غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

۱

علی ولی اللہ

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؔ گوپال پوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم :

یوم غدیر خم افضل اعیاد امتی وهو الیوم الذی امرنی الله تعالی ذکره فیه بنصب اخی بن ابی طالب علما لامتی ، یهتدون به من بعدی و هو الیوم الذی اکمل الله فیه الدین و اتم علی امتی فیه النعمة و رضی لهم الاسلام دینا

رسول خداؐ فرماتے ہیں:

''میری امت کے لئے افضل ترین عید، غدیر خم کی عید ہے، اس دن خدا نے مجھے اپنے بھائی ''علی بن ابی طالبؑ'' کو امت کا امام نصب کرنے کی تاکید فرمائی تا کہ اسی کے ذریعہ لوگ میرے بعد ہدایت پائیں، خدا نے اس دن کی بدولت دین کامل کیا، امت پر اپنی نعمت تمام کی اور ان کے اسلام سے راضی ہوا''۔ (امالی صدوقؒ ص۱۲۵ ح/۸)

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

پہلی جلد (۱)

تالیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؔ گوپال پوری

امینی، عبدالحسین، ۱۲۸۱۔۱۳۴۹
[الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب ۔ اردو۔ ترجمہ و تلخیص]
غدیر؛ قرآن، حدیث اور ادب میں / مولف عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ و تلخیص: سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری۔ ۱۴۳۱ق=۲۰۱۰م=۱۳۸۹
جلد ۱/
ISBN: 978-600-92030-2-4 (جلد ۱)
فہرست نویسی بر اساس اطلاعات فیپا
کتاب نامہ: بصورت زیر نویس
۱۔ غدیر خم۔ ۲۔ علی بن ابی طالب (ع) امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت، ۴۰ق، اثبات خلافت ۔ ۳۔ غدیر خم۔ شعر؛ مجموعہ ہا۔ ۴۔ شعر مذہبی عربی۔
مجموعہ ہا الف۔ رضوی شعور، علی اختر مترجم۔ ب۔ عنوان ج۔ عنوان: الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ تلخیص
BP۲۲۳/۵۴/ ۸ الف/ ۴۰۴۲ غ ۲۹۷/۴۵۲

شناسنامہ کتاب

کتاب کا نام:	**غدیر**؛ قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد اول)
تالیف:	حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ و تلخیص:	ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری
ناشر:	گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور
ناشر ہمکار:	قرآن و عترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ حجتیہ قم المقدسہ)
پیشکش:	مکتبہ مینار شعور گوپال پور (سیوان بہار)
اشاعت:	۱۳ رجب ۱۴۳۳ھ، ۴ جون ۲۰۱۲ء طبع اوّل
تعداد:	۵۰۰ جلد
قیمت:	۵۰۰/= روپے

ملنے کا پتہ:

پاکستان: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور۔ ۵۴۰۰۰

ایران: ﴿قم﴾ دفتر قرآن و عترت فاؤنڈیشن، مدرسہ حجتیہ خیابان حجت پارک ۷ داخلی ۳۱۷، چہار راہ شہداء قم المقدسہ۔

ہندوستان: ۱۔ ﴿بھیک پور﴾ چین پور، سیوان، بہار، پن کوڈ، 8841286
۲۔ ﴿ممبئی﴾ (فاطمہ برقع کلیکشن، ۵۸ نشان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ بھنڈی (مقابل اجوا مٹھائی) ڈونگری ممبئی ۴۰۰۰۰۹۔

فہرست مطالب

عرض ناشر

قارئین کرام!

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں:

''**فمن هداه(الجاهل)و ارشده و علمه شريعتنا كان معنا في الرفيق الاعلى**''جو بھی کسی جاہل کی رہنمائی کرے اور اس کو شریعت اسلام کی تعلیم دے تو وہ خدا کے نزدیک ہم اہل بیت کے ہمراہ ہوگا۔

اس سلسلہ میں اور بھی بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں صرف حصول علم کی نہیں بلکہ لاعلم افراد کو زیور علم سے آراستہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

''قرآن وعترت فاؤنڈیشن'' نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے آج کے مسلم معاشروں میں علم دین سے جوانوں کی بے رغبتی اور بے توجہی کو دیکھتے ہوئے اپنی ذمہ داری کا بھرپور احساس کیا، کہ وہ علم بے کار ہے جو صرف اپنی ذات تک محدود رہے۔ البتہ! لائق ستائش ہے وہ علم جس سے دوسرے بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

ائمہؑ کی بے پناہ تاکید اور اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے ہم نے جوانوں کو دینی تعلیم سے بہرہ مند کرنے کے لئے اسلامی وقرآنی دروس کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا کسی بھی نئے کام کے شروع کرنے میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ خاص کر جب کسی دینی کام کو شروع کیا جاتا ہے تو بہت سی مشکلات سامنے آتی ہیں۔ ویسے ہی جب اس کام کو شروع کرنا چاہا تو ہمیں دشواریاں کا ایک بڑا پہاڑ سامنے نظر آ رہا تھا۔

درس کیسے لکھا جائے... انھیں کس انداز سے ترتیب دیا جائے... ترتیب شدہ درس کو کس طرح پیش کیا جائے

پھر اگر ان مقدمات کو فراہم بھی کر لیا جائے تو کہاں کیسے اور کیوں کر یہ دروس شروع ہوں۔اس کے علاوہ سب سے بڑی مشکل جوانوں کی دنیاوی امور میں بے پناہ مصروفیت بھی تھی چونکہ یہ دروس خاص طور سے انھیں کے لئے ترتیب دیئے گئے ہیں اس لئے انھیں کامیاب سے کامیاب تر بنانے میں جوانوں کے وقت وحالات کو پیش نظر رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔

ان وجوہات کے پیش نظر ایک نیا سلسلہ شروع کرنا اور اسے جاری رکھنا بہت مشکل تھا لیکن ہم نے خداوند عالم پر توکل کیا تو اس کی توفیق بھی ہمارے شامل حال ہوئی۔لہذا ہم نے ہر مشکل کو پس پشت ڈال کر اپنے ارادوں کو عملی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

عقائد، اخلاق اور احکام، دین اسلام کے تین اساسی علوم ہیں اور حقیقتاً دین اسلام انھیں علوم کا مجموعہ ہے۔لہٰذا خصوصی شکل میں سب سے پہلے ہم نے انہی علوم پر مشتمل دروس کو مرتب کیا اور پھر ہائی اسکول، انٹر اور بی اے میں پڑھنے والے student کا خیال کرتے ہوئے ان تین مشتمل امور پر دروس کو مرتب کرنے کا سلسلہ جاری رکھا، پھر بر بناء ضرورت عمومی دروس (تعلیمات قرآن، معارف قرآن وعترت، مناسبات رمضان المبارک، احکام روزہ اور احکام خواتین) کو مرتب کیا۔

اور دوسرے مرحلے میں اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے ہندوستان کے مختلف شہروں میں تین ماہ مجرب اساتیذ کے ذریعے دروس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

"اس سلسلے میں ہندوستان کے بزرگ عالم دین مولانا ناظم علی خیر آبادی فرماتے ہیں!

قرآن وعترت فاؤنڈیشن نے دینی، علمی اور قومی خدمات کا ایک ایسا منصوبہ تیار کیا ہے جس کے تحت متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں جو دینی تعلیم وتربیت اور مذہبی ماحول سازی کی راہ میں بے حد مفید ثابت ہوئی ہیں اور ان کے ذریعہ نو جوانوں کی دینی تعلیم وتربیت کا بھی ایک مستحکم نظام قائم ہوا ہے۔

ماہ رجب المرجب، ماہ شعبان المعظم اور ماہ رمضان المبارک میں تین ماہ مختلف مقامات پر دروس کا انتظام کیا جاتا ہے جس میں نو جوانوں کی معتد بہ تعداد شریک ہوتی ہے، اس میں ماہرین تعلیم اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، کئی برس سے یہ سلسلہ جاری ہے اور سیکڑوں افراد فیضیاب ہو چکے ہیں، ہمارا

عزم ہے کہ نہ صرف یہ سلسلہ جاری رہے بلکہ اس کا دائرۂ عمل وسیع سے وسیع تر ہو اور ہندوستان کے مختلف صوبہ جات میں دینی تعلیم کا فیض پہونچا سکیں۔ خداوند عالم بطفیل محمد و آل محمدؑ زیادہ سے زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔

ہمیں امید ہے کے خداوند عالم کے لطف و کرم سے ہمارے نوجوان اور جوان ان کلاسوں کے ذریعے دین اسلام سے بخوبی آشنا اور عمل پیرا ہونگے۔

اس ادارے نے اسکے علاوہ دیگر غیر درسی کتابوں کی اشاعت کا مزید سلسلہ بھی جاری رکھا ہے۔

لیجئے اب ''الغدیر'' جیسی علمی، ادبی اور فنی کتاب کا اردو ترجمہ بھی پیش ہے، اس کے مترجم حضرت ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری کی عظیم شخصیت ہے جن کا نام نامی قلم و زبان اور فکر وفن کے قبیلے میں محتاج تعارف نہیں، وہ متعدد موضوعات پر بہت سی کتابوں کا ترجمہ کر چکے ہیں اور مختلف موضوعات پر کتابیں اور مضامین لکھ کر اپنی علمی، ادبی اور تحقیقی صلاحیت کا لوہا منوا چکے ہیں، ہندوستان و پاکستان کے اکثر جریدے اس کا واضح ثبوت ہیں، ان کی کچھ کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور کچھ زیر طبع ہیں۔ خود اس ادارہ سے ان کی دو کتابیں شائع ہوئی جن میں ایک ''مصائب آل محمدؑ'' ہے جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ دو سال کے اندر اندر پہلے ایڈیشن کی دو ہزار کاپیاں فروخت ہو گئیں، اب وہ دوسری مرتبہ شائع ہو رہی ہے۔

حضرت ادیب عصرؔ کی اہل بیت کرامؑ سے ارادت و عقیدت بڑی شدید، والہانہ اور فطری ہے، توارث و ماحول کے علاوہ ان کی اپنی تحقیق و کاوش بہت وقیع ہے، پھر یہ کہ وہ وکیل آل محمدؑ کی حیثیت سے تقریر و تحریر دونوں میدانوں میں سرگرم عمل رہے ہیں، آپ نے فضائل اہل بیت اور ولایت کو اپنی تحریر و تقریر میں بڑی شدت سے پیش کیا ہے، آپ ہمیشہ کوشاں رہتے کہ اردو داں طبقہ حقیقی ولایت و فضائل اہل بیت سے آشنا ہو چنانچہ آپ نے اس سلسلے میں متعدد مضامین قلم بند کئے، کچھ کتابیں بھی لکھ رہے تھے لیکن ادھوری رہ گئیں، اسی دوران آپ کی نظر ''الغدیر'' جیسی عظیم کتاب پر پڑی، آپ تمام اہم کام چھوڑ کر حضرت آیۃ اللہ العظمی ناصر مکارم شیرازی کی فرمائش پر اس کے ترجمہ میں لگ گئے، اس سلسلے میں ان کو

جو زحمت ہوئی ہے اس کا کسی حد تک عینی شاہد ہم بھی ہیں، دیہات کی زندگی میں وسائل کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر لینا، یقیناً دل گردے کا کام ہے۔ خدا آپ کے اس خلوص کی جزا عنایت فرمائے۔

ان تمام واقعات اور ان کے فکر و فن کی ایک جھلک آپ آئندہ صفحات میں علماء کے تاثرات کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں گے، ہمیں تو صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ادارۂ قرآن و عترت فاؤنڈیشن کی طرف سے اس عظیم شیعی دائرۃ المعارف کی اشاعت، ادارہ کے لئے باعث صد افتخار ہے۔

ہم مولانا شاہد جمال سلمہ کے شکر گذار ہیں جنہوں نے اس کی اشاعت کے لئے ادارہ کا انتخاب کیا، سلمہ اپنے والد کے کارناموں کے حوالے سے بہت حساس ہیں، مولانا مرحوم کی اکثر کتابوں پر تکمیل و ترتیب کا کام کر رہے ہیں، خود بھی صاحب قلم ہیں، ان کا ادبی ذوق بہت اچھا ہے، ادارہ کی طرف سے شائع ہونے والے مجلّہ ''ایقان'' کی بعض ذمہ داری ان کے سر ہے، خود الغدیر کی دو جلدوں کا ترجمہ کیا ہے جو ان کے ذوق اور حوصلے کی قدردانی کے لئے کافی ہے، ترجمہ جیسا بھی ہو لیکن اس عمر میں الغدیر جیسی کتاب کا ترجمہ کر لینا، یقیناً قابل قدر ہے، اس کے علاوہ کچھ جلدوں میں بھی تکمیل کا کام کیا ہے، اس لئے کہ ان کے کچھ صفحات غائب ہو گئے تھے۔ خدا سے دعا ہے کہ سلمہ کی یہ خدمتیں یونہی جاری ساری رہیں۔

بہر حال کتاب حاضر ہے، خدا کرے اس کا خاطر خواہ استقبال کیا جائے تا کہ آہستہ آہستہ مولانا کی ساری کتابیں منظر عام پر آتی رہیں۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

سید شمع محمد رضوی بھیک پوری

بانی و سکریٹری: قرآن و عترت فاؤنڈیشن ممبئی

۱؍ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

بیاں اپنا

تاریخ عالم کا یہ واقعہ کس قدر حیرت انگیز ہے کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں نے نہایت محیر العقول طریقہ پر ترقی کی اور اپنے کارناموں کا نقش صفحۂ تاریخ پر اس طرح ثبت کیا کہ دنیا کی دوسری قومیں ان کی عظمت و برتری کے سامنے سر اطاعت خم کر دینے پر مجبور ہو گئیں، اب وہی مسلمان ہیں جن پر فلاکت وادبار مسلط ہے، ان کا شیرازۂ ملی پراگندہ ہے، اب ان کی محفلوں میں علم وفن کے مذاکرے بہت کم ہوتے ہیں، دماغ قوت اختراع سے محروم اور ہاتھ سیاسی طاقت وقوت کی عنان سے ناآشنائے محض ہیں، مردم شماری کے لحاظ سے اتنے مسلمان پہلے کبھی نہیں تھے جتنے کہ اب ہیں مگر ساتھ ہی علم وعمل، ایمان وایقان، اتحاد و اتفاق اور روحانیت واخلاق کے لحاظ سے جتنے پست اور زبوں حال اب ہیں اتنے بھی کبھی نہیں تھے۔

تاریخ اسلام کا ایک مبتدی بھی جانتا ہے کہ آنحضرت (ص) کے اعلان رسالت کے کچھ ہی دنوں بعد مٹھی بھر مسلمانوں نے جزیرۃ العرب سے نکل کر دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلنا شروع کر دیا اور سخت ترین عداوتوں اور حوصلہ فرسا مقاومتوں کے باوجود اس انداز سے آگے بڑھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے آدھی دنیا کو مسخر کر کے اپنے خاک نشیں کملی والے تاج دار کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔

ان چند دنوں میں صرف سیاسی طاقت وقوت ہی حاصل نہیں کی بلکہ اسلام کی حقانی تعلیمات اور اسلامی تہذیب وتمدن کی ناقابل رد دلکشی نے اپنا ایسا رنگ جمایا کہ اسلام سے شدید تعصب وعناد رکھنے والے افراد بھی آہستہ آہستہ اسلام کے موافق بن گئے۔ علوم وفنون، ایجادات واختراعات، تہذیب نفس اور نظام اخلاق کی ترتیب وتدوین میں انہوں نے اپنی ذہنی اور دماغی عظمت و برتری کا ایسا عمدہ ثبوت پیش کیا کہ بڑے بڑے معاند مورخین بھی ان کو جھٹلانے کی جسارت نہیں کر سکتے۔

لیکن اب حالت بالکل مختلف ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں ان پر ادبار و انحطاط کا تسلط ہے اور علم وفن کے ہر میدان میں سب سے پیچھے نظر آتے ہیں۔ کہیں جہالت و نادانی کا دور دورہ ہے تو کہیں اندھی تقلید کا اندھا رواج۔ اختلاف کے کالے بادل اسلامی معاشروں پر اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ مسلمان خود اپنی زمین پر بھیگی بلی کے مانند زندگی بسر کر رہے ہیں اور اس اختلاف کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام دشمن طاقتیں آہستہ آہستہ مستحکم ہوتی جا رہی ہیں۔

امام علیؑ کا یہ فرمان ہر دور کے مسلمانوں کو دعوت فکر دے رہا ہے:

انی واللہ لاظن ھولاء القوم سیدالون فیکم باجتماعھم علی باطلھم و تفرقکم علی حقکم

''خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ عنقریب یہ حکومت تم سے چھین لی جائے گی اس لئے کہ باطل پرست اپنے باطل پر متحد ہیں لیکن تم لوگ اپنے حق پر بھی اختلاف کے شکار ہو''۔(۱)

آج افغانستان، فلسطین اور عراق کی بگڑی ہوئی حالت مولا کے اس قول کی تصدیق کر رہی ہے۔

عہد حاضر میں مسلمانوں کی زبوں حالی، ضعف و کمزوری اور زندگی کے ہر شعبہ میں تہی دامانی کو دیکھ کر فلسفۂ تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم کو اس انقلاب عظیم کے اسباب و علل کی جستجو ہوتی ہے جن کی بنیاد پر مسلمانوں کی ماہیت یکسر منقلب ہو کر رہ گئی ہے۔

اصل میں اس انقلاب عظیم کا اہم ترین سبب مسلمانوں کا اس نقطۂ اعتدال و اتحاد سے منحرف ہونا ہے جس سے نہ صرف اسلام و قرآن کی شہرۂ آفاق ترقیاں وابستہ تھیں بلکہ مسلمانوں کا درخشاں اور قابل قدر مستقبل بھی اسی سے مربوط تھا۔

''غدیر'' اس محور اتحاد کا نام ہے جہاں رہبر اسلام نے کم و بیش سوا لاکھ حاجیوں کو مرکز ولایت علیؑ پر متحد کر کے ہر زمانے کے مسلمانوں کے ذہن و دل کو جھنجھوڑا ہے کہ زندگی کی مشکلات و صعوبات اور اپنے سخت ترین دشمنوں سے نپٹنے کے لئے ہر دور میں اس مرکز پر جمع ہونا بہت ضروری ہے۔﴿الیوم یئس الذین

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ/۲۵)

کفروا﴾ کی قرآنی سند اس امر کی چیخ چیخ کر گواہی دے رہی ہے۔

''یوم غدیر'' تاریخ اسلام کا وہ اہم ترین دن ہے جس دن خداوند کریم نے مسلمانوں پر اپنی نعمتیں تمام کردیں، احکام دین کامل و استوار ہو گئے، ہدایت کے رسالتی سلسلوں کو امامت سے متصل کر دیا گیا، بندگی کی راہ پر گامزن امت محمدی کو ولایت کی سرپرستی عطا ہوئی، مسلمانوں کا آئندہ رہبر معین کیا گیا اور فرزند کعبہ مسند امامت پر جلوہ افروز ہوا۔

کتنا حسین اور خوش گوار دن تھا، درختوں کے جھنڈ میں ایک طرف مبارک، سلامت کی صدائیں تھیں تو دوسری طرف شعرائے اسلام اپنی فکر رسا کے ذریعہ سریلا پیغام مؤدت لوگوں تک پہونچا کر داد تحسین وصول کر رہے تھے، نثر ہو یا نظم سب اپنے اپنے انداز سے حضرت علیؑ کو مسند خلافت و امامت پر براجمان ہونے کی تبریک و تہنیت پیش کر رہے تھے۔ رسول اسلامؐ کی خوشی تو قابل دید تھی ایک طرف ان کی تیئس سالہ محنت شاقہ بار آور ہو رہی تھی تو دوسری طرف اسلام و قرآن کا تابناک اور درخشاں مستقبل نگاہ تصور میں گردش کر رہا تھا۔

لیکن افسوس صد افسوس! ادھر رہبر اسلامؐ کی آنکھیں بند ہوئیں اور ادھر مفاد پرست، نام نہاد مسلمانوں نے دین کی آڑ میں اپنا الو سیدھا کرنا شروع کر دیا۔ اونے پونے خلافت تقسیم ہوئی اور دین کے ساتھ کھلواڑ کیا جانے لگا۔

اپنے لبوں سے ''انا اول المظلومین'' کہنے والے حضرت علیؑ کی کیا حالت تھی اس کا اندازہ لگانا محال ہے لیکن آپ کی دلی کیفیت کی غمازی آپ کا یہ جملہ کر رہا ہے: رایت ان الصبر علی ھاتا احجی فصبرت و فی العین قذی و فی الحلق شجا اریٰ تراثی نھبا '' پس میں نے دیکھا کہ صبر کرنا عقل سے نزدیک تر ہے اسی لئے میں نے صبر کیا جب کہ میری آنکھوں میں خس و خاشاک تھے اور میرے گلے میں ہڈی تھی اور میں اپنی میراث کو لٹتا ہوا دیکھ رہا تھا''۔(۱)

آپؑ برابر آنحضرتؐ کے اصحاب و انصار سے روز غدیر سے متعلق سوال کرتے تھے اور لوگ سر جھکا

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۳/

کراہات کا اظہار کرتے۔ روایت میں ہے کہ انس ابن مالک نے جواب میں عذر خواہی کرتے ہوئے کہا: میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ حضرت نے بددعا کی: خدایا! اگر یہ شخص دروغ گوئی سے کام لے رہا ہے تو ایسا مرض اس پر نازل فرما کہ یہ اسے چھپا نہ سکے۔ چنانچہ وہ برص کے مرض میں اس طرح مبتلا ہوئے کہ ان کی پیشانی تک پھیل گیا۔

سچ ہے دشمنی بھی دوستی کی طرح اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے، تواتر حدیث کی وجہ سے کچھ لوگوں کے بوڑھے دماغ میں یہ بات محفوظ بھی تھی تو خواہشات نفس سے مجبور ہو کر اپنے فرار کا راستہ اس طرح اختیار کیا کہ کہہ دیا: پیغمبر اسلام کا اس قدر اہتمام اور اتنی تاکید صرف اس لئے تھی کہ آنحضرت لوگوں کو حضرت علیؑ سے دوستی کی طرف دعوت دینا چاہتے تھے.....

تعجب ہے کیا دوستی بھی حکم کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہے...؟؟

ایسے غلط اور بے بنیاد پروپگنڈوں سے غدیر کو محفوظ رکھنا ہر اسلام دوست مسلمان کا فریضہ ہے۔

قابل مبارک باد ہیں وہ افراد جو "الا فیبلغ الشاھد الغائب" کو اپنی زندگی کا اہم ترین مقصد سمجھتے ہوئے زبان و قلم کے ذریعہ غدیر کی صحیح تصویر اور حقیقی پیغام مودت و ولایت دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچا کر رسول اسلامؐ کی تائید حاصل کر رہے ہیں۔

"الغدیر" اسی سلسلے کی عمدہ اور اہم ترین کڑی ہے، یہ صرف صاحبان تحقیق کی آرزو ہی نہیں بلکہ ایسا آبشار حقیقت اور بے نظیر دائرۃ المعارف ہے جس کے ذریعہ ہر شخص غدیر کی واقعی شناخت حاصل کر سکتا ہے۔

یہ کتاب علامہ امینیؒ کی عرفان انگیز پیش کش اور معرکۃ الآراء کارنامہ ہے، یہ آپ کی خانوادۂ عصمت و طہارت سے بے پناہ عقیدت کا بین ثبوت بھی ہے، اس میں جہاں حق کی حمایت دیدہ زیبی اور عرق ریزی سے کی گئی ہے وہیں باطل اور باطل پرستوں کے کریہہ چہروں سے نقاب کشائی بھی نہایت سلجھے اور موثر انداز میں کی گئی ہے۔

اس کتاب یا مؤلف کتاب کے متعلق کچھ لکھنا یقیناً سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

بقول علامہ تہرانی "صاحب الذریعہ":

''میں اس عظیم کتاب کے اوصاف بیان کرنے سے قاصر ہوں، الغدیر کا مقام اس سے بالاتر ہے کہ اس کی تعریف کی جائے، تنہا کام جو حقیر اس سلسلے میں انجام دے سکتا ہے وہ یہ کہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب کے مؤلف کی عمر دراز ہو اور ان کی عاقبت بخیر ہو۔ اور خلوص نیت کے ساتھ خدا سے چاہتا ہوں کہ میری باقیماندہ زندگی کو بھی مؤلف کی عمر شریف میں اضافہ فرمائے''۔(۱)

زیر نظر کتاب

ظاہر ہے جس کتاب میں حقائق و معارف کا سمندر موجزن ہو اس کا ترجمہ دنیا کی ہر ترقی یافتہ زبان میں ہونا چاہیے تاکہ یہ انوکھا پیغام مؤدت دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچ سکے۔

زیر نظر ترجمہ و تلخیص کا اہم ترین سبب بھی یہی ہے۔ یہ کتاب دوران طالب علمی ہی سے والد علام مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، چنانچہ گفتار مترجم میں آپ نے اس کتاب سے متعلق اپنے جذبات و احساسات اور والہانہ پن کا اظہار فرمایا ہے۔ غدیر یا ولایت علیؑ سے متعلق آپ کی شدید وابستگی کے دوسرے بہت سے نظائر اور نمونے پائے جاتے ہیں، نثر ہو یا نظم، ترجمہ ہو یا تالیف، قلم ہو یا زبان آپ نے ہر طریقہ سے یہ انوکھا پیغام مؤدت لوگوں کے درمیان پہونچانے کی بھرپور کوشش کی اور اس سلسلے میں جتنی مشقتیں اور زحمتیں برداشت کرنا پڑیں، کی۔

خود اسی ترجمہ کو لے لیجئے۔ دیہات کی زندگی میں آسائش و وسائل حیات کی کمی کے باوجود ''الغدیر'' کی گیارہ جلدوں کا ترجمہ بہت کم مدت میں کر دینا، آپ کے جذبہ وشوق اور غدیر سے متعلق آپ کی شدید وابستگی کا واضح ثبوت ہے، یقین جانیئے اس کے ترجمہ میں آپ نے جس جانفشانی کا مظاہرہ کیا ہے وہ اب بھی نگاہوں کے سامنے گردش کر رہا ہے۔

اس سلسلے میں یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے: میرا بچپنا تھا، اس وقت ہم لوگ حسین گنج میں مقیم تھے، والد علام نماز صبح کے بعد ترجمہ و تحقیق کا کام انجام دیتے تھے اور پھر محمد صالح انٹر کالج چلے جاتے تھے، اس

۱۔ علامہ امینیؒ جرعہ نوش غدیر ص ۷۰

وقت الغدیر کے ترجمہ کا کام چل رہا تھا، گرمی اپنے شباب پر تھی، جس سے نجات حاصل کرنے کا کوئی برقی ذریعہ بھی نہیں تھا، صرف قدرتی ہوا کبھی کبھی اپنے نرم جھونکوں سے جسم کو ٹھنڈک پہونچا دیتی تھی، ایک دن آپ دوپہر کے کھانے کے بعد الغدیر کے ترجمہ میں مشغول تھے، گھر صرف دو کمروں کا تھا جس میں چار بچوں کا شور ہنگامہ بھی اپنے عروج پر تھا۔ جب شور زیادہ ہوتا تو آپ ایک طویل ''ہوں'' کے ذریعہ شور روکتے اور پھر ترجمہ میں مشغول ہوجاتے تھے، لیکن تھوڑی دیر بعد اس ''ہوں'' کا اثر کم ہوتا تو ہنگامہ پھر شروع ہوجاتا تھا۔ آخر آپ نے تنگ آکر اپنا سامان سمیٹا اور محمد صالح انٹر کالج (جہاں ایک کمرہ آپ سے مخصوص تھا) روانہ ہوگئے، جس کا فاصلہ آدھا کلومیٹر تھا، آپ وہاں جاکر اطمینان سے اپنے کام میں مشغول ہوجاتے۔ یہ صرف ایک مرتبہ کا واقعہ نہیں بلکہ جب بھی ہمارے شور سے آپ کا سکون غارت ہوتا آپ ایک فائل بغل میں دباتے اور دوپہر کی شدید دھوپ میں آدھا کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے وہاں جاتے اور ترجمہ وتحقیق کے کاموں میں مشغول ہوجاتے تھے۔

رات میں بھی آپ کو سکون میسر نہیں تھا، جب ہمارا شور کم ہوتا تھا تو آنکھوں کی اذیت شروع ہوجاتی ظاہر ہے ہر روز تین چار گھنٹہ لالٹین کی روشنی میں لکھنے پڑھنے سے آنکھوں کو اذیت تو ہوگی ہی....

جب یہ تمام واقعات یاداشت کی سطح پر ابھرتے ہیں تو والد علام کے کارنامے خصوصاً ترجمہ الغدیر کے متعلق احساس قدردانی انگیز کر کے ان کی زحمتوں اور عظمتوں کو سلام کرنے کا دل کرتا ہے۔ والد علام کے کارناموں کے متعلق میری حساسیت ایک باپ کے حوالے سے کم، ایک عالم دین کی پرخلوص اور بے پناہ زحمتوں کے حوالے سے زیادہ ہے۔

بہر حال دن ورات آپ کی محنت کا اصل مقصد یہ تھا کہ ولایت علیؑ کی مسحور کن خوشبو اردو داں طبقہ بھی محسوس کرے اور الغدیر کی علمی، فنی اور ادبی حیثیت سے واقف ہو۔ اس کتاب کی پہلی جلد ۱۹۹۲ء میں شائع ہوچکی ہے، پھر وسائل وحالات کی ستم ظریفی کہہ لیجئے کہ اس کی دوسری جلدیں اب تک منظر عام پر نہ آسکیں اور برسوں طاقوں کی زینت بنی رہیں۔ انتقال کے کچھ دنوں پہلے آپ نے مجھے ہمراہ لے کر اس کے حوالوں کی ترتیب وتنظیم کا کام شروع کیا اور لوگوں کی فرمائش پر اسے دوبارہ شائع کرنے کا مصمم ومکمل

ارادہ کیا لیکن انہیں دنوں ان کی طبیعت ناساز ہوگئی جس کی وجہ سے اسے پھر سے بالائے طاق رکھنا پڑا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ والد علام اتنی جلدی ہمیں چھوڑ کر احساس یتیمی دے جائیں گے۔

چونکہ ان کی اولین وحسین خواہش تھی کہ یہ کتاب جلد از جلد منظر عام پر آئے لہذا ناچیز نے اتنے بڑے کام کا بوجھ اپنے کمزور کاندھے پر اس امید پر رکھا کہ ''خدا کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں''۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ اگر جذبے نیک ہوں تو خدا کے کرم سے حالات بھی مساعد ہوتے چلے جاتے ہیں، الحمدللہ اس کتاب کے ساتھ بھی یہی ہوا جیسے جیسے کام آگے بڑھا حالات سازگار ہوتے گئے۔ خدا کا شکر کہ اب یہ زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہی ہے۔

زیر نظر کتاب کے بارے میں کچھ باتیں لائق توجہ ہیں:

ا۔ والد علام نے یہ ترجمہ مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمی ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی فرمائش پر کیا تھا اور ان کی یہ خواہش تھی کہ اس کا اردو ترجمہ تھوڑی تلخیص کے ساتھ کیا جائے تا کہ اردو داں حضرات بھی اس کتاب اور اس کے وقیع مطالب سے آشنا ہوسکیں، اسی لئے انہوں نے اس کتاب کا تھوڑی تلخیص کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ لیکن یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ تلخیص میں آپ نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ الغدیر کے اہم مطالب ضائع نہ جائیں، آپ نے انہیں مطالب کو حذف کیا ہے جو غدیر و ولایت سے مربوط نہیں تھے۔ مثلاً کسی شاعر کا قصیدۂ غدیریہ ۵۰ر اشعار پر مشتمل ہے تو آپ نے اس میں انہیں اشعار کا ترجمہ کیا ہے جو ولایت علیؑ سے متعلق تھے اور بقیہ اشعار کی تلخیص کردی ہے یا انہیں حذف کر دیا ہے۔ اسی طرح شاعر کے حالات زندگی کے اہم اور قابل قدر گوشوں کو من وعن نقل کیا ہے اور بقیہ گوشوں کی تلخیص کردی ہے، مختصر یہ کہ اس کی بہت تھوڑی تلخیص کی گئی ہے۔ لیکن ہاں! اس تلخیصی ترجمہ کے باوجود آپ اس کتاب کو اول وآخر تک پڑھ جایئے تلخیص وحذف کی وجہ سے پیوندکاری کا احساس نہیں ہوگا ایسا محسوس ہوگا کہ علامہ امینیؒ نے صرف انہیں مطالب کو نقل کیا ہے۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ الغدیر کا کام کرتے وقت یہ خیال آیا کہ والد صاحب نے جو تھوڑی تلخیص کی ہے، اسے مکمل کردیا جائے اور ترجمہ کا کامل نصاب شائع کیا جائے، اس سلسلے میں کام بھی شروع کردیا

تھا اور تقریباً چار پانچ جلدوں کا ترجمہ بھی ہو گیا تھا لیکن پھر اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا کیونکہ ایک تو یہ کہ والد صاحب کی تحریر بہت مختلف تھی آپ نے آزاد ترجمہ کیا تھا لاکھ مطابقت کے باوجود کہیں کہیں پیوند کاری کا احساس ہو ہی جاتا تھا۔ دوسرے یہ کہ وقت بہت کم تھا اور آہستہ آہستہ حالات بھی ناگفتہ بہ ہوتے جارہے تھے۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا، انشاء اللہ حالات نے ساتھ دیا اور کوئی ''صاحب دل'' آگے بڑھا تو اس کا مکمل ترجمہ بھی شائع کر دیا جائے گا، الحمدللہ کام جاری ہے۔

۲۔ والد صاحب نے اس کا آزاد ترجمہ کیا ہے، اس طرح کہ آپ نے الغدیر کے عناوین کے تحت مذکور مطالب کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا، پھر ان مطالب کو سلیس اردو میں منتقل کیا ہے، یعنی آپ نے مفہومی ترجمہ کیا ہے۔ اگر آپ لفظی ترجمہ کے اعتبار سے کتاب حاضر کا مطالعہ کریں گے تو ممکن ہے اس میں کچھ خامیاں نظر آجائیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ نے لفظی ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ الغدیر کے مطالب کو بہترین ادبی اردو میں منتقل کیا ہے، اسی لئے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کو ترجمہ کے بجائے تالیف و تصنیف کا مزہ آئے گا۔

۳۔ والد علام نے تقریباً ساری جلدوں کا ترجمہ مکمل کر لیا تھا لیکن اس کی صرف ایک جلد منظر عام پر آئی، کچھ برسوں بعد دوسری جلدوں کی اشاعت کے سلسلے میں آپ ممبئی تشریف لے گئے اور وہاں سے کتابت شدہ کچھ جلدیں نظر ثانی کے لئے لارہے تھے، جن میں چھٹی اور گیارہویں جلد کا اصل مسودہ بھی تھا، سوء اتفاق کہ اسی سفر میں کسی نے آپ کی وہ اٹیچی چوری کر لی جس میں چھٹی اور گیارہویں جلد موجود تھی، آپ کو زندگی بھر ان جلدوں کے ضائع ہونے کا افسوس رہا۔

ناچیز نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ان دو جلدوں کا ترجمہ اس لئے کیا تا کہ الغدیر کا یہ دورہ (نصاب) اردو زبان میں مکمل ہو جائے اور ساری جلدیں یکجا شائع ہوں۔ چھٹی اور گیارہویں جلد کے ترجمہ کی روش کے متعلق اسی جلد کا ''گفتار مترجم'' اور ''احوال واقعی'' ملاحظہ فرمائیں۔

۴۔ زیر نظر کتاب میں ناچیز نے ان دو جلدوں کے ترجمہ کے علاوہ جو تکمیلی کام کیا ہے، ان میں بعض یہ ہیں:

الف) اس میں پوری آیت نہیں لکھی تھی بلکہ کہیں کہیں صرف ترجمہ یا آیت کا ایک ٹکرا لکھا گیا تھا، ناچیز نے اصل کتاب سے استخراج کر کے پوری آیت اور اس کا ترجمہ لکھا ہے۔

ب) کتاب کافی دنوں سے طاق نسیاں کی زینت بنی ہوئی تھی، اس لئے اس کی اکثر جلدوں کے درمیانی چند صفحات غائب ہو گئے تھے جس کی وجہ سے مطالعہ کے وقت مطالب مبہم اور غیر مربوط محسوس ہو رہے تھے میں نے اس ابہام کو ختم کرنے کے لئے ان غائب شدہ چند ایک صفحات کا ترجمہ کر دیا ہے تا کہ مطالب غیر مربوط نہ ہوں، آپ سے گذارش ہے کہ اگر مطالعہ کرتے وقت کوئی ابہام نظر آئے تو اسے مجھ ناچیز کے تسامح پر محمول کریں مترجم سے اس کا کوئی ربط نہیں۔

ج) کتاب میں والد صاحب نے پورا حوالہ نقل نہیں کیا تھا یعنی اگر کتاب کا نام تھا تو مولف کا نام نہیں تھا اسی طرح اکثر حوالوں میں جلد اور صفحہ نمبر غائب تھا، اسی لئے نئے سرے سے اس پر حوالے کا کام کرنا پڑا ہے۔ اس سلسلے میں استخراج منابع کے لئے ''مرکز الغدیر للدراسات الاسلامیہ'' کے تحقیق شدہ ایڈیشن کا انتخاب کیا گیا ہے کیونکہ اس میں جن کتابوں کے حوالے علامہ امینیؒ نے دیئے ہیں ان کے جدید ایڈیشن کے بھی حوالے اس کے حاشیے پر موجود ہیں، اس لئے کہ علامہ امینیؒ کے زمانے میں جو کتاب ایک جلد میں تھی آج وہ دو یا تین جلدوں میں طبع ہو رہی ہے، گویا ایک کتاب کے دو حوالے دیے گئے ہیں، یہ بات ملحوظ رہے کہ جدید ایڈیشن کے حوالے قوسین کے درمیان ذکر کئے گئے ہیں نیز جن جگہوں پر خود علامہ امینی نے کتاب کے غیر مطبوعہ ہونے کی وجہ سے صرف ان کے نام کے ذکر پر اکتفا کیا تھا اب ان کا بھی پورا حوالہ اس جدید ایڈیشن میں موجود ہے، منصف مزاج کی جب اس ایڈیشن پر نظر پڑے گی تو حوالے کے سلسلے میں پوری طرح مطمئن ہو جائے گا اور کوئی شک وشبہ اس کے ذہن میں باقی نہیں رہے گا۔

میں یہ تو نہیں کہتا کہ کتاب اغلاط سے قطعی پاک ہے ایام تحصیل میں کئے گئے کام کے متعلق ایسا دعوی کرنا بھی احمقانہ ہے مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ میں نے اپنی حتی المقدور کوشش کی ہے کہ کتاب غلطیوں سے پاک رہے پھر بھی آپ سے گذارش ہے کہ اگر کہیں غلطی نظر آئے تو بے دریغ مطلع کر دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔

تشکر و امتنان

"من لم یشکر المخلوق لم یشکر الخالق"

سب سے پہلے خال محترم حجۃ الاسلام مولانا سید شمع محمد صاحب بھیک پوری کا شکر گذار ہوں جنہوں نے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور اس کام کو آگے بڑھانے کا شوق دلایا نیز ایسے ناگفتہ بہ حالات میں جب کہ اشاعت کے حوالے سے میری امید ٹوٹ چکی تھی، میرا بھر پور ساتھ دیا، الحمدللہ اب ان کی مساعی سے یہ کتاب طبع ہو کر منظر عام پر آ رہی ہے۔ ساتھ ہی برادر محترم حجۃ الاسلام مولانا سید شجاعت حسین صاحب کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اصل کتاب سے حوالوں کو نقل کرنے اور اس کی ترتیب میں میرا ساتھ دیا۔

اس مقام پر میں اپنے ان تمام احباب کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں تعاون فرمایا، خاص طور سے مولانا سید وقار احمد کاظمی صاحب، مولانا سید شاہکار حسین زیدی صاحب، مولانا معراج حیدر خان صاحب، مولانا محمد کیفی صاحب، مولانا قاسم علی صاحب، مولانا سید کوثر عباس صاحب اور قرآن و عترت کے دیگر افراد کا شکر گذار ہوں جنہوں نے ایام تحصیل کی مصروفیتوں کے باوجود میرے ہمراہ پروف ریڈینگ اور حوالوں کی ترتیب کے فرائض انجام دیئے۔ خدا انہیں جزائے خیر دے اور ان کو اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

آخر میں خدائے متعال سے دعا گو ہوں کہ اس پر آشوب اور پر فتن دور میں مسلمانوں کو مرکز ولایت امیر المومنینؑ پر جمع ہونے کی توفیق دے تاکہ وہ مستحکم ہو کر اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہو سکے۔

"آمین یارب العالمین"

والسلام

محتاج دعا

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

حوزۂ علمیہ قم (ایران)

ا رشعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

گوشۂ شعور

مترجم کتاب کے متعلق علماء ودانشوروں کے تاثرات
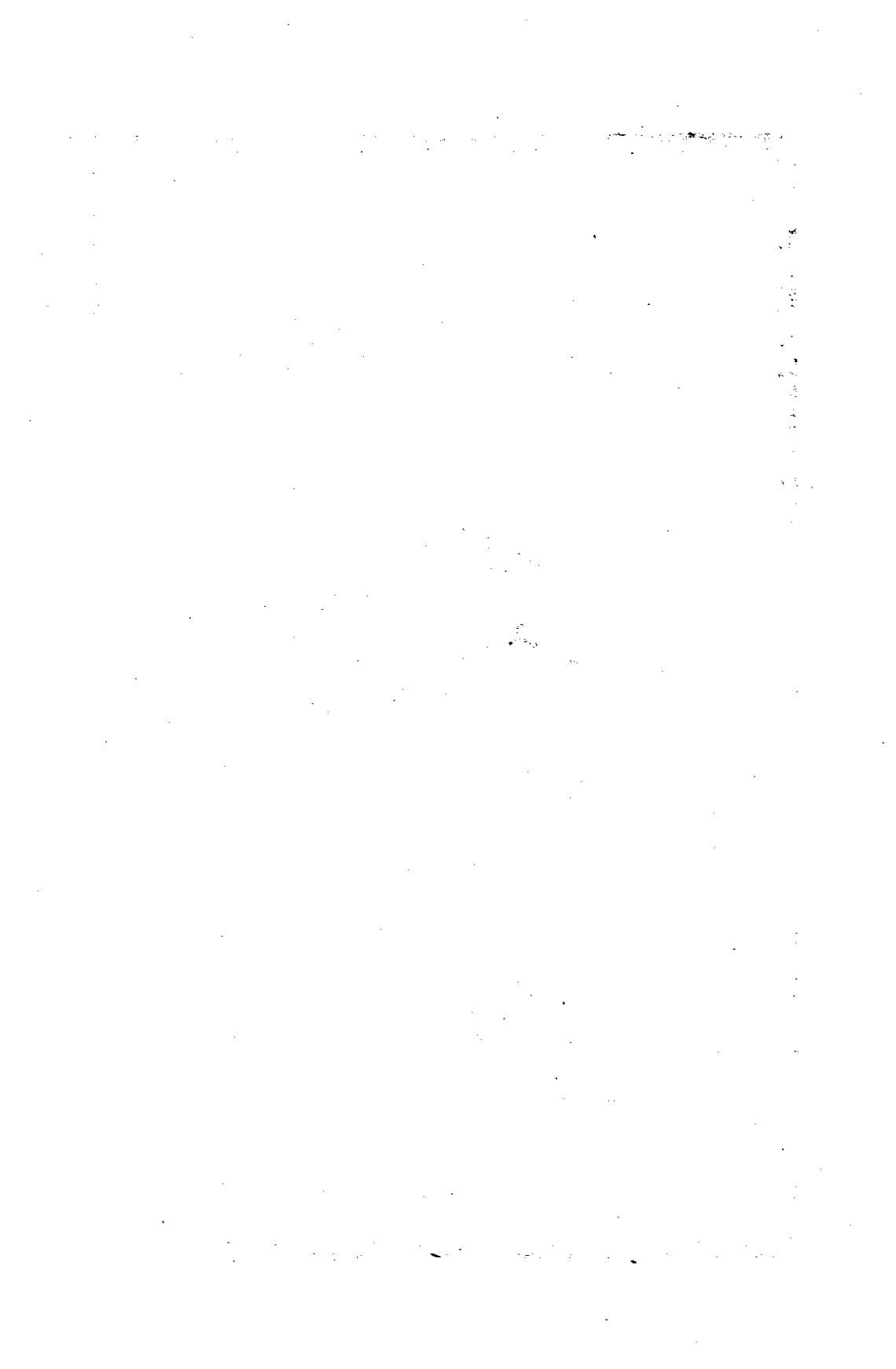
حرف اول

والد علام کے انتقال کے بعد سے لوگوں کی مسلسل فرمائش تھی اور میری بھی یہ خواہش تھی کہ ان کی حیات و خدمات پر مشتمل کوئی کتابچہ یا رسالہ شائع کیا جائے لیکن کوئی ذریعہ اور وسیلہ نہ ہونے کی وجہ سے میں لوگوں کی یہ فرمائش مسلسل ٹالتا رہا۔ پھر ہزار جتن کے بعد ترجمہ الغدیر کی اشاعت کی صورت پیدا ہوئی تو میں نے والد علام کی حیات و خدمات کو شائع کرنے کا ارادہ کیا اور اس سلسلے میں ان کی حیات و خدمات پر مشتمل ایک مفصل کتابچہ بھی تحریر کردیا۔ لیکن پھر برادر معظم ''جناب محمد اختر نجم صاحب'' نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس سلسلے میں والد صاحبؒ کے متعلق علماء کے تاثرات پیش کئے جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا، اسی لئے وہ نوشتہ روک کر علماء کے تاثرات اور رشحات قلم کو شامل کیا جارہا ہے، انشاء اللہ پھر کسی مناسبت سے وہ کتابچہ بھی شائع کیا جائے گا، ایک بات ملحوظ خاطر رہے کہ ان کے علاوہ بھی کچھ علماء نے اپنے رشحات قلم ارسال کئے تھے لیکن چونکہ ان کے رشحات قلم تاخیر سے موصول ہوئے اس لئے ہم ان کی عدم اشاعت پر ان لوگوں سے معذرت خواہ ہیں، اسے پھر کبھی شائع کیا جائے گا۔

والسلام

سید شاہد جمال رضوی گوپالپوری

حوزۂ علمیہ قم

کتاب زندگی

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی طاب ثراہ شعورؔ گوپال پوری

نام	:	سید علی اختر رضویؒ
تخلص	:	شعورؔ
ولدیت	:	سید مظہر حسین رضوی مرحوم
ولادت	:	۱۹؍ستمبر ۱۹۴۸ء مطابق ۸ مح ۱۳۶۸ھ
وطن	:	گوپال پور، سیوان، بہار
علمی استعداد	:	ممتاز الافاضل (جامعہ ناظمیہ، لکھنؤ)
		مولوی، عالم، فاضل، فاضل ادب و فاضل فارسی (الٰہ باد بورڈ یوپی)
		فاضل فارسی، فاضل فلسفہ، فاضل فقہ شیعہ (بہار اکزامنیشن بورڈ)
		ڈپلوم زبان فارسی (انسٹی ٹیوٹ اُوف اسلامک ایجوکیشن)
مشغلہ	:	لکچرار محمد صالح انٹر کالج حسین گنج، سیوان بہار
اساتذۂ کرام	:	مفتی اعظم سرکار احمد علی طاب ثراہؒ، فخر الواعظین مولانا رسول احمد صاحب، علامہ اختر علی تلہری صاحبؒ، مولانا محمد علی صاحبؒ، مولانا محمد ایوب سرسوی صاحبؒ، مولانا روشن علی صاحبؒ، مولانا شاکر حسین صاحب مدظلہ... وغیرہم۔

سفرزیارت :	آپ نے آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی فرمائش پر الغدیر کے ترجمہ کے سلسلے میں ایران کا سفر کیا اور قم و مشہد کی زیارت سے مشرف ہوئے۔
تبلیغی خدمات :	**الف: مجالس عزا:** آپ نے ہندوستان کے اکثر شہروں میں مجالس عزا خطاب کیں، ایک عرصہ تک میرٹھ کا عشرۂ اولی خطاب کیا اور چہلم کے موقع پر حسین آباد میں عشرہ خطاب کیا۔ **ب: مذہبی کانفرنس:** آپ نے دینی اور مذہبی کانفرنس کے سلسلے میں کئی کئی شہروں کا سفر کیا، مجلس علماء و واعظین کی کانفرنسوں کی تنظیم و ترتیب میں بھی پیش پیش رہے۔
دینی خدمات :	بھاگلپور بہار میں ایک مسجد کی تاسیس، کرن پورہ سیوان بہار میں جامع مسجد کی بنیاد اور وہاں پر برسوں امام جمعہ و جماعت کے فرائض انجام دیئے، الغدیر کے علاوہ دیگر کتابوں اور عربی و فارسی مقالوں کا ترجمہ، تصنیف و تالیف کے علاوہ سیکڑوں مذہبی اور دینی مضامین۔
ادبی خدمات :	شعر و شاعری کے تقریباً ہر صنف پر طبع آزمائی فرمائی، ادبی مضامین، غزلیں، انشائیے اور مختصر افسانے تحریر کئے جو سرفراز لکھنؤ نیز ادراک گوپال پور میں کافی دنوں تک شائع ہوتے رہے۔
آثار اور کارنامے :	**الف: ترجمے:** ۱۔ ترجمہ الغدیر (گیارہ جلدیں) ۲۔ تاریخ اسلام میں عائشہ کا کردار (تین جلدیں) ۳۔ رسالہ عملیہ امام خمینیؒ (دو جلدیں)

۴۔شہر شہادت

۵۔ مصائب آل محمدؐ

۶۔میت پر گریہ سنت رسولؐ

۷۔امام مہدی حدیث کی روشنی

۸۔خوشبو بہار کی (یہ کتاب تقریباً دو برس تک الواعظ میں شائع ہوئی)

۹۔خانوادۂ شیرازی بیسویں صدی میں

۱۰۔ترجمہ الحیات (دو جلدیں)

۱۱۔مساجد وامامباڑے (غیر مطبوعہ)

ب: تالیفات وتصنیفات:

۱۔حیات آیۃ اللہ العظمیٰ شیرازیؒ

۲۔غدیر کے چار علامتی شاعر

۳۔تحفہ کا معیار تہذیب (مطبوعہ در اصلاح)

۴۔شعور آخرت (مجموعہ ادعیہ وفضائل ماہ وسال، غیر مطبوعہ)

۵۔دانشوران غدیر (نامکمل، غیر مطبوعہ)

۶۔عطر ولایت (غدیر سے متعلق مضامین کا مجموعہ، زیر طباعت)

ج: مضامین ومقالے:

آپ نے بہت سے مضامین اور مقالے قلمبند کئے جو ہند و پاک کے مختلف جرائد میں شائع ہوتے رہے جن میں الواعظ، توحید، اصلاح، الجواد سرفراز، تنظیم المکاتب اور راہ اسلام سرفہرست ہیں۔

شعری مجموعے : ۱۔آبشاروں کا ترنم (مجموعہ قصائد وقطعات)

۲۔موج در موج (مجموعہ سلام ونوحے)

۳۔ موج تبسم (مجموعہ غزلیات)

اولاد : سید محمد اختر رضوی، راقم الحروف سید شاہد جمال رضوی، سید محمد قیصر رضوی، سید کوثر علی رضوی، سید محمد افسر رضوی، سید ریاض جعفر رضوی و دختر

تاریخ وفات : ۲۷/ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۰/ فروری ۲۰۰۲ء

مدفن : شہر خموشاں، گوپال پور سیوان بہار

پیام شعور

خشک صحراؤں میں چھڑکاؤ ضروری ہے شعور
خون بہتا رہے پانی کی حفاظت کرنا
یہی انداز تو نفرت کی جڑیں کاٹے گا
ہم نے سیکھا ہے بروں سے بھی محبت کرنا

والسلام

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

مولانا علی اختر صاحب میری نظر میں

سرکار شمیم الملۃ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید شمیم الحسن صاحب قبلہ
(عمید جامعہ جوادیہ، بنارس)

ثقۃ الاسلام مولانا سید علی اختر صاحب مرحوم گوپال پوری سے میری پہلی ملاقات جناب حکیم سید محمد صالح صاحب مرحوم (پٹنہ) کے یہاں ہوئی، موصوف خدا بخش لائبریری، کچھ تحقیقی کام کے سلسلہ میں آئے ہوئے تھے، اسی وقت سے ان کی علمی اور اخلاقی چھاپ میرے اوپر پڑی، پھر تو ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ خصوصاً حسین گنج کے کالج میں مرحوم کا تدریسی سلسلہ اور میرا ایام عزا میں کئی سال تک کچھ دنوں کے لئے مجالس عزا کے لئے جانا ہوتا رہا۔ ان دنوں مختلف موضوعات پر مجھ سے گفتگو فرماتے رہے، تعلقات اور تاثرات اس منزل تک پہونچے کہ آپ نے اپنے لائق فرزند حجۃ الاسلام مولانا سید شاہد جمال سلمہ کو میرے حوالے کردیا اور سلمہ جامعہ جوادیہ بنارس سے تعلیم کی تکمیل کے بعد ایران گئے اور اپنے والد بزرگوار کے علمی وارث بھی بنے۔

یوں تو مولانا مرحوم کے مضامین مختلف ماہناموں میں خصوصاً ماہنامہ الجواد بنارس میں مسلسل شائع ہوتے رہے اور ان کی بعض کتابیں بھی زیور طبع سے آراستہ ہوتی رہیں، جن سے مرحوم کی علمی اور تحقیقی صلاحیت اور جستجو کی گہرائی میں ڈوبنے اور ابھر کر آبدار جواہر پاروں سے عوام کو فیضیاب کرنے کا سلیقہ واضح ہوتا ہے۔

مولانا مرحوم میری خواہش پر جامعہ جوادیہ کی لائبریری کی ترتیب دینے کے لئے مقیم رہے جس

سے قربت میں اور اضافہ ہوا۔

مولانا کے معرکتہ الآراء خدمات میں کتاب ''الغدیر'' کا ترجمہ ہے، ترجمہ کسی بھاری بھرکم کتاب کا آسان کام نہیں ہے کہ مصنف کے لکھے ہوئے مطالب کو کسی دوسری زبان میں بے کم و کاست پیش کردیا جائے۔ اور یہی مترجم کا کمال مانا جاتا ہے اور یہ کام اس کے لئے ممکن نہیں ہے کہ جو اس زبان پر عبور نہ رکھتا ہو کہ جس زبان میں وہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اس ترجمہ کی خوبی کے ساتھ مولانا کی عربی زبان پر عبور اور ان کی صلاحیتوں پر بھرپور دلیل ہے۔

البتہ یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ آخر کی دو ایک جلدوں کا ترجمہ خود ان کے نورچشم مولانا سید شاہد جمال سلمہ نے کیا ہے جو سلمہ کی علمی استعداد کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے، میں بارگاہ احدیت میں دعاگو ہوں کہ سلمہ کے علمی و دینی خدمات کو ادامہ نصیب ہو اور ہمارے افتخار کا سبب بنتے رہیں۔ خداوند عالم سلمہ کو طول عمر عطا کرے۔

''سید شمیم الحسن رضوی''

۴ر جولائی ۲۰۱۰ء

دلی کیفیات

استاد الاساتذہ مولانا سید شاکر حسین صاحب امرہوی دام ظلہ
(استاد جامعہ ناظمیہ، لکھنؤ)

نہ جانے کتنے مہینے گذر گئے لیکن میں ابھی تک مولانا علی اختر صاحب مرحوم کے نور نظر نجم سلمہ کی اتنی سی خواہش پوری نہ کرسکا کہ ان کے عظیم المرتبت والد ماجد کے لئے اپنے تاثرات کی دو لفظیں لکھ سکوں۔

اس سلسلے میں اپنی ضعیف العمری کو بھی سبب نہیں بنا سکتا۔ ہاں! نفسیاتی دنیا سے قربت رکھنے والے میرا عذر ضرور قبول کرلیں گے، کیوں کہ اکثر مواقع پر ضعیفی کا عذر کام نہیں آسکتا، ظاہر ہے کہ ایک سو سال کا بوڑھا باپ اپنے بیٹے کی بارات میں لاکھ منع کرنے کے بعد بھی پیدل چلنے کی آمادگی پر مسرت محسوس کرے گا، اس کے برخلاف اگر کسی جوان العمر باپ سے اپنے بیٹے کی مشایعت جنازہ کے لئے ہمت کا جائزہ لیا جائے تو بار غم سے دوہری کمر، زبان حال سے جواب دیتی نظر آئے گی کہ ہاں، ہاں! تمہارے جنازے کے ساتھ جہاں تک تم جاؤ گے میں بھی چلوں گا۔

یقیناً علی اختر مرحوم کے سلسلے میں بھی کچھ ایسی ہی کیفیات سے دوچار ہوں، ایک وہ وقت تھا کہ جب ادبی، ثقافتی، صحافتی مملکت کے اورنگ فصاحت و بلاغت پر مولانا علی اختر صاحب مرحوم اپنی ظرافت آمیز لطائف سے اہل ذوق کو مستفیض فرمانے میں منہمک تھے، ہر موضوع پر ان کا نازک مزاج قلم، اپنے طنز سے مخلوط افکار سے اپنے عقیدت مندوں کو محظوظ کررہا تھا اور آج وہی علی اختر مرحوم اپنے روایتی سادہ لباس کے بجائے دوسری دنیا کا لباس زیب تن کئے خاموش و ساکت آغوش لحد میں محو استراحت ہیں۔

ایسے تصوراتی پژمردہ وافسردہ غموں سے ڈوبے ہوئے ماحول میں مجھ جیسے اسّی سال کے بوڑھے سے یہ توقع کرنا کہ میں اپنے تاثرات کو چھیڑوں، بہت بڑی ستم ظریفی ہوگی۔

آخر میں اللہ سے یہ دعا ہے کہ اللہ اہل ذوق کو مولانا کے الغدیر جیسے عظیم کارنامے سے مستفیض ہونے کا موقع عنایت فرمائے۔ آمین

''شاکر حسین امروہوی''

۳۱/مئی ۲۰۱۰ھ

لاکھوں میں ایک

از: حجۃ الاسلام مولانا سید احمد حسن صاحب قبلہ (آل جواد العلماء)

(عمید جامعہ ایمانیہ بنارس)

چہرہ اور اس کے خد و خال، آنکھیں اور دیکھنے کا انداز، زبان اور طرز گفتگو انسان کے باطن کا حال کہے دیتے ہیں، پڑھنے والا ہونا چاہئے۔ شریعت نے باطن کی پاکیزگی پر جو اس قدر زور دیا ہے اس لئے کہ:

حسن ظاہر کے لئے باطن کو آئینہ کرو ته میں جوشیٔ ہو وہی آتی ہے سطح پر

اس رحیم و کریم کے ستار العیوب ہونے میں کوئی کلام نہیں مگر آخر خدا کہاں تک اور کس کس چیز کی پردہ پوشی کرے گا؟ کیا اسے ستاری کی زحمت دینا ضروری ہے؟ جس طرح آپ دوسروں کے یہاں دنائت نفس دیکھ کر منغص ہوتے ہیں اسی طرح دوسرا بھی تو آپ کی خرابیاں دیکھ کر بدحظ ہوتا ہوگا؟

آنکھوں آنکھوں میں تجزیہ ہوگا آپ کو ہر نظر پڑھے گی ضرور

اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ کے تنغص کو تو اہمیت دی جائے مگر دوسروں کے احساس کو کالعدم کر دیا جائے، کوئی آپ کی خدائی تو ہے نہیں۔

اس لئے بہتر یہی ہے کہ بتوفیق پروردگار، بوسیلہ عزم و استقلال، بہ تعاون خوف خدا "رشد فکری" اختیار کرتے ہوئے دوسرے بندگان خدا کے لئے اپنے دل میں خلوص و وفا اور ہمدردی کے جذبات کی پرورش کی جائے اور خود کو نامعقول اثرات سے حتی الامکان دور رکھتے ہوئے توبہ و استغفار اور رجوع الی اللہ کے ذریعہ اپنے باطن کو صاف و شفاف اور آئینہ بنانے کی سعی پیہم کی جائے۔

ہم یہ بات اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ مولانا علی اختر صاحب نہایت نیک نفس اور پاک باطن تھے، یہ خوبی جو بے انتہاء کمیاب ہے مولانا کے یہاں ضرور پائی جاتی تھی، آدمی اپنی انفرادیت ہی کے

ذریعہ پہچانا جاتا ہے لہذا اگر انہیں لاکھوں میں ایک کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

صاحب علم تھے اور علم کو عمل میں ڈھالنے کے عادی تھے۔

صاحب قلم تھے، مقالوں اور کتابوں کی شکل میں ان کے آثار دیکھ لیجئے۔

بہت اچھے مترجم بھی تھے۔ آقای امینیؒ کی الغدیر کی کئی جلدوں کے ترجمے کئے اور اردو زبان پر اپنی دست رس کے جوہر دکھائے ہیں۔

شاعر بھی تھے اور بہت اچھی فکر کے مالک تھے۔

ذوق شعری بہت اچھا تھا جس کا مظاہرہ دوسروں کے اشعار سنتے وقت ہوا کرتا تھا۔ البتہ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ مرحوم نے غزلیں بھی لکھیں ہیں یا نہیں۔

بے تکلف طرز زندگی، سادہ مزاج، مرنجاں مرنج، بولنے میں معمولی سی لکنت تھی، یعنی کلام میں ہم شبیہ کلیم اللہ اور قوت پرواز میں گردوں نشین۔ بنارس جب بھی آتے ملاقات کے لئے ضرور تشریف لاتے تھے، پتہ نہیں کیوں ہم سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ دعا کیجئے کہ ہم ویسے ہی بن جائیں جیسا وہ ہمیں سمجھتے تھے۔ اچھے لوگ عموماً جلدی ہی رخصت ہو جاتے ہیں البتہ ان کے آثار ان کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔

آج وہ ہمارے درمیان نہیں مگر ان کا عکس ہمیشہ آنکھوں میں رہے گا۔

مرحوم کے لائق فرزند مولانا سید شاہد جمال سلمہ جو فی الحال قم میں مشغول تحصیل علم ہیں، اپنے باپ کی طرح نیک واقع ہوئے ہیں۔ سلمہ نے اپنی مقدور بھر کوشش کر کے الغدیر کی غائب شدہ دو جلدوں کا ترجمہ کیا ہے، ترجمہ نا معلوم کیسا ہے لیکن اس عمر میں ان کا حوصلہ یقیناً قابل قدر ہے۔ خداوند عالم انہیں صحت و سلامتی کے ساتھ باقی رکھے تا کہ وہ اپنے والد مرحوم کی خدمات کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔

''سید احمد حسن''

۲۹/جون ۲۰۱۰ء

شعورؔ، واقعی باشعور تھے

عالیجناب مولانا سید جابر باقری جوراسی
(مدیر ماہنامہ اصلاح لکھنؤ)

عالم باسواد، ادیب ذی استعداد مولانا سید علی اختر صاحب قبلہ شعورؔ گوپال پوری طاب ثراہ سے میری واقفیت جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں زمانۂ طالب علمی سے ہوئی، میں مبتدی تھا اور وہ وہاں کے درمیانی درجات کے طالب علم تھے، ایک آدھ درجہ کے تفاوت سے ان کے ہم عصروں میں مولانا سید احمد مظلوم تھے جو بعد میں مہاراشٹر میں ایم ایل ہوئے اور پھر وزیر بنے۔ مولانا سید قمر احسن تھے جو اپنے زمانہ طالب علمی ہی سے اردو ادب کے ترقی پسند ادیب کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے، مولانا مجتبیٰ علی خان ادیب الہندی تھے جو بعد میں برصغیر کے مشہور عالم دین بنے، انقلابی شخصیت تھے، عراق وایران میں ان کی اچھی شناخت تھی، مغربی ممالک میں بھی دینی خدمات انجام دیئے، مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے وائس پرنسپل اور مجلس علماء وواعظین کے جنرل سکریڑی رہے، عمر نے زیادہ وفا نہ کی۔ ان کے ہم عصروں میں برادر معظم مولانا سید محمد غافر جوراسی بھی تھے جو جامعہ ناظمیہ لکھنؤ میں استاد ہیں، ان سے بھی سینیئر طلبا میں مولانا سید نجی احمد سرسوی طاب ثراہ، مولانا محمد مرتضیٰ جعفری، مولانا محمد مرتضیٰ پاروی اور مولانا سید تنویر حسین سرسوی اور دیگر چند حضرات تھے۔ جونیئر طلبا میں مولانا سید عارف حسین سرسوی مرحوم، مولانا سید حسن رضا سرسوی امام جمعہ سرسی تھے۔

حضرات اور بھی تھے، ان کا ذکر میں نے اس لئے کیا کہ ان کے مدرسہ میں گہرے روابط تھے اور بعض کے بعد میں بھی مخلصانہ رابطے رہے۔

جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کا ماحول خالص دینی، علمی ماحول تھا جس میں عربی، فارسی اور اردو ادب کی چاشنی بھی پائی جاتی تھی، جس کا سبب بعض نابغہ روزگار اساتذہ کی موجودگی تھی، جن میں مولانا سید ایوب حسین صاحب قبلہ سرسوی، مولانا سید ثاقب حسین صاحب قبلہ امروہوی، مولانا سید محمد شاکر صاحب قبلہ امروہوی اور مولانا سید ابن حیدر صاحب قبلہ لکھنوَ، کے اسمائے گرامی بجا طور سے لئے جاسکتے ہیں، جامعہ کے سربراہ مفتی اعظم مولانا سید احمد علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے عبقری شخصیت، اردو ادب کے مستند نقاد مولانا سید اختر علی صاحب قبلہ تلہری کے درسی خدمات حاصل کر کے مدرسہ کے ادبی ماحول میں ایک تازہ روح پھونک دی، اس ماحول کا جن طلبا نے بہت زیادہ اثر لیا ان میں مولانا سید یحیٰ احمد صاحب سرسوی، مولانا سید قمر احسن صاحب اور مولانا سید علی اختر صاحب قبلہ گوپال پوری کے اسماء بجا طور سے لئے جاسکتے ہیں۔ مولانا سید یحیٰ احمد صاحب کے صحافی خدمات قابل قدر تھے، انہوں نے ماہنامہ الواعظ لکھنؤ کو اپنی فنی مہارت سے چار چاند لگائے، مولانا قمر احسن صاحب جنہیں اب یہ قطعاً پسند نہ ہوگا کہ ان کے نام کے ساتھ مولانا لگایا جائے لیکن جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کے تعلق سے ان کے نام کے ساتھ اس لفظ کا استعمال نامناسب بھی نہ ہوگا۔ بے شک ان کی تحریروں اور ادبی کتابوں سے اردو ادب کو مالا مال کیا اور مولانا سید علی اختر صاحب قبلہ شعور گوپال پوری کے بہترین اشعار کی گونج صرف مدرسہ ہی میں نہیں بلکہ مدرسہ کے باہر بھی تھی۔ وہ اپنے اشعار اور اپنی تحریروں کے تحفظ کے سلسلہ میں کبھی ذمہ دار نہیں مانے گئے، خداوند عالم نے مرحوم کو ایک بہت بڑی نعمت سے نوازا ہے اور وہ ہے نیک وصالح اولاد۔ اگر وہ خود متوجہ ہوں تو بہتر ہے ورنہ میں متوجہ کر رہا ہوں کہ وہ منتشر ذخیرہ میں سے ان کے اشعار جمع کر کے اگر یکجا شائع کرادیں تو یہ ایک اچھی خدمت ہوگی، ویسے مجھے اس کا تھوڑا اندازہ ہے کہ ان کے اشعار ہوں یا تحریری خدمات وہ سب محفوظ نہیں رہ پائے ہیں بلکہ کچھ ضائع ہوا ہے۔ اس کا ایک تجربہ مجھے بھی ہے۔ ۱۹۹۸ء میں جب کہ اصلاح صدی تقریبات کا اہتمام ہو رہا تھا، اس سلسلہ میں اصلاح کا ایک ضخیم خصوصی شمارہ بھی شائع ہوا۔ تجویز یہ تھی کہ بانیٔ اصلاح فخر الحکماء علامہ سید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی کوئی کتاب بھی منظر عام پر آجائے، مولانا سید علی اختر صاحب قبلہ گوپال پوری نے پیشکش فرمائی کہ مرحوم کی ایک

معرکتہ الآراء تصنیف ''کنز مکتوم فی حل عقدام کلثوم'' میرے پاس محفوظ ہے، میں اس کا خلاصہ مرتب کردوں گا، اس موقع پر اس کی شاعت مناسب ہوگی، ان کی یہ تجویز مناسب تھی، انہوں نے کام بھی شروع کردیا بلکہ مکمل کرلیا اور جب میں نے اسے اشاعت کے لئے مانگا تو انہوں نے انکشاف فرمایا کہ بچوں نے مسودہ کے اوراق ادھرادھر کردیئے ہیں، انہیں تلاش و یکجا کرنا ہے۔ وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے اور پھر صدی تقریبات کا وقت بھی گزر گیا۔ جس نے محنت کی ہوا سے محنت کے رائگاں جانے کا افسوس زیادہ ہوتا ہے لیکن شاید مجھے اس سلسلہ میں ان سے زائد افسوس ہوا۔

مرحوم کی کچھ محنتیں دوسروں سے بھی ضائع ہوئیں انہوں نے اپنی حیات میں جو بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے وہ علامہ امینیؒ کی لاجواب و مسکت تالیف ''الغدیر'' کا اردو ترجمہ ہے، جس کی اشاعت ان کی حیات ہی میں شروع ہوگئی تھی، بعد میں مزید جلدوں کی فکر لائق اولاد کو ہوئی، جن صاحب کے سپرد اشاعت کا کام تھا ان سے ترجمہ کی چھٹی اور گیارہویں جلد ضائع ہوگئی۔ بحمد للہ چھٹی اور گیارہویں جلد کا اردو ترجمہ مولانا مرحوم کے لائق فرزند حجۃ الاسلام مولانا سید شاہد جمال رضوی نے کرکے ''الولد سر لابیہ'' کی عملی تفسیر پیش کردی، معبود انہیں جزائے خیر دے، میری نگاہوں میں اس طرح کا ایک کام مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقویؒ مدیر دوم ماہنامہ اصلاح کا ہے کہ ان کے پدر بزرگوار مدیر اول اصلاح حجۃ الاسلام علامہ سید علی حیدر صاحب قبلہ نے سیرت امیر المومنین کو دس جلدوں میں پیش کرنے کا اعلان فرمادیا تھا، انہوں نے کئی جلدیں لکھ ڈالیں لیکن کام بہت بڑا تھا، عمر نے وفا نہ کی، ادھورے کام کو ان کے فرزند اکبر مجاہد اسلام مولانا سید محمد باقر نقوی نے آگے بڑھایا اور جب یہ دیکھا کہ شاید میں بھی ضخیم دس جلدیں مکمل نہ کرسکوں تو انہوں نے اس موضوع پر دوسروں کی اہم کتابوں کی اشاعت کرکے دس جلدیں مکمل کرلیں، شامل شدہ کتابوں میں قضایائے امیر المومنین اور ندائے عدالت انسانی بھی ہیں۔

آپ ہندوستان بالخصوص جامعہ ناظمیہ لکھنؤ کی تعلیمی پختگی کا اندازہ لگائیں کہ مولانا سید علی اختر گوپال پوری صاحب قبلہ طاب ثراہ نجف اشرف اور قم مقدسہ کے تعلیم یافتہ نہ ہونے کے باوجود عربی و فارسی بلکہ اردو پر بھی اتنا عبور رکھتے تھے کہ ''الغدیر'' کا سلیس اردو زبان میں ترجمہ پیش کردیا، اللہ تعالیٰ کو

ان سے ایک کام لینا تھا اور اس نے لے لیا۔

۱۹۶۳ء میں مدرسہ ناظمیہ لکھنؤ میں میرا داخلہ تیسرے درجہ میں ہوا تھا، اس زمانہ میں مولانا علی اختر صاحب قبلہ درمیانی درجات میں تھے، اپنی باغ و بہار شخصیت کے ذریعہ وہ ہر دلعزیز تھے، میری نگاہوں میں وہ منظر بھی ہے کہ وہ اس زمانہ میں شدید مریض ہوئے، ان کے منہ سے اتنا خون آتا تھا کہ کمرہ میں جگہ جگہ پڑا ہوا تھا۔ سچ پوچھئے تو زیادہ تر طلباء ان کی زندگی سے مایوس تھے لیکن شافی مطلق کو ان سے کام لینا تھا لہذا اس نے انہیں ایسی شفادی کہ بعد میں ان کی صحت قابل رشک تھی۔

اللہ نے ان کی روزی روٹی کا بھی باعزت انتظام فرمایا، جامعہ ناظمیہ لکھنؤ سے فارغ ہونے کے کچھ عرصہ بعد محمد صالح انٹر کالج حسین گنج سیوان بہار میں استاد ہو گئے، تعلیمی ذمہ داریاں پوری کرنے کے بعد جب بھی کوئی موقع ملتا تو لکھنؤ تشریف لے آتے، کبھی دہلی آنے جانے میں لکھنؤ رک جاتے، استاد معظم حجۃ الاسلام مولانا مجتبیٰ علی خاں ادیب الہندی طاب ثراہ کے شریف کدہ پر کئی دن قیام رہتا، کتابوں کی فراہمی، علمی و ادبی ماحول میں ان کا بہت دل لگتا، آمد کی اطلاع پر میں بھی حاضر ہو جاتا اور اچھی نشست رہتی۔

میرا پہلے قیام مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں تھا، جہاں سے واعظ کی سند حاصل کرنے کے بعد ماہنامہ الواعظ لکھنؤ کا اڈیٹر ہو گیا تھا، یہ بات ۱۹۸۰ء کی ہے، ۱۹۸۲ء میں ماہنامہ اصلاح کی ادارت بھی میرے ذمہ آ گئی، ۱۹۸۸ء میں میں نے ماہنامہ الواعظ کی ادارت چھوڑ دی اور ماہنامہ اصلاح کی ادارت کے سلسلہ میں میرا مستقل قیام دفتر اصلاح مسجد دیوان ناصر علی مرحوم لکھنؤ میں رہنے لگا، مجھے نہیں یاد کہ مرحوم لکھنؤ تشریف لائے ہوں اور مجھ سے ملنے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر کچھ باتیں کرنے کے لئے، مدرسۃ الواعظین لکھنؤ یا بعد میں مسجد ناصر علی لکھنؤ میں نہ تشریف لائے ہوں، وہ میرے ہاتھ کی بنائی چائے پینے کے شائق تھے لیکن چائے کی پیالی سامنے رکھ کر باتوں میں ایسا مشغول ہوتے کہ باوجود یاد دہانی کے تھوڑی چائے پیتے اور تھوڑی ٹھنڈی ہو جاتی اور کبھی کبھی چائے دوبارہ بنائی جاتی۔

میرے زمانہ ادارت میں انہوں نے الواعظ میں لطائف کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا "خوشبو بہار کی"

جسے ان کے کچھ مخلص از راہ مزاح ''خوشبو بہار کی'' پڑھتے تھے۔ دراصل یہ سلسلہ علامہ نعمت اللہ جزائری کی کتاب ''زہر الربیع'' کا اردو ترجمہ تھا، جتنی قسطیں شائع ہوئی تھیں انہیں یکجا کر کے اگر کتابی شکل دے دی جائے تو یہ بھی ایک دلچسپ کتاب ہوگی۔

مجھے مرحوم کی جو ادا انتہائی پسند تھی وہ ان کا ہم جیسے خردوں سے مساویانہ برتاؤ تھا جب کہ وہ مجھ سے عمر میں بھی بڑے تھے اور ان کی تعلیمی لیاقت بھی بہت زیادہ تھی، غرور کا تو ان میں شائبہ تک نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ بعد مردن بھی ان کی شخصیت ناقابل فراموش ہے۔

نہ ہی ان کی عمر کوئی ایسی زیادہ تھی اور نہ ہی ان کی صحت تشویش ناک تھی لیکن وقت موعود آیا اور انہوں نے موت کو گلے لگا لیا اور موت سے پہلے تک ہم سب اسی غلط فہمی میں رہے کہ ابھی تو انہیں زندہ رہنا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان جسمانی طور سے نہیں بلکہ اپنے کارناموں سے زندہ رہتا ہے اور بحمد للہ ان کے علمی کارنامے انہیں آج بھی زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

فقط والسلام

''سید جابر جوراسی''

جہان تشیع کی مایۂ ناز کتاب

حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب
(امام جمعہ آصفی مسجد لکھنؤ)

انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ جہان تشیع کی مایۂ ناز کتاب ''الغدیر'' کا ترجمہ قرآن و عترت فاؤنڈیشن کی جانب سے شائع کیا جارہا ہے۔ مترجم علامہ سید علی اختر شعور گوپال پوری صاحب قبلہ طاب ثراہ جیسی شخصیت ہے جن کے علم وفضل کے بارے میں بات کرنا، سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

کتاب الغدیر کی تعریف وتوصیف مجھ جیسے ناچیز طالب علم کے بس سے باہر ہے مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ ایک غیر معصوم کے قلم سے کسی معصوم کے فضائل رقم کرنے کی آخری حد کا نام ''الغدیر'' ہے، کیونکہ کسی غیر معصوم کے لئے محال ہے کہ وہ کسی معصوم کے فضائل کا احاطہ کر سکے۔

علیؑ فضیلتوں کے اس سمندر کا نام ہے جس کی نہ کوئی تھاہ ہے اور نہ کوئی حد۔ مولا کے فضائل نفسانی اور کمالات روحانی حدوشمار سے باہر ہیں، آپ کے علم، حلم، زہد، تقوی، ورع، صبر، تواضع، حسن خلق، عفو، انفاق، رأفت، شجاعت، سخاوت، عبادت، فداکاری وجانبازی وغیرہ میں سے اگر کسی ایک صفت پر بھی کچھ تحقیق وجستجو کی جائے تو آخر میں اقرار کرنا پڑے گا......

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست
کہ تر کنم سر انگشت و صفحہ بشمارم

مولا علیؑ تاریخ انسانیت کی وہ نادر شخصیت ہیں جن میں متضاد صفات جمع تھیں۔ اگر وہ میدان جنگ میں دنیا کے سب سے بڑے بہادر اور تیغ زن تھے تو ساتھ ساتھ دنیا کے ہر شخص سے زیادہ نرم دل اور رقیق القلب بھی تھے، جب کسی دشمن دین کا سامنا ہوتا تھا تو کردار میں پتھر کی سی صلابت اور جب کسی یتیم

و پریشان حال کو دیکھتے تو انداز میں شبنم کی سی لطافت پیدا ہو جاتی تھی، ایک طرف اگر تاریخ میں ان سے بڑھ کر کوئی شجاع نہ تھا تو دوسری طرف دنیائے انسانیت میں ان سے بڑا کوئی عالم بھی نہ تھا اور کیوں نہ ہو جب کہ وہ وارث قرآن وعلوم رسالت تھے۔

میں مبارکباد پیش کرتا ہوں ادارۂ قرآن وعترت فاؤنڈیش کے بانی وسکریٹری حجۃ الاسلام والمسلمینسید شمع محمد رضوی کو جو روز وشب اس ادارے کی اہم فعالیتوں میں مصروف ومشغول ہیں اور متعلقین خصوصاً مرحوم کے فرزند عزیز حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید شاہد جمال صاحب قبلہ کو کہ جنہوں نے مرحوم کے اس عظیم کارنامے میں اپنا تعاون پیش کیا اور چھٹی اور گیارہویں جلد کا ترجمہ گم ہو جانے کے سبب اپنے کئے ہوئے ترجمہ سے اس سلسلے کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔

میں قرآن وعترت فاؤنڈیشن کی فعالیتوں کے بارے میں بہت زیادہ تعریفیں سنا کرتا تھا، لیکن جب اس ادارے کے اعظم گڑھ کے بعد دوسرے اجلاس مبلغین جو سرزمین بہار کے چھپرہ شہر میں ہوا تو بہت چیزیں دیکھنے کو ملیں اور میں کافی متاثر ہوا۔

اس ادارے نے مختصر سے عرصے میں ہائی اسکول، انٹر اور بی اے کے student کے لئے اصول دین، احکام دین، اخلاق اسلامی وغیرہ...... جیسے تعلیمی نصاب مرتب کر کے کوشش کی ہے کے ہندوستان کے ہر شہر و دیہات میں معارف اسلامی کلاسز قائم کر سکے۔

سنا ہے اس ادارے نے درسی کتب کے علاوہ غیر درسی کتابیں بھی مرتب کی ہیں اور اب الغدیر جیسی اہم کتاب کے شائع ہونے میں کافی زحمت برداشت کر رہا ہے میں صمیم قلب سے اس ادارے کی ترقی کے لئے دعا کرتا ہوں اور میری یہ بھی دعا ہے کہ علامہ مرحوم کو اس دینی و دنیاوی خدمت کا صلہ مولائے غدیر کی بارگاہ سے ان کی خصوصی شفاعت کی شکل میں حاصل ہو۔

آمین یارب العالمین و السلام، خادم طلاب علوم دینیہ

(دستخط) سید کلب جواد

۵/مئی ۲۰۱۰ء

کتاب اور مترجم وناشر

عالی جناب مولانا ناظم علی خیرآبادی صاحب قبلہ
(عمید جامعہ باب العلم خیرآباد)

اسلامی تاریخ کا وہ عظیم ترین واقعہ جس پر کسی طرح کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ۱۸ر ذی الحجہ ۱۰ھ کو رسول اکرمؐ نے اپنی تبلیغی زندگی کا آخری خطبہ مقام غدیرخم میں حج آخر سے واپس لوٹتے ہوئے دیا، پچھتر ہزار سے لے کر سوالاکھ تک اصحاب کے مجمع میں خداوند عالم کے حکم ﴿یا ایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک .... ﴾ کے بعد جناب امیر المومنین حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان فرمایا، اس خطبہ طولانی میں رسول اسلام نے اپنی ۶۳ سالہ امن وصداقت سے معمور حیات طیبہ اور ۲۳ سالہ تبلیغی زندگی کے تمام امور کا خلاصہ بیان فرمایا، اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے رسول اسلام کو اس انداز کا مجمع کبھی نہیں ملا کہ کم وبیش سوالاکھ اصحاب سے نبی رحمت خطاب کر رہے ہوں جس میں مختلف خطہ عرب سے تعلق رکھنے والے حجاج موجود رہے ہوں جو گھروں کو واپس جاکر اس کی روداد دوسروں کو سنائیں گے، تاریخی بیانات کے مطابق پیغمبر نے اس میں مجمع سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ واقعہ کی خبر دوسروں تک پہونچائیں، مزید یہ کہ واقعہ کی نوعیت کچھ اس طرح کی تھی کہ اگر کچھ ناعاقبت اندیش تعصب زدہ اور عداوت کیش اسے چھپانا بھی چاہتے تو تقریباً ناممکن ہوگیا تھا کیونکہ تاخیر سے اپنے گھروں کو پہونچنے والے حاجیوں سے افراد خانہ، سماج اور معاشرہ کے لوگوں، اعزہ واقرباء کے سوالات کی کثرت اس درجہ پر تھی کہ جواب دیئے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا، اس طرح اس واقعہ کی شہرت اتنی ہوگئی تھی کہ انکار کے لئے کوئی راہ نہیں تھی اس کے بعد بھی اگر کوئی انکار کرنے کی جسارت کرتا تو حجاج کے مجمع کا

کم وبیش، غدیر خم میں قیام کرنا، حضرت علیؑ کو امیر المومنین اور مولی کے لفظوں کے ساتھ مبارک دینا، لوگوں کا تاخیر سے گھروں کو پہونچنا، اہل خانہ کا مسلسل انتظار کرنا، دوش ہوا پر پیغام "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" کا بلند ہو کر لوگوں کے گوش گذار ہونا، آفتاب وماہتاب کی گواہی، ارض وسما کی شہادت، بخ بخ لک یابن ابی طالب کی صدا" **اصبحت مولای مولا کل مومن و مومنہ** کی آواز، پیغام غدیر کے عام ہونے کی واضح دلیل ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے اس خطبہ میں اسلامی عقائد، اعمال اور اخلاق اہم ترین امور، گمراہی کے اسباب اور امت مسلمہ کے لئے نجات کا ذریعہ، صلاح وفلاح کے اصول، نگاہ پروردگار میں پسندیدہ زندگی گذارنے کا طریقہ، دنیاوی زندگی سے لے کر اخروی حیات تک میں کامیابی اور کامرانی سے متعلق تمام امور کی نشاندہی فرمائی جو ایک مسلمان کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، اس خطبہ میں پیغمبر نے یہ بھی فرمایا:

"پروردگار! تو نے وحی کے ذریعہ حکم دیا تھا کہ امامت علیؑ کے لئے ہے میں نے اس حکم مطابق علیؑ کو مقرر کر دیا جس کے بعد تو نے دین کو کامل کر دیا، نعمت کو تمام کیا اور اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیا اور یہ اعلان کیا کہ جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو چاہے گا وہ مقبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

لوگو! اللہ نے دین کی تکمیل علیؑ کی امامت وولایت سے کی ہے لہذا جو علیؑ اور ان کی صلب سے آنے والی میری اولاد کی امامت کا انکار کرے گا اس کے تمام اعمال ضایع و برباد ہو جائیں گے، وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، نہ اس کے عذاب میں کوئی کمی ہوگی نہ خدا کی نگاہ رحمت اس پر پڑے گی۔

لوگو! اس مقام پر یہ میرا آخری قیام ہے میری بات سنو اور اطاعت کرو اور اپنے پروردگار کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دو، اللہ تمہارا رب، ولی اور پروردگار ہے اور اس کے بعد اس کا رسول تمہارا حاکم ہے جو آج تم سے خطاب کر رہا ہے اور اس کے بعد علیؑ تمہارا ولی اور بحکم خدا تمہارا امام ہے، اس کے بعد امامت میری ذریت اور اس کی اولاد میں تا روز قیامت باقی اور قائم رہے گی"۔ (اقتباس از خطبہ

غدیر)

من کنت مولاه فهذا علی مولاه کے رسالتی اعلان سے قبل پیغمبر نے سارے مجمع سے یہ کہہ کر ''الست اولی بکم من انفسکم'' اقرار اولویت لے لیا تھا جس کے جواب میں مجمع نے قالوا بلی یارسول الله کا تاریخی جملہ کہا تھا جو نبی اکرم کے مولا تسلیم کرنے کا واضح ثبوت ہے، اس اعلان کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس کے سلسلہ میں خداوند عالم کی وحی کا انداز یکسر بدلا ہوا تھا: ﴿یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس﴾ حکم خدا کی تبلیغ بھی کرنی تھی اور نہ کرنے پر رسالت کے برباد ہونے کا خطرہ بھی تھا اور لوگوں کے خطرات سے بچانے کا خدا وعدہ بھی کر رہا تھا۔ دوسری جانب رسولؐ نے وحی کے انداز کو پہچانتے ہوئے قولی اور عملی دونوں طریقہ تبلیغ کو استعمال فرمایا کہ زبان سے اعلان ولایت بھی کیا اور امیر المومنین کے بازوؤں کو پکڑ کر بلند کر کے سوا لاکھ کے مجمع کو دکھا بھی دیا تا کہ کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہ جائے۔

تاریخ آدم وعالم میں کسی واقعہ کے اتنے اور ایسے گواہ نہیں ملتے ہیں کہ کم وبیش سوا لاکھ اصحاب عینی گواہ تھے اور سب نے فرداً فرداً مبارک باد دی تھی۔ تاریخ کی بھول بھلیاں میں اگر چہ بہت سے نام گم ہو گئے یا عناد پرست مورخین کی منصوبہ بند سازش نے غائب کر دیئے جن کو تلاش کر کے نکال لینا بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا لیکن علامہ امینیؒ نے ''الغدیر'' نامی کتاب لکھ کر جہاں واقعہ کو ہر جہت سے واضح اور روشن کر دیا ہے، وہیں تحقیق، تنقید اور تنقیح کو بھی بام عروج پر پہونچا دیا ہے۔ علامہ امینی نے تحریر فرمایا کہ واقعہ غدیر کو ایک سو دس اصحاب اور ۸۴ تابعین نے نقل کیا ہے اور ۳۶۰ علماء ومحققین اہل سنت نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ جن علماء نے ولایت امیر المومنین کے سلسلہ میں مستقل کتابیں تحریر کی ہیں، ان کا تذکرہ بھی علامہ امینیؒ نے کیا ہے، مستند شعراء کے منظوم کلام بھی واقعہ غدیر کے تعلق سے نقل کئے ہیں۔ یہ لکھنا حق بجانب ہوگا کہ کہ واقعہ غدیر کے سلسلہ میں یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے اور علامہ امینیؒ کی بے مثل کدوکاوش اور علمی تحقیق کا عظیم ترین مجموعہ ہے، یہ کتاب گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔

علامہ امینیؒ کی اس عظیم، اہم اور افادیت سے معمور کتاب ''الغدیر'' کے دنیا کی ہر اس زبان میں ترجمہ کی ضرورت تھی جس کے بولنے لکھنے اور پڑھنے والے پائے جاتے ہوں تا کہ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ الحمد اللہ اس کا اردو ترجمہ محقق بصیر، ادیب بے نظیر، شاعر بے مثیل، مؤلف و مترجم بے عدیل مولانا سید علی اختر صاحب ممتاز الافاضل نے نہایت معتبر انداز میں کیا، جس میں محاورات و ضرب الامثال کا برمحل استعمال، زبان وادب کا استحکام، صنائع و بدائع کا توازن، محسنات لفظی و معنوی کا تسلسل، تحریر کی روانی، الفاظ کے انتخاب و استعمال کی آبرومندی اور عربی سے اردو میں نکات و مفاہیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے منتقل کرنے کی خوبی نے کتاب کو ترجمہ کے بجائے تالیف بنا دیا ہے، مولانا نے اسے سلیس، سادہ اور آسان اردو زبان میں پیش کردیا ہے، ان کی علمی صلاحیت، تحقیقی بصیرت نیز زبان، بیان، تحریر و تقریر پر کمال قدرت روز روشن کی طرح ظاہر ہے، انہوں نے زبان وقلم سے دین کی جو خدمت کی ہے وہ ہمیشہ یادگار رہے گی۔

یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ ایک سفر کے دوران ان کے ترجمہ کی دو جلدیں غائب ہوگئی تھیں لیکن پھر یہ سن کر انتہائی مسرت ہوئی کہ انہیں کے نور نظر حجۃ الاسلام مولانا سید شاہد جمال رضوی سلمہ نے ان دو جلدوں کا ترجمہ کیا ہے، خدا ان کو جزائے خیر دے۔ سلمہ اپنے والد گرامی کے کارنامے کے حوالے سے انتہائی حساس ہیں، معلوم ہوا ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے ادھورے کام پر ترتیب و تکمیل کا کام کررہے ہیں، خدا انہیں ان کے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

اس کتاب کو منظر عام پر لانے کا شرف ''قرآن وعترت فاؤنڈیشن'' کو حاصل ہے، اس ادارہ نے دینی، علمی اور قومی خدمات کا جو منصوبہ تیار کیا ہے جس کے تحت متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں جو دینی تعلیم و تربیت اور مذہبی ماحول سازی کی راہ میں بے حد مفید ثابت ہوئی ہیں اور ان کے ذریعہ نوجوانوں کی دینی تعلیم و تربیت کا بھی ایک مستحکم نظام قائم ہوا ہے۔ ماہ رجب، ماہ شعبان اور ماہ رمضان المبارک میں تین ماہ مختلف مقامات پر دروس کا انتظام کیا جاتا ہے جس میں نوجوانوں کی معتد بہ تعداد شریک ہوتی ہے، اس میں ماہرین تعلیم اساتذہ کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، کئی برس سے یہ

سلسلہ جاری ہے اور سیکڑوں افراد فیضیات ہو چکے ہیں، ہمارا عزم ہے کہ نہ صرف یہ سلسلہ جاری رہے بلکہ اس کا دائرہ عمل وسیع سے وسیع تر ہو اور ہندوستان کے مختلف صوبہ جات میں دینی تعلیم کا فیض پہونچا سکیں۔

اس ادارے کے افراد اور اس کے سکریٹری سید شمع محمد رضوی جودن ورات مذہبی سرگرمیاں میں مصروف ومشغول ہیں خداوند عالم انھیں بطفیل محمد وآل محمدؐ زیادہ سے زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔

''ناظم علی خیرآبادی''

کتاب غدیر: آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی سے ادیب عصر علامہ سید علی اختر شعور گوپال پوری تک

حجۃ الاسلام مولانا سید نیاز علی صاحب بھیک پوری
(مقیم ممبئی)

کوچۂ بیگ دلی صفائیہ قم المقدسہ اپنے گھر میں آیۃ اللہ اعتمادیؒ کی درسی کیسٹ میں مشغول تھا کہ یکا یک گھر کی گھنٹی کی آواز سنائی دی، دروازہ کھولا تو آیۃ اللہ مکارم شیرازی کے ڈرائیور جن کا نام ''آبشار'' تھا، دکھائی دیئے، ہم دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے تھے اور ہم دونوں میں کافی نزدیکی سلام علیک بھی تھا۔ آبشار نے آقا کا پیغام مجھ تک پہونچایا۔ انہوں نے کہا کہ سید نیاز ساڑھے تین بجے بعد از ظہر آقا نے تمہیں اپنے دفتر میں بلایا ہے، لہذا وقت مقررہ پر آجانا۔ میں وقت معینہ پر آقا کے دفتر میں پہونچا۔ آقا تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کیا، آقا نے جواب سلام دیا اور فرمایا: سید نیاز! تمہیں یہاں اس لئے بلایا ہے تا کہ ''الغدیر'' جیسی اہم و نایاب کتاب کا اردو زبان میں بھی ترجمہ کیا جاسکے لہذا اس کام کے لئے کسی ایسے شخص کا انتخاب کرو جو اردو کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی زبان پر بھی مہارت رکھتا ہو۔ میں نے اسی وقت آقا کی خدمت میں تین نام پیش کئے: مرحوم علامہ سید علی اختر طاب ثراہ؛ مرحوم و مغفور شاہد زعیم فاطمی اور استاذی العلام جناب مولانا شاہ مظاہر حسین صاحب عمید جامعہ اسلامیہ کھجوہ۔ آقا نے استخارہ پر عمل کیا۔ قرعہ فال مرحوم علامہ علی اختر کے نام آیا۔ آقا نے آن واحد میں حکم دیا کہ علامہ علی اختر کو ایران بلانے کا کام شروع کردو۔ میں نے سر وچشم کہا اور دفتر سے خدا حافظی

کے ساتھ نکلا۔

چونکہ کام نہایت ہی اہم تھا لہذا میں وہاں سے استاد محترم مولانا روشن علی صاحب کے پاس گیا۔ میں نے مرحوم استاد سے ساری باتیں دہرائی۔ مرحوم نے برجستہ کہا کہ نیاز! تمہارے انتخاب کی داد دینی پڑے گی، علی اخترؔ سے اچھا اس کام کے لئے کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ استاد محترم روشن علی صاحب کا کہنا تھا کہ نیاز! برصغیر میں ہماری نظروں میں اگر کوئی ادیب ہے تو وہ علی اختر شعور ہیں۔

میرا دل باغ باغ ہوگیا، میں علامہ کو حوزۂ علمیہ قم المقدسہ بلانے کی تیاری میں لگ گیا، رابطہ قائم کیا۔ کچھ دنوں بعد مجھے کافی خوشی میسر ہوئی جب مرحوم علامہ کا جواب دستیاب ہوا، انہوں نے پیغام دیا کہ اس کام کے لئے میں تڑپ رہا تھا اور تم نے ہماری وہ تڑپ ختم کردی، میں ہر طرح سے تیار ہوں اور اسی ضمن زیارت کے شرف سے بھی مشرف ہوجاؤں گا۔

میں نے زادراہ وغیرہ کا انتظام کیا اور مرحوم علامہ سرزمین خون وقیام، سرزمین ام انقلاب، سرزمین مہد انقلاب، سرزمین جوار معصومہ ''قم'' میں نہایت والہانہ طور پر پہونچے۔ علامہ مرحوم کو لے کر اپنے گھر کوچہ بیگ دلی قم جہاں سے الغدیر کے ترجمہ کا کام شروع ہوتا ہے، آیا۔ مرحوم علامہ نے خستگیٔ مسافرت دور کی پھر ہم سے فرمایا: معصومہ کی زیارت کے بعد مرجع تقلید کی زیارت کی جائے۔ میں نے آیۃ اللہ کو فون کیا کہ برصغیر کے جس ادیب کا تذکرہ کیا تھا، وہ تشریف لاچکے ہیں، سرکار وقت تعین فرمائیں تاکہ آپ کی خدمت میں لے کر آؤں۔ آقا نے نماز مغربین کے بعد بلایا۔ میں نے علامہ مرحوم سے عرض کی کہ صحن حرم معصومہ قم میں مغربین کی نماز حضرت آیۃ اللہ مرعشی نجفیؒ کی امامت میں ہوتی ہے، لہذا نماز صحن حرم میں پڑھی جائے اور نماز کے بعد زیارت کے فرائض انجام دے کر آقا مکارم کے پاس چلا جائے۔

مرحوم علامہ اور میں مذکورہ پروگرام کے تحت اپنے گھر سے نکلے۔ مرحوم وہی ہندوستانی تہذیبی لباس میں ملبس، سفید ٹوپی اور اونچی شیروانی اور گھیردار پاجامہ پہنے ہوئے کوچۂ بیگ دلی کو ہمارے ساتھ ساتھ عبور کرتے ہیں، سرخیابان صفائیہ کچھ شوخ ایرانی جوان دکھائی دیئے، جن کی نگاہ علامہ مرحوم کی ٹوپی

اور شیروانی پہ تھی جو ایران کے لئے عجوبہ تھا۔ کہتے ہوئے گذر گئے کہ یہ ہے قم کا انقلاب۔ انقلابی دور تھا، ان جوانوں کا مفہوم و منطوق کیا تھا، اللہ جانے یا وہ جوانان جانیں۔ البتہ میں نے مرحوم کو ان جوانوں کی باتوں پر مسکراتے ہوئے پایا۔

ہم لوگ صحن مطہر میں پہونچے، علامہ مرحوم کی نگاہ جیسے ہی حرم معصومہ پر پڑی، بلبلانے لگے، آنکھیں بھیگ گئیں، دل کی آواز زبان پر آگئی، کہتے ہوئے آگے بڑھے: **''یا فاطمة اشفعی لی فی الجنة''**

اتنے میں گلدستۂ اذان سے موذن نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی، نماز کی صفیں لگی ہوئی تھیں، صفوں کو دیکھ کر مرحوم متحیر ہوئے، انہیں صفوں میں ہم لوگ نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہوئے، علامہ نے نہایت ہی خضوع و خشوع کے ساتھ حضرت آیۃ اللہ مرعشی نجفیؒ کی قیادت میں نماز ادا کی، نماز مغربین کے بعد داخل حرم حضرت معصومہ ہوئے اور بار اول علامہ گریہ وزاری، مناجات و دعا اور تشکر الٰہی و زیارت میں مشغول ہوئے، زیارتی تشرف کے حصول کے بعد صحن حرم مطہر میں آکر تمام طلاب حوزۂ علمیہ قم سے ملاقات کی۔ پھر ہم لوگ وہاں سے دفتر حضرت آیۃ اللہ مکارم میں وقت معینہ پر پہونچے۔ آیۃ اللہ کو خبر دی گئی، آقا نے حکم دیا کہ میرے پاس لایا جائے۔ صندوق ذخیرۂ علوم اہل بیت عصمت و طہارت حضرت آیۃ اللہ مکارم شیرازی مدظلہ اپنے مسند علم پر بیٹھے ترویج و تشریح کتب اہل بیت میں مشغول تھے۔ علامہ نے آیۃ اللہ کی خدمت میں متدین و متشرع انداز میں سلام کیا، آقا نے جواب سلام دیا، مرحوم والہانہ انداز میں مصافحہ اور دست بوسی میں مشغول ہوئے۔

میں نے اجمالی طور پر تعارف کرایا، آقا نے علامہ سے سفری حالات پوچھے، علامہ نے جواب دیا: سرکار نے ایک عظیم کار خیر کے لئے بلایا ہے، بھلا سفر میں کیسے کوئی پریشانی ہوتی، گفتگو کے دوران خادم صاف و شفاف چمکتے ہوئے لیوان میں زعفرانی رنگ کی ایرانی چائے لے کر آیا، آقا نے چائے کی طرف اشارہ فرمایا، مرحوم چائے پینے لگے، مرحوم کو چائے اتنی اچھی لگی کہ تقریباً ایک گھنٹے کی ملاقات میں تین لیوان چائے پی گئے۔ آخرکار آقا نے مرحوم سے فرمایا: آپ اپنے انداز میں اس کتاب پر کچھ روشنی

ڈالئے اور مجھ تک بھیجئے۔ہم لوگ خدا حافظی کے بعد وہاں سے باہر نکلے۔

المختصر وہاں سے ہم لوگ کوچہ بیگ دلی اپنے گھر آئے اور اکل وشرب کے بعد مرحوم علامہ قلم و کاغذ لے کر بیٹھ گئے اور آقا کے حکم کے مطابق اپنے احساسات لکھنے میں مشغول ہو گئے ۔آیات کرام و جوار مقدسات نیز اہل بیت اطہار(ع) کی دل میں رچی بسی فضیلتیں صفحات پر لکھ کر ہمیں سنانے لگے، ہماری وجدی کیفیت کا یہ عالم ہوا کہ ہم فوراً تحریر لے کر آیۃ اللہ کے دفتر پہونچے چونکہ علامہ نے اردو میں تحریر کیا تھا،لہذا آقا نے حکم دیا کہ فارسی میں ترجمہ سناؤ، میں نے اسے اردو سے فارسی میں ترجمہ کیا، آغا کے چہرے سے خوشی کے آثار جھلک رہے تھے، ہمارے خیال سے آقائے مکارم شکر الٰہی بجالانے لگے کہ جیسے مترجم کی تلاش تھی ویسا ہی مل گیا، الغدیر جیسے کتاب کے ترجمہ کے لئے علامہ علی اختر سے بہتر شاید نہ ملتا۔خوشی سے اچھل پڑے اور مجھ سے فرمایا کہ الغدیر کی ساری جلدیں ان تک پہونچادو تا کہ اس امر کو جلد از جلد انجام دینے میں مشغول ہو جائیں۔

علامہ غدیر کے ترجمہ میں مشغول ہو گئے اور اپنے ساتھ مجھے بھی شامل کیا، پہلی جلد کے ترجمہ میں مجھے شامل کیا، تقریباً بارہ پندرہ صفحات میں نے ترجمہ کر کے علامہ کو دیا تو جھومنے لگے اور خوش ہو کر فرمایا، ان کا جملہ آج تک مجھے یاد ہے کہ مرحوم نے فرمایا تھا: نیاز تمہارے اندر خداداد صلاحیتیں ہیں، تم انہیں نکھارو۔میں نے سرسری جواب دیا کہ کیوں نہ ہو آخر آپ ہی کا تو شاگرد ہوں۔

علامہ مرحوم کی کاوشوں کا نتیجہ "الغدیر" کی پہلی جلد منظر عام پر آئی جو نہایت ہی مقبول ہوئی اور دانشوران کے زیر مطالعہ رہی۔کچھ ترجمے ممبئی کے سفر میں گم بھی ہو گئے، اس کے باوجود علامہ نے اپنی محنت و مشقت سے ان امور کی انجام دہی کی۔چندین افراد نے اس کتاب سے مال بھی کمایا اور نام بھی اور علامہ کو استحصال بھی کیا جنہیں زیر قلم نہیں لانا چاہتا۔میں علامہ سے برابر کہا کرتا تھا:

قلم گوید کہ من شاہ جہانم

قلم کش را بدولت می رسانم

ترجمہ برعکس رہا، دوسرے ان کے قلم سے مالا مال ہو گئے لیکن خود علامہ دنیا سے گئے تو خالی ہاتھ گئے

یہ تو صحیح ہے کہ وہ رحمت الٰہی کی بیکراں فضاؤں اور مشیت ایزدی کی راحت رساں آغوش میں نہایت سکون واطمینان سے ہیں۔لیکن ہم لوگوں کو دائمی جدائی کا مرثیہ پڑھنے کے لئے چھوڑ گئے۔

دل صد پارہ بخیہ گری سوزنِ خدمتِ اہل بیت عصمت وطہارت کے سوا ممکن نہیں ، اسی لئے خداوندعالم نے ان کے فرزند حجۃ الاسلام والمسلمین جناب آقای سید شاہد جمال رضوی کوموروثی علم سے نوازا،الحمدللہ انہوں نے اپنے والد گرامی کے کارنامے کوتکمیل کے مرحلے تک پہونچاتے ہوئے چھٹی اور گیارہویں جلد کا ترجمہ کیا۔اس کے علاوہ سلمہ، حجۃ الاسلام والمسلمین جناب شمع محمد رضوی کی ہماہنگی میں پدری مکتوبہ کوعوام کے سامنے پیش کرنے میں مشغول ہیں، خداوندعالم ان لوگوں کومزید توفیقات عنایت فرمائے تاکہ یہ لوگ اپنی شرعی ذمہ داریوں کو بہ نحواحسن انجام دے سکیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سید نیاز علی رضوی

۲۰رمئی ۲۰۱۰ء

مرد باشعور

حجۃ الاسلام مولانا ممتاز علی صاحب قبلہ
(امام جمعہ امامیہ ہال دہلی)

آج سے تقریباً تیس سال پہلے مولانا مجتبیٰ علی خاں ادیب الہندی صاحب سے مدرسۃ الواعظین کی طالب علمی کے زمانے میں مولانا سید علی اختر صاحب شعور گوپال پوری کا نام سنا تھا، وہ اکثر آپ کی زندگی کے پر لطف واقعات سناتے رہتے تھے لیکن انہیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا کیونکہ ان کی طالب علمی کا زمانہ ہمارے مدرسۃ الواعظین پہونچنے سے بہت پہلے ختم ہو چکا تھا۔ چونکہ وہ ادیب الہندی اور مشہور ادیب وافسانہ نگار برادر معظم جناب قمر احسن صاحب کے مدرسہ ناظمیہ میں دوست تھے، اس بنا پر ان دونوں حضرات کی زبانی ذکر خیر سے آگاہ ہوتا رہتا تھا۔

ایک دن ادیب الہندی صاحب نے خبر دی کہ آج شعور صاحب آ رہے ہیں، وہ اپنے دوستوں اور مہمانوں کی حسب توفیق پردیس میں بھی بڑی خاطر و مدارات کرتے تھے، ان کی خبر پر میں سراپا انتظار بن گیا۔ آخر وہ گھڑی آ ہی گئی، جب دو پلی ٹوپی، شیروانی اور بڑی موہری کے پاجامے میں ملبوس مدرسۃ الواعظین کے دروازے سے ایک مولوی صاحب کو اندر آتے دیکھا۔ میں نے دور سے یہ سمجھا کہ شاید رئیس الواعظین مولانا کرار حسین صاحب قبلہ واعظ تشریف لا رہے ہیں، کیونکہ ان کی بھی وضع قطع کچھ ایسی ہی تھی، میں نے بڑھ کے جب قریب سے دیکھا تو یہ سمجھ میں آیا کہ نگاہیں دھوکہ کھا گئیں۔ قریب پہونچ کر بعد سلام، میں آپ ....؟ کہا ہی تھا کہ انہوں نے فرمایا: مجھے علی اختر کہتے ہیں، میں گوپال پور سے ادیب الہندی صاحب سے ملنے آیا ہوں۔ بس اتنے میں وہ ساری یادیں تازہ ہو گئیں جن کا ذکر

ادیب الہندی صاحب کیا کرتے تھے۔

پھر کئی دنوں تک موصوف کا مدرسۃ الواعظین میں قیام رہا، طالب علمانہ کھانا، ناشتہ وغیرہ سب ساتھ ساتھ ہوتا رہا، وہ ہم سے بہت بزرگ تھے، گفتگو میں مجھے جھجھک محسوس ہوتی تھی لیکن انہوں نے کچھ ایسا انداز اختیار کیا جو ظرافت سے لبریز تھا، پھر تو بات کرنے میں کوئی جھجھک باقی نہیں رہ گئی۔

ایران سے واپسی کے بعد مولانا ادیب الہندی صاحب کے گھر پر محلہ پیر بخارا میں کئی بار ملاقات ہوئی اس وقت بعض ناگزیر حالات کی بنا پر ادیب الہندی صاحب نے مدرسۃ الواعظین آنا جانا بند کر دیا تھا، وہی شعور صاحب سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ خالی اوقات میں لکھتے یا پڑھتے رہتے تھے، سفر و حضر میں لکھنے پڑھنے کا کام جاری رہتا تھا۔

اسی زمانہ میں آپ کے کئی ترجمے اور تخلیقات منظر عام پر آ چکے تھے، میں ان کی تحریروں کو پڑھنے اور پھر ان سے اس پر بحث کرنے کا عادی بن گیا تھا، بعض اعتراضات صرف چھیڑنے کی غرض سے کر دیا کرتا تھا لیکن وہ اس کا برا نہیں مانتے تھے اور سوال کا مزاج سمجھ کر بڑے ظریفانہ اور کبھی کبھی گوپال پوری لب ولہجہ میں اس کا جواب دیا کرتے تھے۔ ہر علاقہ کے لہجہ کا اپنا ایک حسن ہوتا ہے جسے واقف کار افراد ہی محسوس کر سکتے ہیں لہذا اگر کبھی میں اسے محسوس نہیں کر پاتا تو وہ اس کی تشریح کے ساتھ اسے محسوس کراتے تھے جس سے لطف دوبالا ہو جاتا تھا۔

ان کے انتقال کے بہت دنوں کے بعد ان کے وارث مولانا سید شاہد جمال صاحب سے امامیہ ہال دہلی میں ملاقات ہوئی، اس وقت شاید وہ اپنے والد کے ترجمہ الغدیر پر حوالوں کی ترتیب و تزئین کا کام اپنے اعتبار سے کر رہے تھے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایران کے مرکز علم ''قم'' تشریف لے جا رہے تھے، جب انہوں نے اپنے والد کا نام بتایا تو ان کی یادیں تازہ ہو گئیں۔

اب شاہد جمال صاحب مصروف تعلیم ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ لکھنے پڑھنے کا کام بھی کر رہے ہیں۔ یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ باپ کے میراث میں تازگی اور تابندگی آ گئی ہے، ان کے ادھورے خواب کی تکمیل کے لئے موصوف کوشاں ہیں، کئی بار فون کر کے اس مرد باشعور شخصیت پر قلم اٹھانے کی ضد

کر چکے ہیں، میں اپنی کوتاہی قلم اور شعور صاحب کی اپنے سے کئی گنا بلند شخصیت کو دیکھ کر ہاتھوں میں قلم اٹھا کر رکھ دیتا تھا لیکن ملاقات کی چند یادوں نے چند سطریں لکھنے پر مجبور کر دیا۔

یہ جان کر بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ علامہ امینی کی کتاب ''الغدیر'' کا ترجمہ تھوڑی تلخیص کے ساتھ منظر عام پر آ رہا ہے جسے مولانا علی اختر صاحب شعور گوپال پوری نے کیا ہے۔ اگر کسی طرح تلخیص کے بجائے پوری کتاب منظر عام پر آجاتی تو بڑا اچھا ہوتا۔ اس طرح کی کتابوں میں اتنی تفصیل پیش کر دی گئی ہے کہ مخالف کے لئے دم مارنے کی گنجائش باقی نہیں ہے۔

علامہ امینی کتاب لکھتے وقت حوالہ کی تلاش میں مختلف ملکوں اور شہروں سے گذرے، لکھنو میں ناصریہ اور مدرسۃ الواعظین کی نادر لائبریری سے استفادہ کیا، قیام مدرسۃ الواعظین کے زمانہ میں موصوف نے وہاں کے رجسٹر معائنہ پر اپنے قلم سے معائنہ بھی تحریر فرمایا تھا، اگر وہ کہیں مل جاتا تو علامہ امینی کی تحریر کے ساتھ ان کے تاثرات بھی ہوتے، جو اس ترجمہ میں اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کئے جا سکتے تھے جو علامہ امینی کی ایک نادر تحریر ہوتی، جس میں پرانے مدرسۃ الواعظین کے حسن کی جھلک نمایاں تھی۔

یہ زمانہ تفصیل کا زمانہ ہے، قم اور دوسرے مراکز میں گذشتہ کاموں کو وسعت دی جا رہی ہے، احقاق الحق کے بعض حصوں کو آقائے مرعشی اعلی اللہ مقامہ نے مزید تفصیل عطا کی ہے، اسی طرح دوسری کتابوں پر بھی حاشیہ لکھنے والے اگر موجود ہوں تو ماضی کی ان کتابوں کے حسن میں اضافہ ہو جائے گا، الحمد للہ اردو زبان جاننے والے طلبہ اب پہلے سے کہیں زیادہ بہتر اور کافی تعداد میں موجود ہیں۔

خداوند عالم شاہد جمال سلمہ اور اس ادارے کے بانی اور سکریٹری سید شمع محمد رضوی کو توفیق خیر اور خیرات روانی قلم عنایت فرمائے۔ شاہد جمال سلمہ نے الغدیر کے ان دو جلدوں کا ترجمہ بھی کیا ہے جو ایک سفر کے دوران مولانا مرحوم سے غائب ہو گئی تھی۔ یہ تمام افراد سے مستقبل میں امیدیں ہیں جو نظم و نثر میں خدمت لوح و قلم اور خدمت دین مبین کر رہے ہیں اور شعور صاحب کو فکر و نظر کی بلندی کا اجر عطا کرے۔

''ممتاز علی''

امامیہ ہال دہلی

شہسوارِ قلم و بیان

حجۃ الاسلام مولانا سید ضمیر الحسن صاحب
(استاد جامعہ جوادیہ بنارس)

شیروانی پر سفید دو پلی ٹوپی رکھے ہوئے نہایت سنجیدہ اور باوقار شخصیت، گفتگو کا لہجہ نہایت شیریں، جبیں کی سلوٹوں پر تفکر کی لکیریں، باتوں باتوں میں بھی تاریخ و روایت پر نقد و تبصرہ، جہل سے برسر پیکار، علم کی دنیا میں گم صم یہ ہستی کسی اور کی نہیں بلکہ زمانہ ان کو مولانا سید علی اختر کے نام سے جانتا ہے۔

نہ جانے کتنے قرطاس مژگان قلم کے اشک روشنائی سے مملو اور نہ جانے کتنے مجلّے اور ماہنامے، مجموعۂ الفاظ کو اپنے دامن میں موصوف کی علمی میراث بنا کر اپنے صفحات کی زینت بنائے ہوئے ہیں۔ عربی و فارسی منشور کو اردو زبان و ادب کا جامہ عطا کر گئے ہیں، وہ آج بنام ترجمہ کتب قارئین کی نظروں کو جذب کئے ہوئے ہیں۔

میں ایسی شخصیت کے بارے میں کیا لکھوں اور کیسے لکھوں، کوتاہ قلمی اور بے مائیگی کا احساس شرمندہ کئے ہوئے ہے مگر فرمائش بھی عجیب ستم ظریف ہوا کرتی ہے۔ کسی مخلص انسان کی بات ٹالنا بھی ایک گناہ ہے اور میں نے اس گناہ سے بچنے کے لئے خود کو نااہل مانتے ہوئے بھی مولانا موصوف کے بارے میں کچھ لکھنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

مولانا علی اختر صاحب قبلہ جنہیں اب مترجم الغدیر لکھتے ہوئے بڑا فخر ہو رہا ہے، بڑی جانفشانی اور دقت نظر سے تلخیصی ترجمہ کر گئے ہیں، جس کی پہلی جلد غالباً مولانا کی حیات میں ہی منظر عام پر آ چکی تھی،

بقیہ جلدیں آپ کے ہونہار فرزند کی سعی بلیغ سے اب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آرہی ہیں، قارئین کرام اس کے محاسن پر خود ہی غور فرمائیں گے۔

آپ کا تعلق علماء پرور اور علم دوست بستی سے ہے جسے گوپال پور کے نام سے جانا جاتا ہے، آج بھی اس سرزمین کے کافی علمائے ذوی الاحترام اپنی اپنی جگہ پر اپنا وقار ودبدبہ اجاگر کئے ہوئے ہیں۔

صوبہ بہار کا یہ معروف علاقہ ہر دور میں نامور شخصیتوں کو ملت کے روبرو کرتا رہا ہے، خدائے کریم اہل گوپال پور کو مزید توفیق عطا کرے کہ وہ قدر شناس وصاحب معرفت ومنزلت ہستیاں عوام کے سپرد کرتی رہیں۔ آمین

مولانا سید علی اختر صاحب طاب ثراہ ہرگز محتاج تعارف ہستی کا نام نہیں ہے بلکہ سرزمین گوپال پور کی نایاب درہائے آبدار میں سے ایک گراں قدر دانہ اور باکمال ہستی ہے اور جس طرح سے آپ کے نام کا جز ''اختر'' ہے اسی طرح سے آپ وہ علمی ستارہ تھے جو افق عالم پر درخشاں ہوا تھا مگر بہت جلد اپنی ضیائیں سمیٹ کر روپوش ہو گیا۔ صفحۂ گیتی پر ایسی شخصیتیں نادر ہی عالم وجود میں آتی ہیں۔

آپ کس قدر ناشر معارف اہل بیت اور علم وآگہی وبینش ودانش کے فروغ میں کوشاں تھے، اس کی گواہی کے لئے مضامین وتراجم کے ذخیرے اور اشعار کے مجموعے خود ہی کافی ہیں، آخری کوشش کا نام ترجمہ الغدیر ہے۔ ایک جفاکش اور نام ونمود سے دور، نہ تھکنے والا شہسوار قلم وبیان آج ہمارے درمیان نہ رہا، صاف وسلیس اور آسان لفظوں میں دلکش اور جاذب نظر ترجمہ پیش کرتے رہنا یہ کوئی سہل اور آسان بات نہیں ہے، اس کے لئے علمی لیاقت ومہارت تامہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے، وسعت فکر ونظر اور ذوق تخیل کی احتیاج ہوتی ہے، جو آپ میں یقیناً پائی جاتی تھی۔

آپ کی چند ملاقاتوں نے میرے نگار خانہ واقعات میں اپنے حسین نقوش جو قائم کر دئے تھے، وہ آج بھی خواب نیم بیداری کی طرح محفوظ ہیں۔ اور وہ بھی اس قدر حسین ہیں کہ ذہن سے منسلک ہو کر رہ گئے ہیں۔

ذکاوت وفراست کے ساتھ ساتھ اپنے ظرف قلب میں معاشرے کے تئیں ایک اصلاحی جذبہ

ہمیشہ سرگرم عمل رکھا اور سماج کو سدھارنے کا بیڑا تحریروں کی شکل میں اٹھائے رکھا۔ کم سخن مگر پیشاز و پیش نویس قلمکار کی حیثیت سے بڑی سادگی کی زندگی بسر کی۔ خود ہی مہمیز نہ ہوئے بلکہ اس راہ و روش کی وصیت و نصیحت اپنے فرزند سے بھی کرتے رہے۔

ضرورت زمانہ کے تحت گرچہ ایک مشاق خطیب و واعظ کی صورت میں آپ معروف و شہرت یاب نہ ہوئے مگر منبر رسول اور محراب کی زینت ضرور بنتے رہے اور علمی بیانات اور مسائل شرعیہ سے پورے معاشرے کو روشناس کراتے رہے۔ موصوف نے اپنے ظرف اخلاق سے کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا، لوگ ہمیشہ آپ کے حسن سلوک کے لئے ثناخواں نظر آئے، ماحول میں رائج تفرقات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اپنے وظائف پر نظر رکھتے تھے اور کسی معاملہ میں اس حد تک دخیل نہ ہوئے کہ خود ہی ایک فریق بن جائیں۔ ہاں! حق کو حق اور غلط کو غلط کہنے میں بے باکی کا مظاہرہ ضرور فرماتے تھے۔

میرا سابقہ مولانا موصوف سے گو بہت زیادہ نہیں رہا مگر ہم عصروں اور بزرگوں سے مولانا کی مدح و ستائش سماعتوں تک اس قدر پہونچی کہ قلم یہ لکھتے ہوئے ہرگز جھجک نہیں محسوس کرتا کہ مولانا مرحوم نے سرکار ختمی مرتبت کے خلقی نقوش سے خود کو اس طرح مزین کر رکھا تھا کہ آپ کا طرز عمل جیتا جاگتا تبلیغ مکارم اخلاق کا نمونہ نظر آتا ہے۔

مولانا طاب ثراہ کا زمانہ طالب علمی اور اس کے عہد کے مشاغل سے واقفیت تو ان کے ہم درسوں اور ہم عصروں کو ہوگا ظاہر ہے کہ حقیر اس سلسلہ میں واقف ہی نہیں ہے کہ قلم اٹھا سکے۔ ہم نے تو پہلی بار شاید قم المقدسہ کی سرزمین پر ہی دیکھا تھا مگر والہانہ انداز اور مشفقانہ طریقہ ملاقات نے کافی قریب کر دیا پھر تو مدرسہ جوادیہ میں بارہا شرف زیارت حاصل ہوا اور اکثر تا دیر گفتگو بھی ہوتی رہی۔

آخر کلام میں یہ عرض کردوں کہ کتاب الغدیر کے ترجمہ کا انتخاب خود ہی واضح ثبوت ہے کہ جادۂ ولایت سے وابستہ فکر و قدم نے آپ کو واقعی سچا مولائی ثابت کیا ہے، در امیر کا گدائی کشکول معرفت میں اتنی دولت مودت رکھتا تھا کہ خود ہی کردار کا امیر بن کر زمانے کو مہمیز راہ ولایت و امامت کرنے کے لئے جو کچھ بھی اپنی بساط میں رکھتا تھا انہیں الفاظ کے جامے میں اور پھر کتاب کی شکل دے کر اپنی عافیت کا

سامان کثیر فراہم کر گیا۔

اس کی دو جلدوں کے لئے مولانا شاہد جمال صاحب نے اپنی محنت وتلاش صرف کر کے تکمیل سے ہمکنار کر دیا اور بتا دیا کہ ارث پدر سے ہم محروم نہیں ہیں نہ تو مولانا لا ورث شخصیت و کردار کا نام ہے۔ حالانکہ اپنے انہماک و دلچسپی سے جس بیڑے کو اٹھایا تھا، مولانا نے بتائید الٰہی خود ہی تکمیل تک پہونچا دیا تھا مگر سوء اتفاق سے عالم سفر میں اس کی دو جلدوں کا صفایا مال کے دشمنوں یعنی لٹیروں نے کر دیا جس کا آپ کو بے حد قلق تھا مگر حسن اتفاق سے آپ کے وارث علم و علمی مولانا شاہد جمال نے اس کو بھی تکمیل تک پہونچا دیا اور زیور طبع سے آراستہ ہو کر آج کتب فروشوں کے پاس موجود ہے۔

قابل ستائش ہیں مولانا شاہد جمال صاحب جنہوں نے پدر کی روح کو شادماں کر دیا اور قرآن و عترت فاؤنڈیشن جس نے اس کے نشر ہونے کے لئے ایک اہم قدم اٹھایا۔

میں یہیں پر اس ادارے کے سلسلے میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس ادارہ نے جو اپنی بساط کے مطابق چند عرصے میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں دینی اور مذہبی فعالیتیں انجام دی ہے وہ یقیناً قابل قدر ہے۔

قرآن و عترت فاؤنڈیشن کے بانی اور سکریٹری سید شمع محمد رضوی نے سرزمین ہند کے مختلف مقامات پر معارف اسلامی کلاسز قائم کرنے کے علاوہ انجمن دانش آموختگان جامعۃ المصطفٰی کی تاسیس اور پٹنہ، اعظم گڑھ، دہلی جیسے شہر میں اس کی کانفرنس، اجلاس مبلغین، ایقان اور مبلغ رسالے کی اشاعت کر کے فعالیت کا ایک نیا رخ اپنایا، خدا موصوف کی نیز حقیر کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

آمین یارب العالمین

''سید ضمیر الحسن رضوی''

آہ! یا ابی

ابن شعور گوپال پوری

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

زندگی کے آگے ایک مرحلہ، ایک منزل ہے جسے ''موت'' کہتے ہیں، جب کسی کا کوئی عزیز اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر جاتا ہے تو اس کا وجود خاموشی کی تصویر اور غم کا فسانہ بن کر اشکوں کے حصار میں، بے قرار دل اور بے چین و مضطرب روح کے ساتھ ٹکٹکی لگائے اس کائنات کو دیکھتا ہے تو ایک ہوک سی اٹھتی ہے، آنکھوں سے نمکین پانی کا دریا جاری ہو جاتا ہے، اس وقت ایسا لگتا ہے جیسے خاموشی، اداسی، بے نوائی، بے حسی اور درد و الم اسی کے لئے معرض وجود میں آئے ہوں، اندھیرے اور سناٹے اس کے اپنے ہوں، تیرگی اور ترسندگی اسی کے وجود خاکی کا حصہ ہوں.... گریہ جس کی پہلی منزل اور آنسو جس کا پہلا مقام.....

لیکن اس گریہ کی بھی دو قسمیں ہیں: کوئی کہہ کر روتا ہے اور کوئی خاموشی سے اشکوں کا دریا پی جاتا ہے۔ مگر ہاں! اس وقت سناٹے اور بڑھ جاتے ہیں، اندھیروں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور گریہ مزید شدت اختیار کر لیتا ہے جب کسی کا باپ دنیا سے اٹھ جاتا ہے اور کوئی پدرانہ شفقت سے محروم ہو جاتا ہے۔

آنکھیں اداس اداس ہیں چہرے اجاڑ سے
کنبہ ہے چور چور غموں کے پہاڑ سے

آہ! قلم میں لرزش ہے، ذہن پریشان ہے.... سمجھ میں نہیں آتا کہ بچپن کی شفقتوں کو کیسے لکھوں،

ایام طفلی کے پیار بھرے انداز کو کیسے تحریر کروں، دور کمسنی کے طریقۂ محبت کو قلمبند کروں تو کیسے...؟ اس لئے کہ جب ماضی کی حسین کتاب کھولتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ آج میں لق و دق صحرا میں یکہ وتنہا کھڑا ہوں، ویرانیاں میری گرویدہ ہیں اور اداسیاں اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں......۔

آہ! وہ مار میں پیار کی آمیزش، لہجے میں تنبیہ کی سوزش، آنکھوں میں محبت، ہاتھوں میں شفقت، بذلہ سنجی میں سنجیدگی، سنجیدگی میں انکساری اور انکساری میں وقار کی جھلکیاں جب یادداشت کی سطح پر ابھرتی ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ دنیا ویران، اندھیری اور میری ذات کے لئے ادھوری ہوگئی ہو۔

اب تو صدمات کی کڑی دھوپ ہے، غموں کی تاریک اور ہولناک وادیاں ہیں، احساس ہے مگر اس میں شدت نہیں، پیاس ہے مگر طلب سے عاری.....۔

ہاں! میرے مستقبل کا انحصار اسی ذات پر تھا، میرے مستقبل کی روشنی اسی ذات سے پھوٹتی تھی...مگر اسی نے اس وسیع وعریض دنیا میں یکہ وتنہا، ورتا بلکتا، آزمائش کے لئے چھوڑ دیا۔

یہ حقیقت ہے کہ جب باپ کا عظیم سایہ انسانی وجود پر برقرار رہتا ہے تو محبتوں کی شیرینی معلوم ہوتی ہے، الفتوں کی لذت ذائقہ دیتی ہے، پیار وشفقت، وجود کو اضطرابی کیفیت سے محفوظ رکھتے ہیں۔ لیکن جب یہ عظیم سایہ اٹھ جاتا ہے تو الفتوں، محبتوں اور شفقتوں کے بجائے صرف آہوں کی خطابت اور آنسوؤں کی شاعری ہوتی ہے، تباہی وبے نوائی کا احساس ہوتا ہے، اندھیرے اور مہیب سناٹوں کا راج ہوتا ہے اور لیل ونہار ظالم بن کر ڈسنے کو تیار رہتے ہیں۔

کرب، ٹیس، آہ ونالے، اشک غم، رنج وفراق
زخم کتنے ساتھ میرے سہہ گئی شام الم

لفظ یتیمی اپنے دامن میں کتنی ویرانیاں اور تلخیاں آباد کئے ہوئے ہے اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب دس فروری کی شام، الم بن کر وجود پر چھا گئی، اس وقت معلوم ہوا کہ دکھوں میں کتنی کرواہٹ ہوتی ہے، ایسا نہیں تھا کہ تسلیاں، دلاسے اور صبر کی تلقین کرنے والے نہیں تھے، لیکن صبر کی تلقین کرنا بہت آسان ہے مگر صبر کرنا....اللہ اکبر۔ دل میں ایک احساس تو بہرحال کروٹ لیتا رہتا ہے کہ ''ہم یتیم'' ہوگئے۔

دانش و تحقیق کا روشن منارہ

علامہ امینیؒ کی حیات و خدمات کا تفصیلی جائزہ

علامہ امینی کی حیات و خدمات کے اجمال سے تقریباً ہر کتاب دوست شیعہ واقف ہے لیکن ان کی تفصیلی حیات سے تقریباً اکثر لوگ ناواقف ہیں خاص طور سے اردو داں حضرات۔ اسی لئے ناچیز نے ان کی حیات و خدمات پر مشتمل ایک مقالہ تحریر کرنے کا ارادہ کیا تا کہ اردو داں حضرات بھی دانش و تحقیق کے اس روشن منارہ کی حیات و خدمات سے آشنا ہو سکیں ، اس سلسلے میں میں نے والد علام کی تحریر کردہ کتاب دانشوران غدیر کے بعض اقتباسات، تحقیق شدہ کتاب الغدیر، فارسی زبان میں ایک جلد میں شائع ہونے والی جامع تلخیص "برگزیدۂ جامع از الغدیر" (جس کا اردو ترجمہ بھی ناچیز نے کیا ہے اور عنقریب شائع ہونے والا ہے)، الغدیر کا ایک جائزہ، مقدمہ کتاب فاطمہ زہرا اور کچھ دوسری کتابوں سے استفادہ کیا ہے، اس میں میں نے علامہ امینی کی زندگی کے اہم اور قابل قدر تمام گوشوں کو قلمبند کرنے کی کوشش کی ہے۔

سید شاہد جمال رضوی

خاندانی پس منظر

آپ کا نام شیخ عبد الحسین امینی نجفی تھا، چوتھی پشت تک آپ کا شجرہ یوں ہے: عبد الحسین بن شیخ احمد

بن شیخ نجف علی بن شیخ عبداللہ (سرست) بن الحاج محمد بن اللہ یار۔

آپ کے دادا شیخ نجف علی پر آپ کے خاندان کا نام پڑا کیونکہ ان کا لقب ''امین الشرع'' تھا، وہ اپنے وقت کے عظیم علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ امین الشرع شیخ نجف علی ۱۲۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی زندگی تبریز کے ایک دیہات ''سردھا'' میں گذری، پھر وہ تبریز آگئے۔ وہاں زندگی کی آخری سانسوں تک قیام پذیر رہے، وہیں دینی علوم کا اکتساب کیا۔ وہیں شعری وادبی صلاحیتیں پروان چڑھیں، ان کے زیادہ تر شعری آثار مدح ائمہ معصومین میں ہیں۔ مکارم اخلاق، تقوی اور صلاح وسواد سے آراستہ تھے۔ واثق تخلص تھا۔

انہوں نے ۸۳ سال عمر پائی اور شب جمعہ ۷/ جمادی الاولی ۱۳۴۰ھ وقت نماز صبح سے ایک ساعت قبل وفات پائی اور تبریز ہی میں دفن کئے گئے۔

علامہ امینیؒ اپنے جد امجد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بارہ سال بعد جب ان کی لاش نجف اشرف منتقل کرنے کے لئے کھودی گئی تو جسد اطہر بالکل صحیح وسالم تھا، یہاں تک کہ آپ کے بالوں پر بھی کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ انہیں وادی السلام نجف اشرف میں دفن کیا گیا۔

علامہ کے والد شیخ احمد امینی ۱۲۸۷ھ میں آبائی دیہات ''سردھا'' میں پیدا ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں ۱۳۰۴ھ تبریز مہاجرت فرمائی، وہ اپنے وقت کے علماء وفضلاء میں شمار کئے جاتے تھے، زہد وتقوی سے آراستہ تھے، اس قدر خلیق تھے کہ مذہبی مسائل کے علاوہ کسی نے انہیں غصے کی حالت میں نہیں دیکھا، ان کے حسن اخلاق پر لوگوں کو حیرت ہوتی تھی، علمی کمال کے باوجود ہمیشہ شہرت سے دور رہے۔ تصنع، ریاکاری اور ظاہرداری ان میں نام کو نہ تھی، آیۃ اللہ سید میرزا ابوالحسن تبریزی (وفات ۱۳۵۷ھ) جو مراجع عظام میں شمار کئے جاتے تھے، شیخ احمد کے بارے میں فرماتے ہیں:

شیخ میرزا احمد امینی از کسانی است که در زهد و تقوایش شکی نیست و بدون تردید فردی مجتهد ست منتها از خوف تظاهر به ریا از ترس شهرت طلبی همیشه فضائل خویش را مخفی می نماید ''شیخ میرزا احمد امینی ان افراد میں سے ہیں جن کے

زہد وتقوی میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں اور بلا تردید وہ ایک مجتہد ہیں، لیکن ریاکاری کے اظہار اور شہرت طلبی کے خوف کی وجہ سے ہمیشہ اپنے فضائل کو پوشیدہ رکھتے ہیں''۔

شیخ احمد نے ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد شیخ نجف علیؒ سے حاصل کی پھر وہاں کے دیگر اساتذہ سے اکتساب فیض کیا اور خاص طور سے میرزا اسد اللہ بن محسن تبریزی سے استفادہ کیا جو اپنے وقت کے معقول ومنقول کے میدان میں سند شمار کئے جاتے تھے۔

ان کے علمی آثار میں حاشیہ مکاسب اور حاشیہ شرح لمعہ خاص طور سے لائق ذکر ہیں۔ انہیں مندرجہ ذیل علماء نے اجازہ مرحمت فرمایا تھا:

۱۔ آیۃ اللہ میرزا علی شیرازی (وفات ۱۳۵۵ھ)؛

۲۔ آیۃ اللہ ابوالحسن اصفہانی (وفات ۱۳۶۵ھ)؛

۳۔ آیۃ اللہ شیخ محمد حسین غروی اصفہانی (وفات ۱۳۶۱ھ)؛

۴۔ آیۃ اللہ سید حسین طباطبائی بروجردی (وفات ۱۳۸۰ھ)؛

۵۔ آیۃ اللہ الشیخ میرزا علی ایروانی (وفات ۱۳۵۴ھ)؛

۶۔ آیۃ شیخ میرزا رضی بن محمد حسن زنوزی تبریزی (وفات ۱۳۶۰ھ)؛

۷۔ آیۃ اللہ شیخ میرزا احمد تبریزی قراچہ داغی؛

۸۔ آیۃ شیخ میرزا افتتاح شہیدی (وفات ۱۳۷۲ھ)؛

شیخ میرزا خلیل آقا بن میرزا احسن (وفات ۱۳۶۸ھ)؛

آپ نے بھی اپنے والد کی طرح ۸۳ سال کی عمر میں ۲۹ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ تہران میں وفات پائی اور قم کے قبرستان نو میں دفن کئے گئے۔

علامہ امینیؒ کی ولادت اور ابتدائی تعلیم وتربیت

نازش آفریں جد و پدر کے چشم و چراغ علامہ عبد الحسین امینی نجفی ۱۳۲۰ھ میں شہر تبریز میں پیدا

ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اولاً اپنے والد ماجد میرزا احمد بن علی سے حاصل کی، انہوں نے اس لعل گراں بہا کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تدریس میں ہر ممکن سعی کی پھر اس شہر کے مدرسہ ''طالبیہ'' میں رسمی تعلیم کے لئے داخل کر دیا۔ آپ نے دورۂ سطحی تک دینی علوم اسی مدرسہ میں حاصل کئے، وہاں جن علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا یا جن دوسرے علمی مراکز میں آیات عظام کے حضور علم حاصل کیا، ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ آیۃ اللہ سید محمد بن عبدالکریم موسوی (وفات ۱۳۶۳ھ)؛ یہ تبریز میں مرجع تقلید تھے۔

۲۔ آیۃ اللہ سید مرتضی بن احمد بن محمد حسینی خسروشاہی (وفات ۱۳۷۶ھ)؛ یہ علم کے علمبردار، فقہ کے ماہر اور تبریز کے بزرگ علماء میں سے تھے۔

۳۔ آیۃ اللہ شیخ حسین بن عبدعلی توتونچی (وفات ۱۳۶۰ھ)؛ یہ فقہ و اصول اور کلام کے برجستہ عالم تھے، علمی اور فقہی میدان میں عظیم مرتبہ حاصل تھا۔

۴۔ علامہ شیخ میرزا علی اصغر ملکی؛ یہ عظیم فقیہ اور بلند مرتبہ ادیب تھے۔

نجف اشرف کی طرف روانگی

اپنا دورۂ سطح علوم دینی پورا کر کے علامہ نے نجف اشرف کا رخ کیا، آپ کا یہ عنفوان شباب تھا تا کہ اعلیٰ تعلیم (درس خارج) فقہ و اصول، حدیث اور علوم حدیث کے اساتذہ کے سامنے جاری رکھیں اور باب مدینۃ العلم سے معنوی و روحانی علوم بھی حاصل کر سکیں؛ اسی لئے انہوں نے علمائے فقہ و اصول کے درس میں شرکت کی اور ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا؛ ان علماء میں بعض یہ ہیں:

۱۔ آیۃ اللہ سید محمد بن محمد باقر حسینی فیروز آبادی (وفات ۱۳۵۴ھ)

۲۔ آیۃ اللہ سید ابوتراب بن ابوالقاسم خوانساری (متوفی ۱۳۴۶ھ)

۳۔ آیۃ اللہ میرزا علی بن عبدالحسین ایروانی (متوفی ۱۳۵۴ھ)

۴۔ آیۃ اللہ میرزا ابوالحسن بن عبدالحسین مشکینی (متوفی ۱۳۵۷ھ)

علامہ امینی نجف میں دروس میں شرکت کرنے، طلاب علوم دینی سے مباحثہ کرنے اور علوم و

معارف شریعت سے مکمل طور پر مستفیض ہونے کے بعد ایک طویل مدت کے بعد اپنے وطن تبریز واپس آئے اور وہاں ایک مدت تک وعظ ونصیحت، تدریس اور علمی مباحثہ میں مشغول رہے، اسی زمانے میں آپ نے سورۂ حمد کی تفسیر مکمل کی اور اس تفسیر کی تدریس کی۔

تبریز میں علامہ کا قیام بہت طولانی نہ تھا، وہ ہمیشہ زیادہ علوم ومعارف حاصل کرنے کے مشتاق رہتے تھے، ان کی روح ہمیشہ نجف اشرف ہی میں لگی رہی، وہ مقدس شہر جو علم ودانش کا سرچشمہ تھا، چنانچہ ان کا یہی اشتیاق اور والہانہ پن تھا جس نے دوبارہ نجف اشرف میں قیام پر مجبور کیا تا کہ نجف اشرف میں اپنی علمی تشنگی کو دور کر سکیں۔

اجازۂ اجتہاد وروایت

نجف اشرف میں واپس آنے کے بعد آپ نے دوبارہ حوزۂ علمیہ نجف کے دروس خارج میں شرکت کی اور بزرگ علماء سے علم حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے تا کہ درجۂ اجتہاد پر پہونچ سکیں، چنانچہ بہت سے علماء نے ان کو اجتہاد کے اجازے مرحمت فرمائے، جن میں بعض یہ ہیں:

۱۔ آیۃ اللہ سید میرزا علی بن مجد دشیرازی (متوفی ۱۳۵۵ھ)؛
۲۔ آیۃ اللہ شیخ میرزا حسین نائینی نجفی (متوفی ۱۳۵۵ھ)؛
۳۔ آیۃ اللہ شیخ عبد الکریم بن ملا محمد جعفر یزدی حائری (متوفی ۱۳۵۵ھ)؛
۴۔ آیۃ اللہ سید ابوالحسن بن سید محمد موسوی اصفہانی (متوفی ۱۳۶۵ھ)؛
۵۔ آیۃ اللہ شیخ محمد حسین بن محمد حسن اصفہانی نجفی معروف بہ کمپانی (متوفی ۱۳۶۱ھ)؛
۶۔ آیۃ اللہ شیخ محمد حسین بن علی آل کاشف الغطاء (متوفی ۱۳۷۳ھ)؛

جس طرح فقہ واصول کے اساتذہ نے ان کو اجتہاد کے اجازے دئے اور ان کے اجتہاد کا اقرار کیا، اسی طرح بعض علمائے نجف نے اجازۂ روایت بھی عطا فرمایا، اس طرح وہ حدیث کے راویوں کے صف میں داخل ہو گئے، انہوں نے اپنے اجازوں کو اپنی تحریر وعبارت میں مرتب کیا جو روایت ودرایت

حدیث کے سلسلے میں علامہ کی صلاحیت پر واضح دلیل ہے۔ ان علماء میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ آیۃ اللہ سید ابوالحسن موسوی اصفہانی؛

۲۔ آیۃ اللہ سید میرزا علی حسینی شیرازی؛

۳۔ آیۃ اللہ شیخ علی اصغر ملکی تبریزی؛

تحصیل علم کے سلسلے میں بے پناہ اشتیاق اور والہانہ پن

علامہ تحصیل علم اور علمی مباحث کے بے پناہ مشتاق رہتے تھے، اس راہ میں وہ حتی المقدور کوشش سے فروگذاشت نہیں کرتے تھے، دقیق مطالب کو واضح کرنے کے بہت زیادہ حریص تھے۔ بے پناہ صبر و حوصلہ کے ساتھ ساتھ تھکن سے عاری ان کی یہ کوشش، ذخیرہ علم اور علمی مباحث کے متعلق بحث و مناظرہ کے لئے تھی۔

اس دعوی کی واضح دلیل یہ ہے: انہوں نے کتاب الغدیر کی تدوین و ترتیب کے وقت نجف اشرف کے اکثر کتب خانوں کی کتابوں اور علماء کی تحریروں کا مطالعہ کیا۔

اس کے لئے آپ نے کربلا، بغداد، کاظمین، سامرا، ایران، ہندوستان، شام اور ترکی کا سفر کیا تا کہ علمی جستجو اور ضروری معلومات فراہم کرسکیں، نیز اہم ترین علمی مآخذ تک رسائی حاصل کریں تا کہ الغدیر کی تدوین و تالیف میں ان سے استفادہ کرسکیں اور موضوع بحث معلومات کا نوٹ بنا سکیں۔

دنیا کی کتابوں اور کتب خانوں کے سلسلے میں ان کے بے پناہ اشتیاق اور والہانہ پن کے متعلق، انہیں سے منقول ہے کہ وہ علمی اہداف تک رسائی حاصل کرنے کی راہ میں کسی طرح کی مشکلات اور مصائب پر توجہ نہیں دیتے تھے؛ اسی لئے ان کی زندگی میں مطالعہ کتب اور ان کے مطالب سے نتیجہ گیری کرنے سے زیادہ کوئی اور چیز لذت بخش نہیں تھی، وہ زندگی کے اہم ترین لذائذ سے بھی منھ موڑ چکے تھے، اپنی عمومی صحت اور اہل و عیال کی حالت کے لئے بھی خصوصی اہتمام نہیں فرماتے تھے۔

انہیں سے منقول ہے: مسلسل کئی گھنٹے گذر جاتے تھے اور وہ اپنے کھانے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے

تھے اور اپنے روزانہ کا کھانا بھی تناول نہیں کرتے تھے، ہاں! جب دستر خوان پر بیٹھے ہوئے ان کے اہل و عیال کئی مرتبہ آواز دیتے تھے تب آ کر کھانا تناول فرماتے۔ وہ کتابوں اور کاپیوں میں اتنے مستغرق رہتے کہ ان کے لئے یہ بات اہم نہیں ہوتی کہ کھانا ٹھنڈا ہو گیا ہے یا جو کھانا کھا رہے ہیں وہ کل کا ہے، بلکہ ان کے لئے یہ بھی اہم نہیں ہوتا تھا کہ کیا کھا رہے ہیں اور کیا پی رہے ہیں یہاں تک کہ کھانا کھاتے ہوئے بھی روایات اور واقعات کے سلسلے میں غور و فکر کے سمندر میں غوطہ زن رہتے تھے۔

وہ خطی نسخوں سے منقول مطالب پر اعتماد نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے اوپر ضروری سمجھتے تھے کہ ان علمی مآخذ کو خود ہی دیکھیں تاکہ اس کے ذریعہ عذر تراشیاں ختم، شک و تردید باطل اور اہل تشکیک کے تمام دعوؤں کا قلع قمع کیا جا سکے۔

عظیم مجاہدین بھی اپنے کاندھے پر ایسا سنگین عملی بوجھ اٹھانے سے قاصر ہیں؛ اس لئے کہ واضح بات ہے کہ علمی مآخذ و منابع دنیا کے مختلف گوشوں کے کتب خانوں میں بکھرے پڑے ہیں، لیکن یہ مشکل بھی شیخ کے لئے چنداں اہمیت کی حامل نہیں تھی، اسی لئے ضروری منابع و مآخذ کے حصول اور اسلام کے فکری میراث سے فیضیاب ہونے کے لئے دنیا کے دور دراز علاقوں کا سفر کیا۔

اس سلسلے میں ان سے منقول ہے کہ انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا اور کافی دنوں تک وہاں کے عظیم کتب خانوں کی چھان بین کی، کتابوں سے ضروری نوٹ بنائے اور ان کتابوں کا تجزیہ و تحلیل کیا جو صرف ہندوستان ہی میں دستیاب ہو سکتی تھیں۔

ایک اہم واقعہ:

علامہ امینی کے بعض قریبی افراد سے ایک واقعہ منقول ہے جو بحث و تحقیق کے سلسلے میں ان کی بے پناہ جد و جہد کی نشاندہی کرتا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

ایک دن علامہ گریہ کر رہے تھے؛ اس لئے کہ ان کی ضرورت کی بعض اہم کتابیں دستیاب نہیں ہو پائی تھیں، علامہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مصادر و مآخذ کے لئے امیر المومنین حضرت علیؑ سے متوسل ہوتے تھے۔ ایک دن امیر المومنین سے متوسل ہوئے اور کہا: یہ کتاب ''الغدیر'' آپ کی کتاب ہے، غدیر آپ کا

ہے، لہٰذا آپ کو اس مقام و مرتبہ کا واسطہ جو خدا کی بارگاہ میں ہے، جن کتابوں کی مجھے ضرورت ہے اسے فراہم کرنے میں مدد کریں۔ علامہ امینی کا بیان ہے: مختصر سی نیند کے بعد میں بیدار ہوا، احساس ہوا کہ کوئی دق الباب کر رہا ہے، میں نے دروازہ کھولا دیکھا کہ میرا پڑوسی ''بنیا'' ہے، اس نے کہا: میں نے ایک نیا گھر خریدا ہے جو میرے گھر سے بہت بڑا ہے، جب ہم گھر کے وسائل کو وہاں منتقل کر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک پرانے گوشہ میں یہ کتاب پڑی ہے، میری زوجہ نے کہا: یہ کتاب آپ کے کام کی نہیں، اسے شیخ امینی کو ہدیہ کر دیں۔ علامہ نے وہ کتاب دیکھی، معلوم ہوا کہ یہ وہی کتاب ہے جس کی تلاش میں وہ مہینوں سے سرگرداں تھے۔

دوسرا حیرت انگیز واقعہ

کتاب کی فراہمی کی مشکل کے سلسلے میں ایک دوسرا واقعہ بھی منقول ہے جو پہلے والے واقعہ سے کم حیرت انگیز نہیں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ علامہ امینی کو زمخشری کی کتاب ''ربیع الابرار'' کی شدید ضرورت تھی، یہ کتاب طباعت سے پہلے بہت نادر و نایاب تھی اور اس کے تین ہی خطی نسخے موجود تھے، ایک نسخہ یمن میں موجود امام یحییٰ کے پاس تھا، دوسرا شام کے کتب خانہ ظاہریہ میں اور تیسرا نجف اشرف کے ایک آیۃ اللہ کے پاس تھا، جن کے انتقال کے بعد ان کا کتب خانہ ان کے فرزند تک منتقل ہو گیا تھا۔

علامہ امینی اس عالم کے گھر پہونچے، علامہ نے ان کے فرزند سے صرف تین دن کے لئے اس کتاب کو عاریۃً مانگا لیکن انہوں نے دینے سے انکار کر دیا، علامہ نے خواہش کی کہ صرف دو دن کے لئے دے دیں لیکن انہوں نے اس سے بھی منع کر دیا، حتیٰ ایک دن کے لئے دینے سے منع کر دیا۔ علامہ کا بیان ہے: میں نے ان سے کہا: صرف تین گھنٹے کے لئے عاریۃً دے دیں لیکن انہوں نے اس کی بھی ممانعت کر دی، میں نے کہا: اس بات کی اجازت دے دیں کہ میں آپ ہی کے گھر میں آپ کے سامنے اس کتاب کا مطالعہ کر لوں لیکن انہوں نے یہ بھی قبول نہ کیا، چنانچہ میں ان سے اور کتاب کے حصول سے پوری طرح مایوس ہو گیا۔

علامہ کا بیان ہے: اس کے بعد میں مرجع عالی قدر آیۃ اللہ سید ابوالحسن اصفہانی سے ملاقات کے

لئے گیا تا کہ وہ اس کتاب کے لئے میری سفارش کر دیں، لیکن صاحب کتاب نے پھر بھی کتاب دینے سے انکار کر دیا، اس کے بعد میں آیۃ اللہ شیخ محمد حسین کاشف الغطا کے پاس گیا تا کہ ان کے احترام میں وہ کتاب عاریۃً مل جائے لیکن پھر بھی انہوں نے کتاب دینے سے انکار کر دیا، اس کے بعد تو میں کتاب سے بالکل مایوس ہو گیا، امیر المومنین کے حرم مطہر گیا اور اس سارے واقعہ کی شکایت کی، اس کے بعد پریشاں حال اپنے گھر پہونچا، اس پریشاں حالی میں میری نیند بھی اڑ گئی تھی تھوڑی دیر سویا تھا کہ خواب میں امام کو دیکھا، کتاب کے سلسلے میں جو رنج و غم اٹھائے تھے اس کی شکایت کی، امام نے جواب دیا: ان جواب سوالک عند ولدی الحسین ''تمہارے سوال کا جواب میرے فرزند حسین کے پاس ہے''۔

میں فوراً ہی بیدار ہوا، وضو کیا اور طلوع فجر کے وقت سید الشہداء امام حسین کے حرم کی زیارت کی غرض سے کربلا کے لئے روانہ ہو گیا، نماز صبح اور زیارت پڑھنے کے بعد میں نے امام حسین سے ان پریشانیوں کی شکایت کی جو کتاب کے حصول کے سلسلے میں اٹھائی تھیں، پھر وہاں سے حضرت عباس کے حرم کی زیارت کے لئے نکلا، زیارت کے بعد ان کے اور ان کے عظیم بھائی کے حق کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کی اور ایک صحن میں بیٹھ کر سوچ رہا تھا کہ اچانک شیخ محسن ابو الحب جو اس وقت کربلا کے برجستہ خطیب تھے، میری طرف آئے اور احوال پرسی کے بعد گھر میں آکر آرام اور ناشتہ کرنے کی دعوت دی، میں نے ان کی دعوت قبول کر لی، وہ گرمی کا زمانہ تھا۔

میں ان کے گھر کے پائیں باغ میں بیٹھا تھا، تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد ان سے کہا: آپ کا کتب خانہ کہاں ہے، مجھے اپنے کتب خانے تک راہنمائی کریں، دیکھا کہ ان کے کتب خانے میں بہت زیادہ اور نفیس کتابیں موجود تھیں، میں ان کی کتابیں دیکھتا رہا اچانک مطلوبہ کتاب ''ربیع الابرار'' دستیاب ہوئی، کتاب اٹھائی اور مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ بالکل وہی کتاب ہے، نا چاہتے ہوئے بھی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، میں بلند آواز سے رونے لگا، شیخ ابو الحب حیران و پریشان میرے پاس آئے اور رونے کی وجہ پوچھی، میں نے پورا واقعہ ان کے گوش گذار کیا، پورا واقعہ سننے اور یہ بات کہ امیر

المومنین نے یہاں تک آنے کی راہنمائی فرمائی ہے، سننے کے بعد شیخ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، مجھ سے کہا: یہ خطی نسخہ کمیاب ہے، قاسم محمد رجب اس کتاب کی خرید و طباعت کے لئے مجھے ایک ہزار دینار() دینا چاہتے تھے لیکن میں نے ان کی فرمائش رد کر دی، پھر شیخ نے اپنا قلم نکال کر اس کتاب پر علامہ امینی کے لئے ہدیہ لکھ دیا اور کہا: یہ دو ائمہ امام علی اور امام حسین (علیہما السلام) کا جواب ہے۔

پسندیدہ اخلاق اور ذاتی خصوصیات کے نمونے:

۱۔علامہ امینی نے اپنے آپ کو تدریس، تالیف اور تحقیق کے لئے وقف کر دیا تھا، اپنی زندگی کے اکثر اوقات مطالعہ، کتابوں کی جستجو اور اسلام کے علمی میراث سے مستفیض ہونے کی کوشش کرتے تھے، چنانچہ اسلامی علوم کی مشکلات میں آپ ہی سے سوال کیا جاتا تھا، آپ فکری سوالات کو حل کرنے کی پناہ گاہ تھے، تفسیر و حدیث اور تاریخ و رجال کے علوم میں صاحب نظر کی حیثیت حاصل تھی، آپ دانشوروں، محققوں، مؤلفوں کی پناہ گاہ تھے۔

۲۔وہ ایک متقی، پرہیزگار اور عابد انسان تھے، دینی صلابت، کرامت نفس، شرح صدر اور بہترین اخلاق کے مالک تھے، وہ کسی سے بدظن نہیں رہتے بلکہ دوسروں کے ساتھ حسن ظن سے پیش آتے تھے، مذہبی اختلاف کے باوجود بھی، صاحب فضل و مرتبہ کی تعریف و توصیف کرتے تھے، عالی ہمت تھے، خوراک و پوشاک میں تواضع کا مظاہرہ کرتے، دنیا و مافیہا سے قطعی بے نیاز تھے، صرف آخرت پر نگاہ تھی اور اسی کے لئے جد و جہد کرتے تھے۔

۳۔ان کو قرآن و دعا اور نماز سے والہانہ عشق تھا، ان کی عام زندگی بھی مکمل نظام کے مطابق تھی: ناشتہ کے بعد اپنے ذاتی کتب خانے میں جاتے اور تلامذہ کے آنے تک مطالعہ میں مشغول رہتے تھے، اس کے بعد اذان ظہر تک درس و بحث میں مصروف رہتے تھے اور پھر نماز کے لئے اٹھ جاتے تھے پھر کھانا کھانے اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد آدھی رات تک اپنے کتب خانے میں مشغول رہتے تھے۔

۴۔امیر المومنین حضرت علیؑ کے حرم مبارک کی بہت زیادہ زیارت کرتے اور مختلف اوقات میں

حرم شریف کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔امام علی اور امام حسین (علیہما السلام) کے حرم کے درمیان اسی کیلومیٹر کی مسافت تھی جسے آپ تین دن میں طے کرتے تھے تا کہ راستے میں لوگوں کی تبلیغ و ہدایت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرسکیں۔

۵۔اس تبلیغی اور عبادی روش کے ساتھ ساتھ، اپنی معاشرتی ضروریات کو فراموش نہیں کرتے تھے اور فقراء و مساکین کی ضرورتیں بھی پوری کرتے تھے، اپنے جاننے والوں اور دینی بھائیوں کے ساتھ نیکی سے پیش آتے اور خود کو ان کی مشکلات میں شریک سمجھتے تھے، ان کے ساتھ برابر سے پیش آتے تھے، وہ کبھی کسی سائل کو واپس نہیں کرتے اور حاجتمند کو محروم نہیں کرتے تھے، فقراء و مساکین کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے اپنے آپ کو مشکلات میں ڈال لیتے تھے۔

۶۔ان کے بعض ظاہری حالات وخصوصیات اس طرح تھے:

وہ بلند قامت، خوبصورت اور سرخی مائل سفید چہرے کے مالک تھے، ان کی آواز بہت نرم و نازک تھی، روحانیوں کا لباس زیب تن کرتے، سفید رنگ کے شیشے اور طلائی رنگ کے فریم کا چشمہ لگاتے تھے، ان کا چہرہ عابدوں اور زاہدوں کے چہرے کی طرح تھا، عربی، فارسی اور ترکی تینوں زبانوں میں بات کرتے تھے۔

تقریر و بیان

علامہ امینیؒ کی ذاتی خصوصیات میں ان کا حیرت انگیز طرز بیان بھی شامل ہے، حتی جب وہ عالم اور معمولی محفلوں سے بھی خطاب کرتے تو ان کا اخلاص، منطق کی گہرائی اور ان کی شعلہ بیانی محفل پر چھائی رہتی۔ جب وہ منبر پر جاتے تو ایک قوی اور بے مثال خطیب کی حیثیت سے گرجتے تھے۔

ان کی تقریر سننے کے لئے ہزاروں بلکہ دسیوں ہزار کا مجمع ہوا کرتا تھا، ان کی تاریخی تقریروں میں ہمدان، اصفہان، مشہد، کرمانشاہ، تہران کے علاوہ ہندوستان کے شہر کانپور اور حیدر آباد دکن وغیرہ میں کی گئی تقریریں نا قابل فراموش ہیں۔

تحقیقی سفر اور اس کی مشکلات

علامہ امینیؒ نے ۱۳۸۰ھ میں ہندوستان کی اسلامی میراث اور وہاں کے کتب خانوں میں موجود فکری آثار سے استفادہ کرنے کے لئے ہندوستان کا سفر کیا۔

اسی مقصد کے حصول کے لئے وہ وہاں چار مہینے مقیم رہے، کبھی کبھی بعض کتب خانوں میں شب و روز کسی تھکن کے احساس کے بغیر رہ جاتے تھے، اس جدوجہد میں انہوں نے گذشتہ لوگوں کی علمی میراث سے استفادہ کیا، ان کو اپنی صحت وسلامتی کی بھی فکر نہیں تھی۔

وہ کتب خانے میں ہمیشہ رہے اور کتب خانے کے کام کے آخری لمحے تک ہندوستان میں مقیم رہے، پھر اپنے وطن واپسی تک وہاں سے فراہم کی گئی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے۔

کتاب و مطالعہ کے علاوہ علامہ نے وہاں دینی ذمہ داری کے پیش نظر اپنے اوپر واجب کرلیا تھا کہ منبروں سے وعظ و نصیحت اور مسلمانوں کی ہدایت کریں، ان کو قرآن و سنت سے وابستگی کی دعوت دیں حالانکہ ان کا معائنہ کرنے والے ڈاکٹروں نے تدریس کی سختی سے ممانعت کردی تھی اور ان کو خصوصی تاکید کی تھی کہ اپنی صحت وسلامتی کا خیال رکھیں اور اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں۔

پھر اسی مقصد کے حصول کے لئے علامہ ۱۳۸۴ھ میں شام گئے، وہاں چار مہینے مقیم رہے، اس زمانے میں انہوں نے اس ملک کی فکری دولت اور وہاں کے کتب خانوں میں چھپے ہوئے تاریخی خزانے معلوم کئے، جن بعض کتب خانوں سے علامہ نے خطی نسخے حاصل کئے ان میں بعض یہ ہیں: دار الکتب الوطنیہ (دمشق)، کتب خانہ مجمع اللغۃ العربیۃ (دمشق)، کتب خانہ الاوقاف الاحمدیۃ (حلب)، المکتبۃ الوطنیہ (حلب)۔ علامہ امینی ہر کتاب کی تفصیل لکھتے تھے، ان کتب خانوں میں دستیاب ہونے والے مآخذ و مصادر کی تعداد ایکسو پچاس (۱۵۰) تھی۔

اس کے بعد قدیمی مآخذ و منابع کی معلومات حاصل کرنے کے لئے ۱۳۸۸ھ میں ترکی تشریف لے گئے اور بہت سی فکری میراث اور اسلامی مباحث پر مشتمل کتابوں پر دسترسی حاصل کی، آپ یہاں بھی (بیماری کے باوجود) صحت وسلامتی سے بے فکر، علمی جدوجہد میں مصروف رہے تاکہ ان کا اہم ترین ہدف

یعنی کتاب الغدیر مکمل ہو سکے، اسی لئے وہ استانبول میں پندرہ دن مقیم رہے، پھر بورسیہ گئے اور دس دن وہاں مقیم رہے، وہاں علامہ نے جن کتب خانوں کی چھان بین کی، ان کی تعداد نو تھی، ان میں سے بعض یہ ہیں: کتب خانہ سلیمانیہ، کتب خانہ جامع آیا صوفیا، کتب خانہ جامع نو عثمانیہ، کتب خانہ اوغلی، کتب خانہ چلبی وغیرہ۔

صحت گرنے کی وجہ سے وہاں تمام کتب خانوں کی چھان بین نہ کر سکے اور مطبوعہ و خطی (۵۵) منابع کی جمع آوری پر ہی اکتفا کیا؛ ان میں سے بعض کتابیں یہ ہیں: صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مولف محمد بن اسحاق نیشاپوری، الضعفاء، مولف محمد بن اسماعیل بخاری، مسند عبد بن حمید، مولف امام ابومحمد عبد بن حمید کشی، المعجم الکبیر طبرانی، النجم الثاقب فی اشعاق المناقب، مولف: حسن بن عمر بن حبیب حلبی، الکامل مولف حافظ عبداللہ ابن عدی جرجانی، اللواء المکنون تالیف: عبدالغنی نابلسی.....وغیرہ۔

کتب خانہ امیر المومنین پر ایک نظر

علامہ امینیؒ نے اپنے تبلیغی ہدف کی راہ میں صرف تالیف و تحقیق، خطابت اور لوگوں کی ہدایت و رہبری پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ عالم اسلام کے گہوارہ ''نجف اشرف'' میں ایک کتب خانہ کی شدید ضرورت محسوس کی؛ اسی لئے آپ نے ایک کتب خانہ بنانے اور اسے مرتب کرنے کا عزم بالجزم کیا تاکہ جویندگان علم وحقیقت وہاں جمع ہوں اور حتی الامکان کتابوں، منابع اور خطی نسخوں سے استفادہ کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے نجف اشرف میں اپنے محلے کے بغل میں دو گھر خریدے، وہ آہستہ آہستہ آس پاس کی زمینیں بھی خرید رہے تھے کہ ایک عظیم کتب خانہ بنانے کی مقدمہ سازی ہو سکے، جو نجف اشرف کے لائق ہو اور تحقیق و تالیف کے لئے ایک علمی مرکز بھی فراہم ہو۔

اس طاقت فرسا کام کے سات سال گذرنے کے بعد کتب خانہ کی بنیاد کا پہلا مرحلہ ختم ہوا اور غدیر خم کے دن، اس دن کے تاجدار کے نام کی برکت کے پیش نظر ''کتب خانہ امیر المومنین'' کے نام سے اس کا افتتاح ہوا۔

کتب خانہ کی افتتاح اور اس کے لئے عراق کے سرکاری مراحل انجام دینے کے بعد علامہ امینی اپنے فرزند ''شیخ رضا'' کے ہمراہ ہندوستان روانہ ہوئے تا کہ وہاں دسیوں ہزار کتابوں سے بھر پور عظیم کتب خانوں اور یونیورسٹیوں کا مشاہدہ کرسکیں خاص طور سے علی گڑھ کا جامع کتب خانہ۔ وہاں آپ چار مہینے تک وسیع منابع و مآخذ کی فیلم بنا کر واپس آگئے۔

اسی مقصد کے پیش نظر آپ نے ایران اور شام کا بھی سفر کیا۔

علامہ امینی نے تقریباً ایک ہزار آٹھ سو (۱۸۰۰) بڑے صفحات پر ان کتابوں سے نسخہ برداری کی جو تاریخی منابع میں اہمیت کی حامل ہیں اور جن سے بہت زیادہ استناد کیا جاتا ہے۔ علامہ نے تمام خطی کتابوں کو میکروفیلم کے ذریعہ سی ڈیوں میں تصویر برداری کی پھر انہیں ایک واضح صفحہ پر ظاہر کیا تا کہ اس پر اصل کا گمان ہو۔

آثار اور کارنامے

علامہ امینیؒ نے بہت سے علمی آثار یادگار کے طور پر چھوڑے ہیں جو اسلامی فرہنگ وثقافت میں بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ علمی آثار، تالیف و تحقیق اور تعلیق جیسے مختلف میدانوں میں دیکھے جاسکتے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

ا۔شہداء الفضیلۃ:

یہ کتاب ۱۳۵۵ھ میں نجف اشرف میں شائع ہوئی۔

یہ تاریخی کتاب ہے جس میں چوتھی صدی سے لے کر عہد حاضر تک کے اسلام کے شہید علماء کے حالات زندگی مذکور ہیں، علامہ نے ایک سوتیس ان شہیدوں کے نام گنائے ہیں جنہوں نے حمایت دین اور دفاع اسلام کی خاطر اپنی جان قربان کردی ہے۔

علامہ نے اس کتاب میں ان شہداء کو شمار کیا ہے: چوتھی صدی کے چار شہداء، پانچویں صدی کے پانچ شہداء، چھٹی صدی کے پندرہ شہداء، ساتویں صدی کے چار شہداء، آٹھویں صدی کے بارہ شہداء،

نویں صدی کے ایک شہید، دسویں صدی کے سترہ شہداء، پندرہویں صدی کے سات شہداء، بارہویں صدی کے بائیس شہداء، تیرہویں صدی کے انیس شہداء، چودہویں صدی کے تیرہ شہداء۔ جن مشہور علماء کے حالات زندگی کو علامہ امینیؒ نے اس کتاب میں بیان کیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں: علامہ ادیب ابو الحسن تہامی معروف بہ علی بن محمد حسن عاملی شامی، امام ابوالمحاسن رویانی طبری، ابوعلی فتال نیشاپوری، ابن راوندی، طغرائی، علامہ طبرسی جن کی شہادت مشہور نہیں تھی اس لئے کہ ان کی شہادت زہر سے واقع ہوئی تھی۔ شہید اول محمد بن مکی عاملی نبطی جزینی، یہ سب سے پہلے شیعوں میں اس لقب سے مشہور ہوئے، علی بن ابوالفضل حلبی، سید الحکماء ابوالمعالی، سید فاضل امیر غیاث الدین، علامہ محقق کرکی، شہید ثانی زین الدین بن علی عاملی، شہید ثالث شہاب الدین بن محمود بن سعید تستری خراسانی، شیخ جلیل ملا احمد، علامہ قاضی تستری مرعشی، علامہ سید محمد مومن، علامہ مدرس ابوالفتح، فقیہ شیخ محمد، علامہ شیخ محمد حسین اعسم، علامہ شیخ فضل اللہ ابن ملا عباس نوری، اور ایسے ہی دسیوں افراد جنہوں نے درخت اسلام کی آبیاری کی اور اپنا خون، دین اور اہل دین کی راہ میں پیش کیا۔

۲۔ سیرتنا و سنتنا :

یہ کتاب نجف اشرف میں ۱۳۸۴ھ میں اور تہران میں ۱۳۸۶ میں شائع ہوئی۔

یہ کتاب علامہ امینیؒ کے ان دروس کا مجموعہ ہے جو انہوں نے شام میں ۱۳۸۴ کو بیان کیا تھا۔ اس میں ان سوالوں کا مکمل اور جامع جواب ہے جو اہل بیت کی محبت کے سلسلے میں شیعوں کے غلو آمیز رویہ اور امام حسینؑ کی عزاداری کے متعلق ان سے کئے گئے تھے۔

علامہ نے ان تہمتوں کا جواب دیا ہے جیسے یہ کہ شیعہ کربلا کی مٹی کو سجدہ گاہ قرار دیتے ہیں، انہوں نے اس کا جواب دیا:

''شیعہ کربلا کی تربت پر سجدہ کو واجب نہیں سمجھتے بلکہ جائز جانتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح تمام زمین پر سجدہ کو جائز سمجھتے ہیں، نئی بات صرف یہ ہے کہ شیعہ حضرات امام حسینؑ کی تربت پر سجدہ اس لئے کرتے ہیں تا کہ وہ رسول خداؐ کی بیٹی کے فرزند سے محبت کریں اور یہ اعلان کریں کہ شیعہ امام حسینؑ

کی سیرت کے مطابق زندگی گذارتے ہیں ـ علامہ امینیؒ کے مطابق: شیعہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ ہماری محبت ہے، یہ ہمارے حسینؑ ہیں اور یہ ہے ان کی عزاداری، یہ ہے ان کی تربت جو ہماری سجدہ گاہ ہے، خدا ہمارا خالق ہے اور رسول خداؐ کی سنت وسیرت ہی ہماری سنت وسیرت ہے''۔

۳۔ تصحیح کامل الزیارات:

یہ شیخ الطائفۃ ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ (متوفی ۳۶۷ھ) کی کتاب ہے، اس کی سند صحیح اور روایتیں متواتر ہیں، جنہیں موثق علماء نے نقل کیا ہے، مختلف طرق سے ائمہ طاہرینؑ کی طرف نسبت دی گئی ہے، اس کے راوی چھ سو سے زائد ہیں جو سب کے سب موثق ہیں۔

علامہ امینی نے اس کتاب کی تحقیق کی ہے اور اس کی تصحیح میں کتاب میں مذکور قابل اعتماد تمام مآخذ (وسائل الشیعہ، مستدرک الشیعہ، بحار الانوار، اور دوسری معتبر رجالی کتابوں) کی طرف رجوع کیا ہے۔

۴۔ تفسیر فاتحۃ الکتاب: ۱۳۵۹ھ میں تہران سے شائع ہوئی۔

یہ کتاب علامہ کی پہلی تالیف اور تالیف وتحقیق کے میدان میں ان کا پہلا قدم ہے، اس سورہ کی آیات پر مشتمل ان کی تفسیر میں واضح اور اہم ترین مطالب، توحید، قضاوقدر، جبر وتفویض جیسے مسائل مذکور ہیں، یہ تمام مطالب رسول خداؐ اور اہل بیت کرام کی روایتوں سے مستفاد ہیں، علامہ امینی نے اس تفسیر میں چند مسائل کی طرف اشارہ کیا ہے: صفات یعنی صفات ذاتی وصفات فعلی، علم اجمالی وتفصیلی، مشیت ازلی ومحدثہ، ارادۂ تکوینی وتشریعی، اور بھی دوسرے کلام اور فلسفہ کے پیچیدہ مسائل۔ جن میں سے بعض کا مکمل اور مناسب جواب دیا گیا ہے۔

۵۔ ادب الزائر لمن یمم الحائر: ۱۳۶۲ھ میں نجف اشرف سے شائع ہوئی۔

امام حسین کے زائر کے لئے جو اعمال ضروری ہیں، ان اعمال پر مشتمل یہ مختصر رسالہ ہے، اس میں امام حسین کے حرم میں دعا کے آداب کو بیان کیا گیا ہے، اس میں دعائے علقمہ کی شرح بھی موجود ہے۔

۶۔ تعالیق فی اصول الفقہ علی کتاب الرسائل، تالیف شیخ انصاری: یہ خطی کتاب ہے۔

۷۔ **المقاصد العلیة فی المطالب السنیة**: قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر پر مشتمل یہ خطی کتاب ہے۔

۸۔ **ریاض الانس**: دو جلدوں میں خطی نسخہ ہے۔

۹۔ **رجال آذربایجان**: خطی ہے۔

۱۰۔ **ثمرات الاسفار**: خطی ہے۔

۱۱۔ **العترة الطاھرة فی الکتاب العزیز**:

۱۲۔ **موسوعة الغدیر**: جو علامہ کی نصف صدی کی تلاش وکوشش کا ثمرہ ہے۔

"الغدیر" آپ کا نازش آفریں کارنامہ:

"الغدیر" علامہ امینیؒ کا نازش آفریں کارنامہ ہے، آپ کی تمام عمر کی تلاش وکاوش کا ماحصل، نیز آپ کی خانوادۂ عصمت وطہارت سے والہانہ عقیدت کا ثبوت۔ اس کتاب کی تالیف میں آپ نے نجف اشرف کے تمام کتب خانے چھان مارے، ایران، ہندوستان، شام، ترکی اور دیگر ممالک کا سفر کیا۔ ان ممالک کے اہم کتب خانوں کا عرق ریزی سے مطالعہ کیا اور جو کچھ بھی موضوع ولایت سے متعلق مواد ملا اسے اس میں جمع کر دیا ہے۔ یہ شیعیت کا انسائیکلوپیڈیا کہی جا سکتی ہے، شاندار عربی ادب کا نمونہ ہے، علمی وادبی پایہ دونوں ہی بلند ہے، بیس جلدوں میں یہ کتاب ترتیب دی ہے اور ابھی تک صرف گیارہ جلدیں طبع ہوئی ہیں۔ تقریباً (۵۵) سال پہلے کتاب "الغدیر" لکھی گئی تھی، یہ بات جرأتمندانہ کہی جا سکتی ہے کہ اسلامی تحقیق کی دنیا میں کوئی نہیں جو الغدیر اور علامہ امینی سے ناواقف ہوگا۔

حالانکہ الغدیر کے مطالب بہت سے لوگوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں لیکن چونکہ اسے قابل اعتماد منابع وماخذ کے ذریعہ لکھا گیا ہے، اسی لئے ان ۵۵ برسوں میں کوئی بھی فرقہ الغدیر کی تردید یا انتقاد نہیں کر پایا، یا حتی اس کے ایک صفحہ کی بھی تردید نہیں کر پایا۔ خود علامہ امینی فرماتے ہیں: میں نے الغدیر لکھنے کے لئے دس ہزار کتابوں کو (جن میں سے ہر ایک ممکن ہے کئی جلدوں پر مشتمل ہو) اول سے آخر

تک پڑھا ہے، (۱۰۰) ہزار کتابوں کی طرف کئی مرتبہ رجوع کیا ہے۔

کتاب الغدیر میں جن منابع و مصادر سے استناد کیا گیا ہے وہ سب کے سب علمائے اہل سنت کے منابع ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اہل سنت کی کتابیں علامہ کی نظر میں معتبر، اور علمائے شیعہ کی کتابیں نا قابل اعتماد تھیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مناظرے میں حریف کے سامنے جو بات پیش کی جائے اسے منطقی اعتبار سے انہیں کے علماء کی کتابوں کے ذیل میں پیش کی جائے، آپ نے اسی مسلمہ منطقی اصول پر الغدیر لکھی ہے، وہ خود فرماتے ہیں: الغدیر میں جو مطالب لکھے گئے ہیں وہ مذہبی نہیں بلکہ اسلامی ہیں۔یعنی یہ ایسے مسائل نہیں جو صرف شیعوں کا عقیدہ کہے جائیں بلکہ یہ وہ مسائل ہیں جو تمام مذاہب و فرق اسلامی میں متفقہ اور مسلمہ ہیں۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں: شیعہ، اہل سنت کے ساتھ مناظرہ کرتے وقت، انہیں قائع کرنے کے لئے انہیں کی احادیث سے احتجاج واستناد کرتے ہیں؛ اس لئے کہ خود اہل سنت کی حدیث، انہیں قانع کرنے کے لئے زیادہ مقبول ہے، ورنہ شیعوں کو ان کی احادیث کی قطعی ضرورت نہیں، مناظرہ واحتجاج کا معقول ومقبول طریقہ بھی یہی ہے، نہ وہ راستہ جسے وہ خود اختیار کرتے ہیں؛ اس لئے کہ وہ سب ہر ایک مسئلہ میں اپنے ہی علماء اور اپنی ہی کتابوں کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں اور ایسا استدلال، بحث ومناظرہ کے قوانین سے خارج ہے۔

اگر کتاب ''الغدیر'' کا دقیق نظری سے مطالعہ کیا جائے تو اس کی بعض خصوصیات کھل کر سامنے آئیں گی، مثلاً:

۱۔علامہ امینیؒ نے جدل کی روش پر مباحث کی تدوین وترتیب کی ہے، یعنی حریف کو انہیں کے عقائد کے ذریعہ مغلوب کیا ہے۔

۲۔انہوں نے بحث ومناظرہ کے میدان میں مطالب واحتجاجات کو مستند بنایا ہے۔

۳۔تمام مباحث میں بلیغ، سادہ وسلیس اور بہترین نثر سے استفادہ کیا ہے۔

۴۔مطالب میں جابجا عربی محاوروں کو برمحل استعمال کیا ہے۔

۵۔مطالب کے اختتام یاان کے درمیان قرآنی آیات سے استفادہ کیا ہے۔
۶۔حدیث، تاریخ، عقائد، اخلاق، فقہ، رجال و... پر مشتمل اساسی مسائل کے سلسلے میں مفصل بحث پیش کی ہے اور حق مطلب کی ادائیگی کی ہے۔

مولف و کتاب؛ علماء و دانشوروں کی نظر میں

کتاب ''الغدیر'' کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء اور محققین نے اسے ایک باعظمت اور عالی کتاب پایا۔ دسیوں بلکہ سیکڑوں ادیب، شاعر، عالم، محقق، مورخوں اور مفسروں نے اس کتاب پر تقریظیں لکھیں، شعر کہے اور تعریف و تمجید کے پیغام روانہ کئے۔ قاہرہ سے لبنان تک، بغداد سے ٹیونس تک، تہران سے دہلی تک اور اسلام آباد سے شام تک دنیا کے بہت سے علمی اور تحقیقاتی مراکز کی طرف سے اس کتاب کی تعریف و تمجید ہوئی، اگران سب کے تاثرات اور خیالات لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی، اسی لئے یہاں بعض علماء کے بعض اقتباسات قلمبند کیا جا رہے ہیں:

۱۔آیۃ اللہ سید محسن حکیم اور آیۃ اللہ سید حسین حمامی اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں: ﴿**لا یاتیه الباطل من بین یدیه**﴾۔

۲۔آیۃ اللہ سید عبد الهادی شیرازی، شیخ محمد رضا آل یاسین اور علامہ اردوبادی کہتے ہیں: ﴿**لا ریب فیه هدی للمتقین**﴾۔

۳۔علامہ بزرگ تہرانی صاحب الذریعہ فرماتے ہیں:

''میں اس عظیم کتاب کے اوصاف بیان کرنے سے قاصر ہوں اور الغدیر کا مقام اس سے بالاتر ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔ تنہا کام جو حقیر اس سلسلے میں انجام دے سکتا ہے وہ یہ ہے کہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب کے مولف کی عمر دراز ہو اور ان کی عاقبت بخیر ہو اور خلوص نیت کے ساتھ خدا سے چاہتا ہوں کہ میری باقیماندہ زندگی بھی مولفؒ کی عمر شریف میں اضافہ فرمائے۔

کچھ سنی علماء و دانشوروں نے کتاب کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند کئے ہیں، وہ خطوط کی شکل میں

الغدیر میں شائع ہوئی ہیں، یہاں ان کا اقتباس پیش کیا جا رہا ہے:

ا۔ڈاکٹر محمد غلاب مصری: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

۲۔محمد عبدالغنی حسن مصری: الغدیر عظیم انسائیکلوپیڈیا ہے۔

۳۔ڈاکٹر عبدالرحمان کیالی حلبی: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

۴۔ڈاکٹر توفیق الفلکیی بغدادی: یہ کتاب آبشار حقیقت اور بے نظیر دائرۃ المعارف ہے۔

۵۔عبدالفتاح عبدالمقصود مصری: الغدیر اپنے اندر معرفت کی ایک وسیع دنیا سمائے ہوئے ہے۔

۶۔علاء الدین خروفہ ازہری: الغدیر چونکا دینے والی کتاب ہے۔

اولاد

علامہ کی پہلی بیوی سے تین بیٹے ہوئے، جو یہ ہیں:

ا۔ڈاکٹر شیخ محمد ہادی امینی؛ جو تحقیق و تالیف میں مشغول ہیں۔

۲۔حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ رضا امینی، علامہ امینی جہاں بھی جاتے وہ ان کے ساتھ ہوتے تھے، وہ سایہ کی طرح اپنے والد کے ہمراہ لگے رہتے تھے۔ خاص طور سے ہندوستان، شام، ترکی اور دوسرے اسلامی ملکوں میں جہاں علامہ امینی نے تحقیق و تالیف کے سلسلے میں سفر کیا۔

۳۔ان کے تیسرے فرزند محمد صادق امینی مرحوم ہیں، یہ اہل بیت اور ان کے مکتب کے پکے حامی و دوستدار تھے۔

اور ان کی دوسری بیوی علویہ بنت سید علی خلخالی سے ان کے یہ فرزند ہوئے: شیخ احمد، شیخ محمد امینی و.....

وفات و تدفین

یہ عظیم مجاہد کثرت مطالعہ سے صاحب فراش ہوا اور بروز جمعہ ۲۸/ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ بروز جمعہ ظہر

سے قبل تہران میں وفات پا گیا۔

انتقال سے پہلے تربت کربلا سے مخلوط پانی سے اپنا لباس مرطوب کیا اور اپنے فرزند آقای رضا امینی نجفی سے فرمایا کہ میرے لئے دعائے عدیلہ پڑھو، انہوں نے دعائے عدیلہ پڑھ لی تو مناجات خمس عشر کی فرمائش کی پھر دعائے متوسلین پھر مناجات معتصمین پڑھوائی۔

رضا امینی دعائیں پڑھتے جاتے اور علامہ محزون انداز میں دہراتے جاتے، آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی، آپ کی زبان پر آخری کلمات دعا کے یہ فقرے تھے: **اللھم ھذہ سکرات الموت قد حلت فاقبل الی بوجھک الکریم واعنی علی نفسی بما تعین بہ الصالحین علی انفسھم....**

پچاس سال تک مسلسل تحقیق وتلاش کرنے والا یہ تلاطم انگیز دریا خاموش ہو گیا، شمع فروزاں بجھ گئی، آپ کا جنازہ نجف اشرف منتقل کیا گیا اور وصیت کے مطابق کتب خانہ امیر المومنین میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

''سید شاہد جمال رضوی''

۴ر شعبان ۱۴۳۱ھ

گفتار مترجم

واقعۂ غدیر ایک موڑ ہے الٰہی نظام ہدایت کے تسلسل وارتقاء کا۔جس کے بعد دین کامل ہوا، پروردگار عالم کی نعمت تمام ہوئی اور کفار اپنی مساعی سے ہمیشہ کے لئے مایوس ہو گئے۔اس مایوسی کی جھنجھلاہٹ نے سازشوں کے نئے نئے جال بنے،انگاروں کا سودا کیا،ذہن وضمیر پر پہرے بٹھائے، خون کے دریا بہائے اور اس کے برخلاف ان تانوں بانوں کے تارو پود بکھیرنے اور حق کو اپنے تمام جلال و جمال کے ساتھ جلوہ گر کرنے میں راسخون فی العلم،خاصان خدا اور دانشوران امت اپنی تمام تر علمی وفکری توانائیاں صرف کرتے رہے،عقیدہ وعمل،اخلاق وثقافت اور معیار واقدار کو اسی سرچشمے سے سیراب کرنے کی تاکید فرماتے رہے،علم ودانش کی مجموعی پونجی اسی راہ میں لٹاتے رہے،اس درخشان ترین روایت کی معنوی وروحانی برتری کے لئے اپنا سب کچھ برباد کر کے بھی شاداں تھے کہ ہم نے سب کچھ پالیا،آگ وخون کے طوفان میں ان کی مساعی جمیلہ آندھیوں میں چراغ جلاتی رہیں،خون کے طوفانوں کو سفینہ بناتی رہیں،خود سلگتے رہے لیکن احساس حق سلگاتے رہے،ان بہار آفریں توانائیوں کا عطر ہے علامہ عبدالحسین الامینی کی کتاب ’’**الغدیر فی الکتاب والسنة والادب**‘‘

ضرورت ہے کہ اس کتاب کا دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانوں میں ترجمہ کیا جائے،کیونکہ خاتم النبین ؐ نے خود اعلان غدیر کے وقت تاکید فرمائی تھی کہ ’’ **الا فیبلغ الشاھد الغائب**‘‘

یہ کتاب میرے لئے زمانۂ تالیف ہی سے مرکز توجہ رہی ہے،طالب علمی کے ایام میں علامہ امینی لکھنؤ تشریف لائے تھے،استاذی علامہ اختر علی تلہری مرحوم نے تعارف کراتے ہوئے فرمایا تھا کہ آپ حدیث غدیر پر ایک جامع اور بیسیوں جلدوں پر مشتمل عظیم الشان کتاب تالیف فرمارہے ہیں اور ہماری

توفیقات پر ضرب لگاتے ہوئے فرمایا تھا کہ علماء عراق وایران فقط مواد فراہم کرنے کے لئے ملکوں ملکوں کا چکر لگاتے ہیں، لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہادیتے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ......

کتاب شائع ہوئی تو سراپا شوق بن کے دیکھا، واقعی یہ کتاب دینی، علمی، فنی، تاریخی اور ادبی کتاب تھی۔ولایت کی خوشبو، ادب عالیہ کا رنگ، ازسوی یک نویسندہ بے نظیر، محقق مشیع، عالم مخلص، مجاہد شجاع مرد میدان علم وفضیلت یعنی علامہ امینی۔میرا ذوق ادب و جمال ناچنے لگا، اسے اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے، لیکن اپنے پاؤں کی طرف دیکھ کے مایوسی ہوئی، ایک بے مایہ انسان ''الغدیر'' جیسی تحقیقی کتاب کا ترجمہ کیسے کرے؟ اور اگر پتا مار کے یہ دیوانگی کر بھی گزرے تو طباعت کے وسائل کہاں سے لائے؟ حباب کی طرح یہ جذبہ شعور سے لاشعور میں پہونچ گیا، بات آئی گئی ختم ہوگئی۔

ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ گزرا کہ برادر عزیز حجۃ الاسلام مولانا سید نیاز علی صاحب قبلہ کا خط قم مقدسہ سے پہونچا کہ مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ آقائی ناصر مکارم شیرازی مدظلہ العالی ''الغدیر'' کا ترجمہ کرانا چاہتے ہیں، قرعہ فال آپ کے نام پڑا ہے۔خط پڑھ کر لاشعور میں دبا ہوا وہ جذبہ اچانک شعور میں مد وجزر پیدا کرنے لگا۔میں نے انجام پر نظر کئے بغیر آمادگی کا اظہار کر دیا۔تقریبا تین ماہ بعد مجھے دین و دنیا کی عظیم ولا فانی دولت نصیب ہوئی، حضرت آیۃ اللہ مکارم شیرازی مدظلہ العالی کا نامہ مبارک موصول ہوا کہ موضوع ولایت سے متعلق الغدیر کا ترجمہ کرڈالئے۔

مرجع عالی قدر کی عظمت میرے قلب و دماغ میں ایک طویل عرصہ سے مرتسم ہے، آپ کی اکثر تصانیف کے ترجمے ہندو پاک کے جلیل القدر علماء نے کئے ہیں۔ان میں موضوعات کا تنوع، اسلوب کی جاذبیت اور مواد کی ہمہ جہتی احاطہ بندی کا ایسا نکھرا ستھرا شعور ملتا ہے کہ پڑھ کر روحانیت شاداب ہوجاتی ہے، پھر اصل کتاب کو دیکھ کر مترجم کی اہمیت کے باوجود اندازہ ہوتا ہے کہ ''حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا''۔

عصری مسائل پر ایسی بلیغ وعمیق نظر ہے کہ دانشوران مغرب آپ کے سامنے پانی بھرتے نظر آتے ہیں، طرز تحریر میں بین السطور حقائق ومعارف کے دریا بہتے ہیں بصیرت شرط ہے، محدود موضوعات کو بھی

آپ کی روشن فکری آفاقی نہج عطا کر دیتی ہے۔

دانش وتقوی کا یہ ہمالیہ، کردار وعمل کا آفتاب تازہ بھی ہے، انقلاب اسلامی کے رگ وریشے میں اس کے شواہد موجود ہیں، قید وبند اور جلا وطنی کی تفصیل جہد بوذر وعزم میثم کی حزیں وحسین تفسیر ہے۔ ہمارے یہاں مراجع کرام کا تصور بڑا خشک وسادہ مگر احترام سے بھرپور ہے، مرجع عالی قدر کی خصوصی ملاقات میں یہ اندازہ ہوا کہ یہ تصور غلط ہے، ان کے جلو میں انسانی فضائل ومحاسن کے شاداب ترین نظائر ہیں۔ اپنے الطاف وکرم، اشفاق وتفضل، رحم وعطوفت کی نرم پھواروں سے خشک ٹہنیوں کو شاخ تازہ تر بنا دیتے ہیں، مور بے مایہ کو ہمدوش سلیماں کر دیتے ہیں۔ ایک گھنٹہ کی وہ ملاقات بڑی جذباتی اور والہانہ تھی، خیریت پوچھی، ہندوستان خصوصا بہار کے مومنین کے حالات استفسار فرمائے، بہ نفس نفیس اپنا مخصوص اور نفیس ترین کتب خانہ دکھایا، جو کچھ تفصیل بیان فرمائی اسے میری شدت احساس کی وحشت درک نہ کر سکی، نائب امام کی اقتداء میں مغربین کی نماز ادا کرنے کی روحانی حرارت زندگی بھر فراموش نہ ہو سکے گی، لوگ کہتے تھے اور کبھی کبھی میرے ذہن میں بھی یہ سوال کلبلاتا تھا کہ امام خمینیؒ کی دلسوزی، سوجھ بوجھ، معنوی جمال اور تہ در تہ عصری مسائل پر مضبوط گرفت کا خلاء شاید پر نہ ہو سکے لیکن ملاقات کے بعد میرا یہ خیال قطعی غلط ثابت ہوا، خداوند عالم ان مراجع کرام کا سایہ تا دیر امت کے سر پر باقی رکھے جو زمانۂ غیبت میں انسداد باب العلم کی گھٹن کا احساس مومنین کے قلب ودماغ سے رفع کر رہے ہیں۔

بہر حال یہ ترجمہ وتلخیص آپ کے سامنے ہے۔ اس کی تلخیص صرف مرجع عالی قدر کے امتثال امر کے بطور ہے چونکہ جلد اول میں حدیث غدیر کے استناد پر قرآن وحدیث کی روشنی میں وقیع بحث کی گئی ہے اس لئے بہت زیادہ کتر بیونت موضوع غدیر کی حق تلفی کے مترادف ہوتی، بنا بریں اردو داں حضرات کے فہم وادراک کے مطابق ضروری مباحث کی مجموعی ہیئت برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔

ترجمہ کی وادی جس قدر سنگلاخ ہے، ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے میں نے اس سنگلاخ وادی کو طے کرنے کا بیڑا ''الغدیر'' جیسی عظیم علمی، تحقیقی وادبی کتاب کے ذریعہ اٹھایا ہے، خدا کرے یہ بیڑا پار ہو جائے۔

ارباب علم کی عالی ظرفی سے گزارش ہے کہ معمولی تسامحات کو دامن عفو میں جگہ دیں اور اہم غلطیوں سے مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جاسکے۔

والسلام

سید علی اختر رضوی

۲۸/اگست ۱۹۹۰ء

صفائیہ،کوچہ بیگدلی بلاک/۲۵۹

قم مقدس،ایران

انتسابہ

اے امیر المومنینؑ!

اے حامل ولایت کبریٰ، سردار امت!

آپ سے زیادہ اس انتساب کا مستحق کون ہے؟

جہاں پناہ!

ہم اور ہمارے اہل وعیال سخت مصیبت میں مبتلا ہیں

اور ہم کچھ حقیری سی پونجی لے کر آئے ہیں

آپ ہمیں بھر پور جزا عنایت کریں اور ہم کو خیرات دیں

خدا احسان کرنے والوں کو جزا دیتا ہے

یہ حقیری سی پونجی

یہ نکھری ستھری کتاب ولایت.....

اسے قبولیت سے سرفراز فرمائیں

خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

عبدالحسین احمد امینی

خلاصۂ کلمات مؤلف

ارباب دانش سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ اس کتاب کی جمع و ترتیب میں برسوں پاپڑ بیلنا پڑے ہیں، بڑے دکھ درد جھیل کر شیفتگان علم وفن کی بارگاہ میں یہ مجموعہ پیش کرنے کے قابل ہوسکا ہوں تاکہ فرہنگ قرآن وتوحید کا بول بالا ہواور محققین کوایک علمی دستاویز فراہم ہوسکے۔

جولوگ مباحث کا دقت نظر سے مطالعہ کریں گے انھیں معلوم ہوگا کہ اس خدمت کی بجا آوری میں کیا کچھ مصائب وآلام برداشت کئے گئے ہیں مجھے اطمینان ہے کہ ہر دانش مند ذی ہوش مطالعۂ کتاب کے بعد میری طویل ترین جد و جہد کی پذیرائی میں احساسات قدردانی انگیز کرکے پریشانیوں میں میری مدد کریگااوراسی اطمینان و امید کے جذبات کے ساتھ امتنان وسپاس گزاری کے جذبات ان دانش وروں اور حق کے پرستاروں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جنھوں نے اس مقدس پروگرام کی نشر واشاعت میں تمام تر حوصلوں اور توانائیوں کے ساتھ میری مدد کی یا تعاون کا ہاتھ بڑھایا، بارگاہ خداوندی میں دعا ہے کہ انھیں توفیق خیر، ثبات قدم اور استحکام کی دولت نصیب ہو۔

امینی نجفی

ابتدائیہ

تمام ستائش مالک حقیقی سے مخصوص ہے اور صلوات اس کے نبی پر، ائمہ پر
اور والیان امت پر ''ہماری یہ کتاب تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے''

غدیرخم کے بارے میں اہم ترین بات پیغام الٰہیہ کی بات ہے، ولایت کبریٰ کی بات ہے اور تکمیل دین، اتمام نعمت اور خوشنودیٔ پروردگار کی بات ہے ان آیات کے مطابق جن پر قرآن نازل ہوا، متواتر احادیث رسولؐ نے وضاحت کی، ان کے اسناد کا سلسلہ حلقۂ زنجیر کی طرح عہد صحابہ و تابعین سے لے کر عہد حاضر تک تسلسل پذیر ہے۔

اس کتاب کے مطالب حدیث غدیر کے گرداگرد واضح حقائق پر مشتمل متن حدیث سے مربوط اسناد کی احاطہ بندی کرتے ہیں، مندرجات کا پیرایۂ اظہار ایسا اختیار کیا گیا ہے کہ گڈمڈ مطالب اور بے ہنگم سروں کو کاٹ چھانٹ کر قارئین کے سامنے حقیقت حال انڈیل دی گئی ہے، اس کے بعد واقعات غدیر کو نظم کرنے والے شعراء کے حالات ان کے قصائد واشعار کی توضیح وتشریح پیش کی جائے گی۔ پہلی صدی سے عصر حاضر تک کے تمام عندلیبان غدیر کو اس کتاب میں سمیٹ دیا گیا ہے، اس سے ہمارا اہم ترین مقصد یہ ہے کہ اس موضوع سے متعلق تواتر وشہرت کو ثابت کیا جاسکے کہ داستان غدیر ہر صدی اور ہر زمانے میں ادیبوں، شاعروں اور دانش وروں کی زبان پر جاری رہا اور نظم ونثر میں اس کے اختصاصی امور کو بیان کیا جاتا رہا۔

یہ کتاب متذکرہ خصوصیات کے ساتھ مجموعی حیثیت سے سولہ جلدوں پر محیط ہے اور یہ سب کچھ محض خدمت دین، کلمہ حق کی سربلندی، اسلامی قومیت کا احیاء، ذکر علیؑ کی ابد آثار بلند آہنگی اور صاحب ولایت

کبریٰ سے شدید وابستگی کی غرض سے کیا گیا ہے، اس خدمت کی بجا آوری کے لئے خدا ہی سے مدد کا طالب ہوں کہ مجھے اس اہم اور مقدس ترین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق کرامت فرمائے۔

''اول وآخر تمام ستائش اسی سے مخصوص ہے''۔

تاریخ صحیح

ہر قوم وملت تدوین تاریخ کے سلسلے میں کسی فرقے کی جدوجہد اپنے حریف کے جوش وجذبے سے پیچھے نہیں رہتی، ہر ایک کا اپنا مقصد اور مخصوص نقطہ نظر ہوتا ہے جس پر اس کی نشانہ بازی ہوتی ہے۔

مؤرخ کا بطور کلی نکتہ نظر یہ ہوتا ہے کہ حوادث روزگار اور اقوام کے احوال منضبط کرے۔ جغرافیہ داں کا مقصد کرۂ ارض کی حد بندیوں سے آشنا ہو کر قوموں کی فتح وشکست اور حکومتوں کی تقسیم کے گونا گوں اسباب وعلل معلوم کرنا ہوتا ہے، خطیب تاریخ کا تجزیہ کر کے واقعات میں بکھرے پند ونصیحت اور عبرت کے گوشے تلاش کرتا ہے، مثلاً قومیں کس طرح مٹ گئیں، بادشاہ کیسے فنا ہو گئے، قوموں کو اپنے جرائم کی سزا کیونکر ملی، اس کے برخلاف شائستہ کردار قومیں خوش بختیوں سے کس طرح نہال ہوئیں، دیندار کا مقصد اعتقادات کی چھان بین کر کے بنیادی اسباب کی واقفیت حاصل کرنا ہوتا ہے تاکہ حرص وطمع کی بازی گری اور خواہشات کی آلودگیوں کا سد باب کیا جا سکے۔ ماہر اخلاق کا مقصد اعمال صالحہ اور ملکات فاضلہ کا صحت مند تجزیہ ہوتا ہے، وہ بلند اخلاق قوموں کی نیک نامی اور پست اخلاق قوموں کی بدنامی سے واقفیت حاصل کرتا ہے اس طرح وہ اپنے معاشرے کو اجتماعی وانفرادی سطح پر ایک لائحہ عمل دیتا ہے، سیاست داں اس کے ذریعہ قوموں کے عروج وزوال کا پتہ لگاتا ہے کہ وہ کس طرح نفسانی گراوٹوں کی وجہ سے بھولی بسری داستان بن گئیں اور کن بنیادوں پر زندگی کے صبر آزما مراحل نے تجربات عطا کئے اور اس طرح وہ قوم کو ایک دستور العمل حوالے کرتا ہے، ادیب بھی گزشتہ امتوں کے احوال سے ادب کے دقیق نکتے، آرائش الفاظ کے باعظمت فقرے اور اسلوب کلام میں تیرتے ہوئے نثر ونظم کے فنی اشارات واستعارات سے اپنی پیاس بجھاتا ہے۔

تاریخ کے وسیع حدود کا علم رجال وطبقات کی روشنی میں تجزیہ فقیہ کو لامحالہ سروکار پیدا کر دیتا ہے اسناد حدیث کی صحت اور فتویٰ کی مضبوطی کے لئے تاریخ کی بہر حال احتیاج پیدا کر دیتی ہے، محدث بھی تاریخ کا محتاج ہے وہ روایات پر وثوق حاصل کرنے کے لئے، مثلاً انبیاءؑ کے حالات وتعلیمات کے تجزیے میں اختلافات روایات کو تاریخ ہی کے سہارے موازنہ کر کے صحیح رائے قائم کرتا ہے، مفسر بھی تاریخ کا محتاج ہے، کیونکہ تفسیر قرآن کے سلسلے میں ایسی آیات بھی سامنے آتی ہیں جن کی حکیمانہ مصلحت امم سابقہ کے حالات کی طرف اشارہ کرتی ہیں ایسی آیات بھی آتی ہیں جو مخصوص جگہوں پر نازل ہوئیں، یہ تمام باتیں تاریخ ہی بیان کرتی ہے۔

غرض ارباب علم جس علم میں غور کریں انھیں اس علم سے تاریخ کا واضح تعلق معلوم ہوگا کہ بغیر اس کے اس علم کی غایت ہی پوری نہیں ہوسکتی۔ اس بنا پر تاریخ دانشور کی گم شدہ پونجی، اہل ہنر کا مطلوب، سرمایۂ اہل تحقیق، دیندار کی آرزو، ماہر سیاست کی تمنا اور ادیب کی غرض وغایت ہے، مختصر یہ کہ تمام اجتماع بشری تاریخ کی محتاج ہے لیکن سچی تاریخ وہی ہے جس میں واقعیت پسندی ہو اور جسکا مقصد صرف یہ ہو کہ اصل منشاء کے ساتھ حقائق واقعات سامنے لائے جائیں۔ جذبات کا کھلواڑ نہ ہو، خواہشات کی آمیزش نہ ہو مثلاً وہ تاریخ جو قائدوں اور حکمرانوں کی خوشنودی کے لئے لکھی گئی ہو یا کسی مخصوص نقطۂ نظر کی پچ رکھنے کے لئے ترتیب دی گئی ہو یا کسی کو بلند و پست کرنے کے لئے لکھی گئی ہو ایسی تاریخوں میں اختلاف موارد کی وجہ سے اغراض ومقاصد مشتبہ ہو جاتے ہیں، وسعت معلومات کا زعم سچ اور جھوٹ کو گڈمڈ کر دیتا ہے، اس سے ان مورخین کا مقصد فقط اپنی شہرت حاصل کرنا ہوتا ہے حالانکہ کسی واقعہ کی جوں توں روایت ہی تاریخ نہیں ہے بلکہ عظمت انسان کا معیار درایت ہے نہ کہ روایت۔(۱) نتیجے میں بعض مورخین نے

۱۔ کتاب زید الزراد میں امام جعفر صادقؑ کی روایت ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا: اے فرزند! شیعیان علیؑ کی منزلت ان کی معرفت روایت سے پہچانو کیونکہ معرفت روایت کی درایت کا نام ہے اور درایت مومن کو بلند درجۂ ایمان پر پہونچا دیتی ہے، میں نے کتاب علیؑ میں دیکھا ہے کہ ہر شخص کی قدر وقیمت اس کی معرفت کے اعتبار سے متعین ہوتی ہے، خدا بندوں کا حساب ان کی عقل کے لحاظ سے کریگا، کتاب غیبۃ نعمانی میں صفحہ ۷۰ پر ہے کہ صادق آل محمدؑ نے فرمایا درایت شدہ ایک خبر دس روایتوں سے بہتر ہے کیوں کہ ہر حق ایک حقیقت رکھتا ہے اور ہر صواب ایک نور ہے۔ کشف الغمہ شعرانی ج ۱ ص ۴۰ پر ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: محافظ بنو فقط راوی نہ بنو۔

تاریخ کو بے سر وپا واقعات کا پلندہ بنا دیا، انھیں اندازہ نہ ہوا کہ اس طرح وہ ایک خاص گروہ کے وفادار اور دوسرے گروہ کے معاند بن گئے ہیں، ایسے لوگ محض سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے ایسا پاپ کرنے پر آمادہ ہوئے، اس بے راہ روی کے نتیجے میں سادہ لوح افراد نے اس قسم کے واقعات کو صحیح سمجھ کر قبول کر لیا، وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ سب کچھ تقلید و طمع کا پلندہ ہیں لیکن ارباب بصیرت نے انھیں تنقید کر کے مسترد کر دیا ایسا کرنے میں انھیں ذرا خوف محسوس نہ ہوا کہ وہ تاریخ پر طعن کر رہے ہیں، کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب محض تقلید و طمع کی آفتیں ہیں، غیر ذمہ دار اور بد کردار مورخین سے فن تاریخ بوجھل ہے لیکن اس سے فن تاریخ کی حقیقی عظمت متاثر نہیں ہوتی، اگر ان شواہد کا تذکرہ کیا جائے تو کتاب اپنے موضوع سے بہت دور ہو جائے گی۔

مختصر یہ کہ ان ہی وجوہات سے اصل حقیقت افراط و تفریط کا پلندہ بن کر رہ گئی ہے، تعصب و جانبداری اور خواہشات کا شکار ہوئی ہے، لہٰذا ارباب بحث و تحقیق پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اس وادی میں قومی جذبات و میلانات سے بلند ہو کر، پسند و ناپسند اور ضد و عناد سے الگ ہو کر مسلمہ اصولوں کے برجستہ معیار کے مطابق تاریخی صفحات کو پرکھیں، اگر متعینہ معیار سے پست ہو تو مسترد کر دیں اور پورا اترے تو اعتماد کریں، اس سے زیادہ تفصیل کا موقع نہیں۔

واقعہ غدیر کی تاریخی اہمیت

ہر دانش مند سمجھتا ہے کہ کسی چیز کی عظمت اس کے مقصد کی بلندی میں ہے اس لحاظ سے انسانی تاریخ کے وہی واقعات عظیم ہیں جو کسی دین کی اساس، کسی ملت کی ڈگر اور کسی قوم کے معتقدات کی بنیاد ہوں یا جن کے تعلق سے حکومتوں کی تشکیل ہوتی ہو۔

واقعاتی اہمیت کی بنا پر ہی تاریخ نگاروں نے ادیان کے مبادیات و تعلیمات قلم بند کرنے کا بیڑا اٹھا یا، ان کی تبلیغی تحریکات و محاربات کے شب و روز تاریخ میں ثبت ہوئے۔

''یہ اللہ کی متعینہ ڈگر ہے لوگوں کے معاملے میں اور خدا کی سنت میں ہر گز تبدیلی نہیں''۔

جب کوئی مؤرخ اہم واقعات بیان کرنے میں تساہلی برتتا ہے تو تاریخ میں ایسا خلاء پیدا ہوتا ہے کہ کوئی امر اس کی بھرپائی نہیں کرپاتا اور تاریخ کی ابتداء وانتہاء ابہام کے اندھیروں میں پہونچ جاتی ہے نتیجہ میں قاری جہالت کا شکار ہو جاتا ہے۔

واقعۂ غدیرخم اسی قسم کے عظیم واہم ترین واقعات میں سے ہے جس کی بنیاد پر دوسرے متوازن دلائل کے علاوہ کروڑوں پیروان آل محمدؐ کا مذہب مستقیم واستوار ہے، دنیا بھر میں پھیلی اس قوم میں علم وبزرگی ہے۔ان میں دانشوروں اسکالروں اور مایہ ناز ہستیوں پر مشتمل علوم قدیم وجدید پر حاوی ارباب کمال ہیں ان میں بادشاہ، سیاست داں، اعیان مملکت، قیادت مآب، نازش آفریں ادیب اور عظمت و شرف کے تاجدار ہیں اس طبقہ کے پاس قیمتی کتابوں سے بھرپور علمی سرمایہ ہے۔

اگر مؤرخ اسی طبقہ کا ہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنی قوم کے لوگوں کو ابتدائے دعوت ''غدیرخم'' کی بات سے باخبر کرے اور اگر اس قوم سے متعلق نہیں تو اس کے لئے مناسب نہیں کہ اس جیسی وقیع وکبیر قوم کی تاریخ لکھتے وقت اس واقعہ کو اجمالی طریقے پر پیش کرے یا اپنے جذبات کے ماتحت قومی عصبیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے طنزیہ انداز میں اس کی حقیقی دلالت پر ناتمامی اور نقص کی دھول جمادے۔حالانکہ اس کی سند میں کسی قسم کا عیب نکالا ہی نہیں جاسکتا کیونکہ رسول اسلامؐ نے غدیرخم میں حدیث کا جو کچھ مفاد ومفہوم واضح فرمایا تھا اس کے بارے میں آج تک دو شخصوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اب جو کچھ حدیث کے مفہوم ومطلب میں اختلاف کیا جارہا ہے وہ سراسر اغراض وعناد کا کرشمہ ہے، اہل بصیرت اسے خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

ائمہ تاریخ میں مندرجہ ذیل لوگوں نے واقعۂ غدیر کا تذکرہ کیا ہے:

۱۔بلاذری (متوفی ۲۷۹ھ) نے ''انساب الاشراف'' میں

۲۔ابن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ) نے ''معارف'' اور ''الامامۃ والسیاسۃ'' میں

۳۔طبری (متوفی ۳۱۰ھ) نے ''کتاب مفرد'' میں

۴۔ابن ذولاق (متوفی ۲۸۷ھ) نے اپنی ''تالیف'' میں

۵۔خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے اپنی ''تاریخ'' میں

۶۔ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) نے "استیعاب" میں

۷۔شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) نے "الملل والنحل" میں

۸۔ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ) نے اپنی "تاریخ" میں

۹۔یاقوت حموینی نے "معجم الادباء" کے آخری ایڈیشن میں

۱۰۔ابن اثیر (متوفی ۶۳۰ھ) نے "اسدالغابہ" میں

۱۱۔ابن ابی الحدید (متوفی ۶۵۶ھ) نے "شرح نہج البلاغہ" میں

۱۲۔ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ) نے اپنی "تاریخ" میں

۱۳۔یافعی (متوفی ۷۶۸ھ) نے "مرأۃ الجنان" میں

۱۴۔ابن شیخ بلوی (متوفی ۶۰۵ھ) نے "الف، باء" میں

۱۵۔ابن کثیر شامی (متوفی ۷۷۴ھ) نے "البدایہ والنہایہ" میں

۱۶۔ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے "مقدمہ تاریخ" میں

۱۷۔شمس الدین ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) نے "تذکرۃ الحفاظ" میں

۱۸۔نویری (متوفی لگ بھگ ۸۳۳ھ) نے "نہایۃ الارب فی فنون الادب" میں

۱۹۔ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے "اصابہ" اور "تہذیب التہذیب" میں

۲۰۔ابن صباغ مالکی (متوفی ۸۵۵ھ) نے "الفصول المہمہ" میں

۲۱۔مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ) نے "الخطط" میں

۲۲۔جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۰ھ) نے اپنی اکثر کتب میں

۲۳۔قرمانی دمشقی (متوفی ۱۰۱۹ھ) نے "اخبار الدول" میں

۲۴۔نورالدین حلبی (متوفی ۱۰۴۴ھ) نے "سیرۃ حلبیہ" میں

اس کے دوسرے مورخین۔

یہ تو تاریخ کی آئینہ بندی تھی۔لیکن فن حدیث کا اہتمام بھی کچھ کم نہیں کیونکہ محدث جس وقت اپنے فن

کے وسیع تر گوشوں کی طرف ملتفت ہوگا تو اسے صحاح ومسانید میں واقعۂ غدیر کو ولایت امر دین کی حیثیت سے مندرج پائے گا اس تاریخی واقعہ کی نا قابل فراموش اہمیت کے پیش نظر اخلاف نے اسلاف سے اس کی روایت کی ہے پھر یہ سلسلہ اس خبر کو محفوظ رکھنے والے صحابہ کی جماعت تک پہونچا، انھوں نے متعدد طبقات گزرنے کے باوجود اس میں چکاچوند کرنے والی شعاعیں دیکھیں۔اس اہمیت کے باوجود اگر کوئی محدث اس کے ضبط و اندراج میں غفلت برتے تو گویا اس نے قومی حقوق میں ڈنڈی ماری اور اس پاکیزہ سرمایہ سے محروم کردیا جسے رسول رحمتؐ نے حوالے کیا تھا اور جس مثالی ڈگر کی طرف آپ کی رحمت واسعہ نے نشاندہی کی تھی۔

واقعہ غدیر کو جن ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:

۱۔شافعیوں کے امام ''ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی'' بروایت نہایہ

۲۔حنبلیوں کے امام ''احمد بن حنبل'' (متوفی ۲۴۱ھ) نے اپنی مسند و مناقب میں

۳۔ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ) نے سنن میں

۴۔ترمذی (متوفی ۲۷۶ھ) نے صحیح میں

۵۔نسائی (متوفی ۳۰۳ھ) نے خصائص میں

۶۔ابویعلی الموصلی (متوفی ۳۰۷ھ) مسند میں

بغوی ''مصابیح السنۃ'' میں۔دولابی ''الکنی والاسماء'' میں۔طحاوی ''مشکل الآثار'' میں۔حاکم ''المستدرک'' میں۔ابن مغازلی ''مناقب'' میں۔ابن مندہ اصفہانی متعدد طرق سے اپنی تالیف میں گنجی ''کفایہ'' میں۔طبری ''ریاض وذخائر'' میں۔حموینی ''فرائد'' میں۔ذہبی ''تلخیص'' میں۔ہیثمی ''مجمع'' میں۔جزری ''اسنی المطالب'' میں۔قسطلانی ''مواہب'' میں۔ملا متقی ''کنز العمال'' میں۔ہروی ''مرقاۃ'' میں۔مناوی ''کنوز'' میں۔شیخاوی ''صراط السوی'' میں۔باکثیر مکی ''وسیلۃ المآل'' میں زرقانی ''شرح مواہب'' میں۔ابن حمزہ ''الدیان والتعریف'' میں۔

ان کے علاوہ دوسرے بہت سے محدثین......

محدثین کی طرح مفسرین نے بھی داد تحقیق دی ہے کیونکہ جو آیات اس واقعہ سے متعلق نازل ہوئیں

،ان کا بیان مفسر کے لئے واجب ولازم تھا۔

ان مفسرین میں اہم نام یہ ہیں:

طبری،ثعلبی ، واحدی ، بغوی ،قرطبی ،فخرالدین رازی ،قاضی بیضاوی ،ابن کثیر شامی ،نیشاپوری ،سیوطی ،عمادی ،خطیب شربینی ،قاضی شوکانی ،آلوسی بغدادی اور دوسرے......

علماء علم کلام موضوع امامت کے سلسلہ میں اپنے حریف پر غلبہ یا نقل دلیل یا دوسری وجہوں سے واقعۂ غدیر کو نقل کئے بغیر نہ رہ سکے۔جن متکلمین نے واقعہ غدیر نقل کیا ہے ان کے نام ہیں: قاضی ابو بکر باقلانی ،قاضی ایجی شافعی ،شریف جرجانی ،بیضاوی ،شمس الدین اصفہانی ،تفتازانی ،اور قوشجی ...

ان متکلمین کے الفاظ یہ ہیں:

بلا شبہ رسول خداؐ نے غدیر خم (جو مکہ و مدینہ کے درمیان مقام جحفہ میں واقع ہے) کے دن حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے لوگوں کو جمع فرمایا، وہ دن بڑا جھلستا ہوا تھا،لوگ گرمی سے ردائیں پاؤں کے نیچے رکھے ہوئے تھے،آپؐ نے پالان شتر کے منبر پر لوگوں کو خطاب فرمایا:

''اے گروہ مسلمانان! کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں''؟

سب نے کہا:''خدا گواہ ہے آپ ہمارے نفسوں پر ہم سے زیادہ با اختیار ہیں''۔

پھر فرمایا:''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ وانصر من نصرہ و اخذل من خذلہ**''۔

جن دوسرے متکلمین نے واقعہ غدیر کو نقل کیا ہے ان میں قاضی نجم محمد شافعی ،سیوطی ،مفتی شام سماوی اور علامہ آلوسی بغدادی۔

ماہرین لغت کو بھی حدیث غدیر کا اشارتی تذکرہ کئے بغیر چارہ نہ تھا،انہیں مولا،خم،غدیر اور ولی کے معنی بیان کرنا ہی تھا۔ان ماہرین لغت میں ابن درید،ابن اثیر،حموی،زبیدی اور نبہانی لائق ذکر ہیں۔(۱)

۱۔الجمہرہ ج۱ص۷۱،(ج۱ص۱۰۸)؛(النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر ج۵ص۲۲۸)؛(معجم البلدان ج۲ص۳۸۹)؛(تاج العروس ج۱۰ص۳۹۹)

واقعۂ غدیر

ہجرت کے دسویں سال رسول خداؐ نے حج کا قصد فرمایا اور لوگوں میں اس کا اعلان کرا دیا۔ یہ سن کر بہت سے لوگ مدینے آ گئے تا کہ آنحضرتؐ کے ساتھ اس حج سے سرفراز ہوں، جسے حج اسلام (۱)، حج بلاغ، حج کمال اور حج تمام کہا جاتا ہے۔ ہجرت کے بعد رسولؐ نے صرف یہی حج فرمایا اس کے بعد کوئی حج نہ فرمایا، آنحضرتؐ نے حج کی غرض سے غسل کر کے روغن استعمال فرمایا اور پا پیادہ مدینے سے مکے کی طرف روانہ ہو گئے، آپ صحاری قسم کے دو کپڑوں ازار و قمیص میں ملبوس تھے، سنیچر کا دن تھا اور ماہ ذی قعدہ کی پانچ یا چھ راتیں باقی رہ گئی تھیں آپؐ کے ہمراہ آپ کی ازواج بھی ہودجوں میں تھیں، ان کے علاوہ آپ کے اہل بیتؑ، انصار و مہاجرین کی بڑی تعداد تھی، عوام الناس اور قبائل عرب بھی حسب توفیق شامل تھے۔ (۲)

روانگی کے وقت لوگوں میں چیچک یا خسرہ کا مرض پھیل جانے کی وجہ سے اکثر لوگ آپؐ کے ہمراہ حج نہ کر سکے، اس کے باوجود ٹھاٹھیں مارتے ہوئے مجمع کو اللہ ہی جانتا تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آپؐ کے ساتھ نوے ہزار آدمی تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار، ایک لاکھ بیس ہزار اور ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ لوگ تھے۔ یہ تو وہ لوگ تھے جو آپؐ کے ہمراہ تھے، جو لوگ مکے میں آپ

۱۔ ہمارا جوش گمان یقین کے برابر ہے کہ حجۃ الوداع کو حج بلاغ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر آیہ بلغ کا نزول ہوا نیز حج تمام و کمال اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" کی آیت نازل ہوئی۔

۲۔ طبقات ابن سعد ج ر۳ ص ر۲۲۵ (ج ر۲ ص ر۱۷۳)، مقریزی کی الامتاع ص ر۵۱۰، ارشاد الساری ج ر۶ ص ر۴۲۹ (ج ر۹ ص ر۴۲۶)

کے ساتھ حج بجالائے وہ ان سے کہیں زیادہ تھے، مثلاً شہر مکہ کے باشندے، یمن سے امیر المومنین علی اور ابو موسیٰ کے ساتھ آئے ہوئے لوگ۔(۱)

آنحضرتؐ نے اتوار کی صبح یلملم میں بسر کی، پھر وہاں سے شام کو شرف السیالہ پہونچے، وہیں مغرب وعشاء کی نماز ادا کی نماز صبح غرق انظبیہ میں پڑھی، اس کے بعد روحاء میں قیام فرمایا وہاں سے کوچ کر کے عصر کی نماز منصرف اور مغربین کی نماز متعشی میں بجالائے، وہیں شام کا کھانا کھایا صبح کی نماز اثابہ میں پڑھی۔ منگل کی صبح عرج میں کی اور لحی جمل (عقبہ کی گھاٹی) میں قیام فرمایا اس کے بعد سقیا میں اتر پڑے۔

بدھ کا دن آیا تو صبح کی نماز ابواء میں پڑھی، پھر وہاں سے چل کر جمعہ کے دن جحفہ میں اتر پڑے، وہاں قدید کے لئے روانہ ہوئے اور سنیچر کے دن وہیں قیام فرمایا، اتوار کا دن عفان میں گزارا وہاں سے روانہ ہو کر غمیم پہونچے تو پیادہ حاجیوں سے ملاقات ہوئی انھوں نے صفیں باندھ لیں اور پا پیادہ زحمت سفر کا آپ سے شکوہ کیا، آپ نے فرمایا:

نسلان سے مدد حاصل کرو (نسلان بگٹٹ دوڑ کو کہتے ہیں) جب انھوں نے ایسا کیا تو راحت محسوس کی، دوشنبہ کے دن حضور مر الظہر ان پہونچے، شام تک وہیں رہے اور غروب آفتاب کے وقت سرف پہونچ گئے، شام کی نماز وہیں پڑھی یہاں تک کہ آپ مکہ پہونچ گئے، جب آپ ثنیتین کے مقام پر پہونچے تو رات کو ان دونوں کے درمیان قیام فرمایا، اس طرح آپؐ نے منگل کے دن مکہ میں ورود فرمایا۔(۲)

مناسک حج پورے کر کے مدینہ کی طرف واپس ہوئے، آپ کے ہمراہ تمام متذکرہ افراد تھے آپؐ مقام جحفہ واقع غدیر خم پہونچ گئے۔ اس مقام پر مدینہ، عراق و مصر کے راستے پھوٹتے ہیں وہ جمعرات

۱۔ سیرۃ حلبیہ ج ۳ ص ۲۸۳ (ج ۳ ص ۲۵۷)؛ سیرۃ احمد زینی دحلان ج ۳ ص ۳ (ج ۳ ص ۱۴۳) تذکرۃ خواص الامۃ ص ۱۸ (ص ۳۰)، فرید وجدی کی دائرۃ المعارف ج ۳ ص ۵۴۲

۲۔ الامتاع مقریزی ص ۵۱۷ و ۵۱۳

کا دن اور ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ تھی یہیں پر جبرئیل امینؑ پروردگار عالم کی طرف سے یہ آیت لئے ہو ئے نازل ہوئے "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک" اے رسولؐ! آپ پہونچا دیجئے جو حکم آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل ہو چکا ہے۔

اور جبریلؑ نے آپ کو حکم خداوندی سے باخبر کیا کہ حضرت علیؑ کو لوگوں کے لئے نشان ہدایت قرار دیں اور ولایت علیؑ کی بات تمام لوگوں تک پہونچا دیں اور یہ کہ تمام لوگوں پر آپ کی اطاعت فرض ہے اس وقت قافلہ کا اگلا دستہ مقام جحفہ کے قریب پہونچ چکا تھا آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ آگے بڑھ جانے والے پلٹیں اور جو پیچھے رہ گئے ہیں ان کا انتظار کیا جائے آپؐ نے پانچ درختوں کی بڑی ٹہنیوں کے سائے میں بیٹھنے سے لوگوں کو منع فرمایا، یہاں تک کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر اطمینان سے بیٹھ گئے پھر ان درختوں کے نیچے جھاڑو دی گئی اور نماز ظہر کا اعلان ہوا، آنحضرتؐ ان درختوں کے سائے میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی یہ سخت گرمی کا دن تھا، تمازت کی وجہ سے لوگ اپنی ردائیں پیروں تلے رکھے ہوئے تھے بعض اپنا سر چھپائے تھے، آنحضرت کو دھوپ سے بچانے کے لئے درخت سمرہ پر کپڑا باندھ دیا گیا، نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کے وسط (بڑا اور دوسرے راویوں کے مطابق) میں پالان شتر(۱) پر خطبہ پڑھتے کھڑے ہوئے، بلند آواز سے خطاب فرمایا:

''تمام تعریف خدا ہی کے لئے مخصوص ہے، ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں ہم اپنے نفسانی شرارتوں اور برے اعمال سے خدا کی پناہ طلب کرتے ہیں، وہ خدا جو گمراہ کی ہدایت نہیں کرتا اور ہدایت پسند کو گمراہ نہیں کرتا میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسولؐ ہے۔

اما بعد......اے لوگو! مجھے پروردگار لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ ہر نبی کی عمر اس کے پیش رو سے نصف ہوتی ہے مجھے جلد ہی بلا لیا جائے گا اور میں لبیک کہوں گا، مجھ سے اور تم سے سوال کیا جائے گا تم کیا جواب دو گے؟

۱۔ثمار القلوب ص ۵۱۱ (ص ۶۳۶ نمبر ۱۰۶۸)

لوگوں نے کہا: ہم کہیں گے کہ آپؐ نے پیغام خداوندی پہونچا دیا اور نصیحت وتبلیغ رسالت میں جدو جہد کی، خدا آپ کو جزائے خیر دے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ''کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں، جنت وجہنم برحق ہے، موت حق ہے اور قیامت آنے والی ہے اور خدا لوگوں کو قبروں سے اٹھائے گا''؟

انھوں نے کہا: ''ہاں! ہم گواہی دیتے ہیں''۔

آپ نے فرمایا: ''خدایا! تو گواہ رہنا''۔

پھر آنحضرتؐ نے خطاب فرمایا: لوگو! کیا تم سنتے نہیں ہو؟

سب نے کہا: ہاں! ہم سن رہے ہیں۔

فرمایا: میں حوض کوثر پر پہلے پہونچنے والا ہوں اور تم میرے پاس وہاں پہونچو گے، اس کا پھیلاؤ صنعاء اور بصرہ کے درمیان والی زمین کے برابر ہے، اس میں ستاروں کی تعداد کے برابر چاندی کے پیالے ہیں، ذرا غور تو کرو کہ تم میرے بعد ثقلین کی بابت میری کیا رعایت کروگے''

کسی نے پوچھا: خدا کے رسول! ثقلین سے کیا مراد ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ''ثقل اکبر خدا کی کتاب ہے اس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں اور دوسرا تم لوگوں کے ہاتھ میں ہے تم اس کے ساتھ وابستہ رہو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ثقل اصغر میرے اہل بیتؑ ہیں، رب لطیف وخبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے ساتھ وارد ہوں، ان دونوں کے آگے بڑھنا یا کوتاہی کرنا ہلاکت کا مستوجب ہے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اس قدر بلند کیا کہ دونوں بغل کی سفیدی کا لوگوں نے مشاہدہ کیا، فرمایا: ''لوگو! مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ کس کا حق ہے؟''

سب نے کہا ''خدا اور رسولؐ بہتر جانتے ہیں''۔

فرمایا: ''بے شک! اللہ میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں، میں ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ با اختیار ہوں بس جس کا میں مولا ہو اس کے یہ علی مولا ہیں''۔ (اسے حضورؐ نے تین مرتبہ فرمایا، احمد

بن حنبل کے مطابق چار مرتبہ فرمایا)۔

پھر فرمایا: ''خدایا! تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے، اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھے، اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے، اس سے عناد رکھ جو اس سے عناد رکھے، اسے چھوڑ دے جو اسے چھوڑ دے اور حق کو ادھر موڑ دے جدھر یہ مڑے۔ اچھی طرح سن لو، یہ پیغام حاضرین کو غائبین تک پہونچانا چاہئے''۔

ابھی لوگ متفرق بھی نہیں ہوئے تھے کہ جبرئیل امینؑ وحی لائے: ''آج میں نے تمھارے لئے دین کامل کر دیا، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی''۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ کی شان کہ اس نے دین کامل اور نعمت تمام کر دی، پروردگار میری تبلیغ ولایت علیؑ سے راضی ہوگیا۔

پھر تو لوگ امیر المومنینؑ کو مبارکباد دینے امنڈ پڑے، صحابہ میں سب سے پہلے شیخین (ابو بکر وعمر) نے مبارکباد دی، دونوں نے آواز دی ''مبارک ہو اے ابو طالب کے بیٹے! آپ میرے اور تمام مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے''۔

ابن عباسؓ پکارے: ''خدا کی قسم قوم کی گردن پر ولایت لازم ہو گئی''۔

حسان نے رسول اللہؐ سے چند ابیات پڑھنے کی اجازت طلب کی، حضرتؐ نے فرمایا: خدا کی برکت سے پڑھو...... حسان نے کھڑے ہو کر کہا: قریش کے بزرگو! ولایت کی گواہی کے بارے میں رسول اللہؐ کے قدم بہ قدم میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد نغمہ سرا ہوئے:

ینادیھم یوم الغدیر نبیّھم   بخم فاسمع بالرسول منادیاً

یہ ہے غدیر کا اجمالی واقعہ...... ان الفاظ کی تفصیل آگے بیان ہوگی، اس واقعہ پر تمام امت کا اتفاق ہے دنیا میں اس کے سوا کوئی اسلامی واقعہ نہیں جو غدیر کے نام سے موسوم ہو۔

لفظ غدیر سے اسی واقعہ کی طرف ذہن ملتفت ہوتا ہے، جب مقام غدیر بولا جاتا ہے تو اسی جگہ پر ذہن مرتکز ہو جاتا ہے جو مشہور اور جحفہ کی بلندیوں پر واقع ہے اس کے سوا کسی محقق نے اس نام کی دوسری

سرزمین کا پتہ نہیں لگایا ہے۔ البتہ صرف ڈاکٹر ملحم ابراہیم الاسود نے دیوان ابی تمام کے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ واقعہ غدیر ایک مشہور جنگ کا واقعہ ہے۔

ہماری اس سلسلے میں تفصیلی بحث کتاب کے جزء دوم میں ابی تمام کے تذکرہ میں آئے گی۔

حدیث غدیر پر خصوصی توجہات

خداوند عالم کی عنایتِ مزید سے حدیث غدیر عام و خاص کی زبانوں اور راویوں کی زمزمہ سنجیوں سے تمام دنیا میں مشہور ہو کر حامی دین، امام مقتدی حضرت علیؑ کے لئے ایک زبردست حجت بن گئی۔

اس اہتمام حجت کے لئے آنحضرتؐ کو اس وقت تبلیغ ولایت کا حکم ہوا جب لوگوں کا عظیم اجتماع تھا اور آپؐ حج اکبر کے بعد واپس آ رہے تھے۔ مختلف قبائل آپ کے اردگرد تھے، ایسے میں آپؐ نے آگے بڑھ جانے والوں کو پیچھے لوٹایا، پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار کیا، پیغام (۱) سنا کر حاضرین کو غائبین تک پہونچانے کی تاکید کی تاکہ وہ سب مل جل کر اس حدیث کے راوی بن جائیں جب کہ خود وہیں حاضرین کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی اس کے علاوہ بھی خدا نے اس سے متعلق آیت کریمہ نازل فرمائی کہ گزرتے زمانوں کے ساتھ لوگ اس کی تلاوت کرتے رہیں اور اس واقعہ کو قلب و نظر میں تازہ رکھیں کیونکہ اسی کی بدولت اساسِ ہدایت کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اسی سے دینی احکام اخذ کرنا لازم قرار دیا گیا ہے۔

حدیث غدیر کی بدولت رسول اعظمؐ کا بھی یہی اہتمام رہا، آپؐ نے حجۃ الوداع میں لوگوں کو اپنے ساتھ لیا، آپؐ جانتے تھے کہ اختتام سفر پر وہ عظیم پیغام ملے گا جس سے قصر دین کی بنیاد مستحکم ہوگی، امت

۱۔ خصائص نسائی کی ایک سند میں ابوالطفیل کا بیان ہے کہ میں نے خود رسول کو فرماتے سنا ہے اور جو کوئی وہاں چھاؤں تلے تھا اس نے دیکھا تھا ذہبی نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے۔ مناقب خورزمی میں حضور کی بلند آواز اعلان کی تصریح ہے۔ ابن جوزی نے مناقب میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ صحابہ بادیہ نشین اور مکہ و مدینہ کے آس پاس رہنے والوں میں سے ایک لاکھ بیس ہزار افراد تھے وہ لوگ آپؐ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں تھے، انھوں نے ارشاد رسولؐ سنا۔ "خصائص /۲۱ (ص/۹۶ حدیث نمبر ۷۹، سنن کبریٰ ج/۵ ص/۱۳۰ حدیث نمبر ۸۴۶۴)؛ تاریخ ابن کثیر ج/۵ ص/۲۰۸ (ج/۵ ص/۲۳۶ حوادث ۱۰ھ)؛ مناقب خوارزمی ص/۹۴"۔

سرداری حاصل کرے گی اور مشرق سے مغرب تک تمام عالم میں اس کی حکومت پھیل جائے گی، بشرطیکہ وہ خیر و صلاح اور ہدایت کی راہ پر لگ بھی جائے۔(۱) لیکن اس مقصد کے پیش نظر ائمہ اہل بیتؑ بھی ہمیشہ یہ آواز آگے بڑھاتے رہے اور اس سے اپنے عظیم پیشرو حضرت علیؑ کے ثبوت امامت کی دلیلیں قائم کرتے رہے، جس طرح خود حضرت علیؑ اپنی تمام زندگی اس کے ذریعہ دعویٰ امامت کرتے رہے، اور بہت سی محفلوں میں حجۃ الوداع کے عینی گواہوں سے اقرار کراتے رہے، یہ سب کچھ محض اس لئے تھا کہ زمانہ کی گردش کا اثر اس واقعہ کو کہنہ نہ کر دے، خاص اسی مقصد سے ائمہؑ نے اپنے شیعوں کو عید غدیر کے موقع پر جشن اور اجتماعات میں باہمی مبارکبادی پیش کرنے کی تاکید کی تاکہ یہ عظیم واقعہ بار بار ذہنوں میں تازہ و شاداب ہوتا رہے، تفصیل آگے آئے گی۔

شیعہ امامیہ کا بروز عید غدیر مرقد اطہر امیر المومنینؑ نجف اشرف میں پر شکوہ اجتماع ہوتا ہے، اس میں مختلف قبائلی گروہ زیارت کرنے آتے ہیں، اس یادگاری دن میں وہ اپنے ائمہؑ سے ماثور زیارتوں میں ایسے کلمات دہراتے ہیں جن میں ائمہ کی تعداد اور روایت غدیر کی تفصیل درج ہے، زیارت کرنے والوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ان کلمات کو بلند کئے شکرِ خداوندی بجالاتا ہے کہ اسے نعمتِ ولایت ملی، سیدھے راستے کی ہدایت ملی، اسی طرح گویا ہر ایک اپنے کو اس فضیلت کا راوی سمجھ کر استواری و مقصد پر ایمان کا اظہار کرتا ہے۔

جو لوگ اس دن مرقد اطہر پر حاضر نہیں ہو سکتے وہ اپنے دور افتادہ شہروں میں ہی یہ مراسم کرتے ہیں روز غدیر کی بہت سے اعمال وارد ہیں جیسے نماز، روزہ، ماثور دعائیں... ان میں بھی حدیث غدیر کی گونج ہوتی ہے، ان وظائف کو شیعہ طبقہ دنیا کے بڑے بڑے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں پابندی سے بجا لاتا ہے، یہ طبقہ عالم اسلام کا تہائی یا نصف ہے، یہ بھی حدیثِ غدیر کے راوی ہیں، اس کی حقانیت کے

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱/ص ۱۰۹/ (ج ۱/ص ۱۷۵/ حدیث نمبر ۸۶۱)، تاریخ بغدادی ج ۱۱/ص ۴۷/ نمبر ۵۷۲۸، حلیۃ الاولیاء ج ۱/ص ۶۴/، کنز العمال ج ۶/ص ۱۶۰ (ج ۱۱/ص ۶۳۰/ حدیث نمبر ۳۳۰۷۲)، کفایۃ الطالب ص ۶۷/ (ص ۱۶۳/)، مستدرک علی الصحیحین ج ۳/ص ۱۵۳/، مناقب خوارزمی ص ۶۸/ (ص ۱۱۴/ حدیث نمبر ۱۲۴)، البدایۃ والنہایۃ ج ۷/ص ۳۶۰/ (ج ۷/ص ۹۷/ حوادث ۴۰ھ)

آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے اور دینی حیثیت سے ایمان لائے ہوئے ہیں۔شیعوں کے اس طریقہ کار کے علاوہ ان کی کتابیں خواہ تفسیر کی ہوں یا حدیث کی، یا تاریخ وکلام کی وہ سب بیان غدیر سے بھری پڑی ہیں ،اور اس مقصد کے اثبات کے سلسلے میں احتجاج کرتی نظر آتی ہیں، ان کا سلسلہ سند مرکز نبوت تک پہونچتا ہے اور حذف اسناد کے بعد بھی اس موضوع پر احادیث پائی جاتی ہیں، سلسلۂ اسناد اس لئے حذف کیا گیا کہ اس موضوع کی صحت احادیث پر سب کا اجماع ہے، لیکن میرے علم کے مطابق حدیث غدیر ثابت کرنے میں اہل سنت بھی کسی طرح شیعوں سے پیچھے نہیں، وہ اس حدیث کی صحت کو تسلیم کرتے ہیں، اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اس کے اسناد کو صحیح ومتواتر قرار دیتے ہیں۔ایسے بہت کم نظر آتے ہیں جو راہ حق سے بھٹکے ہوں اور تعصب وعناد کی وجہ سے اس کی صحت پر شک وشبہ کا اظہار کرتے ہوں، انھیں گروہ علماء نے ملامت کا نشانہ بنایا، ورنہ تحقیق کرنے والوں نے کبھی اس پر شک وشبہ ظاہر نہیں کیا، کیونکہ وہ مضبوط سلسلۂ سند بلکہ تواتر (۱) کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں اور اسے صحابہ وتابعین تک پہونچایا ہے ان کی تفصیل حروف تہجی کے اعتبار سے پیش کی جارہی ہے:

۱۔احمد بن حنبل نے چالیس، ابن جریر طبری نے ستر، جزری مقری نے اسّی، ابن عقدہ نے ایک سو پانچ، ابوسعید سجستانی نے ایک سو بیس، ابوبکر جعابی نے ایک سو پچیس اور حداۃ العقول (ص ۳۰) کے بقول امیر محمد یمنی نے ایک سو پچاس طرق سے اس کی روایت کی ہے۔

رواۃ حدیث غدیر: (صحابہ)

(الف)

۱۔ابو ہریری دوسی۔وفات ۵۷۔۵۸۔۵۹ھ بعمر ۷۸ سال،ان کی بیان کردہ احادیث مختلف کتب میں موجود ہیں۔(۱)

۲۔ابو لیلیٰ انصاری۔کہا جاتا ہے کہ جنگ صفین میں شہادت پائی،ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں۔(۲)

۱۔تاریخ خطیب بغدادی ج ۸/ص ۲۹۰/ میں دو طریقوں سے مطر وراق اور شہر بن حوشب؛ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۲۰/ ص ۴۸۴/ نمبر ۴۰۸۹؛ تہذیب التہذیب ج ۷/ص ۳۳۷/ (ج ۷/ص ۲۹۶/)؛ مناقب خوارزمی ص ۱۳۰/ (۱۵۶ حدیث نمبر ۱۸۴) (مقتل خوارزمی ج ۱/ص ۴۸/؛ اسنی المطالب ص ۳/ (ص ۴۸/)؛ تفسیر در منثور ج ۲/ ص ۲۵۹/ (ج ۳/ص ۱۹/)؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴/ (ص ۱۵۸/)؛ (فرائد السمطین ج ۱/ص ۷۷/ باب ۱۳ حدیث نمبر ۴۴)؛ کنز العمال ج ۶/ ص ۱۵۴/ (ج ۱۱/ص ۱۰۹/ (حدیث نمبر ۳۲۹۵، ج ۱۳/ص ۱۵۷/ حدیث نمبر ۳۶۴۸۶)؛ استیعاب ج ۲/ص ۴۷۳/ (القسم الثالث ص ۱۰۹۹ نمبر ۱۸۵۵)؛ البدایہ والنہایہ ج ۵/ص ۲۱۴/ (ج ۵/ص ۲۳۲/ حوادث ۱۰ھ کتاب حدیث الولایہ میں موجود ابن عقدہ کے طرق کو اسد الغابہ، الاصابہ اور ابن طاؤس کی کتاب طرائف (ص ۱۴۱/۔۱۴۰) سے نقل کیا ہے۔؛ مناقب ابن شہر آشوب ج ۱/ص ۵۲۹/ (ج ۳/ ص ۳۴/)؛ نزل الابرار ص ۲۰/ (۵۳)؛ مسند ابی یعلی ج ۱۱/ص ۳۰۷/ حدیث نمبر ۶۴۲۳؛ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲/ص ۶۸/ حدیث نمبر ۱۲۱۴۱ کتاب فضائل علی بن ابی طالبؑ۔

۲۔مناقب خوارزمی ص ۳۵/ (ص ۶۱/ حدیث نمبر ۳۱) میں مع سند حدیث خیبر اور حدیث غدیر کا بیان ہے؛ حدیث الولایہ ابن عقدہ ؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴/ (ص ۱۵۸/)؛ (جواہر العقدین صفحہ ۱۷ اقلمی)''۔

۳۔ابوزینت انصاری۔ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں۔(۱)

ابوزینت ان لوگوں میں ہیں جن سے حضرت علیؑ نے بمقام رحبہ مناشدہ فرمایا تھا۔

۴۔ابوفضالہ انصاری:۔جنگ بدر میں شریک تھے جنگ صفین میں شہادت پائی، مقام رحبہ میں یہ موجود تھے اور انھوں نے حدیث غدیر کی گواہی دی تھی۔(۲)

۵۔ابوقدامہ انصاری۔یہ بھی مقام رحبہ مناشدہ میں موجود تھے، حدیث غدیر کی گواہی دی تھی، ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں۔(۳)

۶۔ابوعمرہ بن عمرو بن محسن انصاری۔اسد الغابہ ابن اثیر کے مطابق یہ بھی مقام رحبہ میں گواہی دینے والوں میں تھے۔(۴)

۷۔ابوالھیثم بن تیہان۔صفین میں شہید ہوئے، ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں۔(۵)

۸۔ابورافع قبطی۔(رسول خداؐ کے غلام):ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں۔(۶)

۹۔ابوذویب خویلد یا خالد بن خالد بن محرث ہذلی۔جاہلی و اسلامی دونوں عہد کے شاعر تھے، خلافت عثمان کے زمانے میں انتقال کیا، روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں۔(۷)

۱۔"اسد الغابہ ج۳ص۳۰۷، ج۵ص۳۰۵(ج۳ص۴۶۹، ج۶ص۱۳۰نمبر ۵۹۲۶) اور اصابہ ج۲ص۴۰۸، ج۵ص۸۰ پر اصبغ بن نباتہ سے اور ابن عقدہ کے حوالے سے سعد اسکاف اور اصبغ سے"۔

۲۔اسد الغابہ ج۳ص۳۰۷، ج۵ص۲۰۵ پر بحوالہ ابن عقدہ اور تاریخ آل محمد ص۶۷ پر ان کی روایات ہیں۔

۳۔اسد الغابہ ج۵ص۲۷۶(ج۶ص۲۵۲نمبر ۶۱۶۹)؛ جواہر العقدین ص۱۷۱؛ الاصابہ ج۴ص۱۵۹(ذہبی نے کتاب الغدیر حدیث نمبر ۱۲۳ میں ابوقدامہ انصاری کو ان لوگوں میں بتایا ہے کہ جنہوں نے حدیث غدیر کی گواہی دی تھی۔

۴۔اسد الغابہ ج۳ص۳۰۷(ج۳ص۴۰۷نمبر ۳۳۴۱)

۵۔حدیث الولایۃ عقدہ، نخب المناقب ابن جعابی(ج۴ص۱۵۹)؛ تاریخ آل محمد ص۶۷

۶۔حدیث الولایۃ ابن عقدہ، نخب المناقب؛ مقتل الامام الحسین ج۱ص۴۸

۷۔حدیث الولایۃ ابن عقدہ؛ مقتل الامام الحسین ج۱ص۴۸(ذہبی نے کتاب الغدیر حدیث نمبر ۱۲۱ میں ان لوگوں میں ان کو شمار کیا ہے جن سے اس حدیث کی روایت کی گئی ہے)

۱۰۔ابوبکر بن قحافہ تیمی ۔ان کی حدیثِ غدیر کو مندرجہ ذیل کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔(۱)

۱۱۔اسامہ بن زید بن حارثہ کلبی ۔وفات ۵۴ھ بعمر ۷۵ سال، ان کی روایات حدیث الولایۃ اور نخب المناقب میں ہیں۔

۱۲۔ابی بن کعب انصاری ۔سید القراء تھے، وفات ۳۰۔۳۲ ھجری، ان کی روایت ابوبکر جعابی نے نخب میں نقل کی ہے۔

۱۳۔اسعد بن زرارہ انصاری ۔ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں:

حدیث الولایۃ ابن عقدہ، (۲) نخب المناقب ابوبکر جعابی، کتاب الولایۃ ابوسعید مسعود بجستانی۔(۳)

۱۴۔اسماء بن عمیس خثعمیہ ۔ان کی روایت ابن عقدہ کی کتاب الولایہ میں ہے۔

۱۵۔ام سلمہ زوجہ رسولؐ ۔ابن عقدہ نے عمرو بن سعد بن عمرو بن جعدہ بن ہبیرہ، انھوں نے اپنے باپ دادا کی سند سے، ام سلمہ نے فرمایا کہ رسولؐ نے غدیر خم میں علیؑ کو اس قدر بلند کیا کہ سفیدی بغل نمایاں ہوگئی، پھر فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اس کے بعد حدیث ثقلین بیان کی۔(۴)

۱۶۔ام ھانی بنت ابوطالب۔انھوں نے غدیر کی تفصیلات بیان کی ہیں جسے بزاز نے اپنی مسند میں اور ان سے سمہودی نے اور ینابیع المودۃ کے علاوہ ابن عقدہ کی حدیث الولایۃ میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔(۵)

۱۷۔ابوحمزہ انس بن مالک انصاری خزرجی ۔خادم رسولؐ تھے، ۹۳ھ میں انتقال کیا، ان سے

۱۔حدیث الولایۃ ابن عقدہ، نخب جعابی، حدیث غدیر منصوری رازی؛ (ذہبی کی کتاب الغدیر حدیث نمبر۱)؛ اسنی المطالب ص/۳ (ص/۴۸)

۲۔ابن طاؤس کتاب الیقین باب ۳۷ (ص ۱۸۳)

۳۔ابن طاؤس کی کتاب الیقین (باب ۱۷ص ۱۶۸)، ابن حاتم کی الدر النظیم فی الائمۃ اللھامیم (باب ص ۱۰۵)؛ (ان کی سند میں سنین بھی ہیں) اسنی المطالب ص/۴ (ص/۴۸)

۴۔اس حدیث کو جواہر العقدین صفحہ ۱۷؛ ینابیع المودۃ ص/۴۰ (ج/۱ص/۳۸ باب ۴)؛ وسیلۃ المآل ص/۱۱۷ باب ۴ میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

۵۔جواہر العقدین صفحہ ۱۷۴؛ ینابیع المودۃ ص/۴۰ (ج/۱ص/۳۸ باب ۴)

مندرجہ ذیل علماء نے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۱)

(ب)

۱۸۔ براء بن عاذب انصاری اوسی۔کوفہ میں رہتے تھے، ۷۲ھ میں انتقال کیا، ان کی حدیث مندرجہ ذیل کتب میں ہے:

مسند احمد میں دو طریقوں سے، اول میں عفان اور دوسرے میں عدی ہیں۔(۲)

سنن ابن ماجہ، اس میں ابن حدیمان کی روایت ہے۔ براء کہتے ہیں کہ ہم حج اکبر میں رسول اللہؐ کے ساتھ تھے آپ ایک جگہ ٹھہرے نماز جماعت کے بعد علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنین کی جانوں پر ان سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں؟ سب نے تائید کی تو فرمایا: یہ علیؑ بھی مومنین کا ولی ہے جس کا میں ولی ہوں۔ خدایا! تو اس کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ۔(۳) اس کے علاوہ بے شمار علماء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔(۴)

۱۔ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد ج ۷ ص ۳۷۷؛ ابن قتیبہ دینوری: المعارف ص ۲۹۱ (ص ۵۸۰)؛ ابن عقدہ، حدیث الولایہ میں؛ ابو بکر جعابی، نخب میں؛ خطیب خوارزمی، مقتل الامام الحسین ج ۱ ص ۴۸؛ سیوطی تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴ (ص ۱۵۸) المعجم الاوساط ج ۳ ص ۱۳۳ حدیث نمبر ۲۲۷؛ متقی ہندی، کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۴، ۴۰۳ (ج ۱۱ ص ۶۰۹ حدیث نمبر ۳۲۹۵۰، ج ۱۳ ص ۱۵۷ حدیث نمبر ۳۶۴۸۶؛ بدخشی، نزل الابرار ص ۲۰ (ص ۵۳)؛ جزری، اسنی المطالب ص ۴ (ص ۴۸) (ص ۵۳)

۲۔ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۸۱ (ج ۵ ص ۳۵۵ حدیث نمبر ۱۸۰۱۱)

۳۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۱-۲۹ (ج ۱ ص ۴۳ حدیث نمبر ۱۱۶)

۴۔ خصائص نسائی ص ۱۶ (ص ۱۰۲ حدیث نمبر ۸۸ نسائی ہی کی سنن کبریٰ ج ۵ ص ۱۳۲ حدیث نمبر ۸۴۷۳)؛ تاریخ بغدادی ج ۱۴ ص ۲۳۶؛ تفسیر طبری ج ۳ ص ۴۲۸؛ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۲۰ ص ۴۸۴ نمبر ۴۰۸۹؛ (الکشف والبیان معروف بہ تفسیر ثعلبی تفسیر آیہ ۶۷ سورۂ مائدہ)؛ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۷۳ (القسم الثالث ص ۱۰۹۹ نمبر ۱۸۵۵)؛ الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۶۹ (ج ۳ ص ۱۱۴)؛ مناقب خوارزمی ص ۹۴ (ص ۱۵۵ حدیث نمبر ۱۸۳)؛ الفصول المہمہ ص ۲۵ (ص ۴۰)؛ ذخائر العقبیٰ ص ۶۷؛ کفایۃ الطالب ص ۱۴ (ص ۵۸ باب ۱)؛ تفسیر کبیر معروف بہ تفسیر رازی ج ۳ ص ۶۳۶ (ج ۱۲ ص ۵۰-۴۹)؛ تفسیر نیشاپوری ج ۶ ص ۱۹۴؛ نظم درر السمطین (ص ۱۰۹)؛ الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۲ ص ۵۵۵ (ج ۲ ص ۶۴۲ حدیث نمبر ۹۰۰۰)؛ مشکوۃ المصابیح ص ۵۵۷ (ج ۳ ص ۳۶۰ حدیث نمبر ۶۱۰۳)؛ شرح دیوان امیر المومنین (ص ۴۰۶)؛ فرائد السمطین (ج ۱ ص ۶۴ باب ۹ حدیث نمبر ۳۰) میں پانچ سلسلوں سے حدیث غدیر کی روایت ہے؛ کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۲ (ج ۱۱ ص ۶۰۲ حدیث نمبر ۳۲۹۰۴، ج ۱۳ ص ۱۳۳ حدیث نمبر ۳۶۴۴۰) میں بحوالہ سنن حافظ ابن شیبہ مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱۲ ص ۷۸ حدیث نمبر ۱۲۱۶۷)

البدایہ والنہایہ ابن کثیر میں ابن ماجہ، حافظ عبدالرزاق، حافظ ابویعلی موصلی، حافظ حسن بن سفیان اور ابن جریر طبری کی سند سے، اس طریق روایت میں معمر، ابن جدعان اور عدی کی سند ہے، وہ براء سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ غدیر خم میں پہونچے، اس کے بعد نماز اور اولی بالتصرف کا اقرار چار مرتبہ اس کے بعد حدیث غدیر اور دعائے ولایت کا ذکر ہے، بعد میں عمر بن الخطاب نے تہنیت پیش کی، حافظ ابومحمد عاصی زین الفتی میں ابوبکر جلدب سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

نزل الابرار میں بطرق احمد ابونعیم کے سلسلے سے بحوالہ فضائل الصحابہ براء ہی سے روایت ہے۔(۲) خطط مقریزی، مناقب الثلاثہ، روح المعانی، تفسیر المنار، اور اسنی المطالب جزری میں حدیث غدیر کے راوی براء ہیں۔(۳)

۱۹۔ بریدہ بن الحصیب ابوسہل اسلمی۔ متوفی ۶۳ھ، ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں: مستدرک حاکم، حلیۃ الاولیاء، استیعاب، مقتل خوارزمی، تاریخ الخلفاء، جامع الصغیر، کنز العمال، مفتاح النجا، نزل الابرار، تفسیر منار۔(۴)

(ث، ج)

۲۰۔ ابوسعید ثابت بن ودیعہ انصاری خزرجی مدنی۔ حضرت علیؑ کی حلفیہ گواہ طلبی (مناشدہ) کے موقع پر انھوں نے بھی گواہی دی تھی، ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اس کی

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۰۹ (حوادث ۱۰ھ، ج/۷ص/۳۸۶ حوادث ۴۰ھ)

۲۔ نزل الابرار ص/۱۹ (ص/۵۲۔۵۳)

۳۔ خطط مقریزی ج/۲ص/۲۲۲؛ مناقب ثلاثہ (ص/۱۹)؛ روح المعانی ج/۲ص/۳۵۰ (ج/۶ص/۱۹۴)؛ تفسیر المنار ج/۶ ص/۴۶۴)؛ اسنی المطالب ص/۳ (ص/۵۳)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین ج/۳ص/۱۱۰ (ج/۳ص/۱۱۹ حدیث نمبر ۸۵۷۸)؛ حلیۃ الاولیاء ج/۴ص/۲۳؛ الاستیعاب ج/۲ص/۴۷۳ (القسم الثالث ص ۱۰۹۹ نمبر ۱۸۵۵)؛ مقتل خوارزمی (ج/۱ص/۴۸)؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴ (ص ۱۵۸)؛ جامع الصغیر ج/۲ص/۵۵۵ (ج/۲ص/۶۴۲ حدیث نمبر ۹۰۰۰)؛ کنز العمال ج/۶ص/۳۹۷ (ج/۱۳ص/۱۳۴ حدیث نمبر ۳۶۴۲۲) ؛ مفتاح النجا (ص/۴۵ باب/۳ فصل ۱۴؛ نزل الابرار ص/۲۰ (ص/۵۳)؛ تفسیر المنار ج/۶ص/۴۶۴

روایت کی۔ تاریخ آل محمدؐ میں انھیں راویان حدیث غدیر میں شمار کیا گیا ہے۔(۱)

۲۱۔ جابر بن سمرہ بن جنادہ ابوسلیمان سوائی۔ کوفے میں قیام تھا، ان کا انتقال ۷۰ھ یا ۷۴ھ میں ہوا۔ (۲) مندرجہ ذیل کتب میں ان کی روایت ہے: حدیث الولایۃ ابن عقدہ، مقتل خوارزمی، کنز العمال متقی۔(۳)

۲۲۔ جابر بن عبداللہ انصاری۔ انھوں نے ۹۴ سال عمر پائی، ۷۳، ۷۴ یا ۷۸ میں مدینہ میں انتقال کیا، ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ میں ان کی جس روایت کا ذکر کیا ہے اس تقریر میں مقام حدیثِ ثقلین اور حدیث ِولایت کا ذکر ہے۔

جعابی نے نخب میں، استیعاب میں ابن عبدالبر نے، اسماء الرجال میں ابی الحجاج نے، اس کے علاوہ تہذیب التہذیب اور کفایۃ الطالب میں ان کی روایت ہے۔ (۴) آخر الذکر کے اسناد میں مشائخ ہیں، اسی کی روایت حموینی نے فرائد اور ابن کثیر نے البدایہ میں کی ہے۔(۵)

کنز العمال متقی، جواہر العقدین سمہودی، ینابیع المودہ قندوزی اور الاکتفاء وصابی میں بھی ہے۔(۶)

ابن بطریق کے بقول حافظ ابن مغازلی نے بکر بن مواد، قبیصہ بن ذویب، ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن اور جابر سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ ''ہم رسولؐ کے ساتھ خم میں فروکش ہوئے تو لوگ آپؐ سے دور ہٹنے لگے... آپ نے علیؑ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو مجتمع کریں، پھر آپ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر حمد وثنائے

۱۔ اسد الغابۃ ج۳ص/۳۰۷، ج/۵ص/۲۰۵ (ج/۳ص/۴۶۹نمبر ۳۳۴۱)؛ تاریخ آل محمد ص/۶۷
۲۔ الاصابۃ ج/۱ص/۲۱۲نمبر 1018
۳۔ مقتل خوارزمی (ج/۱ص/۴۸فصل۴)؛ کنز العمال ج/۶ص/۳۹۸ (ج/۱۳ص/۱۳۶حدیث نمبر ۳۶۴۳۰)
۴۔ الاستیعاب ج/۲ص/۴۷۳ (القسم الثالث ص۱۰۹۹نمبر ۱۸۵۵)؛ تہذیب الکمال (ج/۲۰ص/۴۸۴نمبر ۴۰۸۹)؛ تہذیب التہذیب ج/۷ص/۳۳۷ (ج/۷ص/۲۹۶)؛ کفایۃ الطالب ص/۱۶ (ص/۶۱باب ۱)
۵۔ فرائد السمطین (ج/۱ص/۶۲حدیث نمبر ۲۹باب ۹سمط ۱)؛ لبدایہ والنھایۃ ج/۵ص/۲۰۹ (ج/۵ص/۲۳۲حوادث ۱۰ھ)
۶۔ کنز العمال ج/۶ص/۳۹۸ (ج/۱۳ص/۱۳۷حدیث نمبر ۳۶۴۳۰، ۳۶۴۳۳)؛ ینابیع المودۃ ص/۴۱ (ج/۱ص/۳۹باب ۴)

الٰہی کے بعد فرمایا: لوگو! تم مجھ سے یوں دور بھاگ رہے ہو جیسے مجھ سے زیادہ تمھیں وہ درخت محبوب ہے ،لیکن علیؑ کا درجہ خدا کے نزدیک وہی ہے جو میرا ہے خدا بھی اس سے اسی طرح راضی ہے جیسے میں راضی ہو ں ، کیونکہ وہ میرے قریب اور میری محبت کے مقابلے میں دوسری کوئی چیز اختیار نہیں کرتا ، اس کے بعد حدیث ولایت فرمائی ۔(۱)

جابر کا بیان ہے کہ پھر لوگ روتے ہوئے رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے ،معذرت میں ایک دوسرے سے بازی لئے جارہے تھے کہ یارسول اللہؐ ہم صرف اس لئے دور ہٹے تھے کہ آپ کو کسی قسم کی دشواری نہ ہو، ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں رسول کی ناخوشی سے، آنحضرتؐ ان سے راضی ہو گئے ۔ یہ روایت تفسیر ثعلبی میں بھی ہے۔(۲)

مقتل خوارزمی ،اسنی المطالب اور تاریخ آل محمد میں بھی جابر کی روایات ہیں ۔(۳)

۲۳۔جبلہ بن عمرو۔ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ میں ان سے روایت کی ہے۔

۲۴۔جبیر بن مطعم بن عدی قرشی نوفلی ۔۵۷، ۵۸ یا ۵۹ میں وفات پائی ، تاریخ آل محمدؐ، مودۃ القربیٰ اور ینابیع المودۃ میں ان کی روایات غدیر ہیں ۔(۴)

۲۵۔جریر بن عبداللہ بن جابر بجلی ۔وفات ۵۱ھ یا ۵۴ھ میں ہوئی، حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں بحوالہ معجم کبیر بشر کی روایت نقل کی ہے:

''ہم حجۃ الوداع غدیر خم میں موجود تھے ،نماز کے بعد مہاجرین وانصار کے درمیان رسولؐ نے کھڑے ہو کر لوگوں سے پوچھا: تم کس چیز کی گواہی دیتے ہو۔ جب کلمہ کا اقرار لے چکے تو علیؑ کا بازو پکڑ کر اٹھایا پھر بازو چھوڑ کر کہنیوں کو پکڑا پھر حدیث ولایت اور دعا فرمائی ، اس کے بعد فرمایا: خدایا! دو صالح بندوں کے بعد زمین پر میں کسی کو امین نہیں پاتا تو ہی اس کام کو پورا کر۔ بشر کا بیان ہے کہ میں نے

۱۔العمدۃ ص ر۵۳ (ص ر۱۰۷ حدیث نمبر۳۷)؛ مناقب ابن مغازلی (ص ر۲۵ حدیث نمبر۳۷)

۲۔الکشف والبیان تفسیر آیہ ۶۷ سورۂ مائدہ

۳۔مقتل خوارزمی (ج ر۱ ص ر۴۸)؛ اسنی المطالب ص ر۳ (ص ر۴۸)؛ تاریخ آل محمد ص ر۶۷؛

۴۔تاریخ آل محمد ص ر۸؛ مودۃ الثانیہ؛ ینابیع المودۃ ص ر۳۱، ۳۳۶ (ج ر۱ ص ر۳۰ باب ۴، ج ر۲ ص ر۷۱ باب ۵۶)

پوچھا دو صالح بندے کون؟ انھوں نے کہا: مجھے نہیں معلوم''۔(۱)

سیوطی نے تاریخ الخلفاء، ابن کثیر نے بدایہ، متقی نے کنز العمال، وصابی نے اکتفا، بدخشی نے مفتاح النجا اور خوارزمی نے مقتل میں بھی ان کی روایات لکھی ہیں۔(۲)

۲۶۔ابوذر جندب بن جنادہ غفاری۔متوفی ۳۱ھ ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں:

ولایۃ ابن عقدہ، نخب جعابی، فرائد السمطین، مقتل خوارزمی، اسنی المطالب جزری۔(۳)

۲۷۔ابوجنیدہ جندع بن عمرو بن مازن انصاری۔ابن اثیر نے اسد الغابہ میں عبداللہ العلاء، زہری سعید، خباب، ابی عنفوانہ مازنی اور وہ جندع سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کو فرماتے سنا، میری طرف جھوٹ کی نسبت دینے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے اور میں کہنے سے خاموش نہیں رہوں گا آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع کی واپسی میں غدیر کے مقام پر حدیث ولایت ارشاد فرمائی۔

عبداللہ بن علاء نے زہری سے سوال کیا: ''شام میں علیؑ پر سب وشتم ہوتا ہے، وہاں یہ حدیث کیوں نہیں بیان کرتے؟

جواب میں عبداللہ نے کہا:

''خدا کی قسم! میرے پاس فضائل علیؑ میں اس قدر احادیث ہیں کہ اگر بیان کروں تو قتل کر دیا جاؤں''۔اس روایت کو مشائخ ثلاثہ نے بیان کیا ہے۔(۴)

شیخ محمد صدر العالم کی معارج العلی اور تاریخ آل محمدؐ میں بھی جندع کی حدیث غدیر موجود ہے۔(۵)

۱۔مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۶؛ المعجم الکبیر (ج/۲ص/۳۵۷) حدیث نمبر ۲۵۰۵)

۲۔تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۷ص/۳۴۹ (ج/۷ص/۳۸۶ حوادث ۴۰ھ)؛ کنز العمال ج/۶ص/۱۵۴، ۳۹۹ (ج/۱۱ص/۶۰۹ حدیث نمبر ۳۲۹۴۸، ج/۱۳ص/۱۳۸ احدیث نمبر ۳۶۴۳۷)؛ مفتاح النجا (ج/۱ص/۴۵ باب ۳ فصل ۱۴)؛ مقتل خوارزمی ج/۱ص/۴۸

۳۔فرائد السمطین (ج/۱ص/۳۱۵ حدیث نمبر ۲۵۰ باب ۵۸)؛ مقتل خوارزمی (ج/۱ص/۴۸)؛ اسنی المطالب ص۴ (ص۴۸)

۴۔اسد الغابہ ج/۱ص۳۰۸ (ج/۱ص۳۶۴ نمبر ۸۱۲)

۵۔تاریخ آل محمد ص/۶۷

(ح)

۲۸۔حبہ بن جوین۔ابوقدامہ عرنی بجلی،متوفی ۷۶ یا ۷۹ھ،ہیثمی نے ان کو معتبر مانا ہے خطیب نے ان کا تابعین کے زمرے میں ذکر کر کے ثقہ ہونے کی تائید کی ہے۔(۱)

ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں:

ابن عقدہ کی حدیث الولایت،دولابی کی الکنی والاسماء،مغازلی کی مناقب اور ابن اثیر کی اسد الغابہ میں یعقوب کی سند سے ان کی حدیث غدیر لکھی ہے اور اس حدیث کو ابن حجر نے اصابہ اور قندوزی نے ینابیع میں ذکر کیا ہے۔(۲)

۲۹۔حبشی بن جنادہ سلولی۔کوفے کے باشندے تھے،مناشدہ رحبہ میں موجود تھے،ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں: حدیث الولایۃ ابن عقدہ،اسد الغابہ ابن اثیر،ریاض النضرہ طبری،جمع الجوامع سیوطی،کنز العمال متقی،البدایہ والنہایہ ابن کثیر اور حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ان سے روایات نقل کی ہیں،سیوطی کی تاریخ الخلفاء بدخشی کی نزل الابرار،مفتاح النجا،الاکتفا اور اسنی المطالب میں حبشی راویان حدیث میں شمار ہے کیا ہے۔(۳)

۳۰۔حبیب بن بدیل بن ورقاء خزاعی۔ان کی روایات مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہیں: ابن عقدہ/حدیث الولایۃ،ابن اثیر نے اسد الغابہ اور ابن حجر نے اصابہ۔حبیب بھی حدیث رکبان کی ایک فرد تھے۔(۴)

۱۔مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۳؛ تاریخ بغدادی ج/۸ص/۲۷۶

۲۔الکنی والاسماء ج/۲ص/۸۸؛ مناقب ابن مغازلی (ص/۲۰حدیث نمبر۲۷)؛اسد الغابۃ ج/۱ص/۳۶۵۷؛الاصابۃ ج/۱ص/۳۷۲

۳۔ینابیع المودۃ ص/۳۴(ج/۱ص/۳۸باب۴)؛اسد الغابہ ج/۱ص/۳۶۷،ج/۵ص/۲۰۵(ج/۱ص/۶۹۴نمبر۳۳۳۱)ریاض النضرۃ ج/۲ص/۱۶۹(ج/۳ص/۱۱۴)؛جامع الاحادیث(ج/۲ص/۱۰۲احدیث نمبر۴۱۹۰)؛کنز العمال ج/۶ص/۱۵۴(ج/۱۱ص/۶۰۹حدیث نمبر۳۲۹۴۶)؛البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۱۱،ج/۷ص/۳۴۹(ج/۵ص/۲۳۲حوادث ۱۰ھ،ج/۷ص/۳۸۶حوادث ۴۰ھ)؛مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۶؛تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴(ص/۱۵۸)(۲۱)نزل الابرار ص/۲۰(ص/۵۳)؛مفتاح النجا ص/۲۵باب ۳فصل ۱۴؛اسنی المطالب ص/۴(ص/۴۸)

۴۔اسد الغابہ ج/۱ص/۳۶۸(ج/۱ص/۴۲۱نمبر۱۰۳۸)؛الاصابہ ج/۱ص/۳۰۴

۳۱۔ حذیفہ بن اسید ابو سریحہ غفاری۔ اصحاب بیعت رضوان میں ہیں ۴۱ھ یا ۴۰ھ میں انتقال کیا، ابن عقدہ کی حدیث الموالات اور ینابیع المودۃ میں بحوالہ سمہودی ان کی روایت ہے اس میں حدیث غدیر اور حدیث ثقلین کا بیان ہے۔ اسے ابن عقدہ نے دوسرے طرق سے بھی بیان کیا ہے۔ (۱)

طبرانی کی الکبیر اور ضیا کی مختارہ کے علاوہ صحیح ترمذی نے بھی اس حدیث کو لکھ کر صحیح و حسن ہونے کی توثیق کی ہے۔ (۲)

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اور حموینی نے فرائد میں ابو عمرو، ابونعیم، ابوموسیٰ جیسے حفاظ کی سند سے اور ابن صباغ مالکی نے فصول المہمہ میں عجلی کی سند سے بحوالہ الموجز فی فضائل الخلفاء الاربعہ میں پوری حدیث نقل کی ہے۔ (۳)

مناقب ثلاثہ، بدایہ والنہایہ، صواعق ابن حجر، سیرۂ حلبیہ، نوادر الاصول ترمذی، طبرانی، کبیر نے بھی ان سے روایت لی ہے جیسا کہ مفتاح النجا میں مذکور ہے۔ (۴)

قرمانی کی اخبار الاول، سیوطی کی تاریخ الخلفاء، خطیب کی مقتل اور قاضی کی تاریخ آل محمدؐ میں بھی حذیفہ کو راویان حدیث غدیر میں شمار کیا گیا ہے۔ (۵)

۳۲۔ حذیفہ بن یمان الیمانی۔ متوفی ۳۶ھ ان کی روایت مندرجہ ذیل کتب میں ہیں: حدیث الولایۃ ابن عقدہ، نخب جعابی، دعاۃ الہداۃ حسکانی، اسنی المطالب جزری۔ (۶)

۱۔ ینابیع المودۃ ص/۳۸ (ج/۱ص/۳۷ باب۴)؛

۲۔ المعجم الکبیر (ج/۳ص/۱۸۰ حدیث نمبر۳۰۵۲)؛ سنن ترمذی ج/۲ص/۲۹۸ (ج/۵ص/۵۹۱ حدیث نمبر۳۷۱۳)

۳۔ اسد الغابہ (ج/۶ص/۱۳۶ نمبر۵۹۴۰)؛ فرائد السمطین (ج/۲ص/۲۷۴ حدیث نمبر۲۱۲ باب۵۵)؛ الفصول المہمۃ ص/۲۵ (ص/۴۰)

۴۔ مناقب ثلاثہ ص/۱۹؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۱۰۹، ج/۷ص/۳۴۸ (ج/۵ص/۲۳۱ حوادث ۱۰ھ، ج/۷ص/۳۸۵ حوادث ۴۰ھ)؛ الصواعق المحرقہ ص/۲۵ (۴۳)؛ السیرۃ الحلبیۃ ج/۳ص/۳۰۱ (ج/۳ص/۲۷۴)؛ نوادر الاصول (ج/۱ص/۱۶۳، اصل ۵۰)؛ المعجم الکبیر (ج/۳ص/۱۸۰ حدیث نمبر۳۰۵۲)؛ مفتاح النجا (ص/۴۴ باب۳ فصل۱۴)

۵۔ اخبار الدول ص/۱۰۲؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴؛ تاریخ آل محمد ص/۶۸

۶۔ اسنی المطالب ص/۴ (ص/۴۸)

۳۳۔**حسان بن ثابت**۔پہلی صدی ہجری کے شعراء غدیر میں ان کے مکمل حالات درج ہیں۔

۳۴۔**امام حسن مجتبیٰؑ**۔ابن عقدہ اور جعابی وخوارزمی نے آپ کو راویان حدیث غدیر میں شمار کیا ہے

۳۵۔**امام حسینؑ شہید کربلا**۔آپ کی روایات ابن عقدہ کی حدیث الولایہ اور نخب جعابی کے علاوہ مقتل خوارزمی میں ہے۔حافظ عاصمی نے زین الفتیٰ میں روایت کی ہے جسے حافظ مغازلی نے مناقب اور حافظ ابونعیم نے حلیہ میں بھی درج کیا ہے۔(۱)

امام حسینؑ کا احتجاج اپنے محل پر آئے گا۔

(خ)

۳۶۔**ابوایوب خالد زید انصاری**۔۵۰، ۵۱یا۵۲ ہجری میں غزوہ روم میں شہید ہوئے۔

ان سے مندرجہ ذیل علماء نے روایت کی ہے: ابن عقدہ، جعابی، محب الدین طبری، ابن اثیر، ابن کثیر، سیوطی، متقی ہندی، ابن حجر عسقلانی، بدخشی، اور جزری وغیرہ۔(۲)

۳۷۔**ابوسلیمان خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی**۔۲۱یا۲۲ ہجری میں وفات پائی۔جعابی نے مناقب میں ان سے روایت لی ہے۔

۳۸۔**خزیمہ بن ثابت الانصاری**۔ذوالشہادتین ۳۸ھ میں جنگ صفین میں شہید ہوئے، ان کی روایت مندرجہ ذیل علماء نے کی ہے: ابن عقدہ، جعابی، سمہودی، ابن اثیر، جزری اور قاضی۔(۳)

۳۹۔**ابوشریح خویلد** (معروف بہ) ابن عمرو خزاعی: مدینہ میں سکونت پذیر تھے، ۶۸ھ میں وفات

۱۔(ذہبی کی کتاب الغدیر حدیث نمبر۶۴؛ مقتل خوارزمی (ج۱/ص۴۸)؛ حلیۃ الاولیاء ج۹/ص۶۴

۲۔الریاض النضرۃ ج۲/ص۱۶۹(ج۳/ص۱۱۳)؛ اسد الغابہ ج۵/ص۶(ج۵/ص۲۹۶ نمبر۵۱۶۲، ج۳/ص۴۶۹ نمبر ۳۳۴۱، ج۶/ص۱۳۰ نمبر ۵۹۲۶)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۵/ص۲۰۹(ج۵/ص۲۳۱ حوادث ۱۰ھ)؛ جامع الاحادیث (ج۷/ص۳۶۹ حدیث نمبر۲۳۰۳) تاریخ الخلفاء ص۱۱۴(ص۱۵۸)؛ کنز العمال ج۲/ص۱۵۴(ج۱۱/ص۶۰۹ حدیث نمبر ۳۲۹۵۰)؛ الاصابہ ج۷/ص۷۸۰، ج۶/ص۲۲۳(ج۴/ص۸۰ نمبر۴۷۸)(۲۷) نزل الابرار ص۲۰(ص۵۳)

۳۔اسنی المطالب ص۴(ص۴۸)؛ جواہر العقدین (ص۱۷۱)؛ اسد الغابہ ج۳/ص۴۶۹ نمبر۳۳۴۱)(۳۱) اسنی المطالب ص۴(ص۴۸)؛ تاریخ آل محمد ص۶۷

پائی، یہ مناشدہ رحبہ میں موجود تھے۔

(ر۔ز)

۴۰۔رفاعہ بن عبد المنذر انصاری۔ان کی روایات ابن عقدہ، جعابی اور منصور رازی نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔

۴۱۔زبیر بن العوام قرشی۔ ۳۶ھ میں مارے گئے۔ان سے حسب ذیل علماء نے حدیث لی ہے :ابن عقدہ، جعابی، منصور رازی، ابن مغازلی، جزری۔(۱)

۴۲۔زید بن ارقم انصاری خزرجی۔وفات ۶۶ھ میں ہوئی، احمد بن حنبل نے مسند میں ان سے روایت لی ہے، ابن نمیر، عبد الملک عطیہ عوفی نے زید بن ارقم سے پوچھا: میرا ایک داماد ہے جو حدیث غدیر بیان کرتا ہے اسے آپ سے سننا چاہتا ہوں، زید نے کہا: تم عراق والے کینہ توز ہو، میں نے کہا :میری طرف سے کوئی اندیشہ نہ کیجئے۔اس اطمینان کے بعد انھوں نے پوری حدیث غدیر بیان کی۔عطیہ نے پوچھا: اس موقع پر حضورؐ نے اللھم وال من والاہ بھی فرمایا تھا۔زید نے جواب دیا: میں تو تم سے اسی طرح بیان کرتا ہوں جس طرح میں نے سنا ہے۔(۲)

اس طرح خصائص میں قتیبہ بن سعید، ابن ابی عدی، عوف، ابو عبد اللہ میمون اور انھوں نے زید بن ارقم سے......(۳).اس حدیث کو دولابی نے الکنی والاسماء میں، احمد بن شعیب، قتیبہ بن سعید، ابن ابی عوف، میمون انھوں نے زید سے۔(۴)

صحیح مسلم میں ابن حبان، یزید ابن حبان، انھوں نے زید سے۔(۵)

حافظ بغوی اور حافظ ترمذی نے بھی اس حدیث کو لکھ کر کہا ہے کہ یہ حسن اور صحیح ہے۔(۶)

۱۔مناقب ابن مغازلی (ص/۲۷ حدیث نمبر ۳۹)؛ اسنی المطالب ص/۳ (ص/۴۸)

۲۔مسند احمد بن حنبل ج/۴ ص/۳۶۸ (ج/۵ ص/۴۹۴ حدیث نمبر ۱۸۷۹۳) ص/۴ ص/۳۷۲ (ج/۵ ص/۲۰۵)

۳۔خصائص نسائی ص/۱۵۔۱۶ (ص/۱۰۰ حدیث نمبر ۸۴)، سنن نسائی ج/۵ ص/۱۳۲ حدیث نمبر ۸۴۶۹)

۴۔الکنی والاسماء ج/۲ ص/۶۱ ۵۔صحیح مسلم ج/۲ ص/۳۲ (ج/۵ ص/۲۵ حدیث نمبر ۳۶ کتاب فضائل الصحابہ)

۶۔مصابیح السنہ ج/۲ ص/۱۹۹ (ج/۴ ص/۱۷۲ حدیث نمبر ۴۷۶۷)؛ سنن ترمذی ج/۲ ص/۲۹۸ (ج/۵ ص/۵۹۱ حدیث نمبر ۳۷۱۳)

مستدرک حاکم میں ابوالحسین محمد بن احمد بن تمیم حنظلی ، ابوقلابہ عبدالملک بن محمد الرقاشی ، یحییٰ بن حماد ، ابومصر احمد بن سہل ، فقیہ بخاری ، حافظ بغدادی ، خلف بن سالم ، ابوعوانہ ، سلیمان بن اعمش ، حبیب بن ثابت ، ابوالطفیل انھوں نے زید بن ارقم سے حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس روایت میں رسولؐ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد '' ما شاء الله ان يقول '' فرمایا۔ اس کے بعد حدیث ثقلین اور اپنی اولویت کا تین بار اقرار لے کر حدیث غدیر فرمائی۔(۱) مستدرک میں محمد بن علی شیبانی کوفی کی بھی روایت ہے احمد بن حازم غفاری ابونعیم ، کامل ابوالعلا ، حبیب بن ابی ثابت ، یحییٰ بن جعدہ کے واسطے سے زید سے روایت کی ہے۔

حافظ عاصمی کی سند میں شیخ احمد بن اسحاق بن جمع ، علی بن حسین بن علی ، محمد بن حسین بن قاسم ، محمد بن اکرام ، علی بن اسحاق ، حبیب بن حسیب ، ابی اسحاق ہمدانی عمرو انھوں نے زید بن ارقم سے۔ اس میں حدیث غدیر اور دعا کے بعد علیؑ سے فرمایا: میں تم کو چند کلمات سکھادوں جس سے دعا کرو تو ایک ریگستان کے برابر بھی گناہ دھل جائیں ، حالانکہ تم پہلے ہی آمرزیدہ ہو۔ وہ دعا ہے: ''اللهم لا اله الا انت تباركت سبحانك و رب العرش العظيم '' اس حدیث کو فرائد اور طبری نے ریاض میں میبندی نے شرح دیوان علی ، ذہبی نے تلخیص میں نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے۔(۲) میزان الاعتدال میں عندر سے روایت ہے انھوں نے شعبہ ، میمون ، زید بن ارقم......(۳)

ابن صباغ نے فصول میں ترمذی و زہری سے اس کی روایت کی ہے۔(۴)

اسی کو ابن طلحہ نے مطالب السؤل میں ترمذی سے ، حافظ ابوبکر ہیثمی نے مجمع میں احمد طبرانی اور بزاز کے طریق سے۔ اسی مجمع میں دوسری جگہ بھی اسی سند سے بدلے ہوئے الفاظ کے ساتھ روایت

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۰۹ (ج ۳ ص ۱۱۸ حدیث نمبر ۴۵۷۶ و حدیث نمبر ۴۵۷۷ ، ج ۳ ص ۶۱۳ حدیث نمبر ۶۲۷۲)

۲۔ فرائد السمطین (ج ۱ ص ۳۱۵ حدیث نمبر ۲۵۰؛ الریاض النضرۃ ج ۳ ص ۱۱۳؛ تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۵۳۳ (ج ۳ ص ۶۱۳ حدیث نمبر ۶۲۷۲)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۲۴ (ج ۴ ص ۲۳۵ نمبر ۸۹۷۱)

۴۔ الفصول المہمہ ص ۲۴ (ص ۳۹)

ہے۔(۱)

زید بن ارقم کی روایت کو حافظ زرقانی مالکی وضیاء مقدسی نے صحیح مان کر نقل کیا ہے۔(۲) خطیب خوارزمی نے مناقب میں حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، انھوں نے حافظ محمد بن یعقوب، احمد بن سہل، صالح بن محمد بغدادی، خلف بن سالم، یحیٰ بن حماد، ابوعوانہ، سلیمان اعمش، حبیب بن ثابت، ابی طفیل اور انھوں نے زید بن ارقم کی سند سے، الفاظ خصائص نسائی کے ہیں۔(۳) ابن عبدالبر نے استیعاب میں، ابوالحجاج نے تہذیب الکمال میں، ابن کثیر شامی نے البدایہ میں صحیح اور جید سند کے ساتھ حدیث کی روایت کی ہے۔(۴) بدایہ کی ساتویں جلد میں غدر کے طریق سے ہے متذکرہ کتاب میں احمد کے سلسلے سے نقل کر کے کہا کہ اس حدیث کو ایک بڑی جماعت نے زید سے روایت کیا ہے اس میں ابواسحاق سبیعی، حبیب الاساف، عطیہ عوفی، ابوعبداللہ شامی اور ابوطفیل عامر بن واثلہ ہیں۔

کفایۃ المطالب میں حافظ گنجی نے بھی احمد کے تین طریقوں سے روایت کی ہے پھر کہتے ہیں کہ حدیث غدیر کو احمد بن حنبل نے اپنی سند میں بیان کیا ہے۔(۵) اگر وہ ایک ہی سند پر اکتفا کرتے تو چون وچرا کی گنجائش نہ تھی چہ جائیکہ ان جیسے امام نے روایت کے سارے طرق جمع کر دیے ہیں۔

اس کے بعد اپنے مشائخ حفاظ اربعہ سے روایت کی ہے وہ ہیں: ابومحمد عبداللہ بن ابی الوفاء باذرائی، عبدالکریم بن عبدالاحمد انصاری، قرج بن عبداللہ قرطبی، نصر اللہ بن ابی بکر، زید سے مزید حدیث غدیر روایت مندرجہ ذیل کتب میں ہیں: جمع الجوامع، تاریخ الخلفاء، جامع الصغیر، تہذیب التہذیب، ریاض

۱۔ مطالب السئول ص/۱۶؛ مجمع الزوائد ج/۹ ص/۱۰۴۔۱۰۵ (ج/۹ ص/۱۶۳)؛ مسند احمد بن حنبل (ج/۵ ص/۵۰۱ حدیث نمبر ۱۸۸۳۸)؛ المعجم الکبیر (ج/۵ ص/۱۶۶ حدیث نمبر ۴۹۷۱)

۲۔ شرح المواہب ج/۷ ص/۱۳

۳۔ مناقب خوارزمی ص/۹۳ (ص/۱۵۴ حدیث نمبر ۴۹۷۱)

۴۔ الاستیعاب ج/۲ ص/۴۷ (القسم الثالث ص/۱۰۹۹ نمبر ۱۸۵۵)؛ تہذیب الکمال (ج/۲۰ ص/۴۸۴ حدیث نمبر ۴۰۸۹) البدایۃ والنہایۃ (ج/۵ ص/۲۳۱ حوادث ۱۰ھ) ج/۷ ص/۳۴۸

۵۔ کفایۃ الطالب ص/۱۴۔۱۵ (ص/۵۹۔۵۸ باب۱)

الصالحین، البیان والتعریف۔(۱) اس کی سند میں سیوطی کا فقرہ بھی نقل ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح: تذکرہ خواص الامہ اور احمد کی الفضائل، محمد بن اسماعیل یمنی نے الروض الندیہ، شرح تحفہ علویہ میں مختلف طریق سند ذکر کر کے لکھا ہے کہ خطبہ غدیر کو علامہ فقیہ الحمید المحلی نے بسند خود زید بن ارقم سے محاسن الازہار میں ذکر کیا ہے پھر زید کا تفصیلی خطبۂ غدیر نقل کیا ہے۔(۲)

اس حدیث کو حرف بہ حرف مغازلی نے مناقب میں لکھا ہے۔(۳) ان کی سند میں ابویعلی علی بن ابی عبداللہ بن العلاف بزاز، عبدالسلام بن عبدالملک بن حبیب بزاز، عبداللہ محمد بن عثمان، محمد بن بکر بن عبدالرزاق، ابوحاتم مغیرہ بن محمد مہبلی، مسلم بن ابراہیم، نوح بن قیس صدانی، ولید بن صالح، زید بن ارقم۔

اس کے علاوہ بدخشانی نے نزل الابرار اور آلوسی نے روح المعانی میں بھی زید بن ارقم سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۴)

۴۳۔ **ابوسعید زید بن ثابت**۔ متوفی ۴۸ھ بعض نے ۵۰ھ کے بعد لکھا ہے ان سے ابن عقدہ، ابوبکر جعابی اور جزری نے روایت کی ہے۔(۵)

۴۴۔ **زید، یزید بن شراجیل انصاری**۔ انھوں نے بھی مناشدہ میں حضرت علیؑ کے سامنے گواہی دی تھی۔ اسے ابن عقدہ، ابن اثیر، ابن حجر، مقتل خوارزمی اور تاریخ آل محمد میں دیکھا جا سکتا ہے۔(۶)

۴۵۔ **زید بن عبداللہ انصاری**۔ ان کی حدیث ابن عقدہ نے باسناد خود لکھی ہے۔

۱۔ جامع الاحادیث (ج۱۶، ص۲۶۲، حدیث نمبر ۷۸۹۷)؛ تاریخ الخلفاء، ص۱۱۴ (ص۱۵۸)؛ الجامع الصغیر ج۲، ص۵۵۵، (ج۲ ص۶۴۲ حدیث نمبر ۹۰۰۰)؛ تہذیب التہذیب ج۷ ص۳۳۷ (ج۷ ص۲۹۶)؛ ریاض الصالحین ص۱۵۲ (ص۱۵۶ حدیث نمبر ۳۴۶)؛ البیان والتعریف ج۲ ص۱۳۶، ۲۳۰ (ج۳ ص۴۷ حدیث نمبر ۱۲۹۰، ص۲۳۳ حدیث نمبر ۱۵۷۶)

۲۔ مشکوٰۃ المصابیح ص۵۵۷ (ج۳ ص۳۶۰ حدیث نمبر ۶۱۰۳)؛ خواص الامہ ص۱۸ (ص۲۹)؛ فضائل الصحابۃ (ج۲ ص۶۸۵ حدیث نمبر ۹۹۲، مسند احمد بن حنبل ج۵ ص۴۹۴ حدیث نمبر ۱۸۷۹۳)؛ الروضہ الندیہ شرح التحفۃ العلویۃ (ص۱۵۸، ۱۵۷)

۳۔ مناقب ابن مغازلی (ص۱۶ حدیث نمبر ۲۳)

۴۔ نزل الابرار ص/۱۹، ۲۱ [ص/۵۳]؛ روح المعانی ج/۲ ص/۳۵ (ج/۶ ص/۱۹۴)

۵۔ اسنی المطالب ص/۴ (ص/۴۸)

(۶) اسد الغابۃ ج/۲ ص/۲۳۳ (ج/۲ ص/۲۹۰ نمبر ۱۸۴۴)؛ الاصابۃ ج/۱ ص/۵۶۷؛ مقتل خوارزمی (ج/۱ ص/۴۸)؛ تاریخ آل محمد ص/۴۷

(س)

۴۶۔ابو اسحاق سعد بن ابی وقاص۔متوفی ۵۴، ۵۵، ۵۶ یا ۵۸ ہجری، نسائی نے خصائص میں مہاجرین سمار بن سلمہ، عائشہ بنت سعد، انھوں نے اپنے باپ سے، اس میں حدیث غدیر کے فقرے ہیں ''یہ میرا ولی ہے میرا قرض ادا کرے گا میں اس کے دوست کا دوست اور دشمن کا دشمن ہوں''۔(۱)

اور چوتھے صفحہ پر عبدالرحمٰن بن سابط سے مروی ہے کہ سعد نے کہا: ''ایک محفل میں لوگوں نے علیؑ کی مذمت کی، میں نے کہا کہ حدیث رسولؐ ہے کہ علیؑ کی تین خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بھی ملتی تو سرخ اونٹوں سے زیادہ مجھے عزیز ہوتی، ان میں اول حدیث منزلت، دوم خیبر میں علم پانا اور تیسرے حدیث غدیر ہے''۔

صفحہ ۱۸ پر مہاجر بن مسمار سے بنت سعد کی روایت حدیث غدیر ہے اس کے بعد عامر بن سعد اور ابن عیینہ عائشہ بنت سعد سے یہی حدیث ہے اس کی روایت عبداللہ بن احمد بن حنبل نے عبداللہ بن صقر سے کی ہے جیسا کہ عمدہ میں ہے۔(۲) ابن ماجہ نے سنن میں عبدالرحمان بن سابط سے سعد کی روایت نقل کی ہے۔(۳)

ایک مرتبہ معاویہ حج کے لئے آیا وہاں سعد سے ملاقات ہوگئی، معاویہ نے علیؑ کے لئے نامناسب باتیں کہیں سعد برافروختہ ہوگئے اور کہا کہ تم اس شخص کے بارے میں ایسی بات کہہ رہے ہو جس کے لئے رسولؐ نے غدیر میں اعلان ولایت کیا اور حدیث منزلت فرمائی اور خیبر میں اس کے ہاتھوں میں خود علم دے کر محبوب خدا ہونے کا اعلان کیا۔

مستدرک حاکم میں ابو ذکریا یحیٰی بن محمد عنبری، ابراہیم بن ابی طالب، علی بن منذر، ابو فضیل، مسلم

۱۔خصائص نسائی ص ر ۳ (ص ر ۲۸ حدیث نمبر ۹، سنن نسائی ج ر ۵ ص ر ۱۰۷ حدیث نمبر ۸۳۹۷)، ص ر ۴ (ص ر ۳۸ حدیث نمبر ۱۲؛ ج ر ۵ ص ر ۱۰۸ حدیث نمبر ۸۳۹۹)، ص ر ۱۸، ۲۵ (ص ر ۱۱۴ حدیث نمبر ۹۶)

۲۔ابن بطریق کی العمدہ ص ر ۴۷ (ص ر ۹۷ حدیث نمبر ۱۲۸)

۳۔سنن ابن ماجہ ج ر ۱ ص ر ۳۰ (ج ر ۱ ص ر ۴۵ حدیث نمبر ۱۲۱)

ملائی، خثیمہ بن عبدالرحمن انھوں نے کہا: سعد سے کسی نے سوال کیا: حضرت علیؑ آپ سے غائبانہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ آپ نے ان کے بارے میں پہلوتہی کی۔ سعد نے کہا: وہ تو بخدا! میری صواب دید تھی لیکن انھوں نے غلطی قرار دی حضرت علیؑ کو تین فضیلتیں ایسی ملی ہیں کہ ان کی ایک بھی میرے لئے دنیا و مافیھا سے بہتر تھی غدیر میں ولایت کا اعلان، خیبر میں آشوب زدہ آنکھوں میں لعاب دہن لگا کر علم حوالے کرنا، اور مسجد سے سب کو نکال کر علیؑ کو ٹھہرنے کا حکم۔(۱)

حافظ ابونعیم نے حلیہ میں شعبہ، حکم، ابی لیلیٰ اور سعد سے تین اہم باتوں میں ......رایت خیبر، حدیث طیر اور حدیث غدیر کا تذکرہ کیا ہے۔(۲)

سعد سے حدیث غدیر کی روایت مندرجہ ذیل علماء نے کی ہے:

ابن عقدہ، سعید بن حسیب، انھوں نے سعد سے؛ عاصمی نے زین الفتی میں ابن عقدہ کے طریق سے؛ طحاوی نے مشکل الآثار میں مصعب بن سعد اور شعبہ بن الحجاج سے(۳)؛ حموینی نے فراید میں عائشہ بنت سعد سے۔(۴)

مقتل خوارزمی، اسنی المطالب جزری، کفایہ گنجی شافعی میں دو حافظوں یوسف ابن خلیل دمشقی اور محمد بن علی نرسی سے اور ان دونوں نے جدعان سے۔(۵)

کفایہ میں سند یوں ہے: ہم کو خبر دی شیخ الشیوخ عبداللہ عمر حمویہ نے دمشق میں حافظ ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ، ابوالفضل فضیلی، احمد بن شداد ترمزی علی بن قادم، اسرائیل، عبداللہ بن شریک، حارث بن مالک کا بیان ہے کہ میں مکہ آیا اور سعد سے ملاقات کر کے ایک فضیلت سننے کی فرمائش کی، انھوں نے کہا: میں نے علیؑ کی چار فضیلتیں اپنی آنکھوں دیکھی ہیں کہ اگر مجھے نصیب ہوتیں تو دنیا بھر کی نعمتوں سے

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج۳ /ص۱۱۶ (ج۳ /ص۱۲۶ /حدیث نمبر ۴۶۰۱)

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج۴ /ص۳۵۶)

۳۔ مشکل الآثار ج۲ /ص۳۰۹

۴۔ فرائد السمطین (ج۱ /ص۷۰ /باب۱۱ حدیث نمبر ۳۷)

۵۔ مقتل خوارزمی (ج۱ /ص۴۸)؛ اسنی المطالب ص۳ (ص۴۸)؛ کفایۃ الطالب ص۱۶ (ص۶۲)

بہتر تھیں تفصیل کے ساتھ چار باتیں ہیں:

۱۔ سورۂ برأۃ کا ابوبکر سے لے کر خود مکہ جانا۔

۲۔ مسجد رسولؐ سے سب کو نکالنا اور علیؑ کو قیام کا حکم دینا۔

۳۔ خیبر کے دن علیؑ کو علم ملنا۔

۴۔ غدیر خم میں رسولؐ نے فصیح و بلیغ خطبے میں علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا۔ (۱)

حافظ گنجی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ (۲) اس کی ابن ماجہ اور ترمذی نے محمد بن یسار اور انھوں نے محمد بن جعفر سے روایت کی ہے۔ (۳)

حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں بزاز سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔ (۴)

ابن کثیر شامی نے بدایہ والنہایہ میں بحوالہ الغدیر طبری، ابوالجوزا، احمد بن عثمان، محمد بن خالد، عثمان، موسیٰ بن یعقوب زمعی صدوق، مہاجر بن مسمار، عائشہ بنت سعد اس کے بعد تبصرہ کیا ہے کہ یہ حدیث حسن وغریب ہے۔ (۵) بدایہ جلد ہفتم میں حسن بن عرفہ عبدی، محمد بن حازم، ابومعاویہ نابینا، موسیٰ بن مسلم سیبائی، عبدالرحمن سابط نے سعد وقاص سے معاویہ کے حج میں سعد سے ملاقات کی تفصیل اور تین فضیلتوں کا بیان ہے۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل محدثین نے بھی سعد سے روایت کی ہے:

جلال الدین سیوطی، جمع الجوامع، تاریخ الخلفاء بروایت طبرانی، متقی ہندی کنز العمال میں بحوالہ فضائل الصحابہ ابونعیم، تاریخ الخلفاء میں جریر طبری نے، وصابی نے الاکتفاء میں بروایت ابن ابی عاصم اور سعید میں منصور، بدخشانی نے نزل الابرار میں طبرانی وابونعیم سے، مقتل خوارزمی وابن مغازلی نے دس

۱۔ کفایۃ الطالب ص/۱۵۱ (ص/۲۸۵)

۲۔ کفایۃ الطالب (ص/۲۸۷ باب ۷۰)

۳۔ سنن ابن ماجہ (ج/۱ ص/۴۵ حدیث نمبر ۱۲۱)؛ سنن ترمذی (ج/۵ ص/۵۹۱ حدیث نمبر ۳۷۱۳)

۴۔ مجمع الزوائد ج/۹ ص/۱۰۷؛ مسند البزاز (ج/۴ ص/۴۱ حدیث نمبر ۱۲۰۳)

۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ ص/۲۱۲ (ج/۵ ص/۲۳۱ حوادث ۱۰)، ج/۷ ص/۳۴۰ (ج/۷ ص/۳۷۶ حوادث ۴۰)

راویان غدیر میں سعد کو بھی شمار کیا ہے۔(۱)

۴۷۔سعد بن جنادہ عوفی والد عطیہ عوفی، ان سے ابن عقدہ، جعابی وخوارزمی نے روایت کی ہے۔

۴۸۔سعد بن عبادہ انصاری خزرجی۔متوفی ۱۴یا۱۵ہجری بارہ نقیبوں میں ایک، ابوبکر جعابی نے نخب میں ان سے روایت کی ہے۔

۴۹۔ابوسعید، سعد بن مالک انصاری خدری۔متوفی ۶۳،۶۴یا۶۵ہجری مزار بقیع میں مدفون ہیں۔

ابن عقدہ نے سہم بن حصین اسدی سے روایت کی ہے کہ میں اور عبداللہ بن علقمہ مکہ چلے گئے، عبداللہ علیؑ پر سب وشتم عرصہ سے کیا کرتا تھا میں نے اس سے کہا: تمھیں ابوسعید خدری سے تعارف ہے اس نے کہا: ہاں! ہم دونوں نے وہاں جا کر پوچھا: کیا آپ کے پاس فضیلت علیؑ کی کوئی بات ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! لیکن جو کہوں اسے مہاجرین وانصار قریش سے دریافت کر لینا۔حضرت رسول خداؐ نے غدیر کے دن فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا:

لوگو! کیا میں مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں؟ تین بار پوچھنے پر سب نے تین بار اقرار کیا پھر علیؑ کو نزدیک بلا کر اتنا بلند کیا کہ سفیدی بغل نمایاں ہوگئی اور کہا: من کنت مولاہ....۔

اس موقع پر بن علقمہ نے ابوسعید خدری سے پوچھا: کیا آپ نے بذات خود اپنے کانوں سے سنا ہے؟

ابوسعید نے کان اور سینے پر ہاتھ مار کر کہا: اسے دونوں کانوں نے سنا اور دل نے یاد کیا ہے۔

عبداللہ بن شریک نے کہا کہ اس واقعہ کے بعد ہمارے پاس ابن علقمہ آئے اور ظہر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوئے اور یوں دشنام علیؑ پر تین بار توبہ کی: ''میں دشنام علیؑ پر توبہ کرتا ہوں اور خدا سے استغفار چاہتا ہوں''۔

۱۔جامع الاحادیث (ج۱۱/ص۲۲۶/حدیث نمبر۳۳۰۹۶)؛ تاریخ الخلفاء ص۱۱۴/(ص۱۵۸/)؛ کنز العمال ج۶/ص۱۵۴/(ج۱۱/ص۶۰۹/حدیث نمبر۳۲۹۵۰، ج۱۳/ص۱۶۲/حدیث نمبر۳۶۴۹۵)؛(۳) تاریخ الخلفاء ص۴۰۵۳؛ نزل الابرار (ص۵۳/۔۵۲)؛ مناقب ابن مغازلی (ص۲۷/حدیث نمبر۳۹)؛ مقتل خوارزمی (ج۱/ص,۴۸)

حافظ بن مردویہ اور حافظ ابونعیم نے بھی ابوسعید سے روایت غدیر کی ہے۔(۱)

حافظ ابوسعید مسعود بن ناصر بجستانی نے کتاب الولایۃ میں اور حافظ ابوالقاسم حسکانی اور حافظ ابو الفتح محمد بن علی نطنزی نے خصائص علویہ میں، حسن بن احمد، احمد بن عبداللہ بن احمد، محمد بن احمد بن علی، محمد بن عثمان بن شیبہ، یحییٰ حمانی، قیس بن ربیع، ابوہارون، انھوں نے ابوسعید خدری سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۲)

اس میں درخت کے کانٹے صاف کرنے، جھاڑو دینے، حدیث رسولؐ، آیۂ اکمال پر رسولؐ کے نعرۂ تکبیر بلند کرنے اور حسانؔ کے نعرے نقل کئے ہیں کہ قریش والو! علیؑ کی ثابت شدہ ولایت کے بارے میں آنحضرتؐ نے جو گواہی دی اسے میری زبان سے سن لو، پھر اشعار پڑھے۔

ان کے علاوہ ابوسعید خدری سے جنھوں نے روایت کی ان کے نام یہ ہیں: تفسیر نیشاپوری؛ فرائد حموینی دو سلسلوں سے عبدی کی روایت؛ مناقب خوارزمی؛ ابن صباغ مالکی فصول المہمہ؛ حافظ ہیثمی، مجمع الزواید؛ تفسیر ابن کثیر؛ البدایہ والنہایہ؛ جمع الجوامع، تاریخ الخلفاء، تفسیر درمنثور، جلال الدین سیوطی، کنز العمال، ملا علی متقی؛ نزل الابرار بدخشانی؛؛ روح المعانی آلوسی؛ تفسیر المنار؛ بدرالدین محمود بن عینی، عمدۃ القاری؛ اسنی المطالب جزری۔(۳)

۵۰۔ سعید بن زید قرشی عدوی۔ متوفی ۵۰۔۵۱ھ عشرہ مبشرہ میں ہیں، ابن مغازلی نے سو اصحاب راویان غدیر میں انھیں بھی شمار کیا ہے۔(۴)

۱۔ ما نزل من القرآن فی علی (ص/۵۶) ۲۔ شواہد التنزیل (ج/۱ص۲۰۱ حدیث نمبر ۲۱۱)

۳۔ تفسیر نیشاپوری ج/۶ص/۱۹۴؛ فرائد السمطین (ج/۱ص۷۲ حدیث نمبر ۳۹)؛ مناقب خوارزمی ص/۸۰ (ص/۱۳۵ حدیث نمبر ۱۵۲)؛ الفصول المہمۃ ص/۲۷ (ص/۴۲)؛ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۸؛ تفسیر ابن کثیر ج/۲ص/۱۴؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۷ ص/۳۴۹۔۳۵۰ (ج/۷ص/۳۸۶ حوادث ۴۰ھ)؛ جامع الاحادیث (ج/۱۹ص/۴۶۷ حدیث نمبر ۱۵۱۱۴)؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴ (/۱۵۸)؛ تفسیر در منثور ج/۲ص/۲۵۹ (ج/۳ص/۱۹۔۱۱۷)؛ کنز العمال ج/۶ص/۳۹۰۔۴۰۳ (ج/۱۳ص/۱۰۴ حدیث نمبر ۳۶۴۱۴، ص/۱۵۷ حدیث نمبر ۳۶۴۸۶)؛ نزل الابرار ص/۲۰ (ص/۵۳)؛ روح المعانی ج/۲ص/۳۴۹ (ج/۶ ص/۱۹۳)؛ تفسیر المنار ج/۶ص/۴۶۳؛ عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری (ج/۱۸ص/۲۰۶)؛ اسنی المطالب ص/۳ (ص/۴۸)

۴۔ مناقب ابن مغازلی (ص/۲۷ حدیث ۲۰۶)

۵۱۔سعید ابن سعید بن عبادہ انصاری۔ابن عقدہ نے کتاب الولایۃ میں ان سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔

۵۲۔ابوعبداللہ سلمان فارسی: متوفی ۳۶۔۳۷ھ ان کی عمر تین سو سال بتائی جاتی ہے۔

ان سے مندرجہ ذیل علماء نے حدیث کی روایت کی ہے: حافظ ابن عقدہ جعابی، جزری اسنی المطالب۔(۱)

۵۳۔ابومسلم سلمہ بن اکوع اسلمی: متوفی ۷۴ھ ابن عقدہ نے ان سے روایت کی ہے۔(۲)

۵۴۔ابوسلیمان سمرہ بن جندب قرازی: حلیف انصار، بصرہ میں انتقال کیا سال مرگ ۵۸۔۵۹۔۶۰ ہے۔ان سے ابن عقدہ جعابی اور جزری نے روایت ہے۔(۳)

۵۵۔سہل بن حنیف انصاری اوسی: متوفی ۳۸ھ، حافظ ابن عقدہ، جعابی اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں روایت کی ہے یہ ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے رحبہ میں حدیث غدیر کی گواہی دی تھی۔

۵۶۔ابوالعباس سہل بن سعد انصاری خزرجی: ساعدی، سو سال کی عمر میں ۹۱ھ میں انتقال کیا مناشدہ میں انھوں نے بھی گواہی دی تھی ان سے سمہودی نے جواہر العقدین میں ابن عقدہ کی سند سے روایت کی ہے ینابیع المودۃ اور تاریخ آل محمدؐ کے مطابق راویان حدیث غدیر میں ہیں۔(۴)

(ص۔ض)

۵۷۔ابوامامہ الصدی بن عجلان باہلی: شام میں رہتے تھے، ۸۶ھ میں انتقال کیا۔ان سے ابن عقدہ نے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔

۱۔(ذہبی کی کتاب الغدیر حدیث نمبر ۱۱۳)؛ اسنی المطالب ص/۴(ص/۴۸)

۲۔(ذہبی کی کتاب الغدیر حدیث نمبر ۱۲۱)

۳۔اسنی المطالب ص/۴(ص/۴۸)

۴۔اسد الغابۃ ج/۳ص/۳۰۷(ج/۳ص/۴۶۹ حدیث نمبر ۲۳۴۱)؛ ینابیع المودۃ ص/۳۸(ج/اص/۳۶ باب ۴)؛ تاریخ آل محمد ص ۶۷

۵۸۔ضمیرہ اسدی: ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ اور کتاب الغدیر میں ان سے روایت کی ہے کتاب الغدیر میں ضمیرہ بن حدید لکھا ہے، حالانکہ ضمیرہ بن جندب یا ضمیرہ بن حبیب ہونا چاہئے۔

(ط)

۵۹۔طلحہ بن عبیداللہ تمیمی ز ۳۶ھ میں بعمر ۶۳ سال جنگ جمل میں مارے گئے، انھوں نے جنگ جمل میں حدیث غدیر کی گواہی دی، مندرجہ ذیل علماء نے ان سے روایت کی ہے:

مسعودی نے مروج الذہب، حاکم نے مستدرک میں، خوارزمی نے مناقب میں ہیثمی نے مجمع، سیوطی نے جمع الجوامع میں، ابن حجر نے تہذیب میں بحوالہ حافظ نسائی، متقی نے کنز العمال میں بحوالہ ابن عساکر و حاکم عاصمی نے زین الفتی میں ھل اتی کی تفسیر کرتے ہوئے محمد بن زکریا، ابوالحسن محمد بن اسماعیل علوی، محمد بن عمر بزاز، عبداللہ بن زیاد مقبری، حفص بن عمر العمری، غیاث بن ابراہیم، طلحہ بن یحیی، ان کے چچا عیسیٰ انھوں نے طلحہ بن عبیداللہ سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۱)

ابن کثیر نے بدایہ میں براء سے روایت کی ہے، لکھا ہے کہ یہ حدیث سعد، طلحہ، جابر، ابوسعید خدری، حبشی بن جنادہ، جریر بن عبداللہ، عمر بن خطاب اور ابو ہریرہ نے بھی روایت کی ہے۔(۲) حافظ مغازلی نے مناقب میں سو راویوں میں سے طلحہ کو بھی شمار کیا ہے۔(۳)

(ع)

۶۰۔عامر بن عمیر نمیری۔ ابن عقدہ اور ابن حجر نے اصابہ میں ان سے روایت کی ہے۔(۴)

۶۱۔عامر بن لیلی بن ضمرہ۔ مندرجہ ذیل علماء نے ان سے روایت غدیر کی ہے:

۱۔ مروج الذہب ج۲ص۱۱ (ج۲ص۳۸۲)؛ المستدرک علی الصحیحین ج۳ص۳۷۱ (ج۳ص۴۱۹ح۵۵۹۴)؛ مناقب خوارزمی ص۱۱۲ (ص۱۸۲ح۲۲۱)؛ مجمع الزوائد ج۹ص۱۰۷)؛ جامع الاحادیث ج۱۷ص۱۳ح۸۹۳۴)؛ تہذیب التہذیب ج۱ص۳۹۱ (ج۱ص۳۴۲)؛ کنزل العمال ج۶ص۸۳، ۱۵۴ (ج۱۱ص۳۳۲ح۳۱۶۶۲)

۲۔ البدایۃ والنہایہ ج۷ص۳۴۹ (ج۷ص۳۸۶ حوادث ۴۰ھ)

۳۔ مناقب ابن مغازلی (ص۲۷ح۳۹)

۴۔ الاصابہ ج۲ص۲۵۵)

ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ میں، ابن اثیر نے اسد الغابہ میں (۱)، ابن صباغ مالکی نے کتاب الموجز سے (۲)، ابن حجر نے اصابہ میں ابن عقدہ کے حوالے سے انھوں نے ابو موسیٰ کی روایت کی بھی نشان دہی کی ہے۔(۳) سمہودی نے ابن عقدہ ابو موسیٰ اور ابو الفتوح سے نقل کیا ہے ان کے سلسلے میں عامر اور حذیفہ بن اسید دونوں ہیں ان کے تفصیل بیان میں رسول کا جحفہ میں قیام، درختوں کے پاس ٹھہر نے سے منع کرنا، جھاڑو دینا، نماز جماعت اور خطبہ نقل ہے، خطبہ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہنے اہل بیتؑ کے لئے حسن سلوک کی تاکید کے بعد لوگوں کو گواہ کر کے حدیث غدیر فرمائی، اس کے آخر میں حدیث ثقلین نقل کی ہے۔

خطیب خوارزمی نے مقتل میں عامر کو راویان حدیث غدیر میں شمار کیا ہے۔

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں عامر کے مقام رحبہ گواہی دینے کی نشان دہی کی ہے۔(۴)

۶۲۔عامر بن لیلی غفاری۔ابن حجر نے اصابہ میں عامر کے ذکر کے بعد عامر غفاری کا علاحدہ تذکرہ کیا ہے۔(۵) ابن مندہ نے بھی علاحدہ ذکر کیا ہے ابن مندہ کی سند میں عمر بن عبداللہ بن لیلی بن مرہ، انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے، حدیث رحبہ کوفہ میں سترہ آدمیوں نے گواہی دی ان میں عامر غفاری بھی تھے۔

ابو موسیٰ نے پہلے عامر کو مانا ہے ابن اثیر نے بھی ان کا قول تسلیم کرتے ہوئے تصحیف کی نشاندہی کی ہے اور اس میں لکھا گیا ہے: اس میں شک نہیں کہ ہر غفاری ہمزہ ہی کے ساتھ منسوب ہے اور غفار بن ملیل بن ضمرہ ان کا سلسلہ ہے لیکن میرے خیال میں ان نسبت کا مخرج مختلف ہونے کی وجہ سے دو عامر ماننا ہی چاہیئے۔(۶)

۱۔اسد الغابہ ج ۳ ص ۹۲ (ج ۳ ص ۱۳۹ نمبر ۲۷۲۷)

۲۔الفصول المھمۃ (۴۰)　　۳۔الاصابہ ج ۲ ص ۲۵۷)

۴۔اسد الغابۃ ج ر ۳ ص ر ۹۳ (ج ر ۳ ص ر ۱۳۹ احدیث نمبر ۲۷۲۷)

۵۔الاصابۃ ج ر ۲ ص ر ۲۵۷

۶۔اسد الغابۃ (ج ر ۲ ص ر ۱۳۹ نمبر ۲۷۲۸)

۶۳۔ابوطفیل عامر بن واثلہ۔متوفی ۱۰۰۔۱۰۲۔۱۰۸یا۱۱۰ھ احمد بن حنبل نے مسند میں علی بن حکیم ،شریک اعمش ،حبیب بن ابی ثابت اور ابوطفیل کے سلسلۂ سند سے زید بن ارقم سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔جلد سوم میں رحبہ کے مناشدہ کی تفصیل ہے۔(۱) خصائص نسائی میں ابوطفیل کے سلسلۂ سند سے زید بن ارقم سے روایت ہے۔(۲)

صحیح ترمذی میں سلمہ بن کہیل سے ابوطفیل کی روایت ہے۔(۳)

عاصمی نے زین الفتی میں فطر سے حدیث مناشدہ کی روایت کی ہے ابن اثیر نے اسد الغابہ میں دو جگہ جلد سوم و پنجم میں، خوارزمی نے مناقب میں، گنجی نے کفایہ میں، اور طبرانی نے ریاض میں، ابن حمزہ دمشقی نے البیان والتعریف میں، ابن کثیر نے بدایہ والنہایہ میں، ابن حجر نے اصابہ میں، ملا علی متقی نے کنز العمال میں، سمہودی نے جواہر العقدین میں، قندوزی نے ینابیع المودۃ میں حدیث غدیر کو ابوطفیل سے نقل کیا ہے۔(۴)

۶۴۔عائشہ بنت ابوبکر بن ابی قحافہ (زوجۂ رسولؐ)۔ان سے ابن عقدہ نے حدیث کی روایت کی ہے۔

۶۵۔عباس بن عبدالمطلب (رسولؐ کے چچا) ۳۲ھ میں وفات پائی، ابن عقدہ و جزری نے روایت کی ہے۔(۵)

۱۔مسند احمد بن حنبل ج۱ص۱۱۸ (ج۱ص۱۹۰ حدیث نمبر ۹۵۵) ج۴ص۳۷۰ (ج۵ص۴۹۸ حدیث نمبر ۱۸۸۱۵)

۲۔خصائص نسائی ص۱۵۔۱۷ (ص۹۶ حدیث نمبر ۷۹، حدیث نمبر ۹۳، سنن نسائی ج۵ص۱۳۰ حدیث نمبر ۸۴۶۴)

۳۔سنن ترمذی ج۲ص۲۹۸ (ج۵ص۵۹۱ حدیث نمبر ۳۷۱۳)

۴۔اسد الغابۃ ج۳ص۹۲ (ج۳ص۱۳۹ نمبر ۲۷۲۷)، ج۵ص۲۷۶ (ج۶ ص۲۵۲)؛ مناقب خوارزمی ص۳۹ نمبر ۶۱۶۹ (ص۱۵۴ حدیث نمبر ۱۸۲، ص۳۱۳ حدیث نمبر ۳۱۴)؛ کفایۃ الطالب ص۱۵ (ص۹۳۔۵۶ باب ۱)؛ ریاض النضرۃ ج۲ص۱۶۹ (ج۳ص۱۱۴)؛ البیان والتعریف (ج۳ص۴۷ حدیث نمبر ۱۲۹۰)؛ البدایۃ و النہایۃ ج۵ص۲۱۱، ج۷ص۳۴۶، ۳۴۸ (ج۵ص۲۳۱ حوادث ۱۰ھ ج۷ص۳۸۳، ۳۸۵ حوادث ۴۰ھ)؛ الاصابۃ ج۴ص۱۵۹، ج۶ص۳۹۰ (ج۲ص۲۵۷ نمبر ۴۴۲۱)؛ کنز العمال ج۶ص۳۹۰ (ج۱۳ص۱۰۴ حدیث نمبر ۳۶۳۴۰)؛ ینابیع المودۃ ص۳۸ (ج۱ص۳۶ باب ۴)۔

۵۔اسنی المطالب ص۳ (ص۴۸)

۶۶۔ **عبدالرحمن بن عبدرب انصاری**۔ انھوں نے بھی رحبہ میں گواہی دی تھی ان سے ابن عقدہ نے اور ابن اثیر نے اسد الغابہ جلد سوم و پنجم میں، ابن حجر نے اصابہ اور عبدالرحمن نے تاریخ آل محمدؐ میں حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۱)

۶۷۔ **ابو محمد عبدالرحمن بن عوف قرشی زہری**۔ متوفی ۳۱۔۳۲ھ ان سے روایت ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ، منصور رازی نے کتاب الغدیر، یہ بھی عشرہ مبشرہ میں ہیں، ابن مغازلی نے سو اصحاب رواۃ غدیر میں ان کو بھی شمار کیا ہے۔(۲)

۶۸۔ **عبدالرحمن بن یعمر الدیلی**۔ کوفہ میں قیام تھا ان سے غدیر کی روایت ابن عقدہ اور خوارزمی نے کی ہے۔(۳)

۶۹۔ **عبداللہ بن ابی عبدالاسد مخزومی**۔ ابن عقدہ نے روایت کی ہے۔

۷۰۔ **عبداللہ بن بدیل بن ورقاء**۔ قبیلہ خزاعہ کے سردار، صفین میں شہید ہوئے، حدیث رکبان میں یہ بھی گواہان غدیر میں تھے۔

۷۱۔ **عبداللہ بن بشیر مازنی**۔ ابن عقدہ نے ان سے روایت غدیر کی ہے۔

۷۲۔ **عبداللہ بن ثابت انصاری**۔ مناشدہ میں یہ بھی گواہ تھے، تاریخ آل محمدؐ میں انھیں بھی راویان حدیث غدیر میں شمار کیا گیا ہے۔(۴)

۷۳۔ **عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ ہاشمی**۔ ۸۰ھ میں انتقال کیا۔ ابن عقدہ نے روایت کی ہے۔ معاویہ سے ان کا احتجاج آگے آئے گا۔

۷۴۔ **عبداللہ بن حنطب قرشی مخزومی**۔ سیوطی نے احیاء المیت میں بحوالہ طبرانی حدیث کی روایت کی ہے۔(۵)

۱۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۰۷ (ج ۳ ص ۴۶۹ نمبر ۳۳۴۱) ج ۵ ص ۲۰۵، (ج ۶ ص ۱۳۰ نمبر ۵۹۲۶)؛ الاصابہ ج ۲ ص ۴۰۸؛ تاریخ آل محمد ص ۶۷۔

۲۔ مناقب ابن مغازلی (ص ۲۷ حدیث نمبر ۳۹)

۳۔ مقتل خوارزمی (ج ۱ ص ۴۸)

۴۔ تاریخ آل محمد ص ۶۷

۵۔ احیاء المیت ص ۲۶۰ حدیث نمبر ۳۸

۷۵۔عبداللہ بن ربیعہ۔خوارزمی نے مقتل میں ان سے روایت کی ہے۔(۱)

۷۶۔عبداللہ بن عباس۔متوفی ۶۸ھ خصائص نسائی میں میمون ابن مثنی، ابوالوضاح ابوعوانہ، ابو بلج بن ابی سلیم، عمرو بن میمون انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔(۲)

''میں ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا، آپ کے پاس نو گروہ آئے، ان سے ساتھ چلنے یا خلوت میں بات کرنے کی فرمائش کی، یہ ساتھ چلنے پر راضی ہوئے۔ابن عباس ابھی نابینا نہیں ہوئے تھے، ایک جگہ جمع ہوکر باتیں کیں، ہمیں ان کی باتوں کا علم نہ ہوسکا، وہاں سے ابن عباس دامن جھاڑتے ہوئے آئے اور بولے: افسوس! ان لوگوں نے ایسے پر سب وشتم کیا ہے جس کے دس فضائل کا حامل کوئی نہیں ہے جس کے لئے رسولؐ نے فرمایا: میں علم دے کر ایسے کو روانہ کروں گا جو خدا کو محبوب اور وہ خدا کو دوست رکھتا ہے۔کسی نے لالچی نظر سے حضور کو دیکھا تو رسولؐ نے فرمایا: علیؑ کہاں ہیں؟ کہا گیا: وہ آٹا پیسنے میں لگے ہوئے ہیں۔آپؐ نے فرمایا: کیا ان کے سوا آٹا پیسنے والا نہ تھا؟ ایسے میں علیؑ آئے تو آشوب چشم میں مبتلا تھے، حضورؐ نے لعاب دہن لگایا اور پرچم کو تین بار جھٹکا دے کر علیؑ کے حوالے کیا، علیؑ صفیہ بنت حی کو لے کر واپس ہوئے۔رسولؐ نے فلاں کو سورۂ توبہ دے کر بھیجا، پھر عقب میں علیؑ کو روانہ کیا، رسولؐ نے فرمایا کہ سورۂ توبہ کی تبلیغ کا حق یا مجھے ہے یا جو مجھ سے ہے۔رسولؐ نے اپنے چچازاد بھائیوں سے پوچھا: تم میں کون ہے جو مجھے دنیا و آخرت میں دوست رکھتا ہو؟ سب جواب سے ہچکچائے، علیؑ نے جواب دیا، رسولؐ نے بار بار علیؑ کو نظر انداز کر کے سب سے پوچھا، لیکن ہر بار علیؑ کا جواب ملا تو رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: تم تو دنیا و آخرت میں میرے محبوب ہو۔

علیؑ خدیجہ کے بعد سابق الاسلام تھے۔آیہ تطہیر نازل ہوئی، رسولؐ کے بستر پر سوئے ابوبکر آئے اور رسول کو پکارا علیؑ نے جواب دیا وہ تو بئر میمون کی طرف چلے گئے ان کے پیچھے جاؤ چنانچہ ابوبکر، رسولؐ کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے مشرکین نے آکر علیؑ پر پتھر برسانا شروع کر دئے، جس طرح رسولؐ پر پتھر

۱۔مقتل خوارزمی ج۱ص۴۸

۲۔خصائص نسائی ص۷(ص۴۷حدیث نمبر۲۴، سنن نسائی ج۵ص۱۱۲حدیث نمبر۸۴۰۹)

برساتے تھے، علیؑ بستر پر پہلو بدلتے رہے، صبح تک چادر نہیں سرکائی، صبح کو مشرکین نے علیؑ کی استقامت پر تعجب کا اظہار کیا۔

رسولؐ نے جنگ تبوک میں علیؑ کو ساتھ نہیں لیا علیؑ رونے لگے تو حدیث منزلت فرمائی، رسولؐ نے علیؑ کو تمام مومنوں کا آقا کہا: رسولؐ نے علیؑ کے سوا سب کے دروازے بند کر دیئے اور رسول خداؐ نے غدیر خم میں فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" ۔اس حدیث کو بے شمار علماء و محدثین نے نقل کیا ہے۔(۱)

۷۷۔عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی ۔متوفی ۸۷،۸۶ یا ۸۸ھ ۔ابن عقدہ نے روایت کی ہے۔

۷۸۔ابوعبدالرحمن عبداللہ بن عمر بن خطاب عدوی ۔متوفی ۷۲ھ حافظ ہیثمی نے مجمع میں بسلسلۂ طبرانی عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے۔(۲) اس روایت کو مندرجہ ذیل علماء نے نقل کیا ہے۔

سنن ابن شیبہ، اکتفا وصابی، جمع الجوامع، و تاریخ الخلفاء سیوطی، کنز العمال متقی، نزل الابرار بدخشانی، مقتل خوارزمی، اسنی المطالب جزری۔(۳)

۱۔مسند احمد بن حنبل ج/۱ص/۳۳۱(ج/۱ص/۵۴۴ حدیث نمبر ۳۰۵۲)؛ المستدرک علی الصحیحین ج/۳ص/۱۳۲(ج/۳ص/۱۴۳ حدیث نمبر ۴۶۵۲)؛ مناقب خوارزمی ص/۷۵(ص/۱۲۵ حدیث نمبر ۱۴۰)؛ ریاض النضرۃ ج/۲ص/۲۰۳ (ج/۳ص/۱۵۳)؛ فرائد السمطین (ج/۱ص/۳۲۷ حدیث نمبر ۲۵۵ باب ۵۹)؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۷ص/۳۳۷، ج/۷ص/۳۴۷، ۳۷۳ حوادث ۴۰ھ؛ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۱۹؛ کفایۃ الطالب ص/۱۱۵(ص/۲۴۱ باب ۶۲)؛ الاصابۃ ج/۲ص/ ۵۰۹؛ کنز العمال ج/۶ص/۱۵۳ (ج/۱۱ ص/۶۰۳ حدیث نمبر ۳۲۹۱۶)؛ الاربعین فی فضائل امیر المومنین ص/۴۰ حدیث نمبر ۱۳؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴(ص/۱۵۸)؛ مسند شمس الاخبار ص/۳۸(ج/۱ص/۱۰۱ باب ۷)؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۷ص/۳۴۸(ج/۷ص/۳۸۵ حوادث ۴۰ھ)؛ الکشف والبیان معروف بہ تفسیر ثعلبی آیت ۶۷ سورۂ مائدہ؛ تفسیر رازی ج/۳ص/۶۳۶ (ج/۱۲ص/۴۹)؛ تفسیر نیشاپوری ج/۶ص/۱۹۴؛ روح المعانی ج/۲ ص/۳۴۸(ج/۶ص/۱۹۳)؛ مفتاح النجا(ص/۴۵۔۴۴ باب ۳ فصل ۱۴)

۲۔مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۶

۳۔جامع الاحادیث ج/۷ص/۳۶۹ حدیث نمبر ۲۳۰۰۳)؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴ (ص/۱۵۸)؛ کنز العمال ج/۶ ص/۱۵۴(ج/۱۱ص/۶۰۹ حدیث نمبر ۳۲۹۵۰)؛ نزل الابرار ص/۲۰(ص/۵۴)؛ مقتل خوارزمی (ج/۱ص/۴۸)؛ اسنی المطالب ص/۴(ص/۴۸)(۲۷) درمنثور ج/۲ص/۲۹۸(ج/۳ص/۱۱۷)

(۴) فتح القدیر ج/۲ص/۵۷ (ج/۲ص/۶۰)؛ روح المعانی ج/۲ص/۳۴۸(ج/۶ ص/۱۹۳)؛ مقتل خوارزمی (ج/۱ص/۴۸)؛ اسنی المطالب ص/۴(ص/۴۸)

۷۹۔ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مسعود ہذلی۔متوفی ۳۲۔۳۳ھ مزار بقیع میں دفن ہیں، درمنثور کے مطابق حافظ بن مردویہ نے ان سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔

ان کے علاوہ قاضی شوکانی نے تفسیر میں، آلوسی نے روح المعانی میں، خوارزمی و جزری نے اسنی المطالب میں ان کو راویان حدیث غدیر میں شمار کیا ہے۔

۸۰۔عبداللہ بن یامین۔ابن عقدہ نے مفرد میں ابراہیم بن محمد، جعفر بن محمد انھوں نے اپنے باپ اور ایمن بن قال بن عبداللہ بن یامین سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔اس حدیث کو ابن اثیر نے اسد الغابہ اور ابن حجر نے اصابہ اور قندوزی نے ینابیع میں نقل کیا ہے۔(۱)

۸۱۔عثمان بن عفان۔متوفی ۳۵ھ ابن عقدہ نے کتاب الولایہ، منصور نے الغدیر میں ان سے روایت کی ہے ابن مغازلی کے مطابق سو راویان غدیر میں یہ بھی ہیں۔(۲)

۸۲۔عبید بن عازب انصاری (براء بن عازب کے بھائی)۔مناشدہ رحبہ میں یہ بھی موجود تھے۔

۸۳۔ابوطریف عدی بن حاتم۔سو سال کی عمر میں ۱۰۰ھ میں انتقال کیا، مناشدہ رحبہ میں موجود تھے۔حافظ بن عقدہ نے حدیث الولایۃ، قندوزی نے ینابیع اور شیخ احمد مکی نے وسیلۃ المآل میں ان سے روایت غدیر کی ہے۔(۳)

اور تاریخ آل محمد کے مطابق یہ بھی راویان غدیر میں ہیں۔(۴)

۸۴۔عطیہ بن بسر مارنی۔ابن عقدہ نے ان سے روایت غدیر کی ہے

۸۵۔عقبہ بن عامر جہنی۔معاویہ کی طرف سے تین سال تک مصر کے گورنر رہے، ۶۰ھ میں انتقال کیا۔ابن عقدہ نے مناشدہ رحبہ میں ان کی گواہی کا ذکر کیا ہے عدی بن حاتم کی گواہی کا ذکر ہو چکا، قاضی نے تاریخ آل محمدؐ میں انھیں راویان غدیر میں شمار کیا ہے۔(۵)

۱۔اسد الغابہ ج۳ص۲۷۴ (ج۳ص۴۱۵نمبر ۳۲۲۳)؛ الاصابۃ ج۲ص۳۸۲؛ ینابیع المودۃ ص۳۴ (ج۱ص۳۲باب۴)

۲۔مناقب ابن مغازلی (ص۲۷حدیث نمبر۳۹)

۳۔ینابیع المودۃ ص۳۸ (ج۱ص۳۶باب۴)؛ وسیلۃ المآل (ص۱۱۸باب۴)

۴و۵۔تاریخ آل محمد ص۶۷

۸۶۔ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ۔ حدیث غدیر کے سلسلے میں آپ کے اشعار کی علماء نے روایت کی ہے بروز شوری، روز جمل اور رحبہ میں آپ کے احتجاجات کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

احمد بن حنبل نے مسند میں حجاج بن شاعر کی روایت نقل کی ہے: شباجہ، نعیم بن حکیم، ابومریم کو ایک شخص نے جو حضرت علیؑ کا رفیق تھا، بتایا کہ حضرت علیؑ نے حدیث غدیر بیان فرمائی۔ (۱) اس حدیث کو ابن کثیر نے بدایۃ النہایہ میں متعدد طرق سے اور ہیثمی نے مجمع میں بسلسلہ احمد روایت کر کے توثیق کی ہے ، سیوطی نے جمع الجوامع اور تاریخ الخلفاء میں بسلسلہ احمد روایت کی ہے ان کے علاوہ ابن حجر نے تہذیب ، بدخشانی نے نزل الابرار اور مفتا النجاح میں بھی روایت کی ہے۔ طحاوی نے مشکل الآثار میں یزید بن کثیر (صحیح کثیر بن زید ہے) محمد بن عمر بن علی امیر المومنینؑ ، انھوں نے بھی اپنے باپ سے حدیث ثقلین و حدیث ولایت پر مشتمل خطبہ نقل کیا ہے۔ (۲)

اس کی روایت ابن کثیر نے بدایہ والنہایہ اور متقی ہندی نے کنز العمال میں بحوالہ معجم کبیر ضیاء مقدسی ، ابن ابی عاصم ، ابن راہویہ اور ابن جریر ابن ابی عاصم اور محاملی سے بحوالہ امالی تین جگہ نقل کیا ہے۔ (۳) وصابی نے الاکتفاء میں سنن ابن عاصم اور سنن سعید بن منصور ابن شعبہ نسائی سے روایت کی ہے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال (۴) میں مخول بن ابراہیم ، جابر بن حر، ابواسحاق، عمرو ذی مر کے سلسلے سے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ حموینی نے فرائد میں عمرو ذی مر اور ابوراشد حرانی کی سند سے ابونعیم اصفہانی نے حلیہ میں عبداللہ بن جعفر، احمد بن یونس ضبی ، عمار بن نضر ، ابراہیم بن یسع مکی اور جعفر بن محمد

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج۱ص۱۵۲ (ج۱ص۲۶ حدیث نمبر۱۳۱۳)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۷ص/۳۴۸ (ج/۷ص/۳۸۵ حوادث ۴۰ ھ)؛ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۷؛ جامع الاحادیث (ج/۷ ص/۶۹ ۳ حدیث نمبر ۲۳۰۰۳)؛ تاریخ الخلفاء ص/۱۱۴ (ص/۱۵۸)؛ تہذیب التہذیب ج/۷ص/۳۳۷ (ج/ص/۲۹۶)؛ نزل الابرار ص/۲۰ (۵۳)؛ مفتاح النجا (ص/۴۵ باب ۳ فصل ۱۴)؛ آل الآثار ج/۲ص/۳۰۷

۳۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۱۱ (ج/۵ص/۲۳۰ حوادث ۴۰)؛ کنز العمال ج/۶ص/۱۵۴ (ج/۱۱ص/۶۰۹ حدیث نمبر ۳۲۹۵۰) ج/۶ص/۳۹۷ (ج/۱۳ص/۱۳۱ حدیث نمبر ۳۶۴۱۸، ص/۱۴۰ حدیث نمبر ۳۶۴۴۱، ص/۱۶۸ حدیث نمبر ۳۶۵۱۱)

۴۔ میزان الاعتدال ج/۲ص/۳۰۳ (ج/۳ص/۲۹۴ حدیث نمبر ۶۴۸۱)

سے روایت کی ہے، انھوں نے اپنے والد اور جد امجد سے روایت کی ہے۔(۱)

حافظ عاصمی نے حدیث غدیر کے مفہوم پر جو حضرت علیؑ کا ارشاد نقل کیا ہے آگے بیان ہوگا۔

۸۷۔ **ابوالیقظان عمار بن یاسر عنسی:** ۳۷ھ میں جنگ صفین میں شہید ہوئے کتاب صفین نصر بن مزاحم میں ان کا عمرو عاص سے حدیث غدیر پر احتجاج درج ہے۔(۲) ان کے علاوہ نہج البلاغہ ابی الحدید، فراید حموینی، خوارزمی، جزری اسنی المطالب میں بھی ہے، اور یہ کہ ان صحابہ میں ہیں جنھوں نے حدیث غدیر کی روایت کی۔ حدیث رکبان میں گواہی دی تھی۔(۳)

۸۸۔ **عمارہ خزرجی انصاری:** جنگ یمامہ میں مارے گئے، حافظ ہیثمی نے مجمع الزواید میں بزاز کی سند سے، سیوطی نے تاریخ الخلفاء، بدخشانی نے مفتاح و نزل الابرار میں بطریق بزاز، عمارہ سے روایت کی ہے۔(۴)

۸۹۔ **عمر بن ابی سلمہ بن عبدالاسد مخزومی:** پروردۂ رسولؐ، ان کی ماں ام سلمہ رسول اللہؐ کی زوجہ تھیں ۸۳ھ میں انتقال کیا، ابن عقدہ نے ان سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔

۹۰۔ **عمر بن خطاب:** مقتول ۲۳ھ، ابن مغازلی نے مناقب میں دو طریقوں سے عمران بن مسلم سے روایت کی ہے۔ سوید بن ابی صالح، انھوں نے اپنے باپ سے ابو ہریرہ، عمر بن خطاب اور اس کی روایت سمعانی نے فضائل الصحابہ میں ابو ہریرہ، انھوں نے عمر بن خطاب سے کی ہے۔(۵)

محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں مناقب احمد و ابن سمعان اور ذخائر العقبیٰ میں مناقب احمد و شعبہ سے اس کی روایت خواجہ پارسا نے فصل الخطاب میں کی ہے۔(۶)

۱۔ فرائد السمطین (ج ۱/ص ۶۷ حدیث نمبر ۳۳ باب ۱، ص ۶۷ حدیث نمبر ۳۳ باب ۱۴)؛ حلیۃ الاولیاء ج ۹/ص ۶۴

۲۔ کتاب وقعۃ الصفین ص ۱۸۶ (ص ۳۳۸)

۳۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲/ص ۲۷۳ (ج ۸/ص ۲۱ خطبہ ۱۲۴)؛ فرائد السمطین (ج ۱/ص ۱۹۵ حدیث نمبر ۱۵۳، ص ۳۱۵ حدیث نمبر)؛ مقتل خوارزمی (ج ۱/ص ۴۸)؛ اسنی المطالب ص ۴ (ص ۴۸)

۴۔ مجمع الزوائد ج ۹/ص ۱۰۷؛ تاریخ الخلفاء ص ۶۵ (۱۵۸)؛ مفتاح النجا (ص ۴۵ باب ۳ فصل ۱۴)؛ نزل الابرار (ص ۵۳)

۵۔ مناقب ابن مغازلی (ص ۲۲ حدیث ۳۱)

۶۔ الریاض النضرۃ ج ۲/ص ۱۶۱ (ج ۳/ص ۱۱۴۔۱۱۳، ج ۴/ص ۲۰۴)؛ احمد بن حنبل کی مناقب علی (ص ۲۲ حدیث نمبر ۲۱۱)؛ ذخائر العقبیٰ ص ۶۷

مقتل خوارزمی، بدایہ ابن کثیر، اسنی المطالب جزری، مودۃ القربیٰ، سید علی ہمدانی میں بھی حضرت عمر سے روایت ہے۔(۱)

آخرالذکر میں حضرت عمر کا بیان ہے:

''میں نے آنحضرتؐ سے عرض کی: میرے پہلو میں ایک خوبصورت جوان خوشبو میں بسا ہوا موجود تھا، اس نے مجھ سے کہا: اے عمر! رسول کا یہ عہد و پیمان سوائے منافق کے کوئی بھی نہیں توڑے گا، رسولؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، وہ جبرئیل تھے، میں نے جو کچھ علی کے بارے میں کہا ہے وہ اسے لوگوں میں مضبوط کر رہے تھے''۔

اس کی روایت قندوزی نے ینابیع المودۃ میں کی ہے، ابن کثیر نے تاریخ میں ابن جریر کی کتاب غدیر خم میں محمود بن عوف طائی سے روایت کی ہے انھوں نے عبداللہ بن موسیٰ سے انھوں نے اسماعیل بن کشیط سے، انھوں نے جمیل بن عمارہ سے، انھوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے۔(۲)

ابن جریر کہتے ہیں کہ میرے خیال میں راوی نے مجھے بجائے عبداللہ بن عمر کے عمر کہا، لیکن میری کتاب میں ایسا نہیں ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسالت مآب کو حدیث غدیر فرماتے خود سنا۔

۹۱۔ابو نجید عمران بن حصین خزاعی۔بصرہ میں ۵۲ھ میں وفات پائی، ان سے مندرجہ ذیل افراد نے روایت کی ہے۔ابن عقدہ، مولوی محمد سالم بخاری بہ نقل حافظ ترمذی، خطیب خوارزمی، شمس الدین جزری۔(۳)

۹۲۔عمرو بن حمق خزاعی۔متوفی ۵۰ھ ابن عقدہ و خطیب خوارزمی نے ان سے روایت نقل کی ہے۔(۴)

۱۔مقتل خوارزمی (ج/۱ص/۴۸)؛البدایۃ والنہایۃ ج/۷ص/۳۴۹(ج/۷ص/۳۸۶حوادث ۴۰ھ)؛اسنی المطالب ص/۳(ص۴۸)؛مودۃ القربیٰ(مودۃ نمبر۵)

۲۔ینابیع المودۃ ص۲۴۹(ج۲ص۳۷باب۵۶)؛البدایۃ والنہایۃ ج۵ص۲۱۳(ج۵ص۲۳۲حوادث ۱۰ھ)

۳۔سنن ترمذی(ج۵ص۵۹۰حدیث نمبر۳۷۱۲)؛مقتل خوارزمی(ج۱ص۴۸)؛اسنی المطالب ص۴(۴۸)

۴۔مقتل خوارزمی(ج۱ص۴۸)

۹۳۔عمرو بن شراحیل۔ مقتل خوارزمی کے مطابق راویان حدیث غدیر میں ہیں۔(۱)

۹۴۔عمرو بن عاصی۔ پہلی صدی کے شعراء غدیر میں ہیں وہیں ان کے حالات بیان ہوں گے۔ انھوں نے معاویہ کے نام خط میں حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔مناقب خوارزمی اور الامامۃ و السیاسۃ میں ابن قتیبہ نے نقل کیا ہے۔(۲)

۹۵۔ابوطلحہ یا ابومریم عمرو بن مرہ جہنی۔ احمد بن حنبل اور طبرانی نے اپنی سند سے عمر جہنی سے روایت غدیر کی ہے،طبرانی سے کنز العمال اور الاکتفاء وصابی نیز معارج العلی محمد صدر عالم، مفتاح النجا بدخشانی اور نزل الابرار میں احمد وطبرانی سے نقل کیا ہے۔(۳)

(ف)

۹۶۔صدیقہ کبریٰ حضرت فاطمہ زہرا(س) بنت رسول خداؐ۔ابن عقدہ نے حدیث الولایۃ ، منصور رازی نے کتاب الغدیر جزری ومقدسی نے آپ کا حدیث غدیر کی بنیاد پر احتجاج نقل کیا ہے۔(۴) اور شہاب الدین سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں آپ سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۵)

۹۷۔فاطمہ بنت حمزہ بن عبد المطلب۔آپ سے ابن عقدہ اور منصور رازی نے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔

(ق)

۹۸۔قیس بن ثابت بن شماس انصاری۔ حدیث رکبان میں ایک گواہ تھے۔

ابن عقدہ حدیث الولایہ، ابن اثیر اسد الغابہ، ابن حجر اصابہ اور شیخ محمد صدر عالم نے معارج العلیٰ

۱۔مقتل خوارزمی (اص۴۹)

۲۔مناقب خوارزمی ص۱۲۶ (ص۱۹۹ حدیث نمبر۲۴۰)؛ الامامۃ والسیاسۃ ص۹۳ (ج۱ص۹۷)

۳۔کنز العمال ج۶ ص۱۵۶ (ج۱۱ص۶۱۰ حدیث نمبر۳۲۹۵۱)؛ مفتاح النجا (ص۴۵ باب۳ فصل۱۴)؛ نزل الابرار (ص۵۳)

۴۔اسنی المطالب (ص۵۰)

۵۔مودۃ القربیٰ (مودۃ القربیٰ نمبر۵)

میں ان سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۱)

۹۹۔قیس بن سعد بن عبادہ انصاری خزرجی۔پہلی صدی کے شعراء غدیر میں ہیں وہیں ذکر آئے گا حدیث رکبان کے ایک گواہ ہیں۔

(ک۔م)

۱۰۰۔ابو محمد کعب بن عجرہ انصاری مدنی: متوفی ۵۱ھ ابن عقدہ نے ان سے روایت کی ہے۔

۱۰۱۔ابو سلیمان مالک بن حویرث لیثی: مناقب احمد وحدیث الولایۃ ابن عقدہ حسین مالک حویرث سے ،انھوں نے اپنے باپ و دادا سے اور انھوں نے اپنے دادا سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے،حافظ ہیثمی مجمع میں بسلسلۂ طبرانی،جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء،بدخشانی نے نزل الابرار اور شیخ محمد صدر العالم نے معارج العلی ، وصابی نے اکتفا میں بحوالہ فضائل الصحابہ اور خوارزمی نے مقتل میں ان سے روایت کی ہے۔(۲)

۱۰۲۔مقداد بن عمرو کندی زہری: ستر سال کی عمر میں ۳۳ھ میں انتقال کیا،ابن عقدہ وحموینی نے فرائد میں ان سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۳)

(ن)

۱۰۳۔ناجیہ بن عمرو خزاعی۔انھوں نے بھی رحبہ میں غدیر کی گواہی دی تھی،ان سے حافظ ابن عقدہ نے عمرو بن عبد اللہ بن یعلی بن مرہ اور انھوں نے اپنے باپ دادا سے روایت کی ہے،ابن اثیر نے اسد الغابہ میں بحوالہ ابو نعیم اور ابن حجر نے بحوالہ ابن عقدہ روایت کی ہے،خوارزمی نے مقتل میں انھیں بھی راویان غدیر میں شمار کیا ہے۔(۴)

۱۔اسد الغابہ ج۱ص ۳۶۸ (ج۱ص۴۴۱ نمبر ۱۰۳۸)؛ الاصابۃ ج۱ص ۳۰۵

۲۔مناقب علی (ص۱۱۱ حدیث نمبر ۱۶۴)؛ مجمع الزوائد ج۹ص ۱۰۸؛ تاریخ الخلفاء ص۱۱۴ (ص ۱۵۸)؛ نزل الابرار ص۲۰ (ص ۵۳) ؛مقتل خوارزمی (ج۱ص ۴۸)

۳۔فرائد السمطین (ج۱ص ۳۱۵ حدیث نمبر ۲۵۰ باب ۵۸)

۴۔اسد الغابۃ ج۵ص ۶ (ج۵ص ۲۹۶ باب ۵۸)؛ الاصابۃ ج۳ص ۵۴۲؛ مقتل خوارزمی (ج۱ص ۴۸)

۱۰۴۔ابو برزۃ نضلۃ بن عتبۃ (عبید یا عبداللہ) اسلمی۔ ۶۵ ھ میں خراسان میں وفات پائی، ابن عقدہ نے حدیث ولایت میں ان سے روایت کی ہے۔

۱۰۵۔نعمان بن عجلان انصاری۔ حدیث مناشدہ کے گواہ ہیں قاضی نے تاریخ آل محمدؐ میں راویان غدیر میں شمار کیا ہے۔(۱)

(و)

۱۰۶۔ابو وسمہ وحشی بن حرب حبشی حمصی۔ ابن عقدہ اور خطیب خوارزمی نے ان سے روایت کی ہے۔

۱۰۷۔وہب بن حمزہ۔ مقتل خوارزمی کے مطابق یہ بھی حدیث غدیر کے راوی ہیں، اصابہ کے مطابق (کسی سفر میں علیؑ کی بے توجہی پر انھوں نے ہی رسولؐ سے شکایت کی تھی تو رسولؐ نے فرمایا تھا کہ علیؑ کے بارے میں ایسی بات نہ کہنا وہ میرے بعد تمھارے ولی ہیں۔(حاشیہ)

۱۰۸۔ابو جحیفہ وھب بن عبداللہ سوائی۔ انھیں وہب الخیر بھی کہا جاتا ہے، ۷۴ھ میں وفات ہوئی ابن عقدہ نے ان سے حدیث غدیر روایت کی ہے۔

ہ۔ی

۱۰۹۔ہاشم مرقال بن عتبہ بن ابی وقاص زہری مدنی۔ جنگ صفین میں شہید ہوئے، حدیث رکبان کے گواہ ہیں ابن عقدہ نے اور ان کے حوالے سے ابن اثیر نے اسد الغابہ اور ابن حجر نے اصابہ میں ان سے روایت کی ہے۔(۲) ابن حجر نے روایت کا ابتدائی حصہ حذف کر دیا ہے، اس خیانت کے نظائر ابن حجر کے یہاں اکثر ہیں۔

۱۱۰۔ابو مرازم یعلی بن مرہ بن وہب ثقفی۔ ابن عقدہ نے حافظ ابو موسیٰ و ابو نعیم کے سلسلے سے ان سے روایت کی ہے اور ان سے ابن اثیر نے اسد الغابہ اور ابن حجر نے اصابہ میں نقل کیا ہے۔(۳) حدیث

۱۔تاریخ آل محمد ص ۶۸

۲۔اسد الغابۃ ج ۵ ص ۳۶۸ (ج ۵ ص ۴۴۱ نمبر ۱۰۳۸)؛ الاصابۃ ج ۳ ص ۳۰۵

۳۔اسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۳۳، ج ۳ ص ۹۳، ج ۵ ص ۶ (ج ۲ ص ۲۹۰ نمبر ۱۸۴۴، ج ۳ ص ۱۳۹ نمبر ۲۸۱۸ ج ۵ ص ۲۹۶ نمبر ۵۱۶۲)؛ الاصابۃ ج ۲ ص ۵۴۲

مناشدہ میں بھی ان کا ذکر آئے گا۔

یہ ایک سو دس اصحاب رسولؐ کے اسماء تھے جنھوں نے حدیث غدیر کی روایت کی، ممکن ہے ان سے بھی زیادہ ہوں اور میری نظر ان تک نہ پہونچ سکی ہو کیونکہ ایک لاکھ افراد کے سامنے جس کا اعلان کیا گیا اس کے ''رواۃ'' کو اس سے کہیں زیادہ ہونا چاہیئے، فطری بات ہے کہ ان لوگوں نے گھر واپس جا کر سفر کے حالات کی طرح اس واقعہ کو ضرور بیان کیا ہوگا، سوائے ان چند افراد کے جن کے دل میں امیر المومنینؑ کی طرف سے کینہ تھا لیکن کثیر تعداد نے تو بہر حال اس کی روایت کی ہوگی اور اشاعت اعلان غدیر کا اہتمام کیا ہوگا اس طرح سلسلہ در سلسلہ یہ بات عام ہوئی کچھ لوگ جو راستے ہی میں موت سے ہمکنار ہو گئے یا جنھوں نے ناملائم حالات میں خاموشی مصلحت اختیار کی ہوگی جیسے زید بن ارقم وغیرہ، کچھ لوگ جو عرب علاقے سے باہر کے تھے ان سے حدیث نہ ہو سکی۔

اس کے باوجود جو تعداد راویان غدیر کی ہم نے بیان کی ہے وہ اس کا تواتر ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

رواۃ حدیث غدیر؛ تابعین

الف

۱۔ابوراشد حبرانی شامی،ان کے فضل ودانش کی توثیق عجلی وابن حجر نے کی ہے۔(۱)

۲۔ابوسلمہ(عبداللہ۔اسماعیل)ان کے فقہ وثاقت کا اقرار ابن سعد وابن حجر نے کیا ہے۔(۲)

۳۔ابوسلیمان مؤذن،تقریب میں ہے کہ جلیل القدر تابعی تھے۔(۳)

۴۔ابوصالح سمان،ذہبی واحمد نے ثقہ کہا ہے۔(۴)

۵۔ابوعنفوانہ مازنی۔

۶۔ابوعبدالرحیم کندی۔

۷۔ابوالقاسم اصبغ بن نباتہ،عجلی وابن معین انھیں ثقہ کہتے ہیں۔(۵)

۸۔ابولیلی کندی،تقریب ومناقب احمد میں ثقہ کہا گیا ہے۔(۶)

۹۔ایس بن نذیر،ابن حبان ثقہ کہتے ہیں۔(۷)

۱۔تاریخ الثقات(ص ۴۹۷نمبر ۱۹۴۴)؛تقریب التہذیب ص ۴۱۹(ج ۲ص ۴۲۱نمبر ۱حرف ''ز'')

۲۔الطبقات الکبریٰ(ج ۵ص ۱۵۷)؛تقریب التہذیب(ج ۲ص ۴۲۲۔۴۳۰نمبر ۶۳حرف ''سین'')

۳۔تقریب التہذیب(ج ۲ص ۴۲۲نمبر ۶۳حرف ''سین'')

۴۔تذکرۃ الحفاظ ج ۱ص ۸۷(ج ۱ص ۸۹نمبر ۷۸)

۵۔تاریخ الثقات(ص ۷۱نمبر ۱۰۹)

۶۔تقریب التہذیب(ج ۲ص ۴۶۷حرف ''لام'')؛مناقب علی(ص ۱۱۷حدیث نمبر ۱۷۰)

۷۔الثقات(ج ۶ص ۶۵)

ج۔ح۔خ

۱۰۔جمیل بن عمارہ

۱۱۔حارثہ بن نصر

۱۲۔حبیب بن ثابت اسدی کوفی۔(۱)

۱۳۔حرث بن مالک

۱۴۔حسین بن مالک بن حویرث

۱۵۔حکیم بن عتیبہ کوفی کندی، ذہبی نے لکھا ہے: ثقہ وفقیہ و پابند شریعت تھے۔(۲)

۱۶۔حمید بن عمارہ خزرجی انصاری

۱۷۔حمید الطویل، ابوعبیدہ بن ابی حمید البصری، ذہبی نے ان کو ثقہ کہا ہے۔(۳)

۱۸۔خیثمہ بن عبدالرحمن کوفی، ابن حجر، ابن معین نسائی نے معتبر مانا ہے۔(۴)

ر۔ز

۱۹۔ربیعہ جُرشی، تقریب اور دارقطنی میں ان کو معتبر مانا گیا ہے۔(۵)

۲۰۔ابوالمثنیٰ رباح بن حارث نخعی کوفی، ابن حجر، عجلی و ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔(۶)

۲۱۔ابوعمرو زاذان بن عمر کندی، میزان وتہذیب میں ان کو معتبر کہا گیا ہے۔(۷)

۱۔ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۰۳(ج۱ص۱۱۶ نمبر۱۰۰) پر انہیں فقیہ کوفہ اور ثقہ تابعین میں شمار کیا ہے اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب ج۱ص۱۷۸(ج۲ص۱۵۶) پر ان کی وثاقت کی متعدد رجالیوں کی زبانی نقل کیا ہے۔

۲۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۰۴(ج۱ص۱۱۷ نمبر۱۰۲)

۳۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۳۶(ج۱ص۱۵۲ نمبر۱۴۶)

۴۔تہذیب التہذیب ج۳ص۱۷۹(ج۳ص۱۵۴)؛التاریخ(ج۴ص۴۶ نمبر۳۰۶۷)

۵۔تقریب التہذیب(ج۲ص۲۴۷ نمبر۶۴ حرف''راء'')

۶۔تقریب التہذیب(ج۲ص۲۵۴ نمبر۱۲۴ حرف''راء'')، تہذیب التہذیب ج۳ص۲۹۹

۷۔تہذیب التہذیب ج۳ص۳۰۳(ج۳ص۲۶۱)

۲۲۔ابومریم زر بن حبیش ،ذہبی وابونعیم نے جلیل القدر امام کہا ہے۔(۱)

۲۳۔زیاد بن ابی زیاد، ہیثمی وابن حجر نے ان کی توثیق کی ہے۔(۲)

۲۴۔زید بن یثیع ،تقریب میں جلیل القدر اور معتبر تابعی کہا گیا ہے۔(۳)

س

۲۵۔سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب قرشی عدوی۔تذکرہ وتہذیب میں فقیہ، عالم باعمل اور سات فقہا میں ایک نیز ثبت کہا گیا ہے۔(۴)

۲۶۔سعید بن جبیر اسدی کوفی ،تذکرہ وخلاصہ میں ثقہ امام وحجت کہا گیا ہے۔(۵)

۲۷۔سعید بن ابی حدان ،ابن حبان انھیں معتبر مانتے ہیں۔(۶)

۲۸۔سعید بن مسیب قرشی مخزومی ،داماد ابو ہریرہ، احمد بن حنبل مرسلات سعید کو صحاح کہتے ہیں۔(۷)

۲۹۔سعید بن وہب ہمدانی کوفی ،ابن معین نے معتبر کہا ہے، اکثر ائمہ حدیث ان سے روایت کرتے ہیں۔(۸)

۳۰۔ابو یحیٰ سلمہ بن کہیں حضرمی کوفی ،احمد وعجلی نے معتبر جانا ہے۔(۹)

۳۱۔ابوصادق سلیم بن قیس ہلالی ،فریقین کے نزدیک معتبر تابعی ہیں۔

۳۲۔ابومحمد سلیمان بن مہران اعمش ،ذہبی نے ان کی وثاقت وصداقت کا قصیدہ پڑھا ہے۔(۱۰)

۱۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۴۰(ج۱ص۵۷نمبر۴۰)؛حلیۃ الاولیاء ج۴ص۱۹۱۔۱۸۱

۲۔مجمع الزوائد(ج۹ص۱۰۶)؛تقریب التہذیب ص۱۳۶(ج۱ص۲۷۷نمبر۲۱۲حرف ''ز'')

۳۔تقریب التہذیب(ج۱ص۲۷۷حرف ''ز'')

۴۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۷۷(ج۱ص۸۸نمبر۷۷)؛تقریب التہذیب(ج۱ص۲۸۰نمبر۱۱حرف سین'')

۵۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۶۵(ج۱ص۷۶نمبر۷۳)؛خلاصۃ الخزرجی ص۱۱۶(ج۱ص۳۷۴نمبر۲۴۲۵)

۶۔الثقات(ج۴ص۲۸۲)
۷۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۴۷

۸۔خلاصۃ تہذیب الکمال ص۱۲۲(ج۱ص۳۹۲نمبر۲۵۵۴)

۹۔العلل ومعرفۃ الرجال ج۱ص۱۸۱نمبر۱۴۲، ج۲ص۶۷نمبر۱۵۷۱)؛تاریخ الثقات(ص۱۹۷نمبر۵۹۱)

۱۰۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۳۸(ج۱ص۱۵۴نمبر۱۴۵)

۳۳۔سہم بن حصین اسدی

۳۴۔شہر بن حوشب

ض۔ط

۳۵۔ضحاک بن مزاحم ہلالی، ابو مزاحم ہلالی، ابو القاسم، احمد، ابن معین و ابو ذرعہ نے ثقہ کہا ہے۔(۱)

۳۶۔طاؤس بن کیسان یمانی جندی، ابو نعیم انھیں اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔(۲)

۳۷۔طلحہ بن مصرف ایامی کوفی، ابن حجر انھیں قاری، ثقہ اور فاضل کہتے ہیں۔(۳)

ع

۳۸۔عامر بن سعد بن وقاص مدنی، تقریب میں ثقہ کہا گیا ہے۔(۴)

۳۹۔عائشہ بنت سعد، ابن حجر نے معتبر مانا ہے۔(۵)

۴۰۔عبد الحمید بن منزر بن جارود عبدی، امام نسائی و ابن حجر نے ثقہ کہا ہے۔(۶)

۴۱۔ابو عمارہ عبد خیر بن یزید ہمدانی کوفی مخضرمی، ابن معین و عجلی نے معتبر مانا ہے بزرگ تابعی تھے۔(۷)

۴۲۔عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، کبار ائمہ تابعین میں ثقہ تھے۔(۸)

۴۳۔عبد الرحمن بن سابط، ابن حجر ثقہ کہتے ہیں۔(۹)

۱۔العلل و معرفۃ الرجال ج ۲ ص ۳۰۹ نمبر ۲۳۷۵)

۲۔حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۳، ۳

۳۔تقریب التہذیب (ج ۱ ص ۳۷۹ نمبر ۳۱ حرف "ط"

۴۔تقریب التہذیب ص ۱۸۵ (ج ۱ ص ۳۸۷ نمبر ۴۲ حرف "ع")

۵۔تقریب التہذیب ص ۴۷۳ (ج ۲ ص ۶۰۶ نمبر ۳ حرف "ع" باب النساء

۶۔تقریب التہذیب ص ۲۲۴ (ج ۱ ص ۴۶۹ نمبر ۸۳۲ حرف "عین")

۷۔تاریخ الثقات (ص ۲۸۶ نمبر ۹۲۴)

۸۔میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۱۵ (ج ۲ ص ۵۸۴ نمبر ۴۹۴۸)؛ تقریب التہذیب (ج ۱ ص ۴۹۶ نمبر ۱۰۹۴ حرف "ع")

۹۔تقریب التہذیب (ج ۱ ص ۴۸۰ نمبر ۹۴۳ حرف "ع")

۴۴۔ عبداللہ بن اسعد بن زرارہ

۴۵۔ ابومریم عبداللہ بن زیاد اسدی کوفی، ابن حبان وابن حجر معتبر مانتے ہیں۔ (۱)

۴۶۔ عبداللہ بن شریک عامری کوفی، صدوق ومائل بہ تشیع کہا گیا ہے، احمد وابن معین معتبر کہتے ہیں۔ (۲)

۴۷۔ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عقیل ہاشمی مدنی، احمد، اسحاق وحمیدی ان کی حدیث سے احتجاج کرتے ہیں۔ (۳)

۴۸۔ عبداللہ بن یعلی بن مرہ

۴۹۔ عدی بن ثابت انصاری کوفی، ذہبی انھیں صادق وعالم شیعہ اور عجلی ونسائی معتبر کہتے ہیں۔ (۴)

۵۰۔ ابوالحسن عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی کوفی، سبط ابن جوزی، ہیثمی وابن معین ثقہ کہتے ہیں۔ (۵)

۵۱۔ علی بن زید بن جدعان بصری، ابن ابی شیبہ، ترمذی وذہبی صدوق وثقہ کہتے ہیں۔ (۶)

۵۲۔ ابوہارون عمارہ بن جوین عبدی

۵۳۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز

۵۴۔ عمر بن عبدالغفار

۵۵۔ عمر بن علی امیرالمومنینؑ، تقریب میں ان کو ثقہ کہا گیا ہے۔ (۷)

۵۶۔ عمرو بن جعدہ بن ہبیرہ

۱۔ الثقات (ج ۵ ص ۵۸)؛ تقریب التہذیب ص ۱۳۰ (ج ۱ ص ۴۱۶ نمبر ۳۱۲ حرف "ع")

۲۔ العلل ومعرفۃ الرجال (ج ۲ ص ۴۳۹ نمبر ۳۱۹۳)؛ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۶

۳۔ تقریب التہذیب (ج ۱ ص ۴۴۷ نمبر ۶۰۷ حرف "ع")

۴۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۹۳ (ج ۳ ص ۶۱ نمبر ۵۵۹۱)؛ تاریخ الثقات (ص ۳۳۰ نمبر ۱۱۱۵)

۵۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۵ (ص ۴۲)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۹؛ التاریخ ج ۳ ص ۵۰۰ نمبر ۲۴۴۶

۶۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۴۰ نمبر ۱۳۳)

۷۔ تقریب التہذیب ص ۲۸۱ (ج ۲ ص ۶۱ نمبر ۴۹۰ حرف "ع")

۵۷۔عمرو بن مرہ ابو عبد اللہ کوفی ہمدانی، عجلی و ذہبی نے ان کے ثقہ وثبت ہونے کا اقرار کیا ہے۔(۱)

۵۸۔ابو اسحاق عمر بن عبد اللہ سبیعی ہمدانی کوفی، ائمہ تابعین میں تھے، تذکرہ تقریب میں بڑی تعریف ہے۔(۲)

۵۹۔ابو عبد اللہ عمرو بن میمون اودی، تذکرہ، تقریب میں ثقہ وعابد کہا گیا ہے۔(۳)

۶۰۔عمیرہ بن سعد ہمدانی کوفی، ابن حبان نے ان کو معتبر کہا ہے۔(۴)

۶۱۔عیسیٰ بن طلحہ بن عبیدہ اللہ تمیمی، ابو محمد مدنی ابن معین نے ان کو معتبر کہا ہے۔

۶۲۔عمیرہ بنت سعد بن مالک

ف۔ق

۶۳۔ابو بکر بن خلیفہ مخزومی، ان کے ثقہ وصدوق ہونے کا اقرار احمد، ابن معین وعجلی نے کیا ہے۔(۵)

۶۴۔قبیصہ بن ذوئب، ذہبی وابن حبان نے ان کے ثقہ ہونے کا قصیدہ پڑھا ہے۔(۶)

۶۵۔ابو مریم قیس ثقفی مدائنی، امام نسائی نے ان کو معتبر کہا ہے۔(۷)

م تا ی

۶۶۔محمد بن عمر بن علی امیر المومنینؑ، ابن حبان وابن حجر ان کو ثقہ وصدوق کہتے ہیں۔(۸)

۱۔تاریخ الثقات (۳۷۲ نمبر ۱۲۹۵)؛ تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۱۰۸ (ج۱ ص ۱۲۱ نمبر ۱۰۵)

۲۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۱۰۱ (ج۱ ص ۱۱۴ نمبر ۹۹)؛ تقریب التہذیب ج۲ ص ۷۳ نمبر ۶۲۳ حرف "ع"

۳۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۵۶ (ج۱ ص ۶۵ نمبر ۵۵)؛ تقریب التہذیب ص ۲۸۸ (ج۲ ص ۸۰ نمبر ۶۹۰ حرف "ع")

۴۔الثقات (ج۵ ص ۲۷۹)

۵۔العلل ومعرفۃ الرجال (ج۱ ص ۴۴۳ نمبر ۹۹۳)؛ التاریخ (ج۳ ص ۲۶۷ نمبر ۱۲۵۴)؛ تاریخ الثقات (ص ۳۸۵ نمبر ۱۳۶۰)

۶۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۵۲ (ج۱ ص ۶۰ نمبر ۴۷)؛ الثقات (ج۵ ص ۳۱۷)

۷۔خلاصہ الخزرجی ص ۳۹۵ (ج۳ ص ۴۴۴ نمبر ۴۶۱)

۸۔الثقات (ج۵ ص ۳۵۳)؛ تقریب التہذیب (ج۲ ص ۱۹۴ نمبر ۵۶۲ حرف "م")

۶۷۔ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح ہمدانی کوفی عطار، ابن معین و بوذرعہ معتبر مانتے ہیں۔(۱)

۶۸۔مسلم ملائی

۶۹۔ابوزرارہ مصعب بن سعد بن ابی وقاص زہری مدنی، تقریب میں ثقہ کہا گیا ہے۔(۲)

۷۰۔مطلب بن عبداللہ قرشی مخزومی مدنی، ابوذرعہ و دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔

۷۱۔مطر وراق

۷۲۔معروف بن خربوذ، ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔(۳)

۷۳۔مہاجر بن مسمار زہری مدنی، ابن حبان ثقہ کہتے ہیں۔(۴)

۷۴۔منصور بن ربعی

۷۵۔موسیٰ بن اکتل بن عمیر نمیری

۷۶۔ابوعبداللہ میمون بصری، ابن حبان، ابن حجر وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔(۵)

۷۷۔نذیر ضبّی کوفی بزرگ تابعی تھے۔

۷۸۔ہانی بن ہانی ہمدانی کوفی، امام نسائی ان سے روایت لینے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے۔(۶)

۷۹۔ابوبلج یحییٰ ابن سلیم فزاری واسطی، ابن معین ونسائی نے توثیق کی ہے، دارقطنی و حافظ ہیثمی نے بھی معتبر مانا ہے۔(۷)

۸۰۔یحییٰ ابن جعدہ بن ہبیرہ مخزومی، تقریب میں ان کے معتبر ہونے کا اقرار کیا گیا ہے۔(۸)

۱۔خلاصۃ الخزرجی ص۳۲۱ (ج ۳ ص ۲۵ نمبر ۶۹۷۲)

۲۔تقریب التہذیب ص۳۳۴ (ج ۲ ص ۲۵۱ نمبر ۱۱۵۲ حرف ''م'')

۳۔الثقات (ج ۵ ص ۴۳۹)

۴۔الثقات (ج ۷ ص ۴۸۶)

۵۔الثقات (ج ۵ ص ۴۱۸)؛ القول المسدد ص ۱۷ (ص ۲۱)

۶۔تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۲۲)

۷۔خلاصۃ الخزرجی ص۳۸۳ (ج ۳ ص ۲۰۷ نمبر ۹۳)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۹

۸۔تقریب التہذیب ص۳۸۹ (ج ۲ ص ۳۴۴ نمبر ۳۲ حرف ''ی'')

۸۱۔ یزید بن ابی زیاد کوفی، کوفے کے امام جماعت تھے۔

۸۲۔ یزید بن حیان تیمی کوفی، نسائی، ابن حجر و عاصمی نے انکے معتبر ہونے کا اقرار کیا ہے۔(۱)

۸۳۔ ابوداؤد یزید بن عبدالرحمٰن بن اودی کوفی، ابن حبان نے معتبر مانا ہے۔(۲)

۸۴۔ ابونجیح یسار ثقفی، خلاصہ خزرجی کے مطابق ابن معین نے ان کے ثقہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔(۳)

ہماری آخری پکار ستائش پروردگار ہے

۱۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۳۷۰ (ج ۳ ص ۱۶۸ نمبر ۸۱۱۶)، تقریب التہذیب ج ۲ ص ۳۶۳ نمبر ۲۴۲

۲۔ الثقات (ج ۵ ص ۵۴۲)

۳۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۳۸۴ (ج ۳ ص ۱۸۰ نمبر ۸۲۱۷)

رواۃ حدیث؛ عہد بہ عہد علماء

حدیث غدیر پر خصوصی توجہات کا سلسلہ صحابہ وتابعین ہی پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ بعد کے علماء نے ہر صدی میں اس کے اثبات وتحفظ آثار میں گرانقدر خدمات انجام دیں اس طرح سلف نے خلف کے لئے منارۂ دانش تعمیر کیا۔ اس حدیث کی صحت کا اقرار کرنے والے مندرجہ ذیل علماء ہیں:

دوسری صدی

۱۔ ابومحمد عمرو بن دینار جمحی مکی خلاصہ خزرجی کے مطابق مسعر انھیں کہتے تھے: ثقہ ہیں، ثقہ ہیں، ثقہ ہیں۔(۱)

۲۔ ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ قرشی زہری: حجاز وشام کے جلیل القدر عالم تھے، سب نے تعریف کی ہے۔(۲)

۳۔ عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر تیمی: احمد، ابن سعد وابوحاتم نے معتبر مانا ہے۔(۳)

۴۔ بکر بن سوادہ بن تمامہ بصری: ابن معین وابن سعد ونسائی انھیں بزرگ ترین فقیہ کہتے تھے۔(۴)

۵۔ عبد اللہ بن ابی نجیح یسار ثقفی: خلاصہ وتقریب کے مطابق احمد انھیں معتبر مانتے تھے۔(۵)

۱۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۲۴۴ (ج ۲ ص ۲۸۴ نمبر ۵۳۸۸) ۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۶ (ج ۱ ص ۱۱۳ نمبر ۹۷)

۳۔ الطبقات الکبری (القسم المتمم ص ۲۱۵ نمبر ۸۶)؛ الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۲۷۸ نمبر ۱۳۲۴)

۴۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۴۴ (ج ۱ ص ۱۳۴ نمبر ۸۲۶)

۵۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۱۸۳ (ج ۲ ص ۱۰۵ نمبر ۳۸۶۳)؛ تقریب التہذیب ص ۱۴۵ (ج ۱ ص ۴۵۶ نمبر ۶۹۰ حرف ''ع'')

۶۔حافظ مغیرہ بن مقسم، ابو ہشام ضبی کوفی، عرزمی وعجلی نے معتبر کہا ہے۔(۱)

۷۔ابو عبد الرحیم خالد بن زید جمحی مصری، فقیہ ومفتی تھے، ابو زرعہ، عجلی، یعقوب ونسائی نے معتبر مانا ہے۔(۲)

۸۔حسن بن حکم نخعی کوفی، ابن معین نے ثقہ کہا ہے۔(۳)

۹۔ادریس بن یزید ابو عبد اللہ اودی کوفی، امام نسائی انھیں معتبر مانتے ہیں۔(۴)

۱۰۔یحیٰ بن سعید بن حیان تیمی کوفی۔عجلی وابن حبان انھیں ثقہ وصالح کہتے ہیں۔

۱۱۔حافظ عبد الملک بن ابی سلیمان عرزمی کوفی، احمد ونسائی ان کے ثقہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔(۵)

۱۲۔عوف بن ابی جمیلہ عبدی ہجری بصری، امام نسائی کے ساتھ بہت سے افراد نے ثقہ کہا ہے۔(۶)

۱۳۔عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب عدوی عمری مدنی، سات فقہاء میں ایک ہیں، ابن معین، نسائی، ابو زرعہ اور ابو حاتم نے توثیق کی ہے۔(۷)

۱۴۔نعیم بن حکیم مدائنی، ابو عوانہ وقطان ان سے روایت کرتے ہیں، ابن معین وعجلی معتبر مانتے ہیں۔(۸)

۱۵۔طلحہ بن یحیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ تیمی کوفی، عجلی، ابن معین، ابو زرعہ ونسائی ثقہ وصالح مانتے ہیں۔(۹)

۱۶۔ابو محمد کثیر بن زید اسلمی، ابو زرعہ صدوق کہتے تھے، بے شمار لوگوں نے مدح سرائی کی ہے۔(۱۰)

۱۔تاریخ الثقات (۴۳۷ نمبر ۱۶۲۲)، تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۴۳ نمبر ۱۳۶)

۲۔تاریخ الثقات (ص۱۴۲ نمبر ۳۷۳) ۳۔خلاصۃ الخزرجی ص۶۷ (ج۱ص۲۱۱ نمبر ۱۳۳۳)

۴۔تاریخ الثقات (ص۱۷۴ نمبر ۱۸۰۵)؛ الثقات (ج۷ص۵۹۲)

۵۔العلل ومعرفۃ الرجال (ج۱ص۴۱۰ نمبر ۸۵۷)؛ تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۳۹ (ج۱ص۱۵۵ نمبر ۱۵۱)

۶۔خلاصۃ الخزرجی ص۲۵۳ (ج۲ص۳۰۸ نمبر ۵۴۸۶)، تقریب التہذیب ص۹۹ (ج۲ص۸۹ نمبر ۷۹۳ حرف ''ع'')

۷۔معرفۃ الرجال (ج۱ص۱۰۵ نمبر ۴۷۹)؛ الجرح والتعدیل (ج۵ص۳۲۶ نمبر ۱۵۴۵)

۸۔تاریخ الثقات (ص۴۵۱ نمبر ۱۶۸۶) ۹۔تاریخ الثقات (ص۲۳۷ نمبر ۷۲۸)؛ التاریخ (ج۳ص۱۵۸ نمبر ۶۶۸)

۱۰۔خلاصۃ الخزرجی ص۲۸۳ (ج۲ص۳۵۲ نمبر ۵۹۲۹)

۱۷۔ حافظ محمد بن اسحاق مدنی، صاحب السیرۃ النبویؐ، اعیان علماء نے ان کی امامت وعلم کی تعریف کی ہے۔(۱)

۱۸۔ حافظ معمر بن راشد، ابوعروہ ازدی بصری، عجلی، نسائی وسمعانی نے معتبر مانا ہے۔(۲)

۱۹۔ حافظ مسعر بن اکرام بن ظہر ہلالی رواسی، قطان، شعبہ، احمد وابوزرعہ نے ثقہ وبے مثل ہونے کا اقرار کیا۔(۳)

۲۰۔ ابوعیسی الحکم بن ابان عدنی، عجلی ان کو ثقہ اور پابند شریعت بتاتے ہیں۔(۴)

۲۱۔ عبداللہ بن شوذب بلخی، ان کا تذکرہ صوم غدیر میں آئے گا، بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے۔

۲۲۔ حافظ شعبہ بن حجاج، ابوبسطام واسطی، ابن معین، ثوری وشعبہ امام المتقین وامیر المومنین فی الحدیث کہتے تھے۔(۵)

۲۳۔ حافظ ابوالعلاء کامل بن علاء تمیمی کوفی، ابن عدی، ابن معین، ونسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔(۶)

۲۴۔ حافظ سفیان بن سعید ثوری، ابوعبداللہ کوفی وخطیب کے مطابق مسلمانوں کے امام، عظیم دانشور اوران کی امامت پر سب کا اتفاق تھا، اتقان وضبط وحفظ ومعرفت وزہد وورع محتاج بیان نہیں تھا۔(۷)

۲۵۔ حافظ اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق سبیعی، ابویوسف کوفی، ابن معین ان کے ثقہ ہونے کی تعریف کرتے ہیں۔(۸)

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۵ (ج ۱ ص ۱۷۲ نمبر ۱۶۷)، خلاصۃ الخزرجی ص ۲۷۹ (ج ۲ ص ۳۷۹ نمبر ۶۰۴۹)

۲۔ تاریخ الثقات (ص ۴۳۵ نمبر ۱۶۱۱)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۹ (ج ۱ ص ۱۸۸ نمبر ۱۸۳)، خلاصۃ الخزرجی ص ۳۲۰ (ج ۳ ص ۲۲ نمبر ۶۹۴۶)

۴۔ تاریخ الثقات (ص ۱۲۶ نمبر ۳۱۲)

۵۔ معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۱۱۴ نمبر ۵۵۲)

۶۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶ ص ۸۳ نمبر ۱۶۱۵)؛ التاریخ (ج ۳ ص ۲۷۳ نمبر ۱۳۰۳)؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۲۷۲ (ج ۲ ص ۳۶۱ نمبر ۵۹۲۱)

۷۔ تاریخ خطیب بغدادی ج ۹ ص ۱۵۲

۸۔ التاریخ (ج ۴ ص ۶۵ نمبر ۳۱۶۹)

۲۶۔ جعفر بن زیاد کوفی ابو داؤد ثقہ شیعی کہتے، ابو زرعہ، ونسائی صدوق کہتے تھے۔(۱)

۲۷۔ مسلم بن سالم ہندی ابو فرہ کوفی، ابن معین و ابو حاتم نے صالح الحدیث ہونے کی توثیق کی ہے۔(۲)

۲۸۔ حافظ قیس بن ربیع ابو محمد اسدی کوفی، عفان و یعقوب انھیں ثقہ وصدوق کہتے تھے۔(۳)

۲۹۔ حافظ حماد بن سلمہ ابو سلمہ بصری، ابن معین، ابن معمر و قطان، ابدال وسید واعلم کہتے تھے۔(۴)

۳۰۔ حافظ عبد اللہ بن لہیعہ ابو عبد الرحمن مصری، مصر کے بزرگ امام و عالم ومحدث تھے، احمد بن حنبل بے مثل کہتے تھے۔(۵)

۳۱۔ حافظ ابو عوانہ وضاح بن عبد اللہ لشکری واسطی بزاز، ان کے صدوق ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔(۶)

۳۲۔ قاضی شریک بن عبد اللہ، ابو عبد اللہ نخعی کوفی، امام فقیہ ومحدث تھے، بخاری و ابن معین نے توثیق کی ہے۔(۷)

۳۳۔ حافظ عبد اللہ بن عبید الرحمن کوفی، ابن معین، ابن حجر اور ذہبی نے معتبر مانا ہے۔(۸)

۳۴۔ نوح بن قیس ابو روح صدانی بصری، مرہ و ابن معین انھیں ثقہ کہتے تھے۔(۹)

۱۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۵۳ (ج ۱ ص ۱۶۷ نمبر ۱۰۳۸)

۲۔ الجرح والتعدیل (ج ۸ ص ۱۸۵ نمبر ۸۰۸)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۱ ص ۲۲۶ نمبر ۲۱۱)

۴۔ معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۹۴ نمبر ۲۶۷)

۵۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۵ (ج ۱ ص ۲۳۷ نمبر ۲۲۴)

۶۔ تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۱۰۳)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۴۱ (ج ۱ ص ۲۳۶ نمبر ۲۲۳)

۷۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۰ (ج ۱ ص ۲۳۲ نمبر ۲۱۸)؛ التاریخ (ج ۳ ص ۳۶۹ نمبر ۱۷۹۶)

۸۔ معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۱۱۵ نمبر ۵۵۳)؛ تقریب التہذیب ص ۱۷۰ (ج ۱ ص ۵۳۶ نمبر ۱۳۸۱ حرف "ع")؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۸۴ (ج ۱ ص ۳۱۱ نمبر ۲۸۹)

۹۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۳۴۷ (ج ۳ ص ۱۰۲ نمبر ۱۷۵۷)؛ التاریخ (ج ۴ ص ۱۲۳ نمبر ۳۴۸۵)

۳۵۔ مطلب بن زیاد بن ابی زہیر، ابوطالب کوفی، اکثر حفاظ نے اعتماد کیا ہے، ابن معین، ابوداؤد اور ابن حجر انھیں صدوق ومحدث جلیل کہتے ہیں۔(۱)

۳۶۔ قاضی حسان بن ابراہیم عنزی، احمد، ابوزرعہ، احمد اور ابن عدی نے ثقہ ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۲)

۳۷۔ حافظ جریر بن عبدالحمید ابوعبداللہ جہنی کوفی، تذکرہ ذہبی کے مطابق محدثین احادیث کے لئے حاضری دیتے چونکہ یہ ثقہ تھے۔(۳) حفظ ووسعت معلومات میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

۳۸۔ فضل بن موسیٰ ابوعبداللہ مروزی سینانی، ابن معین وابوحاتم نے ثقہ وثبت کہا ہے۔(۴)

۳۹۔ حافظ محمد بن جعفر بن مدنی بصری، ابوعبداللہ غندر، ابن معین انھیں متقن حافظ کہتے تھے۔

۴۰۔ حافظ اسماعیل بن علیہ ابوبشر بن ابراہیم اسدی، ابن داود وابن معین ثقہ ومتقی کہتے، کبھی ان سے غلطی نہ ہوئی شعبہ سید المحدثین کہتے تھے۔(۵)

۴۱۔ حافظ محمد بن ابراہیم ابوعمرو بن ابی عدی سلمی بصری، نسائی وابوحاتم نے معتبر مانا ہے۔(۶)

۴۲۔ حافظ محمد بن خازم ابومعاویہ تمیمی ضریر، عجلی، نسائی وابن خراش نے معتبر مانا ہے۔(۷)

۴۳۔ حافظ محمد بن فضیل ابوعبدالرحمٰن کوفی، ابن معین، ابوزرعہ ونسائی انھیں ثقہ وصدوق وعارف کہتے ہیں۔(۸)

۱۔ التاریخ (ج۳ص۲۷۲نمبر۱۲۹۳)

۲۔ خلاصۃ الخزرجی ص۶۴ (ج۱ص۲۰۵نمبر۱۲۹۸)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۲۴۷ (ج۱ص۲۷۱نمبر۲۵۷)

۴۔ التاریخ (ج۴ص۳۵۴نمبر۴۷۴۴)؛ الجرح التعدیل (ج۷ص۶۸نمبر۳۹۰)

۵۔ تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۲۹۵ (ج۱ص۳۲۲نمبر۳۰۳)؛ معرفۃ الرجال (ج۱ص۱۰۴نمبر۴۷۱)

۶۔ تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۲۹۶ (ج۱ص۳۲۴نمبر۱۰۵، خلاصۃ الخزرجی ص۷۶ (ج۲ص۳۷۴)

۷۔ تاریخ الثقات (ص۴۰۳نمبر۱۴۵۰)؛ خلاصۃ الخزرجی ص۲۸۵ (ج۲ص۳۹۷نمبر۶۱۷۴)

۸۔ تقریب التہذیب (ج۲ص۲۰۰نمبر۶۲۸ حرف ''م'')، تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۲۸۸ (ج۱ص۳۱۵نمبر۲۹۴)

۴۴۔حافظ وکیع بن جراح رواسی ابو سفیان کوفی، ابن معین، عجلی، وابن سعد نے توثیق کی ہے، احمد حنبل کہتے ہیں کہ حفظ علم ورع اور خشوع میں ان کا مثل نہ تھا۔(۱)

۴۵۔حافظ سفیان بن عینیہ ابو محمد ہلالی کوفی، ذہبی وابن خلکان ان کے حفظ وعلم وعظمت کا قصیدہ پڑھتے ہیں۔(۲)

۴۶۔حافظ عبداللہ بن نمیر ابو ہشام ہمدانی خارنی، ابن معین نے توثیق کی ہے عظیم محدث تھے۔(۳)

۴۷۔حافظ حنش بن حرث بن لقیط نخعی کوفی، ابونعیم، ہیثمی اور ابو حاتم نے توثیق کی ہے۔(۴)

۴۸۔ابو محمد موسیٰ بن یعقوب زمعی مدانی، ابن معین معتبر اور ابوداؤد صالح کہتے ہیں۔(۵)

۴۹۔علاء بن سالم عطار کوفی، بزرگ پیشوا اور ثقہ تھے۔(۶)

۵۰۔ارزق بن علی بن مسلم حنفی ابو جہم کوفی، ابن حبان نے معتبر کہا ہے۔(۷)

۵۱۔ہانی بن ایوب حنفی کوفی، ابن کثیر ان کو موثق مانتے ہیں۔(۸)

۵۲۔فضیل بن مرزوق اغر رقاشی رواسی کوفی، ابو عبدالرحمٰن، ثوری ابن عینیہ وابن معین وغیرہ معتبر مانتے ہیں۔(۹)

۵۳۔ابو حمزہ سعد بن عبیدہ سلمی کوفی، نسائی وابن حجر نے توثیق کی ہے۔(۱۰)

۱۔التاریخ (ج ۴ ص ۴۵ نمبر ۳۰۶۱)؛ تاریخ الثقات (ج ۴ ص ۴۶ نمبر ۱۷۶۹)؛ الطبقات الکبری (ج ۶ ص ۳۹۴)

۲۔تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳۹ (ج ۱ ص ۲۶۲ نمبر ۲۴۹)؛ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۲۲۶ (ج ۲ ص ۳۹۱ نمبر ۲۶۷)

۳۔معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۷۹ نمبر ۳۲۷)

۴۔الجرح والتعدیل (ج ۳ ص ۲۹۱ نمبر ۱۳۰۰)

۵۔التاریخ (ج ۳ ص ۱۵۸ نمبر ۶۷۲)

۶۔تاریخ بغدادی (ج ۱۴ ص ۲۳۶ نمبر ۷۵۴۵)

۷۔الثقات (ج ۸ ص ۱۳۶)

۸۔البدایہ النہایہ ج ۵ ص ۲۱۱ (ج ۵ ص ۲۳۰ حوادث سنہ ۱۰)

۹۔التاریخ (ج ۳ ص ۳۷۲ نمبر ۱۲۹۸)

۱۰۔خلاصۃ الخزرجی ص ۱۱۵ (ج ۱ ص ۳۷۰ نمبر ۲۳۹۴) تقریب التہذیب ص ۸۹ (ج ۱ ص ۲۸۸)

۵۴۔موسیٰ بن مسلم حزامی شیبانی، موسی صغیر، ابن معین و ابن حبان نے ثقہ و معتبر کہا ہے۔(۱)
۵۵۔یعقوب بن جعفر بن ابی کثیر انصاری مدنی، موسیٰ بن یعقوب اور محمد بن یحییٰ معتبر مانتے ہیں۔
۵۶۔عثمان بن سعد بن مرہ قرشی ائمہ حدیث نے روایت کی ہے، ابن حبان معتبر مانتے ہیں۔(۲)

تیسری صدی

۵۷۔حافظ حمزہ بن ربیعہ قرشی مدنی، احمد کے نزدیک معتبر ترین آدمی تھے۔(۳)
۵۸۔حافظ محمد بن عبداللہ زبیری ابو احمد کوفی، عجلی معتبر مانتے ہیں، سب نے تعریف کی ہے۔(۴)
۵۹۔مصعب بن مقدام خثعمی ابو عبداللہ کوفی، ابن معین و دارقطنی و ابوداؤد معتبر مانتے ہیں۔
۶۰۔حافظ یحییٰ بن آدم بن سلیمان قرشی، ابو زکریا کوفی، ابن معین نسائی و ابن شیبہ معتبر مانتے ہیں۔
۶۱۔حافظ زید بن حباب ابو حسین خراسانی، ابن مدنی، ابن معین و دارقطنی وغیرہ نے توثیق کی ہے۔(۵)
۶۲۔ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی، شافعیوں کے امام ہیں۔
۶۳۔حافظ ابو عمرو شبانہ بن سوار فزاری مداینی، ابن معین نے توثیق کی ہے۔(۶)
۶۴۔محمد بن خالد نجفی بصری، ابن حبان ثقہ اور ابو حاتم و ابو زرعہ صالح الحدیث کہتے ہیں۔(۷)
۶۵۔حافظ خلف بن تمیم کوفی بن شیبہ، ابو حاتم و ابن حبان نے توثیق کی ہے، ابن حجر، صدوق و عابد کہتے ہیں۔(۸)

۱۔التاریخ (ج۳ص۳۳۵نمبر۱۶۱۵)؛ الثقات (ج۷ص۴۵۵)۔
۲۔الثقات (ج۸ص۴۵۰)
۳۔العلل و معرفۃ الرجال (ج۲ص۳۶۶نمبر۲۶۲۴)   ۴۔تاریخ الثقات (ص۴۰۶نمبر۱۴۶۹)
۹۔ذکر اسماء التابعین (ج۲ص۸۶نمبر۳۶۳)، الجرح والتعدیل (ج۳ص۵۶۱نمبر۲۵۳۸)، الاکمال (ج۲ص۱۴۳)
۸۔خلاصۃ الخزرجی ص۱۴۲ (ج۱ص۴۵۵نمبر۲۹۹۲)
۷۔الثقات (ج۹ص۵۵)؛ الجرح والتعدیل (ج۷ص۲۴۳نمبر۲۶۳۶)
۸۔الجرح والتعدیل (ج۳ص۳۷۰نمبر۱۶۸۴)؛ الثقات (ج۸ص۲۲۸)؛ تقریب التہذیب (ج۱ص۲۲۵نمبر۱۳۵حرف ''خ''

۶۶۔حافظ اسود بن عامر شاذان شامی، ابن مدنی، ابن حجر وغیرہ ان کو معتبر مانتے ہیں۔

۶۷۔ابوعبداللہ حسین بن حسن اشقر فرازی کوفی، ابن حبان، ذہبی، وحاکم مستند مانتے ہیں۔(۱)

۶۸۔حافظ حفص بن عبداللہ بن راشد ابوعمرو سلمٰی قاضی نیشاپور، ابن حبان ونسائی معتبر مانتے ہیں۔(۲)

۶۹۔حافظ عبدالرزاق بن ہمام ابوبکر صنعانی، ذہبی کے مطابق بے شمار لوگوں نے ان کی توثیق کی ہے۔(۳)

۷۰۔حسن بن عطیہ بن نجیح قرشی کوفی، ابوعلی بزاز، ابوحاتم صدوق کہتے ہیں۔(۴) بخاری نے ان سے روایت کی ہے۔(۵)

۷۱۔عبداللہ بن یزید عدوی، نسائی، ابن سعد وابن قانع نے توثیق کی ہے نیز خلیلی اور ابن حبان نے بھی۔(۶)

۷۲۔حافظ حسین بن محمد بن بہرام ابومحمد تمیمی مروروزی، ابن سعد، ابن قانع وعجلی وغیرہ نے توثیق کی ہے۔(۷)

۷۳۔حافظ ابومحمد عبیداللہ بن موسیٰ عیسیٰ کوفی، صاحب مسند ہیں، ابوحاتم، ابن معین اور عجلی وغیرہ نے توثیق کی ہے۔(۸)

۱۔الثقات (ج۸ص۱۸۴)؛ تلخیص المستدرک ج۳ص۱۳۰؛ مستدرک حاکم (ج۳ص۱۴۱نمبر۴۶۴۷)

۲۔الثقات ج۸ص۱۹۹؛ خلاصۃ الخزرجی ص۴۷(ج۱ص۲۳۸نمبر۱۵۰۷)

۳۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۳۳۴(ج۱ص۲۶۴نمبر۳۵۷)

۴۔الجرح والتعدیل (ج۳ص۲۷نمبر۱۱۳)

۵۔التاریخ الکبیر (ج۱ص۳۰۱نمبر۲۵۴۱)

۶۔الطبقات الکبریٰ (ج۵ص۵۰۱)؛ الثقات (ج۸ص۳۴۲)

۷۔الطبقات الکبریٰ (ج۷ص۳۳۸)

۸۔الجرح والتعدیل (ج۵ص۳۳۴نمبر۱۵۸۲)؛ تاریخ الثقات (ص۳۱۹نمبر۱۰۷۰)

۷۴۔ ابوالحسن علی بن قادم خزاعی کوفی، ابن حبان، ابن خلفون، ابن قانع وابو حاتم وغیرہ نے معتبر جانا ہے۔(۱)

۷۵۔ محمد بن سلیمان بن ابی داؤد حرانی، ابوعوانہ وابن حبان نے معتبر تسلیم کیا ہے۔(۲)

۷۶۔ عبد اللہ بن داؤد بن عامر ہمدانی عرف خریبی، ابن سعد، ابن معین، ابوزرعہ ونسائی وغیرہ نے توثیق کی ہے۔(۳)

۷۷۔ حافظ ابوعبد الرحمٰن علی بن حسن بن دینار عبدی مروزی، امام بخاری نے ان سے روایت لی ہے احمد، ابن معین، ابن ابی شیبہ وابن حبان فاضل ترین اور ثقہ ترین کہتے تھے۔(۴)

۷۸۔ حافظ یحیٰی بن حماد شیبانی بصری، عجلی، ابوحاتم، ابن سعد وابن حبان نے توثیق کی ہے۔(۵)

۷۹۔ حافظ حجاج بن منہال سلمی ابومحمد انماطی بصری، عجلی ابن قانع، ابوحاتم ونسائی نے توثیق کی ہے، فلاس کہتے ہیں کہ ان جیسا محاسن سے آراستہ ودیندار میں نے نہیں دیکھا۔(۶)

۸۰۔ حافظ فضل بن دکین ابونعیم کوفی، بن شیبہ، احمد، ابوحاتم، ابن مدنی وعجلی وغیرہ ثقہ، صدوق و ثبت کہتے ہیں۔(۷)

۸۱۔ حافظ عفان بن مسلم ابوعثمان صفار انصاری بصری، عجلی وابوحاتم نے ثقہ، ثبت وصاحب سنت کہا ہے، ابن عدی انھیں اشہر واصدق واوثق کہتے ہیں، ابن معین وابن سعد وابن قانع نے بھی توثیق کی

۱۔ الثقات (ج۷ص۲۱۴)؛ الجرح والتعدیل (ج۶ص۲۰۱نمبر۱۱۰۷)

۲۔ الثقات (ج۹ص۶۹)

۳۔ الطبقات الکبریٰ (ج۷ص۲۹۵)؛ ذکر اسماء التابعین (ج۱ص۲۰۲نمبر۵۴۲)

۴۔ الثقات (ج۸ص۴۶۰)

۵۔ تاریخ الثقات (ص۴۷۰نمبر۱۸۰۰)؛ الجرح والتعدیل (ج۹ص۱۳۷نمبر۵۸۳)؛ الطبقات الکبریٰ (ج۷ص۳۰۶)؛ الثقات (ج۹ص۲۵۷)

۶۔ تاریخ الثقات (ص۱۰۹نمبر۲۵۵)

۷۔ الجرح والتعدیل (ج۷ص۶۱نمبر۳۵۳)؛ تاریخ الثقات (ص۳۸۳نمبر۱۳۵۱)؛ الطبقات الکبری ج۶ص۴۰۰؛ تاریخ اسماء الثقات ص۲۶۴نمبر۱۰۷۶؛ تاریخ بغدادی ج۱۲ص۳۴۶نمبر۶۷۸۷)

ہے۔(۱)

۸۲۔حافظ علی بن عیاش بن مسلم الہانی، نسائی، دارقطنی وعجلی نے معتبر تسلیم کیا ہے۔(۲)

۸۳۔حافظ مالک بن اسماعیل بن درہم ابوغسان نہدی کوفی، ابن معین ابن شیبہ ونسائی نے معتبر جانا ہے۔(۳)

۸۴۔حافظ قاسم بن سلام ابوعبیدی ہروی، روحانی متقن اور حسن الروایۃ تھے کسی نے طعن نہیں کیا ہے۔(۴)

۸۵۔محمد بن کثیر ابوعبداللہ عبدی بصری، ابن حبان فاضل وثقہ ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔(۵)

۸۶۔موسیٰ بن اسماعیل منقری بصری، ابن معین وابن حاتم ثقہ وصدوق کہتے ہیں۔(۶)

۸۷۔قیس بن حفص بن قعقاع ابومحمد بصری، ابن معین، دارقطنی وابن حبان نے ثقہ کہا ہے راوی بخاری ہیں۔(۷)

۸۸۔حافظ سعید بن منصور بن شعبہ نسائی ابوعثمان خراسانی، خزرجی کے بقول بڑے جولانی حافظ تھے، ابوحاتم وابن حجر نے متقن، ثبت وثقہ کہا ہے۔(۸)

۸۹۔حافظ یحییٰ بن عبدالحمید حمانی ابوزکریا کوفی، مرہ بن معین، احمد ابن نمیر وغیرہ ثقہ کہتے ہیں۔(۹)

۱۔(تاریخ الثقات ص۳۳۶ نمبر۱۱۴۵؛ الجرح والتعدیل ج۷ص۳۰ نمبر۱۶۵؛ تہذیب التہذیب ج۷ص۲۰۵؛ الکامل فی ضعفاء الرجال ج۵ص۳۸۴ نمبر۱۵۵۰؛ التاریخ ج۴ص۲۸۵ نمبر۸۸۰۷؛ الطبقات الکبریٰ ج۷ص۲۹۸)

۲۔تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۳۵۲ (ج۱ص۳۸۴ نمبر۳۸۳)؛ تہذیب التہذیب ج۷ص۳۶۸ (ج۷ص۳۲۲)

۳۔التاریخ (ج۴ص۱۲ نمبر۲۸۸۸)

۴۔وفیات الاعیان ج۱ص۴۵۷ (ج۴ص۶۰ نمبر۵۳۴)

۵۔الثقات (ج۹ص۷۷)

۶۔معرفۃ الرجال (ج۱ص۱۱۹ نمبر۵۸۴)؛ الجرح والتعدیل (ج۸ص۱۳۶ نمبر۶۱۵)

۷۔ذکر اسماء التابعین (ج۱ص۳۰۱ نمبر۸۹۱)؛ الثقات (ج۹ص۱۵)؛ صحیح بخاری (ج۱ص۵۸ حدیث نمبر۱۲۵)

۸۔خلاصۃ الخزرجی ص۱۲۱ (ج۱ص۳۰۱ نمبر۲۵۴۴)؛ تقریب التہذیب ص۹۴ (ج۱ص۳۰۶ نمبر۲۶۳ حرف ''س'')

۹۔التاریخ (ج۳ص۳۷۰ نمبر۱۲۷۳؛ معرفۃ الرجال ج۱ص۱۰۴ نمبر۴۷۰)

۹۰۔حافظ ابراہیم بن حجاج بن زید ابواسحاق سامی بصری، ابن حبان وابن حجر نے ثقہ کہا ہے۔(۱)
۹۱۔حافظ علی بن حکیم بن ذیبان کوفی، ابن معین نسائی وحضرمی وابن قانع نے معتبر تسلیم کیا ہے۔(۲)
۹۲۔حافظ خلف بن سالم مہلبی مخزومی بغدادی، نسائی وابن شیبہ وحمزہ نے ثقہ وصادق کہا ہے۔(۳)
۹۳۔حافظ علی بن محمد ابوالحسن طنافسی کوفی، ابوحاتم وخلیلی نے عظمت کے اقرار کے ساتھ ثقہ وصدوق کہا ہے۔(۴)

۹۴۔حافظ ہدبہ بن خالد ابوخالد قیسی بصری، ابن معین وابن حبان وغیرہ نے ثقہ وصدوق کہا ہے(۵)
۹۵۔حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابوبکر عیسی کوفی، عجلی، ابوحاتم وخراش نے توثیق کی ہے۔(۶)
۹۶۔حافظ ابوسعید عبیداللہ بن عمر جشمی قواریری بصری، ابن معین، عجلی ونسائی نے معتبر مانا ہے۔(۷)
۹۷۔حافظ احمد بن عمر بن حفص جلاب ابوجعفر وکیعی، بن معین وابن احمد ومحمد بن عبدوس نے معتبر مانا ہے۔(۸)

۹۸۔حافظ ابراہیم بن منذر بن عبداللہ حزامی، ابواسحاق مدنی، ان کی توثیق ابن معین وغیرہ نے کی ہے۔(۹)

۹۹۔ابوسعید یحیٰ بن سلیمان کوفی جعفی مقری، دارقطنی، عقیلی وابن حبان نے توثیق کی ہے۔(۱۰)

۱۔الثقات (ج۸ص۷۸)؛تقریب التہذیب ص۱۲(ج۱ص۳۳نمبر۱۸۶حرف ''الف'')
۲۔خلاصۃ الخزرجی (ج۲ص۲۴۷نمبر۴۸۷۴)؛تہذیب التہذیب ج۷ص۳۱۱(ج۷ص۲۷۴)
۳۔س خلاصۃ الخزرجی ص۹۰(ج۱ص۲۹۲نمبر۱۸۵۴)
۴۔الجرح والتعدیل (ج۶ص۲۰۲نمبر۱۱۱۱)
۵۔الثقات (ج۹ص۲۴۶)
۶۔تاریخ الثقات (ص۲۷۶نمبر۸۷۸)؛الجرح والتعدیل (ج۵ص۱۶۰)
۷۔تاریخ بغدادی ج۱۰ص۳۲۳،۳۲۰
۸۔تاریخ بغدادی ج۴ص۲۸۴
۹۔ذکر اسماء التابعین (ج۱ص۵۵نمبر۲۴)؛الثقات (ج۸ص۷۳)؛خطیب بغدادی (ج۶ص۱۷۹نمبر۳۲۲۵)
۱۰۔تہذیب التہذیب ج۱۱ص۲۲۷(ج۱۱ص۱۹۹)؛خلاصۃ الخزرجی ص۳۶۴(ج۳ص۱۵۰نمبر۷۹۶۶)

۱۰۰۔حافظ بن راہویہ اسحاق بن ابراہیم حنظلی مروزی، اکثر نے توثیق کی ہے احمد بزرگ پیشوا کہتے تھے۔(۱)

۱۰۱۔حافظ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ،صاحب مسند،ابن معین وعجلی کے ساتھ اکثر نے توثیق کی ہے(۲)

۱۰۲۔حافظ قتیبہ بن سعید بن جمیل بغلانی ابورجاء ثقفی،ان سے ائمہ خمسہ بخاری، مسلم،ابوداؤد اور ابوعیسیٰ،ابوعبدالرحمٰن نے روایت لی ہے،سمعانی کہتے تھے کہ وہ محدث عصر تھے۔(۳)،ابن معین،نسائی وذہبی نے توثیق کی ہے۔(۴)

۱۰۳۔امام حنابلہ ابوعبداللہ احمد بن حنبل شیبانی نے اپنی مسند میں متعدد طرق سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔

۱۰۴۔حافظ یعقوب بن حمید بن کاسب ابویوسف مدنی،ابن معین،معصب اور ابومسلم کے ساتھ ابن حبان اور بخاری نے معتبر وصدوق کہا ہے۔(۵)

۱۰۵۔حافظ حسن بن حماد بن کسیب ابوعلی سجادہ،احمد،ابن حبان،صاحب سنت اور ثقہ کہتے تھے۔(۶)

۱۰۶۔حافظ ہارون بن عبداللہ بن مروان ابوموسیٰ بزاز،دارقطنی ونسائی وذہبی نے توثیق کی ہے(۷)

۱۰۷۔ابوعمار حسین بن حریث مروزی،ابن حجر نے ان کو ثقہ مانا ہے۔(۸)

۱۰۸۔ہلال بن بشر بن محبوب ابوالحسن بصری احدب،نسائی وابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔(۹)

۱۔خلاصۃ الخزرجی ص۲۳(ج۱ص۶۸نمبر۳۶۸)

۲۔تاریخ بغدادی ج۱۱ص ۲۸۸،۲۸۳؛ تذکرۃ الحفاظ ج۲ص ۳۰(ج۲ص۴۴۳نمبر۴۵۰)

۳۔الانساب(ج۱ص۳۷۶)

۴۔تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۳۳(ج۲ص۴۴۶نمبر۴۵۳)

۵۔الثقات(ج۹ص۲۸۵)

۶۔الثقات(ج۸ص۱۷۵)؛ خلاصۃ الخزرجی ص۶۶(ج۱ص۲۱۱نمبر۱۳۳۴)

۷۔ذکر اسماء التابعین(ج۲ص۲۶۵نمبر۱۳۳۵)؛ تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۶۲(ج۲ص۴۷۸نمبر۴۹۱)

۸۔تقریب التہذیب ص۵۷(ج۱ص۱۷۵نمبر۳۵۲حرف''ح'')

۹۔الثقات(ج۹ص۲۴۸)

۱۰۹۔ ابوالجوزاء احمد بن عثمان بصری، ابوحاتم وابن ابی عاصم و بزاز وابن حبان نے ثقہ و مامون کہا ہے۔(۱)

۱۱۰۔ حافظ محمد بن علاء ہمدانی ابوکریب کوفی، ذہبی نے ثقہ کہا ہے۔(۲)

۱۱۱۔ یوسف بن عیسیٰ بن دینار زہری ابویعقوب مروزی، رجال کی کتابوں میں ان کو ثقہ و فاضل کہا گیا ہے۔(۳)

۱۱۲۔ نصر بن علی بن نصر ابوعمرو جہضمی، ابوحاتم، نسائی وابن خراش نے توثیق کی ہے۔(۴)

۱۱۳۔ حافظ بن محمد بشافر معروف بہ بندار ابوبکر عبدی بصری، ائمۂ ستہ نے ان سے روایت لی ہے، عجلی وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔(۵)

۱۱۴۔ حافظ یوسف بن موسیٰ عنزی، خطیب نے بڑی ستائش کی ہے تمام محدثین نے ان سے روایت لی ہے۔(۶)

۱۱۵۔ حافظ محمد بن مثنی ابوموسیٰ ابویعقوب قطان کوفی، اکثر ائمہ نے ان کی ستائش کی ہے، بخاری نے ان کی حدیث سے احتجاج کیا ہے۔(۷)

۱۱۶۔ حافظ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری صحیح بخاری کے مؤلف۔(۸)

۱۱۷۔ حافظ محمد بن عبدالرحیم ابویحییٰ بغدادی بزاز بن احمد ونسائی واحمد و بن صاعد نے ثقہ کہا ہے متقن و عالم و حافظ تھے۔(۹)

۱۔ الجرح والتعدیل (ج ۲ص ۶۳ نمبر ۱۰۴)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ص ۸۰ (ج ۲ص ۴۹۷ نمبر ۵۱۲)

۳۔ تقریب التہذیب (ج ۲ص ۳۸۲ نمبر ۴۳۶ حرف ''ی'')؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۳۷۸ (ج ۳ص ۱۸۹ نمبر ۸۲۹۰)

۴۔ الجرح والتعدیل (ج ۸ص ۴۶۶ نمبر ۲۱۳۶)

۵۔ تاریخ الثقات (ص ۴۰۱ نمبر ۱۴۳۵)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ص ۵۳ (ج ۲ص ۵۱۱ نمبر ۵۲۶)

۶۔ تاریخ بغداد (ج ۳ص ۲۸۶، ۲۸۳)

۷۔ تاریخ بغدادی (ج ۱۴ص ۳۴)

۸۔ التاریخ الکبیر ج اص قسم اص ۳۷۵

۹۔ تاریخ بغدادی (ج ۲ص ۶۳ ۳نمبر ۸۷۳)

۱۱۸۔محمد بن عبداللہ عدوی مقری، بن حاتم، نسائی وخلیلی وغیرہ ثقہ وصدوق کہتے تھے۔(۱)

۱۱۹۔حافظ حسن بن عرفہ بن یزید ابوعلی عبدی بغدادی، ابن معین وابوحاتم بن قاسم وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔(۲)

۱۲۰۔حافظ عبداللہ بن سعید کندی کوفی، ذہبی، ابوحاتم وغیرہ نے ستائش کی ہے اور ثقہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔(۳)

۱۲۱۔حافظ محمد بن یحیٰ بن عبداللہ نیشاپوری، ذہبی، وخطیب نے توثیق کے ساتھ بڑی ستائش کی ہے۔(۴)

۱۲۲۔حافظ حجاج بن یوسف ثقفی بغدادی ابومحمد معروف بہ ابن شاعر، سمعانی وذہبی وخطیب نے ثقہ وفہم وحفظ کا اقرار کیا ہے۔(۵)

۱۲۳۔احمد بن عثمان بن حکیم ابوعبداللہ اودی، نسائی وابن خراش وغیرہ نے توثیق کی ہے۔(۶)

۱۲۴۔حافظ عمر بن شبہ نمیری ابوزید بصری دارقطنی وخطیب وغیرہ نے ثقہ وصدوق کہا ہے۔(۷)

۱۲۵۔حافظ حمدان احمد بن یوسف بن حاتم سلمی ابوالحسن نیشاپوری، مسلم خلیل ودارقطنی نے توثیق کی ہے۔(۸)

۱۔الجرح والتعدیل (ج ۷ص ۳۰۷ نمبر ۱۶۶۸)؛ تہذیب التہذیب ج ۹ص ۲۸۴ (ج ۹ص ۲۵۲)

۲۔تاریخ بغدادی ج ۷ص ۳۹۴؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۶۷؛ تہذیب التہذیب ج ۲ص ۲۳۹

۳۔تذکرۃ الحفاظ ج ۲ص ۸۴ (ج ۲ص ۵۰۲ نمبر ۵۱۷)؛ الجرح والتعدیل (ج ۵ص ۷۳ نمبر ۳۳۲)؛ تہذیب التہذیب (ج ۵ص ۲۰۸)

۴۔تذکرۃ الحفاظ ج ۲ص ۱۱۱ (ج ۲ص ۵۳۰ نمبر ۵۴۹)؛ خطیب بغدادی ج ۳ص ۴۱۵

۵۔الانساب (ج ۳ص ۳۷۸)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ص ۱۲۹ (ج ۲ص ۵۴۹ نمبر ۵۶۹)؛ تاریخ بغدادی ج ۸ص ۲۴۰

۶۔تاریخ بغدادی ج ۴ص ۲۹۶

۷۔تذکرۃ الحفاظ ج ۲ص ۹۸ (ج ۲ص ۵۱۶ نمبر ۵۳۳)؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۲۴۰ (ج ۲ص ۲۷۱ نمبر ۵۱۸۱)؛ تاریخ بغدادی ج ۱۱ ص ۲۰۸

۸۔خلاصۃ الخزرجی ص ۱۲ (ج ۱ص ۳۶ نمبر ۱۵۰) تہذیب التہذیب ج ۱ص ۹۲ (ج ۱ص ۷۹)

۱۲۶۔ حافظ عبید اللہ بن کریم بن یزید ابوزرعہ مخزومی، ابوحاتم، نسائی، اور خطیب نے حفظ وصداقت وثقہ کا اقرار کیا ہے۔ (۱)

۱۲۷۔ حافظ احمد بن منصور بن سیار ابوبکر بغدادی، صاحب مسند، ابوحاتم، دارقطنی وغیرہ نے توثیق کی ہے۔ (۲)

۱۲۸۔ حافظ اسماعیل بن عبد اللہ بن مسعود عبدی ابوبشر اصفہانی، ابوالشیخ، ابونعیم حافظ، متقن وصدوق کہتے تھے۔ (۳)

۱۲۹۔ حافظ حسن بن علی بن عفان عامری ابومحمد کوفی، دارقطنی وابن حبان وغیرہ نے ثقہ کہا ہے ابن ماجہ کے شیخ تھے۔ (۴)

۱۳۰۔ حافظ محمد بن عوف بن سفیان ابوجعفر طائی حمصی، ذہبی کے مطابق اکثر لوگوں نے ان کی توثیق وتعریف کی ہے۔ (۵)

۱۳۱۔ حافظ سلیمان بن سیف بن یحیٰی طائی ابوداؤد حرانی، نسائی وابن حبان وغیرہ نے توثیق کی ہے (۶)

۱۳۲۔ حافظ بن یزید قزوینی، ابن ماجہ صاحب السنن، بہت سے لوگوں نے ثقہ ومعرفت وحفظ کی تعریف کی ہے۔ (۷)

۱۳۳۔ ابومحمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری، خطیب وابن خلکان نے ثقہ، متدین وفاضل کہا ہے (۸)

۱۔ تاریخ بغدادی ج ۱۰ ص ۳۳۷، ۳۲۶

۲۔ تاریخ بغدادی ج ۵ ص ۱۵۳، ۱۵۱؛ تہذیب التہذیب (ج ۱ ص ۷۲)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۴۵ (ج ۲ ص ۵۶۶ نمبر ۵۹۱)

۴۔ الثقات (ج ۸ ص ۱۸۱)؛ خلاصۃ الخزرجی ص ۶۸ (ج ۱ ص ۲۱۶ نمبر ۱۳۶۲) تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۰۲ (ج ۲ ص ۲۶۱)

۵۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۵۹ (ج ۲ ص ۵۸۱ نمبر ۶۰۶)

۶۔ الثقات (ج ۸ ص ۲۸۱)

۷۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۰۹ (ج ۲ ص ۶۳۶ نمبر ۶۵۹)

۸۔ تاریخ بغدادی ج ۱۰ ص ۱۷۰؛ وفیات الاعیان (ج ۳ ص ۴۲ نمبر ۳۲۸)

۱۳۴۔حافظ عبدالملک بن محمد ابو قلابہ رقاشی،محدث بصرہ تھے ابوداود،امین مامون کہتے اکثر نے ستائش کی ہے۔(۱)

۱۳۵۔حافظ احمد بن حازم غفاری کوفی ابن عزیزہ صاحب مسند،ابن حبان وذہبی نے بڑی ستائش و توثیق کی ہے۔(۲)

۱۳۶۔حافظ محمد بن عیسیٰ ابوعیسیٰ ترمذی،صحاح ستہ کے علماء میں سے ایک اور توثیق سے بے نیاز ہیں۔

۱۳۷۔حافظ احمد یحییٰ بلاذری،تمام مسلمانوں نے ان کی کتابوں پر اعتماد کیا ہے۔

۱۳۸۔حافظ ابراہیم بن حسین کسائی ابواسحاق دیزیل،ذہبی وحاکم نے ثقہ و مامون کہا ہے۔(۳)

۱۳۹۔حافظ احمد بن عمرو ابوبکر شیبانی ابن ابی عاصم،ذہبی نے ان کے زہد و صدق وتفقہ کی تعریف کی ہے۔(۴)

۱۴۰۔حافظ زکریا بن یحییٰ بن ایاس ابوعبدالرحمٰن سنجری خیاط،نسائی،ازدی وذہبی وغیرہ نے توثیق کی ہے۔(۵)

۱۴۱۔حافظ عبداللہ بن احمد بن حنبل شیبانی،خطیب وذہبی نے ثقہ وثبت ہونے کی نشان دہی کی ہے معرفت رجال میں طاق تھے۔(۶)

۱۴۲۔حافظ احمد بن عمرو ابوبکر بزاز بصری صاحب مسند خطیب وذہبی نے ثقہ وحافظ کہا ہے۔(۷)

۱۴۳۔حافظ ابراہیم بن عبداللہ بن مسلم صاحب السنن،ذہبی و دار قطنی نے ثقہ وعالم بالحدیث کہا

۱۔تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۹۷ (ج ۲ ص ۵۸۰ نمبر ۶۰۴)؛ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۲۰ (ج ۶ ص ۳۷۱)

۲۔الثقات (ج ۸ ص ۴۴)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۷۱ (ج ۲ ص ۵۹۴ نمبر ۶۱۷)

۳۔تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۸۳ (ج ۲ ص ۶۰۸ نمبر ۶۳۳)

۴،۵۔تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۱۴ (ج ۲ ص ۶۴۰ نمبر ۶۶۳)

۶۔تاریخ بغدادی ج ۹ ص ۳۷۵؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳۷ (ج ۲ ص ۶۶۵ نمبر ۶۸۵)

۷۔تاریخ بغدادی ج ۴ ص ۳۳۴؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۲۸ (ج ۲ ص ۶۵۳ نمبر ۶۷۵)

ہے۔(۱)

۱۴۴۔حافظ صالح بن عمرو بغدادی ملقب بہ جرزہ، خطیب وذہبی نے حافظ، عارف، ثقہ وصدوق کہا ہے۔(۲)

۱۴۵۔حافظ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، حافظ، صالح، حاکم وذہبی نے توثیق کی ہے۔(۳)

۱۴۶۔قاضی علی بن محمد مصیصی نسائی کے شیخ تھے، خلاصہ خزرجی وتقریب کے مطابق ثقہ تھے۔(۴)

۱۴۷۔ابراہیم بن یونس بن محمد مودب بغدادی، ابن حبان، ونسائی وغیرہ نے ثقہ وصدوق کہا ہے(۵)

۱۴۸۔ابو ہریرہ بن محمد بن ایوب واسطی، ابو حاتم، ابن حبان وحاکم نے ثقہ اور ستائش کی ہے۔(۶)

چوتھی صدی

۱۴۹۔حافظ عبداللہ بن صغر بن نصر ابوالعباس سکری، خطیب ودارقطنی نے ثقہ وصدوق کہا ہے۔(۷)

۱۵۰۔حافظ ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی صاحب السنن، دارقطنی وطحاوی وغیرہ نے ثقہ و اصدق وحافظ کہا ہے۔(۸)

۱۵۱۔حافظ حسن بن سفیان بن عامر ابوالعباس بالوذی صاحب مسند کبیر، سمعانی، سبکی وحاکم وغیرہ

۱۔تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۱۹۵(ج۲ص۶۲۰(ج۲ص۶۲۰نمبر۶۴۷)

۲۔تاریخ بغدادی ج۹ص۳۲۲؛ تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۲۱۵(ج۲ص۶۴۱نمبر۶۶۴)

۳۔تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۲۳۳(ج۲ص۶۶۱نمبر۶۸۱)

۴۔خلاصۃ الخزرجی ص۱۳۵(ج۲ص۲۵۶نمبر۵۰۴۶)؛ تقریب التہذیب (ج۲ص۴۴نمبر۴۰۸ حرف ''ع''؛ تہذیب التہذیب ج۷ص۳۳۳)

۵۔الثقات(ج۸ص۸۲) تقریب التہذیب(ج۱ص۴۷نمبر۳۰۸ حرف ''الف'')

۶۔الجرح والتعدیل(ج۷ص۱۹۷نمبر۱۱۱۳)؛ الثقات(ج۹ص۱۱۴)

۷۔تاریخ بغدادی ج۹ص۴۸۳

۸۔تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۲۶۸(ج۲ص۶۹۸نمبر۷۱۹)؛ طبقات الشافعیہ ج۲ص۲۱۰(ج۳ص۲۶۳نمبر۱۷۰)

نے فقیہ وموثق وحافظ کہا ہے۔(۱)

۱۵۲۔حافظ احمد بن علی ابویعلی موصلی ساحب مسند کبیر، ابن حبان، حاکم، ذہبی وابن کثیر نے توثیق وستائش کی ہے۔(۲)

۱۵۳۔حافظ محمد بن جریر طبری، صاحب تفسیر وتاریخ، خطیب وذہبی وغیرہ نے بہت زیادہ ستائش کی ہے۔(۳)

۱۵۴۔ابوجعفر احمد بن محمد ضبی احول

۱۵۵۔حافظ احمد بن جمعہ بن خلف قہستان صاحب مسند کبیر، خطیب ذہبی وابوعلی نے توثیق وستائش کی ہے۔(۴)

۱۵۶۔حافظ عبداللہ ابن محمد بغوی، خطیب وابن ہارون کے نزدیک تفسیر سے بھی بلند تھے۔(۵)

۱۵۷۔ابوبشر احمد بن احمد دولابی، ابن خلکان کے مطابق معتمد علیہ تھے۔(۶)

۱۵۸۔ابوجعفر محمد بن عبداللہ بن احمد بزاز ابن نیری، خطیب نے توثیق کی ہے۔(۷)

۱۵۹۔حافظ ابوجعفر احمد بن محمد ازدی طحاوی، شیخ فقہ اور مصر کے رفیق دینی تھے، ثقہ، فقیہ وعالم تھے(۸)

۱۶۰۔ابواسحاق ابراہیم بن عبدالصمد بن موسیٰ ہاشمی، خطیب نے بھی ستائش کی ہے۔(۹)

۱۔الانساب (ج۱ص۲۷۰)؛ طبقات الشافعیہ ج۲ص۲۱۰ (ج۳ص۲۶۳ نمبر۱۷۰)

۲۔الثقات (ج۸ص۵۵)؛ تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۲۷۴ (ج۲ص۷۰۷ نمبر۷۲۶)؛ البدایۃ والنھایۃ ج۱۱ص۱۳۰ (ج۱۱ص۱۴۹ حوادث ۳۰۷ھ)

۳۔تاریخ بغدادی ج۲ص۱۶۹، ۱۶۲؛ تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۲۸۳، ۲۷۷ (ج۲ص۷۱۰ نمبر۷۲۸)

۴۔تاریخ بغدادی ج۲ص۱۶۹؛ تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۳۲۸ (ج۲ص۷۶۶ نمبر۷۶۷)

۵۔تاریخ بغدادی ج۱۰ص۱۱۷، ۱۱۱)

۶۔وفیات الاعیان ج۲ص۸۵ (ج۴ص۳۵۲ نمبر۶۴۶)

۷۔تاریخ بغدادی ج۴ص۲۲۶

۸۔البدایۃ النھایۃ ج۱۱ص۱۷۴ (ج۱۱ص۱۹۸ حوادث ۳۲۱ھ)؛ تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۳۰ (ج۳ص۸۰۸ نمبر۷۰۷)

۹۔تاریخ بغدادی ج۶ص۱۳۷

۱۶۱۔ حافظ حکیم محمد بن علی ترمذی صوفی شافعی، ابونعیم نے توثیق وستائش کی ہے۔(۱)

۱۶۲۔ حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس تمیمی حنظلی رازی، ذہبی وسبکی نے توثیق وستائش سے نوازا ہے۔(۲)

۱۶۳۔ ابوعمر احمد بن عبدربہ قرطبی، ابن خلکان نے بہت زیادہ ستائش کی ہے۔(۳)

۱۶۴۔ فقیہ ابوعبداللہ حسین بن اسماعیل بن سعید محاملی جنی، سمعانی کے نزدیک فاضل، صادق، متدین ثقہ وصدوق تھے۔(۴)

۱۶۵۔ ابونصر حبشون بن موسیٰ بن ایوب خلال، دارقطنی وخطیب نے توثیق وستائش کی ہے۔(۵)

۱۶۶۔ حافظ ابوالعباس احمد بن عقدہ، انھوں نے حدیث غدیر پر مستقل کتاب لکھی ہے۔(۶)

۱۶۷۔ ابوعبداللہ محمد بن علی بن خلف عطار کوفی، خطیب نے ثقہ و مامون و دانش مند ہونے کی گواہی نقل کی ہے۔(۷)

۱۶۸۔ حافظ ہیثم بن کلیب ابوسعید شاسی صاحب مسند کبیر، ذہبی نے توثیق کی ہے۔(۸)

۱۶۹۔ حافظ محمد بن صالح بن ہانی ابوجعفر وراق، ابن کثیر وسبکی نے ثقہ وزاہد ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۹)

۱۷۰۔ حافظ ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف شیبانی صاحب مسند کبیر، ذہبی وحاکم وغیرہ نے

۱۔ حلیۃ الاولیاء، (ج۱۰ص۲۳۳نمبر۵۷۲)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۴۸ (ج۳ص۳۲۴نمبر۸۱۲) طبقات الشافعیہ ج۲ص۲۳۷ (ج۳ص۳۲۴نمبر۲۰۷)

۳۔ وفیات الاعیان ج۱ص۳۴ (ج۱ص۱۱۰نمبر۴۶)

۴۔ الانساب (ج۵ص۲۰۸)

۵۔ تاریخ بغدادی ج۸ص۲۹۰

۶۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۸۳۹نمبر۸۲۰؛ لسان المیزان ج۱ص۲۸۷نمبر۸۱۸)

۷۔ تاریخ بغدادی ج۳ص۵۷

۸۔ تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۲۶ (ج۳ص۸۴۸نمبر۸۲۷)

۹۔ البدایۃ النھایۃ ج۱۱ص۲۲۵ (ج۱۱ص۲۵۵حوادث ۳۴۰ھ)؛ طبقات الشافعیہ ج۲ص۱۶۴ (ج۳ص۱۷۴نمبر۱۴۰)

ستائش کی ہے۔(۱)

۱۷۱۔حافظ یحییٰ بن محمد بن عبداللہ ابوزکریا عنبری بغیانی، سمعانی، سبکی اور حاکم وغیرہ نے ثقہ وستائش سے نوازا ہے۔(۲)

۱۷۲۔مسعودی علی حسین بغدادی مصری، سبکی نے ان کے مفتی وعلامہ ہونے کی نشاندہی کی ہے(۳)

۱۷۳۔ابوالحسین محمد بن احمد بن تمیم خیاط قنطری، خطیب نے ان کے حالات لکھے ہیں۔(۴)

۱۷۴۔حافظ جعفر بن محمد بن نصیر ابومحمد خواص، خلدی، خطیب نے ثقہ، صادق، متدین و فاضل کہا ہے۔(۵)

۱۷۵۔ابوجعفر محمد بن علی شیبانی کوفی، حاکم وذہبی نے ان کی توثیق کی ہے۔(۶)

۱۷۶۔حافظ دعلج بن احمد بن دعلج عبدالرحمٰن، خطیب ودارقطنی نے ثقہ، اصح اور مامون کہا ہے(۷)

۱۷۷۔ابوبکر محمد بن حسن بن محمد نقاش موصلی، ابن کثیر صالح وعابد شب زندہ دار کہتے ہیں۔(۸)

۱۷۸۔حافظ محمد بن عبداللہ شافعی بزاز، خطیب، دارقطنی وذہبی وغیرہ نے ثقہ ومامون کہا ہے۔(۹)

۱۷۹۔حافظ ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد تمیمی بستی، بقول ذہبی دین کے فقیہ وحافظ تھے، خطیب و حاکم، دانش مندترین کہتے تھے۔(۱۰)

۱۔تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۸۲(ج۳ص۸۶۴نمبر۸۳۶)

۲۔الانساب(ج۱ص۳۷۷)؛ طبقات الشافعیہ ج۲ص۳۲۱(ج۳ص۴۸۵نمبر۲۴۳)

۳۔طبقات الشافعیہ ج۲ص۳۰۷(ج۳ص۴۵۶نمبر۲۲۵)

۴۔تاریخ بغدادی ج۱ص۲۸۳

۵۔تاریخ بغدادی ج۷ص۲۳۱،۲۲۶

۶۔(المستدرک علی الصحیحین نیز تلخیص مستدرک ج۳ص۱۶۸اح نمبر۴۷۳۳)

۷۔تاریخ بغدادی ج۸ص۳۹۲،۳۸۷ ۸۔البدایہ والنھایہ ج۱۱ص۲۴۲

۹۔تاریخ بغدادی ج۵ص۴۵۶؛ تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۹۶(ج۳ص۸۸۰نمبر۸۴۹)؛ البدایہ النھایہ ج۱۱ص۲۶۰(ج۱۱ص۲۹۴)

۱۰۔تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۱۳۳(ج۳ص۹۲۰نمبر۸۷۹)

۱۸۰۔ حافظ سلیمان بن احمد بن ایوب لخمی ابوالقاسم طبرانی، ذہبی کے ساتھ اکثر علماء نے صدق وثقہ ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۱)

۱۸۱۔ احمد بن جعفر بن محمد بن سلمہ ابوبکر حنبلی، صاحب مسند کبیر، ابن کثیر انھیں معتبر جانتے ہیں۔(۲)

۱۸۲۔ ابوبکر احمد بن جعفر حمدان بن مالک قطیعی، خطیب و برقانی نے صدوق وثقہ کہا ہے۔(۳)

۱۸۳۔ ابویعلی زبیر بن عبداللہ بن موسیٰ بن یوسف بغدادی توزی، خطیب و ابن اثیر نے بڑی ستائش کی ہے۔(۴)

۱۸۴۔ ابویعلیٰ ابوبکر محمد بن احمد بن بالویہ نیشاپوری المعدل، خطیب و حاکم و برقانی نے توثیق کی ہے۔(۵)

۱۸۵۔ حافظ علی بن عمر بن احمد دارقطنی، اکثر نے ستائش کی ہے فرید عصر و امام وقت تھے اور تمام محاسن سے آراستہ تھے۔(۶)

۱۸۶۔ حافظ حسن بن ابراہیم بن الحسین ابومحمد مصری ابن زولاق، ابن خلکان و ابن کثیر نے ستائش کی ہے۔(۷)

۱۸۷۔ حافظ ابن بطہ، عبیداللہ بن محمد عکبری، سمعانی نے ان کی بہت زیادہ ستائش کی ہے۔(۸)

۱۸۸۔ حافظ مخلص ذہبی، محمد بن عبدالرحمن بن عباس، ابن کثیر و محب طبری وغیرہ نے بہت ستائش کی

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۳۱، ۲۶ (ج۳ ص۹۱۲ نمبر ۸۷۵)

۲۔ البدایۃ والنھایۃ ج۱۱ ص۲۸۳ (ج۱۱ ص۳۲۱ حوادث ۳۶۵ھ)

۳۔ تاریخ بغدادی ج۴ ص۷۴

۴۔ تاریخ بغدادی ج۸ ص۱؛ الکامل فی التاریخ ج۹ ص۴ (ج۵ ص۴۴ حوادث ۳۷۰ھ)

۵۔ تاریخ بغدادی ج۱ ص۲۸۲؛ المستدرک علی الصحیحین (ج۳ ص۱۴۶ ح نمبر ۴۶۶۱)

۶۔ تاریخ بغدادی ج۱۲ ص۳۴

۷۔ وفیات الاعیان ج۱ ص۱۴۶ (ج۲ ص۹۱ نمبر ۱۶۷)؛ البدایۃ والنھایۃ ج۱۱ ص۳۲۱ (ج۱۱ ص۳۶۸)

۸۔ الانساب (ج۱ ص۳۶۸)

ہے۔(۱)

۱۸۹۔حافظ احمد بن سمعل فقیہ بخاری، حاکم کے شیخ تھے ذہبی نے بھی بہت تعریف کی ہے۔(۲)

۱۹۰۔عباس بن علی بن عباس نسائی، خطیب نے حالات لکھ کر بہت ستائش کی ہے۔(۳)

۱۹۱۔یحییٰ محمد اخباری ابوعمر بغدادی، خطیب نے بہت زیادہ ستائش کی ہے۔(۴)

پانچویں صدی

۱۹۲۔قاضی ابوبکر باقلانی زبردست متکلم تھے، خطیب نے بہت ستائش کی ہے۔(۵)

۱۹۳۔ابن بیع نیشاپوری، محمد بن عبداللہ حاکم جنیٰ صاحب مستدرک، خطیب و ذہبی نے توثیق کی ہے۔(۶)

۱۹۴۔احمد بن محمد بن موسیٰ بن قاسم بن صلت بغدادی خطیب نے بہت ستائش کی ہے۔(۷)

۱۹۵۔حافظ عبدالملک بن ابی عثمان، خرکوشی، ذہبی وحاکم نے محاسن کی تعریف کی ہے۔(۸)

۱۹۶۔حافظ محمد بن احمد بن محمد بن سہل ابن ابی الفوارس صاحب تصانیف کثیرہ تھے، خطیب نے توثیق کی ہے۔(۹)

۱۹۷۔حافظ احمد بن عبدالرحمٰن بن احمد ابوبکر فارسی، ذہبی نے انھیں حافظ جولان صدوق وثقہ کہا ہے۔(۱۰)

۱۔البدایۃ والنھایۃ ج۱۱ص۳۳۳(ج۱۱ص۳۸۲)

۲۔المستدرک علی الصحیحین (نیز تلخیص مستدرک ج۳ص۱۳۳ح نمبر۴۶۲۳)

۳۔تاریخ بغدادی ج۱۲ص۱۵۴ ۔ ۴۔تاریخ بغدادی ج۱۴ص۲۳۶

۵۔تاریخ بغدادی ج۵ص۳۷۹

۶۔تاریخ بغدادی ج۵ص۴۷۳؛ تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۲۴۲(ج۳ص۱۰۳۹نمبر۹۶۲)

۷۔تاریخ بغدادی ج۵ص۹۵ ۔ ۸۔العبر فی خبر من غبر (ج۲ص۲۱۴حوادث ۴۰۷)

۹۔تاریخ بغدادی ج۱ص۳۵۲ ۔ ۱۰۔تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۲۶۷(ج۳ص۱۰۶۵نمبر۹۷۵)

۱۹۸۔ حافظ احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصبہانی، حافظ ثبت تھے، علامہ تھے، ذہبی نے توثیق کی ہے (۱)

۱۹۹۔ ابوعلی مسکویہ احمد بن محمد بن یعقوب، ابوحیان ابن شاکر وغیرہ نے بہت ستائش کی ہے۔ (۲)

۲۰۰۔ قاضی بن سماک احمد بن حسین بن احمد، عظیم متکلم و واعظ تھے، خطیب نے بہت ستائش کی ہے (۳)

۲۰۱۔ ابواسحاق ثعلبی نیشاپوری، عظیم مفسر اور یگانہ روزگار تھے، ابن خلکان نے ستائش کی ہے۔ (۴)

۲۰۲۔ ابومحمد عبداللہ بن علی بن بشران، خطیب نے صحیح الحدیث کہا ہے اور ستائش کی ہے۔ (۵)

۲۰۳۔ ابومنصور عبدالملک بن محمد بن اسماعیل ثعالبی نیشابوری، امام لغت تھے، ابن کثیر و خلکان نے ستائش کی ہے۔ (۶)

۲۰۴۔ حافظ احمد بن عبداللہ ابونعیم اصفہانی عظیم محدث و حافظ تھے ذہبی و ابن خلکان نے ستائش کی ہے۔ (۷)

۲۰۵۔ ابوعلی حسن بن علی بن محمد تیمی، ابن مذہب، خطیب، ابن کثیر و ابن جوزی نے بہت زیادہ ستائش کی ہے۔ (۸)

۲۰۶۔ حافظ اسماعیل بن علی بن حسین بن سمان، ابن عساکر نے بڑی ستائش کی ہے حافظ و محدث تھے۔ (۹)

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۵۲ (ج ۳ ص ۱۰۵۰ نمبر ۹۶۵)

۲۔ الامتاع ج ۱ ص ۳۵؛ الوافی بالوفیات ج ۲ ص ۲۶۹ (ج ۸ ص ۱۰۹ نمبر ۳۵۲۵)؛ معجم الادباء ج ۵ ص ۵،۱۹

۳۔ تاریخ بغدادی ج ۴ ص ۱۱۰

۴۔ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۲۲ (ج ۱ ص ۷۹ نمبر ۳۱)

۵۔ تاریخ بغدادی ج ۱۰ ص ۱۴

۶۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۱۲ ص ۴۴؛ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۱۵ (ج ۳ ص ۱۷۸ نمبر ۳۸۱)

۷۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۹۲ (ج ۳ ص ۱۰۹۲ نمبر ۹۹۳)؛ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۲۷ (ج ۱ ص ۹۱ نمبر ۳۳)

۸۔ تاریخ بغدادی ج ۷ ص ۳۹۰؛ البدایۃ والنھایۃ ج ۱۲ ص ۹۴ (ج ۱۲ ص ۸۰ حوادث ۴۴۴)

۹۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۳ ص ۳۵ (ج ۲ ص ۸۶۴؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۳۶۸)

۲۰۷۔ حافظ احمد بن حسین بن علی ابوبکر بیہقی، سبکی نے فقیہ جلیل، زاہد ومتورع اور حدیث کا امام کہا ہے(۱)

۲۰۸۔ حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر، صاحب استیعاب، ذہبی وابوالولید وغیرہ نے بڑی ستائش کی ہے۔(۲)

۲۰۹۔ حافظ احمد بن علی خطیب بغدادی، ابن اثیر، سبکی وابن عساکر توثیق وستائش کرتے ہیں(۳)

۲۱۰۔ مفسر کبیر ابوالحسن بن احمد بن محمد واحدی، ابن خلکان وغیرہ نے بہت ستائش کی ہے۔(۴)

۲۱۱۔ حافظ مسعود بن ناصر سجستانی، ذہبی وابن کثیر ثقہ ومعتبر کہتے ہیں۔(۵)

۲۱۲۔ ابوالحسن علی بن محمد، ابن مغازلی، بلند پایہ عالم تھے صاحب مناقب ہیں۔

۲۱۳۔ ابوالحسن علی بن حسن بن حسین قاضی قلعی، سبکی نے عظیم فقیہ وصاحب تصانیف کثیرہ ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۶)

۲۱۴۔ حافظ عبیداللہ بن عبداللہ بن احمد حاکم نیشاپوری حسکانی، ذہبی نے بڑی ستائش کی ہے(۷)

۲۱۵۔ ابومحمد احمد بن محمد بن علی عاصمی بلند پایہ مفسر ومحدث تھے، متہم بالتشیع بھی تھے۔

چھٹی صدی

۲۱۶۔ حجۃ الاسلام ابوحامد محمد بن محمد غزالی، ان کے اکثر حالات محققین نے لکھے ہیں اور مدح سرائی

۱۔ طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۳ (ج ۴ ص ۸ نمبر ۲۵۰)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۲۴ (ج ۳ ص ۱۱۲۸ نمبر ۱۰۱۳)

۳۔ الکامل فی التاریخ ج ۱۰ ص ۲۶ (ج ۶ ص ۲۴۹ حوادث ۴۶۳)؛ طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۱۶، ۱۲ (ج ۴ ص ۲۹ نمبر ۲۵۸)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۱ ص ۳۹۸ (ج ۲ ص ۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۱۷۳)

۴۔ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۶۱ (ج ۳ ص ۳۰۳ نمبر ۴۳۸)

۵۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۶ (ج ۴ ص ۱۶ نمبر ۱۰۴۰)؛ البدایہ النھایۃ ج ۱۲ ص ۱۲۷ (ج ۱۲ ص ۱۵۵ حوادث ۴۷۷)

۶۔ طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۲۹۶ (ج ۵ ص ۲۵۳ نمبر ۴۹۹)

۷۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۹۰ (ج ۳ ص ۱۲۰۰ نمبر ۱۰۳۲)

کی ہے۔(۱)

۲۱۷۔ حافظ ابوالغنائم محمد بن علی نرسی، محدث کوفہ تھے، ذہبی نے حافظ وفقیہ ومتقن کہا ہے۔(۲)

۲۱۸۔ حافظ ابن مندہ یحییٰ بن عبدالوہاب اصفہانی، ابن خلکان انھیں محدث، ثقہ، حافظ اور صدوق کہتے ہیں۔(۳)

۲۱۹۔ حافظ حسین بن مسعود ابومحمد فرالقوی، ذہبی انھیں مجتہد لسنۃ اور یگانۂ روزگار کہتے ہیں۔(۴)

۲۲۰۔ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن محمد بن عبدالواحد شیبانی، ابن کثیر نے ان کو ثقہ وثبت کہا ہے۔(۵)

۲۲۱۔ ابن راغونی علی بن عبداللہ بن نصر بن سری، ابن کثیر نے حدیث فقہ ولغت کا امام اور عظیم واعظ کہا ہے۔(۶)

۲۲۲۔ ابوالحسن رزین بن معاویہ عبدی اندلسی، ذہبی نے ان کے حالات لکھے ہیں۔(۷)

۲۲۳۔ ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر زمخشری ابن خلکان، امام کبیر، سیوطی، حدیث وتفسیر کا امام کہتے ہیں۔(۸)

۲۲۴۔ حافظ قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبی سبتی ابن خلکان امام وقت اور لغت ونحو وانساب کا ماہر کہتے ہیں۔(۹)

۱۔ طبقات الشافعیہ ج۴ص۱۸۲، ۱۰۱ (ج۶ص۱۹۱ نمبر۶۹۴)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۵۷ (ج۴ص۱۲۶۰ نمبر۱۰۶۴)

۳۔ وفیات الاعیان ج۲ص۳۶۶ (ج۶ص۱۶۸ نمبر۷۹۵)

۴۔ تذکرۃ الحفاظ ج۴ص۵۴ (ج۴ص۱۲۵۷ نمبر۱۰۶۲)

۵۔ البدایۃ النھایۃ ج۱۲ص۲۰۳ (ج۱۲ص۲۵۱ حوادث ۵۲۵ھ)

۶۔ البدایۃ النھایۃ ج۱۲ص۲۰۵ (ج۱۲ص۲۵۴ حوادث ۵۲۷ھ)

۷۔ العبر فی خبر من غبر (ج۲ص۴۴۷ حوادث ۵۳۵ھ)

۸۔ وفیات الاعیان ج۴ص۱۹۷ (ج۵ص۱۶۸ نمبر۷۱۱)؛ بغیۃ الوعاۃ ص۳۸۸ (ج۲ص۲۷۹ نمبر۱۹۷۷)

۹۔ وفیات الاعیان ج۱ص۴۲۸ (ج۳ص۴۸۳ نمبر۵۱۱)

۲۲۵۔ابوالفتح محمد بن ابی القاسم عبدالکریم شہرستانی، ابن خلکان ان کو عظیم متکلم وفقیہ کہتے ہیں (۱)

۲۲۶۔ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی، سمعانی نے لغت وادب کا امام کہا ہے۔(۲)

۲۲۷۔حافظ ابوسعد عبدالکریم بن احمد سمعانی، ابن خلکان وذہبی نے بہت ستائش کی ہے۔(۳)

۲۲۸۔ابوبکر یحییٰ بن سعدون بن تمام ازدی قرطبی نحو کے امام وزاہد وعابد تھے، یاقوت حموی نے حالات لکھے ہیں۔(۴)

۲۲۹۔موفق بن احمد ابوالموید اخطب الخطباء خوارزمی، عظیم غدیری شاعر تھے۔

۲۳۰۔عمر بن محمد بن خضر اردبیلی معروف بہ ملا۔

۲۳۱۔حافظ علی بن حسن بن ہبۃ اللہ ابوالقاسم دمشقی شافعی، ابن عساکر: اپنے وقت کے یگانہ حافظ حدیث تھے۔(۵)

۲۳۲۔حافظ محمد بن ابی بکر عمر بن ابی عیسیٰ احمد ابوموسیٰ مدینی ابن خلکان نے امام عصر اور معرفت علوم کا نشان کہا ہے۔(۶)

۲۳۳۔حافظ محمد بن موسیٰ بن عثمان ابوبکر حازمی ہمدانی، سبکی وابن زینی، امام متقن اور زہد وعبادت کی علامت کہتے ہیں۔(۷)

۲۳۴۔حافظ عبدالرحمن بن علی بن محمد ابوالفرح ابن جوزی، اکثر علماء نے حالات میں تعریف لکھی ہے، ابن خلکان علامہ عصر کہتے ہیں۔(۸)

۱۔وفیات الاعیان (ج۴ص۲۷۳نمبر۶۱۱) ۲۔الانساب (ج۵ص۵۰۵)

۳۔وفیات الاعیان ج۱ص۳۲۶ (ج۳ص۲۰۹نمبر۳۹۵) تذکرۃ الحفاظ ج۴ص۱۱۱ (ج۴ص۱۳۱۶نمبر۱۰۹۰)

۴۔معجم البلدان ج۷ص۵۴ (ج۴ص۳۲۴)؛ معجم الدباء ج۲۰ص۱۴

۵۔وفیات الاعیان ج۱ص۳۶۳ (ج۳ص۳۰۹نمبر۴۴۱)؛ الکامل فی التاریخ ج۱۱ص۱۷۷ (ج۷ص۲۶۴ حوادث ۵۷۱)؛ البدایۃ والنھایۃ ج۱۲ص۲۹۴ (ج۱۲ص۳۶۱ حوادث ۵۷۱)

۶۔وفیات الاعیان ج۲ص۱۶۱ (ج۴ص۲۸۶نمبر۶۱۸)

۷۔طبقات الشافعیہ ج۴ص۱۸۹ (ج۷ص۱۳نمبر۷۱۰)

۸۔وفیات الاعیان ج۱ص۳۰۱ (ج۳ص۱۴۰نمبر۳۷۰)

۲۳۵۔فقیہ اسعد بن ابی الفضائل محمود بن خلف عجلی ابو الفتوح، ابن اثیر، امام فاضل اور سبکی و ابن خلکان نے ستائش کی ہے۔(۱)

ساتویں صدی

۲۳۶۔ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسن فخر الدین رازی، صاحب تفسیر کبیر، ابن خلکان و ابن کثیر نے بہت زیادہ ستائش کی ہے۔(۲)

۲۳۷۔ابوالسعادات ابن اثیر شیبانی، ان کے بھائی ابن اثیر نے فقہ واصول و جملہ علوم پر حاوی کہا ہے۔(۳)

۲۳۸۔ابوالحجاج یوسف بن محمد بلوی مالکی ابن الشیخ مولف الف باء، لوگوں نے بڑی تعریفیں کی ہیں۔(۴)

۲۳۹۔تاج الدین زید بن حسن بن زید کندی، ابن اثیر انھیں لغت، نحو وحدیث اور جملہ علوم کا ماہر کہتے ہیں۔(۵)

۲۴۰۔شیخ علی بن حمید قرشی۔

۲۴۱۔ابوعبداللہ یاقوت حموی، ادب و دانش کے ماہر تھے ان کے حالات ابن خلکان نے لکھے ہیں۔(۶)

۱۔الکامل فی التاریخ ج۱۲ص۸۳(ج۷ص۴۷۰حوادث ۶۰۰)؛طبقات الشافعیہ ج۵ص۵۰(ج۸ص۱۲۶نمبر۱۱۱۵) وفیات الاعیان ج۱ص۷۱(ج۱ص۲۰۸نمبر۹۰)

۲۔وفیات الاعیان ج۲ص۴۸(ج۴ص۲۴۸نمبر۶۰۰)؛البدایہ والنھایہ ج۱۳ص۵۵(ج۱۳ص۶۶ حوادث ۶۰۶)

۳۔الکامل فی التاریخ ج۱۲ص۱۲۰(ج۷ص۵۲۶حوقادث ۶۰۶)

۴۔الاعلام ج۳ص۱۱۸۴(ج۸ص۲۴۷)

۵۔الکامل فی التاریخ ج۱۲ص۱۳۰(ج۷ص۵۴۲حوادث ۶۱۳)

۶۔وفیات الاعیان ج۲ص۳۵۵،۳۴۹(ج۶ص۱۲۷نمبر۷۹۰)

۲۴۲۔حافظ ابوالحسن علی بن محمد شیبانی۔ابن اثیر جزری (صاحب تاریخ کامل واسد الغابہ): حدیث کے امام تھے۔(۱)

۲۴۳۔حنبل بن عبداللہ بن فرج بغدادی رصافی عظیم محدث تھے۔(۲)

۲۴۴۔حافظ ضیاء الدین مقدسی، ابن کثیر و ذہبی نے بہت ستائش کی ہے ثقہ، عالم و فقیہ ہے۔(۳)

۲۴۵۔ابوسالم محمد بن طلحہ شافعی، ساتویں صدی کے شعرائے غدیر میں ہیں۔

۲۴۶۔ابوالمظفر یوسف الامیر حسام الدین قزاوغلی، ابن کثیر و ابوالحسنات نے ان کے تفقہ و علم کی بڑی ستائش کی ہے۔(۴)

۲۴۷۔عزالدین عبدالحمید بن ہبۃ اللہ، ابن ابی الحدید، مؤلف شرح نہج البلاغہ، علم حدیث میں بڑا رسوخ تھا۔(۵)

۲۴۸۔حافظ محمد یوسف گنجی شافعی، صاحب کفایۃ الطالب، اکثر فنون میں کامل تھے، ابن صباغ نے امام الحافظ کہا ہے۔(۶)

۲۴۹۔حافظ ابومحمد عبدالرزاق بن عبداللہ بن ابی بکر رسعنی، ذہبی و ابن کثیر نے بڑی تعریف کی ہے(۷)

۲۵۰۔فضل اللہ بن ابی سعید حسن شافعی، سبکی نے بڑی ستائش کی ہے۔(۸)

۲۵۱۔حافظ محی الدین یحییٰ بن شرف بن حسن ابوزکریا لوذی، سبکی و ابن کثیر نے فقہ و عبادت کی

۱۔وفیات الاعیان ج۲ص۳۷۸ (ج۳ص۳۴۸نمبر۴۶۰)

۲۔ذیل الروضتین (ص۶۲؛ سیر اعلام النبلاء ج۲۱ص۴۳۱)

۳۔البدایہ والنھایہ ج۱۳ص۱۶۹ (ج۱۳ص۱۹۸حوادث ۶۴۳)؛ تذکرۃ الحفاظ ج۴ص۱۹۷ (ج۴ص۱۴۰۵نمبر۱۱۲۹)

۴۔البدایہ والنھایہ ج۱۳ص۱۹۴ (ج۱۳ص۲۲۶حوادث ۶۵۴)؛ فوائد البھیہ ص۲۳۰

۵۔(فوات الوفیات ج۲ص۲۵۹؛ البدایہ والنھایہ ج۱۳ص۲۳۳حوادث ۶۵۵؛ آداب اللغۃ ج۳ص۴۳)

۶۔(الفصول المھمۃ ص۱۲۴)

۷۔تذکرۃ الحفاظ ج۴ص۲۴۳ (ج۴ص۱۴۵۲نمبر۱۱۵۲) البدایہ والنھایہ ج۱۳ص۲۴۱ (ج۱۳ص۲۷۹حوادث ۶۶۱)

۸۔طبقات الشافعیہ ج۴ص۱۴۶ (ج۸ص۳۴۹نمبر۱۲۴۵)

تعریف کی ہے۔(۱)

۲۵۲۔شیخ مجد الدین عبداللہ بن محمود، ابوالحسنات نے فوائد بہیہ میں مفتی وفقیہ ویگانہ روزگار کہا ہے۔(۲)

۲۵۳۔قاضی ناصر الدین عبداللہ عمر بیضاوی، فقہ واصول وتفسیر کے امام تھے۔(۳)

۲۵۴۔حافظ احمد بن عبداللہ محب الدین طبری، سبکی وابن کثیر نے ستائش کی ہے فقیہ حرم تھے۔(۴)

۲۵۵۔ابراہیم بن عبداللہ وصابی، الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء کے مؤلف ہیں۔

۲۵۶۔سعید الدین محمد بن احمد فرغانی، ذہبی وحلبی نے بہت ستائش کی ہے۔(۵)

آٹھویں صدی

۲۵۷۔شیخ الاسلام جوینی، ذہبی وابن حجر نے ستائش کی ہے عظیم محدث اور عارف روایت تھے(۶)

۲۵۸۔علاء الدین احمد بن محمد بن احمد سمنانی، ابن حجر وذہبی نے تمام علوم کا جامع اور کثیر التصانیف کہا ہے۔(۷)

۲۵۹۔حافظ یوسف بن عبدالرحمن بن یوسف دمشقی، سبکی کے استاد اور یگانہ عصر تھے، ابن کثیر وابن حجر نے بھی ستائش کی ہے۔(۸)

۲۶۰۔حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، جزری وسبکی نے بہت زیادہ ستائش کی ہے(۹)

۱۔طبقات الشافعیہ ج۵ص۱۶۸، ۱۶۶(ج۸ص۳۹۵نمبر۱۲۸۸)؛البدایہ والنھایہ ج۱۳ص۲۷۸(ج۱۳ص۳۲۶حوادث ۶۷۶)

۲۔الفوائد البھیہ ص۱۰۶

۳۔طبقات الشافعیہ ج۵ص۵۹(ج۸ص۱۵۷نمبر۱۱۵۳)

۴۔طبقات الشافعیہ ج۵ص۹(ج۸ص۱۸نمبر۱۰۴۶)؛البدایہ والنھایہ ج۱۳ص۳۴۰(ج۱۳ص۴۰۲حوادث۶۹۴)

۵۔العبر فی خبر من غبر ص۶۹۹(ج۳ص۳۹۹)؛کشف الظنون ج۱ص۴۰۹(ج۲ص۱۸۵۸)

۶۔تذکرۃ الحفاظ ج۴ص۲۹۸(ج۴ص۱۵۰۵نمبر۲۴) الدرر الکامنہ ج۱ص۶۷(نمبر۱۸۱)

۷۔الدرر الکامنہ ج۱ص۲۵۰(نمبر۶۴۰)

۸۔طبقات الشافعیہ ج۶ص۲۶۷، ۲۵۱(ج۱۰ص۳۹۵)؛البدایہ والنھایہ ج۱۴ص۱۹۱(ج۱۴ص۲۲۴)؛الدرر الکامنہ ج۴ص۴۶۱، ۴۵۷

۹۔طبقات القراء ج۲ص۷۱؛طبقات الشافعیہ ج۵ص۱۲۹، ۲۱۶(ج۹ص۱۰۰نمبر۱۳۰۶)

۲۶۱۔نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری، صاحب تفسیر کبیر۔

۲۶۲۔ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب عمری تبریزی، مشکاۃ المصابیح کے مولف ہیں۔

۲۶۳۔تاج الدین احمد بن عبد القادر بن مکتوم ابومحمد قیسی حنفی نحوی، جزری، ابن حجر وسیوطی نے ستائش کی ہے۔(۱)

۲۶۴۔زین الدین عمر بن مظفر بن عمر معرّی حلبی شافعی ابن وردی، سیوطی نے امام بارع وفقیہ و حامل جملہ علوم کہا ہے۔(۲)

۲۶۵۔جمال الدین محمد بن یوسف بن حسن بن محمد زرندی مدنی حنفی، ابن حجر و تذکرہ نگاروں نے بڑی ستائش کی ہے۔(۳)

۲۶۶۔قاضی عبد الرحمن بن احمد لایجی شافعی، سبکی و ابن حجر نے معقولات و معارف کا امام کہا ہے۔(۴)

۲۶۷۔سعید الدین محمد بن مسعود بن محمد بن خواجہ مسعود کازرونی، ابن حجر نے محدث، فاضل کہا ہے۔(۵)

۲۶۸۔ابوالسعادات عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی، سبکی و ابن حجر نے بیحد ستائش کی ہے۔(۶)

۲۶۹۔حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، ابن حجر وذہبی نے محدث بارع وفقیہ کہا ہے۔(۷)

۱۔طبقات القراء ج۱ص۷۰؛الدرر الکامنہ ج۱ص۱۷۶،۱۷۴؛بغیۃ الوعاۃ ص۱۴۳،۱۴۰(ج۱ص۳۲۶نمبر۶۲۲)

۲۔بغیۃ الوعاۃ(ج۲ص۲۲۶نمبر۱۸۵۸)

۳۔الدرر الکامنہ ج۴ص۲۹۵

۴۔طبقات الشافعیہ ج۶ص۱۰۸(۱۰ص۴۶نمبر۱۳۶۹)؛الدرر الکامنہ ج۲ص۳۲۲

۵۔الدرر الکامنہ ج۴ص۲۵۵

۶۔طبقات الشافعیہ ج۶ص۱۰۳(ج۱۰ص۳۳نمبر۱۳۵۴)الدرر الکامنہ ج۲ص۳۷۳

۷۔الدرر الکامنہ ج۱ص۳۷۳؛المعجم المختص ص۷۵،۷۴

۲۷۰۔ابوحفص عمر بن حسن بن مزید مراغی، جزری، ابن روزبہان وابن حجر نے دین وصلاح کی توثیق کی ہے۔(۱)

۲۷۱۔شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی اہوازی، ابن جابر اندلسی، آٹھویں صدی کے شعراء غدیر میں ہیں۔

۲۷۲۔سید علی بن شہاب الدین ہمدانی، مشائخ کی ستائش ان کے حق میں بہت زیادہ ہے تصوف کے امام تھے۔(۲)

۲۷۳۔حافظ شمس الدین ابوبکر محمد بن عبداللہ بن احمد مقدسی، جزری وابن حجر وغیرہ نے امام ادب و لغت ونظم کی نشان دہی کی ہے۔(۳)

۲۷۴۔سعد الدین مسعود عمر بن عبداللہ ہروی تفتازانی، ابن حجر نے علوم بلاغت ومعقول کا ماہر بتایا ہے۔(۴)

نویں صدی

۲۷۵۔حافظ علی بن ابی بکر بن سلیمان ابوالحسن ہیثمی، سخاوی نے بہت ستائش کی ہے اقفہی نے ان کے محاسن گنائے ہیں۔(۵)

۲۷۶۔ حافظ ولی الدین عبدالرحمٰن بن محمد ابن خلدون، تاریخ وعلوم معقول ومنقول پر حاوی تھے۔(۶)

۱۔طبقات القراء ج۱ص ۵۹۰؛ الدررالکامنہ ج۳ص ۱۵۹

۲۔عبقات الانوار ج۱ص ۲۴۴، ۲۴۱(حدیث غدیر)

۳۔طبقات القراء ج ۲ص ۶۲؛ الدررالکامنہ ج۴ص ۴۶۵(نمبر ۱۳۴۹)

۴۔الدررالکامنہ ج۴ص ۳۵۰(نمبر ۹۵۴)

۵۔الضوءاللامع ج۵ص ۲۰۳، ۲۲۰

۶۔الضوءاللامع ج۴ص ۱۴۹، ۱۴۵

۲۷۷۔سید شریف جرجانی، سخاوی نے بہت زیادہ تعریف کی ہے فرید عصر وجید دہر کہا ہے۔(۱)

۲۷۸۔محمد بن محمد بن محمود حافظی بخاری خواجہ پارسا اور سخاوی وغیرہ نے تصوف ومعقول ومنقول کا امام کہا ہے۔(۲)

۲۷۹۔ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی۔

۲۸۰۔شمس الدین محمد بن محمد ابوالخیر دمشقی مقری شافعی ابن جزری، فقہ واصول ومعانی وبیان میں طاق تھے۔(۳)

۲۸۱۔تقی الدین احمد بن علی بن عبدالقادر حسینی قاہری مقریزی، حامل فنون ومحاسن تھے۔(۴)

۲۸۲۔قاضی شہاب الدین احمد بن شمس الدین عمر دولت آبادی، نحو وتفسیر کے امام تھے۔(۵)

۲۸۳۔حافظ احمد بن علی بن محمد ابوالفضل ابن حجر عسقلانی، سخاوی وغیرہ نے عالم بالحدیث ویگانہ روزگار کہا ہے۔(۶)

۲۸۴۔نورالدین علی بن محمد بن احمد غزمی ابن صباغ، سخاوی نے ان سے اجازہ لیا اور ستائش کی ہے۔(۷)

۲۸۵۔محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد قاضی القضاۃ عینی، امام، علامہ اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں یگانہ تھے۔(۸)

۱۔الضوء اللامع ج۵ص۳۳۰،۳۲۸

۲۔الضوء اللامع ج۱۰ص۲۰؛فوائد البھیہ ص۱۹۹

۳۔الضوء اللامع ج۹ص۲۶۰،۲۵۵

۴۔الضوء اللامع ج۲ص۲۵،۲۱

۵۔عبقات الانوار ج۲ص۳۳،۲۹

۶۔الضوء اللامع ج۲ص۴۰،ص۳۶؛شذرات الذھب ج۷ص۲۷۳،۲۷۰(ج۹ص۳۹۵)

۷۔الضوء اللامع ج۵ص۲۸۳

۸۔الضوء اللامع ج۱۰ص۱۳۵،۱۳۱؛بغیۃ الوعاۃ ص۳۸۶(ج۲ص۲۷۵نمبر۱۹۶۷)

۲۸۶۔ نجم الدین محمد بن القاضی عبد اللہ بن عبد الرحمن اذرعی ابن عجلون، سخاوی وعبد الحی امام و علامہ ویگانہ عصر کہتے ہیں۔(۱)

۲۸۷۔ علاء الدین علی بن محمد قوشجی، بدرالدین وطاشکبری نے بڑی ستائش کی ہے علوم ریاضی کے ماہر تھے۔(۲)

۲۸۸۔ عبد اللہ بن احمد حسینی لایجی شافعی، غیاث الدین وسخاوی نے جلالت وتقوی او دانش کی ستائش کی ہے۔(۳)

۲۸۹۔ ابوعبداللہ محمد بن محمد سنوسی تلمسانی صاحب موہب قدسیہ نے آپ کی بڑی تعریف کی ہے۔

۲۹۰۔ ابوالخیر فضل اللہ بن روز بہان خواجہ ملا، سخاوی نے ان کے مہارت علوم کے پل باندھے ہیں۔(۴)

دسویں صدی

۲۹۱۔ کمال الدین حسین بن معین الدین یزدی میبذی، فلسفہ وحکمت کے عظیم منارہ تھے۔

۲۹۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی، عبدالحی نے ان کے کرامات واخلاقی محاسن کے ساتھ یگانہ عصر کہا ہے۔(۵)

۲۹۳۔ نورالدین علی بن عبداللہ سہودی، صاحب شذرات نے عالم ومفتی اور حجت ومتقن ہونے کی نشان دہی کی ہے۔(۶)

۱۔ الضوء اللامع ج۸ص۹۶؛ شذرات الذہب ج۷ص۳۲۲ (ج۹ص۴۸۰)

۲۔ تعلیقہ بر فوائد البہیہ ص۲۱۴؛ الشائق النعمانیہ ج۱ص۱۸۱،۱۷۷ (ص۹۹،۹۷)

۳۔ حبیب السیر (ج۴ص۳۳۴)؛ الضوء اللامع ج۵ص۱۲

۴۔ الضوء اللامع ج۶ص۱۷۱

۵۔ شذرات الذہب ج۸ص۵۵،۵۱ (ج۱۰ص۷۴)

۶۔ شذرات الذہب ج۸ص۵۰ (ج۱۰ص۷۳)

۲۹۴۔ حافظ احمد بن محمد قسطلانی، صاحب نور السافر نے امام حافظ کے ساتھ محاسن اخلاق کی بھی نشاندہی کی ہے۔(۱)

۲۹۵۔ سید عبدالوہاب بن محمد رفیع الدین بخاری، ان کے علم وعمل اور جلالت قدر کی عبدالحق محدث دہلوی نے نشان دہی کی ہے۔(۲)

۲۹۶۔ حافظ عبدالرحمن بن علی ابن دیبع شیبانی، نور السافر میں امام وحافظ و حجۃ متقن کے ساتھ تعریف کی ہے۔(۳)

۲۹۷۔ حافظ شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر شافعی، امام الحرمین ومفتی و بحر فقہ تھے۔(۴)

۲۹۸۔ ملا علی متقی صاحب کنز العمال، نور السافر میں متقی و مجتہد نیز عالم باعمل ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۵)

۲۹۹۔ شمس الدین محمد بن احمد شربینی، اکثر تذکروں میں امام وعلامہ کے الفاظ سے ستائش ہے(۶)

۳۰۰۔ ضیاء الدین ابو محمد احمد بن محمد وزی شافعی متوفی مصر۔

۳۰۱۔ حافظ جمال الدین محمد طاہر، ملک المحدثین ہندی فتنی، نور السافر اور دوسرے تذکروں میں بڑی ستائش ہے۔(۷)

۳۰۲۔ میرزا مخدوم بن عبدالباقی۔

۳۰۳۔ شیخ عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوری، مؤلف نزہۃ المجالس۔

۳۰۴۔ جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ حسینی شیرازی، کشف الظنون میں ان کا تذکرہ وتعریف ہے۔(۸)

۱۔ النور السافر ص ۱۱۵،۱۱۳ (ص ۱۰۷،۱۰۶)

۲۔ عبقات الانوار ج ۱ ص ۵۳۷،۵۳۴ (حدیث غدیر)

۳۔ النور السافر ص ۲۲۱،۲۱۲ (ص ۹۹،۱۹۱)

۴۔ النور السافر ص ۲۸۷،۱۹۱ (۲۶۳،۲۵۸)

۵۔ النور السافر ص ۳۱۹،۳۱۵ (ص ۲۸۶،۲۸۳)

۶۔ شذرات الذهب ج ۸ ص ۳۸۴ (ج ۱۰ ص ۵۶۱)

۷۔ النور السافر ص ۳۶۱ (ص ۳۲۳)

۸۔ کشف الظنون ج ۱ ص ۵۸۲ (ج ۱ ص ۹۲۲)

گیارہویں صدی

۳۰۵۔ ملا علی بن سلطان محمد ہروی قاری حنفی ، بے شمار کتابوں کے مؤلف اور یگانہ عصر تھے بڑی ستائش کی گئی ہے۔(۱)

۳۰۶۔ ابو العباس احمد حلبی ابن یوسف بن احمد ''ابن سنان'' قرمانی دمشقی، اخبار الدول کے مؤلف ہیں ۔(۲)

۳۰۷۔ زین الدین عبد الرؤف بن تاج العارفین بن علی حدادی مناوی قاہری ، محبی نے بڑی ستائش کی ہے۔(۳)

۳۰۸۔ فقیہ شیخ بن عبد اللہ بن شیخ عبد اللہ بن شیخ بن عبد اللہ عیدروس ، محبی نے خلاصہ میں بڑی تعریف کی ہے۔(۴)

۳۰۹۔ محمود بن محمد بن علی شیخاوی قادری مدنی، صراط السوی فی مناقب آل النبیؑ کے مولف ہیں۔

۳۱۰۔ نور الدین علی بن ابراہیم احمد حلبی شافعی ، محبی نے خلاصہ میں کوہ علم و بحر حلم کہا ہے، عظیم محقق تھے۔(۵)

۳۱۱۔ شیخ احمد بن فضل بن محمد باکثیر مکی شافعی، حجاز کے عظیم علماء میں تھے علوم فلکیہ پر بڑا دسترس تھا(۶)

۳۱۲۔ حسین بن منصور باللہ قاسم بن محمد علی یمنی ، محبی اور قاضی حسین نے عظیم محقق و یگانہ عصر بتایا ہے۔(۷)

۳۱۳۔ شیخ احمد بن محمد بن عمر قاضی القضاۃ شہاب الدین خفاجی ، محبی نے ان کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔(۸)

۱۔ خلاصۃ الاثر ج ۳ ص ۱۸۵
۲۔ خلاصۃ الاثر ج ا ص ۲۰۹
۳۔ خلاصۃ الاثر
۴۔ خلاصۃ الاثر ج ۲ ص ۲۳۵
۵۔ خلاصۃ الاثر ج ۳ ص ۱۲۲
۶۔ خلاصۃ الاثر ج ا ص ۲۷۱
۷۔ خلاصۃ الاثر ج ۲ ص ۱۰۴
۸۔ خلاصۃ الاثر ج ا ص ۳۴۳، ۳۳۱

۳۱۴۔عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری، لمعات فی شرح المشکوٰۃ اور دوسری قیمتی کتابوں کے مؤلف ہیں۔

۳۱۵۔محمد بن محمد مصری الدرالعوال بحل الفاظ بدء المآل کے مؤلف ہیں۔

۳۱۶۔محمد محبوب العالم بن صفی الدین جعفر العالم، تفسیر شاہی کے مؤلف ہیں۔

بارہویں صدی

۳۱۷۔سید محمد بن عبدالرسول بن عبدالسید بن عبدالرسول حسینی شافعی بزرنجی، مرادی نے ان کی بہت ستائش کی ہے۔(۱)

۳۱۸۔برہان الدین ابراہیم بن مرعی بن عطیہ شبرختی مصری مالکی، مصر کے عظیم عالم اور قیمتی کتابوں کے مؤلف ہیں۔(۲)

۳۱۹۔ضیاء الدین صالح بن مہدی بن علی بن عبداللہ مقبلی صنعانی، شوکانی نے ان کی بڑی ستائش کی ہے۔

۳۲۰۔ابراہیم بن محمد بن محمد کمال الدین حنفی، ابن حمزہ حرانی، مرادی ان کے متعلق عالم، امام و محدث کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔(۳)

۳۲۱۔ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی، مصر کے خاتمۃ المحدثین اور وقیع کتابوں کے مؤلف ہیں۔(۴)

۳۲۲۔حسام الدین بن محمد بایزید سہارن پوری، مرافض الروافض کے مؤلف ہیں۔

۳۲۳۔میرزا محمد بن معتمد خان بدخشی، عظیم عالم اور مفتاح النجا کے مؤلف ہیں۔

۳۲۴۔محمد صدر العالم، معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ کے مؤلف ہیں۔

۱۔سلک الدرر ج۴ص ۶۵ — ۲۔البدر الطالع ج۱ص ۲۹۲، ۲۸۸

۳۔سلک الدرر ج۱ص ۲۴، ۲۲ — ۴۔سلک الدرر ج۴ص ۳۲۔ج ۲ص ۱۹، ۱۱

۳۲۵۔حامد بن علی بن ابراہیم بن عبدالرحیم حنفی دمشقی عمادی، مرادی (۱) نے مفتی حنفیہ دمشق بتایا ہے۔

۳۲۶۔عبدالعزیز ابو ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم عمری دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ و دیگر قیمتی کتابوں کے مؤلف ہیں۔(۲)

۳۲۷۔محمد بن سالم بن احمد مصری حنفی شمس الدین شافعی، قاہرہ میں فقہ کے استاد تھے۔(۳)

۳۲۸۔سید محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر الیمانی صنعانی حسینی ، بارہویں صدی کے شعراء غدیر میں ہیں۔

۳۲۹۔شہاب الدین احمد بن عبدالقادر حفظی شافعی، یہ بھی بارہویں صدی کے غدیری شاعر ہیں۔

تیرہویں صدی

۳۳۰۔ابوالفیض محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی، لغات و معانی کے ماہر اور قیمتی کتابوں کے مؤلف ہیں۔

۳۳۱۔ابوالعرفان شیخ محمد بن علی صبان شافعی، علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر اور محقق تھے۔

۳۳۲۔رشید الدین خان دہلوی، رسالہ فتح المبین فی فضائل اہل البیتؑ سید المرسلینؐ کے مؤلف ہیں۔

۳۳۳۔مولوی محمد مبین لکھنوی، وسیلۃ النجاۃ کے مؤلف ہیں۔

۳۳۴۔مولوی محمد سالم بخاری دہلوی، اصول الایمان کے مؤلف ہیں۔

۳۳۵۔مولوی ولی اللہ لکھنوی، مراۃ المومنین کے مؤلف ہیں۔

۳۳۶۔مولوی حیدر علی فیض آبادی۔

۱۔سلک الدرر ج۲ص۳۲۔ج۲ص۱۹،۱۱

۲۔(نزھۃ الخواطر ج۷ص۲۸۳،۲۷۵)

۳۳۷۔قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی، بالغ نظر فقیہ اور محاسن وفضائل سے آراستہ تھے۔

۳۳۸۔سید محمود بن عبداللہ حسین آلوسی شہاب الدین ابوالثنا بغدادی، عراق کے نابغہ عصر تھے۔

۳۳۹۔شیخ محمد بن درویش حوت بیروتی شافعی۔

۳۴۰۔شیخ سلیمان بن شیخ ابراہیم معروف بہ خواجہ کلاں ابن شیخ محمد بابا خواجہ حسینی قندوزی، مفتی قسطنطنیہ تھے۔

۳۴۱۔سید احمد بن مصطفے قادین خانی، ہدایۃ المرتات فی فضائل الاصحاب کے مؤلف ہیں۔

چودہویں صدی

۳۴۲۔سید احمد بن زینی دحلان مکی، مکہ معظمہ کے مفتی شافعیہ تھے عظیم فقیہ ومؤرخ تھے۔

۳۴۳۔شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی بیروتی، بیروت کے رئیس محکمہ حقوق تھے۔

۳۴۴۔سید مومن بن حسن شبلنجی، نورالابصار فی مناقب آلؑ بیت النبیؐ المختار کے مؤلف ہیں۔(۱)

۳۴۵۔شیخ محمد عبدہ بن حسن خیر اللہ مصری، مصر کے مفتی اور علامہ عصر تھے نیز علم واخلاق کے زیور سے آراستہ تھے۔

۳۴۶۔سید عبدالحمید بن سید محمود آلوسی، عراق کے زبردست عالم وادیب تھے۔

۳۴۷۔شیخ محمد حبیب اللہ بن عبداللہ یوسفی، مصر کے جلیل القدر محدث ومناظر تھے۔

۳۴۸۔قاضی بہلول بہجت شافعی قاضی زنکہ زور، میرزا مہدی تبریزی نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔

۳۴۹۔عبدالمسیح انطاکی مصری، عظیم ادیب اور چودھویں صدی کے شاعر غدیر ہیں۔

۳۵۰۔ڈاکٹر احمد فرید رفاعی۔

۳۵۱۔استاد احمد ذکی عدوی مصری۔

---

(۱) سلک الدرر ج ۴ص ۴۹، ج ۱۰ص۷

۳۵۲۔ استاذ احمد نسیم مصری۔

۳۵۳۔ استاذ حسین علی اعظمی بغدادی شاعر غدیر ہیں۔

۳۵۴۔ سید علی جلال الدین حسینی مصری، عظیم مناظر و ادیب و شاعر۔

۳۵۵۔ استاذ محمد محمود رافعی مصری۔

۳۵۶۔ استاذ محمد شاکر خیاط نابلسی ازہری مصری۔

۳۵۷۔ استاذ عبد الفتاح عبد المقصود مصری، حالات امیر المومنینؑ پر الامام العلیؑ چار جلدوں میں لکھی ہے۔

۳۵۸۔ استاذ شیخ محمد سعید دحدوح، حلب کے امام جماعت تھے۔

۳۵۹۔ استاذ صفا خلوصی، آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر تھے۔

۳۶۰۔ حافظ مجتہد شہاب الدین ابو الفیض احمد بن محمد صدیق، عظیم اور قیمتی کتابوں کے مؤلف ہیں۔

مؤلفین حدیث غدیر

حدیث غدیر کے بارے میں علماء کی خصوصی توجہات کا دائرہ بہت دور تک پھیلا ہوا ہے، انھوں نے کہیں کہیں تو صرف روایت کے اسناد بیان کئے اور کچھ لوگوں نے اس موضوع پر مکمل کتاب تالیف کرکے سلسلۂ اسناد اور طرق حدیث کی صحت کو قلم بند کیا ہے، ان سب کی تمام تر جد و جہد صرف اس لئے تھی کہ کہیں اس کے متن و مواد تک تحریف کے ہاتھوں کی رسائی اسے بھولی بسری چیز نہ بنا دے۔

اس موضوع پر مستقل نگارشات پیش کرنے والے علماء کے نام پیش ہیں:

۱۔ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد طبری آملی (ولادت ۲۲۴ھ - وفات ۳۱۰ھ)

ان کی کتاب کا نام ہے ''الولایۃ فی طرق حدیث الغدیر'' جس میں انھوں نے پچھتر طریقوں سے اس حدیث کی روایت کی ہے، حموی نے معجم میں طبری کے حالات لکھتے ہوئے کہا ہے کہ انھوں نے حضرت علیؑ کے فضائل میں ایک کتاب لکھی ہے جس کے شروع میں غدیر خم سے متعلق صحت روایات کو ثابت کیا ہے، پھر فضائل بیان کئے ہیں یہ کتاب ناتمام رہ گئی۔(۱)

دوسری جگہ لکھا ہے: طبری کی عادت تھی کہ کسی بدعتی کو دیکھتے تو اس سے الگ ہو جاتے اور نظر سے گرا دیتے۔ایک بار بغداد کے مشائخ نے حدیث غدیر کی یہ کہہ کر تکذیب کی کہ جب رسول خداؐ غدیر خم میں تھے اس وقت تو علیؑ یمن میں تھے مزید یہ کہ اس شخص نے دو بیتی قصیدہ لکھ کر شہر شہر اور بستی بستی اسکا تذکرہ کیا، جس کے چند شعر یہ ہیں:

۱۔معجم الادباء ج ۱۸ ص ۸۰۔۸۴

ترجمہ: ''پھر ہم غدیر سے گزرے جس کے متعلق لوگوں نے نبیؐ وعلیؑ پر جھوٹ کا طومار باندھا ہے''(۱)

جب ابوجعفر طبری نے یہ سب سنا تو انھوں نے فضائل علیؑ بیان کرنا شروع کئے، پھر حدیث غدیر کے طرق اسناد بیان کئے جسے سننے کے لئے لوگوں کی بھیڑ جمع ہونے لگی، ایک مرتبہ کسی رافضی سے صحابہ کے متعلق نامناسب بات سن لی تو فضائل ابوبکر وعمر بیان کرنے لگے۔

ذہبی نے طبقات میں لکھا ہے:

''جب طبری کو ابوداؤد کے اعتراض کی خبر ہوئی تو انھوں نے کتاب الفضائل لکھ کر صحت حدیث ثابت کی، میں نے طبری کی اسناد وطرق غدیر پر کتاب کئی جلدوں میں دیکھی، میں طرق کی کثرت دیکھ کر حیران رہ گیا''۔(۲)

ابن کثیر لکھتے ہیں: ''میں نے طبری کی احادیث غدیر پر مشتمل دو ضخیم جلدیں دیکھیں''۔(۳)اور ایک کتاب حدیث طیر کے ذکر پر جمع کی ہے، اس آخر الذکر کو ابن حجر نے طبری کی طرف منسوب کیا ہے۔(۴)

شیخ الطائفہ طوسی نے فہرست میں اس کتاب کو طبری کی تالیف بتایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کے بارے میں ہم کو احمد بن خلدون، ابوبکر دوری، ان کو ابن کامل نے آگاہ کیا۔(۵)

اور سید بن طاؤس نے اقبال میں لکھا ہے:

''حدیث غدیر کی روایت پر عظیم الشان تاریخ کے مؤلف طبری کی مستقل تصنیف ہے، اس کا نام ''الرد علی الحرقوصیہ'' ہے، اس میں پچھتر طریقوں سے حدیث کی روایت کی ہے''۔(۶)

۱۔معجم الادباء ج۱۸ص۸۰۔۸۴

۲۔تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۲۵۴ (ج۲ص۱۳ ۷نمبر ۷۲۸)

۳۔البدایہ والنھایہ ج۱۱ص۱۴۶ (ج۱۱ص۱۶۷حوادث ۳۱۰ھ)

۴۔تہذیب التہذیب ج۷ص۳۳۹ (ج۷ص۲۹۷)

۵۔الفہرست (۱۵۰)

۶۔الاقبال (ص۴۵۳)

۲۔ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید ہمدانی ''ابن عقدہ'' متوفی ۳۳۳ھ طرق حدیث پر ان کی کتاب ''الولایۃ'' ہے جس میں ایک سو پانچ طریقوں سے روایت کی ہے، ابن اثیر اور ابن حجر نے اس میں سے بیشتر حصہ نقل کیا ہے۔ابن حجر نے حدیث غدیر کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ابوالعباس ابن عقدہ نے اس کی صحت اسناد پر خصوصی توجہ دی ہے اور ستر سے زیادہ صحابیوں سے اس کی روایت کی ہے۔(۱) فتح الباری میں وہ لکھتے ہیں کہ حدیث'' من کنت مولاہ ''کی روایت ترمذی ونسائی نے لکھی ہے، اس کے طرق اسناد بہت زیادہ ہیں، ابن عقدہ نے مستقل کتاب لکھ کر سب کو جمع کیا ہے، جس کے زیادہ تر اسناد صحیح وحسن ہیں۔(۲)

شمس الدین مناوی نے فیض القدیر میں اور سید بن طاؤس نے اقبال میں ابن عقدہ کی کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔(۳) حافظ گنجی نے کفایہ اور نجاشی نے فہرست میں اس کی نشان دہی کی ہے۔(۴)

اقبال کی عبارت ہے'' کتاب کا وہ نسخہ جو ۳۳۰ھ میں مصنف ہی کے زمانے میں لکھا گیا، اس پر شیخ طوسی اور دوسرے مشائخ کے دستخط تھے اس میں ولایت علیؑ کے ایک سو پانچ طرق مرقوم ہیں کتاب میرے پاس موجود ہے''۔(۵)

ہدار نے قول فصل میں لکھا ہے: ابن عقدہ نے ایک سو پچاس اصحاب رسولؐ سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے۔(۶)

۳۔ابو بکر محمد بن عمر بن محمد بن سالم تمیمی بغدادی، جعابی متوفی ۳۵۵ھ ان کی کتاب کا نام ''من روی حدیث غدیر خم'' ہے، نجاشی نے فہرست میں اس کی نشان دہی کی ہے۔(۷) سروی

۱۔تہذیب التہذیب ج۷ص۳۳۹ (ج۷ص۲۹۷)

۲۔فتح الباری (ج۷ص۷۴) ۳۔فیض القدیر ج۶ص۲۱۸

۴۔کفایۃ الطالب ص۱۵ (ص۶۰ باب۱) ؛فہرست ص۶۷ (رجال نجاشی ص۹۴ نمبر۲۳۳)

۵۔الاقبال ص۶۶۳ (ص۴۵۳) ۶۔القول الفصل ج۱ص۴۴۵

۷۔فہرست ص۲۸۱ (رجال نجاشی ص۳۹۴ نمبر۱۰۵۵)

مناقب میں لکھتے ہیں: جعابی نے حدیث غدیر کی ایک سو پچیس طریقوں سے روایت کی ہے۔
(۱) اور صاحب کافی کا بیان نقل کیا ہے کہ ہم کو واقعہ غدیر خم قاضی ابوبکر جعابی نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی روایت سے بتایا، یہاں تک کہ اٹھتر (۷۸) اصحاب کے نام گنا ڈالے۔
ضیاء العالمین میں ہے کہ جعابی نے نخب المناقب میں حدیث غدیر کے ایک سو پچیس سلسلے لکھے ہیں۔

۴۔ ابو طالب عبید اللہ (عبد اللہ) بن احمد بن زید انباری واسطی ''وفات: واسط میں ۳۵۶ھ'' فہرست نجاشی کے مطابق انھوں نے طریق حدیث پر کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے: طریق حدیث الغدیر۔ (۲)

۵۔ ابو طالب احمد بن محمد بن محمد زراری متوفی ۳۸۶ھ خطبہ غدیر پر ان کا کتابچہ ہے جس کی صراحت انھوں نے کتاب آل اعین میں کی ہے، اپنے پوتے ابو طاہر زراری کے نام معنون کیا ہے (۳)

۶۔ ابو الفضل محمد بن عبد اللہ بن مطلب شیبانی متوفی ۳۷۲ھ نجاشی کے مطابق ان کی کتاب کا نام من روی حدیث غدیر خم ہے۔ (۴)

۷۔ حافظ علی بن عمر، دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ کفایہ گنجی کے مطابق غدیر پر ایک جزوہ تالیف کیا ہے۔ (۵)

۸۔ شیخ محسن بن حسین بن احمد نیشاپوری خزاعی

ہمارے بزرگ عبد الرحمن نیشاپوری کے چچا تھے، فہرست منتجب الدین کے مطابق بیان حدیث غدیر انھیں کی تصنیف ہے۔ (۶)

۱۔ مناقب آل ابی طالب ج۱ص ۵۱۹)
۲۔ فہرست ص ۱۶۱ (رجال نجاشی ص ۲۳۲ نمبر ۶۱۷)
۳۔ رسالۃ ابی غالب الزراری ص ۱۸۰
۴۔ فہرست ص ۲۸۲ (رجال نجاشیص ۳۹۶ نمبر ۱۰۵۹)
۵۔ کفایۃ الطالب ص ۱۵ (ص ۶۰ باب ۱/)
۶۔ الفہرست (ص ۱۵۶ نمبر ۳۶۰)

۹۔علی بن عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن عروہ جراح قناتی: متوفی ۴۱۳ھ

فہرست نجاشی کے مطابق ان کی کتاب طرق "خبر الولایۃ" ہے۔(۱)

۱۰۔ابوعبداللہ حسین بن عبیداللہ بن ابراہیم غضائری وفات ۱۵ صفر ۴۱۱ھ

کتاب یوم الغدیر کے مؤلف ہیں۔(۲)

۱۱۔حافظ ابوسعید مسعود بن ناصر بن ابی زید بجستانی متوفی ۴۱۱ھ

کتاب الدرایۃ فی حدیث الولایۃ کے مؤلف ہیں ایک سوبیس صحابہ کے طرق جمع کئے ہیں، مناقب بن شہر آشوب میں اس کا ذکر ہے۔(۳) اقبال کے مطابق سید بن طاؤس کے مطابق یہ کتاب موجود تھی جوبیس اجزاء سے زیادہ پر مشتمل تھی۔(۴) الیقین میں لکھتے ہیں کہ یہ کتاب شیخ عماد الدین طبری کے پاس موجود تھی۔(۵) اوراس سے وہ بشارۃ المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ میں نقل کر کے کتاب الولایۃ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔(۶)

۱۲۔ابوالفتح محمد بن علی بن عثمان کراچکی متوفی ۴۴۹ھ

کتاب عدۃ البصیر فی حج یوم الغدیر کے مؤلف ہیں مستدرک علامہ نوری میں ہے کہ یہ مفید کتاب اثبات امامت علیؑ، واقعۂ غدیر کی بنیاد پر ہے، ایک جزء اور دوسو اوراق پر مشتمل ہے، مؤلف نے اس میں انتہائی کمال دکھایا ہے موضوع امامت پر شیعوں کی مکمل دستاویز ہے، یہ کتاب طرابلس کے شیخ جلیل ابی الکتائب عمار کے لئے لکھی گئی۔(۷)

۱۳۔علی بن بلال (ہلال) بن معاویۃ بن احمد مھلی، کتاب حدیث غدیر لکھی ہے۔(۸)

۱۔فہرست ص۱۵ (رجال نجاشی ص ۲۶۹ نمبر ۷۰۶)

۲۔فہرست ص۱۵ (رجال نجاشی ص ۶۹ نمبر ۱۶۶)

۳۔مناقب آل ابی طالب ج۱ص۵۱۹ (ج۳ص۳۴)

۴۔الاقبال ص۶۶۳ (۴۵۷)

۵۔الیقین ص ۱۶۸ اباب/۲۷

۶۔بشارۃ المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ (ص۲۱۱)

۷۔المستدرک ج۳ص ۴۹۸

۸۔فہرست شیخ طوسیؒ، ص۹۶، مناقب آل ابی طالب ج/۱ص/۵۲۹ (ج/۳ص/۲۵) معالم العلماء،ص/۵۹ (ص/۶۷ نمبر ۴۵۷)

۱۴۔ شیخ منصور لائی رازی

حدیث غدیر نام کی کتاب میں راویوں کے نام حروف تہجی کے اعتبار سے لکھے ہیں۔(۱)

۱۵۔ شیخ علی بن حسن طاطری کوفی

فضائل امیر المومنینؑ اور حدیث الولایۃ نام کی دو کتابیں تالیف کی ہیں۔(۲)

۱۶۔ ابوالقاسم عبیداللہ بن عبیدہ حسکانی

کتاب ''دعاۃ الہداۃ الیٰ اداءِ حق الموالاۃ'' کے مؤلف ہیں۔اس میں حدیث غدیر کا تذکرہ کیا ہے۔سید نے اقبال میں اس کی نشان دہی کر کے کہا ہے کہ یہ میرے پاس موجود ہے۔شیخ ابوالحسن شریف نے بھی اسے حسکانی ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔(۳)

۱۷۔ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ

طرق حدیث الولایۃ کے مؤلف ہیں۔انھوں نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ حدیث طیر کے کثیر اسناد کو اس کی صحت کی بنیاد پر میں نے علیحدہ کتاب کی شکل میں لکھا ہے۔اسی طرح حدیث غدیر کے بہترین وصحیح اسناد کو علیحدہ کتاب میں جمع کیا ہے۔(۴)

۱۸۔ شمس الدین محمد بن محمد جزری، دمشقی، مصری، شافعی، متوفی ۸۳۳ھ

حدیث غدیر کے اسناد پر اور اس کے تواتر پر مستقل کتاب اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب ہے اسی سندوں سے اس کی روایت ہے اور منکر حدیث کو جاہل متعصب کہا ہے۔(۵)

سخاوی نے الضوء اللامع اور شیخ ابوالحسن شریف نے ضیاء العالمین میں اس کی نشاندہی کی ہے۔(۶) لکھنؤ کے کتب خانۂ ناصریہ (میر حامد حسین صاحب عبقات کے کتب خانہ) میں موجود ہے۔

۱۔مناقب آل ابی طالب ج۱رص۵۲۹ر (ج۳رص۲۵ر)

۲۔فہرست شیخ طوسی ص۹۲ر　　۳۔الاقبال ص۶۶۳ر (ص۴۵۳ر)

۴۔تذکرۃ الحفاظ ج۳رص۲۳۱ر (ج۳رص۴۲ر نمبر ۹۶۲)

۵۔اسنی المطالب (ص۴۸ر)　　۶۔الضوء اللامع (ج۹رص۲۵۵ر نمبر ۶۰۸)

۱۹۔ ملا عبداللہ شاہ منصور قزوینی طوسی

صاحب وسائل کے ہم عصر ہیں، ان کی کتاب کا نام رسالۂ غدیریہ ہے۔(۱)

۲۰۔ سید سبط حسن جائسی لکھنوی۔ اردو میں کتاب حدیث غدیر لکھی ہے۔

۲۱۔ میر حامد حسین بن سید محمد قلی موسوی لکھنوی (عبقاتی)

بعمر ساٹھ سال ۱۳۰۶ھ میں وفات ہوئی۔ حدیث غدیر پر عبقات کی دو جلدیں جو اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل ہیں، لکھی ہے۔ یہ بزرگ اپنے والد کی طرح دشمنان حق کے لئے شمشیر برہنہ، کامرانی حق کا پرچم اور آیۃ اللہ تھے، جن کے ذریعہ خدا نے اپنی حجت تمام کر کے راہ حق روشن کی۔ عبقات کی خوشبو تمام عالم میں پھیل گئی۔ یہ عظیم معجزہ ہے۔ ہم نے اس کتاب سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا ہے، جس کی بنا پر مصنف اور ان کے والد دونوں کے شکر گزار ہیں۔

۲۲۔ سید مھدی بن علی عزیفی بحرانی نجفی

کتاب ''حدیث الولایۃ فی حدیث غدیر،، کے مؤلف ہیں۔ ذریعہ میں اس کا ذکر ہے نیز مولف کے فرزند میرے نام خط میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔(۲)

۲۳۔ شیخ عباس بن محمد رضا قمی۔ بروز سہ شنبہ ۲۳؍ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ نجف اشرف میں وفات ہوئی۔ موصوف تصنیف و تالیف کے نابغۂ عصر ہیں۔ امت اسلامیہ پر ان کی خدمات عظیم ہیں۔ ان کی کتاب کا نام فیض القدیر فی حدیث الغدیر ہے۔

۲۴۔ سید مرتضیٰ حسین خطیب فتحپوری

آیت'' اکملت لکم دینکم'' کی تفسیر پر تفسیر التکمیل نام کی کتاب جس میں واقعۂ غدیر کا احاطہ کیا ہے مفید کتاب لکھی ہے۔

۱۔ امل الآمل (ج ۲؍ص ۱۶۱؍نمبر ۴۶۸)

۲۔ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ج ۲۵؍ص ۱۴۳؍نمبر ۸۳۷

۲۵۔ شیخ محمد رضا بن شیخ طاہرؔ آل فرح اللہ نجفی

میرے دوست اور علامہ ہیں، ''الغدیر فی الاسلام'' لکھ کر موضوع کا حق ادا کیا ہے، نجف اشرف میں چھپ چکی ہے۔

۲۶۔ حاجی شیخ مرتضیٰ خسرو شاہی تبریزی

مفہوم ولایت پر تحقیقی کتاب ''اہداء الحقیر فی معنی حدیث الغدیر'' نام سے لکھی ہے۔ اس مقالے میں تحقیق کا حق ادا کر کے سب پر بازی لے گئے ہیں، عراق میں چھپ چکی ہے۔

تکملہ:

ابن کثیر نے بدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ مؤلف تاریخ و تفسیر طبری نے غدیر پر خصوصی توجہ کی اور اس کے اسناد و متون پر دو جلدیں لکھیں۔(۱) ابن عساکر نے بھی خطبۂ غدیر کے سلسلے میں بیشمار احادیث اکٹھا کی ہیں۔(۲)

ینابیع المودۃ میں ہے کہ غزالی کے استاد امام الحرمین جوینی تعجب سے کہتے تھے: میں نے بغداد میں ایک جلد ساز کے یہاں کتاب دیکھی جس میں لکھا تھا کہ حدیث غدیر کی یہ اٹھائیسویں جلد ہے انتیسویں جلد بھی منظر عام پر آئے گی۔(۳)

علوی ہدار نے قول فصل میں لکھا ہے کہ حافظ عطار ہمدانی کہتے تھے: میں حدیث غدیر کی روایت دو سو پچاس طرق سے کرتا ہوں۔ اس موضوع پر دوسری بہت سی کتابوں کا تذکرہ ''صلاۃ الغدیر'' میں آئے گا۔(۴)

یہ تو ایک نصیحت ہے، جس کا جی چاہے اسے قبول کرے
یہ مکرم صحیفوں میں درج ہے

۱۔ البدایہ والنہایہ ج۵/ص۲۰۸ (ج۵/ص۲۲۷ حوادث ۱۰ھ)

۲۔ تاریخ مدینہ دمشق ج۱۲/ص۲۳۷۔۲۲۴

۳۔ ینابیع المودۃ ص۳۶ (ج۱/ص۳۴ باب۴)

۴۔ القول الفصل ج۱/ص۴۴۵

مناشدہ واحتجاج

''مناشدہ کا مطلب ہے قسم دلانا، حجت قائم کرنے کے لئے حلفیہ کا گواہی طلب کرنا، استدلال قائم کرنے کے لئے حریف کا ذہن وضمیر بیدار کرنا، آواز دے کر پوچھنا گم شدہ چیز تلاش کرنا، بھولی بسری چیز کی تشہیر کرنا''۔

(مترجم)

واقعۂ غدیرخم ابتدائے وقوع سے لے کر گزرتی ہوئی صدیوں کے ساتھ عصر حاضر تک ایک تسلیم شدہ حقیقت اور ناقابل تردید داستان کی طرح ہے۔قریب اور وابستہ افراد بلاچون وچرا مانتے رہے اور مخالفین نے بلا انکار اس کی روایت کی، جب بھی حریف سے بحث ومناظرہ ہوا تو منکروں کو مانتے ہی بنی۔ بنابریں اس کی بنیاد پر بکثرت احتجاجات ہوئے اور مابین صحابہ وتابعین مناشدوں کی للکار گونجتی رہی ،امیرالمومنین علیہ السلام کی خلافتِ ظاہری کے زمانے میں بھی اور اس سے قبل بھی۔اس سلسلے میں اولین احتجاج خود حضرت امیرالمومنینؑ نے مسجد نبویؐ میں فرمایا، جس کا ذکر کتاب سلیم بن قیس میں موجود ہے۔ ارباب ذوق کو اسی طرف رجوع کرنا چاہئے۔یہاں ہم بعد کے تمام مناشدوں کا تذکرہ کررہے ہیں۔

مناشدۂ امیرالمومنینؑ

بروز شوریٰ

اخطب الخطباء خوارزمی نے دو سلسلوں سے اس مناشدے کو نقل کیا ہے:

۱۔شیخ امام شہاب الدین افضل الحفاظ ابونجیب سعد بن عبداللہ مروزی نے ہمدان سے ایک مکتوب میں لکھا: ہم کو حافظ ابوعلی حسن بن احمد نے اجازۂ روایت میں بتایا کہ مجھے شیخ ادیب عبدالرزاق بن عمر بن ابراہیم ہمدانی سے ۴۳۷ھ میں روایت کی، انھوں نے ابن مردویہ سے۔

۲۔شیخ امام شہاب الدین سعد بن عبداللہ۔سلیمان بن محمد ابن احمد، یعلی بن سعد رازی، محمد بن حمید، زافر بن سلیمان حارث بن محمد، ابوالطفیل عامر بن واثلہ صحابی سے۔

''میں شوریٰ کے دن حضرت علیؑ کے ہمراہ گھر پر تھا۔میں نے ان کو حاضرین سے فرماتے سنا: میں تم سے ایسا احتجاج کروں گا کہ کسی عربی وعجمی کو تردید کی گنجائش نہ رہے۔پھر فرمایا:

تمھیں خدا کی قسم ہے، بتاؤ تو تم میں کوئی بھی میرے سوا ایسا ہے جس نے مجھ سے پہلے وحدانیت کا اقرار کیا ہو۔سب نے کہا: نہیں!

پھر فرمایا: تمھیں خدا کی قسم ہے بتاؤ تو تم میں کوئی ہے جس کا بھائی میرے بھائی جعفر طیار جیسا جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑنے والا ہو۔!

سب نے کہا: نہیں!

پھر فرمایا: تمھیں خدا کی قسم ہے بتاؤ تو تم میں کسی کا چچا حمزہؑ کے مانند، شہداء کا سردار، خدا اور رسول کا شیر ہے!

سب نے کہا: نہیں!

آپ نے فرمایا: تمھیں خدا کی قسم ہے بتاؤ تو تم میں کسی کی زوجہ میری زوجہ فاطمہؑ کی طرح ہے جنت کی عورتوں کی سردار..؟

سب نے کہا: نہیں!

پھر فرمایا: تمھیں خدا کی قسم ہے! بتاؤ تم میں میرے سوا کوئی اور ہے جس کے دو فرزند ہوں، حسنؑ وحسینؑ سردار جوانان جنت جیسے۔؟

انھوں نے کہا: نہیں!

آپ نے فرمایا: میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں، بتاؤ تو سہی۔ تم میں میرے سوا کوئی اور ہے جس نے رسول خداؐ کے ساتھ کئی بار صدقہ دے کر سرگوشیاں کی ہوں۔؟

سب نے کہا۔نہیں!

فرمایا: تمھیں خدا کی قسم ہے! بتاؤ میرے سوا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے لئے رسول اللہؐ نے فرمایا ہو ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ**'' اوراس پیغام کے متعلق حاضرین کو غائبین تک پہونچانے کی تاکید کی ہو۔؟

سب نے کہا: خدا گواہ ہے آپ ہی کے لئے کہا گیا۔(۱)

آخر حدیث تک۔فرائد حموینی میں یوں سلسلہ ہے:

مجھے خبر دی شیخ امام علی بن حب بن عبداللہ خازن بغدادی عرف بن ساعی نے ،ابوالمظفر ناصر بن ابی مکارم مطرزی خوارزمی۔(۲) موفق بن احمد مکّی نے ابن حاتم شامی نے درالنظیم میں حافظ بن مردویہ کے طریق سے دوسری سند میں۔ابوالمظفر عبدالواحد بن حمد مقری عبدالرزاق بن عمر طہرانی۔ابوبکر احمد بن موسیٰ حافظ (ابن مردویہ) احمد بن محمد بن ابی دام (صحیح ابی دارم ہے) منذر بن محمد ان کے چچا،اور انھوں نے اپنے باپ سے۔ابان بن تغلب،عامر بن واثلہ ....(۳)

اس کی روایت دارطنی نے بھی کی ہے اوراس کے کئی ٹکڑے ابن حجر نے صواعق میں نقل کرنے کے بعد کہا ہے:.دارقطنی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے جن چھ آدمیوں کوشوریٰ کا معاملہ سپرد کیا تھا ،حضرت علیؑ نے ان پر اپنی متذکرہ حجت تمام کی تھی۔(۴) اور صفحہ ۹۳ پر بھی یہی لکھا ہے۔(۵) ابن عقدہ کہتے ہیں:علی بن محمد بن حبیبہ کندی نے مجھ سے حدیث بیان کی ،انھوں نے حسن بن حسین ،ابوغیلان سعد بن طالب شیلانی ،اسحاق ،ابوالطفیل سے مندرجہ حدیث نقل کی ہے،اور دوسری سند یوں ہے :احمد بن

۱۔مناقب خوارزمی ص؍۲۱۷ (ص؍۳۱۳ حدیث نمبر ۳۱۴)
۲۔فرائد السمطین (ج؍۱ص؍۳۱۹ حدیث نمبر ۲۵۱ باب؍۵۸)
۳۔الدرالنظیم (ج؍۱ص؍۱۱۶)
۴،۵۔الصواعق المحرقہ ص؍۷۵ (ص؍۱۲۶) (ص؍۱۵۶)

زکریا ازدی صوفی، عمرو بن حماد بن طلحہ قناد، اسحاق بن ابراہیم، معروف بن خربوز، زیاد بن منذر اور سعید بن محمد اسلمی۔ انھوں نے ابوالطفیل سے روایت کی۔

حضرت عمر نے انتقال کے وقت چھ افراد حضرت علیؑ، عثمان، زبیر، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور غیر رسمی طریقے سے عبداللہ بن عمر کو بھی ارکان شوریٰ میں متعین کیا۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو مجھے انھوں نے دروازے پر بیٹھنے کی تاکید کی تاکہ غیر متعلق افراد اندر نہ جا سکیں۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے مندرجہ کلام فرمایا۔

حافظ عقیلی کی سند یوں ہے: محمد بن احمد، یحییٰ بن مغیرہ، زافر، ایک نامعلوم شخص، حارث انھوں نے ابوالفضل سے۔ اس کے بعد حدیث شوریٰ کی تفصیل لکھی ہے۔ (۱)

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں:

"اس جگہ ہم اصحاب شوریٰ کا مناشدہ نقل کریں گے جو روایات سے قطعی ثابت ہے اور جس میں حضرت علیؑ نے اپنے فضائل گنائے ہیں اور ان خصوصیات کو بھی بیان کیا ہے جن کی وجہ سے آپ اہل شوریٰ میں ممتاز تھے۔ لوگوں نے اس واقعہ کو لمبا بنا کر پیش کیا ہے۔ لیکن میری نظر میں صحیح بات یہ ہے کہ معاملہ کچھ ایسا نہ تھا کہ حضرت علیؑ اپنے فضائل بیان کرنے میں طول کلام فرماتے بلکہ جب عبدالرحمٰن اور بقیہ لوگوں نے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ نے بیعت میں پس وپیش کیا تو فرمایا: خلافت تو ہمارا حق ہے اگر ہم کو ملا تو لے لیں گے نہ ملا تو اونٹوں کی پشت پر سوار ہوں گے اگر چہ سفر دراز ہی ہو' اس کے بعد مناشدہ میں مواخاۃ اور حدیث غدیر کا ذکر کیا"۔ (۲)

عبدالبر کی الاستیعاب میں یوں ہے: عبدالوارث، قاسم، احمد بن زبیر، عمرو بن جناد، اسحاق بن ابراہیم ازدی معروف خربوز، زیاد بن منذر، سعید بن محمد ازدی، انھوں نے ابوالطفیل سے۔ (۳)

رازی نے تفسیر کی تیسری جلد میں آیۂ ولایت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

۱۔ الضعفاء الکبیر (ج ۱/ص ۲۱۱/ حدیث نمبر ۲۵۸)

۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲/ص ۶۱/ (ج ۶/ص ۱۶۷/ خطبہ نمبر ۷۳)

۳۔ الاستیعاب ج ۳/ص ۳۵/ (القسم الثالث ص ۱۰۹۸/ نمبر ۱۸۵۵)

''حضرت علیؑ ان رافضیوں سے زیادہ تفسیر جانتے تھے۔ یہ آیت آپ کی امامت پر دلالت کرتی تو وہ اس کی بنیاد پر کسی مجمع میں تو استدلال کرتے۔ پھر اس قوم کو یہ کہنے گنجائش نہ رہتی کہ آپ نے استدلال کو تقیہ کی بنا پر ترک کیا کیوں کہ وہ لوگ (روافض) بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے شوریٰ کے دن حدیث غدیر و آیۂ مباہلہ سے تمسک کرتے ہوئے استدلال کیا ہے اور اپنے فضائل شمار کئے ہیں لیکن وہاں اس آیت سے استدلال نہیں کیا۔'' (۱)

رازی نے حدیث غدیر وغیرہ کے استدلال کی جو روایت صرف روافض سے منسوب کی ہے، یہ انکا تعصب وعناد ہے ورنہ ابھی ہم نے خوارزمی کی مشائخ حفاظ سے روایت۔ ابن مردویہ، دار قطنی، ابن حجر وغیرہ کی تصریحات پیش کی ہیں۔ ابن عقدہ وعقیلی کی روایت کے ثبوت دیئے ہیں ابن ابی الحدید کو قطعی محقق مانتے ہیں۔

عقیل کے سلسلۂ روایت میں چونکہ زافر اور ایک نامعلوم شخص آیا ہے اس لئے سیوطی نے اللئالی المصنوعہ میں سرے سے حدیث مناشدہ کو من گھڑت قرار دیا ہے۔ (۲) لیکن ہم نے جن روایات کو بیان کیا ہے ان سے سیوطی کا خیال خود ہی بے قیمت ہو جاتا ہے۔ ان سلسلوں میں وہ بھی ہے جس میں نہ زافر ہے نہ ہی مجہول شخص۔ بالفرض اگر زافر ضعیف بھی ہے تو اس سے یہ نتیجہ کہاں نکلتا ہے کہ روایت مصنوعی ہے کیوں کہ یہ روایت مؤلفین کے عمل درآمد کے برعکس ہے اس طرح بے دھڑک بات کہہ کے سیوطی نے عدم بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ضعیف روایات سے استدلال صحیح نہیں لیکن دوسری مستند روایات سے تقویت دینے میں کوئی بھی ہرج نہیں ہے، ہم نے ثقہ حفاظ کا یہی طریقہ دیکھا ہے کہ وہ ناقابل اعتبار ضعیف راویوں کی بھی روایت صحیح قرائن کی بنا پر قبول کر لیتے ہیں۔ مثلاً کسی اہم شخص کا نوشتہ روایت کو معتبر بنا دیتا ہے کیوں کہ راوی ثقہ ہے اگر چہ دوسرے اعمال میں اس کا چلن مشکوک ہے۔ اسی نظریے کی بنا پر صحیحین میں خوارج

۱۔ التفسیر الکبیر ج ۳ ص ۴۱۸ (ج ۱۲ ص ۲۸)

۲۔ اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۱۸۷ (ج ۱ ص ۳۶۳۔ ۳۶۱)

ونواصب سے بھی روایات لی گئی ہیں۔ بہر حال تعصب کی بات الگ ہے ورنہ زافر کو احمد اور ابن معین نے معتبر مانا ہے۔(۱)

ابوداؤد وابوحاتم نے مرد صالح، ثقہ اور صداقت شعار کہا ہے۔(۲) روایتی طعن کا یہی چلن سیوطی کی طرح ذہبی کی میزان میں بھی ہے۔(۳)

ابن حجر لسان المیزان میں زافر کو مصنوعی روایت بنانے والا کہہ گئے ہیں یہ سب ذاتی غرض کی بنا پر ہے کہ کچھ غلط لوگوں کی مدح وستائش کی جائے اور اچھے لوگوں کو مشکوک بنایا جائے۔(۴)

ذہبی نے مستدرک کی تلخیص میں بھی خاصان خدا اور اہل بیتؑ کی مدح میں وارد احادیث کو مورد طعن بنایا ہے، اور ابن حجر نے بھی۔ یہ سب تعصب وعناد کے کرشمے ہیں۔

مناشدۂ امیر المومنینؑ

زمانۂ خلافت عثمان میں

شیخ الاسلام حموینی نے فرائد السمطین کے باب ۵۸ میں سلیم بن قیس ہلالی کی روایت نقل کی ہے(۵) سلیم کا بیان ہے کہ:

''زمانۂ خلافت عثمان میں مسجد نبوی کے اندر میں نے حضرت علیؑ کے ساتھ کچھ لوگوں کو علم وعفت پر گفتگو کرتے دیکھا، درمیان میں قریش کی فضیلت، اسلامی سبقت اور ہجرت کی بات چھڑ گئی۔ ان کے متعلق احادیث فضائل مثلاً ائمہ قریش سے ہوں گے یا لوگ قریش کے تابع ہیں یا قریش عرب کے امام ہیں، کی بات ہونے لگی۔ لوگوں نے ہر قبیلے کے مفاخر بیان کئے۔ وہاں لگ بھگ دوسو آدمیوں کا مجمع تھا

۱۔ العلل ومعرفۃ الرجال (ج۲/ص۳۸۱/نمبر ۲۶۹۹)

۲۔ الجرح والتعدیل (ج۳/ص۶۲۴/نمبر ۲۸۲۵)

۳۔ میزان الاعتدال (ج۱/ص۴۴۱/نمبر ۱۶۴۳)

۴۔ لسان المیزان (ج۲/ص۱۹۹۔۱۹۸/نمبر ۲۲۱۲)

۵۔ فرائد السمطین (ج۱/ص۳۱۲/حدیث نمبر ۲۵۰ سمط۱/باب۵۸)

جن میں حضرت علیؑ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن ابن عوف، طلحہ، زبیر، مقداد، ہاشم بن عتبہ، ابن عمر، حسنؑ، حسینؑ، ابن عباس، محمد بن ابی بکر، عبداللہ بن جعفر۔ اور انصار میں ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابوایوب انصاری، ابوالہیثم بن تیہان، محمد بن سلمہ، قیس بن سعد، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، زید بن ارقم، عبداللہ بن ابی اوفی، ابولیلیٰ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن باپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے، یہ نوجوان، خوبصورت، داڑھی مونچھ بغیر تھے۔ اتنے میں ابوالحسن بصری اپنے بیٹے حسن بصری کے ساتھ آگئے۔ یہ بھی نوجوان داڑھی مونچھ بغیر، حسین اور میانہ قد تھے۔ حسن بصری اور عبدالرحمٰن میں حسن کا تقابل مشکل تھا لیکن حسن ذرا لمبے تھے۔ حاضرین کی بات چیت کا سلسلہ صبح سے زوال تک چلا۔ عثمان اپنے گھر میں اکیلے تھے انھیں بات چیت کی کچھ خبر نہ تھی۔

حضرت علیؑ اور آپ کے اہل بیتؑ بیٹھے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگوں نے حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

''آپ مباحثے میں حصہ نہیں لے رہے ہیں نہ آپ کے اہل بیتؑ ہی کچھ بول رہے ہیں۔؟''

آپ نے فرمایا: ''دونوں قبیلوں..... قریش وانصار، نے اپنے مفاخر بیان کئے اور جو کچھ کہا، سچ کہا لیکن میں گروہ انصار وقریش سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم کو یہ فضیلت خدا نے کس کے سبب سے دی ہے تمھاری ذات قبیلہ اور گھرانے کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے''۔؟

سب نے کہا: ہمیں یہ فضائل خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفےٰؐ کے واسطے سے عطا فرمائے ہیں ہماری ذات، قبیلہ اور گھرانے کی وجہ سے نہیں۔

حضرت نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ تمھیں دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں ہم اہل بیتؑ کی برکت ہی سے نصیب ہوئیں۔ دوسرے کسی سبب سے نہیں۔ میرے چچازاد بھائی رسول خداؐ نے فرمایا ہے: میں اور میرے اہل بیتؑ آدم کی پیدائش سے چودہ ہزار سال قبل پیکر نور میں خدا کے سامنے چلتے پھرتے تھے۔ جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا تو یہ نور ان کے صلب میں رکھ کر انھیں زمین پر اتارا۔ اس کے بعد یہ نور صلب نوح میں کشتی پر آیا۔ پھر صلب ابراہیم میں نار نمرود سے دوچار ہوا۔ اس کے بعد یوں ہی خدا

ہم کو شریف اصلاب اور پاکیزہ ارحام میں منتقل کرتا رہا۔ ہماری منتقلی کبھی بدکاریوں سے آلودہ نہیں ہوئی

اس پر سابقین بدر و احد کے اصحاب نے کہا:

''ہاں! ہم نے رسول خداؐ سے ایسے ہی سنا ہے۔''

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں خدا نے سابقین کو مسبوقین پر کئی آیتوں میں فضیلت دی ہے، اور میں تمام امت میں سابق الاسلام ہوں۔

سب نے کہا۔ ''خدا گواہ ہے ہاں۔''

پھر فرمایا: ''میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ جب '' **السابقون الاوّلون من المهاجرین والانصار ......السابقون السابقون اولئک المقرّبون**'' کی آیات نازل ہوئیں تو لوگوں نے ان کے بارے میں پوچھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: اس میں خدا نے انبیاء و اوصیاء کا تذکرہ کیا ہے اور میں افضل الانبیاءؑ اور علی بن ابی طالبؑ افضل الاوصیاءؑ ہیں۔''

سب نے کہا: ''خدا گواہ ہے، ہاں۔''

پھر فرمایا:۔ ''میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب آیۂ اولی الامر اور آیۂ ولایت نازل ہوئی تو رسولؐ سے پوچھا گیا کہ یہ آیات خاص مومنین کے لئے ہیں یا عام مومنین مراد ہیں۔ تو خدا نے اپنے رسولؐ کو والیان امر کی نشاندہی کا حکم دیا۔ اور ولایت کی تفسیر و تبلیغ اس طرح کریں جیسے نماز، زکوٰۃ اور حج کی کر چکے ہیں۔ اور خدا نے حکم دیا کہ وہ مجھے غدیر خم میں اپنا جانشین قرار دیں۔ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

''لوگو! خدا نے مجھے ایسے پیغام کی تبلیغ پر مامور فرمایا ہے کہ میرا سینہ تنگی محسوس کر رہا ہے، مجھے اس پیغام کی تبلیغ میں لوگوں کی تکذیب کا ڈر تھا، خدا نے میری تہدید فرمائی کہ اسے ضرور پہنچاؤں ورنہ عذاب کیا جائے گا۔''

پھر رسول اللہؐ نے نماز جماعت کا اعلان کیا اور خطبہ فرمایا:

''اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ خدائے عزوجل میرا مولیٰ ہے اور میں مومنین کا مولیٰ ہوں، ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار ہوں۔''

فرمایا: اے علیؑ! کھڑے ہو جاؤ۔ پس میں کھڑا ہو گیا تو فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ. اللهم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔**

اس وقت سلمان کھڑے ہوئے اور پوچھا: ''یارسول اللہؐ! یہ مولیٰ ہونا کس قسم کا ہے؟''

فرمایا: میرے ایسا مولیٰ ہونا۔ جس کے نفس پر میں بااختیار ہوں۔ اس وقت خداوند عالم نے آیت نازل فرمائی: آج میں نے تمھارے لئے دین کامل کر دیا۔ رسولؐ نے تکبیر بلند فرمائی اور کہا: خدا کی شان! میری نبوت تمام ہوئی اور میرے بعد علی کی ولایت وامامت سے دین کا کام پورا ہوا۔

اس وقت ابوبکر وعمر نے کھڑے ہو کر پوچھا: ''کیا یہ آیات خاص علیؑ کی شان میں ہیں''۔؟

فرمایا: ''ہاں علیؑ کے بارے میں اور میرے ان اوصیاؑ کے بارے میں جو قیامت تک ہوں گے''۔

دونوں نے عرض کی: ''ان کے اسماء بھی بتا دیجئے۔''

فرمایا: میرا بھائی علیؑ جو میرا وزیر، وارث ووصی، میری امت پر میرا جانشین۔ میرے بعد تمام مومنوں کا ولی ہے اس کے بعد میرے بیٹے حسنؑ وحسینؑ پھر حسینؑ کے صلب سے نو یکے بعد دیگرے ہوں گے۔ قرآن ان کے ساتھ اور وہ قرآن کے ساتھ ہیں اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔

سب نے کہا: ''ہم نے سنا اور آپ کے ارشاد پر گواہ ہیں۔''

بعض حاضرین نے حضرت علیؑ کے بیان پر عرض کی: ''آپ کے ارشاد کا کچھ حصہ ہمارے ذہن میں ہے لیکن تمام باتیں حافظے سے محو ہیں۔ جنھیں پوری بات یاد ہے وہ ہم سے بہتر ہیں۔''

حضرت نے فرمایا: ''ٹھیک ہے، سب کا حافظہ برابر نہیں ہوتا، میں ان لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں جو ارشاد رسولؐ حفظ کئے ہوئے ہیں، کہ اس کا اظہار کریں۔''

یہ سن کر زید بن ارقم، براء بن عاذب، سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے ارشاد رسولؐ حفظ کیا ہے۔ رسول خداؐ منبر پر تھے اور ہم ان کے بغل میں تھے رسول اللہ نے فرمایا تھا:

''خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھارے لئے امام مقرر کر دوں، جو میرے بعد تمھارے درمیان میرا جانشین، وصی اور خلیفہ ہو۔اس کی اطاعت مومنین کے لئے میری اطاعت کے قریب اور تمھیں اس کی ولایت قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔میں نے خدا سے رجوع کر کے اہل نفاق کے طعن وتکذیب کا عذر کیا تو اس نے تبلیغ سے روگردانی کرنے پر معذب کرنے کی تہدید کی۔اے لوگو! خدا نے نماز، زکوٰۃ، صوم وحج کا حکم دیا تو اس کی وضاحت کی، میں نے اس کی تفسیر کی، اس نے تم کو قبول ولایت کا بھی حکم دیا ہے، میں تم کو گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ وہ ولایت خاص اس کے لئے ہے۔اور علیؑ پر ہاتھ رکھا۔اس کے بعد فرمایا: یہ مرتبہ اس کے فرزند کے لئے ہے، اس کے بعد ان اوصیاء کے لئے جو اس کی اولاد میں ہوں گے۔نہ یہ قرآن سے جدا ہوں گے نہ قرآن ان سے جدا ہوگا۔یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔لوگو! میں نے اپنے بعد کے لئے تمھاری پناہ امام، ہادی، ولی کی نشاندہی کر دی۔وہ علیؑ کی ذات ہے۔تمھارے درمیان اس کی حیثیت میری جیسی ہے۔دین کے معاملے میں اس کی اطاعت کا طوق ڈال لو اور اپنے تمام تر معاملات میں اسی کی پیروی کرو۔کیوں کہ خدا نے جو کچھ علم وحکمت مجھے عطا فرمایا ہے وہ سب اس کے پاس ہے، اس سے سوال کرو۔اس سے اور اس کے بعد آنے والے اوصیاء سے سیکھو۔اور ان کو نہ سکھاؤ نہ ان سے آگے بڑھو اور ان سے پیچھے ہٹو۔یہ حق کے ساتھ ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے۔ہمیشہ حق کے ہمنوا رہو حق ہر حال میں ان کے ساتھ ہوگا۔'' اس کے بعد تمام لوگ بیٹھ گئے۔(۱)

مناشدۂ امیر المومنین

یوم رحبہ

حضرت علیؑ کے اس دعویٰ پر کہ ''رسول خداؐ انھیں دوسروں پر مقدم فرمایا کرتے تھے۔لوگوں نے آپ پر تہمت طرازی شروع کر دی۔آپ کی خلافت کے سلسلے میں بھی نزاع واختلاف نے سر ابھارا، اس

۱۔ یہ حموینی کے الفاظ تھے۔کتاب سلیم بن قیس (ج۲/ص۶۴۳/ حدیث نمبر۱۱) میں بھی کم وبیش یہی ہے۔کتاب سلیم پر ہماری گفتگو آگے آئے گی۔

وقت آپ مقام رحبہ میں تشریف لائے اور لوگوں کے بڑے مجمع میں حدیث غدیر کی بنیاد پر مناشدہ کر کے اپنے ہر مخالف کی تردید کی۔اس مناشدہ کی روایتی اہمیت اس قدر بڑھ گئی کہ بہت سے تابعین وعلماء کی کتابیں اس کے اسناد سے بھر گئیں۔ہم یہاں صرف چار صحابہ اور چودہ تابعین کی روایت پر اکتفا کر رہے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے:

ا۔ابوسلیمان مؤذن

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں: ''ابواسرائیل نے حکم اور انھوں نے ابوسلیمان مؤذن سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے حدیث غدیر سننے والوں کو قسم دی کہ وہ گواہی دیں۔بہت سے افراد نے گواہی دی لیکن زید بن ارقم نے باخبر ہونے کے باوجود گواہی نہ دی۔حضرت علیؑ نے ان کے اندھے ہونے کی بددعا دی اور ان کی بصارت جاتی رہی۔وہ نابینا حالت میں لوگوں سے حدیث بیان کرتے۔''(۱)

اسی کی ایک دوسری سند بھی آگے بیان ہوگی۔شاید اسی کا ٹکڑا ہو۔

۲۔ابوالقاسم اصبغ بن نباتہ

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں حافظ بن عقدہ سے روایت کی ہے۔محمد بن اسماعیل بن اسحاق راشدی ،محمد بن خلف نمیری ،علی بن حسن عبدی ،اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں۔حضرت علیؑ نے رحبہ میں حدیث غدیر سننے والوں کو کھڑے ہو کر گواہی دینے کی قسم دی۔حاضرین میں سے دس افراد اٹھے۔ان میں ابوایوب انصاری ،ابوعمرہ بن عمرو بن محصن ،ابوزینب بن عوف انصاری ،سہل بن حلیف ،خزیمہ بن ثابت ،عبداللہ بن ثابت انصاری ۔حبشی بن جنادہ صلولی ،عبید بن عازب انصاری ،نعمان بن عجلان انصاری ،ثابت بن ودیعہ انصاری ،عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری تھے۔سب نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے خود رسولؐ سے حدیث غدیر سنی ہے۔(۲)

ا۔شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۶۲ (ج ۴ ص ۷۴ خطبہ ۵۶)

۲۔اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۰۷ ، ج ۵ ص ۲۰۵ (ج ۳ ص ۴۶۹ نمبر ۳۳۴۱)

اسد الغابہ میں اصبغ سے مروی ہے کہ علیؑ نے لوگوں کو اٹھ کر حدیث غدیر کی گواہی دینے کی قسم دی تو سترہ افراد ابوایوب وابوزینب نے گواہی دی کہ ہم نے خود رسول اللہ سے سنا ہے کہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر بلند فرمایا اور کہا:

''لوگو! کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ میں نے تبلیغ ونصیحت کر دی۔فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ۔خدا میرا ولی اور میں مومنین کا ولی ہوں۔اور جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔خدایا! اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ،اس کے محب سے محبت کر،اس کے مددگار کی مدد کر،اس سے کینہ رکھنے والوں سے کینہ رکھ۔(۱) اس کا اخراج ابوموسیٰ نے اور اس کی روایت ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں کی ہے(۲) اس میں ایک صحابی عبدالرحمٰن بن عبدالرب کا اضافہ ہے۔

۳۔حبہ بن جوین عرنی۔ابوقدامہ بجلی صحابی

مناقب ابن مغازلی شافعی میں ابوطالب محمد بن احمد بن عثمان،ابوعیسیٰ حافظ اور وہ حبہ عرنی سے مناشدہ علیؑ کا تذکرہ کرتے ہیں۔اس وقت بارہ افراد اہل بدر سے جن میں زید بن ارقم بھی تھے،کھڑے ہوئے۔ان سب نے گواہی دی۔(۳)

دولابی کی روایت ابوقدامہ کی سند سے گزر چکی جس میں حضرت علیؑ کے مناشدہ رحبہ میں دس آدمیوں کی گواہی کا ذکر ہے ان میں ایک آدمی جبہ اور حضرمی شلوار پہنے ہوئے تھا۔

۴۔زادان بن عمر

امام احمد بن حنبل نے مسند میں ابن نمیر،عبدالملک،ابوعبدالرحیم کندی،اور انھوں نے زادان بن عمر سے۔اس روایت میں تیرہ آدمیوں کے کھڑے ہو کر حدیث غدیر کی گواہی دینے کی بات ہے۔(۴) اسے مندرجہ ذیل علماء نے لکھا ہے۔

۱۔اسد الغابہ(ج۶/ص۳۰/نمبر۵۹۲۶)

۲۔الاصابۃ ج۲/ص۴۰۸،ج۴/ص۸۰)

۳۔مناقب ابن مغازلی(ص۲۰/حدیث۲۷)

۴۔مسند احمد بن حنبل ج۱/ص۸۴/(ج۱/ص۱۳۵/حدیث۶۴۲)

حافظ ہیثمی نے مجمع میں احمد کے متذکرہ سلسلۂ سند سے۔(۱)ابوالفرح ابن جوزی نے صفوۃ الصفوۃ میں۔(۲)ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں۔(۳)ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئول میں۔(۴) سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں۔سیوطی نے جمع الجوامع میں۔(۵)ابن ابی عاصم نے السنہ میں جیسا کہ کنزالعمال میں ہے۔(۶)

۵۔زر بن حبیش اسدی

زرقانی نے شرح مواہب میں ابن عقدہ سے روایت کی ہے اور انھوں نے زر بن حبیش سے۔اس میں بارہ آدمیوں کی گواہی ہے۔(۷)

۶۔زیاد ابن ابی زیاد

مسند احمد میں محمد بن عبداللہ، ربیع بن ابی صالح اسلمی، انھوں نے زیاد بن ابی زیاد سے۔اس میں بھی بارہ اصحاب بدر نے حدیث غدیر کی گواہی دی۔(۸)اس کے علاوہ بہت سے علماء نے اس کی روایت کی ہے۔(۹)

۷۔زید بن ارقم انصاری صحابی

احمد نے اسود بن عامر، ابواسرائیل، حکم، ابی سلیمان اور انھوں نے زید بن ارقم سے۔اس میں بھی بارہ بدری صحابیوں کی گواہی ہے۔زید کہتے ہیں کہ میں نے انکار کیا تو میری بصارت جاتی رہی۔(۱۰)

۱۔مجمع الزوائد ج۹ص۱۰۷
۲۔صفۃ الصفوۃ ج۱ص۱۲۱
۳۔البدایۃ والنہایۃ ج۵ص۲۱۰، ج۷ص۳۴۸
۴۔مطالب السئول ص۵۴
۵۔تذکرۃ الخواص ص۱۷
۶۔کنزالعمال ج۶ص۴۰۷
۷۔شرح المواہب ج۷ص۱۳
۸۔مسند احمد بن حنبل ج۱ص۸۸(ج۱ص۱۴۲ حدیث۶۷۲)
۹۔مجمع الزوائد ج۹ص۱۰۶؛ البدایۃ والنہایۃ ج۸ص۳۴۸(ج۷ص۳۸۴ حوادث ۴۰ھ)؛ الریاض النضرہ ج۲ص۱۷۰(ج۳ص۱۱۴)؛ ذخائر العقبیٰ ص۶۷
۱۰۔مسند احمد بن حنبل(ج۶ص۵۱۰ حدیث۲۲۶۳۳)

حافظ ہیثمی نے مجمع میں بحوالہٗ احمد، طبرانی کبیر کی موثق روایت میں زید نے کہا: ''حضرت نے گواہی سے انکار کرنے والوں کو بد دعا دی تھی''۔(۱)

ابن مغازلی نے مناقب میں ابوالحسین علی بن عمر بن شوذب۔ انھوں نے اپنے باپ اور انھوں نے محمد بن حسین زعفرانی، احمد بن یحییٰ، ابواسرائیل، حکم، ابوسلیمان اور انھوں نے زید بن ارقم سے.... ''میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے گواہی سے انکار کیا تھا، تو بد دعا کی وجہ سے اندھا ہوگیا''(۲)

شیخ ابراہیم وصابی نے اکتفا میں بحوالہ معجم کبیر طبرانی سے سولہ آدمیوں کی نشاندہی کی ہے انھیں لفظوں میں ہیثمی نے مجمع، سیوطی نے جمع الجوامع میں بحوالہ معجم طبرانی۔ مگر اسی سند سے کنز العمال میں بارہ آدمیوں کی گواہی ہے۔(۳)

حافظ محمد بن عبداللہ نے فوائد میں (یہ کتاب کتب خانہ مکہ میں موجود ہے) محمد بن سلیمان بن حرث ،عبیداللہ بن موسیٰ، ابواسرائیل ملائی، حکم، ابوسلیمان مؤذن اور انھوں نے زید سے۔

''حضرت علیؑ نے لوگوں سے حلفیہ گواہی طلب کی جنھوں نے حدیث غدیر سنی ہو۔ یہ سن کر سولہ آدمی کھڑے ہوئے۔ میں بھی ان میں تھا''۔ اس حدیث کو ابن کثیر نے بدایہ میں نقل کیا ہے۔(۴)

۸۔ زید بن یثیع

مسند احمد میں علی بن حکیم اودی، شریک، ابواسحاق، سعد بن وہب اور زید بن یثیع سے۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ حضرت نے مقام رحبہ میں مناشدہ کیا تو سعد کی طرف سے چھ اور زید کے بغل سے چھ آدمی کھڑے ہوئے اور سب نے حدیث غدیر کی گواہی دی۔(۵)

۱۔ مجمع الزوائد ج۹ص۱۰۶؛ المعجم الکبیر (ج۵ص۱۷۵ حدیث ۴۹۹۶)

۲۔ مناقب ابن مغازلی (ص۲۳ حدیث ۳۳)

۳۔ مجمع الزوائد ج۹ص۱۰۷؛ المعجم الاوسط (ج۲ص۵۷۶ حدیث ۱۹۸۷)؛ کنز العمال ج۶ص۴۰۳ (ج۱۳ص۱۵۷ حدیث ۳۶۴۸۵)

۴۔ البدایۃ والنہایۃ ج۷ص۳۴۶ (ج۷ص۳۸۳ حوادث ۴۰ھ)

۵۔ مسند احمد بن حنبل ج۱ص۱۱۸ (ج۱ص۱۸۹ حدیث ۹۵۳)

ابن اثیر بدایہ، گنجی کفایہ، خصائص نسائی اور جزری نے اسنی المطالب میں اس کو لکھا ہے۔(۱)
نسائی کی مسند میں: قاضی علی بن محمد، خلف بن تمیم، شعبہ، ابواسحاق اور انھوں نے سعید وزید سے(۲)
دوسری جگہ کی سند ہے: ابوداؤد سلیمان حرانی، عمران بن ابان، شریک، ابواسحاق، زید سے۔
طبری نے احمد بن منصور سے روایت کی ہے۔عبیداللہ بن موسیٰ، فطر بن خلیفہ، ابواسحاق، سعد بن وہب، زید بن یثیع اور عمرو ذی مر سے۔اس کا حوالہ تاریخ ابن کثیر میں بھی ہے۔(۳)
ابن عقدہ نے حسن بن علی بن عفان عامری سے روایت کی ہے۔عبیداللہ بن موسیٰ، فطر ابواسحاق، عمرو بن مرہ، سعید بن وہب اور زید بن یثیع سے۔اس میں تیرہ آدمیوں کی نشاندہی ہے۔ یہ حدیث لکھ کر ابواسحاق نے کہا: اے ابوبکر کیسے مشائخ تھے۔ابن عقدہ سے ابن کثیر نے بھی یہی روایت کی ہے۔حافظ ہیثمی نے مجمع میں بزاز کے طریق سے صحیح سند کے ساتھ کنز العمال کے مطابق جمع الجوامع میں سیوطی نے نیز ابن جریر اور خلعی نے خلعیات میں بھی اسے لکھا ہے۔ہیثمی کے رجال ثقہ نہیں۔شیخ یوسف بنہانی نے اشرف المؤید میں بھی یہی لکھا ہے۔(۴)

۹۔سعید بن ابی حدّان

حموینی نے فراءکے باب دہم میں شیخ عمادالدین عبدالحافظ بدران سے بطور درس۔قاضی محمد بن عبدالصمد خرستانی نے بطور اجازہ، ابوعبداللہ محمد بن فضل عراوی نے بطور اجازہ، ابوبکر احمد بن حسین حافظ بیہقی۔ابوبکر احمد بن حسین قاضی، ابوجعفر محمد بن علی دنعیم، احمد بن حازم بن عزیزہ، ابوعشان مالک، فضیل بن مرزوق، ابواسحاق انھوں نے سعید بن ابی حدان وعمرو ذی مر سے.....(۵) حضرت علیؑ نے رحبہ میں

۱۔البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۱۰؛ کفایۃ الطالب ص/۱۷(ص۶۳)؛ اسنی المطالب ص/۴(ص۴۹)
۲۔خصائص نسائی ص/۲۲(ص/۱۰۱حدیث ۸۷، ص/۱۰۲حدیث ۸۸سنن کبریٰ، ج/۵ص/۱۳۱حدیث ۸۴۷۲، ص/۱۳۲حدیث ۸۴۷۳
۳۔البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص۲۱۰(ج/۵ص/۲۲۹حوادث ۴۰ھ)
۴۔البدایۃ والنہایۃ ج/۷ص/۳۴۷(ج/۷ص/۳۸۴حوادث ۴۰ھ)؛ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۵، ۱۰۷؛ کنز العمال ج/۶ص/۴۰۳(ج/۱۳ص/۱۵۸حدیث ۳۶۴۸۷؛ جامع الاحادیث(ج/۱۶ص/۲۶۳حدیث ۷۸۹۹)؛ الشرف المؤبد ص/۱۱۳(ص/۲۶۹)
۵۔فرائد السمطین(ج/۱ص/۶۸حدیث ۳۴باب ۱۰)

فقط اصحاب رسولؐ سے حلفیہ گواہی طلب کی تو چھ سعید کے بغل سے اور چھ عمرو ذی مر کے بغل سے کھڑے ہوئے اور حدیث غدیر کی گواہی دی۔

۱۰۔ سعید بن وہب

مسند احمد میں علی بن حکیم رودی، شریک، ابواسحاق۔ انھوں نے سعید بن وہب اور زید بن یثیع سے متذکرہ روایت کی ہے۔ جلد پنجم میں محمد بن جعفر، شعبہ اور ابواسحاق سے روایت کی ہے کہ سعید نے کہا: حضرت علیؑ کے مناشدہ رحبہ میں پانچ افراد کھڑے ہوئے۔ (۱)

خصائص نسائی میں حسین بن حریث مروزی، فضل بن موسیٰ، اعمش انھوں نے ابواسحاق سے اور انھوں نے سعید سے کہ اس میں سعد و زید کے بغل سے چھ افراد کھڑے ہوئے اور عمرو ذیمر نے گواہی دی اسی خصائص میں محمد بن مثنیٰ محمد بن جعفر غندر، شعبہ، ابواسحاق، انھوں نے سعید سے کہ چھ چھ افراد کھڑے ہوئے۔ عاصمی نے زین الفتیٰ میں ابوبکر جندب ابوسعید رازی، ابواحمد بن منہ نیشاپوری، ابوجعفر حضرمی، علی بن سعید کندی، جریر بن سری ہمدانی انھوں نے سعید سے کہ بارہ آدمی کھڑے ہوئے۔ (۲)

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ابن عقدہ سے بطریق موسیٰ بن نصر۔ ابن غیلان، ابواسحاق، سعید بن وہب، عمرو ذی مر، زید بن یثیع اور ہانی بن ہانی کے علاوہ بہت سے لوگوں نے حدیث نقل کی ہے۔ (۳)

حضرت علیؑ نے رحبہ میں مناشدہ فرمایا تو ایک گروہ نے گواہی دی اور ایک گروہ نے گواہی چھپائی چھپانے والے مرنے سے قبل آفت میں مبتلا ہوئے یا اندھے ہوئے۔ ان میں یزید بن ودیعہ، عبدالرحمٰن بن مدلج خاص طور سے لائق ذکر ہیں۔

اسے ابن حجر نے اصابہ میں نقل کیا ہے۔ عبدالرحمٰن بن مدلج کے تذکرے میں لکھا ہے کہ اس کا

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱/ص ۱۱۸ (ج ۱/ص ۱۸۹ حدیث ۹۵۳)۔ ج ۵/ص ۳۶۶ (ج ۶/ص ۵۰۴ حدیث ۲۲۵۹۷)

۲۔ خصائص نسائی ص ۲۶ (ص ۱۱۷ حدیث ۹۸، السنن الکبریٰ ج ۵/ص ۱۳۶ حدیث ۸۴۸۳)، ص ۴۰ (ص ۱۶۷ حدیث ۱۵۷، السنن الکبریٰ ج ۵/ص ۱۵۴ حدیث ۸۵۴۲)، ص ۲۲ (ص ۱۰۱ حدیث ۸۶، السنن الکبریٰ ج ۵/ص ۱۳۱ حدیث ۸۴۷۱)

۳۔ اسد الغابۃ ج ۳/ص ۳۲۱ (ج ۳/ص ۴۹۲ نمبر ۳۳۸۲)

تذکرہ ابن عقدہ نے کتاب الموالاۃ میں کیا ہے اور موسیٰ بن نصر بن ربیع کے سلسلے میں روایت کی ہے انھوں نے سعد بن طالب ابوغیلان سے، انھوں نے ابواسحاق سے کہ مجھے بے شمار لوگوں نے حدیث بتائی کہ حضرت علیؑ نے مقام رحبہ میں حدیث غدیر کی حلفیہ گواہی طلب کی تو ایک گروہ نے جن میں عبدالرحمٰن بن مدلج بھی تھے، گواہی دی۔ اس روایت کو ابن شاہین اور ابن عقدہ نے بیان کیا ہے اور ابوموسیٰ نے اسے ملحق کیا ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن حجر نے سند ومتن کے ساتھ مذاق کیا ہے، چار راویوں کے نام اڑا دیئے گئے ہیں، گواہی چھپانے والوں کا قصہ اور اس کا ردعمل حذف کر دیا ہے۔ تماشہ یہ ہے کہ ابن مدلج جو چھپانے والوں میں تھے، انھیں راوی بنا دیا ہے۔ نقلِ حدیث کی اس امانت کا کیا کہنا ابن حجر کی اصابہ میں ایسے نمونے بہت ملتے ہیں۔

ان کے علاوہ حافظ ہیثمی نے مجمع میں، ابن کثیر نے تاریخ میں اور خوارزمی نے مناقب میں لکھا ہے (۱)

۱۱۔ ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی صحابی۔ متوفی ۱۰۰۔۱۰۲۔۱۰۸۔۱۱۰ھ

مسند احمد میں حسین بن محمد اور ابونعیم معنی سے روایت کی ہے۔ انھوں نے ابوالطفیل کا بیان نقل کیا ہے کہ:

''حضرت علیؑ نے مقام رحبہ میں ہر مسلمان کو قسم دی، جس نے حدیث غدیر سنی ہو۔ لوگوں میں سے تیس آدمی کھڑے ہوئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں مقام رحبہ سے اٹھا تو میرے دل میں شبہ تھا۔ میں زید بن ارقم سے ملا اور ان سے پوچھا کہ حضرت علیؑ یوں فرماتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ اس میں انکار کی کیا بات ہے میں نے خود بھی رسولؐ سے سنا ہے''۔ (۲)

اس کی روایت ہیثمی نے مجمع میں امام احمد بن حنبل کی سند سے کی ہے اور کہا ہے کہ سند کے سبھی راوی صحیح اور ثقہ ہیں۔ (۳)

۱۔ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۴؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۰۹ (ج/۵ص/۲۲۹ حوادث ۱۰ھ)، ج/۷ص/۳۴۷ (ج/۷ ص/۳۸۴ حوادث ۴۰ھ)؛ مناقب خوارزمی ص/۹۴ (ص/۱۵۶ حدیث ۱۸۵)

۲۔ مسند احمد بن حنبل ج/۴ص/۳۷۰ (ج/۵ص/۴۹۸ حدیث ۱۸۸۱۵)

۳۔ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۴

خصائص نسائی میں ہارون بن عبداللہ بغدادی حمال، مصعب بن مقدام، فطر بن خلیفہ انھوں نے ابوالطفیل سے۔(۱) عاصمی نے زین الفتیٰ میں استاذ بن جلاب سے یہی روایت نقل کی ہے۔(۲) دوسرے استاذ سے محمد بن احمد، علی بن ابراہیم، محمد بن عبداللہ، احمد بن محمد لباد، ابونعیم، فطر، ابوالطفیل سے۔

ان ہی لفظوں میں گنجی نے کفایہ میں اپنے استاذ یحییٰ بن ابی معالی، محمد بن علی قرشی، ابوعلی حنبل بن عبداللہ بغدادی ابوالقاسم بن حصین، ابوعلی بن مذہب، ابوبکر قطیعی، عبداللہ بن احمد اور انھوں نے اپنے باپ سے۔(۳)

محب الدین طبری نے ریاض میں بھی یہی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ میں نے فطر سے پوچھا: اس قول اور موت کے درمیان کتنا وقفہ تھا...؟ انھوں نے کہا: سو دن۔(۴) حاتم نے تشریح کی ہے کہ اس سے حضرت علیؑ کی موت مراد ہے۔ ابن کثیر نے بدایہ اور بدخشی نے نزل الابرار میں یہی لکھا ہے۔(۵)

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اپنے استاد ابوموسیٰ سے، شریف ابومحمد حمزہ علوی، احمد باطرقانی، ابومسلم بن شہدل، ابن عقدہ، محمد اشعری، رجا بن عبداللہ، محمد بن کثیر، فطر اور ابن جارود اور انھوں نے ابوطفیل سے۔ اس روایت میں سترہ آدمیوں کی نشاندہی کی ہے۔ ابوقدامہ نے گواہی دی ہے کہ ظہر کا وقت تھا چند درختوں کو ملانے کے لئے کپڑا ڈال دیا گیا۔ نماز کے بعد تین بار اعلان ولایت علیؑ فرمایا۔ اس کی روایت ابوموسیٰ نے کی ہے۔(۶)

ابن حجر نے اصابہ میں ابن عقدہ کے حوالے سے۔ سمہودی نے جواہر العقدین میں حافظ ابونعیم کی

۱۔ خصائص نسائی ص/۱۷ (ص/۱۱۳ حدیث ۹۳، السنن الکبریٰ ج/۵ ص/۱۳۴ حدیث ۸۴۷۸)

۲۔ عاصمی کے الفاظ یہ ہیں: وفات رسولؐ اور ان کے درمیان میں کتنا وقفہ تھا۔ یہ نہ تو وفات نبیؐ سے میل کھاتا ہے نہ ہی وفات علیؑ سے کیوں کہ مناشدہ اوائل خلافت علیؑ ۳۵ھ میں پیش آیا۔ اس کے بعد آپ پانچ سال زندہ رہے، اور رسول خداؐ غدیر کے بعد ستر دن زندہ رہے۔ لیکن رسول خداؐ کے لئے یہ بات زیادہ چسپاں ہے۔

۳۔ کفایۃ الطالب ص/۱۳ (ص/۵۵) ۴۔ الریاض النضرۃ ج/۲ ص/۱۶۹ (ج/۳ ص/۱۱۴)

۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ ص/۲۱۱ (ج/۵ ص/۲۳۱ حوادث ۱۰ھ)؛ نزل الابرار ص/۲۰ (ص/۵۲)

۶۔ اسد الغابۃ ج/۵ ص/۲۷۶ (ج/۶ ص/۲۵۲ نمبر ۶۱۶۹)

حلیہ سے نقل کیا ہے، کہ ابوالطفیل نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے مقام رحبہ میں لوگوں کو قسم دے کر حدیث غدیر کی گواہی طلب کی۔ سترہ آدمی جن میں خزیمہ بن ثابت، سہل بن سعد، عدی بن حاتم، عقبہ بن عامر، ابوایوب انصاری، ابوسعید خدری، ابوشرح خزاعی، ابوقدامہ انصاری ابولیلی (یا ابویعلی۔ ینابیع المودۃ)، ابوالہیثم بن تیہان اور قریش کے کئی آدمی کھڑے ہوئے۔ حضرت علیؑ نے ان سے گواہی مانگی تو انھوں نے حالات خطبہ اور متن خطبہ جس میں حدیث ثقلین بھی شامل ہے، کی گواہی دی۔(۱) ینابیع المودۃ میں بحوالہ سہودی اور شیخ احمد بن محمد باکثیر نے وسیلۃ الآمال میں بھی یہی بیان کیا ہے۔(۲)

۱۲۔ ابوعمارہ عبدخیر بن یزید ہمدانی کوفی تابعی

خوارزمی نے مناقب میں حافظ احمد بن حسین بیہقی۔ ابومحمد عبداللہ بن یحییٰ بن ہارون عبدالجبار سکری، اسماعیل بن محمد صفار، احمد بن منصور مادی، عبدالرزاق، اسرائیل، سعید بن وہب اور عبدخیر سے متذکرہ حدیث نقل کی ہے۔(۳)

۱۳۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ

مسند احمد میں عبیداللہ بن عمر، یونس بن ارقم، یزید بن ابی زیاد، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ مناشدۂ رحبہ میں بارہ افراد کھڑے ہوئے۔ مسند میں دوسری جگہ بھی بارہ افراد کے کھڑے ہونے کا تذکرہ ہے لیکن صرف تین اشخاص نہیں کھڑے ہوئے حضرت نے بددعا کی جوان کو لگ گئی۔(۴)

احمد بن عاصمی نے زین الفتیٰ میں شیخ زاہد ابی عبداللہ احمد بن مہاجر، ابوعلی ہروی، عبداللہ بن عروہ یوسف بن موسیٰ قسطانی، مالک بن اسماعیل، جعفر بن زیاد احمر، یزید بن ابی زیاد اور مسلم بن سالم سے انھوں نے عبدالرحمٰن سے متذکرہ حدیث نقل کی ہے۔ انھیں الفاظ میں تاریخ خطیب بغدادی میں محمد بن

۱۔ الاصابۃ ج/۴ص/۱۵۹

۲۔ ینابیع المودۃ ص/۳۸ (ج/اص/۳۶باب۴)؛ وسیلۃ المآل (ص/۱۱۸باب۴)

۳۔ مناقب خوارزمی ص/۹۴ (ص/۱۵۶حدیث ۱۸۵)

۴۔ مسند احمد بن حنبل ج/اص/۲۱۱۹ (ج/اص/۱۹۱حدیث۹۶۴ص/۱۹۲حدیث ۹۶۷)

عمر بن بکیر، ابوعمر یحییٰ بن محمد بن عمر بن اخباری سے ۳۶۳ھ میں ابوجعفر احمد بن محمد بن صیفی۔ عبیداللہ ابن ابی سعید کندی، ابوسعید اشج، علاٗ بن سالم عطار، یزید بن ابی زیاد، انھوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے۔(۱)

طحاوی نے مشکل الآثار میں عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے۔(۲) ابن اثیر نے ابوالفضل عبیداللہ فقیہ سے۔ ابویعلی احمد بن علی قواریری، یونس بن ارقم، یزید بن ابی زیاد، عبدالرحمٰن سے۔ اس میں بارہ بدری صحابیوں کی گواہی مرقوم ہے۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ اسی طرح براء سے روایت ہے اس میں حضرت عمر کی تہنیت کا بھی ذکر ہے۔(۳)

حموینی نے فرائد باب دہم میں شیخ ابوالفضل اسماعیل بن ابی عبداللہ بن حماد قسفلانی کی کتاب کے حوالے سے روایت کی ہے۔ انھوں نے شیخ حنبل بن عبداللہ بن سعادہ مکی رصانی کی زبانی سنا۔ انھوں نے ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن محمد بن عبدالواحد بن حصین کی زبانی۔ انھوں نے ابوعلی مذھب کی زبانی، انھوں نے ابوبکر قطیفی سے، انھوں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے۔(۴)

اسی روایت کو جزری نے اسنی المطالب میں ابوحفص عمر بن حسن مراغی کی زبانی نقل کیا ہے۔(۵) ابوبکر ہیثمی نے مجمع میں انھیں کے الفاظ لکھے ہیں۔(۶) ابن کثیر نے بھی تاریخ میں دونوں صورتیں لکھی ہیں اور کہا ہے کہ ایسی ہی روایت ابوداؤد ظہوری نے عمر بن عبداللہ بن ہند جملی اور عبدالاعلیٰ بن عامر ثعلبی ان دونوں نے عبدالرحمٰن سے کی ہے۔(۷) سیوطی نے جمع الجوامع میں جیسا کہ کنز العمال میں دارقطنی سے روایت کی ہے۔ اس میں دس آدمیوں نے گواہی دی۔ ایک گروہ نے پوشیدہ رکھا، اس گروہ کے لوگ یا تو برص میں مبتلا ہوئے یا اندھے ہوئے۔(۸)

۱۔ تاریخ بغدادی ج۱۴/ص۲۳۶ ۲۔ مشکل الآثار ج۲/ص۳۰۸

۳۔ اسد الغابۃ ج۴/ص۲۸ (ج۴/ص۱۰۸ نمبر ۳۷۸۳)

۴۔ فرائد السمطین (ج۱/ص۶۹ حدیث ۳۶)

۵۔ اسنی المطالب ص۳ (ص۴۸۔۴۷) ۶۔ مجمع الزوائد ج۹/ص۱۰۵

۷۔ البدایۃ والنہایۃ ج۵/ص۲۱۱ (ج۵/ص۲۳۰ حوادث ۱۰ھ)، ج۷/ص۳۴۶) ج۷/ص۳۸۴ حوادث ۴۰ھ

۸۔ کنز العمال ج۶/ص۳۹۷ (ج۱۳/ص۱۳۱ حدیث ۳۶۴۱۷)

نیز یہ روایت کنز العمال میں امام احمد، ابویعلی موصلی، ابن جریر طبری، خطیب بغدادی اور ضیاً مقدسی کے طریق سند میں ہے۔(۱)

وصابی نے الاکتفا میں امام احمد کے لفظوں میں زوائد المسند عبداللہ بن احمد اور ابویعلی کے طریق سند سے مسند میں، تہذیب الآثار ابن جریر طبری، تاریخ خطیب بغدادی اور المختارہ ضیاً مقدسی میں بھی روایت ہے۔(۲)

۱۴۔عمرو ذی مرّہ تابعی

مسند احمد میں علی بن حکیم۔شریک۔ابواسحاق۔انھوں نے عمرو سے۔(۳) نسائی نے خصائص میں علی بن محمد بن علی سے۔انھوں نے خلف بن تمیم، اسرائیل، ابواسحاق سے۔(۴) خصائص نسائی میں ایک دوسری سند بھی ہے۔(۵)

حموینی نے فرائد میں عمرو ذی مر سے، حافظ ہیثمی نے مجمع میں اور گنجی نے کفایہ میں، ذہبی نے میزان میں، سیوطی نے تاریخ الخلفاء، جمع الجوامع میں جیسا کہ کنز العمال میں ہے۔اور جزری نے اسنی المطالب میں عمرو سے مناشدہ رحبہ کی روایت کی ہے۔(۶)

۱۵۔عمیرہ بن سعد تابعی

ابونعیم نے حلیہ میں سلیمان بن احمد طبرانی، احمد بن ابراہیم کیسان، اسماعیل بن عمرو (یا عمرواسطی۔

۱۔کنز العمال ج۶/ص۴۰۷ (ج۱۳/ص۱۷۰/حدیث ۳۶۵۱۵)

۲۔زوائد المسند (ص۴۱۳/حدیث ۱۹۷/باب ۱۰)؛ مسند ابی یعلی (ج۱/ص۴۲۸/حدیث ۵۶۷)؛ عبقات الانوار ج۷/ص۱۷

۳۔مسند احمد بن حنبل ج۱/ص۱۱۸ (ج۱/ص۱۸۹/حدیث ۹۵۴)

۴۔خصائص نسائی ص۱۹ (ص۱۱۷/حدیث ۹۹، السنن الکبریٰ ج۵/ص۱۳۶/حدیث ۸۴۸۴)

۵۔خصائص نسائی ص۴۱ (ص۱۰۱/حدیث ۸۷، السنن الکبریٰ ج۵/ص۱۵۴/حدیث ۸۵۴۲)

۶۔فرائد السمطین (ج۱/ص۶۸/حدیث ۳۴/باب ۱۰)؛ مجمع الزوائد ج۹/ص۱۰۵؛ کفایۃ الطالب ص۱۷ (ص۶۳) میزان الاعتدال ج۲/ص۳۰۳ (ج۳/ص۲۹۴/نمبر ۶۴۸)؛ تاریخ الخلفاء ص۱۱۴ (ص۱۵۸) کنز العمال ج۶/ص۴۰۳ (ج۱۳/ص۱۵۸/حدیث ۳۶۴۸۷)؛ اسنی المطالب ص۴ (ص۴۹)

ابن حجر) مسعر بن کدام، طلحہ بن مصرف انھوں نے عمیرہ سے، کہ:

''میں نے حضرت علیؑ کو منبر پر مناشدہ کرتے دیکھا۔ اردگرد ابوسعید، ابوہریرہ اور انس بن مالک تھے۔ آپ نے لوگوں کو قسم دی۔ سب ملا کر بارہ آدمی تھے، سب نے گواہی دی۔ ایک شخص بیٹھا ہی رہا۔ حضرت نے اس سے چھپانے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ اے امیر المومنینؑ! میں بوڑھا ہونے کی وجہ سے بھول گیا ہوں۔ آپ نے بددعا دی: خدایا! اگر یہ جھوٹ بول رہا ہے تو اس کو اچھی آفت (۱) میں مبتلا کر''۔ (۲)

راوی کا بیان ہے کہ مرنے سے قبل اس کی پیشانی پر سفید برص کا نشان نمایاں تھا جسے پگڑی بھی نہیں چھپا سکتی تھی۔

طلحہ کی یہ حدیث غریب ہے صرف مسعر نے روایت کی ہے۔ اسماعیل نے ابن عائشہ سے نیز اجلح اور ہانی بن ایوب نے اس کی روایت طلحہ سے کی ہے۔

خصائص نسائی میں محمد بن یحییٰ نیشا بوری اور احمد بن عثمان بن حکیم، عبداللہ بن موسیٰ، ہانی بن ایوب ،طلحہ، عمیرہ بن سعد سے مناشدۂ رحبہ کی روایت کی ہے کہ چھ آدمیوں نے اٹھ کر گواہی دی۔ (۳)

ابن مغازلی نے مناقب میں ابوالقاسم فضل بن محمد بن عبداللہ اصفہانی سے روایت کی ہے کہ موصوف ۴۳۴ھ میں مقام واسط میں میرے گھر رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو آئے۔ انھوں نے اپنی کتاب سے املا کرایا اور کہا کہ انھوں نے محمد بن علی عمر بن مہدی سے روایت کی ہے۔ انھوں نے سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی سے۔ انھوں نے احمد بن ابراہیم بن کیسان ثقفی اصفہانی سے، انھوں نے اسماعیل بن عمر بجلی سے، انھوں نے مسعر بن کدام، انھوں نے طلحہ بن مصرف سے اور انھوں نے عمیرہ بن سعد سے۔ میں نے حضرت کو منبر پر مناشدہ کرتے دیکھا۔ بارہ افراد نے کھڑے ہو کر حدیث غدیر کی گواہی دی

۱۔ بلاغ احسن: اچھی آفت کا لفظ تو راویوں کی اپج ہے ورنہ جو آفت انس پر وارد ہوئی وہ برص اور اندھا پن تھا۔ انھوں نے بڑھاپے کی وجہ بیان کر کے عذر کیا تھا، یہ اسی کا عذاب تھا۔ اچھی آفت تو رسوائی تھی جس کا اظہار وہ خود کرتے تھے۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۶

۳۔ خصائص نسائی ص ۱۶ (ص ۱۰۰ حدیث ۸۵، السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۱۳۱ حدیث ۸۴۷۰)

ان میں ابوسعید خدری، ابوہریرہ اورانس بن مالک بھی تھے۔(۱) اس کی روایت تاریخ بن کثیر اور سیوطی نے جمع الجوامع میں بحوالہ کنز العمال ہے۔(۲)

شیخ وصابی نے الاکتفاء میں طبرانی کی کتاب الاوسط سے نقل کیا ہے۔

فائدہ

حافظ ہیثمی نے مجمع میں طبرانی کے طریق سند میں جوان کی کتاب اوسط اور صغیر میں ہی ہے۔(۳) عمیرہ بنت سعد کا مناشدہ رحبہ عمیرہ بن سعد کے لفظوں میں ذکر کیا ہے جو ابن مغازلی سے ذکر ہوا۔ بعض متاخرین اسی ڈگر پر عمیرہ بنت سعد ہی سے روایت کرتے چلے آئے حالانکہ یہ تصحیف تھی۔ اصل میں یہ وہی حدیث ہے جس کو حفاظ نے بسلسلۂ طبرانی عمیرہ سے روایت کی ہے۔

۱۶۔ یعلی بن مرّہ بن وہب ثقفی صحابی

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ابونعیم وابوموسیٰ سے روایت کی ہے، انھوں نے ابن عقدہ سے، انھوں نے عبداللہ بن ابراہیم بن قتیبہ، حسن بن زیادہ، عمرو بن سعید بصری، انھوں نے یعلی بن مرّہ سے۔ اس میں دس آدمیوں کی نشاندہی ہے۔(۴)

ان میں ابوایوب انصاری اور ناجیہ بن عمرو خزاعی بھی ہے۔ اس کی روایت ابن حجر نے اصابہ اور اسد الغابہ میں چار طریقوں سے کی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں: ''پھر تقریباً دس آدمیوں نے حلفیہ گواہی دی جن میں عامر بن لیلیٰ غفاری بھی تھے''۔(۵)

۱۔ مناقب ابن مغازلی (ص/۲۶ حدیث ۳۸)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ ص/۲۱۱ (ج/۵ ص/۲۳۰ حوادث ۱۰ ھ)، ج/۷ ص/۳۴۷ (ج/۷ ص/۳۸۴ حوادث ۴۰ ھ)؛ کنز العمال ج/۶ ص/۴۰۳ (ج/۱۳ ص/۱۵۴ حدیث ۳۶۴۸۰، ص/۱۵۷ حدیث ۳۶۴۸۶)

۳۔ مجمع الزوائد ج/۹ ص/۱۰۸؛ المعجم الاوسط (ج/۳ س/۱۳۳ حدیث ۲۲۷۵)؛ المعجم الصغیر ج/۱ ص/۶۴

۴۔ اسد الغابۃ ج/۵ ص/۶ (ج/۵ ص/۲۹۷ نمبر ۵۱۶۲)

۵۔ الاصابۃ ج/۳ ص/۵۴۲؛ اسد الغابۃ ج/۳ ص/۹۳ (ج/۳ ص/۱۳۹ نمبر ۲۷۲۸)

۱۷۔ ہانی بن ہانی ہمدانی کوفی تابعی

ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ابن عقدہ، ابوموسیٰ کی سند سے ابوغیلان، ابواسحاق، عمرو بن ذی مر، زید بن یثیع، سعید بن وہب اور ہانی بن ہانی سے ابن حجر کے کھلواڑ والی حدیث نقل کی ہے۔ اس پر تنقید گزر چکی۔(۱)

۱۸۔ حارثہ بن نصر تابعی

خصائص نسائی میں یوسف بن عیسیٰ، فضل بن موسیٰ، اعمش۔ انھوں نے ابواسحاق سے سعید بن وہب کا بیان نقل کیا ہے۔ حضرت علیؑ نے مقام رحبہ میں قسم دے کر لوگوں سے حدیث غدیر کی گواہی طلب کی، میرے بغل سے چھ آدمی اور حارثہ بن نصر نے کہا کہ چھ آدمی کھڑے ہوئے اور زید بن یثیع نے کہا کہ میرے پاس سے چھ آدمی کھڑے ہوئے، اور عمرو بن ذی مر نے اضافہ کیا کہ رسول اللہؐ نے ''احب من احبه و ابغض من ابغضه'' بھی کہا تھا۔(۲)

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں عثمان بن سعید سے شریک بن عبداللہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو یہ خبر ملی کہ آپ کو اس دعویٰ میں کہ رسولؐ آپ کو ہر معاملے میں مقدم اور فضیلت دیتے تھے، لوگ اتہام طرازی کرتے ہیں تو آپ نے اصحاب رسول کو حدیث غدیر کی گواہی دینے کی قسم دی تو آپ کے دائیں بائیں سے چھ آدمی کھڑے ہوئے اور گواہی دی۔(۳)

برہان الدین حلبی نے سیرت میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے خطبہ میں فرمایا کہ جو شخص غدیر خم میں حاضر رہا ہو اس کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اس کی گواہی دے، وہ نہ اٹھے جو یہ کہے کہ مجھے یہ خبر معلوم ہوئی ہے (صرف چشم دید گواہ ہی اٹھ کر گواہی دیں) اس وقت سترہ صحابی کھڑے ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ تیس صحابی کھڑے ہوئے۔ معجم کبیر میں ہے کہ سولہ آدمی، ایک دوسری روایت میں ہے کہ بارہ آدمی کھڑے ہوئے۔ حضرتؑ نے ان سے فرمایا کہ تم نے جو کچھ سنا ہے بیان کرو۔(۴)

۱۔ اسد الغابۃ ج۳/ص۳۲۱ (ج۳/ص۲۹۲ نمبر۳۳۸۲)

۲۔ خصائص نسائی ص۴۰ (ص۱۶۷/حدیث۸۷، السنن الکبریٰ ج۵/ص۱۵۴ حدیث۸۵۴۲)

۳۔ شرح نہج البلاغہ ج۱/ص۲۰۹ (ج۲/ص۲۸۸ خطبہ۳۷)

۴۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۳/ص۳۰۲ (ج۳/ص۲۷۴)

ان لوگوں نے کہا کہ میں نے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ یا فھذا علیؑ مولاہ" سنا ہے زید کا بیان ہے کہ میں نے اس موقع پر گواہی چھپائی تو خدا نے مجھے اندھا کر دیا کیوں کہ حضرت علیؑ نے بد دعا دی تھی۔

ان روایات کے علاوہ متاخرین ارباب حدیث نے بھی اس مناشدہ کی روایت کی ہے۔ ہم اختصار کے خیال سے انھیں ترک کرتے ہیں۔

مناشدۂ رحبہ کے گواہوں کے اسماء

۱۔ ابوزینب بن عوف انصاری

۲۔ ابوعمرہ بن عمرو بن محصن انصاری

۳۔ ابوفضالہ انصاری۔ بدری۔ جنگ صفین میں موجود تھے۔

۴۔ ابوقدامہ انصاری۔ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

۵۔ ابولیلیٰ انصاری (یا ابویعلی انصاری۔ شداد بن اوس) صفین میں موجود تھے۔

۶۔ ابوہریرہ دوسی۔ متوفی ۵۷۔ ۵۸۔ یا ۵۹ ہجری

۷۔ ابوالہیثم بن تیہان بدری۔ صفین میں شہید ہوئے۔

۸۔ ثابت بن ودیعہ خزرجی مدنی۔

۹۔ حبشی بن جنادہ سلولی (تمام جنگوں میں علیؑ کے ساتھ رہے)

۱۰۔ ابوایوب خالد انصاری، بدری غزوۂ روم میں شریک تھے۔ متوفی ۵۰، ۵۱، ۵۲ھ

۱۱۔ خزیمہ بن ثابت انصاری ذوالشہادتین۔ صفین میں شہید ہوئے۔

۱۲۔ ابوشریح خویلد بن عمرو خزاعی متوفی ۶۸ھ

۱۳۔ زید یا یزید بن سراحیل انصاری

۱۴۔ سہل بن حنیف انصاری اوسی، بدری، متوفی ۳۸ھ

۱۵۔ابوسعید سعد بن مالک خدری انصاری متوفی ۶۴۔۶۵ھ

۱۶۔ابوالعباس سہل بن سعد انصاری متوفی

۱۷۔عمار بن لیلیٰ غفاری

۱۸۔عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری

۱۹۔عبداللہ بن ثابت انصاری۔خدمت گار رسولؐ

۲۰۔عبید بن عاذب انصاری۔مبلغ اسلام

۲۱۔ابوطریف عدی بن حاتم متوفی ۱۰۰ھ

۲۲۔عقبہ بن عامر رشتہ دار معاویہ متوفی ۶۰ھ

۲۳۔ناجیہ بن عمرو خزاعی

۲۴۔نعمان بن عجلان انصاری ترجمان وشاعر انصاری

ہماری تحقیق کے مطابق یہ تھے مناشدۂ رحبہ کے گواہ۔احمد بن حنبل کی سابقہ حدیث میں تیس نام ہیں، حافظ ہیثمی نے جس کی تائید کی ہے۔سبط ابن جوزی،سیوطی،حلبی وغیرہ نے بھی تصدیق کی ہے۔(۱) ابونعیم کے الفاظ ہیں کہ مناشدۂ رحبہ میں بے شمار لوگوں نے اٹھ کر گواہی دی تھی۔

توجہ طلب

آپ بخوبی واقف ہیں کہ مناشدۂ رحبہ ۳۵ھ میں واقع ہوا۔واقعۂ غدیر خم سے پچیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔اس درمیان بہت سے صحابہ انتقال کر چکے تھے،کچھ جنگوں میں مارے گئے تھے،اکثر مختلف شہروں میں بکھرے ہوئے تھے۔خود کوفہ اصحاب رسولؐ کے مرکزی شہر مدینہ سے کافی دوری پر واقع تھا ،صرف چند ہی صحابہ زمانۂ خلافت امیرالمومنینؑ میں ہجرت کر کے یہاں آبسے تھے،اور یہ مناشدہ ایک اتفاقی واقعہ تھا۔پہلے سے اس کا اعلان ہوتا تو اجتماع میں بیشمار گواہوں کی بھیڑ لگ جاتی۔مجمع میں کچھ

۱۔مجمع الزوائد (ج ۹ص ۱۰۴)؛تذکرۃ الخواص ص ۱۷(ص ۲۹)؛تاریخ الخلفاء ص ۶۵(ص ۱۵۸)؛السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۳۰۲(ج ۳ص ۲۷۴)

ایسے بھی تھے جنہوں نے حماقت وعناد کی بنا پر گواہی چھپائی۔ان وجوہات سے موانع کے باوجود اس قدر گواہیاں گزریں کہ حدیث کے تواتر پر کافی روشنی پڑتی ہے۔گواہوں کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ راویوں نے صرف انھیں کو بیان کیا جنہیں وہ پہچانتے تھے یا ان کی طرف توجہ دی یا ان کے پہلو یا منبر کے آس پاس تھے،باقی کو نظر انداز کر دیا یا پھر صرف بدری وانصاری ہی شمار کے لائق سمجھے گئے،اجتماع کے شوروشغب میں گواہوں کا احاطہ کرنا مشکل امر ہے۔بعض نے بعض پر غفلت برتی اور ہر ایک نے وہی گواہی دی جو اس نے دیکھا۔

مناشدۂ امیرالمومنینؑ طلحہ سے

حافظ ابوعبداللہ حاکم نے مستدرک میں ولید اور ابوبکر بن قریش ،حسن بن سفیان،نذیر کوفی کی روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔آپ نے آدمی بھیج کر طلحہ کو بلوایا اور ان سے کہا:

''میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔کیا تم نے ارشاد رسولؐ **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ** سنا ہے''۔؟

طلحہ نے کہا: ہاں! میں نے سنا ہے۔

حضرت نے پوچھا: پھر مجھ سے کیوں جنگ پر آمادہ ہو؟

طلحہ بولے: میں بھول گیا تھا، پھر وہ میدان سے چلے گئے۔(۱)

اسی کو مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں:

''زبیر واپس گئے تو علیؑ نے طلحہ کو آواز دی: اے ابومحمد! تم کیوں برسر پیکار ہو۔؟ طلحہ بولے: خون عثمان کا بدلہ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: خون عثمان کے لئے تو ہم سے اور تم سے زیادہ سزاوار خداوند عالم ہے۔کیا تم

۱۔المستدرک علی الصحیحین ج۳رص۱۷۱(ج۳رص۴۱۹ حدیث۵۵۹۴)

نے ارشاد رسول نہیں سنا ہے: **اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ** ۔ تم نے تو سب سے پہلے میری بیعت کی۔ پھر بیعت توڑ دی۔ حالانکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: **ومن نکث فانّما ینکث علیٰ نفسہ** (اب جو اس عہد کو توڑے گا تو اس کی عہد شکنی کا وبال اسی پر ہے)۔

طلحہ نے کہا: میں خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور پلٹ گئے۔ (۱)

مناقب خوارزمی میں حاکم کی سند سے رفاعہ کی اپنے باپ دادا سے یہی روایت نقل ہے۔ اس میں ہے کہ طلحہ کوئی جواب دیئے بغیر میدان سے پلٹ گئے۔ (۲)

اس واقعہ کو مزید جن لوگوں نے بیان کیا ہے، وہ یہ ہیں: ابن عساکر، سبط ابن جوزی، ہیثمی، ابن حجر، علی متقی، سیوطی، مسلم، وشناتی مالکی، وصابی۔ (۳)

حدیث رکبان

امام حنابلہ احمد بن حنبل نے یحییٰ بن آدم، حنش بن حارث بن لقیط نخعی، ریاح بن حارث کی روایت نقل کی ہے:

رحبہ میں ایک وفد بارگاہ حضرت علیؑ میں حاضر ہوا۔ سب نے کہا: **السلام علیک یا مولانا**۔

حضرت نے فرمایا: میں تمھارا مولا کیسے؟ تم تو عرب ہو....؟

انھوں نے کہا: ہم نے غدیر خم کے دن ارشاد رسولؐ سنا ہے: "**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**"۔

ریاح کا بیان ہے کہ جب وہ لوگ واپس ہوئے تو میں نے ان کا تعاقب کر کے پوچھا: کون ہیں یہ حضرات؟

۱۔ مروج الذہب ج ۲/ص ۱۱ (ج ۲/ص ۳۸۲)

۲۔ مناقب خوارزمی ص ۱۱۲ (ج ۲/ص ۳۸۲)

۳۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۷/ص ۸۳ (ج ۸/ص ۵۶۸، مختصر تاریخ دمشق ج ۱۱/ص ۲۰۴) تذکرۃ الخواص ص ۴۲ (ص ۷۲) مجمع الزوائد ج ۹/ص ۱۰۷؛ تہذیب التہذیب ج ۱/ص ۳۹۱ (ج ۱/ص ۳۴۲)؛ کنز العمال ۶/ص ۸۳ (ج ۱۱/ص ۳۳۲ حدیث ۳۱۶۶۲) شرح مسلم ج ۶/ص ۲۳۶۔

جواب ملا: یہ قبیلۂ انصار کے لوگ ہیں، ان میں ابوایوب انصاری بھی ہیں۔(۱)

اسی سند سے ریاح کی روایت ہے، میں نے حضرت علیؑ کی خدمت میں انصار کے کچھ لوگوں کو مقام رحبہ میں دیکھا، حضرت نے پوچھا: تمھارا تعارف؟۔ انھوں نے جواب دیا: ہم آپ کے غلام ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ تشریف فرما تھے، اتنے میں ایک شخص آیا، دھول میں اٹا ہوا۔ اس نے حضرت کو سلام کیا: **السّلام علیک یا مولای**.... آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ جواب ملا: حضرت ابو ایوّب انصاری۔ آپ نے لوگوں سے کہا: انھیں جگہ دو۔ جب وہ بیٹھ گئے تو ابوایوب انصاری نے کہا: میں نے خود رسول اکرمؐ کا ارشاد سنا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ**۔

ابراہیم بن حسین بن علی کسائی معروف بہ ابن ویزیل نے کتاب صفین میں یحییٰ بن سلیمان جعفی، ابن فضیل، حسن بن حکم نخعی سے ریاح بن حارث نخعی کا بیان نقل کیا ہے:

''ہم لوگ حضرت علیؑ کی خدمت میں موجود تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ گرد میں اٹے ہوئے آئے اور کہا: **السّلام علیک یا مولانا**۔ آپ نے ان سے کہا: کیا تم عرب نہیں ہو؟ (کہ اپنے موالی ہونے کا اقرار کر رہے ہو) انھوں نے کہا: ہاں، ہم عرب ہیں۔ لیکن ہم نے رسول اکرمؐ سے بروز غدیر خم سنا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ وخذل من خذلہ**۔ میں نے حضرت کو دیکھا کہ اس قدر ہنسے کہ دندان مبارک نمایاں ہوگئے۔ پھر فرمایا: تم لوگ گواہ رہنا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے ان کا تعاقب کر کے ایک صاحب سے پوچھا: آپ حضرات کون ہیں؟ انھوں نے کہا ہم انصار ہیں.... اور ایک صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ صحابی رسولؐ حضرت ابوایوّب انصاری ہیں جن کے گھر میں رسول اللہؐ نے ہجرت کے موقع پر قیام فرمایا تھا، میں نے ان سے مصافحہ کیا۔(۱)

حافظ ابوبکر بن مردویہ نے بھی ریاح کی یہی روایت نقل کی ہے، اس میں ایک باوقار سوار کا رحبہ میں اونٹ بٹھا کر حضرت کے سامنے چل کر آنا، آپکو السلام علیک یا امیر المومنین! کہہ کر سلام کرنا اور متذکرہ

۱۔ مسند احمد بن حنبل (ج ۶/ص ۵۸۳/حدیث ۲۳۰۵۱، ۲۳۰۵۲)

سوال و جواب نقل ہے، اتنا اضافہ ہے کہ ہم نے رسول اکرمؐ سے سنا تھا کہ وہ آپ کو بازوؤں پر بلند کر کے فرمارہے تھے:

''اے لوگو! کیا میں مومنوں پر ان کے نفسوں سے زیادہ بااختیار نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا :ہاں! اے اللہ کے رسول! پھر آپ نے فرمایا تھا۔ یقیناً خدا ہمارا ولی ہے اور میں تمام مومنوں کا ولی ہوں، اور علیؑ ان سب کے مولا ہیں جن کا میں مولا ہوں۔ خدایا! جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھنا جو اسے دشمن رکھے تو اسے دشمن رکھنا''۔(۱)

بعد کی تمام باتیں سابقہ روایت میں بیان ہو چکی ہیں۔

اس کے علاوہ حبیب بن یسار کی روایت ابی رمیلہ سے چار سواروں کا اسی طرح خدمت علیؑ میں آنا مذکور ہے۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ابن عقدہ کی کتاب 'الموالاۃ' کے حوالے سے ابو مریم زر بن حبیش کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت علیؑ جیسے ہی محل سرا سے برآمد ہوئے، کچھ سوار، تلواریں حمائل کئے ہوئے آپ کے سامنے آئے۔ انھوں نے کہا: **السلام علیک یا امیر المومنین ،السلام علیک یا مولانا ورحمة الله وبركاته** '.....حضرت نے فرمایا: یہاں اصحاب رسول کتنے ہیں۔ یہ سن کر بارہ حضرات کھڑے ہوئے جن میں قیس بن ثابت بن شماس، ہاشم بن عتبہ، حبیب بن بدیل بن ورقا تھے، کھڑے ہو کر گواہی دی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: **من كنت مولاه فعلي مولاه**۔(۲)

اس کی روایت ابو موسیٰ مدینی نے بھی کی ہے۔(۳) ابن حجر نے اصابہ میں بحوالہ ابن عقدہ یہی روایت نقل کی ہے لیکن گواہوں میں ہاشم بن عتبہ کا نام اڑا دیا ہے۔ خاصان خدا کی تنقیص ان کی پرانی عادت جو ٹھہری۔(۴)

محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں احمد کے طریق سے اور حافظ بغوی نے معجم میں احمد کے دوسرے بیان کے مطابق۔(۵)

۱۔ (شرح نہج البلاغہ ج ۱ / ص ۲۸۹ / (ج ۳ / ص ۲۰۸ خطبہ ۳۸)
۲۔ کشف الغمہ ص ۹۳ / (ج ۱ / ص ۳۲۴)
۳۔ اسد الغابہ ج ۱ / ص ۳۶۸ / (ج ۱ / ص ۴۴۱ نمبر ۱۰۳۸)
۴۔ الاصابہ ج ۱ / ص ۳۰۴
۵۔ الریاض النضرۃ ج ۲ / ص ۱۶۹ / (ج ۳ / ص ۱۱۳)

ابن کثیر نے تاریخ میں دو طریقوں سے دو لفظوں میں اور جلد ہفتم میں احمد کی روایت بلفظ اوّل نقل کی ہے۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ ابو بکر بن شیبہ نے حنش اور ریاح کی رحبہ والی روایت ابو ایوب انصاری کی لکھی ہے۔(۱)

اس روایت کو حافظ ہیثمی نے مجمع میں احمد اوّل کے الفاظ میں ساتھ لکھا ہے۔(۲) پھر کہتے ہیں کہ اس کی روایت احمد و طبرانی نے بھی کی ہے۔ اس میں ان لوگوں کا بیان یوں ہے: ہم نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا: ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ وعاد من عاداہ**''۔ اور یہ صحابی رسولؐ ابو ایوب انصاری ہم لوگوں کے درمیان موجود ہیں۔ یہ سن کر ابو ایوب انصاری نے عمامہ اپنے چہرے سے سرکایا اور کہا ''میں نے رسول کو فرماتے سنا ہے: ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ**''۔ احمد کے تمام راوی موثق ہیں۔(۳)

جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی ''الاربعین فی مناقب امیر المومنین'' میں حدیث غدیر کا تذکرہ کرتے ہوئے زر بن حبیش کی روایت لکھتے ہیں:

''حضرت علیؑ محل سرا سے برآمد ہوئے تو کچھ سوار تلواریں حمائل کئے، نقابیں ڈالے، گرد سفر میں اٹے آپ کی خدمت میں آئے اور کہا: **السّلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ السّلام علیک یا مولانا**۔ حضرت نے جواب سلام کے بعد فرمایا کہ ان میں اصحاب رسولؐ کتنے ہیں؟ یہ سن کر بارہ افراد کھڑے ہو گئے۔ خالد بن زید، ابو ایوب انصاری، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین، قیس بن ثابت بن شماس، عمار بن یاسر، ابو الہیثم بن تیہان، ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص، حبیب بن بدیل ورقا۔ ان سب نے گواہی دی کہ ہم نے بروز غدیر خم ارشاد رسولؐ سنا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ**''۔(۴)

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۱۲ (ج/۵ص/۲۳۱ حوادث ۱۰ھ)، ج/۷ص/۳۴۷ (ج/۷ص/۳۸۴، ۳۸۵ حوادث ۴۰ھ)
۲۔ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۴
۳۔ المعجم الکبیر (ج/۴ص/۱۷۳ احدیث ۴۰۵۳)
۴۔ الاربعین فی فضائل امیر المومنین (ص/۴۲ حدیث ۱۳)

حضرت علیؑ نے انس بن مالک اور برّاٴ بن عاذب سے پوچھا: تم لوگوں کو کھڑے ہوکر گواہی دینے میں کیا رکاوٹ پیش آئی۔تم نے بھی تو ان لوگوں کی طرح یہ حدیث سنی ہے۔پھر حضرت نے بددعا فرمائی۔"اے خدا! اگر ان دونوں نے عنا دمیں یہ گواہی چھپائی ہے تو انھیں اذیت سے دوچار کردے۔"اس کے بعد برّاٴ کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی ان کے مکان پر خیریت پوچھتا تو جواب دیتے کہ"اس کے لئے بھلائی کہاں جسے بددعا نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو۔"اور انس کے دونوں پاؤں مبروص ہوگئے تھے۔ان کے متعلق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ گواہی طلب کرنے پر انھوں نے نسیان کا عذر کیا تھا۔حضرتؑ نے بددعا دی کہ خدایا! اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کو ایسی سفیدی سے دوچار کردے کہ عمامہ بھی نہ چھپا سکے۔پھر تو ان کے منھ پر برص کے داغ نمایاں ہوگئے تھے اور وہ چھپانے کے لئے چہرے پر نقاب ڈالے رہتے تھے۔(۱)

ابوعمرو کشی نے فہرست میں حدیث غدیر کے سنّی راویوں کے نام لکھے ہیں اور متذکرہ حدیث رکبان کے ذیل میں جو لوگ حضرت علیؑ کے کہنے پر کھڑے ہوئے ان میں مندرجہ بالا گواہوں کے نام ہیں۔حضرت نے برّاٴ اور انس سے گواہی نہ دینے کی وجہ پوچھنے کے بعد بددعا دی تو برّاٴ اندھے ہوگئے اور انس کے دونوں پاؤں مبروص ہوگئے۔اس کے بعد انس بن مالک نے قسم کھالی تھی کہ حضرت کی فضیلت کبھی نہ چھپاؤں گا۔برّاٴ سے جب کوئی ان کے گھر پر خیریت پوچھتا تو کہتے"جسے بددعا لگ گئی ہو، اس کے لئے بھلائی کہاں"۔؟(۲)

گزشتہ روایات کی روشنی میں یوم رکبان حدیث غدیر کے گواہوں کے نام:

۱۔ابوالہیثم بن تیہان بدری

۲۔ابوایّوب انصاری

۳۔حبیب بن بدیل بن ورقا خزرجی

۱۔عبقات الانوار ج ۱/ص ۲۱۱، ج ۲/ص ۱۳۷ (حدیث غدیر)

۲۔رجال کشی ص ۳۰ (ج ۱/ص ۲۴۵ حدیث ۹۵)

۴۔خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین بدری۔جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

۵۔عبداللہ بن بدیل بن ورقا۔جنگ صفین میں شہید ہوئے

۶۔عمار بن یاسر، باغی گروہ کے مقتول۔بدری۔جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

۷۔قیس بن ثابت بن شماس انصاری۔

۸۔قیس بن سعد بن عبادہ خزرجی بدری

۹۔ہاشم بن مرقال۔پرچم بردار علیؑ۔جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

غدیر کی مار

گزشتہ حدیث مناشدہ میں کئی جگہ بیان ہوا کہ رحبہ اور رکبان کے دنوں میں کچھ اصحاب رسولؐ نے غدیر کے دن موجود ہوتے ہوئے بھی حدیث غدیر کو مجرمانہ طریقے سے چھپایا۔امیرالمومنینؑ نے ان لوگوں کو بددعا دی اور جن پر خدا کی مار پڑی ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ابوحمزہ انس بن مالک (متوفی ۹۰۔۹۱۔۹۳ ہجری)

۲۔برا ابن عاذب انصاری (متوفی ۷۱۔۷۲۔ہجری)

۳۔جریر بن عبداللہ بجلی (متوفی ۵۱۔۵۴ ہجری)

۴۔زید بن ارقم خزرجی (متوفی ۶۶۔۶۸ ہجری)

۵۔عبدالرحمان بن مدلج

۶۔یزید بن ودیعہ

روایات نفرین پر ایک نظر

بہت سی روایات، جن میں انس بن مالک کے گواہی چھپانے پر مبتلائے عذاب ہونے اور گواہی دینے والی روایات کے ابہام سے قاری شک وشبہ میں پڑ جاتا ہے۔لیکن اگر توجہ کی جائے تو معلوم

ہوجائے گا کہ انس کی گواہی والی روایت میں تحریف وخیانت کی گئی ہے۔ بالفرض اگر تحریف نہ بھی ہوتو ان کے گواہی چھپانے پر مبتلائے عذاب ہونے کی روایات اس قدر صراحت وکثرت سے ہیں کہ یہ تحریفات ان کے ہم پلہ نہیں ہوسکتیں۔ پھر یہ کہ اس بارے میں دوسری قطعی شہادتیں بھی موجود ہیں۔

ابومحمد ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں کہ انس بن مالک کے چہرے پر برص کے داغ نمایاں تھے۔ ایک گروہ کا بیان ہے کہ ان سے حضرت علیؑ نے غدیر کی گواہی دینے کے لئے کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میرا سن زیادہ ہوگیا ہے میں بھول گیا ہوں۔ علیؑ نے بددعا فرمائی: ''اگر جھوٹ بولتے ہوتو خدا تمہیں سفیدی کے داغ میں مبتلا کرے گا جسے عمامہ بھی نہ چھپا سکے۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں یہ ہے ابن قتیبہ کی تصریح۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن پر ابن ابی الحدید نے اعتماد کر کے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ ابن قتیبہ نے برص کا واقعہ اور امیرالمومنینؑ کی انس بن مالک پر نفرین کو کتاب معارف کے ''باب البرص من اعیان الرجال'' میں لکھا ہے کہ ''ابن قتیبہ کا علیؑ سے عناد مشہور ہے اور انھیں شیعیت سے متہم نہیں کیا جا سکتا''۔(۲) یہ تحریر کافی ثبوت فراہم کرتی ہے کہ ابن ابی الحدید کو عبارت کی صحت کا یقین تھا۔ انھوں نے اصل نسخہ سے مطابقت کرلی ہوگی۔ اسی طرح بہت سے افراد نے معارف سے اس عبارت کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ لیکن مصری مطابع، جن کے متعلق ہم خوش فہمی میں مبتلا تھے، شرمناک خیانت کے مرتکب نظر آتے ہیں۔ انھوں نے اس میں ان فقروں کا بھی اضافہ کردیا ہے جسے ابن قتیبہ نے نہیں لکھا۔ واقعۂ انس کو لکھنے کے بعد یہ جملہ بھی درج کردیا ہے کہ ابومحمد ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کی کوئی اصلیت نہیں۔ وہ اس بات کو بھول گئے کہ اصل کتاب اس خیانت کی چغلی کردے گی اور خیانت کارانہ زیادتی کو ہضم نہ کرسکے گی۔ مؤلف کتاب المعارف نے موضوع کے انھیں مواد ومصادیق کو نقل کیا ہے جو ان کے نزدیک مسلم تھے۔ کتاب میں اوّل سے آخر تک کہیں بھی نہیں دیکھا گیا کہ کسی موضوع کا عنوان قائم کر کے اس کے مصادیق کا ذکر کریں اور پھر اس کی تردید

۱۔ المعارف ص/۵۲۱ (۵۸۰)

۲۔ شرح نہج البلاغہ ج/۴ ص/۳۸۸ (ج/۱۹ ص/۲۱۸)

کریں، یہ شوشہ صرف اسی واقعہ میں دیکھنے کوملتا ہے، کیوں کہ برص میں مبتلا پہلے شخص کی نشاندہی میں انس کو ہی لکھا ہے۔ پھر اس کے بعد دوسرے افراد کا نام ہے۔ اس بنا پر کیا یہ ممکن ہے کہ مؤلف کسی معاملے کے اثبات میں جس کے مصداق کو سمجھ کر تصریح کریں پھر اس کا انکار کرتے ہوئے کہیں کہ اس واقعہ کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔؟

کتاب معارف کی متذکرہ تحریف کے علاوہ بھی نمونے ہیں۔ عنقریب چودہویں مناشدہ میں ایسے ہی حذف وتحریف کے نمونے دیکھنے کوملیں گے۔ حالات محلب بن صفرہ، تاریخ بن خلکان ج ۲ص ر۲۷۳ میں ایسی ہی بات ہے جہاں مصری مطبع نے حذف کی شرمناک حرکت کی ہے۔

احمد بن جابر بلاذری متوفی ۲۷۹ھ نے انساب الاشراف میں لکھا ہے:

''حضرت علیؑ نے منبر پر اس شخص کو جس نے حدیث غدیر سنی ہے اٹھ کر گواہی دینے کی قسم دی۔ انس بن مالک، برا ابن عاذب اور جریر بن عبداللہ منبر کے نیچے تھے۔ علیؑ نے اپنی قسم کو مکرر بیان فرمایا۔ کسی نے بھی جواب نہیں دیا اس وقت حضرت نے بددعا کی: خدایا! جو بھی اس گواہی کو جان بوجھ کر چھپائے اسے دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھانا جب تک کوئی علامت نہ قرار دیدے جس سے وہ پہچان لیا جائے۔ نتیجہ میں انس مبروص ہوگئے، برا اندھے ہوگئے، جریر اسلام کے بعد صحرائے جاہلیت میں سرگشتہ رہے بعد میں ماں کے مکان میں جہنم رسید ہوگئے''۔(۱)

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں: مشہور ہے کہ حضرت علیؑ نے رحبہ کوفہ میں لوگوں کو قسم دی کہ جس نے رسول کو حجۃ الوداع سے بازگشت میں فرماتے ہوئے سنا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** اٹھ کر گواہی دے۔ اکثر لوگوں نے گواہی دی، بعد میں علیؑ نے انس سے پوچھا: تم بھی تو اس دن موجود تھے، تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ امیرالمومنینؑ! میں بوڑھا ہوں اس لئے زیادہ تر بھول گیا ہوں۔ کم ہی باتیں یاد ہیں۔ حضرت نے فرمایا: اگر تم جھوٹ بولتے ہو تو خدا تمھیں ایسی سفیدی (برص) میں مبتلا کرے گا کہ عمامہ بھی نہ چھپا سکے۔ اس طرح موصوف قبل مرگ مبروص ہوگئے۔(۲)

۱۔انساب الاشراف (ج ر۲ص ر۱۵۶ حدیث ۱۶۹)

۲۔شرح نہج البلاغہ ج ر۴ص ر۳۸۸ (ج ر۱۹ص ر۲۱۷)

شرح نہج البلاغہ کی پہلی جلد میں لکھتے ہیں کہ بغداد کے اساتذہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بہت سے صحابہ، تابعین اور محدثین علیؑ سے منحرف تھے اور انھیں برا بھلا کہتے تھے۔ دنیا کے چندروزہ فائدوں کے حصول میں فضائل علیؑ چھپاتے اور ان کے دشمن کی مدد کرتے۔ انھیں میں انس بن مالک بھی تھے۔ حضرت علی نے رحبہ قصر یا رحبہ مسجد جامع کے اندر لوگوں کو قسم دی کہ تم میں جس نے بھی حدیث غدیر سنی ہو گواہی دے۔ یہ سن کر بارہ افراد نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔ انس بھی اسی مجمع میں تھے وہ نہیں اٹھے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اے انس! تمھیں اٹھ کر گواہی دینے میں کیا رکاوٹ تھی حالانکہ تم بھی وہاں موجود تھے۔ انس بولے: اے امیر المومنین! بڑھاپے کی وجہ سے بھول گیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: خدایا! اگر یہ جھوٹ کہتا ہے تو اسے سفیدی (برص) میں مبتلا کردے کہ عمامہ بھی نہ چھپا سکے۔ طلحہ بن عمیر کا بیان ہے کہ قسم خدا کی! میں نے واضح طریقہ سے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان برص کا داغ دیکھا تھا۔ (۱)

عثمان بن مطرف کہتے ہیں: ایک شخص نے انس بن مالک سے زندگی کے آخری ایام میں حضرت علی کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے جواب دیا: میں نے واقعہ رحبہ کے بعد قسم کھالی ہے کہ علیؑ کے بارے میں کوئی بھی مجھ سے سوال کرے گا میں اسے چھپاؤں گا نہیں، علیؑ بروز قیامت متقین کے امام ہیں۔ بخدا میں نے اسے خود رسول اکرمؐ کی زبان سے سنا ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں مذکور ہے کہ احمد بن صالح عجلی نے کہا: اصحاب رسولؐ میں سے صرف دو ہی مبتلائے عذاب ہوئے: ایک تو معیقب بن ابی فاطمہ دوسی ازدی جو کوڑھی ہو گئے اور دوسرے انس بن مالک جو مبروص ہوئے۔ (۲)

ابوجعفر کا بیان ہے کہ میں نے انس کو کھانے میں مشغول دیکھا، بڑے بڑے لقمہ منھ میں ٹھونس رہے تھے اور برص کے داغ نمایاں تھے، داغ چھپانے کے لئے خلوق (زعفرانی کریم) ملتے تھے۔

عجلی کی اس بات کی حکایت ابوالحجاج مزی نے تہذیب میں کی ہے۔ سید حمیری نے پھٹکار کے واقعہ کو قصیدۂ لامیہ کے دو شعروں میں نظم کیا ہے۔ (۳) بقیہ قصیدہ آگے آئے گا۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج۱ص۳۶۱ (ج۴ص۷۴ خطبہ ۵۶)

۲۔ تاریخ مدینہ دمشق ج۳ص۱۵۰ (ج۳ص۱۷۴)

۳۔ تہذیب الکمال (ج۳ص۳۷۴ نمبر ۵۶۸)

فــی ردّہ سیّــد کــلّ الــورای　　مــولاهــم فـی الـمـحـکـم المنزل

فــاصـده ذوالـعــرش عن رشده　　وشــانـــه بــالـبـصــرص الانـکـل

''اس انس کی تردید سردار کائنات نے کی جوقرآن کی آیات میں مولا لقب ہیں ۔پس آسمان والے نے اس کوراہ راست سے روک دیا،اس کوذلت آمیز برص نمایاں ہوگیا''۔

اورزاہی نے اپنے قصیدے میں یوں نغمہ سرائی کی ہے:

ذاک الـذی استـوحش منه انس　　ان یشهـد الـحق فشـاهـد البرص

اذ قـال مـن یشهـد بـالغدیر لی　　فبـادر الـسـامـع وهـو قـد نـکـص

فــقــال انسیــتُ فـقـال کـاذب　　سـوف تـریٰ مـالا تـواری القمص

''(علیؑ کی ذات وہ ہے) جس سے انس حق کی گواہی میں متوحش ہوگئے نتیجے میں وہ مرض برص میں مبتلا ہوئے ، جب علیؑ نے فرمایا: میرے متعلق کون غدیر کی گواہی دے گا ،اس وقت سننے والے سامنے آگئے لیکن انس گواہی دینے سے رک گئے ،آپؑ نے فرمایا: کیا تم بھول گئے ہو؟ پھر فرمایا: تم جھوٹے ہو عنقریب تم ایسی بات دیکھوگے کہ کپڑا بھی جسے چھپا نہ سکے''۔

یہاں اجمالی طریقے سے ایک واقعہ اور بھی سنتے چلئے ،خوارزمی نے مناقب بن مردویہ سے اخراج کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص سے کسی حدیث کے بارے میں سوال کیا ،اس نے حضرت کو جھٹلایا، آپؑ نے فرمایا: تونے میری تکذیب کی ۔اس نے جواب دیا۔ میں نے آپ کی تکذیب نہیں کی ہے۔ حضرت نے کہا: میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اگر تونے میری تکذیب کی ہے تو خدا تجھے اندھا کردے۔ وہ بولا: دعا کیجئے ۔اس وقت حضرت نے نفرین کی ۔اور وہ ابھی رحبہ سے باہر بھی نہیں گیا تھا کہ اندھا ہو گیا.... یہ روایت خواجہ پارسا نے فصل الخطاب میں امام مستغفری کے طریق سے نقل کی ہے۔(۱)

اسی طرح نورالدین عبدالرحمٰن جامی نے بھی مستغفری سے روایت کی ہے ۔ابن حجر نے صواعق میں اس بات کو امیرالمومنین کی کرامات کے ذیل میں لکھا ہے ۔وصابی نے بھی الاکتفا میں زاذان کے

۱۔مناقب خوارزمی (ص/۳۷۸حدیث۳۹۶)

حافظ عمر بن محمد ملائی کی سیرت کے طریق سے روایت کی ہے اور بھی دوسرے بہت سے افراد نے اس کو نقل کیا ہے۔(۱)

امیر المومنینؑ کا مناشدہ صفین میں

بزرگ تابعی ابوصادق سلیم بن قیس ہلالی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: صفین کے موقع پر حضرت علیؑ اپنے سپاہیوں کے درمیان منبر پر تشریف لے گئے، اردگرد لوگوں کے ٹھٹ لگ گئے، ان موجود لوگوں میں مہاجرین وانصار کے افراد بھی تھے، آپ نے خدا کی حمد وستائش کے بعد فرمایا:

لوگو! میرے ذاتی فضائل ومحاسن شمار سے باہر ہیں۔ پھر یہ کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں آیات نازل کیں، رسولؐ نے حدیثیں فرمائیں، یہ فضائل ومناقب کافی سے زیادہ ہیں۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ خداوند عالم نے قرآن میں سابق کو مسبوق پر فضیلت دی ہے اور امت کا کوئی بھی فرد اس سلسلے میں مجھ سے بازی نہیں لے گیا ہے۔

سب نے کہا: ہاں!

آپ نے فرمایا: میں آپ سب کو قسم دیتا ہوں کہ جب آیہ **"السابقون السابقون اولئک المقربون"** کے متعلق سوال کیا گیا تو کیا رسولؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ خدا نے یہ آیت انبیاء واوصیاء کے متعلق نازل کی ہے اور میں تمام انبیاء سے افضل میرا وصی علی بن ابی طالبؑ تمام اوصیاء سے افضل ہے۔

یہ سن کر لگ بھگ ستّر مہاجرین وانصار کے بزرگ اصحاب نے کھڑے ہو کر اپنے کانوں سننے کی گواہی دی۔ ان میں ابوالہیثم بن تیہان، خالد بن زید، ابوایوب انصاری اور مہاجرین میں عمار یاسر تھے۔

حضرت نے فرمایا: میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ آیۂ اولی الامر اور آیۂ ولایت نیز آیۂ ولیجہ کے متعلق لوگوں نے رسولؐ سے پوچھا کہ خاص مومنین کے لئے نازل ہوئی ہیں یا اس کے مصداق تمام مومنین ہیں، نتیجہ میں خدا نے پیغمبرؐ کو ولایت کی تفسیر وتبلیغ کا اسی طرح حکم دیا جس طرح نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کی تبلیغ

۱۔ الصواعق المحرقۃ ص ۷۷ (ص ۱۲۹)

کا حکم دیا تھا۔

پھر آپ نے میری ولایت متعین کرتے ہوئے غدیر خم میں فرمایا کہ خدا نے مجھے ایک ایسے پیغام کی تبلیغ کی تاکید کی ہے کہ میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے، لیکن خدا کی سخت تہدید کہ بہر حال حکم پہونچا دو ورنہ عذاب دوں گا۔

مجھ سے فرمایا: یا علیؑ کھڑے ہو جاؤ پھر لوگوں کو صلوٰۃ جامعہ کی منادی کرا دی اور ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر فرمایا: لوگو! یقیناً خدا میرا مولیٰ ہے اور میں تمام مومنین کا مولیٰ ہوں، ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ با اختیار ہوں، جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علیؑ مولیٰ ہیں، خدایا! جو ان سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر، جو دشمنی کرے تو بھی اس کا دشمن ہو جا، جو مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر جو انھیں چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے۔

سلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا: یا رسول اللہؐ! یہ ولایت کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا جیسی ولایت میری ہے۔ جس کے نفسوں پر میں با اختیار ہوں یہ علیؑ بھی اس کے نفس پر با اختیار ہیں۔ اس وقت خدا نے آیت نازل فرمائی: آج تمھارے لئے دین کامل کر دیا، تم پر نعمت تمام کر دی اور دین اسلام سے راضی ہو گیا۔

یہ سن کر بارہ بدری صحابی کھڑے ہوئے، انھوں نے گواہی دی کہ ہم نے رسول خداؐ سے اسی طرح سنا ہے جس طرح آپ نے بیان فرمایا۔ یہ قصہ طویل اور بے شمار فوائد پر مشتمل ہے۔(۱)

صدّیقہ فاطمہؑ کا احتجاج

جزری نے ''اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب''. میں لکھا ہے کہ اس حدیث غدیر کی لطیف اور نادر ترین سند ہمارے استاذ خاتمۃ الحفاظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محبّ مقدسی کی ہے۔ انھوں نے امام محمد زینب بنت احمد بن عبد الرحیم مقدسیہ، ابو المظفر محمد بن فتیان ثنی، ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر حافظ، ابن عمہ

ا۔ کتاب سلیم بن قیس (ج ۲/ص ۷۵۷/حدیث ۲۵)

قاضی ابوالقاسم عبدالواحد بن محمد بن عبدالواحد مدنی ظفر علی داعی علوی، ابواحمد بن مطرف، ابوسعید ادریسی ،محمد بن محمد بن حسن ہارون رشید کے بیٹے ،ابوالحسن محمد بن جعفر حلوانی ۔علی بن محمد بن جعفر اہوازی ہارون کا غلام، بکر بن احمد قصری، فاطمہ، زینب وام کلثوم دختران امام موسیٰ بن جعفرؑ ،فاطمہ بنت جعفر بن محمد الصادقؑ ،فاطمہ بنت محمد بن علی، فاطمہ بنت علی بن حسینؑ ۔فاطمہ وسکینہؑ دختران حسینؑ ،امّ کلثوم بنت فاطمہ بن نبیؐ ،فاطمہؑ بنت رسولؐ خدا نے فرمایا:''کیا تم بھول گئے غدیر خم میں ارشاد رسولؐ: **من کنت مو لاہ فعلی مو لاہ** اور آپ کا یہ ارشاد کہ اے علیؑ! تمھیں مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی''۔(۱)

بزرگ حافظ ابوموسیٰ مدینی نے اپنی کتاب ''المسلسل بالاسماء'' میں اس کا اخراج کر کے فرمایا ہے کہ ایک حیثیت سے یہ حدیث مسلسل ہے۔وہ یوں کہ پانچ خواتین اپنے بھائی کی بہن ہیں جنہوں نے اپنی پھوپھی سے روایت کی ہے۔

سبط اکبرؑ کی للکار

حافظ کبیر ابوالعباس بن عقدہ نے اخراج کیا ہے۔امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے خدا کی حمد وثنا اور محمد مصطفیؐ کی نبوت ورسالت کے تذکرے کے بعد فرمایا:

''ہم اہل بیت کو خدا نے اسلام کے ذریعے مکرم فرمایا۔ہمارا اصطفیٰ وانتخاب کر کے ہم سے تمام قسم کے رجس کو دور کیا اور ہمیں اچھی طرح پاک کیا،آدمؑ سے لے کر جدامجد مصطفیٰؐ تک اگر انسانوں کے دوگروہ بھی ہوئے تو ہمیں بہترین گروہ قرار دیا، جب خدا نے محمدؐ کو نبوت کے لئے مبعوث اور رسالت کے لئے منتخب فرمایا تو ان پر کتاب نازل فرمائی اور لوگوں کو دعوت کا حکم دیا،اس وقت میرے والد ماجد نے خدا و رسولؐ کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہی،سب سے پہلے ایمان لائے اور تصدیق کی۔انھیں کے متعلق قرآن میں یہ آیت ہے:

﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِنْ رَّبِّهِ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِنْهُ...﴾ (پھر بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی

۱۔اسنی المطالب (ص۴۹)

طرف سے صاف دلیل رکھتا ہو پھر اس کے بعد ایک گواہ بھی اس کی تائید میں ہو)۔

اس آیت میں رب کی دلیل میرے جد اور ان کے گواہ میرے والد ماجد ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: اس قوم نے میرے جد کا یہ ارشاد سنا ہے کہ کسی قوم نے بہتر دانشور کو چھوڑ کر کسی کو اپنا ولی بنایا تو اس کے معاملات پستی کی طرف چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ پھر وہ اسی کی طرف رخ کریں گے جسے چھوڑ دیا تھا۔ اس قوم نے میرے جد کا یہ ارشاد بھی سنا ہے کہ میرے والد کے لئے فرمایا: **اَنتَ مِنّی بمنزِلۃِ ھارون مِن مُوسیٰ** (تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا)۔

انھوں نے دیکھا اور سنا ہے کہ رسول خداؐ نے غدیر خم میں میرے والد کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ**۔ پھر رسول اللہ نے لوگوں کو تاکید فرمائی کہ یہاں موجود لوگ غائب افراد تک میرا پیغام پہونچا دیں''۔ احتجاج سے بھرپور یہ خطبہ قندوزی کی ینابیع المودۃ میں بھی ہے۔(۱)

فرزند رسولؐ امام حسینؑ کا مناشدہ

بزرگ تابعی ابو صادق سلیم بن قیس ہلالی نے اپنی کتاب میں شیعیان علیؑ پر معاویہ کی سخت گیری اور ان کے احتجاج کا بلیغ تجزیہ کیا ہے۔ امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد کا حال یوں لکھتے ہیں:

معاویہ کی موت سے دو سال قبل امام حسینؑ نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا، آپ کے ہمراہ عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن جعفر بھی تھے۔ اس موقع پر امام نے بنی ہاشم کے مرد وزن حاجی وغیر حاجی، دوست دار شیعوں کے علاوہ معرفت شناس انصار جو صحابہ وتابعین میں عبادت گزار اور نیکیوں سے آراستہ تھے، سب کو جمع کیا، منیٰ کے میدان میں لگ بھگ سات سو آدمیوں میں معزز تابعین کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ اور تقریباً دو سو اصحاب رسولؐ بھی تھے، ان کے درمیان کھڑے ہو کر حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

۱۔ ینابیع المودۃ ص ۴۸۲ (ج ۳ ص ۱۵۰، باب ۹۰)

''امابعد! اس بدکار سرکش (معاویہ) نے ہمارے شیعوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا اسے تم جانتے ہو، تم نے دیکھا اور مشاہدہ کیا، تمھارے پاس خبریں بھی پہنچتی ہیں، میں تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں، اگر میری بات سچ ہو تو تصدیق کرنا، غلط کہوں تو جھٹلا دینا۔ توجہ سے سنو اور لکھ لو۔ پھر تم اپنے وطن واپس جاؤ اور وہاں جسے لائق اعتماد سمجھو اسے ہمارے حقوق کی طرف دعوت دو اور جو کچھ تمھیں علم ہے بتاؤ۔ کیوں کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں یہ حق ملیا میٹ اور مغلوب نہ ہو جائے۔ حالانکہ خدا اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا اگر چہ کافروں کو نا گوار ہی گزرے''۔

اس موقع پر امامؑ نے اپنے بارے میں نازل آیات کی تلاوت اور اس کی تفسیر بیان کی۔ رسول خداؐ نے آپ کے والد ماجد، مادر گرامی اور آپ نیز آپ کے اہلبیتؑ کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا، اس کی روایت کی۔ آپ کی تقریر کے دوران بار بار صحابہ کہہ رہے تھے: خدا گواہ! یہ سب سچ ہے۔ اور تابعین کا نعرہ تھا: یہ سب معتبر صحابہ سے نقل ہوتا آیا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں تمھیں قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسولؐ نے بروز غدیر خم (علیؑ کو) ولایت کے لئے تعین فرمایا اور اعلان کر دیا کہ جو یہاں حاضر ہیں غائب لوگوں تک پہنچا دیں۔ سب نے کہا: خدا گواہ ہے، بالکل سچ ہے... آخر حدیث۔(۱)

اس تقریر میں فضائل کی متواتر سندیں ہیں، اصل کی طرف رجوع کیا جائے۔

معاویہ سے عبداللہ بن جعفر کا احتجاج

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میں امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ساتھ معاویہ کے پاس موجود تھا، وہاں عبداللہ بن عباس اور فضل بھی تھے۔ معاویہ میری طرف متوجہ ہو کر بولا:

''تم حسنؑ و حسینؑ کی بڑی تعظیم کرتے ہو، حالانکہ نہ وہ تم سے بہتر ہیں نہ ان کے باپ، اگر دختر رسولؐ فاطمہؑ نہ ہوتیں تو میں کہتا کہ تمھاری ماں اسماء بنت عمیس سے بھی بہتر نہیں''۔

۱۔ کتاب سلیم بن قیس (ج ۲/ص ۷۸۸ حدیث ۲۶)

میں نے کہا: خدا کی قسم! تمھاری معلومات ان کے اور ان کے والدین کے بارے میں بہت کم ہیں۔ خدا کی قسم! یہ دونوں مجھ سے بہتر ہیں۔ ان کے والدین میرے والدین سے بہتر ہیں۔ اے معاویہ! جو کچھ میں نے ان کے متعلق اور ان کے والدین کے متعلق رسول خداؐ سے سنا اور حافظہ میں محفوظ کیا ہے اس سے تم قطعی غافل ہو۔

معاویہ نے کہا: اچھا تو وہ سب بیان کرو، تم نہ جھوٹے ہو نہ تم پر تہمت لگائی جا سکتی ہے۔

میں نے کہا: میرا خیال تمھارے خیال سے بہت بلند ہوگا۔

معاویہ نے کہا: ٹھیک ہے، چاہے وہ احد و حیرا سے بھی بڑا ہو۔ اس وقت تو خدا نے ان کو قتل کر دیا اور تمھاری جمعیت پراگندہ کر دی، خلافت کو اس کے مستحق تک پہونچایا۔ بیان فضائل میں کوئی ہرج نہیں، مجھے نقصان نہ ہوگا۔

میں نے کہا: جب یہ آیت **"وما جعلنا الرؤیا التی ارینک الّا فتنةً للناس والشجرة الملعونة فی القرآن"** (اور یہ جو میں نے تمھیں دکھایا ہے اس کو اور اس شجرہ کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے لوگوں کے لئے فتنہ قرار دیا ہے) لوگوں کے استفسار پر رسول خداؐ نے فرمایا: میں نے خواب میں اپنے منبر پر بارہ گمراہی کے سرداروں کو چڑھتے اور اترتے دیکھا اور امت کو الٹے پیر واپس کرنے کی سعی کرتے دیکھا میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ وہ ابوالعاص کے بیٹے ہیں، جب ان کی تعداد پندرہ تک پہنچ جائے گی تو کتاب خدا میں تحریف، بندگان خدا کو غلام اور مال خدا کو شخصی ملکیت سمجھنے لگیں گے۔

اے معاویہ! میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے، وہ منبر پر تھے اور میں ان کے پہلو میں موجود تھا۔ منبر کے سامنے عمر بن ابی سلمہ، اسامہ بن زید، سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی، ابوذر، مقداد اور زبیر بن العوام بھی تھے، حضرت نے فرمایا: کیا میں مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں۔ سب نے کہا: یقیناً ہیں اے خدا کے رسولؐ! پھر فرمایا: کیا میری بیویاں تمھاری مائیں نہیں ہیں۔ سب نے کہا: یقیناً ہیں۔ پھر فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** اس کے نفس پر اس سے زیادہ با اختیار اور علیؑ کے شانوں پر ہاتھ مارا اور فرمایا: **اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ** ۔ اے لوگو!

میں مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ با اختیار ہوں، مومنین پر صرف یہی میرا امر ہے۔ ان کے بعد میرا بیٹا حسن مومنین پر اولیٰ بالتصرف ہے اور مومنین پر صرف یہی اس کا امر ہے۔

دوبارہ لوگوں سے خطاب فرمایا: جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو علیؑ تمھارے نفسوں پر زیادہ مختار کل ہوں گے، جب علیؑ دنیا سے رخصت ہوں تو میرا بیٹا حسنؑ مالک و مختار ہے، حسن کے بعد میرا فرزند حسین مالک و مختار ہے۔

آخر میں عبداللہ کا بیان ہے: معاویہ کہنے لگا کہ اے فرزند جعفر! تم نے بڑی بات کہہ دی۔ اگر تمھاری بات سچ ہے تو تمھارے خاندان والوں کے سوا سبھی ہلاک ہو گئے، نہ مہاجر باقی بچے نہ انصار۔ میں نے کہا: خدا کی قسم! جو کچھ میں نے کہا وہ مطابق واقع اور حق ہے۔ میں نے خود رسولؐ سے سنا ہے۔

معاویہ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ نیز عبداللہ ابن عباس کی طرف رخ کر کے کہا: فرزند جعفر کیا کہہ رہے ہیں؟

ابن عباس نے جواب دیا: اگر تمھیں ان کے بیان پر ایمان نہیں تو انھوں نے جن لوگوں کا نام لیا ہے ان سے پوچھ لو۔ معاویہ نے عمر بن سلمہ اور اسامہ کے پاس آدمی بھیجا تو انھوں نے گواہی دی کہ فرزند جعفر نے جو کچھ کہا اسے ہم لوگوں نے خود بھی سنا ہے۔

آخر میں عبداللہ بن جعفر نے کہا:

ہمارے رسولؐ نے یقیناً بہترین فرد کو غدیر خم میں اور دوسرے مواقع پر امت کی ہدایت کے لئے متعین فرمایا، ان پر حجت قرار دی، ان کی اطاعت کا حکم دیا انھیں سمجھا دیا کہ علیؑ کی نسبت رسولؐ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی اور یہ کہ رسولؐ کے بعد وہ تمام مومنوں کے ولی ہیں، اولیٰ بالتصرف ہیں رسولؐ کی طرح۔ علیؑ جانشینِ رسول ہیں، ان کے وصی ہیں، ان کی اطاعت خدا کی اطاعت، ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے، ان کی دوستی خدا کی دوستی ہے، ان سے کینہ خدا سے کینہ ہے۔ آخر حدیث تک بے شمار قیمتی فوائد پر مشتمل ہے۔ (۱)

۱۔ کتاب سلیم بن قیس (ج ۲/ص ۸۳۴/ حدیث ۴۲)

بردنے عمرو عاص کولتھاڑا

ابن قتیبہ نے ''امامۃ والسیاسۃ'' میں لکھا ہے کہ مورخین کا بیان ہے کہ ہمدان کا ایک جوان بردنامی معاویہ کے پاس آیا تو عمرو عاص علیؑ کی مذمت کر رہا تھا، عمرو عاص سے بردنے پوچھا: ہمارے بزرگوں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** یہ حدیث غلط ہے کہ صحیح...؟

عمرو نے کہا: صحیح ہے۔ تم نے جو سنا ہے اس پر اضافہ سن لو کہ جتنے فضائل علیؑ کے ہیں کسی صحابی کے نہیں۔

''ہائیں!،، وہ جوان چیخ پڑا۔

عمرو بولا: ''لیکن علیؑ نے اقدام قتل عثمان کر کے تمام فضائل ملیامیٹ کر لئے''۔

بردنے پوچھا: ''علیؑ نے قتل عثمان کا حکم دیا تھا یا خود قتل کیا تھا''؟

عمرو نے کہا: ''یہ سب کچھ نہیں لیکن انھوں نے قاتلوں کو پناہ دی تھی اور انتقام میں رکاوٹ ڈالی تھی''۔

بردنے کہا: ''اس کے باوجود لوگوں نے ان کی بیعت کی''۔

عمرو نے کہا: ''ہاں''۔ بردنے پوچھا: ''پھر تم نے بیعت کیوں توڑ دی؟''۔

عمرو نے کہا: ''میں انھیں قتل عثمان میں متہم سمجھتا تھا''۔

بردنے کہا: تم پر بھی تو وہی تہمت عائد ہوتی ہے۔؟

عمرو نے کہا: تم ٹھیک کہتے ہو، اسی لئے میں فلسطین چلا گیا تھا۔

جب وہ جوان اپنے قوم قبیلے میں پہونچا تو لوگوں سے بولا: میں ایسے آدمیوں کے پاس سے آرہا ہوں کہ خود انھیں کی باتوں سے حجت قائم ہو جاتی ہے، علیؑ حق پر ہیں انھیں کی پیروی کرو۔(۱)

عمرو عاص کا معاویہ سے احتجاج

خطیب خوارزمی نے مناقب میں معاویہ وعمرو کے خطوط نقل کئے ہیں، معاویہ نے عمرو عاص کو جنگ

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ص ۹۳ (ج ۱ ص ۹۷)

صفین میں اپنی مدد کی ترغیب دی۔ عمرو نے جواب دیا: عمرو کے جواب کے یہ فقرے ہیں:

''تم نے ابوالحسن برادر اور وصی رسولؐ کی طرف جو بغاوت وحسد کی نسبت دی اور صحابہ کو فاسق اور قتل عثمان کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے، یہ تمام باتیں جھوٹ اور گمراہی پر مشتمل ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ابوالحسنؑ نے رسولؐ پر جان فدا کر دی، شب ہجرت ان کے بستر پر سوئے، وہ ہجرت واسلام میں سابق ہیں، رسولؐ نے ان کے لئے کہا ہے کہ وہ مجھ سے ہیں میں اس سے ہوں۔ اور مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد نبی نہیں۔ انھیں کے بارے میں غدیر خم میں رسول نے فرمایا: "**الا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ**" ۔(۱)

عمار یاسر کا احتجاج

نصر بن مزاحم کتاب صفین میں عمار یاسر کی ایک طویل تقریر لکھتے ہیں، آپ نے بروز صفین عمرو عاص کو اس طرح مخاطب فرمایا:

''رسول خداؐ نے مجھے بیعت شکنوں سے جنگ کا حکم دیا وہ ہم کر چکے، مجھے قاسطین (منحرفین حق) سے جنگ کا حکم دیا وہ تم لوگ ہو، اب مارقین (دین سے نکل جانے والے) باقی رہ گئے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ انھیں پا سکوں گا یا نہیں۔ اے مقطوع النسل! کیا تو نہیں جانتا کہ رسول خداؐ نے علیؑ کے لئے فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ**۔

میرا مولا تو خدا اور رسولؐ اور ان کے بعد علیؑ ہیں۔ تیرا کوئی مولا نہیں''۔

عمرو نے جواب میں کہا: ''اے ابوالیقظان (عمار کی کنیت) مجھے ملامت نہ کرو''۔(۲)

بقیہ باتیں عمرو عاص کے حالات میں بیان ہوں گی۔ اسے شرح نہج البلاغہ میں ابی الحدید نے بھی لکھا ہے۔(۳)

۱۔ مناقب خوارزمی ص/۱۲۴ (ص/۱۹۹ حدیث ۲۴۰)
۲۔ وقعۃ صفین ص/۱۷۶ (ص/۳۳۸)
۳۔ شرح نہج البلاغہ ج/۲ ص/۲۷۳ (ج/۸ ص/۲۱ خطبہ ۱۲۴)

اصبغ بن نباتہ کا احتجاج

امیر المومنینؑ نے صفین کے زمانے میں معاویہ کو خط لکھ کر اصبغ کے ہاتھوں روانہ کیا، اصبغ کا بیان ہے کہ معاویہ چرمی ٹکڑے پر بیٹھا تھا، دو سبز رنگ کی تکیہ لگی ہوئی۔ داہنی طرف عمرو عاص، حوشب اور ذوالکلاح تھا، بائیں طرف اس کا بھائی عتبہ، عبداللہ بن عامر بن کریز، ولید (فاسق بنص قرآن) ابن عقبہ، عبدالرحمٰن، ابن خالد، شرجیل، ابن سمط اور اس کے سامنے ابو ہریرہ، ابو درداء اور نعمان بن بشیر اور ابوامامہ باہلی بیٹھے ہوئے تھے۔ معاویہ نے خط پڑھ کر کہا: ''علیؑ قاتلان عثمان کو ہمارے حوالے نہیں کریں گے''۔

اصبغ کہتے ہیں، میں نے کہا: ''اے معاویہ! خون عثمان کا بہانہ مت ڈھونڈو۔ تم حکومت واقتدار کے خواہشمند ہو، اگر تم چاہتے تو عثمان کی زندگی میں ان کی مدد کر سکتے تھے، لیکن تم تو ان کے قتل کے منتظر تھے تا کہ اس معاملے کو حصول حکومت کا وسیلہ قرار دے سکو''۔ معاویہ میری بات سے لال بھبوکا سرخ انگارہ ہو گیا۔ میں نے سوچا اس کا غصہ کچھ اور بھڑکے، ابو ہریرہ کی طرف رخ کر کے میں نے کہا:

''اے صحابی رسولؐ! میں تمھیں اسی ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ تم مجھے بتاؤ کیا تم غدیر میں موجود تھے..؟

انھوں نے کہا: ''ہاں میں موجود تھا''۔

میں نے پوچھا: ''پھر تم نے علیؑ کے متعلق وہاں کیا سنا''۔؟

انھوں نے کہا: ''میں نے رسولؐ سے سنا **''من کنت مولاہ فعلی مولاہ''** خدایا! جو اسے دوست رکھے اس سے دوستی کر، جو اس کو دشمن رکھے اس کو دشمن رکھ، جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر، جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے''۔

میں نے کہا: ''اے ابو ہریرہ! اب تو تمھاری یہ حالت ہے کہ ان کے دشمن سے تم نے دوستی گانٹھ رکھی ہے اور ان کے دوستوں کو دشمن رکھتے ہو''۔

یہ سن کر ابو ہریرہ نے طویل ٹھنڈی سانس لے کر کہا: اَنّا للہ وَاِنّا اِلَیہ رَاجعون۔

اس کی روایت حنفی نے مناقب اور ابن جوزی نے تذکرہ میں کی ہے۔(۱)

ایک جوان نے ابوہریرہ کولتھاڑا

حافظ ابویعلی موصلی اور حافظ طبری نے اپنی اسناد سے لکھا ہے:

ابوہریرہ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے ،ایک جوان کھڑا ہوا اور بولا: میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے ارشاد رسولؐ سنا ہے:**من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔**

ابوہریرہ نے کہا:''میں گواہی دیتا ہوں، میں نے یہ ارشاد سنا ہے''۔(۲)

اس کی روایت ابوبکر ہیثمی نے دوسندوں کی صحت وتوثیق کے ساتھ نیز ابن کثیر اور ابن جریر طبری نے بھی کی ہے۔(۳)

ابن ابی الحدید نے سفیان ثوری ،عبدالرحمٰن بن قاسم ،عمر بن عبدالغفار کی سند سے لکھا ہے کہ جب معاویہ کے ساتھ ابوہریرہ کوفے میں وارد ہوئے تو اکثر راتوں میں باب کندہ پر بیٹھک کیا کرتے تھے،لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ایک دن کوفے کے ایک جوان نے ان سے پوچھا:''میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ نے علیؑ کے متعلق یہ ارشاد رسولؐ سنا ہے:**من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ؟**

ابوہریرہ بولے:''میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے یہ سنا ہے''۔

وہ جوان کہنے لگا:''تو میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ نے ان کے دشمن سے دوستی گانٹھ رکھی ہے اور ان کے دوستوں سے دشمنی کر رہے ہیں''۔(۴)

۱۔مناقب خوارزمی ص/۱۳۰(ص/۲۰۵ حدیث ۲۴۰) تذکرۃ الخواص ص/۴۸(ص/۸۵)

۲۔مسند ابی یعلی (۱۱/ص/۳۰۷ حدیث ۶۴۲۳

۳۔مجمع الزوائد ج/۹ ص/۱۰۵؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ ص/۲۱۳ (ج/۵ ص/۲۳۲ حوادث ۱۰ھ)

۴۔شرح نہج البلاغہ ج/۱ ص/۳۶۰ (ج/۴ ص/۶۸ خطبہ ۵۶)

راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ابو ہریرہ بچوں کے ساتھ راستے میں کھانا کھایا کرتے تھے، ان کے ساتھ کھیلتے بھی تھے، اپنے مدینے کی گورنری کے زمانے میں ایک دن انھوں نے خطبہ دیا:

''اس خدا کا شکر جس نے دین کو مستحکم اور ابو ہریرہ کو امام بنایا''۔

لوگ ان کی اس بات پر ہنس پڑے۔اپنی گورنری کے زمانے میں مدینے کے راستوں پر چلتے ہوئے اگر اپنے آگے کسی کو چلتے دیکھتے تو پیر پٹک کر چلاتے: ''راستہ دو گورنر آرہا ہے''۔اس سے خود اپنے کو مراد لیتے۔ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں ابن قتیبہ نے معارف میں حالات ابو ہریرہ کے ذیل میں لکھی ہیں جو ان پر حجت ہیں کیونکہ انھیں ابو ہریرہ کے معاملے میں عناد کا الزام نہیں دیا جاسکتا (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ان تمام باتوں کو معارف مطبوعہ مصر ۱۳۵۳ھ میں قلم انداز کردیا گیا ہے، ہائے یہ تحریف کا کھلواڑ۔اس قسم کی خیانتیں متعدد موقعوں پر ملتی ہیں۔

زید بن ارقم سے مناشدہ

ابوعبداللہ شیبانی (یا بزرگ تابعی۔ابوعمرو۔شیبان بن ثعلبہ کوفی) کہتے ہیں کہ ہم لوگ زید بن ارقم کے پاس بیٹھے تھے، اتنے میں ایک شخص وارد ہوا، اس نے پوچھا: ''تم میں زید بن ارقم کون ہے؟''

لوگوں نے کہا: ''یہ کیا ہیں زید بن ارقم''۔

نووارد نے زید سے کہا: میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم نے رسول خدا کو ارشاد فرماتے سنا ہے:

''من كنت مولاه فعلي مولاه. اللهم وال من والاه وعاد من عاداه''؟

زید نے جواب دیا: ''ہاں! میں نے سنا ہے''۔(۲)

عراقی کا جابر سے مناشدہ

علامہ گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب میں بلند مرتبہ مشائخ سے اخراج کیا ہے، شریف خطیب ابو تمام

۱۔المعارف (ص ۲۷۸۔۲۷۷)

۲۔مودۃ القربیٰ مودۃ نمبر ۵، ینابیع المودۃ ص ۲۴۹/ (ج ۲/ص ۳/۷ باب ۵۶)

علی بن ابی الفخار بن ابی منصور ہاشمی کرخ بغداد۔ ابوطالب عبداللطیف نہر معلّیٰ۔ ابراہیم بن عثمان کاشغری ان سب نے۔محمد بن عبدالباقی ابن بطی۔ ابن تاج القرأ۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ جابر کے گھر پر تھے، وہاں علی بن حسینؑ، محمد بن حنفیہ اور ابوجعفر بھی تھے، ایک عراقی نے جابر سے کہا: ''میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں۔ آپ مجھ سے ایسی حدیث بیان کیجئے جسے آپ نے رسولؐ سے دیکھا اور سنا ہو''۔ (۱)

جابر نے کہا: ''ہم جحفہ غدیر خم میں تھے، وہاں مجھ سے پہلے جہنیہ، مزنیہ اور غفار کے لوگ تھے، رسول خداؐ خیمہ سے (یا اونی چادر اوڑھے ہوئے) نکلے اور تین بار اپنے ہاتھوں سے اشارہ کیا۔ اس کے بعد حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ**''۔

حموینی نے فرائد کے باب نہم میں نفیس ترین سند سے شیخ مجد الدین عبداللہ بن محمود حنفی، مسمار بن عمر بن عویس، محمد بن عبدالباقی، ابن بطی، امام ابوغالب ہبۃ اللہ سامری، شیخ محاسن بن عمر، ابوبکر محمد بن عبداللہ بن نصر زعفرانی، ابوعبداللہ مالک بن احمد بن علی، ابن زاغوانی، ابوالحسن احمد بن محمد بن موسیٰ بن صلت، ابواسحاق ابراہیم بن عبدالصمد، ابوسعید اشج، ابوطالب مطلب بن زیاد۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل نے جابر کا بیان نقل کیا ہے۔ (اسی سند میں راویوں کے بیان کی تاریخ بھی درج ہے)۔ (۲)

تاریخ ابن کثیر کی سند ہے: مطلب بن زیاد، عبداللہ بن محمد بن عقیل نے جابر سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ جحفہ میں غدیر خم میں تھے کہ رسولؐ چادر اوڑھے ہوئے خیمے سے نکلے اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** ہمارے شیخ ذہبی کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے۔ (۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن کثیر کا جابر کے پاس موجود افراد اور مرد عراقی کے مناشدے کو نظر انداز کرنا ہمارے نزدیک چنداں اہمیت کا حامل نہیں، کیوں کہ اس بے حیا کی تاریخ بدایہ والنہایہ میں اہلبیتؑ اور خاصان خدا کے متعلق رسولؐ کے ارشاد کی خیانتیں بہت واضح طریقے سے نظر آتی ہیں۔ اس

۱۔ کفایۃ الطالب ص/۱۶ (ص/۶۱)　　۲۔ فرائد السمطین (ج/۱ ص/۶۲ حدیث ۲۹)

۳۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۵ ص/۲۱۳ (ج/۵ ص/۲۳۲ حوادث ۱۰ھ)

کتاب میں ابن کثیر نے دوستان اہلبیت کی مذمت کی ہے اور انھیں گالی دی ہیں، دشمنان اہلبیت کی تعریفوں کے پل باندھے ہیں، اہل بیتؑ کی صحیح وصریح روایات کو جعلی بتایا ہے۔ ان کے ثقہ راویوں کو ضعیف کہا ہے۔ ان تمام باتوں میں اس نے بلا دلیل تحکمانہ رویہ اپنایا ہے اور تحریف کی شرمناک حرکتیں کی ہیں۔ اگر ان تمام باتوں کا تذکرہ کیا جائے تو ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ اس کی تحریف کی صرف ایک مثال حدیث دعوۃ ہے کہ آیۃ ﴿وانذر عشیرتک الاقربین﴾ کی شان نزول کے متعلق اپنی کتاب میں بیہقی کے طریق سے لکھتا ہے کہ یہ حدیث ابو جعفر نے محمد بن حمید ازدی سے روایت کی ہے پھر تمام سند بیان کی ہے۔ رسولؐ کے اس ارشاد کے بعد کہ میں تمام دنیا کی بھلائی لایا ہوں، اس فقرے کا اضافہ کیا ہے: ''مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اس کی طرف دعوت دوں، اب تم میں کون ہے جو اس مرحلے پر میری حمایت کرے تا کہ میرا بھائی ہو اور ایسا ویسا''۔.....پھر علیؑ کا بیان نقل کیا ہے کہ ''تمام لوگ خوف کی وجہ سے پیچھے رہ گئے، صرف میں نے جواب دیا۔ حالانکہ ان سب میں کم سن، چرک آلود آنکھ والا، بڑے پیٹ والا، کمزور پنڈلیوں والا تھا۔ میں نے کہا: اے خدا کے رسولؐ میں ہوں، آپ کی ہر مرحلے پر مدد کروں گا۔ رسولؐ نے میری گردن پکڑ کر فرمایا: ''یہ میرا بھائی ہے اور ایسا ویسا۔ اب تم لوگ اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔'' علیؑ کہتے ہیں کہ پھر تمام لوگ ہنستے ہوئے اٹھ گئے۔ ابوطالب سے کہنے لگے کہ تمھیں اپنے بیٹے کی اطاعت کا حکم دیا ہے''۔(۱)

اسی روایت کو اپنی تفسیر ج ۲ص ۳۵۱ میں ابو جعفر بن جریر کی متذکرہ سند کے ساتھ لکھا ہے۔ لیکن میں تفسیر طبری کے الفاظ نقل کرتا ہوں تا کہ ہدایت گمراہی سے الگ ہو جائے:

''میں تمھارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائیاں لے کر آیا ہوں۔ خدا نے مجھے تمھاری طرف دعوت حق کا حکم دیا ہے۔ اب تم میں کون ہے جو اس معاملے میں میرا ہاتھ بٹائے تا کہ تمھارے درمیان میرا بھائی، وصی اور خلیفہ ہو۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ تمام لوگ ڈر سے چپ ہو گئے، لیکن میں نے کہا کہ اگر چہ میں کمسن ہوں، آنکھیں رمد آلود، پیٹ بڑا اور پنڈلیاں کمزور ہیں، اے خدا کے رسولؐ! میں ہوں، اس

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۴۰ (ج ۳ ص ۵۳)

معاملے میں آپ کا بوجھ بٹاؤں گا۔ رسولؐ نے میری گردن پکڑی اور فرمایا: یقیناً یہ میرا بھائی میرا وصی اور تمھارے درمیان میرا خلیفہ اور جانشین ہے،اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ علیؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت قوم کے لوگ ہنستے ہوئے اور ابو طالب سے یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ (محمدؐ نے) تمھارے بیٹے کی اطاعت کا تمھیں حکم دیا ہے، پس میری شکایت خدا ہی سے ہے''۔(۱)

ابن کثیر نے طبری کے الفاظ کی تحریف کی ہے۔ کیا اسے مناسب نہ تھا کہ اصل الفاظ نقل کرتا، یا پھر دوسرے ائمہ حدیث و تاریخ کے الفاظ نقل کرتا لیکن وہ تو اپنے کینہ و عناد میں تحریف پر مصر تھا۔ حالانکہ خدا اس کے عناد سے واقف ہے۔(۲)

قیس بن سعد کا احتجاج

بعد شہادت امام حسنؑ، معاویہ اپنے زمانۂ حکومت میں حج کے بعد مدینہ پہونچے، مدینہ والوں نے ان کا استقبال کیا، اس موقع پر ان کے اور قیس بن سعد کے درمیان جو مکالمہ ہوا، اس کی تفصیل قیس کے حالات میں آئے گی۔ قیس نے معاویہ سے کہا: ''میری جان کی قسم! انصار قریش اور عرب وعجم کا کوئی بھی شخص علیؑ اور ان کی اولاد کے مقابلہ میں حقدار نہیں۔ اس سلسلے میں نص وارد ہے''۔

معاویہ بھڑک اٹھے، بولے: سعد کے بیٹے! یہ بات تم نے کہاں سے پائی، کس سے روایت کی، کس سے سنی۔؟

شاید تم نے اپنے باپ سے حاصل کی ہے۔

سعد نے متانت سے جواب دیا: میں نے جس سے سنا ہے وہ میرے باپ سے کہیں زیادہ افضل ہے۔

معاویہ نے پوچھا: کون۔؟

۱۔ تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۲۱۷ (ج ص ۳۲۱)

۲۔ جامع البیان ج ۱۹ ص ۷۴ (ج ۱۱ ص ۱۲۲)

جواب ملا: ''علی ابن ابی طالبؑ! جو اس امت کے عالم وصدّیق ہیں جن کے متعلق خدا نے آیت نازل کی: قل کفیٰ بالله شهيداً بيني وبينكم ومن عنده علم الكتاب (کہہ دو کہ میرے اور تمھارے درمیان خدا کی گواہی کافی ہے اور وہ جسے کتاب خدا کا مکمل اور بھرپور علم ہے)۔ اسی طرح علی کی شان میں نازل آیتوں کو سنایا۔

معاویہ نے کہا: اس امّت کے صدّیق تو ابوبکر اور فاروق امّت عمر ہیں اور جس کے پاس مکمل کتاب خدا کا علم ہے وہ عبداللہ بن سلام ہیں۔

قیس بولے: ان ناموں سے زیادہ حقدار وہ ہے جس کے لئے آیت اتری ہے: افمن كان على بينة من ربه ويتلوه شاهد منه (بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے صاف شہادت رکھتا ہے اور ایک گواہ) اور رسول خداؐ نے غدیر خم میں نصب کرتے ہوئے فرمایا: ''جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے نفس سے زیادہ اس پر بااختیار ہوں، اس کے یہ علیؑ مولا ہیں، مالک ومختار ہیں۔ اور غزوۂ تبوک میں فرمایا: ''تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔ (۱)

دارمیہ حجونیہ کا احتجاج

زمخشری ربیع الابرار (۲) میں لکھتے ہیں: معاویہ حج کے لئے گئے، وہاں انھوں نے دارمیہ نامی شیعہ علی خاتون کو بلوایا۔ وہ بہت سیاہ فام تھیں۔ ان سے پوچھا: ''حام کی بیٹی، کیا حال ہے''؟

انھوں نے کہا: ''اچھا ہی ہے۔ لیکن میں حامی نسل سے نہیں ہوں''۔

معاویہ نے کہا: ''سچ کہتی ہو، کیا تم جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلوایا ہے؟

جواب ملا: ''اے سبحان اللہ! میں غیب تھوڑے ہی جانتی ہوں''۔

معاویہ بولے: یہ پوچھنے کے لئے بلایا ہے کہ تم علی سے محبت اور مجھ سے نفرت کیوں رکھتی ہو۔ علی سے تعلق اور مجھ سے کینہ کیوں ہے۔؟ کہنے لگیں: مجھے معاف ہی رکھو۔

۱۔ کتاب سلیم بن قیس (ج ۲ ص ۷۷۷ حدیث ۲۶)

۲۔ ربیع الابرار (ج ۲ ص ۵۹۹)

معاویہ غرّائے: ''ہر گز نہیں''۔

دارمیہ نے کہنا شروع کیا: ''نہیں مانتے تو سنو۔ علیؑ سے محبت اس لئے ہے کہ وہ رعایہ کے ساتھ انصاف کرتے تھے ان کی تقسیم مساوی تھی، تم سے نفرت اس لئے ہے کہ تم ان سے برسر پیکار رہے جو خلافت کا تم سے زیادہ حقدار تھا، تم ادھر لپکے جس کے تم مستحق نہیں تھے، مجھے علیؑ سے اس لئے محبت ہے کہ رسول خداؐ نے غدیر خم میں ان کی ولایت کا عہد لیا تھا، وہاں تم بھی موجود تھے، وہ مسکینوں سے محبت اور دینداروں کا احترام کرتے تھے، تم سے نفرت اس لئے ہے کہ تم نے خون بہایا، پھوٹ ڈالی اور عدل وانصاف میں ستم روا رکھا، تمھارے فیصلے خواہشات کے ماتحت ہوتے ہیں''۔(۱)

عمرو اودی کا احتجاج

مفتی وقاضی کوفہ شریک بن عبداللہ نخعی نے ابواسحاق سبیعی سے روایت کی ہے کہ عمرو بن میمون اودی کے سامنے امیر المومنین حضرت علیؑ کا تذکرہ ہوا۔ انھوں نے کہا: یہ لوگ علیؑ کو برا بھلا کہتے ہیں یہ سب جہنم کے ایندھن ہیں، میں نے حذیفہ بن یمان اور کعب بن عجرہ جیسے اصحاب رسولؐ سے سنا ہے کہ جو کچھ علیؑ کو عطا ہوا، کسی کو بھی نہ مل سکا، وہ اولین وآخرین کی سردار خواتین فاطمہؑ کے شوہر تھے۔ اولین وآخرین میں سے کس نے یہ فضیلت پائی یا سنی، وہ سرداران جوانان جنت کے باپ تھے، ایسا باپ اولین وآخرین میں کون ہے، رسول خداؐ ان کے سسر تھے اور وہ رسولؐ کے اہل وازواج کے وصی تھے، ان کے سوا سب کے دروازے مسجد کی طرف سے بند ہو گئے، وہ فاتح خیبر و پرچم بردار تھے، ان کی دکھتی آنکھوں میں رسولؐ نے لعاب دہن لگایا کہ کبھی انھیں سردی وگرمی کا احساس نہیں ہوا، وہ صاحب یوم غدیر تھے، رسولؐ نے ان کا نام لے کر امت پر ولایت فرض کی اور ان کا مرتبہ بتایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ .....الخ**۔

۱۔ تھوڑے سے اختلاف الفاظ کے ساتھ یہ احتجاج درج ذیل کتابوں میں موجود ہے۔ بلاغات النساء ص ۷۲/ (ص ۱۰۵/)، العقد الفرید ج ۱/ص ۱۶۳/ (ج ۱/ص ۲۲۳/) صبح الاعشیٰ ج ۱/ص ۲۵۹/ (ج ۱/ص ۳۰۶/)

عمر بن عبد العزیز کا احتجاج

حافظ ابونعیم نے حلیہ[۱] میں سند کے ساتھ عمر بن مورق کا بیان نقل کیا ہے: میں شام میں تھا عمر بن عبدالعزیز لوگوں کو داد و دہش فرما رہے تھے۔ میں سامنے گیا تو پوچھا: ''تم کون ہو؟''

میں نے کہا: ''قریش''۔

پوچھا: ''قریش کی کون سی شاخ''۔؟

میں نے کہا: ''بنی ہاشم!''

تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر پوچھا: ''بنی ہاشم کون سی شاخ سے''؟

میں نے جواب دیا: ''علیؑ کا غلام ہوں، ان کا دوستدار''۔

پوچھا: کون علیؑ؟

کہا: ''علی بن ابی طالبؑ!''۔

پھر تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا: ''خدا کی قسم! میں بھی علی بن ابی طالبؑ کا غلام ہوں۔ پھر کہا: مجھ سے بہت سے لوگوں نے حدیث بیان کی ہے۔ انھوں نے ارشاد رسول سنا ہے: مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہ۔ پھر غلام کو آواز دی: ''اے مزاحم! ایسے لوگوں کو تم کتنا دے سکتے ہو۔''

وہ بولے: ''سو یا دو سو درہم''۔

حکم دیا: ''انھیں پچاس دینار دے دو''۔

ابن داؤد کے بیان کے مطابق ساٹھ دینار ولایت علیؑ کے سلسلے میں عطا ہوئے۔ پھر فرمایا: ''اپنے وطن واپس جاؤ، جس قدر تمھارے وطن کے باشندوں کو عطا کیا جاتا ہے تمھیں بھی عطا کیا جائے گا''۔(۱)

اس کی روایت ابوالفرج نے آغانی میں۔ ابن عساکر نے تاریخ میں۔ حموینی نے فرائد السمطین میں۔ حافظ جمال الدین زرندی نے نظم درار السمطین میں۔ سمہودی نے جواہر العقدین میں یزید بن عمرو

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج/۵ص/۳۶۴

بن مرزوق سے روایت کی ہے۔(۱) انھیں نام کا اشتباہ ہوا ہے۔

خلیفہ مامون کا احتجاج دانشوروں سے

ابو عمرو بن عبد ربہ نے عقد الفرید میں اسحاق بن ابراہیم کا بیان نقل کیا ہے کہ ''قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم نے میرے علاوہ بہت سے دوستوں کے پاس پیغام دیا کہ مجھے امیر المومنین مامون رشید نے کل تڑکے صبح کو چالیس ایسے فقہاٗ کے ساتھ حاضر ہونے کا حکم دیا ہے جو بات اچھی طرح سمجھ سکیں اور بہتر جواب دے سکیں۔ میں نے اکثر کے نام لکھ کر بھیجے، یہاں تک کہ تعداد پوری ہوگئی۔

صبح ہی شاہی فرستادہ سب کی حاضری کا حکم لئے پہونچ گیا۔ جب ہم لوگ وہاں گئے تو یحییٰ کپڑا پہن کر بیٹھا ہوا ہم لوگوں کا انتظار کر رہا تھا۔ ہمیں ساتھ لئے مامون کی خدمت میں پہونچ گیا۔ وہاں ایک غلام متعین تھا۔ ہمیں دیکھ کر قاضی القضاۃ سے بولا: ''امیر المومنین آپ حضرات کا انتظار کر رہے ہیں''۔

اندر پہونچے تو ہمیں نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ ابھی نماز سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ اذن باریابی ملا، ہم نے دیکھا کہ امیر المومنین فرش پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

اسحاق کا بیان ہے کہ قاضی القضاۃ نے ہم سے کہا۔ ''امیر المومنین نے آپ حضرات کو اس لئے بلایا ہے کہ وہ آپ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔''

ہم نے کہا: ''مناظرہ فرمائیں۔ خدا امیر المومنین کی توفیقات میں اضافہ کرے۔''

اس نے کہا: ''امیر المومنین کا عقیدہ ہے کہ بعد رسول علی بن ابی طالبؑ تمام خلفاء سے افضل ہیں اور سب سے زیادہ وہی حقدار خلافت ہیں۔''

اسحاق نے کہا: ''امیر المومنین! ہم لوگوں کو علی کے متعلق اس بات کی معرفت نہیں۔ آپ نے تو ہمیں مناظرے کے لئے بلایا ہے۔''

۱۔ الآغانی ج ۸/ص ۱۵۶/(ج ۹/ص ۳۰۱/)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۵/ص ۳۲۰/(ج ۶/ص ۲۵۱/) فرائد السمطین (ج ۱/ص ۶۶/ حدیث ۳۲ باب ۱۰)؛ نظم الدرر السمطین ص ۱۱۲/؛ جواہر العقدین ص ۳۰۳/

مامون نے اسحاق سے کہا: ''تمھیں اختیار ہے کہ اگر تم چاہو تو میں تم سے سوال کروں یا پھر تم مجھ سے سوال کرو۔

اسحٰق نے موقع غنیمت سمجھ کر کہا: ''امیر المومنین! میں ہی پوچھوں گا۔''

مامون نے کہا: پوچھو۔

اسحٰق نے کہا: امیر المومنین نے کیسے کہہ دیا کہ علی بن ابی طالبؑ رسولؐ کے بعد سب سے افضل اور مستحق خلافت ہیں۔

مامون: بتاؤ تو لوگ کس بنا پر افضل ہوتے ہیں، لوگ کیسے کہتے ہیں کہ فلاں فلاں سے افضل ہے۔

اسحاق: اعمال صالحہ کی وجہ سے۔

مامون: تم نے سچ کہا۔ اچھا بتاؤ، زمانہ رسولؐ میں وہ شخص تھے، ایک فاضل دوسرا مفضول، کیا بعد رسولؐ جو مفضول ہے اپنے عمل سے فاضل پر برتری حاصل کرلے گا۔؟

اسحاق کہتے ہیں کہ میری سیٹی گم ہوگئی۔ مامون نے کہا:

''یہ مت کہنا کہ برتری حاصل کرلے گا۔ کیوں کہ آج کے زمانے میں ایسے لوگوں کو دکھادوں گا جو نماز، روزہ، حج و جہاد اور صدقہ میں زمانہ رسول کے لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔''

اسحاق: ہاں امیر المومنین! ایسا ہی ہے، جو شخص زمانہ رسولؐ میں مفضول ہے، رسولؐ کے بعد اپنے نیک عمل کی وجہ سے فضیلت و برتری حاصل نہیں کرسکتا۔''

مامون: اے اسحاق! کیا حدیث ولایت کی روایت کرتے ہو؟

اسحاق: ہاں! اے امیر المومنینؑ۔

مامون: ذرا اس کی روایت کرڈالو۔

اسحاق نے اس کی روایت بیان کی۔

مامون: ''کیا اس حدیث کی روشنی میں ابوبکر وعمر پر علی کی ولایت واجب نہیں ہوتی۔ برخلاف علی کے۔''

اسحاق: ''لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث زید بن حارثہ کی وجہ سے بیان ہوئی تھی کیوں کہ زید وعلیؑ کے درمیان کچھ ناچاقی ہوگئی تھی، زید نے علیؑ کی ولایت سے انکار کیا تو رسول نے فرمایا: ......من کنت مولاہ فعلی مولاہ .اللھم وال من والاہ.....

مامون: یہ حدیث کس جگہ فرمائی گئی، کیا حجۃ الوداع سے واپسی پر نہیں فرمائی گئی؟

اسحاق: ''ہاں''۔

مامون: ''زید بن حارثہ تو غدیر سے پہلے قتل ہو چکے تھے۔ تم نے یہ دھاندھلی کیسے باور کر لی؟ مجھے بتاؤ تو، تمھارا پندرہ سالہ لڑکا کہے لوگو! اچھی طرح سمجھ لو کہ میرا مولا میرے چچیرے بھائی کا مولا ہے، حالانکہ تمام لوگ اس بات کو جانتے ہیں، جو بات سب جانتے ہیں اور اس سے انکار بھی نہیں کرتے اسے مقام تعریف میں بیان کرنے سے کیا تم ناپسندیدگی کا مظاہرہ نہیں کروگے۔؟''

اسحاق: کیوں نہیں۔

مامون: ''ارے تم اپنے پندرہ سالہ لڑکے کے لئے جو بات پسند نہیں کرتے اسے رسولؐ کے لئے کیسے اچھا سمجھتے ہو۔؟ تم لوگوں پر افسوس ہے۔ خدا نے قرآن میں یہود ونصاریٰ کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے احبار ورہبان کو خدا کے سوا اپنا پروردگار سمجھ لیا ہے، حالانکہ یہود ونصاریٰ احبار و رہبان کی نماز، روزہ نہیں بجالاتے تھے۔ عبادت نہیں کرتے تھے، صرف اطاعت کرتے تھے۔''(۱)

ابن مسکویہ نے ندیم الفرید میں مامون کا خط بنی ہاشم کے نام نقل کیا ہے جس میں یہ فقرے بھی ہیں:

''مہاجرین میں سے کسی نے بھی علی سے زیادہ حمایت رسول میں جد وجہد نہیں کی۔ علیؑ نے رسولؐ کی پشت پناہی کی، جانفشانیاں برداشت کیں۔ ان کے بستر پر سوکر ہمیشہ اسلام کو بچاتے رہے عظیم بہادروں سے بھڑ گئے اور سب کو پچھاڑا، ان کا حوصلہ ناقابل تسخیر تھا، کسی میدان میں پیٹھ نہیں دکھائی، نہ کوئی ان پر قابو پا سکا، وہ سب سے زیادہ مشرکین کے لئے سخت تھے، خدا کی راہ میں سب سے زیادہ جہاد فرمایا، سب سے زیادہ دین خدا کی سوجھ بوجھ رکھتے تھے، قرآن کے سب سے بڑے قاری تھے اور حرام و

۱۔ العقد الفرید ج/۳ ص/۴۲ (ج/۵ ص/۶۱۔۵۶)

حلال کے سب سے زیادہ واقف کار تھے۔غدیرخم میں ان کی ولایت کا اعلان ہوا اور انھیں کے لئے حدیث منزلت فرمائی گئی۔"(۱)

مسعودی کا نقطۂ نظر

ابوالحسن مسعودی شافعی مروج الذہب میں لکھتے ہیں:

"جن باتوں کی وجہ سے اصحاب رسولؐ مستحق فضیلت ہوتے ہیں ان میں سبقت ایمانی، ہجرت، نصرت رسولؐ، بنی ہاشم سے رشتہ داری، قناعت، ایثار، علم قرآن، جہاد فی سبیل اللہ، ورع، زہد، قضا وحکم اور عفت ودانش ہے۔ یہ تمام صفات بلکہ زیادہ حصہ علی میں موجود تھا۔ پھر یہ کہ ان کی انفرادیت یہ تھی کی مواخاۃ کے موقع پر اپنا بھائی بنایا، ان کے لئے حدیث منزلت اور حدیث غدیر فرمائی۔ اور جب انس نے بھنا ہوا پرندہ پیش کیا تو رسولؐ نے دعا فرمائی: اے خدا میرے پاس اس وقت ایسے شخص کو بھیج دے جو میرے ساتھ یہ پرندہ تناول کرے، اس وقت علیؑ ہی داخل ہوئے"....آخر کلام تک۔(۲)

۱۔ینابیع المودۃ ص/۲۸۴ (ج/۳ص/۱۵۷باب۹۲)، عبقات الانوار ج/۱ص/۱۴۷ (حدیث غدیر)

۲۔مروج الذہب ج/۲ص/۴۹ (ج/۲ص/۴۴۵)

واقعۂ غدیر قرآن میں (آیت بلغ)

گذشتہ صفحات میں اشارہ کیا گیا کہ مشیت خداوندی یہی تھی کہ واقعۂ غدیر بہر طور تر و تازہ رہے، گزرتے لمحات اس پر کہنگی کے اثرات مرتب نہ کرسکیں۔ بنا بریں اس موضوع کی وضاحت سے متعلق آیات نازل فرمائیں تاکہ امت اسلامی ہر صبح و شام ترتیل و تلاوت کے ذریعہ مصداق آیات کو قلب و نظر میں جگہ دے کر واقعۂ غدیر کے درخشاں اثرات کی تجدید کرتی رہے اور جو کچھ دین الٰہی نے خلافت کبریٰ سے متعلق واجب قرار دیا ہے، فکر و نظر کے راستے قلب و جگر کا نصب العین بنا سکے۔

ان آیات کریمہ میں سورۂ مائدہ کی آیت ہے:

﴿یا ایّها الرّسُول بَلّغ مَا اُنزِلَ اِلَیکَ منْ ربّک وَاِنْ لمْ تفعَلْ فَما بلّغتَ رِسَالَتَهٗ وَاللهُ یَعصِمُکَ مِنَ النّاس﴾

''اے رسولؐ! جو کچھ تمھارے پروردگار کی طرف سے حکم تم پر نازل کیا گیا ہے، پہونچا دو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (سمجھ لو کہ) تم نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہونچایا (اور تم ڈرو نہیں) خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا''۔

یہ آیۂ شریفہ حجۃ الوداع کے سال بتاریخ ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ نازل ہوئی۔ رسول اکرمؐ غدیر خم میں پہونچ چکے تھے، دن کی پانچ ساعتیں گزری تھیں، اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! خداوند عالم بعد تحفۂ درود فرماتا ہے کہ اے رسولؐ! جو کچھ علیؑ کے متعلق پیغام رب نازل کیا جا چکا ہے اس کی تبلیغ فرما دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا کار رسالت انجام ہی نہیں دیا۔ اس درمیان میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کا قافلہ قریب جحفہ پہونچ چکا تھا، رسولؐ نے آگے بڑھ جانے والوں کو پیچھے پلٹنے کا اور پیچھے رہ

جانے والوں کے انتظار کا حکم دیا تا کہ لوگوں کے درمیان علیؑ کو بلند کر کے حکم پروردگار کی تبلیغ کی جا سکے ، جبرئیل نے رسول اکرمؐ کو آگاہ کر دیا کہ خداوند عالم آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

مندرجہ بالا تفصیل علمائے شیعہ کے نزدیک متفقہ و مسلم ہے لیکن ہم یہاں احادیث اہل سنت کے ذریعے استدلال و احتجاج کریں گے۔ یہ ہے بیان مطلب....

۱۔ حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کتاب الولایۃ میں زید بن ارقم سے تخریج کی ہے کہ جب رسول خداؐ حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے غدیر خم پہونچے تو ظہر کا ہنگام، ہوا گرم تھی۔ آنحضرتؐ کے حکم سے اس جگہ کے کانٹے صاف کر کے نماز جماعت کا اعلان کیا گیا۔ ہم سب جمع ہوئے تو رسول اللہؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا: ''خدا نے یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ جو حکم آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا جا چکا ہے، اسے پہونچا دیجئے اگر ایسا نہ کیا تو گویا کار رسالت ہی انجام نہ دیا، خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اور جبرئیل نے مجھے حکم رب پہونچایا ہے کہ اسی جگہ پر کالے گورے کو آگاہ کر دوں کہ علی بن ابی طالبؑ میرا بھائی، وصی اور میرا جانشین ہے، میرے بعد لوگوں کا امام ہے۔ میں نے جبرئیل سے درخواست کی کہ خدا مجھے اس امر کی انجام دہی سے معاف رکھے، کیوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تقویٰ شعار افراد کم اور موذی و ملامت کرنے والے زیادہ ہیں جو علیؑ سے میری شدید وابستگی پر ملامت کریں گے، اسی توجہ کی بنا پر ان بدخواہوں نے مجھے اُذُن (کان) کہنا شروع کر دیا ہے ، خدا نے مجھے اس طعن کی خبر دی ہے: ﴿وَمِنهُم الّذين يُؤذُونَ النَّبِي وَ يَقُولُونَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيرٌ لَكُم﴾ (ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو پیغمبر کو اذیت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ کان ہے، تم کہہ دو کہ کان تمھارے حق میں بہتر ہے) اگر میں چاہوں تو ان کی نشان دہی کر دوں، مگر پردہ پوشی ہی میں کرامت ہے، خدا نے بہر حال مجھے تبلیغ کا حکم دیا ہے۔ لہذا اے لوگو! اچھی طرح سمجھ لو کہ خدا نے علیؑ کو تمھارے لئے ولی و امام کی حیثیت سے نصب فرمایا ہے، اور اس کے حکم کی بجا آوری سب پر واجب ہے ، اس کا حکم نافذ اور قول رائج ہے، اس کا مخالف ملعون اور اس کی تصدیق کرنے والا مستوجب رحمت ہے ، سن لو اور اطاعت کا عہد کرو کہ خدا تمھارا مولا اور علیؑ تمھارا امام ہے۔ پھر اس کے بعد اس کے صلب سے

میرے فرزندوں میں قیامت تک امامت برقرار ہے، کوئی حلال نہیں مگر وہی جسے خدا اور رسولؐ نے حلال قرار دیا ہے اور کوئی حرام نہیں مگر صرف وہی جسے خدا اور سولؐ نے حرام قرار دیا، تمام علوم کو خدا نے اس کی ذات میں احصاء اور منتقل کر دیا ہے اب اس سے منھ نہ موڑو، اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو کیوں کہ وہی تمھاری حق کی طرف رہنمائی کرے گا اور حق پر عمل کرے گا خداوند عالم منکر ولایت کی نہ توبہ قبول کرے گا اور نہ بخشے گا۔ اسے ابدآ ثار دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ وہ میرے بعد تمام لوگوں سے افضل ہے جب تک رزق نازل ہو رہا ہے اور مخلوق باقی ہے اس کا مخالف ملعون ہے اور میرا یہ قول بواسطہ جبرئیل خدا کا حکم ہے۔ اب ہر نفس کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کل قیامت کے لئے کیا بھیج رہا ہے۔ محکمات قرآن کی پیروی کرو، متشابہ کے چکر میں نہ پڑو۔ صرف اسی کی بیان کردہ تفسیر صحیح ہے جس کا بازو میرے ہاتھ میں ہے اور جسے بلند کر کے متعارف کرایا ہے، جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے، اس کی ولایت خدا کی طرف سے مجھ پر نازل ہوئی ہے۔

خبردار! میں نے اپنی ذمہ داری نبھادی۔ خبردار! وضاحت طلب باتوں کی میں نے توضیح کردی۔ مومنین کی سرداری صرف اسی کو زیب دیتی ہے۔ پھر علیؑ کو اس قدر بلند کیا کہ علیؑ کے پاؤں نبیؐ کے گھٹنوتک آگئے اور فرمایا: یہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرے علوم کا حامل ہے، جو بھی مجھ پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ میرا جانشین ہے، خدایا! اس کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ، اس کے منکر پر لعنت کر، اس کے حق کا انکار کرنے والے پر غضب ناک ہو۔

اے خدا تو نے اعلان ولایت علیؑ پر آیت اتاری ﴿ **الیوم اکملت لکم دینکم** ﴾ ''آج میں نے تمھارا دین کامل کردیا''۔ اس کی امامت کی وجہ سے۔ اب جو بھی اس کی اور اس کے صلب سے اماموں کی امامت نہ مانے اس کے تمام اعمال اکارت ہیں کہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، یقیناً ابلیس نے آدم کو جنت سے نکلوایا محض ان کے صفوۃ اللہ ہونے کے حسد میں۔ اس لئے اب تم کبھی حسد نہ کرنا ورنہ تمھارے اعمال اکارت اور قدم پھسل جائیں گے، علیؑ ہی کے لئے سورۂ عصر نازل ہوا ہے۔ قسم ہے عصر کی تمام انسان گھاٹے میں ہیں (ایمان وعمل صالح کا مصداق سلمان وعلیؑ ہیں)۔

اے لوگو! ایمان لاؤ خدا اور رسولؐ پر اور اس نور پر جو نازل کیا گیا ہے قبل اس کے کہ چہروں پر جھاڑو پھرے یا ہم الٹے پیروں پھریں یا ہم اصحاب کے سبب کی طرح تم پر لعنت کریں۔ خدا کا وہ نور میرے بارے میں ہے پھر علیؑ کے بارے میں اور اس کی نسل میں قائم مہدی تک۔

اے لوگو! عنقریب میرے بعد جہنم کی طرف بلانے والے امام ہوں گے، قیامت کے دن ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ خدا اور میں اس سے بیزار ہیں وہ اور ان کے پیروکار و مددگار جہنم کے آخری طبقے میں ہوں گے۔ عنقریب میرے بعد خلافت کا معاملہ ناحق ملوکیت بنا دیا جائے گا۔ اے دونوں گروہ جو زمین کے لئے بوجھ ہو تم سے فارغ ہونے ہی والے ہیں۔ تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا جس کا مقابلہ نہ کرسکو گے۔''

۲۔ حافظ بن ابی حاتم ابو محمد حنظلی رازی متوفی ۳۲۷ھ ابو سعید خدری سے تخریج روایت کر کے اس آیت کے غدیر خم میں علیؑ کے بارے میں نازل ہونے کی نشاندہی کی ہے۔ (۱)

۳۔ حافظ عبداللہ محاملی متوفی ۳۳۰ھ نے یہی بات کہی ہے۔

۴۔ حافظ ابو بکر فارسی شیرازی نے کتاب ''ما نزل من القرآن فی امیر المومنینؑ'' میں یہی لکھا ہے۔

۵۔ حافظ بن مردویہ نے ابو سعید خدری سے تخریج کر کے کہا ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک دوسری سند میں عبداللہ بن مسعود کا قول نقل کیا ہے کہ ہم زمانۂ رسولؐ میں یہ آیت یوں پڑھتے تھے: **''یا ایھا الرسول بلّغ ما اُنزِل الیک من ربک انّ علیاً امیر المومنین وان لم تفعل فما بلّغت رسالته والله یعصمک من الناس''** (اس کی روایت سیوطی، شوکانی واربلی نے بھی کی ہے)۔

اور ابن عباس کا قول نقل کیا ہے: جب خدا نے رسولؐ کو حکم دیا کہ علیؑ کو اپنا جانشین مقرر کریں تو آپؐ نے عرض کی: خدایا! میری قوم جاہلی عہد سے قریب ہے۔ پھر حج تمام کیا اور پلٹتے ہوئے غدیر خم پہونچے تو خدا نے آیت نازل فرمائی: **یا ایّھا الرّسول بلّغ ما اُنزِل الیک من رّبِک** ۔ پھر آپ نے علی کا

۱۔ در منثور ج ۲ ص ۲۹۸، فتح القدیر، کشف الغمہ ص ۹۴ (ج ۱ ص ۳۲۶)

بازو پکڑ کر لوگوں کے سامنے فرمایا: اے لوگو! کیا میں مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں۔ سب نے کہا: ہاں اے رسول خداؐ! فرمایا: اے خدا! جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔ خدایا! اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ۔ اس کے مددگاروں کی مدد کر، جو اس کو چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے، اس کے ناصر کی نصرت کر، اس کے دوست کو دوست رکھ اور اس کے دشمن پر غضب ناک ہو۔

ابن عباس کہتے ہیں خدا کی قسم! پوری امت کی گردن پر ولایت واجب قرار دے دی گئی۔ اس کے بعد حسان نے اشعار پڑھے: **يناديهم يوم الغدير بينهم۔**

اور زید بن علی سے روایت ہے کہ جب جبریل ولایت کا امر لے کر نازل ہوئے تو نبی کا سینہ تنگ ہونے لگا، آپ نے فرمایا: میری قوم جاہلیت سے بہت نزدیک ہے۔ اس وقت آیت اُتری۔ (۱)

۶۔ ابو اسحاق نیشاپوری تفسیر الکشف والبیان میں امام باقرؑ سے آیت کا مطلب لکھتے ہیں: **بلّغ ما انزل اليک من ربّک فی فضل علی** ۔ جو کچھ فضیلت علیؑ کے متعلق آپ کے پاس حکم رب نازل ہو چکا ہے اسے پہونچا دیجئے۔ اس وقت آپ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **من کنت مولاه** ۔ (۲) آگے لکھتے ہیں: مجھے خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن محمد قاینی، ابو الحسین محمد بن عثمان نصیبی، ابو بکر محمد بن حسن سبیعی، علی بن محمد الدہان و حسین بن ابراہیم بصاص۔ حسین بن حکیم۔ حسن بن حسین، حبان، کلبی، ابو صالح ابن عباس سے متذکرہ مفہوم کی نشان دہی کی ہے۔ (۳)

۷۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی مانزل من القرآن فی علی میں ابو بکر خلاد، محمد بن عثمان ابن ابی شیبہ، ابراہیم بن محمد میمون، علی بن عابس، ابو الجحاف و اعمش ان دونوں نے عطیہ سے۔ (۴)

۸۔ ابو الحسن واحدی نیشاپوری اسباب النزول میں ابو سعید محمد بن علی صفا، حسن بن احمد مخلدی، محمد

۱۔ کشف الغمہ ص۹۴ (ج۱ص۳۲۴)

۲۔ الکشف والبیان تفسیر سورۂ مائدہ آیت ۶

۳۔ العمدۃ ص۴۹ (ص۱۰۰)؛ الطرائف (ج۱ص۱۵۲ حدیث ۲۳۴)؛ کشف الغمہ ص۹۴ (ج۱ص۳۲۵)؛ مجمع البیان ج۲ص۲۲۳ (ج۳ص۳۴۴)، مناقب آل ابی طالب ج۱ص۵۲۶ (ج۳ص۲۹)

۴۔ مانزل من القرآن فی علی (ص۸۶)؛ خصائص الوحی المبین (ص۵۳ حدیث ۲۱)

بن حمدون بن خالد، محمد بن ابراہیم حلوانی۔ حسن بن حماد سجادہ۔ علی بن عابس۔(۱)

۹۔ حافظ ابوسعید سجستانی نے کتاب الولایت میں اپنی سند سے متعدد طریقوں سے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے جسے حافظ بن مردویہ کے ضمن میں لکھا جاچکا ہے۔(۲)

۱۰۔ حافظ حاکم حسکانی نے شواہد التنزیل میں کلبی، ابوصالح، ابن عباس اور جابر سے آیۂ تبلیغ کے نزول میں لکھا ہے کہ جب علیؑ کو نصب کرنے کا حکم خدا نے دیا تو آپ نے شکوہ کیا کہ لوگ اپنے ابن عم کی حمایت کا طعنہ دیں گے۔ اس وقت آیت اتری تو آپ نے اعلان ولایت فرمایا۔(۳)

۱۱۔ حافظ ابوالقاسم ابن عساکر نے ابوسعید خدری سے۔(۴)

۱۲۔ ابوالفتح نطنزی نے خصائص العلویہ میں پانچویں اور چھٹے امام کی سند سے۔

۱۳۔ ابوعبداللہ فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں دسویں بات اس آیت کو واقعۂ غدیر خم سے متعلق کر کے اعلان ولایت اور تہنیت حضرت عمر کی نشاندہی کی ہے۔(۵)

۱۴۔ ابوسالم نصیبی شافعی (ان کے حالات ساتویں صدی کے شعراء میں بیان ہوں گے) اپنی کتاب مطالب السئول میں بحوالۂ اسباب النزول واحدی اس آیت کو غدیر خم سے مخصوص فرمایا ہے۔(۶)

۱۵۔ حافظ عزالدین اسعنی موصلی حنبلی نے شان نزول کو غدیر خم سے مخصوص قرار دیا ہے۔

۱۶۔ شیخ الاسلام ابواسحاق حموینی نے فرائد میں مشائخ ثلاثہ ابراہیم بن عمر حسینی مدنی۔ عبداللہ بن محمود موصلی، محمد بن محمد بخاری کی سند سے ابوہریرہ سے۔(۷)

۱۔ اسباب النزول ص/۱۵۰ (ص/۱۳۵)　　۲۔ الطرائف (ج/اص/۱۲۱ حدیث ۱۸۴، ۱۸۵)

۳۔ شواہد التنزیل (ج/اص/۲۵۵ حدیث ۲۴۹)

۴۔ تاریخ مدینہ دمشق (ج/۱۲ص/۲۳۷)، (درمنثور ج/۲ص/۲۹۸ (ج/۳ص/۱۱۷)، فتح القدیر ج/۲ص/۲۳۷)، (درمنثور ج/۲ص/۲۹۸ (ج/۳ص/۱۱۷) فتح القدیر ج/۲ص/۵۷ (ج/۲ص/۶۰)

۵۔ التفسیر الکبیر ج/۳ص/۶۳۶ (ج/۱۲ص/۴۹)

۶۔ مطالب السئول ص/۱۶؛ (مفتاح النجا فی مناقب آل العباص/۳۴ باب ۳ فصل ۱۱، کشف الغمہ ص ۹۲ (ج/اص/۳۲۵)

۷۔ فرائد السمطین (ج/اص/۱۵۸ حدیث ۱۲۰)

۱۷۔سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں براء بن عاذب سے واقعۂ غدیر خم لکھا ہے۔(۱)

۱۸۔بدر الدین ابن عینی حنفی عمدۃ القاری فی شرح صحیح بخاری میں حافظ واحدی، مقاتل اور زمخشری کے حوالے سے۔(۲)

۱۹۔نور الدین ابن صباغ مالکی۔فصول المہمہ میں بحوالۂ اسباب النزول واحدی۔(۳)

۲۰۔نظام الدین قمی نیشا بوری نے تفسیر السائر والدائر میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت فضیلت علیؑ میں نازل ہوئی۔رسولؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر من کنت مولاہ فرمایا۔پھر حضرت عمر نے تہنیت پیش کی۔یہ قول ابن عباس، براء بن عاذب و محمد بن علی کا ہے۔اس کے بعد شان نزول کے دوسرے اقوال لکھے ہیں۔(۴)

۲۱۔کمال الدین میبذی۔شرح دیوان امیر المومنین میں ثعلبی کی روایت کی ہے کہ آیۂ بلغ غدیر خم میں نازل ہوئی اور ارباب توفیق پر واضح ہے کہ" النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم "حدیث غدیر سے میل کھاتی ہے۔(۵) واللہ اعلم

۲۲۔جلال الدین سیوطی درمنثور میں لکھتے ہیں: ابو الشیخ نے حسن سے تخریج کی، خدا نے مجھے ایسے پیغام پر مامور فرمایا ہے کہ میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے، لوگوں کے جھٹلانے کا ڈر تھا، خدا نے تہدید فرمائی، ضرور پہونچاؤ ورنہ عذاب کروں گا، اس وقت آیۂ تبلیغ نازل کی۔(۶)

اور عبد ابن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے مجاہد سے تخریج کی ہے کہ جب آیۂ بلغ نازل ہوئی تو رسول نے فرمایا: میں اکیلا ہوں لوگوں سے کیسے نپٹ سکوں گا۔اس وقت آیت اتری: "اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا رسالت کا کام ہی انجام نہ دیا" ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے

۱۔مودۃ القربیٰ، مودۃ نمبر ۵

۲۔عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری ج۸/ص۵۸۴ (ج۱۸/ص۲۰۶)

۳۔الفصول المہمہ ص/۲۷ (ص/۴۲)

۴۔السائر الدائر ج۶/ص۱۷۰ (ج۶/ص۱۹۴)

۵۔شرح دیوان امیر المومنین ص/۴۱۵ (ص/۴۰۶)

۶۔درمنثور ج۲/ص/۲۹۸ (ج۳/ص/۱۱۶)

ابوسعید خدری سے اس آیت کے علیؑ کے بارے میں نازل ہونے کی نشان دہی کی ہے کہ آیت یوں اتری تھی: **یَا اَیُّها الرَّسُولُ بَلِّغ مَا اُنزِلَ اِلَیکَ مِنْ رَّبِّکَ انَّ عَلیاً مَولَی المُومِنِینَ اِنْ لَمْ تَفعَلْ فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَهُ وَ اللّه یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔(۱)**

۲۳۔سید عبدالوہاب بخاری آیۂ مودۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: براء بن عاذب نے آیۂ بلغ کے سلسلے میں کہا ہے کہ ''یعنی فضائل علی کی تبلیغ کرو۔'' یہ آیت غدیر خم میں نازل ہوئی تھی، رسول نے اعلان ولایت فرمایا، اس وقت حضرت عمر نے تہنیت پیش کی۔(۲)

۲۴۔سید جمال الدین شیرازی نے اربعین میں۔

۲۵۔محمد محبوب عالم نے تفسیر شاہی میں۔

۲۶۔میرزا محمد بدخشانی نے مفتاح النجا میں دربارۂ علی آیات قرآنی کو احصائے کتاب کا مشکل امر قرار دیتے ہوئے لب لباب میں اس آیت کی شان نزول غدیر خم قرار دی ہے اور ابن مردویہ، زربن حبیش اور عبداللہ سے، اور دوسری سند میں ابن مردویہ، ابوسعید خدری سے اور حافظ رسعنی کے وہی الفاظ نقل کئے ہیں جو اوپر ذکر ہوئے۔(۳)

۲۷۔قاضی شوکانی نے فتح الغدیر میں ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن عساکر، ابوسعید خدری سے ان کے الفاظ نقل کئے ہیں، دوسری سند میں ابن مردویہ کے الفاظ.... **ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین۔(۴)**

۲۸۔سید شہاب الدین آلوسی روح المعانی (۵) میں لکھتے ہیں: شیعوں کا گمان ہے کہ اس آیت

۱۔تاریخ مدینہ دمشق (ج۲/ص۸۶/حدیث ۵۸۹)

۲۔(مانزل من القرآن فی علیؑ ص/۸۶، ثمار القلوب ص/۶۳۶ نمبر ۱۰۶۸)

۳۔مفتاح النجا (ص/۳۶۔۳۴ باب ۳ فصل ۱۱)   ۴۔فتح القدیر ج۳/ص/۵۷ (ج۲/ص/۶۰)

۵۔آلوسی کا کہنا کہ شیعوں کا گمان ہے، محض شیعی روایات کی تخصیص کی بنا پر ہے۔حالانکہ انھوں نے آگے روایات اہل سنت بھی اس بارے میں نقل کی ہیں۔شیعوں کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ آیت سے خلافت امیر المومنینؑ کا بلیغ ترین افادہ ہوتا ہے، جو شیعی نقطۂ نظر کے عین موافق ہے۔ہم اس سلسلے میں آگے بحث کریں گے۔

میں خلافت علی بن ابی طالب مراد ہے، بات بھی ایسی ہی ہے، کئی سندوں میں ابوجعفر اور ابوعبداللہ سے روایت ہے کہ خدا نے رسولؐ پر وحی نازل فرمائی کہ علی کو اپنا جانشین مقرر کر دیں۔ آپ کا سینہ تنگ ہونے لگا کہ صحابہ کی ایک ٹولی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے گی، اس وقت خدا نے اس امر کی تقویت کے لئے آیت نازل کی۔(۱)

ابن عباس کہتے ہیں کہ آیت حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رسول کو ڈر تھا کہ لوگ اپنے چچیرے بھائی کی جانبداری کا طعنہ دیں گے، اس لئے خدا نے آیت نازل کی تو رسولؐ نے غدیر خم میں علیؑ کو ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ اور پھر سیوطی کا افادہ نقل کیا ہے۔(۲)

۲۹۔ شیخ سلیمان قندوزی حنفی ینابیع المودۃ میں اس کی شان نزول میں اعلان ولایت نقل کرتے ہیں۔(۳) انھوں نے ثعلبی، حموینی، مالکی اور شیخ محی الدین نووی کے حوالے دئے ہیں۔(۴)

۳۰۔ شیخ محمد عبدہ مصری تفسیر منار میں لکھتے ہیں۔ ابن حاتم، ابن مردویہ، ابن عساکر، ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت غدیر خم میں علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔(۵)

داد سخن

یہ تھی آیۂ تبلیغ حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہونے کے سلسلے میں علمائے اہل سنت کے اقوال واحادیث کی مقدور بھر احاطہ بندی۔ آیت کی شان نزول کے سلسلے میں کچھ لوگوں نے دوسرے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔ ہماری اطلاع میں اولین شخص طبری ہے جس نے اپنی تفسیر جلد ششم میں ان اقوال کی نشان

۱۔ روح المعانی ج ۲/ص ۳۴۸ (ج ۶/ص ۱۹۲)

۲۔ درمنثور (ج ۳/ص ۱۱۷)

۳۔ ینابیع المودۃ ص ۱۲۰ (ج ۱/ص ۱۱۹/باب ۳۹)

۴۔ الکشف والبیان (تفسیر آیۂ ۶۷ سورۂ مائدہ) فرائد السمطین (ج ۱/ص ۱۵۸ حدیث ۱۲۰ باب ۳۲) الفصول المہمۃ (ص ۴۲)

۵۔ تفسیر المنار ج ۶/ص ۴۶۳

وہی کی اوران کی پیروی میں متاخرین نقل کرتے چلے گئے۔(۱) چنانچہ فخر الدین رازی کی تفسیر میں آیت کی شان نزول کے اقوال کی تعداد ۹ تک پہونچ گئی ہے اور دسواں قول واقعۂ غدیر خم قرار پایا۔(۲) متذکرہ آیت کے سلسلے میں طبری کا دوسرا قول ابن عباس سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: آیت کا مطلب یہ ہے کہ: ''اِن کَتَمتَ ایةً مِمّا اُنزِلَ علیک من ربک لم تبلّغ رسالتی'' (یعنی اگر آپ نے نازل شدہ آیت پروردگار کو چھپایا تو گویا کار رسالت ہی انجام نہ دیا)۔طبری کا یہ قول میرے بیان کردہ شان نزول بروز غدیر خم سے کوئی تضاد نہیں رکھتا۔خواہ ابن عباس کے آیۂ کو نکرہ محض تصور کریں یا نکرۂ مخصص۔اگر نکرۂ مخصص فرض کریں تو اس صورت میں چونکہ لفظ مطلق ہر مصداق وموضوع کو شامل ہے اس لئے وَاِنْ لم تفعل فما بلّغتَ رسالته' کا جملہ جس امر کی بجا آوری کا حکم ہو چکا ہے اس کی انجام دہی کے لئے تاکیدی ہو جائے گا اور واقعۂ غدیر ہی ایک تاکیدی مصداق ہے۔

دوسرا قول قتادہ کا ہے، وہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ عنقریب خداوند عالم اپنے رسولؐ کی کفایت کرے گا اور کینہ توزوں اور حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے گا، یہ قول بھی میرے بیان کردہ مطلب سے متضاد نہیں، کیوں کہ اس صورت میں خدا نے تبلیغ غدیر کے سلسلے میں دشمنوں کی مکّاری اور بدباطنی سے اطمینان وسکون کی نوید سنائی ہے۔احادیث کی روشنی میں یہی معنی متعین بھی ہوتے ہیں۔

سعید بن جبیر، عبداللہ بن شقیق، محمد بن کعب قرظی نے جناب عائشہ کا بیان نقل کیا ہے کہ آیت ﴿و اللہ یعصمک من الناس﴾ نازل ہونے سے قبل کچھ لوگ رسول خداؐ کی محافظت فرماتے تھے۔لیکن اس آیت کے بعد رسولؐ نے حجرے سے سر نکالا اور محافظوں سے فرمایا۔واپس جاؤ کیوں کہ خدا نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔اس قول میں بھی آیت نازل ہونے کے بعد خدا کی محافظت کا ذمہ صرف یہ بتاتا ہے کہ واقعۂ غدیر کے بعد جو لوگ آپ کی حفاظت کرتے تھے آیت نازل ہونے کے بعد لوگوں کی ریشہ دوانیوں سے مطمئن ہو کر محافظوں کو واپس کر دیا، اس لئے اس آیت کی بیان کردہ شان نزول سے

۱۔جامع البیان ج۶/ص۱۹۸/(ج۶/ص۳۰۷)

۲۔التفسیر الکبیر (ج۱۲/ص۴۹)

تضاد نہیں ہوسکتا۔ روایات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

طبری نے ایک سبب اور بھی بیان کیا ہے: رسول خداؐ جب بھی سفر میں کسی منزل پر قیام فرماتے تو اصحاب کسی سایہ دار درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے پہونچا دیتے۔ ایک بار آپ آرام فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی عرب نے تلوار کھینچ کر آپ کو جگایا اور کہا: ''اب میرے حملے سے تمھیں کون بچا سکے گا۔؟'' پیغمبرؐ نے اطمینان سے فرمایا: ''میرا خدا!'' اسی وقت بدّو کے ہاتھ کانپے اور تلوار گر گئی۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ بدّو اس غیر متوقع صورت حال سے گھبرا کر اپنا سر درخت سے ٹکرانے لگا۔ اس وقت خدا نے آیت نازل فرمائی: واللہ یعصِمُک من النّاس۔

یہ روایت اوپر کے بیان سے متناقض ہے۔ کیوں کہ یہ بعید ہے کہ گرد و پیش محافظوں کے موجود ہوتے ہوئے کوئی تلوار کھینچے ہوئے آپ تک پہونچ جائے، اس کے علاوہ روایت سے یہ وضاحت ہوتی ہے کہ آیت ٹکڑے ٹکڑے نازل ہوئی ہے۔ کیوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت بدو کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی ہے اور آیت کے اولین حصے سے اس کی کوئی مناسبت نہیں۔ پھر یہ کہ قرطبی اس کے تنہا راوی ہیں۔ ممکن ہے کہ واقعۂ غدیر کے بعد بدّو کا بھی واقعہ پیش آیا ہو اور سادہ لوح راویوں نے اس اتفاقی امر کو آیت کی شان نزول قرار دیا۔ حالانکہ آیت کے نازل ہونے کی اہم ترین وجہ ولایت کبریٰ تھی۔ ورنہ اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ یہ واقعہ پیش آیا تو یہ ایسا اہم نہ تھا کہ اس پر آیت نازل ہوتی، اس قسم کے دوسرے بھی نظائر ہیں جو غیر اہم ہونے کے باوجود نص ولایت علیؑ سے مشابہت کی وجہ سے سادہ لوحوں کے لئے وہم و گمان کا سبب بن گئے۔

طبری نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ قریش سے خوفزدہ تھے جب آیت " واللہ یعصمک من الناس " اتری تو مطمئن ہو کر تین بار فرمایا: اب جو مجھے ذلیل کرنا چاہتا ہے آئے۔ عین ممکن ہے کہ رسول خداؐ جس معاملے میں قریش سے خوف زدہ تھے وہ یہی خلافت ہو جیسا کہ روایات سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ بنابریں اس روایت سے بھی ہمارا نظریہ متضاد نہیں۔ (۱)

۱۔ جامع البیان (ج ۶/ص ۳۰۸)

طبری نے چار سندوں سے جناب عائشہ کا بیان نقل کیا ہے: ''جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ رسول خداؐ نے قرآن کا کچھ حصہ چھپالیا ہے اس نے بلاشبہ خدا پر بڑی بہتان طرازی کی کیوں کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے :یا ایھا الرسول بلّغ.......۔(۱)

حضرت عائشہ کا یہ بیان شان نزول کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ انھوں نے فقط اس آیۂ کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ آپ دین کی تبلیغ میں نہایت اہتمام فرمایا کرتے تھے اور کسی آیت کو نظر انداز نہیں کیا ،سب کی تبلیغ فرمادی۔ظاہر ہے کہ ہم بھی اس کے قائل ہیں کہ آیت نازل ہونے کے قبل و بعد رسول نے بھر پور طریقے سے دین کی تبلیغ فرمادی۔

تفسیر رازی میں جلد سوم میں آیت نازل ہونے کے دس وجوہ بیان کئے گئے ہیں۔دسواں قول نص غدیر ہے۔آٹھواں بدّو کا واقعہ۔اندیشۂ قریش و یہود و نصاریٰ کو نواں قول قرار دیا ہے،دس سلسلے میں نص غدیر کے سوا جتنے بھی اقوال ہیں ان کی بنیاد مرسل روایات،مجہول راویوں اور ایسی سندوں پر ہے جن کا تسلسل منقطع ہے۔(۲)اسی لئے تفسیر نظام الدین نیشابوری میں ان اقوال کو بیان کرتے ہوئے قیل (کہا گیا ہے) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔اور نص غدیر کی روایات کو اولین حیثیت دے کر ابن عباس،براء بن عاذب،ابوسعید خدری اور محمد بن علی سے منسوب کیا ہے۔(۳)خود طبری کا باخبر قلم ان اقوال کو قطعی نظر انداز کر گیا ہے،اگر چہ انھوں نے حدیث غدیر کو بھی نقل نہیں کیا ہے لیکن ایک مستقل کتاب لکھ کر حدیث ولایت کو ۷۵ رطریقوں سے ثابت کیا ہے۔اس میں طبری نے آیت کی شان نزول اور اعلان غدیر کو زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔خود رازی نے بھی متذکرہ وجھوں کو معتبر نہیں سمجھا ہے مگر بروایت طبری نویں وجہ قریش و یہود و نصاریٰ سے خوفزدہ ہونے کو ترجیح دی ہے۔اس پر ہم آگے بحث کریں گے۔

۱۔جامع البیان (ج ر۶ص ر۳۰۸)

۲۔التفسیر الکبیر ج ر۳ص ر۶۳۵ (ج ر۱۲ص ر۴۹)

۳۔غرائب القرآن (ج ر۶ص ۱۹۴)

بنا بریں دس متذکرہ وجہوں میں نص غدیر کے علاوہ تمام وجہیں غیر معتبر قرار پاتی ہیں اور چونکہ حدیث غدیر کی تائید طبری ،ابن ابی حاتم ،ابن مردویہ ،ابن عساکر ،ابونعیم ،ابواسحاق ثعلبی ،واحدی ،سجستانی ،حسکانی ،نطنزی رسعنی جیسے علماء ومفسرین نے متواتر و مسلسل سندوں کے ساتھ کی ہے اس لئے اس کی برابری وہ اقوال نہیں کرسکتے۔ان جلیل القدر علماء کی تصدیق کے بعد دوسرے وہم وگمان کی اہمیت ہی کیا ہے؟ پھر یہ کہ ان اقوال میں بناوٹ صاف جھلک رہی ہے کیوں کہ آیت کے سیاق وشانِ نزول میں کوئی مناسبت نہیں۔لہذا بعید نہیں کہ وہ نو اقوال تفسیر بالرائے یا بغیر دلیل کا استحسان فرضی ہوں۔یا پھر ان اقوال کا مقصد یہ ہو کہ حدیث غدیر کو مبہم بنانے کے لئے الّم غلّم باتوں کا ڈھیر لگا کر ولایت کبریٰ کی بات مبہم بنادی جائے حالانکہ خداوند عالم نے اپنے نور کو تمام کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

امام رازی نے آیۂ بلّغ کی شان نزول کے سلسلے میں دس وجہیں لکھ کر کہا ہے:''جاننا چاہیے کہ اس سلسلے میں روایات بہت زیادہ ہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ مدلول آیت کو اس پر محمول کیا جائے کہ خداوند عالم نے یہود ونصاریٰ کی مکاریوں سے مطمئن فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ بے خوف اپنی تبلیغ فرمائیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت کے قبل وبعد یہود ونصاریٰ ہی کی بات کہی گئی ہے اس لئے اس آیت کو بھی انھیں سے متعلق سمجھنا مناسب ہوگا ورنہ قبل وبعد کے مطالب غیر مربوط ہوجائیں گے''۔(۱)

آپ ملاحظہ فرمارہے ہوں گے کہ متذکرہ وجہ کو ترجیح دینا محض استنباطی حیثیت سے ہے،ورنہ سیاق آیت کی رعایت پر کوئی روایتی سند نہیں پیش کی گئی ہے۔اور ہمیں بخوبی یہ بات معلوم ہے کہ آیات کی ترتیب نزولی اعتبار سے نہیں ہے،پھر اس کے بعد سیاق آیت کی گہار مچانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا،دوسرے یہ کہ سورتوں کی ترتیب بھی نزول سے مخالف ہے۔مکی آیات مدنی سورتوں میں ہیں۔سیوطی نے اتقان میں صراحت کی ہے کہ:

اس اجماع اور ان مترادف نصوص کا بیان ،جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب بلاشبہ توقیفی (یعنی رسول خدا کی ہدایت کے مطابق) ہے۔بہت سے علماء نے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے۔(۲)

۱۔التفسیر الکبیر (ج۱۲؍ص۵۰)
۲۔الاتقان فی علوم القرآن ج۱؍ص۲۴ (ج۱؍ص۱۷۲)

منجملہ ان کے زرکشی نے کتاب البرہان میں۔(۱) ابوجعفر بن زبیر نے اپنی کتاب مناسبات میں اس اجماع کی صراحت ان الفاظ میں بیان کی ہے'' آیتوں کی ترتیب اپنی اپنی سورتوں میں رسول خداؐ کی توقیف (ہدایت وامر) کے مطابق ہوئی ہے اور اس معاملے میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔'' اور اس کے بعد علماء کے نصوص بیان کئے ہیں کہ رسولؐ نے اپنے اصحاب کو تلقین فرمائی کہ موجودہ مصحف کے مطابق حسب ہدایت جبریل ترتیب دیں۔اس آیت کو فلاں آیت کے بعد رکھیں....

طبعی صورت حال کا تقاضا ہے کہ رسول خدا کو یہود ونصاریٰ کا خوف بعثت کے ابتدائی دنوں میں ہوگا۔اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ ہجرت کے بعد بھی خوف تھا تو لازمی طور سے ابتدائے ایام میں ہوگا آخری ایام میں تو سلطنتیں لرز رہی تھیں، قومیں لرزہ براندام تھیں۔فتح خیبر کے بعد بنی قریظہ و بنی نضیر کا استیصال ہو چکا تھا، ان کی ساری اکڑ ختم ہو چکی تھی، چارو ناچار اطاعت تسلیم کر چکے تھے۔اس درمیان حجۃ الوداع واقع ہو چکا تھا جس میں آیت متذکرہ نازل ہوئی تھی۔جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بہت سی احادیث نقل کی گئیں۔قرطبی نے سورۂ مائدہ کے مدنی ہونے کی نشاندہی کی ہے۔پھر وہ نقاش کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیبیہ کے سال ۶ھ میں نازل ہوئی اور اسی کے بعد ابن عربی کی تردید نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے کسی مسلمان کو یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہئے۔آگے کہتے ہیں کہ اس سورے کا بعض حصہ حجۃ الوداع میں نازل ہوا اور بعض حصہ فتح مکہ کے موقع پر۔اور یہ آیت ہے: **لا یجرمنکم شنان قوم**.......اور ہجرت کے بعد تمام نازل شدہ آیات مدنی ہیں خواہ مدینہ میں نازل ہوئی ہوں یا حالت سفر میں اور مکی وہ آیات ہیں جو ہجرت کے قبل نازل ہوئیں۔(۲)

سیوطی نے اتقان میں محمد بن کعب کی سند سے ابوعبیدہ سے روایت نقل کی ہے کہ سورۂ مائدہ حجۃ الوداع میں مکہ ومدینہ کے درمیان نازل ہوئی۔(۳) فضائل القرآن (ابن خریس) میں ہے کہ قرآن کی اولین آیت **اِقرأ باسْمِ ربّک** .....پھر مزمل....گناتے ہوئے فتح پھر مائدہ پھر براۃ کی نشاندہی کرکے کہا ہے کہ قرآن کا

۱۔تفسیر البرہان (ج ۱/ص ۶۴)

۲۔الجامع لاحکام القرآن ج ۶/ص ۳۰/ (ج ۶/ص ۲۲)، (تفسیر الخازن ج ۱/ص ۴۲۹)

۳۔الاتقان فی علوم القرآن ج ۱/ص ۲۰/ (ج ۱/ص ۲۶، ۵۲)

آخری سورہ مائدہ ہے۔(۱)

تفسیر ابن کثیر میں ہے: آخری سورہ مائدہ ونصر ہے اور احمد، حاکم اور نسائی کا قول نقل کیا ہے کہ آخری سورہ مائدہ ہے۔(۲)

ان تمام باتوں کی روشنی میں تفسیر قرطبی کی اس روایت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے جسے سیوطی نے لباب النقول میں بطریق ابن مردویہ وطبرانی نقل کیا ہے، وہ ابن عباس کا بیان نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب روزانہ بنی ہاشم کے جوانوں کو رسولخدا کی محافظت کے لئے متعین فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ آیت ''واللہ یعصمک من الناس'' نازل ہوئی تو ابوطالب نے محافظ متعین کرنا چاہا تو رسول نے فرمایا: ''چچا جان! خداوند عالم نے جن وانس سے محافظت کا بھرپور ذمہ لے لیا ہے'' اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے۔ حالانکہ ہم نے روایات واحادیث کا انبار لگا دیا ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر اجماعی طور سے نازل ہوئی۔(۳)

ذیلی بحث

تفسیر قرطبی میں ''یا ایُّھا الرَّسول بلّغ'' کے ذیل میں افادہ کیا گیا ہے کہ یہ رسول خدا کو اور جملہ ارباب علم کو تادیب ہے کہ وہ امور شریعت میں کچھ بھی چھپائیں نہیں۔ حالانکہ خداوند عالم جانتا ہے کہ رسول خداؐ نے وحی الٰہی کا ذرا بھی حصہ چھپایا نہیں۔(۴)

صحیح مسلم میں جناب عائشہ کی روایت ہے:

''جو بھی تم سے کہے کہ رسول خداؐ نے وحی الٰہی میں سے کچھ بھی چھپایا ہے وہ یقیناً جھوٹ بولا، کیوں کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ یا ایّھا الرَّسول بلّغ ما اُنزِل الیک من ربک اور خدا

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۱۱ ۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲

۳۔ الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۴۴ (ج ۶ ص ۱۵۸)؛ لباب النقول ص ۱۱۷ (ص ۸۳)

۴۔ الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۴۲ (ج ۶ ص ۱۵۷)

شیعوں کا ستیاناس مارے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے وحی الٰہی کی بعض ضروری چیزیں چھپائی تھیں''۔(۱)

اسی طرح قسطلانی فتح الباری میں افترا پردازی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''شیعوں کا نظریہ ہے کہ رسول خداؐ نے بر سبیل تقیہ کچھ باتیں چھپائی تھیں''۔(۲)

کاش ان دونوں نے اس افترا پردازی کا کوئی سراغ ہی بتایا ہوتا کہ کس شیعہ عالم کا نظریہ ہے، کس کتاب میں لکھا ہے، کس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے، ان دونوں کو کہیں بھی سراغ نہیں مل سکتا۔ یہ دونوں اس بھرّے میں ہیں کہ جو کچھ ہم لکھ ماریں گے مان ہی لیا جائے گا، یا یہ سمجھتے ہیں کہ شیعوں کے پاس اعتقادی کتابیں نہیں ہیں، یا یہ سمجھتے ہیں کہ بعد کی نسلوں میں ان کی یاوہ گوئیوں کا محاسبہ کرنے والے پیدا نہ ہوں گے، انھیں دونوں کی بات نہیں۔ اس قسم کے کینہ توز قلم کاروں کی اچھی خاصی تعداد ہے جو غلط اور مہمل افترا پردازیوں کے ڈھیر لگا کے جاہل عوام کے احساسات کو بھڑ کاتے ہے تا کہ افتراق بین المسلمین کی فضا سازگار رہے، اس رویّے نے بے دریغ ایسے لوگوں کی کھیپ تیار کر دی ہے جو شیعوں کی طرف بے بنیاد باتیں منسوب کرتی رہتی ہے۔

شیعہ ہرگز ایسی جسارت نہیں کر سکتے کہ سرکار رسالتؐ کی شان میں ایسی بات منسوب کریں اور جو کچھ آپ پر تبلیغ واجب تھی اس کے چھپانے کا عقیدہ رکھیں۔ آپؐ نے تبلیغی ذمّہ داریوں کو زمانی و مکانی تقاضوں کے لحاظ سے بھر پور طریقے پر ادا فرمایا۔

بخدا اگر یہ دونوں مفسر خود اپنے جرگے کے مفسروں کے نظریاتی پلندوں پر نظر ڈال لیتے جو اس آیت کے سلسلے میں دس اقوال پر مشتمل ہیں تو ان کی یہ ہمت نہ ہوتی۔

کوئی کہتا ہے کہ آیۂ تبلیغ جہاد کے بارے میں نازل ہوئی ہے ''کیوں کہ رسولؐ خدا منافقین سے جنگ کرنے میں ہچکچا رہے تھے۔!''

۱۔صحیح مسلم (ج ۱ ص ۲۰۸ حدیث ۲۸۷ کتاب الایمان)

۲۔ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۷ ص ۱۰۱ (ج ۱۰ ص ۲۱۰)

دوسرے صاحب ہانک لگاتے ہیں: ''جس وقت رسول خداؐ نے مجوسیوں کے خداؤں کی مذمت میں سکوت فرمایا تو یہ آیت اتری''

تیسرے صاحب چلاّئے: ''رسول خداؐ نے آیۂ تخیر کو اپنی ازواج سے چھپایا تو یہ آیت اتری''۔

اس بحث میں آپ نے بعض مفسروں کا نقطۂ نظر دیکھ ہی لیا کہ رسول خداؐ اپنی ذمہ داریوں سے ہچکچا رہے تھے اس لئے یہ آیت اتری، توبہ کیجئے...! اس قسم کی باتیں تقدیس نبوت کے خلاف ہیں۔

یہ تقویٰ شعاروں کے لئے نصیحت ہے حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں۔

اکمال دین

بروز عید غدیر حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں ﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ﴾ بھی نازل ہوئی۔ عام طور سے تمام شیعہ بغیر استثنا اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیۂ کریمہ نص غدیر سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ رسول خداؐ نے ولایت امیر المومنینؑ کا اعلان اس طرح واضح اور صاف الفاظ میں فرمایا کہ تمام صحابہ و عام عرب نے پوری طرح سمجھ لیا اور جس نے بھی سمجھا اس اعلان سے استدلال و احتجاج کیا۔ اہل سنت کے بہت سے علماء و محدثین و حفاظ نے شیعوں کے اس نظریہ سے اتفاق کیا ہے۔ یہ ایسی معتبر حقیقت ہے کہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں ان تمام محدثین و مفسرین کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اکیاسی یا بیاسی دن سے زیادہ رسولؐ خدا زندہ نہیں رہے۔ (۱)

ابوالسعود نے مطبوع بر حاشیہ تفسیر رازی میں اس مدّت کی تعیین کی ہے۔ (۲) جن مورخین اہل سنت نے ذکر کیا ہے کہ وفات پیغمبر ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی انھوں نے روز غدیر اور روز وفات پیغمبر میں ایک دن کا اضافہ کر دیا ہے لیکن تسامح کے باوجود حقیقت سے قریب ہے۔ (۳) برخلاف اس کے جن لوگوں نے اس آیت کو عرفہ کے دن نازل ہونے کی بات کہی ہے مثلاً بخاری و مسلم۔ اس میں کئی دن کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ (۴)

۱۔ التفسیر الکبیر ج ۳ ص ۵۲۹ (ج ۱۱ ص ۱۳۹)

۲۔ ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم ج ۳ ص ۵۲۳ مطبوع بر حاشیہ۔ تفسیر رازی (ج ۳ ص ۷)

۳۔ تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۳۴ (ج ۲ ص ۹ حوادث ۱۱ھ)، مقریزی کی الامتاع ص ۵۴۸، البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۳۲ (ج ۶ ص ۳۶۵ حوادث ۱۱ھ)، السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۳۸۲ (ج ۳ ص ۳۵۳)

۴۔ صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۶۰۰ حدیث ۴۱۴۵؛ صحیح مسلم ج ۵ ص ۵۱۷ حدیث ۳ کتاب التفسیر

اس کے علاوہ بہت سے اقوال بھی تائید کرتے ہیں کہ یہ آیت غدیر ہی میں نازل ہوئی اس دعوے سے مربوط روایات یہ ہیں:

۱۔ حافظ ابوجعفر ابن جریر طبری کتاب الولایۃ میں زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت بروز غدیر خم امیرالمومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی۔

۲۔ حافظ بن مردویہ بطریق ہارون عبدی، ابوسعید خدری اور ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت بروز غدیر ۱۸/ ذی الحجہ حجۃ الوداع کے سال نازل ہوئی جب رسول خدا نے اعلان ولایت فرمایا۔ ابن مردویہ کی نشاندہی کا تذکرہ سیوطی نے درمنثور، بدخشی نے مفتاح النجا اور قطیفی نے الفرقۃ الناجیہ میں کیا ہے۔(۱)

۳۔ حافظ ابونعیم اصفہانی نے ''ما نزل من القرآن فی علی'' میں محمد بن احمد مخلد، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، یحییٰ حمانی، قیس بن ربیع، ابوہارون عبدی سے ابوسعید خدری کی روایت لکھی ہے کہ پیغمبر نے غدیر خم میں درخت کے نیچے جھاڑو دلوائی، پنجشنبہ کا دن تھا۔ پھر علی کا بازو پکڑ کر اس قدر بلند فرمایا کہ سفیدی بغل نمایاں ہوگئی۔ ابھی مجمع متفرق بھی نہ ہوا تھا کہ آیۂ اکمال اتری۔ اس وقت رسول خداؐ نے فرمایا: خدا ان کی شان۔ خدا نے دین کامل فرمایا، نعمت تمام کی اور میری رسالت علیؑ کی ولایت سے راضی وخوشنود ہوا۔ اس کے بعد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔ خدایا! اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ، اس کے مددگار کا ناصر بن اور اسے چھوڑنے والے کو چھوڑ دے۔ حسّان نے اجازت مانگی کہ کچھ اشعار پڑھوں گا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: پڑھو! خدا کی برکت سے۔ حسّان نے کھڑے ہو کر کہا: اے بزرگان قریش! میں اعلان ولایت کی پیروی میں کچھ اشعار سنانا چاہتا ہوں پھر چھ شعر پڑھے۔

اس کے بعد نبیؐ نے غدیر خم میں ان لوگوں کو آواز دی۔ اور رسول سے زیادہ کس کی بات لائق سماعت ہے پوچھا: تمھارا ولی اور مولیٰ کون ہے۔؟ سب نے بے دھڑک کہہ دیا: آپ کا خدا میرا مولا اور

۱۔ درمنثور ج۲/ ص/۲۵۹، تاریخ بغداد (ج۸/ ص/۲۹۰ نمبر۴۳۹۲، تاریخ مدینہ دمشق ج۱۲/ ص/۲۳۵، الاتقان، ج۱/ ص/۳۱ (ج۱/ ص/۵۳)، مفتاح النجا ص/۲۲ باب۳ فصل ۱۱

آپ ہمارے ولی ہیں، آپ ہمیں اس اقرار ولایت میں گنہگار نہیں پائیں گے۔ اس وقت رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ۔ تمھیں میں نے اپنے بعد لوگوں کا امام و ہادی بنانا پسند کیا، جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں، اب تم لوگ سچے دل سے ان کی ولایت کا اقرار کرو۔ اور دعا فرمائی: خدایا! اس کے دوست کو دوست اور اس سے بغض وعناد رکھنے والے کو دشمن رکھ۔(۱) ان الفاظ کی روایت سلیم بن قیس ہلالی نے بھی کی ہے۔(۲)

۴۔ حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے تاریخ میں دو سندوں سے اس کی روایت کی ہے، پہلی سند عبداللہ بن علی بشران، حافظ دارقطنی، حبشون خلال، علی بن سعید رملی، حمزہ، ابن شوذب، مطر وراق، ابن حوشب اور ابوہریرہ ہیں۔(۳)

دوسری سند میں احمد بن عبداللہ نیری، علی بن سعید، ضمرہ، ابن شوذب، مطر، ابن حوشب، ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جو شخص اٹھارہ ذی الحجہ کو روزہ رکھے خدا اسے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب عطا کرے گا، اور وہ روز غدیر خم ہے جب رسولؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں تمھارے نفسوں پر تم سے زیادہ بااختیار نہیں ہوں؟ سب کے اقرار کے بعد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ اس وقت حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: ''مبارک ہو اے ابوطالب کے فرزند! آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے مولا ہو گئے۔''

اس کے بعد خدا نے آیۂ اکمال دین نازل فرمائی۔

۵۔ حافظ ابوسعید سجستانی کتاب الولایۃ میں ابوسعید خدری کا بیان نقل کرتے ہیں جس میں غدیر خم کے اجتماع اور کانٹوں کی صفائی کی تفصیل ہے۔

۶۔ ابوالحسن ابن مغازلی نے مناقب میں اپنی سند سے۔(۴)

۱۔ ما نزل من القرآن فی علی (ص/۵۶)

۲۔ کتاب سلیم بن قیس (ج/۲ص/۸۲۸ حدیث ۳۹)

۳۔ تاریخ بغداد ج/۸ص/۲۹۰

۴۔ مناقب ابن مغازلی (ص/۱۸ حدیث ۲۴)

۷۔حافظ ابوالقاسم حسکانی۔(۱)

۸۔حافظ ابن عساکر بطریق ابن مردویہ۔(۲)

۹۔اخطب الخطباء خوارزمی نے مناقب میں یہی تفصیل نقل کی ہے۔رسول خداؐ کا غدیرخم میں بلانا ،درختوں کے نیچے صفائی ،جمعرات کا دن ،علی کو اس قدر بلند فرمایا کہ سفیدیٔ بغل نمایاں ہوگئی۔ابھی لوگ متفرق بھی نہ ہوئے تھے کہ آیۂ ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ نازل ہوئی۔اسی مناقب میں حافظ بیہقی کا متن نقل کیا گیا ہے۔(۳)

۱۰۔ابوالفتح نطنزی نے خصائص علویہ میں ابوسعید خدری۔امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے ارشادات نقل کئے ہیں۔امام جعفر صادقؑ اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ آج میں نے دین کامل کر دیا محافظان دین کو متعین کرنے کی وجہ سے اور ہماری ولایت کی وجہ سے تم پر نعمت تمام کردی اور ہمارے احکام پر سر تسلیم خم کرنے کی وجہ سے دین اسلام سے راضی ہوا۔

۱۱۔ابوحامد سعدالدین صالحانی۔شہاب الدین احمد توضیح الدلائل میں مجاہد کی روایت کے ذریعے آیۂ اکمال کو غدیرخم میں نازل ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔پھر فرماتے ہیں کہ اس کی روایت صالحانی نے کی ہے۔

۱۲۔ابوالمظفر سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں خطیب بغدادی و دارقطنی کی روایت نقل کی ہے(۴)

۱۳۔حموینی نے فرائد میں دو سندوں سے اس کی نشاندہی کی ہے۔(۵)

۱۴۔عمادالدین ابن کثیر دمشقی نے اپنی تفسیر میں ابن مردویہ کے طریق سے ابن سعید خدری اور اپنی تاریخ میں بطریق خطیب بغدادی ابوہریرہ کی روایت میں اس آیت کے غدیرخم میں نازل ہونے کی نشاندہی کی ہے۔(۶)

۱۵۔جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں ابن مردویہ۔خطیب ،ابن عساکر کے طریق سے ابن

۱۔شواہد التنزیل (ج۱/ص۲۰۱/حدیث۲۱۱)　　۲۔درمنثور ج۲/ص۲۵۹(ج۳/ص۱۹)

۳۔مناقب خوارزمی ص/۸۰(ص/۱۳۵/حدیث۱۵۲)،ص/۹۴(ص/۱۵۶/حدیث۱۸۴)

۴۔تذکرۃ الخواص ص/۱۸(ص/۲۰)　　۵۔فرائد السمطین (ج۱/ص۷۲/حدیث۳۹باب۱۲)

۶۔تفسیر ابن کثیر ج۲/ص۱۴؛ البدایۃ والنہایۃ ج۵/ص۲۱۰(ج۵/ص۲۳۲حوادث۱۰ھ)

مردویہ کے الفاظ نقل کیے ہیں (۱) اور اتقان میں سفری آیات گناتے ہوئے آیۂ اکمال کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں حضرت عمر کی روایت ہے کہ روز عرفہ بروز جمعہ نازل ہوئی لیکن ابوسعید خدری اور ابوہریرہ کی روایت ہے کہ یہ آیت بروز غدیر خم نازل ہوئی جب رسول خدا آخری حج سے پلٹ رہے تھے۔ لیکن یہ دونوں صحیح نہیں ہیں۔ (۲)

ہمارا نقطۂ نظر

اگر ان کی مراد عدم صحت سے سند روایت ہے تو ابوہریرہ کی اس روایت کو اساتذۂ فن نے صحیح کہا ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے، ہم آگے اس پر مفصل بحث کریں گے اور ابوسعید خدری میں بھی بے شمار طرق ہیں جس کا تذکرہ حموینی نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت ابوہریرہ اور ابوسعید خدری ہی سے مخصوص نہیں بلکہ گزشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ جابر، مجاہد، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے بھی مروی ہے۔ خود سیوطی کی صراحت ہے کہ اسے خطیب، ابن عساکر کے علاوہ دوسرے محدثین ومفسرین، جن میں حاکم، بیہقی، ابن شیبہ، دارقطنی اور دیلمی جیسے دانشوروں نے بغیر اعتراض کے اس کی تخریج کی ہے۔ اور اگر عدم صحت سے مراد شان نزول کا تعارض روایات ہے تو اس صورت میں سیوطی کے لئے مہمل جانبدارانہ فیصلہ مناسب نہ تھا۔ کیوں کہ معارض روایت پرکھنے کے اصول متعین ہیں، خاص طور سے اس وقت جب کہ جمع کی صورت بھی متوقع ہو۔ مثلاً آیت کے دوبارہ نازل ہونے کا احتمال! جیسا کہ جوزی کا آیۂ بسم اللہ کے سلسلے میں میں قول ہے کہ ایک بار مکہ میں دوسری بار مدینہ میں نازل ہوئی۔ (۳) علاوہ ازیں اس آیت کے غدیر خم میں نازل ہونے کا ثبوت رازی اور ابوالسعود کے اشاریہ میں ہے کہ رسول خداؐ اس کے بعد اکیاسی یا بیاسی دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے۔ دراصل سیوطی نے اس بارے میں ابن کثیر کی پیروی کی ہے۔ (۴) وہ دونوں کو ذکر کر کے کہتا ہے کہ نہ یہ صحیح ہے نہ وہ صحیح ہے پہل کرنے والا زیادہ ظالم ہوتا ہے۔

۱۔ درمنثور ج ۲/ص ۲۵۹/ (ج ۳/ص ۱۹/) ۲۔ الاتقان فی علوم القرآن ج ۱/ص ۳۱/ (ج ۱/ص ۵۳/)

۳۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۸/ (ص ۳۰/) ۴۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲/ص ۱۴/

۱۶۔میرزا بدخشی نے مفتاح النجا میں ابن مردویہ کے الفاظ نقل کئے ہیں۔(۱)

ان تمام دلائل وآثار کے بعد ذرا آلوسی کا شگوفہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔وہ روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ شیعوں نے ابوسعید خدری سے روایت کا اخراج کیا ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں اعلان ولایت علی کے بعد نازل ہوئی۔اس وقت رسول خداؐ نے فرمایا اللہ اکبر (خدا کی شان) کہ اس نے دین کامل کیا، نعمت تمام کی اور علی کی ولایت سے خوشنود ہوا۔(۲) یہ افتراپردازی اور روایت کی رکاکت ابتدائے امر ہی سے ظاہر ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ آلوسی کو ان تمام روایات کی خبر نہ ہوگی اور محض اپنی جہالت کی وجہ سے اس خبر کو شیعوں سے منسوب کر بیٹھے ہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ محض عناد کی وجہ سے اس واضح حقیقت کو نظرانداز کر رہے ہیں ۔کیا اہل سنت کی اس قدر تصریحات کے بعد اس فتنہ انگیزی کی گنجائش تھی۔؟ کیا کوئی ایسا نہیں جو ان گدھوں سے سوال کرے کہ اتنے مفسرین، محدثین ومورخین جنھوں نے اس آیت کے غدیر خم میں نازل ہونے کا اقرار کیا ہے سبھی شیعہ ہیں؟ جس کا سلسلہ ابوہریرہ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ تک منتہی ہوتا ہے اسے صرف ابوسعید خدری تک ہی محدود کیوں کیا؟

کوئی پوچھے اس مزمومہ رکاکت اور شیعوں کی بنائی ہوئی حدیث کا سرا کہاں سے ہاتھ آگیا، کیا متذکرہ روایات میں کہیں ابہام کا شائبہ ہے؟ کہیں یہ تمھارے ذہن ودماغ کی پیچیدگی یا رکاکت تو نہیں جو تمھارے اسلوب میں ڈھل گئی ہے۔اس حدیث میں کہیں بھی ترکیبی تنافر، معنوی سقم یا تکلف نہیں پایا جاتا۔بات صرف یہ ہے کہ وہ تمام روایات جن میں حضرت علی کی فضیلت پائی جائے وہ آلوسی اور اس کے جرگے کے عقیدہ ونظر میں رکیک ہے۔کاش ہمیں معلوم ہوسکتا کہ شیعہ اگر صحیح روایات نقل کریں اور اہل سنت بھی اس کی تائید کریں تو اس میں شیعوں کا کون سا گناہ ہے کہ عناد پرست ناصبی ایسی لچر بات کہنے پر آمادہ ہوجائے۔ہم یہاں اس کی کتاب کے لچر مندرجات کے چیتھڑے اڑا سکتے تھے لیکن باوقار طور پر نظرانداز کرتے ہیں۔

ہرگز نہیں یہ تو ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے مانے اور یہ لوگ کوئی سبق حاصل نہ کریں گے مگر یہ کہ اللہ ایسا چاہے۔

۱۔مفتاح النجا ص/۴۲ باب ۳ فصل ۱۱ ۲۔روح المعانی ج/۲ ص/۲۴۹ (ج/۶ ص/۶۱)

عذاب واقع

غدیر خم سے متعلق آیات میں سورۂ معارج کی یہ آیتیں بھی شامل ہیں: ﴿**سال سائل بعذاب واقع للکافرین لیس له دافع من الله ذی المعارج**﴾ ''مانگنے والے نے ٹوٹ پڑنے والا عذاب مانگا، کافروں کے لئے اسے کوئی بھی دفع کرنے والا نہیں ہے، اس خدا کی طرف سے جو عروج کے زینوں کا مالک ہے''۔

شیعوں کے ساتھ اہل سنت کے مندرجہ ذیل علماء نے اپنی تفسیر و حدیث کی کتابوں میں ثبت و ضبط کیا ہے۔

۱۔ حافظ ابو عبیدہ ہروی (متوفی مکہ ۲۲۳۔۳۲۴) نے اپنی تفسیر غریب القرآن میں روایت کی ہے کہ جب اعلان ولایت غدیر دور دراز علاقوں میں مشہور ہوا تو جابر بن نصر بن حارث بن کلدہ عبدری (۱) آیا اور کہنے لگا:۔ اے محمدؐ! آپ نے ہمیں کلمہ پڑھنے، نماز روزہ، حج و زکوٰۃ بجالانے کا حکم دیا ہم نے مان لیا۔ آپ نے اس پر اکتفا نہیں کی اور اپنے چچیرے بھائی کا بازو پکڑ کر بلند کیا اور انہیں ہمارے اوپر فضیلت دیکر ان کی ولایت کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان خدا کی جانب سے ہے یا آپ کی جانب سے؟

رسول خداؐ نے فرمایا: قسم ہے اس خدا کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے یہ امر خدا کی جانب سے ہے یہ سن کر وہ شخص اپنی سواری کی طرف یہ کہتا ہوا مڑ گیا کہ اے خدا! جو کچھ محمدؐ کہہ رہے ہیں اگر یہ حق ہے

۱۔ آگے ثعلبی کی روایت میں ہے کہ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس کا نام حارث ابن نعمان فہری تھا۔ بعید نہیں ہے کہ متذکرہ روایت میں جابر ابن نصر بھی صحیح ہو کیونکہ علیؑ نے بحکم رسولؐ اس کے باپ کو بدر کبریٰ میں قتل کیا تھا۔ چونکہ اس وقت تک جاہل عصبیت اور کینہ سے معمور تھے اس لئے اس اعلان کو سن کر اس کی آتش حسد بھڑک اٹھی اور وہ گستاخی پر آمادہ ہو گیا۔

تو میرے اوپر آسمان سے پتھر کی بارش یا کوئی دردناک عذاب بھیج دے۔ ابھی وہ اپنی سواری تک بھی نہیں پہونچا تھا کی فراز آسمان سے ایک پتھر اس کے سر پر گرا اور نچلے حصے سے نکل گیا۔ وہ ہلاک ہوا اور خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۲۔ ابو بکر نقاش موصلی بغدادی نے تفسیر شفاء الصدور میں متذکرہ روایت نقل کی ہے فرق صرف یہ ہے کہ بجائے جابر ابن نصر کے حارث ابن نعمان فہری لکھا ہے۔ چنانچہ آگے ثعلبی کی روایت میں بیان ہوگا ۔میرا خیال ہے کہ یہ تصحیح ان کی اپنی ہے۔

۳۔ ابو اسحاق ثعلبی تفسیر الکشف والبیان میں لکھتے ہیں: سفیان ابن عینیہ سے کسی (۱) نے پوچھا کہ یہ آیت ﴿سال سائل بعذاب واقع﴾ کس کے متعلق نازل ہوئی ہے؟

انھوں نے کہا: تم نے ایسی بات پوچھی ہے کہ آج تک کسی نے نہیں پوچھی۔ مجھ سے میرے باپ نے حدیث بیان کی، ان سے حضرت جعفر بن محمدؑ نے اپنے آباء کرام سے کہ جب رسول خداؐ نے لوگوں کو غدیر خم میں جمع کر کے اعلان ولایت علیؑ فرمایا تو یہ خبر دوسرے شہروں اور دور دراز علاقوں میں مشہور ہوئی او رحارث ابن نعمان فہری کے کانوں میں بھی پڑی۔۔ وہ خدمت رسولؐ میں ناقہ پر سوار ہو کر ابطح (۲) تک آیا، ناقہ سے اترا اور اسے باندھ کر خدمت رسول خداؐ میں آیا اور کہنے لگا: اے محمدؐ! آپ نے خدا کی طرف سے حکم دیا کہ ہم توحید خداوندی اور آپ کی رسالت کی گواہی دیں ہم نے مان لیا، آپ نے نماز روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہم نے مان لیا آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور اپنے چچیرے بھائی کو بازوؤں پر بلند کر کے ہمارے اوپر برتری دیدی اور ان کی ولایت کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان شخصی حیثیت سے آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟

حضرتؐ نے فرمایا: اس خدا کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ اعلان خدا کی طرف سے تھا۔

یہ سن کر حارث اپنی سواری کی طرف یہ کہتا ہوا مڑ گیا: خدایا! جو کچھ محمدؐ نے کہا ہے اگر یہ حق ہے تو

۱۔ فرات بن ابراہیم کوفی کی تفسیر ص ۱۹۰، اور کراجکی کی کنز الفوائد میں ہے کہ پوچھنے والے شخص کا نام ''حسین بن محمد خارقی'' تھا۔
۲۔ ابطح کے متعلق تفصیلی بحث آگے آئے گی۔

آسمان سے میرے اوپر پتھر برسادے یا کوئی دردناک عذاب بھیجدے۔ ابھی وہ سواری تک بھی نہیں پہونچا تھا کہ آسمان سے اس کے اوپر پتھر گرا جو سر سے ہوتا ہوا نچلے حصے سے نکل گیا۔ اس وقت خدا نے یہ آیت (سال سائل) نازل فرمائی۔ (۱)

۴۔ حاکم حسکانی نے ''دعاۃ الہداۃ الی اداء حق الموالاۃ'' میں روایت کی ہے۔ ان کی سند میں ابوبکر ابن محمد صیدلانی، ابومحمد عبداللہ ابن احمد جعفر شیبانی، عبدالرحمٰن بن حسین اسدی، ابراہیم ابن حسین اسدی، ابراہیم ابن حسین کسائی، فضل ابن دکین، سفیان ابن سعید ثوری، منصور، ربعی، حذیفہ بن یمانی سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جسکا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔ نعمان ابن منذر فہری (نام میں تصحیف ہے) نے کہا کہ آپنے جو کچھ فرمایا وہ آپ کی طرف سے ہے یا حکم خدا ہے۔ بقیہ تمام تفصیل۔ (۲)

ایک دوسری سند میں ابوعبداللہ شیرازی، ابوبکر جرجانی، ابواحمد بصری، محمد ابن سہل، زید ابن اسماعیل، محمد ابن ایوب واسطی، سفیان ابن عینیہ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے اس میں نعمان ابن حارث فہری کا نام ہے۔ (۳)

۵۔ ابوبکر یحیٰ قرطبی سورہ معارج کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں جب رسولؐ اللہ نے اعلان ولایت فرمایا تو نضر ابن حارث (۴) آپ سے کہنے لگا اور تمام متذکرہ تفصیل مندرج ہے۔ (۵)

۶۔ شمس الدین المظفر سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں ثعلبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب اعلان

۱۔ تفسیر سورۂ معارج آیۃ ۲۔۱

۲۔ (حاکم حسکانی نے شواہد التنزیل ج/۲ص/۳۸۳ نمبر ۱۰۳۳ میں بھی ابن دیزل سے اس کی روایت کی ہے)

۳۔ (حاکم حسکانی نے شواہد التنزیل ج/۲ص/۳۸۱ نمبر ۱۰۳۰، ۱۰۳۲ اور ۱۰۳۴ میں بھی اس کو نقل کیا ہے)

۴۔ اس کا نام نضر ابن حارث بن کلدہ بن مناف بن کلدار تھا۔ اس روایت میں اشتباہ ہوا ہے کہ کیونکہ جنگ بدر کبریٰ میں قید ہوا تھا اور شدید عداوت کی بنا پر رسولؐ خدا نے اس کو قتل کا حکم دیا تھا۔ امیر المومنین نے اسے ہاتھ پیر باندھ کر قتل کر دیا تھا۔ سیرۃ بن ہشام ج ۲ص ۲۸۶ (ج ۲ص ۲۹۸) طبری ج ۲ص ۲۸۶ (ج ۲ص ۴۵۹) تاریخ یعقوبی ج ۲ص ۳۴ (ج ۲ص ۴۶)۔

۵۔ تفسیر قرطبی ج/۱۸ص/۱۸۱، پورا واقعہ ج/۱۸ص/۲۷۸ پر تحریر کیا ہے

ولایت کی شہرت ہوئی تو حارث ابن نعمان فہری رسولؐ کی خدمت میں ناقہ پر سوار ہو کر آیا، ناقہ کو دروازہ مسجد پر باندھ کر مسجد میں داخل ہوا اور پیغمبرؐ سے بحث کرنے لگا:

''اے محمدؐ! آپ نے کلمہ توحید و رسالت کا حکم دیا ہم نے مان لیا، رات دن میں پانچ وقت کی نماز ،ماہ صیام کے روزوں اور حج وزکوٰۃ کا حکم دیا، ہم نے آپ کی وجہ سے مان لیا پھر بھی آپ کا دل نہیں بھرا اور اپنے چچیرے بھائی کو اپنے ہاتھوں بلند کر کے تمام انسانوں پر برتری دیدی اور اعلان کر دیا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟''۔

رسولؐ خدا کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں۔ اور آپؐ نے فرمایا اس خدا کی قسم! جسکے سوا کوئی معبود نہیں، یہ خدا کا حکم تھا۔ آپ نے اسکو تین بار دہرایا۔

حارث یہ کہتا ہوا اٹھا ''اے خدا! جو کچھ محمدؐ کہہ رہے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو میرے اوپر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب نازل کر دے''

پس خدا کی قسم وہ اپنی سواری تک بھی نہیں پہونچا تھا کہ آسمان سے ایک پتھر گرا اور اسکے سر سے گزرتا ہوا نچلے حصہ سے نکل گیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(۱)

۷۔ شیخ ابراہیم ابن عبداللہ یمنی وصابی شافعی نے کتاب ''الاکتفاء فی فضل الاربعہ الخلفاء'' میں متذکرہ حدیث ثعلبی کی روایت نقل کی ہے۔

۸۔ شیخ الاسلام حموینی نے فرائد کے تیرہویں باب میں اپنی سند سے ثعلبی کی روایت نقل کی ہے (۲)

۹۔ شیخ محمد زرندی حنفی نے معارج الوصول اور درالسمطین میں نقل کیا ہے۔ (۳)

۱۰۔ شہاب الدین احمد دولت آبادی ہدایۃ السعداء میں آٹھویں ہدایت کے دوسرے جلوے میں لکھتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے ایک دن فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و**

۱۔ تذکرۃ الخواص ص/۱۹ (ص/۳۰)

۲۔ فرائد السمطین ج/ا ص/۸۲) حدیث ۵۳

۳۔ نظم الدرر السمطین (ص/۹۳)

عاد من عاداہ یہ بات خوارج(۱) کی ٹولی کے ایک کافر نے سنی تو پیغمبرؐ کے پاس آکر کہنے لگا: آپ نے یہ حکم خدا کی طرف سے دیا ہے یا اپنی طرف سے؟ آپؐ نے فرمایا: ''یہ حکم خدا کی جانب سے ہے۔ وہ کافر مسجد سے باہر آیا اور دروازہ مسجد کے پاس ایک جگہ ٹھہر کر کہنے لگا کہ اگر محمد کی بات سچ ہے تو آسمان سے میرے اوپر پتھر برسے۔ راوی کا بیان ہے کہ اسی وقت اس کے سر پر آسمان سے ایک پتھر گرا اور اس کا سر چکنا چور ہو گیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔

ان کے علاوہ جن لوگوں نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:

نورالدین ابن صباغ مالکی۔(۲)

سید نورالدین حسنی سمہودی جواہر العقدین۔

ابوسعود عمادی۔(۳)

شمس الدین شربینی قاہری۔(۴)

سید جمال الدین شیرازی۔(۵)

شیخ زین الدین منادی۔(۶)

سید بن عیدروس حسینی یمنی العقد النبوی والسر المصطفوی۔

شیخ احمد ابن باکثیر مکی شافعی۔(۷)

۱۔ یہاں خوارج کا لفظ عمومی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ ہر اس شخص کو شامل ہے جو اپنے وقت کے حجۃ اللہ سے محاذ آرائی اور اس کی تردید پر آمادہ ہو جائے خواہ پیغمبر ہو یا اس کا جانشین۔

۲۔ الفصول المہمۃ ص/۲۶ (ص۴۱)

۳۔ ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم ج/۸ص/۲۹۲ (ج/۹ص/۲۹)

۴۔ السراج المنیر ج/۴ص/۳۶۴ (ج/۴ص/۳۸۰)

۵۔ الاربعین فی فضائل امیر المومنین (ص/۴۰ حدیث ۶۳)

۶۔ فیض القدیر فی شرح الجامع الصغیر ج/۶ص/۲۱۸

۷۔ وسیلۃ المآل (۱۲۰۔۱۱۹)

شیخ عبدالرحمٰن صفوری۔(۱)

شیخ برہان الدین حلبی شافعی۔(۲)

سید محمود قادری الصراط السوی فی مناقب النبی۔

شمس الدین حنفی شافعی۔(۳)

شیخ محمد صدر العالم معارج العلی۔

شیخ محمد محبوب عالم تفسیر شاہی۔

ابوعبداللہ زرقانی۔(۴)

شیخ احمد ابن عبدالقادر ذخیرۃ المآل۔

سید محمد بن اسماعیل یمانی۔(۵)

سید مومن شبلنجی۔(۶)

استاد شیخ محمد عبدہ مصر نے اپنی تفسیر ''المنار'' میں ثعلبی کی روایت لکھ کر ابن تیمیہ کا اعتراض نقل کیا ہے۔(۷)

''اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بہت سی قومیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول پر تبلیغ واضح کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں''۔

۱۔نزہۃ المجالس ج۲/ص۲۴۲(۲۰۹)

۲۔السیرۃ الحلبیۃ ج۳/ص۳۰۲(ج۳/ص۲۷۴)

۳۔شرح الجامع الصغیر ج۲/ص۳۸۷

۴۔شرح المواہب اللدنیہ ج۷/ص۱۳

۵۔الروضۃ الندیۃ فی شرح التحفۃ العلویۃ (ص/۱۵۶)

۶۔نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ص/۷۸(ص/۱۵۹)

۷۔تفسیر المنار ج۶/ص۴۶۴

حدیث پر تنقیدی نظر

آپ نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا کہ تفسیر و حدیث کی بے شمار کتابیں آیہ کریمہ سأل سائل کے شان نزول کے سلسلہ میں متحد و ہم آواز ہیں۔ متعدد سندوں نے نصوص کی مطابقت کو دو پہر کے سورج کی طرح واضح کر دیا ہے۔ جسے پڑھ کر پوری طرح اطمینان ہو جا تا ہے۔ شعراء نے بھی واقعہ حارث کو قدیم الایام سے نظم کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے بلند پایہ شاعر ابو محمد عونی غسانی نغمہ سرا ہیں: ''جس وقت رسولؐ خدا نے ولایت امیر المؤمنینؑ کے سلسلہ میں امت سے فرمایا کہ یہ آج سے مولا ہے، جو کچھ رب کریم کی طرف سے کہتا ہوں توجہ سے سنو تو ایک کافر، کینہ توز منافق نے رسولؐ خدا کو سلگتے دل کے ساتھ آواز دی: کیا یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے یا آپ نے خود گڑھ لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: خدا کی پناہ میں نے اپنی طرف سے ہرگز نہیں کہا۔ تب وہ دشمن خدا دعا کرنے لگا: خدایا! اگر یہ سچ ہے تو میرے اوپر عذاب نازل فرما۔ تو اس کے کفر کے سبب آسمان سے فوراً پتھر کا عذاب نازل ہوا اور وہ وہیں ہلاک ہو گیا''۔

ایک دوسرا نغمہ یوں ہے:

''جو کچھ حارث ابن نعمان فہری کے ساتھ پیش آیا وہ واضح ترین دلیل ہے، رسولؐ نے امت کی بھلائی کیلئے جو کچھ فرمایا، اس پر وہ اس قدر بے چین ہوا کہ رسولؐ کی خدمت میں مدینہ آیا اور وہ شدت عناد میں انگاروں پر لوٹ رہا تھا، اعلان ولایت کے خلاف ایسی بکواس کی کہ دردناک عذاب میں مبتلا ہو گیا''۔

ہم نے دور و نزدیک کسی کو بھی نہیں دیکھا جس نے مسلمہ واقعہ حارث پر طعن کیا ہو یا اسے جھٹلایا ہو۔

جس نے بھی ثقہ راویوں پر نظر کی ، بلا تردیدی مان لیا۔اس میدان میں اکیلے ابن تیمیہ نظر آئے جنھوں نے منہاج السنۃ (۱) میں اس متذکرہ واقعہ کی شان نزول کے خلاف زبان کھول کر اپنی عناد پرستی کا ثبوت دیا ہے ایک یہی مسئلہ کیا۔.؟ان کی بدنہادی ہر معاملہ میں عام مسلمانوں کے خلاف الگ رائے قائم کر کے لچر اکلوتے پن کا مظاہرہ کرتی ہے ۔اس آیت کے سلسلے میں اختصار کے ساتھ ان کے اعتراضات کا جواب دیا جاتا ہے۔

پہلا اعتراض

''تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ واقعہ غدیر حضرت رسول خدا کے آخری حج سے واپسی میں پیش آیا۔ حالانکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ خبر مشہور ہوئی تو حارث پیغمبر کی خدمت میں ابطح مکہ میں آیا، حالانکہ منطقی اعتبار سے یہ واقعہ مدینہ میں پیش آنا چاہئے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث گڑھنے والا واقعۂ غدیر سے ناواقف تھا''۔

جواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ سیرت حلبیہ وتذکرۂ سبط ابن جوزی اور صدر العالم کی معارج العلیٰ میں بیان کیا گیا ہے کہ حارث مسجد میں آیا تھا۔اگر مسجد سے مراد مسجد مدینہ ہو۔پھر یہ کہ حلبی نے وضاحت بھی کر دی ہے کہ مدینہ میں بھی یہ واقعہ پیش آیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ کا انکار مہمل مزعومہ کی بنا پر ہے۔(۲)

دوسری بات یہ ہے کہ اس شخص نے جہالت یا تعصب کی وجہ سے ابطح کو حوالی مکہ سے مخصوص سمجھ لیا ہے،اسے لغت کا پتہ ہی نہیں ۔اگر اس جاہل نے حدیث اور لغت کی کتابیں یا جغرافیائی تالیفات دیکھی ہوتیں تو معلوم ہو جاتا کہ ابطح ہر اس گھاٹی کو کہتے ہیں جہاں خشک ریگزار اور ڈھلان ہو۔اسی لئے مکہ کو ابطح

۱۔منہاج السنۃ ج ۴ص ۱۳

۲۔السیرۃ الحلبیۃ (ج ۳ص ۵۵۶ حدیث ۱۴۵۹)؛ تذکرۃ الخواص ص ۳۰

کہا جاتا ہے کہ وہاں خشک ریتیلی ڈھلانیں ہیں اسی لئے دشت وصحرا یا شہر کے اطراف میں اگر یہ صفت ہو تو اسے ابطح کہا جاتا ہے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں عبداللہ ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے بطحائے ذوالحلیفہ میں اونٹ بٹھایا اور نماز پڑھی ابن عمر جب بھی حج یا عمرہ سے پلٹتے تو متذکرہ رسولؐ کی جگہ پر نماز پڑھتے۔(۱)

صحیح مسلم میں عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے ذوالحلیفہ میں شب باشی فرمائی تو آپ سے کہا گیا کہ آپ مبارک بطحا میں ہیں۔(۲) امتاع مقریزی میں ہے کہ جب رسول خداؐ مکہ سے پلٹے اور مدینہ کے ابطح میں رات گئے داخل ہوئے تو آپؐ سے کہا گیا کہ آپ مبارک بطحا میں ہیں۔(۳)

صحیح بخاری میں ابن عمر نیز ابن زبالہ کی روایت ہے رسولؐ اللہ نے عمرہ فرمایا تو ذوالحلیفہ میں اترے، بطحائے مشرقی وادی میں اونٹ بٹھاتے تھے۔(۴)

مصابیح البغوی میں قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان سے عرض کی: امی جان! مجھے قبر پیغمبرؐ بتایئے۔ انھوں نے تین قبروں کی نشان دہی کی، جو بلند تھی نہ زمین سے چسپیدہ بلکہ اس کی شکل سرخ سنگریزوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔(۵)

سمہودی وفاء الوفاء میں حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ دو بطحا (مدینہ وعقیق) باغ جنت سے آراستہ ہیں۔ انہیں کے ساتھ واقعہ غدیر کی حذیفہ ابن رسید اور عامر ابن لیلیٰ روایت کو بھی ملا لیجئے۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ رسولؐ حج آخر سے پلٹ کر جحفہ پہونچے۔ آپ نے منع فرمایا تھا کہ بطحا کے درختان سمرہ کے پاس کوئی نہ ٹھہرے۔(۶)

۱۔صحیح بخاری ج۱ص۱۸۱(ج۲ص۵۵۶حدیث۱۴۵۹؛ صحیح مسلم ج۱ص۳۸۲(ج۳ص۱۵۴حدیث۴۳۰ کتاب الحج)
؛صحیح بخاری(ج۲ص۵۵۶حدیث۱۴۵۹) صحیح مسلم(ج۳ص۱۵۴حدیث۴۳۲ کتاب الحج)

۲۔صحیح مسلم ج۱ص۳۸۲(ج۳ص۱۵۵حدیث۴۳۴ کتاب الحج)

۳۔امتاع الاسماع(ص۵۳۴) ۴۔صحیح بخاری ج۱ص۱۷۵(ج۱ص۱۸۳حدیث۴۷۰

۵۔مصابیح السنۃ ج۱ص۸۳۳(ج۱ص۵۶۰حدیث۱۲۱۸)

۶۔وفاء الوفاء ج۲ص۲۱۲۳(ج۳ص۱۰۷۱)

لغت وبلدیات کی اہم ترین کتاب معجم البلدان ہے۔اس میں بطحا کی تعریف یوں ہے :ایسی ڈھلوان وادی جس میں ریگزار کی کثرت ہو اس کی غیر قیاسی جمع اباطح اور بطاح آتی ہے۔(۱)

آگے کہتے ہیں کی ابوالحسن محمد بن نصر کاتب کہتے ہیں کہ میں نے ولید کی رقاصہ کو طریح ابن اسماعیل کا گیت گاتے ہوئے سنا:

انت ابن مسلنطح البطاح　　　و لم تطرق علیک الحنی و الولج

''تو وسیع فضاؤں اور ڈھلوان وادیوں کا فرزند ہے۔ پر پیچ ریگزار تجھے ناپ نہیں سکتیں''۔

بعض تماشائیوں نے کہا کہ بطحا تو مکہ کے سوا کہیں نہیں، پھر جمع کا کیا مطلب؟اس موقع پر بطحاوی علوی بھڑک اٹھے:''بطحائے مدینہ تو بطحائے مکہ سے بھی بڑا ہے''۔

میرے دادا کا شعر ہے:

و بطحاء المدینه لی منزل　　　فیا حبذا ذاک من منزل

''ریگزار مدینہ کی وادی میری منزل ہے اور وہ کتنی اچھی قیام گاہ ہے''۔

ایک معترض نے سن کر کہا:اس سے تو معلوم ہوا کہ دو بطحا ہیں کلمہ جمع تو پھر بھی صحیح نہیں۔

ہم نے جواب دیا:عربی ادب وشعر وسیع و ہمہ گیر ہے،اس بنا پر دو چیزوں کو جمع کہا جا سکتا ہے۔

وہیں ایک ماہر زبان بھی تھا کہنے لگا:کم سے کم جمع دو ہے۔

چنانچہ فرزدق کا شعر ہے:

وانت ابن بطحاوی قریش فان تشا　　　تکن فی ثقیف سیل ذیادب عقر

''تو دو بطحائے قریش کا فرزند ہے اپنے کو چاہے ثقیف سے منسوب کر جس کے زبان داں ریگزاروں کی طرح بھرے پڑے ہیں''۔

اس کے بعد مؤلف معجم البلدان کہتے ہیں کہ کتابوں کی یہ ساری باتیں تصنع اور بے راہ رو ہیں،جب تمام اہل لغت کے نزدیک بطحا ریگزاروں سے بھر پور زمین کو کہتے ہیں تو پھر وہ تمام زمین کے حصہ جہاں یہ

۱۔معجم البلدان ج ۲ ص ۲۱۳۳ (ج ۱ ص ۴۴۴)

صفت ہو بطحا کہے جائیں گے۔اس بناپراس کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔اسی وجہ سے قریش کو زمانہ جاہلیت کے بالکل ابتدائی زمانہ میں جب کہ مدینہ میں کوئی بھی نہ رہتا تھا، قریش البطحاء اور قریش الظواہر کہا جاتا تھا۔ رہ گئی فرزدق اور ابن نباتہ کی بات تو ان شعروں سے یہ ثبوت نہیں پیش کیا جاسکتا کہ بطحاء صرف دو ہیں کیوں کہ عرب رقم کورقمتان اور رامہ کو رامتان کہتے ہیں۔اصل چیز شعر کی موزونیت ہے، البطاح قبیلہ بنی بربوع کی منزل۔لبید کا شعر ہے:

تربعت الاشراف ثم تصيفت حساء البطائح وانتجعن السلائلا

اور کہا جاتا ہے کہ بطاح قبیلہ اسد کے دیار میں ایک چشمہ ہے جہاں مسلمانوں نے خالد ابن ولید کی سرکردگی میں مرتدین سے جنگ کی تھی اور ضرار بن ازرد اسدی نے خالد کی طرف سے بطاح نامی جگہ پر مالک ابن نویرہ کو قتل کیا تھا۔مقتول کے بھائی متمم نے مرثیہ کہا تھا:

سابكي اخي مادام صوت حمامه تورق في وادي البطاح حماما

''میں اپنے بھائی پر ہمیشہ روتا رہوں گا جب تک کبوتروں کی آوازیں وادی بطاح میں کبوتروں کو بیدار کرتی رہیں گی''۔

وکیع ابن مالک نے بھی واقعہ بطاح پر مرثیہ کہا ہے:

فلما اتا خالد بلوائه تخطت اليه بالبطاح الدائع

معجم البلدان (۱) میں ہے: لغت میں بطحا کے اصل معنی ایسی کشادہ ڈھلوان کے ہیں جہاں ریگ بہت زیادہ ہو نصر کہتا ہے ابطح و بطحا کے معنی ایسی زمین کے ہیں جو ڈھلوان، نرم و ہموار، اونچی نیچی اور گھاٹی ہو۔یعنی ایسی جگہ جہاں پانی کے بہاؤ کا اثر نمایاں ہو۔کہا جاتا ہے کہ ابطح و بطحا کی وادی میں آیا۔ اس سے مراد نرم زمین ہے جو وادی کے درمیان ہو اسکی جمع اباطح آتی ہے۔

بعض علماء لغت نے کہا ہے کہ ہر کشادہ زمین کو بطحاء کہتے ہیں۔حضرت عمر کا قول (بطحوا المسجد یعنی مسجد کے صحن میں سنگریزے بچھاؤ) نیز بطحا ایک مخصوص جگہ ذی قار کے پاس۔مدینہ کے

۱۔معجم البلدان ج ۱ص ۲۱۵ (ج ۱ص ۴۴۶)

ساتھ بطحاء مکہ اسی طرح بطحاء ذی الحلیفہ کہا جاتا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ''رسول کسی غزوہ کے قصد سے نکلے اور کوہستانی راستہ سے بنی دینار کو جا دھمکے، پھر بطحاء ابن ازہر میں ایک درخت جس کا نام ذات الساق تھا، نماز پڑھی۔ آنحضرتؐ کی مسجد آج بھی ہے۔ نیز بطحا ایک شہر تلمستان کے نزدیک ہے''۔

(بطحان و بطحا مدینہ کی تین وادیوں میں ایک ہے) ابوزیاد کہتے ہیں کہ قبیلہ ضیاب کے چشمہ کا نام بطحان ہے (مؤلف نے شعری شواہد پیش کئے ہیں)

معجم البلدان میں ہے کہ بطیحہ و بطحاء یکساں ہیں۔ کہا جاتا ہے: تبطح السیل. اس مناسبت سے بطائح واسطو کہتے ہیں کیوں کہ وہاں پانی اپنا پھیلاؤ بنا چکا ہے واسط و بصرہ کے درمیان کشادہ زمین ہے، پرانے زمانہ سے وہاں دیہات آباد تھے، پرویز کے زمانہ میں دجلہ میں باڑھ آئی، فرات میں بھی خلاف توقع باڑھ آئی، لوگ اسپر بندھ باندھنے سے عاجز رہے، پانی چاروں طرف پھیل گیا، کھیت مکان سبھی زیرآب ہو گئے اور وہاں کے باشندے وہاں سے تتر بتر ہو گئے۔ (۱)

ابن منظور لسان العرب میں اور زبیدی تاج العروس میں کہتے ہیں: (بطور خلاصہ) بطحاء نرم زمین کی وادی کو کہتے ہیں جہاں ریگ زار میں بہاؤ کا اثر محسوس ہو سکے۔ (۲) ابن اثیر کہتے ہیں: بطحاء وادی کو کہتے ہیں اور ابطح اس نرم زمین پر مشتمل ریگزار کو کہتے ہیں جہاں پانی کے بہاؤ کا اثر نمایاں ہو۔ اسی مفہوم میں حدیث ہے کہ رسولؐ نے ابطح میں نماز پڑھی یعنی ابطح مکہ۔ (۳) ابن اثیر کے خیال میں وہ مکہ کا ریگ زار ہے۔ ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ ابطح میں کوئی چیز نہیں اگتی۔ ابطح بہاؤ کی جگہ کو کہتے ہیں۔

نضر سے منقول ہے کہ بطحا زمین کے نشیبی حصہ کو کہتے ہیں جو اونچی نیچی زمین سے بھرپور ہو اور وادی ہو۔ کہا جاتا ہے ہم وادی ابطح میں آ کر سو گئے، اور بطحا وادی اسی کے مانند ہے اور وہ نرم و رواں زمین کا بالو ہے۔

۱۔ معجم البلدان ج ۲/ص ۲۲۲ (ج ۱/ص ۴۵۰)

۲۔ لسان العرب ج ۳/ص ۲۳۶ (ج ۱/ص ۴۲۸)

۳۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (ج ۱/ص ۱۳۴)

ابوعمر کہتے ہیں ابطح، جہاں پانی انبطاح پیدا کردے، یعنی دائیں بائیں جاری ہو جمع اباطح و بطاح۔ صحاح میں ہے: تبطح السیل یعنی وادی میں بہاؤ پھیل گیا۔(۱) ابن سیدہ کے نزدیک اسکے معنی ہے کہ بہاؤ چوڑان میں پھیل گیا۔ اس سلسلہ میں ذوالرمہ اور لبید کے اشعار بھی ہیں۔(۲)

اسی وسعت ریگزار کی وجہ سے بطحاء مکہ وابطح مشہور ہے۔ بطحان بھی اکثر استعمال ہوتا ہے۔ نہایہ ابن اثیر کے مطابق صحیح طا کے سکون کے ساتھ ہے۔(۳) عیاض نے مشارق میں کہا ہے کہ محدثین بسکون طا ہی روایت کرتے ہیں۔ اپنے اساتذہ سے بھی یہی سنا ہے لیکن صحیح ب کو زیر اور طا کو زیر ہے۔(۴) جیسے قطران قالی وبکری نے تائید کی ہے بکری کے مطابق اس کے علاوہ بولنا ناجائز ہے۔(۵) کچھ بھی ہو یہ کلمہ مدینہ کی تین وادیوں میں سے ایک ہے۔ ابن اثیر نے اسے طا ہی روایت کیا ہے۔

ابطح وبطحا کے مفہوم کو شعراء نے بھی نظم کیا ہے دلیل کے طور پر امیر المؤمنینؑ کا ولید کو خطاب کر کے کہنا کہ:

یهددنی بالعظیم الولید فقلت انا ابن ابی طالب

انا ابن البحل بالابطحین و بالبیت من سلفیٰ غالب

''مجھے ولید نے زبردست دھمکی دی تو میں نے کہا کہ میں ابوطالب کا فرزند ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جو وادی مکہ ومدینہ اور غالب کے دو گھرانوں کے نام سے معروف ہے''

میبذی نے شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابطحین سے مراد بطحائے مکہ ومدینہ ہے۔ اس سلسلہ میں نابغہ سید حمیری، سید رضی، مہیار دیلمی، ارجانی، حیص بیص وغیرہم کے اشعار بھی ہیں۔ حیص بیص نے اہل بیت کی سوگواری میں انہیں کی زبان حال سے ظالموں کو مخاطب کیا ہے:

۱۔ الصحاح (ج ۱/ص ۳۵۶)

۲۔ المخصص (ج ۲/ص ۱۲۹/سفر ۹)

۳۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (ج ۱/ص ۱۳۵)

۴۔ مشارق الانوار الی صحیح الآثار (ج ۱/ص ۸۷)

۵۔ البارع فی اللغۃ (ص ۱۲/۷)

ملکنا فکان العفو مناسجیة　　فلما ملکتم سال بالدم البطح

و حللتم قتل الاساری و طالما　　عدونا عن الاسر انعد و تقفخ

واضح رہے کہ اہل بیتؑ کی قتل گاہیں عراق طف (کربلا) وغیرہ ہیں بعض فخ میں قتل ہوئے کہ مکہ سے چھ میل پر ہے۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے:

ولئن نفسی للربوع وقد عزا　　بیت البنی مقطع الاطناب

بیت لآل المصطفیٰ فی کربلا　　ضربوہ بین اباطح وروابی

دوسرا اعتراض

''سورۂ معارج کو تمام علماء نے متفقہ طور سے مکّی کہا ہے، اس بنا پر واقعۂ غدیر کے دس سال قبل یہ سورہ نازل ہو چکا تھا''۔

جواب

علماء کے اتفاق کی مجموعی نوعیت یہ ہے کہ سورۂ معارج مکہ میں نازل ہوا ہے نہ کہ اس کی تمام آیات مکی ہیں، لہٰذا ممکن ہے کہ یہ آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہوں جیسا کہ بہت سے سوروں میں ایسا ہی ہے۔ یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہو سکتا کہ یہ متعین ہونے کے بعد کہ فلاں سورہ مکّی ہے یا مدنی ہے تو اس کی ابتدائی آیات بھی مکی یا مدنی ہوں گی کیوں کہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ سوروں کی آیات توقیفی ہیں نزولی نہیں، لہٰذا اس کا بہر حال امکان ہے کہ بعد کی نازل شدہ آیات کو مقدم کر دیا گیا ہو ہر چیز کی حکمت و مصلحت سے واقف ہونا یا مصلحت جاننا ہمارے لئے ضروری نہیں۔ ہم اکثر آیات کی ترتیبی حکمت و مصلحت سے واقف نہیں۔ اس کے بہت سے نظائر ہیں مثلاً سورۂ عنکبوت۔ (۱) کہف۔ (۲)

۱۔ جامع البیان ج۲/ص۸۶۳ (ج۲/ص۱۳۳)، الجامع لاحکام ج۱۳/ص۳۲۳ (ج۱۳/ص۲۱۴) السراج المنیر ج۳/ص۱۱۶ (ج۳/ص۱۲۳)

۲۔ الجامع لاحکام القرآن ج۱۰/ص۳۴۶ (ج۱۰/ص۲۲۵)، الاتقان فی علوم القرآن ج۱/ص۱۶ (ج۱/ص۲۱۳)

ہود(۱) مریم۔(۲) رعد (۳) ابراہیم۔(۴) بنی اسرائیل۔(۵) حج۔(۶) فرقان۔(۷) نمل (۸) قصص۔(۹) مدثر۔(۱۰) قمر۔(۱۱) واقعہ۔(۱۲) مطففین۔(۱۳) واللیل۔(۱۴) یونس۔(۱۵) کے سورے مکی ہیں لیکن ان کی ابتدائی دس آیات یا بعض آیات مدنی ہیں انھیں طبری، قرطبی، سیوطی اور شربینی کی تفاسیر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔اسی طرح بعض سورے مدنی ہیں لیکن ان میں مکی آیات بھی موجود ہیں مثلاً سورۂ مجادلہ کی ابتدائی دس آیات مکی ہیں۔(۱۶) سورۂ بلد کی چار آیات مکی ہیں۔(۱۷) علاوہ ازیں ممکن ہے کہ ایک آیت دوبارہ نازل ہوئی ہو جیسا کہ اکثر علماء نے وضاحت کی ہے کہ نصیحت، یاددہانی یا

۱۔الجامع لاحکام القرآن ج/۹ص/۱ (ج/۹ص/۳)، السراج المنیر ج/۲ص/۴۰ (ج/۲ص/۴۲)

۲۔الاتقان فی علوم القرآن ج/۱ص/۱۶ (ج/۱ص/۴۲)

۳۔الجامع لاحکام القرآن ج/۹ص/۲۷۸ (ج/۹ص/۱۸۳)، التفسیر الکبیر ج/۶ص/۲۵۸) ج/۱۸ص/۲۳۰)، السراج المنیر ج/۲ص/۱۳۷ (ج/۲ص/۱۴۳)

۴۔الجامع لاحکام القرآن ج/۹ص/۳۳۸ (ج/۹ص/۲۲۲) السراج المنیر ج/۲ص/۱۵۹ (ج/۲ص/۱۶۷)

۵۔الجامع لاحکام القرآن ج/۱۰ص/۱۰۳ (ج/۱۰ص/۱۳۴)، التفسیر الکبیر ج/۵ص/۵۴۰ (ج/۲۰ص/۱۴۵)، السراج المنیر ج/۲ص/۲۶۱۳ (ج/۲ص/۲۷۳)

۶۔الجامع لاحکام القرآن ج/۱۲ص/۱ (ج/۱۲ص/۳)، التفسیر الکبیر ج/۶ص/۲۰۶ (ج/۲۳ص/۲) السراج المنیر ج/۲ ص/۵۱۱ (ج/۲ص/۵۳۵)

۷۔الجامع لاحکام القرآن ج/۱۳ص/۱ (ج/۱۳ص/۳)، السراج المنیر ج/۲ص/۶۱۷ (ج/۲ص/۶۴۶)

۸۔الجامع لاحکام القرآن ج/۵ص/۶۵ (ج/۱۰ص/۴۴)، السراج المنیر ج/۲ص/۲۰۵ (ج/۲ص/۲۱۴)

۹۔الجامع لاحکام القرآن ج/۱۳ص/۲۴۷ (ج/۱۳ص/۱۶۴)، التفسیر الکبیر ج/۶ص/۵۸۵ (ج/۲۴ص/۲۲۴)

۱۰۔تفسیر الخازن ج/۴ص/۳۴۳ (ج/۴ص/۳۲۶)

۱۱،۱۲۔السراج المنیر ج/۴ص/۱۳۶ (ج/۴ص/۱۴۲) ج/۴ص/۱۴۱ (ج/۴ص/۱۷۸)

۱۳۔جامع البیان ج/۳۰ص/۵۸ (ج/۳۰ص/۹۱)

۱۴۔الاتقان فی علوم القرآن ج/۱ص/۱۷ (ج/۱ص/۴۷)

۱۵۔التفسیر الکبیر ج/۴ص/۷۷ (ج/۱۷ص/۲)، الاتقان فی علوم القرآن ج/۱ص/۱۵ (ج/۱ص/۴۰)، السراج المنیر ج/۲ص/۲

۱۶۔ارشاد العقل السلیم مطبوعہ برحاشیہ تفسیر رازی ج/۸ص/۱۴۸ (ج/۸ص/۲۱۵)، السراج المنیر ج/۴ص/۲۱۰ (ج/۴ص/۲۱۹)

۱۷۔الاتقان فی علوم القرآن ج/۱ص/۱۷ (ج/۱ص/۴۷)

آیت کی شان و اہتمام کے پیش نظر بعض آیات دوبارہ نازل ہوئیں جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ سورۂ روم کی ابتدائی آیات و آیۂ روح وغیرہ ۔ سورۂ فاتحہ دوبار نازل ہوئی ۔ پہلی بار نماز واجب ہوتے وقت اور دوسری بار تبدیل قبلہ کے وقت ۔ اسی لئے اس کا نام مثانی رکھا گیا ۔(۱)

تیسرا اعتراض

''آیت ﴿واذ قالوا اللّٰھمَّ اِن کان ھٰذا ھُو الحقُّ منْ عندکَ ﴾ کے متعلق تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ جنگ بدر کے بعد اور واقعۂ غدیر کے کئی سال پہلے نازل ہوئی ہے'' ۔

جواب

گویا اس شخص کا گمان ہے کہ متذکرہ روایات جو ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں، ان کی روشنی میں حارث بن نعمان فہری نے جو کچھ زبان سے ادا کیا ہے وہ پہلے کی نازل شدہ آیت کو دعائیہ شکل میں ادا کر کے غدیر کے دن بیان کیا ہے ۔ حالانکہ صورت حال اس کے برخلاف ہے، ابن تیمیہ کا گمان ہے کہ پہلے کی نازل شدہ آیتوں کا کسی مرد کی زبان سے ادا ہونا ممکن نہیں ۔ اگر حارث یا جابر نے انھیں کلمات کو زبان سے ادا کیا تو اس کا شان نزول سے تعلق کیسے قائم ہوگا ۔؟

یہ آیت چاہے بدر میں نازل ہوئی یا اُحد میں ۔ حارثؔ نے بجائے خود ان کلمات کو جوشِ الحاد میں ادا کیا ۔ ابنِ تیمیہ کی خواہش صاف جھلکتی ہے کہ وہ ایک ثابت شدہ حقیقت کو مہمل اعتراضات کی تعداد بڑھا کر باطل کرنے کی سعی کر رہا ہے ۔

چوتھا اعتراض

''یہ آیت مشرکین مکہ کی حکایت گفتار پر نازل ہوئی ہے کیوں کہ وجود پیغمبر کی وجہ سے وہاں کفار مکہ پر تو عذاب نازل نہیں ہوا کیوں کر قرآن کی روشنی میں وجود پیغمبر کی وجہ سے عذاب نازل نہیں ہوسکتا یا

۱۔ الاتقان ج ۱/ص ۶۰/(ص ۳۱/)، تاریخ الخمیس ج ۱/ص ۱۱/

اگر وہ لوگ استغفار کریں'۔

جواب

اس عناد پرست کو مشرکین مکّہ پر عذاب نازل نہ ہونے اور حارث پر عذاب ہونے میں فرق محسوس نہیں ہورہا ہے۔ بات یہ ہے کہ خداوند عالم کے افعال مصلحت وحکمت پر مبنی ہوتے ہیں اور حالات کے تحت مصلحتیں بدلتی رہتی ہیں۔ اگر کفار مکہ پر عذاب نازل کردیتا، جو ان کی صلب سے مسلمان پیدا ہونے والے تھے وہ پیدا نہ ہو پاتے اور بعثت رسولؑ کا حقیقی مقصد فوت ہو جاتا۔ حارث اپنے عناد میں ایمان کے بعد کفر کا مرتکب ہوا تھا، خداوند عالم جانتا تھا کہ اسے سعادت حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس کے صلب میں بھی کوئی مسلمان پیدا ہونے والا نہیں۔ جس طرح حضرت نوحؑ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی تھی: ولن یلدوا الّا فاجراً کفاراً (اب ان میں مسلمان پیدا نہ ہوں گے صرف کفار و بدکار ہی پیدا ہوں گے) چنانچہ خداوند عالم نے تمنائے نبوت میں ان کا رشتۂ حیات ونسل ختم کردیا۔ اس بناء پر جو لوگ ابتدائے بعثت میں امید ہدایت میں نسل میں اسلام کی توقع کی بنا پر نوازے گئے یا محرومی ہدایت کی بنا پر عذاب کا شکار ہوئے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ پہلے قسم کے لوگوں میں زیادہ تر لوگ غزوات میں مارے گئے یا دیگر بدبختیوں کا شکار ہوئے۔ اس لئے ان کی گمراہی محدود تھی۔ دوسرے قسم کے لوگ اپنی بدنہادی وگمراہی کا پرچار کررہے تھے اور فتنہ وفساد پر آمادہ تھے، اس لئے ابتدائی زمانے کے کفار ومشرکین اور آخری زمانے کے منافقین میں بہت بڑا فرق ہے، نہ اس سے ہدایت کی توقع تھی اور نہ اسلام کی امید۔

یہ صحیح ہے کہ وجود رسولؐ رحمت اور عذاب سے رکاوٹ ہے۔ لیکن اس نکتے کو بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ مکمل رحمت کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ امّت کی راہ سعادت سے نقصان دہ افراد کو برطرف کردیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرمؐ نے خدا اور رسولؐ کی طرف سے اعلان شدہ خلافت الٰہیہ کی مخالفت کے جرم میں اس کی بدنہادی کی سزا دی۔ بالکل اسی طرح جیسے رسولؐ نے غزوات میں اپنی تلوار سے ظالموں کا قلع قمع کیا۔ یا آپ کا تمسخر اڑانے والوں اور ٹھٹھہ مارنے پر بددعا کی۔

صحیح مسلم و بخاری میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ جب قریش رسول اکرمؐ کی مخالفت پر کمربستہ

ہو گئے تو آپ نے بددعا فرمائی: ''خدایا! ان پر زمانۂ یوسفؑ کی طرح غلہ کا عذاب نازل فرما''۔ رسولؐ کی بددعا سے ایسا قحط پڑا کہ ان کا تمام غلہ ختم ہو گیا۔ بھوک نے ان کا تیا پانچہ کر دیا اور وہ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ بھوک سے ان کی آنکھوں میں دھویں اڑنے لگے، یہی مطلب ہے: یوم تاتی السماء بدخان مبین (جس دن آسمان صریح سے دھواں لئے ہوئے آیا)۔(۱)

تفسیر رازی میں ہے کہ مکے والوں نے رسول کو جھٹلایا تو آپ نے بددعا فرمائی کہ ان پر زمانۂ یوسف کی طرح قحط نازل فرما۔ نتیجے میں بارش رک گئی، نباتات، کی روئیدگی ختم ہو گئی، بھوک کی شدت سے ہڈیاں اور کتوں کے مردار کھانے لگے، ان کی آنکھوں میں ساری فضا دھواں دھواں تھی۔(۲) یہی بات ابن عباس، مقاتل، مجاہد، ابن مسعود، فرّا اور زجاج نے کہی ہے۔ ابن اثیر نے نہایہ میں اور سیوطی نے بحوالہ بیہقی و ابونعیم یہی بات نقل کی ہے۔(۳)

کامل ابن اثیر میں ہے کہ ابوزمعہ، اسود بن مطلب اور اس کے ساتھی رسول خداؐ کو آنکھ مار کے مضحکہ اڑاتے تھے۔ آپ نے بددعا فرمائی۔ ابوزمعہ درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ جبرئیل نے پتوں کی ایسی ضرب لگائی کی وہ اندھا ہو گیا۔ اسی میں ہے کہ مالک بن طلالہ کے لئے رسولؐ نے نفرین فرمائی تو وہ کھال پھٹنے کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔(۴)

استیعاب عبدالبر میں ہے کہ رسول خدا دائیں بائیں اپنے شانوں کو جھکاتے ہوئے راستہ چلتے تھے۔ حکم بن العاص آپؐ کی نقل کرتا تھا۔ ایک دن رسول خدا متوجہ ہوئے اور بددعا کی۔ ''ایسا ہی ہو جا''۔ اس کے بعد حکم، کپکپی اور اختلاج کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔(۵) عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت

۱۔صحیح مسلم ج۲/ص۴۶۸/(ج۵/ص۳۴۲/حدیث ۳۹ کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار) صحیح بخاری ج۲/ص۱۲۵/(ج۴/ص۱۷۳۰/حدیث۴۴۱۶)

۲۔التفسیر الکبیر ج۷/ص۴۶۷/(ج۲۷/ص۲۴۲/)

۳۔النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ج۳/ص۱۲۴/(ج۳/ص۲۹۳/)؛ الخصائص الکبریٰ ج۱/ص۲۵۷/(ج۱/ص۲۴۶/)

۴۔الکامل فی التاریخ ج۲/ص۲۷/(ج۱/ص۴۹۵/)

۵۔الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصابۃ ج۱/ص۳۱۸/(القسم الاول ص۳۵۹/نمبر۵۲۹)

نے عبدالرحمٰن بن حکم کی مذمت میں کہا :

انّ اللعین ابوک فارم عظامه ....

''بے شک تیرا باپ ملعون ہے۔اس کی ہڈیاں پھینک دے(اس سے اپنے کو منسوب نہ کر) اگر تو نے اسے پھینک دیا تو گویا مرگی کا مارا یا دیوانہ ہے۔اس کا پیٹ تقویٰ سے عاری اور خباثت عمل سے بھر پور ہے''۔

ابن اثیر نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی روایت نقل کی ہے کہ مروان کا باپ حکم اکثر رسول خدا کے پس پشت بیٹھتا، جب رسولؐ بات کرتے تو جوکروں کی طرح نقل کرتا۔آپ نے یہ حالت دیکھ کر بددعا کردی اس کے بعد مرتے دم تک وہ اسی مکروہ صورت حال سے دوچار رہا،اختلاج ورعشہ ہوا۔اس سے افاقہ ہوا تو مرگی نے آدبوچا،اس سے پیچھا چھوٹا تو پھر مرگی نے دھرلیا۔(۱)

ابن حجر نے اصابہ،بیہقی نے دلائل اور سیوطی نے خصائص میں یہی بات لکھی ہے۔(۲) بیہقی نے مالک بن دینار اور انھوں نے ہند سے روایت کی ہے کہ حکم رسول خداؐ کی انگلیوں کی حرکت کا تمسخر کرتا ۔ایک دن رسولؐ نے متوجہ ہوکر بددعا کردی۔(۳)

خصائص کبریٰ اور اصابہ میں ہے پیغمبرؐ نے حارث بن ابی حارثہ سے اس کی بیٹی کا پیغام دیا۔اس نے بہانہ بنایا کہ میری بیٹی خطرناک بیماری میں مبتلا ہے۔حالانکہ ایسا نہ تھا جب وہ گھر پہونچا تو دیکھا کہ اس کی بیٹی مبروص ہوچکی ہے۔(۴)

ابولہب کے بیٹے لہب نے رسول خداؐ کو گالی دی،آپ نے بددعا فرمائی: خدایا! اس پر اپنا کوئی کتا مسلط فرمادے،کہتے ہیں کہ شام اپنا تجارتی مال بھیجتے ہوئے ابولہب نے غلاموں سے لہب کے متعلق خصوصی تاکید کی کہ ہمیشہ لہب کی نگرانی کریں کیوں کہ مجھے رسولؐ کی بددعا سے ڈر لگتا ہے۔غلاموں نے ہر

۱۔النہایۃ فی غریب الحدیث ج۱ص۳۴۵(ج۲ص۶۰)

۲۔الاصابہ ج۱ص۳۴۵؛ دلائل النبوۃ(ج۶ص۲۳۹)؛الخصائص الکبریٰ ج۲ص۷۹(ج۲ص۱۳۲)

۳۔دلائل النبوۃ(ج۶ص۲۴۰)

۴۔الخصائص الکبریٰ ج۲ص۷۹(ج۲ص۱۳۳)الاصابۃ ج۱ص۲۷۶

منزل پر لہب کو دیوار کی طرف سلا کر کپڑوں سے چھپانے کا طریقہ اپنایا۔ عرصے تک نگرانی کا یہی طریقہ رہا، ایک رات کسی درندے نے آ کر بھنبھوڑ ڈالا۔ (۱)

بیہقی کی روایت میں عتبہ بن ابولہب کے متعلق اسی واقعہ کی نشان دہی ہے۔ ایک منزل پر شیر جمعیت کے گرد چکر لگانے لگا، پھر عتبہ پر جھپٹ کر حملہ آور ہوا اور دانتوں سے بھنبھوڑ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ (۲) ابونعیم کے یہاں اس روایت کے ذیل میں حسانؔ کے یہ شعر بھی منقول ہیں:

ترجمہ: ''اولاد اشقر سے مل کر دریافت کرو کہ ابو واسع کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ خدا اس کی قبر کشادہ کرنے کے بجائے تنگ کر دے جس نے رسول کی قرابت قطع کی۔ باعظمت اور متواردعوتِ رسولؐ کی حرم خدا میں تکذیب کی اور مستوجب نفرین ہوا۔ سب نے دیکھا کہ سوتے میں خدا نے اس پر اپنا کتا مسلط فرمایا اور وہ کتا دھوکے سے آتا جاتا رہا، پھر درمیان میں آ کر اس کی کھوپڑی پر حملہ آور ہوا اور بھوکے آدمی کی طرح اس کو لاش کا ڈھیر بنا دیا''۔ (۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ دیوان حسانؔ میں صرف پہلا ہی شعر ہے اس کے بعد یہ تین شعر ہیں:

''جس وقت ابولہب کا بیٹا لوگوں کو بلا رہا تھا، اپنے حسب نسب اور جماعت کا واسطہ دے رہا تھا، شیر نے دانتوں سے دبوچ کر خون میں لت پت زمین پر ڈال دیا۔ خدائے رحمٰن گرنے والے کو بلند نہ کرے اور شیر کی قوّت ختم نہ کرے جس نے ایک کافر کو ڈھیر کر دیا''۔

ابونعیم میں ہے کہ رسول خداؐ نے ''والنجم اذا ھویٰ'' تلاوت فرمائی۔ عتبہ چلّایا: میں رب نجم سے کافر ہوں۔ رسولؐ نے بددعا فرمائی کہ خدا تجھ پر اپنا کتا مسلط فرما دے۔ (۴)

قارئین کو اس بات کی طرف بھی متوجہ ہو جانا چاہئے کہ وجود رسولؐ کی برکت سے عذاب نہ آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کلیۃً کسی حال میں بھی عذاب نہ آئے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فی الجملہ عذاب

۱۔ الخصائص الکبریٰ ج۱ص/۱۴۷ (ج۱ص/۲۴۴)، دلائل النبوۃ (ج۲ص/۳۳۸)

۲۔ النہایۃ فی غریب الحدیث ج۳ص/۲۱ (ج۳ص/۹۱)؛ دلائل النبوۃ (ج۲ص/۳۳۹)

۳۔ دلائل النبوۃ (ص/۵۸۵ حدیث ۳۸۰؛ دیوان حسان (۱۳۵/)

۴۔ دلائل النبوۃ ص/۵۸۸ حدیث ۳۸۳)

نہ آئے گا اور عمومی مصلحت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ بدن کا جو حصہ خراب ہو جائے اسے چھانٹ کر الگ کر دیا جائے تا کہ دوسرے حصوں کی حفاظت ہو سکے۔ لیکن جس بیماری سے دوسرے حصوں پر اثر پڑنے کا اندیشہ نہ ہو، یا علاج سے اچھا ہونے کی امید ہو تو اسے قطع نہیں کیا جاتا۔ خداوند عالم نے قریش کو دھمکی دی کہ اگر اسلام سے منہ موڑنے کا اپنا رویہ جاری رکھا تو قوم ثمود و عاد کے صاعقہ عذاب کی طرح تم پر بھی بجلی گرے گی۔ ''فان اعرضوا فقل انذرتکم'' چونکہ اس میں سب کے منہ موڑنے کی بات تھی لیکن ان میں سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اس لئے ان پر عذاب نازل نہیں ہوا۔ اگر سبھی نے منہ موڑ لیا ہوتا تو یقیناً وعدۂ خداوندی کے مطابق عذاب سب لوگوں پر نازل ہوتا۔ اگر وجود رسول کلیۃً مانع عذاب ہوتا تو یہ تہدید آیت کا تیور نہ ہوتا اور ایک بھی عذاب میں گرفتار نہ ہوتا، نہ غزوات ہی میں قتل ہوتا ۔کیوں کہ یہ سب عذاب ہی کی قسمیں ہیں... خدا کی پناہ!۔

پانچواں اعتراض

''اگر حارث کا واقعہ صحیح ہوتا تو اس پر مستقل آیت نازل ہوتی، جیسے اصحاب کے لئے سورہ نازل ہوا ،اور لوگوں نے اپنے رشحات پیش کئے ہوتے، ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ مصنفین اور ارباب مسانید وصحاح نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی ہے، سیرت و تاریخ کی کتابوں میں اس پر کچھ بھی نہیں لکھا گیا۔ اس لئے یہ واقعہ جھوٹا اور من گڑھت ہے''۔

جواب

اس واقعہ کو انفرادی قرار دے کر اصحاب فیل کے تحت بیان کرنا بڑی لچر بات ہے۔ کیونکہ حارث کا واقعہ بعض وجوہ کی بنا پر عمومی توجہ و شہرت نہ پا سکا۔ پھر یہ کہ جو لوگ اس کے گواہ تھے وہ اس کو شہرت دینا بھی نہیں چاہتے تھے کیوں کہ اس سے اصل موضوع یعنی ولایت علی کو تقویت ملتی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ واقعہ دب جائے۔ کہیں بیان بھی کرتے تو اشتباہ پیدا کرنے کی سعی کی جاتی تھی۔

حادثۂ فیل ایک اہم و عظیم واقعہ اور معجزۂ رسول اعظمؐ تھا۔ جس میں بہت سے لوگ ہلاکت کا شکار

ہوئے اسی وجہ سے اس کو عمومی شہرت حاصل ہوئی۔قوم ابرہہ کے مکر سے بچ گئی اور کعبہ جو مظہر عبودیت اور زیارت گاہ خلائق ہے، صحیح وسالم رہ گیا۔اس بنا پر دونوں کے مقاصد بھی الگ الگ تھے ان دونوں کو ایک معیار پر پرکھنا صریحی دھاندلی ہے۔اسی طرح معجزات نبی میں واضح فرق ہے بعض صرف خبر آحاد پر مان لئے گئے ہیں بعض حدّ تواتر تک پہونچ گئے اور بعض تو بغیر سند کے متفقہ طور پر تسلیم کر لئے گئے ہیں یہ اختلاف ان کی عظمت واہمیت وشرائط ومتعلقات کی حیثیت سے خود ان معجزوں سے مربوط ہیں۔

ابن تیمیہ کا یہ دعویٰ کہ مصنفین نے اس واقعہ کو نظر انداز کیا ہے، دوسری دھاندلی ہے۔گزشتہ صفحات میں عظیم دانشوروں، بلند پایہ محدثوں اور معتبر مورخوں کی تحقیقات پیش کی گئی ہیں۔اب اس منحوس نے جو مجہول سند کی بات کہی ہے۔ہم نہیں جانتے کہ کون ہیں اور کیا ہیں کیوں کہ اس سلسلے کی روایات بزرگ صحابی حذیفہ سے مروی ہیں۔حدیث وتفسیر کے امام سفیان بن عینیہ نے نقل کیا ہے۔ابن تیمیہ کے دعوے کے برخلاف مشہور ترین وثقہ ہیں۔ان دونوں کی شخصیت کو حفاظ ومحدثین نے سراہا اور موثق سمجھا ہے کوئی بھی ان کی عظمت کا منکر نہیں۔یہ عظیم محدثین بے اصل باتوں کی اپنی کتابوں میں کبھی جگہ نہ دیتے۔ اندھے پن میں سند کو مجہول بتا کر اصل واقعہ سے انکار کرنا ابن تیمیہ کی انتہائی عناد پرستی ہے۔

چھٹا اعتراض

''اس حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ حارث اسلام کے مبادی پنجگانہ کا اقرار کرتا تھا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی بھی مسلمان عہد نبوی میں عذاب کا شکار نہیں ہوا''۔

جواب

یہ حدیث جس طرح حارث کا اسلام ثابت کر رہی ہے اسی طرح مرتدین کا اسلام ثابت کر رہی ہے مرتدین بھی ارشادات پیغمبر کی تردید کرتے تھے، احکامات خداوندی میں شک کرتے تھے۔بنابریں حارث پر حالت اسلام میں نہیں بلکہ حالت کفر میں عذاب آیا تھا۔اس کے علاوہ اکثر مسلمان رسولؐ سے گستاخی کے جرم میں عذاب کا شکار ہوئے جیسے جمرہ عذاب کا شکار ہوئی۔صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ

ایک شخص رسول اکرمؐ کے ساتھ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپؐ نے اسے داہنے ہاتھ سے کھانے کی تاکید فرمائی۔ اس نے کہا: داہنے ہاتھ سے کھانے کی صلاحیت نہیں (حالانکہ طاقت وصلاحیت تھی) آپؐ نے فرمایا: ''تجھے طاقت نہیں رہے گی''۔ پھر وہ عمر بھر منھ تک اپنا ہاتھ نہ لے جاسکا۔ (۱)

صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہؐ ایک بدو کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ رسولوں کا طریقہ تھا کہ فرمایا کرتے تھے کوئی ہرج نہیں ہے یہ بڑی طہارت ہے۔ یہاں بھی فرمایا۔ اس نے جھلا ہٹ میں کہا: یہ طہارت نہیں بلکہ بڈھے کو بخار نے قبر تک پہونچا دیا ہے۔ رسول نے فرمایا جیسا سمجھ رہے ہو ایسا ہی ہوگا نتیجے میں وہ شام تک مر گیا۔ (۲)

ماردی کی اعلام النبوۃ میں ہے کہ ایک شخص کو آپ نے بالوں سے کھیلنے سے منع فرمایا تھا۔ وہ حالت نماز میں بالوں سے کھیل رہا تھا۔ آپ نے بددعا کی: خدا تیرے بالوں کا ستیاناس کرے،، وہ اسی وقت گنجا ہو گیا۔ (۳)

ساتواں اعتراض

''حارث بن نعمان درمیان صحابہ مشہور نہیں ہے ابن عبدالبر، ابن مندہ، ابونعیم اور ابوموسیٰ جیسے محدثین نے بھی صحابہ کے نام میں اس کی نشاندہی نہیں کی ہے۔ بنابریں ایسے شخص کا وجود ہمارے نزدیک تحقیقی کیسے ہوسکتا ہے''۔

جواب

صحابہ کے اسماء وحالات پر مشتمل کتابوں میں سب کے ناموں کا احاطہ نہیں کرلیا گیا ہے، بلکہ ہر مولف نے اپنی معلومات بھر صحابہ کے ناموں کی نشاندہی کی ہے۔ دوسرے مولف نے آ کر اس میں مزید

۱۔ صحیح مسلم (ج۴/ص۲۵۹/ حدیث ۱۰۷ کتاب الاشربۃ

۲۔ صحیح بخاری ج۵/ص۲۲۷ (ج/ص۱۳۲۴/ حدیث ۳۴۲۰)

۳۔ اعلام النبوۃ ص۸۱/ (ص۱۳۴)

اضافہ کیا۔اس سلسلے میں جامع ترین کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ ہے جسے ابن حجر عسقلانی نے ترتیب دیا ہے ۔انھوں نے آغاز کتاب میں خود ہی وضاحت کر دی ہے کہ بلاشبہ شریف ترین علم حدیث نبوی کی واقفیت ہے،اوران کے اہم ترین موضوعات میں صحابہ کی معرفت اور بعد کے لوگوں سے ان کا امتیاز ہے(۱) اکثر حفاظ نے اپنی تالیفات میں مقدور بھر صحابہ و تابعین کے اسماء کا احاطہ کیا ہے۔میری اطلاع میں سب سے پہلی کتاب ابوعبداللہ بخاری کی ہے جو اس موضوع پر مستقل ہے اور ابوالقاسم بغوی وغیرہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ان کے بعد طبقۂ مشائخ نے اسماء صحابہ کی احاطہ بندی کی ہے جیسے خلیفہ بن خیاط ،محمد بن سعید، یعقوب بن سفیان ،ابوخیثمہ ان کے بعد کی تصانیف میں ابوالقاسم بغوی،ابوداؤد،عبدان،ان کے بعد ابن سکن ،ابن شاہین ،ابومنصور ماوردی اور ابن حبان جیسے لوگ ابھرے اور طبرانی کی معجم الکبیر جیسی کتاب سامنے آئی۔بعد میں ابونعیم اور عبدالبر کی استیعاب نامی کتاب جس میں ان کے گمان کے مطابق قبل کے تمام کتابوں سے اسماء کی احاطہ بندی کر لی گئی ہے۔اس کے باوجود زیادہ تر صحابہ کے اسماء چھوٹ گئے ہیں۔

بنابریں ابوبکر بن فتحون نے تکمیل کتاب کے سلسلے میں جامع ترین تالیف پیش کی۔وہ بھی نامکمل سمجھی گئی تو کچھ لوگوں نے اس کا تتمہ تالیف کیا۔اس زمانے تک تمام اسماء صحابہ کا احاطہ نہیں کیا جاسکا تھا کہ ساتویں صدی آگئی۔ابن اثیر نے اسدالغابہ کے نام سے جامع تالیف پیش کی اور قبل کے تمام ناموں کی احاطہ بندی کی سعی کے باوجود صحابہ و تابعین کے ناموں کو محفوظ کر دیا۔متقدمین میں اکثر تسامحات کی تنقیح نہ کر سکے۔ان کے بعد ذہبی نے اضافہ وصحت کا بیڑا اٹھایا تھا۔انھیں کے مطابق اکثر نام نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی تالیف کی ضرورت تھی،اس کے باوجود اسماء صحابہ کے دسویں حصے کا بھی اضافہ نہ ہوسکا۔

ابوذرعہ کے مطابق وفات نبیؐ کے وقت صحابہ وصحابیات ایک لاکھ تھے،ان ایک لاکھ سے زیادہ افراد کو دیکھئے اور استیعاب کے تین ہزار پانچ سو افراد کو دیکھئے۔ابن فتحون کہتے ہیں کہ میں نے حافظ ذہبی کی تحریر دیکھی ہے کہ شاید پوری تعداد آٹھ ہزار پر مشتمل ہو ورنہ کم بھی نہ ہوں گے۔

اسدالغابہ میں کل تعداد سات ہزار پانچ سو چار ہے۔ابوذرعہ کے قول کی تائید کعب بن مالک سے

۱۔الاصابۃ (ج ۱ ص ۲،۴)

قصہ تبوک سے ہوتی ہے کہ ان کے علاوہ بہت سے نام درج رجسٹر ہونے سے رہ گئے تھے۔(۱)

خطیب ثوری کا بیان نقل کرتے ہیں کہ جو لوگ علیؑ کو عثمان پر فضیلت دیتے تھے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی، ان سے رسولؐ راضی رہے۔ خلافت ابوبکر میں مرتدین سے جنگ میں بہت سے صحابہ مر گئے کچھ طاعون کا شکار ہوئے اس طرح لاتعداد صحابہ مر چکے تھے۔ ان کے نام اس لئے پردۂ خفا میں رہ گئے کہ غدیر کے موقع پر حاضر تھے۔(۲) واللہ اعلم

رسولؐ کے ساتھ حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے زیادہ افراد تھے معاجم میں اتنے افراد کا نام کہاں ہے...؟ ظاہر ہے کہ ان کا احصاء فطری اعتبار سے مشکل ہے کچھ لوگ دوسرے شہروں میں آباد تھے۔ اس وقت کوئی ایسا رجسٹر نہ تھا کہ سب کا نام لکھا جاتا۔ صرف ایسے ہی لوگوں کا نام نقل ہو سکا جن سے کوئی حادثہ وابستہ ہے ایسی حالت میں اگر حارث کا نام لکھا نہیں جا سکا تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ ممکن ہے اس کے ارتداد کی وجہ سے اس کو صحابہ کی فہرست سے نکال دیا گیا ہو۔

۱۔ صحیح بخاری (ج ۴ ص ۱۶۰۳ حدیث ۴۱۵۶)، صحیح مسلم (ج ۵ ص ۳۰۱ حدیث ۵۳ کتاب التوبۃ)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۴ ص ۲۹ نمبر ۱۶۳۲)

عید غدیر اسلام میں

واقعۂ غدیر کی ابد آثار شہرت، دلوں میں رسوخ اور قلب ونظر میں اس کا معیار ومفہوم متعین کرنے کے لئے اس دن کو تاریخی اعتبار سے عید کا دن قرار دیا گیا ہے تاکہ اس تاریخ کو دن ورات محافل واجتماعات منعقد کئے جائیں، عبادت الٰہی کے مراسم بجالائے جائیں، باہمی صلۂ رحم اور بخشش وعطا کے ذریعہ محتاجوں کی خبر گیری کی جائے، نئے اور خوشنما لباس سے اپنے کو آراستہ کیا جائے، رنگارنگ کھانے پکائے جائیں تاکہ عام لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں، نئے مظاہرات واہتمام پر ناواقف حضرات کو تجسس ہو، اس کے وجوہ واسباب پوچھیں اور واقف کار حضرات واقعۂ غدیر کی متواتر روایات نقل کریں، خطباء شعراء کی تقریروں اور نغموں کی گونج سے اس کے اسناد ایک دوسرے سے ہم آہنگ ومربوط ہوسکیں، اس طرح قوموں اور گروہوں کے درمیان عہد بہ عہد اس خبر کی تکرار ہوتی رہے۔

اس سلسلے میں دو چیزیں وضاحت طلب ہیں: ایک یہ کہ عید غدیر فقط گروہ شیعہ ہی سے مخصوص نہیں ہے، اگر چہ اس قوم کو اس سے والہانہ تعلق ہے لیکن مسلمانوں کے دوسرے طبقے بھی بالکل اسی طرح اس سے وابستہ ہیں، بیرونی نے دوسری عیدوں کے ساتھ عید غدیر کی بھی نشاندہی کی ہے جو مسلمانوں کے لئے لائق توجہ ہے۔ (۱)

مطالب السؤل ابن طلحہ میں ہے کہ روز غدیر خم کا امیر المومنینؑ نے اپنے شعر میں تذکرہ فرمایا ہے اور یہ دن اس لئے عید قرار پایا ہے کہ رسول خداؐ نے آنجناب کو ولایت کے مرتبہ عظمیٰ پر نصب فرمایا۔ اور اس طرح آپ کو تمام خلائق پر برتری عطا کی۔ (۲)

۱۔ آثار الباقیہ فی قرون الخالیہ ص ۳۳۴ ۲۔ مطالب السؤل ص ۵۳ (ص ۱۶)

آگے لکھتے ہیں کہ جو لفظ مولا کا مفہوم رسول کے لئے سمجھا جا سکتا ہے بالکل وہی مفہوم علیؑ کے لئے متعین فرمایا اور یہ مرتبہ و مقام انتہائی بلند ہے جس سے حضرت کو مخصوص فرمایا، اسی وجہ سے اس دن کو دوستوں کے لئے سرور و شادمانی کا دن قرار دیا۔(۱)

یہ جملہ بجائے خود مسلمانوں کے لئے مشترکہ عید کی نشاندہی کرتا ہے خواہ (ان کے دوستوں) کی ضمیر پیغمبر اسلامؐ کی طرف پھیری جائے خواہ علیؑ کی طرف..... اگر پیغمبر کی طرف پھیری جائے تو مطلب واضح ہے اور اگر علیؑ کی طرف پھیری جائے تب بھی مقصود حاصل ہے۔ کیوں کہ تمام مسلمان علیؑ کو اس لئے دوست رکھتے ہیں کہ وہ پیغمبر کے بلافصل خلیفہ ہیں۔ مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو حضرت علیؑ سے عداوت و دشمنی رکھتا ہو۔ صرف معمولی تعداد خوارج کی ٹولی ہے جو دین اسلام سے خارج ہے۔

اس سبق آموز عید کے متعلق کتب تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ تمام مشرق و مغرب کے ممالک مصر ، مغربی افریقہ اور عراق وغیرہ کے مسلمان صدر اوّل سے متفقہ طور پر اس کو مناتے چلے آئے ہیں۔ اس دن سے متعلق خصوصی اہتمام، نماز و دعا، بزم خطابت اور بزم مقاصدہ وغیرہ کا معمول متعلقہ کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہے۔ وفیات الاعیان میں اس عید کا متعدد جگہ تذکرہ ہے۔(۲) مثلاً مستعلی بن مستنصر کے حالات میں ہے: بروز عید غدیر خم بتاریخ ۱۸/ذی الحجہ ۴۸۷ھ میں موصوف کی بیعت واقع ہوئی۔ مستنصر باللہ کے حالات زندگی میں لکھتا ہے کہ ان کی وفات شب جمعہ ۱۸/ذی الحجہ ۴۸۷ھ میں ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اٹھارہ ذی الحجہ کی شب وہی شب غدیر ہے۔ غدیر خم سے مخصوص۔ اکثر لوگ اس مقام سے متعلق استفسار کرتے ہیں۔ وہ جگہ مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے جہاں پانی کا چشمہ بھی ہے۔ رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے اس جگہ پہونچے تو حضرت علیؑ کو بھائی بناتے ہوئے فرمایا: علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ خدایا! اس کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ۔ جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر، جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے۔

۱۔ مطالب السئوول ص/۵۶

۲۔ وفیات الاعیان ج/۱ ص ۶۰۳، ج/۲ ص/۲۲۳ (ج/۱ ص ۸۰۳ نمبر ۷۴، ج/۵ ص/۲۳۰ نمبر ۷۲۸)

اس دن سے شیعوں کا بڑا گہرا تعلق ہے۔

حازمی کہتا ہے: یہ جگہ جحفہ کے نزدیک مکہ و مدینہ کی درمیانی وادی میں واقع ہے، اس وادی میں رسول خداؐ نے عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا تھا، یہ جگہ شدید گرمی کے لئے مشہور ہے۔ ابن خلکان نے بھی اس دن کے شیعوں سے والہانہ تعلق کا تذکرہ کیا ہے۔ مسعودی نے بھی تنبیہ والاشراف میں حدیث غدیر کا تذکرہ کر کے کہا ہے کہ اس دن کو شیعہ بڑی اہمیت دیتے ہیں۔(۱) اسی طرح ثعالبی نے ثمار القلوب میں کہا ہے کہ شب غدیر مسلمان قوم میں مشہور ہے۔ اس عید کے موقع پر رسولؐ نے پالان شتر کے منبر پر من کنت مولاہ کی حدیث فرمائی تھی۔ اس رات کی شیعوں کے یہاں بڑی اہمیت ہے۔(۲)

شب عید غدیر کی شہرت اور مبارک عید کی عظمت اعتقاد سے آگے بڑھ کے ادب کی فنی قدروں میں جگہ بنا چکی ہے۔ تشبیہات واستعارات میں اس کو برابر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

تمیم بن معز (م ۳۷۴ھ) ایک قصیدے میں کہتا ہے:

تروح علینا باحداقھا حسان حکتھن من نشرھنہ

نواعم لا یستطعن النھوض اذا قمن من ثقل اردافھم

حسنّ کحسن لیالی الغدیر وجئبن بھجۃ ایامھنہ (۳)

اس عید کی نشاندہی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخین اور امہات المومنین کے ساتھ تمام صحابہ نے رسول خداؐ کے حکم سے علیؑ کو مبارکباد پیش کی تھی۔ ہم اس کی تفصیل آگے بیان کریں گے۔

دوسری بات جس دن سے رسول خداؐ نے علیؑ کی خلافت کبریٰ کا اعلان فرمایا اور بروز غدیر ان کی دینی ودنیوی شہنشاہیت مسلم ہوئی اسی دن سے برابر اور متواتر اس دن کو عظمت واہمیت دی جاتی رہی اور اس دن سے زیادہ کون سا دن اہمیت کا حامل ہوسکتا ہے، اس دن سرچشمۂ فیضان انوار الٰہی کی نشان دہی ہوئی، دین میں خواہشات کا قلع قمع ہوا۔ جہالت واوہام کی نفی ہوئی۔

۱۔ التنبیہ والاشراف ص ر۲۲۱ (ص ر۲۲۲۔۲۲۱ ذکر ۶ھ)　۲۔ ثمار القلوب ص ر۵۱۱ (ص ر۶۳۶ نمبر ۱۰۶۸)

۳۔ دمیۃ القصر وعصرۃ اہل العصر ص ر۳۸ (ج ر ص ر۱۱۳۔۱۱۱)

اس دن سے زیادہ وقیع اور کون سا دن ہوگا کہ سنن وآداب شریعت کا اظہار واعلان ہوا اور شاہراہ ہدایت نمایاں ہوئی، اسی دن تکمیل دین واتمام نعمت کا قرآن نے بلند آہنگ اعلان فرمادیا۔

جس دن بادشاہ تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوتا ہے اس دن کو لوگ مسرت وشادمانی کا دن قرار دیتے ہیں۔ چراغاں ہوتا ہے، جشن منائے جاتے ہیں اور گروہ در گروہ بزم مسرت سجا کے خوشیوں کا ااظہار کرتے ہیں۔ خطباء ادباء اور شعراء قصائد کے انبار لگا دیتے ہیں۔ یہ روش ہر قوم میں جاری رہتی ہے، اس قاعدے کی بنا پر جس دن سلطنت اسلامی دین کی ولایت عظمیٰ سے وقیع شخصیت کے نام وحی ترجمان کی زبانی بہرہ مند ہوئی اس دن کو بدرجۂ اولیٰ عید قرار دینا چاہئے، دل کھول کر اظہار مسرت کرنا چاہئے۔ ایسے مسرتوں سے بھرپور موقع پر اہتمام مسرّت تقرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے نماز روزہ ودعا وغیرہ میں دن بسر کرنا چاہئے۔ اسی لئے رسول خداؐ نے حاضرین مجمع کو جن میں ابوبکر وعمر، بزرگان قریش وانصار نیز ازواج رسولؐ حاضر تھے، حکم دیا کہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر انھیں ولایت کبریٰ کے منصب پر فائز ہونے کی خوشی میں مبارکباد کا نذرانہ پیش کریں۔

حدیث تہنیت

طبری نے کتاب الولایۃ میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے جس کا اکثر حصہ گزشتہ صفحات میں نقل کیا جا چکا ہے اس کے آخر میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ''لوگو! میں جو کچھ زبان سے ادا کر رہا ہوں اسے دہراؤ اور کہو: ہم دل سے عہد کرتے ہیں اور زبان سے اس میثاق کا اقرار کرتے ہیں اور ہاتھوں سے بیعت کرتے ہیں اور اسے اپنے اولاد اور عیال کو ودیعت کرنے کا عزم کرتے ہیں۔ آپ ہم پر گواہ اور خداوند عالم ہمارا اکمل گواہ ہے، ہم اس کا بدل نہیں چاہتے۔ اس کے بعد علیؑ کو امیر المومنین کہہ کے سلام کرو اور کہو کہ تمام تعریفیں خدا کے لئے مخصوص ہیں جس نے اس بات کی طرف ہماری ہدایت کی اور اگر خدا ہماری ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ اور خداوند عالم ہر آواز اور نفس کی خیانت سے واقف ہے، اب جو عہد توڑے گا اس کا وبال اسی پر آئے گا اور جو اس عہد کو وفا کرے گا تو خدا اجر عظیم سے

نوازے گا۔ وہی کہو جس سے خدا تم سے خوش ہو اگر انکار کرو گے تو خدا مستغنی ہے''۔

زید بن ارقم کا بیان ہے کہ یہ سن کر لوگ یہ کہتے ہوئے جھپٹے کہ ہاں ہم نے سنا اور حکم خدا کی دل سے اطاعت کی، سب سے پہلے رسولؐ اور علیؑ سے مصافحہ کرنے والوں میں ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ وزبیر تھے۔ پھر مہاجرین وانصار اور دوسرے لوگوں نے بیعت کی۔ یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ ظہر وعصر ایک ساتھ ادا کی گئی۔ پھر سلسلہ طویل ہوا اور نماز مغرب وعشاء ایک ساتھ ادا کی گئی، بیعت ومصافحہ کی دھوم تین دن تک رہی۔

قاہرہ کے مولف احمد بن محمد طبری معروف بہ خلیلی نے کتاب مناقب علی بن ابی طالبؑ میں شیخ محمد بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن کے طریق سے لکھا ہے: ''لوگ جھپٹ کر بیعت کرنے لگے، کہتے جاتے تھے کہ ہم نے سنا اور حکم خدا ورسول کی دل، جان اور زبان اور تمام اعضاء سے اطاعت کی اور علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سب سے پہلے رسول خدا سے مصافحہ (علیؑ کا نام روایت طبری سے ساقط کر دیا ہے) کرنے والے عمر، طلحہ، زبیر اور بقیہ تمام مہاجرین وانصار تھے۔ اس کی وجہ سے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کی گئی۔ تین روز اس کا تانتا نہیں ٹوٹا جب بھی لوگ موج در موج امنڈتے رسول خدا فرماتے: ''**الحمد لله الذی فضلنا علی جمیع العالمین**'' (تمام تعریف خدا سے مخصوص ہے جس نے ہمیں تمام عالمین پر فضیلت عطا کی) یہ مصافحہ اور بیعت کی رسم اسی کے بعد جاری ہوئی۔ اب تو غیر مستحق کے لئے بھی اس کو برتا جانے لگا۔

کتاب نشر والطی میں ہے: لوگ ہاں ہاں کہتے ہوئے لپکے، چلاتے جاتے تھے: ہم نے حکم خدا ورسولؐ کی اطاعت کی۔ رسول خداؐ اور علیؑ پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ اس کے بعد متذکرہ تفصیل ہے۔

مولوی ولی اللہ لکھنوی مرآۃ المومنین میں حدیث غدیر کی تفصیل کے بعد لکھتے ہیں: ''اس وقت عمر نے ملاقات کی اور کہا مبارک ہو اے ابوطالب کے فرزند! آپ ہمارے اور تمام مومن ومومنہ کے مولا ہو گئے۔ اسی طرح ہر صحابی نے تہنیت پیش کی''۔ (۱)

۱۔ مرآۃ المومنین (ص ۴۱)

مورخ حافظ شاہ روضۃ الصفاء میں حدیث غدیر کی تفصیل کے بعد لکھتے ہیں: ''اس کے بعد رسولؐ خدا نے ایک خیمہ برپا کرایا جس میں خود جلوہ افروز ہوئے دوسرا خیمہ علیؑ کے لئے برپا کرایا اور تمام لوگوں کو حکم دیا کہ علیؑ کے خیمے میں جا کر مبارک باد پیش کریں۔ سب لوگ مبارکباد دے چکے تو امہات المومنین کو حکم دیا کہ تہنیت پیش کریں۔ ان کے بعد صحابہ نے جن میں حضرت عمر بھی تھے۔ مبارک باد پیش کی'' (۱)

مورّخ غیاث الدین نے حبیب السیر میں یہی تفصیل نقل کی ہے۔ (۲) خاص طور سے شیخین کی تہنیت کو جن ائمہ حدیث و تفسیر و تاریخ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے ان کا احاطہ آسان نہیں ہے۔ ان کا سلسلہ اسناد ابن عباس ابو ہریرہ، براء بن عازب اور زید بن ارقم تک پہونچتا ہے مندرجہ ذیل علماء نے اس کی روایت کی ہے:

۱۔ حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن شیبہ نے براء بن عازب سے۔ (۳)

۲۔ حافظ ابو العباس شیبانی

۳۔ امام احمد بن حنبل مسند میں۔ (۴)

۴۔ حافظ ابو یعلی موصلی مسند میں

۵۔ حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری تفسیر میں۔ (۵)

۶۔ حافظ احمد بن عقدہ کتاب الولایۃ میں

۷۔ حافظ ابو عبد اللہ مرزبانی سرقات الشعر میں

۸۔ حافظ علی بن عمر دارقطنی۔ (۶)

۹۔ حافظ بن بطہ کتاب ابانہ میں

۱۰۔ قاضی ابو بکر باقلانی۔ (۷)

۱۱۔ حافظ خرگوشی شرف المصطفیٰ میں

۱۲۔ حافظ ابن مردویہ تفسیر میں

۱۳۔ ابو اسحاق ثعلبی۔ (۸)

۱۴۔ حافظ بن سمان رازی۔ (۹)

۱۵۔ حافظ ابو بکر بیہقی۔ (۱۰)

۱۔ روضۃ الصفاج ۱/ص ۱۷۳ (ج ۲/ص ۵۴۱۳)

۲۔ حبیب السیر ج ۱/ص ۱۴۴ (ج ۱/ص ۴۱۱)

۳۔ المصنف (ج ۱۲/ص ۷۸/حدیث ۱۲۱۶۷)

۴۔ مسند احمد بن حنبل ج ۴/ص ۲۸۱ (ج ۵/ص ۳۵۵/حدیث ۱۸۰۱۱)

۵۔ جامع البیان ج ۳/ص ۴۲۸

۶۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۶ (ص ۴۴)

۷۔ تمہید فی اصول الدین ص ۱۷۱

۸۔ الکشف والبیان تفسیر آیۃ ۶۷ سورۂ مائدہ

۹۔ الریاض النضرۃ ج ۲/ص ۱۶۹ (ج ۳/ص ۱۱۳)

۱۰۔ الفصول المہمہ ص ۲۵ (ص ۴۰)، نظم درر السمطین (ص ۱۰۹)

۱۶۔خطیب بغدادی
۱۷۔فقیہ مغازلی شافعی مناقب میں۔(۱)
۱۸۔ابو محمد احمد عاصمی زین الفتیٰ میں
۱۹۔حافظ ابو سعد سمعانی فضائل الصحابہ میں
۲۰۔حجۃ الاسلام غزالی۔(۲)
۲۱۔علامہ شہرستانی الملل والنحل میں۔(۳)
۲۲۔اخطب الخطباء خوارزمی۔(۴)
۲۳۔ابو الفرج ابن جوزی مناقب میں
۲۴۔فخر الدین رازی تفسیر میں۔(۵)
۲۵۔مجد الدین ابن اثیر شیبانی نہایہ میں۔(۶)
۲۶۔نطنزی خصائص میں
۲۷۔عز الدین بن اثیر شیبانی۔(۷)
۲۸۔گنجی شافعی کفایۃ الطالب میں۔(۸)
۲۹۔سبط ابن جوزی تذکرۃ الخواص میں۔(۹)
۳۰۔عمر بن محمد الملا۔(۱۰)
۳۱۔حافظ محب الدین طبری۔(۱۱)
۳۲۔حموینی فرائد السمطین میں۔(۱۲)
۳۳۔نظام الدین قمی
۳۴۔ولی الدین خطیب۔(۱۳)
۳۵۔جمال الدین زرندی۔(۱۴)
۳۶۔ابو الفدا ابن کثیر شامی۔(۱۵)
۳۷۔تقی الدین مقریزی خطط میں۔(۱۶)

---

(۱) مناقب ابن مغازلی (ص/۱۸ حدیث ۲۴) ص/۲۳۲،۲۳۳
(۲) سرّ العالمین ص/۹ (ص/۲۱)
(۳) الملل والنحل مطبوع برحاشیہ الفصل ج/۱ص/۲۲۰ (ج/۱ص/۱۴۵)
(۴) مناقب خوارزمی ص/۹۴ (فصل ۱۴)
(۵) التفسیر الکبیر ج/۳ص/۶۳۶ (ج/۱۲ص/۴۹)
(۶) النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ج/۴ص/۲۴۶ (ج/۵ص/۲۲۸)
(۷) اسد الغابۃ (ج/۴ص/۱۰۸ نمبر ۳۷۸۳)
(۸) کفایۃ الطالب ص/۱۶ (ص/۶۲)
(۹) تذکرۃ الخواص ص/۱۸ (ص/۲۹)
(۱۰) وسیلۃ المتعبدین (ج/۵ص/۱۶۲)
(۱۱) الریاض النضرۃ ج/۲ص/۱۶۹ (ج/۳ص/۱۱۳)، ذخائر العقبیٰ ص/۶۷
(۱۲) فرائد السمطین (ج/۱ص/۷۷ حدیث ۴۴ باب ۱۳)
(۱۳) مشکاۃ المصابیح ص/۵۵۷ (ج/۳ص/۳۶۰ حدیث ۶۱۰۳)
(۱۴) نظم درر السمطین (ص/۱۰۹)
(۱۵) البدایۃ والنہایۃ ج/۵ص/۲۱۰۔۲۰۹ (ج/۵ص/۲۲۹،۲۳۲)
(۱۶) الخطط ج/۲ص/۲۲۳ (ج/۱ص/۳۸۸)

۳۸۔ابن صباغ مالکی۔(۱)
۳۹۔قاضی نجم الدین اذرعی۔(۲)
۴۰۔کمال الدین میبذی۔(۳)
۴۱۔جلال الدین سیوطی۔(۴)
۴۲۔سمہودی وفاء الوفاء میں۔(۵)
۴۳۔قسطلانی مواہب اللدنیہ میں۔(۶)
۴۴۔سید عبدالوہاب حسینی بخاری میں
۴۵۔ابن حجر عسقلانی۔(۷)
۴۶۔سید علی بن شہاب الدین۔(۸)
۴۷۔سید محمود شیخانی صراط السوی میں
۴۸۔شمس الدین مناوی۔(۹)
۴۹۔شیخ باکثیر مکّی۔(۱۰)
۵۰۔ابو عبداللہ زرقانی۔(۱۱)
۵۱۔حسام الدین محمد بایزید سہارنپوری مرافض الروافض میں
۵۲۔میرزا محمد بدخشانی۔(۱۲)
۵۳۔شیخ محمد صدر العالم معارج العلیٰ میں
۵۴۔ابو ولی اللہ احمد عمری دہلوی
۵۵۔سید محمد صنعانی (۱۳)
۵۶۔مولوی محمد مبین فرنگی محل۔(۱۴)
۵۷۔مولوی ولی اللہ لکھنوی۔(۱۵)
۵۸۔محمد محبوب العالم تفسیر شاہی میں
۵۹۔سید احمد ذہبی وجلانی۔(۱۶)
۶۰۔شیخ محمد حبیب اللہ۔(۱۷)

۱۔الفصول المہمۃ ص/۲۵ (ص/۴۰)
۲۔بدیع المعانی ص/۷۵
۳۔شرح دیوان امیر المومنین ص/۴۰۶
۴۔کنز العمال ج/۶ ص/۳۹۷ (ج/۱۳ ص/۱۳۳ حدیث ۳۶۴۲۰)
۵۔وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ج/۲ ص/۱۷۳ (ج/۳ ص/۱۰۸)
۶۔المواہب اللدنیۃ ج/۲ ص/۱۳ (ج/۳ ص/۳۶۵)
۷۔الصواعق المحرقۃ ص/۲۶ (ص/۴۴)
۸۔مودۃ القربیٰ، مودۃ نمبر ۵
۹۔فیض القدیر ج/۶ ص/۲۱۸
۱۰۔وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل (ص/۱۱۷)
۱۱۔شرح المواہب ج/۷ ص/۱۳
۱۲۔مفتاح النجا فی مناقب آل العبا (ص/۵۷ قلمی)، نزل الابرار (ص/۵۲)
۱۳۔الروضۃ الندیۃ فی شرح التحفۃ العلویۃ (ص/۱۵۵)
۱۴۔وسیلۃ النجاۃ (ص/۱۰۲)
۱۵۔مرأۃ المومنین (ص/۴۱)
۱۶۔الفتوحات الاسلامیۃ ج/۲ ص/۳۰۶
۱۷۔کفایۃ الطالب ص/۲۸

آمدم برسر مطلب

یہ بابرکت تہنیت اووحی ترجمان کے حکم سے مصافحہ وبیعت اور ختمی مرتبت کا خوش ہوکر "الحمد لله الذی فضلنا علیٰ جمیع العالمین" فرمانا، پھر اس دن کی مبارک تقریبات کے بعد آیت قرآنی میں نوید تکمیل دین.....ان تمام باتوں کے بعد یہ بھی توجہ طلب ہے کہ ایک یہودی طارق بن شہاب نامی حضرت عمر کی بزم میں حاضر تھا۔ اس نے کہا: اگر یہ آیت تکمیل دین ہم لوگوں کے بارے میں نازل ہوتی تو اس دن کو عید قرار دیتے۔(۱) وہاں بہت سے افراد موجود تھے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ حضرت عمر نے بھی ایسی بات کہی جو اس کے مفہوم کی تصدیق کرتی تھی۔ خود پیغمبر اسلام کو اس کی ٹال مٹول پر تہدید وارد ہوئی جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس دن اور اس پیغام کو اہمیت دینا چاہئے۔ اس کے باوجود مسلمانوں میں اس کی عظمت وجلالت کے متعلق ایسی کایا پلٹ دیکھنے میں آتی ہے کہ دانتوں میں انگلیاں دبائے ہی بنتی ہے۔

مندرجہ بالا باتوں کے پیش نظر رسول اسلامؐ اور ان کے بعد ائمہ معصومین نے اس کو خصوصی طور سے عید کا دن قرار دینے کی تاکید فرمائی۔ اسی بنا پر شیعیان حیدر کرار نے مسرّت کا دن قرار دیا۔

اسی معنی کی طرف فرات بن ابراہیم نے حدیث رسول نقل کر کے اس کو عید کا دن قرار دینے کی تاکید کی ہے۔ امام جعفر صادق اپنے آباء کرام سے حدیث رسول نقل کرتے ہیں کہ میری امت کے لئے

۱۔(صحیح مسلم ج۵/ص/۵۱۷ حدیث ۳ کتاب التفسیر؛ سنن ترمذی ج۵/ص/۲۳۳ حدیث ۳۰۴۳، ۳۰۴۴؛ سنن نسائی ج۲/ص/۴۲۰ حدیث ۳۹۹۷؛ تیسیر الوصول ج۱/ص/۱۲۲؛ مشکل الآثار ج۳/ص/۱۹۶؛ جامع البیان ج۶/ص/۴۶؛ تفسیر ابن کثیر ج۲/ص/۱۴؛ مسند احمد بن حنبل ج۱/ص/۶۵ حدیث ۲۷۴)

افضل ترین عید بروز غدیر خم کی عید ہے۔اس دن خدا نے مجھے اپنے بھائی علی کو امت کا امام نصب کرنے کی تاکید فرمائی تا کہ اسی کے ذریعہ لوگ میرے بعد ہدایت پائیں۔خدانے اس دن کی بدولت دین کامل کیا امت پر اپنی نعمت تمام کی اور ان کے اسلام سے راضی ہوا۔اسی کو حافظ خرگوشی نے شرف المصطفیٰ میں لکھا ہے جس میں رسول اللہ نے فرمایا۔ہنو نی ہنو نی مجھے مبارکباد دو، مجھے مبارکباد پیش کرو۔

رسول اعظمؐ کے قدم بہ قدم امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے بھی اسے عید کا دن قرار دیا۔جس سال جمعہ اور غدیر ایک ساتھ پڑے تو آپ نے خطبہ فرمایا:

''اے گروہ مومنین! خدا نے تمھارے لئے دو عظیم الشان عیدیں جمع فرمائی ہیں،ان میں ایک کا دوسرے پر انحصار ہے تا کہ تمھاری سیرت شائستہ اور راہ ہدایت استوار کر کے اپنی تمام نعمت تم پر مکمل کرے۔اپنی حکیمانہ شاہراہ ہدایت سے تمھیں منور کرے،اپنی نعمتوں سے نہال کرے جمعہ اس لئے قرار دیا کہ تمھاری اجتماعی کثافتیں ختم ہوں اور ایک ہفتہ قبل کی گندگی جو کچھ ظرف میں جمع ہو چکی ہے دھو دے ،یہ مومنین کی تذکیر اور پرہیزگاروں کی خشیت کا تبیان ہے،دوسرے دنوں کے مقابلے میں جمعہ میں دوگنا اجر ملتا ہے،آج کے دن کا حق اسی صورت میں ادا ہوگا کہ اوامر بجالاؤ اور نواہی سے پرہیز کرو۔طاعت میں والہانہ پن اور مندوبات میں دلچسپی دکھائی جائے۔خدا کی توحید عقیدۂ رسالت سے مربوط ہے اور دین کی قبولیت ولی امر کی ولایت میں منحصر ہے،اسباب طاعت کی تنظیم والیان امر سے وابستگی کے مظاہرے میں ہے۔اسی مناسبت سے خدا نے رسول کو غدیر خم میں مخلص بندوں کی تبلیغ کا حکم دیا اور منافق جرگے کی طرف مطلق توجہ کرنے کی تاکید کی تا کہ ان کی مکاریوں سے محفوظ رہیں''۔

آگے فرمایا:''خداوند عالم تم پر رحمت نازل کرے،اس بزم سے اٹھ کر جاؤ تو گھر میں اپنے اہل وعیال کی آسائش میں وسعت دو،اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی کرو۔خداوند عالم کا شکر بجالاؤ کہ اس نے نعمت سے بہرہ مند کیا اور اپنی اجتماعیت کو استوار کرو،خدا تمھارے حالات استوار کرے۔باہمی صلۂ رحمی کرو کہ الفت برقرار رہ سکے۔نعمتوں کا تحفہ ایک دوسرے کے پاس بھیجو کہ قبل و بعد کی عیدوں کے متقابل ثواب سے تمھیں نہال کیا ہے اور یہ فضیلت صرف آج ہی سے مخصوص ہے،آج کی نیکی تمھارے مال اور

عمر میں اضافہ کرے گی۔ایک دوسرے پر مہربانی سے رحمت جوش میں آئے گی۔اپنے بھائیوں اور عیال پر مقدرت بھر احسان کرو، بشاش چہروں کے ساتھ ایک دوسرے سے ملاقات کرو"۔(۱)

اس عید کو ائمہ معصومین نے بھی متعارف کرایا اور اس کا نام عید رکھا ہے۔اس دن کی فضیلت کا پرچار خود بھی کیا ہے اور تمام مسلمانوں کو تاکید کی ہے۔

تفسیر فرات میں سورۂ مائدہ کے ذیل میں ہے کہ فرات میں احنف نے صادقِ آل محمدؐ سے عرض: میں قربان جاؤں، مسلمانوں میں عرفہ، عیدین اور جمعہ کے علاوہ بھی کوئی عید ہے جو ان سے افضل ہو...؟

فرمایا:"ہاں! ان سے کہیں افضل اور اشرف وہ دن ہے جب خدا نے دین کامل فرمایا اور آیت نازل کی:"**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً**"۔

احنف نے پوچھا: کون سا دن ہے وہ؟

فرمایا:"جب انبیاء بنی اسرائیل اپنے بعد کسی کو وصی یا امام مقرر فرماتے تو اس دن کو عید قرار دیتے۔اس لحاظ سے تمھارے لئے بھی وہی دن ہے جب رسول اکرم نے علیؑ کو امام مقرر فرمایا اور اس سلسلے میں جو کچھ نازل ہوا وہ جانتے ہی ہو"۔

احنف نے عرض کی:"وہ سال میں کس دن پڑتا ہے"؟

فرمایا: دنوں میں تقدم و تاخر ہوتا رہتا ہے۔سنیچر۔اتوار۔

پوچھا۔"اس دن کیا کرنا چاہئے"؟

فرمایا:"نماز، عبادت الٰہی، شکرانہ اور اعلان ولایت علیؑ پر خوشی کا اظہار۔مجھے تو یہی پسند ہے کہ اس دن روزہ رکھو"۔(۲)

ثقۃ الاسلام کلینیؒ نے کافی میں صادقِ آل محمدؐ کی روایت نقل کی ہے، آپ سے پوچھا گیا:"کیا مسلمانوں میں عیدین کے علاوہ بھی کوئی عید ہے....؟

۱۔مصباح المتجد ص ۵۲۴/(ص ۶۹۸/)　۲۔تفسیر فرات کوفی (ص ۱۱۷/ حدیث ۱۲۳)

فرمایا:"ہاں! ان دونوں سے عظیم تر"۔

پوچھا:"کون سا دن"؟

فرمایا:"جس دن علیؑ ابن ابی طالبؑ کو امام بنایا گیا"۔

پوچھا: اس دن کون سا عمل بجالانا مناسب ہوگا۔؟

فرمایا:"روزہ رکھو، آل محمدؐ پر صلوات پڑھو، اور غاصبین حقوق سے اظہار بیزاری کرو۔ رسولوں نے اپنے اوصیاء کو حکم دیا کہ جس دن ان کی وصایت کا اعلان ہوا، اسے عید کا دن قرار دیں"۔

پوچھا گیا:"اس دن روزے کا ثواب کیا ہے"؟

فرمایا:"ساٹھ مہینوں کے برابر روزہ کا ثواب"۔(۱)

اسی کافی میں صادقِ آل محمدؐ سے سوال کیا گیا:"کیا جمعہ و عیدین کے علاوہ بھی مسلمانوں میں عید ہے"؟

فرمایا:"ان عیدوں سے زیادہ باعظمت وہ عید ہے جب رسولؐ نے علی کو امام بناتے ہوئے من کنت مولاہ کی حدیث فرمائی"۔

پوچھا گیا:"وہ کون سا دن ہے"؟

فرمایا:"دن کے چکر میں نہ پڑو، وہ تو آتے جاتے رہتے ہیں (شاید شمسی تاریخ مراد ہو) وہ اٹھارہ ذی الحجہ کا دن ہے"۔

پوچھا گیا:"اس دن کون سا عمل بجالانا چاہئے"؟

فرمایا:"ذکر خدا، روزہ اور دیگر عبادات، تذکرۂ محمدؐ و آل محمدؐ۔ اسی دن رسولؐ نے امیرالمومنینؑ کو تاکید فرمائی تھی کہ عید کا دن قرار دیں، تمام انبیاء نے ایسا ہی کیا"۔

صادق آل محمدؐ کی ایک اور حدیث ہے کہ غدیر کے دن کا روزہ سو حج اور سو عمروں کے برابر ثواب رکھتا ہے، یہ دن خدا کا اہم ترین دن ہے، عید کا دن۔(۲)

۱۔کافی ج۱ص۲۰۳ (ج۴ص۱۴۸ حدیث۱) ۲۔کافی ج۱ص۲۰۴ (ج۴ص۱۴۹ حدیث۳)

الخصال میں ہے، مفضل بن عمر نے صادق آل محمد سے عرض کی: ''مسلمانوں میں کتنی عیدیں ہیں''؟

فرمایا: ''چار عیدیں''۔

پوچھا: ''میں جمعہ اور عیدین کو تو جانتا ہوں''؟

فرمایا: ''ان تینوں سے اہم ترین اٹھارہ ذی الحجہ کی عید ہے، اسی دن رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو امامت کے لئے نصب فرمایا''۔

پوچھا: ''ہمارے لئے اس دن کیا کرنا مناسب ہے''؟

آپ نے فرمایا: ''تمھارے لئے لازم ہے کہ حمد الٰہی میں روزہ رکھو، کیوں کہ انبیاء کا دستور ہے کہ تقرری وصی کے دن کو عید کا دن قرار دیتے تھے اور امّت کو روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے''۔(۱)

مصباح طوسی میں ہے: عمّار اٹھارہ ذی الحجہ کو خدمت صادق آل محمدؑ میں پہونچے۔ آپ روزہ سے تھے۔ فرمایا: ''آج کا دن بڑا عظیم ہے۔ خدا نے اس کی حرمت میں آج مومنین کے لئے دین کامل کر دیا اور نعمت تمام کی۔ آج ہی عہد الست کی تجدید فرمائی۔

سوال کیا: آج کے روزہ کا ثواب کس قدر ہے؟

فرمایا: ''اس یوم مسرّت میں روزہ کا ثواب ساٹھ مہینوں کے برابر ہے''۔

عبداللہ بن جعفر حمیری سے مروی ہے، صادق آل محمدؑ نے اپنے شیعوں سے فرمایا: ''کیا تم اس دن کو پہچانتے ہو جب خدا نے اسلام کو استوار فرمایا، دین کے منارے نمایاں کئے اور ہمارے دوستوں کے لئے عید کا دن قرار دیا''۔؟

سب نے کہا: خدا اور رسولؐ اور فرزند رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ کیا وہ عید الفطر ہے اے آقا''؟

فرمایا: ''نہیں!

پوچھا: ''کیا وہ عید الاضحیٰ ہے''؟

فرمایا: ''اگر چہ یہ دونوں باعظمت ہیں، لیکن جس دن منارۂ دین نمایاں ہوا، وہ اٹھارہ ذی الحجہ کا

۱۔ الخصال (ص ۲۶۴ حدیث ۱۴۵)

دن ہے۔اس دن رسول خدا غدیر خم میں حجۃ الوداع سے واپس ہوکر پہونچے تھے‘‘۔(۱)

اور حدیث حمیری میں ہے کہ بروز غدیر بعد نماز سجدۂ شکر میں کہے: ’’اللھم انّا نفرّج وجوھنا فی یوم عیدنا الّذی شرّفتنا فیه بولایة مولانا امیر المومنین علی بن ابی طالب صلی الله علیه‘‘

فیاض بن محمد بن عمر طوسی نے امام ابوالحسن موسیٰ رضاؑ سے بروز غدیر ملاقات کی۔آپ نے اپنے مخصوصین کو بروز غدیر افطار پر مدعو فرمایا تھا،آپ کے گھریلو حالات ومظاہرات یکسر بدلے ہوئے تھے۔ غذا،لباس،انگوٹھی،جوتے بلکہ تمام وضع زندگی آراستہ تھا۔اپنے غلاموں کو بھی نو بہ نو آراستگی کا حکم دیا ہوا تھا،جو عام دنوں سے قطعی مختلف تھا۔حضرت لوگوں کو اس دن کی فضیلت سے باخبر فرمارہے تھے۔

مختصر بصائر الدرجات میں ہے:محمد بن علاء اور یحییٰ بن جریح نمائندہ امام حسن عسکریؑ احمد بن اسحاق سے ملنے گئے دروازہ کھٹکھٹایا،ایک عراقی بچی نے دروازہ کھولا،ہم نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو اس نے کہا،آپ مراسم عید میں مصروف ہیں کیوں کہ آج عید کا دن ہے۔ہم نے کہا:سبحان اللہ!اس کا مطلب یہ ہے کہ شیعوں کی چار عیدیں ہیں۔عیدالاضحیٰ،عیدالفطر،جمعہ اور عید غدیر۔

’’خدا آپ کا بھلا کرے‘‘

جب آپ عید غدیر کی متفقہ حیثیت سے واقف ہوگئے اور آپ کو معلوم ہوگیا کہ اس کا سلسلہ عہد نبوی سے مسلسل اور متواتر ہے اور اوصیاء وائمہ معصومین کی زبان مبارک سے مربوط رہا ہے۔اس کی استواری میں امین وحی حضرت صادق آل محمد اور امام ضامن ثامن علی بن موسیٰؑ نے اپنے جد امجد امیر المومنینؑ کے طریقے پر استواری کے فرائض انجام دئے،ان دونوں اماموں کی تفسیر فرات اور اصول کافی کی روایات پڑھیں جو تیسری صدی کے دانشور ہیں۔انھوں نے عید غدیر کے زرین ماخذ کی نشاندہی کی ہے۔

اب اس کے بعد ذرا میرے ساتھ آیئے۔تاکہ ہم نویری ومقریزی سے باز پرس کرلیں،ان کے بے بنیاد اور خلاف واقعہ نظریات کو جانچ لیں پرکھ لیں۔ان دونوں کے خیال میں اس عید کو معز الدولہ علی بن بویہ نے ۳۵۲ھ میں ایجاد کیا ہے نویری نے نہایۃ الارب فی فنون الادب میں اسلامی عیدوں کا

۱۔مصباح المتہجد (۶۸۰)

تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''اور ایک عید شیعوں کی ایجاد ہے اور اس کا نام عید غدیر ہے۔ اس کی ایجاد کا سبب یہ ہے کہ اس دن رسول خدا نے غدیر خم میں علی کو اپنا بھائی قرار دیا اور غدیر.... جہاں سرچشمہ جاری ہے اور اس کے گرداگرد بڑے بھاری درخت ہیں، اور غدیر و چشمہ کے درمیان مسجد رسول ہے۔ انھوں نے ۱۸ر ذی الحجہ کو عید کا دن قرار دیا ہے کیوں کہ مواخاۃ کی رسم ۱۰ھ کو حجۃ الوداع کے سال واقع ہوئی تھی۔ یہ شیعہ اس موقع پر شب بیداری کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، اس کی صبح قبل زوال دو رکعت نماز بجالاتے ہیں، نئے کپڑے پہنتے ہیں، غلام آزاد کرتے ہیں، صلۂ رحمی کرتے ہیں، قربانیاں کرتے ہیں۔

اوّل جس شخص نے اس عید کی ایجاد کی وہ معز الدولۃ ابوالحسن علی بن بویہ ہے.... شیعوں نے اسے ایجاد کر کے رسم و رواج کی طرح اپنے یہاں شامل کر لیا ہے، اہل سنت کی عوام بھی اس کی نظیر میں ۳۸۹ھ کو مسرت کا دن قرار دیا، انھوں نے یہ ایجاد شیعوں کی اس عید کے آٹھ روز بعد قرار دیا اور کہا کہ اسی دن ابوبکر رسول خداؐ کے ساتھ غار میں داخل ہوئے۔ اس دن خوشی کے مراسم بجالاتے ہیں۔ گنبد بناتے ہیں اور آگ جلانے کی رسم ادا کرتے ہیں''۔(۱)

مقریزی خطط میں کہتے ہیں: ''عید غدیر کی شرعی حیثیت نہیں ہے نہ ہی سلف امت سے ہوتی آئی ہے۔ سب سے پہلے اسلام میں اس کے مراسم کا اجراء عراق میں ہوا۔ وہ معز الدولہ علی بن بویہ کا زمانہ تھا ۳۵۲ھ میں اس عید کی ایجاد ہوئی اس وقت سے تمام شیعہ مناتے آرہے ہیں''۔(۲)

ہم ایسے بکواس کرنے والوں کو کیا کہیں جو تاریخ شیعہ لکھتے وقت حقیقت معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے یا فراموش کر جاتے ہیں۔ اندھیروں میں ٹٹولنے کی کوشش کرتے ہیں جو پایا لکھ مارا۔ آخر یہ مسعودی بھی تو ہے جس کی وفات ۳۴۶ھ میں ہوئی تنبیہ الاشراف میں لکھتا ہے: ''فرزندان علی اور ان کے شیعہ اس دن کی بڑی قدر کرتے ہیں''۔(۳)

۱۔ نہایۃ الارب ج ۱ص ر ۱۷۷ (ج ۱ص ر ۱۸۴)

۲۔ الخطط ج ۲ر ص ر ۲۲۲ (ج ۱ص ر ۳۸۸)

۳۔ التنبیہ والاشراف ص ر ۲۲۱

یہ کلینیؒ بھی تو ہیں جن کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی۔(۱) ان سے قبل فرات بن ابراہیم اپنے زمانے میں اس عید کی خبر دے رہے ہیں۔ یہ بھی اپنی نگارشات میں مقریزی کی ۳۵۲ھ کی بدعتی ایجاد کا شوشہ چھوڑنے سے قبل کے ہیں۔(۲)

یہ فیاض طوسی ہیں جو عید غدیر کے وجود کا ۲۵۹ھ میں پتہ دے رہے ہیں۔ خود امام رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں موجود بچشم خود تمام مراسم دیکھ رہے ہیں۔ امامؑ نے اپنے آباء کرام کے سلسلے سے اس عید کی نشاندہی فرمائی۔

امام جعفر صادقؑ جن کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی، اپنے اصحاب کو مراسم عید کی تبلیغ فرما رہے ہیں، سنت انبیاء کا اعلان کر رہے ہیں، بادشاہوں کی تاجپوشی کی رسم کے طرز پر وصی و جانشین متعین کرنے کی وجہ سے عید کا دن قرار پایا۔ اس کے اعمال و وظائف تعلیم فرمائے۔ اس دن کی مخصوص دعائیں بتائیں۔ بصائر الدرجات کی مخصوص حدیث تو صاف بتاتی ہے کہ تیسری صدی کے اوائل میں چار عیدوں کا باقاعدہ وجود تھا۔

یہ عید غدیر کی حقیقت تھی...... لیکن یہ دونوں گدھے صرف شیعوں پر طنز کی غرض سے بزرگوں کے تمام بیان حقائق کو ہضم کر کے کہتے ہیں کہ معز الدولہ کے زمانے میں اس عید کی ایجاد ہوئی۔ شاید وہ سمجھتے تھے کہ ان کی خیانتوں کا پردہ فاش کرنے والا ان کا تجزیہ نہیں کرے گا۔

''اس طرح حق ثابت اور ان کی بناوٹی باتیں باطل ہوگئیں وہ اور ان کے ساتھی میدان مقابلہ میں چت ہوگئے''۔

۱۔ کافی (۴؍ص؍۱۴۹ حدیث ۳)

۲۔ تفسیر فرات کوفی (ص؍۱۱۷ حدیث ۱۲۳)

رسم تاجپوشی

صاحب خلافت کبریٰ کی مملکت اسلامیہ پر حکمرانی اور پیغمبرؐ کے ذریعہ منصب ولایت پر فائز ہونے کے بعد بادشاہوں کے رواج کے مطابق رسم تاجپوشی بھی شائستہ ترتھی، بادشاہوں کے تاج زر و جواہر سے مرصع ہوتے ہیں لیکن عربوں کے تاج ان کے عمامے ہوتے ہیں جسے صرف اشراف اور بڑے لوگ ہی زیب سر کرتے ہیں اسی لئے رسول خداؐ کا ارشاد ہے کہ ''عمامے عربوں کا تاج ہیں''۔(۱)

تاج العروس میں ہے: تاج یعنی اکلیل فضہ وعمامہ اور عمامے کو شباہت کی بنا پر تاج کہا جاتا ہے، اس کی جمع ''تیجان اتواج'' آتی ہے، عرب عماموں کو تاج کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے: عمامے عرب کا تاج ہیں، تاج بادشاہوں کے لئے زر و جواہرات سے بنائے جاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ عمامے بادشاہوں کے تاج کی جگہ پر ہوتے ہیں کیوں کہ اکثر بادیہ نشین صحراؤں میں ننگے سر رہتے ہیں ان کے درمیان عماموں کا رواج کم ہی ہوتا ہے اور اکلیل عجمی بادشاہوں کے تاج کو کہتے ہیں۔ توجہ کا مطلب ہے: اس کو سرداری ملی یا اس کے سر پر عمامہ رکھا۔

تاج العروس کی آٹھویں جلد میں ہے کہ بر سبیل مجاز کہا جاتا ہے عُمِّم (اسے عمامہ پہنایا گیا) یعنی اسے سرداری عطا کی گئی کیوں کہ عربوں کا تاج عمامے ہوتے ہیں۔ اسی طرح فارسی میں کہا جاتا ہے تُوِّج (اسے تاج پہنایا گیا) اسی طرح عرب میں عُمِّم کہا جاتا ہے۔ عربوں میں رواج تھا کہ جب وہ کسی کو سرداری سے منصوب کرتے تو سرخ عمامہ پہناتے۔ جب فارس والے بادشاہوں کے سر پر تاج رکھتے تو

۱۔ الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵۵ (ج ۲ ص ۱۹۳ حدیث ۵۷۲۳)، النہایۃ فی الحدیث والاثر (ج ۱ ص ۱۹۹)

کہتے متوج (یعنی تاج گزاری ہوئی)۔(۱)

شبلنجی نے نورالابصار میں رسول خداؐ کا ایک لقب صاحب التاج بھی لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد عمامہ ہے کیوں کہ عربوں کے تاج عمامے ہوتے تھے۔ اسی بنیاد پر رسول خداؐ نے ایک مخصوص ہیئت کے ساتھ حضرت علیؑ کی عظمت وجلالت ظاہر کرنے کے لئے آپ کے سر پر عمامہ سحاب اپنے دست مبارک سے رکھا۔ اس سے اپنے جانشین کی حیثیت سے آپ کی تاجگذاری کا مظاہرہ مقصود تھا۔ اب جس طرح رسول خداؐ تبلیغی فرائض انجام دیتے تھے، قائم مقام کی حیثیت سے وہ امور آپ انجام دیں گے(۲)

حافظ ابن ابی شیبہ، ابوداؤد طیالسی، بغوی وبیہقی نے حضرت علیؑ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

''مجھے رسول خداؐ نے بروز غدیر خم عمامہ پہنایا اور اس کا کچھ حصہ میری پشت پر ڈال دیا، یا عمامہ کا کچھ حصہ میرے کاندھے پر ڈال دیا، پھر رسول خداؐ نے فرمایا: خدا نے بدر وحنین کے دن فرشتوں سے میری کمک فرمائی تھی وہ اسی طرح عماموں سے آراستہ تھے۔ اور فرمایا عمامے کفر وایمان کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔(۳)

کنز العمال میں ہے:

اس وقت رسول خداؐ نے علیؑ کو اپنے قریب بلایا اور ان کے سر پر عمامہ باندھتے ہوئے اس کا کچھ حصہ پشت سر پر ڈال دیا۔(۴) حافظ دیلمی نے ابن عباس سے روایت کی ہے: رسولؐ نے علیؑ کے سر پر عمامہ رکھ کر فرمایا: ''یا علی عمامے عربوں کا تاج ہیں''۔(۵)

ابن شاذان نے حضرت علیؑ کا بیان نقل کیا ہے:

آنحضرتؐ نے علیؑ کے سر پر عمامہ رکھ کر کچھ گوشہ پشت پر ڈال کر فرمایا: پیچھے گھوم جاؤ۔ علیؑ پیچھے ہو گئے۔ پھر فرمایا: سامنے ہو جاؤ۔ علیؑ سامنے ہو گئے۔ اس کے بعد رسولؐ نے صحابہ کی طرف رخ کر کے

۱۔ تاج العروس ج۲/ص۱۲، ج۸/ص۴۱۰ ۲۔ نورالابصار ص۲۵/(ص۵۸)

۳۔ مسند ابی داؤد طیالسی (ص۲۳/حدیث۱۵۴)؛ کنز العمال ج۸/ص۶۰ (ج۱۵/ص۴۸۲/حدیث ۴۱۹۰۹)؛ السمط المجید (ص۹۹)

۴۔ کنز العمال ج۸/ص۶۰ (ج۱۵/ص۴۸۲ حدیث ۴۲۹۱۱)

۵۔ الفردوس بماثور الخطاب (ج۳/ص۸۷ حدیث ۴۲۴۶)

فرمایا: فرشتوں کے تاج بالکل ایسے ہی ہوتے ہیں''۔(۱)

حموینی فرائد میں لکھتے ہیں: بدر و حنین میں جن فرشتوں سے میری کمک فرمائی تھی وہ ایسے ہی عماموں سے آراستہ تھے۔ عمامے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔ یہ حدیث اس وقت فرمائی جب رسول خداؐ نے بروز غدیر خم علیؑ کو عمامہ پہنایا تو اس کا کچھ حصہ علیؑ کے شانے پر ڈال دیا۔(۲)

توحید الدلائل میں مزید یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم والِ من والاہ وعادِ من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ**۔(۳)

افادی بحث

ابوالحسین ملطی ''التنبیہ والرّد'' میں کہتے ہیں: رافضیوں کا مقولہ ہے علیؑ سحاب میں ہیں۔ اس سے وہ ارشاد رسولؐ مراد لیتے ہیں کہ جب آپ نے علیؑ کے سر پر عمامہ سحاب رکھا تو فرمایا: آگے بڑھو۔ آپ آگے بڑھے تو فرمایا: علی سحاب میں آرہے ہیں، یعنی سحاب نامی باندھے ہوئے آرہے ہیں یہ رافضی اس حدیث کے نامناسب معنی مراد لیتے ہیں۔(۴)

بحر الزخائر کے مطابق غزالی کہتے ہیں کہ رسول خداؐ کا ایک عمامہ تھا جسے سحاب کہتے تھے، آپ نے اسے علیؑ کو بخش دیا تھا۔ جب یہ عمامہ باندھے ہوئے حضرت علیؑ وارد ہوتے تو رسولؐ فرماتے: علیؑ تمھارے پاس سحاب میں آرہے ہیں۔(۵)

۱۔ اسی سے ملتی جلتی روایت کے لئے ملاحظہ کیجئے ابونعیم کی معرفۃ الصحابۃ (ج/۱ص/۳۰۱)؛ الریاض النضرۃ ج/۲ص/۲۱۷ (ج/۳ ص/۱۷۰)؛ شرح المواہب ج/۵ص/۱۰

۲۔ فرائد السمطین ج/۱ص/۷۵۳ باب۱۲ حدیث۴۱)

۳۔ نظم الدرر السمطین (ص/۱۱۲)؛ فرائد السمطین (ج/۱ص/۷۶۳ باب۱۲ حدیث۴۳)؛ الفصول المہمۃ ص/۲۷ (ص/۴۱)

۴۔ التنبیہ والرد ص/۲۶ (ص/۱۹)

۵۔ بحر الذخائر ج/۱ص/۲۱۵)؛ احیاء علوم الدین (ج/۲ص/۳۴۵)

حلبی نے سیرہ میں لکھا ہے کہ رسول کا عمامہ سحاب تھا، آپ نے اسے علیؑ کو بخش دیا تھا، جب وہ عمامہ باندھے رسولؐ کے پاس آتے تو آپ فرماتے: تمھارے درمیان علیؑ سحاب میں آرہے ہیں۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

شیعوں کی طرف جونسبت ''علیؑ سحاب میں ہیں'' دی گئی ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ شیعوں نے اوّل دن سے آج تک اس کے سوا کوئی دوسری تاویل نہیں کی ،نہ کوئی دوسرا مطلب مراد لیا۔اس کے خلاف جو کچھ گمان ہے وہ افترا ہے اوراس کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔

متذکرہ روز تاجپوشی اسلام کا بشاش ترین دن ہے جس طرح عظیم ترین جشن وسرور کا موقع ہے موالیان علیؑ کے لئے ،اسی طرح انگاروں پرلوٹنے کا دن ہے دشمنان علیؑ کے لئے۔

''اس دن کچھ چہرے دمکتے ہوں گے۔ہشاش بشاش۔اور کچھ چہروں پر خاک اڑ رہی ہوگی۔جھلستے ہوں گے''۔

۱۔السیرۃ الحلبیۃ ج۳؍ص؍۳۶۹ (ج؍۳ص؍۳۴۱)

سند حدیث پر ایک نظر

واقعہ غدیر کے اثبات تواتر وصحت پر بحث کی قطعی ضرورت نہیں کیوں کہ بذات خود حدیث اپنی واقعیت میں تمام حیثیتوں سے دلیل سے بے نیاز ہے۔کس کی مجال ہے کہ اس کی صحت کا منکر ہو جبکہ اس کی روایت کرنے والے ایسے افراد ہیں جن سے بخاری ومسلم نے روایت لے کر ان کے ثقہ ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔کون کج فہم وعناد پیشہ اس کے تواتر لفظی ومعنوی واجمالی کی ہمہ جہتی حیثیت سے تردید کر سکے گا۔اس واقعہ کے گواہوں سے دور ونزدیک سبھی نے متفقہ طور پر روایت کی ہے اور حدیث تفسیر وتاریخ وکلام کے مولفین نے اپنی تالیفات میں بیان کیا ہے کچھ نے اس پر مستقل ومفید کتاب لکھی ہے۔مختصر یہ کہ جس دن سے منادی رشد وسعادت نے یہ روح پرور اعلان فرمایا ہے اسی دن سے لطیف فضاؤں نے حساس کانوں تک عہد بہ عہد عصر حاضر تک پہونچایا ہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاوداں رہے گا۔اس حدیث کا منکر گویا دوپہر کے سورج کا منکر ہے۔بنابریں ہم یہاں صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مخالف وموافق سب نے یک زبان ہو کر اس کی صحت تواتر کا اقرار کیا ہے تاکہ قارئین کرام سمجھ سکیں کہ انکار کرنے والا اس اعتقاد کے باوجود کہ امت کبھی غلطی پر اتفاق نہیں کر سکتی،مثالی ڈگر سے روگردانی کر رہا ہے۔اور یہ ہیں توثیق کرنے والے:....

۱۔حافظ ابوعیسیٰ ترمذی اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن وصحیح ہے،(۱)

۲۔حافظ ابوجعفر طحاوی مشکل الآثار میں کہتے ہیں:۔ابوجعفر کا بیان ہے کہ اس حدیث کے منکر نے یہ گمان کیا ہے کہ واقعہ ناممکن ہے۔دلیل یہ دی ہے کہ رسولؐ جس وقت حجۃ الوداع کے لئے مدینہ سے جحفہ

۱۔سنن ترمذی ج۲/ص۲۹۸/(ج۵/ص۵۹۱/حدیث۳۷۱۳)

ہوتے ہوئے نکلے اس وقت علیؑ ساتھ نہیں تھے۔اس سلسلے میں احمد کی بیان کردہ جابر کی وہ روایت لکھی ہے کہ جابر کے سامنے رسولؐ کے حج آخر کی بات آئی تو انھوں نے کہا کہ علیؑ نے قربانیوں کے اونٹ یمن سے فراہم کئے۔ابو جعفر اسے لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، کسی نے اس پر طعن نہیں کیا ہے۔وہ بات یوں ہے کہ رسول خداؐ نے حج کے بعد مدینہ واپس ہوتے ہوئے یہ حدیث فرمائی نہ کہ مدینہ سے نکلتے ہوئے۔پھر کہتے ہیں کہ یہ کہنے والا اپنے گمان کے مطابق بہ روایت سعد حج کے لئے نکلتے ہوئے اس حدیث کا وقوع سمجھتا ہے۔صحیح یہ ہے کہ اس بارے میں سعد کی بیٹی عائشہ کے بجائے مصعب بن سعد سے روایت لے لی گئی ہے۔اسی طرح لیث کے بجائے دوسرے سے روایت لی گئی ہے، جسے روایت کا شعور ہے اس کے لئے شعبہ بن حجاج کا قول معتبر ہوسکتا ہے۔(۱)

۳۔فقیہ ابوعبداللہ محاملی بغدادی اپنی امالی میں اسے صحیح قرار دیتے ہیں۔

۴۔حاکم نے مستدرک میں اسے صحیح کہا ہے۔

۵۔عاصمی نے زین الفتیٰ میں اس حدیث کو اصول کے مطابق اور تمام امت کے لئے قابل قبول کہا ہے۔

۶۔حافظ بن عبدالبر الاستیعاب میں حدیث مواخاۃ، رایت اور غدیر کو لکھنے کے بعد کہتے ہیں: یہ تمام خبریں پایۂ ثبوت تک پہونچی ہوئی ہیں۔(۲)

۷۔فقیہ ابن مغازلی شافعی مناقب میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔عشرۂ مبشرہ سمیت لگ بھگ سو افراد نے روایت کی ہے اس کے ثبوت میں مجھے کوئی نقص نہ ملا۔یہ علیؑ کی منفرد فضیلت ہے جس میں کوئی بھی آپ کا شریک نہیں۔(۳)

۸۔حجۃ الاسلام غزالی ''سر العالمین'' میں دلائل و براہین سے نقاب اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ

---

(۱) مشکل الآثار ج۲ص/۳۰۸

(۲) الاستیعاب ج۲ص/۳۷۳ (القسم الثالث ص/۱۰۰۔۱۰۹۸ نمبر ۱۸۵۵)

(۳) مناقب ابن مغازلی (ص/۲۷ حدیث ۳۹)

تمام عظیم علماء نے متن حدیث پر اتفاق کیا ہے جس میں خطبۂ غدیر اعلان ولایت اور تہنیت عمر کا متن شامل ہے۔(۱)

۹۔حافظ ابوالفرج بن جوزی مناقب میں لکھتے ہیں: علماء سیرت نے متفقہ طور سے کہا ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی میں ۱۸رذی الحجہ کو واقعہ غدیر پیش آیا۔صحابہ و باشندگان مکہ و مدینہ ومضافات کے ایک لاکھ بیس ہزار افراد نے جو حج میں ساتھ تھے،اس ارشاد رسول کو سنا۔شعراء نے بھی نغمہ سرائی کی ہے۔

۱۰۔سبط ابن جوزی تذکرہ میں حدیث کے صدور اور تہنیت عمر کے مختلف طرق بیان کر کے کہتے ہیں کہ ان تمام روایات کو احمد بن حنبل نے اخراج کیا ہے۔(۲) اگر تہنیت عمر کو ضعیف کہا جائے تو ہم جواب دیں گے کہ یہ تمام روایات صحیح ہیں۔ضعیف وہ ہے جس کو احمد بن ثابت الخطیب نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے.....آخر میں کہا ہے کہ حدیث من کنت مولاہ کے بعد آیۂ اکمال دین نازل ہوئی۔ لوگ کہتے ہیں کہ حدیث متذکرہ منفرداً بیان کی گئی ہے۔ہم کہتے ہیں کہ ہمارا استدلال اس حدیث سے نہیں بلکہ احمد کی کتاب الفضائل کی حدیث غدیر سے ہے، جسے انھوں نے براء بن عازب سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے....پھر کہتے ہیں علماء تاریخ متفق ہیں کہ واقعہ غدیر حجۃ الوداع کی واپسی میں ۱۸رذی الحجہ کو پیش آیا۔اس میں ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ تھے۔

۱۱۔ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں احتجاج امیر المومنین نقل کیا ہے۔(۳)

۱۲۔حافظ گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب میں احمد،ترمذی،دارقطنی،ابن عقدہ اور محدث شامی کا سندی تذکرہ کر کے واقعۂ غدیر لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مشہور اور حسن اور لائق اعتماد اور ثقہ لوگوں نے اس کی روایت کی ہے۔(۴)

۱۳۔شیخ علاء الدین سمنانی عروۃ الوثقیٰ میں لکھتے ہیں :رسولؐ نے حضرت علی علیہ السلام و

۱۔سر العالمین ص۹/(ص۲۱/)

۲۔تذکرۃ الخواص ص۱۸/(ص۳۰/۔۲۹)؛ فضائل علی بن ابی طالب ص۳۵/۔۳۲

۳۔شرح نہج البلاغہ ج۲/ص۴۴۹/(ج۹/ص۱۶۶/خطبہ۱۵۴)

۴۔کفایۃ الطالب ص۱۵/(ص۵۹/)؛سنن ترمذی(ج۵/ص۵۹۱/حدیث۳۷۱۳)؛ کفایۃ الطالب (ص۶۴/)

الملائکة الکرام سے فرمایا: تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور غدیر خم میں مہاجرین وانصار کے بھرے مجمع میں علیؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ** یہ حدیث متفقہ طور پر صحیح ہے، اس کے بعد آپ سید الاولیا ہو گئے۔ قلب محمدؐ کی طرح آپ کا بھی قلب تھا۔ (۱)

۱۴۔ شمس الدین ذہبی شافعی نے حدیث غدیر پر مستقل کتاب لکھی ہے اور تلخیص المستدرک میں کثیر طرق سے اس کی صحت کی نشاندہی کی ہے۔ (۲)

۱۵۔ حافظ ابن کثیر شامی نے اپنی تاریخ میں سنن نسائی کی سند سے لکھ کر کہا ہے کہ اس طریقہ روایت میں وہ منفرد ہیں۔ پھر ذہبی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ رحبہ کے حدیث مناشدہ کو جید کہا ہے۔ احمد، ترمذی اور طبری کے جیّد اسناد بھی لکھے ہیں، ایک دوسرے طریق حدیث جابر کو حسن کہا ہے۔ پھر ذہبی کی بات لکھی ہے کہ صدور حدیث متواتر ہیں یقینی بات ہے کہ رسول نے فرمایا: **اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ** اس سے زیادہ دعائیہ فقرے بھی قوی الاسناد ہیں۔ (۳)

۱۶۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں مختلف طرق سے حدیث مناشدہ لکھا ہے۔ اور رجال حدیث کو صحیح وثقہ کہا ہے۔ (۴)

۱۷۔ شمس الدین جزری شافعی نے حدیث غدیر کو اسّی طریقوں سے روایت کیا ہے۔ اسنی المطالب مستقل طریقے سے لکھی ہے۔ مناشدہ رحبہ کے متعلق کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ ایک طریق سے صحیح اور کثیر طریق سے متواتر ہے۔ اکثر حضرات نے بے شمار طریقوں سے روایت کی ہے۔ اپنی بے خبری سے

۱۔ العروة لاہل الخلوة (ص/۴۲۲)

۲۔ تلخیص المستدرک (ج/۳ص/۶۱۳ حدیث ۶۲۷۲

۳۔ البدایة والنہایة ج/۵ص/۲۰۹ (ج/۵ص/۲۲۸ حوادث ۱۰ھ)؛ (خصائص نسائی ص/۹۶ حدیث ۷۹؛ سنن نسائی ج/۵ ص/۴۵ حدیث ۸۱۴۸)

۴۔ مجمع الزوائد ج/۹ص/۱۰۹۔۱۰۴؛ مسند احمد بن حنبل (ج/۶ص/۵۸۳ حدیث ۲۳۰۵۱، ۲۳۰۵۲)؛ المعجم الکبیر (ج/۴ ص/۱۷۳ حدیث ۴۰۵۲)؛

ضعیف کہنا لائق عبرت ہے، کیوں کہ اسے ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمٰن بن عوف، عباس بن عبدالمطلب، زید بن ارقم، برّاء بن عاذب، بریدہ بن حصیب، ابوہریرہ، ابوسعید خدری، جابر، ابن عباس، جبشی بن جنادہ، ابن مسعود، عمران بن حصین، بن عمر، عمار بن یاسر، ابوذر، سلمان، اسعد بن زرارہ، خزیمہ بن ثابت اور انس بن مالک جیسے صحابہ نے روایت کیا ہے۔(۱)

۱۸۔حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں متعدد جگہوں پر کثیر طرق سے نقل کر کے ابن عبدالبر، ابن جریر طبری، ابن عقدہ، ترمذی ونسائی کی جید سندوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن عقدہ نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہے۔اس حدیث کے بہت سے اسانید صحیح وحسن ہیں۔(۲)

۱۹۔ابوالخیر شیرازی، ابطال الباطل مین نہج الحق کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں....اب رہ گئی بات اس روایت کی جس میں رسول خداؐ نے یوم غدیر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر الست اولیٰ بکم فرمایا تو یہ صحاح سے ثابت ہے۔ہم نے اس کے اسرار کشف الغمہ میں لکھے ہیں۔

۲۰۔سیوطی کے نزدیک یہ حدیث متواتر ہے۔

۲۱۔حافظ عسقلانی مواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں: ترمذی ونسائی کی حدیث غدیر کے متعلق شافعی کا قول ہے کہ اس سے ولایت اسلام مراد ہے۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ذٰلک بانّ اللہ مولی الذین آمنوا وانّ الکافرین لا مولیٰ لھم (یہ اس لئے ہے کہ خدا مومنوں کا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولا نہیں ہے) اور حضرت عمر کی تہنیت اصبحت مولیٰ کل مومن کا مطلب ہے ولی کل مومن .....اس حدیث کے طرق بہت زیادہ ہیں۔ابن عقدہ نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی ہے جس کے زیادہ تر اسانید صحیح وحسن ہیں۔(۳)

۲۲۔ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں شیعوں کی حدیث غدیر سے استدلال کی رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں

۱۔اسنی المطالب ص/۴۸

۲۔تہذیب التہذیب ج/۷ص/۳۳۷، ۳۳۹ (ج/۷ص/۲۹۷)؛ فتح الباری ج/۷ص/۶۱ (ج/۷ص/۷۴)

۳۔المواہب اللدنیۃ ج/۷ص/۱۳ (ج/ص/۳۶۵)

سب سے قوی تر شبہ کا جواب ایک تمہید کا محتاج ہے۔ بیان یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کیوں کہ ترمذی، نسائی و احمد جیسے محدثین نے اس کا اخراج کیا ہے اس کے طرق بہت زیادہ ہیں، سولہ اصحاب رسولؐ اور احمد کے مطابق تیس صحابہ نے اس کی روایت کی ہے حضرت علیؑ کے زمانے میں انھوں نے گواہی بھی دی۔ ان میں زیادہ تر کے اسناد صحیح و حسن ہیں۔ یہ حدیث تنقید سے بالاتر ہے نیز یہ بات کہ علیؑ اس زمانے میں یمن میں تھے، لائق توجہ نہیں کیوں کہ ثابت ہے کہ آپ حجۃ الوداع کے موقع پر واپس آ گئے تھے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ دعائیہ فقرہ الحاقی ہے۔ یہ اعتراض بھی قطعی مہمل ہے کیوں کہ اس کے طرق ذہبی اور ابن حجر نے لکھے ہیں، طبرانی نے صحیح کہا ہے۔

مناقب امیر المومنینؑ گناتے ہوئے حدیث ولایت کو تیس صحابہ سے روایت کرنے کا ذکر کرتے ہیں جس کے زیادہ تر طرق صحیح و حسن ہیں۔ قصیدۂ بوصیری کی تشریح کرتے ہوئے حدیث غدیر کے جید ترین اسناد بیان کئے ہیں۔ (۱)

۲۳۔ جمال الدین حسینی شیرازی اپنی کتاب اربعین میں حدیث غدیر، نزول آیہ سأل سائل وغیرہ کو متواتر بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس قصے کو بہت سے صحابہ و محدثین نے روایت کیا ہے۔ (۲)

۲۴۔ ابو المحاسن یوسف بن صلاح الدین حنفی ''المعتصر من المختصر'' میں لکھتے ہیں: ابو الطفیل عامر بن واصلہ کی روایت ہے لوگوں کا اجتماع علیؑ کے پاس رحبہ میں تھا۔ آپ نے حدیث غدیر کی قسم دے کر گواہی طلب کی۔ بہت سے لوگوں نے گواہی دی۔ ابو الطفیل کہتے ہیں: میں وہاں سے اٹھ کر زید ابن ارقم کے پاس آیا، میرے دل میں شبہات کلبلا رہے تھے، انھیں اس واقعہ کی خبر دی۔ انھوں نے کہا: تمھیں شک کیوں ہے، میں نے خود بھی یہ ارشاد رسولؐ سنا ہے، جس نے بھی یمن سے علیؑ کی عدم واپسی پر شک کیا ہے اس کی بات پر توجہ نہیں ہونا چاہئے، مدینے سے نکلتے وقت علیؑ رسول کے ساتھ نہیں تھے مگر واپسی میں ساتھ تھے پھر تمام واقعہ بیان کیا۔ (۳)

۱۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۵ (ص ۴۲، ۴۳)

۲۔ شرح متن الہمزیہ فی مدح خیر البریہ ص ۲۲۱ (ص ۲۴۵)　　۳۔ المعتصر من المختصر ص ۴۱۳ (ج ۲ ص ۳۰۱)

۲۵۔شیخ نورالدین ہروی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مختلف طرق کا حامل کلام لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح اور شبہات سے بالاتر ہے بعض حفاظ میں متواتر کہا ہے۔(۱)

۲۶۔زین الدین مناوی فیض القدیر میں کہتے ہیں کہ ابن حجر حدیث غدیر کے متعلق بے شمار طرق کی نشاندہی کرتے ہیں۔ابن عقدہ نے اس پر مستقل کتاب لکھی ہے جس کے اسناد صحیح اور حسن ہیں۔اس کے بعد تہنیت عمر و نزول آیۂ سأل سائل کا واقعہ لکھا ہے۔(۲)

۲۷۔نورالدین حلبی شافعی سیرۂ حلبیہ میں حدیث کے صحیح و حسن ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔پھر معترض کی بات لکھ کر ذہبی کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(۳)

۲۸۔شیخ احمد بن باکثیر مکی شافعی وسیلۃ المآل فی عدّ مناقب الآل میں حدیث غدیر کو حذیفہ، عامر، ابن عباس، برّا کے طرق سے لکھ کر کہتے ہیں کہ اسے بزاد نے بطریق صحیح فطر بن خلیفہ سے اخراج کیا ہے جو ثقہ تھے۔ام سلمہ اور سعد بن وقاص کی روایت لکھی ہے۔(۴) معقل بن یسار کہتے ہیں میں نے ابوبکر کو فرماتے سنا علیؑ عترت رسولؐ ہیں یعنی علیؑ کے متعلق تمسک کی تاکید رسولؐ نے کی ہے کیوں کہ وہ ہدایت کے ستارے ہیں جس نے ان کی اقتدا کی وہ ہدایت پا گیا ابوبکر انھیں اس فضیلت سے اس لئے مخصوص سمجھتے تھے کہ انھیں امام و پیشوا کا مرتبہ حاصل تھا۔وہ شہر علم و عرفان تھے پس وہ امام الائمہ اور عالم امت تھے، انھیں یہ خصوصیت غدیر میں حاصل ہوئی اور یہ حدیث صحیح ہے، کسی قسم کے شک و تردید کی گنجائش نہیں، اس کی بہت سے صحابہ نے روایت کی ہے۔اور اسے مکمل شہرت حاصل ہوئی۔سب سے بڑی شہرت حجۃ الوداع کا مجمع تھا، عسقلانی نے ترمذی و نسائی سے اخراج کیا ہے۔(۵) ابن عقدہ نے صحیح و حسن اسناد پر مشتمل مستقل کتاب لکھی ہے، اس کے بعد واقعہ رحبہ درج کیا ہے۔

۱۔المرقاۃ فی شرح المشکاۃ ج۵/ص۵۶۸ (ج۱۰/ص۴۶۴ حدیث ۶۰۹۱)

۲۔فیض القدیر ج۶/ص۲۱۸

۳۔السیرۃ الحلبیۃ ج۳/ص۳۰۲ (ج۳/ص۲۷۴)

۴۔وسیلۃ المآل فی عدّ مناقب الآل (ص/۱۱۷، ۱۱۸)

۵۔فتح الباری (ج۷/ص۷۴)

۲۹۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں: یہ حدیث بغیر شک وتر دید کے صحیح ہے۔ترمذی،نسائی واحمد نے کثیر طرق سے روایت کی ہے سولہ یا بروایتے تیس اصحاب رسولؐ نے خودسن کراس کی روایت بیان کی۔زمانہ خلافت علیؑ میں جب اختلاف ہوا تو انھوں نے گواہی دی اکثر اسناد صحیح وحسن ہیں۔دعائیہ فقرہ پر شک کرنے والوں کی بات نظر انداز کرنا چاہئے کیونکہ بے شمار طرق میں ذہبی کے نزدیک اکثر صحیح ہیں......اپنی کتاب لمعات میں کہتے ہیں :یہ حدیث صحیح اور شک کی گنجائش سے بالا ہے۔ترمذی جیسے لوگوں نے اخراج کیا ہے۔استاد ابن حجر نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

۳۰۔شیخ محمود شیخانی نے الصراط السوی میں صحت کی نشاندہی ترمذی کا حوالہ اور واقعہ رحبہ کے اسناد بیان کئے ہیں......آگے لکھتے ہیں: لیکن اس سلسلے میں بمبئی اسماعیلیوں نے اہل سنت والجماعت کی مخالفت میں اچھوتا عقیدہ قائم کرلیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اس موقع پر رسول خداؐ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم میں اصحاب کو جمع کر کے''**الست اولیٰ بکم من انفسکم**'' فرمایا۔تین بار تکرار کی،سب سے اقرار وتصدیق کی۔اس کے بعد ولایت کا اعلان اور دعائیہ فقرہ کہا:''**اللھم ادر الحق معه حیث دار**'' کا اعلان کیا۔

یہاں مولا کے معنی اولی بالتصرف ہی مراد ہو سکتے ہیں،ناصر،محب یا دوسرے معنی مراد نہیں ہو سکتے ،اسماعیلیوں کا دعویٰ ہے کہ یہاں ولایت کا مفہوم وہی ہے جو رسولؐ کے لئے ثابت ہے۔اس کی مستحکم دلیل''**الست اولیٰ بکم**'' کا سوال ہے۔وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر اس سے مددگار وسید مراد لینا تھا تو مجمع اکٹھا کرنے یا گواہ بنانے کی ضرورت نہیں تھی پھر رسولؐ نے ''**اللھم وال من والاہ**'' بھی فرمایا تھا۔وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ دُعا صرف معصوم کے لئے ہی کی جاسکتی ہے جس کی اطاعت فرض کی گئی ہو۔رسولؐ نے حق کو علیؑ کا تابع قرار دیا ہے نہ کہ متبوع کا،یہ بھی معصوم ہی کے لئے ممکن ہے،ان دلیلوں سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ تنہا وصی رسولؐ ہیں اور آپ کی وصایت منصوص ہے۔آپ کی مخالفت عصیان وگناہ ہے......مدعی کا افترا تمام ہوا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ صحیح وحسن احادیث کا تذکرہ کیا جاچکا ہے۔مدعی نے جو کچھ لکھا سب صحیح

نہیں ہے بلکہ صحیح صرف وہی ہے جسے میں نے ذکر کیا ہے: ''من کنت مولاہ اور اللھم وال من والاہ۔ان اللہ ولی المومنین ومن کنت ولیہ فھذا ولیہ'' یہ بھی صحیح ہیں۔یہ بھی صحیح ہے کہ رسولؐ نے پوچھا: ''اتعلمون انّی اولی بالمؤمنین من انفسھم''۔اور سب نے اقرار کیا: نعم یا رسول اللہ.... پھر آپ نے حدیث اور دعا فرمائی۔رسولؐ نے یہ بھی فرمایا کہ میرا بلاوا آ گیا ہے اور میں قضائے الٰہی کو لبیک کہوں گا، پھر حدیث ثقلین فرمائی اور اس کے بعد حدیث ولایت۔اس کے بعد حضرت عمر نے ملاقات کر کے کہا: مبارک ہوا ے علی! آپ میرے اور تمام مومن ومومنہ کے مولا ہو گئے۔جو کچھ میں نے بیان کیا وہی صحیح ہے، افترا پرداز نے جو باتیں گڑھ لی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں، اس موضوع پر ابن عقدہ وغیرہ نے مستقل کتاب لکھی ہے۔

۳۱۔سید محمد برزنجی نواقض میں لکھتے ہیں: جاننا چاہیے کہ شیعوں کا دعویٰ ہے کہ یہ حدیث غدیر امامت علی پر واضح نص ہے۔ان کا شبہ قوی تر ہے جتنی مقدار میں نے من کنت مولاہ کی ذکر کی، وہ صحیح اور کثیر طریق سے روایت ہوئی ہے۔

۳۲۔ضیا الدین مقبلی نے ''الابحاث المسددہ فی الفنون المتعددہ'' میں حدیث کو متواتر اور علمی افادات سے بھر پور کہا ہے۔ایک دوسری کتاب تعلیق ہدایۃ العقول میں لکھا ہے کہ علامہ سید عبد اللہ بن وزیر اپنی مشہور تاریخ طبق الحلوی میں محمد ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ حدیث ولایت کے ڈیڑھ سو طرق ہیں۔محمد بن اسماعیل امیر کے نزدیک بھی ڈیڑھ سو طرق ہیں۔(۱)

اس تجزیہ کے بعد علامہ مقبلی فرماتے ہیں کہ اگر یہ واضح نہیں تو پھر دین کی کوئی بات واضح نہیں۔وہ حدیث ولایت کو متواتر کہتے ہیں لیکن حدیث منزلت کے متعلق کہتے کہ یہ صحیح ومشہور تو ہے لیکن متواتر نہیں۔ اور سید امیر محمد صنعانی الروضۃ الندیہ میں کہتے ہیں کہ حدیث غدیر متواتر ہے۔(۲) حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں طبری نے حالات لکھتے ہوئے کہا ہے کہ انھوں نے حدیث غدیر پر مستقل کتاب لکھی ہے (۳)

۱۔تعلیق ہدایۃ العقول الی غایۃ السؤول ج ۲ ص ۳۰

۲۔الروضۃ الندیۃ شرح التحفۃ العلویۃ (ص ۱۵۴)

۳۔تذکرۃ الحفاظ (ج ۲ ص ۲۷۱۳ نمبر ۷۲۸)

ذہبی کہتے ہیں کہ میں نے اس موضوع پر ایک کتاب حاصل کی اس میں حدیث غدیر کے طرق کی کثرت دیکھ کر میں دہشت زدہ رہ گیا۔ ذہبی نے حاکم کے حالات میں نشاندہی کی ہے کہ انھوں نے اس حدیث کے جید طرق پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ استاد محمد ضیاء الدین صالح نے اپنی بحثوں میں حدیث غدیر کو متواتر شمار کیا ہے۔ (۱)

۳۳۔ شیخ محمد صدر العالم معارج العلی فی مناقب المرتضی میں لکھتے ہیں کہ حدیث موالاۃ سیوطی کے نزدیک متواتر ہے میں نے ان کی کتاب قطف الازہار کا تجزیہ کر کے یہ بات کہی ہے۔ (۲) اس طرح سیوطی نے احمد، حاکم، ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، طبرانی، ابونعیم، ابن قانع اور ترمذی کی روایات کے ساتھ ساتھ نسائی، ضیاء مقدسی و ابن عقدہ وغیرہ کے اسناد کا اور صحابہ کی روایتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

۳۴۔ سید بن حمزہ حرانی دمشقی حنفی اپنی کتاب البیان والتعریف میں ترمذی، نسائی، طبرانی، حاکم اور ضیاء مقدسی کی روایاتِ غدیر نقل کرتے ہیں۔ پھر سیوطی کے قول تواتر کی نشان دہی کرتے ہیں۔ (۳)

۳۵۔ ابوعبداللہ زرقانی مالکی شرح المواہب میں فرماتے ہیں: رسول خداؐ نے علی کو ان کے وفور علم ودقائق استنباط وفہم وسیرت وصفائے نفس، اخلاق کریمانہ وثبات قدم سے مخصوص فرمایا۔ آگے حدیث غدیر، اس کے اسناد وسائل سائل کا نزول، شیخین کی تہنیت کے بعد ابن عقدہ کے خیالات لکھے ہیں۔ رحبہ کی گواہی لکھ کر یمنی اسماعیلیوں کے اعتراض کا جواب دیا ہے۔ (۴)

۳۶۔ شہاب الدین حفظی شافعی۔ بارہویں صدی کے غدیری شاعر۔ اپنی کتاب ذخیرۃ الاعمال میں اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ شک وشبہ سے بلند ہے۔ ترمذی، نسائی واحمد نے اس کی روایت کی ہے اس کے طرق کثیر ہیں۔ امام احمد کے بقول تیس صحابہ نے رحبہ میں اس کی گواہی دی تھی۔ (۵)

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۲ ص ۱۰۴۳ نمبر ۹۶۲)
۲۔ قطف الازہار ص ۲۷۷ حدیث ۱۰۲)
۳۔ البیان والتعریف ج ۲ ص ۱۳۶، ۲۳۰ (ج ۳ ص ۷۵ حدیث ۱۲۹۰، ص ۲۳۳ حدیث ۱۵۷۶)
۴۔ شرح المواہب ج ۷ ص ۱۳
۵۔ مسند احمد بن حنبل (ج ۵ ص ۴۹۸ حدیث ۱۸۸۱۵)

۳۷۔ میرزا محمد بدخشی نزل الابرار میں کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح ومشہور ہے اس کا انکار صرف متعصب غیر معتبر ہی کرسکتا ہے کیوں کہ اس کے طرق بے شمار ہیں۔ ابن عقدہ نے مستقل کتاب اور ذہبی نے اکثر طریقوں پر نص فرمائی ہے۔ بہت سے صحابہ نے اس کی روایت کی ہے۔(۱) مفتاح النجا میں اس کے اسناد بیان کئے ہیں۔(۲)

۳۸۔ مفتی شام عمادی حنفی نے الصلوٰۃ الفاخرہ میں متواتر کہا ہے کہ آغاز کتاب میں دس مشائخ کی روایت بیان کی ہے جن میں اکثر ترمذی، بزاز، احمد، طبرانی، ابی نعیم، ابن عساکر اور ابن عقدہ سے نقل کیا ہے۔(۳)

۳۹۔ ابوالعرفان الصبان شافعی نے حاشیہ نور الابصار پر اسعاف الراغبین میں لکھا ہے کہ اس کی روایت تیس صحابہ نے کی ہے جس کے اکثر طرق صحیح وحسن ہیں۔(۴)

۴۰۔ سید محمود آلوسی روح المعانی میں کہتے ہیں: ہاں! ہمارے نزدیک حدیث غدیر ثابت ہے، اس سلسلے میں بہت سی روایات ہیں لیکن جو لوگ اس سے علیؑ کی ریاستِ کبریٰ وقیادت عظمیٰ کا دعویٰ کرتے ہیں اس پر کوئی دلیل نہیں...وہ ذہبی کا قول بھی نقل کرتے ہیں کہ یہ صحیح ہے اور متواتر ہے۔(۵) قوی ترین اسناد کے ساتھ دعائیہ فقرے: اللّٰھم والِ من والاہُ بھی ثابت ہیں۔(۶)

۴۱۔ شیخ محمد حوت بیروتی شافعی اسنی المطالب میں کہتے ہیں: حدیث غدیر ابوداؤد کے علاوہ بھی اصحاب سنن نے لکھی ہے احمد اسے صحیح کہتے ہیں من کنت ولیه فھٰذا ولیُه کی روایت بھی آئی ہے جسے احمد، نسائی وحاکم نے صحیح کہا ہے۔(۷)

۴۲۔ مولوی ولی اللہ لکھنوی ''مراۃ المومنین فی مناقب اہل بیت سید المرسلین'' میں حدیث غدیر کو صحیح

۱۔ نزل الابرار ص/۲۱ (ص/۵۴)
۲۔ مفتاح النجا (ص/۴۴، ۴۵ باب ۳ فصل ۱۴)
۳۔ الصلوٰۃ الفاخرہ ص/۴۹
۴۔ اسعاف الراغبین ص/۱۵۳
۵۔ روح المعانی ج/۲ ص/۳۴۹ (ج/۶ ص/۶۱)
۶۔ روح المعانی ج/۲ ص/۳۵۰ (ج/۶ ص/۱۹۵)
۷۔ اسنی المطالب ص/۲۲۷ (ص/۶۱ ۴ حدیث ۱۴۸۱)

کہتے ہیں۔ جو اس میں شک کرتا ہے سخت غلطی پر ہے کیوں کہ ترمذی ونسائی نے اخراج کیا ہے۔ بہت سے صحابہ نے اس کی روایت کی ہے، اور زمانۂ خلافت علیؑ میں اس کی گواہی دی ہے۔(۱)

۴۳۔عہد حاضر کے دانشور شہاب الدین ابوالفیض احمد بن محمد بن صدیق حضرمی تشنیف الآذان میں حدیث غدیر کو متواتر بتاتے ہیں، اس کی ساٹھ شخصوں نے روایت کی ہے۔انھوں نے طوالت کے خوف سے صرف پچیس طرق بیان کئے ۔آخر میں ابن عقدہ کی کتاب الموالاۃ کا ذکر کیا ہے، جس میں متعدد اسانید سے بیس صحابہ کے نام درج ہیں۔(۲)

''تمھارے پروردگار کی بات سچائی وانصاف کے اعتبار سے کامل ہے۔کوئی اس کے فرامین کو بدلنے والا نہیں اور خدا سمیع وعلیم ہے۔اگر تم ان کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین پر بستے ہیں تو تمھیں خدا کے راستے سے بھٹکا دیں گے، وہ تو محض گمان پر چلتے ہیں اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں''۔

۱۔مرآۃ المومنین فی مناقب اہل بیت سید المرسلین (ص۴۰)

۲۔تشنیف الآذان ص ۷۷

محاکمہ: سند حدیث پر

''اوران کے درمیان حکم خدا کے مطابق فیصلہ کرو، ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو''۔

گزشت تحقیقی کاوشوں سے قارئین کو معلوم ہوگیا کہ بے شمار علماء امت، حفاظ اور اکابر مذہب نے حدیث غدیر کی روایت کر کے پورے قلبی اطمینان کے ساتھ صحت کی نشاندہی کی ہے۔ان میں کچھ لوگوں نے اس کے متعلق شک وشبہ اور تعصب وعناد کی فضا ختم کرنے کے لئے اس کے صحیح وحسن ہونے کی توثیق اور اسناد کے قوی ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔کچھ اہم علماء نے تواتر کا فیصلہ صادر کیا ہے اور منکرین حدیث غدیر کی سرزنش کی ہے۔قارئین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس حدیث کو ایک سو دس (۱۱۰) صحابہ نے بیان کیا ہے۔حافظ بجستانی نے ایک سوبیس اور ابوالعلاء ہمدانی نے ڈھائی سو صحابہ کی روایت نقل کی ہے ۔اس روشنی میں تابعین ومتاخرین کی تعداد کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔رسول اللہ کی احادیث میں سے کسی کو بھی یہ حساس کیفیت وتاثر حاصل نہیں۔ جزری نے اس کے اثبات کے تواتر میں مستقل کتاب لکھ کر اس کے منکر کو جاہل و نادان کہا ہے۔فقیہ ضیاء الدین مقبلی کے نزدیک اگر اس کا ثبوت وتحقیق مبہم ہے تو پھر تمام آثار مبہم ہیں۔عاصمی نے کہا کہ حدیث کو تمام امت نے قبولیت سے سرفراز کیا ہے۔غزالی کے مطابق جمہور کا متن حدیث پر اجماع ہے اور اہلسنت اس پر متفق ہیں۔بدخشی کے نزدیک حدیث غدیر صحیح اور مشہور ہے، اس پر متعصب ضدی ہی کلام کرسکتا ہے جو نا قابل اعتبار ہوگا۔نیز اس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے اس کا متن متواتر ہے یقینی طور سے رسول نے یہ حدیث فرمائی۔اس کے ذیل میں (اللھم وال من والاہ) کو بھی قوی ترین اسناد کے ساتھ بہت سے لوگوں نے بیان کیا ہے۔پھر کہتے ہیں اس کی صحت پر تنقید کرنے والا غلطی پر ہے، نیز یہ حدیث مشہور اور کئی طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔الوسی کہتے

ہیں : ہاں! ہمارے نزدیک یہ ارشاد رسولؐ، علیؑ کے حق میں ثابت ہے، یہ صحیح ہے شک کی قطعی گنجائش نہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ رسولؐ سے متواتر طریقے پر وارد ہے اور علیؑ سے بھی متواتر ہے، راویوں کی قطار لگی ہوئی ہے، جو اسے ضعیف کہتا ہے وہ غیر معتبر ہے اور اسے علم حدیث کی واقفیت نہیں۔

آگے کہا: اس کی صحت پر اعتراض لائق توجہ نہیں۔ یہ متواتر ہے، بے شمار لوگوں نے حتم جزم کے ساتھ صحت کی نشان دہی کی ہے۔

اصفہانی کا خیال ہے یہ حدیث صحیح و ثابت ہے اس کے متعلق کسی قدح سے میں واقف نہیں ہوں ، اس کو عشرہ مبشرہ سمیت سو سے زیادہ صحابہ نے بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے اقوال گزشتہ باب میں بیان کئے گئے ہیں۔

لیکن ان تحقیقی کاوشوں اور محاکموں کے درمیان تعصب، کینہ توزی اور بدبختی بھی نظر آتی ہے، کچھ عناد پیشہ افراد نے ولایت علیؑ کے شفاف چشمے کو گندا کرنے کے لیے مختلف شبہات کی راہداریاں بھی پیدا کی ہیں۔

ایک نے متن حدیث کی صحت داغدار کرنے کے لئے کہا کہ حضرت علیؑ توجۃ الوداع کے موقع پر یمن میں تھے رسولؐ کے ساتھ کہاں تھے....؟(۱)

دوسرے نے ہانک لگائی: بیشتر راویان نے "الست اولیٰ بکم" کی روایت نہیں کی ہے۔(۲)

اس کے ساتھ تیسرے لپکے: ذیل حدیث" اللھم وال من والاہ" ضعیف ہے، قطعی جھوٹ ہے۔(۳)

چوتھا پورے واقعے پر طعنہ زن ہوگیا: اس کا دعائیہ فقرہ الحاقی ہے، احمد کے سوا کسی نے بھی اس کا اخراج نہیں کیا ہے۔(۴)

۱۔ مشکل الآثار طحاوی ج ۲/ص ۳۰۸/

۲۔ القاصد تفتازانی ص ۲۹۰/ (ج ۵/ص ۲۷۴/)

۳۔ منہاج السنۃ ج ۴/ص ۸۵/

۴۔ نجات المومنین محمد محسن کشمیری

آپ نے اس حدیث کے اعتبار وصحت وتواتر پر علماء کی توضیحی گفتگو ملاحظہ فرمائی، اس کے بعد مہمل اور بال کی کھال نکالنے والوں کی باتیں اہمیت کے قابل نہیں رہ جاتیں، علماء اہل سنت کا اجماع پوری طرح ان کی یاوہ گوئیوں پر مشتمل انکار وتردید کا قلع قمع کر دیتا ہے، منکروں کی بکواس ایک دفعہ تو یہ ہوتی ہے کہ ہمارے علماء نے اس کی روایت نہیں کی۔ (۱) لیکن پھر دوسری بار کہتے ہیں کہ ثقہ راویوں نے اس کی صحت تسلیم نہیں کی۔ (۲) ان کے کچھ متاخرین نے تقلید کرتے ہوئے گہار مچائی کہ معتبر اور ثقہ محدثین نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بکواس مقلد دوسری جگہ اپنی کتاب میں اس حدیث کے متواتر ہونے کا قائل ہے۔ خدا نے ان اندھے مقلدوں کو سلام کر کے الگ ہو جانے کا حکم دیا ہے: **اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً۔**

اس بدو کو علمی نارسائی مانع ہے ورنہ وہ مسلک کے معتبر علماء کو پہچانتا یا صحیح ومستند کتابوں کو ہی دیکھ لیتا یا پھر یہ کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ان عظیم محدثین کو غیر معتبر سمجھتا ہے:

نہیں جانتا تو یہ ہے مصیبت : اگر جانتا ہے تو آفت بڑی ہے

شعور گوپال پوری

انھیں غیر ذمہ داروں میں محمد محسن کشمیری اپنا راگ الاپتے ہیں کہ اس حدیث کی احمد کے علاوہ کسی نے بھی روایت نہیں کی ہے اور مسند احمد میں صحیح وضعیف ہر قسم کی روایتیں ہیں۔

اس بکواسی کی نظر سے مسند احمد کے علاوہ کوئی کتاب ہی نہیں گزری یا پھر صحاح ومسانید کی کتابیں اس کی علمی دسترس سے باہر ہیں یا اس موضوع پر احمد کے ہم پایہ مشاہیر علماء کی تالیفات کا پتہ نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ علماء نے احمد کی جو کچھ تعریف کی ہے اس کا پتہ نہ ہو۔ طبقات سبکی میں ہے کہ احمد نے اپنی مسند ایسی لکھی ہے کہ امت کا اصل اصول ہے۔ حافظ ابوموسیٰ مدینی کہتے ہیں کہ مسند امام محدثین کے لئے اصل کبیر ومرجع وثیق ہے۔ بے شمار احادیث اور وافر مسموعات کی منتخب یہ کتاب اختلاف کے موقعوں پر قائد

۱۔ یہ بات ابن حزم نے المفاضلة بین الصحابہ میں کہی ہے۔

۲۔ الفصل ج ۴ص ۱۴۸؛ منہاج السنۃ ج ۴ص ۸۶

ومعتمد ہے۔ مجھے میرے والد اور دوسروں نے مطلع کیا کہ ابن بطہ سے امام احمد نے فرمایا کہ میں نے اس کتاب مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث میں منتخب کر کے تالیف کیا ہے، امت اسلامیہ جب بھی کسی حدیث رسولؐ پر اختلاف کرے گی تو اس کی طرف رجوع کرے گی اگر اس میں ہے تو حجت ورنہ حجت وسند نہیں۔"

عبداللہ بن احمد نے باپ سے پوچھا: آپ کتابیں لکھنا کیوں پسند نہیں کرتے جب کہ آپ نے مسند تالیف کی ہے....؟

جواب دیا: "میں نے جو کتاب تالیف کی ہے وہ لوگوں کے اختلاف سنت رسولؐ کے موقع پر صحت ہوگی، لوگ حل اختلاف کے سلسلے میں اس کی طرف مراجعہ کریں گے"۔(۱)

ابوموسیٰ مدینی یہ بھی کہتے ہیں کہ مسند احمد میں انھیں لوگوں سے حدیث لی گئی ہے جن کی دیانت وصداقت پایہ ثبوت کو پہونچ گئی۔ جو مطعون تھے انھیں نظرانداز کیا گیا، سند حدیث میں بڑی احتیاط برتی ہے۔ امام احمد کے بارے میں حافظ جزری کے اشعار مدح بھی ہیں:

"یقیناً کتاب مسند مانند دریا ہے حنبل کے فرزند صالح کی تالیف ہے، انھوں نے ارشادات رسولؐ کے موتی پروئے ہیں، جامعیت میں صحیح بخاری ہے اور مسند صرف مسند احمد ہی ہے"۔

کنز العمال میں ہے: حافظ سیوطی جمع الجوامع کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ:...مسند احمد کی تمام حدیثیں قابل قبول ہیں، اس کی حدیث ضعیف بھی حسن کے مانند ہے۔(۲) بالفرض اگر ابن تیمیہ کی بات احمد کے بارے میں مان بھی لی جائے تو اس میں احمد یا ان کے تتبع کا کیا قصور ہے۔ حالانکہ حدیث غدیر صرف مسند احمد تک ہی منحصر نہیں، صحاح ومسانید کے مستند علماء کی ایک لمبی قطار ہے جن میں ثقہ ومعتبر افراد ایسے بھی ہیں جن سے بخاری ومسلم نے روایت لی ہے۔

حسام الدین سہارن پوری نمودار ہوئے، ان کی تنقید سنیے: "حدیث غدیر جن کتابوں میں درج ہے وہ صحیح نہیں"۔

۱۔ طبقات الشافعیہ ج ۱ ص ۲۰۱ (ج ۲ ص ۲۷ نمبر ۷)

۲۔ کنز العمال ج ۱ ص ۳ (ج ۱ ص ۱۰)

انھیں پتہ ہی نہیں کہ اس حدیث کو صحیح ترمذی، سنن ابن ماجہ اور دار قطنی نے متعدد طرق سے درج کیا ہے۔

ضیاء الدین مقدسی المختارہ میں کہتے ہیں کہ شیخ محمد حوت نے کہا کہ اس کو ابوداؤد کے علاوہ تمام سنن میں درج کیا گیا ہے، احمد نے اسے درج کر کے صحیح کہا ہے۔ ان کتب کی نشاندہی سے حدیث کی صحت کا پتہ چل جاتا ہے۔ اب اس کے بعد جن لوگوں (۱) نے کہا ہے کہ مسلم و بخاری نے اس کی روایت نہیں کی اس کی کیا قدر قیمت رہ جاتی ہے، حالانکہ دوسروں نے اس کے متعلق صحیح و مدلل انداز اختیار کیا ہے۔ پھر شیخ محمود کا بیان بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کتنی ہی صحیح حدیثیں ہیں جنہیں بخاری و مسلم نے اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا ہے۔ بخاری مسلم کی عدم روایت کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ حاکم نیشاپوری کی ایک عظیم کتاب جو حجم کے اعتبار سے بخاری و مسلم سے زیادہ ہے صرف اس لئے تالیف کی ہے کہ بخاری و مسلم کا تدارک ہوسکے، یہی حاکم مستدرک جلد اول میں کہتے ہیں:

''ایسا نہیں کہ جو کچھ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے بس وہی صحیح ہے۔ عصر حاضر کے بدعت نوازوں کی ایک ٹولی ہے جو راویان آثار پر طعن تشنیع کرتی ہے کہ تمھارے پاس دس ہزار احادیث صحیحہ سے زیادہ کا سرمایہ نہیں اور یہ تمام مولفہ اسانید جو ہزاروں جلدوں تک پہونچ جاتی ہیں سب کی سب سقیم اور غیر مقبول ہوگئیں۔ اس شہر کے اکابر علماء نے مجھ سے فرمائش کی بخاری و مسلم کے مانند کتاب تالیف کروں، اس لئے کہ معلول احادیث بہر حال موجود ہیں اور خود انھوں نے بھی ذاتی طور سے سقم سے خالی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے ان کے ہم عصر علماء نے سقیم احادیث کی نشاندہی کی، میں نے کوشش کی ہے کہ ایسی احادیث صحیحہ جمع کروں جو محدثین کے لئے قابل قبول ہوں اور دفاعی ہوں، اور میں ثقہ روات کے اخراج کے لئے خدا ہی سے مدد کا طالب ہوں کیونکہ فقہاء کے نزدیک شرط صحت یہ ہی ہے کہ اسناد و متن میں زیادتی نہ ہو''۔ (۲)

۱۔ المواقف (ص ۴۰۵)؛ شرح المقاصد (ج ۵ ص ۲۷۴)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۱ ص ۲ (ج ۱ ص ۴۱)

حافظ کبیر عراقی نے دو بیتوں کی شرح میں کہا ہے کہ بخاری ومسلم نے تمام صحیح احادیث کا احاطہ نہیں کرلیا ہے اور نہ ہی انھوں نے اس کا التزام کیا ہے۔(۱)

حاکم مستدرک پیش لفظ میں کہتے ہیں کہ بخاری ومسلم کا دعویٰ ہرگز نہیں کہ ان کے مندرجات کے سوا تمام احادیث غیر صحیح ہیں۔امام بخاری نے کہا کہ میں نے صرف صحیح احادیث جمع کی ہیں بعض طویل احادیث صحیحہ نظر انداز کردی ہیں۔مسلم کہتے ہیں کہ میں نے صرف انھیں حدیثوں کو جمع کیا ہے جن پر اجماع ہے۔ظاہر ہے کہ اجماع کی وجہ سے بعض صحیح احادیث محدثین کی نظر سے اوجھل ہوسکتی ہیں،عراقی نے پھر دو بیتوں کی شرح میں کہا کہ بخاری ومسلم نے تمام صحیح احادیث کا احاطہ نہیں کرلیا ہے۔اس لئے صحیح احادیث وہی ہیں جن کی صحت پر نص ہو۔یعنی ابوداؤد،ترمذی،نسائی،دارقطنی،خطابی اور بیہقی جیسے لوگوں کا اجماع ہو۔بخاری ومسلم کی قید تو ابن صلاح نے لگائی ہے۔اگر غیر معروف افراد بھی شرائط صحت پر پورے اترتے ہیں تو انھیں قبول کرلینا چاہئے جیسے ابن قطان وابن معین وغیرہ۔

ابن صلاح نے بخاری ومسلم کی شرط اس لیے لگائی کہ آج کل ان دونوں کے علاوہ دوسرے پر حکم صحت لگانا پھبتا نہیں ہے،حالانکہ صحیح ابن خزیمہ،صحیح ابی حاتم اور مستدرک حاکم بھی حکم صحت میں ہیں۔

ارباب نظر پر پوشیدہ نہ رہے کہ صدر اول اسلام میں غدیر خم کے اعلان پر یہ سب غوغا نہیں تھا،صرف کچھ اہل عناد،خاصان خدا کی عداوت میں اسے شخصی مسئلہ قرار دئے کہ امیر المومنین اور زید کے درمیان ناچاقی کا سبب بتاتے تھے۔وہ اس طرح اسے غیر معمولی قرار دینا چاہتے تھے۔پھر مامون رشید کا زمانہ آیا اور اس نے چالیس فقہائے عصر سے مدلل مناظرہ کر کے حق بات ظاہر کی۔اس کے بعد چوتھی صدی میں تمام امت نے عام قبولیت کا مظاہرہ کیا،علماء وحفاظ نے تسلیم کیا۔جس نے یہ اعتراض کیا کہ حجۃ الوداع میں علیؑ موجود نہیں تھے،اس کی تردیدی کی،حدیث کی صحت وحسن وتواتر کی حتمی اعلان کیا۔بخاری ومسلم کے عدم اخراج کے شاخسار نے کو اسی معیار سے جانچ پڑتال کر کے صحیح وحسن ہونے کی نشاندہی کی۔

تیسری صدی کے وہ مشائخ جن سے بخاری ومسلم نے بھی روایت کی ہے ان میں یحیٰ بن آدم

۱۔فتح المغیث ص ۱۴/ ابیت ۲۴ ص ۱۶/ ابیت ۲۹، ۳۰

اسود بن عامر، عبداللہ بن یزید، حجاج بن منہال، عفان بن مسلم اور محمد بن کثیر جیسے تیس سے زیادہ اہم مشائخ ہیں۔ اس طرح بخاری و مسلم نے اگرچہ حدیث غدیر کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے لیکن اس کے باوجود یہ متفقہ طور سے صحیح و متواتر ہے۔(۱)

اس سلسلے میں شیخ محمود کہتے ہیں کہ بہت سی احادیث کا شیخین نے اخراج نہیں کیا ہے۔ وہ اس سے دونوں کی عظمت داغدار نہیں کر رہے ہیں بلکہ حدیث غدیر کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میری بات پر جمہور اہلسنت کا اتفاق ہے۔

ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ حدیث غدیر کے اجماع کی تردید سب سے پہلے ابن حزم اندلسی نے کی، حالانکہ وہ اس کا بھی قائل ہے کہ امت کبھی غلطی پر اتفاق نہیں کر سکتی۔ پھر ابن تیمیہ نے اس کی پیروی کرتے ہوئے حدیث کے مدرک پر اعتراض کیا کہ بخاری و ابراہیم حرانی اور دوسرے علمائے حدیث نے نقل کر کے اسے ضعیف قرار دیا ہے، وہ منہاج السنۃ کا اپنا فقرہ بھول گئے کہ "واقعہ غدیر حجۃ الوداع سے واپسی پر پیش آیا اس پر تمام لوگوں کا اجماع ہے"۔(۲) اس کے بعد تو منحرفین حق کی ٹولی امنڈ پڑی۔ تفتازانی قاضی ایجی قوشجی اور جرجانی نے ابن حزم و ابن تیمیہ کی پیروی میں مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے کر دیئے۔ انھوں نے استنادی حیثیت سے بخاری و مسلم ہی کے عدم اخراج پر اکتفا نہیں کی بلکہ ان کی جرأت اتنی بڑھی کہ بطور ارسال مرسل کہنے لگے کہ ابوداؤد و سجستانی نے حدیث غدیر پر طعن کیا ہے۔ ان کے بعد ابن حجر نے مزید اضافہ کیا۔ پھر ہروی نمودار ہوئے اور سجستانی واقدی و ابن خزیمہ کی نشاندہی کی۔ السہام الثاقبہ میں کہتے ہیں کہ ابوداؤد و ابن خزیمہ جیسے معتبر محدثین نے واقعہ غدیر پر طعن کیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ خدائے رحمن پر یہ لوگ افترا پردازی میں کس قدر گستاخ ہیں۔ ایسے مناظر کو کیا کہا جائے جو محدثین و حفاظ کی طرف بے بنیاد منسوب کرتا ہے۔ کوئی ان سے سوال کرنے والا نہیں کہ اس نقل و اضافے کا سرا کہاں ہے، کس کی تالیف میں پایا، کون سی کتاب ہے، کہاں ہے، اس کا نام کیوں نہیں لیتے، کیا اساتذۂ حدیث نے روایت کی ہے۔ اس کے اسناد کو نظر انداز کیوں کر دیا؟

۱۔ فتح المغیث ص ۱/۷ (ص ۱۴ ابیت ۲۴، ص ۱۶/ ص ۲۹، ۱۰)؛ ص ۱۹

۲۔ منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۳

کوئی نہیں پوچھتا کہ بخاری کی طرح حفاظ و محدثین کا وہ گروہ پہلی صدی سے ساتویں صدی (عہد ابن تیمیہ) تک وہ لوگ چھپے کیوں رہ گئے، کسی نے بھی ان کی تحقیق پر دم نہ مارا کسی نے بھی اپنی مسند میں نقل قول نہ کیا۔شاید اس لئے کہ بازار تحقیق میں وہ بے وقعت ہو کر رہ جائے گی۔ان باتوں کے علاوہ کہاں سے سراغ ملا کہ اس حدیث غدیر کے تواتر کا مجرمانہ انکار کردیا گیا اور یہ کہ شیعہ اسی تواتر پر اعتبار کر کے امامت علی کا استدلال کرتے ہیں، حالانکہ یہ حدیث احاد ہے۔(۱)

اس شخص کو ایسی بات کہتے ذرا باک نہیں، حالانکہ یہی حدیث جس کی سند میں اگر آٹھ صحابی ہوں تو اسے متواتر مانتا ہے۔(۲) اسی کے گروہ میں ایسے افراد بھی ہیں جو چار صحابیوں کی روایت کو متواتر مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی مخالفت جائز نہیں۔(۳) وہ حدیث الائمۃ من قریش کو انس، بن عمر اور معاویہ سے روایت کے باوجود متواتر مانتا ہے۔(۴) دوسرا کہتا ہے کہ اس کو بارہ افراد نے علیؑ سے اور علیؑ نے رسولؐ سے روایت کی ہے، پھر کہتا ہے کہ یہ بارہ طریق علیؑ تک منتہی ہوتے ہیں لہٰذا حدیث متواتر ہے(۵)

ایک دوسرے صاحب نے تقتلک الفئۃ الباغیۃ کو عمار کے لئے متواتر بتایا ہے اور اس کی نسبت عمار، عثمان، عبداللہ بن مسعود، حذیفہ، ابن عباس اور دوسروں کی طرف دی ہے۔(۶) سیوطی الفیہ میں کہتے ہیں کہ اگر تواتر حدیث دس افراد تک بھی ہو تو وہ پسندیدہ ہے۔(۷) یہ ہے تواتر کے متعلق ان لوگوں کا نظریہ۔حالانکہ حدیث غدیر کو ایک سو بیس اصحاب رسولؐ یا اس سے زیادہ نے روایت کیا ہے اور اس کو نظر انداز کردیا جاتا ہے۔اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ احمد امین اپنی کتاب ظہر الاسلام میں

۱۔ المقاصد ص/۲۹۰ (ج/۵ ص/۲۷۲)؛ الصواعق المحرقہ ص/۲۵ (ص/۴۲)

۲۔ الصواعق المحرقہ ص/۱۳ (ص/۲۳)

۳۔ المحلیٰ (ج/۹ ص/۶ مسئلہ ۱۵۱۱)

۴۔ الفصل ج/۴ ص/۸۹

۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج/۷ ص/۲۸۹ (ج/۷ ص/۳۲۱ حوادث ۳۷ھ)

۶۔ تہذیب التہذیب ج/۷ ص/۴۰۹ (ج/۷ ص/۳۵۸ نمبر ۶۶۵)؛ الاصابۃ ج/۲ ص/۵۱۲ نمبر ۵۷۰۴

۷۔ الفیہ ص/۱۶ (ص/۴۴)

لکھتے ہیں کہ شیعوں نے حدیث غدیر کی روایت برّ ابن عاذب سے کی حالانکہ سب جانتے ہیں کہ محدثین نے دوسرے اصحاب رسولؐ سے زیادہ تر روایت کی ہے۔(۱) اسی جلد میں چالیس سے زیادہ عظیم علمائے اہل سنت کی نشان دہی ہوئی ہے جن میں احمد، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، ابن شیبہ جیسے لوگ ہیں۔ان سب کے اسناد صحیح اور رجال ثقہ ہیں۔لیکن احمد امین اسے صرف شیعوں ہی سے منسوب کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ حدیث استدلالی صلاحیتوں سے محروم ہو جائے۔یہ بات احمد امین ہی پر منحصر نہیں اہل سنت کے تمام مصنوعی علماء کی یہی حالت ہے۔

''ان کے منھ سے بڑی بات نکل رہی ہے۔یہ صرف جھوٹ بول رہے ہیں۔شاید تم اپنی جان کھو بیٹھو اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں''۔

۱۔ ظہر الاسلام ص ۱۹۴

ابن حزم کے متعلق عام رائے

سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی منحوس فرد کے متعلق کیا لکھا جائے جس کی گمراہی کی وجہ سے دانش وران عصر نے اس کی مذمت کی ہے، عوام کو اس سے دور رہنے اور تمام تالیفات کو نذر آتش کرنے کا مشورہ دیا ہے۔(۱) آلوسی تو اپنی تفسیر میں اس کے نام ہی سے بھڑک اٹھتے ہیں: ''وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے''۔(۲)

ایسے بکواسی کے متعلق کیا کہا جائے جسے اپنی تالیفات میں خدا اور سولؐ کی تکذیب، مقدسات شرع نبوی کے ساتھ گستاخی اور مسلمانوں پر اتہام طرازی میں ذرا بھی باک نہیں، اپنی کج بحثی میں بغیر اساس واستناد قرآن وحدیث کے الم غلم فتوے جھاڑ دیتا ہے، ائمہ فن، حفاظ اور امت اسلامیہ کی طرف ایسے نظریات منسوب کرتا ہے جن کا کہیں پتہ نہیں، اس کی گمراہی کا ایک نمونہ یہ ہے کہ اپنی فقہی کتاب المحلی میں مسئلہ بیان کرتا ہے کہ اگر کسی مقتول کے ورثاء میں غائب، بچہ یا مجنون ہو تو اس موقع پر لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ اس کے بعد ابو حنیفہ کا قول بیان کرتا ہے کہ ایسی حالت میں قاتل سے قصاص کا حق ولی مکلف اور بالغ کو ہے۔ کم سن بچوں کے بالغ ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اس کے بعد شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ اگر مقتول کے اولیاء میں ایک بھی کم سن اور نابالغ ہو تو بڑے کو قصاص کا حق نہیں۔(۳) پھر اسی شافعی نظریہ کی روشنی میں کہتا ہے کہ امام حسنؑ نے حضرت علی کے قتل کا قصاص ابن ملجم سے لیا

۱۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۲۰۰ (ج ۴ ص ۲۲۹ نمبر ۵۷۳۷)

۲۔ روح المعانی ج ۲۱ ص ۷۶

۳۔ المحلی ج ۱۰ ص ۴۸۲

حالانکہ علی کے دوسرے نابالغ بیٹے موجود تھے۔ اس کے بعد اعتراض کرتا ہے کہ اس قصہ قتل ابن ملجم میں شافعیوں کا طعن خود ان پر بھی وارد ہوتا ہے کیوں کہ اس بارے میں شافعیوں اور مالکیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ جو بھی تاویل کی بنا پر کسی کو قتل کر دے اس پر قصاص نہیں۔ اور اس بارے میں امت اسلامیہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ابن ملجم نے علیؑ کو اجتہاد و تاویل کی بنا پر قتل کیا اور اس کا اجتہاد صحیح تھا۔

اس سلسلے میں قبیلہ صفریہ کا شاعر عمران بن حطان کہتا ہے:

یا ضربة من تقی ما اراد بها الا فیبلغ من ذی العرش رضوانا

انی لاذکره حینا فاحسبه اوفی البریة عند الله میزانا

''کیا کہنا اس پرہیزگار کی ضربت کا جس نے محض آسمان والے کے خوشنودی کا ارادہ کیا تھا، میں جب بھی اسے یاد کرتا ہوں کہ میزان عمل میں خدا کے نزدیک مخلوقات میں کامل تر ہے''۔

یعنی جب بھی عبدالرحمٰن ابن ملجم کے تعلق سوچتا ہوں تو اسی نتیجے پر پہونچتا ہوں کہ شائستگی میں تمام کائنات کے مقابلے میں کامل تر تھا۔ امام حسن کے اس عمل کی بنا پر حنفی ملامت کے مستحق ہیں جسے وہ شافعیوں کے لئے جائز سمجھتے ہیں، وہ اپنے حصے کی ملامت نقل نہیں کرتے، اپنے کھودے ہوئے کنویں میں گرے ہیں۔ (۱)

اب ذرا میرے ساتھ آیئے۔ ہر وابستۂ اسلام سے پوچھا جائے کہ یہ کنوارا فتویٰ کہاں سے حاصل کیا گیا، حالانکہ اس کے مقابلے میں رسولؐ کی صحیح حدیث موجود ہے کہ ''یا علی! تمھارا قاتل آخری زمانے کا کمینہ ترین انسان ہوگا۔'' دوسری روایت میں ہے کہ لوگوں میں سب سے بڑا کمینہ، اور تیسری روایت میں ہے کہ امت کا سب سے بڑا کمینہ جس طرح ناقۂ صالحؑ کا قاتل قوم ثمود کا کمینہ ترین شخص تھا۔ اس ارشاد رسولؐ کو بالغ نظر حفاظ اور اکابر علمائے نے متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے۔ خود ابن حزم کے معیار کے مطابق متواتر حدیث ہے۔

۱۔ تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر ابن حجر ص ۴۱۶ (ج۴ص ۴۶)

ان کے اسناد طرق مندرجہ ذیل کتابوں میں ہیں:

''مسند احمد، خصائص نسائی، الامامۃ والسیاسۃ، مستدرک حاکم، تلخیص ذہبی، تاریخ خطیب، استیعاب، سیر اسحاق، ریاض طبری، تاریخ ابن کثیر، جمع الجوامع سیوطی''۔(۱)

ابن حزم کی اس رائے اور ارشاد رسولؐ میں کیا مطابقت پیدا کی جاسکتی ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

''کیا میں تمھیں خبر دوں جسے قیامت میں سخت ترین عذاب دیا جائے گا؟''

آپ نے فرمایا: ''ہاں''۔

فرمایا: ''ناقۂ صالح کو پے کرنے والا قوم ثمود کا شخص اور وہ جو تمھاری داڑھی کو تمھارے خون سے خضاب کرے گا''۔(۲)

کیا ارشاد رسولؐ سے بھی مطابقت پیدا کی جاسکتی ہے؟

''یا علی تمھارا قاتل شبیہ یہود بلکہ یہودی ہے''۔(۳)

نیز ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ اکثر فرمایا کرتے تھے: ''کیا رکاوٹ ہے شقی ترین شخص کے لئے''۔(۴)

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج۴/ص۲۶۳ (ج۵/ص۳۲۶ حدیث نمبر ۱۷۸۵۷)؛ خصائص نسائی ص۳۹ (ص۱۶۲ حدیث ۱۵۳؛ السنن الکبریٰ ج۵/ص۱۵۳ حدیث ۸۵۳۸)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج۱/ص۱۳۵ (ج۱/ص۱۳۹)؛ المستدرک علی الصحیحین ج۳/ص۱۴۰، ۱۴۱ (ج۳/ص۱۵۱ حدیث ۴۶۷۹)؛ تلخیص المستدرک ج۳/ص۱۴۰ (ج۳/ص۱۵۱ حدیث ۴۶۷۹)؛ تاریخ بغدادی ج۱/ص۱۳۵؛ استیعاب مطبوع بر حاشیہ الامامۃ ج۳/ص۶۰؛ الریاض النضرۃ (ج۳/ص۲۰۸)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷/ص۳۲۳ (ج۷/ص۳۵۸ حوادث ۴۰ھ)؛ کنز العمال ج۶/ص۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۱۵۷، ۳۹۹ (ج۱۳/ص۱۹۲ حدیث ۳۶۵۷۱؛ ص۱۹۳ حدیث ۳۶۵۷۷، ۳۶۵۷۸؛ ص۱۹۶ حدیث ۳۶۵۸۷؛ ج۱۱/ص۶۱۷ حدیث ۳۲۹۹۸؛ ج۱۳/ص۱۴۰ حدیث ۳۶۴۴۲؛ ص۱۴۱ حدیث ۳۶۴۴۳)

۲۔ العقد الفرید ج۲/ص۲۹۸ (ج۴/ص۱۵۵)

۳۔ کنز العمال ج۶/ص۴۱۲ (ج۱۳/ص۱۹۵ حدیث ۳۶۵۸۲)

۴۔ البدایۃ والنہایۃ ج۷/ص۳۲۳ (ج۷/ص۳۵۸ حوادث ۴۰ھ)؛ کنز العمال ج۶/ص۴۱۱ (ج۱۳/ص۱۸۷ حدیث ۳۶۵۵۷؛ ص۱۹۴ حدیث ۳۶۵۸۰)

ابن ملجم کے لئے فرمایا: ''کیا رکاوٹ ہے شقی ترین شخص کو''۔(۱)

حضرت نے اپنے عیال سے فرمایا: ''خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ شقی ترین شخص اقدام کر بیٹھے''(۲)

آپ کا پانچواں ارشاد ہے: ''تمھارے شقی ترین شخص کے لئے کیا رکاوٹ ہے''۔(۳)

آپ کا چھٹا ارشاد ہے: ''تمھارے شقی ترین شخص کو کیا رکاوٹ ہے یا کس بات کا انتظار ہے؟''(۴)

کاش مجھے معلوم ہو سکتا کہ کس اجتہاد نے واجب الاطاعت امام کے قتل کی اجازت دی ہے؟ کس اجتہاد میں قتل امام کو خارجی عورت کا مہر قرار دیا گیا ہے۔؟ ابن ملجم قبیلۂ مراد پر فریفتہ تھا۔ کیا رسولؐ کے واضح حکم کے مقابلے میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔؟(۵)

پھر تو اس راستے سے تمام انبیاء و خلفاء کا قتل اجتہاد کی بھینٹ چڑھ جائے گا۔ لیکن یہی ابن حزم کا نظریہ عمر و عثمان کے قتل پر اجتہاد کی اجازت نہیں دیتا۔

کاش ہم یہ جان سکتے کہ کس قوم میں ابن ملجم جیسے پاپی کو سراہا گیا ہے؟ ابن حزم اس کا نام بتا دیتے اسلام کا تو یہ ذلیل عقیدہ نہیں، صرف خوارج ہی کا ہے جو دین سے خارج ہیں اور یہ بھی خارجی تھا۔ عمران کا احتجاج بھی اس نظریہ کی تائید ہے۔

یا اللہ! یہ عمران بن خطان کون ہے؟ ولی خدا، امام پاک، امیر المومنین کی خوں ریزی کے شرمناک عمل کو اچھا سمجھنے کا انصاف تیرے ذمے۔ اس کے شعری بکواس کی کیا اہمیت ہے جس سے استدلال کر کے احکام اسلامی کی اساس قرار دی جائے۔

۱۔ تاریخ طبری ج۶/ص۸۵/(ج۵/ص۱۴۵/حوادث ۴۰ھ)؛ تاریخ کامل ج۳/ص۱۶۹/(ج۲/ص۴۳۵/حوادث ۴۰ھ)

۲۔ الریاض النضرۃ ج۲/ص۲۴۸/(ج۳/ص۲۰۸/)

۳۔ تاریخ کامل ج۳/ص۱۶۸/(ج۲/ص۴۳۴/حوادث ۴۰ھ)؛ کنز العمال ج۶/ص۴۱۲/(ج۱۳/ص۱۹۱/حدیث ۳۶۵۷۰)

۴۔ محاملی کی امالی (ص۱۷۸/حدیث ۱۵۰)؛ ریاض النضرۃ ج۲/ص۲۴۸/(ج۳/ص۲۰۸/)

۵۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱/ص۱۳۴/(ج۱/ص۱۳۷/)؛ تاریخ طبری ج۶/ص۸۳/(ج۵/ص۱۴۴/)؛ المستدرک ج۳/ص۱۴۳/(ج۳/ص۱۵۴/حدیث ۴۶۹۰)؛ تاریخ کامل ج۳/ص۱۶۸/(ج۲/ص۴۳۵/)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷/ص۳۲۸/(ج۷/ص۳۶۱/حوادث ۴۰ھ)

اس فقیہ (ابن حزم) کو کیا کہا جائے جو عمران جیسے کمینے کی بکواس کو واضح احکام کے مقابلے میں دستاویز قرار دے، مخالفت رسول، تردید نص، اور خارجی کی بچکانہ بکواس سے استدلال کر کے امت اسلامی کو متہم کرے، اسی عمران کا ہم عصر ابوالطیب طاہر بن عبداللہ شافعی یوں نغمہ ریز ہے:

انی لا برء حما انت قائله عن ابن ملجم الملعون بهتانا

باضربة من شقی ماارادبها الا لیهدم للاسلام ارکانا

انی لا ذکره یوماًفالعنه دنیا و العن عمر انا و حطانا

علیه ثم علیه الدهر متصلاً لعائن الله اسراراًواعلانا

فانتما من کلاب النارجاء به نص الشریعة برهاناوتبیاناً (۱)

''میں قطعی بیزار ہوں عبدالرحمٰن بن ملجم کے بارے میں تمہاری بکواس سے۔ ہائے اس کمینے کی ضربت جس نے ارکان اسلام منہدم کرنے کا ارادہ کیا، میں جب بھی اس دن کا خیال کرتا ہوں تو عمران اور اسکے باپ حطان دونوں پر لعنت بھیجتا ہوں، اس پر خدا کی برابر لعنت ہوتی رہے، پوشیدہ اور علی الاعلان نص و دلیل کی بنا پر جہنم کے کتے ہو''۔

بکر بن حسان باہلی نے کہا: (آٹھ شعروں کا مفہوم ہے)

''ابن ملجم سے کہہ دو حالانکہ مقدرات غالب ہیں۔ تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے ارکان اسلام کو منہدم کر دئے۔ ایسے کو قتل کیا جو تمام چلنے والوں میں افضل، سب سے پہلے اسلام و ایمان سے سرفراز اور سب سے بڑا عالم تھا، جس نے سیرت رسول کو شریعت و بیان کی روشنی میں واضح کیا۔ وہ رسول کے داماد و حامی تھے۔ ہمارے مولا تھے ان کے مناقب نور و برہان کی روشنی میں واضح ہیں۔ حاسدوں کی جلن کے باوجود ان کی حیثیت وہی تھی جو موسیٰ کے نزدیک ہارون کی تھی۔ وہ جہاد میں چمکتی ہوئی تلوار اور میدان کارزار کے شیر تھے۔ میں ان کے قاتل کو یاد کر کے رو دیتا ہوں۔ پاک ہے وہ ذات جو لوگوں کا پروردگار... مجھے گمان نہیں تھا کہ آپ کا قاتل انسان ہوگا جسے قیامت کا خوف نہ ہو لیکن وہ تو شیطان تھا۔ قبائل میں قبیلہ

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۴۳ (ج ۲ ص ۴۳۵)

مراد کا کمینہ ترین انسان تھا اور خسران مبین میں مبتلا تھا۔ جس طرح اگلوں میں ناقۂ صالح کو پے کرنے والا قوم ثمود کا شخص، حضرت علیؑ نے اپنی موت سے قبل ہی خبر دے دی تھی کہ یہ داڑھی خون سے خضاب ہوگی۔ اس نے جو گناہ کیا ہے خدا کبھی معاف نہ کرے اور عمران بن حطان کی قبر سیراب نہ کرے کیونکہ اس نے اپنے شعروں میں ابن ملجم کے سلسلے میں بڑی منحوس بات کہی ہے (وہ خبیث کہتا ہے) کیا کہنا اس پرہیزگار کی ضربت کا جس نے محض خوشنودی رب کے لئے تلوار چلائی۔۔۔ نہیں بلکہ ضربت گمراہی سے بھرپور تھی اس کی وجہ سے دوزخ کے شرارے بھڑک اٹھے۔ وہ جلد ہی غضب خدوندی کا شکار ہوا۔ بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق ہوگیا''۔ (۱)

ابن حجر اصابہ میں کہتے ہیں کہ بکر بن حماد تاہرتی نے یہ شعر کہے ہیں جو قیروان کے باشندے اور بخاری کے ہم عصر تھے۔ عمران سے ان شعروں کا اجازہ سید حمیری نے لیا ہے جو ان کے دیوان میں موجود ہے۔ (۲)

استیعاب میں ہے کہ متذکرہ تاہرتی نے مرثیۂ امیر المومنین بھی کہا ہے جس کا پہلا شعر ہے:

وھز علی بالعراقین لحیۃ مصیبتھا جلت علیٰ کل مسلم

''یعنی حضرت علیؑ کی زخمی ریش اقدس نے بصرہ وکوفہ کو جھنجھوڑ ڈالا جس سے مسلمانوں کی مصیبت سخت ہوگئی''۔ (۳)

عمران کی تردید میں محمد ابن احمد طبیب نے بھی اشعار کہے ہیں:

ہائے وہ مکارترین شخص کی ضربت! وہ تمام مخلوقات میں کمینہ ترین تھا۔ جب یاد کرتا ہوں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں نیز اس کتے عمران بن حطان پر بھی''۔ (۴)

۱۔ تاریخ کامل (ج۲/ص۴۳۹ حوادث ۴۰ھ)؛ مروج الذہب ج۲/ص۴۳ (ج۲/ص۴۳۵)؛ الاستیعاب (القسم الثالث ص۱۱۲۸/ حالات امیر المومنین)؛ تاریخ کامل ج۳/ص۱۷۱ (ج۲/ص۱۷۱) (ج۲/ص۴۳۹)؛ صفدی کی تمام المتون ص۱۵۲ (ص۲۰۱)

۲۔ الاصابۃ ج۳/ص۱۷۹

۳۔ الاستیعاب ج۲/ص۴۷۲ (القسم الثالث ص۱۱۳۱/ نمبر ۱۸۵۵)

۴۔ کامل مبرد ج۳/ص۹۰ (ج۲/ص۱۴۶)

ان تمام باتوں کے علاوہ جب امام حسنؑ نے ابن ملجم کو قتل کیا تو صحابہ وتابعین کا گروہ موجود تھا جنہوں نے آپ کے اس اقدام کو سراہا تھا، بلکہ ان لوگوں کا قصاص پر اصرار قطعی دلیل ہے کہ یہاں اجتہاد کی گنجائش نہیں تھی اجتہاد کو بہتر سمجھنے کا تو سوال ہی نہیں۔ اگر یہاں اجتہاد فرض کرلیا جائے تو نص کے مقابلے میں تھا، اس لئے تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ اس پلید کیڑے کو ہمیشہ کے لئے ٹھکانے لگا دیا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ امام حسنؑ نے دوسرے فضائل کی طرح اس فضیلت کے حصول میں بھی سبقت کی اس لئے ابن حزم کے موضوع تحریر سے باہر ہے۔ شافعی، حنفی و مالکی کے نزاع کے متعلق من مانی رائے قائم کرنے اور مضحکہ اڑانے کے بجائے اسے سوچنا چاہئے کہ امام وقت کے قتل کا قصاص ضرورت دین کے لئے ہے، یہی وجہ ہے کہ عقیدت مندان عمر بن خطاب ان کے قاتل کے وجوب قصاص میں کوئی شبہ نہیں کرتے نہ یہاں اجتہاد کو جائز سمجھتے ہیں۔ خود ابن حزم نے قاتلین عثمان کے موقع پر اجتہاد کو ناجائز کہا ہے۔

ابن ملجم کو ابن حزم سراہتے ہیں لیکن صاحب لسان المیزان اسے خارجی، مکارترین اور مردم آزار کہتے ہیں۔ (۱) اس معاملے میں ابن حجر ابوزرعہ کی پیروی کی، وہ کہتے ہیں کہ خوارج نے علیؑ پر ہجوم کیا تو آپ ان پر کامیاب ہوئے انھیں کا بقیہ شقی ترین ابن ملجم مرادی ملعون تھا جس نے علیؑ پر حملہ کرکے آپ کا رشتۂ حیات قطع کیا۔ (۲)

نظریات ابن حزم کے مزید نمونے

ابوالغادیہ یسار بن سبع سلمی جس نے حضرت عمار یاسر کو قتل کیا تھا، ابن حزم اس کی خطائے اجتہادی کا قائل ہے حالانکہ عمار بیعت رضوان میں موجود تھے خدا نے ان کے سکینۃ القلب کی گواہی دی۔

ابن حزم کہتا ہے کہ ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ نے عمار کو باغیانہ طور پر قتل کرکے خطائے اجتہادی فرمائی

۱۔ لسان المیزان ج۳ر ص ر ۵۳۲ نمبر ۵۰۷۷)؛ تہذیب التہذیب ج۷ر ص ر ۳۳۸ (ج۷ر ص ر ۲۹۷)

۲۔ طرح التغریب ج ر ۱ ص ر ۸۶

پس انھیں ایک ثواب عطا کیا جائے گا، لیکن یہ خطائے اجتہادی کی تاویل حضرت عثمان کے قاتلوں پر لاگو نہیں ہو سکتی، کیونکہ عثمان نے نہ تو کسی سے جنگ کی نہ کسی کو قتل کیا، نہ کسی سے زنائے محصنہ کے مرتکب ہوئے۔نہ مرتد ہوئے بلکہ آپ سے جنگ کرنے والے فاسق وفاجر تھے۔انھوں نے عمداً محترم خون بہایا، ان کے ظلم کی تاویل نہیں کی جا سکتی۔وہ سبھی بدکار ملعون تھے''۔انتھی (۱)

میں نے ابوالغادیہ کے اجتہاد کا سرا کہیں نہیں پایا، کیونکہ یہ مجہول شخص عہد نبوی کا گمنام ترین انسان ہے۔صرف اس کے قبیلہ جہنی سے ہونے کی نشان دہی ہوتی ہے۔کتابوں میں اس کے حالات واجتہاد کچھ نہ مل سکے صرف دو روایتیں ملیں، دمائکم واموالکم حرام (تمھارا خون ومال محترم ہے) اور لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض (یعنی میرے بعد کفر کی طرف مت پلٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو) اصحاب رسول خداً تعجب کرتے تھے کہ اس نے ان باتوں کو سنا اور پھر عمار کو قتل کیا۔(۲)

علمائے اعلام میں ابن حزم کے سوا کسی نے بھی اس کے متعلق کچھ نہیں کہا ہے۔

چھوڑیئے بھی اسے... عمار یاسر کے متعلق واضح حکم رسولؐ کے مقابلے میں اجتہاد، کیا بیچتا ہے؟ میرا مطلب صرف اسی حدیث ہی سے نہیں کہ''تقتلک الفئة الباغیة'' (تمھیں باغی گروہ قتل کرے گا)۔(۳) یا ''الناکبة عن الطریق'' (یعنی راہ حق سے منحرف گروہ قتل کرے گا) کیونکہ اس حدیث سے قتل عمار کو اچھا سمجھنے اور اجتہاد کرنے کی گنجائش قطعی طور سے ختم ہو جاتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ قاتل عمار باغی تھا۔کیا اجتہاد میں بغاوت کی بھی گنجائش ہے؟ بغاوت کو نہ تو عقل اچھا سمجھتی ہے اور نہ شریعت، ہر چند معاویہ نے ابن عمر کو مہمل تاویلی جواب دیا۔

بات یوں ہوئی کہ عبداللہ بن عمر نے معاویہ کو حدیث رسولؐ سنائی کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

۱۔الفصل ج۴/ص۱۶۱

۲۔الاستیعاب ج۲/ص۶۸۰ (القسم الرابع ص۱۷۲۵/نمبر۳۱۰۹)؛ الاصابة ج۴/ص۱۵۰/نمبر۸۸۱

۳۔الاصابة ج۲/ص۵۱۲ (نمبر۵۷۰۴)؛ تہذیب التہذیب ج۷/ص۴۰۹ (ج۷/ص۳۵۸/نمبر۶۶۵)

عمرو عاص نے متوجہ کرتے ہوئے معاویہ سے کہا: ''آپ عبداللہ کی بات سن رہے ہیں؟''

معاویہ نے عبداللہ بن عمر کو بھنبھوڑتے ہوئے کہا: ''تیرے جیسا احمق بڈھا پیشاب میں لت پت، مجھ سے حدیث رسول نقل کرتا ہے۔ کیا عمار کو میں نے قتل کیا؟ اس کے قاتل تو علیؑ ہیں جو عمار کو ہمارے نیزوں کے درمیان لائے''۔(۱)

معاویہ نے عمرو عاص سے بھی شکایت کی تھی کہ ''تم نے شام والوں کو مجھ سے برگشتہ کردیا ہے، کیا رسولؐ سے سنا ہوا سب کچھ بیان کرہی دو گے؟''

عمرو نے جواب دیا ''میں علم غیب نہیں جانتا، یہ اس وقت کہا تھا جب عمار میرے اور تمھارے دوست تھے، مجھے نہیں معلوم تھا کہ صفین کا معرکہ بھی پیش آئے گا، تم نے بھی تو عمار کے بارے میں یہی روایت کی ہے''۔

اس مشہور مباحثے کو نظم بھی کیا گیا ہے، جس کا حاصل مطلب یہ ہے:

''تم مجھ سے حدیث رسولؐ بیان کرنے پر خفا ہو حالانکہ یہی تم نے بھی کیا ہے، اپنی جوتی استوار کرو، میں نے تمھاری متابعت میں بات کہی ہے، مجھے کیا معلوم تھا کہ عمار میرے قتل پر لوگوں کو ابھاریں گے۔ اگر مجھے علم غیب ہوتا تو میں اس خبر کو چھپالیتا، اوران چھاتیوں کو برداشت کرتا جن میں حسد جوش مار رہا ہے، بغیر جرم کے مجھ پر غصہ مناسب نہیں۔ قسم ہے اونٹوں کی رفتار کی! میں تمھاری حمایت میں گم گشتۂ حواس ہوں''۔

معاویہ نے جواب دیا:

''خدا ستیاناس کرے عتاب اور عتاب کرنے والے کا۔ تم مجھے مصیبت میں پھنسا ہوا دیکھ رہے ہو ان باتوں کو جانے دو، کوئی تدبیر کرکے میرے دشمنوں کو رد کرو۔ علیؑ نے انھیں پکارا تو انھوں نے مال وعیال سے زیادہ محبت کا مظاہرہ کیا''۔(۲)

۱۔ تاریخ طبری ج/۶ص/۲۳ (ج/۵ص/۴۱): تاریخ ابن کثیر ج/۷ص/۲۶۹ (ج/۷ص/۲۹۹ حوادث ۳۷ھ)

۲۔ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ ج/۲ص/۲۷۴ (ج/۸ص/۲۷ خطبہ ۱۲۴)

طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب لوگوں میں اختلاف ہو تو فرزند سمیّہ (عمار) حق پر ہوگا۔ یہ مضبوط دلیل ہے کہ عمار کی مخالفت کرنے والا باطل پر ہے، کیا باطل پرست کے طغیان پر اجتہاد جائز ہے؟(۱)

حاکم نے مستدرک میں عمرو عاص کی روایت لکھی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: ''خدایا! عمار کو اذیت دینے میں قریش بہت حریص ہیں، عمار کو برہنہ کرنے اور قتل کرنے والا جہنمی ہے''۔(۲)

زید بن وہب کہتے ہیں کہ قریش کی عمار پر حریفانہ سرزنش شباب پر تھی، اس قدر مارا کہ گھر پر ہی صاحب فراش ہو گئے۔ عثمان ان کی عیادت کو آئے، پھر منبر پر جا کر فرمایا: ''میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ قاتل عمار جہنمی ہے''۔(۳)

اسی مفہوم کی روایت عبداللہ بن عمر سے ہے۔(۴) اسامہ بن زید اور ام سلمہ میں اس قدر اضافہ ہے کہ عمار لوگوں کو حق کی طرف بلائیں گے اور وہ انھیں جہنم کی طرف۔(۵)

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ عمار حق کے ساتھ ہے اور حق عمار کے ساتھ۔ عمار حق کے ساتھ پھرتا ہے جدھر وہ پھرتا ہے، قاتل عمار جہنمی ہے۔(۶)

خالد بن ولید سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

جو عمار سے دشمنی رکھے خدا اس سے دشمنی رکھتا ہے، جو عمار سے کینہ رکھتا ہے خدا اس سے کینہ رکھتا

۱۔ المعجم الکبیر ج/۱۰ص/۹۶حدیث۱۰۰۷۱؛ کنز العمال ج/۶ص/۱۸۴(ج/۱۱ص/۷۲۱حدیث۳۳۵۲۵)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج/۳ص/۴۳۷حدیث ۵۶۶۱)؛ الجامع الصغیر ج/۲ص/۱۹۳۳(ج/۲ص/۲۳۳حدیث ۵۹۹۸)؛ الاصابۃ ج/۴ص/۱۵۱؛ کنز العمال ج/۷ص/۷۰۳(ج/۱۳ص/۵۳۱حدیث۳۷۳۸۲؛ص/۷۲۱حدیث۳۳۵۲۲؛ص/۷۲۴ حدیث۳۳۵۴۴)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج/۱۲ص/۶۶۱؛ مختصر تاریخ دمشق ج/۱۸ص/۲۱۹

۳۔ مختصر تاریخ دمشق ج/۱۸ص/۲۱۹؛ کنز العمال ج/۷ص/۷۲(ج/۱۳ص/۵۲۸حدیث۳۷۳۶۷)

۴۔ تاریخ مدینہ دمشق ج/۱۲ص/۶۳۷؛ کنز العمال ج/۷ص/۷۴(ج/۱۳ص/۵۳۷حدیث۳۷۴۰۶)

۵۔ کنز العمال ج/۷ص/۷۵؛ ج/۶ص/۱۸۴(ج/۱۱ص/۷۲۴حدیث ۳۳۵۴۵؛ ج/۱۳ص/۵۴۰حدیث ۳۷۴۱۵)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج/۱۲ص/۶۲۶؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۷ص/۲۶۸(ج/۷ص/۲۹۸حوادث ۳۷ھ)

۶۔ کنز العمال ج/۷ص/۷۵(ج/۱۳ص/۵۳۸حدیث۳۷۴۱۱)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج/۱۲ص/۶۲۲

ہے۔(۱)

طبرانی کی روایت ہے کہ عمار کو گالی دینے والا خدا کو گالی دیتا ہے، عمار کو حقیر سمجھنے والا خدا کی تحقیر کرتا ہے، جس نے عمار کو احمق کہا، اس نے خدا کو احمق کہا''۔(۲)

کہاں یہ صحیح و متواتر نصوص اور کہاں ابوالغادیہ کا اجتہاد اور کہاں ابن حزم کی ابوالغادیہ کے متعلق صفائی، اجتہاد کے بارے میں شوشہ، ایک ثواب عطا کرنے کی بات، وہ تو واضح ارشاد نبوی کی روشنی میں لامحالہ جہنمی ہے، کیا قتل سے زیادہ ہے بغض و تحقیر۔؟

تاریخ کامل ابن اثیر میں ایک سبق آموز روایت ہے، قاتل عمار ابوالغادیہ زمانہ حجاج تک زندہ رہا، ایک دن وہ حجاج کے دربار میں پہونچا تو اس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔

حجاج نے پوچھا: ''عمار کو تم نے قتل کیا تھا''؟

جواب دیا: ''ہاں''!

حجاج نے کہا: ''جو شخص قیامت کے دن بڑے پیٹ والے کو دیکھنا چاہے وہ قاتل عمار کو دیکھ لے''۔(۳)

پھر ابوالغادیہ نے حجاج سے کچھ سوال کیا، حجاج نے کچھ نہیں دیا، اس وقت ابوالغادیہ نے کہا: ''میں نے ان لوگوں کے لئے دنیا کو رام کیا تھا اور یہ مجھے دنیا سے بہرہ مند نہیں کر رہے ہیں، پھر بھی مجھے بڑے پیٹ والا کہہ رہے ہیں''۔

۱۔مسند احمد بن حنبل ج ۴؍ص ۸۹؍(ج ۵؍ص ۵۰؍حدیث ۱۶۳۷۳)؛المستدرک علی الصحیحین ج ۳؍ص ۳۹۱؍(ج ۳؍ص ۴۳؍حدیث ۵۶۷۴)؛تاریخ بغدادی ج ۱؍ص ۱۵۲؍؛اسد الغابۃ ج ۴؍ص ۴۵؍(ج ۴؍ص ۱۳۲؍نمبر ۳۷۹۸)؛البدایۃ والنہایۃ ج ۷؍ص ۳۱۱؍(ج ۷؍ص ۳۴۵؍حوادث ۳۷ھ)؛کنز العمال ج ۷؍ص ۷۳؍؛ج ۶؍ص ۱۸۴؍(ج ۱۳؍ص ۵۳۲؍حدیث ۳۷۳۸۷؛ ج ۱۱؍ص ۷۲۲؍حدیث ۳۳۵۳۴)؛المصنف ج ۱۲؍ص ۱۲۰؍حدیث ۱۲۳۰۲؛الاصابۃ ج ۲؍ص ۵۱۲۳

۲۔المستدرک علی الصحیحین ج ۳؍ص ۳۹۰، ۳۹۱؍(ج ۳؍ص ۴۳۹؍حدیث ۵۶۷۰؛ص ۴۴۱؍حدیث ۵۶۷۵)؛کنز العمال ج ۷؍ص ۷۳؍(ج ۱۳؍ص ۵۳۳؍حدیث ۳۷۳۸۸؛۳۷۳۹۰)؛تاریخ مدینۃ دمشق ج ۱۲؍ص ۶۲۵؍؛مسند احمد بن حنبل ج ۴؍ص ۹۰؍(ج ۵؍ص ۵۲؍حدیث ۱۶۳۸۰)

۳۔تاریخ کامل ج ۳؍ص ۱۳۴؍(ج ۲؍ص ۳۸۲۳ حوادث ۳۷ھ)

حجاج بولا: ''ہاں۔ خدا کی قسم! جس کے دانت کوہ اُحد کی طرح، ران کوہ ورقان کی طرح اور بیٹھک مدینہ و ربذہ کی طرح ہو تو وہ یقیناً قیامت کے دن بڑے پیٹ والا ہوگا، قسم خدا کی! اگر تمام دنیا نے مل کر عمار کو قتل کیا ہوتا تو سب کے سب جہنمی ہوتے''۔(۱)

استیعاب میں ہے: ابوالغادیہ دوستدار عثمان تھا، قاتل عمار تھا۔ وہ جب بھی دربار معاویہ میں اذن باریابی طلب کرتا تو کہتا: ''قاتل عمار دروازے پر کھڑا ہے''۔(۲) اس بیان صفت کے باوجود اس پر کوئی دھیان نہ دیتا، اس نے بڑی دلچسپ حدیث رسولؐ روایت ہے کہ میرے بعد مرتد نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، باوجود اس کے عمار یاسر کا قاتل ہے۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ جان بوجھ کر اس نے عمار کو محض معاویہ کی طرفداری میں قتل کیا۔ اس رجحان کی وجہ سے گزشتہ فقرہ چسپاں ہوسکتا ہے کہ یہ بڈھا احمق اور پیشاب میں لت پت تھا۔ قارئین! معاویہ کا مقصد، ابوالغادیہ کے جرم اور اجتہاد کے عوامل کو سمجھ ہی گئے ہوں گے۔

قتل عثمان کے بارے میں ابن حزم کا اجتہاد بمقابلہ نص یہی تو ہے کہ کسی مسلمان و موحد کی خوں ریزی جائز نہیں مگر صرف تین صورتوں میں -- بوڑھا زناکار۔ قصاص قتل اور دین چھوڑنے اور جماعت سے الگ ہونے والا۔(۳) لیکن علیؑ کے مقابلے میں اس کے اجتہاد کو سانپ سونگھ جاتا ہے حالانکہ حضرت علیؑ اور عثمان دونوں کے قتل کا حال یکساں ہے۔ جب دونوں کا مورد ایک ہے تو قاتلین عثمان کو بھی ایک ثواب کیوں نہیں عطا کیا جاتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ قاتل علیؑ ہے اور وہ قاتل عثمان ہیں۔ وہاں قتل عثمان میں اجتہاد کے قائل نہیں۔ یہاں صرف صحیح اجتہاد کی بات کی جاتی ہے، خطائے

۱۔ الاصابہ ج۴/ص۱۵۱

۲۔ الاستیعاب مطبوع برحاشیہ الاصابہ ج۴/ص۱۵۱ (القسم الرابع ص۱۷۲۵/نمبر۳۱۰۹)

۳۔ صحیح بخاری (ج۶/ص۲۵۲۱ حدیث۶۴۸۴)؛ صحیح مسلم (ج۳/ص۵۰۶ حدیث۲۵)؛ سنن ابی داؤد (ج۶/ص۱۲۶ حدیث ۴۳۵۲)؛ سنن ترمذی (ج۴/ص۱۲ حدیث۱۴۰۲)؛ سنن نسائی (ج۲/ص۲۹۱ حدیث۳۴۷۹)؛ سنن ابن ماجہ (ج۲/ص۸۴۷ حدیث۲۵۳۴)؛ سنن دارمی (ج۲/ص۱۷۲)؛ طبقات ابن سعد (ج۳/ص۶۷) مسند احمد بن حنبل ۰ ج۱/ص۶۳۱۴ حدیث ۳۶۱۴)؛ مسند طیالسی (ص۳۷/حدیث۲۸۹)؛ مغازی واقدی ص۴۳۰؛ ۴۳۲

اجتہادی کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔ پھر وہ لوگ عقیدت صحابہ کے دلدل میں پھنسے ہوئے کہتے ہیں کہ قاتلین عثمان ملعون ہیں، گنہگار ہیں۔ کیونکہ صحابہ کو گالی دینے والا کافر و فاسق ہے۔ اکثر ائمہ نے اسے موجب تعزیر کہاہے۔ تمام صحابہ کے عدول پر جمہور کا اتفاق ہے۔(۱) ابن حزم خود بھی الفصل میں لکھتے ہیں: ''صحابہ کو گالی دینے والا جاہل ہے تو معذور، عناد کی دلیل قائم ہونے پر زنا کار و چور کی طرح فاسق اور دشمنی خدا و رسول میں ہے تو کافر ہے۔ حضرت عمر نے بدری صحابی حاطب کے لئے کہا کہ.... اس منافق کی گردن ماردوں ... حضرت عمر اس تکفیر سے کافر نہیں ہوئے بلکہ تاویل خطا کے مرتکب ہوئے حالانکہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ نفاق کی پہچان انصار سے نفرت ہے۔ حضرت علیؑ سے فرمایا: ''تم سے صرف منافق ہی نفرت کرے گا۔'' (۲)

ابن حزم کے نزدیک ابن ملجم وابوالغادیہ جیسے کتنے ہی مجتہدین ہیں جنہیں الفصل میں ایک اجر کا مستحق سمجھا گیا ہے۔ وہ چوتھی جلد میں رقم طراز ہیں: ''ہمارا عقیدہ ہے کہ معاویہ اوران کے رفقاء نے خطائے اجتہادی کی، اور وہ ایک اجر کے مستحق ہیں''۔(۳) آگے معاویہ کے ساتھ عمرو عاص کو بھی مجتہد العصر بنادیا ہے۔ کہتے ہیں کہ انھوں نے خونریزی کے معاملے میں مفتی کی طرح اجتہاد کیا۔ جیسے جادو گر کا قتل، غلام کے قصاص میں آزاد کا قتل اور کافر کے قتل کے بدلے مومن کے قتل کے سلسلے میں فقیہوں کے درمیان اختلاف ہوتا ہی رہتا ہے، اگر جہالت و کور باطنی آڑے نہ آئے تو بعینہ یہی حالت معاویہ اور عمرو عاص کی ہے.... انتہی۔(۴)

حقیقت یہ ہے کہ دو مفتیوں کے اختلاف فتویٰ اور محاربین علیؑ میں بڑا فرق ہے، دو مفتی شرعی دلیلوں کو دیکھ کر قوی تر کو اختیار کر کے فتویٰ دیتے ہیں، لیکن جن لوگوں نے علیؑ سے جنگ کی انھیں معلوم تھا کہ قرآن عصمت علیؑ کی گواہی دے رہاہے، آیۂ تطہیر و مباہلہ علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام کے بارے

۱۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص/۵۹۲۔۵۷۲؛ آمدی کی الاحکام فی اصول الاحکام ج/۲ص/۱۳۱ (ج/۲ص/۱۰۲)؛ الشرف المؤبد ص/۱۹۹۔۱۱۲ (ص/۲۴۷۔۲۳۲)

۲۔ الفصل ج/۳ص/۲۵۷

۳۔ الفصل ج/۴ص/۱۶۱ ۴۔ الفصل ج/۴ص/۱۶۰

میں نازل ہوئی ہیں جن کی روشنی میں علیؑ نفس پیغمبر ہیں۔ ان کے علاوہ تین سو سے اوپر آیات انھیں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔(۱) پھر حفاظ ومحدثین کی تصریحات کے مطابق حدیث منزلت وحدیث برأۃ وغیرہ جیسی صحیح ومتواتر احادیث کو صحابہ نے تابعین کے گوش گزار کیا اور نبی کے ذریعہ امت تک یہ پیغام پہنچا دیا گیا کہ علیؑ کی اطاعت نبی کی اطاعت اور علیؑ کی نافرمانی نبی کی نافرمانی ہے۔(۲) کیا یہ ممکن ہے کہ جس کی طہارت کا اعلان کیا جائے، مودت واجب کی جائے ولایت ورسالت کا بار سندین دیا جائے، اس سے جنگ، اس کا قتل مجمع عام میں دشنام طرازی، منبروں پر لعن وطعن کو اجتہاد کا درجہ دیا جا سکے؟ کیا اس قسم کا اجتہاد وفتویٰ قتل ساحر کے برابر ہو سکتا ہے...؟

حالانکہ خود ابن حزم کہتے ہیں کہ: ''جو بھی مسلمان تاویل میں غلطی کر جائے اگر اس پر حجت قائم نہ ہو سکے اور حق ظاہر نہ ہو سکے تو وہ معذور ہے اور ایک اجر کا مستحق ہے کیونکہ اس نے تلاش حق میں سعی کی۔ اگر سہواً غلطی کر جائے تو معافی کا حقدار ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد گرامی ہے: ''لَیسَ عَلَیکُم جُنَاحٌ فِیمَا اَخطَأتُم ''یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں جس میں تم سے خطا ہوگئی ہو اور تم نے جان بوجھ کر غلطی نہیں کی، اگر اس نے تاویل میں جواب کو پالیا تو اسے دو اجر ہے۔ ایک صواب کا دوسرا سعی وطلب کا۔ لیکن اگر دلیل وحجت کے باوجود عناد کا مظاہرہ کرے اور وہ حکم خدا اور رسولؐ کے خلاف نہ ہو تو ایسا شخص فاسق ہے کیوں کہ امر حرام میں اصرار کر کے اس نے خدائے تعالیٰ پر جرأت کا مظاہرہ کیا، اگر عناد کے ضمن میں حکم خدا کی مخالفت کی تو وہ کافر و مرتد ہے، اس کا مال وخون حلال ہے، ان تمام احکام میں اعتقادی وشرعی خطا برابر ہے'' انتہیٰ۔

اس بنیاد پر کیا ممکن ہے کہ قرآن کے حجت ہونے سے انکار کیا جا سکے یا ان آیات کی نفی کی جا سکے، کیا ممکن ہے کہ ان مجتہدین سے قطعی حجتیں پوشیدہ رہ گئی ہوں اور ان پر حق ظاہر نہ ہو سکا ہو۔ یا ان نصوص میں بھی اجتہاد وتاویل جاری ہوئی ہے۔؟؟

۱۔ تاریخ بغدادی ج۶/ص۲۲۱ (نمبر ۳۲۷۵)؛ تاریخ مدینۃ دمشق (ج۱۲/ص۳۰۹)؛ کفایۃ الطالب ص۱۰۸/ (ص۲۳۱/) الصواعق المحرقہ ص۷۶/ (۱۲۷)؛ تاریخ الخلفاء ص۱۱۵/ (۱۶۱)؛ الفتوحات الاسلامیہ ج۲/ص۳۴۲؛ نور الابصار ص۸۱/ (۱۶۴)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۱۲۱، ۱۲۸ (ج۳ ص۱۳۱ ح۴۶۱۷/؛ ص۱۳۹ ح۴۶۴۱/)

ان کے علاوہ رسولؐ کے واضح ارشادات میں علیؑ سے جنگ، رسولؐ سے جنگ ہے۔

مستدرک حاکم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسولؐ نے علی وفاطمہ وحسنین علیہم السلام کے لئے فرمایا: ''میں اس سے جنگ کروں گا جو ان سے جنگ کرے، میں اس سے صلح کروں گا جو ان سے صلح کرے''۔(۱)

محب الدین طبری ریاض النضرہ میں ابوبکر سے اخراج کرتے ہیں: ''میں نے رسولؐ کو دیکھا کہ ایک خیمہ برپا کر کے عربی کمان پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، خیمہ کے اندر علیؑ وفاطمہؑ وحسنینؑ تھے، فرمایا: مسلمانو! میں اس سے صلح کروں گا جو ان خیمہ والوں سے صلح کرے، اس سے جنگ کروں گا جو ان سے جنگ کرے، میں اس کا دوست ہوں جو ان کا دوست ہے، انھیں صرف نیک بخت اور پاک نسب ہی دوست رکھے گا اور صرف بد بخت اور خبیث زادہ ہی نفرت رکھے گا''۔(۲)

جابر کا بیان ہے: ''رسول خداؐ نے علیؑ کا بازو پکڑ کر فرمایا:۔یہ نیکوں کا سردار، بدکاروں کا قاتل ہے، اس کا مددگار کامران اور چھوڑنے والا خوار وزبوں ہے، اس کے بعد متوجہ کرنے کیلئے صیحہ فرمایا''۔(۳)

ان کے علاوہ بیشمار احادیث ہیں کہ اگر جمع کیا جائے تو ضخیم جلدوں کے ڈھیر لگ جائیں، جن کے متعلق ابن حزم نے معاویہ وعمرو عاص کو خطائے اجتہادی کا ایک اجر عطا کیا ہے، رسولؐ نے انھیں جنگوں سے باز رہنے کی تاکید فرمائی تھی۔ رسولخداؐ نے مومنین اور امیر المومنینؑ کو نام بنام کچھ گروہوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا، صحابہ پر طبعی حیثیت سے وہ حکم پوشیدہ بھی نہیں تھا۔ کچھ نمونے یہ ہیں:

۱۔المستدرک علی الصحیحین ج۳/ص۱۴۹(ج۳/ص۱۶۱/حدیث ۴۷۱۴) کفایۃ الطالب ص۱۸۹/(ص۳۳۱/باب ۹۳)المعجم الکبیر (ج۳/ص۴۰/ حدیث۲۶۲۰)مناقب خوارزمی ص۹۰/(ص۱۴۹/حدیث ۱۷۷)؛ کنزالعمال ج۶/ص۲۱۶/(ج۱۲/ص۹۶/حدیث ۳۴۱۵۹)؛ تاریخ بغدادی ج۷/ص۱۳۷؛ تاریخ مدینۃ دمشق ج۴/ص۳۱۶/(ج۵/ص۲۹۳)؛الصواعق الحرقہ ص۱۱۲/(ص۱۸۷)؛الفصول المہمۃ ص۱۱/(ص۲۵)الریاض النضرۃ ج۲/ص۱۸۹۳(ج۳/ص۱۳۶)؛البدایۃ والنہایۃ ج۸/ص۳۶/(ج۸/ص۴۰/حوادث ۴۹ھ)؛ مسند احمد بن حنبل ج۲/ص۴۴۲/(ج۳/ص۱۸۷/حدیث ۹۴۰۵)

۲۔الریاض النضرۃ ج۲/ص۱۸۹/(ج۳/ص۱۳۶)

۳۔المستدرک علی الصحیحین ج۳/ص۱۲۹/(ج۳/ص۱۴۰/حدیث ۴۶۴۴)؛ مطالب السئول ص۳۱/؛الصواعق الحرقہ ص۷۵/(ص۱۲۵)؛ الفتوحات الاسلامیۃ ج۲/ص۳۳۸۳(ج۲/ص۳۴۲)

ابوایوب انصاری فرماتے ہیں کہ ''رسولؐ خدا نے علیؑ کو ناکثین (بیعت توڑنے والے)، قاسطین (حق سے منحرف) اور مارقین (دین سے نکل جانے والے خوارج) سے جنگ کا حکم دیا تھا''۔(۱)

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: ''مجھے رسول اللہؐ نے ناکثین، قاسطین و مارقین سے جنگ کا حکم دیا تھا''۔ یہی روایات ابن مسعود، سعد بن عبادہ اور ابن عباس سے بھی منقول ہیں۔(۲)

رسول خداؐ نے ام سلمہ سے فرمایا: ''یہ علی ابن ابی طالبؑ ہے، اس کا گوشت میرا گوشت ہے، اس کا خون میرا خون ہے، اس کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ اے ام سلمہ! یہ مومنوں کا امیر، مسلمانوں کا سردار ہے، میرے علم کی پناہ گاہ اور میرا وصی ہے، یہ میرا دہ باب ہے جس سے لوگ داخل ہوں گے، دنیا و آخرت میں میرا بھائی اور میرے ساتھ اعلیٰ علیین میں رہے گا، یہ علیؑ قاسطین، مارقین و ناکثین سے جنگ کرے گا''۔(۳)

فراید حموینی میں تین طریقوں سے مروی اس خبر میں وعاء علمی کی جگہ وعیتہ علمی مذکور ہے۔(۴)

غیاث بن ثعلبہ کہتے ہیں کہ ابوایوب انصاری نے خلافت عمر کے زمانے میں فرمایا تھا کہ ''مجھے رسولؐ نے ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا ہے''۔(۵)

ابوسعید خدری نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ہمیں ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا ہے۔ ہم نے پوچھا کہ آپؐ نے کس کے ساتھ ہو کر لڑنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

۱۔المستدرک علی الصحیحین ج۳/ص۱۳۹، ۱۴۰ (ج۳/ص۱۵۰ حدیث ۴۶۷۴، ۴۶۷۵) کفایۃ الطالب ص۷۰ (ص۱۶۸ باب ۳۷)

۲۔تاریخ بغدادی ج۸/ص۳۴۰؛ ج۱۳/ص۱۸۷۳؛ تاریخ مدینہ دمشق (ج۱۲/ص۳۶۷)؛ فرائد السمطین (ج۱/ص۲۸۴ حدیث۲۲۴ باب۴۵)

۳۔بیہقی کی المحاسن والمساوی ج۱/ص۳۱ (ص۴۵۔۴۴)؛ مناقب خوارزمی ص۵۲، ۵۸ (ص۸۶ حدیث ۷۷)؛ فرائد السمطین (ج۱/ص۳۳۲ حدیث۲۵۷ باب۶۱؛ ص۱۵۰ حدیث۱۱۳ باب۳۰)

۴۔فرائد السمطین باب ۲۷، ۲۹ کفایۃ الطالب ص۶۹ (ص۱۶۸ باب۳۷)؛ کنز العمال ج۶/ص۱۵۴ (ج۱۱/ص۶۰۷ حدیث۳۲۹۳۶)

۵۔فرائد السمطین (ج۱/ص۲۸۲ حدیث۲۲۲ باب۵۳)

''علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ''(۱)

قارئین پر حق واضح ہو گیا۔اب صرف معاویہ اور عمرو عاص کے متعلق تاریخ کتب کھنگالنے کا کام رہ گیا ہے،

ہم آئندہ صفحات میں عمرو عاص اور بعد کی جلد میں معاویہ کا حال بیان کریں گے۔

یہ ابن حزم کی گمراہیوں کا اجمالی تذکرہ تھا۔ان کی جہالت اور کور باطنی اچھی طرح واضح ہو گئی۔کیا اس کے بعد مالکیوں کی طرف حسد و کینہ کی نسبت مناسب معلوم ہوتی ہے.....؟

ابن خلکان میں ہے کہ ابن حزم نے اپنے پیش رووں کی بڑی مذمت کی ہے،ان کی زبان سے کوئی نہ بچا۔(۲)

ابن حریف کہتے ہیں کہ ابن حزم کی زبان اور حجاج کی تلوار برابر تھی،اس کی بدگوئی سے سبھی متنفر تھے۔فقہاء نے اس کی مذمت کی ہے،سب نے اس کی گمراہی کا فتویٰ دیا،شاہوں اور مشائخ کو اس کے فتویٰ سے ڈرایا،عوام کو قریب جانے سے روکا۔نتیجہ میں بادشاہوں نے اسے دھتکارا اور خاندان باہر کر کے صحرائے لبلہ میں پہونچا دیا،بروز یکشنبہ دوسری ماہ شعبان ۴۵۶ھ میں انتقال ہوا۔

''یقیناً ان پر عذاب کی بات محقق ہو گئی،کیا تم اسے جہنم سے بچا سکو گے''۔

۱۔فرائد السمطین (ج۱ص۲۸۰ حدیث ۲۲۰ باب ۵۳)؛الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصابۃ ج۳ص۵۳(القسم الثالث ص۱۱۱۷ نمبر ۱۸۵۵)

۲۔وفیات الاعیان ج۱ص۳۷۰(ج۳ص۳۲۷نمبر ۴۴۸)

حدیث غدیر کی افادی حیثیت

گزشتہ صفحات کی بحث سے شبہات کے تمام دروازے بند ہوگئے اور یہ بات واضح ہوگئی کہ حدیث غدیر قطعی طور سے زبان رسالت سے ادا ہوئی ہے، اب یہ بات کہ اس کی دلالت حضرت امیر المومنینؑ کی امامت پر واضح طریقے سے ہوتی ہے تو ہر چیز میں شک کیا جا سکتا ہے لیکن لفظ مولیٰ کے معنی امامت میں کسی قسم کے شک کی قطعی گنجائش نہیں ۔اس کے سوا دوسرا کوئی مطلب ثابت نہیں ہوتا ۔خواہ وضع لفظی ہمارے مقصود کی وضاحت کرے، خواہ بہت سے معانی میں مشترک ہونے کی بنا پر اس کا مفہوم مجمل ہو۔خواہ قرائن سے عاری ثبوت مدعا ہو یا ان قرائن کا متحمل ہو۔کیونکہ جن لوگوں نے بروز غدیر خم عظیم اجتماع میں اس لفظ کو سنا اور سمجھا، یا کچھ مدّت گزرنے کے بعد لوگوں تک یہ اہم خبر پہونچی اور جن کی بات ماہرین لغت مقام استدلال میں پیش کرتے ہیں ان تمام لوگوں نے بغیر کسی تردید وانکار کے اس لفظ کا یہی مفہوم سمجھا ہے اور یہی متعینہ مفہوم شاعروں اور ادیبوں کے یہاں دھڑلے سے بولا جاتا رہا ہے۔یہی آہنگ ہمارے عہد تک پہونچا، اثبات مدعا کے لئے یہی قطعی دلیل ہے، اس تسلسل کا ہراول دستہ خود امیر المومنینؑ کا وہ خط ہے جس میں آپ نے معاویہ کے جواب میں لکھا تھا۔اس کا ایک شعر ہے:

واوجب لی ولایتہ علیکم رسول اللّٰہ یوم غدیر خم

''میں ہوں جس ولایت کو رسول خداؐ نے غدیر خم کے دن تم پر واجب قرار دی ہے''۔

پھر حسّان بن ثابت کا شعر ہے جو غدیر خم میں موجود تھے۔رسول اکرمؐ کی اجازت سے پوری بات نظم کی:

فقال لہ قم یا علی فاننی رضیتک من بعدی اماماً و ھادیا

''پھر ان سے فرمایا: یا علیؑ! کھڑے ہو جاؤ کیونکہ میں نے تمھیں اپنے بعد امام و ہادی بنانا پسند کیا''۔

بزرگ صحابی قیس بن سعد بھی انھیں لوگوں میں ہیں۔

وعلی امامنا وامام لسوانا اتیٰ بہ التنزیل

یوم قال النبی من کنت مولاہ فھذا مولاہ خطب جلیل

''اور علیؑ ہمارے اور ہمارے سوا دوسروں کے امام ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن نازل ہوا جس دن رسول خداؐ نے عظیم الشان تقریر فرمائی کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں''۔

محمد بن عبداللہ حمیری بھی کہتے ہیں:

تناسوا نصبہ فی یوم خم من الباری ومن خیر الانام

''لوگ بھول گئے ان (علیؑ) کا غدیر خم میں امام منصوب ہونا خدا اور رسول کی جانب سے''۔

صحابی رسول عمرو عاصی کہتے ہیں:

''ہم نے رسول خداؐ سے کتنی بار علیؑ کے بارے میں مخصوص وصیتیں سنیں اور بروز غدیر خم منبر پر تشریف لائے حالانکہ آپ کے اصحاب نے کوچ نہیں کیا تھا اور علی کو خدا کی جانب سے مومنین کی امارت (سرداری) عطا فرمائی شرعی حیثیت سے، آپ کا ہاتھ علیؑ کے ہاتھ میں تھا، بلند آواز سے پکار رہے تھے بحکم خدا۔ فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے آج سے یہ علیؑ مولا ہیں''۔

شہید مودّت ''کمیت بن زید اسدی'' کے اشعار ہیں:

ویوم الدوح دوح غدیر خم ....

''اور غدیر خم کے گھنے درختوں کے دن (رسولؐ نے علیؑ کو) ولایت آشکار فرمائی، کاش! اس کی اطاعت بھی کی جاتی، لوگوں نے خلافت بیچ ڈالی میں نے ایسی ممنوع بات کبھی نہیں دیکھی''۔

سید اسماعیل حمیری نے اس سلسلے میں بہت زیادہ نغمہ طرازی کی ہے، یہاں چودہ اشعار کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے:

لــذالک مـــا اختـــاره بـــه . ...

''اسی لئے پروردگار عالم نے علی کو رسولؐ کی پشتیبانی کے لئے وصی کی حیثیت سے منتخب فرمایا۔ سفر روک کر غدیر خم میں کھڑے ہوئے، پالان شتر کے منبر پر حاجیوں کے عظیم اجتماع میں حیدر کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے دن چڑھے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں۔ پھر پوچھا۔ کیا میں نے تم لوگوں تک پیغام پہونچا دیا؟ سب نے کہا: ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: تم میں جو حاضر ہے وہ غایب تک پیغام پہونچادے۔ پھر سب کو حکم دیا کہ امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے علیؑ کی بیعت کی جائے لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر علیؑ کی بیعت کی۔ رسولؐ نے فرمایا: خدایا! جو بھی اس ولی سے دوستی رکھے تو اسے دوست رکھنا، جو اسے دشمن رکھے اس کا احسان نہ مانے تو اسے دشمن رکھنا، جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے، جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کر۔ مصطفیٰ کی اس پکار پر لبیک کہنے کے بجائے لوگوں نے اسے نظر انداز کر دیا، اے ثانی مصطفےٰ! میں آپ کو اور جو کچھ حاضرین غدیر کے سامنے بات کہی گئی دوست رکھتا ہوں''۔

دوسری صدی کے نغمہ نگار عبدی کوفی کہتے ہیں:

وکـان عنهـا لهـم فی خم مزدجر   لـمـارقـی احمد الهادی علی تتب

''ان مسلمانوں کے لئے غدیر خم میں امر ولایت کے سلسلے میں تبلیغی تاکید تھی۔ جس وقت رسول خداؐ پالان شتر کے منبر پر گئے۔ کچھ لوگ آپ کے نزدیک اور کچھ برابر کھڑے توجہ سے سن رہے تھے۔ علیؑ سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ مجھے تبلیغ کا حکم ہوا ہے، مجھے اس سے سروکار ہے میں اپنے بعد علیؑ کو ہادی و امام متعین کرتا ہوں اور علیؑ منصوب لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔ اس کے بعد سب نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کی لیکن دل منحرف تھے''۔

عربی ادب کے استاد ابوتمام کہتے ہیں:

یوم الـغـدیر استوضح الحق اهله   بـضـحیـاء لا فیهاحجاب ولا ستر

''غدیر کے دن حقدار کا حق واضح ہو گیا۔ اگتے سورج کے اجالوں میں نہ کوئی حجاب تھا نہ پردہ۔

رسولؐ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو حق کی دعوت دی.... اس واضح بیان کے باوجود کینہ پرور افراد نے علیؑ کے حق کا انکار کیا''۔

عظیم دانش وروں کی ایک قطار ہے جو نابغۂ روزگار اور علم و عربی ادب پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ ان سب نے موارد لغت کے التزام، وضع الفاظ سے آگاہی اور ترکیب کلام میں صحیح موزونیت کی تقیید کے ساتھ لفظ کا یہی مفہوم سمجھا ہے اور اپنے شعروں میں بھی برتا ہے۔ ان میں دعبل خزاعی، حمانی کوفی، امیر ابوفراس، علم الہدیٰ سید مرتضیٰ، سید رضی، حسین بن حجاج، ابن رومی، کشاجم صنوبری، مفجع، صاحب بن عباد، ناشی، صغیر تنوخی، زاہی، ابوالعلاء سروی، جوہری، ابن علویہ، ابن حماد، ابن طباطبا، ابوالفرح، مہیار، صولی نیلی، فنجکر دی جیسے اساتذۂ لغت اور بزرگان ادب وشعر کی طویل فہرست ہے جن کے فنی آثار زمانے کی رفتار کے ساتھ عصر حاضر تک پہونچے ہیں۔ ادب وفن کے کسی ماہر کی یہ مجال نہیں کہ ان فن کاروں پر انگلی اٹھا سکے کیونکہ ان میں سبھی سرچشمہ لغات اور کلاسیکی ادب کے ستون ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے اہم افراد ہیں جنھوں نے اگر چہ شعروں میں تو نہیں لیکن اپنی گفتار سے یہی سمجھایا کہ لفظ مولیٰ اور ولی کا مطلب یہی امامت ورہبری ہے۔

ایسے لوگوں میں حضرت ابوبکر و عمر سرفہرست ہیں، انھوں نے علیؑ کی بیعت کرتے ہوئے کہا: ''اے علی! آپ میرے اور تمام مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے''۔

میں نہیں سمجھتا کہ مولا کے وضع کردہ ممکنہ مفاہیم میں کس مطلب کو مراد لے کر شیخین نے تہنیت پیش کی تھی۔ اگر یہاں نصرت ومحبت مراد لیا گیا ہے تو جب سے علیؑ نے پستان ایمان سے دودھ پیا اور اپنے چچیرے بھائی کی گود میں پرورش پائی وہ اس صفت سے متصف تھے۔ یا پھر کوئی اور معنیٰ مراد لئے گئے۔ خدا کی قسم! یہ سب کچھ نہیں، یہاں صرف مسلمانوں کی رہبری اور اولویت کے اقرار پر ان دونوں نے تہنیت و بیعت کی۔

امامت ورہبری مراد لینے والا حارث بن نعمان، جابر بن نعمان فہری بھی ہے جو اپنے عناد و انکار کی وجہ سے فوراً ہی عذاب کا شکار ہوا۔ وہ بارگاہ رسالت میں آکر بولا: ''اے محمدؐ! تم نے ہمیں کلمہ پڑھنے،

نماز، روزہ، حج بجالانے کا حکم دیا، ہم نے مان لیا۔ تم نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے چچیرے بھائی کو ہاتھوں پر بلند کر کے انھیں ہم پر فضیلت و برتری عطا کر دی، حدیث ولایت کا اعلان کر دیا''۔ اس منکر و حاسد نے عظمت و برتری کے اعلان کی تردید کرتے ہوئے جس شک وشبہہ کا اظہار کیا ہے کہ خدا کی طرف سے ہے یا محمد نے اپنی طرف سے تھوپ دیا ہے۔ کیا یہاں مددگار و دوست مراد لیا جا سکتا ہے؟ ہم نہیں سمجھتے کہ قارئین کا ذہن اسے قبول کرلے گا۔ بلکہ روشن ضمیری کا واضح وصاف فیصلہ ہوگا کہ یہاں وہی ولایت مطلقہ مراد ہے جس پر کفار مکہ رسولؐ کے سلسلے میں انکار کرتے رہے۔ پھر انھوں نے معجزات دیکھ کر سپر ڈال دی۔ پھر اس کے بعد کامرانی حق کا وہ منظر دیکھنے کو ملا کہ لوگ جوق در جوق دین خدا میں شامل ہونے لگے ۔یہی ولایت مطلقہ کا مفہوم ان لوگوں پر شاق گزر رہا تھا۔ بات صرف اتنی ہے کہ جس کا انکار بہت سے لوگ اپنے جی میں کر رہے تھے اسے حارث نے زبان سے ادا کر کے اپنے کو عذاب میں پھنسا لیا۔

ولایت کا یہی مفہوم رحبہ کوفہ کے لوگوں نے امیر المومنینؑ کو سلام کر کے مراد لیا تھا، جیسے ہی انھوں نے ''السلام علیک یا مولانا!'' کہا، حضرت نے لوگوں کو جتانے کے لئے توضیح چاہی: ''میں تمھارا مولا کیسے، تم لوگ عرب ہو''..؟

انھوں نے جواب دیا: ''ہم نے غدیر خم میں اعلان ولایت سنا ہے''۔

محترم قارئین اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ کجکلاہان عرب کسی حال میں بھی طاعت قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے، انھوں نے مولویت سے محبت ونفرت یا کوئی دوسرے معنی مراد نہیں لئے۔ وہ اس بات سے ریاست کبریٰ اور امامت وخلافت مراد لے رہے تھے، جو ان کے مزاج پر بار تھا۔ لیکن امیر المومنینؑ کی وضاحت طلبی پر خضوع ظاہر ہوا۔

دارمیہ حجونیہ کے واقعہ کی روشنی میں اسی مفہوم کو پردہ نشین عورتیں بھی مراد لیتی تھیں۔ معاویہ نے ان سے علیؑ کی محبت کے اسباب پوچھے، انھوں نے احتجاج میں فرمایا کہ رسول خداؐ نے علیؑ کے لئے غدیر خم میں ان کی ولایت کا اعلان کیا اور تمھارے جیسا نا اہل ان سے جنگ پر آمادہ ہے۔ اسی لئے تم سے نفرت کرتی ہوں۔ معاویہ نے اس کی تردید نہیں کی۔

ان تمام باتوں سے پہلے دلائل مناشدہ اور امیر المومنینؑ کا بروز رحبہ احتجاج واستدلال کی تفصیل گزر چکی امر خلافت کے بارے میں لوگوں کا معاندانہ رویہ اور آپ کی سبقت اسلامی سے لوگوں کا استدلال۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ ان سے آپ کی فضیلت و برتری ثابت ہوتی ہے۔ برہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے خلافت ملنے کے بعد اپنے مخالفین کے خلاف حدیث غدیر ہی سے استدلال فرمایا تھا۔(۱)

ان حالات و کیفیات کے بعد میرے بتائے ہوئے معنی مولا کے علاوہ دوسرے معنی ہرگز نہیں لئے جاسکتے جس مفہوم کو خود حضرت علیؑ نے سمجھایا، جس کی صحابہ نے گواہی دی، یا جو لوگ فضیلت علی چھپانے کی وجہ سے مرض برص کے عذاب میں مبتلا ہوئے ان سب نے یہی مفہوم مراد لیا تھا۔ ورنہ خلافت کے سلسلے میں اختلاف رائے کے موقع پر محب و ناصر کے مفہوم سے حضرت کو کیا فائدہ پہونچ سکتا تھا، اس میں تو تمام مسلمان آپ کے شریک تھے، آپ ہی کو کیا خصوصیت حاصل تھی۔ مگر آگے بیان کردہ تعریف کی بنا پر اس سے وہی مفہوم مراد لیا گیا ہے۔

افراد امت کے سامنے احتجاج۔ صدر اول سے آج تک کی کتابیں یا ماہرین لسانیات کی وضاحتیں ان سب میں وہی مفہوم مراد لیا گیا ہے جس سے آنحضرت کی امامت ثابت ہوتی ہے، اس کے علاوہ دوسرا کوئی مفہوم سمجھا ہی نہیں جاسکتا کہ حضرت علیؑ رسول اللہ کی طرح لوگوں کے جان و مال کے مختار کل تھے۔

ہم یہ بحث ختم کرتے ہوئے مزید علمی تتبع اور محققین کے حوصلوں کے حوالے کرتے ہیں۔ یہاں اتنی گنجائش ہی نہیں تھی۔

مولیٰ بمعنی اولیٰ

لغت میں مَولیٰ کے معنی اولیٰ کے ہیں، یا مولیٰ کے بہت سے معنی میں سے ایک۔ اس سلسلے میں محدثین و مفسرین کے افادات کافی تشفی کرسکتے ہیں۔ سورۂ حدید کی آیت ﴿فالیوم لا یؤخذ منکم فدیة ولا من الّذین کفروا ماوٰکم النّار ھی مولکم وبئس المصیر﴾ ''آج نہ تم

۱۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۳؍ص۳۰۳ (ج۳؍ص۲۷۵)

لوگوں سے کوئی فدیہ لیا جائے گا نہ ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا۔ تمھارا ٹھکانہ جہنم ہے وہی تمھارا مولیٰ ہے اور برا ٹھکانہ ہے"۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں مولیٰ کے معنی صرف اولیٰ لکھا ہے، بعض نے دوسرے معانی کے علاوہ اسے بھی لکھا ہے۔

جن لوگوں نے مولیٰ کے معنی صرف اولیٰ لکھا ہے ان میں ابن عباس، کلبی، فرا، معمر بن مثنیٰ، شیخ مفیدؒ، شریف مرتضیٰؒ، شریف جرجانی، اخفش اوسط، سعد بن اوس بغوی، امام بخاری، ابن قتیبہ، احمد بن یحییٰ نحوی شیبانی، ابوجعفر طبری، ابوبکر انباوی، ابوالحسن رمانی، ابوالحسن واحدی، ابن جوزی، ابن طلحہ، سبط ابن جوزی، محمد بن ابی بکر رازی، تفتازانی،، ابن صباغ مالکی، جلال الدین محمد بن احمد محلی شافعی، خجندی، قوشجی، خفاجی، سید عثمان حنفی، صنعانی، شیخ حسن حمزاوی اور مومن شبلنجی لائق ذکر ہیں۔ (۱)

دوسرا طبقہ جس نے مولیٰ کے معنی اولیٰ کو دوسرے معانی کے ساتھ ایک معنی قرار دیا ہے، ان کے نام ہیں: ثعلبی، ابوالحجاج شنتمیری، فرا، زمخشری عکبری، بیضاوی، نسفی، خازن ابن سمین حلبی، نظام الدین نیشاپوری، شربینی، ابوالسعود حنفی، شیخ سلیمان، مولیٰ جاراللہ، محب الدین آفندی۔ (۲)

۱۔ تفسیر ابن عباس (ص/۳۵۸)؛ تفسیر فیروزآبادی ص/۳۴۲؛ التفسیر الکبیر ج/۸ص/۹۳(ج/۲۹ص/۲۲۷)؛ معانی القرآن (ج/۳ص/۱۳۴)؛ التفسیر الکبیر ج/۸ص/۹۳؛ التفسیر الکبیر ج/۸ص/۹۳؛ شیخ مفیدؒ کا رسالہ دربارۂ معنی مولیٰ ص/۳۸؛ الشافی فی الامامۃ (ج/۲ص/۲۶۹)؛ شرح المواقف ج/۳ص/۲۷۱(ج/۸ص/۳۶۱)؛ صحیح البخاری ج/۷ص/۲۴۰(ج/۴ص/۱۸۱۵)؛ القرطین ج/۲ص/۱۶۴؛؛ شرح المعلقات السبع ص/۱۰۶؛ جامع البیان ج/۹ص/۱۱۷(ج/۲۷ص/۲۲۸)؛ الشافی فی الامامۃ (ج/۲ص/۲۷۲)؛ ابن بطریق کی العمدۃ ص/۵۵(ص/۱۱۳)؛ تفسیر الوسیط (ج/۴ص/۲۴۹)؛ زادالمسیر (ج/۸ص/۱۶۷)؛ مطالب السئوول ص/۱۶؛ تذکرۃ الخواص ص/۱۹(ص/۳۲)؛ شرح المقاصد ص/۲۸۸(ج/۵ص/۲۷۳)؛ الفصول المہمۃ ص/۲۸(ص/۴۲)؛ تفسیر الجلالین (ص/۷۲۱)؛ شرح التجرید (ص/۴۷۷)؛ تاج التفاسیر ج/۲ص/۱۹۶(ج/۲ص/۱۸۲)؛ الروضۃ الندیۃ فی شرح التحفۃ العلویۃ (ص/۱۵۸)؛ النور الساری مطبوع بر حاشیہ ج/۷ص/۲۴۰؛ نورالابصار ص/۷۸(ص/۱۶۰)

۲۔ تحصیل عین الذہب (تعلیقہ بر کتاب سیبویہ) ج/۱ص/۲۰۲؛ معالم التنزیل (ج/۴ص/۲۹۷)؛ الکشاف ج/۲ص/۴۳۵ (ج/۴ص/۴۷۶)؛ املاء مامنّ بہ الرحمٰن ص/۱۳۵(ج/۲ص/۲۵۶)؛ تفسیر البیضاوی ج/۲ص/۴۹۷(ج/۲ص/۴۶۹)؛ تفسیر النسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر الخازن ج/۴ص/۲۲۹(ج/۴ص/۲۲۶)؛ تفسیر الخازن ج/۴ص/۲۲۹؛ غرائب القرآن (ج/۲۷ ص/۱۳۰) السراج المنیر (ج/۴ص/۲۰۸)؛ ارشاد العقل السلیم الیٰ مزایا القرآن الکریم مطبوع بر حاشیہ تفسیر رازی ج/۸ص/۲۷ (ج/۸ص/۲۰۸)؛ الفتوحات الالٰہیۃ (ج/۴ص/۲۹۰)؛ تنزیل الآیات علی الشواہد من الابیات (ص/۲۰۱)

یہ عربی ادب کے امام اور لغت کے شہباز تھے،ان سے چوک نہیں ہوسکتی تھی،اگر یہ مطلب نہیں جانتے تھے تو تفسیر مناسب نہیں تھی،اب رہ گیا بیضاوی کا قول۔انھوں نے اس کا معنی اولیٰ لکھ کر کہا ہے کہ یہ دراصل ولی کے معنی میں ہے،کیوں کہ ولی معنی ناصر یا قرب کے ہیں،یا پھر ولی کے معنی متولی کے ہیں۔(۱)اس شرح سے بیضاوی کا مقصد لغت کے حقیقی معنیٰ بیان کرنا نہیں بلکہ وہ اس کے حاصل معنیٰ بیان کرر ہے ہیں۔ثبوت یہ ہے کہ پہلے اولیٰ بکم کہہ کے لبید کے شعر کو شاہد کے طور پر پیش کیا ہے تا کہ اول کے سوا دوسرے معنیٰ کا احتمال ختم ہو جائے۔بعد کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دوسرے معنیٰ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔لیکن مناسب ترین معنیٰ اولیٰ ہی ہے۔لغت کے اعتبار سے اور لبید کے شعر سے استشہاد کر کے اس کو ترجیح عطا کی۔اسی سے ملتی جلتی بات تفسیر نسفی میں بھی ہے۔

خازن کہتے ہیں:''ھو مولاکم یعنی ولیکم''۔(۲)یہ بھی کہا گیا ہے:''اولیٰ بکم لما اسلفتم من الذنوب''اسکے معنیٰ یوں ہوگے۔''اب سابقہ گناہوں کی وجہ سے آگ تمھارے لئے اولیٰ تر ہے''۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ''ھی مولاکم''کا معنیٰ ہے تمھارا مولیٰ و ناصر ہے،کیوں کہ آگ جس کی مولیٰ ہو اس کا کوئی مددگار نہیں ہوسکتا۔اگر اس کی تفسیر ولی کے لفظ سے کی جائے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ ولی و مولیٰ دونوں کے متعدد معنی ہیں۔ان بہت سے معنوں میں ایک اولیٰ بھی ہے اس لئے ان دونوں اقوال میں تعبیر کی مغایرت ہے،تباین فی الحقیقۃ نہیں ہے،اس کے بعد جتنے معنی بیان ہوئے ان کا مقصد قریب ترین معنی بیان کرنا ہے۔

تیسرے قول میں لازمۂ معنی بیان کیا گیا ہے،خواہ ولی ہو یا اولیٰ،اس لئے دونوں میں منافات نہیں اس کے علاوہ دوسری آیات میں بھی ولی کی اولیٰ بالامر تفسیر کی گئی ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت''انت مولانا''کے متعلق ثعلبی نے الکشف البیان میں کہا ہے''یعنی ہمارا ناصر،ہمارا محافظ ہمارا ولی اور ہمارے لئے سزاوارتر''۔(۳)

۱۔انوارالتنزیل(ج۲؍ص۴۶۹)

۲۔تفسیر الخازن(ج۴؍ص۲۲۹)

۳۔الکشف والبیان تفسیر سورۂ حدید آیۃ ۱۵

سورۂ آل عمران کی آیت ''بل اللہ مولاکم'' کے متعلق تفسیر زاہدی میں ہے: ''یعنی خدا اطاعت کا زیادہ سزاوار ہے۔''

سورۂ توبہ میں ''ما کتب اللہ لنا ھو مولانا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون'' کے متعلق الوحیان کی تفسیر میں کلبی کا قول نقل ہے۔ یعنی ''اولیٰ بنا من انفسنا فی الموت والحیات''۔(۱) ایک قول یہ بھی ہے مالکنا وسیدنا اس لئے جیسے چاہے تصرف کرے۔

بجستانی نے غریب القرآن میں تفسیر کی ہے ای ولینا اور کہا ہے کہ مولیٰ کے آٹھ معنی ہیں معتق (آزاد کرنے والا) معتَق (آزاد شدہ) ولی، اولیٰ بالشئی، چچیرا بھائی، داماد، پڑوسی، حلیف۔(۲)

مفہوم حدیث پر رازی کا اعتراض

امام رازی سامنے آئے اور شک و تردید کے ڈھیر لگ گئے، وہ اپنے لچر خیالات کو خوبصورت پیرائے میں بیان کرنے کی مہارت رکھتے ہیں۔ ان کا لہجہ بھی ملاحظہ فرمایئے جیسے گائے جگالی کر رہی ہو۔

بحث کا تومار کھڑا کرنے کے لئے مولیٰ کا معنی لکھ کر کہا کہ آیت ''ماوٰکم النار ھی مولاکم وبئس المصیر'' میں بہت سے نظریے ہیں۔

۱۔ ابن عباس کا خیال ہے کہ ''مولاکم'' کا مطلب ''مصیرکم'' (تمھاری بازگشت) ہے، اس معنی کی تحقیق یہ ہے کہ مولیٰ موضع ولی ہے۔ ولی کا مطلب نزدیکی ہے اس طرح معنی یوں ہوں: انّ النار ھی موضعکم الذی تقربون منہ وتصلون الیہ ''یقیناً آگ تمھارا ٹھکانہ ہے جس کے قریب ہوئے اور تم اس میں پہونچو گے''۔

۲۔ کلبی کا قول ہے: یعنی اولیٰ بکم اور یہی معنی زجاج، فرّا اور ابوعبیدہ نے بیان کئے ہیں۔ اس سلسلے میں سمجھ لینا چاہئے کہ ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے وہ کلمہ کا معنی ہے تفسیر نہیں ہے۔ کیونکہ اگر مولیٰ اور اولیٰ

۱۔ تفسیر ابوحیان ج۵/ص۵۲

۲۔ غریب القرآن ص۱۵۴/(۳۱۱)

لغت میں ہم معنی ہوتے تو ایک کا استعمال دوسرے کی جگہ صحیح ہوتا۔ اس وقت یہ کہنا صحیح ہوتا کہ "هذا مولیٰ من فلان" (جس طرح یہ کہنا صحیح ہے کہ (هذا اولیٰ من فلان) اور جب یہ صحیح نہیں ہے تو ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ یہ لفظ کا معنی ہے تفسیر نہیں۔ میں نے اس دقیق نکتے کی طرف اس لئے متوجہ کیا کہ شریف مرتضیٰؒ نے امامت علیؑ سے تمسک کرتے ہوئے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے متعلق کہا ہے کہ مولیٰ کا ایک معنیٰ اولیٰ بھی ہے۔ پھر وہ ائمہ لغت کے اقوال سے ثبوت فراہم کر کے آیت زیر بحث کا مطلب صرف اولیٰ ہی متعین کرتے ہیں اور جب ثابت ہو گیا کہ متذکرہ لفظ لغت کے اعتبار سے معنی اولیٰ کا متحمل ہے تو لامحالہ اس مقام پر اسی معنی میں عمل کیا جائے گا کیونکہ دوسرے معانی مولا کا ثبوت حضرت علیؑ کے سلسلے میں واضح ہے مثلاً چچیرا بھائی (۱)، مددگار، یا پھر معتق (آزاد شدہ) معتق (آزاد کرنے والا) کی نفی کرنا پڑے گی۔ اول معنی بیکار اور دوسرے معنی پر کذب کا اطلاق ہوگا اور جب ہم نے بیان کر دیا کہ یہ لفظ معنیٰ ہے تفسیر نہیں تو ان کا استدلال ساقط ہو گیا۔ (۲)

یہی امام رازی نہایۃ العقول میں کہتے ہیں:

"اگر مولیٰ کے معنی اولیٰ صحیح ہو تو اس کے قرین دوسرے الفاظ کو بھی صحیح قرار دینا پڑے گا، حالانکہ ایسا نہیں ہے لہذا اولیٰ مراد لینا محال ہوا بیان شرط یہ ہے کہ واضع لغت نے مفرد الفاظ کو مفرد معانی کے لئے وضع کیا ہے لیکن مفرد وضع کئے گئے بعض الفاظ کو دوسرے لفظوں کے معنی میں قرار دینا امر عقلی ہے وضعی نہیں۔ مثلاً جب ہم کہیں کہ انسان حیوان ہے تو یہاں لفظ انسان کا افادہ مخصوص حقیقت میں وضعی حیثیت سے ہے۔ اسی طرح حیوان بھی وضعی حیثیت سے ہے لیکن جب حیوان کی نسبت انسان کی طرف دی جائے گی تو یہ امر عقلی سمجھا جائے گا وضعی نہیں۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو لفظ اولیٰ جب کہ کسی معنی کے لئے وضع ہے اور لفظ من دوسرے معنی کے لئے تو دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ داخل ہونا تجویز عقلی کی

۱۔ یہ خطرناک دھاندلی ہے، آگے بیان ہوگا کہ رسول خدا، جعفر، عقیل، طالب کے چچیرے بھائی تھے لیکن علی کو چچیرے بھائی کے بجائے بھائی کہا گیا، اس بنا پر معنی مولا کا لحاظ جھوٹ ہوگا نہ کہ ثابت شدہ مفہوم۔

۲۔ التفسیر الکبیر ج ۸ ص ۹۳ (ج ۲۹ ص ۲۲۷)

بنا پر ہوگا وضعی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا تو جب بھی لفظ اولی کم وبیش لفظ مولیٰ ہی کا مترادف ہوگا تو اس پر لفظ من داخل کرنا بھی درست ہوگا کیوں کہ صحت مقرون دو مفہوم کے درمیان ہوگا دو لفظ کے درمیان نہیں مطلب یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں کے ساتھ یہ نوعیت نہیں ہے کہ جو ایک لفظ پر داخل کیا جا سکے وہی دوسرے کے لئے بھی صحیح ہو یعنی یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ **هو اولیٰ** (بغیر من) **وهما اولیان** ۔آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں: ہو مولیٰ الرجل و مولیٰ زید یہ نہیں کہہ سکتے: ہو اولیٰ الرجل و اولیٰ زید، یہ صحیح ہے "**هما اولیٰ رجلین وهم اولیٰ رجال**"، لیکن یہ صحیح نہیں "**هما مولیٰ رجلین ولا هم مولیٰ رجال**" .... یہ کہا جا سکتا ہے: "**هو مولاه ومولاک**"، یہ نہیں کہا جا سکتا: "**هو اولاک واولاه**"، یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ **مـــا اولاه** تو صحیح ہے کیونکہ پھر ہم کہیں کہ یہ فعل تعجب ہے افعل تفضیل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کلمہ اولیٰ فعل ہے اور یہ اسم اور یہاں ضمیر منصوب ہے اور اس جگہ مجرور ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مولیٰ کا حمل اولیٰ پر جائز نہیں"۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ امام رازی پر یہ بات اوجھل ہے کہ مختلف صیغوں کے مطابق لازم و متعدی ہونے کی حیثیت سے مشتقات میں اختلاف احوال ہوتا رہتا ہے۔ الفاظ متحد المعنی ہونا یا مرادف ہونا جوہریات معنی سے متعلق ہے الفاظ کی تعریف یا صیغوں سے عوارض سے متعلق نہیں۔

بنا بریں جس طرح حرف من بطور مطلق اس صیغہ افعل کا مقتضا ہے اسی طرح حرف با اولیٰ میں اور بغیر با کے مولیٰ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس بنا پر متضاد و معتائی **فلاں اولیٰ بفلاں** اور **فلاں مولای فـــلاں** کا معنی ایک ہے جبکہ مولیٰ سے اولیٰ کا معنی مراد لیا جائے بالکل اسی طرح جیسے لفظ افعل تثنیہ جمع اور ضمیر کی اضافی حالت میں بغیر ادات استعمال کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے **زید افضل الـرجلین** اور **افضلهما وافضل القوم وافضلهم**، اسی طرح اگر اس کا مابعد مفرد ہو تو اس طرح استعمال نہیں کیا جا سکتا یعنی یوں نہیں کہا جا سکتا کہ زید افضل عمرو یہاں مجبوراً حرف من کا سہارا لینا پڑے گا یعنی کہا جائے گا زید افضل من عمرو، کسی دانش مند کو انکار نہیں کہ ان تمام موارد میں معنیٰ ایک ہے۔ اس طرح افعل تفضیل کے دوسرے صیغوں اعلم، اشجع، احسن میں یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔

خالد بن عبداللہ ازہری اپنی کتاب تصریح کے باب افعل التفضیل میں کہتے ہیں: مترادفات اس وقت ہوتے ہیں جب کوئی مانع نہ ہو اور اس موقع پر مانع وہی دستور استعمال ہے کیونکہ اسم تفضیل صرف حرف جر (من) ہی سے میل کھاتا ہے اور کبھی یہ من اپنے مجرور کے ساتھ حذف ہو جاتا ہے جبکہ اس کا حذف نمایاں ہو جیسے والآخرة خیرٌ و ابقی۔

علاوہ ازیں رازی نے اپنے اعتراض میں جو دھاندلی کی ہے مولیٰ کے دوسرے معنیٰ ناصر میں بھی برتا جاسکتا ہے، جو حدیث غدیر کے کلمہ مولیٰ میں اختیار کیا ہے چنانچہ ناصر کی جگہ پر "ھو مولیٰ دین اللہ" نہیں استعمال کیا جاتا۔ حضرت عیسیٰ نے "من موالی الی اللہ" نہیں کہا بلکہ "مَن انصاری الی اللہ" کہا، حواریوں نے بھی نحن موالی اللہ نہیں کہا بلکہ "نحن انصار اللہ" کہا۔

مولیٰ کے ایک معنیٰ ولی کے بھی ہیں۔ یہاں مومن کے لئے ولی اللہ کہا جاتا ہے۔ لغت کے اعتبار سے مولیٰ اللہ نہیں کہا جاتا حالانکہ اللہ ولی المومنین ومولاہم کہا جاتا ہے۔ مفردات راغب میں اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (۱)

ہمارے ساتھ آیئے تاکہ مولیٰ کے ایک معنیٰ جس پر سبھی متفق ہیں، تجزیہ کیا جائے۔ مولیٰ کا ایک معنیٰ منعم علیہ ہے واضح بات ہے کہ یہ معنیٰ مصاحبت علی میں اصل لفظ (مولیٰ) کے مخالف ہے، ناگزیر طریقے پر رازی اس جگہ منع کریں گے مگر یہ کہیں گے کہ لفظ منعم اپنے مجرور (علیہ) کے مجموعے لفظ ادات کے ساتھ مولیٰ کا معنیٰ دیتا ہے لیکن وہ اس معنیٰ کو اولیٰ بہ جو مجموع لفظ اولیٰ و مجرور (بہ) کے ساتھ مولیٰ کے ہم معنیٰ ہے، قبول نہ کریں گے، چمگادڑوں سے توقع بھی کیا رکھی جاسکتی ہے۔

اور یہ حالت مترادف کلمات کے تفسیر الفاظ و مشتقات میں شائع ہے بشرطیکہ ہم مترادف کے قائل ہوں چنانچہ کہا جاتا ہے: اجحف به جحفه ، اکب لوجه الله و کبه الله ، احرس به حرسه۔ اسی طرح کہا جاتا ہے: رامت الناقة ولدها یعنی عطفت علیه ، اختتاله یعنی خدعه.... قرآن میں ہے: لاحتنکنّ ذریّته ای استولین علیهم ، کہا جاتا ہے: استونی علیه یعنی غلبه، یہ تمام

۱۔ المفردات فی غریب القرآن ص/۵۵۵ (ص/۵۳۳)

الفاظ ایک دوسرے کے مترادف استعمال کئے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: **اجحف فلاں بعبدہ یعنی کلفہ مالا یطاق۔**

اور شاہ صاحب اس حدیث غدیر کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ یہاں **الست اولیٰ بالمومنین من انفسھم** میں اولیٰ کا مفہوم ولایت کے مشتق ہے جس کے معنیٰ محبت کے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: **اولیٰ بالمومنین** یعنی ان کے نزدیک محبوب ترین۔ اسی طرح کہا جاتا ہے **بصر بہ و نظر الیہ و رآہ** سب کے معنیٰ ایک ہی ہیں..... رمانی نے اپنی تالیف میں مترادف الفاظ کے تمام اختلافات کو جمع کر دیا ہے، اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ علماء لغت میں سے کسی نے بھی حروف کو شامل کرنے کی اس کیفیت سے انکار نہیں کیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے عندی درہم غیر جید حالانکہ یہ کہنا جائز نہیں کہ **عندی درھم الا جیّد** (غیر اولیٰ الاّ دونوں ہی ادات ہیں لیکن دونوں کا محل استعمال الگ الگ ہے) اور کہا جاتا ہے: **انک عالم**، یہ نہیں کہا جاتا: **ان انت عالم** (انّ و اِن دونوں ہی مشبہ بفعل ہیں) اور الیٰ ضمیر پر داخل ہوتا ہے لیکن حتیٰ نہیں حالانکہ دونوں کے معنیٰ ایک ہیں، یہ بھی دیکھئے کہ ام اور او تردید کے الفاظ ہیں لیکن ترکیب کلام میں چار جہتوں سے الگ ہیں۔ اسی طرح ہل اور ہمزہ دونوں ہی استفہامی الفاظ ہیں لیکن دونوں میں دس جہتوں سے فرق ہے۔ ایان اور حیث معنوی حیثیت سے متحد ہیں لیکن تین حیثیتوں سے فرق ہے، کم اور کاین ہم معنیٰ ہیں لیکن استعمال میں پانچ طرح کا فرق ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ نظام الدین نیشاپوری نے رازی کے کلام کو نقل کر کے اس کے مہمل پن کو نا قابل جواب سمجھتے ہوئے اشارہ دیا ہے کہ یہ اسقاط (استدلال کا اسقاط) بحث کا مطالبہ کرتا ہے جو ارباب دانش سے پوشیدہ نہیں۔ (۱)

۱۔ غرائب القرآن (ج ۷/ ص ۱۳۳)

اعتراض رازی علماء کی نظر میں

امام رازی کا یہ لچر اعتراض دانشوران ادب و ماہرین لسانیات سے پوشیدہ نہیں تھا لیکن انھوں نے تجزیہ کر کے اسے مسترد کر دیا، ان کا نظر انداز کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ مولیٰ کے معنی اولیٰ ثابت ہے۔

تفتازانی شرح مقاصد اور قوشجی شرح تجرید میں ہم آواز ہیں کہ مولیٰ کے معنی معتق، حلیف، ہمسایہ ،ابن عم اور ناصر کے ساتھ اولیٰ بالتصرف کے بھی ہیں۔(۱) خداوند عالم کا ارشاد ہے: **وماوٰکم النار هی مولاکم یعنی اولیٰ بکم** ۔ابوعبیدہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے نیز حدیث رسولؐ ہے کہ جو عورت بغیر اپنے مولیٰ کی اجازت کے شادی کرے یعنی بغیر ایسے شخص کے جو اس کے معاملات میں اولویت رکھتا ہے، اس کا مالک اور ذمہ دار ہے۔ یہ تعبیر عربی شعروں میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ (معاملات کا ذمہ دار) متولی عربی ادب میں کثرت سے مستعمل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ کلمہ افعل تفضیل ہونے کی بنا پر اس معنی میں استعمال نہیں ہوسکتا غلط ہے، کیونکہ یہ کلمہ مولیٰ اس میں اسم ہے صفت نہیں ۔تفتازانی اور قوشجی نے اس معنی کو حدیث غدیر کے استدلال کے موقع پر بیان کیا ہے پھر مختلف معانی کی تردید کر کے اولیٰ بالتصرف ہی متعین کئے ہیں۔

شریف جرجانی شرح مواقف میں کچھ آگے بھی وضاحت کرتے ہیں ۔تفتازانی نے قاضی عضدالدین کی تردید کر کے معنی اولیٰ کو قبول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مفعل کو افعل کے معنی میں کسی نے بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ کیونکہ یہ مناقشہ کہ مولیٰ بمعنی متولی و مالک امر اور اولیٰ کلام عرب

۱۔شرح المقاصد ص/۲۸۹ (ج/۵ ص/۲۷۳)؛ شرح التجرید (ص/۴۷۷)

میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ یہ مولاکم یعنی اولیٰ بکم رسول خداؐ کی حدیث بھی ہے: **ایما امرأة نکحت بغیر اذن مولٰها** یعنی مولیٰ کا مطلب ہے ایسے شخص کی اجازت کے بغیر جو اس کے تمام معاملات کا متولی وعہدہ دار ہے۔(۱)

ابن حجر جو حدیث غدیر کی تردید میں آتش زیر پا ہیں، صواعق میں مولیٰ کا مطلب اولیٰ بالشئی ہی لکھتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں: یہ اولویت تمام حیثیتوں سے ہے یا بعض حیثیت سے ہے۔ پھر بعض حیثیت کا نظریہ اختیار کرتے ہیں۔ یعنی مولیٰ کا مطلب اولیٰ تو ہے لیکن بعض حیثیتوں سے اولیٰ ہے کیونکہ شیخین نے یہی مطلب سمجھا ہے: **امسیت مولیٰ کل مومن ومومنة**۔(۲)

اسی مطلب کو شیخ عبدالحق نے لمعات میں نقل کیا ہے۔ شیخ شہاب الدین شافعی نے ذخیرۃ المعآل میں اس کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ تولّی کے معنی ولایت کے ہیں۔ دوست، مددگار اور اولیٰ کے معنی بھی آتے ہیں۔ قرب کی متابعت میں جیسے " **انّ اولیٰ الناس بابراهیم للذین اتّبعوه** " اور اسی معنی کو حضرت عمر نے غدیر خم میں تہنیت پیش کرتے ہوئے مراد لیا۔

قبل ازیں انباری کی مشکل القرآن کا حوالہ دیا گیا کہ مولیٰ کے آٹھ معانی ہیں، ان میں ایک اولیٰ بالشئی کے بھی ہیں۔ اس کی حکایت رازی نے نہایہ میں ابوعبیدہ کے حوالے سے کی ہے۔ پھر کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ جس نے یہی لفظ مولیٰ کو اولیٰ کے معنی میں سمجھا ہے وہ اس بات کا بھی قائل ہے کہ حدیث غدیر امامت علی پر دلالت کرتی ہے، خود ابوعبیدہ اور ابن انباری یہی مطلب مراد لیتے ہیں لیکن ابوبکر کی امامت کے قائل ہیں۔

شریف مرتضیٰ نے مبرّد کے حوالے سے کہا ہے کہ ولی کے اصل معنی اولیٰ اور احق کے ہیں۔ اسی طرح مولیٰ کے معنی بھی اولیٰ واحق کے ہیں۔(۳) جوہری صحاح اللغہ میں مادہ ولی کے ذیل میں کہتے ہیں کہ لبید کے شعر میں مولیٰ سے مراد اولیٰ کے ہیں۔(۴) اس طرح لبید کے شعر میں مولیٰ المخافہ کا مطلب

۱۔ حاشیہ برشرح المواقف (ج ۸/ص ۳۶۱)

۲۔ الصواعق المحرقۃ ص ۲۴/ (ص ۴۴)

۳۔ الشافی فی الامامۃ (ج ۲/ص ۲۱۹)

۴۔ صحاح اللغۃ ج ۲/ص ۵۶۴ (ج ۶/ص ۲۵۲۹)

اولیٰ کو ابوذکریا خطیب تبریزی، عمر بن عبدالرحمٰن قزوینی، سبط ابن جوزی، ابن طلحہ شافعی، شبلنجی، عبدالرحیم بن عبدالکریم اور رشید النبی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔(۱)

ان تمام باتوں کے بعد صاحب تحفہ اثنا عشریہ کا مولیٰ کے معنی اولیٰ بالشئی سے انکار کرنا اور کہنا کہ کسی ماہر لسانیات نے استعمال ہی نہیں کیا ہے۔(۲) کس قدر حقیقت سے دور بات ہے، وہ شخص سمجھ رہا تھا کہ ہم فارسی ہیں، ان ہندی نژادوں کے مقابلہ میں عربی ادب کی بصیرت کم رکھتے ہیں، علاوہ ازیں امام رازی کا اعتراض ہے کہ اولیٰ حالت اضافت میں استعمال نہیں ہوتا، قطعی مہمل بات ہے کیونکہ یہ لفظ تثنیہ و جمع بھی استعمال ہوتا ہے بلکہ حدیث نبوی میں تو نکرہ اضافی بھی استعمال ہوا ہے۔ صحیح بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے: **الحقوا الفرائض باھلھا فما ترکت الفرائض فلاوی رجل ذکر**۔(۳)

صحیح مسلم میں بھی یہی لفظ "**فلاولی رجل ذکر**" لکھا ہے۔(۴) حدیث غدیر کی تائید میں دو حدیثیں تو بہت صاف ہیں۔

صحیحین میں ہے:

مامن مومن الا انا اولیٰ الناس به فی الدنیا والآخرة اقرووا ان شئتم .النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم فایّما مومن ترک ما لا فلیرثه عصبة من کانوا فان ترک دنیا او ضیاعاً فلیاتنی وانا مولاه۔(۵)

۱۔شرح دیوان الحماسۃ ج/۱ص/۲۲ (ج/۱ص/۹؛ تذکرۃ الخواص ص/۱۹ (ص/۳۲۔۳۱)؛ مطالب السئوول ص/۱۶ نور الابصار ص/۷۸ (ص/۱۶۰)؛ شرح المعلقات السبع (ص/۵۴).

۲۔تحفہ اثنا عشریہ (ص/۲۰۹)

۳۔صحیح البخاری ج/۱۰ص/۷، ۹، ۱۰، ۱۳ (ج/۶ص/۲۴۷۶ حدیث ۶۳۵۱؛ ص/۲۴۷۷ حدیث ۶۳۵۴؛ ص/۲۴۷۸ حدیث ۶۳۵۶؛ ص/۲۴۸۰ حدیث ۶۳۶۵)

۴۔صحیح مسلم ج/۲ص/۲ (ج/۳ص/۴۲۵ حدیث ۳ کتاب الفرائض)

۵۔صحیح البخاری ج/۷ص/۹۰ (ج/۴ص/۱۷۹۵ حدیث ۴۵۰۳)

صحیح مسلم میں ہے:

ان علی الارض من مومن الا انا اولیٰ الناس به فانکم به فایکم ما ترک دنیا اوضیاعاً فانا مولاه۔(۱)

امام رازی کا دوسرا اعتراض

امام رازی کا نشیب وفراز سے بھرپور ایک دوسرا اعتراض بھی نہایہ میں ہے کہ ائمہ لغت ونحو میں کسی نے بھی اس بات کو نہیں کہا ہے کہ مفعل کا وزن وضعی یا مصدری یا زمان ومکان کے اعتبار سے بمعنی افعل آتا ہو، جس سے تفضیل کا معنیٰ مراد لیا جاسکے۔

آپ نے گزشتہ صفحات میں ائمہ لغت کی وضاحت ملاحظہ فرمائی کہ مولیٰ کے معنی اولیٰ بالشئی کے بے دھڑک استعمال کئے گئے ہیں اور بہت سے لوگوں نے ائمہ لغت کی پیروی کی ہے اور اسے نقل کیا ہے مثلاً قاضی عضد مواقف، (۲) میں شاہ صاحب ہندی نے تحفہ میں، (۳) کابلی نے صواعق میں، شاہ عبد الحق نے لمعات میں، ثناء اللہ نے سیف مسلول میں۔ان میں سے کچھ نے اس قدر شدت سے انکار کا مظاہرہ کیا ہے کہ تمام کلام عرب میں استعمال نہ ہونے کی بات کہہ دی ہے۔ظاہر ہے کہ یہ بات امام رازی نے اڑائی تھی۔اندھی تقلید میں سبھی گہار مچانے لگے۔

بات صرف اسی کی نہیں ہے بلکہ شیعوں پر جب بھی کوئی اعتراض کیا جاتا ہے تو ایسی ہی اندھی تقلید کے مظاہرے ہوتے ہیں۔میں ان لوگوں کی ملامت نہیں کرتا کیونکہ یہ سبھی لغت ولسانیات سے قطعی دور ہیں رازی، ایجی ہندی، کابلی، دہلوی، پانی پتی لسانی امور کیا سمجھ سکتے ہیں، کہاوت ہے کہ بے سر اراگ پھبتا نہیں۔جال والا اگر تیر والے سے مخلوط ہوجائے تولامحالہ تدبیر الٹی ہوجائے گی۔جنھیں لغت سے بہرہ نہ ہو اگر وہ لفظی چارہ سازی کرنے لگیں تو ایسی ہی لچر باتیں سامنے آئیں گی۔

۱۔صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۰(ج ۳ ص ۳۰۷ حدیث ۱۵ کتاب الفرائض)

۲۔المواقف (ص ۴۰۵)　　۳۔تحفۂ اثنا عشریہ (ص ۲۰۹)

جن لوگوں نے مولیٰ کے معنی اولیٰ لکھے ہیں کیا انھیں لغت سے بہرہ نہ تھا کہ عقل کے اندھے اس قدر گھار مچا رہے ہیں، ان میں تو اکثر ایسے ہیں جنھیں خلاق لغت، امام ادب وتفسیر کہا جاتا ہے۔ کیا ان کی یہ صراحت کہ بعض موارد میں مفعل بمعنی افعل آتا ہے، مستحکم دلیل نہیں ہے، پھر یہ اندھوں کی بکواس کیسی.....؟ مثل ہے: کسی مقصد ہی سے قیصر نے ناک کاٹی ہے۔ امام رازی کے اس اعتراض کے سلسلے میں قول ابوالولید پیش کیا جاسکتا ہے۔ روض المناظر میں ۶۰۶ھ کے حوادث کا ذکر ہے جس میں لکھا ہے کہ رازی کو علم عربیت کے سوا سبھی علوم پر مہارت حاصل ہے۔(۱) ابوحیان کہتے ہیں۔ رازی کی تفسیر عربی گرامر اور اس کے مقاصد سے دور ہے۔ اس کی باتیں دانش وروں کا رنگ اڑانے کی سعی لاحاصل ہوتی ہیں۔ شوکانی آیہ "نجوت من القوم الظالمین" کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس جگہ رازی کے مہمل اعتراضات ہیں جنھیں یہاں نقل کرنا مناسب نہیں، بچے بھی مہمل پن محسوس کرسکتے ہیں، دانشوروں کی بات جانے دیجئے۔(۲)

پھر یہ کہ مفعل کی دلالت زمان ومکان پر ایسی ہی ہے جیسی افعل کی دلالت اسم تفضیل پر، یا جس طرح مشتقات کے خواص منجملہ عوارض ہیات ہوتے ہیں، جو ہر بات مواد میں نہیں ہوتے۔ اس لئے جب تک کلام عرب کے خلاف نہ ہو کثرت استعمال کے سہارے قیاس ہی پر کام چلایا جاتا ہے لیکن جہاں زبان عرب کی مخالفت ثابت ہو جائے وہاں معانی الفاظ کی روشنی میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اگر رازی ثبوت فراہم کرتے کہ اختصاص مولیٰ حدود زمان ومکان سے متعلق ہے تو ایسی صورت میں لازم آتا کہ اس لفظ کو فاعل، مفعول یا فعیل کے مفہوم میں آنے سے انکار کیا جائے۔ وہ تو خود کہتے ہیں کہ مولیٰ کے معنی ناصر، معتَق، معتِق اور حلیف کے آتے ہیں اور تمام اہل عرب باہم متفق ہیں کہ مولیٰ کے معنی ولی کے بھی آئے ہیں۔ بعض اہل لغت اس کے معنی شریک، قریب، محب، عتیق، عقید مالک، ملیک کے بھی لکھتے ہیں، اس کے علاوہ مستند جمہور اہل لغت کہتے ہیں کہ مولیٰ کا ایک معنیٰ اولیٰ بھی ہے۔ وہ اس کے وصفی معنیٰ نہیں کہتے بلکہ ان کا مقصود یہ ہے کہ مولیٰ اس معنی میں اسم ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں بیساکھی کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

۱۔ روض المناظر (ج۲/ص۱۹۹)　　۲۔ فتح القدیر ج۲/ص۱۶۳/ (ج۴/ص۱۶۸)

بالفرض اگر رازی اور ان کے ہمنوا متذکرہ نظائر استعمال سے واقف نہ تھے تو یہ عدم واقفیت کا تقاضہ یہ تو نہیں کہ اس کی اصل ہی سے انکار کر دیا جائے۔ حالانکہ اس کے نصوص بیان کئے گئے۔ لغت عرب میں اکثر ایک مادّے سے مخصوص استعمالات ہوتے رہتے ہیں ان میں کلمہ عجاف بھی ہے، جس کی جمع اعجف آتی ہے اس کی جمع افعل بروزن فعال صرف اس مادّے میں آتی ہے۔ چنانچہ جوہری نے اس کی صحاح میں وضاحت کی ہے۔(۱) خود رازی نے اپنی تفسیر میں اور سیوطی نے مزہر میں بیان کیا ہے۔(۲) ''انّی اریٰ سبع بقراتٍ سمان یاکلُھُنّ سبعٌ عجاف''۔(۳) اسی مادّے سے ہاشم کی مدح میں شعر ہے:

عمرو العلی هشم الثرید لقومه　　　ورجال مکة مسنتون عجاف

اس کے علاوہ دوسرے قواعد استثنائی، قیاسی شائع مصدر، مضارع اور اسم فاعل بروزن افعل وغیرہ کے نمونے المخصص، لسان العرب وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں، سیوطی نے المزہر میں چالیس صفحات اسی بات پر سیاہ کر ڈالے ہیں۔

جواب رازی

ہم نے اپنے دعوے کے ثبوت میں نظائر و امثال کی بھرمار کر دی لیکن امام رازی اپنی بدباطنی کا مظاہرہ نہایہ میں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''ائمہ لغت کا مولیٰ بمعنی اولیٰ نقل کرنا حجت نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اس قسم کی منقول مثالیں اثبات لغت کے سلسلے میں احتجاج و استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ابوعبیدہ کا قول...''ماوٰکم النار هی مولاکم'' میں مولیٰ کا معنیٰ اولیٰ ہے اور اس کی تائید اخفش، زجاج، علی ابن عیسیٰ نے بھی کی ہے اور بیت لبید سے استشہاد بھی کیا ہے یہ تمام باتیں محض تساہل پر مبنی ہیں اور سبھی ائمہ لغت سے تسامح ہوا ہے۔ یہ کوئی تحقیقی بات نہیں کیوں کہ اس مطلب

۱۔ الصحاح (ج۴/ص/۱۳۹۹)

۲۔ التفسیر الکبیر (ج۱۸/ص/۱۴۷)؛ المزہر فی علوم اللغة ج۲/ص/۶۳؛ (ج۲/ص/۱۱۶)

۳۔ (سورۂ یوسف)

کونقل کرنے والے خلیل جیسے بزرگوں نے اس معنیٰ کی تفسیر بیان کی ہے اور یہ تفسیر بھی بطور مرسل ہے لغت کی کسی استنادی کتاب میں اسے بیان نہیں کیا گیا ہے''۔

کاش ہمیں یہ معلوم ہوسکتا کہ رازی کوکس نے بتایا کہ ائمہ لغت سے تسامح ہوا ہے یا یہ تحقیقی بات نہیں ہے۔اور کیا رازی کا یہ نقطۂ نظر تمام معانی لغویہ میں یہی ہے یا یہ شخص خاص کینہ یا عناد کے ماتحت کوئی حساب چکانا چاہتا ہے۔یہ ایک شخص کا استشہاد نہیں بلکہ قرآن کی آیت کا ثبوت وغیرہ جیسی بھر مار کے بعد خلیل جیسے لوگوں کا نقل نہ کرنا دلیل تسامح کیسے ہوجائے گا....؟

پھر ایسے وقت جب کہ ائمہ لغت کا حوالہ بھی دیا جائے۔کسی لفظ کی تحقیقی حیثیت کے لئے اس کا تمام کتابوں میں موجود ہونا ضروری تو نہیں،کیا رازی کسی لفظی تحقیق میں خلیل کی کتاب العین ہی کو معتبر سمجھتے ہیں کس نے کہہ دیا کہ لغوی معنی کو متحقق کرنے کے لئے سلسلۂ اسناد کی تصریح بھی ضروری ہے۔کیا شعر کا شاہد،قرآنی آیت،اور حدیث نبوی کافی نہیں۔کیا ابوعبیدہ واخفش سے زیادہ معتبر نام پیش کیا جاسکتا ہے یہ شخص دوسرے الفاظ میں بھی مہمل ماتھاپچی کیوں نہیں کرتا،لفظ مولیٰ ہی میں کیوں؟ دراصل اس کی بندھی ٹکی نشانہ بازی ہے جس سے تجاوز کرنا اس کے بس کے باہر ہے۔

یہ مرد کسی لفظ کے معنی لغوی کا فرہنگ لغات میں موجود ہونا شرط قرار دیتا ہے۔کسی آیت کی تفسیر ،حدیث یا کلام عرب سے استشہاد اس کے نزدیک معتبر نہیں۔حالانکہ علماء کسی معنی لغوی کے سلسلے میں فقط ایک شخص کی اطلاع پر اعتماد کرلیتے ہیں خواہ وہ عرب لڑکی ہی کیوں نہ ہو۔(۱) اس سلسلے میں بلوغ ،عدالت یا ایمان کی شرط نہیں ہے،قسطلانی شرح بخاری میں ہانکے پکارے کہہ رہے ہیں کہ ثبوت لغت کے لئے فقط قول شافعی ہی دلیل وحجت ہے۔(۲) مزہر میں کہا گیا ہے کہ صرف ایک قول کافی ہے۔(۳) خصائص ابن جنّی میں ہے کہ جو شخص کہے کہ معنی لغوی ثابت نہیں حالانکہ نقل کیا گیا ہو تو وہ شخص غلطی پر ہے

۱۔المزہر ج ر۱ص ر۸۳،۸۴(ج ر۱ص ر۱۳۹)

۲۔ارشاد الساری(ج ر۷ص ر۵۷(ج ر۱۰ص ر۱۵۷)

۳۔المزہر ج ر۱ص ر۷۷،۸۳،۸۷،۲۷(ج ر۱ص ر۱۲۹،۱۳۸،۱۴۴،۵۹)

کیونکہ قرائن کے ذریعہ بھی مفہوم متعین ہوتا ہے۔

مثلاً یہ شعر سنیے:

قوم اذا لشر ابدی ناجذیه لهم طاروا الیه ذرافات و وحدانا

''جب شرارتیں دانت نکالے ان پر حملہ آور ہوتی ہیں تو قوم کے افراد اجتماعی وانفرادی حیثیت سے پرواز کرتے ہیں''۔

تو وہ سمجھ لے گا کہ یہاں ذرافات کا مطلب جماعات ہے۔ثبوت معنی کے لئے قرینہ یا شاعر کا قول کافی ہے۔رازی کی یہ ساری ماتھا پچی صرف لفظ مولیٰ کے معنی اولیٰ کے متعلق ہے ورنہ اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ لغت کس وسیلے سے ثابت ہوتا ہے،اس کا تند لہجہ،اس کی پریشاں خیالی کا غماز ہے،غم وغصہ سے آپے سے باہر ہے،میرے ایک سوال کا بھی جواب اس سے بن نہ پڑے گا،اس نے کتاب العین سے یہ بات اڑائی ہے جب کہ اس کو بھی نے نشانۂ ملامت بنایا ہے۔(۱) المزہر دیکھ لیجئے۔(۲)

مجھے نہیں معلوم کہ لغت اصلی سے اس کی مراد کیا ہے،فرہنگ کی کس کتاب سے اس نے لفظی تجزیہ سیکھا ہے جو مطلب قرآن وحدیث اور عربی ادب سے ثابت ہے اسے کس طرح خارج کیا جاسکتا ہے۔کیا مطلب متعین کرنے میں ارباب فرہنگ کی نیت کو دخل ہے یا کتابوں سے ثابت شدہ مفہوم اطمینان بخش ہے۔مولیٰ بمعنی اولیٰ تو تمام کتب فرہنگ اور ائمہ لغت کے یہاں ثابت ہے۔

مولیٰ بمعنی ولی

ذرا میرے ساتھ آیئے،تو شاہ ولی اللہ ہندی کی گہار کا بھی تجزیہ کیا جائے،ان حضرت نے عربی زبان وادب کی ریڑھ ماری ہے۔تحفۂ اثنا عشریہ میں مفہوم حدیث کی تردید فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ مفہوم اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب مولیٰ کے معنی ولی کے لئے جائیں،حالانکہ ارباب لغت کے یہاں

۱۔المحصول فی علم الاصول (ج۱/ص۱۹۵)

۲۔المزہر ج۲/ص۲۷،۲۸ (ج۱/ص۷۹)

مفعل بمعنی فعیل کہیں نہیں آیا، یہ حرکت مذبوحی ارباب لغت کی اس تصریح پر ہے کہ مولا کے معنی ولی اسی معنی میں ہے کہ جیسے ولی امر عورت کا ولی، یتیم کا ولی، غلام کا ولی، چنانچہ ولی عہد اس شخص کو کہتے ہیں جسے مملکت کے سرپرست کی حیثیت سے بادشاہ منتخب کرتا ہے۔(۱)

ان دہلوی صاحب کو پتہ ہی نہیں کہ فرّا نے معانی القرآن میں اور ابوالعباس مبرّد نے کہا ہے کہ ولی اور مولیٰ لغت میں مترادف ہیں جن ائمہ لغت نے ولی کو مولیٰ کے معنی میں منطبق کیا ہے ان کی وہاں تک پہونچ ہی نہ ہو سکی۔(۲) انباری کی مشکل القرآن، فیروز آبادی کی قاموس، واحدی کی وسیط اور ثعلبی کی الکشف والبیان، جوہری کی صحاح وغیرہ(۳) میں اس مطلب کی صراحت موجود ہے۔

ابن اثیر نے نہایہ میں کہا ہے کہ حضرت عمر کا قول اسی معنی میں ہے کہ اصبحتَ مولیٰ کلّ مومنٍ۔(۴) تاج العروس میں آیت قرآنی "بِاَنَّ اللہ ولی الّذین آمنوا وانَّ الکافرین لا مولیٰ لھم" کو شاہد میں پیش کیا ہے۔اس کے ساتھ حدیث رسولؐ "ایما امراۃ نکحت بغیر اذن مولاھا" اور حدیث غدیر "من کنت مولا" کو بھی شاہد میں پیش کیا ہے۔(۵)

۱۔تحفۂ اثنا عشریہ(ص/۲۰۹) ۲۔معانی القرآن(ج/۲ص/۱۶۱)

۳۔الصحاح ج/۶ص/۵۶۴(ج/۶ص/۲۵۲۹)؛غریب القرآن ص/۱۵۴(ص/۳۱۱)؛قاموس المحیط ج/۴ص/۴۰۱ (ص/۱۷۳۲) الجامع لاحکام القرآن(ج/۱۶ص/۱۵۵)

۴۔النھایۃ فی غریب الحدیث ج/۴ص/۲۴۶(ج/۵ص/۲۲۸)

۵۔تاج العروس ج/۱۰ص/۱۹۹

معانی مولیٰ پر ایک نظر

علماء لغت نے مولیٰ کے معنی مالک، معتق کے علاوہ سیّد کے لکھے ہیں، جس طرح ولی کے معنی امیر سلطان کے لکھے ہیں۔ ارباب لغت کو ولی و مولیٰ کے اتحاد معنی پر اتفاق ہے اور امیر و سید کے معنی اولویۃ بالامر کے ہیں۔ اس بنا پر امیر وہی ہے جو اجتماعی نظم وضبط برقرار رکھنے، فرد کو قانونی تحفظ فراہم کرنے اور ایک دوسرے پر تجاوز کی حرکت سے باز رکھنے کے لئے اولیٰ (لائق ترین) ہو اسی طرح سید اسے کہتے ہیں جو اجتماعی معاملات کی قیادت کرتا ہو ان دونوں کا دائرہ وسعت تنگی کے اعتبار سے امارت وسیادت کی مقدار میں فرق پیدا کرتا رہتا ہے۔ ایک شہر کا ذمہ دار دیوان کے انچارج سے زیادہ وسیع اختیارات رکھتا ہے اور ایک بادشاہ پورے ملک پر اختیار وتصرف رکھتا ہے۔ اس سے بلند پیغمبری کا منصب ہے جو تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوتا ہے اور جو شخص پیغمبر کا جانشین ہو وہ اس کے آثار واقدار کی نگرانی کرتا ہے۔

اگر ہم مولیٰ کے معنی اولیٰ بالشئی سے صرف نظر کرلیں تو بھی اس کے مفہوم سید امیر کو نظرانداز کرنا مشکل ہے۔ اس طرح مولیٰ کے معنیٰ امیر وسید کے عالی ترین مفہوم اور وسیع ترین دائروں میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لفظ مولیٰ کے ۲۷ معنی بیان کئے گئے ہیں حدیث غدیر میں صرف انھیں دونوں متذکرہ معنوں کے سوا دوسرے مطالب سے مطابقت ومناسبت ناممکن ہے۔

وہ ۲۷ معانی یہ ہیں:

۱۔ پروردگار	۲۔ چچا	۳۔ چچیرا بھائی
۴۔ بیٹا	۵۔ بھانجا	۶۔ معتق (آزاد کرنے والا)

۷۔معتق (آزادشدہ)	۸۔غلام	۹۔مالک(۱)
۱۰۔پیرو	۱۱۔احسان مند	۱۲۔شریک
۱۳۔حلیف	۱۴۔ساتھی	۱۵۔ہمسایہ
۱۶۔مہمان	۱۷۔داماد	۱۸۔قریب
۱۹۔منعم	۲۰۔عقید	۲۱۔ولی
۲۲۔اولیٰ بالشئی	۲۳۔سیّد	۲۴۔مالک ومختار
۲۵۔ناصر(مددگار)	۲۶۔محبّ (دوست)	۲۷۔متولّی امور۔

متذکرہ معانی میں اوّل کو مراد لینا کفر ہے۔کیونکہ دنیا کا پروردگار صرف خداوند عالم ہے،اور دو تین سے لےکر چودہ تک معانی مراد لینا سراسر جھوٹ ہوگا،کیونکہ اس طرح پیغمبر علی کے چچا ہوجائیں گے اگر ان کا کوئی بھائی ہو اور علیؑ ابوطالب کے بھتیجے ہوجائیں گے۔حالانکہ رسول خداؐ حضرت عبداللہ کے فرزند اور علیؑ ان کے بھائی ابوطالب کے فرزند ہیں۔ظاہر ہے کہ دونوں کی مادر گرامی بھی الگ الگ ہیں اور دایہ بھی الگ الگ۔اس لئے پیغمبرؐ جس کے بھانجے ہوں علیؑ بھی اس کے بھانجے نہیں ہوسکتے۔آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ جسے رسولؐ نے آزاد کیا ہو،علیؑ بھی اسے آزاد کریں سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔پھر یہ بھی کہ دونوں اولین وآخرین کے آزاد مردوں کے سیّد وسردار ہیں،بنابریں کوئی بھی آزاد عورت کے فرزند نہیں،انھیں کسی کا غلام فرض کرنا بھی مہمل ہے۔یہ بھی واضح ہے کہ حضرت علی غلامان رسول خدا کے مالک نہ تھے اس لئے مولیٰ کا مطلب بھی نہیں لیا جاسکتا۔

رسول خداؐ کسی کے تابع نہ تھے سوائے خدا کے۔اس بنا پر یہ اعلان کہ جس میں تابع وپیرو ہوں،اس کے یہ علی بھی تابع وپیرو ہیں،نامناسب بات ہے،رسولؐ کسی کے احسان مند بھی نہ تھے بلکہ آپ کا احسان تمام کائنات پر تھا،اس لئے احسانمند کا معنیٰ نہیں لیا جاسکتا۔آپ کسی کی تجارت میں شریک بھی نہ تھے پھر

۱۔صحیح البخاری ج ۷ ص ۵۷ (ج ۴ ص ۱۶۷۱)؛ارشاد الساری ج ۷ ص ۷۷ (ج ۱۰ ص ۱۶۰)؛عمدۃ القاری (ج ۱۸ ص ۱۷۰) النور الساری (ج ۷ ص ۵۷)

ان کے وصی کی شرکت کا کیا مطلب؟ البتہ آپ ام المومنین خدیجہ کی تجارت میں قبل بعثت نفع بڑھانے کی غرض سے شام تشریف لے گئے نہ کہ آپ شریک تجارت ہوں۔ بالفرض اگر آپ اس میں شریک تجارت تھے تو آپ کے وصی نہ سفر میں آپ کے ساتھ تھے نہ تجارت میں کوئی دخل تھا۔

رسول خداؐ کسی کے حلیف بھی نہ تھے جس کے وسیلے سے توانائی حاصل کرتے۔ عزت تو مخصوص خدا ورسول اور جملہ مومنین کے لئے ہے۔ تمام مسلمانوں نے رسول کے سبب سے توانائی وعزت حاصل کی ہے، اس لحاظ سے حلیف کا مطلب بھی نامناسب ہے اور اگر اس کا ثبوت فراہم کر دیا جائے تو دونوں کا لزوم ناممکن ہے۔

ساتھی، ہمسایہ اور مہمان و دامادی وقریب خواہ رشتے کی یا مکانی قربت، کسی معنی کو فرض کرنا ممکن نہیں، کیونکہ اس کے لئے عظیم اجتماع میں اثنائے سفر کسی غیر آباد ریگ زار اور ناقابل برداشت گرمی میں اعلان کرنا آگے بڑھنے والوں کو لوٹانا، پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار کرنا، جگہ بھی ایسی جو ٹھہرنے کے لائق نہ ہو۔ یہ تمام باتیں صرف یہی پتہ دیتی ہیں کہ آپ کسی اہم تاکید خداوندی پر عمل کرنا چاہتے ہیں عدم تعمیل کی قطعی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے آپ نے یہ بزم منعقد کی حالانکہ آپ پر سفر کی تکان تھی۔ گرمی تھی کہ خدا کی پناہ! لوگوں نے اپنی ردا بچھالی تھی۔ اس عالم میں پالان شتر کے منبر پر اپنی وفات کی خبر، اہم ترین اعلان کی ماموری کی اطلاع، جس کے متعلق اندیشہ کہ پھر موقع نہ ملے اور یہ کام تمام امور پر حاوی رہے۔

کیا یہ تمام فوق العادہ اور اہم ترین طریقے استعمال کر کے لوگوں کو خدا کی خبر پہونچانا جو خاص اہمیت کی حامل نہ ہو کیا ذات رسولؐ سے ایسی توقع رکھی جا سکتی ہے؟ مثلاً یہ بتانا کہ پیغمبر جس کا بھی ساتھی وہمسایہ، جس سے بھی علاقہ دامادی رکھتا ہے یا جس کا بھی مہمان ہے یا جس کا بھی رشتہ دار ہے اس کا علی سے وہی تعلق ہے۔۔ نہیں! خدا جانتا ہے ان معنوں کو ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا، کسی عقل کے مفلس سے بھی یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ رسولؐ تو عقل اوّل، دانشمند اور بلاغت افروز خطیب تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان معنوں کو فرض کرنا رسولؐ پر پست ومہمل تہمت ہے۔ اور اگر فرض بھی کر لیا جائے تو اس میں علی کی کیا فضیلت نکلتی ہے جس کے لئے علی کو تہنیت پیش کی جائے تعریف کے پل باندھے جائیں، سعد بن ابی وقاص تو اس تقریب

کو سرخ اونٹوں سے زیادہ اہمیت دیتے تھے، اس بیش قیمت چیز کے حصول میں عمر نوح کی تمنا کرتے تھے۔

منعم کا معنی لینا بھی نامناسب ہے۔ کیونکہ رسول نے جس پر احسان کیا ہو، لازمی طور سے علی نے بھی اس پر احسان کیا ہوا ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف امر واضح ہے۔ لیکن یہ مراد لیا جاسکتا ہے کہ رسول نے جس پر دین، ہدایت، تہذیب وارشاد، دنیاوی عزت اور ان کی ذمہ داریوں کے عہدہ بردار تھے، محافظ شریعت و مبلغ دین تھے، اس لئے خدا نے ان کی وجہ سے دین کامل کیا۔ اس دعوت کی وجہ سے نعمت تمام کی، یہ مفہوم امانت کے مرادف ہے جس کی ہمیں تلاش ہے اور ہمارے ثبوت سے ہم آہنگ۔

اب رہ گیا عقید.... رسولؐ نے بعض قبیلوں سے صلح وحمایت وہم آہنگی کے لئے جو معاہدہ کیا اس پر امیر المومنین بھی باقی رہے اور اس کے فعل وترک میں آپ کے تابع رہے۔ اس میں امیر المومنین ہی کی کیا فضیلت ہے، تمام مسلمان برابر ہیں، اس غیر معمولی اہتمام میں اس کا تذکرہ مہمل ہے، لیکن اگر اس سے یہ مراد لیا جائے تو صحیح ہوگا کہ رسول نے جو معاہدات وقرار دادیں سلطنت اسلامی کے تحفظ کے لئے قبیلوں سے کیں اس میں علی نفس رسول کی حیثیت سے دخیل رہے اور اس عقید کو اوصاف وفضائل کے مفہوم میں لیا جاسکتا ہے جیسے کہا جاتا ہے عقید الکرام، عقید الفضل۔ یعنی کریم وفاضل۔ لیکن اول تو یہ ذوق عربی ادب پر بار ہے اور دوسرے اس سے رسول کا منشا یہ سمجھا جائے کہ جو بھی مجھے محاسن وفضائل سے بھرپور سمجھے اسے چاہیے کہ علیؑ کے لئے بھی یہی عقیدہ رکھے۔ یہ مطلب میرے بیان کردہ مفہوم سے قریب ہے، اس سے بھی نزدیک تر مفہوم عقیدہ یہ ہوسکتا ہے کہ رسولؐ سے جس عہد ومیثاق پر مسلمانوں نے دین سے وابستگی، اس کے مصالح میں سعی اور مفاسد سے باز رکھنے کی کوشش کے لئے آپ کی بیعت کی تھی، علیؑ بھی اس معاملہ میں رسولؐ کی طرح ہیں۔ اس معنی کے مراد میں کوئی قباحت نہیں۔ واقعہ بھی ایسا ہی ہے، رسولؐ نے اسی کو دوسرے لفظوں میں فرمایا ہے کہ یہ علیؑ میرے جانشین ہیں اور میرے بعد امام ہیں۔

دوست اور مددگار

اگر مولیٰ کا مطلب محبّ وناصر فرض کرلیا جائے تو اس سے رسول کا مقصد لوگوں کو محبت علیؑ کی تحریص

اور نصرت علیؑ کی تشویق ہو سکتی ہے جس پر یا تو تمام مسلمان باقی تھے یا آپ مسلمانوں کو ان کی محبت ونصرت کا حکم دے رہے تھے۔ جو بھی ہو اس صورت میں یہ جملہ یا تو خبریہ ہوگا یا انشائیہ..... جہاں تک خبریہ کی بات ہے تو یہ معاملہ ایسا نہ تھا کہ مجہول ہو یا رسول نے پہلے اس کی تبلیغ نہ کی ہو، جس کیلئے غیر معمولی اہتمام کہ قرآن میں تاکید، جگہ کی تعیین اور لوگوں کو مصائب میں مبتلا کر کے اجنبی بات کی خبر۔ اس کے لئے دین کامل کیا جائے، نعمت تمام کی جائے اور خدا راضی ہو۔ نئے سرے سے اہتمام کیا جائے، جس کی وجہ سے شریعت ادھوری رہ جائے، مسلمان اس سے واقف ہیں۔ پھر لوگ تہنیت پیش کر رہے ہیں کہ آپ مومن ومومنہ کے مولیٰ ہو گئے۔ یہ تمام اہتمام تو کسی نئے معاملے کی خبر دے رہا ہے، یہ نشان دہی تو کسی ایسی بات کی ہے خود کہنے والا اس سے پہلے ناواقف تھا۔ یہ کیسے سمجھا جائے کیوں کہ تمام لوگ قرآن میں دن رات پڑھتے رہتے ہیں کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ مومنین آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں، بھائی ہونا محبت و یگانگت کو مستلزم ہے۔ خدا ورسول ایسے لچر و مہمل حکم سے پاک ہیں۔

دوسری صورت جسے رسولؐ نے مراد لیا ہو وہ انشائے وجوب محبت ونصرت ہے، اس میں وہی سب خرابیاں لازم آتی ہیں، کیوں کہ اس موقع پر کوئی انشائی حکم یا پیغام شریعت سوچا ہی نہیں جا سکتا جسے پہونچا نہ دیا گیا ہو اور اس کے بیان انشائیہ کی ضرورت ہو پھر یہ کہ یہاں رسول کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ جو بھی میرا ناصر و دوست ہے اسے چاہیے کہ علی سے محبت ونصرت کا مظاہرہ کرے اور یہ دونوں احتمال مفاد والفاظ سے خارج ہیں۔ شاید اسی لئے سبط ابن جوزی تذکرۃ الخواص میں لکھتے ہیں:

''یہاں مولا کا مطلب ناصر سمجھنا مناسب نہیں''۔ ان کی تمام عبارت آگے نقل کی جائے گی، اس کے علاوہ محبت ونصرت کا واجب ہونا علی ہی سے مخصوص نہیں تمام مسلمان شرعی حیثیت سے ایک دوسرے کی محبت ونصرت پر مامور ہیں۔ امیر المومنین کے لئے تخصیص واہتمام کی ضرورت کیا تھی اور اگر خصوصیت سے آپ کی محبت ونصرت رعیت سے بالاتری آپ کی پیروی اور احکام کی اطاعت کے لئے واجب قرار دینے کی غرض سے تھی تو یہ مطلب امامت علیؑ کے لئے بذات خود دلیل ہے۔ خاص طور سے من کنت مولاہ

کا فقرہ اس کی وضاحت کر رہا ہے۔اس طرح دونوں فقروں کے مفہوم کو الگ الگ سمجھنا ارشاد رسول کو مہمل بنا دے گا۔

تیسرا احتمال یہ ہوسکتا ہے کہ رسولؐ خبر دے رہے ہوں کہ تمام مومنین کی محبت ونصرت علیؑ کی ذمہ داری ہے۔ایسی صورت میں یہ تاکیدی بات علیؑ سے کہنا چاہئے،سامعین کو مخاطب کرنا مناسب نہ تھا اسی طرح چوتھا احتمال انشائے وجوب محبت کے لئے رسولؐ کا اہتمام،مجمع کی توجہ ساعت،تبلیغی مناشدات صرف اسی لئے تھا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ علی کی محبت کا اقرار کریں،ان کی اتباع کریں اور کسی جگہ سرتابی نہ کریں نیز آپ کی نصرت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

رسولؐ کا یہ اسلوب خطاب کہ آپ نے **من کنت مولاہ** سے ابتدا فرمائی۔اس سے آپ کا مقصد یہی ہوسکتا ہے کہ جس طرح رسول علیؑ سے محبت کرتے ہیں تمام لوگ اسی طرح محبت کریں۔اس میں عام مومنین کے باہمی تودد کے مقابلے علی کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ آپ اپنی امت کو دوست رکھتے ہیں،ان کی مدد ونصرت کرتے ہیں۔چونکہ آپ کو دین ودنیا کی زعامت حاصل ہے،ان کے معاملات کے مالک ہیں،ان کے اداراتی نگہبان ہیں۔شخصیت کے محافظ ہیں۔ان امور میں مومنین کے خودان کے نفسوں سے اولیٰ تر ہیں،اگر آپ اس درجہ محبت ونصرت کا مظاہرہ نہ فرماتے تو لوگوں کے مفادات عادی بھیڑئے ہڑپ کر لیتے اور سرکش وحشیوں کی جسارت بڑھ جاتی،چاروں طرف ظلم وستم کا بازار گرم ہوجاتا،اس طرح دشمن کا ہجوم،جان مال کی تاراجی،ناموس کی ہتک حرمت کا ایسا ماحول پیدا ہوجاتا کہ صاحب شریعت کا دین اجراء کلمہ خداوندی کی بلندی کا بنیادی مقصد خاک میں مل جاتا۔ظاہر ہے کہ جس کی محبت ونصرت لوگوں سے اس حد پر ہو وہی خلیفہ رسول ہوگا۔اگر یہ مفہوم سمجھا جائے تو یہ میرے متعینہ مفہوم سے مطابقت رکھتا ہے۔(۱)

حدیث غدیر کے ممکنہ معانی

مولیٰ کے بیان کردہ ممکنہ معانی میں اب صرف ولی،اولیٰ بالشئی (کسی چیز کا زیادہ حقدار،لائق

۱۔تذکرۃ الخواص ص۱۹ (۳۲)

ترین)، سیّد (سرور و آقا، نہ کہ مالک و آزاد کرنے والوں کے معنوں میں) متصرف فی الامر (معاملات میں بھرپور دخیل) اور متولی ہی کے رہ جاتے ہیں۔ اب ولی کے لفظ سے اولیٰ ہی مراد لئے جاسکتے ہیں جس کا مدلّل بیان گزرا کیونکہ دوسرے معانی صحیح نہیں ہوں گے۔ سیّد کے بھی متذکرہ معنی سے اولیٰ بالشئی کا مفہوم الگ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ رسول خداؐ نے پہلے اپنی ذات کو متصف کیا پھر اپنے ابن عم کو۔ اس بنا پر محال ہے کہ اس لفظ کو ایسے افراد کے لئے بولا جائے جس نے ظلم و زیادتی سے سرداری حاصل کرلی ہے بلکہ اس سے عام سیادت دینی مراد ہے جس کا اتباع تمام امت پر واجب ہے۔

اسی طرح متصرف فی الامر کا مطلب جسے امام رازی، (۱) مفتی روم سعید چلپی، خفاجی، جوزی، ابن حجر، (۲) جہرمی، عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے اس سے مراد ایسا شخص جو دوسروں کے مقابل جامع انسانیت کے تصرف و دخل میں سزاوارتر ہے وہ ایسا ہی شخص ہوسکتا ہے جو یا تو نبی ہو یا واجب الاطاعت امام۔ جس کی حکم الٰہی سے تاکید ہوتی ہو۔

یوں ہی متولی امر جسے مبرّد نے مولیٰ کے معنوں میں لکھا ہے، ان کے مطابق ولی و مولیٰ ہم معنیٰ ہیں مولیٰ وہ ہے جو مخلوقات میں لائق ترین اور ان کے معاملات میں دخیل ہو۔ (۳) یہ مطلب تفسیر وسیط، قرطبی، نہایہ ابن اثیر، تاج العروس زبیدی، لسان العرب ابن منظور، بیضاوی، عمادی، رازی اور احمد بن حسن زاہد نے کی ہے۔ (۴) آخر الذکر لفظ مولیٰ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ مولیٰ اسے کہتے ہیں جو تمھاری مصلحتوں کا متولی (عہدہ دار) ہو۔ تمھارے معاملات کی نگہداشت کرنے والا، دشمنوں سے بچانے والا تمھارا مولیٰ ہوگا اسی مناسبت سے چچیرا بھائی اور آزاد کرنے والا بھی مولا کہا جاتا ہے۔ پھر یہ کلمہ اسم ہوگا ایسے افراد کے لئے جو کسی کے معاملات کے عہدہ دار ہوجائیں۔

۱۔ التفسیر الکبیر ج۶/ص۲۱۰ (ج۲۳/ص۷۴)　　۲۔ الصواعق المحرقۃ ص۲۵ (ص۴۳)

۳۔ سید مرتضیٰؒ کی الشافی ج۲/ص۲۱۹

۴۔ الجامع لاحکام القرآن ج۴/ص۲۳۲ (ج۴/ص۱۳۹)؛ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر (ج۴/ص۲۳۶ (ج۵/ص۲۲۹)؛ تاج العروس ج۱۰/ص۳۹۸؛ لسان العرب (ج۵/ص۴۰۱)؛ تفسیر البیضاوی ج۱/ص۵۰۵ (ج۱/ص۲۰۸، ج۲/ص۹۸، ۵۰۵)؛ ارشاد العقل السلیم مطبوع بر حاشیہ تفسیر رازی ج۸/ص۱۸۳ (ج۸/ص۲۶۶، ۲۰۸)

اس تشریح کی تعداد میں زمخشری، مبرّد، احمد ابن یوسف شیبانی، نسفی، نیشا بوری، قسطانی، بخاری ومسلم اور سیوطی کے نام سرفہرست ہیں۔(۱) جب ان علماء نے صاف صاف لکھا ہے کہ ولی کے معنی اولیٰ ہیں تو لامحالہ رسول نے اسی معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔

اس مقام پر خاص طور سے لغات ولسانی تتبع کی روشنی ہمارا نظریہ ہے کہ لفظ مولیٰ کے حقیقی معنی دوسرے معانی کے مقابلے میں اولیٰ بالشئی ہی متعین ہوتے ہیں، اور ذرا گہری نظر ڈالی جائے تو یہی معنی جملہ معانی پر محیط ہیں۔ لفظ مولیٰ کے تمام بیان کردہ معانی کا اطلاق اسی معنی کی مناسبت سے ہوتا ہے، اس تمہید کی روشنی میں:

۱۔ خداوند عالم سزاوار تر ہے اپنی مخلوقات میں ہر قاہر سے۔ اس نے ماسویٰ کو پیدا کیا، اپنی حکمت ومشیت سے تصرف کرتا ہے۔

۲۔ عم، چچا.... اولیٰ وسزاوار تر ہے تمام لوگوں کی بہ نسبت اپنے بھتیجے کی حفاظت وعطوفت میں، یہ بھتیجے کے باپ کا قائم مقام ہے جو اولیٰ تھا۔

۳۔ ابن عم، چچیرا بھائی..... یہ اپنے چچیرے بھائی کی حمایت کے سلسلے میں دوسروں سے اولیٰ ہے کیونکہ یہ دونوں ایک درخت کی دو شاخیں ہیں۔

۴۔ بیٹا.... باپ کی اطاعت وانکساری کے سلسلے میں اولیٰ ہے کیونکہ قرآن کا حکم موجود ہے۔

۵۔ بھانجا.... عام لوگوں کے مقابلے میں خالہ سے خضوع کے لئے اولیٰ ہے کیوں کہ وہ اس کی ماں کی شقیق ہے۔

۶۔ معتِق، آزاد کرنے والا.... آزاد کردہ شخص کے لئے اولیٰ ہے دوسروں کے مقابلے میں۔

۷۔ معتَق، آزاد شدہ..... اولیٰ ہے اپنے آقا کے تشکر کے سلسلے میں

۸۔ غلام.... بھی اولیٰ ہے اپنے مالک کی اطاعت کے سلسلے میں

۱۔ الکشاف (ج/۴ص/۴۷۶)؛ مدارک التنزیل وحقائق التاویل (ج/۱ص/۱۴۴)؛ غرائب القرآن (ج/۲۸ص/۱۰۱)؛ ارشاد الساری (ج/۵ص/۴۳۸ حدیث ۲۳۹۹)؛ تفسیر الجلالین (ص/۶۴، ۳۴۸)

۹۔ مالک....اپنے غلام کی سرپرستی وتصرف واختیار کے سلسلے میں اولیٰ ہے
۱۰۔تابع....اپنے قائد کے لئے اولیٰ ہے پیروی کے سلسلے میں۔
۱۱۔منعم علیہ.........احسان منداولیٰ ہے معطی کے ادائے شکر کے سلسلے میں غیروں سے
۱۲۔شریک..........اولیٰ ہے اپنے ساتھی کی رعایت حق شرکت میں۔
۱۳۔حلیف کا معاملہ بھی واضح ہے...وہ اولیٰ ہے معاہد پر دفاع طغیان کے سلسلے میں غیروں سے
۱۴۔صاحب....اسی طرح ساتھی ادائے حقوق صحبت کے سلسلے میں غیر سے اولیٰ ہے۔
۱۵۔ہمسایہ....بھی دور بسنے والوں کے مقابلے میں ہمسایہ کے تحفظ حقوق میں اولیٰ ہے۔
۱۶۔مہمان....بھی جہاں وارد ہوا ہے،قدردانی وحق شناسی کے سلسلے میں اولیٰ ہے۔
۱۷۔صہر،داماد...اپنے سسر کے مراعات حقوق میں اولیٰ ہے کیونکہ حدیث کی روشنی میں باپ تین ہیں،جس نے پیدا کیا،جس نے عورت دی،جس نے تعلیم سے آراستہ کیا۔
۱۸۔قریب....بھی دور والوں کی بہ نسبت اولیٰ ہے دفاع ومصلحت کوشی میں۔
۱۹۔منعم...اپنے احسانات کی بدولت احسان مند پر اولیٰ ہے کہ اس پر احسان کی تکرار ہوتی رہے۔
۲۰۔عقید بھی باہمی تعاون کے سلسلے میں اولیٰ ہے۔محب وناصر بھی اولیٰ ہیں لزوم محبت ونصرت کی بنا پر دفاع کے سلسلے میں۔اسی طرح گزشتہ صفحات میں ولی،سیّد اور متصرف فی الامر یا متولی کے بارے میں واضح کیا جا چکا ہے کہ اس کا مفہوم اولیٰ بالشئی کے سوا کچھ نہیں۔اس طرح مولیٰ کے صرف ایک معنی اولیٰ بالشئی رہ جاتے ہیں۔اولویت کا مفہوم اپنے موارد استعمال کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔اس بنا پر لفظ مولیٰ میں اشتراک معنوی ہے جو اشتراک لفظی سے اولیٰ ہے۔

ہم سے پہلے اس نظریہ کی تائید چھٹی صدی کے دانش ور ابن بطریق العمدہ میں کر چکے ہیں۔(۱) ان کے علاوہ بھی دوسرے علماء اہل سنت گرانقدر افادات پیش کر چکے ہیں۔صحیح مسلم میں رسول خدا کی حدیث ہے:"**لا یقبل العبد لسیّد مولاہ**" یعنی غلام کا اپنے مالک کو مولا کہنا مناسب نہیں۔(۲)

۱۔العمدہ ص/۵۶(۱۱۲) ۲۔صحیح مسلم ص/۱۹۷(ج۴/ص۱۷۶۴ حدیث۱۴)

ابومعاویہ کی حدیث میں اس فقرے کا اضافہ ہے: "فانّ مولاکم الله" کیوں کہ تمھارا مولا صرف خدا ہے، اس حدیث کی روایت متعدد علماء نے کی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب بھی مطلق لفظ مولیٰ بولا جائے تو ذہن میں اولیٰ ہی سمجھ میں آتا ہے اور حدیث غدیر کے تعیین مطلب کے سلسلے میں آگے بحث کی جارہی ہے۔

قرائن معینہ؛ متصلہ ومنفصلہ

بحث یہاں تک پہونچی کہ تحقیقی نظر رکھنے والا ناگزیر طور سے مولیٰ بمعنی اولیٰ بالشئی تسلیم کئے بغیر نہ رہے گا۔ اگر ہم اس سے نیچے اتر کے کہیں کہ مولیٰ کے کثیر معانی میں ایک اور مشترک لفظی ہے تو بھی ہمارا مقصود حاصل ہے کیوں کہ حدیث غدیر میں کہیں متصل اور کہیں منفصل قرینے پائے جاتے ہیں جو اولیٰ بالشئی کے علاوہ دوسرے تمام معانی کی قطعی نفی کرتے ہیں۔ یہ ہے بیان مطلب!!

پہلا قرینہ

حدیث سے پہلے کا فقرہ ہے: الست اولیٰ بکم من انفسکم (کیا میں تمھارے نفسوں پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں) یا اس سے قریب دوسرے فقرے، اس کے بعد آپ کا ارشاد من کنت مولاہ فعلی مولاہ حدیث کو اس تفصیل کے ساتھ احمد بن حنبل، ابن ماجہ، نسائی، شیبانی، ابویعلی اور طبری جیسے چونسٹھ سے زیادہ علماء نے نقل کیا ہے(۱) گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، طرق حدیث میں صحابہ وتابعین ہیں، ان کا تذکرہ کرنے سے طوالت ہوگی۔ ان کے علاوہ بے شمار شیعہ علماء کو بھی شامل کرلیجئے تو ثابت ہوجائے گا کہ رسولؐ نے قبل حدیث " الست اولیٰ بکم من انفسکم" کا فقرہ ضرور فرمایا اس بنا پر

۱۔ مثلاً ترمذی، طحاوی، ابن عقدہ، عنبری، ابوحاتم، طبرانی، قطیعی، ابن بطہ، دارقطنی، ذہبی، حاکم، ثعلبی، ابونعیم، ابن سمان، بیہقی، خطیب، بجستانی، ابن مغازلی، حسکانی، عاصمی، خلعی، سمعانی، خوارزمی، بیضاوی، ملاّ، ابن عساکر، ابوموسیٰ، ابوالفرج، ابن اثیر، ضیاء الدین، قزاوغلی، گنجی، تفتازانی، محب الدین، وصابی، حموئی، ایجی، ولی الدین، زرندی، ابن کثیر، شریف، شہاب الدین، جزری، مقریزی، ابن صباغ، ہیثمی، میبدی، ابن حجر، اصیل الدین، سمہودی، کمال الدین، بدخشی، شیخانی، سیوطی، حلبی، ابن باکثیر، سہارنپوری، ابن حجر مکی۔

اگر رسول خداؐ پہلے فقرے کے بعد دوسرے فقرے میں کسی دوسرے کو مراد لینا چاہتے تھے تو رشتۂ کلام غیر مربوط ہو جاتا ہے جو بلاغت سے گری ہوئی بات ہوگی، رسول کی زبان تو بلاغت افروز تھی، لہذا پہلے اور دوسرے فقرے کا یکساں مفہوم متعین کئے بغیر چارہ نہیں اور وحی ترجمان کا واقعی منشأ بھی یہی تھا۔ مزید توضیح تذکرہ سبط جوزی سے ہوتی ہے۔(۱) معانی مولا کی تعداد گنانے کے بعد دسواں مطلب اولیٰ لکھ کر افادہ فرماتے ہیں کہ حدیث غدیر میں مولیٰ کا مطلب طاعت مخصوصہ ہے اور یہی مطلب متعین کیا جاسکتا ہے اس طرح مفہوم حدیث یوں ہوگا: من کنت اولیٰ به من نفسه فعلی اولیٰ به (جس کے نفس پر میں بااختیار ہوں علی بھی بااختیار ہیں)۔

حافظ ابوالفرج اصفہانی مرج البحرین میں وضاحت کرتے ہیں کہ رسولؐ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: من کنت ولیه و اولیٰ به من نفسه فعلی ولیه (جس کا میں ولی ہوں اس کے نفس پر مختار کل ہوں یہ علی بھی اس کے ولی ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ مولیٰ کے تمام معانی میں صرف دسواں معنیٰ اولیٰ بالشئی ہی موزوں تر ہے اور ارشاد رسولؐ الست بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ یہ حدیث اثبات امامت اور علیؑ کی امامت مطلقہ پر نص صریح ہے۔

ابن طلحہ وضاحت کرتے ہیں کہ علماء حدیث نے اس میں لفظ مولیٰ کو اولیٰ کے معنیٰ میں لیا ہے۔(۲) اعترافات علماء کے نظائر آگے بیان ہوں گے۔

دوسرا قرینہ

حدیث کے بعد کا فقرہ ہے: اَللّٰهمّ وَالِ مَن وَالاهُ وَعادِ مَن عاداهُ۔ اس جملے کی روایت بھی ہے: انصر من نصره اخذل من خذله اور اسی سے ملتے جلتے فقرے روایات میں پائے جاتے ہیں، ان فقروں کے اسناد محدثین کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں، یہ فقرہ بھی واضح قرینہ فراہم کرتا ہے کہ مولیٰ کے معنیٰ اولیٰ کے سوا دوسرے مراد نہیں لئے جاسکتے جو معنیٰ امامت کو مستلزم ہیں۔

۱۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۰ (۳۲)

۲۔ مطالب السؤول ص ۱۶

دوسرے یہ کہ اس دعا میں عمومیت ہے، کسی زمانے یا حالت کی قید نہیں ہے جو امام کی عصمت پر دلالت کرتی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوستانِ علیؑ کی ولایت و نصرت اور دشمنان علیؑ کی ذلت و نکبت ہر زمانے اور ہر حال سے متعلق ہے۔ اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ آپ ہر حال میں معصوم ہیں، ایک لمحے کے لئے بھی گناہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ہر حال میں حق آپ کے ساتھ ہے کیوں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی گناہ فرض کرنے سے آپ کی مذمت اور پیروی سے دست برداری لازم ہو جاتی ہے، کیوں کہ رسولؐ نے کسی زمانے کا استثنا نہیں فرمایا اس لئے علیؑ کسی زمانے میں بھی عصمت سے الگ نہیں ہو سکتے، جو شخص اس مرتبہ پر فائز ہو، واجبی طور سے وہ لوگوں کا امام ہوگا اور اس سے کمتر کو امام سمجھنا قبیح ہوگا۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگوں کے نفسوں پر ان سے زیادہ با اختیار ہوگا۔

تیسرے یہ کہ دعائے رسولؐ کے سیاق وسباق میں مناسب ترین مفہوم یہی متعین ہوتا ہے کہ آنحضرت لوگوں کو اطاعت علی کا مکلف بنا رہے تھے۔ اس دعا کے ذریعہ اطاعت کی ترغیب دے رہے تھے اور آپ کے حکم سے سرتابی پر تہدید فرما رہے تھے۔ یہ معنی اسی وقت متعین ہوں گے جب مولیٰ کے معنیٰ اولیٰ سمجھے جائیں۔ اس کے برخلاف اگر محب و ناصر مراد لئے جائیں تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ علی اس کے دوست ہیں جسے رسول خداؐ دوست رکھتے ہوں، یا علیؑ اس کے مددگار ہیں جس کے نبی مددگار ہیں اس صورت میں مناسب یہ تھا کہ علی جس وقت مظاہرہ محبت و نصرت کرتے اس وقت ارشاد فرمایا جاتا، نہ کہ امت کے تمام افراد کو دعا میں شامل کر لیا گیا کہ اگر وہ دوستی کریں تو دوست اور دشمنی کا مظاہرہ کریں تو تفریق کی جائے، لیکن ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول خداؐ امت اور حضرت علیؑ کے درمیان مراسم محبت قائم کرنا چاہتے تھے لیکن پہلی بات تو یہ کہ جس وقت رسول خداؐ نے حکم خدا سے اپنے وصی کی امامت مطلقہ کو تمام امت پر لازم کرنے کے لئے اعلان فرمایا تو آپ لوگوں کے طبعی احوال کے مطابق جانتے تھے کہ یہ معاملہ اسی وقت روبہ عمل آ سکتا ہے جب لشکر گراں ہو، مددگاروں اور اطاعت شعاروں کی کثرت ہو تاکہ ولایات و عمال کی مدد سے لوگ علی کے مطیع ہو سکیں، ایک طرف آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اس گروہ میں حاسدین علیؑ بھی ہیں چنانچہ قرآن میں اس کا بیان موجود ہے، ان میں منافقین کا گروہ بھی ہے جو

جاہلی جذبۂ انتقام سے بھرا ہے، اس کے علاوہ حکومت واقتدار کے خواہشمند بھی ہیں۔ وہ خلافت کے مستحق نہیں ہیں۔ نتیجہ میں علی کی حق پسندی وعدالت ان کی آرزوؤں سے میل نہیں کھائے گی اور مخالفت ورزم آرائی کا بازار گرم ہوگا۔ آپ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا تھا کہ ان تومروا علیاً وما اراکم فاعلین تجدوہ ہادیاً مھدیاً (اگرچہ تم ایسا کروگے نہیں لیکن اگر علی کو اپنا امیر وحاکم تسلیم کرلو تو تم انھیں ہادی ومہدی پاؤگے) ایک دوسری روایت ہے: اِن تستخلفوا علیاً وما اراکم فاعلین تجدوہ ھادیاً مھدیاً۔ (اگرچہ تم ایسا کروگے نہیں لیکن اگر علی کو اپنا خلیفہ مان لو تو انھیں ہادی ومہدی پاؤگے) اس طرح آپ نے اعلانِ ولایت کے بعد علیؑ کے مددگاروں کیلئے دعا شروع کردی اور دشموں پر نفرین کرنے لگے تا کہ اس وسیلے سے علیؑ کی خلافت مکمل ہوسکے لوگ سمجھ جائیں کہ ان کی دوستی سے خدا اور رسولؐ راضی اور دشمنی سے ناخوش ہیں، اس طرح لوگ علی کے گرد حصار کرسکیں، دعا کے فقروں میں عمومیت کا ہونا علیؑ کے عظیم الشان مرتبے کی نشاندہی ہے جن کی دوستی کو خداوند عالم کی دوستی کے متقابل قرار دیا گیا ہے۔ اس ارشاد اور دعائیہ فقرے میں عمومیت ہے جب کہ مومنین میں باہمی محبت کا حکم خداوندی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس عمومیت کا مصداق ستون دین، اسلام کی علامتی شخصیت ہی ہوسکتا ہے۔ لوگوں نے دیکھا ہے کہ علیؑ ہر حال میں امّت کے تمام افراد سے مظاہرۂ محبت کرتے ہیں اور علیؑ ایسے تھے بھی۔ ایسی صورت میں رسولؐ نے علی کو خود ہی خلیفہ بنا دیا تا کہ علی وظیفۂ محبت ونصرت انجام دے کر لوگوں کی نجات اور مہالک سے چھٹکارا دلائیں چنانچہ سلاطین ورعایا کے مابین یہ چیز شائع ہے۔

چونکہ رسولؐ سے ہماری محبت ونصرت اسی انداز پر ہے اس لئے لامحالہ جو شخص آپ کی ذمہ داریوں کا عہدہ بردار ہو اس کو اسی خصوصیت کا حامل ہونا چاہئے ورنہ سیاق کلام مختل ہو جائے گا، اس تقریب واہتمام کی روشنی میں محبت ونصرت کا مفہوم بھی معنیٰ امامت ہی کی نشاندہی کرتا ہے۔ جس سے لفظ اولیٰ کا مفاد ہوتا ہے، اس کے علاوہ علماء وحفاظ نے جن بے شمار طریقوں اور متصل کلمات سے حدیث غدیر کی روایت کی ہے وہ ہمارے متعیّنہ مفہوم ہی سے میل کھاتی ہے۔

تیسرا قرینہ

ذرا انداز رسول بھی ملاحظہ فرمایئے۔آپ نے فرمایا: لوگو! تم کس بات کی گواہی دیتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا۔ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا دوسرا خدا نہیں۔آپ نے پوچھا: پھر کس بات کی گواہی دیتے ہو....؟ جواب دیا: محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔رسولؐ نے پوچھا: تمھارا ولی کون ہے...؟ جواب ملا: خدورسول ہمارا ولی ہے،اس کے بعد آپ نے علیؑ کا بازو تھام کر فرمایا جس کا خدا ورسول مولا ہے اس کے یہ مولا ہیں۔

یہ جریر کے الفاظ تھے۔اسی سے ملتے جلتے امیرالمومنینؑ،زید بن ارقم اور عامر بن لیلی کے ہیں۔ حذیفہ کے الفاظ سند صحیح میں یہ ہیں: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔پھر آگے بیان ہے،سب نے کہا: ہاں! ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔رسولؐ نے فرمایا: خدایا! گواہ رہنا۔اس کے بعد فرمایا: لوگو! خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں۔میں مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ اولیٰ (بااختیار) ہوں،پس جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔اس طرح توحید ورسالت کے سیاق شہادت میں جو اولویت مطلقہ کو مستلزم ہے علی کی ولایت کا اعلان کرنا۔ظاہر ہے کہ اس سے امامت ہی مراد ہو سکتی ہے۔اور یہ لوگوں کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار ہونے کے مترادف ہے۔

چوتھا قرینہ

رسول خداؐ کا بعد اعلان:

"اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضیٰ الرّب برسالتی والولایۃ لعلی بن ابی طالب" (خدا بزرگ ہے اس نے میری رسالت اور علی کی ولایت پر دین کامل، نعمت تمام اور پروردگار خوشنود ہوا) فرمانا، اس سے آپ کیا معنی سمجھ سکتے ہیں۔جس اعلان پر دین کامل، نعمت تمام رب خوشنود اور جس ردیف رسالت سے امور اشاعت مکمل، دین مستحکم اور جس پر مستعدی دکھانے سے رسول اسلامؐ سرخرو ہو جائیں۔اس سے امامت واولیٰ بالنفس کے علاوہ بھی کوئی مطلب سمجھا جا سکتا ہے۔

پانچواں قرینہ

اعلان ولایت سے پہلے رسول نے فرمایا: گویا مجھے موت کی دعوت دی گئی ہے اور میں نے لبیک کہا ہے ۔یا یہ فرمایا: ہوسکتا ہے مجھے بلایا جائے اور لبیک کہوں ۔یا یہ الفاظ: ممکن ہے بہت جلد میں تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں ۔یا میرے پاس خدا کا پیغام برآئے اور میں جواب دوں ۔حفاظ کے یہاں اس قسم کے متواتر فقرے ہیں، یہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ آنحضرتؐ کی کوئی اہم ترین تبلیغ باقی رہ گئی ہے ۔آپ کو اندیشہ ہے کہ کہیں اس سے قبل ہی موت کا بلاوا نہ آجائے ۔اگر یہ کام نہ ہوا تو تبلیغ ناقص رہ جائے گی ۔اس کے بعد آپ نے امیر المومنینؑ اور عترت طاہرہؑ کی ولایت کے سوا کوئی اعلان نہ کیا، یہ صحیح مسلم (۱) اور دوسری صحاح کا بیان ہے، اب اس کے بعد کیا اس اہم ترین اعلان کے مفہوم کو امامت کے علاوہ بھی کچھ سمجھا جا سکتا ہے ۔جس کے لئے اعلان ہوا ہے وہ لوگوں کے نفسوں پر اولیٰ ہونے کے سوا کچھ اور بھی ہوسکتا ہے ۔

چھٹا قرینہ

رسول خداؐ نے اعلان ولایت کے بعد فرمایا: مجھے تہنیت پیش کرو خدا نے مجھے نبوت سے اور میرے اہل بیت کو امامت سے مخصوص فرمایا ۔یہ عبارت واضح کرتی ہے اہل بیت کی مخصوص امامت کا اعلان تھا جس کی اولین فرد علیؑ تھے ۔رسول کا مطلب اس وقت امامت ہی تھا اس کے بعد تین دن تک تہنیت ،بیعت ،مصافحہ اور بغلگیری کا بازار گرم رہا اس سے خلافت واولویت ہی کے معنی سمجھے جاسکتے ہیں ۔اسی وجہ سے ابوبکر وعمر نے علیؑ کو ولایت کی تہنیت پیش کی اور واضح طریقے سے لفظ مولا کو رسولؐ ہی کے لہجے میں استعمال کیا ۔اس سے صرف اولیٰ ہی کا مفہوم مراد لیا جاسکتا ہے ۔

ساتواں قرینہ

بعد اعلان فرمایا کہ حاضرین کو غائب لوگوں تک یہ بات پہونچا دینی چاہئے ۔اگر محبت ونصرت مراد لینا تھا تو قرآن میں مومنین کی باہمی محبت ونصرت کا حکم موجود ہی ہے ۔کوئی سمجھدار شخص اس اہتمام

۱۔صحیح مسلم (ج ۵/ص ۲۵/حدیث ۳۶ کتاب فضائل الصحابۃ)

میں اعلان کو مناسب نہیں سمجھے گا۔ بے شک یہی فیصلہ ہوگا کہ رسولؐ اہم فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ اس سے مراد وہی امامت ہے جس سے دین کامل ہوا۔

آٹھواں قرینہ

ابوسعید و جابر کے الفاظ میں رسول نے بعد اعلان تکمیل دین و اتمام نعمت پر تکبیر کہی۔ وہب کے الفاظ ہیں: یہ علی میرے بعد تمھارے ولی ہیں۔ حضرت کے الفاظ ہیں: میرے بعد ہر مومن کے ولی۔ اسی طرح حفّاظ و محدثین کے الفاظ میں، یقیناً علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ (۱) ابونعیم نے حلیہ میں حدیث لکھی ہے: جو شخص پسند کرتا ہے کہ میری طرح جیئے۔ میری طرح مرے اور جنت عدن کے شاداب باغ میں رہے۔ اسے میرے بعد علیؑ کو ولی ماننا چاہئے۔ ائمہ کی اقتدا کرنی چاہئے کیونکہ وہ میری عترت اور میری طینت سے خلق کئے گئے ہیں۔ (۲) ایک موثق و صحیح سند کے ساتھ ابن عباس حذیفہ اور زید کی روایت ہے جو پسند کرتا ہے کہ اس کی زندگی و موت میری طرح ہو۔ اور دانۂ جوہر یاقوت سے تمسک کرنا چاہتا ہے، جسے خدا نے اپنے ہی دست قدرت سے بنایا ہے، اسے چاہئے کہ میرے بعد علیؑ کی ولایت تسلیم کرے۔ یہ تمام تعبیریں صاحب رسالتؐ کے مماثل امیر المومنین کی ولایت کا ثبوت حفظ مراتب کے ساتھ فراہم کرتی ہیں۔ اس میں جو (بعدی) کا لفظ ہے۔ عام اس سے کہ زمانی ہو یا مرتبہ..... اس سے تمام حالات میں اولویت کا ہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے اگر اس سے محبت و نصرت کا مطلب سمجھا جائے تو ظاہر ہے کہ افتخار کے بجائے تنقیص کا پہلو نکلے گا۔

نواں قرینہ

رسولؐ نے بعد تبلیغ فرمایا: خدایا تو ان پر گواہ رہنا کہ میں نے پیغام پہونچا دیا اور نصیحت کر دی۔ یہ

۱۔ (سنن ترمذی ج/۵ص/۵۹۰حدیث ۳۷۱۲؛ مسند احمد بن حنبل ج/۶ص/۴۸۹حدیث ۲۲۵۰۳؛ المستدرک علی الصحیحین ج/۳ص/۱۴۲حدیث ۴۶۵۲؛ السنن الکبریٰ ج/۵ص/۴۵حدیث ۸۱۴۶ کتاب المناقب؛ خصائص نسائی ص/۱۰۹حدیث ۸۹، مصنف ابن ابی شیبۃ ج/۱۲ص/۷۹حدیث ۱۲۱۷۰

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج/۱ص/۸۶ (المستدرک علی الصحیحین ج/۳ص/۱۳۹حدیث ۴۶۴۲)

امت کی تبلیغ ونصیحت کا استشہاد اشارہ کرتا ہے کہ کوئی نئی بات کہی گئی ہے جسے پہلے ہرگز نہیں بیان کیا گیا ۔یہاں کے دوسرے معانی خصوصاً محبت ونصرت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جبکہ امت پر گواہی کا خصوصیت سے مسلمانوں کے درمیان اعلان ہورہا ہے،اگر محبت ونصرت مراد بھی لئے جائیں تو اسی حد پر جسے میں نے پہلے بیان کیا(یعنی رعایا وبادشاہ کی طرح شدید محبت)۔

دسواں قرینہ

پہلے بیان ہوا کہ رسولؐ نے اعلان سے قبل فرمایا تھا کہ خدانے مجھے ایسے پیغام پر مامور فرمایا ہے کہ جس سے میرا سینہ تنگ ہورہا ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے،خدانے مجھے سرزنش فرمائی کہ اگر تبلیغ نہ کروگے تو معذّب کروں گا۔

دوسرے الفاظ میں ۔خدانے مجھے ایسی تبلیغ پر مامور فرمایا ہے کہ تنگی سینہ کی وجہ سے التماس کرنے لگا۔ مجھے لوگوں کے جھٹلانے کا اندیشہ ہے،خدانے سرزنش فرمائی کہ اگر تبلیغ نہ کروگے تو معذب کروں گا۔ کچھ الفاظ یوں ہیں: میں نے خدا سے رجوع کرکے منافقوں کے طعن وتشنیع وتکذیب کا عذر کیا،خدانے کہا: ضرور تبلیغ کرو ورنہ معذب کروں گا۔گزشتہ صفحات میں بیان ہوا کہ حکم اعلان جانشینی کے بعد رسولؐ مکے کی طرف چلے ،فرماتے جاتے تھے ۔میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ عہد جاہلیت کی طرف نہ پلٹ جائیں، میں یہ کام کیسے انجام دوں،لوگ کہیں گے: اپنے چچیرے بھائی کو یہ مرتبہ عطا کردیا۔آپ چلتے رہے اور حجۃ الوداع بجالاتے رہے۔یہ بھی بیان ہوا کہ رسولؐ نے فرمایا: خدانے مجھے علیؑ کونصب کرنے اور ولایت کا اعلان کرنے کا حکم دیا ہے،آپ خوفزدہ ہوئے کہ لوگ طعنہ دیں گے علی کی طرفداری کا، جاہلیت کی طرف پلٹ جائیں گے۔

اس عظیم خبر کو پہونچانے میں منافقوں کی تکذیب کا خوف ،طعنوں کا خوف،اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے متعلق کوئی خصوصی بات ہے نہ کہ عاوی امر،جس میں تمام مسلمان برابر کے شریک ہیں۔یہاں محبت ونصرت نہیں بلکہ اولویت یا اسی سے ملتے جلتے مفہوم مراد لئے جاسکتے ہیں۔

گیارہواں قرینہ

بے شمار اسانید میں واقعہ غدیر کی تعبیر لفظ نصب سے کی گئی ہے، حضرت عمر کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو علامتی حیثیت سے نصب فرمایا۔ حضرت علیؑ کا بیان ہے: خدا نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ مجھے لوگوں میں نصب فرمائیں۔ عاصمی کی روایت میں ہے کہ مجھے علامتی حیثیت سے نصب فرمائیں۔ امام حسنؑ کا ارشاد: کیا تم جانتے ہو کہ رسول خداؐ نے غدیر خم میں نصب فرمایا۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا: ہمارے نبی نے لوگوں میں بہترین کو غدیر خم میں نصب فرمایا۔ قیس بن سعد نے کہا: انھیں رسولؐ نے غدیر خم میں نصب فرمایا۔ ابن عباس و جابر نے کہا: خدا نے نبی کو حکم دیا کہ علیؑ کو نصب فرمائیں۔

ابو سعید خدری نے کہا: جب رسول خداؐ نے علیؑ کو غدیر خم میں نصب فرمایا تو ان کی ولایت کا اعلان کیا۔
نصب کے یہ تمام الفاظ ہمیں کسی نئے مرتبے کی اطلاع فراہم کرتے ہیں جو اس سے قبل غیر معروف تھا۔ محبت ونصرت تو تمام مسلمانوں کے لئے ثابت ہی تھی، یہ کلمہ نصب حکومت کی برقراری اور ثبوت ولایت کے لئے بولا جاتا ہے۔ بادشاہ نے زید کو فلاں علاقے کا والی نصب کیا۔ یہ نہیں بولا جاتا ہے کہ اس نے رعایا کے لئے محبّ وناصر یا محبوب ومنصور نصب کیا۔ مزید یہ کہ یہ لفظ متعدد طریقوں سے لفظ ولایت کے ساتھ لوگوں یا قوم کے لئے بولا جاتا ہے اور ان لفظوں سے پورے طور پر حاکیت مطلقہ سمجھی جاتی ہے۔ اور یہی وہ امامت ہے جو اولویت کے مترادف ہے جس معنی مولا کا ہم دعویٰ کر رہے ہیں۔ یہی معنی ابن عباس کے الفاظ سے سمجھ میں آرہے ہیں۔ ''نبی کو حکم دیا گیا کہ اپنا قائم مقام متعین کریں۔ اس معنی کی وضاحت ارشاد رسولؐ سے ہوتی ہے۔ خدا نے مجھے حکم دیا کہ تمھارے لئے امام نصب کروں جو میرے بعد میرا جانشین وصی اور خلیفہ ہو جسے قرآن میں اس کی اطاعت میری اطاعت اور تمھیں اس کی ولایت پر مامور کیا ہے۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا نے علیؑ کو تمھارا ولی وامام نصب کیا ہے اس کی اطاعت سب پر فرض کی ہے، اس کا حکم نافذ اور اس کا ارشاد مطاع ہے۔

بارہواں قرینہ

پہلے ابن عباس کا قول بیان ہوا کہ حدیث غدیر کا تذکرہ کر کے کہا تھا: پس خدا کی قسم لوگوں کی

گردنوں پر ولایت واجب ہوگئی۔ ایک دوسری روایت میں فی اعناق القوم کا لفظ ہے۔ اس فقرے سے حدیث کا جدید مطلب مستفاد ہوتا ہے جس کی اس سے پہلے مسلمانوں کو معرفت نہ تھی اور جو تمام ذہنوں میں متعیّن تھی۔ ابن عباس نے قسم کھا کر اسی کو موکد کیا ہے اور وہ اقرار رسالت کے ساتھ خلافت علی ہی ہو سکتی ہے۔ اور یہ اول کے مطلب سے الگ نہیں۔

تیرہواں قرینہ

فرائد حموینی میں ابوہریرہ کی روایت ہے: جب رسول حج وداع سے پلٹے تو آیۂ بلّغ نازل ہوئی جب آپ نے "واللہ یعصمک من الناس" سنا تو مطمئن ہوگئے۔ آگے بیان ہے کہ یہ آخری فریضہ تھا جسے خدا نے بندوں پر واجب کیا۔ جب رسولؐ نے پیغام پہونچا دیا تو آیۂ اکمال دین نازل ہوئی اس خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ نے ایسا فریضہ ادا کیا ہے جو پہلے ادا نہیں ہوا تھا، یہ محبت ونصرت کا اعلان نہیں ہوسکتا، کیوں کہ قرآن وحدیث میں قبل ازیں اسے بیان کیا جا چکا تھا اب معنی امامت ہی باقی رہ جاتے ہیں جسے اس لئے تاخیر میں ڈالا گیا تھا کہ نفرتوں پر جھاڑ و پھرے۔ خود سر لوگ عظیم تبلیغ وحی پر آمادہ ہوں یہ مفہوم اولیٰ ہی سے میل کھاتا ہے۔

چودہواں قرینہ

زید بن ارقم کا بیان متعدد طرق سے نقل ہوا کہ ان کے داماد نے حدیث غدیر کے متعلق سوال کیا۔ زید نے جواب دیا کہ تم عراق والے جیسے ہو معلوم ہے۔ داماد نے کہا: میری طرف سے خطرہ محسوس نہ کیجئے تب زید نے کہا: ہاں! ہم جحفہ میں تھے رسولؐ اپنی قیام گاہ سے واپس آئے.....

عبداللہ بن علام نے زہری کے بیان حدیث غدیر پر کہا تھا: شام والوں سے یہ حدیث بیان نہ کرنا۔ سعید بن مسیتب نے سعد بن ابی وقاص سے کہا: میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں۔ انھوں نے کہا: جو پوچھنا ہو بے دھڑک پوچھو، میں تمھارا چچیرا بھائی ہوں۔ ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی ایسی ہی بات تھی جسے عراقیوں وشامیوں سے بیان کرنا مصیبت مول لینے کے مترادف تھا کیوں کہ وہ وصی رسولؐ سے عداوت رکھتے تھے۔ اسی لئے زید بن ارقم اپنے عراقی داماد کے نفاق وعناد

سے ڈرتے تھے۔جب مطمئن ہوئے تو حدیث بیان کی۔ان حقائق کی روشنی میں کوئی مسلمان اس کے مبتذل معنی فرض نہیں کرسکتا بلکہ اس سے ایسا معنی مراد ہوسکتا ہے جو قامت علی پر چسپاں ہو سکے وہ برتری کا مفہوم سوائے خلافت واولویت کے دوسرا نہیں ہوسکتا۔

پندرہواں قرینہ

امیر المومنینؑ نے اپنے زمانہ خلافت میں مقام رحبہ معترضین خلافت پر احتجاج فرمایا۔اس گروہ کی بولتی بند ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ مولیٰ کے معنی محبّ وناصر کے بجائے اولویت ہی ہیں کیوں کہ امام نے اپنی خلافت پر استدلال فرمایا تھا۔حاضرین نے غدیر کی گواہی دی تھی۔

سولہواں قرینہ

حدیث رکبان میں بیان ہوا کہ ابوایوب انصاری کے ساتھ ایک گروہ نے امیر المومنینؑ کو السلام علیک یا مولانا کہہ کے سلام کیا۔آپ نے سوال کیا: میں تمھارا مولا کیسے؟ تم تو عرب ہو۔انھوں نے جواب دیا: میں نے رسول خداؐ سے حدیث غدیر سنی ہے۔قارئین اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کا متعجبانہ سوال کسی متبذل معنی مثلاً محبّ وناصر کے لئے نہیں ہوسکتا۔کیونکہ عربوں کو اجتماعی زندگی میں محبت ونصرت کا رائج ہونا ناپسند نہیں تھا۔بلکہ عرب اس سے اہم مطلب سمجھ رہے تھے اور وہ اولویت کے سوا دوسرا مفہوم نہیں ہوسکتا۔اور یہی ولایت مطلقہ وامامت ہے،اسی مفہوم کے پیش نظر انھوں نے امام کا جواب دیکر حدیث غدیر کا استناد کیا۔

سترہواں قرینہ

مناشدہ رحبہ ورکبان کے دنوں میں حدیث غدیر چھپانے والوں کو علیؑ کی بددعا کے اثر کا ذکر ہوا کچھ برص میں مبتلا ہوئے کچھ کی مٹی پلید ہوئی،کچھ اندھے ہوئے یہ لوگ بذات خود غدیر خم میں موجود تھے۔کیا کوئی سمجھدار شخص اس بات کو روا سمجھے گا کہ ان کے چھپانے پر بلاؤں کا نزول اور امیر المومنینؑ کی بددعا محض محبّ وناصر کا مفہوم چھپانے کی وجہ سے تھی،یہ مفہوم تو عمومی حیثیت سے تمام افراد مسلمین میں رائج

تھا۔اس صورت میں لازم آتا ہے کہ امام کی بددعا بہت سے مسلمانوں کو شامل ہو جو باہمی نفرت وعناد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔لیکن نہیں۔ایک حقیقت شناس اس سے یہی سمجھے گا کہ انھوں نے اک نبأ عظیم (اہم ترین خبر) چھپانے کی سعی کی تھی اور یہ بہت سے نصوص متواترہ سے ہم آہنگ وہی مفہوم اولی ہے جو امامت سے عبارت ہے، گواہی چھپانے والوں کی اسی بیماری کو عام بیماریوں جیسا نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ وہ لوگ مولا کو اس مخصوص فضیلت پر فائز دیکھنا نہیں چاہتے تھے،اس لئے چھپایا تھا۔آنحضرتؐ کی بددعا اس لئے تھی کہ اظہار حق ہو سکے،عمر بھر پیشانی اور آنکھوں پر اس کتمان کا نشان باقی رہ گیا اور یہ بات رہتی دنیا تک باقی رہ گئی۔

اٹھارواں قرینہ

مناشدہ رحبہ کے سلسلے میں محب طبری کی روایت بیان ہوئی کہ جب حضرت علیؑ لوگوں کو غدیر خم کے متعلق قسم دلا رہے تھے تو بہت سے اصحاب رسولؐ نے کانوں سننے کی گواہی دی۔ابوالطفیل کہتے ہیں میں دل میں شک لئے سیدھے زید بن ارقم کے پاس آیا،ان سے پوچھا کہ حضرت علیؑ ایسا ایسا کہہ رہے تھے۔انھوں نے کہا کہ اس میں انکار کی کیا بات ہے، میں نے خود بھی رسول خداؐ سے ایسا فرماتے سنا ہے۔

آپ کو ابوالطفیل کے اس رویہ سے انکار و مخالفت کا شبہ ہوتا ہوگا۔وہ واقعۂ غدیر پر شبہ نہیں کر رہے تھے کیوں کہ عشق علیؑ سے سرشار تھے۔انھیں مولا کی روایت پر بھی شبہ نہیں تھا بلکہ وہ مولیٰ کی عظمت سے بھرپور مفہوم پر لوگوں کے انحراف سے حیرت میں مبتلا تھے کہ یہ اصل عرب لفظ کی حقیقت سے واقف ہیں۔صحابی رسولؐ ہوتے ہوئے انجان بن رہے ہیں یا حادثوں کے خوف سے چھپا رہے ہیں۔جب زید سے سن لیا تو سمجھ گئے کہ اقتدار کی للک نے مفہوم دگرگوں کر دیا ہے۔یہ عظیم مفہوم صرف خلافت و اولویت ہی کو مستلزم ہے،ورنہ دوستی و مددگاری کا مطلب تو تمام مسلمانوں پر چسپاں ہوتا ہے۔

انیسواں قرینہ

حارث بن نعمان فہری کا انکار اور رسولؐ کا معنی حدیث بیان کرنا جن کی تشریحات گزشتہ صفحات میں بیان ہوئیں،اس سے بھی تاکید ہوتی ہے کہ مولا کے معنی اولیٰ ہی ہیں۔

بیسواں قرینہ

ریاض، ذخائر، وسیلہ ومناقب خوارزمی وصواعق میں ہے کہ دواعرابی باہم جھگڑتے آئے، حضرت علیؑ سے ان کے درمیان فیصلہ کرنے کو کہا گیا۔ ایک اعرابی حقارت سے بولا: کیا یہ ہمارا فیصلہ کرے گا؟ یہ سن کر حضرت عمر نے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑ لیا، اسے ڈانٹ پلائی کہ تیرا ستیاناس ہو جائے تو جانتا ہے یہ کون ہے، یہ میرا اور تمام مومنوں کا مولا ہے، جو اسے مولا نہیں مانتا وہ مومن نہیں ہوسکتا۔(۱)

اسی طرح دو آدمیوں نے کسی معاملہ میں جھگڑا کیا، دوسرے نے اسی بزم میں بیٹھے ہوئے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا، یہ فیصلہ کریں گے۔ وہ شخص حقارت سے بولا: یہ بڑے پیٹ والا..؟ یہ سن کر حضرت عمر نے اپنی جگہ سے اچھل کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور کہا: تو جانتا ہے تو نے کس کی تحقیر کی ہے، یہ میرے مولیٰ اور تمام مسلمانوں کے مولیٰ ہیں۔

فتوحات اسلامیہ میں ہے: ایک اعرابی کا حضرت علیؑ نے فیصلہ کیا، وہ اس پر راضی نہیں ہوا، حضرت عمر نے اس کا گریبان پکڑ لیا، تیرا برا ہو، وہ میرے اور تمام مومن ومومنہ کے مولا ہیں۔(۲) طبرانی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر سے پوچھا گیا جیسی تعظیم آپ حضرت علیؑ کی کرتے ہیں ویسی کسی کی نہیں کرتے، ایسا کیوں ہے....؟ انھوں نے جواب دیا: وہ میرے مولا ہیں۔ اسے زرقانی نے بھی لکھا ہے۔ حضرت علی کے مولا ہونے کا اعتراف جس طرح حضرت عمر نے یہاں کیا غدیر خم میں بھی کیا تھا، اس اعتراف میں انھوں نے کہا: جو بھی انھیں مولا نہ مانے وہ مومن نہیں۔(۳) اگر اس کا مطلب دوست ومددگار سمجھا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ جو انھیں دوست ومددگار نہ سمجھے وہ مومن نہیں۔ یہ مفہوم ثبوت خلافت ہی کو مستلزم ہے۔ کیوں کہ عام مسلمانوں سے نفی دوستی ایمان کو ختم نہیں کرتی، صحابہ کے درمیان اس قدر عناد تھا کہ گالم گلوچ، مکے بازی اور ایک دوسرے کا بخیہ ادھیڑنے کے بھی مظاہرے ہوئے خود زمانہ رسالت میں بھی

۱۔ الریاض النضرۃ ج ۲؍ص ۱۷۰؍(ج ۳؍ص ۱۱۵)؛ ذخائر العقبیٰ ص ۶۸؛ وسیلۃ المآل (ص ۱۱۹؍باب ۴)؛ مناقب خوارزمی ص ۹۷؍(ص ۱۶۰؍حدیث ۱۹۱)؛ الصواعق المحرقۃ ص ۱۰۷؍(ص ۱۷۹)

۲۔ الفتوحات الاسلامیۃ ج ۲؍ص ۳۰۷ ۳۔ شرح المواہب ج ۷؍ص ۱۳

ایسا ہوا لیکن رسول نے ان کے ایمان کی نفی نہیں کی، اور نہ مسلمانوں نے صحابہ کے عدول کا نظریہ بدلا۔ لا محالہ یہاں مولا کا مطلب امامت ہے جو اولیٰ کے مترادف ہے۔ حضرت عمر کے متعینہ مفہوم کی روشنی میں یا مختلف مواقع پر ارشاد رسولؐ کی روشنی میں مانا جائے... یہ واضح حقیقت بہر حال ماننی ہی پڑے گی۔

ذیلی بحث

نہایہ ابن اثیر و سیرت حلبیہ میں ایک مجہول روایت منسوب کی گئی ہے کہ ارشاد رسولؐ "مَن کُنتُ مولاہُ" کا سبب یہ تھا کہ اسامہ بن زید نے جس وقت علیؑ سے کہا کہ آپ میرے مولا نہیں، میرے مولا صرف رسولؐ خدا ہیں۔ اس لئے رسول نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں۔ (۱)

اس مجہول روایت گڑھنے کا مقصد عظمت حدیث گھٹا کر اشتعال انگیز انکار کی فضا پیدا کرنا اور معمولی شخصی جھگڑا قرار دینے کی سعی ہے کہ دو آدمیوں کی تلخ کلامی پر یہ فقرہ کہا گیا، وہ نادان ایک مشکوک بات کو بے شمار قوی استناد کے مقابلے میں لانا چاہتا ہے، ایک طرف یہ بات اور دوسری طرف تکمیل دین و اتمام نعمت کی بشارت کی نص والی آیات کریمہ۔ کیا یہ دو آدمیوں کی تلخ کلامی کا سبب ہو سکتی ہیں؟ وہ مجہول شخص اس بات کو نظر انداز کر گیا ہے اس سے تو معنی مولا کی مزید تاکید اور حریف پر حجت قائم ہوتی ہے، بشرطیکہ یہ صحیح ہو۔ اگر حدیث غدیر کے متذکرہ سبب کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ اسامہ کے انکار سے تو فضیلت علیؑ کا خصوصی مفہوم پیدا ہوتا ہے، اسامہ یا کوئی بھی اس سے بہرہ نہیں۔ منکر کی بات ہی سے اولویت کا مفہوم ثابت ہوتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ رسولؐ نے جب سمجھ لیا کہ آپ کی امت میں تلخ کلامی کا یہ مسئلہ ممکن ہے خطرناک نتائج تک پہونچے تو آپ نے غدیر خم کے عظیم اجتماع میں علی کی جلالت واضح فرمائی کہ آپ کے مقابلے میں کسی مسلمان کی عظمت نہیں۔ سب کو علی کی اطاعت کرنی چاہئے جس طرح میرے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے، اس خطبہ سے سب کا عذر قطع ہو گیا۔

۱۔ النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ج ۴ ص ۲۴۶ (ج ۵ ص ۲۲۸)؛ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۳۰۴ (ج ۳ ص ۲۷۷)

اسی طرح ایک اور بات گڑھی گئی جسے احمد بن حنبل نے بریدہ سے نقل کیا ہے، جنگ یمن میں وہ علیؑ کے ہمراہ تھے وہاں انھوں نے علیؑ سے بہ زعم خود نامناسب باتیں دیکھیں جب واپس خدمت رسول میں آئے تو علیؑ کی شکایت کی، رسولؐ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔(۱)

فرمایا: اے بریدہ! کیا میں مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں، پھر آپ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ پہلے کی طرح یہ واقعہ بھی شخصی مسئلہ قرار دینے کی سعی ہے۔ حدیث غدیر کے تواتر کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ اس نے صرف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علیؑ کی اولویت کبھی بہ صورت شخصی اور کبھی بہ صورت نوعی اعلام ہوئی ہے۔ علیؑ نے جو کچھ حاکمانہ طریقہ اختیار کیا وہ بریدہ کی ناسمجھی مصلحت عمومی کا ادراک نہ کرسکی، عمومی مصلحت پر انفرادی آرائے اثر انداز نہیں ہوتی مرتبہ ولایت شخصی تقاضوں پر حکمراں ہوتا ہے اسی لئے رسولؐ نے بریدہ کو ڈانٹ پلائی کہ حد سے تجاوز نہ کرے۔ ثبوت یہ ہے کہ رسولؐ نے بریدہ سے سوال کیا: **الست اولیٰ بکم من انفسکم۔**

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج/۵ص/۳۴۷ (ج/۶/ص/۴۷۶ حدیث ۲۲۴۳۶)

ولایت کی تفسیری حدیث

تمام قرائن متذکرہ سے قبل خود رسولؐ کے تفسیری کلمات لائق توجہ ہیں جو مولیٰ کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں، پھر اس سلسلے میں حضرت علیؑ کے ارشادات۔

علی بن حمید قرشی شمس الاخبار میں بحوالہ سلوۃ العارفین، تالیف الموفق باللہ۔ حدیث رسولؐ نقل کرتے ہیں کہ جب رسول خداؐ سے "من کنت مولاہ" کا مطلب پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ میرا مولیٰ ہے میں اس کی بارگاہ میں بھرپور خودسپردگی کا مظاہرہ کرتا ہوں اور میں تمام مومنین کا مولا ہوں۔ تمام مومنین کو میری بارگاہ میں خودسپردگی کا مظاہرہ کرنا چاہئے، اور جس کا میں مولا ہوں جو بھی مجھ سے خودسپردگی کا مظاہرہ کرتا ہے، اس کے علی مولا ہیں۔ علی کی بارگاہ میں خودسپردگی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔(۱)

معاویہ سے عبداللہ بن جعفر نے احتجاج کیا: "اے معاویہ! میں نے رسولؐ کو منبر پر فرماتے سنا اور ان کے سامنے میرے علاوہ عمر بن ابی سلمہ، اسامہ، سعد، سلمان، ابوذر، مقداد اور زبیر موجود تھے رسولؐ نے فرمایا: کیا میں مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار نہیں ہوں سب نے کہا: ہاں! اے خدا کے رسولؐ! پھر فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ پھر اپنا ہاتھ علیؑ کے شانے پر رکھا اور فرمایا: خدایا! اس کے دوستوں کو دوست اور اس کے دشمنوں کو دشمن رکھ۔ اے لوگو! میں جملہ مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ بااختیار ہوں، میرے مقابلہ میں مومنین کے ارادہ واختیار کو دخل نہیں، علیؑ میرے بعد مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار ہیں، ان کے مقابلہ میں مومنین کے ارادہ واختیار کو دخل نہیں"۔

۱۔ شمس الاخبار ص ۳۸ (ج ۱ ص ۱۰۲)

عبداللہ نے زور دے کر کہا: ''یقیناً ہمارے نبیؐ نے افضل ترین، لائق ترین اور بہترین کو غدیر خم اور دیگر مقامات پر امت کی ہدایت کے لئے منصوب فرمایا،علیؑ کے ذریعہ امت پر حجت قائم کی اور اطاعت کا حکم دیا، انھیں خبر دی کہ علی کو آپ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، وہ مومنین کے ولی ہیں جس کے رسولؐ ولی ہیں علیؑ بھی ولی ہیں، رسول کی طرح علیؑ بھی مومنین کے نفسوں پر بااختیار ہیں، وہ رسولؐ کے خلیفہ اور وصی ہیں''۔

زمانۂ خلافت عثمان میں حضرت علیؑ نے احتجاج فرمایا کہ رسول خداؐ نے خطبہ فرمایا تھا: لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ خدا میرا مولیٰ ہے وہ میرے نفس پر مختار کل ہے۔ اور میں مومنین کا مولا ہوں، میں مومنین کے نفسوں پر مختار کل ہوں۔ سب نے کہا: ہاں، اے خدا کے رسولؐ! پھر آپ نے فرمایا: یاعلی! کھڑے ہو جاؤ، میں کھڑا ہوا تو فرمایا: ''من کنت مولاہ''۔ اس وقت سلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا: یا رسول اللہ! یہ ولایت کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا: جس طرح میری ولایت ہے جس طرح میں مومنین کا مختار کل ہوں علیؑ بھی مختار کل ہیں۔

صفین میں حضرت علی کا مناشدہ ہوا تھا جس میں آپ نے فرمایا: ''رسول خداؐ نے فرمایا کہ لوگو! خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں، ان کے نفسوں پر ان سے زیادہ بااختیار۔ اور جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ خدایا! اس کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی رکھ اس وقت سلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا: خدا کے رسولؐ! یہ ولایت کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا: میری ولایت کی طرح میں جس کے نفس پر مختار کل ہوں یہ علیؑ بھی مختار کل ہیں۔

حافظ عاصمی نے زین الفتی میں لکھا ہے: حضرت علیؑ سے ''من کنت مولاہ'' کا مطلب پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: مجھے منصب رہبری عطا کیا گیا جس وقت میں کھڑا ہوا جس نے میری مخالفت کی وہ گمراہ ہوا۔ آپ کا مطلب کھڑے ہونے سے یہ تھا کہ جس وقت بروز غدیر میں حکم رسولؐ سے بلند کر کے پہچنوائے جانے کے لئے کھڑا ہوا۔ اسی کے متعلق حسان کا شعر ہے:

فقال لہ قم یا علی فانني رضیتک من بعدی اماماً وھادیا

سید ہمدانی ''مودۃ القربیٰ'' میں حدیث رسولؐ لکھتے ہیں: لوگو! کیا خداوند عالم میرے نفس پر مجھ سے زیادہ بااختیار نہیں۔ وہ مجھے امر و نہی فرماتا ہے، میرا امر و نہی کچھ بھی نہیں۔ سب نے کہا: ہاں، اے خدا کے رسولؐ! پھر فرمایا جس کا خدا اور میں مولا ہیں اس کے علیؑ مولا ہیں، یہ تمھیں امر و نہی فرمائیں گے، تمھیں اپنے امر و نہی پر اختیار نہیں۔ اے خدا! اس کے دوست کو دوست، دشمن کو دشمن اور مددگار کی مدد کر جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے۔ خدایا! گواہ رہنا میں نے تبلیغ و نصیحت کر دی۔ (۱)

واحدی حدیث غدیر پر تبصرہ کرتے ہیں: جس ولایت کی رسولؐ نے علیؑ کے لئے ثابت فرمایا ہے قیامت کے دن لوگوں سے یہ ولایت پوچھی جائے گی۔ آیت ''وقفوهم انهم مسئولون'' (انھیں ٹھہراؤ ان سے پوچھا جائے گا) یعنی ولایت علیؑ کے متعلق پوچھا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ علی کا حق موالاۃ پوچھا جائے گا یا ضائع و نظر انداز کر دیا جائے گا تاکہ مطالبہ کے بعد کیفر کردار کو پہونچیں۔ (۲)

حموینی ابن مسعود کی روایت لکھتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا: میرے پاس فرشتہ آیا اور کہا: اے محمد! اپنے سابق انبیاء سے پوچھئے کہ وہ کس لئے مبعوث کئے گئے۔ پیغمبروں نے جواب دیا: آپ اور علیؑ کی ولایت پر۔ (۳) حموینی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: موالاۃ کو اصول دین کی ایک اصل قرار دیا گیا ہے۔ وہ ابوصادق کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مولا علی نے فرمایا: اصول اسلام تین ہیں یہ ایک دوسرے کے بغیر سودمند نہیں۔ نماز، زکوٰۃ، اور موالاۃ... حضرت عمر کہتے تھے کہ علیؑ جس کے مولا نہیں وہ مومن نہیں۔ (۴) آلوسی اپنی تفسیر میں ''وقفوهم انّهم مسئولون'' میں اختلاف اقوال نقل کر کے بہترین قول نقل کرتے ہیں کہ عقائد و اعمال کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ اس میں اولین لا الہ الا اللہ اور اہم ترین ولایت علی کرم اللہ وجہہ کا سوال ہے۔ (۵)

۱۔ مودۃ القربیٰ مودۃ ۵

۲۔ فرائد السمطین (ج ۱/ص ۷۹/حدیث ۴۷ باب ۱۴)؛ نظم درر السمطین (ص ۱۰۹)؛ الصواعق المحرقۃ ص ۸۹ (ص ۱۴۹) حضرمی کی الرشفۃ ص ۲۴

۳۔ فرائد السمطین (ج ۱/ص ۸۱/حدیث ۵۲)؛ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۹۶)

۴۔ فرائد السمطین (ج ۱/ص ۹۳/حدیث ۴۸، ۴۹)

۵۔ روح المعانی ج ۲۳/ص ۷۴/ (ج ۲۳/ص ۸۰)

حدیث رسولؐ ہے: قیامت میں جب خدا اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور جہنم پر پل صراط نصب ہوگا تو اس پر سے وہی عبور کر سکے گا جس کے پاس ولایت علیؑ کا برائت نامہ ہوگا۔(۱) "وقفوهم" اور "واسئل من ارسلنا" کے ذیل کے کثیر مصادر کو ضبط تحریر میں لانا مشکل ہے، محدثین نے اس سلسلے میں جس قدر ذیل صراط اور حدیث براۃ کی حدیثیں نقل کی ہیں انھیں پڑھ کر خود بخود آپ کا وجدان مفہوم ولایت کی طرف پہونچ جائے گا جس میں ولایت کو اصول دین کی اہم اصل قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بغیر ایمان ناقص اور تمام اعمال اکارت ہیں، یہ اولویت جسے اصول دین میں شمار کیا گیا ہے۔ مولویت جسے بقول عمر نہ ماننے سے ایمان ختم ہو جاتا ہے محاضرات راغب میں نقل کیا گیا ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں: میں ایک رات حضرت عمر کے ہمراہ جا رہا تھا، عمر خچر پر اور میں گھوڑے پر تھا، انھوں نے علیؑ کے بارے میں آیت پڑھی اور کہا: خدا کی قسم، اے عبدالمطلب کے خاندان والو! تمھارے علیؑ مجھ سے اور ابوبکر سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے۔(۲)

میں نے کہا: آج مجھے خدا نہ بخشے اگر انھیں بخش دوں۔ میں نے سوال کر دیا: ''امیر المومنین! آپ ایسا کہہ رہے ہیں جب کہ آپ ہی نے اور ابوبکر نے ہم سے خلافت اچک لی''۔ یہ سنتے ہی عمر نے چاپلوسی کی: ''لیکن تم لوگ تو میرے دوستوں میں ہو'' میں تھوڑی دیر تک پیچھے چلتا رہا۔ محسوس کر کے عمر نے کہا: ''میرے برابر آؤ، ذرا اپنی بات پھر سے کہو''۔ میں نے کہا: ''آپ نے بات کہی تھی، کہئے تو چپ رہوں''۔

بولے: ''خدا کی قسم میں نے عداوت میں یہ اقدام نہیں کیا تھا بلکہ علی معمولی آدمی تھے، مجھے عرب اور قریش کے دھاوا بولنے کا اندیشہ تھا کیوں کہ علی اکثر کے قاتل ہیں، عرب ان پر ایکا نہ کر سکیں گے''۔ میں نے جواب دینا چاہا رسولؐ نے علیؑ کو میدان جنگ میں بھیجا انھوں نے بہادروں کے پتے پانی کئے رسولؐ نے تو معمولی نہیں سمجھا تم اور ابوبکر کیسے معمولی آدمی کہتے ہو۔ تھوڑی دیر بعد عمر نے کہا: جو ہوا

۱۔ الریاض النضرۃ ج/۲ص/۱۷۲ (ج/۳ص/۱۱۶)

۲۔ محاضرات الادباء ج/۲ص/۲۱۳ (ج/۴ص/۴۷۸)

سو ہوا، اب تمھیں کیسا معلوم ہوتا ہے، میں تو علیؑ کے مشورے کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیتا۔ ابن ابی الحدید کے مطابق عمر نے کہا: ابن عباس! علیؑ تو خلافت کے سب سے زیادہ حقدار تھے لیکن مجھے دو باتوں کا خوف تھا، ایک تو کمسن تھے، دوسرے اولادِ عبدالمطلب سے والہانہ محبت تھی۔ (۱)

اور امیر المومنینؑ کی ولایت مطلقہ کی گواہی ایک نور و حکمت کی طرح موالیان علیؑ کے دل میں جاگزین ہے اسی پر سامان سفر ڈالا ہوا ہے، اسی کی متعیّنہ قدروں پر رسولوں کو مبعوث کیا گیا۔ چنانچہ بیہقی کی ''المساوی والمحاسن'' میں ابن عباس اور باشندہ حمص کا طویل مکالمہ منقول ہے۔ شامی نے کہا: میری قوم نے اپنی روزی میرے پاس جمع کر دی ہے، میں ان کا امین اور فرستادہ ہوں میری حاجت پوری کئے بغیر واپس نہ کیجئے کیونکہ میری پوری قوم علیؑ کے معاملے میں ہلاکت کے قریب ہے، آپ انھیں سختی سے نجات دیجئے۔ خدا آپ کے حالات استوار کرے۔

ابن عباس نے کہا: اے شامی بھائی! اس امت میں علیؑ کے علم و فضل کی مثال اس عبد صالح (نیک بندے) کی ہے جس سے موسیٰ نے ملاقات کی تھی پھر ام سلمہ کی حدیث نقل کی تھی جس میں فضائل علی کے سمندر موجزن ہیں۔

وہ شامی جھومنے لگا: ابن عباس! تم نے میرا سینہ نور و دانش سے بھر دیا، تم نے میری الجھن دور کی، خدا تمھیں مطمئن رکھے، میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ میرے اور تمام مومن و مومنہ کے مولا ہیں۔ (۲)

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ / ص ۲۰ (ج ۶ / ص ۵۰ / خطبہ ۶۶، ج ۱۲ / ۸۲ خطبہ ۲۲۳)

۲۔ المحاسن والمساوی ج ۱ / ص ۳۰ (ص ۴۵ / ۴۳)

مفہوم حدیث: محدثین کی تالیفات میں

لفظ مولیٰ کا حقیقی مفہوم اپنے نفیس ترین مظاہرات کے ساتھ اس طرح واضح ہوگیا کہ اب کج فہم و عناد پرست کے سوا کسی کو بھی تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں، اب کثیر علماء کی وضاحتوں کے موتی پروتا ہوں جس سے حق کے متلاشی کو مکمل تسکین ہو جائے۔

۱۔ ابن زولاق تاریخ مصر میں کہتے ہیں: اور ۱۸/ ذی الحجہ ۳۶۲ھ کو بروز غدیر تمام اہل مصر اور مغربی باشندے دعا کے لئے جمع ہوئے، کیوں کہ یہ دن روز عید ہے، رسول خداؐ نے اسی دن امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کی ولایت کا عہد لیا اور اپنا جانشین بنالیا۔(۱)

یہ کلام واضح نشاندہی کرتا ہے کہ ابن زولاق جیسا ماہر کلام عرب اس حدیث کا مفہوم وہی سمجھتا ہے جو میرے بیان کردہ مفہوم سے ہم آہنگ ہے، اسے یوم عید اور جانشینی کا دن سمجھتا ہے۔

۲۔ امام ابوالحسن واحدی حدیث غدیر لکھنے کے بعد کہتے ہیں: ''اسی ولایت کو رسولؐ نے ثابت فرمایا اور یہ قیامت کے دن مسئول ہے''۔

۳۔ حجۃ الاسلام غزالی سر العالمین (۲) میں کہتے ہیں: ''علماء کے درمیان ترتیب خلافت اور اس کے تحقیق وحصول میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ نص کے ذریعہ ہوئی ہے انھوں نے آیت قرآنی سے دلیل دی ہے: قُل للمخلفین من الاعراب .... الخ (جو گنوار پیچھے رہ گئے ہیں ان سے کہہ دو

۱۔ مقریزی کی الخطیط ج ۲/ص ۲۲۲/ (ج ۱ص ۳۸۹)

۲۔ سر العالمین ص ۹/ (ص ۲۰)

کہ عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کے ساتھ لڑنے کے لئے بلائے جاؤ گے۔ یا تو لڑتے ہی رہو گے یا مسلمان ہو جاؤ گے، پس اگر تم خدا کا حکم مانو گے تو خدا تمھیں اچھا بدلہ دے گا اور اگر تم نے پہلے کی طرح سرتابی کی تو وہ تم کو دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا) اور بہ تحقیق ابوبکر نے مسلمانوں کو طاعت کی دعوت دی اور انھوں نے لبیک کہا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ آیت ''واذا اسرّ النبی الیٰ بعض ازواجه حدیثا'' (اور جب نبیؑ نے اپنی بیوی سے چپکے سے اک بات کہی) اس میں حدیثاً سے مراد ہے کہ رسول نے فرمایا تھا: اے حمیرا! میرے بعد تمھارے باپ خلیفہ ہوں گے۔ اور ایک عورت نے رسولؐ سے پوچھا: آپ کے بعد ہم کس کی بیعت کریں تو رسولؐ نے ابوبکر کی طرف اشارہ کیا اور یہ کہ انھوں نے حیات رسولؐ میں نماز جماعت پڑھائی جو دین کا ستون ہے۔ یہ اجمالی دلیل ان کی تھی جو نص کے قائل ہیں۔ پھر تاویل کرتے ہیں کہ اگر علیؑ پہلے خلیفہ ہو جاتے تو مسلمان فنا کے گھاٹ اتر جاتے، نتیجے میں اسلامی فتوحات ومناقب حاصل نہ ہوتے اس لئے علی کے چوتھے خلیفہ ہونے میں کوئی منقصت نہیں جس طرح رسول کے خاتم النبیینؐ ہونے میں کوئی منقصت نہیں۔ اس نظریے سے عدول کرنے والوں کا خیال ہے کہ یہ عذر بارود مہمل ہے۔ اصل میں خلافت میراث کے ذریعے واقع ہوتی ہے جس طرح داؤدؑ، زکریاؑ، سلیمانؑ اور یحییٰؑ وارث ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ازواج کا حصہ (۱/۸) تھا اسی جہت سے ابوبکر وعمر خلیفہ ہوئے اور یہ نظریہ بھی باطل ہے کیوں کہ اگر میراث ہی کی بات ہے تو رسولؐ کے چچا عباس اس کے زیادہ مستحق تھے۔

لیکن دلیل و برہان کا چہرہ نمایاں ہوا اور علماءِ حدیث وتفسیر کی جماعت نے متن حدیث غدیر کو اجماعی حیثیت سے تسلیم کیا ہے کہ رسولؐ نے غدیر خم میں ''مَنْ کُنتُ مولاهُ فعلی مولاه'' فرمایا، اس کے بعد حضرت عمر نے مبارک باد پیش کی: ''بخٍ بخٍ یا اباالحسن'' بقدر صحت ''مولای ومولیٰ کُلِّ مومنٍ ومومنةٍ''۔ حضرت عمر کا فقرہ صاف بتاتا ہے کہ انھوں نے علیؑ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ پھر اس کے بعد اقتدار کی ہوس نے غلبہ کر لیا۔ حصول خلافت کی تڑپ، پرچم لہرانے کی للک، ہتھیاروں کی جھنکار، فتح ممالک اور حکمرانی کے شدید جذبے نے ان لوگوں کو ہوا وہوس کا ایسا جام پلا دیا کہ اپنے

گزشتہ عہد کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور چند کھوٹے سکوں میں عہد بیچ دیا۔ کس قدر گھاٹے کا سودا تھا۔

۴۔ سبط بن جوزی تذکرۃ خواص الامۃ میں کہتے ہیں: ''علماء سیرت متفق ہیں کہ واقعۂ غدیر رسول کے آخری حج سے واپسی میں پیش آیا، ۱۸ر ذی الحجہ کی تاریخ تھی، ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کے مجمع میں رسولؐ نے فرمایا: ''مَنْ کُنتُ مَولاہُ'' بغیر اشارہ وتلویح کے یہ نص صریح ہے رسول خداؐ کی۔(۱) تفسیر کے مطابق جب یہ خبر دور دور مشہور ہوئی۔ (اس کے بعد حارث فہری کا واقعہ)۔(۲)

حدیث ''من کنت مولاہ'' کے متعلق عربی دانشور کہتے ہیں کہ لفظ مولیٰ کے کئی معنی ہیں (اس کے بعد نو معانی لکھ کر دسواں معنی اولیٰ قرار دے کر کہتے ہیں: چنانچہ آیت قرآنی ہے: فالیوم لا یوخذمنکم فدیة ولا من الذین کفروا ماوکم النار ھی مولاکم ''آج نہ تم سے فدیہ لیا جائے گا نہ کافروں سے۔ تمھارا ٹھکانہ جہنم ہے وہی تمھارا مولیٰ ہے''۔ پھر تمام معانی پر ایک ایک کر کے بحث کر کے کہا: یہاں مراد حدیث محض اور مخصوص طاعت ہے، اس لئے صرف دسواں معنی متعین ہوتا ہے، اور وہ اولیٰ ہے۔ اس طرح حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جس کے نفس پر میں صاحب اختیار ہوں اس کے یہ علی مختار کل ہیں۔ اس معنی کی وضاحت ابن سعید اصفہانی نے مرج البحرین میں کی ہے۔ انھوں نے متذکرہ حدیث کی اپنے مشائخ سے روایت کر کے کہا کہ رسولؐ نے علیؑ کا بازو تھام کر فرمایا: میں جس کا ولی ہوں اس کے نفس پر مختار کل ہوں یہ علیؑ بھی اسی طرح ولی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ تمام معانی اس دسویں معنی کی طرف راجع ہوتے ہیں اور اسی پر قول رسولؐ دلالت کرتا ہے ''الست اولیٰ بکم من انفسکم'' ۔ اور یہ واضح ترین نص ہے، ثبوت امامت حضرت علیؑ کی۔ حدیث رسولؐ کی وضاحت کرتا ہے: خدایا! حق کو ادھر پھیر دے جدھر علیؑ پھریں۔

۵۔ کمال الدین ابن طلحہ شافعی ''مطالب السؤل'' میں حدیث غدیر و آیۂ بلّغ کے سلسلے میں کہتے ہیں رسولؐ کا یہ ارشاد ہے کہ مَنْ کُنتُ مَوْلاہُ اس میں لفظ مَن استعمال ہوا ہے جس میں عمومیت ہے۔ یہ اس

۱۔ تذکرۃ الخواص ص ر ۱۸ (ص ۳۰)

۲۔ الکشف والبیان تفسیر سورہ معارج (آیہ ر ۱)

بات کی متقاضی ہے کہ جس انسان کے بھی رسول مولا ہیں، علیؑ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ لفظ مولیٰ قرآن میں کثیر معانی کے لئے مستعمل ہے، کبھی یہ اولیٰ کے معنی میں آیا ہے جیسے خدا منافقین کے لئے فرماتا ہے: ماوٰکم النار ھی مولاکم ''جہنم تمھارا ٹھکانہ ہے یہی تمھارا مولیٰ ہے'' یعنی اولیٰ بکم (تمھارے لئے سزاوارتر) اس کے بعد دوسرے معانی بیان کئے ہیں۔ ناصر، وارث، رشتہ دار، دوست ،حمیم اور معتق۔

آگے فرماتے ہیں: جس وقت یہ معانی مولیٰ پر وارد ہوں تو ان میں سے ہر ایک پر حمل کیا جائے گا یا اکثر کے نظریہ کے مطابق معنی اولیٰ پر۔ یا پھر صدیق حمیم کے معنی میں۔ تو حدیث کا مطلب یوں ہوگا کہ جس کا بھی میں مولیٰ ہوں یا اس کا ناصر ہوں یا وارث ہوں یا خویش ہوں یا صدیق ہوں علیؑ بھی اس کے لئے ویسے ہی ہیں۔ یہ علی کی واضح ترین خصوصیت ہے، دوسرے کو اپنے نفس سے نسبت دے کر کلمۂ مَن سے عمومیت پیدا کرنے کا امتیاز علیؑ ہی سے مخصوص ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس حدیث کا آیۂ مباہلہ سے پر اسرار رابطہ ہے، آیۂ مباہلہ میں ''انفسنا'' سے مراد علیؑ ہیں۔(۱)

خدا نے نفس رسولؐ اور نفس علیؑ کو قرین قرار دیا۔ اور ان دونوں نفسوں کو مضاف بر سول کی ضمیر سے جمع فرمایا۔ اس حدیث کے بموجب رسولؐ نے بھی علیؑ کے لئے وہی ثابت فرمایا جو اپنے لئے اور مومنین کے لئے ثابت ہے۔ چنانچہ رسولؐ اولیٰ بالمومنین ناصر المومنین ہیں اور وہ تمام معانی جو کلمۂ مولیٰ سے رسولؐ کے لئے ممکن ہیں انھیں علیؑ کے لئے قرار دیا۔ یہ بلند و عظیم مرتبہ ہے۔ اس خصوصیت سے دوسرا کوئی سرفراز نہیں۔ اسی لئے یہ دن مومنین کے لئے یوم سُرور ہے۔ اس کی تشریح یوں ہے کہ اچھی طرح سمجھ لو خدا تمھیں اپنے تنزیل اسرار سے بہرہ یاب کرے کہ جب لفظ مولیٰ کا مطلب ناصر لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا: **مَن کُنتُ مولاہ فعلی ناصرہ** ''جس میں مولا ہوں علی اس کے مددگار ہیں''۔ رسولؐ نے علیؑ کو ناصر کہا یعنی جس کے رسولؐ ناصر علیؑ اس کے ناصر میں صیغۂ عموم ہے۔ یعنی رسول نے علیؑ کو صفت ناصریت اس لئے عطا فرمائی کہ خدا نے عطا فرمائی تھی۔ اس کی تائید تفسیر ثعلبی سے ہوتی ہے۔

۱۔ مطالب السؤول ص/۱۶

اسماء بنت عمیس افرماتی ہیں کہ جس وقت آیہ" إن تظاهرا عليه فان الله هي مولاه وجبرئيل وصالح المومنين" نازل ہوئی تو میں نے رسول کوفرماتے سنا کہ" صالح المومنین" علی بن ابی طالبؑ ہیں اور جب ثابت ہوا کہ خدا ان کا ناصر جبرئیل اور علی ہیں تو صفت ناصریت خدا کی جانب سے ثابت ہوگئی، رسولؐ نے اسی لئے قرآن کی پیروی میں علیؑ کو ناصر کہا۔ پھر رسولؐ نے اس صفت کے لوازم کو واضح ارشادات سے متصف فرمایا۔(۱) حافظ ابونعیم نے حلیہ میں لکھا ہے کہ علیؑ جب بھی بارگاہ رسول میں آتے تو آپ فرماتے: خوش آمدید سید المسلمین، امام المتقین کو۔ اس طرح مسلمانوں اور متقیوں کی امامت چونکہ رسول کی صفت تھی اور علیؑ نفس رسولؐ تھے اس لئے رسولؐ نے اس صفت سے متصف فرمایا اسے اچھی طرح سمجھنا چاہئے۔(۲)

پھر برابر رسول خداؐ متذکرہ نکات کی روشنی میں علیؑ کو خصوصی صفات سے متصف فرماتے رہے یہاں تک کہ انس بن مالک کے مطابق رسولؐ نے ابو برزہ سے فرمایا۔(۳) اور میں سن رہا تھا کہ خدا نے علیؑ کے بارے میں مجھ سے عہد لیا کہ وہ پرچم ہدایت، منار ایمان اور میرے موالی کا امام اور میرے اطاعت شعاروں کا نور ہے۔ اے ابو برزہ! علیؑ تقویٰ شعاروں کا امام ہے، جو اس سے محبت کرے وہ مجھ محبت کرتا ہے جو اس سے نفرت کرے مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ تم علی کو اس کی خوشخبری سنادو۔(حلیہ ابونعیم) جب تم پر یہ استناد واضح ہوگیا تو رسولؐ کے دوسرے حکیمانہ اختصاص بھی واضح ہو گئے۔ اس سلسلے میں بازی لے جانے کی کوشش کرنی چاہئے۔(لائق اعتراض ہوتے ہوئے بھی پورا اقتباس نقل کر دیا گیا۔)

۶۔ کفایہ گنجی میں حدیث رسولؐ ہے: اگر میں کسی کو اپنی جگہ پر متعین کرتا تو اے علیؑ وہ تم تھے، تمہارے سوا کوئی اس کا مستحق نہ تھا، کیونکہ تم سابق الاسلام ہو خدا کے رسولؐ سے قرابت ہے اور تم سیدہ نساء العالمین کے شوہر ہو۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: اگر چہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ رسولؐ نے اپنا خلیفہ مقرر نہیں فرمایا لیکن حدیث غدیر آپ کی ولایت پر دلیل استخلاف ہے۔ اور یہ حدیث غدیر ناسخ ہے

۱۔ الکشف والبیان تفسیر سورہ تحریم آیہ/۴

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج/۱ص/۶۶ ۳۔ حلیۃ الاولیاء ج/۱ص/۶۷

کیوں کہ اسے آپ نے آخر عمر میں فرمایا ہے۔(۱)

۷۔ سعید الدین فرغانی ابن فارض کے قصیدہ تائیہ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

وَاوضِح بالتاویل مَا کَانَ مشکلا　　علی بعلمٍ مالہ بالوصیۃ

''اور علی نے تاویل کے ذریعہ مشکل باتوں کو واضح کیا۔ اس علم کی بنا پر جو وصی کی حیثیت سے حاصل تھا''۔(۲)

اس طرح یہ شعر مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیر یوں ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ کو جو کتاب وسنت کا علم رسولؐ سے بطور وصیت حاصل ہوا تھا۔ اس کی بدولت آپ نے مشکل باتوں کی وضاحت کی رسول نے آپ کو بروز غدیر خُم اپنا وصی بنایا تھا ''مَن کُنتُ مولاہُ'' کا اعلان کر کے۔ خود حضرت علیؑ کے اشعار سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے:

واوصانی النبی علی اختیاری　　لامتہ رضی منہ بحکم

واوجب لی ولایتہ علیکم　　رسول اللہ یوم غدیر خُم

''رسولؐ نے میرے متعلق وصیت فرمائی اختیار فرماتے ہوئے اپنی امت کے لئے اپنی رضا اور خدا کے حکم سے اور میری ولایت رسول خداؐ نے بروز غدیر تم پر واجب فرمائی ہے''۔

اور غدیر خم مدینہ سے ایک منزل پر ایک نہر ہے، آج بھی مکہ کی طرف جانے کی شاہراہ وہی ہے۔ حضرت علیؑ کے بیان میں کہ مجھے وصیت کے ذریعے علم بالتاویل حاصل ہے، آپ کو بطور وراثت جو بے شمار خصوصیات ملیں اور آپ کے علم و کشف کی خصوصیت، قرآن کے پیچیدہ اسرار کا کشف جو رسول کے اہم معجزات میں تھا حدیث ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا'' سے بہرہ مند ہوئے اس کے علاوہ من کنت مولاہ بھی... آپ کے فضائل شمار سے باہر ہیں۔

۸۔ علاء الدین سمنانی ''عروۃ الوثقی'' میں لکھتے ہیں: رسولؐ نے حضرت علی علیہ السلام وسلام الملائکۃ

۱۔ کفایۃ الطالب ص/۶۹ (ص ۱۶۶ باب ۳۶)

۲۔ العبر فی خبر من غبر (ج ۳/ص ۳۹۹)

الکرام کے متعلق فرمایا: تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد نبی نہیں اور غدیر خم میں مہاجرین وانصار کے بھرے مجمع میں علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:" **مَن کنتُ مولاہ فعلی مولاہ اللھم والِ من والاہُ وعادِ من عاداہ**" یہ حدیث متفقہ طور سے صحیح ہے۔ پس حضرت علیؑ اولیاؑ کے سردار ہوگئے، آپ کا قلب مانند محمدؐ ہوگیا اور اس راز کی طرف سردار صدیقین صاحب نماز ابوبکر نے ابوعبیدہ کو علیؑ کی طرف بلانے کے لئے بھیجتے ہوئے اشارہ کیا۔ ابوعبیدہ! تمھیں ایسے کے پاس بھیج رہا ہوں جو ہم مرتبۂ رسولؐ ہے اور جسے ہم نے کل کھودیا ہے، تم اس امت کے امین ہو ان سے حسن ادب ملحوظ رکھتے ہوئے بات کرنا۔

۹۔ حسن بن محمد طیبی'' کاشف'' میں حدیث غدیر کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یقیناً میں مومنین کے نفسوں پر مختار کل ہوں۔ یہ دراصل اس آیت کی تشریح ہے" **النبی اولیٰ بالمومنین من اَنفُسھم**" (یقیناً پیغمبر مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ بااختیار ہیں) پھر اس فقرے سے مقید فرمایا:" **وازواجه اُمّھَاتُھم**" (آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) اس سے یہ فرمانا مقصود ہے کہ رسولؐ مومنین کے لئے بمنزلۂ باپ ہیں۔ اس کی تائید قرأت ابن مسعود سے ہوتی ہے:" **النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وھو اب لھم**" (پیغمبر مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ بااختیار ہیں اور وہ مومنین کے باپ ہیں) مجاہد کا خیال ہے کہ رسولؐ جو اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اسی وجہ سے مومنین ایک دوسرے کے بھائی قرار دئے گئے ہیں، پس ایسی حالت میں ارشاد رسولؐ "**مَن کُنتُ مولاہ**" میں علیؑ کی تشبیہ بمنزلۂ پدر ہے، اس لئے امت پر ان کی توقیر واحترام واجب ہے اور علیؑ پر لازم ہوتا ہے کہ امّت پر مہربانی کریں جیسے باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے، اسی لئے عمر نے کہا: مبارک ہو اے فرزند ابوطالب! آپ ہر مومن ومومنہ کے مولا ہوگئے۔

۱۰۔ شہاب الدین دولت آبادی ''ہدایۃ السعداء اور تشریح'' میں کہتے ہیں: ابوالقاسم کا قول تھا کہ جو کہے کہ علیؑ عثمان سے افضل ہیں، اس پر کوئی الزام نہیں کیوں کہ ابوحنیفہ وابن مبارک کا خیال تھا کہ جو شخص کہے کہ علی افضل العالمین، افضل الناس اور اکبر الکبراء ہیں اس پر کوئی الزام نہیں کیوں کہ اس سے

مراد یہ ہے کہ وہ اپنے زمانۂ خلافت میں افضل الناس تھے، جیسے حدیث رسولؐ ہے: "**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**" یعنی اپنے زمانۂ خلافت میں اس قسم کے شواہد احادیث واقوال علماء میں بے شمار ہیں۔

"ہدایۃ السعداء" میں کہتے ہیں کہ حاصل التمہید میں یہ افادہ ہے کہ رسولؐ نے مکہ سے پلٹتے ہوئے غدیرخم میں قیام کیا، پالان شتر کا منبر بنانے کا حکم دیا اس پر خطاب فرمایا: کیا میں مومنین پر مختار کل نہیں ہوں۔ سب نے کہا: ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: "**من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ** اور خداوند عالم نے فرمایا: **انّما ولیکم اللہ ورسولہ** .....الخ" اہلسنت والجماعۃ کا خیال ہے کہ حدیث غدیر سے مراد حضرت علیؑ کی خلافت وامامت ہے۔

۱۱۔ ابوشکور "التمہید فی بیان التوحید" (۱) میں کہتے ہیں: رافضی کہتے ہیں کہ علیؑ کی امامت منصوص ہے، دلیل یہ ہے کہ رسولؐ نے ان کو غدیرخم میں خلیفہ نامزد کیا، حدیث منزلت کی روشنی میں علیؑ ویسے ہی تھے جیسے ہارون موسیٰ کے لئے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ رسولؐ نے علیؑ کو لوگوں کا ولی قرار دیا، حجۃ الوداع سے واپسی میں غدیرخم کے پالان شتر کے منبر پر فرمایا: "**الستُ اولیٰ بکم من انفسکم**"۔ سب نے کہا: ہاں۔ پھر فرمایا: "**من کنتُ مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ**" یہ آیت وحدیث بعد رسول علیؑ کے اولیٰ ترین ہونے کی دلیل ہے۔

پھر اس کا جواب دیا ہے: اس غدیر کا مطلب یہ ہے کہ عثمان کے بعد زمانۂ معاویہ میں علیؑ کی خلافت متحقق ہوتی ہے ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے آیۂ ولایت کا بھی مطلب یہی ہے کہ علیؑ عثمان کے بعد لوگوں کے مولا تھے، لیکن عثمان سے قبل ماننے کی کوئی گنجائش نہیں۔ (ہمارا مقصد صرف مفہوم ولایت کی تعین کے سلسلے سے نقل اقوال ہے، قبل وبعد کی تعیین کے لئے مدلّل بحث آئے گی)۔

۱۲۔ ابن باکثیر مکی "وسیلۃ المآل" (۲) میں حدیث غدیر کا متعدد طرق سے تذکرہ کر کے لکھتے ہیں

۱۔ التمہید فی بیان التوحید (ص/۱۶۷)

۲۔ وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل (ص/۱۱۸ باب ۴)

کہ دار قطنی نے فضائل میں معقل بن یسار کا قول نقل کیا ہے کہ ابو بکر فرماتے تھے: ''علیؑ عترت رسولؐ ہیں، یعنی آپ ان لوگوں میں ہیں جن سے وابستگی کا رسولؐ نے حکم دیا ہے، وہ ستارۂ ہدایت ہیں جس نے آپ کی پیروی کی وہ ہدایت پا گیا۔ اور ابو بکر نے علیؑ کو اس حقیقت سے مخصوص فرمایا کیونکہ علیؑ امام اور باب علم وعرفان ہیں، وہ ائمہ کے امام اور عالم امت ہیں''۔ ابو بکر نے یہ حدیث غدیر کی روشنی میں فرمایا ہے اور حدیث غدیر میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، بے شمار صحابہ نے اس کی روایت کی ہے اس کی شہرت کے لئے لئے غدیر خم کا مجمع صحابہ کافی ہے۔

۱۳۔ سید امیر محمد یمنی ''روض الندیہ'' میں متعدد طرق سے حدیث غدیر نقل کر کے فقیہ حمید کی طویل بحث نقل کی ہے۔ اس میں رسولؐ نے علیؑ کو ہاتھوں پر بلند کر کے ''من کنتُ مولاہ'' فرمایا۔ لفظ مولیٰ جب بھی بغیر قرینے کے بولا جائے گا تو اس میں مالک ومتصرف فی الامر ہی مراد ہوں گے۔ اس لئے جب بھی کسی کے لئے مولی القوم کہا جائے گا تو اس کا مطلب یہی سمجھا جائے گا کہ قوم کے تمام معاملات میں اس کی ملکیت ہے۔ اس کے بعد ناصر، ابن عم، معتق، معتَق لکھنے کے بعد کہا ہے کہ اس کے ایک معنی اولیٰ کے بھی ہیں خدا فرماتا ہے: ماوٰکم النار ھی مولاکم یعنی اولیٰ بکم وبعذابکم۔ ان تمام مطالب کے بعد اگر لفظ مولیٰ حدیث غدیر میں تصرف کے معنی میں لئے جائیں تو ناچار بہ طور مساوی تمام معانی پر حمل کیا جائے گا لیکن اس حدیث میں اولیٰ کے سوا دوسرا مطلب مراد نہیں لیا جا سکتا۔ صرف متصرف فی الامر ہی مراد لینا ہوگا اس لئے نص پیغمبر کی روشنی میں مولیٰ کا مفہوم امام کے مترادف ہوگا۔(۱)

ایک حدیث کا متن ''من کنت ولیہ فھذا ولیہ'' بھی ہے۔ اگر چہ اس کے دوسرے معانی بھی ہیں لیکن ولی کے لفظ سے مالک ومتصرف ہی متبادر ہوتے ہیں، اس بنیاد پر ارشاد رسولؐ ''السلطان ولی من لا ولیّ لہ'' (بادشاہ اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں) اس سے مراد عقد نکاح میں ملکیت تصرف ہے۔ یعنی کسی کا کوئی رشتہ دار نہ ہو تو اس وقت امام ولی ہوتا ہے۔ یہ معنی بر سبیل حقیقت ہے۔ پس قاعدے کے مطابق جب تخصیص معنی کی دلیل نہ ہو تو کلمہ کو تمام معنی پر حمل کیا جائے گا۔

۱۔ الروضۃ الندیہ شرح التحفۃ العلویہ (ص/۱۵۹)

۱۴۔شیخ احمد عجیلی ''ذخیرۃ المآل'' میں حدیث غدیر و واقعۂ حارث لکھ کر کہتے ہیں: یہ مضبوط ترین دلیل خلافت علیؑ ہے اور امامت کے اثبات نیز صداقت و نصرت کے لئے اولیٰ تر ہونے کا اثبات۔آپ کی اطاعت احوال و اوقات نیز عموم و خصوص کی قید سے بلند تر ہے۔اس میں گفتگو کی گنجائش نہیں۔مسئلہ یمن پر بعض نے اعتراض کیا تھا چنانچہ حجۃ الوداع سے واپسی میں رسول نے اس کی تردید کی......بریدہ کے دل میں علی سے کینہ تھا۔رسول سے شکایت کی تھی۔اس وقت روئے رسالت متغیر ہوگیا اور فرمایا: کیا میں مومنین کے نفوس پر ان سے زیادہ سزاوار نہیں ہوں....اور حدیث غدیر فرمائی۔بریدہ سے کہا: علیؑ کی شکایت نہ کر، علیؑ مجھ سے ہے، میں علیؑ سے ہوں۔وہ میرے بعد تمھارے ولی ہیں۔

''انھیں پاکیزہ قول کی ہدایت کی گئی ہے اور خدائے ستودہ صفات کا راستہ دکھایا گیا ہے''۔(۱)

۱۔(سورۂ حج)

توضیح واضح

مزید وضاحت کی ضرورت اس لئے ہے کہ کچھ لوگوں نے مفہوم حدیث کے سلسلے میں اعتراف حق سے چشم پوشی کی ہے۔ (۱) یہ پوری طرح واضح ہے کہ حدیث غدیر سے خلافت بلافصل کی لازمی طور سے نشاندہی ہوتی ہے۔ اگر بادشاہ اپنے کسی قریبی شخص کو عہدے کے لئے منصوب فرمائے یا مرتے وقت اپنا وصی قرار دے اور اس پر گواہ بھی بنا دے، ایسی صورت میں کیا ان گواہوں یا دوسروں کے لئے ممکن ہے کہ ولایت کا عہدہ یا وصایت بادشاہ کی موت کے بہت دن بعد متحقق کیا جائے۔ یا ایسے لوگوں کے بعد متحقق کی جائے جن کے نام وصیت نامے میں نہیں ہیں یا جن کے نام کا اعلان نہیں کیا گیا۔ کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ بادشاہ کی موت کے بعد کچھ لوگ وصی کے علاوہ حکومت چلانے کے لئے کچھ مصنوعی جانشین بنا لیں اور وہ اقتدار پر قبضہ کر کے کہہ دیں کہ بادشاہ بغیر وصیت کئے ہوئے مرا ہے۔ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، ایسا کام وہی کر سکتا ہے جو حق سے منحرف اور عقل سے دور ہو۔

اس موقع پر انتخاب کرنے والوں سے کہا جا سکتا ہے کہ اگر بادشاہ کا ان لوگوں کی طرف رجحان تھا تو اس نے وصیت یا اعلان میں ان لوگوں کا نام کیوں نہیں لیا، حالانکہ وہ ان لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔

معاملۂ خلافت میں ہمارا نقطۂ نظر یہی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی ولایت وخلافت عثمان کے بعد متحقق ہوتی ہے، ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا رسول انھیں پہچانتے نہیں تھے۔ پھر مرتے وقت صرف علیؑ ہی کو کیوں مخصوص فرمایا تھا حاضرین کو بیعت کی تاکید کی اور غائب لوگوں تک پیغام پہنچانے کا حکم دیا۔ اگر رسولؐ ان مصنوعی افراد کا بھی خلافت میں بہرہ سمجھتے تھے تو ضرورت کے وقت اعلان کیوں نہ

کیا، کیونکہ یہ دین کا اہم ترین فریضہ تھا، اصول دین کی ایک اصل تھی، حالات اختلاف کی نشاندہی کر رہے تھے۔ اور ایسا ہوا بھی ہے، آپ نے دھینگا مشتی، جدال وقتال کی خبر بھی دے دی تھی، نبی رحمت سے اپنی صفائی میں کیا کہہ سکیں گے۔ پیغمبر اسلامؐ نے ان لوگوں کا نام نہیں لیا، آج ان کی قوم حسن ظن کی بنا پر یہ کہہ کے علیؑ کو نص صریح کے باوجود الگ کر چکی ہے کہ علیؑ کم سن تھے، انھیں اپنے خاندان سے شدید محبت تھی، اس طرح قید زمانی لگا کر انھیں نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ لیکن رسول خداؐ سے حسن عقیدت کا تقاضا ہے کہ اعلان ولایت کو ہدایت کے لئے بیان واقعی سمجھا جائے۔

''خدا انھیں سیدے راستے کی ہدایت کرے''۔

۱۔ شرح المواقف ج۳ص ۲۷۱/ (ج۸/ص ۳۶۱/)؛ القاصد ص ۲۹۰/ (ج۵/ص ۲۷۳/)؛ الصواعق المحرقۃ ص ۲۶/ (ص ۴۳/)؛ السیرۃ الحلبیۃ ج۳/ص ۳۰۳/ (ج۳/ص ۲۷۴۳)

اعمال واورادِ غدیر

بروز غدیر خدا نے دین کامل کیا، نعمت تمام کی اور امامت امیر المومنینؑ کے اعلان سے راضی ہوا اور اسے پرچم ہدایت قرار دیا تا کہ امت راہ ہدایت پر گامزن اور گمراہی سے محفوظ رہے، اسی وجہ سے روز مبعث کے بعد اس دن کو ظاہری و باطنی نعمتوں کی فراوانی سے بہرہ یاب کیا گیا ہے، اس دن بعثت کا مقدس عمل مکمل ہوا، اس لئے ہر دیندار پر لازم ہے کہ اس نعمت کا استقبال کرے اور شکر خداوندی بجالائے۔ عبادات مثلاً نماز روزہ، نیکی، صلۂ رحمی، اطعام اور محافل وغیرہ کا اہتمام کرے۔ احادیث میں اس دن سے مخصوص آداب میں ایک روزہ بھی ہے۔

حدیث صوم بروز غدیر

تاریخ خطیب بغدادی میں عبداللہ بن علی بن محمد بن بشران، دارقطنی، ابونصر حبشون خلال، علی بن سعید رملی، ضمرہ بن ربیعہ، عبداللہ بن شوذب، مطر دراق، شہر بن حوشب، اور وہ ابو ہریرہ کا بیان نقل کرتے ہیں: جو اٹھارہ ذی الحجہ کو روزہ رکھے اسے ساٹھ مہینے کے روزوں کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ وہی غدیر خم کا دن ہے جب رسولؐ نے علیؑ کو بلند کر کے فرمایا تھا: " السْتُ اولیٰ بکم من انفسکم"۔ سب نے کہا: ہاںؑ۔ تب رسولؐ نے فرمایا: "من کنتُ مولاہ فعلی مولاہ"۔ اس موقع پر حضرت عمر نے کہا: "مبارک ہو اے فرزند ابوطالب! آپ میرے اور تمام مومنوں کے مولا ہو گئے"۔ اس وقت خدا نے آیت نازل کی: "آج میں نے دین کامل کیا، نعمت تمام کی اور اسلام سے راضی وخوش ہو گیا"۔ جو

شخص ستائیس رجب کا روزہ رکھے اسے بھی ساٹھ مہینوں کا ثواب عطا کیا جائے گا، اسی دن جبرئیل رسولؐ پر پیغام رسالت لے کر اترے تھے۔(۱)

دوسرے طریقے سے زین الفتیٰ عاصمی کی تخریج ہے، ابوسعید سے روایت ہے کہ ہمیں محمد بن زکریا نے خبر دی، انھیں ابواسماعیل بن محمد فقیہ نے، انھیں محمد یحییٰ بن محمد علوی حسینی نے، انھیں ابراہیم بن محمد عامی نے، انھیں حبشون محمد موسیٰ بغدادی نے، ان سے بیان کیا علی بن سعید شامی نے، ان سے ضمرہ اور ان سے شوذب نے آخر سند تک۔ دونوں متن میں روزۂ رجب کا ذکر نہیں۔ متذکرہ روایت کی ابن مغازلی نے مناقب میں نقل کیا ہے۔(۲) ان کی سند ہے ابوبکر، احمد بن طاوان، ابوالحسین احمد بن حسین سماک، ابوجعفر محمد بن محمد نصیر خلدی، علی بن سعید رملی، آخر سند و متن تک۔

یہ روایت تذکرہ سبط بن جوزی میں (۳) اور خطیب خوارزمی میں (۴) حافظ بیہقی کے طرق سے حاکم نیشاپوری سے ابن البیع صاحب مستدرک نے یعلی زبیری، ابوجعفر احمد بن عبداللہ بزاز۔ علی بن سعید رملی.... فرائد حموینی نے تیرہویں باب میں حا بیہقی کے طریق سے۔(۵)

۱۔ تاریخ بغدادی ج/۸ص/۲۹۰

۲۔ مناقب ابن مغازلی (ص/۱۸ حدیث ۲۴)

۳۔ تذکرۃ الخواص ص/۱۸ (ص/۳۰)

۴۔ مناقب خوارزمی ص/۹۴ (ص/۱۵۶ حدیث ۱۸۴)

۵۔ فرائد السمطین (ج/ا ص/۷۷ حدیث ۴۴)

رجال سند حدیث

۱۔ابو ہریرہ

ان پر تمام علماء اہل سنت نے اتفاق کیا ہے، اس لئے طول کلام کی ضرورت نہیں۔

۲۔شہر بن حوشب اشعری

حلیہ ابو نعیم میں انھیں اولیاء میں شمار کیا گیا ہے۔(۱) میزان میں بخاری کی ستائش نقل ہے۔(۲) عجلی، ابن شیبہ اور احمد نے ثقہ کہا ہے۔(۳) احمد بن حنبل سے پوچھا گیا تو جواب دیا ان کی حدیث بڑی اچھی ہوتی ہے۔(۴) مرّہ و عجلی انھیں ثقہ تابعی کہتے ہیں۔بعض علماء نے ان پر طعن کیا ہے۔ابن حجر نے بڑی تعریف کی ہے۔(۵) بخاری و طبری نے ان کے ثقہ، فقیہ، قاری و عالم ہونے کی نشاندہی ہے۔قطان کہتے ہیں کہ ان سے حجت نہیں سنی گئی۔بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابوداؤد و ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔

۳۔مطر بن طہمان وراق

محبّ علی و باشندۂ بصرہ تھے۔انس کا زمانہ دیکھا تھا۔ابو نعیم اولیاء میں شمار کرتے ہیں ابو عیسیٰ زہد و فقہ

۱۔حلیۃ الاولیاء ج/۶ص/۶۷۔۵۹

۲۔میزان الاعتدال (ج/۲ص/۲۸۳نمبر۳۷۵۶) ۳۔تاریخ الثقات (ص/۲۲۳نمبر۶۷۷)

۴۔تاریخ مدینہ دمشق ج/۶ص/۳۴۳ (ج/۸ص/۱۴۸۔۱۳۷؛ مختصر تاریخ دمشق ج/۱۱ص/۵)

۵۔تہذیب التہذیب ج/۱۰ص/۱۶۷ (ج/۱۰ص/۱۵۲)

میں لا ثانی کہتے ہیں۔(۱) ابن حجر و ابن حبان نے ثقہ و صدوق کہا ہے۔(۲) سب نے ان سے حدیث لی ہے۔ منصور نے ۱۴۰ھ میں قتل کیا۔

۴۔ ابو عبد الرحمٰن بن شوذب

ابو نعیم اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔(۳) کثیر بن ولید کہتے ہیں: جب بھی شوذب کو دیکھتا ہوں فرشتے یاد آتے ہیں۔ خزرجی و ابن حجر استماع حدیث میں فقہی مہارت و ثقہ کے قائل تھے۔(۴) سفیان ثوری موثق اساتذہ میں شمار کرتے۔ ابن خلفون، ابن نمیر، ابو طالب، عجلی، ابن عمار، ابن معین سبھی ان کے ثقہ ہونے کے قائل تھے۔ ۸۶ھ میں ولادت اور ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ حاکم و ذہبی ان کی حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔

۵۔ ضمرہ بن ربیعہ قرشی

ابن عساکر نے ان کے حالات لکھے ہیں۔(۵) احمد بن حنبل انھیں استاد و صالح، ثقہ و معتمد کہتے (۶) ابن معین، ابن سعد، ابن فرنس انھیں ثقہ، فقیہ وقت، معتمد مخیّر بتاتے۔(۷) خزرجی و ابن حجر کے مطابق احمد نسائی، ابن معین ثقہ کہتے۔(۸) ابن یونس ثقہ و صالح کہتے۔ صحاح میں مسلم کے علاوہ سب نے حدیث لی ہے۔ حاکم و ذہبی نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج۳ ص ۷۵

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۷۰؛ الثقات (ج ۵/ص ۴۳۵)

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۶/ص ۱۳۵-۱۲۹؛

۴۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۱۷۰/ (ج ۲/ص ۶۶/نمبر ۳۵۶۶)؛ تہذیب التہذیب ج ۵/ص ۲۵۵

۵۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۷/ص ۳۶/ (ج ۸/ص ۴۷۵)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۱/ص ۱۵۹)

۶۔ العلل و معرفۃ الرجال (ج ۲/ص ۳۶۶۳ نمبر ۲۶۲۴)

۷۔ الطبقات الکبریٰ (ج ۷/ص ۴۷۱)

۸۔ خلاصۃ الخزرجی ص ۱۵۰/ (ج ۲/ص ۱/ نمبر ۳۱۵۴)؛ تہذیب التہذیب (ج ۴/ص ۴۰۳)

۶۔ ابونصر علی بن سعید

متوفی ۲۱۶ھ ذہبی کے مطابق ثقہ تھے۔(۱) باصلاحیت اور معاملات کے سچے تھے۔ ابن حجر نے ثقہ کہا ہے نیز یہ کہ ذہبی کی تنقید کی ہے کہ وہ ثقہ تھے لیکن انھیں ضعیف راویوں میں کیوں شمار کیا۔(۲)

۷۔ ابونصر حبشون

متوفی ۳۳۱ھ۔ خطیب بغدادی نے ثقہ اور دارقطنی نے صدوق کہا ہے۔(۳)

۸۔ حافظ علی بن عمر بغدادی

دارقطنی۔ صاحب سنن، خطیب بغدادی نے یگانۂ عصر ومنتخب روزگار اور امام وقت کہا ہے۔(۴) علل حدیث، اسماء رجال کے ساتھ راویوں کی بڑی واقفیت تھی۔ صداقت، امانت ثقہ، عدالت وصحت اعتقاد سے آراستہ تھے۔ علم حدیث کے سوا تمام علوم پر احاطہ تھا۔ ابوالطیب کے نزدیک امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ ہر حافظ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے۔ ابن خلکان نے اور ذہبی حفظ وقرأت ونحو میں یگانۂ عصر کہا ہے۔(۵) روئے زمین پر ان جیسا نہیں۔ ان کے متعلق کتب رجال میں محاسن وفضائل کے دریا بہائے گئے ہیں۔

میں نے اسناد حدیث کو اس لئے طول دیا کہ قارئین آگاہ ہوسکیں کہ یہ حدیث کس قدر صحیح ہے اور اس کے رجال کتنے ثقہ ہیں۔ اس حدیث پر اعتراض یا شک وشبہ کی نظر ڈالنا مناسب نہیں کیوں کہ اس کے رجال پر سب کے توصیفی کلمات ہیں۔ مزید یہ کہ اس میں آیۂ اکمال دین کے روز غدیر نازل ہونے کا ذکر ہے جسے طبری، ابن مردویہ، ابونعیم، خطیب، بجستانی، ابن عساکر اور حسکانی جیسے حفاظ وائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔

۱۔ میزان الاعتدال ج ۲/ص ۲۲۴ (ج ۴/ص ۱۲۵/نمبر ۵۸۳۳؛ ص/۱۳۱/نمبر ۵۸۵۱)

۲۔ لسان المیزان ج ۴/ص ۲۲۷ (ج ۴/ص ۲۶۰/نمبر ۵۸۰)۔

۳۔ تاریخ بغدادی ج ۸/ص ۲۹۱۔۲۸۹

۴۔ تاریخ بغدادی ج ۱۲/ص ۴۰۔۳۴

۵۔ وفیات الاعیان ج ۱/ص ۳۵۹ (ج ۳/ص ۲۹۷/نمبر ۴۳۴) تذکرۃ الحفاظ ج ۳/ص ۲۰۳۔۱۹۹ (ج ۳/ص ۹۹۱/نمبر ۹۲۵)

ان باتوں کی مدلل وضاحت کے بعد اب ذرا ابن کثیر کا تنقیدی جائزہ لیجئے۔ وہ ذہبی کی تقلید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "یہ حدیث مجہول بلکہ جھوٹی ہے مجھے جو مستند روایات ملی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آیۂ اکمال دین حجۃ الوداع میں روز عرفہ نازل ہوئی"۔(۱) اس شخص کی تلون مزاجی دیکھئے۔ خود قائل ہے کہ جب دو حدیثیں ایک پائے کی متقابل ہوں تو جو حجت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہو اسے اختیار کرنا چاہئے۔ کاش مجھے معلوم ہوسکتا کہ ان کی حدیث کا پلہ کس وجہ سے بھاری اور میری حدیث کا پلہ ہلکا ہے۔ اصل میں جس حدیث کو میں نے اختیار کیا ہے اس سے نبأ عظیم (ولایت علیؑ) کا اثبات ہوتا ہے اور اس کی کینہ توزی ولایت علی تسلیم کرنے سے رہی۔ ارے کم سے کم سبط جوزی ہی کی طرح کہہ دیتا کہ بسم اللہ کی طرح اس آیت کے دوبار نازل ہونے کا احتمال ہے۔(۲)

ابن کثیر نے اس کے انکار کی ایک وجہ اور بھی اپنی تاریخ میں لکھی ہے کہ اس حدیث کے مفہوم میں یہ خرابی ہے کہ بروز عید روزہ کا ثواب ساٹھ مہینوں کا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ واجب سے مستحب بڑھ جائیگا کیوں کہ حدیثوں میں ماہ صیام کے روزہ کا ثواب بھی دس مہینے کا ہے۔ بنابریں باطل ہے۔(۳)

اس مہمل اعتراض کا دو جواب ممکن ہے۔ ایک تردیدی دوسرا تحلیلی.... تردیدی جواب کے سلسلے میں حدیثوں کا انبار ہے۔(۴) صرف چند نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ حدیث۔ جو شخص ماہ صیام کے بعد شوال کے چھ دن کا روزہ بھی ملا دے تو گویا اس نے تمام عمر روزہ رکھا۔(۵) ابن ربیع نے اس حدیث کو مسلم و ترمذی کے حوالے سے نقل کر کے چھ دن شوال کے

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۱۴ (ج ۵ ص ۲۳۳ حوادث ۱۰ھ)
۲۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۸ (ص ۳۰)
۳۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۱۴ (ج ۵ ص ۲۳۳ حوادث ۱۰ھ)
۴۔ نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۵۸۔ ۱۵۱، ۱۷۶۔ ۱۶۷
۵۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۳ (ج ۲ ص ۵۲۴ حدیث ۲۰۴ کتاب الصیام)؛ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۸۱ (ج ۲ ص ۳۲۴ حدیث ۲۴۳۳)؛ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۲۴ (ج ۱ ص ۵۴۷ حدیث ۱۷۱۶)؛ سنن دارمی ج ۲ ص ۲۱؛ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۱۷، ۴۱۹ (ج ۶ ص ۵۷۹ حدیث ۲۳۰۲۲؛ ص ۵۸۳ حدیث ۲۳۰۴۹)

روزوں کو مستحب کہا ہے۔(۱)

۲۔ جو شخص عید الفطر کے بعد چھ دن کے روزے رکھے گویا اس نے تمام سال روزہ رکھا۔(۲) سیوطی نے جامع الصغیر میں اس کی تصحیح کی ہے۔(۳)

۳۔ رسول خدا نے ایام البیض (۱۳۔۱۴۔۱۵) ہر ماہ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، اس کا ثواب تمام عمر یا پوری کائنات کے برابر ہے۔(۴)

۴۔ خدا کے نزدیک ذی الحجہ کے اول دس دن تمام دنوں سے محبوب تر ہیں ان میں ایک دن کا روزہ سال بھر کا ثواب رکھتا ہے۔ اس کی رات شب قدر کے برابر ہے۔(۵)

یہی حدیث انس بن مالک سے بھی ہے۔(۶) اس طرح ہر مہینے کے تین روزوں کا ثواب پوری عمر کے روزوں اور افطار کے برابر ہے۔(۷) اور اس کی تائید قرآن سے ہوتی ہے "مَن جاءَ بالحسنة

۱۔ تیسیر الوصول ج ۲/ص ۳۲۹ (ج ۲/ص ۳۹۲؛ سنن ترمذی ج ۳/ص ۱۳۲/ حدیث ۷۵۹)

۲۔ سنن ابن ماجہ ج ۱/ص ۵۲۴۳ (ج ۱/ص ۵۴۷/ حدیث ۱۷۱۵)؛ سنن دارمی ج ۲/ص ۲۱؛ مسند احمد بن حنبل ج ۳/ص ۳۰۸/ ۳۲۴،۳۴۴؛ ج ۵/ص ۲۸۰ (ج ۴/ص ۲۴۳/ حدیث ۱۳۸۹۰؛ ص ۲۷۱/ حدیث ۱۴۰۶۸؛ ص ۳۰۶/ حدیث ۱۴۳۰۰ ؛ ج ۶/ ص ۲۷۷/ حدیث ۲۱۹۰۶)(سنن نسائی ج ۲/ص ۱۶۳/ حدیث ۲۸۶۱؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ج ۸/ص ۳۹۸/ حدیث ۳۶۳۵)

۳۔ جامع الصغیر ج ۲/ص ۷۹ (ج ۲/ص ۱۱۱/ حدیث ۵۱۱۷)

۴۔ سنن ابن ماجہ ج ۱/ص ۵۴۴/ حدیث ۱۷۰۷)؛ سنن دارمی ج ۲/ص ۱۹/

۵۔ سنن ابن ماجہ ج ۱/ص ۵۲۷ (ج ۱/ص ۵۵۱/ حدیث ۱۷۲۸)؛ احیاء العلوم ج ۱/ص ۲۲۷ (ج ۱/ص ۲۱۲)

۶۔ الترغیب والترہیب ج ۲/ص ۶۶ (ج ۲/ص ۲۰۰)

۷۔ مسند احمد بن حنبل ج ۵/ص ۳۴ (ج ۶/ص ۱۳/ حدیث ۱۹۸۵۸)؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج ۸/ص ۴۱۳/ حدیث ۳۶۵۳)؛ جامع الصغیر ج ۲/ص ۷۸ (ج ۲/ص ۱۱۱/ حدیث ۵۱۱۵)؛ سنن نسائی (ج ۲/ص ۱۳۶/ حدیث ۲۷۲۸)؛ مسند ابی یعلی (ج ۱۳/ص ۴۹۲/ حدیث ۷۵۰۴)؛ الجامع الصغیر ج ۲/ص ۷۸ (ج ۲/ص ۱۱۱/ حدیث ۵۱۱۴؛ سنن ترمذی (ج ۳/ ص ۱۳۵/ حدیث ۷۶۲)؛ تیسیر الوصول ج ۲/ص ۳۳۰ (ج ۲/ص ۳۹۴)؛ صحیح مسلم ج ۱/ص ۳۱۹،۳۲۱ (ج ۲/ ص ۵۲۲، ۵۲۰ حدیث ۱۹۷۔۱۹۶ کتاب الصیام)؛ الترغیب والترہیب ج ۲/ص ۳۳ (ج ۲/ص ۱۲۴) سبل الاسلام ج ۲/ ص ۲۳۴/ (ج ۲/ص ۱۶۸)

فلہ عشر امثالھا" جوشخص ایک نیکی لے کرآئے اسے دس گنا ملتا ہے۔ بروزعرفہ روزہ کا ثواب ایک ہزار دنوں کا۔(۱) یا دوسال کے برابر(۲)۔ستائیس رجب کا روزہ ساٹھ مہینوں کے برابر۔(۳) یا سومہینوں کے برابر یا تین ہزار سال(۴) کا ثواب عطا کیا جائے گا۔(۵) یوم عاشورا کا روزہ تمام عمر کے روزوں کے برابر(۶) یا تیس دنوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔(۷)

تردیدی جواب کے بعد اب تحلیلی جواب کی باری ہے۔ ہمارے پاس کوئی ایسی بنیاد نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے فیصلہ کیا جا سکے کہ واجبات کا ثواب مستحبات سے زیادہ ملتا ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ حقائق اعمال اور اس کے طبعی تقاضوں پر ثواب مرتب ہوتا ہے نہ کہ اس کے عارضی عنوانات وجوب واستحباب پر۔ کیونکہ یہ تو اعمال کی مصلحتوں کے مطابق متعین ہوتے ہیں۔لہذا قطعی ممکن ہے کہ مستحب عمل گوناگوں ماہیت یا زمانی مناسبت سے واجب عمل کے مقابلے میں زیادہ ثواب کا حامل ہو۔اس مقام پر یہ نکتہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ عمل کا ثواب اس کی ایمانی حالت ،کشف اور بندے کے نفسیاتی رسوخ پر مرتب ہوتا ہے ۔خدا واجب وحرام کی شکل میں جو ذمہ داریاں بندوں کو دی ہیں ان کے مقابلے مستحبات ومکروہات میں یہ کشف ورسوخ زیادہ متوقع ہے۔ان سے خدا کی بارگاہ میں خشوع ومحبت کے احساسات زیادہ جاگزیں ہوتے ہیں۔واجبات کے مقابلے مستحبات سے زیادہ حبّ الٰہی کی دلیل بخاری کی ایک حدیث ہے:ابوہریرہ سے مروی حدیث ہے کہ ہمیشہ بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے پھر میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں ۔اور اس طرح اس کا کان ہاتھ پاؤں اپنی رضا کا محور بنا لیتا ہوں۔(۸)

۱۔الجامع الصغیر ج۲/ص۸۷/(ج۲/ص۱۱۱/حدیث ۵۱۱۹)الترغیب والترہیب ج۲/ص۲۷/، ۶۶(ج۲/ص۱۱۲/، ۲۰۰)

۲۔المعجم الاوسط(ج۱/ص۴۲۱/حدیث ۷۵۵)الترغیب والترہیب ج۲/ص۲۷/(ج۲/ص۱۱۳/)

۳۔السیرۃ الحلبیۃ ج۱/ص۲۵۴/(ج۱/ص۲۳۸/)نزہۃ المجالس ج۱/ص۱۵۴/

۴۔غنیۃ الطالبین(ص۲۸۸/)؛نزہۃ المجالس ج۱/ص۱۵۴/

۵۔نزہۃ المجالس ج۱/ص۱۵۳/ ۶۔نزہۃ المجالس ج۱/ص۱۷۴/

۷۔المعجم الصغیر(ج۲/ص۷۱/)الترغیب والترہیب ج۲/ص۲۸/(ج۲/ص۱۱۴/)

۸۔صحیح البخاری ج۹/ص۲۱۴/(ج۵/ص۲۳۸۴/حدیث ۶۱۳۷)؛بیہقی کی الاسماء والصفات ص۴۱۶/(ص۵۷۷/)؛میزان الاعتدال ج۱/ص۳۰۱/(ج۱/ص۶۴۱/نمبر ۲۴۶۳)

بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نوامیس عدل الٰہی کے مطابق واجب وحرام سے جزا اور سزا بھی مرتب نہ ہونا چاہئے کیوں کہ وہ بندوں پر خدا کے بے اندازہ احسانات یا صحت وعافیت کے استفادہ کی شکل میں ہیں۔ بندوں کے تمام اعمال صالحہ ان نعمات کے مقابلے کہیں کم ہیں۔ خدا کے ثواب کو اجر کے بجائے تفضّل واحسان کہا جائے تو بجا ہوگا۔ اس حقیقت کی طرف متعدد آیات میں باخبر کیا گیا ہے۔ سورۂ دخان میں ہے۔ انّ المتقین بے شک متقی لوگ امن کی جگہ یعنی باغوں میں ہوں گے۔ ریشم کی باریک و دبیز پوشاکیں پہنے ہوئے۔ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ایسا ہی ہوگا۔ بڑی آنکھوں والی حوروں سے جوڑ لگا دیں گے۔ ''یہ تمھارے پروردگار کا فضل ہے یہی تو بڑی کامیابی ہے''۔ اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ بندوں پر جو بھی نعمات اور ثواب مرتب ہوتے ہیں وہ خدا کا فضل واحسان ہے، تفسیر رازی میں ہے، ہمارے علماء نے اس سے احتجاج کیا کہ بندوں کو جو بھی ثواب ملتا ہے وہ استحقاق نہیں بلکہ تفضّل واحسان ہے۔ خدا نے نعمتوں کو گنانے کے بعد کہا کہ یہ خدا کا فضل ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے ہمارے اصحاب نے یہ بھی دلیل قائم کی ہے کہ اعلیٰ درجے کا استحقاق ثواب خدا کے نزدیک فضل واحسان ہے۔ پھر فضل واحسان کو عظیم کامیابی کہا۔ یہ دلیل ہے کہ مثلاً بادشاہ اگر کسی کو اجرت اور کسی کو خلعت عطا کرے تو خلعت والا عظیم اجر کا حامل سمجھا جائے گا۔ (۱)

خود ابن کثیر نے اس آیت کے سلسلے میں حدیث رسول نقل کی ہے: عمل کرو اور اپنے کو استوار کرو خلوص کے ساتھ اعمال بجالاؤ اچھی طرح سمجھ لو کہ کسی کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کر سکتا۔ لوگوں نے عرض کی کہ کیا آپ کے لئے بھی ایسا ہی ہے فرمایا، ہاں۔ مگر رحمت واحسان خداوندی مجھے گھیرے ہوئے ہے۔ (۲) مزید وضاحت صحیح بخاری کی حدیث سے ہوتی ہے۔ بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں، ذرا بھی شرک نہ کریں، اور خدا پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ اس بندے پر عذاب نہ کرے جس نے شرک نہ کیا ہو۔ (۳) آپ اسے اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں کہ عقل سلیم اس اللہ کے حق کو

۱۔ التفسیر الکبیر ج ۷ ص ۴۵۹ (ج ۲۷ نمبر ۲۵۴)

۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۴۷ ۳۔ صحیح البخاری ج ۴ ص ۲۶۴ (ج ۳ ص ۱۰۴۹ حدیث ۲۷۰۱)

ثابت کرتی ہے۔لیکن ان اضافی نعمتوں کے متعلق جس پر رسولؐ نے سکوت فرمایا وہ صرف خداوند عالم کا فضل واحسان ہے۔

آپ حکومت کے ملازمین کی ذمہ داریوں اوران کی اجرتوں کا مشاہدہ کرتے ہی رہتے ہیں کہ وہ جو خدمات انجام دیتے ہیں وہ ان کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔لیکن جو کچھ انھیں پرموشن حاصل ہوتا ہے وہ ان کی اضافی خدمات کی بنا پر ہوتا ہے۔ جو متعینہ خدمات سے زیادہ ہے۔کیا کوئی انسان حکومت کی اس روش پر تنقید کرتا ہے؟ کوئی بھی غلط نہیں کہتا۔ بالکل یہی حالت غلام وآقا کے درمیان ہے۔اور یہ چیز تمام انسانوں کے دل ودماغ میں راسخ ہے۔خداوند عالم تو اپنے بندوں پر بے پناہ اجر وثواب عطافرماتا ہے۔ یہاں اثبات مطلب کے لئے امام زین العابدینؑ کے قدسی کلمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔جس وقت آپ ادائے شکر میں تقصیر کا اعتراف کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

''اے معبود! بلاشبہ کوئی بھی تیرے شکر کی کسی حد کو نہیں پہونچتا مگر یہ کہ اس پر تیرا وہ احسان آجاتا ہے جو اس پر دوبارہ شکر کرنا لازم کر دیتا ہے اور نہ کسی حد پر تیری اطاعت کو پہونچتا مگر یہ کہ عاجز ہی رہتا ہے۔جس کا تو اپنے فضل کی وجہ سے مستحق ہے پس تیرے بندوں میں سب سے بڑا والا بھی تیری اطاعت میں کمی کرنے والا ہے کسی کے لئے بھی ضروری نہیں کہ تو اس کے استحقاق سے بخش دے۔اور نہ یہ کہ اس سے اس کے حقدار ہونے کی وجہ سے راضی ہو پھر جس کو تو بخشے وہ تو تیری بخشش کی وجہ سے ہے۔اور جس سے تو راضی ہو تو وہ تیرے فضل کی وجہ سے ہے۔تو تھوڑے شکریہ کو بھی قبول کر لیتا ہے اور کم طاعت پر بھی ثواب دیتا ہے۔ یہاں تک

کہ بندوں کا وہ شکر کرنا جس پر تو نے ثواب دینا لازم کر لیا ہے اور ان کے بدلے کو اس سے زیادہ بڑا کیا ہے کوئی ایسی بات ہے جس سے باز رہنے کی طاقت پر وہ (شکر کرنے والے) بغیر تیرے مالک تھے تو تو نے انھیں بدلہ دیا یا اس کا سبب تیرے ہاتھ میں نہ تھا تو تو نے انھیں جزا دی۔ بلکہ اے میرے معبود! تو ان کے کام کا مالک اس سے پہلے کہ وہ تیرے عبادت کے مالک ہوں اور تو نے انھیں ثواب اس سے پہلے مہیا کر رکھا تھا کہ وہ تیری فرماں برداری کریں۔اور یہ اسی سبب سے ہے کہ تیرا طریقہ فضل اور

عادت تیری احسان کرنا ہے اور راہ تیری معاف کر دینا ہے۔ پس تمام خلق اس بات کی مقر ہے کہ تو جس پر عذاب کرتا ہے ظلم نہیں کرتا اور اس بات کی گواہ ہے کہ تو جس کو عافیت دیتا ہے اس پر تفضل کرتا ہے۔ اور ہر شخص اس عبادت سے جس کا تو مستحق ہے اپنی کمی کا اقرار کرتا ہے۔ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ شیطان ان کو تیری فرماں برداری سے دھوکے میں ڈالتا ہے تو کوئی عاصی عصیان نہ کرتا اور اگر یہ نہ ہوتا کہ وہ شیطان ان کے سامنے باطل کو حق کی صورت میں لاتا ہے تو تیری راہ سے کوئی نہ بھٹکتا۔ پس پاک ہے تیرا کرم، تیری طاعت ومخالفت کرنے والوں کے معاملے میں کس قدر ظاہر ہے تو طاعت کرنے والوں کے اس امر کو قبول کرتا ہے جسے تو نے خود عطا کیا ہے اور نافرمانوں کو موقع دیتا ہے جس میں جلدی کرنے پر خود مالک ہے۔ تو نے دونوں کو وہ دیا ہے جو اس کے لئے ضروری نہ تھا اور نہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو وہ عطا کیا ہے جس سے اس کا عمل کم تھا۔ اور اگر طاعت کرنے والے کو اس کا بدلہ دیتا جو تو نے اسے عطا کیا ہے تو قریب تھا کہ وہ تیرا ثواب نہ پاتا اور اس سے تیری نعمت زائل ہو جاتی۔ لیکن تو نے اپنے کرم سے تھوڑی اور مدت فنا پر ہمیشہ اور لمبی مدت کا بدلہ دیا۔ زائل ہونے والی کے مقابل دراز مدت کا بدلہ دیا۔ پھر تو نے حساب لینا بھی لازم نہ کیا۔ اس میں جو تیری روزی کھا کر طاعت پر قوی ہوا ہے تو نے حساب میں سختی بھی نہ کی ان آلات پر جن کے استعمال سے تیری مغفرت کا سبب پیدا کیا۔ اور اگر کہیں تو اس کے ساتھ یہ کرتا تو تیرا یہ فعل تمام ان چیزوں کو جس کے لئے اس نے تکلیف اٹھائی اور سب وہ عمل جس میں اس نے کوشش کی تیری چھوٹی سی نعمت اور احسان کے بدلے میں لے جاتا۔ اور وہ تیری نعمتوں میں تیرے سامنے گرویدہ ہو جاتا ہے۔ تو کب وہ ذرا بھی ثواب پانے کا مستحق ہوتا؟ کبھی نہ ہو سکتا۔ کب ہو سکتا تھا''....؟

اور اعمال غدیر میں نماز بھی وارد ہے جس پر ابونصر عیاشی اور صابونی مصری نے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔ ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اس دن پڑھنے کے لئے دعائیں بھی مروی ہیں۔

منابع تحقیق

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ الآثار

مؤلف: ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (متوفی ۱۸۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۵ھ، ناشر: مطبعۃ الاستقامۃ، نشر احیاء المعارف العثمانیۃ حیدر آباد ھند

۳۔ الآثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ

مولف: ابوریحان محمد بن احمد بیرونی خوارزمی (متوفی ۴۴۰ھ)، ناشر: آفسٹ مکتبہ المثنی بغداد

٤۔ آثار العجم

مؤلف: سید محمد نصیر حسینی (متوفی ۱۳۳۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۶ ہجری شمسی، ناشر: منشورات فرہنگ سرا

٥۔ آلاء الرحمن فی تفسیر القرآن

مؤلف: شیخ محمد جواد بلاغی نجفی (متوفی ۱۳۵۲ھ)، ناشر: مکتبۂ وجدانی، قم، دوسرا ایڈیشن

٦۔ الابانۃ عن سرقاۃ المتنبی

تحقیق: ابراہیم بسوقی بساطی، سن اشاعت: ۱۹۶۱ء، ناشر: دار المعارف

۷۔ الابداع فی مضارع الابتداع

مؤلف: شیخ علی محفوظ (متوفی ۱۳۶۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۸ھ تیسرا ایڈیشن

۸۔ ابن رومی حیاتہ و شعرہ

مؤلف: عباس محمود عقاد (متوفی ۱۹۶۴ء)،سن اشاعت: ۱۹۸۰ء پہلا ایڈیشن،مطبوع ضمن مؤلفات عباس محمود عقاد، ناشر: دار الکتاب اللبنانی، بیروت

۹۔ ابو ھریرہ

مؤلف: عبد الحسین شرف الدین موسوی (متوفی ۱۹۵۷ء)،سن اشاعت: ۱۳۸۴ھ، دوسرا ایڈیشن ،ناشر: مطبعہ حیدریہ، نجف اشرف

۱۰۔ ابواب الجنان

مؤلف: شیخ خضر بن شلال آل خدام عفکاوی

اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم میں موجود ہے اور کتاب کا نمبر ۸۲۸ ہے

۱۱۔ ابو العلاء المعری

مؤلف: ڈاکٹر طہ حسین (متوفی ۱۹۷۳ء)،سن اشاعت: ۱۹۷۴ء پہلا ایڈیشن ،مطبوع ضمن مؤلفات ڈاکٹر طہ حسین، ناشر: دار الکتاب اللبنانی، بیروت

۱۲۔ اتحاف الاکابر فی تہذیب کتاب الکبائر

مؤلف: ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تنقیح وتعلیقہ: شیخ اسامہ محمد سید، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء پہلا ایڈیشن، ناشر: موسسہ الکتب الثقافیہ، بیروت

۱۳۔ الاتحاف بحب الاشراف

مؤلف: شیخ عبد اللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی (متوفی ۱۱۷۲ھ)، ناشر: المطبعۃ الادبیہ مصر ،آفسٹ دار الذخائر للمطبوعات قم

۱۴۔ اتحاف الوری فی اخبار ام القری

مؤلف: نجم الدین عمر بن محمد بن محمد قرشی ہاشمی مکی معروف بہ ابن فہد (متوفی ۸۸۵ھ)

۱۵۔ الاتقان فی علوم القرآن

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، سال اشاعت

۱۴۰۸ھ، ناشر: المکتبۃ العصریہ صیدا، بیروت، آفسٹ منشورات رضی دوسرا ایڈیشن

۱۶۔ الاجابة لایراد ما استدرکته عائشة علی الصحابة

مؤلف: بدر الدین زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ)، سال اشاعت: ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

۱۷۔ الاحادیث المختاره

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن حنبلی ضیاء مقدسی (متوفی ۶۴۳ھ)؛ تحقیق: عبدالملک بن عبداللہ بن دہیش؛ سال اشاعت ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء؛ ناشر: مکتبۃ النھضۃ، مکہ مکرمہ

۱۸۔ الاحتجاج

مؤلف: ابومنصور احمد علی بن ابی طالب طبرسی (متوفی ۶۲۰ھ)؛ تحقیق: ابراہیم بہادری اور محمد ہادی؛ سن اشاعت ۱۴۱۳ھ؛ ناشر: سازمان اوقاف وامور خیریہ، قم

۱۹۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبّان

مؤلف: محمد بن حبان بن احمد تمیمی بستی (متوفی ۳۵۴ھ)؛ ترتیب: علاء الدین علی بن بلبان فارسی (متوفی ۷۳۹ھ)؛ تحقیق: شعیب الارناؤط؛ سن اشاعت ۱۴۰۸ھ؛ ناشر: مؤسسہ الرسالہ، بیروت

۲۰۔ احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر مقدسی معروف بہ بشاری (متوفی ۳۷۵ھ)؛ مقدمہ، حاشیہ، فہرست: ڈاکٹر محمد مخزوم؛ سن اشاعت ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء؛ ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۲۱۔ احسن القصص

مؤلف: سید علی فکری (متوفی ۱۹۵۳ء)؛ سن اشاعت: ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء؛ ناشر: مطبعۃ عیسی البابی الحلبی، مصر

۲۲۔ احقاق الحق و ازهاق الباطل

مؤلف: سید نور اللہ حسینی شوشتری معروف بہ شہید ثالث (شہادت ۱۰۱۹ھ)؛ تعلیقہ و اضافات: آیۃ اللہ مرعشیؒ؛ ناشر: المطبعۃ الاسلامیہ، تہران

۲۳۔ الاحکام السلطانیۃ و الولایات الدینیۃ

مؤلف: ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی (متوفی ۴۵۰ھ)؛ سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ دوسرا ایڈیشن؛ ناشر: دفتر تبلیغات اسلامی، قم

۲۴۔ الاحکام السلطانیۃ و الولایات الدینیۃ

مؤلف: ابویعلی محمد بن حسین فراء حنبلی (متوفی ۴۵۸ھ)، تصحیح و اضافات: محمد الفقی؛ سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ؛ ناشر: آفسٹ دفتر تبلیغات اسلامی قم

۲۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام

مؤلف: علی بن احمد بن سعید معروف بہ ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ)؛ تحقیق: گروہ محققین؛ سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء؛ ناشر: دار الحدیث، قاہرہ

۲۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام

مؤلف: ابوالحسن علی بن محمد بن سالم تغلبی، سیف الدین آمدی (متوفی ۶۳۱ھ)؛ سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء؛ ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۷۔ احکام القرآن

مؤلف: احمد بن علی رازی جصاص (متوفی ۳۷۰ھ)؛ ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت؛

۲۸۔ احکام القرآن

مؤلف: عماد الدین محمد طبری معروف بہ کیاہراسی (متوفی ۵۰۴ھ)؛ سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ دوسرا ایڈیشن؛ ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۹۔ احیاء علوم الدین

مؤلف: ابوحامد محمد بن محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ)؛ تصحیح: زیر نظر عبد العزیز شیروانی؛ ناشر: دار القلم

، بیروت، تیسرا ایڈیشن

۳۰۔ احیاء المیت بفضائل اہل البیت ، مطبوع بر حاشیہ الاتحاف شبراوی

مؤلف: جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)؛ ناشر: المطبعۃ الادبیۃ مصر، آفسٹ دار الذخائر قم

۳۱۔ اخبار ابی تمام

مؤلف: ابوبکر محمد یحیی صولی (متوفی ۳۳۵ھ)؛ ناشر: المکتب التجاری، بیروت

۳۲۔ اخبار الاخیار من اسرار الابرار

مؤلف: عبد الحق بن سیف الدین دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ)؛ سن اشاعت ۱۲۸۰ھ؛ ناشر: مطبعۃ ہاشمی، پاکستان

۳۳۔ اخبار الدول و آثار الاول

مؤلف: احمد بن یوسف قرمانی (متوفی ۱۰۱۹ھ)؛ تحقیق: ڈاکٹر فہمی سعد اور ڈاکٹر احمد حطیطہ؛ سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء؛ ناشر: عالم الکتب، بیروت

۳۴۔ اخبار سید حمیری ، مطبوع در ذیل کتاب اخبار شعراء الشیعۃ

مؤلف: ابوعبد اللہ محمد بن عمران مرزبانی خراسانی (متوفی ۳۸۴ھ)؛ تحقیق: ڈاکٹر محمد ہادی امینی؛ سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء؛ ناشر: شرکۃ الکتبی، بیروت

۳۵۔ اخبار الظراف والمتماجنین

مؤلف: عبد الرحمن بن علی بن محمد قرشی بغدادی معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)؛ اضافات و پیشکش: محمد بحر العلوم؛ ناشر: مکتبۂ حیدریہ، نجف اشرف

۳۶۔ اخبار مکۃ و ما جاء فیہا من الآثار

مؤلف: ابو الولید محمد بن عبد اللہ بن احمد ازرقی (متوفی ۲۴۴ھ)؛ تحقیق: رشدی الصالح ملحس؛ سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار الاندلس، بیروت

۳۷۔ اختلاف الحدیث مطبوع در ذیل کتاب الام

مؤلف: محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ)، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۳۸۔ ادب الکاتب

مؤلف: ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کوفی دینوری (متوفی ۲۷۶ھ)، تحقیق: محمد یحیی الدین عبدالحمید

۳۹۔ الادب المفرد

مؤلف: محمد بن اسماعیل امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)، تحقیق: شیخ خالد عبدالرحمن العک، سن اشاعت: ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۹۹۶ء، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۴۰۔ الاذکیاء

مؤلف: ابو الفرج عبدالرحمن بن علی قرشی بغدادی معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، تحقیق: شیخ عبدالرحمن دیب الحلو، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: داراحیاء العلوم، بیروت

۴۱۔ الاربعین فی اصول الدین

مؤلف: محمد بن عمر رازی (متوفی ۶۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ھند

۴۲۔ الاربعین فی فضائل امیر المومنینؑ

مؤلف: امیر جمال الدین محدث ہروی (متوفی ۹۳۰ھ)، تحقیق: محمد حسن زبری، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: مجمع البحوث الاسلامیۃ، بیروت

۴۳۔ الارشاد

مؤلف: شیخ محمد بن محمد بن نعمان عکبری بگدادی معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ، ناشر: موسسہ آل البیت لاحیاء التراث قم

۴۴۔ الارشاد الی قواطع الادلہ فی اصول الاعتقاد

مؤلف: امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک جوینی (متوفی ۴۷۸ھ)، تحقیق: اسعد تمیم، سن اشاعت ۱۴۰۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسہ الکتب الثقافیۃ، بیروت

۴۵۔ ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری

مؤلف: شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

۴۶۔ ارشاد القلوب

مؤلف: حسن بن ابوالحسن محمد دیلمی از بزرگان قرن ہشتم، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ پہلا ایڈیشن، ناشر انتشارات رضی قم

۴۷۔ ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء

مؤلف: شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء، ناشر: سہیل اکیڈمی لاہور

۴۸۔ اسباب النزول

مؤلف: ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری (متوفی ۴۶۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۸ ہجری شمسی، ناشر: انتشارات رضی قم

۴۹۔ استبصار

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، ناشر: دار الکتب الاسلامیۃ تہران، تیسرا ایڈیشن

۵۰۔ استیعاب فی معرفۃ الاصحاب

مؤلف: ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ)، تحقیق: علی بن محمد بجاوی، ناشر: مطبعۃ نھضۃ مصر، قاہرہ

۵۱۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ

مؤلف: ابوالحسن علی بن ابی اکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم معروف بہ ابن اثیر (متوفی ۶۳۰ھ)، تحقیق: محمد ابراہیم البنا اور محمد احمد عاشور اور محمود عبدالوھاب، ناشر: دارالشعب، قاہرہ

۵۲۔ اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفی و فضائل اہل بیتہ الطاہرین مطبوع بر حاشیہ نور الابصار

مؤلف: شیخ محمد صبان (متوفی ۱۲۰۶ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیۃ اور دار احیاء التراث العربی، بیروت

۵۳۔ الاسماء والصفات

مؤلف: ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۵۴۔ اسنی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن درویش حوت بیروتی (متوفی ۱۲۷۶ھ)، ترتیب و پیشکش: شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن درویش حوت بیروتی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۵۵۔ اسنی المطالب فی مناقب سید نا علی بن ابی طالب

مؤلف: ابوالخیر شمس الدین محمد ابن محمد بن محمد جزری شافعی (متوفی (۸۳۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد ہادی امینی، ناشر: مطبعہ امیر المومنین اصفہان

۵۶۔ اسنی المطالب فی نجات ابی طالب

مؤلف: احمد زینی دحلان (متوفی ۱۳۰۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۵ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ ذات التحریر، مصر

۵۷۔ الاشباہ و النظائر فی النحو

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، نظر ثانی: ڈاکٹر فائز ترجینی، سن اشاعت: ۱۹۸۴ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

۵۸۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ

مؤلف: شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۸ھ، پہلا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۵۹۔ اصل زید الزراد (کتاب الاصول الستة عشر)

سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ناشر: انتشارات دار الشبستری (مطبہ مہدیہ)

۶۰۔ الاعتبار فی الناسخ و المنسوخ من الآثار

مؤلف: ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی (متوفی ۵۸۴ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبد المعطی امین قلعجی، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۸۹ء دوسرا ایڈیشن، قاہرہ، ناشر: جامعة الدراسات الاسلامیة، پاکستان

۶۱۔ الاعتقادات فی دین الامامیة

مؤلف: شیخ محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، تحقیق: غلام رضا مازندرانی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، ناشر: المطبعة العلمیة

۶۲۔ الاعلام

مؤلف: خیر الدین بن محمود بن محمد زرکلی (متوفی ۱۹۷۶ء)، سن اشاعت: ۱۹۸۴ء چھٹا ایڈیشن، ناشر: دار العلم للملایین، بیروت

۶۳۔ الاعلام بوفیات الاعلام

مؤلف: محمد بن احمد ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: ریاض عبد الحمید اور عبد الجبار زکار، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دار الفکر المعاصر، بیروت

۶۴۔ اعلام العراق

مؤلف: محمد بہجت اثری، سن اشاعت: ۱۹۲۷ء، ناشر: مطبعہ سلفیہ، قاہرہ

۶۵۔ الاعلام فی کتاب معجم البلدان حموی

استخراج و تحقیق: عبد الحسین شبستری، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ناشر: داراحیاء التراث العربی

۶۶۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین

مؤلف: شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر معروف بہ ابن قیم جوزی (متوفی ۷۵۱ھ)، تحقیق: طہ عبدالرؤف سعد، ناشر: دار الجیل، بیروت

٦٧۔ اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہباء (تاریخ حلب)

مؤلف: محمد راغب طباخ حلبی (متوفی ۱۳۷۰ھ)، تنقیح: محمد کمال، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار القلم العربی، حلب (شام)

٦٨۔ اعلام النبوۃ

مؤلف: ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی (متوفی ۴۵۰ھ)، تحقیق: سعید محمد لحام، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء، ناشر: دار مکتبۃ الھلال، بیروت

٦٩۔ اعلام النساء فی عالمی العرب و الاسلام

مؤلف: محمد رضا کحالۃ، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، پانچواں ایڈیشن، ناشر: مؤسسہ الرسالۃ، بیروت

٧٠۔ اعلام الوری باعلام الھدیٰ

مؤلف: ابوعلی فضل بن حسن طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

٧١۔ اعیان الشیعۃ

مؤلف: محسن امین عاملی (متوفی ۱۹۵۲ء)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار التعارف، بیروت

٧٢۔ الاغانی

مؤلف: ابوالفرج اصفہانی (متوفی ۳۵۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

٧٣۔ الافادۃ و الاعتبار فی الامور المشاہدۃ و الحوادث المعانیۃ

مؤلف: عبداللطیف بن یوسف بن محمد بغدادی (متوفی ۶۲۹ھ)

۷۴۔ اقامة الحجة علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعة
مؤلف: ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ھندی (متوفی ۱۳۰۴ھ)، تحقیق: عبدالفتاح ابوغدہ، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء، ناشر: مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب

۷۵۔ اقبال الاعمال
مؤلف: ابوالقاسم علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاوس (متوفی ۶۶۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۰ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب الاسلامیۃ، تہران

۷۶۔ الاکمال
مؤلف: علی بن ھبۃ اللہ ابی نصر بن ماکو (متوفی ۴۷۵ھ)، سن اشاعت: ۱۹۹۰ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۷۷۔ الاکمال
مؤلف: محمد بن علی بن حسن بن حمزہ شافعی (متوفی ۷۶۵ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء پہلا ایڈیشن، ناشر: جامعۃ الدراسات الاسلامیۃ، کراچی

۷۸۔ التقاط الدرر
مؤلف: محمد بن طیب قادری (متوفی ۱۱۸۷ھ)، تحقیق: ہاشم علوی قاسمی، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دارالآفاق الجدیدہ، بیروت

۷۹۔ الف باء
مؤلف: ابوالحجاج یوسف بن محمد بلوی (متوفی ۶۰۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: عالم الکتب، بیروت

۸۰۔ الفیة السیوطی فی علم الحدیث
مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تصحیح وشرح: احمد محمد شاکر، ناشر: دارالمعرفة

،بیروت

۸۱۔ الام

مؤلف: محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ)، تصحیح: محمد زہری نجار، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۸۲۔ الامالی

مؤلف: ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۳۔ امالی

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، تحقیق: گروہ محققین، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسہ بعثت، قم

۸۵۔ امالی محاملی

مؤلف: حسین بن اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن سعید محاملی بغدادی (متوفی ۳۳۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر ابراہیم قیسی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دارابن القیم، المکتبۃ الاسلامیۃ، عمان

۸۶۔ امالی مرتضی

مؤلف: ابوالقاسم علی بن الحسین موسوی معروف بہ شریف مرتضی (متوفی ۴۳۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۴ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: آفسٹ داراحیاء الکتب العربیۃ

۸۷۔ الامام علی بن ابی طالب

مؤلف: محمد رضا (متوفی ۱۳۶۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۸ھ، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، آفسٹ از طبع قاہرہ

۸۸۔ امام علی بن ابی طالب (مجموعہ کامل)

مؤلف: عبدالفتاح عبدالمقصود، ناشر: دارمکتبۃ التربیۃ ومکتبۃ العرفان، بیروت

۸۹.الامامة و السیاسة
مؤلف: ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (متوفی ۲۷۶ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۹۰۔ امتاع الاسماع
مؤلف: احمد بن علی مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ)، سن اشاعت: ۱۹۴۱ء، ناشر: مطبعۃ لجنۃ التالیف الترجمۃ والنشر، قاہرہ

۹۱۔ الامتاع و المؤانسة
مؤلف: ابوحیان توحیدی (متوفی ۳۸۰ھ)، تحقیق: احمد امین اور احمد ازین، ناشر: دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت

۹۲۔ امل الآمل
مؤلف: محمد بن حسن معروف بہ شیخ حر عاملی (متوفی ۱۱۰۴ھ)، تحقیق: سید احمد حسینی، سن اشاعت: ۱۳۸۵ھ، ناشر: دار الکتاب الاسلامی، آفسٹ از مطبعۃ الآداب، نجف اشرف

۹۳۔ املاء مامن به الرحمن
مؤلف: محب الدین عبداللہ بن حسین عکبری (متوفی ۶۱۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۹ھ، دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ البابی، مصر

۹۴۔ الامم لایقاظ الهمم
مؤلف: شیخ ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین کردی کورانی مدنی (متوفی ۱۱۰۲ھ)، ناشر: مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد دھند

۹۵۔ الاموال
مؤلف: ابوعبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۴ھ)، تحقیق: محمد خلیل ہراس، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

۹۶۔ انباء نجباء الانباء

مؤلف: ابو ہاشم محمد بن محمد بن ظفر صقلی مکی (متوفی ۵۶۵ھ)، ناشر: مصطفیٰ القبانی و سید محمد ہاشم کتبی

۹۷۔ ابناہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ

مؤلف: ابوالحسن علی بن یوسف قفطی (متوفی ۶۴۶ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، سن اشاعت: ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء، ناشر: دارالکتب المصریۃ، قاہرہ

۹۸۔ الانتصار

مؤلف: ابوالقاسم علی بن الحسین موسوی معروف بہ شریف مرتضی (متوفی ۴۳۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء، ناشر: انتشارات رضی قم، آفسٹ از مطبعۂ حیدریہ، نجف اشرف

۹۹۔ الانتصار

مؤلف: عبدالرحیم بن محمد بن عثمان الخیاط معتزلی (متوفی تقریباً ۳۰۰ھ)، نظر ثانی: محمد حجازی، ناشر: مکتبۃ الثقافۃ الدینیہ، قاہرہ

۱۰۰۔ الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، مالک و الشافعی و ابی حنیفۃ

مؤلف: ابوعمر یوسف بن عبدالبر نمری قرطبی (متوفی ۴۶۳ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۱۰۱۔ الانساب

مؤلف: ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی (متوفی ۵۶۲ھ)، تحقیق: عبداللہ عمر بارودی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالجنان، بیروت

یہی کتاب عبدالرحمن بن یحیی یمانی کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں نشر محمد امین دمج، بیروت نے زیور طبع سے آراستہ کی ہے۔

۱۰۲۔ انساب الاشراف

مؤلف: احمد بن یحیی بن جابر بلاذری (متوفی ۲۷۹ھ)، تحقیق: شیخ باقری محمودی، ناشر: موسسہ اعلمی، بیروت

۱۰۳۔انصاف عثمان
مؤلف: محمد احمد جادالمولی بک (متوفی ۱۹۴۴ء)، سن اشاعت: ۱۹۴۴ء، ناشر: مطبعۃ المعارف مصر

۱۰۴۔ الانوار لاعمال الابرار
مؤلف: یوسف اردبیلی (متوفی ۷۷۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء، ناشر: مطبعۃ الجمالیۃ، مصر

۱۰۵۔ انوار البدرین
مؤلف: شیخ علی بلادی بحرانی (متوفی ۱۳۴۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ، ناشر: انتشارات کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم

۱۰۶۔ انوار الربیع فی انواع البدیع
مؤلف: سید علی صدر الدین بن معصوم مدنی (متوفی ۱۱۲۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ النعمان، نجف اشرف

۱۰۷۔ الانوار النعمانیۃ
مؤلف سید نعمۃ اللہ موسوی جزائری (متوفی ۱۱۱۲ھ)، ناشر: تبریز، ایران

۱۰۸۔ الاوائل
مؤلف: حسن بن عبد بن سہل عسکری (متوفی بعداز ۳۹۵ھ)، سال اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱۰۹۔اوائل المقالات
مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن محمد بن نعمان عکبری بغدادی معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، ناشر: انتشارات داوری، قم

۱۱۰۔ ایضاح الاشتباہ

مؤلف: ابو منصور حسن بن یوسف بن مطہر معروف بہ علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۱۱۱۔ ایضاح المکنون فی ا لذیل علی کشف الظنون

مؤلف: اسماعیل پاشا ابن محمد امین بن میر سلیم بابانی بغدادی (متوفی ۱۳۳۹ھ)، سن اشاعت: ۱۹۴۱ھ، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت آفسٹ از طبع استنبول

۱۱۲۔ ایقا ظ همم او یی الابصار

مؤلف: صالح بن محمد بن نوح عمری وفلاتی (متوفی ۱۲۱۸ھ)، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۱۱۳۔ ایمان ابی طالب معرو ف به الحجة علی الذاهب الی تکفیر ابیطالب

مؤلف: شمس الدین ابوعلی فخار بن معد موسوی (متوفی ۶۳۰ھ)، تحقیق: سید محمد بحر العلوم، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: مکتبۃ سید الشهداء، قم

۱۱۴۔ البا بلیا ت

مؤلف: شیخ محمد علی یعقوبی (متوفی ۱۳۸۵ھ)، ناشر: آفسٹ دارالبیان، قم

۱۱۵۔البا رع فی اللغة

مؤلف: ابوعلی اسماعیل بن قاسم قالی (متوفی ۳۵۶ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۵ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالحضارۃ العربیۃ، بیروت

۱۱۶۔ بحا رالا نوا ر الجامعة لدر اخبار الائمة الا طهار

مؤلف: شیخ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء تیسرا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۱۱۷۔ البحر الرا ئق شرح کنز الد قائق

مؤلف: شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد مصری حنفی معروف بہ ابن نجیم (متوفی ۹۷۰ھ)، ناشر: المکتبۃ الرشیدیۃ، پاکستان

۱۱۸۔ البحر الزخار الجامع لمذاهب علماء الامصار

مؤلف: احمد بن یحی بن مرتضی (متوفی ۸۴۰ھ)، ناشر: دارالکتاب الاسلامی، قاہرہ

۱۱۹۔ البحر المحیط (تفسیر ابی حیان)

مؤلف: محمد بن یوسف بن علی بن حیان اندلسی معروف بہ ابن حیان (متوفی ۷۵۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۱۲۰۔ البدء والتاریخ

مؤلف: مطہر بن طاہر مقدسی (متوفی ۵۰۷ھ)، ناشر: مکتبۃ الثقافۃ الاسلامیۃ، قاہرہ

۱۲۱۔ بدائع البدایۃ، مطبوع بر حاشیہ کتاب شوا ھد التلخیص

مؤلف: علی بن ظافر بن حسین الفقیہ الوزیر (متوفی ۶۲۳ھ)

۱۲۲۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع

مولف: علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاشانی حنفی ملقب بہ ملک العلماء (متوفی ۵۸۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء پہلا ایڈیشن، ناشر: المکتبۃ الجبیبۃ، پاکستان

۱۲۳۔ بدایۃ المجتھد و نھایۃ المقصد

مؤلف: محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد قرطبی (متوفی ۵۹۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، ناشر: آفسٹ انتشارات رضی، قم

۱۲۴۔ البدایۃ و النھایۃ

مؤلف: عمادالدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی

۱۲۵۔ البدر الطالع

مؤلف: محمد بن علی شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۸ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ السعادۃ، قاہرہ

۱۲۶۔البرهان فی علوم القرآن

مؤلف: محمد بن عبد اللہ زرکشی (متوفی ۷۹۴ ھ)، تحقیق: مصطفیٰ عبد القادر عطا، سن اشاعت: ۱۴۰۸ ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: المکتبۃ العصریۃ، بیروت

۱۲۷۔ بشارة المصطفی لشیعة المرتضی

مؤلف: ابو جعفر محمد بن ابی القاسم محمد بن علی طبری (متوفی ۵۲۵ ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۳ ھ مطابق ۱۹۶۳ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: المکتبۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۱۲۸۔ بصائر الدرجات

مؤلف: ابو جعفر محمد بن حسن بن فروخ صفار قمی (متوفی ۲۹۰ ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ ھ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی

۱۲۹۔بغیة الراغبین فی سلسلة آل شرف الدین

مؤلف: عبد الحسین شرف الدین (متوفی ۱۳۷۷ ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ ھ مطابق ۱۹۹۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: الدراسات الاسلامیۃ، بیروت

۱۳۰۔ بغیة الطالب فی تاریخ الحلب

مؤلف: ابن العدیم عمر بن احمد ابی جرادۃ (متوفی ۶۶۰ ھ)، تحقیق: سہیل زکار، سن اشاعت: ۱۴۰۸ ھ مطابق ۱۹۸۸ء

۱۳۱۔ بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین و النحاة

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ ھ)، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، سن اشاعت: ۱۳۹۹ ھ مطابق ۱۹۷۹ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

۱۳۲۔ بلاغات النساء

مؤلف: احمد بن ابی طاہر طیفور (متوفی ۲۸۰ ھ)، ناشر: انتشارات رضی، قم

۱۳۳۔البلدان

مؤلف: احمد بن ابی یعقوب اسحاق بن واضح الکاتب معروف بہ یعقوبی (متوفی بعد از ۲۹۲ھ)،
ناشر: المکتبۃ المرتضویۃ، نجف اشرف

۱۳۴۔ بلوغ الارب فی معرفة احوال العرب
مؤلف: محمود شکری آلوسی بغدادی (متوفی ۱۳۴۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء،
ناشر: المطبعۃ الرحمانیۃ، مصر

۱۳۵۔ بهجة المحافل و بغية الاماثل
مؤلف: عماد الدین یحیی بن ابی بکر عامری (متوفی ۸۹۳ھ)، ناشر: المکتبۃ العلمیۃ، مدینہ منورہ

۱۳۶۔ بهجة النفوس
مؤلف: عبد اللہ بن ابی حمزہ ازدی اندلسی (متوفی ۶۹۹ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۲ء دوسرا ایڈیشن،
ناشر: دار الجیل، بیروت

۱۳۷۔ البيان فى اخبار المهدى صاحب الزمان
مؤلف: محمد بن یوسف گنجی (متوفی ۶۵۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ در بیروت

۱۳۸۔ البيان والتبيين
مؤلف: ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق
۱۹۸۸ء، ناشر: دار و مکتبۃ الہلال، بیروت

۱۳۹۔ البيان والتعريف فى اسباب ورود الحديث الشريف
مؤلف: ابراہیم بن محمد بن کمال الدین معروف بہ ابن حمزہ حنفی حسینی دمشقی (متوفی ۱۱۲۰ھ)، سن
اشاعت: ۱۴۰۲ھ در بیروت، پہلا ایڈیشن

۱۴۰۔ تاج التراجم فى صنف من الحنفية
مؤلف: ابو العدل قاسم بن قطلو بغا حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)، تحقیق: ابراہیم صالح، سن
اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دار المامون للتراث، بیروت

۱۴۱۔ تاج التفاسیر

مؤلف: محمد عثمان محمد ابی بکر کی (متوفی ۱۲۶۸ھ)

۱۴۲۔ التاج الجامع للاصول فی احادیث الرسول

مؤلف: منصور علی ناصف (متوفی ۱۹۵۱ء)، سن اشاعت: ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء، تیسرا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۱۴۳۔ تاج العروس من جواهر القاموس

مؤلف: محب الدین ابی الفیض محمد مرتضی حسینی واسطی زبیدی حنفی، سن اشاعت: ۱۳۰۶ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت آفسٹ از مطبعۃ الخیریۃ، مصر

۱۴۴۔ التاج فی اخلاق الملوک

مؤلف: ابوعثمان عمرو بن بحر بن محبوب جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، تحقیق: المحامی فوزی عطوی، سن اشاعت: ۱۹۸۰ء، ناشر: دار صعب، بیروت

۱۴۵۔ التاریخ

مؤلف: ابوزکریا یحیی بن معین (متوفی ۲۳۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر احمد نور سیف، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: مرکز البحث العلمی واحیاء التراث الاسلامی، مکۃ المکرمۃ

۱۴۶۔ تاریخ آداب اللغة العربیة، مطبوع ضمن مؤلفات جرجی زیدان

مؤلف: جرجی زیدان (متوفی ۱۹۱۴ء)، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء، ناشر: دار الجیل، بیروت

۱۴۷۔ تاریخ آل محمد

مؤلف: بہلول بہجت آفندی (متوفی ۱۳۵۰ھ)، ناشر: مطبعۂ امیر، تبریز

۱۴۸۔ تاریخ ابن خلدون

مؤلف: عبدالرحمن بن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ)، نظر ثانی: سہیل زکار، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ

مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

۱۴۹۔ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر الاعلام

مؤلف: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عمر عبدالسلام تدمری، سن اشاعت: ۱۹۹۰ء تیسرا ایڈیشن، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

۱۵۰ تاریخ اسماء الثقات

مؤلف: عمر بن احمد بن عثمان معروف بہ ابن شاہین (متوفی ۳۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۱۵۱۔ تاریخ بغداد

مؤلف: ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۱۵۲۔ تاریخ الامم و الملوک (تاریخ طبری)

مؤلف: ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دارالتراث، بیروت

۱۵۳۔ تاریخ التراث العربی

مؤلف: فؤاد سزگین، مترجم عربی: ڈاکٹر عرفہ مصطفیٰ، نظر ثانی: ڈاکٹر محمود حجازی اور سعید عبدالکریم، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، دوسرا ایڈیشن، ناشر: آفسٹ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی

۱۵۴۔ تاریخ تمدن اسلامی، مطبوع ضمن مؤلفات جرجی زیدان

مؤلف: جرجی زیدان (متوفی ۱۹۱۴ء)، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء، ناشر: دارالجیل، بیروت

۱۵۵۔ تاریخ الثقات

مؤلف: ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی (متوفی ۲۶۱ھ)، ترتیب: نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۴ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب

العلمیۃ، بیروت

۱۵۶۔ تاریخ الحکماء من کتاب اخبار العلماء باخبار الحکماء

مؤلف: جمال الدین ابی الحسن علی بن یوسف قفطی (متوفی ۶۴۶ھ)، ناشر: مکتبۃ المثنی، بغداد

۱۵۷۔تاریخ الخلفاء

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، ناشر: دارالفکر، بیروت

۱۵۸۔ تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس

مؤلف: حسین بن محمد بن حسن دیاربکری (متوفی ۹۶۶ھ)، ناشر: موسسہ شعبان، بیروت

۱۵۹۔ التاریخ الصغیر

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل معروف بہ امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۱۶۰۔ تاریخ طبرستان

مؤلف: بہاء الدین محمد بن حسن، تصحیح: عباس اقبال، سن اشاعت: ۱۳۲۰ ہجری شمسی

۱۶۱۔ تاریخ العراق بین احتلالین

مؤلف: عباس عزاوی (متوفی ۱۳۹۱ھ)، سن اشاعت: ۱۹۳۵ء)، ناشر: مطبعہ بغداد

۱۶۲۔تاریخ عمر بن الخطاب (سیرۃ عمر)

مؤلف: جمال الدین ابی الفرج عبدالرحمن بن علی ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سن اشاعت ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دارالرائد العربی، بیروت

۱۶۳۔ التاریخ الکبیر

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دارالفکر بیروت، آفسٹ از دائرۃ المعارف عثمانیہ، حیدرآباد ھند

۱۶۴۔تاریخ المدینہ

مؤلف: عمر بن شبۃ نمیری بصری (متوفی ۲۶۲ھ)، تحقیق: فہیم محمد شلتوت، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: آفسٹ دار الفکر، قم

۱۶۵۔ تاریخ مدینة دمشق (تاریخ ابن عساکر)
مؤلف: ابوالقاسم علی بن الحسین بن ھبۃ اللہ شافعی معروف بہ ابن عساکر (متوفی ۵۷۳ھ)، ناشر: دار البشیر، دمشق، آفسٹ از نسخہ کتب خانہ ظاہریہ دمشق

۱۶۶۔ تاریخ مزار شریف واقع بلخ
مؤلف: نور محمد کہکدائی، ناشر: نشر نعمانی، مکتبہ کابل، افغانستان

۱۶۷۔ تاریخ مصر الحدیث، مطبوع درضمن مؤلفات جرجی زیدان
مؤلف: جرجی زیدان (متوفی ۱۹۱۴ء)، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء، ناشر: دار الجیل، بیروت

۱۶۸۔ تاریخ نگارستان
مؤلف: احمد بن محمد غفاری کاشانی (متوفی ۹۷۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبہ حافظ، تہران

۱۶۹۔ تاریخ نیشاپور المنتخب من السیاق
مؤلف: عبدالغافر بن اسماعیل فارسی (متوفی ۵۲۹ھ)، انتخاب: ابراہیم بن محمد بن از ہر صریفینی (متوفی ۶۴۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۱۷۰۔ تاریخ واسط
مؤلف: اسلم بن سہل رزاز واسطی معروف بہ بحشل (متوفی ۲۹۲ھ)، تحقیق: کورگیس عواد، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء، ناشر: مطبعة المعارف، بغداد

۱۷۱۔ تاریخ یعقوبی
مؤلف: احمد بن ابی یعقوب اسحاق بن جعفر بن وھب بن واضح معروف بہ یعقوبی (متوفی ۲۹۲ھ

، ناشر: دار صادر، بیروت

۱۷۲۔ تاسیس الشیعة الکرام لعلوم الاسلام

مؤلف: سید حسن الصدر، ناشر: مکتبة الاعلمی، آفسٹ از شرکة النشر والطباعة العراقیة المحدودہ

۱۷۳۔ تاویل مختلف الحدیث فی الرد علی اعداء اہل الحدیث

مؤلف: ابومحمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ دینوری (متوفی ۲۷۶ھ)، تحقیق: عبدالقادر احمد عطا، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعہ احسان، قاہرہ

۱۳۲۶ھ میں یہی کتاب طبعة القدسی مصر سے چھپی اور ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں محمد زہر نجار کی تحقیق کے ساتھ طبعہ القاہرہ سے شائع ہوئی۔

۱۷۴۔ تبصرة العوام

مؤلف: ابوتراب المرتضی ابن الداعی رازی (۵۲۵ھ میں زندہ تھے)۔

۱۷۵۔ تبصرة المبتدی

مؤلف: ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)

اس کتاب کا عکسی نسخہ کتاب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم میں موجود ہے۔

۱۷۶۔ تبصیر المنتسبة فی تحری المشتبة

مؤلف: احمد بن علی حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، تحقیق: محمد علی نجار، سن اشاعت: ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۴ء، ناشر: الموسسة المصریة

۱۷۷۔ التبیان فی تفسیر القرآن

مؤلف: محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۱۷۸۔ تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفة

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دائرة المعارف النظامیة، حیدرآباد دکن ھند

۱۷۹۔ تتمة المختصر فی اخبار البشر (تاریخ ابن الوردی)

مؤلف: زین الدین عمر بن مظفر ابن الوردی (متوفی ۷۴۹ھ)، تحقیق: احمد رفعت بدراوی، ناشر: دارالمعرفة، بیروت

۱۸۰۔ تجارب السلف

مؤلف: ہندوشاہ بن سنجر بن عبداللہ صاحبی نخجوانی (۷۳۰ھ میں زندہ تھے)، تصحیح: عباس اقبال، سن اشاعت: ۱۳۵۷ہجری شمسی، تیسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبہ طہوری، تہران

۱۸۱۔ تجرید اسماء الصحابة

مؤلف: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تصحیح: صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، سن اشاعت: ۱۹۶۹ء، ناشر: شرف الدین کتبی ممبئی ھند

۱۸۲۔ تحریر الاحکام

مؤلف: حسن بن یوسف بن علی مطہر معروف بہ علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ)، ناشر: مؤسسة آل البیت

۱۸۳۔ التحریر الطائوس

مؤلف: الشیخ حسن بن زین الدین عاملی (متوفی ۱۰۱۱ھ)، تحقیق: فاضل الجواہری، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: سیدالشہداء، قم

۱۸۴۔ تحزیر الخواص من اکاذیب القصاص

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

۱۸۵۔ تحصیل عین الذھب

مؤلف: یوسف بن سلیمان بن عیسیٰ شنتمری (متوفی ۴۷۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۶ھ، ناشر: المطبعة الکبریٰ الامیریہ، بولاق، مصر

۱۸۶۔ تحفه اثنا عشریه

مؤلف: شاہ عبدالعزیز دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ، چوتھا ایڈیشن، ناشر: سہیل اکیڈمی، لاہور

۱۸۷۔ تحفة الاحباب و بغية الطلاب

مؤلف: نورالدین علی بن احمد بن عمر سخاوی (متوفی بعداز ۸۸۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء

۱۸۸۔ تحفة الاشراف فی معرفة الاطراف

مؤلف: جمال الدین بن الحجاج مزی (متوفی ۷۴۲ھ)، تحقیق: عبدالصمد شرف الدین، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: آفسٹ المکتب الاسلامی، بیروت

۱۸۹۔ تحقیق النصرة بتلخیص معالم دار الهجرة

مؤلف: زین الدین ابی الحسن بن الحسین ابن عمر (مرتوفی ۸۱۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء، ناشر: المکتبة العلمیة، مدینۂ منورہ

۱۹۰۔ التدوین فی اخبار قزوین

مؤلف: عبدالکریم بن محمد رافعی قزوینی (متوفی ۶۲۳ھ)، تحقیق: شیخ عزیز اللہ عطاردی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت

۱۹۱۔ التذکار فی افضل الاذکار

مؤلف: محمد بن احمد قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ)، تحقیق: سید احمد بن محمد بن صدیق غماری، سن اشاعت: ۱۳۵۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: محمد امین خانجی

۱۹۲۔ تذکرة الحزین

مؤلف: شیخ محمد بن علی حزین (متوفی ۱۱۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ، دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۂ تائید، اصفہان

۱۹۳۔ تذکرة الحفاظ
مؤلف: شمس الدین محمد ذہبی (متوفی ۸۴۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۴ھ، ناشر: دار الکتب العلمیة ، بیروت آفسٹ از مکتبة الحرم المکی، مکہ

۱۹۴۔ تذکرة الخواص
مؤلف: یوسف بن قزغلی بن عبداللہ بغدادی معروف بہ سبط ابن جوزی (متوفی ۶۵۴ھ)، ناشر: مکتبة نینوی الحدیثة، تہران

۱۹۵۔ تذکرة الشعراء (تذکرہ نصیرآبادی)
مؤلف: میرزا محمد طاہر نصیرآبادی اصفہانی (از بزرگان قرن ۱۲)، سن اشاعت: ۱۳۱۷ ہجری شمسی، ناشر: مکتبہ فروغی، مطبعہ ارمغان، تہران

۱۹۶۔ التذکرة فی احوال الموتی و الآخرة
مؤلف: محمد بن احمد قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ)، ناشر: دار الحدیث، مصر، پہلا ایڈیشن

۱۹۷۔ تذکرة الموضوعات
مؤلف: ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی بن احمد مقدسی (متوفی ۵۰۷ھ)، تحقیق: سید محمد امین، سن اشاعت: ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء، دوسرا ایڈیشن، ناشر: المطبعة المحمودیة التجاریة بالازہر، مصر

۱۹۸۔ الترغیب و الترهیب من الحدیث الشریف
مؤلف: ذکی الدین عبدالعظیم منذری (متوفی ۶۵۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الفکر للطباعة، بیروت

۱۹۹۔ تزئین الاسواق فی اخبار العشاق
مؤلف: داؤد بن عمر بصیر انطاکی (متوفی ۱۰۰۸ھ)، ناشر: دار و مکتبة الهلال، بیروت

۲۰۰۔ التسهیل لعلوم التنزیل
مؤلف: محمد بن احمد جزی کلبی (متوفی ۷۴۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، چوتھا

ایڈیشن، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

۲۰۱۔ تطهیر الجنان واللسان

مولف: احمد بن حجر هیتمی مکی (متوفی ۹۷۴ھ)، تحقیق: عبدالوهاب عبداللطیف، سن اشاعت: ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء، دوسرا ایڈیشن، ناشر: شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدہ، مکتبۃ القاهره، مصر

۲۰۲۔ تعجیل المنفعة بزوائد رجال الا ئمة الا ربعة

مولف: احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

۲۰۳۔ التعظیم والمنة

مولف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد، هند

۲۰۴۔ تفسیر ابن کثیر

مولف: ابوالفداء اسماعیل بن کثیر دمشقی (متوفی ۷۷۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دارالفکر للطباعۃ القاهره

۲۰۵۔ تفسیر ابی السعود

مولف: ابوالسعود محمد بن محمد عماری (متوفی ۹۵۱ھ)، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۲۰۶۔ تفسیر ابو الفتوح رازی

مولف: جمال الدین حسین بن محمد خزاعی رازی نیشاپوری (از بزرگان قرن ششم)، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ، ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ

۲۰۷۔ تفسیر بغوی (معالم التنزیل)

مؤلف: حسین بن مسعود فراء بغوی (متوفی ۵۱۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۲۰۸۔ تفسیر بیضاوی

مؤلف: عبداللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی (متوفی ۶۹۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۰۹۔ تفسیر جلالین

مؤلفین: جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، جلال الدین المحلی (متوفی ۸۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۲۱۰۔ تفسیر خازن (لباب التاویل فی معانی التنزیل)

مؤلف: علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی (متوفی ۷۴۱ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۲۱۱۔ تفسیر روح البیان

مؤلف: اسماعیل حقی بروسوی (متوفی ۱۱۳۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء ساتواں ایڈیشن، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۱۲۔ تفسیر عیاشی

مؤلف: محمد بن مسعود بن عیاشی سلمی سمرقندی (متوفی ۳۲۰ھ)، ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ، تہران

۲۱۳۔ تفسیر فرات کوفی

مؤلف: فرات بن ابراہیم بن فرات کوفی (از بزگان قرن سوم و چہارم)، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۲۱۴۔ تفسیر القرآن العظیم

مؤلف: ابن ابی حاتم رازی عبدالرحمن (متوفی ۳۲۷ھ)، تحقیق: ڈاکٹر احمد عبداللہ عمادی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ، ناشر مکتبۃ الدار، المدینۃ المنورۃ و دار طیبۃ، ریاض

۲۱۵۔ تفسیر قمی

مؤلف: علی بن ابراہیم قمی (از بزگان قرن سوم و چہارم)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، ناشر: دار الکتاب، قم

۲۱۶۔ التفسیر الکبیر (تفسیر رازی)

مؤلف: فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ)، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۲۱۷۔ تفسیر ماوردی (النکت والعیون)

مؤلف: ابوالحسن علی بن حبیب ماوردی (متوفی ۴۵۰ھ)، تحقیق: عبدالمقصود عبدالرحیم، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۲۱۸۔ تفسیر المنار

مؤلفین: شیخ محمد عبدہ (متوفی ۱۳۲۳ھ)، محمد رشید رضا (متوفی ۱۳۵۴ھ)، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۲۱۹۔ تفسیر نسفی

مولف: عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی (متوفی ۷۰۱ھ)، ناشر: دارالفکر، بیروت

۲۲۰۔ تقریب التهذیب

مؤلف: احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۰ھ، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۲۲۱۔ تقویۃ الایمان بردّ تزکیۃ ابن ابی سفیان

مؤلف: محمد بن عقیل بن عبداللہ علوی حسینی (متوفی ۱۳۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء، ناشر المکتبۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۲۲۲۔ تقویم المحسنین

مؤلف: ملا محسن فیض کاشانی (متوفی ۱۰۹۱ھ)، ناشر: دارالسلطنت، تبریز

۲۲۳۔ تکملۃ الاکمال

مؤلف: محمد بن عبدالغنی بن نقطۃ البغدادی (متوفی ۶۲۹ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالقیوم عبدرب النبی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر جامعۃ ام القریٰ، مکہ مکرمہ

۲۲۴۔تکملة امل الآمل
مؤلف:سید حسن صدر (متوفی ۱۳۵۴ھ)،تحقیق:سید احمد حسینی ،سن اشاعت:۱۴۰۶ھ،ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی

۲۲۵۔تکملة الرجال
مؤلف: شیخ عبد النبی کاظمی (متوفی ۱۳۵۶ھ)،تحقیق: محمد صادق بحر العلوم،ناشر:مطبعة الآداب، نجف اشرف

۲۲۶۔التکملة لوفیات النقلة
مولف: عبد العظیم بن عبد القوی منذری (متوفی ۶۵۶ھ)،تحقیق: ڈاکٹر بشارت عواد معروف، سن اشاعت:۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء،ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت

۲۲۷۔ تلبیس ابلیس (نقد العلم والعلماء)
مؤلف: ابو الفرج ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)،سن اشاعت: ۱۹۴۰ء،ناشر:مکتبة التحریر بغداد، آفسٹ از مکتبة المتنبی القاہرہ

۲۲۸۔ التلخیص، مطبوع بر حاشیہ المستدرک علی الصحیحین
مؤلف: شمس الدین ابو عبد اللہ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)،سن اشاعت:۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء ، پہلا ایڈیشن

۲۲۹۔ تلخیص الجیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر
مؤلف: احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)،تحقیق: عبد اللہ ہاشم یمانی مدنی ،سن اشاعت:۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء،ناشر: مدینہ منورہ

۲۳۰۔ تلخیص المتشابة فی الرسم
مؤلف: احمد بن علی ابو بکر خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)،سن اشاعت: ۱۹۸۵ھ پہلا ایڈیشن،ناشر: دار طلاس، دمشق

۲۳۱۔ تلخیص مجمع الآداب

مؤلف: عبدالرزاق بن احمد معروف بہ ابن فوطی (متوفی ۷۲۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر مصطفیٰ جواد، سن اشاعت: ۱۹۶۷ء، ناشر وزارۃ الثقافۃ، دمشق

۲۳۲۔ تمام المتون فی شرح رسالۃ ابن زیدون

مؤلف: خلیل بن ایبک صفدی (متوفی ۷۶۴ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، سن اشاعت: ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء، ناشر: دارالفکر العربی، بیروت

۲۳۳۔ التمهید فی اصو ل الدین

مؤلف: ابوبکر محمد بن طیب باقلانی (متوفی ۴۰۳ھ)، ناشر: دارالفکر العربی، القاہرہ

۲۳٤۔ التمهید فی بیان التو حید

مؤلف: ابوشکور محمد بن عبدالسعید کشی حنفی، ناشر: دارالکتب النعمانیۃ، کابل افغانستان. دوسرا ایڈیشن

۲۳۵۔ تمییز الطیب من الخبیث

مؤلف: عبدالرحمٰن بن علی شیبانی ابن الربیع (متوفی ۹۴۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۸ء تیسرا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۲۳٦۔ التنبیه والا شراف

مؤلف: ابوالحسن علی بن الحسین مسعودی (متوفی ۳۴۵ھ)، تحقیق: عبداللہ اسماعیل، سن اشاعت: ۱۳۵۷ھ، ناشر: دارالصاوی، قاہرہ

۲۳۷۔ التنبیه والرد علی اهل الا هو اء والبدع

مؤلف: محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن ملطی (متوفی ۳۷۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء، ناشر: مکتبۃ المثنی بغداد، مکتبۃ المعارف، بیرورت

۲۳۸۔ تنزیل الآیا ت علی الشو اهد (شرح شوا هد الکشا ف)

مؤلف: محب الدین محمد بن ابی بکر بن داؤد آفندی (متوفی ۱۰۱٦ھ)، ناشر: مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ

البابی الحلبی، مصر

۲۳۹ ۔ تنزیل القرآن

مؤلف: الزھری، سن اشاعت: ۱۹۶۳ء، ناشر: صلاح الدین المنجد، بیروت

۲۴۰ ۔ تنزیه الشریعة المرفوعة عن الاخبار الشیعة الموضوعة

مؤلف: علی بن محمد بن عراق الکنانی (متوفی ۹۶۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت

۲۴۱ ۔ تنقیح المقال فی علم الرجال

مؤلف: عبد اللہ بن محمد حسن مامقانی (متوفی ۱۳۵۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۲ھ، ناشر: المطبعة المرتضویة، نجف اشرف

۲۴۲ ۔ تنویر الحوالک فی شرح موطا مالک

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، ناشر: دار الندوة الجدید، بیروت

۲۴۳ ۔ تنویر المقابس من تفسیر ابن عباس

مؤلف: محمد بن یعقوب فیروز آبادی شافعی (متوفی ۸۱۷ھ)، ناشر: مطبعة الاستقامة، قاہرہ

۲۴۴ ۔ تهذیب الآثار

مؤلف: محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، تحقیق: محمود محمد شاکر، ناشر: مطبعة المدنی، قاہرہ

۲۴۵ ۔ تهذیب الاحکام

مؤلف: شیخ الطائفہ ابو جعفر شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، ناشر: دار الکتب الاسلامیة، تہران

۲۴۶ ۔ تهذیب الاسماء واللغات

مؤلف: ابو زکریا محیی الدین بن شرف نووی (متوفی ۶۷۶ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت

۲۴۷ ۔ تهذیب تاریخ دمشق الکبیر

مؤلف: شیخ عبد القادر بن بدران (متوفی ۱۳۴۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ تیسرا ایڈیشن،

ناشر: داراحیاء التراث العربی ، بیروت

۲۴۸۔ تھذیب التھذیب

مؤلف: احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء ، پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۲۴۹۔ تھذیب الکامل فی اللغة والادب

مؤلف: السباعی بیومی، سن اشاعت: ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء، ناشر: مطبعة السعادة، مصر

۲۵۰۔ تھذیب الکمال فی اسماء الرجال

مؤلف: جمال الدین ابی الحجاج مزی (متوفی ۷۴۲ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عواد معروف، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت

۲۵۱۔ تھذیب المقال فی تنقیح کتاب الرجال

مؤلف: محمد بن علی موحد الابطحی اصفہانی

۲۵۲۔ توضیح الاشتباہ والاشکال

مؤلف: محمد علی ساروی (۱۱۹۳ھ میں حیات سے تھے)، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ، ناشر: انتشارات دانشگاہ، تہران

۲۵۳۔ توضیح المشتبه

مؤلف: محمد بن عبداللہ بن محمد قیس معروف بہ ابن ناصر (متوفی ۸۴۲ھ)، تحقیق: محمد نعیم عرقسوسی، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت

۲۵۴۔ التیسیر بشرح الجامع الصغیر

مؤلف: عبدالرؤف مناوی (متوفی ۱۰۳۱ھ)، سن اشاعت: ۱۲۸۶ھ، ناشر: دار الطباعة، مصر

۲۵۵۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول

مؤلف: عبدالرحمٰن بن علی معروف بہ ابن الدیبع (متوفی ۹۴۴ھ)، ناشر: دارالفکر، بیروت

۲۵۶۔ الغور الباسمة
مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: محمد سعید طریحی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مرکز الدراسات والبحوث الاسلامیة، بیروت

۲۵۷۔ الثقات
مؤلف: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم تمیمی البستی (متوفی ۳۵۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء، ناشر: دارالفکر بیروت، آفسٹ از مجلس دائرۃ المعارف العثمانیة حیدرآباد، ھند

۲۵۸۔ ثمار القلوب فی المضاف والمنسوب
مؤلف: ابومنصور عبدالملک بن محمد بن اسماعیل ثعالبی نیشاپوری (متوفی ۴۲۹ھ)، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، ناشر: دارالمعارف، قاہرہ

۲۵۹۔ ثمرات الاوراق
مؤلف: ابوبکر بن علی بن عبداللہ حموی، تقی الدین معروف بہ ابن حجة (متوفی ۸۳۷ھ)، ناشر: مکتبة الخانجی، مصر، پہلا ایڈیشن

۲۶۰۔ ثواب الاعمال و عقاب الاعمال
مؤلف: شیخ صدوق محمد بن جعفر بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ قمی (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۸ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: انتشارات رضی قم

۲۶۱۔ جامع الاحادیث
مولف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، جمع آوری و ترتیب: عباس احمد صقر اور احمد عبدالجواد، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: مکتب البحوث والدراسات فی دارالفکر، بیروت

۲۶۲۔ جامع الاصول من احادیث الرسول
مولف: ابوالسعادات مبارک بن محمد ابن الجزری (متوفی ۶۰۶ھ)، محمد حامد الفقی، سن اشاعت

:۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۲۶۳۔ جامع بیان العلم و فضله

مؤلف: ابوعمر یوسف بن عبدالبر قرطبی (متوفی ۴۶۳ھ)، تعلیم و پیشکش: محمد عبدالقادر احمد عطا، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۵ء، ناشر: مؤسسہ الکتب الثقافۃ، بیروت

۲۶۴۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن

مؤلف: ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

۲۶۵۔ جامع الشواهد

مولف: محمد بن علی اردبیلی (متوفی ۱۱۰۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۱ھ ہجری شمسی، ناشر: مطبعہ رنگین، قم

۲۶۶۔ جامع الشواهد

مؤلف: مولی محمد باقر شریف، ناشر: انتشارات فیروز آبادی، قم

۲۶۷۔ الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۲۶۸۔ الجامع فی الرجال

مؤلف: موسیٰ زنجانی، سن اشاعت: ۱۳۹۴ھ در قم

۲۶۹۔ الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی)

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۲۷۰۔ الجامع المختصر فی عنوان التواریخ و عیون السیر

مؤلف: ابو طالب بن ابی تاج الدین معروف بہ ابن ساعی خازن (متوفی ۶۷۴ھ)، تحقیق: مصطفیٰ جواد، سن اشاعت: ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء، ناشر: المطبعة السريانية الكاثوليكية بغداد

۲۷۱۔ جامع مسانید ابی حنیفة

مؤلف: ابو المؤید محمد بن محمود بن محمد خوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ)، ناشر: حیدر آباد، ھند

۲۷۲۔ جامع المقال فیما یتعلق با حوال الحدیث والرجا ل

مؤلف: شیخ فخر الدین طریحی بن محمد ابن علی رحامی نجفی طریحی (متوفی ۱۰۸۵ھ)، تحقیق: محمد کاظمی طریحی، ناشر: مکتبۃ جعفری تبریزی۔ تہران

۲۷۳۔ الجرح والتعدیل

مؤلف: ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس بن منذر تمیمی حنظلی رازی (متوفی ۱۰۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، ھند

۲۷۴۔ جزء

مؤلف: حسن بن عرف العبدی (متوفی ۲۵۷ھ)، تحقیق: عبد الرحمٰن بن عبد الجبار فریوانی، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: مکتبۃ دار الاقصیٰ، کویت

۲۷۵۔ جلاء العینین فی محا کمة الا حمدین

مؤلف: سید نعمان خیر الدین معروف بہ ابن آلوسی بغدادی (متوفی ۱۳۱۷ھ)

۲۷۶۔ جلاء العیون

مولف: علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۳ھ، ناشر: المطبعة المرتضوية، نجف اشرف

۲۷۷۔ جمع الجو امع

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)

اس کتاب کا قلمی نسخہ دار الکتب المصریۃ میں موجود ہے جس کا نمبر ۹۵ ہے

۲۷۸۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل

مؤلف: شیخ علی بن سلطان محمد قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت، دوسرا ایڈیشن

۲۷۹۔ جمھرۃ خطب العرب

مؤلف: احمد ذکی صفوت، سن اشاعت: ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: المکتبۃ العلمیۃ، بیروت

۲۸۰۔ جمھرۃ رسائل العرب

مؤلف: احمد ذکی صفوت، سن اشاعت: ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ البابی الحلبی، مصر

۲۸۱۔ جمھرۃ اللغۃ

مؤلف: ابو بکر محمد بن حسن بن درید (متوفی ۳۲۱ھ)، تحقیق: ڈاکٹر رمزی منیر بعلبکی، سن اشاعت: ۱۹۸۷ھ، ناشر: دار العلم للملایین، بیروت

۲۸۲۔ الجوامع الفقیۃ (کتب فقہی کا مجموعہ)

مؤلفین: متعدد فقہائے شیعۃ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی، قم

۲۸۳۔ جواھر الاخبار والآثار

مؤلف: محمد بن یحیی بہران صعدی (متوفی ۹۵۷ھ)، تحقیق: عبد اللہ محمد صدیق اور عبد الحفیظ سعید، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، دار الکتاب الاسلامی قاہرہ

۲۸۴۔ جواھر العقدین (قلمی)

مؤلف: نو الدین حسنی سمہودی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ)

۲۸۵۔ جواھر الکلام فی شرح شرائع الاسلام

مؤلف: شیخ محمد حسن نجفی (متوفی ۱۲۶۶ھ)، تحقیق: شیخ عباس قوچانی، ناشر: دار احیاء التراث

العربی بیروت، ساتواں ایڈیشن

۲۸۶۔ الجو اهر المضیة فی طبقا ت الحنفیة

مؤلف: عبد القادر بن محمد بن ابی الوفا قرشی حنفی (متوفی ۷۷۵ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبد الفتاح محمد الحلو، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء، ناشر: مکتبۃ الایمان، قاہرہ

۲۸۷۔ جوا هر المطا لب فی منا قب الاما م علی بن ابی طا لب

مؤلف: شمس الدین ابو البرکات محمد بن احمد باعونی (متوفی ۸۷۱ھ)، تحقیق: محمد باقری محمودی، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیۃ

۲۸۸۔ الجو هر النقی مطبو ع در ذیل سنن بیہقی

مؤلف: علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی معروف بہ ابن ترکمانی (متوفی ۷۵۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۴ھ، ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد ھند

۲۹۸۔ الجو هر فی نسب النبی و اصحا به العشرة

مؤلف: محمد بن ابی بکر تلمسانی (۶۷۶ھ میں زندہ تھے)، تحقیق: محمد تونجی، سن اشاعت: ۱۴۰۳ مطابق ۱۹۸۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الرفاعی، ریاض

۲۹۰۔ حاشیه ابن عا بد ین (منحة الخا لق علی البحر الرائق)

مؤلف: محمد امین معروف بہ ابن عابدین (متوفی ۱۲۵۲ھ)، ناشر: مکتبہ رشیدیہ، پاکستان

۲۹۱۔ حا شیة الحلبی علی المو اقف، مطبو ع در ضمن کتا ب شرح المواقف

مؤلف: حسن بن محمد شاہ فناری حلبی (متوفی ۸۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مصر

۲۹۲۔ حا شیة الحفنی شرح الجا مع الصغیر، مطبوع بر حا شیه السراج المنیر

مؤلف: محمد بن سالم حفنی (متوفی ۱۰۸۱ھ)، ناشر: دار الفکر، بیروت

۲۹۳۔ حاشیة السندی (شرح سنن نسائی)

مؤلف: محمد بن عبد الهادی سندی حنفی ابو الحسن کبیر (متوفی ۱۱۳۸ھ)، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۲۹۴۔ حاشیة السیالکوتی، مطبوع در ضمن شرح المواقف

مؤلف: عبد الحکیم بن محمد سیالکوٹی (متوفی ۱۰۶۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: انتشارات رضی، قم

۲۹۵۔ حاضر العالم الاسلامی

مؤلف: لوثروب ستودار دامیرکی، سن اشاعت: ۱۳۵۲ھ، ناشر: مطبعة عیسی البابی الحلبی، قاہرہ

۲۹۶۔ الحاوی للفتاوی

مؤلف: جلاء الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۲۹۷۔ حبیب السیر

مؤلف: خواند میر غیاث الدین ہمام الدین حسینی، سن اشاعت: ۱۳۳۳ھ ہجری شمسی

۲۹۸۔ الحدائق الناضرة فی احکام العترة الطاهرة

مؤلف: شیخ یوسف بحرانی (متوفی ۱۱۸۶ھ)، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۲۹۹۔ الحدائق الندیة فی شرح فوائد الصمدیة (چاپ سنگی)

مؤلف: سید علی خان مدنی ابن احمد معروف بہ ابن معصوم (متوفی ۱۱۱۹ھ)

۳۰۰۔ الحدائق الوردیة فی مناقب ائمة الزیدیه

مؤلف: حسام الدین حمید بن احمد محلی (متوفی ۶۵۲ھ)، ناشر: دار اسامة، دمشق

۳۰۱۔ حدیقة الشیعة

مؤلف: احمد بن محمد معروف بہ مقدس اردبیلی (متوفی ۹۹۳ھ)، ناشر: مطبعہ سعدی، تہران

۳۰۲۔ حسن التوسل فی آداب زیا رۃ افضل الرسل

مؤلف: عبدالقادر فاکہی (متوفی ۹۸۹ھ)، ناشر: مصطفی البابی، مصر

۳۰۳۔ حسن الا ثر

مؤلف: محمد بن سید درویش الحوت (متوفی ۱۲۷۶ھ)، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۳۰۴۔ حضا رۃ العر ب

مؤلف: غوستاف لوبون (متوفی ۱۹۳۱ء)، مترجم عربی: عادل زعیتر، ناشر: عیسی البابی، مصر

۳۰۵۔ حقا ئق التا ویل فی متشا به التنزیل

مؤلف: محمد بن حسین بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر معروف بہ سید رضی (متوفی ۴۰۶ھ)

، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، ناشر: مؤسسہ بعثت، تہران

۳۰۶۔ حلیۃ الا ولیاء و طبقات الا صفیاء

مؤلف: ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (متوفی ۴۳۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷

، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

۳۰۷۔ الحمساسۃ

مؤلف: ضیاء الدین ابوالسعادات حبۃ اللہ بن علی علوی معروف بہ ابن شجرۃ (متوفی ۵۴۲ھ)،

سن اشاعت: ۱۳۵۴ھ، ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد ھند

۳۰۸۔ الحوادث الجا معة والتجا رب النا فعة فی الما ئة السا بعة

مؤلف: کمال ابی الفضل عبدالرزاق بن فوطی (متوفی ۷۲۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق

۱۹۸۷ء، ناشر: دارالفکر الحدیث، بیروت

۳۰۹۔ حیا ۃ الحیوا ن الکبری

مؤلف: کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری (متوفی ۸۰۸ھ)، ناشر: مطبہ آرمان، تہران

۳۱۰۔ حیا ۃ محمد

مؤلف: امیل درمنغم، مترجم عربی: عادل زعیتر، سن اشاعت: ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء، ناشر: دار احیاء الکتب العربیۃ، عیسی البابی، قاہرہ

۳۱۱۔ حیاة محمد (پانچواں ایڈیشن)

مؤلف: محمد حسین ھیکل (متوفی ۱۹۵۶ھ)

۳۱۲۔ کتاب الحیوان

مؤلف: ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۳۱۳۔ خاتمة المستدرك

مؤلف: میرزا حسین بن محمد تقی معروف بہ محدث نوری (۱۳۲۰ھ)، ناشر: مؤسسۃ اسماعیلیان، قم

۳۱٤۔ خاتمة وسائل الشيعة الى تحصيل مسائل الشريعة

مؤلف: محمد بن حسن معروف بہ شیخ حر عاملی (متوفی ۱۱۰۴ھ)، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۳۱۵۔ الخرائج و الجرائح

مؤلف: قطب الدین راوندی (متوفی ۵۷۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسہ الامام المھدی، قم

۳۱٦۔ خزانة الادب و غاية الارب

مؤلف: شیخ تقی الدین ابی بکر بن حجۃ حموی (متوفی ۸۳۷ھ)، سن اشاعت: ۱۹۸۷ھ، ناشر: دار ومکتبۃ الھلال، بیروت

۳۱۷۔ خزانة الادب ولب لباب لسان العربی

مؤلف: عبدالقادر بن عمر بغدادی (متوفی ۱۰۹۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الخانجی، قاہرہ

۳۱۸۔ خزینۃ الاسرار

مؤلف: محمد حقی نازلی، سن لواءآیدین کوزلحصار (متوفی ۱۳۰۱ھ)، ناشر: دارالجیل، بیروت

۳۱۹۔ الخصائص

مؤلف: ابوالفتح عثمان بن جنی الموصلی (متوفی ۳۹۲ھ)، تحقیق: محمد علی نجار، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ تیسرا ایڈیشن، ناشر: الھیئۃ المصریۃ العامۃ الکتاب، قاہرہ

۳۲۰۔ خصائص الائمۃ

مؤلف: محمد بن حسین معروف بہ سید رضی (متوفی ۴۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، ناشر: آستان قدس رضوی مشہد مقدس

۳۲۱۔ خصائص امیر المومنینؑ

مؤلف: محمد بن حسین معروف بہ سید رضی (متوفی ۴۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۹ھ، ناشر: مکتبۃ ومطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۳۲۲۔ خصائص امیر المومنینؑ

مؤلف: احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۲ھ)، تحقیق: احمد میر بن بلوشی، کویت

۳۲۳۔ الخصائص العشرۃ الکرام البررۃ

مؤلف: محمود بن عمر زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ)، سن اشاعت: ۱۹۶۸ھ در بغداد

۳۲۴۔ الخصائص الکبری

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۳۲۵۔ خصائص الوحی المبین (خصائص ابن بطریق)

مؤلف: یحیی بن حسن حلی معروف بہ ابن بطریق (متوفی ۶۰۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: وزارت ارشاد، ایران

۳۲۶۔ الخصال

مؤلف: ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ ھ)، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۳۲۷۔ خطط المقریزی (المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار)

مؤلف: تقی الدین ابی العباس احمد بن علی مقریزی (متوفی ۸۴۵ ھ)، ناشر: دار صادر، بیروت

۳۲۸۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر

مولف: محمد بن فضل اللہ بن محب اللہ (متوفی ۱۱۱۱ ھ)، ناشر: دار صادر، بیروت

۳۲۹۔ خلاصۃ تذھیب تھذیب الکمال فی اسماء الرجال

مؤلف: صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی (از بزرگان قرن دہم)، تحقیق: محمود غانم غیث، سن اشاعت: ۱۳۹۲ھ، ناشر: منشورات مکتبۃ القاہرہ، مطبعۃ الفجالۃ الجدیدہ

۳۳۰۔ الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان

مؤلف: احمد بن حجر ہیثمی مکی (متوفی ۸۵۲ ھ)

۳۳۱۔ دائرۃ المعارف

مؤلف: المعلم بطرس البستانی (متوفی ۱۳۰۰ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۳۳۲۔ دائرۃ المعارف الاسلامیۃ

عربی مترجمین: احمد شنتاوی، ابراہیم ذکی خورشید، عبد الحمید یونس، نظر ثانی: ڈاکٹر محمد مہدی، علام، ناشر: دار الفکر، بیروت

۳۳۳۔ دائرۃ معارف القرن العشرین

مؤلف: محمد فریدی وجدی (متوفی ۱۳۷۳ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۱ء تیسرا ایڈیشن، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۳۳۴۔ الدر المختار فی شرح تنویر الابصار

مولف: علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی (متوفی ۱۰۸۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۲ھ

۳۳۵۔ الدر لمنثور فی التفسیر با الماثو ر

مؤلف: عبدالرحمن جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۳۳۶۔ الدر المنثور فی طبقا ت ربات الخدور

مؤلف: زینب بنت یوسف فواز العاملی (متوفی ۱۳۳۲ھ)، ناشر: دار المعرفۃ بیروت، دوسرا ایڈیشن

۳۳۷۔ الدر النظیم فی منا قب الا ئمۃ اللھما میم (قلمی سن کتا بت ۷۳۴ھ)

مؤلف: جمال الدین یوسف بن حاتمی الشامی (از برگان قرن ہفتم)

۳۳۸۔ د را سا ت اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ با لحبیب

مؤلف: معین ابن محمد ملقب بہ امین سندی (متوفی ۱۱۶۱ھ)، تحقیق: محمد عبدالرشید نعمانی، سن اشاعت: ۱۹۵۷ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ العرب، پاکستان

۳۳۹۔ الدرا یۃ فی علم مصطلح الحدیث

مؤلف: زین الدین عاملی معروف بہ شہید ثانی (متوفی ۹۶۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ تیسرا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ الغدیر قم

۳۴۰۔ الدرج المنیقۃ فی الآبا ء الشریفۃ

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ تیسرا ایڈیشن، ناشر: مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد، ھند

۳۴۱۔ الدرجا ت الرفیعۃ فی طبقا ت الشیعۃ

مؤلف: صدرالدین سید علی خان شیرازی مدنی (متوفی ۱۱۲۰ھ)، پیش کش: سید محمد صادق بحر العلوم، سن اشاعت: ۱۳۹۷ھ، ناشر: مکتبہ بصیرتی قم

۳۴۲۔ الدررا لسنیة فی الر دعلی الوھا بیة

مؤلف: احمد زینی دحلان ۱۳۰۴ھ، ناشر: دار جوامع الکلم، قاہرہ دوسرا ایڈیشن

۳۴۳۔ الدرر الکا منة فی اعیان الما ئة الثا منة

مؤلف: شہاب الدین احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۸ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ دائرۃ العثمانیۃ، حیدر آباد، ھند

۳۴۴۔ الدررة المنتثرة

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: محمود الا رنا ؤط، محمد بدر الدین قھو جی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: مکتبۃ دار العرفۃ، کویت

۳۴۵۔ الدرة الثمینة فی تا ریخ المدینة

مؤلف: محمد بن محمود نجار (متوفی ۶۴۳ھ)، ناشر: مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ، مکہ مکرمہ

۳۴۶۔ الدرة المضیئة فی الرد علی ابن تیمیة

مؤلف: ابو الحسن تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی (متوفی ۷۵۶ھ)

۳۴۷۔ دفع شبه من شبه و تمرد

مؤلف: تقی الدین ابی بکر حصین (متوفی ۸۲۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۰ھ، ناشر: دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر

۳۴۸۔ دلا ئل النبوة

مؤلف: ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد اصفہانی (متوفی ۴۳۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء، ناشر: المکتبۃ العربیۃ، حلب

۳۴۹۔ دلائل النبوة و معرفة احوا ل صا حب الشر یعة

مؤلف: ابو بکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبد المعطی قلعجی، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۵۰۔ الدمعة الساکبه فی احوال سید الانبیاء والمرسلین واله لمهامین

مولف: محمد باقر ابن عبدالکریم دہشتی بہبہانی (متوفی ۱۲۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: مکتبۃ العلوم العامۃ بحرین، مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

۳۵۱۔ دمیة القصر و عصرة اهل العصر

مؤلف: علی بن الحسین بن علی باخرزی (متوفی ۴۶۷ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد نوبختی، سن اشاعت: ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

۳۵۲۔ دول الاسلام

مؤلف: شمس الدین ابوعبداللہ ذہبی (متوفی ۷۴۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

۳۵۳۔ دول العرب وعظماء الاسلام

مؤلف: احمد شوقی (متوفی ۱۹۳۲ھ)، سن اشاعت: ۱۹۳۳ء، ناشر: مطبعہ، مصر

۳۵۴۔ الدیات

مؤلف: ابوبکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم ضحاک (متوفی ۲۸۷ھ)، تحقیق: محمد بدرالدین ابی فراس نعسانی حلبی ازہری، سن اشاعت: ۱۳۲۳ھ، ناشر: مطبعۃ التقدم، مصر

۳۵۵۔ الدیباج المذهب فی معرفة اعیان المذهب (مطبوع در قاہرہ)

مؤلف: ابن فرحون مالکی (متوفی ۷۹۹ھ)

۳۵۶۔ دیوان ابن منیر الرومی

مؤلف: ابوالحسن علی بن عباس بن جریج (متوفی ۲۸۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر حسین نصار، سن اشاعت: ۱۹۷۴ء، ناشر: دارالکتب، قاہرہ

۳۵۷۔ دیوان ابن منیر طربلسی

مؤلف: ابوالحسن احمد بن منیر بن احمد بن مفلح طرابلسی الرفا (متوفی ۵۴۸ھ)، جمع آوری و پیشکش:

ڈاکٹر عمر عبد السلام تدمری، سن اشاعت: ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الجلیل، بیروت

۳۵۸۔ دیوان ابی تمام

مؤلف: حبیب بن اوس طائی (متوفی ۲۲۸ھ)، تحقیق: ڈاکٹر شاہین عطیہ، ناشر: دار صعب، بیروت

۳۵۹۔ دیوان ابی العتاهية

مؤلف: اسماعیل بن قاسم بن سوید عینی (متوفی ۲۱۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء، ناشر: دار صادر، بیروت

۳۶۰۔ دیوان ابی فراس

مؤلف: حارث بن سعید بن حمدونی (متوفی ۳۵۷ھ)، سن اشاعت: دار صادر، بیروت

۳۶۱۔ دیوان امیر شهاب الدین ابی الفوارس

مؤلف: سعد بن محمد صیفی تمیمی بغدادی معروف بہ حیص بیص (متوفی ۵۷۴ھ)، ناشر: سلسلة کتب التراث، عراق

۳۶۲۔ دیوان جریر (متوفی ۱۱۰ھ)

شارح: تاج الدین شلق، سن اشاعت ۱۴۱۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۳۶۳۔ دیوان حاتم طائی (متوفی ۴۶ھ)

ناشر: دار صادر، بیروت

۳۶۴۔ دیوان حسان بن ثابت (متوفی ۵۴ھ)

مؤلف: استاد عبد اللہ المهنا، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، ناشر: دار الکتب العلمية، بیروت

۳۶۵۔ دیوان حافظ ابرہیم (متوفی ۱۹۳۲ء)

ترتیب و تحقیق: احمد امین، احمد زین، ابراہیم آبیاری، ناشر: دار العودة، بیروت

۳۶۶۔ دیوان شریف رضی

مؤلف: ابوالحسن محمد بن حسین بن موسیٰ معروف بہ سید رضی (متوفی ۴۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: وزارت ارشاد، ایران

۳۶۷۔ دیوان شر مرتضی

مؤلف: ابوالقاسم علی بن حسین موسوی معروف بہ سید مرتضی (متوفی ۴۳۶ھ)، تحقیق: رشید صفار نظر ثانی: مصطفیٰ جواد، پیش کش: شیخ محمد رضا شبیبی، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الہدیٰ الاسلامیۃ، بیروت

۳۶۸۔ دیوان شیخ الا باطح ابی طالب

جمع آوری: ابوھفان عبداللہ بن احمد مہزمی (متوفی ۲۵۷ھ)، تحقیق: شیخ محمد باقری محمودی، ناشر: مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیۃ، پہلا ایڈیشن

۳۶۹۔ دیوان الشیخ صالح الکواز حلی (متوفی ۱۲۹۰ھ)

جمع آوری وشرح: محمد علی یعقوبی، سن اشاعت: ۱۳۸۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: انتشارات رضی، قم

۳۷۰۔ دیوان صاحب بن عباد (متوفی ۳۸۵ھ)

تحقیق واستدراک: شیخ محمد حسن آل یاسین، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ قائم آل محمد، قم

۳۷۱۔ دیوان صفی الدین حلی

مؤلف: عبدالعزیز بن سرایا (متوفی ۷۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار بیروت للطباعۃ، بیروت

۳۷۲۔ دیوان صوری

مؤلف: عبدالمحسن بن محمد بن احمد صوری (متوفی ۴۱۹ھ)، تحقیق: مکی سید جاسم اور شاکر ھادی شکر، سن اشاعت: ۱۹۸۱ء، ناشر: دار الرشید، بغداد

۳۷۳۔ دیوان عبد الباقی فاروقی عمری (متوفی ۱۲۷۹ھ)

سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ ، ناشر: مطبعہ حسن طوخی، مصر

۳۷۴۔ دیوان علی بن جہم (متوفی ۲۴۹ھ)

تحقیق: خلیل مردم بک ، ناشر: دارالآفاق الجدیدۃ بیروت، دوسرا ایڈیشن

۳۷۵۔ دیوان مہیار دیلمی

مؤلف: ابوالحسن مہیار بن مرزویہ دیلمی (متوفی ۴۲۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب المصریۃ، قاہرہ

۳۷۶۔ دیوان المؤید فی الدین داعی الدعاۃ (متوفی ۴۷۰ھ۔)

تحقیق: محمد کامل حسین، سن اشاعت: ۱۹۴۹ء، ناشر: دارالکاتب المصری

۳۷۷۔ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ

مؤلف: محب الدین احمد بن عبداللہ طبری (متوفی ۶۹۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۶ھ، ناشر: مکتبۃ القدسی، قاہرہ

۳۷۸۔ الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ

مؤلف: آقا بزرگ تہرانی (متوفی ۱۳۸۹ھ) ، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۳۸۹ھ، ناشر: دارالاضواء، بیروت

۳۷۹۔ الذریعۃ الطاہرہ

مؤلف: ابو محمد بن احمد بن حماد انصاری رازی دولابی (متوفی ۳۱۰ھ)، تحقیق: سید محمد جواد حسینی جلالی ، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۳۸۰۔ ذکر اخبار اصفہان

مؤلف: ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (متوفی ۴۳۰ھ) ، سن اشاعت: ۱۹۳۱ء، ناشر: مطبعہ بریل، لیدن

۳۸۱۔ ذکر اسماء التابعین

مؤلف: ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی (متوفی ۳۸۵ ھ)، تحقیق: بوران ضناوی اور کمال یوسف حوت
، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت

۳۸۲۔ ذیل تاریخ بغداد

مؤلف: محمد بن محمود بن حسن معروف بہ ابن نجار (متوفی ۶۴۳ ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء، ناشر: دارالکتب العلمیۃ آفسٹ از وزارۃ المعارف للحکومۃ العالیۃ، ھند

۳۸۳۔ ذیل تاریخ مدنیۃ السلام بغداد

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن سعید معروف بہ ابن دبیثی (متوفی ۶۳۸ ھ)، تحقیق: بشار معروف، سن اشاعت: ۱۹۷۴ء، ناشر: دارالسلام، بغداد

۳۸۴۔ ربیع الابرار ونصوص الاخبار

مؤلف: ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری (متوفی ۵۳۸ ھ)، تحقیق: ڈاکٹر سلیم نعیمی، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: انتشارات رضی قم

۳۸۵۔ رجال العلامۃ الحلی

مؤلف: حسن بن یوسف بن علی بن مطہر معروف بہ علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ ھ)، تحقیق: سید محمد صادق بحرالعلوم، سن اشاعت: ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۳۸۶۔ الرجال

مؤلف: تقی الدین حسن بن علی بن داؤد حلی (متوفی ۷۰۷ ھ)، تحقیق: سید محمد صادق بحرالعلوم،
سن اشاعت: ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۳۸۷۔ رجال طوسی

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن معروف شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ ھ)، تحقیق: سید محمد صادق بحرالعلوم
، سن اشاعت: ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۳۸۸۔ رجال کشی (اختیار معرفة الرجال)

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، تحقیق: سید مہدی رجائی، تصحیح و تعلیقہ: میر داماد استر آبادی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، ناشر: مؤسسہ آل البیت

۳۸۹۔ رجال نجاشی

مؤلف: شیخ ابوالعباس احمد بن علی بن عباس نجاشی کوفی (متوفی ۴۵۰ھ)، تحقیق: سید موسیٰ شبیری زنجانی، سن اشاعت ۱۴۱۳ھ چوتھا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۳۹۰۔ رحلة ابن بطوطة

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم لواتی معروف بہ ابن بطوطہ (متوفی ۷۷۹ھ) سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: دار بیروت

۳۹۱۔ رحلة ابن جبیر

مؤلف: ابوالحسین محمد بن احمد بن جبیر کنانی (متوفی ۶۱۴ھ)، ناشر: دار صادر، بیروت

۳۹۲۔ رحمة الامة فی اختلاف الائمة مطبوع بر حاشیہ میزان الکبریٰ شعرانی

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن دمشقی شافعی (متوفی بعداز ۷۸۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

۳۹۳۔ الرد علی المتعصب العنید

مؤلف: ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، تحقیق: شیخ محمد کاظم محمودی، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء

۳۹۴۔ رد المختار علی الدر المختار

مؤلف: محمد امین بن عمر بن عابدی دمشقی (متوفی ۱۲۵۳ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۹۵ ۔ رسائل الجاحظ

مؤلف: ابوعثمان عمرو بن بحر بن محبوب ملقب بہ جاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، پیش کش: ڈاکٹر علی ابو ملحم، سن اشاعت: ۱۹۹۱ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الھلال، بیروت

۳۹۶ ۔ الرسالۃ

مؤلف: محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ)، تحقیق: احمد محمد شاکر، ناشر: دار الکتب لعلمیۃ، بیروت

۳۹۷ ۔ رسالہ ابی غالب الرازی

مؤلف: احمد بن محمد بن سلیمان شیبانی کوفی بغدادی (متوفی ۳۶۸ھ)، تکملہ: ابوعبداللہ غضائری (متوفی ۴۱۱ھ)، تحقیق: سید محمد رضا حسینی، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ، ناشر: دفتر تبلیغات اسلامی، قم

۳۹۸ ۔ الرسالۃ الخراجیۃ

مؤلف: شیخ علی بن الحسین بن عبد العال کرکی معروف بہ محقق ثانی (متوفی ۹۴۰ھ)، تحقیق: گروہ محققین، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۳۹۹ ۔ رسائل الشریف المرتضیٰ

مؤلف: علی بن حسین موسوی معروف بہ سید مرتضی (متوفی ۴۳۶ھ)، پیش کش: مہدی رجائی، زیر نظر: احمد حسینی، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ناشر: دار القرآن الکریم قم

۴۰۰ ۔ رسالۃ الغفران

مؤلف: ابوالعلاء المعرّی (متوفی ۴۴۹ھ)، تحقیق: محمد عزت نصر اللہ، سن اشاعت: ۱۹۹۸ء، ناشر: المکتبۃ الثقافۃ، بیروت

۴۰۱ : رسالۃ فی معنی المولی، مطبوع در ضمن مطبوعات شیخ مفید

مؤلف: محمد بن محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ، ناشر: جامعۃ مدرسین، قم

۴۰۲ ۔ رشفة الصادی من بحر فضا ئل بنی النبی الهادی

مؤلف: ابوبکر بن شہاب الدین علوی حضرمی (متوفی ۱۳۴۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۳ھ، ناشر: المطبعۃ الاعلامیۃ، مصر قاہرہ

۴۰۳ ۔ رغبة الآمل فی کتاب الکامل

مؤلف: علامہ سید بن علی مرصفی (متوفی ۱۳۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۹۶۹ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ دار البیان، بغداد

۴۰۴ ۔ روح المعا نی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثا نی

مؤلف: شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی (متوفی ۱۲۷۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء چوتھا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۴۰۵ ۔ الروض الانف فی تفسیر السیرة النبو یة لا بن هشام

مؤلف: ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ خثعمی سہیلی (متوفی ۵۸۱ھ)، تحقیق: طہٰ عبدالرؤف سعد اور عبدالرحمٰن الوکیل ، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۴۰۶ ۔ الرو ض البسا م بتر تیب و تخر یج فو ائد تما م

مؤلف: بن محمد عبداللہ رازی دمشقی (متوفی ۴۱۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۴ء، ناشر: دارالبشائر الاسلامیۃ، بیروت

۴۰۷ روض الر یاحین فی حکا یا ت الصا لحین

مؤلف: عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی مکی (متوفی ۷۶۸ھ)، ناشر: مؤسسۃ عماد الدین، قبرص

۴۰۸ ۔ الرو ض الفا ئق فی المو اعظ و الر قا ئق

مؤلف: شیخ شعیب بن عبداللہ بن سعد مصری معروف بہ حریفیش (متوفی ۸۱۰ھ)، ناشر: مکتبۃ الجمھوریۃ العربیۃ، قاہرہ

۴۰۹ ۔ روض المنا ظر فی اخبار الا وا ئل و الاوا خر (تا ریخ ابن شحنه)

مطبوع بر حاشیہ مروج الذهب

مؤلف: ابوالولید محمد بن محمود بن شحنہ حنفی (متوفی ۸۱۵ھ) ، سن اشاعت: ۱۳۰۳ھ پہلا ایڈیشن ، ناشر: المطبعۃ الازھریۃ، مصر

۴۱۰ ۔ روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات

مؤلف: میرزا محمد باقر موسوی خوانساری (متوفی ۱۳۱۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۲ھ، ناشر: انتشارات اسماعیلیان قم

۴۱۱ ۔ الروضۃ البہیۃ فی شرح اللمعۃ الدمشقیۃ

مؤلف: زین الدین عاملی معروف بہ شہید ثانی (شہادت ۹۶۶ھ)، تحقیق: سید محمد علی کلانتر، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: نجف اشرف

۴۱۲ ۔ روضۃ الصفاء فی سیرۃ الانبیاء والملوک والخلفاء

مؤلف: میر خواند محمد بن خاوند شاہ ابن محمود (متوفی ۹۰۳ھ) ، ناشر: تہران

۴۱۳ ۔ روضۃ الصفاء ناصری ، مطبوع با روضۃ الصفاء میر خواند

مؤلف: رضا قلی خان بن محمد ہادی بن اسماعیل متخلص بہ ہدایت (متوفی ۱۲۸۸ھ)

۴۱۴ ۔ روضۃ الکافی

مؤلف: ابوجعفر محمد یعقوب کلینی (متوفی ۳۲۹ھ)، تعلیقہ: علی اکبر غفاری، سن اشاعت: ۱۳۸۹ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب الاسلامیۃ، تہران

۴۱۵ ۔ روضۃ الناظرین فی شرح من لا یحضرہ الفقیہ

مؤلف: محمد تقی مجلسی (متوفی ۱۰۷۰ھ)، تعلیقات: سید حسین موسوی کرمانی، شیخ علی پناہ اشتہاردی ، سن اشاعت: ۱۳۹۳ھ پہلا ایڈیشن درقم

۴۱۶ ۔ روضۃ الناظرین وخلاصۃ مناقب الصالحین

مؤلف: احمد ضیاء الدین محمد وتری موصلی شافعی (متوفی ۹۸۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر منیر محمود وتری، سن

اشاعت: ۱۹۷۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ المعارف، بغداد

٤١٧ ۔ الروضة الندية شرح التحفة العلوية

مؤلف: محمد بن اسماعیل صنعانی ملقب بہ امیر (متوفی ۱۱۸۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۱ھ، ناشر: مطبعۃ وزارۃ المعارف، یمن

٣١٨ ۔ روضة الواعظين

مؤلف: شیخ محمد فتال نیشاپوری (متوفی ۵۰۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء، ناشر: المکتبۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

٤١٩ ۔ رياض الجنة

مؤلف: میرزا محمد حسن حسینی زنوری (متوفی ۱۲۱۸ھ)، تحقیق: علی رفیعی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی

٤٢٠ ۔ رياض الصالحين من كلام سيد المرسلين

مؤلف: محی الدین ابی زکریا یحیی بن شرف النووی (متوفی ۶۷۱ھ)، تعلیقہ: رضوان محمد رضوان، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

٤٢١ ۔ رياض العارفين

مؤلف: رضا قلی خان بن محمد ہادی ہدایت (متوفی ۱۲۸۸ھ)

٤٢٢ ۔ رياض العلماء و حياض الفضلاء

مؤلف: میرزا عبد اللہ آفندی اصفہانی (از بزرگان قرن ۱۲)، تحقیق: سید احمد حسینی، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی

٤٢٣ ۔ رياض المصائب

مؤلف: سید محمد مہدی بن محمد موسوی تنکابنی (متوفی بعد از ۱۲۵۰ھ)

٤٢٤ ۔ رياض النضرة فی مناقب العشرة المبشرين بالجنة

مؤلف: ابوجعفر احمد بن عبداللہ محب طبری (متوفی ۶۹۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الندوة الجدیدہ، بیروت

۴۲۵ ۔ ریحانة الالباء و زهرة الحياة الدنيا

مؤلف: شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی (متوفی ۱۰۶۹ھ)، تحقیق: عبدالفتاح محمد الحلو، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعہ عیسی البابی الحلبی، قاہرہ

۴۲۶ ۔ زاد المسير في علم التفسير

مؤلف: ابوالفرج جمال الدین بن علی بن محمد (معروف بہ) ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء پہلا ایڈیشن، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

۴۲۷ ۔ زادالمعاد في هدي خير العباد

مؤلف: ابوعبداللہ بن قیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ)، ناشر: دار الفکر، بیروت

۴۲۸ ۔ الزهد

مؤلف: احمد بن محمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۲۹ ۔ زهر الآداب و ثمار الالباب

مؤلف: ابواسحاق ابراہیم بن علی قیروانی (متوفی ۴۵۳ھ)، شارح: ڈاکٹر زکی مبارک، تحقیق: محمد محیی الدین عبدالحمید، ناشر: دار الجیل، بیروت، چوتھا ایڈیشن

۴۳۰ ۔ زوائد المسند

مؤلف: عبداللہ بن احمد بن حنبل (متوفی ۲۹۰ھ)، ترتیب وتعلیقہ: ڈاکٹر عامر حسن صبری، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت

۴۳۱ ۔ زيد الشهيد

مؤلف: عبدالرزاق موسوی مقرم (متوفی ۱۳۹۱ھ)، ناشر: المکتبۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۴۳۲ ۔ سبل السلام

مؤلف: محمد بن اسماعیل کحلانی صنعانی (متوفی ۱۱۸۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۶۰ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۴۳۳ ۔ سبل الهدی و الرشاد فی سیرة خیر العباد

مؤلف: محمد بن یوسف صالحی شامی (متوفی ۹۴۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت

۴۳۴ ۔ سرالسلسلة العلویة

مؤلف: ابونصر سہل بن عبداللہ بن داؤد بن سلیمان بخاری (متوفی ۳۴۱ھ میں زندہ تھے)، تعلیقہ وپیش کش: محمد صادق بحرالعلوم، سن اشاعت: ۱۹۶۲ء، ناشر: المطبعة الحیدریة، نجف اشرف

۴۳۵ ۔ سر العالمین وکشف ما فی الدارین

مولف: ابو حامد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبة الثقافة الدینیة، نجف اشرف

۴۳۶ ۔ السراج المنیر (تفسیر شربینی)

مؤلف: خطیب شربینی (متوفی ۹۷۷ھ)، ناشر: دارالمعرفة بیروت، بیروت

۴۳۷ ۔ سفر السعادة، مطبوع بر حاشیه کشف الغمه شعرانی

مؤلف: محمد بن یعقوب شیرازی فیروزآبادی (متوفی ۸۱۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۶ھ، ناشر: دارالکتب العربیة الکبریٰ، مصر

۴۳۸ ۔ سفینة البحار

مؤلف: شیخ عباس قمی (متوفی ۱۳۵۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: سازمان اوقاف وامور خیریہ، قم

۴۳۹ ۔ السقیفة وفدک

مؤلف: ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری (متوفی ۳۲۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد ہادی امینی، سن اشاعت: ۱۹۹۳ء دوسرا ایڈیشن در بیروت

۴۴۰۔ سلافة العصر فی محاسن الشعراء بکل عصر

مؤلف: سید علی خان مدنی (متوفی ۱۱۲۰ھ)، ناشر: المکتبة الرضویة لاحیاء الآثار الجعفریة

۴۴۱۔ سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر

مؤلف: سید محمد خلیل مرادی بخاری دمشقی نقشبندی (متوفی ۱۲۰۶ھ)، ناشر: دار الکتاب الاسلامی، قاہرہ

۴۴۲۔ السمط المجید

مؤلف: صفی الدین احمد بن محمد بن عبدالنبی انصاری مدنی معروف بہ قشاشی (متوفی ۱۰۷۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۷ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دائرة المعارف النظامیة، ہند

۴۴۳۔ سمط النجوم العوالی

مؤلف: عبدالملک بن حسین بن عمید الملک عصامی مکی (متوفی ۱۱۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۰، ناشر: المکتبة السلفیة، قاہرہ

۴۴۴۔ سنن ابن ماجه

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی (متوفی ۲۷۵ھ)، تحقیق: محمد فواد عبدالباقی، ناشر: دار الفکر، بیروت

۴۴۵۔ سنن ابی داؤد

مؤلف: ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ازدی (متوفی ۲۷۵ھ)، تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۴۴۶۔ سنن ترمذی

مؤلف: ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورة (متوفی ۲۷۹ھ)، تحقیق: احمد محمد شاکر، ناشر: دار الفکر، بیروت

٤٤٧ ۔ سنن دارمی

مؤلف: ابومحمد عبداللہ بن بہرام دارمی (متوفی ۲۵۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

٤٤٨ ۔ سنن سعید بن منصور بن شعبہ خرسانی مکی (متوفی ۲۲۷ھ)

تحقیق: حبیب الرحمٰن اعظمی

٤٤٩ ۔ سنن نسائی

مؤلف: احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۲ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالغفاری سلیمان بنداری اور سید کسروی حسن، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

٤٥٠ ۔ سنن بیہقی

مؤلف: ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، ناشر: دارالفکر، بیروت

٤٥١ ۔ السنۃ

مؤلف: ابوبکر عمرو بن ابی عاصم ضحاک بن مخلد شیبانی (متوفی ۲۸۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

٤٥٢ ۔ سیرۃ ابن اسحاق

مؤلف: محمد بن اسحاق بن یسار (متوفی ۱۵۱ھ)، تحقیق: ڈاکٹر سہیل زکار، ناشر: دارالفکر

٤٥٣ ۔ سیر اعلام النبلاء

مولف: شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: شعیب ارنوط اور حسین اسد، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ ساتواں ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

٤٥٤ ۔ سیرۂ حلبیہ

مؤلف: علی بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی (متوفی ۱۰۴۴ھ)، ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ، بیروت

٤٥٥ ۔ سیرۂ ملائی (وسیلۃ المتعبدین)

مؤلف: ابوحفص عمر بن محمد بن خضر ملاء موصلی (متوفی ۵۷۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء پہلا ایڈیشن، ناشر: وزارۃ المعارف حیدر آباد، ھند

٤٥٦ ـ سيرة المويد في الدين

مولف: ھبۃ اللہ بن موسی بن داؤد شیرازی المؤید فی الدین (متوفی ۴۷۰ھ)، تحقیق: محمد کامل حسین، سن اشاعت: ۱۹۴۹ء، ناشر: دار الکاتب المصری، قاہرہ

٤٥٧ ـ السيرة النبوية

مؤلف: عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری معروف بہ ابن ہشام (متوفی ۲۱۸ھ)، تحقیق: مصطفی السقاء ابراہیم آبیاری عبد الحفیظ شلبی، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

٤٥٨ ـ السيرة النبوية والآثار المحمدية

مؤلف: احمد زینی دحلان (متوفی ۱۳۰۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۰ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المطبعۃ المیمنیۃ، مصر

٤٥٩ ـ السيرة النبوية (عيون الاثر في فنون المغازي والشمائل والسير)

مؤلف: محمد بن عبد اللہ بن یحیی بن سید الناس (متوفی ۷۳۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، ناشر: مؤسسۃ عز الدین، بیروت

٤٦٠ ـ الشافي في الامامة

مؤلف: علی بن حسین موسوی معروف بہ سید مرتضی (متوفی ۴۳۶ھ)، تحقیق: سید عبد الزہراء حسینی، ناشر: مؤسسۃ الصادق، تہران

٤٦١ ـ شذرات الذهب في اخبار من ذهب

مؤلف: عبد الحی بن احمد بن محمد عسکری دمشقی معروف بہ ابن العماد حنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار ابن کثیر، بیروت، دمشق

٤٦٢ ۔ الشذور الذهبية فی ترا جم الا ئمة الا ثنی عشر ية عند الاما مة
مؤلف: محمد بن علی طولون صالحی (متوفی ۹۵۳ھ)

٤٦٣ ۔ شرح الا خبار فی فضا ئل الا ئمة الا طهار
مولف: قاضی نعمان بن محمد تمیمی مصری (متوفی ۳۶۳ھ)، تحقیق: سید محمد حسینی جلالی ، سن اشاعت ۱۴۰۹ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

٤٦٤۔ شرح بائية سيد خميری ، مطبوع در ضمن رسا ئل سيد مرتضی
شارح: سید مرتضی (متوفی ۴۳۶ھ) ، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: دار القرآن الکریم، قم

٤٦٥ ۔ شرح تجر يد (چا پ سنگی)
مؤلف: علاء الدین علی بن محمد قوشجی (متوفی ۸۸۷ھ)

٤٦٦ ۔ شرح الجا مع الصغير (السرا ج المنير)
مؤلف: علی بن احمد بن نور الدین محمد بن ابراہیم عزیزی (متوفی ۱۰۷۰ھ)، ناشر: مکتبۃ عیسی البابی الحلبی ،مصر

٤٦٧ ۔ الشرح الجلی علی بيتی المو صلی
مولف: شیخ احمد آفندی البربیر (متوفی ۱۲۲۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۲ھ، ناشر: المطبعۃ الادبیۃ ،بیروت

٤٦٨ ۔ شرح ديوا ن ابی العتا هية
مؤلف: اسماعیل بن قاسم بن سوید عیسی معروف بہ ابی العتاھیۃ (متوفی ۲۱۱ھ)، ناشر: دار صعب ،بیروت

٤٦٩ ۔ شرح ديوان امير المو منين
مؤلف: حسین بن معین الدین میبدی (متوفی ۸۷۰ھ)

٤٧٠ ۔ شرح ديو ان الحما سة لا بی تمام

مؤلف: یحیی بن علی خطیب تبریزی (متوفی ۵۰۲ھ)، ناشر: دارالقلم بیروت، پہلا ایڈیشن

٤٧١ ۔ شرح الزرقانی علی موطا الامام مالك

مؤلف: محمد زرقانی (متوفی ۱۱۲۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

٤٧٢ ۔ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية

مؤلف: محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی (متوفی ۱۱۲۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

٤٧٣ ۔ شرح سنن ابن ماجة

مؤلف: ابوالحسن محمد بن عبدالہادی حنفی سندی (متوفی ۱۱۳۸ھ)، ناشر: دارالجیل، بیروت

٤٧٤ ۔ شرح السنة

مؤلف: حسین بن مسعودی بغوی (متوفی ۵۱۶ھ)، تحقیق: شیخ علی محمد معوض اور شیخ عادل احمد عبد الموجود، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

٤٧٥ ۔ شرح السير الكبير

مؤلف: محمد بن احمد ابی سہل سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدرآباد، ہند

٤٧٦ ۔ شرح الشفا

مؤلف: ملاعلی بن سلطان محمد ہروی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

٤٧٧ ۔ شرح الشمائل ،مطبوع برحاشیه شرح الشمائل قاری

مؤلف: عبدالرؤف مناوی مصری (متوفی ۱۰۰۳ھ)، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

٤٧٨ ۔ شرح شواهد المغنی

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تعلیقہ: احمد ظافر کوجان، ناشر: نشر ادب

الحوزۃ، قم

۴۷۹۔ شرح القصائد الهاشمیات (الروضۃ المختارۃ)

مؤلف: کمیت بن زید اسدی (متوفی ۱۲۶ھ)، ناشر: انتشارات رضی، قم

۴۸۰۔ شرح قصیدہ بانت سعاد

مؤلف: ابو محمد جمال الدین عبداللہ بن ہشام انصاری (متوفی ۷۶۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۴ھ در مصر

۴۸۱۔ شرح المعلقات السبع

مؤلف: ابو عبداللہ حسن بن احمد زوزنی (متوفی ۴۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء، ناشر: مطبعۃ مدنی، قاہرہ

۴۸۲۔ شرح المعلقات السبع

مؤلف: عبدالرحیم بن عبدالکریم، سن اشاعت: ۱۲۹۱ھ، ناشر: مطبعۃ صدیقی بریلی (ھند)

۴۸۳۔ شرح المقاصد

مؤلف: مسعود بن عمر بن عبداللہ معروف بہ سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۳ھ)، ناشر: انتشارات رضی، قم

۴۸۴۔ شرح المواقف

مؤلف: محقق سید شریف علی بن جرجانی (متوفی ۸۱۲ھ)، ناشر: انتشارات رضی، قم

۴۸۵۔ شرح نہج البلاغۃ

مؤلف: عز الدین ابو حامد بن ھبۃ اللہ بن محمد بن محمد بن حسین ابن ابی الحدید معتزلی (متوفی ۶۵۵ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراهیم، سن اشاعت: ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۹ء، ناشر: داراحیاء الکتب العربیۃ، قاہرہ

۴۸۶۔ شرح نہج البلاغہ

مؤلف: شیخ محمد عبدہ (متوفی ۱۹۰۵ء)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتب الاعلام

الاسلامی

۴۸۷۔ شرح الهاشمیات

مؤلف: محمد محمود رافعی، ناشر: شرکۃ التمدن الضاعیۃ، مصر

۴۸۸۔ شرح الهمزیة فی مدح خیر البریة

مؤلف: احمد بن حجر ھیمتی (متوفی ۹۷۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۴ھ، ناشر: المطبعۃ لبھیۃ المصریۃ

۴۸۹۔ الشرف المؤبد لآل محمد

مؤلف: شیخ یوسف بن اسماعیل النبھانی (متوفی ۱۳۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۹ھ، ناشر: جوامع الکلم، قاہرہ

۴۹۰۔ شرف النبی

مؤلف: ابوسعید خرگوشی، مترجم: نجم الدین محمود درادندی (متوفی ۴۰۷ھ)، تصحیح: محمد درونی، ایران

۴۹۱۔ شروح سقط الزند

مؤلف: ابوالعلاء المعری (متوفی ۴۴۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء، ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۴ء، ناشر: دار الکتب، دار القومیۃ قاہرہ

۴۹۲۔ شعب الایمان

مؤلف: ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، تحقیق: ابوھاجر محمد سعید بن بسیونی زغلول، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۹۳۔ الشعر و الشعراء وطبقات الشعراء

مؤلف: عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (متوفی ۸۲۶ھ)، تحقیق: ڈاکٹر مفید قمیحہ، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۹۴۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ

مؤلف: قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبی اندلسی (۵۴۴ ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ علوم القرآن، دار الفیحاء، عمان

۴۹۵۔ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام

مؤلف: علی بن عبد الکافی تقی الدین سبکی شافعی (متوفی ۷۵۶ ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۸ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الآفاق الجدیدہ، بیروت

۴۹۶۔ الشقائق النعمانیۃ فی علماء الدولۃ العثمانیۃ

مؤلف: طاش کبری زادہ (متوفی ۹۶۸ ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۴۹۷۔ الشمائل المحمدیۃ

مؤلف: ابوعیسیٰ محمد بن سورۃ ترمذی (متوفی ۲۷۹ ھ)، تحقیق: عزت عبید الدعاس، سن اشاعت: ۱۹۸۸ء، ناشر: مکتبۃ الشرف الجدید، بغداد

۴۹۸۔ شہداء الفضیلۃ

مؤلف: شیخ عبد الحسین احمد معروف بہ علامہ امینی (متوفی ۱۳۹۰ھ)، ناشر: مطبعہ دار الشہاب، قم

۴۹۹۔ شواھد التنزیل لقواعد التفضیل

مؤلف: عبد اللہ بن احمد معروف بہ حاکم حسکانی نیشاپوری (از بزرگان قرن پنجم)، تحقیق: شیخ محمودی، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: وزارت فرہنگ وارشاد، مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیۃ، تہران

۵۰۰۔ الشیعۃ و فنون الاسلام

مؤلف: سید حسن صدر (متوفی ۱۳۵۴ ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۶ء چوتھا ایڈیشن، ناشر: دار المعلم، سیدہ زینب، دمشق

۵۰۱۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول

مؤلف: تقی الدین احمد بن عبدالحلیم حرانی معروف بہ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۵ء، ناشر: دارالجیل، بیروت

۵۰۲۔ صبح الاعشی فی صناعة الانشاء

مؤلف: احمد بن علی قلقشندی (متوفی ۸۲۱ھ)، شرح وتعلیقہ: محمد حسین شمس الدین، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیہ، بیروت

۵۰۳ صحاح الاخبار فی نسب السادة الفاطمة الاخیار

مؤلف: عبداللہ محمد سراج الدین بن عبداللہ رفاعی مخزومی (متوفی ۸۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۶ھ، ناشر: مطبعہ محمد آفندی مصطفیٰ۔

۵۰۴۔ الصحاح

مؤلف: اسماعیل بن حماد جوہری (متوفی ۳۹۳ھ)، تحقیق: احمد عبدالغفور عطار، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء چوتھا ایڈیشن، ناشر: دارالعلم للملایین، بیروت

۵۰۵۔ صحیح ابن خزیمة

مؤلف: ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری (متوفی ۳۱۱ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

۵۰۶۔ صحیح بخاری

مؤلف: محمد بن اسماعیل بخاری جعفی (متوفی ۲۵۶ھ)، شرح: ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغاء، سن اشاعت: ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۶ء، ناشر: مطبعہ الھندی، دمشق

۵۰۷۔ صحیح مسلم

مؤلف: مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ)، تحقیق وتعلیقہ: ڈاکٹر موسیٰ شاہین لاشین اور ڈاکٹر احمد عمر ہاشم، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: مؤسسۃ عز الدین، بیروت

۵۰۸۔ صحیح مسلم

مؤلف: مسلم بن حجاج نیشاپوری، شارحین: محمد بن خلیفہ بن عمر وشتابی الابی مالکی (متوفی ۸۲۷ھ) اور محمد بن محمد بن یوسف سنوسی حسنی (متوفی ۸۹۵ھ)، تصحیح: محمد سالم ہاشم، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۰۹۔ صحیح مسلم بشرح النووی

مؤلف: ابوزکریا یحیی بن شرف بن مری شافعی نووی (متوفی ۶۷۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۵۱۰۔ الصراع بین الاسلامی و الوثنیة

مؤلف: عبداللہ علی قصیمی، سن اشاعت: ۱۹۵۶ء، ناشر: المطبعة السلفیة، قاہرہ

۵۱۱۔ الصراط المستقیم لمستحقی التقدیم

مؤلف: علی بن یونس عاملی نباطی بیاضی (متوفی ۸۷۷ھ)، تحقیق: محمد باقر بہبودی، سن اشاعت: ۱۳۸۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المکتبة الرضویة لاحیاء الآثار الجعفریة

۵۱۲۔ صفة الصفوة

مؤلف: جمال الدین ابوالفرج ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، تحقیق: محمود فاخوری، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دار المعرفة، بیروت

۵۱۳۔ صلح الاخوان

مؤلف: شیخ داؤد نقشبندی بن سید سلیمان بغدادی (متوفی ۱۲۹۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۶ھ، ناشر: نخبة الاخبار بمبئی، ھند

۵۱۴۔ الصلواة الهامعة

مؤلف: مصطفیٰ بن کمال الدین بن علی قطب بکری (متوفی ۱۱۶۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۰ھ، ناشر: طبعة بولاق

۵۱۵۔ الصواعق المحرقه فی الرد علی اهل البدع و الزندقة

مؤلف: احمد بن حجر ہیتمی مکی (متوفی ۹۷۴ھ)، تعلیقہ: عبدالوہاب عبداللطیف، سن اشاعت: ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ القاہرہ، مصر

۵۱۶۔ الضعفاء الکبیر

مؤلف: ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ عقیلی (متوفی ۳۲۲ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۵۱۷۔ الضعفاء والمتروکون

مؤلف: علی بن عمر دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ)، تحقیق: موفق بن عبداللہ ابن عبدالقادر، ناشر: مکتبۃ المعارف، ریاض

۵۱۸۔ کتاب الضعفاء والمتروکین

مؤلف: ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (متوفی ۳۰۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء دوسرا ایڈیشن، تحقیق: بوران ضناوی اور کمال یوسف حوت، ناشر: دارالکتب الثقافیۃ، بیروت

۵۱۹۔ کتاب الضعفاء والمتروکین

مؤلف: جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ) تحقیق: ابوالفداء عبداللہ قاضی، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۵۲۰۔ الضوء للامع لاھل القرن التاسع

مؤلف: شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ)، ناشر: دارالکتاب الاسلامی، قاہرہ

۵۲۱۔ کتاب الطبقات

مؤلف: ابوعمرو خلیفۃ بن خیاط (متوفی ۲۴۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر سہیل زکار، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۵۲۲۔ طبقات اعلام الشیعۃ

مؤلف: آقا بزرگ تہرانی (متوفی ۱۳۸۹ھ) ،سن اشاعت: ۱۳۹۰ھ، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۵۲۳۔ الطبقات السنية فی تراجم الحنفية

مؤلف: تقی الدین بن عبد القادر تمیمی (متوفی ۱۰۰۵ھ)، تحقیق: عبد الفتاح محمد حلو ،سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار الرفاعی، ریاض

۵۲۴۔ طبقات الشافعية

مؤلف: ابوبکر بن احمد بن قاضی شہبہ (متوفی ۸۵۱ھ)، تحقیق: عبد العلیم خان، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد، ھند

۵۲۵۔ طبقات الشافعية

مؤلف: جمال الدین عبد الرحیم اسنوی (متوفی ۷۷۲ھ)، تحقیق: کمال یوسف الحوت، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مرکز الخدمات والابحاث الثقافیۃ، بیروت

۵۲۶۔ طبقات الشافعية الكبرىٰ

مؤلف: ابونصر عبد الوھاب بن علی بن عبد الکافی سبکی (متوفی ۷۷۱ھ)، تحقیق: عبد الفتاح محمد الحلو اور محمود محمد طناحی ،ناشر: دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت

۵۲۷۔ طبقات الشعراء

مؤلف: عبد اللہ ابن المعتز ابن المتوکل ابن المعتصم بن ھارون الرشید (متوفی ۲۹۶ھ)، تحقیق: عبد الستار احمد فراج ،سن اشاعت: ۱۹۶۸ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار المعارف، مصر

۵۲۸۔ طبقات الفقهاء

مؤلف: ابراہیم بن علی بن یوسف ابو اسحاق شیرازی (متوفی ۴۷۶ھ)، تحقیق: احسان عباس ، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء، ناشر: دار الرائد العربی، بیروت

۵۲۹۔ الطبقات الكبرىٰ

مؤلف: محمد بن سعد بن منیع بصری معروف بہ ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ)، ناشر: دار صادر، بیروت

۵۳۰۔ الطبقات الکبریٰ (لواقح الانوار فی طبقات الاخیار)

مؤلف: عبدالوہاب بن علی انصاری شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۴ء، ناشر: دار العلم للجمیع، قاہرہ

۵۳۱۔ طبقات المحدثین باصبہان

مؤلف: ابو محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر معروف بہ ابو شیخ (متوفی ۳۶۹ھ)، تحقیق: عبدالغفار سلیمان بنداری اور سید کسروی حسن، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۳۲۔ الطرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف

مؤلف: ابو القاسم علی بن موسیٰ بن طاؤس حسینی (متوفی ۶۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ، ناشر: مطبعۃ الخیام، قم

۵۳۳۔ طرائق الحقائق

مؤلف: معصوم علی بن زین العابدین بن معصوم شیرازی (متوفی ۱۳۴۴ھ)، تصحیح: محمد جعفر محجوب، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ، ناشر: نشر مکتبۃ باراتی

۵۳۴۔ طرح التثریب فی شرح التقریب

مؤلف: ابو زرعہ عراقی احمد بن عبدالرحیم (متوفی ۸۲۶ھ)، ناشر: دار المعارف، حلب

۵۳۵۔ الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ

مؤلف: محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیۃ (متوفی ۷۵۱ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۳۶۔ طوالع الانوار

مؤلف: عبداللہ بن عمر بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۵ھ، ناشر: شرکۃ السعادۃ العلمیۃ، پاکستان

۵۳۷۔ الطیوریات

مؤلف: مبارک بن عبدالجبار بن احمد صیرفی معروف بہ ابن طیوری (متوفی ۵۰۰ھ)

۵۳۸۔ الظرائف و الطرائف فی المحاسن و الاضداد

مؤلف: ابونصر احمد بن عبدالرزاق مقدسی، کاتب: محمد صادق حسینی در سن ۱۲۸۶ھ

۵۳۹۔ عالم آرائے عباس

مؤلف: اسکندر بیگ ترکمان (۱۰۳۸ھ میں زندہ تھے)، سن اشاعت: ۱۳۵۰ھ ہجری شمسی در تہران

۵۴۰۔ العبر فی خبر غبر

مؤلف: شمس الدین ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: محمد سعید زغلول، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۵۴۱۔ عبقات الانوار فی امامۃ الائمۃ الاطہار

مؤلف: میر حامد حسین ھندی (متوفی ۱۳۰۶ھ)، تحقیق: غلام رضا مولانا بروجردی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، ناشر: سید الشہداء، قم

۵۴۲۔ العتب الجمیل علی اهل الجرح و التعدیل

مؤلف: محمد بن عقیل بن عبداللہ (متوفی ۱۳۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء، ناشر: هیئۃ البحوث الاسلامیۃ، انڈونیشیا

۵۴۳۔ عترت در قرآن

مؤلف: محمد ہادی امینی، سن اشاعت: ۱۳۹۷ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ

۵۴۴۔ العثمانیۃ

مؤلف: عمرو بن بحر الجاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، تحقیق: عبدالسلام محمد ہارون، سن اشاعت: ۱۴۱۰ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دارالجیل، بیروت

۵۴۵۔ عدۃ رسائل

مؤلف: محمد بن محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، ناشر: مکتبۃ المفید قم، دوسرا ایڈیشن

٥٤٦ ۔ عرائس المجالس (قصص الانبیاء)

مؤلف: ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی (متوفی ۴۲۷ھ)، ناشر: دار الرائد العربی، بیروت

٥٤٧ ۔ العسجد المسبوک الجوهر المحکوک فی طبقات الخلفاء و الملوک

مؤلف: اسماعیل بن عباس غسانی (متوفی ۸۰۳ھ)، تحقیق: شاکر محمود عبد المنعم، سن اشاعت: ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء، ناشر: دار التراث الاسلامی بیروت، دار البیان، بغداد

٥٤٨ ۔ عصر المأمون

مؤلف: احمد فرید رفاعی (متوفی ۱۳۷۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۸ء، ناشر: دار الکتب المصریۃ قاہرہ

٥٤٩ ۔ عقید الشهدة فی شرح قصیده البردة

مؤلف: عمر بن احمد خربوتی (متوفی ۱۲۹۹ھ)، تحقیق: عمر العامر اور حافظ رفیع

٥٥٠ ۔ عقائد الشیعة

مؤلف: علی اصغر بن علی اکبر بروجردی (از بزگان قرن ۱۳)، ناشر: المطبعۃ الاسلامیۃ، تہران

٥٥١ ۔ العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین

مؤلف: محمد بن احمد حسنی فاسی (متوفی ۸۳۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

یہی کتاب ۱۳۷۸ھ میں مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ قاہرہ کی جانب سے محمد حامد الفقی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی تھی

٥٥٢ ۔ العقد الفرید

مؤلف: احمد بن محمد بن عبد ربہ قرطبی (متوفی ۳۲۸ ھ)، سن اشاعت: ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار ومکتبۃ الھلال، بیروت

۵۵۳ ۔ العقود الدریۃ

مؤلف: محمد امین بن عمر عبد العزیز عابدین دمشقی (متوفی ۱۲۵۲ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۵۵۴ ۔ عقیدۃ الشیعۃ

مؤلف: دوایت م رونلدسن، ناشر: مؤسسہ المفید، بیروت

۵۵۵ ۔ العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ

مؤلف: ابوالفرج عبدالرحمٰن معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار الکتب العربیۃ، بیروت

۵۵۶ ۔ العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ

مؤلف: علی بن عمر دارقطنی (متوفی ۳۸۵ ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن زین اللہ سلفی، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: دار طیبۃ، ریاض

۵۵۷ ۔ العلل و معرفۃ الرجال

مؤلف: احمد بن محمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ ھ)، تحقیق: ڈاکٹر وصی اللہ ابن محمد عباس، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشرین: المکتب الاسلامی، بیروت، دار الخانی ریاض

۵۵۸ ۔ العلم الشامخ

مؤلف: صالح بن مہدی بن علی مقبلی (متوفی ۱۱۰۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۸ ھ پہلا ایڈیشن در مصر

۵۵۹ ۔ علم الیقین فی اصول الدین

مؤلف: مولی محسن کاشانی (متوفی ۱۰۹۱ھ)، سن اشاعت ۱۴۰۰ھ، ناشر: انتشارات بیدار، قم

۵۶۰ العمدۃ

مؤلف: حسن بن رشیق قیروانی ازدی (متوفی ۴۵۶ ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۲ء چوتھا ایڈیشن،

ناشر: دارالجیل، بیروت

٥٦١ ۔ عمدۃ التحقیق فی بشائر آل الصدیق مطبوع بر حاشیه روض الریاحین

مؤلف: ابراہیم بن عامر بن علی عبیدی (متوفی ۱۰۹۱ھ)، ناشر: مؤسسۃ عماد الدین، قبرص

٥٦٢ ۔عمدۃ الزائر

مؤلف: سید حیدر بن ابراہیم حسنی کاظمی (متوفی ۱۲۶۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء، ناشر: دارالتعارف، بیروت

٥٦٣ ۔ عمدۃ السالک وعدۃ الناسک

مؤلف: احمد بن لؤلؤ ابو العباس شہاب الدین ابن النقیب (متوفی ۷۶۹ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

٥٦٤ ۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب

مؤلف: احمد بن علی بن مہنا (متوفی ۸۲۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

٥٦٥ ۔ عمدۃ عیون صحاح الاخبار

مؤلف: یحیی بن حسن اسدی معروف بہ ابن بطریق (متوفی ۶۰۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

٥٦٦ ۔عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری

مؤلف: محمود بن احمد عینی (متوفی ۸۵۵ھ)، ناشر دار احیاء التراث العربی، بیروت

٥٦٧ کتاب عمل الیوم واللیلۃ

مؤلف: ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب (متوفی ۳۰۳ھ)، تعلیقہ: مرکز الابحاث الثقافیۃ، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ، بیروت

٥٦٨ ۔ عید الغدیر

مؤلف: بولس سلامۃ (متوفی ۱۹۷۹ء)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء چوتھا ایڈیشن، ناشر: المؤسسۃ الثقافیۃ لھیئۃ النصاری الحسین، تہران

٥٦٩ ۔ کتاب العین

مؤلف: ابوعبدالرحمٰن الخلیل بن احمد الفراھیدی (متوفی ۱۷۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: مؤسسۃ الھجرۃ، قم

٥٧٠ ۔ عیون الاخبار

مؤلف: عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ)، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

٥٧١ ۔ عیون اخبار الرضا

مؤلف: ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

٥٧٢ ۔ عیون الانباء فی طبقات الاطباء

مؤلف: احمد بن القاسم بن خلیفہ خزرجی معروف بہ ابن ابی اصیبعہ (متوفی ۶۶۸ھ)، تحقیق: ڈاکٹر نزار رضا، سن اشاعت: ۱۹۶۵ء، ناشر: دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت

٥٧٣ ۔ عیون المعجزات

مؤلف: شیخ حسین عبدالوھاب (از بزرگان قرن پنجم)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

٥٧٤ ۔ الغارات

مؤلف: ابراہیم بن محمد سعید معروف بہ ابن ہلال ثقفی (متوفی ۲۸۳ء)، تحقیق: خطیب سید عید الزہرا حسینی، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دار الاضواء، بیروت

٥٧٥ ۔ غایۃ الاختصار

مؤلف: تاج الدین محمد بن محمد حمزہ حسینی (متوفی ۹۲۱ھ)، تحقیق: سید محمد صادق بحرالعلوم، سن اشاعت: ۱۹۶۲ء، ناشر: المکتبۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۵۷۶۔ غایۃ المرام

مؤلف: سید ہاشم سلیمان بحرانی (متوفی ۱۱۰۷ھ)، کاتب: سید محمد علی خوانساری در ۱۳۴۱ھ

۵۷۷: غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء

مؤلف: محمد بن محمد ابن جزری (متوفی ۸۳۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الخارنجی

۵۷۸۔ الغدیر فی التراث الاسلامی

مؤلف: سید عبد الغدیر طباطبائی (متوفی ۱۴۱۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار المؤرخ العربی، بیروت

۵۷۹۔ الغدیر

مؤلف: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)

اس کتاب کا قلمی نسخہ سید عبد العزیز طباطبائی کے کتب خانہ میں موجود ہے

۵۸۰۔ غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) مطبوع برحاشیہ تفسیر طبری

مؤلف: حسن بن محمد بن حسین نیشاپوری (۷۳۰ھ میں زندہ تھے)، سن اشاعت: ۱۳۲۹ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر

۵۸۱۔ غرر الخصائص الواضحۃ

مؤلف: ابواسحاق برہان الدین کتبی معروف بہ وطواط (متوفی ۷۱۸ھ)، ناشر: دار صعب، بیروت

۵۸۲۔ غریب الحدیث

مؤلف: قاسم بن سلام ہروی (متوفی ۲۲۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء،

ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد

٥٨٣ ـ غریب القرآن

مؤلف: محمد بن عزیز سجستانی، تحقیق: احمد عبدالقادر صلاحیۃ، سن اشاعت: ۱۹۹۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارطلاس، شام

٥٨٤ ـ الغنیة لطالبی طریق الحق

مؤلف: عبدالقادر جیلانی (متوفی ۵۶۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: دار الحریۃ، بغداد

٥٨٦ الغیبة

مؤلف: شیخ محمد بن ابراہیم بن جعفر نعمانی (از بزرگان قرن چہارم)، تحقیق: علی اکبر غفاری، ناشر: مکتبۃ الصدوق، تہران

٥٨٧ ـ الغیبة

مؤلف: ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ، ناشر: مؤسسۃ المعارف الاسلامیۃ، قم

٥٨٨ ـ الغیث المسجم فی شرح لا میة العجم

مؤلف: صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (متوفی ۷۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

٥٨٩ ـ الفائق فی غریب الحدیث

مؤلف: جاراللہ عمر بن محمود زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ)، تحقیق: علی محمد بجاوی اور محمد ابوالفضل ابراہیم، ناشر: مطبعۃ عیسیٰ البابی الحلبی، قاہرہ

٥٩٠ ـ الفتاوی الحدیثیة

مؤلف: احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی (متوفی ۹۷۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹

،ناشر:مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی ، بیروت

۵۹۱ ۔ فتاوی السبکی
مؤلف:ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی (متوفی ۷۵۶ھ)،ناشر:دارالمعرفۃ،بیروت

۵۹۲ ۔ الفتاوی الکبریٰ الفقھیۃ
مؤلف: احمد بن حجر ھیتمی (متوفی ۹۷۴ھ)،سن اشاعت:۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء،ناشر:دار الفکر،بیروت

۵۹۳ ۔ فتح الباری فی شرح صحیح البخاری
مؤلف:احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)،تحقیق:محمد فواد عبدالباقی اورمحب الدین خطیب اورعبدالعزیز بن عبداللہ بن باز،ناشر:دارالمعرفۃ،بیروت

۵۹۴ ۔ فتح البیان فی مقاصد القرآن
مؤلف:صدیق حسن خان بن علی،سن اشاعت:۱۹۶۵ء،ناشر:عبدالحیی علی محفوظ،مطبعۃ العاصمۃ، قاہرہ

۵۹۵ ۔ فتح القدیر
مؤلف:محمد بن علی بن محمد شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)،ناشر:عالم الکتب،بیروت

۵۹۶ ۔ فتح المتعال فی صفۃ النعال
مؤلف: احمد بن محمد مغربی مقری (متوفی ۱۰۴۱ھ)،سن اشاعت:۱۳۳۴ھ پہلا ایڈیشن،ناشر :مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ،حیدرآباد ھند

۵۹۷ ۔ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث
مؤلف:ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین معروف بہ حافظ عراقی (متوفی ۸۰۶ھ)،تحقیق:محمود ربیع، سن اشاعت:۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء،ناشر:مکتبۃ السنۃ ،قاہرہ

۵۹۸ ۔ فتوح البلدان

مؤلف: احمد بن یحیی بن جابر بلاذری (متوفی ۲۷۹ھ)، نظر ثانی: رضوان محمد رضوان، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت

۵۹۹۔ فتوح الشام

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن عمر واقدی (متوفی ۲۰۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۸ھ، ناشر: المکتبة الاھلیة بیروت، آفسٹ از مکتبة المشھد الحسینی مصر

۶۰۰۔ الفتوحات الاسلامیة

مؤلف: احمد زینی دحلان (متوفی ۱۳۰۴ھ)، ناشر: المطبعة الحسینیة المصریة

۶۰۱۔ الفتوحات الالهیة

مؤلف: سلیمان بن عمر عجیلی معروف بہ جمل (متوفی ۱۲۰۴ھ)، ناشر: المطبعة المیمنیة، مصر

۶۰۲۔ الفتوحات المکیة

مؤلف: محمد بن علی معروف بہ ابن عربی (متوفی ۶۳۸ھ)، ناشر: دار صادر، بیروت

۶۰۳۔ الفتوحات الوهبیة بشرح الاربعین حدیثا النوویة

مؤلف: ابراہیم بن مرعی بن عطیہ شبرخیتی (متوفی ۱۱۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۸ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المطبعة الازهریة المصر

۶۰۴۔ فجر الاسلام

مؤلف: احمد امین (متوفی ۱۳۷۳ھ)، سن اشاعت: ۱۹۶۹ء دسواں ایڈیشن، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۶۰۵۔ الفخری فی الآداب السلطانیة و الدول الاسلامیة

مؤلف: محمد ابن علی بن طباطبا معروف بہ ابن طقطقی (متوفی ۷۰۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء، ناشر: دار صادر، بیروت

۶۰۶۔ الفخری فی انساب الطالبین

مؤلف: سید عزیز الدین ابیطالب اسماعیل بن حسین بن محمد مروزی ازورقانی (متوفی بعد از ۶۱۴ھ)، تحقیق: مہدی رجائی، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی، قم

۶۰۷۔فرائد السمطین فی فضائل المرتضی و البتول و السبطین و الائمۃ من ذریتھم

مؤلف: ابراہیم بن محمد بن مؤید حموئی (متوفی ۷۳۰ھ)، تحقیق: محمد باقر محمودی، سن اشاعت: ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء در بیروت

۶۰۸۔ الفردوس بمأثور الخطاب

مؤلف: شیرویہ بن شہردار بن شہرویہ ہمدانی (متوفی ۵۰۹ھ)، تحقیق: سعید بن بسیونی زغلول، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۶۰۹۔ الفرق بین الفرق

مؤلف: عبد القاھر بن طاھر بن محمد بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۶۱۰۔ فرقان القرآن بین صفات الخالق و الاکوان

مؤلف: سلامۃ ھندی العزامی القضاعی الشافعی (متوفی ۱۳۷۶ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۶۱۱۔ الفصل فی الملل و الاھواء و النحل

مؤلف: ابو محمد علی بن حزم اندلسی (متوفی ۴۵۶ھ)، ناشر: مکتبۃ المثنی، بغداد

۶۱۲۔الفصول المختارۃ من العیون و المحاسن

مؤلف: محمد بن محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء چوتھا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ دار الاضواء، بیروت

۶۱۳۔ الفصول المھمۃ فی معرفۃ احوال الائمۃ

مؤلف: علی بن محمد بن احمد معروف بہ ابن صباغ مالکی (متوفی ۸۵۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ

مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

٦١٤ ۔ فضائل امیر المومنین علی بن ابی طالب و اهل البیت من کتاب المسند لاحمد بن حنبل

مؤلف: قوام الدین قمی وشنوی، سن اشاعت: ۱۳۵۲ ہجری شمسی، ناشر: مطبعۃ الحکمۃ، قم

٦١٥ ۔ فضائل الصحابة

مؤلف: احمد بن محمد حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)، تحقیق: وصی اللہ بن محمد ابن عباس، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، مکۃ المکرمۃ

٦١٦ ۔ فضائل فاطمة

مؤلف: ابوحفص عمر بن احمد بغدادی معروف بہ ابن شاہین (متوفی ۳۸۵ھ)، تحقیق: محمد سعید طریحی، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الوفا، بیروت

٦١٧ ۔ فضائل القرآن

مؤلف: ابن الضریس (متوفی ۲۹۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ، ناشر: دار الفکر، دمشق

٦١٨ ۔ الفقه علی المذاهب الاربعة

مؤلف: عبدالرحمن بن محمد عوض الجزیری (متوفی ۱۳۶۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء ساتواں ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

٦١٩ ۔ الفهرست

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، تصحیح: سید محمد صادق بحرالعلوم، ناشر: انتشارات رضی، قم

٦٢٠ ۔ فهرست اسماء علماء الشیعة و مصنفیهم

مؤلف: منتجب الدین علی بن عبیداللہ بن بابویہ رازی (متوفی ۵۸۵ھ)، تحقیق: سید عبدالعزیز طباطبائی، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ، ناشر: مجمع الذخائر الاسلامیۃ

٦٢١ ۔ الفهرست

مؤلف: محمد بن اسحاق ندیم (متوفی ۴۳۸ھ)، تحقیق: منتخب مینوی، سن اشاعت: ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ مروی، تہران

٦٢٢ ۔ الفوائد البهية فی تراجم الحنفية

مؤلف: ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ہندی (متوفی ۱۳۰۴ھ)، تصحیح: سید محمد بدرالدین ابوفراس نعسانی، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

٦٢٣ ۔ الفوائد الرضوية فی احوال علماء مذهب الجعفرية

مؤلف: شیخ عباس قمی (متوفی ۱۳۵۹ھ)

٦٢٤ ۔ الفوائد المجموعة فی الاحاديث الموضوعة

مؤلف: محمد علی شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)، تحقیق: محمد عبدالرحمن عوض، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

٦٢٥ ۔ فوات الوفيات

مؤلف: محمد شاکر کتبی (متوفی ۷۶۴ھ)، تحقیق: ڈاکٹر احسان عباس، سن اشاعت: ۱۹۷۳ء، ناشر: دارصادر، بیروت

٦٢٦ ۔ فيض الاله المالك فی حل الفاظ عمدة السالك وعدّة الناسك

مؤلف: عمر برکات بن محمد برکات بقاعی شافعی (متوفی ۱۲۹۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ء دوسرا ایڈیشن درمصر

٦٢٧ ۔ فيض القدير شرح الجامع الصغير

مؤلف: محمد عبدالرؤف مناوی (متوفی ۱۰۳۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۲ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

٦٢٨ ۔ قاموس الرجال

مؤلف: شیخ محمد تقی شوشتری (متوفی ۱۴۱۵ھ)، تحقیق: جامعہ مدرسین، قم، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۶۲۹۔ القاموس المحیط

مؤلف: محمد بن یعقوب فیروزآبادی (متوفی ۸۱۷ھ)، تحقیق: مکتب تحقیق التراث فی مؤسسۃ الرسالۃ، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۶۳۰۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین

مؤلف: شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۰ھ، ناشر: مکتبۃ سیدیان مہاباد ایران آفسٹ از طبع پیشاور

۶۳۱۔ کتاب القرطین او کتاب مشکل القرآن و غریبہ

مؤلف: محمد بن عبد اللہ بن قتیبہ دینوری (متوفی ۲۷۶ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۶۳۲۔ قصص الانبیاء

مؤلف: قطب الدین سعید بن ھبۃ اللہ راوندی (متوفی ۵۷۳ھ)، ناشر: مجمع البحوث الاسلامیۃ، مشہد

۶۳۳۔ قصص العرب

مؤلفین: محمد احمد جاد المولی اور علی محمد بجاوی اور محمد ابو الفضل، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹، ناشر: دار الفکر، قاہرہ

۶۳۴۔ قصص العلماء

مؤلف: میرزا محمد بن سلیمان تنکابنی (متوفی حدودا ۱۳۱۰ھ)، ناشر: المکتبۃ العلمیۃ الاسلامیۃ، تہران

۶۳۵۔ قطب الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترہ

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: خلیل محیی الدین المیس، سن

اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

٦٣٦۔ قلائد الجمان فی شعراء الزمان

مؤلف: مبارک بن ابی بکر بن حمدان معروف بہ ابن الشعار (متوفی ۶۵۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ در جرمنی

٦٣٧۔ القواعد و الفوائد فی الفقه و الاصول و العربية

مؤلف: محمد بن مکی عاملی معروف بہ شہید اول (متوفی ۷۸۶ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالهادی الحکیم، سن اشاعت: ۱۹۸۰ء، ناشر: مکتبۃ المفید قم، آفسٹ از مطبعۃ الآداب، نجف اشرف

٦٣٨۔ قوت القلوب فی احادیث ابی ایوب

مؤلف: محمد بن ابی الحسن علی بن عباس مکی (متوفی ۳۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۶ھ، ناشر: المطبعۃ المیمنیۃ، مصر

٦٣٩۔ القول الفصل فیما لبنی هاشم و قریش و العرب من الفضل

مؤلف: علوی بن طاہر بن عبداللہ الهدار الحداد العلوی، سن اشاعت: ۱۳۴۴ھ، ناشر: مطبعہ ار شیفل درکری، جاوہ

٦٤٠۔ القول المستحسن فی فخر الحسن

مؤلف: محمد بن قاسم بن علی بن ذوالفقار، سن اشاعت: ۱۳۱۲ھ درھند

٦٤١۔ القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد

مؤلف: احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء، ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد ھند

٦٤٢۔ کاخ دلاویز (تاریخ شریف رضی)

مؤلف: سید علی اکبر برقعی قمی، سن اشاعت: ۱۳۱۸ھ ہجری شمسی، ناشر: مطبعہ ارمغان

٦٤٣۔ الکاشف فی معرفة من له رواية فی الکتب الستة

مؤلف: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ ھ)، تحقیق: عزۃ علی عید عطیۃ اور موسوی محمد علی موشی، سن اشاعت: ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار النصر، قاہرہ

٦٤٤۔ کافی

مؤلف: ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق معروف بہ شیخ کلینی (متوفی ۳۲۹ ھ)، تحقیق: علی اکبر غفاری، ناشر: دار الکتاب الاسلامی، تہران

٦٤٥۔ الکافی فی تاریخ القدیم و الحدیث

مؤلف: میخائیل شاروبیم بیک (متوفی ۱۹۱۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: المطبعۃ الکبری الامیریۃ، بولاق مصر

٦٤٦۔ کامل بہائی

مؤلف: حسن بن علی بن محمد بن علی بن حسن طبری (متوفی ۶۷۲ھ)، ناشر: مکتبہ مرتضویہ، تہران

٦٤٧۔ کامل الزیارات

مؤلف: شیخ ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ (متوفی ۳۶۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۶ھ، ناشر: المکتبۃ المرتضویہ، نجف اشرف

٦٤٨۔ الکامل فی التاریخ

مؤلف: عز الدین علی بن ابی الکرم شیبانی معروف بہ ابن اثیر (متوفی ۶۳۰ھ)، تحقیق: علی شیروانی ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

یہی کتاب ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں دار صادر بیروت سے شائع ہوئی تھی۔

٦٤٩۔ الکامل فی ضعفاء الرجال

مؤلف: عبداللہ بن عدی جرجانی (متوفی ۳۶۵ھ)، سن اشاعت: پہلا ایڈیشن ۱۹۸۴، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

٦٥٠۔ الکامل فی اللغۃ و الادب

مؤلف: ابوالعباس محمد بن یزید معروف بہ مبرد نحوی (متوفی ۲۸۵ھ)، تحقیق: تغارید بیضون اور نعیم زرزور، سن اشاعت: ۱۹۸۹ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

٦٥١۔ کتاب سلیم بن قیس ہلالی (متوفی ۷٦ھ)

تحقیق: شیخ محمد باقر انصاری، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: موسسۃ نشر الھادی، قم

٦٥٢۔ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل

مؤلف: جار اللہ محمود بن عمر زمخشری (متوفی ۵۲۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳٦٦ھ مطابق ۱۹۴۷ء، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

٦٥٣۔ کشف الاستار عن زوائد البزار علی الکتب الستة

مؤلف: علی بن ابی بکر ہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ)، تحقیق: حبیب الرحمٰن اعظمی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

٦٥٤۔ کشف الاشتباہ

مؤلف: شیخ عبدالحسین رشتی (متوفی ۱۳۷۲ھ)، سن اشاعت: ۱۹۴۹ء، ناشر: المطبعۃ العسکریۃ الامبراطوریہ، تہران

٦٥٥۔ کشف الخفا و مزیل الالباس

مؤلف: اسماعیل بن محمد عجلونی جراحی (متوفی ۱۱٦۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۱ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

٦٥٦۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون

مؤلف: مصطفیٰ بن عبداللہ معروف بہ حاجی خلیفہ کاتب چلپی (متوفی ۱۰٦۷ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

٦٥٧۔ کشف الغمة فی معرفة الائمة

مؤلف: ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن ابی الفتح اربلی (متوفی ٦۹۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق

۱۹۸۵ء دور الیڈیشن، ناشر: دار الاضواء، بیروت

۶۵۸۔ کشف الغمة عن جمیع الائمة

مؤلف: عبدالوہاب شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ)، ناشر: دار الکتب العربیة الکبریٰ، مصر

۶۵۹۔ الکشف و البیان (تفسیر ثعلبی)

مؤلف: ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری معروف بہ ثعلبی (متوفی ۴۲۷ھ)

اس کا قلمی نسخہ کتب آیۃ اللہ مرعشی قم میں موجود ہے (بیروت میں اب یہ تفسیر شائع ہو چکی ہے)

۶۶۰۔ کشف الیقین فی فضائل امیر المومنین

مؤلف: حسن بن یوسف بن مطہر معروف بہ علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ)، تحقیق: حسین درگاہی، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء

۶۶۱۔ الکشکول

مؤلف: شیخ یوسف بحرانی (متوفی ۱۱۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: موسسۃ الوفا و دار النعمان بیروت، مطبعہ امیر قم

۶۶۲۔ الکشکول الکامل

مؤلف: بہاء الدین عاملی (متوفی ۱۰۳۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: دار الزہرا، بیروت

۶۶۳۔ کفایة الاثر فی النص علی الائمة الاثنی عشر

مؤلف: ابوالقاسم علی بن محمد بن علی خرازقمی رازی (از بزرگان چہارم)، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ در قم

۶۶۴۔ کفایة الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب

مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد قرشی گنجی شافعی (مقتول در ۶۵۸ھ)، تحقیق: محمد ہادی امینی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، ناشر: دار احیاء تراث اہل البیت، تہران

۶۶۵۔ کفایة الطالب لمناقب علی بن ابی طالب

مؤلف: محمد حبیب شنقیطی (متوفی ۱۹۴۴ء)، سن اشاعت: ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ الاستقامۃ، قاہرہ

۶۶۶۔ کمال الدین و تمام النعمۃ

مؤلف: بوجعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۶۶۷۔ الکنی، مطبوع در آخر کتاب التاریخ الکبیر

مؤلف: اسماعیل بن ابراہیم جعفی بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)، ناشر: دار الفکر، بیروت

۶۶۸۔ الکنی و الاسماء

مؤلف: ابو بشر محمد بن احمد بن حماد دولابی (متوفی ۳۱۰ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۶۶۹۔ الکنی و الالقاب

مؤلف: شیخ عباس قمی (متوفی ۱۳۵۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ پانچواں ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ حیدری و مکتبۃ الصدر، تہران

۶۷۰۔ کنز العمال

مؤلف: علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین ہندی (متوفی ۹۷۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ، ناشر: موسسۃ الرسالۃ، بیروت

۶۷۱۔ کنز الفوائد

مؤلف: ابو الفتح شیخ محمد بن علی بن عثمان کراجکی طرابلسی (متوفی ۴۴۹ھ)، تحقیق: عبد اللہ نعمۃ، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ناشر: دار الاضواء، بیروت

۶۷۲۔ الکنز المدفون و الفلک المسحون (الکشکول)

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، ناشر: موسسۃ النعمان، بیروت

۶۷۳۔ کنز المطالب

مؤلف: حسن العدوی الحمزاوی، سن اشاعت: ۱۲۸۰ھ در فارس، مغرب

۶۷۴۔ کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق

مؤلف: عبدالرؤف مناوی (متوفی ۱۰۳۱ھ)، ناشر: مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، چوتھا ایڈیشن

۶۷۵۔ اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۵ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۶۷۶۔ لباب الانساب

مؤلف: ابوالحسن علی بن ابی القاسم بن زید بیہقی معروف بہ ابن فندق (متوفی ۵۶۵ھ)، تحقیق: مہدی رجائی، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی

۶۷۷۔ لباب النقول فی اسباب النزول

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: احمد عبدالشافی، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۶۷۸۔ لزوم ما لا یلزم (اللزومیات)

مؤلف: ابوالعلاء المعری (متوفی ۴۴۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ، ناشر: داربیروت، بیروت

۶۷۹۔ لسان العرب

مؤلف: جمال الدین محمد بن محمد بن مکرم بن منظور (متوفی ۷۱۱ھ)، تحقیق: علی شیری، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۶۸۰۔ لسان المیزان

مؤلف: ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۶۸۱ ۔ لطائف اخبار الاول فیمن تصرف فی مصر من ارباب الدول
مؤلف: محمد المعطی بن ابی الفتح بن احمد بن عبد المغنی بن علی اسحاق (متوفی ۱۰۹۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۰ھ، ناشر: المطبعۃ العامرۃ الشرقیۃ، مصر

۶۸۲ ۔ لغت نامہ
مؤلف: علی اکبر دھخدا (متوفی ۱۳۳۴، ہجری شمسی)، زیر نظر: ڈاکٹر محمد معین، سن اشاعت: ۱۳۲۰ ہجری شمسی، ناشر: تہران یونیورسٹی

۶۸۳ ۔ اللمع
مؤلف: ابو نصر عبداللہ بن علی سراج طوسی (متوفی ۳۷۸ھ)، تحقیق: عبدالحلیم محمود اور طہ عبدالباقی سرور، سن اشاعت: ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء، ناشر: مطبعۃ السعادۃ، قاہرہ

۶۸۴ ۔ لؤلؤۃ البحرین
مؤلف: شیخ یوسف بن احمد بحرانی (متوفی ۱۱۸۶ھ)، تحقیق: محمد صادق بحر العلوم، ناشر: مؤسسۃ آل البیت، قم

۶۸۵ ۔ مائۃ منقبۃ من مناقب امیر المومنین علی بن ابی طالب و الائمۃ من ولدہ
مؤلف: ابو الحسن محمد بن احمد بن علی قمی معروف بہ ابن شاذان (از بزرگان قرن چہارم)، تحقیق: نبیل رضا علوان، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: الدار الاسلامیۃ، بیروت

۶۸۶ ۔ ما ھو نہج البلاغہ
مؤلف: سید محمد علی بن حسین بن محسن ھبۃ الدین حسینی شہرستانی (متوفی ۱۳۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۲ھ، ناشر: مطبعۃ العرفان، صیدا

۶۸۷ ۔ المبسوط
مؤلف: محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء

، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۶۸۸۔ المبسوط فی الفقہ الامامیۃ

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، تعلیقہ: محمد باقر بہبودی، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ، ناشر: مکتبۂ مرتضویہ، تہران

۶۸۹۔ مجالس المومنین

مؤلف: قاضی نوراللہ شوشتری (معروف بہ شہید ثالث، شہادت ۱۰۱۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۵ھ، ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ، تہران

۶۹۰۔ المجتنی

مؤلف: ابوبکر محمد بن حسن بن داریدازدی (متوفی ۳۲۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۳ء ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد ھند

۶۹۱۔ المجدی فی انساب الطالبین

مؤلف: ابوالحسن علی بن محمد بن علی عمری (متوفی ۴۴۳ھ کے بعد تک زندہ تھے)، تحقیق: ڈاکٹر احمد مہدوی دامغانی، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی، قم

۶۹۲۔ کتاب المجروحین من المحدثین و الضعفاء و المتروکین

مؤلف: محمد بن حبان بن احمد تمیمی بستی (متوفی ۳۵۴ھ)، تحقیق: محمود ابراہیم زاید، ناشر: دارالباز، مکہ

۶۹۳۔ مجمع الامثال

مؤلف: احمد بن محمد بن احمد میدانی (متوفی ۵۱۸ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دارالجیل، بیروت

۶۹۴۔ مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار

مؤلف: شیخ محمد طاہر صدیقی فتنی (متوفی ۹۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۴ھ، ناشر: منشی نولکشور، ھند

٦٩٥ ۔ مجمع البحرين

مؤلف: فخر الدين طريحی (متوفی ۱۰۸۵ھ)، تحقيق: سيد احمد حسينی، ناشر: مكتبہ مرتضويہ، تہران

٦٩٦ ۔ مجمع البيان فی تفسير القرآن

مؤلف: ابوعلی فضل بن حسن بن فضل طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ)، سن اشاعت ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء پہلا ايڈيشن، ناشر: دار المعرفۃ، بيروت

٦٩٧ ۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد

مؤلف: علی بن ابی بكر هيثمی (متوفی ۸۰۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الكتب العلميۃ، بيروت

٦٩٨ ۔ مجمع الفصحاء

مؤلف: رضا قلی خان هدايت (متوفی ۱۲۸۸ھ)، ناشر: مطبعہ گيلان، ايران

٦٩٩ ۔ المجموع

كتب خانۂ ظاہر دمشق ميں موجود چند كتابوں كا مجموعہ اب اس كتب خانہ كا نام كتب خانہ حافظ اسد ہے

٧٠٠ ۔ المجموع الرائق من ازهار الحدائق

مؤلف: هبۃ اللہ بن ابی محمد حسن موسوی (متوفی ۷۰۳ھ ميں زندہ تھے)

٧٠١ ۔ مجموعۃ المعانی

مؤلف: عبد السلام ہارون، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء، ناشر: دار الجيل، بيروت

٧٠٢ ۔ المجموعۃ النبهانيۃ فی المدائح النبويۃ

مؤلف: يوسف بن اسماعيل نبهانی (متوفی ۱۳۵۰ھ)، ناشر: دار المعرفۃ، بيروت

٧٠٣ ۔ محاسن اصفهان

مؤلف: مفضل بن سعد بن حسين مافروخی (۴۸۵ھ ميں زندہ تھے)، ناشر: مجلس ايران (پارلمنٹ

آف ایران) تہران

۷۰۴۔ المحاسن و الاضداد

مؤلف: عمرو بن بحر الجاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)، تحقیق: فوزی عطوی، سن اشاعت: ۱۹۶۹ء، ناشر: دار صعب، بیروت

۷۰۵۔ المحاسن و المساوی

مؤلف: ابراہیم بن محمد بیہقی (۳۲۰ھ سے پہلے زندہ تھے)، سن اشاعت: ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء ناشر: دار صادر، بیروت

۷۰۶۔ محاضرات الادباء و محاورات الشعراء و البلغاء

مؤلف: ابوالقاسم حسین بن محمد معروف بہ راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ)

۷۰۷۔ محاضرات الاوائل و مسامرة الاواخر

مؤلف: علاء الدین علی دده بن مصطفیٰ سکتواری (متوفی ۱۰۰۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۱ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: المطبعة العامرة الشرقیة، مصر

۷۰۸۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیة

مؤلف: محمد بن عفیفی باجوری معروف بہ شیخ خضری (متوفی ۱۳۵۴ھ)، ناشر: دار الفکر، بیروت

۷۰۹۔ المحبر

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حبیب (متوفی ۲۴۵ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۱ھ، ناشر: المکتب التجاری بیروت، آفسٹ از مطبعة الدائرة، ھند

۷۱۰۔ محبوب القلوب

مؤلف: قطب الدین محمد بن علی بن عبدالوھاب اشکوری

اس کتاب کا عکسی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی میں موجود ہے

۷۱۱۔ المحصول فی علم الاصول

مؤلف: فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی (متوفی ۶۰۶ھ)، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۷۱۲۔ المحلی

مؤلف: احمد بن سعید بن حزم (متوفی ۴۵۶ھ)، تحقیق: لجنۃ احیاء التراث العربی فی دار الآفاق الجدیدہ، بیروت

۷۱۳۔ محمد رسول اللہ

مؤلف: توفیق الحکیم، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، دوسرا ایڈیشن

۷۱۴۔ مختار الاحادیث النبویۃ و الحکم المحمدیۃ

مؤلف: احمد بن ابراہیم مصطفیٰ الھاشمی (متوفی ۱۳۶۲ھ)، ناشر: مطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ، بارہواں ایڈیشن

۷۱۵۔ مختصر بصائر الدرجات

مؤلف: حسن بن سلیمان خالد حلی عاملی (متوفی ۱۱۸۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۷۱۶۔ مختصر تاریخ ابن عساکر

مؤلف: محمد بن مکرم معروف بہ ابن منظور (متوفی ۷۱۱ھ)، تحقیق: ریاض عبد الحمید اور روحیۃ النحاس اور محمد مطیع، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

۷۱۷۔ مختصر تذکرۃ القرطبی

مؤلف: عبد الوھاب بن احمد بن علی شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ)، ناشر: عبد الحمید حنفی مصر، پہلا ایڈیشن

۷۱۸۔ مختصر جامع بیان العلم

مؤلف: احمد بن عمر محمصانی بیرونی (متوفی بعد از ۱۳۴۹ھ)، تحقیق: حسن اسماعیل مروۃ، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الخیر، دمشق

۷۱۹۔ مختصر طبقات الحنابلة

مؤلف: محمد بن عمر بغدادی معروف بہ ابن شطی (متوفی ۱۳۷۹ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۷۲۰۔ المختصر فی اخبار البشر (تاریخ ابو الفداء)

مؤلف: عماد الدین اسماعیل ابو الفداء (متوفی ۷۳۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۵ھ پہلا ایڈیشن ناشر: المطبعة الحسینیة، مصر

۷۲۱۔ المخصص

مؤلف: ابو الحسن علی بن اسماعیل اندلسی معروف بہ ابن سیدہ (متوفی ۴۵۸ھ)، تحقیق: لجنة احیاء التراث العربی، دار احیاء التراث العربی، بیروت

۷۲۲۔ مدارج النبوة

مؤلف: عبد الحق بن سیف الدین بن سعد دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ)

کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم میں اس کا نسخہ موجود ہے

۷۲۳۔ المدخل

مؤلف: محمد بن محمد عبد معروف بہ ابن حاج (متوفی ۷۳۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۹ء، ناشر: الازہر، مصر

۷۲۴۔ المدونة الکبریٰ

مؤلف: مالک بن انس اصبحی (متوفی ۱۷۹ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۷۲۵۔ مرآة الجنان و عبرة الیقظان

مؤلف: عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی یمنی (متوفی ۷۶۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: دار الکتاب الاسلامی، قاہرہ

۷۲۶۔ مرأة العقول فی شرح اخبار الرسول

مؤلف: علامہ محمد باقر مجلسی (متوفی ۱۱۱۱ھ) ،سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ، ناشر: دار الکتب الاسلامیۃ ،تہران

۷۲۷۔ مراۃ المو منین فی منا قب اھل بیت سید المو منین

مؤلف: ولی اللہ بن حبیب اللہ بن محب اللہ لکھنوی (متوفی ۱۲۷۰ھ)

کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم میں اس کا عکسی نسخہ موجود ہے۔

۷۲۸۔ المراجعات

مؤلف: عبد الحسین شرف الدین (متوفی ۱۳۷۷ھ)، تحقیق: حسین راضی ،ناشر: دار الکتاب الاسلامی ،قاہرہ

۷۲۹۔ مراتب الاجماع فی العبادات والمعاملات والاعتقادات

مؤلف: ابو محمد علی بن احمد بن سعد بن حزم (متوفی ۴۵۶ھ)، ناشر: دار الکتاب العربی، بیروت

۷۳۰۔ المراسم فی الفقہ الامامی

مؤلف: حمزہ بن عبد العزیز دیلمی ملقب بہ سلار (متوفی ۴۶۳ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمود بستانی، ناشر: دار الزہراء، بیروت

۷۳۱۔ مراقی المفاتیح

۷۳۲۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح

مؤلف: حسین بن علی بن عمار نبلالی (متوفی ۱۰۶۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء، ناشر: مکتبۃ مصطفیٰ البابی الحلبی ،مصر

۷۳۳۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح

مؤلف: ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ)، تحقیق: صدقی محمد جمیل عطار، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ، ناشر: دار الفکر، بیروت

۷۳۴۔ مرقاۃ الوصول لنوادر الاصول مطبوع در ذیل نوادر الاصول حکیم

مؤلف: شیخ مصطفیٰ بن اسماعیل دمشقی (متوفی ۱۲۹۴ھ میں زندہ تھے)، ناشر: دار صادر، بیروت

٧٣٥۔ المرقصات و المطربات

مؤلف: علی بن موسیٰ بن سعید مغربی (متوفی ۶۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۹۷۳ء، ناشر: دار حمد و محیو

٧٣٦۔ مروج الذهب

مؤلف: علی بن الحسین بن علی مسعودی (متوفی ۳۴۶ھ)، تحقیق: عبد الامیر مہنا، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

٧٣٧۔ المزهر فی علوم اللغة و انواعها

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، ناشر: دار احیاء الکتب العربیۃ، مصر

٧٣٨۔ مسار الشيعة فی مختصر تواريخ الشريعة، مطبوع ضمن مصنفات شيخ مفيد

مؤلف: محمد بن محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، تحقیق: شیخ مہدی نجف، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ مہر، قم

٧٣٩۔ مسالك الافهام فی شرح شرائع الاسلام

مؤلف: زین الدین بن علی عاملی (متوفی ۹۶۶ھ)، ناشر: دار الهدی للطباعۃ والنشر، قم

٧٤٠۔ مسالك الحنفا فی والدی المصطفی

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ، دوسرا ایڈیشن، ناشر: مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد ھند

٧٤١۔ مستدركات علم رجال الحديث

مؤلف: علی نمازی شاہرودی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ در تہران

٧٤٢۔ المستدرك على الصحيحين

مؤلف: محمد بن عبد اللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵ھ)، تحقیق: مصطفیٰ عبد القادر عطا،

سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۷۴۳۔ مستدرک معجم المؤلفین

مؤلف: محمد رضا کحالۃ، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۷۴۴۔ مستدرک الوسائل

مؤلف: میرزا حسین نوری (متوفی ۱۳۲۰ھ)، ناشر: مؤسسہ اسماعیلیان، قم

۷۴۵۔ المسترشد فی امامۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب

مؤلف: ابوجعفر محمد بن جریر ابن رستم طبری امامی (متوفی ۳۱۰ھ)، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۷۴۶۔ المستطرف فی کل فن مستظرف

مؤلف: محمد بن احمد ابوالفتح الشیمی (متوفی ۵۳۸ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۷۴۷۔ المستقصی فی أمثال العرب

مؤلف: جار اللہ محمود بن عمر زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ در بیروت، پہلا ایڈیشن

۷۴۸۔ المسند

مؤلف: ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی (متوفی ۲۱۹ھ)، تحقیق: حبیب الرحمن اعظمی، ناشر: المکتبۃ السلفیۃ، مدینہ منورہ

۷۴۹۔ المسند

مؤلف: الہیثم بن کلیب شاشی (متوفی ۳۳۵ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محفوظ الرحمن زین اللہ، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ

۷۵۰۔ مسند ابی داؤد طیالسی

مؤلف: سلیمان بن داؤد بن جارود (متوفی ۲۰۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۱ھ، ناشر: دار الکتاب

اللبنانی، وآفسٹ از دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد ھند

۷۵۱ ۔ مسند ابی یعلی

مؤلف: احمد بن علی مثنی موصلی (متوفی ۳۰۷ھ)، تحقیق: حسین سلیم اسد، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دار الثقافۃ العربیۃ، دمشق

۷۵۲ ۔ مسند احمد بن حنبل

مؤلف: احمد بن محمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۷۵۳ ۔ مسند الامام الرضا ابی الحسن علی بن موسی (ع)

تحقیق: عزیز اللہ عطاردی خبوشانی، سن اشاعت: ۱۳۹۲ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الصدوق، تہران

۷۵۴ ۔ مسند الامام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (ع)

سن اشاعت: ۱۹۶۶ء، ناشر: مکتبۃ الحیاۃ، بیروت

۷۵۵ ۔ مسند البزار (البحر الزخار الجامع لمذاهب علماء الامصار)

مؤلف: ابوبکر احمد بن عمرو العتکی البزار (متوفی ۲۹۲ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن زین اللہ، ناشر: مکتبۃ العلوم والحکم مدینۂ منورۃ

۷۵۶ ۔ مسند شمس الاخبار المنتقی من کلام النبی المختار

مؤلف: علی بن حمید قرشی (متوفی ۶۳۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

۷۵۷ ۔ مسند فاطمہ

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: عزیز بک، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: المطبعۃ العزیزیۃ، حیدر آباد

۷۵۸۔ مشارق الانوار علی صحاح الآثار

مؤلف: ابوالفضل عیاض بن موسی بن عیاض یحصبی (متوفی ۵۴۴ھ)

۷۵۹۔ مشارق الانوار فی فوز اھل الاعتبار

مؤلف: حسن العدوی الحمزاوی (متوفی ۱۳۰۳ھ)، ناشر: المطبعۃ الکشلیۃ بالمحروسۃ، تیسرا ایڈیشن

۷۶۰۔ مشاھیر الشرق، مطبوع در ضمن مؤلفات جرجی زیدان (ج۱۶)

مؤلف: جرجی زیدان (متوفی ۱۳۳۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء، ناشر: دارالجیل، بیروت

۷۶۱۔ المشتبه فی الرجال

مؤلف: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: علی محمد نجاوی، سن اشاعت: ۱۹۶۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء الکتب العربیۃ، عیسی البابی مصر

۷۶۲۔ مشکاۃ المصابیح

مؤلف: محمد بن عبداللہ الخطیب العمری (متوفی ۵۱۰ھ)، تحقیق: سعید محمد لحام، سن اشاعت: ۱۴۱۱ مطابق ۱۹۹۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، لبنان

۷۶۳۔ مشکل الآثار

مؤلف: احمد بن محمد بن سلامۃ مصری طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد ھند

۷۶۴۔ مشیخۃ الفقیه

شرح وترجمہ وتعلیقہ: محمد جعفر شمس الدین، ناشر: دارالتعارف، بیروت

۷۶۵۔ مصابیح السنۃ

مؤلف: حسین بن مسعود بن محمد فراء بغوی (متوفی ۵۲۶ھ)، تحقیق: ڈاکٹر یوسف عبدالرحمن مرعشی

،سن اشاعت: ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء، ناشر: دارالمعرفۃ، بیروت

۷۶۶۔ المصباح

مؤلف: ابراہیم بن علی بن حسن عاملی کفعمی (متوفی ۹۰۵ھ)، ناشر: انتشارات رضی، قم

۷۶۷۔ مصباح الظلام و بهجة الانام

مؤلف: محمد عبداللطیف جردانی (متوفی ۱۳۰۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء، پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

۷۶۸۔ مصباح المتهجد

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، تحقیق: اسماعیل انصاری زنجانی

۷۶۹۔ المصعد الاحمد فی ختم مسند احمد

مؤلف: محمد بن محمد بن علی جزری (متوفی ۸۳۳ھ)، سن اشاعت ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۰ء، ناشر :مکتبۃ التوبۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

۷۷۰۔ المصنف

مؤلف: عبدالرزاق بن ہمام صنعانی (متوفی ۲۱۱ھ)، تحقیق: شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی، سن اشاعت: ۱۳۹۰ھ، ناشر: المجلس العلمی، ھند

۷۷۱۔ المصنف فی الاحادیث و الآثار

مؤلف: عبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃ (متوفی ۲۳۵ھ)، تحقیق: مختار احمد ندوی

یہی کتاب ۱۴۰۹ھ میں سعید محمد لحام کی تحقیق کے ساتھ دارالفکر بیروت سے شائع ہوئی تھی۔

۷۷۲۔ المضنون الصغیر، مطبوع بر حاشیہ کتاب الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل

مؤلف: ابوحامد محمد بن محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ)، ناشر: مکتبۃ محمد علی صبیح واولادہ، مصر

۷۷۳۔ مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول

مؤلف: کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی (متوفی ۶۵۴ھ)

۱۲۸۷ھ میں رضا دامغانی معروف بہ حاجی آخوند سرافراز نے اس کی کتابت کی تھی۔

۷۷۴۔ المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ

مؤلف: احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، تحقیق: حبیب الرحمٰن اعظمی، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت

۷۷۵۔ مطالع الانظار علی طوالع الانوار (مطبوع بامتن طوالع الانوار بیضاوی)

مؤلف: شمس الدین بن محمود بن عبد الرحمٰن اصفہانی (متوفی ۷۴۹ھ)

۷۷۶۔ مطالع البدور فی منازل السرور

مؤلف: علاء الدین علی بن عبد اللہ بہائی (متوفی ۷۱۶ھ)، سن اشاعت: ۱۲۹۹ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ ادارۃ الوطن

۷۷۷۔ مطلع البدور و مجمع البحور

مؤلف: احمد بن صالح زیدی یمنی (متوفی ۱۰۸۷ھ)، ناشر: جامعۃ الدول العربیۃ، المنظمۃ العربیۃ للتربیۃ والثقافۃ والعلوم

۷۷۸۔ مطلع الشمس

مؤلف: محمد حسن خان ضیع الدولۃ اعتماد السلطنۃ، سن اشاعت: ۱۳۶۲ ہجری شمسی در تہران، پہلا ایڈیشن

۷۷۹۔ المعارف

مؤلف: ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبہ (متوفی ۲۸۶ھ)، تحقیق: ڈاکٹر ثروت عکاشہ، سن اشاعت: ۱۹۹۲ھ چھٹا ایڈیشن، ناشر: الھیئۃ المصریۃ العاملۃ للکتاب

۷۸۰۔ معالم العلماء فی فہرست کتب الشیعۃ و اسماء المصنفین

مؤلف: محمد بن علی بن شہر آشوب (متوفی ۵۸۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۷۸۱۔ معانی القرآن

مؤلف: ابوزکریا یحیٰ بن زیاد فراء (متوفی ۲۰۷ھ)، تحقیق: احمد یوسف نجاتی اور محمد علی نجار، ناشر: مکتبۃ ناصر خسرو تہران، پہلا ایڈیشن

۷۸۲۔ معاہد التنصیص علی شواہد التلخیص

مؤلف: عبدالرحیم بن احمد عباسی (متوفی ۹۶۳ھ)، تحقیق: محمد محیی الدین عبدالحمید، سن اشاعت: ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۷ء، ناشر: عالم الکتب، بیروت

۷۸۳۔ المعتصر من المختصر من مشکل الآثار

مؤلف: ابوالمحاسن یوسف بن موسیٰ حنفی (متوفی ۷۴۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۲ھ، ناشر: عالم الکتب بیروت، آفسٹ از دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد ھند

۷۸۴۔ المعجم

مؤلف: احمد بن محمد بن زیاد، ابوسعید ابن الاعرابی (متوفی ۳۴۱ھ)، تحقیق: ڈاکٹر احمد بن میرین سیاد بلوشی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الکوثر، ریاض

۷۸۵۔ معجم الادباء

مؤلف: یاقوت بن عبداللہ حموی (متوفی ۶۲۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء، ناشر: دارالفکر، بیروت

۷۸۶۔ معجم الاطباء

مؤلف: ڈاکٹر احمد عیسیٰ بک (متوفی ۱۹۴۶ء)، سن اشاعت: ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۲ء، ناشر: مطبعہ فتح اللہ الیاس، مصر

۷۸۷۔ المعجم الاوسط

مؤلف: ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمود طحان، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: مکتبۃ المعارف، ریاض

۷۸۸۔ معجم البلدان
مؤلف: یاقوت الحموی (متوفی ۶۲۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۷۸۹۔ معجم رجال الحدیث
مؤلف: ابوالقاسم الموسوی الخوئی (متوفی ۱۴۱۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء در بیروت، تیسرا ایڈیشن

۷۹۰۔ معجم الشعراء
مؤلف: ابوعبداللہ محمد بن عمران مرزبانی (متوفی ۳۸۴ھ)، تحقیق: عبدالستار احمد فراج، ناشر: مکتبۃ النوری، دمشق

۷۹۱۔ معجم الشیوخ
مؤلف: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: محمد حبیب هيلة، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الصدیق، طائف

۷۹۲۔ المعجم الصغیر
مؤلف: ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الفکر، بیروت

۷۹۳۔ المعجم (فی اصحاب القاضی ابی علی الصدفی)
مؤلف: محمد بن عبداللہ بن ابی بکر قضاعی معروف بہ ابن الابار (متوفی ۶۵۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء، ناشر: دار الکتاب العربی، قاہرہ

۷۹۴۔ المعجم الکبیر

مؤلف: ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)، تحقیق: حمدی عبدالمجید سلفی، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۷۹۵۔ المعجم المختص بالمحدثین

مؤلف: محمد بن احمد عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد حبیب ھیلہ، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: مکتبۃ الصدیق، طائف

۷۹۶۔ معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ

مؤلف: یوسف الیان سرکیس (متوفی ۱۳۵۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم (آفسٹ)

۷۹۷۔ معجم المؤلفین

مؤلف: عمر رضا کحالۃ، سن اشاعت: ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۷۹۸۔ المعجم الموحد

مؤلف: محمود درياب نجفی، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مجمع الفکر الاسلامی، قم

۷۹۹۔ معرفۃ الرجال

مؤلف: ابوزکریا یحیی بن معین (متوفی ۲۳۳ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: مجمع اللغۃ العربیۃ، دمشق

۸۰۰۔ معرفۃ الصحابۃ

مؤلف: ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (متوفی ۴۳۰ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد راضی بن حاج عثمان، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مکتبۃ الدار، مدینہ منورہ

۸۰۱۔ معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات والاعصار

مؤلف: محمد بن احمد ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: بشار عواد و شعیب ارناؤط، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء، ناشر: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت

۸۰۲۔ معین الحکام فیما یتردد بین الخصمین من الاحکام

مؤلف: علاء الدین ابوالحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی (متوفی ۸۴۴ھ)

۸۰۳۔ المغازی

مؤلف: محمد بن عمر بن واقد واقدی (متوفی ۲۰۷ھ)، تحقیق: ڈاکٹر مارسدن جونس، ناشر: مؤسسة الاعلمی، بیروت

۸۰۴۔ المغنی

مؤلف: ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۷ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دارالکتاب العربی، بیروت

۸۰۵۔ المغنی فی ابواب التوحید و العدل

مؤلف: ابوالحسن عبدالجبار بن احمد بن عبدالجبار اسد آبادی (متوفی ۴۱۵ھ)، تحقیق: ڈاکٹر عبدالحلیم محمود، ناشر: الدارالمصریۃ للتالیف والترجمۃ

۸۰۶۔ مغنی المحتاج الی معرفة الفاظ المنهاج

مؤلف: شیخ محمد بن احمد شربینی (متوفی ۹۷۷ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۸ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۸۰۷۔ مفاتیح الاعجاز

مؤلف: میرزا محمد بن یحیی نوربخشی (متوفی ۸۹۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۱۲ھ، ناشر: مکتبہ حیدری، حیدرآباد، ھند

۸۰۸۔ مفتاح السعادة و مصباح السیادة

مؤلف: احمد بن مصطفیٰ معروف بہ طاش کبری زادہ (متوفی ۹۶۸ھ)، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۸۰۹۔ مفتاح النجا فی مناقب آل العباء

مؤلف: محمد بن رستم خان بدخشی (متوفی ۹۲۲ھ)

۱۲۸۲ھ کا قلمی نسخہ کتب آیۃ اللہ مرعشی قم میں موجود ہے۔

۸۱۰۔ المفردات فی غریب القرآن

مؤلف: حسین بن محمد بن مفضل معروف بہ راغب اصفہانی (متوفی ۵۰۲ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: مکتب نشر الکتاب، ایران

۸۱۱۔ مقاتل الطالبین

مؤلف: ابو الفرج علی بن الحسین بن محمد اصفہانی (متوفی ۳۵۶ھ)، تحقیق: احمد صقر، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی، بیروت

۸۱۲۔ المقاصد الحسنة

مؤلف: محمد بن الرحمٰن شمس الدین سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ)، تحقیق: محمد عثمان الخشت، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۴ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العربی، بیروت

۸۱۳۔ المقاصد السندسية فی النسبة المصطفوية

مؤلف: جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد ھند

۸۱۴۔ مقتضب الاثر فی النص علی الائمة الاثنی عشر

مؤلف: احمد بن عبد اللہ بن عیاش جوہری (متوفی ۴۰۱ھ)، ناشر: مکتبۃ الطباطبائی، قم

۸۱۵۔ مقتل الحسین

مؤلف: موفق بن احمد مکی اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ)، تعلیقہ: محمد سماوی، سن اشاعت: ۱۳۶۷ھ، ناشر: مکتبۃ المفید قم، آفسٹ از طبع نجف

۸۱۶۔ مقدمات ابن رشد، مطبوع در ضمن کتاب المدونة الکبریٰ لمالک ابن انس

مؤلف: محمد بن احمد ابن رشد (متوفی ۵۲۰ ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: دار الفکر، بیروت

۸۱۷۔ مقدمة فی اصول التفسیر

مؤلف: احمد بن عبد الحلیم بن تیمیة (متوفی ۷۲۸ ھ)، ناشر: دار مکتبة الحیاة، بیروت

۸۱۸۔ المقنع فی الامامة

مؤلف: عبید اللہ بن عبد اللہ السد آبادی (متوفی بعد از وفات سید مرتضی متوفی ۴۳۶ ھ)، تحقیق: شاکر سبع، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۱۹۔ المقنع و الهداية

مؤلف: محمد بن علی بن حسن بن بابویہ معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار المحجة، بیروت

۸۲۰۔ المقنعة، مطبوع در ضمن مؤلفات شیخ مفید

مؤلف: محمد بن محمد نعمان معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۲۱۔ الملاحم والفتن

مؤلف: علی بن موسی بن جعفر بن طاؤس (متوفی ۶۶۴ ھ)، سن اشاعت: ۱۳۶۸ھ، ناشر: المطبعة الحیدریة، نجف اشرف

۸۲۲۔ الملل و النحل

مؤلف: ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شہرستانی (متوفی ۵۴۸ ھ)، سن اشاعت: ۱۹۸۱ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسة ناصر للثقافة، بیروت

۸۲۳۔ من لا یحضره الفقیه

مؤلف: ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۴ھ

،دوسرا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۲۴ ۔ مناظر المحاضر للمناضر الحاضر

مؤلف: المعهد الفرنسی دمشق در اخبار الدراسات الشرقية مجلد ۱۶، سن اشاعت: ۱۹۶۱ء

۸۲۵ ۔ مناقب خوارزمی

مؤلف: موفق بن احمد بن محمد خوارزمی (متوفی ۵۶۸ ھ)، تحقیق: مالک محمودی، سن اشاعت: ۱۴۱۱ ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۲۶ ۔ مناقب آل ابیطالب

مؤلف: ابو جعفر محمد بن علی بن شہر آشوب سروی (متوفی ۵۸۸ ھ)، تحقیق: یوسف بقاعی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ ھ مطابق ۱۹۹۱ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار الاضواء، بیروت

۸۲۷ ۔ مناقب ابی حنیفہ، مطبوع درذیل کتاب مناقب ابی حنیفة کردری

مؤلف: موفق بن احمد مکی خوارزمی (متوفی ۵۶۸ ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۱ ھ پہلا ایڈیشن

۸۲۸ ۔ مناقب ابی حنیفة

مؤلف: محمد بن محمد شہاب کردری (متوفی ۸۲۷ ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۱ ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدرآباد ھند

۸۲۹ ۔ مناقب احمد بن حنبل

مؤلف: ابو الفرج عبد الرحمن ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ ھ)، تحقیق: عبد اللہ بن عبد المحسن ترکی، سن اشاعت: ۱۴۰۹ ھ مطابق ۱۹۸۸ء دوسرا ایڈیشن، ناشر: دار ھجر الجیزہ، مصر

۸۳۰ ۔ مناقب امیر المومنین

مؤلف: احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ ھ)، تحقیق: سید عبد العزیز طباطبائی

۸۳۱ ۔ المناقب الثلاثة للامام علی و نجلیه الحسن و الحسین

سن اشاعت: ۱۳۵۲ھ، ناشر: المطبعة الیوسفیة، مصر

۸۳۲۔ مناقب الشافعی

مؤلف: احمد بن حسین بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)، تحقیق: احمد صقر، ناشر: مکتبة دار التراث، قاہرہ

۸۳۳۔ مناقب الشافعیہ

مؤلف: حسین بن مسعودی بغوی (متوفی ۵۱۶ھ)، تحقیق: احمد صقر، ناشر: مکتبة دار التراث، قاہرہ

۸۳۴۔ مناقب علی بن ابی طالب

مؤلف: علی بن محمد بن محمد معروف بہ ابن مغازلی (متوفی ۴۸۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۹۴ھ، ناشر: المکتبة الاسلامیة، تہران

۸۳۵۔ المنتخب

مؤلف: فخر الدین بن محمد علی بن احمد طریحی (متوفی ۱۰۸۵ھ)، ناشر: مکتبہ ارومیہ، قم

۸۳۶۔ منتخب کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال

مؤلف: حسام الدین بن علی ابن الملک (متوفی ۹۷۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ پہلا ایڈیشن، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۸۳۷۔ منتخب المختار (تاریخ علماء بغداد)

مؤلف: محمد بن رافع ھجرس السلامی (متوفی ۷۷۴ھ)، تحقیق: عباس عزاوی، سن اشاعت: ۱۳۵۷ مطابق ۱۹۳۷ء، ناشر: مطبعة الاھالی، بغداد

۸۳۸۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم

مؤلف: عبدالرحمٰن بن علی معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا اور مصطفیٰ عبدالقادر عطا، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت

۸۳۹۔ منتھی الکلام

مؤلف: حیدر علی بن محمد فیض آبادی (متوفی ۱۲۵۰ھ)، سن اشاعت: ۱۲۸۲ھ، ناشر: مطبعة غلام

رضا خان، ایران

۸۴۰۔ منتهى المدارك (شرح تائيه ابن الفارض)

مؤلف: سعید الدین فرغانی (متوفی ۶۹۹ھ)، سن اشاعت: ۱۲۹۳ھ، ناشر: مطبعۃ الصنائع، استنبول

۸۴۱۔ منتهى المقال (فهرست شيخ ابو على)

مؤلف: ابو علی محمد بن اسماعیل حائری (متوفی ۱۲۱۵ء، ۱۲۱۶ھ)

۸۴۲۔ منح المنة فى التمسك باشريعة والسنة

مؤلف: عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ)، ناشر: المکتبۃ المحمودیۃ، مصر

۸۴۳۔ منن الرحمن فى شرح المنظومة

مؤلف: شیخ محمد بہاء الدین حارثی (متوفی ۱۰۳۰ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۴ھ، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۸۴۴۔ المنهاج، مطبوع با كتاب مغنى المحتاج شربينى

مؤلف: ابو زکریا یحیی بن اشرف الدین بن مری نووی (متوفی ۶۷۶ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۷ مطابق ۱۹۵۸ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۸۴۵۔ منهاج البراعة فى شرح نهج البلاغه

مؤلف: میرزا حبیب اللہ بن محمد ہاشم موسوی خوئی (متوفی ۱۳۲۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ، ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ، تہران

۸۴۶۔ منهاج السنة النبوية

مؤلف: احمد بن عبدالحلیم بن تیمیۃ (متوفی ۷۲۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۲ھ، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، آفسٹ از مطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ، مصر

۸۴۷۔ منهاج الشريعة فى الرد على ابن تيمية

مؤلف: سید محمد مہدی ابن سید صالح کاظمی قزوینی (متوفی ۱۳۵۸ھ)، سن اشاعت: ۱۳۴۷ھ، ناشر: المطبعۃ العلویۃ، نجف اشرف

۸۴۸۔ المنهاج فی شعب الایمان

مؤلف: ابوعبداللہ حسین بن حسن حلیمی (متوفی ۴۰۳ھ)، تحقیق: حلمی محمد فودہ، سن اشاعت: ۱۳۹۹ پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالفکر، بیروت

۸۴۹۔ منهج المقال فی تحقیق احوال الرجال (چاپ سنگی)

مؤلف: میرزا محمد استر آبادی (متوفی ۱۰۲۶ھ)

۸۵۰۔ المهذب فی الفقه

مؤلف: ابراہیم بن علی یوسف فیروز آبادی شیرازی (متوفی ۴۷۶ھ)، ناشر: مطبعۃ عیسی البابی الحلبی، مصر

۸۵۱۔ المنهل الصافی والمستوفی بعد الوافی

مؤلف: یوسف بن تغری بردی الاتابکی جمال الدین ابی المحاسن (متوفی ۸۷۴ھ)، تحقیق: محمد محمد امین، سن اشاعت: ۱۹۸۴ء، ناشر: الھیئۃ المصریۃ للکتاب

۸۵۲۔ المؤتلف والمختلف

مؤلف: ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی (متوفی ۳۸۵ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالغرب الاسلامی

۸۵۳۔ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان

مؤلف: نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ)، تحقیق: محمد عبدالرزاق حمزہ، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۸۵۴۔ الموافقات فی اصول الشریعة

مؤلف: ابراہیم بن موسی اللخمی الشاطبی (متوفی ۷۹۰ھ)، شارح: شیخ عبداللہ دراز، ناشر:

دار المعرفۃ، بیروت

۸۵۵۔ المواقف فی علم الکلام

مؤلف: عبد الرحمٰن بن احمد بن عبد الغفار ایجی (متوفی ۷۵۶ھ)، ناشر: عالم الکتب، بیروت

۸۵۶۔ المواہب اللدنیہ

مؤلف: احمد بن محمد قطلانی (متوفی ۹۲۳ھ)، تحقیق: صالح احمد شامی، سن اشاعت: ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت

۸۵۷۔ مواہب الواہب

مؤلف: جعفر بن محمد بن نقدی (متوفی ۱۳۶۹ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد ہادی امینی، سن اشاعت: ۱۴۱۳ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: شرکۃ الکتبی، بیروت

۸۵۸۔ المودۃ فی القربیٰ

مؤلف: علی بن شہاب الدین ہمدانی (متوفی ۷۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۹۹۰ء، ناشر: مجلہ الموسم شمارہ (۸) از نسخہ قلمی کلکتہ ہند

۸۵۹۔ موضح اوہام الجمع والتفرق

مؤلف: احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۲ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۹ء، ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء، ناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد ھند، دار الفکر بیروت

۸۶۰۔ الموضوعات

مؤلف: ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، تحقیق: عبد الرحمٰن محمد عثمان، سن اشاعت: ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء، ناشر: المکتبۃ السلفیۃ، مدینہ منورہ

۸۶۱۔ الموضوعات الکبریٰ

مؤلف: علی قاری ہروی حنفی، سن اشاعت: ۱۳۴۶ھ، ناشر: مطبعہ مجتبائی، دھلی ھند

۸۶۲۔ الموطّا

مؤلف: مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ)، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی

۸۶۳۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال

مؤلف: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: محمد بجاوی، ناشر: دارالفکر، بیروت

۸۶۴۔ الناسخ و المنسوخ فی القرآن الکریم

مؤلف: محمد بن اسماعیل صفار معروف بہ ابی جعفر نحاس (متوفی ۳۳۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت

۸۶۵۔ نامہ دانشوران ناصری

مؤلف: گروہ علماء، ناشر: مؤسسۃ مطبوعات دارالفکر، قم

۸۶۶۔ نثر الدرر

مؤلف: منصور بن حسین آبی (متوفی ۴۲۲ھ)

اس کا عکسی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی میں موجود ہے۔

۸۶۷۔ النجوم الزاھرہ فی ملوک مصر والقاہرہ

مؤلف: یوسف بن تغری بردی اتابکی (متوفی ۸۷۴ھ)، ناشر: دارالکتب، مصر

۸۶۸۔ النزاع و التخاصم فیما بین بنی امیۃ و بنی ہاشم

مؤلف: تقی الدین مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ)، تحقیق: ڈاکٹر حسین مونس، ناشر: انتشارات رضی، قم

۸۶۹۔ نزل الابرار

مؤلف: محمد بن معتمد خان بدخشانی (متوفی ۱۱۲۶ھ)، تحقیق: محمد ہادی امینی، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: شرکۃ الکتبی، بیروت

۸۷۰۔ نزھۃ الارواح

مؤلف: احمد بن علی تلمسانی (متوفی ۱۰۴۱ھ)، تحقیق: یوسف بقاعی، ناشر: دار الفکر، بیروت

۸۸۷۔ نفح القوت المغتذی علی صحیح الترمذی

مؤلف: علی بن سلیمان بجمعوی المغربی المالکی (متوفی ۱۳۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۲۹۸ھ، ناشر: المطبعۃ الوھبیۃ

۸۸۸۔ نفحات الازھار فی خلاصۃ عبقات الانوار میر حامد حسین ھندی

تلخیص: سید علی میلانی، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعہ مہر، قم

۸۸۹۔ النکت العصریۃ فی اخبار الوزارۃ المصریۃ

مؤلف: عمارۃ بن علی الحکمی الیمنی (متوفی ۵۶۹ھ)، ناشر: مکتبۃ المثنی، بغداد

۸۹۰۔ نکت الھمیان فی نکت العمیان

مؤلف: خلیل بن ایبک صفدی (متوفی ۷۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء، ناشر: المطبعۃ الجمالیۃ، مصر

۸۹۱۔ نھایۃ الارب فی فنون الادب

مؤلف: احمد بن عبد الوھاب نویری (متوفی ۷۳۳ھ)، ناشر: المؤسسۃ المصریۃ العامۃ، وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی، مصر

۸۹۲۔ نھایۃ الاقدام فی علم الکلام

مؤلف: محمد بن عبد الکریم شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ)، ناشر: دار الکتاب، بیروت

۸۹۳۔ النھایۃ فی غریب الحدیث

مؤلف: مبارک بن محمد جزری معروف بہ ابن اثیر (متوفی ۶۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۹۵۶ء چوتھا ایڈیشن در قاہرہ

۸۹۴۔ النھایۃ ونکتھا

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن بن علی معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۹۵۔ نہج البلاغة

تحقیق وتعلیقہ: ڈاکٹر صبحی صالح، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ در بیروت

۸۹۶۔نہج الحق و کشف الصدق

مؤلف: حسن بن یوسف بن مطہر معروف بہ علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ، ناشر: مؤسسة دار الھجرة

۸۹۷۔ نوادر الاصول

مؤلف: محمد بن علی بن حسن حکیم ترمذی (متوفی بعد از ۳۱۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت

۸۹۸۔النواقض للروافض

مؤلف: محمد بن عبد الرسول برزنجی (متوفی ۱۱۰۳ھ)

اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ آیة اللہ مرعشی میں موجود ہے

۸۹۹۔ نور الابصار

مؤلف: شیخ مومن بن حسن بن مومن شبلنجی (متوفی بعد از ۱۳۰۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء، ناشر: دار الجیل، بیروت

۹۰۰۔النور السارى

مؤلف: حسن عدوی حمزاوی (متوفی ۱۳۰۳ھ)، سن اشاعت: ۱۲۷۹ھ در مصر

۹۰۱۔ النور السافر عن اخبار القرن العاشر

مؤلف عبد القادر بن شیخ بن عبد اللہ العیدروس (متوفی ۱۰۳۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت

۹۰۲۔نور الکریمتین

مؤلف: مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ)، تحقیق: محمد فواد عبدالباقی، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۵ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی

۸۶۳۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال

مؤلف: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: محمد بجاوی، ناشر: دارالفکر، بیروت

۸۶۴۔ الناسخ و المنسوخ فی القرآن الکریم

مؤلف: محمد بن اسماعیل صفار معروف بہ ابی جعفر نحاس (متوفی ۳۳۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء پہلا ایڈیشن، ناشر: موسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت

۸۶۵۔ نامہ دانشوران ناصری

مؤلف: گروہ علماء، ناشر: موسسۃ مطبوعات دارالفکر، قم

۸۶۶۔ نثر الدرر

مؤلف: منصور بن حسین آبی (متوفی ۴۲۲ھ)

اس کا عکسی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی میں موجود ہے۔

۸۶۷۔ النجوم الزاھرہ فی ملوک مصر والقاہرہ

مؤلف: یوسف بن تغری بردی اتابکی (متوفی ۸۷۴ھ)، ناشر: دارالکتب، مصر

۸۶۸۔ النزاع و التخاصم فیما بین بنی امیۃ و بنی ہاشم

مؤلف: تقی الدین مقریزی (متوفی ۸۴۵ھ)، تحقیق: ڈاکٹر حسین مونس، ناشر: انتشارات رضی، قم

۸۶۹۔ نزل الابرار

مؤلف: محمد بن معتمد خان بدخشانی (متوفی ۱۱۲۶ھ)، تحقیق: محمد ہادی امینی، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء، ناشر: شرکۃ الکتبی، بیروت

۸۷۰۔ نزھۃ الارواح

مؤلف: امیر حسینی غوری ہروی (متوفی ۷۱۸ ھ)، ناشر: انتشارات زوّار، کابل

۸۷۱ ۔ نزهة الا لبّاء فی طبقا ت الادباء

مؤلف: عبدالرحمٰن بن محمد انباری (متوفی ۵۷۷ ھ)، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، ناشر: دار نھضۃ مصر، قاہرہ

۸۷۲ ۔ نزهة الجليس و منسية الاديب الانيس

مؤلف: عباس بن علی بن نورالدین حسینی (از بزرگان قرن ۱۲)، سن اشاعت: ۱۳۷۸ھ، ناشر: المطبعۃ الحیدریۃ، نجف اشرف

۸۷۳ ۔ نزهة الخوا طر و بهجة المسا مع و النو اظر

مؤلف: عبدالحی فخرالدین حسینی لکھنؤ (متوفی ۱۳۴۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء دوسرا ایڈیشن در حیدرآباد ھند

۸۷۴ ۔ نزهة المجا لس و منتخب النفا ئس

مؤلف: عبدالرحمٰن صفوری (متوفی ۸۹۴ھ)، ناشر: دارالایمان، دمشق

۸۷۵ ۔ نزهة المحبين فى فضائل امير المومنين

مؤلف: شیخ جعفر بن محمد نقدی (متوفی ۱۳۶۹ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء، ناشر: المطبعۃ العلمیۃ، نجف اشرف

۸۷۶۔ نسمة السحر فيمن تشيع و شعر

مؤلف: یوسف بن یحیی یمانی ضعانی (متوفی ۱۱۲۱ھ)

اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی میں موجود ہے

۸۷۷ ۔ نسيم الر ياض فى شرح الشفا للقا ضى عياض

مؤلف: احمد بن محمد شہاب الدین خفاجی (متوفی ۱۰۶۹ھ)، ناشر: دارالفکر، بیروت

۸۷۸ ۔ نشر العلمين فى احيا ء الابو ين

مؤلف: جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ ھ)، سن اشاعت: ۱۳۳۴ ھ دوسرا ایڈیشن، ناشر: دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد ھند

۸۷۹۔ نشوار المحاضرة و اخبار المذاکرة

مؤلف: محسن بن علی تنوخی (متوفی ۳۸۴ ھ)، تحقیق: عبود شالجی

۸۸۰۔ نشوة السلافة ومحل الاضافة

مؤلف: محمد بن بشارة آل موحی الخیقانی (متوفی ۱۱۶۰ ھ)، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ الحکیم، نجف اشرف

۸۸۱۔ النصائح الکافیة لمن یتولی معاویة

مؤلف: محمد بن عقیل بن عبداللہ العلوی (متوفی ۱۳۵۰ ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۲ ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الثقافۃ، قم

۸۸۲۔ نصب الرایة

مؤلف: عبداللہ بن یوسف زیلعی (متوفی ۸۶۲ ھ)، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت

۸۸۳۔ النصرة فی حرب البصرة

مؤلف: محمد بن محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ ھ)، ناشر: مکتبۃ الداوری، قم

۸۸٤۔ نظم الدرر فی تناسب الآیات و السور (تفسیر بقاعی)

مؤلف: برھان الدین ابی الحسین بن عمر البقاعی (متوفی ۸۸۵ ھ)، تحقیق: عبدالرزاق غالب المهدی، سن اشاعت: ۱۴۱۵ ھ مطابق ۱۹۹۵ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۸۸۵۔ نظم درر السمطین

مؤلف: محمد بن یوسف زرندی (متوفی ۷۵۰ ھ)، تحقیق: ڈاکٹر محمد ہادی امینی، ناشر: مکتبۃ نینوی الحدیثۃ، تہران

۸۸٦۔ نفح الطیب

مؤلف: احمد بن علی تلمسانی (متوفی ۱۰۴۱ھ)، تحقیق: یوسف بقاعی، ناشر: دار الفکر، بیروت

۸۸۷۔ نفح القوت المغتذی علی صحیح الترمذی

مؤلف: علی بن سلیمان بجمعوی المغربی المالکی (متوفی ۱۳۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۲۹۸ھ، ناشر: المطبعۃ الوھبیۃ

۸۸۸۔ نفحات الازھار فی خلاصۃ عبقات الانوار میر حامد حسین هندی

تلخیص: سید علی میلانی، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعہ مہر، قم

۸۸۹۔ النکت العصریۃ فی اخبار الوزارۃ المصریۃ

مؤلف: عمارۃ بن علی الحکمی الیمنی (متوفی ۵۶۹ھ)، ناشر: مکتبۃ المثنی، بغداد

۸۹۰۔ نکت الھمیان فی نکت العمیان

مؤلف: خلیل بن ایبک صفدی (متوفی ۷۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء، ناشر: المطبعۃ الجمالیۃ، مصر

۸۹۱۔ نھایۃ الارب فی فنون الادب

مؤلف: احمد بن عبد الوھاب نویری (متوفی ۷۳۳ھ)، ناشر: المؤسسۃ المصریۃ العامۃ، وزارۃ الثقافۃ والارشاد القومی، مصر

۸۹۲۔ نھایۃ الاقدام فی علم الکلام

مؤلف: محمد بن عبد الکریم شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ)، ناشر: دار الکتاب، بیروت

۸۹۳۔ النھایۃ فی غریب الحدیث

مؤلف: مبارک بن محمد جزری معروف بہ ابن اثیر (متوفی ۶۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۹۵۶ء چوتھا ایڈیشن در قاہرہ

۸۹۴۔ النھایۃ ونکتھا

مؤلف: ابوجعفر محمد بن حسن بن علی معروف بہ شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ)، ناشر: جامعہ مدرسین، قم

۸۹۵۔ نہج البلاغة

تحقیق وتعلیقہ: ڈاکٹر صبحی صالح، سن اشاعت: ۱۳۸۷ھ در بیروت

۸۹۶۔ نہج الحق و کشف الصدق

مؤلف: حسن بن یوسف بن مطہر معروف بہ علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۰ھ، ناشر: مؤسسۃ دار الهجرة

۸۹۷۔ نوادر الاصول

مؤلف: محمد بن علی بن حسن حکیم ترمذی (متوفی بعد از ۳۱۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۸۹۸۔ النواقض للروافض

مؤلف: محمد بن عبد الرسول برزنجی (متوفی ۱۱۰۳ھ)

اس کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی میں موجود ہے

۸۹۹۔ نور الابصار

مؤلف: شیخ مومن بن حسن بن مومن شبلنجی (متوفی بعد از ۱۳۰۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء، ناشر: دار الجیل، بیروت

۹۰۰۔ النور الساری

مؤلف: حسن عدوی حمزاوی (متوفی ۱۳۰۳ھ)، سن اشاعت: ۱۲۷۹ھ در مصر

۹۰۱۔ النور السافر عن اخبار القرن العاشر

مؤلف عبد القادر بن شیخ بن عبد اللہ العیدروس (متوفی ۱۰۳۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۹۰۲۔ نور الکریمتین

مؤلف: قمر الدین بن منیب حسینی اورنگ آبادی (متوفی ۱۱۹۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۰۲ھ، ناشر: مطبعۃ نظامی، ھند

۹۰۳۔ النور المشتعل المقتبس من کتاب ما نزل من القرآن فی علی

مؤلف: ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (متوفی ۴۳۰ھ)، تحقیق: محمد باقر محمودی، سن اشاعت: ۱۴۰۶ھ، ناشر: وزارت ارشاد اسلامی، تہران

۹۰۴۔ نیل الاوطار

مؤلف: محمد بن علی بن محمد شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت

۹۰۵۔ الھدایۃ مطبوع با المقنع

مؤلف: شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۴ھ، ناشر: دار المحجۃ البیضاء، بیروت

۹۰۶۔ ھدایۃ المحدثین (معروف بہ مشترکات الکاظمی الی طریقۃ المحمدین)

مؤلف: محمد امین ابن محمد علی کاظمی (متوفی ۱۰۸۶ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۵ھ، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی، قم

۹۰۷ ھدایۃ المرتاب فی فضائل الاصحاب

مؤلف: احمد بن مصطفیٰ القادرین خانی (متوفی ۱۳۰۶ھ)، سن اشاعت: ۱۲۹۲ھ

۹۰۸۔ ھدیۃ الاحباب فی ذکر المعروفین بالکنی و الالقاب و الانساب

مؤلف: شیخ عباس قمی (متوفی ۱۳۵۹ھ)، ناشر: پہلا ایڈیشن در تہران

۹۰۹۔ ھدیۃ العارفین

مؤلف: اسماعیل پاشا بغدادی، سن اشاعت: ۱۹۵۱ء، ناشر: داراحیاء التراث العربی بیروت، آفسٹ از المطبعۃ البھیۃ استنبول

۹۱۰۔ الوافی

مؤلف: محمد بن مرتضی معروف بہ ملا فیض کاشانی (متوفی ۱۰۹۱ھ)، ناشر: کتب خانہ امیر المومنین اصفہان

۹۱۱۔ الوافی بالوفیات

مؤلف: خلیل بن ایبک صفدی (متوفی ۷۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۲ء، ناشر: دارالنشر فرانزشتایز، فیسبادن

۹۱۲۔ الوجیز، مطبوع بر حاشیہ تفسیر نووی

مؤلف: علی بن احمد واحدی (متوفی ۴۶۸ھ)، ناشر: داراحیاء الکتب العربیۃ، مصر

۹۱۳۔ الوزراء و الکتاب

مؤلف: محمد بن عبدوس الجہشیاری (متوفی ۳۳۱ھ)، سن اشاعت: ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ قاہرہ

۹۱۴۔ الوسط فی الادب العربی و تاریخہ

مؤلف: احمد علی اسکندری (متوفی ۱۹۳۸ء) مصطفیٰ عنانی (متوفی ۱۹۴۳ء)، ناشر: دارالمعارف مصر، اٹھارہواں ایڈیشن

۹۱۵۔ الوسیط فی تفسر القرآن المجید

مؤلف: علی بن احمد واحدی (متوفی ۴۶۸ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۴ء پہلا ایڈیشن، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت

۹۱۶۔ الوسیلۃ الی نیل الفضیلۃ

مؤلف: محمد بن علی طوسی معروف بہ ابن حمزہ (از بزرگان قرن ششم)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ء پہلا ایڈیشن، ناشر: کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی، قم

۹۱۷۔ وسیلۃ المآل فی عدۃ مناقب الآل

مؤلف: احمد بن فضل بن محمد باکثیر حضرمی شافعی (متوفی ۱۰۴۷ھ)

مکہ میں ۱۲۸۰ھ کے قلمی نسخے کا عکسی نسخہ کتب خانہ آیۃ اللہ مرعشی قم میں موجود ہے

۹۱۸۔ وسیلۃ النجاۃ

مؤلف: محمد مبین صاحب حنفی (متوفی ۱۳۲۵ھ)، ناشر: مطبعہ گلشن، ھند

۹۱۹۔ الوشیعۃ فی نقص عقائد الشیعۃ

مؤلف: موسیٰ جار اللہ (متوفی ۱۳۶۹ھ)، ناشر: مکتبۃ الخانجی، مصر

۹۲۰۔ الوفا باحوال المصطفیٰ

مؤلف: عبد الرحمٰن بن علی معروف بہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ)، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۹۲۱۔ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ

مؤلف: علی بن عبد اللہ حسینی شافعی سمہودی (متوفی ۹۱۱ھ)، تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید، ناشر: دار الباز، مکۃ المکرمۃ

۹۲۲۔ وفیات الاعیان

مؤلف: احمد بن ابی بکر بن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ)، تحقیق: احسان عباس، سن اشاعت: ۱۹۷۰ء، ناشر: دار الثقافۃ بیروت، آفسٹ از دار صادر

۹۲۳۔ وقائع الایام

مؤلف: ملا علی الواعظ ابن عبد العظیم تبریزی (۱۳۲۳ھ میں زندہ تھے)، سن اشاعت: ۱۳۴۰ھ در تبریز۔

۹۲۴۔ وقعۃ صفین

مؤلف: نصر مزاحم منقری (متوفی ۲۱۲ھ)، تحقیق: عبد السلام ہارون، سن اشاعت: ۱۳۸۲ھ تیسرا ایڈیشن، ناشر: المؤسسۃ العربیۃ الحدیثۃ، قاہرہ

۹۲۵۔ یتیمۃ الدھر فی محاسن اہل العصر

مؤلف: ابو منصور عبدالملک بن محمد بن اسماعیل ثعالبی نیشاپوری (متوفی ۴۲۹ھ)، تحقیق: ڈاکٹر مفید محمد قمیحۃ، سن اشاعت: ۱۴۰۳ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۹۲۶۔ الیقین فی امرۃ امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ

مؤلف: رضی الدین ابی القاسم علی بن موسی بن جعفر بن محمد طاؤس (متوفی ۶۶۴ھ)، سن اشاعت: ۱۴۱۰ھ پہلا ایڈیشن، ناشر: مؤسسۃ الثقلین ودار العلم، بیروت
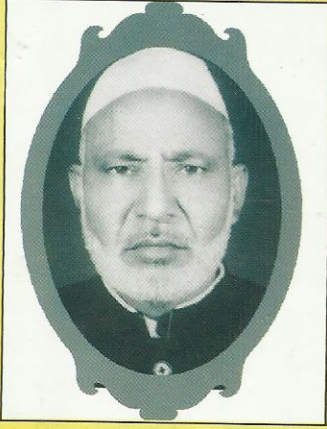
۹۲۷۔ ینابیع المودۃ

مؤلف: شیخ سلیمان بن ابراہیم حسینی بلخی قندوزی حنفی (متوفی ۱۲۷۰ھ)، ناشر: مؤسسۃ الاعلمی بیروت، پہلا ایڈیشن

۹۲۸۔ الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر

مؤلف: عبدالوھاب (متوفی ۹۷۳ھ)، سن اشاعت: ۱۳۷۸ھ، ناشر: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی (طاب ثراہ)

ولادت: ۲۵/صفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۸/ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰

''الغدیر'' گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۴۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق وتتبع کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضی مطہریؒ: یہ کتاب تمام زہر آگیں پروپیگنڈے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن وسنت کی منطق پر استوار ہے، تشیع پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام آئمہ طاہر (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن کیالی حلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر دانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کی علامہ امینیؒ نے اس کی تالیف و تحقیق میں برسوں زحمتیں برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پر خلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت سے ''کتاب الغدیر'' افق تشیع پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۴۷ھ

وفات: ۲۶/ذیقعدہ ۱۴۲۲ بمطابق ۱۰/فروری ۲۰۰۲

کتاب ''الغدیر'' زمانۂ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدوجزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

۱۹۹۰ میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت ومشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم لہ نے برصغیر کے حساس موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے تھوڑی تلخیص کے ساتھ ''الغدیر'' کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے ''نہیں'' کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً مثبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل وآسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ھ میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نا مساعد ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی نیز دو جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم ظریفی کی نذر ہو گئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند ''مولانا سید شاہد جمال رضوی'' نے بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)

گلستان زہرا پبلی کیشنز لاہور

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

۲/۳

علی ولی اللہ

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؔ گوپال پوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال ابو عبد اللهؑ: "... یوم غدیر بین الفطر والاضحی و یوم الجمعة کالقمر بین الکواکب"۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"...عید فطر، عید قربان اور جمعہ کے درمیان غدیر کا دن ایسا ہی ہے جیسے ستاروں کے درمیان چاند"۔

امینی، عبدالحسین، ۱۲۸۱۔۱۳۴۹
[الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ ترجمہ وتلخیص]
غدیر؛ قرآن، حدیث اور ادب میں/ مولف عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ وتلخیص: سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری۔ ۱۴۳۱ق=۲۰۱۰م=۱۳۸۹
ج ۲/۔۳
ISBN: 978-600-92030-3-1 (جلد۲۔۳)
فہرست نویسی براساس اطلاعات فیپا
کتاب نامہ: بصورت زیرنویس
۱۔ غدیر خم۔ ۲۔ علی بن ابی طالب (ع) امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت، ۴۰ق، اثبات خلافت۔ ۳۔ غدیر خم، شعر۔ مجموع ہا۔ ۴۔ شعر مذہبی عربی۔
مجموع ہا۔ الف۔ رضوی شعور، علی اختر مترجم۔ ب۔ عنوان ج۔ عنوان: الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ تلخیص
BP۲۲۳/۵۴/۱۸الف ۴۰۴۶۲غ ۲۹۷/۴۵۲

شناسنامہ کتاب

کتاب کا نام: **غدیر**؛ قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد ۲۔۳)
تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ وتلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضویؒ شعور گوپال پوری
ناشر: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور
ناشر ہمکار: قرآن وعترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ حجتیہ، قم المقدسہ)
پیشکش: مکتبہ منار شعور گوپال پور (سیوان بہار)
اشاعت: ۱۳ رجب ۱۴۳۳ھ، ۴ جون ۲۰۱۲ طبع اوّل
تعداد: ۵۰۰ جلد
قیمت: =/۵۰۰ روپے

ملنے کا پتہ:
پاکستان: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور۔ ۵۴۰۰۰
ایران: ﴿قم﴾ دفتر قرآن وعترت فاؤنڈیشن، مدرسہ حجتیہ خیابان جمت پارک ۷ داخلی ۳۱۷، چہارراہ شہدا، قم المقدسہ۔
ہندوستان: ۱۔ ﴿بعیک پور﴾ گلشن پور، سیوان، بہار، پن کوڈ، 8841286
۲۔ ﴿ممبئی﴾ (فاطمہ برقع کلیکشن، ۵۸ نشان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ خجتنی (مقابل اجو امشائی) ڈونگری ممبئی ۴۰۰۰۰۹۔

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

دوسری جلد (۲)

تالیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؒ گوپال پوری

فہرست مطالب

عندلیبان غدیر (پہلی صدی)

عندلیبان غدیر (دوسری صدی)

عندلیبان غدیر (تیسری صدی)

صلائے عوام
بزبان سید الانام

مومن کے صحیفۂ زندگی کا عنوان علی بن ابی طالبؑ کی محبت ہے۔ جسے پسند ہو کہ میری جیسی زندگی گزارے، میری طرح موت سے ہمکنار ہو، شاداب و آراستہ باغ میں سکونت پذیر ہو، اسے چاہئے کہ علیؑ کی ولایت اور ان کے بعد ائمہ کی امامت کو تسلیم کرے۔ کیوں کہ وہ میری عترت ہیں، ان کی تخلیق میری طینت سے ہوئی ہے، انھیں علم و فراست سے بہرہ مند کیا گیا ہے۔

ان کی فضیلت کا انکار کرنے والے، ان سے ناتہ توڑنے والے میری امت کے افراد شفاعت سے محروم ہیں۔ (۱)

۱۔ خطیب بغدادی ج ۴ ص ۴۱۰؛ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۸۶

پیش گفتار

شعر اور شاعر

ہم پاک طینت بزرگوں کی شعری کاوش کا محض سطحی مطالعہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ قرآن وسنت کی دانش افروزی کی مدد سے معارف وحقائق کا تجزیہ کرکے فلسفہ واخلاق اور موعظۂ حسنہ کے معیاری اسباق حاصل کرنا چاہتے ہیں، بحث ونظر کے ضمن میں ادب کی فنی تحلیل، لغوی مواد اور تاریخی بنیادوں کا بیان اس پر مزید ہوگا کیونکہ اسی انداز کے ہیئت ومواد سے بھرپور نغمے ہی دانشور کی طلب، محقق کا مطمع نظر، اخلاق کے مطالبات، ادیب کی تمنا اور مورخ کی انتہائی آرزو ہوتے ہیں، بحیثیت مجموعی، انسانیت واجتماعیت کے تقاضوں سے مکمل ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ مذہبی شاعری کا میدان کلاسیکی شعراء کی آہنگ طرازی سے اہم ہوتا ہے، اس میں مذہب وحق کی للکار کے ساتھ فضائل خاصان خدا کے ایسے آبشار ہوتے ہیں جس سے دل ودماغ لہک اٹھتے ہیں اور ہر خاص وعام تک سریلا پیغام مودت پہونچ جاتا ہے، تاجداروں اور خلفاء وامراء کی محفل میں شعری نغمے ہی زینت بنتے ہیں، مائیں اپنے بچوں کو لوریاں سناتی ہیں اور باپ اپنی اولاد کی فہمائش میں اشعار کے ناخن تدبیر ہی سے کام لیتے ہیں اور نغموں کی یہی تان دلوں میں آل محمدؐ کی وابستگی کا نورانی سطر تحریر کرتی ہے، اس کا مقابلہ کوئی فصیح وبلیغ خطابت نہیں کرسکتی۔ اسی طرح قلم وتلوار کے اثرات بھی اس کے معیار تک پہونچنے سے قاصر ہیں، دعوت وتبلیغ میں اچھے اشعار ہی روح کے تار جھنجھوڑتے ہیں، فرزدق کا قصیدہ میمیہ، کمیت کے ہاشمیات، حمیری کا عینیہ، دعبل کا تائیہ یا ابونواس کا میمیہ روح کو زیادہ بالیدگی عطا کرتا ہے۔

ہم اس کتاب میں بزرگان تشیع کے حالات رقم کریں گے جو پہلی صدی میں مدح وہجو کے ساتھ چمکتی ہوئی تلوار تھے، اس کے ذریعہ دشمنان خدا کے کلیجے چھلنی کئے گئے، انہوں نے خاصان خدا کی ولایت کا درخشاں منارہ تعمیر کر کے آبادیوں اور ویرانیوں میں دعوت کا پرچار کیا، ائمہ معصومینؑ نے ان شعراء پر اپنی دولت لٹائی اور اس قدر خرچ کیا کہ وہ اندیشۂ معاش سے آزاد ہو کر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو اسی کے لئے وقف کر بیٹھے، ائمہؑ نے اس میدان کی طرف نغمہ نگاروں کو متوجہ کیا اور شدت احساس انگیز کر کے انہیں بشارتوں سے شادکام کیا مثلاً حدیث ہے: ''جو بھی ہم اہل بیتؑ کی شان میں شعر کہے، خداوند عالم جنت میں اس کے لئے قصر تعمیر کرتا ہے''۔ لوگوں کو تاکید فرمائی کہ ان نغمہ طرازیوں کو حرز جان بنائیں اور ایک دوسرے کو اس سے واقف کرائیں مثلاً صادق آل محمدؐ کا ارشاد ہے: اپنے بیٹوں کو عبدی کے اشعار کی تعلیم دو۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ جو بھی ہمارے بارے میں شعر کہے وہ روح القدس کی تائید سے سرفراز ہوتا ہے۔ (۱)

رجال کشی میں ابوتمی کی روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کی بارگاہ میں کچھ شعری نذرانہ پیش کیا جس میں آپ کے والد ماجد کی مدح تھی۔ میں نے فرمائش کی کہ کچھ حضور کی شان میں بھی کہوں؟ حضرت میرے لکھے شعروں کا حصہ الگ کر کے ملاحظہ فرمانے لگے اور بقیہ کاغذ کے بالائی حصے پر تحریر فرمایا: شاباش! خدا تجھے بہترین جزا سے شادکام فرمائے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضرت سے آپ کے والد ماجد کا مرثیہ کہنے کی اجازت طلب کی تو ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے میرے والد اور میرے لئے بھی مرثیہ کہو۔ (۲)

شعر اور شعراء

قرآن وحدیث کی روشنی میں

ائمہ معصومینؑ کے ان تذکروں میں رسول اکرمؐ کی تاسی صاف جھلک رہی ہے، کیونکہ رسول اکرمؐ

۱۔ عیون اخبار الرضا (ج ۱ ص ۱۵)؛ رجال الکشی ص ۲۵۴ (ج ۲ ص ۷۰۴ نمبر ۷۴۸)

۲۔ رجال کشی ص ۱۲۰ (ج ۲ ص ۸۳۸ نمبر ۱۰۷۴، ۱۰۷۵)

ہی نے سب سے پہلے اپنی تیز آواز میں مدح وہجو سے وارفتگی پیدا کی اور سیرت کے بارے میں مدح سرا ہونے کا شوق دلایا۔ آپ خود بھی شعر پڑھتے اور دوسروں سے سن کر خوش ہوتے اور انعامات سے نوازتے چنانچہ آپ نے ابوطالبؑ کے اشعار سن کر اظہار مسرت فرمایا جس وقت آپ کی دعا سے پانی برسا تو آپ لہکنے لگے: کیا خوب ابوطالبؑ نے نغمہ سرائی کی ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کوئی ہے جو ان کے اشعار پڑھے، عمر بن خطاب نے کہا: شاید آپ کی مراد اس شعر سے ہے:

و ما حملت من ناقة فوق ظهرها　　ابـرّوا و فـی ذمة مـن محـمـد

''کسی ناقہ نے اپنی پشت پر محمدؐ سے زیادہ نیک اور وفادار کا بوجھ نہیں اٹھایا''۔

رسول خداؐ نے فرمایا: یہ چچا ابوطالبؑ کا شعر نہیں، یہ تو حسان کا شعر ہے، حضرت علیؑ فوراً اٹھے اور عرض کی: شاید آپ کی مراد اس شعر سے ہے:

و ابیـض یستسـقـی الغمام بوجهه　　ربیع الیـتـامـی عصـمة للارامل

تـلـوذ بـه الـهـلاک مـن آل هـاشم　　فهم عـنـد ہ فـی نـعـمـة و فـواضـل

''اس روشن چہرے کا واسطہ دے کر پانی طلب کیا جاتا ہے۔ وہ یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کی پناہ ہے، بنی ہاشم کے تباہ حال افراد انہیں کی پناہ پکڑتے ہیں''۔

رسول خداؐ نے خوش ہو کر فرمایا: ہاں! یہ ہے ابوطالبؑ کا شعر۔

اتنے میں بنی کنانہ کے ایک شخص نے چھ اشعار سنائے تو رسول خداؐ نے دعا دی: خدا تجھے ہر شعر کے بدلے قصر جنت عطا کرے۔ اس کا مطلع ہے:

لک الـحـمـد و الحمد ممن شکر　　سـقـیـنـا بـوجـه النبی المطر (۱)

رسول خداؐ نے جنگ بدر کے موقع پر خاک وخون میں آغشتہ لاشوں کی طرف دیکھ کر ابوبکر سے فرمایا: اگر ابوطالبؑ زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ہم نے کس طرح ان کی بات سچ کر دکھائی۔

جناب ابوطالبؑ کا شعر ہے:

۱۔ امالی الشیخ الطائفہ ص ۴۶ (ص ۷۵ حدیث ۱۱۰)

و انا لعمر الله ان جد ما اری　　لتلتبسن اسیا فنا باالاماثل

آپ اپنے چچا عباس کے شعروں پر بھی خوش ہوئے تھے جب انہوں نے اجازت لے کر سات اشعار سنائے۔اس کا مطلع ہے:(۱)

من قبلها طبت فی الظلال و فی　　مستودع حیث یخصف الورق

اسی طرح آپ عمرو بن سالم کے اشعار پر بھی خوش ہوئے اور فرمایا: اے عمرو! تو نے میری مدد کی خدا تیری مدد کرے۔(۲)

جب کعب بن زبیر نے قصیدہ لامیہ سنایا:

بانت سعاد فقلبی الیوم مبتول　　متیم اثرها لم یضد مکبول

تو آپ نے اپنی ردائے مبارک عطا کی بعد میں معاویہ نے اس چادر کو بیس ہزار درہم میں خرید لیا اس چادر کو خلفاء عید کے دن اوڑھ کر نماز پڑھانے جاتے تھے۔(۳)

مستدرک حاکم میں ہے کہ جب وہ اپنا قصیدہ سنا رہا تھا تو آپ نے لوگوں کو سننے کے لئے چپ کرایا۔(۴)

ایک روایت میں ہے کہ اس نے سیوف الہند کا لفظ رکھا تھا آپ نے فرمایا: اس جگہ سیوف اللہ رکھو۔(۵)

رسول خداؐ عبداللہ بن رواحہ کے اشعار پر بھی خوش ہوتے تھے، جنگ خندق میں اس کے اشعار گنگناتے جاتے تھے، آپ کے بدن پر خندق کی مٹی بھری ہوئی تھی، بعض کا خیال ہے: یہ اشعار عامر بن رکوع کے ہیں:

۱۔المستدرک علی الصحیحین ج۳ص۳۲۷ (ج۳ص۳۶۹ حدیث ۵۴۱۷)، اسد الغابہ ج۱ص۱۱۹ (ج۲ص۱۲۹ نمبر ۱۴۳۸)

۲۔تاریخ طبری ج۳ص۱۱۱ (ج۳ص۴۵ واقعات ۸ھ)، اسد الغابہ ج۴ص۱۰۴ (ج۴ص۲۲۴ نمبر ۳۹۲۳)

۳۔ابن قتیبہ کی الشعر والشعراء ص۶۲ (۸۰)؛ مقریزی کی الامتاع ص۴۹۴؛ عسقلانی کی الاصابہ ج۳ص۲۹۶ (نمبر ۷۴۱۱)

۴۔المستدرک علی الصحیحین ج۳ص۵۲۳ (ج۳ص۶۷۳ حدیث ۶۴۷۹)

۵۔جمال الدین انصاری کی شرح قصیدہ بانت سعاد ص۹۸ (ص۸۷)

لا ھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا (۱)

جب حسان نے غدیر خم میں اشعار سنائے تو رسول خداؐ ان کے اشعار پر جھوم جھوم اٹھے، آپ نے دعا دی: حسان! جب تک تم زبان سے ہماری نصرت کروگے، جبریل کی تائید سے سرفراز رہوگے۔

آنحضرت نے حسان کے لئے مسجد میں منبر نصب کیا تھا جس پر وہ فضائل رسولؐ سناتے تھے۔(۲)

اسی طرح آپ ابوکبیر ہذلی کے اشعار پر بھی خوش ہوئے تھے، عائشہ کا بیان ہے کہ رسول خداؐ اپنی جوتی ٹانک رہے تھے، چہرۂ مبارک پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح جھلک رہے تھے، میں بے خود ہو کر دیکھتی رہی۔ حضرت نے وجہ پوچھی تو میں نے کہا: آپ پسینے میں غرق ہیں ابوکبیر نے بالکل صحیح کہا ہے کہ ان کے چہرے پر پسینہ اس طرح ہے جیسے درخت پر بارش کے قطرے.........

رسول خداؐ ہمیشہ شعر گوئی پر لوگوں کو اکساتے رہے تاکہ مخالفوں کے غلط حسب ونسب سے لوگ مطلع ہوں اور ان کا جواب دیا جاتا رہے، آپ فرماتے: بخدا یہ اشعار نیزوں کی طرح ہیں۔ آپ شعری ذوق ابھارتے رہے تاکہ مخالفوں کے سامنے ہمت بندھی رہے، حمیت جاہلیت کے مقابل اسلامی حمیت تقویت پائے کیونکہ اشعار ہیجان ونشاط پیدا کرتے ہیں اور دماغ حریم حق و اسلام کی تحریک کرتے ہیں، شعراء سے فرماتے کہ ان کفار کی ہجو کرو جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔(۳) جب ابوسفیان بن حارث نے آپ کی ہجو کی تو عبداللہ بن رواحہ کو شعروں میں جواب دینے کا حکم دیا اور انہیں دعا دی پھر حسان نے اجازت مانگی تو فرمایا: جاکر ابوبکر سے اس کی خاندان پستی کا حال معلوم کرو پھر ہجو کرو جبریل تمہاری نصرت کریں گے۔(۴)

اشعار سے جہاد کرنے والے شعراء اس آیت کے مصداق ہیں: الا الذین آمنوا و عملوا

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۰۲ (ج ۵ ص ۳۸۸ حدیث ۱۸۲۰۹)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۴۷۷ (ج ۳ ص ۵۵۴ حدیث ۶۰۵۸) حاکم اور ذہبی نے اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

۳۔ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۹۸ (ج ۵ ص ۳۸۳ ح ۱۸۱۶۸)، مستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۴۸۷ (ج ۳ ص ۵۵۵ حدیث ۶۰۶۲)

۴۔ حاکم کی المستدرک ج ۳ ص ۴۸۸ (ج ۳ ص ۵۵۶ حدیث ۶۰۶۵)

الصالحات و ذکر و الله کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا ''سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے اور خدا کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں ان کی اس حال میں مدد کی گئی جب کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا۔ہاں! یہ شعراء ''والشعراء یتبعهم الغاوٗن '' سے مستثنیٰ ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو کچھ شعراء خدمت رسولؐ میں آکر رونے لگے کہ خدا نے ان کی مذمت کی ہے،رسول خداؐ نے ان سے فرمایا کہ تم اس آیت کے مصداق ہو:الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات۔(۱)

کعب بن مالک نے رسول خداؐ سے شعراءؔ کے متعلق قرآن کا نقطۂ نظر پوچھا،آپ نے فرمایا: مجاہد زبان سے بھی جنگ کرتا ہے اور تلوار سے بھی۔(۲)

پھر یہ کہ جو مذہبی شعراء حقائق زندگی بیان کرتے ہیں وہ اس مذمت میں شامل نہیں، یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو ظلم و باطل کے پرچار میں مصروف ہیں۔عقائد صدوق (ص۸۴) میں ہے کہ یہ آیت جھوٹے داستان گویوں کے متعلق ہے،تفسیر قمی ص۴۷۴ (ج۲ص۱۲۵) پر ہے کہ یہ آیت دین خدا میں تغیر کرنے والوں یا اوامر و نواہی کے مخالفوں کے متعلق ہے جو عقائد خراب کرتے ہیں،اس کی دلیل آگے کی آیت ہے:﴿الم ترانهم فی کل وادیهیمون﴾ ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں''۔تفسیر عیاشی میں صادق آل محمدؑ کی حدیث ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق ہے جو غلط علم حاصل کر کے خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔(۳)

لہٰذا اس آیت میں صرف باطل شعراء کی مذمت ہے کیونکہ اس سے دلوں پر خراب اثر پڑتا ہے خدا نے شعراء حق کی ہرگز مذمت نہیں کی ہے بلکہ انہیں سراہا ہے،یہ فریقین کی متفقہ حدیث ہے:ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحر ''بلاشبہ شعروں میں حکمت کی باتیں ہوئی ہیں اور اکثر بیان

---

(۱)تفسیر ابن کثیر ج۳ص۳۵۴

(۲)مسند احمد بن حنبل ج۳ص۴۵۶ (ج۴ص۴۹۲حدیث ۱۵۳۵۸)

۳۔مجمع البیان ج۷ص۳۲۵)

جادو کا سا اثر رکھتے ہیں"۔(۱)

پراسرار ترنّم

کچھ غیبی نغمے بھی بیان کئے جاتے ہیں جو دعوت و تبلیغ سے معمور ہیں ان میں انسانوں سے خطاب ہے مگر کہنے والا غیر مرئی ہے۔ یہ بجائے خود رسولخداؐ کے معجزات ہی ہیں، اس سے شعر و شاعری کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے کہ استدلال کی راہوں میں حق و صداقت نے کس طرح حریف کو خود سپردگی پر آمادہ کیا تسخیر قلب کے سلسلے میں نثر کے مقابل نظم زیادہ موثر ہے۔

آمنہ بن وہب نے ولایت پیغمبرؐ کے وقت غیبی آواز سنی:

صلی الالہ و کل عبد صالح و الطیبون علی السراج الواضح

المصطفیٰ خیر الانام محمد الطاھر العلم الضیاء اللایح

"ولادت رسولؐ کے وقت ایک بت سے آواز پیدا ہوئی اور سبھی اصنام سجدہ ریز ہو گئے"۔(۲)

تردی المولود انارت بنورہ جمیع فجاج الارض بالشرق و المغرب (۳)

ورقہ نے ولادت رسولؐ کے موقع پر ایک بت کے اشعار سنے پھر وہ زمین بوس ہو گیا، عوام بن

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج۱ص۲۶۹، ۳۰۳، ۳۳۲(ج۱ص۲۲۲حدیث ۲۳۲۰،ص ۴۵۱ حدیث ۲۴۶۹، ص ۴۹۸ حدیث ۲۷۵۶، ص ۵۴۶ حدیث ۳۰۵۹)؛ سنن داری ج۲ص۲۹۶، صحیح بخاری کتاب الطب (ج۵ص۲۱۷۶حدیث ۵۴۳۴)؛ المجتبی ص۲۲ (ص۱۱) ، تاریخ بغدادی ج۳ص ۹۸ (نمبر/۱۰۹۴)، ص ۲۵۸ (نمبر/۱۳۴۹)، ج۴ص۲۵۴ (۱۹۸۸)، ج۸ص ۱۸ (نمبر۴۰۶۱) ص ۳۱۴ (نمبر ۴۴۰۸) البیان و التبیین جاحظ ج۱ص۲۱۲،۲۷۵ (ج۱ص ۲۱۳،۲۸۲) رسائل جاحظ ص ۲۳۵ (ص ۷۳الرسائل الکلامیہ)؛ مصابیح السنۃ ج۲ص۱۴۹ (ج۳ص۳۱۱ حدیث ۳۷۱۹) الروض الانف ج۲ص۳۳۷ (ج۷ص۴۳۷)؛ تاریخ ابن عساکر ج۱ص۳۴۸ (ج۴ص۱۵۳، ج۸ص۳۵)؛ تہذیب التہذیب ج۹ص۴۵۳ (ج۴ص۶۲ ۳نمبر۷۱۹، ج۶ص۱۲۷نمبر ۲۸۶)؛ تاریخ ابن کثیر ج۹ص۴۵ (ج۹ص۵۶)؛ الاصابہ ج۱ص۴۵۳ (نمبر۲۲۷۴) ج۴ص۱۸۳ (نمبر۱۰۷۲)۔

۲۔ بحار الانوار ج۶ص۷۳ (ج۱۵ص۳۲۵)

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج۲ص۳۴۱ (ج۲ص۴۱۵)، الخصائص الکبری ج۱ص۵۲ (ج۱ص۸۹)

جمیل جو یغوث بت کا مہنت تھا، اس نے بھی ایک بت کی پر اسرار آواز سنی، عباس بن مرداس نے ضمار کے پاس ایک بت کی آواز سنی کہ بت تباہی گھاٹ لگ گئے اور مسجد والے کامیاب ہو گئے، اس کے بعد عباس تین سو آدمیوں کے ساتھ بیت رسولؐ میں آئے، آپ نے مسکراتے ہوئے واقعہ پوچھا، جب اس نے بیان کیا تو آپ نے اس کی تصدیق فرمائی، ایک خثعمی کی واردات بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ ابن عمر نے بھی اشعار سنے، ایسے ہی ایک شخص نے گذرتے ہوئے غیبی آواز میں بشارت رسولؐ سنی۔(۱)

ابن عباس نے بھی ایک دوسرے شخص کی روایت بیان کی ہے۔(۲) جعد بن قیس نے زمانہ جاہلیت میں حج کے لئے جاتے ہوئے یمن کی وادیوں میں بعثت محمدؐ کے دو شعر سنے۔(۳)

قریش نے ایک رات کوہ ابو قبیس سے غیبی آواز سنی۔(۴) طبقات بن سعد میں ام معبد کی بکری کا واقعہ نقل کیا گیا ہے جس کے تھن خشک ہو چکے تھے اور برکت رسولؐ سے دودھ دینے لگی۔ رسول خداؐ کے تشریف لے جانے کے بعد دوسرے دن مکے والوں نے غیبی آواز سنی۔(۵)

ابن ذویب نے وفات رسولؐ کی شب ہاتف کی آواز سنی: ''اسلام میں عظیم حادثہ رونما ہوا، حجاز میں رسول خداؐ نے انتقال فرمایا۔ اب ہماری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں''۔(۶)

اب ذرا اہل بیتؑ کے متعلق ہواتف ملاحظہ فرمائیے:

کفایہ گنجی میں ہے کہ ولادت علیؑ کے موقع پر ابو طالبؑ دو شعر پڑھتے ہوئے کعبے میں داخل ہوئے تو برجستہ ہاتف کے دو شعر سنے:

یا اھل بیت المصطفی النبی — خصصتم بالولد الذکی

ان اسمہ من شامخ العلی — علی اشتق من العلی

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج۲ ص۳۴۳ (ج۲ ص۴۱۹)

۲۔ الخصائص الکبریٰ ج۱ ص۱۰۹ (ج۱ ص۸۱)　۳۔ ایضاً ج۱ ص۱۰۹ (ج۱ ص۱۸۲)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۲۵۳ (ج۳ ص۲۸۳ ح/۵۱۰۱)

۵۔ طبقات الکبریٰ ج۱ ص۲۱۹۔۲۱۵ (ج۱ ص۲۳۰)　۶۔ اسد الغابہ ج۵ ص۱۸۸ (ج۶ ص۱۰۲ نمبر/۴۸۶۵)

''اے اہل بیت رسولؐ! یہ پاک وپاکیزہ مولود آپ ہی کے خانوادے سے مخصوص ہے، خداوند عالم کی جانب سے اس کا نام علیؑ ہے، علیؑ کتنا خوبصورت نام ہے جو الٰہی صفت سے مشتق ہے''۔(۱)

شبلنجی نے لکھا ہے کہ وفات فاطمہؑ کے وقت حضرت علیؑ نے کچھ اشعار قبر فاطمہؑ سے مخاطب ہو کر پڑھے تو جواب میں ہاتف نے آواز دی:

میرا حبیب مجھ سے ہم کلام ہے میں کیسے جواب دوں، میں شہر خموشاں میں مٹی کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہوں، مٹی نے میرا جمال ہضم کرلیا ہے، اس وقت تو محبت کے تمام رشتے منقطع ہو جاتے ہیں....تم پر میرا اسلام۔(۲)

تاریخ ابن عساکر اور کفایہ گنجی میں ام سلمیٰ کی روایت ہے کہ قتل حسینؑ کی رات غیبی آواز سنی گئی:(۳)

ایھا القاتلون جھلا حسینا — ابشروا بالعذاب و التنکیل

کل اھل السماء یدعو علیکم — من نبی و مرسل و قبیل

قد لعنتم علی لسان ا بن داو — و موسی و حامل الانجیل (۴)

پرواز تخیل

اب یہاں قرآن وسنت کی برکت سے ایسے صحابہ کرام کی شعری کاوشوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو اپنے آہنگ ترنم سے رسولؐ کے ساتھ جنگجو بہادروں کی طرح شرک کی شہ رگ کاٹتے تھے، وہ شاہین کی طرح دل وجگر اور سماعتوں میں گھس جاتے تھے، ہر وقت اپنے ساتھ شعری تلوار اور ترنم کے مہلک تاثیر لئے دشمنان اسلام سے نبرد آزما رہتے، ان میں اہم ترین یہ ہیں:

''عباس عم نبی، کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت، نابغہ جعدی، ضرار اسدی، ضرار

۱۔ کفایہ گنجی ص۲۶۱ (۴۰۶)　　۲۔ نور الابصار ص۴۷ (ص۹۸)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج۴ ص۳۴۱ (ج۵ ص۸۲)؛ کفایہ گنجی (ص۴۴۳)

۴۔ ابن حجر نے اس کے دو بیت نقل کئے ہیں (صواعق محرقہ ص۱۹۳)، ابن قولویہ کی کتاب کامل الزیارۃ ص۳۰ (ص۹۷ باب/۲۹)

قرشی، قیس بن صرمہ، نعمان بن عجلان، امیہ بن صلت، کعب بن زہیر، عباس بن مرداس، طفیل غنوی، کعب بن لمظ، مالک بن عوف، صرمہ بن ابی انس، قیس بن بحر، عبداللہ بن حرف، بجیر بن ابی سلمی، سراقہ بن مالک"۔

اس روحانی جہاد نے اس قدر اجتماعی تاثیر پیدا کی کہ عورتیں بھی ترنم کے جوت جگانے لگیں۔ انہوں نے بھی مدھم سروں میں عرفانی باتیں بیان کر کے مسلمانوں کا احساس فرض بھڑکایا، چنانچہ ام المومنین حضرت خدیجہؑ بڑے دلگداز اشعار کہتی تھیں، نیز عثمان کی خالہ سعدیٰ بنت کریز، (۱)، شیما بنت حارث (۲)، ہند بنت ابان (۳)، خنسا بنت عمرو (۴)، رفیقہ بنت ابی صیفی (۵) اور رسول خداؐ کی پھوپھی حضرت اروی بنت عبدالمطلب (۶) کے اشعار بھی تاریخوں میں موجود ہیں۔

ان کے علاوہ عاتکہ، صفیہ، ہند، ام سلمہ، عاتکہ بنت زید اور ام ایمن کے بھی اشعار مروی ہیں (۷)، حضرت عائشہ کو بہت زیادہ اشعار یاد تھے، وہ کہتی تھیں کہ مجھے لبید کے بارہ اشعار یاد ہیں۔ (۸)

شعر اور شعراء، ائمہ کی نظر میں

قرآن اور سنت سے مستعار نظمیں دینی نصرت بھی تھیں اور مجاہدہ بھی۔ سیرت رسولؐ کی پیروی میں ائمہ معصومینؑ کا زمانہ بھی ان کی پذیرائی سے بھرا ہے۔ شعراء دور دور سے ائمہؑ کی بارگاہ میں زرین قصائد لے کر آتے اور تحسین و انعام سے نہال ہو کر واپس جاتے، ائمہؑ کی یہ ادب نوازی شعر و شاعری کی اہمیت میں اضافہ کر چکی ہیں، اب بزم شعر میں جانا حمایت دینی اور تقرب خداوندی کے مترادف ہے، شعر گوئی کو

---

(۱) الاصابہ ج ۴ ص ۳۲۷، ۳۲۸ (نمبر ۵۳۹) (۲) الاصابہ ج ۴ ص ۳۴۴ (نمبر ۶۳۳)

(۳) طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۴۸ (ج ۲ ص ۳۳۱)؛ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۵۹ (نمبر ۷۳۳۳)، الاصابہ ج ۴ ص ۴۲۱ (نمبر ۱۰۸۶)

(۴) الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصابہ ج ۴ ص ۹۶-۹۵ (نمبر ۳۳۱۷)، اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۱ (نمبر ۶۸۷۶)

(۵) اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۵۵ (ج ۷ ص ۱۱۱ نمبر ۶۹۱۹)؛ الخصائص الکبری ج ۱ ص ۸۰ (ج ۱ ص ۱۳۶)

(۶) طبقات الکبری ج ۴ ص ۱۴۲، ۱۴۳ (ج ۲ ص ۳۲۵)

(۷) طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۴۸، ۱۴۴ (ج ۲ ص ۳۳۳، ۳۲۶)؛ مناقب ابن شہر آشوب ج ۱ ص ۱۶۹ (ج ۱ ص ۳۰۰، ۳۰۱)

(۸) الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصابہ ج ۳ ص ۳۲۸ (نمبر ۲۲۳۳)؛ الکنز المدفون ص ۲۳۶ (ص ۸۴)

عبادت قرار دیا گیا ہے۔ کبھی کبھی تو یہ شعر گوئی عظیم تر اعمال وعبادت پر مقدم کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ امام محمد باقرؑ سے کمیت نے حج کے موقع پر عرض کیا: قربان جاؤں! کچھ اشعار سنانا چاہتا ہوں، امام نے فرمایا : یہ محترم ایام ہیں۔ کمیت نے عرض کی: یہ تو آپ کی مدح میں ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنے ساتھیوں کو بلوایا اور قصائد لامیہ سن کر دعائیں دیں، ایک ہزار دینار اور خلعت بھی مرحمت فرمایا۔ اسکی تفصیل کمیت، حمیری اور دعبل کے حالات میں آئے گی۔

اجتماعی اور دینی مفادات کے پیش نظر آئمہ معصومینؑ شعراء کے اعمال و کردار سے صرف نظر فرماتے تھے، اگر اعمال خراب ہوتے تو دینی اشعار کی وجہ سے ان کی بدکرداریوں پر استغفار فرماتے اور مومنین کو تاکید فرماتے کہ ان سے محبت وعقیدت رکھیں۔ کبھی فرماتے کہ خدا سے بعید نہیں ہے کہ وہ میرے دوستوں اور مدح کرنے والوں کو بخش دے۔ کبھی سوال کرتے کہ کیا دوستداران علیؑ کو بخش دینا خدا کے لئے بڑی بات ہے؟ یقیناً دوستداران علیؑ کے قدم پھسلتے ہیں تو اس کا دوسرا قدم استوار کر دیا جاتا ہے۔ (۱)

اس معاملہ میں ائمہؑ کی یہ سیرت آئینی حیثیت رکھتی ہے کہ تبلیغ دین میں کیا طریقہ اپنایا جائے، دولت کس طرح صرف کی جائے۔

امام محمد باقرؑ کی وصیت ہے کہ میرے مال سے نوحہ خوانوں کے لئے اتنا روپیہ وقف کردو تا کہ دس سال تک جب حاجی منیٰ میں جمع ہوں تو میرے اوپر نوحہ خوانی کریں۔ (۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا منشاء تھا کہ جہاں زیادہ لوگ جمع ہوں وہیں نوحہ خوانی کی جائے تا کہ سنگلاخ زمینوں پر مودت بارآور ہو، اس نوحہ خوانی کی ہر سال تجدید ہونی چاہیئے تا کہ مسلمان سال بہ سال مکتب اہل بیتؑ کے حقائق سے آشنا ہوں، محبت جوش مارے۔

اور اسی سے عزاداری سید الشہداء کا رمز بھی واضح ہوتا ہے، انہیں فوائد کے پیش نظر شعراء اہلبیتؑ ظلم وستم کا نشانہ بنے کیونکہ مجالس ومحافل میں ان کی دسیسہ کاریاں واضح کی جاتی تھیں۔

۱۔ مذکورہ احادیث کو سید حمیری، ابو ہریرہ اور دوسرے شعراء غدیر کے حالات زندگی میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اصول کافی ج ۱ ص ۳۶۰ (ج ۵ ص ۱۱۷ حدیث ۱)

شعر اور شعراء، بزرگان دین کی نظر میں

فقہاء اور بزرگان دین نے بھی سیرت ائمہ پر عمل کرتے ہوئے تذکرہ اہلبیتؑ کے بقاء واستحکام کا خصوصی اہتمام فرمایا، انہوں نے شعراء کی طرف بھر پور توجہ فرمائی اور انعامات سے نواز کر تشویق پیدا کی ،چنانچہ انہوں نے معارف اسلامی کی کتابوں کے ساتھ شعری کتابیں بھی تالیف کیں اور ان کی شرحوں کے انبار لگا دیئے، شیخ کلینی کی ادب وشعر پر بھی ایک وقیع تالیف ہے، عیاشی کی ایک کتاب معارض الشعر بھی ہے، صدوق نے بھی عروض پر ایک کتاب لکھی ہے، جلودی نے مدح علیؑ پر مشتمل اشعار کا انتخاب تالیف فرمایا، استاد ابوالحسن شمشاطی، شیخ مفید اور علم الہدیٰ وغیرہ نے بھی کتابیں لکھی ہیں۔

ان شیعہ علماء اور دانشوران تشیع نے ائمہ کی ولادت وشہادت کے مواقع پر محافل ومجالس کا انعقاد کر کے مکتب اہلبیتؑ کا احیاء کیا۔ خاص طور سے عید اکبر غدیر کے دن شعراء جمع ہو کر اپنے قصیدے سناتے ،اس سے باہمی محبت پروان چڑھتی، سرمستان اہلبیتؑ ان محافل میں صلہ وانعامات سے نوازتے، دنیاوی اجر کے علاوہ آخرت کے ثواب کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا، یہ ترقی یافتہ روش لوگوں میں متواتر مودت کے احساسات وجذبات جگاتی رہی، آیۃ اللہ بحر العلوم اور شیخ کاشف الغطاء نے بڑی وقیع پیش قدمیاں کیں، آج کل امام شیرازی اس سلسلے میں پیش پیش ہیں۔ انہوں نے آقای سید حیدر حلی کو انعام دینے کے سلسلے میں حاجی مرزا اسماعیل سے رائے لی تو سو/۱۰۰ لیرہ انعام دینا طے پایا، آپ سید حیدر کے گھر خود تشریف لے گئے اور ان کے بہترین قصیدے پر انعام دے کر ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا، آیۃ اللہ مرزا علی بھی اپنے والد کی طرح محفل مقاصدہ کا دور چلاتے ہیں، ایسے واقعات بے شمار ہیں۔

اس کتاب میں ہم نے پہلی صدی کے شعراء کو درج کر کے انہیں کتاب وسنت سے ثابت کیا ہے نیز فضائل اہلبیتؑ کی روایات اہل سنت کے طرق سے نقل کی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ارباب نظر اس وسیلے سے شعراء کی عظمت قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھ سکیں گے۔

والسلام

عبدالحسین الامینی

عندلیبان غدیر

پہلی صدی ہجری

۱۔ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ
۲۔ حسان بن ثابت انصاری
۳۔ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری
۴۔ عمرو بن عاص بن وائل
۵۔ محمد بن عبداللہ حمیری

۱۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام

برکت کے پیش نظر کتاب کا آغاز حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے تذکرے سے کیا جارہا ہے۔ وہ خلیفۂ رسولؐ، سب سے زیادہ فصیح اور عربی ادب کے معیار و خصوصیات کی سب سے زیادہ آشنائی رکھتے تھے، آپ نے بھی حدیث غدیر کا مطلب یہی سمجھا کہ پیغمبر کی طرح امام کی اطاعت بھی لوگوں پر واجب ہے۔

اس سلسلہ میں یوں نغمہ سرائی فرمائی ہے:

محمد النبی اخی وصنوی (۱) وحمزة سید الشهداء عمّی

وجعفر الذی یضحی ویمسی یطیر مع الملائکة ابن أمّی

وبنت محمد سکنی وعرسی منوط لحمها بدمی ولحمی

وسبطا احمد ولدای منها فأیّکم له سهم کسهمی

سبقتکم الی الاسلام طرّا علی ما کان من فهمی وعلمی (۲)

فاوجب لی ولایته علیکم رسول الله یوم غدیر خم

فویل ثم ویل ثم ویل لمن یلقی الاله غداً بظلمی

''محمدؐ پیغمبر میرے بھائی اور میری ہی طرح شجر ہدایت کی شاخ ہیں، سید الشہداء حمزہ میرے چچا ہیں، ملائکہ کے ساتھ صبح و شام جنت میں پرواز کرنے والے جعفر میرے حقیقی بھائی ہیں، اور محمدؐ کی بیٹی

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج/۱۲ص/۳۹۷ میں صہری کا لفظ ہے۔

۲۔ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ ج/۴ص/۱۲۲ خطبہ ۵۶ پر؛ ابن حجر کی صواعق محرقہ ص/۱۳۳ پر؛ ابن شہر آشوب کی مناقب آل ابی طالب ج/۲ص/۱۹۴ پر (غلاما مابلغت اوان حلمی) ہے۔

میری سکون دل اور گھر والی ہے، میری رفیقۂ حیات ہے۔ اس کا گوشت پوست میرے خون اور گوشت پوست سے وابستہ ہے، احمدؐ کے دونوں سبط (بیٹے) بطن فاطمہؑ سے پیدا ہوئے ہیں، پھر کس کا حصہ میرے برابر ہوسکتا ہے۔ تم سب کے مقابلے میں پہلے میں نے اسلام قبول کیا اور فقط میری سوجھ بوجھ کا نتیجہ تھا۔

میری ولایت تم لوگوں پر رسول خداؐ نے غدیر خم میں واجب قرار دی ہے اب اس کے بعد اس پر پھٹکار، خدا کی مار جو خدا سے اس حال میں ملاقات کرے جس نے مجھ پر ظلم کیا''۔

نظم کا تحقیقی تجزیہ

حضرت امیرالمومنینؑ نے یہ اشعار معاویہ کے خط کے جواب میں لکھے تھے۔ معاویہ کا خط اس مضمون پر مشتمل تھا: ''میرے پاس بھی فضیلتوں کی بھرمار ہے، میرا باپ زمانۂ جاہلیت میں امیر تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے بادشاہی مل گئی، رسول خداؐ کا سالا ہوں، مومنین کا ماموں جان ہوں، کاتب وحی ہوں''۔

امیرالمومنینؑ نے خط پڑھنے کے بعد فرمایا: ''یہ کلیجہ چبانے والی ہند کا فرزند ڈینگوں سے مجھ پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے''۔ پھر آپ نے پاس بیٹھے ہوئے ایک جوان سے فرمایا لکھو۔

معاویہ نے ان شعروں کو پڑھنے کے بعد کہا: یہ خط جہاں تک ہو سکے چھپاؤ، خبردار! اگر شام والے پڑھ لیں گے تو علیؑ کی طرف مائل ہو جائیں گے اس طرح نامۂ مبارک کو شام والوں سے دور رکھنے کا حکم دیا۔ تمام امت یقین کرتی ہے کہ یہ اشعار حضرت علیؑ کے ہیں اور اس کی صحت پر اتفاق ہے۔

اہل حدیث کی ایک چھوٹی سی ٹولی نے اس کے مندرجات کے پیش نظر بحث وتحقیق کا مورد قرار دیا ہے حالانکہ اس کی تردید میں کوئی معمولی بات بھی سامنے نہ آسکی۔ ہم آگے یہ بتائیں گے کہ یہ قصیدہ حضرت کے مشہور قصیدوں میں سے ہے۔ اور اکثر معتبر حفاظ اور موثق راویوں نے جو اپنی عرق ریزیوں کے لئے مشہور ہیں اس کی روایت کی ہے، بزرگ علمائے اہل سنت نے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ ان شعروں

کو یاد کرنا تمام دوستداران علیؑ پر واجب ہے تا کہ وہ علوی فضائل و مناقب سے واقف ہوسکیں۔ شیعوں میں جن راویوں نے ان اشعار کی روایت کی ہے ان میں:

۱۔ شیخ مفیدؒ نے پورے قصیدے کو الفصول المختارہ ج ۲/ص ۸۷/ (ص ۲۲۶) پر درج فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

ہم ان شعروں کا انکار کیسے کر سکتے ہیں جب کہ کوئی ان کا منکر نہیں، ان کی شہرت کا حال یہ ہے کہ عوام وخواص کے زبان زد ہیں۔ ان شعروں سے واضح ہوتا ہے کہ علیؑ سابق الایمان ہیں، انھوں نے اپنی بصیرت کے مطابق حقانیت اسلام کا اعلان کیا۔ ان شعروں میں اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ بعد رسولؐ آپ ہی امام ہیں۔

ان کے علاوہ:

۲۔ کراجکی کی کنز الفوائد ص ۱۲۲/ (ج ۱ص ۲۶۶)

۳۔ ابو علی فتال نیشاپوری کی روضۃ الواعظین ص ۷۶/ (ج ۱ص ۸۷)

۴۔ ابو منصور طبرسیؒ کی احتجاج ص ۹۷/ (ج ۱ص ۴۲۹ ح ۹۳/)

۵۔ ابن شہر آشوب کی مناقب ج ۱/ص ۳۵۶/ (ج ۲ص ۱۹۴)

۶۔ ابوالحسن اربلی کی کشف الغمہ ص ۹۲/ (ج ۱ص ۳۲۰)

۷۔ ابن سنجر کی تجارب السلف ص ۴۲/

۸۔ شیخ علی بیاضی کی صراط المستقیم (ج ۱ص ۲۷۷)

۹۔ علامہ مجلسیؒ کی بحار ج ۹ص ۱۱۲ (ج ۳۸ص ۲۳۸)

۱۰۔ سید صدر الدین علی خاں کی الدرجات الرفیعہ (ص ۷۷)

۱۱۔ شیخ ابوالحسن شریف کی ضیاء العالمین میں یہ روایت موجود ہے۔

اہل سنت کے جن راویوں نے اس قصیدے کا تذکرہ کیا ہے ان میں:

۱۔ حافظ بیہقی پورا قصیدہ نقل کر کے حفظ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

۲۔ابن الشیخ کتاب الف باء ج ۱ص ۴۳۹ پر لکھتے ہیں کہ علیؑ کا شرف انتہائی بلند ہے، سب سے پہلے اسلام لائے، فاطمہؑ بنت محمدؐ کے شوہر ہیں، جس وقت آپ کے بعض دشمنوں نے فخر و نازش کی دوکان سجائی تو آپ نے چند شعروں میں اپنے مفاخر بیان کئے اور چچا حمزہ، بھائی جعفر کا تذکرہ کیا پھر ولایت کے شعر کو لکھ کر کہا کہ اس شعر سے مراد حدیث ''من کنت مولاہ'' ہے۔

۳۔حافظ کندی نے اس کے پانچ شعر لکھے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے ''المجتنی'' ص ۳۹ (۲۶)

۴۔یاقوت حموی نے معجم الادباء ج ۵ص ۲۶۶ (ج ۱۴ص ۴۸) پر چھ شعر لکھے ہیں۔

۵۔ابن طلحہ شافعی نے مطالب السؤول ص ۱۱ (طبع ایران) پر

۶۔سبط ابن جوزی نے ''تذکرۃ خواص الامۃ'' ص ۶۲ (ص ۱۰۷) پر

۷۔ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ ج ۲ص ۳۷۷ (ج ۴ص ۱۲۲خ ۵۶) پر

۸۔ابن یوسف گنجی نے مناقب ص ۱۴۱ پر

۹۔سعید الدین فرغانی نے شرح تائیہ ابن فارض میں

۱۰۔حموینی نے فرائد السمطین میں (ج ۱ص ۴۲۷ح ۳۵۵باب ۷۰)

۱۱۔ابوالفداء نے اپنی تاریخ کی ج ۱ص ۱۸۱ پر

۱۲۔زرندی نے نظم درر السمطین (۹۷) پر

۱۳۔ابن کثیر شامی نے بدایہ ج ۸ص ۸ (ج ۸ص ۹وقائع ۴۰ھ) پر

۱۴۔خواجہ پارسا حنفی نے ''فصل الخطاب'' میں کتاب ''اربعین'' تاج الاسلام سے

۱۵۔ابن صباغ نے فصول المہمہ ص ۱۶ (ص ۳۲) پر

۱۶۔خواند میر نے حبیب السیر ج ۲ص ۵ (ج ۱ص ۱۷) پر

۱۷۔ابن حجر نے صواعق ص ۷۹ (ص ۱۳۲) پر

۱۸۔علی متقی نے کنز العمال ج ۶ص ۳۹۲ (ج ۱۳ص ۱۱۲ح ۳۶۳۶۶) پر

۱۹۔اسحاق نے لطائف اخبار الدول ص ۳۳ (ص ۴۹) پر

۲۰۔حلبی شافعی نے سیرت نبویہ ج ۱ ص ۲۸۶ پر

۲۱۔شبراوی نے اتحاف بحب الاشراف ص ۱۸۱ پر

۲۲۔سید احمد قادین نے ہدایۃ المرتاب (۱۵۳) پر

۲۳۔سید محمد آلوسی نے شرح عینیہ عبد الباقی ص ۸۷ پر

۲۴۔قندوزی نے ینابیع المودۃ ص ۲۹۱ (ج ۲ ص ۱۱۵ باب ۵۹، ج ۳ ص ۲۰ باب ۶۵) پر

۲۵۔زینی دحلان نے سیرت نبویہ (ج ۱ ص ۹۱) مطبوع بر حاشیہ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۹۰ پر

۲۶۔ شنقیطی نے کفایۃ الطالب ص ۳۶ پر

توجہ طلب:

ابن عساکر نے ایک شعر میں لفظ ''صہر اور ختن'' کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امیر المومنینؑ کا شعر ہے(۱):

محمد النبی اخی و صهری   احب الناس کلهم الیا

اس میں ابن عساکر دھوکا کھا گئے ہیں، انھوں نے دوسرا مصرعہ ابو الاسود دوئلی کا لکھ مارا ہے:

بنو عم النبیّ و اقربوه   احب الناس کلهم الیا

غلطی کی تصحیح

ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مصر کے اساتذۂ لغت سے غدیر خم کی لفظی صحت اور جہل ہوگی یا پھر سیرت کی کتابوں میں اس نام اور قصے کو تلاش نہ کرسکیں ہوں گے۔ان میں سے ایک صاحب کہتے ہیں: ''غدیر خم ایک مشہور جنگ کا واقعہ ہے''۔مجھے تو اس تجاہل سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کوئی دوسرا ہی معاملہ چکانا چاہتے ہیں یا مسلمانوں کو جہالت کے دلدل میں پھنسائے رکھنا چاہتے ہیں۔اس سے کہیں

۱۔تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۱۵ (ج ۸ ص ۵۹)

زیادہ شرمناک بات یہ ہے کہ ان دانشوروں نے اپنی تالیفات میں اس صحیح لفظ کو حیرت ناک طریقہ پر نظر انداز کر دیا ہے۔

ایک صاحب ہیں ڈاکٹر احمد رفاعی۔ آپ نے حضرت علیؑ کا شعر نقل کر کے یوں ریڑھ ماری ہے:

واوصانی النبی علی اختیار بیعته غداة غدیر خم

اس سے بھی زیادہ حیرت ناک بات یہ ہے کہ کتاب کے آخر میں شہروں، آبادیوں اور دریاؤں کی فہرست بنائی ہے لیکن باوجود اس کے کئی جگہ پر غدیر خم کا نام آیا ہے، فہرست سے بالکل اڑ گئے ہیں۔(۱)

استاد محمد حسین نے کتاب ثمار القلوب کی تصحیح کی ہے۔ باوجود اس کے کہ صفحہ ۵۱۱ پر چار جگہ غدیر خم کا نام آیا ہے، بصورت غلط غدیر حم لکھ مارا ہے۔ حالانکہ نسخہ میں غدیر خم درج ہے اور کتاب لطائف اخبار الدول کے مصحح نے (ص ۴۹) ''جو مصر میں چھپی ہے'' بیت ولایت کی اس طرح اصلاح کی ہے:

واوجب طاعتی فرضا علیکم رسول الله یوم غدابر حمی

بات مصری چھاپوں کی نہیں، دوسری جگہوں کی مطبوعات میں بھی آپ اسی قسم کی عناد آمیز بے توجہی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

تشکر و انتقاد

عصر حاضر کی دو عمدہ تحقیقی کتابیں میرے لئے سرمایۂ حیرت بن گئی ہیں:

۱۔ جمهرة خطب العرب۔

۲۔ جمهرة رسائل العرب۔

ان دونوں کے مولف مشہور ادیب ''احمد ذکی صفوة'' ہیں۔ ان نفیس کتابوں کے مؤلف نے زحمت برداشت کر کے بھولے بسرے اور ضائع ہو جانے کے قریب عرب احساسات و جذبات کو دوبارہ زندگی عطا کی۔ ہر شیفتۂ دانش پر قدردانی لازم ہے۔

۱۔ معجم الادباء ج ۱۴/ ص ۴۸

لیکن ہمیں ایسے وسیع النظر شخص پر اعتراض ہے کہ اس نے معاویہ کے خط اور امیر المومنینؑ کے جوابی اشعار کا کہیں تذکرہ نہیں کیا ہے، حالانکہ ان کے مصادر کتب میں موجود ہیں۔ انھوں نے تو ایسے مختصر خطوط بھی بھرتی کر لئے ہیں جو سند کے اعتبار سے ضعیف اور ادبی اور تاریخی اعتبار سے عاری ہیں ، بلکہ بعض ایسے پوچ اور بے وقعت الفاظ بھی درج کئے ہیں جو جھوٹے ہیں۔ ابن عباس کے مصنوعی خط بھی درج ہیں جو بنی امیہ کے زرخواروں نے گڑھے ہیں۔ استاد بزرگ پر میرا یہ اعتراض ہے اور اس کے اسباب و علل کا تذکرہ کرنے سے عملاً چشم پوشی برت رہا ہوں۔ سب سے زیادہ اندوہ ناک بات تو یہ ہے کہ غدیر خم کے خطبۂ رسولؐ کا جمہرۃ میں کہیں تذکرہ نہیں ہے، حالانکہ اس کی شاندار اہمیت مسلمانوں کے نزدیک معروف ہے، اس کا ثبوت موثق مصادر میں تواتر کے ساتھ ہے، میں نے جلد اول میں اس کی نشاندہی کردی ہے، تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیا جائے کہ ان کے نزدیک تمام خطبہ ثابت نہیں تو کیا اتنا بھی ذکر کے لائق نہیں تھا جسے شیعہ سنی دونوں نے اپنی کتابوں میں نا قابل تردید انداز میں درج کیا ہے ، بات اصل میں دوسری ہی ہے جسے بیان نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔

اشعار کی دوسری سند

اہلسنت کے امام ''علی ابن احمد واحدی'' ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ کا مجمع تھا ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، فضل بن عباس، عمار یاسر، عبدالرحمٰن بن عوف، مقداد، ابوذر، سلمان، ابن مسعود سبھی اپنے اپنے فضائل بیان کر رہے تھے اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لائے اور ان سے پوچھا: تم لوگ کیا باتیں کر رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول خداؐ سے سنے ہوئے اپنے فضائل بیان ہو رہے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: تو پھر مجھ سے بھی کچھ سن لو۔ اس کے بعد ترنم تخلیقی مراحل سے گزرنے لگا:

لقد علم الاناس بأنّ سهمی — من الاسلام یفضل کلّ سهم

واحمد النبی اخی وصهری — علیه الله صلّیٰ وابن عمی

وانّی قائد للناس طرّاً — الی الاسلام من عرب وعجم

وقاتل کلّ صندید رئیس — وجبار من الکفار ضخم

وفی القرآن ألزمهم ولائی — واوجب طاعتی فرضاً بعزم

کما هارون بن موسیٰ اخوه — کذاک انا اخوه وذاک اسمی

لذاک اقامنی لهم اماماً — واخبرهم به بغدیر خم

فمن منکم یعادلنی بسهمی — واسلامی وسابقتی ورحمی

فویل ثم ویل ثم ویل — لمن یلقی الاله غدا بظلمی

فویل ثم ویل ثم ویل — لجاحد طاعتی ومرید هضمی

وویل للذی یشقی شقاها — یرید عداوتی ومن غیر جرم

واحدی سے میبذی اور قندوزی نے بھی نقل کیا ہے۔(۱)

شاعر کا تعارف

امیر المومنین، سید المسلمین، روشن چہرے والوں کے رہبر اور خاتم الوصیین، قوم میں سب سے پہلے ایمان لائے، سب سے زیادہ عہد خداوندی پورا کرنے والے، فضیلتوں میں فائق، احکام پر مستقیم، قضایہ کے واقف کار، ہدایت کے پرچم، ایمان کا منارہ، دروازۂ حکمت، گم گشتۂ ذات الٰہی اور پیغمبرؐ کے جانشین ہیں۔(۲)

پاکیزہ ہاشمی فرد، کعبہ محترم میں پیدا ہوئے، اصنام کی آلودگیوں سے قطعی پاک تھے، خانۂ خدا (مسجد کوفہ کی محراب میں) عین حالت نماز میں ۴۰ھ میں شہید ہوئے۔ کعبہ میں ولادت مسجد میں شہادت۔ جس کی ابتدا و انتہا یہ ہو، مبدأ اعلیٰ سے اس کی شدید وابستگی کا ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے۔

---

(۱) شرح دیوان منسوب بہ امیر المومنین ص/ ۴۰۷-۴۰۵ ینابیع المودۃ ص/ ۶۷ (ج ۱ ص ۶۷ باب/ ۱۴)

(۲) پیغمبر اسلام کے عطا کئے ہوئے ان پندرہ القاب کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند کی ج/ ۱ ص/ ۳۳۱ (ج ۱ ص ۵۴۴ ح/ ۳۰۵۲)؛ ج/ ۵ ص/ ۱۸۹، ۱۸۲ (ج ۶ ص ۲۳۲ ح/ ۲۱۰۶۸، ص ۲۴۴ ح/ ۲۱۱۴۵) پر نقل کیا ہے نیز ملاحظہ کیجئے ابونعیم کی حلیۃ الاولیاء ج/ ۱ ص/ ۶۷-۶۳ (نمبر/ ۴)

۲۔حسان بن ثابت

ینادیھم یوم الغدیر نبیّھم	بخم واسمع بالرسول منادیاً
فقال: فمن مولاکم ونبیّکم	فقالوا ولم یبدوا ھناک التعامیا
الھک مولانا وانت نبیّنا	ولم تلق منافی الولایة عاصیا
فقال لہ: قم یا علی فانّنی	رضیتک من بعدی اماماًوھادیا
فمن کنت مولاہ فھٰذا ولیہ	فکونوا لہ اتباع صدق موالیا
ھناک دعا اللھم وال ولیّہ	وکن للذی عاد علیاًمعادیا

''مقامِ خم میں غدیر کے دن لوگوں کا پیغمبرؐ انھیں پکار رہا تھا، اور پیغمبر سے زیادہ کس کی بات سننے کے قابل ہے۔فرمایا: تمہارا مولا اور نبی کون ہے؟

انھوں نے بغیر کسی کور باطنی کے جواب دیا: آپ کا خدا ہمارا مولا ہےاور آپ ہمارے نبی ہیں اور اس ولایت کے سلسلے میں آپ ہم سے کسی کو نافرمان نہیں پایئے گا۔اس وقت رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علی علیہ السلام اٹھو کیوں کہ میں نے تمھیں اپنے بعد لوگوں کا امام اور ہادی تجویز کیا ہے۔جس کا میں مولا ہوں علی علیہ السلام اس کے ولی وحاکم ہیں، اب تم لوگ اس کے سچے مددگار اور دوست رہنا۔پھر دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے: خدایا! جو اس سے دوستی کرے تو اس کا دوست رہنا اور جو دشمنی کا مظاہرہ کرے اس کا دشمن رہنا''۔

یہ اولین محاکاتی نغمہ ہے اس بنائے عظیم (پرشکوہ داستان) کے متعلق جس کی روایت ہمارے عرفان کو انگیز کرتی ہے۔مقصدیت سے بھرپور اس جلال آفریں ترنم کے نغمہ نگار (حسان) نے ایک لاکھ

سے زیادہ افراد کے سامنے سنایا، ان میں شہسواران بلاغت بھی تھے اور اراکین خطابت بھی، ایسے فنکار بھی تھے جن کی تحقیقی صلاحیتوں کا لوہا مانا جاتا تھا، فنی محاسن کے دارا بزرگان قریش بھی تھے اور نقادان عرب بھی، ان سننے والوں میں عرب کا فصیح ترین دانائے روزگار نبی اعظمؐ بھی تھا۔ رسول اکرمؐ نے جوہر کلام کی تصدیق فرمائی اور عزت افزائی بھی کی کہ "اے حسّان! جب تک تم زبان سے ہماری مدد ونصرت کرو جبرئیل کی تائید سے سرفراز رہو"۔ یہ ارشاد ثبوت نبوت بھی ہے، آپ علم نبوت سے جانتے تھے کہ یہ شخص آخری ایام میں امام برحق سے منحرف ہو جائے گا، اسی لئے دعا کو اس بات پر معلق فرمایا کہ جب تک تم ہماری نصرت کرتے رہو گے"۔

ان اشعار کی روایت کا قدیم ترین مأخذ فریقین کے متفقہ بزرگ سلیم بن قیس ہلالی ہیں۔ (۱) انھیں اشعار کی فیض کاشانی نے روایت کی ہے۔ (۲)

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل علماء اہلسنت نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

مرزبانی نے مرقات الشعر میں، خرگوشی نے شرف المصطفیٰ میں۔ ابن مردویہ۔ ابونعیم اصفہانی (۳) بجستانی، خوارزمی (۴)، نطنزی، سبط جوزی (۵)، کفایہ گنجی (۶)، فرائد حموینی (۷)، زرندی (۸) اور سیوطی نے الازہار میں۔

دانشوران تشیع کے نام یہ ہیں:

ابوعبداللہ محمد ابن احمد المفجع، ابوالجعفر طبری (۹)، شیخ صدوق (۱۰)، سید رضی (۱۱)، شیخ مفید (۱۲)،

۱۔ کتاب سلیم بن قیس (ج ۲ ص ۸۲۸ ح ۳۹)
۲۔ علم الیقین (ج ۲ ص ۶۵۱)
۳۔ ما نزل من القرآن فی علی (ص ۵۷)
۴۔ مقتل الامام حسین (ص ۴۷؛ المناقب ص ۱۳۵ ح ۱۵۲)
۵۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۰ (ص ۳۳)
۶۔ کفایۃ الطالب ص ۱۷ (ص ۶۴ باب ۱)
۷۔ فرائد السمطین (ج ۱ ص ۷۳ ح ۳۹)
۸۔ نظم درر السمطین (ص ۱۱۲)
۹۔ المسترشد فی امامۃ علی بن ابی طالب (ص ۱۱۹)
۱۰۔ الامالی ص ۳۴۳ (ص ۴۶۰)
۱۱۔ خصائص الائمۃ (ص ۴۲؛ خصائص امیر المومنین ص ۶)
۱۲۔ الفصول المختارہ ج ۱ ص ۶۷ (ص ۲۳۵)

شریف مرتضٰی۔(۱)، کراجکی ۔(۲)، شیخ عبید اللہ۔(۳) شیخ طوسیؒ نے تلخیص شافی میں ابوالفتوح خزاعی (۴)، ابوعلی شہید (۵)، طبرسی (۶)، ابن شہرآشوب (۷)، ابن بطریق۔(۸)، ہبۃ الدین (۹) ابن طاؤسؒ (۱۰)، اربلی (۱۱)، عمادالدین حسن طبرسی (۱۲)، شیخ یوسف (۱۳)، شیخ علی بیاضی (۱۴)، قاضی نوراللہ شوستری (۱۵)، محسن کاشانی (۱۶)، قطیفی ،ہاشم بحرانی (۱۷)، علامہ مجلسیؒ (۱۸)، شیخ بحرانی (۱۹)

توجہ طلب

اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حسان نے مدح علیؑ میں مکمل قصیدہ کہا تھا لیکن ہر دانشور نے اپنے موضوع کی مناسبت سے اشعار نقل کئے ہیں۔

حافظ بن ابی شیبہ، حافظ گنجی اور ابن صباغ مالکی نے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں (۲۰):

وکان علی ارمد العین یبتغی — دواءً فلمّا لم یحسّ مداویاً

شفاہ رسول اللہ منہ بتفلة — فبورک مرقیا وبورک راقیا

فقال ساعطی الرایة الیوم ضاربا — کمیا محبا للرسول موالیا

۱۔رسائل الشریف المرتضیٰ ج۴ص۱۳۱

۲۔کنز الفوائد ص۱۲۳(ج۱ص۲۶۸)

۳۔المقنع فی الامامۃ (ص۷۵)

۴۔تفسیر ابی الفتوح رازی ج۲ص۱۹۲(ج۴ص۲۷۹)

۵۔روضۃ الواعظین ص۹۰(ج۱ص۱۰۳)

۶۔اعلام الوریٰ ص۸۱(ص۱۳۹)

۷۔مناقب آل ابی طالب ج۳ص۳۵(ج۳ص۳۷)

۸۔خصائص الوحی المبین ص۳۷(ص۶۲)

۹۔المجموع الرائق (ص۲۰۴)

۱۰۔الطرائف ص۳۵(ص۱۴۶ح۲۲۱)

۱۱۔کشف الغمہ ص۹۴(ج۱ص۳۲۵)

۱۲۔الکامل البہائی ص۱۵۲، ۲۱۷(ج۱ص۲۸۱)

۱۳۔الدرالنظیم (ج۱ص۹۰، ۱۴۱)

۱۴۔الصراط المستقیم (ج۱ص۳۰۵)

۱۵۔مجالس المومنین ص۲۱(ج۱ص۳۶)

۱۶۔علم الیقین (ج۲ص۶۵۱)

۱۷۔غایۃ المرام ص۸۷ح۷۲

۱۸۔بحارالانوار ج۹ص۲۳۴، ۲۵۹(ج۲۱ص۳۸۸؛ ج۳۷ص۱۱۲)

۱۹۔کشکول ج۲ص۳۱۸

۲۰۔کفایۃ الطالب ص۳۸(ص۱۰۴، باب۱۴)؛ فصول المہمہ ص۲۲(ص۳۷)

یحب الٰهی والالٰه یحبه   به یفتح الله الحصون الاوابیا

فخص بها دون البریة کلّها   علیاًوسمّاه الوزیر المواخیا (۱)

''علیؑ آشوب چشم میں مبتلا تھے، وہ دوا کی تلاش میں تھے، جب انھیں کہیں بھی درد کا مداوا نہیں مل سکا تو رسول خداؐ نے اپنے لعاب دہن سے شفا عطا کی، پس تعویذ دینے والے اور لینے والے دونوں ہی بابرکت ہیں۔ رسولؐ نے فرمایا: کل میں ایسے کو علم دوں گا جو شجاع، رسولؐ کا محبّ اور محبوب خدا اور رسولؐ ہوگا، اس کے ہاتھوں سے خدا مضبوط قلعہ کو فتح عنایت کرے گا۔ یہ خصوصیت تمام لوگوں کے مقابلے صرف علیؑ ہی کو حاصل ہوئی، انھیں آپ کا وزیر اور بھائی بھی کہا جاتا ہے''۔

اس صحیح ومتواتر روایت کو ثقات علماء نے بریدہ، ابن عمر، ابن عباس، عمران، ابوسعید خدری، ابولیلیٰ انصاری، سہل ساعدی، ابوہریرہ، سعد بن وقاص، برّا ابن عازب اور سلمہ بن اکوع سے، بخاری (۲)، مسلم (۳)، ترمذی (۴) احمد بن حنبل (۵)، ابن سعد (۶)، ابن ہشام (۷)، طبری (۸)، نسائی (۹) خطیب (۱۰)، ابونعیم (۱۱)، ابن عبدالبرّ (۱۲)، محبّ الدین (۱۳)، یافعی (۱۴) نے نقل کیا ہے۔

۱۔ شیخ طبری نے المرشد (ص/۴۵۵) پر، حافظ بن ابی شیبہ (المصنف ج/۱۲ص/۶۹ ح/۱۲۱۴۵) سے نقل کیا ہے اور ابوعلی منال نے روضۃ الواعظین (ج/۱ص/۱۳۰) میں نقل کیا ہے۔

۲۔ صحیح بخاری ج/۴ص/۳۲۳؛ ج/۵ص/۲۶۹، ۲۷۰؛ ج/۶ص/۱۹۱ (ج۳ص ۱۰۷۷ ح/۲۷۸۳، ص ۱۰۹۶ ح/۲۸۴۷، ص ۱۰۸۶ ح/۲۸۱۲، ج۴ص۱۵۴۲ ح/۳۹۷۲)

۳۔ صحیح مسلم ج/۲ص/۳۲۴ (ج۵ص ۲۵، ۲۴ ح/۳۵، ۳۳)   ۴۔ سنن ترمذی ج/۲ص/۳۰۰ (ج۵ص۵۹۶)

۵۔ مسند احمد بن حنبل ج/۱ص/۹۹؛ ج/۵ص/۳۵۳، ۳۵۸ (ج۱ص۱۶۰ ح/۷۸۰؛ ج۶ص۴۸۵ ح/۲۲۴۸۴؛ ص۴۹۲ ح/۲۲۵۲۲)

۶۔ الطبقات الکبریٰ ج/۳ص/۱۵۸ (ج۳ص۱۱۱)   ۷۔ سیرت ابن ہشام ج/۳ص/۳۸۶ (ج۳ص۳۴۹)

۸۔ تاریخ طبری ج/۲ص/۹۳ (ج۳ص۱۲ وقائع ۷ھ)

۹۔ الخصائص ص/۴-۸، ۱۶، ۳۳ (ص ۴۹، ۳۷ ح/۲۴، ۱۱ص ۳۷ ح/۵۴ص ۱۴۰ ح/۱۲۶)

۱۰۔ تاریخ بغدادی ج/۷ص/۳۸۷   ۱۱۔ حلیۃ الاولیاء ج/۱ص/۶۲؛ ج/۴ص/۳۵۶

۱۲۔ الاستیعاب ج/۲ص/۳۶۳ (قسم ثانی ص ۷۸۷ نمبر/۱۳۱۷)

۱۳۔ ریاض النضرۃ ج/۲ص/۱۸۷ (ج۳ص۱۳۰)   ۱۴۔ مرآۃ الجنان ج/۱ص/۱۰۹

یہاں صرف امام بخاری کے الفاظ نقل کئے جاتے ہیں:

''رسولؐ نے بروز خیبر فرمایا: کل ایسے مرد کو علم عطا کروں گا کہ اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح عنایت فرمائے گا، وہ محبّ خدا و رسولؐ اور محبوب خدا و رسولؐ ہوگا۔ تمام لوگوں نے پوری رات اس ہلچل میں گزاری کہ دیکھیں یہ علم کسے عطا کیا جاتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو سبھی پیغمبرؐ پر امید بھری نظر ڈال رہے تھے کہ علم انھیں کو مل جائے۔

رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ کہاں ہیں؟ کہا گیا کہ وہ تو آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ رسولؐ نے آدمی بھیج کر بلوایا، آنکھوں پر لعاب دہن لگایا اور دعائے خیر دی، علیؑ ایسے بھلے چنگے ہو گئے کہ جیسے کبھی آنکھوں میں تکلیف ہی نہیں تھی، پھر علم عطا کیا، علیؑ نے پوچھا: یارسول اللہؐ! کیا میں ان کے مسلمان ہونے تک جنگ کرتا رہوں ...؟ آپ نے کہا: ان کے پاس آدمی بھیجو پھر خود جاؤ اور اسلام کی دعوت دو اور انھیں ضروریات اسلام سمجھاؤ۔ پھر خدا کی قسم! جو شخص تمہارے وسیلے سے حق کی ہدایت حاصل کر لے وہ سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ دوسری روایت کا فقرہ ہے کہ ''خدا نے ان کے ہاتھوں فتح عطا کی''۔

دیوان حسان

حسان نے مدح علیؑ میں نفیس ترین اور بھی اشعار کہے ہیں۔ ہم ان میں سے بعض کو بیان کریں گے لیکن اس موضوع سے متعلق اشعار کو خائن ہاتھوں نے دیوان سے نکال دیا، کچھ کی تحریف کر ڈالی ہے، دیوان حسان کے ساتھ وہی مذاق کیا گیا ہے جو فرزدق کے دیوان کے ساتھ کیا گیا ہے کہ اس کا امام چہارم کی شان میں قصیدہ میمیہ صاف اڑا دیا گیا ہے حالانکہ اس کے ناشر نے شرح دیوان کے مقدمے میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ پھر یہ کہ اس کا تذکرہ دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے۔ دیوان کمیت، دیوان ابوفراس اور کشاجم کے ساتھ بھی یہی کھلواڑ کیا گیا ہے اس وقت تو صرف حسان کے اشعار ہی کا ذکر ہے۔

یعقوبی اور ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ ابوبکر خلیفہ ہونے کے بعد منبر پر گئے، جس زینے پر

رسولؐ بیٹھتے تھے اس سے ایک زینہ نیچے بیٹھے۔ خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ مجھے تم لوگوں کا حاکم بنا دیا گیا ہے لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر سیدھی راہ چلوں تو پیروی کرنا اور اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو سیدھا کر دینا، میں یہ نہیں کہتا کہ تم سے افضل ہوں۔ اس کے بعد کچھ انصار کی تعریف کی اور ان سے خطاب کیا کہ اے گروہ انصار! تمھارا اور ہمارا معاملہ بالکل اس شعر کی طرح ہے: ''خدا ہماری طرف سے جعفر کو بہتر جزاء دے، جبکہ سفر کرتے ہوئے ہمارے جوتے پیروں سے نکل گئے اور ہم پھسلے تو اس نے ہم سے منہ موڑ لیا، اگر ہماری ماں جانتی تو یقیناً اس کے برتاؤ پر رنجیدہ ہوتی''۔

یہ سن کر انصار نے ابوبکر کا ساتھ چھوڑ دیا، پھر قریش غصے میں بھوت ہو گئے اور ابوبکر کی حفاظت پر کمربستہ ہو گئے، ان کے مقرروں نے دھواں دھار تقریریں کیں۔ اب عمرو عاص سامنے آئے، ان سے قریش نے کہا کہ تم انصار کی مذمت کرو۔ جیسے ہی تقریر کی فضل بن عباس نے تردید کر دی اور علیؑ سے سارا واقعہ بیان کیا اور ابوبکر کے شعر بھی دہرائے۔ حضرت علیؑ نے غضب ناک حالت میں مسجد میں آ کر انصار کا ذکر خیر اور عمرو عاص کی تردید کی۔ انصار بہت زیادہ خوش ہوئے اور کہا: اب علیؑ کی مدح کے بعد ہمیں کسی بکواس کی پرواہ نہیں، وہ سب اجتماعی حیثیت سے حسان کے پاس آ کر بولے کہ تم فضل کا جواب دو۔ وہ کہنے لگے: اگر میں فضل کے قافیوں کے علاوہ کچھ کہوں گا تو میری توہین ہوگی۔(۱) انھوں نے کہا: پھر حضرت علیؑ کی مدح کرو، حسان نے یہ شعر پڑھے:

جزیٰ اللّٰہ خیراً والجزاء بکفّہ	ابا حسن عنا و من کابی حسن
سبقت قریشاً بالذی انت اہلہ	فصدرک مشروح وقلبک ممتحن(۲)
تمنت رجال من قریش اعزۃ	مکانک ھیھات الھزال من السمن
وانت من الاسلام فی کل منزل	بمنزل الطرف البطین بن الرسن
غضبت لنا اذقال عمرو بخصلة	امات بھا التقویٰ واحی بھاا لاحن

۱۔ تاریخ یعقوبی ج۲ص۱۰۷ (ج۲ص۱۲۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۳ص۱۴ (ج۶ص۲۰، ۳۵خطبہ/۶۶)

۲۔ شیخ مفید نے اپنی فصول ج/۲ص/۶۱، ۶۷ (ص۲۰۹، ۲۱۶) پر یہ دو شعر لکھے ہیں۔

وکنت المرجی من لوی بن غالب — لما کان منه والذی بعد لم یکن

حفظت رسول الله فینا وعهده — الیک ومن اولیٰ به منک من ومن؟

الست اخاه فی الهدیٰ ووصیّه — واعلم فهر بالکتاب وبالسنن

فحقک مادامت بنجد وشیجة — عظیم علینا ثم بعد علی الیمن

''خداابوالحسنؑ کو بہترین بدلہ دے اور خدا ہی کے ہاتھ میں تمام جزا ہے۔کون ابوالحسنؑ جیسا ہوسکتا ہے؟انھوں نے قریش پر سبقت کی ،خدا نے سینہ کھول دیا،قلب آزمایا ہوا تھا،ان کی عزت وشرافت پر قریش کی تمنائیں کلبلا رہی ہیں ،افسوس ان دبلے لوگوں پر جو موٹے لوگوں کا مقابلہ کررہے ہیں،آپ کے کارنامے اسلام پر چھائے ہوئے ہیں جب عمرو عاص نے پست خصلت کا مظاہرہ کیا تو آپ غضب ناک ہوئے کیونکہ تقویٰ کی موت ہوئی تھی اور کمینہ پن کو شہہ ملی تھی ،آپ کا خاندان لوی کا مرکز تمنا تھا ،چاہے گزرے لوگ ہوں یا آنے والے،آپ نے رسولؐ اوران کے عہد کا تحفظ کیا،آپ کے مقابلے میں ایرے غیرے کیا اولویت حاصل کرسکتے ہیں ،کیا آپ ہدایت میں رسولؐ کے بھائی نہیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں دانش گاہ نہیں ہیں ،جب تک شرافت باقی ہے ہم پر ان کا حق باقی ہے، چاہے یمن ،سیدا،نجد جہاں کا بھی ہو''۔

حسان کے شعر میں ''صدرک'' مشروح سے اشارہ آیت ''أَفَمن شَرَحَ اللهُ صدره للاسلام'' کی طرف ہے،یہ علیؑ اور حمزہؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔(۱)

''قلبک ممتحن'' میں حدیث کی طرف اشارہ ہے۔حدیث ہے کہ اللہ نے علیؑ کا قلب آزمایا۔(۲)

''الست اخاه'' میں حدیث مواخاۃ کی طرف اشارہ ہے جسے بے شمار مسانید میں تواتر کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

۱۔''محب طبری نے ریاض النضرۃ ج۲ص/۲۰۷(ج۳ص۱۵۷) پر اور ذخائر العقبیٰ ص/۸۸ پر اس کی روایت کی ہے

۲۔اسکی روایت''خصائص نسائی ص۱۱(ص۵۵ ح/۳۱)؛سنن ترمذی ج۲ص/۲۹۸(ج۵ص۵۹۲ ح/۳۷۱۵)؛تاریخ خطیب ج۱ص/۱۳۳؛بیہقی نے المحاسن والمساوی ج۱ص/۲۹(ص۴۱)،ریاض طبری ج۲ص/۱۹۱(ج۳ص۱۳۸)،کفایہ گنجی ص/۳۴(ص۱۹۷باب/۱۳)،اور سیوطی کی جمع الجوامع (کنزل العمال ج۱۳ص۱۱۵ح/۳۶۳۷۴:ص۱۲۷ح/۳۶۴۰۲) اور بدخشی کی نزل الابرار ص/۱۱(۴۱) پر کی گئی ہے۔

''واعلم فھر'' سے علیؑ کے مکمل علمی عبور کی طرف اشارہ ہے۔رسولؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا:''میں نے تمہاری شادی خاندان کے بہترین فرد سے کی ہے جو سب سے بڑا عالم، سب سے بڑا حکیم اور سابق الاسلام ہے''۔ایک دوسری حدیث میں ہے: میری امت میں علیؑ سب سے بڑا عالم ہے۔تیسری حدیث میں ہے کہ اے علیؑ! تمھیں سات خصلتیں عطا کی گئی ہیں، ان میں ایک ''فیصلوں کا سب سے بڑا عالم'' بھی ہے۔(۱)

عائشہ سے روایت ہے کہ علیؑ سنت کے سب سے بڑے عالم تھے۔(۲) ابوامامہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: میری امت میں سنت وقضاوت کا سب سے بڑا عالم میرے بعد علیؑ ہے۔(۳)

مناقب خوارزمی اور فرائد میں حدیث رسولؐ ہے کہ میری امت میں سب سے بڑا عالم میرے بعد علیؑ ہے۔(۴)

حفاظ نے امیرالمومنینؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: قسم خدا کی! کوئی آیت ایسی نہیں ہے جسے میں نہ جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں اتری ہے، خدا نے مجھے قلب دانا اور زبان گویا عطا کیا ہے۔(۵)

رسولؐ نے فرمایا: حکمت کے دس حصے کئے گئے ہیں نو علیؑ سے مخصوص ہیں اور ایک میں تمام لوگوں کا حصہ ہے۔(۶)

زینی دحلان لکھتے ہیں کہ علیؑ کو خدا نے علم کثیر اور کشف غزیر عطا کیا ہے۔(۷)

۱۔حلیۃ الاولیاء ج۱ص۶۶ (نمبر۴)؛ کنزالعمال ج۶ص۱۵۳، ۱۵۶، ۳۹۸ (ج۱۱ص۶۰۵ ح/۳۲۹۲۶؛ ص۶۱۷ ح/۳۲۹۹۵؛ ج۱۳ص۱۳۵ح/۳۶۴۲۳)

۲۔ریاض طبری ج/۲ص/۱۹۳ (ج۳ص۱۴۱)؛ استیعاب ج/۳ص/۴۰ (القسم الثالث ص۱۱۰۴نمبر۱۸۵۵)

۳۔کفایہ گنجی ص/۱۹۰ (ص۳۳۲باب/۹۴)

۴۔مناقب خوارزمی ص/۴۹ (ص۸۲ح/۶۷)؛ فرائد حموینی باب۱۸ (ج۱ص۹۷ح/۶۷)؛

۵۔حلیۃ الاولیاء ج/۱ص۶۷ (نمبر/۴)؛ کفایۃ الطالب ص/۹۰ (ص۲۰۷باب/۵۲)؛ کنزالعمال ج/۶ص/۳۹۶ (ج۱۳ص۱۲۸ح/۳۶۴۰۴)؛ اسعاف الراغبین ص/۱۶۲

۶۔حلیۃ الاولیاء ج/۱ص/۶۵ (نمبر۴)

۷۔دحلان فتوحات اسلامیہ ج/۲ص/۳۳۷

ابوطفیل کہتے ہیں کہ علی نے میرے سامنے سلونی کا دعویٰ کیا: خدا کی قسم! میں ہر آیت کو جانتا ہوں کہ وہ رات میں اتری ہے یا دن میں، صحرا میں اتری کہ پہاڑ پر، اگر چاہوں تو صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کا بوجھ لاد دوں۔(۱)

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول خداؐ کا علم اللہ کے علم سے ہے اور علیؑ کا رسولؐ سے اور میرا علم علیؑ سے ہے۔اور میرے اور تمام اصحاب کا علم علیؑ کے مقابلہ میں ایسے ہی ہے کہ سات سمندروں کے مقابلے میں ایک بوند۔ابن عباس فراق علیؑ میں روتے روتے آنکھیں کھو بیٹھے۔ابن عباس کہتے ہیں کہ علم کے دس حصے میں سے ۹ حصے علی کو عطا ہوئے اور باقی میں تمام لوگوں کا حصہ ہے۔معاویہ،علیؑ سے اکثر علمی سوالات پوچھتے رہتے تھے،علیؑ کے بعد معاویہ نے کہا: فقیہ رخصت ہوگیا اور علم ختم ہوگیا علیؑ کی موت سے۔عمر بن خطاب اس گتھی سے پناہ مانگتے جس کو حل کرنے کے لئے علیؑ نہ ہوں۔(۲) عطا سے پوچھا گیا: علیؑ سے بہتر کوئی عالم تھا؟ بولے: خدا کی قسم! میں نہیں جانتا۔

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں: قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا، اس کے ظاہری و باطنی پہلو ہیں، علیؑ کو تمام ظاہر و باطن کا علم تھا۔(۳)

اس کے علاوہ بھی بے شمار احادیث سے حضرت علیؑ کے علم کا اندازہ ہوتا ہے اگر انھیں جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔

مدح علیؑ میں حسّان کے اشعار

سبط ابن جوزی، گنجی اور ابن طلحہ شافعی نے یہ پانچ شعر نقل کئے ہیں:

انزل اللہ و الکتاب عزیز فی علی و فی الولید قرانا

۱۔الاصابۃ ج ۲/ص ۵۰۹/(نمبر ۵۶۸۸) پر ہے کہ آپ نے فرمایا: سلونی سلونی سلونی عن کتاب اللہ

۲۔احمد بن حنبل کی المناقب ص ۱۵۵ ح ۱۲۲/؛ استیعاب القسم الثالث ص ۱۱۰۲ نمبر ۱۸۵۵؛ ریاض النضرہ ج ۳ ص ۱۴۲

۳۔حلیۃ الاولیاء ج ۱/ص ۶۵/(نمبر ۴)

فتبوا الولید من ذاک فسقا　　و علی مبوا ایمانا

لیس من کان مومنا عرف الله　　کمن کان فاسقا خوانا

فعلی یلقی لدی اللہ عزا　　و ولید یلقی ھناک ھوانا

سوف یجزی الولید خزنا و نارا　　و علی لا شک یجزی جنانا

''اللہ نے کتاب عزیز میں علیؑ اور ولید کے بارے میں آیت نازل کی ہے، ولید کو فاسق اور علیؑ کو ایمان کی پناہ گاہ قرار دیا ہے، خدا کے نزدیک مومن کبھی فاسق کے مانند نہیں ہوسکتا، پس خدا نے علیؑ کو عزت سے سرفراز کیا اور ولید کو ذلت کی خاک چٹادی، بہت جلد ولید کو توہین آمیز آگ ملے گی اور بلاشبہ علیؑ کو جنت کی جزاء ملے گی''۔(۱)

ابن ابی الحدید نے تیسرے شعر کے بعد یہ تین شعر بھی لکھے ہیں:

سوف یدعی الولید بعد قلیل　　وعلیّ الی الحساب عیانا

فعلیّ یجزی بذاک جنانا　　ولید یجزی بذاک ھوانا

ربّ حدّ لعقبہ بن ابان　　لابس فی بلادنا تبانا

''جلد ہی ولید کو بدعا دی جائے گی اور علیؑ کا صاف حساب واضح کیا جائے گا، علیؑ کو جنت کی جزا اور ولید کو بدترین جہنم کے طبقے میں جھونک دیا جائے گا، عقبہ بن ابان کے اجداد اپنی ننگی حرکات کے لئے ہمارے شہر میں مشہور تھے''۔(۲)

ان اشعار میں آیت ''افمن کان مومناً کمن کا ن فاسقاًلایستوٗن'' کی طرف اشارہ ہے۔

یہ آیت حضرت علیؑ اور ولید کے بارے میں نازل ہوئی، جب دونوں کے درمیان جھڑپ ہوئی۔ طبری کے مطابق ولید نے کہا: میں زیادہ طرار ہوں اور اپی ہوئی تلوار ہوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: چپ رہ

۱۔تذکرۃ الخواص ص/۱۱۵ (ص۲۰۲)؛ کفایۃ الطالب ص/۵۵ (ص۱۴۱ باب/۳۱)؛ مطالب السئوول ص/۲۰

۲۔شرح نہج البلاغہ ج/۲ص/۱۰۳ (ج۶ص۲۹۳ خطبہ/۸۳)؛ جمرۃ الخطب ج۲ص۲۳ (ج۲ص۲۹ نمبر ۱۸)

تو فاسق ہے، اس وقت یہ آیت اتری۔(۱)

الآغانی اور تفسیر خازن میں ہے کہ ولید نے علیؑ سے کہا: چپ رہو تم بچے ہو، میں بوڑھا ہوں، خدا کی قسم! میں طرار ہوں اور اپنی ہوئی تلوار ہوں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا: خاموش، تو فاسق ہے۔ اسی وقت یہ آیت ﴿افمن کان ... لا یستوون﴾ نازل ہوئی۔(۲)

''واحدی کی اسباب النزول ص ۲۶۳ (ص ۲۳۵)، ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۰۶ (ج ۳ ص ۱۵۶)، ذخائر ص ۸۸، کفایہ گنجی ص ۵۵ (ص ۱۴۰ باب ۱۱)، مناقب خوارزمی ص ۱۸۸ (ص ۲۷۹ ح ۲۷۱)، تفسیر نیشاپوری (ج ۲۱ ص ۲۷)، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۲، نظم درر السمطین جمال الدین زرندی (ص ۹۲)، شرح ابن ابی الحدید معتزلی ج ۱ ص ۳۹۴؛ ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۴ ص ۸۰، ج ۶ ص ۲۹۲)، ابن جریر اور ابن عساکر (تاریخ ابن عساکر ج ۱۷ ص ۸۷۶) کے علاوہ بے شمار محدثین نے نقل کیا ہے۔

مدح علیؑ اور حسّان

تذکرۂ سبط ابن جوزی میں یہ اشعار ہیں:

من ذا بخاتمه تصدّق راكعا   واسرّها في نفسه اسراراً

من كان بات على فراش محمد   ومحمد اسرى يوم الغاراً

من كان في القرآن سمّي مومنا   في تسع آيات تلين غزاراً

''کس نے حالت رکوع میں انگوٹھی خیرات کی اور اپنے دل میں چھپائے رکھا، کون بستر رسولؐ پر سویا اور محمدؐ رات کے اندھیروں میں غار کی طرف نکل گئے، کس کو قرآن کی نو آیات میں مومن کا لقب دیا گیا جسے برابر پڑھا جاتا ہے''۔(۳)

۱۔ تفسیر طبری ج ۲۱ ص ۶۲ (مجلد ۱۱ ج ۲۱ ص ۱۰۷)

۲۔ الاغانی ج ۴ ص ۱۸۵ (ج ۵ ص ۱۵۳)؛ تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۷ (ج ۳ ص ۴۴۷)

۳۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۰ (ص ۱۶)؛ اور گنجی کی کفایۃ الطالب ص ۱۲۳ (ص ۲۵۱ باب ۹۲)

پہلے شعر میں اشارہ ہے کہ آپ نے حالت رکوع میں سائل کو انگوٹھی دی اور آیۂ ولایت اتری: ﴿انما ولیکم الله و رسوله والذین آمنوا﴾ دوسرے شعر میں شب ہجرت کی طرف اشارہ ہے، حضرت علیؑ چادر اوڑھ کر سو رہے اور آپؐ مشرکین کے درمیان سے نکل کر غار میں چھپ رہے، اس وقت آیت نازل ہوئی: ﴿من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله﴾(۱)

ابوجعفر اسکافی کہتے ہیں کہ شب ہجرت علیؑ کا بستر رسولؐ پر سونا متفق علیہ ہے، اس کا انکار کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے یا دین سے خارج شخص۔ تمام مفسرین نے اجتماعی طور سے کہا ہے: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب علیؑ فرش رسولؐ پر سوئے۔ تفسیر ثعلبی میں ہے: جب رسولؐ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو علیؑ کو ادائے قرض و امانت کیلئے چھوڑ گئے اور خود غار کی طرف نکل گئے۔ علیؑ بستر پر سوئے رہے مشرکین گھر گھیرے رہے۔ فرمایا: میری سبز خضرمی چادر اوڑھ کر سو جاؤ انشاء اللہ تم پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ علیؑ بستر پر سو گئے تو خدا نے جبرئیل و میکائیل کو وحی کی، میں نے تمھیں آپس میں بھائی بنایا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ قرار دی ہے، تم میں کون اپنی عمر کا ایثار دوسرے کے لئے کرے گا؟ انھوں نے کہا: ہمیں زندگی پسند ہے۔ خدا نے وحی کی: تم علیؑ کی طرح کیوں نہیں ہو جاتے، میں نے محمدؐ و علیؑ کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور علیؑ اپنی جان فدا کر کے بستر رسولؐ پر سوئے ہوئے ہیں، جاؤ زمین پر اور دشمنوں سے ان کی حفاظت کرو، دونوں اترے اور جبرئیل سرہانے اور میکائیل پائینتی بیٹھ گئے۔ جبرئیل نے کہا: ابوطالبؑ کے فرزند! مبارک ہو تمھارا مثل کون ہو سکتا ہے کہ خدا تم پر مباہات کر رہا ہے، ملائکہ کے اوپر۔

رسولؐ مدینے کی طرف چلے تو آیۂ ہجرت نازل ہوئی، ابن عباس کا بیان ہے کہ یہ آیت اس وقت اتری جب رسولؐ، ابوبکر کے ساتھ غار میں اور علیؑ بستر پر سوئے ہوئے تھے۔(۲)

حدیث ثعلبی کو بے شمار محدثین و علماء نے نقل کیا ہے، امام غزالی کے علاوہ گنجی، صفوری، ابن صباغ،

۱۔ بقرہ/۲۰۷)

۲۔ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ ج ۳/ص ۲۷۰ (ج ۱۳ ص ۲۶۱)

سبط بن جوزی، شبلنجی نے بھی لکھا ہے۔(۱)

ابن عباس کہتے ہیں کہ شب ہجرت کے متعلق حضرت علیؑ کے یہ تین شعر بھی ہیں:

وقیت بنفسی خیر من و طی الحصا — واکرم خلق طاف بالبیت والحجر

وبتُّ اراعی منهم ما یسؤنی — وقد صبرت علی القتل والا سر

وبات رسول الله فی الغار آمنا — ومازال فی حفظ الاله وفی الستر

''میں نے اپنی جان اس پر فدا کی جو حاجیوں میں سب سے بہتر ہیں، خطرناک حالات میں رات بھر سوئے رہے، قتل وقید پر اپنے نفس کو آمادہ کئے رہے، رسول چین سے غار میں چھپے ہوئے تھے''۔(۲)

شب ہجرت کے متعلق ایثار علیؑ کی داستان احمد بن حنبل (۳)، طبری (۴)، ابن سعد (۵)، یعقوبی (۶) ابن ہشام (۷)، خطیب (۸)، ابن اثیر (۹)، ابوالفداء (۱۰)، ابن کثیر (۱۱)، عبدربہ (۱۲) مقریزی (۱۳) حلبی (۱۴) اور خوارزمی (۱۵) وغیرہ نے نقل کی ہے۔ نیز یہ کہ شب ہجرت کے متعلق امام حسنؑ نے یوں تبصرہ فرمایا: امیرالمومنینؑ مشرکوں کے حصار میں اپنی جان فدا کر کے سوئے تو آیۂ ہجرت نازل ہوئی۔

تیسرے شعر میں نو آیات کی طرف اشارہ ہے، معلوم نہیں حسان نے نو کیوں لکھا ہے، حالانکہ معاویہ ابن صعصہ نے دو شعر کہے ہیں:

۱۔ احیاء العلوم ج/۳ص/۱۲۳۸ (ج ۳ ص ۲۴۴)؛ کفایۃ الطالب ص/۱۱۴ (ص ۲۳۹ باب/۶۲)؛ نزہۃ المجالس ج/۲ص/۲۰۹؛ الفصول المہمہ ص/۳۳ (ص ۴۷)؛ تذکرۃ الخواص ص/۲۱ (۳۵)؛ نورالابصار ص/۸۶ (ص ۱۷۵)

۲۔ مناقب خوارزمی ص ۱۲۷ ح/۱۴۱

۳۔ مسند احمد بن حنبل ج/۱ص/۳۴۸ (ج ۱ ص ۵۷۲ ح/۳۲۴۱)

۴۔ تاریخ طبری ج/۲ص/۱۰۱۔۹۹ (ج ۲ ص ۳۷۴، ۳۷۲)

۵۔ الطبقات الکبریٰ ج/۱ص/۲۱۲ (ج ۱ ص ۲۲۸)

۶۔ تاریخ یعقوبی ج/۲ص/۲۹ (ج ۲ ص ۳۹)

۷۔ سیرت ابن ہشام ج/۲ص/۲۹۱ (ج ۲ ص ۱۲۶)

۸۔ تاریخ بغدادی ج/۱۳ص/۱۹۱

۹۔ تاریخ کامل ج/۲ص/۴۲ (ج ۱ ص ۵۱۶)

۱۰۔ تاریخ ابوالفداء ج/۱ص/۱۲۶

۱۱۔ البدایہ والنہایہ ج/۷ص/۳۳۸ (ج ۷ ص ۳۷۴ وقائع ۴۰ھ)

۱۲۔ العقد الفرید ج/۳ص/۲۹۰ (ج ۵ ص ۶۱)

۱۳۔ الامتاع ص/۳۹

۱۴۔ السیرۃ الحلبیۃ ج/۲ص/۲۹

۱۵۔ المناقب ص/۷۵ (ص ۱۲۷ ح/۱۴۱)

و مـن نـزلـت فيـه ثلاثـون آية　　　تسـميـه فيهـا مومنا مخلصا فردا

سـوى مـوجبـات جئن فيه و غيرها　　　بهـا اوجـب الـلـه الولايه و الودا

''علیؑ کے متعلق تیس آیات میں انھیں مومن کا نام دیا گیا ہے، وہ مخلص اور فرد فرید تھے، دوسرے لوازم کے ساتھ ان کی ولایت ومؤدت کو خدا نے واجب قرار دیا ہے''۔

حضرت علی کی شان میں جو آیات نازل ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔﴿أفمن كان مومناً كمن كان فاسقاً لايستوون﴾(۱)

ترجمہ:''کیا وہ شخص جو صاحب ایمان ہے اس کے مثل ہو جائے گا جو فاسق ہے؟ ہرگز نہیں، دونوں برابر نہیں ہو سکتے''۔

۲۔﴿هو الذى ايّدک بنصره وبالمومنين﴾(۲)

ترجمہ:''اس نے آپ کی تائید، اپنی نصرت اور صاحبان ایمان کے ذریعہ کی ہے''۔

یہاں تائید سے مراد امیر المومنینؑ کی ذات ہے۔

ابن عساکر ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ عرش پر لکھا ہوا ہے:''لا الـه الا الـلـه وحدى لا شريک لی ومحمد عبدى ورسولی ايّدته بعلی'' جو آیت متذکرہ کا مطلب ہے۔(۳)

گنجی شافعی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اسے نقل کیا ہے۔(۴)

جلال الدین سیوطی نے ابن عساکر سے اور قندوزی نے حافظ ابونعیم سے بطریق ابو ہریرہ و

۱۔(سجدہ/۱۸) تفسیر طبری ج۲۱ ص۶۲ (مجلد/۱۱ ج۲۱ ص۱۰۷)؛ الآغانی ج۴ ص۱۸۵ (ج۵ ص۱۵۳)؛ تفسیر خازن ج۳ ص۴۷۰ (ج۳ ص۴۴۷)؛ اسباب النزول ص۲۶۳ (ص۲۳۵)؛ ریاض النضرہ ج۲ ص۶ (ج۳ ص۱۵۶)؛ ذخائر العقبی ص۸۸؛ مناقب خوارزمی ص۱۸۸ (ص۲۷۹ حدیث۲۷۱)؛ کفایۃ الطالب ص۵۵ (ص۱۴۰ باب/۳۱)؛ تفسیر نیشاپوری (مجلد۱۰ ج۲۱ ص۶۷) تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۴۶۲؛ نظم درر السمطین (ص۹۲) شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۳۹۴، ج۲ ص۱۰۳ (خطبہ ۵۶، ۸۳)

۲۔انفال/۲　　　۳۔تاریخ ابن عساکر (ج۱۲ ص۳۰۷ نمبر۹۲۶)

۴۔کفایۃ الطالب ص۱۱۰ (ص۲۳۴ باب/۹۲)

ابوصالح، ابن عباس سے نقل کیا ہے۔(۱)

محب الدین طبری، خوارزمی اور حموینی لکھتے ہیں کہ انس بن مالک نے حدیث رسولؐ بیان کی کہ جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں نے ساق عرش پر لکھا دیکھا: **لا الٰہ الا الله محمد رسول الله صفوتی من خلقی ایّدته بعلی ونصرته به۔**(۲)

جابر کے حوالے سے سیوطی کے الفاظ ہیں: **مکتوب فی باب الجنه قبل ان یخلق الله السماوات و الارض بالفی سنه لااله الاالله محمد رسول الله ایدته بعلی۔**(۳)

۳۔﴿**یا ایها النبی حسبک الله ومن اتبعک من المومنین**﴾(۴)

''اے پیغمبرؐ! آپ کے لئے خدا اور وہ مومنین کافی ہیں جو آپ کا اتباع کرنے والے ہیں''۔

فضائل الصحابہ میں ابونعیم کے بقول یہ بھی علیؑ کی شان میں اتری ہے۔

۴۔(**من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضیٰ نحبه ومنهم من ینتظر**) (۵)

''مومنین میں سے ایسے بھی مردمیدان ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے وعدہ کو سچ کر دکھایا ہے، ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں''۔

مفسرین نے کہا ہے کہ ''**من قضیٰ نحبه**'' سے مراد حمزہ ہیں اور ''**منهم من ینتظر**'' سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔(۶)

۱۔درمنثور ج۳ص۱۹۹(ج۴ص۱۰۰)؛ ینابیع المودۃ ص۹۴(ج۱ص۹۳باب/۲۳)

۲۔ریاض النضرۃ ج/۲ص/۱۷۲(ج۳ص۱۱۷)؛ ذخائر العقبیٰ ص/۶۹؛ المناقب ص/۲۵۴(ص۳۲۰ح/۳۲۶)فرائد السمطین کے باب۴۶(ج۱ص۲۳۵ح۱۸۳،ح/۱۸۵)

۳۔مجمع الزوائد ہیثمی ج۹ص۱۲۱؛ خصائص الکبری سیوطی ج۱ص۷

۴۔انفال/۶۴

۵۔احزاب/۲۳

۶۔مناقب خوارزمی ص/۱۸۸(ص۲۷۹ح/۲۷)؛ کفایۃ الطالب ص/۱۲۲(ص۲۴۹باب/۶۲

صواعق کے مطابق حضرت علیؑ منبر کوفہ پر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، اسی وقت ایک شخص نے متذکرہ آیت کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا: خدایا! تیری ہی بخشش کا طلبگار ہوں، یہ آیت میرے، چچا حمزہ اور میرے بھائی عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبیدہ بدر میں شہید ہوئے اور حمزہ احد میں۔ مجھے انتظار ہے کہ ایک شقی خون سے میری ڈاڑھی خضاب کرے، یہ عہد میرے حبیب ابوالقاسم نے مجھ سے لیا ہے۔(۱)

۵۔ آیت ولایت: ﴿انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یوتون الزکاۃ و ھم راکعون﴾ (۲)

تفسیر ثعلبی میں ابوذر سے روایت ہے کہ میں رسولؐ کے ساتھ نماز ظہر پڑھ رہا تھا۔ ایک سائل نے مسجد میں سوال کیا، کسی نے کچھ نہ دیا، سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا: خدایا! گواہ رہنا کہ میں نے مسجد رسولؐ میں سوال کیا اور کسی نے کچھ نہ دیا۔ علیؑ نماز پڑھ رہے تھے، حالت رکوع میں انھوں نے اپنی چھوٹی انگلی کی طرف اشارہ کیا، سائل نے آگے بڑھ کر انگوٹھی لے لی، رسولؐ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا: خدایا! میرے بھائی موسیٰؑ نے تجھ سے شرح صدر، کام کی آسانی اور زبان کی گرہ کھولنے کی دعا کی، اپنے بھائی ہارون کو وزیر بنا کر بازو مضبوط کرنے کا سوال کیا تو تو نے کہا کہ عنقریب تمھارے بھائی کے ذریعہ تمہیں تقویت دی جائے گی۔ میں تیرا نبی محمدؐ تیرا منتخب ہوں مجھے شرح صدر عطا کر، میرا کام آسان کر اور میرے بھائی علیؑ کو وزیر بنا کر میری کمر مضبوط کر۔ ابوذر کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر بعد جبرئیل نازل ہوئے اور آیۂ ولایت پڑھی۔(۳)

۱۔ الصواعق المحرقہ ص/۸۰ (ص ۱۳۴)   ۲۔ مائدہ/۵۵

۳۔ تفسیر طبری ج/۶ ص/۱۶۵ (ج ۶ ص ۲۸۸)؛ اسباب النزول ص/۱۴۷ (ص ۱۳۳)؛ تفسیر کبیر ج/۳ ص/۴۳۱ (ج ۱۲ ص ۲۶)؛ تفسیر خازن ج/۱ ص/۴۹۶ (ج ۱ ص ۴۷۵)؛ تفسیر ابوالبرکات ج/۱ ص/۴۹۶ (ج ۱ ص ۴۸۹)؛ تفسیر نیشاپوری ج/۳ ص/۴۶۱ (ج ۶ ص ۱۶۹، ۱۶۷)؛ الفصول المہمۃ ص/۲۳ (ص ۱۲۲)؛ کفایۃ الطالب ص/۱۰۶ (ص ۲۲۹ باب ۶۱، ص ۲۵ باب/۶۲)؛ مناقب خوارزمی ص/۱۷۸ (ص ۲۶۴ ح/۲۴۶، ح/۱۵۳)؛ فرائد السمطین باب ۱۴ (ج ۱ ص ۷۹ ح/۴۹، ص ۱۸۷ ح/۱۴۹، ص ۱۹۳ ح/۱۵۲، ص ۱۹۴ ح/۱۵۳) ؛تفسیر ابن کثیر ج/۲ ص/۷۱؛ جمع الجوامع منقول از کنز العمال ج/۶ ص/۳۹۱ (ج ۱۳ ص ۱۰۸ ح/۳۶۳۵۴، ص ۱۶۵ ح/۳۶۵۰۱)؛ الصواعق المحرقہ ص/۲۵ (ص ۴۱)؛ نور الابصار ص/۷۷ (ص ۱۵۸)؛ روح المعانی ج/۲ ص/۳۲۹ (ج ۶ ص ۱۶۷)

۶۔﴿اجعلتم سقایة الحاج و عمارة المسجد الحرام کمن آمن باللہ و الیوم الآخر و جاھد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین ﴾(۱)

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی آبادی کو اس کا جیسا سمجھ لیا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور راہ خدا میں جہاد کرتا ہے، ہرگز یہ دونوں اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے''۔

طبری، انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں: عباس وشیبہ باہم نازش کرر ہے تھے، عباس نے کہا: میں تم سے اشرف ہوں اس لئے کہ رسولؐ کا چچا اور ان کے باپ کا وصی ہوں، حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ شیبہ نے کہا: میں شریف تر ہوں متولی کعبہ ہوں۔ دونوں میں طول کلام ہوا، اتنے میں علیؑ آگئے، عباس نے ان سے کہا: یہ شیبہ مجھ سے ڈینگ ہانک رہے ہیں۔ علیؑ نے پوچھا: آپ نے کیا کہا؟ بولے: میں نے کہا تھا کہ میں رسولؐ کا چچا اور ان کے باپ کا وصی اور حاجیوں کا ساقی ہوں۔ پھر آپ نے شیبہ سے پوچھا: تم نے کیا کہا؟ بولا: میں امین کعبہ اور اس کا خازن ہوں، ایسی امانت کی ذمہ داریاں تمھارے پاس نہیں۔ علیؑ نے فرمایا: کیا میں بھی اپنا سرمایۂ نازش بیان کروں۔ دونوں نے کہا: ضرور! فرمایا: میں تم دونوں سے معزز ہوں، میں سابق ایمان ہوں، ہجرت کی اور جہاد کیا، پھر یہ تینوں خدمت رسولؐ میں آئے اور اپنے اپنے مفاخر بیان کئے، رسولؐ نے کچھ جواب نہ دیا، تینوں واپس ہوگئے، کچھ دن بعد جبرئیل یہ آیت لائے، رسولؐ نے تینوں کو بلوا کر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (۲)

اس حدیث مفاخرت کو بے شمار علماء وحفاظ نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ (۳)

۱۔ (سورۂ توبہ آیت ۱۹) ۲۔ تفسیر طبری ج ۱/ص ۵۹/ (ج ۱۰ ص ۹۵)

۳۔ اسباب النزول واحدی ص ۱۸۲/ (ص ۱۶۴)؛ تفسیر قرطبی ج ۸/ص ۹۱/ (ج ۸ ص ۵۹)؛ تفسیر کبیر ج ۴/ص ۴۲۲/ (ج ۱۶ ص ۱۱)؛ تفسیر خازن ج ۲/ص ۲۲۱/ (ج ۲ ص ۲۱۱)؛ تفسیر نسفی ج ۲/ص ۲۲۱/ (ج ۲ ص ۱۲۰)؛ الفصول المہمہ ص ۱۲۳/ (ص ۱۲۲)؛ کفایۃ الطالب ص ۱۱۳/ (ص ۲۳۸ باب ۶۲/)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲/ص ۳۴۱/؛ در منثور ج ۳/ص ۲۱۸/ (ج ۴ ص ۱۴۶)؛ محقق عبد العزیز طباطبائی نے حاشیۂ کتاب پر مزید جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں، وہ یہ ہیں: ابن ابی شیبہ کی المصنف حدیث ۱۲۱۷۳/؛ محمد بن سلیمان صنعانی کی مناقب امیر المومنین حدیث نمبر ۷۴/، ۸۴، ۱۱۷، ۱۱۸؛ الاسماء المبہمہ خطیب بغدادی ص ۳ ۴۷؛ شواہد التنزیل حسکانی حدیث ۳۳۸، ۳۲۸؛ مناقب امیر المومنین ابن مغازلی حدیث ۳۶۷، ۳۶۸؛ ربیع الابرار زمخشری ج ۳ ص ۴۲۴؛ جامع الاصول ابن اثیر ج ۹ ص ۴۷۷؛ فتح القدیر شوکانی ج ۲ ص ۳۰۲۔

اکثر شاعروں نے اس پر شعر بھی کہے ہیں، ان میں سید الشعراء حمیری، ناشی صغیر اور بشنوی سر فہرست ہیں، عنقریب ان کی تفصیل آئے گی۔

۷۔﴿ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمن وداً﴾(۱)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، عنقریب خدائے رحمان لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کردے گا''۔

ثعلبی نے برّا ابن عاذب سے نقل کیا ہے کہ رسول اسلامؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ کہو: **اللهم اجعل لی عندک عهدا و اجعل لی فی صدور المومنین مودة** ''خدایا! اپنی بارگاہ میں میرے لئے عہد قرار دے اور مومنین کے دلوں میری محبت والفت جانگزیں فرما'' جب حضرت علیؑ نے یہ دعا پڑھی تو آیت نازل ہوئی۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کا مطلب ہے کہ مومنین کے دلوں میں محبت قائم کر۔

۸۔﴿ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلهم کالذین و عملوا الصالحات﴾(۲)

''کیا برائی اختیار کر لینے والوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ ہم انہیں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے برابر قرار دیں گے''۔

سبط بن جوزی نے نقل کیا ہے کہ یہ آیت بدر کے دن نازل ہوئی، اس میں ''الذین اجترحوا السئیات'' سے عتبہ، شیبہ، ولید، مغیرہ مراد ہیں اور عمل صالح سے علیؑ مراد ہیں۔(۳)

گنجی نے اسی سے ملتی جلتی بات لکھی ہے۔(۴)

۱۔ مریم/۹۶

۲۔ سورۂ جاثیہ آیت ۲۱

۳۔ تذکرۂ سبط بن جوزی ص/۱۱ (ص ۱۷)

۴۔ کفایۃ الطالب ص/۱۲۰ (ص ۲۴۷ باب/۶۲)

۹۔انّ الذین آمنوا و عملو ا الصالحات اولئک ھم خیر البریّۃ۔(۱)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہیں وہ بہترین خلائق ہیں''۔

تفسیر طبری میں حدیث رسولؐ ہے کہ اس سے مراد علیؑ اور ان کے شیعہ ہیں۔(۲)

خوارزمی مناقب میں لکھتے ہیں: جابر کا بیان ہے کہ ہم رسولؐ کے پاس تھے، اتنے میں علیؑ آئے تو رسولؐ نے فرمایا: میرا بھائی آرہا ہے، پھر کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: خدا کی قسم! یہ اور اس کے شیعہ قیامت میں کامیاب ہیں، یہ مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا، سب سے زیادہ وفادار اور حکم خدا کے قیام میں سب سے آگے ہے، اس وقت یہ آیت اتری۔(۳)

یزید بن شراحیل کاتب علیؑ کہتے ہیں کہ علیؑ نے فرمایا: رسول خداؐ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ آیت پڑھی اور کہا کہ تم اور تمھارے شیعہ اشرف کائنات ہیں، تمھارا اور میرا وعدہ گاہ حوض کوثر ہے۔(۴)

ابن عباس نے کہا کہ رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ قیامت میں تمہارے شیعہ راضی و مرضی آئیں گے ،تمہارے دشمن اس حال میں آئیں گے کہ جھلسے ہوں گے۔(۵)

حموی دو طریقوں سے جابر سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے متعلق نازل ہوئی چنانچہ اصحاب رسولؐ جب بھی علیؑ کو آتا ہوا دیکھتے تو برجستہ کہتے: **''قد جاء خیر البریہ''**۔(۶)

ابن حجر نے بھی متذکرہ آیت کو ان آیتوں میں شمار کیا ہے جو اہل بیتؑ رسول کی شان میں نازل ہوئیں ہیں۔(۷)

۱۔سورۂ بینہ آیت/۷

۲۔تفسیر طبری ج/۳۰ص/۱۴۶(ج۳۰ص۲۶۴)

۳۔مناقب خوارزمی ص/۱۷۸(ص۲۶۵حدیث۲۴۷)؛ کفایۃ الطالب ص/۱۱۹(ص۲۴۶باب۶۲)

۴۔مناقب خوارزمی ص۶۶(ص۱۱۱حدیث/۱۲۰)

۵۔الفصول المہمہ ص۱۲۲(ص۱۲۱)

۶۔فرائد السمطین (ج۱ص۱۵۶حدیث۱۱۸باب/۳۱)

۷۔صواعق محرقہ ص۹۶(ج۱۶۱باب/۱۱)

حافظ جمال الدین زرندی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ نے علیؑ سے فرمایا: تمہارے شیعہ قیامت میں خوشنودی خدا سے یہاں آئیں گے اور تمھارے دشمنوں پر پھٹکار برس رہی ہوگی۔ پوچھا: میرے دشمن کون ہیں؟ فرمایا: جو تم سے اظہار بیزاری کرے اور لعنت کرے۔ پھر فرمایا: خدا اس پر رحم کرے جو علیؑ پر رحمت کی دعا کرے۔(۱)

۱۰۔ سورۂ عصر: ﴿والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر﴾

''قسم ہے عصر کی! بے شک انسان گھاٹے میں ہے، علاوہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت ونصیحت کی''۔

سیوطی کا بیان ہے کہ ''لفی خسر'' سے مراد ابو جہل اور'' آمنوا'' سے مراد علیؑ ہیں۔(۲)

حسّان کے مدحیہ اشعار

ابوالحسنؑ! میری جان و دل قربان اور ہر مسلمان کا جو ہدایت کی طرف قدم بڑھائے، کیا میری اور تمام دوستوں کی مدح ضائع ہو جائیگی؟

خدا کی مدح تو کسی حال میں ضائع نہ ہوگی، آپ پر مسلمان قربان ہوں، آپ ہی نے حالت رکوع میں انگوٹھی دی۔ اے بہترین رکوع کرنے والے، اے بہترین سردار، اے بہترین بیچنے والے، اے بہترین خریدار!!! پھر تو خدا نے محکم شریعت میں آپ کی ولایت نازل کی۔(۳)

۱۔ درر السمطین (ص۹۲)

۲۔ درمنثور ج/۶ ص/۳۹۲ (ج۸ ص۶۲۲)

۳۔ مناقب خوارزمی ص۱۷۸ (ص۲۶۴ حدیث/۲۴۶)

فرائد السمطین باب/۳۹ (ج۱ ص۱۹۰ حدیث/۱۵۰)؛ کفایۃ الطالب ص۱۰۷ (ص۲۲۹ باب/۶۱)؛ تذکرۃ الخواص ص۱۰ (ص۱۵)؛ نظم درر السمطین (ص۸۸)

حسان کے مدحیہ اشعار

جبریل نادیٰ معلنا　　والنقع لیس بمنجلی

والمسلمون قد احدقوا　　حول النبی المرسل

لاسیف الا ذوالفقار　　لا فتیٰ الا علی

''جبریل بلند آواز سے پکار رہے تھے اور (جنگی شور کی وجہ سے) آواز صاف سنائی نہیں دے رہی تھی حالانکہ تمام مسلمان رسول خداؐ کے اردگرد حلقہ کئے ہوئے تھے، ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں اور علیؑ کے سوا کوئی جوان نہیں''۔

ان شعروں میں احد کے دن جبرئیل کے قصیدے کا تذکرہ ہے۔تاریخ طبری میں ابورافع سے روایت ہے:

احد میں جب علیؑ نے سرداران قریش کو قتل کیا تو رسولؐ نے مشرکین قریش کی طرف دیکھ کر علیؑ کو حکم دیا کہ ان پر حملہ کر کے پراکندہ کردیں، آپ نے شیبہ بن مالک کو قتل کر ڈالا۔جبرئیل نے رسولؐ سے فرمایا: یہ ہے مواسات۔رسولؐ نے فرمایا: ہاں! علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔جبرئیل نے کہا: میں آپ دونوں سے ہوں۔اس وقت لوگوں نے آواز سنی: کوئی تلوار نہیں، بس ذوالفقار ہے اور کوئی جوان نہیں بس علیؑ ہیں۔(۱)

احمد بن حنبل، ابن ہشام، خثعمی، ابن ابی الحدید اور خوارزمی نے لکھا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: یہ آواز جبرئیل کی تھی:

لا سیف الّا ذوالفقار　　لافتیٰ الا علی

فاذا ندبتم هالکا　　فابکوا الوفی اخا الوفی

''کوئی تلوار نہیں، بس ذوالفقار ہے اور کوئی جوان نہیں بس علیؑ ہیں۔اگر کسی شہید پر رونا ہے تو

۱۔تاریخ طبری ج۳ ص۱۷۔ (ج۲ ص۵۱۴ وقائع ۳ھ)

وفادار بھائی پر گریہ کرو (یعنی حمزہ، جو اسی دن شہید ہوئے تھے)''۔(۱)

فرائد حموینی میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جب جبرئیل خدمت رسولؐ میں آئے اور کہا کہ یمن میں ایک بت ہے جس پر لوہے کا خول ہے، کسی کو بھیج کر اس کو تباہ کرائیے اور لوہے کو اپنے قبضے میں کر لیجئے ۔رسولؐ نے مجھے حکم دیا کہ بت تباہ کر کے لوہا لے آؤں۔ اسی سے دو تلوار بنی ہے کہ ایک کا نام ذوالفقار ،دوسرے کا نام مجزم تھا۔ رسول خداؐ نے ذوالفقار کو اپنی کمر میں لٹکا لیا اور مجزم مجھے عطا کی اور پھر ذوالفقار بھی مجھے دیدی، احد کے دن جب میں تلوار چلا رہا تھا تو رسولؐ فرما رہے تھے: **'' لا سیف الا ذو الفقار لا فتیٰ الا علی''** ۔(۲)

سبط ابن جوزی اور احمد ابن حنبل کے مطابق جنگ خیبر میں یہ آواز بلند ہوئی تو حسان نے اجازت رسولؐ لے کر اس کو نظم کیا۔(۳)

تذکرۂ سبط ابن جوزی کے مطابق: یہ آواز جنگ بدر میں سنی گئی اور جنگ احد میں بھی، لیکن صحیح یہ ہے کہ جنگ خیبر کے موقع پر سنی گئی۔ کیوں کہ اس آخری قول پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز کئی مرتبہ بلند ہوئی، جنگ احد میں جبرئیل کی آواز تھی لیکن جنگ بدر میں رضوان نے یہ آواز بلند کی تھی۔ کفایہ گنجی میں اس پر اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے۔(۴) اور ابن جوزی، سلفی، ابن جوالبضی، ابوالوفاء جیسے بیس محدثین سے امام محمد باقرؑ کی

۱۔سیرۂ ابن ہشام ج/۳ص/۵۲ (ج ۳ص ۱۰۶)؛ الروض الالف ج/۲ص/۱۴۳ (ج ۶ص ۴۷)؛ شرح نہج البلاغہ ج/۱ص/۹ (ج ۱ص ۲۹، ج ۱۳ص ۲۹۳، ج ۱۴ص ۲۵۱)؛ مناقب خوارزمی ص/۱۰۴ (ص ۱۷۳ح/۲۰۸)؛ محقق عبدالعزیز طباطبائی نے حاشیۂ کتاب پر مزید جن کتابوں کا حوالہ لکھا ہے وہ یہ ہیں: فضائل الصحابہ احمد بن حنبل ج ۲ص ۶۵۷ نمبر ۱۱۱۹؛ مناقب علی احمد بن حنبل نمبر ۲۴۱؛ ریاض النضرہ ج ۳ص ۱۳۷؛ ذخائر العقبی ص ۶۸؛ سمط النجوم العوالی ج ۲ص ۴۸۵؛ المعجم الکبیر طبرانی ج ۱ص ۲۹۷ حدیث ۹۴۱؛ تاریخ ابن عساکر نمبر ۱۶۷، ۲۱۵۔

۲۔فرائد السمطین باب ۴۹ (ج ۱ص ۲۵۲ ح/۱۹۴ باب/۴۸)

۳۔تذکرۃ الخواص ص ۱۶ (ص ۲۶)

۴۔کفایۃ الطالب ص/۱۴۴ (ص ۲۸۰، ۲۷۷ باب/۶۹)

روایت ہے کہ روز بدر رضوان نے یہ صدا بلند کی: "لا سیف الا ذو الفقار لا فتیٰ الا علی" ۔ اکثر محدثین نے جابر کی روایت لکھی ہے کہ یہ آواز رضوان ہی کی تھی اور رسول خداؐ اکثر اس شعر کو دہراتے تھے۔

حسان کے دوسرے اشعار

ان مریم احصنت فرجها و جائت بعیسی کبدر الدجی

فقد احصنت فاطمه بعدها و جائت بسبطی نبی الهدی

''اگر چہ مریم نے عفیف زندگی گذاری اور عیسیٰ جیسا روشن چاند پیدا کیا لیکن فاطمہؑ وہ عفت مآب تھیں جنھوں نے رسولؐ کے دونواسے ہدایت حق کے لئے پیش کیے ۔ (۱)

ان دونوں شعروں میں حسان نے صحیح حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: ان فاطمه احصنت فرجها فحرم الله ذریتها علی النار ''فاطمہؑ نے اپنی عفت کا تحفظ کیا تو خدا نے ان کی ذریت پر جہنم کو حرام قرار دیدیا'' ۔ (۲)

متقی ہندی نے طبرانی کے طریق سے اس عبارت کی روایت کی ہے: ان فاطمه احصنت فرجها و ان الله ادخلها باحصان فرجها و ذریتها الجنة ''فاطمہؑ نے اپنی عفت کا تحفظ کیا تو خداوند عالم نے عفت و پاکدامنی کی وجہ سے ان کو ذریت کے ہمراہ داخل بہشت کر دیا'' ۔ (۳)

شاعر کے حالات

''ابوالولید حسان بن ثابت انصاری'' ان کا انتیس واسطوں کے بعد یعرب بن قحطان سے سلسلہ مل

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴/ص ۲۴/

۲۔ اس حدیث کو حاکم نے المستدرک علی الصحیحین ج ۳/ص ۱۵۲/ (ج ۳ ص ۱۶۵ ھ/ ۴۷۲۶) پر نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح السند ہے؛ اس کے علاوہ: تاریخ بغدادی ج ۳/ص ۵۴/؛ ذخائر العقبیٰ ص ۴۸؛ کفایۃ الطالب ص ۲۲۲/ (ص ۳۶۶، ۳۶۷ باب ۶۹)؛ احیاء المیت ص ۲۵۷/؛ جمع الجوامع (جامع الاحادیث ج ۳ ص ۱۱۶ حدیث ۷۶) ۔ وغیرہ میں مختلف طرق سے یہ حدیث مذکور ہے۔

۳۔ کنز العمال ج ۶/ص ۲۱۹/ (ج ۱۲ ص ۱۱۱ ح/ ۳۴۲۲۹)

جاتا ہے۔(۱) حسان کا خاندان شعر وادب اور قصیدہ نگاری میں مشہور تھا۔مرزبانی لکھتے ہیں :دعبل و مبرد کہتے ہیں کہ حسان کا خاندان شعر و ادب سے بھرپور تھا،ان میں چھ عظیم شاعر ہوئے ہیں:سعید،عبدالرحمٰن،حسان،ثابت،منذر،حرام۔(۲)

حسان کے بیٹے عبدالرحمٰن بھی شاعر تھے۔۱۰۴ھ میں انتقال کیا۔حسان کی عظمت کے تمام عرب قائل تھے۔ان میں تین ممتاز ترین خصوصیتیں تھیں،وہ شاعر انصار تھے،زمانۂ رسالت میں شعر کہتے تھے،اسلام کے زمانے میں یمن میں شعری حیثیت سے صرف وہی مسلمان تھے۔ایک دن رسولؐ نے پوچھا:تمھاری زبان میں کتنی باتیں باقی ہیں؟حسان نے زبان نکال کر مسلتے ہوئے کہا:خدا کی قسم!اگر پتھر پر رگڑ دوں تو پھٹ جائے،بال پر ماردوں تو چھل جائے (یعنی معنی آفرینی میں میرا جواب نہیں)۔(۳)

رسول خداؐ نے ان کے لئے مسجد میں منبر نصب فرمایا تھا جس پر وہ مدح رسول کرتے تھے،رسولؐ نے دعا دی:خدا حسان کو اپنی تائید سے سرفراز فرماتا رہے جب تک مدح رسول کرتے رہیں۔(۴)

حضرت عمر کے زمانے تک یہی حالت رہی،ایک دن عمر نے ٹوکا :مسجد میں شعر پڑھتے ہو۔فرمایا کہ میں اسی مسجد میں اس انسان کے سامنے بھی شعر پڑھتا تھا جو تم سے بہت بہتر تھا،انھوں نے مجھے نہیں ٹوکا۔پھر ابو ہریرہ سے کہا:جو رسولؐ سے سنا ہے سنا دو کہ مجھے روح القدس کی تائید حاصل ہے۔ انھوں نے کہا:ہاں۔

آبی مالکی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر مسجد میں شعر خوانی پسند نہیں کرتے تھے۔انھوں نے مسجد کے باہر ایک وسیع میدان دیدیا تھا،فرماتے تھے: جسے شعر پڑھنا ہو وہیں چلا جائے۔(۵) ظاہر ہے کہ یہ حکم رسولؐ کے خلاف تھا،اس سے قبل بھی طواف کعبہ کے موقع پر رسولؐ نے عمر کو منع کیا تھا اور عبداللہ بن رواحہ کے شعر کے مفہوم کی طرف متوجہ کر کے فرمایا تھا کہ اس کے

۱۔الآغانی ج ۴ /ص ۳ (ج ۴ ص ۱۴۱) ۲۔معجم الشعراء ص ۳۶۶

۳۔البیان والتبیین جاحظ ج ۱/ص ۶۸،ج ۷ ص ۱۵۰ (ج ۱ ص ۷۳، ۱۵۳)

۴۔مستدرک حاکم ج ۳/ص ۴۸۷ (ج ۳ ص ۵۵۵ ح ۶۰۵۸)

۵۔شرح صحیح مسلم ص ۳۱۷

الفاظ کفار کے لئے تیر سے زیادہ اثر رکھتے ہیں۔(۱)

حسان بزدلی میں مشہور تھے۔اسد الغابہ(۲)، غرر الخصائص (۳) اور معارف ابن قتیبہ (ص۳۱۲) میں ہے کہ حسان نے کسی غزوہ میں شرکت نہیں کی۔رسولؐ کی پھوپھی صفیہ فرماتی ہیں کہ جنگ خندق کے موقع پر حسان ہم لوگوں کے ساتھ حصار میں تھے ایک یہودی اس حصار میں چکر لگا رہا تھا۔بنو قریظہ بھی مسلمانوں سے جنگ کر رہے تھے ان سے معاہدہ ختم ہو گیا تھا۔کوئی ہم لوگوں کا مددگار نہیں تھا۔میں نے حسان سے کہا: اس یہودی کو قتل کر دیا بھگاؤ تو حسان نے جواب دیا: خدا آپ کو معاف کرے میں بہادر نہیں ہوں۔یہ سن کر خود چادر اوڑھی اور ایک ستون سے اس کو مار ڈالا۔میں نے حسان سے کہا: اس کے کپڑے اتار لیجئے میں عورت ہوں اس کے کپڑے نہیں اتار سکتی۔حسان نے کہا: اے بنت عبد المطلب ! چھوڑیئے بھی، مجھے اس کے کپڑوں کی ضرورت نہیں۔(۴)

حسان ان شعروں کے مصداق تھے:

''ہند نے مجھے شجاعت پر ابھارا، شاید وہ نہیں جانتی کہ بہادری و پریشانی کا چولی دامن کا ساتھ ہے نہیں نہیں خدا کی قسم! سمجھدار آدمی کبھی موت کی تمنا نہیں کرتا۔کچھ لوگ جنگ پر آمادہ ہیں خدا ان کی محنت برباد کرے وہ جنگ میں کود پڑے ہیں۔میں ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں نہ مجھے قتل کرنا پسند ہے نہ مقتول کے کپڑے اتارنا''۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو وطواط نے معارف ابن قتیبہ سے نقل کیا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ مصری چاپ خانوں نے اس واقعہ کو اڑا دیا ہے۔

حسان نے ولادت رسولؐ سے آٹھ سال قبل آنکھ کھولی۔انھوں نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

۱۔تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۹۱ (ج ۹ ص ۲۰۷؛ مختصر سد تاریخ ابن عساکر ج ۱۲ ص ۱۵۴)

۲۔اسد الغابہ ج ۲/ص ۶/ (ج ۲ ص ۷)

۳۔غرر الخصائص ص ۲۵۵/(۳۵۸)

۴۔اسد الغابہ ج ۲/ص ۶/ (ج ۲ ص ۷ نمبر ۱۱۵۳)؛ سیرت بن ہشام ج ۳/ص ۲۴۶/ (ج ۳ ص ۲۳۹)؛ تاریخ بن عساکر ج ۴ ص ۱۴۰ (ج ۴ ص ۳۸۴؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۰۳؛ المعاہد عباسی ج ۱ ص ۴۷ (ج ۱ ص ۲۱۴ نمبر ۳۹)

حاکم نے لکھا ہے کہ چار آدمیوں نے ایک ہی نسل کے ایک سو بیس سال عمر پائی: حسان بن ثابت بن منذر بن حرام۔(۱)

حسان کی کنیت ابوالولید، ابوالمضرب، ابوحسام، ابوعبدالرحمٰن تھی۔ لیکن پہلی زیادہ مشہور ہے، انھیں حسام بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ شعروں سے اسلام کا دفاع کیا، حاکم کے مطابق ساٹھ سال حالت کفر اور ساٹھ سال حالت اسلام میں گزارے، آخری زمانے میں اندھے ہو گئے تھے۔ بقول قیس ابن سعد بصارت و بصیرت دونوں سے محروم ہو گئے تھے۔

چنانچہ جب حضرت علیؑ نے قیس کو حکومت سے معزول کیا تو حسان قیس کے پاس آئے اور علیؑ کی مذمت کرنے لگے۔ چونکہ حسان عثمانی ہو گئے تھے اس لئے قیس سے کہا کہ تم نے عثمان کو قتل کیا، اس لئے تم پر گناہ لد گیا اب تو تمھیں علیؑ نے بھی معزول کر کے تمھیں اچھا بدلہ نہیں دیا۔

قیس نے غصہ میں کہا: اے دل اور آنکھ کے اندھے! اگر دو خانوادوں کی جنگ کا اندیشہ نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا۔ پھر اپنے پاس سے دھتکار دیا۔(۲)

حسان کی تاریخ وفات مستدرک میں ۵۵ھ اور ابن کثیر میں ۵۴ھ درج ہے۔(۳)

۱۔ مستدرک ج۳ ص ۴۸۶ (ج ۳ ص ۵۵۴ ح ۶۰۵۷) اور اسد الغابۃ ج ۲ ص ۷ (نمبر ۱۱۵۳)

۲۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۳۱ (ج ۴ ص ۵۵۵ حوادث ۳۶ھ)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۵ (ج ۶ ص ۶۴ خطبہ ۶۶)

۳۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۵۳ ح ۶۰۵۴؛ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۱

قیس انصاری

قلت لما بغی العدوّ علینا　　　حسبنا ربنا ونعم الوکیل

حسبنا ربنا الذی فتح البصر　　　رة بالامس والحدیث طویل

''جب دشمن نے ہم پر بغاوت کی تو میں نے کہا کہ ہمارا پروردگار ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ہمارے لئے وہی پروردگار کافی ہے جس نے بصرہ فتح کرایا تھا۔اور اسکی کہانی طویل ہے''۔

یہ تین اشعار قیس ہی کے ہیں:

وعلیٌّ امامنا وامام　　　لسوانا اتیٰ بہ التنزیل

یوم قال النبی من کنت مولا　　　ہ فھٰذا مولاہ خطب جلیل

انّ ما قالہ النبی علی الامۃ　　　حتم ما فیہ قال وقیل

''اور علی ہمارے بھی امام ہیں اور ہمارے سوا دوسروں کے بھی۔اس سلسلے میں آیات بھی نازل ہوئی ہیں۔جس دن رسول خداؐ نے عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ مولا ہیں،رسول خداؐ نے جو کچھ امت سے فرمایا وہ حتمی ہے،اب اس میں ذرا بھی چون وچرا کی گنجائش نہیں''۔

شعری تتبع

ان اشعار کو عظیم صحابی،سردار خزرج ''قیس بن سعد بن عبادہ'' نے حضرتِ علیؑ کے سامنے صفین میں پڑھا تھا۔شیخ مفیدؒ نے ان اشعار کو لکھ کر فرمایا ہے کہ اس سے امامت امیر المومنینؑ کا ثبوت فراہم ہوتا

ہے، نیز یہ کہ صدر اول اسلام میں بھی شیعوں کا وجود تھا۔ معتزلہ کا یہ گمان غلط ہے کہ صدر اول میں شیعوں کا وجود نہیں تھا۔ (۱)

پھر معنی مولا کی تشریح میں قیس کا قصیدہ نقل کر کے کہا ہے کہ یہ بلاشبہہ قیس ہی کا ہے اور قطعی شہادت ہے کیوں کہ وہ خود واقعۂ غدیر کے وقت موجود تھے۔ (۲)

ان کے علاوہ جن علماء نے یہ اشعار نقل کئے ہیں ان کے نام یہ ہیں:

شریف رضی، شیخ عبید اللہ استر آبادی، علامہ کراجیکی، سبط بن جوزی، ہبۃ الدین راوندی، ابوالفتوح رازی، قاضی نور اللہ شوشتری، علامہ مجلسیؒ، سید علی خان اور بحرانی۔ (۳)

شاعر کے حالات

کنیت ابوالقاسم یا ابوالفضل، نام ونسب یہ ہے: قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم یا دلیہم بن حارث بن خزیمہ ابن ثعلبہ ابن ظریف ابن خزرج ابن ساعدہ بن کعب بن خزرج الاکبر ابن حارثہ بن ثعلبہ۔ ماں کا نام فکیہہ بنت عبید بن دلیم۔ وہ بہادروں میں ممتاز تھے، فیاض اور زاہد و دیندار تھے۔

شرافت و بزرگی

قبیلہ خزرج کے خاندانی سردار تھے۔ (۴) جاہلیت و اسلام دونوں عہدوں میں ان کی بزرگی مسلم

۱۔ فصول مختارہ ج ۲/ص ۸۷

۲۔ فصول مختارہ ج ۲/ص ۸۷؛ مصفات مفید ج ۸ ص ۲۰

۳۔ خصائص الائمہ (ص ۴۲)، مقتع (ص ۱۳۶، ۱۳۳)؛ کنز الفوائد ص ۲۳۴ (ج ۲ ص ۹۸)؛ تذکرۃ الخواص ص ۲۰ (ص ۳۳)؛ تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۲/ص ۱۹۳ (ج ۴ ص ۲۷۹)؛ روضۃ الواعظین ص ۹۰ (ص ۱۰۳) مجالس المومنین ص ۱۰۱ (ج ۱ ص ۲۳۸) بحار الانوار ج ۹/ص ۲۴۵ (ج ۳۷ ص ۱۵۰)؛ الدرجات الرفیعہ بحث جنگ صفین (ص ۳۴۵)؛ کشکول ج ۲/ص ۳۱۸ھ

۴۔ کامل المبرد ج ۱/ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۴۱۹)؛ کتاب سلیم بن قیس (ج ۲ ص ۸۷۷ ح ۲۶)

رہی ہے، سعد جن کو پناہ دیتے سبھی مان لیتے تھے، بڑے مہمان نواز تھے۔(۱)

ان کے والدان بارہ نقیبوں میں تھے جنہوں نے اپنی قوم کے اسلام کی ضمانت رسول اسلامؐ کے سامنے لی تھی۔ نقیب ضامن کو کہتے ہیں۔(۲)

ریاست وفرماں روائی

عہد رسولؐ میں پولس افسر تھے۔(۳) شہری انتظام ان ہی سے متعلق تھا۔ بعض غزوات میں انصار کا پرچم ان کے ہاتھوں میں رہا۔ صدقات کے انچارج تھے، اصابت رائے ایسی تھی کہ بعد رسولؐ حضرت علیؑ نے مصر کا گورنر بنایا۔(۴) انھوں نے وہاں بڑا پاکیزہ انتظام کیا۔ گورنر بناتے وقت حضرت نے ان کو نصیحت بھی فرمائی تھی۔ اوائل ربیع الاول ۳۶ھ میں وہاں کا چارج لے کر بہترین خطبہ فرمایا اور لوگ اٹھ کر آپ کی بیعت کرنے لگے۔ آپ نے تمام علاقوں پر اپنے افسران متعین کر دئے، عثمانیوں کا ایک گاؤں خرتبانی قبیلۂ کنانہ کا ایک شخص یزید بن حارث آپ کی بیعت پر آمادہ نہیں ہوا اس نے کہلوایا کہ اقتدار آپ ہی کا لیکن مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ محمد بن مسلم وہاں انتقام خون عثمان پر لوگوں کو ابھارتا تھا، آپ نے اسے دھمکی دی اور وہ خاموش ہو گیا۔ جب تک امیر المومنینؑ جنگ جمل کے لئے نکلے قیس مصر کے گورنر رہے۔ وہاں آپ نے صرف چار ماہ پانچ روز حکومت کی۔ جنگ جمل میں علیؑ کے ہمراہ تھے اس کے بعد آپ کو آذربائجان کا گورنر بنایا جب امیر المومنینؑ نے معاویہ سے جنگ کا ارادہ کیا تو قیس

۱۔ رجال کشی ص/۷۳ (ج۱ص ۳۲۷ نمبر/۲۱۳۴)؛ استیعاب ج/۲ص/۵۳۸ (نمبر۲۱۳۴)؛ اسد الغابہ ج/۴ص ۲۱۵۳ (نمبر ۴۳۴۸)؛ البدایہ والنہایہ ج/۸ص/۹۹ (ج۸ص ۱۰۷)؛ تاریخ ابن عساکر ج/۱ص/۸۶ (ج۷ص ۱۱۲)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج۱ص ۸۶ (ج۷ص ۱۱۲؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج۹ص ۲۳۶، ۲۳۸)

۳۔ صحیح ترمذی ج/۲ص/۳۱۷ (ج۵ص ۶۴۸)؛ سنن بیہقی ج/۸ص/۱۵۵؛ بغوی کی المصابیح ج/۲ص/۵۱ (ج۳ص ۱۳)؛ الاستیعاب ج/۲ص/۵۳۸ (نمبر۲۱۳۴)؛ اسد الغابہ ج/۴ص/۲۱۵ (نمبر ۴۳۴۸)؛ الاصابہ ج/۵ص/۳۵۴ (نمبر۷۱۷۷)؛ تہذیب التہذیب ج/۶ص/۳۹۴ (نمبر۷۰۲)؛ مجمع الزوائد ج/۹ص/۳۴۵

۴۔ تاریخ ابن عساکر (ج۱۴ص ۴۵۲، ۴۵۹)؛ البدایہ والنہایہ ج/۸ص/۹۹ (ج۸ص ۱۰۷)

کو خط لکھا کہ عبداللہ بن شبیل احمسی کو اپنا جانشین بنا کر جلد میرے پاس آ جاؤ۔(۱)

تاریخ طبری اور تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ امیرالمومنینؑ نے قیس کی سرپرستی میں عراق اور آذربائیجان کی فوج کا افسر بنایا تھا۔ چالیس ہزار افراد نے حضرت کے ہاتھ پر مرنے مارنے کی بیعت کی تھی، قیس ان کے نگراں تھے، حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ جانشین ہوئے اور حکومت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔(۲)

تدبر و معاملہ فہمی

قیس بڑے مدبر اور معاملہ فہم تھے، عظیم سیاست داں تھے، اس لئے امیرالمومنینؑ ان کا بڑا احترام کرتے تھے، جب قیس مصر سے آئے تو حضرت نے ان سے معاویہ کی ریشہ دوانیوں کا تفصیلی تذکرہ فرمایا کیوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو برتنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔(۳)

فتنوں اور جنگ کی بحثوں میں غیر معمولی دوراندیشی کا مظاہرہ کرتے، وہ عرب کے پانچ عیاروں، معاویہ، عمرو عاص، قیس بن سعد، مغیرہ اور ابن عدیل سے زیادہ چالاک اور معاملہ فہم تھے۔(۴) جنگی پالیسی اچھی طرح مرتب کرتے، سخی اور شجاع بھی تھے۔(۵)

سیرت حلبی میں ہے کہ جو بھی معاویہ و عمرو عاص سے ان کی مقابلہ آرائی کو پڑھے گا وہ حیرت میں

۱۔تاریخ طبری ج۵ص۲۲۷ (ج۴ص۵۴۹، ۵۵)؛ تاریخ کامل ج۳ص۱۰۶ (ج۲ص۳۵۴)؛ شرح ابن ابی الحدید معتزلی ج۲ص۲۳ (ج۶ص۵۹)

۲۔تاریخ طبری ج۶ص۹۱ (ج۵ص۱۵۸)؛ البدایہ والنہایہ ج۸ص۱۴ (ج۸ص۱۶)

۳۔تاریخ طبری ج۵ص۲۳۱ (ج۴ص۵۵)

۴۔تاریخ طبری ج۶ص۹۴ (ج۵ص۱۶۴)؛ تاریخ کامل ج۳ص۱۴۳ (ج۲ص۴۴۸)؛ اسد الغابہ ج۴ص۲۱۵ (ج۴ص۴۲۵ نمبر۴۳۴۸)

۵۔استیعاب ج۲ص۵۳۸ (نمبر۲۱۳۴)؛ اسد الغابہ ج۴ص۲۱۵ (نمبر۴۳۴۸)؛ الاصابہ ج۳ص۲۴۹ (نمبر۷۱۷۷)؛ تہذیب التہذیب ج۸ص۳۹۵ (نمبر۷۰۲)؛ السیرۃ الحلبیہ ج۳ص۹۳ (ج۳ص۸۲)

ڈوب جائے گا۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ علیؑ نے انہیں مصر کا گورنر بنایا اور انہوں نے اپنی ذہانت اور تدبیر سے معاویہ اور عمرو کا مقابلہ کیا۔(۱)

امام حسنؑ نے بارہ ہزار فوج کا سردار بنا کر عبیداللہ بن عباس کو معاویہ کے مقابلہ میں روانہ کیا اور انھیں تاکید کردی کہ اہم موقعوں پر قیس سے مشورہ کرتے رہیں (تفصیل آگے آئے گی)، وہ ہر طرح معاویہ پر بھاری پڑتے تھے۔ جب مصر سے مدینہ پلٹے تو مروان واسود نے قیس کو ڈرایا دھمکایا، قیس جا کر امیر المومنینؑ سے مل گئے، معاویہ نے اسود و مروان کو بڑا خشمگین خط لکھا کہ اگر تم لوگ ایک لاکھ جنگی ماہروں سے بھی علیؑ کی مدد کرتے تو مجھے اس قدر دکھ نہ ہوتا، جس قدر تمھارے برتاؤ کی وجہ سے قیس کو علیؑ سے ملانے پر ہوا ہے۔(۲)

قیس مکار نہیں تھے، اپنے کو مکاری سے بلند سمجھتے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر میں نے رسول خداؐ سے نہ سنا ہوتا کہ مکار جہنمی ہوتا ہے تو میں اس امت کا مکار ترین فرد ہوتا (۳)۔ نیز فرمایا: اگر اسلام پیش نظر نہ ہوتا تو میرے حیلوں کی تمام عرب تاب نہ لا سکتے۔(۴)

قیس کی دوراندیشی کا مقابلہ صرف عبداللہ بن بدیل ہی کر سکتے تھے کیوں کہ دونوں ہی حضرت علیؑ کے صحابی تھے اور ایک ہی چشمہ سے سیراب ہوتے تھے۔

مالک اشتر کی قوت ایمانی و دوراندیشی دیکھئے اور پھر ملاحظہ فرمایئے کہ جب کچھ لوگ حضرت علیؑ سے ٹوٹ کر معاویہ کے کیمپ میں چلے گئے تھے، مالک نے حضرت علیؑ سے اجازت طلب کی کہ ان پر ٹوٹ پڑوں؟ امام نے مشورہ نہ مانا تو غصے میں بھرے واپس ہو رہے تھے، قیس نے انھیں سمجھایا کہ سینے کی تنگی ختم کرو، کیوں کہ صبر کا تقاضہ ہے تسلیم اور عجلت کا تقاضہ ہے دلجوئی۔ حکم دیا جائے تو اطاعت کیا کرو، اپنے

۱۔ البدایہ والنہایہ ج۸/ص۹۹ (ج۸ص۱۰۷)

۲۔ تاریخ طبری ج۶/ص۵۳ (ج۵ص۹۴ حوادث ۳۸ھ)

۳۔ اسد الغابہ ج۴/ص۲۱۵ (نمبر ۴۳۲۸)؛ البدایہ والنہایہ ج۸/ص۱۰۱ (ج۸ص۱۰۹)

۴۔ الدرجات الرفیعہ (ص۳۳۵)؛ الاصابہ ج۳ص۲۴۹ (نمبر ۷۱۷۷)

مولا کو مشقت میں نہ ڈالو۔(۱)

امیر المومنینؑ خلیفہ ہوئے تو معاویہ کو معزول کر دیا، مغیرہ نے حضرت کو مشورہ دیا کہ آپ معاویہ کو حکومت پر باقی رہنے دیجئے۔ جب حالات سدھر جائیں تو معزول کر دیجئے گا۔

حضرت نہ مانے تو وہ واپس چلا گیا۔ قیس نے امام سے فرمایا: اگر آپ معاویہ پر غالب آگئے تو آپ کا مقرّب بن جائے گا اور اگر معاویہ آپ پر غالب آ گیا تو اس مشورے کی وجہ سے معاویہ کا مقرب بن جائے گا۔

تمام مورخوں نے ان کی جنگی مہارت تسلیم کی ہے۔ قیس رسول اعظمؐ کے برہنہ تلوار اور امیر المومنینؑ کے بعد سب سے زیادہ شدت پسند تھے۔(۲) معاویہ کی سیاست پر بوجھ اور اکیلے ایک لاکھ سپاہیوں کے برابر تھے۔ معاویہ نے جنگ صفین میں کہا تھا کہ خدا کی قسم! اگر ہاتھیوں کا جھنڈ رکاوٹ نہ پیدا کرے تو قیس کل تک ہم سب کا صفایا کر دیں گے۔

ان کی زندگی کے میدان عمل کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: عہد نبوی، اور عہد علوی۔ عہد نبوی میں وہ بدر، احد، حنین، خیبر و خندق میں موجود تھے(۳) اور انصار کا پرچم اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے عہد علوی میں بھی وہ ہر محاذ پر آگے آگے رہے۔ وہ کہتے تھے:

''مولا! چونکہ آپ ہدایت پر ہیں اس لئے مجھے آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں، اگر آپ کو گم کر دیں تو زمین و آسمان میں گھپ اندھیرا ہو جائے۔ اگر معاویہ کو اس کی عیاریوں کے لئے آزاد چھوڑ دیں تو مصر کو تہ و بالا کر دے گا۔ یمن میں فساد پھیلائے گا، عراق کو طمع و لالچ سے منتشر کر دے گا آپ اہل عراق و حجاز کو ساتھ لے کر اسے کسی حال میں مت چھوڑیئے، اس کی ناک میں دم کر دیجئے''۔

حضرت نے فرمایا: شاباش! تم نے بڑی اچھی بات کہی۔(۴)

۱۔امالی شیخ طوسی ص/۸۶(ص۱۷/ح۱۵۱۸) ۲۔ارشاد القلوب ج۲ص/۲۰۱(ص۳۸۰)

۳۔ تاریخ بغدادی ج/۱ص/۱۷۷؛ تاریخ کامل ج/۳ص/۱۰۶(ج۲ص۳۵۴)؛ استیعاب ج/۲ص/۵۳۷(نمبر۲۱۳۴)؛ السیرۃ الحلبیہ ج/۳ص/۹۳(ج۳ص۸۲)؛ تاریخ طبری(ج۴ص۵۵۲حوادث ۳۶ھ)

۴۔امالی شیخ طوسی ص/۸۵(ص۱۶/ح۱۵۱۸)

حضرت نے امام حسنؑ وعمار یاسر کے ساتھ قیس کو کوفہ روانہ فرمایا، وہاں امام حسنؑ اور عمار کے بعد انہوں نے تقریر فرمائی: لوگو! اگر ہم معاملہ خلافت کو شوریٰ کے معیار پر بھی پرکھیں تو سب سے زیادہ حقدار علیؑ ہی ٹھہریں گے، کیوں کہ ان کے پاس سبقت اسلامی اور ہجرت ہے، وہ علم سے بھرپور ہیں، جو بھی خلافت علیؑ کا انکار کرے اس کا قتل جائز ہے۔ طلحہ وزبیر نے بیعت کر کے توڑ دی، ان کے بعد دوسروں نے تقریریں کیں۔

قیس عرصہ گہہ جہد مسلسل میں اپنی عظمت وجلالت سے بہادروں کے چھکے پانی کرتے نظر آئے ہیں۔

امیر المومنینؑ نے شام کی طرف حرکت کرنے سے قبل مہاجرین وانصار کے گروہ سے رائے طلب کی تو قیس نے فوراً تقریر میں کہا: آپ بغیر پس وپیش کئے فوراً تشریف لے چلیں کیونکہ ان کے ساتھ جہاد کرنا ترک ودیلم کے جنگ سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر اس کے بعد ان کے کرتوت بیان کئے۔ صعصعہ کا بیان ہے کہ جنگ صفین میں امیر المومنینؑ نے رسول خداؐ کا خصوصی پرچم لہرایا جو اس سے قبل نہیں لہرایا گیا تھا، مہاجرین وانصار اسے دیکھ کر رونے لگے، آپ نے وہ پرچم قیس کے حوالے کیا۔(۱) جب معاویہ کو اپنی ناکامی اور شکست کا یقین ہونے لگا تو اس نے عمر وعاص، بسر بن ارطاۃ، عبیداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن خالد کو بلا کر ان سے کہا کہ مجھے اصحاب علیؑ نے سخت اندوہگین کر دیا ہے، سعید بن قیس ہمدان میں، اشتر اپنے قبیلہ میں، مرقال (ہاشم بن عتبہ) عدی بن حاتم اور قیس بن سعد انصار میں۔ یمن والوں نے تمہاری حفاظت کی، میں تمہاری وجہ سے شرمندہ ہوا، تم قریش میں سے ہو میں چاہتا ہوں کہ لوگ تمہیں بے نیاز سمجھیں، لہذا مذکورہ افراد میں سے ہر ایک سے مقابلہ کرنے کے لئے تم میں سے ایک کو معین کر رکھا ہے ، کیا تم مجھے یہ اختیار دیتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: تمہیں یہ اختیار حاصل ہے۔ معاویہ نے کہا: سعید بن قیس اور اس کے قبیلے سے مقابلہ کی ذمہ داری مجھ پر ہے، کل ہی سے میں اپنا کام شروع کر رہا ہوں۔ اور اے عمرو! تمہیں بنی زہرہ کے ایک آنکھ والے (مرقال) کو دیکھنا ہے اور اے بسر! قیس بن سعد سے تم

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج۳ص ۲۴۵ (ج ۳ص ۳۴۶)؛ استیعاب ج۲ص ۵۳۹ (القسم الثالث ص ۱۲۹۲ نمبر ۲۱۳۴)؛ اسد الغابہ ج۴ص ۲۱۶ (ج ۴ص ۴۲۶ نمبر ۴۲۴۸) مناقب خوارزمی ص ۱۲۲

کو نپٹنا ہے اور اے عبید اللہ! تم کو اشتر نخعی سے اور عبد الرحمٰن تم کو عدی بن حاتم سے نبرد آزمائی کرنا ہے۔
اس طرح اس نے سعید سے خود اور عمرو کو مرقال سے اور بسر کو قیس سے نبرد آزمائی کا حکم دیا۔ تیسرے دن بسر نے اپنے دستے کے ساتھ قیس پر حملہ کیا، قیس نے رجز پڑھ کر شیر نر کی طرح حملہ کیا، بسر نے بھی رجز پڑھ کر حملہ کیا دیر تک تلوار چلتی رہی، قیس بھاری پڑ رہے تھے۔ (۱)

معاویہ نے نعمان بن بشیر اور محمد بن مسلمہ انصاری کو بلا کر کہا: مجھے اوس وخزرج نے پریشانی میں ڈال دیا ہے، گلے میں تلوار لٹکائے للکارتے پھر رہے ہیں۔ میں جب بھی کسی مقتول کیلئے پوچھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ انصاری نے قتل کیا ہے۔ اس کے بعد انصاریوں پر غم وغصہ کا اظہار کیا جس کے جواب میں نعمان نے اور مسلمہ نے بھی کھری کھری سنائی۔ جب قیس کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انصاریوں کو جمع کر کے معاویہ کے خلاف شدید اور خونریز حملے کیلئے سب کو ابھارا۔ (۲)

اسی طرح معاویہ نے بزرگان انصار عقبہ، ابو مسعود، برا ابن عاذب، عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ، زید بن ارقم اور خزیمہ وغیرہ... کو خط لکھ کر سرزنش کی۔ انھوں نے معاویہ سے ملاقات کی تو معاویہ نے کہا: آپ لوگ قیس کو سمجھایئے۔ انھوں نے قیس سے کہا کہ معاویہ آپ کو گالیاں دینا نہیں چاہتے، آپ بھی گالیوں سے زبان روکیئے۔ قیس نے فرمایا: میرے جیسا آدمی گالیاں کیا دے گا، لیکن میں زندگی کی آخری سانسوں تک معاویہ سے جنگ کرتا رہوں گا۔

اسی طرح ایک بار معاویہ نے شامیوں سے انصار کا مقابلہ کرنے کو کہا جب سامنا ہوا تو معاویہ گالیاں بکنے لگا۔ گالیاں سن کر نعمان کو غصہ آ گیا تو خوشامد کر کے معاویہ نے اسے راضی کر لیا اور کہا کہ جا کر قیس کو سمجھائے کہ جنگ سے باز آئیں۔ نعمان نے آ کر قیس کو سمجھا دیا لیکن قیس نے کہا کہ اگر تمام عرب بھی ایکا کر لیں تو بھی معاویہ سے جنگ کرتا ہی رہوں گا۔ قیس جنگ نہروان میں بھی علیؑ کے ساتھ تھے۔ بڑی موثر تقریر فرمائی اور جنگ کی۔ (۳)

۱۔ کتاب صفین ص/۲۲۶ (ص ۴۲۸)
۲۔ کتاب صفین ص/۲۴۰۔۲۲۷ (ص ۴۵۰، ۴۴۵)
۳۔ تاریخ طبری ج/۶ ص/۴۷ (ج۵ ص ۸۳)؛ البدایہ والنہایہ ج/۳ ص/۱۳۷ (ج۲ ص ۴۰۴)

عہد رسولؐ اور عہد علیؑ کی طرح امام حسنؑ کے زمانے میں بھی قیس کا وہی انداز رہا۔ جب امام حسنؑ نے عبیداللہ کی سرکردگی میں فوج روانہ کر کے فرمایا کہ اگر تمھیں کوئی حادثہ پیش آئے تو قیس وسعید سے مشورہ کرتے رہنا۔ عبیدہ کا مقام حیوضہ پر معاویہ سے سامنا ہوا، ایک جھڑپ کے بعد رات میں معاویہ نے کہلا بھیجا کہ امام حسنؑ نے مجھ سے صلح کر لی ہے، وہ حکومت میرے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ابھی تم مجھ سے مل جاؤ تو ایک لاکھ انعام دونگا۔ فوراً آدھی رقم آکر لے جاؤ۔ ورنہ تمہیں بہرحال میری بیعت کرنی پڑے گی۔ رات کے سناٹے میں عبیداللہ معاویہ کے لشکر میں داخل ہوگئے۔ صبح لوگوں نے انہیں تلاش کیا تو غائب تھے۔ قیس بن سعد نے لوگوں کو نماز صبح پڑھا کر اطاعت امام اور ثبات قدم کی تاکید کی۔ اور مشورہ کر کے حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ بسر بن ارطاۃ نے چلا کر کہا: عراقیو! تمہارے سردار نے معاویہ کی بیعت کر لی ہے اب تم کیوں اپنے کو ہلاکت میں ڈالتے ہو، قیس نے پکار کر کہا: تم لوگ دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لو یا بغیر امام کے جنگ یا گمراہ کی بیعت۔ سب نے بغیر امام کے جنگ پر آمادگی ظاہر کی اور صفیں ایک دوسرے میں گتھ گئیں۔ معاویہ نے قیس کو خط لکھ کر بہت لالچ دی لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے، فرمایا کہ ہمارا تمہارا فیصلہ نیزے کی نوک سے ہوگا۔ (۱)

اس تفصیل کو یعقوبی نے بھی لکھا ہے۔ اتنا اضافہ ہے کہ معاویہ نے جاسوسوں کے ذریعے امام حسنؑ کے لشکر میں یہ خبر پھیلا دی کہ قیس نے صلح کر لی اور معاویہ سے جا ملے ہیں اور قیس کے لشکر میں اڑا دیا کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی ہے۔ (۲)

استیعاب میں ہے کہ قیس نے پانچ ہزار فوجیوں پر مشتمل مقدمۃ الجیش ترتیب دیا تھا جنہوں نے سر ترشوا کر معاویہ سے مرنے مارنے کا عہد کیا ہوا تھا۔ جب امام حسنؑ نے صلح کر لی تو ان لوگوں سے کہا کہ کہو تو ہم سبھی معاویہ سے لڑتے ہوئے موت سے ہمکنار ہو جائیں یا پھر امان طلب کریں۔ قیس معاویہ کی بیعت پر کسی طرح راضی نہیں ہو رہے تھے۔ سب نے امان طلب کی، قیس صلح کر کے مدینہ چلے گئے۔ (۳)

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۴ (ج ۱۶ ص ۴۳، ۴۲)

۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۹۱ (ج ۲ ص ۲۱۴)

۳۔ استیعاب ج ۲ ص ۲۲۵ (نمبر ۲۱۳۴)

داستان فیاضی

قیس کی فیاضی کے قصے بہت زیادہ ہیں خود رسول خداؐ فرماتے تھے کہ فیاضی تو اس خاندان کی گھٹی میں ہے۔(۱)

قیس نے اپنا مال نوے ہزار میں معاویہ کے ہاتھ فروخت کر کے اعلان کرا دیا کہ جسے قرض چاہئے آ کر لے لے۔ چالیس یا پچاس ہزار قرض دیا بقیہ بخشش کر دی۔ جب بیمار ہوئے تو بہت کم لوگ عیادت کے لئے آئے۔ اپنی زوجہ قریبہ ابو بکر کی بہن سے پوچھا: لوگ کم کیوں آرہے ہیں؟ جواب دیا کہ آپ کے قرض کا بوجھ ہے یہ سن کر تمام قرض معاف کر کے رسیدیں واپس کرا دیں۔(۲) پھر تو اتنے لوگ عیادت کے لئے آئے کہ بام خانہ منہدم ہو گیا۔

جابر کا بیان ہے کہ ہم لوگ قیس کی ماتحتی میں کسی مہم پر جا رہے تھے، قیس نے نو/۹ اونٹ سے ہم لوگوں کی ضیافت کر ڈالی۔ خدمت رسالت میں تذکرہ ہوا تو رسولؐ نے فرمایا فیاضی تو اس خاندان کی گھٹی میں ہے۔(۳)

معاویہ نے مروان کو لکھا کہ کثیر بن صلت کا گھر خرید لو۔ کثیر نے انکار کیا تو معاویہ نے لکھا کہ میرا قرض سختی سے وصول کر دو۔ مروان نے کثیر کو تین دن کی مہلت دی کہ قرض ادا کر دے، کثیر نے کسی طرح تیس ہزار فراہم کئے۔ جب قیس کو معلوم ہوا تو آپ نے بقیہ بیس ہزار رقم دیدی۔ جب مروان نے دیکھا کہ رقم فراہم ہو گئی تو قرض معاف کر دیا۔ کثیر نے وہ رقم قیس کو واپس کرنا چاہی لیکن قیس نے لینے سے انکار کر دیا۔(۴)

کامل مبرد میں ہے کہ ایک بڑھیا نے قیس سے کہا کہ میرے گھر میں چوہے نہیں ہیں (یہ گھر میں اناج

۱۔ استیعاب ج۲/ص۵۲۵ (نمبر۲۱۳۴)؛ اصابۃ ج۵/ص۲۵۴ (نمبر۷۱۷۷)

۲۔ الاصابۃ ج۴/ص۲۵۴ (ج۳ص۲۴۹نمبر۷۱۷۷)

۳۔ تاریخ بغدادی ج۱/ص۱۷۷؛ البدایۃ والنہایہ ج۸/ص۹۹ (ج۸ص۱۰۸)

۴۔ الاستیعاب ج۲/ص۵۲۵ (نمبر۲۱۳۴)؛ تہذیب التہذیب ج۸/ص۳۹۸ (ج۸ص۳۵۴نمبر۷۰۲)

نہ ہونے کا لطیف کنایہ تھا) قیس نے کہا: تیرا انداز سوال بڑا خوبصورت ہے، میں تیرے گھر میں ڈھیر سارے چوہے بھر دونگا۔ پھران کا کھانا بھیجوا دیا۔(۱)

اسی کامل میں ہے کہ قیس کے والد کا انتقال ہوا۔ اس وقت تک ایک بچے کا حمل ظاہر نہیں ہوا تھا سعد بن عبادہ نے مدینے سے نکلنے سے قبل ہی سارا ترکہ وصیت کے ذریعہ تقسیم کر دیا تھا۔ جب وہ بچہ پیدا ہوا تو عمر وابوبکر نے نومولود کو بھی ترکہ دلوانا چاہا چنانچہ قیس سے کہا کہ باپ کی وصیت کالعدم کر کے بچے کو بھی حصہ دو۔ قیس نے جواب دیا: اپنے حصہ سے اس بچہ کو دے سکتا ہوں لیکن وصیت میں تغیر وتبدّل نہیں کرسکتا۔(۲)

قیس نے ایک سریّہ میں جاتے وقت راستے بھر لوگوں کو کھانا کھلایا اور قرض دیا۔(۳) ابوبکر وعمر بھی ساتھ تھے، یہ دونوں کہنے لگے کہ اگر قیس کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو باپ کا سارا مال ضائع کردے گا۔ لوگوں کو قرض لینے سے منع کرنے لگے، جب سعد کو معلوم ہوا تو رسولخدا کے پیچھے کھڑے ہو کر کہنے لگے: ارے کوئی ہے جو مجھے ابوقحافہ اور خطاب کے بیٹے سے بچائے، یہ دونوں میرے بیٹے کو کنجوسی کی طرف ڈھکیل رہے ہیں۔(۴) ایک دوسری روایت میں ہے کہ سعد نے ان دونوں سے کہا کہ ہم کنجوسی کر ہی نہیں سکتے۔(۵)

تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ قیس کے پاس ایک بڑا برتن تھا سفر میں ساتھ رکھتے تھے۔ کھانے کے وقت اعلان کرا دیتے تھے کہ جس کو گوشت کھانا ہو دسترخوان پر آجائے، یہ طریقہ باپ دادا سے تھا۔(۶) ابن عدی کہتے ہیں کہ کعبہ کے پاس تین آدمیوں میں بحث ہوگئی کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے؟

۱۔ کامل مبرّد ج/۱ص/۳۰۹ (ج۱ص۴۱۹)

۲۔ کامل مبرد ج/۱ص/۳۰۹ (ج۱ص۴۱۹) ابن عبدالبر نے استیعاب ج/۲ص/۵۲۵ (نمبر ۲۱۳۴) پر روایت نقل کرنے کے بعد راویوں کی توثیق کی ہے

۳۔ زمخشری کی ربیع الابرار (ج۴ص۹۱)؛ استیعاب ج/۲ص/۵۲۶ (نمبر ۲۱۳۴)؛ البدایۃ والنھایۃ ج/۸ص/۱۰۰ (ج۸ص۱۰۸)

۴۔ اسد الغابہ ج/۴ص/۲۱۵ (ج۴ص۴۲۵ نمبر ۴۳۴۸)

۵۔ الدرجات الرفیعہ ص۳۳۵ بحوالۂ کتاب غارات

۶۔ البدایۃ والنھایہ ج۸ص۹۹ (ج۸ص۱۰۸ حوادث ۵۹ھ)

ایک ''عبداللہ بن جعفر'' کا نام لے رہا تھا، دوسرا ''عرابہ اوسی'' کا، تیسرا ''قیس'' کا۔ کافی گرما گرم بحث ہوئی آخر ایک شخص نے فیصلہ کیا کہ تینوں اپنے اپنے ممدوح کے پاس جلد جائیں کہ کتنا دیتا ہے فیصلہ ہو جائے گا۔

عبداللہ جائداد کی طرف جانے کے لئے پا بہ رکاب تھے۔ اس نے صدا لگائی تو عبداللہ گھوڑے سے اتر کر بولے اس پر سوار ہو جاؤ اس پر جو کچھ ہے سب تمھارا۔ قیس کے یہاں صدا لگائی تو کنیز نے کہا: صاحب خانہ کو جگانے کی ضرورت نہیں، اصطبل سے موٹا، تازہ اونٹ اور غلام لے کر چلے جاؤ۔ قیس جاگے تو واقعہ معلوم ہوا اسی وقت کنیز کو آزاد کر دیا اور کہا کہ مجھے جگایا کیوں نہیں؟ اس کو اتنا دیتا کہ کبھی محتاج نہ ہوتا، پتہ نہیں تو نے اس کی ضرورت بھر دیا کہ نہیں۔

عرّابہ نماز پڑھنے کے لئے دو غلاموں کا سہارا لئے گھر سے جا رہا تھا۔ سائل نے حاجت بیان کی تو سہارا چھوڑ کر دیوار کا سہارا پکڑ لیا اور چلانے لگا۔ ہائے ہائے۔ میرے پاس اتنا بھی نہیں کہ سائل کو دو غلاموں سے زیادہ کچھ دے سکوں تم ان دونوں غلاموں کو لے جاؤ اور بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لو۔ سائل نے کہا: ہرگز نہ لوں گا۔ عرّابہ نے کہا: لیتے ہو یا انھیں آزاد کر دوں؟

لوگوں نے فیصلہ کیا: ''عبداللہ نے ڈھیر ساری دولت دی، وہ کریم ہیں۔ قیس فیّاض ہیں لیکن سخی ترین انسان تو عرّابہ ہی ہے جس نے اپنا سب کچھ دیدیا''۔ (۱)

داستان خطابت

قیس کو معالم دینیہ میں مہارت، قرآن وسنت پر عبور اور ابہام کلام کی معرفت تھی۔ وہ یاوہ گوئی میں شگاف ڈال دیتے۔ نظریاتی وکالت مسترد کرنے کا اچھا سلیقہ تھا۔ کلام اصل سرچشمہ سے سنوارتے، خطابت وقیع ہوتی، بات کو توڑ کر ربط پیدا کرتے، صلابت بیان، حسن تقریر، طلاقت لسانی، احتجاج اور مناظرے کی برجستہ گوئی کا دلآویز اسلوب۔ ان تمام باتوں کو بھرپور استدلال کے ساتھ سامع تک

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۰۰ (ج ۸ ص ۱۰۸)

پہونچاتے۔ وہ تلوار کے ساتھ زبان کے بھی دھنی تھے۔ وہ انصار وخزرج کے خطیب، شیعیت کے بلند قامت متکلم اور عترت طاہرہؑ کی بولتی زبان تھے۔ سحبان وائل سے زیادہ خطیب، قس الایادی سے زیادہ طرار اور قطاۃ سے زیادہ صدق مقال تھے۔ معاویہ نے صفین میں یہی تو کہا تھا کہ اصل میں انصار کا خطیب قیس ہے وہ روزانہ نئے آہنگ کے ساتھ نطق بار ہوتا ہے۔

امیر المومنینؑ نے ان کی شعلہ بیانی پر فرمایا تھا: بخدا! واہ، تم نے نفیس ترین بات کہی، اب مجھے کسی دوسرے مشورے کی ضرورت نہیں۔ امیر المومنینؑ کی اس سند کے بعد دوسری بات کی گنجائش ہی کہاں رہ جاتی ہے۔

تذکرۂ زہد

ہم اس موضوع پر سلف کے میلانات وحالات بیان کرنے کے بجائے موعظۂ حسنہ اور فلسفۂ اخلاق کے ذریعے اصلاح نفس کے اسباق نمایاں کرنا چاہتے ہیں۔ اسی کے ساتھ شیعوں اور اہلبیتؑ کے دشمنوں سے جو نمونے ظاہر ہوئے وہ منطقی نتیجہ تھا، یعنی جو لوگ اہلبیتؑ سے وابستہ ہیں وہ بلند طبع اور روحانی سالمیت کے منصب دار ہیں اور جو لوگ اہلبیتؑ سے دور ہیں وہ خیر وسعادت سے بھی دور ہیں۔ اسی طرح علوی واموی دونوں گروہ کے معیار بھی الگ الگ ہیں۔ مثلاً قیس اور عمرو عاص دو علامتیں ہیں۔ دونوں کے حالات پڑھ کر فیصلہ کیجئے کہ محاسن وفضائل کس کے پاس ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ قیس ہی کو پائیں گے یعنی اگر محاسن مجسم ہوں تو وہ قیس کی صورت بنے۔ اس کے برخلاف دشمنان اہلبیتؑ کے یہاں پستی ہی پستی اور ذلت ہی ذلت ہوگی۔

ایک متلاشی حق ان دونوں مثالی کرداروں میں سے ایک کو پسند کرے گا، بشرطیکہ وہ خواہشات اور ضد وعناد سے الگ ہو، مثال کے طور پر خوارج کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ خاطی مجتہد تھے۔ ان کے لئے ایک اجر ہے یا تمام صحابہ عادل ہیں چاہے ان سے ناپسندیدہ افعال ہی سرزد ہوئے ہوں، لعنت اور سب وشتم کی رسم جاری کی ہو، قتل وقتال کیا ہو، اسی بنا پر جنگوں میں پیش آنے والے واقعات سے اندازہ

ہو جاتا ہے کہ خدا کا افضل ترین بندہ امام عادل ہے اور بدترین بندہ امام ظالم ہے۔

قیس کے تمام خطبوں میں ان کی پاکیزہ تقدیس کی جھلکیاں ہیں ان کے تمام احوال و آثار میں آرائش دنیا سے کنارہ کشی، محارم سے اجتناب اور صلابت فی اللہ کے ساتھ شعائر کی تعظیم کے مظاہرے ہیں۔ اسی لئے مسعودی کہتے ہیں کہ زہد و دیانت اور علیؑ سے وابستگی کے سلسلے میں قیس کا مقام بہت بلند ہے۔

نماز میں یہ خضوع و خشوع انہیں وراثت میں ملا تھا، ان کے باپ نے وصیت کی تھی کہ نماز پڑھتے وقت یہ بات ملحوظ خاطر رکھو کہ جیسے تم آخری نماز ادا کر رہے ہو۔

قیس کی دعاؤں میں بھی ان کا زہد واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔(۱) تاریخ خطیب میں ان کی دعا کے یہ فقرے موجود ہیں: **اللھم ارزقنی حمدا و مجدا فانه لا حمد الا بفعال و لا مجد الا بمال اللھم وسع علی فان القلیل لا یسعنی و لا اسعه۔(۲)**

فضل و دانش

قیس کے خطبے، خطوط اور حاضر جوابیاں ان کی معرفت قرآن و حدیث کی گواہ ہیں۔ ان کے باپ سعد نے ان کو رسول اکرمؐ کے حوالے کر دیا تھا۔(۳) وہاں دس سال تک یا اس سے بھی زیادہ سفر و حضر میں ہم رکاب رہے۔(۴)

قیس خود بھی ذہین تھے، رسولؐ نے بھی توجہ سے اصلاح نفس کی، وہ خدمت رسولؐ میں آقازادے کی

۱۔ ان کے زہد کی مزید داستانیں درج ذیل کتابوں میں موجود ہیں: استیعاب ج۲/ص۵۴۴ (نمبر ۲۱۳۴)؛ مروج الذہب ج۲/ص۶۳ (ج۳ص ۲۷)؛ تاریخ ابن عساکر ج۶/ص۹۰ (ج۷ص ۱۲۵، مختصر تاریخ ابن عساکر ج۹ص ۲۴۵)؛ البدایہ و النہایہ ج۸/ص۱۰۰ (ج۸ص۱۰۸)

۲۔ الدرجات الرفیعہ (ص۴۳۵)؛ تاریخ بغداد ج۱ص ۱۷۹ نمبر ۱۷)

۳۔ اسد الغابہ ج۴/ص۲۱۵ (ج۴ص ۴۲۵ نمبر ۴۳۴۸)

۴۔ البدایہ النہایہ ج۸/ص۹۹ (ج۸ص ۱۰۷)؛ اصابہ ج۵/ص۲۵۴ (نمبر ۷۱۷۷)

طرح رہے غلاموں کی طرح نہیں۔ جس طرح ایک شاگرد استاد کے سامنے اکتساب فیض کرتا رہتا ہے۔
قیس کا بیان ہے کہ ایک بار رسول اکرمؐ میری طرف سے گزرے، میں نماز پڑھ رہا تھا، فرمایا: میں تجھے باب جنت کی نشاندہی کروں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! فرمایا: کثرت سے **"لاحول ولا قوۃ الا باللہ"** پڑھا کرو۔(۱)

بعد رسولؐ انھوں نے علیؑ سے علم حاصل کیا۔ اس کی تصدیق معاویہ کے مکالمے سے ہوتی ہے، ایک مناظرے میں انھوں نے امیر المومنینؑ کی شان میں آیات واحادیث بیان کیں، معاویہ نے پوچھا: فرزند سعد! تم نے یہ سب کہاں سے حاصل کیا، کس سے روایت کرتے ہو، کس سے سنا، کیا تمھارے باپ نے کہا.....؟؟

قیس نے جواب دیا: میں نے ان مطالب کو اس سے سنا ہے جو میرے باپ سے بھی افضل تھا، اس کا حق میری گردن پر باپ سے بھی زیادہ تھا۔ معاویہ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ جواب دیا: علی ابن ابی طالبؑ! جو اس امت کے عالم اور حقانیت کے تصدیق کرنے والے تھے۔

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں حقائق اسلامی پر مہارت حاصل تھی، اپنے آقا سے بے اندازہ اسرار کا اکتساب کیا تھا۔ علوم اسلامی میں بھرپور رسوخ، پختہ ایمان، معرفت اولیاء اور تحفظ ولایت کے لئے موت کے منہ میں چھلانگ لگانا، کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنا، یہ تمام باتیں ان کی زندگی میں بکھری پڑی ہیں۔ وہ منافقوں کے سامنے ہمیشہ ڈٹے رہے، مودت کی وجہ سے لوگوں کا عناد برداشت کرتے رہے، دین کے معاملے میں کسی مادی فائدہ کی پرواہ نہ کی اور نہ اقتدار سے مرعوب ہوئے۔ چنانچہ جب حضرت علیؑ نے قیس کو مصر سے معزول کیا تو حسان ان سے مل کر ملامت کرنے لگے: تم نے عثمان کو قتل کیا اور علیؑ نے حکومت مصر بھی چھین لی، اب تمھارے کھاتے میں صرف گناہ ہی رہ گیا ہے۔ قیس نے انہیں ڈانٹا: اے دل اور آنکھ کے اندھے! بخدا اگر قبیلوں میں تلوار چلنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن اڑا دیتا۔(۲)

۱۔ اسد الغابہ ج۴ص۲۱۵ (ج۴ص۴۲۵ نمبر ۴۳۴۸)

۲۔ تاریخ طبری ج۵ص۱۳۱۱ (ج۴ص۵۵۵ حوادث ۳۶ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۲۵ (ج۶ص۶۴ خطبہ ۶۷)

اگر قیس ہوشمندی اور دوراندیشی میں طاق نہ ہوتے، اجتماعی و سیاسی امور کے ماہر نہ ہوتے تو حضرت علیؑ کبھی انھیں حکومت مصر حوالے نہ کرتے۔ حضرت نے ان سے فرمایا: جو کچھ خدا نے تم کو سکھایا ہے اسے خواص اور مقرب لوگوں کو بھی سکھاؤ۔ کیوں کہ گورنر، خلیفہ کا نمائندہ، اپنے مرکز اقتدار میں تمام امور کا نگراں اور مرکز امور ہوتا ہے۔ جس طرح جمعہ و جماعات کی امامت اس سے مخصوص ہوتی ہے۔ خلیفہ جسے حکمراں بنائے، اسے عوامی تقاضوں اور علاقائی ضرورتوں کا واقف کار ہونا چاہئے۔

- ماوردی نے جو کچھ حکمراں یا نائب کے شرائط لکھے ہیں، اس کا مکمل ترین معیار قیس تھے۔ خلاصہ یہ کہ وہ دین کے ستون اور مذہب کی اساس تھے۔ (۱)

میں نے حالات قیس میں جو کچھ ان کے محاسن و فضائل، علوم و معارف، یقین و پائیداری، صلاح و اصلاح، عہد نبوی و علوی میں پرچم برداری، عہد حسنؑ میں انتظامی صلاحیت، کلمۂ حق کے لئے مستعدی، باطل عیاریوں سے دھوکہ نہ کھانا یا سفیانی الحاد پر سنگباری، معاویہ کی دین خریدنے کی سعی میں ناکامی، یہ تمام باتیں ان کے ستون دین ہونے کا ثبوت ہیں۔ وہ ہر ستائش کے مستحق تھے۔ وہ ایسے کیوں نہ ہوتے جب کہ رسولؐ نے خود فرمایا: خدایا! سعد کی ذریت پر صلوات و رحمت نازل فرما۔

"غزوۂ ذی قرد" میں فرمایا: خدایا! سعد کی ذریت پر رحم فرما، سعد کو اچھا آدمی کہا۔ ان کے طعام کو تناول فرماتے ہوئے کہا: تمھارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا، فرشتوں نے درود بھیجا، روزہ داروں نے افطار کیا۔

جب رسول کا مال بردار اونٹ گم ہو گیا اور سعد نے سامان سے بھرا اونٹ بارگاہ میں پیش کیا تو فرمایا: تم دونوں کو خدا برکت سے نوازے، اے ابو ثابت! تمھارے فلاح کی بشارت ہو، خدا جسے چاہتا ہے خلف صالح عطا کرتا ہے۔ (۲)

ذرا فضائل کی جولانی تو دیکھئے دعاؤں میں ذریت فراموش نہیں ہوئی۔

دیلمی نے شیخین سے متعلق قیس کے مناظرے پیش کئے ہیں۔

۱۔ احکام سلطانیہ ص۲۴ (ج ۲ ص ۶، ۲۲، ۳)

۲۔ ارشاد القلوب ج ۲ ص ۲۰۱ (ج ۲ ص ۳۸۴، ۳۷۸)

رواۃ و مشائخ قیس

سردار خزرج نے رسولؐ و اہلبیتؑ اور اپنے والد سے روایت کی ہے۔(۱)

سعد نے حضرت علیؑ کا بیان نقل کیا ہے کہ مجھے جنگ احد میں سولہ ضربیں لگیں لیکن چار نے مجھے زمین پر گرادیا اور ہر بار ایک خوشبو سے معطر جوان میرا بازو تھام کر اٹھاتا اور کہتا: ان سے مقابلہ کرو۔ تم اطاعت خدا و رسولؐ میں سرگرم ہو اور وہ راضی ہیں۔ میں نے رسولؐ کو خبر دی تو فرمایا: تمھاری آنکھیں خنک ہوں وہ جبرئیل تھے۔(۲)

اس طرح قیس نے عبداللہ بن حنظلہ سے روایت کی ہے جو واقعہ حرہ ۶۳ھ میں شہید ہوئے۔(۳)

جن لوگوں نے قیس سے روایت کی ہے وہ یہ ہیں:

انس بن مالک، بکر بن سوادہ، ثعلبہ بن ابی مالک، عامر بن شراحیل، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن مالک جیشانی، عروہ بن زبیر، ابومیسرہ، عمرو بن ولید، ابونصر میمون بن شبیب، ولید بن عبدہ، ابونجیح یسار ثقفی کوفی، ابوعمار عریب بن حمید، ہذیل بن شرجیل۔(۴)

معاویہ و قیس

مورخین (۵) کے بقول جیسے جیسے صفین کا مرحلہ قریب آتا جاتا تھا معاویہ کا خوف بڑھتا جاتا تھا کہ علی

۱۔امتاع مقریزی ص/۲۶۳، ۵۱۵؛ ابن عساکر ج/۶ص/۸۲، ۸۸(ج۷ص ۱۱۹، مختصر تاریخ ابن عساکر ج۹ص ۲۴۲)؛ سیرت حلبیہ ج/۳ص/۸(ج۳ص ۷)۔

۲۔اصابہ؛ تہذیب؛ معالم العترۃ؛ کفایۃ الطالب ص/۳۷؛ نور الابصار ص/۸۷(ص ۱۷۷)۔

۳۔ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب ج/۲ص/۱۹۳؛ ج/۵ص/۱۹۳، اور ج/۸ص/۳۹۶(نمبر ۳۳۲، ۷۰۲) پر ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔

۴۔اسد الغابہ ج/۴ص ۲۱۵(ج۴ص ۴۲۶ نمبر ۴۳۴۸)، الاصابۃ ج/۳ص/۲۴۹؛ سنن بیہقی ج/۱۰ص/۲۲۲؛ حلیۃ الاولیاء ج/۵ص/۲۴، (ج۶ص ۱۷۹ نمبر ۳۶۶) الالقاب ص/۴؛ تہذیب التہذیب ج۸ص ۳۹۶(ج۸ص ۳۵۴ نمبر ۷۰۲)۔

۵۔تاریخ طبری ج/۵ص/۲۲۸(ج۴ص ۵۵ حوادث ۳۶ھ)، تاریخ کامل ج/۳ص/۱۰۷(ج۲ص ۳۵۵)؛ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ ج/۲ص/۲۳(ج۶ص ۶۰؛ الغارات(ص ۱۳۱)۔

عراقیوں اور قیس مصریوں کے ساتھ آرہے ہیں۔ان دونوں کا مقابلہ مجھے خاک چٹادے گا۔وہ قیس کو پھوڑنے کی فکر میں لگ گیا۔قیس کو خط لکھا کہ اگر تم عثمان کو انکی بدعتوں کی بنا پر دشمن رکھتے ہو تو ان کے کوڑے لگانے،فحش گالیاں بکنے،بے گناہوں کو جلاوطن کرنے یا اپنے خاندان کے چھوکروں کو گورنری حوالے کرنے سے ان کا خون مباح نہیں ہوجاتا۔اگر تم ان کے قتل میں ملوث ہو تو اپنے عمل پر توبہ کرو۔عثمان جیسے مومن کے قتل سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہونچے گا۔

اب رہ گئے علیؑ تو انھوں نے لوگوں کو بھڑکا کر قتل پر آمادہ کیا اور قتل کرایا۔تمہارے قبیلے کے بزرگ بھی قتل میں ملوث تھے۔اب اگر تم قتل عثمان کا بدلہ لینا چاہتے ہو تو میری بیعت کرو۔اگر میں کامیاب ہو گیا تو عراق کی حکومت تمہارے حوالے کردوں گا اور حجاز کی حکومت تم خود اپنے کسی خاندان کی فرد کے حوالے کردینا۔اس کے علاوہ بھی جو چاہو گے عطا کروں گا۔

قیس نے خط کا جواب دیا:تم نے قتل عثمان کے بارے میں جو کچھ لکھا اسے میں نے اچھی طرح سمجھ لیا،اس معاملہ میں میرا کوئی تعلق نہیں۔میرے قبیلے کے لوگ تو سب سے زیادہ ان کے وفادار تھے،تم قتل عثمان کے لئے میری بیعت چاہتے ہو اور بدلہ دوگے۔اسے میں اچھی طرح سمجھ گیا،ایسے معاملات میں غور وفکر ضروری ہے۔عجلت پسندی اچھی نہیں۔میں تمھارے مقابلے کے لئے کافی ہوں۔اس سے پہلے میرے تمہارے درمیان کوئی ناپسندیدہ بات نہیں ہوئی ہے۔تم بھی سوچو اور میں بھی سوچ رہا ہوں۔

معاویہ نے مایوس ہو کر خط لکھا:

امابعد:تو یہودی ہے یہودی کا بچہ ہے۔ہم دونوں میں سے جو بھی فتحیاب ہوگا تجھے معزول کردے گا۔تم مجھے مبغوض سمجھتے ہو؟اگر میں کامیاب ہو گیا تو تمہارے چیتھڑے اڑادوں گا۔تمہارے باپ نے بہت تیر چلائے لیکن سبھی نشانے خطا ہوئے کسی کوشش کا نتیجہ نہ نکلا،ان کو قوم نے چھوڑ دیا اور تیرے دن دیکھنے پڑے۔پھر وہ حوران میں بیکسی کی موت مر گئے۔والسلام۔(۱)

قیس نے جواب دیا:امابعد!اے بت پرست،بت پرست کے بچے!تو اسلام میں تھکے ہارے جواری کی

۱۔البیان والتبیین ج۲ص ۶۸(ج۲ص ۵۸)؛ با تعلیق البیان ج۲ص ۴۸

طرح داخل ہوا، پھر بخوشی نکل گیا، نہ تیرے ایمان نے پیش رفت کی نہ تو نے نفاق چھپایا، تیرے باپ نے سارے تیر نشانے پر لگائے مگر اس شخص نے انہیں موت سے ہمکنار کیا جوان کے خاک پا کے برابر بھی نہیں تھا۔ ہم اس دین کے مددگار ہیں جس سے تو نکل گیا اور اس دین کے دشمن ہیں جس میں تو داخل ہوا۔(۱)

مصنوعی خط

قیس کو جھانسہ دینے سے قطعی مایوس ہونے کے بعد معاویہ پر زمین تنگ ہونے لگی تھی، کیوں کہ وہ قیس کی حوصلہ مندی سے واقف تھا۔ علیؑ سے الگ کرنے کی ہر سعی بے سود ہو چکی تو اس نے شام والوں سے کہنا شروع کیا، قیس نے تم لوگوں کی اطاعت کر لی ہے۔ انہیں دعائے خیر سے یاد کرو، اب انھیں گالی نہ دو اور جنگ سے باز آؤ، وہ میرا پکا خیر خواہ ہے۔ اس کا ایک مخفی خط میرے پاس آیا ہے جس میں میری حمایت کا وعدہ کیا ہے۔ کیا تم ''خربتا'' والوں کے ساتھ اس کا حسن سلوک نہیں دیکھتے، پھر ایک جھوٹ کا پلندہ خط کھولا اور شام والوں کے سامنے پڑھنے لگا:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم''

امیر معاویہ کی خدمت میں قیس کی طرف سے، آپ پر سلام، میں آپ کے سامنے اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امابعد! جب میں نے اپنے نفس اور دامن کے متعلق غور کیا تو مجھے بہتر نہیں معلوم ہوا کہ ایسی قوم کے لئے کوشش کروں، جس نے لائق احترام، نیکوکار اور تقویٰ شعار امام کو قتل کیا۔ اب ہم بارگاہ خداوندی میں استغفار کرتے ہیں اور امیدوار ہیں کہ وہ گناہوں سے محفوظ اور سلامتی دین عطا کرے، اچھا لیجئے، میں آپ سے صلح کی توقع کے ساتھ ملاقات کر رہا ہوں، مظلوم امام عثمان کے قاتلوں سے جنگ میں آپ کی

۱۔ مناقب خوارزمی ص/۱۷۳(ص ۲۵۸ حدیث ۲۴۰)؛ کامل مبرد ج/۱ص/۳۰۹(ج۱ص ۴۱۹)؛ البیان والتبیین ج/۲ص/۶۸ (ج۲ص ۵۸)؛ تاریخ یعقوبی ج/۲ص/۱۶۳(ج۲ص ۱۸۷۔۱۸۶)؛ عیون اخبار ابن قتیبہ ج/۲ص/۲۱۳؛ مروج الذہب ج/۲ص/۶۲(ج۳ص ۲۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج/۴ص/۱۵(ج۱۶ص ۴۳ خطبہ/۳۱)۔

حمایت کا وعدہ کرتا ہوں، اب اس سلسلے میں جس قدر دولت اور سپاہیوں کو مناسب سمجھیں میری طرف جلد ارسال کر دیں۔(۱)

باتیں بنانا اور کرتب دکھانا تو معاویہ کی گھٹی میں تھا، اس کے عہد میں مدح بنی امیہ اور قدح بنی ہاشم اور مذمت عترت رسولؐ میں جعلی روایات عام بات تھی۔ اس کام کے لئے مزدوروں کو سونے چاندی سے بھری تھیلیاں لٹائیں، پھر تو رسول اکرمؐ کی طرف جھوٹی حدیثوں کا انبار لگ گیا۔ سمرہ بن جندب کو ایک لاکھ کی تھیلی دی کہ آیۂ ہجرت (**من الناس من یشری...... الخ** ۔بقرہ/۲۰۷) کو عبدالرحمٰن بن ملجم کے لئے روایت کر دے اور "**ومن الناس من یعجبک قوله فی الحیاة الدنیا و یشهد الله علی ما فی قلبه و هو الد الخصام**" (انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں) کی آیت کو حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہونے کی روایت کر دے۔ اس نے ایک لاکھ نہیں قبول کئے تو دو لاکھ دیئے، پھر بھی معاملہ طے نہیں ہوا۔ آخر چار لاکھ کی تھیلی دی گئی تو اس نے روایت بیان کی۔(۲)

ایسی خیانت کاریوں کی بے شمار مثالیں ہیں۔ اگر بدعتوں اور مکاریوں کا نشانہ قیس بنائے گئے تو حیرت کی کیا بات ہے۔ ان کا سردار حضرت رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کی شان میں گستاخیوں کا مرتکب ہوا۔ جھوٹی روایات و احادیث کی ذلیل بدعت تمام عہد ملوکیت پر مسلط رہی۔ لوگوں کا دین و دنیا اسی پر تھا۔ اس طرح جھوٹے راویوں کا سلسلہ چل نکلا یہاں تک کہ علماء و حفاظ نے جعلی حدیثوں کا انبار دیکھ کر اپنی تالیفات میں موضوع اور صحیح حدیثوں کا معیار متعین کیا تا کہ غلط، صحیح سے الگ ہو سکے۔ معاویہ کی یہ مکروہ روش برابر جاری رہی۔ یہاں تک بچے بڑے ہوئے اور بڑے بوڑھے ہو گئے۔ اس طرح ان کے دلوں میں اہلبیتؑ کا عناد راسخ ہوتا گیا۔ امیر المومنینؑ پر سبّ و شتم کی رسم ہر جمعہ و جماعات کے بعد منبروں پر

۱۔ تاریخ طبری ج۵ص/۲۲۹ (ج۴ص۵۵۳ حوادث ۳۶ھ)؛ تاریخ کامل ج۳/۱۱۷ (ج۲ص۳۵۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص/۲۴ (ج۶ص۶۲ خطبہ/۶۷)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج۱ص/۳۶۱ (ج۴ص۷۳ خطبہ/۵۶)

ساری مملکت اسلامیہ میں رائج تھی، اس سے مرکز وحی، مدینہ منورہ بھی نہ بچا۔ حموی نے لکھا ہے کہ برسر منبر حضرت علیؑ پر لعنت بھیجنے کی رسم تمام مشرق ومغرب میں رائج تھی۔ لیکن صرف بجستان کا منبر بچا ہوا تھا۔ وہاں صرف ایک بار لعنت کی گئی اور بجستان والوں نے بنی امیہ کو روک دیا، تمام علاقوں میں یہ قبیح رسم جاری تھی لیکن وہاں کا منبر محفوظ تھا۔ اس سے بڑا اور شرف کیا ہوسکتا ہے کہ برادر رسولؐ پر لعنت سے روکا جائے جب کہ حرمین شریفین میں یہ مذموم رسم جاری ہو۔(۱)

امام حسنؑ کی شہادت کے بعد معاویہ عازم حج ہوا، منبر رسولؐ پر لعنت علیؑ کا ارادہ کیا، لوگوں نے کہا: یہاں سعد بن ابی وقاص ہیں، عین ممکن ہے کہ مزاحمت کریں، آپ آدمی بھیج کر ان کی رائے معلوم کیجئے۔ معاویہ نے آدمی بھیج کر بلوایا اور برسر منبر لعنت کا ارادہ کیا۔ سعد نے کہا کہ اگر تو نے ایسا کیا تو میں مسجد سے نکل جاؤں گا اور پھر کبھی مسجد میں داخل نہ ہوں گا۔ یہ سن کر معاویہ اپنے ارادے سے باز رہا، جب سعد کی وفات ہوگئی تو وہاں لعنت کی رسم جاری کی۔ اپنے گورنروں کو لکھا کہ وہ منبروں سے علیؑ پر لعنت کریں۔ ان زرخواروں نے ایسا ہی کیا۔ یہ دیکھ کر زوجۂ رسولؐ ام سلمہؓ نے معاویہ کو خط لکھا کہ تم لوگ علیؑ وشیعیان علیؑ پر لعنت بھیج کر دراصل خدا اور رسولؐ پر لعنت بھیج رہے ہو۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ علیؑ خدا اور رسولؐ کے محبوب تھے۔ لیکن معاویہ نے ام سلمہؓ کے خط پر کوئی توجہ نہ دی۔(۲)

جاحظ اپنی کتاب الرد علی الامامیہ (شیعوں کی تردید) میں لکھتا ہے کہ معاویہ اپنے خطبے کے آخر میں کہتا تھا: ''خدایا! یقیناً ابوتراب تیرے دین سے برگشتہ تھا، لوگوں کو تیرے دین سے روکتا تھا، تو اس پر سخت لعنت بھیج، اس کو دردناک عذاب دے''۔ اس نے تمام مملکت میں خطوط لکھ کر فرمان جاری کر دیا تھا کہ ان متذکرہ فقروں کو منبروں سے دہرایا جائے۔ یہ رسم قبیح عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک جاری رہی کچھ امویوں نے معاویہ سے کہا: امیر المومنین! آپ کا مقصد حاصل ہو چکا ہے آپ اس مرد سے ہاتھ روک لئے۔ کہنے لگا: ہرگز نہیں، خدا کی قسم! یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک بچے بڑے اور

ا۔معجم البلدان ج ۵ ص ۳۸ (ج ۳ ص ۱۹۱)

۲۔العقد الفرید ج ۲ ص ۳۰۰ (ج ۴ ص ۱۵۹)

بڑے بوڑھے نہ ہو جائیں، تا کہ پھر کبھی علیؑ کا ذکر فضیلت نہ کیا جائے''۔(۱)

زمخشری اور حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ زمانۂ بنی امیہ میں ستر ہزار منبروں پر سب علیؑ کا رواج تھا یہ مذموم رسم معاویہ نے جاری کی تھی۔شیخ احمد حفظی شافعی اپنے منظومے میں لکھتے ہیں:

''سیوطی کی حکایت ہے کہ ان امویوں نے ستر ہزار سے زیادہ منبروں سے حیدر کرّار پر لعنت بھیجنے کی رسم جاری کی''۔ یہ شرمناک حرکت دوسری حرکتوں کے مقابلے میں شدید ترین ہے۔جو ایسی مذموم رسم جاری کرے یا دشمنی کا مظاہرہ کرے کیا اس کے عیوب چھپائے جا سکتے ہیں؟ کیا اس کی تعریف کی جائے؟ کیا کوئی دانشور اس کے فتوی سے چپ رہ سکتا ہے...؟؟ اور جواب بھی دے تو یہ کہ میں اس کی تاویل کروں گا۔کیا اس عمل کو اجتہاد کے پردے میں چھپایا جا سکتا ہے؟ کیا دوسرے مظالم کو اجتہادی غلطی کہا جا سکتا ہے؟ اسے تو صاف باغی یا ملحد کہنا چاہئے۔کیا یہ رسم قبیح حضرت علیؑ کو رنجیدہ نہیں کرتی؟ کون اسے رنجیدہ کرتا ہے؟ حدیث ام سلمہ میں ہے کہ تمہارے درمیان کون ہے جو خدا کو گالی دے، اسے رنجیدہ کرے۔خاموش ہو جاؤ، علماء کا ساتھ دو، اس سے دشمنی کرو جو علیؑ سے نفرت کرے''۔(۲)

حضرت علیؑ نے ان تمام باتوں کی پیش گوئی فرمادی تھی کہ میرے بعد بہت جلد ایسا شخص ظاہر ہوگا جو کشادہ گردن والا اور بزرگ شکم والا ہوگا، جو کچھ پائے گا کھا جائے گا، جو نہ پا سکے گا اس کے طلب میں سرگرداں رہے گا۔اسے پاؤ تو قتل کر ڈالو، اگر چہ تم اسے قتل نہ کر سکو گے۔خبردار! وہ تمہیں میرے اوپر لعنت اور مجھ سے بیزاری کا حکم دے گا۔(۳)

یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں کیوں کہ معاویہ کے سیاہ کارناموں کو سیکڑوں اور ہزاروں صفحات میں بھی سمیٹا نہیں جا سکتا۔

۱۔شرح ابن ابی الحدید ج/۱ص/۳۵۶ (ج۴ص ۵۶، ۵۷ خطبہ/۵۶)

۲۔ربیع الابرار (ج۲ص ۱۸۶)

۳۔نہج البلاغہ خطبہ/۵۷

قیس و معاویہ کے درمیان صلح

قیس شرطۃ الخمیس (فوجی دستہ) کے سردار تھے، جنہوں نے باہم عہد کر رکھا تھا کہ اپنے جان و مال سے آخری سانسوں تک معاویہ سے جنگ کرتے رہیں گے۔ معاویہ نے قیس کو پیغام بھیجا کہ جب تمھارے سردار نے بیعت کر لی ہے تو تم مجھ سے برسرِ پیکار کیوں ہو؟ قیس نے منظور نہ کیا، پھر معاویہ نے سادے کاغذ پر مہر کر کے قیس کے پاس بھیجا کہ جو شرطیں چاہو اس پر لکھ دو، مجھے منظور ہوگا۔ عمرو عاص نے کہا کہ صلح نہ کرو بلکہ قیس سے جنگ کرو۔ مگر معاویہ نے کہا کہ ہزاروں شامیوں کے قتل کے سوا کسی قسم کی کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ قیس نے اس کاغذ پر شیعوں کے جان و مال کی حفاظت کی شرطیں لکھیں۔ معاویہ نے اسے منظور کر لیا اور قیس معاویہ کے زیرِ فرمان آ گئے"۔ (۱)

ابوالفرج کا بیان ہے کہ معاویہ کی مجلس میں آ کر قیس نے کہا: "میں نے قسم کھائی تھی کہ نیزہ و شمشیر کے ساتھ ہی معاویہ سے ملاقات کروں گا" معاویہ نے ان کی قسم کا لحاظ کرتے ہوئے نیزہ و شمشیر سامنے رکھوا لیا۔ قیس نے امام حسنؑ سے پوچھا: کیا میں آپ کی بیعت سے آزاد ہو گیا۔ امام نے فرمایا: ہاں! معاویہ نے کرسی امام کے برابر رکھ لی اور قیس سے پوچھا: بیعت کرتے ہو۔ قیس نے ہاں کہا، مگر اپنے ہاتھ نہیں بڑھائے، خود معاویہ نے قیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ (۲)

تاریخ یعقوبی کے مطابق معاویہ کی بیعت کوفے میں ذی القعدہ ۴۰ھ میں واقع ہوئی۔ اکثر بیعت کرنے والوں نے علانیہ کہا کہ واللہ اے معاویہ! ہم نے بجبر و اکراہ بیعت کی ہے۔ معاویہ کہنے لگا: اکثر اکراہ میں خیر و صلاح ہے۔ اتنے میں قیس آئے، معاویہ نے کہا: بیعت کر لو۔ قیس نے کہا: اے معاویہ! مجھے آج کا دن سخت ناپسند ہے، کاش! مجھے موت آ جاتی۔ معاویہ نے کہا: جانے دو، پھر لوگوں کے سامنے تقریر کی: لوگو! تم نے خیر کے بدلے شر، عزت کے بدلے ذلت اور ایمان کے بدلے کفر خرید لیا، تم نے ولایت علیؑ کا جوڑا اتار کر طلیق کی اطاعت قبول کر لی، تا کہ حکومت کرے اور تم پر جور و سختی کرے۔ ہائے!

۱۔ تاریخ طبری ج/۶ ص/۹۴ (ج ۵ ص ۱۶۴ حوادث ۴۱ھ)؛ تاریخ کامل ج/۳ ص/۱۶۳ (ج ۲ ص ۴۴۸ حوادث ۴۱ھ)

۲۔ مقاتل الطالبین ص ۷۹۔ شرح نہج البلاغہ ج/۴ ص/۱۷ (ج ۱۶ ص ۴۸)

تمہاری جہالت، خدا نے تمہارے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

اسی وقت معاویہ نے خم ہو کر قیس کا ہاتھ تھام لیا، بولا: اب جانے بھی دو قیس! پھر تو ہنگامہ ہو گیا کہ قیس نے بیعت کر لی ہے۔ قیس دہاڑے: تم غلط کہتے ہو، میں نے بیعت نہیں کی ہے، ان سے پہلے کسی نے بھی معاویہ کی قسم کے ساتھ بیعت نہیں کی۔(۱)

ابن عینیہ کا بیان ہے کہ قیس معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے سرزنش کی: ''بخدا! تم میرے مقاصد کو شدید نقصان پہونچاتے ہو، جی چاہتا ہے کہ تمھارا سارا کس بل نکال دوں۔ قیس نے جواب دیا: مجھے سخت ناپسند ہے کہ تو مسلمانوں کا حاکم رہے اور میں تجھے سلام کروں۔ معاویہ نے کہا: تم تو یہودی ہو۔ قیس نے کہا تم بت پرست ہو۔ معاویہ نے چاپلوسی کی، خدا معاف کرے، ہاتھ بڑھاؤ بیعت کرو۔ قیس نے کہا: اس سے زیادہ کہو گے تو زیادہ سنو گے''۔(۲)

قیس و معاویہ... صلح کے بعد

صلح کے بعد معاویہ مدینہ آیا تو انصار نے اس سے ملاقات کی، معاویہ ان پر گرجنے لگا: اے گروہ انصار! تم سے میرا کیا لینا دینا، تم نے صفین میں جو کچھ کیا ابھی تک میری آنکھوں میں گھومتا رہتا ہے۔ خدا نے جہاں حکومت رکھنا تھی رکھ دی۔ قیس نے کہا: تم جس منصب پر ہو ہمیں اس سے اختلاف ہے، تم سے دشمنی اسی لئے ہے کہ تمھارا استہزا کرنے سے باطل زائل ہوتا ہے، حق ثابت ہوتا ہے، صفین میں ہم اس لئے تم سے لڑ رہے تھے کہ تم نے ایسے شخص سے جنگ کی تھی جس کی اطاعت خدا اور رسولؐ کی اطاعت تھی۔ رسولؐ نے ان کی سفارش کی تھی۔ ہر باایمان کو اس سفارش کی رعایت کرنی چاہئے۔(۳)

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ص ۱۹۲ / (ج ۲ ص ۲۱۶)

۲۔ البدایۃ والنہایہ ج ۸ / ص ۹۹ / (ج ۸ ص ۱۰۷ حوادث ۵۹ھ)

۳۔ العقد الفرید ج ۲ / ص ۱۲۱ / (ج ۳ ص ۲۱۹) ؛ مروج الذہب ج ۲ / ص ۶۳ / (ج ۳ ص ۲۶) ؛ الامتاع والموانسۃ ج ۳ / ص ۱۷۰ /

قیس و معاویہ مدینہ میں

کتاب سلیم بن قیس میں ہے کہ معاویہ صلح کے بعد مدینہ آیا، استقبال کرنے والے زیادہ تر قریش تھے۔قیس کی طرف رخ کر کے کہا: انصار استقبال کے لئے کیوں نہیں آئے۔قیس بولے: وہ محتاج ہیں ان کے پاس سواری نہیں۔معاویہ نے طنز کیا: ''ان کے پانی بھرنے والے اونٹ کیا ہوئے''؟ قیس نے کہا: وہ اونٹ جنگ بدر واحد اور دوسری اسلامی جنگوں میں کام آگئے ،ان میں تمھارے باپ ،دادا کی کارستانیاں سب کو معلوم ہیں۔معاویہ نے کہا: خدا ہمیں بخشے۔قیس نے کہا: رسولؐ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد اسلام دشمن طاقتیں سر ابھاریں گی۔معاویہ نے پوچھا: اس وقت تمھیں کیا حکم دیا تھا؟ قیس نے کہا : رسولؐ نے حکم دیا تھا کہ مرتے دم تک صبر کرنا۔معاویہ نے کہا: پھر صبر کرتے رہو۔قیس نے کہا: اے معاویہ! تم مجھے شتران آبکش کا طعنہ دیتے ہو، انھیں اونٹوں نے اسلام کو استوار کیا اور تم اور تمھارے خاندان والے بجبر واکراہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔معاویہ نے کہا: تم تو اپنے خدمات کا احسان جتا رہے ہو؟ حالانکہ اسی اسلام کی وجہ سے تم صحابیت کے منصب پر فائز ہو اور معزز ہوئے۔قیس نے کہا: اے معاویہ! خدا نے محمدؐ کو رحمت عالم بنا کر بھیجا ہے، ان پر سب سے پہلے علیؑ ایمان لائے، ہر محاذ پر ان کی نصرت فرمائی، جب تک ان کے چچا ابو طالبؑ زندہ رہے محمدؐ قریش کی اذیت سے محفوظ رہے، مرتے وقت اپنے بیٹے علیؑ کو تاکید کر گئے کہ رسولؐ کی نصرت کرتے رہیں، انھوں نے ہر خطرناک محاذ پر رسولؐ کی محافظت کی، رسولؐ نے تمام فرزندان عبدالمطلب کے سامنے جن میں ابو طالبؑ وابولہب بھی تھے، دعوت اسلام پیش کی، جب کہ حضرت علیؑ خدمت رسولؐ میں تھے اور رسول خداؐ جناب ابو طالبؑ کی سرپرستی میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

رسولؐ نے علیؑ کے وعدۂ نصرت پر ان کو اپنا بھائی، وزیر اور ہر مومن کا ولی قرار دیا۔اسی طرح علیؑ کے فضائل گناتے ہوئے کہا: انہیں کے بھائی جعفر ذوالجناحین اور حمزہ سید الشہداء ہیں، فاطمہؑ سردار نساء جنت ہیں، تمام فضائل اسی خانوادہ میں سمٹے ہوئے ہیں۔

رسولؐ کی وفات کے بعد انصار میرے باپ کے پاس آئے اور بیعت کرنی چاہی، قریش کو سخت

ناگوار گزرا۔ انھوں نے دلیل میں علیؑ کی قرابت کو سپر بنایا۔ میری جان کی قسم! صرف علیؑ ہی خلافت کے مستحق تھے، علیؑ و اولاد علیؑ کے علاوہ دوسری کوئی بھی شخصیت خواہ انصار ہو، قریش ہو، عربی ہو، عجمی ہو، مستحق خلافت نہیں تھی۔ معاویہ غصے سے بولا: سعد کے بیٹے! یہ سب باتیں تمہیں کہاں سے معلوم ہوئیں، کس نے کہیں، کیا تمھارے باپ نے کہی ہیں؟ قیس نے جواب دیا: اس نے کہی ہے جو میرے باپ سے بھی افضل تھا۔ پوچھا: کون؟ جواب دیا: جس کے لئے ''قل کفیٰ باللہ '' کی آیت اتری۔ پوچھا: کون؟ جواب دیا: جس کے لئے آیت ''افمن کان علیٰ بیّنة من ربه ''اتری، جس کے لئے رسول نے غدیرخم میں فرمایا: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ ''جس کے لئے غزوۂ تبوک میں فرمایا: ''انت منی بمنزلة ھارون من موسیٰ ''۔(۱)

(اس مناظرے کے تمام نکات عظیم حفاظ و محدثین اپنی کتابوں میں نقل کر چکے ہیں)۔

قیس کا حلیہ

انسان کی شخصیت میں امتیازات جسمی کو بڑا دخل ہوتا ہے کیوں کہ پہلی نظر جسم ہی پر پڑتی ہے پھر اس کے بعد معنوی حیثیت دیکھی جاتی ہے۔ مثلاً قلب محکم، دلیری، دوراندیشی اور معاملہ فہمی وغیرہ۔

سردار انصار قیس نے تمام فضائل کو اپنے اندر سمیٹ لیا تھا۔ مثلاً علم، عمل، ہدایت، ورع، جزم وسداد، عقل ورائے، تدبر وذکاوت، امارت وحکومت، ریاست وسیاست، شجاعت وسخاوت، کرم وعدل وغیرہ.....

ارشاد دیلمی میں ہے کہ قیس طویل القامت اٹھارہ بالشت اور چوڑان پانچ بالشت تھی۔ امیر المومنینؑ کے بعد سخت ترین انسان تھے۔(۲) ابوالفرج کے مطابق دور کا بہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو پاؤں زمین پر خط دیتے جاتے۔(۳)

۱۔ کتاب سلیم بن قیس ہلالی (ج ۲ ص ۷۷۷ حدیث/۲۶)

۲۔ ارشاد القلوب ج/۲ ص/۳۲۵ (ص ۳۸۰)　　۳۔ مقاتل الطالبین (ص ۷۹)

رجال کشی میں ہے کہ رسولؐ کی خدمت میں دس افراد اولین زمانے میں ایسے ملحق ہوئے جو اپنی بالشت سے دس بالشت تھے۔ قیس اور ان کے باپ انھیں میں تھے۔ کتاب الغارات ابراہیم ثقفی میں ہے کہ قیس بلند ترین قد و قامت والے، چوڑی پیشانی والے اور تجربہ کار شجاع تھے۔ آخر دم تک علیؑ اور اولاد علیؑ کے ہمنوا رہے۔ (۱) ثعالبی کے مطابق ہر بلند تلوار کی مثال قیس کی تلوار سے دی جاتی تھی۔ (۲)

قیصر روم نے اپنے ملک کا بلند قامت پہلوان معاویہ کے پاس بھیجا۔ معاویہ نے اس کے مقابلے کے لئے قیس کے علاوہ دوسرے کو مناسب نہیں سمجھا، قیس نے اپنی تلوار اس رومی عجوبہ مرد کی طرف پھینکا۔ اس نے وہ تلوار پہنی تو سینے تک آکر رہ گئی۔ لوگ ہنسنے لگے اور مرد رومی شرمندہ ہو کر رہ گیا۔ اس سلسلے میں قیس کے اشعار بھی ہیں۔ (۳)

بادشاہ روم نے اپنے ملک سے دو آدمیوں کو معاویہ کے پاس بھیجا ایک قوی ترین اور دوسرا بلند قامت تھا، ان سے عربوں کا مقابلہ کرنا تھا، معاویہ نے مشورہ کیا تو ان دونوں کے لئے محمد حنفیہ اور عبداللہ بن زبیر کا نام پیش کیا گیا۔ معاویہ نے محمد حنفیہ کو طلب کر کے معاملہ سمجھایا۔ آپ نے رومی سے کہا: یا رتم بیٹھو اور اپنا ہاتھ مجھے دو یا میں بیٹھوں اور اپنا ہاتھ تمھیں دوں اور ہم یا تم دوسرے کو اپنی جگہ سے اٹھا دیں۔ اس نے کہا: آپ بیٹھئے۔ وہ اپنی طاقت پر ناکام رہا پھر محمد حنفیہ نے اسے اٹھا دیا، معاویہ اس مقابلے سے بہت مسرور ہوا، اس شکست کے بعد شاہ روم نے معاویہ کو وعدہ کی پابندی میں جو کچھ کہا تھا عمل کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلبیت رسولؐ اور شیعیان علیؑ ہر مشکل مرحلے میں اسلام کے کام آتے تھے۔

وفات قیس

واقدی، خلیفہ بن خیاط (۴)، خطیب بغدادی (۵) اور ابن کثیر (۶) نے تحریر کیا ہے کہ قیس نے معاویہ

۱۔ رجال کشی ص ۷۳ (ج ۱ ص ۳۲۷ نمبر ۱۷۷)
۲۔ ثمار القلوب ص ۴۸۰ (ص ۶۰۱ نمبر ۹۹۹)
۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۰۳ (ج ۸ ص ۱۰۹ حوادث ۵۹ھ)
۴۔ کتاب الطبقات (ص ۱۶۷ نمبر ۶۰۴)
۵۔ تاریخ بغدادی ج ۱ ص ۱۷۹
۶۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۰۲ (ج ۸ ص ۱۱۰ حوادث ۵۹ھ)

کی حکومت کے آخری زمانے میں مدینہ میں وفات پائی۔اس طرح آپ کی وفات ۶۰ھ یا ۵۹ھ متعین ہوتی ہے۔اسی وجہ سے ابن عبدالبر(۱) اور ابن اثیر(۲) انہیں دو سالوں میں مشکوک ومتردد ہیں۔ استیعاب میں ۶۰ھ یا ۵۹ھ لکھی گئی ہے اس کے برعکس اسد الغابہ میں ہے؛ ابن کثیر نے سال وفات ۵۹ھ لکھی ہے۔

ایک نادر قول بھی ہے جس پر توجہ دینا مناسب نہیں ہے۔ابن حبان کہتے ہیں کہ قیس معاویہ کے چنگل سے فرار ہو کر ۸۵ھ میں عبدالملک کی خلافت کے زمانے میں مرے۔(۳) اس قول کو اصابہ میں بھی نقل کیا گیا ہے۔(۴)

خانوادۂ قیس

صدر اسلام سے یہ خانوادہ ممتاز ترین تھا۔اور ہر عہد میں اپنی ہمہ جہتی صلاحیتوں سے آراستۂ زعامت وریاست ودانش اور ورع وتقویٰ میں معروف رہا۔ان میں ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم۔ ابوبکر محمد بن ابی نصر، ابن المطری، ابو احمد بن ابی نصر اور ابو العباس احمد بن محمد بن عبدالمعطی لائق ذکر ہیں۔(۵)

۱۔استیعاب (القسم الثالث ص ۱۲۹۰ نمبر ۲۱۳۴)

۲۔اسد الغابہ (ج ۴ ص ۴۲۶ نمبر ۴۳۴۸)

۳۔المنتظم (ج ۵ ص ۳۱۸ نمبر ۳۹۹)

۴۔الاصابۃ ج ۳ / ص ۲۴۹ /

۵۔ان سب کے حالات "الجواہر المضیئۃ" ص ۱۳ / (ج ۳ ص ۳۶) "المختار" "منتخب المختار" ص ۲۷ / ؛ بغیۃ الوعاۃ ص ۱۶۱ / (ج ۱ ص ۳۷۲) درر الکامنہ ج ۲ ص ۲۸۴ پر درج ہیں۔

عمرو بن عاص

معاویۃ الحال لا تجھل　　وعن سبل الحق لا تعدل

''اے معاویہ! (بھوکنے والی) اب نادانی میں حق کے راستوں سے انحراف مت کر، تو نے میری وہ مداخلت فراموش کر دی جب میں نے حقدار کو زیور پہنانے کے بجائے اس کا سر مونڈ دیا۔ وہ بزدل لوگ بدکتی گائے کی طرح تیزی سے بھاگ دوڑ مچائے ہوئے تھے۔ تو نے ان سے کہہ دیا تھا کہ فرض نمازیں تیرے وجود کے بغیر مقبول نہیں۔ پھر تو وہ لوگ نماز سے یوں لا پرواہ ہو گئے جیسے لڑائی میں بلند ہونے والا گرد وغبار۔

جب تو نے امام ہدایت کی نافرمانی کی، جس کے ساتھ بہادروں کی فوج تھی۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ منحوس گائیں ارباب تقویٰ واحتجاج کے مقابلے میں کھری اتر سکتی تھیں۔

لیکن میں نے کہا: ہاں! اٹھو، حالانکہ میری نظر میں یہ بہتر کے مقابلے میں کمزور کی جنگ تھی، میری ہی وجہ سے لوگوں نے سردار اوصیاء سے جنگ کی جب کہ میں نے لوگوں سے کہا کہ نعثل (ایک احمق یہودی... مراد عثمان) کا خون رائگاں نہ جائے۔ میں نے ان سے کہا کہ قرآن نیزوں پر بلند کرو۔

میں نے ہی انھیں سکھایا کہ اگر کوئی شیر نر مقابل ہو تو بچاؤ میں شرمگاہ عریاں کر دینی چاہیے، میں نے حیدر کرارؑ کے خلاف لوگوں کو ابھارا تو وہ بغاوت پر آمادہ ہوئے اور بھڑکتی جنگ سے ہاتھ روکا، تو نے میرا دومۃ الجندل کا برتاؤ بھی فراموش کر دیا، میں نے نرمی سے ابوموسیٰ اشعری کو لالچ دے کر اپنی طرف مائل کیا اور بات مقتل سے گفتگو کی طرف بڑھ گئی، میں نے حیدر کرارؑ سے خلافت یوں گھسیٹ لی جیسے پیروں سے جوتیاں اتار لی جائیں اور میں نے وہ جامۂ خلافت مایوسیوں کے بعد تجھے پہنا دیا۔ حیدر کرارؑ

سے یوں چھین لی جیسے انگلی سے انگوٹھی اتاری جائے، نہ تلوار چلانی پڑی نہ نیزہ......اگر میں نہ ہوتا تو یہ کام ہرگز مکمل نہ ہوتا۔ میں نے عراقی سپاہیوں کو جنوب سے شمال کی طرف کر دیا اور دنیا میں تیرے نام کا سکہ چلا دیا، جیسے محمل میں گدھا۔

اے جگر خوارہ کے بیٹے! میرے ساتھ تیری یہ نادانی بہت بڑی آزمائش ہے۔ اگر میں تیرا قوت بازو نہ ہوتا تو تیری اطاعت نہ کی جاتی، میں نہ ہوتا تو تجھے کوئی پوچھتا بھی نہیں، اگر میں نہ ہوتا تو تیری حالت گھر میں بیٹھی عورت کی طرح ہو جاتی۔

اے ہندہ کے بیٹے! میں نے تیری مدد کی، بلند مرتبہ ولایت مآب اور افضل کے برخلاف اور میں نے تجھے لوگوں کے سر چڑھا دیا اور خود کو نیچوں نیچ گرا دیا''۔

وکم قد سمعنا من المصطفیٰ — وصایا مخصصہ فی علی
وفی یوم خم رقیٰ منبراً — یبلّغ و الرکب لم یرحل
وفی کفّہ کفہ معلنا — ینادی بامر العزیز العلی
الست بکم منکم فی النفوس — باولیٰ فقالوا: بلیٰ فافعل
فانحلہ امرۃ المومنین — من اللہ مستخلف المنحل
وقال ،فمن کنت مولی لہ — فھذا لہ الیوم نعم الولی
فوالی موالیہ یا ذالجلا — ل وعاد معادی اخ المرسل
ولا تنقضوا العھد من عترتی — فقاطعھم بی لم یوصل
فبخبخ شیخک لما رأی — عریٰ عقد حیدر لم تحلل
فقال ولیکم فاحفظوہ — فمدخلہ فیکم مدخلی

''ہم نے کتنی ہی بار محمد مصطفیٰ سے علیؑ کے متعلق مخصوص اور غدیر خم کے دن تو کجاووں کے منبر پر اس طرح تبلیغ سنی کہ لوگ ابھی سواری کے جانوروں سے اترے بھی نہیں تھے، علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر علانیہ خدائے برتر کے حکم کا اعلان فرمایا: کیا تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ بااختیار نہیں ہوں؟ سب نے

بیک زبان کہا: ہاں! پھر آپ نے علیؑ کے امیرالمومنین ہونے کی نشاندہی فرماتے ہوئے خدا کی طرف سے اپنا جانشین نامزد کیا اور فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے آج سے یہ مولا ہیں اور بہترین مولا ہیں، اے خدائے ذوالجلال! اب جو اسے دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو رسولؐ کے بھائی کو دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ.....اور دیکھو! میری عترت سے بدعہدی نہ کرو، کیوں کہ وہ مجھ سے ناتہ توڑنے کے مترادف ہوگا، جو کبھی نہ جوڑا جا سکے گا.......اس وقت تمھارے بزرگ نے بخ بخ (مبارک سلامت) کہا، جب دیکھ لیا کہ یہ رشتۂ حیدر ناقابل شکست ہے۔ پھر فرمایا: اپنے ولی کی حفاظت کرو، تمھارے بارے میں ان کی مداخلت میری مداخلت ہے۔ اب تو تمہارے کرتوت (افعال) تمہیں سیدھے جہنم میں لے جائیں گے۔

ہمیں موقف حساب میں خون عثمان سے نجات کی بھی توقع نہیں۔

یقیناً کل قیامت میں علیؑ ہمارے حریف ہوں گے، خدا و رسولؐ ان کی تقویت فرمائیں گے۔ وہ ہمارے ان امور کی باز پرس کریں گے جو ہم سے انحراف حق کے سلسلے میں سرزد ہوئے اور ہم بارگاہ حق سے دھتکارے جائیں گے۔ پھر جس دن پردے اٹھ جائیں گے تو ہم کیا عذر کریں گے؟ اس دن تو تمہارا اور ہمارا ستیاناس ہوگا۔

اے ہندہ کے بیٹے! کیا تو نے جنت بیچ دی ہے اس عہد کے بدلے جس سے تو نے وفا نہ کیا۔ تو نے آخرت کو گھاٹے میں جھونک دیا ہے۔ وہاں تنکا بھی آسانی سے حاصل نہ ہوگا۔ لوگوں پر تیری حکمرانی جم گئی حالانکہ یہ اقتدار قطعی محال تھا۔ پھر تم نے ساجھے داری میں حکومت کا پرندہ شکار کر لیا تو اب پیاسے کو چشمے سے پہلی ہی بار ہنکانے لگے۔

گویا تم لیلۃ الہریر کا ہولناک موقع فراموش کر بیٹھے ہو، جب تم کو شیر نر گڑ رہا تھا اور تم یوں بھاگ رہے تھے جیسے شتر مرغ پیٹھ کرتا ہوا بھاگے۔ جس وقت تیوری چڑھائے ہوئے غصے میں شیر جھپٹا تو تم گمراہی کے لشکر سے دور ہو گئے تھے اور تمام بھلائیوں سے محروم تھے، تمھاری گردن پھنسی تھی، راہ چارہ مسدود تھی، کشادگی تلخ ہوگئی تھی، تم گڑگڑا رہے تھے۔

اے معاویہ! اس بہادر شیر سے جو غصے میں بھرا ہے بھاگنے کی راہ کہاں ہے؟ قریب تھا کہ تمھارے چکر میں مجھے بھی لپیٹ لیا جاتا کیوں کہ مرا دل بھی دغدغے میں تھا۔

جب تمھاری حکومت استوار ہوگئی، جو ہرگز نہ ہوتی تو تم نے میرے خلاف شاطرانہ چالیں شروع کردیں۔ پھر تو میں جلدی سے دامن کشاں ہوکر چلتا بنا کہ بات نشر نہ ہو، میں نے ڈھانک توپ کا رویہ اختیار کیا۔ جب کہ تمھارا خوف نا معقول بات تھی۔ شیر نر کے خوف سے تمھاری تو یہ حالت تھی کہ سارے جسم میں کپکپی تھی۔

جب تم سبھی کی حمایت سے مالک ہوگئے اور تمہارے ہاتھ میں ڈنڈا آ گیا تو میرے سوا دوسروں کو پہاڑوں جتنی بخشش کرنے لگے اور مجھے رائی برابر بھی نہیں دیا۔

تم نے مصر کو عبدالملک بن مروان کے حوالے کردیا۔ تم گمراہی سے کبھی باز نہ آؤ گے، تمہیں اگر ان کی لالچ ہے تو مضبوط ہاتھ سے بھی ''قطا'' نکل بھاگے گا۔ اگر تم نے اس کی واپسی کی فیاضی نہ دکھائی تو اس برائی کو بھی چاروں طرف مشتہر کردوں گا۔

ایسے اصیل گھوڑوں سے جو اونچی ناک والے ہوں گے۔ تیرے غرور کا تیا پانچہ ہو جائے گا اور پسر مردہ کی ماں بھی نیند سے چونک اٹھے گی، کیوں کہ تو مومنین کی امارات کا دعویدار ہے جب کہ تیری خلافت کا دعویٰ باطل ہے، اس میں تیرا ذرہ برابر بھی حصہ نہیں ہے اور نہ تیرے آباء واجداد کا شروع سے حصہ رہا۔ اگر تم دونوں کے درمیان کوئی نسبت یا تعلق تھا تو پھر تم میں تلوار کیوں چلی؟ کہاں زمین کا ذرہ اور کہاں آسمان کے تارے، کہاں معاویہ کہاں علی....؟؟ اگر تم اس بارے میں اپنے مقصد کو پا گئے تو یاد رکھنا کہ تیری گردن میں گھنگھرو لٹکا دوں گا''۔

شعری تتبع

یہ قصیدہ جلجلیہ کے نام سے معروف ہے جسے عمرو عاص نے معاویہ بن ابی سفیان کے نام جوابی خط میں تحریر کیا تھا۔ معاویہ نے عمرو سے مصر کا خراج اور حساب طلب کیا تھا کہ تم نے ابھی تک نہیں بھیجا ہے۔

اس قصیدہ کے دو نسخے مصر کے کتب خانہ میں موجود ہیں جسے وہاں کی مطبوعہ فہرست میں دیکھا جا سکتا ہے۔(۱) ابن ابی الحدید نے اس کے کچھ حصے شرح نہج البلاغہ میں نقل کر کے کہا ہے کہ یہ ٹکڑا یحییٰ بن علی خطیب تبریزی (مشہور امام لغت ونحو ابوزکریا) کے ہاتھوں کا لکھا ہے۔(۲)

اسحاقی نے لکھا ہے کہ معاویہ نے عمرو کو خط لکھا کہ یہ دوسرا خط تحریر کر رہا ہوں تم نے نہ خط کا جواب دیا اور نہ حساب بھیجا اب آخری بار لکھ رہا ہوں کہ بغیر تاخیر کے خراج مصر بھیج دو......والسلام۔(۳)

عمرو نے جواب میں متذکرہ قصیدہ جلجلیہ لکھ مارا (تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ سترہ اشعار درج ہیں)۔

شیخ محمد ازہری نے مغنی اللبیب کی شرح میں بحوالہ تاریخ اسحاقی نقل کیا ہے۔(۴) مناقب ابن شہر آشوب نے ان میں سے تیرہ اشعار نقل کئے ہیں۔(۵)

سید جزائری نے بیس اشعار نقل کئے ہیں۔(۶) زنوزنی نے ریاض الجنۃ روضۂ ثانیہ میں نقل کیا ہے اس تمام قصیدے کا مخمس عظیم قادرالکلام شاعر شیخ عباس زیوری بغدادی نے لکھا ہے، جو ان کے مخطوطہ دیوان میں موجود ہے، جس کو مکتبۂ مصر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

شاعر کے حالات

قریش سے منسوب ہونے کی وجہ سے اس کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی قرشی اس کی کنیت ابو محمد اور ابو عبداللہ تھی۔

عرب کے پانچ مکارترین لوگوں میں شمار تھا، جو فتنے اٹھا کر حالات اپنے حق میں کر لیتے تھے۔

۱۔ فہرست کتب ج ۴ ص ۳۱۴

۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۵۲۲ (ج ۱۰ ص ۵۶)

۳۔ لطائف اخبار الدول ص ۴۱ (ص ۶۱)

۴۔ مغنی اللبیب ج ۱ ص ۸۲

۵۔ مناقب بن شہر آشوب ج ۳ ص ۱۰۶ (ج ۳ ص ۲۱۶)

۶۔ انوار النعمانیہ ص ۴۳ (ج ۱ ص ۱۲۱)

تخریب کاری کی داستانیں کتابوں میں بھری پڑی ہیں ۔ یہ ان لوگوں میں تھا جو فسق و فجور کو برائی نہیں سمجھتے تھے ۔ ثبوت میں اس کی زندگی کے حالات ہیں ۔

نسب

اس کا باپ قرآن کی روشنی میں ابتر تھا، سورۂ کوثر کی آیت ﴿انّ شانئک هو الابتر﴾ بیشک تمھارا دشمن ہی مقطوع النسل ہے'' اس کے باپ ہی کے لئے نازل ہوئی تھی ۔ چنانچہ اکثر علماء و مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے ۔(۱) بعض تفسیروں میں ، عاص ، ابو جہل ، ابولہب اور عقبہ بن معیط کے درمیان اختلاف ہے ۔ چنانچہ تفسیر رازی میں ہے کہ یہ سبھی رسولؐ کی مذمت کرتے تھے ۔ عاص چونکہ زیادہ مذمت کرتا تھا اس لئے مفسرین نے اسی کا نام لیا ہے ۔

سلیم بن قیس ہلالی کہتے ہیں کہ یہ آیت خاص عمرو عاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیوں کہ جب رسولؐ کے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا تو اس نے کہا: محمدؐ ابتر ہو گئے ، اب ان کا جانشین نہیں ۔ (۲) اسی کا ذکر عمار یاسر اور عبد اللہ بن جعفر نے جنگ صفین میں کیا تھا ۔ اس طرح عمرو عاص ابتر اور ابتر کا بیٹا ہے ، اسی لئے حضرت علیؑ نے اس کو خط لکھتے ہوئے یوں تحریر کیا:

خدا کے بندے علیؑ امیر المومنین کی طرف سے ... ابتر اور فرزند ابتر عمرو عاص کی طرف جو آل محمدؐ کی برائی بیان کرتا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمرو عاص کا نسب کیا تھا ، اس سے جو بیٹا ، بیٹی منسوب ہو وہ نیک نہیں ہو سکتی ۔

اس پر طرّہ یہ کہ اس کی ماں لیلیٰ مکہ کی مشہور ترین زانیہ اور سستی فاحشہ تھی ، جب اس نے عمرو کو پیدا کیا تو پانچ آدمیوں نے اس پر دعویٰ کیا ، شباہت کی وجہ سے عاص کو تھوپ دیا گیا کیوں کہ وہ لیلیٰ کو زیادہ

۱۔ الطبقات الکبریٰ ج ۱/ ص ۱۱۵ (ج ۱ ص ۱۳۳)؛ ابن قتیبہ کی المعارف ص ۱۲۴ (ص ۲۸۵)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۷/ ص ۳۳۰ (ج ۱۳ ص ۴۹۳؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۹ ص ۲۳۲)

۲۔ کتاب سلیم بن قیس (ج ۲ ص ۷۳۷ حدیث ۲۲)

پیسے دیتا تھا۔ اس واقعہ کو اروی بنت حارث بن عبدالمطلب نے معاویہ کے دربار میں بیان کیا۔ جب معاویہ نے خوشامد میں کہا: خوش آمدید اے پھوپھی! کیا حال رہا تمھارا۔ انھوں نے کہا: ''بھتیجے! تم نے محسن کے ساتھ احسان فراموشی کا برتاؤ کیا، اپنے چچیرے بھائی کے ساتھ برا سلوک کیا، اپنے لئے انجانے نام کی شہرت دے لی، دوسروں کا حق مار لیا، تمہیں سبقت اسلامی بھی حاصل نہیں، ابن محمد کے انکار کی وجہ سے خدا نے تم سے خوشبختی چھین کر حق کو اس کے حقدار کی طرف واپس کر دیا۔ خدا کی بات بلند ہونا ہی تھی، ہمارے نبیؐ مخالفوں کی آرزو کے برخلاف کامران ہوئے۔ ہم اہل بیتؑ اپنے اعتبار سے انتہائی قدر و منزلت والے تھے۔ لیکن بعد وفات رسولؐ ہماری حالت وہی ہوگئی، جو قوم موسیٰ کی فرعونیوں کے یہاں ہوئی تھی۔ بیٹوں کو ذبح کرتے اور بیٹیوں کو چھوڑ دیتے۔ رسولؐ کے بعد علیؑ کی حیثیت وہی تھی، جو موسیٰ کے نزدیک ہارون کی تھی، جنہوں نے کہا تھا: ماں جائے! میری قوم نے مجھے کمزور کر دیا ہے اب وہ قتل کرنے پر آمادہ ہیں، رسولؐ کے بعد ہم نے کوئی آسائش نہیں دیکھی، ہماری دشواریاں بڑھتی گئیں۔ اب تو ہمارا انجام جنت اور تمہارا جہنم ہے''۔ عمرو نے کہا: او گمراہ بڈھی! بات کم کر، آنکھیں مت چمکا۔ اروی نے پوچھا: تو کون ہے تیری ماں نہ رہے؟ عمرو نے کہا: میرا نام عمرو عاص ہے۔ یہ سن کر اروی نے ڈپٹا: او حرام زادی نابغہ کے جنے! تو مجھ سے بات کرتا ہے، جبکہ تیری ماں مکہ کی سستی اجرت والی مشہور ترین فاحشہ تھی، اپنی حد میں رہنے کی کوشش کر، اپنی اوقات مت بھول جا۔ خدا کی قسم! تجھ میں قریش کا نہ تو حسب ہے نہ عقل و شرافت۔ تجھ پر قریش کے چھ آدمیوں نے دعویٰ کیا(۱)، جب تیری ماں سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: ان سبھی نے میرا بستر گرم کیا تھا، اب غور کرو جس سے اس کی شباہت ہو اس کے حوالے کر دو، تو عاص سے مشابہ ہونے کی وجہ سے اس کے حوالے کر دیا گیا۔ میں نے تیری ماں کو منیٰ میں ہر آوارہ مرد کے ساتھ گھومتے دیکھا ہے۔(۲)

۱۔ العقد الفرید (ج۱ص۲۲۵) اور روض المناظر (ج۱ص۲۲۹) میں پانچ کا ذکر ہے۔

۲۔ بلاغات النساء ص۲۷/(۴۳)؛ العقد الفرید ج۱/ص۱۶۴/(ج۱ص۲۲۵)؛ روض المناظر ج۸/ص۲/(ج۱ص۲۲۹ حوادث ۶۰ھ)؛ ثمرات الاوراق ج۱/ص۱۳۲/(ص۱۵۲)؛ فرید وجدی کی دائرۃ المعارف ج۱/ص۲۱۵/؛ جمہرۃ الخطب ج۲/ص۳۶۳/(ج۲ص۳۸۲ نمبر ۳۷۰)

دوسروں کے علاوہ امام حسنؑ نے بھی معاویہ کے سامنے یہی بات کہی تھی: ''عاص کے بیٹے تیرا معاملہ مشترک ہے، تیری ماں نے بدکاری کرا کے تجھے مجہول پیدا کیا، پھر قریش کے چار آدمیوں کے درمیان تیرے متعلق محاکمہ ہوا۔(۱) ان میں سب سے منچلا اور تیری ماں کا گہرا یار اور خبیث تھا تو اسی کے حوالے کر دیا گیا۔ پھر جب تیرے باپ نے محمدؐ کی مذمت کی تو خدا نے اس کے حق میں آیت ﴿ انّ شانئک هو الابتر﴾ نازل کی۔(۲)

ابومنذر ہشام کلبی نے ''مثالب العرب'' میں اس کی ماں کے یاروں میں عبدالرحمٰن ابن حکم، عتبہ اور عقبہ کے نام بھی لکھا ہے۔ یہ ان عورتوں میں سے تھی جن کی جاہل رسم کے مطابق شادی ہوئی تھی، اپنی کتاب میں فاحشہ عورتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کا بیٹوں کے ساتھ مکہ آنا اور آوارہ آدمیوں سے تعلق، ولادت کے بعد نزاع اور عاص کے حوالے کیا جانا درج کیا ہے۔ خود عمرو عاص کو اس کا اعتراف تھا۔ ثعلبی نے بھی اپنی کتاب میں اس واقعہ کو تفصیل سے درج کیا ہے۔

زمخشری کی ربیع الابرار میں ہے کہ عمرو کی ماں نابغہ، قبیلہ عنزہ کے ایک شخص کی کنیز تھی۔ قید ہوئی تو مکے میں عبداللہ بن جدعان نے اسے خرید لیا، وہ فاحشہ عورت تھی۔(۳) کلبی کے مطابق اس شخص کو ہزار درہم دینے کا اعلان تھا جو عمرو سے اس کی بدنام ماں کا حال پوچھ لے۔ یہ بات اس وقت کی ہے جب عمرو مصر کا گورنر تھا۔ ایک شخص اس کے پاس آیا اور پوچھا: ''میں جہاں پناہ کی مادر گرامی کے متعلق معلومات حاصل کرنے آیا ہوں''۔ عمرو نے جواب دیا: ''ہاں! وہ بنی جدعان کی طرف منسوب قبیلہ عنزہ کی عورت تھیں، ان کا نام لیلیٰ اور لقب نابغہ تھا۔ اب جاؤ جو انعام مقرر ہے لے لو''۔(۴)

سیرت حلبیہ کے مطابق زمانۂ جاہلیت میں نکاح بغایا اور نکاح جمع رائج تھا۔ نکاح بغایا یہ تھا کہ کچھ

۱۔ کلبی اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ ص ۲۰۱ پر پانچ آدمیوں کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۰۱ (ج ۶ ص ۲۹۱ خطبہ ۸۳)؛ تذکرۂ خواص الامۃ ص ۱۱۴ (ص ۲۰۱)

۳۔ ربیع الابرار (ج ۳ ص ۵۴۸ ج ۲ ص ۱۹)

۴۔ کامل مبرد (ج ۲ ص ۸۳)؛ ابن قتیبہ کی عیون الاخبار ج ۱ ص ۲۸۴؛ استیعاب (القسم الثالث ص ۱۱۸۴ نمبر ۱۹۳۱)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۰۰ (ج ۶ ص ۲۸۴)؛ جمہرۃ الخطب ج ۲ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۲۶، ۲۵ نمبر ۱۸ خطبہ ۸۳)

لوگ کسی فاحشہ عورت سے باری باری ہم بستر ہوتے، اگر حمل ٹھہرتا تو جس سے شباہت ہوتی، بچہ اس کو مل جاتا۔ نکاح جمع یہ تھا کہ دس سے کم افراد کسی پرچم والی فاحشہ عورت کے پاس جاتے، جب بچہ پیدا ہوتا تو یہ سب کو بلاتی اور کہتی کہ اے فلاں! یہ تمھارا بچہ ہے، اسے قبول کرو اور اسے قبول کرتے ہی بنتی، چاہے اس سے مشابہت ہوتی یا نہیں۔ احتمال یہ ہے کہ عمرو عاص نکاح جمع سے پیدا ہوا تھا، کیوں کہ چار افراد، عاص، ابولہب، امیہ اور ابوسفیان نے دعوی کیا کہ عمرو میرا بیٹا ہے۔ نابغہ نے عاص کے حوالے کر دیا، کیوں کہ وہ اس کا خرچ برداشت کرتا تھا اور ابوسفیان کنجوس تھا۔(۱)

اس کی وجہ سے عمرو عاص کی ہمیشہ ملامت کی گئی۔ حضرت علیؑ، عثمان، امام حسنؑ، عمار یاسر اور دوسرے صحابہ لتاڑتے رہے، تفصیل آگے آئے گی۔(۲)

عبداللہ بن جعفر اور عمرو

عمرو عاص نے عبداللہ بن جعفر کو معاویہ کے دربار میں حقارت سے پکارا: اے جعفر کے بیٹے! عبداللہ نے جواب دیا: تو نے مجھے جعفر کی طرف نسبت دی، نہ میں زنازادہ ہوں نہ ابتر ہوں۔ پھر دو شعروں میں اندھیروں کے نقیب سے کہا کہ تو نے ڈر کے مارے اسلام قبول کیا لیکن حقیقت میں کافر ہے، ثبوت یہ ہے کہ تو ہم اہلبیتؑ سے نفرت رکھتا ہے۔(۳)

عبداللہ بن ابوسفیان اور عمرو

عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث ہاشمی نے معاویہ سے ملنے کی اجازت طلب کی، وہاں عمرو بھی تھا، بولا: آپ ایسے کو اذن باریابی دے رہے ہیں، جو لہو ولعب میں مشغول رہتا ہے، گانے والوں کا رسیا ہے

۱۔ السیرۃ الحلبیہ ج۱ص۴۶ (ج۱ص۴۲)

۲۔ السیرۃ الحلبیہ ج۲ص۸۸۔۷۲ (ج۲ص۷۸،۷۶)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج۷ص۳۳۰ (ج۹ص۲۶ مختصر تاریخ ابن عساکر ج۲ص۷۸)

اور جہاد سے روگردان رہتا ہے، مسخرہ پن اور شوخی اس کا کام ہے۔ عبداللہ نے یہ سن کر جواب دیا: اے عمرو! یہ خصلت میری نہیں، تیری ہے۔ میں یاد خدا میں مشغول رہتا ہوں، ظلم کی تائید نہیں کرتا۔ مہالک سے بھاگتا نہیں، چغل خور نہیں ہوں، بلند نسب ہوں، میں حرامی نہیں جس پر کئی قریش نے دعویٰ کیا ہو، کاش! میں جانتا کہ تو کس نسب کے بل بوتے پر اشراف سے مقابلہ کر رہا ہے، کیا تجھے اسی نسب پر فخر ہے جس کا کچا چٹھا سب کو معلوم ہے ۔(۱)

عمرو کا اسلام

عمرو کی پوری زندگی کا تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ وہ واقعی مسلمان نہیں تھا۔ اس نے اپنے اسلام کا اظہار واقعہ حبشہ کے بعد کیا تھا تاکہ مادی فائدے بٹور سکے یا اسلامی ترقی کے ضرر سے محفوظ رہ سکے۔

عمرو بن عاص عمارہ بن ولید کے ساتھ قریش کا نمائندہ بن کر شاہ حبشہ کے پاس اس لئے گیا کہ جعفر اور ان کے رفقاء کو قریش کے حوالے کر دے، وہاں اس نے دیکھا کہ لوگ جعفر کی طرف مائل ہیں اور اسلام بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے، نجاشی کی گفتگو نے اس کا خیال ہی بدل دیا۔ اس نے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس قاصد رسول کو تمہارے حوالے کر دوں جو رسول مثیل موسیٰ ہیں اور جبرئیل ان پر نازل ہوتے ہیں۔ عمرو نے حیرت سے پوچھا: کیا ایسا ہی ہے؟ نجاشی نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم میری بات مان لو اور اس رسولؐ کی پیروی کرو جو بخدا برحق ہیں اور حتمی طور پر غلبہ پالیں گے جس طرح موسیٰؑ نے فرعونیوں پر غلبہ پالیا تھا۔(۲)

اسی واقعہ نے عمرو کو پیغمبرؐ کے قریب آنے پر آمادہ کیا۔ مختصر یہ کہ اس کی پوری زندگی ظاہری اسلام یا اپنے تحفظ یا ریشہ دوانیوں میں گزری۔ اس نے رسولؐ کی ستر شعروں میں مذمت کی اور ہر شعر کے بدلے رسولؐ نے اس پر لعنت کی۔ حضرت علیؑ نے اس کے متعلق شعر کہا ہے کہ: عمرو کب فاسقوں اور اسلامی

---

(۱) تاریخ ابن عساکر ج/۷ص/۴۳۸ (ج ۹ص ۳۶۷ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۲ص ۷۸): الاصابہ ج/۲ص/۳۲۰

(۲) سیرۂ ابن ہشام ج/۳ص/۳۱۹ (ج ۳ص ۲۸۹) اور دیگر کتب سیر و تاریخ

دشمنوں کی گود میں نہ رہا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی ماں کی طرح نہ ہو؟ حضرت کا خیال بالکل صحیح ہے''۔

آپ کا ارشاد ہے: اس خدا کی قسم جس نے دانہ شگافتہ کیا اور مخلوقات کو پیدا کیا! اس نے صرف ظاہری اسلام قبول کیا ہے اور اپنا کفر چھپایا ہے تاکہ جب اپنے دوستوں سے ملے تو اصل کفر ظاہر کرسکے۔(۱)

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ میرے استاد ابوالقاسم بلخی نے معاویہ وعمرو کی گفتگو نقل کی ہے۔ معاویہ نے کہا: ''اے ابوعبداللہ! لوگوں کا یہ کہنا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ تم نے مادی فائدوں کے لئے اسلام قبول کیا ہے''۔ عمرو نے جواب دیا: ''اب اسے جانے بھی دیجئے''۔

ہمارے استاد کہتے ہیں کہ یہ جملہ واضح اشارہ ہے کہ عمرو ملحد وکافر تھا ''اس بات کو جانے دیجئے'' کا مطلب یہ ہے کہ اسے قیامت کا یقین نہ تھا، معاویہ بھی اسی کی طرح تھا۔(۲)

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ میں نے عمرو کے حکیمانہ کلام اس لئے نقل کئے ہیں کہ کسی خوبی کو ضائع نہ کرنا چاہئے۔ چاہے وہ شخص کتنا ہی ناپسندیدہ ہو۔(۳)

رجاء محض کا اولین عقیدہ عمرو اور معاویہ ہی نے ایجاد کیا، ان دونوں کا خیال تھا کہ اسلام قبول کرلینے کے بعد کیسا ہی پاپ کیا جائے، بہرحال مغفرت ہوجائے گی۔ کیوں کہ خدا کا ارشاد ہے کہ ''انّ اللہ لیغفر الذنوب جمیعاً'' بےشک خدا تمام گناہ معاف کردیگا۔(۴)

معاویہ فاسق وبے دین تھا۔ اسی طرح اس کی فوج کے تمام افراد فاسق وبے دین تھے۔

رسول خداؐ کا ارشاد

زید بن ارقم معاویہ سے ملنے گئے، دیکھا کہ وہاں معاویہ وعمرو عاص ایک جگہ تخت پر بیٹھے ہیں۔

۱۔تذکرۃ الخواص ص/۵۶(۹۷) اور سیرۂ حلبیہ (ج۳ص۲۰) وغیرہ

۲۔شرح ابن ابی الحدید ج/۱ص/۱۳۷ (ج۲ص۶۵ خطبہ/۲۶؛ ج۶ص۳۲۱، ۳۲۵ خطبہ/۸۳؛ ج۷ص۵۸ خطبہ/۹۲)

۳۔شرح ابن ابی الحدید ج/۲ص/۱۱۳ ۴۔شرح ابن ابی الحدید ج/۲ص/۱۱۴

زید ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ عمرو عاص دہاڑے: دوسری جگہ نہیں تھی کہ یہاں بیٹھ کر امیر المومنین سے میری قربت ختم کر دی؟ زید نے کہا: رسول خداؐ جنگ تبوک میں تشریف لے گئے، تم بھی اس میں شریک تھے۔ جب رسول خداؐ نے تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھا تو آنحضرت نے تم پر خشم آلود نگاہ ڈالی ،دوسرے دن بھی تمہیں گھورا، تیسرے دن فرمایا کہ جب تم معاویہ وعمرو عاص کو ایک جگہ دیکھو تو دونوں میں جدائی ڈال دو، کیوں کہ یہ دونوں کبھی خیر پر مجتمع نہ ہوں گے۔(۱)

امیر المومنینؑ کا ارشاد

ابوحیان توحیدی لکھتے ہیں کہ عمرو نے حضرت علیؑ کے متعلق فرمایا کہ ان میں شوخی ومزاح بہت ہے، جب یہ خبر حضرت کو پہونچی تو فرمایا: فرزند نابغہ مجھے شوخ ویادہ گو کہتا ہے، یہ نسبت میری طرف قطعی درست نہیں ہے مجھے تو یاد آخرت، بے ہودگیوں سے باز رکھتی ہے۔ یاد آخرت انسان کو بہترین صفات سے آراستہ کرتی ہے جھوٹ بولنا بری بات ہے۔ عمرو جب بھی وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے، زمانہ ہی اس کی اصلاح کرے گا ،اس کی سب سے بڑی مکاری یہ ہے کہ اپنی شرمگاہ جھٹ سے ظاہر کر دیتا ہے۔(۲)

جب شامیوں نے قرآن نیزوں پر بلند کیا تو فرمایا:

''خدا کے بندو! میں سب سے زیادہ قرآن پر عامل ہوں لیکن معاویہ، عمرو عاص ،ابن ابی معیط، حبیب بن مسلمہ اور ابن ابی سرح نہ تو اہل دیانت میں سے ہیں اور نہ قرآن مانتے ہیں۔ میں انہیں تم سے زیادہ پہچانتا ہوں۔ بچپن سے ان کے ساتھ رہا ہوں اور آج بھی دیکھ رہا ہوں، ان کا بچپن بدترین تھا۔ ان کی بات حق ہے لیکن ان کا ارادہ باطل ہے، بغیر معرفت کے قرآن بلند کیا ہے صرف مکر وحیلہ کر رہے ہیں، عمل نہیں کریں گے''۔(۳)

۱۔ صفین'' ص/۱۱۳ (ص ۲۱۸)؛ العقد الفرید ج/۲ ص/۲۹۰ (ج ۴ ص ۱۴۵)

۲۔ الامتاع والموانسۃ ج/۳ ص/۱۸۳۔ شیخ طوسیؒ نے اپنی امالی ص/۸۲ (ص ۱۳۱ حدیث ۲۰۸۰) پر حافظ ابن عقدہ کے طریق سے اس کی روایت کی ہے نیز ملاحظہ کیجئے؛ عیون الاخبار ج/۱ ص/۱۶۴؛ العقد الفرید ج/۲ ص/۲۸۷ (ج ۴ ص ۱۴۱)

۳۔ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۲۶۴ (ص ۴۸۹)

مسعودی کہتا ہے کہ قبیلہ بکر بن وائل کا ایک ضعیف العمر مجاہد یوسف بن ارقم بن عوف کا بیان ہے کہ میں صفین میں حضرت علیؑ کی فوج میں تھا، عمرو عاص اپنے نیزے میں چوکور سیاہ جھنڈے لگائے ہوئے تھا۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ رسول خداؐ نے یہ جھنڈا عمرو کے حوالے کیا تھا۔ حضرت نے فرمایا: جانتے ہو، اس کا کیا واقعہ ہے؟ رسول خداؐ نے اس پرچم کو بلند کر کے فرمایا کہ اس کی شرطوں کے ساتھ کون لے گا؟ عمرو نے شرائط پوچھے تو فرمایا:

اسے لے کر مسلمانوں سے جنگ نہ کرے، عمرو نے اس کو لے لیا لیکن خدا کی قسم! آج یہ مسلمانوں سے جنگ کر رہا ہے، خدا کی قسم! انھوں نے ظاہری طور سے اسلام قبول کیا ہے۔ اپنا کفر چھپائے رہے لیکن جب مددگار مل گئے تو اپنا کفر ظاہر کر دیا، یہ نماز کو صرف بصورت ظاہر پڑھتے ہیں۔(۱)

حضرت علیؑ کا خط عمرو عاص کے نام

''یہ خط بندۂ خدا علیؑ امیر المومنین کی طرف سے، ابتر فرزند ابتر عمرو بن عاص بن وائل کی طرف، جس نے محمدؐ و آل محمدؐ سے عناد کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، ہدایت قبول کرنے والے پر سلام!

امابعد: تو نے اپنی مردانگی ایک فاسق کے حوالے کر دی ہے۔ وہ شرفاء کی اہانت کرتا ہے، حلیم افراد اس سے وابستہ ہونے کی وجہ سے احمق مشہور کئے جاتے ہیں۔ تیرا دل اس کا مطیع ہے، اس کی پیروی سے تیرا دین چھن گیا۔ اسلام، دنیا، آخرت، سبھی تباہی کے گھاٹ لگ گئے، خدا تیری کمینگی کو ازل ہی سے جانتا تھا تو معاویہ کے پیچھے کتے کی طرح یوں لگا ہے جیسے شیر کے پیچھے بھیڑیا کہ اس کا بچا کچا کھا سکے۔ اگر تو حق پر عمل کرتا تو مطلب پالیتا، اگر خدا نے مجھے تجھ پر اور فرزند جگر خوارہ پر قابو دیدیا تو تمھیں ان قریش کے ظالموں کے پاس پہونچادوں گا، جنھیں زمانہ رسولؐ میں خدا نے ہلاک کیا تھا۔ اگر تم میرے بعد زندہ رہ گئے تو خدا انتقام لینے کے لئے کافی ہے''۔

۱۔ کتاب صفین ابن مزاحم ص ۱۱۰ (ص ۲۱۵)

ایک نکتہ

ابن ابی الحدید نے یہ خط نصر بن مزاحم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(۱) موجودہ کتاب صفین میں یہ خط نہیں ہے۔ ارباب نظر سمجھ سکتے ہیں کہ موجودہ کتاب صفین مکمل نہیں ہے بلکہ تلخیص ہے۔ موجودہ کتاب سے وہ کافی ضخیم تھی۔ حضرت کا ایک دوسرا خط بھی اس کی دین فروشی پر سرزنش کے لئے ہے مضمون تقریباً یہی ہے۔(۲)

بعد تحکیم خطبۂ امیر المومنینؑ

جب خوارج نے بغاوت کی اور ابوموسیٰ اشعری مکہ بھاگ گیا تو علیؑ نے بصرہ کا گورنر ابن عباس کو بنایا۔ آنحضرت نے کوفے میں اس موقع پر خطبہ فرماتے ہوئے حمد خدا اور نعت رسولؐ کے بعد فرمایا: ''تجربہ کار کی نصیحت ٹھکرانے سے ندامت ہوتی ہے۔ اگر تم میری اطاعت کرتے تو یہ صورتحال نہ پیدا ہوتی، سمجھ لو کہ یہ دونوں (عمرو اور ابوموسیٰ) حکم تھے لیکن قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔ ان کا فیصلہ خواہشات پر مبنی تھا۔ لہٰذا دونوں میں اختلاف ہوا اور صحیح فیصلہ نہ ہو سکا، سبھی ناخوش ہو گئے اب یہ دونوں شام جا رہے ہیں''۔(۳)

عمرو عاص کے متعلق حضرت کے ارشادات بہت زیادہ ہیں، اختصار کے خیال سے آخری ارشاد نقل کیا جا رہا ہے: ''نابغہ کا بیٹا، دشمن خدا اور دشمنان خدا کا دوست، مصر کا حاکم ہو گیا، خبیث ظالموں نے مصر فتح کر لیا، ان دو دلوں نے مخلوقات کو حق سے روک دیا ہے اور کجروی و انحراف کی تبلیغ و اشاعت کر رہے ہیں''۔(۴)

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج۴ص/۶۱ (ج۱۶ص۱۶۳ نامہ ۳۹)   ۲۔ نہج البلاغہ ج۲ص/۶۴ (ص۴۱۱ نامہ ۳۹)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص/۱۱۹ (ج۱ص۱۲۳)؛ تاریخ طبری ج۶ص/۴۵ (ج۵ص۷۷ حوادث ۳۷ھ)؛ مروج الذہب ج۲ص/۳۵ (ج۲ص۴۲۱)؛ نہج البلاغہ ج۱ص/۴۴ (ص۷۹ خطبہ ۳۵)؛ تاریخ کامل ج۳ص/۱۴۶ (ج۲ص۴۰۰ حوادث ۳۷ھ)؛ البدایۃ والنہایہ ج۷ص۲۸۶ (ج۷ص۳۱۷ حوادث ۳۷ھ)

۴۔ تاریخ طبری ج۶ص/۶۲۔۶۱ (ج۵ص۱۰۷، ۱۰۸ حوادث ۳۸ھ)

قنوت میں امیر المومنینؑ نے عمرو پر متواتر لعنت کی

جنگ صفین کے بعد حضرت علیؑ اپنے قنوت میں معاویہ پر لعنت کیا کرتے تھے۔ کوفے والے بھی آپ کی پیروی میں لعنت پڑھتے تھے۔ معاویہ کا بھی یہی حال اور شام والے اس کی پیروی کرتے تھے۔ طبری میں قنوت کے یہ الفاظ ہیں

"اللّھم العن معاویہ وعمراً وابا الاعور اسلمی ،وحبیباً وعبدالرحمن بن خالد والضحاک بن قیس والولید"

جب معاویہ کو اس کی خبر ملی تو اس نے بھی قنوت میں علیؑ ،ابن عباس ، مالک اشتر اور حسنؑ وحسینؑ پر لعنت پڑھنی شروع کر دی۔ (۱)

نصر بن مزاحم نے بھی اس روایت کو تھوڑے اختلاف کے ساتھ یوں نقل کیا ہے: حضرت علیؑ نماز صبح ومغرب کے اختتام پر فرماتے تھے: **اللھم اللعن معاویہ و عمراً** ... لیکن اس میں اشتر کے بجائے قیس بن عبادہ کا تذکرہ ہے۔ (۲)

ابن حزم نے لکھا ہے کہ علیؑ ومعاویہ واجبی وسنتی نمازوں کے قنوت میں ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے تھے۔ (۳) کتاب الخصائص میں اس قدر اضافہ ہے کہ یہ رسم عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک جاری رہی ،اس نے یہ رسم بند کی۔ (۴)

عائشہ کی لعنت عمرو پر

محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر عائشہ کو معلوم ہوئی تو بہت بیقرار ہوئیں اور ہر قنوت میں معاویہ و

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۴۰ (ج ۶ ص ۴۰ وقائع ۳۷ھ)

۲۔ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۳۰۲ (ص ۵۵۲)

۳۔ کتاب المحلیٰ (ج ۴ ص ۱۴۵)

۴۔ خصائص دطواط ص ۳۳۰ (ص ۳۳۴)

عمرو عاص پر لعنت کرنا اپنا شعار بنالیا۔(۳)

امام حسنؑ اور عمرو عاص

زبیر بن بکار کتاب ''المفاخرات'' میں روایت کرتا ہے:

معاویہ کے پاس عمرو عاص، ولید بن عقبہ، عتبہ بن ابی سفیان اور مغیرہ بن شعبہ بیٹھے تھے۔ امام حسنؑ کی کچھ تلخ و تند باتیں انہیں معلوم ہوئی تھیں۔ امام حسنؑ کو بھی ان کا طعن و تشنیع معلوم ہوا تھا۔ ان سب نے معاویہ سے کہا کہ اے امیر المومنین! ذرا دیکھئے تو امام حسنؑ نے کس طرح سے اپنے باپ کا نام روشن کیا ہے کہ تمام مسلمان ان کی تصدیق کرتے ہیں اور پیروی کرتے ہیں، وہ بلند مرتبہ مشہور ہو گئے ہیں۔ ہم لوگ ان کی کچھ تشویشناک باتیں سن رہے ہیں، معاویہ نے کہا کہ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

سب نے کہا کہ ان کو یہاں بلایئے تا کہ ان کے سامنے ان کے باپ کو گالی دی جائے۔ ان سے کہا جائے کہ تمہارے باپ نے عثمان کو قتل کیا اور ان سے اقرار لیا جائے۔ آپ کے سامنے انہیں بولنے کی جرأت نہیں ہوگی۔

معاویہ نے کہا کہ ایسا نہ کرو، خدا کی قسم! ان کے پاس میں بیٹھتا ہوں تو ان کا رعب مجھ پر طاری ہو جاتا ہے۔ سب نے اصرار کیا کہ کچھ بھی ہو آپ انہیں بلایئے۔

معاویہ نے کہا کہ اگر وہ یہاں آئے تو میں انصاف کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔

عمرو عاص نے کہا کہ آپ کو ڈر ہے کہ ان کا باطل ہمارے حق پر غالب آجائے گا یا ان کی بات ہماری بات پر برتری حاصل کرلے گی؟

معاویہ نے کہا کہ اگر تم میری مرضی کے خلاف انہیں بلانا ہی چاہتے ہو تو بات چیت میں ان سے جھگڑنا نہیں۔ اچھی طرح سے سمجھ لو کہ وہ جس خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں ان پر عیب نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ طبری ج/۶ ص/۶۰ (ج ۵ ص ۱۰۵ حوادث ۳۸ھ)؛ کامل ابن اثیر ج/۳ ص/۱۵۵ (ج ۲ ص ۴۱۳ حوادث ۳۸ھ)؛ ابن ابی الحدید ج/۲ ص/۳۳ (ج ۶ ص ۸۸ خطبہ ۶۷)؛ البدایۃ والنہایۃ ج/۷ ص/۳۱۴ (ج ۷ ص ۳۴۹ حوادث ۳۸)

تم لوگ انہیں الزام دینا کہ تمھارے باپ خلفاء ثلاثہ کی مخالفت کرتے تھے اور انہوں نے عثمان کو قتل کرایا اس کے بعد معاویہ نے امام حسنؑ کے پاس آدمی بھیجا۔ امام حسنؑ نے پوچھا: وہاں معاویہ کے پاس کون کون ہے؟ قاصد نے نام لیا، فرمایا: ان سب پر آسمان پھٹ پڑے، عذاب الٰہی نازل ہو، آخر مقصد کیا ہے؟ پھر غلام سے لباس طلب کیا اور یہ دعا پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے: خدایا! میں ان کی برائیوں اور ریشہ دوانیوں سے تیری ہی پناہ کا طلبگار ہوں، تیری بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ انہیں ذلت وخواری کا مزہ چکھا، تو نے ہر زمان و مکان میں اپنی قدرت سے میری نصرت فرمائی ہے، خدایا! سب سے زیادہ تیری ہی مہربانیاں میرے شامل حال رہی ہے۔

بزم معاویہ میں پہنچے تو پہلے عمرو عاص نے جی بھر کے علیؑ کو گالیاں دیں اور کہا کہ علیؑ نے ابوبکر کو گالیاں دیں اور ان کی خلافت سے خوش نہیں تھے۔ وہ عمرو عثمان کے قتل میں شریک تھے اور پھر خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ آئیں بائیں شائیں بکتے ہوئے کہا کہ تم فرزندان عبدالمطلب خلفاء کے قتل کے بعد بادشاہی کے قابل کہاں رہے۔ اقتدار کے اتنے حریص ہو کہ ہر گھٹیا حرکت پر آمادہ ہو جاتے ہو۔

پھر امام حسنؑ سے کہا: تم حماقت میں ہوس اقتدار لئے بیٹھے ہو۔ اپنی حرکتوں سے ہنسی اڑواتے ہو۔ اصل میں یہ سب نتیجہ ہے تمہارے باپ کے کرتوتوں کا۔ غرض ہم نے اس لئے بلایا ہے کہ تمہارے باپ کو گالیاں دیں، اپنی حرکتوں سے اکیلے رہ گئے ہو۔ خدا نے ان سے تو نجات دی لیکن تم ہمارے قبضے میں ہو ہم چاہیں تو تمہیں قتل کر دیں۔ نہ کوئی گناہ ہوگا نہ لوگ مذمت کریں گے۔ کیا تم ہمیں جھٹلا سکتے ہو۔ سمجھ لو کہ تمہارے باپ ظالم تھے۔

امام حسن علیہ السلام نے جواب میں حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: ''تو نے جنگوں میں رسولؐ سے جنگ کی، مکہ میں رسول خداؐ کی ہجو کر کے انہیں اذیت دی۔ رسولؐ کے خلاف تو نے تمام مکاریاں کی اور انہیں جھٹلایا، تکذیب وعناد میں تو سب سے بڑھا ہوا تھا، تو حبشہ بھی پہنچ گیا تھا تا کہ جعفر اور ان کے ساتھیوں کو قابو میں کر کے اہل مکہ کے حوالے کر سکے، لیکن نجاشی کے یہاں تیرا وار خالی گیا۔ خدا نے تجھے ناامید واپس کیا۔

تو نے اپنے ساتھی عمارہ بن ولید کے ساتھ حسد اور دھوکہ کیا۔ نجاشی کے سامنے اس کی چغلی کی لیکن خدا نے تجھے اور تیرے ساتھی کو رسوا کیا۔ اس طرح تو جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں بنی ہاشم کا سخت ترین دشمن رہا...''۔

پھر فرمایا: ''تو بہتر جانتا ہے اور یہ سب بھی جانتے ہیں کہ تو نے رسولؐ کی مذمت میں ستر شعر کہے۔ رسول خداؐ نے جواب دیا کہ شعر کہنا میرے لئے مناسب نہیں، میں ہر شعر کے بدلے اس پر ہزار لعنت بھیجتا ہوں، اس طرح تجھ پر رسول خداؐ کی لعنت شمار سے باہر ہے''۔ (۱)

تو نے جو کچھ عثمان کے بارے میں کہا سب غلط ہے، یہ آگ تو نے ہی بھڑکائی تھی جب شعلے بھڑک اٹھے تو تو فلسطین بھاگ گیا۔ وہ قتل ہو گئے تو تو نے کہا:

یہ ابو عبداللہ کا کینہ تھا جب زخم کریدتا ہوں تو خونم خون کر دیتا ہوں۔ پھر خود کو معاویہ کی گود میں ڈال کر اپنا دامن بچا لیا اور اپنا دین دنیا کے بدلے بیچ دیا، پھر سمجھ لے میری ملامت، نفرت یا محبت کی بنا پر نہیں۔ تو نے زندگی میں عثمان کی کوئی مدد نہ کی، ان کے قتل کے بعد قاتلوں پر غضبناک بھی نہ ہوئے۔ عمرو عاص... کیا تجھے شرم نہیں آتی؟ کیا تو نے مکے سے حبشہ کی جانب روانہ ہونے سے قبل یہ اشعار نہیں کہے تھے:

''میری بیٹی پوچھتی ہے یہ سفر کیسا ہے؟ حالانکہ یہ سفر میرے لئے اجنبی نہیں، میں نے کہا: اس لئے جا رہا ہوں کہ نجاشی کے یہاں جعفر پر قابو پا سکوں، وہاں ان پر اتنے الزام لگاؤں گا کہ ان کا فخر ذلت میں بدل جائے گا۔ میں احمدؐ کی مذمت کرنے میں سب سے آگے ہوں اس کا بدلہ مجھے عتبہ دے گا، میں بنی ہاشم کی مذمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کروں گا''۔ (۲)

۱۔ محقق عبدالعزیز طباطبائی نے حاشیۂ کتاب پر اس واقعہ کو دوسرے الفاظ میں درج ذیل کتابوں سے نقل کیا ہے: طبقات ابن سعد حالات امام حسن نمبر ۱۳۶؛ معجم کبیر طبرانی حالات امام حسن ج ۳ ص ۲۷ حدیث ۲۶۹۸، ۲۶۹۹؛ تاریخ ابن عساکر حالات ابو اعور سلمی؛ تاریخ اسلام ذہبی حالات امام حسن ج ۴ ص ۳۹؛ مجمع الزوائد ج ا ص ۱۱۳ ج ۹ ص ۸۷؛

۲۔ تذکرۂ سبط ابن جوزی ص ۱۱۴ (۲۰۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۶ ص ۲۹۱ خطبہ ۸۳)؛ جمہرۃ الخطب ج ۲ ص ۱۲ (ج ۲ ص ۲۷ نمبر ۱۸)

امام حسنؑ کے جواب میں کچھ توضیح طلب باتیں:

ا۔آپ نے عمرو سے فرمایا کہ تو جعفر کو مکہ واپس لانے گیا تھا۔ یہ اشارہ ہے عمرو عاص کے دوسرے شعر کی طرف۔لگ بھگ ۸۲ مرد اور ۱۸ عورتیں حبشہ ہجرت کر گئی تھیں، ان میں جعفر بن ابی طالبؑ بھی تھے جب قریش کو معلوم ہوا تو کچھ تحائف کے ساتھ عمرو عاص اور عمارہ کو نجاشی بادشاہ کے پاس بھیجا لیکن ان کی امیدوں کے خلاف نجاشی نے مسلمانوں کی طرفداری کی۔

۲۔عمارہ کے ساتھ چغلی اور دھوکے کا واقعہ یہ ہے کہ جب عمرو اور عمارہ کشتی پر سوار ہوئے تو عمارہ چونکہ جاذب نظر اور خوبصورت تھا۔اس لئے عورتیں اس کی طرف مائل ہو جاتی تھیں۔ایک رات دونوں نے شراب پی اور عمارہ نے عمرو کی بیوی سے کہا کہ میرا بوسہ لو، عمرو نے اجازت دے دی۔لیکن پھر عمارہ اس سے ہم بستر بھی ہونا چاہتا تھا۔عمرو نے منع کر دیا۔عمارہ کو سخت غصہ آیا، وہ موقع کی تاک میں تھا۔ایک بار عمرو کشتی کے کنارے پیشاب کر رہا تھا، عمارہ نے سمندر میں ڈھکیل دیا، عمرو تیرتا ہوا نکل آیا اور دل میں کینہ رکھ لیا۔جب حبشہ پہونچے تو جاذبیت کی وجہ سے عمارہ نے نجاشی کی زوجہ سے ربط پیدا کر لیا۔روز اس کے بستر پر سوتا اور عمرو سے ڈینگیں مارتا۔عمرو نے کہا: ثبوت کے بغیر نہیں مانوں گا۔عمارہ نے عطر کی شیشی دکھائی، عمرو نے سارا ماجرا نجاشی سے کہہ دیا اور شیشی دکھا دی۔نجاشی نے حکم دیا کہ برہنہ کر کے عمارہ کے آلۂ تناسل کو مسلیں۔اس رسوائی کے ساتھ اسے وہاں سے فرار ہوتے ہی بنی۔(۱)

ابن عباس کا خط عمرو کے نام

ابن عباس نے عمرو کے ایک خط کے جواب میں اس طرح تحریر فرمایا:

امابعد! میں نے عربوں میں تجھ سے بڑا بے حیا نہیں دیکھا، معاویہ نے تجھے خواہشات کی پیروی میں الجھایا اور تو نے چند کھوٹے سکوں میں اپنا دین بیچ دیا۔پھر اقتدار کی للک نے مردم فریبی کا چکر

ا۔عیون الاخبار ابن قتیبہ ج۱ص۷۳؛ آغانی ج۹ص۵۶ (ج۹ص۶۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۱۰۷ (ج۶ص۳۰۴ خطبہ۸۳)؛ قصص العرب ج۱ص۸۹ (ج۱ص۹۸ نمبر۳۵)

چلایا، کامیابی نہ ملی، تو پارسا بن کر جنگ بھڑکا رہے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو حکومت مصر چھوڑ دو کیوں کہ یہ جنگ تم ہی نے بھڑکائی ہے۔ معاویہ، علیؑ کے مثل کہاں؟ علیؑ نے حق کے لئے جنگ شروع کی، معاویہ نے ناحق جنگ کی اور اب خونریزی کا اسراف کر رہا ہے۔ اہل عراق شامیوں کی طرح نہیں۔ انھوں نے بہترین مخلوقات کی بیعت کی ہے، اور شامیوں نے بدترین خلق کی، تو اور میں بھی اس سلسلے میں برابر نہیں، میرا مقصد خوشنودئ خدا کا حصول تھا لیکن تو حکومت مصر حاصل کرنا چاہتا تھا...''۔

پھر فضل بن عباس کو بلا کر کہا: اے بھائی! عمرو کے جواب میں اشعار کہو، چنانچہ فضل نے یہ اشعار کہے:

''اے عمرو! تیرے حیلوں کا صرف یہی علاج ہے کہ مسلسل تیرے نزخروں پر ضرب لگائی جائے تاکہ غرور کا خاتمہ ہو سکے، علیؑ کو خدا نے برتری عطا کی ہے، تم جنگ سے باز آجاؤ تو ہم بھی ہاتھ کھینچ لیں گے۔(۱)

ابن عباس اور عمرو

ایک دن راستہ میں عمرو کی ابن عباس سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ عمرو نے جل بھن کر کہا: ابن عباس! جب بھی مجھے دیکھتے ہو ناپسندیدہ ہی نظر سے دیکھتے ہو جیسے تمہاری آنکھوں میں زخم ہو۔ لیکن جب لوگوں کے سامنے ہوتے ہو تو نادانی، کمزوری اور وسواس ظاہر کرنے لگتے ہو۔ ابن عباس نے جواب دیا: کیوں کہ تم دوغلے ہو، قریش نیک شعار ہیں، باطل و جہالت سے پرہیز کرتے ہیں، حق پہچاننے کے بعد چھپاتے نہیں، معنوی بزرگی بھی ہے۔ تم قریش سے کہاں ہو، تم تو دو بستروں سے پیدا ہوئے ہو۔ بنی ہاشم، بنی عبدالشمس کوئی بھی تمھیں اپنانے پر آمادہ نہیں۔ تم تو گمراہ، حرامی اور گمراہ کرنے والے ہو، معاویہ نے حکومت دیدی تو تم پھولنے لگے۔ عمرو نے کہا: میں جب بھی تمھیں دیکھتا ہوں خوش ہوتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا:

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱/ص۹۵ (ج۱ص۹۹)؛ کتاب صفین ص۲۱۹/ (ص۳۱۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲/ص۲۸۸ (ج۸ص ۶۴ خطبہ۱۲۴)؛ وقعۃ صفین ابن مزاحم ص۳۰۰ (ص۵۵۰)

میں حق کی طرف مائل اور حق کا پرستار ہوں۔(۱)

عبداللہ بن جعفر، معاویہ کی مجلس میں وارد ہوئے۔وہاں ابن عباس اور عمرو عاص بھی موجود تھے۔ عبداللہ کو آتے دیکھ کر عمرو نے طعن وتشنیع شروع کر دی۔ابن عباس نے اسے آڑے ہاتھوں لیا خدا کی قسم تم جھوٹے ہو، یہ تو ذکر خدا، نعمتوں کے شکر گزار، برائیوں سے کنارہ کش، سخی، شریف اور سردار ہیں، یہ شریف النسب ہیں، حرامی نہیں ہیں اور نہ ہی کم ظرف ہیں۔یہ ایسے بھی نہیں جن کے متعلق قریش کے آوارہ لوگوں نے دعویٰ کیا ہو، پھر ایک قصاب بازی لے جائے۔

ہاں! یہ عبداللہ ان ذلیل لوگوں کی طرح نہیں جن کے متعلق دو خاندان والے جھگڑا کرلیں کہ نہ معلوم کس محلے کا نوزائیدہ ہے! پھر عمرو کی طرف رخ کیا: کاش میں سمجھ سکتا کہ تم کس پاک نسب اور عظیم شخصیت کو چھیڑ رہے ہو، اے کمینے، حرامی! اپنی حد میں رہنے کی کوشش کر۔عبداللہ نے ابن عباس سے کہا: خدا کی قسم! اب رہنے بھی دیجئے، آپ نے اچھی طرح میرا دفاع کیا۔(۲)

معاویہ وعمرو عاص

معاویہ نے محسوس کیا کہ عمرو کی بیعت کے بغیر اس کا مطلب حاصل نہیں ہوسکتا۔اس نے عمرو سے کہا: تم میری بیعت کرو۔عمرو نے کہا: آخر کیوں؟ کیا آخرت کے لئے جس سے تم کوسوں دور ہو یا دنیا کے لئے جو تمہارے اختیار میں نہیں کہ مجھے شریک کرسکو۔معاویہ نے کہا: میں تمھیں دنیا کے لئے شریک کرنا چاہتا ہوں۔عمرو نے کہا: تو پھر مصر کا فرمان لکھ دو۔معاویہ نے فرمان لکھ کر نیچے یہ شرط لکھ دی کہ عمرو کو تمام معاملات میں میری پیروی کرنی ہوگی۔عمرو نے کہا: یہ بھی لکھ دو کہ یہ فرمان برداری معاہدے پر اثر انداز نہیں ہوگا۔معاویہ نے کہا: لوگوں کو اس مطلب پر توجہ نہ ہوگی۔عمرو نے کہا: پھر تم اسے لکھ دو۔مجبوراً معاویہ نے لکھ دیا۔عمرو نے واضح لفظوں میں کہا: ''تم حکومت مصر میرے حوالے کر دو تو میں دنیا تمہارے

۱۔العقد الفرید ج۲/ص ۱۳۶ (ج۳ص۲۰۳)

۲۔جاحظ کی المحاسن والاضداد ص/۱۰۱ (ص ۸۷)؛ بیہقی کی المحاسن والمساوی ج/۱ص/۶۸ (ص۹۰)

حوالے کردوں''۔ (عمرو نے اشعار پر مشتمل اس مطلب کا ایک خط بھی معاویہ کو لکھا تھا)۔(۱)

معاویہ وعمرو... تفصیلی واقعہ

حضرت علیؑ نے معاویہ کو خط لکھ کر بیعت کرنے کی تاکید فرمائی تو معاویہ نے اپنے بھائی عتبہ سے اس سلسلے میں مشورہ کیا، اس نے مشورہ دیا کہ عمرو عاص سے مدد لو، وہ مکاری میں یکتا ہے۔ لیکن عمرو نے عثمان کے زمانہ میں کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، اب وہ تم سے زیادہ ہی کنارہ کش رہے گا۔ ہاں! اگر تم نے اس کا دین خرید لیا اور مناسب قیمت دے دی، تو بیعت کرے گا، وہ دنیا طلب انسان ہے۔ اس وقت عمرو فلسطین میں تھا، معاویہ نے اسے خط لکھا کہ آپ علیؑ وطلحہ وزبیر کے واقعہ سے مطلع ہیں، مروان مجھ سے مل گئے ہیں اور جریر بن عبداللہ مجھ سے بیعت علیؑ لینے آئے ہیں، میں نے آپ کے مشورے تک معاملہ کو ٹال رکھا ہے، جلد آیئے۔

عمرو نے خط پڑھ کر اپنے دونوں بیٹوں سے مشورہ کیا، عبداللہ نے کنارہ کش رہنے کا مشورہ دیا لیکن محمد نے کہا: ''آپ بزرگ قریش ہیں، گوشہ نشینی مناسب نہیں، معاویہ سے مل کر خون عثمان کا نعرہ لگایئے اس طرح آپ بنی امیہ میں بھی محترم ہو جائیں گے''۔

عمرو نے عبداللہ سے کہا کہ تو نے میرے دین کا خیال کیا اور محمد سے کہا کہ تم نے مجھے دنیا بنانے کا مشورہ دیا ہے۔ اب مجھے غور کرنے کا موقع دو۔ پھر رات میں ۱۹ اشعار پڑھے جس میں اپنے تذبذب کے بعد محمد کے مشورے کو اہمیت دی تھی۔ اشعار سن کر عبداللہ نے کہا: بڈھا گیا کام سے (اشارہ تھا کہ عمرو معاویہ سے مل گیا)۔ یعقوبی کے مطابق عبداللہ نے کہا: بڈھے نے اپنے پیروں پر پیشاب کر کے دین کو دنیا کے بدلے بیچ دیا''۔

صبح کو اپنے غلام ''وردان'' سے کبھی سامان سفر درست کرنے کا حکم دیتا، کبھی کہتا کہ سامان سفر کھول دو غرض جب اس نے کئی مرتبہ ایسا کیا تو اس کے غلام نے اس سے کہا: شاید آپ کی عقل ماری گئی ہے۔ آپ خود کہتے ہیں کہ معاویہ کے پاس دنیا ہے اور علیؑ کے پاس آخرت ہے پھر بھی صحیح فیصلہ نہیں کر پا رہے

۱۔ العقد الفرید ج۲/ص۲۹۱/ (ج۴ص۱۴۴)

ہیں۔میرا خیال ہے کہ آپ گوشہ نشین ہو کر بیٹھے رہیئے۔اگر دیندار غالب آئے تو آپ دین کی پناہ میں زندگی گزاریں گے اور اگر دنیا والے غالب آئے تو وہ آپ سے دنیاوی امور میں بے نیاز نہیں رہ سکتے۔

عمرو نے کہا: یہ مشورہ تم اب دے رہے ہو جب سب کو معلوم ہو چکا ہے کہ میں معاویہ کی طرف جانے کا عزم کر چکا ہوں، پھر سفر کرتے ہوئے ۹ شعر بڑھے جس میں علیؑ کے دین اور معاویہ کے دنیا کا تجزیہ کر کے دنیا اختیار کرنے کی بات کہی ہے۔

اس کے بعد عمرو معاویہ سے مل گیا، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اسے اس کی ضرورت ہے، شام پہونچ کر پہلے تو کھنچا کھنچا رہا۔ پھر جب بزم معاویہ میں وارد ہوا تو معاویہ نے کہا:

اے ابوعبداللہ! اس رات مجھے تین بھیانک باتیں معلوم ہوئی ہیں۔جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں، عمرو نے پوچھا: وہ کیا؟ معاویہ نے کہا: محمد بن ابی حذیفہ جو مصر میں قید تھے انھیں جیل توڑ کر نکال لیا گیا ہے، یہ واقعہ دین کے لئے بڑی آفت ہے۔دوسری بات یہ کہ قیصر روم نے عوام کو ابھارا ہے کہ شام پر حملہ آور ہو جائیں۔تیسرے یہ کہ علیؑ کوفے پہونچ گئے ہیں، اب وہ میری طرف رخ کریں گے۔

عمرو عاص نے کہا: ''تینوں باتیں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتیں، محمد کے معاملے میں تجھے فوج بھیج دینی چاہئے، اگر اسے گرفتار کر لیا گیا تو ٹھیک ہے۔اگر وہ بھاگ گیا تب بھی تیرے حق میں ٹھیک ہے۔ قیصر روم کو کچھ سیم تن کنیزیں اور قیمتی ظروف تحفے میں بھیج کر صلح کی درخواست کر، تیری بات مان جائے گا۔لیکن علیؑ کا معاملہ ذرا پیچیدہ ہے، عرب والے تجھ کو اور انھیں ایک میدان میں نہیں دیکھ سکتے۔علیؑ جس بلند مرتبے کے حامل ہیں ان کی رو سے تو ان پر غلط راستہ اختیار کر کے ہی قابو پا سکتا ہے''۔ایک دوسری روایت میں ہے کہ معاویہ نے عمرو سے کہا: میں نے آپ کو ایسے شخص سے لڑنے کے لئے بلایا ہے جس نے عصیان خدا کیا، خلیفۂ رسول کو قتل کیا، فتنہ پھیلایا اور تمام امت کو انتشار میں مبتلا کر کے قطع رحم کیا۔عمرو نے پوچھا: کون ہے؟ معاویہ نے جواب دیا: ''علیؑ''۔

عمرو نے کہا: بخدا! تم علیؑ کے پاسنگ بھی نہیں۔ہجرت، سبقت اسلامی، نرم و گرم حالات میں رسولؐ

کی رفاقت اور علم و دانش، کوئی بھی افتخار تم کو علیؑ کے مقابلے میں حاصل نہیں۔اس کے علاوہ علیؑ کے کچھ مخصوص فضائل ہیں، راہ خدا میں وہ ہر آزمائش میں کھرے اترے، اس کے باجود اگر تمھارا ساتھ دوں تو مجھے کیا ملے گا۔معاویہ نے کہا: یہ معاملہ آپ ہی کے اختیار میں ہے۔عمرو نے کہا: حکومت مصر اور اس کے منافع مجھے بخش دے۔یہ سن کر معاویہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے رہا۔(ایک روایت میں ہے کہ معاویہ نے کہا کہ لوگ کہیں گے کہ آپ نے دنیا کے لئے مجھے اختیار کیا ہے۔عمرو نے کہا: یہ سب باتیں چھوڑیئے)۔

معاویہ نے کہا: اگر میں تمہیں دھوکہ دینا چاہتا تو اب تک یہ کام کر چکا ہوتا۔عمرو نے جواب دیا: خدا کی قسم! مجھ جیسا تیری باتوں کے فریب میں نہیں آسکتا۔معاویہ نے کہا: اپنے سر کو میرے نزدیک لاؤ تا کہ تمہارے کان میں ایک راز کی بات کہوں۔عمرو نے سر نزدیک کیا تو معاویہ نے کان میں دانت کاٹ کر کہا: یہ خود ایک دھوکہ ہے، اس کمرے میں میرے اور تمہارے سوا کیا کوئی اور ہے؟

عمرو عاص نے چھ اشعار میں واضح طور سے کہا کہ جب تک دنیا حاصل نہ کرلوں، تمہارے ہاتھ دین نہ بیچوں گا، مجھے مصر حوالے کردو۔(۱) معاویہ نے کہا: مصر کا علاقہ اہمیت میں عراق سے کم نہیں ہے۔ عمرو نے کہا: ہاں! لیکن اگر میرے حوالے کردو گے تبھی تمھارے پاس رہ سکے گا، عراق پر علیؑ کا قبضہ ہے اور عراقی انھیں چاہتے ہیں۔اتنے میں معاویہ کا بھائی عتبہ آگیا۔معاویہ سے بولا: تمہیں عمرو کے ہاتھ مصر بیچنے میں اندیشہ کیا ہے؟ کاش! تم شام کے حکمران نہ ہوتے''۔

اس رات معاویہ و عتبہ ایک ساتھ رہے۔عتبہ نے آٹھ اشعار میں کہا کہ اگر تم نے مصر کو عمرو کے حوالے نہ کیا تو یہ حرص ایک دن مصر کو ہمارے ہاتھوں سے نکال دے گی۔معاویہ نے آدمی بھیج کر عمرو کو بلوایا اور حکومت مصر کا پروانہ عطا کر دیا۔عمرو نے کہا: اس پر خدا گواہ ہے۔یہ کہہ کر قیام گاہ پر آیا۔بیٹوں نے پوچھا: کیا ہوا؟

جواب دیا: حکومت مصر کا پروانہ مل گیا۔بیٹوں نے پوچھا: پورے عرب میں صرف مصر ہی ملا۔عمرو نے کہا: اگر تم لوگوں کا پیٹ مصر سے نہ بھر سکا تو خدا تمہارا پیٹ نہ بھرے، معاویہ نے شرط لگادی تھی کہ ہر

۱۔عیون الاخبار ابن قتیبہ ج۱ص۱۸۱

حال میں میری اطاعت کرنی ہوگی۔

عمرو نے شرط کی تھی کہ معاہدہ کسی حال میں ٹوٹے گا نہیں (دونوں ہی اپنی اپنی چال میں تھے)۔

عمرو عاص اور عمار یاسر

عمار یاسر کی عمرو سے جنگ صفین میں مڈبھیڑ ہوئی، عمار اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہتھیار لگائے سواری سے اتر پڑے، اسی وقت عمرو نے کلمۂ شہادت زبان پر جاری کیا۔ عمار نے کہا: چپ رہ! تو نے زمانۂ محمدؐ میں یہ کلمہ ترک کر دیا تھا اور آج بھی تو ترک کئے ہوئے ہے، اس کلمے کے ہم تجھ سے زیادہ مستحق ہیں۔ اگر تو نے عناد میں پڑھا ہے تو ہمارا حق، تیرے باطل کا دفاع کرے گا اور اگر بطور خطبہ پڑھا ہے تب بھی ہم تجھ سے بہتر خطبہ پڑھ سکتے ہیں کہ تو جھٹلا نہ سکے گا۔

عمرو نے کہا: خیر چھوڑیئے اب اس جنگ کو روکنے کی کوشش کیجئے، میں بھی کوشش کر رہا ہوں۔ آخر ہماری جنگ کی بنیاد کیا ہے، کیا ہم ایک خدا اور ایک کعبہ کو قبلہ نہیں مانتے، کتاب ایک ہے، رسولؐ ایک اور ہم بھی نماز پڑھتے ہیں۔

عمار نے کہا: خدا کا شکر تو نے اقرار کیا کہ میں اور میرے ساتھی اہل قبلہ و دین ہیں۔ لیکن تمہارے ساتھی اس سے منحرف ہیں، تم خود گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہو، اب میں اپنی جنگ کی بنیاد بتاتا ہوں، مجھ سے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ ناکثین سے جنگ کرنا وہ میں کر چکا ہوں، حکم دیا تھا کہ قاسطین سے جنگ کرنا وہ تم لوگ ہو، لیکن مارقین کو پتہ نہیں پاسکوں گا یا نہیں۔ اے ابتر! کیا تو نہیں جانتا کہ رسولؐ نے علیؑ کے متعلق فرمایا تھا: "**من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللهم وال من والاہ وعاد من عاداہ**" میں تو دوستدار خدا اور رسولؐ اور پیرو علیؑ ہوں، تیرا کوئی مولا نہیں۔ عمرو نے کہا: اے ابوالیقظان! مجھے گالی کیوں دیتے ہو، میں نے تو تمھیں گالی نہیں دی۔ عمار نے کہا: تم کس بنیاد پر گالی دوگے، کیا تم کہہ سکتے ہو کہ میں نے خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کی۔ عمرو نے کہا: لیکن دوسرے عیوب تو تم میں ہیں۔ عمار نے فرمایا: اس خدا کا شکر جس نے مجھے عظمت عطا کی، میں پست تھا خدا نے بلند فرمایا، غلام تھا آزاد کیا،

ناتواں تھا توانائی بخشی، فقیر تھا دولتمند کیا۔

عمرو نے پوچھا: قتل عثمان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ عمار نے فرمایا: انھوں نے تم لوگوں کیلئے برائیوں کے در کھول دیئے۔(۱)

نصر بن مزاحم لکھتے ہیں کہ عمار نے فرمایا: تو نے مصر کے بدلے دین بیچ دیا تیرا برا ہو......تو نے اسلام کو ہمیشہ غلط سمجھا۔(۲) تذکرۂ سبط ابن جوزی میں اس کے بعد اضافہ ہے: تمہارا اور دشمن خدا کے بچے کا ارادہ ہے کہ خون عثمان کو دستاویز بنا کر دنیا حاصل کر سکو۔(۳)

ابونوح حمیری اور عمرو

صفین میں ابونوح حمیری، ذوالکلاع کے ساتھ عمرو سے ملنے گئے، اس وقت معاویہ کے پاس عمرو کے علاوہ بہت سے لوگ تھے، عبداللہ بن عمر کھڑے ہو کر لوگوں کو جنگ پر ابھار رہے تھے، ذوالکلاع نے عمرو سے پوچھا: کیا آپ ایسے خیر خواہ، دانشمند مہربان سے ملنا پسند کریں گے، جو عمار یاسر کے متعلق صحیح خبر دے سکے؟ عمرو نے پوچھا: وہ کون؟ ذوالکلاع نے کہا: یہ میرا چچیرا بھائی کوفہ کا باشندہ ہے۔ عمرو نے اس کو غور سے دیکھ کر کہا: تیرے اندر ابوتراب کی علامت پا رہا ہوں۔ ابونوح نے جواب دیا: مجھ میں محمدؐ واصحاب محمدؐ کی علامتیں ہیں اور تیرے اندر ابوجہل اور فرعون کی علامت ہے۔(۴)

ابوالاسود دوئلی اور عمرو

جب اسلامی ممالک معاویہ کے زیر نگیں آگئے اور حضرت علیؑ کی شہادت ہو چکی تو ایک بار ابوالاسود

۱۔ کتاب صفین ص/۱۷۶ (ص ۳۳۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج/۲ ص/۲۷۳ (ج ۸ ص ۲۱ خطبہ/۱۲۴)

۲۔ کتاب صفین ص/۱۶۵ (ص ۳۲۰)

۳۔ تذکرۃ الخواص ص/۵۳ (ص ۹۲)

۴۔ صفین نصر بن مزاحم ص/۱۷۴ (ص ۳۳۴)؛ شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۱۸ خطبہ ۱۲۴)

دوئلی معاویہ سے ملنے گئے ،معاویہ نے ان کا بڑا احترام کیا، یہ دیکھ کر عمرو جل پڑا، حسد کے مارے بے موقع اذن باریابی لے کر معاویہ سے بولا: میں آپ کی خیر خواہی میں آیا ہوں، ایک خطرناک بات نے میری نیند اڑادی ہے۔ معاویہ نے پوچھا: وہ کیا بات ہے؟ عمرو نے کہا: امیر المومنین! یہ ابوالاسود دوئلی بڑا ہی زیرک اور طرار ہے، کوئی اس کی زبان کے آگے نہیں جا سکتا، وہ آپ کی مملکت میں مدح علیؑ اور دشمنان علیؑ کی مذمت بڑے دھڑلے سے کرتا ہے۔ اگر آپ نے ذرا بھی تساہلی برتی تو گردن پر سوار ہو جائے گا، آپ اس کو بلوا کر جانچئے ، اگر وہی زبان سے عقیدہ ظاہر کردے گا تو آپ کو ثبوت فراہم ہو جائے گا اور اگر دل کے برخلاف کہا تو یہ آئندہ آپ کے کام آئے گا، میری اس مفید رائے پر ضرور عمل کیجئے۔ معاویہ نے کہا: بخدا! میں ہوشمندوں کی باتوں کو نظر انداز نہیں کرتا ہوں، اگر اپنے نظریات کا برملا اظہار کر دیتا ہے تو اس کے گرد و پیش کا ضرور جائزہ لیتا ہوں، اگر اس کو بلواؤں تو اس کی طاقت لسانی کا مقابلہ کون کرے گا۔ ممکن ہے اس کی طرّاری مجھے غضبناک کر دے، کیوں کہ میں اس کے عقیدے سے آگاہ ہوں، مصلحت یہی ہے کہ اسے کریدا نہ جائے ، ظاہری حالت کو قبول کر لیا جائے۔

عمرو نے کہا: میں آپ کا ساتھی ہوں، صفین میں جس طرح قرآن بلند کیا تھا، اس سے آپ نے میری ہوشمندی سمجھ ہی لی، میری رائے کی مخالفت مناسب نہیں۔

معاویہ نے ابوالاسود دوئلی کو بلوایا اور کہا کہ میں اور عمرو عاص اصحاب محمدؐ کے بارے میں بحث کر رہے ہیں، آپ اپنی رائے سے دونوں کا فیصلہ کیجئے''۔

ابوالاسود دوئلی نے کہا: جو چاہے پوچھئے۔

معاویہ: محبوب ترین اصحاب رسول کون ہے؟

ابوالاسود: جو رسولؐ کو سب سے زیادہ دوست رکھتا تھا اور ان کا فدا کار تھا۔

معاویہ نے عمرو کی طرف دیکھ کر دوسرا سوال کیا: اس بنیاد پر آپ کے نزدیک افضل ترین صحابی کون ہے؟

ابوالاسود: جس کے پاس سب سے زیادہ تقویٰ تھا۔

اب کی معاویہ نے عمرو پر خشمگین نظر ڈالی اور ابوالاسود سے سوال کیا: بنابریں دانا ترین کون تھا؟

ابوالاسود: جو اپنی گفتار میں خطا سے زیادہ محفوظ تھا۔

معاویہ: سب سے زیادہ شجاع کون تھا؟

ابوالاسود: جس نے میدان جنگ میں سب سے زیادہ مشقتیں اٹھائیں اور دشمنوں پر بڑھ بڑھ کر حملے کئے، موت کا سب سے زیادہ مشتاق تھا۔

معاویہ: رسولؐ کا معتمد ترین کون تھا؟

ابوالاسود: جس کے لئے رسولؐ نے اپنے بعد وصیت فرمائی۔

معاویہ: نبیؐ کا صدیق کون تھا؟

ابوالاسود: جس نے سب سے پہلے رسولؐ کی تصدیق کی۔

معاویہ نے عمرو سے کہا: تیرا برا ہو، کیا کسی بات کا بھی جواب دیا جا سکتا ہے۔

ابوالاسود نے کہا: میں سمجھ رہا ہوں، آپ کہاں سے بول رہے ہیں، مجھے اجازت دیجئے کہ اس کے بارے میں کچھ کہوں۔ معاویہ نے اجازت دی تو فرمایا:

''اسی منحوس نے رسولؐ کی ستر شعروں میں مذمت کی تھی، رسولؐ نے بددعا میں فرمایا: شعر کہنا، میرے شایان شان نہیں، اس لئے ہر شعر کے بدلے اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ ایسے شخص سے بھلائی کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ بخدا! جس کا نسب قرعہ سے پہچانا جائے، اس ذلیل کو ایسا ہی ہونا چاہیے، اسے تو دوسروں کے بھروسے رہنا چاہیے، اپنی رائے دوسروں پر نہیں تھوپنی چاہئے، دو بہادر بات کر رہے ہوں تو چپ سادھے سننا چاہئے، بزم میں کتوں کی طرح کنارے بیٹھنا چاہئے، ایسا شخص گناہوں کے بوجھ سے ریاکاری پر قائل ہوتا ہے، اپنی اوقات نہیں دیکھتا، شریفوں سے الجھ جاتا ہے، انجام کار اندھیروں میں ٹٹولنے لگتا ہے، مکاری و بے حیائی کو اپنا شعار بنا لیتا ہے، حالانکہ مکاری کا انجام جہنم ہے''۔

عمرو نے کہا: تم ذلیل ہو، بنی کنانہ سے اپنا حسب نہ ملاتے تو یوں نہ اڑتے بلکہ تمہارے آس پاس کے لوگ تمہیں اچک لیتے، اب بزرگی نہ جتاؤ، لمبی زبان نہ نکالو، بہت جلد یہ طراری وبال بن جائے گی۔

بخدا! اب بھی تم معاویہ سے دشمنی رکھتے ہو، اگر میری بات مانی جاتی تو تمھاری زبان کاٹی جاتی۔

معاویہ نے مداخلت کی: اے ابوالاسود! تم نے بڑا اچھا دفاع کیا۔ پھر عمرو سے کہا: اب اتنا بھی نہ اڑو، تمہیں نے تو ابتدا کی تھی۔ پہل کرنے والا باغی اور تیسرا حلیم ہے۔ قبل اس کے کہ میں نکالوں تم یہاں سے نکل جاؤ۔

عمرو نے کھڑے ہوکر یہ شعر پڑھا:

لعمری لقد اعیی القرون التی مضت لغش ثوی بین الفواد کمین

''میری جان کی قسم! اندرونی ناپاکیوں اور گندگیوں نے عہد رفتہ کو آلودہ کر رکھا ہے''۔

ابوالاسود دوئلی نے بھی کھڑے ہوکر یہ شعر پڑھا:

الا ان عمراً رام لیث خفیة و کیف ینال الذئب لیث عرین

''آگاہ ہو جاؤ کہ عمرو نے ایسے شیر سے چھیڑ چھاڑ کی جو اپنی کچھار میں آرام کر رہا تھا، کوئی بھیڑیا بپھرے ہوئے شیر تک پہونچ کر اسے نقصان کیسے پہونچا سکتا ہے''۔(۱)

ابوجعفر و زید کی بات

ابوجعفر اور زید کہتے ہیں:

''معاویہ نے عمرو سے عراقیوں کے مقابل صف درست کرنے کی تاکید کی، اس نے شرط رکھی کہ علیؑ قتل ہو جائیں تو عراق میرے حوالے کر دو گے۔ معاویہ نے کہا: تم تو مصر لے چکے ہو۔ عمرو نے کہا: وہ تو بہشت کی قیمت تھی، قتل علیؑ پر جہنم کی بھی تو قیمت ملنی چاہئے۔ معاویہ نے کہا: اے ابوعبداللہ! اگر علیؑ قتل ہو جائیں تو پروانہ حکومت مصر باقی رہے گا، ذرا آہستہ بولو، کہیں اہل شام سن نہ لیں''۔

اس موقع پر عمرو نے شامیوں سے کہا: شام والو! اپنی صفیں درست کرلو، خدا کو اپنا سر عاریتاً دے دو، خدا سے مدد چاہو اور اپنے و خدا کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرو، انہیں قتل کرو اور صبر کرو، زمین صابروں

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۰۶/ ۱۰۴ (ج ۸ ص ۶۰۶؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۱ ص ۲۲۱)

ہی کے زیر اقتدار رہے گی اور انجام پرہیز گاروں کے حق میں ہے۔(۱)

یہ عمرو عاص کا سب سے اہم قول ہے جو اس کے دینی کمزوری پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ وہ حق علیؑ کو جان بوجھ کر معاویہ کے سامنے حق کو مشتبہ کر رہا ہے۔ یہ گفتار ان لوگوں کی بھی تردید کر رہا ہے جو عمرو عاص کی عدالت یا خطائے اجتہادی کے قائل ہیں۔

چچا، بھتیجا

عمرو کا ایک ہوشیار بھتیجا قبیلہ بنی سہم سے تھا، مصر سے ملنے کے لئے آیا اور عمرو عاص سے بولا کہ تم قریش کے درمیان کس نظریہ پر زندگی گزار رہے ہو؟ تم نے اپنا دین حوالے کر دیا اور دوسرے کی دنیا میں الجھے ہوئے ہو، کیا تم سمجھتے ہو کہ مصر والے جنہوں نے عثمان کو قتل کیا، معاویہ کا اقتدار تسلیم کرلیں گے، حالانکہ علیؑ زندہ ہیں، پھر کیا مصر، معاویہ کے ہاتھ آبھی جائے اور جس طرح اس نے زبانی تمہارے حوالے کر دیا ہے وہاں کے لوگ مان لیں گے۔

عمرو نے کہا: بھتیجے! معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ علیؑ و معاویہ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

اس جوان نے عمرو کے جواب میں یہ پندرہ اشعار کہے:

ترجمہ: (حاصل مطلب)

''اے خواہر قبیلہ بنی زیادہ ''ہند''! آگاہ ہو جا کہ عمرو عاص بہت چالاک ہے وہ اپنی مکاری کے ذریعہ دانشمندوں کے پتے پانی کرنے والا ہے، معاویہ نے اپنے عہد نامے میں مکارانہ شرطیں لکھی ہیں۔ عمرو عاص نے بھی مکارانہ شرطیں لکھ دی ہیں۔ اس کے بعد عمرو سے مخاطب ہو کر بولا: تو تو ابھی مصر کی حکومت نہیں پاسکا ہے، شروع ہی سے تو کامیابی سے کبھی ہمکنار نہ ہوسکا، تو نے اپنا دین، دنیا کے بدلے بیچ دیا۔ بڑا نقصان کیا تو بڑا بدترین انسان ہے، مصر آسانی سے تیرے قبضے میں نہیں آئے گا تو معاویہ سے آکے مل گیا جیسے قوم عاد سے مل جایا جائے۔ منھ کالا کر لے، کیا تو ابوالحسنؑ کو نہیں پہچانتا؟ انھیں چھوڑ کر

۱۔ صفین ابن مزاحم ص ۱۲۳ (ص ۳۴۷)، شرح ابن ابی الحدید (ج ۵ ص ۱۸۹)

معاویہ سے ملنا ایسا ہی ہے جیسے نور کو چھوڑ کر ظلمت اختیار کر لینا۔ آدمی کی انگلیاں کتنی ہی لمبی ہوں ستارۂ سہیل تک نہیں پہنچ سکتیں، صلاح وفساد میں بڑا فرق ہے کیا علیؑ تند مرکب پر سوار ہو کر حملہ آور ہوں تو کوئی بے خوف ہو سکتا ہے؟ اس وقت تم کیا عناد کا مظاہرہ کر سکتے ہو؟

عمرو نے کہا: بھتیجے! اگر میں علیؑ کے ساتھ ہوتا تو میرے لئے میرا گھر کافی تھا، لیکن اب تو میں معاویہ کے ساتھ ہوں۔

اس نے جواب دیا: اگر آپ معاویہ سے سروکار نہ رکھیں تو وہ آپ سے بھی سروکار نہ رکھے گا۔ لیکن وہ آپ کا دین چاہتا ہے، آپ اس سے دنیا چاہتے ہیں۔

جب اس جوان کی باتیں معاویہ کو معلوم ہوئیں تو اس نے طلب کیا لیکن وہ جوان بھاگ کر علیؑ سے مل گیا اور حضرت سے پوری بات کہہ دی، حضرت نے خوشحال ہو کر اسے اپنا مقرب بنا لیا۔

مروان نے ردعمل ظاہر کرتے ہوئے معاویہ سے کہا: عمرو کی طرح مجھے بھی خرید لے۔ معاویہ نے کہا: تیرے جیسے لوگ بیچے جاتے ہیں؟ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ملی تو آپ نے چودہ شعر کہے۔ جس میں اس نامناسب صورتحال پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے، دین فروشی کے مظاہرے کے برخلاف اپنی دینی حیثیت اور زمانہ رسالت میں اپنی فداکاریوں کو یاد فرمایا ہے۔(۱)

غانمہ بنت غانم اور عمرو

یہ خاتون مکہ میں رہتی تھیں، جب معلوم ہوا کہ معاویہ اور عمرو عاص حضرت علیؑ کو گالیاں دیتے ہیں تو فرمایا: اے قریش! بخدا معاویہ امیر المومنین نہیں ہے۔ وہ جیسا اپنے آپ کو سمجھ رہا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میں خود معاویہ سے مل کر اسے پانی پانی کر دوں گی۔ گورنر نے یہ بات معاویہ کو لکھ بھیجی۔ معاویہ مدینہ میں تھا جب سنا کہ غانمہ ان سے ملنا چاہتی ہے تو مہمان خانہ صاف کرا کے ان کے آؤ بھگت کی تاکید کی۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۸۴ (ج۱ص ۸۸)؛ کتاب صفین ص۴۲ (ص ۴۴۔۴۱)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱ ص۱۳۸ (ج۲ص ۶۸ خطبہ۲۶)

غانمہ مدینہ پہنچیں تو یزید نے اپنے غلاموں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ غانمہ اپنے بھائی عمر کے یہاں اتریں۔ یزید نے اپنے باپ کی فرمائش سے باخبر کیا کہ مہمان خانہ ہی میں فروکش ہوں۔ غانمہ اس کو پہچانتی نہ تھیں، پوچھا: تو کون ہے؟ عرض کیا: میں یزید ہوں معاویہ کا بیٹا۔ بھڑک کے بولیں: خدا تیرا ستیاناس کرے، تجھے مہمان نوازی نہیں آتی۔ یزید نے سارا واقعہ باپ سے بیان کیا۔ معاویہ نے کہا: ان سے نہ بولو وہ قریش کی سب سے سن رسیدہ عورت ہیں۔ یزید نے عمر پوچھی تو معاویہ نے کہا کہ وہ زمانہ رسولؐ میں چارسو سال کی تھیں۔ کچھ دن بعد معاویہ ان سے ملنے آیا اور سلام کیا۔ غانمہ نے کہا: اہل ایمان پر سلام اور ناشکروں پر ذلت وخواری۔ پھر پوچھا: تم دونوں میں عمرو عاص کون ہے؟

عمرو نے کہا: میں ہوں۔ فرمایا: تو بنی ہاشم کو گالیاں دیتا ہے جب کہ تو خود لائق دشنام ہے۔

گالیاں تیرے حصار میں ہیں۔ بخدا! میں تو تیری ماں کے ایک ایک کرتوت کو بخوبی جانتی ہوں۔ پیشاب کرتی تھی اور ہر پست وخوار کا پہلو گرم کرنے پر آمادہ ہوجاتی تھی۔ جب کوئی مرد اس سے ہم بستر ہوتا تو اس کا نطفہ مرد پر غالب آجاتا (کثرت شہوت کا کنایہ ہے)۔ ایک دن میں چالیس مرد اسے بھنبھوڑتے تھے۔ یہ تو تیری ماں تھی، تو بھی ایک ایسا بدمعاش اور آوارہ ہے کہ نیکی سے دور کا واسطہ نہیں، تو نے اپنی بیوی کے بستر پر دوسرے کو دیکھا اور ذرا بھی غیرت جوش میں نہ آئی۔ اے معاویہ! تو بھی خیر وصلاح سے واسطہ نہیں رکھتا اور نہ تیری اچھی طرح سے پرورش ہوئی۔ کیا بنی ہاشم کی عورتوں کی طرح بنی امیہ کی عورتیں ہوسکتی ہیں۔(۱)

یہ تھا عمرو عاص کا جاہلی عہد، دور نبوت اور عہد امیر المومنینؑ کا نفسیاتی خاکہ۔ اس شخص کی پوری زندگی میں کہیں تعریف کا پہلو نہیں۔ معاویہ سے مل کر تو اس نے عاقبت ہی خراب کرلی۔ کچھ لوگ اس کے ذات السلاسل میں امارت کا شاخسانہ چھوڑتے ہیں۔

لیکن اس سے اس کی فضیلت نہیں ظاہر ہوتی وہ ہمیشہ منافق رہا۔ رسول خداؐ محض تالیف قلب فرماتے تھے تاکہ بتدریج اسلامی روح سماسکے۔ رسول اللہ کا اکثر صحابہ کی حالت دیکھ کر یہی برتاؤ تھا۔

۱۔ جاحظ کی المحاسن والاضداد ص ر ۱۰۴۔۱۰۲ (ص ۹۰۔۸۸)؛ بیہقی کی المحاسن والمساوی ج ۱ ص ر ۷۰۔۶۹ (۹۴۔۹۱)

قرآن نے اسی بات کی طرف تاکید کی ہے: **ومن اهل المدينة مردوا علىٰ النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم** ''بعض مدینہ کے منافقین نفاق میں اڑ گئے ہیں، تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں''۔ اس بنا پر متذکرہ غزوے میں بھی رسولؐ اس کے نفاق سے آگاہ تھے۔ آپ نے اس کا انجام ملاحظہ فرمایا کہ امیر المومنینؑ نے نشاندہی فرمائی ہے۔

جن شرطوں پر علم اس کے حوالہ کیا گیا تھا ان شرطوں پر عمرو نے عمل نہیں کیا۔ اس کی دلیل عمرو وغیرہ کے تبصروں سے فراہم کی جاسکتی ہے۔

عمرو عاص نے اسکندریہ والوں پر شکستِ معاہدہ کا الزام عائد کیا، پھر حملہ کر کے فتح کر لیا، بے شمار لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اکثر لوگوں کو قید کر دیا۔ عثمان کو اس کے اقدام پر بڑا غصہ آیا اور ان کے نقض عہد کی بات نہ مانی، تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور حکومت مصر سے عمرو عاص کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو گورنر بنا دیا۔ اسی وجہ سے عثمان اور عمرو عاص میں ٹھن گئی۔ عمرو فلسطین چلا گیا۔ مدینہ میں تھا تو لوگوں کو قتل عثمان پر ابھارتا رہتا تھا۔ (۱)

عثمان سے پہلے عمر نے عمرو عاص کو مصر کا پروانہ دیا تھا، عثمان کے ابتدائی زمانہ تک یہ گورنری باقی رہی۔ عثمان نے معزول کیا تو اس قدر کینہ تھا کہ قتل عثمان کے بعد چہکتے ہوئے بولا: میں ابی عبداللہ ہوں۔ زخم کھرچتا ہوں تو خونم خون کر دیتا ہوں۔ عثمان نے حکومت مصر سے معزول کر کے صرف پیش نمازی کا عہدہ باقی رکھا تھا۔

مالیات کا انچارج ابن ابی سرح کو بنا دیا تھا۔ کچھ دن بعد پیش نمازی بھی چھن گئی تو مدینہ آ کر ان کے متعلق زہر افشانی کرنے لگا۔ ایک دن عثمان نے طلب کر کے اس سے کہا: نابغہ کے جنے! تیرا دامن کتنی جلدی گندہ ہو گیا، تو مجھ پر تنقید کرتا ہے اور میرے سامنے آ کر ریا کاری کرتا ہے۔ واللہ اگر میری وجہ سے تجھ کو فائدہ پہنچا ہوتا تو ایسا کبھی نہ کرتا۔ عمرو عاص نے کہا: لوگ میری طرف جھوٹی باتیں منسوب کر رہے ہیں۔ خدا کے واسطے مجھ سے بدظن نہ ہوں۔ میں عمر کے وقت سے مصر کا گورنر تھا اور وہ مجھ سے راضی تھے۔

۱۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۳۵؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۱۲

عثمان نے کہا کہ اگر میں نے عمر کی طرح سختی کی ہوتی تو تجھ سے یہ بدعنوانی سرزد نہ ہوتی۔ میری نرمی نے تجھ کو گستاخ بنا دیا ہے۔ عمرو عاص وہاں سے غصہ میں بھرا باہر آیا۔ جب بھی حضرت علیؑ سے ملتا تو آپ کو عثمان کے خلاف مشتعل کرنے کی کوشش کرتا۔ طلحہ اور زبیر کو بھی نفرت پر ابھارتا۔ حاجیوں کو مکہ میں عثمان کی غلط حرکات بتا کر ابھارتا۔

جب مصریوں نے خانہ عثمان کا محاصرہ کیا تو عثمان نے علیؑ کو بلا بھیجا۔ حضرت آئے اور لوگوں کو سمجھا بجھا کر ہٹا دیا۔ عثمان نے لوگوں سے کہا کہ یہ مصری آئے تھے لیکن جب حقیقت حال معلوم ہوئی تو پلٹ گئے۔ یہ سن کر عمرو عاص نے مسجد کے گوشہ سے پکارا: عثمان! خدا سے ڈرو، تم نے حادثے پیدا کر دئے ہیں تم توبہ کرو۔ عثمان چلائے: نابغہ کے جنے! تم یہاں موجود ہو، تمھیں حکومت مصر چھننے کا عناد ہے۔

جب پہلی بار محاصرہ ہوا تو عمرو فلسطین چلا گیا، مقام سبع میں قیام کیا اور وہاں بھی لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ اکثر کہتا کہ جب نچوڑتا ہوں تو خون نکال دیتا ہوں۔ ایک دن قصر فلسطین میں بیٹھا تھا کہ مدینہ کا سوار نظر آیا۔ حالات پوچھے تو محاصرہ عثمان کی خبر معلوم ہوئی۔ یہ اپنی گندی خودستائی کرنے لگا۔ جب قتل کی خبر آئی تو کہا: میں نے انہیں وادی سباع میں بیٹھے بیٹھے ہی قتل کرا دیا۔ پھر پوچھا: خلیفہ کون ہوگا! طلحہ تو بخشش و عطا میں مشہور ہے لیکن علیؑ ہوئے تو بہر حال حق ہی کو ملحوظ رکھیں گے، وہ میرے نزدیک اس مقام و مرتبہ کے لئے ناپسندیدہ ترین شخص ہیں۔

جب علیؑ خلیفہ ہوئے تو سخت پریشان ہوا۔ پھر پتہ چلا کہ معاویہ نے بیعت علیؑ سے انکار کیا ہے اور انتقام خون عثمان کی آواز بلند کی ہے تو بیٹوں سے مشورہ کیا۔ عبداللہ نے خاموشی کا مشورہ دیا، مگر محمد نے معاویہ کی طرفداری کی رائے دی۔ اس طرح دنیا کی لالچ میں کل لوگوں کو جس طرح خون عثمان پر ابھارتا تھا اسی طرح اب انتقام خون عثمان پر ابھارنے لگا۔ (۱)

۱۔ انساب الاشراف ج ۵/ ص ۷۴، ۸۷ (ج ۲ ص ۲۸۶-۲۸۲ نمبر ۳۶۰، ۳۶۴)؛ تاریخ طبری ج ۵/ ص ۱۱۱-۱۰۸ اور ص ۲۲۴ (ج ۴ ص ۳۶۱، ۳۵۶ حوادث ۳۵ھ، ۵۶۰ حوادث ۳۶ھ)؛ تاریخ کامل ج ۳/ ص ۶۸ (ج ۲ ص ۳۵۸ حوادث ۳۶ھ: تذکرۃ الخواص ص ۴۹ (ص ۸۷-۸۶)؛ جمہرۃ رسائل العرب ج ۱ ص ۳۸۸

عمرو نے معاویہ کے غلام حریث کو بھی علیؑ کے خلاف خوب بھڑکایا۔ معاویہ نے حریث سے کہا: علیؑ کو چھوڑ کر جہاں جی چاہے اپنا نیزہ پھینکو۔ عمرو نے اس سے کہا کہ اگر تو قریشی ہوتا تو معاویہ تجھے قتل علیؑ کا مشورہ دیتے، وہ یہ افتخار کسی غیر قریشی کو نہیں دینا چاہتے، اسی لئے تم موقع پا کر علیؑ پر حملہ کر دو۔ (۱)

امیر المومنینؑ کی خبر شہادت سن کر اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا، خوشی سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

یہ ہے اس شخص (عمرو عاص) کی حقیقی تصویر، جس کا اس نے خود ہی اپنی زبان سے اظہار و اقرار کیا ہے، یہ ہے اس کی اپنی حیثیت، جس میں کفر و الحاد، نفاق اور دوغلے پن کے علاوہ کسی اور چیز کا سراغ نہیں ملتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کبھی اتنے پست معاملہ پر قانع نہیں ہوتا، وہ حق کی معرفت کے بعد بھی اس سے بہت دور تھا، اس کا خود کہنا ہے: اگر خلافت کی باگ ڈور علیؑ کے ہاتھ میں پہونچ گئی تو وہ حق کو باطل کی کثافتوں سے پاک و منزہ کر دیں گے۔ اس کے باوجود بھی وہ حضرت سے شدید کینہ و دشمنی رکھتا تھا۔ وہ کہتا: علیؑ کا خلیفہ ہونا میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند ہے۔

داستان شجاعت

پسر نابغہ کے جنگی کارناموں کا کہیں پتہ نہیں۔ نہ دور جہالت میں نہ دوران نبوت میں البتہ جنگ صفین میں امیر المومنینؑ کے سامنے شرمناک طریقے سے عریاں ہونے اور مالک اشترؑ سے فرار ہونے کا ثبوت ملتا ہے، لوگ اس پر تمثیلی شعر کہتے ہیں۔ عتبہ، حارث بن نصر، ابوفراس، زاہی، عبدالباقی وغیرہ نے اشعار کہے ہیں۔ اگر وہ واقعی بہادر ہوتا تو دفاع کرتا، مکاری میں شرمگاہ عریاں نہ کرتا، اپنے بیٹے عبداللہ سے کہتا کہ خبردار! علیؑ سے بچ کر رہنا۔ (۲) عبدالبر نے استیعاب میں اس کو بہادران عرب اور دلیران قوم میں شمار کیا ہے۔ ابن منیر کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر معاویہ نے خطا کی تو تقدیر نے خطا نہیں کی، یہ سمجھ لو کہ معاویہ اور عمرو نے کوئی مکاری نہیں کی، عمرو وہ بہادر تھے کہ جنہوں نے اپنی شرمگاہ سے جنگ کی، تلوار سے نہیں۔ عمرو کی اس بزدلی کے لئے اب ذرا ابن حجر کا فقرہ سنئے کہ رسول خداؐ نے عمرو کی معرفت و شجاعت کی

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۴/ص ۱۳۳۳ (ج ۴ص ۳۳۰)

۲۔ بیہقی کی المحاسن والمساوی ج ۱/ص ۳۹/ (ص ۵۴)

وجہ سے اپنے سے قریب رکھا تھا۔(۱) اب ہم کیا پوچھیں کہ رسول خداؐ نے کب اس منافق کو اپنے سے قریب کیا تھا؟

امیر المومنینؑ اور عمرو جنگ صفین میں

عمرو عاص کو صحابی حضرت علیؑ حرث بن نضر خثعمی سے شدید نفرت تھی، ان سے تمام شامی بہادر ڈرتے تھے۔ انہوں نے سات شعروں میں عمرو کو علیؑ کا مقابلہ کرنے کے لئے للکارا۔ عمرو یہ سن کو بولا: میں علیؑ سے ضرور مقابلہ کروں گا خواہ ہزار بار موت ملے۔ جب علیؑ سے سامنا ہوا تو علیؑ نے نیزہ سے حملہ کیا، یہ دیکھ کر عمرو ننگا ہو گیا، علیؑ نے منہ پھیر لیا۔ حضرتؑ کی یہ شرافت ضرب المثل ہو گئی۔(۲)

الامامۃ والسیاسۃ (۳) میں ہے کہ عمرو نے معاویہ کو بزدلی کا طعنہ دے کر علیؑ سے مقابلہ کیا اور اپنی شرمگاہ عریاں کی اور مسعودی کے مطابق معاویہ نے عمرو کو قسم دی تھی۔ ایک دن علیؑ نے میدان میں معاویہ کو للکارا کہ بلاوجہ لوگوں کا خون ناحق بہہ رہا ہے۔ ہم لوگ آپس میں جنگ کر کے فیصلہ کرلیں۔ عمرو نے کہا کہ علیؑ نے انصاف کی بات کہی۔

معاویہ نے کہا: میں زندگی کا دھوکہ نہیں کھاؤں گا، بخدا! جس نے علیؑ کا سامنا کیا زمین خون سے لال ہو گئی۔ ایک دن علیؑ نے مالک اشتر کے ساتھ رجز پڑھ کر حملہ کیا اور آخری صف میں پہنچ گئے اتنے میں بسر بن ارطاۃ اپنی خول سے ڈھکا ہوا باہر آیا، وہ پہچان میں نہیں آ رہا تھا علیؑ نے نیزہ سے حملہ کر کے زمین پر دے پٹکا۔ اچانک بسر نے اپنی شرمگاہ عریاں کر دی اور علیؑ نے منہ پھیر لیا تو وہ بھاگا۔ مالک اشتر نے عرض کی: امیر المومنینؑ! یہ تو دشمن خدا بسر تھا۔ آپ نے فرمایا: چھوڑو میں عریاں شرمگاہ کی حرکت کے بعد کیا ماروں۔(۴)

ایک دن معاویہ نے عمرو کو عریاں شرمگاہ کرنے کا طعنہ دیا۔ عمرو نے کہا: آپ مجھے طعنہ دے رہے

۱۔ الاصابۃ ج ۳ ص ۲

۲۔ کتاب صفین ص ۲۲۴ (ص ۴۲۳)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۱۰ (ج ۶ ص ۳۱۳)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۹۱ (ج ۱ ص ۹۵)

۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۱۰

ہیں اور علیؑ کی للکار پر خود آپ کی سانس پھول رہی تھی، گھگھی بندھ گئی تھی۔ معاویہ نے کہا: چھوڑو بھی علیؑ سے بھاگنا عار نہیں۔(۱)

معاویہ و عمرو

ایک دن معاویہ کے دربار میں عمرو آیا تو معاویہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ عمرو نے کہا: آپ کو ہنسی کیوں آئی؟ جواب دیا: مجھے اس وقت تمھارا اور علیؑ کا مقابلہ یاد آ گیا۔ عمرو نے کہا کہ آپ مجھے ملامت کر رہے ہیں جب کہ آپ کی بھی گھگھی بندھ گئی تھی، بخدا! آپ اگر مقابلہ کرتے تو آپ کا خاندان یتیم ہو جاتا۔(۲) ہم سب انتقام کے طلبگار ہیں۔ آپ کے دادا عتبہ، بھائی حنظلہ اور چچا شیبہ کو علیؑ نے بدر میں قتل کیا، ولید اور ابن عامر کے باپ اور چچا کو قتل کیا، طلحہ کو جنگ جمل میں قتل کیا اور مروان کو تو مردار ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

معاویہ نے کہا کہ اب انتقام کا طریقہ یہی ہے کہ علیؑ کے ٹکڑے کر ڈالو۔

مالک اشتر اور عمرو جنگ صفین میں

معاویہ کو جنگ صفین میں مالک اشتر کی وجہ سے بھی سخت پریشانی تھی۔ مروان سے کہا کہ قبیلہ ''بحصب والکلاعیین'' کو لیکر اس پر ٹوٹ پڑو۔ مروان نے کہا کہ عمرو کو بھی بلا لیجئے۔ عمرو آیا تو تھوڑی دیر تک نوک جھونک ہوئی لیکن جب معاویہ کے کہنے پر کہ میں نے تم کو سب پر مقدم کیا ہے تو عمرو نے لڑنے کا ارادہ کر لیا۔ جب مالک کی نظر عمرو پر پڑی تو فرمایا کہ کاش میں عمرو کو پا جاؤں۔ میں نے نذر مانی ہے کہ اس کو قتل کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرونگا۔ میں اکثر جوش نفرت میں سوچتا ہوں کہ اس کی لاش چیل کوؤں کو کھلا دوں۔ عمرو نے مالک کا رجز سن کر گھبراہٹ کا مظاہرہ کیا اور بولا: کاش! میں جانتا کہ مالک کے ساتھ کیا

۱۔ مروج الذہب ج۲ص۲۵ (ج۲ص۴۰۵)

۲۔ بیہقی کی المحاسن والمساوی ج۱ص۳۸ (ص۵۳)

برتاؤ کروں۔ یہ سنتے ہی مالک اس کے سر پر پہنچ گئے اور وہ منہ چھپا کر بھاگ گیا۔(۱)

ابن عباس اور عمرو

ابن عباس اکثر عمرو کولتاڑتے رہتے تھے۔ موسم حج میں، دوسرے مواقع پر معاویہ کے ساتھ دین بیچنے کا طعنہ، جنگ صفین میں شرمگاہ عریاں کرنے کا طعنہ اور عقل کے مارے جانے کا طعنہ دیتے رہے۔(۲)

عبداللہ مرقال اور عمرو

صفین میں معاویہ کو ہاشم بن عتبہ سے سخت اذیت پہنچی تھی۔ ان کے صاحبزادے عبداللہ کو پابہ زنجیر عراق سے بلوایا۔ عمرو نے انہیں قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ سن کر عبداللہ نے عمرو سے کہا: اے حرامی کے جنے! یہ سب صفین میں کیوں نہیں کہا، میں نے تو تجھے للکارا تھا تو کالی لونڈیا کی طرح گھوڑے کی پیٹھ سے چپکا ہوا تھا۔ اگر معاویہ مجھے قتل کرے گا تو تو ایک لائق ستائش جوان کو قتل کرے گا۔

عمرو نے کہا: یہ باتیں چھوڑو تلوار کے لئے تیار ہو جاؤ۔ عبداللہ نے کہا: بکواس کئے جاؤ تم وہی ہو کہ آسائش میں اینٹھتے ہو اور جنگ میں شرمگاہ کھول کر اپنی جان بچاتے ہو۔ معاویہ نے عبداللہ کو ڈانٹا: اے بے مادر! چپ نہیں رہے گا!۔

عبداللہ بھی دہاڑے: او ہند کے جنے! مجھے دھمکی دیتا ہے، میں تجھ کو بھی وہ کہوں گا کہ پانی پانی ہو جائے گا یہ سن کر معاویہ ٹھنڈے ہو گئے اور بولے: بھتیجے! بس کرو اور آزاد کرنے کا حکم دیا۔ عمرو نے اصرار کیا کہ اسے قتل کر دیجئے ورنہ کل آپ کو پریشانی ہو گی اور پشیمانی ہو گی۔ معاویہ نے کہا: میں نے عفو و بخشش کو وراثت میں پایا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ اس کے قتل سے صفین کی تلافی ہو جائے گی۔ البتہ اس کا باپ

۱۔ کتاب صفین ص/۲۳۲ (ص ۴۴۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج/۲ ص/۲۹۰ (ج ۸ ص ۸۰)

۲۔ البیان والتبیین ج/۲ ص/۲۳۹ (ج ۲ ص ۲۰۶)؛ العقد الفرید ج/۲ ص/۱۳۶ (ج ۳ ص ۲۰۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج/۱ ص/۱۹۶ (ج ۲ ص ۲۴۷)

میرے خلاف انگارہ تھا، ہمارے نیزوں نے اس کا کام تمام کردیا۔(۱)

درس دین واخلاق

ارباب تحقیق سے پوشیدہ نہیں ہے کہ عمرو کی پوری زندگی برائیوں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ شخص پستی، حیلہ گری، مکاری، خیانت، بدکاری، بدعہدی، جھوٹ اور کینہ توزی کا پشتارہ تھا، یہ باتیں نفاق کی علامت ہیں، حدیث رسولؐ کی روشنی میں یہ باتیں ایمان سے دور کردیتی ہیں۔(۲) بے شمار احادیث نبویؐ کی روشنی میں عمرو عاص کے نفاق کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس سے زمین میں فساد پھیلانے والوں کو سبق لینا چاہئے۔

وفات

صحیح ترین روایت کے مطابق عمرو عاص سنہ ۴۳ ہجری شب عید فطر میں اس جہان فانی سے رخصت ہوگیا۔ اس کے علاوہ بھی روایات ہیں۔ لگ بھگ ۹۰ رسال عمر پائی۔ عجلی کے مطابق ۹۹ رسال عمر پائی۔

یعقوبی لکھتا ہے کہ مرتے وقت بیٹے سے کہا:

''اگر تیرا باپ جنگ ذات السلاسل میں مرجاتا تو اچھا تھا، مجھ سے ایسی حرکات ہوئیں ہیں کہ پیش رب کوئی دلیل وحجت کام نہ آئے گی، پھر اپنی دولت فراوان کی طرف دیکھ کر کہا کہ کاش! یہ دولت اونٹ کے مینگنی کی طرح ہوتی، کاش! میں تیس سال قبل ہی مرگیا ہوتا، میں نے معاویہ کی دنیا بنائی اور اپنا دین برباد کرلیا، دنیا کو مقدم کرکے آخرت سے ہاتھ دھونا پڑا، صلاح وہدایت سے دور ہوا، موت قریب آگئی ہے شاید میری موت کے بعد معاویہ میری دولت چھین لے اور تم لوگوں کے ساتھ برا سلوک

۱۔ کتاب صفین ص ۱۸۲؛ مروج الذہب ج ۲ ص ۵۹، ۵۷؛ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۷۶؛ کامل مبرد ج ۱ ص ۱۸۱

۲۔ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۱)، صحیح مسلم (ج ۱ ص ۹۲)، سنن ابی داؤد (ج ۱ ص ۱۱۱)، سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۰)، سنن نسائی (ج ۶ ص ۵۳۵)، سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۱۴۰) اور احمد (ج ۳ ص ۵۹۴)، بزاز، طبرانی (ج ۱۰ ص ۲۲۷)، ابن حیان (ج ۱ ص ۴۲۲)، ابویعلی (ج ۵ ص ۴۴۷) اور بیہقی (ج ۶ ص ۲۸۸) وغیرہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

کرے''۔(۱)

ابن عبد البر لکھتا ہے کہ عمرو بستر مرگ پر تھا تو ابن عباس ملنے آئے۔ مزاج پرسی کی۔ جواب دیا: میں محسوس کر رہا ہوں کہ دنیا آباد کر کے دین برباد کیا، جسے آباد کیا اسے تباہ کرنا چاہئے تھا اور جسے تباہ کیا اسے آباد کرنا چاہئے تھا تبھی نجات ہوتی۔ اگر کفارہ ادا کیا جا سکتا ہو تو ضرور کروں۔ ممکن ہوتا تو ان ممالک سے بھاگ جاتا، اب زمین و آسمان کے درمیان معلق ہوں نہ اوپر چڑھ سکتا ہوں اور نہ نیچے اتر سکتا ہوں۔

ابن عباس نے کہا: اب پچھتانے سے کوئی فائدہ نہیں، تمہارا تو آخرت پر ایمان ہی نہیں تھا۔ عمرو نے کہا: اب جبکہ میں ۸۸ر سال کا ہو گیا ہوں تو مجھے رحمت خدا سے مایوس کر رہے ہو۔ خدایا! ابن عباس مجھے تیری رحمت سے مایوس کر رہے ہیں، تو مجھ سے جو چاہتا ہے لے لے تاکہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ ابن عباس نے کہا کہ افسوس یہ آرزو بعید ہے، تم پرانا کے بدلے نیا لینا چاہتے ہو۔ یہ سن کر عمرو عاص نے کہا کہ اے ابن عباس! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو جب بھی کوئی بات کہتا ہوں تم مجھے الٹا جواب دیتے ہو۔(۲)

عبد الرحمٰن بن شمامہ کہتا ہے کہ عمرو عاص اپنے آخری وقت رونے لگا۔ اس کے بیٹے عبد اللہ نے پوچھا: کیوں رو رہے ہو، کیا موت سے ڈر گئے؟ کہا کہ موت کے بعد کے حالات سے ڈر رہا ہوں۔ اس نے تسلی دی: آپ تو صحابی رسولؐ ہیں، شام فتح کیا۔ عمرو بولا: اس سے بڑھ کر تو میں توحید کی گواہی دیتا ہوں، میری تین حالت تھی: ابتدا میں کافر اور دشمن رسولؐ تھا۔ اس وقت مرتا تو دوزخ میں جاتا۔ پھر رسولؐ کی بیعت کی تو حیادار تھا اور موت آتی تو امید جنت کی تھی۔ پھر حکومت مل گئی اور ایسے معاملات میں پھنس گیا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ نفع ہو گا یا نقصان۔ مرنے کے بعد مجھ پر کوئی نہ روئے، نہ جنازہ کی مشایعت کرے۔ میرا بند کفن مضبوط باندھنا، میں اختلافی شخص ہوں اچھی طرح مٹی سے ڈھانپنا۔

اہم نکتہ: عمرو کے باپ کا نام اکثر نے عاصی لکھا ہے۔ حضرت علیؑ اور مالک اشتر کے رجز میں عاصی ہی ہے۔

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج ر۲، ص ر۹۸ (ج ۴ ص ۲۲۲)

۲۔ استیعاب، ج ر۲، ص ر۴۳۶ (نمبر ۱۹۳۱)

محمد حمیری

بحق محمد قولوا بحق	فان الافک من شیم اللئام
ابعد محمد بابی و امی	رسول الله ذی الشرف التهامی
الیس علی افضل خلق ربی	و اشرف عند تحصیل الانام

''تمہیں محمدؐ کے حق کا واسطہ! سچ ہی بولو۔ کیونکہ اتہام طرازی بری خصلت ہے۔ کیا محمدؐ کے بعد، ان پر ہمارے ماں باپ قربان! جو خدا کے رسولؐ اور صاحب مجد و شرف ہیں، علیؑ تمام مخلوقات رب سے افضل اور نادرۂ روزگار لوگوں میں شریف ترین نہیں ہیں؟

حق بات تو یہ ہے کہ ان کی ولایت ہی ایمان ہے پھر مہمل باتوں سے مجھے کیا سروکار! انہیں کے بارے میں اطاعت رب ہے اور بیمار دلوں کی شفاعت ہے۔ ابوالحسن علیؑ ہمارے امام ہیں، ان پر ہمارے ماں باپ قربان! وہ حرام سے پاک و پاکیزہ ہیں، راہ ہدایت کے امام ہیں، خدا نے انہیں کے ذریعے حلال و حرام کو پہچنوایا۔ اگر میں ان کی محبت میں جان دے دوں تو یہ گناہ نہیں ہے، ان کے دشمن تمام عمر روزہ نماز کریں پھر بھی جہنم میں جائیں گے۔ خدا گواہ! اس امام عادل کے بغیر کوئی نماز و روزہ مقبول نہیں۔ اے امیر المومنینؑ! آپ پر پورا اعتماد و بھروسہ ہے، آپ کے درخشاں اطمینان بخش حصار سے وابستہ ہوں، یہ میرا قول، میرا دین ہے۔ اے رب! میں آخری سانسوں تک اسی بات پر جمار ہوں گا، علیؑ کے دشمن سے بیزار ہوں، ان کمینی نسل کے لوگوں سے بھی بیزار ہوں جنہوں نے علیؑ سے جنگ کی، لوگ غدیر خم میں ان کا خدا اور رسولؐ کی طرف سے امام متعین ہونا بھول گئے، جو لوگ ان پر کیچڑ اچھال رہے ہیں ان کے برخلاف علیؑ فضائل کا سمندر ہیں، میں ان سے بھی بیزار ہوں جو علیؑ کو چوتھا خلیفہؑ مانتے ہیں کیونکہ

علیؑ مرتبے کے لحاظ سے مقدم ہیں اور جب علیؑ کے ہاتھ میں شمشیر آبدار ہو تو باطل شکن ہیں''۔

شعری تتبع

اس قصیدے کو حموینی نے نقل کیا ہے۔(۱) وہ جید ترین سند کے ساتھ ہشام بن احمد سے ان کے باپ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ایک دن طرماح طائی، ہشام مرادی اور محمد بن عبداللہ حمیری معاویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ معاویہ نے ایک ہزار کی تھیلی نکال کر اپنے ہاتھ میں رکھ لی اور کہا: اے شاعران عرب! تم لوگ علیؑ کے بارے میں صرف حق بات کہنا جس کی بات سب سے اچھی ہوگی اسے یہ تھیلی عنایت نہ کردوں تو حرب کا بیٹا نہیں۔ یہ سن کر طرماح اور ہشام مرادی نے حضرت علیؑ کی مذمت میں تقریریں کیں۔ معاویہ نے کہا: بیٹھ جاؤ، تمہاری نیت سے خدا واقف ہے۔ اس وقت عمرو عاص نے اپنے جگری دوست حمیری سے کہا: تم کچھ کہو لیکن حق ہی بولنا۔ حمیری نے متذکرہ قصیدہ سنایا تو معاویہ نے تھیلی اسے دیتے ہوئے کہا: تو اپنی بات میں سچا ہے۔

شاعر کے حالات

''محمد بن عبداللہ حمیری'' عمرو عاص کے رفیق کار تھے۔ میرے خیال میں یہ انہیں عبداللہ بن محمد حمیری کے صاحبزادے ہیں جنہیں معاویہ نے دیوان خاتم کا انچارج اور قاضی بنایا تھا۔ جہشیاری نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ معاویہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دیوان خاتم ایجاد کیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ معاویہ نے عمرو بن زبیر کو ایک لاکھ درہم دینے کی گورنر عراق کو تحریر لکھی، عمرو نے اسے دو لاکھ کر دیا، جب زیاد نے حساب دیا تو معاویہ نے کہا کہ میں نے تو ایک لاکھ کی تحریر لکھی تھی، پھر انہوں نے ایک لاکھ عمرو کے وصول کرنے کا حکم دیا اور دیوان خاتم ایجاد کی، قاضی عبداللہ بن محمد کو انچارج بنایا۔(۲)

قوی احتمال یہ ہے کہ متذکرہ اشعار انہیں عبداللہ کے ہیں، تذکرہ نگاروں کو باپ بیٹے میں اشتباہ ہو گیا ہے۔

۱۔ فرائد حموینی باب ۶۸ (ج ۱ ص ۳۷۵) بحوالہ خصائص نطنزی

۲۔ کتاب الوزراء والکتاب ص ۱۵ (۲۴)

عندلیبان غدیر

دوسری صدی ہجری

۱۔کمیت بن زید اسدی ۲۔سید اسماعیل بن محمد حمیری

۳۔عبدی سفیان بن مصعب کوفی
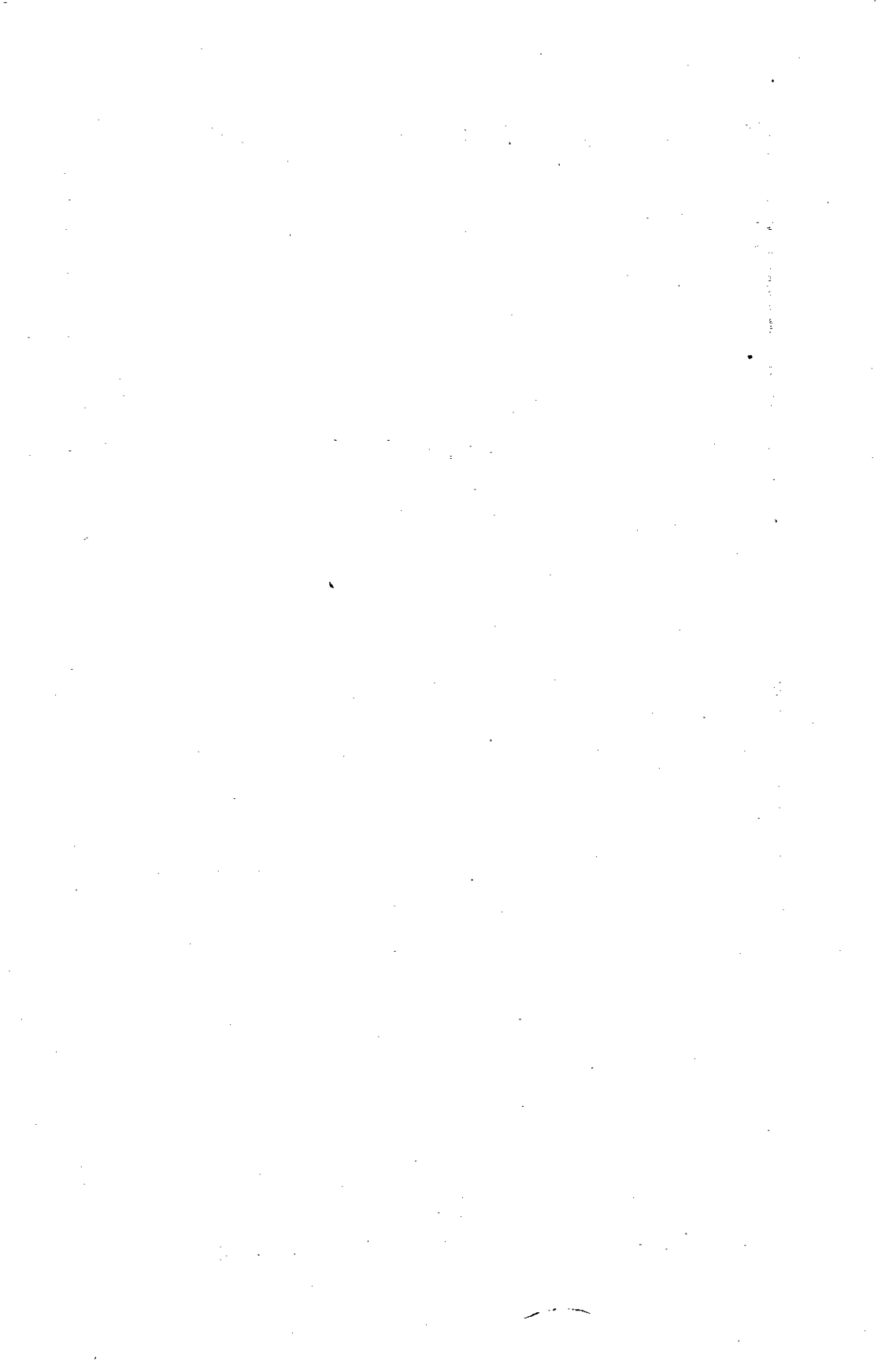
ابوالمستہل کمیت

نفی عن عینک الارق الھجوعا و ھم یمتری منھا الدموعا
دخیل فی الفؤاد یھیج سقما و حزنا کان من جذل منوعا
و توکاف الدموع علی اکتئاب احلّ الدھر موجعہ الضلوعا
ترقرق اسحما درراً وسکباً یشبہ سحھا غربا ھموعا
لفقد ان الخضارم من قریش و خیر الشافعین معاً شفیعاً

''شب بیداری نے تیری آنکھوں کی نیندیں اڑا دیں ہیں اور دل میں آنسو بھرے درد انگیز غموں نے بسیرے لے لئے ہیں کہ خوشیاں بھولی بسری چیز بن گئی ہیں۔

دل میں اندوہ کی فروانی سے آنسوؤں کا ساون بھادوں جاری ہے، دنیا بھر کے غم سمائے ہوئے ہیں، آنسوؤں کی بارش یوں ہو رہی ہے جیسے بڑے بڑے ڈول سے پانی اونڈیلا جا رہا ہو۔ یہ سب اس لئے ہے کہ قریش کے سخی ترین بہادر اور بہترین شفاعت کرنے والے کی شفاعت کو کھو دیا ہے''۔

لدی الرحمن یصدع بالمثانی و کان لہ ابو حسن قریعا

''وہ رسول اکرمؐ کے مثانی خواں اور ان کی طرف سے ابوالحسن (حضرت علیؑ) برگزیدہ و رئیس ہیں''۔

حطوطا فی مسرتہ و مولا الی مرضاۃ خالقہ سریعاً
و اصفاہ النبی علی اختیار بما اعیاء الرفوض لہ المذیعا

''مولا (علیؑ) اپنی مسرتوں سے گریزاں اور اپنے خالق کی خوشنودی کے حصول میں کوشاں ہیں۔

رسولؐ نے انہیں اس طرح منتخب فرمایا کہ ان سے بدکنے والوں کے سامنے علیؑ کو زانو پر رکھ لیا''۔

و یوم الدوّح دوح غدیر خم　　ابان لہ الولایۃ لو اطیعا

و لکن الرجال تبایعوھا　　فلم ار مثلھا خطراً مبیعا

''ہائے وہ درختوں کے جھنڈ کا دن، غدیر خم کے گھنے درخت حضرت علیؑ کی ولایت آشکار کی گئی۔ کاش اس کی اطاعت بھی کی جاتی! لیکن لوگوں نے پیمان ولایت توڑ دیا۔ میں نے ایسا خطرناک سودا نہیں دیکھا''۔

فلم ابلغ بھا لعناً و لکن　　اساء بذاک اولھم صنیعا

''میں ان لوگوں پر لعنت تو نہیں بھیجتا لیکن پہلے شخص نے بڑی بری حرکت کی''۔

فصار بذاک اقربھم لعدل　　الیٰ جور و احفظھم مضیعا

''اس سے قریب تر دوسرے شخص سے جور و گردانی اور ستمرانی میں اس کا قریب ترین اور اس کی کارستانیوں کا محافظ تھا (وہ بھی تباہی کے اسی گھاٹ لگا)''۔

اضاعوا امر قائد ھم فضلّوا　　و اقومھم لدی الحدثان ریعا

تناسوا حقہ و بغوا علیہ　　بلا ترّۃٍ و کان لھم قریعا

''جو ان کے قائد اور حادثوں میں ثابت قدم اور بلند تر تھے، ان لوگوں نے ان کے حق کو فراموش کر کے بغاوت کی اور اپنی باطل پرستی کا ثبوت دیا''۔

فقل لبنی امیّۃ حیث حلّوا　　و ان خفت المھند و القطیعا

الا افّ لدھر کنت فیہ　　ھدانا طائعا لکم مطیعا

اجاع اللّٰہ من اشبعتموہ　　و اشبع من بجورکم اجیعا

''بنی امیہ اور ان کے اقتدار سے کہہ دو اگرچہ تمہیں اپنی تلوار اور تازیانے کا ڈر ہو۔ ہاں! میں بیزار ہوں ایسے زمانے سے جس میں ہمیں تمہاری اطاعت کے لئے مجبوراً آمادہ ہونا پڑا ہے۔ خدا اسے بھوکا رکھے جسے تم نے سیر کیا اور جسے تم نے بھوکا رکھا خدا اسے سیراب و شاداب رکھے''۔

و یلعن فذّ امتہ جھارا اذا ساس البریہ و الخلیعا

بمرضی السیاسۃ ہاشمی یکون حیا لامتہ ربیعا

''اور خدا لعنت کرے اس جوئے کے پہلے منبر (معاویہ) پر اور عاق شدہ چھوکرے (ولید بن عبد الملک) پر جنہوں نے بہار آفریں ہاشمی سیاست کے برخلاف لوگوں پر حکومت کی''۔

و لیشافی المشاھد غیر نکس لتقویم البریۃ مستطیعا

یقیم امورھا و یذب عنھا و یترک جد بھا ابداً مریعاً

''بنی ہاشم میدان جنگ میں شیر مرد تھے، جنہیں دنیا میں کوئی پچھاڑنے والا نہ تھا اور امت کی اصلاح اور ان کے دفاع کے سلسلے میں موزوں ترین اور خشک سالی کے موسم میں ابدآ ثار نعمت فراواں تھے''۔

نغمۂ کمیت پر تحقیقی نظر

یہ اشعار ہاشمیات کمیت کے تابندہ قصائد کا ٹکڑا تھے جو صاحب حدائق وردیہ کے مطابق پانچ سو ستاسی (۵۸۷) اشعار پر مشتمل تھے، لیکن علم دشمنوں نے اس کی اشاعت وطبع میں خیانت کا مظاہرہ کر کے بیشتر حصہ حذف کر کے غارت گری کی ہے۔ یہی مجرمانہ حرکت دیوان حسانؓ، دیوان فرزدق، دیوان ابونواس کے ساتھ بھی کی گئی ہے، اب تو اس کے آثار بھی مٹ گئے ہیں۔ کاش! کوئی محقق ان مجرمانہ حرکتوں کی نقاب کشائی کرتا۔

یہ قصیدہ ۱۹۰۴ء میں لیدن میں طبع ہوا تھا جس میں پانچ سو چھتیس (۵۳۶) اشعار تھے۔ استاد محمد شاکر خیاط کی شرح کے ساتھ پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) اشعار اور استاد رافعی کی شرح کے ساتھ پانچ سو اڑتالیس (۵۴۸) شعر ہی باقی رہ گئے ہیں۔ ترتیب کا پہلا شعر یہ ہے:

من لقلب متیّم مستھام غیر ما صبوۃ و لا احلام

مطبوعہ لیدن میں ایکسو تین (۱۰۳) اور شرح رافعی میں ایکسو دو (۱۰۲) شعر ہیں۔ جس کا پہلا شعر ہے:

طربت و ماشوقاً الیٰ البیض اطرب و لا لعباً منی و ذو الشیب یلعب

مطبوعہ لیدن کی ترتیب شاکر میں ایکسو چالیس (۱۴۰) اور شرح رافعی کے ساتھ ۱۳۸ اشعر ہیں، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

انّـــی و مـــن ایـــن آبک الـطـرب مـــن حیـث لا صبـوۃ و لا ریـب

مطبوعہ لیدن میں (۱۳۳) اور شرح خیاط میں ایکسو بتیس (۱۳۲) شعر اور شرح رافعی میں (۶۸) شعر ہیں اور طبع لیدن کا وہ قصیدہ جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

الا هــل عــم فـــی رایـــہ متـأمّـل و هـل مـدبـر بـعد الاسائۃ مقبل

خیاط کے یہاں ایکسو گیارہ (۱۱۱) شعر اور رافعی کے یہاں (۸۹) شعر ہیں۔

اور جس کا مطلع "طـربـت و هـل بک من مطـرب" ہے مطبوعہ لیدن میں، شرح خیاط میں تینتیس (۳۳) شعر اور شرح رافعی میں اٹھائیس (۲۸) شعر درج ہیں۔

اور جس قصیدہ کا شعر "نفی عن عینک الا رق الهجوعا" ہے مطبوعہ لیدن میں ۲۰ اور شرح خیاط میں اکیس (۲۱) شعر ہیں اور رافعی میں صرف انیس (۱۹) ہی شعر ہیں۔

اور جس کا مصرع "سـل الهـمـوم لقلب غیر متبول" سے شروع ہوتا ہے، مطبوعہ لیدن میں خیاط کے یہاں سات (۷) شعر اور رافعی کے یہاں پانچ (۵) شعر ہیں۔

اور لیدن کے مطبوعہ قصیدہ "اهـوی عـلـیـــا امیـــر الـــمـؤمـنـیـن ولا" میں خیاط کے یہاں سات (۷) شعر ہیں، اس میں رافعی نے ایک شعر حذف کر دیا ہے۔

قصیدہ فائیہ، قافیہ اور نونیہ کے چھ شعروں میں رافعی نے دو شعروں کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

ہم نے جس غدیریہ عینیہ کو یہاں نقل کیا ہے، وہ وہی ہے جسے اولین مرتبہ ترتیب دیا گیا تھا۔ بعد کے تمام قصائد ہاشمیات کو نقل کر کے بعض دوسرے قصائد بھی زیر بحث لائیں گے۔

قصیدہ عینیۂ ہاشمیات

شیخ مفید نے معنی مولا پر مشتمل رسالے میں فرمایا ہے کہ کمیت ان شعراء میں سے ہیں جن کے اشعار

کو معنی مولا کی تفہیم کے سلسلے میں قرآن سے استشہاد کیا گیا ہے اور اہل علم ان کی فصاحت، لغت شناسی اور نظم پر ان کی مکمل اقتدار کا کلمہ پڑھتے ہیں:

و یوم الدوح دوح غدیر خم   ابان لہ الولایۃ لو اطیعا

حدیث غدیر سے حضرت علیؑ کی امامت واجب قرار پاتی ہے اور لفظ مولا سے ان کی اسلامی قیادت ثابت ہوتی ہے۔ اگر لفظ مولا کے متذکرہ معنی کی وضاحت نہ ہوتی تو کمیت جیسا ادب وزبان کا شہباز کبھی اس معنی میں استعمال نہ کرتا۔ کیونکہ اگر یہ بات کمیت کے لئے جائز ہوتی تو دوسرے کے لئے بھی جائز ہوتی اسی طرح اگلے پچھلے لوگوں کے لئے بھی پھر تو لغت کا حقیقی مفہوم ہی فوت ہو کر رہ جاتا اور لغت شناسی صرف معنی حقیقی ہی میں محدود ہو کر رہ جاتی۔ (۱)

کراجکی بسند خود ہناد بن سری (۲) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امیر المومنینؑ کو خواب میں دیکھا کہ آواز دے رہے ہیں: اے ہناد! میں نے عرض کی: لبیک یا امیر المومنینؑ! فرمایا: ''ذرا کمیت کا نغمہ تو سناؤ''۔ (۳)

''و یوم الدوح دوح غدیر خم'' میں ایک ایک شعر پڑھنے لگا اور حضرت ''ہاں! ذرا آگے'' بھی فرماتے رہے۔

پھر آنحضرت نے فرمایا: اے ہناد! سنو۔ میں نے عرض کی: میرے آقا فرمایئے۔ آپ نے یہ شعر پڑھا:

و لم ار مثل ذاک الیوم یوماً   و لم ار مثلہ حقا اضیعا (۴)

ابو الفتوح اپنی تفسیر میں کمیت کا بیان نقل کرتے ہیں:

۱۔ رسالہ فی معنی المولی، مطبوع درضمن مصنفات شیخ مفید (ج ۸ ص ۱۸)

۲۔ بخاری علاوہ بہت سے محدثین نے ان سے روایتیں نقل کی ہیں، نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے، ابو حاتم نے (الجرح و التعدیل ج ۹ ص ۱۱۹ نمبر ۵۰۱) میں تصدیق کی ہے۔ ۱۵۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۳ھ میں وفات پائی۔ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۷۱ (ج ۱۱ ص ۶۳، ۶۲ نمبر ۱۰۹)

۳۔ کنز الفوائد ص ۱۵۴

۴۔ تفسیر ابو الفتوح، ج ۲، ص ۱۹۳ (ج ۴ ص ۲۸۰)

میں نے امیر المومنینؑ کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا: ذرا اپنا قصیدہ عینیہ تو سناؤ۔ میں گنگنانے لگا:

و یوم الدوح دوح غدیر خم ابان لہ الولایة لو اطیعا

حضرت نے فرمایا: تم نے سچ کہا، پھر خود اس طرح شعر پڑھا:

ولم ارمثل ذاک الیوم یوما و لم ارمثلہ حقا اضیعا

اس کی روایت سید نے کی ہے۔(۱) عقیلی نے حموینی کی منہاج الفاضلین اور ابن جوزی کی مرأت الزمان سے نقل کیا ہے، سبط بن جوزی نے اپنے شیخ ''عمرو بن صافی موصلی'' اور دوسرے سے اس کی روایت کی ہے۔(۲)

مرزبانی لکھتے ہیں: بنی امیہ کے بھیانک ترین زمانے میں بھی کمیت کا مذہب ''تشیع اور مدح اہل بیتؑ'' تھا۔(۳)

ان کا شعر ہے:

فقل لبنی امیة حیث حلوا و ان خفت المہند القطیعا

اجاع اللّٰہ من استبعتموہ و اشبع من بجورکم اجیعا

روایت کی گئی ہے کہ پانچویں امام حضرت محمد باقرؑ کے سامنے جب کمیت نے یہ قصیدہ پڑھا تو آپ نے دعائے خیر فرمائی۔

''بیاضی عاملی'' فرزند کمیت کا بیان نقل کرتے ہیں: میں نے رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرت نے فرمایا: ذرا مجھے اپنے بابا کا قصیدۂ عینیہ سناؤ۔ میں پڑھنے لگا: ''**و یوم الدوح دوح غدیر خم**'' رسول خداؐ بہت روئے، فرمایا: تیرے باپ نے سچ کہا: خدا اس پر رحمت نازل کرے۔ خدا کی قسم! ''**لم ارمثلہ حقا اضیعا**'' ایسا حق کا زیاں کبھی نہ دیکھا گیا۔(۴)

۱۔ درجات الرفیعہ (ص ۵۷۹)

۲۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۰ (ص ۳۴۔۳۳)

۳۔ معجم الشعراء صفحہ ۳۴۸ (ص ۲۳۹)

۴۔ صراط مستقیم (ج۱ ص ۳۱۰)

ہاشمیات

مسعودی نے مروج الذہب میں ہاشمیات کر کمیت کی شعری کاوش بتایا ہے۔(۱)

ابو الفرج اور سید عباسی نے قصائد کمیت ہاشمیات کو ان کے بہترین ونفیس ترین اشعار بتائے ہیں۔(۲)

آمدی اور ابن عمر بغدادی نے کہا ہے کہ شاعر اہلبیتؑ کمیت کے مشہور اشعار نفیس ترین شعری کاوش ہیں۔(۳)

سندوبی کہتے ہیں: کمیت عہد اموی کا بہترین شاعر تھا، ہاشمیات اس کے بہترین اشعار ہیں، وہ لغات عرب اور اس کے ماحول پر پورا عبور رکھتا تھا، اپنے بہترین اشعار میں اس نے مدح اہل بیتؑ کے پھول کھلائے ہیں۔(۴)

ابوالفرج اصفہانی (۵) نے محمد بن علی نوفلی کی روایت نقل کی ہے، ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ کمیت نے اپنے اشعار ''ہاشمیات'' کہے تو پہلے چھپایا پھر وہ فرزدق بن غالب کے پاس آئے اور کہا: ''اے ابوفراس! آپ خانوادۂ مصر کے بزرگ ہیں اور شاعر ہیں۔ میں آپ کا بھتیجہ کمیت بن زید اسدی ہوں''۔ فرزدق نے کہا کہ تم نے سچ کہا، تم میرے بھتیجے ہو اپنی ضرورت بیان کرو؟ کمیت نے کہا کہ میں نے کچھ اشعار کہے ہیں چاہتا ہوں کہ آپ کو سناؤں اگر اچھے ہوں تو آپ کی اجازت سے نشر کروں، برے ہوں تو چھپاؤں، آپ مجھ سے زیادہ چھپانے کے مستحق ہیں۔

فرزدق نے کہا کہ تم دانشمند ہو، مجھے یقین ہے کہ تمہاری شعر بھی تمہارے عقل کے مطابق ہوں گے

۱۔مروج الذہب، ج/۲، ص/۱۹۴ (ج ۳ ص ۲۵۳)

۲۔الآغانی، ج/۳، ص/۱۱۳) (ج ۱۷ ص ۳)؛ معاہد التنصیص، ج/۲، ص/۲۶ (ج ۳ ص ۹۴ نمبر ۱۴۸)

۳۔المؤتلف والمختلف ص ۱۷۰ (نمبر ۵۷۲)؛ خزانۃ الادب ج ۱ ص ۱۴۴

۴۔تعلیقہ بر جاحظ، البیان والتبیین جاحظ، ج/۱، ص/۴۵)

۵۔الآغانی، ج/۱۵، ص/۱۲۴ (ج ۱۷ ص ۳۰)

سناؤ جو کچھ کہا ہو۔

کمیت نے مصرع پڑھا: **طربت و ما شوقا الی البیض اطرب**

''میں خوش ہوں لیکن یہ خوشی ان کے شوق کے اجالوں کی نہیں ہے''۔

فرزدق نے کہا: ''بھتیجے پھر کس خوشی میں''؟

کمیت نے آگے پڑھا: **لا لعبا منی و ذو الشیب یلعب ؟!**

''مجھے کھیل کود کا بھی شوق نہیں حالانکہ بوڑھا بھی کھیل کود کو پسند کرتا ہے''۔

فرزدق نے کہا: میاں یہ تو تمہارے کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔

کمیت کا ترنم آگے بڑھا:

ولم یلهنی دار و لا رسم منزل ولم یتطر بنی بنان مخضب

''مجھے گھر اور منزل کی رسم نے بھی خوشی کا تحفہ نہیں دیا اور نہ حنائی انگلیوں نے شادکام کیا''۔

فرزدق نے پوچھا: بھتیجے پھر تمہیں کس نے مسرور کیا ہے؟

کمیت نے کہا:

و لا السانحات البارحات عشیة امر سلیم القرن ام مر اغضب

میری یہ خوشی وشوق صبح وشام پرندوں کے سعد ونحس اڑان پر بھی نہیں۔

فرزدق نے کہا: ہاں میاں! اب زیادہ مت اڑاؤ (بیان بھی کردو)۔

کمیت نے کہا:

و لکن الی اهل الفضائل التقی و خیر بنی حواء و الخیر یطلب

''مجھے خوش کیا ہے، ارباب فضائل وتقویٰ ومحاسن اور بہترین مخلوقات کی طلب نے''۔

فرزدق بولا: وہ کون سے لوگ ہیں؟ بابا! ذرا جلدی بتاؤ۔

کمیت نے کہا:

الی النفر البیض الذی بحبهم الی الله فیما نابنی اتقرب

''وہ ایسے تابندہ چہروں والے افراد ہیں جن کی محبت کے واسطے سے میں تقرب خداوندی ڈھونڈ تا ہوں''۔

فرزدق چیخ پڑا: اونہیں! مجھے مطمئن بھی کردو۔ وہ کون لوگ ہیں؟

کمیت کا ترنم بلند آہنگ ہوگیا:

بنی هاشم رهط النبی فاننی — بهم و لهم ارضی مرارا و اغضب

خفضت لهم منی جناحی مودة — الی کیف عطفاه اهل و مرحب

و کنت لهم من هولاء و هو لاء — محبا علی انی اذم و اغضب

و ارمی و ارمی بالعداوة اهلها — و انی لاوذی فیهم و ائونب

''وہ بنی ہاشم اور خاندان رسولؐ ہیں، میری تمام خوشی صرف انہیں کے لئے ہے اور میرا تمام غصہ ان کے دشمنوں کے لئے ہے، ان کی مودت میں میرے شانے جھکے ہوئے ہیں، ان کی عطوفت و مہربانی، شائستگی اور نوازش پر سو جان سے عاشق ہوں، میں ان کی محبت میں کسی مذمت اور غصہ کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔ دشمنوں نے میری عداوت میں مجھ پر نشانہ بازی بھی کی، میں نے ان پر نشانہ بازی کی، اب تو میں ان کی سرزنش و آزار میں گرفتار ہوں''۔

فرزدق نے پیٹھ ٹھونکی: بھتیجے! اپنے اشعار کی نشر و اشاعت کردو۔ ہاں! خوب اشاعت کرو۔ خدا کی قسم! خانوادۂ مصر کے تم بہترین شاعر ہو، تم نے اگلے پچھلے تمام لوگوں کو مات دیدی ہے۔(۱)

رجال کشی میں ابوالمسیح عبداللہ بن مروان جوانی کا بیان ہے کہ ہمارے درمیان ایک انتہائی شریف اور نیک شخص تھا اسے ہاشمیات کمیت کے اشعار یاد تھے، لوگ اس سے اشعار سنتے تھے، ان شعروں پر اس کی بڑی گہری نظر تھی لیکن پچیس سال سے ان شعروں کا پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ پھر وہ پڑھنے لگا تو لوگوں نے پوچھا: کیا تم نے انہیں پڑھنا چھوڑ نہیں دیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! میں نے پڑھنا چھوڑ دیا تھا لیکن مجھے خواب میں بشارت ہوئی اور دوبارہ پڑھتے رہنے کی تاکید کی گئی۔ پوچھا گیا: کیا خواب دیکھا

۱۔ مروج الذہب، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳ ص ۲۵۳)، معاہد التنصیص عباسی ج ۲، ص ۲۶ (ج ۳ ص ۹۵-۹۴ نمبر ۱۴۸)

تھا؟ کہنے لگا: میں نے خواب دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے، محشر میں لوگوں کو ان کا نامہ اعمال دیا جا رہا ہے مجھے دیا گیا تو میں نے کھول کر دیکھا اس میں لکھا تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ان دوستان علیؑ کے نام جو جنت میں داخل ہوں گے''۔ میں نے پہلی سطر میں دیکھا ایسا ہی تھا، دوسری تیسری میں دیکھا ایسا ہی تھا اور چوتھی سطر میں دیکھا تو کمیت بن زید ہی کا نام تھا۔ اسی خواب کے بعد ہی دوبارہ کمیت کے اشعار پڑھنے لگا۔(۱)

بغدادی لکھتا ہے: خالد قسری کو جب کمیت کے سنہرے قصیدے "الاحییب عنا یامدینا" کی خبر ہوئی تو اس نے عہد کرلیا کہ خدا کی قسم! میں اسے قتل کئے بغیر نہیں رہوں گا، اس کے بعد اس نے انتہائی حسین وجمیل تیس کنیزیں خریدیں اور انہیں قصائد ہاشمیات کمیت یاد کروائے اس کے بعد اس نے بردہ فروشی کے ذریعے مخفی طور سے ہشام بن عبد الملک کے یہاں پہنچوا دیا۔ اس نے خرید لیا۔ ایک دن ان کنیزوں نے ہشام کے سامنے کمیت کے قصیدوں کو گانا شروع کیا۔ ہشام نے والی عراق خالد قسری کو لکھا کہ کمیت کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دے۔ خالد نے کمیت کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا۔ کمیت نے زندان میں اپنی بیوی کو بلوایا اور اس کا نقاب اوڑھ کر خود فرار ہو گیا۔ خالد کو معلوم ہوا تو اس نے کمیت کی بیوی کو سزا دینی چاہی، بنی اسد کے لوگوں نے گھیراؤ کر کے خالد سے کہا: ٹھیک ہے اس عورت نے دھوکا دیا ہے لیکن تم اس کو سزا نہیں دے سکتے۔ خالد ڈر گیا اور اسے بھی آزاد کر دیا۔(۲) اس کی تفصیل آگے بیان ہو گی۔

ثعالبی کہتا ہے کہ مجھے خوارزمی کی بات بڑی اچھی لگی: ''حولیات زہیر، اعتذرات نابغہ، ہجویات حطیئہ، ہاشمیات کمیت، جریر و فرزدق کی نوک جھونک، خمریات ابونواس، زہدیات ابوعتاعیہ، مراثی ابو تمام، مدائح بحتری، تشبیہات ابن معتز، روضیات صنوبری، لطائف کشاجم اور زیورات متنبی پڑھنے کے بعد بھی جو شخص بھرپور شاعر نہ ہو سکے اس کی جوانی غارت ہو جائے اور اس کی عمر دراز نہ ہو''۔(۳)

۱۔ رجال کشی ص ۱۳۴ (ج ۲ ص ۴۶۸ نمبر ۳۶۷)

۲۔ خزانۃ الادب، ج ۱، ص ۸۷ (ج ۱ ص ۱۸۰)

۳۔ ثمار القلوب ص ۱۷۱ (ص ۲۱۶ نمبر ۲۸۸)

بہت سے شعراء نے ہاشمیات کمیت کو مخمس کیا ہے۔ ان میں شیخ ملا عباس زیوری بغدادی، علامہ شیخ محمد ساوی، سید محمد صادق آل صدر الدین کاظمی خاص طور سے لائق ذکر ہیں۔ استاد محمود رافعی مصری نے ہاشمیات کی شرح کرتے ہوئے قیمتی مقدمہ اور حالات زندگی کے ساتھ شائع کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہاشمیات کمیت بہترین کلام، نفیس شعری کاوش اور آہنگ و ترنم کا حسین ترین سرمایہ ہے۔ اس کی شرح استاذ محمد شاکر خیاط نابلسی نے بھی کی ہے۔

میمیۂ ہاشمیات

من لقلب متیم مستهام　　　غیر ما صبوة و لااحلام

''اس سرگشتہ وحسرت زدہ دل میں عشق وآرزو کے سوا کچھ بھی نہیں''۔

کمیت کا غلام صاعد کہتا ہے: ہم لوگ حضرت ابوجعفر امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کمیت نے یہ قصیدہ پڑھا تو امام نے دست دعا بلند کر کے فرمایا: ''خدایا! کمیت کی بخشش فرما''۔(۱)

نصر بن مزاحم کا بیان ہے کہ میں نے رسولخداؐ کو خواب میں دیکھا، آپ کے پہلو میں بیٹھا ایک شخص یہی قصیدہ پڑھ رہا تھا: ''من لقلب متیم مستهام''. میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ جواب ملا: یہ کمیت بن زید اسدی ہے۔ نصر کا بیان ہے کہ رسولخداؐ نے کمیت سے فرمایا: خدا تجھے جزائے خیر دے اور اس کی بڑی تعریف کی۔(۲)

رجال کشی میں زرارہ سے روایت ہے: میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں موجود تھا، کمیت داخل ہوئے، میرے سامنے انہوں نے اپنا قصیدہ'' من لقلب '' پڑھا، جب وہ پڑھ چکے تو حضرت نے کمیت سے فرمایا: جب تک تم ہماری مدحت سرائی کرتے رہو گے جبرئیل کی تائید سے سرفراز ہو گے۔(۳)

۱۔ الآغانی، ج ۱۵، ص ۱۲۳ (ج ۱۷ ص ۲۷)

۲۔ الآغانی، ج ۱۵، ص ۱۲۴ (ج ۱۷ ص ۲۹)، المعاہد التنصیص ج ۲، ص ۲۷ (ج ۳ ص ۹۵ نمبر ۱۴۸)

۳۔ رجال کشی ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۴۶۷ نمبر ۳۶۶)

یونس بن یعقوب سے روایت ہے کہ کمیت نے صادق آل محمد کی بارگاہ میں یہ شعر پڑھا:

اخلص اللّٰہ فی ھوای فما اغر ق نزعا و ما تطیش سھام

امام نے فرمایا:" فما اغرق نزعا " کے بجائے" قد اغرق نزعا" کہو۔

''خداوندعالم مجھے عشق میں خلوص عطا کرے، میں کمان کو سختی سے نہیں کھینچتا اور میرا تیر خطا بھی نہیں کرتا''۔

امام نے اصلاح فرمائی:" قد اغرق نزعا" کہو۔(یقیناً کمان تیزی سے کھینچتا ہوں)(۱) مناقب بن شہر آشوب میں ہے کہ کمیت نے عرض کی: حضور کو مجھ سے زیادہ شعری بصیرت ہے۔(۲)

مسعودی کہتا ہے: کمیت مدینہ میں آیا تو بارگاہ امام محمد باقرؑ میں بھی حاضری دی۔ ایک رات امام نے اس سے قصیدہ پڑھنے کی فرمائش کی، وہ اپنا میمیہ پڑھنے لگا:

و قتیل بالطفّ غودر منھم بین غوغاء امّۃ و طغام

''اور وہ مقتول کربلا جس کو ذلیل امت نے دغا دی اور ہنگامہ کیا''۔

امام رو دیئے اور فرمایا: اے کمیت! اگر ہمارے پاس دولت ہوتی تو تمہیں ضرور عطا فرماتے لیکن ہم تم سے وہی کہتے ہیں جو حسان سے رسولؐ نے فرمایا تھا'' جب تک تم ہماری مدح میں ڈوبے رہو گے جبرئیل کی تائید سے سرفراز ہو گے''۔

کمیت وہاں سے نکل کر عبداللہ بن حسن کی خدمت میں آئے، وہاں بھی قصیدہ پڑھا، انہوں نے کہا: اے ابوالمستہل! مجھے اپنی زمینداری سے چار ہزار درہم ابھی ملا ہے یہ اس کی تحریر ہے۔ یہاں موجود تمام لوگوں کو گواہ بنا کر میں اسے تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔

کمیت نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! مدح اہل بیتؑ کے سوا جتنے بھی میرے شعر ہیں

۱۔ رجال کشی، ص/۱۳۵ (ج ۲ ص ۴۶۱ نمبر ۳۶۶)

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب (ج ۴ ص ۲۲۴)؛ اعلام الوریٰ طبرسی، ص/۱۵۸ (ص ۲۶۵)

ان کی غرض حصول دنیا تھی لیکن آپ حضرات کی مدح صرف خدا کے لئے کی ہے جسے خدا کے لئے کہا ہے میں اس کا دنیاوی اجر نہیں چاہتا۔(۱)

عبداللہ نے بہت زیادہ اصرار کیا تو کمیت نے اسے لے لیا اور چلا گیا۔ کچھ دن کے بعد عبداللہ کی خدمت میں پھر آیا اور کہا: فرزند رسولؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میری ایک حاجت ہے۔ پوچھا: کیا ہے؟ تمہاری ہر حاجت پوری کرنے پر آمادہ ہوں۔ کمیت نے پوچھا: کوئی بھی حاجت؟ کہا: ہاں! جو بھی حاجت ہو پوری کروں گا۔ کمیت نے وہ قبالہ عبداللہ کی خدمت میں واپس کرتے ہوئے کہا: اسے واپس لے لیجئے اور زمینداری کی آمدنی کو اپنی ضرورت پر خرچ کیجئے۔ ناچار انہوں نے لے لیا۔

اس کے بعد عبداللہ بن جعفر کے پوتے ''عبداللہ بن معاویہ'' اٹھے، اپنے ہاتھ میں چمڑے کی تھیلی لئے ہوئے چار غلاموں کے ساتھ بنی ہاشم کے گھروں میں آئے۔ ان سے کہا کہ اے بنی ہاشم! کمیت نے دنیاداروں کی مدح سے منھ موڑ کر تمہاری مدح میں اشعار کہے ہیں اور اپنی جان کو بنی امیہ کے خطروں میں جھونک دیا ہے لہٰذا تم سے جو کچھ ہو سکے اس کی قدر دانی کا مظاہرہ کرو، یہ سن کر تمام بنی ہاشم کے مردوں نے اپنے حوصلے کے مطابق اس تھیلی میں درہم و دینار اونڈیلنا شروع کیا۔ عورتوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی پیسے دیئے، یہاں تک کہ اپنے زیور بھی اتار کر دے دیئے، ایک لاکھ درہم و دینار ہو گئے، عبداللہ وہ تھیلی لئے ہوئے کمیت کے پاس آئے اور کہا: اے ابوالمستہل! ہم نے استطاعت بھر پونجی جمع کی ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہم اپنے دشمنوں کی حکومت میں زندگی گزار رہے ہیں، جو کچھ ہے تمہارے سامنے ہے تم دیکھ رہے ہو کہ عورتوں نے بھی اپنے زیور دے ڈالے ہیں، اسے لے لو اور اپنی ضرورت میں خرچ کرو۔

کمیت نے کہا: میرے ماں باپ قربان! یہ بڑی پاکیزہ دولت ہے، لیکن میں نے صرف خوشنودی خدا کے لئے اشعار کہے ہیں۔ آپ سے انصاف کا طلبگار ہوں انہیں واپس کر دیجئے، جب بہت اصرار کے بعد بھی کمیت نے قبول نہیں کیا تو عبداللہ نے کہا۔ اگر تم قبول نہیں کرتے تو میری رائے میں ایسے اشعار کہو جس پر لوگ تم سے برہم ہو جائیں تاکہ اس طرح ایسا فتنہ اٹھے کہ جس کے نتیجے سے کچھ بہرہ مند

۱۔ مروج الذہب، ج۲، ص۱۹۵ (ج۳ ص۲۵۴)

ہوسکو۔اس وقت کمیت نے اپنی قومی نازش پر مشتمل قصیدہ کہا۔اس میں نضر بن نزار، ربیعہ بن نزار اور اباد وانمار کے خاندانوں کے فضائل نظم کئے گئے اور انہیں قحطانیوں پر فضیلت دی، اس کی وجہ سے یمانیوں اور نزاریوں میں ٹھن گئی۔اس قصیدے کا پہلا شعر ہے:

الاحیّیت عنا یا مدینا　　　　و ھل ناس تقول مسلّمینا

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ جب کمیت نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں "من لقلب متیم مستھام" کا قصیدہ پڑھا تو امام نے کعبہ کی طرف رخ کر کے تین بار فرمایا: خدایا! کمیت پر رحم فرما اور اسے بخش دے۔پھر فرمایا کمیت یہ ایک لاکھ درہم ہے، میں نے اپنے خاندان کے لوگوں سے تمہارے لئے جمع کیا ہے۔کمیت نے عرض کیا: نہیں، خدا کی قسم! ہرگز نہیں۔کوئی نہ جانے کہ میں نے آپ سے کچھ لیا ہے یہاں تک کہ خدا میری کفالت کرے، بس میں اتنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی قمیص عطا فرما کر میری عزت افزائی فرمائیں۔امام نے قمیص عطا فرمادی۔(۱) عباسی نے لکھا ہے کہ امام نے روپیہ اور کپڑا دونوں منگوایا۔کمیت نے عرض کی: خدا کی قسم! اگر مجھے دنیا پسند ہوتی تو کسی دنیادار کے پاس جاتا، نہیں ہرگز نہیں، خدا میری کفالت کرے گا۔کوئی نہ جانے کہ آپ سے روپیہ لیا ہے۔صرف اپنا کپڑا عنایت فرمادیجئے۔اس نے روپیہ واپس کردیا اور قمیص رکھ لی۔(۲)

بغدادی نے غلام کمیت "صاعد" کا بیان نقل کیا ہے کہ ہم کمیت کے ساتھ علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔کمیت نے عرض کی: میں نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے۔امید ہے کہ رسولخداؐ میری شفاعت فرمائیں گے۔پھر قصیدہ پڑھنا شروع کیا: "من لقلب متیم مستھام" جب قصیدہ ختم ہوا تو امام نے کہا: ہم تمہارا بدلہ دینے سے عاجز ہیں، لیکن نہیں، ہم اتنے بھی ناتواں نہیں ہیں، خدا تمہارا بدلہ دینے پر عاجز نہیں۔خدایا! کمیت کو بخش دے۔پھر اپنے اور اپنے خاندان کے خرچ کے لئے مخصوص چار ہزار درہم نکال کردیا اور فرمایا: اے ابوالمستہل! اسے لے لو۔کمیت نے عرض کی: آپ اگر درہم کا چھٹا

۱۔مناقب ابن شہر آشوب، ج ۵، ص ۱۲ (ج ۴ ص ۲۱۴-۱۲۳)

۲۔معاہد التنصیص ج ۲، ص ۲۷ (ج ۳ ص ۹۶ نمبر ۱۴۸)

حصہ بھی عطا فرماتے تب بھی بہت بڑی عنایت ہوتی لیکن اگر مناسب خیال فرمائیں تو اپنے جسم مبارک کا کپڑا عنایت فرمادیں تاکہ میرے لئے تبرک ہو۔ امام اندر تشریف لے گئے اور کپڑا اتار کر کمیت کو دیا اور فرمایا: خدایا! زمانہ تیرے رسولؐ کے خانوادہ کو فراموش کر چکا ہے۔ ایسے میں کمیت نے فراموش شدہ حقوق کی نشاندہی کی اسے سعادت و شہادت سے سرفراز فرما۔ دنیا میں بھی اجر دے اور آخرت میں بہترین جزا عطا فرما۔ میں اس کے حسن سلوک کا بدلہ نہیں ادا کر سکا ہوں۔ کمیت کا بیان ہے کہ میں نے امام کی دعاؤں کو اپنے وجود میں محسوس کیا۔(۱)

محمد بن کناسہ کہتا ہے کہ جب ہشام کے سامنے کمیت کا یہ شعر پڑھا گیا:

''آل محمدؐ کی محبت کی وجہ سے بیگانوں کا قریب اور رشتہ داروں کے مختلف اتہامات کا نشانہ بنا ہوا ہوں۔ اپنے موقف میں جانا پہچانا شخص ہو گیا ہوں، اب خدا ہی سے تمسک و قوت کا طلبگار ہوں''۔

اس نے جھلا کر کہا: اس ریاکار نے اپنے کو ہلاکت میں ڈال دیا۔(۲)

قصیدہ بائیہ ہاشمیات

و طربت ما شوقا الی البیض اطرن   و لا لعبا منی و ذو الشیب یلعبْ

''میں شاداں ہوں لیکن میری شادمانی حسینوں کی محبت میں نہیں، نہ مجھے کھیل کود کا شوق ہے حالانکہ بوڑھے بھی کھیل کود پسند کرتے ہیں''۔

ابوالفرج، ابراہیم بن سعد اسدی کا بیان نقل کرتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ فرماتے تھے: میں نے رسولخداؐ کو خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کی: عرب ہوں۔ فرمایا: جانتا ہوں، عرب کے کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے عرض کی: قبیلہ بنی اسد سے۔ آپ نے فرمایا: قبیلہ بنی اسد بنی خزیمہ سے ہو؟ ہلالی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: کمیت کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں

۱۔ خزانۃ الادب ج/۱، ص/۶۹ (ج ا ص ۱۴۵)

۲۔ الآغانی، ج/۱۵، ص/۱۲۷ (ج ۷ ص ۳۶)

اے خدا کے رسولؐ! وہ میرے چچا اور میرے قبیلے کے فرد ہیں۔ پوچھا: اس کے اشعار یاد ہیں؟ میں نے ان کا قصیدہ ''طربت و ماشوقا الیٰ البیض اطرب'' پڑھنا شروع کیا۔ جب میں نے یہ شعر پڑھا:
میرے والی صرف اہل بیت رسولؐ ہیں اور مجھے صرف انہیں سے راہ ورسم بھی ہے۔

رسولخداؐ نے فرمایا: جب صبح ہو تو کمیت کو میرا اسلام پہنچانا اور کہنا کہ خداوند عالم نے اس قصیدے کی بدولت تجھے بخش دیا۔(۱)

آغانی (۲) میں دعبل کا بیان ہے: میں نے رسولؐ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا: تمہیں کمیت سے کیوں نفرت ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! عام شاعروں کی طرح صرف شعری نوک جھونک ہوتی ہے۔ فرمایا: اب ایسا مت کرنا۔ کیا اس نے یہ حسین شعر نہیں کہا:

فلا زلت فیھم حیث یتھموننی   و لا زلت فی اشیاعکم القلب

بلاشبہ خداوند عالم نے اسی شعر کی برکت سے اس کی بخشش کی ہے۔ دعبل کہتا ہے کہ یہ خواب دیکھنے کے بعد اس پر طعن سے میں نے زبان روک لی۔

متذکرہ شعر کو اس شعر کے بعد:

و قالوا ترابی ھواہ و رایہ   بذالک ادعی فیھم و القب

کمیت کے دیوان سے مصری مطابع نے حذف کر دیا ہے۔

سیوطی نے شرح شواہد المغنی میں بحوالہ ابن عساکر لکھا ہے کہ قبیلۂ بنی اسد کے افراد کہتے تھے کہ ہمیں ایسی فضیلت حاصل ہے کہ دنیا میں کوئی بھی اس فضیلت کا حامل نہیں، ہمارے ہر گھر میں کمیت کی برکت و وراثت ہے کیونکہ اس نے رسول خداؐ کو خواب میں ''طربت و ماشوقا'' کا قصیدہ سنایا۔ رسول خداؐ نے دعا دی کہ تجھے اور تیری قوم کو برکت عطا کی گئی۔(۳)

۱۔ آغانی ج ۱۵، ص ۱۲۴ (ج ۱۷ ص ۲۹)؛ معاہد التنصیص، ج ۲، ص ۲۷ (نمبر ۱۴۸)
۲۔ الآغانی ج ۱۵ ص ۱۲۴ (ج ۱۷ ص ۲۹۔۲۸)
۳۔ شرح شواہد ص ۱۳ (ج ۱ ص ۳۸ نمبر ۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۴ ص ۵۹۷)

شرح شواہد المغنی میں بحوالۂ ابن عساکر یہ بھی ہے کہ کوفہ میں جو بھی مذکورہ قصیدے کی روایت نہیں کرتا تھا اسے ہاشمی نہیں سمجھا جاتا۔(۱) درجات الرفیعہ میں ہے کہ اسے شیعہ نہیں سمجھا جاتا۔(۲) سیوطی بحوالہ ابن عساکر کہتے ہیں کہ کمیت جس زمانے میں درویشی کی زندگی گزار رہے تھے ایک بار رسولخدا کو خواب میں دیکھا، فرمایا: تمہیں کس بات کا ڈر ہے؟ کمیت نے عرض کی: بنی امیہ کا خوف ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

الم ترنی من حب آل محمد اروح و اغد و خائفا اترقب

''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آل محمدؐ کی محبت میں صبح وشام خوف اور اپنے بچاؤ کی زندگی گزار رہا ہوں''۔

رسولخدا نے فرمایا: ''اپنے کو ظاہر کردو، خدا کی طرف سے دنیا وآخرت میں امان ہے''۔(۳)

نیز سیوطی (۴) لکھتے ہیں: ابن عساکر نے جاحظ کا قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے شیعوں کی طرف سے کمیت نے احتجاج کیا ہے۔ اس کا شعر ہے کہ

فان هی لم تصلح لحی سواهم فان ذوی القربیٰ و احق اوجب

یقولون لم یورث و لو لا تراثه لقد شرکت فیها بکیل و ارحب

''اگر وہ لوگ اپنے سوا کسی میں صلاحیت خلافت نہیں سمجھتے تو سن لیں کہ یقیناً رسولؐ کے ذوی القربیٰ سب سے زیادہ مستحق اور حقدار خلافت تھے۔ وہ کہتے ہیں: رسولؐ نے وارث نہیں بنایا اگر وارث نہیں بنایا تو دوسرے قبائل کو بھی ناپ تول میں حصہ دار بنانا چاہئے''۔

شیخ مفید نے جاحظ کے اس قول کا جواب دیا ہے کہ کمیت سے قبل خود زمانۂ پیغمبرؐ سے متصل زمانے

۱۔ شرح شواہد ص۱۴ (ج۱ص۲۹ نمبر۶) بحوالۂ تاریخ ابن عساکر ج۱۴ص۶۰۱)

۲۔ درجات الرفیعہ (ص۵۶۷)

۳۔ شرح شواہد مغنی ص۱۴ (ج۱ص۳۸ نمبر۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج۱۴ص۵۹۸ مختصر تاریخ ابن عساکر ج۲۱ص۲۱۴)

۴۔ شرح شواہد المغنی ج۱۴ (ج۱ص۳۸ نمبر۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج۱۴ص۵۹۹ مختصر تاریخ ابن عساکر ج۲۱ص۲۱۵)

میں شیعوں نے احتجاجات کئے ہیں۔ شاید جاحظ کو اس کا پتہ نہیں یا شاید اپنے اس قول سے زمانۂ رسولؐ میں شیعوں کے وجود سے انکار کرنا چاہتا ہے لیکن تاریخ اس کی اس گستاخی کا منھ توڑ جواب دے گی۔ صحابہ و تابعین کے اشعار بھرے پڑے ہیں جبکہ ابھی کمیت کا نطفہ بھی قرار نہیں پایا تھا۔ ان میں خزیمہ ذو الشہادتین، عبد اللہ ابن عباس، فضل ابن عباس، عمار یاسر، ابوذر، قیس بن سعد، ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب، عبد اللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبد المطلب، زفر، نجاشی، جریر و عبد الرحمٰن وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۱)

امیر المومنینؑ کے خطبوں اور خطوط کو کتب تاریخ میں دیکھا جا سکتا ہے جن سے شیعوں کے استدلال کا پتہ چلے گا۔ شیخ مفید کے مطابق کمیت نے فقط امیر المومنینؑ کے ارشاد کو نظم کیا ہے۔ اس کے بعد بھی شیعوں نے انہیں نقل کیا ہے، ان منقولات کا جنہیں پتہ ہے ان پر جاحظ کا دروغ واضح ہے۔(۲)

قصیدہ لامیۂ ہاشمیات

الاهل عم فی رایه متأمّل　　　و هل مدبر بعد الاساءة مقبل

''کیا کوئی کور دل اتنا فکرمند ہے اور کیا کوئی اپنی تباہکاریوں کے بعد حق کی طرف واپس آنے والا ہے''؟

ابو الفرج نے ابوبکر حضرمی سے روایت کی ہے کہ ایام تشریق (۱۱،۱۲،۱۳ ذی الحجہ) میں کمیت نے امام محمد باقرؑ سے ملاقات کی۔ کمیت نے عرض کی: قربان جاؤں میں نے کچھ شعر کہے ہیں انہیں آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ امام نے فرمایا: اے کمیت! ان دنوں یاد خدا کرو، کمیت نے اصرار کیا تو امام نے اجازت دی، اس نے شعر پڑھا:

یصیب به الرامون عن قوس غیرهم　　　فیا آخر اسدیٰ له الغی اول

۱۔ الفصول المختارہ، ج۲، ص۸۴ (ص۲۳۲)

۲۔ الفصول المختارہ ج۲، ص۸۵ (ص۲۳۳)

''...انہوں نے دوسروں کی کمان میں رکھ کر اس کی طرف تیر چھوڑا۔اس آخری پر لعنت جس نے اول کے لئے تباہی کی فضا سازگار کی''۔

امام نے فرمایا: خدایا کمیت کو بخش دے۔(۱)

محمد بن سہل، کمیت کے ساتھی کا بیان ہے کہ ہم کمیت کے ساتھ بارگاہ صادق آل محمدؐ میں داخل ہوئے۔اس نے کہا: قربان جاؤں، کچھ اشعار پڑھوں؟ فرمایا: یہ مقدس ایام ہیں،اس نے کہا: یہ اشعار آپ کی شان میں ہیں۔فرمایا: پڑھو۔پھر امام نے گھر پر کہلوادیا تو عورتیں بھی جمع ہوگئیں۔جب متذکرہ شعر پڑھا تو آواز گریہ بلند ہوئی۔امام نے دست دعا بلند کرتے ہوئے فرمایا:'' خدایا! کمیت کے اگلے پچھلے اور ظاہر و باطن گناہ بخش دے،اسے اتنا دیدے کہ خوش ہوجائے''۔(۲)

بغدادی نے روایت کی ہے کہ جب اس نے امام حسینؑ کے متعلق یہ اشعار پڑھے:

''گویا کہ حسینؑ اور ان کے جامع الفضائل ساتھی گرداگرد ہیں،اپنی تلواروں سے سرفروشی پر آمادہ ہیں۔رسولخداؐ ان کے درمیان سے غائب ہیں اور ان کا فقدان ہی لوگوں کے لئے دردناک مصیبت بن گئی،تنہائی کی وجہ سے جس کی مدد کرنا ضروری ہے اس سلسلے میں حسینؑ سے زیادہ کسی کو مستحق نہیں پاتا''۔(۳)

امام نے دست دعا بلند کر کے متذکرہ دعا فرمائی اور لباس و ایک ہزار دینار عطا فرمایا۔کمیت نے عرض کی: خدا کی قسم! مجھے دنیا کی محبت ہوتی تو دنیادار کے پاس جاتا لیکن مجھے آخرت پسند ہے۔میں صرف برکت کے خیال سے لباس لے لوں گا، دینار نہیں لوں گا۔

آغانی میں ہے کہ ہشام کو خالد بن عبداللہ سے کچھ رنجش ہوگئی تھی۔لوگ خالد سے کہتے تھے: ہشام تجھے معزول کرنا چاہتا ہے۔ایک دن ہشام کے محل میں ایک رقعہ پڑا ملا،جس میں یہ اشعار تھے:

۱۔الآغانی ج۱۵ص۱۲۶(ج۱۷ص۳۳)

۲۔الآغانی ج/۱۵،ص/۱۲۳(ج۱۷ص۲۶)،المعاہد التنصیص،ج/۲،ص/۲۷(ج۳ص۹۶نمبر۱۴۸)

۳۔خزانۃ الادب،ج/۱،ص/۷۰(ج۱ص۱۴۵)

''ہمارے سامنے برق چمکی اور وہ جنگ بھڑکانے کے لئے میرے تعاقب میں ہے۔ میں اس سے خوف زدہ ہوں، دیگ جنگ جب تک پرسکون ہے، جوش میں نہیں آئی ہے تھام لو اور اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرو، جنگ اپنے انجام سے پہلے ٹھنڈی نہیں ہوتی، دوسروں کے قابو میں جانے سے پہلے نرمی برتو، شورش سے قبل اس کے تدارک کی سبیل کرو، ابھی مجھے چارہ گر سمجھتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ چارہ گری خود ہی کرنے لگیں، رزمیہ زبان سخت جنگ کی خبر دیتی ہے، اگر چہ ہوشمند پر بھی واضح نہیں''۔(۱)

ہشام نے تمام دربار کے ہوشمندوں کو جمع کر کے شعر پڑھوایا اور پوچھا کہ یہ کس شاعر کا اسلوب ہے، پتہ لگاؤ۔ سب نے بیک زبان کہا کہ یہ لہجہ کمیت بن زید اسدی کا ہے۔ ہشام نے حیرت سے کہا: ارے یہ کمیت ہے جس نے مجھے خالد بن عبداللہ سے ڈرایا ہے۔ ہشام نے خالد کو خط لکھ کر یہ اشعار اس کے پاس بھیجے، خالدان دنوں واسط میں تھا اس نے کوفے کے حکمراں کے پاس خط لکھ کر تاکید کی کہ کمیت کو قید کرلو، پھر اپنے دوستوں سے کہنے لگا: یہ شخص بنی ہاشم کی مدح اور بنی امیہ کی ہجو کرتا ہے ذرا اس کے اشعار میرے سامنے پیش کرو، لوگوں نے کمیت کا قصیدہ لامیہ سنایا۔ جس کا پہلا شعر ہے:

الاهل عم فی رایه فتامل   و هل مدبر بعد الاسائة مقبل

خالد نے اس قصیدہ کو ہشام کے پاس بھیج دیا اور لکھا کہ یہ کمیت کے اشعار ہیں اگر ان اشعار میں اس نے حق بات کہی ہے تو وہ یقیناً سچا ہے۔ ہشام نے خط پڑھا تو غصے میں سرخ انگارہ ہوگیا۔ جب یہ شعر پڑھا:

فیا ساسة هاتوا لنا من جوابکم   ففیکم لعمری ذو أفانین مقول

''اے حکومت کے زمادارو! میرے سوالوں کا جواب دو، میری جان کی قسم! تمہارے درمیان ہر فن مولا حضرات بھی ہیں''۔

تو انتہائی مشتعل ہو کر خالد کو خط لکھا کہ کمیت کے ہاتھ پیر کاٹ کر قتل کر دو اور اس کا گھر برباد کر دو۔ خالد نے خط پڑھا، اسے کمیت کے خاندان سے جھگڑا مول لینا گراں گزر رہا تھا۔ وہ لوگوں کے

۱۔ الآغانی ج ۱۵ ص ۱۱۹ (ج ۱۷ ص ۱۸)

سامنے خط کو بلند آواز سے پڑھنے لگا۔ جس میں کمیت کی رہائی واضح تھی اور کہا کہ امیر المومنین نے مجھے خط لکھا ہے لیکن مجھے کمیت کے خاندان سے جھگڑنا پسند نہیں۔ پھر کمیت کا نام بلند آواز سے لیا۔ عبدالرحمٰن بن عتبہ بن سعید نے اس کا مطلب سمجھ لیا۔ ایک تیز رفتار سواری پر اپنے غلام کو بٹھا کر کہا: اگر تم نے کوفہ جا کر کمیت کو بقید زندگی یہ خبر پہنچادی تو تم خود آزاد ہو اور یہ سرخ خچر تمہاری ملکیت۔ تمہیں اس کے علاوہ بھی انعام واکرام سے نوازوں گا۔

وہ غلام رات دن مسلسل سفر کر کے واسط سے کوفہ آیا۔ زندان میں پہنچ کر اجنبی کی طرح کمیت سے ملا اور تمام واقعہ کی خبر دی۔ کمیت نے کسی کو بھیج کر اپنی بیوی جو اس کی چچیری بہن بھی تھی بلا بھیجا اور تاکید کردی کہ اپنے کپڑے بھی ساتھ لیتی آئے۔ کمیت نے بیوی سے کہا: اپنے یہ کپڑے مجھے پہنا دو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور ہر طرف سے جائزہ لے کر کہا: تمہارے بالوں کے سوا اب کوئی اشتباہ نہیں، جاؤ خدا کی پناہ میں۔ کمیت یہ شعر پڑھتا ہوا زندان سے نکل گیا:

''کتوں کی سعی اور ان کے شکار کے برخلاف میں زندان سے یوں فرار ہو گیا جیسے ابن مقبل کی کمان سے تیر۔ میرے جسم پر عورتوں کے کپڑے ہیں لیکن اس کے اندر اپنی ہوئی تلوار جیسا حوصلہ ہے''۔

اس موقع پر خالد کا خط کوفہ کے فرمان روا کے پاس پہنچا کہ ہشام کے حکم کے مطابق کمیت کو قتل کردے اور اس کا گھر برباد کردے۔ جب اس فرمان کے اجراء کے لئے قید خانہ میں سپاہی گئے تو وہاں عورت کو پایا جو کہہ رہی تھی کہ اس قید خانے میں صرف میں ہوں، کمیت فرار ہو گیا ہے۔ حکمران نے خالد کو سارا ماجرا لکھ مارا، خالد نے جواب دیا کہ اس شریف عورت نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے چچیرے بھائی کی حمایت کی ہے، اسے آزاد کردو۔ جب یہ خبر شام میں اعور کلبی کو پہنچی تو اس نے کمیت کے قید سے فرار ہونے کو نظم کرتے ہوئے ''اسودینا واحمرینا'' کی ہانک لگائی۔ کمیت نے اس مہمل آہنگ کا اس قدر اثر لیا کہ تین سو شعر پر مشتمل قصیدہ بنی امیہ کی ہجو میں لکھ مارا، جس کا پہلا مصرع ہے: ''**الا حییت عنا یا مدینا**''۔

آغانی (۱) لکھتا ہے کہ خالد بن عبداللہ قسری نے قصائد کمیت ''ہاشمیات'' کو حسین وجمیل کنیزوں کو

۱۔ الآغانی ج ۱۵ ص ۱۱۴ (ج ۷ ص ۶

یاد کرا کے ہشام کی خدمت میں تحفۃً پیش کر دیا۔ اس قصیدے میں بنی امیہ کی ہجو ہے جس کا پہلا شعر ہے:

فیارب ھل الا بک النصر یبتغی　　و یا رب ھل الاعلیک المعول

کمیت نے اس قصیدے میں زید بن علی اور ان کے فرزند "حسین بن زید" کا مرتبہ اور بنی ہاشم کی مدح وستائش کی ہے۔ جب ہشام نے اس قصیدہ کو سنا تو غصے میں خالد کو قسم دے کر تاکید کر دی کہ کمیت کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائیں۔

آبان بن ولید نے کمیت کے پاس غلام کو تیز رفتار سواری دے کر کہا کہ اگر تم نے اس خبر کو کمیت تک پہنچا دیا تو خدا کی راہ میں آزاد کر دیئے جاؤ گے (تفصیل آگے بیان ہوگی)۔ کمیت نے غدیر کے متعلق اشعار بھی کہے ہیں:

"علیؑ مومنوں کے امیر ہیں، ان کا حق خدا کی جانب سے تمام مسلمانوں پر لازم ہے، یقیناً رسولخداؐ نے ان کے حق کے متعلق جو سفارش کی ہے وہ حق تمام حقوق میں شریک ہے۔ ان کی تزویج صدیقہؑ سے ہوئی، جن کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے، سوائے بتول مریم عذرا کے۔ مسجد کی طرف لوگوں کے بنائے ہوئے تمام دروازے بند کر دیئے گئے سوائے علیؑ کے دروازے کے، ان کا دروازہ بند نہیں تھا۔ اور غدیر کے دن ان کی ولایت تمام عربی وعجمی لوگوں پر واجب قرار دی ہے"۔ (۱)

شاعر کے حالات زندگی

"ابوالمستہل کمیت بن زید بن خنیس بن مخالد بن وہیب بن عمرو بن شبیع بن مالک بن سعد بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار"۔

ابوالفرج کے خیال میں کمیت عظیم شاعر، ماہر لغات تھا۔ اسے تاریخ عرب پر عبور تھا۔ وہ مصر کا چرب زبان شاعر اور قحطانیوں پر متعصب تھا۔ شعراء کے عیوب سے آگاہ، ایام روزگار کے نشیب وفراز اور کشاکش حیات سے آشنا تھا۔ اس نے بنی امیہ کے زمانے میں زندگی بسر کی اور بنی عباس کا زمانہ نہیں

۱۔ تفسیر ابوالفتوح، ج۲، ص۱۹۳ (ج۴ص۲۸۰)

دیکھ سکا، ان سے پہلے ہی گزر گیا۔ کمیت کا ہاشمی تشیع معروف تھا۔

معاذ ہراء سے پوچھا گیا: سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ اس نے سوال کیا: جاہلی دور کا شاعر یا اسلامی دور کا؟ کہا: پہلے جاہلی دور کا بیان کرو۔ معاذ نے کہا: امراء القیس، زہیر، عبید بن الابرص۔ پھر پوچھا گیا: اسلامی دور کے شعراء میں کون ہے؟ معاذ نے جواب دیا: فرزدق، جریر، اخطل، راعی۔ اس سے پوچھا گیا: اے ابومحمد! تم نے کمیت کا نام کیوں نہیں لیا؟ معاذ نے جواب دیا کہ وہ تو اگلوں اور پچھلوں میں سب سے بڑا شاعر تھا۔(۱)

گزشتہ صفحات میں فرزدق کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ اس نے کمیت سے کہا تھا: خدا کی قسم! تم تمام گزرے اور آئندہ لوگوں میں سب سے بڑے شاعر ہو۔

کمیت کے شعروں کی تعداد آغانی اور معاہد التنصیص کے مطابق (۵۲۸۹) ہیں۔(۲)

کشف الظنون میں بحوالہ عیون الاخبار نقل ہوا ہے کہ کمیت کے پانچ ہزار سے زیادہ قصیدے ہیں جسے صمعی نے جمع کیا اور ابن سکیت نے مرتب کیا ہے۔ بعض شعراء نے اس کے شعر کو ابومحمد عبداللہ بن یحیی معروف بہ ابن کناسہ (متوفی ۲۰۷ھ) سے نقل کیا ہے اور ابن کناسہ نے جزی ابوموصل اسدی اور ابو صدقہ اسدی سے نقل کیا ہے۔ اس سے متعلق ایک کتاب بھی بنام "سرقات الکمیت من القرآن" (سرقہ سے مراد اخذ معانی القرآن ہے جو کمیت کے لئے باعث افتخار ہے) لکھی ہے۔(۳)

اشعار کمیت کے راوی ابن سکیت بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے استاذ نصران سے اور انہوں نے ابوحفص عمر بن ابی بکر سے اشعار کمیت کی روایت کی ہے۔

ابن ندیم کے مطابق شعر کمیت کے عامل ابوسعید حسن بن حسین سکری متوفی ۲۱۵ھ اور ابن عساکر کے مطابق ندیم شعر محمد بن انس ہیں۔(۴) یاقوت حموینی نے ابن عبدہ نساب کا بیان نقل کیا ہے کہ کمیت

۱۔ الآغانی، ج/۱۵، ص/۱۱۵، ۱۲۷، (ج ۷ ص ۳، ۳۵)

۲۔ آغانی (ج ۷ ص ۳۱)؛ معاہد التنصیص ج/۲، ص/۳۱ (نمبر ۱۴۸)

۳۔ کشف الظنون (ج ۱ ص ۸۰۸)؛ عیون الاخبار شاکر کی ج ۱ ص ۳۹۷

۴۔ فہرست ابن ندیم ص/۱۰۷، ۲۲۵ (ص ۷۸، ۱۷۹)؛ تاریخ ابن عساکر، ج/۱۴، ص/۴۲۹ (ج ۱۴ ص ۶۰۳)

کے قصیدۂ نزاریہ نے ماہرین انساب عرب کو وقیع معلومات فراہم کی ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا تو میں نے کمیت کے تمام اشعار جمع کیے، تاریخ عرب کی ترتیب میں مجھے اشعار کمیت نے مدد کی۔ (۱)

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ کمیت میں دس ایسی خصلتیں تھیں جو دوسرے کسی شاعر میں نہیں تھیں۔ وہ خطیب بنی اسد، فقیہ شیعہ، حافظ قرآن، بلند حوصلہ، خوش خط کاتب، جھگڑالو نسب شناس، تشیع کا اولین مناظر (کمیت سے قبل بھی شیعوں میں مناظر ہوئے ہیں)، بنی اسد کا بے مثل تیر انداز، بے باک شہسوار، اور دیندار سخی تھے۔ (۲)

عدنانیوں کے خلاف اس کی عصبیت مستقل تھی۔ شعرائے یمن سے اس کی شعری نوک جھونک تمام عمر چلتی رہی۔ اس کے نہج پر دعبل وابن عینیہ نے اس کی وفات کے بعد جواب میں سنہرا قصیدہ لکھا ہے۔ ابوزلفاء نصری نے بھی اس کا جواب دیا ہے۔

کمیت اور حکیم اعور کلبی کے درمیان مناظرہ ومفاخرہ برابر چلتا رہا۔

فائدہ

حکیم اعور کلبی بنی امیہ کا زلہ خوار دمشق میں رہتا تھا، پھر کوفہ منتقل ہو گیا۔ ایک شخص عبداللہ بن جعفر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کی شان میں حکیم اعور کلبی نے ہجویہ اشعار کہے ہیں۔ عبداللہ نے کہا کہ کچھ یاد ہو تو پڑھو۔ اس نے کہا: ''ہم نے زید کو درخت خرما پر پھانسی دیدی اور کسی مہدی کو ہم نے دار پر نہیں دیکھا۔ تم عثمان کا مقابلہ علیؑ سے حماقت کی بنیاد پر کرتے ہو۔ عثمان تو علیؑ سے بہتر اور پاکیزہ تر ہیں''۔

عبداللہ نے کپکپاتے ہاتھ بلند کر کے بددعا کی: خدایا! اگر یہ جھوٹا ہے تو اس پر کسی کتے کو مسلط کر دے۔ حکیم اعور ایک رات کوفے میں آیا اور اسے شیر نے پھاڑ کھایا۔ (۳)

۱۔ معجم الادباء ج ۱/ ص ۴۱۰/ (ج ۳ ص ۸)

۲۔ خزانۃ الادب، ج ۲/ ص ۶۹/ (ج ۱ ص ۱۴۴)، شرح الشواہد، ص ۱۳/ (ج ۱ ص ۳۸ نمبر ۶)

۳۔ معجم الادباء، ج ۴/ ص ۱۳۲/ (۱۰ ص ۲۴۸)

کمیت کی مذہبی زندگی

ایک محقق، کتب و سیَر میں واضح روشنی پاتا ہے کہ یہ مرد میدانِ وفا، خانوادۂ رسالت کی محبت میں اپنے مادی فوائد کا کبھی حریص نہ رہا، نہ اس نے چاپلوسی اور خوف میں صلہ و انعام حاصل کیا، نہ شعری کاوشوں کا بدلہ کھنکتے سکوں کو قرار دیا، نہ عہدہ اور رتبہ حاصل کرنے کی فکر کی، ایسا کیسے ہوسکتا تھا؟ کیوں کہ دعبل کے بقول:

''ان کا مال غنیمت دوسروں میں تقسیم ہوگیا اور ان کے ہاتھ خالی رہ گئے۔ انہیں کی طرح شیعہ بھی الگ تھلگ رکھے گئے، اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے، گویا وہ ناقابل معافی جرم کے مرتکب ہوئے تھے''۔

اگر کسی دیندار کو دنیا یا دولت حاصل کرنے کی فکر ہوتی تو اموی حکومت کے سامنے حاضر ہونا پڑتا۔ جو ناجائز طریقہ سے اقتدار پر قابض تھے۔ ایسی صورتحال میں کمیت جیسے مرد میدان وفا سے امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ مردم آزار بنی امیہ کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوتے، جنہوں نے ستمرانی اور خوف و دہشت کی وجہ سے بیابانوں کی خاک چھاننے پر مجبور کیا تھا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا دل صرف آل محمدؐ سے وابستہ تھا۔ دوسروں سے قطعی بے تعلق تھا کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ آل محمدؐ بارگاہ خداوندی میں اس کی نجات کا ذریعہ ہیں اور ان کی مودت عظیم اجر رسالت ہے۔

صفار نے بصائر الدرجات میں جابر کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی حاجت پیش کی۔ آپ نے فرمایا: ہمارے پاس درہم نہیں ہے، اتنے میں کمیت داخل ہوئے۔ عرض کی: میں قربان جاؤں! کچھ آپ کی شان میں شعر پڑھوں؟ اجازت ملی تو ایک قصیدہ پڑھا، امام نے غلام سے فرمایا: کمرے سے درہموں کی تھیلی لاکر کمیت کو دیدو۔ کمیت نے عرض کی: قربان جاؤں! دوسرا قصیدہ پڑھوں؟ اجازت ملی تو قصیدہ پڑھا اور غلام پھر حکم پاکر درہموں کی تھیلی لایا۔ تیسری بار بھی اجازت لے کر قصیدہ پڑھا اور اسی طرح درہموں کی تھیلی ملی۔ کمیت نے عرض کی: قربان جاؤں، میں نے یہ قصیدے دنیا حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ خدا اور رسولؐ سے صلہ پانے کے لئے کہے ہیں اور یہ کہ آپ کا

میرے اوپر یہ حق تھا جسے ادا کیا۔ امام نے غلام سے فرمایا: ان درہموں کو واپس کمرے میں رکھ دو۔ میں نے عرض کی: قربان جاؤں، آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ہمارے پاس درہم و دینار نہیں اور آپ نے کمیت کو تیس ہزار درہم عطا کر دیئے (مناقب میں ہے کہ پچاس ہزار)۔ آپ نے فرمایا: کمرے میں جا کر دیکھ لو، میں داخل ہوا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ امام نے ارشاد فرمایا: ہم نے جو کچھ تم پر ظاہر کئے ہیں اس سے کہیں زیادہ چھپایا ہے۔(۱)

صاعد کہتا ہے: ہم کمیت کے ساتھ فاطمہ بنت الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ ہم اہلبیت کا شاعر ہے۔ پھر آپ نے ستّو میں شیرینی گھول کر کمیت کو پلایا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ تیس ہزار دینار اور ایک سواری کمیت کو مرحمت کی جائے۔ کمیت نے آنسو بھر کر کہا: ہرگز نہیں، خدا کی قسم! میں آپ حضرات سے دنیا کے لئے محبت نہیں کرتا''۔(۲)

بنی ہاشم نے کمیت کو جن عظیم القابات و احترام سے نوازا، وہ انہیں زندہ و جاوید بنانے کی ضامن اور اس کے خلوص ولایت، قوت ایمانی، صفائے نیت، حسن عقیدت، دینی رسوخ، استغفار، علو ہمت اور شاہراہ مودت میں ثبات وصدق مقال کی گواہ ہے۔ اس کا سید سجادؑ سے عرض کرنا: لا واللہ! میں نے صرف اس لئے آپ کی مدح کی ہے کہ یہ رسولخداؐ کی شفاعت کا وسیلہ بن سکے۔ امام محمد باقرؑ سے عرض کرنا کہ میری غرض حبّ دنیا نہیں بلکہ خدا اور رسولؐ سے اس کا صلہ طلب کرنا ہے اور یہ آپ کا میرے اوپر حق تھا۔ امامین صادقینؑ کی خدمت میں عرض کرنا کہ خدا کی قسم! اگر میری غرض دنیا ہوتی تو کسی دنیادار کے پاس جاتا، میں نے آخرت کے لئے آپ کی مدح کی ہے۔ عبداللہ بن حسن بن علیؑ سے کہنا کہ میں نے صرف خدا کی خوشنودی کے لئے مدح کی ہے، میں آپ سے کچھ نہیں لوں گا۔ عبداللہ بن جعفر سے کہنا کہ میری مدح صرف خدا کے لئے تھی، آپ سے مال نہیں لوں گا۔ فاطمہ بنت حسینؑ سے کہنا کہ خدا کی قسم! میں آپ حضرات سے دنیا کے لئے ہرگز محبت نہیں کرتا۔ یہی شیعوں کا نقطۂ نظر سلف وخلف میں جاری رہا اور وہ اسی

۱۔ بصائر الدرجات (ص ۳۷۶ حدیث ۵) مناقب ابن شہر آشوب، ج/۵، ص/۷ (ج ۴ ص ۲۰۳)

۲۔ الآغانی، ج/۱۵، ص/۱۲۳ (ج ۱۷ ص ۲۷)

رویہ پر باقی رہے۔ بارگاہ علویؑ سے ان کی وابستگی مادی کے بجائے روحانی رہی ہے۔ یہی روح تمام شیعہ و جعفری میں موجود ہونا چاہئے کیونکہ یہی شعار تشیع ہے، عمل کرنے والوں کو ایسا ہی عمل کرنا چاہئے۔

ائمہ معصومینؑ اور معززین بنی ہاشم اصرار کر کے جائزہ و انعام دینا چاہتے ہیں، اس کی قدردانی فرماتے ہیں، عزت واحترام کے ساتھ سپاس گزاری کے احساسات کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔ جیسے امام سجادؑ کا ارشاد ''تمہارے مدحیہ اشعار کا بدلہ دینے سے ہم عاجز ہیں، لیکن خدا عاجز نہیں''۔ یہ کمیت کی خاصان خدا سے شدید وابستگی کا واضح ترین ثبوت ہے۔ کمیت نے سید سجادؑ کا چار لاکھ درہم واپس کر دیا اور آپ کے بدن مبارک کا کپڑا برکت کے خیال سے رکھ لیا۔ امام محمد باقرؑ کے انعام کو ایک بار ایک لاکھ اور دوسری بار پچاس ہزار واپس کر دیا، صرف قمیص طلب کی۔ کمیت نے امام صادق کے ایک ہزار دینار واپس کر دیئے، صرف بدن کا لباس برکت کے خیال سے قبول کیا۔ عبداللہ بن حسن نے زمینداری کا بٹہ عطا کر دیا تھا، عاجزی کے ساتھ اسے واپس کر دیا جو چار ہزار دینار کے متبادل تھا۔ عبداللہ بن جعفر نے بنی ہاشم سے جو کچھ درہم و دینار فراہم کیا تھا سب کو واپس کر دیا۔ یہ تمام باتیں گواہ صادق ہیں کہ کمیت کا مدح آل محمدؑ اور مودۃ میں جی جان سے گزر جانا اور ایثار نفس، مخلصانہ تھا۔ اس کا مطمح نظر محض اہل بیتؑ سے تولاّ اور دشمنان اہلبیتؑ سے تبرا تھا اور یہ محض خدا و رسولؐ کی خوشنودی کے لئے اس کی شعری کاوشیں دنیاداری کے لئے نہیں تھیں بلکہ چند روزہ زندگی کے بجائے ابدی زندگی کے لئے اجرت کی طلبگار تھیں۔ وہ اپنی زبان کی تلوار کے ساتھ بنی امیہ کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں۔ خود کو موت کے منہ میں جھونک دیتے ہیں، اپنا خون پیش کرتے ہیں۔ خالد قسری نے کمیت کے قتل کا ارادہ کیا تو کنیزیں خرید کر انہیں قصائد ہاشمیات یاد کرا دیئے۔ ہشام نے سن کر کہا: اس ریاکار نے اپنے قتل کا سامان کر لیا اور خالد کو قتل اور زبان کاٹنے کا حکم دیدیا۔ اس طرح کمیت نے اپنی وہ جوانی جس میں ہاشمیات کی تخلیق کی تھی۔ خوف اور گوشۂ گمنامی میں گزاری لیکن حق کی للکار کے ساتھ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقصد کی اشاعت کرتا رہا۔ جب اس کی شعری کاوشوں کا شہرہ ہوا تو امام محمد باقرؑ سے بنی امیہ کی مدح کی اجازت طلب کی تا کہ اپنی جان کی حفاظت کر سکے۔ امام نے اسے اجازت دیدی۔ اس کا ثبوت ابوالفرج کی آغانی سے ملتا ہے۔ وہ کمیت

کے بھائی ورد بن زید کا بیان نقل کرتا ہے کہ کمیت نے مجھے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں بھیجا تاکہ میں حضرت سے عرض کروں کہ کمیت سے جو بنا اور جو سمجھ میں آیا انجام دیا۔ اب اسے اجازت مرحمت فرمایئے کہ بنی امیہ کی مدح کرے۔ امام نے فرمایا: وہ آزاد ہے جو چاہے کہے، تب کمیت نے قصیدہ رائیہ کہا:

فـــالأن صـــرت الـــى امية　　و الامـــور الـــىٰ الـمـصـــائـر

اور حضرت کی خدمت میں آیا۔ حضرت نے پوچھا: تو نے یہ شعر کہا ہے: ''فالأن صرت''۔ اس نے کہا: ہاں! میں نے ہی کہا ہے لیکن خدا کی قسم! فقط اپنی جان بچانے کے لئے کہا ہے، میں آپ کے فضائل سے واقف ہوں۔ امام نے فرمایا: اگر تم یہ صفائی نہ بھی دو تو تمہارے لئے تقیہ جائز ہے۔ (۱)

رجال کشی میں درست بن منصور سے روایت ہے کہ میں امام موسی بن جعفرؑ کی خدمت میں تھا، کمیت بھی شرفیاب ہوا تو امام نے اس سے پوچھا: تم نے یہ شعر کہا ہے: ''فـالأن صـرت''۔؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! لیکن خدا کی قسم! میں اپنے ایمان سے پھرا نہیں ہوں میں آپ کا دوستدار اور آپ کے دشمن کے لئے برہنہ تلوار ہوں۔ میں نے صرف بطور تقیہ کہا ہے۔ فرمایا: اگر تم نہ بھی کہتے تو تقیہ میں شراب خوری بھی جائز ہے۔ (۲)

قابل توجہ:

میرا خیال ہے کہ روایت میں امام مذکور حضرت صادق آل محمدؑ ہوں گے کیونکہ کمیت کا انتقال ۱۲۶ھ میں امام موسیٰ بن جعفرؑ کی ولادت سے دو یا تین سال قبل ہوا ہے اسی طرح ابوالفرج کا راوی درست بن منصور بھی امام محمد باقرؑ کے زمانے کا راوی نہیں ہے۔

کمیت اور دعائے ائمہؑ

واضح بات ہے کہ نفوس قدسیہ اور مشیت الٰہیہ کے ترجمان حضرات کی دعاؤں میں جسے نوازا گیا ہو وہ

۱۔ الأغانی، ج/۱۵، ص/۱۲۶ (ج۱۷ص ۳۳، ۳۵)

۲۔ رجال کشی، ص/۱۳۵ (ج۲ص ۴۶۵ نمبر ۳۶۴)

کوئی بھی ہو لازمی طور سے دیندار اور خیر و صلاح سے آراستہ ہوگا۔

اس کی دینداری مسلّم اور دنیاداری سے اس کا انقطاع قطعی ہوگا جس طرح کمیت کو دعاؤں سے نوازا گیا ہے ایسے کم ہی افراد دیکھنے میں آئے ہیں۔ رسول اکرمؐ اور آپ کے فرزندوں نے زیادہ دعائیں دی ہیں۔ حدیث بیاضی کے مطابق رسولخداؐ نے رحمت کی دعا دی۔ نصر بن مزاحم کے مطابق دعائے رحمت کے ساتھ تعریف کی۔

سیوطی کے مطابق رسولخداؐ نے فرمایا: بورکت و بورک قومک ''تو اور تیری قوم مبارک ہے''۔ امام زین العابدینؑ نے دعا دی: ''خدایا! اسے حیات سعید و موت شہید اور جزائے عاجل عطا فرما''۔ امام محمد باقرؑ نے کئی موقعوں اور اہم مقامات پر مثلاً ''ایام التشریق'' میں منیٰ میں کعبہ کی طرف رخ کر کے مغفرت کی دعا دی اور فرمایا: ''تمہیں روح القدس کی تائید حاصل رہے''۔

شیخ ابوالقاسم خزارقمی کی کتاب ''کفایۃ الاثر (ص ۲۴۸) میں خود کمیت کا بیان ہے میں اپنے آقا امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی: فرزند رسولؐ! میں نے آپ کی مدح میں کچھ شعر کہے ہیں پڑھنے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا: یہ ایام البیض ہیں۔ میں نے عرض کی: یہ اشعار خاص آپ ہی کے لئے ہیں۔ تب آپ نے اجازت دی۔ میں نے پڑھنا شروع کیا:

''مجھے زمانے نے رلایا بھی اور ہنسایا بھی اور زمانے کے تو رنگ ہی نرالے ہیں۔ میرا گریہ ان نو افراد پر ہے جو نینوا میں دھوکے سے قتل ہوئے اور سبھی بے کفن ہیں''۔

امام محمد باقرؑ اور صادق آل محمدؐ دونوں ہی رونے لگے۔ پس پردہ کنیزوں کے رونے کی آوازیں آرہی تھی۔ جب میں نے یہ شعر پڑھے:

''اور میرا گریہ بنوعقیل کے چھ بہادروں پر ہے پھر ان کے مولا نیک شعار علیؑ پر جن کا ذکر ہیجان انگیز اور غم ناک ہے''۔

امام نے روتے ہوئے فرمایا: ''کوئی بھی شخص میرا ذکر کرے یا میرا ذکر سنے اور اس کی آنکھ سے پر مگس کے برابر بھی آنسو نکل جائے تو خدا اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا اور اس کے یہ آنسو جہنم کے

لئے حجاب بن جائیں گے''۔ پھر میں نے یہ شعر پڑھا:

من کان مسروراً بما مسّکم ... اوشامتا یوما من الان

فقد ذللتم بعد عز فما ... ادفع ضیماً حین یغشانی

میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: خدایا کمیت کے گزشتہ وآئندہ گناہ بخش دے۔ جب میں نے یہ شعر پڑھا:

متی یقوم الحق فیکم متی ... یقوم مھدیکم الثانی

''کب آپ کی طرف سے حق کا قیام ہوگا اور کب آپ کا دوسرا مہدی قیام کرے گا''؟

فرمایا: بہت جلد انشاء اللہ بہت جلد!! پھر ارشاد فرمایا: اے ابوالمستہل! یقیناً ہمارا قائم ذریت حسینؑ کا نواں فرزند ہے، کیونکہ بعد رسولخدا بارہ امام ہیں، بارہواں امام قائم ہے۔ میں نے پوچھا: میرے آقا! وہ بارہ امام کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: پہلے حضرت علیؑ ان کے بعد حسنؑ پھر حسینؑ پھر علی بن حسینؑ پھر میں میرے بعد یہ (جعفر صادقؑ کی طرف اشارہ کیا) میں نے پوچھا: ان کے بعد کون ہے؟ فرمایا: موسیٰ، موسیٰ کے بعد ان کے فرزند علیؑ پھر محمد بن علیؑ اور علیؑ کے بعد حسنؑ اور ان کے بعد فرزند حسنؑ جن کی کنیت ابوالقاسم ہے، وہ دنیا کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی اور ان کی وجہ سے شیعوں کے کلیجے ٹھنڈے ہوں گے۔ میں نے پوچھا: فرزند رسولؐ! وہ کب خروج کریں گے؟ آپ نے فرمایا: رسولؐ سے بھی یہی پوچھا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اس کی مثال قیامت کی ہے، اچانک آئے گی۔

کمیت کی فضیلت کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امام صادق آل محمدؐ نے زمانہ حج میں کعبے کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا کی: خدایا! کمیت کے گزشتہ وآئندہ، مخفی وعلانیہ گناہ بخش دے، اسے اس قدر عطا کردے کہ یہ خوش ہوجائے۔ اس دعا کی اجابت کا پتہ ابوابراہیم سعد اسدی کے خواب سے چلتا ہے کہ رسولؐ نے انہیں کمیت کو سلام پہنچانے کا حکم دیا نیز یہ کہ خدا نے اسے بخش دیا ہے۔ اسی طرح رسولؐ نے دعبل کو منع کیا کہ کمیت پر کیچڑ نہ اچھالے کیونکہ خدا نے اسے بخش دیا ہے خود کمیت کا قبیلہ بنی اسد رسولؐ کی دعا کو محسوس کرتا تھا جس میں کمیت اور اس کے قبیلے کے مبارک ہونے کی خبر دی گئی تھی۔ قبیلہ کے افراد

کہتے تھے کہ ہمیں وہ فضیلت حاصل ہے کہ دوسرے کسی قبیلے کو نہیں، ہمیں کمیت کی برکت وراثت میں ملی ہے۔(۱)

قطب الدین راوندی کی خرائج وجرائح کے مطابق امام محمد باقرؑ نے کمیت کے متعلق جو دعا کی تھی اس کی اجابت کا اندازہ ہوتا ہے کہ جب دشمنان آل محمدؑ نے کمیت کو ہلاک کرنا چاہا اور وہ فرار ہوا تو راستے میں شیر نے کمیت کا راستہ روکا وہ جدھر جانا چاہتا شیر ادھر سے راستہ روک لیتا۔ وہ گویا اشارہ کر رہا تھا کہ واپس جایئے تاکہ دشمنوں سے نجات ملے۔(۲)

معاہد التنصیص کے مطابق مستہل کا بیان ہے کہ طویل عرصے تک کمیت نے روپوشی کی زندگی بسر کی، اسے یقین ہو گیا کہ اب تعاقب وتلاش میں کمی واقع ہوگئی ہے تو ایک رات بنی اسد کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا ساتھ میں غلام صاعد بھی تھا۔ وہ نجومی تھا۔ اسی کے سہارے راستہ طے کر رہا تھا جب پو پھٹی تو اس نے آواز دی جوانو! تم لوگ بھی سو جاؤ، ہم سو گئے تو وہ اٹھ کر نماز پڑھنے لگا تھوڑی دیر کے بعد دور سے کسی کو آتا دیکھ کر ہم لوگ لرزنے لگے۔ کمیت نے پوچھا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے جواب دیا: ہماری طرف کوئی آرہا ہے۔ اس نے نگاہ اٹھائی اور کہا کہ بھیڑیا ہے، اپنا چارہ تلاش کر رہا ہے۔ وہ بھیڑیا آیا اور ایک گوشے میں لیٹ گیا، ہم نے اس کے کھانے کے لئے اونٹ کا گوشت ڈال دیا اس نے کھا لیا پھر پانی دیا جسے اس نے پی لیا۔ جب ہم چلنے لگے تو وہ غرانے لگا۔

کمیت نے کہا: اسے کیا ہو گیا ہے؟ کیا ہم نے اسے کھانے کو نہیں دیا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا کیا چاہتا ہے؟

شاید یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہم لوگ غلط راستے پر ہیں۔ پھر ساتھیوں سے کہا کہ داہنی جانب چلو، یہ دیکھ کر وہ بھیڑیا خاموش ہو گیا۔ ہم لوگ شام پہنچ کر بنی اسد اور بنی تمیم کے یہاں روپوش ہو گئے۔(۳)

۱۔ شرح شواہد المغنی ص ۱۳ (ج ۱ ص ۳۸ نمبر ۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۴ ص ۵۹۷)

۲۔ الخرائج والجرائح

۳۔ معاہد التنصیص ج ۲، ص ۲۸ (ج ۳ ص ۹۸ نمبر ۱۴۸)

یہ واقعہ کمیت کے کرامات وفضائل میں ہے۔ اسے نفسانی برتری اور مکارم اخلاق بھی کہہ سکتے ہیں، ان باتوں سے کمیت کی جو تصویر ہمارے ذہنوں میں ابھرتی ہے وہ اس کی روحانی برتری کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ کمیت کی دانش وفقہ وادب، تہذیبی لطافت، حماسہ، ہمت، بلاغت وفصاحت، بلند نظری، عظیم اخلاق، حوصلہ مندی، دین خالص، واقعی تشیع وصلاح محض، رشد وسداد اور دیگر فضائل بے شمار ہیں۔

کمیت اور یزید بن عبدالملک

کمیت کے فرزند حبیش کا بیان ہے کہ میرے باپ یزید بن عبدالملک سے ملاقات کرنے اکثر جاتے تھے۔ ایک دن ملنے گئے تو سلامۃ القسی نامی کنیز اس کے سامنے خریداری کے لئے پیش کی گئی۔ یزید نے کہا: اے ابوالمستھل! اس کنیز کو بیچنے کے لئے لایا گیا ہے، کیا میں خرید لوں؟ کمیت نے کہا: ہاں، خدا کی قسم! اے امیر! یہ بے مثال ہے۔ ضرور خرید لیجئے۔ اس نے کہا: ذرا اس کی شعروں میں مدح کرو تاکہ رائے ٹھہر سکے۔ کمیت نے چار شعر کہے:

''یہ حسن میں دوپہر کا سورج ہے، آنکھیں سرخ انگارہ ہیں، شاداب، نرم تن، شیریں سخن، کھیلنے والی، بڑی سرین والی ہے۔ اپنے ناز وادا کو سپید دانتوں اور برجستہ گوئی سے آراستہ کر رکھا ہے۔ اے عبد مناف کے فرزندو! تخلیقی اعتبار سے انتہائے آرزو ہے اس لئے نصیحت قبول کرو''۔

یزید نے ہنس کر کہا: اے ابوالمستھل! میں نے تمہاری نصیحت قبول کی اور بہت سا انعام دیا۔(۱)

جس زمانے میں خالد بن عبداللہ قسری کوفے کا حاکم تھا اس کے اور کمیت کے درمیان بہت سے واقعات پیش آئے۔ ایک دن لوگ اس کی معزولی کا چرچا کر رہے تھے، اتنے میں وہ گزرا، کمیت نے یہ شعر پڑھا:

اراھا و ان کانت تحب کانھا سحابة صیف عن قلیل

''اپنے عہدے سے انتہائی وابستگی کے باوجود بھی دیکھ رہا ہوں کہ یہ بہت جلد موسم گرما کے بادل کی

۱۔ الآغانی، ج ۱۵/ ص ۱۲۲/ (ج ۱۷ ص ۲۵)

طرح بکھر جائے گا''۔

خالد سن کر واپس چلا گیا اور کہنے لگا نہیں، ہرگز نہیں بکھروں گا، جب تک تمہارے اوپر تازیانے نہ برسالوں۔ پھر حکم دیا: برہنہ کر کے سو تازیانے مارے جائیں، پھر آزاد کر دیا۔(۱)

کمیت کی شوخی

ایک بار فرزدق اس کی طرف سے گنگناتا ہوا گزرا۔ کمیت ابھی بچہ تھا۔ فرزدق نے اس سے کہا: کیا تم پسند کرو گے میں تمہارا باپ بن جاؤں؟ کمیت نے کہا: میں چاہتا ہوں تم میری ماں بن جاؤ۔ فرزدق بھونچکا ہو گیا۔ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: ایسی کڑی مجھ پر کبھی نہ پڑی تھی۔(۲)

کمیت کی ولادت وشہادت

کمیت سنہ ۶۰ ہجری میں پیدا ہوئے (جس سال امام حسینؑ کی شہادت واقع ہوئی) اور دنیا میں نیک اور پسندیدہ ترین زندگی گزاری۔ وہ راہ جس سے خداوند عالم خوشنود ہو، انہوں نے لوگوں کو اس راہ راست کی تلقین کی۔ یہاں تک کہ امام زین العابدینؑ کی دعا کی برکت سے شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان کے خون پاک کی نگراں خدا کی آنکھیں تھیں۔ کوفے میں حادثۂ شہادت پیش آیا۔

سنہ ۱۲۶ ہجری میں مروان بن محمد کے زمانۂ حکومت میں ان کی موت کا سبب حجر بن عبدالجبار کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ جعفریوں (مغیرہ بن سعید اور ان کے چھ ساتھی جو الوصفاء کے نام سے معروف تھے) نے خالد قسری کے خلاف بغاوت کی۔ وہ بے خبر منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا اچانک شلوار پوشوں (قبابین) نے نعرہ لگانا شروع کر دیا: ''لبیک جعفر، لبیک جعفر''۔ خالد یہ سن کر منبر پر بدحواس ہو گیا، بغیر یہ سمجھے کہ کیا کہہ رہا ہے، چلایا: مجھے پانی پلاؤ۔

۱۔ الاغانی ج/۱۵، ص/۱۱۹ (ج ۱۷/ص ۱۷)

۲۔ الاغانی ج/۱۵، ص/۱۲۳ (ج ۱۷/ص ۲۶)

لوگوں نے جعفریوں کو گرفتار کر کے مسجد میں آگ میں جلا ڈالا۔ جب خالد عراق سے معزول ہوا اور یوسف بن عمر و حکمران ہوا تو اس سے کمیت ملاقات کی غرض سے گئے اور اس کے سامنے زید بن علی کے مرثیہ کے اشعار پڑھے۔ پھر یہ دو شعر پڑھے جس کا مفہوم ہے ''جس وقت خالد بدحواسی میں پانی مانگ رہا تھا اور اس کے مقتول فریاد کر رہے تھے اس وقت تو نہیں تھا''۔

اسی وقت وہ آٹھ سپاہی جو یوسف کے سر پر کھڑے ہوئے تھے، انہیں خالد سے شدید ربط تھا۔ اپنی تلواروں کے ساتھ کمیت پر ٹوٹ پڑے، پیٹ میں تلوار اتار دی اور انہوں نے کہا: بغیر اجازت، امیر کے سامنے شعر پڑھتا ہے، وہیں مسلسل خون بہتا رہا اور کمیت مر گئے۔ (۱)

مستہل کا بیان ہے کہ میں اپنے باپ کے سرہانے موت کے وقت پہنچا وہ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو فرمایا: خدایا! آل محمدؐ، خدایا! آل محمدؐ، خدایا! آل محمدؐ۔ پھر فرمایا: بیٹا کاش! میں نے زنان بنی کلاب کی ہجو نہ کی ہوتی، میں نے ان پر کیا کیا اتہامات لگائے۔ میں ہر رات سوچتا تھا ''کہیں میرے اوپر ستارے نہ ٹوٹ پڑیں''۔ پھر فرمایا: میرے لعل! روایت میں وارد ہے کہ پشت کوفہ پر خندق کھودا جائے گا اور مردوں کو قبروں سے نکال کر دوسری قبروں میں دفن کیا جائے گا مجھے پشت کوفہ میں دفن نہ کرنا، جب میں مر جاؤں تو مقام مکران میں سپرد خاک کر دینا۔ کمیت کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔ وہ اس مقام پر دفن ہونے والے پہلا شخص ہیں اور آج بھی وہ جگہ ''مقبرۂ بنی اسد'' کے نام سے معروف ہے۔ (۲)

۱۔ الآغانی، ج ۱۵/ص ۱۲۱/ (ج ۱۷/ص ۴۲)

۲۔ الآغانی، ج ۱۵/ص ۱۳۰/ (ج ۱۷/ص ۴۳)؛ معاہد التنصیص، ج ۲/ص ۱۳۱/ (ج ۳/ص ۱۰۶ نمبر ۱۴۸)

سید حمیری

(۱)

یـا بـائـع الـدیـن بـدنـیـاہ　　　لـیـس بـھـذا امـر الـلـہ

''اے دنیا کے بدلے دین بیچنے والے! اس بات کا خدا نے حکم نہیں دیا ہے۔ تو علیؑ وصی رسولؐ سے کیوں کینہ رکھتا ہے، جبکہ احمدؐ اُن سے خوشنود و راضی تھے۔ وہی جسے احمدؐ نے غدیر خم کے دن کھڑے ہو کر نام لے کر پکارا اور صحابہ آپ کے گرداگرد تھے، پھر فرمایا: یہ علی ابن ابی طالبؑ اس شخص کے مولا ہیں جس کا میں مولا ہوں۔

پس اے آسمان والے! اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھے''۔

(۲)

''اور جب کہ غدیر خم میں خداوند عالم نے تاکید کے ساتھ فرمایا: اے محمدؐ! کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کے سامنے تقریر کرو۔ اور ابوالحسن (علیؑ) کی امامت کا لوگوں کے درمیان اعلان کردو کہ وہ ہادی ہیں اور اگر تم نے انہیں نصب نہ کیا تو گویا کارِ تبلیغ انجام ہی نہ دیا۔

اس وقت رسولؐ نے علیؑ کو بلایا اور لوگوں کو بلایا۔ تصدیق کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کے درمیان بلند کر کے اپنے بعد ہر مہذب انسان کے لئے علیؑ کی ولایت کا اعلان کر دیا۔ اب کسی غیر مہذب کو ولی سمجھنا مناسب نہیں۔ علیؑ کے ایسے مناقب ہیں کہ ان کا کچھ حصہ بھی بے ہنگم افراد ہزار کوششوں کے

باوجود نہیں پا سکتے۔ میں آل محمدؐ سے محبت کرتا ہوں اور ہر اس شخص سے جو ان سے محبت کرتا ہے، ہمارا دینی شعار ہے کہ جو آل محمدؐ کے بجائے دوسروں سے محبت کرتے ہیں ہمیں وہ پسند نہیں۔

ایسا شخص مرنے کے بعد دوزخ میں جائے گا اور حوض کوثر پر رسولخداؐ کے سامنے حاضر نہیں ہوسکتا اور اگر پہنچنے کی کوشش کرے گا تو ہنکا دیا جائے گا جس طرح بیمار، خارش زدہ اونٹ ڈنڈا مار کر جھنڈ سے نکالا جاتا ہے تا کہ اس کی بیماری دوسروں تک سرایت نہ کر سکے۔

جس وقت احمدؐ اور ان کے وصی کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو میرا دل زمین سے فضاؤں کی طرف پرواز کرنے لگتا ہے، میرا دل ان دونوں کے شوق میں یوں سلگتا ہے کہ بس پردہ پھٹا اور پسلیاں پھڑ پھڑانے لگتی ہیں۔

یہ عطیۂ الٰہی ہے جسے خدا اپنے جس بندے پر چاہتا ہے موہبت فرماتا ہے اور اس کی توفیقات میں اضافہ کر دیتا ہے، جسے یہ عطیہ نہیں ملتا اس پر توفیقات کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ خدا جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثبت کر دیتا ہے، اس کے پاس علم الکتاب ہے اور وہ علم ہے جسے ابھی لکھا بھی نہیں گیا ہے۔

قصیدۂ مذہبہ کے نام سے معروف یہ قصیدہ ۱۱۲ شعروں پر مشتمل ہے۔

شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ "وانصب اب حسن لقومک انه ....." کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ لفظ "النصب" صرف معنی امامت وخلافت ہی کے لئے مناسب ہے، محبت ونصرت مراد نہیں ہوسکتے۔ پھر چوتھے شعر میں "جعل الولایة" کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں امامت کا واضح اشارہ موجود ہے کیونکہ رسالت کے بعد امامت ہی قرار دی گئی ہے۔ مفہوم محبت ونصرت اس وقت بہرحال حاصل تھے، بعد وفات اس کی چنداں خصوصیت نہیں رہ جاتی۔ حافظ نسابہ تاج العلی حسینی (متوفی ۶۱۰ھ) نے بھی اسی قصیدے کی شرح کی ہے۔

(۳)

سید حمیری اپنے باپ محمد سے خطاب کر کے کہتے ہیں:

''اے محمد! خدائے خالق الاصباح سے ڈرو اور اصلاح کے بعد دینی فساد کا ارتکاب نہ کرو۔ کیا تم محمدؐ کے بھائی اور وصی پر دشنام طرازی کرتے ہو؟ اور اس کے بعد بھی اپنی کامرانی و نجات کی امید لگائے بیٹھے ہو۔

افسوس! قطعی بعید بات ہے۔ تم سے عذاب اور ملک الموت قریب ہیں۔

ان کے متعلق رسولؐ نے بہترین وصیت غدیر کے دن واضح الفاظ میں فصاحت کے ساتھ فرمائی، اچھی طرح سمجھ لو ''جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ مولا ہیں'' واضح اشاعت و اعلان تھا۔ یہ میرا قرض ادا کرنے والے ہیں اور یہ اسی طرح تمہیں راہ راست کی ہدایت کرنے والے ہیں، جس طرح میں تمہاری ہدایت و فلاح کا ذمہ دار تھا۔

تم نے میری ماں کو جو بہت کمزور تھیں بہکا دیا اور انہیں گمراہ و گستاخی پر آمادہ کر دیا کہ وہ نشان ہدایت، امام اور وارث نبی پر سب و شتم کرتی ہے۔ ڈر ہے کہ تم دونوں پر ایسا عذاب نازل ہوگا جس کے زلزلے سخت پہاڑوں کو بھی زمین بوس کر دیں گے۔

اے میری ماں اور اے باپ! خدا سے ڈرو اور حق کا اعتراف کرو اور نجات کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو''۔

ان شعروں کی روایت مرزبانی نے کی ہے۔ ان میں سید نے اپنے اباضی مسلک کے والدین کو تشیع اور محبت اہل بیتؑ کی دعوت دی ہے اور امیر المومنینؑ پر سبّ و شتم سے روکا ہے۔ (۱)

(۴)

''اگر میں محمد مصطفیؐ کی وصیتیں اور یوم غدیر کے تاکیدی عہد کی حفاظت نہ کروں تو گویا میں ہدایت کے بدلے گمراہی خریدنے والا اور دین اسلام قبول کرنے کے بعد یہودی و نصرانی ہوں۔

مجھے قبیلہ تمیم و عدی سے کیا سروکار! میرے تو ولی نعمت خدا کی طرف سے آل احمدؐ ہیں۔ میں آل محمدؐ پر صلوات پڑھ کے اپنی نماز تمام کرتا ہوں، اگر تشہد میں صلوات و دعا نہ پڑھوں تو نماز کامل ہی نہیں ہوگی۔

۱۔ اخبار السید الحمیری (ص ۱۵۵)

میری مودت، خیر خواہی اور نصرت کی تمام توانائیاں انہیں کے لئے تا عمر وقف ہیں، جب سے مجھ کو سید پکارا جاتا ہے۔ یقیناً اگر کوئی شخص اس خانوادے کی محبت پر سرزنش کرتا ہے تو وہ جھٹلانے کے قابل ہے۔

اگر تو چاہے تو چند روزہ سایۂ غم اختیار کر، ورنہ خودداری کر، تاکہ محفوظ و پسندیدہ رہ سکے"۔

اس قصیدے کے پچیس (۲۵) اشعار ہیں۔ ابو الفرج نے بیان کیا ہے کہ ابو خلال عتکی، عقبہ بن سالم سے ملنے آیا۔ وہاں سید بھی موجود تھے۔ عقبہ نے سید کو انعام دینے کا فرمان جاری کیا۔ ابو خلال جو قبیلے کا بزرگ تھا کہنے لگا کہ اے امیر! تم نے ایسے کو انعام دیئے جانے کا حکم دیا ہے جو دھڑلے سے ابو بکر و عمر پر لعنت بھیجتا ہے۔ عقبہ نے کہا: مجھے تو اس کا پتہ نہیں، میں نے تو قدیم مراسم کی رعایت میں انعام دیا ہے، اس کے علاوہ اس کے دل میں ایسے خاندان کی محبت ہے جس کی رعایت ہم سب پر ضروری ہے۔ ابو خلال نے کہا: اگر وہ سچا ہے تو کہئے کہ ذرا ابو بکر و عمر کی مدح کرے تا کہ اس کے متعلق تشیع کی غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے۔ عقبہ نے کہا: انہوں نے خود ہی آپ کی بات سنی ہے اور چاہیں تو مدح کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر سید نے متذکرہ قصیدہ پڑھا، پھر غصے میں اٹھ گئے۔ ابو خلال نے عقبہ سے کہا: اے امیر! مجھے سید سے بچایئے۔ عقبہ نے کہا: ٹھیک ہے، لیکن آئندہ ان کو چھیڑنے کی کوشش نہ کرنا۔(۱)

(۵)

"مجھے تم لوگ بڑی ملامت کرتے ہو کہ میں ہدایت کے امام اور سردار سے عشق کرتا ہوں"۔

اسی قصیدہ میں وہ فرماتے ہیں:

"جس دن رسولخداؐ نے سخت چلچلاتی دھوپ میں درختوں کے سائے میں کھڑے ہو کر فرمایا: اے مسلمانو! یہ میرا خلیل ہے، وزیر و وارث اور میرا چچیرا بھائی ہے، آگاہ ہو جاؤ! جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے، پس میرے عہد کی رعایت کرو۔ علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ بن عمران کو ان کے پیارے بھائی (موسیٰؑ) سے تھی"۔

۱۔ الاغانی، ج ۷، ص ۲۶۲ (ج ۷ اص ۲۸۲)

(۶)

''صبح دم آل فاطمہؑ پر بارش ہوئی اور آنسوؤں کے سیلان جاری ہوئے''۔

آگے کہتے ہیں:

''دوپہر کے وقت ان لوگوں نے غدیر خم میں رسولخداؐ کا ارشاد سنا کہ فرمارہے تھے: تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ بااختیار کون ہے؟ سب نے بیک زبان کہا: (حالانکہ بہت زیادہ لوگ تھے) آپ ہمارے مولا ہیں اور ہمارے نفسوں پر بااختیار ہیں اور آپ ہمیں ڈرانے والے ہیں۔ تب فرمایا: یقیناً تمہارا ولی میرے بعد علیؑ ہے، یہ میرا وزیر اور تمہارا ہادی ہے۔ یہ میرا وزیر میری حیات میں اور میری موت کے بعد ہے۔ میرے بعد خلیفہ اور امیر ہے۔ پس اے خدا! جو اس سے دوستی رکھے تو اسے دوست رکھ اور موت کے وقت مسرتوں سے ہمکنار فرما اور جو اس سے نفرت وعناد کا مظاہرہ کرے اس سے نفرت کر اور موت کے وقت اس کو ذلتوں سے دوچار کر''۔

(۷)

''ہاں! خدا کی بے انتہا حمد، اسی سے مخصوص ہے جو ولی ستائش اور ربّ غفور ہے۔ اس نے مجھے توحید کی طرف ہدایت فرمائی اور میں درخشاں وخالص توحید پرست ہو گیا''۔

آگے فرماتے ہیں:

''اسی وجہ سے علیؑ کو ان کے پروردگار نے خیر الانام کا وصی ومددگار منتخب فرمایا، پس رسولؐ نے غدیر خم میں قیام فرمایا، سامان سفر اتارا گیا اور سفر روکا گیا، شاخیں کاٹ ڈالی گئیں، پالان شتر کے منبر پر تشریف لے گئے اور عظیم اجتماع میں بلند آواز سے چھوٹے بڑے کو خطاب فرمایا، علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دن چڑھے، ان کی طرف اشارہ کیا۔

ہاں! جس کا بھی میں مولا ہوں اس کے یہ مولا ہیں۔ یہ حتمی فیصلہ ہے، کیا میں نے تبلیغ کردی؟ سب نے کہا: ہاں! پھر فرمایا: غائب وحاضر سبھی اس کے گواہ رہیں، تم میں جو یہاں حاضر ہے غائب تک سمیع وبصیر پروردگار کو گواہ بنا کر یہ پیغام پہنچادے۔

پھر خدا کے حکم سے سب اٹھو اور علیؑ کی امامت پر بیعت کرو۔ سب نے ان سے مصافحہ کر کے تعمیل حکم کی۔ رسولؐ ان کے انکار کو محسوس کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: خدایا! اس کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ، جو اسے چھوڑے تو بھی اسے چھوڑ دے، جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر۔

پس تم دعوت مصطفیؐ کو کیسا پاتے ہو۔ قبول کیا گیا یا ملیامیٹ کر دیا گیا؟ اے ثانی مصطفیؐ! میں آپ سے اور جو لوگ غدیر خم میں موجود تھے، ان سے محبت کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی امینؐ نے آپ کے بارے میں واضح اعلان کیا۔ جو لوگ آپ سے عداوت رکھتے ہیں وہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے''۔

(۸)

ایک قصیدہ ''قف بالديار وحيّهن ديار'' میں کہتے ہیں:

''علیؑ وہ ہیں جنہوں نے محمد رسول خداؐ کی جوتیاں ٹانکیں تا کہ خدا راضی ہو۔ ان کے بارے میں خیر الوریٰ نے بلند اور واضح اعلان جس میں کوئی ڈھکا چھپا انداز نہیں تھا۔ فرمایا: یہ میرا وصی ہے اور میرا جانشین ہے، تم اس کے ساتھ نادانی مت برتو ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ انہوں نے علیؑ کے لئے گھنے درختوں کے دن عظیم خطبہ ارشاد فرما کر خداوند عالم کی وحی کا اظہار فرمایا''۔

(۹)

قاضی بصرہ سوار بن عبد اللہ کو معلوم ہوا کہ سید حمیری نے متفق علیہ حدیث طیر کے متعلق قصیدہ کہا ہے:

''جب یہ خبر زباں زد ہوئی کہ طائر مشوی رسولخداؐ کی خدمت میں ہدیہ کیا گیا ہے، اس خبر کی اولین باراباں نے انس سے روایت کی، قیس نے بھی سفینہ کا قول نقل کیا وہی سفینہ جو بے ہنگم اور لچر آدمی تھا۔ انجام کار یہ ہوا کہ سفینہ راہ راست پا گیا اور انس نے خیانت کی اور انصاف کا برتاؤ نہیں کیا، سردار کائنات اور از روئے قرآن مولا کی تردید کا مظاہرہ کیا پس آسمان والے نے اسے ہدایت سے باز رکھا اور چہرے پر برص کے داغ نمایاں کر دیئے''۔

قاضی سوار نے جھنجھلا کر کہا: اس شخص نے کسی صحابی کو بھی نہیں بخشا، سب کو شعری مذمت میں لتاڑا ہے اور سید کو قید کرنے کا حکم دیدیا۔ اس وقت بنی ہاشم اور شیعوں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم! اگر تم نے سید کو رہا نہ کیا تو ہم قید خانہ توڑ کر انہیں آزاد کرالیں گے۔ جو شاعر تمہاری مدح کرتا ہے تو تم اسے انعام دیتے ہو اور جو آل محمدؐ کی مدح کرتا ہے اسے قید کرتے ہو۔ سوار نے سید کو آزاد کر دیا تو سید نے اس کی ہجو کی:

''ذرا بے شرم اور پھکو سوار ابوشلمہ سے کہہ دو کہ میں نے حدیث طیر کے متعلق کوئی خلاف آثار بات نہیں کہی ہے۔ تو نے خود اس کی روایت کی ہے۔ علیؑ کا حالت جنابت میں مسجد کے اندر آنا جانا واضح بات ہے آپ کے علاوہ سب کو وحی کے ذریعے نکال باہر کیا گیا۔ علیؑ، حسینؑ، حسنؑ، پاک نہاد، صاحب کساء فاطمہؑ سے محبت کرو۔ یہ افراد کرم وایثار کا پیکر تھے۔ ان سے نفرت رکھنے والا جہنم واصل ہوگا۔ ان کینہ توزوں کی پہچان خود آسمان والا متعین کر دیتا ہے کہ وہ ہمیشہ ذلیل رہیں۔

اے سوّار تو ان (جہنمیوں) کا سردار ہے، تجھ پر ہر طرح پھٹکار ہے۔

تو اس کی مذمت کرتا ہے کہ سرور کائناتؐ نے تمام پاک اور نیک لوگوں کے درمیان اپنا بھائی بنایا۔ اس کے متعلق خم میں بلند آواز سے اعلان فرمایا جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا ''جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے''۔ تم اس کا انکار نہ کرو، میرے بعد اسی پر بھروسہ کرو اور سراب کے پیچھے مت بھاگو''۔ (۱)

سید نے قاضی سوّار کی موت کے بعد اس کی یوں ہجو کی: (۲)

''اے وہ جس نے کل سوار کی لاش کو اس کے گھر سے جہنم تک پہنچایا! اس کی روح پاکیزہ نہ ہو۔

اس کا ڈھانچہ ہزار ذلتوں کے ساتھ وادی دوزخ میں ڈال دیا گیا۔ میں نے خدائے رحمٰن کی طرف سے قاضی سوار کے بارے میں حیرتناک حکم کو نافذ ہوتے دیکھا کہ لے جاؤ اس کو۔ خدائے رحمٰن کی لعنت تیرے اوپر اے خدائے یکتا کی دنیا میں بدترین زندگی گزارنے والے۔

۱۔ اعیان الشیعہ (ج ۳ ص ۴۱۵)

۲۔ الآغانی (ج ۷ ص ۲۸۸) میں ان میں سے پانچ اشعار نقل کئے گئے ہیں۔

اے امیر المومنینؑ سے بغض رکھنے والے! حالانکہ رسولِ خداؐ نے ان کے بارے میں بغیر انکار کے بروز غدیر سب کے سامنے فرمایا تھا: جس کا میں ظاہر و پوشیدہ مولا ہوں یہ میرا بھائی، میرے تمام امور کا وصی، میرا جانشین اور نصیحت ماننے والوں کا مولا ہے۔ اے پروردگار! جو اس سے نفرت کرے تو اس سے نفرت کر اور بھڑکتی جہنم کی آگ میں جھونک دے۔ اے سوار! تو نے بلاشبہ علیؑ سے عداوت کی۔ پس اے جہنم! پکڑ لے سوار کو'۔

(۱۰)

''ام عمرو کی قیام گاہ لوی میں ویرانی ہے اس جگہ کی نشانیاں بھی ملیامیٹ ہو چکی ہیں۔
پرندے وہاں سے وحشت کے مارے کناروں سے گزر جاتے ہیں اور درندے بھی کانپ اٹھتے ہیں۔

اس جگہ سانپوں کو بھی موت کا ڈر ہے، اپنے زہر سمیت پھن اٹھائے ہوئے ہیں، اس گھر کے نشانات میں صرف یہ ہے کہ سرخ سانپ کنڈلی مارے ہوئے ہیں۔ بھیانک رات میں وہاں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس کی دلیری و مہربانی کے وہ انداز یاد آ گئے۔ پوری رات روتے گزر گئی۔ اروی کی محبت میں اندیشوں نے میرے دل کو ڈسا ہوا یا سلگتا ہوا بنا دیا ہے۔ مجھے حیرت ہے اس گروہ پر جو بے مقام سرزمین پر احمد مجتبیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ان لوگوں نے رسولؐ سے کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہمیں بتا دیں کہ جب آپ وفات پا جائیں اور ہم سے جدا ہو جائیں تو ہم کس کو انتہائے آرزو اور فریاد رس سمجھیں۔ ان کے درمیان ایسے افراد بھی تھے کہ جنہیں اقتدار کی طمع تھی۔ آپ نے فرمایا: اگر ہم اس فریاد رس کی نشاندہی کر دیں تو بھی ممکن ہے کہ تم وہی کرو جو ہارون کے بعد گوسالہ پوجنے والوں نے ان سے جدائی اختیار کرنے کی حرکت کی تھی۔ اس لئے اس کا بیان نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ رسولؐ نے جو کچھ فرمایا اس میں عقلمندی اور سننے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

اس کے بعد خداوند عالم کی طرف سے فرمان قطعی پہنچا جس کو نظر انداز کرنے کی گنجائش نہیں تھی

،جس کی اب تک تم نے تبلیغ نہیں کی وہ تبلیغ کردو، خدا ان لوگوں سے تم کو محفوظ رکھے گا۔

اس وقت رسولخداؐ جو ہمیشہ حکم پروردگار کی طرف متوجہ رہتے تھے کھڑے ہوئے اور علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کر کے سب کے سامنے ظاہر کیا اور خطبہ فرمایا۔

بلند کرنے والا اور بلند ہونے والا دونوں ہاتھ کس قدر بزرگ تھا۔

جس وقت آپ خطبہ فرما رہے تھے فرشتے آپ کے گرداگرد تھے اور خداوند عالم گواہ تھا اور سن رہا تھا۔

جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ وہ لوگ اس اعلان پر نہ راضی ہوئے نہ قناعت کی۔

اور ایک قوم گمراہ ہوگئی اور اس نے حکم ماننے میں ڈنڈی ماری گویا ان لوگوں کی ناک کٹی ہوئی ہے۔

یہاں تک کہ وہ لوگ رسول کو قبر میں چھپا کر پلٹے تو یہ فرمان ضائع کر چکے تھے۔ گزرے کل میں جو کچھ کہا گیا تھا اور جس کی نصیحت کی گئی تھی اس کو نقصان کے بدلے بیچ دیا جس میں انہیں کوئی فائدہ بھی نہ پہنچا''۔

(علامہ امینی کے مطابق قصیدہ ۵۴ شعروں پر مشتمل ہے۔ مفتی محمد عباس صاحب کی ''موجۂ کوثری شرح قصیدہ حمیریؒ'' میں ۵۰ اشعار ہیں۔ یہ کتاب مترجمؒ کی لائبریری ''مکتبۂ مینار شعورؔ'' میں موجود ہے۔ شاہدؔ)

شعری تتبع

فضیل رسان کہتے ہیں میں حضرت جعفرؑ بن محمد (چھٹے امام) کی خدمت میں ان کے چچا زید کی تعزیت پیش کرنے حاضر ہوا اور شعر سید حمیری پڑھنے کی اجازت مانگی:

''اور قیامت میں لوگ پانچ جھنڈوں تلے ہوں گے ان میں چار ہلاک ہوں گے۔ اس کا قائد گوسالہ ''اوان'' فرعون قباحتوں سے بھرپور اس امت کا سامری ہے اور دین سے تیر کی طرح نکل جانے والے لئیم اور تیرہ و تار چہرے والے بندے ہوں گے اور ایک جھنڈا وہ ہوگا کہ اس کے قائد کا چہرہ ابھرتے سورج کی طرح ہوگا''۔

میں نے در پردہ نالہ وشیون کی آواز سنی، امام نے پوچھا: یہ اشعار کس نے کہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ سید نے۔ فرمایا: خدا اس پر رحمت نازل کرے۔ میں نے کہا: قربان جاؤں! وہ شراب پیتے دیکھا گیا ہے۔ فرمایا: خدا اس پر رحمت نازل کرے، خدا ہر وابستۂ علیؑ کے گناہ بخش دے گا۔

یقیناً دوستدار علیؑ کا اگر ایک قدم پھسلتا ہے تو دوسرا اثبات عطا کرتا ہے۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھ سے پوچھا تو میں نے بتایا کہ سید کے اشعار ہیں اور ان کی وفات کی خبر دی آپ نے دعائے رحمت فرمائی۔ میں نے کہا: وہ شراب پیتا ہے۔ فرمایا: دوستدار علیؑ کو گناہوں کا خطرہ نہیں، وہ بخش دیا جائے گا۔ (۲)

حافظ مرزبانی نے اخبار سید (ص ۱۹۵) میں فضیل ہی سے نقل کیا ہے کہ آپ (امامؑ) زید کے غم میں رو رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے: خدا زید پر رحمت نازل کرے، وہ عالم وصدوق تھے، اگر انہیں نیکیوں کے پھیلانے کا موقع ملتا تو بڑے کام ہوتے اور حق حقدار تک ضرور پہونچتا۔ میں نے شعرِ سید سنانے کی اجازت مانگی تو فرمایا: ذرا ٹھہرو۔ اور پردہ کر دیا تا کہ دوسرا نہ آسکے، تب اجازت دی۔ میں نے قصیدہ عینیہ سنایا۔ میں نے پس پردہ اہل حرم کے رونے کی آواز سنی۔ امامؑ نے فرمایا: اے اسماعیل! تیرا شکریہ۔ میں نے عرض کی: مولا! وہ بازاروں میں شراب پیتا تھا۔ فرمایا: ان جیسے لوگ توبہ کر لیتے ہیں خدا کے لئے مغفرت مشکل نہیں۔ ہمارے شاعر ومداح کی مغفرت مشکل نہیں۔ کشی نے بھی تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ (۳) ابو الفرج نے زید بن موسیٰ بن جعفر کا خواب نقل کیا ہے کہ انہوں نے رسولخداؐ کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے سامنے ایک سفید پوش آدمی کھڑا تھا میں نے اسے پہچانا نہیں۔ رسولؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے سید اپنا قصیدہ عینیہ سناؤ۔ میں نے پورا قصیدہ یاد کرلیا۔

۱۔ الآغانی، ج ر ۷، ص ر ۲۵۱ (ج ۷ ص ۲۷۲)

۲۔ الآغانی، ج ر ۷، ص ر ۲۴۱ (ج ۷ ص ۲۶۱)

۳۔ رجال کشی، ص ر ۱۸۴ (ج ۲ ص ۵۷۰ نمبر ۵۰۵)

ابو اسماعیل کا بیان ہے کہ زید بن موسیٰ خوش آواز تھے لیکن اس قصیدے کو ترنم سے نہیں پڑھتے تھے، اس روایت کو حافظ مرزبانی نے اخبار سید میں نقل کیا ہے(۱)۔ آغانی میں ابوداؤد مسترق کا خواب نقل ہے کہ رسولؐ نے سید کو قصیدہ عینیہ سنانے کا حکم دیا، جب وہ اس شعر کو پڑھ رہے تھے "**قالوا له لو شئت اعلمتنا**"۔ تو رسولخداؐ نے سید حمیری کا ہاتھ تھام کر فرمایا: بخدا میں نے انہیں آگاہی دیدی تھی۔(۲)

شریف رضی نے زید بن موسیٰ کا خواب نقل کیا ہے کہ ایک بلند جگہ پر رسولخداؐ اور علیؑ بیٹھے ہیں اور حمیری اپنا قصیدہ عینیہ سنا رہے ہیں۔ رسولؐ نے "**قالوا له لو شئت**" پر حضرت علیؑ کو مسکرا کر دیکھا اور تین بار فرمایا: کیا میں نے متنبہ نہیں کر دیا تھا۔(۳)

علامہ مجلسی نے سہل بن ذبیان کا بیان نقل کیا ہے کہ ایک روز میں امام ضامن ثامنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے شب گزشتہ کا خواب بیان فرمایا کہ میں گنبد خضرا میں پہنچا وہاں رسولخداؐ موجود تھے، دائیں بائیں حسنؑ و حسینؑ اور سامنے حضرت علیؑ و فاطمہؑ بیٹھے تھے۔ رسولؐ کے سامنے ایک شخص قصیدہ عینیہ پڑھ رہا تھا۔ رسولؐ نے مجھے دیکھ کر خوش آمدید کہا اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو سلام کرنے کا حکم دیا۔ میں نے تعمیل حکم کی تو فرمایا: میرے شاعر و مداح کو بھی سلام کرو۔ میں نے انہیں بھی سلام کیا، جب حمیری نے "**وجهه کالشمس تطلع**" پڑھا تو رسولؐ، علیؑ و فاطمہؑ بھی رونے لگے۔ جب "**قالوا له لو شئت**" پڑھا تو رسولؐ نے ہاتھ بلند کر کے فرمایا: خدایا! تو گواہ رہنا میں نے تبلیغ کر دی تھی کہ فریاد رس علیؑ کی ذات ہے۔

جب حمیری قصیدہ سنا چکے تو رسولؐ نے مجھ سے فرمایا: اس قصیدے کو یاد کر لو اور میرے شیعوں کو یاد کرنے کی تاکید کرو۔ ان سے کہہ دو جو بھی اس کا ورد رکھے گا اس کے جنت کی ضمانت میں دیتا ہوں۔ رسولؐ نے مکرر مجھے قصیدہ سنایا یہاں تک کہ مجھے یاد ہو گیا۔(۴)

۱۔ الآغانی ج ۷ ص ۲۵۱ (ج ۷ ص ۲۷۱)

۲۔ الآغانی ج ۷، ص ۲۹۷ (ج ۷ ص ۲۵۹)

۳۔ خصائص الائمہ (ص ۴۵۔۴۴)؛ خصائص امیر المومنین (ص ۱۱۔۹)

۴۔ بحار الانوار ج ۱۱، ص ۱۵۰ (ج ۴۷ ص ۳۲۳۔۳۲۸)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ خواب قاضی شہید (نور اللہ شوستری) نے رجال کشی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(۱) مطبوعہ رجال کشی میں یہ نہیں ہے شاید اصل نسخہ میں رہا ہو جس سے قاضی نے نقل کیا تھا۔ یہ واقعہ رجال ابو علی میں عیون الاخبار صدوقؒ سے نقل ہے۔(۲)

اس کے علاوہ تنقیح المقال، اعیان الشیعہ، ریاض الجنۃ اور ریاض المصائب میں بھی ہے۔(۳)

اس قصیدہ کی مندرجہ ذیل علماء نے شرح کی ہے:

۱۔ شیخ حسین بن جمال الدین خوانساری (متوفی ۱۰۹۹ھ)

۲۔ مرزا علی خاں گلپائگانی شاگرد علامہ مجلسیؒ

۳۔ محمد قاسم ہزار جریبی متوفی بعد از ۱۱۱۲ھ، اس قصیدہ کی شرح کا نام ''تحفۂ احمدیہ'' ہے، جو نجف اشرف میں موجود ہے۔

۴۔ بہاؤ الدین ابن تاج الدین اصفہانی معروف بہ فاضل اصفہانی (متوفی ۱۱۳۵ھ)

۵۔ محمد حسین قزوینی (متوفی قرن/۱۲)

۶۔ صالح بن محمد برغانی

۷۔ مرزا محمد رضا قراچہ داغی تبریزی، ان کی شرح ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوئی۔

۸۔ مفتی محمد عباس (متوفی ۱۳۰۶ھ) اس کا مطبوعہ نسخہ مترجم کے پاس موجود ہے۔

۹۔ مولی حسن بن محمد ابراہیم بن محتشم اردکانی (متوفی ۱۳۱۵ھ)

۱۰۔ شیخ بخش علی یزدی حائری (متوفی ۱۳۲۰ھ)

۱۱۔ مرزا فضل علی بن مولی عبدالکریم ایروانی تبریزی (متوفی ۱۳۳۰ھ) مؤلف حدائق العارفین

۱۲۔ شیخ علی بن علی رضا خوئی (متوفی ۱۳۵۰ھ)

۱۔ مجالس المومنین صفحہ ۴۳۶ (ج ۲ ص ۵۰۹۔۵۰۸)

۲۔ منتہی المقال، ص/۱۴۳ (ص ۱۲۲)

۳۔ تنقیح المقال، ج/۱، ص/۵۹ (ج ۱ ص ۱۴۳)؛ اعیان الشیعہ ج/۱۲، ص/۱۰۷؛ ریاض المصائب (ص ۴۷۹۔۴۷۵)

۱۳۔ سید انور حسین ہندی متوفی (۱۳۵۰ھ)
۱۴۔ سید علی اکبر بن سید رضی رضوی قمی (متولد ۱۳۱۷ھ)
۱۵۔ حاج مولی علی تبریزی مؤلف وقائع الایام

کچھ شعراء و علماء نے اس کا مخمس بھی لکھا ہے ان میں ''شیخ حر عاملی، شیخ عبدالغنی، شیخ حسن محل الحطی اور سید علی نقی النقوی ہندی'' لائق ذکر ہیں۔

(۱۱)

حاصل مطلب:

''مجھے ملامت کرنا شروع کیا اور بولا کہاں تک شعر کہتے رہو گے؟ اس شرارت سے باز آؤ۔ میں نے کہا: ایسا نہ کہو اور خلل دماغی میں نہ رہو کہ میں بہترین عمل سے باز آجاؤں گا۔

بلاشبہ میں حیدر کرارؑ کا دوست اور بہی خواہ ہوں اور جوان سے منہ موڑے، میں اس سے گریزاں ہوں۔

علیؑ جو مباہلے میں نفس رسولؐ تھے۔ خدا کی صلوات ہو ان پر، وہ زیر کساء رسولؐ کے بعد دوسرے شخص تھے۔ نیز پیغمبرؐ نے فرمایا: قرآن و اہل بیتؑ کو تم لوگوں کے درمیان چھوڑے جارہا ہوں۔ کاش! تمہیں معلوم ہوتا کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا برتاؤ کرو گے۔

مکے سے واپس ہوتے ہوئے حاجیوں کے ساتھ خم میں پہنچے اور جبرئیل تبلیغ ولایت کے لئے خدمت پیغمبرؐ میں آئے۔ پس رسولؐ اتر پڑے اور پالان شتر کے منبر پر جا کر علیؑ کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا کہ یہ میرا نمائندہ اور تم لوگوں کا تکیہ گاہ ہے، پھر دو انگلیوں کو جوڑ کر فرمایا: ہم اور یہ اس طرح ہیں، علیؑ جیسا پاکیزہ تمہیں ڈھونڈنے سے نہ ملے گا۔ پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر پورا بلند کیا اور فرمایا: اس کی بیعت کرو اور اپنے اموراس کے حوالے کردو تاکہ لغزش سے محفوظ رہو۔ کیا میں تمہارا مولا نہیں ہوں؟ پس یہ علیؑ تمہارا رہبر ہے اور خدا اس پر گواہ ہے۔ خدایا! جو حیدرؑ کو دوست رکھے اسے تو دوست رکھ اور جو اسے دشمن رکھے تو اس کا دشمن ہو جا۔ خدایا! گواہ رہنا کہ جبرئیل جو کچھ پیغام لائے تھے میں نے اسے پہنچا دیا اور سستی نہیں کی۔

اس کے بعد لوگوں نے علیؑ کی بیعت کی، تہنیت پیش کی، بخٍ بخٍ کہا۔ حالانکہ ان کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا تھا۔

جو علیؑ سے بیزار ہے اس سے کہہ دو کہ تم نے ان میں کیا دیکھا جو ان سے منھ موڑے ہو اور پوچھو کہ کیوں ان سے روگرداں ہو؟''

(۱۲)

حاصل مطلب:

''مجھے سمجھاؤ تو آخر کس وجہ سے دوسروں کو علیؑ پر فضیلت دیتے ہو؟ جبکہ فخر کائنات احمدؐ نے غدیر خم کے دن لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر تقریر میں فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: یہ دین جو ابھی مکمل نہیں ہوا ہے علیؑ کی وجہ سے کمال کو پہنچے گا۔ وہ تمہارا مولا ہے جو انہیں مولا نہ مانے اس پر تف ہے۔ وہ میری شمشیر برہنہ، میری زبان و میرا ہاتھ ہے، وہ ہمیشہ میرا یاور و مددگار ہے، وہ میرا منتخب بھائی، اس کی محبت قیامت کا بہترین سرمایہ ہے، میرا نور اس کا نور اور وہ میرا جزو ہے، وہ میرا جانشین اس کا ہر حکم ماننا لازم ہے، اس کی بات میری بات ہے اور اس کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ میرا زمانۂ رحلت نزدیک آیا وہ لازمی طور سے تمہارا رہبر ہوگا۔ وہ میرا چچیرا بھائی، جانشین اور میری دعوت پر پہلا لبیک کہنے والا اور باب علم ہے۔

ان باتوں سے دشمنوں پر پھٹکار پڑنے لگی اور انہوں نے روگردانی کی''۔

(۱۳)

''خدا اور اس کی نعمتوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں: انسان اپنے کہے کا جواب دہ ہے کہ علی بن ابی طالبؑ خدا کے عادل خلیفہ ہیں۔ انہیں رسولؐ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی لیکن یہ کہ محمد مصطفیؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے لیکن وہ علم خدا سے بھرپور جانشین ہیں، جس علم پر عمل کرنا چاہئے۔ گھنے درختوں کے دن سرور کائنات کھڑے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا: ''جس کا میں رہبر ہوں اس کے یہ علیؑ رہبر و مولا ہیں''، لیکن لوگوں نے آپس میں سازش کر لی کہ علیؑ کو اس منصب سے الگ رکھا جائے اور ان کی سرداری

تسلیم نہیں کی جائے''۔

(۱۴)

پیغمبر اسلامؐ نے گھنے درختوں کے درمیان بروز غدیر خم کھڑے ہو کر فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ اس کا مولا ہے۔ خدایا تو گواہ رہنا''۔ یہ فقرہ کئی بار دہرایا۔

سب نے کہا: ہم نے سنا اور اطاعت کی اور اس فقرے کو دہراتے رہے۔

بزرگانِ قوم نے علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر علیؑ کی سرداری پر یوں تہنیت پیش کی: ''مبارک ہو یا علیؑ! آپ مومنوں کے مولا ہو گئے''۔ حیرت کی بات ہے کہ پھر بھی سب گمراہ ہو گئے۔

جن لوگوں نے علیؑ کی بیعت کی تھی دراصل انہوں نے خدا کی بیعت کی تھی لیکن آخر ہوا کیا؟

انہیں لوگوں سے جب علیؑ نے گواہی مانگی تو انہوں نے گواہی نہیں دی اور کیوں اس کھوسٹ (انس) نے علیؑ کے قسم دینے کے باوجود جواب میں کہا: ''میں بوڑھا ہو گیا ہوں، کچھ یاد نہیں''۔ علیؑ نے فرمایا: ''جھوٹے پر ایسی بلا نازل ہو گی کہ عمامہ بھی نہ چھپا سکے گا''۔

آخری شعر میں مقام رحبہ میں مناشدہ کی طرف اشارہ ہے (قسم دے کر کسی چیز کے بارے میں سوال کرنے کو مناشدہ کہتے ہیں)۔ اس کی تفصیل جلد اول میں گزر چکی۔

(۱۵)

۲۴، اشعار کا ماحصل:

''یہ خاموش خرابے اور یہ گونگے آثار رضا دید کس کے ہیں۔ ہاں اے موذی! جو علیؑ کی بدگوئی سے باز نہیں آتا، میں بہت جلد ہی علیؑ کے فضائل سنا کر تجھے درد میں مبتلا کروں گا چاہے تو مانے چاہے نہ مانے۔ میں علیؑ کی تنقیص کرنے والوں کے خلاف علیؑ کی مدد کرتا ہوں۔ علیؑ کی مذمت کرنے والا مجھ پر حاوی نہیں ہو پاتا۔ میرے نزدیک علیؑ، محبوب رسولؐ تھے۔ اے مذمت کرنے والے! اپنی مذمت بند کر اور جان لے کہ علیؑ نائب رسولؐ، چچیرے بھائی اور مصلی و موحد تھے، علیؑ وہ امام ہیں کہ ہر حیات تاریکی میں روشنی پھیلائی، صاحب حوض، مجرموں کی پناہ گاہ، قسیم جنت و نار ہیں۔ لہذا جہنم سے کہہ دو کہ اس کو اپنی لپیٹ میں

لے لے اور اسی کو چھوڑ دے، ہمارے دشمنوں میں سے جو بھی تجھ سے نزدیک ہو اس کو اپنے شعلوں میں جلا کر بھسم کر دے اور جو ہمارے گروہ والے ہیں، ان کو نہ چھیڑے کہ اگر ایسا کیا تو ظلم کرے گی کل۔ آخرت میں خدا علیؑ کو بلا کر خلعت پہنائے گا۔ اے دشمن علیؑ! اگر اس دن جب علیؑ کا تقرب و رضا واضح ہو گا تو دیکھے گا کہ وہ امام، محمد مصطفیؐ کے ساتھ حوض کوثر پر کھڑا ہے۔ علیؑ امیر المومنین ہیں، ان کا حق ہر مسلمان پر واجب ہے۔ رسولؐ نے ان کے متعلق وصیت کی اور ہر مال غنیمت میں ان کا حصہ رکھا۔ ان کی رفیقۂ حیات صدیقہؑ مانند بتول مریم ہیں۔ انہیں رسولؐ نے وہی نسبت دی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ ان کی ولایت رسولؐ نے ہر عرب مرد و زن پر نام لے کر واجب قرار دی۔ گھنے درختوں کے سائے میں واضح الفاظ میں اعلان کیا، جس نے غدیر خم کی بات نہ مانی وہ گمراہ ہوا، جس دن امر ولایت و علمی میراث انہیں سپرد ہوئی۔ دین کے محکم ہونے کی سفارش فرمائی۔ (قصیدے میں بیالیس (۴۲) اشعار تھے)۔

حافظ مرزبانی کے مطابق سید نے یہ قصیدہ فرقۂ اباضیہ کے رئیس عبداللہ اباض کے پاس بھیجا کیونکہ وہ علیؑ کی تنقیص کرتا تھا اور سید کو منصور کے ذریعہ قتل کرانے کی دھمکی دیتا تھا۔ فرزند اباض قصیدہ دیکھ کر سخت برہم ہوا۔ وہ قصیدہ تمام فقہا و قراء کو نقل کر کے بھیج دیا، سب نے منصور کی خلافت میں حاضر ہو کر کہا کہ سید سلف کو گالیاں دیتا ہے۔ عقیدۂ رجعت کا قائل ہے اور امامت کو تیرے خاندان سے مخصوص نہیں سمجھتا۔ منصور نے ان علماء سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ سید نے کہا: میں اصحاب پر رحمت کی دعا کرتا ہوں۔ ذرا آپ بھی ابن اباض سے کہئے کہ علیؑ، عثمان و طلحہ و زبیر پر صلوات پڑھے۔ منصور نے اباض سے کہا اباض نے صلوات پڑھنے میں ہچکچاہٹ دکھائی۔ غصے میں منصور نے اس کو بہت مارا اور نکال باہر کر دیا۔ پھر قید خانے میں ڈال دیا اور اس کے تمام حمایتی افراد کو تازیانہ لگانے کا حکم دیا اور سید کو پانچ سو درہم انعام کا حکم دیا۔(۱)

(۱۶)

''میری قوم نے پیغمبر مصطفیؐ اور بہتر مخلوقات کو پالیا اور کچھ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے غدیر خم کے

۱۔ اخبار سید حمیری (ص۱۷۳،۱۷۲)

درختوں کے سائے میں اعلان ولایت کا انکار کر دیا۔

وہ اعلان تھا: ''اے لوگو! جس کا میں مولا ہوں اور جس پر میرا حق ہے یہ علیؑ بھی اس کا حتمی مولا ہے''۔ کیا فرمان پیغمبر نے ان کے دل پر اثر کیا؟ ارے واہ! وہ تو انگاروں پر لوٹ رہے ہیں''۔

(۱۷)

''ہاں! بلاشبہ وہ وصیت جو غدیرخم میں خدائے رحمان کی طرف سے بزبان رسولؐ واضح الفاظ میں بیان کی گئی وہ نسلی حام وسام کے لئے مفید تھی۔ بلند آواز میں علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: جس کا میں مولا اور سرپرست ہوں یہ میرا بھائی اس کا سرپرست و مولا ہے۔ میری بات پر دھیان دو۔ تمام مجمع امنڈ پڑا اور علیؑ کو مبارکباد پیش کی، اس مجمع میں تو ایک صاحب نے بہت ہی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور یوں آواز دی: اے علیؑ! آپؑ میرے اور تمام مومنوں کے مولا و سرپرست ہو گئے۔ پھر لوگوں نے کیوں سرکشی کی، علیؑ کا حق کیوں چھین لیا؟ علیؑ تو نبی کی رداو سواری کے وارث تھے۔

(۱۸)

کیا وہ آسمان ہدایت کے ستارے اور ابدی عزت کی علامت نہیں ہیں....؟

اے گمراہی میں بھٹکنے والے! امیرالمومنینؑ امام ہیں۔

رسولؐ نے انہیں غدیرخم میں لوگوں کے سامنے بلند آہنگ فرمایا......

ابن معتز نے ''طبقات الشعراء'' میں حکایت کی ہے کہ کسی نے ایک حمال کو دیکھا کہ بھاری گٹھرا اٹھائے ہوئے چلا جارہا ہے۔ اس نے پوچھا: اس میں کیا ہے؟ بولا: سید حمیری کے قصائد میمیہ۔ (۱)

(۱۹)

''میری جان رسولؐ کے اس دن پر قربان جب جبرئیلؑ نے نازل ہو کر فرمایا: ''اگر آپ نے ولایت کی صریحی تبلیغ نہ فرمائی تو کار رسالت ہی انجام نہ دیا''۔ پس رسولخداؐ نے تعمیل حکم الٰہی میں کھڑے

۱۔ طبقات الشعراء ص ۸ (ص ۳۶)

ہوکر فرمایا: آج روز غدیر خم سے قبل تمہارا مولا کون تھا؟ سب نے کہا: آپ تھے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ کے سلسلے میں ہماری خیر خواہی فرمائی''۔

آپ نے فرمایا: میری جانب سے یہ علیؑ تمہارا مولا ہے۔ اس حتمی پیغام کے بعد اب تم اس کے دوست ہو جاؤ۔ یہ تم سب سے زیادہ نیک، دانشمند اور سابق الایمان ہے۔ اسے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی''۔

(۲۰)

''دن چڑھے جبرئیلؑ رسولِ خداؐ پر نازل ہوئے حالانکہ لوگ تیزی سے سرگرم سفر تھے۔ کہا کہ تبلیغ امر ولایت کر دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو کار رسالت ہی انجام نہ دیا۔ یہ سن کر رسولؐ اور سبھی لوگ اتر پڑے۔ گھنے درختوں کے سائے میں پالان شتر کے منبر پر صاف و بلند آواز میں فرمایا: ہاں! جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے، اچھی طرح سمجھ لو۔ اس مجمع میں ایک شخص نے اپنے پاس موجود شقی سے کہا: بدقسمتی سے لوگ لغزش اور فتنہ وفساد میں مبتلا ہوں گے۔ رسولؐ تو علیؑ کا بازو تھام کر پیغام الٰہی سنائیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ لوگوں کو رسولؐ پر اعتماد نہیں تھا۔ پھر وہ مومن کیسے ہو گئے؟''

(۲۱)

''میں اپنی تمام وابستگی پائے وصی پر نچھاور کرتا ہوں، علیؑ کے سوا دوسرے سے عشق نہیں رکھتا۔ رسولؐ نے مجھے ان کی محبت کی طرف دعوت دی اور میں نے قبول کیا ہے۔ میں علیؑ کے دشمنوں کا دشمن اور ان کے دوست کا دوست ہوں۔

غدیر خم میں رسولؐ نے کھڑے ہو کر بلند آہنگ اعلان فرمایا: ہاں! میری وفات کے بعد یہ علیؑ تمہارا مولا ہے، اس فرمان کو غیر عرب و عرب سب کو سمجھا دو''۔

(۲۲)

''رسولؐ نے غدیر خم میں دن چڑھے ولایت علیؑ کی سفارش کی، کاش! ان کی وصیت کو مان لیا جاتا۔

رسولؐ نے آواز دی: خدا کے بندو! میری بات سنو! کیا میں تمہارا مولا نہیں؟ سب نے کہا: آپ ہمارے مولا اور ہمارے نفسوں پر ہم سے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر علیؑ کو بلند کر کے تیز آواز میں فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے ابوالحسنؑ مولا ہیں، اے خدا! اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ"۔

(۲۴)

محمدؐ غدیر میں کھڑے ہوئے اور بلند و موثر آواز میں عرب و عجم سے جو آپ کا حلقہ کئے ہوئے تھے، فرمایا:

ہاں! جس کا میں مولا ہوں، اس کے یہ علیؑ مولا و سردار ہیں۔
خدایا! اس کے دشمن کو دشمن اور دوست کو دوست رکھ۔(۱)

حالات زندگی

نام اسماعیل بن محمد بن یزید بن وداع حمیری۔ لقب سید اور کنیت ابو ہاشم، ابو عامر۔

ابوالفرج اور دوسرے مورخین نے ان کا نسب یزید بن ربیعہ مفرغ سے ملایا ہے جنہوں نے زیاد اور اس کے بیٹے کی ہجو کی اور بنی امیہ سے نسبی پیوندی پر اعتراض کیا تھا۔ نتیجے میں عبید اللہ بن زیاد نے انہیں قید کر دیا۔ معاویہ نے اسے آزاد کر دیا تھا۔(۲)

مرزبانی نے ان کو یزید بن وداع کی طرف منسوب کیا ہے، وہ کتاب اخبار الحمیری میں لکھتے ہیں:

سید کی ماں حدّان سے تھی، سید کے باپ جب اس قبیلے میں قیام پذیر تھے ایک عورت سے جو یزید بن ربیعہ مفرغ کی بیٹی تھی شادی کر لی تھی۔ شاعر مذکور کو کوئی لڑکا نہیں تھا۔ اصمعی نے پدری اعتبار سے سید کی یزید بن مفرغ کی جانب نسبت دینے میں اشتباہ کیا ہے کیونکہ سید اس کے نواسے تھے۔(۳)

۱۔ اعیان الشیعہ (ج ۳ ص ۴۳۰)

۲۔ آغانی ج (۷ ص ۲۴۸)

۳۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۵۱)

مرزبانی نے معجم الشعراء میں سید کے یہ اشعار نقل کئے ہیں:

''میں مرد حمیری ہوں، میرے دادا ''رعین'' اور ماموں ''ذو یزن'' ہیں۔ میں ابوالحسن ہادی علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے قیامت میں نجات کا امیدوار ہوں''۔

ان کی کنیت ابو ہاشم تھی لیکن شیخ الطائفہ نے ابو عامر لکھی ہے۔(۱) بچپن ہی سے ان کا لقب سید تھا۔ رجال کشی میں ہے کہ صادق آل محمدؐ نے فرمایا: ''ماں نے تیرا نام سید رکھا اور اسی وجہ سے تجھ کو سیادت کی توفیق ملی تو سید الشعراء ہے''۔(۲)

اس سلسلے میں ان کے اشعار بھی ہیں:

''مجھے فخر ہے کہ امام نے مجھ سے ایک بار فرمایا: تیرا خاندانی نام سید صحیح ہے، تو سید الشعراء ہے اگر تو خاندان اہلبیتؑ کی مدح کرے تو دنیاوی شعراء میں کوئی تیرا مقابلہ نہیں کرسکتا کیونکہ وہ دولتمندوں کی ستائش کرتے ہیں اور تیری مدحِ اہلبیتؑ مخلصانہ ہے، پس تجھے مبارک ہو کہ تو حوض کوثر پر رسولخداؐ سے اس کا صلہ پائے گا''۔

سید کے والدین

آغانی کے مطابق سید کے والدین اباض مذہب (۳) تھے، عبداللہ بن اباضی خارجی کے گروہ سے وابستہ تھے، ان کا مکان بصرہ کے غرفہ بن ضبہ میں تھا۔ سید کا بیان ہے کہ اس غرفے میں امیر المؤمنینؑ کو بہت گالیاں دی گئی ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا: تم شیعہ کیسے ہوگئے؟ تو آپ نے فرمایا: اچانک مجھ پر رحمت خدا امنڈ پڑی۔

سید ہی کا بیان ہے کہ جب ان کے والدین کو شیعہ ہونے کی خبر ہوئی تو انہیں قتل کرنے کا تہیہ کرلیا۔

۱۔ رجال طوسی (ص ۱۴۸ نمبر ۱۰۸)

۲۔ رجال کشی صفحہ ۱۸۶ (ج ۲ ص ۵۷۳ نمبر ۵۰۷)

۳۔ اباضیہ خوارج کا وہ فرقہ ہے جو عبداللہ بن اباض کی پیروی کرتا ہے، انہوں نے مروان بن محمد کے زمانے میں خروج کیا تھا، وہ اپنے مخالفین کو کافر سمجھتے تھے۔ انہوں نے حضرت علیؑ پر بھی کفر کا فتویٰ دیا تھا۔

وہ بھاگ کر عقبہ ابن مسلم ہنائی کے یہاں پہنچے اور تفصیل بتائی، عقبہ نے سید کو گھر میں پناہ دی۔ سید وہیں رہے جب ان کے والدین مر گئے تو اپنے گھر گئے۔(۱) مرزبانی نے اسماعیل بن ساحر سے روایت کی ہے کہ ایک دن اسماعیل بن ساحر سید کے ساتھ ناشتہ کر رہے تھے، سید نے بیان کیا کہ اس گھر میں امیر المؤمنینؑ کو بڑی گالیاں دی گئی ہیں۔ ابن مساحر نے پوچھا: کس نے گالیاں دیں؟ جواب دیا: میرے والدین نے، وہ اباضی تھے۔ پوچھا: تم کیسے شیعہ ہو گئے؟ فرمایا: رحمت خداوندی اچانک مجھ پر امنڈ پڑی۔(۲)

مرزبانی نے ایک ثقہ روایت خردان حفار سے کی ہے کہ سید ان کے پاس شکایت لئے آئے کہ اکثر راتوں میں میری ماں مجھے جگا کر کہتی ہے: ڈرتی ہوں کہ شیعہ ہونے کی وجہ سے تو دوزخ میں جائے گا۔ کیونکہ تو اہل بیتؑ کا دوستدار ہے، ان سے نہ دنیا ملے گی نہ آخرت۔ میری زندگی اجیرن ہوگئی ہے، اب کبھی اس کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ ایک قصیدہ بھی اس سلسلے میں ہے۔(۳)

''میں اس خاندان (اہل بیتؑ) سے وابستہ ہوں جن کی ولایت مومنین کے لئے ناگریز ہے۔ میرے بھائی اور میری ماں مجھے سرزنش کرتے رہتے ہیں، مجھے گمراہی کا طعنہ دیتے ہیں۔ اگرچہ عورتوں کی اخلاقی آفت سرزنش ہی ہے، وہ کہتی ہے کہ تو اپنے خاندان اور ہمسایوں سے جدا ہوگیا ہے، لوگ تجھ سے اچھوت کی طرح پرہیز کرتے ہیں، تم ان کے دین میں عیب نکالتے ہو اور وہ تمہارے دین میں اس سے زیادہ عیب نکالتے ہیں اور تمہیں سرزنش کرتے ہیں۔ میں نے کہا: مجھے چھوڑ دو، خانۂ خدا کے حاجیوں کی قسم! خانوادۂ اہلبیتؑ کے سوا دوسرے کی ستائش میں نہیں کرسکتا۔ مجھے حبّ آل محمدؐ سے روکتی ہے جبکہ وہ تقرب خدا کا ذریعہ ہیں اور ان کی محبت نماز کی طرح ہے اور آل محمدؐ کی محبت نماز کے بعد لازمی ترین چیز ہے۔

مرزبانی (۴) کا کہنا ہے کہ مجھ سے محمد بن عبید اللہ بصری نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن زکریا علائی

۱۔ الآغانی، ج ۷، ص ۲۳۰ (ج ۷ ص ۲۴۹)
۲۔ اخبار السید الحمیری (ص ۱۵۳)
۳۔ اخبار السید الحمیری (ص ۱۵۴)
۴۔ اخبار السید الحمیری (ص ۱۵۴)

سے اور انہوں نے عباسیہ بنت سید سے روایت کی ہے، عباسیہ نے کہا کہ میرے والد نے بیان کیا کہ بچپن میں والدین سے علیؑ کی مذمت سن کر میں گھر سے نکل پڑا اور مسجد میں رہنے لگا۔ دن دن بھر بھوکا رہتا ،جب بھوک پیاس پریشان کرتی تو مجبوراً گھر آکر کھانا کھالیتا۔ جب کچھ بڑا ہوا اور سمجھ بوجھ آئی اور شاعری شروع کی تو اپنے والدین سے کہا: آپ کے حقوق میرے اوپر ہیں، ان حقوق کے مقابلے میں میری حاضری ناچیز ہے، آپ علیؑ کو گالیاں نہ دیجئے مجھے اس سے دکھ ہوتا ہے، مجھے عاق ہونا پسند نہیں۔ وہ اپنی گمراہی پر جمے رہے تو چلا آیا اور یہ اشعار لکھ بھیجے:

''اے محمد! خالق الاصباح سے ڈرو اور اپنی تباہی و بربادی دین کے صلاح سے آراستہ کرو کیا تم برادر رسول خداؐ اور وصی رسول کو گالیاں دیتے ہو اور پھر اپنی نجات کی امید بھی رکھتے ہو......؟ (یہ قصیدہ گزر چکا ہے)۔

جب والدین نے میرے قتل کا ارادہ کرلیا، تو امیر عقبہ بن مسلم کے پاس بھاگ آیا، اس نے پناہ دی اور ایک گھر دے کر میرا گزارا معین کردیا۔

مرزبانی لکھتے ہیں: سید حمیری نے سنا تھا کہ نماز صبح کے بعد ان کے والدین علیؑ کو گالیاں دیتے ہیں تو یہ اشعار کہے:

''میرے والدین پر خدا لعنت کرے اور انہیں جہنم میں ڈال دے۔ان کا معمول ہے کہ نماز صبح کے بعد باب شہر علم علیؑ کو گالیاں دیتے ہیں، وہ نیک ترین اور بہترین انسان پر لعنت بھیجتے ہیں، جب سے انہوں نے ان اہل بیتؑ سے نفرت شروع کی جو بقائے کائنات کے ذمہ دار اور عادل ترین انسان ہیں، اسی وقت وہ کافر ہوگئے تھے۔ محمدؐ وآل محمدؐ پر صلوات ہو''۔ (۱)

عظمت سید اوران کے تذکرہ نگار

احترام ومحبت اہلبیتؑ شیعوں کی علامت ہے کیونکہ خدا اور رسولؐ نے ان کو محترم قرار دیا ہے۔

۱۔ فوات الوفیات ابن شاکر، ج ۱، ص ۱۹ (ج ۱ ص ۱۸۸ نمبر ۷۲) پر بھی یہ روایت موجود ہے۔

چنانچہ شیعہ دیکھتے ہیں کہ اہلبیتؑ کرام نے سید کی بڑی تعظیم وتوقیر کی ہے، انہیں مقرب بارگاہ قرار دیا، کیونکہ سید نے نشر فضائل آل محمدؐ میں سعی کی اور نغمۂ مدحت کے ڈھیر لگا دیئے۔ اگر انہیں مدح اہلبیتؑ کا دنیاوی صلہ ملتا تو رد کر دیتے تھے کیونکہ وہ صرف ادائے اجر رسالت اور آل محمدؐ سے وابستگی کی غرض سے شعر کہتے تھے، چنانچہ وہ اپنے والدین سے بھی لڑ گئے۔ یہ باتیں بجائے خود معجزہ ہیں، اسی وجہ سے شیعہ اس دن سے آج تک سید کا احترام کرتے ہیں۔

ابن عبدربہ کہتے ہیں کہ سید ممتاز ترین شیعہ تھے۔ ان کے لئے بطور اظہار عظمت مسجد کوفہ میں مخصوص مسند بچھائی جاتی تھی۔ شیخ الطائفہ طوسی نے جعفر بن عفان طائی کا بیان نقل کیا ہے کہ آپ ممتاز ترین شیعہ ہیں اور میں آپ کا حاشیہ بردار ان سے وابستہ بہت سے واقعات مثلاً حدیث انقلاب شراب و شیر، داستان قبر، گویائی سید کی بازیابی وغیرہ کرامتیں ان کی عظمت کا ثبوت ہیں۔ امام ان سے شعر سننے کی فرمائش کرتے۔ (۱)

ابوالفرج لکھتے ہیں کہ دربان امامؑ نے کہا کہ سید اذن باریابی چاہتے ہیں، امام نے اجازت دی اور گھر پر مخدرات کو بلا لیا پھر شعر سننے کی فرمائش کی۔ وہ پڑھنے لگے۔ قبر حسینؑ پر جا کر ان پاکیزہ استخوانوں سے کہو....۔ (۲)

راوی کا بیان ہے کہ امامؑ بہت روئے گھر سے صدائے گریہ سنائی دے رہی تھی۔ امام نے فرمایا: سید بس کرو۔ سید رک گئے۔ (۳)

کچھ سچے خواب بھی ہیں جس سے سید کے تقرب بہ رسالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ابوالفرج نے ابراہیم بن ہاشم عبدی کا بیان نقل کیا ہے کہ رسولؐ کو خواب میں دیکھا کہ سید اپنا قصیدہ "اجد بالکی فاطمہ البکور" سنا رہے تھے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے اس خواب کو طوس کے ایک آدمی سے سنایا، میں نے کہا کہ مجھے اس میں شک تھا۔ کل رات خواب دیکھا کہ ایک شخص خدمت رسالت میں یہی قصیدہ سنا رہا ہے۔

۱۔ العقد الفرید، ج۲، ص۲۸۹ (ج۴ ص۱۴۴)

۲۔ الآغانی، ج۷، ص۲۴۰ (ج۷ ص۲۶۰)

۳۔ ثواب الاعمال ص۸۳

میں خواب سے بیدار ہوا اور محبت علیؑ دل میں راسخ ہوگئی۔(۱)

یہ خواب سید حمیری کی کرامت، بلندی مرتبہ، حسن عقیدت، خلوص نیت اور مذہب کی پاکیزگی کا ثبوت ہے۔

سید حمیری کی عظمت کے پیش نظر کچھ دانشوروں نے ان کے حالات پر مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔جن میں چند کے نام یہ ہیں:

۱۔ابو احمد عبد الحریر حلودی
۲۔شیخ صالح بن محمد صراحی
۳۔ابو بکر محمد بن یحییٰ
۴۔ابو بشیر احمد بن ابراہیم بصری
۵۔ابو عبد اللہ احمد بن عبد الواحد بن عبدون
۶۔ابو عبد اللہ محمد بن عمران مرزبانی
۷۔ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن عیاش جوہری
۸۔اسحاق بن محمد بن احمد بن ابان نخعی
۹۔فرانسی مستشرق، بربیہ دی منیار۔(۲)

ادبی وشعری عظمت

سید عرب کے تین ممتاز ترین شعراء میں ایک تھے جنہیں جاہلی عہد اور اسلامی دور میں منتخب شمار کیا گیا ہے۔وہ تین یہ ہیں: سید، بشار، ابو العتاہیہ۔ابو الفرج کہتے ہیں کہ میں نے ان تین شعراء سے زیادہ مکمل ترین شاعر نہیں دیکھے۔مرزبانی کہتے ہیں سید سے زیادہ جید اور کثیر الشعر میں نہیں جانتا۔

۱۔ابو الفرج کی الآغانی، ج ۷، ص ۲۴۶ (ج ۷ ص ۲۶۶)

۲۔فہرست نجاشی صفحہ ۳، ۵۳، ۶۴، ۷۰، ۱۴۱، ۱۷۱، فہرست شیخ الطائفہ (ص ۳۰)، معالم العلماء (ص ۱۶)، الاعلام (ج ۱ ص ۱۱۲)

عبداللہ بن اسحاق ہاشمی کہتے ہیں: میں نے سید کے دو ہزار قصیدے جمع کئے میرا خیال تھا کہ اب سید کا کوئی کلام باقی نہیں رہ گیا لیکن ایک شخص کو سید کے اشعار پڑھتے دیکھا، اسے بھی جمع کرلیا، پھر یہی واقعہ پیش آیا۔ آخر تنگ آکر جمع کرنے کا خیال ترک کردیا۔ ابوعبیدہ سے پوچھا گیا: سب سے پرگو شاعر کون ہے؟ بولا: سید و بشار۔ حسین بن ضحاک کہتے ہیں کہ سید کے انتقال کے بعد مروان بن ابی خوصہ سے بحث چھڑ گئی۔ مجھے سید و بشار کے سب سے زیادہ اشعار یاد تھے۔ فانم، وراق کا بیان ہے عمرو بن نعیمہ کے یہاں ارباب فہم کے مجمع میں سید کے اشعار میں نے سنائے: " القرف رسماً بالثويين قد وثر " ۔کیا ثوبین کے خرابوں کو پہچانتے ہو؟

وہ لوگ بے تحاشا داد دیتے رہے، جعفر سنتے رہے، پوچھا: کس کے اشعار ہیں؟ میں نے کہا: سید حمیری کے۔ سب نے کہا: وہ بہترین شاعر بلکہ شاعر اعظم ہے۔ زبرین بن بکار کے چچا نے کہا: اگر سید حمیری کا یہ قصیدہ منبر پر پڑھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ اس کے تمام اشعار میں کوئی حرج نہیں۔

''بلاشبہ آیت تطہیر جس دن نازل ہوئی۔ وہ عظیم دن تھا خدا نے اہل کساء کو اس فضیلت سے مخصوص فرمایا''۔

حسین بن ثابت کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی جریر کو بہترین شاعر مانتا تھا۔ اس نے جریر کے اچھے اشعار سنائے۔ میں نے اس موضوع پر سید کے اشعار سنائے۔ وہ بولا: کس کے اشعار ہیں؟ واللہ یہ تو میرے شاعر سے بہت اچھا ہے۔(۱)

اسحاق بن محمد نے عتبی سے سنا کہ اس دور میں سب سے اچھا شاعر سید ہے، اس نے اصرار کر کے قصیدہ لامیہ سنا: " هل عند من احببت تنويل " ۔اس میں وہ کہتا ہے: " اقسم بالله و آلائه " (ترجمہ گزر چکا)۔

عتبی نے سن کر کہا: واہ ماشاءاللہ! یہ شعر دلوں کو ہیجان میں لانے والا ہے۔(۲)

۱۔ الآغانی ج ۷ص ۲۳۹ (ج ۷ص ۲۵۸، ۲۵۹)

۲۔ الآغانی، ج/۷، ص/۲۴۷ (ج ۷ص ۲۶۷)

ان تمام باتوں سے قبل خود صادق آل محمدؑ کا تعریفی فقرہ کہ تو سید الشعراء ہے، ان کے لئے مدح اہل بیتؑ، نفسانیت اور لطافت کی سند ہے اور ہماری تعریف سے باہر۔ شبلنجی نے انہیں امام ششم وہفتم کا شاعر کہا ہے۔

خاصان خدا کی بھرپور مدح

سید بلند ہمت اور اعلام کلمۃ الحق کے حریص تھے۔ وہ اپنی تمام تر توانائیاں مدح اہلبیتؑ میں صرف کرنے، ایمان کی تقویت کے لئے فدا کاری و جانبازی میں فرد فرید تھے، وہ خاصان خدا کی مدح کر کے مردہ دلوں کو زندہ کرتے رہے اور دشمنان آل محمدؐ کی تنقیص میں سرآمد شعراء تھے۔ انہیں کا شعر ہے:

''اے رب! میں مدح علیؑ صرف تیری خوشنودی کے لئے کرتا ہوں پس مجھ پر رحم فرما''۔(۱)

اس کی شعری صداقت کے سلسلے میں خود اس کا خواب ہی اہم ثبوت ہے۔

ابوالفرج اور مرزبانی خود سید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے خواب میں: رسولخداؐ کو ایک ویران باغ میں دیکھا۔ جہاں صرف ایک بلند درخت تھا۔ کافوری زمین میں کہیں درختوں کا نام و نشان نہ تھا۔ رسولؐ نے سید سے فرمایا: جانتے ہو یہ کس کا ہے۔ میں نے عرض کیا: نہیں، اے خدا کے رسولؐ! آپ نے فرمایا: یہ امراء القیس بن حجر کا درخت ہے۔ اس کو اکھاڑ کر اپنے یہاں لگاؤ اور خوب سینچو۔ میں نے ایسا ہی کیا پھر میں ابن سیرین کے پاس آیا اور تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا: کیا تم شعر کہتے ہو؟ کہا: نہیں۔ بولا: بہت جلد تم اشعار کہو گے، لیکن وہ اشعار صرف مدح اہلبیتؑ میں ہوں گے۔ سید ہمیشہ ہی مدح اہلبیتؑ اور مذمت دشمنان آل محمدؐ میں سرگرم رہے۔ موصلی نے ان کے ۲۳۰۰ر اشعار جمع کئے اور خیال کیا کہ سب مرتب ہو گئے۔ اسی طرح اشعار ملتے رہے اور تنگ آ کر جمع کرنا چھوڑ دیا۔(۲)

سید نے اعمش سلیمان بن مہران سے فضائل علیؑ سنے اور باہر آ کر انہیں نظم کر ڈالا۔ ایک دن سید

۱۔ نورالابصار (ص ۲۹۴)

۲۔ الآغانی، ج ر ۷، ص ر ۲۳۶، ۲۳۷ (ج ۷ ص ۲۵۶، ۲۵۷)

امراء کوفہ کے پاس گھوڑے پر سوار خلعت زیبا پہنے کناسہ کوفہ میں آئے اور بولے: کوفے والو! اگر کوئی ایسی فضیلت جسے میں نے نظم نہ کیا ہو سناؤ تو یہ خلعت وسواری تمہیں دیدوں گا۔ لوگ فضائل سناتے رہے اور یہ شعر سناتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے روایت بیان کی کہ ایک دن امیر المؤمنینؑ لباس زیب تن فرما رہے تھے، نعلین پہننا چاہتے تھے کہ اچانک عقاب نے نعلین اٹھا کر جھٹک دیا اس میں سے سیاہ سانپ نکلا اور سوراخ میں گھس گیا۔ اس وقت علیؑ نے نعلین پہنا۔

سید نے اس پر شعر نہیں کہا تھا۔ پھر ذرا سوچ کر یہ اشعار سنائے۔

"الا یاقوم للعجب العجائب" اے قوم! کس قدر حیرت انگیز ہے، حسینؑ کے باپ علیؑ کے نعلین کا واقعہ۔ (اس میں نفیس ترین ۱۳/ اشعار ہیں)۔ (۱)

سید حمیری نے تمام خلعت وسواری اس شخص کے حوالے کر دی اور کہا: بھئی! میں نے اس سلسلے میں شعر نہیں کہا تھا۔

ابوالفرج نے سلسلۂ سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے سانپ اور نعلین کا واقعہ لکھا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ اس قسم کا واقعہ رسولخداؐ سے بھی منسوب ہے۔

ابن معتز طبقات میں کہتے ہیں: سید احادیث واخبار کو نظم کرنے میں استاد تھے۔ تمام فضائل علیؑ کو نظم کر ڈالا۔ ذکر علیؑ سے خالی محفلوں کو ویران اور ذکر علیؑ سے بھرپور مجالس کو زندہ کر دیتے تھے۔ (۲)

حسن بن علی بن حرب کی روایت ہے کہ میں ابوعمرو اور ابوالعلاء کے پاس بیٹھا ہوا سید کے متعلق گفتگو کر رہا تھا، اتنے میں سید آ گئے۔ تھوڑی دیر تک کھجوروں اور انگوروں کا تذکرہ ہوتا رہا، سید اٹھ کر جانے لگے تو ہم نے کہا: ابوہاشم کہاں چلے؟ جواب دیا: جہاں ذکر آل محمدؐ کے علاوہ کوئی بات ہو وہاں میں نہیں رہتا۔

جہاں رسولؐ اور وصی رسولؐ کا تذکرہ نہ ہو وہ بزم ہی پلید ہے۔ (۳)

۱۔ الآغانی ج۷ص۲۵۷ (ج۷ص۲۷۷)؛ اخبار السید (ص۱۷۱)

۲۔ طبقات الشعراء ص۷ (ص۳۲) ۳۔ الآغانی، ج/۷، ص/۲۶۶۔۲۴۶ (ج۷ص۲۸۶)

رواۃ حفاظ شعر سید

۱۔ابو داؤد سلیمان بن سفیان (متوفی ۲۳۰ھ)۔(۱)

۲۔اسماعیل بن ساحر۔(۲)

۳۔ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ۔(متوفی ۲۱۰،۲۱۱ھ)(۳)

۴۔سدری۔(۴)

۵۔محمد بن زکریا غلابی (متوفی ۲۹۸ھ)۔(۵)

۶۔جعفر بن سلیمان ضبعی بصری (متوفی ۱۷۸ھ)۔(۶)

۷۔یزید بن محمد بن عمر بن مذعور تمیمی۔(۷)

۸۔فضیل بن زبیر رسان کوفی

۹۔حسین بن ضحاک۔(۸)

۱۰۔حسین بن ثابت

۱۱۔سید حمیری کی بیٹی عباسہ وہ سید کے اشعار کی تصحیح کرتی تھیں۔دو بیٹیاں اور تھیں جنھیں سید کے دو سو سے زیادہ قصیدے یاد تھے۔سدری کہتے ہیں کہ سید کی چار بیٹیاں تھیں جنھیں چار چار سو قصیدے یاد تھے۔(۹)

۱۔الآغانی ج(۷ص۲۶۶)؛رجال کشی ص۲۰۵(ج۲ص۲۰۸نمبر۵۷۷)

۲۔الآغانی ج(۷ص۲۴۹)

۳۔لسان المیزان ج۱ص۴۳۷(ج۱ص۴۸۸نمبر۱۳۵۹)؛الآغانی (ج۷ص۲۵۵)

۴۔طبقات بن معتز ص۷(ص۳۳)

۵۔اخبار سید حمیری (ص۱۵۶)

۶۔الآغانی (ج۷ص۲۵۶)؛لسان المیزان ج۱ص۴۳۷(ج۱ص۴۸۸نمبر۱۳۵۹)

۷۔الآغانی (ج۷ص۲۹۲)؛اخبار السید (ص۱۵۶)

۸۔اخبار سید حمیری (ص۱۵۲)

۹۔طبقات ابن معتز ص۸(ص۳۶)

۱۲۔عبداللہ ابن اسحاق ہاشمی۔(۱)

۱۳۔موصلی کے چچا۔(۲)

۱۴۔حافظ ابوالحسن دار قطنی (متوفی ۳۸۵ھ)۔(۳)

سید کا مذہب

سید حمیری عرصے تک کیسانی رہے۔(۴) وہ محمد بن حنیفہ کی امامت وغیبت کے قائل رہے اس سلسلے میں ان کے اشعار بھی ہیں۔ پھر امام جعفر صادق کی برکت سے حق سعادت نصیب ہوئی، منصور کے محل اور کوفہ میں نزول اجلال یا حج کے موقع پر امامؑ کی ملاقات سے تمام کیسانیت رفع دفع ہوگئی۔

عبد اللہ ابن معتز، شیخ صدوق، حافظ مرزبانی، شیخ مفید، کشی، سروی، اربلی جیسوں نے ان کے مذہب کی نشاندہی کی ہے جبکہ ان میں سے کسی ایک کی گواہی کافی تھی۔ ان کے نصوص یہ ہیں۔ ابن معتز کہتے ہیں: سید پہلے کیسانی تھے محمد حنفیہ کی رجعت کے قائل تھے۔(۵) ان کے مشہور قصیدے کا شعر ہے:

حتی متی و الی متی المدی   یابن الوصی و انت حي ترزق

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مکہ میں ملاقات کے دوران امامؑ نے تمام شبہات دور کئے اور وہ اپنے عقیدے میں ثابت واستوار ہوئے۔ اس کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

۱۔اخبار سید حمیری (ص۱۵۴)   ۲۔الآغانی (ج۷ص۲۵۶)

۳۔وفیات الاعیان (ج۳ص۲۹۷نمبر۴۳۴)؛ تاریخ بغداد ج۱۲ص۳۵؛ تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۲۰۰ (ج۳ص۹۹۲نمبر۹۲۵)

۴۔مختار بن ابی عبید کے پیرو کو کیسانیہ کہتے ہیں، اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مختار کا لقب کیسان تھا جیسا کہ کشی نے اپنی رجال ص۸۴ (ج۱ص۳۴۱نمبر۲۰۱) پر تحریر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے انہیں کہا: یا کیس یا کیس۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کیسان ان کے پولیس افسر کا نام تھا، جس کی کنیت ابو عمرہ تھی جیسا کہ کشی نے اپنی رجال (ج۱ص۳۴۲نمبر۲۰۴) میں اور ابن حزم نے الفصل (ج۴ ص۹۴) میں لکھا ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ کیسان، امیر المومنینؑ کے غلام تھے جنہوں نے انتقام خون حسینؑ کے لئے مختار کو ابھارا تھا کشی کے بقول یہ ان کے راز دار اور مشیر تھے۔

۵۔طبقات الشعراء، ص۷ (ص۳۲)

تجعفرت باسم الله و الله اکبر   و ایقنت ان الله یعفو و یغفر
و یثبت مهما شاء ربی بامره   یمحو و یقضی فی الامور و یقدر

شیخ صدوق فرماتے ہیں:

سید عقیدۂ غیبت میں گمراہ تھے۔ محمد حنفیہ کی غیبت کے قائل تھے۔ صادق آل محمدؐ سے ملاقات کر کے علامات امامت پوچھی۔ امامؑ نے فرمایا: غیبت حق ہے لیکن وہ بارہویں امامؑ کے لئے مخصوص ہے۔ محمد حنفیہ تو مر گئے۔ میرے والد امام پنجم ان کے دفن میں موجود تھے۔ سید نے یہ سن کر اپنے مذہب سے توبہ کی۔

وہ محمد حنفیہ کے معاملے میں غلو کرتے تھے، غیبت کے قائل تھے۔ عرصے تک یوں ہی گمراہ رہے پھر خدا نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ذریعے احسان فرمایا اور جہنم سے نجات دی۔ میں نے ان میں امامت کی نشانیاں دیکھ کر سمجھ لیا کہ امام برحق وہی ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا: فرزند رسولؐ! غیبت کی احادیث کس کے لئے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: میرے چھٹے فرزند اور تمہارے بارہویں امام کے لئے، بخدا! وہ ضرور ظہور کریں گے اور دنیا کو عدل و داد سے بھر دیں گے۔ انہوں نے امام صادقؑ سے سن کر توبہ کی اور ایک طویل قصیدہ جس کا مصرع ہے:

"و لما رأیت الناس فی الدین قد غووا" کہا۔ پھر دوسرا قصیدہ "ایا را کبا نحو المد نیة جسرة" کہا۔(۱)

مرزبانی کہتے ہیں سید بلاشبہ کیسانی تھے ان کا عقیدہ تھا کہ محمد حنفیہ قائم مہدی ہیں اور وہ جبال رضوی میں کہیں قیام پذیر ہیں۔(۲) اس سلسلے میں اشعار بھی ہیں:

یا شعب رضوی ما لمن بک لایری   و بنا الیه من الصبابة اولق
حتی متی و الی متی و کم المدی   یابن و الوصی و انت حی ترزق
ان لامل ان اراک و اننی   من ان اموت و لا اراک لا فرق

۱۔ کمال الدین ص ۲۰ (ص ۳۳)

۲۔ اخبار سید حمیری ص ۱۶۴

جب مذہب حق اختیار کیا تو کہا:

تجعفرت باسم اللہ و اللہ اکبر و ایقنت ان اللہ یعفو و یغفر

جو سمجھتا ہے کہ سید کیسانی تھے وہ جھوٹا اوران پر طعن کرتا ہے۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہیں دعادی ہےاوران کی تعریف کی ہے۔امام سے کہا گیا وہ شراب پیتا ہے۔امام نے فرمایا: اگر سید کا ایک قدم پھسلتا ہےتو دوسرا جم جاتا ہے۔

عباد بن صہیب کی حدیث ہے امام نے دعادی۔کہا گیا: آپ اسے دعادے رہے ہیں حالانکہ وہ شراب پیتا ہے۔عمروابوبکر کوگالیاں دیتا ہے، رجعت کا قائل ہے۔

فرمایا: میرے والد(امام محمد باقرؑ) حضرت علی بن الحسینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ دوستدار اہلبیت نہیں مرتے مگر یہ کہ توبہ کئے ہوئے۔پھر سر اٹھایا اور مصلّٰی سے سید کا توبہ نامہ دکھایا۔(آغانی میں بھی یہی بات تھوڑے الفاظ کے اختلاف سے موجود ہے)(۱)۔

جس میں یہ شعر تھا:

یا راکبا نحو المدینہ حسرة غدا فرة یطوی بھا کل سبب

''اے وہ جو بزرگ اور سخت کوش اونٹ پر سوار ہو کر بیابان سے گذر رہا ہے''۔

خلف الحادی سے روایت ہے: اہواز سے کچھ تحفے آئے تھے۔ان کی تہنیت کے لئے میں حاضر ہوا۔فرمایا: بلا شبہ ابا بجیر (۲) میرے راہنما ہیں، انہوں نے مجھے حقیقی مذہب عطا کیا۔وہ مجھے ہمیشہ سرزنش کرتے رہے اور آرزو رکھتے تھے کہ ان کا مذہب اختیار کرلوں میں نے انہیں لکھا کہ میں آپ کا مذہب اختیار کرتا ہوں اور شعر ''یا راکبا'' لکھ بھیجا۔ایک دن فرمایا: اگر مذہب امامیہ اختیار کرلیا ہےتو کچھ اشعار کہو، میں نے یہ شعر پڑھے:

عجبت لکر صروف الزمان ....

۱۔الآغانی، ج ۷، ص ۲۷۷ (ج ۷ ص ۲۹۷)

۲۔ابو بجیر ،عبداللہ بن نجاشی اسدی، منصور کی طرف سے اہواز کے گورنر تھے۔

آپ نے سجدہ شکر کیا اور کہا: "الحمد لله الذی لم یذهب حبی لک باطلا" خدا کا شکر کہ میری دوستی تیرے بارے میں باطل نہیں تھی۔ پھر یہ انعام جسے دیکھتے ہو مرحمت فرمایا۔

خلف الحادی سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے ان سے "عجبت لکر صروف الزمان" شعروں کا مطلب پوچھا:

"مجھے حیرت ہے انقلاب زمانہ اور معاملہ ابو خالد پر۔ علی بن الحسینؑ نے جو اپنے چچا محمد حنفیہ کی امامت کی تردید کی۔ حجر اسود نے واضح گواہی دی جس طرح قرآن گواہی دیتا ہے کہ علیؑ میرے امام ہیں۔ پس میں نے ادھر ادھر کی بات سے ہاتھ اٹھالیا"۔

انہوں نے کہا: صادق آل محمدؐ نے بیان فرمایا کہ ابو خالد کابلی محمد حنفیہ کی امامت کے قائل تھے۔ وہ کابل سے مدینہ آئے اور سنا کہ محمد حنفیہ حضرت علی ابن الحسینؑ کو "اے سردار" کہہ کے خطاب کرتے ہیں۔ پوچھا:

آپ انہیں سردار کہتے ہیں حالانکہ وہ آپ کو سردار نہیں کہتے۔ جواب دیا کہ وہ مجھے حجر اسود کے پاس لے گئے اور گواہی مانگی۔ میں نے حجر اسود کی گواہی سنی کہ اے محمد! امامت کو علی ابن الحسینؑ کے حوالے کر دو کیونکہ وہ اس کے سزاوار تر ہیں۔

مرزبانی نے سید کے عقیدے پر مشتمل یہ اشعار بھی لکھے ہیں:

میں امامت کے متعلق صحیح عقیدہ حاصل کر کے سلامتی پا گیا۔ میں جعفری ہو گیا۔ خدا نے نکبت دور کی ۔ میں نے کہا: حسینؑ کے بعد علی ابن الحسینؑ امام ہیں وہ ستون اسلام ہیں۔ مجھ پر خدا نے حقیقت ظاہر کی۔ اب خدا سے انجام تک باقی رہنے کا امیدوار ہوں تا کہ قیامت کی سختیوں کے دن اسی عقیدے کے ساتھ ملاقات کروں۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ایک کیسانی شاعر ابو ہاشم اسماعیل حمیری تھے کیسانیہ مذہب پر ان کے اشعار بہت ہیں:

الا حی مقیم شعب رضوی　　　و اهد له بمنزله السلایا

لیکن امام جعفر صادق علیہ السلام کی وضاحت حق کے بعد مذہب امامیہ اختیار کیا اور ان کی امامت کے قائل ہوگئے (۱) اور کہا:

تجعفرت باسم الله و الله اکبر ....

یہی بات اپنی کتاب الارشاد میں بھی لکھتے ہیں۔(۲)

مناقب ابن شہر آشوب میں داؤد رقی سے روایت ہے کہ سید حمیری کو معلوم ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہیں کافر کہا ہے۔ انہوں نے آکر پوچھا: سیدی! آپ نے مجھے کافر کہا ہے؟ حالانکہ میں آپ سے والہانہ محبت اور آپ کے دشمنوں سے بے انتہا نفرت کرتا ہوں۔ فرمایا: کیا فائدہ چونکہ تم اپنے امام زمانہ کو نہیں پہچانتے اس لئے کافر ہو۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑا اور کمرے میں لے گئے۔ ایک قبر تھی جس پر دو رکعت نماز پڑھ کر ہاتھ مارا۔ قبر شگافتہ ہوئی ایک شخص نکلا امام نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں محمد حنیفہ ہوں۔ پوچھا: میں کون ہوں؟ کہا: آپ حجۃ زمان امام وقت جعفر بن محمدؑ ہیں۔ اس کے بعد سید باہر آئے اور نغمہ سرا تھے: "**تجعفرت باسم الله فیمن تجعفرا**"۔(۳)

اخبار سید میں ہے کہ سید سے مومن طاق کا مناظرہ محمد حنفیہ کے بارے میں ہوا مومن طاق غالب آگئے تو یہ اشعار کہے: **ترکت ابن خوله لاعن قلی** "میں نے پسر خولہ (محمد حنفیہ) کو چھوڑ دیا بغیر کسی کینے وعناد کے۔ کیونکہ میں ان کے خانوادہ کا دوستدار اور غیبت کے محافظ صادق آل محمد کا شیعہ ہوں۔ کیونکہ وہ ہاشمی نسب اور خدائے رازق کے نور ہیں۔ ان کے واسطے سے تمام مخلوقات دولت مند ہوتی ہے اور بولنے والوں کو طاقت کلام ملتی ہے۔ میں نے ان کا دین اختیار کرلیا کیونکہ ایسا نادان نہیں ہوں جو ہدایت واضح ہونے کے بعد حبتر وابو حامق کو مانے (شیخین کی طرف اشارہ ہے)"۔

طاق نے کہا: شاباش! اب ہدایت و بلوغ سے سرفراز ہوئے خیر و جنت سے بہرہ مند ہوئے۔

امام جعفر صادق کے متعلق ان کے چودہ اشعار اور بھی ہیں:

۱۔ فصول مختارہ ص ۹۳ (ص ۲۴۱)

۲۔ الارشاد (ج ۲ ص ۲۰۶)　　۳۔ مناقب ج ۲، ص ۳۲۳ (ج ۴ ص ۲۶۶)

''میں ابوعبداللہؑ کی مدح کرتا ہوں۔ وہ جوان مرد، سبط محمدؐ، ریسمان محکم ہیں۔ ان کے جلال سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔ سخاوت کے درمیان، مخلوقات کے خالی پیالے بھرنے والے اتھاہ سمندر، بندے ان کے ہاتھ سے جام لیتے ہیں اور تمام شہر سیراب ہوتے ہیں۔ دست راست ابر باراں کی طرح ہے۔ زمین ان کی میراث اور لوگ عام طور سے ان کے عیال ہیں۔ اے محترم حجت خدا، زعیم اللہ، وصی مصطفیٰؐ کے فرزند، کمال محمدؐ کے آئینہ دار، آپ بنت رسولؐ کے فرزند اور حق کا نمونہ ہیں۔ آپ اسی نور کی ضیا اور اسی روحانیت کا جلال ہیں، بعد مرگ نجات اور گمراہی کے بعد ہدایت آپ کے اختیار میں ہے۔ میری تعریف آپ کے فضائل کا دسواں حصہ بھی نہیں بن سکتی''۔

اربلی لکھتے ہیں کہ سید حمیری کیسانی مسلک تھے جو رجعت محمد حنفیہ کے قائل تھے۔ جب صادق آل محمدؐ کی معرفت ہوئی تو مذہب امامیہ اختیار کیا۔ اس سلسلے میں مشہور اشعار ہیں۔ ان کے مذہب حقہ کے یہ اشعار واضح ثبوت ہیں:

''رسولؐ و آل رسولؐ پر سلام۔ جب تک کبوتروں کی آواز گونجتی رہے۔ کیا وہ آسمان کے ستارے اور عزت جاوید کی علامت نہیں ہیں؟ اے سرگشتہ گمراہی! امیر المومنینؑ امام ہیں۔ رسولخداؐ نے بروز غدیر خم لوگوں کے سامنے ان کی امامت کا اعلان کیا، دوسرے امام حسنؑ ہیں مشاعر و کعبہ کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ تیسرے امام حسینؑ جو بلاشبہ تاریکیوں میں اجالے ہیں۔ چوتھے علیؑ ہیں سبب بقائے دین و دنیا۔ پانچویں محمدؑ جن سے خدا راضی بلند مرتبہ ہیں۔(۱)

چھٹے وہ امام ہیں جو آسمان ہدایت کے بدر تمام ہیں، ساتویں موسیٰؑ ہیں عظیم افراد بھی جن سے قریب ہونے کی تاب نہیں رکھ سکتے۔ آٹھویں امام علیؑ ہیں جن کی قبر طوس میں ہوگی، بارش رحمت الٰہی ہیں۔ محمد زکیؑ وہ صاحب شمشیر نویں امام ہیں اور باغی انہیں نظر انداز کریں گے۔ دسویں علیؑ وہ محکم ستون ہیں کہ مکہ ان کے فقدان سے گریہ کناں ہوگا۔ گیارہویں امام حسنؑ ہیں جن کے وجود نور بخش سے کمال کی چوٹیاں ضیا بار ہوں گی۔ بارہویں محمد ذکیؑ، قائم آل محمدؐ ہیں جن کی طرف سب پناہ پکڑیں گے۔

۱۔ کشف الغمہ ص ۱۲۴ (ج ۲ ص ۴۰)

یہی ہماری آسائش بہشت کی امید ہیں اور میں پنجتنؑ کے زیر سایہ ہوں.........والسلام''۔

سید اور غیر شیعہ

سید اسماعیل اہلبیتؑ کے دشمنوں کا ذرا بھی احترام نہ کرتے انہیں پوری توانائیوں کے ساتھ دھتکار دیتے تھے۔اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔

ا۔محمد بن سہل حمیری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: سید کشتی سے اہواز جا رہے تھے۔ایک شخص نے ان سے علیؑ کے معاملے میں تفصیلی مناظرہ اور مباہلہ کیا۔رات ہوئی تو وہ شخص پیشاب کرنے کے لئے کشتی کے کنارے پہنچا۔سید نے پانی میں ڈھکیل دیا۔ناخدا نے شور مچایا۔یہ شخص ڈوب گیا۔سید نے کہا: چھوڑو بھی اسے میری بددعا لگ گئی ہے۔(۱)

۲۔سید اہواز میں تھے۔زبیر کی پوتی کا عقد اسماعیل بن عبداللہ بن عباس سے ہو رہا تھا۔سید نے ہنگامہ کی آواز سنی۔پوچھا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے شادی کا واقعہ سنایا۔انہوں نے تین شعر کہہ ڈالے:

''ہمارے سامنے ایک خچر پر قبہ میں دلہن گزری۔وہ زبیر کے خاندان کی لڑکی تھی۔جس نے حرمت کعبہ کو حلال کیا تھا۔اسے ایک عظیم بادشاہ کے یہاں لوگ لئے جا رہے تھے۔کبھی دونوں میں میل نہ ہوگا،دلہن غارت ہو جائے''۔

آگے ایک خرابے میں دلہن قضائے حاجت کے لئے گئی اور سانپ نے اسے ڈس لیا اور وہ مرگئی۔ سید نے کہا:اسے میری بددعا لگ گئی۔(۲)

۳۔عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن جعفر سے مروی ہے کہ اہل بصرہ طلب باراں کے لئے گھروں سے باہر نکلے۔سید بھی جبہ وردا کے ساتھ عمامہ پہنے گھر سے نکلے۔ردا زمین پر گھسٹ رہی تھی اور وہ گنگنا رہے تھے:

۱۔الآغانی (ج۷ص۲۷۲)

۲۔الآغانی (ج۷ص۲۷۰)

''اے بادل ان ناصبوں پر پتھر کی بارش کر۔ ایک قطرہ آب بھی نہ برسانا یہ سبھی خاندان اہلبیتؑ کے دشمن ہیں''۔(۱)

۴۔ابوسلیمان ناجی کا بیان ہے کہ ایک دن منصور کے ولی عہد، مہدی نے قریش کو انعامات دینے کے لئے دربار سجایا۔ بنی ہاشم سے شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں سید نے حاجب کو ایک رقعہ تھمایا کہ اس میں امیر کے لئے نصیحت ہے۔

اس میں یہ اشعار تھے:

''محمد نامی ابن عباس سے کہہ دو کہ بنی عدی کو ایک کوڑی بھی نہ دینا اور بنی تیم کو بھی محروم کر دینا۔ یہ دونوں خاندان ماضی و مستقبل کے بدترین لوگ ہیں۔ وہ عطا و بخشش کا احسان نہیں مانیں گے۔ بدلے میں تمہاری مذمت کریں گے انہیں امانت سپرد کرو گے یا ذمہ داری سونپو گے تو خیانت کریں گے۔ صلہ و انعام روک لو، انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور ظلم وستم روا رکھا۔ انہوں نے رسولؐ کے چچا اور فخر مریم دختر رسولؐ کو میراث سے روک لیا تھا اور ناحق امر خلافت پر قبضہ جما لیا تھا۔ اتنا ہی پاپ کافی ہے۔ جب رسولؐ کا شکران نعمت نہ کیا تو دوسرے کا کیا کریں گے، خدا نے محمدؐ کے ذریعہ ان پر منت و احسان کیا اور ان کی ہدایت کی، انہیں خوراک و پوشاک عطا فرمائی لیکن انہوں نے وصی رسولؐ کو رنجیدہ کیا اور مقصد اسلام میں زہر گھول دیا''۔

مہدی نے خط پڑھا اور اپنے کاتب ''معاویہ بن سیار'' کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ صلح وانعامات بند کرو۔ اتنے میں سید آ گئے۔ مہدی نے ہنس کر کہا: میں نے آپ کی بات مان لی اب کبھی انعام نہ دوں گا۔(۲)

۵۔سوید بن حمدان بن حصین کہتے ہیں کہ میرے پاس سید کی بہت زیادہ آمد و رفت تھی۔ ایک دن میری بزم سے اٹھے ہی تھے کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا: آپ لوگ بادشاہ کے یہاں محترم ہیں۔ اس لئے اس (سید)

۱۔الآغانی (ج۷ص۲۷۰)

۲۔الآغانی (ج۷ص۲۶۳)

کے ساتھ نہ رہا کیجئے۔ یہ شرابی اور سب صحابہ کا قائل ہے۔ جب یہ خبر سید کو ملی تو سوید کو خط لکھا: اے فرزند حصین! میں نے تم سے حارث ہمدانی کی حدیث حوض سنائی تھی۔ اگر تم کو قیامت میں حوض کوثر سے ایک گھونٹ بھی مل گیا تو بڑی نعمت پا گئے۔ میرا گناہ صرف یہ ہے کہ خیبر کے بھگوڑے کا تذکرہ کیا۔ اگر میں اس مرد کا تذکرہ کرتا کہ وہ مرحب سے یوں بھاگا جیسے خچر شیر سے بھاگتا ہے تو تمہارا ذلیل ندیم میری بات پر ناک بھوں چڑھاتا۔ اس نے مجھے رہبر ہدایت، فاروق امت (علیؑ) کی دوستی پر سرزنش کی ہے عنقریب میں اس کی داڑھی چھیل دوں گا کیونکہ وہ مکاری کی گواہی دیتا ہے۔

سوید کہتے ہیں: بخدا اس ہجو کے بعد اس مرد کے سبھی دوست الگ ہو گئے اور سید کے دوست ہو گئے۔(۱)

۶۔ معاذ بن سعید حمیری کا کہنا ہے کہ سید گواہی دینے کے لئے قاضی سوّار کے سامنے آئے۔ سوّار نے کہا: تم ہی اسماعیل بن محمد حمیری ہو؟ پوچھا: کیوں؟ کہا: تم سبّ صحابہ کے قائل ہو۔ سید نے کہا: خدا نے مجھے اولیائے خدا کی دشمنی سے نجات بخشی ہے اور میرا یہ شعار ہمیشہ رہے گا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ سوار دہاڑا: اٹھ جا اے رافضی۔ تو بچی گواہی نہیں دے گا۔ باہر آ کر سید نے یہ اشعار پڑھے:

''اے سوار! تیرا باپ رسولؐ کے خچر چور کا بیٹا تھا اور تو ابو جحدر کا نواسہ ہے اور میں تیرے برخلاف گمراہوں اور پاپیوں سے بیزار ہوں''۔

ایک کاغذ پر لکھ کر سوار کے پاس بھجوا دیا۔ سوار یہ پرچہ لئے ہوئے ابو جعفر منصور سے شکایت کرنے بڑے پل پر پہنچ گیا۔ سید اس سے پہلے پہنچ کر منصور کو قصیدے سنانے لگے:

''اے منصور، اے امین خدا، اے بہترین حکمراں! بلا شبہ سوار بدترین قاضی ہے، وہ عثمانی ہے، جمل کا ماننے والا اور تمہارا نافرمان ہے۔ اس کے دادا نے رسول کا خچر چرایا تھا اور رسولؐ کو پس دیوار سے مزاحیہ انداز میں بلاتا۔ مجھے اس کے شر سے بچائیے۔ وہ ہمارے درمیان سرکشوں کی سیرت کا پرچار کر رہا ہے میں نے اس کی ہجو کی ہے اور ہجو کرنے والا مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے''۔

۱۔ الآغانی، ج ۷، ص ۲۵۴۔۲۵۰ (ج ۷ ص ۲۷۴۔۲۷۳)

منصور نے کہا: تو میں نے تمہیں قاضی معین کیا۔ اب جس طرح سوار کی ہجو کی ہے اپنی تعریف میں اشعار کہو۔ سید چہکنے لگے:

''میں خاندان حمیر سے ہوں۔ جوان مردوں کا شریفوں کا خاندان۔ بخدا! میں کسی خاندان کی ستائش نہیں کرتا صرف بنی ہاشم کی تعریف کرتا ہوں کیونکہ وہ سخی ہیں۔ ان کے احسانات ہم پر ہیں اگرچہ کافران احسانات کا انکار کرتے ہیں۔

اے احمدؐ! آپ کی وجہ سے ہم پر رحمتوں کی بارش ہوتی ہے۔

حمزہؓ، جعفر طیارؓ جو بہشت میں پرواز کرتے ہیں۔ یہ ہمارے امام و ہادی ہیں۔ انہوں نے گمراہی کی تیرہ فضاؤں میں ستمگروں اور جباروں کے ماحول میں ہدایت کی۔ ہم نے اسی خاندان سے بصارت و بصیرت پائی۔ یہ علی بن ابی طالبؑ ہیں فاتح خیبر، خندق میں عمرو کے قاتل''۔

اس کے علاوہ قاضی سوار اور سید کی نوک جھونک کی دوسری داستانیں بھی ہیں، حرث ربیعی کہتا ہے: ہم منصور کے ساتھ بڑے پل پر بیٹھے تھے۔ وہاں سوار بھی تھا سید نے یہ اشعار سنائے:

''لا شریک خدا نے تمہیں دنیا و دین کی حکومت عطا کی ہے تمہاری سلطنت خاقان چین، امیر ترک اور بادشاہ ہند کا احاطہ کر سکتی ہے''۔

قصیدہ ختم ہوا تو منصور ہنسا۔ سوار نے کہا: بخدا! یہ جو کچھ کہہ رہا ہے دل سے نہیں کہہ رہا ہے۔ یہ دوسروں سے دوستی اور آپ سے عداوت رکھتا ہے۔ سید نے کہا: بخدا! یہ جھوٹا ہے۔ میں آپ کی سچی تعریف کر رہا ہوں۔ آپ کی مہربانی دیکھ کر حسد سے جل بھی رہا ہے۔ آپ کی محبت میرے رگ و ریشہ میں ہے اور یہ مرد جاہلیت و اسلام میں آپ کے خاندان کا دشمن رہا ہے۔ یہ آیت اس کے دادا کے لئے اتری تھی: ﴿ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثر هم لا یعقلون﴾(۱) ''بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے آواز دیتے ہیں ان کی اکثریت کچھ نہیں سمجھتی ہے''۔(۲) منصور نے کہا:

۱۔ (حجرات/۴)

۲۔ تفسیر خازن، ج/۴، ص/۱۷۴ (ج ۴ ص ۱۶۵)

تم نے ٹھیک کہا۔ سوار نے پانسہ پھینکا: حضور یہ رجعت کا قائل ہے، شیخین کو گالیاں دیتا ہے۔ سید نے کہا: ہاں میں مطابق قرآن رجعت کا قائل ہوں۔ آیت ہے: ﴿**و یوم یحشر من کل امة فوجا من یکذب بآیاتنا فهم یوزعون**﴾(۱) ''اور اس دن ہم ہر امت میں سے وہ فوج اکٹھا کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کیا کرتے تھے اور پھر الگ الگ تقسیم کر دیے جائیں گے''۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے: ﴿**و حشرناهم فلم تغادر منهم احداً**﴾(۲) ''اور ہم سب کو اس طرح جمع کریں گے کہ کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر دوبار ہوگا۔ ایک عام اور دوسرا خاص۔ اسی کو خدا نے فرمایا ہے: ﴿**ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فهل الی خروج من سبیل**﴾(۳) ''وہ لوگ کہیں گے: خدایا! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندگی عطا کی تو اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا ہے تو کیا اس سے بچ نکلنے کی سبیل ہے''۔

پھر ایک آیت میں ہے: ﴿**الم تر الی الذین خرجوا من دیارهم و هم الوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم احیاهم**﴾(۴) ''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکل پڑے موت کے خوف سے اور خدا نے انہیں موت کا حکم دے دیا اور پھر زندہ کر دیا''۔

رسولخداؐ نے فرمایا ہے کہ متکبروں کو خدا حشر میں چیونٹی کی طرح محشور کرے گا (۵) نیز فرمایا ہے: جو کچھ بنی اسرائیل میں گزرا وہی میری امت میں بھی پیش آئے گا یہاں تک کہ مسخ، خسف وقذف بھی۔ (۶) حذیفہ کہتے تھے: بخدا! اس امت کے افراد قریب ہے کہ سور اور بندر کی شکل میں مسخ ہو جائیں۔ (۷)

اس طرح عقیدۂ رجعت قرآن وسنت کے مطابق ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم اس قاضی

۱۔ (کہف/۴۷) ۲۔ (نمل/۸۳)

۳۔ (غافر/۱۱) ۴۔ (بقرہ/۲۴۳)

۵۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۲۵ (ج ۳ ص ۵۶۷ حدیث نمبر ۳۰)؛ سنن ترمذی (ج ۴ ص ۵۶۵ حدیث ۲۴۹۲)؛ تیسیر الوصول ج ۴ ص ۱۵۱ (ج ۴ ص ۱۸۲ حدیث/۵)

۶۔ سنن ابن ماجہ، ج/۲، ص/۵۰۳ (ج ۲ ص ۱۳۵۰ حدیث نمبر ۴۰۶۲)

۷۔ سنن ابن ماجہ، ج/۲، ص/۴۸۹ (ج ۲ ص ۱۳۳۳ حدیث نمبر ۴۰۲۰)، الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۰۷ (ج ۳ ص ۱۱)

سوار کو کتا، بندر یا سور کی شکل میں محشور فرمائے گا کیونکہ یہ جبار، متکبر اور کافر ہے۔

منصور قہقہہ لگا رہا تھا اور سید گنگنا رہے تھے:

''ایک عادل حکمراں کے سامنے سوار سے میری ٹھن گئی۔ اس کی تمام باتیں مہمل تھیں۔ وہ اپنے خاندانی داغ دھونے سے قاصر تھا۔ میری صحت اور سوار کی غلط گوئی منصور پر واضح ہوگئی۔ وہ آسمان والے اور نور بخش رسولؐ سے نفرت کرتا ہے اور اس امام سے بھی نفرت کرتا ہے جو تمام بہتر لوگوں میں بہتر ہے۔ انہیں گالیاں دیتا ہے۔ وہ ارباب مودّت پر ظلم وستم کے ساتھ حکومت کرتا ہے۔ خدا نے اس کی ریاکاری واضح کردی۔ وہ مبہوت ہوکے رہ گیا''۔

منصور نے کہا: اے سید! چھوڑو بھی سوار کو۔ سید نے کہا: امیر المومنین! پہل کرنے والا زیادہ پاپی ہوتا ہے۔ منصور نے سوار سے کہا: بات معقول ہے۔ انہیں چھیڑ دگے تو ہجو سنو گے۔ (۱)

سید نے سوار کی مذمت میں یہ اشعار بھی کہے ہیں:

''اس امام سے کہہ دو جس کی اطاعت جہنم سے نجات دیتی ہے۔ اے بہترین مخلوق! آپ قاضی سوار کی قضاوت میں مدد نہ کریں۔ وہ خبیث رائے، عیوب کا پلندہ، متکبر اور ظالم ہے۔ اس کے سامنے کوئی گواہی دینے آتا ہے تو یہ تکبر سے دیکھتا بھی نہیں اگر آپ اسے نوکری نہ دیتے تو بھوکو مرجاتا''۔

اتنے میں سوار آگیا، منصور دیکھ کر ہنسنے لگا۔ بولا: تم نے ایاس بن معاویہ کے معاملے میں فرزدق کی گواہی کا واقعہ سنا ہے۔ پھر تم سید سے معترض کیوں ہوتے ہو اور حکم دیا کہ سید اس وقت سوار سے معذرت کرلیں۔ سید نے معذرت کی تو اس نے مسترد کردیا۔

یہ دیکھ کر سید گنگنانے لگے:

''اس وقت میں نے بنی عنبر کے نابکار سے معذرت کی لیکن اس نے مسترد کردیا۔ میں نے اپنے نفس کی ملامت کی۔ بس کرو۔ کیا تمہارے جیسا آزاد مرد ایک عنبری سے معذرت کرے گا۔ اے سوار! تمہارے باپ نے رسول کا خچر چرایا تھا اور تمہاری ماں ابوجحدر کی بیٹی ہے اور میں گمراہوں کے زعم میں

ا۔ الفصول المختار، ج ۱، ص ۶۴۔ ۶۱ (۶۳۔ ۵۹)

رافضی ہوں"۔

سید کو معلوم ہوا کہ سوار نے کچھ لوگوں کو اس بات کی گواہی دینے پر آمادہ کیا تھا کہ سید نے چوری کی ہے۔اس طرح وہ سید کا ہاتھ کاٹنا چاہتا تھا۔سید نے ابوجعفر سے شکایت کی۔اس نے سوار کو بلا کر ڈانٹا کہ سید پر جائز و ناجائز حکومت نہ کرو۔پھر کبھی سوار نے ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔(۱)

۷۔اسماعیل بن ساحر سے مروی ہے کہ خانوادۂ بنی دارم کے دو آدمی باہم مناظرہ کر رہے تھے کہ رسولؐ کے بعد سب سے بہتر کون ہے۔طے پایا کہ اس درمیان جو شخص سب سے پہلے آجائے اسی سے فیصلہ کرایا جائے۔اتنے میں وہاں سید آگئے وہ دونوں انہیں پہچانتے نہیں تھے۔جو علیؑ کو برتری دے رہا تھا۔کہنے لگا: میں اور یہ باہم بحث کر رہے ہیں کہ بعد رسولؐ کون بہتر تھا۔میرا خیال ہے کہ علی بن ابی طالبؑ سب سے بہتر ہیں۔

سید نے سب کی بات کاٹ کر کہا: اور یہ حرامزادہ کیا کہتا ہے۔تمام حاضرین ہنسنے لگے۔وہ دوسرا آدمی چپ ہی ہو گیا، گھگھی بندھ گئی۔(۲)

۸۔جاحظ کتاب الحیوان میں لکھتے ہیں کہ سید جنگ جمل میں مسلمانوں کی خونریزی پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت عائشہ کو اس بلی سے تشبیہ دیتے تھے جو اپنے بچے کو کھا جائے۔ان کا شعر ہے:

"ہودج میں بیٹھ کر بدبختوں کے ساتھ آئیں بصرہ تک۔ان کا عمل بالکل اس بلی کا سا تھا جو اپنے بچے کھا جائے"۔(۳)

شوخی طبع

ابوالفرج وغیرہ نے سید کی شوخی و لطافت طبع کے بہت سے واقعات لکھے ہیں، انہیں جمع کیا جائے تو

۱۔الآغانی (ج ۷ ص ۲۸۲۔۲۸۱)

۲۔الآغانی، ج ر ۷، ص ر ۲۴۱ (ج ۷ ص ۲۶۱) طبقات الشعراء ابن معتز ص ر ۷ (ص ۳۲)

۳۔جاحظ کی کتاب الحیوان، ج ر ۱، ص ر ۹۱ (ج ۱ ص ۱۹۷)

پوری کتاب تیار ہوجائے۔ یہاں چند کو نقل کیا جاتا ہے:

ا۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں پسران قیس کے یہاں گیا وہ دشمن علیؑ ''حسن بن یسار'' کی روایت نقل کرر ہے تھے۔ میں وہاں سے سید حاسید کے پاس پہنچا۔ انہوں نے کہا: ذرا تختی لاؤ ورنہ اپنی باتیں بھول جاؤں گا۔ میں نے تختی حوالے کی۔ انہوں نے اس پر تین شعر تحریر فرمائے:

''پسران قیس اور صلت بن دینار کی روایتوں پر ایک لقمہ بغیر گوشت کا ستو پیش کرنے کا جی چاہتا ہے وہ فلاں کی فلاں سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے''۔ (۱)

۲۔ ایک بزم میں سید اپنے اشعار سنا رہے تھے اور لوگ متوجہ نہیں تھے، جھلا کے انہوں نے تین شعر پڑھ ڈالے:

''خدایا! میرا قیمتی ادب گدھوں، بکریوں اور گایوں نے ضائع کردیا، یہ میری باتیں نہیں سنتے، آخر کیسے سنیں گے، کیا جانور بھی انسانوں کی باتیں سن سکتے ہیں، جب تک وہ خاموش ہیں انسان ہیں اور جب بولتے ہیں تو پانی اور درخت کے مینڈک کے مانند ہوجاتے ہیں''۔ (۲)

۳۔ ایک سفر میں سید کا ساتھ ایک ایسی عورت سے ہوگیا جو خارجی اور نسل عمر سے تھی۔ اس نے چہکتے ہوئے کہا: میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ سید نے کہا: تب تو ام خارجہ کے نکاح کی طرح ہوجائے گی، بغیر حضور ولی وشہادت۔ (۳) وہ ہنسنے لگی بولی: آپ ہیں کون؟ سید نے چھ شعر پڑھ ڈالے جس میں اپنا تعارف تھا۔ کہنے لگی: میں سمجھ گئی یہ تو بڑی عجیب بات ہوگئی۔ رافضی اور اباضی کیسے مجتمع ہوسکتے ہیں۔ جواب دیا: میرا مذہب نہ پوچھو۔ مجھ سے حسن ظن رکھو، پھر اپنی خواہش انگیز کردو، بولی: کہیں شادی چوری چھپے بھی ہوتی ہے۔ جواب دیا: تو پھر متعہ کرڈالو، جسے کوئی نہ جانے۔ کہنے لگی: یہ تو زنا کی بہن ہے۔

ا۔ الآغانی، ج ۷، ص ۲۵۰ (ج ۷ص ۲۷۱) ۲۔ الآغانی (ج ۷ص ۲۷۳)

۳۔ نکاح ام خارجہ: یہ اس مثل کی طرف اشارہ ہے جسے کسی کام میں جلد بازی کے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ ام خارجہ کا نام ''عمرہ بنت سعد بن عبداللہ بن قدار بن ثعلبہ'' تھا، اس کے پاس جب کوئی شادی کا پیغام دیتا تھا وہ فوراً قبول کرلیتی تھی، اس نے متعدد شوہروں سے بیس سے زائد بچے پیدا کئے۔

سید سمجھانے لگے: ''معاذ اللہ'' خدا نے آیت میں فرمایا ہے: ﴿فما استمعتم به منهن فآتوهن اجورهن فريضة و لا جناح عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضه﴾

بولی خدا سے خیر کی طلبگار ہوں اور تمہارے قیاس پر بھروسہ کر کے کرتی ہوں۔ سید نے رات اسی کے ساتھ گزاری، جب یہ خبر اس کے خاندان والوں کو ہوئی، اسے مار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے، تو نے کافر سے نکاح کیوں کیا۔ اس نے انکار کیا کیونکہ کہ انہیں متعہ کی خبر نہ تھی۔ اس نے متعہ کی مدت میں سید کا پہلو جی بھر کے گرم کیا۔ (۱)

۴۔ علی بن مغیرہ کا بیان ہے کہ میں سید کے ہمراہ عقبہ بن مسلم کے گھر کے سامنے کھڑا تھا، سلمان بن علی بھی ساتھ تھا۔ سلیمان بن علی نے سید کو چڑھایا: عصر حاضر کے بہترین شاعر کا شعر ہے:

محمد خير من يمشى على قدم و صاحباه و عثمان بن عفانا

''تمام لوگوں میں بہتر محمدؐ ہیں اور ان کے دونوں صحابی (ابوبکر، عمر) اور عثمان بن عفان''۔ سید اچھل پڑے: نہیں، سب سے اچھا شاعر وہ ہے جس نے یہ تین شعر کہے ہیں:

''اگر عقل کے اندھے ہو تو قریش سے پوچھو کہ سب سے زیادہ ثابت قدم کون تھا؟ جو سب سے زیادہ عالم تھا، حلیم ترین تھا، سب سے زیادہ سچا تھا۔ اگر وہ سچ بولیں گے اور حسد سے کام نہیں لیں گے تو کہیں گے کہ ابوالحسنؑ سے بہتر یہ لوگ نہیں تھے۔''

پھر سلیمان سے کہا: تم تو ہاشمی ہو، شریف خاندان سے ہو، اپنا شریف خاندان چھوڑ کر ملامتی خاندان کیوں پکڑ لیا۔ مفضول کو فاضل پر برتری دے رہے ہو۔ میں امیر المومنینؑ سے تمہاری شکایت کروں گا۔ وہ جوان شرمندہ ہو گیا، بھاگتے ہی بنی۔ (۲)

۵۔ سید اہواز گئے، وہاں کا حاکم ابوبجیر بن سماک اسدی ان کا گہرا دوست تھا جس نے ایک غلام یزید بن مذعور کو صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ سید کے اشعار سنا تا تھا۔ ایک رات سید اپنے دوستوں سے

۱۔ الاغانی (ج ۷ ص ۲۸۵، ۲۸۳)

۲۔ الاغانی ج ۷ ص ۲۸۵

مٹرگشتی کے لئے نکلے، خوب شراب کا دور چلا، واپس ہونے لگے تو گشتی پولیس نے پکڑ کر جیل بھیج دیا۔ سید نے سولہ شعروں پر مشتمل ایک نظم یزید بن مزعور کو لکھ بھیجی کہ ابو بجیر کو سنا دے، اس میں قید ہونے کی تفصیل اور دشمنوں کے طعن کا تذکرہ تھا۔ یزید نے وہ نظم ابو بجیر کو سنائی تو سخت متوحش ہوا، جیلر کو بلا کر فوراً آزاد کرنے کا حکم دیا لیکن سید اس شرط پر آمادہ ہوئے کہ گزشتہ رات میرے ساتھ جس قدر مجرم گرفتار ہوئے ہیں سب رہا کئے جائیں۔ جیلر نے ابو بجیر سے تفصیل کہی۔ ابو بجیر نے کہا: شکر ہے کہ تمام قیدیوں کو آزاد کرنے کی فرمائش نہیں کی۔ سب کو آزاد کر دو، جب سید ابو بجیر کے پاس آئے تو فہمائش کرنے لگا: تم نے بدمعاشوں کے ساتھ شراب پی اور نتیجہ جو کچھ ہوا میرے لئے سخت اندوہ گین ہے۔ سید نے معذرت کی اور پھر مزے سے کچھ دن رہے۔ (۱)

۶۔ ابوالفرج نے حاتم بن قبیصہ کی روایت لکھی ہے کہ سید نے ایک محدث سے یہ روایت سنی کہ رسولؐ سجدے میں تھے اسی وقت حسنؑ و حسینؑ آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ حضرت عمر نے یہ دیکھ کر کہا کہ کتنی اچھی اور فرماں بردار سواری ہے۔ رسولؐ نے فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں، سید فوراً واپس ہوئے اور گیارہ شعروں میں یہ واقعہ نظم کر ڈالا۔ (۲) طبقات ابن معتز میں آٹھ شعر ہیں لیکن واقعہ نہیں ہے۔ (۳) مرزبانی کے یہاں چھ شعر ہیں۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ سید کے ان اشعار میں ان احادیث کی طرف اشارہ ہے جنہیں طبرانی اور ابن عساکر نے ابوایوب سے نقل کیا ہے۔ ابوایوب انصاری فرماتے ہیں: میں خدمت رسولؐ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ آغوش رسولؐ میں کھیل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ ان سے محبت فرما رہے ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں یہ دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں۔ (۴)

جابر سے مروی ہے کہ میں خدمت رسولؐ میں آیا تو دیکھا کہ حسنینؑ پشت رسولؐ پر سوار ہیں۔ میں

۱۔ الآغانی ج ۷ ص ۲۹۱

۲۔ الآغانی، ج ۷، ص ۲۵۹ (ج ۷ ص ۲۷۸) ۳۔ طبقات ابن معتز ص ۸ (ص ۳۵)

۴۔ معجم کبیر (ج ۴ ص ۱۵۶)؛ تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۱۴ (ج ۵ ص ۲۲)

نے کہا: بڑی اچھی سواری ہے، فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسولؐ چوپایوں کی طرح چل رہے تھے۔(۱)

دوسرے شعر میں اشارہ ہے اس روایت کی طرف جس کی طبرانی نے روایت کی ہے کہ ہم لوگ خدمت رسولؐ میں تھے کہ ام ایمن نے اطلاع دی کہ حسنینؑ گم ہوگئے ہیں۔ وہ چاشت کا وقت تھا۔ پیغمبرؐ نے بھی فرمایا: اٹھو اور میرے فرزندوں کو تلاش کرو۔ ہر شخص ایک طرف نکل گیا۔ میں بھی رسولؐ کے ساتھ چلا، ایک پہاڑ کے دامن میں دیکھا کہ حسنینؑ بغلگیر ہوکر سو رہے ہیں اور ایک سانپ پھن نکالے حلقہ کئے ہوا ہے۔ رسولؐ تیزی سے سانپ کی طرف بڑھے، سانپ بھی آپ کی طرف بڑھا، پھر سوراخ میں گھس گیا، رسولؐ نے دونوں کو آغوش میں لے کر پیار کیا اور کہا: میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں، تم دونوں خدا کے نزدیک کتنے معزز ہو۔ پھر دونوں شانوں پر سوار کر کے چلے۔ میں نے کہا: کتنی اچھی سواری ہے۔ فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں، ان کے باپ دونوں سے بہتر ہیں۔(۲)

تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ عمر نے دونوں کو کاندھے پر سوار دیکھ کر کہا: کتنی اچھی سواری ہے۔ فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں۔(۳)

۷۔ سلیمان بن ارقم سے مروی ہے کہ میں سید کے ہمراہ، ابوسفیان بن علا کے گھر کی طرف سے گذرا، وہاں چوپال جمی تھی۔ ایک داستان گو کہنے لگا کہ روز قیامت ایک پلے میں رسولؐ کے اعمال اور دوسرے تمام امت کے اعمال رکھے جائیں گے، مگر رسولؐ کے اعمال کا پلہ بھاری ہوگا۔ پھر فلاں کو لاکر ان کے اعمال تولے جائیں گے وہ بھی بھاری رہے گا۔ پھر فلاں کو لائیں گے وہ بھی۔ سید نے ابوسفیان سے کہا: یہ تو صحیح ہے کہ اعمال رسول کا پلہ بھاری رہے گا لیکن یہ دونوں اپنی بداعمالی میں تمام امت کی بداعمالیوں پر بھاری ہیں کیونکہ جو شخص غلط رسم جاری کرتا ہے اس پر جتنے لوگ عمل کرتے ہیں اس بدعتی

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ر۴، ص ر ۲۰۷ (ج ۴ ص ۵۱۲)

۲۔ سیوطی کی الجامع الکبیر، منقول از کنز العمال ج ر۷، ص ر ۱۰۶ (ج ۱۳ ص ۶۶۲ حدیث نمبر ۳۷۶۸۵)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ر۴، ص ر ۳۱۷ (ج ۵ ص ۳۹)

کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔(۱) سلیمان کا بیان ہے کہ کسی میں ہمت نہ تھی کہ سید کا جواب دے سکے۔(۲)

۸۔محمد بن کناسہ سے مروی ہے کہ کوفے کے ایک افسر نے سید کو عدنی چادر تحفہ میں بھیجی، سید نے لکھ بھیجا:

''تمہاری ردا پہنچی شکریہ، لیکن کتنا اچھا ہوتا کہ اس کے ساتھ جامہ بھی ہوتا''۔

افسر نے ایک خلعت اور ایک بہترین گھوڑا سید کے پاس بھیجا اور کہا: یہ خلعت سید کی سرزنش میں کمی اور ہماری محبت میں اضافے کا باعث بنے گی۔(۳)

۹۔مرزبانی حرث بن عبیداللہ بن فضل سے نقل کرتے ہیں کہ منصور نے سید کو بلوا کر کہا: میرے لئے جو قصیدہ میمیہ کہا ہے سناؤ، مؤلف نے یہاں نو شعر درج کیے ہیں:

''ادھر ادھر کی بات چھوڑو صرف بنی ہاشم کے بارے میں بات کرو، وہی خدا کا توسل ہیں۔اے بنی ہاشم! تمہاری محبت و قربت ہر چیز سے بہتر ہے، تم سے خدا نے باب ہدایت کھولا اور تم پر ختم کرے گا۔ لوگ تمہاری محبت پر مجھے ملامت کرتے ہیں حالانکہ وہی لائق ملامت ہیں۔ مجھ پر شدید وابستگی کا الزام ہے۔ میرا یہ گناہ فرعون کے گناہ سے بھی بڑا سمجھتے ہیں۔ آج ان کی ملامت ہے کل آپ کی عطوفت ہوگی۔ میں علی الرغم اپنی ستائش تمہاری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں''۔

منصور نے کہا: تم نے ہماری مدح میں حسان کا انداز اختیار کیا، میں سمجھتا ہوں کہ تمام ہاشمیوں پر تمہارا حق ہے اور اتنی تعریف کی جتنی کسی کی نہیں کی تھی۔(۴)

۱۰۔مرزبانی نے جعفر بن سلیمان سے روایت کی ہے کہ منصور نے سید کو بلا کر یہ قصیدہ سننے کی

۱۔سنن ابن ماجہ ج/۱ص/۹۰ (ج۱ص۵۷ حدیث نمبر ۲۰۷)، مسلم (ج۵ص۲۲۸)، ترمذی (ج۵ص۴۲ حدیث/۱۵ کتاب العلم) اورنسائی (ج۲ص۴۰ حدیث/۲۳۳۵) وغیرہ نے بھی اس کی روایت کی ہے۔(جیسے مسند احمد ج۵ص۴۸۳ حدیث ۱۸۱۷۸: مجمع الزوائد ج۱ص۱۶۸)

۲۔الآغانی، ج/۷، ص/۲۷۱ (ج۷ص۲۹۰)

۳۔الآغانی (ج۷ص۲۹۰)

۴۔اخبار سید حمیری (ص۱۵۸)

فرمائش کی:

پندرہ شعروں کا حاصل مطلب:

''معاویہ وعثمان نے ایسی حکومت قائم کی تھی کہ اس کا ختم کرنا سخت پریشانی کا سبب تھا۔ مضافاً اس نے یزید کا عذاب بھی تھونپ دیا۔ خدا بنی امیہ کو خوار کرے انہوں نے بڑے ستم روا رکھے، ان پر بدبختی سوار ہوگئی، بنی امیہ بنی ہاشم کی حکومت پر نالاں تھے حالانکہ ان کی حکومت پر اسلام نالاں تھا۔ تم عم رسولؐ کے خاندان سے ہو، وارث پیغمبرؐ ہو۔ میں تمہاری فضیلت سے آگاہ اور خیر خواہ ہوں''۔

منصور کھانا کھا رہا تھا، خوش ہو کر لقمہ سید کے منھ میں ڈالنے لگا۔ بولا: شکر خدا کے ساتھ تمہاری ستائش کا شکریہ ادا کرتا ہوں، خدا جزائے خیر دے۔ گھوڑا، غلام وکنیز اور ایک ہزار درہم انعام دیا۔ نیز ایک ہزار ماہوار وظیفہ مقرر کیا۔(۱)

۱۱۔ اسماعیل بن ساحر بیان کرتا ہے کہ میں سید اور ابو دلامہ کو شراب پلا رہا تھا، سید پیتے پیتے مست ہوگئے، آنکھیں بند کرلیں۔ اتنے میں ابو دلامہ کی بدصورت بیٹی آگئی، ابو دلامہ مستی میں اسے آغوش میں لے کر ناچتے ہوئے یہ شعر پڑھنے لگے:

''تجھے مادر عیسیٰ مریم نے دودھ نہیں پلایا اور نہ لقمان حکیم نے پرورش کی''۔

سید نے آنکھیں کھول کر حیرت سے دیکھا اور یہ شعر پڑھا:

''لیکن تیری بدترین ماں نے تجھے دودھ پلایا اور کمینے باپ نے پرورش کی''۔(۲)

۱۲۔ شیخ طوسیؒ کی روایت محمد بن جبلہ کوفی سے ہے: سید حمیری اور جعفر بن عفان طائی میرے یہاں آئے، سید نے کہا: او کمینے! تو نے آل محمدؐ کے بارے میں یہ شعر کہا ہے:

ما بال بیتکم یخرب سقیفه — و تبابکم من ارذل الاثواب

بولا: میں نے کیا برا کہا ہے؟ سید نے جھاڑا: مدح کرنا نہ آئے تو چپ رہا کرو، کیا آل محمدؐ کی یونہی

۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۶۲)

۲۔ لسان المیزان، ج ۱/ص ۴۳۸/ (ج ۱ص ۴۸۹ نمبر ۱۳۵۹)

مدح کی جاتی ہے لیکن یہ تمہاری غلطی نہیں تمہاری شریعت کی غلطی ہے۔ دیکھو یوں مدح کی جاتی ہے:

حاصل مطلب:

''خدا اور اس کی نعمتوں کی قسم اور انسان اپنے کہے کا ذمہ دار ہے۔ بلاشبہ علیؑ بن ابی طالب تقویٰ شعار و پاک نہاد ہیں۔ وہ تمام امت سے افضل امام ہیں۔ ان کی حق گفتاری میں باطل کا ذرا بھی شائبہ نہیں ہوتا۔ وہ میدان جنگ میں اپنے حریف بہادر پر نیزوں سے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اس شیر بیشہ کی طرح جس کے بچے اس کے سامنے پڑے ہوں، ان پر شب بدر جبرئیل و میکائیل ہزار ملائکہ کے ساتھ اس طرح نازل ہوئے جیسے ابابیل پرندے آسمان سے حفاظت کعبہ کے لئے نازل ہوئے تھے۔ پھر سلام کیا۔ یہ ہے ان کی باعظمت مدح''۔

اور کہا: اس طرح مدح کی جاتی ہے۔

تیرے اشعار تو پوچ ہیں۔ جعفر نے سید کا سر چوم کر کہا: اے ابو ہاشم! آپ میرے راہنما ہیں اور میں آپ کا پیرو و تابع۔(۱)

خلفائے عصر

سید نے بنی امیہ اور بنی عباس کے پانچ پانچ خلفاء کا زمانہ دیکھا۔ بنی امیہ کے پانچ یہ ہیں: ہشام بن عبدالملک، سید اس کے ابتدائی زمانے میں پیدا ہوئے۔ ولید بن یزید، یزید بن ولید، ابراہیم بن ولید، مروان بن محمد، بنی عباس میں'' سفاح، منصور، مہدی، ہادی، ہارون رشید''

مرزبانی لکھتے ہیں: جب ہارون رشید خلیفہ ہوا تو لوگوں نے کہا کہ سید رافضی ہیں۔ سید بلوائے گئے جواب دیا کہ اگر رافضی اسے کہتے ہیں جو بنی ہاشم سے الفت رکھے اور دوسروں پر مقدم قرار دے تو میں عذر نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ میرا کوئی عقیدہ نہیں۔ پھر یہ اشعار پڑھے:

''کارواں چلا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے، شاید کوچ کے وقت میں مست و مدہوش تھا، قافلے میں

۱۔ بشارۃ المصطفیٰ (ص ۵۳)؛ امالی، ص ۱۲۴/۱ (ص ۱۹۸ حدیث نمبر ۳۳۹)

حوریں اور غزالاں سوار تھے، جب ٹھہریں تو دیکھا کہ سرین والی، چاند اور نرم شاخوں کی طرح تھیں''۔

آگے کہا:

''علیؑ، ابوذر، مقداد، سلمان، عباس، عمار، ابن عباس سب ایک دوسرے کے بھائی تھے اور سبھی مقبول بارگاہ الٰہی، علم وحق کے نمائندے تھے، خالق نہیں۔ میں اسی دین کو اہمیت دیتا ہوں۔ جس کی حقانیت حق وبرہان کی روشنی میں بالکل واضح وآشکار ہے۔ سبطینؑ کے بارے میں میرے عقیدے کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کینہ توزوں کو میں پہچانتا ہوں۔ ان کے گناہ نہیں بخشے جائیں گے، اور ایسا کیوں نہ ہو اس لئے کہ بہت ساری نیکیاں ایسی ہیں جنہیں لوگ برا سمجھتے ہیں حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کتنوں نے آل محمدؐ کے ساتھ احسان فراموشی کی، ان کی محبت، ایمان اور بغض، نفاق وکفر ہے، دشمن اسی کو رفض خیال کرتے ہیں پس مجھے ان کے رافضی کہنے جانے پر ذرا بھی پرواہ نہیں۔ (۱)

سید کا حلیہ

سید حمیری گندم گوں اور نازک خوش اندام تھے، دانت اجلے تھے، بال بھرے بھرے، خوبصورت کشادہ جبیں، بڑے شیریں گفتار اور خوش بزم تھے، بات کرتے تو سارا مجمع ان کی باتوں میں ڈوب جاتا۔

شیبان کہتا ہے کہ سید میرے پڑوسی تھے وہ سیاہ فاموں سے بھی گھل مل جاتے، سید کے بغل سے بدبو آتی تھی۔ ایک دن سید نے سیاہ فام سے کہا: تمہارے ہونٹ اور آنکھیں سیاہ ہیں۔ اس نے جواب دیا: تمہارے بغل سے بھی تو بدبو آرہی ہے، یہ سن کر سید گنگنانے لگے:

''جس دن رباح (نام غلام) کو بیچا اس کے سیاہ لب سپرد کردیئے، آؤ اپنی ناک میری آغوش میں دے دو کیونکہ تمہاری ناک بدترین ہے اور میرے بغل بھی بدترین ہیں''۔ (۲)

۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۶۳)

۲۔ الآغانی، ج ۷، ص ۲۳۱ (ج ۷ ص ۲۵۱، ۲۸۹)، امالی شیخ طوسی، ص ۴۳ (ص ۶۲۷ حدیث نمبر ۱۲۹۳)

ولادت اور وفات

سید کی ۱۰۵ھ میں عمان میں ولادت ہوئی (۱) اور اپنے اباضی و خارجی مسلک والدین کے زیر سایہ بصرہ میں پرورش پائی۔ عقل و شعور پختہ ہوئے تو والدین سے بیزار ہوکر عقبہ بن مسلم کے یہاں والدین کے مرنے تک پناہ لی اور ان کی جائداد کے وارث ہوئے، پھر کوفہ آکر اعمش سے حدیث کا درس لیا۔ اس طرح بصرہ و کوفہ آمد و رفت ہوتی رہی۔

رمیلہ بغداد میں وفات ہوئی، ہارون رشید کا زمانہ تھا۔ قدر مسلم یہی ہے۔ ان کا کفن رشید نے اپنے بھائی کے ذریعہ بھیجا، ان کی نماز جنازہ علی بن مہدی نے شیعی طرز پر پانچ تکبیروں میں پڑھائی۔ قبر کو رشید کی ہدایت کے مطابق مسطح بنایا گیا۔ مضافات کرخ میں ایک باغ میں سپرد خاک کیا گیا، تاریخ وفات ۱۷۳ھ ہے (۲) قاضی نور اللہ شوستری نے اور ابن حجر نے ۱۷۸ھ بھی نقل کی ہے۔ (۳) ابوالفرج، ابن جوزی نے ۱۷۹ھ لکھی ہے۔ (۴)

مرزبانی (۵) کہتا ہے کہ ابن ابی حردان کا بیان ہے کہ سید کی حالت احتضار کے وقت، میں بغداد میں ان کے سرہانے تھا۔ انہوں نے غلام سے کہا: میں مرجاؤں تو بصریوں کے مجمع میں چلے جانا اور میری موت کی اطلاع کرنا۔ میرا خیال ہے کہ دو ایک سے زیادہ نہیں آئیں گے پھر کوفیوں کے پاس چلے جانا اور ان سے میرے یہ اشعار سنا دینا:

حاصل مطلب:

''کوفے والو!! میں بچپن سے آج ستر سے اوپر اس عمر تک تمہارا شیفتہ رہا ہوں، تمہاری دوستی اپنے اوپر حکم خدا کی طرح لازم سمجھی کیونکہ تم وصی مصطفیٰ اور حسنینؑ سے شدید محبت رکھتے ہو، علیؑ وہ امام ہیں جن

۱۔ لسان المیزان، ج۱/ص۴۳۸ (ج۱ص۴۸۸ نمبر ۱۳۵۹)

۲۔ اخبار سید حمیری (ص۱۵۲)

۳۔ مجالس المومنین (ج۲ص۵۱۷)؛ لسان المیزان (ج۱ص۴۸۸ نمبر ۱۳۵۹)

۴۔ المنتظم (ج۹ص۳۹ نمبر ۹۶۱)　　۵۔ اخبار السید الحمیری (ص۱۷۰۔۱۶۹)

سے نجات کی امید ہے جہنم کی بھڑکتی آگ سے جوان کے دشمنوں کے لئے بنی ہے۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ جب اس دنیا سے قبر میں جاؤں تو صرف تم ہی لوگ پارچہ سفید اور کم قیمت کفن میں دفن کرنا۔ غیر افراد خاص طور سے بصرہ والے، بدری، معاند و ناصبی میری تشییع جنازہ نہ کریں۔ کیونکہ ان کے زن و مرد بدترین مخلوقات ہیں۔

امید ہے کہ میں نے جو پاک نفس لوگوں کی مدح کی ہے اس کی وجہ سے خدا مجھ پر رحم کرے اور دوزخ سے نجات دے''۔

یہ سن کر کوفے والے میری طرف لپک کر تکبیر کہتے آئیں گے۔

سید مرے تو غلام نے ایسا ہی کیا۔ فقط تین بصرے والے کفن و عطر لے کر آئے لیکن کوفے والے ٹوٹ پڑے، ستر کفن ہمراہ لئے آئے، ہارون نے اپنے بھائی کے ہاتھوں کفن بھیجا تھا اس لئے سب کا کفن واپس کر دیا گیا۔ علی بن مہدی نے کفن رشید پہنایا، پانچ تکبیروں کی نماز پڑھی اور مسطح قبر میں دفن کر کے واپس گیا۔(۱)

سید کا حادثہ مرگ جاودان کرامت تھی جو صفحۂ تاریخ کی زینت بنی رہے گی۔

بشیر ابن عمار کہتا ہے کہ میں رمیلۂ بغداد میں ہنگام مرگ موجود تھا۔ سید نے ایک شخص کو کوفے کے قصابوں کے یہاں بھیج کر اپنی موت کی اطلاع دی۔ وہ شخص راستہ بھول کر چماروں کی طرف پہنچ گیا۔ وہاں سید کی مذمت کی جا رہی تھی اور گالیاں دی جا رہی تھیں وہ کوفیوں کی طرف آیا اور انہیں وفات کی اطلاع دی وہ سبھی کفن لئے ہوئے آئے، جب سبھی آ گئے تو سید نے ایک اذیت ناک آہ کھینچی اور چہرہ تارکول کی طرح سیاہ ہو گیا، وہ بے ہوش ہو گئے، ہوش آیا تو چہرہ کعبہ و نجف کی طرف کر کے تین بار کہا:

''اے امیر المومنینؑ! کیا آپ اپنے دوستدار کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں''۔ خدا کی قسم! اچانک ان کی پیشانی سے سفید پسینہ نمودار ہوا اور پھیلنے لگا پھر پورا وجود چودہویں کا چاند ہو گیا اور ان کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے کفن دفن کا انتظام کر کے بغداد میں سپرد خاک کر دیا۔(۲)

۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۷۰، ۱۶۹)　　۲۔ الآغانی ج ۷ ص ۲۷۷ (ج ۷ ص ۲۹۷)

ابو سعید ہروی کا بیان ہے: وقت موت سید کا چہرہ سیاہ ہونے لگا سید نے کہا: امیر المومنینؑ! آپ اپنے دوستوں سے ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں؟ پھر چہرہ چاند کی طرح چمکنے لگا، اس کے بعد وہ یہ شعر پڑھنے لگے:

حاصل مطلب:

''میں اسے دوست رکھتا ہوں جو وقت مرگ بشارت دے کر اپنے دوست کو ہنسا دیتا ہے۔ جب ان کا دشمن مرتا ہے تو جہنم کی راہ دکھا دیتا ہے۔ اے ابوالحسنؑ! میری جان و مال وعیال تم پر قربان، تم وصی مصطفیؐ اور ان کے چچیرے بھائی ہو۔ میں تمہارے دشمن سے دشمنی رکھتا ہوں اور دھتکارتا ہوں، تمہارا دوست کامران اور دشمن مشرک ہے۔ مجھے ملامت کرنے والے نے ملامت کی تو میں نے کہا: سخت نادان ہو، خدا تیرا دشمن...''(۱)

حسین بن عون کہتے ہیں: حالت احتضار میں سید کی عیادت کو گیا۔ تمام اعزہ و ہمسائے موجود تھے۔ کچھ عثمانی بھی تھے، سید خوش شکل اور کشادہ رو تھے، اچانک ان کے چہرے پر سیاہ نقطہ ظاہر ہوا۔ پھیلتے پھیلتے پورا وجود سیاہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر عثمانی خوش ہوئے اور تمام شیعہ اداس ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں وہیں سفید نقطہ ظاہر ہوا اور پھیلنے لگا۔ پھر تمام وجود چودھویں کا چاند ہو گیا۔ سید ہنسے اور یہ اشعار پڑھے:

''جو لوگ سمجھتے ہیں کہ علیؑ اپنے محب کو ہلاکت سے نہیں بچاتے وہ جھوٹے ہیں۔ بخدا! میں جنت عدن میں داخل ہو گیا اور خدا نے میرے تمام گناہ معاف کر دیئے۔ آج علیؑ والوں کو بشارت دے دو کہ مرتے دم تک علیؑ سے محبت کرو''۔

پھر ایک ایک کر کے تمام ائمہ کے نام گنائے۔ اس کے بعد کہا: **اشهد ان لا اله الا الله حقا حقا، اشهد ان محمدا رسول الله حقا حقا و اشهد ان عليا امير المومنين حقا حقا، اشهد ان لا اله الا الله۔**

پھر آنکھیں پتھرا گئیں جیسے ایک شعلہ خاموش ہو گیا یا پتھر لڑھک گیا۔ (۲)

۱۔ رجال کشی ص ۱۸۵ (ج ۲ ص ۵۷۱ نمبر ۵۰۶)؛ امالی طوسی ص ۳۱ (ص ۴۹ حدیث ۶۳)؛ بشارۃ المصطفیٰ (ص ۷۶)

۲۔ امالی شیخ طوسی، ص/۴۳ (ص ۶۲۷ حدیث ۱۲۹۳)؛ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲/، ص/۲۰ (ج ۳ ص ۲۵۸)، کشف الغمہ، ص/۱۲۴ (ج ۲ ص ۴۰)

علمی وتاریخی مہارت

جو بھی سید کے احتجاجات اور شعری مضامین یا مناظروں کو دیکھے گا اسے ان کی وسعت مطالعہ، عمیق بصیرت اور فہم معانی قرآن وحدیث کا اندازہ ہوگا۔ وہ بخوبی سمجھ جائے گا کہ سید نے ولائے اہلبیتؑ کے مظاہرے میں اپنی معرفت وسرشاری کو خوب خوب برتا ہے اور یہ چیز تقلید محض یا عدم واقفیت کی بنا پر نہیں حاصل ہوسکتی۔

اس کا کچھ نمونہ منصور کی بزم میں قاضی سوار کی لتاڑ سے ہوتا ہے کہ عقیدۂ رجعت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری طرح واضح کردیا۔ اس کے علاوہ مرزبانی لکھتے ہیں کہ ہشام کے زمانے میں سید حج کے لئے گئے۔ وہاں کمیت سے ملاقات ہوگئی انہیں سلام کرکے پوچھا: آپ ہی نے یہ شعر کہے ہیں:

''عمر وابوبکر نے فاطمہؑ سے جو فدک لے لیا تھا۔ میں نہیں کہتا کہ وہ کافر ہوگئے ہیں، خدا ہی جانتا ہے کہ قیامت میں وہ کیا عذر پیش کریں گے''۔

کمیت نے کہا: ہاں میں نے کہا ہے لیکن یہ تقیہ میں کہا ہے، پھر یہ کہ میں نے اس میں یہ گواہی دے دی ہے کہ جو کچھ تصرف فاطمہؑ میں تھا اسے ہڑپ لیا ہے۔ سید نے کہا: اگر آپ دلیل نہیں دیتے تو میرے خاموش رہنے کی گنجائش تھی لیکن آپ نے حق کے معاملے میں صریحی کوتاہی کی ہے۔ رسولؐ تو فرمائیں کہ فاطمہؑ میرا پارۂ جگر ہے جس نے اسے اذیت دی مجھے اذیت دی، خدا کی قسم! فاطمہؑ کا غضب خدا کا غضب ہے۔ جسے رسولؐ نے حکم خدا سے فاطمہؑ کے حوالے کیا تھا۔ امیر المومنینؑ وحسنینؑ وام ایمن نے گواہی دی تھی۔ آپ نے اس کی صریحی مخالفت کی، کیونکہ اس معاملے میں ابوبکر وعمر نے قطعی زیادتی کی تھی۔ خدا فرماتا ہے: ﴿یرثنی و یرث من آل یعقوب﴾(۱) پھر کہا: ﴿و ورث سلیمان داؤد﴾(۲) یہ اہلسنت ابوبکر کی خلافت کو نماز کی امامت سے ثابت کرتے ہیں۔ اس میں صرف اکیلی عائشہ کی گواہی مان لیتے ہیں لیکن فاطمہؑ وحسنینؑ وعلیؑ کی گواہی فدک کے بارے میں نہیں مانتے۔ فاطمہؑ جیسی خاتون سے ثبوت طلب کرتے ہیں اور پھر آپ جیسا شاعر اس قسم کا شعر کہتا ہے۔

---

(۱) (مریم/۶) ۲۔ (نمل/۱۶)

آپ کیا کہتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جو مطالبہ فاطمہؑ وعلیؑ وحسنینؑ کے بارے میں طلاق کی قسم کھائے۔ کیا اس کی طلاق ہو جائے گی۔ کیت نے کہا: نہیں، کیونکہ وہ مطالبہ حق تھا۔ اچھا اب فرمایئے کہ وہ طلاق کی قسم کھائے کہ انہوں نے حق نہیں کہا۔ کہا کہ طلاق ہو جائے گی کیونکہ انہوں نے صرف حق ہی کہا۔ سید چیخ پڑے: اب آپ اپنے نظریئے پر غور فرمایئے۔

کیت نے کہا: میں خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ اے ابو ہاشم! آپ مجھ سے زیادہ عالم وفقیہ ہیں۔ (۱)

ان کی قرآن وسنت پر بصیرت دینی، شہادت صادقہ اور بھرپور احاطہ بندی، ارشادات، عبور نصوص وتصریحات، واضح برہان کا اندازہ، حدیث غدیر، منزلت، تطہیر، رایت وطیر وغیرہ سے ہوتا ہے، انہوں نے دعوۃ ذوالعشیرہ پر مختلف انداز سے بلیغ فکری احاطہ بندی کی ہے۔

''بابی انت و امی یا امیر المومنینؑ ''میں سولہ اشعار ہیں۔ (۲)

ایک قصیدہ جس کا پہلا شعر ہے:

من فضلـه انه قد کان اول من صلی و آمن بالرحمن اذ کفروا (۳)

یا ایک قصیدہ: ''**عـلی علیه اوت الشمش مرّه** '' سے بھرپور تاریخی احاطہ بندی کا اندازہ ہوتا ہے۔

داستان آغاز دعوت: حدیث، تاریخ اور ادب میں

پہلی صورت:

دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ فریقین کے ائمہ حدیث نے بغیر سند حدیث پر تنقید کئے قبول کیا ہے۔ مورخین نے بھی اس کی صحت قبول کرتے ہوئے بطور ارسال مسلم اپنے صفحات میں جگہ دی ہے۔ شعراء نے بھی رشتۂ نظم میں پرو دیا ہے۔ آگے ناشی صغیر کے حالات میں آئے گا۔

۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۷۸)

۲۔ اعیان الشیعہ ج ۳ ص ۴۲۷ ۳۔ اعیان الشیعہ ج ۳ ص ۴۲۳

طبری کا متن حدیث یہ ہے (حذف سند کے ساتھ): (۱)

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جب آیۂ ﴿و انذر عشیرتک الاقربین﴾ نازل ہوئی رسولؐ نے مجھے بلا کر فرمایا: خدا نے مجھے قرابتداروں کو ڈرانے کا حکم دیا۔ میں نے پریشانیوں کے خوف سے چپ سادھ لی، دوبارہ جبرئیل آئے اور کہا: اے محمدؐ! اگر آپ حکم خدا بجانہ لائے تو خدا آپ پر عذاب کرے گا۔ ذرا تم ایک صاع طعام، ایک بکری کا گوشت اور ایک پیالہ دودھ فراہم کر کے بنی عبدالمطلب کو جمع کرو تا کہ ان سے گفتگو کروں اور حکم خدا کی تعمیل کروں، میں حکم رسولؐ بجالایا۔ اس دن چالیس افراد کم و بیش جمع ہوئے جن میں رسولؐ کے چچا ابو طالبؑ، حمزہؑ، عباسؓ و ابولہب بھی تھے۔ رسولؐ نے طعام منگوایا۔ میں نے لا کر رکھ دیا تو رسولؐ نے گوشت کا ایک پارچہ تناول فرمایا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر پیالہ میں ہاتھ ڈالا اور کہا: بسم اللہ، کھاؤ، سب نے پیٹ بھر کھایا۔ میں صرف لوگوں کا ہاتھ ہی ظرف میں دیکھ رہا تھا، بخدا! اگر ایک ہی آدمی کھاتا تو اس کے لئے ناکافی تھا۔''

پیالے میں بھی بسم اللہ کر کے سب کے سامنے پینے کو بڑھایا حالانکہ وہ ایک آدمی کے لئے ناکافی تھا۔ جب رسول خداؐ نے تقریر شروع کی تو ابولہب چلایا: تمہارے صاحب پر جادو کر دیا گیا ہے۔ لوگ یہ سن کر متفرق ہو گئے، دوسرے دن رسولؐ نے فرمایا: اس شخص نے میری بات میں سبقت کر کے لوگوں کو متفرق کر دیا۔ کل کی طرح آج پھر انتظام کرو۔ لوگوں نے پیٹ بھر کھایا۔ پھر دودھ پینے کو کہا، سب نے سیر ہو کر پیا۔ رسولؐ نے فرمایا: اے فرزندان عبدالمطلبؑ! میں عرب کے تمام جوانوں میں سب سے بہتر پیغام لایا ہوں، میں دنیا و آخرت کی بھلائی لایا ہوں، پس تم میں کون میرا ہاتھ بٹائے گا تا کہ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ تمہارے درمیان ہو۔ کسی نے جواب نہیں دیا اور میں کمسنی کمزور پنڈلیوں کے باوجود بولا: میں ہوں یا رسول اللہؐ! آپ کا بوجھ بٹاؤں گا۔ رسولؐ نے میری گردن پکڑ کر فرمایا: یہ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ تمہارے درمیان ہے، اس کی بات سنو اور اطاعت کرو، لوگ ہنستے ہوئے اور ابو طالبؑ سے یہ کہتے

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۶ (ج ۲ ص ۳۱۹)

ہوئے اٹھ گئے: تمہیں تمہارے بیٹے کی بات سننے اور اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔(۱)

اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں، صرف ابومریم پر تشیع کا الزام ہے لیکن ابن عقدہ نے اس کی تعریف کی ہے۔ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو وضعی کہا ہے، یہ اس کا تعصب وغبار ہے، وہ عام طور سے مسلمات کا انکار کرتا ہے۔ بات واضح ہے کہ وضعی اس لئے کہا ہے کہ اس میں فضائل اہلبیتؑ ہیں۔

دوسری، تیسری صورت:

رسولؐ نے فرزندان عبدالمطلبؑ کو جمع کیا یا بلوایا، ان میں ایسے بھی تھے کہ پوری بکری اور بالٹی بھر دودھ ہضم کر جاتے تھے ان کے لئے سات سوگرام طعام کافی ہوگیا سب نے سیر ہوکر کھایا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

کھانا ویسا ہی تھا جیسے ابھی ہاتھ نہ لگایا گیا ہو۔ یہی حالت دودھ کی تھی۔ پھر فرمایا: اے فرزندان عبد المطلبؑ! میں خاص طور سے تمہاری طرف اور عام طور سے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں، اس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تم میں کون میری بیعت کرے گا کہ میرا بھائی، ساتھی اور وارث ہو۔ کوئی نہ اٹھا۔ میں سب سے کمسن تھا۔ اٹھا۔ رسولؐ نے بٹھا دیا۔ تین بار کہا۔ ہر بار میں ہی اٹھا۔ آخر میرا ہاتھ پکڑ لیا (یعنی بیعت انجام پذیر ہوئی)۔(۲)

۱۔ بالفاظ طبری جن دوسری کتابوں میں یہ روایت موجود ہے وہ یہ ہیں:
نقض العثمانیہ (ص ۳۰۳)؛ انباء نجباء الانباص ۴۸، ۲۶؛ کامل ابن اثیر، ج ۲، ص ۲۴ (ج ۱ ص ۴۸۷)؛ تاریخ ابو الفداء، ج ۱ ص ۱۱۶، شرح الشفا خفاجی ج ۳، ص ۳۷ (ج ۳ ص ۳۵)؛ دلائل بیہقی (ج ۲ ص ۱۸۰، ۱۷۸)؛ تفسیر خازن، ص ۳۹ (ج ۳ ص ۳۷۱)؛ جمع الجوامع منقول از کنز العمال ج ۶، ص ۳۹۲ (ج ۱۳ ص ۱۲۸ حدیث ۳۶۴۰۸، ص ۱۳۱ ۳۶۴۱۹)، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۴ (خطبہ ۲۳۸)، تاریخ تمدن اسلامی، ج ۱، ص ۳۱، حیاۃ محمدؐ از استاد محمد ہیکل ص ۱۰۴۔

۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۵۹ (ج ۱ ص ۲۵۷ حدیث ۱۳۷۵)، تاریخ طبری، ج ۱، ص ۲۱۷ (ج ۲ ص ۳۲۱)، خصائص نسائی، ص ۱۸ (ص ۸۳ حدیث ۶۶، سنن نسائی ج ۵ ص ۱۲۵ حدیث ۸۴۵۱)، کفایہ گنجی، ص ۷۹ (ص ۲۰۶)، ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۵ (ج ۱۳ ص ۲۱۰ خطبہ ۲۳۸) جمع الجوامع منقول از کنز العمال ج ۶، ص ۴۰۸ (ج ۱۳ ص ۱۷۴ حدیث ۳۶۵۲۰)

امیرالمومنینؑ سے مروی ہے: جب آیۂ ﴿و انذر عشیرتک الاقربین﴾ نازل ہوئی تو رسولؐ نے بنی عبدالمطلب کو بلایا اور ان کے کھانے کا معمولی بندوبست کیا اور کہا: کھاؤ! بسم اللہ۔ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ اس طرح دودھ کے ساتھ واقعہ پیش آیا۔ ابولہب نے کہا: تمہارے صاحب پر جادو کا اثر ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: اے بنی عبدالمطلبؑ! میں تمہاری طرف ایسا پیغام لایا ہوں جو کوئی بھی نہیں لایا۔ میں تمہیں لا الہ الا اللہ کی شہادت، خدا و قرآن کی صداقت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ لوگ متفرق ہو کر تتر بتر ہو گئے، دوسرے دن بھی بلایا اور ابولہب نے ویسا ہی کیا۔ تیسرے دن بھی ایسا ہی کیا اور ہاتھ بڑھا کر کہا: میرے ہاتھ پر کون بیعت کرتا ہے کہ میرا بھائی، ساتھی اور ولی ہو میرے بعد۔ پس میں نے ہاتھ بڑھایا اور کہا: میں بیعت کرتا ہوں۔ حالانکہ میں کمسن تھا اور کھانے کا انتظام میں نے کیا تھا۔ (۲)

چوتھی، پانچویں صورت:

بعد ذکر صدر حدیث۔ رسولؐ نے فرمایا:

اے بنی عبدالمطلبؑ! خدا نے مجھے تمام انسانوں کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور تمہاری طرف خاص طور سے، پھر آیت پڑھی ﴿وانذر عشیرک الاقربین﴾ میں تمہیں دو کلموں کی دعوت دیتا ہوں جو زبان پر آسانی سے جاری ہو سکتے ہیں لیکن میزان کے لئے گراں ہیں "لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ" گواہی دو، جو میری آواز پر لبیک کہے، میرا ہاتھ بٹائے وہ میرا بھائی اور وصی، وارث اور میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ علیؑ نے کھڑے ہو کر کہا: میں ہوں اے رسول اللہؐ۔ فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر بات دہرائی اور تیسری بار علیؑ کھڑے ہوئے اور کہا: میں ہوں اے خدا کے رسولؐ! فرمایا:

ا۔ اس کی ابن مردویہ نے روایت کی ہے اور ان سے سیوطی نے جمع الجوامع میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ کریں (کنز العمال ج/۶، ص/۴۰۱ (ج ۱۳ ص ۱۴۹ حدیث ۳۶۴۶۵))

بیٹھ جاؤ،تم میرے بھائی،وزیر،وصی،وارث اور میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔(۱)

قیس ومعاویہ کی گفتگو سلیم بن قیس ہلالی نے نقل کی ہے۔قیس نے کہا:

رسولخداؐ نے تمام فرزندان عبد المطلب کو جمع کیا، ابوطالبؑ اور ابولہب کے ساتھ چالیس افراد تھے،اس کا انتظام علیؑ نے کیا تھا۔

رسولؐ نے آواز دی:کون اس بات کا امیدوار ہے کہ میرے بعد میرا بھائی،وزیر،وصی اور خلیفہ نیز ہر مومن کا ولی ہو؟ تمام قوم نے چپ سادھ لی،رسولؐ نے تین بار پکارا۔ میں نے کہا: خدا کے رسولؐ میں حاضر ہوں۔رسولؐ نے میرا دہن دمیدہ فرماتے ہوئے علیؑ کا سر آغوش میں لیا اور فرمایا: خدایا!اس کے باطن کو دانش وفہم وفراست سے بھر دے۔پھر ابوطالبؑ سے فرمایا:اے ابوطالبؑ ! آپ اپنے بیٹے کی بات مانیں اور اطاعت کریں، خدا نے اس کی حیثیت وہی قرار دی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ کے نزدیک تھی۔(۲)

چھٹی،ساتویں صورت:

ثعلبی نے الکشف والبیان میں اپنی سند سے براء بن عازب سے روایت کی ہے:

جب آیۂ'' **انذر عشیرتک الاقربین** ''نازل ہوئی،رسولؐ خدا نے چالیس آدمیوں کے لئے گوشت ودودھ فراہم کیا علیؑ سے دست گوسفند مانگا پھر سب سے کہا: بسم اللہ کرو خدا کی برکت سے؛ دس دس آدمی آتے رہے اور کھاتے رہے سب سیر ہو گئے ،پھر دودھ کا بھرا ہوا پیالہ مانگا،خود منھ لگا کر سب کو پینے کا حکم دیا،سبھی سیراب ہو گئے ،ابولہب نے کہا:اس کھانے میں اس شخص نے جادو کر دیا ہے۔رسولؐ اس دن خاموش رہے کچھ نہ بولے۔

ا۔حافظ ابن ابی حاتم اور حافظ بغوی سے ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ج ۴،ص ۸۰ پر روایت کی ہے اور ان سے حلبی نے اپنی سیرت کی جلد ۱،ص ۳۰۴ (ج ا ص ۲۸۶) پر نقل کیا ہے۔

۲۔کتاب سلیم بن قیس ہلالی (ج ۲ ص ۷۷۹ حدیث ۲۶)

دوسرے دن بھی کھانے کے بعد لوگوں کو انذار فرمایا: میں خدا کی طرف سے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں، اسلام قبول کرو میری اطاعت کرو، تاکہ ہدایت پاؤ۔ پھر فرمایا: کون ہے جو میرے ساتھ مواخات برتے، میرا بوجھ بٹائے اور میرا ولی، وصی و میرے خاندان سے میرے بعد خلیفہ اور میرا فرض ادا کرے۔

سب خاموش تھے، رسولؐ نے بار بار فرمایا۔ اکیلے علیؑ نے فرمایا: میں آمادہ ہوں تیسری بار پیغمبرؐ نے فرمایا: ہاں! تم ہو۔ لوگ یہ کہتے ہوئے اٹھ گئے: اے ابوطالبؑ! اپنے بیٹے کی اطاعت کرو، اسی کا حکم دیا گیا ہے۔(۱)

ثعلبی نے الکشف والبیان (شعراء/۲۱۴ کی تفسیر میں) ابورافع سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا:

خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے قرابتداروں کو ڈراؤ اور تم لوگ میرے قرابتدار ہو۔ ہر نبی مبعوث ہوتا ہے تو اس کے خاندان کی فرد اس کا بھائی، وزیر، وارث، وصی و خلیفہ ہوا۔ اب تم میں کون اٹھ کر میری بیعت کرتا ہے، تاکہ میرا بھائی و وزیر اور میرا وصی ہو، وہ میرے نزدیک ایسا ہی ہوگا جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ تھے، مگر یہ کہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا۔ سب چپ رہے۔

رسولؐ نے فرمایا:

اگر تم نہ اٹھے تو یہ منصب تمھارے درمیان سے دوسروں تک چلا جائے گا اور تمھیں پشیمانی ہوگی، آپ نے تین بار فرمایا۔ علیؑ اٹھے اور آپ کی بیعت کی، ان کی دعوت کو قبول کیا۔ آپ نے علیؑ کا منھ کھولا۔ اپنا لعاب دہن علیؑ کے منھ میں ڈالا پھر علیؑ کے سینہ پر مل دیا۔

ابولہب بولا: کیا بری چیز چچیرے بھائی کو دی ہے اس نے تمہاری دعوت قبول کی اور تم نے تھوک سے بھر دیا۔

رسولؐ نے فرمایا: میں نے اسے علم و حکمت سے بھر دیا۔

۱۔ کفایہ گنجی ص/۸۹ (ص ۲۰۵۔۲۰۴)، نظم درر السمطین (ص ۸۳)

کتاب الشہید الخالد الحسینؑ بن علی (ص ۹) تالیف حسن احمد لطفی میں بھی وہی روایت نقل کی گئی ہے جو چوتھی صورت میں نقل کی گئی۔

کتاب محمد ص ۵۰ (ص ۲۷) تالیف توفیق حکیم میں ہے۔رسولؐ نے فرمایا: عرب میں مجھ سے بہتر دعوت کوئی نہیں لایا۔خدا نے مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعوت پر مامور فرمایا ہے، پس کون میری مدد کر کے میرا بھائی، وصی اور میرا خلیفہ بنے گا؟

قریش: کوئی نہیں، کوئی نہیں۔

اعرابی: کوئی نہیں، کوئی نہیں۔قبیلہ کا کتا بھی مدد نہ کرے گا۔

علیؑ: یا رسول اللہؐ! میں آپ کی مدد کروں گا اور جس سے آپ جنگ کریں گے میں بھی اس سے جنگ کروں گا۔

مقتدر صحافی مسیح انطا کی مصری اپنے قصیدہ علویہ کے حاشیہ پر لکھتا ہے:

کون میری دعوت پر جواب دے رہا ہے، جو میری مدد کرے گا، وہ میرا بھائی، وزیر اور خلیفہ میرے بعد ہوگا۔فرزندان عبدالمطلب میں سے سوائے علیؑ کے کسی نے جواب نہیں دیا حالانکہ وہ کمسن تھے بولے: خدا کے رسولؐ میں ہوں۔رسولؐ نے بٹھا دیا۔تین بار یہی کہا اور ہر بار علیؑ ہی نے جواب دیا رسولؐ نے کہا: بیٹھ جاؤ، تم میرے بعد میرے بھائی، وزیر، وصی، وارث اور خلیفہ ہو۔تمام لوگ واپس چلے گئے۔

اس قصہ کو پچاس سے زیادہ شعروں میں نظم بھی کیا ہے جسے علامہ امینیؒ نے ذرج فرمایا ہے (یہ شاعر غدیر ہیں، تذکرہ آئے گا) اس کا آخری شعر:

''علی اول دن سے آخر تک رسولؐ کے ساتھ رہے''۔

اسکافی کا اعتراض

اسکافی اپنی کتاب میں پہلی صورت نقل کر کے تبصرہ کرتے ہیں کہ کیا نا سمجھ بچہ اور بے وقوف جوان

انتظام طعام کرسکتا ہے۔کیا پانچ یا سات سال کا بچہ اسرار نبوت کا امین ہوتا ہے۔کیا عقلمند کے علاوہ بوڑھوں کے درمیان دعوت دی جاتی ہے۔کیا رسول خداؐ ولایت الٰہی کا بار ایسے ہاتھوں تھما سکتے ہیں، جو ابھی حد تکلیف تک بھی نہ پہونچا ہو۔اسے بھائی، وصی، خلیفہ بنا سکتے ہیں کہ وہ کینہ توزوں کی سختیاں بھگتے......؟؟(۱)

اگر علیؑ بچے تھے، تو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتے کیوں نہیں تھے، اسلام لانے کے بعد کسی نے ان کو لہو ولعب میں مشغول کیوں نہ دیکھا، لوگ ان پر الزام لگاتے ہیں کہ ان کو ہوس دنیا تھی، بچپنا تھا۔ہم تو اس کے برخلاف دیکھتے ہیں کہ اسلام کے لئے مصمم ارادے کے ساتھ کوشاں ہیں۔ان کی گفتار، محققانہ کردار سے آراستہ تھی، اپنی عفت وزہد سے اسلام کی تصدیق کی، رسولؐ سے بہر حال وابستہ رہے۔دنیا و آخرت میں ان کے امین و مالوف رہے۔اپنی شہوت زیر کر لی تھی، ارمان اور نفس پر ثواب آخرت کی بھر پور چھاپ تھی۔اپنے ایک ارشاد میں ابتدائے بعثت کے حالات بیان فرماتے ہیں۔"جب رسولؐ نے درخت کو بلایا۔وہ جڑ سمیت حاضر ہو گیا۔قریش بولے: یہ چالاک جادوگر ہے۔علیؑ نے فرمایا: یا رسول اللہؐ! میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لاتا ہوں۔آپ کے معجزہ کی تصدیق کرتا ہوں۔گواہی دیتا ہوں کہ بحکم خدا یہ درخت آپ کے نبوت کی تصدیق کیلئے آیا ہے"۔

کیا اس سے پائدار ایمان ہو سکتا ہے؟ لیکن عثمانیوں کی کینہ توزی اور جاحظ کے انحراف کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

حدیث پر مجرمانہ دست درازی

طبری اپنی تاریخ میں اس واقعہ کی تمام تفصیلات لکھنے کے باوجود اپنی تفسیر میں امانتداری کا ثبوت نہ دے سکے، انہوں نے روایت کو متن وسند کے ساتھ نقل تو کیا لیکن ارشاد رسولؐ کے اس حصے کو جو فضیلت علیؑ اور قبول دعوت سے متعلق تھا بطور اجمال بیان کیا۔انہوں نے لکھا کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: اس سلسلے

۱۔النقض علی العثمانیہ ص ۲۷۸

میں کون میرا ہاتھ بٹائے گا کہ وہ میرا بھائی اور ایسا ایسا ہو(ان یکون اخی و کذا و کذا) پھر ارشاد رسول کو نقل کرنے میں بھی خیانت کا مظاہرہ کیا، لکھتے ہیں: یہ (علیؑ) میرا بھائی اور ایسا ایسا ہے (ان ھذا اخی و کذا و کذا)(۱)

اس مجرمانہ دست درازی میں ابن کثیر نے بھی طبری کی پیروی کی ہے، تاریخ لکھتے وقت ابن کثیر کے پیش نظر تاریخ طبری تھی بلکہ اسی تاریخ پر ان کی تاریخ کا انحصار تھا، لیکن افسوس بالائے افسوس یہ ہے کہ طبری نے آدھا ہی سہی رسول کا فقرہ نقل کیا ہے ابن کثیر تو تمام فقروں کو صاف ہضم کر گئے ہیں۔ (۲)

یہی شرمناک جرم محمد حسین ہیکل نے کیا ہے۔ لکھتا ہے :

''رسولؐ پر وحی ہوئی ''انذر عشیرتک الاقربین'' اور مومنین کے لئے شانہ جھکایئے اور کہہ دیجئے کہ میں نذیر مبین ہوں، اپنی ماموریت کو ظاہر کیجئے اور مشرکین سے بچئے۔ رسولؐ نے اپنے خاندان والوں کو بلایا اپنی بات کہنی چاہی تو ابولہب نے روڑا اٹکا دیا۔ لوگ واپس چلے گئے، دوسرے دن رسولؐ نے دعوت کی، لوگ کھانا کھا چکے تو رسولؐ نے فرمایا: عرب والوں کے لئے مجھ سے بہتر کوئی بھی پیغام نہیں لایا، میں دنیا و آخرت کی بھلائی لایا ہوں، رب نے مجھے مامور فرمایا ہے کہ تمھیں اس کی طرف دعوت دوں، کون اس معاملے میں میرا ہاتھ بٹائے گا، وہ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ ہوگا تمھارے درمیان۔ سب تتر بتر ہو گئے لیکن علیؑ جو ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے، بچے تھے، کھڑے ہوئے اور کہا: میں مددگار رہوں گا، جو آپ سے جنگ کرے گا میں اس سے لڑوں گا، لوگ ہنسنے لگے، بعض نے قہقہہ لگایا اور ابوطالبؑ کی طرف دیکھا''۔ (۳)

اس نے شروع کا ارشاد رسولؐ برائے علیؑ کہ تم میرے بھائی، وصی، وغیرہ صاف ہضم کر دیا ہے۔ دوسرے اس عبارت کو علیؑ کی طرف منسوب کر دیا ہے کہ میں آپ کا مددگار رہوں گا، جو آپ سے جنگ

۱۔ تفسیر طبری ج ۱۹ ص ۷۴ (مجلد ۱۱ ج ۹ ص ۱۲۲)

۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۱، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۴۰ (ج ۳ ص ۵۳)

۳۔ حیاۃ محمد ص ۱۰۴ (ص ۱۵۸)

کریگا میں اس سے جنگ کروں گا۔کاش ہیکل مجھے اس کا ماٗ خذ بتا دیتے کہ کس موٗرخ یا محدث نے اسے لکھا ہے۔

چونکہ اس کا کہیں پتہ نہیں تھا۔اسی لئے ۱۳۵۴ھ کے دوسرے ایڈیشن میں اسے حذف کر دیا ہے۔(۱) وہ پہلے ایڈیشن میں صرف ابن کثیر وغیرہ کے معتقد کے ساتھ تعاون کرنا چاہتے تھے یا پھر لوگوں نے اسی خیانت پر سرزنش کی ہوگی یا ممکن ہے کہ مصری مکتبوں کا معیار ہی کمزور ہے۔

کچھ بھی ہو، خدا بیدار شعور قائم رکھے، مجھے ان سادہ دل مسلمانوں پر افسوس ہوتا ہے، جو ایسی لچر کتابوں کے آب وتاب کے ساتھ طباعت پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔خاص طور سے مصریوں پر مجھے انتہائی افسوس ہے، یہ باطل کے ہاتھوں بکے ہوئے قلم ہیں۔

﴿قل هل ننبا کم بالاخسرین اعمالاالذین ضل سعیهم فی الحیاة الدنیا و هم یحسبون انهم یحسنون صنعا﴾

''پیغمبر! کیا ہم آپ کو ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دیں جو اپنے اعمال میں بدترین خسارہ میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں''۔(۲)

۱۔حیاۃ محمد ص/۱۳۶

۲۔(کہف/۱۰۳)

عبدی کوفی

''غدیرخم میں جس وقت احمدؐ پالان شتر کے منبر پر گئے تھے اس جہالت سے باز رہنے کی تاکید کی تھی ،رسولؐ کے گرداگرد بیٹھے ہوئے توجہ سے سنتے ہوئے اصحاب سے فرمایا: اے علیؑ! اٹھو کیونکہ مجھے مامور کیا گیا ہے کہ میں لوگوں کو تبلیغ کردوں اور میں ہی اس کے لئے مناسب شخص ہوں، میں علیؑ کو اپنے بعد امام وہادی کی حیثیت سے منصوب کرتا ہوں اور علیؑ منصوب شدہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں، سب نے ہاتھ پھیلا کر اوپری دل سے آپ کی بیعت کی حالانکہ سب کے دل پھرے ہوئے تھے، سب نے آپ کو نظر انداز کردیا حالانکہ اس کی وجہ سے نہ تو آپ کی عطا کا ہاتھ رکا، نہ آپ کی گفتار کا اور نہ ہی کینہ وشک کی وجہ سے آپ نے جلد بازی کی۔

آپ اسلام کی چکی کے وہ قطب تھے جس کے بغیر اسلام گردش کر ہی نہیں سکتا تھا۔ آپ فضل ومرتبہ میں ان کے مماثل نہیں تھے، نہ گھر اور گھرانے کی مشابہت تھی۔

اگر ان کے ہاتھ میں نیزہ تھما دیا جائے تو مدمقابل کی ہتھیلی میں نیزہ تھرتھرانے لگے اور اگر آپ ذرا نیزہ کو تکان دے دیں تو انہیں لرزتے کانپتے بھاگتے ہی بنے، اگر جنگ کیلئے شمشیر نیام سے نکال لیں تو ان کی کھوپڑیاں ''خود'' سے چھپی ہونے کے باوجود بھی اپنے آپ کو بچا نہ پائیں۔

جس طرح خیبر کے دن کسی بہادر کو بھی یہودیوں سے بھاگنے کے سوا چارہ نہ تھا، تب مصطفیؐ نے غصے میں علم کی سرنگونی پر فرمایا: کل میں ایسے جوان کو علم دوں گا جسے خدا اور اشرف رسل دوست رکھتا ہوگا۔ آپ نے دوسرے دن علم کاندھے پر لے کر دشمنوں کے ہجوم کا سامنا کیا، جہاں چمکتی تلواروں اور نیزوں والے آھنی زرہوں میں لپٹے بہادر تھے، لمبے تڑنگے گھوڑے اپنی ٹاپوں سے گرد اڑا رہے تھے، آپ نے

بڑی آسانی سے انہیں زیر کرلیا۔ اگر پیٹھ دکھاتے تو یہ فتح ہرگز نصیب نہ ہوتی۔

آپ کے وہ فضائل ہیں جنہیں شمار کرنے والے اور لکھنے والے احاطہ کرنے سے قطعی عاجز ہیں جیسے رجعت شمس کہ آپ نے نماز نہیں پڑھی تھی اور آفتاب چھپ گیا تھا اور آپ کے لئے یوں نکل آیا کہ جیسے آفتاب غروب نہیں ہوا تھا بلکہ بادل چھا گیا تھا۔

سورۂ برأۃ کی خبر بھی حیرت ناک ہے، جو قریب وبعید سے پوشیدہ نہیں اور وہ شب ہجرت غار کی بات کہ آپ آرام سے سو رہے تھے اور آپ کے علاوہ جو تھا اس پر خوف و ہراس چھایا ہوا تھا۔

آپ ہادی برحق کے بھائی ومددگار ہیں، مظہر حق ہیں، آسمانی کتابوں میں آپ کی ستائش ہے، رسول خداؐ کے پارۂ جگر زہرآء کے شوہر ہیں اور ان کے نجیب فرزندوں کے باپ ہیں، ان فرزندوں کے جو راہ خدا میں جدوجہد کرنے والے، خدائی مددگار اور خدائی کام کرنے والے جن سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں، وہ گمراہی کی شب تاریک میں راستہ چلنے والوں کے لئے شہاب ثاقب ہیں۔

جب سے میں نے ان کی وابستگی کا اعلان کیا لوگ مجھے رافضی کہنے لگے اور یہ لقب میرا بہترین نام ہوگیا ہے، آسمان والے کی صلوٰت ہر لحہ ان فاطمہؑ کے فرزندوں پر جو (مشکل کشا ہیں)، ان میں ایک زہر سے شہید کیا گیا اور دوسرا اپنے خون میں آغشتہ زمین گرم پر پڑا ہے اور اس عابد وزاہد پر صلوٰت، پھر باقر العلم جو انتہائے طلب سے قریب ہے اور امام جعفر صادقؑ اور ان کے فرزند موسیٰ کاظمؑ پھر امام رضاؑ اور امام جوادؑ عابد وفعال اور پھر دونوں عسکریؑ (امام علی نقیؑ وحسن عسکریؑ) پھر امام مہدیؑ پر جو شرافت مآب، ہدایت کا جامہ زیب تن کئے ہوئے ہیں، زمین کو عدل وداد سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی، نیز بدکاروں کا قلع قمع فرمائیں گے، جنگ میں بے باک بہادروں کے قائد ہیں، سرکشوں کی ناک رگڑ دیں گے، یہ لوگ اہل ہدایت ہیں، دین کو دنیا کے بدلے بیچنے والے نہیں، اگر ان کا کینہ آگ میں جھونک دیا جائے تو جہنم میں ایندھن کی ضرورت ہی نہ رہے، اے صاحب کوثر! جو دشمنوں کو ٹھنڈے پانی سے منع کریں گے، میں آپ کے عشق میں ملامت کی مصیبت میں پھنسا، پھر تو میں نے اپنے شعر وخطبہ کے داغ دشمنوں کی پیشانیوں پر لگا دیئے، میری صحبت آپ کی محبت وتقوی ہے

،حالانکہ میرے بہت سے دوست ہیں لیکن یہ دونوں دوست بہترین دوست ہیں، آپ قصیدۂ عبدی کی داخلیت کو سنوار دیجئے، یہی میری عظیم اجرت ہے، میری فکر حیا و ہدایت کا جامہ پہن کر آپ کی طرف مائل ہو رہی ہے اور آپ سے فضل و ادب کی طلبگار ہے، میں نے اپنے نفس کو آپ کی مدح کی زحمت میں اس کی معرفت کے ساتھ مبتلا کر لیا ہے کہ اس کی مصیبت میں راحت ہے''۔(۱)

ابن شہر آشوب نے عبدی کے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں:

''علیؑ درمیان خلق صرف محمدؐ کے بھائی ہی ہیں جب قریش نے شبخون مارا تو علیؑ نے رسولؐ کے بستر پر سو کر جان بچائی، رسولؐ نے بھی اس کے بدلے میں میدان غدیر خم میں علیؑ کو اپنی وزارت و خلافت کے لئے منتخب کر لیا''۔(۲)

شاعر کے حالات

کنیت ابو محمد، نام سفیان بن مصعب عبدی کوفی ہے، خانوادۂ آل محمدؐ کے شیدائی تھے، اپنی محبت و شعر کی وجہ سے مقرب اور صدق و اخلاق کی وجہ سے مقبول بارگاہ تھے، ان کے شعروں میں فضائل و مناقب امیر المومنینؑ کا ترنم موجزن تھا، مصائب اہل بیتؑ پر مشتمل مرثیے بھی خوب کہتے تھے، انکی شاعری صرف خاصان خدا کیلئے مخصوص تھی۔

کلینیؒ کے مطابق صادق آل محمدؐ نے شعر سنانے کی فرمائش کی۔(۳) خود عبدی کی روایت ہے کہ میں صادق آل محمدؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، امامؑ نے گھر والوں سے کہا: ام فروہ سے کہو کہ مصائب سید الشہداءؑ سنے، ام فروہ پس پردہ آ کر بیٹھ گئیں اور میں شعر سنانے لگا:

فرو جودی بد معک المسکوب ....

۱۔ ۸۶؍اشعار پر مشتمل اس قصیدے کے ابتدائی ۳۹؍اشعار کا ترجمہ والد علام نے نہیں کیا ہے، شاید اس لئے کہ ان کا تعلق غدیر یا فضائل اہل بیت سے نہیں تھا۔

۲۔ مناقب ج۱ص۱۸۱ (ج۲ص۷۵)

۳۔ روضۃ الکافی (ج۸ص۲۱۵ حدیث۲۶۳)

عورتوں کا شور گریہ بلند ہوا تو شہر والے جمع ہو گئے، امامؑ نے ان سے کہلوا دیا کہ کوئی بات نہیں، بچہ بے ہوش ہو گیا تھا، اسی لئے عورتوں کا شور گریہ بلند ہوا۔ امامؑ نے ابو عمارہ سے کہا: عبدی کا مرثیہ حسینؑ پڑھو، میں نے پڑھا تو امام گریہ فرمانے لگے اور گھر سے بھی شور گریہ بلند ہوا۔(۱)

طوسی نے انہیں اصحاب امام صادقؑ میں شمار کیا ہے۔(۲) ان کی ارادت ومودت، خالص ولاء سے آراستہ تھی، چنانچہ امامؑ نے شیعوں کو حکم دیا کہ اپنے بچوں کو شعر عبدی کی تعلیم دو۔(۳)

وہ امامؑ سے مناقب اہل بیتؑ سن کر نظم فرمایا کرتے تھے، ابان بن عمر کی روایت ہے کہ میں صادق آل محمدؐ کی بارگاہ میں حاضر تھا، اتنے میں عبدی آئے اور پوچھا:

قربان جاؤں، آیۂ ﴿و علی الاعراف رجال یعرفون کلّا بسیما ھم﴾ (۴) کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: اس سے مراد بارہ امام ہیں، انہیں پہچانے بغیر کوئی شخص بھی خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ پوچھا: اعراف کیا ہے؟ فرمایا: مشک کا تو دہ جس پر رسول خداؐ اور ان کے اوصیاء قیام فرمائیں گے اور ہر ایک کو چہرہ دیکھ کر پہچان لیں گے، انہوں نے اجازت لے کر پھر یہ ایک قصیدہ کہا جس کا شعر ہے:

ایار بعھم ھل فیک لی الیوم مربع و ھل للیال کن ّلی فیک مرجع

''اے خانۂ محبوب! کیا آج کے دن میرے لئے اس میں جگہ ہے اور راتوں میں تمہاری طرف بازگشت ہو سکتی ہے...؟''۔

آگے یہ تین شعر ائمہؑ سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''آپ حضرات حشر ونشر اور جزا کے مالک ہیں اور آپ ہی پر ہول دن (قیامت) کی پناہ گاہ ہیں اور تمہیں اعراف ہو جو ایک خشک ٹیلہ ہے، اس میں سے آپ لوگوں کی شخصیت کی خوشبو چھلکتی ہوگی آپ

۱۔ کامل الزیارات ابن قولویہ ص ۱۰۵

۲۔ رجال طوسی (ص ۲۱۳ نمبر ۱۶۵)

۳۔ رجال کشی ص ۲۵۴ (ج ۲ ص ۷۰۴ نمبر ۷۴۸)

۴۔ اعراف /۴۶

اس پر بیٹھے ہوں گے، آپ میں سے آٹھ افراد عرش پر قیام پزیر ہیں جسے فرشتے اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے ہیں اور چار افراد زمین پر ہدایت خلق فرما رہے ہیں"۔(۱)

اس قسم کی روایات سے عبدی کی شعری عظمت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ امام کے معتمد تھے لہذا ان کی وثاقت پر توقف نہیں کر سکتے جیسا کہ علامہ حلی نے غیر معتمد کہا ہے(۲) اور انہیں حسان کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔(۳) ان پر غلو کا الزام بھی عائد نہیں ہوتا جیسا کہ ابو عمر کشی نے ان کے شعر سے یہ نظریہ قائم کیا ہے۔(۴) ہم نے تو ان کی شعری کاوش میں صحیح عقیدہ کا ہی اندازہ کیا ہے، ان کی ولایت مخلص اور ان کا تشیع ہر قسم کے کھوٹ سے پاک تھا، کیوں کہ ان کے ہم عصر اصحاب امام انہیں موثق سمجھتے تھے اور متقدمین علماء نے انہیں علماء وفقہاء میں شمار کیا ہے، نشر فضائل آل محمدؐ میں بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا۔

علمی و دینی رسوخ

جو بھی عبدی کی شعری جزالت وروانی، مٹھاس اور عظمت واستواری سے واقف ہے ان کی فنی مہارت کی گواہی دے گا، سید الشعراء حمیری جسے اشعر الشعراء کہے اس کی عظمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔
ابو الفرج نے ابو داؤد کا بیان نقل کیا ہے: ایک بزم میں سید حمیری وعبدی جمع ہوئے، سید نے یہ شعر پڑھا:

انی ادین بما دان الوصی به   یوم الخریبه من قتل المحلینا

و بالذی دان یوم النهروان به   و شارکت کفه کفی بصفینا

"میں وصی رسولؐ کے دین پر ہوں خریبہ کے جنگ جمل کے سلسلے میں اور جنگ نہروان میں بھی علیؑ کے دین پر ہوں اور صفین کے سلسلے میں علیؑ کے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے"۔

عبدی نے کہا: تم نے غلطی کی، اگر علیؑ کے ہاتھ میں تمہارا ہاتھ شریک ہے تو گویا تم ان کے مثل ہو گئے، مشارکت کے بجائے تابعت کہنا چاہیے، تم امام کے تابع ہو شریک نہیں!!

۱۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۶۸)
۲۔ رجال الحلی (ص ۸۲)
۳۔ تنقیح المقال (ج ۲ ص ۴۰)
۴۔ رجال کشی (ج ۲ ص ۷۰۴ نمبر ۷۴۸)

اس واقعہ کے بعد سید اکثر کہتے ہیں: میں عبدی کے سوا سب سے بڑا شاعر ہوں۔(۱)
جو شخص بھی عبدی کے شعر میں غور وفکر کرے گا اسے اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ عبدی حدیثوں سے بھر پور استفادہ کرتے تھے۔ وہ دشوار اور نادر احادیث کو بھی نظم کرنے میں پوری طرح مہارت رکھتے تھے، ان کی بلند فکری کا سرچشمہ اہل بیتؑ عصمت وطہارت کی حدیثیں تھیں جن کا مشاہدہ ان کے اشعار میں کیا جاسکتا ہے۔

ولادت ووفات

ان کی ولادت ووفات کا پتہ نہ چل سکا، نہ اندازہ قائم کرنے کا تحقیقی ثبوت ہی فراہم ہو سکا لیکن صادق آل محمدؑ کے صحابی اور سید کے ساتھ اجتماع سے پتہ چلتا ہے کہ عبدی نے سید حمیری کے بعد بھی زندگی پائی، نیز عبدی کے واقعات ابو داؤد نے بیان کئے ہیں، ابو داؤد کی وفات ۲۳۱ھ (۲) یا کشی کے مطابق ۲۳۰ھ متعین ہوتی ہے۔(۳) کشی نے لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ۷۰ سال زندگی پائی، اس طرح ان کی تاریخ ولادت بقول کشی ۱۶۰ھ اور بقول نجاشی ۱۶۱ھ متعین ہوتی ہے۔
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبدی نے سید کے بعد بھی زندگی پائی۔ اس طرح اعیان الشیعہ کی تحقیق کہ عبدی کی وفات لگ بھگ ۱۲۰ھ میں ہوئی، معیار تحقیق پر پوری نہیں اترتی۔(۴)

شعری نمونہ

انا روینا فی الحدیث خبرا — یعرفہ سایر من کان روی
ان ابن خطاب اتاہ رجل — فقال: کم عدۃ تطلیق الاما
فقال: یا حیدر کم تطلیقۃ — للامۃ ؟اذکرہ فاومی المرتضی

۱۔ الاغانی ج۷ص۲۲ (ج۷ص۲۹۳)
۲۔ رجال نجاشی (ص۱۸۳ نمبر ۴۸۵)
۳۔ رجال کشی (ج۲ص۶۰۹ نمبر ۴۸۵)
۴۔ اعیان الشیعہ ج۱ص۳۷۰ (ج۷ص۲۶۷)

باصبعیه فثنی الوجه الی سائله قال: اثنتان و اثنی

قال له: تعرف هذا؟ قال: لا قال له: هذا علی ذو العلا

''میں نے ایک حدیث کی روایت کی جسے تمام راویوں نے بیان کیا ہے:
ایک شخص عمر بن خطاب کے پاس آیا اور پوچھا: کنیزوں کی طلاق کا عدہ کتنا ہے؟ انہوں نے علیؑ سے پوچھا: یا حیدرؑ! کنیز کی طلاق کتنی ہے؟ آپ نے دو انگلیوں سے اشارہ کر دیا، عمر نے سائل سے کہا کہ کنیز کا عدہ دو طہر ہے، پھر پوچھا: انہیں پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، عمر نے اس سے کہا: یہ بلند مرتبہ علیؑ ہیں''۔

''اور ایک روایت عکرمہ کی ہے جس میں کسی نے شک وشبہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ ابن عباس کچھ لوگوں کے درمیان سے گذرے جو علیؑ کو گالیاں دے رہے تھے، وہ حیران ہو کر رونے لگے، انہوں نے غصہ میں پوچھا: تم میں کس نے خدا کو گالی دی؟ سب نے کہا: معاذ اللہ۔ ابن عباس نے پوچھا: تم میں کس نے رسولؐ کو گالی دی اور ظلم و گستاخی کی ہے؟ سب نے کہا: معاذ اللہ۔ ابن عباس نے پوچھا: تم میں کس نے افضل کائنات علیؑ کو گالی دی؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے علیؑ کو گالی دی۔ اس وقت ابن عباس نے کہا: بخدا میں نے رسول مجتبیٰؐ سے سنا کہ جو شخص علیؑ کو گالی دے اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی پھر چپ ہو گئے''۔

محمد و صنوه و ابنته و ابناه خیر من تحفی و احتذ ا

''محمدؐ اور ان کے صنو'' شجر ہدایت کی شاخ'' ان کی بیٹی اور نواسے بہترین مخلوقات ہیں، ان پر خالق کائنات اور رب مخلوقات کی صلوات، خدا نے ان کو تمام لوگوں میں پاکیزہ، مرتضیٰ کر کے چن لیا اور مجتبیٰ بنایا، یہ پنجتنؑ نہ ہوتے تو نہ آسمان کا شامیانہ ہوتا، نہ زمین کا فرش بچھایا جاتا، خدا ان کی خالص ولا کے بغیر کسی بندے کا عمل قبول نہیں فرمائے گا، ان کے ذکر کے بغیر نماز تمام نہیں، نہ دعا قبول.... اگر یہ اشرف کائنات نہ ہوتے تو جبریل زیر کساء نہ کہتے: کیا میں بھی آپ حضرات کے ساتھ شامل ہو جاؤں، انہوں

نے افتخارانہ انداز میں فرمایا: ہاں! اگر کوئی بندہ خدا سے عبادت وتقویٰ کی حالت میں ملاقات کرے اور ولایت علیؑ نہ ہو تو تمام اعمال اکارت ہو جائیں گے، بلاشبہ جبریل امین نے زمین پر آ کر کراماً کاتبین سے کہا: پاک طینت علیؑ سے کبھی لغزش وخطا نہیں دیکھی اور نہ لکھی گئی''۔ (۱)

تشریحات

عبدی کے پہلے واقعہ کو دارقطنی وابن عساکر نے یوں نقل کیا ہے کہ دو مرد حضرت عمر کے پاس آئے اور طلاق کنیز کا مسئلہ پوچھا، حضرت عمر وہاں سے اٹھ کر ایک مرد اصلع کے پاس جس کے گرد لوگ حلقہ کئے ہوئے تھے، آئے اور طلاق کنیز کا مسئلہ پوچھا، انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا اور دو انگلیوں سے اشارہ کر دیا۔

حضرت عمر نے ان دونوں سے کہا کہ طلاق کنیز دو ہے۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! آپ امیر المومنین ہیں، ہم آپ کے پاس آئے تھے، آپ خود ان کے پاس چلے گئے اور ان کے اشارے پر مطمئن ہو گئے۔ انہوں نے کہا: جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ علی بن ابی طالبؑ ہیں، میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ اگر سات آسمان وزمین کو ایک پلے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں ایمان علیؑ رکھا جائے تو ان کا پلہ گراں رہے گا۔ (۲) زمخشری کی روایت میں ہے کہ ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے پاس آئے تھے، آپ خلیفہ ہیں، آپ نے اس مرد سے پوچھا، بخدا! اب کبھی آپ سے بات نہ کریں گے.......آخر حدیث''۔

دارقطنی اور ابن عساکر سے گنجی نے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن وثابت ہے۔ زمخشری کے طریق سے خوارزمی، ہمدانی، محب طبری اور صفوری نے بھی نقل کیا ہے۔ (۳)

دوسری روایت میں ہے کہ ابن عباس نابینا ہونے کے بعد کچھ لوگوں کے درمیان سے گذرے جو

۱۔ اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۷۰)
۲۔ تاریخ دمشق (ج۱۲ص۲۹۶ حالات امیر المومنین نمبر ۱۸۷)
۳۔ کفایہ گنجی ص۱۲۹ (ص ۲۵۸ باب ۶۲)؛ مناقب خوارزمی ص ۷۸ (ص۱۳۰ حدیث ۱۴۵)؛ مودۃ القربیٰ (مودت ۷)؛ الریاض النضرۃ ج۱ص۲۴۴ (ج۳ص۱۸۱)؛ نزھۃ المجالس ج۲ص۲۴۰ (ج۲ص۲۰۷)۔

علیؑ کو گالیاں دے رہے تھے، انہوں نے انگلی پکڑنے والے سے کہا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا: علیؑ کو گالیاں دے رہے ہیں۔ ابن عباس نے کہا: مجھے وہاں لے چلو۔ وہ ابن عباس کو ان لوگوں کے پاس لایا، ابن عباس نے پوچھا: کس نے خدا کو گالی دی؟ سب نے کہا: معاذ اللہ! جس نے خدا کو گالی دی، وہ مشرک ہے۔ پوچھا: کس نے رسولؐ کو گالی دی؟ سب نے کہا: معاذ اللہ! جس نے رسول خداؐ کو گالی دی وہ کافر ہے۔ ابن عباس نے پوچھا: کس نے علی بن ابی طالبؑ کو گالی دی؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے علیؑ کو گالی دی۔ اس وقت ابن عباس نے کہا: بخدا! میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی اور جس نے خدا کو گالی دی اس کو خدا اوندھے منھ جہنم میں ڈال دے گا۔ واپس ہوئے تو غلام سے کہا: وہ کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے کہا: کچھ بھی نہیں! پوچھا: ان کا چہرہ کیسا تھا؟ غلام نے شعر پڑھا:

''ڈھیلی پلکوں سے کن انکھیوں سے ذلیل انداز میں آپ کو دیکھ رہے تھے''۔

ابن عباس نے کہا: قربان جاؤں! پھر پڑھو، اس نے کہا: میرے پاس یہی تھا۔ ابن عباس نے یہ شعر پڑھا:

''یہ زندہ افراد مردوں کے لئے باعث ننگ ہیں اور مردہ افراد اپنے پس ماندگان کے لئے نصیحت ہیں''۔(۱)

عبدی کا شعر:

محمد وصنوه و ابنته و ابناه خير من تحفي و احتذا

تشریح:

ابو ہریرہ کی روایت ہے، رسولؐ نے فرمایا: جب خدا نے ابوالبشر آدمؑ کو پیدا کر کے روح پھونکی تو آدمؑ نے عرش کی داہنی جانب دیکھا، پانچ اشباح سر بہ سجود تھے نور کے درمیان۔ آدمؑ نے پوچھا: خدایا! کیا

۱۔ ریاض محب طبری ج ۱ ص ۱۲۶ (ج ۳ ص ۱۱۰)؛ کفایہ گنجی ص ۳۷ (ص ۸۲،۸۴ باب ۱۰)؛ فرائد حموینی باب ۵۶ (ج ۱ ص ۳۰۲ حدیث ۲۴۱)، فصول ابن صباغ ص ۱۲۶ (ص ۱۲۵)۔

مجھ سے قبل بھی کچھ لوگوں کو خاک سے خلق کیا ہے، یہ اشباح پنجگانہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ تیرے پانچ فرزند ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو تمہیں پیدا نہ کرتا، جنت و نار، عرش و کرسی، آسمان و زمین، فرشتے، جن و انس کسی کو پیدا نہ کرتا، میں محمود ہوں یہ محمدؐ ہے، میں اعلی ہوں یہ علیؑ ہے، میں فاطر ہوں یہ فاطمہؑ ہے، میں احسان ہوں یہ حسنؑ ہے، میں محسن ہوں یہ حسینؑ ہے۔

مجھے اپنی عزت کی قسم! کوئی بندہ میرے پاس ان سے ذرا بھی کینہ لے کر آئے گا اسے جہنم میں جھونک دوں گا، اے آدمؑ یہ میرے منتخب بندے ہیں، انہیں پر نجات و ہلاکت کا انحصار ہے، تمہیں ضرورت ہو تو انہیں سے متوسل ہونا، پس پیغمبرؐ نے حدیث سفینہ فرمائی: **مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تخلف عنها غرق۔**

اسے فرائد حموینی، خطیب خوارزمی، مستدرک، تاریخ خطیب، طبرانی، ابونعیم، عبدالبر، محب الدین طبری نے لکھا ہے۔(۱) امام شافعی نے اپنے اشعار میں اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

جب میں نے دیکھا کہ لوگوں کا مذہب انہیں گمراہی کے سمندر میں لئے جا رہا ہے تو خدا کا نام لے کر کشتی نجات پر بیٹھ گیا، جو اہل بیت مصطفیؐ ہیں اور مضبوط رسی جو ان کی ولایت ہے اسے مضبوطی سے تھام لیا۔(۲)

عبدی کا شعر:

لایقبل اللہ لعبد عملاً   حتی یوالیھم باخلاص الولا

تشریح

ابن عباس سے مروی حدیث رسولؐ ہے: اگر کوئی شخص رکن و مقام کے درمیان حالت نماز و روزہ

۱۔ فرایدالسمطین باب ۱/ (ج۱ص۳۶حدیث۱)؛ مناقب خوارزمی ص۲۵۲ (ص۳۱۸ حدیث۳۲۰)؛ مستدرک حاکم ج۳ص۱۵۱ (ج۳ص۱۶۳ حدیث۴۷۲۰)؛ تاریخ خطیب ج۱۲ص۹۱؛ (المعجم الکبیر ج۳ص۴۵ حدیث۲۶۳۶)

۲۔ رشفۃ الصادی ص۲۴

میں مرجائے لیکن دشمن اہلبیت ہوتو جہنم میں داخل ہوجائے گا۔(۱)

امالی سمان میں رسول خداؐ سے مروی ہے: اگر بندہ سات ہزار سال عبادت کر کے خدا سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ دشمن علیؑ ہوتو خدا تمام بھلائیوں سے محروم کردے گا۔(۲)

خوارزمی نے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: اگر کوئی عمر نوحؑ پائے، کوہ احد کے برابر سونا انفاق کرے، پھر ہزار سال تک حج کرے پھر درمیان صفاومروہ مظلوم قتل کیا جائے اور تمہارا دشمن ہوتو کبھی بوئے بہشت نہ سونگھے گا۔(۳)

رسولؐ نے ام سلمہ سے فرمایا: اسے پہچانتی ہو؟ کہا: ہاں! یہ علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ فرمایا: ان کی خصلت میری خصلت، ان کا خون میرا خون ہے، یہ میرا گنجینۂ دانش ہے۔ سنو! گواہ رہنا کہ اگر بندہ ہزار سال تک رکن ومقام کے درمیان عبادت کرتا رہے لیکن محبت علیؑ نہ ہوتو اوندھے منھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔(۴)

تاریخ ابن عساکر میں جابر سے مروی ہے: اگر میری امت اس قدر روزہ رکھے کہ کثرت روزہ کی وجہ سے سوکھ کر لکڑی کے مانند ہوجائے، اتنی نمازیں پڑھے کہ کثرت رکوع کی وجہ سے اس کی کمر مثل کمان ہوجائے لیکن تمہارا دشمن ہوتو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(۵)

عبدی کا شعر:

ولا یتم لامرء صلاتہ　　　الابذ کراھم ولا یزکوالدعا

۱۔مستدرک حاکم ج۳ص۱۴۹ (ج۳ص۱۶۱ حدیث۱۲)؛ معجم الاوسط ج۳ص۱۲۲ حدیث۲۲۵ مجمع الہیثمی ج۹ص۱۷۲؛ صواعق محرقہ ابن حجر (ص۲۳۲)؛ اعجب مارأیت ج۱ص۸، الشرف المؤبد ص۹۶، (ص۲۰۱) رشفۃ الصادی ص۴۳

۲۔مسند شمس الاخبار ص۴۰ (ج۱ص۱۰۷)

۳۔مناقب خوارزمی ص۳۹ (ص۶۷ حدیث/۴۰)

۴۔کفایۃ الطالب (ص۳۱۲ باب/۸۶)

۵۔تاریخ دمشق (ج۱۲ص۱۴۳)؛ کفایہ گنجی ص۱۷۹ (۳۱۸ باب/۸۷)؛ مناقب مغازلی (ص۲۹۷ حدیث۳۴۰)؛ فرائد حموینی باب نمبر۱ (ج۱ص۵۱ حدیث۱۶)؛ شمس الاخبار ص۳۴ (مسند شمس الاخبار ج۱ص۹۰)

اس سلسلے میں کتب فقہ وتفسیر میں بے شمار روایات ہیں کہ بغیر آل محمدؐ پر صلوت کے نماز مقبول نہیں ،ابن حجر(۱) نے "ان اللہ و ملائکتہ" کے ذیل میں اخبار صحیحہ نقل کی ہیں:

جب رسول اسلامؐ سے پوچھا گیا کہ آپ پر کیسے درود وسلام بھیجا جائے تو آپ نے اپنی آل کو شامل کرنے کی تاکید فرمائی، پھر ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ واضح دلیل ہے کہ اس آیت سے آل محمدؐ پر صلوٰت بھی مامور الہی ہے اور آل محمدؐ ان کے قائم مقام ہیں کیونکہ رسولؐ پر صلوٰت کا مطلب ان کی اور ان کے آل کی مزید تعظیم ہے، اسی لئے زیر کساء آپ کی دعا تھی "**اللھم انھم منی و انا منھم فاجعل صلواتک وبرکاتک ورحمتک و مغفرتک و رضوانک علی و علیھم**"(۲) خدایا! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں پس تو اپنی صلوات، برکت، رحمت، مغفرت اور رضوان قرار دے میرے اوپر اور انکے اوپر۔ اور اس دعا کے قبول ہونے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ رسولؐ نے مومنین سے فرمائش کی ہے: میرے ساتھ ان پر صلوات پڑھو۔ آپ سے روایت ہے کہ **لا تصلوا علی الصلوۃ البتراء** (مجھ پر دم کٹی صلوات نہ پڑھو)۔ پوچھا گیا: دم کٹی صلوات کیا؟ فرمایا: "**اللھم صل علی محمد**" کہہ کے خاموش نہ ہو جاؤ بلکہ آل محمدؐ کو بھی شامل کرو، اس کے بعد شافعی کے دو شعر نقل کئے ہیں:

یا اھل بیت رسول اللہ حبّکم ۔۔۔ فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

کفاکم من عظیم القدر انّکم ۔۔۔ من لم یصلّ علیکم لاصلوۃ لہ

"اے اہلبیتؑ رسول خداؐ! تمہاری محبت خدا کی طرف سے فرض کی گئی ہے، تمہاری عظیم منزلت کے لئے یہی کافی ہے کہ جو تم پر نماز میں صلوات نہ پڑھے اس کی نماز درست نہیں"۔(۳)

ابن حجر کا بیان ہے: ممکن ہے شعر کا آخری جملہ "**لاصلوٰۃ لہ**" کا مطلب یہ ہو کہ نماز درست نہیں اس لئے پہلے شعر میں کہا ہے کہ تمہاری محبت فرض ہے یا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ نماز کامل نہیں!!

۱۔صواعق ص ۸۷ (ص ۱۴۶)

۲۔مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۲۳ (ج ۷ ص ۴۵۵ حدیث ۲۶۲۰۶)

۳۔زرقانی نے شرح المواھب ج ۷ ص ۷ پر اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ (ص ۱۴۸)

ابن حجر صواعق میں کہتے ہیں کہ دار قطنی اور بیہقی کے حوالے سے حدیث نقل ہے: جو مجھ پر صلوٰت پڑھے اور آل کو چھوڑ دے وہ صلوات مقبول نہیں۔ یہ حدیث شافعی کے قول کو مستند بناتی ہے کہ اہلبیت پر صلوٰت نماز کی طرح واجب ہے لیکن یہ ضعیف ہے۔ لہذا اس کا استناد اس متفق علیہ حدیث پر ہے: ''**قولوا اللهم صل علی محمد و آل محمد** '' اس میں ''قولوا'' امر ہے اور امر قول صحیح کے مطابق وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ (۱)

امام رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آل محمدؑ پر صلوات منصب عظیم ہے اس لئے اس کو خاتمۂ تشہد قرار دیا گیا ہے۔ یہ عظمت، آل محمدؑ کے سوا دوسرے کو حاصل نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حب آل محمدؑ واجب ہے۔ پھر کہا ہے کہ اہل بیتؑ پانچ باتوں میں رسولؐ کے شریک ہیں:

۱۔ تشہد میں صلوٰت

۲۔ سلام

۳۔ طہارت

۴۔ تحریم صدقہ

۵۔ محبت (۲)

تفسیر نیشاپوری میں آیہ مودۃ کے ذیل میں لکھا ہے کہ آل محمدؑ کے فخر و شرف کے لئے یہی کافی ہے کہ تشہد ناقص رہ جائے اگر ان پر صلوٰت نہ پڑھی جائے۔ (۳) ذخائر العقبیٰ میں جابرؓ کا قول ہے کہ اگر میں نماز میں آل محمدؑ پر درود نہ پڑھوں تو اسے غیر مقبول سمجھتا ہوں۔ (۴)

قاضی عیاض نے شفا میں ابن مسعود کی روایت لکھی ہے، رسولؐ نے فرمایا: جو میری آل پر درود کے بغیر نماز پڑھے وہ نماز مقبول نہیں۔ (۵) خفاجی نے شرح شفا میں قیمتی افادات فرمائیں ہیں۔ (۶) نیز اس سلسلے

۱۔ صواعق محرقہ ص۱۳۹ (ص۲۳۴۔۲۳۳)
۲۔ تفسیر رازی ج۷ ص۳۹۱ (ج۲۷ ص۱۶۶)
۳۔ غرائب القرآن (مجلد ۱۱ ج۲۵ ص۳۵)
۴۔ ذخائر العقبیٰ ص۱۹
۵۔ الشفا شریف حقوق المصطفیٰ (ج۲ ص۱۴۷)
۶۔ (شرح شفا ج۳ ص۵۰۰۔۵۰۵)

میں مجمع ہیثمی میں بریرہ سے یہ فقرے نقل ہیں، رسولؐ سے ہم نے پوچھا: سلام تو جان گئے، صلوات کیسے پڑھیں؟ فرمایا: یوں کہو "**اللھم اجعل صلوتک و برکاتک ورحمتک علی محمدؐ و آل محمدؐ کما آل ابراھیمؑ انک حمیدمجید**"۔(۱)

عبدی کا شعر

و ان جبریل الامین قال لی　　عن ملکیہ الکاتبین مذدنا

خطیب بغدادی عمار یاسر سے نقل کرتے ہیں، رسول اسلامؐ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؑ کے دونوں محافظ فرشتوں کے مقابلے فخر کر رہے تھے کہ انہیں علیؑ پر متعین کیا گیا ہے کیونکہ جو کام موجب خشم خدا ہو اسے خدا کی بارگاہ میں پیش نہیں کیا جاتا۔ دوسری روایت میں ہے: ہرگز پیش نہیں کیا جاتا۔(۲)

عبدی کا شعر

ولا یذکو الدعا............　　.............................

یہ اس طرف اشارہ ہے جسے دیلمی نے اخراج کیا ہے کہ دعا حجاب میں رہتی ہے جب تک آل محمدؐ پر صلوٰت نہ پڑھی جائے۔(۳) ابن حجر نے اسے صواعق میں بھی لکھا ہے۔(۴) طبرانی نے اوسط میں امیرالمومنینؑ سے روایت نقل کی ہے: ہر دعا حجاب میں رہتی ہے جب تک آل محمدؐ پر صلوٰت نہ پڑھی جائے۔(۵)

۱۔ مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۶۳

۲۔ تاریخ خطیب ج۱۴ ص۴۹؛ مناقب ابن مغازلی ص۱۲۷ حدیث ۱۶۸؛ مناقب خوارزمی ص۲۵۱ (ص۱۶۔۳۱۵ ح۳۱۵)؛ شمس الاخبار ص۳۶ (ج۱ ص۹۷)

۳۔ الفردوس بماثور الخطاب ج۳ ص۲۵۵ ح۴۷۵۴

۴۔ صواعق محرقہ ص۱۴۸ (ص۸۸)

۵۔ المعجم الاوسط ج۱ ص۴۰۸ ح۷۲۵

بیہقی، ابن عساکر اور شرح شفا خفاجی میں ہے کہ دعا و نماز زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے اوپر نہیں بلند ہوتی جب تک آل محمدؐ پر صلوٰت نہ پڑھی جائے۔(۱)

عبدی کا شعر

لو لم یکونوا خیر من وطی الحصا　　وقال جبریل لھم تحت العبا

اس میں صحیح و متواتر اور متفق علیہ حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ زیر کساء جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو رسولؐ نے جگہ دی۔(۲)

عبدی کے اشعار

''آل نبیؐ مناقب و فضائل کے حامل ہیں، کور دلوں کو روشنی اور خستہ حالوں کی دستگیری کرتے ہیں، یہ سچے اور محاسن میں سبقت کرنے والے ہیں، ان کی ولایت خدا کی طرف سے قرآن میں واجب قرار دی گئی ہے، یہ صراط مستقیم ہیں، ان کی راہ پر چلنے والے رستگار اور کچھ ان سے منحرف ہیں۔ صدیقہؑ، صدیق کے لئے خلق فرمائی گئی ہیں، جن میں شریفانہ مناسبت پائی جاتی ہے، یہ ایک دوسرے کے لئے چن لئے گئے تھے، تمام گندگیوں سے پاک تھے، ان دونوں کے نام ظل عرش میں متقارب سطروں کے ساتھ مرقوم ہیں، خدا صدیقہؑ کے عقد کا ولی تھا اور جبریل خطبہ خواں تھے، ان کا مہر روئے ارض کا پانچواں حصہ تھا جو تمام عطایا میں سب سے بہتر تھا، ان پر طوبیٰ کے شاداب پھل نثار کیے گئے''۔(۳)

صادقون سے آیۂ ''**کونوا مع الصادقین**'' کی طرف اشارہ ہے۔ تاریخ ابن عساکر وغیرہ میں جابر سے مروی ہے کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: یعنی علیؑ کے ساتھ ہو جاؤ۔(۴)

۱۔ شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۶ ح ۱۵۷۵، ۱۵۷۶؛ شرح شفا ج ۳ ص ۵۰۶

۲۔ اسعاف الراغبین ص ۱۰۷؛ نور الابصار ص ۱۱۲ (ص ۲۲۶)　　۳۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۷۰)

۴۔ تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۳۰۷؛ کفایۃ الطالب ص ۱۱۱ (ص ۲۳۶ باب ۶۲)؛ در منثور ج ۳ ص ۲۹۰ (ج ۴ ص ۳۱۶)

اور تذکرۂ سبط ابن جوزی میں ہے کہ ابن عباس کہتے تھے: علیؑ سید الصادقین ہیں۔ (۱)

عبدی کا مصرع ''السابقون الی الرغائب '' میں آیۂ '' السابقون السابقون'' کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ ابن مردویہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حزقیل مومن آل فرعون، حبیب نجار اور علیؑ کے لئے نازل ہوئی اور ہر امت کے سابق سے علیؑ افضل ہیں۔ ابو حاتم کے یہاں حزقیل کے بجائے یوشع بن نون کا نام ہے۔ دیلمی نے عائشہ سے اور ابن ضحاک، طبرانی، ثعلبی، ابن مردویہ اور ابن مغازلی نے ابن عباس سے روایت کی ہے: سابق تین ہیں، موسیٰ کے سابق ''یوشع بن نون''، عیسیٰ کے سابق صاحب یاسین اور محمدؐ کے سابق علیؑ ہیں۔ (۲) ثعلبی میں ہے کہ یہ تینوں صدیق ہیں لیکن علیؑ افضل ہیں۔

کفایہ گنجی میں ہے: امتوں کے سابق تین ہیں جنہوں نے پلک جھپکنے کے برابر بھی شرک نہیں کیا: علیؑ، صاحب یٰسین، مومن آل فرعون۔ یہ تینوں صدیق ہیں لیکن علیؑ سب سے افضل ہیں۔ یہ سند معتبر اور لائق احتجاج ہے۔ (۳)

عبدی کا شعر:

فولاهم فرض من الرّ حمان فی القرآن واجب

اس میں آیۂ مودت (قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی) کی طرف اشارہ ہے، جسے بے شمار محدثین ومفسرین نے لکھا ہے، ان کا احاطہ مشکل ہے۔ ان میں احمد بن حنبل، ابن منذر،

۱۔ تذکرۃ الخواص ص۱۰ (ص۱۶)

۲۔ الفردوس بماثور الخطاب (ج۲ ص۴۲۱ حدیث ۳۸۶۶)؛ المعجم الکبیر (ج۱۱ ص۷۷ حدیث ۱۱۱۵۲)؛ مناقب ابن مغازلی (ص۳۲۰ حدیث ۳۶۵)

۳۔ کفایۃ الطالب ص۴۶ (۱۲۳ باب ۲۴)؛ الدر المنثور ج۶ ص۱۵۴ (ج۸ ص۶)؛ الصواعق المحرقۃ ص۷۴) (۱۲۵)؛ تذکرۃ الخواص ص۱۱ (ص۱۷)؛ ریاض النضرۃ ج۱ ص۱۵۷ (ج۳ ص۹۹)؛ مجمع الزوائد ج۹ ص۱۰۲۔

ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ، ثعلبی، ابونعیم، ابن مغازلی نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ آیۂ مودت کے لئے پوچھا گیا کہ کس کی مودت واجب قرار دی گئی ہے؟ تو فرمایا: علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے بیٹوں کی۔ (۱)

ابوعبداللہ ملا لکھتے ہیں کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: میری رسالت کا اجر تمہارے خدا نے میرے اہل بیتؑ کی مودت کو قرار دیا ہے اور میں کل قیامت میں تم سے اس کا سوال کروں گا۔ (۲)

جابر کہتے ہیں کہ ایک اعرابی خدمت رسولؐ میں آیا اور کہا: مجھے اسلام بتایئے؟ فرمایا: کہو "**لا الــــہ الا الـلـہ وحـده، لاشـريـک لـه، ان محمد عبده و رسولـه**" اعرابی نے کہا: کیا آپ مجھ سے اس کی اجرت بھی طلب کریں گے؟ فرمایا: صرف قرابتداروں کی محبت۔ پوچھا: میرے قرابتدار یا آپ کے قرابتدار؟ فرمایا: میرے قرابتدار۔ کہنے لگا: لایئے میں آپ کی بیعت کروں۔ جو بھی آپ اور آپ کے قرابتداروں سے محبت نہ کرے اس پر خدا کی لعنت۔ رسولؐ نے آمین کہی۔ (۳)

ابوامامہ باہلی کہتے ہیں: رسول اسلامؐ نے فرمایا: خدا نے انبیاء کو مختلف درختوں سے خلق فرمایا اور مجھے ایک درخت سے، میں جڑ ہوں علیؑ اس کی شاخ ہیں، فاطمہؑ اس کا پھول ہیں اور حسنینؑ اس کے پھل ہیں، جو بھی اس کی کسی ٹہنی سے وابستہ ہوگیا نجات پا گیا اور جس نے نفرت سے منہ موڑا ہلاک ہوگیا اور اگر کوئی بندہ صفا و مروہ کے درمیان ہزار ہزار سال عبادت کرتا رہے اور ہم سے وابستہ نہ رہے تو اوندھے

۱۔ مناقب علی (ص ۱۸۷ حدیث ۲۶۳)، المعجم الکبیر (ج ۱۱ ص ۳۵۱ حدیث ۱۲۲۵۹)؛ الکشف والبیان تفسیر آیہ ۲۳ شوریٰ؛ مناقب ابن مغازلی (ص ۳۰۹۔۳۰۷ حدیث ۳۵۲)؛ ذخائر محب طبری ص ۲۵؛ کشاف زمخشری ج ۲ ص ۳۳۹ (ج ۴ ص ۲۲۰۔۲۱۹)؛ فرائد حموینی (ج ۲ ص ۱۳ حدیث ۳۵۹ باب ۲)؛ مطالب السئول ص ۸؛ تفسیر رازی (ج ۲۷ ص ۱۶۶)؛ تفسیر ابوسعود (ج ۸ ص ۳۰)؛ مطبوعہ برحاشیہ تفسیر رازی ج ۷ ص ۶۶۵؛ تفسیر ابوحیان ج ۷ ص ۵۱۶؛ تفسیر نسفی ج ۴ ص ۹۹ (ج ۴ ص ۱۰۵) مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۸؛ فصول المہمہ ص ۱۲ (ص ۲۷) کفایہ گنجی ص ۳۱ (ص ۹۱ باب ۱۱)؛ المواھب اللدنیہ (ج ۳ ص ۳۵۸)؛ غرائب القرآن (مجلد ۱۱ ج ۲۵ ص ۳۵)؛ شرح المواھب زرقانی ج ۷ ص ۳، ۲۱؛ صواعق محرقہ ص ۱۰۱، ۱۳۵ (ص ۱۷۰، ۲۲۷)؛ احیاء المیت سیوطی مطبوع برحاشیہ الاتحاف ص ۲۳۹؛ نور الابصار ص ۱۱۲ (ص ۲۲۷)؛ الاسعاف مطبوع برحاشیہ نور الابصار ص ۱۰۵۔

۲۔ وسیلۃ المتعبدین ج ۵ ص ۱۹۹؛ ذخائر محب طبری ص ۲۵، صواعق محرقہ ص ۱۰۲، ۱۳۶ (۱۷۱، ۲۲۸)

۳۔ کفایہ گنجی ص ۳۶ (ص ۹۰ باب ۱۱)

منہ جہنم میں جائے گا۔ پھر آیۂ مودت کی تلاوت فرمائی۔(۱)

احمد اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے آیہ "ومن یقترف حسنه" کا مطلب آل محمدؐ کی مودت کو بتایا ہے۔(۲)

ابوالشیخ ابن حیان نے اپنی کتاب "الثواب" میں واحدی کے طریق سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: ہم آل حم، ہیں صرف مومن ہی ہماری مودت کا تحفظ کرے گا، پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی: **قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی**۔(۳)

ابوطفیل نے امام حسنؑ کے خطبے کی حکایت کی ہے: حمد وثنائے الٰہی، رسولؐ، وصی رسولؐ، صدیقین و شہداء پر صلوٰت کے بعد فرمایا: لوگو! تم سے ایسا شخص جدا ہو گیا جس سے اول و آخر میں کوئی بھی سبقت نہیں لے گیا، رسولؐ نے علم عطا فرمایا اور جبریل و میکائیل نے دائیں بائیں ان کی مدد کی اور خدا نے فتح عطا فرمائی۔ خدا نے ان کی روح اس رات قبض فرمائی جس رات وصی موسیٰ کی روح قبض کی اور اسی رات روح کو بلند کیا جس رات عیسیٰ کو بلند کیا تھا، یہ وہی رات ہے کہ خدا نے فرقان نازل فرمایا، بخدا! انہوں نے سونا، چاندی کچھ نہ چھوڑا، اپنے بیت المال میں صرف ساڑھے سات سو درہم ام کلثوم کے لئے خادم خریدنے کی غرض سے چھوڑا ہے۔

پھر فرمایا: "جو مجھے پہچانتا ہے پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ سن لے، میں حسن بن علیؑ ہوں۔ پھر آیۂ قرآنی تلاوت فرمائی: ﴿**واتبعت ملة آبائی ابراهیم اسحاق و یعقوب**﴾(۴) میں اپنے

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ابن عساکر (ج۱۲ ص۱۴۳)؛ شواهد التنزیل حسکانی (ج۲ ص۲۰۳ حدیث ۸۳۷)؛ کفایۃ الطالب ص۷۸؛ (ص۳۱۷ باب/۸۷)

۲۔ فضائل الصحابہ (ج۲ ص۶۶۹ حدیث ۱۱۴۱)؛ احیاء المیت مطبوع بر حاشیہ الاتحاف ص۲۳۹؛ مناقب ابن مغازلی (ص۳۱۶)؛ الرشفۃ ص۲۳؛ الشرف المؤبد ص۹۵ (ص۱۹۹)؛ الفصول ص۱۳ (ص۲۷)؛ صواعق محرقہ ص۱۰۱ (ص۱۷۰) درمنثور ج۶ ص۷ (ج۷ ص۳۴۸)

۳۔ صواعق محرقہ ص۱۰۱، ۱۳۶ (ص۱۷۰، ۲۲۸)؛ جواہر العقدین (ص۲۳۸)

۴۔ (یوسف/۳۸)۔

آباء واجداد ابراہیمؑ، اسحقؑ، یعقوبؑ کی پیروی کرتا ہوں، میں فرزند بشیر ونذیر، فرزند پیغمبر ہوں، میں فرزند نمائندۂ الٰہی ہوں، فرزند سراج منیر ہوں، میں فرزند رحمۃ للعالمین، میں اہل بیتؑ کی فرد ہوں، جسے خدا نے اچھی طرح پاک کیا، میں اہل بیتؑ کی فرد ہوں جسکی مودت فرض ہے اور خدا نے آیۂ مودت نازل فرمائی''۔

زرندی کے الفاظ ہیں: ''میں اہل بیتؑ کی فرد ہوں جس کے یہاں جبرئیل آتے جاتے رہے، میں اہل بیتؑ کی فرد ہوں جس کی مؤدت ہر مسلمان پر فرض ہے اور ہمارے ہی بارے میں ''**قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی** '' و''**و من یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا** '' نازل ہوئی ہے اور آیۂ ''**و من یقتر ف حسنۃ** '' میں اقتراف حسنہ ہم اہل بیتؑ کی مودت ہے''۔(۱)

تفسیر طبری میں ابو دیلم سے مروی ہے: سید سجادؑ اسیر ہو کر دروازۂ دمشق پر پہونچے تو ایک شخص نے کہا: اس خدا کا شکر جس نے تمہیں قتل کر کے فتنہ ختم کیا۔ سید سجادؑ نے فرمایا: کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ کہا: ہاں! فرمایا: کیا آل حم بھی پڑھا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: کیا تم نے آیہ مودت نہیں پڑھی؟ بولا: کیا تم ہی رسولؐ کے قرابتدار ہو؟ فرمایا: ہاں۔(۲)

طبری نے اپنی تفسیر میں سعید بن جبیر اور عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ کے قرابتدار سے مراد فاطمہؑ ہیں۔ ان دونوں راویوں کے علاوہ سدی سے ابو حیان نے اپنی تفسیر میں اور سیوطی نے درمنثور میں نقل کیا ہے۔(۳)

فخر الدین رازی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ آل محمدؐ وہی ہیں جن کا معاملہ رسولؐ کے سپرد ہے اور

۱۔ درر السمطین (ص۱۴۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۴ص۱۱ (ج۱۶ص۳۰ خطبہ/۳۱)؛ مجمع الزوائد ھیثمی ج۹ص۱۴۶؛ الفصول ابن صباغ ص۱۲۶ (ص۱۵۹، ۱۵۸)؛ کفایہ گنجی ص۳۲ (ص۹۳ باب ۱۱)؛ صواعق محرقہ ص۱۰۱، ۱۳۶ (ص۱۷۰۔۲۲۸)؛ نزھۃ المجالس ج۲ص۲۳۱؛ الرشفۃ حضرمی ص۴۳؛ مقاتل الطالبین (ص۶۲)؛ سنن نسائی (ج۵ص۱۱۲ حدیث/۸۴۰۸)

۲۔ تفسیر طبری ج۲۴ص۱۶ (مجلد ۱۳ ۲۵ص۲۵)؛ تفسیر ثعلبی (تفسیر سورۂ شورہ آیہ/۲۳)؛ تفسیر ابو حیان ج۷ص۵۱۶؛ درمنثور ج۶ص۷ (ج۷ص۳۴۸)؛ صواعق محرقہ ص۱۰۱، ۱۳۶ (ص۱۷۰، ۲۸۸)؛ شرح المواھب زرقانی ج۷ص۲۰

۳۔ تفسیر طبری ج۲۴ص۱۶، ۱۷

جس کا تعلق شدید اور کامل تر ہو وہ آل ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فاطمہؑ، علیؑ و حسنینؑ کا تعلق رسولؐ سے استوار ترین ہے اور جب یہ بات مسلم و متواتر طریقہ سے معلوم ہوگئی تو ان کا آل ہونا بھی ثابت ہوگیا (۱) ۔ مناوی، حافظ زرندی سے روایت کرتے ہیں: تمام علماء و مجتہدین اور ہادیان برحق ولایت آل محمدؐ سے سرشار ہیں کیونکہ خدا نے آیۂ مودت اتاردی ہے۔ (۲)

ابن حجر کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری نے کہا: '' وقفوهم انهم مسئولون'' کا مطلب ہے کہ ولایت علیؑ پوچھی جائے گی۔ یہی واحدی کہتے ہیں کہ کیونکہ خدا نے حکم دیا کہ تمام لوگوں سے کہہ دیں کہ تبلیغ رسالت کا اجر صرف مودة القربیٰ ہے، ان سے یہی پوچھا جائے گا، حق موالات اولیاء جس کی وصیت رسول نے کی تھی اسے ضائع کیا۔ (۳)

صواعق میں ابن عربی کا شعر درج ہے: (۴)

رأيت ولائي آل طه فريضة ... على رغم اهل البعد يورثني القربا
فما طلب المبعوث اجرا على الهدى ... بتبليغه الا المودة فى القربى

ابن صباغ نے کسی کے اشعار لکھے ہیں: (۵)

هم العروة الوثقى لمعتصم بها ... مناقبهم جائت بوحی و انزال
مناقب فى شورى و سورة هل اتى ... وفى سورة الاحزاب يعرفها التالى
و هم آل بيت المصطفىٰ فوداهم ... على الناس مفروض بحكم و اسجال

ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے:

و هم القوم من اصفاهم الود مخلصا ... تمسك فى اخراه بالسبب الاقوى
هم القوم فاقوا العالمين مناقبا ... محاسنهم تجلى و آثارهم تروى

۱۔ تفسیر رازی ج۷ ص۳۹۰ (ج۲۷ ص۱۶۶)
۲۔ (نظم درر السمطین ص۱۰۹)
۳۔ صواعق محرقہ ص۸۹ (۱۴۹)
۴۔ صواعق محرقہ ص۱۰۱ (۱۷۰)
۵۔ الفصول ص۱۳ (ص۲۸۔۲۷)

موالاتهم فرض و حبهم هدی　　و طاعتهم ودّ وودّ هم تقویٰ

شبلنجی نے ابن جبیر کے اشعار لکھے ہیں: (۱)

احب النبی المصطفی و ابن عمه　　علیا و سبطیه و فاطمة الزهراء

هم اهل بیت اذهب الرجس عنهم　　و اطلعهم افق الهدیٰ انجماًزهرا

موالاتهم فرض علی کل مسلم　　و حبهم اسنی الذخائر للاخریٰ

و ما انا للصحب الکرام لمبغض　　فانی اری البغضاء فی حقهم کفراً

عبدی کا شعر

و هم الصراط فمستقیم　　فوقه ناج و ناکب

ثعلبی نے ''الکشف والبیان'' میں'' اهدنا الصراط المستقیم'' کے ذیل میں مسلم بن حیان کے توسط سے ابو ہریرہ کا قول نقل کیا ہے: ''وہ محمدؐ وآل محمدؐ کا راستہ ہے''۔ (۲) ابن عباس کہتے ہیں: لوگو! یوں کہو کہ ہمیں محبت اہل بیتؑ کی ہدایت فرما۔ (۳)

فرائد حموینی میں ہے کہ حضرت علیؑ نے اس آیت ''ان الذین لا یومنون بالآخرة عن الصراط لناکبون '' کے بارے میں کہا: ہم اہل بیتؑ کی ولایت ہی صراط ہے۔ (۴)

مناقب خوارزمی میں ہے: صراط دو ہیں: ایک دنیا میں دوسرا آخرت میں۔ صراط دنیا علیؑ ہیں اور صراط آخرت ''پل صراط'' ہے جو صراط دنیا کو پہچان لے گا وہ صراط آخرت سے آسانی سے گذر جائے گا، اس کی وضاحت حدیث رسولؐ سے ہوتی ہے، فرمایا: پل صراط پر وہی ثابت قدم رہے گا جو میرے اہل بیتؑ واصحاب کی شدید محبت میں گرفتار ہو۔ (۵)

۱۔ نور الابصار ص ۱۳ (۲۳۲۔۳۳۳)　　۲۔ تفسیر کشف والبیان تفسیر آیہ ۶ الحمد

۳۔ تفسیر وکیع　　۴۔ فرائد السمطین (ج ۲ ص ۳۰۰ حدیث ۵۵۶)

۵۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲ ص ۳۰۲ نمبر ۱۷۹۱)؛ صواعق محرقہ ص ۱۱۱ (ص ۱۸۷)

حموینی نے صادق آل محمد کا قول نقل کیا ہے: ''ہم خیرۃ اللہ، طریقہ واضح اور صراط مستقیم ہیں۔(۱)
جو خدا کے راہ مستقیم سے وابستہ ہوا اس نے راہ خدا کو پالیا''۔ جیسا کہ ابو سعد نے حدیث رسولؐ بیان کی:
میں اور اہل بیتؑ درخت جنت ہیں، اس کی شاخ دنیا میں ہے جو اس سے وابستہ ہوا، راہ خدا پا گیا۔(۲)

عبدی نے صدیقہ کا لفظ استعمال کیا ہے یہ زبان رسولؐ سے دیا گیا فاطمہؑ کا لقب ہے، حضرت علی نے فرمایا: رسولؐ نے کہا: مجھے تین باتیں ایسی عطا ہوئی ہیں کہ کسی کو بھی نہیں عطا ہوئیں، میرے جیسا داماد کسی کو عطا نہیں کیا گیا، فاطمہؑ صدیقہ جیسی میری بیٹی تمہیں زوجہ ملی اور تمہیں حسنؑ و حسینؑ جیسے تمہارے صلب سے میرے فرزند عطا ہوئے، تم مجھ سے ہو میں تم سے ہوں۔(۳)

عائشہ سے مروی ہے: میں نے فاطمہؑ سے زیادہ صادق لہجہ والی عورت نہیں دیکھی مگر یہ کہ انہیں کے والد جو انہیں کی طرح صادق اللہجہ ہیں اور یہ انہیں کی بیٹی ہیں۔(۴)

عبدی نے صدیق کا بھی لفظ استعمال کیا ہے جس سے مراد علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور آپ کا یہ مخصوص لقب ہے۔

ریاض محبّ طبری میں ہے کہ رسولؐ نے آپ کا نام صدیق رکھا۔(۵) خجندی نے کہا ہے کہ آپ کا لقب صدیق اکبر اور یعسوب الامۃ ہے، اس سلسلے میں بے شمار روایات ہیں:

۱۔ ابن نجار و احمد نے مناقب میں ابن عباس سے مروی حدیث رسولؐ لکھی ہے: ''صدیق تین ہیں: حزقیل مومن آل فرعون، حبیب نجار آل یٰسین، علی بن ابی طالبؑ اور علیؑ ان میں افضل ہیں''۔(۶)

۱۔ فرائد السمطین (ج۲ص۲۵۴ حدیث ۵۲۳ باب ۴۸)   ۲۔ شرف النبوۃ (ص۲۵۱)؛ ذخائر العقبیٰ ص۱۶

۳۔ ریاض النضرۃ ج۲ص۲۰۲ (ج۳ص۱۵۲)

۴۔ حلیۃ الاولیاء، ج۲ ص۴۲؛ استیعاب ج۴ ص ۳۷۸۔۳۷۷ (القسم الرابع ص ۱۸۹۶ نمبر ۴۰۵۷)؛ ذخائر العقبیٰ ص ۴۴؛ تقریب الاسانید و شرح ج۱ص۱۵۰؛ مجمع الزوائد ج۹ص۲۰۱...ہیثمی کے بقول سارے راوی معتبر ہیں۔

۵۔ الریاض النضرۃ (ج۳ص۹۵۔۹۴)

۶۔ مناقب علی (ص۱۳۱ حدیث ۱۹۴)؛ معرفۃ الصحابۃ ابونعیم (ج۱ص۳۰۲)؛ تاریخ ابن عساکر (ج۱۲ص۱۳۱)؛ ریاض طبری ج۲ص۱۵۴ (ج۳ ص۹۴)؛ کفایہ گنجی ص۴۷ (ص۱۲۴ باب ۲۴)؛ کنز العمال ج۶ص۱۵۶ (ج۱۱ص۶۰۱ حدیث ۳۲۸۹۷)؛ صواعق ابن حجر ص۴۷ (۱۲۵)

۲۔رسولؐ نے فرمایا: یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا، قیامت میں سب سے پہلے مصافحہ کرے گا ،صدیق اکبر اور اس امت کا فاروق ہے، حق و باطل میں فرق کرے گا ، یہ یعسوب المومنین ہے، یہ میری طرف آنے کا دروازہ ہے، میرا خلیفہ ہے میرے بعد.....۔(۱)

۳۔ابن عباس سے اور ابوذر سے مروی ہے: میں نے رسول کو فرماتے سنا: یا علیؑ تم صدیق اکبر اور فاروق ہو، حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے۔بعض میں یعسوب المومنین کا بھی اضافہ ہے۔(۲)

ابن ابی الحدید نے ابو رافع کا بیان نقل کیا ہے: جب ہم ابوذرؒ کو ربذہ جاتے ہوئے الوداع کہنے آئے تو انہوں نے مجھ سے اور میرے ہمراہ موجود تمام لوگوں سے کہا: جلد ہی فتنہ ظاہر ہوگا خدا سے ڈرنا اور اپنے بزرگ علی بن ابی طالبؑ کی پیروی کرنا کیونکہ میں نے رسول کو فرماتے سنا: اے علیؑ! تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے ، آخرت میں سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرو گے، تم صدیق اکبر، حق و باطل میں فرق کرنے والے فاروق ،تم یعسوب مومنین ہو ، کافروں کا یعسوب مال ہے، تم میرے بھائی ، وزیر ، پسماندگان میں بہترین ، میرا وعدہ وفا کرنے والے ہو۔(۳)

۴۔رسولؐ نے فرمایا: معراج میں مجھ سے رب نے فرمایا: اپنی امت میں کس کو خلیفہ بنا کے آئے ہو؟ میں نے عرض کی: خدایا! تو جانتا ہے۔خدا نے فرمایا: میں نے تجھے رسالت کے لئے چن لیا، اپنے نفس کے لئے اصطفیٰ کیا، تو میرا نبی ہے، میری بہترین مخلوق ہے۔پھر صدیق اکبر، طاہر، مطہر جسے میں نے تیری طینت سے خلق کیا، تیرا وزیر بنایا، وہ تیرے سبطین ، دونوں سید، دونوں شہید، دونوں طاہر، دونوں جوانان جنت کے سردار کا باپ ہے، اس کی زوجہ تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہے، تم درخت ہو علیؑ شاخ ہے فاطمہؑ پتی ، حسنینؑ پھل ہیں ، ان دونوں کو طینت علیین سے پیدا کیا اور تمہارے شیعوں کو تم سے

۱۔المعجم الکبیر طبرانی (ج۶ ص۲۶۹ حدیث۶۱۸۴)؛ بیہقی، عدنی، کنز العمال ج۶ ص۵۶ (ج۱۱ ص۶۱۶ ح۳۲۹۹۰) کفایہ گنجی ص ۷۹(ص۱۸۷ باب۴۴)، مجمع الزوائد ج۹ ص۱۰۲؛ تاریخ ابن عساکر (ج۱۲ ص۱۳)

۲۔ریاض محب طبری ج۲ ص۱۵۵ (ج۳ ص۹۶)؛ فرائد حموینی باب۲۴ (ج۱ ص۱۴۰ حدیث ۱۰۲، ۱۰۳)؛ شمس الاخبار ص۳۵ (ج۱ ص۹۴)

۳۔شرح نہج البلاغہ ج۳ ص۲۵۷ (ج۱۳ ص۲۲۸ خطبہ ۲۳۸)؛ المواقف قاضی ایجی ج۳ ص۲۷۶ (ص۴۰۹)؛ نزھۃ المجالس صفوری ج۲ ص۲۰۵

پیدا کیا، اگر ان شیعوں کی ناک پر تلوار سے بھی ضرب لگائی جائے تب بھی ان کی محبت میں اضافہ نہ ہوگا ۔میں نے پوچھا: خدایا! صدیق اکبر کون ہے؟ فرمایا: تیرا بھائی علی بن ابی طالبؑ ۔(۱)

۵۔حضرت علیؑ نے فرمایا: میں بندۂ خدا، رسولؐ کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں، میرے بعد یہ دعویٰ صرف جھوٹا ہی کرے گا، میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔(۲)

طبقات شعرانی میں ہے: علیؑ نے فرمایا: میں صدیق اکبر ہوں، میرے بعد جھوٹا ہی یہ دعوی کرے گا۔(۳)

۶۔معاذہ کہتے ہیں کہ علیؑ نے منبر بصرہ پر کہا: میں صدیق اکبر ہوں، میں ابوبکر سے قبل اسلام و ایمان لایا۔(۴)

عبدی کا شعر

اسماهما قرنا علی سطر بظل العرش راتب

خطیب بغدادی کی تاریخ میں ابن عباس سے مروی حدیث رسولؐ ہے کہ میں نے شب معراج

۱۔شمس الاخبار ص۳۳ (ج۱ص۸۹)

۲۔خصائص نسائی ص۳ (ص۲۵ حدیث/۷)؛ مستدرک حاکم ج۳ص۱۱۲ (ج۳ص۱۲۱ حدیث۴۵۸۴)؛ معرفت ابونعیم (ج۱ص۳۰۱)؛ سنن ابن ماجہ ج۱ص۵۷ (ج۱ص۴۴ حدیث۱۲۰)؛ تاریخ طبری ج۲ص۲۱۳ (ج۲ص۳۱۰)؛ کامل بن اثیر ج۲ص۲۲ (ج۱ص۴۸۴)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱۳ص۲۵۷ (ج۳ص۲۰۰ خطبہ۲۳۸)؛ ذخائر طبری ص۶۰؛ ریاض طبری ج۲ ص۱۵۵۔۱۵۸،۱۶۷ (ج۳ص۹۶۔۱۰۰)؛ فرائد حموینی باب نمبر/۴۹ (ج۱ص۲۴۸ حدیث۱۹۲)؛ جمع کنز العمال ج۶ص۳۹۴ (ج۱۳ص۱۲۲ حدیث۳۶۳۸۹)

۳۔طبقات شعرانی ج۲ص۵۵ (ج۲ص۶۰ نمبر۳۱۵)

۴۔معارف ابن قتیبہ ص۷۳ (ص۱۶۹)؛ ذخائر محب طبری ص۵۸؛ ریاض النضرہ طبری ج۳ص۱۵۵۔۱۵۷ (ج۳ص۹۵۔۹۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۳ص۲۵۱،۲۵۷ (ج۱۳ص۲۰۰،۲۲۸ خطبہ۲۳۸)؛ جمع الجوامع منقول از کنز العمال ج۶ص۴۰۵ (ج۱۳ص۱۶۴ حدیث۳۶۴۹۸)۔

باب جنت پر مکتوب دیکھا: "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی حبیب اللہ والحسن و الحسین صفوۃ اللہ فاطمۃ خیرۃ اللہ "ان کے دشمن پر خدا کی لعنت۔(۱)

عبدی کا شعر

کان الالہ ولیھا و امینہ جبریل خاطب

اس شعر میں عقد فاطمہؑ وعلیؑ کی طرف اشارہ ہے، جابر بن سمرہ سے مروی ہے، رسولؐ نے فرمایا: لو گو! یہ علی بن ابی طالبؑ ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ میں نے اپنی بیٹی کا عقد کیا ہے؟ اکثر اشراف قریش نے اس شادی کی خواستگاری کی لیکن میں نے خدا سے لو لگائی۔ جبریل ۲۴ رمضان کو نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! علی اعلیٰ تمہیں سلام کہتا ہے تمام ملائکہ و روحانیوں، وادی افیح میں شجر طوبیٰ کے نیچے جمع ہوئے ہیں، تم فاطمہؑ وعلیؑ کا عقد پڑھ دو، میں نے خطبہ پڑھا خدا ولی ہے"۔(۲)

خطیب وغسانی عبداللہ بن مسعود کی روایت نقل کرتے ہیں کہ عقد کی صبح فاطمہؑ کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا۔ رسولؐ نے پوچھا: اے فاطمہؑ میں نے تیرا عقد ایسے مرد سے کیا ہے جو دنیا میں سردار اور آخرت میں صالح ہے، جب تمہیں علیؑ کے حوالے کرنے کا ارادہ کیا تو خدا نے جبریل کو حکم دیا کہ آسمان چہارم پر بیٹھیں، فرشتوں نے صف باندھی، جبریل نے خطبہ پڑھا اور خداوند عالم نے علیؑ سے تمہارا نکاح کر دیا، پھر درخت بہشت کو حکم ہوا کہ آرائش و زیور سے بار آور ہو اور فرشتوں پر نچھاور کرے۔ ہر ایک نے زیادہ سے زیادہ لوٹنے کی کوشش کی تاکہ روز قیامت اس پر ناز کرے۔(۳)

ام سلمہ کہتی ہیں کہ فاطمہؑ دوسری عورتوں کے مقابلے میں ناز فرماتی تھیں کہ میں پہلی عورت ہوں کہ جس کا عقد جبریل نے پڑھا۔ گنجی نے مذکورہ روایت نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث عالی السند ہے، ہم نے

۱۔ تاریخ خطیب ج۱ص ۲۵۹؛ مناقب خوارزمی ص۲۴۰ (ص۳۰۲ حدیث ۲۹۷)

۲۔ کفایۃ الطالب ص۱۶۴ (ص۳۰۰ باب ۷۹)

۳۔ تاریخ خطیب بغدادی ج۴ص ۱۲۹؛

اسے بہترین (اور کمترین سلسلہ سند کے ساتھ) نقل کیا ہے۔(۱)

صفوری نزھۃ المجالس ج۲ص ۲۲۵ پر لکھتے ہیں: جبریل نے رسولؐ سے بتایا کہ خدا نے رضوان کو حکم دیا کہ منبر کرامت بیت معمور پر نصب کرے، راحیل فرشتے کو حکم دیا کہ اس پر حمد وثنائے الٰہی کرے۔ اس طرح میں نے سرور ونشاط کے ماحول میں عقد زہرا پڑھا، جس کے الفاظ تھے: میں نے اپنی کنیز فاطمہؑ بنت محمدؐ کو علیؑ کے ازدواج میں منسلک کیا اور فرشتوں کو اس پر گواہ بنایا، نیز اسے پارچۂ حریر پر لکھ کر مہر مشک لگا کر رضوان کے حوالے کرتا ہوں۔

اس سلسلے میں بے شمار اخبار وروایات ہیں۔

عبدی کا شعر

والمهر خمس الارض مو هبة تعالت فی المواهب

اس شعر میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جسے حموینی نے فرائد میں نقل کیا ہے:

رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! زمین خدا کے لئے ہے وہ اپنے جس بندے کو چاہے عطا کرے، اس نے مجھے وحی فرمائی کہ میں عقد فاطمہؑ زمین کے پانچویں حصے کے مہر پر پڑھ دوں، اب جو شخص بھی تم سے دشمنی رکھے اس کے لئے زمین پر چلنا پھرنا حرام ہے۔(۲)

عبدی کا شعر

ونهابها من حمل طوبیٰ طيبت تلك المناهب

اس شعر میں بلال بن حمامہ سے مروی حدیث کی طرف اشارہ ہے:

ایک دن رسول خداؐ ہم لوگوں کے سامنے مسکراتے چہرے کے ساتھ تشریف لائے، آپ کا چہرہ

۱۔ کفایہ گنجی ص۱۵۶ (ص۳۰۱ باب ۸۰)؛ محب الدین طبری نے بھی ذخائر العقبیٰ ص۳۲ پر نقل کیا ہے۔

۲۔ فرائد حموینی باب/۱۸ (ج۱ص۹۵ح/۶۴)

چاند کی طرح درخشاں تھا، عبدالرحمٰن بن عوف نے پوچھا: یا رسول اللہؐ! یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا: یہ اس بشارت پروردگار کی وجہ سے ہے کہ میں اپنی بیٹی کا عقد اپنے بھائی اور اپنے ابن عم سے کر دوں، خازن جنت رضوان کو حکم ہوا کہ شجر طوبیٰ کو ہلائے، شجر طوبیٰ سے شیعیان اہلبیتؑ کے برابر پتے گرائے، ہر ایک میں جہنم سے نجات کا پروانہ درج ہے، جب قیامت میں فرشتے لوگوں کو بلائیں گے تو ہر محب اہلبیتؑ کے ہاتھ میں وہ پروانہ ہوگا، اس طرح فاطمہؑ وعلیؑ میری امت کو جہنم سے نجات دلانے والے ہیں۔ (۲)

ملاعبداللہ کی کتاب ''سیرت'' میں انس سے روایت ہے کہ ہم مسجد میں رسولؐ کے ساتھ بیٹھے تھے، آپ نے علیؑ سے فرمایا: یہ جبریل مجھے آگاہ کر رہے ہیں کہ میں تمہارا نکاح فاطمہؑ سے کر دوں، اس پر چالیس ہزار فرشتے گواہ ہیں، شجر طوبیٰ کو حکم ہوا کہ یاقوت وموتی نثار کرے، حوروں نے ان یاقوت اور موتیوں کو طبق میں جمع کر لیا ہے، وہ انہیں قیامت میں ایک دوسرے کو تحفے میں پیش کریں گی۔ (۳)

عبدی کے اشعار:

''اے میرے سردار، اے فرزند علیؑ، اے آل طہ، اے آل صاد!! تمہاری برابری کون کرسکتا ہے کیونکہ تم زمین پر خدا کے نمائندے ہو، تم ہدایت کے وہ ستارے ہو کہ خدا ہر رہرو کو تمہاری طرف اشارہ کرتا ہے، اگر تم نہ ہوتے تو ہم گمراہ ہو جاتے، ہدایت گمراہی سے مشتبہ ہو جاتی، میں اپنی تمام عمر تمہاری محبت میں موالات کا دم بھرتا ہوں اور تم سے نفرت کرنے والوں کو دشمن رکھتا ہوں، میرا توشۂ آخرت صرف تمہاری محبت ہے اور یہ بہترین توشہ ہے اور اسی پونجی پر مجھے حشر میں بھروسہ ہے، تمہاری دوستی اور تم سے نفرت کرنے والوں سے برأت میرا اعتقاد ہے''۔

۱۔ تاریخ خطیب بغدادی ج ۴ ص ۲۱۰، اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۶ (ج ۱ ص ۲۴۲ نمبر ۴۹۲)، الفصول المھمہ (ص ۲۶)، مناقب خوارزمی (ص ۳۴۱ حدیث ۳۶۱)، صواعق محرقہ ص ۱۰۳ (ص ۱۷۳)، نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۵، رشفۃ الصادی ص ۲۸

۲۔ ذخائر محب طبری ص ۳۲، ریاض محب طبری ج ۲ ص ۱۸۴ (ج ۳ ص ۱۳۰)، نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۳

۳۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۶۹)

عبدی کے یہ بھی اشعار ہیں:

''خدا کے حکم سے آسمان پر مہذب وطہور فاطمہؑ کا عقد کیا گیا، خدا نے فاطمہؑ کا مہر آباد وغیر آباد زمین کے پانچویں حصے کو قرار دیا پس یہ بہترین مرد اور وہ بہترین معظّمہ اور مہر بہترین مہر ہے''۔(۱)

عبدی کے یہ اشعار بھی ہیں:

''جس وقت فاطمہؑ گریاں اور نالاں خدمت پیغمبرؐ میں آئیں اور کہا کہ عورتیں مجھ پر طعن کر رہی ہیں کہ نبیؐ نے تمہیں مفلس وفقیر کے حوالے کر دیا، رسولؐ نے فرمایا: فاطمہؑ صبر کرو، خدا کا شکر بجالاؤ کہ تم نے علیؑ کی وجہ سے عظیم بزرگی پائی، حکم خدا سے جبریل نے آسمان پر بلند آواز سے پکارا اور فرشتے گرد آگئے، بیت المعمور میں جمع ہو گئے، جبریل نے خطبہ پڑھا، حمد وثنائے الٰہی بجالائے، خدا نے فرمایا: زمین کا پانچواں حصہ مہر فاطمہؑ ہے، بقیہ دوسری مخلوقات کا ہے، اس وقت درخت طوبیٰ نے مشک وعنبر حوروں پر نثار کیا''۔

اذ اتتــه البتـول فـاطـم تبكـي   و تــوالـي شهيقهـا والـزفيـرا

خطیب بغدادی نے فاطمہؑ کے گریاں ونالاں خدمت رسولؐ میں آنے کا واقعہ لکھا ہے، ابن عباس کا بیان ہے کہ جب رسولؐ نے فاطمہؑ کا نکاح علیؑ سے کیا تو فاطمہؑ نے کہا کہ آپ نے میرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو فقیر ومفلس ہے، رسولؐ نے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ خدا نے اہل زمین میں مجھے اور تیرے شوہر کو منتخب فرمایا ہے۔(۲)

نزھۃ المجالس میں ہے کہ فاطمہؑ نے شب عروس گریہ کیا، رسولؐ نے وجہ پوچھی تو عرض کی کہ آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا پرست نہیں ہوں لیکن سوچتی ہوں کہ علیؑ آئیں گے اور پوچھیں گے کہ اپنے ساتھ کیا

۱۔اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۶۹)

۲۔تاریخ خطیب ج۴ص۱۹۵، مستدرک حاکم ج۳ص۱۲۹ (ج۳ص۱۴۰ احدیث ۴۶۴۵)، مجمع الزوائد ج۹ص۱۱۲، جمع الجوامع سیوطی منقول از کنز العمال ج۶ص۳۹۱ (ج۱۳ص۱۰۸ حدیث ۳۶۳۵۵)

لائی ہو؟

فرمایا: مطمئن رہو علیؑ ہمیشہ راضی برضا رہتے ہیں۔ نزدیک ہی ایک یہودی لڑکی کی شادی ہوئی تھی ، وہ دولتمند تھی اور عورتوں کو شادی میں مدعو کیا تھا، انہوں نے لباس فاخرہ پہنے اور کہا کہ ذرا چل کے دختر محمد کی محتاجی کا تماشہ بھی دیکھیں، انہوں نے مدعو کیا تو جبریل جامۂ بہشت لے کر آئے ، فاطمہؑ اسے پہن کر فخریہ انداز میں یہودی عورتوں کے درمیان پہونچیں، چاروں طرف نور پھیل گیا، عورتوں نے پوچھا: یہ لباس کہاں سے ملا؟ فرمایا: میرے والد ماجد نے دیا۔ پوچھا: تمہارے والد کہاں سے لائے؟ جواب دیا: جبریل سے۔ پوچھا: وہ کہاں سے لائے تھے؟ کہا: بہشت سے۔ یہ سن کر تمام عورتیں مسلمان ہو گئیں۔ ان کے شوہروں میں سے بھی جو مسلمان ہو گئے ان کے ساتھ عورتیں باقی رہیں جو مسلمان نہیں ہوئے ان سے عورتیں الگ ہو گئیں۔ (۱)

عبدی کے دو شعر:

کان یقول: یا دنیا غری سوای فلست من الغرور

لم تشتمل قلبه الدنیا بزخرفها بل قال غری سوای کل محتقر (۲)

ان دونوں شعروں میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں ضرار بن ضمرہ کنانی نے معاویہ کے سامنے اوصاف علیؑ بیان کئے: میں نے علیؑ کو ایک رات دیکھا کہ ریش اقدس ہاتھ میں لئے مار گزیدہ کی طرح تڑپ رہے ہیں، فرماتے تھے: اے دنیا! کسی دوسرے کو دھوکا دے، افسوس میں نے تجھے تین طلاق دے دی ہے، اب رجوع کی گنجائش کہاں؟ تیری مدت کم، عیش مختصر اور خطرات بے اندازہ ہیں۔ (۳)

۱۔ نزهة المجالس ج۲ ص۲۲۶

۲۔ اعیان الشیعه (ج۷ ص۲۶۹

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج۱ ص۸۴، استیعاب (القسم الثالث ص۱۱۰۸ نمبر ۱۸۵۵)، تاریخ ابن عساکر ج۷ ص۳۵ (ج۸ ص۴۷، مختصر تاریخ دمشق ج۱۱ ص۱۵۸)

عبدی کے اشعار:

''جس وقت لوگ رسولؐ کے دولت سرا میں آئے اور پاک طینت علیؑ، رسولؐ کی جوتیاں ٹانک رہے تھے، پوچھا: اگر کوئی حادثہ واقع ہو جائے تو آپ کا جانشین کون ہوگا جس کی طرف ہم رجوع کریں؟ رسولؐ نے فرمایا: میرا وہ خلیفہ ہوگا جو میری جوتی ٹانک رہا ہے، پاک نفس، دانا اور پارسا ہے''۔(۱)

شاعر نے اس میں حدیث ام سلمہ کی طرف اشارہ کیا ہے، جنگ جمل کا واقعہ رونما ہوا تو ام سلمہ نے عائشہ سے کہا: تمہیں یاد ہے کہ ہم اور تم ایک سفر میں ہمراہ تھے، علیؑ کے ذمے رسولؐ کی جوتیاں ٹانکنے اور کپڑے دھونے کا کام سپرد تھا، اتنے میں تمہارے باپ اور عمر آئے، پیغمبرؐ سے کہا: ہم نہیں جانتے کہ کیا واقعہ پیش آئے، کاش ہم جانتے کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا؟ رسولؐ نے فرمایا: میں جانتا ہوں اگر تمہیں پہنچوا دوں تو تم لوگ اس سے الگ ہو جاؤ گے جس طرح لوگ جانشین موسیٰ، ہارونؑ سے الگ ہو گئے تھے۔ وہ دونوں خاموش ہو گئے اور واپس چلے گئے۔ جب ہم تم واپس آئے تو تم گستاخ تھی تم نے رسولؐ سے پوچھا: آپ کا جانشین کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: میری جوتیاں ٹانکنے والا۔ ہم تم باہر آئے تو علیؑ کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔ تم نے رسولؐ سے کہا: وہاں تو صرف علیؑ ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہی میرا جانشین ہے۔ عائشہ نے کہا: ہاں! مجھے یاد آ گیا۔ ام سلمہ بولیں: پھر علیؑ سے کیوں لڑنے پر آمادہ ہو؟ عائشہ نے کہا: لوگوں کی اصلاح کے لئے نکلی ہوں، خدا سے اجر کی امید وار ہوں انشاء اللہ.... ام سلمہ بولیں: اب تم جانو۔(۲)

عبدی نے مدح علی میں یہ اشعار کہے:

''اے وہ کہ فرشتے تجھ سے والہانہ محبت کرتے ہیں، خدا سے انہوں نے زیارت کی شکایت کی، خدا نے تیری شبیہ متعین کر دی کہ تیری زیارت کرتے رہیں''۔

یہ مدحیہ اشعار بھی ہیں:

۱۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۶۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۷۸ (ج ۶ ص ۲۱۸ خطبہ ۷۹)

''فرشتوں کی زیارت کے لئے خدا نے تیری تصویر متعین کر دی تا کہ فرشتوں کا گروہ اس تمثال کے اعتکاف میں مشغول رہے، یہ وہ مشاہدہ ہے جو رسولؐ کو شب معراج رفرف سے ہوا''۔(۱)

مذکورہ اشعار میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے بزرگ وثقہ راوی یزید بن ہارون نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: مجھے شب معراج آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے وہاں ایک فرشتے کو منبر نور پر جلوہ افروز دیکھا، تمام ملائکہ اس کا حلقہ کئے ہوئے تھے، میں نے جبریل سے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا کہ قریب جا کر دیکھ لیجئے۔ میں نے جا کر دیکھا کہ میرے بھائی اور ابن عم علیؑ ہیں، میں نے جبریل سے کہا: یہ علیؑ مجھ سے پہلے آسمان چہارم پر آگئے؟ جبریل نے کہا: نہیں! بات یہ ہے کہ فرشتوں نے خدا سے علیؑ سے والہانہ محبت کا شکوہ کیا اس لئے خدا نے اس فرشتے کو نوری پیکر میں تصویر علیؑ بنا دیا ہے ،فرشتے ہر جمعہ وشب جمعہ اس کی زیارت کرتے ہیں، ستر ہزار مرتبہ تسبیح وتقدیس کر کے اس کا ثواب دوستدار علیؑ کو ہدیہ کرتے ہیں۔(۲)

عبدی کے یہ اشعار بھی ہیں:

''زعم منافقین کے برخلاف بلند مرتبہ فاطمہؑ سے ان کا عقد ہوا اور زمین کا (۵/۱) مہر قرار پایا، واہ کیا مہر تھا''۔(۳)

یہ اشعار بھی ہیں:

کتنی ہی بار راہ خدا میں والہانہ پن کی وجہ سے موت کو نظر انداز کیا اور قیام حکم خدا کے لئے عمیق سمندروں کی گہرائی میں ڈوب گئے اور کتنی ہی راتیں تھیں جن میں نماز شب پڑھتے رہے اور کتنی ہی گرم صبحیں تھیں کہ حالت روزہ میں گذاریں۔

یہ اشعار بھی ہیں:

۱۔اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۷۱)

۲۔''کفایہ گنجی ص۵۱ (ص۱۳۲باب ۲۶) پر ہے کہ یہ حدیث حسن وعالی ہے، میں نے اسی سند کے ذریعہ نقل کیا ہے۔

۳۔اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۷۰)

''آپ عین اللہ ہیں اور آپ جنب اللہ ہیں کہ لوگوں نے آپ کے حق میں تقصیر کر کے جہنم کی بھڑکتی آگ مول لی، آپ کشتیٔ نجات اور ہدایت کے صراط مستقیم ہیں، پیاسے آپ ہی کے حوض پر وارد ہوں گے، آپ جسے چاہیں محروم کر دیں گے، آپ ہی وہ گذرگاہ (صراط) ہیں کہ جسے چاہیں گے جنت میں اور جسے چاہیں گے جہنم میں بھیج دیں گے''۔(۱)

ان میں بعض اشعار کی تشریح ہو چکی اب رہی حوض کوثر کی تشریح:

احادیث صحاح میں وارد ہے کہ قیامت میں حضرت علیؑ اپنے ہاتھوں سے دوستوں کو جام کوثر سے سیراب کریں گے اور منافقین و کفار کو دھتکار دیں گے:

۱۔ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: یا علیؑ! قیامت میں تمہارے ہاتھ میں جنت کا ایک عصا ہوگا جس سے منافقوں کو حوض کوثر سے دور بھگاؤ گے۔(۲)

۲۔عبداللہ بن اجارہ سے مروی ہے: امیر المومنینؑ منبر پر فرماتے تھے: میں ان ہاتھوں سے حوض رسول خداؐ سے اسی طرح منافقوں اور کافروں کو ہنکاؤں گا جس طرح اونٹ کو پانی پلانے والا اپنے حوض سے اجنبی اونٹوں کو ہنکاتا ہے۔(۳)

۳۔ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: اے علیؑ! تم قیامت میں لواء حمد کو لئے میرے آگے رہو گے اور لوگوں کو حوض کوثر سے ہنکاؤ گے۔(۴)

نیز کنز العمال میں ابن عباس نے حضرت عمر سے ایک طولانی حدیث کی روایت کی ہے، جس میں

۱۔اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۶۹)

۲۔المعجم الصغیر (ج۲ص۸۹)؛ ذخائر العقبی ص۹۱؛ ریاض النضرہ ج۲ص۲۱۱ (ج۳ص۱۶۳)؛ مجمع الزوائد ج۹ص۱۳۵؛ صواعق محرقہ ص۱۰۴ (ص۱۷۴)

۳۔احمد بن حنبل کی مناقب علیؑ (ص۲۰۰ حدیث ۲۷۹، فضائل الصحابہ حدیث ۱۱۵۷)؛ مجمع الزوائد ج۹ص۱۳۵؛ ریاض النضرۃ ج۲ص۲۱۱ (ج۳ص۱۶۳)؛ کنز العمال ج۶ص۴۰۳ (ج۱۳ص۱۵۷ حدیث ۳۶۴۸۴)

۴۔تاریخ ابن عساکر (ج۱۰ص۱۵۵)؛ جمع الجوامع سیوطی منقول از کنز العمال ج۶ص۴۰۰ (ج۱۳ص۱۴۵ حدیث ۳۶۴۹۵ ص ۱۱۷ح ۳۶۴۷۸)

رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: تم لواء حمد کو لئے میرے آگے رہو گے اور میرے دشمنوں کو حوض سے بھگاؤ گے۔

۴۔ علیؑ کے سلسلے میں خداوند عالم نے مجھے پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں: روز محشر حساب ہونے تک میرا سہارا ہوں گے، لواء حمد ان کے ہاتھ میں ہوگا، تمام بنی آدمؑ اس کے نیچے ہوں گے، حوض کوثر کے کنارے کھڑے ہوں گے اور میری امت کے افراد کو پہچان کر سیراب کریں گے.....۔(۱)

۵۔ رسولؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! میں نے خدا سے پانچ باتیں طلب کیں اور خدا نے مجھے عطا کیں، حشر میں اٹھوں تو تم میرے ساتھ رہو، موقع میزان پر تم میرے ساتھ رہو، کامرانی کا عظیم لواء حمد تمہارے ہاتھ میں جنت تک رہے، تم ہی اپنے ہاتھوں حوض کوثر سے سیراب کرو، قیامت میں لوگ جنت تک تمہاری قیادت میں جائیں، خدا کا شکر ہے کہ اس نے یہ تمام چیزیں عطا فرمائیں۔(۲)

۶۔ رسولؐ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں کو حوض کوثر سے ہنکار رہے ہو، وہاں ستاروں کے برابر صراحیاں رکھی ہوئی ہیں۔ میں، تم، حسنینؑ، فاطمہؑ، عقیل اور جعفرؑ بہشت میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہیں۔ تم اور تمہارے شیعہ جنتی ہیں۔(۳)

۷۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، روز قیامت تم میرے حوض کی حفاظت کرو گے اور اپنے عصا سے لوگوں کو اس طرح بھگاؤ گے جس طرح اجنبی اونٹ کو پانی کے چشمے سے بھگایا جاتا ہے۔ گویا میں حوض کوثر پر تمہارے مقام و مرتبہ کو دیکھ رہا ہوں۔(۴)

۸۔ علی ابن طلحہ کا بیان ہے کہ ہم حج کے لئے گئے تو امام حسنؑ سے ملنے مدینہ گئے، ہمارے ساتھ

۱۔ احمد بن حنبل کی مناقب علی (ص۱۸۲؛ فضائل الصحابہ حدیث ۱۱۲۷)؛ ریاض النضرۃ ج۲ ص۲۰۳ (ج۳ ص۱۵۳۔۱۵۲)؛ کنز العمال ج۶ ص۴۰۳ (ج۱۳ ص۱۵۴ حدیث ۳۶۴۷۹)

۲۔ مناقب خوارزمی ص۲۰۳ (ص۲۹۳ حدیث ۲۸۰)؛ فرائد حموینی باب نمبر ۱۸ (ج۱ ص۱۰۶ حدیث ۷۵)؛ کنز العمال ج۶ ص۴۰۲ (ج۱۳ ص۱۵۲ حدیث ۳۶۴۷۶)

۳۔ مجمع الزوائد ج۹ ص۱۷۳، معجم اوسط طبرانی

۴۔ مناقب خوارزمی ص۶۵ (ص۱۰۹ حدیث ۱۱۶)

معاویہ بن حدیج بھی تھا جو علیؑ کو گالیاں دیتا تھا، میں نے کہا: یہ علیؑ کو گالیاں دیتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: اسے یہاں لاؤ، کیا تو علیؑ کو گالیاں دیتا ہے؟ بولا: نہیں! فرمایا: بخدا! تو قیامت میں علیؑ کو دیکھے گا کہ وہ حوض رسولؐ پر منافقوں کو ڈنڈا لئے دھتکار رہے ہوں گے، اسی کو صادق ومصدوق (یعنی محمدؐ) نے بھی مجھ سے بیان کیا ہے۔ (۱)

طبرانی لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ نے فرمایا: تو دیکھے گا کہ وہ حوض رسولؐ سے کفار ومنافقین کو دھتکار رہے ہوں گے، اسی بات کو صادق ومصدوق محمدؐ نے بیان فرمایا ہے۔

عبدی کا شعر ہے:

و الیک الجواز تدخل من شئت جنانا و من تشاء جحیما

پل صراط سے علیؑ جسے چاہیں جنت اور جسے چاہیں جہنم میں بھیج دیں، اس سلسلے میں بے شمار روایات ہیں:

۱۔ ابن سمان ''الموافقۃ'' میں قیس بن حازم سے نقل کرتے ہیں کہ ابو بکر نے علیؑ کو دیکھ کر تبسم کیا، علیؑ نے وجہ پوچھی تو کہا: رسول خداؐ سے میں نے سنا ہے کہ کوئی شخص پل صراط سے نہیں گذرے گا مگر یہ کہ علیؑ اسے گذرنے کا پروانہ عطا کریں گے۔ (۲)

۲۔ مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: قیامت کے دن خداوند عالم جبریل اور محمدؐ کو پل صراط پر متعین فرمائے گا، اس پر سے وہی گذرے گا جس کے پاس ولایت علیؑ کا پروانہ ہوگا۔ اور مناقب ابن مغازلی میں ہے کہ قیامت کے دن علیؑ حوض کوثر پر ہوں گے اور بہشت میں وہی داخل ہوگا

۱۔ ریاض النضرہ ج۲ص ۱۷۷، ۲۴۴ (ج ۳ص ۱۲۲، ۲۰۳)، صواعق محرقہ ص ۷۵ (ص ۱۲۶)، اسعاف الراغبین ص ۱۶۱

۲۔ مستدرک حاکم ج ۳ص ۱۳۸ (ج ۳ص ۱۴۸ حدیث ۴۶۶۹)؛ محقق عبدالعزیز طباطبائی اس حدیث کے بارے میں حاشیہ کتاب میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی ابن سعد نے طبقات الکبری حالات امام حسنؑ حدیث نمبر ۱۴۴ میں، بلاذری نے انساب الاشراف حالات امام حسنؑ ج ۳ص ۱۰ حدیث ۹ پر اور طبرانی نے المعجم الکبیر ج ۳ص ۸۱، ۹۱ حدیث ۲۷۲۷، ۲۷۵۸ پر نقل کیا ہے، اسی طرح ابونعیم نے کتاب صفۃ النفاق میں، ابو القاسم خرفی نے اپنی امالی میں، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں معاویہ بن حدیج کے حالات میں چار طرق سے اور عصامی نے سمط النجوم عوالی ج ۲ص ۴۹۵ پر نقل کیا ہے۔

جس کے پاس علی بن ابی طالبؑ کا پروانہ ہوگا۔(۱)

۳۔ حاکمی کے مطابق حضرت علیؑ سے مروی ہے، رسولؐ نے فرمایا: قیامت کے دن خدا اولین و آخرین کو جمع کرے گا اور جہنم پر پل صراط نصب کرے گا اس پر سے وہی گذرے گا جس کے پاس ولایت علیؑ کا پروانہ ہوگا۔(۲)

۴۔ حسن بصری کے توسط سے عبداللہ سے حدیث رسولؐ مروی ہے: قیامت میں علیؑ جنت میں بیٹھیں گے ایک ٹیلے پر، اوپر رب العالمین کا عرش اور نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ کرسی نور پر رونق افروز ہوں گے، اس پر وہی گذرے گا جس کے پاس علیؑ اور اہلبیتؑ کی ولایت کا پروانہ ہوگا، آپ اپنے محب کو جنت میں اور دشمن کو جہنم میں داخل کریں گے۔(۳)

۵۔ قاضی عیاض نے رسولؐ کی روایت نقل کی ہے کہ آل محمدؐ کی معرفت جہنم سے آزادی کا برأتنامہ، ان کی محبت صراط سے گذرنے کا پروانہ اور ان کی ولایت عذاب الٰہی سے امان کا ذریعہ ہے۔(۴)

۶۔ ابن عباس سے حدیث رسولؐ مروی ہے: میں نے پوچھا: کیا جہنم سے گذرنے کا پروانہ بھی ہے؟ فرمایا: ہاں! پوچھا: وہ کیا؟ فرمایا: حبّ علی بن ابی طالبؑ..... بقیہ حدیث "**علی قسیم النار والجنة**" میں بیان ہوگی۔(۵)

عبدی نے مدح علیؑ میں یہ اشعار بھی کہے ہیں:

"آپ کو علم عطا فرمایا علم البرایا کا اور آپ کو ان باتوں کا الہام عطا ہوا جسے ہم نہیں جانتے، کائنات میں آپ کا مجد و شرف لوگوں کے اوصاف بیان کرنے سے سوا ہے، مبارک ہو اے امیر المومنینؑ!

۱۔ مناقب خوارزمی ص۲۵۳ (ص۳۱۹ حدیث ۳۲۴)، مناقب ابن مغازلی (ص۱۱۹ حدیث ۱۵۶)، شمس الاخبار قرشی ص۳۶ (ج۱ ص۹۷ باب۶)

۲۔ فرائد حموینی باب ۵۴ (ج۱ ص۲۸۹ حدیث ۲۲۸)، ریاض النضرہ ج۲ ص۱۷۲ (ج۳ ص۱۱۶)

۳۔ مناقب خوارزمی ص۳۲ (ص۷۱ حدیث ۴۸)، فرائد حموینی باب ۵۴ (ج۱ ص۲۹۲ حدیث ۲۳۰)

۴۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج۲ ص۱۰۵؛ صواعق محرقہ ص۱۳۹ (ص۲۳۲)، رشفۃ الصادی ص۴۵۹؛ الاتحاف ص۱۵

۵۔ تاریخ خطیب ج۳ ص۱۶۱؛

آپ کو وہ کچھ عطا ہوا ہے جو کسی مخلوق کو عطا نہیں ہوا، فرشتے آپ کی زیارت کے اس قدر مشتاق تھے کہ خدا سے شکایت کی اور خدا نے آپ کی شبیہ خلق فرمائی''۔(۱)

عبدی کے یہ اشعار بھی ہیں:

''آپ اعراف میں ایسے پہچاننے والے ہیں، جو علامتوں سے اپنے دوستدار اور دشمن کو پہچانتے ہیں، اے ہمارے ائمہؑ کل آپ ہی کے ساتھ ہمیں پکارا جائے گا تب ہمیں بارگاہ خداوندی میں پیش کرنے کے لئے اٹھایا جائے گا، آپ کے جد اشرف کائنات اور آپ کے والد ماجد کے وسیلے سے ہم کو راہ نجات کی ہدایت نصیب ہوئی، اگر آپ نہ ہوتے تو خدا نہ کائنات خلق کرتا نہ ہی فریب سے بھری دنیا خلق کرتا، خالق کائنات نے آپ ہی کی وجہ سے زمین وآسمان خلق فرمائے اور انسان وجنات کو آزمائش میں ڈالا، آپ حضرات تمام لوگوں سے برتر اور آپ کی شان اعلی اور منزلت رفیع تر ہے، جب بھی ہمیں مرض یا مصیبت سے پالا پڑتا ہے تو ہم آپ کا واسطہ دے کر دعا کرتے ہیں اور مصیبت دفع ہوجاتی ہے، جب فلک کج رفتار ہم پر ستم کرتا ہے تو آپ کی عزت کی پناہ پکڑتے ہیں، وہ ستم ہم سے دور ہوجاتا ہے، جب ہمیں خوف گناہ لاحق ہوتا ہے تو آپ کی امان بخش شفاعت چھٹکارا دلاتی ہے''۔(۲)

پہلے شعر میں سورۂ اعراف کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے "**وعلى الاعراف رجال يعرفون كلا بسيماهم**" اس سلسلے میں اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ ہم علیؑ کے پاس بیٹھے تھے، اتنے میں ابن الکوا آیا اور اس آیت کا مطلب پوچھنے لگا: **على الاعراف رجال** ۔فرمایا: وائے ہو تجھ پر! ارے ہم قیامت کے دن جنت ونار کے درمیان بیٹھیں گے جسے ہم پہچانیں گے کہ یہ ہمارا ناصر ہے، اسے جنت میں داخل کریں گے، جسے اپنا دشمن پہچانیں گے اسے جہنم داخل کریں گے۔(۳)

ابو اسحاق ثعلبی اس آیت پر افادہ فرماتے ہیں: ابن عباس کا بیان ہے کہ اعراف پل صراط پر ایک

۱۔اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۷۱)

۲۔اعیان الشیعہ (ج۷ص۲۶۹)

۳۔شواہد التنزیل (ج۱ص۲۶۳ حدیث ۲۵۶)

بلند مقام ہے، اس پر عباس، حمزہ، علی بن ابی طالبؑ وجعفر ذو الجناحین موجود ہوں گے، اپنے دوستوں کو چہرے کی سفیدی سے اور دشمنوں کو چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے۔(۱)

دوسرے شعر میں آیہ ''**و یوم ندعوا کل اناس بامامھم**'' کی طرف اشارہ ہے اور ائمہؑ شیعہ ہی ذریت پیغمبرؐ ہیں، شیعوں کو انہیں کے ذریعہ پکارا جائے گا اور انہیں کے ساتھ محشور کیا جائے گا، چنانچہ حدیث رسول بھی ہے، انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔(۲) نیز یہ کہ جو کسی قوم سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔(۳) جو کسی قوم سے محبت کرے گا، خدا اسی کی ٹولی میں محشور فرمائے گا۔(۴)

۱۔تفسیر الکشف والبیان سورۂ اعراف/۴۶؛ مطالب السؤول ص ۱۷، صواعق محرقہ ص ۱۰۱ (ص ۱۶۹)؛ فتح القدیر ج ۲ ص ۱۹۸ (ج ۲ ص ۲۰۸)

۲۔صحیح بخاری (ج ۵ ص ۲۲۸۳ حدیث ۵۸۱۶)؛ سنن ابی داؤد (ج ۴ ص ۳۳۳ حدیث ۵۱۲۷)؛ سنن ترمذی (ج ۴ ص ۵۱۳ حدیث ۲۳۸۵)؛ مسند احمد (ج ۴ ص ۵۶ حدیث ۱۲۶۵۵)

۳۔مستدرک صحیحین (ج ۴ ص ۴۲۶ حدیث ۸۱۶۱)، طیب من الخبیث ص ۱۵۳ (ص ۱۷۶ حدیث ۱۳۱۵)

۴۔المعجم الکبیر (ج ۳ ص ۱۹ حدیث ۲۵۱۹)؛ جامع الصغیر ج ۲ ص ۲۸۸ (ج ۲ ص ۵۵۳ حدیث ۸۳۱۷)

عبدی معاصر عبدی

متذکرہ عبدی کے معاصر ایک شیعہ شاعر اور بھی تھے، دونوں کی کنیت ولقب، نشو ونما اور مذہب میں یکسانیت ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ان کا نام ابومحمد یحیی بن ہلال عبدی کوفی ہے، ان کا تذکرہ صرف اس لئے کیا جا رہا ہے کہ اشتباہ نہ ہو، اگرچہ یحیی بن ہلال عبدی کا ذکر کم ہی ہوتا ہے۔

مرزبانی کہتے ہیں کہ وہ کوفی اور باشندۂ ہمدان تھے، بلند پایہ شیعی شاعر تھے۔(۱) ہارون کی مدح میں کہا ہے:

و للموت خیر من حیاة زهیدة　　و للمنع خیر من عطاء مکدّر

فعش مثریا او مکدیامن عطیه　　تمنی و الّا فاسال الله و اصبر

انہیں کا شعر ہے:

لعمری لان جارت امیة و اعتدت　　لاول من سن الضلالة اجور

''اپنی جان کی قسم! اگر بنی امیہ نے ظلم وستم کیا تو چونکہ انہوں نے گمراہی کی بنیاد رکھی اس لئے زیادہ ظالم ہیں''۔

انہوں نے عبداللہ بن علی بن (عبداللہ بن) عباس ''سفاح کے چچا'' کی مدح میں یہ اشعار کہے:

اما الدعاة الی الجنان فهاشم　　و بنو امیه من دعاة النار

أ امّی مالک من قرار فالحقی　　بالجن صاغرة بارض و بار

۱۔ معجم الشعراء مرزبانی ص۴۹۹ (ص۴۸۸)

ان اشعار سے وابستہ داستان بھی ہے، جسے ابن قتیبہ، یعقوبی اور ابن رشیق نے لکھا ہے۔(۱)

میرے خیال میں جن لوگوں نے ان کتابوں پر حاشیے لکھے ہیں وہ شاعر کی زندگی سے واقف نہیں تھے اسی لئے ستائش نہیں کی۔ابن قتیبہ لکھتا ہے:

جب منصور شام فتح کر کے مروان کو قتل کر چکا تو ابی عون اور اسکے خراسانی ساتھیوں سے بولا: اب ہمیں بقیہ مروانیوں کی فکر کرنی چاہیئے ،تم لوگ فلاں دن تیار رہنا۔متعینہ دن تمام مروانیوں کو بلوایا، وہ یہ سمجھ کر حاضر ہو گئے کہ انہیں انعامات سے نوازا جائے گا۔اسی افراد خانہ منصور پر حاضر ہو گئے ،ان میں ایک بنی کلب کا آدمی بھی تھا جو انہیں کے یہاں پلا بڑھا تھا،اس سے کہا گیا: تم واپس جاؤ لیکن وہ آمادہ نہیں ہوا بولا: میں ان کا نمک خوار ہوں ۔مجلس آراستہ ہوئی تو منصور برآمد ہوا، آواز دی: کہاں ہے، ۔حمزہ بن مطلب تم تو کلبی ہو ان کے نمک خوار ہو۔سب نے اس قوم کی ہلاکت کا یقین کرلیا پھر حسین بن علی اور زید علی بن حسن کو باری باری بلایا گیا اسکے بعد اپنے دوست عمر بن یزید کو اشارہ کیا کہ آگے آئے ،اس کو اپنے پاس بلا کر سب کو بیٹھنے کا حکم دیا تمام خراسانی ہاتھ میں ڈنڈا لئے کھڑے تھے ،منصور نے پکارا: عبدی کہاں ہے؟ اور عبدی نے اٹھ کر قصیدہ پڑھنا شروع کیا:

''اما الدعاة الی الجنان فهاشم '' قصیدہ سن کر درمیان میں عمر نے ٹوکا: اے حرام زادہ! عبدی خاموش ہو گیا عبداللہ نے ذرا تامل کے بعد کہا:

اپنا قصیدہ تمام کرو، جب قصیدہ تمام ہو گیا تو اس نے ۳۰۰ سو دینار کی تھیلی انعام دی پھر تمثیل حسینیت سے یہ اشعار پڑھنے لگا:

''بنی امیہ کرسیوں اور منبروں سے کیا قریب ہوئے کہ خود بھی غارت ہوئے اور دوسروں کو بھی غارت کیا، خدا نے جو انہیں ذلت اور خواری عطا کی ہے۔انہیں بھیج دو، مقتل حسینؑ اور مقتل زید نیز مقتول مہراس (حمزہ) کو یاد کرتے رہو''۔

پھر خراسانیوں سے کہا کہ ان پر پل پڑو پھر تو انہوں نے ان امویوں کو مار مار کر بھیجا نکال دیا، یہ دیکھ

۱۔عیون الاخبار ج ۱ ص ۲۰۷؛ تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۹۱ (ج ۲ ص ۳۵۵)؛ عمدہ ابن رشیق ج ۱ ص ۴۸ (ج ۱ ص ۶۳)

کر وہ کلبی اٹھا، کہنے لگا: اے امیر! میں کلبی ہوں اموی نہیں ہوں۔ حکم دیا: اسے بھی وہیں پہونچا دو۔ خراسانیوں نے اس کلبی کو بھی مار مار کر بھوسہ بنا دیا پھر عمر کی طرف متوجہ ہوا: ان کے بعد تمہاری زندگی بھی خاک ہے۔ اس نے کہا: جی ہاں! پھر اسے بھی قتل کر دیا گیا پھر دسترخوان بچھا کر اسی پر ناشتہ کیا، ناشتہ ختم بھی نہیں ہوا تھا مگر لاشوں کے تڑپنے اور سسکنے کی آواز آرہی تھی، پھر بولا: جب سے مقتل حسینؑ سنا تھا اس دن سے آج سیر ہو کر کھانا کھایا ہے، ان تمام لاشوں کو پائیں باغ میں لٹکانے کا حکم دیا۔ ایک دن دروازہ کھلوا کر دیکھنے لگا اس کی بدبو سے لوگوں نے ناک بند کرتے ہوئے کہا: کاش! اس دروازہ کو بند کرنے کا حکم دے دیا جاتا۔ عبداللہ بولا: خدا کی قسم! یہ خوشبو مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ پھر شعر پڑھا:

''بنی امیہ سمجھتے تھے کہ بنی ہاشم ان سے راضی ہو جائیں گے، زید اور حسینؑ کا حادثہ فراموش کر جائیں گے، ہرگز نہیں خدا و محمدؐ کی قسم! جب تک دشت و کہسار، ان سے پاک کر کے انتقام نہیں لیا جائے گا چین نہیں ہوگا''۔

یعقوبی کہتا ہے کہ عبداللہ بن علی فلسطین گیا، بنی امیہ اس سے ملنے آئے تو اس نے اعلان کیا کہ کل انعام لینے آنا، دوسرے دن اسّی (۸۰) افراد حاضر ہوئے، عبداللہ نے ہر ایک پر دو سپاہی متعین کر دیئے، تھوڑی دیر تامل کے بعد عبدی نے شعر پڑھا:

''اما الدعاۃ ...'' نعمان بن زید بن عبدالملک ٹھیک عبداللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، قصیدہ سن کر چلایا:

اے چپ حرام زادے! جھوٹ بولتا ہے۔ عبداللہ بن علی نے کہا: نہیں سچ کہتا ہے، پھر واقعہ قتل حسینؑ یاد دلانے لگا، پھر تو سپاہیوں نے سبھی کو مار مار کر ڈھیر کر دیا، ان میں ایک چلایا:

''عبدشمس آپ کے بھی دادا تھے اور میرے بھی، ہم سے آپ کی گہری رشتہ داری ہے''۔

عبداللہ نے کہا: قتل حسینؑ نے یہ رشتہ داری توڑ دی، پھر کہا: آج کا دن قتل حسینؑ سے زیادہ بھیانک نہیں ہے، انہیں میں ایک مرد کلبی بھی تھا، کہنے لگا کہ حضور! ہم یہ سمجھتے تھے کہ ان امویوں کے ساتھ ہم بھی

بہرہ مند ہوں گے۔ عبداللہ نے کہا: اس کی بھی گردن ماردو۔(۱)

و مدخل راسه لم یدنه احد   بین الفریقین حتی لذه القرن

۱۔ تاریخ یعقوبی ج۲ص۳۵۵

عندلیبان غدیر

تیسری صدی ہجری

۱۔ ابوتمام طائی

۲۔ دعبل خزاعی

ابوتمام طائی

۴۳؍شعروں پر مشتمل قصیدہ ہے۔(۱) علامہ امینی نے ۴۵؍اشعار نقل کئے ہیں، موضوع ولایت سے متعلق اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

''تم نے فرزندان رسولؐ اور اہل بیتؑ کے ساتھ خیانت وغداری جیسے برتاؤ کئے، اس سے قبل وصی رسولؐ کے ساتھ دھوکا دہی اور فریب کاری کے بے انداز مصائب انڈیل چکے تھے، تم نے ان پر پرانی اور نئی جنگیں چھیڑ دیں کہ اس سے قبل کبھی اس کا سابقہ پیش نہ آیا تھا، موقع افتخار میں وہ نبیؐ کے بھائی اور داماد تھے کہ ان جیسا نہ تو بھائی ہوگا اور نہ داماد....

رسولؐ کی کمر علیؑ کی وجہ سے اس طرح مضبوط کی گئی جس طرح ہارونؑ سے موسیٰؑ کی کمر مضبوط کی گئی تھی۔ ہمیشہ مصائب کی تاریکیوں میں انہوں نے اپنے چہرے کی نمایاں فتح ونصرت کی روشنی پھیلائی، وہ ہر معرکہ میں خدا ورسولؐ کی کبھی کند نہ ہونے والی برہنہ شمشیر تھے، کون سا مذموم ہاتھ، جسے انہوں نے نہ کاٹا اور کون سا گمراہ چہرہ تھا جس پر انہوں نے داغ نہ لگایا ہو۔ وہ ایسی پناہ تھے جہاں دینداروں کو امن اور بے دینوں کو لرزہ تھا، خطرناک سرحدوں پر ان کی وجہ سے ہلاکت کی بندش تھی وہ دشمن کی زمین کو سرحد بنا دیتے تھے، احد وبدر میں جہاں پیادہ وسواروں کا ہنگامہ تھا پھر جنگ حنین، بنی نضیر، خیبر اور خندق میں تو عمرو نے میدان میں دھویں اڑا دیئے تھے ان موقعوں پر خون برساتی تلواروں اور نیزوں کی مصیبت دفع کی، یہ وہ معرکے تھے کہ ان میں مصیبتوں کو دفع کرنے والا خدا ہی تھا حالانکہ حالات ومعاملات پیچیدہ تر ہوتے جاتے تھے۔

۱۔ دیوان ابوتمام طائی ص ۱۴۳

اور غدیر کے دن حق والوں پر حقیقت پوری طرح آشکار ہوگئی، دن چڑھے نہ حجاب باقی رہا نہ پردہ
...پیغمبر خداؐ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو حق کی دعوت دی تاکہ نیکی ان کے قریب ہو اور برائی دور ہو سکے،
علیؑ کے بازوؤں کو تھام کر اعلان فرمایا کہ یہ تمہارے مولیٰ اور ولی ہیں، کیا تم نے اعلان کا متن سن لیا؟
رسول خداؐ اپنے اس اعلان کے ساتھ لوگوں کے کینہ وعناد کا صبح وشام سامنا کرتے رہے تاکہ ان پر حق
آشکار ہو سکے اور وہ لوگ بھی آشکارا حق قبول کر سکیں۔''(۱)

شعری تتبع

اس قصیدہ میں کسی صاحب نظر کو غدیر کی شناخت میں دشواری کا سوال ہی نہیں، کتب حدیث وسیر کا واضح بیان جس عظیم واقعہ کی طرف ہوتا ہے اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔لیکن ڈاکٹر ملحم ابراہیم نے شرح دیوان ابوتمام میں ''یوم الغدیر استوضح الحق اهله'' کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ یوم غدیر ایک مشہور واقعۂ جنگ کی طرف اشارہ ہے۔پھر ''یمدّ بضبعیه ویعلم الله'' میں دور کی کوڑی لاتے ہوئے کہا کہ یہ جنگ غزوات رسولؐ میں سے تھی، یمد بضبعیه کا مطلب ہے کہ آپ نے ان کی مدد و نصرت کی اور اس میں ''ھا'' کی ضمیر امام علیؑ کی طرف پھرتی ہے، اس طرح جمع کا مطلب یہ ہوا کہ رسول خداؐ نے ان کی مدد و نصرت کی اور یہ جانتے تھے کہ آپ ولی ہیں، آپ رسولؐ کے تنہا مددگار و ناصر غدیر میں تھے، پیغمبرؐ نے بھی آپ کی مدد و نصرت کی، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ میرے بعد امت کے ولی وخلیفہ ہوں گے۔ یہ ہے حقیقت! کیا آپ جانتے ہیں؟

اس شخص سے کون پوچھے کہ اس مشہور غزوہ کا نام کس کتاب میں درج ہے، اس کے واقعات کیا ہیں؟ تمام ارباب سیرت نے غزوات رسولؐ کی نشاندہی تو کر دی ہے، یہ خیالی جنگ غدیر کہاں سے پیدا ہوگئی؟ جس میں علیؑ ورسولؐ نے ایک دوسرے کی مدد کی۔ مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر ملحم کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا، البتہ حقیقت غدیر چھپانے کی سعی میں اپنا کلیجہ ضرور ٹھنڈا کر لیا، شاید یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کا

۱۔علامہ امینیؒ نے ۴۵؍ اشعار نقل کئے ہیں والد علامؒ نے چوبیسویں شعر سے بیس اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔

علمی محاسبہ نہیں کیا جائے گا۔

البتہ زمانۂ جاہلیت کا ایک مشہور دن ہے جس میں درید بن صمہ فتح مکہ کے بعد حالت کفر میں مرا تھا اس نے قوم عطفان پر انتقامی شورش کی، بنی عبس کے ساعدہ بن مرہ کو قتل کر کے ذواب بن اسماء حشمی کو قید کرلیا، بنی جشم نے نے فدیہ دے کر چھڑانا چاہا لیکن وہ راضی نہ ہوا اور اپنے بھائی عبداللہ سے قتل کرادیا پھر تو بنی مرہ اور بنی ثعلبہ وعطفان پر اس جنگ کی وجہ سے مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، آغانی کے مطابق یہ جنگ ۱۸ رذی الحجہ (غدیر) کے دن واقع ہوئی، اس سلسلے میں درید کے اشعار بھی ہیں۔(۱)

عقدالفرید میں بھی زمانۂ جاہلیت کی جنگوں میں ایک ''جنگ روز غدیر قلیاذ'' کی نشاندہی کی گئی ہے، اس جنگ کے متعلق ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ قبائل نے آپس میں صلح کر لی تھی لیکن بنی ثعلبہ صلح پر آمادہ نہ ہوئے وہ انتقام پر تلے ہوئے تھے پھر وہ ''قطن'' سے ''غدیر قلیاذ'' میں آئے، بنی عبس نے وہاں پہلے پہونچ کر پانی پر قبضہ کر کے بندش آب کر دی کہ جانور بھی پیاسے مرجائیں، بنی ثعلبہ کے عوف ومعقل نے ان کی مدد کی، انہیں کے متعلق زہیر کے کچھ اشعار ہیں۔(۲)

کلمۂ قلیاد کے متعلق معجم البلدان اور بلوغ الارب میں کہا گیا ہے کہ یہ عرب کے مشہور دنوں میں سے تھے۔(۳)

یہ تھی وہ تفصیل .... اس میں نہ تو رسول کا پتہ ہے، نہ وصی رسول کا۔ اس داستان سے داستان غدیر کا کوئی تعلق ہی نہیں، جس میں رسولؐ نے گھنے درختوں کے سائے میں ایک لاکھ سے زائد افراد کے درمیان اعلان ولایت علیؑ فرمایا۔ کیا ابوتمام جیسے دانشور سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ مدح علیؑ میں قصیدہ کہہ کے ایسے واقعہ کی طرف اشارہ کرے جس کا علیؑ سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر یہ کہ ابوتمام نے بدر واحد و بنی نضیر، خیبر وخندق کو نظم کر کے اس مصرع پر اپنی بات ختم کی ''مشاهد كان الله كاشف كربها'' اور اس کے بعد کے شعر میں شمشیر کی بات نہیں بلکہ زبان واعلان کی منقبت نظم کر کے ''ويوم الغدير

۱۔ آغانی ج۹ص۶ (ج۱۰ص۱۵،۱۴) ۲۔ عقدالفرید ج۳ص۱۷ (ص۵ص۹۹)

۳۔ معجم البلدان ج۷ص۱۵۴ (ج۴ص۳۹۳)؛ بلوغ الارب ج۲ص۷۳

استوضح الحق اهله" کہا ہے۔

حالات زندگی

ابوتمام، حبیب بن اوس طائی کا سلسلہ نسب ۲۷ پشتوں کے بعد یعرب بن قحطان سے مل جاتا ہے۔(۱) جاحظ کے بقول وہ ممتاز ترین شیعہ اور اپنے عہد کے منفرد شیعی ادیب اور ماہر لسانیات تھے۔(۲) اسلوب شعر اور کلاسکی ادب پر مکمل عبور حاصل ہونے کے متعلق سب کا اتفاق ہے اور نہ ہی آل محمدؐ سے وابستہ ہونے پر کسی کو اختلاف ہے، قوت حافظہ وذہانت بلا کی تھی، بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار شعری دیوان حفظ تھے، مفردات وقطعات اور قصائد اس کے علاوہ ہیں۔(۳)

معاہد التنصیص میں ہے کہ قصائد وقطعات کے علاوہ چودہ ہزار ارجوزہ (چھوٹی بحر کے اشعار) یاد تھے۔(۴) تکملہ میں ہے کہ انہوں نے پانچ سو عظیم شعراء کو گوشۂ گمنامی میں پہونچا دیا۔

یہ اصلاً شامی تھے، وہاں کے قصبۂ جیدور کے مضافات میں واقع گاؤں جاسم میں پیدا ہوئے۔ ان کے باپ کو ندوس عطار کہا جاتا تھا، پھر انہیں ندوس کہا جانے لگا۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں ہے کہ ان کے باپ نصرانی تھے، انہوں نے اسلام قبول کر لیا، ان کا بچپن مصر میں گذرا۔ وہاں مسجد جامعہ میں پانی بھرتے۔ پھر بزم ادباء میں بیٹھنے لگے اور شعری تذکروں سے بہرہ مند ہوئے تو فہم وفراست نے شعری ذوق چمکایا، شہرہ دور دور ہوا اور خلیفہ معتصم تک خبر پہونچ گئی، اس نے سمن رائے (سامراء) میں بلوایا۔ ابوتمام نے وہاں اس کی مدح میں چند قصائد سنائے جسے سن کر انعام دیا اور تمام درباری شعراء میں برتری دے دی۔ وہ وہاں سے بغداد آئے اور عراق وایران میں آنے جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ محمد بن قدامہ نے قزوین میں انہیں دیکھا کہ ادباء وعلماء سے ان کی گاڑھی چھنتی تھی، وہ رہن سہن، حسن اخلاق اور شرافت نفس سے پوری طرح آراستہ تھے۔

۱۔ تاریخ خطیب بغدادی ج ۸ ص ۲۴۸
۲۔ فہرست نجاشی ص ۱۰۲ (۱۴۱ ح نمبر ۳۶۷)
۳۔ مرأۃ الجنان ج ۲ ص ۱۰۲ (وفیات ۲۳۱ھ)
۴۔ معاہد التنصیص (ج ۱ ص ۳۸ نمبر ۶)

حسین بن اسحاق نے ''بحتری'' سے کہا:

لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابوتمام سے اچھے شاعر ہیں۔ جواب دیا: بخدا! یہ بات نہ تو مجھے فائدہ پہونچا سکتی ہے اور نہ ابوتمام کو نقصان پہونچا سکتی ہے، میں تو اسی کی روٹیاں توڑتا ہوں۔ کاش! جیسا کہہ رہے ہیں ویسا ہی ہو جاؤں لیکن میں اس کا تابعدار اور زلہ خوار ہوں، اس نے میری ہوا باندھی ہے، میری زمین اس کے آسمان سے بہت پست ہے۔(۱)

ابوتمام حمص میں تھے تو ''بحتری'' نے ابتداء میں ان کو کلام دکھایا، اشعار سنائے۔ابوتمام نے اس پر توجہ دی، جب سبھی چلے گئے تو بحتری سے کہا: یہاں جتنے افراد نے شعر سنائے ان میں تمہارے اشعار سب سے اچھے تھے، پھر تمہاری عادت سقیم کیوں ہے؟ اس نے ناداری کا شکوہ کیا۔ابوتمام نے باشندگان ''معرة النعمان'' کو خط لکھ کر اس کی صداقت کی تعریف کر کے سفارش کی، بحتری سے تاکید کی کہ ان کی شان میں اشعار کہہ کے لے جاؤ۔ان لوگوں نے ابوتمام کے خط کی وجہ سے ''بحتری'' کا بڑا احترام کیا اور چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کر دیا۔یہ ''بحتری'' کو پہلی دولت نصیب ہوئی تھی، اس کے بعد ابوتمام بحتری کو سراہتے رہے اور وہ بھی ان سے چپک گیا۔

بحتری سے پوچھا گیا: تم بڑے شاعر ہو یا ابوتمام؟ اس نے کہا: ان کے اچھے اشعار میرے اچھے اشعار سے بہتر ہیں اور ان کے پست اشعار میرے پست اشعار سے بہتر ہیں۔ ''ابوالعلاء معری'' سے پوچھا گیا: ابوتمام، بحتری اور متنبی میں کون اچھا شاعر ہے؟ اس نے کہا: ابوتمام اور متنبی تو دانشور ہیں صرف بحتری شاعر ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار بحتری نے ان کے سامنے شعر پڑھا۔ابوتمام نے کہا: تو میرے بعد امیر الشعراء ہے، بحتری نے کہا: یہ سند میرے لئے تمام پونجی سے بہتر ہے۔ابن معتز کہتا ہے: ابوتمام کے تمام اشعار اچھے ہیں۔ وہ مسلم بن ولید صریع غوانی اور ابونواس کے اشعار کو بہت سراہتے تھے۔(۲)

۱۔تاریخ خطیب بغدادی ج۸ص ۲۴۸

۲۔طبقات الشعراء (ص۲۸۴)

عمارہ بن عقیل کے سامنے ابوتمام کے یہ اشعار پڑھے گئے:

وطول مقام المرء بالحی مخلق لدیباجتیه فاغترب تتجدد

فانی رایت الشمس زیدت محبة الی الناس ان لیست علیهم بسرمد

وہ چیخ پڑا: اگر شعری خوبی حسن الفاظ اور لطافت معانی کا نام ہے تو شاعر صرف ابوتمام ہے، اس کے علاوہ بھی کوئی شاعر ہو تو میں نہیں جانتا۔(۱)

ابوتمام کی زبان میں لکنت تھی، ابن معدل یا ابوالعمیثل نے اس بارے میں کہا ہے:

یانبی الله فی الشعر و یا عیسی بن مریم انت من اشعر خلق الله مالم تتکلم

''اے شاعری کے پیغمبر خدا اور اے عیسی بن مریم! تم تمام مخلوقات میں بہترین شاعر ہو جب تک بات نہ کرو''۔

ابوتمام نے امرأو خلفاء کی بڑی نفیس مدح کی ہے۔

ابوتمام نے مندرجہ ذیل افراد سے اشعار نقل کیا ہے: صہیب شاعر، عطاف، کرامہ، ابوعبدالرحمٰن، سلامہ بن جابر، محمد بن خالد۔

مندرجہ ذیل نے ان سے روایت کی ہے: خالد بن شرید، ولید بن عبادہ بحتری، محمد بن ابراہیم بن عتاب اور عبدی بغدادی۔(۲)

کہتے ہیں کہ جب اس نے محمد بن عبدالملک بن زیاد کی مدح میں شعر پڑھا:

دلیمة سمصة القیاد سکوب مستغیث بها الثری المکروب

ابن زیات نے ابوتمام سے کہا: تم اشعار کو اس طرح جواہرات لفظی سے سنوارتے ہو کہ دوشیزہ کے گلوبند سے بھی زیادہ حسین معلوم ہوتے ہیں۔ ابوتمام کی ذہانت، جودت اور ذکاوت کو دیکھ کر عظیم فلسفی کندی نے کہا تھا کہ اس کی جوانی میں موت ہو جائے گی۔ لوگوں نے پوچھا: کیسے؟ جواب دیا: اس کی

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج۴ ص۲۲؛ (ج۴ ص۱۵۷؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج۶ ص۱۸۱)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج۴ ص۱۸؛ (ج۴ ص۱۵۲، مختصر تاریخ ابن عساکر ج۶ ص۱۷۸)

تیزی فہم اور روحانی ذکاوت جسم کو اس طرح کھا جائے گی جیسے شمشیر ہندی نیام کو کھا جاتی ہے۔(۱)

صولی (۲) کا بیان ہے کہ ابوتمام نے احمد بن معتصم کی مدح میں قصیدہ پڑھا تھا:

اقدام عمرو فی سماحة حاتم فی حلم احنف فی ذکاء ایاس

کندی نے وہیں ٹوکا: امیر تمہاری توصیف سے کہیں بلند ہے۔ یہ سن کر ابوتمام نے ذرا گردن جھکائی اور سر اٹھا کر یہ شعر پڑھا:

لاتنکروا ضربی له من دونه مثلا شرودا فی الندی والباس

فالله قد ضرب الاقل لنوره مثلا من المشکاة و النبراس

''کمتر مثالوں پر ناپسندیدگی کا مظاہرہ نہ کرو، کیونکہ خود خدا نے اپنے نور کی مثال قندیل اور شمعدان سے دی ہے''۔

لوگ اس کی ذہانت اور سرعت فہم پر عش عش کرنے لگے۔

ابوتمام کا شعری دیوان

کہتے ہیں کہ ابوتمام نے اپنا شعری دیوان مرتب نہیں کیا تھا لیکن بظاہر عثمان بن مثنی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی زندگی میں دیوان مرتب کرلیا تھا۔(۳)

جن بلند پایہ ادباء نے اس دیوان پر شرح و تلخیص اور ترتیب کا کام کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

''ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن کیسان (م.۳۲۰)، ابوبکر محمد بن یحیی صولی (م.۳۳۵)، علی بن حمزہ اصفہانی، ابومنصور محمد بن احمد ازہری، حسن بن بشر آمدی، حسین بن محمد رافعی، وزیر حسین بن علی مغربی، ابو ریحان بیرونی، ابوالعلاء معری، ابوزکریا تبریزی، ابوالبرکات بن متوفی، ابوفتح نصر بن محمد، ابوالحجاج

۱۔ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۱۶ نمبر ۱۴۷)

۲۔ اخبار ابی تمام (ص ۲۳۱)

۳۔ بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۴ (ج ۲ ص ۱۳۶ نمبر ۱۶۳۴)

یوسف بن محمد انصاری، محی الدین خیاط، ڈاکٹر ملحم ابراہیم اسود"۔(۱)

مطبوعہ دیوان بظاہر صولی کی ترتیب کے مطابق ہے جو حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے لیکن اس میں بہت سے اشعار ساقط کردیے گئے ہیں کیونکہ نجاشی کے مطابق ابو تمام نے بہت سے اشعار اہلبیتؑ کی مدح میں کہے ہیں۔(۲) احمد بن حسین فرماتے ہیں کہ میں نے دیوان ابوتمام کا قدیم نسخہ دیکھا تھا اس میں امام جوادؑ تک ائمہ کی شان میں قصائد تھے، موجودہ دیوان میں متذکرہ قصیدۂ رائیہ کے علاوہ کوئی قصیدہ نہیں ہے، دوسری کتابوں کی طرح ناشرین نے اس کتاب کو بھی نشانۂ خیانت بناڈالا۔

دیوان حماسہ اور شرحیں

ابوتمام کے وقیع آثار میں ایک دیوان حماسہ بھی ہے جس سے ہر زمانے کے اہل علم فائدہ اٹھاتے رہے۔ ابوتمام کی یہ تالیف نفیس پیرایۂ کلام کی مفید کتاب ہے، اس نے ابوالوفا ابن سلمہ کے گھر پر ہمدان میں جس وقت برف و باراں کی وجہ سے پناہ گزیں تھا، ترتیب دیا۔ ہر باب ایک مخصوص فن کا حامل ہے اس پر ۲۷ر سے زیادہ ارباب فن نے شروح اور حواشی لکھے ہیں۔ کچھ ارباب فن نے ابوتمام کی نقل کرتے ہوئے دوانین بھی ترتیب دیے ہیں، علامہ امینیؒ نے تیرہ (۱۳) ناموں کی نشاندہی کی ہے۔

ابوتمام نے مندرجہ ذیل علمی و ادبی آثار چھوڑے ہیں:

۱. الاختیار من شعر الشعراء
۲. الاختیار من شعر القبائل
۳. اختیار المقطعات
۴. المختار من شعر المحدثین
۵. نقائص جریر و الاخطل

۱۔ فہرست ابن ندیم ص ۲۳۵ (۱۹۰)، فہرست نجاشی ص ۱۰۲ (۱۴۱ نمبر ۳۶۷)، طبقات ابن ابی اصیبعہ ج ۲ ص ۲۰، تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۰، ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۱۴ نمبر ۴۷)، بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۴، ۴۰۴، ۴۲۳ (ج ۲ ص ۳۱۵ نمبر ۲۰۶۴ ص ۳۵۹ نمبر ۲۱۸۹) کشف الظنون (ج ۱ ص ۷۷۰)، معجم المطبوعات (ج ۱ ص ۲۹۷۔۲۹۶)

۲۔ رجال نجاشی (ص ۱۴۱ نمبر ۳۶۷)

۶. الفحول (جس میں جاہلی واسلامی شعراء کو جمع کیا گیا ہے)۔(۱)

اکثر دانشوروں نے ابوتمام کے حالات، نوادرات، خوش بزمی اور نکتہ سنجی کو سوانحی شکل میں جمع کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

''ابوالفضل احمد بن ابی طاہر؛ ابوبکر محمد بن یحیی؛ ابوقاسم الحسن بن بشر آمدی؛ ابوبکر محمد بن ہاشم اور ابو عثمان سعید بن ہاشم؛ ابوعلی احمد بن محمد؛ ابوعبداللہ محمد بن عمرانی؛ ابوالحسین علی بن محمد؛ ابوضیا بشر بن یحیی؛ احمد بن عبداللہ؛ الشیخ یوسف بدیعی؛ الشیخ محمد علی بن ابی طالب زاہدی؛ سید محسن امین عاملی''۔

ان دانشواروں کے علاوہ جن دانشوروں نے اپنی کتاب میں تذکرہ کیا ہے وہ یہ ہیں:

''طبقات ابن معتزص ۱۳۳؛ فہرست ابن ندیم ص ۱۳۵؛ تاریخ طبری ج ۱۱ص ۹؛ فہرست نجاشی ص ۱۰۲ تاریخ خطیب ج ۸ص ۲۴۸؛ تاریخ ابن عساکر ج ۴ص ۱۸۔۲۸؛ تاریخ ابن خلکان ج ۱ص ۳۷؛ کشف الظنون ج ۱ص ۵۰۱؛ امل الآمل ص ۸''۔

ولادت اور وفات

کثرت اختلاف کی وجہ سے ابوتمام کی پیدائش اور وفات کا یقینی اندازہ کرنا مشکل ہے۔ کچھ تحقیق سے قریب بات ان کے بیٹے کی ہوسکتی ہے، کیونکہ گھر والے گھریلو حالات بہتر جانتے ہیں، لیکن اس میں بھی اختلاف اقوال ہے، کچھ اقوال یہ ہیں کہ ان کی ولادت ۱۷۲/، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۲ ہے اور وفات ۲۲۸/، ۲۳۱ اور ۲۳۲ ہے۔

موصل میں انتقال کیا اور وہیں دفن کئے گئے۔ ابونھشل بن حمید طوسی نے قبر پر قبہ تعمیر کرایا۔ علی بن جہم نے ابوتمام کا مرثیہ کہا ہے:

غاصت بدائع فطنة الاوهام　　وغدت علیها نکبة الایام(۲)

اور حسن بن وھب نے مرثیہ کہا۔ بعض کہتے ہیں کہ حسن بن وھب کا مرثیہ دیک الجن یا عبداللہ بن

۱۔ فہرست ابن ندیم ص ۲۳۵ (ص ۱۹۰)　　۲۔ دیوان علی بن جہم (ص ۱۸۱)

زبیر ثانی کی طرف منسوب ہے۔

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں

ابو تمام جیسے راسخ العقیدہ اور مذہبی شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح ان دشمنوں کے فریب میں آ گئے جو اچھے لوگوں کو بدنام اور درخشاں چہروں کو کریہہ بنا کر پیش کرتے ہیں، دشمنوں نے جن بہترین شخصیتوں کو آلودہ کرنے کی کوشش کی ان میں پرچمدار ہدایت، مجاہد وانقلابی جناب مختار بن ابی عبیدہ ثقفی بھی ہیں۔ دشمنوں کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہو کر ابو تمام نے جناب مختار کے متعلق یہ اشعار کہے:

''ستم رسیدہ ہاشمیوں کے قافلے نے کربلا سے کوچ کیا اور مختار نے خونخواہی کے ذریعہ ان کے زخموں پر مرہم رکھا۔ گرچہ وہ (مختار) صحیح دین پر نہیں تھے''۔

حالانکہ جو شخص بھی تاریخ وحدیث ورجال کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا وہ اسی نتیجے پر پہونچے گا کہ مختار دین وہدایت واخلاص کے پیشوا تھے، ان کا انقلاب اقامۂ عدل، ملحدوں کی بنیاد ڈھانے اور امویوں کے ظلم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے علاوہ کچھ نہ تھا، آئین کیسانی سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں، ان پر جو بھی تہمت لگائی گئی وہ صحیح نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام زین العابدینؑ، امام باقر اور امام صادق علیہم السلام نے ان سے اپنے دلی خوشی کا اظہار فرمایا، خاص طور سے امام باقرؑ نے ان کی بڑی ستائش کی ہے۔ اہل بیتؑ کی نظر میں وہ اور ان کا کارنامہ ہمیشہ لائق ستائش رہا ہے۔

جید علماء نے ان کی بڑی تجلیل کی ہے، سید جمال الدین بن طاؤس، علامہ حلی، ابن داؤد، فقیہ ابن نما، محقق اردبیلی، صاحب معالم، قاضی نور اللہ شوستری، شیخ ابو علی اور دوسرے علماء نے ان کی عظمت و جلالت بیان کرنے کے بعد ان پر ہونے والے الزامات واتہامات کا دفاع کیا ہے۔(۱)

۱۔ دیوان علی ابن جہم ص۱۸۱؛ رجال ابن طاؤس؛ خلاصۃ الاقوال حلی (ص ۱۶۸ نمبر۲)؛ رجال ابن داؤد (ص ۲۷۷ نمبر۴۹۳)؛ رسالہ ذوب النضار (مطبوع در بحار الانوار ج۴۵ ص ۳۴۶)؛ حدیقۃ الشیعہ (ج۲ ص۳۰)؛ تحریر طاؤس (ص ۵۵۸ نمبر ۴۱۸)؛ مجالس المومنین (ج۲ ص۲۴۵)؛ منتہی المقال (ص۳۶۴)

دعبل خزاعی

قصیدۂ تائیہ ایک سو اکیس شعروں پر مشتمل ہے، یہاں موضوع ولایت سے متعلق سترہ شعروں کا ترجمہ پیش ہے:

فکم حسرات هاجها بمسخر　　و قوفی یوم الجمع من عرفات

''میں تمام عرفات پر حسرت واندوہ کے ہیجان میں کھڑا تھا، تم نے زمانہ کو نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح ظلم و جور کا برتاؤ کیا، لوگوں کے ساتھ بدعہدی اور تماشہ پردازی کے تماشے کئے، ماضی کی وہ مضحکہ خیز حکومتیں جو کور باطنی کی وجہ سے نور کی متلاشی تھیں۔ کیا میں ان کے بعد بھی اپنے نماز روزوں سے تقرب خداوند حاصل کرسکتا ہوں؟ ہاں! فرزندان رسولؐ کی محبت اور اہلبیتؑ کی وابستگی کے ساتھ، آل مروان و بنی امیہ و ہندہ و سمیہ کی نسل سے شدید نفرت کا مظاہرہ کیا جائے تبھی خوشنودیٔ خدا حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ یہ سبھی کفر کے سرغنہ اور اسلام کو کمزور کرنے والے تھے، انہوں نے قرآن کے عہد و فرائض کو مکاریوں سے ملیامیٹ کردیا، آیات محکم میں شبہات کی فصیل اٹھادیں، یہ سخت آزمائش تھی جس نے ان کے چہروں سے گمراہی وضلالت کے تمام پردے چاک کردئے۔ میراث بغیر قرابت، اقتدار بغیر ہدایت، حکم بغیر مشورہ اور بغیر وجود رہبر....

یہ ہیں درد وغم کے وہ طوفان جس کی وجہ سے میری آنکھیں خوں فشاں ہیں اور آب شیریں کے گھونٹ تلخ ترین ہوگئے ہیں، یہ بے ہنگم پن اتنا آسان بھی نہیں تھا کہ لوگوں کو رام کرلیا جاتا، لیکن ناگہانی بیعت، ارباب سقیفہ کی ناعاقبت اندیشی اور دعویٰ میراث پدر کو مختلف گمراہ بہانوں سے رد کرنے کی وجہ سے یہ سب تماشہ ہوا۔ اگر انہوں نے وصی رسولؐ کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہوتا اور تمام

معاملات ان کے حوالے کردیے گئے ہوتے تو تمام غلطیوں سے پاک رہتے۔ وہ خاتم النبیینؐ کے بھائی اور میدان جنگ میں منافقوں کے پیتے پانی کرنے والے تھے، ان منکروں کے لئے غدیر کی گواہی کافی تھی پھر بدر واحد کی بلند پہاڑیاں نیز قرآنی آیات جن میں فضائل علیؑ موجود ہیں کہ شدت ضرورت کے باوجود سامنے کا کھانا ایثار کردیا۔ ان آیات کے علاوہ بھی بے شمار فضائل ومناقب سے آراستہ تھے اور دوسروں سے برتر تھے''۔(۱)

دانشوروں کے نظریات

۱۔ ابوالفرج لکھتا ہے کہ قصیدۂ دعبل ''مدارس آیات خلت من تلاوۃ... ''جلال آفریں مدح آل محمدؐ ہے، اس نے امام رضاؑ کو ان کی بارگاہ خراسان میں اس وقت سنایا جب آپ نے اشعار سنانے کی فرمائش کی، جب اس نے یہ شعر پڑھا:

اذا وتروا مدّو الی واتریهم　　　اکفا عن الاوتار منقبضات

امام روتے روتے بے ہوش ہوگئے، خدمت گار نے خاموش ہونے کا اشارہ کیا، دوبارہ ہوش میں آئے تو سنانے کی فرمائش کی، تیسری بار بھی اسی طرح فرمائش کی اور تحسین سے نوازا پھر حکم دیا کہ دس ہزار درہم رضوی مہر والے جو ابھی تک کسی کو نہیں دیئے گئے اسے عطا کئے جائیں پھر وہ عراق چلا آیا۔ اس نے وہ درہم شیعوں کے ہاتھوں ایک کے بدلے دس درہم میں فروخت کئے، اس طرح ایک لاکھ ہاتھ لگ گئے، یہ اسے پہلی دولت نصیب ہوئی تھی۔(۲)

ابن مردویہ کے توسط سے حذیفہ بن محمد کی روایت کے مطابق دعبل نے امام کے بدن مبارک کا لباس طلب کیا تا کہ کفن میں کام آسکے امام نے اپنا جبہ عطا فرمایا، جب قم والوں کو خبر پہونچی تو دعبل سے

۱۔ اعیان الشیعہ (ج ۶ ص ۴۱۸)

۲۔ آغانی ج ۱۸ ص ۲۹ (ج ۲۰ ص ۱۳۲، ۱۶۲)؛ معاہد التنصیص ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۲ ص ۱۹۹ نمبر ۱۱۵)؛ عیون اخبار رضا ص ۲۸۰ (ج ۲ ص ۲۹۶ ح نمبر ۳۴)

تین لاکھ میں فروخت کرنے کی درخواست کی اس نے قبول نہ کیا تو راستہ روک کر شور مچانے لگے، اس نے قسم کھا کر کہا کہ بخوشی ہرگز قبول نہ کروں گا، آخر اس نے مصالحت کی کہ تیس ہزار میں صرف آستین فروخت کردے، اس کے بعد دعبل نے جبہ پر "مــدارس آیــات" لکھ کر اسی سے احرام باندھا اور وصیت کردی کہ کفن میں ساتھ کردیا جائے۔(۱)

دعبل کا بیان ہے کہ جب میں خلیفہ کے خوف سے بھاگا، نیشاپور میں ایک رات اکیلے گذاری، وہیں سوچا کہ عبداللہ بن طاہر کی مدح میں قصیدہ لکھ ڈالوں، فکر شعری میں تھا کہ دروازے پر آواز آئی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اندر آنے کی اجازت ہے، خدا آپ پر رحم کرے۔

آواز سنتے ہی سارے بدن میں رعشہ پڑ گیا، اس نے کہا: ڈرو نہیں عافیت میں ہو، میں یمن کا رہنے والا جنّات ہوں، میرے عراقی دوست نے تمہارا قصیدۂ مدارس سنایا تو مجھے خواہش ہوئی کہ خود تم ہی سے وہ قصیدہ سنوں۔ دعبل نے وہ قصیدہ پڑھا تو وہ روتے روتے وہیں بے ہوش ہوگیا۔ پھر دعائے رحمت کے ساتھ روحانی تقویت کے لئے حدیث سنائی: میں ایک دن حضرت جعفر بن محمدؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا: میرے جد کا ارشاد ہے کہ یا علیؑ! تم اور تمہارے شیعہ کامیاب ہیں۔ وہ خدا حافظ کہہ کر جانے لگا تو میں نے نام پوچھا: بولا: میرا نام ظبیان بن عامر ہے۔(۲)

۲۔ ابواسحاق قیروانی لکھتا ہے کہ دعبل متعصب مداح آل محمدؑ تھا، اس کا مشہور مرثیہ "مــدارس آیات خلت من تلاوۃ" ہے۔(۳)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (۴) میں ہے کہ مامون نے اقتدار مستحکم ہونے کے بعد فضائل آل محمدؑ کے آثار جمع کرنے کی سعی شروع کردی، انہیں میں ایک قصیدہ مدارس آیات بھی ہے، یہ قصیدہ ہمیشہ اس کے

۱۔ معجم الادباء ج ۴ ص ۱۹۶ (ج ۱۱ ص ۱۰۳)، عصر المامون ج ۳ ص ۲۵۵، معاہد التنصیص ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۲ ص ۱۹۹ نمبر ۱۱۵)

۲۔ معاہد التنصیص ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۲ ص ۱۹۹ نمبر ۱۱۵)؛ الآغانی ج ۱۸ ص ۳۹ (ج ۲۰ ص ۵۵)

۳۔ زہر الآداب ج ۱ ص ۸۶ (ج ۱ ص ۱۳۴)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۳۴ (ج ۶ ص ۷۷، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸ ص ۱۸۲)

دل میں ہیجان برپا کرتا رہا، ایک دن دعبل ملا تو اس نے قصیدہ کی فرمائش کی اور کہا کہ کچھ خوف نہ کرو تم میری امان میں ہو، میں اس قصیدے سے آگاہ ہوں صرف تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں، اشعار سنتے سنتے اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔(۱)

۴۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ قصیدہ تائیہ دعبل کی بہترین شعری کاوش ہے پھر خراسان میں امام کو سنانے کا واقعہ، لباس طلب کر کے جامہ احرام طلب کر کے کفن بنانے کا حال لکھ کر کہتا ہے کہ یہ قصیدہ برکت کے خیال سے ہاتھوں ہاتھ شائع ہوتا رہا ان میں کا اکثر حصہ میرے خیال میں الحاقی ہے، شیعوں نے بہت سا اضافہ کر دیا ہے، ۴۳ شعروں کو لکھ کر کہا ہے کہ صحیح اشعار یہاں نقل کر رہا ہوں:

''آیات قرآنی کی تلاوت وتعلیم سے مدرسے خالی ہوگئے، منزل وحی پر ویرانیوں نے بسیرے لے لئے، خانوادۂ رسولؐ کی منزلیں منیٰ، حیف، رکن، عرفات اور صفا ومروہ ہیں، یہاں علیؑ وجعفر وحمزہ نیز سجادؑ ذوالثفنات کے ڈیرے تھے جو بے پناہ رحمت سے ویران ہوگئے، گردش روزگار سے نہیں۔ ذرا ٹھہرو !مکتبوں سے خالی ان مکانوں سے پوچھوں۔

کہاں تک روزگار سے عہدہ برآئی ہوئی، وہ جنہیں غریب الوطنی نے پراگندہ کر دیا کہاں گئے؟ وہ وارثان نبوت اور قائد ومددگار تھے، ان کے مقابل جھوٹے اور کینہ توز افراد تھے، جب وہ اپنے کشتگان بدر وخیبر وحنین کو یاد کرتے ہیں تو روتے ہیں۔

کچھ قریب کوفہ میں ہیں اور کچھ مدینہ میں اور کچھ مقام ''فخ'' میں۔ ان پر خدا کی رحمت ہو اور ایک پاک نفس کی قبر بغداد میں ہے غرق نوازش خدائے رحمان.... لیکن وہ نفوس جن کی دعوت نظر انداز کی گئی اور میں ان کے صفات کے ادراک سے قاصر ہوں، دامن محشر تک کہ خدائے رحمان امام قائم کو اٹھائے اور ان کی برکت سے بے چینیوں کو دفع کرے کچھ نفوس کی آرامگاہیں دشت کربلا میں شط فرات کے نزدیک دونہروں کے درمیان ہیں۔

۱۔ الآغانی ج۱۸ ص۵۸ (ج۲۰ ص۱۹۵)؛ زھر الآداب ج۱ ص۸۶ (ج۱ ص۱۳۴)، معاہد التنصیص ج۱ ص۲۰۵ (ج۲ ص۱۹۸ نمبر/۱۱۵)؛ الاتحاف ص۱۶۵

حوادث روزگار نے انہیں منتشر کر دیا لیکن جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ بارگاہیں برکت سے بجی سجائیں ہیں، سوائے ان قبروں کے جو مدینہ میں واقع ہیں، گردش زمانہ سے ویران ہیں وہاں زوار بہت کم جاتے ہیں صرف بچھو، گدھ اور عقاب ہی نظر آتے ہیں (ویرانی کی طرف اشارہ ہے)، خانوادۂ رسالت کی آرام گاہیں جداجدا اور مزارات تمام روئے ارض پر بکھری ہیں، حالانکہ ان میں کچھ حجاز کے مدفون بہادر اور مرد میدان تھے، انہیں زمانے کی شخصیتوں نے لٹا پٹا بنا دیا اور جنگ کے بھڑکتے شعلوں نے مدھم کر دیا، وہ صفوں میں گھستے تو موت کے شرارے نیزوں پر لے لیتے اور جب ناز کرتے تو محمدؐ، جبریل اور قرآنی سورے ہم زبان ہوتے۔

اے ملامت گر! محبت اہل بیتؑ پر مجھے ملامت نہ کر میری تمام زندگی محبت واعتماد کی پونجی ہے، میں نے انہیں ہدایت کے لئے چن لیا ہے، کیونکہ وہ ہر حیثیت سے نیکوں میں نیک ہیں۔ خدایا! میرے یقین میں اضافہ کر اور ان کی محبت میرے دل میں بڑھا دے، میری جان کی قسم! تمہارے بوڑھے، جوان، غلاموں کو آزاد کرنے والے اور خون بہا دینے والے ہیں، میں تمہارا پیدائشی محب اور تمہاری محبت میں اپنے خاندان اور بیٹوں سے دست بردار ہوں، اپنی محبت کینہ توز دشمنان حق سے چھپاتا ہوں کہ انہیں موت بھی نہیں آتی، میری تمام زندگی مصائب میں گھری ہے اب مرنے کے بعد ہی چھٹکارا نصیب ہوگا۔

تم نہیں دیکھتے کہ میرے تیس سال رات دن حسرتوں میں گذرتے بیت گئے، میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی دولت دوسروں میں تقسیم ہو رہی ہے خود ان کے ہاتھ مال غنیمت سے خالی ہیں، چنانچہ آل رسولؐ تو لاغر اندام ہیں اور آل زیاد قصروں میں بھرے پڑے ہیں، زیاد کی بیٹیاں محلوں میں محفوظ ہیں اور حرم رسولؐ کے سروں پر چادریں بھی نہیں، جب کوئی انتقام کے لئے اٹھتا ہے تو ظلم کے ہاتھ بے بس کر دیتے ہیں، مستقبل قریب میں انتقام کی توقع نہ دیکھ کر حسرتوں میں پھپک رہا ہوں، امیدوں کا مرکز صرف خروج قائمؑ ہے جو بنام خدا قیام اور حق و باطل میں امتیاز نیز اچھے برے کا بدلہ دیں گے، اسی لئے میں دشمنوں سے جنگ سے ہاتھ روک کر صرف آنسو بہا رہا ہوں۔ اے نفس! خوش ہو جا کہ وہ دن دور نہیں اگر خدا نے

عمر دراز کر کے وہ دولت نصیب کی تو خوشی خوشی اپنے نیزہ وتلوار کو دشمنوں کے خون سے سیراب کروں گا ،سچ تو یہ ہے کہ ان (دشمنوں) کی ہدایت کرنا سورج کو ٹالنا ہے اور حق بات سخت پتھروں سے گفتگو کے مترادف ہے، اکثر تو حق پہچان کر فائدہ نہیں اٹھاتے اور بعض معاند خواہشات کا شکار ہیں، ان دشمنوں کے خلاف میرا غصہ بے پایان ہے اور میرا سینہ غم واندوہ سے پھٹا جاتا ہے''۔(۱)

۵۔شیخ الاسلام ابواسحاق حموینی نے احمد بن زیاد سے روایت کی ہے کہ دعبل خزاعی نے کہا کہ جب میں نے امام رضا کے سامنے قصیدہ ''مدارس آیات خلت من تلاوة .....'' پڑھا تو حضرت نے فرمایا: اس میں دو شعروں کا اضافہ کرلو، میں نے عرض کی: ہاں! یابن رسول اللہؐ۔ حضرت نے فرمایا:

و قبر بطوس یا لها من مصیبة الحت بها الاحشاء بالزفرات

الی الحشر حتی یبعث الله قائماً یفرج عنا الهم و الکربات

دعبل کا بیان ہے کہ پھر میں نے قصیدے کے بقیہ اشعار پڑھے، قصیدہ کے اختتام پر امام بہت روئے پھر فرمایا: دعبل! روح القدس تمہاری زبان سے بول رہے ہیں، پھر پوچھا: اس امام کو پہچانتے ہو؟ عرض کی: نہیں صرف اتنا سنا ہے کہ جب وہ ظہور فرمائیں گے تو زمین عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔ فرمایا: وہ میرے بیٹے محمد پھر علیؑ پھر حسنؑ کے فرزند ہیں۔ حدیث رسولؐ ہے کہ قیامت کی طرح ان کا بھی ظہور اچانک ہوگا۔

۶۔ابن طلحہ شافعی نے دعبل کا بیان نقل کیا ہے کہ جب امام رضاؑ ولی عہد ہوئے تو مامون نے مجھے بلوا کر مدارس آیات سننے کی فرمائش کی، میں نے لاعلمی ظاہر کی تو امام کو بلوا کر شکایت کی، امام نے قصیدہ سنانے کا حکم دیا۔

مامون نے پچاس ہزار درہم اور اتنا ہی امامؑ نے مجھے مرحمت فرمایا، دعبل نے عرض کی: آقا! مجھے اپنا لباس مرحمت فرمایئے، جسے اپنا کفن بنا سکوں۔ آپ نے اپنی قمیص اور پاکیزہ عمامہ مرحمت فرمایا اور کہا: اسے سنبھال کر رکھنا یہ تمہیں سختیوں سے بچائے گا، اسکے بعد مامون کے وزیر فضل بن سہل نے بھی انعام دیا

۱۔معجم الادباء ج۴ص ۱۹۶ (ج۱۱ص ۱۱۰۔۱۰۲)

اور زرد خراسانی خچر پر سوار کر دیا۔ دعبل کا بیان ہے کہ ایک دن ساتھ جا رہے تھے اور بارش ہونے لگی تو برساتی بھی عطا کی اور کہا: یہ تمہیں بارش سے محفوظ رکھے گی۔ لوگ اسے اسی دینار میں خریدنا چاہتے تھے لیکن نہیں بیچا، اس درمیان کئی بار عراق جانا ہوا۔ دعبل کا بیان ہے کہ ایک بار راستے میں ڈاکوؤں نے سارا سامان لوٹ لیا، بارش کی وجہ سے سخت سردی پڑ رہی تھی ایک پرانی قمیص اور عمامہ پہنے ٹھٹھر رہا تھا اور امام رضاؑ کے فقرے غم واندوہ میں یاد کر رہا تھا کہ ایک ڈاکو میری طرف بڑھا، وہ فضل بن سہل کے زرد خچر پر سوار تھا میرا قصیدہ ''مدارس آیات'' پڑھ کر رو رہا تھا مجھے سخت تعجب تھا کہ یہ ڈاکو شیعہ ہے۔ میں نے پوچھا: یہ قصیدہ کس کا ہے؟ پہلے تو ڈانٹا کہ تمہیں اس سے کیا کام... میں نے قسم کھا کر بتایا کہ یہ جس دعبل کا قصیدہ ہے وہ میں ہی ہوں۔(۱)

آگے ابن طلحہ لکھتے ہیں: کہ دیکھو تو کس قدر جلال آفریں قصیدہ ہے۔ پھر چوبیس اشعار نقل کئے ہیں۔(۲)

۷۔ سبط جوزی نے اس کے ۲۹ر اشعار نقل کئے ہیں۔(۳)

۸۔ صلاح الدین صفدی اور سیوطی نے نقل کیا ہے۔(۴)

۹۔ شبراوی نے ہروی سے دعبل کا بیان نقل کیا ہے جس میں خروج امام قائم پر امام رضاؑ کا گریہ ہے۔(۵) اور روح القدس کے ہم زبان ہونے کی دعا کا بیان نقل ہے۔ پھر طبری کے حوالے سے دعبل کا بیان ہروی کی زبانی منقول ہے، جس میں ۲۹ شعر نقل کئے گئے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ طویل قصیدہ ۱۲۰ شعروں پر مشتمل ہے اور اس سے متعلق واقعات بیان کئے ہیں۔(۶)

۱۰۔ شبلنجی نے شبراوی کا متن نقل کیا ہے۔(۷)

۱۔ مطالب السؤول ص ۸۵ ۲۔ مطالب السؤل ص ۸٦

۳۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۳۰ (۲۲۷)

۴۔ الوافی بالوفیات ج ۱ ص ۱۵٦ (ج ۱۴ ص ۱۴ نمبر ۱۲)؛ بغیۃ الوعاۃ ص ۹۴ (ج ۱ ص ۲۱۹ نمبر ۳۹٦)

۵۔ عیون اخبار الرضا ص ۳۷۰ (ج ۲ ص ۲۹٦ حدیث نمبر ۳۵ باب ٦٦)، کمال الدین ص ۳۷۲، اعلام الوری ص ۱۹۴ (ص ۳۱۸)

٦۔ اتحاف ص ۱٦۵ ۷۔ نور الابصار ص ۱۵۳ (۳۱۰)

علماء امامیہ نے بھی اس قصیدہ کے ذیل میں تمام تفصیلی واقعات کو نقل کیا ہے جنہیں طول دینا مناسب نہیں، جن علماء نے اسے نقل کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

شیخ صدوق نے ہروی کا متذکرہ بیان نقل کیا ہے کہ جب ''اذا وتروا مدوا'' کا شعر پڑھا تو امام نے ہاتھ ملتے ہوئے فرمایا: واقعی ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، جب ''لقد خفت فی الدنیا'' کا شعر پڑھا تو امام نے قیامت سے محفوظ ہونے کی دعا دی، جب ''قبر ببغداد لنفس زکیہ'' تک پہونچے تو امام نے دو شعر کا اضافہ کیا۔ اس کے بعد دعبل کا سوال اور امام کا جواب نقل کیا۔(۱)

دعبل کی ایک بہت پیاری کنیز تھی، اس کی آنکھیں دکھنے آئی تھیں، دعبل نے حکیم کو بلایا، اس نے کہا کہ داہنی آنکھ تو ختم ہی ہوگئی صرف بائیں آنکھ کے علاج کی کوشش کی جائے گی۔ دعبل بہت گھبرایا، اسی وقت یاد آیا کہ امام کا جبہ اس کے پاس ہے، اس نے وہ جبہ کنیز کی آنکھوں پر پھرایا، صبح تک کنیز کی آنکھیں برکت امام رضاؑ سے صحیح و سالم ہوگئیں، پہلے سے بھی بہتر ہوگئیں۔ (۲)

مشکاۃ الانوار اور موج الاحزان میں بھی خروج امام کے شعر پر امام کا اضطراب منقول ہے۔ دمعۃ الساکبہ میں بھی نقل ہے۔

متذکرہ قصیدہ تائیہ کی علامہ جزائری، محمد بن محمد قنولی اور میرزا علی علیاری نے شرحیں لکھیں ہیں۔

قابل توجہ...!!!

اس قصیدہ کی ابتداء اس شعر سے ہے:

تجاوبن بالارنان والزفرات   نوائح عجم اللفظ والنطقات

روضۂ ابن فتال اور مناقب بن شہر آشوب میں ہے کہ دعبل سے پوچھا گیا کہ تم نے تشبیب کے اشعار کیوں چھوڑ دیئے، امام کی خدمت میں ''مدارس آیات'' ہی سے کیوں شروع کیا؟ کہا کہ مجھے

۱۔ عیون اخبار الرضاص ۳۶۸ (ج۲ص ۲۹۴ حدیث ۳۴ باب ۶۶)، کمال الدین ص ۳۷۶۔۳۷۳ باب ۳۵

۲۔ اعلام الوری ص ۱۹۱ (۳۱۶)، کشف الغمہ ص ۲۷۵ (ج ۳ ص ۱۱۲)

بارگاہ امام میں تغزل سے شرم آتی ہے۔(۱) پورا قصیدہ ۱۲۰ اشعروں پر مشتمل ہے جسے اربلی نے کشف الغمہ میں، قاضی نے مجالس المومنین مجلسی نے بحار الانوار اور رنوزی نے ریاض میں نقل کیا ہے۔(۲) اس کے بعض اشعار کو الحاقی کہنا مجرمانہ حرکت ہے کیونکہ خود حموینی نے معجم البلدان میں مشکوک اشعار کو نقل کیا ہے اس کے علاوہ جن شعروں کو الحاقی کہا جا رہا ہے انہیں مسعودی، ابن جوزی، سبط ابن طلحہ اور شبلنجی جیسے فحول علماء نے نقل کیا ہے۔(۳) ان سے تسامح کی توقع نہیں کی جا سکتی، جو لوگ اس کو مصنوعی قرار دیتے ہیں ان سے خدا سمجھے۔

حالات زندگی

ابو علی یا ابو جعفر کنیت تھی، نام تھا دعبل بن علی بن رزین۔(۴) اس کا سلسلۂ نسب چھ واسطوں کے بعد بدیل بن ورقا اور سولہ واسطوں کے بعد ربیعہ خزاعی تک پہونچتا ہے۔(۵)

خانوادۂ رزین

خانوادۂ ''رزین'' ادب ومحاسن کا مرکز رہا ہے، حالانکہ ابن رشیق نے اسے صرف شعر ہی میں محدود قرار دیا ہے۔(۶) اس خانوادہ میں محدث، شاعر اور اہل سیاست وشرف تھے اور یہ تمام فضل و

۱۔روضۃ الواعظین ابن فتال ص۱۹۴ (ج۱ص۲۲۷) ومناقب بن شہر آشوب ج۲ص۳۹۴ (ج۴ص۳۶۶)

۲۔مجالس المومنین قاضی ص۴۵۱ (ج۲ص۵۲۴۔۵۲۰)؛ بحار الانوار ج۱۲ص۷۵ (ج۴۹ص۲۴۴)؛ کشف الغمۃ (ج۳ص۱۱۷،۱۱۲)

۳۔مروج الذہب ج۲ص۲۳۹ (ج۳ص۳۲۷)؛ تذکرۂ ابن جوزی (ص۲۲۷)؛ مطالب ابن طلحہ (۸۶)؛ نور الابصار (ص۳۱۰)؛ معجم البلدان ج۲ص۲۸ (ج۱۱ص۱۰۳)

۴۔آغانی ج۸ص۲۹ (ج۲۰ص۱۳۱) پر اس کے بعد یوں سلسلۂ نسب لکھا ہے: ابن سلیمان بن تمیم بن نہشل بن خداش بن خالد بن عبد بن دعبل بن انسبن خزیمہ بن سلامان بن اسلم بن اقصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن مزیقیا

۵۔فہرست نجاشی ص۱۱۶ (۱۶۱نمبر ۴۲۸)، تاریخ خطیب ج۸ص۳۸۲، تاریخ ابن عساکر ج۵ص۲۲۷ (ج۶ص۸۶)

۶۔امالی شیخ طوسی ص۲۳۹ (ص۳۷۶حدیث ۸۰۵)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۸ص۱۷۲)؛ عمدہ ابن رشیق ج۲ص۲۹۰ (ج۲ص۳۰۷باب۱۰۲)

شرف دعائے رسولؐ کی برکت سے تھا، عباس بن عبدالمطلب نے فتح مکہ کے موقع پر کہا تھا: خدا کے رسولؐ! آج تو قوموں کو افتخار و شرافت عطا ہونے کا دن ہے، ذرا بدیل بن ورقا کی طرف بھی توجہ فرمایئے جن کی شیفتگی، وارفتگی حد سے زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اے بدیل! کیا عمر ہے تمہاری؟ پورے ۹۷ سال۔ آپ نے دیدوں میں نظریں جمادیں اور مسکراتے ہوئے فرمایا: خدا تمہارا جمال بڑھائے اور تمہیں اور تمہارے عیال کو بہرہ مند کرے۔ (۱)

بدیل ہی کی ذریت میں پر جلال بزرگ عبداللہ ہیں انہیں کے بھائی عبدالرحمٰن اور محمد ہیں جنہیں رسولؐ نے یمن کا سفیر بنایا تھا، یہ تمام افراد جن میں ایک عثمان بھی ہیں صفین میں شامل تھے۔ (۲) پانچویں بھائی نافع تھے جو رسولؐ کے سامنے فوت ہوئے اور ابن رواحہ نے ان کا مرثیہ کہا۔ (۳)

اس خانوادہ کی شرافت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس میں پانچ شہید ہیں جو جنگ صفین و جمل میں حضرت علیؑ ہمراہ تھے اور مورد الطاف خدا اور رسولؐ قرار پائے، عبداللہ خود مرد میدان تھے زہری انہیں پانچ مدبرین عرب میں شمار کرتے ہیں۔ (۴) امیر المومنینؑ نے صفین میں انہیں حملہ کرنے کا حکم دیا، وہ دو شمشیروں اور دو زرہوں سے حملہ آور ہوئے، وہ معاویہ تک صفوں کو چیرتے ہوئے پہونچ گئے، معاویہ نے انہیں گھیرنے کا حکم دیا۔ حبیب بن مسلم جو معاویہ کے میسرہ کا انچارج تھا آگے بڑھا، دونوں فوجیں گھتم گھتا ہوگئیں، ابن بدیل کے پاس صرف سو آدمی باقی رہ گئے جو قرا تھے عبداللہ نے تہیہ کر رکھا تھا کہ معاویہ کا سر کاٹ کر رہیں گے، معاویہ نے للکارا: ان پر سنگ باری کرو۔ لوگوں نے انہیں قتل کر دیا تو معاویہ و عبداللہ بن عامر ان کے سرہانے آئے۔ ابن عامر نے عمامہ ہٹا کر شفقت بھری نظر ڈالی کیونکہ اس سے پہلے گہرے دوست تھے، معاویہ نے کہا: ذرا چہرے سے پردہ ہٹاؤ، عبداللہ بن عامر نے کہا: ایسا ہرگز

۱۔ امالی الشیخ ص ۳۳۹ (ص ۲۷۶ ح ۸۰۵)، الاصابہ ج ۱ ص ۱۴۱ (نمبر ۶۱۴)

۲۔ کتاب صفین ابن مزاحم ص ۱۲۶ (ص ۲۴۵)؛ خصال شیخ صدوق؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۴۸۶ (ج ۵ ص ۱۹۶ خطبہ ۶۵)؛ الاصابہ ج ۳ ص ۳۷۱ (نمبر ۷۷۵۸)

۳۔ الاصابہ ج ۳ ص ۵۴۳ (نمبر ۸۶۵۰)

۴۔ الاصابہ ج ۲ ص ۲۸۱

نہ ہوگا جب تک میری روح باقی ہے تم مثلہ نہیں کر سکتے، معاویہ نے کہا: ہٹاؤ بھی مثلہ نہیں کروں گا اسے تمہیں بخش دیا، ابن عامر نے پردہ ہٹایا تو معاویہ بولا: واللہ! یہ اپنی قوم کا شجاع تھا پھر شجاعت کا تمثیلیہ پڑھ کر کہا: اگر بنی خزاعہ کی عورتوں کو بھی قدرت ہوتی کہ وہ مجھ سے جنگ کریں تو ضرور مجھ سے جنگ کرتیں۔(۱)

ابن بدیل کی آخری سانسیں چل رہی تھیں تو ادھر سے اسود بن طہمان خزاعی کا گذر ہوا، انہوں نے کہا: بخدا! اگر میں موجود ہوتا تو تمہارا دفاع کرتا یا خود مرتا یا تمہارے قاتل کو مارتا، بخدا! تم لائق اعتماد پڑوسی اور عابد شب زندہ دار تھے کچھ وصیت کرو، خدا تم پر رحم کرے۔ فرمایا: میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ تم امیر المومنینؑ کی خیر خواہی کرتے رہنا اس وقت تک ان کی حمایت میں جنگ کرتے رہو کہ حق واضح ہو جائے حتیٰ تم موت سے بغلگیر ہو جاؤ اور امیر المومنینؑ کو میرا اسلام پہونچا دینا۔ انہوں نے علیؑ تک پیغام پہونچایا تو آپ نے فرمایا: خدا ان پر رحم کرے، زندگی میں تو میری طرف سے جنگ کی اور مرتے مرتے میری خیر خواہی کر گئے۔(۲)

عدی بن حاتم نے بھی ان کی مدح میں دو شعر کہے ہیں کہ عمار، ہاشم (بن مرقال) اور ابن بدیل کے بعد زندگی کی تمنا بیکار ہے۔(۳) اس سلسلے میں سلیمان بن صرد خزاعی اور شنی کے بھی مرثیے ہیں۔(۴)

دعبل کے باپ علی بن رزین بھی بلند پایہ شاعر تھے۔(۵) اسی طرح ان کے چچا عبداللہ بن رزین بھی شاعر تھے۔(۶) ان کے چچیرے بھائی ابو جعفر محمد ابوشیص بن عبداللہ صاحب دیوان شاعر تھے۔(۷)

۱۔ کتاب صفین ص ۲۴۳ (ص ۴۵۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۹۹ (ج ۸ ص ۹۲ خطبہ ۱۲۴)

۲۔ کتاب صفین ابن مزاحم ص ۲۶ (۲۴۶)، شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۴۸۶ (ج ۵ ص ۱۹۶) خطبہ/ ۶۵۔

۳۔ وقعۃ صفین (ص ۴۰۳)

۴۔ وقعۃ صفین (ص ۴۰۰)

۵۔ معجم الشعراء ج ۱ ص ۲۸۳ (۱۳۶)
۶۔ العمدۃ (ج ۲ ص ۳۰۷ باب ۱۰۲)

۷۔ البیان والتبیین ج ۳ ص ۸۳، الشعر والشعراء ص ۳۴۶ (ص ۵۷۱)، الآغانی ج ۱۵ ص ۱۰۸ (ج ۱۶ ص ۴۳۲)، فوات الوفیات ج ۲ ص ۲۵ (ج ۳ ص ۴۰۲ نمبر ۴۶۹)

دعبل کے بھائی، ابوالحسن علی صاحب دیوان شاعر تھے(۱)۔ سنہ ۱۹۸ھ میں دعبل کے ساتھ امام رضاؑ کی خدمت میں عرصہ تک شرفیاب ہور ہے تھے، خود انہیں کا بیان ہے کہ دو سال تک میں اور دعبل امام کی خدمت میں رہے تھے، امام نے میرے بھائی دعبل کو سبز اونی لباس، عقیق کی انگوٹھی اور خلعت کے ساتھ درہم رضوی دیا اور کہا: دعبل! قم جاؤ، وہاں بڑا فائدہ اٹھاؤ گے۔ یہ بھی کہا کہ اس لباس کی حفاظت کرنا کہ اس میں ہزار ہزار رکعت نمازیں اور ہزار ختم قرآن کیا ہے۔(۲) دعبل کے بھائی ۱۷۲ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۳ میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے ابوالقاسم اسماعیل جو دعبلی کے نام سے معروف تھے، اپنے باپ سے بہت سی روایات بیان کی ہیں، واسط میں رہتے تھے اور وہاں مالیات کے افسر تھے، تاریخ الائمہ اور کتاب النکاح کے مؤلف بھی ہیں۔

دعبل کے ایک اور بھائی رزین بھی شاعر آل محمدؑ تھے، دعبل کے اشعار ان کے متعلق ابن عساکر نے لکھے ہیں۔(۳) ان کا امام رضاؑ کی زیارت کیلئے جانا (۴) اور لکڑ ہاروں سے کرایہ پر خچر لینے کا واقعہ نیز دعبل اور ان کے اشعار بدائع البدایہ میں مذکور ہیں۔(۵)

دعبل کی کنیت، ابوعلی یا ابوجعفر تھی

آغانی نے ابوایوب سے نقل کیا ہے کہ دعبل کا نام محمد تھا، تاریخ خطیب میں ان کا نام حسن ہے۔(۶) ان کے بھتیجے کا بیان ہے کہ ان کا نام عبدالرحمٰن تھا، انہیں کا بیان ہے کہ دعبل کی دایہ نے ان کی شوخی طبع کی وجہ سے دعبل نام رکھا، ذال کو دال سے بدل دیا گیا'' دعبل اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا بچہ اس کے

۱۔ فہرست ابن ندیم (ص ۱۷۳)

۲۔ فہرست نجاشی ص ۱۹۷ (ص ۲۷۶ نمبر ۷۲۷)، امالی شیخ طوسی ص ۲۲۹ (ص ۳۵۹ نمبر ۷۴۹)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۳۹ (ج ۶ ص ۸۱، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸ ص ۱۸۹)

۴۔ عیون اخبار الرضاؑ (ج ۲ ص ۱۵۳ نمبر ۷)

۵۔ بدائع البدایہ ج ۲ ص ۲۱۰

۶۔ تاریخ خطیب ج ۸ ص ۳۸۳

پیچھے پیچھے چلے"۔

دعبل اصل میں کوفی تھا، بعض قرقیسا کہتے ہیں اس کی زندگی کا زیادہ زمانہ بغداد میں گذرا، معتصم کی ہجو کی وجہ سے مدتوں دوسرے شہروں میں مارا مارا پھرتا رہا، وہ بصرہ، دمشق بھی گیا پھر مطلب بن عبد اللہ کے زمانہ میں مصر گیا، اس نے اسوان کا والی بنا دیا جب اسے خبر ملی کہ شاعر نے خلیفہ کی ہجو کی ہے تو معزول کر دیا، اس نے غلام کو نامۂ معزولہ دے کر کہا: انتظار کرنا جب دعبل خطبہ پڑھنے منبر پر جائے تو اسے تھما دینا اور اسے اتار کر خود خطبہ پڑھنا، اس نے ایسا ہی کیا، جب غلام نے نامہ دیا تو دعبل نے کہا: ٹھہرو خطبہ دے دوں تو خط پڑھوں، غلام نے کہا: پہلے پڑھ لیجئے، اس نے خط پڑھا اور نیچے اتر آیا، پھر وہ مغرب میں بنی اغلب کی طرف چلا گیا۔(۱)

دعبل نے اپنے بھائی رزین کے ساتھ حجاز کا سفر کیا اور علی کے ساتھ خراسان گیا، ابوالفرج کہتا ہے کہ دعبل برسوں گھر سے غائب رہا اور مترگشتی کرتا رہا، اسے تمام راہزن اور ڈاکو پہچانتے تھے، کثرت سفر کی وجہ سے کوئی اسے آزار نہیں پہونچاتا تھا مکہ والے اس کے ساتھ نوازش سے پیش آتے، دستر خوان بچھا کر شراب وطعام میں مشغول ہو جاتے، دعبل بھی ان کی دعوت کرتا اپنے غلاموں ثقیف وشعف کے ساتھ بزم شعر سجالیتا۔ وہ راہزن بھی اسے انعام دیتے۔ ایک سفر کی تفصیلات خود اپنے شعروں میں نظم کی ہے۔(۲)

طبقات ابن معتز میں ہے کہ وہ قم سے گذر رہا تھا تو وہاں کے شیعوں نے ہر سال پانچ ہزار درہم کی قسط معین کر دی۔(۳)

اس کی زندگی اور فن کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ ولایت اہلبیتؑ میں اس کا والہانہ پن

۱۔ آغانی ج ۱۸ ص ۴۸ (ج ۲۰ ص ۱۷۶)

۲۔ الآغانی ج ۱۸ ص ۳۶ (ج ۲۰ ص ۱۴۹)

۳۔ طبقات الشعراء ص ۱۲۵ (ص ۲۶۵)

۲۔شعر وادب وتاریخ میں علمی تبحر

۳۔راویان حدیث کا تبادلہ

۴۔خلفاء کے ساتھ برتاؤ،خوش طبعی ،نوادرات اور ولادت ووفات

پہلا جز تو اس قدر واضح ہے کہ بیان کی ضرورت نہیں ،وہ خود کہتے سنے گئے کہ پچاس سال سے اپنی صلیب اپنے کاندھے پر اٹھائے گھوم رہا ہوں ،کوئی مجھے سولی نہیں دیتا۔محمد بن عبدالملک زیات سے کہا گیا کہ دعبل نے آپ کی ہجو کی ہے سزا کیوں نہیں دیتے ۔جواب دیا: تیس سال سے اپنے پھانسی کا پھندا اٹھائے بے باکانہ مٹر گشتی کر رہا ہے کہ کوئی اسے دار پر چڑھا دے۔(۱)

یہ تمام کینہ توزی اور حسد صرف اس لئے تھا کہ وہ آل محمدؑ کے دفاع میں دشمنوں کی ہجو سے باز نہیں آتے تھے،ان کا کوئی پشت پناہ بھی نہ تھا، پھر ان کے قصائد زباں زد تھے،ان نے آخران کی جان لے لی ،ان کی زیادہ تر ہجو یہ شاعری اس لئے ہے کہ وہ خاندان رسولؐ کے دشمن اور ان کے حق کے غاصب تھے، ان کا خیال تھا کہ ولایت اسی وقت خالص ہوسکتی ہے جب دشمنوں سے بیزاری کی جائے ،جس طرح خدا اور رسولؐ نے مشرکوں سے اظہار بیزاری کی ہے ،خدا نے کسی سینہ میں دو دل نہیں عطا کئے ہیں ۔لیکن اکثر ارباب سیرت نے جو دشمن اہل بیتؑ تھے اس کو دعبل کا ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے جیسا کہ ان کا اکثر شیعوں کے ساتھ یہی برتاؤ ہے۔

اب رہ گیا ادبی تبحر....اس کا ثبوت کلام کی مقبولیت سے فراہم کیا جا سکتا ہے ان کے اشعار زباں زد تھے ،کتابوں میں ثبت ہیں اور تقویٰ واستشہاد کا سرمایہ ہیں ،سامع ان کے سہل ممتنع اشعار کو سن کر یہ خیال کرتا ہے کہ ان کے جیسے اشعار کہہ سکتا ہے لیکن اس گہرے سمندر میں غوطہ زن ہونے کے بعد غور وفکر کرتا ہے تو اپنے آپ کو قطعی عاجز محسوس کرتا ہے ،ایسے اشعار کہنا تو دور ان کے مثل کہنا اس کے بس سے باہر ہوتا ہے۔

محمد بن قاسم بن مہرویہ کہتا ہے کہ اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا: شعریت کا خاتمہ دعبل پر ہوگیا۔بحتری

۱۔طبقات الشعراء ص۱۲۵ (ص ۲۶۵)

کہتا تھا کہ میرے نزدیک مسلم بن ولید سے بہتر شاعر دعبل تھا، پوچھا گیا: وہ کیسے؟ جواب دیا: دعبل کا کلام مسلم کے مقابلے میں کلام عرب سے نزدیک تر اور اس کا اسلوب دل آویز اور تعصب نواز ہے۔(۱)

ابو دلف مامون سے ملنے آیا، مامون نے کہا: خزاعیوں کا شعر سناؤ، پوچھا: کس کا شعر سناؤں؟ کہنے لگا: کس کو بڑا شاعر سمجھتے ہو؟ کہا: دعبل، ابوشیص، داؤد بن رزین۔ مامون نے کہا: دعبل کے علاوہ کسی کا شعر سناؤ۔ جاحظ کہتا ہے کہ دعبل مجھ سے کہنے لگا: ساٹھ سال ہونے کو آئے کوئی دن بھی بغیر شعر سنائے نہیں گذرا۔(۲)

جب ابونواس نے دعبل کے یہ اشعار سنے:

این الشباب ؟وایۃ سلکا　　لااین یطلب ؟ضل بل هلکا

لا تعجبی یا سلم من رجل　　ضحک المشیب براسه فبکیٰ

وہ جھومنے لگا: واہ کیا کہنا، تم نے سماعت میں رس گھول دیا۔

محمد بن یزید کہتا ہے کہ بخدا دعبل فصیح تھا، اس نے صاحب طرز شاعر مسلم بن ولید سے شعر گوئی کا فن حاصل کیا، اس سمندر سے اچھی طرح سیراب ہوا، ایک دن اس نے "این الشباب" اسے سنایا، مسلم کہنے لگا: اب جو چاہو کہو اور جسے چاہو سناؤ۔(۳)

ابوتمام کا بیان ہے کہ دعبل برابر مسلم سے استفادہ کرتا رہا، اسکی استادی کا معترف تھا، ایک بار مسلم سے ملنے گیا اس نے اپنی فطری کنجوسی کی بناء پر اس کی تواضع نہیں کی، بس پھر کیا تھا، اس کے پاس سات شعروں میں ہجو لکھ کر بھیج دیا پھر کبھی نہ گیا۔ اس کے راویان ادب میں محمد بن یزید، شاعر حمودی اور ابن مہرویہ وغیرہ ہیں۔

ان کے علمی آثار مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کتاب الواحدہ فی مناقب العرب ومثالھا

۱۔ الآغانی ج ۱۸ ص ۱۸، ۳۷ (ج ۲۰ ص ۱۳۵۔۱۴۹)　　۲۔ الآغانی ج ۱۸ ص ۴۴ (ج ۲۰ ص ۱۶۵)

۳۔ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۶۸ نمبر ۲۲۷، تاریخ مدینہ دمشق ج ۶ ص ۷۶، مختصر تاریخ دمشق (ج ۸ ص ۱۸۰)

۲۔طبقات الشعراء (جس میں شعراء کے ادب وفن پر وقیع مواد ہے اکثر نے استفادہ کیا ہے)۔
۳۔دیوانی شعر (صولی نے اس کے معجم کو ۳۰۰ /اوراق کا بتایا ہے)۔

ان کے علمی تبحر کا اندازہ مناقب یمن پر مشتمل ساٹھ اشعار کے قصیدے سے کیا جاتا ہے جسے کیمت کے ستائش نزاریان کے جواب میں لکھا ہے۔ کیمت نے یہ قصیدہ جو تین سو شعروں پر مشتمل ہے، اعور کلبی کی تردید میں لکھا تھا۔ بعد میں رسول خداؐ نے دعبل کو کیمت کی مذمت سے منع فرمایا۔

اس قصیدہ سے قبل تک دعبل لوگوں کی نظر میں گرامی قدر تھے، یہ قصیدہ باہجوان کے زوال کا سبب بن گیا، اسکے بعد تو نزاریوں اور یمنیوں میں فخر و نازش اور الزام و جوابی الزام کا بازار گرم ہوگیا، مسعودی نے مروج الذھب میں اس کی تمام تفصیل لکھی ہے۔

راویان حدیث

ابن شہر آشوب نے دعبل کو امام موسی کاظمؑ و امام رضاؑ کا صحابی کہا ہے۔(۱) نجاشی نے انہیں امام موسی کاظم، امام رضا اور امام محمد تقی علیھم السلام کا صحابی کہا ہے۔(۲)

دلائل حمیری اور اصول کافی کلینیؒ میں ہے کہ امام رضاؑ نے اسے کچھ عطا فرمایا، وہ حمد خدا بجا نہیں لایا پھر اس کے بعد وہ امام جوادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام نے کچھ دیا تو وہ حمد خدا بجالایا۔(۳)

اس شاعر نے شعبہ، سفیان ثوری، مالک بن انس، سالم، واقدی، مامون، عبداللہ زہری، محمد بن سلامہ، سعید بن سفیان، محمد بن اسماعیل، اور مجاشع بن عمرو سے روایت کی ہے۔(۴)

جن لوگوں نے دعبل سے روایت کی ہے ان میں موسی بن حماد، ابوصلت ہروی، ہارون مہلبی، علی

۱۔معالم ص۱۳۹ (ص۱۵۱) ۲۔فہرست نجاشی ص۱۹۸ (ص۲۷۷ نمبر ۲۷۷)
۳۔اصول کافی (ج۱ ص۴۹۶ نمبر ۸)
۴۔امالی شیخ طوسی ص۲۴۰ (ص۳۷۷ نمبر ۸۰۷)؛ تاریخ ابن عساکر ج۵ ص۲۲۸ (ج۶ ص۶۹)؛ مختصر تاریخ دمشق ج۸ ص۱۷۳؛ تاریخ ابن عساکر ج۵ ص۲۲۸؛ تاریخ الخلفاء ص۲۰۴ (۲۸۴)؛ بشارۃ المصطفی ج۲ ص۹۸؛ امالی شیخ طوسی ۲۳۷ (۳۷۲ حدیث ۸۰۳)؛؛ امالی شیخ طوسی ص۲۴۰ (ص۳۷۸ حدیث ۸۱۰

بن حکیم، عبداللہ بن سعید، ابن مغازلی اور محمد بن موسیٰ وغیرہ لائق ذکر ہیں۔(۱)

خلفاء کے ساتھ برتاؤ

دعبل کی زندگی کا یہ وسیع ترین دامن ہے، اس سلسلہ میں کتب تاریخ وتذکرہ میں واقعات بھرے پڑے ہیں:

۱۔ یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے کہ مامون نے دعبل کو بلوایا، میں وہاں بیٹھا تھا، اس نے دعبل کو امان بخشی اور کہا کہ اپنا قصیدۂ رائیہ سناؤ، دعبل نے لاعلمی ظاہر کی، مامون نے کہا: جس طرح تمہاری جان کو امان بخشی ہے اسی طرح تمہارے قصیدہ کو بھی امان بخشتا ہوں، دعبل نے چوبیس شعروں پر مشتمل وہ قصیدہ سنانا شروع کیا، بہترین تغزل سے آراستہ قصیدہ میں خانوادۂ رسالت کے ساتھ مکر وغداری کا جذبات انگیز تذکرہ ہے۔

''اے بدترین قوم! کیا اجر رسالت احمدؐ یوں ہی دیا جاتا ہے کہ ان کی آنکھ بند ہوتے ہی یوں ٹوٹ پڑے جیسے بھیڑیا گوسفند کے گلوں پر ٹوٹ پڑتا ہے حالانکہ قرآن میں ان کے متعلق نیک سلوک کا حکم ہے''۔

اسی درمیان یحییٰ بن اکثم کسی ضرورت سے چلے گئے، واپس آئے تو دعبل اپنا قصیدہ سنا رہے تھے، خانوادہ رسالت کے خون میں شریک حکومتوں کا تذکرہ کرنے لگے کہ انہوں نے اہل بیتؑ کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ روم والے اور فرنگی بھی وہ ذلیل حرکت نہ کریں۔ میں خاندان بنی امیہ کے ظلم وستم پر انہیں معذور سمجھتا ہوں لیکن بنی عباس کی قتل وغارت گری پر کوئی عذر سمجھ میں نہیں آتا، بنی امیہ ومروان سبھی کینہ توز ہیں، اگر روحانی نیازمندی درکار ہو تو طوس میں پاکیزہ قبر پر حاضری دو، وہاں دو قبریں ہیں ایک بہترین انسان کی اور دوسرے بدترین انسان کی جو عبرت ناک ہے اگر کسی پاک قبر کے پاس کسی نجس کی قبر ہو جائے تو اس سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا اور نہ پاکیزہ قبر کو نقصان پہونچ سکتا ہے کیونکہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے تم جسے چاہو اختیار کرو اور جسے چاہو چھوڑ دو''۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر، فہرست نجاشی و آغانی

مامون نے عمامہ زمین پر پھینک کر کہا: خدا کی قسم! دعبل تم نے سچ کہا۔(۱) شیخ صدوق نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ دعبل نے کہا کہ جب میں قم میں تھا تو امام رضاؑ کی خبر شہادت سنی اسی وقت میں نے قصیدۂ رائیہ کہا۔(۲)

۲۔ابراہیم بن مہدی نے مامون سے شکایت کی: دعبل نے میری ہجو کی ہے، خدا نے آپ کو اقتدار بخشا ہے، آپ ہمارے خاندان کی فرد ہیں، میرا انتقام دعبل سے لیجئے۔ مامون نے کہا: دعبل نے تو تم سے زیادہ سخت میری ہجو کی ہے جس طرح میں نے برداشت کیا ہے تم بھی کرو۔ مہدی نے کہا: خدا آپ کی بردباری اور دانائی میں اضافہ فرمائے۔(۳)

۳۔ابراہیم بن مہدی نے اسی طرح دعبل کے ہجو کی شکایت کی تو مامون نے ہنستے ہوئے ہجو یہ اشعار سنائے اور کہا: تم انہیں شعروں پر شاکی ہو، ابراہیم نے کہا: اس نے آپ کی بھی ہجو کی ہے؟ مامون ہنسے لگا، اتنے میں ابو عباد آ گیا مامون نے دور سے آتے ہوئے دیکھ کر کہا: دعبل نے تو ابو عباد کے ساتھ بھی گستاخی کی ہے، وہ کسی کو بخشا کہاں ہے۔

ابراہیم نے کہا: لیکن ابو عباد کے ہاتھ آپ سے زیادہ لمبے ہیں، مامون نے کہا: نہیں بلکہ وہ تند و جاہل ہے اور میں حلیم ہوں، میں جب بھی ابو عباد کو دیکھتا ہوں تو دعبل کا یہ شعر یاد کر کے لوٹ پوٹ ہو جاتا ہوں:

اولى الامور بضيعة وفساد امر يدبره ابو عباد

''تباہی وفساد سے نزدیک تر کام وہی ہوتا ہے جو ابو عباد کی تدبیر کے حوالے کر دیا جائے''۔(۴)

۴۔معتصم کو دعبل سے سخت نفرت تھی کیونکہ اس نے ہجو کی تھی، دعبل کو معلوم ہوا کہ معتصم ارادہ قتل رکھتا ہے تو وہ جبل کی طرف بھاگ گئے اور سات شعر مزید کہے۔(۵)

۱۔امالی مفید (ص۳۲۴ حدیث۱۰)، امالی شیخ طوسی ص۶۱ (ص۱۰۰ حدیث۱۵۶)

۲۔امالی ص۳۹۰ (ص۵۲۶ حدیث۱۶)

۳۔وفیات الاعیان (ج۲ص۲۶۷ نمبر۲۲۷)

۴۔آغانی ج۱۸ص۳۹ (ج۲۰ص۱۵۴)

۵۔الآغانی (ج۲۰ص۱۵۸۔۱۵۷)

۵۔ جب معتصم مرا تو محمد بن عبدالملک نے یہ مرثیہ کہا: (۱)

قد قلت اذ غیبوه و انصرفوا　　فی خیر قبر لخیر مدفون

لن یجبر الله امة فقدت　　مثلک الا بمثل هارون

''جب لوگ اسے سپرد خاک کر کے پلٹے تو میں نے کہا: لوگوں نے بہترین انسان کو بہترین قبر کے حوالے کیا خدا نے تیرے جیسے انسان کے فقدان کا جبران ہارون سے کر دیا''۔

تو دعبل نے اس بحر و قافیہ میں تین شعر کہہ ڈالے:

قد قلت اذ غیبوه و انصرفوا　　فی شر قبر لشر مدفون

اذهب الی النار و العذاب فما　　خلتک الا من الشیاطین

ما زلت حتی عقدت بیعة من　　اضر بالمسلمین و الدین

''جب لوگ اسے ڈھانپ کر پلٹے تو میں نے کہا: لوگوں نے بدمعاش ترین کو خراب ترین قبر میں دفن کیا ہے، اب جہنم واصل ہو کہ میں تجھے شیطان سے زیادہ نہیں سمجھتا، تو نے مرکر اس کا پیمان بیعت منعقد کروایا جو اسلام و مسلمین کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے''۔ (۲)

۶۔ محمد بن قاسم کہتا ہے: میں ''صمیرہ'' میں دعبل کے ساتھ تھا، اتنے میں معتصم کے مرنے اور واثق کے بیعت کی خبر آئی، دعبل نے کہا: ذرا کاغذ کا ٹکڑا تو دو پھر یہ اشعار لکھوائے:

الحمد لله لا صبر و لا جلد　　و لا عزاء اذا اهل البلاء رقدوا

خلیفة مات لم یحزن له احد　　و آخر قام لم یفرح به احد

''خلیفہ مر گیا جس پر کوئی رویا نہیں، دوسرا اس کا قائم مقام ہوا تو کسی کو خوشی نہیں ہوئی''۔ (۳)

۷۔ محمد بن جریر کہتا ہے کہ عبداللہ بن یعقوب نے مجھے دعبل کا صرف یہ ہجو یہ شعر متوکل کے بارے میں سنایا:

۱۔ آغانی ج ۱۸ ص ۵۷ (ج ۲۰ ص ۱۹۴)، تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۳۳ (ج ۶ ص ۷۶، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸ ص ۱۸۰)

۲۔ لآغانی (ج ۲۰ ص ۱۵۸)　　۳۔ الآغانی (ج ۲۰ ص ۱۶۰)

و لست بقائل قذعا ولكن لامر ما تعبدك العبيد

راوی کہتا ہے کہ شاعر نے اس میں متوکل کے علت ابنہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۸۔عبداللہ بن طاہر مامون سے ملنے آیا، مامون نے کہا: دعبل کے اشعار سناؤ۔اس نے کہا: آپ کے خانوادہ کی ستائش میں یہ چار شعر کہے ہیں، اس نے شعر سنائے تو مامون نے کہا کہ اہل بیتؑ کی شان میں اس کا فکری معیار بڑا عمیق ہوتا ہے دوسروں کو یہ دولت نصیب نہیں، اس نے کہا: طویل سفر کے متعلق بھی بڑے اچھے اشعار کہے ہیں پھر چار شعر سنا کر کہا: میں جب بھی سفر پر نکلتا ہوں تو ان شعروں کو گنگناتا ہوں۔(۱)

۹۔دعبل نے دینار بن عبداللہ اور اس کے بھائی یحیی کی مدح کی اور جب اس کی ناپسندیدہ حرکتیں دیکھیں تو ہجو بھی کر ڈالی۔(۲)

ظرافت طبع

۱۔احمد بن خالد کہتا ہے کہ ایک دن ہم دوستوں کے ساتھ صالح بن علی کے گھر پر بغداد میں تھے ،اتنے میں دعبل کے گھر سے ایک مرغ اڑ کر صالح کی دیوار پر آبیٹھا، ہم نے کہا کہ یہ ہماری آج کی روزی ہے۔اسے پکڑ کر ذبح کیا اور چٹ کر گئے۔تھوڑی دیر بعد دعبل گھر سے نکلے وہ سمجھ گئے تھے کہ مرغ اڑ کر صالح کی دیوار پر بیٹھا ہے، آ کر ہم سے مرغ طلب کیا، ہم نے انکار کیا کہ ہم نے تو اسے دیکھا بھی نہیں، دوسرے دن دعبل مسجد میں نماز پڑھ کر مجمع میں گنگنا رہے تھے:

''صالح اور اس کے مہمانوں نے میرے موذن (مرغا) کو پہلوان کی طرح بچھاڑ ڈالا، اپنے بال بچوں کو پر نوچنے پر یوں مامور کر دیا جیسے افواج کو زیر وزبر کر رہے ہوں، بری طرح بھنبھوڑ کر دانتوں کا ستیاناس مار دیا''۔

مجمع یہ اشعار لکھ کر اپنے گھر کو واپس گیا، میرے والد گھر آئے تو غصے میں بھوت تھے، تم لوگ اس

۱۔الاغانی (ج۲۰ص ۱۶۸۔۱۶۷)

۲۔الاغانی (ج۲۰ص ۱۷۱)

قدر بھوک مری کا شکار تھے کہ دعبل کے مرغ کے سوا تمہیں کوئی چیز کھانے ہی کو نہیں مل رہی تھی، پھر دعبل کے اشعار سنا کر کہنے لگے: جس طرح بھی ہو بازار سے مرغ خرید کر دعبل کے یہاں بھجوا دو ورنہ وہ اپنی زبان سے ہمیں بھنبھوڑ ڈالیں گے ہم نے ایسا ہی کیا۔(۱)

۲۔ اسحاق نخعی کا بیان ہے کہ بصرہ میں ہم دعبل کے ساتھ بیٹھے تھے، ان کا غلام ثقیف بھی کھڑا تھا، اتنے میں ایک بدو اونی جبہ پہنے ادھر سے گذرا، دعبل نے غلام سے بلانے کو کہا، غلام نے اس بدو کو اشارہ سے بلایا، پوچھا: کس قبیلے سے ہو؟ کہا: بنی کلاب سے۔ پوچھا: کس کے بیٹے ہو؟ کہا: ابوبکر کے۔ دعبل نے پوچھا: تم اس شاعر کو جانتے ہو جس نے کہا ہے:

''خبر ملی ہے کہ ایک کلبی کتا مجھے گالی دیتا ہے، جہاں صرف کتے ہوں رحمت نہیں ہوتی، اگر میں جانتا کہ بنی کلاب کتے ہیں اور میں شیر ہوں تو میرا باپ قیس عیلان اور میری ماں حیلات سے ہو جاتے''۔

وہ بولا: دعبل کے اشعار ہیں، اس نے عمرو بن عاصم کلابی کی ہجو میں کہے تھے، پھر اس بدو نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ دعبل نے مناسب نہیں سمجھا کہ اپنے کو خزاعی کہیں کیونکہ یہ بھی خزاعیوں کی مذمت کرتا، دعبل نے کہا کہ میں اس قوم سے ہوں جس کے شاعر نے کہا ہے:

''ان بہترین لوگوں میں علیؑ، جعفرؑ، حمزہؑ اور سجادؑ ذوالثفنات جیسے لوگ ہیں جب کبھی فخر کرتے ہیں تو محمدؐ، جبرئیل اور قرآنی سوروں کی مثال پیش کرتے ہیں''۔

وہ بدو سرپٹ بھاگا: مجھے محمدؐ، جبرئیل اور قرآن سے کیا لینا دینا۔(۲)

۳۔ دعبل نے اپنے اتالیق ابونصر جعفر بن اشعث سے خفا ہو کر ہجو کر ڈالی۔ ایک دن دعبل سے ان کی مڈ بھیڑ ہوگئی، پوچھا: میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا کہ مثال میں میرے باپ کو اٹھا لائے ہو؟ دعبل نے ہنس کر کہا کہ صرف قافیہ کی وجہ سے یہ حرکت کی ہے، آپ کا باپ سیاہ تھا لیکن اسے پدران اشعث سے بہتر سمجھتا ہوں۔(۳)

۴۔ حسین بن دعبل کہتے ہیں کہ میرے باپ نے فضل بن مروان کے متعلق سات اشعار کہے،

۱۔ الاغانی (ج ۲۰ ص ۱۴۱)

۲۔ الاغانی (ج ۲۰ ص ۱۵۷۔۱۵۶)　　۳۔ الاغانی (۲۰ ص ۱۶۱)

جب اس کی خبر فضل کو ہوئی تو کچھ دینار بھیج کر کہلوایا، میں نے آپ کی نصیحت قبول کی، برائے کرم اپنی اچھی بری نوازشات سے باز آئیے۔(۱)

دعبل کے مذہبی اشعار میں امام حسینؑ اور حضرت علیؑ کی مدح میں تفتیش اور وجد آفریں نمونے ہیں۔

ولادت اور وفات

دعبل ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور بڑھاپے میں ۲۴۶ھ میں ظلم وستم سے شہید کئے گئے، اس طرح انہوں نے ۹۷ رسال اور کچھ مہینے زندگی گذاری۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے مالک بن طوق کی ہجو کی جب اسے معلوم ہوا تو دعبل کو گرفتار کرنا چاہا، دعبل بصرہ بھاگ گئے وہاں کا حاکم ''اسحاق بن عباس عباسی'' دعبل کی قبیلۂ نزار کی ہجو سے واقف تھا جب معلوم ہوا کہ دعبل شہر میں آگئے ہیں تو گرفتاری کیلئے پولس بھیج دی اور گردن مارنے کے لئے نطع اور شمشیر طلب کر لی، دعبل نے اس ہجو سے انکار کیا اور طلاق کی قسم کھائی۔ انہوں نے ہر طرح اپنے کو چھڑانا چاہا اور ہجو سے انکار کرتے رہے، صفائی میں کہا کہ ابوسعید جیسے لوگوں نے میری طرف اسے منسوب کر دیا ہے تاکہ مجھے قتل کر دیا جائے، وہ بہت گڑگڑائے، زمین کا بوسہ لیا، اسحاق کے سامنے رونے لگے، اسحاق نے کہا: تمہارے قتل سے باز آتا ہوں، لیکن ذلیل کرنے کے لئے مار مار کر ادھ مرا کر دیا پھر حکم دیا کہ اس کے منھ میں غلاظت بھر دی جائے، قسم کھائی کہ اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک خود ہی غلاظت نہ کھائے، انہوں نے جان بچانے کے لئے ایسا ہی کیا، آزاد ہوئے تو اہواز کی طرف بھاگے۔ مالک بن طوق نے ایک چالاک آدمی کو لگا رکھا تھا کہ کسی طرح دعبل کو قتل کر دے تو دس ہزار دوں گا، رقم حوالے بھی کر دی تھی وہ دعبل کے تعاقب میں تھا، سوس میں دعبل کو زہر سے بجھی چھڑی سے بے تحاشہ مارنے لگا۔ دوسرے دن دعبل کا انتقال ہو گیا اور وہیں سپرد خاک کر دئے گئے۔(۲)

۱۔ الآغانی ج۱۸ص۳۳۔۳۸۔۳۹۔۴۲ (ج۲۰ص۱۵۳)

۲۔ الآغانی ج۱۸ص۶۰ (ج۲۰ص۲۰۰)؛ معاهد التنصیص ج۱ص۲۰۸ (ج۲ص۲۰۶ نمبر ۱۱۵)

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ وہ طیب میں قتل کئے گئے جو عراق واہواز کے درمیان واقع ہے دعبل کی قبر رزیلہ (سوڑان) میں ہے، بکر بن حماد کا اس سلسلے میں شعر بھی ہے۔(۱)

ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں کہ ابن عساکر نے جو شک وتردید کی شکل میں لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے معتصم کی ہجو کی تو قتل کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے مالک کی ہجو کی تو اس نے آدمی متعین کر کے زہر دلوا دیا۔(۲)

یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ معتصم ۲۲۷ھ میں دعبل سے ۹ سال قبل ہی مر گیا تھا، حموی بھی معجم میں لکھتا ہے کہ دعبل نے معتصم کی ہجو کی تو اس نے قتل کا حکم دیا اس نے طوس بھاگ کر رشید کی قبر کی پناہ لی، لیکن اس نے پناہ نہیں دی اور اس کو قتل کر دیا۔ یہ قول تمام علماء رجال ومورخین کے خلاف ہے، جو کہتے ہیں کہ دعبل ۲۴۶ھ میں شہید ہوئے۔

دعبل کے دو بیٹے عبداللہ اور حسین تھے۔ دوسرے بیٹے صاحب دیوان تھے، ابن ندیم نے فہرست میں ان کے دوسو اوراق پر مشتمل دیوان کا تذکرہ کیا ہے۔(۳) اور ابن معتز نے طبقاقت میں ان کے شعری نمونے پیش کرنے کے بعد لکھا ہے کہ دعبلی (فرزند دعبل) بلند پایہ شاعر تھے۔(۴)

۱۔ وفیات الاعیان (ج ۲ ص ۲۷۰ نمبر ۲۲۷)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۴۲ (ج ۶ ص ۸۴، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸ ص ۱۹۴)

۳۔ فہرست ابن ندیم (ص ۱۸۳)

۴۔ طبقات الشعراء ص ۱۹۳ (ص ۴۰۸)

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

تیسری جلد

مؤلف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

قال ابو عبد اللهؑ :

''....یوم غدیر بین الفطر والاضحی و یوم الجمعة کالقمر بین الکواکب''۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''...عید فطر، عید قربان اور جمعہ کے درمیان غدیر کا دن ایسا ہی ہے جیسے ستاروں کے درمیان چاند''۔

فہرست مطالب

بقیہ عندلیبان غدیر

عندلیبان غدیر (چوتھی صدی ہجری)

بقیہ:

عندلیبان غدیر

تیسری صدی ہجری

۱۔ ابواسماعیل علوی

۲۔ وامق مسیحی

۳۔ ابن رومی

۴۔ افوہ حمانی

ابواسماعیل علوی

و جدی وزیر المصطفی و ابن عمه	علی شھاب الحرب فی کل ملحم
الیس ببدر کان اول قاحم	یطیر بحد السیف ھام المقحم ؟!
واول من صلی ووحد ربه	وافضل زوار الحطیم وزمزم
وصاحب یوم الدوح اذ قام احمد	فنادیٰ برفع الصوت لا بتھمھم
جعلتک منی یا علی بمنزل	کھارون من موسی النجیب المکلم
فصلی علیه الله ماذر شارق	واوفت حجور البیت ارکب محرم

''میرے جدعلیؑ تھے جو رسولؐ کے وزیر، ابن عم اور بھڑکتی جنگ میں شہاب تھے، کیا انہوں نے جنگ بدر میں پہلا حملہ کر کے صفوں کو درہم برہم نہیں کیا۔ ان کی تلوار سے کھوپڑیاں اُڑ رہی تھیں، انہوں نے سب سے پہلے نماز پڑھی اور توحید کی گواہی دی۔ وہی حطیم وزمزم کے پہلے زائر ہیں۔

وہ یوم دوح کے مالک تھے، جب احمدؐ نے بغیر کسی ابہام کے بلند آواز سے خطاب فرمایا: اے علیؑ! میں نے تمہیں اپنا جانشین اِسی طرح معین کیا جس طرح موسیٰؑ کلیم اللہ نے ہارونؑ کو قرار دیا تھا۔ جب تک سورج اگتا رہے اور حاجی زیارت کعبہ کے لیے آتے رہیں، ان پر صلوات''(۱)

شاعر کا تعارف

ابواسماعیل محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن امام امیرالمومنین علیؑ۔
ان کا سلسلہ نسب نازش آفرین خاندانِ شجاعت و خلافت، حضرت عباسؑ اور امیرالمومنینؑ تک

۱۔معجم الشعراء، حافظ مرزبانی، ص ۴۳۵ (ص ۳۸۲)۔

پہو نچتا ہے جن کے فضائل بیان سے باہر ہیں۔ یہ اپنے اجداد پر بہت زیادہ فخر کرتے تھے، متوکل کے زمانے میں تھے، اس کے بعد بھی زندہ رہے۔ ان کے اشعار ہیں:

و انی کریم من اکارم سادة　　اکفهم تندی بجذ ل المواهب

هم خیر من یحفی و افضل ناعل　　ذروة هضب العرب من آل غالب

یہ اشعار بھی ہیں:

بعثت الیهم ناظری بتحیة　　فابدت لی الاعراض بالنظر الشزر

فلما رایت النفس اوفت علی الردی　　فزعت الی صبری فاسلمن صبری

ابو اسماعیل کو اپنے خاندان پر فخر کرنے کا حق تھا، ان کے خاندان کی عظمت کے سامنے آسمان بھی پست تھا۔ قمر بنی ہاشم حضرت ابو الفضل العباسؑ انہیں کے بزرگ تھے۔ انہیں کے دادا ابو الفضل العباس ثانی تھے جن کے متعلق تاریخ خطیب میں ہے کہ بنی ہاشم کی ممتاز ترین شخصیت تھے، وہ دانشور اور فصیح ترین علوی شاعر تھے۔ (۱) ہارون رشید کے مصاحب تھے، پانچ شعروں میں ابو طالبؑ و عبداللہؑ کی اخوت کا یوں تذکرہ کیا ہے:

''ہم اور رسول خداؐ ایک مادر پدر اور ایک جد سے ہیں ہمیں مخزومی خاتون نے متحد کیا''۔

ایک دن مامون کے دربار میں جانا چاہتے تھے، حاجب نے روک دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اجازت ملے گی تو جائیں گے اور اگر عذر کیا گیا تو قبول کر کے پلٹ جائیں گے، یہ نظر انداز کرنے کی پالیسی تو صحیح نہیں۔ (۲)

ان کے حکمت آمیز کلمات میں ہے:

اگر تمہیں اندیشے ہوں تو حادثوں میں کود پڑو۔ اگر تمہارا مال سب کے لئے نا کافی ہو تو پھر حقداروں ہی تک محدود رکھو۔ اگر تمام لوگوں سے اختلاط نہیں ممکن تو ارباب کمال تک ہی ملاقات محدود رکھو۔ اگر رات دن تمہاری کوششوں کے لئے نا کافی ہوں تو اپنے کام تقسیم کر لو۔ اگر غیر اہم کاموں میں وقت برباد کرو گے تو اہم کاموں کا زیاں ہوگا۔ غلط کاموں میں پیسہ صرف کرو گے تو حق کے سلسلے میں خرچ کا نقصان ہوگا۔

(ان کے بھائی فضل بن حسین کا حضرت عباسؑ علمبردار کے لئے بڑا ہی رقت انگیز مرثیہ ہے)

۱۔ تاریخ خطیب، ج ۱۲، ص ۱۳۶۔　　۲۔ تذکرۃ الخواص، ص ۳۲ (ص ۵۵)۔

وامق مسیحی

الیس بخم قد اقام "محمد"	"علیا" باحضار الملافی المواسم
فقال لھم : من کنت مولاہ منکم	فمولاکم بعدی "علی بن فاطم"
فقال :الھی کن ولی ولیہ	وعاد اعادیہ علی رغم راغم

''کیاغدیرخم میں محمدؐ نے کھڑے ہوکرلوگوں کے سامنے موسم حج میں علیؑ کو متعین نہیں کیا تھا؟ ان سے فرمایا کہ تم میں جس کا بھی میں مولا ہوں میرے بعد یہ فاطمہ بنت اسد کے فرزند علیؑ مولا ہیں پھر فرمایا: خدایا! اس کے دوست کا دوست ہوجا اور اس کے دشمن کا دشمن ہوجا''۔

اسی قصیدہ میں فرماتے ہیں:

''کیا جنگ احزاب میں علیؑ نے عمروکو غرق خون نہیں کردیا تھا۔ اے علیؑ! آپ نے خوشنودی خدا کے لئے تمام قبائل سے جنگ کی اور کسی ملامت کی پرواہ نہیں کی۔ محمدؐ کے بعد آپ ہی سب سے زیادہ مستحق خلافت تھے۔ کیونکہ قوم کا بڑا جاہل، عالم کے حکم میں نہیں ہوسکتا''۔(۱)

تحقیقی نظر

ممکن ہے کہ ایک مسیحی کی مدح علیؑ پر لوگوں کو حیرت ہو۔ خلافت کو کون کہے، یہ اسلام ہی کا منکر ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ فضائل مولا کو مخالف اسلام بھی جانتا تھا۔ آپ کی شرافت نفس، علمی سرشاری،

۱۔ مناقب ابن شہرآشوب، ج۱، ص ۵۳۲،۲۸۶ (ج ۲، ص ۸۳۔ ج ۳، ص ۴۰)۔

معجزات اور جنگی بصیرت کو کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ رسول اسلامؐ نے تعریف کی ہے تمام دوسرے مذاہب کے علماء نے اعتراف کیا ہے۔ رسولؐ اور وصی رسولؐ کے محامد کو بے شمار دانشوروں نے بیان کیا ہے (تیس سے زیادہ غیر مسلم علماء کی کتابوں کا تذکرہ ہے)۔ انہیں میں داستان غدیر بھی ہے کہ دوست فریاد کررہے ہیں، ناصبی اعتراف کررہا ہے، مسلمان استدلال کررہے ہیں اور غیر مسلم مزے لے لے کر تذکرے کررہا ہے۔

شاعر کا تعارف

بقراط بن اشوط واق۔ عیسائیوں کے آرمنی فرقے کا پاپ اوران کا رہنما تھا۔ ابن شہر آشوب نے اس کو اعتدال پسند مداح اہل بیتؑ میں شمار کیا ہے۔ (۱) یعقوبی و ابن اثیر نے تیسری صدی کی آرمنی شورش میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲) جب آرمینیا کے عوام نے وہاں کے حاکم یوسف بن محمد کو قتل کردیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ جب یوسف وہاں کا حاکم ہوا تو بقراط بن اشوط پادری نے اس سے امان طلب کی یوسف نے اسے پکڑ کر متوکل کے پاس بھیج دیا۔ نتیجہ میں وہاں کے پادریوں نے اسے قتل کرنے کا تہیہ کرلیا۔ بقراط کا داماد اس شورش کو ہوا دینے لگا۔ لوگوں نے یوسف کو محل میں قیام نہ کرنے کا مشورہ دیا لیکن وہ نہ مانا۔ جاڑے کی وجہ سے شورش دب گئی۔ سردیاں ختم ہوئیں تو آرمینیوں کے شہر طرون کا محاصرہ کرلیا۔ لوگوں کو طرح طرح کی اذیت دینے لگے۔ یوسف نے چند دن قبل اپنے افسران اس شہر میں متعین کئے تھے۔ باغیوں نے تمام افسروں کو قتل کر ڈالا۔ متوکل کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے بغا الکبیر کو بغاوت کچلنے پر مامور کیا۔ اس نے شورش پسندوں کو بے دریغ قتل کیا اور یوسف کو متوکل کے پاس بھیج دیا۔ اس شورش میں تیس ہزار قتل ہوئے اور بے شمار قید ہوئے۔

بقراط کے علاوہ بھی بہت سے عیسائی دانشوروں نے مدح علیؑ میں اشعار کہے ہیں جن کا تذکرہ

۱۔ معالم العلماء (ص ۱۵۱)۔

۲۔ تاریخ یعقوبی، ج ۳، ص ۲۱۳ (ج ۲، ص ۴۸۹) و تاریخ کامل، ج ۷، ص ۲۰ (ج ۴، ص ۳۲۰، حوادث ۲۳۷)

بیہقی (۱) زمخشری (۲) قسطلانی (۳) زرقانی (۴) بقری، ابوحیان (۵) وغیرہ نے کیا ہے۔

زینب ابن اسحاق موصلی مسیحی کہتا ہے:

عدی و تیم لا احاول ذکرھا	بسوء و لکننی محب لهاشم
و ما تعترینی فی علی و رهطه	اذا ذکروا فی الله لومة لائم
یقولون : ما بال النصاری تحبهم	واهل النهی من اعرب و اعاجم ؟
فقلت لهم : انی لاحسب حبهم	سری فی قلوب الخلق حتی البهائم

''میں خاندان عدی و تیم کا برائی سے تذکرہ نہیں کرنا چاہتا لیکن میں بنی ہاشم کا دوست دار ہوں، میں علیؑ اوران کے خاندان کے بارے میں ذکر خدا پر کسی ملامت کی پروانہیں کرتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ کیا بات ہے کہ عرب وعجم کے پرہیزگار اور عیسائی علیؑ سے محبت کرتے ہیں؟ میں نے ان سے کہا کہ میں ہی کیا تمام مخلوقات بلکہ جانوروں تک کو علیؑ سے محبت ہے''۔

خوارزمی (۶)، ابن شہر آشوب (۷) اور اربلی (۸) نے مندرجہ ذیل اشعار کی ایک عیسائی کی طرف نسبت دی ہے:

علی امیر المومنین صریمة	ما لسواه فی الخلافة مطمع
له النسب الاعلی واسلامه الذی	تقدم فیه والفضائل اجمعوا
بان علیا افضل الناس کلهم	واورعهم بعد النبی و اشجع
فلو کنت اهوی ملة غیر ملتی	لما کنت الا مسلما اتشیع

۱۔ المحاسن والمساوی، ج۱، ص۵۰ (ص ۶۹)۔
۲۔ ربیع الابرار، ج۱، ص۴۸۷۔
۳۔ المواہب الدینیہ، ج۳، ص۳۶۶۔
۴۔ شرح المواہب، ج۷، ص۱۳۔
۵۔ تفسیر بحر المحیط، ج۶، ص۲۲۱۔
۶۔ مناقب خوارزمی، ص۲۸ (ص ۴۸، حدیث ۱۰)۔
۷۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج۱، ص۲۶۱ (ج۲، ص۲۰۲۔۲)
۸۔ کشف الغمہ، ص۳۰ (ج۱، ص۶۵)

''امیر المومنین علیؑ کی بات تو پکی ہے لیکن ان کے سوا دوسروں کیلئے طمع خلافت جائز نہیں تھی۔
علیؑ بلند نسب، سابق الاسلام اور جامع فضائل تھے۔ وہ بعد نبیؐ سب سے زیادہ بہتر، متورع اور شجاع تھے، اگر میں اپنے مذہب کے سوا دوسرا کوئی مذہب اختیار کرتا تو مسلمان شیعہ ہوتا''۔

طبری نے بشارۃ المصطفیٰ (۱) میں ابو یعقوب نصرانی کے پانچ شعر لکھے ہیں:

یا حبذا دوحة فی الخلد نابتة	ما فی الجنان لها شبه من الشجر
المصطفی اصلها والفرع فاطمة	ثم اللقاح علی سید البشر
والهاشمیان سبطاها لها ثمر	والشیعة الورق الملتف بالثمر
هذا مقال رسول الله جاء به	اهل الروایات فی العالی من الخبر
انی بحبهم ارجو النجاة غدا	والفوز مع زمرة من احسن الزمر

''کیا کہنا اس شجر جنت کا جس کی برابری دوسرا درخت نہیں کر سکتا۔ مصطفیؐ اس کی جڑ، فاطمہ (س) اس کی فرع اور سید البشر علیؑ اس کی شاخ ہیں۔ آپ کے دونوں ہاشمی فرزند حسنینؑ اس کا ثمر اور تمام شیعہ پتے ہیں۔ اس ارشاد رسولؐ کی تمام بلند سندوں نے روایت کی ہے، مجھے ان سے وابستگی ہے، انہیں سے نجات اور بلند قوم میں محشور ہونے کی توقع ہے''۔

شاعر نے اس میں جس حدیث شجرہ کو نظم کیا ہے اسے تمام عامہ و خاصہ کے مشائخ نے نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں کہ تمام انسان مختلف درختوں سے پیدا کئے گئے ہیں اور میں اور علیؑ ایک درخت سے پھر تمہارا کیا کہنا ہے اس درخت کے بارے میں جس کی جڑ میں ہوں اور فاطمہؑ اس کی شاخ، علیؑ شاخ اور حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں، ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں، جس نے بھی کسی ٹہنی کو تھام لیا جنت تک پہنچ گیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا جہنم میں اوندھے منھ جا پڑا۔

عصر حاضر میں ایک مسیحی عبد المسیح انطا کی نے ۵۵۹۵ / اشعار پر مشتمل علوی قصیدہ کہا ہے، علامہ امینی نے پندرہ اشعار نقل کئے ہیں۔

۱۔ بشارۃ المصطفیٰ، ص ۴۱۔

عصر حاضر کے استاد پولس سلامہ نے کتاب الغدیر دیکھ کر بیروت سے ایک بے نظیر قصیدہ کہہ کر ارسال کیا جس میں ۳۰۸۵ اشعار ہیں، تاریخ صحیح وحقائق سے بھرپور اس قصیدے کو مستقل ایک جلد میں شائع کیا گیا ہے، اس کا ایک شعر ہے:

للمرتضی رتبة بعد الرسول لدی　　اهل الیقین تناهت فی تعالیها

جاہلیت کی گہار

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَى لَهُمْ﴾

''جولوگ راہ ہدایت واضح ہونے کے بعد اس سے پھر گئے ان کے لئے شیطان نے اس روش کو سہل بنا دیا ہے اور ان کے لئے جھوٹے توقعات کا سلسلہ دراز کر رکھا ہے''۔(۱)

جو محقق مستشرقین سے بھیک مانگ کر قلم اٹھاتا ہے، اکثر حوالوں سے عاری دریدہ ذہنی اور تحریف مطالب کا شکار ہوتا ہے۔ ان کے اثبات حق کے استہزا سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ابوجہل مر گیا لیکن اس کی جہالت زندہ ہے، ابولہب خاک میں مل گیا لیکن مشعلۂ گمراہی خاموش نہیں ہوئی۔ یہ رجعت قہقری کے نقیب چاہتے ہیں کہ جاہلیت اولی واپس لے آئیں۔ بوسیدہ تعصب کام میں لاکر پرانے ساغر میں نئی شراب انڈیل کر لکنت زبانی کے ساتھ غلط تاویلات کے انبار لگا دیتے ہیں۔ استاد امیل درمیگام، عیسائی کے زعم فاسد میں کہتا ہے کہ رسول خداؐ دراصل صحیح مسیحیت کی بشارت دینے آئے تھے جو محض گمراہی تھی۔ اس کی تمام تر بکواس میں مکاری، بدنیتی وصیانت جھلکتی ہے، اپنی کتاب حیاۃ محمد میں گمراہی وحقائق سے چشم پوشی کی بدترین مثال پیش کی ہے۔

۱۔سورۂ محمد/۲۵؛ مستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۶۰(ج۳، ص۱۷۴، ح۴۷۵۵)۔ تاریخ ابن عساکر، ج، ص۳۱۸(ج۵، ص۴۳، مختصر تاریخ دمشق، ج۷، ص۱۲۳)۔ ریاض النضرہ، ج۲، ص۲۵۳، الفصول المہمۃ ص۱۱(ص۲۵) نزھۃ المجالس، ج۲، ص ۲۲۲۔

اس نے دیکھا کہ صدائے اسلام تمام دنیا میں پذیرائی کے ساتھ سنی جارہی ہے۔اسلام کی روشنی چاروں طرف پھیل رہی ہے پھر دیکھا کہ خود عیسائیوں نے بھی رسول اکرمؐ کی مدح وستائش کی ہے۔ قرآن کے قانون اساسی واجتماعی کے مصلی نے ان نکات پر خامہ فرسائی کی ہے تو اس کے سینے پر سانپ لوٹنے لگا۔صدر اول کی عناد پرستی عود کرآئی ایک چور بھری نگاہ اسلام وقرآن پر ڈال کر اپنے مذہب کا دفاع کرنے لگا۔ پھر اپنی کینہ توزی میں کہنے لگا کہ محمدؐ نے ایک عیسائی نبی کی مدد سے عربی زبان میں اپنی کتاب ترتیب دی، وہ عیسیٰؑ کے زیر اثر مسیحی پیغمبر تھے۔قرآن میں اصول نصرانیت۔ جبرئیل کی تائید صرف عیسیٰؑ کو حاصل تھی،موسیٰؑ ومحمدؐ کو نہیں۔قرآن میں صرف عیسیٰؑ کی عصمت کا اعلان ہے محمدؐ کا نہیں۔ عرفانی حیثیت سے عیسیٰؑ خدائے واحد کے بیٹے تھے۔قرآن،صحیح مسیحیت کی دعوت دیتا ہے۔علماء توحید مسیح کی الوہیت کے قائل ہیں۔وہ ﴿وماقتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم﴾ کی من مانی تاویل کرکے مسیحی نظریہ سے جوڑتا ہے،ان لچر نظریات کی پوری واقعیت کے لئے شیخ محمد جواد بلاغی کی کتاب الرحلۃ المدرسۃ اور الھدیٰ الی دین الحق دیکھئے۔

پڑھا لکھا تو کیا ایک جاہل بھی ان نظریات کو مسترد کردے گا۔رسول اسلامؐ اور شریعت اسلامیہ کا دامن اس قسم کی حرکتوں سے قطعی پاک ہے اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی لچر کتابوں کی مسلمانوں کو ضرورت نہیں ہے کیوں کہ یہ کتابیں اسلامی معاشرے میں رخنہ وفساد کے مقصد سے لکھی گئی ہیں جس قوم کے پاس مصالح اجتماعی سے بھرپور قرآن اور اصلاح ورشد سے معمور حدیث اور نہج البلاغہ جیسے لافانی سرمائے ہوں ایسی قوم کو ان ذلیل تالیفات کی ضرورت ہی کیا۔لیکن فلسطین کے استاد محمد عادل زعیتر نے اسی حیاۃ محمد کا ترجمہ کرکے گمراہیوں کو عام کرنے میں بڑی مدد کی ہے،اس بکے ہوئے قلم سے بھی یہی امید تھی۔ بقول انہیں کے،وہ مقدمہ میں کہتے ہیں کہ مستشرقین نے حقائق سیرت پیغمبرؐ کے ساتھ بڑا مذاق کیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جب سیرت رسولؐ سمجھنے کے لئے قرآن واحادیث کا سرمایہ موجود ہے تو اس لچر کتاب کی اشاعت،کیا ضروری تھی؟ لیکن انہیں تو اس بدکاری میں امیل درمیگام کا شریک کار ہونا تھا۔انہوں نے دیکھا کہ اس کتاب سے اموی طبائع کو تقویت ملے گی۔اہل بیتؑ کرام کی مذمت کا سرمایہ عام ہوگا۔

وہ شرافت انسانی کو بالائے طاق رکھ کر کہتا ہے:

''فاطمہؑ خشک چہرے والی لیکن رقیہ خوبصورت عورت تھی۔ زینب ذہین لڑکی تھی، فاطمہؑ جب بھی علیؑ کی آواز سنتی تھیں اپنا منہ بسور لیتی تھیں۔ وہ علیؑ جیسے شجاع کو بدترین اور کم حوصلہ انسان سمجھتی تھیں، اسی لئے دونوں کے ازدواجی تعلقات بہتر نہ تھے۔ حضرت علیؑ قبول صورت نہ تھے آنکھ میں کیچڑ بھری ہوئی، پیٹ بڑا، سر کے بال غائب۔ لیکن وہ انتہائی شجاع، تقوی شعار، صادق، وفادار، نیک اور پیکر محبت تھے۔ وہ بدرجہ مجبوری یہودی کے باغ سے دن بھر مزدوری کر کے جب شام کو بیوی کے سامنے آتے تو کہتے لو خود کھاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاؤ۔ اکثر حضرت علیؑ خفا ہو کر مسجد میں جا کر سو جاتے۔ فاطمہؑ کے باپ ان کے پیچھے آتے اور سمجھا بجھا کر گھر واپس لاتے ایک دن محمدؐ نے دیکھا کہ علیؑ نے فاطمہؑ کو گھونسا مارا اور فاطمہؑ رونے لگیں۔ باوجود اس کے محمدؐ ہمیشہ اپنی بیٹی فاطمہؑ کو علیؑ کی سبقت اسلامی کا تذکرہ کر کے خوش کرنے کی سعی کرتے کیونکہ وہ علیؑ کی طرف مطلق توجہ نہ کرتیں۔ حالانکہ محمدؐ کے دو اور بھی اموی داماد تھے عثمان اور ابوالعاصی۔ رسولؐ ان دونوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے۔ اسی لئے اکثر علیؑ کو رسولؐ سے شکایت ہوتی کہ اپنی بیٹی کی خوشحالی کی فکر نہیں کرتے۔ وقعت نہیں سمجھتے اسی لئے کڑھتے رہتے تھے اگر کبھی رسولؐ نے علیؑ کو کسی کی گردن مارنے کا حکم دیا تو علیؑ نافرمانی کر جاتے تھے''۔ اسی قسم کی اور بھی واہیات خرافات باتیں درج ہیں۔

میں مولف کی کیا مذمت کروں مجھے تو مسلمان مترجم پر غصہ آتا ہے جو ایسی مہمل خرافات کے پرچار میں معین ہو گیا ہے:

پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

تمام مطالب جھوٹ کا پلندہ ہیں اور مولف نے تاریخ صحیح کے مقابلے میں افترا پردازی اور اجماع امت اسلام کے مقابلے میں جہالت کے مظاہرے کئے ہیں۔

کیا اس کی بناوٹی باتوں سے صحیح حدیث رسولؐ میل کھاتی ہے کہ فاطمہؑ انسیہ حوراء ہے میں جب بھی مشتاق بہشت ہوتا ہوں اسے سونگھتا ہوں۔ (۱)

۱۔ تاریخ خطیب، ج ۵، ص ۸۷ (نمبر ۲۴۸۱)۔

یا میری بیٹی فاطمہؑ انسانی پیکر میں حور ہے۔(۱)

یا فاطمہؑ درخشاں ستارہ ہے۔(۲)

والدۂ انس کا قول تھا کہ فاطمہؑ چودھویں کا چاند تھیں یا ابر میں چھپے سورج کی طرح کہ بادل چھٹتے ہی اس کا قرمزی رنگ نکھر جائے، ان کی زلفیں مشکبار تھیں اور وہ سب سے زیادہ رسولؐ سے مشابہ تھیں۔ وہ پوری طرح زہرہ لقب تھیں۔(۳)

عائشہ کہتی تھیں کہ میں نے رفتار و گفتار و حسن سیرت میں فاطمہؑ سے زیادہ کسی کو رسولؐ سے مشابہ تر نہیں دیکھا، رسولؐ کی بالکل شبیہ۔(۴)

کیا اسی کشیدہ تعلقات کی بکواس ان کثیر روایات سے میل کھاتی ہے جس میں درخشاں چہرے کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی گئی ہے اور گردن کو ابریق (۵)، فضہ، ہنستے سفید دانت کے موتیوں سے مثالیں دی گئی ہیں۔(۶)

ابوالاسود دوئلی نے ایک شعر میں اسی کی منظر کشی کی ہے:

اذا استقبلت وجہ ابی تراب رایت البدر حار الناظرین (۷)

جی ہاں! بات تو یہ ہے کہ سب جل بھن کے کہہ رہے ہیں رقیباں روسیاہ۔

کیا علیؑ کے دل میں کینہ و عناد کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے جبکہ علیؑ نے میدان جنگ میں ابتداء

۱۔ الصواعق، ص۹۶ (ص۱۶۰) و معارف الراغبین ص۱۷۲۔

۲۔ نزھۃ المجالس، ج۲، ص۲۲۲۔

۳۔ مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۶۱ (ج۳، ص۱۷۶، ح۴۷۵۹)۔ ذخائر العقبیٰ، ص۴۵۔ نزھۃ المجالس، ج۲، ص۲۲۷۔

۴۔ سنن بیہقی، ج۷، ص۱۰۱۔

۵۔ کتاب صفین، ص۲۶۲ (۲۳۳)، استیعاب، ج۲، ص۴۶۹ (نمبر۱۸۵۵)۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۵۵، (ج۳، ص۹۷)۔

۶۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۸۴ (نمبر۴) تاریخ ابن عساکر، ج۷، ص۳۵ (ج۸، ص۲۷۴، مختصر تاریخ دمشق، ج۱۱، ص۱۵۸) المحاسن والمساوی، ج۱، ص۲۰۳ (ص۴۷)

۷۔ تذکرۃ الخواص، ص۱۰۴ (ص۱۸۱)۔

اسلام ہی سے جاں نثاری کے ثبوت دیئے۔ بستر رسولؐ پر سو کر اندوہ رسول کا مداوا کیا، علیؑ جیسے مرد میدان کیلئے ﴿اجعلتم سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام لكن آمن بالله﴾ اور آیہ ہجرت جیسی درخشاں آیتیں نازل ہوئیں۔ آخر کسی موقع پر تحفظ رسالت میں انہوں نے سستی کا مظاہر کیا کہ ان پر کاہلی کا الزام لگایا گیا۔ کیا علیؑ کے بارے میں زوجہ کے ساتھ برے برتاؤ کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے جس کے لئے رسولؐ فرمائیں کہ تم میرے اخلاق کا نمونہ اور میرے شجر کی شاخ ہو۔(۱) رسولؐ تو ان کو افضل امت، حکیم و خلیق کہیں۔(۲) فاطمہؑ سے فرمائیں کہ تمہیں سب سے زیادہ حلیم او دانشور کے حوالے کیا ہے۔(۳) اور یہ دجال آپ پر برے برتاؤ کا الزام لگائیں؟

کیا کوئی یقین کرسکتا ہے کہ علیؑ نے رسولؐ کے پارہ جگر فاطمہؑ کو گھونسا مارا ہوگا، جس کے لئے رسولؐ فرمائیں کہ فاطمہؑ کے غضب سے خدا غضب ناک ہوتا ہے اور اس کی خوشنودی سے خدا خوش ہوتا ہے۔(۴) یہ میری روح اور میرے پہلو کا دھڑکتا ہوا دل ہے۔(۵) خود علیؑ کو تمام صحابہ کے درمیان یوں متعارف کرائیں کہ یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور قیامت میں سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا۔

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۷۱ (نمبر ۵۸۷۰)۔

۲۔ (الذریۃ الطاہرہ، ص ۹۳، نمبر ۸۳) کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۳، ۳۹۲، ۳۹۸ (ج ۱۱، ص ۶۰۵، حدیث نمبر ۳۲۹۲۶، ج ۱۳، ص ۱۱۴، حدیث نمبر ۳۶۳۷۰، ص ۱۳۵، حدیث نمبر ۳۶۴۲۳)۔

۳۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۲۶ (ج ۵، ص ۶۶۲، حدیث نمبر ۱۹۷۹۶) ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳، ص ۱۴۱) ذخائر العقبیٰ، ص ۷۸، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۱، ۱۱۴۔

۴۔ حاکم کی مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۵۴ (ج ۳، ص ۱۶۷، حدیث نمبر ۴۷۳۰) ذخائر العقبیٰ، ص ۳۹۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۷۵ (۳۱۰) مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۵۲، کفایۃ الطالب، ص ۲۱۹ (باب ۹۹، ص ۳۶۴) زرقانی کی شرح مواھب اللدنیہ، ج ۳، ص ۲۰۲، مناوی کی کنوز الدقائق، ص ۳۰ (ج ۱، ص ۵۷) اخبار الدول مطبوع تھذیب بر حاشیہ الکامل، ج ۱، ص ۱۸۵ (ج ۱، ص ۲۵۷) کنز العمال، ج ۷، ص ۱۱۱ (ج ۱۳، ص ۶۷۴، حدیث نمبر ۳۷۷۲۵)۔ تہذیب التھذیب، ج ۱۲، ص ۴۴۳ (ج ۱۲، ص ۴۶۹) الاصابۃ، ج ۴، ص ۳۷۸ (نمبر ۸۳۰)۔ صواعق محرقہ، ص ۱۰۵ (ص ۱۷۵) اسعاف الراغبین، ص ۱۷۱، ینابیع المودۃ، ص ۱۷۳ (ج ۱، ص ۱۷۰، باب ۵۵)۔

۵۔ الفصول المہمۃ، ص ۱۵۰ (ص ۱۴۴) نزھۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۸، نور الابصار، ص ۴۵ (ص ۹۶)

ان روایات کو سلمان، انس، ابن ارقم، ابن عباس، ابن حجل، ہاشم بن عتبہ، مالک اشتر، بریدہ اور ابو رافع جیسے سولہ سترہ صحابہ وصحابیات نے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

یہاں رسولؐ کے عدم التفاف کی بات کی جارہی ہے جبکہ قرآن کی زبان میں علیؑ نفس رسولؐ ہیں، حدیث طیر کی روشنی میں محبوب خدا ورسولؐ ہیں، ان کی محبت اجر رسالت قرار پائی ہے۔ رسولؐ نے عائشہ سے فرمایا: علیؑ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں، سب سے زیادہ انہیں کی عزت کرتا ہوں، تم بھی ان کا احترام کرو۔(۱)

آپؐ ہی کا ارشاد ہے: لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب علیؑ ہیں۔

فرمایا: علی خیر من اترکه بعدی۔(۲)

فرمایا: تم میں بہترین مرد علیؑ اور بہترین عورت فاطمہؑ ہے۔(۳)

فرمایا: علیؑ تمام انسانوں میں بہتر ہیں ان کا منکر کافر ہے۔(۴)

یہ بھی فرمایا: جو علیؑ کو خیر الناس نہ کہے وہ کافر ہے۔(۵) خیبر میں آپ ہی کو پرچم عطا کر کے محبوب خدا اور سولؐ ہونے کا اعلان کیا۔

فرمایا: میرے نزدیک علیؑ اس طرح ہیں جیسے بدن کے لئے سر۔(۶)

۱۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۶۱ (ج۳، ص۱۰۴) ذخائر العقبیٰ، ص۶۲۔

۲۔ المواقف ایجی، ج۳، ص۲۷۲ (ص۴۰۹) مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۱۳۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۳۹۲ (نمبر ۲۲۸)

۴۔ تاریخ بغداد (ج۷، ص۴۲۱، نمبر ۳۹۸۴) کنوز الحقائق مطبوع بر حاشیہ جامع صغیر، ج۲، ص۱۶، کنز العمال، ج۶، ص ۱۵۹ (ج۱۱، ص۶۲۵، حدیث نمبر ۳۳۰۴۵۔

۵۔ تاریخ بغدادی، ج۳، ص۱۹۲ (نمبر ۱۳۳۴) کنز العمال، ج۶، ص۱۵۹ (ج۱۱، ص۶۲۵، حدیث نمبر ۳۳۰۴۶)۔

۶۔ تاریخ بغدادی، ج۷، ص۱۲ (نمبر ۳۴۷۵) ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۶۲ (ج۳، ص۱۰۵) صواعق محرقہ، ص۷۵ (۱۲۵)، جامع الصغیر (ج۲، ص۱۷۷، حدیث نمبر ۵۵۹۶) شرح عزیزی، ج۲، ص۴۱۷، (السراج المنیر، ج۲، ص۴۵۹) فیض القدیر، ج۴، ص۳۵۷ (حدیث نمبر ۵۵۹۶)۔

فرمایا: علیؑ کی میرے نزدیک وہی منزلت ہے جو میری پروردگار کے نزدیک ہے۔(۱)
فرمایا: علیؑ میرے نزدیک سب سے محبوب تر اور خدا کے نزدیک سب سے محبوب تر ہیں۔(۲)
حضرت علیؑ سے فرمایا: میں تم سے ہوں، تم مجھ سے ہو یا تم مجھ سے ہو میں تم سے ہوں۔(۳)
فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں، وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔(۴)
سورۂ برائت دیتے ہوئے فرمایا: اسے وہی پہنچائے گا جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں۔(۵)
حضرت علیؑ فرمایا: تمہارا گوشت میرا گوشت، تمہارا خون میرا خون ہے، حق تمہارے ساتھ ہے۔(۶)

فرمایا: ہر نبی کا نظیر ہوتا ہے اس کی امت میں اور میرا نظیر علیؑ ہے۔(۷)
ام سلمہ کہتی ہیں: اگر رسولؐ غصہ میں ہوتے تو علیؑ کے سوا کوئی بات نہیں کر سکتا تھا۔(۸)
عائشہ کا بیان ہے:
رسولؐ کے نزدیک علیؑ کے سوا میں نے کسی کو نہ دیکھا مردوں میں۔ عورتوں میں رسولؐ کی محبوب ترین

۱۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۶۳ (ج ۳، ص ۱۰۶) سیرۂ حلبیہ، ج ۳، ص ۳۹۱ (ج ۳، ص ۳۶۲)۔
۲۔ تاریخ بغدادی، ج ۱، ص ۱۶۰ (نمبر ۱۰)
۳۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۲۰۴ (ج ۶، ص ۲۶۵، حدیث نمبر ۲۱۲۷۰) خصائص نسائی، ص ۳۶، ۵۱ (ص ۸۷، حدیث نمبر ۷۰، ص ۱۴۹، حدیث نمبر ۱۳۸) سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۲۷، حدیث نمبر ۸۴۵۵۔
۴۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۳۵۶ (ج ۶، ص ۴۸۹، حدیث نمبر ۲۲۵۰۳)۔
۵۔ خصائص نسائی، ص ۸ (ص ۴۹، حدیث ۲۴، سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۱۳، حدیث نمبر ۸۴۰۹)۔
۶۔ المحاسن والمساوی، ج ۱، ص ۳۱ (ص ۴۴) کفایۃ الطالب، ص ۱۳۵ (۲۶۵ باب ۶۲) مناقب خوارزمی، ص ۷۶، ۸۳، ۸۷ (ص ۱۲۹، حدیث ۱۴۳، ص ۱۴۲، حدیث ۱۶۳، ص ۱۴۵، حدیث ۱۷۰) فرائد السمطین (ج ۱، ص ۴۳، باب ۲، حدیث ۷، ص ۳۳۲، باب ۶۱، حدیث ۲۵۷)۔
۷۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۶۴ (ج ۳، ص ۱۰۸)۔
۸۔ حاکم کی المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۰ (ج ۳، ص ۱۴۱، حدیث ۴۶۲۷) صواعق محرقہ، ص ۷۳ (۱۲۳) تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۶ (۱۶۱)۔

علیؑ کی زوجہ تھیں۔(۱)

بریدہ اور ابی کا قول ہے: عورتوں میں رسولؐ کے نزدیک محبوب ترین فاطمہؑ اور مردوں میں علیؑ تھے۔(۲)

جمیع بن عمیر کہتے ہیں: میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ کے یہاں گیا۔ان سے پوچھا: کون شخص رسولؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: فاطمہؑ۔ پوچھا: مردوں میں؟ فرمایا: ان کے شوہر۔ہاں! اس کے علاوہ میں نہیں جانتی۔چاہے وہ بہت زیادہ روزہ دار اور نماز گزار ہی ہو۔(۳)

پھر رسول خداؐ دوسروں کو علیؑ پر کیسے مقدم کر سکتے تھے، علیؑ کے سوا دوسروں کی طرف متوجہ ہونے کا سوال ہی کیا ہے۔وہی تھے جنہیں خدا نے زمین پر سب سے پہلے منتخب فرمایا۔

چنانچہ فاطمہ(س) سے فرمایا: خدا نے روئے زمین پر مجھے منتخب کر کے نبی بنایا پھر تمہارے شوہر کو منتخب کیا اور مجھے حکم دیا کہ تجھ سے نکاح کر دوں اور اپنا وصی بناؤں۔(۴)

نیز فرمایا کہ خدا نے زمین پر دو شخصوں کو منتخب کیا ایک تمہارا باپ ہے دوسرا تمہارا شوہر۔(۵)

ان فضائل کا شمار نہیں کیا جا سکتا جو علیؑ کے بارے میں رسولؐ کے بلند آہنگ خطابات ہیں۔ان کے

۱۔حاکم کی المستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۵۴(ج۳،ص۱۶۷،حدیث۴۷۳۱)عقد الفرید، ج۲،ص۲۷۵(ج۴،ص۱۲۳) خصائص نسائی،ص۲۹(ص۱۲۷،حدیث۱۱۱،سنن کبریٰ، ج۵،ص۱۳۹،حدیث۸۴۹۶)ریاض النضرۃ، ج۲،ص۱۶۱(ج۳ص ۱۰۴)۔

۲۔خصائص نسائی،ص۲۹،(۱۲۸،حدیث۱۱۳،سنن کبریٰ، ج۵،ص۱۴۰،حدیث۸۴۹۸)مستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۵۵ (ج۳،ص۱۶۸،حدیث۴۷۳۵)سنن ترمذی، ج۲،ص۲۲۷(ج۵،ص۶۵۵،حدیث۳۸۵۸)۔

۳۔سنن ترمذی، ج۲،ص۲۲۷(ج۵،ص۶۵۸،حدیث۳۸۷۴)مستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۵۷(ج۳،ص۱۶۷، حدیث۴۷۳۱)۔

۴۔(معجم کبیر، ج۴،ص۱۷۱،حدیث۴۰۴۶)کنز العمال، ج۶،ص۱۵۳(ج۱۱،ص۶۰۴،حدیث۳۲۹۲۳)مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۶۵۔

۵۔ایجی کی المواقف ص۸،(۴۱۰)۔

مقابلے میں دونوں اموی دامادوں کی بھی سنئے: شرافت مآب عثمان کی حالت انس بن مالک سے سنئے:
جب رسولؐ کی پیاری بیٹی رقیہ کا انتقال ہوا۔ آپ نے قبر میں اتارنے سے قبل روتے ہوئے فرمایا: تم میں کون ہے جس نے آج رات اپنی زوجہ سے ہم بستری نہ کی ہو؟ طلحہ نے کہا: میں ہوں۔ آپ نے انہیں قبر میں اترنے کو کہا۔ اس پر ابن بطال کا تبصرہ ہے کہ پیغمبرؐ اصل میں عثمان کو قبر میں اترنے سے روکنا چاہتے تھے۔ حالانکہ وہی سب سے زیادہ اس کے حقدار تھے اور ان کے شوہر تھے۔ رسولؐ کے اعلان پر عثمان چپ رہے کیوں کہ اس رات انہوں نے دوسری زوجہ سے ہم بستری کی تھی۔ ثبوت کی وجہ سے ان کا یہ حق چھن گیا۔ شاید رسولؐ ان کی اس حرکت سے بذریعہ وحی آگاہ ہوئے تھے اور بعنوان تعریفی انہیں منع فرمایا۔ (۱)

ابو العاص کے لئے کیا کہا جائے وہ صلح حدیبیہ تک تو مشرک تھے اسی لئے چھ سال تک زینب سے ان کی جدائی رہی، زینب نے ان سے بات تک نہ کی، ان کا مقابلہ علیؑ سے کیسے کیا جا سکتا ہے؟

یہ منحوس پرچار کر رہا ہے کہ علیؑ و فاطمہؑ میں تعلقات اچھے نہ تھے جبکہ رسول روزانہ صبح خانۂ فاطمہؑ و علیؑ پر جا کر آیۂ تطہیر کی تلاوت کرتے تھے۔

اکثر فرماتے تھے:

فاطمہؑ میری محبوب ترین ہے۔ میرے پورے گھر میں سب سے محبوب فاطمہؑ ہے۔

حضرت عمر اکثر کہتے: رسولؐ کے نزدیک محبوب ترین فاطمہؑ کی ذات ہے۔ (۲)

رسولؐ، علیؑ کو کیسے وقیع نہ سمجھتے جبکہ ابتدائے بعثت سے ہر محاذ و موقع پر فداکاری کے لئے ہزار نمونے پیش کئے، نتیجہ میں وزیر، وصی، خلیفہ، وارث اور ولی کا خطاب حاصل کیا، جنگوں میں پرچم بردار رہتے۔

انہیں سفید چہروں کا سردار کہا گیا شب معراج میں۔ (۳)

۱۔ روض الانف، ج ۲، ص ۱۰۷ (ج ۵، ص ۳۶۲)

۲۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۵۰ (ج ۳، ص ۱۶۸، حدیث ۴۷۳۶)۔

۳۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۸ (ج ۳، ص ۱۴۸، حدیث ۴۶۶۸) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۷۷ (ج ۳، ص ۱۲۲) شمس الاخبار، ص ۳۹ (ج ۱، ص ۱۰۵، باب ۷) اسد الغابہ، ج ۱، ص ۶۹ (ج ۱، ص ۸۴، نمبر ۹۲) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۲۱۔

سب سے زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ مؤلف نے ازواج رسول کو فاطمہؑ کا دشمن گنا دیا ہے، عائشہ و ام سلمہ کے بناوٹی جھگڑے بھی بیان کئے ہیں، پارٹی کی نشاندہی کی ہے، وایاں بازو، بایاں بازو۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ عائشہ کو دشمن فاطمہؑ کیوں لکھ دیا ہے جبکہ عائشہ فاطمہؑ کا سر چوم کر فرماتی تھیں: کاش! میں تمہارے سر کے ایک بال کے برابر بھی ہوتی۔ (۱)

مجھے اہل سنت کے اس نشر کتاب پر بھی حیرت ہے کہ انہوں نے کیسے اجازت دے دی، جبکہ آل رسولؐ کی مودت قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے، ان کی محبت ایمان کی علامت اور دشمنی نفاق ہے۔

متفق علیہ حدیث غدیر ہے کہ خدایا! اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ۔

نیز صحیح حدیث رسولؐ ہے: جس نے علیؑ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا، جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔ (۲) جبریل نے رسول کو خبر دی کہ پورا پورا سفید رو وہی ہے جس نے رسولؐ کی حیات میں اور بعد موت، علیؑ کو دوست رکھا اور علیؑ کو دشمن رکھنے والا بھرپور شقی ہے۔ (۳)

یہ شخص ضرور جانتا ہے کہ آل محمدؐ کی ممتاز ترین فرد علیؑ کو گالی دینے والے یا اتہام طرازی کرنے والے کی سزا کیا ہے۔ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ علیؑ کو پاک نسب ہی دوست رکھے گا اور علیؑ سے نطفۂ ناتحقیق ہی نفرت کرے گا۔ (۴) علیؑ سے بغض وہی رکھے گا جس کے استقرار حمل کے وقت ابلیس اس کے باپ کے ساتھ شریک ہوگا۔ (۵) عبادہ بن صامت تو صاف کہتے کہ وہ اپنے بچوں پر حب علیؑ پیش کرتے۔ اگر وہ انکار محبت کرتا تو ہم سمجھ جاتے کہ ہمارا نطفہ نہیں ہے۔

۱۔ نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۷۔

۲۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۶۱ (القسم الثالث، نمبر ۱۸۵۵) ذخائر العقبیٰ ص ۶۵، الاصابۃ، ج ۳، ص ۱۰۳ (ج ۲، ص ۵۴۲، نمبر ۵۸۶۶) نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۰۷۔

۳۔ ریاض النضرۃ، ج ۳، ص ۲۱۵ (ج ۳، ص ۱۶۷) الفصول المہمۃ، ص ۱۲۴ (۱۲۳) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۳۲، کنز العمال، ج ۶ ص ۴۰۰ (ج ۱۳، ص ۱۴۵، حدیث ۳۶۴۵۸) نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۰۷۔

۴۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۸۹ (ج ۳، ص ۱۳۶)

۵۔ تاریخ بغدادی، ج ۳، ص ۲۸۹ (نمبر ۱۳۷۶)۔

حافظ جزری اسے نقل کر کے صاف کہتے ہیں کہ قدیم زمانے سے آج تک یہی مشہور ہے: علیؑ سے وہی نفرت کرے گا جو حرامی ہوگا۔(۱)

یہ کتاب حیات محمد کے بعض مہملات تھے۔ حیرت ہے کہ محمد عادل زعتیر، ان مہملات کی معذرت بھی پیش کرتے ہیں کہ میں بعض چیزوں پر حاشیہ لگانا چاہتا تھا لیکن یہ حدود ترجمہ سے باہر کی بات تھی۔ لیکن یہ عذر معقول نہیں۔

﴿ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین آمنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والآخرة﴾ ''جو لوگ فحش باتوں کو پھیلانا پسند کرتے ہیں انہیں دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دیا جائے گا''۔(۲)

تالیف کے مکروہ چہرے

ہائے مظلومیٔ دل ظلم ہی منصف ہے جہاں

عصر حاضر کے ادیبوں نے اسلام کو شرم ناک حالات سے دوچار کرتے ہوئے روحانی ادب اور امانت دینی کا ستیاناس مار دیا ہے، نقل قول میں خیانت، من مانی تاویلات اور خاصان خدا کے ساتھ کینہ توزی کے ایسے ایسے ذلیل مظاہرے کئے ہیں کہ دیکھ کر آتش غضب بھڑک اٹھتی ہے۔ اسی قسم کی تالیفات میں مندرجہ ذیل کتابیں ہیں:

۱۔ **الصراع بین الاسلام و الوثنیه؛**

۲۔ **الوشیعه فی الرد علی الشیعه؛**

۳۔ **فجبر الاسلام؛**

۴۔ **ضحی الاسلام؛**

۱۔ اسنی المطالب، ص ۸ (ص ۵۸۔۵۷)

۲۔ سورۂ نور ر۱۹

۵۔ ظهر اسلام؛

۶۔ الجوله فی ربوع الشرف الادنی[1]؛

۷۔المحاضرات للخضری؛

۸. السنة و الشیعه؛

۹۔ الاسلام الصحیح؛

۱۰۔ العقیده فی الاسلام؛

۱۱۔خلفاء محمد؛

۱۲۔حیاۃ محمد؛

ان میں حوالوں کا فقدان ہے، اصول علم کی ریڑھ ماری گئی ہے، اتہامات کے انبار لگائے گئے ہیں۔ایک ہی موضوع سے متعلق دو کتابیں نمونے کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔کتاب امام علی ابونصر اور کتاب امام علی، استادابوالفتاح عبدالعقود۔اول الذکر میں اموی نظریات کے ذلیل مظاہرے ہیں دوسری میں حقائق کوروشن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اگرچہ مصادر کے عدم تذکرہ کی وجہ سے ذاتی نظریہ پرمبنی کتاب ہوکررہ گئی ہے۔

﴿ولو انهم فعلوا ما بو عطون به لكان خير آلهم و اشد تشبيتا﴾ ''اگر یہ اس نصیحت پرعمل کرتے توان کے حق میں بہتر ہی ہوتااوران کوزیادہ ثبات حاصل ہوتا''۔(۱)

۱۔نساء/۶۶

ابن رومی

وفات ۲۸۳ھ

یا ھند لم اعشق و مثلی لا یری　　عشق النساء دیانۃ و تحرجا

''اے ہند! میں عاشق ہوں۔ میرے جیسا عشق زنان کی معصیت کرے گا کیوں؟ چونکہ میرے سینے کی گہرائیوں میں عشق وصی رسولؐ موجیں مار رہا ہے۔

وہ روشن چراغ ہیں اور ہر شخص انہیں کی برکت سے عذاب سے چھٹکارا پاتا ہے۔ اگر میں نے ان کی محبت ترک کر دی تو قیامت میں گناہوں سے نکلنے کا سوال ہی نہیں۔

مجھ سے کہو کیا میں ان کا سیدھا راستہ چھوڑ کر نادانی میں ٹیڑھا راستہ اختیار کرلوں۔ میں انہیں مانند طلائے ناب شمسی اور دوسروں کو تنقیدی نظر سے فساد انگیز پا رہا ہوں، ان کا مقام ہر باعظمت کے مقابل مانند آفتاب یا بدر منیر ہے۔

رسولؐ نے ان کے بارے میں غدیر کے دن ایسی بات کہی جس میں سامعین کیلئے کوئی ابہام نہ تھا ''جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ میری طرح مولا ہیں'' پھر افتخارانہ رسم تاج گزاری فرمائی۔ اور اسی طرح فاطمہؑ کے نکاح کے وقت تاج گزاری فرمائی جب دوسروں کو انکار کر کے علیؑ سے عقد کیا۔ جنگ نہروان کے وقت لشکر کا پل عبور کرتے ہوئے ان کا ناقابل فراموش معجزہ ہے، ان کے لئے غروب کے بعد سورج پلٹنا۔ حالانکہ پوری طرح اس کی روشنی ضیا پا رہی تھی۔'' (۱)

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج۱، ص۵۳۱ (ج۳، ص۳۸)۔

شاعر کا تعارف

ابوالحسن، علی بن عباس بن جریج۔ ابن رومی کے نام سے مشہور تھے۔ شیعیت کے لئے مایۂ نازش اور نادرۂ روزگار تھے۔ ان کے زرین ونفیس اشعار بلاغت کی جان اور سورج کی ضیاؤں سے زیادہ تابناک ہیں۔ مدح، ہجو اور تغزل کے ممتاز ترین شاعر تھے، اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ ان کے محاسن، بیان سے باہر ہیں۔

ان کی شاعری کا مطمع نظر صرف اور صرف مدح آل رسولؐ تھا۔ وہ مدح سرائی اہل بیتؑ اور دشمنان آل کے حملوں کا دفاع کرتے تھے، ابن صباغ مالکی نے انہیں شاعر امام حسن عسکریؑ کہا ہے۔ (۱)

ان کا دیوان، مسیبی اور مثقال کے یہاں سو ورق نیز احمد بن ابی قسر اور خالد کے یہاں بھی سو ورق پر مشتمل ہے۔ صولی نے دو سو تک باعتبار حروف تہجی مرتب کیا ہے۔ موجودہ نسخہ ابن عبدوس کا مرتبہ ہے جو سب سے زیادہ ہے اور لگ بھگ ہزار شعروں پر مشتمل ہے۔

ابوبکر محمد خالدی اور عثمان سعید خالدی نے ابن رومی کے شعری حالات پر کتاب لکھی ہے۔ (۲)

ابن سینا نے منتخب اشعار جمع کر کے مشکل اشعار کی شرح کی ہے ان کا بیان ہے کہ میرے استاد نے مجھے دیوان ابن رومی یاد کرنے کو کہا۔ میں نے مختلف نسخوں کو جمع کر کے چھ دن سے کچھ زیادہ میں یاد کر لیا۔ (۳)

ابوالحسین حمدانی، اسماعیل خزاعی اور ابوالحسن جحظہ نے ابن رومی کی ستائش کی ہے۔ مزید عظمت معلوم کرنے کیلئے فہرست ابن ندیم؛ تاریخ خطیب بغدادی، معجم الشعراء؛ امالی سید مرتضیٰ؛ مروج الذہب؛ عمدہ ابن رشیق؛ معالم العلماء؛ وفیات الاعیان.... وغیرہ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ (۴)

۱۔ فصول المہمہ، ص ۳۰۲ (ص ۲۸۱)، نور الابصار، ص ۱۲۶ (ص ۳۳۸)۔

۲۔ فہرست ابن ندیم، ص ۲۳۵، ۲۴۱ (ص ۱۹۰، ۱۹۵)۔ ۳۔ کشف الظنون، ج ۱، ص ۴۹۸ (ج ۱، ص ۷۶۶)۔

۴۔ فہرست ابن ندیم، ص ۲۳۵ (ص ۱۹۰) تاریخ بغدادی، ج ۱۲، ص ۲۳، معجم الشعراء، ص ۲۸۹، ۴۵۳ (۱۴۵، ۴۱۰) امالی سید مرتضیٰ، ج ۲، ص ۱۰۱، مروج الذھب، ج ۲، ص ۴۹۵ (ج ۴، ص ۳۰۱) العمدہ، ج ۱، ص ۵۶، ۶۱، ۹۱ (ص ۶۹، ۷۲، ۱۱۰) معالم العلماء، (ص ۱۵۱) وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۳۸۵ (ج ۱، ص ۳۵۸، نمبر ۴۶۳)۔

اکثر نے اپنے اہتمام سے ابن رومی کے آثار جمع کئے ہیں، ان میں ابوالعباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن عمار (م ۳۱۹)؛ ابوعثمان ناجم؛ ابوالحسن نوبختی لائق ذکر ہیں۔(۱) متاخرین میں استاد عباس محمود عقاد نے اس سلسلے میں دقیق کوشش کی ہے اور اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ ابن رومی نے آٹھ خلفا کو دیکھا جو یہ ہیں: واثق، متوکل، منتصر، مستعین، معتز، مھتدی، معتمد اور معتضد۔

ابن رشیق کے نزدیک مولدین شعراء میں تبحر و معانی آفرینی کے لحاظ سے ابوتمام اور ابن رومی ممتاز ترین شاعر ہیں۔(۲)

سعید بن ہاشم خالدی کے مطابق: ابن رومی بروز چہارشنبہ بعد طلوع فجر دوسری ماہ رجب ۲۲۱ھ بغداد کے معروف مقام عتیقہ میں پیدا ہوئے۔ ابن رومی عبداللہ بن عیسیٰ کے آزاد شدہ غلام تھے، خود انہیں کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رومی الاصل تھے، ان کے دادا کا نام جریج یا جرجیس بلاشبہ یونانی نام ہے۔ اس طرح ان لوگوں کا قول بے وقعت ہوجاتا ہے جو کہتے ہیں کہ چونکہ بچپن میں بہت خوبصورت تھے اس لئے ابن رومی نام پڑ گیا۔

ان کے باپ کئی ناموران علم و ادب کے دوست تھے مثلاً ماہر لغت و انساب ''محمد بن حبیب راویہ'' اسی لئے ابن رومی کی ان کے یہاں اکثر آمد و رفت رہتی تھی۔ انہوں نے ابن رومی کی ذکاوت پر خصوصی توجہ دی، جب کوئی خاص بات انہیں پسند ہوتی تو کہتے اسے یاد کرلو۔

ہم جانتے ہیں کہ ابن رومی کی والدہ ایرانی تھیں۔ خود وہ کہتے ہیں کہ میرا ننہال ایران ہے اور ددھیال روم ہے پس مجھے سیاست ساسانی ورثہ میں ملی ہے۔ وہ فارسی زبان بھی جانتے تھے۔ جب ان کی والدہ کا انتقال ہوا تو جوانی کی حدیں گزار کے بڑھاپے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ماں کا مرثیہ کہا ہے:

اقول: و قد قالوا: اتبکی لفاقد رضاعاً و این الکھل من راضع الحلم

ھی الام با للناس جزعت فقدھا ومن یبک امّا لم قذم قط لا دوم

۱۔ معجم الادباء، ج ۵، ص ۲۲۹ (ج ۱۳، ص ۲٦۷)۔

۲۔ مؤلفات العقاد، ج ۱۵۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ان کی ماں کا نام حسنہ بنت عبداللہ سجزی (۱) تھا، سجز ایران کے شہر خراسان کا موضع ہے، اس طرح وہ خالص ایرانی تھے۔

ان کے بڑے بھائی محمد بڑے اچھے ادیب و منشی تھے۔ عبیداللہ بن طاہر کے ملازم تھے، ابن رومی سے قبل ہی ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ پھر ابن رومی کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں رہ گیا۔ بعض عباسی و ہاشمی کبھی کبھی حسن سلوک کر دیا کرتے تھے، ان کے شعروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بھائی اور بھی تھے جن سے تعلقات اچھے نہیں تھے۔

اولاد

ابن رومی کے تین بیٹے تھے: ہبۃ اللہ، محمد اور ایک نام دیوان میں موجود نہیں۔ تینوں کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔ ان کے بڑے درد انگیز مراثی کہے ہیں، محمد کی بیماری و موت کا مرثیہ تو دل ہلا دیتا ہے:

توخّی حمام الموت اوسط صبیتی　　　فللہ کیف اختار و اسطة العقد

علی حین شممست الخیه فی لمحاته　　　و آنست من افعاله آیة الرشد

اساتذہ

ان کے باقاعدہ اساتذہ کا پتہ نہیں چلتا لیکن آغانی (۲) کے جملہ معترضہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابن رومی نے ثعلب سے روایت کی ہے: ثعلب، حماد، ابن ضحاک.....

ایک دوسری جگہ ابن رومی قتیبہ سے روایت کرتے ہیں: ابن قتیبہ، عمر، سکونی، باپ دادا اور وہ حسین بن ضحاک سے۔ چونکہ قدیم زمانے میں روایت کرنے کا مطلب زانوئے ادب تہ کرنا ہوتا تھا اس طرح ان لوگوں نے ابن رومی کو حدیث کا املا فرمایا۔ جس وقت ابن قتیبہ کا انتقال ہوا اس وقت ابن رومی کی عمر تیس سال تھی۔

۱۔ معجم الشعراء، (ص ۱۴۵)　　　۲۔ الآغانی (ج ۷، ص ۱۹۴)۔

گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ ابن رومی اپنے باپ کے دوست، ماہر لغات محمد بن حبیب سے وابستہ تھے۔ ان سے بعض مفردات لغات میں ان سے مراجعہ کرتے اس لئے وہ بھی استاد ہوئے۔ ان تین کے علاوہ کسی چوتھے استاد رومی کا پتہ نہیں چلتا لیکن اتنا ملتے ہے کہ ابن رومی نے جس سے بھی اکتساب فیض کیا بھرپور کیا۔ قدیم وجدید علوم کے علاوہ فکری تبحر میں اپنے زمانے کے ممتاز ترین دانشور تھے۔ مصری کہتا ہے کہ وہ فکر و نظر کے اعتبار سے عظیم فلق تھا۔ مسعودی کہتا ہے کہ اشعار تو اس کا کمترین تعارف ہیں۔ اس کے فلسفیانہ اشعار سے علوم پر کامل دسترس اور اصطلاحات علمی کے رسوخ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ابن رومی کے خطوط

ان کے اشعار ہمزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نظم کے ساتھ وہ نثر کا بھی مرد میدان تھے۔

الم تجدونی آل وھب لمدحکم بشعری و نثری اخطلا ثم جا خطا

بنابریں ان کے کچھ نثر پارے نمونے کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ قاسم بن عبداللہ کو خط لکھ کر اپنی برائت ظاہر کرتے ہیں:

"ترفع عن ظلمی ان کنت برئیاً و تفضل بالعفو ان کنت مسیئا فو اللّٰہ انی لا طالب عفوذبت لم اجند و التمس الا قالة مما لا اعرفه. لتزداد تطولا و ازداد تذللا. و انا اعید حالی عندک بکرمک من واش بکیدھا و احرسھا بوفائک من باع یحاول افسادھا....."۔

۲۔ ایک بیمار کی عیادت میں خط لکھتے ہیں:

"اذن اللّٰہ فی شفائک و تلّقی داء ک بدوائک و مسیح بید العافیة علیک و وجّه و قد السلامته....."۔

۳۔ گل نرگس کی گل سرخ پر برتری کے متعلق کہتے ہیں ہیں:

"النرجس یشبه الاعین والو رد یشبّه الخدود..."۔

پھر اس کی محسوساتی توجیہ پیش کی ہے۔

ابن رومی کا عقیدہ

تیسری صدی ہجری میں دانش وفکر کی پریشان خیالی اپنے عروج پر تھی، اپنے اسلام کی توجیہ علوم جدیدہ کے مقابلے میں کر کے صاف بچ نکلنا مشکل تھا۔ ابن رومی علوم جدیدہ سے بہرہ حاصل کرنے کے باوجود وہ مسلمان اور اپنے اسلام میں مستقیم تھے۔ پکے شیعہ، معتزلی اور قدری تھے اور اس زمانے کا سب سے زیادہ محفوظ ترین عقیدہ مانا جاتا ہے۔ معرّی نے رسالہ غفران (۱) میں لکھا ہے کہ بغدادیوں کا عقیدہ ہے کہ ابن رومی شیعہ تھا۔ وہ اس کے قصیدہ جیمیہ سے استدلال کرتے ہیں لیکن میری نظر میں ابن رومی کا عقیدہ بھی وہی تھا جو دوسرے شعراء کا تھا۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ معرّی نے ابن رومی کے تشیع کی تردید کیوں کی۔ آخر شعراء، شیعہ بھی تو ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض عظیم شعراء نے والہانہ تشیع کا مظاہرہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ معری کو ابن رومی کے تمام اشعار کی خبر نہیں تھی اس لئے اس پر حقیقت مذہب اوجھل رہی۔ پھر یہ کہ صرف قصیدہ جیمیہ ہی اس کے اظہار تشیع کے لئے کافی ہے کیونکہ اس مدح سرائی سے کسی طمع کی توقع نہیں تھی بلکہ اپنے کو طاہریوں اور عباسیوں کے خطرات میں جھونکنے کے مترادف تھا۔ وہ اپنے قصیدے میں عباسی خلافت کے خلاف محاذ آرائی کرنے والے یحیٰ بن عمر بن حسین بن زید بن علی بن حسین کا مرثیہ کہتے ہوئے بدکردار طاہری حکام کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں عباسیوں سے مخاطب ہیں: اے بنی عباس! اپنے مظالم بند کرو، اپنے عیوب چھپاؤ۔ اپنے بدکردار حکام کو گمراہیوں سے نکالو جو فساد پھیلا رہے ہیں۔ اس دن کا انتظار کرو جب حق اپنے حقدار کی طرف پلٹے گا اور جو آج غمگین ہیں کل انہیں کی طرح تم غمگین ہو گے، وہ دن جلد ہی آنے والا ہے جب تم اپنے کیفر کردار کو پہنچو گے۔ تم پر حجت خدا تمام ہو چکی ہے آج کی کینہ فشانی کا پھل تمہیں کل ملے گا۔ اپنی موجودہ حالت پر پھولو نہیں، حالات ایک طرح نہیں رہتے ایک معمولی شرارہ خاکستر کا تمہیں تباہ کر سکتا ہے۔

۱۔ رسالۃ الغفران (ص ۴۴۴)

کیا کوئی شیعہ، بنی عباس سے اس سے زیادہ واضح اور سخت کلام کر سکتا ہے کہ علوی حکومت سے ڈرو۔ وہ عباسیوں کو زوال کی بشارت دیتے ہیں۔ پھر انتقام حق کی حقدار کی طرف واپسی اور دشمنوں کی سرزنش کا وہی انداز اختیار کرتے ہیں جو ایک شیعہ کا ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ واضح انداز میں قصیدہ نونیہ ہے جس میں دشمنوں کی ہلاکت کی آرزو اور ان کی بیخ کنی میں کوتاہی پر اپنے نفس کو ملامت کرتے ہیں:

''اگر تمہارے دشمنوں کی حکومت ہے تو نگہبان بھی گھات میں ہے۔ یہ اپنے میں مگن رشتۂ حق کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ صبر کرو کہ انہیں بھی خدا اسی طرح ہلاک کرے گا جس طرح ملوک یمن کو ہلاک کیا''۔

اسی طرح دوسرے اشعار ہیں۔ جو شخص اس طرح بات کرے اس کی شیعی وابستگی میں کلام نہیں کیا جا سکتا۔ وہ بغیر کسی مادی فائدوں کے محبت علیؑ میں رہنے کو معرض خطر میں ڈالتا ہے۔ وہ یحیی بن عمر کو شہید کے لقب سے یاد کرتا ہے۔

ان کا شعر ہے:

''دشمنی کے نیزے نے اس کو پارچۂ خونین پہنایا اب وہ قرمزی رنگ میں خدا کے حضور ہے''۔

ان اشعار سے ان کا شیعہ ہونا واضح ہوتا ہے کیونکہ وہ اس میں شیعیت کو ایک حکومت اسلامی کے روپ میں دیکھتے ہیں برخلاف دوسرے شعراء کے جو معتدل تشیع کے حامل تھے اور بہتر کے مقابلے میں کمتر کی حکومت کو جائز سمجھتے تھے۔ بعض صحابہ کو برا سمجھتے تھے، اس قسم کے زیدی شیعہ، یحییٰ بن عمر کی فوج میں بھرے پڑے تھے۔

واضح رہے کہ ابن رومی کو تشیع اور اہل بیتؑ سے وابستگی واضح بات ہے اس کے علاوہ انہوں نے بچے کا نام علیؑ رکھا جو شیعوں کا محبوب ترین نام ہے، ان کے باپ کی عباسی ملازمت پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ بعض عباسی خلفاء علیؑ و اولاد علیؑ کا احترام بھی کرتے تھے۔ اس کا ثبوت معتضد اور منتصر کے واقعات میں فراہم کیا جا سکتا ہے۔ ابن رومی نے ان کی مدح بھی کی ہے، منتصر نے تو اپنے باپ متوکل کو توہین علیؑ پر برہم ہو کر قتل بھی کر دیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کا بہترین عقیدہ وہی ہے جو خوف کے ماحول میں دلیری عطا کرے، جب گردش روزگار برہم کرے جو موجودہ حالات پر بھرے ہوئے ہیں۔ اس

طرح وہ دوسرے شعراء کے برخلاف شیعہ تھے۔ ابن رومی اپنے معتزلی عقیدے پر بھی فخر کرتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ عقیدہ تابع قدریہ ہے، ان کے بعض اشعار سے ان کے ان نظریات کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ معتزلی اور اہل توحید وعدل ہیں۔ جو قرآن کو مخلوق مانتے ہیں قدیم نہیں، قدریہ کے ساتھ عدلیہ موحد اس لئے اپنے کو کہتے ہیں کہ حدیث ہے: قدریہ اس امت کے مجوس ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم قدریہ نہیں ہیں یہ ان لوگوں کو زیب دیتا ہے جو عقیدہ قدر رکھتے ہوں۔ ہم تو اہل توحید وعدل ہیں۔

اسی طرح ابن رومی کا عقیدہ ہے کہ انسان فاعل مختار ہے ان کے بہت سے اشعار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن رزق کے معاملے میں وہ تقدیر کے قائل ہیں، لیکن ابن رومی کا عدل الٰہی پر بھروسہ اور ظلم و فسادات سے تنزیہ کا نظریہ خود انہیں سے مخصوص نہیں، ہر مومن جو خدا کے صفات جلال و جمال کو پہچانتا ہے یہی عقیدہ رکھتا ہے۔

وہ اہل بیتؑ کی مودت کو نص قرآن سے واجب سمجھتے ہیں جو مثل کشتی نوحؑ ہیں، جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے روگردانی کی ہلاک ہوا۔ اہل بیتؑ قرین کتاب الٰہی اور رسول خداؐ نے اپنے جانشین کی حیثیت سے ان کا تعارف کرایا ہے وہ امانت رسولؐ ہیں جس نے ان کا مضبوطی سے دامن تھام لیا کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

ہجویہ شاعری

تیسری صدی ہجری میں دو عظیم ہجویہ شاعر پیدا ہوئے۔ ابن رومی اور دعبل دونوں نے حکام، خلفاء اور دیگر افراد کو خوب خوب لتاڑا ہے۔ ابوالدلاء نے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

انی لا فتح عینی حین افتحها علی کثیر ولکن لا اری احدا

ان دونوں کے مانند نہ تو اس صدی میں نہ اس کے بعد کوئی پیدا ہی نہ ہوا۔ ابن رومی کو لوگوں سے تنفر نہیں ہے، نہ وہ معاشرہ کو اتھل پتھل ہی کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ لفظی بازیگری کے ذریعے لوگوں کو ان کے مصائب سے روشناس کرانا چاہتے ہیں۔ اچھی خاصی تصویر میں غلط سیرت نے جو کارٹون کی شکل پیدا

کردی ہے اسے نمایاں کردینا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ اپنی فنی مہارت کے خوب خوب جوہر دکھاتے ہیں۔ وہ بدنفس اور زودرنج بھی نہیں تھے۔ پھر سوال یہ ہے کہ آخر انہوں نے ہجو یہ شاعری کیوں کی؟ جبکہ اسے اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ بات یہ ہے کہ وہ باکمال تھے اپنے علم و دانش اور شعر وادب کو اعلی مذاہب کے لائق سمجھتے تھے لیکن وہ دیکھتے تھے کہ اس سے پست تر افراد کی پذیرائی ہورہی ہے اور وہ خود اس سے محروم ہیں۔ وہ بلند پایہ شاعر و خطیب تھے۔ معلومات کا دائرہ انتہائی وسیع تھا۔ منطق، ہیئت، لغت اور دوسرے عصری علوم سے پوری طرح آراستہ تھے۔ اس قسم کے افراد جو شعر و فلسفہ و نجوم پر دسترسی رکھتے ہوں، ماہر لغات ہوں، انہیں منصب ملنا ہی چاہیے تھا۔ اکثر افراد جو اس کے ہم پایہ نہیں تھے اس منصب سے سرفراز تھے۔ ابن زیات صرف ایک کلمہ کی تفسیر کر کے معتصر کے یہاں وزیر ہوگیا۔ حالانکہ ابن رومی کے یہاں غرائب الفاظ کی اس قدر بہتات ہے کہ اس کے ہم عصر گرد پا کو بھی نہیں پاسکتے۔

انہیں وزارت نہیں ملی تھی تو کسی وزیر کی ڈیوڑھی ہی ملتی۔ نہ یہ ہوا نہ وہ، کیا اس سے زیادہ ناقدری کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے؟ یہی بات تھی کہ وہ اکثر اپنے سے پوچھتے تھے:

میں اپنی تلوار کو نیام سے نکال کر دوبارہ کیوں نیام میں رکھوں، لوگوں کو کیوں نہ سمجھا دوں کہ میری تلوار نیام سے باہر ہے۔ میں اپنے تجربات نچوڑتا رہوں گا۔

معاصر شعراء

ابن رومی کے معروف ہم عصر شعراء میں حسین بن ضحاک، دعبل خزاعی، بحتری، علی بن جہم، ابن معتز اور ناجم لائق ذکر ہیں۔ لیکن ان میں صرف دو شعراء ہی سے ان کی شناسائی تھی: حسین بن ضحاک اور دعبل۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ابن رومی اور ابن حاجب، محمد بن احمد میں یارانہ تھا، آپس میں خوش طبعی بھی تھی چنانچہ ایک بار وعدہ کے مطابق ایک دن ابن رومی اس کے گھر گئے، ملاقات نہ ہوئی تو کچھ اشعار کہے، ان کا پہلا شعر ہے:

نجاک یابن الحاجب الحاجب   ولیس ینجو منیّ الھارب

ابن حاجب نے بھی اس کا جواب دیا۔(۱)

عقاد کہتے ہیں کہ ابن رومی کو حسین بن ضحاک کے اشعار بہت پسند تھے۔ وہ انہیں نقل بھی کرتے تھے، دوستوں سے بیان بھی کرتے۔ وہ مرا تو ابن رومی کی عمر ۲۹ سال تھی۔ لیکن کسی سیرت میں ان دونوں کی ملاقات یا شناسائی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ لیکن دعبل کی طرف ابن رومی کا میلان تھا اور اس کی وجہ اظہار تشیع ہے۔ وہ غالی شیعہ تھے اور اسی وجہ سے میلان کے حالات استوار ہوئے۔

دوسری وجہ دعبل کی ہجویہ شاعری بھی ہوسکتی ہے، دعبل کے انتقال کے وقت ابن رومی کی عمر ۲۵ سال تھی۔ لیکن ان دونوں کی ملاقات و تعلقات کا تذکروں میں پتہ نہیں۔ لیکن بحتری اور ناجم سے تعلقات تھے، ابن رومی نے بحتری سے ناجم کے گھر پر ملاقات کی تھی۔

علی بن جہم سے ابن رومی کے عقائد اور نظریاتی اختلاف کی وجہ سے تعلقات نہیں تھے بلکہ شدید نفرت تھی، ابن رومی کہتے ہیں کہ شیعہ و ناصبی سے ہرگز میل نہیں۔ پھر یہ کہ اس نے ابن رومی کے عدلیہ موحد ہونے پر طنز بھی کیا ہے۔

ابن معتز پیدا ہوا تو ابن رومی جوان تھے۔ وہ شعر کہنے کے لائق ہوا تو یہ چالیس سے اوپر ہو چکے تھے، شہرت ہوئی تو یہ بوڑھے ہو چکے تھے۔ اسی لئے اس سے اقتباس یا نظریاتی اکتساب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

تاریخ وفات

ابن خلکان کہتا ہے کہ ابن رومی نے روز چہارشنبہ ۲۹ جمادی الاولی ۲۸۳ یا ۲۷۶ میں قضائے الٰہی کو لبیک کہا اور مقبرۂ باب البستان میں دفن ہوا۔(۲)

بعد کے سیرت نگاروں نے ابن خلکان کی پیروی کی، ان کی چند دلیلیں ہیں جن کی بنا پر اس شک و تردید کو مانتے ہی بنتی ہے:

۱۔ معجم مرزبانی، ص ۴۵۳ (ص ۴۱۰)   ۲۔ وفیات الاعیان، ج ۳، ص ۳۶۱، نمبر ۴۶۳۔

ا۔ خود ابن رومی کہتے ہیں کہ کیا ساٹھ سالہ بوڑھا عشق ونشاط میں مست ہوتا ہے؟

ان کی تاریخ ولادت سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۲۸۱ میں ان کا ساٹھ سال پورا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سنہ تک وہ زندہ رہے ہیں۔ اسے ضرورت شعری نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ایک شعر میں خمس وخمسین (۵۵) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۲۔ مسعودی کہتا ہے کہ قطر الندی بنت خمارویہ بغداد پہنچی اور ابن جصاص سے ذی الحجہ ۲۸۱ میں شادی کی، ابن رومی نے بزرگ مرد عرب کی خاتون عجمی سے شادی پر زینت کا تبصرہ کیا۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: طبری نے روز یکشنبہ دوسری محرم ۲۸۲ھ میں قطریٔ الندی کا ورود بتایا ہے۔(۲)

۳۔ خلیفہ کے ازدواج پر ابن رومی کا قطعہ ہے جو ۲۸۲ میں واقع ہوا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ وفات شاعر ۲۷۶ میں ہونے کا سوال ہی نہیں کیونکہ خلیفہ معتمد کے چچا کی بیعت کا خود ابن رومی نے قصیدہ کہا ہے جو ۲۸۲ میں واقع ہوئی۔

عقاد کہتے ہیں کہ لیکن میرے نزدیک ۲۸۳۔۲۸۴ کو ترجیح حاصل ہے اس بناء پر ابن رومی کی تاریخ وفات ۲۸۳ محقق ہوتی ہے۔ جو لوگ ۲۸۴ کہتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ اس ترجیح کو دن وتاریخ کے توافق سے تقویت ملتی ہے، شمسی حساب سے جمادی الاول ۲۸۳ میں بغداد میں گرمیاں آ گئی تھیں۔ ناجم کہتے ہیں کہ میں حالت نزع میں ابن رومی سے ملنے گیا۔ اس کے چاروں طرف برف رکھی ہوئی تھی۔ اس طرح پہلا قول ہی محقق ہوتا ہے کہ ۲۸ جمادی الاولیٰ بروز چہار شنبہ، ۲۸۳ کو ان کی وفات ہوئی۔

شہادت

تمام مورخین لکھتے ہیں کہ زہر سے ان کی موت ہوئی۔ اور قاسم بن عبید اللہ نے یا اس کے باپ نے

ا۔ مروج الذہب، ج۲، ص۴۸۸ (ج۴، ص۲۸۹)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۱۱، ص۳۴۵ (ج۱۰، ص۳۹، حوادث ۲۸۲ھ)

زہر دیا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ ابوالحسن قاسم بن عبیداللہ بن سلیمان بن وہب وزیر معتمد کو ابن رومی کے ہجویہ شعروں کا خوف تھا۔ اس نے ابن فراش کی سازش سے زہر دلوایا۔ ابن رومی وزیر کے گھر میں تھا۔ ابن فراش نے زہر آلود خشکنانجہ (عربی غذا) اسے کھلایا۔ ابن رومی نے کھاتے ہی زہر کا اثر محسوس کیا اور مجلس سے اٹھ گیا۔

وزیر نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ ابن رومی نے جواب دیا؛ جہاں تم بھیج رہے ہو۔ وزیر نے کہا: میرے والد کو میرا سلام کہہ دینا۔

ابن رومی نے عقابی نظر ڈالتے ہوئے کہا: جہنم میں نہیں جا رہا ہوں۔ (۱)

امالی سید مرتضیٰ میں ہے کہ ابن رومی کی وزیر عبیداللہ بن سلیمان کے یہاں اکثر بیٹھک ہوتی تھی، ایک شعر سنانے کی فرمائش کی، ابن رومی نے شعر سنائے تو عبیداللہ نے کہا: اس بوڑھے کی عقل سے زیادہ زبان لمبی ہے، ایسے شخص کی ہجو سے ڈرتے رہنا چاہیے اسے اپنے سے دور کرو۔ کہنے لگا کہ ڈرتا ہوں اگر نکال دیا تو میرے سارے بھید فاش کر دے گا۔ اس نے کہا: نکالنے سے میرا مطلب ہے شمع حیات گل کردو۔ ابن رومی کے سخت دشمن ابن فراس نے قاسم سے کہا۔ اس نے خشکنانجہ میں زہر دیدیا جس سے ابن رومی کی موت واقع ہوئی۔ باقطانی کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ابن فراس نے نہیں بلکہ ابن رومی کو عبیدہ اللہ نے قتل کیا۔ (۲)

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عبیداللہ بن سلیمان تو ابن رومی کے بعد ۲۸۸ میں مرا اس لئے قاسم کیسے کہے گا کہ میرے والد کو سلام پہنچا دینا۔ دوسری روایت میں اشکال کیا جاتا ہے کہ عبیداللہ کی تو پہلے سے آشنائی تھی۔ پہلی بار دیکھنے کا کیا سوال اٹھتا ہے۔ لیکن یہ دونوں اعتراض مہمل ہیں۔ کیونکہ یہاں دیکھنے کا مطلب ملاقات نہیں بلکہ محض یہ دیکھنا تھا کہ وہ یہاں موجود ہے یا نہیں اور یہ کہ قاسم نے سلام نہیں کہلوایا تھا بلکہ عبیداللہ نے اپنے والد کو سلام کہلایا تھا۔

۱۔ وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۳۸۶ (ج ۲، ص ۳۶۱، نمبر ۴۶۳)

۲۔ امالی سید مرتضیٰ، ج ۲، ص ۱۰۱۔

افوہ حمانی

وفات ۳۰۱ھ

مناقب ابن شہر آشوب کے مطابق کسی سید کی تعریف میں یہ اشعار کہے:

ابن الذی ردت علیہ الشمس فی یوم الحجاب (۱)

''اس کا فرزند جس کے لئے ڈوبنے کے بعد آفتاب پلٹ آیا۔ اس کا فرزند جو قیامت کے دن جہنم بانٹے گا۔ جو غدیر کے دن لوگوں کا مولا بنایا گیا ہر منکر اور شکی کے برخلاف''۔

یہ اشعار بھی، صراط مستقیم (۲) میں ملتے ہیں:

قالوا : ابو بکر لہ فضلہ قلنا لھم : ھناہ اللہ

''انہوں نے کہا کہ ابوبکر کے بہت سے فضائل ہیں۔ میں نے کہا: خدا مبارک کرے کیا تم خطبۂ غدیر بھول گئے کیا کسی بندۂ خدا کو مولا ہونے میں شک ہوسکتا ہے بلاشبہ علیؑ، ہر اس شخص کے مولا ہیں جس کے رسولؐ خدا مولا ہیں''۔

شاعر کا تعارف

ابوالحسین، علی بن محمد بن جعفر بن محمد بن محمد بن زید شہید، حمانی، کوفی، عرفیت الافوہ تھی۔ لباب الانساب

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج۱، ص۴۶۲ (ج۳، ص۳۵۸۔۳۵۷)

۲۔ الصراط المستقیم (ج۲، ص۷۲، نمبر۵)

میں ہے کہ الافوہ ان کا لقب تھا۔(۱)

ان کے والد حمال تھے۔اس لئے ان کے فرزندوں کو بنی حمال کہا جاتا ہے۔

حمان کوفے کا ایک محلہ تھا اور حمانی قبیلہ بنی تمیم کی طرف منسوب افراد کہے جاتے ہیں۔بعد میں جو لوگ غیر حمانی تھے حمان میں آباد ہوگئے، انہیں بھی حمانی کہا جانے لگا۔اسی وجہ سے بعض تذکرہ نگاروں کو غلط فہمی ہوئی۔(۲)

حمانی پہلی صدی کے عراقی فقہاء شیعہ کی ممتاز ترین فرد و محافظ مکتب اہل بیت تھے۔خطیب بھی تھے اور شاعر بھی۔سب نے ان کی بے انتہا ستائش کی ہے، ان کے شعری اسلوب و مواد میں علم و دانش موجیں مارتا ہے۔پھر یہ کہ بلند نسب بھی تھے۔متوکل نے ابن جہم سے پوچھا: سب سے اچھا شاعر کون ہے؟ اس نے جاہلی و اسلامی شعراء کے نام گنا دیئے۔یہی سوال متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام سے کیا۔آپ نے فرمایا: حمانی۔پھر اس کے چار شعر سنائے:

لقد فاخرتنا من قریش جماعة | بمدِّ خدود و امتداد الاصابع

فلما تنا زعنا المقال قضی لنا | علیهم بمایهویٰ نداء الصوامع

ترانا سکوتاً و الشهید بفضلنا | علیهم جهیر الصوت فی کل جامع

فان رسول الله احمد جدّنا | و نحن بنوه کالنجوم الطوالع

متوکل نے پوچھا: اے ابوالحسنؑ! صوامع کی آواز کیا ہے؟ فرمایا: اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله۔اچھا بتاؤ تو یہ تمہارے جد تھے یا میرے؟ متوکل ہنسنے لگا اور کہا: اس میں کوئی کلام نہیں کہ آپ ہی کے جد تھے۔(۳)

المحاسن والمساوی(۴) میں امام کے بجائے رضی کا نام ہے جو غلط ہے۔اصل میں رضی امام ہی کا

۱۔لباب الانساب(ج۱،ص۲۴۸)

۲۔معجم البلدان، ج۲،ص۳۳۵(ج۲،ص۳۰۰) اللباب ج۱،ص۳۱۶(ج۱،ص۲۴۸)

۳۔المحاس والاضداد،ص۱۰۴(ص۹۰) ۴۔المحاسن والمساوی، ج۱،ص۷۴(ص۹۹)

لقب تھا۔(۱)

مسعودی نے حمانی کی ستائش میں کہا ہے کہ حمانی مفتی کوفہ، شاعر و مدرس اور ترجمان تشیع تھے، آل علیؑ میں اپنے وقت کے ممتاز ترین فرد تھے۔(۲)

ماہر نسب عمری(۳) نے مشہور شاعر اور سید رضی نے استاد قریش کے نام گناتے ہوئے اوائل میں حسرت بن ہشام بن عمر بن ربیعہ اور اواخر میں محمد بن صالح اور حمانی کے نام لئے ہیں۔

رفاعی کہتا ہے کہ وہ بلند حوصلہ، شجاع، بہترین شاعر اور بلند پایہ خطیب تھے۔(۴) ان کے علاوہ سہل ابن عبد اللہ بخاری (۵)، بیہقی (۶) اور ابن منہا (۷) بھی ستائش کرتے ہیں۔حموی انہیں معانی آفرین شاعر اور محقق و دانشور کہتے ہیں۔(۸) صاحب نسمۃ السحر بحوالہ حموی کہتے ہیں کہ عباسیوں کا شاعر ابن معتز اور علویوں کے شاعر حمانی تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں شاعر ہوں، میرے باپ شاعر تھے، میرے دادا...اسی طرح حضرت علیؑ تک گناجاتے۔(۹)

وہ برجستہ ادیب و شاعر تھے۔صاف گوئی ورثے میں پائی تھی، جب یحییٰ بن عمر شہید کا قاتل حسن بن اسماعیل کوفے آیا اور رسمی دربار لگایا تو تمام علوی اس کو سلام کرنے آئے۔صرف حمانی اس سے ملنے نہیں گئے۔انہیں جبر یہ حاضر کروایا اور پوچھا: مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے؟

جواب اس طرح دیا کہ جیسے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔کہا: تو سمجھتا ہے کہ تجھے فتح کی مبارکبار پیش کروں گا پھر تین شعر پڑھے:

۱۔امالی شیخ طوسی ،ص ۱۸۰ (ص ۲۸۷، حدیث ۵۵۷) تاریخ طبرستان، ص ۲۲۴ (ص ۲۲۵ مناقب ابن شھر آشوب، ج ۵، ص ۱۱۸ (ج ۴، ص ۴۳۸۔۴۳۷)

۲۔مروج الذھب، ج ۲، ص ۳۲۲ (ج ۴، ص ۱۶۳)

۳۔المجدی (ص ۱۳۶، ۱۸۵)

۴۔صحاح الاخبار، ص ۴۰۔

۵۔سر السلسلۃ (ص ۶۷)

۶۔لباب الانساب (ج ۱، ص ۲۴۸)

۷۔عمدۃ الطالب، ص ۲۶۹ (ص ۳۰۰)

۸۔معجم الادباء، ج ۵، ص ۲۸۵ (ج ۱۷، ص ۱۴۳)

۹۔نسمۃ السحر، مجلد ۸، ج ۲، ص ۳۸۵۔

قتلت اعزّ من رکب المطایا و جئتک استلینک فی الکلام

و عزّ علیّ ان القاک الا و فیما بیننا حدّ الحسام

و لکن الجناح اذا اھیضت قوادمہ یرق علی الاکام

''تونے میرے بہادروں کوقتل کیا ہے میں تجھ سے میٹھی بات کروں گا۔ مجھے تیری ملاقات سخت ناپسند ہے مگر تلوار فیصلہ کرے۔ مگر کیا کیا جائے۔ جب مرغ کے پر کتر لئے جائیں تو وہ صرف پھڑ پھڑاتا ہے''۔

حسن بولا: آپ کوانتقام کا حق ہے مجھے آپ کی بات ناگوار نہیں پھر خلعت و انعام دے کر احترام سے گھر واپس کر دیا۔(۱)

حمانی کوموفق باللہ نے دوبار قید کیا۔ ایک بار تو آپ ایک سید کے ضامن ہوئے تھے، دوسری بار جب آپ کے خروج کی چغلی کی گئی تھی۔ قید خانے سے موفق کو دو شعر لکھ بھیجے:

''تیرے جد عبداللہ بن عباس اور علیؑ کے دو بہترین فرزند حسنؑ و حسینؑ تھے۔ اگر ایک انگلی کوضرر پہنچے تو تمام انگلیوں کوتکلیف ہوتی ہے''۔

موفق نے انہیں آزاد کر دیا۔ ابوعلی نے ان سے مل کر پوچھا: شاید آپ اپنے وطن عزیز واپس جانا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے ابوعلی! میرا وطن، میرے جوان اور احباب سب ہی گزر گئے۔ پھر تین شعر میں دل کی بات بتائی کہ میں نے مانا کہ ہمیشہ زندہ رہوں گا۔ دولت و فرزند بھی پا جاؤں گا لیکن اپنے احباب و جوانوں کوکہاں پاؤں گا۔ ان کے بعد تو مجھے موت ہی پسند ہے۔(۲)

نمونۂ اشعار

بین الوصی و بین المصطفیٰ نسب تختال فیہ المعالی و المحامید

۱۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۳۲۲ (ج ۴، ص ۱۶۳)

۲۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۳۲۳ (ج ۴، ص ۱۶۴)، انوار الربیع، ص ۴۸۱ (ج ۴، ص ۱۴۷)

وصی رسولؐ اور محمد مصطفیؐ کے درمیان نسبی تعلق ایسا ہے کہ محاسن وفضائل کو مجسم کر دیتا ہے اس تعلق کی خورشید فلک سے تشبیہ دی ہے۔ نوری تخلیق و پاکیزہ اصلاب وارحام اور سیادت کا ذکر کیا، آل محمدؐ کے افتخارانہ منصب کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کا ذکر کیا ہے:

محسدون و من یعقد بحبّهم　　　حبل المودة یضحی وهو محسود

''وہ خود محسود ہیں اور جو ان سے محبت کرے مودت کی رسی میں بندھ جائے وہ بھی محسود ہو جاتا ہے''۔

اس شعر میں آیۂ ﴿ام یحسدون الناس﴾ کی طرف اشارہ ہے جس کے متعلق علماء ومحدثین نے صراحت کی ہے کہ وہ آل محمدؐ ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: واللہ! وہ محسود ہم اہل بیتؑ ہیں۔(۱)

ابوالفرج نے مقاتل میں حمانی کے مراثی لکھے ہیں، یحییٰ کا مرثیہ ہے:(۲)

فان یک یحیی ادرک الحتف یومه　　　فما مات حتی مات وهو کریم

وما مات حتی قال طلاب نفسه　　　سقی الله یحیی انه لصمیم

فتی آنست بالباس و الروع نفسه　　　ولیس کما لاقاه وهو مسوم

اس کے علاوہ مسعودی (۳) وزمخشری (۴) نے یحییٰ کے بہت سے مراثی لکھے ہیں۔

حضرت علیؑ سے منحرف ایک شاعر ''علی بن جهم'' کی ہجو میں خوب خوب تخیلی جوہر دکھائے ہیں:

و سامة منا فاما بنوه　　　فامرهم عندنا مظلم

اناس اتونا بانسابهم　　　خرافة مضطجع یحلم

وقلت لهم مثل قول النبی　　　وکل اقاویله محکم

اذا ما سئلت و لم تدر ما　　　تقوله فقل : ربنا اعلم

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۳۶ (ج۷، ص۲۲۰، خطبہ۱۰۸) صواعق محرقہ، ص۹۱ (ص۱۵۲)

۲۔ مقاتل الطالبین، ص۴۲۰ (ص۵۲۰ نمبر ۶۴)۔

۳۔ مروج الذہب، ج۴، ص۱۶۲، ۱۶۳۔

۴۔ ربیع الابرار، ج۳، ص۴۱۶۔

''شاید ہم سے ہیں لیکن اس کے بیٹے ہمارے نزدیک اندھیرے میں ہیں۔ جو لوگ اپنا نسب ہم سے ملاتے ہیں وہ رات میں بستر پر خرافاتی خواب دیکھتے ہیں۔ ان سے ہم نے رسول کا ارشاد بیان کیا جو سب سے محکم تر ہے: جب تم سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کا جواب سمجھ میں نہ آئے تو کہو: خدا بہتر جانتا ہے''۔

ایک دوسری ہجو میں کہا ہے:

لو اکتفت النضر او معدا — او اتخذت البیت کفا مهدا

و زمزما شریعة وردا — والاخشبین محضرا و مبدی

ما ازددت الا فی قریش بعدا — او کنت الا مصقلیا و غدا

''اگر نضر و معد کی پناہ ڈھونڈھے یا کعبہ کو اپنا مہد، زمزم کو چشمہ اور کوہ اخشبین نیز کوہ سرخ کو اقامت گاہ قرار دے پھر بھی نادانی کی وجہ سے تو قریش سے دور ہی رہے گا''۔

ان اشعار کے علاوہ ثعالبی (۱)، بیہقی (۲)، نسابہ (۳) عمری، زمخشری (۴)، حموی (۵) اور ابن شہر آشوب (۶) نے ان کے بہترین اشعار نقل کئے ہیں۔

ابن شہر آشوب نے فضیلت حسن و حسین (علیہما السلام) میں پانچ نفیس ترین اشعار نقل کئے ہیں:

انتما سیّدا شباب الجنان — یوم الفوزین و الروعتین

عدیل القرآن من بین ذا الخلق — و یا واحداً من الثقلین

انتما والقرآن فی الارض مذ — ازل مثل السماء و الفرقدین

فهما من خلافة اللّٰه فی الار — ض بحق مقام مستخلفین

قاله الصادق الحدیث ولن — یفترقا دُون حوضه واردین

۱۔ ثمار القلوب، ص ۲۲۲ (ص ۲۷۹، نمبر ۴۲۵)
۲۔ المحاسن والمساوی، ج ۱، ص ۷۵ (ص ۹۹)
۳۔ المجدی (ص ۱۸۵)
۴۔ ربیع الابرار (ج ۲، ص ۴۴۲)
۵۔ معجم البلدان، ج ۷، ص ۲۶۶ (ج ۵، ص ۲۷۱)
۶۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۳۹ (ج ۳، ص ۲۷۲، ۴۴۴، ۴۴۵۔

''تم دونوں سردار جوانان جنت ہو۔ دونوں خوف وکامرانی کے دنوں میں۔

اے ہم پایۂ قرآن لوگوں کے درمیان۔ اوراے ثقلین کی ایک فرد۔

تم دونوں اور قرآن زمین پر ازل سے آسمان اور فرقدین کے مانند ہو۔

یہ دونوں (کتاب وعترت) زمین پر الٰہی خلافت کے نمونے ہیں اور یہ حدیث صادق ومصداق رسولؐ نے فرمائی ہے کہ کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں''۔

ان شعروں میں حدیث ثقلین کی طرف اشارہ کیا ہے ان کے علاوہ بھی حدیث منزلت، حدیث مواخاۃ وغیرہ پر نفیس ترین اشعار کہے ہیں۔

ولادت ووفات

اس سلسلے میں سیرت نگاروں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر تو بعید از عقل ہیں۔ ایک بات بہرحال طے ہے کہ انہوں نے طویل عمر پائی۔ تیسری صدی میں اول تا آخر زندہ رہے۔ نسابہ عمری نے مجدی میں لکھا ہے کہ ۳۰۱ھ میں حمانی نے قید خانے سے رہا ہونے کے بعد انتقال فرمایا۔(۱) یہ قول قرین عقل اس لئے ہے کہ فرزندان طاہر بن مصعب کے حوادث کے بعد ان کے ویران گھروں سے گزرتے ہوئے حمانی نے غیرت آمیز اشعار کہے ہیں۔ یہ حادثہ ۳۰۰ھ میں پیش آیا تھا۔ آپ کے والد کا انتقال ۲۶۰ھ میں ہوا تھا۔

حمانی کی ذریت میں عظیم علماء وشعراء گزرے ہیں۔ مشہور قزوینی خانوادہ جس میں علم وفضل اور ادب وخطابت کی شادابی ہے انہیں سے وابستہ ہے۔

حمانی کے جد امجد حضرت زید شہید ہیں۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت اور کارناموں کے متعلق شیعی نقطہ نظر بیان کردیا جائے تاکہ ارباب ہوس نے جو کچھ غلط باتیں ان کی طرف منسوب کردی ہیں، ان کا ازالہ ہوسکے۔

۱۔ المجدی، (ص ۱۸۵)

زید شہید اور اثنا عشری شیعہ

وہ ظلم کے شدید مخالف اور علیؑ و اہل بیتؑ کی ممتاز ترین شخصیت تھے، دانش و تقدس سے بھرپور، شجاعت علویؑ، سیرت فاطمہؑ اور شجاعت حسینیؑ کے وارث تھے۔ شیعوں نے ابتدا ہی سے انہیں احترام سے یاد کیا کیونکہ انہوں نے رضائے آل محمدؐ کے نام پر جہاد چھیڑا، رسولؐ، وصی رسولؐ کی نص شاہد ہیں اور علماء کے اقوال بھی، رسول خداؐ نے امام حسینؑ سے فرمایا: تمہاری نسل سے زید نامی شخص قیام کرے گا۔ وہ اور اس کے انصار بے حساب جنت میں جائیں گے۔ ایک دوسرے ارشاد میں فرمایا ہے کہ وہ کوفہ میں قتل ہوگا اور کناسہ پر پھانسی دی جائی گی، اس کی قبر کھودی جائی گی، اس کی روح آسمان کے دروازے کھول دے گی اور ملائکہ اس پر مباہات کریں گے۔ (۱)

امیر المومنینؑ نے کناسہ پر کھڑے ہو کر گریہ فرمایا۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: یہیں پر میری صلب سے ایک فرزند پھانسی پر لٹکایا جائے گا جو بھی اس کی شرمگاہ پر نظر ڈالے گا خدا اوندھے منہ جہنم میں جھونک دے گا۔ (۲)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدایا میری کمر زید سے مضبوط فرما۔ جب بھی زید کو دیکھتے تمثیلی طور سے یہ پانچ اشعار پڑھتے: (۳)

۱۔ عیون اخبار الرضا، باب ۲۵ (ج ۱، ص ۲۲۶، حدیث ۲، ص ۲۲۷، حدیث ۴) کفایۃ الاثر (ص ۳۰۴)

۲۔ ملاحم ابن طاوس، باب ۳۱ (ص ۸۴)

۳۔ الانساب، ج ۲۰، ص ۱۲۷ (ج ۲۴، ص ۹۵)

لعمرک ما ان ابو مالک بواہ ولا بضعیف قواہ
ولا بالالدلہ وازع یعادی اخاہ اذا مانھاہ
ولکنہ ھیّن لیّن کعالبہ الرمح عرد نساء
اذا سدتہ مطواعۃ و مھما وکلت الیہ کفاہ
کعالبہ الرمح عرد نساء علی نفسہ و مشیع غناء

''میری جان کی قسم! بلاشبہ ابو مالک نہ تو سست ارادہ ہے نہ ہی ضعیف القوی، نہ کینہ توز ہے، نہ اپنے بھائیوں کا نافرمان۔ البتہ وہ نرم اخلاق ہے، نوک کی طرح کمر ادھر ادھر جھکتی ہے لیکن اوپری حصہ محکم ہوتا ہے، اگر اسی پر کوئی فرمان روا ہو جائے تو مطیع ہو جائے۔ اگر ذمہ داری سونپی جائے تو پوری طرح انجام دے، ابو مالک نے اپنے نفس کے لئے فقر اختیار کیا ہے تمنا و ثروت دوسروں کے لئے ہے''۔

جب بھی زید امام کی خدمت میں حاضر ہوتے تو امام یہ آیت تلاوت فرماتے: ﴿یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ﴾ پھر فرماتے: اے زید! وہ تم ہو۔(۱)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ زید، مومن، عارف و عالم اور صدوق تھے، اگر وہ کامیاب ہوتے تو اپنے وعدے وفا کرتے، اگر انہیں اقتدار مل جاتا تو قطعی طور سے حقدار کے حوالے کر دیتے۔()

ایک اور ارشاد ہے: جب خبر قتل سنی تو کلمہ استرجاع کے بعد فرمایا: میں خدا کے سامنے اپنے چچا کا حساب کر دوں گا وہ میرے دنیا و آخرت میں بہترین چچا تھے۔ بخدا! وہ رسولؐ، علیؑ اور حسینؑ کے انصار کی طرح شہید تھے۔(۳)

آپ کا ایک اور ارشاد ہے: زید عالم و صدوق تھے، انہوں نے اپنے لئے نہیں بلکہ رضائے آل محمدؐ کی دعوت دی اگر کامران ہوتے تو اپنا وعدہ وفا کرتے۔ وہ ایک معاشرتی اقتدار کو توڑنا چاہتے تھے۔(۴)

۱۔ روض النضیر، ص۵۵۔

۲۔ رجال کشی، ص۱۸۴ (ج۲، ص۵۷۰ نمبر ۵۰۵)

۳۔ عیون اخبار رضاؑ (ج۱، ص۲۲۸، حدیث ۶)

۴۔ الکافی (روضۃ الکافی، ج۸، ص۲۶۴)

ایک حدیث میں ہے: ان پر رونے والا جنت میں ان کے ساتھ اور ان کی ملامت کرنے والا ان کے خون میں شریک ہے۔ امام رضاؑ نے فرمایا: وہ دانشوران آل محمدؐ میں تھے۔ خدا کے نام پر دشمنوں سے جہاد کیا اور قتل ہوئے۔(۱)

علمائے شیعہ میں شیخ مفید، خزاز قمی، نسابہ عمری، ابن داؤد، شہید اول، محمد ابن شیخ صاحب معالم استر ا بادی، ابن ابی جامع، علامہ مجلسی، میرزا اصفہانی، عبد النبی کاظمی، حر عاملی، سید محمد، شیخ ابو علی، شیخ نوری اور علامہ مامقانی نے متفقہ طور سے ان کے احترام اور جہاد فی سبیل اللہ کا اعتراف کیا ہے۔(۲)

شیعی شعراء میں: کمیت، سدیف بن میمون، عبدی کوفی، سید حمیری، فضل بن عبد الرحمٰن، صاحب بن عباد، ابن حماد، صالح کواز، شیخ یعقوب نجفی، مرزا علی اور دبادی مہدی اعرجی۔

سید العلماء علی نقی نقوی لکھنوی اور شیخ جعفر نقدی نے اپنی قیمتی تاثرات میں انہیں شہید قرار دیا ہے اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجی ہے۔ کچھ علماء نے زید کے حالات و فضائل پر کتاب لکھی ہے ان میں ابراہیم بن سعید ثقفی نے اخبار زید، محمد بن ذکریا نے اخبار زید، حافظ ابن عقدہ نے اخبار زید، عبد العزیز جلودی نے اخبار زید، محمد بن عبد اللہ شیبانی نے فضائل زید، شیخ صدوق اور میرزا محمد استر آبادی اور سید عبد الرزاق مقرم لائق ذکر ہیں۔

قول فصل

زید کے متعلق یہ تھے تمام شیعوں کے فیصلے۔ اب ذرا ابن تیمیہ کی بکواس ملاحظہ فرمایئے (۳)، وہ

۱۔ عیون اخبار رضا (ج ۱، ص ۲۲۵، حدیث ۱)

۲۔ (الارشاد، ج ۲، ص ۱۷۵۔۱۷۱، کفایۃ الاثر، ص ۳۰۱، المجدی، ص ۱۵۶، رجال ابن داؤد، ص ۱۰۰، نمبر ۶۶۳، القواعد والفوائد، ج ۲، ص ۲۰۷، رجال استر آبادی، ص ۱۵۴، مرآۃ العقول، ج ۱۴، ص ۱۶۲، ریاض، ج ۲، ص ۳۱۸۔ تکملۃ الرجال، ج ۱، ص ۴۲۱۔ خاتمۃ الوسائل، ج ۲، ص ۲۰۲، نمبر ۵۱۱۔ منتھی المقال، ص ۳۰۶۔ خاتمۃ المستدرک، ص ۵۹۹ فائدہ نمبر ۵۔ تنقیح المقال، ج ۱، ص ۴۶۷، نمبر ۴۴۴۲)

۳۔ منھاج السنۃ، ج ۲، ص ۱۲۶۔

کہتا ہے کہ رافضیوں نے زید اور ان کے ساتھیوں کو مسترد کر دیا اور ان کے کفر و فسق کی گواہی دی کہ اسی کے قدم بقدم آلوسی کی بکواس السنۃ والشیعۃ میں ہے کہ رافضی یہودیوں کی طرح ہیں۔ جو اکثر اولاد فاطمہؑ سے نفرت کرتے ہیں بلکہ انہیں گالی بھی دیتے ہیں۔ چنانچہ زید جو علم و زہد میں بلند مرتبہ تھے۔ انہیں افترا پردازیوں کو قصیمی نے الصراع بین الاسلام والوثنیہ میں دہرایا ہے۔(۱) ان افترا پردازیوں کو کوئی پوچھنے والا نہیں کہ کس شیعہ نے اس قسم کی بات کہی ہے، کس نے تم سے کہا، ان مہمل باتوں کو کس شیعہ کتاب میں دیکھا؟ اگر کسی کتاب میں نہیں تو کس نے تمہارے درمیان یہ غلط بات رائج کی ہے۔ لیکن اتنی باتوں کا مقصد محض یہ ہے کہ شیعی عظمت و تقدس کو مجروح کیا جائے، ان بے بنیاد باتوں کو شائع کیا جائے۔ شیعہ ان مہملات اور افترا پردازیوں کو طشت از بام کر کے اپنا دفاع کرتے رہتے ہیں۔

کون ان سے پوچھے کہ اگر تم زید شہید کا احترام کرتے ہو تو آخر کس شرعی بنیاد پر تمہارے اجداد نے اُن سے جنگ کی، انہیں قتل کر کے پھانسی پر لٹکایا اور سر مقدس کو شہر بہ شہر پھرایا؟

کیا یوسف بن عمر، وہاں کا حکمران تمہاری قوم سے نہیں تھا؟ عباس بن سعد پولیس افسر جس کی سرکردگی میں ابن حکم بن صلت نے سر تن سے جدا کیا۔ حجاج بن قاسم نے مژدہ سنایا، خرائی بن خوسب نے قبر سے نعش نکالی، یہ سبھی تمہاری قوم کے افراد نہیں تھے؟ سب سے بڑی بات یہ کہ ہشام بن عبدالملک جس نے لاش جلانے کا حکم دیا تمہارا خلیفہ تھا۔ اس نے حکم دیا کہ سر مقدس کو قبر رسول پر لیجا کر چوبیس گھنٹہ لٹکا کر رکھا جائے، اسی منحوس خلیفہ نے شاعر اہل بیتؑ کی زبان قلم کرنے کا حکم دیا جنہوں نے مرثیہ زید کہا تھا۔ والی مدینہ محمد بن ابراہیم نے ایک ہفتہ تک جلسہ منعقد کیا تا کہ علی و زید پر لعنت کی جائے۔ حکم بن اعور اور سلمہ بن حریث نے طنزیہ اشعار کہے۔

﴿ افمن هذا الحديث تعجبون وَتَضحَكُونَ وَلاتَبكُونَ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ ﴾

''ساری حقیقت بیان کر دی گئی ہے اب تم ہی فیصلہ کرو۔ کیا تمہیں اس بات پر حیرت ہے، ہنستے ہو، روتے کیوں نہیں۔ گا بجا کر ٹالتے ہو''۔

ا۔ السنۃ والشیعۃ، ص ۵۲۔

نقد واصلاح

شیعوں پر افترا پردازی کا جو نمونہ پیش کیا گیا، اہل سنت کے قدیم وجدید سرمایۂ کتب میں اس قسم کے شرمناک مظاہرے بھرے پڑے ہیں۔ جن کا مقصد فساد، غلط ہمتی اور تفرقہ پردازی کے سوا کچھ نہیں۔ یہاں مزید کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں تا کہ شیعوں کے خلاف مہمل غبار کا اندازہ ہو سکے۔ صدق امانت، عقائد وکلام اور تفسیر وفقہ وحدیث کے نمونوں میں کس طرح تحریف وبازی گری کی گئی ہے اور ان تمام باتوں کا مقصد عظمت وقدامت تشیع مجروح کرنے کے سوا کچھ نہیں، لیجئے دیکھئے:

عقد الفرید

ابن عبدربہ مالکی کی یہ کتاب مذہبی کے بجائے ادبی زیادہ ہے۔ وہ پہلی جلد میں افترا پردازی کرتے ہوئے کہتے ہیں: رافضی اس امت کے یہود ہیں۔ اسلام سے اسی طرح نفرت کرتے ہیں جس طرح یہودی عیسائیوں سے نفرت کرتے ہیں۔(۱)

جواب:

قارئین! شیعوں کے متعلق یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ قرآن انہیں خیر البریہ (بہترین مخلوقات) کہتا ہے ﴿ان الذین آمنو و عملو الصالحات اولئک هم خیر البریه﴾ کے ذیل میں رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ: خیر البریہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں، بروز قیامت جنت میں ہوں گے۔(۲)

۱۔ عقد الفرید ج ۱ ص ۲۶۹ (ج ۲، ص ۱۰۴)　　　۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۲۸۹۔

رسولؐ نے فرمایا: بروز قیامت تمام لوگوں کے اسماء ان کی ماں کے ساتھ لئے جائیں گے لیکن علیؑ اوران کے شیعوں کے نام باپ کے ساتھ پکارے جائیں گے کیوں کہ ان کا نسب صحیح ہے۔(۱)

نیز فرمایا کہ یا علیؑ! تمہاری ذریت اور تمہارے شیعہ قیامت میں مغفور ہیں۔(۲) راضین ومرضین ہیں (۳) تم پہلے شخص ہو گے جو وارد بہشت ہو گے اور تمہارے شیعہ نوری منبر پر شاداں وفرحان میرے گرد ہوں گے۔ میں ان کی شفاعت کروں گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوں گے۔(۴) حدیث شجر ارشاد فرمائی۔

نیز فرمایا: اول جو افراد وارد بہشت ہوں گے، وہ تم، حسنینؑ، بقیہ ائمہؑ اور شیعہ ہوں گے۔(۵)

ایک خطبہ میں فرمایا: لوگو! جو ہمارے اہل بیتؑ سے نفرت کرے گا، خدا اُسے روز قیامت یہودیوں کے ساتھ محشور فرمائے گا۔ جابر نے پوچھا: یا رسول اللہؐ! چاہے وہ روزہ ونماز بجالائے۔ فرمایا: ہاں، چاہے وہ مسلمان ہی ہو۔ صرف اس کی جان محفوظ اور حقارت آمیز جزیہ سے بچے گا۔ میرے سامنے عالم تخلیق مجسم کیا گیا۔ میرے سامنے سے ہر قوم کا پرچم گزرا، میں نے شیعوں کے لئے مغفرت کی دعا کی۔(۶) میری شفاعت صرف موالیان اہل بیتؑ سے مخصوص ہے۔(۷)

۲۔ ابن عبدربہ کہتے ہیں کہ رافضیوں کی دوستی یہودیوں کی دوستی کے مترادف ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ قدرت وسلطنت اکیلے آل داؤدؑ کا حصہ ہے۔ رافضی بھی کہتے ہیں کہ قدرت وسلطنت صرف آل

۱۔ مروج الذھب، ج۲، ص۵۱ (ج۳، ص۷)

۲۔ صواعق، ص۹۶، ۱۳۹، ۱۴۰ (ص۱۶۱، ۲۳۲، ۲۳۵)

۳۔ نھایہ ابن اثیر، ج۳، ص۲۷۶ (ج۴، ص۱۰۶)

۴۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۳۱، کفایۃ الطالب، ص۱۳۵ (ص۲۶۵، باب ۶۲)

۵۔ معجم کبیر، ج۱، ص۳۱۹، حدیث ۹۵۰) تاریخ ابن عساکر، ج۴، ص۳۱۸ (ج۵، ص۴۳، نمبر۱۶۵)، الصواعق المحرقہ، ص۹۶ (ص۱۶۱)، مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۳۱، کنوز الحقائق، مطبوع بر حاشیہ الجامع الصغیر، ج۲، ص۱۶۔

۶۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۷۲۔

۷۔ تاریخ بغدادی، ج۲، ص۱۴۶۔

محمدؐ کا حصہ ہے۔

جواب:

رافضیوں کا یہ نظریہ دراصل حدیث رسولؐ کی تائید ہے، رسولؐ نے اپنا جانشین صرف آل محمدؐ کو قرار دیا ہے، حدیث ثقلین تمام صحاح و مسانید میں صحیح و مستند طریقوں سے ثابت ہے۔(۱) رسولؐ نے اس حدیث کو ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کے درمیان فرمایا تھا۔ امام زرقانی نے علامہ سہودی کا حدیث ثقلین پر تبصرہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ قیامت تک ہر دور اور ہر عہد میں تمام مسلمانوں کو صرف اہل بیتؑ ہی سے تمسک اختیار کرنا چاہیے کیونکہ قرآن کی طرح اہل بیتؑ بھی اہل زمین کیلئے امان ہیں۔(۲) کوئی بھی شخص حدیث ثقلین کی مختلف تعبیرات کو ملاحظہ کرنے کے بعد ایسی بکواس نہیں کرے گا۔(۳) اور حدیث رسولؐ: قرآن و اہل بیتؑ کی مدد کرنے والا میری مدد کرنے والا ہے، ان کا دشمن میرا دشمن ہے یا جو شخص بھی علیؑ کی پیروی کو وسیلۂ خدا نہ قرار دے وہ گمراہ ہے۔ اس صورت میں شیعوں کی راہ اختیار کرنی چاہیے، علیؑ کی اقتدا کرنی چاہیے۔ کیونکہ وہ میری طینت سے خلق کئے گئے ہیں، میری فہم و دانش سے بہرہ مند ہیں، ان پر پھٹکار جو ان کی فضیلت کے منکر ہوں اور ان سے میرے تعلق کو توڑ دیں۔(۴) اس حدیث رسولؐ کو سننے کے بعد شیعہ کیا عقیدہ رکھیں: میری امت کے ہر عہد میں میرے اہل بیتؑ موجود رہیں گے جو تحریف متجاوزان و باطل انتسابات و مہمل تاویلات سے امت کو دور رکھیں گے۔ دیکھو، متوجہ رہو کہ عقائد و گفتار میں کس کو اپنا کفیل بناتے ہو۔(۵) اسی طرح حدیث سفینہ کی روشنی میں اہل بیت علیہم السلام کے سوا کس کو

۱۔ تاریخ بغدادی، ج ۲، ص ۱۴۶۔

۲۔ شرح المواھب، ج ۷، ص ۸۔

۳۔ ترمذی (سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۲۱، حدیث ۳۷۸۶) احمد (مسند احمد، ج ۳، ص ۴۶۳، حدیث ۱۱۱۶۷) اور بہت سارے حفاظ اور ائمہ حدیث نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

۴۔ حلیۃ الاولیا، ج ۱، ص ۶۷ (نمبر ۴) (معجم کبیر، ج ۵، ص ۱۹۴، حدیث ۵۰۶۷) جمع الجوامع، ج ۶، ص ۲۱۷ (کنز العمال، ج ۱۲، ص ۱۰۳، حدیث ۳۴۱۹۸

۵۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۱۷، الصواعق المحرقہ، ص ۱۴۱ (ص ۲۳۶)

خلافت کا مستحق سمجھیں؟ (۱) آخر کس بنیاد پر آل محمدؐ کی دوستی کو یہودیوں کی دوستی قرار دیا گیا؟ کیا اس لئے کہ رسول خداؐ نے ہی قانون نیابت وضع کیا ہے؟ کیا ابن عبدربہ حدیث بھول گئے کہ آسمان کے ستاروں کی طرح اہل بیتؑ اہل زمین کے لئے باعث امان ہیں، ان کی مخالفت کرنے والے شیطان کی ٹولی میں ہے؟! (۲) خدا گواہ ہے کہ یہ زنگ آلود دل شدید نفرت کی پہچان ہے۔ سوال یہ ہے کہ اہل بیتؑ امتؐ کیلئے اختلاف و گمراہی کی امان ہیں۔ پھر انہیں چھوڑ کر کس کو اپنا رہبر و پیر مانا جائے، پھر اس کا انجام کیا ہوگا، ان سے الگ عقیدہ کی معنویت کیا رہ جائے گی؟ خانوادۂ رسولؐ کی ولایت مطلقہ کا انتخاب تحقیقی طور سے حکم خدا و رسولؐ پر مبنی ہے۔ اس کے برخلاف عقیدہ حسد پر مبنی ہے کیونکہ یہ خلافت الٰہیہ ہے سلطنت ظاہری نہیں۔ ابن عبدربہ کا فقرہ ابن تیمیہ کے مطابق شعبی کا چبایا ہوا لقمہ ہے۔

۳۔ ان کی بکواس ہے کہ یہودیوں کا معمول ہے کہ نماز مغرب کو اتنی تاخیر سے پڑھتے ہیں کہ ستارے نکل آتے ہیں، شیعہ بھی یہی کرتے ہیں۔

جواب:

پہلے اس سوال کو یہودیوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے، کیا وہ ایسا کرتے ہیں؟ لیکن جہاں تک شیعوں کا سوال ہے تو ان کی کسی فقہی کتاب میں یا احادیث ائمہؑ میں اس کا پتہ نہیں، شیعوں پر محض افترا ہے۔ اس کے برخلاف صادق آل محمدؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بلاشبہ نماز مغرب کو ستارے نکلنے تک تاخیر کرے، میں خدا کے نزدیک اس سے بیزار ہوں۔

امامؑ سے عرض کیا گیا کہ عراقیوں کا یہی طریقہ ہے، وہ زردی ختم ہو جانے اور افق پر ستارے نکلنے کے بعد نماز مغرب پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں ایسا کرنے والوں سے پیش خدا بیزار ہوں۔ آپ

۱۔ تاریخ بغدادی، ج ۱۲، ص ۹۱ (نمبر ۶۵۰۷) مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۵۱ (ج ۳، ص ۱۶۳، حدیث ۴۷۲۰) (عیون الاخبار، ج ۱، ص ۲۱۱، کنز العمال، ج ۱۲، ص ۹۴، ۹۸، حدیث ۳۴۱۴۴، ۳۴۱۶۹، ۳۴۱۷۰، معجم کبیر، ج ۳، ص ۳۷، حدیث ۲۶۳۶، معجم صغیر، ج ۱، ص ۱۳۹، معجم اوسط، حدیث ۳۵۰۲، مناقب ابن مغازلی، حدیث ۱۷۳۔۱۷۷، تذکرۃ خواص الامۃ، ص ۳۲۴، ذخائر العقبیٰ، ص ۲۰، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۶۸، صواعق محرقہ، ص ۲۳۴)

۲۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۴۹۔ (ج ۳، ص ۱۶۲، حدیث ۴۷۱۵)

نے یہ بھی فرمایا: جو شخص برائے حصول فضیلت نماز مغرب میں تاخیر کرے وہ ملعون ہے۔(۱)
پھر اس منحوس نے شیعوں کی طرف اس بات کی نسبت کیوں دی؟ ممکن ہے کہ اصحاب ابوالخطاب کی بات اس کے کان میں پڑی ہو، اسے یہ نہ معلوم ہوسکا کہ ان کا تعلق شیعوں سے ہے یا نہیں۔ شیعہ اول دن سے ان کی تکفیر کرتے آئے ہیں۔ اکابرین شیعہ کی احادیث اس سلسلے میں بہت زیادہ ہیں۔

۴۔ یہودی تین طلاقوں کو بے اعتبار سمجھتے ہیں، اسی طرح شیعہ بھی۔

جواب:

شیعہ کبھی قرآن کی شعاع ہدایت سے باہر نہیں رہے۔ قرآن فرماتا ہے: ﴿**الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان**﴾ ”طلاق رجعی جس کے بعد رجوع ہوسکے دو ہی مرتبہ ہے اس کے بعد یا تو شریعت کے موافق روک ہی لینا چاہیے یا حسن سلوک سے رخصت کردو“۔

آگے ارشاد ہوتا ہے: (**فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره**)۔ ”اب اگر تیسری بار بھی عورت کو طلاق دے تو اس کے بعد جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے اس کے لئے حلال نہیں“۔ تحقیقی مسئلہ ہے اور واضح بات ہے کہ دو بار یا تین بار کے مکرر طلاق سے وقوع ہوجاتا ہے لیکن جو شخص بھی ذرا سی عقل رکھتا ہے سمجھ لے گا کہ ایک ہی نشست میں تین بار کی طلاق کو تین بار نہیں ایک ہی بار طلاق کہا جائے گا۔ چنانچہ اگر حسن نے حسین کو ایک ہی نشست میں دو روپیہ دیا تو نہیں کہا جائے گا کہ حسن نے دو بار روپیہ دیا۔ اس کے علاوہ اگرچہ آیت میں خبری صورت ہے لیکن اس کا مطلب انشاء امری ہے مثلاً آیت ہے: ﴿**والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین**﴾ ”مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں“۔ یا آیت ہے: ﴿**والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء**﴾ ”جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکیں“۔

حدیث رسولؐ ہے: نماز دو دو رکعت ہے اور تشہد ہر دو رکعت کے بعد ہے۔

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ (ج۱، ص۲۲۰، حدیث ۶۶۱) تھذیب الاحکام (ج۲، ص۳۳، حدیث ۱۰۰، ۱۰۲) استبصار (ج۱، ص۲۶۳، حدیث ۹۴۸، ص۲۶۸، حدیث ۹۷۰) غیبت طوسی (ص۲۷۱، حدیث ۲۳۶)

ان مواقع خبر کا مفہوم قطعی انشائیہ ہے۔ حالانکہ اکثر افراد صرف ایک ہی طلاق پر اپنی زوجہ سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں ﴿الطلاق مرتین﴾ کا مفہوم غلط ہو جاتا ہے۔ اس لئے شیعوں کا نظریہ ہے کہ ایک ہی نشست میں تین طلاق معتبر نہیں۔ ہمارے مطلب کی تائید میں بصاص کی احکام القرآن دیکھی جا سکتی ہے جس میں اکثر ائمہ اہل سنت کے اقوال جو اس سے مربوط ہیں جمع کئے گئے ہیں۔ (۱) امام عراقی کہتے ہیں: جو لوگ معتقد ہیں کہ تین طلاق ایک نشست میں بدعت ہے ان میں مالک، اوزاعی، ابوحنیفہ اور لیث ہیں۔ (۲) داؤد اور اکثر اہل ظاہر کا یہی نظریہ ہے۔ ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ حجاج بن ارطاۃ کا خیال تھا کہ ایک مجلس میں تین طلاق معتبر نہیں۔ (۳) محمد بن اسحاق کے نزدیک یہ ایک ہی طلاق سمجھی جائے گی۔ اگر اس معاملے میں شیعہ یہودی ہیں تو یہ سب بھی یہودی ہوئے، لیکن صاحب عقد الفرید اپنے علماء کا تو احترام کرتے ہیں اور شیعوں کو یہودی بتاتے ہیں۔ یا ممکن ہے کہ انہیں اپنی فقہی کتابوں کی خبر نہ ہو۔ ایک نشست میں تین طلاقوں کی بدعت، بعد رسولؐ رائج ہوئی۔ کچھ اصحاب نے ہوائے نفس میں یہ حرکت کی اور حضرت عمر نے اس کی تائید کر دی۔ مسلم، ابوداؤد، احمد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ زمانہ رسولؐ اور عہد ابوبکر میں ایک مجلس میں تین طلاق ایک ہی سمجھی جاتی تھی۔ (۴)

حضرت عمر نے اس عجلت پسندی کو رائج کر دیا چنانچہ ابوالصہباء نے ابن عباس سے پوچھا کہ زمانہ رسولؐ، ابوبکر اور عمر کے تین سال خلافت تک تین طلاق بیک مجلس ایک ہی سمجھی جاتی تھی؟ ابن عباس نے کہا: ہاں۔ عمر نے اس کی اجازت دی تھی۔ (۵) شارحین حدیث نے اس موقع پر مہمل توجیہ اور بدحواسی

۱۔ احکام القرآن، ج۱، ص۴۴۷ (ج۱، ص۳۷۸) ج۴، ص۴۴۹ (ج۱، ص۳۸۰)

۲۔ طرح التغریب، ج۷، ص۹۳۔

۳۔ احکام القرآن، ج۴، ص۴۵۹ (ج۱، ص۳۸۸)

۴۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۵۷۴ (ج۳، ص۲۷۶، حدیث ۱۵، کتاب الطلاق) سنن ابی داؤد، ج۱، ص۳۴۴ (ج۳، ص۲۶۱، حدیث ۲۱۹۹)، مسند احمد، ج۱، ص۳۱۴ (ج۱، ص۵۱۷، حدیث ۲۸۷۰)

۵۔ صحیح مسلم (ج۳، ص۲۷۷، حدیث ۱۶، کتاب الطلاق) سنن ابی داؤد (ج۲، ص۲۶۱، حدیث ۲۲۰۰)

کے عجیب وغریب مظاہرے کئے ہیں جو محاورۂ عرب سے قطعی بعید ہے۔ قسطلانی اس کو احادیث مشکلہ میں شمار کرتے ہیں۔(۱)

۵۔ یہودی عدۃ النساء کے قائل نہیں اسی طرح شیعہ بھی قائل نہیں۔

جواب:

شیعہ قرآن اور سنت کے مطابق عورتوں کی عدت کو لازم سمجھتے ہیں، اس طرح وہ مطلقہ عورت کے تین طہر تک انتظار کو لازم سمجھتے ہیں۔ اور اگر عادت زمانہ نہیں رکھے تو تین ماہ عدہ رکھے، حمل سے ہو تو وضع حمل تک شادی نہ کرے۔ جس عورت کا شوہر مرگیا ہو اسے چار ماہ دس دن عدہ رکھنا چاہیے، اگر حاملہ ہو وضع حمل تک انتظار کرے تاکہ دونوں آیتوں ﴿و اولات الاحمال﴾ ﴿والذین یتوفون منکم﴾ کے عموم پر عمل ہو سکے۔

کنیزوں کے لئے بھی حکم ہے کہ حائضہ ہوں تو قاعدے کے مطابق دو نوبت اور اگر حیض سے نہ ہوں تو ڈیڑھ ماہ عدہ رکھیں۔ اگر ان کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو حاملہ نہ ہونے کی صورت میں دو ماہ پانچ دن اور اگر حاملہ ہوں تو وضع حمل تک اور دو ماہ پانچ روز تک دوسری شادی سے پرہیز کریں۔ اسی طرح ام الولد اپنے مولا کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن عدہ رکھے۔ متعہ والی عورت مدت ختم ہونے کے بعد اگر حیض والی ہو تو دو حیض اور اگر حیض نہ رکھتی ہو تو پینتالیس روز عدہ رکھے۔ متعہ والی عورت کا بھی عدہ وفات چار ماہ دس دن ہے۔ اگر حاملہ ہو تو وضع حمل تک۔

یہ ہے شیعوں کی قدیم وجدید فقہ وتفسیر کا نچوڑ۔ کیا وہ افترا پرداز کسی ایک کتاب میں دکھا سکتا ہے کہ شیعہ عدہ کے قائل نہیں؟ لیکن وہ تو افترا پردازی کو گناہ سمجھتا ہی نہیں۔

۶۔ یہودی خون مسلمان کو مباح سمجھتے ہیں، اسی طرح شیعہ بھی مسلمانوں کی خونریزی جائز سمجھتے ہیں۔

جواب:

۱۔ ارشاد الساوی، ج ۱۲، ص ۱۸۔ ۱۶۔

کیا یہ جاہل مرد کسی شیعہ کتاب میں اپنی بکواس کا ثبوت فراہم کرسکتا ہے؟
شیعہ ہر صبح وشام قرآن کی تلاوت کرتے ہیں جس میں قتل مسلم کو شدت سے منع کیا گیا ہے اور ابدی جہنم کی بشارت دی گئی ہے۔ حدیث رسولؐ وائمہؑ میں بھی شدید سزا کا اعلان ہے۔
قصاص و دیات کے بے شمار احکام مرتب ہیں۔ انہیں دیکھنے کے بعد یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ جاہل اپنے عناد وتعصب میں حماقت کی تمام حدیں پھلانگ چکا ہے۔
۷۔ یہودیوں نے توریت کے مطالب کی تحریف کی اور شیعوں نے قرآنی مطالب کی تحریف کی۔

جواب:
شیعوں کا ماخذ، تفسیر و تاویل اور احکام کا مدرک صرف رسولؐ وائمہؑ کے ارشادات سے مستعار ہے۔ جو خانوادہ وحی ہے اور گھر والے ہی گھر کی باتیں زیادہ جانتے ہیں برخلاف اس کے اہل سنت کے یہاں عقل سلیم، منطق اور اصول فطرت کی ریڑھ مارتے ہیں۔ قرآن کی عجوبہ تفسیریں، قتادہ وضحاک اور سدی کے یہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اگر آپ تحریف کلام اللہ کے نمونے دیکھنا چاہیں تو اہل سنت کی کتب تفسیر پر ایک سرسری نظر ڈال لیں، رکیک اور لچر دعوے نیز دینی مسلمات کے انکار کے حیرت ناک نمونے ملیں گے۔ سب کو چھوڑیئے صرف ابن تیمیہ کی منھاج السنۃ ہی دیکھ لیجئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا یہودیوں سے مشابہ فرقہ کون ہے۔
۸۔ وہ کہتا ہے کہ یہودی جبرئیل کے دشمن ہیں، اسی طرح رافضی بھی کہتے ہیں کہ جبرئیل نے دھوکے میں علیؑ کے بجائے محمدؐ کو وحی پہنچادی۔

جواب:
یہ شخص پاگل پن میں قومیت سے خارج ہوگیا ہے۔ اس سے پوچھا جائے کہ شیعہ کس طرح جبرئیل کے دشمن ہوسکتے ہیں، جبکہ قرآن مجید میں پڑھتے ہیں۔ من کان عدوا للّٰہ و ملائکتہ و رسلہ و جبریل و میکال۔ ''جو شخص خدا، ملائکہ اور انبیاء اور جبرئیل ومیکال کا دشمن ہے تو خدا بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے''۔
آخر کب ایک لمحے کے لئے کسی شیعہ نے نبوت محمدؐ میں شک کیا؟ کب نبوت علیؑ کا عقیدہ قائم کیا؟

شیعہ تورات دن آیات قرآن پڑھتے ہیں:

﴿وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل﴾

﴿وما کان محمداً ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین﴾

﴿و آمنوا بما نزل علی محمد و ھو الحق من ربھم/ محمد رسول اللّٰہ﴾

﴿مبشرا برسول یاتی من بعدی اسم احمد﴾

اگر شیعہ خطائے جبرئیل کے قائل ہوتے تو واجب و مستحی نمازوں میں رسالت پیغمبر کی گواہی کیوں دیتے؟ کتب شیعہ اس کی تصریحات سے بھری پڑی ہیں۔

اس افترا پردازی کو ارباب دانش، کوئی کم عقل یا وحشی بھی قبول نہیں کرے گا۔

ان سقیفائی دانش مندوں پر رونا آتا ہے۔

۹۔ ابن عبدربہ کہتا ہے کہ یہودی اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے اسی طرح شیعہ بھی۔

جواب:

حماقت اور بے شرمی کی انتہا ہے۔ صاحب عقد الفرید کی خیانت و عناد پرستی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے۔ آخر دوسرے حلال جانوروں میں سے گوشت شتر نے کون سا جرم کیا ہے کہ اسے حیوانات حلال گوشت سے علیحدہ کردیا جائے۔ شیعوں کے نزدیک کیوں محترم ہوگیا کہ اس کا گوشت نہ کھائیں۔ ممکن ہے کہ اس کی کوئی تاویل گڑھ لی جائے لیکن مصیبت تو یہ کہ تمام قصاب و گوشت کا دھندہ کرنے والے بھی سقیفائی ہی ہیں۔

پڑھئے اور ہنسئے

۱۰۔ بکواس کرتے ہیں کہ حافظ نے ایک تاجر کا قصہ نقل کیا ہے: میرے ساتھ کشتی میں ایک بد اخلاق بڈھا سفر کررہا تھا، شیعہ کا نام سنتے ہی بھڑک اٹھتا تھا، چہرہ لال بھبھوکا، سرخ انگارہ ہوجاتا تھا۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا: آخر شیعہ کے نام سے اس قدر برافروختہ کیوں ہوجاتے ہو؟ وہ بولا:

شیعہ کے ہر حرف میں برائی بھری ہوئی ہے۔ ش سے شر، شوم، شیطان، شقاوت، شغب، شرر، شح (بخل و حرص) وغیرہ۔

حافظ کہتے ہیں کہ اسی طرح دوسرے حروف کا بھی اندازہ کر لیجئے۔

جواب:

اس بڈھے کی حماقت سے زیادہ مجھے حافظ کی عناد پرستی، حماقت اور سفسطہ پر ہنسی آرہی ہے، اس طرح وہ دوسرے مقدس کلمات شرع کی بھی چھتاڑ مچا سکتے ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ کس قدر مقدس ہے کہ فرماتا ہے: ﴿ان من شیعته لابراهیم﴾

حافظ سمجھتے تھے کہ اس پھلجڑی سے اساس شیعہ دھڑام سے زمین بوس ہو جائے گی، گویا یہ بجلی ہے یا پہاڑ ہے جو شیعوں پر پھٹ پڑے گا، تمام شیعہ رسوا ہو جائیں گے۔ صاحب عقد فرید پر بھی ماتم کر لیجئے۔ انہوں نے شیعوں پر افترا کرتے ہوئے عناد پرستی کا بے باکی سے مظاہرہ کیا۔ اگر ان کے دل میں گندگی نہ ہو تو لفظ شیعہ کے شین سے شریعت، شمس، شعاع، شہد، شفاعت، شرف، شباب، شکر، شہامت، شان، شجاعت، شفق وغیرہ بھی تو سمجھ سکتے تھے۔

اگر بات اسی قسم کے پھلجڑیوں پر آجائے تو سنی کی س سے سعر (آتش)، سقر (دوزخ)، سقم (بیماری)، سم سموم (زہر) اور سرطان وغیرہ سمجھا جا سکتا ہے۔

لیکن شیعہ اس قسم کے بے بنیاد خرافات سے اپنے کو آغشتہ نہیں کرتے۔

ابن عبدربہ کی افترا پردازیاں ان کے علاوہ بھی ان کی کتاب میں بھری پڑی ہیں۔ افترا کے ساتھ فریب کاریاں بھی بے شمار ہیں مثلاً تاریخی حیثیت سے دیکھئے، وہ لکھتے ہیں کہ زید شہید نے خراسان سے خروج کیا اور وہیں قتل کئے گئے اور پھانسی پر لٹکائے گئے۔(۱) اس پر تبصرہ کیا جائے تو کتاب موضوع سے باہر ہو جائے گی۔

ابن تیمیہ نے بھی ابن عبدربہ کی فریب کاریوں کو اپنی کتاب ''منہاج السنۃ'' میں نقل کیا ہے:

۱۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۱۴۶، ۳۵۵، ج ۳، ص ۴۱ (ج ۳، ص ۲۱۷، ج ۴، ص ۲۳۵، ج ۵، ص ۵۵)

یہودی مومنوں کو سلام نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ السام علیک (تمہیں موت آئے) اسی طرح شیعہ بھی کہتے ہیں۔

یہودی موزہ پر مسح جائز نہیں سمجھتے اسی طرح شیعہ بھی جائز نہیں سمجھتے۔

یہودی لوگوں کا مال، حلال سمجھتے ہیں اسی طرح شیعہ بھی۔

یہودی دھوکہ جائز سمجھتے ہیں اسی طرح شیعہ بھی۔(۱)

اسی قسم کی اور دوسری دروغ بازیوں کو آپ کی عقل سلیم کے فیصلے پر چھوڑا جاتا ہے۔

﴿وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَائَهُمْ بَعْدَ الَّذِی جَائَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَلِیٍّ وَلَا نَصِیرٍ﴾ ''اگر تم علم قرآن کے بعد بھی ان کی خواہشوں پر چلے تو یاد رہے کہ تم کو خدا کے غضب سے بچانے والا نہ کوئی سرپرست ہوگا نہ مددگار''۔(۲)

۱۔ منہاج السنۃ، ج ۱، ص ۸۔۷۔

۲۔ بقرہ/۱۲۰

الفرق بین الفِر ق(۱)

تالیف: ابومنصور عبد القاہر بغدادی

اس شخص کی جہالت ونادانی نے ہر قسم کے جھوٹے پروپیگنڈوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ رافضیوں میں فقہ، لغت، حدیث کے ماہرین سرے سے ہیں ہی نہیں، سیرت وتاریخ اور تفسیر و تاویل کے میدان میں کوئی معتبر عالم نہیں۔ رافضی اس سلسلے میں صرف اہل سنت پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہ منحوس شکر خدا بجالاتے ہوئے کہتا ہے کہ آئندہ بھی اس کی توقع نہیں۔ اس طرح وہ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے رافضیوں کی تمام شرارتیں طشت ازبام کردی ہیں۔ (۲)

تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے خود بغداد میں دانشوران تشیع کا اژدہام تھا۔ جن کے سامنے بڑے بڑے دانشور پانی بھرتے نظر آتے۔ شیخ مفید، علم الہدیٰ، سید مرتضیٰ، شریف رضی، ابوالحسین نجاشی، شیخ ابوالفتح کراچکی، شریف ابویعلی اور سلار دیلمی جیسے نابغہ روزگار تھے، ان سے ائمہ اہل سنت نے بھی استفادہ کیا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ان عظیم علماء سے یہ شخص بے خبر ہوگا۔ یا تو اس کے حواس مختل ہوگئے ہوں گے یا پھر کینہ وعناد میں دانشوروں کی عظمت کا منکر ہوگیا۔

جب اس کی دروغ بیانی اور افتراپردازی کا یہ عالم ہے تو اس نے اپنی کتاب میں کیا کچھ مکاری و

۱۔ ابوالحجاج بلوی کی الف باء (ج۱، ص۲۲۲)

۲۔ مسند احمد (ج۱، ص ۳۲۸، حدیث ۱۷۲۱) تاریخ ابن کثیر، ج۷، ص۳۳۲ (ج۷، ص ۳۶۸، حوادث ۴۰ھ) حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص ۶۵ (نمبر۴) (المصنف، ج۱۲، ص ۶۸، حدیث ۱۲۱۴۳) جمع الجوامع، ج۶، ص۴۱۲ (کنز العمال، ج ۱۳، ص۱۹۲، حدیث ۳۶۷۴) صفۃ الصفوۃ، ج۱، ص۱۲۱ (ج۱، ص۳۱۳)

تحریف اور ردوبدل کے مظاہرے کئے ہوں گے۔ آپ خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں۔

﴿وَكَذٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَمَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان بنا کر نازل کیا ہے اور اگر آپ علم کے آ جانے کے بعد ان کی خواہشات کا اتباع کر لیں گے تو اللہ کے مقابلے میں کوئی کسی کا سرپرست اور بچانے والا نہ ہوگا''۔(۱)

۱۔(رعد/۳۷)

الفصل فی الملل والنحل(۱)

تالیف: ابن حزم اندلسی

مذاہب کے بارے میں کوئی بات لکھنے سے پہلے محقق کو صداقت و امانت کا خیال رکھنا چاہیے۔ اپنے وہم وگمان سے مرقومات لکھ مارنے سے آبرو جاتی ہے اور معیار تحقیق بھی پست ہوتا ہے لیکن ابن حزم نے مذاہب عالم کے تقابلی مطالعہ میں اس کا قطعی خیال نہیں رکھا۔ وہ افترا پردازی اور بیان عقائد کی دوڑ میں جھوٹ کے تمام ریکارڈ توڑ بیٹھے ہیں۔ نمونے ملاحظہ ہوں:

۱۔ رافضی فرقہ مسلمان نہیں۔ یہ وفات رسولؐ کے پچیس سال بعد ایسے شخص کی دعوت پر وجود میں آیا جو جھوٹ اور کفر میں یہودی و نصاریٰ کی طرح تھا۔ (۲)

جواب:

قسم خدا کی! اس شخص نے اپنی بات سے انسانیت و شرافت کو تعفن سے بھر دیا ہے۔ ذرا بھی آنکھ میں پانی نہیں رہ گیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ جو لوگ نمازوں میں روبقبلہ ہوتے ہیں، کلمہ پڑھتے ہیں، سنت رسولؐ کی پیروی کرتے ہیں، وہ مسلمان کیسے نہیں ہیں؟ ان کی کتابیں صدق گفتار کی گواہ ہیں۔ یہ شخص کہتا ہے کہ گروہ شیعہ مسلمان نہیں جبکہ ہزاروں علماء اہل سنت کے اساتذہ شیعہ علماء ہی رہے۔ انہوں نے شیعوں سے اپنے مسلک کی روایات حاصل کر کے صحاح و مسانید میں بھری ہیں؛ وہ روایات اس قوم کا مرجع ہیں۔ اہل سنت کے بعض مشائخ کے نام پیش کئے جاتے ہیں، جو شیعہ ہیں:

۱۔ استیعاب، ج ۳، ص ۴۰ (نمبر ۱۸۵۵) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳، ص ۱۴۱) مطالب السؤول، ص ۳۰۔

۲۔ الفصل، ج ۲، ص ۷۸

ابان بن تغلب، ابوعبداللہ جدلی، اسماعیل کوفی، ابوحمزہ ثمالی، جابر بن یزید جعفی۔

حروف تہجی کے اعتبار سے علامہ امینی نے جزار کوفی تک ۹۲ نام پیش کئے ہیں۔

صحاح ستہ میں ان کی روایات موجود ہیں، اکثر علماء اہل سنت نے ان کو معتبر مان کر انہیں بطور دلیل پیش کیا ہے۔ بقول ابن حزم: اگر شیعہ مسلمان نہیں تو ان روایات کی کیا قیمت رہ جاتی ہے؟

شیعہ ہی نہیں محبت اہل بیتؑ بھی بے آبرو ہوئی جاتی ہے جو اہل سنت کے یہاں بھی محترم ہے۔

آغاز تشیع کے سلسلے میں عبداللہ بن سبا کی جو بات کی جاتی ہے اسے حضرت علیؑ نے آگ میں جلا کر مار ڈالا تھا۔ اب ہر شیعہ اس پر لعنت کرتا ہے کیونکہ وہ ملحد تھا۔ کیا ایک شخص پوری قوم میں اپنے خیالات رائج کرسکتا ہے؟ مگر ابن حزم تو شیعوں پر افترا کرنے کیلئے ہر جھوٹ بول سکتا ہے، ابن سبا کی مذمت تمام دانشوران تشیع نے کی ہے۔

۲۔ ابن حزم بکواس کرتا ہے کہ جو بھی کہے کہ علم علیؑ تمام صحابہ سے زیادہ تھا وہ جھوٹ بکتا ہے۔ پھر علیؑ سے ابوبکر کے عالم و دانا ہونے کی لچر دلیلیں پیش کر کے کہا ہے کہ جسے بھی ذرا سمجھ ہے وہ فیصلہ کرلے گا کہ ابوبکر کا علم، علیؑ سے زیادہ تھا۔ آگے علمی حیثیت سے عمر کی علیؑ پر برتری ظاہر کی ہے اور کہا کہ جسے بھی ذرا حس ہے وہ واضح طریقے سے جانتا ہے کہ علم عمر ہزار گنا علیؑ سے زیادہ ہے۔ پھر وہ اس دعوے کو باطل کرتا ہے کہ علم علیؑ سب سے زیادہ تھا۔ (۲)

جواب:

سمجھ میں نہیں آتا کہ اس شخص کی نادانی پر ہنسوں یا دیوانگی کا مضحکہ اڑاؤں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علم علیؑ تمام صحابہ سے زیادہ تھا، اس بات کا اقرار سب سے پہلے رسول خداؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا: **اما ترضین انی زوجتک اولی المسلمین اسلاما و اعلمھم علما** (۲) "کیا تو راضی نہیں کہ میں نے تیرا عقد اس سے کیا ہے جو سب سے پہلے اسلام لایا اور علم میں بھی سب سے زیادہ ہے" (۳)

۱۔ مؤلف، ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی۔ ۲۔ الفرق بین الفرق، ص ۲۴۷، باب ۵۔

۳۔ مستدرک حاکم (ج ۳، ص ۴۶۴۵) کنز العمال، ج ۶، ص ۱۳ (ج ۱۱، ص ۶۰۵، حدیث ۳۲۹۲۵)

اس مفہوم کی حدیث خطیب وسیوطی، مسند احمد واستیعاب، ریاض، مجمع اور سیرۃ حلبیہ میں بھی ہے۔اس کے علاوہ رسول خداؐ نے فرمایا: میرے بعد امت کے سب سے بڑے عالم علیؑ ہیں (۱)، نیز فرمایا: علیؑ میرے علم کا ظرف، میرے وصی اور میرے علم کا دروازہ ہیں (۲)، علیؑ میرے علم کے خازن ہیں (۳)، علی میرے علم کا صندوق ہیں (۴)، میری امت کے سب سے بڑے قاضی ہیں (۵)

نیز فرمایا:

یا علیؑ! میں تمہیں نبوت کے امور کا حصہ دار سمجھتا ہوں حالانکہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہے، تم میری سات چیزوں میں حصہ دار ہو۔ان میں یہ کہ تم قضایا فیصلہ کرنے میں داناترین ہو۔(۶)

یہ بھی فرمایا: علم کے دس حصے کیے گئے، نو حصے علیؑ کو عطا ہوئے اور ایک حصہ دنیا کے تمام لوگوں کو۔(۷)

کیا جس عظیم المرتبت کے یہ سب فضائل ہوں اس کی برابری دوسرا کوئی بھی شخص کرسکتا ہے؟

۱۔مناقب خوارزمی، ص۴۹ (ص۸۲، حدیث ۶۷) مقتل الحسین، ج۱، ص۴۳، کنز العمال، ج۶، ص۱۵۳ (ج۱۱، ص۶۱۴، حدیث ۳۲۹۷۷)

۲۔شمس الاخبار، ص۳۹ (ج۱، ص۱۰۶، باب۷) کفایۃ الطالب، ص۷۰، ۹۳ (ص۱۶۸، باب ۳۷)

۳۔ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۴۴۸ (ج۹، ص۱۶۵، خطبہ۱۵۴)

۴۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۲، ص۴۴۸، جامع الصغیر (ج۲، ص۱۷۷، حدیث ۵۵۹۳)، کنز العمال، ج۶، ص۱۵۳ (ج۱۱، ص۶۰۳، حدیث ۳۲۹۱۱) شرح العزیزی، ج۲، ص۴۱۷ (ج۲، ص۴۵۸) حفنی کی حاشیہ شرح عزیزی، ج۲، ص۴۱۷ (ج۲، ص۴۵۸) مصباح الظلام، ج۲، ص۵۶ (ج۲، ص۱۳۶، حدیث ۴۰۵)

۵۔بغوی کی مصابیح، ج۲، ص۲۷۷ (ج۴، ص۱۸۰، حدیث ۴۷۸۷) ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۸ (ج۳، ص۱۴۷) مناقب خوارزمی، ص۵۰ (ص۸۱، حدیث ۶۶) فتح الباری، ج۸، ص۱۳۶ (ج۸، ص۱۶۷) بغیۃ الوعاۃ، ص۴۴۷ (ج۲، ص۴۰۶، نمبر۲۱)

۶۔حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۶۶ (نمبر۴) ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۸ (ج۳، ص۱۴۷) مطالب السؤول، ص۳۴، تاریخ ابن عساکر (ج۱۲، ص۱۳۹، مختصر تاریخ دمشق، ج۱۷، ص۳۱۵) کفایۃ الطالب، ص۱۳۹ (ص۲۲۶، باب ۵۹) کنز العمال، ج۶، ص۱۵۳ (ج۱۱، ص۶۱۷، حدیث۳۲۹۹۴)

۷۔حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۶۵ (نمبر۴) اسنی المطالب، ص۱۴ (ص۷۱)

رسولؐ کے بعد عائشہ کی گواہی ہے کہ علیؑ تمام لوگوں سے زیادہ سنت کے عالم ہیں (۱)، پھر عمر کا اقرار ہے: علیؑ ہم سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔(۲) اور حضرت عمر کا مشہور فقرہ ہے: **لولا علی لهلک عمر** "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔(۳) یا یہ کہا: خدایا! مجھے اس مصیبت کے وقت باقی نہ رکھنا جسے حل کرنے کیلئے علیؑ نہ ہوں۔(۴) اس مفہوم کے بہت زیادہ فقرے حضرت عمر سے مروی ہیں۔(۵) سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ عمر اس مشکل سے پناہ مانگتے تھے جسے حل کرنے کیلئے علیؑ نہ ہوں۔(۶) معاویہ کہتا ہے: جب عمر مشکل میں پھنستے تو علیؑ کو تلاش کرتے تھے (۷)، شہادت علیؑ کی خبر سن کر معاویہ چلایا:

۱۔ استیعاب، ج ۳، ص ۴۰، مطبوع بر حاشیہ اصابہ (قسم ثالث ۱۱۰۴/۲ نمبر ۱۸۵۵) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۳ (ج ۳، ص ۱۴۱) مناقب خوارزمی، ص ۵۴ (ص ۹۱، حدیث ۸۴) الصواعق المحرقۃ، ص ۷۶ (ص ۱۲۷) تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۵ (۱۶۰)

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۵ (نمبر ۴) طبقات ابن سعد، ص ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱ (ج ۲، ص ۳۳۹، ۳۴۰)، استیعاب، ج ۴، ص ۳۸، ۳۹ مطبوع بر حاشیہ اصابہ (نمبر ۱۸۵۵) تاریخ ابن کثیر، ج ۷، ص ۳۵۹ (ج ۷، ص ۳۹۷، حوادث ۴۰ھ) اسنی المطالب، ص ۱۴، (۷۲) تاریخ الخلفا، ص ۱۱۵ (ص ۱۶۹)

۳۔ استیعاب، ج ۳، ص ۳۹ (۱۸۵۵) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳، ص ۱۴۲) تفسیر نیشاپوری (مجلد ۱۱، ج ۲۶، ص ۱۰) مناقب خوارزمی، ص ۴۸ (ص ۸۰، حدیث ۶۵) حنفی کی شرح جامع صغیر، ص ۴۱۷ مطبوع بر حاشیہ سراج منیر (ج ۲، ص ۴۵۹) تذکرۃ خواص الامۃ، ص ۸۷ (۱۴۷) مطالب السؤول، ص ۱۳، فیض القدیر، ج ۲، ص ۳۵۷۔

۴۔ تذکرۃ خواص الامۃ، ص ۸۷ (۱۴۸) مناقب خوارزمی، ص ۵۸ (۹۷، حدیث ۹۸) مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۴۵۔

۵۔ ارشاد الساری، ج ۳، ص ۱۹۵ (ج ۴، ص ۱۳۶) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۷ (۴، ص ۱۴۶) فیض القدیر، ج ۴، ص ۳۵۷، تاریخ ابن کثیر، ج ۷، ص ۳۵۹ (ج ۷، ص ۳۹۷، حوادث ۴۰ھ) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۷ (ج ۳، ص ۱۴۶) منتخب کنز العمال مطبوع بر حاشیہ مسند احمد، ج ۲، ص ۳۵۲ (منتخب کنز العمال، ج ۲، ص ۴۰۰) فیض القدیر، ج ۴، ص ۳۵۷، ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۴ (۳، ص ۱۴۲)

۶۔ مناقب احمد، (ص ۱۵۵، حدیث ۲۲۲) استیعاب مطبوع بر حاشیہ اصابہ، ج ۳، ص ۳۹ (نمبر ۱۸۵۵) صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۲۱ (ج ۱، ص ۳۱۴) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳، ص ۱۴۲) تذکرۃ خواص الامۃ، ص ۸۵ (ص ۱۴۴) شیرازی کی طبقات الشافعیہ، ص ۱۰ (طبقات الفقہاء، ص ۴۲) الاصابۃ، ج ۲، ص ۵۰۹ (نمبر ۵۶۸۸) صواعق محرقہ، ص ۷۶ (۱۲۷) فیض القدیر، ج ۴، ص ۳۵۷۔

۷۔ مناقب احمد (ص ۱۵۵، حدیث ۲۲۲) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۵ (ج ۲، ص ۱۴۳)

آج دنیا سے علم وفقہ رخصت ہوگیا۔ امام حسنؑ نے شہادت علیؑ کے بعد خطبہ میں ارشاد فرمایا: کل تمہارے درمیان سے ایسا مرد رخصت ہوا جس کے علم ودانش پر اولین وآخرین میں کوئی بھی سبقت نہ لے جاسکا۔

حبر امت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: علیؑ کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصہ نصیب ہوا اور ایک حصہ میں بقیہ تمام دنیا والوں کا علم ہے۔

ابن مسعود کہتے ہیں: حکمت کے دس حصے ہیں، نو حصے علیؑ کے ہیں اور ایک حصہ میں تمام دنیا ہے، اس میں بھی زیادہ علیؑ ہی کا حصہ ہے، (۱) فرائض الٰہیہ میں مدینہ کے داناترین علیؑ ہیں۔ (۲)

نیز فرماتے ہیں: قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا۔ ہر حرف کے ظاہر و باطن ہیں اور علیؑ ابن ابی طالب کو تمام ظاہر و باطن کا علم ہے۔ (۳) اسی طرح دوسرے اقوال ہیں۔

ہشام بن عتبہ کہتے ہیں کہ علیؑ اولین نماز گزار، سب سے بڑے عالم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ترین تھے۔ (۴) عدی بن خاتم نے تقریر میں کہا: وہ قرآن وسنت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اسلام کی نسبت سے رسولؐ کے بھائی اور سر برآوردۂ اسلام تھے، سب سے بڑے زاہد، عابد، شجاع اور عاقل تھے۔ (۵) عبداللہ بن حجل نے عرض کی: یاعلیؑ ! آپ خدا کے سب سے زیادہ عارف، رسولؐ کے قریب ترین اور شریعت کے نیک ترین انسان ہیں۔ (۶)

ابوسعید خدری: علیؑ کی قوت فیصلہ سب سے زیادہ تھی۔ (۷)

ان کے علاوہ اکثر اصحاب رسولؐ نے نیز پہلی صدی کے شعراء نے علیؑ کو سب سے بڑا عالم کہا ہے۔

۱۔ کنز العمال، ج۵، ص۱۵۶، ۴۰۱ (ج۱۱، ص۶۱۵، حدیث ۳۲۹۸۲، ج۱۳، ص۱۴۶، حدیث ۳۶۴۶۱)

۲۔ استیعاب، ج۳، ص۴۱ (نمبر ۱۸۵۵) ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۴ (ج۳، ص۱۴۱)

۳۔ مفتاح السعادۃ، ج۱، ص۴۰۰ (ج۲، ص۵۶)

۴۔ کتاب صفین نصر بن مزاحم، ص۴۰۳ (ص۳۵۵)

۵۔ جمہرۃ خطب العرب، ج۱، ص۲۰۲ (ج۱، ص۳۷۹، نمبر ۲۶۷)

۶۔ جمہرۃ خطب العرب، ج۱، ص۲۰۳ (ج۱، ص۳۸۰، نمبر ۲۶۸)

۷۔ فتح الباری، ج۸، ص۱۳۶ (ج۸، ص۱۶۷)

تمام امت اسلامی متفق ہے کہ سب سے بڑے عالم تھے، وہ وارث علم نبیؐ تھے۔ اکثر صحاح ومسانید میں حدیث رسول ﷺ نقل ہے کہ علیؑ میرے وصی و وارث ہیں، علیؑ نے پوچھا: میں کس چیز کا وارث ہوں؟ رسولؐ نے فرمایا: جن چیزوں کے رسولؐ وارث ہوتے ہیں۔ حاکم نے اس حدیث کے ذیل میں کہ وارث رسول علیؑ ہیں نہ کہ عباس۔ فرمایا: علماء کے درمیان اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ چچا کے ہوتے چچازاد بھائی وارث نہیں ہوتا لہٰذا اس موقع پر خصوصی حیثیت سے اجماع ہے کہ تنہا وارث پیغمبرؐ علیؑ ہیں۔(۱)

صحابہ کے درمیان یہ وراثت مسلم تھی، محمد بن ابی بکر نے معاویہ کو خط لکھتے ہوئے فرمایا: تجھ پر افسوس ہوتا ہے کہ تو علیؑ کی برابری کرتا ہے، وہ رسولؐ کے وارث و وصی ہیں۔(۲)

اب ذرا اس شخص کو دیکھئے! یہ نامناسب باتیں کس کے لئے کہہ رہا ہے، یہ کس کی ہتک حرمت کر رہا ہے۔ تمام صحابہ سے علیؑ کو عالم بتانے والے خود رسول خداؐ ہیں، صحابہ ہیں، تابعین ہیں، بھلا بتایئے تو جو شخص صحابہ کی مذمت کرے، امام حسنؑ، عائشہ، عمر بن خطاب اور حبر امت عبداللہ بن عباس کی اہانت کرے، اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں علماء دین؟

۳۔ عقائد فرقہ امامیہ میں ایک تحریف کا بھی عقیدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں کمی ہوئی ہے اور زیادتی بھی، اکثر آیات بدل دی گئی ہیں۔ ان کے مذہب کے عظیم عالم سید مرتضیٰ علم الہدیٰ جو بظاہر مذہب معتزلہ کا اظہار کرتے ہیں، نے تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہا ہے۔(۳)

جواب:

کاش اس شخص نے کوئی معتبر شیعی حوالہ بھی دیا ہوتا یا اس عالم کا نام بتاتا جو تحریف کا قائل ہے یا کسی غیر معروف عالم ہی کا نام بتاتا جو تحریف قرآن کا قائل ہے، میرا خیال ہے کہ وہ کوئی جاہل شیعہ یا دیہاتی

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۶، حدیث ۴۶۳۴)

۲۔ کتاب صفین، ص ۱۳۳ (۱۱۹) مروج الذہب، ج ۲، ص ۵۹ (ج ۳، ص ۲۱)

۳۔ (الفصل، ج ۴، ص ۱۸۲)

کا بھی نام نہیں بتا سکتا جو تحریف کا قائل ہو۔اس کے برخلاف اس نے عناد میں صرف علم الہدیٰ (۱) کا نام لیا ہے، جبکہ شیخ صدوق (۲)، شیخ مفید (۳)، علامہ طوسی (۴) ،طبرسی (۵) وغیرہ علماء کا نظریہ ہے کہ جو کچھ دو دفتیوں کے درمیان قرآن شریف ہے وہی منزل من اللہ ہے، نہ اس میں کمی ہوئی ہے نہ زیادتی۔ اگر کسی شیعہ نے لفظ تحریف استعمال بھی کیا ہے تو اس کا مطلب تاویل ومفہوم سے ہے، نہ کہ الفاظ کی کمی و بیشی سے اور اس کے قائل تو وہ خود بھی ہیں۔

۴۔ بعض شیعہ نو/۹ عورتوں سے شادی کو جائز سمجھتے ہیں۔ ان میں کچھ ایسے ہیں جو قمری گھانس اس دعوے کی بنا پر نہیں کھاتے کہ یہ خون حسینؑ سے روئیدہ ہوتی ہے۔(۶)

جواب:

اس شخص کو شیعی کتب فقہ دیکھے بغیر اس قسم کی بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔ وہ کسی کتاب سے اپنے دعوے کا ثبوت فراہم نہیں کرسکتا۔ کوئی شیعہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ کا قائل نہیں، شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ایک وقت میں نو عورتوں سے نکاح صرف رسول اکرمؐ کیلئے جائز تھا، یہ خصوصیات نبوت میں سے تھا۔ اس سلسلے میں شیعہ وسنی میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگر ابن حزم کی بات جھوٹ نہ ہوتی تو کسی کتاب کا حوالہ ضرور دیتے۔ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکے، محض عناد میں بے پر کی اڑائی ہے۔ قمری گھانس کی بات بھی کسی عالم یا جاہل یا سبزی فروش سے نہیں سنی گئی۔ کسی قصہ گو نے بھی نہیں کہی ہے، یہ تو ایسی مہمل بات ہے کہ خود اس کے مذہب والے بھی اس کی تردید کردیں گے۔

۵۔ ہم نے دیکھا ہے کہ علیؑ نے چھ ماہ تک ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور نہ ہی ابوبکر نے ان کو بیعت پر

۱۔ امالی سید مرتضیٰ (ج۲، ص۸۴)

۲۔ الاعتقادات فی دین الامامیہ، ص۵۹، باب۳۳)

۳۔ اوائل المقالات، ص۹۵، ۹۳۔

۴۔ التبیان فی تفسیر القرآن، ج۱، ص۳، مقدمہ۔

۵۔ مجمع البیان، ج۶، ص۵۰۸۔

۶۔ (الفصل، ج۴، ص۱۸۲)

مجبور کیا۔ حضرت علیؑ نے خود ہی بغیر کسی جبر و اکراہ کے چھ ماہ بعد ابوبکر کی بیعت کر لی۔(۱)

اس سے زیادہ دلچسپ بات لکھتا ہے: اس چھ ماہ کی مدت میں نہ کسی نے علیؑ سے کوئی سوال کیا نہ ہی سختی کی۔ علیؑ اس درمیان اپنے کاموں میں مشغول رہے۔ دراصل معاملہ یہ ہوا کہ علیؑ نے تلافی مافات اور اپنی امور کی استواری کے لئے دل سے بیعت کی تھی، اس درمیان انصار و مہاجرین کی بیعت کے تماشے ہوتے رہے اور علیؑ گھر میں بیٹھے رہے، نہ انصار کی طرف گئے نہ مہاجرین کی طرف۔ ان کے ساتھ صرف زبیر بن عوام تھے۔ ان پر بھی حق واضح ہو گیا تو ابوبکر کی بیعت کر لی۔ علیؑ تنہا رہ گئے، ایک شخص بھی علیؑ کی طرف مائل نہ تھا۔

جواب:

میں اس موضوع پر کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس سفید جھوٹ اور مجرمانہ دروغ بیانی کی نقاب کشائی کے بجائے استاد عبد الفتاح عبد المقصود کی ''الامام علیؑ'' کے اقتباسات پیش کئے دیتا ہوں:

''مسلمانوں نے عرصے تک پوشیدہ و اعلانیہ بیعت علیؑ کی۔ ان کے خانۂ مبارک پر جمع ہوئے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے، وہ فریاد کرتے رہے اور پکارتے رہے کہ گھر سے باہر نکلئے تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں، اس موقع پر مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے، قریب تھا کہ وحدت اسلامی پارہ پارہ ہو جاتی، پھر خدا ہی جانتا ہے کہ اسلام کا کیا حشر ہوتا۔ اس صورت میں کیا عمر کی نظر میں علیؑ کو بھی سعد بن عبادہ کی طرح قتل کر دینا مناسب نہ ہوتا تاکہ فتنہ ختم ہو جائے۔ عمر کی مشددانہ ذہنیت سے بعید بھی نہ تھا۔ سب کو یقین تھا کیونکہ اس سے قبل عمر کی تشدد پسندی دیکھ چکے تھے، ہر شخص قبل ہی سے سمجھ رہا تھا کہ اگر عمر نے بیعت کیلئے علیؑ کو مجبور کیا تو علیؑ استقلال کا مظاہرہ کریں گے۔ ابوبکر کی خلافت پر راضی نہ ہوں گے، ان لوگوں نے تھوڑی دیر کی سوچ کے بعد فیصلہ کر لیا، لوگوں نے دیکھا کہ آگے آگے پسر خطاب اور پیچھے پیچھے اس کے مددگاروں کا ہجوم ہے، وہ خانہ فاطمہؑ پر پہنچے۔ وہ علیؑ کو ہر قیمت پر مجبور کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اگر علیؑ تسلیم نہ ہوں تو تلوار قطعی فیصلہ کر دے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو تلوار کے بجائے آگ کے وسیلے سے باہر نکالنے پر اصرار کر رہے تھے، عمر نے آگ اور لکڑی منگوائی اور

۱۔ (الفصل ص ۹۷، ۹۶)

خانۂ فاطمہؑ جلانے کا حکم دے دیا جس میں علیؑ اور ان کے مددگار تھے۔ایک جھاگ کی طرح یہ حوادث ابھرے اور علیؑ پر حملہ کرنے ہی والے تھے کہ پس دیوار سے چہرہ رسولؐ نمودار ہوا۔اندوہ وکرب سے بھرا ہوا چہرہ آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگی تھی،جبین مبارک سے غم وغصہ بھڑک رہا تھا،عمر وہیں بیٹھ گئے،جو لوگ پشت خانہ پہ جمع تھے چہرہ رسولؐ اور فاطمہؑ کا وجود دیکھ کر شرم سے آنکھیں بند کرنے پر مجبور ہو گئے اور اپنی جگہ واپس آ گئے۔اسی حال میں انہوں نے دیکھا کہ فاطمہؑ تھکے قدموں سے مسجد رسولؐ کی طرف جا رہی ہیں،قبر پدر پر پہنچیں،تمام لوگ ہمہ تن متوجہ تھے۔اچانک ایک لرزتی آواز ابھری:بابا،یا رسول اللہ،بابا رسول اللہ!آپ کے بعد خطاب کے بیٹے نے مجھ پر کیا کیا مصائب ڈھائے۔لوگوں کے دل اس فریاد سے پارہ پارہ ہو گئے جی چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جاتی اور دھنس جاتے''۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ حوالے کے لئے ملاحظہ ہو:الامامۃ والسیاسۃ ج۱،ص۱۳؛تاریخ طبری، ج۳،ص۱۹۸؛عقد الفرید،ج۲،ص۱۵۷؛تاریخ ابی الفداء،ج۱،ص۱۶۵؛تاریخ بن شحنہ،ص۱۱؛شرح بن ابی الحدید،ج۲،ص۱۹۔(۱)

۶۔رافضی عورت کی امامت کو جائز سمجھتے ہیں اور بطن مادر کے جنین کی رہبری کے معتقد ہیں۔(۲)

جواب:

ہم نہیں سمجھتے کہ اس شخص نے یہ مہمل فقرہ لکھتے وقت عقائد وکلام کے متعلق شیعوں کی کتابیں دیکھی ہوں گی۔اس نے بغیر کسی بنیاد کے جھوٹی نسبت شیعوں کی طرف ٹھونک دی حالانکہ ایک جاہل شیعہ بھی اس کا معتقد نہیں ہے۔شیعوں کا یہ مشہور عقیدہ ہے کہ امامت صرف بارہ مردوں میں منحصر ہے۔اس سلسلے میں شیعوں کی طرف منسوب دوسرے فرقے مثلاً زیدیہ،اسماعیلیہ بلکہ کیسانیہ بھی اپنے راویوں میں کسی عورت کی رہبری کے قائل نہیں۔شہرستانی نے الملل والنحل میں امام علی نقی علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ کے

۱۔(الامامۃ والسیاسۃ،ج۱،ص۱۹۔تاریخ الامم والملوک،ج۳،ص۲۰۲،حوادث ۱۱ھ۔العقد الفرید،ج۴،ص۸۶،۸۷۔تاریخ ابن شحنہ،ج۱،ص۸۹،حوادث ۱۱ھ۔شرح ابن ابی الحدید،ج۶،ص۴۶،خطبہ ۶۶)

۲۔(الفصل ص۱۱۰)

متعلق خود ساختہ بات لکھ دی جس کا خارج میں کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ اگر امامیہ حضرات عورت کی رہبری کے قائل ہوتے تو متذکرہ فاطمہ سے کہیں افضل و برتر حضرت فاطمہؑ بنت محمدؐ کی امامت کے قائل ہوتے حالانکہ تمام فضائل و مکارم کی جامع ہونے کے باوجود کوئی شیعہ ان کی امامت کا معتقد نہیں۔ اس منحوس نے جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہوئے شاید نہیں سوچا کہ آئندہ کوئی محقق اسی کا پتھر اسی کے منہ پر گھسیٹ مارے گا اور لوگوں کو حقیقت حال سے باخبر کرے گا۔ اب اس سے کون پوچھے کہ آخر کس موقع پر کوئی شیعہ امامت جنین کا قائل ہوا ہے۔ آخر یہ ہے کون؟ کس نے اس بات کو نقل کیا۔ اس منحوس نے کس شخص سے یہ بات سنی۔ بات اصل میں یہ ہے کہ شیطان اپنے چیلوں کے کان میں پھونکتا ہے۔

۷۔ ابن حزم کہتا ہے کہ پیغمبرؐ اگر کسی سے وابستگی و دوستی کا مظاہرہ کریں تو یہ کوئی اہم بات نہیں کیونکہ رسول خداؐ نے اپنے چچا سے دوستی کا مظاہرہ کیا۔ ہر چند کہ رسول خداؐ ابو طالبؑ کو دوست رکھتے تھے لیکن خدا نے اس دوستی سے منع فرمایا اور ابو طالبؑ کی دشمنی کو رسولؐ پر واجب قرار دیا۔ (۱)

جواب:

رسول خداؐ صلۂ رحمی کی انتہائی تاکیدوں کے باوجود کفر کو رشتہ داری کی مقراض سمجھتے تھے اسی وجہ سے ابولہب سے اعلانیہ بیزاری فرمائی۔ مستقل سورۂ لہب نازل ہوا۔

چچا عباس اور چچیرے بھائی عقیل کی مشکیں اس وقت تک نہیں کھولیں جب تک انہوں نے اقرار اسلام نہیں کر لیا، ان پر کلمہ فدیہ جاری کیا۔ آپ کی بیٹی زینب جو مسلمان تھیں اور ان کا شوہر ابو العاص کافر تھا۔ جب تک اس نے اقرار اسلام نہیں کر لیا دونوں میں جدائی برقرار رکھی۔ اس لحاظ سے محبت رسولؐ کا تنہا معیار صرف ایمان ہے اور آپ کی دوستی اس شخص کے ایمان کا ثبوت ہے۔

خود ابن حزم نے فضیلت عائشہ میں اسی کو معیار قرار دیتے ہوئے مقام استدلال میں حدیث نقل کی ہے: تو میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔

ابو طالبؑ کے بارے میں انہوں نے محبت پیغمبرؐ کا اقرار کیا اور ہم بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

۱۔ (الفصل ۱۲۴۔ ۱۲۳)

اور بجائے خود یہ ابوطالبؑ کی ممتاز ترین فضیلت ہے۔ لیکن یہ دعویٰ کہ بعد میں اس محبت کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا، زجر و توبیخ ہوئی، دشمنی کا حکم دیا گیا۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس پر نہ کوئی دلیل ہے نہ شاہد۔ کیا ابن حزم عمل رسولؐ کے دو دنوں میں فرق قرار دینا مناسب سمجھیں گے؟ کیا وہ اس بات کی نشاندہی کر سکیں گے کہ رسولؐ نے کب سے عناد ابوطالبؑ کو دوسروں پر واجب قرار دیا۔ تاریخ قطعی خاموش ہے۔ بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ مرتے دم تک ابوطالبؑ سے جدا نہ ہوئے۔ جب ابوطالبؑ وفات پا گئے تو علیؑ کو حکم دیا غسل و کفن دے کر سپرد خاک کر دو۔ (۱) کیونکہ خدا نے انہیں بخش دیا ہے۔ پھر دعائے رحمت فرمانے لگے۔ حضرت علیؑ نے ابوطالبؑ کا مرثیہ یوں کہا ہے:

''اے ابوطالبؑ! آپ کمزور کی پناہ اور خشک زمین کے لئے بارش اور تاریکی کیلئے نور ہیں آپ کی وفات سے فرشتے لرز اٹھے۔ رسولؐ نے آپ پر صلوات پڑھی۔ خدا نے رضوان سے بہرہ مند کیا آپ رسول کے بہترین چچا تھے''۔ (۲) اس سلسلے میں سید احمد زینی دحلان کی اسنی المطالب دیکھئے جو علامہ برزنجی کی تلخیص ہے۔ (۳)

۸۔ کہتا ہے کہ رافضیوں نے آیۂ **﴿و یطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرا﴾** کی مدح علیؑ سے تاویل کی ہے اور یہ تاویل ہمارے نزدیک قابل قبول نہیں۔ کیونکہ آیت کا عمومی انداز کہتا ہے کہ جو بھی لوگوں کو کھانا کھلائے وہ اس آیت کا مصداق ہے۔ (۴)

جواب:

جو بھی اس مسخرے کے مضحکہ خیز استدلال کو سمجھ جائے گا وہ اس کے دوسرے جھوٹ کے پلندوں سے بھی واقف ہو جائے گا۔ اس کا یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ اس کی تاویل صرف شیعوں ہی نے کی ہے۔ وہ خود جانتا ہے کہ نزول ہل اتی کو امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہونے کی بات بے شمار محدثین و مفسرین

۱۔ طبقات ابن سعد، ج۱، ص۱۰۵ (ج۱، ص۱۲۴)　　۲۔ تذکرۃ خواص الامۃ، ص۶ (۹)

۳۔ الغدیر کی ساتویں اور آٹھویں جلد میں ایمان ابوطالب پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔

۴۔ (الفصل ج۴، ص۱۴۶)

نے کی ہے، اگر عذر نادانی ہو تو یہ اس سے بڑی مصیبت ہے۔

حافظ عاصمی نے دو جلدوں میں زین الفتی لکھ کر یہی موضوع ثابت کیا ہے، ان کے علاوہ اسکافی، ترمذی، طبری، ابن عبدربہ، حاکم نیشاپوری، ثعلبی، واحدی، ابن فتوح اندلسی، زمخشری، ابن صلاح، نظام نیشاپوری، خازن بغدادی، عضد ایجی، ابن حجر، سیوطی، ابوسعود عمادی، بروسی، شوکانی، سلیمان محفوظ، شبلنجی، محمود قراغولی، حافظ گنجی، شافعی وغیرہ نے واضح لفظوں میں نشاندہی کی ہے کہ یہ سورہ مدح اہل بیتؑ میں نازل ہوا۔(۱) متن حدیث بھی ملاحظہ فرمایئے:

ابن عباس کہتے ہیں کہ حسنینؑ بیمار ہوئے۔ رسول خداؐ اپنے اصحاب کے ساتھ عیادت کرنے تشریف لے گئے۔ اصحاب نے کہا: یا علیؑ! بہتر ہوتا کہ نذر کر لیجئے۔ علیؑ! فاطمہؑ اور فضہ نے نذر مان لی کہ اگر دونوں بچے اچھے ہو جائیں تو ہم لگاتار تین روزے رکھیں گے۔ جب اچھے ہوئے تو علیؑ نے شمعون یہودی کے

۱۔ اسکافی کی نقض العثمانیہ (ص ۳۱۸) ترمذی کی نوادر الاصول ص ۶۴ (ج ۱۵۴، اصل ۴۴) طبری کی عبارت کو گنجی نے کفایۃ الطالب (ص ۳۴۵، باب ۳۱۸) میں نقل کیا ہے، ابن عبدربہ کی العقد الفرید، ج ۳، ص ۴۷۔۴۲ (ج ۵، ص ۵۹) حاکم کے نظریے کو گنجی نے کفایۃ الطالب (ص ۳۴۸) میں نقل کیا ہے، ثعلبی کی الکشف والبیان (تفسیر سورۂ دہر) واحدی کی تفسیر البسیط اور اسباب النزول ص ۳۳۱ (ص ۲۹۶) ابن فتوح اندلسی کی فوائد، زمخشری کی الکشاف ج ۲، ص ۵۱۱ (ج ۴، ص ۶۷۰) خوارزمی کی المناقب ص ۱۸۰ (ص ۲۸۰۔ ۲۶۷، حدیث ۲۵۲۔ ۲۵۰) ابوموسیٰ مدینی کی بات کو عقلانی نے الاصابۃ (ج ۴، ص ۳۸۷، نمبر ۸۷۵) پر نقل کیا ہے۔ فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۲۷۶، ص ۳۱، سبط ابن جوزی کی تذکرۃ خواص الامۃ (۳۱۶۔۳۱۲) ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۷ (ج ۱۳، ص ۲۷۶، خطبہ ۲۳۸) گنجی شافعی کی کفایۃ الطالب، ص ۲۰۱ (۳۴۸، باب ۹۷) بیضاوی کی تفسیر بیضاوی، ج ۲، ص ۵۷۱ (ج ۲، ص ۵۵۲) محب الدین طبری کی ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۰۷، ۲۲۷، ابوحمزہ ازدی کی بھجۃ النفوس، ج ۴، ص ۲۲۵، نسفی کی تفسیر نسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن، ج ۴، ص ۴۵۸ (تفسیر نسفی، ج ۳، ص ۳۱۸) حموئی کی فرائد السمطین (ج ۲، ص ۵۳، حدیث ۳۸۳، باب ۲۱) نظام الدین قمی نیشاپوری کی تفسیر غرائب القرآن مطبوع بر حاشیہ تفسیر طبری، ج ۹، ص ۱۱۲ (مجلد ۱۲، ج ۲۹، ص ۱۱۲) خازن بغدادی کی تفسیر خازن، ج ۴، ص ۳۵۸ (ج ۴، ص ۳۳۹) ایجی کی المواقف، ج ۳، ص ۲۷۸ (۴۱۱)، عسقلانی کی الاصابۃ، ج ۴، ص ۳۸۷، جلال الدین سیوطی کی در منثور، ج ۶، ص ۲۹۹ (ج ۸، ص ۳۷۱) ابوسعود کی تفسیر ابی السعود مطبوع بر حاشیہ تفسیر رازی، ج ۸، ص ۳۱۸ (ج ۹، ص ۷۳) اسماعیل بروسی کی تفسیر روح البیان، ج ۱۰، ص ۲۶۹۔ ۲۶۸، شوکانی کی تفسیر فتح الغدیر، ج ۵، ص ۳۳۸ (ج ۵، ص ۳۴۹) استاد محمد سلیمان محفوظ کی اجب ما رئیت، ج ۱، ص ۱۰، شبلنجی کی نور الابصار، ص ۱۴۔ ۱۲ (ص ۲۲۹۔ ۲۲۷) محمود قراغونی کی جوہرۃ الکلام ص ۵۶۔

یہاں سے تین صاع جو قرض لیا۔ فاطمہؑ نے ایک صاع پیس کر روزہ داروں کے مطابق پانچ روٹیاں پکائیں۔افطار کے وقت سائل نے آواز دی:السلام علیکم یا اهل بیت محمد مسکین من مساکین المسلمین اطعمو فی اطعمکم اللّٰہ من موائد الجنة.

''اے اہل بیت محمدؐ! تم پر سلام، میں مسلمان مسکین ہوں، مجھے کھانا کھلاؤ خدا تمہیں نعمات جنت سے بہرہ مند کرے''۔ یہ سن کر سب نے اپنے سامنے کی روٹیاں سائل کو دے دیں اور پانی سے افطار کر لیا۔ دوسرے دن یتیم نے آواز دی اور تیسرے دن اسیر نے صدا لگائی۔ چوتھی صبح ہوئی تو علیؑ حسنینؑ کو لئے ہوئے خدمت رسولؐ میں آئے آپ نے دیکھا بچے پرندوں کے بچے کی طرح لرز رہے ہیں۔فرمایا: تمہاری حالت دیکھ کر مجھے بڑا دکھ ہے۔آپ انہیں لئے ہوئے فاطمہؑ کے پاس آئے جو محراب عبادت میں تھیں، بھوک سے حالت غیر تھی۔اسی وقت جبرئیل نازل ہوئے اور سورۂ ہل اتی کی تلاوت فرمائی۔

گنجی شافعی نے کفایہ میں لکھا ہے کہ ابن مسلع نے تفسیر ہل اتی میں لکھا ہے کہ وہ سائل جبرئیل و میکائیل اور اسرافیل تھے۔

۹۔ کہتا ہے کہ ارشاد رسولؐ ہے: اگر میں کسی کو دوست بناتا تو وہ ابوبکر ہوتے لیکن وہ میرا بھائی اور صحابی ہے اور یہ بات ابوبکر کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے صحیح نہیں ہے اور جو لوگ اخوت علیؑ کی بات کرتے ہیں اسے صرف سہل بن حنیف نے صحیح طریقہ سے نقل کیا ہے۔(۱)

جواب:

میں نہیں چاہتا کہ جس جناب کی صحت کا خود یہ شخص اقرار کر رہا ہے اس پر مزید کچھ کہوں یا اس کے صدور پر مناقشہ کروں یا عمر بن خطاب کے حدیث کتف و دواۃ پر اعتراض کو نقل کروں۔ کیونکہ دونوں حدیثیں صحیحین (۲) میں ہیں اور علالت رسولؐ کے زمانے کی بیان کی گئی ہیں۔ میں ابن ابی الحدید کا بیان بھی نقل نہیں کروں گا جس میں انہوں نے ابوبکر کے سلسلے میں مواخات کو جعلی اور حدیث مواخاۃ کا چربہ

۱۔(الفصل، ج۴، ص۱۴۷)

۲۔صحیح بخاری (ج۴، ص۱۶۱۲، حدیث ۴۱۶۸، ۴۱۶۹) صحیح مسلم (ج۳، ص۴۵۵، حدیث ۲۲، کتاب الوصیۃ)

اڑانے کی سعی سے تعبیر کی ہے۔(۱) ابن قتیبہ نے اس حدیث مواخاۃ کے سلسلے میں کہا ہے کہ اس حدیث کا مقصود اسلامی برادری کا عمومی بیان ہے(۲)۔ چنانچہ آپ نے عمر سے کہا کہ تم میرے بھائی ہو(۳)۔ زید سے کہا: تم ہمارے بھائی ہو(۴)۔ اسامہ سے بھی کہا: اے میرے بھائی!(۵) اور ابوبکر کو بھائی بنانے کی جو بات ہے اس سے مراد اسلامی برادری اور مودت کا اظہار مقصود ہے۔(۶) یہاں خلت کی جو نفی ہوئی ہے وہ بمعنی خاص ہے ورنہ دوستی عمومی کا تو قرآن میں بیان ہے ہی: ﴿الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدوّ الا المتقین﴾

وحی الٰہی کے مطابق جو خاص اہتمام کے تحت صحابہ میں اخوت قائم کی گئی تھی وہ اس بنیاد پر تھی کہ دو افراد نفسیاتی اعتبار سے آپس میں مماثلت رکھتے ہوں۔ اسی بنیاد پر عمر و ابوبکر کے درمیان اور عثمان و عبد الرحمٰن بن عوف۔ ابوطلحہ و زبیر۔ ابوعبیدہ جراح اور سالم مولی ابن حذیفہ۔ ابی بن کعب و ابن مسعود اور معاذ اور ثوبان۔ ابوطلحہ و بلال۔ عمار اور حذیفہ۔ ابو درداء اور سلمان۔ سعد بن ابی وقاص اور صہیب۔ ابوذر اور مقداد۔ ابوایوب انصاری اور عبد اللہ بن سلام۔ اسامہ اور ہند حجام معاویہ اور حباب مجاشعی۔ فاطمہ زہراؑ اور ام سلمہ۔ عائشہ اور ابوایوب کی زوجہ کے درمیان مواخاۃ و برادری قائم کی گئی تھی۔(۷)

علیؑ کو مخصوص طریقے سے اپنے لئے روک رکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس خدا کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، تمہیں خاص اپنے نفس کیلئے روک رکھا تھا۔ تم میرے بھائی، وارث اور رفیق ہو، تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ، ج۳، ص۱۷ (ج۱۱، ص۴۹، خطبہ ۲۰۳)
۲۔ تاویل مختلف الحدیث، ص۵۱ (ص۶۳)
۳۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۶ (ج۲، ص۲۷۲)
۴۔ خصائص نسائی، ص۱۹ (۲۰۵، حدیث ۱۹۴)، سنن کبریٰ، ج۵، ص۱۶۹، حدیث ۸۵۷۹)
۵۔ تاریخ ابن عساکر، ج۶، ص۹ (ج۶، ص۶۲۳، مختصر تاریخ دمشق، ج۹، ص۱۳۹)
۶۔ صحیح بخاری (ج۳، ص۱۳۳۸، حدیث ۳۴۵۷) صحیح مسلم (ج۵، ص۸، حدیث ۳، کتاب فضائل الصحابۃ) سنن ترمذی (ج۵، ص۵۶۹، حدیث ۳۶۶۱)
۷۔ سیرہ ابن ہشام (ج۲، ص۱۰۸، ۱۰۹) تاریخ ابن عساکر، ج۶، ص۹۰، ۲۰ (ج۱۲، ص۱۳۶، نمبر ۱۴۶) اسد الغابۃ، ج۲، ص۲۲۱ (ج۲، ص۲۷۷، نمبر ۱۸۲۲) مطالب السؤول، ص۱۸، ارشاد الساری، ج۶، ص۲۲۷ (ج۸، ص۴۶۷) شرح المواہب، ج۱، ص۳۷۳

انسان اتنا بھی بدحواسی میں جہالت پر نہ اتر آئے کہ کہنے لگے: ''ابوبکر کے سوا دوسرے کیلئے ثابت ہی نہیں''۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عنادِ حدیث سے واقف ہے اور مسلمانوں کو جہالت میں پھنسائے رکھنا چاہتا ہے، جس حدیث پر تمام دانشور متفق ہیں، صحاح و مسانید ایک زبان ہیں۔ اس کے خلاف اندھی عقیدت کا مظاہرہ شرمناک ہے۔ امیر المومنینؑ کیلئے ثابت شدہ اخوت مخصوص مفہوم کی حامل ہے جس کا دعویٰ کوئی جھوٹا ہی کرسکتا ہے، صحیح حدیث سے ثابت ہے، اس پر احتجاجات و اشعار کی بھرمار ہے۔ سب کا احاطہ طوالت کا سبب ہے۔ رسولِ خداؐ نے صحابہ کے درمیان مواخاۃ قائم کی ہے۔ ابوبکر کی عمر سے اور فلاں کی فلاں سے...اور علیؑ کی خود اپنے آپ سے۔ فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

اس حدیث کی سند امیر المومنینؑ، عمر، انس بن مالک، زید بن ابی اوفی، عبداللہ بن ابی اوفی، ابن عباس، مخدوج، جابر، ابوذر، عامر، ابن عمر، ابی امامہ، زید بن ارقم، سعید بن مسیب تک پہنچی ہوئی ہے۔ حوالے اور تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: ترمذی، مصابیح یعقوبی، مستدرک حاکم، استیعاب، تیسیر الوصول، مشکاۃ، ریاض، موائد، فصول المہم، تذکرہ سبط جوزی، تاریخ ابن کثیر، اسنی المطالب، صواعق، تاریخ الخلفاء، اصابہ، مطالب السؤول، سیرۃ حلبیہ، طبقات شعرانی خلیفات، سیرۃ النبویہ، زینی دحلان، کفایہ شنقیطی، الامام علیؑ استاد محمد رضا، ابن عساکر، کنز العمال، کفایہ گنجی، شمس الاخبار کے علاوہ دیگر کتب۔(۱)

۱۔ سنن ترمذی، ج۲، ص۲۱۳ (ج۵، ص۵۹۵، حدیث۳۷۲۰) مصابیح السنۃ، ج۲، ص۱۹۹ (ج۴، ص۱۷۳، حدیث۴۷۶۹) مستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۴ (ج۳، ص۱۶، حدیث ۴۲۸۹) استیعاب، ج۲، ص۴۶۰ (نمبر ۱۸۵۵) تیسیر الوصول ج۳، ص۲۷۱ (ج۳، ص۳۱۵، حدیث۲) مشکاۃ المصابیح، مطبوع برحاشیہ مرقاۃ، ج۵، ص۵۶۹ (ج۳، ص۳۵۶، حدیث۶۰۹۳) ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۶۷، ۲۱۲ (ج۳، ص۱۱۱، ۱۶۴) فرائد السمطین (ج۱، ص۱۱۶، حدیث ۸۱) الفصول المہمۃ، ص۲۲، ۲۹ (ص۳۷) تذکرۃ الخواص ص۲۴ (ص۱۳، ۱۵) کفایۃ الطالب، ص۸۲ (ص۱۹۴، باب۴۷) السیرۃ المطالب ص۹ (۶۰) الصواعق المحرقۃ، ص۷۳، ۷۵ (ص۱۲۲) مطالب السؤول، ص۱۸، تاریخ الخلفاء، ص۱۱۴ (ص۱۵۹) المواقف، ج۳، ص۲۷۶ (ص۴۱۰) شرح المواہب، ج۱، ص۳۷۳، طبقات شعرانی، ج۲، ص۵۵، اخبار الدول مطبوع برحاشیہ الکامل، ج۱، ص۲۱۶ (ج۱، ص۳۰۶) السیرۃ الحلبیۃ، ج۲، ص۲۳، ۱۰۱ (ج۲، ص۲۰، ۹۰) زینی دحلان کی السیرۃ النبویۃ مطبوع برحاشیہ سیرۂ حلبیہ، ج۱، ص۳۲۵ (ج۱، ص۱۵۵) استاد محمد رضا کی امام علی بن ابی طالب ص۲۱ (ص۶) استاد عبدالفتاح عبدالمقصود کی الامام علی بن ابی طالب ص۴۷ (ج۱، ص۶۰)

۱۰۔رافضیوں کے متکلم ہشام ابن حکم اور ابو علی ضحاک وغیرہ کہتے ہیں کہ علم خداوندی حادث ہے،ابتدا میں وہ کچھ نہیں جانتا جب اپنے نفس کو آمادہ کرتا ہے تو واقفیت ہوتی ہے اور لازمی طور سے کفر ہے۔ہشام نے ابو الہذیل علاف سے مناظرہ کرتے ہوئے کہا کہ خدا اسکی بالشت سے سات بالشت ہے اور یہ بھی کفر ہے۔ رافضیوں کے عظیم متکلم داؤد جوزی کا خیال ہے کہ خدا انسان کی طرح گوشت پوست کا لوتھڑا ہے۔(۱)

جواب:

متذکرہ متکلمین کے علاوہ بھی دوسروں کے یہاں کہیں بھی اس قسم کی باتوں کا کوئی پتہ نشان نہیں بلکہ اکثر متکلموں نے ان مہمل خیالات کے خلاف تردیدی استدلال کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔

سب سے پہلے ہشام کی طرف اتہام طرازی حافظ نے کی۔بقول اسکافی: حافظ کی زبان، دین اور عقل پر کوئی لگام نہیں تھی۔پھر حافظ کے بعد ابن قتیبہ نے نظام کا حوالہ دیا۔(۲) ان سے خطاط نے لیا۔(۳) یہ سب ہی ہشام کے سخت ترین دشمن ہیں، اس لئے ان کی باتوں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔کسی عقیدہ کی بات ثابت کرنے کیلئے خود اس کا قول اسی کی کتابوں سے فراہم کرنا چاہیے یا معتبر افراد کو نقل کرنا چاہیے۔ان افتراء پردازوں کی بات پر اعتماد کرنا دانشمندی تو نہیں۔حافظ و خطاط کے بعد ارباب ہوس کے نقل کی قطار لگ گئی ہے۔ ابن حزم بھی انہیں میں ہے بقیہ تمام متکلمین شیعہ کے ساتھ بھی جھوٹی نسبت دے کر انہیں بدنام کیا گیا ہے۔

۱۱۔تمام رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ علیؑ کے لئے دوبارہ آفتاب پلٹا۔کیا اس سے بڑی بے شرمی، ہٹ دھرمی اور جھوٹی نسبت ممکن ہے جب کہ عہد نبوی سے قریب کی بات ہے۔اگر ایسا ہوتا تو تمام لوگوں نے اسے دیکھا ہوتا۔ایک دوسری جگہ کہتا ہے: رافضیوں کے منجملہ غلو میں ایک آفتاب پلٹنے کی بات بھی ہے۔(۴)

جواب:

ممکن ہے ابن حزم کی تلخ کلامی سے لوگ سمجھیں کہ ردشمس کا عقیدہ صرف شیعوں سے مخصوص ہے اور یہ بات محض جھوٹ اور مکاری ہے۔اسلام میں اس عقیدہ کی کوئی اہمیت نہیں۔لیکن شیعی تہذیب

۱۔(الفصل، ج ۴، ص ۱۴۲)

۲۔تاویل مختلف الحدیث، ص ۵۹ (ص ۶۷)

۳۔الانتصار (ص ۳۶)

۴۔(الفصل، ج ۴، ص ۱۸۲، ج ۵، ص ۳، ج ۲، ص ۷۸)

اگر چہ بدگوئی کی اجازت نہیں دیتی لیکن آبروباختہ افراد کا جواب دینے کی اجازت بہر حال دیتی ہے۔ہم یہاں صحاح ومسانید کے حوالوں کا ڈھیر لگا دینا چاہتے ہیں تاکہ ابن حزم کی بے شرمی، ہٹ دھرمی اور گستاخانہ جہالت کا پتہ چل سکے۔اور یہ ثابت ہوسکے کہ ردشمس کی بات قطعی اور ثابت شدہ ہے۔

اس پر اہل سنت کی گرانقدر تالیفات اوراس کے اسناداورطرق حدیث کا احاطہ کیا گیا ہے:

۱۔ابوبکر وراق نے مستقل کتاب من روی ردالشمس لکھی (۱)

۲۔ابوالحسن شاذان فضیلی نے اس کے اسنادوطرق کا احاطہ کیا ہے،سیوطی نے اللئالی المصنوعہ (۲) میں اس کے حیرت ناک طرق اسناد کا اعتراف کیا ہے۔

۳۔محمد بن حسین موصلی۔(۳) ۴۔ابوالقاسم حاکم حسکانی۔(۴)

۵۔ابوعبداللہ جعل الحسین البصری نے جواز ردالشمس پر مستقل کتاب لکھی ہے۔(۵)

۶۔اخطب خوارزمی نے ردالشمس لامیرالمومنین پر کتاب لکھی ہے۔(۶)

۷۔ابوعلی شرف محمد بن اسعد نقیب نسابہ۔(۷) ۸۔محمد بن یوسف صالحی شاگرد سیوطی۔(۸)

۹۔سیوطی نے اسی موضوع پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔(۹) ان کے علاوہ بھی دوسروں نے لکھا ہے۔

جن حفاظ ومحدثین نے ردالشمس کو اپنی کتاب میں لکھا ہے،ان کے نام یہ ہیں:

حافظ ابن ابی شیبہ عبسی، حافظ احمد بن صالح مصری، محمد بن حسین ازدی، حافظ دولابی، حافظ طحاوی، حافظ عقیلی، طبرانی، ابن شاہین، حاکم نیشاپوری، حافظ ابن مردویہ، ابواسحاق ثعلبی، فقیہ ابوالحسن بصری، حافظ بیہقی، خطیب بغدادی، ابوذکریا اصفہانی، قاضی عیاض، اخطب خطباء خوارزمی، حافظ نطنزی، ابو

۱۔مناقب ابن شہرآشوب، ج۱،ص۵۴۸ (ج۲،ص۳۵۳)

۲۔اللئالی المصنوعہ، ج۲،ص۱۷۵ (ج۱،ص۳۳۸)

۳۔کفایۃ الطالب (ص۳۸۳،باب۱۰۰)

۴۔البدایۃ والنہایۃ ج۶،ص۸۰ (ج۶،ص۸۸)

۵۔مناقب آل ابی طالب (ج۳،ص۳۵۳)

۶۔مناقب آل ابی طالب (معروف بہ مناقب ابن شہرآشوب، ج۲،ص۳۶۰)

۷۔لسان المیزان، ج۵،ص۷۶ (ج۵،ص۸۵ نمبر ۷۰۳۱)

۸۔الاممم لایقاظ الہمم ص۶۳۔

۹۔کشف اللبس عن حدیث ردالشمس۔

المظفر قزاوغلی، حافظ گنجی شافعی، شمس الدین اندلسی، شیخ الاسلام حموینی، امام ابوالربیع سبتی، ابن حجر عسقلانی، امام عینی حنفی، حافظ سیوطی، نورالدین سمہودی، ابوالعباس قسطلانی، سید عبدالرحیم عباسی، حافظ ابن حجر ہیتمی، ملا علی قاری، نورالدین حلبی شافعی، شہاب الدین خفاجی، ابوالعرفان شیخ کردی کورانی، زرقانی، میرزا محمد چشتی، شیخ محمد صبان، ابن عابدین، سید احمد زینی دحلان، سید مومن شبلنجی۔(۱)

۱۔ عبسی نے اپنی سنن میں، مصری سے بخاری نے اپنی صحیح میں اور طحاوی نے مشکل الآثار میں، ازدی نے مناقب علیؑ میں، دولابی نے ذریۃ الطاہرہ (ص ۱۲۹، حدیث ۱۵۶) میں، طحاوی نے مشکل الآثار، ج ۲، ص ۱۱ پر، عقیلی نے الضعفا والکبیر (ج ۳، ص ۳۲۷، نمبر ۱۳۲۸) میں، طبرانی نے معجم کبیر (ج ۲۴، ص ۱۴۵، حدیث ۳۸۲) میں، ابن شاہین نے اپنی سند میں، حاکم نیشاپوری نے تاریخ نیشاپوری میں، ابن مردویہ نے اپنی مناقب میں، ثعلبی نے اپنی تفسیر اور العرائس ص ۱۳۹ (ص ۲۴۹) پر، فقیہ ابوالحسن بصری نے اعلام النبوۃ، ص ۷۹ (ص ۱۳۲) اور الاربعین میں، ابوزکریا نے المعرفہ میں، قاضی عیاض نے الشفا (ج ۱، ص ۵۴۸) میں، خوارزمی نے المناقب (ص ۳۰۶، حدیث ۳۰۱) میں، نطنزی نے خصائص علویہ میں، ابوالمظفر قزاوغلی نے تذکرۃ خواص الامۃ، ص ۳۰ (ص ۴۹) پر، گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب، ص ۲۴۴۔۲۳۷ (۳۸۸۔۳۸۱، باب ۱۰۰) پر، شمس الدین اندلسی نے التذکرۃ باحوال الموتی و امور الآخرۃ (ص ۱۴) میں، شیخ الاسلام حموینی نے فرائد السمطین (ج ۱، ص ۱۸۳، حدیث ۱۴۶، باب ۳۷) میں، ابن سبع نے شفاء الصدور میں، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری، ج ۶، ص ۱۶۸ (ج ۶، ص ۲۲۲) پر، عینی حنفی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج ۷، ص ۱۴۶ (ج ۱۵، ص ۴۳) پر، سیوطی نے جمع الجوامع، اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۱۷۴، ۱۷۶ (ج ۲، ص ۳۴۱۔۳۳۶) اور نشر العلمین، ص ۱۳ پر، ملا متقی ہندی نے کنز العمال، ج ۵، ص ۲۷۷ (ج ۱۲، ص ۳۴۹، حدیث ۳۵۳۵۳) پر، نورالدین سمہودی نے وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۳۳ (ج ۳، ص ۸۲۲) پر، ابوالعباس قسطلانی نے المواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۳۵۸ (ج ۲، ص ۱۹۸، نمبر ۲۱۵) پر، ابن دیبع نے تمییز الطیب من الخبیث، ص ۸۱ (ص ۹۶، حدیث ۶۶۳) پر، سید عبدالرحیم عباسی نے معاہد التنصیص، ج ۲، ص ۱۹۰ (ج ۴، ص ۱۹۸، نمبر ۲۱۵) پر، ابن حجر ہیتمی مکی نے الصواعق المحرقۃ، ص ۷۶ (ص ۱۲۸) پر، ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح المشکاۃ، ج ۴، ص ۲۸۷ پر، نورالدین حلبی شافعی نے السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱، ص ۴۱۳ (ج ۱، ص ۳۸۶) پر، شہاب الدین خفاجی نے شرح الشفا، ج ۳، ص ۱۱ پر، ابوالعرفان شیخ کردی کورانی نے الامم لایقاظ الھمم، ص ۶۳ پر، زرقانی نے شرح المواہب، ج ۵، ص ۱۱۸۔۱۱۳ پر، شمس الدین حفنی شافعی نے حاشیہ سراج منیر شرح جامع صغیر، ج ۲، ص ۲۹۳ (ج ۳، ص ۲۶۷) پر، میرزا محمد بدخشی نے نزل الابرار، ص ۴۰ (ص ۷۹) پر، شیخ محمد صبان نے اسعاف الراغبین ص ۶۲، ابن عابدین نے رد المحتار علی الدر المختار، ج ۱، ص ۲۵۲ (ج ۱، ص ۲۴۱) پر، سید احمد زینی دحلان نے السیرۃ النبویۃ مطبوع بر حاشیہ السیرۃ الحلبیۃ، ج ۳، ص ۱۲۵ (ج ۲، ص ۲۰۱) پر اور سید مومن شبلنجی نے نور الابصار، ص ۲۸ (ص ۶۳) پر حدیث شمس کو نقل بھی کیا ہے اور مستند محدثین اور مورخین سے اس کے صحیح ہونے کو بیان بھی کیا ہے۔

متن حدیث: اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے خیبر کے مقام ''صہباء'' پر نماز ظہر پڑھی۔ پھر علیؑ کو ایک ضرورت سے کہیں بھیج دیا، جب واپس آئے تو رسول خداؐ نماز عصر پڑھ چکے تھے۔ علیؑ کا سر اپنی آغوش میں رکھ لیا یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اس وقت رسول خداؐ نے کہا کہ خدایا! تیرا بندہ علیؑ تیرے رسولؐ کے کام سے اپنے نفس کو روکے ہوئے تھا تو اس کے لئے آفتاب پلٹا دے۔ ناگاہ آفتاب طلوع ہوا اور پہاڑ وغیرہ نمایاں ہوگئے۔ علیؑ نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز عصر پڑھی۔ پھر آفتاب غروب ہوگیا۔

حدیث کے دوسرے متون بھی ہیں۔ اس حدیث رد الشمس سے علیؑ نے بروز شوریٰ استدلال فرمایا ہے۔ مناقب خوارزمی میں ہے کہ ابن عباس سے پوچھا گیا کہ علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

جواب دیا: علیؑ وہی ہیں کہ اسلام میں سبقت فرمائی، دو قبلہ میں نماز پڑھی، دو بار بیعت نبیؐ کی، انہیں دو سبط (فرزندان رسولؐ) عطا ہوئے، انہیں کیلئے ڈوبنے کے بعد آفتاب پلٹا۔ (۱) اِس سلسلے میں پہلی صدی سے آج تک شعراء نے بلند پایہ اشعار بھی کہے ہیں۔ ان تمام باتوں سے ابن حزم کی افترا پردازی کی قدر و قیمت معلوم ہو جاتی ہے۔

اس کی کتاب الفصل میں خرافات کے ڈھیر ہیں۔ کہاں تک ان کا تذکرہ کیا جائے۔ اس کی فحش گوئی، افترا پردازی، مکاری اور دروغ بافی کا احصاء نہیں کیا جا سکتا۔ وہ الاحکام میں کہتا ہے کہ شیعوں کو یہ بھی پتہ نہیں کہ رسول خداؐ ایک کافر ماں باپ کے فرزند تھے۔ (۲) کیا اس کے بعد ابن حزم کو ادب و شرافت و عفت کا ذرا بھی بہرہ ہو سکتا ہے؟ شرم شرم شرم۔

یہ کہتے ہیں ﴿أَؤُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ﴾ ''کیا ہمارے درمیان یہی ایک شخص تھا جس پر قرآن نازل کیا گیا، درحقیقت یہ جھوٹا ہے اور بڑائی کا طلبگار ہے عنقریب کل ہی انھیں معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا اور متکبر کون ہے''۔ (۳)

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۲۶۰ (۳۲۹، حدیث ۳۴۹)

۲۔ الاحکام فی الاصول الاحکام، ج ۵، ص ۱۷۱ (ج ۵، ص ۱۶۰)

۳۔ قمر/۲۵۔۲۶

الملل والنحل

تالیف: عبدالکریم شہرستانی

یہ کتاب بھی الفصل کی طرح غیر منطقی ہے جسمیں بے بنیاد الزامات، مہمل مفروضات اور جھوٹے پروپیگنڈے کی بھرمار ہے جنہیں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

۱۔شہرستانی کہتے ہیں کہ شیعہ متکلم ہشام بن حکم کا قول ہے کہ خدا جسم والا ہے اور سات بالشت کا ہے، اس کا مخصوص مکان اور مخصوص جہت ہے۔(۱)

۲۔ ہشام کا علیؑ کے بارے میں نظریہ ہے کہ وہ خدائے واجب الطاعۃ ہیں۔(۲)

۳۔ ہشام بن سالم کہتے ہیں کہ خدا انسانی صورت میں ہے، اس کا اوپری حصہ کھوکھلا اور نچلی سطح ٹھوس ہے، وہ درخشاں نور ہے، حواس خمسہ بھی ہیں، ہاتھ پاؤں ناک کان، آنکھ اور منھ ہیں۔ کان پر لمبے لمبے روئیں ہیں، وہ سیاہ نور ہے لیکن گوشت وخون سے عاری ہے۔ یہ ہشام کہتا ہے کہ انبیاءؑ سے گناہ ہوسکتا ہے، لیکن ائمہؑ عصمت کے حامل ہیں۔(۳)

۴۔زرارہ بن اعین کہتے ہیں کہ صفات خلق کرنے سے پہلے خدا نہ عالم تھا، نہ قادر، نہ حی، نہ بصیر، نہ مرید، نہ متکلم۔(۴)

۵۔ابوجعفر محمد بن نعمان (مومن طاق) کہتے ہیں کہ خدا انسانی صورت میں نور ہے لیکن اس کے

۱۔الملل والنحل مطبوع برحاشیہ الفصل، ج۲،ص۲۵ (ج۱،ص۱۶۴)

۲۔الملل والنحل (ج۱،ص۱۶۵)

۳،۴۔الملل والنحل (ج۱،ص۱۶۵)

جسم نہیں۔(۱)

۶۔یونس بن عبد الرحمٰن کا گمان ہے کہ ملائکہ عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور عرش خدا کو اٹھائے ہوا ہے۔وہ شیعوں میں مشبہ نقطہ نظر کا مبلغ ہے اس نے اس موضوع پر کتاب بھی لکھی ہے۔(۲)

جواب:

مسلمہ حیثیت سے یہ عقائد باطل ہیں۔لیکن اس شخص نے ان باطل عقائد کی نسبت دانشوران تشیع کی طرف دی ہے جو ائمہ معصومینؑ کی زیر تربیت سائے کی طرح رہے۔انہوں نے تمام عقائد ونظریات ہادیان برحق سے حاصل کر کے وضاحت کے ساتھ بیان کئے۔اس کے علاوہ خود ان سے مروی احادیث میں عقائد و معارف کا بیان ہے۔جن سے روحانیت شاداب ہوجاتی ہے۔انہیں پڑھ کر ان بہتان طرازیوں کی قطعی تردید ہوتی ہے۔پھر یہ کہ ائمہؑ نے ان کی ستائش کی ہے جبکہ متذکرہ عقائد باطلہ کی بنیاد پر مذمت کرنی چاہیے تھی تا کہ شیعہ ان سے بیزاری اختیار کرتے۔شیعہ سیرت نگاروں نے ان کے حالات وکارناموں پر کتابیں لکھی ہیں جن میں ان کی طرف منسوب باطل عقائد ونظریات کی تردید ہے۔ علمائے شیعہ انہیں زیادہ پہچانتے تھے کیونکہ وہ ان سے قریب تھے۔مخالفوں کو ان کے نظریات کی معرفت کیسے ہوتی وہ تو ان سے دور تھے۔آج تک کسی شیعہ عالم نے فرقہ ہشامیہ، زراریہ اور یونسیہ کی نشاندہی نہیں کی۔علامہ ابوبکر بن عقایقی نے ان متذکرہ فرقوں کی نفی کی ہے۔علم الہدیٰ نے شافی (۳) میں اور علامہ مرتضیٰ رازی نے تبصرۃ العوام (۴) میں ان فرقوں کے وجود کی تکذیب کی ہے، یہی حال علامہ حلی کا بھی ہے۔

کیا یہ شخص اپنے دعوے کا ثبوت فراہم کرسکتا ہے؟ خدا کی قسم! ہرگز نہیں، نہ کتب کلام میں الوہیت علیؑ کا ہشامی شوشہ ہے، نہ یونس کا عرش نشینی شگوفہ کسی نے دیکھا سنا۔اس سے دلچسپ بات ملاحظہ فرمائیے، وہ لکھتا ہے:

۱۔الملل والنحل (ج۱،ص۱۶۷)

۲۔الملل والنحل (ج۱،ص۱۶۸)

۳۔الشافی فی الامامۃ (ج۱،ص۸۷۔۸۳)

۴۔تبصرۃ العوام (ص۵۴۔۴۶)

''امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد شیعوں میں ایک اور اختلاف ابھرا۔ کچھ نے جعفر کی امامت مان لی اور کچھ لوگوں نے حسن بن علی کی، ان میں علی بن فلاں طباخی نامی تھا۔ جس نے جعفر کی گاڑی چلا دی۔ لوگ ان کی طرف مائل ہوگئے۔ اس نے کہا کہ میں نے حسن کا امتحان لیا ہے وہ علم سے عاری ہیں۔ جو لوگ امامت حسن کے قائل ہیں انہیں حماریہ کہا جاتا ہے۔ جعفر کے ماننے والوں کی یہ بھی دلیل تھی کہ چونکہ حسن کی وفات کے وقت ان کا کوئی فرزند نہیں تھا جو جانشین بن سکے اس لئے ان کی امامت باطل ہے''۔ ان مہمل بہتان طرازیوں میں آگے کہتا ہے کہ اس وقت جعفر بن علی کے بعد اور ان کی بہن فاطمہ کی امامت میں شدید اختلاف ہوا۔ کچھ لوگ جعفر کو امام مانتے تھے اور کچھ فاطمہ خاتون کو۔ پھر علیؑ و فاطمہ کی موت کے بعد بھی سخت اختلاف رونما ہوا۔(۱)

ان احمقانہ افترا پردازیوں پر ہنسی آتی ہے لیکن رونا اس بات پر آتا ہے کہ اس شخص کو بہتان کا سلیقہ بھی نہیں۔ کاش! اس نے کچھ لکھنے سے قبل قوم شیعہ کی تاریخ وعقائد پر مشتمل کتابیں دیکھ لی ہوتیں۔ نہ کبھی امام حسن عسکریؑ و جعفرؒ میں اختلاف ہوا اور نہ علی بن فلاں نامی نے جعفر کے لئے حالات استوار کئے۔ اس انجان شخص کا کہیں اتہ پتہ نہیں۔ خود شہرستانی کیا کسی نجومی کو بھی پتہ نہیں، جن لوگوں نے امام حسن عسکریؑ کا علم جانچا اور ان کا امتحان لیا وہ کون لوگ تھے؟ آپ کے علم وفضل کی ستائش سے تو سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہ پیروان حسن جنہیں حماریہ کہا جاتا ہے کون لوگ ہیں؟ واضح بات ہے کہ آل محمدؐ سے ہمیشہ ہی حسد وعناد کا مظاہرہ کیا گیا اس لئے ان پر دشنام طرازی کرنے والے ہر عہد میں ہوئے ہیں۔ ان میں حماریہ کا لفظ کہیں نہیں ملتا۔ یہ حسن بن فضال کو امام حسن عسکریؑ کے عہد میں کیسے ٹپکا دیا گیا؟ فضال کا انتقال ۲۲۴ھ میں ہوا، اس وقت امام حسن عسکری کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ امام علی نقی علیہ السلام کی دختر فاطمہ کی امامت کا قائل کون ہے؟ آپ کی فاطمہ نامی کوئی بیٹی ہی نہیں تھی۔ آپ کے بیٹوں میں حسن و حسین اور جعفر تھے۔ اور صرف ایک بیٹی تھیں، اس پر تمام تاریخیں متفق ہیں۔ اس قسم کی افترا پردازیوں سے شہرستانی کی تمام کتاب بھری ہوئی ہے۔(۲)

۱۔(الملل والنحل، ج۱، ص۱۵۱)　　۲۔الملل والنحل مطبوع برحاشیہ الفصل، ج۲، ص۵ (ج۱، ص۱۵۰)

شہرستانی نے شیعی امتیازات گناتے ہوئے کہا کہ ''شیعہ تناسخ اور حلول اور تشبیہ کے قائل ہیں''(۱) شیطان ہر جھوٹے گنہگار پر نازل ہوتا ہے۔شیعوں کے عقائد وکلام کی کتابیں موجود ہیں۔ ہر شخص پڑھ سکتا ہے۔کسی شیعہ عالم سے پوچھئے، آیئے خود مجھ سے پوچھئے۔آپ کی نادانی کی تشفی کردوں۔شہرستانی ہی پر کیا منحصر عصر حاضر کے طہٰ حسین جیسے عیاروں نے جو جھوٹی باتیں شیعوں کی طرف منسوب کی ہیں، انہیں سے پوچھئے۔کیا کوئی شیعہ اس کا قائل ہے؟ شہرستانی کس قماش کے انسان تھے۔انہیں کے معاصر محمد خوارزمی سے پوچھئے، وہ معجم البلدان (۲) میں لکھتے ہیں کہ اگر اس کے عقائد، کفر والحاد پر مشتمل نہ ہوتے تو وہ یقینی طور سے امام ہوتا۔ مجھے تو اس کی دانش افروزی پر تعجب ہوتا ہے کہ جن باتوں کا کہیں پتہ نہیں اس کا وہ کیسے قائل ہے؟ خدا ہمیں ان خرافات سے محفوظ رکھے۔

﴿ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش ہی کو خدا بنالیا ہے اور خدا نے اسی حالت کو دیکھ کر اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھ پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور خدا کے بعد کون ہدایت کرسکتا ہے کیا تم اتنا بھی غور نہیں کرتے ہو''۔(۳)

۱۔الملل والنحل ج۲،ص۲۵ (ج،ص۱۴۷)

۲۔معجم البلدان، ج۵،ص۳۱۵ (ج۳،ص۳۷۶)

۳۔(حاشیہ/۲۳)

منہاج السنۃ

تالیف: ابن تیمیہ

آپ اس کتاب کا نام بدل کر منہاج البدعۃ بھی رکھ سکتے ہیں کیونکہ اس میں گمراہیاں، دروغ بافیاں، بہتان اور انکار مسلمات دین، تکفیر اہل اسلام اور اہل بیتؑ سے عناد کے جابجا مظاہرے ہیں۔ تلخ کلامی، فحاشی کی حدیں بھی پھلانگ جاتی ہے۔ کچھ نمونے ملاحظہ فرمائیے:

ا۔ شیعوں کی نادانی دیکھئے کہ وہ دس کے عدد سے بدکتے ہیں۔ کسی کام یا تعمیرات میں دس کا عدد آنے نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ عشرۂ مبشرہ کو علیؑ سے سخت دشمنی تھی۔ مزہ یہ کہ وہ نو کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور دس کو برا سمجھتے ہیں۔(۱) حتی الامکان دس سے پرہیز کرتے ہیں۔(۲)

جواب:

اس قسم کی ذلیل باتیں مسلمانوں میں رائج کرنا شیخ الاسلام کو زیب دیتا ہے، وہ اس قسم کے لچر بگھار کر اپنی دوکان سجا سکتا ہے۔ اس قسم کی جھوٹی باتیں شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہوئے اسے شرم بھی نہیں آتی۔ دنیا میں کروڑوں شیعہ پھیلے ہوئے ہیں، ان کی کتابیں دستیاب ہیں، ان سے پوچھئے اور دیکھئے کیا کہیں اس کا وجود ہے؟ شیعوں کے قرآن میں تو ﴿تلک عشرۃ کاملۃ﴾ ﴿من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا﴾ ﴿والفجر و لیال عشر﴾ ﴿قالو یعشر سور مثلہ﴾ جیسی آیات ہیں جنہیں وہ صبح و شام پڑھتے ہیں۔

ا۔ منہاج السنۃ، ج ۱، ص ۹۔ ۲۔ منہاج السنۃ، ج ۲، ص ۱۴۳۔

وہ ہر شب دعائے عشرات پڑھتے ہیں۔ان کے علاوہ ان کے وظائف میں دس اور علم و دانش میں بحث عقول عشرہ معروف ہے۔ان کے یہاں دس کی بھرمار دیکھئے کہ پیغمبرؐ کے دس نام ہیں، امام کے دس صفات ہیں، علیؑ نے رسولؐ سے دس خصلت حاصل کی، شیعوں کو دس بشارتیں ملیں، مکارم اخلاق کی دس خصلتیں، دس علامتوں کے بعد قیامت برپا ہوگی، دس چیزیں نہیں کھانی چاہیے، مومن دس خصائل سے دانشمند ہوتا ہے، دس جگہ نماز نہیں پڑھنی چاہیے، ایمان کے دس درجہ، عافیت کے دس حصے، زہد کے دس حصے، شہوت کے دس حصے، برکت کے دس حصے، حیا کے دس حصے، شیعوں میں دس خصائل، اسلام کے دس حصے، مسواک کے دس فائدے۔

یہ تمام احادیث ابن تیمیہ کی دروغ بافیوں کو مسترد کرتی ہیں۔اصولی طور سے شیعہ کسی کی دشمنی و دوستی میں عدد کے قائل نہیں۔خدا کی پناہ اس اتہام طرازی سے۔

۲۔کہتا ہے: شیعوں کی نادانی دیکھئے کہ اپنے امام منتظر (عج) کے اڈے بنا کے ان کا انتظار کرتے ہیں۔جیسے سامرہ کا سرداب جہاں سے ان کے گمان کے مطابق امام غائب ہوئے ہیں۔اسی طرح دوسری جگہیں ہیں، کبھی ان جگھوں پر کوئی جانور کھڑا کر کے آواز دیتے ہیں: یا مولانا اخرج (آقا جلد نکلئے) نیام سے تلوار نکالتے ہیں، اپنے کو اسلحہ سے آراستہ کرتے ہیں۔کچھ تو شیعہ ایسے ہیں کہ انتظار میں مستقل کھڑے ہیں، نماز بھی نہیں پڑھتے کہ کہیں امام کا خروج ہو جائے اور ہم نماز ہی پڑھتے رہ جائیں، ماہ رمضان کے آخری دنوں میں پورب کی طرف رخ کر کے امام کو صدا لگاتے ہیں۔(۱)

۳۔ان کی حماقت دیکھئے کہ بکری کا بچہ پالتے ہیں، اسے سرخ رنگ میں رنگتے ہیں کیونکہ عائشہ کا نام حمیرا تھا (جس کا مطلب ہے سرخ انگارہ عورت) اسے عائشہ فرض کر کے مختلف طریقوں سے اذیت دیتے ہیں تاکہ اس طرح عائشہ کا بدلہ لے سکیں۔(۲)

۴۔ایک اور طریقہ رائج ہے کہ کھال میں تیل بھر کے چمکدار بناتے ہیں پھر کھال شگافتہ کر کے اس کا روغن پی جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ عمر کی مار ہے اور یہ اس کا خون پینا ہے۔

۱۔منھاج السنۃ (ج۱،ص۳۰۔۴۴)　　۲۔منھاج السنۃ (ج۲،ص۱۴۵)

۵۔اسی طرح دو خچر لیکر ایک کا نام ابوبکر اور دوسرے کا عمر رکھ چھوڑے ہیں پھر ان پر مار پڑتی ہے بطور انتقام آخرالذکر تینوں اتہام کو بار بار ذکر کیا ہے۔(۱)

۶۔اپنے تلوؤں پر عمر وابوبکر کا نام لکھ کر زمین پر پٹکتے ہیں۔

۷۔اپنے کتوں کا نام ابوبکر وعمر رکھ دیتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں۔(۲)

جواب:

میں نے اکثر گندے الزامات نقل کرنے سے پرہیز کیا ہے جن سے شیعوں کی قومی زندگی کو اس شخص نے سیاہ کرنا چاہا ہے۔اس قسم کے اتہامات بازاری لوگوں کو خوش کرنے کیلئے تو مفید ہیں لیکن کوئی دانشمند انہیں کبھی نہ مانے گا،اس قسم کے جھوٹے پڑوپیگنڈوں سے وہ مذمت وتکفیر کے مواقع تلاش کرتا ہے۔اس قسم کی شرمناک باتیں اسی عہد سے مخصوص نہیں،آج بھی کی جارہی ہیں تاکہ اس روشنی کے زمانے میں بھی عقائد ونظریات کے فاصلوں میں مزید شگاف پیدا کیا جاسکے۔آج مصری قلم کار اپنے پرکھوں سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ان کے جھوٹے پروپیگنڈے کل سے زیادہ خطرناک ہیں۔آگے ان کے نمونے پیش کئے جائیں گے۔اساتذہ اور اہل قلم جھوٹ اور غلط پروپیگنڈوں کی گھار مچائے ہوئے ہیں۔مزہ یہ کہ وہ آقایان قوم اتحاد اسلامی کی بھی بات کرتے ہیں۔

۸۔کہتا ہے: علماء اس بات پر متفق ہیں کہ رافضی جھوٹے ہیں،بخاری جیسے محدثین نے متقدمین شیعہ جیسے عاصم بن حمزہ،حارث اعور،عبداللہ بن سلم جیسوں سے اس لئے روایت کی ہے کہ وہ نیک تھے۔(۳)

جواب:

فتوے میں علماء کے اتفاق سے تو پتہ چلتا ہے کہ کہیں اس موضوع پر بحث ہوئی ہوگی کہ مسلمانوں میں کون فرقہ جھوٹا ہے اور کس کا درجہ جھوٹ میں زیادہ ہے۔لیکن ابن تیمیہ نے اس فتوے کی نشاندہی نہیں کی۔وہ یہ بیان کرنے سے کترا رہا ہے کہ تمام اہل قبلہ اس کے کافر وکذاب ہونے پر متفق ہیں۔اس کی کتابوں میں اس کے ثبوت موجود ہیں،مزید جھوٹ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ لکھتا ہے:''محدثین نے شیعوں سے

۱۔منھاج السنۃ،ج۲،ص۱۴۵۔ ۲۔منھاج السنۃ،ج۱،ص۱۱۔ ۳۔منھاج السنۃ،ج۱،ص۱۵۔

روایت بھی نہیں لی''۔ حالانکہ تمام صحاح ومسانید میں مشائخ تشیع بھرے پڑے ہیں، تفصیل آگے بیان ہوگی۔

۹۔ شیعوں کے نزدیک اصول دین چار ہیں: توحید، عدل، نبوت وامامت۔ وہ توحید کے سلسلے میں نفی صفات، خلق قرآن اور قیامت میں خدا کا دیدار محال ہے جیسے عقیدۂ شیعہ کو بیان کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ وہ عدل میں قدرت خدا کے منکر ہیں یعنی خدا جسے چاہے ہدایت کرے ایسا نہیں۔ وہ جسے چاہے گمراہ کرسکتا ہے...وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا نہیں کہ خدا جو چاہے وہ ہو ہی جائے وہ ہر چیز پر قادر نہیں....(۱)

جواب:

اس جاہل کو اصول دین واصول مذہب کا فرق بھی نہیں معلوم۔ اس نے امامت کو جو اصول مذہب میں ہے اسے اصول دین میں ٹھونس دیا ہے۔ اس کی وجہ سے بحث کرنے والوں کو سخت اشتباہ لاحق ہوسکتا ہے۔ پھر یہ کہ اس نے اصول دین سے عقیدہ قیامت کو نکال دیا ہے حالانکہ ایک شیعہ بھی اس کا منکر نہیں۔ سب کا عقیدہ ہے کہ عقیدۂ قیامت اصول دین میں ہے حالانکہ اگر امامت کو اصول دین میں شمار کیا جائے تو معیار دلیل سے بعید نہ ہوگا کیونکہ خدا نے امیر المومنینؑ کی ولایت کو رسولؐ کی ولایت سے ہم آہنگ قرار دیا ہے۔ آیہ ﴿انما ولیکم اللہ و رسول و الذین آمنو﴾ میں خاص امیر المومنینؑ کی ولایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ آیہ اکمال دین بھی ولایت امیر المومنینؑ ہی سے متعلق ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت اصول دین سے ہے کیونکہ اس وجہ سے دین کامل ہوتا ہے اگر نہ مانا جائے تو دین ناقص اور بندوں پر خدا کی نعمتیں ناتمام رہ جائیں۔ اس ولایت کی اس قدر اہمیت ہے کہ اگر رسولؐ بھی اس کے اعلان میں کوتاہی کریں تو ان کی تمام تبلیغی مساعی اکارت ہوجائیں۔ آیہ بلغ گواہ ہے۔ پھر یہ کہ تمام اعمال کی قبولیت مشروط ہے صحت ولایت پر، یہ خصوصیت عقیدہ توحید ونبوت کو حاصل نہیں کہ تمام اعمال کو اس کی صحت پر مشروط قرار دیا گیا ہو۔ شاید یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر نے دو آدمیوں کے نزاع میں فرمایا تھا کہ یہ علیؑ میرے مولا ہیں اور تمام مومنوں کے مولا ہیں۔ جس کے یہ مولا نہیں وہ مومن نہیں۔ آگے کچھ احادیث بیان کی جائیں گی کہ علیؑ کی دشمنی نفاق وکفر کی پہچان ہے اگر آپ نہ ہوتے تو بعد پیغمبرؐ مومن

۱۔ منھاج السنۃ، ج۱، ص۲۳۔

پہچانے نہ جاتے۔ ان کا دشمن مومن نہیں ہوسکتا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو بھی ولایت سے روگردان ہوا وہ گویا توحید ونبوت سے روگردان ہوا، صراط مستقیم سے منحرف ہوا پھر یہ کہ اکثر احکام ولایت ان دونوں کے احکام سے مربوط ہیں۔ بعض مصالح کی بنیاد پر کچھ احکامات میں فرق ہونا، استثناء میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

اگر شیعوں پر نفی صفات کا الزام ان معنوں میں لگایا جاتا ہے کہ وہ خدا کے زائد بر ذات نہیں تو یہ توحید خالص ہے اس سلسلے میں کمیت کلام دیکھی جاسکتی ہے۔ اور اگر ان معنوں میں کہا جائے جو معطلہ کا قول ہے کہ شیعہ اس سے تبرا کرتے ہیں۔ خلق قرآن کے بارے میں بھی شیعوں کا عقیدہ یہی ہے کہ جو صفت خدا کے ازلی ہونے کے ہم آہنگ ہو شیعہ اسے نہیں مانتے۔ رویت خدا کے محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خدا جسم نہیں رکھتا اور صحیح منطق، اس کی تائید بھی کرے گی اسے بھی کمیت کلام میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، ان کے علاوہ جن باتوں کی شیعوں کی طرف نسبت دی گئی ہے وہ محض افترا ہے شیعوں کے یہاں ان کا کہیں وجود نہیں۔

۱۰۔ خدا نے احترام مساجد کا حکم دیا ہے لیکن رافضی نہ تو مساجد کا احترام کرتے ہیں نہ اس میں جمعہ و جماعات بجالاتے ہیں۔ اگر مسجدوں میں نماز پڑھتے بھی ہیں تو فرادیٰ پڑھتے ہیں۔

مگر مزاروں اور روضوں کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں۔ وہ وہاں مشرکوں کی طرح حج کے ارکان بجالاتے ہیں، وہی ان کا مقصود و مطلوب ہے۔ اکثر زیارت کو حج پر ترجیح دیتے ہیں کہ زیارت کا ثواب زیادہ ہے۔ کوئی مالدار حج کے لئے نہ جائے تو کوئی بات نہیں لیکن اگر زیارت کیلئے نہ جائے تو اس کی مذمت کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر جمعہ و جماعات کی جگہ مشاہد مقدسہ میں نہ جائے تو مذمت کرتے ہیں۔ یہ خود ان کے عیسائی و مشرک ہونے کا ثبوت ہے۔ (۱)

جواب:

شیعوں کی مساجد ہر دیہات، قصبے اور شہر میں آباد دیکھی جاسکتی ہیں، وہاں کھلی آنکھوں سے ان کا احترام بھی دیکھا جاسکتا ہے جسے ہر شیعہ اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے۔ شیعوں کے یہاں مسجد نجس کرنا حرام اور اس کا پاک کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص ناپاک مسجد میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح نہیں۔ حالت جنابت وحیض

۱۔ منھاج السنۃ، ج ۱، ص ۱۳۰۔

وغیرہ میں مسجد کے اندر بیٹھنا حرام ہے، مسجد میں دنیاداری کی بات مکروہ ہے اگر کوئی ایسا کرے تو طمانچہ لگا کر کہنا چاہئے فض اللہ فاک، (خدا تیرا منھ توڑے)۔ ائمہؑ سے مروی ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا دوسری جگہ قبول نہیں۔ شیعی فقہ میں اس قسم کی بے شمار باتیں درج ہیں۔ رہی جمعہ و جماعات کی بات تو جس کی آنکھ ہے ہر جگہ شیعوں کی مسجدوں میں جمعہ و جماعات کے شاندار مناظر دیکھ سکتا ہے۔ مشاہد مقدسہ کی تعظیم کا شرک سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ شیعہ ان صاحبان مشاہد کی زیارت کر کے درود و سلام اور تعریف و تعزیت کر کے خدا سے تقرب حاصل کرتے ہیں کیونکہ وہ اولیاء خدا ہیں جن کی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ خود قرآن کہتا ہے:

﴿عباد مکرمون لا یسقونه بالقول وهم بامره یعملون﴾ حج کو زیارت پر ترجیح دینے والی بات قطعی بہتان ہے۔ شیعوں کے یہاں متفقہ حدیث ہے "بنی الاسلام علی خمس : الصلوۃ و الزکوۃ والحج و الصوم و الولایت" (اسلام کے پانچ ستون ہیں: نماز، زکوۃ، حج، روزہ اور ولایت) اس سلسلے میں بے شمار احادیث ہیں کہ باوجود استطاعت، حج نہ کرنے والا کافر یہودی یا عیسائی مرتا ہے۔ ایسی سخت تاکیدوں کے بعد کیا ان بے بنیاد پروپیگنڈوں کی کچھ وقعت رہ جاتی ہے۔

شیخ مفید نے منسک الزیارات نامی کتاب لکھی ہے۔ لفظ منسک کو ارکان حج سے جوڑنا سفسطہ ہے کیونکہ منسک کا مطلب ہے حقوق الٰہی ادا کرنے والی عبادت۔ شرعی حیثیت سے یہ لفظ حج ہی سے مخصوص نہیں اگرچہ عرفی حیثیت سے حج سے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔ اس لئے ہر وہ عبادت جس میں خدا کی خوشنودی ہو اسے منسک کہا جا سکتا ہے۔ زیارتوں میں دعائیں اور نمازیں ہیں۔ قبر پر سجدہ یا قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی بات غلط ہے لیکن صاحب قبر کو واسطہ بنا کر خدا سے دعا مانگنا صحیح ہے۔ اسے شرک سمجھنا صریحی گمراہی ہے کیونکہ خاصان خدا کا مرتبہ خدا کے نزدیک بلند ہے۔

شیخ مفید اور دیگر لوگوں کی کیت مزارات میں ابن تیمیہ کے اتہامات کا کہیں پتہ نہیں۔

سقیفہ والے سمجھداری کے دشمن ہیں۔

۱۱۔ اکثر جھوٹوں نے حدیث گڑھ لی ہے کہ آیہ ولایت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس

مین حالت رکوع میں انگوٹھی کے تصدق کی بات باجماع علماء غلط ہے۔(۱) اسی طرح شیعوں کی لچر دلیلوں میں ایک بات یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ علیؑ کے لئے ڈوبا ہوا سورج پلٹا۔ آیہ تطہیر اور آیہ مودت اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حدیث مواخاۃ بھی بیان کی جاتی ہے۔ یہ محض جھوٹ ہے۔

جواب:

انسان اپنے تعصب وعناد میں اس قدر بھی اندھا نہ ہو جائے کہ واضح حقائق کا انکار کر بیٹھے۔ جسے ائمہ تفسیر، محدثین وحفاظ نے امیر المومنینؑ، ابن عباس، ابوذر، عمار، جابر، ابورافع، انس بن مالک، سلمہ، ابن سلام کے سلسلہ سند سے بیان کیا ہے اور اس کی صحت پر اجماع ہو اس کا انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ اس جاہل نے اپنے پھکڑ پن میں ائمہ حدیث کو بیک قلم جھوٹا اور کذاب لکھ مارا ہے جنہوں نے اس آیت سے احکامات مستنبط کئے ہیں (۲) کہ فعل قلیل مبطل نماز نہیں اور صدقہ مستحی کو زکوۃ بھی کہتے ہیں۔ انہیں بھی جھوٹا لکھ دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام افراد اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ اس آیت کے سلسلے میں عمومی حیثیت سے مفسرین نے طریق دلالت کا واضح انداز اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ تمام مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کچھ نے حوالے بیان کئے اور کچھ نے واضح طریقے سے اس کے علیؑ کے بارے میں نازل ہونے کی صحت پر اتفاق ہونے کا اعلان کیا ہے۔ ذرا دیکھئے تو کہ ابن تیمیہ اسے جھوٹ کہہ رہے ہیں اور مندرجہ ذیل علماء میں سے بعض نے اس کی صحت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے:

قاضی محمد بن عمر واقدی، حافظ ابوبکر صفانی، ابن شیبہ، ابوجعفر اسکافی، حافظ کشی، ابوسعید اشج، ابوالحسن زمانی، حاکم بن تیع نیشاپوری، ابوبکر شیرازی، حافظ ابن مردویہ، ابواسحاق ثعلبی، ابونعیم اصفہانی ماوردی، حافظ بیہقی، خطیب بغدادی، بن ھوازن نیشاپوری، واحدی، ابن مغازلی، عبد السلام قزوینی، ابوالقاسم حسکانی، فقیہ طبری، فرّا بغوی، ابوالحسن رزین اندلسی، جار اللہ زمخشری، حافظ سمعانی، نظری امام قرطی، خوارزمی، ابن عساکر، ابوالفرج بن جوزی، فخر رازی، ابن اثیر شیبانی، بن طلحہ شافعی، سبط بن جوزی،

۱۔ منھاج السنۃ، ج ۱، ص ۱۵۵۔

۲۔ جیسے جصاص نے احکام القرآن (ج ۲، ص ۴۴۶) پر، نسفی نے تفسیر نسفی، ج ۱، ص ۲۸۹، اور طبری نے احکام القرآن، ج ۳، ص ۸۴) میں کیا ہے۔

ابن ابی الحدید، حافظ گنجی شافعی، قاضی بیضاوی، حافظ الدین نسفی، شیخ الاسلام حموئی، علاء الدین خازن، شمس الدین محمود اصفہانی، جمال الدین محمد بن یوسف زرندی، محب الدین، طبری، ابو حیان اندلسی، حافظ کلبی، قاضی عضد الدین، نظام الدین، نیشاپوری، سعد الدین تفتازانی، شریف جرجانی، قوشنجی، ابن صباغ مالکی، سیوطی، ابن حجر مکی، حسن چلپی، مسعود شروانی، قاضی شوکانی، سید محمود آلوسی، شیخ سلیمان قندوزی، شبلنجی، عبد القادر کردستانی کے علاوہ بھی متکلمین ومفسرین نے علیؑ کے بارے میں نازل ہونے پر اتفاق کیا ہے۔(۱)

۱۔ قاضی محمد بن عمر واقدی کی روایت ذخائر العقبیٰ ص۱۰۲ پر، عبد الرزاق صنعانی کی روایت تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۷۱ پر، ابن شیبہ نے اپنی تفسیر میں، ابو جعفر اسکافی نے اپنے رسالے (نقض العثمانیۃ، ص۳۱۹) میں، حافظ کشی نے اپنی تفسیر میں، ابو سعید اشج نے اپنی تفسیر میں، نسائی نے اپنی سنن میں، ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر (جامع البیان، مجلد۴، ص۶، ص۲۸۸) ج۶، ص۱۸۶ پر، ابن ابی حاتم کی روایت کو ابن کثیر نے اپنی تفسیر اور سیوطی نے درمنثور اور اسباب نزول میں، ابو القاسم طبرانی نے معجم الاوسط (ج۷، ص۱۳۰، حدیث ۶۲۲۸) میں، حافظ ابو محمد انصاری نے اپنی تفسیر میں، ابو بکر جصاص نے احکام القرآن، ج۲، ص۵۴۲ (ج۲، ص۴۴۶) پر، ابو الحسن زمانی نے اپنی تفسیر میں، ابن بیع نیشاپوری نے معرفۃ اصول الحدیث، ص۱۰۲ پر، ابو بکر شیرازی نے مانزل من القرآن فی امیر المومنین میں، حافظ ابن مردویہ نے اپنی مناقب میں، ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں سورۂ مائدہ کی آیۃ ۵۵ میں، ابو نعیم اصفہانی نے فی مانزل من القرآن فی علی میں: ابو الحسن ماوردی نے اپنی تفسیر (النکت والعیون، ج۲، ص۴۹) میں، حافظ بیہقی نے اپنی کتاب المصنف میں، خطیب بغدادی نے المتفق میں، ابن ہوازن نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں، واحدی نے اسباب النزول، ص۱۴۸ (ص۱۳۳) پر، ابن مغازلی نے مناقب علی (ص ۳۱۴۔۳۱۱، حدیث ۳۵۸۔۳۵۴) میں، عبد السلام قزوینی نے اپنی تفسیر میں، ابو القاسم جسکانی نے شواہد التنزیل (ج۱، ص۲۳۱، نمبر ۲۳۵) میں، فقیہ طبری نے اپنی تفسیر (احکام القرآن، ج۳، ص۸۴) میں، فرا البغوی نے معالم التنزیل مطبوع برحاشیہ تفسیر خازن، ج۲، ص۵۵ (ج۲، ص۴۷) پر، ابو الحسن رزین اندلسی نے الجمع بین الصحاح الست میں، جار اللہ زمخشری نے تفسیر کشاف، ج۱، ص۴۲۲ (ج۱، ص۶۴۹) پر، حافظ سمعانی نے فضائل الصحابۃ میں، نطنزی نے خصائص علویہ میں، امام ابو بکر قرطبی نے اپنی تفسیر الجامع الاحکام القرآن، ج۶، ص۲۲۱ پر، خوارزمی نے اپنی مناقب ص۱۷۸ (ص ص۲۶۴، ۲۶۶، حدیث ۲۴۶، ۲۴۸ پر، ابن عساکر نے تاریخ دمشق (ج۱۲، ص ۳۰۵، نمبر 915) میں، ابو الفرج ابن جوزی سے ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۲۷ (ج۳، ص۱۸۲) اور ذخائر العقبیٰ، ص۱۰۲ پر، فخر رازی نے اپنی تفسیر کبیر، ج۳، ص۴۳۱ (ج۱۲، ص۲۶) پر، ابن اثیر شیبانی نے جامع الاصول (ج۹، ص۴۷۸، حدیث ۶۵۰۳) میں، بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤول، ص۳۱ پر، سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص، ص۹ (ص۱۵) پر، ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ، ج۳، ص ۲۷۵ (ج۱۳، ص۲۷۷، خطبہ ۲۳۸) پر، حافظ گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب، ص۱۰۶ (ص۲۲۹، باب ۶۱، ص۲۵۰، باب ۶۲) پر، قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی، ج۱، ص۳۴۵ (ج۱، ص۲۷۲) اور مطالع الانظار (ص ۴۷۷، ۴۷۹) میں، حافظ الدین نسفی نے تفسیر نسفی مطبوع برحاشیہ تفسیر خازن، ج۱، ص۴۹۶ (ج۱، ص۲۸۹) پر، شیخ الاسلام حموئی نے فرائد السمطین (ج۱،>>>

متن حدیث: انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک سائل مسجد میں آیا اور صدا لگائی: کوئی وفادار دولت مند ہے جو قرض دے؟ اس وقت علیؑ حالت رکوع میں تھے اشارہ کیا کہ میری انگوٹھی ہاتھ سے لے لے۔ رسولؐ نے عمر سے فرمایا: واجب ہوگئی۔ عمر نے پوچھا: کیا؟ فرمایا: بخدا بہشت اس پر واجب ہوگئی، جیسے ہی اس نے انگوٹھی ہاتھ سے لی خدا نے تمام چھوٹے بڑے گناہ بخش دیے۔ انس کہتے ہیں کہ ابھی لوگ مسجد سے باہر بھی نہیں ہوئے تھے کہ آیہ ولایت نازل ہوئی: **انما ولیکم الله** ۔ اس وقت حسان بن ثابت نے پانچ شعر اس بارے میں کہے۔ اے ابوالحسنؑ! تم پر میری جان قربان اور ہر سائق ہدایت تم پر صدقے ہو جائے، کیا میری اور تمام دوستوں کی مدح ضائع ہو جائے گی؛ خدا کی مدح تو ضائع ہونے والی نہیں۔

آپ نے حالت رکوع میں انگوٹھی دی، اے بہترین راکع! آپ پر تمام امت کی جانیں قربان، اے بہترین خریدار، اے بہترین فروشندہ! پھر آپ کے لئے خدا نے آیہ ولایت نازل فرمائی۔

اختصار کے خیال سے اتنے ہی پر اکتفا کی جاتی ہے!!!

<<< ص۱۹۰، حدیث۱۵۰، باب ۳۹) میں، محب الدین طبری نے ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۲۷ اور ذخائر العقبیٰ، ص۱۰۲ پر، خازن نے تفسیر خازن، ج۱، ص۴۹۶ (ج۱، ص۴۷۵) پر، شمس الدین محمود اصبہانی نے شرح تجرید موسوم بہ تسدید العقائد میں، جمال الدین محمد بن یوسف زرندی نے نظم درر السمطین (ص۸۶) میں، ابوحیان اندلسی کی تفسیر بحر محیط، ج۳، ص۵۱۴ پر، کلبی نے اپنی تفسیر تسہیل العلوم التنزیل، ج۱، ص۱۸۱ پر، عضد ایجی نے المواقف، ج۳، ص۲۷۶ (ص۴۱۱) پر، نظام الدین نیشاپوری نے غرائب القرآن، ج۳، ص۴۶۱ (مجلد۴، ج۶، ص۱۶۷) پر سعد الدین تفتازانی نے المقاصد اور شرح مقاصد، ج۲، ص۲۸۸ (ج۵، ص۲۷۲) پر، شریف جرجانی نے شرح المواقف (ج۸، ص۳۶۰) میں، قوشچی نے شرح التجرید (ص۴۷۷) میں، ابن صباغ مالکی نے الفصول المہمۃ، ص۱۲۳ (ص۱۲۲) پر، سیوطی نے درمنثور، ج۲، ص۲۹۳ پر، اسباب نزول القرآن، ص۵۵ (ص۸۱) پر، کنز العمال، ج۲، ص۳۹۱ (ج۱۳، ص۱۰۸، حدیث۳۶۳۵۴، ص۱۶۵، حدیث۳۶۵۰۱) کے بقول جمع الجوامع میں، ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقۃ، ص۲۴ (ص۴۱) پر، حسن چلپی نے شرح المواقف (ج۸، ص۳۶۰) میں، مسعود شروانی نے بھی شرح المواقف میں، قاضی شوکانی نے اپنی تفسیر (فتح القدیر، ج۲، ص۵۳) میں، سید محمود آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی، ج۲، ص۳۲۹ (ج۶، ص۱۶۷) پر، شیخ سلیمان قندوزی نے ینابیع المودۃ، ص۲۱۲ (ج۲، ص۴۷، باب ۵۶) پر، شیخ مومن شبلنجی نے نور الابصار ص۷۷ (ص۱۵۸) پر اور شیخ عبد القادر بن محمد سعید کردستانی نے تقریب المرام فی شرح تہذیب الکلام، ج۲، ص۳۲۹ پر لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ایک لچر اعتراض

آلوسی نثر اللئالی میں آیۂ ولایت کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت جیسا کہ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے تنہا حضرت علیؑ کی شان میں نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ تمام انصار و مہاجرین کی شان میں نازل ہوئی ہے، حضرت علیؑ ان میں سے ایک ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں الذین صیغۂ جمع استعمال ہوا ہے۔ اکیلے حضرت کیسے مقصود آیت ہو سکتے ہیں۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ یہ اس شخص کی اپنی پرواز نہیں بلکہ ابن کثیر دمشقی کے چبائے ہوئے لقمے ہیں۔ اس نے تو یہاں تک بکواس کر ڈالی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ایک آیت بھی نازل نہیں ہوئی۔

غفلت شعاروں نے یہ حقیقت فراموش کر دی ہے کہ ہر عمومی حکم میں دوسروں کیلئے تشویق کی غرض سے بلیغ تر انداز گفتگو اختیار کر کے فرد خاص کے کارنامے کو موکد کیا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں قرآن میں بے شمار ہیں مثلاً:

۱۔ ﴿الذین قالو ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء﴾ (۲) یہ قول حی بن اخطب کا تھا یا فنحاص بن عازورا کا تھا۔

خازن کہتے ہیں کہ ہر چند یہ قول ایک یہودی کا تھا لیکن چونکہ سب ہی راضی تھے اس لئے تمام یہودیوں کو شامل کر لیا گیا ہے۔(۳)

۲۔ ﴿منھم الذین یؤذون النبی﴾ (۴) یہ آیت جلاس بن سوید یا نبتل یا عتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ سب ہی منافق تھے۔(۵)

۱۔ نثر اللآلی علی نظم الآمالی، ص ۱۶۹۔ ۲۔ آل عمران/۱۸۱

۳۔ تفسیر قرطبی، ج ۴، ص ۲۹۴ (ج ۴، ص ۱۸۷) تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۴۳۴، تفسیر خازن، ج ۱، ص ۳۳۲ (ج ۱، ص ۳۱۰)

۴۔ توبہ/۶۱

۵۔ تفسیر قرطبی، ج ۸، ص ۱۹۲ (ج ۸، ص ۱۲۲) تفسیر خازن، ج ۲، ص ۲۵۳ (ج ۲، ص ۲۴۱)، الاصابۃ، ج ۳، ص ۵۴۹۔

۳۔﴿والذین یبتغون الکتاب﴾ (۱) یہ آیت صبیح مولیٰ حویطب کے بارے میں نازل ہوئی۔(۲)

۴۔﴿ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلما﴾(۳) یہ مرتد کے بارے میں نازل ہوئی۔(۴)

۵۔﴿لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوا﴾ (۵) یہ آیت اسماء بنت ابی بکر کے بارے میں ہے۔(۶)

اس طرح علامہ امینی نے ستائیس آیات بطور شاہد پیش کی ہیں۔

۱۲۔ وہ کہتا ہے کہ رافضی تو علیؑ کا ایمان و عدالت بھی ثابت نہیں کر سکتے، نہ جنتی ہونے کا ثبوت فراہم کر سکتے ہیں۔ ان کی امامت کی بات تو دور رہی۔

لیکن اگر وہ ابوبکر، عمر اور عثمان کو مان لیں تو علیؑ کی امامت ثابت ہو سکتی ہے۔ ان سے الگ کر کے علیؑ کیلئے کوئی بھی دلیل سازگار نہیں ہو سکتی۔ جس طرح عیسائی نبوت عیسیٰؑ بغیر نبوت محمدؐ ثابت کرنے سے عاجز ہیں۔ بغیر ان کے کوئی دلیل سازگار نہیں ہو سکتی۔

ایک دوسری جگہ لکھتا ہے کہ رافضی اپنے مذہب کی بنیاد پر ایمان علیؑ و عدالت ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔ انہیں اہل سنت کا ہمزبان بننا ہی پڑے گا۔ اور اگر وہ اہل سنت کے ہمزبان بن کے علیؑ کا ایمان تواتر کے بطور ثابت کریں گے تو معاویہ، یزید اور خلفاء بنی امیہ اور خلفاء بنی عباس کا اسلام و نماز و

۱۔(نور/۳۳)

۲۔تفسیر قرطبی، ج۱۲، ص۲۴۴ (ج۱۲، ص۱۶۲) اسد الغابۃ، ج۳، ص۱۱ (ج۳، ص۸، نمبر ۲۴۷۸) الاصابۃ، ج۲، ص۱۷۶۔

۳۔(نساء/۱۰)

۴۔تفسیر قرطبی، ج۵، ص۵۳ (ج۵، ص۳۶) الاصابۃ، ج۳، ص۳۹۷۔

۵۔(ممتحنہ/۸)

۶۔صحیح بخاری (ج۲، ص۹۲۴، حدیث ۲۴۷۷) صحیح مسلم (ج، ص۳۹۱، حدیث ۵۰، کتاب الزکاۃ) مسند احمد (ج۷، ص۴۸۳، حدیث ۲۶۴۷۵) جامع البیان (مجلد۱۴، ج۲۸، ص۶۶) تفسیر قرطبی، ج۱۸، ص۵۹ (ج۱۸، ص۴۰) تفسیر خازن، ج۴، ص۲۷۲ (ج۴، ص۲۵۸)

صیام و جہاد بھی متواتر طور سے ثابت ہو جائے گا۔(۱)

جواب:

جگ جگ جیو میرے یار! کاش! ہم سمجھ سکتے کہ ایمان وعدالت علیؑ بھی دلیل و ثبوت کا محتاج ہے۔ ابتدائے اسلام میں انہوں نے جس طرح رسول کا بوجھ ہٹایا اور برادری کے حقوق ادا کئے وہ دلیل کے محتاج نہیں۔ انہیں کی تلوار سے اسلام اپنے پیروں پر کھڑا ہوا، شرک کی فوج کو خاک چٹائی، ان کے بیان و برہان سے الحاد کا تیا پانچہ ہوا، انہیں کے ہاتھوں کعبہ بتوں سے پاک ہوا، ان کے لئے آیہ تطہیر نازل ہوئی، وہ قرآن کی روشنی میں نفس رسولؐ ہیں، بستر رسولؐ پر سو کر رضائے خدا کا سودا کیا، وہی رسولؐ کی طرح مومنوں کے نفسوں پر اولی بالتصرف ہیں۔

اس سلسلے میں احادیث شیعہ متواتر ہیں لیکن جب ہمارا مخالف ہم سے الجھتا ہے تو اہل سنت کی کتابوں سے احتجاج کر کے تواتر ثابت کرتے ہیں۔ یہ ایک مناظرے کا سخت طریقہ ہے۔

علیؑ کے ایمان کا ایروں غیروں کے ایمان سے موازنہ!!!۔ کیا یہ لوگ ان کو علیؑ کا نفس واحد خیال کرتے ہیں جس کے اجزاء نہ کئے جا سکیں؟ یا روح واحد تمام میں جاری وساری ہوگئی۔ شیعوں کے مناظرات واحتجاجات ان کی محافل ومجالس میں گونجتے رہے ہیں، جو نا قابل فراموش ہیں۔ یہ سب کچھ نہیں بات صرف اتنی ہے کہ ابن تیمیہ نے شیعوں کو یہودیوں سے تشبیہ دیکر دل کی بھڑاس نکال لی ہے۔ اس کی دینداری و دانش کا معیار یہی ہے کہ علیؑ کے ایمان سے معاویہ و یزید اور دیگر اموی وعباسی خلفاء کا موازنہ کرے اور بس۔

۱۳۔ جلد دوم میں شیخ طوسی اور تمام شیعوں پر اتہامات کی بھرماری کردی ہے کہ وہ نماز ضائع کرتے ہیں، حرام کاموں کے مرتکب ہوتے ہیں، شراب وفواحش سے ماہ صیام میں بھی پرہیز نہیں کرتے، شرک فی العبادۃ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس طرح کے جھوٹے پروپیگنڈے کر کے اس نے شیعوں کو بدنام کرنے کی ممکن سعی کی ہے۔(۲) انصاف خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔

۱۔ منھاج السنۃ، ج۱، ص۱۶۲، ۱۶۳۔ ۲۔ منھاج السنۃ، ج۲، ص۹۹۔

﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیبٌ عَتِیدٌ﴾ " ہر بات جو منہ سے نکلتی ہے فرشتہ لکھنے کے لئے موجود ہے"۔(۱)

۱۴۔لکھتا ہے کہ مشہور ترین دشمنان ابوبکر صدیق مسیلمہ کذاب جیسے افراد ہیں۔لیکن یہ رافضی انہیں دوست رکھتے ہیں۔علامہ حلی اور دیگر افراد کہتے ہیں کہ مرتدین حق پر تھے ابوبکر صدیق نے ناحق انہیں قتل کیا۔(۲)

جواب:

کوئی اس مرد سے پوچھے تمہیں کس نے یہ سب خرافات بتائے کہ رافضی مسیلمہ کے طرفدار ہیں جبکہ تمام شیعہ اس کے نام کے ساتھ کذاب کا لفظ ضرور لگاتے ہیں،اس کی بداعمالی کی مذمت کرتے ہیں، شیعوں کا عقیدہ ہے کہ محمد مصطفیؐ پر نبوت ختم ہوگئی،اب جو بھی مدعی نبوت ہے وہ یقیناً کافر ہے۔آخر اس مرد نے اس شخص کا نام کیوں نہ بتایا جو اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہے لیکن اس کا ضمیر مطمئن نہیں تھا۔اس لئے نام یا کتاب کی نشاندہی نہیں کی۔

علامہ حلی کی تمام کتابیں آج بھی موجود ہیں مخطوطہ ہوں یا مطبوعہ اس تہمت کو کہیں بھی کوئی نہیں دکھا سکتا۔شاید ابن تیمیہ کے بدباطنی کے صندوق میں بند ہے۔خدایا! اس بدباطنی کی تجھی سے شکایت ہے۔

۱۵۔کہتا ہے: اس جہالت کے نمائندے (علامہ حلیؒ) نے جھوٹ کے طومار باندھ رکھے ہیں۔مثلاً سورۂ دہر﴿هل اتى على انسان﴾ کے متعلق کہتا ہے کہ اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوا ہے۔

حالانکہ علماء کا اتفاق ہے کہ یہ مکے میں نازل ہوا بنابریں سورۂ ہل اتی ان حضرات کی شان میں نازل ہونے کا دعویٰ ایسا جھوٹ ہے جسے قرآن کی معمولی سمجھ رکھنے والا بھی جانے گا۔(۳)

۱۔(سورۂ ق/۱۸)

۲۔منهاج السنة، ج۲،ص۱۰۲۔

۳۔منهاج السنة، ج۲،ص۱۰۷۔

البدایۃ والنہایۃ

تالیف: ابن کثیر دمشقی

اس بات کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ اس کتاب کا مولف غلط بیانی اور افترا پردازی میں تمام سرحدیں پھلانگ گیا ہے، خودکشی کی حد تک دروغ بافی، فحش کلامی اور بغیر دلیل کے طنزیہ فقروں سے استدلال کرتا ہے۔ یہ سب کچھ شیعوں کے لئے، اور فقط شیعوں کے لیے.... اس اعتبار سے یہ کتاب تاریخ کے بجائے یاوہ گوئی، قومی تعصّبات اور اندھیروں کی گھار بن کے رہ گئی ہے جس کی وجہ سے قومی اتحاد پارہ پارہ ہوتا ہے۔

اہل بیتؑ کی دشمنی میں اس قدر آگے ہے کہ جہاں کہیں خاصان خدا کا نام آتا ہے یا ان کی فضیلت کا گوشہ نکلتا ہے طنز کے نشتر چلا دیتا ہے۔ اموی طینت کے مندرجہ ذیل نمونے ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ ابن اسحاق اور تمام ارباب سیرت و تاریخ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور علیؑ کے درمیان برادری قائم کی۔ اس سلسلے میں بہت زیادہ حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن ایک بھی صحیح نہیں۔ ان کے تمام اسناد ضعیف اور اس کے متن میں رکاکت اور نا معقولیت ہے ص ۲۲۳، ص ۳۳۵ پر ابن حاکم کے طریق سے اس روایت کو نقل کر کے کہتا ہے کہ اس حدیث کی صحت محل تامل ہے۔(۱)

جواب:

قارئین کرام ہمارے گزشتہ صفحات ملاحظہ کر سکتے ہیں جس میں ہم نے طرق حدیث کا تذکرہ کیا

۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۲۲۳، ۳۳۵ (ج ۷، ص ۲۵۰، حوادث ۳۵ھ، ص ۳۷۱، حوادث ۴۰ھ)

ہے ان میں سبھی احادیث صحیح اور اس کے رجال موثق ہیں۔ ائمہ حدیث اور ارباب سیرت نیز حفاظ نے اس کی صحت کا اقرار کیا ہے اس کے بعد اس شخص کی مہمل گوئی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اہل بیتؑ کی دشمنی میں اس نے اموی سرشت کا بھرپور مظاہرہ کر کے اسی گندے نالے سے سیراب بھی ہوتا ہے۔ یہی عوامل ہیں کہ وہ حقائق تسلیم کرنے سے گریزاں ہے۔ مناقب اہل بیتؑ اور خاصان خدا کے فضائل جو زبان رسالت سے بیان ہوئے ہیں اپنی ہوا پرستی سے ان کے انکار پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ حدیث طیر نقل کر کے اقرار کرتا ہے کہ یہ متواتر و صحیح ہے، اس کی صحت کو ائمہ حدیث نے اقرار کیا ہے۔ لیکن یہ بھی کہتا ہے کہ تمام طریقوں کی صحت کے باوجود اس کو قبول کرنے میں دل تردد اور تامل کا شکار ہے۔ (۱)

جواب:

جو دل تردد اور تامل کا شکار ہے اس پر خدا نے مہر کر دی ہے ورنہ ان تمام شرائط صحت کے باوجود تردد کی گنجائش کہاں ہے۔

یہ بات کہ ایک انسان رسول خداؐ کے نزدیک تمام لوگوں سے محبوب تر ہو کوئی نئی اور اجنبی بات نہیں اور کسی کو محبوب رسولؐ ہونے پر اعتراض کرنے کی گنجائش بھی نہیں۔ نہ کہ حضرت امیر المومنینؑ کی ذات گرامی پر اعتراض کیا جائے جو نفس پیغمبرؐ اور برادر رسولؐ تھے۔

رسولؐ کے نزدیک ان کا تقرب و امتیاز، دین خدا کے لئے ان کی فداکاری وغیرہ دوپہر کے سورج کی طرح روشن ہے۔ آئندہ صفحات میں اس موضوع پر بھرپور بحث کر کے دل کا سارا زنگ چھڑا دیا جائے گا۔

۳۔ کہتا ہے: اکثر عوام کے درمیان مشہور ہے کہ علیؑ ساقی کوثر ہیں اس کی نہ تو کوئی اصل ہے نہ اس کا کوئی ماخذ ہے، نہ اس حدیث کا کوئی لائق وثوق سلسلہ روایت نقل کیا گیا ہے۔ ایک بات جو تردید و انکار سے بلند ہے وہ یہ کہ صرف رسول خداؐ ہی ساقی کوثر ہیں۔ وہی تمام لوگوں کو آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ (۲)

۱۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۳۵۳ (۳۹۰، حوادث ۴۰)

۲۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۳۵۵ (ج ۷، ۳۹۲، حوادث ۴۰ھ)

جواب:

قارئین کرام!

اس شخص نے عوام کے درمیان مشہور ہونے کی جو بات کی ہے وہ قطعی جھوٹ ہے اس سلسلے میں موثق حفاظ وائمہ احادیث کے اعترافات گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

۴۔جلد ہفتم ص۳۳۴ پر امام احمد ترمذی کی سند سے امیر المومنینؑ کے سابق الاسلام اور اولین نماز گزار ہونے کی روایت نقل کی ہے پھر کہتا ہے کہ یہ حدیث جس طریق سے بھی روایت کی جائے، صحیح نہیں۔اور اس سے زیادہ بھی اس بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں کہ علیؑ سابق الاسلام تھے لیکن کوئی بھی روایت صحیح نہیں......الخ(۱)

جواب:

کوئی بھی اس بے وقوف سے پوچھنے والا نہیں کہ آخر کیوں تمام طریقوں سے روایت نقل ہو جانے کے باوجود صحیح نہیں، جبکہ اس کے رجال موثق ہیں اور حافظان حدیث نے اس کی صحت کا حکم صادر کیا ہے اور تمام ارباب سیرت نے متفقہ طور سے اس کو نقل کیا ہے، صحابہ وتابعین کے یہاں یہ بات مسلم ہوتے ہوئے بھی آخر صحیح کیوں نہیں؟

اگر ہم اپنی بات یہیں ختم کر دیں تو ممکن ہے کہ قارئین کرام کہہ دیں کہ یہ بات بلا دلیل ہے لہٰذا وضاحت کے لئے بعض دلیلوں کی طرف اختصار سے اشارہ کرتے ہیں۔

واضح احادیث نبویؐ (نصوص نبویؐ)

۱۔رسول خداؐ نے فرمایا: سب سے پہلے تم میں جو میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوگا، وہ وہی ہوگا جو سب سے پہلے اسلام لایا یعنی علی ابن ابی طالبؑ۔

اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں نقل کرکے اس کی صحت کا اقرار کیا ہے نیز تاریخ خطیب

۱۔البدایۃ والنہایۃ (ج۷،ص۳۷۰)

بغدادی، استیعاب اور شرح ابن ابی الحدید وغیرہ میں بھی موجود ہے۔(۱)

ایک دوسری تعبیر یوں ہے: **اول ھذہ الامتہ ورودا علی الحوض اولھا اسلاماً علی ابن ابی طالب۔(۲)**

۲۔۳۔ رسول خداؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا: میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو میری امت کا بہترین شخص ہے۔ اس کا علم سب سے زیادہ، حلم سب سے برتر اور سابق الاسلام ہے۔(۳)

۴۔ رسول خداؐ نے دست علیؑ تھام کر فرمایا: یہ وہ ہے جو سب سے پہلے میرے اوپر ایمان لایا اور بروز حشر سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا۔(۴)

۵۔ ابوایوب سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: سات سال تک فرشتوں نے تنہا مجھ پر اور علیؑ پر صلوات پڑھی، کیونکہ تنہا ہم دونوں ہی نماز پڑھتے تھے۔ ہمارے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا۔

مناقب ابن مغازلی، اسد الغابہ، مناقب خوارزمی میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا: ایسا کیوں ہے یا رسول اللہؐ؟ فرمایا: کیونکہ علیؑ کے سوا کوئی میرے ساتھ نہ تھا۔(۵)

۱۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۶ (ج ۳، ص ۱۴۷، حدیث ۴۶۶۲) تاریخ بغدادی، ج ۲، ص ۸۱۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۷ (نمبر ۱۸۵۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۳۸) اور مناقب ابن مغازلی (۱۶، حدیث ۲۲) اور مناقب خوارزمی (ص ۵۲، حدیث ۱۵) میں اولکم وارداً کے بجائے اول الناس ہے۔

۲۔ السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱، ص ۲۸۵، زینی دحلان کی السیرۃ النبویۃ مطبوع بر حاشیہ سیرۂ حلبیہ، ج ۱، ص ۱۸۸ (ج ۱، ص ۹۱)

۳۔ خطیب نے المتفق میں اور ملا متقی ہندی کی کنز العمال، ج ۶، ص ۳۹۸ (ج ۱۱، ص ۶۰۵، حدیث ۳۲۹۲۶) کے مطابق سیوطی نے جمع الجوامع میں نقل کیا ہے۔

۴۔ معجم الکبیر (ج ۶، ص ۲۶۹، حدیث ۶۱۸۴) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۲، کفایۃ الطالب، ص ۷۹ (ص ۱۸۷، باب ۴۴) کنز العمال، ج ۶، ص ۵۶ (ج ۱۱، ص ۶۱۶، حدیث ۳۲۹۹۰)

۵۔ مناقب ابن مغازلی (ص ۱۴، حدیث ۱۷، ۱۹) اسد الغابہ، ج ۴، ص ۱۸ (ج ۴، ص ۹۴، نمبر ۳۷۸۳) مناقب خوارزمی (ص ۵۳، حدیث ۱۷) الفردوس بماثور الخطاب (ج ۳، ص ۴۳۳، حدیث ۵۳۳۱) ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۳۰، خطبہ ۲۳۸) فرائد السمطین (ج ۱، ص ۲۴۵، حدیث ۱۹۰)

۶۔ابن عباس سے حدیث رسولؐ مروی ہے: سب سے پہلے علیؑ نے میرے ساتھ نماز پڑھی۔(۱)

۷۔معاذ بن جبل سے حدیث رسولؐ مروی ہے: یا علیؑ! تمہارے مقابلے میں مجھے نبوت کا امتیاز حاصل ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور تمہیں امت کے مقابلے میں سات باتوں میں امتیاز حاصل ہے اس کا مقابلہ کوئی فرد قریش نہیں کرسکتا۔ تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے، سب سے زیادہ عہد خدا کو پورا کیا اور معاملات خدا کے سلسلے میں سب سے زیادہ توانا ہو۔(۲)

۸۔ابوسعید خدری سے مروی ہے: رسول خداؐ نے پشت علیؑ پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: یا علیؑ! خدا نے تمہیں سات خصلتیں عطا کی ہیں کہ روز قیامت کوئی شخص ان کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ تم سب سے پہلے ایمان لائے، تم نے سب سے زیادہ عہد خدا کو برتا اور معاملات خداوندی میں سب سے زیادہ توانا ہو۔(۳)

۹۔ابوبکر ہذلی، داؤد بن ابی ہند شعبی سے حدیث رسولؐ روایت کرتے ہیں کہ یہ علیؑ میرے اوپر سب سے پہلے ایمان لانے والے، میری تصدیق کرنے والے اور میرے ساتھ نماز پڑھنے والے ہیں۔(۴)

۱۰۔ابوبکر و عمر نے فاطمہؑ سے تزویج کی خواستگاری کی۔ رسولؐ نے انہیں دھتکارتے ہوئے فرمایا: مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ پھر فاطمہ کا نکاح علیؑ سے کرکے فرمایا: میں نے ایسے شخص سے تیرا عقد کیا ہے جس نے تمام امت کے مقابل میں سب سے پہلے قبول اسلام میں پیش قدمی کی۔

اس کی روایت، اسماء، ام ایمن، ابن عباس اور جابر نے کی ہے۔(۵)

۱۔فرائد السمطین (ج۱،ص۲۴۵، حدیث۱۹۰)

۲۔حلیۃ اولیاء، ج۱،ص۶۶۔

۳۔حلیۃ الاولیاء، ج۱،ص۶۶۔

۴۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۳،ص۲۵۶ (ج۱۳،ص۲۲۵)

۵۔ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ، ج۳،ص۲۵۷ (ج۱۳،ص۲۲۸، خطبہ ۲۳۸)

کلمات امیر المومنین علیہ السلام

آپؑ نے فرمایا: میں بندۂ خدا ہوں، رسول خداؐ کا بھائی ہوں، میں صدیق اکبر ہوں، یہ بات میرے بعد وہی کہے گا جو جھوٹا اور افترا پرداز ہوگا۔ میں نے رسول خداؐ کے ساتھ لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔ میں رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھنے والا پہلا شخص ہوں۔(۱)

اسی طرح آپ نے بارہا فرمایا: **انا اول من اسلم مع النبی**۔(۲)

مستدرک حاکم میں ہے: **عبدت اللہ مع رسول اللہ سبع سنین قبل ان یعبدہ احد من هذه الامة**۔(۳)

۹۔ کسی کتاب میں ہے: لوگوں سے سات قبل ایمان لایا۔(۴)

۱۰۔ کہیں فرمایا: میں اس امت میں اپنے سوا کسی کو نہیں جانتا کہ نبیؐ کے سوا کسی نے مجھ سے پہلے عبادت خدا کی ہو۔(۵)

۱۱۔ صفین کے دن فرمایا: میرے چچیرے بھائی تمہارے رسولؐ ہیں جنہوں نے تمہارے سامنے

۱۔ (المصنف، ج ۱۲، ص ۵۶، حدیث ۱۲۱۳۳، خصائص نسائی، ص ۲۵، حدیث ۷، سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۰۷، حدیث ۸۳۹۵، سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۴۴، حدیث ۱۲۰، المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۴۵۸۴، تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۱۰)

۲۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۵ (۱۳۵، ص ۲۲۸، خطبہ ۲۳۸) تاریخ بغدادی، ج ۴، ص ۲۳۳، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۳، استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۸ (نمبر ۱۸۵۵) ابن قتیبہ کی المعارف، ص ۷۴ (۱۶۹) ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۱۵۸ (ج ۳، ص ۱۰۰) مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۴۵۸۵)

۳۔ امت سے سات سال پہلے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عبادت کی۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۴۵۸۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۳۸) اور استیعاب، ج ۲، ص ۴۴۸ (نمبر ۱۸۵۵) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۵۸ ج ۳، ص ۱۰۰) اور سیرۂ حلبیہ، ج ۱، ص ۲۸۸ (ج ۱، ص ۲۷۱) پر امت سے سات سال پہلے کے بجائے امت سے پانچ سال پہلے کی رویت ہے۔

۴۔ خصائص نسائی، ص ۳ (ص ۲۹، حدیث ۶)

۵۔ خصائص نسائی، ص ۳ (ص ۲۷، حدیث ۸، سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۰۷، حدیث ۸۳۹۶)

اطاعت رب اور اپنی سنت پر عمل کی دعوت دی۔ میرے سوا کوئی نہ تھا جس نے نماز میں سبقت کی ہو۔ (۱)

۱۲۔ فرمایا: خدایا! اس امت میں تیرے نبیؐ کے سوا کسی بندے کو میں نہیں جانتا جس نے تیری عبادت مجھ سے پہلے کی ہو (اسے تین بار دہرایا) پھر فرمایا: میں نے لوگوں سے پہلے نماز پڑھی۔ دوسری روایت ہے: قبل ان یصلی احد (۲)

۱۳۔ معاویہ کو خط لکھا: اس امت کی قیادت کا سزاوار ترین شخص وہی ہے جو رسول خداؐ کا قریب ترین رشتہ دار، سب سے زیادہ عالم قرآن، سب سے زیادہ دینی بصیرت رکھنے والا، سابق الاسلام اور جہاد میں سب سے افضل ہے۔ (۳)

۱۴۔ آپ کی ایک گفتگو ہے: نہیں، خدا کی قسم! میں اس (رسولؐ) کی تصدیق کرنے والا پہلا شخص ہوں میں اس کی تکذیب کرنے والا پہلا شخص نہیں ہوسکتا۔ (۴)

۱۵۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کے دن مبعوث ہوئے اور میں سہ شنبہ کو اسلام لایا۔ (۵)

۱۶۔ معاویہ کو خط لکھا: جب محمدؐ نے لوگوں کو توحید و ایمان کی دعوت دی تو میں اہل بیتؑ کی اولین فرد تھا جو ایمان لایا۔ جو کچھ وہ لائے اس کی تصدیق کی۔ جزیرۂ عرب پر طویل عرصہ تک میرے سوا کسی نے خدا کی عبادت نہیں کی۔ (۶)

۱۷۔ صفین میں اصحاب معاویہ سے خطاب فرمایا: تم پر افسوس ہے، میں پہلا شخص ہوں جسے کتاب

۱۔ وقعۃ صفین، ص ۳۵۵ (ص ۳۱۴) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۵۰۳ (ج ۵، ص ۲۴۸، خطبہ ۶۵)

۲۔ مسند احمد (ج ۱، ص ۱۶۰، حدیث ۷۷۸) معجم الاوسط (ج ۲، ص ۴۴۴، حدیث ۱۷۶۷) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۲، فرائد السمطین (ج ۱، ص ۲۴۷، حدیث ۱۹۱)

۳۔ وقعۃ الصفین، ص ۱۶۸ (۱۵۰)

۴۔ المحاسن والمساوی، ج ۱، ص ۳۶ (ص ۵۰) اخبار الدول مطبوع بر حاشیہ تاریخ کامل، ج ۱، ص ۲۱۸ (ج ۱، ص ۳۰۸)

۵۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۲، اخبار الدول، ج ۱، ص ۲۱۵ (ج ۲، ص ۳۰۵) الصواعق المحرقۃ، ص ۷۲ (ص ۱۲۰) تاریخ الخلفا، ص ۱۱۲ (۱۵۶) اسعاف الراغبین، ص ۱۴۸۔

۶۔ وقعۃ الصفین، ص ۱۰۰ (ص ۸۹)

خدا کی دعوت دی گئی اور پہلا شخص ہوں جس نے لبیک کہا۔ (۱)

۱۸۔ معاذہ عدویہ کہتی ہیں: میں نے علیؑ کو رسولؐ کے منبر پر فرماتے سنا: میں صدیق اکبر ہوں، میں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا، میں اس وقت اسلام لایا جب ابوبکر اسلام نہیں لائے تھے۔ (۲)

۱۹۔ صفین میں لشکر سے خطاب فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ خدا نے قرآن میں سابق کو مسبوق پر فضیلت عطا کی ہے اور مجھ سے پہلے خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے میں کسی نے سبقت نہیں کی۔ سب نے کہا: جی ہاں۔ (۳)

۲۰۔ ایک دوسرے موقع پر فرمایا: میں نے رسولؐ کے ساتھ لوگوں سے تین سال قبل نماز پڑھی۔

۲۱۔ شوریٰ کے دن لوگوں سے پوچھا: کیا تم میں کوئی ہے جس نے مجھ سے پہلے اقرار توحید کیا ہے؟ سب نے کہا: نہیں۔ پوچھا: کیا تم میں کوئی میرے سوا ہے جس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہو؟ سب نے کہا: نہیں۔ (ابن ابی الحدید، نیز پہلی جلد میں احتجاج کے ذیل میں مکمل حوالہ ملاحظہ فرمائیں)

۲۲۔ آپ نے معاویہ کو خط میں ایک شعر اس موضوع کا لکھا:

سبقتکم الی الاسلام طرّا　　غلاماً ما بلغت او ان حلمی

۲۳۔ ابن طلحہ نے مطالب (۴) میں دو شعر لکھے ہیں:

انا اخو المصطفیٰ لا شک فی نسبی　　بہ ربیت و سبطاہ هما ولدی

صدّقتہ و جمیع الناس فی بهم　　من الضلالة و الاشراک و النکد

جابر کا بیان ہے کہ رسولؐ نے اس انکار کو سن کر مسکراتے ہوئے فرمایا: علی تم نے سچ کہا۔

۱۔ وقعہ صفین، ص ۵۶۱ (ص ۴۹۰)

۲۔ المعارف، ص ۷۳ (ص ۱۶۹) ذخائر العقبیٰ، ص ۵۸، الریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۵۵، ۱۵۷ (ج ۳، ص ۹۵، ۹۹) شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۱، ۲۵۷ (ج ۱۳، ص ۲۲۰، ۲۲۸، خطبہ ۲۳۸) کنز العمال، ج ۶، ص ۴۰۵ (ج ۱۳، ص ۱۶۴، حدیث ۳۶۴۹۸)

۳۔ کتاب سلیم بن قیس (ج ۱، ص ۷۵۷، حدیث ۲۵)

۴۔ مطالب السؤول، ص ۱۱ (فرائد السمطین، ج ۱، ص ۲۲۶، حدیث ۱۷۶، باب ۴۴، مناقب خوارزمی، ص ۱۵۷، حدیث ۱۸۶)

ارشاد امام حسن علیہ السلام

۲۴۔ معاویہ کی بزم میں آپ نے فرمایا:

حاضرین بزم! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، بتاؤ تو کیا جانتے ہو کہ جسے تم اب تک گالی دیتے رہے اُس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ اور اے معاویہ! تو اس وقت کافر تھا، اس عمل کو گمراہی سمجھتا تھا، تو گمراہی میں لات وعزیٰ کی عبادت کرتا تھا۔

اور میں تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ علیؑ نے دو بیعتیں کیں: بیعت فتح اور بیعت رضوان۔ اور تو اے معاویہ! پہلی بیعت میں کافر تھا اور دوسری بیعت توڑ بیٹھا۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ وہ سب سے پہلے مومن ہیں اور تو اے معاویہ اور تیرا باپ مولفۃ القلوب میں ہیں۔(۱)

۲۵۔ ایک خطبہ پہلی جلد میں نقل کیا گیا جس میں فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی دعوت دی تو میرے باپ نے سب سے پہلے لبیک کہا، ایمان لائے اور تصدیق کی۔ چنانچہ آیت ہے ﴿افمن کانہ علی بینہ﴾ چنانچہ میرے نانا خدا کے بینہ ہیں اور میرے بابا ان کے نقش قدم پر چلنے والے گواہ ہیں۔

سبقت اسلام کے متعلق صحابہ وتابعین کی رائے

صحابہ وتابعین میں جن لوگوں نے حضرت علیؑ کی سبقت کا تذکرہ کیا ہے ان میں انس بن مالک (۲)

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۱۰۱ (ج ۶، ص ۲۸۸، خطبہ ۸۳)

۲۔ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۱۴ (ج ۵، ص ۵۹۸، حدیث ۳۷۲۸) المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۴۵۸۷) استیعاب، ج ۳، ص ۳۲ (نمبر ۱۸۵۵) جامع الاصول (ج ۹، ص ۴۶۷، حدیث ۶۴۷۲) تیسیر الوصول، ج ۳، ص ۲۷۱ (ج ۳، ص ۳۱۵، حدیث ۱) فرائد السمطین، باب ۴۷ (ج ۱، ص ۲۴۴، حدیث ۱۸۹) التقریب، ج ۱، ص ۸۵، شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۳۸) تذکرۃ الخواص، ص ۶۳ (ص ۱۰۸) السراج المنیر شرح الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۴۲۴ (ج ۲، ص ۴۵۸) شرح المواہب، ج ۱، ص ۲۴۱۔

بریدہ اسلمی (۱) زید بن ارقم (۲) (تین طریقوں سے) عبداللہ بن عباس (۳) (آٹھ طریقوں سے) عفیف (۴)، سلمان فارسی (۵) ابورافع (۶)، ابوذر غفاری (۷)، خباب بن ارت (۸) مقداد بن عمر الکندی (۹)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۴۵۸۶)۔

۲۔ تاریخ طبری (ج ۲، ص ۳۱۰) مسند احمد، ج ۴، ص ۳۶۸ (ج ۵، ص ۴۹۵، حدیث ۱۸۷۹۵) مستدرک علی الصحیحین، ج ۴، ص ۳۳۶ (ج ۳، ص ۱۴۷، حدیث ۴۶۶۳) تاریخ الکامل، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۴۸۴) المعجم الکبیر (ج ۵، ص ۱۷۶، حدیث ۵۰۰۲) استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۹ (نمبر ۱۸۵۵) مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۴۵۹۔

۳۔ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۱۵ (ج ۵، ص ۶۰۰، حدیث ۳۷۳۴) تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۴۱ (ج ۲، ص ۳۱۰) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲ (۱، ص ۴۸۴) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۶ (ج ۱۳، ص ۲۲۴، خطبہ ۲۳۸) مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۱۱ (ج ۳، ص ۱۲۰، حدیث ۴۵۸۲) استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۷ (نمبر ۱۸۵۵) تذکرۃ الخواص، ص ۸ (ص ۱۸) وقعۃ صفین، ص ۳۶۰ (ص ۳۱۸) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۵۰۴ (ج ۵، ص ۲۵۱، خطبہ ۶۵) جمہرۃ الخطب، ج ۱، ص ۱۷۵ (ج ۱، ص ۳۵۱، نمبر ۲۳۸) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۲، شرح المواہب، ج ۱، ص ۲۴۲، المحاسن و المساوی، ج ۱، ص ۳۰ (ص ۴۳)

۴۔ خصائص نسائی، ص ۳ (ص ۲۳، حدیث ۶، سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۰۶، حدیث ۸۳۹۴) تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۲ (ج ۲، ص ۳۱۱) ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۱۵۸ (ج ۳، ص ۱۰۰) استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۹ (۱۸۵۵) عیون الاثر، ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱، ص ۱۲۵) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۴۸۴) السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱، ص ۲۸۸ (ج ۱، ص ۲۷۰)

۵۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۷ (نمبر ۱۸۵۵) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۲، عراقی کی شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، مواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۵ (ج ۱، ص ۲۱۶) (شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۳، ص ۲۲۹)

۶۔ (معجم کبیر، ج ۱، ص ۳۲۰، حدیث ۹۵۲) شرح المواہب، ج ۱، ص ۲۴۰، عیون الاثر، ج ۱، ص ۹۴ (ج ۱، ص ۱۲۴) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۵۸ (ج ۳، ص ۹۹) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۳۸) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۳، فرائد السمطین، باب ۴۷ (ج ۱، ص ۲۴۳، حدیث ۱۸۸)

۷۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۶ (نمبر ۱۸۵۵) شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، المواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۵ (ج ۱، ص ۲۱۶)

۸۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱۲، ص ۲۳۴، خطبہ ۲۳۸) استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۶ (نمبر ۱۸۵۵) المواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۵ (ج ۱، ص ۲۱۶)

۹۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۶، شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، المواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۵۔

جابر ابن عبد اللہ انصاری (۱)، ابو سعید خدری (۲)، حذیفہ بن یمانی (۳)، عمر بن خطاب (۴)، عبد اللہ بن مسعود (۵)، ابو أیوب انصاری (۶)، ابو مرازم یعلی بن مرہ (۷)، ہاشم بن عتبہ (۸)، مرقال (دو طریقوں سے)۔ مالک اشتر (۹)، عدی بن حاتم (۱۰)، (دو طریقوں سے) محمد حنفیہ (۱۱)، طارق بن شہاب (۱۲)، عبد اللہ بن ہاشم (۱۳) مرقال، عبد اللہ بن حجل (۱۴)، ابو عمرہ بشیر بن محصن (۱۵)، عبد اللہ بن

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۱ (ج ۲، ص ۳۱۰) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۴۸۴) شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۳۸) (استیعاب، نمبر ۱۸۵۵، طرح التقریب فی شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، المواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۲۱۶)

۲۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۶، شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، المواہب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۵۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۶۰ (ج ۱۳، ص ۲۳۴، خطبہ ۲۳۸)

۴۔ مناقب خوارزمی، (ص ۵۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۳۰، خطبہ ۲۳۸)

۵۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۳، ص ۲۲۵)

۶۔ شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، شرح زرقانی، ج ۱، ص ۲۴۲۔

۷۔ شرح المواہب، ج ۱، ص ۲۴۲۔

۸۔ وقعۃ صفین، ص ۱۲۵، ۴۰۳ (ص ۱۱۲، ۳۵۵) جمہرۃ الخطب، ج ۱، ص ۱۵۱ (ج ۱، ص ۳۲۳، نمبر ۲۱۲) تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۴ (ج ۵، ص ۴۴، حوادث ۳۷ھ) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۳۵ (ج ۲، ص ۳۸۴، حوادث ۳۷ھ)

۹۔ وقعۃ صفین، ص ۲۶۸ (۲۳۸) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۴۸۴ (ج ۵، ص ۱۹۰، خطبہ ۶۵) جمہرۃ الخطب، ج ۱، ص ۱۸۳ (ج ۱، ص ۳۵۹، نمبر ۲۴۷)

۱۰۔ وقعۃ صفین، ص ۲۲۱ (ص ۱۹۷) تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲ (ج ۵، ص ۵، حوادث ۳۷ھ) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۴۴ (ج ۴، ص ۲۱، خطبہ ۵۴) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۴ (ج ۲، ص ۳۶۷، حوادث ۳۷ھ) الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۱۰۳ (ج ۱، ص ۱۰۶)

۱۱۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۸ (نمبر ۱۸۵۵)

۱۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۷ (ج ۱، ص ۲۲۶، خطبہ ۶)

۱۳۔ وقعۃ صفین، ص ۴۰۵ (۳۵۶)

۱۴۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۱۰۳ (ج ۱، ص ۱۰۷)

۱۵۔ وقعۃ صفین، ص ۴۱۰ (ص ۱۸۷)

خباب (۱)، عبداللہ بن بریدہ (۲)، محمد بن ابی بکر (۳)، عمرو بن الحمق (۴)۔

جن شعراء نے اس سلسلے میں اشعار کہے ہیں ان کے نام ہیں؛

سعید بن قیس ہمدانی (۵)، عبداللہ بن ابی سفیان (۶)، خزیمہ بن ثابت انصاری (۷)، کعب بن زہیر (۸)، زفر بن یزید (۹)، نجاشی بن حارث (۱۰)، جریر بن عبداللہ بجلی، عبداللہ بن حکیم، عبدالرحمٰن بن حنبلی۔ (۱۱)

ان کے علاوہ تابعین کی فہرست میں جن کے نام اہمیت کے حامل ہے ان میں ابوعمرو عامر شعبی (۱۲) ابوسعید حسن بصری (۱۳)، امام محمد باقر (۱۴)، محمد بن مسلم (۱۵)، محمد بن منکدر (۱۶)، قتادہ بن دعامہ (۱۷)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۲۲ (ج۱، ص۱۲۶)

۲۔ سیرۃ ابن اسحاق (ص ۱۳۸)

۳۔ وقعۃ صفین، ص۱۳۳ (ص ۱۱۸)

۴۔ وقعۃ صفین، ص۱۱۵ (ص ۱۰۳)، جمہرۃ الخطب، ج۱، ص۱۴۹ (ج۱، ص۳۳۱ (نمبر ۲۱۰)

۵۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۲۵۹ (ج ۱۳، ص۲۳۲، خطبہ ۲۳۸)

۶۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۳، ص۲۳۱، خطبہ ۲۳۸) کفایۃ الطالب، ص۴۸ (۱۲۷ باب ۲۵)

۷۔ شرح التقریب، ج۱، ص۸۵، شرح مواہب الدنیہ زرقانی، ج۱، ص۲۴۲۔

۸۔ شرح مواہب لدنیہ، ج۱، ص۲۴۲۔

۹۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۲۵۹ (ج ۱۳، ص۲۳۲، خطبہ ۲۳۸)

۱۰۔ وقعۃ صفین، ص۶۶ (ص ۵۹

۱۱۔ کفایۃ الطالب، ص۴۸ (ص ۱۲۷، باب ۲۵

۱۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۲۶۰ (ج ۱۳، ص۲۳۵، خطبہ ۲۳۸)

۱۳۔ احمد کی فضائل الصحابہ (ج۲، ص۵۸۹، حدیث ۹۹۸) شرح نہج البلاغہ، ج۳، ص۲۶۰ (ج ۱۳، ص۲۳۴، خطبہ ۲۳۸) ج۳، ص۲۵۸ (ج ۱۳، ص۲۳۱، خطبہ ۲۳۸)

۱۴۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۲۶۰ (ج ۱۳، ص۲۳۵)

۱۵۔ مواہب لدینہ، ج۱، ص۴۵، شرح مواہب، ج۱، ص۲۴۲۔

۱۶۔ تاریخ طبری، ج۲، ص۲۱۳ (ج۲، ص۳۱۲) تاریخ کامل، ج۲، ص۲۲ (ج۱، ص۴۸۴)

۱۷۔ مواہب لدینہ، ج۱، ص۴۵ (ج۱، ص۲۱۶) شرح المواہب، ج۱، ص۲۴۲۔

سلمہ بن دینار (۱)، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن (۲)، محمد بن سائب کلبی (۳)، محمد بن اسحاق (۴)، جنید بن عبدالرحمٰن (۵) ہیں۔

یہ جنید بیان کرتے ہیں کہ میں اپنا وظیفہ لینے کے لئے حوران سے دمشق آیا۔ نماز جمعہ پڑھ کر باب درج سے جا رہا تھا کہ ایک بڈھے پر نظر پڑی جس کا نام ابوشیبہ تھا۔ وہ لوگوں کو قصے سنا رہا تھا اور لوگ بڑی توجہ سے سن رہے تھے۔ اس کی تشویق پر ہم خوش ہو رہے تھے، تخویف پر رو رہے تھے۔ جب اس کی بات ختم ہوئی تو بولا: آؤ اب ابوتراب پر لعنت پڑھ کر مجلس ختم کریں۔ یہ سن کر سب نے ابوتراب پر لعنت کی۔ جو شخص میرے پہلو میں تھا میری طرف متوجہ ہوا تو میں نے پوچھا: یہ ابوتراب کون ہے؟ اس نے جواب دیا: علی ابن ابی طالبؑ، رسولؐ کے چچیرے بھائی، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے شوہر جو سب سے پہلے اسلام لائے، حسنؑ وحسینؑ کے باپ۔ میں نے کہا: اس قصہ گو نے اچھا کام تو نہیں کیا۔ پھر تو میں کھڑا ہو گیا اور قریب جا کر اس کے سر کے بال اور لمبی داڑھی پکڑی اور زبردست گھونسہ رسید کیا پھر لیجا کر دیوار پر اسے دے مارا۔ وہ لگا گہار مچانے، مسجد کے ملازم ٹوٹ پڑے اور میری گردن میں عبا ڈال کر کشاں کشاں ہشام بن عبدالملک کے پاس لے چلے۔ میرے آگے ابوشیبہ فریاد کرتا جا رہا تھا: اے امیر المومنین! آپ کے داستان گو پر، آپ کے باپ دادا کے تعریف کرنے والے پر آج دیکھئے کیسی عظیم مصیبت ٹوٹ پڑی ہے۔

ہشام نے پوچھا: کس نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا؟ بولا: اس شخص نے۔ ہشام کے اردگرد شریف

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳، سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۶۴، ۲۶۵، ابن سید الناس کی السیرۃ النبویۃ، ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱، ص ۲۶۲) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲، (عیون الاثر، ج ۱، ص ۱۲۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۶۰ (خطبہ ۲۳۸) سیرہ حلبیہ، ج ۱، ص ۲۸۷ (ج ۱، ص ۲۷۰)

۵۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۳، ص ۴۰۷ (ج ۴، ص ۲۷، مختصر تاریخ دمشق، ج ۶، ص ۱۱۷)

اور معزز افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے میری طرف رخ کر کے کہا: اے ابو یحییٰ! تم کب آئے؟ میں نے کہا: کل آیا ہوں اور آج امیر المومنین سے ملنے کیلئے آ رہا تھا کہ راستے میں نماز جمعہ پڑھنے رک گیا۔ یہ لوگوں کو قصے سنا رہا تھا، میں بیٹھ گیا، لوگ بڑی توجہ سے اس کی باتیں سن رہے تھے، کبھی خوش ہوتے کبھی خوف کا ماحول طاری ہو جاتا۔ پھر اس نے دعا کی اور ہم نے آمین کہی۔ آخر کلام میں کہنے لگا: آؤ، اب ابوترابؑ پر لعنت بھیج کر مجلس ختم کریں۔ میں نے پوچھا: ابوترابؑ کون؟ لوگوں نے کہا: علی ابن ابی طالبؑ، اولین مسلمان، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچیرے بھائی، دختر نبی کے شوہر۔

خدا کی قسم اے امیر المومنین! اگر مجھے یہ بھی معلوم ہوتا کہ یہ آپ کا رشتہ دار ہے اور پھر یہ ایسی حرکت کرتا تو جو کچھ بھی میں نے کیا یہی کرتا۔ مجھے کیسے یہ بات برداشت ہو سکتی ہے کہ داماد نبیؐ اور دختر نبیؐ کے شوہر پر لعنت سن کر غصہ نہ کروں۔

ہشام نے کہا: اس نے بڑی واہیات حرکت کی۔

یہ مختصر تذکرہ تھا نصوص نبوی، کلمات علیؑ وصحابہ و تابعین کا۔ جس میں حضرت علی علیہ السلام کے سابق الاسلام ہونے کا بانگ دہل اعلان کیا گیا۔ ان واضح تصریحات کی تعداد سو تک پہنچ جاتی ہے۔ ان کے علاوہ جلد دوم میں بھی بیان کر چکا ہوں۔ نیز وہیں یہ بھی بیان کیا کہ امیر المومنینؑ اس امت کے صدیق ہیں۔ کیا ان تمام نصوص کے بعد ابن کثیر کے مکابرہ ومجادلہ کی کوئی حیثیت رہ جاتی ہے؟ اگر یہ بات واضح نہیں تو پھر کوئی چیز بھی واضح نہیں، نہ کوئی حدیث صحیح ہے۔

اس شخص کی ہٹ دھرمی دیکھئے کہ بے شمار حفاظ حدیث کی تصریحات صحت کو تو ایک جملہ میں رد کر دیتا ہے لیکن جن باتوں کی کوئی اصل نہیں اور انہیں مرسل ومقطوع اور احاد روایات میں پیش کیا گیا ہے، ان پر اعتماد کرتا ہے۔

ذیلی بحث

مامون رشید نے چالیس دانشوروں سے امیر المومنینؑ کی اولویت کے بارے میں جو مناظرہ کیا تھا

اسی میں یہ بات بھی تھی کہ مامون نے پوچھا: اے اسحاق! بعثت پیغمبرؐ کے وقت سب سے افضل عمل کون سا تھا؟ اس نے اقرار کیا کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنا۔ اسحاق نے عذر تراشا کہ اگرچہ علیؑ کا سابق الاسلام ہونا واضح ہے لیکن وہ نابالغ تھے اور ابوبکر نے بالغ ہونے کے بعد اسلام قبول کیا۔ مامون نے بچپن اور بڑھاپے کی بحث رد کر کے پوچھا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا۔ اسحاق نے علیؑ کا نام لیا۔ اس نے پوچھا: وہ اسلام لائے تو نبیؐ کی دعوت پر یا خدا نے انہیں الہام کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ نبیؐ کی دعوت پر اسلام قبول کیا، اور نبیؐ کا کوئی بھی کام خدا کے حکم ہی سے ہوتا تھا۔ کیا نبیؐ کسی ایسے کو دعوت دے سکتے ہیں جس کی اہمیت نہ ہو۔ (۱)

ابوجعفر اسکافی کے خیالات

عام طور سے لوگوں نے علیؑ کے سابق الاسلام ہونے کی روایت کی ہے اور یہ کہ رسولؐ نے دوشنبہ کو اظہار نبوت فرمایا اور سہ شنبہ کو علیؑ اسلام لائے۔ نیز یہ کہ علیؑ کا ارشاد ہے کہ میں لوگوں سے سات سال قبل اسلام لایا، میں اولین مسلمان ہوں۔ آپ اس پر نازاں بھی تھے، آپ کے شیعہ واحباب اس کا افتخارانہ تذکرہ کرتے ہیں اور یہ بات مشہور سے مشہور تر ہے۔ میں نے آج تک یہ بات نہیں دیکھی کہ کسی نے آپ کے قبول اسلام کو غیر اہم سمجھا ہو یا اس حقیقت سے بے توجہی برتی ہو یا کہا ہو کہ آپ کا اسلام بچپن کا اسلام تھا۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ عباس وحمزہ جیسی شخصیتیں تو ابوطالبؑ کے حکم کی منتظر تھیں لیکن حضرت علیؑ بن ابی طالب نے اس معاملے میں ذرا بھی پس وپیش کا مظاہرہ نہیں کیا۔ نہ مددگاروں کی کمی تعداد سے ہراساں ہوئے، انجام پر نظر کئے بغیر اسلام قبول کرلیا۔ نہ معلوم جاحظ وغیرہ اس واقعیت کے کیسے منکر ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ اسلام لائے۔

میرے پاس صحیح روایت ہے کہ اعلان نبوت کے وقت رسولؐ نے علیؑ کو دعوت طعام کے انتظام کا حکم دیا اور عبدالمطلب کے فرزندوں کو بلا کر کھانا کھلایا اور دعوت اسلام پیش کی۔ اس دن ابولہب کے رخنہ

۱۔ العقد الفرید، ج ۳، ص ۴۳ (ج ۵، ص ۵۸)

ڈالنے کی وجہ سے رسولؐ کی بات پوری نہ ہوسکی اور سب ہی لوگ متفرق ہو گئے، رسولؐ نے دوسری بار علیؑ کو طعام کا انتظام اور لوگوں کو بلانے کا حکم دیا۔ آج رسولؐ نے فرمایا کہ جو میری نصرت کا وعدہ کرے گا۔ وہ میرا بھائی اور میری موت کے بعد میرا وصی ہوگا۔ سب ہی خاموش رہے۔ اکیلے علیؑ نے کہا کہ میں آپ کا معین و مددگار رہوں گا، اس بات پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ رسولؐ نے علیؑ کی بات پر توجہ نہ دی لوگوں کو دیکھا کہ سب ہی سر جھکائے ہوئے ہیں کوئی جواب نہیں دیتا تو فرمایا کہ یہ علیؑ میرا بھائی، وصی اور میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا۔ تمام لوگ ہنسی اڑاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالبؑ سے کہنے لگے کہ تمہیں اپنے بیٹے کی اطاعت کرنی چاہیے کیونکہ اسے تم پر امیر بنایا گیا ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا انتظام طعام اور قوم کو اکٹھا کرنے کی ذمہ داری کسی ناسمجھ بچے کو سونپی جاسکتی ہے؟ کیا پانچ یا سات سال کا بچہ اسرار نبوت کا امین ہوسکتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ کسی بوڑھے اور تجربہ کار کو یہ ذمہ داری سونپی جاتی۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ رسولؐ صرف علیؑ کا ہاتھ تھام کہ پیمان برادری، وصایت و خلافت استوار کرتے ہیں۔ اس سے کیا سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس مقام ومنزلت کے سزاوار تھے اور حد تکلیف تک پہنچ گئے تھے نیز دوستی خدا اور دشمنی خدا برتنے کا تحمل رکھتے تھے۔ (۱)

حاکم نیشاپوری کتاب المعرفۃ میں علیؑ کے اولین مسلمان ہونے کی بات مسلمہ سمجھتے ہیں، اختلاف صرف یہ ہے کہ وہ سن بلوغ تک پہنچے تھے یا نہیں۔ (۲)

ابن عبد البر استیعاب میں کہتے ہیں کہ اولین مسلمان خدیجہ اور پھر علیؑ ہیں۔ (۳) مقریزی امتاع میں لکھتے ہیں: علی بن ابی طالب علیہ السلام کبھی شرک کے قائل نہیں تھے۔ خدا نے ان کا تمام خیر کفالت پیغمبرؐ میں قرار دیا۔ جیسے ہی آپ پر وحی نازل ہوئی خدیجہ آپ پر ایمان لائیں اور خدیجہ، علیؑ اور زید آپ کے ہمراہ نماز پڑھتے تھے۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ (ج ۱۳، ص ۲۴۴، خطبہ ۲۳۸)

۲۔ کتاب المعرفۃ، ص ۲۲۔

۳۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۷ (نمبر ۱۸۵۵)

آگے کہتے ہیں: علیؑ محتاج دعوت نہ تھے، کبھی مشرک نہیں تھے کہ انہیں موحد بنایا جائے اور کہا جائے کہ اسلام لائے بلکہ اسی وقت سے جب رسولؐ پر خدا نے وحی نازل کی وہ آٹھ سال یا گیارہ سال کی عمر میں چونکہ خانہ رسالت میں رہتے تھے اور خاندان کی فرد کی طرح تمام حالات میں آپ کی پیروی کیا کرتے تھے۔(۱)

علیؑ کی سبقت اسلامی پر مسلم بن ولید اور ابوالفلاح حنبلی (۲) جیسے شعراء نے بھی اشعار کہے ہیں۔ یہاں تک جو باتیں کہی گئیں یہ سب اہل سنت کا نقطہ نظر تھا، جہاں تک شیعوں کا تعلق ہے تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ابن کثیر وغیرہ کے بقول علیؑ، اولین مسلمان نہیں تھے کیونکہ جو شخص اسلام قبول کرتا ہے اس کا لازمہ ہے کہ اس سے پہلے کافر تھا۔ ان سے سوال یہ ہے کہ علیؑ کب کافر تھے کہ اسلام لائے؟ وہ کب مشرک تھے کہ خدا پر ایمان لائے؟

امیر المومنینؑ کی تو تخلیق ہی دین حنیف پر ہوئی تھی، رسولؐ نے آپ کی تربیت فرمائی، آپ ہمیشہ سائے کی طرح رسولؐ کے ساتھ رہے، انہیں دعوت اسلام سے قبل، کفر کی نسبت کیسے دی جاسکتی ہے حالانکہ مدعی خود کہتا ہے: اگرچہ اس کی بات صحت کے ثبوت کی محتاج ہے۔

امیر المومنینؑ شکم مادر ہی میں اپنی والدہ کو بتوں کے سجدے سے روکتے تھے۔ (۳) کیا جو امام بطن مادر میں بتوں کے سجدے سے روکے وہ شہود پر آنے کے بعد خود بتوں کو سجدہ کرسکتا ہے آپ تو طفلی و جوانی، بزرگی اور دوران خلافت ہر حال میں ایمان باللہ سے سرفراز تھے۔

ولـو لا ابـو طـالـب و ابـنـه بـمـا مثل الـديـن شـخـصاً و قاماً

''اگر ابو طالبؑ اور ان کے صاحبزادے نہ ہوتے تو دین کا تشخص برقرار نہ ہوتا نہ استوار ہوتا''۔

بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ کے اولین مسلمان ہونے اور سابق ہونے کا مطلب وہی ہے جو

۱۔ الامتاع، ص ۱۶۔

۲۔ شذرات الذہب، ج ۱، ص ۳۰۸ (ج ۲، ص ۳۸۴، حوادث ۱۸۵ھ)

۳۔ السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱، ص ۲۸۵ (ج ۱، ص ۲۶۸) زینی دحلان کی السیرۃ النبویۃ (ج ۱، ص ۹۱) نور الابصار، ص ۷۶ (ص ۱۵۶) نزہۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۱۰۔

قرآن نے حضرت ابراہیمؑ کی حکایت کے سلسلے میں کہا ہے کہ ﴿انا اول المسلمین﴾ ''میں سب سے پہلا مسلمان ہوں''۔(۱) ﴿اذ قال له رب اسلم قال اسلمت لرب العالمین﴾ ''جب خدا نے کہا: مسلمان ہو جاؤ تو وہ بولے: میں سارے جہاں کے پروردگار پر اسلام لایا''۔(۲) یا حضرت موسیٰ کی حکایت کی ہے: ﴿و انا اولیٰ المومنین﴾ '' میں سب سے پہلا مومن ہوں''۔(۳) یا حضرت خاتم النبیینؐ کے متعلق حکایت ہے: ﴿آمن بالرسول بما انزول الله من ربه﴾ (۴) یا خدا نے آپ کو حکم دیا: ﴿قل انی امرت ان اکون اول من اسلم﴾ (۵) یا فرمایا ہے: و امرت ان اسلم رب العالمین۔

اس سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام کے خطبے سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے:

انا وضعت فی الصغر بکلاکل العرب و کسرت نواجم قرون ربیعة و مضر.... ''میں نے کمسنی ہی میں عربوں کے سینے کو روندا، قبیلہ رُبیعہ و مضر کی سنگینی توڑیں، تم رسول خداؐ سے میری نزدیک ترین رشتہ داری کو جانتے ہو۔ میرے احترام سے بھی واقف ہو، انہوں نے بچپن میں مجھے اپنی آغوش میں پالا۔ اپنے سینے سے چپکائے رہے، اپنے بستر پر میرے ذریعے نگہداری کی....(۶)

رہ گئی ابوبکر کے سبقت اسلامی کی بات تو اس سلسلے میں صرف ایک روایت پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔ تاریخ طبری میں موثق راویوں سے صحیحہ محمد بن سعد بن ابی وقاص ہے کہ ابن سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ ابوبکر سب سے پہلے مسلمان ہیں؟ باپ نے کہا: نہیں، ان سے پہلے تو پچاس سے زیادہ افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔(۷)

میں کیا رائے دوں حالانکہ ابوجعفر اسکافی تشیع سے دوری کے باوجود کہتے ہے کہ جاحظ نے ابوبکر

۱۔ انعام/۱۳۶ ۲۔ بقرہ/۱۳۱)

۳۔ اعراف/۱۴۳ ۴۔ بقرہ/۲۸۵

۵۔ غافر/۶۶

۶۔ نہج البلاغہ، ج۱، ص۳۹۲ (ص۳۰۰، خطبہ۱۹۲)

۷۔ تاریخ طبری، ج۲، ص۲۱۵ (ج۲، ص۳۱۶)

کے اولین مسلمان ہونے کی جو دلیل دی ہے تو اگر وہ دلیل صحیح ہوتی تو ابوبکر نے خود بھی سقیفہ کے دن یہ دلیل پیش کی ہوتی۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ حضرت عمر اور ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے کہا کہ میں ان دونوں میں کسی ایک کو تمہارے لئے پسند کرتا ہوں جس کی چاہو بیعت کرلو۔ اگر ان کے اولین مسلمان ہونے کا استدلال صحیح ہوتا تو حضرت عمر یہ نہ کہتے کہ بیعت ابوبکر ہنگامی حادثہ تھا خدا نے اس کے شر سے اسلام کو محفوظ رکھا۔

اگر یہ استدلال کچھ بھی وزن رکھتا تو کوئی شخص تو اس کا قائل ہوتا۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ زمانۂ ابوبکر اور ان کے بعد ایک شخص نے بھی اس کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر اس بات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے کہ اکثر محدثین نے ابوبکر کے اسلام کو علیؑ، جعفر، زید وغیرہ کے بعد شمار کیا ہے ہم تمام روایات کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ علیؑ کے اولین مسلمان ہونے کی روایات صحیح و درست ہیں۔ (۱)

ابن عباس کی وہ روایات جن میں ابوبکر کے اولین مسلمان ہونے کی بات کہی گئی ہے یہ اکیلی روایت ہے اس کے مقابلے میں بے شمار روایات کی شہرت زیادہ ہے۔ ان میں یحییٰ بن حماد کی روایت ہے۔ اس کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ ہے علیؑ کے سبقت اسلامی کے متعلق ابن عباس کا نظریہ اور یہ قول حدیث شعبی سے زیادہ ثابت اور مشہور تر ہے۔ اس کے علاوہ ابوبکر ہذلی کی حدیث کے خلاف بھی قول ملتا ہے۔ جن احادیث کو ہم نے شعبی کی حدیث کے ساتھ نقل کیا ہے وہ کتب صحاح و مسانید میں معتبر و موثق ہیں۔

توجہ طلب:

حضرت علیؑ کے ارشاد میں نماز پڑھنے کی مدت میں تین سال، پانچ سال، سات سال، نو سال کا اختلاف ہے ممکن ہے اس پر قاری کا ذہن الجھے۔ اس لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ تین سال سے ممکن ہے بعثت سے اعلان نبوت تک کی تعداد مراد ہو۔ (۲) کیونکہ رسول اسلامؐ آغاز نبوت کے بعد تین سال تک

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید (ج ۱۳، ص ۲۲۴، خطبہ ۲۳۸)

۲۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۶، ۲۱۸ (ج ۲، ص ۳۱۸، ۳۲۲) سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۷۴ (ج ۱، ص ۲۸۰) طبقات ابن سعد، ص ۲۰۰ (ج ۳، ص ۲۱) امتاع، ص ۱۵، ۲۱۔

روپوشی کی زندگی گزارتے رہے چوتھے سال اعلان نبوت کیا۔

پانچ سال کی مدت سے مراد شاید وہ دو سال فترت نزول وحی کے ہوں جس میں پہلے **اقرا باسم ربک** کے بعد **یا ایھا المدثر** کا سورہ اترا۔ اور تین سال آغاز بعثت کے فترت کے بعد کا زمانہ جس میں ﴿**فاصدع بما تومر**﴾ اور آیہ ﴿**وانذز عشیرتک الاقربین**﴾ تک کئی سال تک رسول خداؐ پوشیدہ طریقے سے دعوت اسلام کرتے رہے۔ آپ کے ساتھ خدیجہؑ اور علیؑ کے سوا کوئی نہ تھا۔ میرا خیال ہے کہ پانچ سال سے یہی زمانہ مراد ہے جس میں کسی نے جو کہا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ سال تک مخفیانہ اسلام کی تبلیغ کی جیسا کہ امتاع مقریزی میں بیان ہوا۔ (۱)

سات سال (۲) کا قول جو روایت اور سلسلۂ سند کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے۔ یہ تبلیغ رسولؐ کی مجموعی مدت، اول بعثت سے نماز پنجگانہ کے واجب ہونے کی مدت تک محیط ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا اتفاق سال ہے کہ نماز، شب معراج میں واجب ہوئی۔ اور معراج، جیسا کہ زہری کا بیان ہے: ہجرت کے تین سال قبل واقع ہوئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس سال مکے میں رہے اور امیر المومنینؑ نماز واجب ہونے کے سال سے دسویں سال تک جو سات کی مدت ہوتی ہے عبادت خدا کرتے رہے اور رسول خداؐ کے ساتھ کبھی شعب ابی طالبؑ میں کبھی غار حرا میں باہم نماز پڑھتے رہے۔ حالات اسی طرح گزرتے رہے (۳) یہاں تک کہ خدا نے ﴿**فاصدع بما تومر اور انذر و عشیرتک الاقربین**﴾ کی آیات نازل کیں۔ کیونکہ ان دونوں آیات کے نازل ہونے کا زمانہ بعثت کے تین سال بعد کا ہے، امیر المومنینؑ نے بنی ہاشم کے اجتماع دعوت ذوالعشیرہ میں اظہار اسلام فرمایا۔ اس دن علیؑ کے سوا کسی نے بھی

۱۔ الامتاع، ص ۴۴۔

۲۔ مناقب ابن مغازلی، ص ۱۴، حدیث ۱۷، ۱۹، اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۸ (ج ۴، ص ۹۴، نمبر ۳۷۸۳) (مناقب خوازمی، ص ۵۳، حدیث ۱۷) الفردوس بماثور الخطاب (ج ۳، ص ۳۳۳، حدیث ۵۳۳۱) شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۳۰، خطبہ ۲۳۸) فرائد السمطین، باب ۴۷ (ج ۱، ص ۲۴۲، حدیث ۱۸۷) معجم کبیر (ج ۱، ص ۳۲۰، حدیث ۹۵۲) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۳، فرائد السمطین، باب ۴۷ (ج ۱، ص ۲۴۳، حدیث ۱۸۸)

۳۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۲، ص ۳۱۳) سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۶۵ (ج ۱، ص ۲۶۵)

دوعت نبیؐ پر لبیک نہیں کہا تھا۔اسی دن رسول خداؐ نے علیؑ کو بھائی، وصی، خلیفہ اور وزیر قرار دیا۔(۱)

ان کے علاوہ جو لوگ اس دن ایمان لائے وہ از روئے معرفت ہم جہتی حیثیت سے عبادت میں کامل نہ تھے، عرصہ گزر اتب جا کے تدریجی حیثیت سے معرفت وتہذیب سے بہرہ مند ہوئے۔ بلکہ انہوں نے صرف زبان سے ہی اقرار کیا تھا۔ اور بتوں کی پرستش سے توبہ کی تھی فقط۔ برخلاف اس کے امیر المومنینؑ پہلے ہی دن سے رسولؐ کے ساتھ ساتھ رہے۔ وہ دیکھتے رہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح عبادت کرتے ہیں۔ واجبات عبادت کے معیار کو سمجھا اور جیسا بجالانا چاہیے، بجالائے۔اس حقیقت سے ان کی عبادت، توحید کامل کا نتیجہ تھی۔ یہ مطلب ہے جسے علیؑ نے فرمایا کہ انہوں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ سات سال سے مراد وہ سات سال ہوں جسے ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ سال مکے میں قیام فرمایا، سات سال تک آپ نے غیبی پرتو کا مشاہدہ کیا نہ فرشتے کی آواز سنی۔ اس کے آٹھ سال کے بعد وحی نازل ہونے لگی۔(۲) اور پہلے ہی دن سے علیؑ آپ کے ساتھ ساتھ رہے جو کچھ رسولؐ دیکھتے علیؑ بھی دیکھتے جو کچھ وہ سنتے یہ بھی سنتے۔ صرف مقام پیغمبری حاصل نہ تھا۔(۳)

اب ذرا ذہبی کے اس فقرے کا بھی لطف اٹھایئے وہ تلخیص مستدرک میں کہتے ہیں:

سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں خدیجہ، ابوبکر، بلال، زید اور علیؑ تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے زید سے ذرا دیر آگے پیچھے ایمان قبول کیا اور انہوں نے خدا کی عبادت کی۔ اب یہ دوسرے سات

۱۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۶۳ (ج ۳، ا ص ۲۴۴، خطبہ ۲۳۸) ابناء نجیاء ابناء، ص ۴۸، ۴۶، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۴ (ج ا، ص ۴۸۷) البدایۃ والنھایۃ، ج ا، ص ۱۱۶، نسیم الریاض شرح شفا، ج ۳، ص ۳۷ (ج ۳، ص ۳۵، تاریخ طبری، ج ا، ص ۲۱۷ (ج ۲، ص ۳۲۱) خصائص نسائی، ص ۱۸ (ص ۸۳، حدیث ۶۶، سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۲۵، حدیث ۸۴۵۱) کفایۃ الطالب، ص ۸۹ (ص ۲۰۶ کنز العمال، ج ۶، ص ۴۰۸ (ج ۱۳، ص ۱۷۴، حدیث ۳۶۵۲۰)

۲۔طبقات ابن سعد، ص ۲۰۹ (ج ا، ص ۲۲۴)

۳۔نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲۔

کون سے ہیں؟(ا)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ یہ تھی سات کی توضیح جسے میں نے بیان کیا۔ بلکہ ہم تو پوچھتے ہیں کہ ذہبی نے جو ذرا آگے پیچھے کی بات کہی ہے، یہ کہاں سے پیدا کی؟ کس نے یہ بات کہی ہے؟ کس موقع پر اور کہاں سے حاصل کیا؟ اس کا ماخذ کیا ہے؟ اس کا راوی کون ہے؟ ہم تو کتابوں کے حوالے بھی پیش کر رہے ہیں۔ ایک داستان سرا کا حوالہ بھی پیش کر دیں تو ہم سمجھیں کہ ذہبی کا پندار کچھ وزن رکھتا ہے۔

طبری کی ایک صحیح روایت ہے کہ ابوبکر نے پچاس افراد کے بعد اسلام قبول کیا۔(۲) گویا یہ شخص تاریخ اسلام کے سطحیات سے بھی نابلد ہے ممکن ہے کہ جانتا ہو لیکن باطل گفتار پر اسے مزہ آتا ہے۔

اب رہ گئی ۹ سال کی بات تو ممکن ہے کہ اس سے دو سال فترت وحی اور سات سال بعثت سے نماز واجب ہونے کی مدت تک مراد ہو۔ یہ ساری باتیں میں نے تقریبی حیثیت سے کی ہیں تحقیقی حیثیت سے نہیں۔ ان میں تحقیق کے بعد تعارض واختلاف بھی ہوسکتا ہے۔

۵۔ ابن کثیر ساتویں جلد میں آیۂ ولایت کے ذیل میں حضرت علی علیہ السلام کے واقعہ خاتم بخشی کو ابوسعید کے طریقہ سے نقل کر کے کہتا ہے کہ یہ روایت کسی حیثیت سے بھی صحیح نہیں کیونکہ اس کے اسناد ضعیف ہیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں تو قرآن میں کوئی آیت نازل ہی نہیں ہوئی۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ﴿**انما انت منذر و لکل قوم هاد**﴾ (۳) ﴿**و یطعمون الطعام علی حبه**﴾ (۴) اور ﴿**اجعلتم سقایة الحاج...**﴾ (۵) وغیرہ آیات حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، یہ کسی حیثیت سے بھی صحیح نہیں ہے۔(۶)

ا۔ تلخیص مستدرک، ج۳، ص۱۱۲ (ج۳، ص۱۲۱، حدیث ۴۵۸۵)

۲۔ تاریخ طبری، ص۲۴۰ (ج۲، ص۳۱۶)

۳۔ رعد/۷ ۴۔ انسان/۸۔

۵۔ توبہ/۱۹

۶۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۳۵۷ (ج۷، ص۳۹۵، حوادث ۴۰ھ)

جواب:

بڑی بری بات ہے جو یہ اپنی زبان سے نکال رہے ہیں یہ تو سراسر غلط گوئی پر آمادہ ہیں۔(۱) یہ شخص آیہ ولایت علیؑ کے متعلق نازل ہونے کو صحیح نہ کہہ کر کس قدر جسارت و جرات کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ کہتا ہے کہ اس کے اسناد ضعیف ہیں جبکہ خود اس نے اپنی تفسیر (۲) میں ابن مردویہ کے حوالے سے کلبی کی روایت نقل کی ہے اور کلبی کا بھی قول نقل کیا ہے کہ اس کے اسناد میں کسی قسم کا خدشہ یا اندیشہ نہیں ہے اور میں نے اس سے قبل کہا ہے کہ ابو سعید اشج کی حدیث کے رجال صحیح اور موثق ہیں۔

اس کے علاوہ جو روایت بھی حضرت امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہونے والی آیات کی تفسیر و توضیح کرتی ہو اگر اس بے وقوف کے بقول صحیح نہ ہو تو ان تمام تفاسیر وصحاح ومسانید کو پارہ پارہ کر کے دریا برد کر دینا چاہیے کیونکہ جن کتابوں میں غلط مطالب درج ہوں ان سے فائدہ ہی کیا؟ دانشوروں کو اس پر بھروسہ ہی نہ رہے گا تو اپنی عمر عزیز اس کے مطالعہ میں ضائع کیوں کریں؟

اگر ان تمام باتوں کو ابن کثیر کی ہوا پرستی کا پابند بنالیا جائے تو ارباب تحقیق کس کتاب کی طرف مراجعہ کریں۔ ہاں خود ابن کثیر اپنے خرافات کو ماخذ سمجھتے ہیں، وہ فضائل امیر المومنینؑ کے سوا ہر مقصد و مطالب کو زیر بحث لاتے ہیں جب فضائل علیؑ کی بات آتی ہے تو کینہ جوش مارنے لگتا ہے۔ میں نے دوسری جلد میں آیۂ ﴿ انما انت منذر ﴾ کے متعلق داد تحقیق دی ہے رجوع فرمائیے۔

۶۔ ساتویں جلد میں امام احمد (۳) کی روایت وکیع، اسرائیل، ابو اسحاق، زید بن یثیع سے ابو بکر کا بیان، تبلیغ برائت کے سلسلے میں نقل کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں اس حدیث میں انکار کی گنجائش موجود ہے کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ابو بکر کو واپس آنے کا حکم دیا گیا تھا۔ حالانکہ ابو بکر واپس نہیں لوٹے وہی امیر حج تھے... الخ۔ (۴)

۱۔ سورۂ کہف کی آیت ۵ سے اقتباس ﴿ کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا ﴾

۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۷۱۔ ۳۔ مسند احمد (ج ۱، ص ۷، حدیث ۴)

۴۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۳۵۸ (ج ۷، ص ۳۹۴، حوادث ۴۰ھ)

جواب:

واہ! کیا بات ہے، نصوص کے مقابلے میں اس لنگڑے اجتہاد پر جتنا بھی ہنسا جائے کم ہے، جس نص پر اجماع ہے، ثبوت ویقین کے ڈھیر لگے ہیں۔

ہم آگے اس پر مفصل بحث کریں گے۔

۷۔ ساتویں جلد میں امام احمد (۱) کے طریق سے ابن نمیر، اجلح کندی، عبداللہ بن بریدہ سے حدیث رسولؐ نقل کی ہے کہ آپ نے علیؑ کے بارے میں فرمایا کہ بدگوئی نہ کرو کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تم پر صاحب اختیار ہے۔

اس کے بعد کہتے ہیں:

اس حدیث کا مقصد نامعلوم ہے۔ اس روایت میں اجلح شیعہ ہے اور جس روایت کو اکیلے شیعہ نقل کرے وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ اس کی پیروی انہیں لوگوں نے کی ہے جو اس سے ضعیف تر ہیں اور خدا بہتر جانتا ہے۔

اس سلسلے میں جو روایت حفاظ نے نقل کی ہے وہ یہ ہے:

احمد نے وکیع، اعمش، سعید بن عبیدہ، عبداللہ بن بریدہ اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی ولیہ ''جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ ولی ہیں''۔ (۲)

جواب:

کیا کوئی عربی داں اس تعبیر کو مشکوک سمجھ سکتا ہے، ہاں! بنی امیہ کی نسل سے ہونا دوسری بات ہے۔ اگر تعصب کی عینک اتار دی جائے تو اس جملے میں ذرا بھی اجنبیت نہیں رہ جاتی۔ یہ مطلب صحیح و ثابت ہے۔ جو وحی ترجمان کی زبان سے ادا ہوئے ہیں اور اس مفہوم کی تاکید میں بے شمار احادیث

۱۔ مسند احمد (ج ۶، ص ۴۸۹، حدیث ۲۲۵۰۳)

۲۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۳۴۳ (ج ۷، ص ۳۸۰، حوادث ۴۰ھ)

ہیں۔(۱)

ابن کثیر اسی مفہوم کو نا معلوم کہتے ہیں جبکہ یہ زبان رسالت سے ادا ہوا ہے اور امیر المومنین علیہ السلام جیسی باوقار شخصیت کے لئے ادا ہوا ہے۔ ابن کثیر کی بکواس قطعی مہمل ہے کیونکہ اس کے اسناد اور مدلول تمام قسم کی نکتہ چینیوں سے بلند ہیں۔

کیا آپ نے کہیں سنا ہے کہ جس روایت کو ائمہ حدیث نے نقل کیا ہو، بخاری و مسلم بھی نقل کرتے ہوں محض اس لئے کہ اس میں ایک شیعہ ہے اسے مسترد کر دیا جائے؟ بھلا شیعیت کا گناہ کیا ہے جبکہ وہ ائمہ حدیث کے نزدیک معتبر ہو۔ اجلح کو ابن معین، احمد بن حنبل، ترمذی، ابی شیبہ، محب الدین طبری جیسے (۲) حفاظ نے اپنی کتابوں میں نقل کر کے کہا ہے کہ اس کے رجال موثق و صحیح ہیں۔ ابن کثیر کی جہالت دیکھئے کہ وہ حدیثوں کو ایک ہی جوڑ کر پیش کر دیا ہے حدیث ولایت عام ہے اور حدیث: **لا تقع فی علی** ''علی کی بدگوئی نہ کرو''۔ یہ شخصی واقعہ ہے، ہر پڑھا لکھا انسان جانتا ہے کہ حدیث غدیر میں عمومیت کا پہلو ہے۔

۸۔ ابن کثیر نے اپنی کتاب میں شیعوں کی طرف ایک جھوٹی نسبت بھی دی ہے کہ کچھ شیعہ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ خراسانی اونٹوں میں متعدد کوہان اس دن سے پیدا ہوئے جب واقعہ کربلا میں اہل حرم اسیر کئے گئے۔ آگے اور پیچھے متعدد کوہان اس لئے پیدا ہوئے کہ اہل حرم کی پردہ دری کر سکے۔(۳)

۱۔ مسند ابی یعلی (ج۱، ص۲۹۳، حدیث ۳۵۵) المصنف (ج۱۲، ص۸۰، حدیث ۱۲۱۷۰) حلیۃ اولیاء، ج۶، ص۲۹۴، ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۷۱ (ج۳، ص۱۱۶) مصابیح السنۃ، ج۳، ص۲۷۵ (ج۴، ص۱۷۲، حدیث ۴۷۶۶) البدایۃ والنہایۃ، ج۷، ص۳۴۴ (ج۷، ص۳۸۱، حوادث ۴۰ھ) کنز العمال، ج۶، ص۱۵۴، ۳۰۰ (ج۱۱، ص۶۰۸، حدیث ۳۲۹۴۳)؛ خصائص نسائی، ص۲۳ (ص۱۰۹، حدیث ۸۹، سنن نسائی، ج۵، ص۱۳۲، حدیث ۸۴۷۴) مستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۱۱ (ج۳، ص۱۱۹، حدیث ۴۵۷۹) وغیرہ۔

۲۔ التاریخ (ج۳، ص۲۷۰، نمبر ۱۲۷۶) مسند احمد، ج۵، ص۳۵۵ (ج۶، ص۴۸۹)، حدیث ۲۲۵۰۳) خصائص نسائی، ص۲۴ (ص۱۱۰، حدیث ۹۰، سنن نسائی، ج۵، ص۱۳۳، حدیث ۸۴۷۵) المصنف (ج۱۲، ص۸۰، حدیث ۱۲۱۷۰) کنز العمال، ج۶، ص۱۵۴ (ج۱۱، ص۶۰۸، حدیث ۳۲۹۴۲) ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۷۱ (ج۳، ص۱۱۵) مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۲۸۔

۳۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۸، ص۱۹۶ (ج۸، ص۲۱۳، حوادث ۶۱ھ)

جواب:

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی احمق اور مجنون شیعہ بھی عربی یا خراسانی اونٹوں کے کوہان کا مندرجہ عقیدہ رکھتا ہوگا۔ کسی شیعہ کا عقیدہ ہرگز نہیں، یہ جھوٹ گڑھا گیا ہے۔ ہر شیعہ خاندان اہل بیتؑ کو زیورات کی آرائش کا محتاج نہیں سمجھتا بلکہ ان کی عصمت و طہارت ہی ان کی زینت تھی، وہ اسیری میں بھی صاحب جلال تھے۔ عنایات خداوندی سے نہال ہونے کی وجہ سے وہ ان مصائب وشدائد کو بصد افتخار برداشت کر گئے۔

انہوں نے اپنے انقلابی اقدام سے بنی امیہ کی بدطینتی کو بے نقاب کیا۔ امام حسینؑ مجسم دین و ہدایت تھے اور اہل حرم ان کے جہاد میں ان کے شریک کار تھے۔ انہوں نے نجات امت اور تحفظ اسلام کے لئے خود اپنے خاندان اور دوستوں سمیت اپنے کو مہالک میں ڈال کر تمام عالم کو بتا دیا کہ جو شخص ان شرم ناک حرکات کا مرتکب ہو رہا ہے اس کا نہ تو رسولؐ سے کوئی تعلق ہے نہ خلافت سے۔ حسین علیہ السلام نے بنی امیہ کی انہیں حرکتوں کو بے نقاب کیا اور آخر کار قربان گاہ کربلا میں شہادت سے سرفراز ہوئے اور اہل حرم اسیر کر کے شام لے جائے گئے۔ اسی وجہ سے تمام لوگ بنی امیہ اور ان کے ہم نواؤں سے نفرت کرنے لگے۔ نفرت کی اس چنگاری نے مروان حمار کے زمانے تک بنی امیہ سے تمام زمین کو پاک کر دیا۔ یہ انہیں لوگوں کی کمائی کا پھل تھا اور خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ دین اسلام کو محمدؐ نے رواج دیا لیکن اس کی بقاء حسینؑ سے ہے۔

ابن کثیر جیسے منحوس افراد اس حقیقت کو سمجھے بغیر شیعوں کے متعلق خرافات اڑاتے پھرتے ہیں۔ انہیں جھوٹی اور شرمناک باتیں بیان کرنے میں شرم بھی نہیں آتی۔

یہ ابن کثیر کے کچھ بدبودار نمونے تھے جن میں فریب، جھوٹ اور دنیا بھر کے عیوب کی بھرمار ہے۔ ہمیں اتنا موقع نہیں کہ ان تمام دشنام و الہام کو نقل کر سکیں جن کو وجدان و عقل سلیم کسی طرح بھی قبول نہیں کرتے۔

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ ''اور جو شخص بھی ہدایت کے واضح ہو جانے کے

بعد رسول سے اختلاف کرے گا اور مومنین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا اسے ہم ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے اور جہنم میں جھونک دیں گے جو بدترین ٹھکانا ہے"۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ معمولی نمونے تھے اہل سنت کی یاوہ سرائی کے۔ اگر ان کا احصاء کیا جائے تو دفتر تیار ہو سکتے ہیں چونکہ ہمارا مقصد امت اسلامی کی توجہ مذہب اہل بیتؑ کے خلاف کینہ توزی وعناد کی طرف مبذول کرانا تھا کہ وہ ان تعصبات سے چوکنا رہیں اور غلط الزام تراشیوں پر اعتماد نہ کریں۔ ظاہر سی بات ہے کہ اگر وہ متوجہ ہوکر ان باطل سرائیوں کو پڑھیں گے تو تحقیق کے میزان پر ضرور تولیں گے۔

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین علماء اہل سنت کے اندھے تعصبات کی طرف بھی متوجہ کر دیا جائے جن کی وجہ سے وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کرنے کیلئے دشمنی وعناد کی ہوا بھڑکانے کی سعی کی جاتی ہے جس کے نتیجے میں فتنہ وفساد بھڑک اٹھتے ہیں۔ ہرزہ سرائیوں کی وجہ سے اسلامی قومیت، پستی اور ذلت ورسوائی سے دوچار ہوئی ہے۔ بھائی بھائی کا اور دوست دوست کا دشمن ہو جاتا ہے۔

۱۔ سورۂ نساء/۱۱۵

محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ

تالیف: شیخ محمد خضری

بظاہر یہ تاریخ کی کتاب ہے لیکن سیدھے سادھے لفظوں میں تاریخ کے بجائے اموی فتنہ انگیزیوں کا پلندہ ہے۔ اس میں شیعوں پر جو لعن طعن کیا گیا ہے اس کی وجہ سے یہ کتاب نہ تاریخ کی ہے نہ کلام کی کہ جس کے مطالب کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے، یہ محض ذہنی عیاشی کا پلندہ ہے جس کی وجہ سے برادری بھی غارت ہوتی ہے اور سکون بھی۔ میرے لئے مناسب تو یہی تھا کہ اس کے شبہات کو نظر انداز کیا جائے لیکن قارئین کے سامنے اس کی بعض لغزشوں کو پیش کرنا ضروری خیال کیا:

ا۔ جلد دوم میں افسوس ناک مطالب کا اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ جنگ صفین کسی دینی مقصد کے پیش نظر یا قومی مظالم کو دفع کرنے کیلئے نہیں لڑی گئی۔ بلکہ اس کا مقصد ایک شخص کی دوسرے پر فتح و کامرانی کی سعی تھی۔ علیؑ والوں نے ان کی اس لئے مدد کی وہ رسولؐ کے چچا زاد بھائی اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ معاویہ والوں نے اس لئے مدد کی کہ انہوں نے خون عثمان کا مطالبہ کیا اور وہ مظلوم کے قصاص کے سبب سے زیادہ حقدار تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ قاتلان عثمان جس کی پناہ میں ہوں اس کی بیعت کرنا صحیح نہیں۔(۱)

جواب:

کاش اس شخص نے اپنے بنیادی عقائد بھی بیان کر دیئے ہوتے تا کہ اسی میزان پر ہم جنگ صفین کو

ا۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ، ج ۲، ص ۶۷۔

تو لیتے۔ لیکن چونکہ اس نے اپنے بنیادی عقائد بیان نہیں کئے اس لئے ہم پوچھتے ہیں کہ رسولؐ کے فرمان کے نفاذ سے زیادہ قوی تر کون سی دینی بنیاد ہوسکتی ہے جس میں آپ نے امیر المومنین علیہ السلام اور اصحاب سے قاسطین (طرفدارانِ معاویہ) سے جنگ کا حکم دیا تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ ''**سیکون بعدی قوم یقاتلون علیا علی الله جهادهم فمن لم یستطیع جهادهم بیده فبلسانه ...**'' بہت جلد میرے بعد ایک قوم علیؑ سے جنگ کرے گی۔ خدا نے لازم قرر دیا ہے کہ ان کے خلاف جنگ کی جائے جو ان سے جہاد کی صلاحیت ہاتھ سے نہ رکھتا ہو تو زبان سے کرے۔ اگر زبان سے بھی ممکن نہ ہو تو دل سے کرے اس کے سوا چارہ نہیں''۔(۱)

آخر کون سی دینی بنیاد اس سے قوی تر ہوسکتی ہے کہ ایک شخص خلیفہ رسولؐ کے خلاف جنگ کر رہا ہے جس کا اعتراف خود خضری کو ہے۔

نصرت امیر المومنینؑ کی قوی ترین دلیل یہ ارشاد رسولؐ ہے:

''تمہاری جنگ میری جنگ ہے''۔(۲) نیز یہ کہ ''عنقریب تم سے باغی گروہ جنگ کرے گا اور تم حق پر ہو گے جو شخص ایسے میں تمہاری مدد نہ کرے وہ مجھ سے نہیں''۔(۳) کیا اس سے اہم دلیل ہوسکتی ہے جو مسلمان بھی اس حدیث رسوؐل کو سنے گا ضرور علیؑ کی مدد کرے گا۔ حدیث رسولؐ کے مطابق باغیوں کے جنگ کی اس سے مضبوط تر دلیل کیا ہوسکتی ہے؟ آپ نے عمار سے فرمایا:

۱۔ المعجم الکبیر (ج ۱، ص ۳۲۱، حدیث ۹۵۵) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۳۴، کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۵، ج ۷، ص ۳۰۵ (ج ۱۱، ص ۶۱۳، حدیث ۳۲۹۷۱، ج ۱۵، ص ۱۰۲، حدیث ۴۰۶۶)

۲۔ مستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۴۹ (ج ۳، ص ۱۶۱، حدیث ۴۷۱۴) کفایۃ الطالب، ص ۱۸۹ (ص ۳۳۱، باب ۹۹) المعجم الکبیر (ج ۳، ص ۴۰، حدیث ۲۶۲۰) مناقب خوارزمی، ص ۹۰ (ص ۱۴۹، حدیث ۱۷۷) کنز العمال، ج ۶، ص ۲۱۶ (ج ۱۲، ص ۹۶، حدیث ۳۴۱۵۹) سنن ترمذی (ج ۵، ص ۶۵۶، حدیث ۳۸۷۰) سنن ابن ماجہ (ج ۱، ص ۵۲، حدیث ۱۴۵) تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۱۳۷، مسند احمد، ج ۲، ص ۴۴۲ (ج ۳، ص ۱۸۷، حدیث ۹۴۰۵)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، ص ۳۷۰، نمبر ۱۲۲۰) کنز العمال (ج ۱۱، ص ۶۱۳، حدیث ۳۲۹۷۰) شرح المواہب، ج ۳، ص ۳۱۷۔

تقتلک الفتنة الباغیه ''تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا''۔(۱)

نیز ایک دن فرمایا: عمار پر افسوس! کہ انہیں باغی گروہ قتل کرے گا جس دن وہ لوگوں کو بہشت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ انہیں جہنم کی طرف۔(۲)

خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کے متعلق حدیث رسول کو مضبوط بنیاد دین قرار دیا جائے جن لوگوں نے خلیفہ کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ جس کی بیعت کی اس میں تمام شرائط خلافت موجود تھے۔ خود انہیں کی تصریحات کے مطابق لوگوں ہی نے خلیفہ معین کیا تھا۔ کیا ایسے شخص کے متعلق جو امام وقت کے خلاف خروج کرے آیت نہیں ہے کہ ان کہ ﴿**ان طائفتان من المومنین ...**﴾ ''اگر مومنین کے دو گروہ باہم جنگ کر رہے ہوں تو ان میں صلح کرا دو اور اگر ان میں سے ایک بغاوت کرے تو دوسرے کی حمایت میں باغی گروہ کے خلاف اس وقت تک جنگ کرو کہ وہ حکم خدا ماننے پر آمادہ ہو جائے''۔

اس امت کی سب سے بڑی مصیبت تو یہی ہے کہ معاویہ جیسا انسان بنیاد اسلام کو تہس نہس کر کے ان پر حکومت کرے اور خلافت کو بغیر نص یا بغیر ارباب حل وعقد کی بیعت یا بغیر اجماع یا مشاورت یا وصیت کے خلیفہ بن جائے۔ بغیر ولی ہونے کے خون عثمان کا مطالبہ کرے اور لوگ اس کی حمایت کریں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ خود معاویہ ہی نے شامی لشکر کو ٹال مٹول میں رکھا، عثمان کی مدد میں کوتاہی کی یہاں تک کہ وہ قتل کر دیئے گئے۔ جانے بھی دیجئے ان باتوں کو معاویہ میں نہ شرافت نفس تھی، نہ خطا سے محفوظ رکھنے والا علم، نہ تقویٰ کی وہ توانائی تھی جو اسے خواہش نفس کے جھمیلوں سے باز رکھ سکے اور نہ اکیلی

۱۔ سیوطی نے خصائص، ج ۲، ص ۱۴۰ (ج ۲، ص ۲۳۹) پر اس کے تواتر کا ادعیٰ کیا ہے نویں جلد میں ۲۵ طرق سے یہ حدیث بیان کی جائے گی۔ نیز ملاحظہ کیجئے: الاصابہ، ج ۲، ص ۵۱۲ (نمبر ۵۷۰۴) تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۴۰۹ (ج ۷، ص ۳۵۸، نمبر ۶۶۵) تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، ص ۶۳۷) کنز العمال، ج ۷، ص ۷۴ (ج ۱۳، ص ۵۳۷، حدیث ۳۷۴۰۶) البدایة والنھایة، ج ۷، ص ۲۷۰ (ج ۷، ص ۳۰۰) ج ۶ ص ۱۸۴ (ج ۱۱، ص ۷۲۵، حدیث ۳۳۵۴۹)

۲۔ صحیح بخاری (۱، ص ۱۷۲، حدیث ۴۳۶) صحیح مسلم (ج ۵، ص ۴۳۱، حدیث ۷۳، کتاب الفتن) سنن ترمذی (ج ۶، ص ۶۲۸، حدیث ۳۸۰۰) تاریخ طبری، ج ۱۱، ص ۳۵۷ (ج ۱۰، ص ۵۹، حوادث ۲۸۴) شرح المواہب، ج ۱، ص ۳۶۶۔

شاہی طاقت واقتدار ہی سے بہرہ مندی تھی۔ نتیجے میں وہ ناقص اقتدار کے ذریعے شقاوت، ڈرانے، دھمکانے اور لالچ دینے کی پالیسی کے ذریعے دینداری اور اصلاح طلبی کے نام پر لوگوں پر مسلط ہوگیا۔ پھر اس نے خونریزی اور ہلاکتوں کا چکر چلادیا۔

اس کی اسلام دشمنی اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ اس نے امت اسلامی میں ظلم وستم کو رواج دیا۔ مزید یہ کہ اس نے یزید جسے فاسق وفاجر کو جانشین بھی نامزد کردیا۔

۲۔ بلا تردید جس طرح حضرت علی علیہ السلام قریش کے بزرگ ترین فرد ہاشم بن عبد مناف کے فرزند تھے۔ اسی طرح معاویہ بھی اپنے کو بزرگ قریش سمجھتا تھا۔ کیونکہ وہ بزرگ قریش ابوسفیان بن حرب کا بیٹا تھا ابوسفیان قریش کی بزرگ ترین فرد امیہ بن عبد شمس بنی عبد مناف کا فرزند تھا۔ اس طرح دونوں ہی نسبت کے اعتبار سے برابر تھے۔(۱)

جواب:

میں اس عقل کے اندھے سے کیا پوچھوں کہ جو شخص عنصر نبوت اور تقدس کا پیکر تھا، جو پاکیزہ اصلاب وارحام میں منتقل ہوتا رہا، ختم نبوت کا جزو تھا، صاحب ولایت کبریٰ تھا، ایسے کا مقابلہ کسی شکم پرست سے کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ دونوں کو ایک نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ دونوں کے شجرۂ نسب میں بھی بڑا فرق ہے۔ ایک شجرۂ طیبہ جس کی شاخیں آسمان پر ہیں دوسرا شجرۂ خبیثہ جس کی جڑیں زمین پر بکھری ہوئی ہیں۔ ایک زیتون کا مبارک درخت دوسرا قرآن کی نظر میں ملعون درخت۔ جس کی تاویل حدیث رسولؐ میں بنی امیہ سے کی گئی ہے۔(۲)

یہ شخص دونوں کو کس ڈھٹائی سے برابر قرار دے رہا ہے۔ جبکہ حدیث رسولؐ ہے کہ خدا نے بنی آدمؑ سے عرب کو چنا، عرب میں خانوادۂ مضر کو، مضر سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم سے

۱۔ محاضرات تاریخ الامم واسلامیہ، ج۲، ص۶۷۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۱۱، ص۳۵۶ (ج۱۰، ص۵۸، حوادث سن ۲۸۴ھ) تاریخ خطیب بغدادی، ج۳، ص۳۴۳ (نمبر۱۴۵۱) تفسیر قرطبی، ج۱۰، ص۲۸۶ (ج۱۰، ص۲۸۶) تفسیر نیشاپوری مطبوع برحاشیہ تفسیر طبری، ج۵، ص۵۵۔

ہمیں منتخب فرمایا۔(۱)

یہ شخص دونوں درختوں کو کیسے برابر قرار دے رہا ہے جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام زندگی اس شجرۂ ملعونہ کی حرکات سے غمزدہ رہے۔ جب سے خواب دیکھا کہ میرے منبر پر بندر اچک رہے ہیں، اس کے بعد سے کبھی آپ کو ہنستے نہیں دیکھا گیا۔ خدا نے آیت نازل فرمائی کہ میں نے تمہیں جو خواب دکھایا ہے یہ لوگوں کے لئے آزمائش تھی۔(۲)

دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ بنی امیہ نے بندگان خدا کو غلام بنایا، ان کا مال و اسباب لوٹا اور کتاب خدا کو اپنی فریب کاریوں کی سپر بنا لیا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبر پہلے ہی دے دی تھی۔(۳)

یہ شخص ابوسفیان کو بزرگ قریش کہتا ہے حالانکہ وہ قریش کے لئے باعث ننگ تھا۔

رسول کی نظر میں ملعون تھا۔ آپ نے فرمایا تھا: خدایا! تابع و متبوع دونوں پر لعنت فرما۔

خدایا! اقیعس پر لعنت ہو۔ براء کہتے ہیں کہ اقیعس سے مراد معاویہ ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ابوسفیان کو سوار دیکھا اور معاویہ کو ہنکاتے ہوئے۔ فرمایا: خدایا! قائد اور سائق دونوں پر لعنت فرما۔(۴)

۱۔ سنن بیہقی (ج ۷، ص ۱۳۴) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۷، ص ۲۴۶، نمبر ۲۱۴۶) سنن ترمذی (ج ۵، ص ۵۵۴، حدیث ۳۶۰۵) تاریخ ابن عساکر (ج ۵، ص ۴۵، نمبر ۱۷۱) کنز العمال، ج ۶، ص ۲۰۴ (ج ۱۲، ص ۴۳، حدیث ۳۳۹۱۸)

۲۔ تفسیر طبری، ج ۱۵، ص ۷۷ (مجلد ۹، ج ۱۵، ص ۱۱۲) تاریخ طبری، ج ۱۱، ص ۳۵۶ (ج ۱۰، ص ۵۸ حوادث ۲۸۴ھ) تاریخ خطیب بغدادی، ج ۹، ص ۴۴ (نمبر ۴۶۲۷) ج ۸، ص ۲۸۰ (نمبر ۴۳۷۷) تفسیر نیشاپوری مطبوع بر حاشیہ تفسیر طبری، ج ۱۵، ص ۵۵، تفسیر قرطبی، ج ۱۰، ص ۲۸۳ (۱۰، ص ۱۸۳) النزاع والتخاصم، ص ۵۲ (۷۹) اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۴ (نمبر ۱۱۶۵) الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۱۸ (ج ۲، ص ۲۰۰) تفسیر خازن، ج ۳، ص ۱۷۷ (ج ۳، ص ۱۶۹)

۳۔ النزاع والتخاصم، ص ۵۲، ۵۴ (ص ۸۱) الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۱۸ (ج ۲، ص ۲۰۰)

۴۔ نصر بن مزاحم کی کتاب حرب صفین ص ۲۴۴، ۲۴۸ (۲۱۸، ص ۲۲۰) تاریخ طبری، ج ۱۱، ص ۳۵۷ (ج ۱۰، ۵۸، حوادث ۲۸۴ھ)

یہ شخص شیخ ابطح ابو طالبؑ کے مقابلے میں ابوسفیان کو لا رہا ہے حالانکہ علقمہ نے ابوسفیان کے لئے اپنے اشعار میں صاف کہا ہے کہ وہ شروع ہی سے اسلام کا دشمن تھا۔ شوکت اسلامی دیکھ کر چہرے پر اسلامی نقاب ڈال لی۔(۱)

کاش خضری نے مقریزی (۲) کے یہ فقرے بھی پڑھے ہوتے: ابوسفیان جنگ احد میں اس گروہ کا سرغنہ تھا جس نے رسولؐ سے جنگ کی، جس میں ستر مہاجر و انصار کے افراد قتل ہوئے۔ انہیں میں حمزہ جیسے خدا کے شیر بھی تھے، جنگ خندق میں بھی رسولؐ سے جنگ کی اور رسول خداؐ کو خط لکھا:

''**بسمک اللھم**... ''لات وعزیٰ کی قسم! ساف و نائلہ و ہبل کی سوگند، اے محمدؐ! میں تمہاری طرف آ رہا ہوں، میں تمہارا تیا پانچہ کر دوں گا تم نے خندق بنا کر اپنی حفاظت کر رکھی ہے۔ احد کا دن تمہیں یاد دلا دوں گا''۔

اس خط کو ابوسلمہ کے ذریعے بھیجا، رسولؐ نے ابی بن کعب سے پڑھوا کر جواب لکھوایا:

'' تمہارا خط تیرے مقصد کے درمیان حائل ہو جائے گا جو میرے حق میں مفید ہوگا۔ اے احمق! بہت جلد وہ دن آ رہا ہے جب میں لات، عزیٰ، ساف، نائلہ و ہبل کو توڑ پھوڑ دوں گا''۔

وہ ہمیشہ خدا اور رسولؐ کا دشمن رہا، یہاں تک کہ رسولؐ خدا جب فتح مکہ کے بعد تشریف لے گئے تو عباس بن عبدالمطلب نے اسے اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا اور خدمت رسولؐ میں لا کر حاضر کیا کیونکہ عباس کا زمانۂ جاہلیت میں اس سے یارانہ تھا، خدمت رسولؐ میں لا کر امان کے خواہش مند ہوئے رسول خداؐ نے اسے دیکھ کر اس سے فرمایا: وائے ہو تجھ پر! کیا اب بھی تجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہیں؟ ابوسفیان بولا: میرے ماں باپ قربان! آپ کس قدر مہربان، کریم اور جوان مرد ہیں۔ خدا کی قسم! اگر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو ضرور میری مدد کرتا۔

رسولؐ نے فرمایا: اے ابوسفیان! کیا اب بھی تیری سمجھ میں نہ آیا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ ابو

۱۔ کتاب نصر بن مزاحم، ص ۲۱۹ (ص ۱۹۵)

۲۔ النزاع والتخاصم، ص ۲۸ (ص ۵۲)

سفیان بولا: میرے ماں باپ قربان! آپ بڑے مہربان اور کریم ہیں لیکن آپ کی پیغمبری میرے دل میں ابھی کھٹک رہی ہے۔

عباس دہاڑے: تجھ پر وائے ہو! گواہی دیدے کہ گردن نہ ماری جائے۔ تب وہ گواہی دے کر اسلام لایا۔

پیغمبر اسلامؐ نے اگر معاملہ خلافت کو ایک معین شخص کے لئے وصیت کردی تھی تو کوئی تو آگے بڑھتا اور رسولؐ کی نص صریح کے خلاف اپنے کو خلیفہ کہلواتا؟

اور کیا سعد بن عبادہ اس صورت حال میں اپنی بیعت کیلئے لوگوں کو دعوت دے سکتے تھے؟ انہوں نے انصار کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا: منا امیر و منکم امیر ''ایک حاکم ہمارا ایک تمہارا''۔ ایک دوسرے نے ہانک لگائی: میں تمہارا لائق اعتماد ہوں مجھ پر بھروسہ کرو۔ مہاجرین ابوبکر کے گرد جمع ہو گئے اور کچھ لوگ عباس اور بنی ہاشم کے ساتھ آئے اور کہنے لگے کہ اس کے حقدار صرف امیر المومنینؑ ہیں۔

یہ وہ جامع سوالات ہیں جن کا جواب خضری کے پاس ہرگز نہیں۔ وہ تو صرف یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ معاویہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ امت پر مہربان تھے۔

یزید کی خلافت کے دوران واقعہ کربلا پیش آیا، واقعہ حرہ وقوع پذیر ہوا، ابن زبیر کی وجہ سے خانہ کعبہ پر چڑھائی ہوئی اور پردہ جلا۔ یہ تمام باتیں یزید کے انتخاب کا نتیجہ تھیں۔ یزید کی خلافت کے تو سب سے بڑے مخالف خود حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھ فرزندان عبد مناف، عام مہاجرین و انصار مدینہ کی ڈھیر ساری تعداد تھی۔

ان باتوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو اگر معاویہ انتخاب خلیفہ کے سلسلے میں مجبور تھے تو کیوں نہ انہوں نے کسی نیک صحابی رسولؐ کو منتخب کیا۔ اور کیوں نہ سب پر ترجیح دیتے ہوئے خود امام حسین علیہ السلام کو منتخب کیا جو فرزند رسول خداؐ بھی تھے؟

کس ڈھٹائی سے خضری یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ انتخاب بالکل ٹھیک، نیک اور امت کے حق میں مفید تھا۔ اس کے منھ سے یہ نہیں نکلتا کہ یہ انتخاب سراسر ظلم اور امت اسلامی پر عذاب اور کتاب و سنت کے حق

میں زہر تھا۔ حالانکہ خود رسولؐ نے سالہا سال قبل خبردار کر دیا تھا کہ اس امت میں سب سے پہلا شخص جو میری سنت میں تحریف کرے گا وہ بنی امیہ کی فرد ہوگا۔ ایک دوسرے ارشاد میں فرمایا تھا کہ یہ دین برابر اپنی حدوں میں متوازن رہے گا جب تک کہ بنی امیہ کی ایک فرد یزید نامی اس میں رخنہ نہ ڈالے۔ (۱)

ابن ابی شیبہ اور ابو یعلی نے روایت کی ہے کہ زمانۂ معاویہ میں یزید نے ایک جنگ میں شرکت کی، ایک شخص کے حصہ میں ایک کنیز آئی یزید نے اس سے لے لیا۔ وہ شخص ابوذر کے پاس آیا اور شکایت کی۔ ابوذر نے یزید سے تین بار کہا کہ اس کنیز کو اسے دیدے اور وہ بہانہ کرتا رہا آخر کار ابوذر نے کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے: سب سے پہلا شخص جو میری سنت کو متغیر کرے گا وہ بنی امیہ کی فرد ہوگا۔ یہ کہہ کے اس سے منہ پھیر لیا۔ یزید نے ان کا تعاقب کر کے پوچھا: آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں میں ہی وہ شخص ہوں۔ ابوذر نے جواب دیا: میں نہیں جانتا، بعد میں یزید نے کنیز واپس کر دی۔ (۲)

ابن حجر نے تطہیر الجنان میں اس پر تبصرہ کیا ہے کہ یہ حدیث اور قبل کی ان حدیثوں میں جس میں یزید کے نام کی صراحت ہے کوئی منافات نہیں کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ابوذر کی بات: ''میں نہیں جانتا''۔ کو حقیقت پر حمل کیا جائے تو مقصود یہ ہوگا کہ اس معاملے میں انہیں ابہام ہے اور یہ ابہام اگلی روایات سے ختم ہو جاتا ہے۔ یا اگر کہا جائے کہ ابوذر اچھی طرح جانتے تھے کہ اس سے مراد یزید ہی ہے لیکن فتنہ و شورش سے ڈرتے ہوئے نام نہیں لیا۔ چنانچہ دوسرے معاملات میں ظاہر ہوا کہ ان پر دشمنی کا الزام عائد کیا گیا۔ (۳)

خضری نے جو ایک خانوادہ میں خلافت محدود ہونے کی بات کہی ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اعتراض صرف اس بات پر ہے کہ خلافت نالائق خاندان میں نہ جائے اگر ایسا خاندان ہو جو زیور لیاقت میں دینی و سیاسی اعتبار سے آراستہ ہو تو اس میں کوئی کلام ہی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جب کبھی لیاقت

۱۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۳۹ (ج ۲، ص ۲۳۶) تطہیر الجنان مطبوع بر حاشیہ الصواعق المحرقہ، ص ۱۴۵ (ص ۶۴)

۲۔ المصنف (ج ۱۴، ص ۱۰۲، حدیث ۱۷۷۲۶)

۳۔ تطہیر الجنان مطبوع بر حاشیہ الصواعق المحرقہ، ص ۱۴۵ (ص ۶۴)

نہ ہوگی تو اس خاندان کے طرف دار نہ ہوں گے کیونکہ مسئلہ خلافت کو صرف ایک خاندان میں محدود کردینا فتنہ و فساد کو ختم کرنے کے سبب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جب بھی لوگ خلیفہ کے خلاف شورش کر کے اس کو قتل کریں گے تو لازمی طور سے ایسے کا انتخاب کریں گے جو صالح، نیک اور جوان مرد ہوگا۔ اسی صورت میں خلیفہ کی نالائقی کے باوجود ایک خاندان میں خلافت محدود کردینے سے فساد کا مقابلہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟

لیکن اگر لائق خاندان میں خلافت ہوگی اور لوگ بھی اس کی لیاقت کے معترف ہوں گے تو خاندان کے باہری افراد کی طمع اس کے لئے نہ ہوگی۔ پھر تو شورش کا بہانہ بھی نہ رہے گا۔ ایسی صورت حال میں لازمی طور سے ہمارے شرائط کے بیان کردہ معیار پر امت متفق ہوگی اور خلیفہ کی عزت بھی زیادہ کی جائے گی معاملات اچھی طرح استوار رہیں گے، لوگ اس کی اطاعت کریں گے، وہ خلیفہ برائیوں کے خلاف جنگ بھی کرسکے گا۔

اسی لئے شیعہ حضرات خلافت کو آل علیؑ میں محدود سمجھتے ہیں کہ وہ معصوم ہیں اور خلافت کے لئے ان کے ناموں کی پہلے سے تعیین ہے، رسول خداؐ کے نصوص اس پر قطعیت کی مہر صادر کرچکے ہیں۔ (۱)

۴۔ کہتا ہے کہ خلاصہ یہ کہ امام حسین علیہ السلام نے جو قیام فرمایا اس کی وجہ سے امت میں اختلاف وتفرقہ پڑا۔ اس طرح امام حسینؑ نے اقدام کرکے بڑی غلطی کی (نعوذ باللہ)۔ اس کی وجہ سے امت کا پایہ استوار آج تک متزلزل ہے۔ لوگوں نے اس واقعہ کو جس طرح پھیلایا ہے اس کی وجہ سے آج تک باہر کینہ وعناد اور نفرت کی فضا قائم ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ امام حسین علیہ السلام اس سیرت کے طلبگار تھے جو انہیں وسائل کے اعتبار سے فراہم نہ تھی جس کی وجہ سے ان کے اور ان کے مقصد کے درمیان رکاوٹیں پیدا ہوگئیں اور وہ اس وجہ سے قتل کردیئے گئے۔ ان سے پہلے ان کے

۱۔ تذکرۃ الخواص، ص۳۱ (ص۵۴) مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۷۲، تاریخ بغدادی، ج۲، ص۱۴۶، الصواعق المحرقہ، ص۱۳۶ (ص ۲۲۸) سنن ترمذی (ج۵، ص۶۲۱، حدیث ۳۷۸۶) مسند احمد (ج۳، ص۲۶۳، حدیث ۱۱۱۶۷) حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۸۶ (نمبر۴) معجم کبیر (ج۵، ص۱۹۴، حدیث ۵۰۶۷) کنز العمال (ج۱۲، ص۱۰۳، حدیث ۳۴۱۹۸) ذخائر العقبیٰ، ص۱۷، المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۴۹ (ج۳، ص۱۶۳، حدیث ۴۷۲۰، ج۳، ص۱۶۲، حدیث ۴۷۱۵) عیون الاخبار (ج۱، ص۲۱۱)

والد ماجد قتل کے گئے تھے لیکن قلم کاروں نے ان کے واقعۂ قتل پر تنقید نہیں کی، کوئی بھی ان کی شہادت کو برا نہیں کہتا کہ آتش عناد بھڑکے۔ ان لوگوں کا حساب کتاب خدا کے ذمے ہے۔ ان کا محاسبہ خداوند عالم ہی کرے گا۔

اور تاریخ ان واقعات سے عبرت فراہم کرتی ہے کہ جس شخص کو بھی مہمات امور حاصل کرنا ہو۔ وہ بغیر طبیعی وسائل تیاری کے قدم آگے نہ بڑھائے۔ تلوار اس وقت اٹھائے جب اسے ایسی طاقت حاصل ہو جو اسے کامیابی سے ہمکنار کردے۔ اسی طرح خروج سے پہلے دیکھ لے کہ مصلحت امت کے اسباب حقیقی موجود ہیں۔ مثلاً امت پر ناقابل برداشت ظلم کا بوجھ نہ پڑتا ہو یا طاقت فرسا ظلم نازل نہ ہو۔

لیکن امام حسین علیہ السلام نے اس وقت یزید کے خلاف خروج کیا جب لوگ یزید کی بیعت کر چکے تھے اور ابھی اس سے ظلم وستم کا ظہور نہ ہوا تھا۔

اور ان جملوں سے پہلے یزید کی شخصیت ظلم وجور سے قطعی پاک ہو جاتی ہے اور یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ اس نے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کو اپنے سے نزدیک کیا انہیں انعام سے نوازا اور احترام واکرام سے پیش آیا۔

جواب:

کاش! اس شخص نے ان فقروں کے لکھنے سے قبل معلوم کرلیا ہوتا کہ خلافت کیا ہے اور اس کے شرائط کیا ہیں، خلیفہ معاملات کی تدبیر اور انتظام کے سلسلے میں کس قدر ہوشیار، مہذب اور لوگوں کی تربیت کے سلسلے میں بصیرت سے آشنا ہونا چاہیے۔ اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تمام پست خصلتوں سے پاک ہونا چاہیے۔ اس کی تبلیغ بد کرداریوں سے آلودہ نہ ہو۔ ان کے علاوہ بہت سے ضروری صفات سے خلیفہ کو آراستہ ہونا چاہیے کیونکہ اس کے کاندھوں پر مسلمانوں کی امارت کا بار ہے۔ لیکن خضری ان تمام باتوں سے قطعی بے خبر ہے۔ وہ ان پست وذلیل تحریر سے جو اُس کی روحانی کثافت کا ثبوت ہے محض اپنی دشمنی اہل بیتؑ کو نمایاں کرنے کیلئے اپنی مختصر زندگی کے آسائش خیال پر قانع ہو گیا ہے۔ اس کی آوارہ فکری نے ایک موہوم خوشہ کو اس کی نظر میں جلوہ زار کر دیا ہے۔ وہ نہ تو ایک بلند روح رکھتا ہے جو اس شرم ناک

زندگی سے فرار کر سکے۔ نہ عقل سلیم ہی رکھتا کہ اس کی فطری پستی کو پہنچوا سکے۔ اس کے پاس بلند اسلامی تعلیمات ہیں جو شہامت اور طبعی بلند نظری کا درس فراہم کر سکے نہ تاریخ کی بلند و بہار شخصیتوں کو پہچاننے کا ملکہ ہے، نہ وہ یزید کی سرکشی و طغیانی سے واقف ہے کہ وہ پہچان لیتا کہ اس میں کسی طرح بھی شرائط خلافت نہیں پائے جاتے۔ نہ وہ امام حسین علیہ السلام کی شرافت، طبعی بلند فطری، شہامت و عظمت اور آفاقی رہبری سے واقف ہے کہ وہ پہچانتا کہ ان جیسے بلند مرتبہ انسان سے کبھی یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ یزید جیسے آبرو باختہ، لاأبالی، فاسق و فاجر اور حیوان صفت انسان کی بیعت کرے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پارۂ جگر نے صرف اس لئے اقدام کیا تھا کہ وہ اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے کیونکہ جو شخص بھی دین اسلام کا معتقد ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس کی اولین ذمہ داری ایسے شخص سے جو دین کو کھلونا بنالے تقدیس شرعی کا مذاق اُڑائے، تعلیمات اسلامی کو بدلے، جہاد کے ذریعے دین کا دفاع ہے۔ اس کا واضح ترین نمونہ یزید شراب خور اور نابکار ہے۔ وہ اپنے باپ کے زمانے میں بھی انہیں خصلتوں کے ساتھ مشہور تھا۔ چنانچہ جس وقت معاویہ نے چاہا کہ یزید کی بیعت لے اس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا:

''تم لوگوں کو ابہام میں رکھنا چاہتے ہو۔ گویا تم کسی اجنبی انسان کی توصیف کر رہے ہو، کسی غائب شخص کے متعلق باتیں کر رہے ہو یا کسی ایسے شخص کے متعلق خبر دے رہے ہو جس کی اپنی مخصوص اطلاع ہے۔ حالانکہ یزید اپنی فکری افتاد اور عقیدے کی آپ ہی پہچان ہے یزید کو اسی طرح پہچنواؤ جیسا کہ وہ خود ہے، وہ پرندوں اور کتوں سے کھیلتا ہے، ہم جنسوں سے بازی گری میں مصروف رہتا ہے، مغنیوں کے ساتھ مختلف لہو ولعب میں اپنی زندگی گزارتا ہے۔ وہ تمہارے معاملات میں نہ تو تمہارا مددگار ہے نہ امر خلافت میں۔ اے معاویہ! تم کتنے مستغنی نظر آرہے ہو کہ مخلوقات کا بار سنگین اپنے کاندھے پر لئے خدا سے ملاقات کروگے''۔(۱)

امام نے معاویہ سے یہ بھی فرمایا: ''تمہاری نادانی کا یہی ثبوت کیا کم ہے کہ تم نے دنیائے فانی کو دنیائے باقی پر ترجیح دی ہے''۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۵۳ (ج۱، ص۱۶۱)

معاویہ نے کہا: آپ نے جو کہا کہ آپ یزید سے بہتر ہیں، خدا کی قسم! یزید امت محمدیہ کے لئے آپ سے بہتر ہے''۔(۱)

امام نے جواب دیا: یہ تہمت ہے، سراسر باطل ہے، کیا یزید جیسا شراب خور وہوس کیش مجھ سے بہتر ہوسکتا ہے؟

معتضد کے ایک خط میں جو اسی کے زمانے میں ایک عظیم اجتماع میں پڑھا گیا یوں تحریر ہے: اس معاویہ نے دنیا کو دین پر ترجیح دی، اپنے بیٹے یزید جیسے متکبر اور شراب خوار، مرغوں، کتوں اور بندروں سے کھیلنے والے کو خلیفہ بنانے کیلئے لوگوں کو مجبور کیا۔ کسی کو لالچ دیکر، کسی کو ڈرا دھمکا کر، کسی کو زبردستی کر کے، کسی پر دھونس جما کر، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ انتہائی احمق ہے، خبیث ہے، ہر وقت شراب اور فسق وفجور میں دھت رہتا ہے، اس کے الحاد وکفر کا بھی مشاہدہ کیا تھا۔ اس طرح معاویہ نے ایسے حالات پیدا کردئے کہ اس کی جانشینی کے تمام وسائل فراہم ہوگئے۔ اس نے اس سلسلے میں خدا اور رسولؐ کی صریحی مخالفت کی۔ پھر جب وہ خلیفہ بن گیا تو اس نے مسلمان سے مشرکوں کا بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ اس نے واقعہ حرہ میں وہ کچھ کرلیا جو ایک نیک انسان سے کسی طرح بھی سرزد نہیں ہوسکتا تھا۔ اس طرح اس نے پرانے کینے نکال کر دل ٹھنڈا کیا، اپنے گمان میں اس نے دوستان خدا سے انتقام لے لیا۔ اس طرح اس نے خدا سے اپنی انتہائی دشمنی ظاہر کردی۔ اپنے کفر وشرک کا اعلانیہ ان اشعار میں اظہار کیا، یہ ہے ایک ایسے شخص کی گفتار جو دین سے خارج تھا۔ اسے خدا اور رسولؐ سے کوئی سروکار نہ تھا نہ خدا پر ایمان تھا۔ نہ جو کچھ خدا نے نازل کیا اس پر ایمان تھا۔ پھر اس کی جسارت یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ فرزند فاطمہؑ بنت رسولؐ کو انتہائی بے باکی سے ان کے اہل بیتؑ سمیت قتل کرتا ہے۔ جیسے ترک ودیلم کے افراد کو قتل کرتے ہیں حالانکہ ان کی منزلت سے واقف تھا۔ خود رسولؐ نے ان کے لئے اور ان کے بھائی کیلئے فرمایا تھا کہ وہ جوانان جنت کے سردار ہیں، اسے نہ تو انتقام خداوندی کا ڈر ہوتا ہے نہ انکار دین کا نہ عذاب خدا کا۔ یہاں تک کہ خدا نے اس کی عمر مختصر کردی اور جڑ کاٹ دی اور اسے اس کے کیفر کردار تک پہنچا دیا (۲) قبل

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۵۵ (ج۱، ص۱۶۳) ۲۔ تاریخ طبری، ج۱۱، ص۳۵۸ (ج۱۰، ص۶۰ حوادث ۲۸۴ھ)

ازیں یہ حدیث نقل کی جاچکی ہے کہ اولین شخص جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کی فرد ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔(۱)

ہمیشہ یہ دین، معتدل اور استوار رہے گا۔ یہاں تک بنی امیہ کی یزید نامی ایک فرد اس میں رخنہ ڈالے گا۔

جن لوگوں نے بیعت یزید کو رد کیا ان کے پیش نظر چند باتیں تھیں کیونکہ ایسے شخص کا خلافت پر متمکن ہونا، اسلام اور مسلمانوں کے لئے عظیم خطرہ تھا:

۱۔ کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ بات پرورش پانے لگی کہ یہ جس شخص کا جانشین ہے وہ اسی طرح کا ہوگا۔ جنہوں نے عہد رسالت کو درک نہیں کیا تھا۔ انہیں اس تاریکی کے دور میں قطعی طور سے شبہ پیدا ہوچکا تھا۔ اس سے تقدیس رسولؐ مجروح ہورہی تھی، وہ اس بات سے قطعی بے خبر تھے کہ یہ شخص رسول کا جانشین نہیں ہے بلکہ اپنے باپ کا جانشین ہے۔ مختلف حرص ومیلانات اور خوف وہراس کے سہارے سے خلیفہ بن بیٹھا تھا۔

۲۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں خلیفہ کی پیروی میں اس کی آبرو باختگی اچھی لگتی ہے۔ خواہ وہ نادانی کی وجہ سے ہو یا خلیفہ کے تقرب کی وجہ سے ہو۔ پھر لوگ خواہش نفس کی پیروی میں کھیل کھیلنے لگتے ہیں خلیفہ سے چند گام آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ایسی صورت حال کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مملکت اسلامی تمام برائیوں کا مجموعہ ہوکر رہ جاتی ہے اور دینی نوامیس کا پتہ نشان بھی مٹ جاتا ہے۔

۳۔ اس درمیان ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اِن شرمناک مظاہر کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں چونکہ انہوں نے مظاہر دینی کو کھودیا ہے ایسے پاکدل افراد نہیں جانتے کہ کدھر جائیں۔ دین کی بنیادی باتیں کس سے حاصل کریں۔ ایسے عالم میں کچھ لوگ شبہات میں پڑ کے پہلی جاہلی حالت میں پلٹ جاتے ہیں۔

۴۔ جس قوم کے رہبر اور حکمران اپنے کو قیود سے آزاد سمجھ کر فسق وفجور میں مبتلا ہوجاتے ہیں ان

۱۔ المصنف (ج ۱۴، ص ۱۰۲، حدیث ۱۷۷۲۶)

سے طبعی طور سے اجتماعی وسیاسی امور کا انتظام نہیں چلتا۔ چونکہ وہ افراتفری اور داخلی انتشار پر کنٹرول نہیں کر پاتے اس لئے باہری دشمنوں کو موقع مل جاتا ہے۔ بہت جلدی ایسے لوگ درندگی اور حرص کا لقمہ بن جاتے ہیں کوئی بھی مخالف ان پر چڑھ دوڑتا ہے۔

۵۔ اسلامی نوامیس کی طبعی حالت یہ ہے کہ وہ دوسرے ملکوں میں بڑے نفیس اور حکمت سے بھر پور اثرات ڈالتی ہے۔ اس کی ہم آہنگی عقل ومنطق کی میزان پر پوری اترتی ہے، زیادہ تر لوگوں کو اس کی جذب وکشش دیوانہ بنا دیتی ہے کچھ لوگ اس کے زیر اثر آجاتے ہیں یا دل سے اس کے قائل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب لوگوں کو اس کے برخلاف اطلاعات ملتی ہیں، وحشت ناک خبریں حاصل ہوتی ہیں، خلافت کی طرف سے ظلم وجور اور فسق وفجور کی خبریں سنتے ہیں کہ وہ تعلیمات اسلامی ضائع کردی گئیں تو شہرت اسلامی، پریشانی کا شکار ہو جاتی ہے، دوستیاں دشمنیوں میں بدل جاتی ہیں، وہ اس کے اصل محرکات کو سمجھ نہیں پاتے، اس طرح اسلامی ترقی متاثر ہوتی ہے۔ غیروں پر اسلام کے اچھے اثرات مدھم پڑ جاتے ہیں بلکہ الٹے اثرات پڑتے ہیں۔

۶۔ ان تمام باتوں کے بعد خاندان بنی امیہ کی اسلام کے خلاف گستاخانہ باتیں، ان کے شرمناک اعمال اس بدباطنی میں اضافہ کردیتے ہیں۔

ہم اس قسم کے آثار سے سمجھ لیتے ہیں کہ بنی امیہ نے آبائی دین ''بت پرستی'' کو صرف اس لئے ترک کیا کہ انہیں تلوار کا خوف تھا یا حکومت کی لالچ تھی۔ ان کی بھرپور کوشش ہے کہ اسلام کو تباہ کردیں اور اپنے فسق وفجور اور ناشائستہ اخلاق کی وجہ سے اسلام کو قیصر روم اور جاہلیت عرب کے رنگ میں رنگ دیں۔

پھر یہ کہ جب خود خلیفہ دیکھتا ہے کہ اس کی گستاخیاں لوگوں پر مشتبہ ہیں اور وہ خود لوگوں کے متعلق سمجھ لیتا ہے کہ ان کی گردن پر سوار ہے۔ کوئی اس کی بدکاریوں پر ٹوکنے والا نہیں ہے۔ تنقید کرنے والا نہیں ہے ایسی صورت میں خلیفہ کی جسارتیں، شہوت پرستیاں بڑھتی جاتی ہیں، تکبر اور سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے۔

اب میں میاں خضری سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ دینی معاشرے کے لئے اس سے بڑا خطرہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس شرمناک صورتحال سے زیادہ دینی مصلحت اور کیا ہوسکتی ہے کہ کوئی غیور، دیندار انسان، اس ظلم وستم کے خلاف اٹھ کھڑا ہو، تمام لوگ اس ناقابل برداشت اور سنگین بوجھ کی وجہ سے اس ظالم حکومت کا انکار کردیں خواہ کوئی اکیلا ہی انسان ایسا اقدام کرے۔ خواہ اس راہ میں اسے قتل ہی ہونا پڑے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس راہ میں قتل ہونے کے بعد زندگی جاودانی نصیب ہوگی اور وہ ستمگر حکومت نیست ونابود ہوجائے گی، اس کے واقعۂ قتل سے لوگوں پر اس خلیفہ کی ستم کشی اور فسق وفجور واضح ہوجائے گا۔ سمجھ جائیں گے کہ اس نے کس طرح مقدس مسند اسلامی پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے۔ اس نے ظلم وستم سے ایک شریف انسان کو قتل کردیا ہے۔

قوم کو اس واقعے سے فداکاری کا سبق ملے گا۔ عقیدے کی راہ میں ان کی جانبازی ترقی پذیر ہوگی۔ اس کی پیروی کریں گے، اس کی فداکاری کا دشمنوں سے انتقام لیں گے، کچھ لوگ جو اقدام نہ کرسکیں گے وہ بھی اس ظالم حکومت کا انکار کر بیٹھیں گے۔ یہ دو انتقام وانکار کے جذبے ظالم حکومت کی ناک میں دم کردیں گے اس طرح ظلم کا خاتمہ ہوجائے گا۔

امام حسین علیہ السلام کے انقلاب نے یہی اثر لوگوں میں پیدا کیا کہ مروان حمار تک پہنچتے پہنچتے حکومت بنی امیہ کا خاتمہ ہوگیا۔ اس عظیم درس کو خضری جیسے کور باطن کیا سمجھ سکیں گے۔

امام حسین علیہ السلام کسی بانجھ حکومت کے طلبگار نہیں تھے کہ ان کے لئے کہا جائے کہ مطلوبہ وسائل فراہم نہ کرکے حسین نے غلطی کی۔ خضری اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتا کہ مجاہد وجوانمرد حسین نے دین کی راہ میں فداکاری کا مظاہرہ کیا تھا تاکہ امت، بنی امیہ کی کرتوتوں سے واقف ہوسکے۔ آپ نے امت کو بتادیا کہ بنی امیہ دین وشریعت تو دور کی بات انسانیت کی حدوں سے بھی گر گئے ہیں۔ بنی امیہ میں جاہلی اخلاق و اعمال جڑ پکڑے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے دیکھ لیا کہ بنی امیہ اتنے گئے گزرے ہیں کہ نہ انہوں نے بزرگوں کا احترام کیا نہ بچوں پر رحم کیا۔ شیر خواروں کو بھی نہ بخشا، اہل حرم کو اسیر کیا۔

امام حسین علیہ السلام نے دیکھتے دیکھتے اپنے تمام جگر گوشوں کو اسلام کیلئے معرکۂ شہادت میں پیش کردیا۔

امام حسین علیہ السلام کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ ذرا سی تیز ہوا لوگوں کی نظروں سے انہیں اوجھل کر دے کیونکہ وہ امت محمدی میں عظیم مرتبہ کے حامل تھے۔ ان کا علم معراج، نظر اصیل، عدل واضح اور تقویٰ روشن تھا۔ وہ گل بوستان رسالت تھے جن کی راہ پر چل کر لوگوں نے فضائل حاصل کئے۔ امت محمدؐ میں کوئی بھی ان کے مسائل کا منکر نہیں چاہے وہ عقیدہ خلافت کو مانتا ہو، یا نہ مانتا ہو اس لئے امت کی کوئی بھی فرد امام حسین علیہ السلام کے اقدام پر تنقید نہیں کرتی۔ سب نے آپ کے اقدام کو مصالح اسلامی سے بھرپور قرار دیا ہے۔ انقلاب حسینی پر سب ہی احترام کی نظر ڈالتے ہیں۔ اس لئے خضری کی طرح کوئی بھی آپ کے اقدام کو اشتباہ کا الزام دیکر گستاخی کا مرتکب نہیں۔ (وہ قطعی ناپسندیدہ اور عیارانہ بات کہتے ہیں) ہمیں فرزند رسولؐ کی فداکاری سے سبق ملتا ہے کہ ہر باطل کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہیے۔ حق کی مدد ہر حال میں کرنا چاہیے۔

دینی بنیادوں کے قیام کی ہر ممکن سعی کرنی چاہیے، بلند ترین فضائل پر مشتمل اخلاقی تعلیمات کو عام کرنا چاہیے۔

ہاں! تاریخ نے ہمیں بتایا کہ اس محدود زندگی کو چھوڑ کر امام نے ایک ظالم حکومت کے خلاف قیام کیا اور موت کا راستہ اپنایا۔ انہوں نے ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دی۔

یہ ہیں شہادت حسینی کے معمولی درس۔ خضری کو یہ حقائق کیا سمجھ میں آئیں گے یہاں پر ایک بات اور بھی یاد دلا دینا ضروری ہے کہ خضری کی طرح اکثر افراد اس قسم کے بیہودہ خیالات لوگوں میں پھیلانے کی سعی کر رہے ہیں لوگوں کو ان ذلیل اموی خیالات سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

﴿ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴾ ''یہ لوگوں سے تو اپنی شرارت چھپاتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپاتے حالانکہ وہ تو اس وقت بھی ان کے ساتھ ساتھ ہے جب وہ راتوں کو بیٹھ کر باہم مشورہ کرتے ہیں جن سے خدا راضی نہیں، خدا تو ان کے تمام کرتوتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے''۔(۱)

۱۔ نساء/۱۰۸

السنۃ والشیعہ

بقلم: محمد رشید رضا، صاحب تفسیر المنار

اس کتاب کے مولف کا مقصد بے لاگ تنقید کے بجائے علامہ سید محسن امین عاملی پر طعن و تشنیع ہے۔ اس نے علامہ عاملی پر فحش القاب کے تو ڈھیر لگا دیے ہیں لیکن ان کی نا قابل تردید باتوں اور مستحکم دلیلوں میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا ہے۔

اس کتاب کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ لوگوں کو گمراہ کیا جائے۔ عراق، عرب، حجاز، یمن کے شیعوں اور سنیوں کے درمیان غلط تعبیرات اور جھوٹ کے پلندے کھڑے کر کے غلط فہمی پھیلائی جائے۔ کسی محقق کے لئے اس کی مہمل باتوں پر توجہ دینا مناسب نہیں لیکن ہم نے اس کے جھوٹ اور غلط فہمیوں کی طرف اشارہ کر دینا ضروری خیال کیا۔ وہ شخص خود اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اسلامی مملکتوں پر دوسروں کے دانت گڑے ہوئے ہیں ایسے میں تفرقہ وانتشار پھیلانے سے اسلام کو نقصان پہنچے گا۔

۱۔ اعتراض:

اپنی کتاب تاریخ تشیع سے شروع کر کے شیعہ اصولوں کو عبداللہ بن سبا یہودی کی بدعت قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سبائیوں نے تشیع کے غلو آمیز عقائد کے ذریعے تفرقہ پھیلایا۔ ایرانی زندیقوں نے بھی اس کو ہوا دی۔ ان غالی شیعوں کی تعلیمات اور بدعتوں میں سے چند یہ ہیں: اماموں کی عصمت، تحریف قرآن، امام منتظرؑ کے متعلق بدعتیں، بعض اماموں کے متعلق عقیدہ الوہیت۔

اس نے امامیہ فرقے کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: ایک اعتدال پسند جو زیدیوں سے قریب ہیں۔

دوسرے غالی شیعہ جو باطنی فرقوں سے قریب ہیں۔ پھر کہتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی کفر آمیز تعلیمات کو دوسرے عقائد سے خلط ملط کر کے گڑھ لیا ہے مثلاً تحریف قرآن کا عقیدہ، بعض آیات کا کتمان۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ قرآن کے کچھ مخصوص سورے آپس میں نقل کرتے ہیں جو اہل بیت سے مخصوص ہیں چنانچہ ایک سنی سیاح نے مجھ سے بیان کیا کہ اس نے ایران میں ایک شیعہ خطیب سے اس سورہ کو بروز جمعہ منبر پر سنا ہے اور اکثر عیسائی محققین نے اس کو نقل بھی کیا ہے۔ ان لوگوں کو امامیہ اثنا عشری اور جعفریہ کہتے ہیں۔

اس نے بابیوں اور بہائیوں کو بھی شیعوں ہی کی بدعت قرار دیا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ لوگ بہاء کی الوہیت کے قائل ہیں اور اس کے ذریعے سے دین کی منسوخی کا عقیدہ رکھتے ہیں، نتیجے میں اس کے سوا تمام مذاہب کو باطل سمجھتے ہیں۔

ان فتنہ انگیزیوں کے باوجود وہ سید جمال الدین افغانی کے بعد خود کو اکیلا پائے وحدت اسلامی سمجھتا ہے پھر اپنی خرافاتی باتوں کو تفصیل سے بیان کرتا ہے۔

ہر محقق اس کی مہمل باتوں کا جواب ہماری کتاب کے صفحات میں ملاحظہ کر سکتا ہے، نہ تو اس سنی سیاح کا بتایا ہوا سورہ کہیں موجود ہے نہ اسے کبھی بالائے منبر پڑھا گیا ہے۔ یہ سب قطعی جھوٹ ہے، کوئی شیعہ بھی قرآن سے الگ اس عجوبہ سورہ کا قائل نہیں۔ کاش! اس شخص نے علامہ بلاغی کی تفسیر ''آلاء الرحمٰن'' (۱) ہی دیکھ لی ہوتی جس میں تفصیل سے عقائد شیعہ بیان ہوئے ہیں۔ ذرا جسارت تو دیکھئے کہ اپنے جھوٹ کا گواہ ایک عیسائی کو قرار دے رہا ہے۔ جہالت کی حد کر دی ہے کہ اس نے بابی اور بہائی فرقے کو شیعوں کا فرقہ کہا ہے جبکہ اول روز سے علماء شیعہ اس گمراہ فرقے کو دین سے خارج اور بہائیوں کی نجاست کے قائل ہیں ان کی تردید میں اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ اعتراض:

عراق کی افراتفری رافضیوں کی وجہ سے ہے عراق کی خاک ان کی گمراہی سے آلودہ ہے۔ جب

۱۔ آلاء الرحمٰن (ص ۲۴)

بھی مسلمانوں پر حادثے واقع ہوتے ہیں وہ خوش ہوتے ہیں یہاں تک کہ جس دن رومیوں کو مسلمانوں پر فتح ملی اس دن کو عید قرار دیتے ہیں۔ اس دن خوشی میں اپنے کو سجاتے سنوارتے ہیں۔(۱)

جواب:

اس شخص کے جھوٹے دعوے پر تعجب ہوتا ہے۔ شاید سمجھتا ہے کہ عراق وایران میں کوئی آتا جاتا نہیں یا کسی کو یہاں کی خبر بھی نہیں ملتی یا عراقی عوام جہاں شیعوں کی اکثریت ہے محض اندھے بہرے ہیں یا یہ ایک سپر انداز قوم ہیں جن پر تاریخ نے پردہ ڈال دیا ہے، کوئی ان کی شرافت کا دفاع کرنے والا نہیں، تہمت طرازیوں کا کوئی جواب دینے والا ہی نہیں۔

یہ لوگ جو مسلمانوں کے حوادث پر خوش ہوتے ہیں کون لوگ ہیں؟ یہ صرف عراقی ہیں یا دوسری جگہوں کے لوگ ہیں جن کا اتہ پتہ نہیں ایران کو بھی اس میں شامل سمجھنا چاہیے۔ ان دونوں مملکتوں میں جو مسلمان بستے ہیں یہاں اکثر سفراء رہتے ہیں۔ سیاحوں کی آمد و رفت ہوتی رہتی ہے ان لوگوں کو اس جشن مسرت کی خبر کیوں نہیں۔ شیعہ تو تمام مسلمانوں کا خون محترم سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ شیعہ ہوں یا سنی۔ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ قرآن میں جو اسلامی برادری قرار دی گئی ہے اس میں شیعہ سنی کی تفریق نہیں۔ اس شخص سے پوچھنا چاہیے کہ جس دن شیعہ خوشی مناتے ہیں، وہ کون سی تاریخ ہے، کس مہینے میں وہ تاریخ آتی ہے؟ وہ سجاوٹ کس شہر میں ہوتی ہے۔ اس شخص کے پاس ان میں سے کسی سوال کا جواب نہیں ہوگا۔ وہ تو عیسائی سیاح کی گواہی پر اعتبار کرنے والا دشمن ہے۔

۳۔ اعتراض:

شیعوں کی اہل بیتؑ دشمنی کا عنوان قائم کر کے وہ کہتا ہے کہ رافضی یہودیوں کی طرح بعض آیات خدا پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔

آگے کہتا ہے: اکثر اولاد فاطمہؑ سے نفرت رکھتے ہیں بلکہ انہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں جیسے زید بن علی بن الحسین علیہ السلام، ان کے فرزند یحییٰ، اسی طرح ابراہیم و جعفر جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند تھے۔ ابراہیم کا تو

۱۔ السنۃ والشیعۃ، ص ۵۱۔

لقب ہی کذاب رکھ دیا ہے۔

حالانکہ عظیم ولی خدا تھے۔ ابو یزید بسطامی نے ان سے کسب فیض کیا تھا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حسن مثنیٰ، ان کے فرزند عبد اللہ محض اور عبد اللہ کے فرزند محمد نفس زکیہ اور ابراہیم بن عبد اللہ مرتد ہو گئے تھے۔ اسی طرح زکریا بن محمد باقر، محمد بن عبد اللہ بن حسین بن حسن محمد بن قاسم بن حسن اور یحییٰ بن عمر بھی مرتد ہو گئے تھے۔ یوں ہی جن لوگوں نے زید بن علی کی امامت کا اقرار کیا وہ سب ہی سادات حسنی و حسینی مرتد ہو گئے تھے ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا ان کا خیال ہے کہ چند کے سوا باقی سب ہی مرتد ہو گئے تھے۔ بعض کو چھوڑ کر بقیہ سب پر لعنت بھیجتے ہیں۔ یہ ہے ان کے محبت اہل بیتؑ کا حال جن کی مودت قیامت میں مسئول ہے۔(۱)

جواب:

یہ ہے آلوسی کی بے سروپا باتیں جنہیں وہ حقائق سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ ان الزامات کے ذریعے شیعوں کی شہرت داغدار کرے حالانکہ ان میں اکثر باتیں محض جھوٹ اور زیادہ تر جعلی ہیں۔

زید بن علی کے متعلق شیعوں کا عقیدہ گزشتہ صفحات میں (زید شہید اور شیعہ امامیہ کے عنوان سے) ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ رہ گئے یحییٰ بن زید شہید، ان کے متعلق کوئی شیعہ نفرت کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ ان کا مرتبہ بہت بلند ہے، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین سے روایت کی ہے کہ امام بارہ ہیں اور ہر ایک کا نام گنایا ہے۔ دعبل نے اپنے مشہور قصیدۂ تائیہ میں ان کا تذکرہ کیا اور امام رضا علیہ السلام کے سامنے وہ قصیدہ سنایا ہے۔ کسی شیعہ سے لعنت کو کون کہے اعتراض بھی نہیں سنا گیا۔ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کے قائل تھے جو عقیدہ اور بصیرت سے آراستہ تھے۔ صادق آل محمدؑ نے ان کی شہادت پر گریہ فرمایا تھا۔ یحییٰ بن زید سے عقیدت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بقول مقاتل الطالبین (۲) جب لوہار نے یحییٰ کے پاؤں کی زنجیر کاٹی تو تمام شیعہ لوہار سے تبرکاً وہ زنجیر خریدنے پر آمادہ ہو گئے اور قیمت بیس ہزار طے پائی۔ لوہار ڈرا کہ کہیں بات مشہور ہوئی تو اس کا سارا مال چھین لیا جائے گا۔ اس نے شرط کر دی کہ بہت

۱۔ السنۃ والشیعۃ، ص۵۴۔۵۲۔

۲۔ مقاتل الطالبین، ص۶۲ (ص۱۴۸)

لوگ پیسہ نقد لائیں اس طرح زنجیر کے ٹکڑے لوگ خرید کے لے گئے اور لوہے سے اپنی انگوٹھی بنوائی۔ یہ عقیدت آج تک شیعوں میں باقی ہے۔

اب رہ گئی ابراہیم کی بات۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس ابراہیم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر ابراہیم اکبر زیدیوں کے امام مراد ہیں جنہوں نے یمن میں اپنے کو زمانۂ ابوالسرایا میں ظاہر کیا تھا تو انہیں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی وصیت میں داخل کیا تھا۔ اپنی اولاد میں ان کا تذکرہ مقدم کر کے فرمایا تھا: میں نے اس لئے اسے اپنے فرزندوں میں داخل کیا کہ ان کا نام احترام سے لیا جائے اور ان کی عزت کی جائے۔(۱) شیخ مفید نے ارشاد میں الشیخ الشجاع الکریم کہا ہے(۲) ابن زہرہ نے غایۃ الاختصار (۳) میں ان کی عظمت و دانش کا اعتراف کیا ہے۔ تنقیح المقال میں انہیں صاحب تقویٰ و کردار کہا ہے۔(۴) اگر مقصود ابراہیم اصغر ہیں جن کا لقب مرتضیٰ تھا تو شیعہ ان کی محبت کو بھی تقرب خدا کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سید حسن صدرالدین ابن المھنا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عابد و زاہد اور عالم تھے۔ وہ ابوالسرایا کے ساتھ کبھی نہیں رہے۔ علامہ امین عاملی نے اعیان الشیعہ میں ان دونوں ابراہیم کو معزز شیعوں میں شمار کیا ہے۔ ان سے دشمنی کا تذکرہ ہرگز کبھی نہیں سنا گیا۔(۵)

جعفر بن موسیٰ الکاظم کے متعلق کسی شیعہ تالیف میں کوئی اعتراض نہیں دیکھا گیا۔ انہیں کسی شیعہ نے کذاب کا لقب نہیں دیا ہے۔ تہمت رکھنے والے کو حوالہ بھی دینا چاہیے۔ ابو یزید بسطامی نے کبھی جعفر سے اکتساب فیض نہیں کیا، ارباب سیرت نے لکھا ہے کہ ابو یزید نے جعفر صادق علیہ السلام سے اکتساب فیض کیا حالانکہ امام کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی اور اس کی ۲۶۱ھ میں۔ شاید اس خبطی نے اس لئے اشتباہ کیا ہے کہ ابو یزید کا نام طیفور بن عیسیٰ تھا اور مشہور زاہد طیفور بن عیسیٰ شروسان کو ابو یزید بسطامی سمجھ بیٹھا ہے۔(۶)

۱۔ اصول کافی، ص ۱۶۳ (ج ۱، ص ۳۱۷) باب الاشارہ والنص علی الامام ابی الحسن الرضا علیہ السلام۔

۲۔ الارشاد (ج ۲، ص ۲۴۶)

۳۔ غایۃ الاختصار (ص ۸۷) ۴۔ تنقیح المقال، ج ۱، ص ۳۴، ۳۵۔

۵۔ اعیان الشیعہ، ج ۵، ص ۴۸۲۔۴۷۴ (ج ۲، ص ۲۲۷، ۲۲۸)

۶۔ معجم البلدان، ج ۲، ص ۱۸۰ (ج ۱، ص ۴۲۱)

حسن مثنیٰ اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں تھے، زخموں کی تاب نہ لا کر گھوڑے سے گرے، اشقیاء نے سر قلم کرنا چاہا کہ ابوحسان اسماء بن خارجہ جوان کے ماموں تھے اٹھا کر کوفہ لائے اور علاج معالجہ کے بعد مدینہ روانہ کر دیا۔(۱) شیخ مفید نے انہیں رئیس قوم اور متدین کہا ہے، وہ صدقات امیر المومنین علیہ السلام کے ذمہ دار تھے۔ محسن عاملی نے بزرگ شیعوں میں شمار کیا ہے۔(۲) اب اس شرمناک تہمت کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔

عبداللہ محض کو طوسی نے اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام میں شمار کیا ہے،(۳) صاحب عمدہ نے انہیں شبیہ رسولؐ اور بنی ہاشم کی بزرگ فرد کہا ہے۔ اپنے والد حسن مثنیٰ کے بعد صدقات امیر المومنینؑ کے منصرم ہوئے۔(۴) اگرچہ ان کے متعلق احادیث مدح و مذمت دونوں قسم کی پائی جاتی ہیں لیکن انتہائے نقطہ نظر سید بن طاؤس نے اقبال میں پیش کیا ہے کہ وہ صلاح اور حسن عقیدہ سے آراستہ تھے، وہ امام جعفر صادقؑ کو امام مانتے تھے، امام نے انہیں العبد الصالح کے نام سے یاد کیا ہے۔ ان کے متعلق اور اپنے دوسرے چچیرے بھائیوں کے متعلق دعائے خیر کی ہے۔ اس کے بعد سید بن طاؤس لکھتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جن لوگوں نے انہیں مورد طعن بنایا ہے۔ امام کے نزدیک عبداللہ محض محذور تھے جن کتابوں میں امام سے جدا ہونے کی بات ہے وہ تقیہ پر محمول کی جائے گی۔(۵) ان تمام باتوں کے بعد ان کے یا دوسرے سادات حسن کے ارتداد کا نظریہ قطعی غلط ہو جاتا ہے۔

محمد جن کا لقب نفس زکیہ تھا۔ شیخ طوسی کے نزدیک وہ صادق آل محمدؐ کے صحابی تھے۔ صاحب عمدۃ الطالب لکھتے ہیں کہ انہیں احجار الزیت میں قتل کیا گیا اور حدیث رسولؐ ہے کہ احجار الزیت میں میرے فرزندوں کو قتل کیا جائے گا۔(۶) سید ابن طاؤس نے ان کے حسن عقیدہ کی نشاندہی کی ہے اور یہ کہ وہ امر

۱۔ ارشاد شیخ مفید (ج ۲، ص ۲۵) عمدۃ الطالب، ص ۸۶ (ص ۱۰۰)

۲۔ اعیان الشیعہ، ج ۲۱، ص ۱۸۴۔۱۲۶ (ج ۵، ص ۴۷۔۴۳)

۳۔ رجال طوسی (ص ۲۲۲، نمبر ۱۲۷) رجال ابن داؤد (ص ۱۱۸، نمبر ۸۴۹)

۴۔ عمدۃ الطالب، ص ۸۷ (ص ۱۰۱، ۱۰۳)

۵۔ اقبال الاعمال، ص ۵۱ (ص ۵۸۱۔۵۷۹)

۶۔ عمدۃ الطالب، ص ۹۱ (ص ۱۰۵)

بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے شہید کئے گئے۔ وہ اپنے شہادت کی خبر رکھتے تھے اسے بیان بھی کیا تھا یہ تمام باتیں خدا اور رسولؐ سے ان کی وابستگی کی نشاندہی کرتی ہیں۔ (۱)

نفس ذکیہ کے متعلق شیعوں کا یہ نظریہ۔ صاحب مقاتل نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اہل بیتؑ کی بزرگ اور معزز فرد تھے۔ قرآن کے عالم و حافظ تھے۔ فقیہ، بہادر اور سخی تھے۔ ان کے ارتداد کا نظریہ ان کی بلند ذات سے بہت دور ہے۔ (۲)

ابراہیم بن عبداللہ جنہیں باخمری میں شہید کیا گیا۔ یہ بھی اصحاب صادق آل محمدؑ میں تھے۔ (۳) مہنا اپنی کتاب ''عمدۃ'' میں اکثر فنون سے آراستہ خیال کرتے ہیں۔ (۴) دعبل نے قصیدہ تائیہ میں ان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اگر شیعوں میں ان کا حسن عقیدہ معروف نہ ہوتا تو ان کے متعلق مرثیے نہ کہے جاتے۔ دعبل نے تو اپنا مرثیہ امام علی رضا علیہ السلام کو بھی سنایا تھا۔ ان کے متعلق ہمارا عقیدہ صاحب مقاتل سے ہم آہنگ ہے کہ وہ دین، علم و شجاعت و شفقت عمل سے آراستہ تھے۔ (۵) علامہ محسن عاملی نے انہیں اعیان شیعہ میں شمار کیا ہے۔ (۶)

زکریا بن محمد باقر۔ ابھی متولد ہی نہیں ہوئے ہیں، ان کا وجود صرف آلوسی کے خیال میں ہے کیونکہ امام کے باتفاق چھ ہی فرزند تھے۔ جعفر، عبداللہ، ابراہیم، علی، زید، عبیداللہ۔ اس لحاظ سے زکریا بن محمد باقر علیہ السلام کی طرف ارتداد کی نسبت قطعی مہمل بات ہے۔

اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ علماء شیعہ نے حدیث کی سند و متن پر اعتراض کو دیکھتے ہوئے چار قسمیں قرار دی ہیں صحیح، حسن، موثق اور ضعیف۔ جمال الدین ابن طاؤس حسنی اور ان کے شاگرد علامہ حلی کے عہد سے یہ باتیں شائع ہیں۔

۱۔ اقبال الاعمال، ص ۵۳ (ص ۵۸۲)
۲۔ مقاتل الطالبین، ص ۸۵ (ص ۲۰۷)
۳۔ رجال طوسی (ص ۱۴۳)
۴۔ عمدۃ الطالب، ص ۹۵ (ص ۱۰۹)
۵۔ مقاتل الطالبین، ص ۱۱۲ (ص ۲۷۳)
۶۔ اعیان الشیعہ، ج ۵، ص ۳۲۴۔۳۰۸ (ج ۲، ص ۱۸۱۔۱۷۷)

کاش! یہ شخص کتب اربعہ کی شرح ہی دیکھ لیتا۔ علامہ مجلسی کی شرح کافی (مرأۃ العقول) ہی کا مطالعہ کرلیتا تو معلوم ہوتا کہ حدیث کو کتنی قسموں پر منقسم کیا گیا ہے۔

اس نے کتب اربعہ کے اخبار احاد اور رجال اسناد کے متعلق ایسی بات کہی ہے جس سے وہ قطعی مبرا ہیں، شیعہ وسنی دونوں کے یہاں حدیث کو صحیح وضعیف قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس شخص کو علم درایت سے واسطہ ہی نہیں یا جان بوجھ کرنادانی کررہا ہے تاکہ اس واسطے سے شیعوں کی بدگوئی کرسکے اس نے کم سے کم فتح الباری ابن حجر، شرح قسطلانی، شرح عینی اور شرح مسلم نووی وغیرہ ہی کو دیکھ لیا ہوتا تو اس کے دل کی بیماری ختم ہوجاتی اور مہمل باتوں کو قلم سے نہ لکھتا۔

۵۔ اعتراض:

طوسی، ابن معلم سے روایت کرتے ہیں اور معلم، ابن بابویہ سے جو کذاب تھے اور جھوٹے رقعہ والے تھے۔ نیز وہ مرتضٰی سے بھی روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں ہم درس تھے اور انہوں نے اپنے استاد ''محمد بن نعمان (شیخ مفید) سے علم حاصل کیا تھا جو مسلیمہ کذاب سے بھی زیادہ جھوٹے تھے۔ انہوں نے دینی نصرت کیلئے جھوٹ کو جائز قرار دیا ہے۔(۱)

جواب:

صاحب توقیع جن کو اس شخص نے جھوٹوں کے رقعہ والے تحریر کیا ہے ان کا نام علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ تھا۔ مابویہ نہیں۔ انہیں کو صدوق اول کہا جاتا ہے۔ ان کا انتقال ۳۲۹ھ میں شیخ مفید سے سات یا نو سال قبل ہوا تھا۔ شیخ مفید کی ولادت ۳۳۶ھ یا ۳۳۸ھ میں ہوئی ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ شیخ مفید، صدوق سے روایت کریں۔ ہاں! انہوں نے ان کے فرزند صدوق دوم ابوجعفر محمد بن علی سے روایت کی ہے جو صاحب توقیع ہیں۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کس ذلیل نے آلوسی کو خبر دی ہے کہ شیخ مفید مسیلمہ کذاب جیسے سب سے بڑے جھوٹے اور کافر باللہ سے بھی بڑے جھوٹے ہیں۔ یہ شخص کس قدر گستاخ ہے۔ کیسی کیسی بے پرکی اڑاتا ہے۔ حالانکہ یافعی نے تو برآۃ الجنان میں کہا ہے: شیخ مفید تو شیعہ

۱۔ السنۃ والشیعۃ، ص ۵۷۔

عالم، رافضیوں کے امام اور بہت زیادہ کتابوں کے مصنف تھے، شیخ مفید اور ابن معلم کے لقب سے معروف تھے۔ کلام، مناظرہ اور فقہ میں بڑے ماہر تھے۔ ابن ابی طی کہتا ہے کہ وہ صدقات وخیرات بہت زیادہ کرتے تھے، باعظمت خشوع تھا، بہت زیادہ روزہ نماز کرتے تھے، موٹا اور چھوٹا کپڑا پہنتے تھے۔ (۱)

ابن کثیر لکھتا ہے: ان کی مجلس میں اکثر دوسرے مکتب فکر کے علماء بھی حاضر ہوتے تھے یہ اس بات کی دلالت تھی کہ وہ صرف امامیہ فرقے ہی کے رہبر نہیں بلکہ تمام امت اسلامیہ کے رہبر ہیں۔ جس کے پاس بھی دین وعقیدہ ہے اسے ان کا احترام کرنا چاہیے۔ (۲)

کیا یہی علم وادب ہے؟ کیا یہی دین وشرافت ہے؟ کہ علماء کے خلاف بزدلانہ حملے کئے جائیں۔ کیا اس کا جواز ہے؟ کیا قانون اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر سے بھی بدتر کہا جائے چاہے وہ شخص ہی کیوں نہ ہو۔ ابن معلم تو بہت بڑی شخصیت تھے۔ وہ دین کے ستون اور حق کے مددگار تھے انہوں نے اپنی عظمت سے عراق میں علم کی بنیاد رکھی۔ لوگوں میں علمی شوق بیدار کیا۔

انہوں نے کیا گناہ کیا تھا؟

صرف یہی کہ آلوسی جیسے لوگ جن حقائق کو درک نہ کر سکے انہوں نے اس کو درک کرلیا۔ انہوں نے اپنا علمی مقام اس قدر بلند کیا کہ آلوسی اس کی گرد پا بھی نہیں پاسکتے۔ کاش اس نے جس بنیاد پر شیخ مفید کو کذاب کہا ہے اس کا ماخذ بھی بتا دیتا۔ انہوں نے تو اپنی تالیفات میں ایسی رکیک حرکت کہیں نہیں کی ہے۔ ہائے! اب عقل کے اندھے اور کورے برتن بھی علم کا دعویٰ کرنے لگے ہیں۔

۶۔ اعتراض:

ایک عنوان قائم کیا ہے: ''امامیہ، مہدی منتظرؑ کی طرف سے صادر رقعوں کے متعبد ہیں'' اس کے ذیل میں کہتا ہے کہ ہاں! ان لوگوں نے اپنے مذہب کا زیادہ تر حصہ انہیں جھوٹے رقعوں سے حاصل کیا ہے جو بلاشبہ خدا پر افترا ہے اور خود انہیں ان رقعوں کا اعتراف ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ رافضیوں نے

۱۔ مرآۃ الجنان، ج ۳، ص ۲۸۔

۲۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۱۲، ص ۱۵ (ج ۱۲، ص ۱۹، حوادث ۴۱۳ھ)

صاحب الوقاع کا نام صدوق رکھا ہے۔ حالانکہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے بلکہ وہ دین سے علیحدہ ہے۔ اس کا گمان تھا کہ وہ رات کے وقت کوئی مسئلہ کسی درخت کے سوراخ میں رکھ دیتا تھا اور صبح کو اس میں مہدی منتظرؑ سے جواب لکھا ہوا ملتا ہے۔ یہ رقعے روافض کے قوی ترین دلائل اور موثق ترین حجتیں ہیں۔ ان کا ناس ہو جائے۔

جاننا چاہیے کہ اس قسم کے رقعے بے شمار ہیں، کچھ علی بن موسی بن بابویہ قمی کے ہیں جو انہوں نے صاحب الامر (ع) سے سوال کر کے جواب حاصل کئے ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ حسین بن روح (صاحب الامر (ع) کے ایک سفیر) نے علی بن جعفر کو دئے کہ صاحب الامر (ع) کو پہنچا دیں۔ اس کا جواب صاحب الامر (ع) نے دیا۔ دوسرا رقعہ ابو جعفر قمی کا ہے، انہوں نے صاحب الامر سے خط و کتابت کر کے چند شرعی مسئلے دریافت کئے تھے، وہ کہتا ہے کہ احمد بن حسین نے مجھ سے کہا کہ میں نے ان سوالات کو اصل سے حاصل کیا ہے اور توقیع کو بین السطور دیکھا۔ ان جوابات کو محمد بن حسن طوسی نے کتاب الغیبہ (۱) اور احتجاج (۲) میں نقل کیا ہے۔

یہ توقیعات ان کے عقیدے کے مطابق ائمہؑ کے ہاتھوں کی لکھی ہیں جنہیں شیعوں نے سوال کر کے حاصل کیا، صحیح اسناد کے ساتھ نقل ان روایات کو تعارض کے وقت ترجیح دی جاتی ہے۔ ابن بابویہ نے فقہ میں ان توقیعات ناحیہ مقدسہ سے وارد ان توقیعات کو بیان کرنے کے بعد مسئلہ (وہ مرد کہ جو دوسرے شخص کو وصیت کرے) کے ذیل میں کہا ہے کہ یہ توقیع میرے پاس بخط ابو احمد بن الحسن بن علی ہے اور کلینی کی کافی میں حضرت صادق آل محمدؑ سے مروی اس توقیع کے خلاف حدیث ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ میں اس حدیث کے مطابق فتویٰ نہیں دوں گا بلکہ نامہ حسن بن علی کے مطابق فتویٰ دوں گا۔

کچھ توقیعات ابو العباس جعفر بن عبداللہ بن جعفر حمیری قمی اور ان کے بھائی حسین اور احمد کی ہیں۔

۱۔ الغیبۃ (ص ۳۴۵، حدیث ۲۹۵)

۲۔ الاحتجاج (ج ۲، ص ۶۰۳۔۵۲۳، حدیث ۳۶۰۔۳۵۴)

ابوالعباس نے ان مروی حدیثوں کو ''قرب الاسناد الی صاحب الامر'' کے نام سے جمع کیا ہے۔

کچھ توقیعات علی بن سلیمان بن جہم بن بکیر بن اعین ابوالحسن رازی کی ہیں۔ان کا بھی دعویٰ ہے کہ میں نے امام عصر (ع) سے خط و کتابت کی ہے۔

یہ ہے احکام شیعہ کی اساس اوران کے اعتقادات۔ میں نے دریا سے چند قطرے ہی پیش کئے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی حقیقت ہے جو اپنے کو عترت رسولؐ سے دین حاصل کرنے کے دعویدار ہیں۔(۱)

جواب:

اس شخص پر لازم تھا کہ جمال الدین قاسمی کی تاکید کے مطابق اپنی کتاب دوسرے کو نہ دکھاتا۔اسی طرح مناسب تھا کہ محمد رشید رضا چاہے جو وقت ہوتی کسی شیعہ یا اپنی قوم کے انصاف پسند کو اپنی تحریر دکھا لیتا۔ کیونکہ جو کچھ بکواس اس نے کی ہے سراسر اس کی بد باطنی کا ثبوت ہے اوراس کے اعتبار پر طمانچہ لگا رہی ہے کوئی بھی دانشمند اس کے تعصب کو صاف محسوس کرسکتا ہے۔

ارباب تحقیق پر پوری طرح واضح ہے کہ امامیہ، امام منتظرؑ کے ناحیہ مقدسہ سے صادر متذکرہ توقیعات پر عمل نہیں کرتے ،اس افترا پرداز اور قصیمی کو بھی معلوم ہے کہ شیعہ ان توقیعات کے معتقد نہیں۔ چنانچہ کتب اربعہ جو عمدہ مرجع شیعہ ہیں جن کے مولف تینوں ''محمد بن یعقوب کلینی ،محمد بن علی بن بابویہ،محمد بن حسن طوسی'' ان لوگوں نے بھی ان توقیعات کو اپنی کتابوں میں جگہ نہیں دی۔ یہ تینوں بیدار محققین آگاہ تھے کہ رخنہ اندازوں کے نزدیک یہ توقیعات بے وقعت ہوکر امام عصرؑ کے انکار کا سبب بن جائے گی۔

اسی وجہ سے منع کیا گیا تھا کہ ناحیہ مقدسہ کے آثار کو اپنی کتابوں میں جگہ نہ دیں جبکہ وہ خود بھی ان توقیعات کے راوی تھے۔ کیونکہ اس طرح جعفری مذہب مہدوی مذہب میں تبدیل ہوجاتا۔متعصب اور کور باطنوں کو کہنے کا موقع مل جاتا کہ شیعہ مذہب ایک ایسے امام غائب سے حاصل کیا گیا ہے جن کا کہیں کوئی وجود نہیں اور وہ جھوٹے توقیعات پر عمل کرتے ہیں۔ یہ چیز بجائے خود اسرار امامت میں سے ہے اور مذہب شیعہ کے وثاقت کا حتمی ثبوت۔

۱۔السنۃ والشیعۃ ،ص ۵۸، ۶۱۔

یہ بزرگ ثقۃ الاسلام کلینی تھے جن کا بغداد میں قیام تھا اور نواب اربعہ سے دوری نہ تھی۔ یہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی زمانے میں تھے۔ انہوں نے ۳۲۳ھ زمانہ غیبت صغریٰ میں وفات پائی بیس سال کے عرصے میں کتاب تالیف کی۔ سولہ ہزار ایک سو ننانوے احادیث میں کہیں بھی ناحیہ مقدسہ سے صادر کوئی حدیث درج نہیں۔ حالانکہ ان کے واسطے سے بہت سی توقیعات نقل ہوئی ہیں۔

اور یہ ابوجعفر ابن بابویہ قمی ہیں۔ حالانکہ انہوں نے اپنی کتاب اکمال الدین میں توقیعات نقل کی ہیں لیکن من لایحضرہ الفقیہ میں ایک بھی توقیع نہیں۔ ہاں! ایک جگہ ہے جہاں امام کا نام نہیں لینا چاہیے اس کی تائید کی گئی ہے۔(۱)

ابوجعفر طوسی نے بھی باوجود اس کے کہ محمد بن عبداللہ کے ذریعے ناحیہ مقدسہ کی توقیع کتاب الغیبۃ میں نقل کی ہے لیکن استبصار و تہذیب میں ایک بھی توقیع درج نہیں کی ہے۔

انہیں یہ بھی نہیں سوجھتا کہ اسحاق بن یعقوب کی توقیع جسے سب (۲) نے متفقہ طور سے ناحیہ مقدسہ سے روایت کی ہے، اس توقیع میں تین مسائل کے احکام میں جن میں کتب اربعہ میں عنوان بنایا گیا، لیکن اس توقیع کے بغیر ہی استدلال کیا گیا ہے، اس استدلال میں ذرا بھی توقیع کا اثر دکھائی نہیں دیتا۔

وہ تینوں مسائل حرمت فقاع (جو کی شراب) شیعوں پر خمس کا حلال ہونا، مغنیہ کی اجرت سے متعلق ہیں۔ ان تینوں کا عنوان کافی (۳)، تہذیب (۴)، استبصار (۵) اور من لایحضرہ الفقیہ (۶) میں قائم کیا گیا ہے۔ انہیں امام علی بن موسیٰ، امام جوادؑ، امام ابوجعفرؑ سے مکاتبت کے ذیل میں روایت کیا گیا ہے۔

۱۔ کتاب الغیبۃ، ص ۲۱۴-۱۸۴، ۲۵۸-۲۴۳ (ص ۳۸۴-۳۷۴)

۲۔ اکمال الدین، ص ۲۶۶ (ص ۴۸۳)، الغیبۃ، ص ۱۸۸ (ص ۲۹۰)

۳۔ کافی، ج ۱، ص ۳۶۱، ۴۲۵، ج ۲، ص ۱۹۷ (ج ۱، ص ۵۴۶، ج ۵، ص ۱۱۹، ج ۶، ص ۴۲۲)

۴۔ تہذیب، ج ۱، ص ۲۵۹-۲۵۶، ج ۴، ص ۱۴۳، ۱۳۶ (ج ۶، ص ۳۵۶، ج ۹، ص ۱۲۴)

۵۔ استبصار، جزء ۲، ص ۳۶-۳۳، ج ۲، ص ۳۶، ۴۴۵ (ج ۲، ص ۶۲-۵۷، ج ۳، ص ۶۱، ج ۴، ص ۹۴)

۶۔ من لایحضرہ الفقیہ، جزء ۲، ص ۱۴، ج ۳، ص ۵۳، ۲۱۷، ۳۶۱ (ج ۲، ص ۴۵-۴۳، حدیث ۱۶۶۳-۱۶۵۴، ج ۳، ص ۱۷۲، حدیث ۳۶۴۹، ج ۴، ص ۴۱۹، حدیث ۵۹۱۵)

لیکن امام منتظرؑ کی توقیع میں کہیں ان کا تذکرہ نہیں۔ یہاں آلوسی کے طعن سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کتب اربعہ میں توقیعات کو درج نہ کرنے کا راز کیا تھا۔ ان منحوس افترا پردازوں کو بے پر کی اڑانے کا موقع مل جاتا۔

اب ذرا اس طعن و تشنیع کی زبان دراز کرنے والے سے پوچھا جائے کہ شیعوں نے کب توقیعات سے اپنا مذہب اخذ کیا اور انہیں تعبدی حیثیت دی؟ کس نے اس بات کا اقرار کیا ہے؟ صدوق کے پاس کب خطوط اور توقیعات تھیں؟

کب انہیں لکھا؟ کہاں روایت کی؟ اس کمینے نے کیسے صدوق پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ جبکہ وہ علم قرآن کے حامل، سنت نبوی پر عامل اور حق اور معالم دین کے ہادی تھے۔ ان باتوں کو چھوڑ یئے بھی کیا کسی شہادتین کا اقرار کرنے والے مسلمان کو جو خدا اور رسولؐ، قرآن اور قیامت کا اقرار کرتا ہو، کفر کا فتویٰ جھاڑا جا سکتا ہے؟ یہ کہاں کا ادب علم، ادب عفت، ادب کتاب اور ادب سنت ہے۔ شریفوں کو گالی بکنے کے بعد کیا اس کے پاس شرافت رہ جاتی ہے۔ پھر یہ کس نے بیان کیا کہ وہ درخت کے سوراخ سے توقیعات حاصل کرتے تھے۔ صدوق نے کب پوچھا؟ کیا پوچھا؟ جس رات یا دن میں جواب حاصل کیا کس نے اس کی حکایت کی؟ رافضیوں کے یہاں کب اسے نبوت کے طور پر پیش کیا گیا کہ ان کی قوی ترین دلیل بن سکے۔ ستیاناس ہو اس کمینے کا۔

تمام توقیعات کو علامہ مجلسی نے بحار الانوار کی تیرہویں (۱) جلد کے کل بارہ صفحات میں جمع کر دیا ہے، کیا شیعوں کے تمام احکام کی پونجی یہی بارہ صفحات ہیں۔ کیا ایک عظیم الشان مذہب کے ماخذ صرف یہی بارہ صفحات ہو سکتے ہیں۔ میں تو نہیں جانتا لیکن قارئین خوب جانتے ہوں گے۔

وہی لوگ تہمت لگاتے ہیں جنہیں آیات خدا پر ایمان نہیں۔ کاش ان گدھوں نے علی بن بابویہ قمی کا متن بھی نقل کر دیا ہوتا تاکہ امت اسلامی سمجھ جاتی کہ صرف وہی ایک خط ہے اور اس میں احکام کا تذکرہ نہیں ہے امامیہ اس سے تمسک کیا اختیار کریں گے؟! متن نامہ یہ ہے:

۱۔ بحار الانوار (ج ۵۳، ص ۱۹۸۔۱۵۰)

''علی بن حسین بن علی بن جعفر سے لکھوایا حسین بن روح کو وہ امام زمانہؑ سے خواہش کریں کہ خدا اسے فرزند فقیہ کرامت فرمائے''۔ جواب آیا کہ تمہیں اس زوجہ سے اولاد نہ ہوگی لیکن ایک دیلمی کنیز تمہاری ملکیت میں آئے گی اور اس سے دو فقیہ فرزند (ابو جعفر محمد۔ ابو عبداللہ حسین) نصیب ہوں گے۔(۱)

محمد بن جعفر حمیری کا خط جسے کتاب الغیبۃ (۲) اور احتجاج (۳) میں نقل کیا گیا ہے وہ کل چار خط ہیں، ایک نو مسائل پر دوسرا پندرہ مسائل پر مشتمل ہے۔ اگر افترا پرداز کے پاس انصاف ہوتا تو سمجھ جاتا کہ شیخ نے ان مسائل کو تہذیب و استبصار میں درج نہیں کیا ہے اس کا شبہ باطل کرنے کیلئے یہی کافی ہے۔ اس جاہل کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کتاب احتجاج شیخ طوسی کی نہیں بلکہ ابو منصور احمد طبرسی کی ہے۔ اس خبیث نے توقیعات کو بخط ائمہؑ، مقام تعارض میں ترجیح وغیرہ کی بات کر کے صریحی فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ کتاب من لا یحضر میں توقیعات ہیں وہ ایک بھی توقیع نہیں دکھا سکتا۔ فقط باب اول میں امام حسن عسکریؑ کی ایک توقیع ہے۔ اس جاہل نے امام زمانہ سمجھ لیا ہے جبکہ ابو محمد، امام حسن عسکریؑ کی کنیت ہے، امام زمانہ (ع) کی کنیت ابو القاسم ہے (علامہ امینی نے یہاں پوری عبارت نقل کی ہے)۔

ان کے علاوہ ابو العباس، حسین، احمد اور علی کے ناموں کی بات کہی ہے جن کا کہیں اتہ پتہ نہیں۔ اصول و احکام کی بات تو الگ رہی۔ اگر اس گدھے کو ایک موقع بھی نظر آجاتا تو وہ گہار مچاتا کہ خدا کی پناہ! اور عبداللہ بن جعفر کی کنیت ابو العباس ہے اور وہی قرب الاسناد کے مولف ہیں نہ کہ جعفر بن عبداللہ۔ جیسا کہ اس جاہل نے گمان کیا ہے اور جعفر محمد جن کا پہلے نام لیا لیکن ان کی شناخت نہ کی ان کے علاوہ حسین و احمد یہ چاروں بھائی ہیں اور ابو العباس کے فرزند ہیں۔

کتب شیعہ میں متذکرہ محمد بن عبداللہ کے سوا کہیں بھی ان کی طرف منسوب ناموں کو نہیں دیکھا گیا۔ تاریخوں میں صرف ان مولفوں کے نام درج ہیں لیکن ان کی خط و کتابت کا کہیں وجود نہیں۔

۱۔ کتاب الغیبۃ (ص ۳۰۸، حدیث ۲۶۱)

۲۔ کتاب الغیبۃ، ص ۲۵۰۔۲۴۴ (ص ۳۸۴۔۳۷۴، حدیث ۳۴۵، ۳۴۶)

۳۔ الاحتجاج (ج ۲، ص ۵۹۰۔۵۶۳، حدیث ۳۵۷۔۳۵۴)

یہ ہے احکام الشیعہ کے متعلق باطل دعوی کی حیثیت! یہاں ضروری ہے کہ اس شخص کے جہل مرکب کی بھی نشاندہی کردی جائے۔ اکثر اس نے موسی بن مابویہ لکھا ہے صحیح موسی بن بابویہ ہے۔

ابوالقاسم بن ابی الحسین، ابوالقاسم بن حسین ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ یہ شخص جس قوم پر تنقید کرنے بیٹھا ہے اس کے عقائد، تعلیمات، ماخذ، احکام، دلائل وافکار اور عقائد رجال یہاں تک کہ خطوط کے متعلق بھی کچھ نہیں جانتا، ان کی کتابوں سے بے خبر ہے، باپ اور بیٹے کے درمیان فرق نہیں کرسکتا۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ کون پیدا ہوا اور کون ابھی پیدا بھی نہیں ہوا۔ اس کے پاس ذرا بھی حیاوشرم ہوتی تو قلم سے اس قسم کی گندگی نہ اچھالتا۔

۷۔ چند عقائد شیعہ کے سلسلے میں زہر اگلتے ہوئے اکثر کے متعلق جھوٹی نسبتیں دی ہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ لوگ اکثر اصحاب رسولؐ کو گالیاں دیتے ہیں۔ چند کو چھوڑ کر بقیہ سب ہی کے متعلق کہتے ہیں کہ مرتد ہو گئے تھے۔ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اماموں پر وحی ہوتی تھی اور یہ کہ انہیں اپنی موت پر اختیار تھا۔ یہ لوگ تحریف قرآن اور اس میں کمی کے قائل ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جب بھی کسی مجلس میں امام زمانہ (ع) کا نام لیا جائے تو جو لوگ موجود ہوں سب کو احتراماً کھڑا ہو جانا چاہیے۔ یہ لوگ اکثر ضروریات دین کے منکر ہیں۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: ہاں! شیعہ تمام اصحاب رسولؐ کو عادل نہیں سمجھتے وہ ان کے متعلق وہی کہتے ہیں جو قرآن وسنت میں ہے۔ آگے ہم اس موضوع پر بحث کریں گے۔ اس کے علاوہ اس نے جتنی باتیں کہیں ہیں سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔ اس شخص نے متعہ کے بارے میں بھی گستاخانہ باتیں کہی ہیں۔

علامہ عاملی نے متعہ کے بارے میں جو باتیں کہی ہیں ان کے متعلق کہتا ہے کہ یہ ان کی گمراہی کا کافی ثبوت ہے۔ ان لوگوں کے یہاں متعہ دوریہ رائج ہے۔ اس کی ان لوگوں کے یہاں بڑی فضیلت ہے۔ اس میں کئی افراد ایک عورت کے ساتھ داد عیش دیتے ہیں۔ اس طرح سے کہ ایک شخص اس عورت کو صبح سے دن چڑھے تک استعمال کرتا ہے۔ دن چڑھے سے ظہر تک دوسرا شخص، ظہر سے عصر تک تیسرا اور

۱۔ السنۃ والشیعۃ، ص ۶۴، ۶۵۔

عصر سے مغرب تک چوتھا شخص اور مغرب سے عشا تک پانچواں شخص اور عشا سے آدھی رات تک چھٹا اسی طرح آدھی رات سے صبح تک ساتواں شخص استعمال کرتا ہے۔ جو شخص اس قسم کے متعہ کو جائز سمجھتا ہو اس کے حیرت کی بات بھی نہیں کیونکہ اس نے اس کا نام الحصون المنیعہ (مستحکم قلعہ) رکھا ہے۔

جواب:

متعہ دوریہ یا واضح فحاشی کی نسبت شیعوں کی طرف دینا عظیم ترین تہمت ہے اسے سن کر دل لرز اٹھتا ہے۔ دل و دماغ شدید غم و غصہ کی زد میں آجاتے ہیں۔ اگر وہ اپنی کسی کتاب کا بھی حوالہ دیتا تو ہم مان لیتے یا یہ بھی لکھ دیتا کہ میں نے کسی سے سنا ہے کہ وہ شیعوں کے متعلق ایسی باتیں کہہ رہا تھا۔ یا میں نے سنا ہے کہ شیعہ اس کے مرتکب ہوتے ہیں چاہے وہ جاہل اور لا اُبالی شیعہ ہی کے متعلق خبر ہوتی۔ لیکن کسی شیعہ کے متعلق ایسا ثبوت فراہم نہیں کیا جا سکتا۔ سب سے پہلے اس کی نسبت قصیمی نے الصراع بین المسلمین والوثنیہ میں دی دوسروں نے بھی اسی احمق سے اُڑا لی ہے۔

کاش! شیعہ جانتے کہ یہ متعہ کی صورت کب رائج ہوئی؟ کس زمانے میں یہ عمل واقع ہوا ہے کس نے سب سے پہلے یہ نام رکھا؟ اور کیوں شیعہ کتابیں اس کی نشاندہی نہیں کرتیں؟ میرے خیال میں تو صرف اسی جھوٹے بدمعاش کے یہاں اس کا وجود ہے۔ اس سنہرے دور کو تو دور آلوسی کہنا چاہیے۔ کاش! اس شخص نے اس بارے میں شیعہ روایات کو بھی نقل کیا ہوتا۔ یہ تو صرف اس بدمعاش کی ذہنی اختراع ہے۔

علامہ محسن امین عاملی، صاحب حصون منیعہ کے متعلق اس کی نسبت کہ وہ اس نکاح دوریہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر ان کی کن کتابوں میں ان کا بیان ہے۔ کس موقع پر اُنہوں نے یہ بات کہی، وہ ابھی زندہ ہیں۔ وہ بلند ہمت بزرگان دین میں ہیں۔ رہبر امت اسلامی اور مصلح ہیں، کسی کمینے کا ان کی طرف نسبت دینا ان کی شخصیت کو داغدار نہیں کر سکتا۔

یہ تھیں ''السنۃ والشیعہ'' کی افترا پردازیاں۔ اگرچہ رسالہ بہت مختصر ہے لیکن اس کے عیوب بے شمار ہیں۔ ۱۳۲ صفحات کے اس رسالے میں طوفان بدتمیزی بے شمار ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لاتَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

''بیشک جن لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی وہ تم ہی میں سے ایک گروہ تھا تم اسے اپنے حق میں شر نہ سمجھو یہ تمہارے حق میں خیر ہے اور ہر شخص کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جو اس نے خود کمایا ہے اور ان میں سے جس نے بڑا حصہ لیا ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے''۔(۱)

۱۔نور/۱۱۔

اسلام وبت پرستی کی معرکہ آرائی

تالیف: عبداللہ علی قصیمی مقیم قاہرہ

یہ نام ہی مولف کی نفسیاتی حالت کا واضح ثبوت ہے، اس شخص نے سب سے بڑی اہانت تو یہی کی ہے کہ مسلمانوں کو بت پرست کہا ہے۔ جس میں لاکھوں افراد کی تعداد رہبروں، قائدوں، علماء، دانشوروں، مفسروں اور محدثوں کی ہے جو صرف دین خدا کی خدمت کر رہے ہیں۔ پھر یہ کہ وہ شائستہ کردار صحابہ وتابعین کے نام کی مالا جپتے ہیں۔

کیااس نام گذاری سے اسلامی بھائی چارگی پیدا ہوگی؟ کیا جب اس قسم کی باتیں شایع ہوں گی تو پھر مسلمان ایک جھنڈے تلے جمع ہوسکیں گے؟ جی ہاں! انہیں باتوں سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہوتا ہے، نفرت پھیلتی ہے نتیجے میں نظریاتی اختلاف ابھرتے ہیں اور بات جدال وقتال تک جا پہنچتی ہے۔

''مسلمانو! تم ان فتنہ انگیز ہنگاموں پر توجہ کئے بغیر امن وسلامتی اور برادری کی طرف آجاؤ کیونکہ شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان بغض وعداوت پیدا کرے، اس کی پیروی نہ کرو کیونکہ جو شیطان کی پیروی کرتا ہے وہ اس فحش اور شرمناک باتوں کا حکم دیتا ہے''۔(۱)

۱۶۰۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں دشنام طرازی، اہانت، جھوٹی باتوں کی نسبت، مہمل گوئی اور جھوٹے الزامات کی بھرمار ہے۔ چند نمونے ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ایک بڈھے شیعہ کا لطیفہ سنئے جس کا نام ''بیان'' تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ خدا نے اس آیت ﴿ھـــذا

۱۔نور

بیـان لـلـنـاس ﴾ میں اس کو مراد لیا ہے۔ اسی طرح دوسرے کا نام ''کسف'' تھا، آیت ﴿ و ان یروا کسفامن السماء ﴾ کے متعلق وہ اور اس کے یار واحباب سمجھتے تھے کہ اسی کو مراد لیا گیا ہے۔ (۱)

جواب:

یہ اگلوں کے چبائے لقمے ہیں جنہیں ابن قتیبہ نے تاویل الحدیث (۲) میں نقل کیا ہے، یہ محض افسانوی تہمت ہے جس کا خارج میں کہیں وجود نہیں۔ اپنی پریشان خیالی کو متعصبانہ رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ ابن قتیبہ، جاحظ وخیاط جیسے لوگ شیعوں کے متعلق اس قسم کی مضحکہ خیز باتیں کرتے ہی رہے ہیں۔ قصیمی نے انہیں دس صدیوں بعد نئے رنگ میں پیش کر دیا ہے تا کہ شیعہ بدنام ہوں۔

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴾ ''تم ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو وہ پہلے بھی لوگوں کو گمراہ کرتے رہے اور اب بھی اکثر لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ خود بھی راہِ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں انہیں چھوڑ دو بھی، یہ افترا پردازی کرتے ہیں''۔ (۳)

بالفرض اگر یہ دونوں آدمی بیان وکسف کا خارج میں کہیں وجود بھی ہو تو کیا اس سے کوئی شرعی احتجاج ودلیل کا جواز پیدا ہوتا ہے؟ کیا کسی مذہب کے عقائد پر ان نادان افراد کی حرکتوں سے استدلال کیا جا سکتا ہے؟

۲۔ اعتراض:

امیر شکیب ارسلان نے کتاب حاضر الاسلام میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک معزز اور دانشور شیعہ سے ملاقات کی۔ وہ شیعہ عربوں کا کٹر دشمن تھا۔ عربوں پر شدید نکتہ چینی کر رہا تھا اور حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد کی اس قدر مدح سرائی کر رہا تھا کہ اسلام اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ امیر شکیب نے حیرت سے

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج ۱، ص ۴ اور ص ۵۳۸

۲۔ تاویل مختلف الحدیث، ص ۸۷ (ص ۸۵)

۳۔ انعام/۱۱۲

پوچھا: عربوں کی شدید نفرت کے ساتھ حب علی علیہ السلام کیسے جمع ہوسکتی ہے کیا علیؑ اور اولادِ علیؑ عربی نہیں تھے؟ اچانک وہ شیعہ ناصبی ہوگیا۔ علیؑ کی دشمنی اور عربوں کی نیز اسلام کی نفرت میں شرمناک باتیں کرنے لگا۔(۱)

جواب:

یہ خرافاتی باتیں امیر شکیب کی ذہنی پستی کی نشاندہی کرتی ہیں۔ کیونکہ اس نے ایسے شخص کو معزز اور دانشمند بتایا ہے جو ذرا دیر میں محبت کی انتہائی منزلوں پر پہنچ جاتا ہے۔ بغیر جانے بوجھے کہ وہ کون لوگ تھے۔ کیا کوئی مسلمان ایسا ہے کہ جو یہ نہ جانتا ہو کہ محمدؐ و آل محمدؐ عرب کے بزرگ ترین فرد میں تھے، امیر شکیب نے اس سے یہ نہ کہہ کر بڑا احسان کیا کہ رسول خداؐ جس کی وجہ سے عترت کو یہ کرامت نصیب ہوئی، وہ بھی عرب تھے ورنہ وہ شخص مجوسی ہو جاتا۔ اس شخص کی سرعت انتقال کو امیر شکیب کا بیسویں صدی کا معجزہ ہی کہہ سکتے ہیں۔

یہ تو اس وقت صحیح ہوگا جب ہم قصیمی کو نقل بیان کے معاملے میں سچا سمجھیں حالانکہ امیر شکیب کی کتاب حاضر العالم الاسلامی کی اصل عبارت یوں ہے:

''میں نے ایک بار شیعوں کی بلند مرتبہ اور دانشمند فرد سے ایران میں گفتگو کی۔ میری بات عرب و عجم کے مسئلے تک پہنچ گئی۔ بات غلو کی اس حد پر پہنچ گئی جیسے وہ کتاب طبع کرا رہا ہو، اس کا آغاز جملہ ''ھو العلی الغائب'' کا تھا۔ میں نے دل میں کہا: بلاشبہ یہ شخص اہل بیتؑ سے غلو میں یہ ضرور جانتا ہے کہ وہ عربی تھے۔ ایسی صورت میں عربوں سے نفرت کیسے رکھے گا جبکہ جانتا ہے کہ اہل بیتؑ عربی النسل تھے، کیونکہ بیک وقت نفرت و محبت ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی۔ خدا نے کسی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے ہیں لیکن میرا خیال غلط ثابت ہوا جیسے ہی میں نے عرب و عجم کی بحث چھیڑی، وہ عجم کی طرف داری کرنے لگا۔ اپنی پچھلی غلو کی کیفیت کو نظر انداز کر گیا جو علیؑ اور آل علیؑ سے تھی۔ وہ ترکی زبان میں دہاڑا: ایران اسلامی حکومت نہیں، وہ ایسی حکومت ہے جس نے دین اسلام قبول کیا ہے۔(۲)

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج ۱ ص ۱۴۔ ۲۔ حاضر العالم الاسلامی، جز ۱ ص ۱۶۴ (ج ۱ ص ۱۶۲)

پڑھیے اور قصیمی کی خیانت پر سر پیٹیئے۔ جو شخص اپنوں کے حوالہ جات نقل کرنے میں اس قدر خیانت کرتا ہے، وہ اپنے دشمن مسلک کے حوالہ جات نقل کرنے میں کس قدر گستاخ ہوگا...؟

قارئین جانتے ہیں کہ امیر شکیب نے شیعہ دانشمند کا فقرہ ''هو العلي الغائب ''نقل کرنے میں غلو سے کام لیا ہے کیونکہ وہ جملہ ''هو العلي الغائب '' ہوگا جو شیعوں کے از حد محبت کی علامت ہے۔

هو العلي الغائب تو عام طور سے سرنامہ تحریر ہوتا ہے جیسے **بسم الله الرحمن الرحيم، هو الواحد الاحد**۔

ہر شخص جانتا ہے کہ شیعہ دشمن عرب نہیں۔ وہ دل سے عرب اور عربی سے عقیدت رکھتے ہیں کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی تھے، قرآن عربی زبان میں ہے، شیعہ احادیث تمام کی تمام عربی میں ہیں، شب و روز جو دعائیں پڑھتے ہیں سب عربی میں ہیں، شیعوں کا دین، عشق و جذبہ، مذہبی شور و شوق، ولاء و علاقہ، اخلاق و کردار تمام کا تمام عربی اور صرف عربی ہے۔

ہاں! شیعہ ان ہوس کیش عربوں سے نفرت رکھتے ہیں جنہوں نے حقوق خداوندی کو کورے سکوں میں بیچ ڈالا، عترت رسولؐ اور ائمہ دینؑ پر ظلم کے پہاڑ توڑے اور عربی مزاج سے خیانت کی۔ وہ عقیدہ تمام شیعوں کا یکساں طور سے ہے چاہے وہ عربی ہو یا عجمی ہو۔

لیکن بعض ارباب ہوس، لوگوں کو سمجھاتے رہتے ہیں کہ شیعہ ایک ایرانی تحریک ہے جو عربوں سے نفرت رکھتی ہے۔ اس طرح وہ معاشرے میں نفرت و فساد کی فضا پیدا کرتے ہیں۔

۳۔ اعتراض:

جس زمانے میں روس نے حکومت عثمانی پر فتح پائی شیعوں نے طاق نفرت بھرا، خوشیاں منائیں، تمام ایرانی شہروں میں پرچم شادمانی لہرائے گئے۔(۱)

جواب:

یہ بات بھی آلوسی کا چبایا ہوا لقمہ ہے۔ قصیمی نے اسے نئے ڈھنگ سے پیش کیا ہے، اکثر اگلوں کی

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج۱، ص۱۸

جذباتی تے پچھلے لوگ حلق میں اتارتے رہے ہیں۔

۴۔اعتراض:

علیؑ اور اولاد علیؑ کے متعلق شیعوں کا وہی عقیدہ ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں عیسائیوں کا ہے۔ مثلاً وہ حلول کے قائل ہیں، ان کی تقدیس اور معجزات کے متعلق خیالات، سختیوں میں ان سے استغاثہ اور مدد طلب کرنا، ان کی طرف شوق وخوف میں پوری یکسوئی۔ جو شخص بھی حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کے روضوں کو دیکھے گا وہاں نجف وکربلا میں شیعوں کے حالات اوران کے اعمال کا مشاہدہ کرے گا۔ وہ میری بات کی تائید کرے گا کہ جو کچھ میں نے کہا، وہ کم ہی ہے۔اس وجہ سے شیعہ ہمیشہ سے اہل توحید کے دشمن رہے ہیں اور آج بھی ہیں، آئندہ بھی رہیں گے۔(۱)

جواب:

شیعوں کی طرف سے عقیدہ الوہیت کی نسبت یا حلول کا عقیدہ تو قطعی غلط ہے ،شیعہ کے عقائد کی کتابیں موجود ہیں جن میں ایسے لوگوں کے کفر اور ارتداد کا فتویٰ ہے، تمام فقہی کتابوں میں ایسے لوگوں کی نجاست کا حکم ہے۔

لیکن تقدیس ومعجزات کا عقیدہ قطعاً غلو نہیں کیونکہ تقدیس تو اس بات کی ہے کہ ان کا مولد پاک اور وہ تمام معاصی ورذائل سے پاک ہیں اور یہ عصمت کی شرط ہے اور تمام ائمہ معصومؑ ہیں۔

اب رہ گئی معجزات کی بات تو جو بھی دعویٰ کرے گا اس کے پاس ماوراءفطرت طاقت ہونی چاہیے ایسا شخص یا رسولؐ ہوتا ہے یا امام۔اسے فطرت کا معجزہ دکھانا چاہیے اور حقیقت میں امام کا معجزہ رسولؐ کے معجزے کی طرح ہے جس سے ان کے نمائندہ الٰہی ہونے کی نشاندہی ہوتی ہے۔اس کی وجہ سے لوگوں کا دل مطمئن ہوتا ہے۔ حجت تمام ہوتی ہے نتیجے میں لوگ طاعت سے قریب اور معصیت سے دور ہوتے ہیں نیز خدا پر بھی لازم ہے کہ مسیلمہ کذاب جیسے لوگوں کو رسوا کرنے کیلئے اپنے نمائندوں کو معجزات عطا کرے تا کہ جھوٹوں کا دعویٰ باطل ہو۔علم کلام میں اولیاء کی کرامات سب ہی مانتے ہیں۔فلاسفہ کی بحث

۱۔الصراع بین الاسلام والوثنیۃ ،ج۱،ص۱۹

یہاں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں۔ اگر یہ اولیاء کے لئے صحیح ہے تو الٰہی نمائندوں کے لئے کیونکر صحیح نہ ہوگا۔ اہل سنت کی کتابوں میں اولیاء کی کرامات بھری پڑی ہیں۔ مولا علیؑ کی کرامتوں کو سب ہی مانتے ہیں۔

ائمہ سے استغاثہ یا ان کی طرف توجہ یہ سب کچھ صرف اس لئے ہے کہ ہم انہیں خدا تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں تا کہ ان کے واسطے سے ہماری دعائیں قبول ہوں۔ انہیں خدا کا تقرب حاصل ہے نہ یہ کہ وہ خود حاجت پوری کرنے میں موثر ہیں۔ وہ صرف فیضان خداوندی کا واسطہ ہیں۔ خود بندوں کے درمیان رابطہ و اتصال کا ذریعہ ہیں۔ یہ حکم کلی تمام اولیاء صالحین کے لئے ہے اگر چہ تقریب کے درجات مختلف ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ جو بھی انہیں واسطہ بنا کر دعا مانگتا ہے وہ انہیں بذات خود موثر نہیں سمجھتا۔ مشاہد مقدسہ میں زائروں کی دعائیں اور وظائف بھی اسی توسل کی قسم ہیں۔ ان باتوں سے عقیدہ توحید متاثر ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ انہیں اہل توحید سے کب دشمنی رہی ہے؟

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾'' ان کی تہمتوں کو نظر انداز بھی کرو۔ سوائے اُس کے کچھ نہیں کہ تہمت وہی لوگ دھرتے ہیں جنہیں آیات خدا پر ایمان نہیں اور وہی جھوٹے ہیں''۔(۱)

۵۔ اعتراض:

شیعہ معتزلہ کی پیروی میں روز قیامت، دیدار خدا کے منکر ہیں۔ اس کے صفات فعل کے منکر ہیں اور شبہات تمام کے تمام باطل ہیں کیونکہ اہل حدیث اور اہل سنت کے تمام ائمہ اربعہ ان امور پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ خدا ہر چیز کا خالق ہے۔ یہاں تک کہ ان کے افعال کا بھی خالق ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ خداوند عالم کا روز قیامت دیدار ہوگا۔ حیرت کی بات ہے کہ شیعہ تشبیہ کے خوف سے ان باتوں کے منکر ہو کر حلول تشبیہ صریح، انسان کی خدائی، خدا کے ناقص صفات کی توصیف کے قائل ہیں اس لئے اہل سنت انہیں بدعتی اور ہدایت سے دور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان صفات کے عقیدے پر سختی سے اڑے ہوئے ہیں۔(۲)

۱۔ نحل/۱۰۵ ۲۔ الصراع بین الاسلام والوثنیہ، ج ۱، ص ۶۷۔

جواب:

یہ شخص خدا اور اس کے صفات کے بارے میں ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم کی پیروی کر رہا ہے۔ ان دونوں کا مذہب ہمیشہ مورد طعن رہا۔ شرح مواہب (۱) میں زرقانی کہتے ہیں کہ یہ شخص خدا کے جسم اور اس کی جہت کا قائل ہے۔ زرقانی کے مطابق عنادی کہتے ہیں کہ بلاشبہ یہ دونوں بدعتی ہیں۔ اور قصیمی ہے کہ ان دونوں کے عقائد کا احترام کر رہا ہے۔ وہ خدا کی جہت کو واضح طور سے مان رہا ہے۔ میں اس کے فاسد عقیدے پر تنقید نہیں کروں گا۔ قارئین کتب فریقین میں ان کے مہملات ملاحظہ کر سکتے ہیں، میں تو یہاں قصیمی کی تہمتوں پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔

ایسی بات نہیں ہے کہ شیعہ حضرات معتزلہ کی پیروی میں دیدار خدا کے منکر ہیں بلکہ وہ برہان و دلیل سے اس بات کے قائل ہیں۔ شیعہ عقیدہ حلول وتشبیہ سے مبرا ہیں۔ وہ کسی انسان کو بھی الوہیت کا درجہ نہیں دیتے نہ خدا کے صفات میں نقص کے قائل ہیں۔ نہ صفات ثبوتیہ کے منکر ہیں بلکہ شیعہ تو کہتے ہیں کہ جو بھی ان باتوں کا قائل ہو وہ کافر ہے، شیعہ علم کلام کی کتابیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہ شخص ایک بھی ثبوت دکھا نہیں سکتا اگر ثبوت پایا جاتا تو وہ کہار مچاتا کہ خدا کی پناہ!

ہاں! شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ صفات خداوندی عین ذات ہیں۔ یہ باتیں کتب کلام میں درج ہیں۔ اب رہ گئے بندوں کے افعال تو اگر وہ مخلوق خدا ہوتے۔ بندے اپنے افعال پر مجبور ہوتے تو ان افعال پر خدا کا وعدہ وغیرہ سب بے معنی ہو کر رہ جاتا۔ علم کلام کا یہ انتہائی مشکل مسئلہ ہے۔ علماء نے اس پر بڑی بحث کی ہے، بندوں کا اپنے افعال میں مجبور ہونے کا عقیدہ رکھنے سے خدا پر ظلم لازم آتا ہے۔ اس سلسلے میں قصیمی کے دلائل لچر اور پوچ ہیں۔

سنیوں نے جو شیعوں اور معتزلیوں کو کافر کہا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے بھی انہیں بدعتی اور کافر کہا جاتا رہا ہے۔

۶۔ اعتراض

۱۔ شرح المواہب، ج ۵، ص ۱۲۔

شیعہ کہتے ہیں کہ تمام فرزندان رسولؐ پر آتش جہنم حرام ہے، وہ ہر برائی سے معصوم ہیں۔ منہاج الشریعۃ میں ہے کہ خدا نے تمام اولاد فاطمہ (س) پر آتش دوزخ کو حرام قرار دیا ہے جس سے یہ فضیلت شروع میں فوت ہو جائے مرنے سے قبل وہ اس بات کا موافق ہو جاتا ہے۔ پھر ان سب کی شفاعت کی جائے گی۔ اعیان الشیعہ میں ہے کہ فرزندان رسوؐل گناہ نہیں کرتے قیامت تک ان سے گناہ سرزد نہیں ہوسکتا۔(۱)

جواب:

شیعہ عصمت کو صرف بارہ جانشینان رسولؐ اور فرزندان فاطمہ (س) سے مخصوص سمجھتے ہیں۔ خدا نے انہیں آیہ تطہیر کے ذریعے یہ حلہ صرف پنجتن کے زیب تن کیا ہے جن میں کی ایک فرد خود رسول اعظم ہیں اس پر عقلی دلائل موجود ہیں تمام شیعہ اور سنی علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ جہاں بھی لفظ موسوم استعمال کیا جائے خواہ کسی عہد میں استعمال کیا جائے اس سے مراد یہی بارہ تن ہوتے ہیں حالانکہ کچھ خانوادۂ رسول کی شخصیتیں ایسی بھی گزری ہیں جن سے عمر کے کسی حصے میں گناہ سرزد نہیں ہوا لیکن شیعہ اُنہیں معصوم نہیں سمجھتے۔

اس شخص نے صاحب منہاج الشریعۃ کا جو حوالہ دیا ہے اس میں کہیں بھی عصمت کا اشارہ نہیں ملتا۔ بلکہ اس کے خلاف کی وضاحت ہوتی ہے۔ اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل بیتؑ میں بعض ایسے ہیں جن سے یہ فضیلت فوت ہو جاتی ہے پھر قبل وفات بذریعۂ توبہ حاصل کر لیتے ہیں، اس کے بعد شفاعت کے ذریعے۔ انہیں معصوم نہیں کہا جاتا بلکہ یہ امتیاز اس مومن کیلئے ہے جو توبہ کرلے اور ذریت رسولؐ کے لئے یہ چیز ہر وقت حاصل ہے۔

قسطلانی نے مواہب میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول نے بذریعہ الہام ولادت سے پہلے ہی فاطمہ (س) کا نام رکھا۔ کیونکہ خدا نے اُن پر اور اُن کی ذریت پر آتش دوزخ کو حرام قرار دیا ہے۔ (فطم کے معنی روکنے ہیں۔ اسی سے کہا جاتا ہے: بچے کو دودھ سے روک دیا گیا) ان کو اور ان کے

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج ۲، ص ۲۰

دونوں فرزندوں کو مطلق طریقے سے آتش دوزخ سے روک دیا گیا ہے۔لیکن فاطمہ کی دوسری اولاد کو بخاطر آیہ تطہیر جہنم سے روکا گیا ہے اور یہ بات دراصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت سے مطابقت رکھتی ہے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ تمام مسلمانوں کا انجام بخیر ہوگا۔اس کی نظیر شریف سمہودی کی وہ روایت ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ جو لوگ مدینہ میں مرتے ہیں اس کی رسولؐ ہر حال میں شفاعت کرتے ہیں یا پھر یوں کہا جائے کہ خداوند عالم احترام فاطمہؑ میں گنہگاروں کو بخشے گا اور انہیں توبہ نصوح سے موفق فرمائے گا تا کہ وقت مرگ توبہ سے سرفراز ہوں۔(۱)

نسائی (۲) وخطیب (۳) روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ کا نام فاطمہ اس لئے ہے کہ خدا نے انہیں اور ان کے دوستوں کو جہنم سے روک دیا ہے۔

یہ روایت اصل میں تمام ان مسلمانوں کو بشارت ہے تا کہ وہ فاطمہ کو دوست رکھتے رہیں۔اس میں گذشتہ تاویلات کا مفہوم شامل ہے۔

ایک روایت ابونعیم اور خطیب کی ہے۔امام علی بن موسی رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے:**ان فاطمه احصنت فرجها محرمها الله و ذريتها على النار** ''فاطمہ نے اپنی عفت کا حفظ کیا اس لئے خدا نے ان پر اور ان کی ذریت پر جہنم کو حرام قرار دیا''۔

آپ نے فرمایا:اس میں مقصود ذریت حسن وحسین ہیں؟

آپ سے ایک روایت اور بھی نقل ہوئی ہے جس میں آپ نے اپنے بھائی زید کو سرزنش فرمائی کہ تم نے مامون سے بغاوت کیوں کی۔پوچھا:تم رسول خدا کو کیا جواب دو گے؟ کیا تمہیں اس حدیث نے معزز بنادیا ہے کہ:**ان فاطمه احصنت فرجها**.

سمجھ لو کہ اس حدیث سے مراد وہی لوگ ہیں جو فاطمہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ہمارے اور

۱۔المواہب اللدنیۃ (ج ۲،ص ۶۴) شرح المواہب،ج ۳،ص ۲۰۳،تاریخ ابن عساکر (ج ۵،ص ۳۶،نمبر ۱۷۴)

۲۔معجم الشیوخ (۳۵۹،نمبر ۳۴۴)

۳۔تاریخ بغداد،ج ۱۲،ص ۳۳۱،

تمہارے لئے یہ حدیث نہیں ہے۔ خدا کی قسم اس مرتبہ پر طاعت خداوندی کے ذریعے ہی فائز ہوا جا سکتا ہے۔ اگر تم معصیت کے ذریعے اس مقام پر پہنچنا چاہتے ہو تو تم ان لوگوں سے بھی افضل ہو جاؤ گے۔

یہ سرزنش دراصل تواضع کے بطور ہے تا کہ طاعت کی طرف مائل کیا جائے اور لوگ اپنے فضائل پر مغرور نہ ہوں اگر چہ فضائل بے شمار ہی کیوں نہ ہوں۔ جس طرح اصحاب رسول اگر چہ قطعاً اہل بہشت تھے لیکن انتہائے خوف خداوندی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ ورنہ لفظ ذریت صرف بطن سے پیدا لوگوں کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ قرآن میں ہے: ﴿ومن ذریتہ داؤد و سلیمان﴾ حالانکہ آدم اور داؤد کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے۔ یہاں امام رضاؑ کا مقصد آپ کے دونوں فرزندوں میں انحصار ذریت کرنا نہیں ہے۔ پھر یہ کہ اطاعت کی قید ذریت اور دوستداروں کی خصوصیت کو باطل کر دیتی ہے۔ مگر یہ کہ کہا جائے کہ خدا مطیع کو عذاب کر سکتا ہے۔ خصوصیت یہ ہے کہ خدا احترام فاطمہؑ میں عذاب نہیں کر سکا۔(۱)

حافظ دمشقی نے حضرت علیؑ کی روایت نقل کی ہے، رسولؐ نے فرمایا: اے فاطمہ! جانتی ہو تمہارا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا؟ علیؑ نے پوچھا: کیوں رکھا گیا ہے؟ فرمایا: اس لئے کہ اس کو اور اس کی ذریت کو آتش دوزخ سے محفوظ رکھا گیا ہے۔

امام رضاؑ کی بھی حدیث ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: خدا نے میری بیٹی فاطمہ اور ان کی ذریت کو آتش دوزخ سے محفوظ رکھا ہے۔(۲)

اس نقطہ نظر سے کیا قصیمی اب بھی اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ شیعہ ان باتوں کا عقیدہ رکھتے ہیں جسے بزرگان قوم نے نہیں کہا ہے۔ یا ایسی حدیث نقل کرتے ہیں جسے حفاظ و محدثین نے نقل نہیں کیا ہے۔

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۳، ص ۵۴، نمبر ۹۹۷، مسند بزار، ج ۵، ص ۲۲۳، حدیث ۱۸۲۹، مطالب العلیہ، ج ۴، ص ۷۰، حدیث ۳۹۸۷، معجم کبیر، ج ۲۲، ص ۴۰۶، حدیث ۱۰۱۸۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۱۸۔۳۱۵، نمبر ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، حلیۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۱۸۸، تہذیب الکمال، ج ۳۵، ص ۲۵۱، مناقب ابن مغازلی، ص ۳۵۳، حدیث ۴۰۳)

۲۔ مسند امام رضاؑ، ج ۱، ص ۱۴۳، حدیث ۱۸۵، عمدۃ التحقیق مطبوع بر حاشیہ روض الریاحین یافعی، ص ۱۵ (ص ۲۶)

یا ایسی بات کے قائل ہیں جو دین حنیف کی بنیادوں کے مخالف ہو۔ کیا وہ ابن حجر زرقانی جیسے لوگوں پر بھی وہ الزام لگا سکتا ہے جو شیعوں پر لگایا ہے۔ انہوں نے ذریت فاطمہؑ کے متعلق جو بات کہی ہے، کیا وہ بھی تمام اولاد فاطمہ کی عصمت کے قائل ہو گئے۔ جو حملہ شیعوں پر کیا ہے ان پر بھی کر سکتا ہے؟

خدا کے فضل و احسان سے بعید نہیں کہ وہ گناہوں پر پشیمانی کے بعد لوگوں پر عنایت فرمائے پھر انہیں شفاعت سے سرفراز فرمائے یہ بات کسی طرح بھی قانون عدل اور مسلمات مذہب سے مخالفت نہیں کرتی کیونکہ اس کی رحمت غضب پر برتری رکھتی ہے اور اس کی رحمت سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اس عقیدے کی تو نصوص سے تاکید ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ مضحکہ خیز وہ عقیدہ ہے جس میں تمام صحابہ کو عادل کہا گیا ہے حالانکہ قرآن میں اکثر جگہوں پر ان کے ارتداد و نفاق ان کی سرزنش کی ہے۔ کتب صحاح میں اس مضمون کی بہت سی احادیث بھی ہیں۔

بعض اصحاب رسولؐ کو قیامت میں بائیں طرف لے جایا جائے گا۔ رسولؐ فرمائیں گے: میرے اصحاب، میرے اصحاب۔ آپ سے کہا جائے گا: انہوں نے آپ کے بعد دین سے برگشتگی اختیار کی تھی، مرتد ہو گئے تھے۔

دوسری صحیح حدیث ہے: تم میں سے اکثر کو مجھ سے جدا کر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا: خدایا! یہ میرے اصحاب ہیں۔ کہا جائے گا: تم نہیں جانتے تمہارے بعد انہوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔

تیسری حدیث ہے: میں کہوں گا: یہ میرے اصحاب ہیں۔ کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔

چوتھی حدیث ہے: میں کہوں گا: یہ مجھ سے ہیں۔ جواب ملے گا: آپ نہیں جانتے آپ کے بعد انہوں نے احداث کئے۔ میں کہوں گا: افسوس ان پر جو میرے بعد میری سیرت بدل دی۔

پانچویں حدیث ہے: میں کہوں گا: خدایا! یہ میرے اصحاب ہیں۔ خدا کہے گا: تم نہیں جانتے یہ تمہارے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

چھٹی حدیث ہے: جس وقت میں کھڑا ہوں گا اچانک ایک گروہ جسے میں پہچانتا ہوں گا، باہر نکل کر

کہے گا: جلد آیئے، میں کہوں گا: کہاں؟ کہے گا: بخدا! جہنم کی طرف۔ میں کہوں گا: انہیں جہنم کی طرف لئے جارہے ہو؟ کہے گا: یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ اسی طرح دوسرا گروہ نکلے گا ان کے لئے بھی کہا جائے گا کہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ الا مثل همل النعمہ بھولے بھٹکے اونٹ کی طرح جو چرتے پھرتے ہیں۔(۱)

قسطلانی اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ نجات یافتہ بہت کم ہوں گے، زیادہ تر اصحاب کافر اور معصیت کار ہوں گے۔(۲)

ان باتوں کو جانے دیجئے۔ آپ جانتے ہیں کہ صحابہ کے درمیان باہم دشمنی وعناد، اختلافات، جنگ وجدال، کینے موجود تھے جو ان کی حماقت کا صاف ثبوت ہے آخر انہیں کون سی فضیلت حاصل تھی کہ ان باتوں کے باوجود مورد فضل الٰہی ہوں گے۔

اسی شخص نے علامہ امین عاملی کی عبارت (۳) میں جو کتر بیونت اور خیانت کی ہے، اسے واضح کرنے کیلئے میں ان کی عین عبارت ہی پیش کر رہا ہوں۔ ان کی طرف فاحش نسبت دے رہا ہے کہ وہ تمام ذریت پیغمبر کا عقیدہ رکھتے ہیں حالانکہ وہ اس کے برخلاف تصریح کر رہے ہیں۔ حدیث ثقلین کے اسناد مسلم واحمد جیسے محدثین وحفاظ سے نقل کر کے فرماتے ہیں:

''یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل بیت گناہ وخطا سے معصوم تھے۔ کیونکہ پتہ چلتا ہے کہ جس طرح قرآن ثقلین کا ایک جزو ہے اسی طرح اہل بیت بھی جزو ہیں (۴) یہ دونوں عصمت میں برابر ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری، ج۵، ص۱۱۳، ج۹، ص۲۴۷۔۲۴۲ (ج۳، ص۱۲۲۲، حدیث۳۱۷۱، ج۵، ص۲۴۰۷۔۲۴۰۴، ۶۲۱۵۔۶۲۱۱)

۲۔ ارشاد الساری، ج۹، ص۳۲۵ (ج۱۳، ص۶۸۶، حدیث۶۵۶۷)

۳۔ اعیان الشیعہ، ج۳، ص۶۵ (ج۱، ص۳۷۰)

۴۔ انی تارک فیکم الثقلین او الخلیفتین کتاب اللہ وعترتی اهل بیتی، حدیث ثقلین کے نام سے مشہور ہے (صحیح مسلم، ج۵، ص۲۷۔ ۳۶ کتاب فضائل الصحابہ، مسند احمد، ج۳، ص۳۹۳،۳۸۸، حدیث۱۰۷۴۷،۱۰۷۲، ج۵، ص۴۹۲، حدیث۱۸۷۸۰، ج۶، ص۲۳۲، حدیث۲۱۰۶۸ وغیرہ)

ان سے تمسک قرآن سے تمسک کے برابر ہے۔ اگر ان سے گناہ ممکن ہوتا تو تمسک کا حکم نہ دیا جاتا کیونکہ ان کے گفتار کو حجت قرار دیا گیا ہے۔ ان سے تمسک پر جب گمراہی نہ ہوگی جس طرح قرآن سے تمسک گمراہی نہ ہوگی۔ اگر ان سے گناہ یا اشتباہ کا امکان ہوتا تو ان سے وابستگی باعث گمراہ ہوتی۔ ان کی پیروی باعث ہدایت و نورانیت ہے۔ جس طرح قرآن کی پیروی ہدایت و نور ہے۔ اگر یہ معصوم نہ ہوتے تو ان کی پیروی گمراہی کا سبب بن جاتی۔ یہ جبل متین ہیں جو آسمان سے زمین تک کھنچی گئی ہے اسی طرح قرآن ہے۔

یہ قرآن سے جدا بھی نہیں اور قرآن بھی ان سے جدا نہیں، اگر یہ گناہ کے مرتکب ہوتے تو قرآن سے جدا ہو جاتے اور قرآن ان سے جدا ہو جاتا۔ حالانکہ حدیث کی روشنی میں ایک لمحے کی بھی علیحدگی ناممکن ہے کیونکہ جو شخص اپنے کو ان کی بارگاہ میں پیش کرے انہیں اپنا امام سمجھے یا کوتاہی کر کے دوسرے کو اپنا امام سمجھ لے یا ایسا ہوگا جیسے کوئی شخص قرآن کو چھوڑ کر دوسری کتاب اپنا لے۔ ان کے مخالف کی پیروی بھی ناجائز ہے۔ انہیں کچھ بتانا یا ان کی باتوں کو رد کرنا بھی ناجائز ہے۔ حالانکہ اگر یہ جاہل ہوتے تو ان کی رد بھی جائز ہوتی اور انہیں بتانا و سکھانا بھی جائز ہوتا۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں ان کی ایک فرد موجود ہوگی کیونکہ رسول نے: **لن یفترقا حتی یردا علی الحوض** ''یہ ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں''۔ (حوض کوثر کے پاس اصل میں دنیا کے اختتام کا کنایہ ہے پس اگر کوئی زمانہ ان کے وجود سے خالی ہو تو یہ حدیث سچی نہ رہ جائے گی کہ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گے)۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی تو یہ بھی ثابت ہوا کہ اس حدیث سے تمام بنی ہاشم مراد نہیں ہو سکتے بلکہ اس سے مراد وہی لوگ ہوں گے جو فضیلت و علم و زہد و تقویٰ میں ممتاز ہیں اور وہ صرف بارہ امام ہی ہو سکتے ہیں جو ذریت جناب فاطمہ زہرا ہیں کیونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ ان کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں۔ دوسروں میں عصمت دیکھی ہی نہیں گئی۔ علاوہ اس کے تمام بنی ہاشم سے اکثر گناہ صادر ہوا۔ وہ جاہل بھی تھے دوسرے لوگوں سے ممتاز بھی نہ تھے اس لئے وہ شریک قرآن نہیں ہو سکتے۔ بنابریں اس حدیث سے

بعض بنی ہاشم مراد ہیں سب نہیں اور وہ حضرات صرف ائمہ معصومینؑ ہیں۔

اور یہ جو زید بن ارقم نے کہا ہے کہ اس سے مراد تمام بنی ہاشم ہیں اگر یہ قول زید بن ارقم کا صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو اگر چہ یہ قول ان کا باطل بھی ہے اس کے باوجود کہا جائے گا کہ ان کی پیروی کرنا واجب کہاں ہے؟''۔

ذرا اس روشنی کے عہد میں خیانت پر سر دھنئے، ہنسئے اور زندہ باد کہیے۔

۷۔اعتراض:

ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام محشر میں لوگوں کی تشنگی کے وقت دوستوں کو حوض کوثر سے سیراب کریں گے اور وہ جہنم تقسیم کریں گے۔ جہنم ان کی اطاعت کرے گی اور جس کو چاہیں گے جہنم سے نکال لیں گے۔(۱)

جواب:

میں نے دوسری جلد میں بہت سے حفاظ و محدثین کی روایات نقل کی ہیں۔ جس میں اکثر کو صحیح کہا گیا ہے اور اکثر کی تائید کی گئی ہے۔ اس بنیاد پر صرف یہ شیعوں کا ہی عقیدہ نہیں ہے بلکہ ائمہ اہل سنت بھی اس کے قائل ہیں لیکن قصیمی کو ان احادیث کی خبر نہیں یا علی سے دشمنی و عناد ہے اس لئے اس عقیدے کو شیعوں کی آفت قرار دے رہا ہے۔

دوسری حدیث: **قسیم النار** بھی شیعوں کی آفت نہیں بلکہ تمام اہل سنت کے علماء نے علی علیہ السلام کی اہم ترین فضیلت شمار کیا ہے، حافظ ابو اسحاق، اعمش، موسیٰ نے عبایہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے علی کو فرماتے سنا: **انا قسیم النار یوم القیامة اقول خذمی زا وزری ذا**'' میں قیامت میں جہنم تقسیم کروں گا۔ میں کہوں گا اسے لے لے اور اسے چھوڑ دے''۔(۲)

اس حدیث کے بارے میں محدث منصور طوسی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے سوال ہوا۔ ایک

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیة، ج ۲، ص ۲۱۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۲۰۰ (ج ۲، ص ۲۶۰، خطبہ ۳۵) تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، ص ۱۷۲، نمبر ۷۶۱)

شخص نے ان سے پوچھا: اے ابوعبداللہ علی کے ارشاد: ''انا قسیم النار'' کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

احمد نے کہا: اس میں انکار کی کیا گنجائش ہے؟ کیا رسولؐ سے یہ روایت نہیں ہے کہ فرمایا: تم سے مومن ہی الفت رکھے گا اور منافق ہی دشمنی رکھے گا۔ ہم نے کہا: جی ہاں! یہ حدیث ہے۔

پھر پوچھا: مومن کہاں رہے گا، ہم نے کہا بہشت میں۔ پوچھا: منافق کہاں رہے گا: ہم نے کہا: جہنم میں۔ فرمایا: اس لئے علی جہنم کے تقسیم کرنے والے ہوئے۔

یہ طبقات احمد اور کفایہ گنجی (۱) میں بھی موجود ہے۔ کاش قصیمی کو یہ معلوم ہوتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: **انت قسیم الجنة و النار یوم القیامة تقول النار هذالی و هذا لک.** انہیں الفاظ کو ابن حجر نے صواعق میں روایت کیا ہے۔ (۲) چنانچہ اصحاب میں یہ بات مشہور تھی اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے روز شوریٰ فرمایا: **انشدکم الله**'' میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں بتاؤ، کیا تم میں کوئی میرے علاوہ ایسا ہے جس کے متعلق رسولؐ نے فرمایا ہو کہ تم قیامت میں جہنم تقسیم کرو گے''۔ سب نے کہا: خدا گواہ ہے، نہیں۔

اس احتجاج کے قائل تمام عظیم علماء اہل سنت تھے۔ بقول صواعق، دار قطنی نے اسے نقل کیا ہے۔ ابن ابی الحدید اس احتجاج کو لکھ کر کہتے ہیں: علیؑ کے حق میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ جنت و جہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں۔

ابوعبیدہ ہروی ''الجمع بین الغریبین'' میں لکھتے ہیں: ائمہ ادبیات نے اس کی روایت کی ہے اور مفہوم کی شرح کی ہے کہ جبکہ ان کا دوست جنتی اور دشمن جہنمی ہے تو اس اعتبار سے وہ جنت و نار کے تقسیم کرنے والے ہوئے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں ان کے علاوہ دوسرے بھی قائل ہیں۔ علی خود جنت و نار کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ واقعی وہ کچھ کو بہشت اور کچھ کو دوزخ میں بھیجیں گے۔ فرمائیں گے: یہ تیرا ہے۔

۱۔ کفایۃ الطالب ص۲۲ (ص۷۲، باب۳)

۲۔ الصواعق المحرقہ، ص۷۵ (ص۱۲۶)

اسے لے لے۔ یہ میرا ہے اسے چھوڑ دے۔(۱) قاضی نے شفا میں لکھا ہے کہ علی قسیم نار ہیں۔(۲) اور خفاجی اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ ظاہر کلام سے پتہ چلتا ہے کہ رسول سے اس کی روایت ہے۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ اس کی روایت صرف ابن کثیر نے کی ہے۔ نہایہ (۳) میں حضرت علی علیہ السلام کا کلام نقل کیا ہے کہ: انا قسیم النار ۔آپ کا مقصد یہ ہے کہ لوگ یا جنتی ہیں یا جہنمی۔ جو لوگ علی کے دوست ہیں وہ جنتی ہیں اور جو علیؑ کے دشمن ہیں وہ جہنمی ہیں۔ خفاجی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابن اثیر قابل اعتبار شخص ہیں۔ علی نے جو کچھ فرمایا اپنی طرف سے نہیں فرمایا۔ حکم رسول ہے اس لئے اجتہاد کی گنجائش نہیں کیوں کہ دشمن علی علیہ السلام جہنمی اور محب علی علیہ السلام جنتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قسیم بمعنی تقسیم کرنے والا ہے جیسے جلیس اور سمیر (یعنی قصہ گو)۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد خوارج کے مقتولین ہیں چنانچہ نہایہ میں ایسا ہی ہے۔(۴)

۸۔اعتراض:

شیعوں کی بے شمار روایات میں ہے کہ امام منتظر تمام مسجدوں کو تباہ و خراب کردیں گے۔ اسی لئے شیعہ ہمیشہ سے مسجدوں کے دشمن رہے ہیں۔ کوئی بھی شیعوں کے شہروں میں جاکر ان کی ویران مسجدیں دیکھ سکتا ہے۔(۵)

جواب:

اس شخص نے مکاری، عیاری، جھوٹ کی حد کردی ہے اس نے بے شمار روایات کا تذکرہ کیا ہے کوئی ایک ہی روایات کہیں ٹٹول کے پیش کرتا، اس کتاب کا نام ہی لکھتا۔

حجت منتظر ہر اس مومن کے امام ہیں جو ایمان باللہ یوم آخر سے سرفراز ہے وہ مساجد کو آباد کرنے

۱۔شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۴۴۸ (ج۹، ص۱۶۵، خطبہ ۱۵۴)

۲۔الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (ج۱، ص۶۵۷)

۳۔النھایۃ (ج۴، ص۶۱)

۴۔خفاجی کی شرح شفا، ج۳، ص۱۶۳۔

۵۔الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج۲، ص۲۳۔

والے ہیں نہ کہ خراب وویران کرنے والے۔ جوشیعہ مسجدوں کے دشمن ہیں وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے ہیں جن شہروں کا تذکرہ اس نے کیا ہے مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہیں اگر وہ شخص شیعہ آبادیوں میں جائے اور ان کی سجی سجائی آباد مسجدوں کو دیکھے، جمعہ جماعات کا اہتمام دیکھے، اس میں چراغاں دیکھے اور بہترین فرش کا مشاہدہ کرے تو قصیمی کے الزامات کی تردید کرے گا۔

۹۔اعتراض:

کوئی شیعہ کسی مسئلے میں کسی ایک امام سے استفتا کرتا ہے۔انہیں بے سمجھے بوجھے وہ فتویٰ دے دیتا ہے۔ پھر ایک سال بعد وہی آتا ہے اور وہی مسئلہ پوچھتا ہے اس بار وہ پچھلے سال کے فتوٰے کے خلاف فتویٰ دیتا ہے۔اس دوبار کے استفتا میں تیسرا شخص بھی اپنے امام کے بارے میں مشکوک ہوجاتا ہے۔اور شیعہ مذہب چھوڑ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر امام نے یہ فتویٰ حالت تقیہ میں دیا ہے حالانکہ دونوں بار مسئلہ پوچھنے میں تیسرا شخص نہیں تھا اور میں نے خلوص کے ساتھ امام کے فتویٰ کے مطابق عمل کیا۔اگر اس نے جو کچھ کہا ہے۔غلط ہے یا اشتباہ ہوگیا ہے تو ایسی صورت میں ائمہ معصوم کہاں رہے؟ حالانکہ شیعہ عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں اس طرح اس نے مذہب شیعہ چھوڑ دیا اور دوسرا مذہب اختیار کرلیا۔ یہ روایت ان لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے۔(۱)

جواب:

اس احمق کی بکواس پر توجہ دینا ہی بیکار ہے، وہ ایک شیعہ کے امام کی بات کرتا ہے اور یہ بھی نہیں بتاتا کہ وہ امام کون تھے۔ایک اجنبی مسئلہ اور اجنبی تشخص کی بات کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں بھی ہے۔شاید ابھی وہ کتاب شائع نہیں ہوئی ہے خدا کی قسم! اگر یہ بات صحیح ہوتی تو قصیمی وہ گھار مچاتا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی۔لیکن اس نے جو بات کہی ہے کہیں اس کا وجود ہی نہیں۔ یہ صرف اس کا خیالی اعتراض ہے۔جھوٹی باتیں گڑھنے میں اسے بڑی مہارت حاصل ہے۔

۱۰۔اعتراض:

۱۔الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج۲، ص۳۸۔

جو بھی شیعہ کتابوں کو دیکھے گا اسے معلوم ہوگا کہ یہ لوگ عظمت خداوندی کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی باتوں کے شواہد قرآن سے بہت کم پیش کرتے ہیں۔ صرف وہی لوگ آیات سے استشہاد کرتے ہیں جن کا اٹھنا بیٹھنا سنیوں کے ساتھ ہے۔

اور وہ بھی سنیوں کی صحبت کی وجہ سے لیکن جو لوگ اہل سنت سے معاشرت نہیں رکھتے وہ ایک آیت بھی ایسی نہیں پیش کر سکتے جو کمی یا زیادتی یا غلطی سے پاک ہو۔ جو لوگ شیعہ آبادیوں میں گھومے ہوئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان میں حافظ نہیں ہوتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے یہاں بہت کم پائے جاتے۔

جواب:

یہ شخص کمینہ پن میں تمام حدیں پھلانگ گیا ہے:

سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

میں نہیں جانتا کہ اس نے یہ بٹوارہ کیسے کیا ہے۔ حالت مستی میں کیا ہے یا حالت ہشیاری میں، حالت جنوں میں یا حالت بیداری میں۔ کیا اس جھوٹے نے شیعہ کتابوں سے حاصل کیا ہے۔ کیا اس نے شیعوں کے غلط قرآنوں کو دیکھا ہے یا بدنام کرنے کیلئے بات گڑھی ہے؟ کیا اس کمینے کو معلوم نہیں کہ قرآنیات پر علماء شیعہ نے عظیم ترین خدمات انجام دیں ہیں۔ تفسیر و زبان اور ادب عربی کے ماخذ و قواعد وغیرہ پر ان کے افادات ناقابل فراموش ہیں۔ اگر آپ شیعہ کتابوں کو دیکھیں گے تو قرآنی آیات برجستہ اور برمحل انداز میں اس طرح بکھری نظر آئے گی جیسے آسمان پر بکھرے ستارے۔

ہم آج تک نہیں سمجھ سکے کہ تلاوت قرآن کا صحیح پیمانہ کیا ہے۔ اس کے محرکات خالص قلبی ہوتے ہیں۔ زبان، لہجہ اور کلمات کے مخارج اور صوتی افتاد وغیرہ سے اس کا تعلق نہیں۔ ان متذکرہ چیزوں میں جغرافیائی فرق کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہی رہتا ہے۔ شیعوں کو دوسروں سے تلاوت قرآن کے آداب سیکھنے کی ضرورت کیا ہے؟ کیا یہ ضرورت زبان عربی کے اسلوب کی وجہ سے ہے یا جہالت والی قرأت کی وجہ سے! خدا کی قسم ایسی جھوٹی نسبت آج تک کسی نے شیعوں کی طرف نہیں دی ہے۔ عرب میں بھی شیعہ ہیں جنکی مادری زبان عربی ہے عراق، جبل عامل کے شیعہ، سعودی عرب کے مردار خوروں سے کہیں زیادہ

بہتر لہجے میں قرأت قرآن کرتے ہیں۔ عرب کے باہر کے شیعہ علماء و مشائخ بھی عربی ادب کی خدمت کے سلسلے میں کسی سے پیچھے نہیں۔ تاریخ جاننے والے بتائیں گے کہ شیعوں میں مصنفین و شعراء بے شمار ہیں۔ جنہوں نے اپنی عظمت کا لوہا منوایا ہے۔ ادبیات شیعوں سے سیکھی گئی، فن خطابت شیعوں کی دین ہے، مضمون نگاری، تجوید و قرأت وغیرہ جیسے قرآنی خدمات شیعوں ہی کا کارنامہ ہے، اسی لئے علی بن جہم کے حالات کے سلسلے میں ابن خلکان لکھتا ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ علی سے منحرف تھا اور اہل سنت کا دم بھرتا تھا لیکن اچھی آواز میں اشعار پڑھتا تھا۔ گویا اس کا خیال تھا کہ طبعی شعر و شاعری میٹھے الفاظ میں خاص شیعوں کا شعار ہے اور اسے اپنی اس بات پر پورا بھروسہ تھا۔ (۱)

ایران، عراق اور ہندوستان میں چھپے ہوئے لاکھوں کی تعداد میں قرآن تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ زمانۂ طباعت سے قبل کے خطی قرآن بھی محفوظ ہیں۔ آج بھی ایسے شیعہ ہیں جو برکت کے خیال سے قرآن اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں ان میں سے کس نے غلط قرآن لکھا ہے کوئی دکھائے نہ کہیں اسلوب نگارش میں غلطی ہے نہ فنی سقم ہے اگر کہیں غیر شعوری طور پر غلطی ہوگئی ہو تو یہ لازمۂ انسان ہے چاہے وہ سنی ہو یا شیعہ، عربی ہو یا عجمی۔ سب سے غلطی ہو سکتی ہے۔

جس سیاح نے گھوم گھوم کر قصیمی کو یہ بے پر کی خبر دی ہے وہ اس کی عالم تخیل کی بکواس ہے کہیں شیعوں کی آبادی میں گلی کوچوں میں قرآن پڑے ہوئے نہ ملیں گے شیعوں کے یہاں طاقوں میں نہایت احترام سے قرآن رکھے جاتے ہیں۔ ان کے لئے مخصوص صندوق ہوتے ہیں۔ جب بھی شب و روز میں اس کی تلاوت کرنی ہوتی ہے تو نہایت احترام سے نکال کر اسے پڑھا جاتا ہے۔ تعویذی سائز کا قرآن الگ ہوتا ہے، سفری قرآن الگ۔ مردوں کے ایصال ثواب کا قرآن الگ سائز کا ہوتا ہے، بچوں کے پڑھانے کا الگ، دلہن کو جہیز میں دینے کا قرآن الگ ہوتا ہے۔ اکثر لوگ اپنے نئے گھر میں جانے سے قبل سب سے پہلے اثاث البیت میں قرآن ہی بھیجتے ہیں۔ کچھ ایسے ہی قرآن ہوتے جو عورتوں کی جنات و انسان سے حفاظت کیلئے ان کے پہلو میں رکھتے ہیں۔ ایسے شیاطین سے تحفظ کے لیے جو اپنے دوستوں

۱۔ وفیات الاعیان، ج۱، ص ۳۸ (ج ۲، ص ۳۵۵، نمبر ۴۶۲)

مریدوں کو وحی کرتے ہیں۔

کیا ایسے لوگ قرآن کی عظمت کے قائل نہ ہوں گے؟ ان کے جیسی سوجھ بوجھ تو دیکھنے کو نہیں ملتی۔ اس کمینے کو جس سیاح نے خبر دی ہے کہ شیعوں میں حافظ قرآن نہیں ہوتے کم سے کم کتاب کشف الاشتباہ ہی دیکھ لیتا جسے موسیٰ جار اللہ کی تردید میں لکھا گیا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۵۳۲۔۴۴۴ پر ایک سو چونتیس حافظان قرآن کے نام درج ہیں۔

۱۱۔ اعتراض:

کیا کوئی شخص شیعی قرآن کا ایک حرف بھی ایسا بتا سکتا ہے جس میں تناسخ کا ثبوت ہو۔ اماموں کے جسم میں خدا کے حلول کی بات ہو۔ عقیدت رجعت اور اماموں کی عصمت کا ثبوت ہو یا ابو بکر، عمر اور عثمان سے علیؑ کا افضل ہونا ثابت ہو سکے۔ علیؑ کا بادلوں میں وجود ثابت ہو سکے۔ کیا کسی آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ برق علی کے تبسم کا مظاہرہ ہے۔ گرج، چمک علیؑ کی آواز ہے۔ شیعہ ان تمام باتوں کے معتقد ہیں۔ (۱)

جواب:

حیرت ہوتی ہے کہ یہ جھوٹا اور اس کی ٹولی شیعوں پر تہمت کے سلسلے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے جبکہ مسلمانوں کے درمیان روابط و ہم آہنگی عام طور سے پائی جاتی ہے۔ اس تیز رفتار سواریوں کے دور میں مسلمانوں کے تمام فرقے ایک دوسرے کے شہروں میں آتے جاتے رہتے ہیں کسی نے بھی اس قسم کی جھوٹی نسبتیں شیعوں کی طرف منسوب نہیں کی ہیں۔ آج کل ان باتوں کی آسانی سے تحقیق کی جا سکتی ہے اور اس شخص کی بے شرمی و بے حیائی طشت از بام ہو سکتی ہے جو بھی تحقیق کرے گا وہ اسے جھوٹا، پاپی اور مہمل گو ہی سمجھے گا۔

اسے خدائے بزرگ کے ارشاد کو پیش نظر رکھنا چاہیے: ﴿**ما یلفظ من قول الا ولدیه رقیب عتید**﴾ ''جو بھی کوئی بات زبان سے نکالتا ہے اس پر ایک نگہبان فرشتہ تیار رہتا ہے''۔ (۲)

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیة، ج ۱، ص ۲۷۔ ۲۔ (سورۂ ق/۱۸)

یا خدا کی وعید پیش نظر رکھنی چاہیے: ﴿ویل لکل افاک اثیم هماز مشاء بنمیم﴾ ''ہر افترا پرداز اور گنہگار پروائے ہو جو طعن و تشنیع کرتا رہتا ہے چغل خوری میں دوڑ دھوپ کرتا رہتا ہے''۔(۱)

اگر یہ وعید پیش نظر رہتی تو شیطان خود اسے جواب دے دیتا کہ شیعہ کبھی تناسخ کے قائل نہیں رہے نہ کبھی یہ عقیدہ رہا کہ خدا نے جسم ائمہ میں حلول کیا ہے۔ ابتدا سے آج تک ایک بھی شیعہ اس بات کا قائل نہیں رہا کہ علیؑ کا وجود بادلوں میں ہے۔

لیکن ہاں! علی کا وجود بادیوں میں ہے اس کا ایک شیعہ قائل ہے اور وہ ذات پیغمبر اسلام کی ہے۔ میں نے جلد اول میں اس کی نشاندہی کی ہے لیکن یہ کینہ توز اس کی تحریف کر کے غلط معنی پہنا رہا ہے تا کہ شیعوں کو بدنام کر سکے۔

اس شخص کو عظیم مذہب شیعہ کے خلاف تہمت دھرتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ جھوٹے اور بے سر و پا الزامات کے ذریعے جلے دل کے پھپھولے نکال رہا ہے۔ کیا قدیم زمانے سے آج تک کسی شیعہ کتاب میں اس کا کہیں نشان بتایا جا سکتا ہے، بجائے شیعہ کتابوں کے وہ اپنی ٹولی کے طہ حسین، احمد امین، موسی جار اللہ جیسے جھوٹوں کی کتاب سے سند پیش کرتا ہے۔

شیعوں کا عقیدۂ رجعت قرآن میں موجود ہے لیکن اس عقل کے اندھے کو قرآن میں نظر ہی نہیں آیا اسے شیعوں کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ شیعہ علماء نے خاص اسی موضوع پر بسیط کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ آیہ تطہیر سے قاعدۂ وحدت ملاک اور واضح و صریح روایات کے ذریعہ پنجتن کے علاوہ تمام ائمہ معصومین کی عصمت پر استدلال کیا جا سکتا ہے، آیہ شریفہ کے ذیل میں امام احمد بن حنبل نے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں جو ایک انسان کو مطمئن کرنے کے لئے کافی ہیں۔(۲)

۱۔(اقتباس از سورۂ قلم/۱۱)

۲۔مسند احمد، ج ۱، ص ۳۳۱، ج ۳، ص ۲۸۵، ج ۴، ص ۱۰۷، ج ۶، ص ۲۹۶، ۲۹۸، ۳۰۴، ۳۲۳ (ج ۱، ص ۵۴۴، حدیث ۳۰۵۲، ج ۴، ص ۲۰۲، حدیث ۱۳۶۲۶، ج ۵، ص ۷۹، حدیث ۱۶۵۴۰، ج ۷، ص ۴۲۱، حدیث ۲۶۰۰۰، ص ۴۲۳، حدیث ۲۶۰۱۰، ص ۴۳۱، حدیث ۲۶۰۵۷، ص ۴۵۵، حدیث ۲۶۲۰۶)

علیؑ کو دوسرے خلفاء پر فضیلت و تقدم کیوں نہ حاصل ہوگا جبکہ خدا نے آیۂ ولایت میں علی کی ولایت کو اپنے اور رسول کی ولایت کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اس پر گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ ہر انصاف پسند محقق فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ آیت خاص علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے علی کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ خدا نے انہیں ولی کہا ہے، انہیں کی ولایت کی وجہ سے دین کامل ہوا اور نعمت تمام ہوئی۔

اب میں قصیمی کے جملوں کو اسی پر مارتے ہوئے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ ایک حرف بھی قرآن میں ایسا دکھا سکتا ہے کہ جس میں ابوبکر، عمر اور عثمان کی علی پر فضیلت ثابت ہو سکے اگر اس کے منہ میں دانت ہے تو سامنے آئے۔

۱۲۔ اعتراض:

شیعہ اپنے اعتقاد کے بارے میں احادیث نبوی پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ ان جھوٹے خطوط پر اعتماد کرتے ہیں جو ان کے خیال کے مطابق ائمہ معصومین کی طرف منسوب ہیں۔(۱)

جواب: آپ نے ان خطوط اور توقیعات کی پچھلے صفحات میں حقیقت سمجھ لی۔ اس شخص کو نئے شیطان نے پھر وحی کی ہے کہ تمام آئمہ کی توقیعات منقول ہیں۔ اس کا گمان ہے کہ صرف شیعہ ہی ائمہ کی عصمت کے قائل ہیں، گویا کہ اسے آیہ اولوا الامر کی خبر ہی نہیں ہے۔

۱۳۔ اعتراض:

شیعوں کے یہاں متعہ ہاتھوں ہاتھ رائج ہے۔ اس کی مختلف قسمیں ہیں۔ ایک بڑا متعہ اور چھوٹا متعہ۔ ایک قسم یہ ہے کہ مرد و عورت تعلقات قائم کرنے کیلئے طے کرتے ہیں کہ مرد کچھ مال یا کھانا یا دوسری چیز چاہے وہ بہت کم ہی ہو۔ اس کے مستمتع ہونے کے بدلے میں عورت کو دے گا۔ اور اپنی شہوت حسب قرارداد ایک دن یا چند دن پوری کرے گا۔ مدت پوری ہونے کے بعد دونوں ایسے ہو جائیں گے جیسے کسی کی آشنائی ہی نہ تھی، دونوں اپنی اپنی راہ لیں گے۔ یہ آسان ترین متعہ ہے۔ ایک متعہ کی قسم ہے جسے متعہ

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج۱، ص ۸۳۔

دور یہ کہتے ہیں۔ وہ اس طرح ہے کہ بہت سے مرد ایک عورت سے باری باری اس طرح مجامعت کریں گے: صبح سے چاشت تک چاشت سے ظہر تک ظہر سے عصر تک، عصر سے مغرب تک، مغرب سے آدھی رات تک، آدھی رات سے صبح۔ اس کو وہ لوگ شریعت کا جزو سمجھتے ہیں جس میں بہت زیادہ ثواب ہے حالانکہ یہ بدترین حرام ہے۔

جواب: شیعوں کے نزدیک متعہ وہی ہے جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رائج فرمایا اور اس کے حدود معین کئے۔ یہ متعہ رسول خداؐ کے زمانے سے اس وقت تک رائج رہا جب تک عمر بن خطاب نے اسے حرام قرار دیا۔ خلیفہ کے حرام کرنے کے بعد لوگوں کا خیال ہے کہ خلیفہ کو حکم قرآن اور حکم رسول کے خلاف حرام کرنے کا حق حاصل ہے، ان لوگوں کے یہاں متعہ حرام ہے باقی تمام اسلامی فرقوں میں متعہ اپنے حدود کے ساتھ رائج ہے اور انہوں نے اپنی کتابوں میں اس کے حدود و شرائط کی اس طرح تفصیل بیان کی ہے کہ:

۱۔ اجرت

۲۔ مدت

۳۔ ایجاب وقبول کے صیغے

۴۔ مدت ختم ہونے کے بعد علیحدگی

۵۔ عدت چاہے کنیز ہو یا آزاد، حاملہ ہو یا غیر حاملہ

۶۔ میراث سے محرومی

ان حدود کو علماء شیعہ و سنی نے بیان کیا ہے۔ سنیوں کے یہاں صحیح مسلم، سنن دارمی سنن بیہقی، تفسیر طبری، احکام القرآن جصاص، تفسیر بغوی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر رازی، تفسیر خازن، تفسیر سیوطی، اور کنز العمال لائق ذکر ہیں۔(۱)

شیعوں کے یہاں صدوق کی من لا یحضرہ الفقیہ، المقنع اور الھدایہ۔ علم الہدیٰ کی کافی اور انتصار

۱۔ اس موضوع پر آئندہ بحث ہوگی۔

سلار کی المراسم، شیخ طوسی کی نہایہ، مبسوط، تہذیب اور استبصار، ابوالمکارم کی الغنیہ، ابوجعفر کی الوسیلہ، محقق حلی کی نکہت النہایہ علامہ حلی کی تحریر کے علاوہ شرح لمعہ، مسالک، حدائق اور الجواہر میں اس کا بیان ہے۔(۱) متعہ یا معین مدت کی شادی جو شیعوں کے یہاں رائج ہے وہ یہی جسے اوپر بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ متعہ کے چھوٹے بڑے اقسام جسے اِس افترا پرداز نے نقل کیا ہے نہ تو شیعہ فقہاء کے یہاں رائج ہے نہ عوام میں رواج ہے۔ یہ محض قصیمی کی افترا پردازی ہے۔ ممکن ہے قصیمی کی بیسویں صدی کی فقہ میں اس کا کہیں وجود ہو۔

قصیمی اور اس کے جرگے متعہ کے ان خیالی قسموں کی کہیں نشاندہی نہیں کر سکتے۔ یہ فقہاء و علماء کے یہاں نہ ائمہ معصومین کے یہاں نہ کسی ملک میں رائج نہ شہر میں خدا کی قسم نہ کسی شیعہ دیہات میں اس کا رواج ہے نہ شیعہ آبادی میں بات یہ ہے کہ شیاطین اپنے مریدوں کو سرکشی رائج کرنے کیلئے جھوٹی باتیں بتاتے رہتے ہیں۔

۱۴۔اعتراض:

کچھ احمق قسم کے جاہل شیعہ ہیں کہ ایک بکری لاکر اس کی کھال ادھیڑتے ہیں پھر اسے مختلف طریقوں سے شکنجوں میں کستے ہیں۔ اس طرح ان کے خیال میں حضرت عائشہ کو سزا دیتے ہیں۔ ایسے ہی وہ دو بکرے لاکر انہیں شکنجہ دیتے ہیں اس طرح ان کے خیال میں ابوبکر و عمر کو سزا دیتے ہیں۔ شیعوں کے یہاں بہت زیادہ معمول ہے۔ اِن میں نادان ترین شیعہ ایسے بھی ہیں کہ اپنے امام کو سرداب (تہہ خانے) میں مصحف و قرآن کے ساتھ غائب کئے ہوئے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں کہ خچر لئے تہہ خانے کے

۱۔من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۱۴۹ (ج ۳، ص ۴۶۷۔۴۵۸، حدیث ۴۶۱۶۔۴۵۸۳) المقنع (ص ۱۵۲) الھدایہ (۳۲۵، باب ۱۴۲) الکافی، ج ۲، ص ۴۴ (ج ۵، ص ۴۴۸) انتصار (۱۹۰) المراسم (ص ۱۵۵) النھایۃ (ص ۴۸۹) المبسوط (ج ۴، ص ۲۴۶) تہذیب الاحکام، ج ۲، ص ۱۸۹ (ج ۷، ص ۲۴۹) استبصار، ج ۲، ص ۲۹ (ج ۳، ص ۱۴۱) الغنیہ (ج ۱۸، ص ۲۸۲) الوسیلہ (ص ۳۰۹) النھایۃ ونکتھا (ج ۲، ص ۳۷۲) تحریر الاحکام حلی، ج ۲، ص ۲۷ (ج ۲، ص ۲۶) شرح لمعہ، ج ۲، ص ۸۲ (ج ۵، ص ۲۴۵) مسالک الافہام (ج ۱، ص ۴۰۰) الحدائق الناضرۃ، ج ۶، ص ۵۲ (ج ۲۴، ص ۱۱۳) جواہر الکلام، ج ۵، ص ۱۶۵ (ج ۳۰، ص ۱۳۹)

باہر جاتے ہیں اور امام غائب کا انتظار کرتے ہیں۔ بعض آواز بھی دیتے ہیں تا کہ سرداب سے باہر تشریف لائیں۔ ایک ہزار سال سے مسلسل وہ ایسا ہی کرتے آرہے ہیں۔ ان سے بھی زیادہ جاہل شیعہ ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے، کمی زیادتی ہوئی ہے۔ (۱)

جواب: قریب ہے کہ اس جھوٹے کی تہمت سے قلم کولرزہ ہو جائے۔ یہ ایسا جھوٹا محسوساتی الزام ہے کہ نہ آسمان نے اس پر سایہ کیا نہ زمین نے اس کا بوجھ اٹھایا کیونکہ جب شیعیت عہد نبوی میں وجود پذیر ہوئی، زبان رسالت سے شیعیان علی علیہ السلام کا تذکرہ ہوا اور اصحاب رسول کو شیعیان علی علیہ السلام کیلئے پکارا گیا اس وقت سے آج تک یہ حدیث گوسفند سنا ہی نہیں گیا نہ ایسے بے گناہ جانوروں کو اذیت دینے کی بات دیکھی گئی۔ ایسا ظلم تو انہیں ظالموں سے متوقع ہے۔ لیکن ہم قصیمی کو دیکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ کی طرح جھوٹ کے پلندوں سے اپنا دامن بھرے ہوا ہے۔ کاش یہ شخص ہمیں ایک بھی ایسا ثبوت فراہم کرسکتا۔ یہاں تک کہ وہ کوئی ایسا بھی ثبوت فراہم کردے کہ کبھی اس طرح کی کوئی حرخت ہوئی ہو۔

نہ میں، نہ کوئی شیعہ اس قسم کے عمل کا اتہ پتہ نہیں رکھتے۔ ایسی حرکتوں کو کون اچھا سمجھے گا۔ چاہے وہ بقال قصہ گو ہی کیوں نہ ہو۔ اس قسم کے اتہامات قصیمی اور اس کے استاد ابن تیمیہ کے یہاں ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

سرداب کی تہمت تو اس سے بھی زیادہ لچر اور پوچ ہے لیکن ان ذلیلوں نے اپنی راگ میں خچر کو بھی سوار کرلیا ہے، اور کہتے ہیں کہ ہزار سال پہلے سے شیعہ یہ اعمال کرتے آرہے ہیں۔

حالانکہ شیعہ اپنے امام غائب کو سرداب میں موجود نہیں سمجھتے۔ نہ انہیں وہاں چھپایا ہوا ہے نہ وہ سرداب سے ظہور فرمائیں گے۔ ہمارے یہاں کی حدیثوں میں تو یہ ہے کہ وہ مکہ معظمہ خانہ کعبہ کی چھت سے ظہور فرمائیں گے۔ کسی نے بھی نہیں کہا ہے کہ یہ نور سرداب میں پوشیدہ ہے بات اصل میں یہ ہے کہ سامرہ میں شدید گرمی سے محفوظ رہنے کیلئے تہہ خانوں کا رواج ہے۔ چونکہ سامرہ میں تین اماموں کی قیام گاہ رہی ہے۔ دوسرے مقدس مکانوں کی طرح اسے بھی اسی لئے عظمت حاصل ہوگئی ہے۔ دوسرے

۱۔ الصراع بین الاسلام والوثنیۃ، ج۱، ص۳۷۴۔

اماموں کے مکان روضۂ رسول کی طرح اس لئے مقدس ہیں کہ خدا نے ان کی عظمت کا حکم دیا ہے۔ ﴿فی نبوت اذن الله ان ترفع و یذکر فیها اسمه﴾(۱)

کاش سرداب کی جھوٹی بات اُڑانے والوں میں اتفاق رائے بھی ہوتا اس طرح تو ان کی جعلی باتوں کا پردہ فاش ہوگیا ہے۔ مثلاً ابن بطوطہ کہتا ہے: یہ سرداب حلہ میں ہے۔(۲)

قربانی اخبار الدول میں کہتا ہے کہ بغداد میں واقع (۳) ہے کسی نے کہا کہ سامرہ میں ہے۔ قصیمی کو چونکہ معلوم ہی نہیں کہ کہاں ہے اس لئے صرف سرداب ہی کہنے پر اکتفا کی ہے۔ قصیمی کو چاہئے تھا کہ ہزار سال کے بجائے اس جھوٹ کا سرا قرون وسطیٰ سے ملا دیتا تاکہ سننے والے کو اجمالی طور سے وجود کا احتمال ہو جاتا۔ لیکن اس جھوٹے کے پاس تو حافظہ ہی نہیں ہے۔

رہ گئی تحریف قرآن کی بات تو ہم نے دوسرے صفحات میں تحقیقی بحث کی ہے۔

﴿الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللهُ عَلَى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾ ''جولوگ آیات خدا کے بارے میں بغیر دلیل کے جھگڑتے ہیں۔ وہ بڑا سخت عناد ظاہر کرتے ہیں۔ خدا کے نزدیک بھی اور اہل ایمان کے نزدیک بھی اسی طرح خداوند عالم ہر متکبر اور جبار کے دل پر مہر کر دیتا ہے''۔(۴)

۱۔(نور/۳۶)

۲۔رحلۃ ابن بطوطۃ، ج۲، ص ۱۹۸ (۲۲۰)، ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ، ج۱، ص ۳۵۹ (ج۱، ص ۲۴۹) پر اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ (وفیات الاعیان) ص ۵۸۱ (ج۴، ص ۱۷۶، نمبر ۵۶۲) پر یہی لکھا ہے۔

۳۔اخبار الدول (ج۱، ص ۳۵۳)

۴۔غافر/۳۵

فجر الاسلام، ضحیٰ الاسلام، ظہر الاسلام

ان کتابوں کے مولف استاد احمد امین مصری ہیں۔ ان کا مقصد تالیف کیا ہے وہی بہتر جانتے ہیں اور ہم بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ناموں کا فریب محتویات کے برخلاف بیدار مغز محقق کو دھوکے میں ڈال دیتا ہے کیونکہ یہ اسماء مسمی کے مضامین سے میل نہیں کھاتے۔ قسم خدا کی اگر وہ امین ہوتے تو علم دین اور کتاب وسنت کی رعایت کا تحفظ کرتے اور ان شرمناک مضامین سے اپنی کتاب کو سیاہ نہ کرتے اسلام اور مصر عزیز کی شہرت کو طعن وتشنیع کے ذریعے ہوا وہوس کی پیروی میں راہ حق سے انحراف نہ کرتے، حقائق پر پردہ نہ ڈالتے، لوگوں کو ایسے اسلوب میں الجھا کر حقائق سے دور نہ رکھتے۔ تحریف کلمات کر کے تہمت طرازی کے انبار نہ لگاتے۔

چونکہ یہ تالیفات اسلامی ہیں جیسا کہ ناموں سے ظاہر ہے تو ان میں گمراہیاں، جھوٹی تہمتیں اور باطل باتیں نہ ہونی چاہیے تھیں۔ آداب علم وعلم نوازی، آداب پاک دامنی و برادری، جس کا قرآن نے حکم دیا ہے لحاظ کیا جانا چاہیے تھا۔

لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ احمد امین کا بیسویں صدی کا اسلام ندائے قرآنی سے قطعی دور ہے جس کا قرن اولیٰ میں وحی خدا کے امین نے اعلان کیا تھا۔ کیونکہ اگر یہی اس کی کتاب ہے اور یہی اس شخص کی امانت ہے تو اسلام کو الوادع کہہ دینا چاہیے۔ اگر جامعہ الازہر میں اسی طرح علم ودانشمندی کا لحاظ کیا جاتا ہے تو اس کے معیار کا خدا ہی حافظ ہے۔

اکثر شیعہ محققوں نے ان کتابوں کے مضامین کے پرخچے اڑائے ہیں اور ان سہل مضامین پر لے

دے مچائی ہے۔(۱) اس سلسلے میں کتاب تحت رایۃ الحق (پرچم حق کے سائے میں) ان کا بھرپور جواب فراہم کردیتی ہے۔

﴿بل کذبوا بالحق لما جائھم فھم فی امر مریج﴾

''بلکہ یہ حق کو جھٹلا رہے ہیں کہ ان پر امر حق مشتبہ ہوگیا ہے''۔(۲)

۱۔ جیسے سید شرف الدین عاملی، سید امین عاملی اور شیخ کاشف الغطاء۔

۲۔ سورۂ ق/۵

الجولہ فی ربوع الشرق الادنیٰ
مشرق ادنی کی زمین میں سیاحت

تالیف: محمد ثابت مصری، مدرس اول علوم اجتماعیہ، مدرسہ قبہ

سیاحوں کا معمول ہے کہ ملکوں میں چاروں طرف آبادیوں میں چکر لگاتے ہیں۔ اپنے پسند کی چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس طرح سیاحت کے مختلف میلانات ہوتے ہیں۔ ایک سیاح ملکوں میں صرف دانشوروں اور ادیبوں سے ملاقات کرتا ہے کوئی صرف سیاسی لوگوں سے، کوئی اقتصادی و معاشی ٹھکانوں کا چکر لگاتا ہے، کوئی صرف مناظر قدرت کی سیر کرتا ہے، لیکن کچھ سیاحوں کی فطرت صرف اوباشی کے اڈوں پر مرکوز ہوتی ہے۔ وہ صرف گندے ٹھکانوں کا ہی چکر لگاتے ہیں، میخانے چانڈو خانے گھوم پھر کر تذکروں کے ذریعے مزے لیتے ہیں۔ کچھ سیاح ہوتے ہیں کہ صرف جھوٹی سچی داستانیں بیان کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کی پذیرائی نہیں کرتا تو اس کا فحش لفظوں میں تذکرہ کرتے ہیں۔

ثابت مصری انہیں اخیر قسم کے لوگوں میں ہیں۔ میرے لئے اس کا تذکرہ بھی مناسب نہیں تھا۔ لیکن قارئین کے سامنے اس سفر کی کچھ ہرزہ سرائی پیش کر رہا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس شخص نے تاریخ نویسی اور سفرنامے کی کس طرح ریڑھ ماری ہے۔

ا۔ کہتا ہے:

وہاں (نجف) کے علماء کہتے ہیں کہ یہاں مقبروں کی تعداد دس ہزار ہے نہ کم نہ زیادہ کیونکہ حضرت

علی علیہ السلام ایسی جگہوں پر اس سے زیادہ پیکر بھیجتے رہتے ہیں جن کا اتہ پتہ کوئی نہیں جانتا۔

بے شمار جسد خاکی دور دور سے بسوں کے ذریعے لائے جاتے ہیں اور غسل دینے کے بعد ان کے حرم میں طواف کرایا جاتا ہے اور نماز میت پڑھنے کے بعد اسے دفن کر کے انتظار کیا جاتا ہے کہ اس کا باطن حضرت علی علیہ السلام کے کشف میں آئے پھر اس جنازے کو چھپا کر دوسری جگہ دفن کرنے لے جاتے ہیں۔(۱)

جواب:

ہم نے بکواسیوں، نقالوں اور ہرزہ سراؤں کے کونے چھان مارے کہ کہیں اس اتہام کا پتہ معلوم ہو سکے لیکن مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ پھر میں نے ارباب اطلاع اور کتابوں میں تلاش کیا شاید وہاں اس دروغ بے فروغ کا سراغ مل سکے۔ اس سیاح نے جو بے پر کی اڑائی ہے کچھ تو پتہ چل سکے۔ نہ معلوم کس ساعت میں شیطان نے اس پر وحی کی۔ لیکن کچھ بھی ہو اس نے شیطان کی آبرو رکھ لی۔ اسے بے پر کی اڑاتے ذرا شرم نہ آئی۔

۲۔ کہتا ہے:

وہاں (نجف) میں رسولؐ کے پہلے خلیفہ حضرت علی علیہ السلام کا مقبرہ ہے اور حضرت علی رسول سے زیادہ رسالت کے سزاوار تھے۔(۲)

جواب:

کوئی بھی شیعہ نہ قدیم نہ جدید کبھی اس بات کا قائل نہیں رہا کہ حضرت علی رسول سے زیادہ امر رسالت کے سزاوار تھے۔ یہ الزام شیعوں کے دشمنوں نے نفرت پھیلانے کیلئے اچھالا ہے۔ شیعوں کی کسی کتاب میں یا کسی عالم نے کبھی نہ اشارۃً اس بات کو کہا ہے نہ کنایۃً۔

۳۔ کہتا ہے:

۱۔ جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ، ص ۱۰۶۔۱۰۵۔

۲۔ جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ، ص ۱۰۴۔

حضرت علی علیہ السلام ابن ملجم کے ہاتھوں قتل کیئے گئے۔لوگوں نے امام حسن علیہ السلام کی بیعت کی۔شامیوں نے چونکہ معاویہ کی بیعت کی تھی اس لئے امام حسن علیہ السلام پرفوج کشی کردی۔امام حسن علیہ السلام جنگ کیلئے آمادہ ہوئے لیکن ان کےلشکر والوں نے بغاوت کردی اوران سے علیحدہ ہوگئے۔امام حسن علیہ السلام نے پھر معاویہ سے صلح کرلی اورخلافت سے دستبردار ہوکر بھاگ نکلے اور پھر قتل کردیئے گئے۔اس وقت تمام مسلمانوں نے سوائے خوارج اورشیعوں کے معاویہ کی بیعت کرلی۔یہی خوارج اورشیعہ مکہ میں امام حسین علیہ السلام کے گرد آ گئے۔ان سب ہی کومعاویہ کے سپاہیوں نے کربلا میں قتل کرڈالاصرف امام حسین علیہ السلام کے وہی فرزند بچ گئے جو بھاگنے میں کامیاب ہوسکے۔(۱)

جواب:

جی ہاں! یہ ہیں قبہ ہائی اسکول قاہرہ کےعلوم اجتماعی کے ماسٹر صاحب! اور یہ ہے ان کی تاریخ اسلام سے واقفیت۔

میں ان کی غلط دانی کی اصلاح نہیں کرنا چاہتا۔اس کی گنجائش ہی کہاں ہےکوئی بھی اس علم کے جنے سےنہیں پوچھتا کہ جونہیں جانتے ہوا سے لکھتے کیوں ہو؟

کیاان سے کسی ڈاکٹر نے یہ بات پوچھی تھی یا مہندس نے؟ یا کسی سیاسی اشارے پر یہ بات لکھ ماری،یاپھرحماقت سوار ہوئی اور چند سطریں گھسیٹ دیں؟!وہ سمجھتا ہے کہ میں نے نیک کام کیا ہےاس کی جہالت پرسلام کر کے آگے بڑھ جانا ہی مناسب ہے۔اس سیاح کے اکثر افسانے مجلہ احرا میں چھپتے رہے ہیں۔یہ اصل میں فرانسسی سے ملتے جلتے ہیں۔وہ فرانسسی سیاح کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک فرانسسی رپوٹ آپ بھی ملاحظہ کیجئے:

اسلام میں شیعہ قوم حضرت علی علیہ السلام اوران کی اولاد کےقتل ہونے کی بنیاد پر بغداد کےقریب کربلا میں قیام پرآمادہ ہوئی کیونکہ علی علیہ السلام کے رشتہ داروں اوران کےہمنوا نیزان کےشاگرد،ارباب علم اورشیعہ

۱۔جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ،ص۱۱۰۔

فلاسفہ خلافت عمر کو شیعوں کی خونریزی کا سبب سمجھتے تھے۔ تاب مقاومت نہ رہی۔ اس لئے صبر کر کے چپ رہے۔ انہوں نے اہل سنت حضرات سے علیحدگی اختیار کر لی اور عرب ملکوں سے نکل کر عجم میں قیام پذیر ہو گئے۔ ان کی قیادت بیوۂ علی حضرت فاطمہ نے کی۔

جی ہاں ایسے ہی ہوتے ہیں مصر و فرانس کے سیاحت نگار۔ ظاہر ہے کہ عورت کے مقابلے میں مرد کا دوہرا حصہ ہوتا ہے۔ پڑھیئے اور خوب جی بھر کر ہنسئے۔

۴۔ آگے لکھتا ہے:

شیعوں کا ایک فرقہ معتقد ہے کہ بعد رسولؐ تمام صحابہ کافر ہو گئے تھے اور خود علی نے بھی چونکہ خلافت ابوبکر کو مان لیا تھا اس لئے کافر ہو گئے تھے پھر جب انہوں نے منصب امامت کی ذمہ داری سنبھال لی تو ان کا ایمان واپس آ گیا۔ ایسے لوگوں کو امامیہ کہتے ہیں بعض شیعہ پیغمبر اسلام کے بعد بھی نبوت کو لازم سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ علی و محمد میں اس قدر یکسانیت تھی کہ جبرئیل امین دھوکہ کھا گئے۔ ان لوگوں کو غلاۃ کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جبرئیل نے یہ غلطی جان بوجھ کر کی تھی اس لئے جبرئیل ملعون اور کافر ہے۔ (۱)

جواب:

صحابہ کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ میں نے گزشتہ صفحات میں بیان کر دیا ہے۔ قرآن میں منافقوں کے بارے میں آیات نازل ہوئیں خود صحاح ستہ میں صحابہ کے ارتداد کی احادیث موجود ہیں، میں نے انہیں نقل کیا ہے۔

امامیہ حضرت علی علیہ السلام سے والہانہ عقیدت رکھتے ہوئے انہیں معصوم جانتے ہیں، انہیں آغاز خلقت سے آخری سانسوں تک تمام شیعہ جب تک دنیا باقی ہے مجسمہ ایمان جانتے ہیں خواہ انہیں زمام خلافت دی جائے یا چھین لی جائے وہ بہرحال امت کے امام تھے۔ شیعہ اس بات کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ آیہ تطہیر جب سے نازل ہوئی ابد تک حضرت علیؑ اس کے مصداق تھے۔ شیعوں کا عقیدہ اس بارے میں ذرا بھی متزلزل نہیں۔ شیعہ حضرت علی علیہ السلام کے خلافت ظاہری میں اسی طرح ان کے حلقہ بگوش تھے جس طرح

۱۔ جولۃ فی ربوع الشرق الادنی، ص ۱۱۰۔

خلافت سے محرومی کے زمانے میں ان کے حلقہ بگوش رہے۔شیعہ علماء کی تمام تالیفات اس عقیدے کے بیان سے بھری پڑی ہیں، ان کے قلوب اس عقیدے سے نہال ہیں۔اس کے علاوہ شیعوں کی طرف جو بات بھی منسوب کی جائے، سراسر جھوٹ ہے۔اس نادان نے جان بوجھ کر یا انجانے میں شیعوں پر اتہام لگایا ہے۔جبرئیل کے دھوکے کے متعلق بھی اس جاہل کا بیان سراسر اتہام طرازی ہے۔

۵۔نجف میں اکثر بچے میری توجہ کا مرکز بن گئے، ان کے کانوں میں بندے پڑے ہوئے تھے۔یہ بندے اس بات کی نشانی تھے کہ شیعہ سے پیدا ہوئے ہیں۔متعہ شیعوں میں اور خاص طور سے ایران کے شہروں میں رائج ہے۔موسم حج (یعنی زیارت نجف) میں جب بھی کوئی شخص وہاں کے مسافر خانے میں ٹھہرتا ہے کسی دلال کو پکڑتا ہے کہ متعہ کا واسطہ بن جائے وہ کچھ لڑکیوں کو لا کر حاضر کرتا ہے کہ ان میں سے کسی کا انتخاب کرلے۔کسی لڑکی پر بات جب طے پا جاتی ہے تو عالم دین کے پاس لے جا کر صیغہ متعہ پڑھوا لیتے ہیں۔اس میں مدت معین ہوتی ہے کچھ گھنٹے یا کچھ مہینے، یا چند سال۔ایک لڑکی ایک ہی رات میں کئی متعہ کرلیتی ہے عام طور سے شوہر لگ بھگ پندرہ سے پچھتر پیسے ایک دن کی فیس ادا کرتا ہے۔ایک مہینے کی فیس چار روپئے دی جاتی ہے یہ عمل عام طور سے بے عیب سمجھا جاتا ہے کیونکہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ان بچوں کیلئے بھی باعث ننگ نہیں جب متعہ کی مدت ختم ہو جاتی ہے تو شوہر اور زوجہ علیحدہ ہو جاتے ہیں۔عورت عدت بھی نہیں رکھتی۔ بلکہ روزانہ متعہ کرتی ہے۔اگر معلوم ہو جائے کہ حمل سے ہے تو لڑکے کا باپ سات سال کے بعد دعویٰ کرتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے اور وہ ماں سے لے لیتا ہے۔(۱)

جواب:

اگر اس بے ہودے سے میری ملاقات ہوتی تو اس سے پوچھتا کہ وہی اکیلے نجف اشرف گیا ہے یا دوسرے سیاح بھی گئے تھے۔یہ نجف اشرف مقدس ترین شہر ہے یہاں سید الوصیین، امیر المومنین کا مرقد مطہر ہے یہاں ہر سال ہزاروں لاکھوں زائرین دنیا بھر سے زیارت کرنے آتے ہیں۔کچھ، کچھ ہفتے،

۱۔جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ،ص۱۱۲۔۱۱۱۔

کچھ مہینے قیام کرتے ہیں۔ان آنے والوں میں محققوں اور جستجو گروں کی ٹیم بھی ہوتی ہے، ان لوگوں نے ان بچوں کی نشاندہی کیوں نہیں کی جیسا کہ اس بیہودے نے خیالی بچوں کی نشاندہی کی ہے۔ نہ انہوں نے کسی سفرنامے میں لکھا ہے کہ ایسے بندے والے بچے میری نظر سے گزرے، وہ لڑکیاں جو مسافروں کے سامنے اپنے کو پیش کرتی ہیں ان کی مختلف قسمیں ہیں جن کے متعلق اس نے اپنی تہمت میں بیان کی ہے بغیر عدت والیوں کا کہیں کوئی اتہ پتہ نہیں ملتا۔ حالانکہ یہ محقق اور جستجو گر جو دنیا بھر سے آتے ہیں وہ یہاں کے عادات و اطوار کا بھی پتہ لگاتے ہیں انہیں یہ سب کیوں نہ نظر آیا۔اس نجف میں مسافر خانے بھی ہیں بچے بھی ہیں اور زائر بھی۔ان کے بھی آنکھ کان ہیں، شاید یہ لابختی بدمعاش سمجھتا ہے کہ اس کے مشاہدات کا آنکھ والے تجربہ ہی نہ کریں گے۔ارباب بصیرت کو اس عقل کے اندھے پر ہنسی آتی ہے۔

۶۔کہتا ہے:

ایرانی، عراقی لوگوں سے دشمنی رکھتے ہیں، وہ اس انتظار میں ہیں کہ ایک دن اس پر قبضہ کرلیں گے ان کی بے پناہ دشمنی اور بیزاری اس لیے ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ عربوں نے ان کے ملک میں اسلام پھیلایا اور طویل مدت تک حکومت کی۔ ایرانی اپنی شخصیت و زبان کو عربوں سے بچانے کی ہر ممکن سعی کرتے ہیں۔عربوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ آریائی نسل سے ہیں، سامی نسل سے نہیں ہیں۔(۱)

جواب:

خدا کی قسم! یہ بیہودہ اپنی مہمل گفتاری اور بکواس سے محض مسلمانوں کو آپس میں لڑانا چاہتا ہے اور بس۔اس کا مقصد تفریق بین المسلمین ہے۔

ہر شخص عراق و ایران کے باہم ہمسایانہ حسن سلوک کو جانتا ہے۔عراقی ایران جاتے ہیں اور ایرانی عراق میں ایک دوسرے کے مہمان ہوتے ہیں ایک دوسرے سے بالکل گھریلو تعلقات ہیں۔ باہم ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔وہی دوستی اور معاشرتی تعلقات ان رشتوں کو مضبوط کیے ہوئے ہیں۔

۱۔جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ، ص ۱۳۶۔

جو بھی عراق کے مقدس مقامات کی زیارت کر کے آتا ہے۔ لوگ اس سے مصافحہ کرتے ہیں، ہاتھ اور منہ کا بوسہ لیتے ہیں۔ ایرانیوں کو قرآن کی وجہ سے زبان عربی سے جو والہانہ عقیدت ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ اس جھوٹے بدمعاش نے تفرقہ کی ہوا بنانے کیلئے یہ بات گڑھی ہے، اپنی جان کی قسم، کسی شخص نے بھی کسی دانش مند ایرانی سے متذکرہ بے جا افتخار نہ سنا ہوگا۔

۷۔ وہ لکھتا ہے:

بے شمار بڑی بڑی بسیں متواتر تہران سے خراسان کی طرف دوڑتی رہتی ہیں اور حاجیوں کو ان کے مقصود تک پہنچاتی رہتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تہران سے مشہد کی شاہراہ رفت و آمد، اپنی تمام پریشانیوں کے باوجود اس لئے زیادہ ہے کہ ان کے عقیدے کے مطابق مشہد کی زیارت مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔ ان کا گمان ہے کہ یہ زیارت بیت اللہ کی زیارت سے مستغنی کر دیتی ہے۔

آگے لکھتا ہے:

شاہ عباس صفوی نے ایرانیوں کو آمادہ کیا کہ مشہد کو کعبہ مقدس سمجھو۔ اس نے لوگوں کو تعصب کی وجہ سے مکہ مکرمہ جانے سے روکا کیونکہ حج کیلئے جانے میں انہیں پریشانی بھی زیادہ تھی اور پیسہ بھی زیادہ خرچ ہوتا تھا۔ قوم کو متوجہ کیا کہ مشہد کو کعبہ سمجھیں۔ اس اسکیم کو محترم بنانے کیلئے خود اس نے بارہ سو کیلومیٹر پاپیادہ چل کر زیارت کی اِس لیئے لوگ مشہد کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کم ہی ایسے لوگ نظر آئیں گے جو کعبہ حج کیلئے جاتے ہوں۔ وہ لوگ لفظ حاجی کے مقابلے میں مشہدی کا زیادہ احترام کرتے ہیں کیونکہ جو مشہد جاتا ہے اس کا زیارت مکہ کے مقابلے میں زیادہ احترام کرتے ہیں۔ (۱)

جواب:

میرے خدا یہ شخص کس قدر گستاخی کے ساتھ سفید جھوٹ بول رہا ہے۔ جسے نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ اس بات کو تو کسی افسانے میں بھی نہیں دکھایا جا سکتا ہے اور یہ جھوٹا اسے اپنی کتاب میں لکھ رہا ہے۔

۱۔ جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ، ص ۱۵۲، ۱۶۲۔

شیعوں میں خراسان کی عظمت صرف اس لئے ہے کہ وہاں خلیفہ رسول اور شیعوں کے امام کا روضہ ہے اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ یہاں فیوضات الٰہی نازل ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ کہ اس کی زیارت کعبہ کے حج سے مستغنیٰ کر دے یا وظیفہ حج کو ساقط کر دے یہ شیعوں پر محض افترا ہے۔ مرحوم شاہ صفوی نے اسے کعبہ قرار نہیں دیا تھا اس نے محض تقرب خداوندی کے خیال سے پا پیادہ زیارت کی تھی کیونکہ وہاں ایک ولی خدا کی قبر ہے، ایک خلیفہ رسول کا مقبرہ ہے۔ اس نے اپنے اس عمل سے قوم کو حج سے نہیں روکا۔ اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو شیعی نظریئے کے خلاف ہو۔ زیارت مشہد سے شیعوں کا مقصد تقرب خدا اور عترت طاہرہ کی محبت کا مظاہرہ ہے جن کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا گیا ہے ان کے روضوں کی زیارت کا بہت زیادہ ثواب ائمہ نے بیان کیا ہے۔ نہ شاہ ایران نے اور نہ قوم ایران نے کبھی حج جو واجبات الٰہی میں ہے اس پر روپیہ خرچ کرنے میں ہرگز کنجوسی نہیں کی۔ وہ فریضہ حج کے مقابلے میں کسی بھی عبادت کو بدل نہیں قرار دیتے نہ اس کے قائل ہیں۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں حاجی زیارت کعبہ کیلئے جاتے ہیں۔

ہاں ادھر کچھ زمانے سے ایرانی حاجیوں کی تعداد میں کچھ کمی ہوئی ہے کیونکہ وہ مکہ میں عبادت الٰہی کے سلسلے میں آزاد نہیں ہیں نہ ان کا خون محترم سمجھا جاتا ہے وہ مناسک حج ادا نہیں کر سکتے۔ کسی دشمن خدا کی طرف سے کوئی ان پر الزام لگا دیا جاتا ہے اور کچھ جھوٹے گواہ گذار دیئے جاتے ہیں اور انہیں پھانسی دے دی جاتی ہے، وہ اپنی جان محفوظ نہیں سمجھتے تمام باتوں کو فراموش بھی کر دیا جائے تو حاجی طالب یزدی جسے صفا و مروہ کے درمیان ٹھیک ایسے وقت میں کہ وہ کلمہ شہادتین زبان پر جاری کر رہا تھا مظلومیت سے قتل کر دیا گیا اور کوئی بھی اس ظلم پر احتجاج کرنے والا یا روکنے والا نہ تھا۔

عراقی و ایرانی حضرات کو وہاں اے کافر! کہہ کر پکارا جاتا ہے انہیں وجہوں سے وہاں ان دنوں حاجیوں کی تعداد کم ہوتی جارہی ہے۔ حکومت ایران نے بھی اس حکم شرعی کے مطابق کہ حج میں جان و مال کا تحفظ نہیں ہے لوگوں کو حج سے روک دیا ہے کیونکہ وہ حج کے فریضہ شرعی بجالانے پر قادر نہیں۔ اس کی وجہ وہ نہیں ہے جو اس افترا پرداز، جھوٹے اور یاوہ گو نے لکھا ہے کہ مشہد کو اپنا کعبہ بنالیا ہے۔ یا یہ کہ عرب

وایران میں باہم عناد ہے یہ دونوں ملک آپس میں برادرانہ تعلقات رکھتے ہیں۔ جو شخص بھی صاف دل لیکر ان جگہوں کی سیاحت کرے گا اسے محسوس ہوگا کہ عربوں اور ایرانیوں میں کس قدر دوستانہ تعلقات ہے۔

۸۔ لکھتا ہے:

نیشاپور میں ایک بڑا خوبصورت مقبرہ ہے اس کی مینا کاری اور جاذبیت لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔ میں وہاں گیا اس جگہ امام حسین علیہ السلام کے فرزند محمد محروق کی قبر ہے۔ ان کا نام محروق اس لیے پڑا کہ وہ اس دیہات کے بزرگ کے یہاں بطور مہمان پہنچے رات ہوئی تو میزبان کی لڑکی سے غلط حرکت کر بیٹھے لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے زندہ جلا دیا اس پاپ کے باوجود ان کی قبر بڑی شاندان بنی ہے کیونکہ وہ خانوادہ اہل بیت طاہرین میں سے ہیں۔ (۱)

جواب:

یہ شخص اہل بیت طاہرین کی مسلسل بدگوئی کر رہا ہے ایسا قصہ گڑھا ہے جس کا نہ کوئی مصدر ہے نہ ماخذ۔ کوئی کمزور ماخذ بھی نہیں دکھایا جا سکتا اس نے ایک ایسی تاریخ تراشی ہے جسے شیطان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

کچھ لوگوں نے اس مقبرہ کی نسبت محمد بن زید بن امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف دی ہے۔ ابو الفرج مقاتل الطالبین میں ان کا حال لکھتے ہوئے رقمطراز ہے: ابو السرایا نے کوفہ میں محمد بن ابراہیم طباطبا کے انتقال کے بعد ان کی بیعت کی اور کوفہ و بصرہ پر قبضہ کر لیا اور بنی ہاشم کے افراد کو ان شہروں کے منصب دیدئے یہاں تک کہ حسن بن سہل نے ہرثمہ بن اعین کی سرکردگی میں ان سے لڑنے کیلئے فوج بھیجی۔ ہرثمہ نے انہیں قید کر کے مامون کے پاس خراسان بھیج دیا۔ مامون نے انہیں چالیس روز تک سیاسی قیدی بنا کر رکھا پھر پوشیدہ طریقے سے زہر دیکر مار ڈالا۔ (۲)

اس کے باوجود یہ شخص اس مظلوم پر طعنہ زنی سے باز نہیں آتا۔ صدیوں بعد بھی اس سید پر تہمت دھری جا رہی ہے۔ عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس طرح الٹے پلٹے جاتے ہیں۔

۱۔ جولۃ فی ربوع الشرق الادنیٰ، ص ۱۵۵۔

۲۔ مقاتل الطالبین (ص ۴۴۶)

۹۔ لکھتا ہے:

امام حسین علیہ السلام نے ساسانیوں کے آخری بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی۔ اس طرح امام حسین علیہ السلام اس عظمت الٰہی کے وارث ہو گئے جو ساسانیوں کو میراث میں نصیب ہوئی تھی۔

جواب:

امام حسین علیہ السلام نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میراث میں عظمت پائی تھی۔ ہر چند ایرانی قوم عربوں کے علاوہ تمام اقوام سے افضل ہے۔ ان کا خاندان شریف ترین خاندان ہے، ایران نے خاندان رسالت کی دامادی کے ذریعے عظیم منزلت حاصل کی کیونکہ نبوت کی شرافت و منزلت کے مقابلے میں تمام شرافتیں نیچے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ایرانیوں سے ازدواج اور عظمت الٰہی کے درمیان کیا رابطہ ہے حالانکہ بنیادی طور سے عظمت الٰہی کے حامل پیغمبر اسلام ہیں۔ ان کے خاندان نے انہیں کی وجہ سے شرافت و بزرگی پائی۔ ایرانی بادشاہوں نے تو قہر و غلبہ کے ذریعے بزرگی حاصل کی تھی۔ کمالات نفسانی، روحانی ترقی یا الٰہی تقدس کے ذریعے نہیں حاصل کی تھی۔ جی ہاں! یہ ہے اس نادان، عقل کے اندھے کا انداز نظر۔ جسے اپنی اوقات معلوم نہیں۔ اپنی حد سے آگے بڑھ گیا ہے، فریب کارانہ زبان درازی کر رہا ہے، مہمل بکواس میں سوجھ بوجھ کا دور دور تک پتہ نہیں۔

یہاں اس کے بے شمار معائب اور فریب کارانہ غلطیوں کی نشاندہی کرنے کا ارادہ تھا حالانکہ وہ بے شمار ہیں لیکن صرف چند شرمناک لغزشوں کو بیان کرنے پر اکتفا کی اس شخص کی ادبی حالت بھی ملاحظہ کرتے چلئے۔

اس فارسی الفاظ کو عربی کا الف لام داخل کر کے عجوبہ ادب پیش کیا ہے چند نمونے ملاحظہ کیجئے: مادر کو مدر، دشت کو الداشت، گوشت کو الجوشت، گوہر شاد کو جوہر شاد، روغن کو الروغان، ملا کو الملاہ، گرم کو جرم، کہاں تک گنایا جائے بے شمار حماقتیں ہیں۔

عقیدہ شیعہ

مستشرق روایت ''دوفلوس''

کوئی محقق اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو سمجھتا ہے کہ بے جا الزامات اور تکلیف دہ گالم گلوج سے پاک ہے لیکن جیسے ہی نظر گہرائی میں جاتی ہے تو شیعوں کے عقائد سے عدم واقفیت اور جہل مرکب کی علامتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ جیسے علم رجال اور اس کے احوال و آثار کا قطعی پتہ نہیں۔ پھر یہ کہ وہ شخص انتہائی افترا پرداز، گستاخ، بدزبان اور جھوٹا ہے۔ اشتباہ سے بھرپور تحریر ہوتی ہے۔ جہاں دخل نہ دینا چاہیے دخل دیتا ہے۔ نتیجہ سے بے خبر انگاروں سے کھیلتا ہے۔ عظیم شیعہ قوم کے بارے میں خامہ فرسائی کر کے بغیر کسی استناد کے مہمل اور لغو باتیں اور بے بنیاد افسانے تراشتا ہے ایسی تہمت والی باتوں کو اپنی کتاب میں بنا سنوار کے پیش کیا ہے جو اہل سنت کے استعاری طاقتوں کے اشارے پر لکھی ہیں۔ ان زہریلی باتوں کا مقصد محض ذہنی عیاشی ہے۔

مثلاً وہ لکھتا ہے کہ:

Highas اپنی کتاب قاموس اسلام (۱۲۸) میں عید غدیر کے متعلق لکھتا ہے کہ شیعہ اٹھارہ ذی الحجہ کو عید مناتے ہیں جس میں آٹے سے تین مجسمہ تیار کرتے ہیں اس کے پیٹ میں شہد بھر دیتے ہیں کہتے ہیں کہ عمر، ابو بکر، عثمان کا مجسمہ ہے پھر اس کا پیٹ چھری سے چاک کرتے ہیں بہتے ہوئے شہد کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ خون بہہ رہا ہے۔ اس کا انہوں نے عید غدیر نام رکھا ہے۔

ایک جگہ (ص ۱۵۸ پر) Bvrtar نے لکھا ہے: ایرانیوں کو اگر موقعہ ملتا ہے تو عمر و ابو بکر کی قبر کے پاس نجاست کر دیتے ہیں اسے ایک پرانے کپڑے میں بھر کر وہاں رکھ آتے ہیں تا کہ رات میں اس کا

مجاور آ کر اُٹھائے تو سمجھے کہ یہ تحفہ بھیجا گیا ہے۔

ایک جگہ (ص ۱۶۱ پر) لکھتا ہے کہ شیعوں کا خیال ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد ان کے بڑے فرزند اسماعیل کے لئے امامت واضح تھی لیکن چونکہ اسماعیل شرابی تھے اس لئے امامت ان کے چوتھے فرزند موسیٰ کی طرف منتقل ہوئی۔ امام جعفر صادق کے سات فرزند تھے اسی وجہ سے گروہ شیعہ میں شدید اختلاف پھوٹ پڑا چنانچہ اس کی تصریح ابن خلدون نے کی ہے۔(۱)

ایک جگہ (ص ۱۲۸ پر) امام حسین کے ایک لامعلوم فرزند کے پوتے عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ بن حسین کے متعلق جن کا تاریخ وسیرت میں کہیں پتہ نشان نہیں کہ کب پیدا ہوئے۔ کہاں زندگی بسر کی، کب مرے اور کہاں دفن ہوئے۔ البتہ امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانے میں عبد اللہ بن علی بن الحسین تھے۔ جو فقیہ و فاضل اور امام محمد باقر کی امام کے قائل تھے۔ بہرحال یہ لامعلوم عبد اللہ کے متعلق لکھتا ہے کہ انہوں نے دعویٰ امامت کیا۔ کہتے ہیں کہ خراسان سے ان کے پاس بہتر نمائندے مدینے آئے وہ امام کیلئے حقوق کی رقم لائے تھے لیکن امام کو پہچانتے نہیں تھے۔ پہلے عبد اللہ کے پاس گئے انہوں نے نمائندوں کو دکھانے کیلئے رسول کی زرہ، انگوٹھی، عصا اور عمامہ پیش کیا۔ جس وقت سب لوگ حاضر ہوگئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند جعفر سے فرمایا کہ ان کی انگوٹھی لے آئیں انگوٹھی لی اسے ذرا جنبش دی اور زبان پر کچھ کلمات جاری کیئے ناگاہ زرہ، عمامہ اور عصائے رسول اسی انگوٹھی سے باہر آ گئی۔ جونہی امام نے زرہ پہنی، عمامہ سر پر رکھا، عصا ہاتھ میں لیا لوگوں پر وحشت طاری ہوگئی جب لوگوں نے دیکھ لیا تو عمامہ و زرہ اتار کر لبوں کو جنبش دی یہ تمام چیزیں انگوٹھی میں واپس چلی گئیں اس کے بعد زائرین کی طرف رخ کر کے فرمایا: ہر امام کے اختیار میں قارن کی دولت ہوتی ہے سب نے آپ کے حق امامت کا اقرار کیا اور اپنے مال امام کے حوالے کر دیئے۔ اسی کے حاشیئے میں لکھتا ہے کہ دائرۃ المعارف اسلامیہ مادہ قارون کی طرف مراجعہ کیجئے۔

سبحان اللہ! مجھے گمان بھی نہ تھا کہ اتنے بڑے جامعہ میں کوئی ایسا بھی صاحب قلم پیدا ہوگا جو ایسی

۱۔ مقدمہ ابن خلدون (ج ۱، ص ۲۵۱)

باتیں لکھے گا جو مخالفین سے لیکر دوسروں کے عقیدے کی ترجمانی کرے پھر یہ کہ ایسا مہمل عقیدہ جس کا نہ کوئی ماخذ نہ مدرک۔ جیسے پایا تہمت گھسیٹ دی۔

میں ایسے مؤلف کے متعلق کیا لکھ سکتا ہوں جو نہ کوئی حوالہ دے نہ کسی کی رہنمائی قبول کرے بقول اسی کے سولہ سال اس نے کتاب کے مقدمے کی خاطر شیعہ آبادیوں میں گروش کی ہر جگہ جھک مارا۔ ان کے اجتماعات میں حاضری دی، ان لوگوں میں رہا سہا اس تمام مدت میں جو کچھ لکھا اس کا اثر دیکھنے کو نہ ملا نہ کسی شیعہ کتاب خواہ وہ سطحی کیوں نہ ہو یہ بات ملی۔ پھر وہ اسلامی برادری کو پارہ پارہ کرنے کیلئے ترقی یافتہ ترین مدارس پر ایسی الزام تراشی کرتا ہے جن سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ ایسی باتیں منسوب کرتا ہے جن سے شیعوں کا صحیح ومتناسب سلوک قطعاً الگ ہے اور وہ اسے حرام سمجھتے ہیں۔

ان کے نفرت وعناد کا تذکرہ کرتا ہے جس کا نہ تو قدیم وجدید کتاب میں ثبوت ہے نہ کبھی کانوں سے سنا اور آنکھوں نے دیکھا۔ ان گرانقدر کتابوں سے دنیا کے کتب خانے بھرے پڑے ہیں جن لوگوں کے پاس ایمان باللہ نہیں یا وہ نقل سماعت کے مریض ہیں ان کی بات دوسری ہے خدا اس کا ناس مارے جو اس قسم کی باتیں لکھے اور عذاب آخرت سے قبل ہی اسے ناعاقبت اندیشی کا مزہ چکھائے۔

ہماری سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہ جھوٹا۔ عصر حاضر کی اولاد۔ شیعہ کتابوں سے جو بات بھی نقل کرتا ہے جھوٹ کے پلندے لگا دیتا ہے چنانچہ کلینی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ان کی قبر کھولی گئی ان کو وہی کپڑے پہنے ہوئے اور اصلی حالت میں دیکھا گیا ذرا بھی تغیر نہ ہوا تھا ان ے پہلو میں ایک بچہ تھا جسے دفن کے وقت لٹا دیا گیا تھا اسی لئے ان کے مزار پر مسجد بنا دی گئی ہے۔ پھر حاشیہ پر لکھتا ہے فہرست طوسی میں ایسا ہی ہے لیکن جب آپ فہرست طوسی دیکھیں گے تو کہیں اس کا پتہ نشان نہیں۔

کبھی وہ عبارت میں تحریف کر بیٹھتا ہے بات بالکل الٹ دیتا ہے چنانچہ کلینیؒ کی الکافی (۱) سے مولا امیر المومنین کی زیارت نقل کر کے ایسی باتیں بڑھا دیتا ہے کہ نہ کافی میں وہ چیز ملے گی نہ دوسری شیعہ کتابوں میں۔

۱۔ کافی، ج ۱، ص ۳۲۱ (ج ۴، ص ۵۷۰)

اس سے زیادہ اس کی جہالت اور نادانی رجال شیعہ اور تاریخ شیعہ میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ سلمان فارسی کے حال میں لکھتا ہے: بہت سے شیعہ زیارت کربلا سے واپس ہوکر ان کی قبر پر جاتے ہیں۔ جو مدائن کے دیہات سہندور میں واقع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اصفہان میں دفن تھے۔ دوسری جگہ (ص ۲۶۸ پر) مقداد کے حال میں لکھتا ہے کہ مصر میں مرے اور مدینے میں دفن ہوئے۔ حذیفہ یمان کے متعلق لکھا ہے کہ اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ جنگ احد میں شہید ہوئے اور مدینے میں دفن ہوئے۔ کلینی کیلئے لکھا کہ بغداد میں مرے اور کوفے میں دفن ہوئے۔ ساتویں صدی کے بزرگ سید مرتضیٰ رازی کے متعلق لکھا کہ علم الہدیٰ نے ان کی تاریخ وفات ۳۳۶ھ لکھی ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار بناوٹی باتیں بھری پڑی ہیں۔ اس کی اس ذلیل حرکت سے ارباب علم کو قے آنے لگے گی۔ کتاب کا مترجم غارت ہوجائے مغربی گناہوں کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر جامعات سے منتشر کیا اور ناموس اسلام کا سودا کیا۔ نہ حمیت عرب ہوش میں آئی نہ دین کی حیا دامن گیر ہوئی۔

''قیامت کے دن اپنے گناہوں کا جواب دیں گے''۔(۱)

ا۔ عنکبوت/۱۳

الوشیعہ فی نقد عقائد الشیعہ

موسیٰ جار اللہ

ذرا بھی میلان نہ تھا کہ یہ کتاب درمیان میں آئے یا اس کی آواز کان میں پڑے کیونکہ اس کو تالیف کے بجائے رسوائی کا نام دینا چاہیے مگر چونکہ چھپ کر بازاروں میں بک رہی ہے اس لئے معاشرے کو اس کی قدر و قیمت بتانا ضروری ہوگیا۔ اس کا ہر سیاہ صفحہ امت اسلامی کیلئے شرمناک اور قوم کیلئے تہمت و رسوائی ہے۔

ایسے شخص کی کتاب کے متعلق کیا لکھا جائے جو قرآن وسنت کو پس پشت ڈال دے۔ خود سری میں فیصلہ کرے اور نقد و اعتراض کرے، نامناسب باتیں کہے۔ تہمت باندھے، غلط باتوں کے ساتھ نامناسب القاب تراشے۔ قرآن کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہوئے اپنی رائے سے تفسیر کرے۔ جو کچھ اس کی کمزور عقل میں سما جائے توجیہ کر ڈالے۔ جیسے قرآن آج کل ہی میں نازل ہوا ہے کسی نے اس سے پہلے اسے پہچانا ہی نہ تھا۔ آیات قرآنی کے متعلق اس سے پہلے کسی نے کوئی بات ہی نہیں کہی ہے نہ تفسیر ہوئی ہے نہ اس بارے میں حدیث ہے، گویا یہ شخص قانون تازہ، جدید نظریہ اور خود ساختہ نیا دین و مذہب ایجاد کر رہا ہے جس کا مبادی اسلام اور مطالب کتاب وسنت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کی احمقانہ تحریر کے مطابق امت اپنے تمام امتیازات وفضائل و کمالات و تبلیغ میں رسول اعظم کے برابر ہے۔ مخصوص ترین خصوصیات نبوت میں بھی اس کی شریک ہے۔ جس سورہ میں پیغمبر اسلام کی رسالت مراد ہے اس سے بلا فاصلہ امت کی رسالت بھی مراد ہے۔ یہ شخص ﴿لقد جاء کم رسول من انفسکم﴾ (۱) اور

۱۔ (توبہ/۱۲۸)

﴿محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار﴾ (۱) جیسی آیات سے امت کی رسالت پر استدلال کرتا ہے۔ اس کی اس یاوہ گوئی پر بحث کرنے کیلئے فرصت چاہیے۔ آج کل علامہ شیخ مہدی بحار نجفی، اس کے ابطال میں کتاب لکھ رہے ہیں۔ اس شخص کی صرف رسالت امت کی غلطی ہی اس کی فضیلت کیلئے کافی تھی مگر اس نے تو غلطیوں کے بھر مار کر دی ہے۔ چند نمونے پیش ہیں:

۱۔ اعتراض:

امت بالکل رسول اعظمؐ کی طرح معصوم ہے۔ ان معنوں میں معصوم ہے کہ وہ تبلیغ و ادائے رسالت کا تحفظ کرتی ہے پیغمبر ہی کی طرح ہر عہد اور ہر عصر میں ابلاغ کے فرائض انجام دیتی رہی۔ ممکن ہی نہیں کہ دین کی کوئی بات امت سے چھوٹ گئی ہو یا اسے فراموش کر دیا ہو۔ اس لئے امت تمام آئمہ سے قرآن و سنت کی بہ نسبت زیادہ واقف کار اور ائمہ امت کی ہدایت سے قریب تر ہے۔ قرآن و سنت کے متعلق امت کا علم آج کل علی اور اولاد علی سے زیادہ اور کامل تر ہے کہ عمومی حیثیت سے اکثر فرزندان امت کو ائمہ اور اصحاب رسول سے زیادہ واقف کار بنایا ہے۔ جو بھی حادثہ پیش آتا ہے امت اس پر حق و جوابی فیصلہ صادر کرتی ہے۔ ہر مسئلے کا امت کے پاس جواب ہے۔ امت وارث پیغمبر ہے اور خاتم النبین کی برکت سے رشد فکری سے بھی بہرہ یاب ہے خداوند عالم اس حکم کو بتا دیتا ہے، امت کی یہ ہدایت وحق طلبی ہر امام کی ہدایت وحق طلبی سے افضل ہے اور امت رسول اعظم کی طرح اور عقل کی برکت سے معصوم ہے، بالغ و رشید ہے۔ اب اسے کسی امام کی ضرورت نہیں اس کی اصابت فکر و عقل ہر امام سے اس کو بے نیاز کر دیتی ہے۔

شیعہ جو ائمہ کی عصمت کے معتقد ہیں مجھے اس کا انکار نہیں لیکن مجھے اس عقیدے کے بارے میں اختلاف ہے کہ ابھی امت محمد قاصر ہے اور آئندہ بھی قاصر رہے گی وہ قیامت تک امام معصوم کی وصایت کی محتاج ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امت ہر امام معصوم سے ہدایت کے معاملے میں نزدیک تر ہے، اور حق و جواب کے معاملے میں ہر امام معصوم سے زیادہ واقف کار ہے۔ کیونکہ امام کی عصمت صرف دعویٰ ہے

۱۔ (فتح/۲۹)

لیکن امت کی عصمت پر قرآن گواہ ہے اور بدیہی وضروری بھی ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے جس کا امت نے پہلے سے جواب نہ مہیا کیا ہو۔ ہماری عقل امت کی محتاجی کو امام معصوم کے ساتھ سمجھ نہیں سکتی، وہ رشد فکری سے بہرہ یاب، معصوم عقل اور معصوم کتاب کی حامل ہے، عصمت کی اسی توانائی کے ذریعے وہ رسول خدا کی تمام میراث کی وارث ہوئی۔ اور نبی اعظم کے ہر مقام ومرتبہ پر فائز ہوگئی امت باوجود کمال عقل ختم نبوت کے بعد اس بات سے گرانی تر اور معزز اور بلند مرتبہ ہے کہ کسی جانشین کے ماتحت رہ کے قیامت تک قاصر رہے۔

جواب:

یہ ہیں وہ خرافاتی خیالات جو ایک حق کے متلاشی دانشور سے قطعی دور ہیں، اس کی تو بات ہی چھوڑیئے جو خود کو فقیہ کہتا ہے۔ گویا اس شخص نے نیند میں پریشان خیالی کا خواب دیکھ کر بڑبڑانا شروع کر دیا ہے۔

کوئی اس شخص سے پوچھے کہ جب امت معصوم ہے، دین کے جزئیات وکلیات کی محافظ ہے، اصول وفروعات کو تمام جہتوں سے ہر عصر وعہد میں تبلیغ کی ذمہ دار ہے اور اس سے کوئی چیز فراموش بھی نہیں ہوتی یا غفلت نہیں برتتی تو پھر امت کا تمام ائمہؑ سے اعلم ہونا اور ائمہ کی ہدایت سے قریب تر ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا ائمہ امت کے جرگے سے باہر ہیں؟ پھر یہ کہ کیا وہ دینی ہدایت کے محافظ اور ہدایت یافتہ نہیں؟ کیا جس دین کے مبلغ یہ امت ہے اس سے وہ لوگ الگ ہیں؟ کیا امت کی عصمت وتحفظ دین اور دین کی بہ نسبت ان کی تبلیغ ائمہ کو شامل نہیں ہے؟

اس شخص کے دعویٰ کے مطابق ہونا تو یہ چاہیے کہ کوئی بھی جاہل پیدا نہ ہو۔ دین کے معاملے میں امت میں اختلاف بھی واقع نہ ہو حالانکہ تمام دنیا میں جاہل بھرے پڑے ہیں ان کے اقوال واعمال ان کی جہالت کے گواہ ہیں۔ سرفہرست خود وہی جاہل ہے۔ پھر یہ کہ رسول کے بعد سے آج تک امت میں جو اختلاف رونما ہوئے ہیں انہیں ہر صاحب عقل جانتا ہے کیا اس سے حقائق کے متعلق نادانی کے سوا کچھ اور سمجھ میں آتا ہے؟ کیا واضح حقیقت کے علاوہ کسی اور چیز کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ اس لئے کہ اختلافی

موقع ایک امر بسیط ہے جس کا تجزیہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ شخص جس دین کے متعلق کہتا ہے کہ امت نے یاد کرلیا ہے اور اس کی تبلیغ کر رہی ہے۔ کیا اس سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ علیؑ اور اولادعلیؑ ان باتوں سے جاہل تھے یا اس کا اعتقاد ہے کہ وہ امت کی فرد نہیں ہیں۔

پھر وہ کہتا ہے کہ قرآن وسنت کے متعلق، حاضر میں امت کا علم بھی علی واولادعلی سے زیادہ اور کامل تر ہے۔ آخر کس نے اسے تمام امت کے علم اور اولادعلی کے علم کے متعلق واقف کرایا کہ اس نے بلادلیل اس پر حکم قطعی صادر کردیا۔ حیرت اس پر ہوتی ہے کہ اس کے گمان میں جب بھی امت میں کوئی واقعہ یا حادثہ وقوع پذیر ہوا خداوند عالم نے امت کو اس کے حکم یا جواب سے مطلع کردیا۔ اس طرح امت وارث پیغمبر ہوگئی اور برکت رسالت سے ہدایت یافتہ اور ہم دوش کتاب وسنت ہوگئی اور معصوم اماموں کی طرح اپنی عقل میں معصوم ہوگئی۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر علی اور اولادعلی کیوں ان لوگوں میں نہیں جن میں خدا نے حق وصواب سے مطلع کردیا اور کیوں وہی وارث پیغمبر نہیں؟ وہ علم امت میں شریک کیوں نہیں؟ انہیں برکت رسالت میں کیوں شامل نہیں کیا جارہا ہے؟ رسول اعظم کی طرح وہ عصمت سے سرفراز کیوں نہیں؟ انہیں عقل معصوم کیوں نہیں دیا گیا؟ اس سے زیادہ حیرت ناک امت کی عصمت کے متعلق خداوند عالم کی للکار ہے: ﴿الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر﴾ ''بھلا جس نے پیدا کیا ہے وہ بے خبر ہے وہ تو بڑا باریک بیں اور واقف کار ہے''۔(۱) ﴿ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴾ ''کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں''۔(۲)

مجھے کہنے دیجئے کہ رسول خدا زیادہ بصیرت کے حامل تھے اِس کنوارے مفتی سے جو بے دلیل فتوے جھاڑتا ہے۔ وہ میزان علوم امت کو زیادہ جانتے تھے جنہوں نے امت کی ہدایت کے لئے دو گرانقدر چیزین چھوڑیں کتاب خدا اور اپنی عترت (یہاں عترت سے مراد آئمہ معصومین ہیں) اور پھر فرمایا کہ جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے، ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔

۱۔(ملک/۱۴) ۲۔(محمد/۲۴)۔

رسولؐ نے ہدایت کو ان دونوں سے متمسک ہونے میں محدود کر دیا ان کی پیروی کو قیامت تک کے لئے لازم قرار دے دیا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان دونوں کے پاس علوم و معارف کے ایسے خزانے ہیں جن سے امت محروم ہے اور امت اس وقت تک ان علوم کی حامل نہیں ہوسکتی جب تک کہ معصوم نہ ہو اس پر غیب کے پردے نہیں کھل سکتے۔ رہبر سے بے نیازی کی صورت میں اس کے پاؤں ادھر اُدھر لازمی طور سے پڑیں گے۔ رسول کی اس واضح نص کے مطابق عترت رسول اور امام، ہدایت کے معاملے میں قرآن کے ہم پلہ ہیں، یہ قرآن کے مفسر اور اس کے رموز و اسرار سے واقف ہیں، امت یا اس کے بعض افراد تو اس کی پوری بصیرت سے بھی محروم ہیں۔ ان کا ہم مرتبہ کہنا تو دور کی بات ہے۔

واقعی اس بات کی حیثیت شیخی بگھارنے سے زیادہ کی نہیں ہوسکتی۔ خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ اس حدیث کو متعدد موقعوں پر یا عظیم اجتماعات میں فرمایا گیا ہو۔ من جملہ ان کے بروز عید غدیر ایک لاکھ سے زیادہ افراد کے درمیان رسول نے فرمایا۔ رسول کے زمانے میں یہ اجتماع سب سے بڑا تھا پھر یہ کہ اپنی وفات کی خبر بھی دی چونکہ جانتے تھے کہ امت رموز کے ادراک سے قاصر ہے اور واقعی ہے بھی قاصر اور آئندہ بھی قاصر رہے گی لہٰذا آپ نے مجبوراً اپنے بعد خلیفہ معین کرنا ضروری سمجھا یہ حدیث ثابت و متواتر ہے اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں اس کے بارے میں علامہ سمہودی کی بات گذشتہ صفحات میں لکھ چکا ہوں۔ (۱) رسول اسلام امت کی محتاجی کو اول روز ہی سے جانتے تھے۔ جس دن آپ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایا اس واضح حدیث کی شبیہ سفینۂ نوح ہے جس میں آپ نے ائمہ اہل بیت کو سفینۂ نوح سے تشبیہ دی ہے کہ جو بھی اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے روگردانی کی غرق ہوگیا۔ (۲) لہٰذا نجات کو کشتی پر سوار ہونے کے استعارے کے ذریعے اماموں کی پیروی میں منحصر کر دیا ہے، اگر ان کے پاس ہدایت امت کے سلسلے میں علوم کافی نہیں تھے اور وہ علوم صرف ان کی رہبری کے وسیلے ہی سے حاصل نہیں کیے جاسکتے تو یہ تشبیہ صادق نہ آتی اور کسی طرح بات نہ بنتی۔ اسی طرح ایک

۱۔ سمہودی کی بات کو زرقانی نے شرح المواہب، ج ۷، ص ۸ پر نقل کیا ہے۔

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۹۱ (نمبر ۶۵۰۷) المستدرک علی الصحیحین، ج ۳ ص ۱۵۱ (ج ۳، ص ۱۶۳، حدیث ۴۷۲۰) وغیرہ

حدیث نجوم بھی ہے جس میں رسول نے اپنے اہل بیت کو نجوم سے تشبیہ دی ہے۔(۱) کیونکہ رسول کا خاندان درخشاں ستاروں کی طرح ہے جو گمراہی کے تاریک اندھیروں میں پرچم ہدایت ہیں، ضلالت و اختلاف میں امت کی ہدایت کرتے ہیں۔ اگر یہ دانش و ہدایت کے ارکان نہ ہوتے تو تشبیہ کامل نہ ہوتی۔ اگر آج امت کا علم قرآن وسنت، علم علی سے زیادہ کامل ہوتا (جیسا کہ یہ عقل کا دشمن سوچتا) تو رسول کیوں فرماتے: گویا وہ جانتے ہی نہ تھے کہ میری امت میں سب سے زیادہ عالم میرے بعد علی بن ابی طالب ہیں۔(۲)

آپ انہیں علم کا محافظ کیوں قرار دیتے۔(۳) یا ایسا باب جس سے لوگوں کو آنا چاہیے۔ انہیں باب علم اور اپنی رسالت کا بیان کرنے والا کہہ کے کیوں متعارف کراتے۔(۴) امت کو کیوں خبر دار کرتے کہ میرے علم کے محافظ اور خزینہ دار یہی علی ہیں۔ آپ انہیں وصایت اور علم کی وراثت سے کیوں مخصوص فرماتے۔(۵)

پھر حضرعلی علیہ السلام کا یہ ارشاد کیسے صحیح ہوسکتا تھا؟ خدا کی قسم! میں رسولؐ کا بھائی، ان کا ولی، ان کا چچیرا بھائی، ان کے علم کا وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ حقدار کون ہوگا؟ پھر حافظ نیشاپوری یہ قطعی فیصلہ کیوں کرتے کہ امت کا اجماع ہے کہ حضرت علی دوسروں کے برخلاف علم نبی کے وارث ہوئے۔(۶)

ان تمام اعتراضات کے علاوہ پچھلے دلائل سے معلوم ہوا کہ امت کا علی سے اعلم ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ امت کا علم رسول خدا سے بھی زیادہ ہو کیونکہ علی رسول خداؐ کے تمام علوم کے وارث ہیں اس طرح پھر اس حدیث رسول کی توجیہ کیا ہوگی جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ حکمت کو ان کے خاندان میں خدا نے

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۴۹ (ج ۳، ص ۱۶۲)، حدیث ۴۷۱۵)

۲۔ مناقب خوارزمی، ص ۴۹ (ص ۸۲، حدیث ۶۷) کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۳ (ج ۱۱، ص ۶۱۴، حدیث ۳۲۹۷۷)

۳۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۴۴۸ (ج ۹، ص ۱۶۵، خطبہ ۱۵۴).

۴۔ شمس الاخبار، ص ۳۹ (ج ۱، ص ۱۰۶، باب ۷) کفایۃ الطالب، ص ۷۰، ۹۳ (ص ۱۶۸، باب ۳۷)

۵۔ الفردوس بماثور الخطاب (ج ۳، ص ۶۵، حدیث ۴۱۸۱) کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۶ (ج ۱۱، ص ۶۱۴، حدیث ۳۲۹۸۱)

۶۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۶ (ج ۳، ص ۱۳۶، حدیث ۴۶۳۴)

قرار دیا ہے (۱) جبکہ امت میں ایسے لوگ موجود ہوں جو ان سے زیادہ واقف کار ہوں۔ رسول کی صحیح حدیث ہے کہ: انا دار الحکمة و علی بابها ''میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں''۔ رسولؐ اپنی امت کو کیسے اہل بیت کی پیروی کا حکم دیتے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اہل بیت میری طینت کا جز ہیں، انہیں میرے فہم وعلم کی روزی عطا کی گئی ہے۔

اہل بیت کو امت کا رہبر قرار دیتے ہوئے رسول کیسے فرما رہے ہیں کہ میری امت میں سے ہر گروہ میں میرے اور کچھ ارباب عدل ہوں گے جو میرے اہل بیت سے ہوں گے جو دین کو انتہا پسندوں کے گروہ سے چھوٹے بڑے بناوٹی باتیں بنانے والوں کے انتسابات سے اور جاہلوں کی تفسیر وتاویل قرآن سے باز رکھیں گے۔ خبردار! وہ خدا کی طرف سے تمہارے رہبر ہیں، سوچو تم کس سے رابطہ رکھتے ہو۔ (۲)

اس شخص کے گمان کے مطابق اگر امت کو قیامت تک امام کی کوئی احتیاج وضرورت نہیں تو پھر تین روز تک رسول کا جنازہ امت نے کیوں دفن سے چھوڑے رکھا۔ تمام کتابوں میں اس کی وجہ امر خلافت اور تعین خلیفہ ہی بیان کی گئی ہے۔ ابن حجر نے صواعق میں لکھا ہے: جان لو کہ اصحاب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ نصب امام زمانہ نبوت ختم ہونے کے بعد واجب ہے بلکہ یہ اہم واجبات سے ہے۔ دلیل یہ ہے کہ دفن رسول سے غافل ہو کر اس کا اہتمام کیا گیا۔ تعین امام کے ہونے نہ ہونے کے سلسلے میں اجماع کی مخالفت بہت سے شکوک پیدا کر دے گی۔ (۳)

ہر محقق کو ان باتوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ امت کو غیر معصوم امام کی رسول کے بعد کس قدر ضرورت ہے۔ اس کے باوجود یہ شخص کہتا ہے کہ قیامت تک امت کو امام معصوم کی ضرورت نہ ہوگی؟

اعتراض:

متعہ کے بارے میں اس کی لمبی چوڑی بکواس کا خلاصہ یہ ہے: یہ ازدواج عہد جاہلیت ہے۔

۱۔ مناقب احمد (ص ۱۶۷، حدیث ۲۳۵) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳، ص ۱۴۹)

۲۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۱۷، الصواعق المحرقۃ، ص ۱۴۱ (ص ۲۳۶)

۳۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۵ (ص ۷)

شریعت اسلام میں اس قسم کے ازدواج کا کوئی حکم موجود نہیں۔ اس کے منسوخ ہونے کو حکم شرعی کے نسخ کے معنوں میں نہ سمجھنا چاہیے بلکہ ایک جاہل رسم کو منسوخ کرنے کے معنی میں لینا چاہیے۔

اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔ اس کے بارے میں قرآن کے اندر ہمیں کوئی اشارہ نہ ملا۔ شیعوں کے علاوہ کسی نے بھی نہیں کہا ہے کہ ﴿فما استعتم به منهن فاتوهن اجورهنّ﴾ ''تو ان میں سے جس کے ساتھ تم متعہ کرو تو ان کی اجرتیں جو مقرر ہوں ادا کردو''۔ اسی بارے میں نازل ہوئی ہے۔ نہ کوئی جاہلیت کا پروردہ اس کا دعویٰ کرسکتا ہے، نہ قبول کرسکتا ہے۔ شیعوں کی کتابوں میں اس کی سند امام محمد باقر علیہ السلام و امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف دی گئی ہے لیکن صحیح تر احتمال یہ ہے کہ اس کے اسناد بناوٹی ہیں ورنہ امام محمد باقر علیہ السلام و امام جعفر صادق علیہ السلام جاہل ہو جائیں گے۔ (۱)

جواب:

یہ ہے اسلام اور قرآن کے اوپر پاپ کا سلسلہ رسول اعظم کی تکذیب اور صحابہ و تابعین اور ڈھیر سارے علماء اسلام جو تمام اسلامی فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں انہیں جھٹلانے کی گستاخانہ کوشش۔

میں اپنی بات کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے بیان کر رہا ہوں:

۱۔ متعہ قرآن میں:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيماً﴾

''پس جو بھی ان عورتوں سے متعہ کرے، ان کی اجرت انہیں بطور فریضہ دے دے اور فریضہ کے بعد آپس میں رضامندی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، بے شک اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے''۔ (۲)

اس کی شان نزول میں صرف متعہ کو بیان کیا گیا ہے جس کے ذیل تفسیری ماخذ ہیں جن سے پورا اطمینان ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد، تفسیر طبری، احکام القرآن جصاص، سنن بیہقی، تفسیر بغوی، تفسیر زمخشری، احکام القرآن قاضی، تفسیر قرطبی، تفسیر رازی شرح صحیح مسلم، تفسیر خازن، تفسیر

۱۔ الوشیعۃ فی نقد عقائد الشیعۃ، ص ۶۶۔۳۲۔

۲۔ نساء/۲۴

بیضاوی، تفسیر ابو حیان، تفسیر ابن کثیر، تفسیر سیوطی، تفسیر ابو سعود۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ارباب نظر! کیا یہ کتابیں اہل سنت کے نزدیک ماخذ اور علم قرآن کا مرجع نہیں، کیا یہ علم تفسیر نہیں ہیں؟ پھر یہ شخص کہتا ہے کہ کوئی آیت متعہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے شیعوں کے علاوہ کسی کتاب میں دیکھا نہیں گیا، اس کی کیا توجیہ و تاویل کی جائے گی؟

۲۔ اسلام میں متعہ کے حدود:

گذشتہ صفحات میں بیان کیا ہے کہ متعہ کے حدود بیان کئے گئے ہیں۔ جاہلی عہد میں یہ حدود موجود نہ تھے۔ گذشتہ علماء اور آج کے کسی عالم نے بھی یہ بات نہیں کہی ہے کہ متعہ جاہلی عہد کی پیداوار ہے اس کے حدود مقرر ہونے کے بعد تو اسے جاہلی چیز نہیں کہا جا سکتا۔ اس طرح اس شخص کی ہرزہ سرائی کی کوئی اصل نہیں رہ جاتی۔ بے شمار کتابوں میں اس کے حدود بیان کئے گئے ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں:

سنن درامی؛ صحیح مسلم، جلد اول، باب متعہ؛

تفسیر طبری۔ انہوں نے حدود متعہ میں، عقد، مدت، علیحدگی بعد از مدت، استبرا اور عدم میراث لکھا ہے۔

احکام القرآن خصاص؛ عقد، اجرت، مدت، عدہ اور عدم میراث ذکر کیا ہے۔

سنن بیہقی؛ حدود متعہ سے حدیثیں نقل کی ہیں۔

تفسیر بغوی؛ تفسیر قرطبی؛ تفسیر رازی؛ شرح صحیح مسلم نووی؛ تفسیر خازن؛ تفسیر ابن کثیر؛ تفسیر سیوطی؛

۱۔ صحیح بخاری (ج ۴، ص ۱۶۴۲، حدیث ۴۲۴۶) صحیح مسلم (ج ۳، ص ۷۱، حدیث ۱۷، کتاب الحج) مسند احمد، ج ۴، ص ۴۳۶ (ج ۵، ص ۶۰۳، حدیث ۱۹۴۰۶) تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹ (مجلد ۴، ص ۱۲) جصاص کی احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۷۸ (ج ۲، ص ۱۴۷۔۱۴۶) سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۵، تفسیر بغوی، ج ۱، ص ۴۲۳ (ج ۱، ص ۴۱۳) تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۳۶۰ (ج ۱، ص ۴۹۸) قاضی کی احکام القرآن، ج ۱، ص ۱۶۲، تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۰ (ج ۵، ص ۸۶) تفسیر رازی، ج ۳، ص ۲۰۰ (ج ۱۰، ص ۴۹، ۵۰) نووی کی شرح صحیح مسلم، ج ۹، ص ۱۸۱ (ج ۹، ص ۱۷۹) تفسیر خازن، ج ۱، ص ۳۵۷ (ج ۱، ص ۳۴۳) تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۲۰۹ (ج ۱، ص ۲۶۹) تفسیر ابی حیان، ج ۳، ص ۲۱۸، تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۴۷۴، تفسیر در منثور، ج ۲، ص ۱۴۰ (ج ۲، ص ۴۸۴) تفسیر ابی سعود، ج ۳، ص ۲۵۱ (ج ۲، ص ۱۶۵)

جامع الکثیر سیوطی؛ ان کے علاوہ بے شمار کتابوں میں حدود متعہ کا تذکرہ ہے۔(۱)

۳۔ سب سے پہلے جس نے متعہ کو حرام قرار دیا:

میرے پاس پچیس حدیثیں صحاح و مسانید کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ متعہ زمانہ پیغمبر اسلام میں مباح تھا خلافت ابوبکر کے زمانے میں اور خلافت عمر کے کچھ زمانے تک رائج رہا۔ حضرت عمر نے اپنی خلافت کے آخری زمانے میں اس کو حرام قرار دے دیا۔ انہوں نے خود اس حقیقت سے اپنے کو متعارف کرایا ہے کہ وہ سب سے پہلے اس کو حرام قرار دینے والے ہیں۔

مندرجہ ذیل کتابوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے:

صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد، موطا امام مالک، سنن بیہقی، تفسیر طبری، احکام القرآن جصاص، نہایہ ابن اثیر، الغریبین ہروی، الفائق زمخشری، تفسیر قرطبی، تاریخ ابن خلکان، المحاضرات راغب، تفسیر رازی، فتح الباری ابن حجر، تفسیر سیوطی، الجامع الکبیر سیوطی، تاریخ الخلفاء، سیوطی، شرح تجرید موشجی۔(۲)

۱۔ سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۴۰، صحیح مسلم (ج ۳، ص ۱۹۴، حدیث ۱۹، کتاب النکاح) تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹، جصاص کی احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۷۸ (ج ۲، ص ۱۴۸۔۱۴۶) سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۰، تفسیر بغوی، ج ۱، ص ۴۲۳، تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۲ (ج ۵، ص ۸۷) تفسیر رازی، ج ۳، ص ۲۰۰، نووی کی شرح صحیح مسلم، ج ۹، ص ۱۸۱، تفسیر خازن، ج ۱، ص ۲۵۷، تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۱۴۰، سیوطی کی الجامع الکبیر، ج ۸، ص ۲۹۵ (ج ۶، ص ۴۲۲، حدیث ۱۹۶۸۵)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۲، ص ۵۶۹، حدیث ۱۴۹۶) صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۵، ۳۹۶ (ج ۳، ص ۱۹۴۔۱۹۳، حدیث ۱۷۔۱۵ کتاب النکاح) مسند احمد، ج ۴، ص ۴۳۶، ج ۳، ص ۳۵۶ (ج ۵، ص ۶۰۳، حدیث ۱۹۴۰۶، ج ۴، ص ۳۲۵، حدیث ۱۴۴۲) الموطا، ج ۲، ص ۳۰ (ج ۲، ص ۵۴۲، حدیث ۴۲) سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۶، تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹ (مجلد ۴، ج ۵، ص ۱۳) جصاص کی احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۷۸ (ج ۲، ص ۱۵۲) النھایہ، ج ۲، ص ۲۴۹) (ج ۲، ص ۴۸۸) الفائق، ج ۱، ص ۳۳۱) (ج ۲، ص ۲۵۵) تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۰، وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۳۵۹ (ج ۶، ص ۱۵۰، نمبر ۷۹۳) محاضراتِ راغب، ج ۲، ص ۹۴ (مجلد ۲، ج ۱، ص ۲۱۴) تفسیر رازی، ج ۳، ص ۲۰۱، ۲۰۲، فتح الباری، ج ۹، ص ۱۴۱ (ج ۹، ص ۱۷۴۔۱۷۲) تفسیر در منثور، ج ۲، ص ۱۴۰ (ج ۲، ص ۴۸۶، ۴۸۷) سیوطی کی الجامع الکبیر، ج ۸، ص ۲۹۳، تاریخ الخلفاء، ص ۹۳ (ص ۱۲۸) قوشجی کی شرح تجرید بحث امامت (ص ۴۸۴)

۴۔صحابہ وتابعین:

اکثر صحابہ وتابعین، عمر کے روکنے کے باوجود متعہ کی مشروعیت کے قائل تھے۔ان کا خیال تھا کہ یہ متعہ منسوخ نہیں ہوا ہے۔ان میں اکثر کا اسلام میں بڑا مرتبہ ہے اور اکثر کی پیروی واطاعت امت پر فرض سمجھی گئی ہے۔ان میں:

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام	حبر امت عبداللہ ابن عباس
عمران بن حصین خزاعی	جابر بن عبداللہ انصاری
عبداللہ بن مسعود ہزلی	عبداللہ بن عمر عدوی
معاویہ ابن ابی سفیان	ابوسعید خدری انصاری
سلمہ بن امیہ جمحی	معبد بن امیہ جمحی
زبیر بن مہاجر مخزومی	حکم
خالد بن عوام قرشی	عمر بن حریث قرشی
ابی بن کعب انصاری	ربیعہ ابن امیہ ثقفی
عطاء ابومحمد یمانی	سدی

ابن حزم نے ان لوگوں کا نام گنانے کے بعد کہا ہے کہ تابعین میں طاؤس یمانی، سعید بن جبیر اور عطاء کے علاوہ تمام فقہاء مکہ متعہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ابوعمر کہتے ہیں کہ مکہ ویمن کے تمام اصحاب ابن عباس کے اس نظریہ کے قائل ہیں کہ متعہ حلال ہے(۱)۔قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ زیادہ تر اہل مکہ متعہ کرتے رہتے تھے(۲)امام رازی تفسیر میں لکھتے ہیں لوگوں میں اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہوئی ہے یا نہیں۔امت کی بہت بڑی جماعت اس بات کا اعتقاد رکھتی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی ایک گروہ کہتا ہے کہ ابھی مباح ہے۔(۳)

۱۔المحلی (ج۹،ص۵۲۰،حدیث۱۸۵۴)

۲۔تفسیر قرطبی، ج۵،ص۱۳۲ (ج۵،ص۸۸)

۳۔تفسیر کبیر، ج۳،ص۲۰۰ (ج۱۰،ص۴۹)

ابوحیان نے متعہ کے جائز ہونے کی حدیثیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس عقیدے پر اہل بیت اور تابعین کے لوگ باقی ہیں۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ان تمام باتوں کے بعد اس بات کی کہاں گنجائش رہ جاتی ہے کہ متعہ کی حرمت پر اجماع ہے۔ واقعی یہ آیت منسوخ ہے۔ اس قول کو صرف امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام سے منسوب کرنا کہاں تک صحیح ہے۔ اس کا پانچواں حصہ بھی ہے جس میں متعہ اور اس کے نسخ کے بارے میں اہل سنت کے ۲۲ مختلف اقوال ہیں۔ جو بجائے خود عظیم الشان افادی حیثیت کے حامل ہیں۔(جلد ششم میں اِسے ملاحظہ کیا جائے)

میرے لئے ممکن نہیں کہ اس سے زیادہ اس افترا پرداز کی یادہ گوئیوں پر بحث کریں جس کا ہر صفحہ لچر، ہر مہمل بکواس پوچ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مؤلف آداب اسلامی اور معارف قرآن وحدیث سے قطعی دور ہے۔ محاسن سے خالی اس شخص میں صرف دریدہ دہنی اور فحاشی ہے۔ اس کو باوجود اس کے فقیہ کہا جاتا ہے۔ اگر فقیہ کا معیار یہی ہے تو فقہ وعلم کا خدا ہی حافظ ہے۔

اور اب حقیقت آشکار ہوگئی اور حق واضح ہوگیا

اب وقت آ گیا ہے کہ اپنے اصل مقصد کو واضح کرتے ہوئے کتابوں پر کی گئی تمام بحثوں کا واضح طور سے ہدف بیان کریں۔ ہمارا مقصد اصل میں اہم موضوعات سے متعلق مسلمانوں کی عام بیداری ہے جس میں عمومی مصلحت اور باہمی تعاون کا جذبہ، وحدت اجتماعی اور طوفان فساد سے اسلامی سرحدوں کی حفاظت پوشیدہ ہے۔

﴿یَاقَوْمِ إِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکُمْ مَقَامِی وَتَذْکِیرِی بِآیَاتِ اللهِ فَعَلَی اللهِ تَوَکَّلْتُ﴾

''اے قوم! اگر تمہیں میرا مرتبہ اور میری نصیحت گراں گذر رہی ہے جو میں نے آیات خدا کے متعلق اپنائی ہے تو مجھے صرف خدا پر بھروسہ ہے''۔(۲)

۱۔ البحر المحیط (ج ۳، ص ۲۱۸)
۲۔ یونس ۷۱/

تمہیں خدا کی قسم! ذرا بتاؤ تو کیا ان کتابوں سے زیادہ تمہیں کوئی چیز ایسی دکھائی دیتی ہے جس سے مسلمانوں کی صف میں انتشار، معاشرے میں فساد، وحدت عربیت کی برہمی، اسلامی برادری کی چھاڑ، دبے کینوں کا ابھار اور اسلامی قوتوں کے درمیان ہیجان اور بدبینی نیز باہم عداوت کی آگ بھڑکے۔

اے قوم! میری پیروی کرو تاکہ تمہیں راہِ راست کی ہدایت کروں۔ یہ کتابیں قرآن کے خلاف اپنا گہار مچائے ہوئے ہیں۔ جھوٹے اور بہتان سے بھرپور ہنگامے، دینی معاشرے میں منکرات کی اشاعت کرتے ہیں۔ یہ نامناسب باتیں رسول اکرم ﷺ کے مکارم اخلاق پر تیغ زنی کرتی ہیں۔

یہ مہمل زبانیں، توہین آمیز اور ڈنک مارنے والی زبانیں، امت اسلام کو بدگوئی، بداخلاقی، باہمی پیکار، خشونت، مردم آزاری کی طرف لے جاتی ہیں۔ ان فاسد تعلیمات سے معاشرہ درہم برہم ہوتا ہے۔ اسلامی فرقوں میں اختلاف اور ایک دوسرے کی اہانت کا جذبہ پرورش پاتا ہے جس کی وجہ سے شریعت مقدس کی اہانت ہوتی ہے۔ اسلامی قومیت میں سیاسی بازیگری کا رواج ہوتا ہے۔ لوگوں میں توحید اور ہم آہنگی کے خلاف جذبہ پرورش پاتا ہے یہ زہریلے قلم امت کی ترقی وسعادت کیلئے رکاوٹ ہیں۔ ان سے اصلاح طلبی کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ ان سے دینداری کے محرکات کو بند کرنے والی کدادتیں پیدا ہوتی ہیں۔

اے لوگو! تمہارے لیے خدا کی طرف سے موعظہ اور دلوں کے لیے شفا نازل ہوا ہے۔ بلاشبہ دینی عقائد اور اسلامی معاشرہ ہر مسلمان کیلئے جو خدا کی وحدت کا قائل ہے یکساں اور مشترک ظاہر ہوتا ہے کیونکہ یہ عقائد معاشرے میں صرف اسلامی معاشرے کا دین ہی ظاہر کرتے ہیں۔ ہر وہ مسلمان جو دینی جذبہ رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے دینی شرف اور اسلامی قومیت کو چاہے اس کے ماننے والے طرز تفکر کے نقطہ نظر سے لغزش سے دوچار سمجھتے ہوں، وہ اپنے عقائد کے دفاع میں بہرحال کھڑا ہوگا، وہ نہیں چاہے گا کہ اسے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے فرقے سے منسوب کیا جائے۔

﴿ان ھی الاسماء سمیعوھا انتم و آباء کم ﴾ ''یہ صرف اسماء ہیں جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نام رکھ لیئے ہیں''۔

بلکہ تمام زمین سچے مسلمان کی ہے اور تمام دنیا اسلامی حکومت۔ مسلمان پرچم حق کے سائے تلے زندگی بسر کرتا ہے۔ وحدت کلمہ اس کی پونجی ہے۔ چاہے جہاں بھی ہو صحیح اسلامی برادری اس کا شعار ہے۔

یہ ہے مسلمانوں کی انفرادی حالت۔ اسلامی مملکتوں کی تو بات ہی بلند ہے، وہ تو آفاقی حکومت اسلامی کا ایک حصہ ہیں۔ ان کے افراد مکمل مجموعہ اور وحدت کلمہ کے بکھرے حروف ہیں۔ صداقت و عدالت کا کلمہ، اخلاص توحید کا کلمہ، عزت وشرف کا کلمہ، پیش رفت وترقی کا کلمہ۔ ان اوصاف کے باوجود محترم حکومت مصر کیسے اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ اس قسم کی کتابوں کی اشاعت میں لوگ آزاد ہوں۔ اس طرح وہ دوسرے اسلامی ملکوں میں اپنی پوزیشن داغدار کرتے ہیں۔ حالانکہ مصر اولین روز سے گہوارہ اسلام اور پرچم حق کے سائے تلے ارباب علم ودین کے ہاتھوں دبستان مشرق رہا ہے۔ کیا حکومت مصر جو برسوں اپنی نیک نامی میں مشہور رہا ہے اس کے لیے باعث ننگ نہیں ہے کہ دنیا میں ان کے یہاں کے لوگ دجال صفت بھاڑے کے مصنف اور زہریلے قلم کار مشہور ہوں اور یہ کہا جائے کہ وہاں کا فقیہ موسیٰ جار اللہ ہے اور عالم قصیمی ہے۔ مصلح احمد امین، رئیس ادارہ محمد رشید رضا، محقق طہٰ، مورخ خضری اور استاد علوم اجتماعی محمد ثابت اور شاعر عبد الظاہر ابو السمح جیسے لوگ ہیں۔

کیا اس کے لیے باعث ننگ نہیں ہے کہ وہاں کے لوگ اپنی شرافت کو نجد وشام سے وابستہ کریں اور شیعوں کی تردید میں کتاب لکھ کر اس کا نام ''اسلام وشرک کی معرکہ آرائی'' رکھیں۔ اس کی تقریظ میں عقل سے عاری شاعر ایسے شعر کہے جس میں شیعوں کی طرف، خیانتِ جبرئیل کی بات منسوب کی جائے انہیں کافر کہا جائے۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ارباب ایمان کے دل ذکر خدا سے نرم ہوں؟ کیا کوئی مصری یہ سمجھتا ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت، من گھڑت باتوں کی نسبت اور ایسی مہمل تالیفات کی نشر واشاعت سے مصری قوم زندہ ہو جائے گی۔ یا ان کا احساس ادب دوستی بیدار ہوگا۔ یا اس سے حکومت مصر کی بقا یا ترقی یا علمی، ادبی، اخلاقی، دینی اور معاشرتی پیش رفت ہوگی؟

افسوس ہے مصر کے قلم کاروں پر جو کبھی بے لوث تھے، ان علماء پر جو پہلے زبردست تھے، ان مؤلفوں پر جو کبھی اصلاح پسند تھے، ان مصنفین پر جو کبھی سچے تھے، ان شخصیتوں پر جو چوکنا تھے، اساتذہ پر جو نفیس تھے، امین لوگوں پر جو علم دین کے مبلغ تھے۔

مصر پر افسوس، اس کے علمی فیاض پر افسوس، اس کی نفسیاتی صحت، رائے صائب اور عقل سلیم پر افسوس، اس کی ولائے خالص پر افسوس، اس کے قیمتی تعلیمات پر افسوس، اس کے درس عالی، اخلاق کریمانہ اور ملکات فاضلہ پر افسوس۔

مصر کے ان تمام فضائل پر افسوس۔ اب تو غرض مہدی میں کتابیں لکھی جارہی ہیں، قلم بک چکے ہیں جو فاسد خیالات پھیلا رہے ہیں، سیاہ صفحات میں احمقانہ عشوے جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ مصر پر افسوس ہے جو اس قدر فضائل کا حامل تھا اب خرافاتی کتابیں چھاپ کر ان فضائل کو قربان کر چکا ہے، قلم بک چکے ہیں، فاسد خیالات ابھارے جارہے ہیں، ان کے ساتھ ان سیاہ صفحات کی قربانی پر افسوس۔ احمقانہ عشوؤں کی قربانی، افسوس ناک مکتبوں کی قربانی، اکثر نئے قلم کاروں کی قربانی، جو بڑی تیزی سے مملکت پر چھا گئے ہیں، اپنے فساد میں آگے ہی بڑھ رہے ہیں۔

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لاتُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴾ ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد نہ پھیلاتے پھرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح پسند ہیں''۔(۱) آگاہ ہو جاؤ یہی فسادی ہیں لیکن یہ سمجھتے نہیں ہیں۔

کیا یہ کتابیں مصر کے بزرگ علماء کے ہاتھوں میں نہیں پہونچتی ہیں، کیا ان لوگوں کے پاس دینی جذبہ، زندہ شعور اور صالح فکر نہیں ہے کہ اپنے محبوب مصر کا دفاع کریں۔ قبل اس کے کہ تمام مشرق اپنے ناموس کا دفاع کرے۔

سب سے زیادہ تعجب تو اس پر ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے کو مصر کا علامہ کہتا ہے، معاشرے میں ناقد بصیر مشہور ہے، وہ عصر حاضر کے بزرگ شخصیت کی خالص عربی کی کتاب پر تقریظ لکھتے ہوئے اس کے

۱۔ بقرہ/۱۱

مندرجات پر تنقید کرتے ہوئے طباعت کی ایسی غلطیوں کو نشانہ تنقید بناتے ہیں جن سے ذرا بھی مطالب اثر انداز نہیں ہوتے، مثلاً وہ یہ غلطیاں نکالتے ہیں:

کلما	کل ما
شرع	شرح
شیخنا	سیخاً

اس وقت نظر پر آفرین ہے۔ جس میں صرف طباعتی غلطیوں کو نشانہ تنقید بنایا جائے۔ آفرین ہے ناموس لغت عرب کی بے دریغ فروگذاشت پر۔ آفرین ہے اس اصلاح پسند جذبے پر جو مشائخ شیعہ کی تالیفات میں برتا جائے، گالیوں کے انبار لگا دیئے جائیں۔ شاباش، شاباش، شاباش۔

اس قسم کے ہوشیار اور موشگاف افراد اعتدال پسندی پر مائل کیوں نہیں ہوتے۔ قانون عدل اور رسم انصاف، طریقۂ حق اور خدمت خلق کی ذمہ داریوں کی کیوں نہیں پیروی کرتے۔ انہیں اس قسم کے مہمل اور خبیث لٹریچر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ مصر عزیز سے اس قسم کی تالیفات کو لگام لگائے کیونکہ یہ آفتوں کا سلسلہ ہے جو قومی ہلاکت پر منتج ہوگا۔ اس سے تمام خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اس سے کہیں زیادہ اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ عراق میں یہ کتابیں باقاعدہ بک رہی ہیں کیونکہ اس سے اس ملک کی آبرو اور اسلام کی آبرو معرض خطر میں ہے۔ حالانکہ ابھی عراقی لوگ زندہ ہیں۔ وہاں کی قوم نے اپنی بالغ نظری کو ابھی تک زندہ رکھا ہے۔ ان کا احساس دینی استوار ہے۔ اگرچہ ان کی غیرت عرب، شہامت ونشاط اور جوانی ذرا سستی سے دوچار ہے۔ اب بھی وہاں بزرگوں کا وجود باقی ہے کیوں کہ وہاں اب بھی اقتدار، بنی ہاشم کے ہاتھ میں ہے۔

مادر عراق پر کس قدر گراں گزرتا ہے جب وہ اپنے ہوش گوش سے سنتے ہیں کہ نجف کے مسافر خانے میں دلال ہوتے ہیں جو لڑکیوں کی ٹولیاں مسافر کو پیش کرتے ہیں، وہ ان میں سے ایک کو چن لیتے ہیں یا یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں کی لڑکیاں ایک رات میں کئی مرتبہ ازدواج کرتی ہیں۔ (۱)

۱۔ الجولہ فی ربوع الشرق الادنیٰ

عراق کے کان کیسے سنتے ہیں کہ نجف والے دجالیوں کی طرح ہیں، خود گمراہ ہیں دوسرے کو گمراہ کرتے ہیں، وہ اسلامی لباس پہن کر مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

اس سے قبل کہا گیا تھا کہ بنی ہاشم نے عراق کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے، کیا کوئی حساس عراقی یہ بھی سوچتا ہے کہ اس قسم کے لٹریچر سے عراقی معاشرہ اصلاح پذیر ہوگا۔ یا یہ فرزندان عراق میں روح تازہ پھونکے گا یا ملت اسلام درس اخلاق حاصل کرے گی یا اس کی ترقی ہوگی یا اس سے طالب علموں کے تمدن کو یا طالب علموں کو علمی عظمت حاصل ہوگی؟ مصنفین کو ادب عالیہ ملے گا یا مسلمانوں کو دینی فائدہ ہوگا۔ دولت مندوں کو مادی فوائد حاصل ہوں گے یا سیاست وحکومت اسلامی میں کوئی خاص اثر پڑے گا...؟؟

ہر سچا مسلمان جو قوم کی عزت وشرافت کا طلبگار ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ اس قسم کی باطل کتابوں کو دور پھینک دے اور حق طلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اظہار نفرت کرے، اسے پڑھنے سے پرہیز کرے اس کے مندرجات پر یقین نہ کرے، نہ عمل کرے نہ اس سے وابستگی ظاہر کرے۔ ان کا دقت نظر سے مطالعہ کرے، ارباب تنقید کے حوالے کردے یا خود تنقید کرے اگر صلاحیت ہو تو اعتراض کرے۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا﴾ ''اگر وہ لوگ جو کچھ نصیحت کی گئی، عمل کریں تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر اور باعث محکم تر ثبات ہو'' (۱)

اسلامی حکومتوں کے محکم پبلشروں اور ناشروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی ہی کتابیں شائع کریں جن میں اسلامی فرقوں کے حالات صحیح ماخذ سے پیش کئے گے ہوں، جو کچھ اس کے خلاف لکھا گیا ہو اس کو مسترد کردیں۔ کیونکہ یہ گروہ امت کا نگہبان اور علم ودین کا محافظ نیز ناموس اسلام کا نگراں ہے۔ عربی روابط کا پاسدار ہے۔ انہیں خود اصلاح کیلئے آگے بڑھنا چاہیے۔ فساد کی جڑوں کو ختم کرنا، ان کی ذمہ داری ہے قبل اس کے کہ فتنہ انگیزوں کی آگ اسلامی معاشرے میں پھیلے۔ پھر وہ مطلع نہ ہوں اور ماخذ کی مفلسی کا عذر کرنے لگیں۔

جب کہ احمد امین نے فجر الاسلام کی اشاعت کے بعد اعتراضات کے جوابات میں عذر پیش کیا تھا

۱۔ نساء/۶۶

''بلکہ انسان اپنے معاملے میں ہوشیار ہے اگر وہ زبان عذر خواہی چھوڑ دے''۔(۱) جو شخص اپنی دینی و معاشرتی ذمہ داری نہ نبھائے اس کا عذر قابل قبول نہیں ہوتا۔

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ تمہارے درمیان ایسے لوگوں کو ہونا چاہیے جو نیکی کی دعوت دیں۔ اچھائیوں کا حکم دیں، برائیوں سے روکیں، یہی لوگ رستگار ہیں''۔(۲)

ہم ان تمام مصنفین کا بلا تفریق مذہب استقبال کرتے ہیں جو صدق و امانت اور وثوق و متانت کے ساتھ علمی و دینی تحریریں معرض وجود میں لاتے ہیں۔

﴿ليهلك من هلك عن بينة و يحيى من حى عن بينة ذلك يوعظ به من كان يومن بالله و اليوم الآخر ذلكم اذكى لكم و اطهر﴾ ''تا کہ جو بھی ہلاک ہو از روئے دلیل، اور جو بھی حیات پائے وہ از روئے دلیل۔ اس موعظہ سے وہی شخص نصیحت حاصل کرے گا جو ایمان باللہ اور یوم آخرت سے سرفراز ہو یہ تمہارے صفات نفس کے لیے۔ زیادہ بہتر اور پاکیزگی سے زیادہ قریب ہے''۔(۳)

۱۔ اقتباس از آیہ مبارکہ قیامت/۱۵

۲۔ آل عمران/۱۰۴

۳۔ بقرہ/۲۳۲

عندلیبان غدیر

(چوتھی صد ہجری)

۱۔ابوالحسن ابن طباطبا اصفہانی

۲۔ابو جعفر احمد بن علویہ الاصفہانی

۳۔ابوعبداللہ محمد المفجع بصری

۴۔ابوالقاسم احمد بن محمد صنوبری

۵۔ابوالقاسم علی بن محمد تنوخی

۶۔ابوالقاسم علی بن اسحٰق زاہی

۷۔ابوفراس حمدانی

ابن طباطبا اصفہانی

(م۳۲۲)
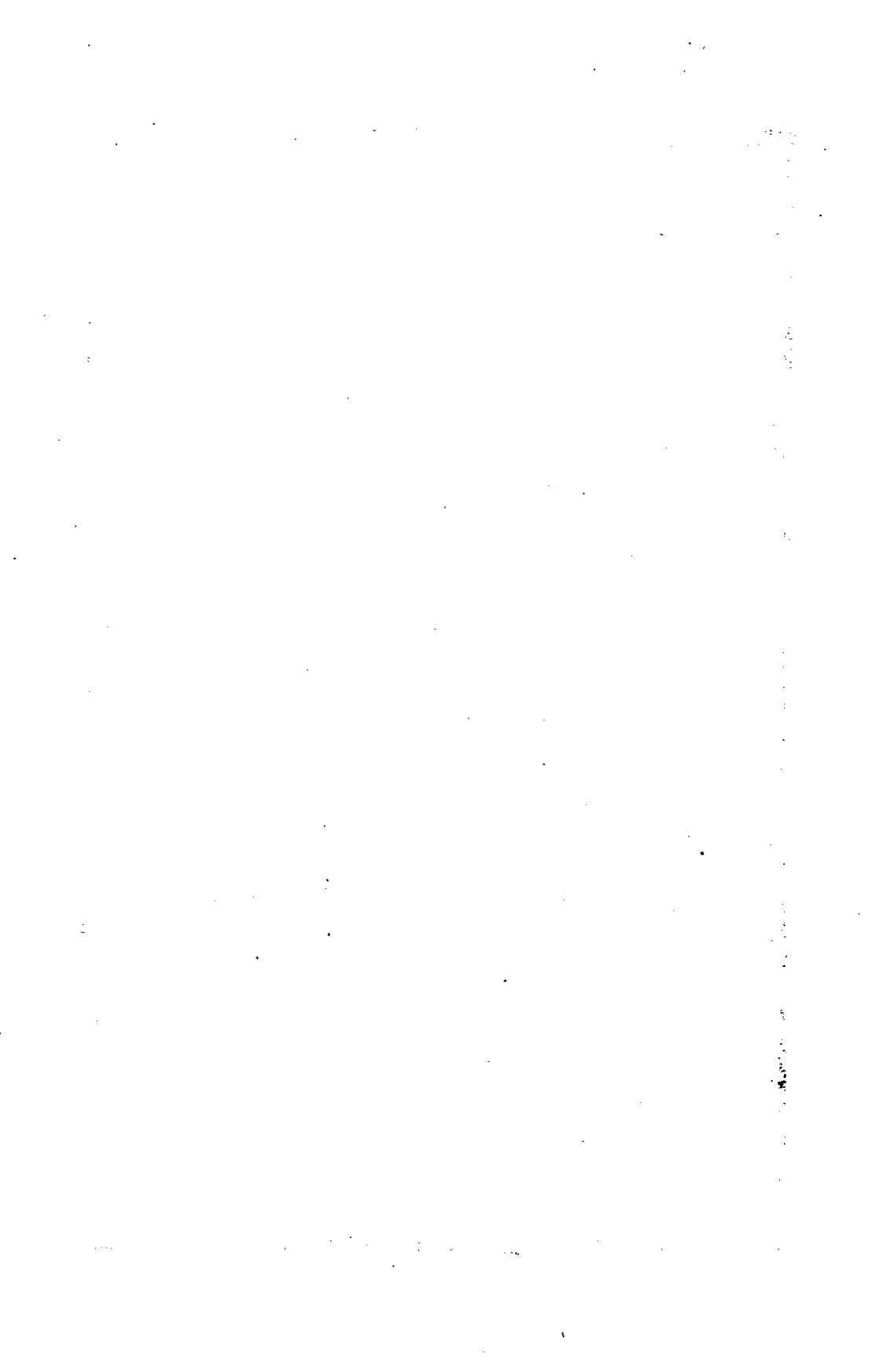
یامن یسرلی العداوة ابدھا	و اعمد لمکروھی بجھدک اوذر
للہ عندی عادة مشکورة	فیمن یعادینی فلا تتحیر
انا واثق بدعاء جدی المصطفی	لابی غداة "غدیر خم" فاحذر
واللہ اسعدنا بارث دعاءہ	فیمن یعادی او یوالی فاصبر

''اے وہ کہ مجھ سے پوشیدہ دشمنی رکھتا ہے یا اظہار کر دے اور جب تک ممکن ہو مجھے اذیت دے یا پھر مجھے چھوڑ دے۔ بخدا! میں دشمنوں سے پسندیدہ اخلاق و عادت کا مظاہرہ کرتا ہوں۔ پس تجھے اس پر حیرت نہ ہونا چاہیے میں اپنے جد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا پر بھروسہ رکھتا ہوں جو انہوں نے میرے والد کے لئے غدیر خم میں فرمائی تھی۔ پس تجھے ہوشیار رہنا چاہیے۔

خداوند عالم میراث دعا سے دشمنوں اور دوستوں کے معاملے میں بہرہ مند کرے تمہیں صبر سے کام لینا چاہیے''۔(۱)

شاعر کا نام

ابوالحسن محمد بن احمد بن ابراہیم طباطبا بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن امام حسن علیہ السلام۔ معروف بہ

۱۔ ثعالبی کی ثمار القلوب، ص۵۱۱ (ص ۶۳۷، نمبر ۱۰۶۸)

ابنِ طباطبا۔ وہ زبردست عالم، قادرالکلام شاعر اور بزرگ ترین ادیب تھے۔

مرزبانی معجم میں لکھتے ہیں کہ ان کی کتابیں ادب وشعر وتذکرہ میں مذکور ہیں۔ (۱) اصحاب معاجم (۲) کی نظر میں جن کتابوں کے مؤلف ہیں ان کا نام یہ ہیں:

۱۔ کتاب سنام المعالی؛

۲۔ عیار الشعر؛

۳۔ الشعر والشعراء؛

۴۔ نقد الشعر؛

۵۔ تہذیب الطبع؛

۶۔ کتاب العروض؛ حموی کے نزدیک یہ کتاب بے مثل ہے۔

۷۔ فرائد الدرر؛ مندرجہ ذیل شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب اپنے دوست کو عاریۃً دی تھی اور واپس لینے کے لئے یہ شعر لکھ بھیجا:

یا در! رد فوائد الدرر　　وارفق بعبد فی الھوی حر

۸۔ المدخل فی معرفۃ المعمی من الشعر

۹۔ فی تقریض الدفاتر

۱۰۔ شعری دیوان

۱۱۔ انتخاب دیوان

حموی کہتے ہیں کہ وہ ذکاوت وفطانت، صفات باطن، سلامتی ذہن اور مقصد کے حسن بیان میں مشہور تھے۔ (۳) اصفہانی کہتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ عبداللہ بن معتز جب بھی ابن طباطبا کا تذکرہ

۱۔ معجم الشعراء، ص ۴۶۳ (ص ۴۲۷)

۲۔ ثمار القلوب، ص ۵۰۷ (ص ۶۳۱، نمبر ۱۰۵۵) فہرست ابن ندیم، ص ۱۹۶ (ص ۱۵۱) معجم الادباء ج ۱۷، ص ۱۴۳، عمدۃ الطالب، ص ۱۶۲ (ص ۱۷۳)

۳۔ معجم الادباء، ج ۱۷، ص ۱۴۳۔

کرتے اسے تمام اہل ادب پر مقدم کرتے۔ کہتے تھے کہ اس کے پاسنگ صرف محمد بن یزید ہیں۔ لیکن ابن طباطبا کے اشعار زیادہ رسا ہیں۔

اولاد حسن میں کوئی بھی ان کا مثل نہ تھا لیکن ''علی بن محمد افوہ'' ان کے مثیل تھے۔ حمزہ اصفہانی کہتے ہیں کہ محمد سے ابو عامر نے بیان کیا کہ ابن طباطبا تمام عمر اس بات کے مشتاق تھے کہ عبداللہ بن معتز سے ملاقات کریں یا اس کے شعر دیکھیں۔ لیکن ملاقات کا تو اتفاق نہیں ہوا کیونکہ انہوں نے اصفہان کبھی نہیں چھوڑا لیکن آخری زمانے میں ابن معتز کے اشعار ہاتھ لگ گئے۔ اس سلسلے میں ان کا عجیب قصہ بھی مشہور ہے: وہ ایک بار معمر کے گھر گئے وہاں معتز کا دیوان بغداد سے لایا گیا تھا۔ ابن طباطبا نے نسخہ عاریۃً مانگا۔ معمر نے ٹال مٹول کی لیکن ابن طباطبا حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ لوگوں کی نظروں سے بچا کر بزم سے نکل گئے وہ میری طرف پلٹے ان کی زبان لڑکھڑا رہی تھی جیسے وہ کوئی بڑا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ مجھ سے قلم دوات مانگا اور معتز کے اشعار لکھنا شروع کر دیا۔ بکھرے اوراق میں پانچ ورق لکھے۔ میں نے پوچھا: یہ اشعار کس کے ہیں؟ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ تمام لکھ ڈالا۔ میں نے اشعار گنے تو ایک سو تاسی اشعار تھے۔ جو اس بزم سے یاد کئے گئے تھے۔ وہ سب ہی اس کے منتخب اشعار تھے۔

حموی کے معجم (۱) میں ابن طباطبا کے مبتدیہ اشعار درج ہیں۔ انہیں ابو البغل کے مطابق قصیدے کے ۱۳۹ اشعار بھی ہیں۔ اس میں حرف م اور کاف کا حرف نہیں لایا گیا ہے ابتدا اس شعر سے ہے:

یـا سـیـد ادانـت الســادات　　　تـتـابـعـت فـی فـعـلـه الحسنات

ثعالبی نے ثمار القلوب (۲) میں ان کے تین تین شعر لکھے ہیں پھر صفحہ ۲۲۹ پر لکھتے ہیں کہ ایک دن ابوالحسن (ابن طباطبا) ابو علی بن رستم کے گھر گئے، دروازے پر دو سیاہ فام عثمانیوں کو دیکھا جو سرخ عمامہ باندھے کھڑے ہوئے تھے۔ ان سے بات کی تو معلوم ہوا ہے کہ دونوں ہی ادب وتہذیب سے بے بہرہ ہیں ابن رستم کی بزم میں پہنچے تو قلم و دوات مانگ کر آٹھ شعر کہہ ڈالے:

۱۔ معجم الادباء، ج ۱۷، ص ۱۴۶۔

۲۔ ثمار القلوب، ص ۵۱۸، ۴۳۵ (ص ۴۶۵، نمبر ۱۰۸۳، ص ۵۴۸، نمبر ۸۹۷، ص ۲۸۶، نمبر ۴۲۹)

اری بباب الدار اسودین ذوی عمامتین حمراوین

''میں نے دروازے پر دو سیاہ فام سرخ عمامے والوں کو دیکھا جیسے دو چنگاریاں لومڑیوں کے سر پر۔ دونوں ہی شیعہ نہ ہونے پر خوش تھے۔ تمہارے دادا تو عثمان ذوالنورین ہی ہیں۔ پھر ان کی نسل میں دو تیرہ رنگ کیوں ہیں وہ کس قدر بری ہے جو برائی خوبی سے بیدار ہو جیسے لوہا''۔

ابن رستم نے ان اشعار کو بے حد پسند کیا اور لوگوں نے اسے نقل کرلیا۔ علی بن رستم لوگوں کو تبلیغ کرتے تھے لیکن خود مرض برص میں مبتلا تھے، ان کی ہجو میں دو شعر کہے:

''تمہیں پیغمبران خدا کی آیات میں سے ایک آیت عطا کی گئی ہے جو تمہارے سر پر بلند ہے تنہا تم ہی بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہو اور تمہارے سر پر سفیدی ہے۔ اس طرح تم موسیٰ بھی اور عیسیٰ بھی''۔

اسی طرح ابن رستم نے جب اصفہان کو برباد کیا تو دو شعر کہے۔ پھر جب اس کی تعمیر کی تو چھ شعر کہے۔ اس کے علاوہ بھی اشعار میں ابو علی رستمی کی ہجو کی ہے۔

مرزبانی نے معجم (۱) میں قلم کی مدح میں کچھ اشعار نقل کیے ہیں۔

نویری نے بھی نہایۃ الادب میں چار شعر نقل کیئے ہیں، ان میں دو شعر یہ ہیں:

لقد قال ابوبکر صوابا بعد ما انصت

فرحنا لم نضد شیئا وما کان لنا افلت

''ابوبکر نے سکوت کے بعد جو بات کہی درست تھی۔ ہم خوش حال ہوئے شکار بھی نہ کیا۔ اور ہمارا شکار بھی چھوٹ گیا''۔

ابن خلکان نے بھی ان کے دیوان سے سات اشعار نقل کیے ہیں۔ (۲)

مجدی (۳) کے مطابق ابن طباطبا اصفہان میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ معاہد

۱۔ معجم الشعراء، ص ۴۶۳ (ص ۴۲۷)

۲۔ وفیات الاعیان (ج ۱، ص ۱۳۰، نمبر ۵۳)

۳۔ المجدی فی انساب الطالبین (ص ۷۴)

التصیص میں بھی ایسا ہی بیان ہوا ہے نسمۃ السحر میں معاہد کے حوالے سے ہے کہ ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ اس بنیاد پر بعض معاصرین کے گمان کے مطابق معاملہ درست نہیں بیٹھتا۔ کیوں کہ رستمی جن کے متعلق ابن طباطبا نے بہت سے اشعار کہے ہیں۔ مقتدر باللہ کے عہد میں تھا جو ۳۲۰ھ میں قتل ہوا۔ مقتدر ہی کے عہد میں رستمی نے اصفہان کو برباد کیا تھا۔ جس کے متعلق طباطبا نے ہجو کہی۔ انہیں ابن معتز سے ملنے کا بھی اشتیاق تھا۔ جو ۲۹۶ھ میں مرے۔ ابن طباطبا کے حالات نسمۃ السحر (۱) اور معاہد التنصیص (۲) میں غیر مرتب طریقے پر ہیں۔ تاریخ ابن خلکان (۳) میں ابوالقاسم ابن طباطبا متوفی ۳۴۵ھ کے حالات کے ذیل میں ان کے اشعار نقل کر کے لکھتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ یہ ابوالحسن کون ہیں۔ اور ابوالقاسم اور ان کے درمیان کیا نسبت تھی۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ابن خلکان کی اسی بات سے علامہ محسن عامل کو اشتباہ ہوا۔ انہوں نے ابوالحسن حسن مصری کے حالات میں مصری لکھ دیا ہے۔ پھر ابن طباطبا کے حال میں لکھتے ہیں کہ ان کے تشیع پر بھی میرے پاس کوئی دلیل نہیں مگر یہ کہ اصل حیثیت سے ہر علوی شیعہ ہوتا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جلد نہم (۴) میں ابوالحسن کا نام و نسب لکھ کر کہتے ہیں: ''یہ ابن خلکان کی تحقیق ہے کہ میں نہیں جانتا یہ ابوالحسن کون ہے۔ غلطی سے محفوظ ہونا صرف خدا کی ذات سے مخصوص ہے''۔

ابن طباطبا کی نسل میں اصفہان میں بہت زیادہ اولاد تھی۔ جن میں علماء، اشراف اور نقباء تھے۔ مجدی (۵) کہتا ہے کہ:

۱۔ نسمۃ السحر (مجلد ۹، ج ۲، ص ۴۸۵)

۲۔ معاہد التنصیص، ج ۱، ص ۱۷۹ (ج ۲، ص ۱۲۹، نمبر ۲۲)

۳۔ وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۱۳۰، نمبر ۵۳)

۴۔ اعیان الشیعہ، ج ۹، ص ۳۰۵ (ج ۹، ص ۷۲)

۵۔ المجدی فی انساب الطالبین (ص ۷۴)

ان کی نسل میں بہت سے لوگ تھے جن میں شاعر ابوالحسن احمد ان کے بھائی ابوعبداللہ الحسین، اصفہان کے نقیب۔ یہ دونوں علی بن محمد کے بیٹے تھے جو مشہور شاعر تھے۔ ان کے علاوہ ابوالحسن محمد بغداد میں تھے جنہیں ''ابن بنت خصبہ'' کہتے تھے۔

ابن علویہ اصفہانی

صلی اللہ علی ابن عم محمد منہ صلاۃ تعمد بجنان

''خدا کی صلوت محمد مصطفیٰ کے چچیرے بھائی پر ایسی صلوات کہ جسے خورشید ڈھانپ لے۔

ان کے لیے غدیر کی یادوں کے ساتھ ایسی فضیلت ہے جسے گزرتے شب و روز فراموش نہیں کر سکتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرح ولایت کیلئے کھڑے ہوئے جس کے لیے خدا نے آسمانی کتاب میں حکم فرمایا تھا جبکہ خدا نے فرمایا: جس کا میں نے حکم دیا تھا اسے پہنچا دیجئے اور ان لوگوں کی شرارتوں سے خدائے رحمان کے تحفظ پر بھروسہ کیجئے۔

پھر آپ نے صلوۃ جامعہ کی منادی کرائی اور علی کو اپنے درخشاں گفتار سے کھڑے ہو کر بطور علامت پیش کیا۔

آواز دی کہ کیا میں تمہارا ولی نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں بیشک، تب آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارا دوسرا ولی ہے۔

پھر آپ نے علی کے لیے اور جو بھی آپ کی مدد کرے دعا فرمائی اور جو آپ کی نصرت سے روگردانی اختیار کرے اس پر لعنت فرمائی۔ ایک شخص نے آواز دی اور وہ جھوٹ بول رہا تھا: مبارک ہو اے ابوالحسن! آپ تمام بوڑھوں اور جوانوں کے سردار ہو گئے آپ تمام مومنین کی جماعت کے مولیٰ ہو گئے، چاہے وہ عورت ہوں یا مرد۔ پھر خلافت و وزارت کس کا حق ہوئی کیا ان دونوں نے مخالفت میں اتفا نہیں کیا؟

کیا قرآن کے محکم آیات میں ہمارے خدا نے ان کی خلافت و وزارت کو فرض قرار نہیں دیا ہے۔

تم اپنی دلیل پیش کرو، اپنی بات کہو اور فلاں وفلاں کی باتوں کو مسترد کر دو۔

جبکہ تم ہدایت پا جاؤ اور سمجھ جاؤ اس کے بعد کی بدترین گمراہی پر افسوس ہے مگر ہاں برہان قاطع کو سمجھو۔

شعری تتبع

یہ اشعار ابن علویہ کے قصیدہ سے لئے گئے ہیں۔ حموی نے معجم میں لکھا ہے کہ احمد بن علویہ کا ہزار قافیوں پر مشتمل قصیدہ تشیع کے مقصدیت سے بھرپور ہے(۱) جب (عظیم فقیہ اور امام لغت اخفش کا شاگرد) ابوحاتم سجستانی کو سنایا گیا تو اس نے کہا: بصرہ والو! اصفہان والے تم سے آگے بڑھ گئے۔(۲) ابن شہرآشوب کی معالم (۲) اور علامہ کی ایضاح (۳) میں اسی قصیدہ "محبّرہ" کا تذکرہ ہے۔ علامہ سماوی نے اس کے ۲۱۳ راشعار جمع کئے ہیں۔ علامہ عاملی نے اعیان الشیعہ میں ۲۲۱ اشعار مناقب کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔(۴)

یہ قصیدہ فضائل امیر المومنین پر مشتمل برجستہ ترین انداز میں ہے جسے زبان رسالت سے ادا کیا گیا ہے اور درحقیقت یہ قرآن وسنت کا ترجمان ہے نہ کہ خیالی پیکر۔

اس قصیدے سے علی کی امامت کا استدلال مفہوم مولیٰ سے کیا جاسکتا ہے کیوں کہ اس کو عربی ادب کے دانشور، محقق بصیر اور امام لغت نے ادا کیا ہے۔ اس لفظ ولی سے علی علیہ السلام کی ولایت مطلقہ کا اثبات ہوتا ہے۔

شاعر کا تعارف

ابوجعفر احمد ابن علویہ اصفہانی کرمانی۔ ابوالاسود کے نام سے شہرت تھی، وہ شیعہ مصنف ہیں جن کا

۱۔ معجم الادباء، ج۳، ص۷۶۔

۲۔ معالم العلماء (ص۲۳، نمبر۱۱۰)

۳۔ ایضاح الاشتباہ (۱۰۴، نمبر۶۹)

۴۔ اعیان الشیعہ (ج۳، ص۲۶۔۲۲) مناقب آل ابی طالب (معروف بہ مناقب ابن شہرآشوب، ج۲، ص۱۴۸)

نام کتب رجال میں مشہور ہے۔فہرست نجاشی (۱) اور معالم (۲) ابن شہر آشوب میں ان کا نام موجود ہے۔ان کی کتاب کا نام نجاشی نے الاعتقاد فی الادعیہ اور ابن شہر آشوب نے ''دعاء الاعتقاد'' لکھا ہے۔ ابن شہر آشوب کے نزدیک ان کی بہت سی کتابوں میں سے ایک دعاء الاعتقاد بھی ہے۔معجم حموی میں ہے کہ ان کے بہت سے رسالے ابوالحسن احمد بن سعد نے مرتب کیے ہیں۔جن میں آٹھ کتابیں دعاؤں پر مشتمل ہیں۔علاوہ اس کے ایک کتاب ''الشیب والخضاب'' نامی ہے۔(۳) فہرست ابن ندیم کے مطابق ایک دیوان بھی ہے۔(۴)

ابن علویہ بزرگ محدثین میں سے تھے۔اکثر ارباب حدیث نے ان سے حدیث لی ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے۔(۵) ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ابو جعفر محمد بن حسن بن ولید قمی جو غیر موثق راویوں سے ہرگز روایت نہیں کرتے تھے۔انہوں نے اپنی سند سے ابن علویہ اور زید ابن ارقم سے حدیث رسولؐ نقل کی ہے:"الا ادلکم علی ما ان استدللتم ..... ''کیا میں تمہاری رہبری نہ کروں ایسی چیز کی طرف کہ اگر تم رہبری حاصل کرلو تو کبھی گمراہ نہ ہو؟ لوگوں نے کہا: ہاں! اے خدا کے رسول۔فرمایا: تمہارے امام اور ولی علی ابن ابی طالب ہیں۔ان کی مدد کرو، خیر خواہی کرو اور ان کی تصدیق کرو کیونکہ جبرئیل نے مجھے اس کا حکم دیا ہے''۔(۶)

۲۔حسین بن محمد اشعری قمی ہیں جنہیں کلینی، ابن قولویہ اور طبری نے معتبر کہا ہے۔

۳۔عبداللہ بن حسین مؤدب جو مشائخ شیخ صدوق میں تھے۔(۷) کئی حدیثیں نقل کی ہیں۔ابن

۱۔رجال نجاشی (ص ۸۸، نمبر ۲۱۴)

۲۔معالم العلماء (ص ۲۳، نمبر ۱۱۰)

۳۔معجم الادباء (ج ۴، ص ۷۳)

۴۔فہرست ابن ندیم، ص ۲۳۷ (ص ۱۹۲)

۵۔مشیخہ الفقیہ (ص ۱۳۱) فہرست شیخ طوسی (ص ۶)

۶۔امالی صدوق ص ۳۵۴ (ص ۳۸۶) بشارۃ المصطفیٰ (ص ۱۷۷)

۷۔مشیخہ الفقیہ (ص ۱۳۱)

علویہ کی جلالت قدر کے لیے یہی کافی ہے کہ الفقیہ، تہذیب، کامل، امالی صدوق اور مجالس مفید وغیرہ میں ان کی حدیثیں بھری پڑی ہیں۔

ابن علویہ عظیم محدث کے ساتھ ساتھ وقیع ادیب بھی تھے۔ اس لئے سیوطی (۱) وثعالبی (۲) نے ان کے حالات لکھے ہیں۔ حموی نے لکھا ہے کہ ماہر لغت تھے، ادب کی پرورش کرتے اور بڑے اچھے اشعار کہتے تھے۔ (۳)

خاص طور سے شاعری میں ان کی قدرت کلام انتہائی معراج پر تھی۔ صنائع شعری کا التزام کرتے۔ ان کی نظمیں فصاحت معنوی اور عظمت لفظی، حسن سیاق اور قوت ترکیب میں خاص امتیاز رکھتی تھیں۔ ان کی قاطعیت استدلال، دانش سے بھرپور تھی۔ القائے مطلب کا حسین انداز، سپر انداز کر دینے والے دلائل کا حصول اور روح مقصد تک پہنچنے والے تعبیرات کی بہتات ہوتی تھی۔ اس لئے ائمہ معصومینؑ کے بارے میں ان کے اشعار شمشیر برہنہ کی طرح ہوتے تھے۔ جن سے ناصبیوں کے شبہات کا قلع قمع ہو جاتا تھا۔ یا پھر بجلی کی طرح ہوتے جن سے مخالفین اہل بیت کے تارِ عنکبوت جیسے اوہام کی ایسی تیسی ہو جاتی۔ میں نے جس قصیدۂ محبّرہ کو شروع میں پیش کیا ہے، وہ اس کا واضح ثبوت ہے۔ نیز ان کے قدرت کلام اور شاعرانہ دسترس پر بھی شاہد ہے۔ چنانچہ بجستانی نے اس کی گواہی بھی دی ہے۔ ابن علویہ ۲۱۲ھ میں متولد ہوئے اور ۳۲۵ھ میں انتقال کیا۔ وہ ۳۱۰ھ میں ۹۸ سال کے تھے تو یہ اشعار کہے:

''دولت مندوں کے لیے یہ دنیا سرانجام فنا ہونے والی ہے اور اس کی لذتیں بہت جلد پشیمانی پیدا کرنے والی ہیں۔ عقل مندوں کے لیے موت مایۂ عبرت ہے۔ ان کے لئے تقویٰ کا توشہ ہی غنیمت ہے۔ انسان کوشش کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ روزی حاصل ہو لیکن اس کے لیے اتنا ہی مقدر ہے جتنا قلم تقدیر نے لکھ دیا ہے۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو لوگوں کی نظروں میں خاشع ہیں اور لوگ جو کچھ جانتے ہیں

۱۔ بغیۃ الوعاۃ (ج ۱، ص ۳۳۶، نمبر ۶۴۰)

۲۔ یتیمۃ الدہر، ج ۳، ص ۲۶۷ (ج ۳، ص ۳۴۹)

۳۔ معجم الادباء، ج ۲، ص ۳ (ج ۴، ص ۷۴)

خدا اس کے برخلاف ان کی حقیقت جانتا ہے''۔

جب سو سال عمر ہوگئی تو یہ اشعار کہے:

''زمانے نے میری کمر خمیدہ کردی اور مجھے آخر عمر تک پہنچا دیا۔ میرے تمام اعضائے بدن میں کمزوری آ گئی۔ اور زمانے میں کون صحت مند طریقے سے باقی رہنے والا ہے''۔

ان کا شعری نمونہ نویری نے ''نہایۃ الادب'' میں پیش کیا ہے جس میں بچھڑنے کے متعلق دس شعر درج ہیں۔(۱)

ابن علویہ کے حالات زندگی فہرست نجاشی، رجال طوسی، معالم العلماء، معجم الادباء، ایضاح الاشتباہ علامہ حلی، بغیۃ الوعایۃ، ایضاع الاشتباہ ساروی، جامع الرواۃ، جامع المقال طریحی، ہدایۃ المحدثین، منتہی المقال، رجال شیخ ابن ابی، جامع الشیعہ، تنقیح المقال، اعیان الشیعہ اور التعالیق علیٰ نہایۃ الادب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔(۲)

۱۔ نھایۃ الاداب، جز ۱۰، ص ۱۲۲۔

۲۔ فہرست نجاشی، ص ۶۴ (ص ۸۸، نمبر ۲۱۴) رجال طوسی (۴۴۷، نمبر ۵۶) معالم العلماء، ص ۱۹ (ص ۱۴۸) معجم الادباء، ج ۲، ص ۳ (ج ۴، ص ۲۷) ایضاح الاشتباہ علامہ (ص ۱۰۴، نمبر ۶۹) بغیۃ الوعاۃ، ص ۱۴۶ (ج ۱، ص ۳۳۶، نمبر ۶۴۰) توضیح الاشتباہ ساروی (ص ۳۶، نمبر ۱۲۷) جامع الرواۃ (ج ۱، ص ۵۴) جامع المقال طریحی (ص ۵۴۔۹۶) ھدایۃ المحدثین (ص ۱۵) منتہی المقال (ص ۹۹) الشیعہ وفنون الاسلام، ص ۹۱ (ص ۱۰۹) تنقیح المقال، ج ۱، ص ۶۸)، اعیان الشیعہ (ج ۳، ص ۲۲) نھایۃ الادب، ج ۱۰، ص ۱۲۲۔

المفجّع

وفات ۳۲۷ھ

ایھا اللائمی لحبّی علیاً　　قم ذمیما الی الجحیم خزیا

''اے حب علیؑ میں مجھے ملامت کرنے والے! کھڑا ہو جا، ذلیل و بے آبرو ہو کر جہنم کی راہ لے۔

کیا تو اس پر اعتراض کر رہا ہے جو تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔ تو ہمیشہ راہ ہدایت سے دھتکارا ہوا الگ رہے گا۔ وہ جو تمام لوگوں کے مقابلے میں انبیاء کا شبیہ تھا۔ بڑھاپا، بچپن، ایام رضاعت اور غذا خوری کے وقت (ان تمام وقتوں میں اس کو انبیاء سے شباہت حاصل رہی) اس کا علم آدم کی طرح تھا۔ جو تمام اسماء کی شرح وصفات جانتا تھا۔

وہ نوح کی طرح تھا، جس کی کشتی کوہ جودی پر پہنچی تو ہلاکت سے نجات پائی اور جس وقت علی کو اپنا بھائی کہا گیا تو تمام شہریوں اور دیہات کے رہنے والوں سے افضل و بہتر تھے۔ ان کے پدر اسماعیل سے شباہت حاصل ہے اور یہ بات مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اور وصی نے حبیب خدا کی کمک کی جبکہ دونوں کعبہ کو بتوں سے پاک کر رہے تھے اور دھو رہے تھے۔ اسی نے چاہا کہ رسول خداؐ کو اپنے دوش پر اٹھائے تا کہ آویزاں بتوں کو منہدم کیا جائے۔ بار نبوت کی سنگینی سے وہ اس قدر خم ہوا کہ قریب تھا کہ بار گراں سے دو آدھا ہو جائے۔

پھر تو دوشِ نبی پر علی جو اِن کے صنو (شخصیت کا حصہ) تھے بلند ہوئے، کیا بلند رتبہ پایا۔

انہوں نے بتان کعبہ کو کعبہ کی دیواروں سے نکال پھینکا اور ساری گندگی دور کر دی۔ اس وقت اگر

وصی چاہتا تو ستاروں کا توڑنا اس کی دسترس سے دور نہ تھا۔

کیا تم علی اوران کے فرزندوں کے علاوہ بھی کسی کو جانتے ہو جو پشت رسول پر سوار ہوا ہے۔

علی کا معاملہ جو غدیر خم میں گھنے درختوں کے سائے تلے ہوا کچھ مشکل اور راستے سے منحرف کرنے والا نہ تھا۔

پیغمبر کی سفارش ثقلین کے بارے میں حجت ہے جو تمہیں دوسری تمام چیزوں سے بے نیاز کر دے گی۔ مرتضیٰ کو بغیر کسی پوشیدگی اور سستی کے متعارف کرایا۔

رہبر اور محکم پیشوا۔ جسے چودھویں کا چاند بادلوں اور اندھیاروں کا طلوع کرتا ہے۔ یہ ہے اس کا مولا جس کا میں مولا ہوں۔ یہ بات رسولؐ نے واضح اور بلند آواز سے کہی۔

خدایا! تو اسے دوست رکھ اور مدد کر اس کی جو اس کو دوست رکھے اور جو وصی کو دشمن رکھے اسے دشمن رکھ۔

یہ دعا تمام لوگوں پر جاری ہے چاہے وہ رعیت ہوں یا حاکم۔ جو اس کو دشمن رکھے گا اس کی کوئی اہمیت نہیں، خواہ وہ یہودی مرے یا عیسائی۔ جو شخص علی کا چہرہ دیکھے گا وہ ایک مرد عابد کا چہرہ دیکھے گا جو ہمیشہ مصروف دعا اور دنیا سے کنارہ کش ہے۔

وہی مطلوب اور تمنائے رسول خدا تھا۔ جب رسول کو بھنا ہوا طائر پیش کیا گیا تو رسول نے خدا سے دعا کی کہ محبوب ترین مخلوق کو بہت جلد اس کے پاس بھیج دے اچانک وصی نے دروازہ کھٹکھٹایا تا کہ خدا کے سلام میں شامل ہوں۔

اس نے کئی بار علی کو داخل ہونے سے روکا کیونکہ علی ان کے قبیلے اور خاندان سے نہ تھے (ان کا میلان تھا کہ قبیلے کا کوئی شخص یہ افتخار حاصل کرے)

یہی فضیلت وہ اپنی قوم کے لیے ذخیرہ کرنا چاہتے تھے اور خدا نے اسے علی ابن ابی طالب سے مخصوص فرمایا تھا۔ راستہ روکنے والے کو خدا نے سفیدی برص کے مرض میں مبتلا کر دیا۔ اور فضیلت کو تمام محاسن و صفات کے جامع شخص علی کے نصیب میں قرار دیا''۔

پورا قصیدہ ۱۶۰ اشعروں پر مشتمل ہے۔

شعری تتبع

یہ قصیدہ برجستہ اور وقیع ترین ہے، کتابوں میں اس کو تقطیع کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ شاعر کا یہ قصیدہ فضائل امیر المومنین پر مشتمل ایک یا دو شعر یا اس سے کچھ زیادہ ملتا تھا۔ میں نے جب تفحص کیا تو ایک سو ساٹھ شعر دستیاب ہو گئے۔ لوگوں نے اس میں کچھ ایسے اشعار بھی داخل کر دیئے میں جو عقیدہ شاعر سے الگ ہیں۔ ہارون نے ان شعروں کی شرح بھی لکھ ماری ہے مثلاً سید بطحا حضرت ابو طالب یا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے متعلق ایسے خیالات نظم ہیں جن کا ایک بھی شیعہ قائل نہیں، نہ کہ مفجع جو عظیم علماء و شعراء میں سر فہرست ہیں۔

یہ قصیدہ اشباہ کے نام سے معروف ہے حموی نے مفجع کے حال میں لکھا ہے کہ ان کا قصیدہ اشباہ ہے جو مدح علی میں کہا گیا ہے۔ (۱) پھر ص ۲۰ پر لکھا ہے کہ ان کا قصیدہ ہے جس میں نظائر و شباہتیں نظم ہوئی ہیں۔ اس لیے اس کا نام قصیدہ اشباہ رکھ دیا گیا ہے۔ اس میں ایسی باتیں نظم ہوئی ہیں جو حدیثوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ عبدالرزاق نے معمر زہری سے انہوں نے سعید بن مسیب سے اور وہ ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے اصحاب کے مجمع میں فرمایا:

''اگر تم آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے ارادے میں، موسیٰ کو ان کی مناجات میں، عیسیٰ کو ان کی سنت میں اور محمدؐ کو ان کے تمام تر کمالات میں دیکھنا چاہتے ہو تو اس آنے والے مرد کو دیکھو لوگوں نے گردن اٹھائی تو دیکھا کہ علی ابن ابی طالب تشریف لا رہے ہیں''۔

حدیث اشباہ

اس حدیث کو حموی نے معجم الادباء میں تاریخ ابن بشران سے نقل کیا ہے کہ دونوں فرقے اس پر

۱۔ معجم الادباء، ج ۷، ص ۱۹۱۔

اتفاق رکھتے ہیں۔صرف لفظی اختلاف ہے، لیجئے اس کے متون کا تجزیہ وتحلیل پیش ہے:

ا۔امام حنابلہ احمد ابن حنبل نے عبدالرزاق سے ان لفظوں میں حدیث کی ہے:

"من اراد ان ینظر الیٰ آدم فی عمله و الی نوح فی فهمه و الی ابراهیم فی خلقه و الی موسیٰ فی مناجاته و الیٰ عیسی فی سنته و الی محمد فی تمامه و کماله فلینظر الی هذا الرجل المقبل و فتطاول الناس فاذهم بعلی ابن ابی طالب کانما ینقلع من صبب و ینحطّ من جبل"

۲۔بیہقی نے فضائل الصحابہ میں اسی حدیث کونقل کیا ہے۔

۳۔عاصمی نے زین الفتیٰ میں اپنی سند سے ابوالحمراء سے روایت کی ہے۔پھر اسے حافظ عبسی کے طریق سے نقل کر کے''والی یحییٰ بن زکریا فی زهده'' کا اضافہ کیا۔اس کے بعد افادہ فرماتے ہیں:

آدم سے مرتضیٰ کی دس چیزوں میں شباہت ہے: ا۔خلق وطینت۔۲۔تاخیر اور مدت۔۳۔مصاحب اور زوجہ۔۴۔ازدواج وخلعت۔۵۔علم وحکمت۔۶۔ذہن وفطانت۔۷۔امر وخلافت۔۸۔اعداء ومخالفت۔۹۔وفا ووصیت۔۱۰۔اولاد وعترت۔

نوحؑ سے مرتضیٰؑ کی شباہت آٹھ چیزوں میں ہے: ا۔فہم۔۲۔دعوت۔۳۔اجابت۔۴۔کشتی۔۵۔برکت۔۶۔سلام۔۷۔شکر۔۸۔ہلاک کرنا۔

پھر شباہت کی تمام وجھوں کولکھ کر آگے ابراہیم سے مرتضیٰ کی شباہت آٹھ چیزوں میں بیان کی ہے:

ا۔وفا۔۲۔وقامت۔۳۔چچا اور قوم سے مناظرہ۔۴۔اپنے ہاتھ سے کسر ۵۔بشارت خداوندی دو فرزندان معصومین کی۔۶۔ذریت میں نیک وبد کا ہونا۔۷۔جان ومال سے آزمائش۔۸۔خلیل لقب عطا ہونا اس حیثیت سے آپ پر کسی چیز کا اثر نہ ہوتا تھا۔پھر ہر ایک شباہتوں کو بیان کیا ہے۔

اس کے بعد مرتضیٰ اور یوسف سے آٹھ چیزوں میں شباہت بیان کی ہے:

ا۔علم وحکمت بچپن میں۔۲۔بھائیوں کا حسد۔۳۔ان سے عہد شکنی۔۴۔بڑھاپے میں علم واقتدار

کا جمع ہونا۔ ۵۔ تاویل الاحادیث سے آشنائی۔ ۶۔ کرم اور بھائیوں کو معاف کرنا۔ ۷۔ اقتدار کی حالت میں معاف کرنا۔ ۸۔ تبدیل وطن۔ پھر ہر ایک کی وجہ شبہ بیان کی۔

موسیٰ و علی کا تقابل آٹھ باتوں میں:

۱۔ صلابت و شدت۔ ۲۔ احتجاج و تبلیغ۔ ۳۔ عصا و قوت۔ ۴۔ شرح صدر و وسعت نظر۔ ۵۔ برادری و قرابت۔ ۶۔ دوستی و محبت۔ ۷۔ محنت و مشقت اٹھانا۔ ۸۔ میراث ملک و امارات اور وجہ شبہ۔

آگے علی و داؤد کا تقابل کیا ہے آٹھ باتوں میں:

۱۔ علم و حکمت ۲۔ بچپن میں ہم سنون سے مظاہرہ طاقت ۳۔ قتل جالوت کے لیے جنگ۔ ۴۔ طالوت پر غالب آنا یہاں تک خدا نے ملک و قدرت عطا کیا۔ ۵۔ لوہا نرم ہونا۔ ۶۔ تسبیح جمادات۔ ۷۔ فرزند صالح۔ ۸۔ خطاب قاطع اور وجہ شبہ۔

علی و سلیمان کا تقابل آٹھ چیزوں سے:

۱۔ خود کا امتحان و ابتلاء۔ ۲۔ تخت پر جسد کا افتادہ ہونا۔ ۳۔ خلافت کے سزاوار بچپن میں گفتگو۔ ۴۔ بعد غروب سورج کا پلٹنا۔ ۵۔ ہوا کا مسخر ہونا۔ ۶۔ جن کا مسخر ہونا۔ ۷۔ پرندوں اور جمادات کی بولی سمجھنا۔ ۸۔ مغفرت اور رفع حساب، پھر وجہ شبہ۔

علی و ایوب کا تقابل آٹھ باتوں میں:

۱۔ جسم کی بلاء۔ ۲۔ فرزند کی بلا۔ ۳۔ مال کی بلاء۔ ۴۔ مصیبتوں پر صبر۔ ۵۔ لوگوں کی آپ کے خلاف بغاوت۔ ۶۔ دشمنوں کی دشنام طرازی۔ ۷۔ عظیم بلاؤں میں خدا کے حضور دعا۔ ۸۔ نذر میں سستی نہ کرنا۔ پھر سب کی وجہ شبہ بیان کی۔

علی و یحییٰ کا تقابل آٹھ چیزوں میں:

۱۔ گناہ سے حفاظت و عصمت۔ ۲۔ کتاب و حکمت۔ ۳۔ تسلیم و تحیت۔ ۴۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ ۵۔ منادی عورت کی وجہ سے شہادت۔ ۶۔ شہادت کے بعد قاتلوں سے شدید انتقام خدا۔ ۷۔ خوف و مراقبت۔ ۸۔ ان کا ہم نام نہ ہونا۔

پھر وجہ شبہ بیان کی۔

علی وعیسیٰ کا تقابل آٹھ باتوں میں:

۱۔اعتراف خداوند متعال۔۲۔طفلی میں علم کتاب۔۳۔علم کتابت وخطابت۔۴۔ان کے متعلق دو گمراہ فرقوں کی ہلاکت۔۵۔زہد فی الدنیا۔۶۔کرم وافضال۔۷۔غیب اور آئندہ کی خبر دینا۔۸۔صلاحیت ولیاقت۔پھر ہر ایک وجہ شبہ بیان کی۔

یہ کتاب اہل سنت کی نفیس ترین کتاب ہے جس میں علم ودانش کے دریا بہہ رہے ہیں۔حیرت ہے ایسی کتاب کے ہوتے لوگ مہمل کتابیں پڑھتے ہیں۔

۴۔اخطباء الخطباء خوارزمی مالکی نے کتاب المناقب میں اسی حدیث کو بیہقی کے طریق سے ص ۵۶۸ پر پھر ابن مردویہ کے طریق سے ص ۱۳۹ اور ص ۲۴۵ پر اپنی سند سے لکھا ہے۔(۱)

۵۔ابن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں فضائل الصحابہ بیہقی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔پھر لکھتے ہیں کہ رسول خداؐ نے علیؑ میں اس حدیث کے ذریعے آدم کا علم، نوح کا تقویٰ، حلم ابراہیم، ہیبت موسیٰ اور عبادت عیسیٰ کا تذکرہ ہے۔اس طرح علیؑ کے یہ صفات جو انبیاء کے مشابہ ہیں اعلیٰ ترین مرتبہ پر ہیں۔ان سے مناقب علیؑ کے بہت سے رخ سامنے آتے ہیں۔(۲) ان کے علاوہ جن لوگوں نے حدیث تشبیہ کو نقل کیا ہے مندرجہ ذیل ہے:

عزالدین ابن ابی الحدید معتزلی (۳)، حافظ گنجی شافعی (۴) (انہوں نے بھی وجہ شبہ میں اپنے نفیس خیالات کا اظہار کیا ہے)، محبّ الدین طبری (۵)، شیخ الاسلام حموئی (۶)، قاضی عقد الدین ایجی (۷)

۱۔مناقب خوارزمی (ص ۸۳، حدیث ۷۰، ص ۸۸، حدیث ۷۹، ص ۳۱۰، حدیث ۳۰۹)

۲۔مطالب السؤل (ص ۲۲)

۳۔شرح نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۲۳۶ (ج ۷، ص ۲۲۰، خطبہ ۱۰۸) ج ۲، ص ۴۴۹ (ج ۹، ص ۱۲۸، خطبہ ۱۵۴)

۴۔کفایۃ الطالب، ص ۴۵ (ص ۲۲، باب ۲۳)

۵۔ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۱۸ (ج ۳، ص ۱۷۲)

۶۔فرائد السمطین (ج ۱، ص ۱۷۰، حدیث ۱۳۱، باب ۳۵) ۷۔المواقف، ج ۳، ص ۲۷۶ (ص ۴۱۰)

تفتازانی (۱)، شافعی، ابن صباغ مالکی (۲)، سید محمود آلوسی (۳)، صفوری (۴)، سید احمد قادین خانی۔ (۵)

شاعر کا تعارف

ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عبداللہ۔ مصری ادیب ونحوی۔ ان کا لقب مفجع تھا۔ علم و دانش وحدیث میں یگانہ روزگار تھے اور ائمہ لغت وادب اور قصیدہ نگاری کے خانوادوں کے درمیان واسطے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ ان گنے چنے شعرائے امامیہ میں ہیں جو حسن عقیدہ، سلامتی مذہب اور اصابت رائے میں تمام حیثیتوں سے ائمہ کی بارگاہ میں خود سپردگی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اکثر لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے۔ انہوں نے اس قدر مصائب وآلام جھیلے کہ مخالفوں نے آپ کا لقب ہی ''مفجع'' رکھ دیا۔ دوستوں میں بھی یہی لقب مشہور ہو گیا۔ انہوں نے خود بھی اس مفہوم کی طرف اپنے شعر میں اشارہ دیا ہے:

ان یکن قبل لی : المفجع نبزا　　　فلعمری یوما المفجع همّا

''اگر بدگوئی کے طور پر مجھے مفجع لقب دیا گیا ہے تو خدا کی قسم! میں نے بڑے شدائد ومصائب جھیلے ہیں''۔ نجاشی وعلامہ نے بھی ایسا ہی تحریر فرمایا ہے۔

حموی (۶)، مرزبانی (۷) اور وافی (۸) نے لکھا ہے کہ بہت زیادہ شعر کہتے تھے۔ ابن ندیم کہتے ہیں کہ سو اوراق پر مشتمل ان کا دیوان تھا (۹) اسی تائید میں علامہ (۱۰) ونجاشی (۱۱) نے کہا ہے کہ وہ اہل بیت کی شان میں بہت زیادہ اشعار کہتے تھے، وہ بہترین ادیب وشاعر اور ماہر لغات غریب تھے۔ چنانچہ مروج الذہب میں ہے کہ ان کی کثرت شاعری سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ادب عربی کے عظیم شاعر تھے۔ (۱۲)

۱۔ شرح المقاصد، ج ۲، ص ۲۹۹ (ج ۵، ص ۲۹۶)
۲۔ الفصول المھمۃ، ص ۲۱ (ص ۱۲۰)
۳۔ شرح عینیہ، ص ۲۷۔
۴۔ نزھۃ المجالس، ج ۲، ص ۲۴۰ (ج ۲، ص ۲۰۷)
۵۔ ھدایۃ المرتاب، ص ۱۴۶۔
۶۔ معجم الادباء (ج ۱۷، ص ۲۰۲)
۷۔ معجم الشعراء (ص ۴۳۰)
۸۔ الوافی بالوفیات (ج ۱، ص ۱۳۰، نمبر ۴۳)
۹۔ فہرست ابن ندیم (ص ۱۹۳)
۱۰۔ رجال علامہ (ص ۱۶۰، نمبر ۱۴۶)
۱۱۔ رجال نجاشی (ص ۳۷۴، نمبر ۱۰۲۱)
۱۲۔ مروج الذہب (ج ۴، ص ۳۴۲)

ابو محمد بن بشران کہتے ہیں کہ وہ بصرہ کے ادیب وشاعر تھے۔ جامع مسجد میں تقریر فرماتے اور لوگ آپ کے بیانات نقل کرتے تھے۔ لغت وشعر کے متعلق آپ کے سامنے دوسروں کے شعر بطور محاکمہ پیش کیئے جاتے اور آپ رائے دیتے۔ ان کے اشعار مشہور ہیں۔ ان کے اشعار کے راوی ابوعبداللہ اکفانی ہے۔ میرے لیئے انہوں نے بہترین ونفیس ترین اشعار نقل کئے ہیں۔ ان کا ایک مرثیہ ابوعبداللہ درستویہ کے متعلق ہے جس میں انہوں نے ''دہن الآجر'' کے لقب کے ذریعہ اس کا تذکرہ کیا ہے:

''دہن الآجر کی موت قریب آگئی، زمین میں ہریالی آگئی۔ قریب ہے کہ پہاڑ نہ ٹلیں''۔

ان کا ایک اور قصیدہ ہے، جس کا اول مصرع ہے: **یامن اطال یدی اذھاننی زمنی**

مفجع نے ثعلب سے ملاقات کی اور اس سے بہت سی باتیں حاصل کیں ان کے اور ابن درید کے درمیان اکثر ہجویہ شاعری کا مقابلہ ہوا چنانچہ گمان ہے کہ وہ ابن درید کے سخت مخالف تھے۔ (۱) باہلی مصری سے ان کا یارانہ تھا۔ لیکن ثعالبی نے لکھا ہے کہ خود اس سے اور ابن درید سے صحبت رہتی تھی۔ وہ تالیف اور حدیث لغت لکھنے میں ابن درید کا جانشین تھا۔ ممکن ہے دونوں الگ الگ اوقات میں یہ کام انجام دیتے ہوں۔ (۲)

مفجع کے راویوں میں ابن خالویہ، ابن یحییٰ اور ابوبکر دوری ہیں اور وہ نصر بن احمد بصری کا مصاحب تھا جو عظیم شاعر تھا۔ نیز محمد بن محمد معروف بہ ابن لنکک بصری نحوی اور ابوعبداللہ اکفای بصرہ کے شاعر کا بھی مصاحب تھا۔

گرانقدر تالیفات

۱۔ کتاب المنقد من الایمان؛

۲۔ قصائد اہل بیت؛

۱۔ فہرست ابن ندیم (ص ۹۱) الوافی بالوفیات (ج ۱، ص ۱۲۹)

۲۔ یتیمۃ الدہر (ج ۲، ص ۳۲۴)

۳۔ ترجمان معانی شعر؛

۴۔ کتاب اعراب؛

۵۔ اشعار جواری (نامکمل)؛

۶۔ عرائس المجالس؛

۷۔ اشعار زید خلیل کے غرائب؛

۸۔ اشعار ابوبکر خوارزی؛

۹۔ سعادۃ العرب؛

مرزبانی نے محمد بن عبدالوہاب زینی ہاشمی کی شان میں قصیدہ مفجع کے سات شعر لکھے ہیں۔ معجم (۱) میں ہے کہ ایک بار مفجع، قاضی ابوالقاسم تنوخی کے یہاں گئے۔ دیکھا کہ عیسی کے سامنے وہ معانی الشعراء پڑھ رہا ہے، مفجع نے یہ اشعار کہے:

قد قدم العجب علی الزویس و شارف الوهد ابا قبیس

''ایک بداخلاق معمولی شخص میں اس قدر خود پسندی آگئی ہے کہ گویا پست زمین چاہتی ہے کہ کوہ ابوقیس کے برابر ہو جائے''۔

اشعار کہہ کے تنوخی کے سامنے ڈال دیا اور واپس چلے گئے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ تنوخی کی مدح کی لیکن اس کے برخلاف ان کی جفا دیکھ کر تیرہ شعروں پر مشتمل یہ خط لکھا:

لو اعرض الناس کلهم و ابواء ....

''اگر دنیا کے تمام لوگ مل کر میری روزی کا کچھ حصہ بھی روکنا چاہیں تو روک نہیں سکتے۔ شروع میں دوستی تھی پھر ختم ہوگئی، عہد و پیمان تھا جو برباد ہوگیا۔ ہم دونوں بڑے میل محبت سے رہتے تھے اور ہمیں کمزوری کا احساس نہ تھا۔ ہمارے پیروں سے زمین نہیں سرکتی تھی، نہ آسمان سے خون برستا تھا۔ راہِ خدا

۱۔ معجم الادباء، (ج ۷، ص ۳۰۰۔۱۹۸)

میں جو چیز جاتی ہے اس کا بدلہ ملتا۔ جو خدا سے متمسک ہوتا ہے زمانے سے نہیں ڈرتا۔ میرے خیال میں وہ آزاد مرد تھا۔ لیکن نہ میرے گمان کی تحقیق ہوئی نہ اس نے عہد کا پاس ولحاظ کیا......''۔

اس کے علاوہ بھی شرح ابن ابی الحدید (۱)، معجم (۲)، غرر الخصائص (۳) اور نہایۃ الادب (۴) میں ان کے اشعار ملتے ہیں۔ مفجع بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۳۲۷ھ میں وفات پائی۔ معجم ابن بشران کا قول نقل ہے کہ وہ میرے والد سے پہلے مرگئے، میرے والد سنیچر کے دن دس شعبان ۳۲۷ھ میں مرے۔ مرزبانی کہتے ہیں: ۳۳۰ھ سے قبل مرے۔ صفدی نے ۳۲۰ھ لکھا ہے۔ انہیں کی پیروی شہید ثالث شوستری اور سیوطی نے کی ہے۔ میرے نزدیک ابن بشران کا قول صحت سے قریب ہے۔

مفجع کے حالات مندرجہ ذیل کتابوں میں ہیں:

فہرست ابن ندیم، فہرست طوسی، معجم الشعراء، یتیمۃ الدہر، فہرست نجاشی، مروج الذہب، معجم الادباء، الوافی بالوفیات، خلاصۃ الاقوال، بغیۃ الوعاۃ، مجالس المومنین، جامع الرواۃ، منہج المقال، روضات الجنات، الکنی والالقاب، اعلام مرزکلی، آثار العجم۔ (۵)

۱۔ شرح نہج البلاغہ (ج ۲۰، ص ۲۰۸، حکمت ۲۷۵)

۲۔ معجم الادباء (ج ۱۷، ص ۱۹۷)

۳۔ غرر الخصائص (ص ۲۷۳)

۴۔ نہایۃ الارب (ج ۲، ص ۹۲)

۵۔ فہرست ابن ندیم، ص ۱۲۳۔ (ص ۱۹) فہرست شیخ طوسی، ص ۱۵۰، معجم الشعراء، ص ۴۶۴ (ص ۴۲۹) یتیمۃ الدہر، ج ۲، ص ۳۳۴ (ج ۲، ص ۴۲۴) فہرست نجاشی، ص ۲۶۴ (ص ۳۷۴، نمبر ۱۰۲۱) مروج الذہب، ج ۲، ص ۵۱۹ (ج ۴، ص ۳۴۲) معجم الادباء، ج ۱۷، ص ۱۹۰-۲۰۵، رجال علامہ (ص ۱۶۰، نمبر ۱۴۶) بغیۃ الوعاۃ، ص ۱۳ (ج ۱، ص ۳۱، نمبر ۵۱) مجالس المومنین، ص ۲۳۴ (ج ۱، ص ۵۶۲) جامع الرواۃ (ج ۲، ص ۶۱) روضات الجنات، ص ۵۵۴ (ج ۶، ص ۱۲۳، نمبر ۵۷۰) لکنی والالقاب، ج ۳، ص ۱۶۳ (ج ۳، ص ۱۹۷) الاعلام، ج ۳، ص ۸۴۵ (ج ۵، ص ۳۰۸) آثار العجم، ص ۳۷۷۔

ابوالقاسم صنوبری

وفات ۳۳۴ھ

مافی المنازل حاجة نقضیها الا السلام و ادمع نذریها

''ان منازل میں مجھے سوائے سلام اور اشک ریزی دوسری کسی چیز کی ضرورت نہیں''۔

آ گے کہتے ہیں:

قتل بن من اوصی الیہ خیر من اوصی الوصایا قطّ او یوصیها

''ایسے وصی کے فرزند کو قتل کیا گیا جسے گذشتہ و آئندہ وصیت کرنے والوں میں سب سے بہتر نے اپنا وصی قرار دیا تھا۔

رسولؐ نے اس وصی کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر اٹھا کر اتنا بلند کیا کہ دیکھنے والوں نے انہیں اٹھاتے ہوئے اچھی طرح دیکھ لیا۔

وہ جگہ ایسی تھی کہ چاشت کا وقت آ گیا تھا (سورج بلند ہو گیا تھا) اس کے بارے میں انتباہ دیا جو خود ہر توجہ اور ہشیاری کا مرکز ہے، لوگوں کو متوجہ کیا۔

غدیر خم کے مقام پر اسے اپنا بھائی قرار دیا۔ اس کے نام کی تصریح کی اور کوئی بھی نیکی اس سے روگرداں نہیں تھی۔

اس نے فرمایا: تم میں سب سے افضل علیؑ ہے۔ یہ تم لوگوں کے درمیان وہی کام کرے گا جو مناسب حال ہوگا۔

اس کی نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی جناب ہارون کی مشابہت کس قدر نفیس ہے۔ کیا کہنا۔

اس کے لیے دو دن خاص تھے۔ ایک وہ دن جب دشمنوں پر قہر برساتے ہوئے زمین کو خون سے سیراب کیا۔ اور ایک وہ دن جب دوستوں کو شفقتوں سے نہال کیا۔

تمام انسان اپنے کیفر کردار تک پہنچیں گے۔ جو شخص بھی کوئی راہ چلے گا اس کے حصے میں ان دونوں راستوں میں سے ایک راستہ ناگزیر ہے''۔

ان کا ایک اور قصیدہ ہے جسے صاحب درر النظیم نے نقل کیا ہے۔

''کیا کوہ اضاخ وہی ہے جسے میں جانتا ہوں وہ استراحت اور اونٹوں کے بٹھانے کی بڑی اچھی منزل ہے''۔

آگے کہتے ہیں:

''کربلا میں ایام حسینؑ کی یادیں میرے کانوں میں پڑیں۔ اہل حرم کی صدائے گریہ مسلسل سننے میں آرہی ہے۔ ان کے رونے کی آواز پے در پے آرہی ہے، انہیں آب فرات سے روک دیا گیا۔ حالانکہ وہ لوگ خود ٹھنڈا پانی ہاتھوں ہاتھ لنڈھا رہے تھے۔ میرے ماں باپ عترت رسول پر قربان ہو جائیں اور ان کے دشمنوں کا ناس ہو جائے۔ جن کے بچے، جوان، ادھیڑ اور بوڑھے بہترین مخلوقات خدا ہیں۔

انہوں نے اپنے زمانے میں عزت و افتخار کے مقامات حاصل کیے۔ وہ دنیا والوں کے لیے مغز ولب کے مانند ہیں۔ ایسی حالت میں کہ کسی کے صفات نفس پر اطمینان نہیں کیا جا سکتا۔

عمر کے جن ایام میں دوسرے لوگ غذا کی عادت ڈالتے ہیں یہ آل محمدؐ گرسنگی کی عادت ڈالتے ہیں۔

یہ سخاوت کا پیکر ہیں، مظاہرۂ سخاوت کرنے والے ہیں، کوئی بھی سخی ان کے مانند مظاہرۂ سخاوت سے قاصر ہے۔ یہ ارباب فضیلت ہیں۔ ان کے بوڑھوں اور جوانوں کی فضیلت اس مرتبہ پر ہے کہ فضیلت کو انہوں نے منسوخ کر دیا ہے (ان کے سوا کہیں بھی فضیلت نہیں)، جو بھی معاشرے میں چمکے گا یا

بزرگی پائے گا انہیں کے عشق میں چمکے گا اور ان کی بزرگی کے طفیل میں بلند مقام حاصل کرے گا''۔

شاعر کا تعارف

ابو القاسم، ابو بکر اور ابو الفضل کنیت تھی، احمد بن محمد بن حسن بن مرار جوزی رقی، ضبی، حلبی۔ صنوبری کے نام سے مشہور تھے۔

عظیم شیعہ شاعر تھے جنہوں نے اپنی شاعری میں لطافت، رفت اور طبعی قوت کو فنی چابک دستی کے ساتھ جمع کر لیا تھا۔ متانت، حسن اسلوب نیز شائستگی و ظرافت بدرجہ اتم تھی۔

تذکرہ نگاروں نے ان کے محاسن، فعالیت اور اعلیٰ درجے کی شاعری کا لوہا مانا ہے۔ انہیں شعری محاسن کی وجہ سے ''حبیب اصغر'' کہا جاتا تھا۔ (۱)

ثعالبی کہتے ہیں کہ ان کے اندر معتز کی تشبیہات، معاجم کی توصیفات اور صنوبری کا باغ و بہار پوری طرح جمع تھا۔ پھر یہ کہ ظرافت اور نئے نئے مضامین کی ایسی بندش ہوتی تھی کہ سننے والا مبہوت ہو جاتا تھا۔

صنوبری کے باغ و بہار کی منظر کشی اپنے کمال پر تھی۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ ان کے اشعار تمام کے تمام باغ و بہار تھے۔ فہرست ابن ندیم (۲) میں ہے کہ صولی نے صنوبری کے اشعار کو دو سو اوراق میں جمع کیا تھا۔ اس طرح اگر ہر ورق پر بیس اشعار بھی فرض کیئے جائیں تو ان کے اشعار کی تعداد آٹھ ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ (ہر ورق میں دو صفحے ہوتے ہیں) حسن بن محمد غسانی نے سنا ہے کہ ان کے اشعار کی ایک پوری جلد تھی۔ (۳)

صنوبری نے شہر حلب کی تفریح گاہوں پر ایک سو چار شعروں کا قصیدہ کہا۔ (۴)

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج۱، ص ۴۵۶ (ج۲، ص ۱۱۳، مختصر تاریخ دمشق، ج۳، ص ۲۳۷) الانساب (ج۳، ص ۵۶۰) شذرات الذہب، ج۲، ص ۲۳۵ (ج۴، ص حوادث ۳۳۴) عمدۃ ابن رشیق، ج۱، ص ۸۳۔

۲۔ فہرست ابن ندیم (ص ۱۹۴۔

۳۔ سمعانی کی الانساب (ج۳، ص ۵۶۰)

۴۔ معجم البلدان، ج۳، ص ۳۲۱۔۳۱۷ (ج۲، ص ۲۸۹۔۲۸۶)

بستانی (۱) کے نزدیک یہ قصیدہ شہر صنوبر کی بہترین توصیف ہے، پہلا شعر ہے:

احبسا العیس احبساھا وسلا الدار سلاھا

ان کے صنوبری ہونے کی نسبت ابن عساکر (۲) نے عبداللہ جئ صفری سے نقل کیا ہے کہ اس نے صنوبری سے پوچھا: تم لوگ صنوبر کی نسبت سے کیوں معروف ہو گئے؟ انہوں نے مجھے جواب دیا: میرے دادا مامون کے عہد میں ایک بیت الحکمۃ کے عہدیدار تھے۔ ایک بار مامون سے مناظرہ ٹھن گیا۔ ان کے انداز گفتگو اور لہجے کی قاطعیت نے مامون کو بہت متاثر کیا، کہنے لگا: تم تو صنوب کی شکل کے ہو۔ اس سے مراد ان کی ہوشیاری، قاطعیت اور تند مزاجی تھی۔

نویری (۳) نے اس سے متعلق کچھ صنوبری کے اشعار بھی لکھے ہیں:

''جب لوگ مجھے صنوبر کی نسبت دیتے ہیں تو اس سے مراد خشک اور گمنام لکڑی نہیں ہوتی۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد گھنیری، نمو پذیر درخت کی متناسب شاخ ہوتی ہے جو اوپر کی طرف بلند ہو رہی ہو جو ریشمی خیمے کی طرح سنہرے ستونوں کو اٹھائے ہو.........''۔

آخر میں کہتے ہیں:

''کتنا اچھا یہ درخت ہے، یہ درخت جو مجھے ماں باپ کے عشق پر فدا ہونے کا جذبہ کرامت فرماتا ہے۔ پس خدا کا شکر کہ یہ حسین لقب ہر قسم کے نسب سے برتر ہے''۔

ان کے تشیع کی بو باس ان کے اشعار میں بھری پڑی ہے۔ کچھ تو ہم نے بیان کیا اور کچھ آگے بیان ہوگا۔ ان کے علاوہ سماوی نے نسمۃ السحر میں ان کے شیعہ ہونے کی تصریح ہے۔ (۴) ابن شہر آشوب نے انہیں مداحان آل محمد میں شمار کیا ہے۔ (۵) جو بجائے خود ان کے شیعہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اب رہ گئی

۱۔ دائرۃ المعارف، ج ۷، ص ۱۳۷۔

۲۔ تاریخ دمشق (ج ۲، ص ۱۳، مختصر تاریخ دمشق، ج ۳، ص ۲۳۷)

۳۔ نھایۃ الارب، ج ۱۱، ص ۹۸۔

۴۔ نسمۃ السحر (مجلد ۶، ج ۱، ص ۲۱)

۵۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۲، ص ۳۵۰، ج ۳، ص ۲۸، ۴، ۲۷، ج ۴، ص ۱۳۴)

بات کہ صاحب نسمۃ السحر نے کہا ہے: وہ زیدی شیعہ تھے۔ میرے خیال میں یہ بلا دلیل گمان ہے۔ کیونکہ نہ تو انہوں نے اس کا کوئی ثبوت دیا ہے۔ جن شعروں کو انہوں نے یا دوسروں نے زیدی ہونے کے ثبوت میں پیش کیا ہے وہ ان کے دعویٰ کا ناکافی ثبوت ہے۔

میں یہاں ان کے شیعہ ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہوں۔ مدح امیر المومنین میں ان کا قصیدہ ہے:

و اخی حبیبی حبیب اللہ لا کذب　　و ابنا ہ للمصطفی المستخلص ابنان

اور اس میں ذرا بھی جھوٹ کا شائبہ نہیں کہ وہ میرا محبوب خدا کا حبیب تھا اور اس کے دونوں فرزند محمد مصطفیٰ کے لیے خالص فرزند تھے۔ اس نے دونوں قبلوں میں نماز پڑھی جب تمام لوگ اندھے بہرے تھے اس نے دونوں قبلوں کی اقتدا کی۔ اس کی زوجہ سے کس کی زوجہ کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے دونوں فرزندوں سے کس کے فرزندوں کا تقابل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی دوستی کا خاصہ نور اور اس کی دشمنی کا خاصہ آتش ہے، یہ ہے داروغہ جہنم جو کل تصرف مالکانہ کرے گا اور یہ ہے رضوان بہشت جس کی ملاقات کے لیے رضوان بہشت آئے گا۔

ان کے لئے آسمان پر ڈوبتا سورج واپس آیا تا کہ بغیر نگرانی نماز ادا کر لیں، کیا ان کے علاوہ بھی کوئی ہے جسے رسول کا جانشین کہا جا سکے، جو رسول کا اس طرح بھائی تھا جس طرح موسیٰ کے بھائی ہارون تھے۔

کیا وہی نہ تھے جن کے پاس شفاعت کی غرض سے اژدھے کی شکل میں فرشتہ آیا۔ رسول نے ان کے لیے فرمایا: یا علیؑ جن لوگوں سے مخصوص ہے وہ دو ہیں: ایک وہ جس نے حضرت صالح کی نافرمانی میں ناقۂ صالح کو پئے کیا اور دوسرے وہ جو مجھ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ تمہاری نافرمانی کی ہوگی۔

اے ابو الحسن! تمہاری داڑھی تمہارے خون سر سے خضاب ہوگی، پوری طرح سرخ ہو جائے گی۔

حضرت امیر المومنین اور ان کے فرزند امام حسینؑ کا مرثیہ کہا ہے:

نعم الشہیدان رب العرش یشہدلی　　والخلق انہما نعم الشہیدان

''یہ دونوں شہید کتنے اچھے ہیں اور میری اس بات کی گواہی آسمان والا خدا اور اس کی علاوہ تمام کائنات دے گی کہ یہ دونوں بڑے اچھے شہید ہیں۔

کون ہے جن کے لئے رسول مصطفیٰ کو تعزیت دی گئی، نزدیک اور دور کون ہے جس کے لیے انہیں تعزیت دی گئی۔

کون ہے جو مصیبت زدہ فاطمہؑ کو ان کے شوہر اور فرزند کی خبر دے اور ان دونوں کی مصیبت ان سے بیان کرے۔

کیا یہ لوگ جانتے ہیں کہ انہوں نے کس کو محراب عبادت میں شہید کیا اور کسے میدان قتال میں لب تشنہ شہید کیا۔

زمین پر دو ستارے تھے، بلکہ دو چاند تھے بلکہ دو سورج تھے۔ ہاں! یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ دو سورج غروب کر دیئے گئے۔

اگر وہ جنگ پر آمادہ ہوں تو دو تلواروں کے دھنی تھے۔ بلکہ غلاف سے باہر دو تلوار تھے''۔

امام حسینؑ کا ایک مرثیہ ہے جس میں ستر اشعار ہیں۔(۱)

اس کے علاوہ ان کی شیعیت کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ان کا کشاجم سے گہرا یارانہ تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ اسی وقت ممکن تھا جب وہ پکے شیعہ ہوں۔ ان کے درمیان اخوت و برادری اس بات کی واضح علامت ہے، ہم اسے کشاجم کے حال میں بیان کریں گے۔ کشاجم نے صنوبری کی تعریف میں اپنے تعلقات کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

لـي مـن ابـي بـكـر اخـي ثـقـة   لـم اسـتـرب بـاخـائـه قـطّ

ایک دوسرے قصیدے میں کہا ہے:

الا ابـلـغ ابـا بـكـر   مـقـالاً مـن اخ بـرّ

صنوبری دمشق کے حلب میں سکونت پذیر تھے۔ وہیں وہ اشعار کہتے، ابوالحسن محمد بن احمد بن جمیع

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج۲، ص۲۳۲ (ج۴، ص۱۳۴)

غسانی ان کے اشعار کی روایت کرتے تھے۔(۱)

صنوبری کا انتقال ۳۳۴ھ میں ہوا۔(۲) ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ان کا انتقال ۳۰۰ھ کے لگ بھگ ہوا۔(۳) یہ چند وجہوں سے غلط ہے۔ ایک تو یہ کہ مثنیٰ سے ان کی ملاقات ہوئی۔(۴) اور مثنیٰ کی ولادت ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ دوسرے یہ کہ صنوبری نے سیف الدولہ کی مدح کی ہے اور سیف الدولہ ۳۰۳ھ میں پیدا ہوا۔(۵)

صنوبری کے ایک فرزند بنام ابوعلی الحسین تھے۔ ابن حسینی کے مطابق ان کا مثنیٰ سے مصنوعی نیزے بازی کا واقعہ ہے۔

ایک دختر بھی تھیں جو صنوبری کی حیات میں ہی انتقال کرگئیں تھیں۔ ان کے دوست کشاجم نے ان کا مرثیہ بھی کہا تھا:

اتاسی یا ابا بکر   لموت الحرة البکر

علامہ امینی نے صنوبری کا بیان کردہ ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے جس میں سعد نامی ایک کتاب فروش، تاجر کے بیٹے عیسیٰ پر عاشق ہو گیا تھا۔

۱۔ الانساب (ج ۳، ص ۵٦۰)

۲۔ شذرات الذہب (ج ۲، ص ۱۸۵، حوادث ۳۳۴)

۳۔ البدایہ النھایہ (ج ۱۱، ص ۱۳۵، حوادث ۳۳۰)

۴۔ عمدۃ ابن رشیق، ج ۱، ص ۸۳ (ج ۱، ۱۰۱)

۵۔ یتیمۃ الدہر، ج ۱، ص ۹۷ (ج ۱، ص ۱۴۷)

قاضی تنوخی

ولادت/ ۲۷۸ھ

وفات/ ۳۴۲ھ

من ابن رسول اللہ و ابن وصیہ الی مدغل فی عقبۃ الدین ناصب

نشابین طنبور وزق و مزھر و فی حجر شاداو علی صدر ضارب

''خدا کے رسولؐ اور ان کے وصی کے فرزند کا پیغام ایک مرد دغا باز اور ناصبی کی طرف جس کی پرورش طنبور و ترنم اور گل و مل کے درمیان ہوئی اور گانے والی اور ڈھول بجانے کی آغوش میں پلا بڑھا۔

ایک بدمست کے صلب اور ایک گانے والی کے شکم سے بلا شک و تردید منتقل ہوا۔ ایسے شخص کو پیام جو علیؑ کی عیب جوئی کرتا ہے، وہ علی جو ریگ زاروں پر چلنے والے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

ایسے شخص کو پیغام جو دونوں فرزندان رسولؐ کی عیب جوئی کرتا ہے۔ اس سے کہہ دو کہ تیرے جیسا پست ترین شخص چاہتا ہے کہ ستاروں کو حاصل کرلے۔ کذب بیانی میں قرامطہ کے افعال کو خاندان رسولؐ سے منسوب کرتا ہے، جو معزز اور پاک ہیں۔ ایسے گروہ کی مذمت کرتا ہے جہاں برائیوں کی کوئی گنجائش نہیں اور جن کی عیب جوئی دامن کو دردیدہ نہیں کرسکتی، وہ جس مجلس میں رونق افروز ہوجائیں ان گھر کا سورج بن جائے اور اگر سوار ہوں تو مرکب کا آفتاب بن جائیں۔

اگر وہ جنگ کے موقع پر بھنویں سکیڑلیں تو موت ہنسنے لگے اور ہنس دیں تو حادثات کی آنکھیں گریاں ہوجائیں۔

یہ خاندان، جبرئیلؑ، محمدؐ اور علیؑ کے درمیان پرورش پاتا رہا جو تمام پیادہ و سوار چلنے والوں سے بہتر

ہیں۔

علیؑ جو رسول مصطفیٰ کے وزیر اور ان کے جانشین ہیں اور اخلاق و مکارم میں ان کی شبیہ ہیں۔

جن کے لیے غدیر کے دن محمد ﷺ نے فرمایا حالانکہ قیامت میں ان کا دشمن ڈرتا ہے: کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! بلا شک و تردید۔ پھر ان سے فرمایا: تم میں جس کا بھی میں مولا ہوں اس کا یہ میرا بھائی میرے بعد مولا اور صاحب ہے۔

تم سب اس کی اطاعت کرو کیونکہ میرے نزدیک اس کی منزلت وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ حکیم سے تھی جو خدا کے مخاطب تھے''۔

شعری تتبع

عبداللہ بن معتز عباس (متوفی ۲۹۶ھ) آل ابوطالب کا سخت ترین دشمن تھا، اپنی بد باطنی و خباثت کی وجہ سے ان کی بدگوئی کرتا رہتا تھا۔ اپنے کینہ توز سینے کے انگاروں کو شعری قالب میں ڈھالتا رہتا تھا۔ اس نے ایک شرمناک قصیدہ کہا جس کا جواب امیر ابوفراس نے قصیدہ میمیہ میں دیا۔ تمیم بن معد فاطمی نے قصیدہ رائلہ میں دیا۔ ابن منجم نے دیا۔ صفی الدین حلی دیا۔ انہیں جوابات میں ایک تنوخی کا مندرجہ بالا قصیدہ بھی ہے۔ حدائق الوردیہ میں ۸۳/اشعار ہیں۔ (۱) اکثر خطی نسخوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مطلع البدور میں ۸۲/اشعار ہیں۔ (۲) یمانی میں نسمۃ السحر میں ۴۸/اشعار نقل کیے ہیں۔ (۳) حموی نے معجم میں صرف ۱۴/اشعار ہی نقل کیئے ہیں۔ (۴) وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن معتز نے آل ابوطالب کی مذمت میں قصیدہ کہا:

الی اللــه الا مـا تـرون فـمالکم   غضابا علی الاقدارها آل ابی طالب

۱۔ الحدائق الوردیۃ (ج ۲، ص ۲۲۱)

۲۔ مطلع البدور (ص ۱۳۶)

۳۔ نسمۃ السحر (مجلد ۸، ج ۲، ص ۳۷۲)

۴۔ معجم الادباء، ج ۱۴، ص ۱۸۱۔

ابوالقاسم تنوخی نے اس کے جواب میں مندرجہ بالا قصیدہ کہا جو ان کے دیوان میں موجود ہے۔ ان شعروں کو عمادالدین طبری نے بشارۃ المصطفیٰ میں نقل کیا ہے۔(۱) صاحب تاریخ طبرستان بہاء الدین محمد بن حسن نے بھی یہ قصیدہ نقل کیا ہے لیکن صرف پندرہ اشعار نقل کیئے ہیں۔ (۲)

شاعر کا تعارف

ابوالقاسم تنوخی کا سلسلہ نسب یوں ہے:

علی بن محمد بن ابوالفہم، داؤد بن سرخ بن نزار بن عمرو بن الحرث بن عمرو بن الحرث بن الحارث بن عمرو (بادشاہ تنوخ) بن فہم بن تمیم بن اللہ (یہی تنوخ ہیں) ابن اسد بن وبرہ بن ثغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ملک بن خمیر بن سبا بن یحت بن یعرب بن قحطان بن غابن بن شالح بن السجد بن سام بن نوح علیہ السلام۔(۳)

علم و دانش پر بڑا رسوخ رکھنے والے، جامع فضائل، فنون متنوعہ کے حامل نیز کثیر علوم پر یکساں دسترس رکھتے تھے۔ مناظرہ وکلام میں سب سے آگے۔ فقہ وفرائض پر بھرپور عبور، حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ شعر وادب کے سرتاج تھے۔ نجوم و ہیئت پر بھی ناظر تھے۔ شروط ومعاملات کے آشنا، محضر نویسی اور قبار نویسی کے واقف کار تھے۔ منطق کے استاد، نحو کے متبحر اور علم لغت پر نگاہ رکھتے تھے۔ قافیہ کے معلم تھے، اسی کے ساتھ علم عروض میں ان کی حیثیت عبقری کی تھی، جس طرح وہ علم و دانش میں سرآمد روزگار تھے اسی طرح کرم، حسن اخلاق، ظرافت ومزاح میں ممتاز تھے۔ نرم طبع اور متواضع تھے۔

ولادت وتربیت

انطاکیہ میں بروز یکشنبہ ۲۶ ذی الحجہ ۲۷۸ھ کو اس دنیا میں قدم رکھا۔ وہیں پلے بڑھے، جوانی

۱۔ بشارۃ المصطفیٰ (ص ۲۶۸)　　۲۔ تاریخ طبرستان، ص ۱۰۰۔

۳۔ تاریخ بغداد (ج ۱۲، ص ۷۷، نمبر ۶۴۸۷) الانساب (ج ۱، ص ۴۸۵)

کے زمانے میں ۳۰۶ھ میں بغداد آئے، وہاں فقہ کو ابو حنیفہ سے حاصل کیا۔ جن لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا ان کے نام ہیں: حسن بن احمد کرمانی، احمد بن خلیل حلی، احمد بن محمد بن ابوموسیٰ انطاکی، انس بن سالم خولانی، حسن بن احمد بن فیل، فضل بن محمد عطار، محمد بن حصن آلوسی طرطوسی، حسن بن طیب شجاعی، عمر بن ابوعیلان ثقفی، ابوبکر بن محمد باغندی، حامد بن محمد ابن صعیب، ابوالقاسم البغوی، ابوبکر بن ابی داؤد، یہ سب ہی تنوخی کے مشائخ حدیث تھے۔

علم نجوم کو البینائی منجم صاحب زیج سے حاصل کیا۔

جن لوگوں نے تنوخی سے حدیث کی روایت کی ہے ان کے نام ہیں:

ابوحفص بن اُجری بغدادی، ابوالقاسم بن ثلاج بغدادی، عمر بن احمد، مقری اور ان کے صاحب زادے ''ابوعلی محسن تنوخی''۔

یہ پہلے شخص ہیں کہ زمانہ مقتدر باللہ میں (۲۹۰ھ تا ۳۲۰ھ) قاضی بہلول تنوخی کے قبل قاضی مقرر ہوئے۔ ان کا پروانۂ قضاوت ابن مقلہ نے لکھا تھا۔ یہ واقعہ ۳۱۰ھ میں پیش آیا۔ جب یہ ۳۲ سال کے تھے۔

پہلے عسکر، مکرم، نستر اور جندی سابور کے قاضی ہوئے پھر ان کے قضاوت کا علاقہ اہواز، واسط کے علاقہ، کوفہ، فرات کے پچھاری علاقے، کچھ شام کے سرحدی علاقے۔ ازجان، سابور کے علاقے نیز مجتمع اور متفرق تک پھیل گیا۔ ابن مقلہ نے اہواز کی دادخواہی بھی ان کے حوالے کردی تھی۔ ان کے بعد کچھ علاقوں کی قضاوت ابوعبداللہ بریدی کو دے دی گئی۔

ثعالبی کہتا ہے کہ وہ کئی سال تک بصرہ واہواز کے قاضی رہے جب وہاں سے استعفیٰ دیا تو سیف الدولہ ان کی زیارت کو آیا، ان کی بڑی تعریف کی اور احترام واکرام کیا۔ بغداد کے دربار خلیفہ میں ان کی حاضری کی سفارش کردی، ان کی تنخواہ اور مرتبہ بڑھا دیا۔ مہلی اور دوسرے وزراء ان کی طرف بہت میلان رکھتے تھے۔ شدید وابستگی کا مظاہرہ کرتے اور انہیں گل سرسبد نذ کالی اور یادگار ظریفان سمجھتے تھے۔ ان سے پاکیزہ معاشرت اور مکارم اخلاق سے پیش آتے، ان کی اچھی طرح خیر خبر رکھتے۔ (۱)

۱۔ یتیمۃ الدہر (ج ۲، ص ۳۹۳)

بے پناہ ذکاوت وحافظہ

تنوخی بے پناہ حفظ وذکاوت کے حامل تھے۔ان کے صاحبزادے قاضی ابوعلی ''نشوار محاضرہ'' (۱) میں کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ میری عمرابھی پندرہ سال تھی کہ میں نے والد ماجد سے قصیدہ دعبل سنا۔اس طویل قصیدے میں یمن کے مفاخر اور کیت کی تردید تھی۔اس کا پہلا شعر ہے:

افیقی من ملاملک باظعینا　　کفانی اللوم مرّ الدر بعینا

اس قصیدے میں لگ بھگ چھ سو شعر ہیں۔چونکہ اس میں یمن اور میرے خانوادے کی ستائش ہے اس لئے میں نے چاہا کہ اسے یاد کرلوں۔میں نے عرض کیا: بابا! مجھے کچھ آپ بھی بتایئے کہ اسے یاد کرلوں۔انہوں نے میری تردید کی اور میں نے اصرار کیا۔فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم پچاس ساٹھ شعر یاد کرو گے پھر اوراق الٹ پلٹ کے اسے خراب کردو گے۔میں نے کہا: اسے آپ مجھے دے دیجئے۔میرے بابا نے کاغذ میرے حوالے کردیا۔ان کی بات میرے دل میں تیر کی طرح لگ گئی تھی۔اپنے مخصوص کمرے میں جاکر دروازہ بند کرلیا اور پوری توجہ سے قصیدہ یاد کرنے لگا صبح ہوئی تو مجھے پورا قصیدہ یاد ہو چکا تھا۔روزانہ کی طرح جب میں باپ کی صحبت میں جاکر بیٹھا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: کتنا قصیدہ یاد کیا۔میں نے جواب دیا پورا قصیدہ یاد کرلیا۔میرے والد غصے میں بھوت ہوگئے۔شاید میں غلط کہہ رہا ہوں،فرمایا: سناؤ میں نے آستین سے کاغذ نکالا انہوں نے وہ کاغذ لے کر کھولا اور اسے دیکھنے لگے اور میں نے سنانا شروع کردیا جب سو شعر سنا چکا تو ورق الٹ کے فرمایا: یہاں سے سناؤ۔میں نے وہاں سے آخر تک سنادیا۔ان کو میرے قوت حافظہ پر بڑی حیرت ہوئی۔مجھے سینے سے چمٹالیا،آنکھوں اور سر کا بوسہ دیا،فرمایا: بیٹا! اس واقعہ کو کسی سے بیان نہ کرنا مجھے لوگوں کی بدنظری سے ڈر لگتا ہے۔اس واقعہ کو ابن کثیر نے بھی بطور خلاصہ لکھا ہے۔ (۲)

۱۔نشوار المحاضرۃ (ج ۲،ص ۱۴۰)

۲۔البدایۃ والنھایۃ، ج ۱۱،ص ۲۲۷ (ج ۱۱،ص ۲۵۷،حوادث ۳۴۲ھ)

قاضی ابو علی (۱) کا یہ بھی بیان ہے کہ میرے والد نے مجھے یاد کرنے سے روکا تھا اور میں نے ان کے بعد ابو تمام اور بحتری اور قدیم وجدید شعراء کے دو سو قصیدے یاد کئے تھے۔ میرے والد اور شام کے بزرگان قوم کہتے تھے کہ جسے بنی طے کے چالیس قصیدے یاد ہوں اور خود شعر نہ کہہ سکے تو سمجھ لو کہ وہ انسان کے بھیس میں خچر ہے۔ اسی لئے میں نے بیس سال سے کم عمر میں شعر کہنا سیکھ لیا تھا۔

ابو علی کہتے ہیں کہ میرے والد کو بنی طے کے سات سو قصیدے یاد تھے۔ جو قدیم وجدید شعراء اور جاہلی وطائیین کے اشعار ان کے علاوہ یاد تھے، ان کا شمار میں نے خود ان کے ہاتھ کے لکھے کاغذ سے کیا ہے جو اوراق چکنے منصوری کاغذ ہیں۔ جو قصائد انہیں یاد تھے وہ سب اس میں لکھے ہوئے ہیں۔ انہیں زیادہ تر نحو ولغت کے اشعار یاد تھے۔ میرے والد سے زیادہ کسی کا حافظہ نہیں تھا۔ اگر ان کا حافظہ ان متفرق علوم کو تمام حیثیت سے حفظ نہ کر لیتا تو یہ عجیب ترین بات ہوتی۔

تالیفات

چونکہ تنوخی بہت سے علوم پر حاوی تھے، اکثر فنون عقل ونقل وریاض پر دسترس رکھتے تھے، دنیا میں ان کی شہرت تھی اس لئے انہیں زیادہ قیمتی تالیفات کا حامل ہونا چاہیے تھا۔ جیسا کہ ان کے صاحب زادے ابو علی کہتے ہیں: انہوں نے علم عروض اور فقہ وغیرہ میں کتابیں لکھی تھیں۔ حموی کہتے ہیں کہ ان کی عروض پر ایک کتاب ہے۔ (۲) خالع کہتے ہیں کہ ان سے زیادہ عروض پر کوئی دسترس نہ رکھتا تھا۔ ان کی ایک کتاب علم قوافی پر بھی تھی۔ سمعانی، یافعی اور ابن حجر وغیرہ نے ان کے صاحب دیوان ہونے کی نشاندہی کی ہے۔ ثعالبی نے ایک کتاب ان کے اشعار پر مشتمل ہونے کی خبر دی ہے۔ اور یہ کہ غدیر سے متعلق اس میں اشعار تھے۔ میں نے جو اوپر نقل کئے ہیں، یہ ان کے علاوہ ہیں۔

ابو علی نے نشوار المحاضرہ (۳) میں لکھا ہے کہ جو کچھ ان کے اشعار ضبط ہو گئے ان سے کہیں زیادہ

۱۔ نشوار المحاضرۃ (ج ۷، ص ۲۰۳) ۲۔ معجم الادباء (ج ۱۴، ص ۱۶۳)

۳۔ نشوار المحاضرۃ (ج ۴، ص ۶۴)

ضائع ہوگئے، یہ کتابیں حوادث کی نذر ہوگئیں۔ منصب قضا پر فائز ہونے کی وجہ سے تصنیف و تالیف کا موقع نہیں ملتا تھا۔

تنوخی کا مذہب

تیسری اور چوتھی صدی کے افراد کا مذہب متعین کرنا بڑا مشکل کام ہے کیونکہ ان کے افکار ونظریات اور عقائد مختلف تھے۔ اس دور میں فرقوں کے مختلف میلانات و محرکات تھے۔ وہ عقیدۂ قلبی کے برخلاف مظاہرہ کرتے، خاص طور سے آج کل ان کی بنیادی نوعیت کو معلوم کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ ان کے جستہ جستہ بیانات جن سے ان کے مافی الضمیر کو کریدا جا سکے بس یہی حقائق معلوم کرنے کا طریقہ باقی رہ جاتا ہے۔

تذکرہ نگاروں کے مطابق تنوخی اور ان کے فرزند ابوعلی شروع ہی سے اپنا مذہب چھپاتے رہے۔ وہ جس بزم میں ہوتے تھے ویسی ہی باتیں کرتے تھے۔ خطیب بغدادی، سمعانی، ابن کثیر، سید عباسی، ابو الحسن شریف وغیرہ کہتے ہیں کہ قاضی تنوخی نے فقہ کو حنفی مکتبہ فکر کے مطابق حاصل کیا۔

یافعی، ذہبی، سیوطی اور ابوالحسنات بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ حنفی مسلک رکھتے تھے، خطیب بغدادی اور سمعانی کہتے ہیں کہ علم کلام مذہب معتزلی کے مطابق جانتے تھے۔ لسان المیز ان میں بھی ہے کہ لوگ انہیں معتزلی کہتے تھے۔ قاضی نور اللہ شوستری نے انہیں شیعہ قاضیوں میں شمار کیا ہے اور یہی بات مطلع البدور میں ہے۔ صاحب نسمۃ السحر ، مسور یمنی کا بیان نقل کرتے ہیں کہ وہ اصول وعقائد میں معتزلی، مظاہرات میں شدت کے ساتھ شیعی لیکن حنفی المسلک تھے۔

اگر ان تمام باتوں کو جمع کیا جائے تو معلوم ہوگا وہ اصول میں معتزلی، فروع میں حنفی اور مذہب کے اعتبار سے زیدی تھے چنانچہ مسعودی لکھتے ہیں کہ آج ۳۳۲ھ آ گیا وہ بصرہ میں زیدی مذہب کے ماننے والے ہیں۔(۱)

ان کا قصیدہ بائیہ جسے میں نے نقل کیا ہے، ان کے تشیع کی طرف مائل ہونے کا مظہر ہے۔ چنانچہ

۱۔ مروج الذہب، ج ۲، ص ۵۱۹ (ج ۴، ص ۳۴۱)

ان کے صاحب زادے ابوعلی کی کتابوں سے بھی ان کے شیعہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

وفات

تنوخی کی وفات بروز سہ شنبہ، بوقت عصر، ساتویں ماہ ربیع الاول ۳۴۲ھ کو بصرہ میں ہوئی۔ دوسرے دن خیابان مرید میں سپرد خاک کردیے گئے جو اسی لئے خریدا گیا تھا۔

ان کے فرزند ابوعلی نشوار المحاضرہ (۱) میں کہتے ہیں: احکام نجوم کی صحت جو کچھ میں نے مشاہدہ کی وہ کافی ہے۔ میرے والد نے وفات کے سال تحویل ولادت کا زائچہ کھینچا اور فرمایا: اس سال منجموں نے میرے لئے قطع کیا ہے (اس سال میری موت ہوگی)۔

اس بات کو اپنے قریبی عزیز قاضی بغداد ابوالحسن بہلول کو لکھا اور اپنے وفات کی خبر دے کر وصیت کی۔ معمولی بیماری جب تک سخت ہوئی تو اپنا تحویل نکالا اور پھر زیادہ غور سے دیکھنے لگے۔ میں وہاں تھا وہ بہت زیادہ رو رہے تھے۔ اس کے بعد کاغذ لپیٹ کر منشی کو بلوایا۔ پہلے سے لکھی وصیت کو لکھوایا اور اسی دن سب کی گواہی بلوا دی۔ اتنے میں ابوالقاسم غلام زحل آگئے۔ یہ بھی نجومی تھے ان کی دلداری و دلجوئی کرنے لگے۔ ان کے حساب نجوم پر شک وشبہ کا اظہار کرنے لگے۔ والد ماجد نے فرمایا: اے ابوالقاسم! میں ان لوگوں میں نہیں ہوں کہ میرا حساب مجھ پر پوشیدہ ہو جائے اور شک وشبہ کا شکار ہو جاؤں پھر بھی میرے لئے اشتیاق وغفلت کی بات نہ کرنا۔

وہ والد کے پاس بیٹھ گئے۔ وہ بھی والد کے خوف موت سے موافقت کرنے لگے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اس سے مطلب نہیں۔ تردید کرتے ہوئے بولے کہ روز سہ شنبہ عصر کا وقت اور ساتویں ربیع الاول نجومیوں نے میری ساعت قطع کردی ہے۔ اس کے بعد ابوالقاسم کو آخری وداع کر کے اسی دن عصر کے وقت انتقال فرماگئے۔

تنوخی کے حالات مندرجہ ذیل کتابوں میں ہیں:

۱۔ نشوار المحاضرۃ (ج ۲، ص ۳۲۹)

یتیمۃ الدہر، نشوار المحاضرہ، تاریخ خطیب بغدادی، تاریخ ابن خلکان، معجم الادباء، انساب سمعانی، فوات الوفیات، کامل بن اثیر، تاریخ بن کثیر، مراۃ الجنان، لسان المیزان، معاہد التنصیص، شذرات الذہب، مجالس المومنین، فوائد البہیہ، مطلع البدور، حدائق الوردیہ، نسمۃ السحر۔(۱)

اکثر تذکروں میں تنوخی اوران کے نواسے ابوالقاسم علی بن محسن کے حالات زندگی کا اشتباہ پایا جاتا ہے کیونکہ دونوں کا نام اور کنیت ایک ہی ہے۔ حالات مخلوط ہوگئے ہیں۔ ارباب تحقیق کو میرے مندرجات کی روشنی میں رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔

تنوخی کے فرزند ابوعلی بڑے زبردست عالم تھے۔ ثعالبی کہتے ہیں: وہ اس قمر کے ہلال تھے، اسی درخت کے شاخ تھے اوراپنے والد کے فضل وکمال کے گواہ ایسی فرع تھے جس کی اصل استوار ہے جب تک تنوخی زندہ رہے ان کی نیابت کی، ان کے مرنے کے بعد ان کی جگہ لے لی۔ ابن الحجاج نے اس سلسلے میں دوشعر بھی کہے ہیں:

اذ ذکر القضاۃ وھم شیوخ　　　تخیرت الشباب علی الشیوخ

ومن لم یرض لم وصفعہ الا　　　یحضرۃ سیدی القاضی التنوخی (۲)

ان کی تصنیفات میں ''الفرج بعد الشدۃ، نشوار المحاضرہ، المستجار، شعری دیوان (جوان کے والد کے دیوان سے زیادہ ہے) لائق ذکر ہیں۔ بصرہ میں مشائخ نے سماعت حدیث کی اور بغداد میں نقل حدیث کی۔ پہلی بار حدیث ۳۳۳ھ میں سنی اور ۳۴۹ھ میں پہلی بار کرسی قضاوت پر بیٹھے۔ قصر، بابل اور ارباض میں

۱۔ یتیمۃ الدہر، ج۲، ص۳۰۹ (ج۲، ص۳۹۳) تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۷۷، وفیات الاعیان، ج۱، ص۴۸۸ (ج۳، ص۳۶۶، نمبر۴۶۵) معجم الادباء، ج۱۴، ص۱۶۲، الانساب (ج۱، ص۴۸۵) فوات الوفیات، ج۲، ص۶۸ (ج۳، ص۶۰، نمبر۳۴۸) تاریخ کامل، ج۸، ص۱۶۸ (ج۵، ص۳۰۵، حوادث ۳۴۲ھ) البدایۃ النہایۃ، ج۱۱، ص۲۲۷ (ج۱۱، ص۳۵۷، حوادث ۳۴۲ھ) لسان المیزان، ج۴، ص۲۵۶ (ج۴، ص۲۹۵، نمبر ۵۹۰۹) معاہد التنصیص، ج۱، ص۱۳۶ (ج۲، ص۱۱، نمبر۷۵) شذرات الذہب، ج۲، ص۳۴۲ (ج۴، ص۲۲۷، حوادث ۳۴۲ھ) مجالس المومنین، ص۲۵۵ (ج۱، ص۵۴۱) الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ، ص۱۳۷، مطلع البدور (ص۱۳۶) الحدائق الوردیۃ (ج۲، ص۲۱۱) نسمۃ السحر (مجلد۸، ج۲، ص۳۶۹) روضات الجنات، ص۴۴۷، ۴۷۷ (ج۵، ص۲۱۶، نمبر۴۸۹) تنقیح المقال، ج۲، ص۳۰۲

۲۔ یتیمۃ الدہر (ج۲، ص۴۰۵)

رہے پھر مطیع اللہ نے عسکر، مکرم، اندیج، رامہرمز کے علاوہ بہت سے علاقوں کا حکمران بنا دیا۔ شب یکشنبہ ماہ ربیع الاول کی چوتھی ۳۲۷ھ میں بصرہ میں ولادت ہوئی اور شب دوشنبہ پانچویں محرم ۳۴۸ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ ان کا مذہب بھی ان کے والد کی طرح ہے لیکن ان کے یہاں شواہد تشیع باپ سے زیادہ ہیں۔ ان کے بعد ابوعلی محسن ابوالقاسم کے بیٹے اپنے والد و دادا کے علم و کمال کے وارث ہوئے۔ علم الہدیٰ کی مصاحبت میں رہتے تھے، ان کے خواص میں شمار ہوتا تھا۔ ابوالعلاء مصری کی صحبت میں بھی رہے۔ اس کے شاگرد بھی تھے۔ ان کے اور ابوزکریا رازی سے یارانہ تھا۔ مدائن، زنجان، بردان، قرمیسین اور دوسرے علاقوں کے قاضی تھے۔ خطیب بغدادی (۱) نے حالات لکھے ہیں اور ابوالغنائم ان سے روایت کرتے ہیں اور خود ابوعلی محسن روایت کرتے ہیں عیسیٰ زمانی سے۔ کیونکہ علامہ حلی نے بنی زھر کیلئے اجازہ روایت عطا فرمایا تھا۔ (۲) ان کا مذہب ان کے باپ دادا سے زیادہ روشن تر ہے۔ تمام تذکرہ نگاروں نے ان کی شیعیت پر اتفاق کیا ہے۔ ۱۵ر شعبان ۳۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور شب دوشنبہ دوسری محرم ۴۴۳ھ کو انتقال کیا۔ اپنے گھر بدرب القل میں مدفون ہیں۔

حموی نے قاضی دامغانی سے نقل کیا ہے کہ ان کی وفات سے قبل میں ملنے گیا۔ اتنے میں ان کی کنیز سے پیدا ہونے والا لڑکا باہر آیا۔ جب انہوں نے اسے دیکھا رونے لگے۔ میں نے کہا: انشاء اللہ آپ زندہ رہیں گے اور اس کی تربیت کریں فرمایا: افسوس بخدا! یہ حالت یتیمی میں پرورش پائے گا۔ پھر کچھ اشعار پڑھے۔ تھوڑی دیر بعد کہا: میں نے اس کی ماں کو آزاد کر دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ دس دینار مہر پر اس کی ماں سے عقد کر لیجئے۔

میں نے حکم کی تعمیل کی۔ ان کے کہنے کے مطابق ان کا فرزند ابوالحسن محمد بن علی بن محسن نے حالت یتیمی میں پرورش پائی۔ قاضی ابوعبداللہ نے ان کی گواہی قبول کی اور پھر ۴۹۴ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کے مرتے ہی ان کا خاندان ختم ہو گیا۔ حموی نے معجم میں تفصیل سے حالات لکھے ہیں۔ (۳)

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۲، ص ۱۱۵، نمبر ۶۵۵۸)

۲۔ بحار الانوار (ج ۱۰۷، ص ۱۱۱)

۳۔ معجم الادباء، ج ۱۴، ص ۱۲۴۔ ۱۱۰

ابوالقاسم زاہی

ولادت ۳۱۸ھ

وفات ۳۵۲ھ

لا یھتدی الی الرشاد من فحص   الا اذا والی علیا و خلص

ولا یذوق شربة من حوضه   من غمس الولا علیه و غمص

''تحقیق کرنے والا کبھی راہ راست کی ہدایت نہیں پاسکتا جب تک وہ علی کو مخلصانہ طور پر مولا نہ سمجھے۔

جو انہیں مولا نہ سمجھے وہ کبھی حوض کوثر سے سیراب نہیں ہوسکتا بلکہ ذلیل ہوگا۔ نہ وہ اپنے باطن میں راحت کا احساس کر سکے گا۔ جو وہ ان سے دشمنی کا مظاہرہ کرے گا اوران کی تنقیص کرے گا۔

وہ نص کے ذریعے نفس مصطفیٰ، ان کا حصہ ہدایت ہیں، ان کے جانشین ہیں اوران کے ان علم کے وارث ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے دعوت نبی پر لبیک کہی ابھی نوجوان تھے جب دین خدا کیلئے قیام کیا۔

انہوں نے کبھی لات وعزی کو پہچانا ہی نہیں، نہ ان کے سامنے جھکے، نہ احترام کیا، نہ ان سے وابستگی رکھی۔

جنہوں نے دوش نبی پر قدم رکھا اوراولین فرصت میں بتوں کو توڑا اور کعبہ کو گندگیوں سے پاک کیا پھر زمین پر اترے اور کعبہ کو نوزائیدہ بنادیا۔ انہوں نے اپنی جان محمد مصطفیٰ پر فدا کردی (ان کی نصرت کے سلسلے مین) اپنی زندگی کے حریص نہیں تھے۔ اوران کے بستر پر سوئے جو کچھ ان کے پاس سستا مہنگا تھا

ان پر نثار کر دیا۔ جنہوں نے بدر اور احد کے دن جس طرح چاہا لوگوں کی گردنیں اڑائیں۔

اس وقت جبرئیل نے پکار کر ''کوئی جوان علی کی سوا نہیں'' بطور عموم وخصوص ندا دی۔ جس کی تلوار نے عمرا بن عبدود کے دو ٹکڑے کر دیئے اور وہ زمین پر یوں ڈھیر ہو گیا جیسے ہاتھ زمین پر گرتا ہے۔

اس نے مبارز طلب کرنے کی فریاد بلند کی اور پھر گردن ٹوٹنے کا شکوہ ہونے لگا۔ جس کے ہاتھ میں خیبر کے دن پر چم نصرت دیا گیا اور جھوٹے دعویداروں کی ناک رگڑ دی گئی۔ انہیں درد چشم کی شدت کے بعد بصیرت و ہوشیاری عطا کی گئی۔ اس وقت آپ نے خیبر کا در اکھاڑا اور کوہ پیکر مرحب کو قتل کر کے زمین پر ڈھیر کر دیا۔

کس نے بصرہ کو بیعت توڑنے والوں سے پاک کیا اور ناچنے والی سیاہ کفر کا ناس مار دیا۔ اور اموال کو تقسیم کرتے ہوئے فرمایا: ہر شخص کیلئے پانچ دینار تمام لشکر میں تقسیم کر دیا جائے۔

اور فرمایا: آج مدد پہونچے گی۔ جب مدد پہونچی اور لوگوں نے شمار کیا تو بیان کی گئی تعداد کے مطابق نہ کم تھی نہ زیادہ۔

اور جس نے صفین کے دن تلوار نیام سے نکالی اور کھوپڑیاں اڑائیں اور ہڈیاں چکنا چور کر دیں۔

اور مقابلے کے وقت عمرو عاص و بسر بن ارطاۃ بڑے شریفانہ طریقہ سے بھاگے اور اپنی شرمگاہیں عریاں کر بیٹھے۔

اور جس نے نہروان میں خون کی ندیاں بہائیں اور تمام تحریکات اور توانائی کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکا۔

جب کہنے والے نے کہا: خوارج نے نہر عبور کر لیا ہے۔ تو آپ نے تکذیب کی اور مقتول لاشوں کو شمار کیا۔

انہیں کی ذات ہے جنہوں نے قرآن کو اس کے احکام اور واجبات ومباح کے ساتھ جمع کیا۔ انہیں کی ذات ہے جس نے طعام کا ایثار کیا حالت روزہ میں۔ اور روٹیوں کی سخاوت کی۔ اس وقت خدا نے سورہ ہل اتی نازل کرتے ہوئے واقعہ بیان کر کے اس کی جزا کا اعلان کیا۔ انہیں کی ذات ہے جس سے

''انس'' کو حق کی گواہی دینے میں وحشت ہوئی اور وہ مرض برص میں مبتلا ہوئے۔

جب آپ نے فرمایا: کون ہے جو غدیر کی گواہی دے لوگ سن کر اٹھے لیکن انس نے انکار کر دیا۔

آپ نے پوچھا: کیا تم بھول گئے ہو؟ پھر فرمایا: تم جھوٹے ہو۔ عنقریب تم ایسی بیماری دیکھو گے کہ تمہارے کپڑے بھی اسے چھپا نہ سکیں گے۔

اے فرزند ابوطالب! اے وہ کہ جس کی ذات حکمت کے بارے میں انبیاء کی انگوٹھی کا نگینہ ہے۔

تمہاری فضیلت قابل انکار نہیں ہے لیکن تیری ولات بعض کو گوارا اور بعض کو حلق میں پھنسی ہے۔

تمہارا ذکر ولایت تمہارے دوستوں کیلئے شفا اور دشمنوں کیلئے باعث اندوہ ہے۔

جیسے باغ کے پرندے ہوں۔ بعض تو شگوفوں سے لدی پھندی ڈالیوں پر چہچہاتے ہیں اور بعض قفس میں زندگی بسر کرتے ہیں''۔

نص غدیر سے متعلق خلافت امیر المومنین کے سلسلے میں ان کے کچھ اشعار یہ ہیں:

میں نے مولا حیدر کو دوسروں پر مقدم قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ بڑے غور و خوض کے بعد یہ تحقیق کی ہے۔

رسولؐ کے بعد ان کی خلافت خدائے رحمان کے حکم سے مقرر ہو چکی ہے جس کے متعلق رسول خداؐ نے بروز غدیر خم جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے، فرمایا:

یا علیؑ! اٹھو اور میرے بعد ان کے امیر بن جاؤ کہ حشر کے دن مجھ سے ہنستے چہرے کے ساتھ ملاقات کرو گے۔

تو ہی ان کا مولا ہے اور تو ہی ان کے حکم کی وفاداری کرتا ہے اور یہ تصریح بعنوان وحی دلوں میں بیٹھنی چاہیے اس لئے کہ خدائے عرش نے احمد سے کہا: اپنا پیغام پہنچا دو اور میرے امر کی اطاعت کرو۔

اگر تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی اور میرا پیغام نہ پہنچایا تو گویا کار رسالت ہی انجام نہ دیا''۔

ان اشعار میں مدح امیر المومنینؑ کی ہے اور ان کی دوستی وولایت کو حدیث غدیر کے ذریعے واجب قرار دیا ہے:

دع الشناعات ایھا الخدعة   وارکن الی الحق واغد متبعة

''اے مکارو! برائیوں سے اپنا ہاتھ روکو، حق پر بھروسہ کرو اور علیؑ کے پیرو ہو جاؤ۔ یعنی اس کی پیروی کرو جس نے ابتدا سے خدا کی پرستش کی اور رسول کے علاوہ کسی دوسرے کی پیروی سے کنارہ کشی اختیار کی جس کے لئے رسولؐ کا واضح اشارہ ہے کہ علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ۔ اس کی پیروی کرو جس نے ان لوگوں کے درمیان تلوار چلائی جس طرح درخشاں جواں مرد تلوار چلاتے ہیں۔ اس کی پیروی کرو جس نے خیبر کے دن کفر کی سپاہ کو مغلوب کیا اور درخیبر کو جنبش دے کر اکھاڑ دیا۔ اس کی پیروی جس کی ولایت رسول خداؐ نے بروز غدیر خم اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے تمام لوگوں پر واجب قرار دی۔

امیر المومنین کی مدح میں یہ اشعار بھی ہیں:

اقیم بخم للخلافة حیدر   ومن قبل قال الطھر ما لیس ینکر

''جناب حیدر کرار کی خلافت بروز عید غدیر خم برپا کی گئی۔ اس سے قبل رسول خداؐ نے نا قابل تردید اعلان فرمایا۔

جس دن رسولؐ نے انہیں پکارا حالانکہ جنگ تبوک کے لئے ہیجان تھا اور آپ روانگی کا ارادہ رکھتے تھے، ان سے فرمایا: تم میری جگہ مدینے میں رہو اور اسے سمجھ لو کہ ہلاک ہونے والے تم سے گستاخی کریں گے۔ جب مقدس رسولؐ چلے گئے تو لوگوں نے ان کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ بلند آواز سے کہنے لگے کہ رسولؐ علیؑ سے نفرت رکھتے ہیں۔ یہ دشمنوں کی طرف سے اتہام طرازی تھی۔ اسی لئے علی رسولؐ کے تعاقب میں چلے، ابھی آپ لشکر گاہ نہ پہنچے تھے۔ رسول نے رخ کر کے فرمایا: علیؑ آ رہے ہیں رک جاؤ۔ جب علیؑ نے لوگوں کی باتیں دہرائیں اور ان کے ظاہر و باطن کا اظہار فرمایا تو رسولؐ نے ان سے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے اسی طرح جانشین ہو جس طرح ہارون موسیٰ کے جانشین تھے اور تم ان سے افضل ہو۔ انہیں لوگوں کی نظر میں برتری عطا کی خدا کے حکم سے اور رسول خداؐ نے فرمایا: یہ ہے تمہارا امام۔

اے گمراہو! یہ ہے تمہارا امام جس کے بارے میں خدا نے مجھ سے سفارش فرمائی ہے“۔

شاعر کا تعارف

ابو القاسم علی بن اسحاق بن خلف قطان بغدادی، محلّہ کرخ کے کوچہ ربیع میں رہتے تھے۔ زاہی کے نام سے شہرت تھی، قادر الکلام شاعر تھے، اہل بیت کی محبت میں معتدین اور صادق تھے۔ اسی لئے ان کی شاعری کے چار حصوں میں زیادہ تر قصیدہ و مرثیہ پایا جاتا ہے۔

صاحب معالم العلماء (۱) نے انہیں مجاہدین شعراء میں شمار کیا ہے، وہ مدح اہل بیت کرتے اور مسلسل اس راہ میں جہاد کرتے رہتے ان سے اور دشمنان اہل بیت سے ہمیشہ دو دو ہاتھ چلتے رہے۔ اسی لئے وہ دشمنان اہل بیت سے میل جول نہیں رکھتے تھے۔ اس کی وجہ سے تاریخ بغداد (۲) وغیرہ میں کم گو شاعر کہا گیا ہے۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ ان کی روانی شعر، حسن تشبیہ اور تصوراتی زیبائی، تذکرہ نگاروں سے اپنی تعریف کرائے بغیر نہیں رہتی۔

زاہی لفظ مولا سے امیر المومنین کی خلافت و امامت ہی سمجھتے تھے۔ ان کے اس نظریہ کی وضاحت تمام لغات و فرہنگ نے کی ہے۔ ان کے اشعار سے جا بجا اس کا ثبوت ملتا ہے اس طرح شیعوں کو حدیث غدیر پر ایک قوی ترین استدلال ہاتھ آتا ہے۔

زاہی بروز دوشنبہ ۲۰ ماہ صفر ۳۱۸ھ میں پیدا ہوئے (ابن خلکان بحوالہ طبقات الشعراء) اور بغداد میں بروز چہار شنبہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۳۵۲ھ وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوئے۔ خطیب نے تنوخی سے نقل کیا ہے کہ ۳۶۰ھ کے بعد وفات پائی، سمعانی بھی یہی کہتے ہیں۔

چونکہ تذکرہ نگاروں نے انہیں نظر انداز کیا ہے اس لئے مدح اہل بیتؑ کے کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ معالم العلماء (ص ۱۴۸)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۱، ص ۳۵۰، نمبر ۶۱۹۴)

مدح علی میں کہا ہے:

یا ساداتی یا آل یسین فقط　　　علیکم الوحی من الله هبط

''اے ہمارے بزرگو! اے آل یسین، صرف تمہیں پر وحی پروردگار نازل ہوئی اگر تم نہ ہوتے تو ہماری عبادت قبول نہ ہوتی اور ہم بہترین دریائے عفو سے وابستہ نہ ہوتے۔

تم سر براہان عہد ہو جو عالم زر میں لیا گیا اور جن کی محبت خدا نے ہم پر شرط قرار دی ہے۔

جو شخص تم سے غیروں کا مقابلہ کرتا ہے وہ سلسبیل کے ساتھ کھارے پانی کو مخلوط کرتا ہے یا ایسے شخص کے مانند ہے جو عظیم پہاڑ کو سنگریزوں سے یا دریا کا نادانی میں تالاب سے مقابلہ کرتا ہے۔

داماد پیغمبر مصطفیٰ کی مصیبتوں کے رفع کرنے والے اور اپنی ہوئی تلوار تھے، سب سے پہلے روزہ رکھا، سب سے پہلے نماز پڑھی اور مکارم اخلاق میں سب سے برتر تھے۔ دوسروں کو ان پر رشک ہوتا تھا۔

جس نے سورج سے کلام کیا اور جس کے لیے بابل میں مغرب سے ڈوبنے کے بعد سورج پلٹا''۔

مکلم الشمس و من ردت له　　　ببابل والغرب منها قد قبط

سورج سے کلام کرنے کا اشارہ اس حدیث رسول کی طرف ہے کہ رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ! تم سورج سے کلام کرو، وہ تم سے کلام کرے گا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: **السلام علیک ایها العبد المطیع لله و رسوله** ۔ سورج نے جواب دیا: **و علیک السلام یا امیر المومنین، امام المتقین و قائد الغر المحجلین یا علی انت و شیعتک فی الجنة، یا علیؑ اوّل من تنشق عنه الارض محمد ثم انت و اول من یحیی محمد و انت و الی من عیسی محمد ثم انت۔**

یہ سن کر علیؑ نے سجدہ خدا کیا حالانکہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ رسولؐ نے یہ دیکھ کر شانوں پر ہاتھ رکھ کے فرمایا: اے بھائی اور اے حبیب! اپنا سر اٹھاؤ کیونکہ تمہارے ذریعہ خداوند عالم آسمان والوں پر فخر کر رہا ہے۔(۱)

۱۔ فرائد السمطین، باب ۳۸ (ج ۱، ص ۱۸۵، حدیث ۱۴۷) مناقب خوارزمی، ص ۶۸ (ص ۱۳، حدیث ۱۲۳) ینابیع المودة، ص ۱۴۰ (ج ۱، ص ۱۴۰، باب ۴۹)

بابل میں واقعہ ردالشمس کو کتاب صفین میں نصر بن مزاحم نے بھی لکھا ہے۔(۱)

آگے کے چھ اشعار ہیں:

و راکض الارض و من انبع لک عسکر ماء العین فی الوادی القحط

''تیزی سے زمین کا راستہ طے کرنے والے جن فوج کیلئے قحط کے موقع پر چشمہ آب زمین سے برآمد ہوا۔

ایسا دریا جس کے برابر کوئی دریا جوش زن نہیں اور اس کے جاری ہونے سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔

وہی زمین پر علم خدا کے پھیلانے والے ہیں۔ جن کی دوستی کی وجہ سے خداوند عالم روزی کشادہ کرتا ہے۔ ایسی تلوار کہ اگر کوئی بچہ ہاتھ میں لے لے تو جنگ کے موقع پر تمام لشکر کو تتر بتر کردے۔

اسی تلوار کے ساتھ زرہ پہن کر آگے بڑھے اور کتنی ہی گندگیوں کا صفایا کردیا''۔

''ومن انبع للعسکر ماء العین'' سے اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جسے کتاب نصر بن مزاحم (۲) میں ابوسعید تیمی تابعی (معروف بہ عقیص) نے بیان کیا: ہم لوگ علیؑ کے ساتھ شام کی طرف جا رہے تھے۔ جب پشت کوفہ پر پہنچے تو لوگوں کو پیاس لگی۔ پانی طلب کرنے لگے، ہم لوگ خدمت علیؑ میں آئے۔ آپ ایک پتھر کے پاس ہم لوگوں کو لائے، فرمایا: اسے اکھاڑو۔ اس میں چشمہ صافی نکلا اور ہم سب نے اس کو پیا جب ہم لوگ تھوڑی دور چلے تو علیؑ نے پوچھا: کیا جس چشمے سے تم نے پانی پیا ہے اس کو تلاش کرسکتے ہو؟ سب نے کہا: ہاں اے امیر المومنین۔ ہم سب لوگ وہاں گئے لیکن کسی چشمے کا پتہ نشان نہ ملا۔ ہم نے پتھر کی ہر چند جستجو کی لیکن نہ ملا۔ جب ہم تھک گئے تو پاس کے دیر میں گئے۔ پوچھا: تمہارے پاس میں جو چشمہ ہے وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا: نزدیک میں تو کوئی چشمہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا: چشمہ ہے ہم نے خود اس سے پیا ہے۔ حیرت سے پوچھا: تم نے اس سے پیا ہے۔ راہب نے کہا: یہ دیر اسی چشمے کیلئے

۱۔ وقعۃ صفین، ص ۱۵۲ (ص ۱۳۶)

۲۔ وقعۃ صفین، ص ۱۶۲ (ص ۱۴۵)

بنا تھا۔ اس چشمے کو صرف نبی یا اس کا وصی ہی ڈھونڈ سکتا تھا۔ (۱)

علامہ امینی نے قصیدہ طائیہ کے دس شعر، مدح علیؑ سے متعلق ۱۷ ر شعر اور ایک شعر کی شرح، پھر مدح علی میں تین تین شعر، اس کے بعد مدح اہل بیت میں ۱۲ ر شعر اور پانچ مرثیہ نقل کیئے ہیں۔ ایک اہل بیت کا ہے: اس میں ۱۲ ر اشعار ہیں۔ دوسرا امام حسین کا مرثیہ ہے جس میں ۱۴ ر اشعار ہیں۔ چوتھا مرثیہ امام حسین علیہ السلام کا ہے جس میں ۱۰ ر اشعار ہیں۔ پانچواں اہل بیت کا مرثیہ ہے جس میں چھ شعر ہیں۔

تذکرۂ زاہی کے مآخذ:

تاریخ بغداد، یتیمۃ الدھر، انساب سمعانی، مناقب بن شہر آشوب، معالم العلماء، تاریخ ابن خلکان، مراۃ الجنان، مجالس المومنین، بحار الانوار، الکنی و القاب، دائرۃ المعارف بستانی، الاعلام زرکلی۔ (۲)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۰۵۔

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۳۵۰، یتیمۃ الدہر، ج ۱، ص ۱۹۸ (ج ۱، ص ۲۸۹) الانساب (ج ۳، ص ۱۲۶) مناقب ابن شہر آشوب (ج ۴، ص ۱۳۰) معالم العلماء (۱۴۸) وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۳۹۰ (ج ۳، ص ۳۷۱) مرآۃ الجنان، ج ۲، ص ۳۴۹، مجالس المومنین، ص ۴۵۹ (ج ۲، ص ۵۴۴) بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۲۵۵ (ج ۴۵، ص ۲۴۷) الکنی و الالقاب، ج ۲، ص ۲۵۷ (ج ۲، ص ۲۸۷) الاعلام، ج ۲، ص ۶۵۹ (ج ۴، ص ۲۶۳)

امیر ابوفراس ہمدانی

ولادت ۳۲۰ھ یا ۳۲۱ھ

وفات ۳۵۷ھ

اس معرکتہ الآراء قصیدے میں ۵۸/اشعار ہیں۔ ابن عباس سے محمد کا تقابلی جائزہ اس عہد کی اخلاقی ومعاشرتی عکاسی بھی کرتا ہے:

الحق مهتضم والدين مخترم　　　وفی آل رسول الله مقتسم

والناس عندک لاناس فيحفظهم　　　سوم الرعاة ولاشاء ولا نعم

''حق رخصت ہو چکا ہے اور دین کا ستیاناس مارا جا چکا ہے۔ اور آل محمدؐ کی جائدادوں کو دشمنوں نے باہم بندر بانٹ کرلیا ہے۔ عوام تو جانوروں سے بدتر ہیں ان سے حقوق آل محمدؐ کے تحفظ کی کیا توقع ہے۔ یہی سب سوچ کر میری نیند حرام ہوگئی، دل غم سے بھر گیا ہے۔ میرا عزم کہتا ہے کہ اس وقت تک جاگوں جب تک کامیابی نہ مل جائے اسی لئے اپنی سواری اور ہتھیار محفوظ کر لئے ہیں کہ اس قوت بازو سے براہ ''رمث الجزیرہ''، ''خذراف'' اور ''غنم'' کے حملہ کروں ایسے جوانوں کے ساتھ جو مضبوط دل اور پختہ ارادے والے ہیں۔

ارے کہاں ہیں جوانمرد، کوئی بھی ان سرکشوں سے آل محمد کی مدد کرنے والا نہیں۔ یہ علویوں کی حالت ہے کہ اپنے گھر میں سسک رہے ہیں اور معاملاتِ حکومت عورتوں اور غلاموں کے اختیار میں ہیں''۔

آگے غدیر اور اس کے ردعمل سے متعلق فرماتے ہیں (سات اشعار کا ترجمہ):

قام النبی بھا یوم الغدیر لھم والله و الا ملاک و الامم

''غدیر کے دن رسول خداؐ نے ان لوگوں کے لئے کھڑے ہوکر اعلان ولایت فرمایا، جس پر خدا، ملائکہ اور تمام قومیں گواہ ہیں یہاں تک کہ یہ خلافت دوسروں نے اچک لی اور اختلاف ونزاع بھیڑوں اور گدھوں کے درمیان ہونے لگی۔ ان لوگوں نے شوریٰ کا تماشہ کیا گویا کہ صاحبان حق کو پہچانتے ہی نہ تھے کہ یہ کن لوگوں کا حق ہے؟

قسم خدا کی، یہ لوگ ضرور پہچانتے تھے کہ حق کس کا ہے لیکن انہوں نے اپنے علم کو چھپایا۔ پھر اس خلافت کے دعویدار بنی عباس بن گئے حالانکہ اس سلسلے میں نہ تو ان کی کوئی خدمات تھیں اور نہ سبقت اسلامی تھی۔ خلافت کے معاملے میں جو لوگ لائق تذکرہ تھے ان میں ابن عباس کا کہیں نام نہیں، نہ انہوں نے اس بارے میں کوئی مفید خدمت کی۔ نہ ابوبکر اور ان کے ساتھی (عمر) اس کے مستحق تھے جبکہ وہ اس خلافت کے طلبگار تھے اور اپنے اہل ہونے کا گمان رکھتے تھے''۔

شعری تتبع

امیر ابوفراس کا یہ قصیدہ ان کے مخطوطہ دیوان میں ۵۸ ر شعروں پر مشتمل ہے اور ساتھ ہی ان کے معاصر ابن خالود کی شرح ہے جو حلب میں ''بنی حمدان'' کا ملازم تھا، اس کی وفات ۳۷۰ھ میں ہوئی۔ علامہ شیخ ابراہیم یحییٰ عامل نے منن الرحمان (۱) میں قصیدہ کے ۵۴ ر شعروں کی تخمیس کی ہے۔

قصیدے کی شرح ابوالمکارم محمد بن عبدالملک بن احمد حلبی (متوفی ۵۶۵ھ) نے بھی کی ہے۔ اور ابن امیر الحاج کی بھی شرح مشہور ہے۔ (۲) چنانچہ اس کا تذکرہ مجالس المومنین (۳) اور ریاض الجنۃ میں موجود ہے۔ علامہ محسن امین عاملی نے قصیدے کے ساتھ اشعار نقل کیئے ہیں۔ لیکن ناشر دیوان نے

۱۔ منن الرحمن، ج۱، ص۱۴۳۔

۲۔ الحدائق الوردیۃ (ج۲، ص۲۲۱)   ۳۔ مجالس المومنین، ص۴۱۱ (ج۲، ص۴۱۳)

اپنی مصلحتوں سے انہیں حذف کر دیا ہے۔

متذکرہ قصیدہ ''شافیہ'' کے نام سے معروف ہے۔(۱) امیر ابو فراس نے اسے سنانے سے پہلے حکم دیا کہ پانچوں جوان شمشیر برہنہ موجود رہیں۔ اصل میں یہ قصیدہ سکرۃ العباسی کے جواب میں کہا گیا ہے۔ جس کے قصیدے کا مطلع ہے۔

بنی علی دعوا مقالتکم　　　لاینقص الدر وضع من وضعه

امیر ابو فراس کے غدیر سے متعلق دوسرے قصائد بھی ہیں۔

شاعر کا تعارف

ابو فراس، حارث بن ابی العلاء، سعید بن حمدان بن حمدون بن حارث بن لقمان بن راشد بن مثنیٰ بن رافع بن حارث بن عطیف بن محربہ بن حارثہ بن مالک بن عبید بن عدی بن اسامہ بن مالک بن بکر بن حبیب بن عمر بن غنم بن تغلب حمدانی تغلبی۔

ابو فراس کے متعلق تذکرہ نگاروں کا تحیر بڑا دلچسپ ہے۔ انہیں سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ امیر کی کس رخ سے ستائش کریں۔ اس کی خطابت، شہسواری، سپہ سالاری، صف آرائی، تنظیم قافیہ، انتظام لشکر، غرض ہر میدان میں بے مثل و نظیر ہے۔ ابو فراس نے ادب و سیاست دونوں پر باوقار طریقے سے حکمرانی کی۔ اس کی خطابت بڑی استوار تھی، ہیبت ناک مواقع اسے ہراساں نہیں کرتے تھے، نہ نظم میں قافیہ تنگ ہوتا تھا۔ ہر حال میں لطافت بیان اس کے منہ چومتی تھی۔

ثعالبی یتیمۃ الدہر میں کہتا ہے کہ وہ یگانۂ روزگار اور مثل خورشید درخشاں تھا۔ ادب، فضیلت، جواں مردی، شرافت و عظمت، برجستہ گوئی، دلیری و شجاعت میں اپنا مثل نہیں رکھتا تھا۔ اس کے اشعار جاندار ہوتے تھے جس میں خوبی و ظرافت، روانی و فصاحت، مٹھاس، معانی آفرینی اور متانت کی فروانی تھی، طباعی اور علو معانی کے ساتھ۔

۱۔ صحاح الاخبار (ص ۲۶)

بادشاہی کی عزت صرف ابوفراس اور عبداللہ بن معتز میں جمع ہوئی، ارباب ادب نے ابن معتز پر ابوفراس کو برتری عطا کی ہے۔

صاحب بن عباد کہتا ہے: **بدء الشعر بملک و ختم بملک** ''شعر گوئی ایک بادشاہ سے شروع ہوئی اور دوسرے بادشاہ پر ختم ہوگئی''۔ یعنی امراء القیس اور متنبی کہتا تھا کہ امیر ابوفرس سے بازی لے جانا ممکن نہیں۔ سیف الدولہ اس کے اچھے اشعار پر جھوم جھوم اٹھتا تھا، بڑا احترام کرتا تھا، جنگوں میں اپنے ساتھ رکھتا اور اپنا جانشین قرار دیتا۔ ابوفراس نے سیف الدولہ کو خطوط کیا لکھے ہیں ایسا لگتا ہے کہ موتی پرو دیئے ہیں۔(۱)

ابوفراس اپنے چچیرے بھائی سیف الدولہ کی طرف سے شام کا حکمران ہوا اور رومیوں سے جنگ میں اس نے بڑا نام کمایا۔ اس جنگ میں وہ دو بار قید ہوا۔ ایک بار ۳۴۸ھ میں سعادۃ الحکماء اور دوسری بار منج میں ۳۵۱ھ کے سال۔ آخر الذکر میں اس کے پاؤں میں تیر کا سخت زخم لگا اور قسطنطنیہ میں چار سال تک قید رہا۔ آخر ۳۵۵ھ میں سیف الدولہ نے اسے آزاد کردیا۔ اس نے قید کے زمانے میں سیف الدولہ سے اپنے خانوادے کی بے حسی اور بے توجہی کی سخت شکایتیں کیں۔ ابن خالویہ کا بیان ہے کہ ابو فراس نے بتایا کہ قسطنطنیہ میں قید ہوا تو شام اور روم نے میری عزت افزائی کی۔ رسم تھی کہ قیدی کو مظلوم حالت میں برہنہ سر بادشاہ کے سامنے سجدہ ریز ہونا پڑتا تھا۔ بادشاہ ''توری'' نامی اجتماع میں قیدی کی گردن پر حالت سجدہ میں پاؤں رکھتا تھا۔ بادشاہ نے مجھے اس رسم سے معاف کردیا۔ فوراً مجھے ایک گھر میں لے جایا گیا اور خادم مقرر کردیا گیا۔ جس مسلمان قیدی سے چاہتا تھا ملاقات کا انتظام کردیا جاتا تھا۔

اس کو معلوم ہوا کہ رومی کہتے ہیں کہ ہم نے جس کو بھی قید کیا اس کے جسم سے لباس اتار لیا۔ لیکن ہم نے امیر ابوفراس کے ساتھ ایسا نہیں کیا تو ابوفراس نے مفتخرانہ اشعار کہے۔

جب قید میں اسے ماں کے انتقال کی خبر دی گئی تو ایک رقت انگیز مرثیہ کہا۔

ابوفراس کی پیدائش ۳۲۰ھ میں ہوئی ایک قول ۳۲۱ھ بھی ہے لیکن ابن خالویہ کا بیان ہے کہ ابو

۱۔ یتیمۃ الدہر، ج ۱، ص ۲۷ (ج ۱، ص ۵۷)

فراس نے ۳۳۹ھ میں کہا کہ میں انیس سال کا ہو گیا ہوں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ پیدائش ۳۲۰ھ ہی ہے اور بروز چہارشنبہ ۸ ربیع الثانی ۳۵۷ھ میں قتل کر دیا گیا۔(۱) صابی کا بیان ہے کہ بروز شنبہ دو جمادی الثانی ۳۵۷ھ کو قتل کیا گیا۔(۲) قتل کی وجہ یہ تھی کہ سیف الدولہ کے مرنے کے بعد ابوفراس نے حمص پر قبضہ کرنا چاہا۔وہاں اس نے اقامت اختیار کر لی۔جب اس کی خبر اس کے بھانجے اور فرزند سیف الدولہ ابوالمعالی اور سیف الدولہ کے غلام قرغویہ کو ہوئی تو باہم سخت اختلاف ونزاع کی نوبت آ گئی۔ابوالمعالی نے قرغویہ کو مامور کیا،قرغویہ نے بنی کلاب کی مدد سے صدد میں اس کو ساتھیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا۔ابوفراس اور اس کے ساتھیوں میں شناخت نہ ہونے کی وجہ سے قرغویہ کے غلاموں نے اسے بھی قتل کر دیا۔

ابن خالویہ کا بیان ہے کہ جس دن ابوفراس کو قتل کیا گیا اس کے ایک رات پہلے وہ بہت غمگین تھا۔بیٹی نے حالت دیکھ کر رونا شروع تو ابوفراس نے یہ اشعار کہے:

''میری پیاری بیٹی گریہ مت کر،تمام لوگوں کو ایک دن مرنا ہے۔میری پیاری بیٹی عظیم مصیبتوں پر صبر جمیل کا مظاہرہ کرنا چاہیے''۔(۳)

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ جب خبر وفات اس کی بہن (مادر ابوالمعالی) کو دی گئی تو پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگی،ایک روایت ہے کہ منہ پر ایسے طمانے لگائے کہ آنکھیں نکل پڑیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سیف الدولہ کے غلام نے اسے قتل کیا یہ بات ابوالمعالی کو معلوم نہ تھی۔جب معلوم ہوا تو اس پر بہت شاق گزرا۔

امیر ابوفراس کے مذہبی اشعار یہ ہیں:(۴)

''مجھے قیامت کے ہولناک موقع سے نجات کی امید سوائے احمد وعلی و فاطمہ وحسنین (علیہم السلام) کسی سے نہیں اور تقی ونقی باقر علم خدا کا نام محمد علی ہے۔اور ابوجعفر اور موسیٰ اور میرے آقا علی جو

۱۔تاریخ کامل (ج۵،ص۳۵۵،حوادث ۳۵۷ھ) تاریخ ابوالفداء (ج۲،ص۱۰۸،حوادث ۳۵۷ھ)

۲۔وفیات الاعیان (ج۲،ص۶۱،نمبر۱۵۳) شذرات الذہب (ج۴،ص۳۰۱،حوادث ۳۵۷ھ)

۳۔دیوان ابی فراس (ص۵۵) ۴۔دیوان ابی فراس (ص۳۱۳)

بزرگ تر ہیں۔ اور علی اور ان کے صاحب زادے عسکری اور قائم مطہر سے۔ میں محمد و علی کے حق کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی امید پوری ہونے کی انہیں سے توقع ہے جب لوگ بارگاہ خدا میں پیش ہوں گے''۔

چار دوسرے اشعار بھی ہیں:

شافعی احمد النبی و مولائ — علی و البنت و السلطان
و علی و باقر العلم و الصا — دق ثم الامین بالتبیان
و علی و محمد بن علی — و علی و العسکری الدانی
و الامام المهدی فی یوم لا — ینفع الا غفران ذی الغفران

حکمت و موعظہ سے متعلق اس کے اشعار ہیں:

غنی النفس لمن یعقل — خیرٌ من غنی المال
و فضل الناس فی الانفاس — لیس الفضل فی الحال (۱)

یہ بھی کہا ہے:

المرء نصب مصائب لا تنقضی — حتی یواری جسمه فی رمسه
فموجل بمعنی الردی فی اهله — و معجل یلقی الردّی فی نفسه (۲)

یہ اشعار بھی ہیں۔

انفق ما الصبر الجمیل فانه — لم یخش فقراً منفق من صبره
والمرء لیس ببالغ فی ارضه — کالصقر لیس بصائد فی وکره (۳)

۱۔ دیوان ابی فراس (ص ۲۴۷)

۲۔ دیوان ابی فراس (ص ۱۷۵) ۳۔ دیوان ابی فراس (ص ۱۴۳)

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی (طاب ثراہ)

ولادت: ۲۵ / صفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۸ / ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰

''الغدیر'' گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۴۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق وتتبع کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضی مطہریؒ: یہ کتاب تمام زہر آگیں پروپیگنڈے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن وسنت کی منطق پر استوار ہے، تشیع پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام آئمہ طاہر (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن کیالی حلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر دانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کی علامہ امینیؒ نے اس کی تالیف وتحقیق میں برسوں زحمتیں برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پر خلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت سے ''کتاب الغدیر'' افق تشیع پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۴۷ء

وفات: ۲۶ / ذیقعدہ ۱۴۲۲ بمطابق ۱۰ / فروری ۲۰۰۲ء

کتاب ''الغدیر'' زمانۂ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدوجزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

۱۹۹۰ء میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت ومشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم لہ نے برصغیر کے حساس موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے تھوڑی تلخیص کے ساتھ ''الغدیر'' کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے ''نہیں'' کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً مثبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہوگئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل وآسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نا مساعد ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی نیز دو جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم ظریفی کی نذر ہوگئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند ''مولانا سید شاہد جمال رضوی'' نے بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)

گلستان زہرا پبلی کیشنز لاہور

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

۴/۵

علی ولی اللہ

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؔ گوپال پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

قال ابو عبد الله :

هـذا يـوم عـظـيـم عظم الله حرمته على المومنين و اكمل لهم فيه الدين و تمم عليهم النعمة و جددلهم ما اخذ عليهم من العهد الميثاق

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

چوتھی جلد (۴)

تالیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؒ گوپال پوری

امنی، عبدالحسین، ۱۲۸۱_۱۳۴۹
[الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ ترجمہ وتلخیص]
غدیر؛ قرآن، حدیث اور ادب میں رمولف عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ وتلخیص: سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری۔ ۱۴۳۱ق=۲۰۱۰م=۱۳۸۹
ج ۴/۵
ISBN: 978-600-92030-4-8 (جلد ۴_۵)
فہرست نویسی براساس اطلاعات فیپا
کتاب نامہ: بصورت زیرنویس
۱۔ غدیر خم ۔ ۲۔ علی بن ابی طالب (ع) امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت، ۴۰ ق، اثبات خلافت۔ ۳۔ غدیر خم۔ شعر۔ مجموع ہا۔ ۴۔ شعر مذھبی عربی۔
مجموع ہا۔ الف۔ رضوی شعور، علی اختر مترجم۔ ب۔ عنوان ج۔ عنوان: الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ تلخیص
BP۲۲۳/۵۴/۴الف ۸غ ۴۰۴۶۲ ۲۹۷/۴۵۲

شناسنامہ کتاب

کتاب کا نام:	**غدیر**؛ قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد ۴_۵)
تالیف:	حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ وتلخیص:	ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری
ناشر:	گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور
ناشر ہمکار:	قرآن وعترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ حجتیہ، قم المقدسہ)
پیشکش:	مکتبہ مینار شعور گوپال پور (سیوان بہار)
اشاعت:	۱۳ رجب ۱۴۳۳ھ، ۴ جون ۲۰۱۲ طبع اوّل
تعداد:	۵۰۰ جلد
قیمت:	=/۵۰۰ روپے

ملنے کا پتہ:

پاکستان: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور۔ ۵۴۰۰۰

ایران: ﴿قم﴾ دفتر قرآن وعترت فاؤنڈیشن، مدرسہ حجتیہ خیابان حجت پارک ۷ داخلی ۳۱۷، چہار راہ شہدا، قم المقدسہ

ہندوستان: ۱۔ ﴿بھیک پور﴾ جگن پور، سیوان، بہار، پن کوڈ 8841286
۲۔ ﴿ممبئی﴾ (فاطمہ برقع کلیکشن، ۵۸ نشان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ مجتبیٰ (مقابل اجوا مشائی) ڈونگری ممبئی ۴۰۰۰۰۹

فہرست مطالب

بقیہ عندلیبان غدیر (چوتھی صدی ہجری)

عندلیبان غدیر (چھٹی صدی ہجری)

گفتار مترجم

خدا کے فضل وکرم سے الغدیر جلد چہارم وپنجم، کتابت وطباعت کے صبر آزما مراحل سے گذر کر قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ کتاب جسے شیعہ دائرۃ المعارف کہنا بجا ہے، اس کے وقیع علمی وعرفانی مندرجات سے آگاہ ہونا تمام ارباب ولایت کے لئے موجودہ زمانے میں ازبس ضروری ہے۔ میں نے اس کی تلخیص میں بہت زیادہ سر کھپایا ہے تا کہ اہم مطالب کا مغز ضائع نہ ہو اور مصروفیت کے اس دور میں ہر شخص تھوڑا سا وقت نکال کر اپنے عقائد ومسلمات کی خوشبو سے معطر ہو سکے۔ اس کتاب کو پڑھ کر یہ بھی اندازہ ہوگا کہ شیعی منطق کس قدر متوازن اور خدالگتی ہے۔

دل تو بہت چاہتا تھا کہ اس کتاب کو پڑھ کر دنیا کے عظیم دانشوروں اور شاعروں نے مذہب حقہ قبول کیا اور خط کی صورت میں اس کی عظمت کا اعتراف کیا اس کا کچھ اقتباس بھی شامل کیا جاتا لیکن وسائل کی کمی سے اصل کتاب ہی میں کتر بیوت کرنی پڑی۔ پھر بھی ہماری کوشش رہے گی کہ آئندہ جلدوں میں چند اہم خطوط کے مختصر اور اہم اقتباسات شامل کر دیئے جائیں۔

سید علی اختر رضوی

گوپال پور ۱۵/۱۰/اکتوبر ۱۹۹۶ء

بقیہ

عندلیبان غدیر

(چوتھی صدی ہجری)

۱۔ ابوالفتح محمود بن محمد کشاجم
۲۔ ابوالحسن علی بن عبداللہ ناشی صغیر
۳۔ ابوعبداللہ حسین بشنوی کردی
۴۔ ابوالقاسم وزیر صاحب بن عباد
۵۔ ابوالحسن علی جوہری جرجانی
۶۔ ابوعبداللہ بن حجاج بغدادی
۷۔ ابوالعباس وزیر احمد ضبی
۸۔ ابوحامد احمد بن محمد انطاکی
۹۔ ابوعلاء محمد بن ابراہیم شروی
۱۰۔ ابومحمد طلحہ غسانی عونی
۱۱۔ ابوالحسن علی بن حماد عبدی
۱۲۔ ابوالفرج بن ھندو رازی
۱۳۔ جعفر بن حسین
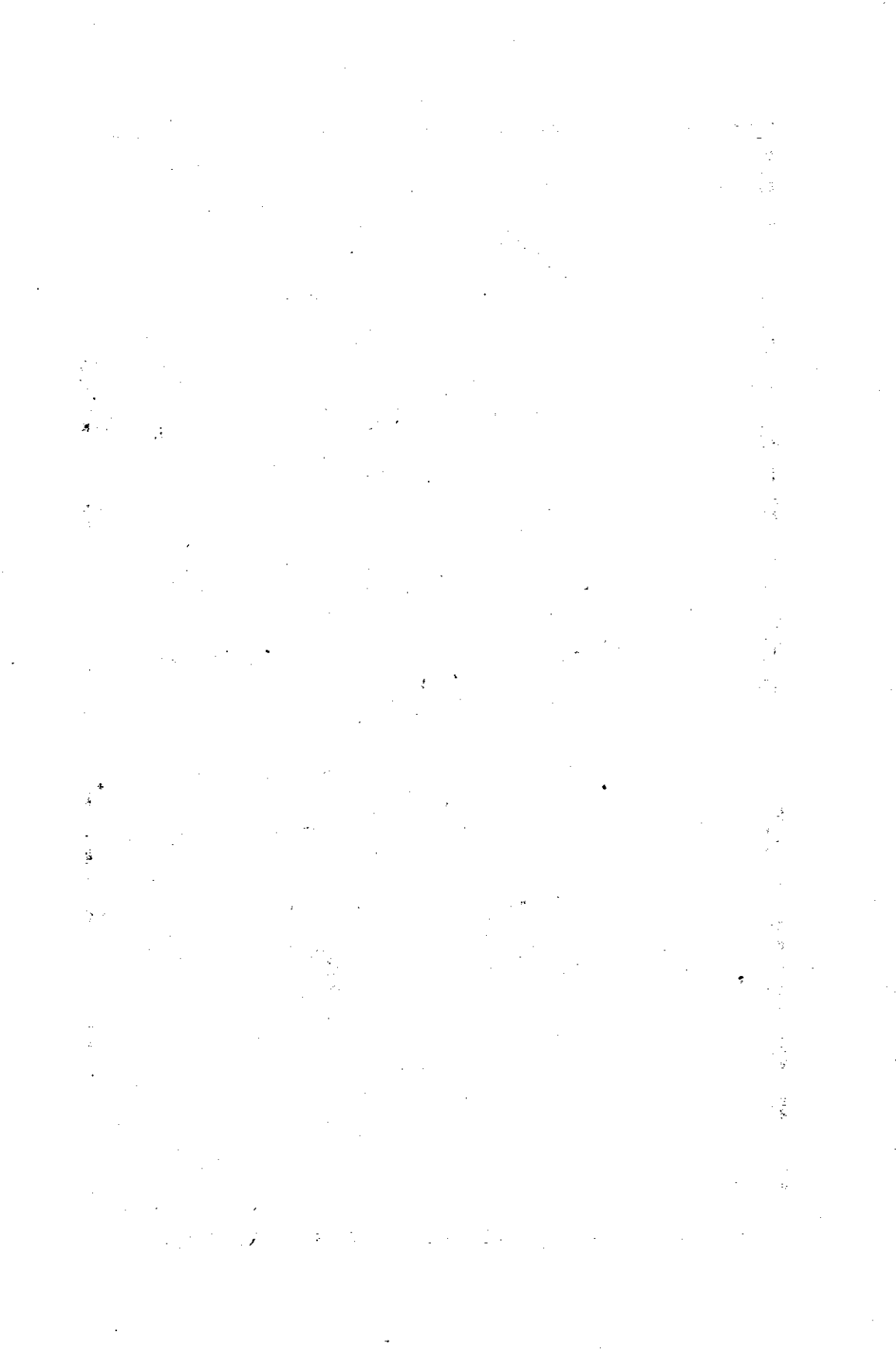
ابوالفتح کشاجم

وفات ۳۶۰ھ

لــہ شـغـل عـن سـوال الـطـلـل　　　اقـام الـخـلـیـط بـہ ام رحـل

قصیدہ میں موضوع ولایت سے متعلق ۱۹ر شعروں کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے:

''وہ مخلوقات خداوندی پر اسکی حجت ہیں اور قیامت کے دن ان لوگوں کے حریف ہوں گے جنھوں نے ناطہ توڑ لیا تھا۔

خداوند عالم نے ان کے متعلق سند فضیلت نازل فرمائی اور اس نے مسترد کر دیا ان کے جد خاتم الانبیاء تھے اور اس بات کو تمام قومیں جانتی ہیں۔ ان کے والد ماجد سید الاوصیاء تھے، جو محتاجوں کو عطا کرنے والے تھے اور میدان جنگ میں بہادروں کو خاک چٹانے والے تھے۔ جنھوں نے نیزہ زنی کا فن سیکھا تھا کہ نیزہ کس طرح سے دشمن کے سینے میں پیوست ہوگا اور تلواریں کس طرح سروں پر پڑیں گی۔

جنگ کے دن اگر زمین اپنی جگہ سے ٹل جائے تو ٹل جائے یہ ہرگز نہیں ٹل سکتے ہیں یہی ہیں جنھوں نے لوگوں کی دنیا سے منھ موڑ لیا تھا جب کہ وہ آراستہ اور بن سنور کر ان کے پاس آئی تھی۔

جس وقت ان کا تقابل دوسروں سے کیا جائے تو ایسا ہے کہ جیسے پست زمین کا تقابل آسمان سے کیا جائے یا قطرہ کا تقابل دریا سے کیا جائے۔

ان کے جود و سخا سے بادل سبق سیکھے اور حلم سے پہاڑوں کو پائداری ملے کتنے ہی فتنے ان کی قیادت سے فرو ہو گئے اور کتنی ہی مشکلیں ان کے فیصلوں سے ٹل گئیں اور ان کی وجہ سے خدا نے کتنی ہی گمراہیوں کی آگ بجھا دی اور یہ ھدایت کی ایسی مشعل ہیں جو (بے راہ روی) کی آگ بجھاتے ہیں۔

جن کے لئے خداوند عالم نے ڈوبتے سورج کو پلٹایا اگر سورج واپس نہ ہوتا تو اس کی شعاعیں ہمیشہ کے لئے سیاہی سے بدل جاتیں، وہی جنھوں نے دین کے لئے لوگوں کے سروں پر نیزوں کی باڑھ ماری جیسے عربی اونٹوں کو لگاتار ضرب لگائی جاتی ہے۔

اور لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ غدیر کے دن کا ہی اثر تھا کہ جس کی نافرمانی سے جمل کے دن کا واقعہ رونما ہوا۔

اے ظالموں کے گروہ! جنھوں نے رسولخدا کو مصیبت کی تلخیاں چٹائیں۔ آگے کہتے ہیں واضح طور سے قرآن کی نص تمہاری مخالفت کرتی ہے اور رسولؐ خدا نے بھی جو کچھ نص فرمائی ہے وہ بھی تمہارے مخالف ہے۔

تم نے رسول خدا کی وصیت کو قطعی چھوڑ دیا اور اس کے متعلق نامناسب باتیں کہہ ڈالیں۔

یہ قصیدہ مخطوطہ دیوان میں ۷۴ شعروں پر مشتمل ہے لیکن طباعت کے وقت ناشر نے اکثر اشعار حذف کردئے اس قسم کی خیانتیں تو ہوتی آئی ہیں۔

شاعر کے حالات:

ابو الفتح محمود بن محمد بن حسین بن سندی بن شاھک رملی (فلسطین کی آبادی رملہ سے منسوب) عرفیت کشاجم تھی، اپنے عہد کے بہترین لوگوں میں بے مثال اور یگانہ رُوزگار تھے۔

میدان تنقید وادب کے شہسوار اور بے مثل تھے بحث وجدال میں کوئی ان سے جیت نہیں سکتا تھا شاعر انشائیہ نگار، متکلم ومناظر، منجم، منطقی، محدث، ماہر طبیب، باریک بیں محقق ہونے کے ساتھ ساتھ ممتاز ترین سخی اور داتا تھے۔

خلاصہ یہ کہ ان میں تمام فضائل جمع تھے اس لئے انھوں نے اپنا نام کشاجم رکھ لیا تھا جس کے ہر حرف سے ان کی علمی وفنی برتری کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

ک: سے کاتب، ش: سے شاعر۔ الف: سے انشائیہ نگار وادیب۔ ج سے جدل وجود۔ م: سے متکلم یا

ولقد سننت فی الکتا بۃ للوریٰ طرقا فسیحہ

وفضضت من عذر المعا نی الغرّ فی اللغۃ الفصیحہ

وشفعت ماثور الروا بۃ بالبدیع من القریحہ

ووصلت ذاک بہمّۃ فی المجد سائبۃ طموحہ

وعزیمۃ بالکلیلۃ فی الخطوب لا الطلیحۃ

کلتا ہمالی صاحب فی کل دامیۃ جموحۃ

کشاجم کی قدرت کلام، نکتہ سنجی اور بلند معانی کی پرواخت اور ذکری اصابت کا ثبوت یہ اشعار ہیں:

لو بحق تناول النجم خلق نلت اعلیٰ النجوم باستحقاق

اولیس اللسان متیٰ امضی من ظبات المہندات الرقاق

ویدی تحمل الانامل منہا قلما لیس دمعہ بالراقی

وتراہ یجود من حیث تجری منہ تلک السموم بالدریاق

مطرقا یہلک العدو عقابا یریش الولی ذا الاخفاق

وسطور خططتہا فی کتاب مثل عیم السحابۃ الوقراق

صغت فیہ من البیان حلما باختراع البعید لا الاشفاق

واقعی کشاجم جیسا محقق، ادیب وشاعر اپنے نغمات میں عظیم الشان معلم اخلاق نظر آتا ہے، ان کی فنی چابکدستی میں اخلاق عفت، بلندی طبع، وفا وصمیمیت آشکار ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ معراج انسانیت، فضائل کی ترویج اور تقویٰ کی اشاعت وتبلیغ کے لئے قیام کئے ہوئے ہیں۔

''جو شخص مہربانی کرتا ہے میں اس کی محبت واخلاص ووفا کا پاس ولحاظ کرتا ہوں جب تک جسم میں جان ہے اس کی خوشنودیٔ خاطر کا متلاشی رہتا ہوں، جب وہ ناملائم حالات سے دوچار ہوتا ہے تو ہماری عنایت اسے تھام لیتی ہے یہ میری سرشت ہے اور ہم وہ لوگ ہیں جن کے پاس مکارم اخلاق کے جوصلے ہیں'' یا یہ اشعار، سب لوگ ہم سے بے جرم وخطا کٹے کٹے رہتے ہیں۔

وہ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ کاش ہم سے حسن ظن رکھتے۔

وہ کٹے کٹے رہتے ہیں اگر رابطہ قائم کرتے تو ہم بھی ان سے پیمان دوستی استوار کرتے۔

لیکن اگر وہ ہم سے خیانت کا برتاؤ کرتے تو ہم ان سے خیانت کا برتاؤ نہ کرتے۔

اگر وہ ہم سے بے نیاز ہیں تو ہم ان سے زیادہ بے نیاز ہیں۔

یا ابن مقلہ کی مدح میں قصیدہ کے اشعار دیکھیے:

کم فیّ من خلّة لو انها امتحنت ادت الی غبطة او سدّت الخلة

وھمة فی محل النجم موقعھا و عزمة لم تکن فی الخطب منجله

اس میں شاعر نے انقلاب زندگی کی وجہ سے دوستوں کی دوری پر ناگواری کا اظہار کیا ہے نتیجہ میں وہ زبان شکایت دراز کرتا ہے، نالہ وزاری کرتا ہے، دل سے سیاہ انگارے ابلنے لگتے ہیں:

''کون میری چشم شعلہ بار دیکھنے والا ہے. کون مجھ خستہ جان پر رحم کرنے والا ہے؟ آنکھوں میں خس وخاشاک پڑجانے کی وجہ سے آنسو بہہ رہے ہیں آنکھیں محرومی پر اشکبار ہوتی ہیں، خوف سے خشک ہوجاتی ہیں یہ حسرت روزگار کا ماتم ہے''۔

یا یہ تین اشعار دیکھیے:

''اے وہ جو میری طرف متوجہ نہیں. خدا کرے تیری راتیں بھی میری طرح ہوجائیں میری حالت فراق دیکھ کر دشمن بھی رورہا ہے میں نے تجھ کو دل دے دیا ہے زندہ رکھ یا ہلاک کر دے''۔

کشاجم کے پاس مہربان دل، روح خاضع اور اخلاق وفروتنی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی موجود تھا، انھوں نے بڑا نرم دل پایا تھا جو انسانی جذبات سے بھرا ہوا تھا کبھی انھوں نے شرارت، بدذاتی ودشتریت کا مظاہرہ نہیں کیا، کبھی کسی کی ہجو نہیں کی. وہ اپنے اشعار میں خود اپنی مدح سرائی کرتے ہیں اور دوسروں کی مدح یا ہجو نہیں کرتے وہ اس کے قائل بھی نہ تھے نہ ہی انھوں نے شعر کو وسیلہ معاش بنایا. وہ خود کہتے ہیں:

''اگر با شعور ہوگے تو کبھی کسی کی مدح یا ہجو نہ کروگے بلکہ سمجھ لوگے کہ اشعار اپنے خوش بیانی کے مظہر ہوتے ہیں جس کے ذریعے آداب انسانی کی حکایت کی جاتی ہے''۔

کشاجم کی ہجویہ شاعری

چوتھی صدی کے شعراء نے ہجویہ شاعری کے لئے اپنے اپنے مخصوص مخصوص طرز نکالے تھے، ہر ایک کا اپنا الگ اسلوب تھا صدی کے آخر میں یہ امتیاز زیادہ نمایاں ہو چکا تھا کچھ بہت زیادہ ہجویہ شاعری کرتے تھے کچھ کم، کشاجم ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے بہت کم ہجویہ شاعری کی ان کا ہجویہ شاعری میں اپنا الگ انداز تھا وہ اس ڈگر سے کبھی تجاوز نہیں کرتے تھے۔

اگر گہری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی ہجویہ شاعری میں پسندیدہ اخلاق، کریمانہ طبیعت اور مہربانی کے جذبات ان کی سرشت بن گئے ہیں صرف چند موقعوں پر انھوں نے اپنی اس سرشت سے تجاوز کیا ہے اکثر میں وہی بہترین روح دوڑ رہی ہے، وہ ہجویہ شاعری میں ناصح مشفق کا عتاب یا مہربان دشمن نظر آتے ہیں دوسروں کی طرح زبان درازی اور عیب جوئی نہیں کرتے انھوں نے ہجویہ شاعری کو دفاع کا ہتھیار بنایا تھا حملہ کا نہیں، اسلئے تمام شاعری فحش، بدگوئی، آلودگی اور بدکرداری سے پاک ہے ذرا ان اشعار کو ملاحظہ فرمایئے، ایک رئیس زادہ سے مخاطب ہیں جس نے ان کے خط کا جواب نہیں دیا تھا:

ها قد کتبت فما رددت جوابی ورجعت مختوما علی کتابی

و اتی رسولا مستکینا یشتکی ذل الحجاب ونخوة البواب

وکانی بک قد کتبت معذرا وظلمتنی بملامة وعتاب

فارج الی الانصاف واعلم انه اولی بذی الاداب والاحساب

یارحمة الله التی قد اصحبت دون الانام علی سوط عذاب

بابی وامی انت من مستجمع تیه القیان ورقة الکتاب

اسی طرح بزم روساء کی نضیحت کرتے ہو کہتے ہیں:

عدمت رئاسة قوم شقوا شبابا ونالوا الغنی حین شابوا

حدیث بنعمتهم عهدهم فلیس لهم فی المعالی نصاب

ان کی لطیف ترین ہجویہ شاعری یہ ہے:

ان مظلومة التی زوجت من ابی عمر

ولدت لیلة الزفا ف الی بعلها ذکر

قلت: من این ذالغلا م ما مسها بشر؟

قال: لی لعلها الم یات فی المسند الخبر؟

ولد المرء للفرا ش وللعاهر الحجر

قلت: هنیته علی رغم من انکر الخبر

کشاجم اور ریاست مداری

اپنی اسی سلامتی طبع، قداست، پاکیزہ نفسی اور مکارم اخلاق سے آراستگی، مکروفریب سے علیحدگی ،شرارت اور بدزبانی سے دوری کی وجہ سے حکومت کے عہدوں سے خود کو الگ رکھا، اور نہ ہی انھیں عہدوں کی لالچ رہی وہ درباروں کی حاضری اور عہدوں کی لالچ کو پست طبعی سمجھتے تھے۔ وہ اکثر اپنے دوستوں کو عہدے کو قبول کرنے سے منع کیا کرتے تھے کیونکہ اس سے خود کو بھی ہلاکت ہے اور دوسروں کو بھی ہلاکت ہے اس سے دشمن بنتے ہیں حقوق عوام ضائع ہوتے ہیں اور مکارم اخلاق کا زیان ہوتا ہے۔

دانش افروز گہر پارے

کشاجم کی شاعری میں حکمت آمیز گہر پاروں کی کمی نہیں ہے جس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ

وہ مخلصانہ طور پر امت کو خدا کی طرف پکارتے تھے، موعظ حسنہ اور گہر پاروں نے واقعی انہیں مصلح امت بنا دیا ہے، ان کے حکیمانہ اقوال کے چند نمونے یہ ہیں:

لیس الخلق الا وفیہ اذا ما — وقع الفحص عنہ خیر وشر
لازم ذاک فی الجبلۃ لاید — فھہ من لہ بذالک خبر
حکمۃ الصانع المدبران لا — شیء لا وفیہ نفع وضر
فاجتھدان یکون اکبر قسم — یک من النفع والاقل الاضر

حب نفس کے متعلق ان کے گہر پارے بڑے قیمتی ہیں:

لم ارض عن نفسی مخافۃ سخطھا — ورضی الفتی عن نفسہ اغضابھا
لو اننی عنھا رضیت لقصرت — عما ترید بمثلھا ادابھا
وبینا آثار ذالک واکثرت — عذلی علیہ وطال فیہ عتابھا

کشاجم کی سیاحت

کشاجم نے مادر وطن رملہ سے سفر کیا اور وہاں سے مشرقی ملکوں کی سیر کرنے کے لئے نکل پڑے پھر وہ مصر، شام اور عراق کی سیاحت پر نکلے، ابن مقلہ کے قصیدہ میں سفر کی صعوبات کو مزے لے کر بیان کرتے ہیں انہوں نے مصر و شام میں جو بھی نرم و گرم حالات دیکھے یا بھگتے، جو کچھ ستایش یا مذمت کا سامنا کیا اس کی بیس شعروں میں مدح بھی کرتے ہیں اور مذمت بھی۔

یا ھذا قلت فاسمعی لفتی — فی حالہ عبرۃ لعتبرہ

کشاجم نے اس سیاحت کے درمیان بادشاہوں، وزیروں، امیروں کی صحبت میں وقت گزارا، ان کے انعامات سے بہرہ مند ہوئے، دانشوروں اور محدثوں سے ملاقات کی، ان سے حدیث بیان کی اور ان سے حدیث لی۔

ان کی بزم میں مناظرے بھی ہوئے اور بعد میں خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا، اس طرح

انہوں نے مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کی، بعض فنون مثلاً کتابت وخطابت میں سب پر بازی لے گئے چنانچہ مسعودی انہیں دانش ودرایت اور ادب کا ماہر تصور کرتے ہیں۔(۱)

عقائد کشاجم:

کشاجم کا عہد انبوہ عقائد کا عہد ہے، کم ہی ایسے افراد ملیں گے جنہوں نے نظریاتی طور سے اپنی الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد نہ بنائی ہو، اور اسلام کی اپنے مخصوص زاویہ فکر سے تفسیر نہ کی ہو ان میں بعض نے تو اپنے نظریات کا برملا اظہار کر دیا لیکن بعض نے احتیاط کا دامن تھامے ہوئے اپنے افکار کو پیش کیا ان راستوں سے الگ کشاجم صرف ایک شیعہ ہی نظر آتے ہیں انہیں اہلبیت کرام سے سچی مودت تھی ان سے والہانہ عقیدت کا مظاہرہ اکثر شعروں سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے برملا اظہار کیا ہے کہ خاندان نبوت اس دنیا میں تقرب الٰہی کا ذریعہ اور آخرت میں باعث نجات ہے۔

درحقیقت کشاجم کی شخصیت ''یخرج الحی من المیت'' (وہ خدا زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے) کا جیتا جاگتا نمونہ تھی کیونکہ ان کا دادا سندی بن شاہک ہے جس کی خاندان اہل بیت خصوصاً امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے زندان ہارون میں دشمنی معروف ہے لیکن اس کا فرزند کشاجم اس گروہ شیطانی سے قطعاً الگ ہے، نہ صرف یہ کہ وہ اپنے خاندان کی حمایت سے الگ ہے بلکہ وہ مدح اہلبیت میں آہنگ نغمہ طرازی کرتا ہے۔ جی ہاں! خدا ریگ زاروں سے موتی نکالتا ہے۔

ان کی مدحیہ شاعری کا نمونہ یہ ہے:

بکاء وقل غناء البکاء على رزء ذرية الانبياء

میں رو رہا ہوں مگر کیا میرا خاندان نبوت پر رونا ان کے درد کا مداوا بن سکتا ہے؟

مزید تیس شعروں میں انہوں نے ملامت کرنے والوں سے کہا ہے کہ یہ جامۂ تقویٰ ارباب کساء کا

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۵۲۳ (ج ۴ ص ۳۸۴)

ہی صدقہ ہے، وہ سفینۂ نوح ہیں کہ جن کی محبت ہی نجات ہے، رسول خدا نے اہلبیتؑ کے متعلق وصیت کی تھی اگر اطاعت کی جاتی تو سبھی رستگار ہوتے، وہ رشد و ھدایت کے چاند تھے ان کی تلوار نے آسانی سے کفر کا سر قلم کیا، موج معجزات کے دریائے علم تھے ان کے علوم سماوی کو تاروں کا علم رکھنے والے بھی نہیں پا سکتے میری جان کی قسم لوگوں نے ان کے حق کا انکار کیا حالانکہ مناسب تو یہی تھا کہ ان کا حق تسلیم کیا جاتا، معرکہ قتال میں اکثر موت سب پر سایہ فگن ہو جاتی ہے، ان کی شجاعت نے غم کو خوشی میں بدل دیا، غزوات ذات السلاسل میں مجرم پر چڑھ دوڑے اور جنگ بدر میں قریش کے پرخچے اڑائے خدا کی قسم کربلا میں ان کا کنبہ تھا.....

ان کے علاوہ کچھ اشعار ثعالبی نے ثمار القلوب میں نقل کر کے ثبوت فراہم کیا ہے کہ ناشی کا سیاہ رو ہونا ادباء میں مشہور تھا۔(۱) ناشی کے اشعار بھی اس مفہوم کے آگے پیش کیے جائیں گے۔

کشاجم کے مرثیہ بھی ہیں ان میں ۲۵ شعروں پر مشتمل مرثیہ علامہ امینی نے نقل کیا ہے، اس کے بعد ۴ شعر حب علی کے متعلق بڑے لطیف مفہوم کے پیش کیے ہیں۔

''لوگوں کا گمان ہے کہ جو بھی علیؑ کو دوست رکھے گا وہ فقر سے دوچار ہوگا۔

وہ جھوٹے ہیں، اگر کوئی فقیر دوستدار علیؑ ہو جائے تو عزت و دولت کا مالک ہو جائے گا انہوں نے وصی رسولؐ کی منطق کو بدل دیا ہے، یہ بہت بڑا پاپ ہے کہ صحیح بات کی غلط تاویل کی گئی میرے مولا کا ارشاد یہ ہے کہ اگر تم میرے دوست ہو تو اس پست و ذلیل دنیا سے منھ موڑ لو اور دنیا کی محبت دل سے نکال دو۔ (۲)

مشائخ و تالیفات:

تذکرہ کی کتابوں میں کشاجم کے بچپن کے حالات تعلیم دستیاب نہ ہو سکے، صرف اتنا ملتا ہے کہ

۱۔ ثمار القلوب ۱۳۶ (ص ۱۷۳ نمبر ۲۵۹)

۲۔ (مناقب آل ابی طالب ج ۲ ص ۱۳۸)

اخفش اصغر علی بن سلیمان (متوفی ۳۱۵) کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا، یا تو انہوں نے اس زمانے میں تعلیم حاصل کی ہوگی جب اخفش مصر میں تھے کیونکہ وہ ۲۷۸ میں مصر آئے تھے پھر ۳۰۶ میں حلب چلے گئے یا پھر یہ بات ان کے اس قصیدہ سے ظاہر ہوتی ہے جس میں انہوں نے اخفش کی مدح کی ہے۔

ان کی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ادب الندیم (۱)

۲۔کتاب رسائل

۳۔دیوان شعر

۴۔کتاب مصاید ومطارد (۲)

۵۔خصایص طرف (چشم)

۶۔الصبیح (زیبا)

۷۔البیرزہ (شکایات)

ولادت ووفات:

مجھے کتب معاجم میں ان کی ولادت کی تاریخ دستیاب نہ ہوسکی، لیکن وہ ایک شعر میں چوتھی صدی کے اوائل میں اپنی ضعیفی کا تذکرہ کرتے ہیں اس طرح تیسری صدی کے وسط میں ان کی ولادت متعین ہو جاتی ہے، لیکن وفات کی تاریخ شذرات الذہب کے مطابق ۳۶۰ھ ہے (۳) اس کی تائید مندرجہ ذیل کتابوں نے کی ہے:

۱۔(فہرست ابن ندیم ۱۵۴)

۲۔ابن خلکان نے وفیات الاعیان ج ۳۷۹۲ (ج ۳ ص ۹۱ نمبر ۳۳۵، ج ۶ ص ۱۹۹ نمبر ۸۰۲) پر اس کتاب سے نقل کیا ہے۔

۳۔شذرات الذہب (ج ۳۱۴ حوادث ۳۶۰)

تاریخ آداب؛ لغت عربیہ؛ کشف الظنون؛ شیعہ وفنون الاسلام۔ (۱)

اعلام زرکلی میں آپ کی وفات ۳۵۰ھ میں مرقوم ہے جس پر کچھ دوسرے تذکرہ نگاروں نے اعتراض بھی کیا ہے۔

لیکن گہرے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۳۳۰ھ میں وفات پائی کیونکہ ابن مقلہ کے قصیدہ میں (جے انہوں نے ۳۲۴ھ میں کہا تھا) اپنی پیرانہ سالی کا شکوہ کیا ہے۔

توجہ طلب:

مسعودی نے مروج الذہب (۲) میں کشاجم کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں اور ان کا نام ابوالفتح محمد بن حسین لکھ دیا ہے. ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سید صدر الدین کاظمی نے تاسیس الشیعہ (۳) میں کشاجم کے نام کو محمد اور محمود اور باپ کے نام کو حسن وحسین کی تلقین میں جس تردد کا اظہار کیا ہے مسعودی بھی اس سے متاثر ہوگئے ہیں (۴)

اخلاف کشاجم:

کشاجم کے دو فرزند تھے ایک کا نام ابوالفرج اور دوسرے کا نام ابونصر احمد تھا کشاجم نے دوسرے کی کنیت کو ایک شعر میں نظم بھی کیا ہے:

قالوا: ابو احمد یبنی. فقلت: لهم   کما بنت دودة بنیان السرق

۱۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ (مجلد ۲ ص ۸۱) کشف الظنون (ج ۱ ص ۸۰۷) الشیعہ وفنون الاسلام (ص ۱۳۰) الاعلام (ج ۷ ص ۱۶۷)

۲۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۵۲۳ (ج ۴ ص ۱۶۷)

۳۔ تاسیس الشیعہ (ص ۲۰۴)

۴۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۵۲۵ (ج ۴ ص ۳۸۳، ۳۸۶، ۳۸۹)

کچھ اشعار میں ان کی توصیف بھی کی ہے۔

کشاجم کے فرزند ابونصر شاعر و ادیب بھی تھے، بخل کی مذمت میں ان کے اشعار بھی معروف ہیں۔(۱)

ثعالبی نے یتیمۃ الدہر میں ان کے ساتھ اشعار نقل کیے ہیں۔(۲)

محشی میں ہے کہ میں نے دیوان کشاجم میں یہ اشعار نہیں دیکھے انہیں یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ یہ اشعار بیٹے کے ہیں باپ کے نہیں۔(۳) انہیں ابونصر نے وزیر فضل بن فرات کی خدمت میں سیب پر آب زر سے یہ اشعار لکھ کر پیش کیے تھے:

اذا الوزیر تخلی ۔۔۔ للنیل فی الاوقات

فقد اتاہ سمیا ۔۔۔ ہ جعفر بن الفرات (۴)

محمد بن ہارون نے کشاجم کے دونوں فرزندوں کی ہجو میں چار اشعار کہے ہیں:

یا بنی کشاجم انتما ۔۔۔ مستعملان مجربان

مات مشموم ابوکما ۔۔۔ فخلفتماہ علی المکان

وقرنتما فی عصرنا ۔۔۔ ففعلتما فعل القران

لغلاء اسعار الطعا ۔۔۔ م ومتیۃ الملک الھجان (۵)

۱۔ یتیمۃ الدھر ج ا ص ۲۴۸ (ج ا ص ۳۵۱) نھایۃ الارب ج ۳ ص ۳۱۸ (ج ۳ ص ۳۱۳)

۲۔ یتیمۃ الدھر ج ا ص ۲۵۱۔۲۴۷ (ج ا ص ۳۵۵۔۳۵۰)

۳۔ تعلیقہ بر یتیمۃ الدھر ج ا ص ۲۴۰، غرر الخصائص الواضحۃ (ص ۱۶۲)

۴۔ معجم الادباء ج ۲ ص ۳۳۱ (ج ۷ ص ۱۲۷) بدائع البدائہ ج ا ص ۱۵۷ پر اور تاریخ ابن عباس ج ۳ ص ۱۳۹ (ج ۱۳ ص ۱۶ نمبر ۱۲۷۸) پر

۵۔ یتیمۃ الدھر ج ا ص ۳۵۲ (ج ا ص ۲۷۵)

ناشی صغیر

ولادت/۲۷۱ھ

وفات/۳۶۵ھ

یا آل یاسین من یحبکم بغیر شک لنفسه نصحا

"اے آل یاسین (آل محمد) جس نے تم سے دوستی کی بلاشبہ اس نے اپنی خیر خواہی کی تم گمراہی میں راہ راست ہو جس طرح ہر خرابی میں تمہاری محبت باعث اصلاح ہے۔ تمہارے سوا کسی دوسرے کی کوئی بھی خوبی اگر تمہاری فضیلت کے مقابلے میں قیاس کی جائے تو برائی ہے دن کی نشانی ہمارے لئے محو نہ ہوئی لیکن رات کی نشانی خدائے ذوالجلال نے محو کر دی۔

اور تمہارے راہ راست کا نور کیسے محو ہو سکتا ہے جب کہ تم گمراہی کے اندھیروں میں روز روشن ہو تمہارے باپ احمد ہیں اور ان کے وزیر جو علم الٰہی سے بہرہ یاب ہیں۔

وہ علی صاحب افتخار غدیر خم اس وسیلہ سے ان کی برتری آشکار ہے۔

جب کہ لوگوں کے درمیان رسول خدا کھڑے ہوئے، اور بازوئے علی کو بلند کر کے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ میرا وصی مولا ہے اس بات کی میرے خدا نے مجھے وحی فرمائی ہے، پس لوگوں نے بخ بخ کہکے مبارکباد دی اور لوگوں نے آپ کی بیعت کی جس نے آپ کی مخلصانہ بیعت کی وہ فائدہ میں رہا۔

وہ علی ہی ہیں جن کے لئے جبرئیل نے روز احد ستائش کرتے ہوئے کہا: معرکہ کارزار میں کوئی تلوار نہیں لیکن صرف وصی رسول کی تلوار اور کوئی جوان نہیں سوائے اسکے اگر ان کی عمرو پر ماری گئی ضرب کا

موازنہ کیا جائے تو تمام لوگوں کے اعمال کے مقابلے میں بڑھ جائے۔

وہی علیؑ کہ جب دوسرے حضرات قلعہ کو فتح کرنے سے عاجز رہ گئے اور خالی ہاتھ واپس آئے تو آپ تشریف لے گئے اور قلعہ فتح کیا۔

جس دن خیبر کے یہودی جوش میں آگئے تھے جب آپ نے دروازہ خیبر اکھاڑ کر ہاتھ میں لیا تھا، مسلمانوں نے کسی بھی جنگ کی چکی نہیں دیکھی مگر یہ کہ اس کے قطب علیؑ تھے۔

خداوند عالم ان پر صلوات نازل فرمائے اور اس بندہ کو مسلسل اضافہ مدح کی توفیق عنایت فرمائے۔

ایک دوسرا قصیدہ جس میں ۱۳۶ اشعار ہیں:

اے اشرف کائنات کے جانشیں! یقیناً قوم نے آپ کی مخالفت کر کے کفر اختیار کیا بہترین شاہد یہ ہے کہ آپ کے بارے میں واضح نص سن کر بھی انکار کیا۔

انہوں نے آپ سے بغاوت کی حالانکہ انہوں نے خود ہی آپ کو نامزد کیا تھا اور انہوں نے پیمان شکنی کی حالانکہ خود ہی بیعت کی تھا"۔

آگے فرماتے ہیں:

فیاناصر المصطفی احمد تعلمت نصرته من ابیکا

"اے ناصر مصطفیٰ! آپ نے درس نصرت اپنے والد ابوطالبؑ سے حاصل کیا تھا۔

آپ کے دشمنوں نے آپ کے خلاف ناصبیت دکھائی خدا لعنت کرے جن لوگوں نے آپ سے ناصبیت کا اظہار کیا۔

آپ ہی خلیفہ رسولؐ ہیں، نہ کہ دوسرے لوگ پھر کیوں لوگوں نے آپ کو پس پشت ڈال دیا؟ خاص طور سے اس دن جب لوگ تبوک کی طرف جارہے تھے پھر آپ بعد میں اس لشکر سے ملحق ہوگئے لوگوں نے طعنہ دیا کہ آپ کو نبیؐ نے چھوڑ دیا ہے، آپ ان کی خدمت میں پہونچے تاکہ حقیقت واضح ہوسکے، رسول خداؐ نے آپ کے جواب میں فرمایا: ان کا ناس ہوجائے کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم اور میں ویسے ہی ہیں جیسے ہارون اور موسیٰ۔

اور اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو جس طرح میں نے تمہیں خلافت میں شریک کیا ہے نبوت میں بھی تمہیں شریک کرتا لیکن میں خاتم المرسلین ہوں اور تم میرے خلیفہ۔ کاش! یہ لوگ تمہاری اطاعت کریں۔

آپ ہی وہ خلیفۂ رسولؐ ہیں کہ آپ نے لوگوں کے مقابل رسولؐ سے سرگوشی کی لوگوں نے دیکھا کہ اسرار کی سرگوشی کے لئے مناسب ترین شخص آپ ہی ہیں اور یہ اصل میں خدا نے سرگوشی کی تھی۔

دین احمدؐ پر آپ کے لئے وحی ہوئی اور کینہ توزوں نے اس کا مشاہدہ کیا۔

آپ ہی دعوت ذوالعشیرہ میں خلیفۂ رسولؐ بنے جب کہ وہاں آپ کے والد ماجد بھی تھے۔

اور غدیر خم میں بھی خلیفہ بنے لیکن ہاں! غدیر کے دن مکاروں کے لئے کوئی بہانہ باقی نہ رہ گیا۔

انہوں نے قسم کے ساتھ پیمان باندھا کہ آپ پر ظلم کریں گے اسی لئے انہوں نے آپ کی مدد نہ کی جب ان پر نص رسول خداؐ پیش کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ علیؑ نے تو خود ہی سستی دکھائی اور آپ کو ضعیف و ناتواں خیال کیا۔

ہم نے ان سے کہا کہ ارشاد رسولؐ واضح ہے وسواس و شک کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

یہ بھی خاصان خدا کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

آل محمدؐ ہی کی وجہ سے راہ حق پہچانی گئی اور انہیں کے گھر میں قرآن اترا۔

وہی کلمات اور اسماء کے مصداق ہیں جو آدم کے سامنے جلوہ گر ہوئے ان کی توبہ قبول ہوئی وہ تمام مخلوقات پر حجت خدا ہیں نہ تو خود ان میں کوئی شک کی گنجائش ہے اور نہ ہی ان کے اقوال زرین میں، وہ بقیہ حقیقت علیا اور شاخۂ اصل (توحید) ہیں۔ ان کے بارے میں بہترین خطاب الٰہی ہوا وہ لوگوں کے لئے ارشاد حق کے سلسلہ میں شہاب ہیں ان کا نور ہر عہد میں دیکھا جا سکتا ہے ذریت احمدؐ، فرزندان علیؑ خلیفۂ رسولؐ بس وہی حقیقت محض اور لب لباب ہیں ان کا ہر رشتہ عظمت و سیادت انتہا کو پہنچ گیا ان کی روح پاک و طاہر ہے۔

اگر طالبان علم کو روک دیا جائے اور کہیں ٹھکانہ نہ ہو تو بس وہیں صحیح علم حاصل کر سکتے ہیں ان کی محبت صراط مستقیم ہے لیکن ان کے راستے میں بڑی مشقتیں ہیں۔

اور شمشیر براں کی طرح جو غدیر خم میں بیعت لی گئی اور وہ بیعت سب کی گردن پر بے بہا درخشاب ہیں، علیؑ طلائے ناب ہیں باقی تمام لوگ مٹی ہیں۔

اگر تم ان کے دشمن سے بیزار نہ ہو تو ان کی محبت کا اجر نہ پاسکو گے۔

جس وقت ان کی تلوار لوگوں کو آواز دے تو سوائے جواب دینے کے کوئی چارہ نہ ہوگا۔

ان کا نوک نیزہ سوئے ہوئے لوگوں کی آشتی اور تیز تلوار کا جبڑوں سے رابطہ ہے۔ راتوں کو محراب عبادت میں بہت زیادہ رونے والے اور بہت زیادہ ہنسنے والے ہیں اگر جنگ کے میدان میں تلواریں چل رہی ہوں۔ وہی جن کے موزے میں دشمنوں نے سانپ رکھ دیا تھا تاکہ انہیں ڈس لے لیکن جب وہ موزہ پہننے والے تھے تو موزہ پہننے سے کوے نے روک دیا تھا وہ موزہ لے کر اڑا اور الٹ دیا اچانک اس میں سے سانپ گر پڑا اور پہاڑ کی طرف بھاگا۔

وہی علی... جنھوں نے عظیم اژدہے سے سرگوشی کی جس اژدہے نے سرخانہ رسولؐ پر اپنے کو ڈال دیا تھا۔

لوگ دیکھ کر خوفزدہ ہوئے، راستے بند ہو گئے اور میدان میں غوغا بلند ہو گیا لیکن جب علیؑ اس سے قریب ہوئے تو تمام لوگ آگے بڑھے سب کو حیرت ہو رہی تھی حضرت علی نے بہت دیر تک اس سے بات کی اور اس کے سامنے رہے نہ ڈرے اور نہ بھاگے پھر وہ اژدہا ایک ٹیلے کی طرف جا کر خاک کے تودہ میں غائب ہو گیا اور بولا میں فرشتہ ہوں غضب خداوندی نے مجھے اس صورت میں مسخ کر دیا ہے آپ ہی میرے مولا اور میری دعائے مستجاب ہیں آپ کی خدمت میں توبہ کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں اس لئے آپ میری شفاعت اس ذات سے فرمادیجئے جس کی طرف سب کی بازگشت ہے۔

علیؑ نے دعا کی اور رسول خداؐ نے آمین کہی، تمام لوگ رو رہے تھے دعا مقصد سے ہمکنار ہوئی، فرشتہ آسمان کی طرف چلا گیا جس طرح تیز عقاب آسمان کی طرف جاتا ہے، اس کے جسم پر پر طاؤسی روئیدہ ہو گئے، تمام پر جواہرات سے آراستہ ہو گئے۔ کہنے لگا: خدا کی قسم! میں نجات پا گیا اس خاندان کی برکت سے جس کے غضب سے آتش جہنم فروزاں ہے اور جن کے دوستوں کے لئے جنت کی نعمت ہے۔

وہی نبأ عظیم اور کشتی نوح ہیں، انہیں پر وحی کا اختتام ہوا''۔

شعری تتبع:

قطعی اور محکم بات یہ ہے کہ یہ قصیدہ ناشی کا ہے جیسا کہ شہر ابن آشوب نے اس کی نشاندہی کی ہے(۱) ابن خلکان نے ابوبکر خوارزمی سے روایت کی ہے کہ ناشی نے ۳۲۵ میں کوفہ کا سفر کیا اور اپنے شعروں کو مسجد میں لکھوایا اس وقت متنبّی کمسن تھا ان کی بزم میں حاضر ہوا اس نے بھی ناشی کے یہ اشعار نقل کئے تھے:

کأن سنان ذابله ضمیر فلیس عن القلوب له ذهاب

وصارمه کبیعته بخم معاقدها من القوم الرقاب (۲)

یاقوت حموی نے معجم میں اور یافعی نے مرات الجنان میں واقعہ مندرجہ بالا کو لکھا ہے۔(۳) صاحب نسمۃ السح نے پورے یقین کے ساتھ لکھا ہے کہ جو بھی اس قصیدہ کو عمرو عاص کی طرف منسوب کرتا ہے رسوا ترین اشتباہ میں مبتلا ہے۔(۴) ان ارباب تنقید کا نقطہ نظر ہمارے لئے حجت ہے لہٰذا اس قصیدہ کو عمرو عاص کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ اکثر کتابوں میں ملتا ہے کتاب اکلیل ابو حمدانی اور تحفۃ الاحباء جلال الدین شیرازی کے خیالات اس سلسلہ میں معتبر نہیں، ان کے خیال میں ایک دن معاویہ نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ جو بھی علیؑ کے بارے میں ایک شعر کہے اسے یہ دس ہزار کی تھیلی دے دوں گا عمرو عاص نے یہ اشعار تھیلی کی لالچ میں کہے۔

بعض نے ان اشعار کی نسبت ابن فارض کی طرف دی ہے یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ ابن فارض کے

۱۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۴ ص ۳۰۱)

۲۔ وفیات الاعیان (ج ۳ ص ۳۶۹ نمبر ۲۶۶)

۳۔ معجم الادباء ج ۵ ص ۲۳۵ (ج ۱۳ ص ۲۹۰)؛ مرأۃ الجنان ج ۲ ص ۳۳۵

۴۔ نسمۃ السحر مجلد ۸ ج ۲ ص ۳۷۵)

معاصر ابن خلکان وحموی تھے اگر یہ قصیدہ ان کا ہوتا تو ان دونوں کو ضرور معلوم ہوتا علاوہ از این یہ قصیدہ ابن فارض سے پہلے ہاتھوں ہاتھ لیا جارہا تھا۔

میرا خیال یہ ہے کہ اکثر قصیدہ نگاروں نے اس بحر میں علی کی مدح کی ہے جو عام طور سے لوگوں میں مشہور ہو گئے اکثر قصیدہ میں ایسا حادثہ ہوا کہ یہ قصیدہ اس قصیدہ میں خلط ملط ہو گیا چنانچہ ناشی کے اکثر قصیدے مناقب شہر ابن آشوب میں سوسی کے نام سے درج ہو گیا، ابن جماد کے قصائد عونی کے نام سے درج ہو گئے ہیں، زاہی کے قصائد ناشی کے نام سے درج ہو گئے ہیں، عبدی کے ابن حماد کے نام سے درج ہو گئے ہیں، تذکرہ نگاروں کو اشتباہ ہو گیا اور انہوں نے ان کا ان کے نام سے منسوب کر دیا۔

اس قصیدہ کے بعض شعروں کو علامہ محمد علی اعسم نجفی نے مخمس کیا ہے پہلی بیت یوں ہے:

بنو المختار هم للعلم باب	لهم في كل معضلة جواب
اذاوقع اختلاف واضطراب	بآل محمد عرف الصواب

شاعر کے حالات:

علی بن عبداللہ بن وصیف نام تھا کنیت ابوالحسن (سمعانی) اور ابوالحسین تھی (رجال ابی داؤد) ناشی (صغیر) اصغر سے معروف تھے بغداد کے محلہ باب الطاق کے رہنے والے تھے پھر وہ مصر میں مقیم ہو گئے ان کے باپ دستہ شمشیر بنانے کا کام کرتے تھے اس لئے حلاء کے نام سے مشہور ہو گئے، انہیں ناشی بھی کہا جاتا تھا کیونکہ انہوں نے فنون شعری کی لطیف ترین پرورش اور پرداخت کی (۱)

ناشی ممتاز متکلم تھے، فقہ پر بھی دسترس تھی، حدیث و دانش اور ادب سبھی پر کمال تھا، آخر میں وہ شاعری بھی کرنے لگے اور شہرت حاصل کر لی، خلاصہ یہ کہ مجمع فضائل، معدن ثقافت وعلم تھے، ممتاز ترین شیعہ دانشمندوں، متکلموں، محدثوں، فقیہوں اور شاعروں میں شمار ہوتے تھے۔

شیخ مفید ان سے روایت کرتے ہیں اور طوسی بتوسط مفید روایات کرتے ہیں۔(۲) صاحب ریاض

۱۔ سمعانی کی الانساب (ج ۵ ص ۴۴۵)   ۲۔ الفہرست ص ۸۹

العلماء اس بات کا احتمال ظاہر کرتے ہیں کہ شاید یہی استاد شیخ صدوقؒ ہیں۔(۱)

مزید ان سے روایت کرنے والوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ابوعبداللہ بن خالع؛

۲۔ابوبکر ابن زرعہ ہمدانی؛

۳۔عبدالواحد عکبری؛

۴۔عبدالسلام بن حسن بصری؛

۵۔ابن فارس لغوی؛

۶۔عبداللہ بن احمد بن محمد روزبہ ہمدانی؛

۷۔مبرد؛

۸۔ابن معتز؛ وغیرہم۔(۲)

ابن خلکان (۳) کے مطابق ناشی نے ممتاز متکلم شیعہ ابوسہیل اسماعیل بن علی بن نوبخت سے علم حاصل کیا فہرست طوسی میں (۴) ہے کہ ناشی فقہ میں اہل ظاہر کے مسلک پر تھے اور اہل ظاہر ابوسلیمان داؤدی (متوفی ۲۷۰) کے طرفدار تھے ابوسلیمان پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قیاس کو مسترد کر کے کتاب وسنت کے ظواہر کو سند قرار دیا۔(۵)

ابوسلیمان کا مستقل مذہب تھا ان کے طرف داروں کو ظاہر یہ کہا جاتا تھا۔(۶)

نجاشی (۷) نے ناشی کی فقط ایک کتاب امامت کی نشاندہی کی ہے لیکن فہرست طوسی میں ہے کہ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں، ابن خلکان بھی یہی کہتے ہیں۔

۱۔ریاض العلماء (ج۴ص۱۳۷)

۲۔الوافی بالوافیات (ج۲۱ص۲۰۳) لسان المیزان ج۴ص۲۳۸ (ج۴ص۴۷۲نمبر۵۸۵۰)

۳۔وفیات الاعیان (ج۳ص۵۶۹نمبر۴۶۶)

۴۔الفہرست ص۸۹ (ص۲۷۱)

۵۔فہرست ابن ندیم ص۳۰۳ (۲۷۱)

۶۔وفیات الاعیان ج۱ص۱۹۳ (ج۲ص۲۵۵نمبر۲۲۳)

۷۔رجال نجاشی (ص۲۷۱نمبر۷۰۹)

وافی بالوفیات کے مطابق ان کے اشعار مدون تھے خاندان نبوت کے متعلق ان کے اشعار کا شمار نہیں کیا جا سکتا، ابن شہر آشوب معالم العلماء (۱) میں لکھتے ہیں ناشی ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے بے باکانہ خاندان رسول کا دفاع کیا ہے۔

خالع کہتے ہیں کہ ناشی اہلبیتؑ کی امامت کے قائل تھے، بہترین اسلوب کے ساتھ مناظرہ کرتے، اہلبیتؑ کی مدح میں ان کے اشعار بے شمار ہیں ساری عمر مدح اہلبیتؑ میں گذار دی (۲)

اس کے باوجود انہوں نے خلیفہ راضی باللہ کی مدح کی ہے، کافور اخشیدی کو دیکھنے مصر تشریف لے گئے اس کی مدح کی، ابن خنزابہ وزیر کی بھی مدح کی اس کے ندیم تھے وہ بریدیین کی مدح کے لئے بصرہ بھی گئے، ابن العمید کی مدح کر کے جان بھیجی۔

عبدالرحیم کہتے ہیں کہ مجھ سے خالع نے بیان کیا کہ ناشی نے خود مجھ سے کہا کہ ابن رائق مجھے راضی باللہ کے پاس لے گئے میں ابن رائق کا مداح تھا وہ میرا بہت خیال رکھتا تھا جب میں راضی کے سامنے پہونچا اس نے پوچھا تم ہی ناشی رافضی ہو؟

میں نے جواب دیا: میں خادم امیر المومنینؑ ہوں، شیعہ ہوں۔

پوچھا: شیعوں کے کس فرقہ سے؟

میں نے جواب دیا: شیعہ بنی ہاشم۔ کہنے لگا: یہ بڑا خبیث حیلہ ہے۔

میں نے کہا: لیکن پاکیزہ نسب کے ساتھ ہے۔

کہنے لگا کہ لاؤ کیا کہا ہے۔ میں نے قصیدہ پڑھا تو اس نے دس پارچے خلعت کے اور چار ہزار درہم انعام دیا میں نے شکریہ ادا کیا، میں نے کہا کہ میرا طریقہ ہے کہ طلیسان پہنتا ہوں کہا یہاں طلیسان عدنی ہے حکم دیا کہ ایک طلیسان کے ساتھ خز کا عمامہ بھی دے دو، پھر اس نے کہا کہ بنی ہاشم کے متعلق کچھ اشعار کہے ہوں تو سناؤ، میں نے پڑھا:۔ اے بنی عباس! بنی امیہ نے کینہ وعناد میں تمہارا خون بہایا اس لئے کوئی ہاشمی بنی امیہ کو دوست نہیں رکھ سکتا، نہ اس ذلیل مرد ملعون ابوزبیل کو دوست رکھ سکتا ہے۔

۱۔ معالم العلماء (ص ۱۴۸)　　۲۔ معجم الادباء (ج ۱۳ ص ۲۸۴۔۲۸۱)

پوچھا: تمہارا ابو زنبیل کے ساتھ کیا معاملہ ہے۔
میں نے کہا کہ امیر المومنین خوب جانتے ہیں۔ یہ سن کر راضی مسکوایا اور مجھے جانے کی اجازت دیدی۔

اکثر تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ باوجود اہل بیتؑ کی مدح وثنا کے ناشی عوامی مقبولیت رکھتے تھے یہ خود ان کی بلندی منزلت اور سعادت دارین کا ثبوت ہے۔ حموی (۱)، خالع کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ساتھ ۳۴۶ھ میں محدث کبوذی کی بزم میں حاضر تھا یہ بزم کتاب فروشوں اور زر گروں کے درمیان واقع مسجد میں منعقد ہوئی تھی مجلس بھری ہوئی تھی اچانک ایک مسافر وارد ہوا بدن پر بھری پڑی رداڈالے ہوئے، ایک ہاتھ میں کھانے پینے کا سامان اور دوسرے ہاتھ میں نوک دار چھڑی، ابھی گرد راہ نہ جھاڑی تھی کہ بلند آواز سے لوگوں کو سلام کیا اور فرمایا: میں فاطمہ زہراؑ کا پیغامبر ہوں سب نے کہا خوش آمدید اور اس کا احترام واکرام کر کے بٹھایا اس نے پوچھا مجھے آپ لوگ احمد مزوق نوحہ خواں کا پتہ بتا سکتے ہیں لوگوں نے کہا وہ یہیں بیٹھے ہیں اس نے کہا، میں نے بی بی زہرا علیھا السلام کو خواب میں دیکھا ہے فرما رہی ہیں بغداد جاؤ اور احمد کو ڈھونڈ کر اس سے کہو کہ میرے فرزند حسینؑ پر ناشی کے ان اشعار کے ساتھ نوحہ خوانی کرو:

بنی احمد قلبی لکم یتقطع   بمثل مصابی فیکم لیس یسمع

ناشی وہاں موجود تھے اپنے منہ پر بے تحاشہ طمانچے مارنے لگے، انہیں کے ساتھ مزوق اور دیگر تمام لوگ سر وسینہ پیٹنے لگے، سب سے زیادہ غیر حالت ناشی کی تھی پھر مزوق کی۔

یہ مجلس عزا ظہر تک برپا رہی، لوگوں نے ہر چند کوشش کی کہ وہ شخص کچھ معاوضہ قبول کر لے، وہ انکار کرتا رہا اور بولا: خدا کی قسم! مجھے ساری دنیا بھی دیدی جائے تو قبول نہ کروں گا، میں خاتون قیامت کا پیغامبر ہو کر معاوضہ کیسے لوں۔ بغیر کچھ لئے پلٹ گیا۔

خالع کہتے ہیں کہ اس نوحہ کے دس شعر ہیں، ان میں دو شعر یہ ہیں:

۱۔ معجم الادباء (ج ۱۳ ص ۲۹۳۔۲۹۲)

عجب لکم تفنو نقتلا بسیفکم لیبسطو علیکم من لکم کان یخفنع
کان رسول الله اوصی بقتلکم و اجسامکم فی کل ارض توزع

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ نوحہ کے شروع کے اشعار یہ ہیں:

بنی احمد قلبی لکم یتقطع بمثل مصابی فیکم لیس یسمع
فما بقعة فی الارض شرقا ومغربا ولیس لکم فیها قتیل ومصرع
ظلمتم وقتلتم وقسم فیئکم وضاقت بکم ارض فلم یحم موضع
جسوم علی البوغاء ترمی وارؤس علی ارؤس اللدن الذوابل ترفع
توارون لم تأوفراشا جنوبکم ویسلمنی طیب الهجوع فاهجع

خالع کا بیان ہے کہ ایک دن بازار سراج میں گیا تو ناشی سے ملاقات ہوئی مجھ سے کہا: میں نے ایک قصیدہ کہا ہے، اسے لکھ دو، میں چاہتا ہوں یہ قصیدہ تمہارے ہی ہاتھوں لکھا جائے۔

میں نے تعمیل حکم کر دیا اور گھر واپس آ کر سو گیا، خواب میں ابوالقسم شطرنجی نوحہ خواں کو دیکھا مجھ سے فرما رہے ہیں کہ ذرا ناشی کا مرثیہ بائیہ لکھ دو میں اسے روضہ حسینؑ میں پڑھوں گا یہ صاحب زیارت حسینؑ سے واپس آتے ہوئے راستے میں انتقال فرما گئے تھے میں اٹھ گیا اور ناشی سے سارا واقعہ بیان کیا کہ اپنا مرثیہ بائیہ دیدو پوچھا تم نے کیسے جانا کہ میں نے مرثیہ بائیہ کہا ہے میں نے تو ابھی تک کسی کو نہیں دیا ہے میں نے سارا خواب بیان کر دیا وہ رونے لگے اور کہا ہاں اسے لکھنے کا وقت آ گیا ہے۔

میں نے وہ مرثیہ لکھ ڈالا، جس کے چند اشعار یہ ہیں:

رجائی بعید والممات قریب یخطی ظنی والمنون تصیب (۱)
اناس علوا اعلی المعالی من العلا فلیس لهم فی الفاضلین ضریب
اذاانتسبوا اجازوا التناهی لمجدهم فما لهم فی العالمین نسیب
هم البحر اضحی دره وعبابه فلیس له من منتفیه رسوب

۱۔ معجم الادباء (ج ۱۳ ص ۲۸۲)

تسیر به فلک النجاة وماؤها لشرابه عذب المزاق شروب

هو البحر یغنی من عدا فی جواره وساحله سهل المجال رحیب

هم سبب بین العباد وربهم محبهم فی الحشر لیس یخیب

علامہ سماوی نے ناشی کے مدح اہل بیتؑ سے متعلق تین سو اشعار جمع کئے ہیں۔

ولادت اور وفات

حموی نے معجم الادباء (۱) میں خالع کا بیان نقل کیا ہے کہ خود مجھ سے ناشی نے بیان کیا کہ میری پیدائش ۲۷۱ھ میں ہوئی اور میں شہر میں تھا کہ دوشنبہ کے دن پانچ صفر ۳۶۵ھ کو انتقال کیا، ابن بقیہ کا خط ابن عمید کے نام آیا جس میں ناشی کے مرنے کی خبر تھی کہا گیا کہ ابن بقیہ اپنے وزیر اور ارکان دولت کے ساتھ پا پیادہ جنازہ کی مشایعت کو نکلا اور مقابر قریش میں ان کو دفن کیا گیا ان کا مزار آج بھی معروف ہے ناشی ان لوگوں میں ہیں جن کی قبر ۴۴۳ھ میں کھود کر ہڈیاں نکالی گئیں اور جلا کر راکھ کر دی گئیں۔ ابن شہر آشوب معالم العلماء میں لکھتے ہیں کہ ان کو جلا دیا گیا ظاہر مفہوم تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں زندہ جلا کر شہید کیا گیا واللہ اعلم۔ (۲)

یہاں دوسرے اقوال بھی ہیں جو قرین صحت نہیں، یافعی (۳) نے تاریخ وفات ۳۴۲ھ لکھی ہے، ابن خلکان (۴) ۳۶۰ھ اور ابن اثیر (۵) ۳۶۶ھ لکھتے ہیں:

انہیں کی تائید ابن حجر (۶) نے نجار کے حوالہ سے کی ہے، علاء الدین بہائی نے بھی مطالع البدور (۷) میں اسکو دہرا کر ان کا شعر لکھا ہے۔

۱۔ معجم الادباء (ج ۱۳ص ۲۸۲)

۲۔ معالم العلمائص ۱۳۶ (ص ۱۴۸)

۳۔ مرأۃ الجنان ج ۲ص ۲۳۵

۴۔ وفیات الاعیان (ج ۳ص ۱۷۱ ۳۲ نمبر ۴۶۶)

۵۔ تاریخ کامل (ج ۵ص ۴۲۶، حوادث ۳۶۶)

۶۔ لسان المیزان (ج ۴ص ۲۷۵ نمبر ۵۸۵)

۷۔ مطالع البدور، ج ۱ص ۲۵

لیس الحجاب بآلة الاشراف ان الحجاب المجانب الانصاف

ولقل مایاتی فیحجب مرة فیعود ثانیة بقلب صاف

ثعالبی (۱) لکھتے ہیں کہ ناشی بالکل ناصبیوں کی طرح سیاہ فام تھے چنانچہ چار شعر مشہور ہیں:

یا خلیلی وصاحبی من لوئیّ بن غالب حاکم الحب جائر موجب غیر واجب

لک صدغ کانما لونه وجه ناصبی یلدغ الناس اذا التعقرب لدغ العقارب

تنقیح القال (۲) میں تذکرہ ناشی کے سلسلہ میں حیرتناک اشتباہ دیکھنے کو ملتا ہے، انہوں نے لکھ دیا ہے کہ بظاہر یہ ناشی وہی عبداللہ بن وصیف بن عبداللہ ہاشمی ہیں جنہوں نے عیون الاخبار میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بعض امامت علی رضا علیہ السلام کی روایت کی ہے۔

مصادر حالات

مطالع البدور
جامع الروایات
تلخیص الاقوال
منتہی المقال
نسمۃ السحر
الطلیعۃ
امل الآمال.
خاتمۃ الوسائل
ریاض العلماء

فہرست شیخ طوسی
معالم العلماء
رجال ابن داؤد
رجال نجاشی
یتیمۃ الدہر
ہدیۃ الاحباب
خلاصۃ الرجال
نقد الرجال
کامل ابن اثیر

۱۔ ثمار القلوب ص ۱۳۶

۲۔ تنقیح القال ج ۲، ص ۳۱۳

ملحض المقال

الحفون النسیعہ

الشیعہ وفنون الاسلام

شہد الفضیلة

تلخیص المقال

تاسیس الشیعہ

روضات الجنات

الوافی بالوافیات

شذرات الذہب

مجالس المومنین

لسان المیزان

تنقیح المقال

انساب السمعانی

وفیات الاعیان

معجم الادباء

میزان الاعتدال

وفیات الاعلام

کرتے ہوئی فرمائی: کیا میں تمہارا مولانہیں ہوں؟علیؑ بھی میری طرح تمہارا مولا ہے اب اسے دوست رکھومیں نے واجبی بات تم تک پہنچادی''۔

یہ اشعار بھی بشنوی کے ہیں:

''غدیر کا دن دوستان علیؑ کے لئے عید کا دن ہے اور ناصبی اس کی عظمت کے منکر ہیں، جس دن دوپہر کے وقت بعنوان عہد معبود جشن منایا گیا تھا۔

اگر نافرمان لوگ حکم مانیں اور حاسدوں کی فسادانگیزی ختم ہو جائے تو زمین کا یہ جشن آسمانی جشن کے مانند ہوگا''۔

شاعر کے حالات:

ابوعبداللہ حسین بن داؤد کردی بشنوی......ابن شہرآشوب لکھتے ہیں کہ یہ برملا مدح اہل بیتؑ فرمایا کرتے تھے اور ولایت کی باتیں سنایا کرتے تھے۔(۱) ان کے بے شمار اشعار اس بات کا ثبوت ہیں، مناقب شہرابن آشوب (۲) میں جابجا ان کے اشعار بکھرے ہوئے ہیں، اس طرح کہا جاتا ہے کہ وہ فصاحت وبلاغت کے علمدار اور امامیہ شاعر تھے۔

ولایت کے متعلق ان کے بعض اشعار یہ ہیں:

''خدا کی قسم رسول مختارؐ کے بعد میں نے بارہ اماموں کا دامن تھام لیا ہے میں نے اپنی زندگی اس خانوادے کے لئے وقف کردی ہے قریش کے دینی سردار یہی ہیں''۔

ان کا یہ شعر بھی ہے:

''اے وہ شخص! جس نے نادانی میں منصب خلافت کو ابوالحسنؑ سے چھین لیا دروازۂ شہر کو جاہلوں کے لئے کھول دیا، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، وہ بھی ایسے شہر علم جن کی طرف طالبان علم کی آمد ہے ہاں اس طرف دانشوروں کو توجہ کرنا ضروری ہے، وہ دنیا کے سید و سردار ہیں خدا نے جبریل کی زبانی یہ حکم پہنچایا''۔

۱۔معالم العلماء (ص ۱۴۹)   ۲۔مناقب آل ابی طالب (ج۱،ص ۳۸۰، اعیان الشیعہ ج۶ ص۱۱)

بشنوی کردی

وفات ۳۸۰ھ

وقد شهد واعید "الغدیر" واسمعوا　　مقال رسول اللہ من غیر کتمان

''یقیناً انہوں نے بروز غدیر خم بچشم خود دیکھا اور ارشاد رسول کو واضح طور سے سنا تھا کیا میں تمام لوگوں کے مقابل تم پر صاحب اختیار نہیں ہوں، سب نے کہا تھا ہاں، آپ تمام جن وانس میں سب سے افضل۔

پھر آپ خطبہ دینے کے لئے کجاؤں کے منبر پر کھڑے ہوئے بلند آواز سے حیدر کا اعلان فرمایا اور تمام لوگ منہ میں زبان لئے سر جھکائے ہوئے تھے کچھ سامنے اور کچھ پس پشت۔ علیؑ لبیک کہتے ہوئے سامنے آئے آپ کا چہرہ یوں دمک رہا تھا جیسے سرد کی اوٹ میں چاند، رسول خداؐ نے خوش آمدید کہتے ہوئے اپنے پاس جگہ دی، ہاں وہ پاک مرد شبیہ مصطفےٰ ہو گیا علی کا بازو پکڑ کر بلند کیا اور آپ کی آواز نزدیک ودور پہنچ رہی تھی۔

علیؑ میرا بھائی ہے میرے اور اس کے درمیان علیحدگی نہیں ہو سکتی، اس کی نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ کلیم اللہ سے تھی، یہ میرا وارث علم اور امت پر میرا جانشین ہے زندگی کی آخری سانسوں تک۔ پس اے میرے پروردگا! جو علیؑ کو دوست رکھے اسے دوست رکھ جو دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے غضب ناک ہو''۔

ایک دوسرا قصیدہ یہ ہے:

''کیا میں وہ محکم بات اور مشہور حدیث بیان کر دوں کہ جو بروز غدیر احمد مصطفےٰؐ نے لوگوں کو خطاب

ان کا یہ شعر بھی ہے:

''ایک نالائق اور کمتر کو آگے بڑھا کر خیانت کی گئی، میں کمتر کو ترجیح دے کر اپنے خدا سے خیانت نہیں کروں گا''۔

آگے ان کے دوسرے اشعار بھی پیش کئے جائیں گے جن سے معلوم ہوگا کہ وہ مخلصانہ طریقہ پر صرف ائمہ معصومینؑ کی سرداری کے قائل تھے اس طرح انہیں شاعر اہل بیتؑ کہا جا سکتا ہے حالانکہ لوگ انہیں شاعر بنی مروان کہتے ہیں۔(۱)

اس لئے کہ وہ دیار بکر کے سلاطین کے درباری شاعر تھے، ان کا مورث اعلیٰ ابوعلی بن مروان تھا۔ وہ اپنے اماموں کے بعض علاقوں پر قبضہ کر بیٹھا تھا پھر اس کے بھائی ممہد الدولہ کے قتل ہونے کے بعد حکومت پر قابض ہوگیا، اس کا دوسرا بھائی ابونصر تھا جسکی مدت سلطنت ۴۲۰ھ سے ۴۵۳ھ تک ہے اس نے مرنے کے بعد دو بیٹے چھوڑے ایک نصر جو میا نارقین کا حکمراں ہوا اور ۴۵۳ھ میں اس کا جانشین اس کا بیٹا منصور ہوا دوسرا سعید نامی تھا جو آمد پر قابض ہوگیا۔ بشنوی قلعۂ فنسک میں سکونت پذیر کرد بشنوی سے تعلق رکھتے تھے، انہوں نے لوگوں کو ابھارا کہ بنی مروان کے ماموں باذ کردی کی حمایت کریں یہ واقعہ ۳۸۰ھ سے ۳۷۹ھ میں ابو طاہر اور حسین (حمدان کے بیٹے) جب موصل کے شہروں پر قابض ہو گئے انہوں نے ایک قصیدہ بھی کہا تھا:

البنویۃ انصار لد ولتکم ولیس فی ذاخفا فی العجم والعرب

اس بنیاد پر صاحب اعیان الشیعہ (۲) کی تحریر کردہ بشنوی کی تاریخ ۳۷۰ھ صحیح نہیں رہ جاتی ہے، کیونکہ بشنوی ۳۷۹ھ کے اس واقعہ کے بعد بھی دس سال تک زندہ رہے ہیں۔

بشنوی کی تصانیف معالم العلماء (۳) کے مطابق کتاب الدلائل اور رسائل بشنویہ ہیں، ابن اثیر

۱۔ تاریخ کامل، ج ۹، ص ۲۴ (ج ۵ ص ۳۸۳، حوادث ۳۸۰)

۲۔ اعیان الشیعہ ج ۱ (ص ۳۸۷ ج ۶ ص ۱۱)

۳۔ معالم العلماء (ص ۴۲ نمبر ۲۶۸

نے ایک مشہور دیوان کی نشاندہی بھی کی ہے(۱)

عراق کے مشرقی دجلہ کے علاقہ میں کردوں کے بہت سے قبیلے اور گروہ آباد ہیں اور ان کے قلعہ اور شہر ہیں جو موصل اور اربل کے علاقہ سے متصل ہیں انہیں قبیلوں میں سے ایک بشنوی کا قبیلہ ہے جس کی فرد بشنوی تھے یہ گروہ موصل کے بالائی حصہ میں جزیرہ ابن عمر کے قریب آباد تھا، لگ بھگ دو فرسخ کے فاصلے پر یہ اپنے گروہ میں تعصب کے حامل ہیں ان کے قلعوں کے نام یہ ہیں:

قلعہ برقہ، بختیہ، ہکاریہ، جلانیہ، ووادیہ، شوانکاریہ، حمیدیہ، ہذبانیہ، حکمیہ

ان کے علاوہ:

مارانیہ، یعقوبیہ، جوزقانیہ، سورانیہ، کورانیہ، عمادیہ، محمودیہ، جوبیہ، مہرانیہ، جاوانیہ، رضائیہ، سروجیہ، ہارونیہ، ریہ وغیرہ بے شمار قبیلہ ہیں۔

نمونہ کلام

خیر الوصیین من خیر البیوت ومن   خیر القبائل معصوم من الزلل

اذانظرت الی وجہ الوصی فقد   عبدت ربک فی قول وفی عمل

''حضرت علیؑ اوصیاء میں سب سے بہتر تھے سب سے بہتر گھر والے اور قبیلہ والے تھے، وہ تمام لغزشوں سے معصوم تھے جب تم نے وصی کے چہرے کی طرف نظر کی تو گویا قول وعمل میں خدا کی عبادت کی''۔

دوسرے شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ رسول نے فرمایا''النظر الی وجہ علی عبادہ''۔

محبّ طبری نے ریاض(۲) میں اس کی روایت ابوبکر، عبد اللہ بن مسعود، عمرو عاص، اور عمران

۱۔اللباب، ج۱،ص۱۲۷

۲۔الریاض النضرۃ، ج۲،ص۲۱۹ (ج۳،ص۱۷۲)

بن حصین کے علاوہ دوسرے سے کی ہے، گنجی نے کفایہ (۱) میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ حسین ترین سند کا حامل کہا ہے، اس کی روایت حلیہ نعیم (۲) معجم طبرانی (۳) میں کی ہے یہ حدیث حسن، عالی، جلیل، غریب اور دوسرے طریقے سے عالی اور سیاق اعتبار سے حسن ہے۔

دوسرے طریقے سے معاذ بن حنبل سے روایت کی ہے۔ (۴) حافظ دمشقی (۵) نے ابو بکر، عمر، عثمان، جابر، ثوبان، عائشہ، عمران حصین، ابوذر سے روایت کی ہے، حدیث ابوذر کے الفاظ میں ''**مثل علی فیک او قال فی هذه الامة کمثل الکعبة المستورة النظر الیها عبادة والحج الیها فریضة** اس کی روایت حضرت علی علیہ السلام سے بھی کی گئی ہے۔ (۶)

بشنوی کے یہ اشعار بھی ہیں:

ولست ابالی بای البلاد　　قضی الله نحبی اذا ما قضه

''مجھے کوئی پرواہ نہیں خدا مجھے کس خطہ زمین پر فرمان موت دے گا، نہ یہ کہ کس خطہ زمین پر قبر بنے گی کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی خدا نہیں اور اس کا فرمان حق ہے، اور محمد مصطفیٰؐ اس کے رسولؐ اور علیؑ رسول خداؐ کے بھائی ہیں اور بنت رسولؐ فاطمہؑ تمام رجس سے پاک ہیں، محمد وہی رسول ہیں جنہوں نے دین حق کی ہمیں رہنمائی کی ان کے دونوں باعظمت فرزند بھی ہمارے سردار ہیں خوشا بحال اس کا جوان دونوں سرداروں کا غلام ہوگا''۔

یا ناصبی بکل جهدک فاجهد　　انی علقت بحب آل محمد

اے ناصبی! (مجھ سے جھگڑنے والے) اپنی پوری طاقت سے میرے سامنے آ کیونکہ میں دوستی آل

۱۔ کفایۃ الطالب، ص ۶۴، ۶۵ (۱۵۸، ۱۵۶، باب ۳۴)

۲۔ حلیۃ الاولیاء (ج ۵ ص ۵۸، نمبر ۲۹۵)

۳۔ معجم الکبیر (ج ۱۰ ص ۷۶، حدیث ۱۰۰۰۶)

۴۔ کفایۃ الطالب ص ۶۶ (ص ۱۶۱ باب ۳۴)

۵۔ تاریخ ابن عساکر حالات حضرت علی (نمبر ۹۱۱۔ ۸۹۴) (مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۸ ص ۸۔ ۷)

۶۔ کفایۃ الطالب ص ۱۲۴ (۲۵۲۔ باب ۶۲)

محمدؐ سے سرشار ہوں آل محمدؐ پاک وپاکیزہ، صاحبان ہدایت ہیں وہ خود پاک ہیں اوران کا مولا بھی پاک وپاکیزہ ہے میں ان سے دوستی کا دم بھرتا ہوں، ان کے دشمنوں سے بیزار ہوں، اے نطفہ ناتحقیق تو میری جس قدر بھی چاہے ملامت کر معتبر حدیث کے مطابق آل محمدؐ ستاروں کی طرح امان اور وہ کشتی نجات ہیں''۔

اس طرح پانچ شعروں میں سقیفہ کی بڑی چھتاڑ مچائی ہے، پھر چار شعروں میں ﴿اجعلتم سقایه الحاج﴾ کی تفسیر کے طور پر فضیلت علیؑ کا گوشہ نکالا ہے۔ دو شعروں میں حدیث ''مدینۃ العلم'' اور آخرت میں قسیم النار والجنۃ کہا۔ دو شعروں میں خاصف النعل اور علم وقضا وخضوع علیؑ کا تذکرہ کیا ہے۔

تین شعروں میں صدیقہ طاہرہؑ کی مدح کی ہے:

''جب وہ میدان محشر میں آئیں گی تو لوگوں کو حکم ہوگا کہ اپنی آنکھیں بند کرلو، ان کے دشمنوں کے چہرے سیاہ اور ارباب حق کے چہرے اجلے ہوں گے''۔

دو شعروں میں صادق آل محمدؑ کی مدح کی ہے:

''آپ سلیل ائمہ تھے جو اپنے جد کے مسلک پر باوقار طریقے سے چلے اگر ہمیں درماندہ کرنے والی مشکلیں آئیں تو اس کے بھید کو دلیل وبرہان سے واضح کرنے والے ہیں''۔

صاحب بن عبادہ

ولادت ۳۲۶

وفات ۳۸۵

قالت :فمن صاحب الدين الحنيف اجب؟ فقلت : احمد خير السادة الرسل

''پوچھا: صاحب دین حنیف کون ہے جواب دو؟ میں نے کہا: احمدؐ جو بہترین سردار پیغمبران تھے۔

پوچھا: پھر ان کے بعد کون ہے جس کے لئے ولائے خالص سزاوار ہے؟ میں نے کہا: ان کا وصی جس کے خیمہ زحل پر نصب ہیں۔

پوچھا: کون تھا جو جان فدا کر کے ان کے بستر پر سویا؟ میں نے جواب دیا: جس نے طوفان حوادث میں بھی ذرا جنبش نہ کی۔

پوچھا: کس کے لئے رسولخداؐ نے برادری اشتیاق کا مظاہرہ کیا؟ میں نے کہا: وہی جس کے لئے وقت عصر ڈوبتا سورج پلٹا۔

پوچھا: کس کے ساتھ فاطمہ زہراؑ کی تزویج ہوئی؟ میں نے کہا: اس کے ساتھ جو پا برہنہ اور کفش پوشوں میں سب سے بہتر تھا۔

پوچھا: دونوں فرزندان رسولؐ کا والد کون ہے؟ میں نے کہا: وہی جو میزان فضیلت میں سب پر بازی لے گیا۔

پوچھا: جنگ بدر کا بلند ترین افتخار کس کے نصیب میں آیا؟ میں نے کہا: وہی جس نے سب سے زیادہ دشمنوں کی سرکوبی کی۔

پوچھا: جنگ احزاب کا بہادر شیر کون تھا؟ میں نے کہا: جو عمرو جیسے بہادر نر کا قاتل ہے۔

پوچھا: جنگ حنین میں کس نے کانٹ چھانٹ اور چھاڑ مچائی؟ میں نے کہا: جس نے مشرکین کو تیزی سے دور ہنکا دیا۔

پوچھا: کس کو مرغ بریاں کھانے کے لئے بلایا گیا؟ میں نے کہا: جو خدا اور رسول کے نزدیک محبوب و مقرب تھا۔

پوچھا: کون سایۂ عبا میں رسول کے شانہ بشانہ تھا جواب دو۔ میں نے کہا: وہی جو گلیم پوشوں اور خز پوشوں میں سب سے بہتر تھا۔

پوچھا: غدیر کے دن کس کو سردار بنایا گیا؟ جواب دو۔ میں نے کہا: جو اسلام کے لئے سب سے بہتر ولی تھا۔

پوچھا: کس کے شرف و بزرگی کے لئے سورہ ھل اتی نازل ہوا؟ میں نے کہا: خیرات کرنے والے روی زمین پر سب سے بہتر کے لئے۔

پوچھا: کس نے حالت رکوع میں انگوٹھی کی زکوۃ دی، میں نے کہا اس ہاتھ نے جو سینہ دشمن پر سب سے محکم نیزہ بازی کرنے والا تھا۔

پوچھا: کون جہنم کو تقسیم کرنے والا ہے؟ میں نے کہا: جس کی رائے بھڑکتے شعلوں سے زیادہ صاف تھی۔

پوچھا: رسول خداؐ مباہلہ میں کس کو ہمراہ لائے؟ میں نے کہا: جو رسول خداؐ کے سفر و حضر میں برابر ساتھ رہا۔

پوچھا: پھر کون شبیہ ہارون تھا ہم بھی تو جانیں؟ میں نے کہا: جو فتنہ و آشوب میں نہ ڈگمگایا نہ ڈوبا۔

پوچھا: اچھا بتاؤ شہر علم کا دروازہ کون تھا؟ میں نے کہا: جس سے لوگوں نے پوچھا اور اس نے کسی سے نہ پوچھا۔

پوچھا: پھر بیعت توڑنے والے کو کس نے قتل کیا؟ میں نے کہا: اس کی تفسیر واقعہ جمل ہے۔

پوچھا: حد سے تجاوز کرنے والے گندے ان لوگوں (قاسطین) سے کس نے جنگ کی؟ میں نے کہا: جنگ صفین اس حقیقت کو واضح کرنے والی ہے۔

پوچھا: دین سے نکل جانے والوں (مارقین) کے سر پر تلوار کس نے چلائی؟ میں نے کہا: اس کا مفہوم نہروان میں پوری طرح واضح ہوگیا۔

پوچھا: کون حوض کوثر کا مالک ہوگا؟ میں نے کہا: جس کا خاندان سب سے شریف ترین ہے۔

پوچھا: لواء احمد کس کے ہاتھ میں ہوگا؟ میں نے کہا: وہی جو کبھی جنگ سے ہراساں نہ ہوا۔

پوچھا: کیا یہ تمام چیزیں ایک ہی شخص میں جمع تھیں؟ میں نے کہا: ہاں! یہ تمام چیزیں ایک ہی شخص میں جمع تھیں۔

پوچھا: پھر وہ کون تھا ذرا مجھے اس کا نام بتاؤ؟ میں نے کہا: وہ ذات امیر المومنین علی علیہ السلام کی تھی''۔

ان کا ایک اور قصیدہ ہے:

یا کفو بنت محمد لو لاک ما زفت الی بشر مدی الاحقاب

''اے دختر محمدؐ کے کفو! اگر آپ کی بلند ذات نہ ہوتی تو وہ کبھی اپنے شوہر کے گھر نہ جاسکتیں۔

اے اصل خاندان احمد اگر آپ نہ ہوتے تو محمد مصطفےٰؐ کی نسل ہی نہ چلتی رسول خداؐ جو شہر علم اور تمام کمالات سے آراستہ تھے، آپ ان کے بہترین دروازہ تھے۔

آپ کے لئے سورج پلٹا اور یہ بہترین فضیلت ہے جسے چھپایا نہیں جاسکتا۔

میں نے ان باتوں کی حکایت نہیں کی جن کی حکایت ناصبی کرتے ہیں اس لئے کہ میں ان کے جان و مال کو حلال سمجھتا ہوں۔

اے رسولؐ کے شانہ بشانہ رہنے والے اور ان کے شریک کار! آپ نے ایسے ابدآثار کارہائے نمایاں کئے کہ سب حیرت ناک ہیں۔

ان لوگوں نے صفت ابوتراب سے آپ کی توہین کرنی چاہی لیکن ایک مٹھی خاک کے بدلے اپنی

شریعت بیچ دی تم نہیں جانتے کہ رسول کا جانشین وہی ہے جس نے حالت نماز میں زکوۃ دی، تم نہیں جانتے کہ وصی وہی ہے جس کا ان کا یہ بھی قصیدہ ہے غدیر میں اصحاب کو حکم دیا گیا۔

"انہوں نے کہا علیؑ کو بلندی ملی، میں نے کہا نہیں بلکہ بلندیاں علیؑ سے بلند ہوئیں۔

لیکن میں تو وہی کہتا ہو جو نبیؐ نے کہا جب کے تمام لوگ جمع تھے۔

آگاہ ہو جاؤ جس کا میں مولا ہوں اسکے علیؑ مولا ہیں، اگر اسے نہ مانو تو سب بیکار....."۔

ایک اور قصیدہ یہ ہے:

وکم دعوۃ للمصطفی فیہ حققت　　وامال من عادی الوصی خوائب

"اور محمد مصطفیؐ کی کتنی دعائیں علیؑ کے بارے میں پوری ہوئیں اور جو لوگ علیؑ سے دشمنی وعناد رکھتے تھے ان کی آرزوئیں ناکامی سے دچار ہوئیں۔

رسولؐ نے ان کی دکھتی آنکھوں کو دعا کے ذریعے شفا دی جب کہ جنگ خیبر میں باد مخالف چل رہی تھی ہمیشہ کے لئے گرمی سردی کی اذیت سے چھٹکارا مل گیا اور یہ دعا انتہائی حیرت ناک ہے۔

اور کس دن کاموں کو مقصد ومراد سے ہم آہنگ نہیں کیا جب کہ پرتو خورشید آسمان ولایت پر درخشاں تھا کیا فاطمہ زہراؑ کی شادی کے وقت جب کہ رسولخداؐ نے فاطمہؑ کو علیؑ کے حوالہ کیا حالانکہ بہت سے لوگ اس کے طلبگار تھے۔

یا اسوقت جب مرغ بریاں کے وقت رسولؐ نے دعا کی اور وہ پوری ہوئی حالانکہ اس سے قبل احمق ملازم (انس) نے آپ کو واپس کر دیا تھا۔

یا مباہلے کے دن جب رسول خداؐ نے علیؑ کی قدر ومنزلت کو بیان کیا اگر سوچا جائے تو یہ بلند ترین منزلت ہے اور غدیر کے دن جب آپ کا ذکر بلند کیا اور آنے والوں اور جانے والوں نے رسولؐ کی وصیت سنی۔

اے دین خدا کے یعسوب۔ اے شریک نبوت، اے وہ جس کی محبت خدا کی طرف سے فرض قرار دی گئی ہے۔

آپ کا مرتبہ و مقام ستاروں سے بھی بلند و آشکار ہے اور آپ کی عظمت ستارہ سماء کی نگراں، اور آپ کی شمشیر دشمنوں کی گردن میں ایسا گلوبند ہے کہ ماہر لوہار بھی باندھ نہیں سکتا"۔

شاعر کے حالات

صاحب کافی الکفاۃ ابو القاسم اسماعیل بن ابو الحسن عباد بن عباس بن عباد بن احمد بن ادریس طالقانی۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قادر الکلام شاعر و ادیب کی شخصیت کا تجزیہ کرتے وقت تاریخ و تذکرہ کی مسلمہ شخصیتیں اپنی وقعت و عظمت کے باوصف تذکرہ نگاروں کو لکنت سے دوچار کر دیتی ہیں، زبانیں خشک ہونے لگتی ہیں، انہیں عظیم و دقیع شخصیتوں میں صاحب بن عباد بھی ہیں، ان کی بلندی و کرامت کا آسانی سے احاطہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ زندگی و شخصیت کے مختلف رخوں کا الگ الگ تجزیہ کرنا پڑتا ہے، کبھی ان کا علم وفن، کبھی ادب و انشائیہ نگاری، کبھی سیاست و تدبر، کبھی اصیل نجابت و عظمت، اس طرح ان کے بے اندازہ شاداب فضائل کی کچھ احاطہ بندی ہوسکتی ہے ان کی معنوی و روحانی عظمت کا بھی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، تذکرہ نگاروں نے ان کے خصائل پسندیدہ کا تھوڑا بلکہ دریا سے قطرہ ہی پر قناعت کیا ہے ۔صاحب کی عظمت و شخصیت تمام معاشرتی میدانوں میں ممتاز ہے لیکن تاریخ نویسوں نے اشارتی حیثیت پر اکتفا کی ہے ان کے تذکرہ کا قدیم ترین ماخذ ثعالبی کی یتیمۃ الدھر ہے جس میں ان کے ۹۱ صفحات مختص کیے گئے ہیں۔(۱) ان کے علاوہ جن لوگوں نے صاحب کے حالات پر کتابیں لکھی ہیں ان کے نام یہ ہیں اور یہی ہمارے ماخذ بھی ہیں۔

۱۔مہذب الدین محمد بن علی حلی مزیدی (ابو طالب خیمی) الدیوان المعمور فی مدح الصاحب المذکور

۲۔شیخ محمد بن علی بن شیخ ابی طالب زاھدی۔

۳۔سید ابو القاسم احمد بن محمد حسنی حسینی اصفہانی۔رسالۃ الارشاد فی احوال الصاحب بن عباد۔

۱۔یتیمۃ الدھر، ج ۳، ص ۲۲۷۔۲۲۵

۴۔ استاد خلیل مردم بک

صاحب بن عباد اصطخر یا طالقان کے ایک گاؤں میں ۱۶ ذی قعدہ ۳۲۶ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی پھر ابن عمید، احمد بن فارس لغوی وعباس بن محمود نحوی عرام، ابوسعید سیرانی، ابوبکر بن مقسم، قاضی ابوبکر احمد بن کامل، عبداللہ بن جعفر فارس وغیرہ سے ادب وقواعد وحدیث کا درس حاصل کیا۔

سمعانی لکھتے ہیں کہ انہوں نے مشائخ اصفہان سے علم حدیث حاصل کر کے دوسروں کو درس دیا حصول علم حدیث کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا، ابن مردویہ نے صاحب کی زبانی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں جس نے علم حدیث حاصل نہ کیا اس نے شیرینی اسلام کا احساس نہ کیا۔ (۱)

جب وہ مجلس درس میں حدیث لکھواتے تو بہت بڑا اجتماع ہو جاتا تھا بلند آواز کے ساتھ لوگ اعلانیہ کے طور پر مجلس کے آخری لوگوں تک آواز پہونچاتے تھے اسی وجہ سے زیادہ تر محدثین نے ان سے استماع حدیث کیا ہے جیسے قاضی عبدالجبار، شیخ عبدالقاہر جرجانی، ابوبکر بن مقری، قاضی ابوالطیب الطبری، ابوبکر ذکوانی جو اساطین حدیث مشہور ہیں۔ ان کی ادبی وعلمی مہارت اس مرتبہ پر تھی کہ شیخ بہائی نے رسالہ غسل الیدین میں انہیں علماء شیعہ میں شمار کیا ہے صاحب کا نام کلینیؒ، شیخ صدوقؒ، مفیدؒ وطوسیؒ کے ساتھ لیا جاتا ہے مجلسی اولؒ انہیں افقہ الفقہاء اور شیخ حر عاملی (۲) انہیں محقق ومعلم والا مقام کے لقب سے یاد کرتے ہیں دوسری طرف ثعلبی فقہ اللغت میں انہیں لیث وخلیل وسیبویہ خلف احمرم بن دریدہ وغیرہ کی طرح صاحب ومورد اعتماد امام تصور کرتے ہیں اسی لئے انباری (۳) نے انہیں علماء لغت میں شمار کیا ہے علامہ مجلسی نے تو انہیں لغت وعروض میں علماء شیعہ کا سرخیل کہا ہے (۴)

ابن جوزی لکھتے ہیں وہ علماء وادباء کے درمیان باہم تعلقات استوار فرماتے تھے اور فرماتے تھے

۱۔ الانساب (ج ۴، ص ۳۰)

۲۔ امل الآمل (ج ۲ ص ۳۴، نمبر ۹۶)

۳۔ نزھۃ الالباء فی طبقات الادباء والنحاۃ (ص ۳۲۵، نمبر ۹۱۲۸)   ۴۔ بحار الانوار (ج ۱، ص ۴۲)

کہ میں دن میں بادشاہ ہوں اور رات کے وقت بھائی ہوں (۱) محدثین سے حاصل کرتے اور دوسروں کو حدیث لکھواتے، ابوالحسن علی بن محمد طبری معروف بہ کیان ے یزید بن صالح حنفی کا بیان نقل کیا ہے کہ وہ حدیث لکھواتے وقت وزارت کا کام بھی انجام دیتے رہتے تھے ایک کشادیہ عبا اور تحت الحنک باندھے بزم علم وادب سے برآمد ہوئے فرمایا کیا تم لوگ میرا یہ لباس اور علمی سبقت قبول کرتے ہو؟ سب نے اعتراف کیا پھر فرمایا میں عہدہ وزارت میں مشغول ہوں لیکن بچپن سے آج تک صرف ذاتی دولت خرچ کی ہے، وہ صرف میرے باپ دادا کا ہی مال تھا اس کے باوجود میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں نے کسی کا حق مارا، میرا خدا ہے اور میں ہوں میں اسے گواہ بناتا ہوں اور اس کی مغفرت کا طلبگار ہوں پھر ایک گھر بنام خانہ توبہ منتخب فرما کہ ایک ہفتہ اسمیں اعتکاف فرمایا اس کے بعد فقہاء کے دستخط سے صداقت وصحت توبہ کا محضر تیار کرنے کے بعد دوبارہ مسند حدیث پر بیٹھے اور اتنے تشنگان علم جمع ہو گئے۔

کہ ایک بلند گو کافی نہ تھا چھ بلند گو متعین کئے گئے جو آخر تک لوگوں تک تقریر کو پہنچاتے تھے آپ نے معمول بنالیا تھا کہ ہر سال پانچ ہزار دینار بغداد کے فقہاء اور ادباء کو تقسیم کرنے کے لئے ارسال کرتے، حقوق الٰہی کے اجراء میں لوگوں کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

اکثر ممتاز ارباب علم وادب نے آپ کی عظمت اور نبوغ علمی کا اعتراف کر کے اپنی تالیفات کو ان کی بارگاہ میں ممنون کیا ہے ان میں اہم نام یہ ہیں:

۱۔ شیخ صدوق ابوجعفر قمی

۲۔ حسین بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی

۳۔ شیخ حسن بن محمد قمی

۴۔ ابوالحسن احمد بن فارس

۵۔ قاضی عبدالعزیز جرجانی

۷۔ ابوجعفر احمد بن سلیمان

۱۔ المنتظم، ج ۷، ص ۱۸۰ (ج ۴ ص ۲۷۶، نمبر ۲۹۱۱)

تالیفات صاحب بن عباد

ان کے ابدآ ثار تالیفات مندرجہ ذیل ہیں: (۱)

۱۔ کتاب خدا کے اسماء وصفات

۲۔ نہج السبیل دراصول

۳۔ الامامۃ؛ امیر المومنینؑ کی تفصیل کے متعلق

۴۔ وقف وابتدا

۵۔ المحیط (دس جلد)

۶۔ زیدیہ

۷۔ المعارف

۸۔ الوزراء

۹۔ قضاوقدر

۱۰۔ روزنامچہ

۱۱۔ اخبار ابی العیناء

۱۲۔ تاریخ الملک واختلاف الدول

۱۳۔ زیدیین

۱۴۔ اقناع درعروض

۱۵۔ نقض عروض

۱۶۔ دیوان رسائل

۱۷۔ الکافی درفن انشائیہ

۱۔ الدیباج المذھب ص۳۶ (ج۱ص۱۶۷، نمبر۳۴)

۱۸۔اعیاد وفضائل نوروز

۱۹۔دیوان شعر

۲۰۔کتاب شواھد

۲۱۔کتاب تذکرہ

۲۲۔کتاب تعلیل

۲۳۔الانوار

۲۴۔الفصول المہذ بہ

۲۵۔رسالہ ابانہ

۲۶۔رسالہ درطب

۲۷۔دوسرا رسالہ درطب

۲۸۔فضائل عبدالعظیم حسنی

۲۹۔کشف از مساوی شعر متنبی۔(۱)

۳۰۔کتاب سفینہ(۲)

۳۱۔حالات محمد بن ادریس شافعی

استاد حسین محفوظ کاظمی نے مزید تین کتابوں کی نشاندہی کی ہے:

۱۔الفصول الادیبه؛

۲۔الهدایة و الضلاله؛

۳۔الامثال السائره؛

قارئین کرام کو اس متنوع علمی نگارشات سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ صاحب نابغہ عصر تھے، انہیں تمام

۱۔یتیمۃ الدھر، ج ۴،ص ۵۔۴)

۲۔یتیمۃ الدھر(ج ۵،ص ۳۷)

علوم وفنون پر یکساں دسترس تھی، وہ بیک وقت فلسفی بھی ہیں متکلم بھی فقیہ ومحدث بھی ہیں اور مورخ ولغوی بھی ہیں، ماہر نحو ولغت بھی ہیں اور ادیب وشاعر بھی جس یگانہ روزگار نے ایسے مختلف النوع علم وہنر سے اپنا سینہ کشادہ کیا تھا ان کا مرتبہ ومقام کیا ہوسکتا ہے؟

ان کا ایک عظیم وگراں بہا کتاب خانہ بھی تھا، جس وقت والی خراسان نوح بن منصور سامانی نے اقتدار سنبھالا تو اپنے دربار میں بلا کر ہدایا وتحائف دینے کے بعد وزارت کی پیشکش کی، صاحب نے معذرت کرتے ہوئے کہا میں اپنے اموال کو منتقل نہیں کرسکتا صرف میرے دفتر کا سامان اور کتب خانہ ہی اس قدر ہے کہ چار سو اونٹوں پر بار کر کے منتقل کیا جائے گا۔ معجم (۱) بیہقی کے بقول ان کا ''ری'' کا کتب خانہ ان کی عظمت کا گواہ صادق تھا بعد میں سلطان محمود بن سبکتگین نے کچھ حصہ کو جلا ڈالا میں نے ان کے کتب خانہ کا معائنہ کیا تھا صرف فہرست دس جلدوں میں تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ جب سلطان ''رے'' میں داخل ہوا تو اس سے کہا گیا کہ اس میں بھی رافضیوں کی کتابیں ہیں اس نے حکم دیا کہ علم کلام سے متعلق تمام کتابوں کو جلا دیا جائے، بیہقی کہتے ہیں تمام نفیس کتابیں جلا دی گئیں آثار شیعیت کو نذر آتش کرنے کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے اس کتب خانہ کے منتظمین میں ابوبکر مقری (۲) اور عبداللہ بن حسن اصفہانی جیسے لوگ تھے۔

وزارت اور اس کی قدردانی:

ابوبکر خوارزمی کہتے ہیں کہ صاحب نے آغوش وزارت میں پرورش پائی اسی آستانہ میں قدم رکھا اور اسی پستان سے دودھ پیا وہ چکیدہ وزارت تھے جنھوں نے اپنے آباء سے میراث پائی تھی۔

ابوسعید رستی نے کہا ہے کہ، انہوں نے وزارت کو پشت در پشت حاصل کیا جیسے سلسلہ روایت کی سند متصل ہوتی ہے، عباد نے عباس سے اور اسماعیل نے عباد سے وزارت پائی ہے۔ وہ پہلے وزیر ہیں

۱۔ معجم الادباء (ج۶، ص۲۵۹)

۲۔ الوافی بالوفیات، ج۱، ص۳۴۲ ((۲۲۴) پر ان کے حالات درج ہیں

جنہیں صاحب کے عنوان سے لقب دیا گیا شروع میں ابوالفضل بن عمید کو صاحب بن العمید کہا جاتا تھا بعد میں جب خود منصب وزارت پر فائز ہوا تو اسے یہ لقب دے دیا گیا۔

لیکن صابی اپنی کتاب تاجی میں لکھتا ہے کہ انہیں صاحب اس لئے کہتے ہیں کہ بچپن ہی سے وہ بویہ کے فرزند موئد الدولہ کے مصاحب رہے اس نے ان کا نام صاحب رکھا پھر اس لقب کو دوام مل گیا اس کے بعد جو بھی منصب وزارت پر فائز ہوا اسے صاحب کہا جانے لگا۔

۳۴۷ھ کے شروع میں صاحب موئد الدولہ کے منشی کی حیثیت سے مقرر ہوئے اسی سال وہ بغداد چلے گئے ۳۶۶ھ میں وزارت کے لئے منتخب کئے گئے وہ موئد الدولہ کے انتقال (۳۷۳ھ) تک اسی منصب پر باقی رہے موئد الدولہ کے بعد اس کے بھائی فخر الدولہ نے بھی انہیں منصب وزارت پر فائز کیا اور صاحب اس کے ساتھ ''ری'' چلے گئے اور پوری وفاداری نبھائی۔

حموی کہتے ہیں صاحب نے مملکت کے پچاس قلعے فتح کئے، خود فخر الدولہ نے اعتراف کیا کہ دس قلعے تو ایسے تھے جسے والد اور بھائی نے بھی فتح نہیں کئے تھے۔(۱)

صاحب اپنے زمانہ وزارت میں عوامی خدمت کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے، علماء وشعراء ان کی عطا وبخشش سے خوش وخرم تھے، ثعالبی نے عون بن حسین کا بیان نقل کیا ہے کہ میں ایک دن صاحب کے خزانہ خلعت کے ایک شعبہ میں موجود تھا اس کے حساب وکتاب کا انچارج میرا ایک دوست تھا میں نے دیکھا کہ علویوں کے صاحبان علماء وشعراء کی تعداد ۲۸۰ تھی ملازموں اور حاشیہ نشینوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی صاحب ہر سال پانچ ہزار دینار بغداد کے علماء وفقہا کو تقسیم کرتے تھے، ماہ صیام میں جو صدقات وخیرات ہوتے تھے وہ سال بھر کے عطایا کے مساوی ہوتے تھے جو بھی گھر میں آجاتا افطار کر کے ہی واپس جاتا لگ بھگ ایک ہزار افراد افطار کے دسترخوان پر حاضر رہتے (۲) صاحب کا زمانہ علم وادب کا مبارک ترین زمانہ تھا ادیبوں اور شاعروں کو مقرب بناتے، ان کی تشویق وترغیب فرماتے، ان کے نگارشات کی

۱۔ معجم الادباء (ج ۶، ص ۲۵۱)

۲۔ (یتیمۃ الدھر، ج ۳، ص ۱۷۴) (ج ۳، ص ۲۲۷، ۲۳۰)

اشاعت کا بندوبست کرتے اس طرح بازار علم و دانش میں رونق بڑھی اہل دانش کی تعداد بے اندازہ ہوگئی صاحب ہر نگارش پر دولت پانی کی طرح بہاتے اسی وجہ سے ان کے مداحوں اور ثنا خوانوں کی تعداد صرف شعراء میں پانچ سو تھی بقول حموی خود صاحب کا بیان تھا، خدا بہتر جانتا ہے کہ میں نے آپنی شان میں کہے گئے ایک لاکھ قصیدوں کو جمع کیا ہے(۱)، جی ہاں! اسی وجہ سے صاحب کا نام تاریخ میں جاوداں ہوگیا جو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

اہم ترین مدّاحوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ ابوالقاسم زعفرانی، عمر بن ابراہیم عراقی نے اکثر قصیدے کہے، قصیدہ نونیہ مشہور ہے۔

۲۔ ابوالقاسم عبدالصمد بن بابک

۳۔ ابولقاسم عبدالعزیز بن یوسف وزیر آل بویہ۔

۴۔ ابوالعباس ضبی وزیر

۵۔ ابوالقاسم علی بن قاسم کاشانی، انشائیہ و قصیدہ نگار

۶۔ ابوالحسن محمد بن عبداللہ سلامی عراقی

۷۔ قاضی ابوالحسن علی بن عبدالعزیز جرجانی

۸۔ ابوالحسن علی بن احمد جوہری جرجانی

۹۔ ابوالفیاض سعد بن احمد طبری

۱۰۔ ابوھاشم محمد بن داؤد احمد بن داؤد بن تراب

۱۱۔ ابوبکر محمد بن عباس خوارزمی۔

۱۲۔ ابوسعد نصر بن یعقوب۔

۱۳۔ سید ابوالحسن علی بن حسین بن علی بن حسین بن قاسم بن محمد بن قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام۔

۱۔ معجم الادباء (ج۶، ص۲۶۳)

۱۴۔ابوعبداللہ حسین بن احمد، ابن حجاج بغدادی۔
۱۵۔ابوالحسن علی بن ہارون بن منجم۔
۱۶۔شیخ ابوالحسن بن ابوالحسن (محکمہ مواصلات کے عہدیدار)
۱۷۔ابوطیب کاتب۔
۱۸۔ابوالحمد بن منجم۔
۱۹۔ابوعیسیٰ بن منجم۔
۲۰۔ابوالقاسم عبیداللہ بن محمد بن معلیٰ
۲۱۔ابوالعلاء اسدی۔
۲۲۔ابوالحسین غوری۔
۲۳۔ابوسعید رستمی، محمد بن محمد بن حسن اصفہانی۔
۲۴۔ابوالحمد عبداللہ بن احمد خازن اصفہانی۔
۲۵۔ابوالحسن علی بن محمد بدیہی۔
۲۶۔ابوابراہیم اسماعیل بن احمد شاشی عامری۔
۲۷۔ابوطاہر بن ابی ربیع عمرو بن ثابت۔
۲۸۔ابوالفرج حسین بن محمد بن ہندو۔
۲۹۔عمیری، قاضی قزوین۔
۳۰۔ابورجاء اہوازی۔
۳۱۔ابومنصور احمد بن محمد لجیم دیدینوری۔
۳۲۔ابونجم احمد دامغانی۔
۳۳۔شریف رضی (جامع نہج البلاغہ)
۳۴۔قاضی ابوبکر عبداللہ بن محمد بن جعفر اسکی۔

۳۵۔ابوالقاسم غانم بن محمد بن ابی العلاء اصفہانی۔

۳۶۔ابوبکر محمد بن احمد یوسفی زوزنی۔

۳۷۔ابوبکر یوسف بن محمد احمد جلودی رازی۔

۳۸۔ابوطالب عبدالسلام بن حسین مامونی۔

۳۹۔ابومنصور گرگانی۔

۴۰۔اُوسی۔

۴۱۔ابراہیم بن عبدالرحمٰن معری۔

۴۲۔محمد بن یعقوب نحو کا امام۔

۴۳۔محمد بن علی بن عمر۔

صاحب کا مذہب، ان کے شعروں میں

صاحب نے اپنے دوستوں اور شاعروں سے جو نظم ونثر کے ذریعہ خط وکتابت کی ہے وہ اکثر رسائل میں موجود ہے انکا ایک دیوان بھی موجود ہے ہم یہاں ان کی شعری نگارشات سے عقیدہ کی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

ثعالبی (۱) مسئلہ یتیمۃ الدھر میں دو شعر لکھیں ہیں:

علی بن ابی طالب کی دوستی وہ ہے جو جنت کی ہدایت کرتی ہے

اگر انہیں صحابہ پر ترجیح دینا بدعت سمجھا جاتا ہے تو اہل سنت پر لعنت ہو

مزید دو شعر بھی نقل کئے گئے ہیں:

ایک ناصبی نے کہا معاویہ تمہارا ماموں جان ہے، وہ بہترین چچا اور یہ بہترین ماموں، واقعی وہ مومنین کا ماموں جان ہے میں نے جواب دیا، ہاں وہ ماموں تو ہے لیکن تمام نیکیوں سے خالی ہے۔

۱۔یتیمۃ الدھر، ج۳، ص۲۴۷ (ج۳، ص۳۲۱)

فقیہ حجاز گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب (۱) میں یہ اشعار نقل کئے ہیں اور مناقب (۲) خوارزمی میں بھی ہے۔

اے امیر المومنین! علی مرتضیٰ! میں نے آپ کو دل دے دیا ہے میں جب آپ کی مدح میں زبان کھولتا ہوں تو بد باطن دشمن کہتا ہے ان سے پہلے کے خلفاء کو یاد کرو ان میں کون علیؑ کے مانند ہے جس زاہد نے دنیا کو تین طلاقیں دیں، بھنے ہوئے پرندے کو تناول کرنے میں کس کو دعوت دی گئی تمہارے عقیدہ کے مطابق وصی مصطفٰےؐ کون ہے؟ وصی مصطفٰے کو مصطفٰےؐ کی طرح ہی منتخب روزگار ہونا چاہیئے۔

یہ اشعار بھی گنجی شافعی (۳) نے نقل کئے ہیں۔

رسولؐ و آل رسولؐ کی محبت میری تکیہ گاہ ہے پھر مشکلات زندگی میری سعادت میں کیوں آڑے آتی ہے؟ اے رسول کے چچیرے بھائی، اے تمام جہان کے سردار، اے دین کے نادر ترین، اے یگانۂ دھر میری مدح سنئے کہ میں آپ کو مخلوقات میں افضل ترین سمجھتا ہوں، آپ کی تلوار کی طرح کس تلوار نے اسلامی خدمت انجام دی؟ اور یہی چیز میرے دعوے کی گواہ ہے اگر حق کو راہ دی جائے جب دوسرے بھٹک رہے تھے صرف آپ ہی کا علم مشعل راہ تھا۔

کیا کوئی آپ کے علاوہ بھی ہے جو قرآن کے لفظ و معنی کو تنزیل و تاویل کے ساتھ جانتا ہو۔

مرغ بریاں کے وقت رسولؐ کی دعا کے بعد آپ ہی حاضر ہوئے آپ کا ہم پایہ کون تھا؟

کون آپ کے صدق و صفا کا مقابلہ کرسکتا ہے کہ آپ نے مسکین و یتیم و اسیر کو کھانا کھلایا اور سورہ ھل اتی اترا۔

صفین کے روز جب لوگوں نے آپ کے ساتھ خیانت کی آپ سے زیادہ صابر کون تھا۔

آپ کی طرح کس نے لوگوں کی مشکل کشائی کی یہاں تک کہ لوگوں نے فریاد بلند کی اگر علیؑ نہ ہوتے تو ہم فتووں کے بارے میں ہلاک ہو جاتے۔ خدایا، مجھے ان کی زیارت کی توفیق دے کیوں کہ میرا

۱۔ کفایۃ الطالب ص ۸۱ (ص ۱۹۲، باب ۴۶)

۲۔ مناقب خوارزمی ص ۶۹ (ص ۱۱۵، حدیث نمبر ۱۲۵)

۳۔ کفایۃ الطالب ص ۱۹۲ (ص ۳۳۵۔۳۳۴، باب ۹۴)

مرغ دل ان کے روضے کی طرف پہنچتا ہے۔

خدایا! میری زندگی ان کی محبت میں خالص کر محشر میں ان کے ساتھ اٹھا آمین، آمین۔(۱)

ابن شہر آشوب (۲) نے ان کے قصیدہ کے چند اشعار نقل کئے ہیں:

''آپ امام ہیں سب آپ ہی کی طرف متوجہ ہیں، جو میری بات رد کردے وہ یقینی دلائل کو نظر انداز کر رہا ہے، شب ہجرت بستر رسولؐ پر سونا، فاطمہؑ جیسی سیدہ نساء عالم کا تیری زوجہ ہونا، حالت رکوع میں انگوٹھی کا دینا، رسولؐ کی خاصف النعل، حسنؑ وحسینؑ جیسے دو شیروں سے آپ کی نسل کا چلنا، آپ کی فضیلت کا ثبوت ہے''۔

مناقب خوارزمی، کفایہ گنجی، تذکرہ الخواص، مناقب ابن شہر آشوب، میں صاحب کا قصیدہ ہے(۳) جس کے شعروں کی تعداد میں اختلاف ہے(علامہ امینی نے روایات عامہ کو حروف عین سے مشخص کر کے تمام اشعار نقل کئے ہیں۔

مناقب ابن شہر آشوب اور مناقب خوارزمی میں یہ اشعار بھی ہیں۔(۴)

''بلند مرتبہ علیؑ کا کوئی مثل ونظیر نہیں، ہرگز نہیں، اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

ان کی سیرت بالکل رسولؐ کی سیرت سے ہم آہنگ تھی ان کے دونوں فرزند رسولؐ کے فرزند تھے

علیؑ اس شرف ومنزلت پر فائز ہوئے کہ جہاں خیال کی پرواز بھی نہیں پہنچ سکتی۔

اے صبح! افتخار علی کو فراموش نہ کر جب روز کساء علیؑ کو وزیر کساء قرار دیا گیا۔

اے ظہر! یاد کر اس مرغ بریاں کا واقعہ کہ اس کے برابر شرف ناممکن ہے۔

اے سورہ براۃ! تو ہی اعلان کر کہ تیری تلاوت کے لئے کون معزول ہوا اور کون مامور ہوا۔

۱۔تذکرۃ خواص الامۃ ص ۸۸ (۱۴۸) مناقب خوارزمی ص ۶۱ (۱۰۳۲)

۲۔مناقب آل ابی طالب (ج ۲، ص ۷۳، ۲۰۷، ج ۳ ص ۱۳، ۱۹، ۵۷)

۳۔مناقب خوارزمی ص ۱۰۵ (۱۷۴) کفایۃ الطالب ص ۲۴۳ (ص ۳۸۸) تذکرۃ خواص الامۃ ص ۳۱ (۵۳۔۵۲) مناقب آل ابی طالبؑ (ج ۲ ص ۱۴۷، ج ۳ ص ۱۳۱)

۴۔مناقب آل ابی طالب (ج ۲، ص ۲۵۸) مناقب خوارزمی، ص ۲۳۳ (ص ۳۴۴)

اے مرحب! اے کافروں کی امید تجھے کس نے تلوار کا شربت پلایا؟

اے عمرو! تجھے کس نے موت کے گھاٹ اتارا۔

اگر چاہے تو ثریا تک بلند ہو جائے کیا تم نے اس کی بلندیوں کا ادراک نہیں کیا۔

تم نے نہیں دیکھا کہ محمدؐ نے کس طرح ان کی شفقت کی اور تربیت میں محنت کی۔

بچپن میں پالا اور کمال کے عمر میں انہیں اپنا بھائی بنایا، اپنی بیٹی فاطمہؑ کو جو پارہ جگر تھی ان کی زوجہ بنایا۔ میرا باپ حسینؑ پر فدا ہو جائے جو حیرت پسندوں کا سردار تھا، روز عاشورا دین کی بلندی کے لئے جہاد کیا۔

میرا باپ اس خانوادے پر قربان جو خاک وخون میں غلطاں ہوا۔

خدا اس قوم کو ذلیل کرے جس نے اپنے امام کو تنہا چھوڑا اس کا پاس ولحاظ نہ کیا۔

خدا لعنت کرے نجس مردار کمینے پر جو چھڑی سے دندان مبارک امام حسینؑ کو چھیڑ رہا تھا''۔

اسی طرح ان کا قصیدہ دالیہ ہے جسے مناقب خوارزمی (۱) اور ابن شہر آشوب (۲) نے نقل کیا ہے، اس میں جنگ بدر، حدیث طیر، سورہ ہل اتی کا نزول، حدیث خیبر، جنگ احد، جنگ حنین، امانت، عدالت، حدیث سد ابواب، فاطمہؑ کا ان کے گھر میں آنا، حسنینؑ کی سرپرستی، نورانی پیکر ہونا، محبت خدا ہونا اور تابندہ مشعل ہونے جیسے فضائل کا تذکرہ کر کے کہا ہے اے خاندان محمدؐ! میں تمہاری محبت کا دم بھرتا ہوں کیونکہ تم علم کے درخشاں ستارے ہو جو تمہاری دوستی کا دم نہیں بھرتا وہ بے آبرو ہے اور آبرو باختہ عورت کا بیٹا ہے۔

فرائد حموینی (۳) میں صاحب کے یہ دو شعر درج ہیں:

خدا کی بے پناہ عنایت کا شکر ادا نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے محبت علیؑ کی توفیق دی۔ علامہ مجلسیؒ نے

۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۲۲۳ (ص ۳۳۲ حدیث ۳۵۵)

۲۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۲ ص ۱۷۰، ۲۰۷، ۳۲۰، ج ۳ ص ۱۴۰، ۲۲۸، ج ۴، ص ۹۰)

۳۔ فرائد السمطین باب السمط ۲ (اج ۲ ص ۱۲، حدیث ۳۵۸)

صاحب کا ایک طولانی مرثیہ بحارالانوار(۱) میں درج کیا ہے جس میں یہ اشعار ہیں۔

یہ صاحب کے اشعار کے کچھ نمونے تھے، اعیان الشیعہ میں مناقب بن شہر آشوب کے منتشر آثار کو جمع کیا گیا ہے چوں کہ وہ کتاب عام طور سے دستیاب ہے اس لئے اسے نقل کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔

سید علی خان مدنی درجات الرفیعہ(۲) میں لکھتے ہیں کہ صاحب کا بغیر الف کا قصیدہ بھی ہے باوجود اس کے کہ نظم ونثر میں الف کا استعمال بہت زیادہ ہوتا ہے صاحب نے پورے قصیدہ میں ایک بھی الف استعمال نہیں کیا، مطلع یہ ہے۔

قد ظل یجری صدری   من لیس یعدوہ فکری

اس میں ستر اشعار ہیں عجیب ترین یہ قصیدہ لوگوں کے ہاتھوں ہاتھ بطور تحفہ منتقل ہوتا رہا، اسی طرح صاحب کا ایک اور قصیدہ ہے جس میں ہر شعر میں ایک ایک حرف کو استعمال نہ کرنے کا التزام کیا گیا ہے، ایک قصیدہ ہے جس میں حرف واو کو استعمال نہیں کیا گیا ہے۔

صاحب کے داماد ابوالحسن علی نے ایک قصیدہ صاحب کی مدح میں کہا ہے جس کا ہر شعر واو سے خالی ہے مطلع یہ ہے:

برق ذکرت بہ الحبائب   لما بدی فالدمع ساکب

صاحب کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں، ایک میں یہ کلمات نقش تھے۔

علی اللہ توکلت   وبالخمس توسلت

دوسری پر یہ نقش کندہ تھے:

شفیع اسماعیل فی الآخرۃ   محمد والعترۃ الطاھرۃ (۳)

۱۔ بحارالانوار، ج ۱۰، ص ۲۶۴ (ج ۴۵، ص ۲۸۴)

۲۔ الدرجات الرفیعہ (ص ۴۸۳)

۳۔ الیقین فی مرأۃ المومنین (ص ۴۵۷، باب ۱۷۴)

صاحب کا مذہب:

علماء شیعہ میں کسی نے اس کی تردید نہیں کی ہے کہ صاحب مذہب شیعہ کے ممتاز ترین فرد تھے، ان کے مراثی وقصائد اور نثر پارے موجود ہیں جن میں مدح اہلبیتؑ اور اعلان تفضیل اس کا گواہ صادق ہے ان کی نغمہ طرازی فریاد بن گئی۔

بہت سے لوگ مجھے تمہاری محبت میں رافضی کہتے ہیں لیکن ان کے بھونکنے سے ہم تمہاری محبت سے دستبردار نہیں ہوئے، سید ابن طاؤس نے کتاب الیقین میں وضاحت کی ہے کہ وہ مخلص شیعہ تھے۔ مجلسی اولؒ انہیں ممتاز فقہاء شیعہ میں شمار کرتے ہیں، مجلسی دومؒ، (١) اور شیخ حر عاملی (٢) بھی بزرگان شیعہ میں سمجھتے ہیں

ابن شہر آشوب معالم العلماء (٣) میں بے باک شیعہ شاعر اور شہید دوم (۴) اپنے اصحاب میں شمار کرتے ہیں، معاہد التنصیص (۵) میں ہے کہ آل بویہ کی طرح تیز طرار شیعہ اور معتزلیوں کے طرف دار تھے۔ اس سے بڑھ کر صرف شیخ صدوق (٦) اور شیخ مفیدؒ کی گواہی کافی ہے، چنانچہ ابن حجر میں لسان المیزان (٧) میں اس کی وضاحت کی ہے، ان کے شیعہ ہونے کی گواہی خود ان کی کتاب ہے جسے انہوں نے شاہزادے عبد العظیم کے حالات میں لکھا ہے، علامہ نوری نے مستدرک (٨) میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں کہ صاحب شیعہ تھے جو انہیں معتزلی سمجھتے ہیں غلطی پر ہیں (٩) قاضی عبد الجبار ان کی نماز جنازہ پڑھانے کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس رافضی کی

١۔ بحار الانوار (ج١، ص٤٢)

٢۔ رجل الآمل (ج٢، ص٣٤، نمبر ٩٦)

٣۔ معالم العلماء (ص ١٤٨)

۴۔ الدرایۃ (ص ٩٢)

۵۔ معاھد التنصیص (ج ۴، ص ١٢٣، نمبر ٢٠٨)

٦۔ عیون اخبار رضا (ج١، ص١٢)

٧۔ لسان المیزان، ج١، ص٤١٣ (ج١، ص ٦٤٤، نمبر ١٣٠٠)

٨۔ ج٣، ص٦١٤

٩۔ لسان المیزان، ج١، ص ٤١٣

نماز جنازہ کیسے پڑھاؤں۔

ابن ابی طئی کا بیان ہے کہ شیخ مفیدؒ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ صاحب کی جس کتاب کو معتزلیوں کی طرفداری میں بیان کیا جاتا ہے وہ قطعی جعلی ہے۔

اس سلسلہ میں اختلاف بیان پایا جاتا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب معتزلی تھے اور شافعی مسلک کے پابند تھے، بعض کہتے ہیں کہ حنفی مذہب تھے اور شیعہ زیدی تھے۔(۱)

ان کی مذمت کرنے والوں نے اچھی طرح جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں ان پر دھیان نہیں دینا چاہیے مثلاً ابوحان توحیدی وغیرہ خود ان کے بیانات میں تضاد ہے، شیخ مفید اور ابن حجر نے بھی رسالہ اعتزال کو جعلی کہا ہے علماء متقدمین اور متاخرین نے ان کے امامیہ ہونے کی تصریح کی ہے، سید ابن طاؤس (۲) شیخ مفید اور علم الھدیٰؒ نے ان کے معتزلی ہونے کی حکایت کی ہے قطعی بات وہی ہے جس میں ان کے شیعہ ہونے کی صراحت ہے۔

شیخ مفیدؒ کی بات تو معلوم ہوگئی کہ وہ تائید اعتزال کی کتاب کو جعلی سمجھتے ہیں لیکن سید مرتضیٰ (رضی اللہ) بظاہر اس لئے معتزلی کہتے ہیں کہ صاحب نے جاحظ کی طرف داری میں حد درجہ تعصب کا مظاہرہ کیا ہے اس لئے انہوں نے صاحب پر اعتراض بھی کیا ہے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ان کی یہ طرف داری جاحظ کے علم و ہنر کی وجہ سے تھی نہ کہ معتزلی ہونے کی وجہ سے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سید رضی (رح) نے صابی جیسے زندیق کی محض اس کی علمی برتری کی وجہ سے طرف داری کی ہے۔ جہاں تک ان کے رسالہ ابانہ کی بات ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں امیر المومنین کی نص ولایت سے انکار کیا ہے یہ محض افسانہ ہے کیونکہ اسی رسالہ میں اس بات کا ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ وہ پکے شیعہ تھے بحوالہ ''تذکرۃ''، پورا متن یہ ہے۔ کتاب ابانہ میں فرماتے ہیں:

عثمانی اور خارجیوں کے گروہ کہتے ہیں کہ تمام صحابہ حضرت امیر المومنینؑ سے افضل و بہتر ہیں وہ

۱۔(الامتاع والموانسہ، ج۱، ص۵۴، ۵۵)

۲۔الیقین (ص۴۵۷، باب۱۷۴)

ثبوت میں کہتے ہیں کہ ابوبکر وعمر نے ان پر حکومت کی ہے۔ جواب میں شیعہ عدلیہ کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے عمرو عاص کو غزوہ ذات السلاسل میں ابوبکر وعمر پر حاکم بنایا تھا اگر یہ گواہی درست ہو تو چاہئے کہ عمرو عاص ان دونوں سے افضل ہو جائیں۔

پھر گروہ شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ علیؑ بعد رسول تمام صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ جب رسولؐ نے صحابہ کے درمیان مواخات قائم کی تو علیؑ کو اپنا بھائی بنایا، اسی کو بھائی بنایا جو سب سے افضل تھا یہاں تک کہ وضاحت فرمائی کہ "انت منی بمنزلة هارون من موسی" نبوت کے سوا کسی چیز کا استثناء نہیں فرمایا، نیز علیؑ کے بارے میں یہ بھی فرمایا "اللهم ائتنی باحب خلقک" خدایا اسے بھیج جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے جو میرے ساتھ مرغ بریاں کھائے نیز فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ"۔ اس کے علاوہ علی کی سبقت اسلامی بھی ان سے افضل قرار دیتی ہے کیونکہ خدا نے فرمایا ﴿السابقون السابقون اولئک المقربون﴾ انہوں نے جہاد راہ خدا میں ہمیشہ تلوار نیام سے باہر رکھی، انہوں نے چہرہ رسولؐ سے حزن کا غبار صاف کیا مشکلات میں رسولؐ کی حمایت کی، وہی قاتل مرحب ہیں، کنندہ در خیبر ہیں عمرو بن عبدود کو خاک چٹانے والے ہیں انہیں کے لئے بروز خیبر فرمایا: علیؑ کے لئے فرمایا: انا مدینة العلم وعلی بابها، چنانچہ صحابہ نے ہمیشہ علیؑ سے پوچھا علیؑ نے کبھی صحابہ سے کچھ نہیں پوچھا، انہوں نے کبھی صحابہ سے فتویٰ نہیں پوچھا، سب انہیں سے فتویٰ پوچھتے عمر نے تو کہا بھی: لولا علی لهلک عمر، یہ بھی اعلان کیا کہ خدا مجھے اس مشکل کے لئے زندہ نہ رکھے جس کی مشکل کشائی کے لئے ابوالحسنؑ زندہ نہ ہوں، حضرت علیؑ زہد وتقویٰ واحسان میں بھی ان سے برتر تھے ان پر مزید یہ کہ ان سے اعلم بھی تھے، چنانچہ خدا فرماتا ہے: ﴿انما یخشی الله من عباده العلماء﴾ انہیں نے ہی مسکین ویتیم واسیر کو روٹیاں دیں اور ﴿یطعمون الطعام﴾ کی آیت نازل ہوئی، اس طویل داستان میں فضائل کے بہت گوشے ہیں۔

انہوں نے ہی حالت رکوع میں انگوٹھی عطا کی اور آیہ ولایت اتری۔

ایک شیعوں کا گروہ حقیقت سے غافل یہ خیال کرتا ہے کہ علیؑ حالت تقیہ میں تھے اسلئے انہوں نے

لوگوں کو اپنی امامت کی دعوت سے ہاتھ کھینچ لیا تھا نیز وہ کہتے ہیں کہ علیؑ کی امامت کے متعلق واضح نص ہے جس میں تاویل کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

گروہ عدلیہ کہتا ہے کہ یہ خیال فاسد ہے، انہوں نے اقامہ حق کے سلسلہ میں جب کہ وہ سردار بنی ہاشم تھے تقیہ کیسے کیا ہوگا وہ سعد بن عبادہ کی طرح نہ تھے جنہوں نے مہاجر وانصار سے نزاع کیا اور سب سے کٹ کر رہ گئے بغیر اسکے کے رکاوٹ دفاع سے خوف زدہ ہوں آخر کار وہ حوران چلے گئے اور بیعت کے وقت حاضر نہ ہوئے۔

نیز اگر صحیح ہو کہ نص امامت واضح ہوتے ہوئے امت پر مخفی رہ جائے تو یہ بھی صحیح ہوگا کہ نمازیں چھ وقت کی ہوں اور ماہ صیام کے علاوہ بھی روزے فرض ہوں اور امت پر مخفی رہ جائیں، حالانکہ تمام امت نے اس پر اتفاق کیا ہے اور یہ اجماع واتفاق حقانیت کا گواہ ہے، البتہ جن لوگوں نے علیؑ سے نزاع کیا اور ان سے جنگ کی وہ ولایت خدا سے خارج ہیں مگر یہ کہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لی ہو اور خدا توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔ (کلام صاحب تمام ہوا)

گروہ عدلیہ کے جواب کا ماحصل یہ ہوا کہ شیعوں کا تقیہ علیؑ کے متعلق دعویٰ، دوسروں کے دعووں کے ساتھ واضح نص کے باوجود باطل اور مہمل خیال ہے جنہیں ایک ساتھ سونچا بھی نہیں جاسکتا کیونکہ اگر نص تھی تو علی ضرور اظہار فرماتے اور اپنے دعوائے امامت سے صرف نظر نہ کرتے۔

درواقع یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان مدعیوں کا مطلب کتاب وسنت سے بصورت برہان استدلال سے میل نہیں کھاتا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ مولا نے اپنی امامت کا دعویٰ پیش کیا تھا اور نصوص و براہین سے استدلال فرمایا تھا، خلاصہ یہ کہ اس عبارت سے صاحب کی طرف انکار نص جلی کی بات غلط ثابت ہوتی ہے کتاب تذکرہ کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ صاحب نہج السبیل کے آخر میں لکھتے ہیں کہ امیر المومنینؑ قطعی طور سے تمام صحابہ سے افضل ہیں اور اس اعتقاد کے ذیل میں انہوں نے سبقت اسلامی، دینی خدمات اور علمی جہاد و زہد کو بطور ثبوت پیش کیا ہے۔ بلا تردید علیؑ تمام صحابہ سے مقدم تھے کوئی آپ کا پاسنگ نہیں تھا، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہادروں سے جنگ میں انہوں نے ہمیشہ پیش قدمی کی، انہیں سے رسولؐ نے عقد

مواخات قائم کیا جب کہ عمر وابوبکر کے درمیان باہم برادری قائم کی، رسولؐ نے انہیں فاطمہؑ کا کفو قرار دیا جو سیدہ عالمیان تھیں، ان کے لئے دعا کی کہ خدا ان کے دشمن کو دشمن اور ان کے دوست کو دوست رکھ نیز علیؑ کی نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰ سے تھی، مرغ بریاں کے وقت محبوب ترین خداوند عالم قرار دیا، فرمایا میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں۔

علیؑ مصائب وآلام میں صابر رہے، اپنے دوران خلافت میں بھی موٹے جھوٹے کپڑے پہنے، نفاذ شریعت میں وہ گذشتہ وآئندہ لوگوں میں سب سے بہتر تھے، رسول خداؐ نے انہیں ناکثین جمل، قاسطین صفین، اور مارقین نہروان سے جنگ کرنے کا مشورہ دیا تھا، عمار یاسر جنہیں ان کی دینی بصیرت کی وجہ سے جنت کی بشارت دی تھی انہیں کے ساتھ شہید ہوئے رسولؐ نے ان کی موسیٰ وہارونؑ سے مثال دی تھی، علی نے ہی حالت رکوع میں انگشتری دی اور آیہ ولایت اتری، انہوں نے تین روز تک مسکین ویتیم واسیر کو روٹی دی اور ہل اتی نازل ہوا انہیں کے لئے قرآن میں نازل ہوا ﴿انما انت منذر ولکل قوم ھاد﴾۔ علیؑ سے فرمایا: میں اس امت کا منذر رہوں اور تم ہادی ہو "وتعیھا اذن واعیہ" نازل ہوا تو فرمایا وہ محفوظ رکھنے والا کان علی کا ہے خدا نے ان کی دوستی کو ایمان اور دشمنی کو علامت نفاق قرار دیا، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم زمانہ رسول میں فقط دشمنی علیؑ سے منافقین کو پہچانتے تھے، رسول نے خبر دی تھی کہ قیامت میں علیؑ ہی جنت وجہنم کو تقسیم کرنے والے ہیں، جہنم سے کہیں گے اسے لے لے یہ تیرا ہے اور جنت والوں کو اپنے ساتھ لے کر جائیں گے، ابن عباس کہتے ہیں قرآن میں جہاں بھی "یا ایھا الذین آمنوا" کی آیت ہے اس کے سردار علیؑ ہیں اس سے بڑی بات یہ ہے کہ رسولؐ نے فرمایا علیؑ یعسوب ہیں مومنوں کے اور یعسوب شہد کی مکھیوں کا سردار ہوتا ہے جہاں بھی ہوتا ہے مکھیاں اس کے گرد حلقہ کئے رہتی ہیں، شب ہجرت جب کفار قریش خانہ رسول کا گھراؤ کئے ہوئے تھے کہ صبح ہوتے ہی انہیں قتل کر دیں گے، استقامت کے ساتھ شیرانہ بستر رسولؐ پر علیؑ سوئے اس وقت ان کی حیثیت ذبیح الحق (اہل سنت کے نظر کے مطابق) کی تھی کہ اطمینان قلبی کے ساتھ اپنے کو قربانی کے لئے پیش کیا انہیں کے لئے عمر نے کہا "لو لا علی لھلک عمر" اور کہا کہ خدا مجھے اس مشکل کے لئے زندہ نہ رکھے جس کی مشکل کشائی کے لئے ابوالحسنؑ میرے

پہلو میں نہ ہوں، علیؑ کی تمام زندگی ایمان واسلام تھی ایک لحظہ کے لئے بھی کافر نہ ہوئے ان کی زحمات خدا کے نزدیک لائق شکریہ قرار پائیں خدا کی راہ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

خداوند عالم ہمیں انہیں کے زمرے میں قرار دے کیونکہ دوستی آل محمدؐ تمام چیزوں سے برتر وبہتر ہے ہمیں انہیں کی تاسی کی توفیق کرامت فرمائے۔

ان تحریروں کے علاوہ صاحب نے اشعار میں بھی اپنی عقیدتی کیفیت کو واضح کیا ہے وہ ان اشعار میں پورے طور سے شیعہ امامیہ نظر آتے ہیں، وہ سند غدیر پیش کرتے ہیں کہ:

اگر تم سوگند یاد کرتے ہو تو نص خلافت کو یاد کرو میں نے بقانون اختیار ان کی بارگاہ میں خودسپردگی کا مظاہرہ کیا، حکم خدا کے آگے سرتسلیم خم کرو کہ فرمایا ہے موسیٰ نے اپنی امت سے ستر افراد کو منتخب کیا۔

ایک قصیدہ میں کہتے ہیں:

تم نہیں جانتے کہ وصی رسولؐ وہی ہے جس نے حالت رکوع میں انگشتری تصدق کی، تم نہیں جانتے کہ وصی رسولؐ وہی ہے جس کے لئے روز غدیر صحابہ کو اس کا محکوم بنانے کا اعلان کیا گیا۔

ایک اور شعر یہ ہے:

''امیر المومنین، وصی رسول کی دوستی قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے جسے خدا نے تمام دنیا والوں کو ان کی سرداری کا پابند بنایا ہے''۔

صاحب لسان المیزان (۱) کے مطابق یہ جو صاحب کے معتزلی ہونے کی بات کہی گئی ہے یہ کئی وجہوں سے غلط ہے، خود ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے اور قاضی عبدالجبار کے قول کی حکایت کی ہے کہ نماز جنازہ پڑھاتے وقت کہا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس رافضی کی نماز کیسے پڑھاؤں؟ پھر یہ کہ خود صاحب کا یہ شعر ہے کہ دشمن مجھے رافضی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں، مجھے اس کی قطعی پرواہ نہیں ہے۔

قرائن کہتے ہیں کہ صاحب نے عدل الٰہی کے سلسلہ میں معتزلیوں کی تائید کی تو اس میں کیا حرج ہے؟ ایسا تو اکثر علماء شیعہ نے کیا ہے کیونکہ شیعہ ومعتزلہ اکثر مسائل کلام میں یکساں نظریہ کے حامل ہیں

۱۔ لسان المیزان (ج ۱ص ۴۱۶، نمبر ۱۳۰۰)

اسی وجہ سے اکثر مواقع پر شیعہ کو معتزل اور معتزلہ کہہ دیا جاتا ہے صاحب کی طرح علم الھدیٰ اور شریف رضی کو بھی معتزلہ کہہ دیا گیا ہے۔

انہیں شافعی کہنا بھی ویسا ہی ہے جیسے انہیں حنفی کہا جائے، ابوحیان کا یہ قول امتاع (۱) میں اس سے بھی زیادہ حیرتناک ہے کہ صاحب ایسے شیعہ ہیں جنہوں نے مذہب ابوحنیفہ اور زیدی نظریہ کو اپنے اندر جمع کر لیا تھا۔

حالانکہ صاحب نے اکثر اشعار میں ائمہ اطہارؑ کا نام لے کر زیدی ہونے کی تردید کی ہے، مثلاً یہ اشعار:

میرے سردار محمدؐ ہیں اور ان کے وصی علیؑ، ان کے دونوں فرزند اور زین العابدینؑ، محمد باقرؑ اور ان کے فرزند جعفر صادقؑ اور وہ جو موسیٰ بن عمرانؑ کے ہم نام ہیں اور علیؑ ہیں جو خاک طوس میں سوئے ہوئے ہیں اور ان کے بعد محمدؑ و علیؑ ہمارے سردار ہیں، ان کے بعد حسنؑ اور قائم آل محمدؑ ہیں جو ظالموں کی گھات میں ہیں۔

اس کے علاوہ ان کے یہ اشعار ہیں:

''محمدؐ و علیؑ کی برکت نیز دونوں علیؑ کے فرزندوں زین العابدین علیہ السلام، دونوں باقر امام کاظم علیہ السلام اور ان کے بعد رضا محمد پھر ان کے فرزند، اور عسکری اور قائم آل محمد علیہم السلام کی برکت سے امیدوار ہوں کہ قیامت میں جنت میں داخل ہوں گا اسی طرح دو شعروں میں تمام آئمہ کا نام لیا ہے کچھ اشعار میں زائر سے خطاب کر کے تمام ائمہ کے مشاھد مقدسہ پر سلام شوق پہنچانے کی بات کہی ہے کیونکہ یہی ان کی پناہ گاہ ہیں۔

ایک قصیدہ (۲) میں امام رضاؑ سے والہانہ عقیدت کا جس طرح مظاہرہ کیا ہے ان کے امامیہ اثنا عشری ہونے کا واضح ثبوت ہے''۔

۱۔ کتاب الامتاع، ج ۱، ص ۵۵)

۲۔ عیون اخبار رضا، ج ۱ ص ۱۴)

محاسن و مزاج

۱۔ایک دن صاحب بن عباد نے پانی مانگا لایا گیا تو صاحب نے پینا چاہا، ایک مصاحب نے کہا مت پیجئے یہ مسموم ہے، صاحب نے ہاتھ روک کر مصاحب سے ثبوت مانگا، اسنے کہا یہ پانی خود اسی نوکر کو پلا دیجئے آپ نے کہا ایسی صورت میں جسے خود نہ پیوں دوسروں کے لئے کیوں جائز سمجھوں اس نے کہا اس مرغ کو پلا دیجئے جواب دیا میں جانور کی ہلاکت جائز نہیں سمجھتا۔

پھر حکم دیا پیالہ واپس لے جاؤ اور پانی پھینک دو غلام سے کہا اپنا راستہ لو اور اب کبھی گھر نہ آنا اور حکم دیا کہ غلام کی جگہ کنیز یہ خدمت انجام دیا کرے اور فرمایا یقین کو شک سے ختم نہیں کیا جا سکتا اور قطع حقوق کی بھی سزا ہے اس کے ساتھ خست بھی ہے۔

۲۔ایک علوی سید نے رقعہ بڑھایا، خدا نے مجھے فرزند عطا کیا ہے گذارش ہے کہ اس کا نام ولقب تجویز فرما دیں صاحب نے اس رقعہ کے گوشے میں لکھ دیا خداوند عالم فرزند کو کامگار اور سعادتمند قرار دے۔

بخدا میرا دل خوش ہوا آنکھیں روشن ہوئیں، نام علی رکھوتا کہ آواز بلند ہو کنیت ابوالحسن رکھوتا کہ کاروبار مستحسن رہے دعا کی کہ جد امجد کی برکت سے نیک بختی شامل حال رہے اس پر سو مثقال دینار نثار کرتا ہوں تا کہ سو سال زندگی پائے، والسلام۔(۱)

۳۔ایک صاحب نے رقعہ لکھ کر صاحب سے حاجت طلب کی رقعہ کو واپس کرتے ہوئے کہا گیا کہ صاحب نے اپنے ہاتھوں سے لکھ کر آپ کے حوالہ کیا ہے، اس نے دیکھا کچھ نہیں لکھا ہے رقعہ کو ابوالعباس ضبی کے حوالہ کیا گیا، انہوں نے بڑی دقت کے بعد دیکھا کہ صاحب نے فقط ایک الف لکھا ہے۔

رقعہ کے الفاظ تھے اگر آقا مناسب خیال کریں تو مرحمت فرمائیں صاحب نے فعل کے شروع میں الف لکھ کر افعل کر دیا تھا فعل ماضی تھا اسے الف لکھ کر بمعنی مستقبل کر دیا تھا یعنی میں مدد کروں گا۔(۲)

۱۔(یتیمۃ الدھر، ج ۳، ص ۲۳۱)

۲۔(یتیمۃ الدھر، ج ۳، ص ۲۳۳)

۴۔ صاحب نے ابوالہاشم علوی کو ایک طبق چاندی اور عطر ہدیہ کرتے ہوئے چند اشعار ارسال کیئے جس کا حاصل مصدر و مطلب یہ ہے کہ یہ بندہ حضور کی زیارت کے لئے پرتو انوار سے بہرہ مند ہونے کی غرض سے عطر کا تحفہ پیش کرتا ہے اس کا ظرف بھی حضور قبول فرمالیں تو عنایت ہوگی (۱)

۵۔ ابوالقاسم زعفرانی نے صاحب کا شکوہ جلال دیکھا کہ ان کے خدام اور مصاحبین شاندار اور فاخرہ لباس پہنے ہوئے اردگرد بیٹھے ہیں وہ ایک گوشے میں جا کر کچھ کہنے لگے لوگوں نے صاحب سے عرض کی حضور کی بارگاہ میں یہ جسارت؟

صاحب نے کہا انہیں حاضر کیا جائے زعفرانی نے کچھ مہلت مانگی لیکن اجازت نہ ملی، حکم دیا کہ کاغذ سمیت انہیں یہاں حاضر کیا جائے زعفرانی نے نزدیک آکر شعر پڑھا:

شاعر کا قلم کہتا ہے شاخ پر گل کس قدر تازہ تر ہے۔

صاحب نے شعر پڑھنے کا حکم دیا، اس میں اپنی بہادری کی ڈینگ کے بعد کہا گیا تھا لوگ آپ کی خدمت میں ریشم و خز کے لباس پہنے بیٹھے ہیں اور میں اس سے محروم ہوں۔

صاحب نے فرمایا: معن بن زائدہ کا واقعہ ہے کہ ان سے ایک شخص نے کہا حضور ایک گھوڑا مرحمت فرمادیں، اس نے حکم دیا کہ ایک اونٹ، ایک گھوڑا، ایک خچر، ایک گھوڑی، ایک کنیز اسے عطا کی جائے، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس سے بلند تر سواری بھی ہوتی ہے تو اسے عطا کرتا، میں بھی صاحب بن عباد ہوں میں حکم دیتا ہوں کہ ایک خز کا جامہ، ایک جبہ، ایک پیراہن، ایک شلوار، ایک عمامہ ایک رومال، ایک کمر بند ایک چادر، ایک منورہ بطور خلعت انعام میں دیا جائے اگر میں جانتا کہ اس کے علاوہ بھی خز کا لباس ہوتا ہے تو وہ بھی عطا کرتا پھر فرمایا جو خلعت اس وقت نہیں لے جاسکتے اس کے علاوہ لاد کے گھر لے جانے کے لئے غلام حوالہ کردیا جائے۔ (۲)

۶۔ ابوحفص وراق نے شکوہ کیا کہ ان دنوں پریشان ہوں گھر میں چوہے بھی نہیں رہ گئے ہیں، اس

۱۔ (یتیمۃ الدھر، ج ۳، ص ۲۳۶)

۲۔ (یتیمۃ الدھر، ج ۳، ص ۲۲۷)

نمک خوار کی مدد فرمایئے، صاحب نے رقعہ کے گوشہ میں لکھ دیا، بڑی اچھی بات کہی گھر کے چوہوں کو میں بخشش کی خوشخبری دیتا ہوں گیہوں تو اسی ہفتہ پہنچ جائے گا بقیہ سامان راستے میں ہے۔(۱)

۷۔ابوالحسن علوی ہمدانی بادشاہ کے سفیر بن کر صاحب کے پاس چلے راستے بھر سونچا کہ بات کس طرح کروں گا عبارت آرائی سوچتے گئے سامنا ہوا تو سب بھول کر بولے "ماھذا ان ھذا الا ملک کریم" صاحب نے جواب دیا:

"انی لا اجد ریح یوسف لو لا ان تفندون" پھر فرمایا خوش آمدید، رسول، رسول کے بیٹے وصی، وصی کے فرزند(۲)

۸۔صاحب اھواز میں ہیضہ کے شکار ہو گئے جب بھی طشت میں رفع حاجت کرتے دس دینار سرخ اس میں رکھ دیتے تاکہ اٹھانے والا سستی و کاہلی نہ کرے جب صحت یاب ہوئے تو حساب کیا گیا پچاس ہزار دینار تصدق کئے تھے۔(۳)

۹۔ابونصر کی حکایت ہے کہ صاحب ٹھنڈا پانی پینے کے بعد کہتے:

قعقعة الثلج بماء عذب تستخرج الحمد من اقصیٰ القلب

گھونٹ گھونٹ ٹھنڈا پانی دل کی گہرائیوں سے حمد خداوندی باہر لاتا ہے، اور بلند آواز میں کہتے خدایا یزید پر متواتر لعنت فرما۔(۴)

۱۰۔ایک بار صاحب کی مجلس میں ابن حفیری موجود تھا بے تحاشہ بلند آواز سے ریاح خارج ہو گئی وہ شرمسار ہو کر مجلس سے باہر چلا گیا صاحب نے کہا اسکو یہ دو شعر سنا دو۔

کیا کیا جا سکتا ہے ہوا ہے کیا تم اسے روک سکتے ہو تم سلیمان تو نہیں ہو(۵)

۱۔(یتیمۃ الدھر، ج۳ ۲۲۳)

۲۔(یتیمۃ الدھر، ج۳، ص۲۲۷)

۳۔(البدایۃ والنھایۃ، ج۱۱، ص۳۶۰ حوادث ۳۸۵))

۴۔یتیمۃ الدھر، (ج۳، ص۲۲۳)

۵۔معجم الادباء (ج۶، ص۲۵۵)

کلمات قصار

(علامہ امینی ۴۲ کلمات گہربار نقل کئے ہیں، یہاں صرف دس نقل کئے جاتے ہیں؛

۱۔ جو شخص شیریں شیریں دریا پیدا کرتا ہے، گوہر آبدار ڈھونڈتا ہے۔

۲۔ جسے زمانے کی سلامتی کا گھمنڈ ہوتا ہے وہ مستقبل میں ندامت کی داستانیں بیان کرتا ہے۔

۳۔ بات جب کان میں دہرائی جاتی ہے تو دل میں جڑ پکڑتی ہے۔

۴۔ بے لوث مہربانی لچھے دار باتوں سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔

۵۔ اگر کتا چاند کو بھونکتا ہے تو لوگ پتھروں سے اس کا منھ بند کرتے ہیں۔

۶۔ شیر دل بہادر بہت ہیں لیکن عمرو کی طرح نہیں بہت سے مردوں پر نوحہ پڑھا گیا مگر نہ صخر کی طرح۔

۷۔ سخاوت کا وعدہ کبھی آب حیات کی طرح ہوتا ہے اور کبھی مانند سراب۔

۸۔ سخاوت کی ناشکری زوال کی پونجی ہے۔

۹۔ تنگ دل سے نالہ باہر آتا ہے اور دردمند دل سے شکایت۔

۱۰۔ ہوسکتا ہے کہ بے گناہ کسی گنہگار کے جرم میں جلایا جائے اور خوش کردار، بدکردار کے بدلے گرفتار ہو جائے۔

مزید گہرہائے آبدار کو یتیمہ الدہر اور اعیان الشیعہ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔(۱)

یہ ہے ایک شیعہ اور اس کا نمونہ افکار، یہ ہے ایک شیعہ وزیر اور اس کے حکمت شعار کلمات، یہ ہے ایک شیعہ فقیہ اور اس کا تابناک ادب، یہ ہے ایک شیعہ دانشور اور اس کے افکار درخشاں، اور یہ ہے ایک شیعہ متکلم اور اس کے مقالات و گفتار......

شیعوں کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

۱۔ یتیمۃ الدہر (ج ۳، ص ۲۸۱) اعیان الشیعہ (ج ۳، ص ۳۵۶۔۳۵۴)

صاحب کی وفات

صاحب نے شب جمعہ ۲۴ صفر ۳۸۵ھ میں ''رے'' میں انتقال کیا، عوام نے خبر سنتے ہی عام تعطیل کر دی، بازار بند ہو گئے اور آخری دیدار کے لئے ان کے گھر کی طرف جانے لگے، فخر الدولہ بھی اپنے فوجی افسروں کے ساتھ سیاہ پوش مشایعت کرتا چلا، چاروں طرف فریاد وشیون کی آوازیں بلند تھیں، ابوالعباس ضبی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی فخر الدولہ نے کئی دن تک ان کا سوگ منایا، نماز جنازہ کے بعد ایک کمرے میں سپرد خاک کر دیا گیا پھر اصفہان لے جا کر مقام دریہ میں دفن کر دیا گیا اس پر ایک قبہ بھی تعمیر ہے۔

اکثر لوگوں نے مرثیے کہے ان میں ابومنصور لجیمی، ابوالعلاء اصفہانی، ابن میسرہ، ابوسعید رستمی، ابو الفیاض طبری، وصی ہمدانی، ابوالعباس ضبی لائق ذکر ہیں۔

مصادر حالات:

۱۔ یتیمۃ الدھر	۲۔ انساب سمعانی
۳۔ معجم الادباء	۴۔ نزھۃ الالباء
۵۔ تجارب السلف	۶۔ درجات رفیعہ
۷۔ محاسن اصفہانی	۸۔ کامل ابن اثیر
۹۔ منتہی الآمال	۱۰۔ معالم العلماء
۱۱۔ المنتظم ابن جوزی	۱۲۔ تاریخ ابن خلکان
۱۳۔ معاہد التنصیص	۱۴۔ اعیان الشیعہ وغیرہ (۱)

۱۔ یتیمۃ الدھر، ج ۳ ص ۲۶۷۔۱۶۹ (ج ۳، ص ۳۳۷۔۲۲۵) انساب سمعانی (ج ۴ ص ۳۰) تجارب السلف ص ۲۴۳. درجات رفیعہ (ص ۴۸۲) تاریخ کامل، ج ۹ ص ۳۷ (ج ۵ ص ۵۱۰، حوادث ۳۸۵) منتہی المقال ص ۵۶ (۱۱۹) معالم العلماء (ص ۱۰، نمبر ۵۱) المنتظم، ج ۷، ص ۱۷۹ (ج ۱۴، ص ۳۷۵، نمبر ۲۹۱۱) وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۷۸ (ج ۱ ص ۲۲۸، نمبر ۹۶) معاہد التنصیص، ج ۲، ص ۱۶۲ (ج ۴، ص ۱۱۱، نمبر ۲۱۸) اعیان الشیعہ، ج ۱۲، (ج ۳، ص ۳۷۶۔۳۲۸)

جوہری جرجانی

وفات ۳۸۰ھ تقریباً

اما اخذت علیکم اذ نزلت بکم غدیر خم عقودا بعد ایمان

''کیا میں نے تمہاری بے شمار قسموں کے بعد تم سے غدیر خم میں عہد و پیان نہیں لیا تھا ؟

اور میں نے سردار عرب اور زبدۂ عدنان کے بازوں کو تھام کر کہا تھا اور یہ حکم خدا نے دیا تھا کہ نہ کوتاہی کروں اور نہ تشریح بیان میں کمی کروں، یہ علیؑ ان تمام لوگوں کا مولا ہے جن پر میں مبعوث ہوا ہوں ،خواہ پوشیدہ یا ظاہر برابر ہے۔

میرا چچیرا بھائی، میرے منبر کا وارث اور میرا بھائی اور وارث ہے،اس کے سوا نہ کوئی صحابی نہ میرا بھائی،اس کا مرتبہ اگر میرے جسم سے قیاس کرو تو وہی ہے جو ہارون کا موسیٰ بن عمران سے تھا۔(۱)

مناقب ابن شہر آشوب (۲) میں یہ چار شعر درج ہیں:

غدیر خم کا منکر وہی ہوگا جو حرام زادہ، بدکار اور ناسپاس ہوگا۔

کس کے لئے ڈوبنے کے بعد سورج پلٹا بابل میں، جاؤ تحقیق کرو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

دوسری بار بھی اس کے احترام میں سورج پلٹا رسول خداؐ کے زمانے میں،اخبار و احادیث بے شمار ہیں۔

۱۔مناقب ابن شہر آشوب، ج۱،ص۵۳۲ (ج۳،ص۴۰) بیاضی کی صراط مستقیم (ج۱،ص۳۱۱)

۲۔مناقب آل ابی طالب، ج۲،ص۲۰۳ (ج۲،ص۳۵۵)

انہوں نے تمام فضائل وافتخارات کا احاطہ کرلیا تھا اس لئے ان کے متعلق مدحیہ اشعار کے لئے تمام کا احاطہ کرنے سے قاصر ہوں''۔

شاعر کا تعارف

ابوالحسن کنیت، علی بن احمد جرجانی نام تھا، ان کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ عرفیت جوھری تھی پیمانہ فضل وادب تھے، لغت عرب کے ستون تھے قافیہ پردازی میں بڑی مہارت تھی شعری تنقید و پرکھ میں ممتاز تھے، وزیر صاحب بن عباد کے دست راست اور خاص مصاحب تھے، ان کے درباری شاعر بھی تھے ابتداء جوانی سے ہی شعروشاعری سے تعلق ہوگیا کچھ ہی دنوں میں اس قدر مہارت پیدا کرلی کہ صاحب طرز شاعر ہوگئے، انہیں اپنے مقام کومختلف اسالیب میں بیان کرنے کی اس قدر مہارت تھی کہ لوگ کہتے یہ جوان تو کہنہ مشقوں کوبھی مات کردیتا ہے۔

صاحب کوان کی قدرت کلام پر بڑی حیرت ہوتی تھی ان کے اشعار پر جھوم جھوم اٹھتے شعری شادابی اور ظرافت کا ہر شخص اقرار کرتا اسی لئے صاحب بن عباد نے انہیں اپنا خصوصی مصاحب بنالیا تھا اپنے تمام کارگزاروں اور افسروں کے درمیان رابطے کی حیثیت سے مقرر کیا تھا۔

جس وقت انہیں صولی کے پاس بھیجا توان کے متعلق صاحب نے خط میں جوستائشی فقرے لکھے ان فقروں کی وجہ سے تمام لوگ ان کے کمالات کے مفتون ہوگئے۔

اسی طرح ایک خط ابوالعباس ضبی کولکھ کران کے ہاتھوں روانہ کیا تو اسے پڑھ کرضبی نے بھی ان کا بہت اکرام واحترام کیا(۱) اس خط میں صاحب نے اپنے تمام محاسن میں انہیں شریک قرار دیا اوران کے ادب وفن کی بہت زیادہ ستائش کی، ان کے خصوصی تعلق، محاسن وفضائل واخلاق کا قصیدہ پڑھا حق دوستی، حدود معاشرت اطاعت میں خودسپردگی کی انتہائی حالت وغیرہ کوبیان کیا، ظرافت وبذلہ گوئی، شیریں زبانی نثرونظم میں یکساں مہارت، طبع سرشار مثل دریا فارسی وعربی میں حیرت ناک قدرت وغیرہ کا تذکرہ کیا۔

۱۔ یتیمۃ الدھر (ج۴، ص۳۱)

ثعالبی (۱) نے بھی ان کی بہت ستائش کی ہے وہ کہتا ہے کہ ۳۷۷ھ میں جب امیر ابوالحسن کے پاس بطور سفیر جارہے تھے تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا اور پھر چند اشعار نقل کئے ہیں:

ان کے اشعار ریاض العلماء، مقتل خوارزمی، مناقب شہر آشوب، بحار مجلسی میں نقل کئے گئے ہیں ثعالبی نے بھی یتیمۃ الدہر جلد چہارم میں تین صفحات مخصوص کئے ہیں (۲) عظیم شاعر جوھری جرجان میں ۳۷۷ھ اور ۳۸۵ھ کے درمیانی زمانے میں دنیا سے گئے ۳۷۷ھ میں ایک بار صاحب بن عباد نے انہیں امیر ابوالحسن ناصر الدولہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا، دوسری بار اصفہان کے گورنر ابوالعباس ضبی کے پاس بھیجا جب وہ اصفہان سے جرجان پلٹے تو زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ دنیا سے منھ موڑ لیا (۳) چونکہ انہوں نے صاحب کی زندگی میں ہی انتقال کیا اور صاحب کی وفات ۳۸۵ھ میں ہوئی اس لئے ان کی وفات کا زمانہ لگ بھگ ۳۸۰ھ متعین کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ یتیمۃ الدہر (ج۴، ص۲۹)

۲۔ ریاض العلماء (ج۳، ص۳۳۹)؛ مقتل خوارزمی (ج۲، ص۱۳۶)؛ مناقب آل ابی طالب (ج۴، ص۱۳۶)؛ بحار الانوار (ج۴۵، ص۲۵۳۔۲۷۹)؛ یتیمۃ الدہر، ج۴ ص۱،۴۱۔۲۹ (ج۴ ص۴۸۔۳۳)

۳۔ یتیمۃ الدہر (ج۴، ص۳۳)

ابن حجاج بغدادی

وفات/۳۹۱ھ

یا صاحب القبة البیضاء فی النجف   من زار قبرک و استشفی للبیک شفی

اے نجف کے چمکیلے گنبد والے! جو بھی آپ کی قبر کی زیارت کرے اور شفا طلب کرے اسے شفا ملتی ہے، ہدایت کرنے والے ابوالحسنؑ کی زیارت کرو تا کہ تمہیں اجر ملے، اقبال وکامرانی سے ہمکنار ہو اس رہبر کی خدمت میں شرفیاب ہو کیونکہ ان کی بارگاہ میں مناجات مقبول ہے جو شخص ان سے حاجت طلب کرے، روا ہو گی۔

جب حریم بارگاہ میں پہونچو تو احرام باندھ کر لبیک کہتے ہوئے وارد ہو، پھر مزار کے گرد طواف کرو، جب تم حرم کا سات بار طواف کرلو تو اس سردار کے پائنتیں بیٹھ جاؤ اور کہو، خدا کا سلام، اہل سلام کا سلام اور ارباب علم وشرف کا سلام!

میں آپ کی بارگاہ میں اے مولا اپنے شہر سے حاضر ہوا ہوں آپ کی ولایت سے متمسک ہو کر خدمت میں شرفیاب ہوا ہوں، مجھے امید ہے کہ آپ میری شفاعت فرمائیں گے۔

اے مولا! اور مجھے شدت عطش میں آپ بہشت سے سیراب کریں گے، کیونکہ آپ عروۃ الوثقیٰ ہیں، جو بھی آپ سے متمسک ہو جائے نہ تو وہ بد بخت ہو گا نہ اسے خوف ہو گا اگر آپ کے اسماء حسنیٰ کی کسی مریض پر تلاوت کردی جائے تو شفاء ہو جائے، مرض سے نجات مل جائے، کیونکہ آپ کی شان میں کسی قسم کا نقص نہیں اور آپ کا نور کبھی زوال پذیر نہیں، اور آپ آیت کبریٰ ہیں جو عارفین پر منکشف ہوتا ہے

ملکوتی جلووں کے ساتھ۔

یہ خدائے رحمٰن کے فرشتے ہیں جو آپ کی بارگاہ میں اتر کر الطاف وتحائف لاتے رہے۔ کبھی طشت، کبھی جام آب، کبھی دستار جبریل آپ کے لئے تحفہ لائے اس میں کسی کو اختلاف نہیں، جب بھی رسول خداؐ نے کسی مہم میں آپ سے مدد طلب کی آپ نے بخوبی اسے انجام دیا۔

اور انس سے مروی ہے کہ آپ کے متعلق مرغ بریاں کا واقعہ رسول خداؐ کی نص صریح کا واضح ثبوت ہے، قرآن میں جو دانہ، شاخ اور زیتون کے واقعات بیان ہوئے ہیں وہ آپ کے لئے عرش والے خدا کی کرامت وشرف کا مظہر ہیں۔

اور عادیات میں جو گھوڑے دوڑانے اور گرد اڑانے کی بات ہے یا شمشیر براں کی بات یا زرہ توڑنے اور نالہ وفریاد کرنے کی بات۔

آپ ان کی جمعیت پر شاخ شمشاد کی طرح ٹوٹ پڑے تا کہ انہیں خاکستر کر دیا جائے اگر آپ چاہتے تو انہیں مسخ کر دیتے یا زمین سے کہتے انہیں دھنسا لے، آپ کے قبضہ میں موت اور روحیں ہیں آپ ہی فرمارواہیں اگر آپ حکم دیتے تو قطعی ظلم نہ ہوتا۔

خدا انہیں مبارک نہ کرے جن میں سے ایک نے بخ بخ کہہ کے آپ کے فضل وشرف کا اعتراف کیا اور آپ کی غدیر خم میں بیعت کی، پھر رسول خداؐ نے اپنے بیان سے اس کی تاکید فرمائی آپ کو انہوں نے چھوڑ دیا ارشاد نبی کو نظر انداز کیا، ان کو اس قول رسولؐ نے بھی باز نہ رکھا کہ یہ میرا بھائی اور میرا جانشین ہے، یہ تمہارا مولا ہے میرے بعد جو بھی اس سے وابستہ ہو جائے اسے نہ ماضی میں خوف ہوگا نہ مستقبل میں۔(۱)

یہ قصیدہ ۶۴ شعروں پر مشتمل ہے اور اس سے متعلق ایک واقعہ بھی آئندہ بیان ہوگا:

ابن حجاج کا ایک قصیدہ اور بھی ہے جو ابن سکرہ کے جواب میں کہا گیا تھا، ابن سکرہ نے اہلبیتؑ اور ابن حجاج کے خلاف زبان درازی کی تھی میں نے اس قصیدہ کو ان کے مخطوطہ دیوان سے حاصل کیا جو

۱۔ ریاض العلماء (ج ۲، ص ۱۴)

۶۲۰ھ میں عمر بن اسماعیل کے قلم سے لکھا گیا۔

اس کا پہلا شعر یہ ہے:

لا اکذب اللہ ان الصدق ینجینی   ید الامیر بحمد اللہ تحیینی

آگے فرماتے ہیں:

فما وجدت شفاء تستفید بہ

''بغیر آل لیس سے درماں طلب کئے کہیں شفا نہ پاؤ گے، تم آل محمدؐ کی ہجو کر رہے ہو؟ تم نے بلند مرتبہ اور روشن چہرہ والوں پر دشنام طرازی کی ہے تو خدا تمہیں فقر و کفر سے تمام عمر ذلت چٹاتا رہے گا دنیا بھی گئی اور دین بھی''۔

شاعر کے حالات

ابوعبداللہ حسین بن احمد بن محمد بن جعفر بن محمد بن حجاج نیلی بغدادی، گروہ علماء کے ایک اہم ستون، دانش و ادب کے عظیم و نادر روزگار شخص تھے، صاحب ریاض العلماء نے انہیں بزرگترین علماء میں شمار کیا ہے(۱)، ابن خلکان نے بزرگ ترین شیعوں میں (۲) اور حموی نے بزرگ شیعہ شعراء اور آخرین انشائیہ نگار لکھا ہے (۳)، ان کا قافیہ پردازی کا مخصوص اسلوب تھا اسی طرح ان کے انشائیہ بھی لاجواب تھے، ان کے دانش کا بڑا استوار قدم تھا، ادب، معانی آفرینی اور سخن طرازی میں عالمگیر شہرت کے حامل تھے، ادیبوں نے بڑے احترام سے ان کا نام لیا ہے، صاحب نسمۃ السحر نے معلم ثانی کہا ہے (۴) ان کی سخن پردازی نے آوازہ ادب کو تحت الشعاع میں کر لیا تھا، ہم یہاں دونوں محاسن کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔

۱۔ ریاض العلماء (ج۲ص۱۱)

۲۔ وفیات الاعیان (ج۲، ص۱۷۱، نمبر۱۹۲)

۳۔ معجم الادباء (ج۹ص۲۲۹)

۴۔ نسمۃ السحر (مجلد۷، ج۱، ص۱۰۵)

مرتبہ علم و دانش:

دینی علوم میں ان کی مہارت کا اس قدر شہرہ تھا کہ وہ حکومت اسلامی کے پایہ تخت بغداد میں امور حسبہ کے منصب پر کئی بار سرفراز ہوئے۔(۱) یہ منصب ہمیشہ ان لوگوں کو ملتا ہے جو اپنے شکوہ علمی میں ممتاز ہوتے ہیں ماوردی نے احکام سلطانیہ (۲) میں لکھا ہے کہ امور حسبہ کا منصب ان لوگوں کو ملتا ہے جو صدر اول کے ائمہ سمجھے جاتے ہیں کیونکہ یہ منصب دینی امور کا ستون تھا۔

''حسبہ'' اصل میں تمام لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو وسیع معنوں میں نافذ کرنے سے عبارت ہے، ابن حجاج سے پہلے اس منصب پر بزرگ فلسفی احمد بن طیب سرخسی تھے جو ۲۸۳ھ میں مقتول ہوئے پھر ابن حجاج ہوئے اس کے بعد فقیہ شافعی ابوسعید احمد بن حسن بن احمد اصطخری متوفی ۳۲۸ھ فائز ہوئے (۳) احکام سلطانیہ میں ہے، ''حسبہ'' کا منصب اسے ملنا چاہیئے جو آزاد، عادل، دادگستر، صاحب نظر، دین کے معاملہ میں سخت اور منکرات کا واقف کار ہو (۴) فقہاء شافعی اس بارے میں اختلاف رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کیا جس معاملہ میں مختلف فقہاء میں اختلاف رائے ہو تو محتسب اپنی رائے و اجتہاد کو لوگوں پر مسلط کرسکتا ہے؟ ابوسعید اصطخری کہتے ہیں کہ مسلط کرسکتا ہے اسی صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ محتسب کو دانش مند مجتہد اور صاحب نظر ہونا چاہیئے تا کہ اختلافی مواقع پر اپنا نقطہ نظر واضح کر سکے۔

رشید الدین وطواط کا خیال ہے کہ نظام حکومت، ثبات دین اور اصلاح مسلمین کے لئے محتسب کا منصب ضروری ہے کیونکہ اس کے ذریعہ جادہ حق سے منحرف افراد یا فاسق افراد کی تباہ کاری سے شریعت و دین محفوظ اور مضبوط رہے اور معاشرتی امور ٹھکانے سے انجام پاتے رہیں، یہ منصب اسی شخص کے لئے

۱۔ وفیات الاعیان (ج۲، ص۱۶۸، نمبر۱۹۲)؛ البدایہ والنھایہ (ج۱۱، ص۳۲۸، حوادث ۳۹۱ھ؛ مرأۃ الجنان (ج۲، ص۴۴۴) ریاض العلماء (ج۲، ص۱۱۹ شنتاوی کی دائرۃ المعارف الاسلامیہ (ج۱، ص۱۳۰) فرید وجدی کی دائرۃ المعارف (ج۶، ص۱۲) الاعلام (ج۲، ص۲۳۱)

۲۔ احکام سلطانیہ ص۲۴ (ج۲، ص۲۵۲، باب۲۰)

۳۔ وفیات الاعیان (ج۲، ص۱۶۸، نمبر۱۹۲) مرأۃ الجنان (ج۲، ص۴۴۴، وفیات ۳۹۱)

۴۔ احکام سلطانیہ ص۲۰۹ (ج۲، ص۲۴۱، باب۲۰)

سزاوار ہوسکتا ہے جو دینداری سے متصف، اداء امانت میں معروف اور بدنامی سے دور، عیب وتہمت کے علاوہ لباس تقویٰ سے آراستہ، اصابت ورشد وصلاح سے مزین ہو(۱)

اس اعتبار سے ابن حجاج کا کئی مرتبہ منصب احتساب پر فائز ہونا بتاتا ہے کہ وہ مرتبہ اجتہاد پر فائز، عدالت وستائش علمی سے آراستہ تھے، ابن حجاج دو مرتبہ بغداد میں اس منصب پر فائز ہوئے ایک مرتبہ مقتدر باللہ کے عہد میں اور دوسری بار عز الدولہ کے زمانے میں اسی زمانہ میں وزارت پر ابن بقیہ فائز تھے۔

ابن حجاج نے ان کا قصیدہ بھی کہا تھا :

ایھا ذاالوزیران انت انصفت　　　والا فقم مع الجیران

آگے کہا:

لیت شعری الست محتسب　　　الناس؟! فلم لیس تعرفون مکانی؟!

ادب و ہنر:

قبل ازایں اشارہ کیا گیا کہ شعراء شیعہ میں نابغہ عصر اور دبیروں میں ممتاز تھے، کچھ لوگوں نے تو انہیں امرؤالقیس کا ہم پایہ بھی کہا ہے۔(۲) چار سو سال کے درمیان ان دونوں کے درمیان کوئی بھی ان کا ہم پایہ نہ ہوا، ان کا دیوان دس جلدوں میں مرتب کیا گیا ہے، زیادہ تر اشعار میں سلاست وروانی، سہل وآسان تعبیرات، معانی آفرینی، نفاست اسلوب، اور جدت نہج پایا جاتا ہے، صاحب نسمۃ السحر انہیں معلم ثانی کہتے ہیں۔(۳) ان کے خیال میں معلم اول یا تو مہلیل بن وائل ہے یا امرؤالقیس ہے کیونکہ انہوں نے جدید روش ایجاد کی تھی اور دوسرے افراد جیسے ابورقعمق اور صریع الدلاء نے اس روش کا اتباع کیا ہے۔

۱۔ معجم الادباء، ج۱۹، ص۳۱

۲۔ وفیات الاعیان (ج۲، ص۱۶۹، نمبر۱۹۲) معجم الادباء (ج۹، ص۲۰۶) شذرات الذهب (ج۴، ص۴۸۷، حوادث ۳۹۱)

۳۔ نسمۃ السحر (مجلد۷، ج۱، ص۲۰۵)

ثعالبی کہتے ہیں کہ میں نے ارباب بصیرت ادیب اور سخن سنجوں سے سنا ہے کہ ابن حجاج فن اور روش کا اختراع کرنے والوں میں یگانہ دہر تھے کیوں کہ وہ بے نظیر اور فن سے بھرپور تھے، معانی کی پرداخت کی حیرتناک مہارت وصلاحیت رکھتے تھے، خواہ مفہوم کتنا ہی دشوار ہو اسے طبیعی روانی، شیریں بیانی اور ملاحت تمام اور بلاغت کمال کے ساتھ پیش کر دیتے تھے۔ (۱)

بدیع اسطرلابی ہبۃ اللہ بن حسن (م ۵۳۴) نے ان کا دیوان ۱۴۱/ابواب پر مشتمل ترتیب دیا، ہر باب ایک مخصوص فن کا حامل ہے، اس کا نام انہوں نے درۃ التاج فی شعر ابن الحجاج رکھا ہے۔ (۲) اس کا خطی نسخہ پیرس کے کتب خانہ میں رکھا ہے ابن خشاب نحوی نے مقدمہ لکھا ہے۔

شریف رضی نے بھی بہترین ونفیس ترین اشعار کا انتخاب بنام ''الحسن من شعر الحسین'' (۳) حروف تہجی کے مطابق ابن حجاج کی حیات ہی میں مرتب کیا تھا، آخر میں شریف رضی نے پندرہ اشعار بھی بطور تبصرہ کہے ہیں، پہلا شعر یہ ہے:

اتعرف شعری الی من ضوی فاضحی علی ملکہ یحتوی؟!

ثعالبی کہتے ہیں کہ ابن حجاج کا شعری دیوان ساٹھ دینار سے کبھی گر نہیں سکتا کیوں کہ اشعار میں بڑی نفاست ہے، نمکینی اور جذب توجہ کی صلاحیت ہے ان کے اشعار میں امثال قارئین کو آفاق کی سیر کراتے ہیں، پڑھتے ہی دل میں اتر جاتے ہیں۔ (۴)

ابن الحجاج کے اشعار میں زیادہ تر ہزل اور جنون کی باتیں ہیں گویا یہ دونوں چیزیں ان کے ذوق واحساس کی سرشت ہیں جب وہ شوخی پر اتر آتے ہیں تو نہ سلطان کی پرواہ کرتے ہیں نہ امراء کی، ان کی گستاخی پر کوئی روک نہ تھی جو دل میں آتا کہہ ڈالتے، لوگوں کو پسند خاطر بھی تھا لیکن ابن حجاج کے بہترین اور نفیس ترین اشعار وہ ہیں جو انہوں نے آل محمدؐ کی مدح وثناء میں کہے ہیں یا دشمنان آل محمدؐ کی مذمت میں کہے ہیں۔

۱۔ یتیمۃ الدھر (ج۳، ص۳۵)

۲۔ معجم الادباء (ج۱۹، ص۲۷۴) وفیات الاعیان (ج۶، ص۵۲، نمبر ۷۷۵)

۳۔ مرأۃ الجنان (ج۳، ص۲۶۱) کشف الظنون (ج۱ص۷۳۹) غنتاوی کی دائرۃ المعارف الاسلامیہ (ج۱، ص۱۳۰)

۴۔ یتیمۃ الدھر) ج۳، ص۳۶، ۴۰)

ابن حجاج کے معاصرین خلفاء:

معتمد علی اللہ؛(متوفی ۲۷۹ھ)

معتضد باللہ؛(متوفی ۲۸۹ھ)

مکتفی باللہ؛(متوفی ۲۹۵ھ)

مقتدر باللہ؛(متوفی ۳۲۰ھ)

الراضی باللہ؛(متوفی ۳۲۹ھ)

مستکفی باللہ؛(متوفی ۳۳۸ھ)

قاہر باللہ؛(متوفی ۳۳۹ھ)

متقی باللہ؛(متوفی ۳۳۹ھ)

مطیع اللہ؛(متوفی ۳۶۴ھ)

طائع للہ؛(متوفی ۳۹۳ھ۔(۱)

وہ معاصرین آل بویہ جو عراق پر حکومت کرتے تھے

معز الدولہ؛ فاتح عراق؛(متوفی ۳۵۶ھ)

عز الدولہ؛(متوفی ۳۶۷ھ)

شرف الدولہ؛(متوفی ۳۷۹ھ)

صمصام الدولہ؛(متوفی ۳۸۸ھ)

بہاء الدولہ؛(متوفی ۴۰۳ھ)

عضد الدولہ؛(متوفی ۳۷۲ھ)

ثعالبی کہتے ہیں کہ وہ تمام عمر وزیروں اور رئیسوں پر حکومت کرتے رہے، جیسے گھر کا بزرگ بچوں پر حکومت کرتا ہے انہوں نے بڑی اچھی زندگی گذاری دولت وعظمت سے نہال رہے۔(۲)

۱۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ

۲۔ یتیمۃ الدھر (ج۳، ص۳۶)

ان کے دیوان میں بہت سے قصائد و مراثی اور ہجو یہ کلام اپنے زمانے کے خلفاء، امراء، وزراء، اور منشیوں کے متعلق پائے جاتے ہیں دیوان میں تلاش کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ساٹھ افراد ہیں۔

ہارون بن منجم	وزیر مہلبی
متنبی بن شاعر	وزیر بن عمید
خلیفہ مطیع للہ	ابن عمید
وزیر ابوریان	وزیر بن بقیہ
عزالدولہ	عمران بن شاھین
ابو تغلب	فنا خسرو
ابن شاھین	
محمد بن عمران	شرف الدولہ بن بویہ
ابواسحاق صابی	قاضی تنوخی
صاحب بن عباد	ابن سکرہ شاعر
ابو علی حالتی	ابن یوسف
وزیر سابور	وزیر مرزبان
ابن حفص	وزیر فسانجس

ابن حجاج نے مدح اہلبیتؑ میں بہت زیادہ اشعار کہے ہیں دشمنان آل محمدؐ مثلاً مروان بن ابو حفصہ جیسوں کی بہت زیادہ مذمت بھی کی ہے، انہیں گالیاں بھی دی ہیں یہاں تک کہ بعض نقادوں نے آپ پر اعتراض بھی کیا کہ اس حد تک تلخ و تند اور طنزیہ شاعری اور شرمناک اور رسوا کن باتیں نہیں کہنی چاہئیں۔

لیکن یہ پیش نظر رہنا چاہئیے کہ ابن حجاج کا دل مظالم سادات پر خون گشتہ تھا ان کے اشعار آہ کی طرح ہیں جو سینہ دردمند سے نالہ بن کر نکلے ہیں نہ کہ انہوں نے گالم گلوچ اپنا پیشہ بنالیا تھا ان کا پھنکتا جگر اشعار میں ڈھل گیا ہے اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے اشعار بارگاہ ائمہؑ میں بہت مقبول تھے نیز ان

کے ناپسندیدہ اشعار سے کریمانہ طریقے پر چشم پوشی کی گئی۔

سید اجل زین الدین علی بن عبدالحمید نیلی نجفی کتاب درالنفید میں لکھتے ہیں کہ ابن حجاج کے زمانے میں دو نیک مرد تھے محمد بن قارون اور علی سورائی ان کے اشعار پر بڑی تنقید کرتے تھے محمد بن قارون نے خواب میں دیکھا گویا میں روضہ حسینؑ میں مشرف ہوں وہاں حضرت فاطمہ زہراؑ موجود ہیں وہ داہنی طرف داخل ہونے والے دروازے سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں تمام ائمہ معصومینؑ حضرت صادق آل محمدؑ تک وہاں موجود ہیں سبھی ضریح علی اکبر کے مقابل بیٹھے ہیں آپس میں باتیں کر رہے ہیں محمد بن قارون ان کے برابر میں بیٹھے ہیں۔

سورائی کہتے ہیں کہ میں نے ابن حجاج کو دیکھا کہ وہاں آمد و رفت کر رہے ہیں میں نے محمد بن قارون سے کہا اس شخص کو دیکھ رہے ہو کس طرح بارگاہ ائمہؑ میں گستاخانہ طریقے سے آمد و رفت کر رہا ہے میں نے کہا مجھے وہ قطعی پسند نہیں میں تو اس کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔

سورائی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت فاطمہ زہراؑ نے غضب ناک نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا ابو عبد اللہ تجھے پسند نہیں؟ اسے دوست رکھو کیوں کہ جو اسے دوست نہ رکھے وہ شیعہ نہیں تمام ائمہؑ نے بیک آواز کہا جو اسے دوست نہ رکھے وہ ہمارا شیعہ نہیں۔

ابن قارون کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا تھا کہ کس نے کہا، میں خواب سے بیدار ہوا بڑی وحشت تھی کیوں کہ میں ابن حجاج کی تنقید و تنقیص کرتا رہتا تھا۔

کچھ دن بعد میں خواب بھول بھال گیا پھر میں زیارت روضہ حسینؑ سے مشرف ہوا راستے میں کچھ شیعوں کو دیکھا کہ وہاں ابن حجاج کے اشعار پڑھ رہے ہیں، میں نے جا کر بڑی حیرت سے دیکھا کہ وہاں سورائی بھی موجود تھے، میں نے سلام کر کے ان سے پوچھا اس سے پہلے تو تم ابن حجاج کے اشعار میں کیڑے نکالتے تھے اب کیا ہوا کہ بڑی توجہ سے سن رہے ہو کہنے لگے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے اور وہی خواب بیان کیا جو میں نے دیکھا تھا۔

یہ دونوں مرد صالح اس کے بعد ہمیشہ ابن حجاج کی مدح و ستائش اور اشعار کی اشاعت میں جد و جہد

کرنے لگے(۱)

دوسرے واقعہ میں یہ ہے کہ جب سلطان مسعود بن بابویہ (عضد الدولہ بن بابویہ) نجف اشرف کے روضے کی تعمیر کرانے لگا تو بارگاہ میں ادب سے حاضر ہوا حرم مبارک کو بوسہ دیا وہیں برابر ہی ابن حجاج بھی موجود تھے اور اپنا قصیدہ فائیہ پڑھنے لگے (جسے شروع میں نقل کیا گیا۔ **یاصاحب القبته البیضاد فی النجف**)

جب وہ ان اشعار تک پہنچے جن میں دشمنان علیؑ کے متعلق فحش اور نامناسب باتیں نظم ہیں تو علم الھدیٰ نے تلخ وتند لہجہ میں ان اشعار کو حرم شریف علوی میں پڑھنے سے منع کیا، ابن حجاج بھی چپ ہو گئے جب رات ہوئی تو ابن حجاج نے حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا، وہ فرمارہے ہیں کی کبیدہ خاطر نہ ہو میں نے علم الھدیٰ کے پاس پیغامبر بھیجا ہے وہ تمہاری خدمت میں معافی مانگنے آئیں گے جب تک وہ نہ آئیں گھر سے باہر نہ نکلنا۔ شریف علم الھدیٰ نے بھی خواب میں رسول اکرمؐ کو دیکھا کہ تمام ائمہؑ آپ کے گرد میں حلقہ کئے بیٹھے ہیں یہ ان کی خدمت میں گئے اور سلام کیا رسول خداؐ نے بڑی سرد مہری دکھائی ہاتھ جوڑ کر عرض کی، اے ہمارے سردارو! میں آپ حضرات کا غلام ہوں آپ کا فرزند ہوں آپ کا دوستدار ہوں یہ سرد مہری کیوں ہے؟ انہوں نے فرمایا اس لئے کہ تم نے ہمارے شاعر کا دل توڑا ہے تمہیں جا کر اس سے معافی مانگنی چاہیئے اور اس کو لئے ہوئے مسعود بن بابویہ کے پاس جاؤ اور ابن حجاج پر جو کچھ بھی میری عنایات ہیں اس سے خبردار کرو۔

علم الھدیٰ سید مرتضیٰ فوراً اٹھے اور ابن حجاج کے گھر آئے دروازہ کھٹکھٹایا، انہوں نے گھر سے بلند آواز میں کہا جس سردار نے تمہیں یہاں بھیجا ہے اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ گھر سے نہ نکلوں وہ تمہارے پاس آنے والے ہیں سید مرتضیٰ بولے ان کا فرمان بسر وچشم قبول، پھر وہ عذر ومعذرت کے بعد لئے ہوئے ابن مسعود کے پاس گئے دونوں نے اپنا اپنا خواب بیان کیا، پھر سلطان نے بڑی قدر افزائی کی، بہترین عطایا کے ذریعہ ان کا مرتبہ ومقام بلند کیا اور حکم دیا کہ میرے سامنے اشعار پڑھے جائیں۔

۱۔ ریاض العلماء (ج ۲، ص ۹۱۱ روضات الجنات ص ۳۹ (ج ۳ ص ۱۶۰، نمبر ۲۶۶) دار السلام ج ۱، ص ۱۴۸ (ج ۱، ص ۳۱۹)

ولادت ووفات:

ابن حجاج نے جمادی الآخر ۳۹۱ھ نیلی میں دار فانی کو وداع کہا، یہ چھوٹی سی آبادی فرات کے کنارے بغداد وکوفہ کے درمیان واقع ہے ان کا جنازہ کاظمین لے جایا گیا انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے کاظمین شریفین کی پائنتی میں دفن کیا جائے اور تعویذ قبر پر لکھا جائے:

﴿وکلبهم باسط ذراعیه بالوصید﴾

شریف رضیؒ اور ابن جوزی نے مرثیے کہے۔(۱)

میں نے تمام معاجم اور تذکروں کو دیکھا کہیں تاریخ ولادت نہیں ملی لیکن اتنا واضح ہے کہ تیسری صدی میں پیدا ہوئے، لگ بھگ ایک سو تیس سال زندہ رہے اور اس کے شواھد مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ آپ نے ابن رومی سے پڑھا اور ابن رومی ۲۸۲ھ میں مرے۔(۲)

۲۔ امور ''حسبہ'' کے منصب پر اصطخری ۳۲۸ھ کے بعد فائز ہوئے اصطخری زمانہ مقتدر باللہ میں ۳۲۰ھ محتسب ہوئے تھے۔(۳)

۳۔ ان کے دیوان میں ہارون بن علی کی ہجو موجود ہے جب کہ ابن حجاج کمسن تھے اور ہارون ۲۸۸ھ میں مرے۔

۴۔ وزیر عباس بن حسین کا قصیدہ کہا جو ۳۹۴ھ میں قتل ہوا پھر یہ چوتھی صدی کے وسط میں اکثر اشعار کہے جس میں اپنی پیرانہ سالی کا شکوہ ہے، ان سے زیادہ کسی شاعر نے اپنی پیرانہ سالی کا شکوہ نہیں کیا۔

اب اسکے بعد ابن کثیر (۴) کا فقرہ کوئی وقعت نہیں رکھتا کہ ابن خلکان کی بات غلط ہے کہ اصطخری کے بعد امور حسبہ کے متولی ابن حجاج ہوئے کیوں کہ اصطخری ۳۲۸ میں مرے اور ۳۲۰ھ میں محتسب بنے۔

۱۔ دیوان رضی (ج ۲، ص ۴۴۱) المنتظم، ج ۷، ص ۲۱۷ (ج ۱۵، ص ۲۹، نمبر ۲۹۷۱)

۲۔ معالم العلماء (ص ۱۴۹)

۳۔ وفیات الاعیان (ج ۲، ص ۱۶۸، نمبر ۱۹۲) مرآۃ الجنان (ج ۲، ص ۴۴۴) شذرات الذهب، ج ۲، ص ۳۱۲ (ج ۴، ص ۱۴۷، حوادث ۳۲۸)

۴۔ البدایۃ والنھایہ، ج ۱۱، ص ۳۲۹

مصادر حالات:

۱۔ یتیمۃ الدھر	۲۔ تاریخ خطیب
۳۔ معجم	۴۔ ابن خلکان
۵۔ ابن کثیر	۶۔ منتظم
۷۔ دائرۃ المعارف الاعلام زرکلی	۸۔ ریاض العلماء
۹۔ مجالس المومنین	۱۰۔ کشف الظنون
۱۱۔ تنقیح المقال	۱۲۔ ریاض الجنۃ وغیرہ (۱)

۱۔ یتیمۃ الدھر۔ ج۳ص۲۵ (ج۳ص۲۵) تاریخ خطیب بغدادی، ج۸، ص۱۴، معجم الادباء، ج۴، ص۶ (ج۹، ص۲۰۶) وفیات الاعیان، ج۱، ص۱۷۰ (ج۲، ص۱۶۸، نمبر۱۹۲) البدایۃ والنھایۃ، ج۱، ص۳۲۹ (ج۱۱، ص۴۷۸) المنتظم، ج۷، ص۲۱۶ (ج۱۵، ص۲۸، نمبر۲۹۷۱) دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج۱، ص۱۳۰، الاعلام، ج۱، ص۲۴۵، ریاض العلماء (ج۲، ص۱۱) مجالس المومنین ص۴۵۹ (ج۲، ص۵۴۴، کشف الظنون، ج۱، ص۴۹۸ (ج۱، ص۵۶۷) تنقیح المقال، ج۱، ص۳۱۸۔

ابوالعباس ضبی

وفات/۳۹۸ھ

لــعــلــی الــطــهــر الشهيــر مــجــدانــاف عــلــی ثبيــر
صــنــو الــنــبــی مــحــمــد وصيـــه يـــوم الـــغــديـــر
و حـــلــيـــل فـــاطـــمة ووا لـــد شبـــر و ابـــو شبيـــر

''پاک و پاکیزہ اور بلند آواز علیؑ کے لئے ایسی عظمت و شرافت ہے جس نے کوہ ثبیر کا احاطہ کرلیا ہے، وہ جو رسول خداؐ کے صنو (شریک ہدایت) اور غدیر کے دن ان کے وصی بنے، وہ جو فاطمہؑ کے شوہر اور شبرؑ و شبیرؑ کے والد ماجد ہیں''۔(۱)

شعری تتبع:

ثبیر مکہ کا بلند ترین پہاڑ ہے جو عرفہ اور مکہ کے درمیان واقع ہے اس پہاڑ پر قبیلہ ہذیل کا ایک ممتاز ترین شخص مر گیا تھا، اسی کے نام پر پہاڑ کو معروف کر دیا گیا۔ حافظ ابونعیم نے ''ما نزل من القرآن فی علی'' (۲) اور نطنزی نے خصائص علویہ میں شعبہ عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ہم رسول خداؐ کے ساتھ مکہ میں تھے رسول خداؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کوہ ثبیر پر لئے چلے گئے وہاں چار رکعت نماز پڑھی پھر سر کو آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا، خدایا، موسیٰ بن عمران نے تجھ سے تمنا کی تھی اسی طرح آج میری بھی

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج۱، ص۵۵۰ (ج۳، ص۷۱)

۲۔ ما نزل من القرآن فی علی (ص۱۳۸، حدیث ۳۷)

تمنا ہے کہ میرا شرح صدر فرما میرے امور میں آسانی کرامت فرما، میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری باتوں کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور میرا وزیر میرے ہی خاندان کا ایک فرد علی بن ابی طالب کو بنا دے، اس کے ذریعہ سے میری کمر کو مضبوط کر دے، اسے میرے کاموں میں شریک قرار دے، ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے ایک آواز سنی، اے محمد! جو تم نے مانگا تمہیں دیا گیا۔

شاعر کے حالات:

کافی اوحد، ابو العباس۔ احمد بن ابراہیم ضبی قبیلہ ضبا سے تھے، وزیر تھے اور ان کا لقب رئیس تھا، صاحب بن عباد کے بعد انتظام مملکت اور سیاست کی ممتاز ترین شخصیت تھے، ادب پروری میں بھی معروف تھے صاحب کے مقرب خاص اور ان سے غیر معمولی اکتساب فیض کیا پھر ان کے بعد خود ان کے دانش وادب میں مستقل حیثیت ہوگئی اور شعراء وادباء کی پرورش و پرداخت کرنے لگے۔

ان کی بلندی شرف کی وجہ سے ۳۵۸ھ میں صاحب کے انتقال کے بعد فخر الدولہ نے منصب وزارت عطا کرتے ہوئے صاحب کا جانشین بنایا اور ابو علی کو ان کا معاون قرار دیا جن کا لقب جلیل تھا، ان کی عظمت وجلالت کا آوازہ اس قدر بلند ہوا کہ لوگ دور دور سے اپنی حاجت لے کر آتے اور فیض سخاوت سے نہال ہو کر واپس لوٹتے، اس سلسلہ میں مدح سراؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے واقعی وہ صاحب کے جانشین صالح تھے، ان کے تمام عادات وخصائل کو اپنا لیا تھا، اصفہان کی جامع مسجد کے پاس انہوں نے گدڑی پوشوں کے قیام کے لئے لمبی چوڑی سرائے بنوادی جس میں مسافر آکر ٹھہرتے، اسی سے متصل ایک مطالعہ گھر بھی بنوادیا تھا جس میں مختلف علوم وفنون کی نفیس وقیمتی کتابیں جمع تھیں۔

کتاب محاسن اصفہانی کے مؤلف اور دوسروں کا بیان ہے کہ اس کتب خانہ کی فہرست کتب تین جلدوں میں تھی۔(۱) ادیبوں اور شاعروں نے ان کے محاسن وفضائل کا اعتراف کیا ہے ان میں چند یہ ہیں۔

۱۔ یتیمۃ الدھر، ج۳، ص۲۶ (ج۳، ص۳۳۹) معجم الادباء، ج۱، ص۶۵ (ج۲ص۱۰۵) تاریخ کامل، ج۹، ص۳۷ (ج۵، ص۵۷۷) معالم العلماء (ص۱۴۸) دیوان مہیار، ج۴، ص۲۹، اعیان الشیعہ، ج۸، ص۷۷ (ج۲، ص۴۶۹) بستانی کی دائرۃ المعارف، ج۱۱، ص۱۲۰)

۱۔ ابوعبداللہ محمد بن حامد خوارزمی
۲۔ ابوالحسن علی بن احمد جوہری جرجانی (یتیمۃ الدھر، ج ۴، ص ۳۸ (ج ۴، ص ۴۴)
۳۔ مہیار دیلمی (دیوان مہیار، ج ۱، ص ۱۴، ۱۵، ج ۲، ص ۱۷۹، ج ۳، ص ۱۸، ۲۷، ۳۴۴، ج ۴، ص ۳۰)
۴۔ ابوالفیاض سعد بن احمد طبری
۵۔ صاعد بن محمد جرجانی
۶۔ ابوالقاسم عبدالواحد بن محمد بن علی بن حریش اصفہانی (یتیمۃ الدھر (ج ۵، ص ۱۳۵)

ان کے زمانہ وزارت میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مجد الدولہ کی ماں نے ابوالعباس پر الزام لگایا کہ میرے بھائی کو زہر دیا ہے اور دو ہزار دینار اس کے مراسم تعزیت بجالانے کے لئے طلب کئے ابوالعباس نے ادائیگی سے انکار کیا اور اس کے خوف سے بروجرد کی طرف بھاگ گئے یہ علاقہ بدر بن حسنویہ کی علمداری میں تھا۔

کچھ دنوں کے بعد حاضر ہوئے کہ مطالبہ ادا کر دیں اور منصب وزارت پر واپس آجائیں لیکن قبول نہ کیا گیا پھر وہ بروجرد میں ہی مقیم رہے اور ۳۹۸ھ میں انتقال کیا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ فخر الدولہ کے فوجی افسر ابوبکر نے خود ابوالعباس کے نوکر کی سازش سے ان کو زہر دے کر مار ڈالا تھا۔

ان کے صاحب زادہ نے جنازہ ایک حاجب کے ذریعے بغداد بھیجا اور ابوبکر خوارزمی کو خط لکھا کہ میرے والد نے جوار سید الشہداؑ میں دفن ہونے کی وصیت کی تھی اس سلسلہ میں قبر کی قیمت پانچ سو دینار بھی روانہ کی، جب یہ معاملہ شریف ابواحمد (علم الہدیٰؒ اور شریف رضیؒ کے والد) کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

ابوالعباس میرے باپ کے جوار میں دفن ہونا چاہتے تھے تو انہیں دفن ہونے کی اجازت ہے لیکن قیمت نہ لوں گا قبر کھودی گئی اور جنازہ کو مسجد براثا لے جایا گیا وہیں ابواحمد نے نماز جنازہ پڑھائی نماز میں

اشرف وفقہا حاضر تھے آپ نے حکم دیا کہ پچاس افراد جنازہ کو لے جا کر کربلا میں دفن کر دیں (معجم الادباء)

شاعر غدیر مہیار دیلمی نے ۵۹ شعروں پر مشتمل بہترین مرثیہ کہہ کے ان کے فرزند سعد کو دینور بھیجا، ان کے علاوہ دوسروں نے بھی مرثیے کہے ہیں۔

ابو العباس کے فرزند ابو القاسم سعد بن احمد ضبی بھی باپ کی طرح شرف وعظمت کے حامل تھے بروجرد ہی میں قیام پذیر تھے باپ کے انتقال کے چند ماہ بعد انہوں نے بھی دار فانی کو وداع کہا، مہیار دیلمی نے انکا بھی مرثیہ کہا ہے۔

ابو رقعمق انطاکی

وفات/۳۹۹ھ

بوریہ نے تخت کو لکھا کہ فصیل اونٹ کے بچے کا نام ہے:

کتب الحصیر الی السریر ان الفصیل ابن البعیر

غدیر کے متعلق دو شعر ہیں:

لا والذی نطق النبی بفضلہ یوم الغدیر

ما للامام ابی علی فی البریة من نظیر

''ہرگز نہیں! اس کی قسم جس کی فضیلت میں رسول خداؐ نے بروز غدیر خطبہ ارشاد فرمایا: کہ میرا سردار علیؑ ساری کائنات میں بے مثل ونظیر ہے''۔(۱)

شاعر کا تعارف:

ابوحامد.... احمد بن محمد انطاکی، مصر کے باشندے تھے ابورقعمق کے نام سے معروف تھے مشہور نغمہ نگار اور عظیم فنکار تھے ان کا شعری اسلوب اس قدر مقبول ہوا کہ صاحب طرز شاعر بن گئے، ان کی شاعری میں شوخی اور ظرافت کی بھی چاشنی پائی جاتی ہے۔

ایام شباب شام میں گذرے پھر مصر چلے آئے وہیں انہیں عالم گیر شہرت حاصل ہوئی، انہوں نے علم وادب میں اپنا ممتاز ترین مقام بنالیا، بادشاہوں سرداروں اور رئیسوں کی مدح وثنا کی جن میں معز، ان کے بیٹے زفر۔

۱۔ یتیمۃ الدھر، ج۱، ص۲۸۴ (ج۱، ص۳۹۶،۳۹۵)

سپہ سالار جوہر، وزیر ابو الفرج وغیرہ لائق ذکر ہیں۔

انہوں نے مصر میں مزاح نگاروں کی ایک انجمن قائم کی اور طنزیہ شاعری میں اس قدر شہرت حاصل کرلی کہ ابو رقعمق ہی لقب ہوگیا (احمقوں کے سردار) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے خود ہی یہ لقب رکھ لیا تھا، چنانچہ ان کا شعر ہے:

میں خدا کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں اور عقلمندوں کی باتوں سے جو میری زبان پر جاری ہوں عقل مندی میرے شایان شان نہیں ہے۔

نہیں، اس خدا کی قسم جس نے مجھے اکیلے اس جہان خلق میں پیدا کیا اور حماقت کی دوستی مجھے ودیعت کی،

ثعالبی نے یتیمہ الدھر (۱) میں ان کے حالات میں ۲۷ صفحہ قلمبند کئے ہیں اور ان کے ۴۹۴ اشعار نقل کئے ہیں۔

وہ اپنے وقت کے منفرد شاعر تھے طنز و ظرافت میں تو گویا آپ فطری شاعر نظر آتے تھے انہوں نے اپنا اسلوب زیادہ تر ابن الحجاج کے شعری اسلوب سے وابستہ کیا ممکن ہے کہ جو بھی ان کے اشعار پڑھے اہلبیت کرامؑ سے ان کی شدید وابستگی کا یقین کرلے۔

خاص طور سے دشمنان اہل بیتؑ کے متعلق ان کی تلخ و تند شعری روش تو بہت واضح ہے اسی لئے ابو رقعمق بھی تشیع کی طرف مائل تھے صاحب نسمۃ السحر نے (۲) تو انہیں شیعہ شاعروں میں شمار کیا ہے انہوں نے دیوانگی کا مفہوم زیادہ بیان کیا ہے۔

ابن خلکان نے اپنی تاریخ (۳) میں ان کے حالات بیان کئے ہیں پھر کہتے ہیں کہ امیر مختار مسیحی کا بیان ہے کہ ۳۹۹ھ میں انتقال کیا کچھ لوگوں نے اضافہ کیا ہے کہ بروز جمعہ ۲۲ رمضان کو انتقال کیا، بعض نے ماہ ربیع الاول کہا ہے انتقال کے وقت مصر میں تھے ان کے حالات مرآۃ الجنان، شذرات حنبلی، معاہد، الاعلام اور تاریخ ادب اللغۃ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ (۴)

۱۔ یتیمۃ الدھر، ج۱، ص۲۹۶۔۲۶۹ (ج۱، ص۴۰۸، ۳۷۹)   ۲۔ نسمۃ السحر (مجلد ۶، ج۱، ص۳۰)

۳۔ وفیات الاعیان، ج۱، ص۴۲ (ج۱، ص۱۳۱ نمبر ۵۴)

۴۔ مرآۃ الجنان، ج۲، ص۴۵۲، شذرات الذھب، ج۳، ص۱۵۵ (ج۴، ص۵۱۹) معاھد التنصیص، ج۱، ص۲۲۶ (ج۲، ص۲۵۳، نمبر ۱۱۹) الاعلام، ج۱، ص۴۷ (ج۱، ص۲۱۰) تاریخ آداب اللغۃ، ج۲، ص۲۶۴ (مجلد ۱۴، ص۱۰۲)

ابو العلاء سروی

''علیؑ، بعد رسولؐ میرے امام ہیں وہ بروز قیامت میری شفاعت فرمائیں گے۔ میں علیؑ کے لئے صرف انہیں فضائل کا دعویٰ کرتا ہوں جو عقل کے مطابق ہوں۔ میں ان کے رسول ہونے کا دعویدار نہیں ہوں لیکن وہ واضح نص کے مطابق امام ہیں۔ اور ارشاد رسولؐ ان کی بلندی مقام کے متعلق ہے پھر بھی فاضل اور مفضول کا اشتباہ پیدا کیا گیا۔

آگاہ ہو جاؤ جس کا میں مولا ہوں پس علیؑ بھی بغیر شک وشبہہ اس کا مولا ہے''۔(۱)

شاعر کے حالات:

ابو العلاء محمد بن ابراہیم سروی، طبرستان کے منفرد شاعر اور فضیلت و دانش کے پرچمدار تھے، ابو الفضل بن عمید سے خط و کتابت اور شعری تبادلہ خیال رہا کرتا تھا ان کی تالیف اور اشعار بہت وقیع اور نمکین ہیں، اکثر کو یتیمۃ الدھر، محاسن اصفہانی اور نہایۃ الارب نویری میں بیان کیا گیا ہے۔(۲)

معجم حموی (۳) میں ان کے پانچ اشعار طبرستان کے متعلق بھی نقل ہیں۔

مدح اہل بیتؑ کے متعلق ان کے ستائشی اشعار مناقب شہر ابن آشوب (۴) میں منقول ہیں:

۱۔ مناقب بن شہر آشوب، ج ۱، ص ۵۳۱ (ج ۳، ص ۳۹)

۲۔ یتیمۃ الدھر، ج ۴، ص ۴۸ (ج ۴، ص ۵۶) محاسن اصفہانی ص ۵۲، ۵۶، نہایۃ الارب (ج ۲، ص ۳۸)

۳۔ معجم البلدان، ج ۶، ص ۱۸ (ج ۴، ص ۱۴)

۴۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۷۳ (ج ۳، ص ۱۵۰، ۳۴۵، ۳۴۷، ج ۲، ص ۱۰۰)

ضــدان جــالا علــی خـدیـک ....

''دو متضاد چیزیں تیرے رخسار پر بہم پہچان ہیں، پھر وہ ایک دوسرے سے اس حال میں مل گئیں کہ اختلاف وافتراق روزگار رونما ہوا، یہ ایک سفید پرچم نمودار ہوا اور دوسرا سیاہ مجھے حیرت ہے کہ دو متخالف شعار کی حامل اشیاء کیسے متحد ہو گئیں۔

یہی شاہان بنی عباس ہیں جنہوں نے سیاہ لباس اپنا شعار شرافت بنا لیا اور یہ دانشمند وکہن سال فرزندان سبطین ہیں جنہوں نے اپنا پرچم سفید قرار دیا ہے کتنے ہی جواں سال رونق والے ہوتے ہیں جن میں دوام نہیں ہوتا اور کتنے ہی کہن سال ہوتے ہیں جن میں خردمندی ہوتی ہے بات دراصل یہ ہے کہ جوانی کے بعد پیری سپیدی صبح کی ہوتی ہے جو سیاہی کے چہرہ سے پردہ ہٹاتی ہے علاوہ ازاین پیری آنے سے جوانی کے زمانے کی کدورتیں وتاریکیاں صفا وروشنی میں بدل جاتی ہیں، اگر فرزندان زہرا کی حقانیت کے لئے صرف یہی ایک گواہی ہوتی تو کافی تھی کہ بنی عباس کا پرچم سیاہ ہے جس میں نخوت وتکبر ہے اور فرزندان زہرا کا پرچم سفید ہے جو حق وعدالت کا نشان ہے یہ گواہی پر اسرار ہے اس پر سے پردہ ہٹا کر انصاف کرنا چاہیے، فاطمہ کے دونوں فرزندوں اور ان کے شوہر سے رسول خدا اس طرح سرفراز ہوئے کہ اس کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا اگر ان کے افتخارات مجسم ہو جائیں تو ان کے فضائل کا گوشوارہ بن جائیں لیکن ہوا کچھ یوں کے اہلبیتؑ کے بارے میں عقلیں منقلب ہو گئیں اور اب نور خدا بجھا بجھا سا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ ابوالحسنؑ نے علم ودانش سے تاریکیوں کو دور کیا اور دلوں کی آگ ٹھنڈی کی، کیا ان کا زہد میں کوئی مثل ونظیر ہے؟ جب کہ دنیا ان کے قبضہ اختیار میں تھی اور کیا ان سے پہلے کسی بشر نے محمد مصطفےؐ کی اطاعت کی اور ان کے آثار پر ان سے زیادہ کوئی جما رہا؟

کیا ہم ان کے سوا کسی کو پہچانتے ہیں کہ جس کا لقب ذوالفقار کے ساتھ دیا گیا ہو، جو پہلوانوں کی طرف جھپٹا ہو؟ ایک سے ایک بہادروں کو مات دی ہو؟

جس وقت کہ قوم کا بچھڑا اپنے سینے میں سانس روکے ہوئے تھا اور سامری تعجب سے دم بخود

تھا جنگ کے دن جب کہ دلوں پر موت کا خوف طاری تھا وہ رسولؐ کے دل سے اندوہ رفع کر رہا تھا۔

ان مرحلوں میں جب کہ میدان میں دلیروں کے پتے پانی ہو جائیں وہ ہے کہ شیر ژیاں کی طرح بڑھ بڑھ کے حملہ آور ہے، کامرانی اس پر سایہ فگن ہے مزید یہ کہ دشمنوں کے دلوں کو دہلا بھی رہا ہے چاہے وہ دھڑکیں رواں ہوں، یا ٹھہریں، تمام مخلوقات پر ان کی اطاعت لازم ہونے کے ثبوت موجود ہیں برخلاف ہر حاسد اور منحرف افراد کے۔

پھر ان کی اولاد میں تمام ائمہؑ کی اطاعت کے بھی ثبوت واضح ہیں جو اختران تاباں کی طرح ہیں اور ہدایت کے تاجوں سے آراستہ ہیں، ان میں بعض خانہ نشین علم وکمال میں مشہور تھے، بعض کے ہاتھ قبضہ شمشیر پر تھے، وہ بھی پاک وپاکیزہ، معزز اور سبھی علامت حق تھے، وہ مشکل کشا تھے مشکل پیدا کرنے والے نہیں تھے۔(۱)

یتیمہ الدھر کے یہ دو شعر بھی دیکھئے:

میں علی کے چمن کی طرف سے گذرا وہاں تمام پھول مسکرا رہے تھے لیکن ہر لالہ کے گلے سے خون ٹپک رہا تھا وہ منظر بڑا ہی خوشنما تھا میں نے ایسا منظر نہیں دیکھا کہ چمن خنداں ہو لیکن ان کی آنکھوں سے خون دل رواں ہو۔

ان کے علاوہ شاعر کے نرجس اور خطباء الطیر (فاختہ، قمری اور بلبل) پر بڑے نفیس اشعار ہیں (۲)

صاحب بن عباد نے انہیں ایک خط لکھا تھا جس میں شوق ملاقات کا اظہار کیا۔

ابوالعلاء عربوں کے برخلاف بڑا عجمی تعصب رکھتے تھے اس سلسلہ میں ابن عمید نے انہیں سرزنش کی، علامہ امینیؒ نے خط کا کچھ متن اور بعض تلمیحات مثلاً حرب بسوس، رگیف الحولاء اور سوط عزاب کی تشریح کی ہے۔

۱۔ یتیمۃ الدھر، ج ۴، ص ۴۸ (ج ۴، ص ۵۶، ۵۷)

۲۔ الظرائف واللطائف ص ۱۵۹ (ص ۱۱۸، باب ۱۰۸)

نمونہ کلام

ابن شہر آشوب مازندرانی نے مناقب جلد دوم (۱) میں مدح اہلبیتؑ سے متعلق ۲۷ شعر نقل کئے ہیں یہاں آخر کے آٹھ اشعار نقل کئے جاتے ہیں:

وهل عرفنا وهل قالوا سواه فتى　　بذى الفقار الى اقرانه زلفا

يدعو النزال وعجل القوم محتبس　　والسامرىّ بكف الرعب قد ترفا

مفرج عن رسو ل الله كربته　　يوم الطعان اذاقلب الجبان هفا

تخاله اسدا يحمى العرين اذا　　يوم الهياج با بطال الوغىٰ رجفا

يظله النصر والرعب اللذان هما　　كاناله عادة اذاسار اووقفا

شواهد فرضت فى الخلق طاعته　　بزعم كل حسود مال وانحرفا

ثم الائمة من اولاده زهر　　متوجون بتيجان الهدى حنفا

من جالس بكمال العلم مشتهر　　وقائم بغرار السيف قد زحفا

مطهرون كرام كلهم علم　　كمثل ما قيل كشافون لا كشفا

۱۔ مناقب آل ابی طالب، ج۲، ص۳۷ (ج ۳، ص ۱۵۰، ۳۲۵، ۳۴۷، ج ۲، ص ۱۰۰)

ابومحمد عونی

امامی لـه یوم الغدیر اقامـه   نبی الهدی ما بین من انکر الامرا

''میراامام وہ ہے جسے رسولؐ ہدایت نے بروز غدیرا نکاری جرگے کے درمیان کھڑا کیا ان لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر خطبہ فرمایا، حمد خداوندی کے بعد واضح طور سے فرمایا آگاہ ہو جاؤ یہ مرتضیٰ جو فاطمہؑ کا شوہر ہے یہ علیؑ میری دامادی سے سرفراز ہے اور بڑا ہی معزز داماد ہے۔

یہ میرے علم کا وارث ہے اور تمہارے درمیان خدا کی طرف سے میرا خلیفہ ہے میں اس کے تمام دشمنوں سے اپنی برأت کا اعلان کرتا ہوں۔ کیا تم نے سنا؟ تم نے اطاعت کی؟ کیا تم نے میری بات اچھی طرح سمجھ لی؟ سب نے ایک ساتھ کہا ہم اس معاملہ میں علیؑ سے عناد نہیں رکھیں گے ہم نے سنا اور اطاعت کی اے مرتضیٰ آپ میری بات پر بھروسہ کریں لیکن انہوں نے غداری کی''۔(۱)

حدیث معراج جس کا تذکرہ غدیر جلد دوم میں کیا جا چکا ہے، اس کے متعلق سات شعر ہیں اور حدیث صحیح کی روایت رسول خداؐ سے کی گئی ہے جس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ جب میں آسمان پر گیا تو دیکھا کہ بہت سے فرشتے گوشہ چشم سے ایک شخص کی شبیہ کو دیکھ رہے ہیں جو ان کے درمیان ہے عظمت کی وجہ سے اس کے اور میرے درمیان اچھی طرح دیکھنے سے پردہ حائل تھا میں نے کہا میرے دوست جبریل! یہ کون ہے جسے فرشتے دیکھ رہے ہیں۔

۱۔مناقب ابن شہرآشوب، ج۱،ص۵۳۲ (ج۳،ص۴۰)

جبرئیلؑ نے کہا تمہیں بشارت ہو میں نے کہا کس بات کی بشارت؟ کہا کہ علی مرتضیٰ کی بشارت جنہیں خدا نے بہترین افتخار سے سرفراز کیا ہے فرشتوں کو شوق ہوا کہ ان کی زیارت کریں تو خدا نے ان کی صورت تشکیل دے کر نصب فرما دیا، رسول خداؐ مشتاقانہ ادھر تشریف لے گئے اور پھول جیسے چہرہ کی شناخت کر لی۔(۱)

عونی کے یہ اشعار مناقب ابن شہر آشوب میں منقول ہیں:

''کیا رسولؐ نے کھڑے ہو کر بروز غدیر خطبہ نہیں فرمایا تھا جب کہ تمام لوگ آپ کے گرد تھے؟ اور آپ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ میرے بعد مولا ہیں اور اسے بھائی بنایا لیکن لوگوں نے اسے نہیں مانا اگر وہ ابوالحسنؑ کو اپنا رہبر تسلیم کر لیتے تو تمام کائنات کے لئے کافی تھا اور راہیں وحشتناک نہ ہوتیں لیکن ہوا یوں کہ ایک، کینہ وعناد کے ساتھ موقع کا منتظر تھا اور دوسرا اونٹ پر سوار بصرہ کی طرف رواں دواں تھی''۔(۲)

مناقب میں ایک قصیدہ یہ بھی ہے:

''پس رسول خداؐ نے فرمایا یہ آج سے میری امت کا مولا ہے پروردگا جو کچھ میں نے کہا سن لے! اسی وقت ایک منکر اور کینہ توز منافق کھڑا ہو گیا پھنکتے جگر کے ساتھ رسول خداؐ کو آواز دی، کیا یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے یا آپ نے خود ہی اپنی طرف سے کہہ دیا ہے؟ رسول اکرمؐ نے فرمایا: خدا کی پناہ، میں بدعتی ہرگز نہیں ہوں اس وقت دشمن خدا نے کہا خدایا جیسا کہ یہ کہہ رہے ہیں اگر یہ سچ ہیں تو میرے اوپر عذاب نازل کر دے اور اس کے کفر کی وجہ سے اسی وقت تیزی سے ایک آسمانی پتھر نازل ہوا اور خاک پر ڈھیر تھا اک کشتہ بے گور و کفن''۔(۳)

ایک بڑے قصیدہ میں امیر المومنینؑ اور تمام ائمہؑ کی نام بنام مدح کی ہے:

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج۲، ص ۳۲۰ (ج ۲، ص ۲۶۷)

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب (مناقب آل ابی طالب) ج۱، ص ۵۳۷ (ج ۳، ص ۵۰)

۳۔ مناقب آل ابی طالب (مناقب شہر ابن آشوب، ج۱، ص ۵۴۸ (ج ۲، ص ۵۱)

''بلا شبہ رسول خدا چراغ ہدایت ہیں تمام انسانوں پر خدا کی حجت ہیں آپ حق اور واضح فرقان کے ساتھ، عظیم القدر خدا کی طرف سے آئے ہیں۔

پس جنہوں نے سب سے پہلے ان کی تصدیق کی، حالانکہ وہ بھی کمسن ہی تھے وہی ان کے وصی قرار پائے انہوں نے کبھی خدا کا شریک قرار نہیں دیا اور نہ کبھی اپنی پیشانی بتوں کے سجدہ سے آلودہ کی، وہی تھے جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اسی راہ میں جہاد اور نصرت جیسی فضیلتوں سے سرفراز ہوئے۔

تمام قوم میں وہی سب سے پہلے نماز پڑھنے والے، حج، عمرہ اور طواف کرنے والے تھے، انہیں کی ذات کساء کے دن شریک تھی جسے اس بارے میں شک ہو وہ کافر ہے، کون ایثار نفس کا مظاہرہ کرتے ہوئے شب ہجرت بستر رسولؐ پر سویا اور یہ بات مشہور ہے؟ کس کا گھر ہے کہ فضاؤں سے تارہ ٹوٹ کر اس کی ڈیوڑھی پر گرا؟

کون صاحب پرچم ہے جب کہ گذشتہ دنوں میں لوگ ذلت ورسوائی کے ساتھ بھاگ آئے تھے؟ کون تبلیغ سورہ برأت سے مخصوص ہوا اس بات میں عقل مندوں کے لئے درس عبرت ہے؟ کس کے لئے مسجد کا دروازہ کھلا رہا اور اس میں رہنا حلال ہوا جب کہ تمام لوگوں کو مسجد میں رات بسر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی؟

کون حکم خدا سے غدیر خم میں فضیلتوں سے سرفراز ہوا لوگوں پر اسکی حاکمیت مسلم ہوئی؟ کون مرغ بریاں کے دن دعائے رسول سے افتخارانہ سرفراز ہوا؟ کون ہے اندھیاری رات میں پانی لانے کے لئے چلا اور قدرت خداوندی کا مشاہدہ کیا؟ کون رسولؐ کی جوتیاں ٹانکنے والا ہے کس کے لئے رسول اللہ نے مختلف احادیث ارشاد فرمائیں؟ اس بارے میں حنین کے دن کا واقعہ پوچھو تو تم سمجھ لوگے کہ کس نے سچی جنگ کی اور کون پیٹھ پھرا کر بھاگا، خدا کے سورج سے بات کرنے والا، اسے پلٹانے والا جب کہ اس کی شعائیں غروب سے دوچار ہو چکی تھیں، اصحاب کہف سے بات کرنے والا، رات کے وقت زمین طے کرتے ہوئے ذرا اس خبر کو دریافت کرو اور اژدہے کا قصہ جب کہ وہ آپ سے منبر پر ہمکلام تھا اور لوگ غول غول کر کے جوق در جوق بھاگ رہے تھے اور اس خوفناک شیر کا واقعہ جس نے آپ کی فضیلت کا

پوری معرفت کے ساتھ اقرار کیا کہ آپ خدا کی طرف اور حدیث مشہور کی بنا پر رسول تک پہونچنے کا دروازہ ہیں آپ امت پر خلیفہ مقرر کئے گئے ہیں خدا جو چاہتا فیصلہ کرتا ہے وہ علم خدا کی پناہ ہیں''۔(۱)

ایک اور قصیدہ یہ بھی ہے:

''اے بری امت! جو عبرتوں اور مثالوں کے باوجود بھی نہیں جاگی، جس نے آل رسول کو ان کے خانوادے کو ہر عہد میں تنہا چھوڑا، اور جس نے علی مرتضیٰ کے ساتھ غداری کی جو پرچم ہدایت، مخلوق کے امام اور مصائب کو دفع کرنے والے تھے انہوں نے بدر، احد، خیبر، حنین جیسے مہیب موقعوں پر کارنمایاں انجام دئے، وہ صاحب غدیر خم تھے، بستر رسولؐ پر سوئے اور تبلیغ سورہ برأت سے مخصوص کئے گئے''۔(۲)

مدح امیر المومنینؑ میں ایک اور قصیدہ یہ بھی ہے:

''اور خداوند عالم نے آپ کو ہیبت اور فرزانگی کے لباس سے آراستہ کیا اور اس طرح پرورش کی کہ آپ اصنام کی پرورش سے باز رہے، ہمیشہ آپ نے دین محمدؐ کے لئے غذا فراہم کی، بڑھاپے، بچپن، کمسنی اور جوانی میں۔

کیا آپ کے علاوہ بھی کسی کے سامنے مشکل مسئلہ آیا اور آپنے فیصلہ کر کے لوگوں کے شکوک رفع کئے؟ اور جب قوم نے بڑی عرق ریزی اور کوشش کے ساتھ رائے قائم کی تو آپ نے ان کی رائے کے خلاف رائے پیش کی۔

قرآن ان کی رائے کے مطابق نازل ہوا گویا خدا نے ان کی رائے کے مطابق احکام تشکیل دئے۔

ان کے سوا کون ہے کہ جب نیزے آپس میں گتھ گئے بہادروں نے بڑھ بڑھ کر حملے کئے اسلحوں کی جھنکار بلند تھی تو دلیروں کو فریاد وفغاں سے نجات دی، اگر تم اچھی طرح غور کرو تو دیکھ لوگے کہ غبار جنگ بلند ہے، کھوپڑیاں اڑ رہی ہیں اور چہرے سیاہ ہو رہے ہیں، اور جبریل ان کا بوجھ بٹا رہے تھے اور جنگ میں تدبیر کر رہے تھے اسی طرح میکائیل بھی جنگ میں تدبیر کر رہے تھے۔

۱۔مناقب آل ابی طالب (ج ۲،ص ۳۵، ج ۳،ص ۳۳۵)

۲۔مناقب آل ابی طالب (ج ۳،ص ۲۳۷)

ان کے سوا کون ہے جس کے متعلق احمد مصطفیٰؐ نے بروز غدیر اور دوسرے دنوں میں ارشاد فرمایا کہ یہ میرا بھائی تمہارا مولا اور امام ہے اور میرا خلیفہ ہے جب تک تم موت سے ہمکنار نہ ہو جاؤ، اس کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی اب تم حق کے معاملہ میں ان سے آگے بڑھنے کی جسارت نہ کرنا اور نہ ہی کوتاہی کرنا، جس طرح موسیٰ کی غیبت میں ہارون لوگوں کے سردار اور امام تھے، یہ بھی میرا خلیفہ ہے اور امام ہے اور یہ تمام سکباروں اور حتمی فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

یہاں تک کہ جب آپ کو سیادت تفویض ہوئی تو عمر ابن خطاب نے کھڑے ہو کر کہا، آپ میرے مولا ہو گئے اور ہر شخص کے مولا ہو گئے جو نماز روزہ کرتا ہے، آپ رسول خداؐ کے مستحکم جڑ کی شاخ تھے اور یہ شاخ پوری طرح سے تروتازہ رہی یہاں تک کہ وہ شاخ بلند ہوتی رہی جہاں تک آسمان کے پروردگار نے چاہا جلال آمیز سرداروں کے ساتھ۔ آپ کو کسی جوان سردار کا پابند نہیں بنایا نہ کسی اسامہ نامی کی ولایت میں دیاوہ ہر حال میں ماہر تھے حیات وموت کی حالت میں اور یہ معاملہ خدائے بلند وبالا کی طرف سے لازم قرار دیا گیا تھا، خدا آپ کو صلوات سے مشرف فرمائے اور ملائکہ اس کی بارگاہ میں کرامت کے ساتھ صلوات نچھاور کرتے رہیں''۔

ایک قصیدہ یہ بھی ہے:

''اے آل محمدؐ! اگر آپ حضرات نہ ہوتے تو نہ سورج طلوع ہوتا اور نہ زمین میں ہریالی مسکراتی۔

اے آل محمدؐ! ہمارا دل تمہارے سوگ میں ہمیشہ خون بہاتا رہتا ہے۔

اے آل محمدؐ! تم تمام کائنات میں بہترین اور ہماری آخری امید ہو۔

آپ کے والد ماجد تمام لوگوں سے بہتر تھے جو مصیبت میں لوگوں کی مشکلیں آسان کرتے ہیں جنہیں پکارا جاتا ہے، ہمپایہ قرآن، وصی مصطفیٰؐ اور سبطین کے والد، ہر والد اور باپ سے زیادہ شرف تر فاطمہ زہراؑ کے شوہر، پاک وپاکیزہ نسب والے، جن سے ہر بلند نسب والا اپنے کو وابستہ کرے جن کے لئے رسول خداؐ نے بروز غدیر فرمایا: جس کا میں مولا ہوں عرب وعجم میں اس کا یہ مولا اور ڈرانے والا ہے کیا کہنا اس کا جس کے آپ مولا بنے، میری جان آپ پر قربان!

ان کا مثل ونظیر کون ہے؟ کائنات کے پروردگار اور اشرف الانبیاء کے واضح ارشاد کی بنا پر وہ تمام مخلوقات کے مولا ہو گئے، وہ بروز قیامت ہاتھ میں لواء حمد لئے ہوئے آئیں گے اور تمام لوگ ہر جہت سے آپ کی اقتدا میں گرم سفر ہوں گے، یہاں تک کہ جب کچھ لوگوں کے قدم پل صراط پر ڈگمگائیں گے تو وہی مضطرب ہو کر جہنم میں گر جائیں گے"۔

شاعر کے حالات:

ابومحمد.... طلحہ بن عبید اللہ بن ابی عون غسانی، عونی،۔ وہ اکثر عونی کے نام سے پکارے جاتے ہیں، ان کے اشعار ادب وشعر کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں، ان کی عبقری شخصیت تعریف کی محتاج نہیں، نظم پر بے پناہ قدرت حاصل تھی الفاظ وعروض کے موتی رولتے تھے ان کے حالات زندگی، قطعات، اشعار ان کی شیعیت کے گواہ صادق ہیں، ولائے اہلبیتؑ سے پوری طرح سرشار تھے۔

عونی کے اشعار کو شہروں اور آبادیوں میں بطور تحفہ ارسال کیا جاتا تھا، تمام لوگ مدح اہلبیتؑ کے متعلق اشعار کو دل سے پسند کرتے تھے، بازاروں اور سڑکوں پر بلند آواز سے پڑھے جاتے تھے ایک شاعر "منیر نامے" طرابلس کے بازاروں میں سنا کر لوگوں کی سماعت کی نذر کرتے تھے، لیکن منحوس ابن عساکر(۱) جیسے کو یہ بات قطعی ناگوار تھی کہ اہلبیتؑ کی مدح بازاروں میں کی جائے اس کے سینہ پر سانپ لوٹ جاتا تھا جب وہ طنز کے ساتھ شاعر کا نام لیتے ہوئے کہتا کہ منیر شاعر طرابلس کے بازاروں میں عونی کے اشعار کو گا کر پڑھا کرتا تھا۔

اس کے بعد ابن خلکان (۲) کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو کچھ زیادہ ہی آتش زیر پا ہوئے، لکھتے ہیں کہ منیر شاعر بازاروں میں گیت گایا کرتے تھے باقی باتوں کو حذف کر دیا، یقیناً ان دونوں سے حساب لیا جائے، منیر اپنا حق ان لوگوں سے طلب کریں گے اور خدا تو ظالموں کی گھات میں ہے۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۶، ص ۳۲، نمبر ۲۷۴) (مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۳، ص ۳۰۶)

۲۔ وفیات الاعیان (ج ۱، ص ۱۵۶، نمبر ۶۴)

وہ تمام قصائد واشعار جو مدح آئمہ معصومینؑ میں نقل کئے گئے ہیں عونی کی خالص شخصیت کے گواہ ہیں بعض تذکرہ نگاروں نے کینہ توزی میں انہیں غالی شیعوں میں شمار کیا ہے کیونکہ ابن شہر آشوب نے معالم (۱) میں لکھا ہے کہ ان کے کلام اکثر مناقب میں ہیں۔

لیکن اگر ان کے اشعار کا انصاف سے تجزیہ کیا جائے تو سمجھ میں آئے گا کہ وہ افراط وتفریط کے درمیان میں ہیں، جادہ اعتدال سے ذرا نہیں ہٹے ہیں ایک شیعہ جو مقام شائستہ پر فائز ہونا چاہیے وہ اس سے بلند ہی ہیں ان کے تمام مناقب حدیث رسولؐ سے مستعار ہیں اس لئے غلو کی نسبت محض جاہلانہ یا معاندانہ ہے عونی کا تشیع ہر عہد میں مشہور تھا ان کی زندگی میں بھی اور بعد وفات بھی یہاں تک کہ جب بغداد میں ۴۴۳ھ شیعہ سنی فساد ہوا اور باہم سخت خون ریزی ہوئی تو ستم پیشہ سنیوں نے تمام بزرگان شیعہ کی قبریں کھود کر لاشیں نکالیں اور نذر آتش کر دیں جن لاشوں کو نذر آتش کیا گیا ان میں عونی، جذوعی، ناشی صغیر علی بن وصیف لائق ذکر ہیں۔ (۲)

عونی کو فنون شعری پر بڑی مہارت تھی، وہ اسالیب، فنون اور بحروں کو بڑی فنی چابکدستی کے ساتھ جس طرح چاہتے استعمال کرتے تھے، ابن رشیق (۳) عمدہ میں کہتے ہیں کہ نظم میں ایک نادر فن ہے جس کا نام ''قوادیسی'' ہے اس میں قافیہ شعری کو بڑی فنی چابکدستی کے ساتھ کبھی زیر، کبھی زبر، اور پیش دیا جاتا ہے میرے خیال میں اس فن کو سب سے پہلے عونی نے ہی برتا، ان کا طولانی قصیدہ ہے:

کم للدمی الابکار بال	جنین من منازل
بمهجتی للوجد من	تذکارها منازل
معاهد رعلیها	مثعنجر الهواطل
لماناًی ساکنها	فادمعی هواطل

۱۔ معالم العلماء (ص ۱۴۷)

۲۔ تاریخ کامل، ج ۹، ص ۱۹۹ (ج ۶ ص ۱۵۸) شذرات الذهب، ج ۳، ص ۲۷۰ (ج ۵، ص ۱۹۱)

۳۔ العمدۃ ج ۱، ص ۱۵۴ (ج ۱، ص ۱۷۸، باب ۲۳)

عونی شعری مضامین کو خوبصورتی سے ادا کرنے میں بھرپور دسترس رکھتے تھے تمام معاصر شعراء نے ان کے اس کمال کا اعتراف کیا ہے اگرچہ باقاعدہ طور پر ان کا نام نہیں لیا ہے لیکن فن کے اصل امتیاز میں عونی کا نام آیا ہے۔

عبیدی کتاب ابانہ (متنبی کے سرقے) ص۲۲ میں لکھتا ہے کہ عونی کا شعر ہے:

مضى الربيع وجاء الصيف يقدمه   جيش من الحر يرمى الارض بالشرر

كان الجو مابى من جوى وهوى   ومن شحوب فلا يخلو من الكدر

اس مضمون کو متنبی نے باندھا ہے:

كان الجو قاسى ما اقاسى   فصار سواده فيه شحوباً

عونی کا مدح اہلبیتؑ میں قصیدہ ہے:

الاسيد يبكى بشجوى فانني   لمستعذب ماء البكاء ومستجلى

احب ابن بنت المصطفىٰ وازوره   زيارة مهجور يحن الى الوصل

وما قدمى فى سعيه نحو قبره   بافضل منه رتبة مركب العقل

متنبی کہتا ہے:

خير اعضائنا الرؤوس ولكن   فضلتها بقصدها الاقدام

عونی کے قصائد و مراثی مناقب ابن شہر آشوب، روضۃ الواعظین اور صراط مستقیم میں ہیں، میں نے ان کے ۳۵۰ سے زیادہ اشعار جمع کئے ہیں علامہ سماوی نے ان کے اشعار کو دیوان کی شکل میں جمع کیا ہے۔ انہیں میں عونی کا ایک سنہری قصیدہ بھی ہے جو مناقب میں اول و آخر ناقص ہے، پورا قصیدہ اکیاون بیتوں پر مشتمل ہے، موضوع غدیر سے متعلق ابتدائی چودہ بیتیں یہ ہیں:

وسائل عن العلى الشان   هل نص فيه الله بالقرآن

بانه الوصى دون ثان   احمد المطهر العدناني؟!

فاذكر لنا نصابه جليا

اجبت یکفی "خم" فی النصوص من آیة التبلیغ بالمخصوص
وجملة الاخبار والنصوص غیر الذی انتاشت ید النصوص
وکتمته ترتضی امیا

اس نے پوچھا: کیا بلند مرتبہ علیؑ کی شان میں کوئی نص قرآن مجید ہے؟ وہ وصی احمدؐ ہیں اور قبیلۂ عدنان کے پاکیزہ گوہر ہیں ان کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہے مجھے کوئی واضح نص بتاؤ۔

میں نے کہا ہاں نص غدیر خم اور آیۂ تبلیغ انہیں سے مخصوص ہے ان کے علاوہ بے شمار احادیث ونصوص ہیں، اور بہت سی احادیث تو خائن ہاتھوں برباد ہو گئیں اور بنی امیہ کو خوش کرنے کے لئے چھپا دی گئیں۔

اے کند ذہن! کیا تو نے سنا نہیں کہ رسول خداؐ نے ان سے بطور تہنیت فرمایا کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی تو تم میرے جانشین ہو جاؤ، ان سے پوچھو پھر کیوں مخالفت کر رہے ہو ،تم نے واقعہ مباہلہ نہیں سنا کیا تم نہیں جانتے کہ اس سے بڑی فضیلت ممکن نہیں کیا کوئی ان کے برابر ہو سکتا ہے، ان کا رتبہ خدا کے نزدیک بلند ہے رسولؐ نے تو انہیں خود قرابت عطا کی۔(۱)

کیا تم نے نہیں سنا کہ رسولؐ نے انہیں اپنا وصی بنایا حالانکہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو وہ فقیر تھے اپنا قرض ادا کرنے کی ذمہ داری سونپی کسی دوسرے کو یہ فخر نہ ملا کسی نے ان کا قرض ادا نہیں کیا۔

اس نے پوچھا: کیا کوئی آیت ہے کہ جو بغیر کسی تعلیل کے واضح طور سے علیؑ کی طہارت پر دلالت کرے، تنہا وہی صاحب فضل ہوں دوسرے اس سے محروم ہوں، مطرود ہوں۔

میں نے کہا کہ خداوند عالم نے انسان کے آباء پر لباس شرف درست کرتے ہوئے آل ابراہیمؑ کے لئے فرمایا کہ میں نے انہیں فضیلتوں سے بہرہ مند کیا، انہیں لسان صدق عطا کی انہیں میں علیؑ ہیں حضرت ابراہیمؑ ربانی تھے پھر رسول بنے پسندیدہ رسول پھر پاک و پاکیزہ خلیل بنائے گئے، پھر امام، پھر ہادی اور مہدی بنائے گئے، وہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ترین تھے اس کے باوجود انہوں نے امامت کے متعلق کہا

۱۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۳، ص ۲۲۲)

میری ذریت میں بھی امارت قرار دے تو خدا نے فرمایا کہ میرا یہ منصب رحمت ظالموں کو نہ ملے گا، اپنی مملکت میں ذات وحدانیت سے انکار کیا، پاک ہے وہ ذات وہ ہمیشہ اکیلا ہے۔ (۱)

مصطفےٰ ہی اس امت کے حکم دینے والے اور روکنے والے (آمر و ناہی) ہیں ان کا شبیہ و نظیر نہیں، ان کا درخشاں قول و فعل بالکل خدا کے مطابق تھا، کبھی انہوں نے افتراء پردازی نہیں کی۔

اگر وہ اپنی خواہش نفس سے بات نہیں کرتے تھے بلکہ جو کہتے تھے فرمان حق ہوتا تھا تو کیوں آپ نے دوسروں کو دھتکارا اور علیؑ کو قریب بلایا اس طرح تو گمراہ اور بے راہ ہو جائیں گے، معاذ اللہ وہ کبھی راہ راست سے بھٹکے نہیں۔ (۲)

اصل بات یہ ہے کہ (مہاجر و انصار) نے اپنی رائے سے خلیفہ مقرر کر لیا اور ایسے موقع پر علیؑ انسانی فریضہ ادا کرتے ہوئے رسول کا غسل و کفن بجالا رہے تھے، حالانکہ وہ غم سے نڈھال تھے۔

ایک دور گذرا اور خلیفہ بھی گذر گیا اور دوسرے کا ہاتھ پھیل گیا وہ بھی گذر گیا اور وہ تیسرے کو خلیفہ بنا گیا شوریٰ بھی جو بنائی اس کا بھی ایک سبب تھا....صاف بات ہے کہ آئندہ حالات کو مقصد سے ہم آہنگ رکھنا تھا پھر تیسرا بھی گذر گیا اور لوگ گروہ در گروہ خانہ علیؑ کی طرف بڑھے انہوں نے مجبوراً قبول کر لیا حالانکہ نظریاتی اتفاق محال تھا کیوں کہ ہر شخص کے پاس اپنی آرزو تھی۔

ایک قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:

میں اس کی ولایت کا دم بھرتا ہوں جس کے متعلق رسول خداؐ نے جم غفیر میں ارشاد فرمایا:

عنقریب قیامت کے دن ہم پانچ سوار ہوں گے چھٹا نہ ہوگا میں براق پر سوار ہوں گا میرے بعد میری پارہ جگر فاطمہؑ گرم خرام ہوگی، اس کے پیچھے ناقہ عضبا پر محمل ہوگی جس پر میرے باپ ابراہیمؑ باعزت طریقے سے سوار ہوں گے۔

پھر میرے بھائی صالحؑ ناقۃ اللہ پر سوار ہوں گے میں اس شاہباز کی ثنا نہیں کر سکتا (۳)، ان کے

۱۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۱، ص ۳۰۷)

۲۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۳، ص ۴۲۲) ۳۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۳ ص ۲۶۷)

ہاتھ میں لواء حمد ہوگا جو میرے سر پر بلند ہوگا سر پر تاج نورانی آفتاب کی طرح تاباں ہوگا، اس کے نور سے تمام محشر دمک رہا ہوگا کیا کہنا اس منظر کا!

اس تاج میں ستر کنگرے ہوں گے ہر ایک دمکتا چاند ہوگا (۱)، میں نعمت بے پایاں پر خدا کی حمد کرتا ہوں۔

ان کا پچیس شعروں پر مرثیہ حسین بھی ہے اس کے بعد صادق آل محمدؑ کی مدح میں چھ شعر ہیں اور پھر مدح علی میں پانچ شعر ہیں۔

خدا نے انہیں تمام مخلوقات میں منتخب فرمایا اور ان کا ذکر خیر کیا، ان کے بارے میں محکم سورے نازل کئے قرآن میں انہیں نور سے ڈھانپ کر آواز دی کھڑے ہو جاؤ! تم ہی بشیر و نذیر ہو اس طرح ہدایت واضح اور گمراہی ملیا میٹ ہوگئی گمراہی نے منھ پھیر لیا دھوکہ ختم ہوگیا پس علیؑ کو وصی بنایا اور وہ کتنے اچھے وصی ہیں، کتنے اچھے ولی اور ناصر ہیں۔ (۲)

مدح ائمہؑ میں ان کے دو شعر ہیں:

''رسول خداؐ نے اپنے بعد جانشین کی حیثیت سے چھ اور چھ (بارہ) کی نشاندہی کی ہر ایک امام اور صاحب برہان ہیں، خدائے بزرگ کی صلوات اور ابدی رضا ان کے شامل حال رہے''۔

ایک اور قصیدہ یہ بھی ہے:

''تو نے کہا کہ براثا مریم کا گھر ہے، یہ راویوں کی حدیث ضعیف ہے، لیکن براثا عیسیٰ بن مریم کا گھر ہے جو درخشاں انبیاء کا سہارا ہے، اسی میں اوصیاء طاہرین کا مسکن گذرتے زمانوں کے ساتھ رہا، حق واضح ہے کہ ستر انبیاء کے ستر وصی اس جگہ سجدہ ریز رہے ہیں، ان کے آخری فرد ہمارے امام علیؑ ہیں یہ حدیث روز روشن کی طرح عیاں ہے''۔

ایک عظیم الشان قصیدہ مدح علیؑ میں ہے علامہ امینیؒ نے اس کے گیارہ شعر نقل کئے ہیں:

الست تری جبریل وھو مقرب ۔۔۔ لہ فی العلی من راحۃ القصد موقف؟!

۱۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۳، ص ۲۶۵) ۔۔۔ ۲۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۲ ص ۳۵)

یقول لهم اهل العبا: انا منکم؟!   فمن مثل اهل البیت ان کنت تنصف؟!

''کیا تم نہیں دیکھتے جبریل خدا کے مقرب فرشتہ اور والا مقام ہیں ہے وہ ارادہ الٰہی کے پابند ہیں، وہ اہل کساء سے کہتے ہیں کہ میں آپ سے ہوں، پھر بھلا اہلبیتؑ سے کون ہوسکتا ہے اگر تم انصاف کو راہ دو۔

ہاں! آل طٰہ کائنات میں سب سے بہتر اور اہل ارض کے تمام شرفاء سے برتر ہیں۔
وہ کلمات طیبات ہیں جن کے وسیلے سے گنہگاروں کی توبہ قبول ہوتی ہے۔
وہ نازل ہونے والی برکات ہیں جو تمام کائنات کے مومنین کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔
وہ باقیات الصالحات ہیں کہ جن کے ذکر سے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔
پاکیزہ صلوات والے ہیں جسے ہر نمازی دہراتا ہے۔
وہ حرم مامون ہیں جس میں دوست امن سے اور دشمن عذاب سے بے امان ہے۔
ان کا چہرہ وجہ اللہ ہے، وہ جنب اللہ ہیں وہ کشتی نوح ہیں جس سے تخلف کرنے والا ناکام ہے۔
وہ باب اللہ ہیں، حبل اللہ ہیں، عروۃ الوثقیٰ ہیں، وہ اسماء حسنہ جن کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے(۱) سمعانی نے انساب میں لکھا ہے کہ عونی شیعہ شاعر تھے وہ صحابہ کی مذمت کرتے تھے ایک قصیدہ ہے''لیس الوقوف علی الاطلال من شانی'' ۔(۲)

میں نے سنا کہ جب عمر بن عبدالعزیز کو معلوم ہوا کہ وہ صحابہ پر سب وشتم کرتے ہیں تو انہیں قتل کا حکم دے دیا، انہیں مدینہ میں اتنے ڈنڈے مارے گئے کہ مر گئے''۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ سمعانی پر عونی کا نام اور ان کے عہد اور مدفن پوشیدہ رہ گیا انہوں نے جس قصیدہ نونیہ کا تذکرہ کیا ہے اس کو ابو محمد عبداللہ بن عمار برقی نے کہا ہے جو شاعر اہلبیتؑ تھے متوکل کے سامنے جب انکا قصیدہ نونیہ پڑھا گیا تو اس نے زبان قطع کرنے اور دیوان کو جلا ڈالنے کا حکم دے دیا،

۱۔مناقب آل ابی طالب، ج۱،ص۳۴۴، ج۲،ص۳۰۰، ج۳،ص۳۴۲،۴۵۳

۲۔الانساب (ج۴،ص۲۶۰)

متوکل کے حکم پر عمل کیا گیا جس سے وہ ۲۴۵ھ میں مر گئے۔

ان کا قصیدہ نونیہ یہ ہے:

فهو الذی ممتحن الله القلوب عما یجمج من کفر وایمان

وهو الذی قد قضی الله العلی له ان لا یکون له فی فضله ثان

وان قوما رجوا الطال حقکم امسوا امن الله فی سخط وعصیان

لن یدفعوا حقکم الابدفعهم ما انزل الله من ای وقرآن

فقلدوها لاهل البیت انهم صنوالنبی وانتم غیرع صنوان
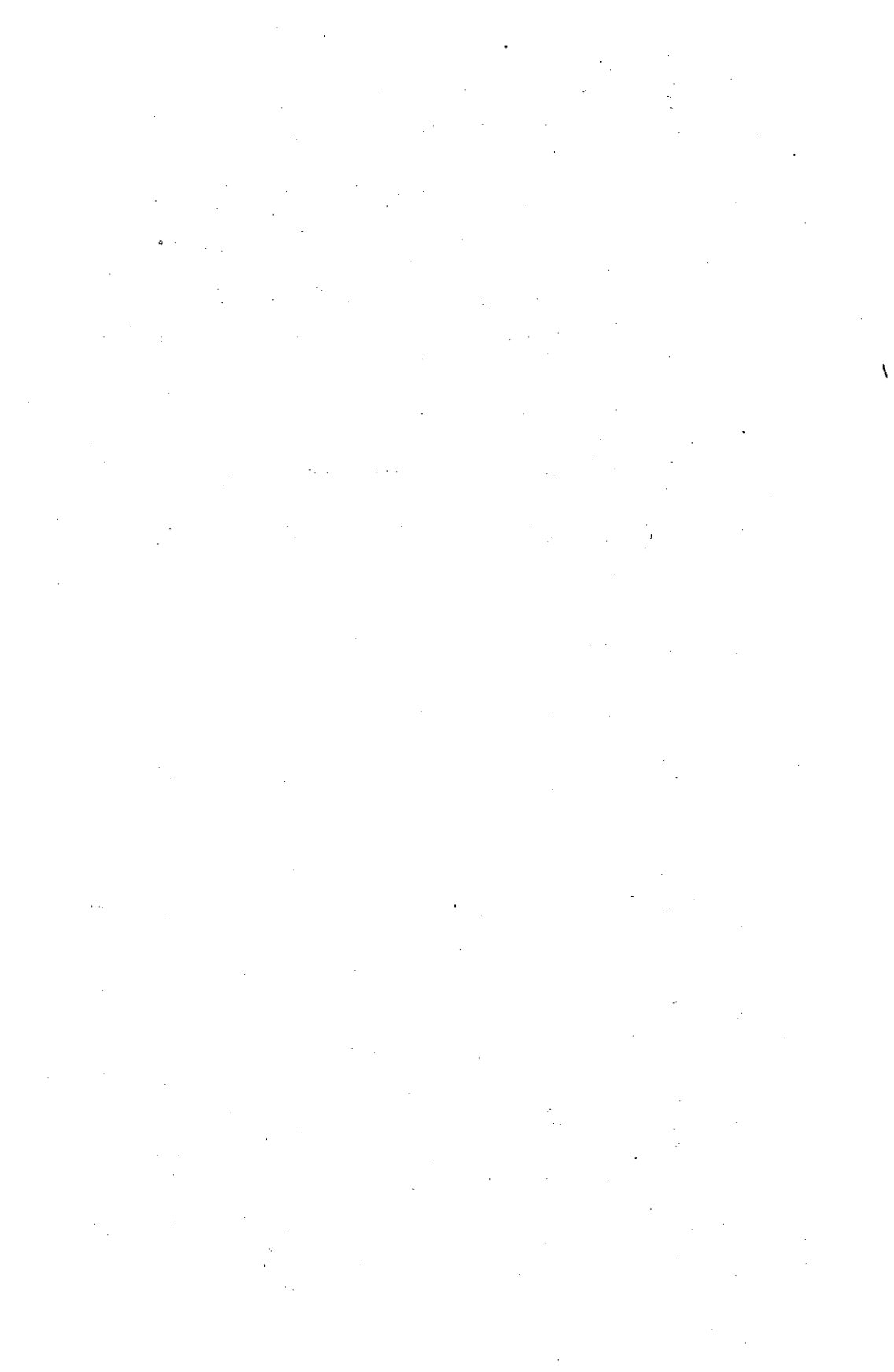
علی بن حماد عبدی

ایک سو چالیس اشعار پر مشتمل قصیدہ کے صرف ترپن (۵۳) اشعار علامہ امینیؒ نے نقل کئے ہیں، یہاں موضوع ولایت سے متعلق صرف انتالیس شعروں کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے:

الا قل لسلطان الهوى: كيف المحمل　　　لقد الجار من اهوى وانت المومل

''سلطان عشق سے کوئی کہہ دے کہ اب کیا کروں؟ معشوق جور وستم کر رہا ہے اور وہی پناہگاہ ہے، گریز کا شعر ہے کہ میں نے معشوق سے وصل کی خواہش ظاہر کی تو مجھے دھتکار کر قسم کھائی کہ ہرگز وباول نہ کروں گا، اور یوں بھاگا جیسے حیدر کے حملہ سے حریف بھاگتا ہے چوپایوں کی ٹاپوں سے ساری فضا تیرہ وتاریک ہوگئی تھی ایسا بھیانک دن کے مشرکین کے مقابلے کے وقت تلوار سے موت کی بارش ہوتی ہے۔ حیدر کی وہ تلوار کنڈلی مارے اس سانپ کی طرح تھی اس کی حرکت یوں تھی جیسے پتھر پر چیونٹی پھسلتی ہے جب وہ نیام سے باہر آتی اور مقابل طلب کرتی تو پہاڑوں کے پتے پانی ہو جاتے۔ اس تلوار سے حیدر نے مرحب کو خاک چٹائی، عمرو بن عبدود کا خون پیا، اسی کی وجہ سے اسلام استوار ہوا اس کی کجی درست ہوئی اور دین حنیف مکمل ہوا''۔

آگے فرماتے ہیں:

''وہ کھوپڑیاں اڑانے والے ایسے قہرمان تھے کہ نوفل جیسے بہادر کو خاک وخون میں غلطاں کر دیا اور جبریل نے بلند آواز سے آسمان میں تکبیر وتہلیل کی صدا بلند کی۔

بروز غدیر وہ مصطفیٰؐ کے بھائی اور ان کے صنو (شریک ہدایت) قرار پائے، انہوں نے ہی جسد رسولؐ کو غسل وکفن کے بعد سپرد لحد کیا۔

انہیں کے لئے غروب کے بعد سورج پلٹا جب کہ آپ کی نماز قضا ہوگئی تھی ، اور یہ فوت شدہ نماز فضیلت کے وقت سے افضل تھی اور نماز کے بعد وہ مغرب کی طرف یوں رواں ہوا جیسے شیاطین کی طرف شہاب ثاقب ۔کیارسول خداؐ نے ان کے لئے کھڑے ہوکر پالان شتر کے منبر پر تقریر نہیں فرمائی جب کہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ،تمام صحابہ کے مقابلہ میں صرف علیؑ ہی میرے بھائی ہیں اگر تم پوچھو تو بتاؤں کہ مجھے پیغام جبریل نے پہونچایا ہے علیؑ حکم خدا سے میرے بعد خلیفہ ہیں وہ جو کچھ کریں بہر حال وہ تم پر میرے وصی ہیں۔

خبرداران کی نافرمانی گویا میری محبت کی نافرمانی ہے،اور میری نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے اور حق واضح ہے،خبرداراس کانفس میرا نفس ہےاور میرا نفس اس کانفس ہے یہ خبر نص کی بنیاد پر نازل شدہ وحی ہے۔

آگاہ ہوجاؤ میں تمہارے لئے شہر علم ہوں اور جو بھی اس میں داخل ہونا چاہتا ہے علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔

آگاہ ہوجاؤ کہ وہ تمہارے مولیٰ اور ولی ہیں اور حق کے معاملہ میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے اور انصاف کرنے والے ہیں۔

اس وقت سب نے ایک ساتھ کہا ہم نے بخوشی انہیں اپنا حاکم تسلیم کیا ہمارے تمام امور ومعاملات انہیں کے حوالہ ہیں۔

ان کی فضیلت کے لئے ایک دوسری علامت بھی بتاتا ہوں جو تمہارے لئے کافی ہوگی جس دن تمام قوم یثرب کی جانب رواں تھی سبھی تشنگی سے پریشان تھے وہیں ایک دیر نظر آیا جہاں ایک دانشمند راہب تھا دور ہی سے اس کو بلند آواز سے پکارا، راہب خوف سے لرزنے لگا عالم وحشت میں اس نے دیر سے اپنا سر نکالا اس نے پوچھا اے پارسا! یہاں کہیں قریب میں پانی ہے؟ یہ سنگلاخ اور خشک زمین ہے لیکن انجیل میں مرقوم ہے کہ یہیں کہیں چشمہ ہے دو فرسخ کے فاصلے پر اور اس کو وہی دیکھ سکتا ہے جو رسول ہو،یا فضیلتوں والا وصی رسول ہو۔

خدا کا نام لے کر پانی کی تلاش میں چلے دیر کا راہب آنکھوں سے تماشہ دیکھ رہا تھا،ایک جگہ ٹھہر کر

اترے اور آپ کے ساتھ تمام سوار بھی اتر گئے تشنگی سے سب کے کلیجے پھنک رہے تھے ان سے فرمایا یہ جگہ ہے جو بھی پانی کا طلبگار ہے اسے یہاں پر کھودنا چاہیئے تھوڑی دیر میں ایک پتھر نمودار ہوا جو اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہیں کرتا تھا وہ پتھر صاف وسفید چاندی کی طرح سے تھا جیسے چاندی کے ریزے چھڑک دیئے گئے ہوں یا شاداب چھلنی، فرمایا اسے نکالو سب نے بھرپور کوشش کی لیکن وہ پتھر نہ ٹلا۔

سب نے بیک زبان کہا یا علیؑ! یہ صاف پتھر اور پھسلن والا پتھر ہے، ہم سب عاجز ہو کر تھک گئے ہیں سواری سے اتر کر آپ نے ہاتھ بڑھایا اور پتھر کو ہٹا دیا اس کے نیچے سے ایک شیریں اور صاف پانی بہہ رہا تھا سب نے سیر ہو کر پانی پیا آپ نے پھر وہ پتھر وہیں رکھ دیا نہ تھکے نہ حیران ہوئے راہب نے یہ حال دیکھا تو تیزی سے حضرت کے پاس آ کر ہاتھوں کا بوسہ لینے لگا اور سب کے سامنے اسلام لے آیا کہنے لگا میرا خیال تھا کہ آپ کا ہی نام ایلیا ہے، میرا خیال صحیح نکلا، میں جاہل و نادان نہیں تھا''۔

دوسرا قصیدہ:

لعمرک یافتی یوم الغدیر لانت المرء اولی بالامور

'' آپ کی جان کی قسم! اے جواں مرد غدیر کہ آپ ہی تمام معاملات کے ''اولوالامر'' ہیں آپ اشرف کائنات کے بھائی، اور مباہلہ کے دن رسول بشیر کے نفس قرار پائے، آپ شریک ہدایت، پاک نفس داماد، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے والد ماجد ہیں آپ ہی ہیں کہ جس نے دنیا کو اپنی قیمت نہیں قرار دیا، آپ کا کوئی مثل ونظیر نہیں، آپ ہی ہیں جس کے لئے اونٹ کی گردن کی طرح کہسار سے چشمہ آب جاری ہوا جب بشارت دینے والے نے اس کی بشارت دی تو حضرت علیؑ نے فرمایا مژدہ ہوا ے بشارت دینے والے میں نے عزت وقدرت والے خدا کے لئے اس کو وقف کر دیا وہ سب کے لئے مباح ہے۔

آپ اکثر فرماتے: اے دنیا میرے علاوہ کسی دوسرے کو دھوکہ دینا، میں دھوکا کھانے والا نہیں، آپ نے اپنی رفیقہ حیات کے ساتھ مصیبتوں میں صبر کیا اور دونوں نے صبر کا بہترین انجام پایا۔

ام ایمن کہتی ہیں کہ میں ایک دن فاطمہ زہراؑ کو سخت دھوپ میں دیکھنے گئی میں ان کے قریب پہونچی

تو چکی چلنے کی آواز سنی لیکن کوئی چلانے والا نہ تھا، میں نے کنڈی کھٹکھٹائی کوئی جواب نہ ملا میں محمد مصطفےٰؐ کی خدمت میں پہونچی اور سارا ماجرا کہہ سنایا، آپ نے شکر خدا کے ساتھ فرمایا خدا نے میری حیادار فاطمہؑ کو یہ نعمت کرامت فرمائی ہے۔ خدا نے اس کی تھکن دیکھی تو نیند غالب کردی وہ بڑا ہی احسان کرنے والا ہے، ایک فرشتہ کو چکی پر مامور کردیا کہ گیہوں پس جائے میں خوش و مسرور واپس ہوگئی۔

وہی علی ہیں جن کا عقد فاطمہ زہراؑ سے آسمان پر ہوا ان کا مہر زمین کا پانچواں حصہ مقرر ہوا خداوند عالم کے خیر و کرم سے جو کچھ بھی زمین پر روئیدگی ہو۔

اس طرح یہ مردوں میں سب سے بہتر اور وہ تمام عورتوں میں سب سے بہتر ہیں اور ان کا مہر بہترین مہر قرار پایا اور ان کے دونوں فرزند تمام کائنات میں ہی بہترین ہیں یہ ہے لطف پروردگار ان کی مودت رسول خداؐ کی تبلیغ و رسالت کا اجر قرار پائی''۔

اس قصیدہ میں فضائل علیؑ کے بعض گوشوں کی طرف اشارہ ہے جیسے حدیث مواخاۃ اور واقعہ مباہلہ جس میں علیؑ قرآن و حدیث کی نص سے نفس رسولؐ قرار پائے میں نے تیسری جلد میں ان دونوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

اس میں چشمہ کے جاری ہونے کا واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے، جسے حافظ بن سمعان نے کتاب موافقت میں اور ان سے محب الدین طبری نے ریاض النضرۃ (۱) میں نقل کیا ہے کہ عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں چشمہ کی زمین آپ کے اختیار میں دیدی حضرت علیؑ نے اسی کے قریب کچھ دوسری جائداد بھی خریدی تھی آپ نے وہاں چشمہ کھودنے کا حکم دیا اچانک وہاں سے ایک چشمہ تیز دھارے والا جاری ہوا جیسے اونٹ کی گردن سے نحر کرتے وقت خون جاری ہوتا ہے، حضرت علیؑ کو جب بشارت دی گئی تو آپ نے فرمایا وارث کو مژدہ سناؤ آپ نے راہ خدا میں اسے خیرات کردیا۔ (۲) ابن ابی الحدید (۳) لکھتے ہیں۔

۱۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۲۸ (ج۳، ص۱۸۳) ۲۔ محمد رضا مصری کی الامام علیؑ، ص۱۷

۳۔ شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۲۶۰ (ج۷، ص۲۹۰، خطبہ ۱۱۹) معجم البلدان، ج۸، ۲۵ (ج۵، ص۴۵۰) وفاء الوفاء، ج۲، ص۳۹۳ (ج۴، ص۱۳۳۴)

کہ روایت میں آیا ہے کہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں خوشخبری لئے ہوئے ایک شخص آیا کہ آپ کی جائداد میں جوش مارتا ہوا چشمہ جاری ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ وارث کو مژدہ سناؤ کئی بار یہ فقرہ دہرایا پھر اس جائداد کو فقراء اور مساکین کے لئے وقف کر دیا اور اسی وقت ایک وقف نامہ بھی تحریر کر دیا۔

ارشاد علیؑ " یا دنیا غری غیری " کو اکثر حفاظ نے لکھا ہے، اسی طرح چکی کا واقعہ حدیث ابوذر میں ہے رسول نے فرمایا اے ابوذر! بہت سے فرشتے زمین پر چکر لگاتے رہتے ہیں وہ آل محمدؐ کے تعاون پر مامور ہیں (۱) اسی طرح عقد زہراؑ اور مودت اجر رسالت کے واقعہ کو مع اسناد ہم دوسری جلد میں نقل کر چکے ہیں۔

تیسرا قصیدہ:

خدا کو راضی کرو اور شیطان کو ناراض کرو تا کہ حشر کے دن تمہیں رضائے خداوندی حاصل ہو، اپنی ولایت کو ان لوگوں کے لئے خالص کرو جن کی ولایت قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے، رسول اشرف کائنات محمد مصطفےٰ کی آل کا مرتبہ ومقام خدا کے نزدیک بہت بلند ہے وہ ایسا گروہ ہیں جن سے دین ودنیا کا قوام ہے کیونکہ وہ دین ودنیا کے ارکان ہیں جس گروہ کی محبت خوف کے ماحول میں مایۂ امن وامان ہے۔

جس گروہ کی اطاعت طاعت حق، جن کی نافرمانی خدائے رحمان کی نافرمانی ہے وہ صراط مستقیم ہیں ان کی محبت قیامت میں نامہ اعمال کا وزن بڑھائے گی خدا نے ان کی ذات کو ہدایت وگمراہی کا معیار قرار دیا ہے۔

وہ محافظ شریعت ہیں شریعت کو جھوٹ اور بہتان سے محفوظ رکھتے ہیں قرآن میں ان کی فرمانبرداری کو تمام خلائق پر واجب قرار دیا گیا ہے قرآن سے سن لو۔

۱۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۲۳ (ج ۳، ص ۱۷۷) صواعق محرقہ، ص ۱۰۵ (۱۷۶) اسعاف الراغبین، ص ۱۵۸، اعجب ما رائیت، ج ۱، ص ۸، الامام علی، ص ۱۸

حدیث متواتر ہے کہ رسول خداؐ نے ان کی ولایت وحفاظت کی ہمیں وصیت فرمائی ہے وہ رسولؐ جس کی صداقت کی گواہی ریگ صحراء نے دی جس پر خدا نے قرآن نازل کیا تمام کے تمام علوم پر برہان و حجت قرار پائے جس رسولؐ نے بروز غدیر اپنے وصی کا تعارف کرایا تا کہ اساس ایمان مکمل ہوا ایسا کون ہے کہ جس کے لئے یوم غدیر کو مخصوص کیا گیا ہو جس کو کوئی انکار نہ کر سکے۔

وہی ہیں جنہوں نے مرغ بریاں کھایا، جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا، وہی ہیں جنہوں نے کوہ حراء میں میوہ بہشت تناول فرمایا خدا نے انار تحفہ میں بھیجا، وہی ہیں جن کی ثنا خوانی میں خدا نے سورہ ہل اتی اتارا اور حور وغلمان کو جزا میں مرحمت فرمایا، جس کے مکارم پر سے رسولخداؐ نے پردہ ہٹایا ،جن مکارم کو خدا نے کسی کو عطا نہیں کیا۔

جس کی ولایت کا اقرار صرف حلال زادہ ہی کر سکتا ہے اور جس کی ماں نے اپنے شوہر سے خیانت نہ کی ہو۔

چوتھا قصیدہ:

اے عید غدیر! مسرت وشادمانی کے ساتھ ہر سال آتی رہ۔

تجھ میں چاشت کے وقت حضرت علیؑ ہر امیر کا سالار وامیر قرار پائے۔

صبح دم جبریل خدا کی طرف سے نازل ہوئے اور کہا اے احمدؐ! اس چشمے پر اتریے۔

اور پیغام پہونچا دیجئے ،اگر آپ نے یہ پیغام نہ پہونچایا تو کوئی پیغام ہی نہ پہونچایا۔

پس آپ نے سب کو قیام کا حکم دیا اور پالان شتر کے منبر پر تشریف لے گئے فرمایا خدائے لطیف وخبیر کا فرمان آیا ہے کہ میں علیؑ کو اپنے بعد خلیفہ بنا دوں یہ سن کر سب نے علیؑ کی بیعت کی جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ملتی ،آپ ہر پیش رو کے امام اور ہر بزرگ کے مولا قرار پائے ہر ہدایت کا باب اور نور کے اوپر نور قرار پائے۔

میرے بعد یہ ہر منکر اور کافر کے لئے حجت خدا ہیں آپ کے بعد بارہ مہینوں کی طرح ہدایت کے

چاند ہیں جن کے اسماء دہرائے ہوئے مذکور ہیں (سات اسماء کو دہرانے سے چودہ کی تعداد پوری ہوتی ہے) موسیٰ وعیسیٰ کے صحیفوں (زبور وانجیل) میں ہمیشہ ان آئمہ کے نام لوح محفوظ میں درخشاں رہیں گے ،فرشتگان الٰہی ان کی زیارت کرتے رہتے ہیں آپ نے خدا کو گواہ کر کے فرمایا کہ میں نے حکم خدا ہر حاضر تک پہونچادیا ، اسوقت سالار غدیر کو بلایا علیؑ اس جم غفیر سے برآمد ہوئے آپ کے ہاتھ پر ان لوگوں نے بھی بیعت کی جو دلوں میں کینہ چھپائے ہوئے تھے اور خدا اچھی طرح جانتا ہے جو لوگ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں۔

مدح علیؑ میں پانچواں قصیدہ:

کائنات میں محمد مصطفیٰؐ کا ان کے بھائی علیؑ کے سوا کوئی بھی مثل ونظیر نہیں (۱) انہوں نے اپنی جان فدا کی جب کہ ان کے بستر کا قریش نے احاطہ کر لیا تھا۔

انہوں نے طائف میں رسولؐ سے سرگوشی کی ،تمام اصحاب جو وہاں موجود تھے ،انہوں نے کہا کہ علیؑ سے سرگوشی بہت طویل ہوگئی رسولؐ نے فرمایا اور اس میں جھوٹ کا ذرا بھی شائبہ نہ تھا کہ میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ عزت والے واقف کار خدا نے ان سے سرگوشی کی ہے۔

اور غدیر خم میں رسولؐ نے فرمایا: بلاشبہ علیؑ میرے بعد خلیفہ وامیر ہیں ،اوران کے سوا سب کے دروازے بند کئے تھے جس سے دلوں میں بھونچال آ گیا تھا ،علیؑ کے بارے میں بہت سی باتیں کہی گئیں دلوں میں شرارتیں رینگنے لگیں۔

رسولؐ نے فرمایا: تم علیؑ سے کیا چاہتے ہو خدا خود دیکھنے اور سننے والا ہے میں نے تمہارا راستہ مسجد میں بند کیا خدائے مقتدر نے ایسا ہی حکم دیا تھا۔

یہ فضیلت اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ منفرد حمایتی ہیں۔

۱۔پیغمبر اسلامؐ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے ''ہر نبی کا اس امت میں ایک نظیر ہے اور علیؑ میرا نظیر ہے'' ریاض النضرۃ ، ج۲، ص۱۶۴ (ج۳، ص۱۰۸)

چھٹا قصیدہ بھی عظیم مدحیہ نغمہ ہے:

''خداوند عالم نے احمد سے فرمایا (خلافت علیؑ کی) قریش میں تبلیغ کر دیجئے، میں دشمنوں سے آپ کی حفاظت کروں گا اگر آپ نے میرا یہ پیغام نہ پہونچایا تو آپ نے گویا نہ کوئی کار رسالت ہی انجام دیا اور نہ ہی آپ امین ہیں۔

پس آپ نے لوگوں کو غدیر خم میں ٹھہرایا، اور علیؑ آئے پھر آپ نے مسلمانوں کو آواز دی ان کے ہاتھوں کو اس طرح بلند کیا کہ تمام موجود لوگوں نے دیکھا۔

کس قدر وہ معزز ہاتھ تھا جس نے بلند کیا اور کیا معزز ہاتھ تھا جو بلند ہوا، آپ نے ان سے فرمایا اور سبھی گوش برآواز تھے سبھی توجہ سے سن رہے تھے: آگاہ ہو جاؤ جس کا بھی میں مولا ہوں یہ اس کا مولا ہے تم سب گواہ رہنا، خدا اس کو دوست رکھے جو علیؑ کو دوست رکھے اور اس کے دشمنوں پر غضبناک ہو۔

جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ ہم مومنین کو علیؑ کے ذریعہ آزماتے تھے ہم جب کسی میں محبت علیؑ دیکھتے تھے تو سمجھ جاتے تھے کہ یہ مومن ہے اور اگر ان سے نفرت رکھتا تھا تو سمجھ جاتے تھے کہ یہ منافق ہے۔

بغض علیؑ رکھنے والوں کا ستیاناس ہو، کیوں ہماری جان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یہ بات انصار کی آزمودہ بات ہے کہ ہم دشمن علیؑ کے ذریعے منافقین کو پہچانتے تھے اور یقینی طور سے سمجھ جاتے تھے کہ اس سے نفاق میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا''۔

مدح علیؑ میں ساتواں قصیدہ:

''غدیر کا دن اسلامی نقطہ نظر سے تمام ایام میں شریف ترین ہے جس دن خدا نے ہمارے امام کو متعارف کرایا، میری مراد ہے وصی رسولؐ اور ہر پیشوا کا تعارف، رسولؐ نے پالان شتر کے منبر پر کھڑے ہو کر وصی کا بازو تھام کر قوم سے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے، یہ خدائے مقتدر اور علام کی طرف سے وصی ہے، یہ زندگی میں تم پر میرا وزیر ہے اور جب میں وفات پا جاؤں تو میرا قائم مقام ہے۔

پروردگارا! جو بھی اس کی ولایت کا دم بھرے اسے دوست رکھ اور جو اسے دشمن رکھے اس پر غضبناک ہو پھر تو بیعت کے لئے لوگوں کے ہاتھ لپکنے لگے، اسی دن دین کامل ہوا اور نعمتیں تمام ہوئیں''۔

مدح علیؑ میں آٹھواں قصیدہ:

تم نصوص امامت اور اجماع صحابہ چاہتے ہو؟

تم نے رسولؐ کا سچا قول نہیں سنا جو آپ نے کل بروز غدیر کس طرح للکارا تھا کہ آگاہ ہو جاؤ بے شک یہی تمہارا ولی ہے اس کی اطاعت کرو جو اس کی اطاعت نہ کرے اس پر پھٹکار۔

اور ان کے لئے فرمایا تم میرے اسی طرح بھائی ہو جس طرح ہارون شریک رسالت تھے وہ مطمئن ہو گئے۔

اور ان کے لئے فرمایا:

تم میرے شہر علم کے دروازہ ہو جو بھی چاہے بہرہ یاب ہو، اور تمہاری ہدایت کے لئے فرمایا کہ علیؑ تم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں سبھی گذرے لوگ علیؑ کی پیروی کرتے رہے۔

اور تبلیغ سورہ برأت کے دن خدا نے واضح نص کا ثبوت فراہم کر دیا، اب دھوکا نہیں دیا جا سکتا اور قرآن میں انہیں نفس رسول کہا گیا مباہلے کے دن بڑے خشوع کا موقع تھا وہ۔

اور مواخات کے دن پکار کے کہا کہ آج سے تم میرے بھائی ہو اس طرح بلند مرتبہ کیا، اور جس دن رسولؐ کو طائر پیش کیا گیا اور آپ نے خدا سے عاجزی کے ساتھ دعا کیا اے خدا! اپنے محبوب ترین بندہ کو بھیج دے تا کہ ہم اس کے ساتھ اسے کھائیں ابھی دعائے رسول تمام نہ ہوئی تھی کہ علیؑ آگئے پھر آپ واپس کر دئے گئے یہ تین بار ہوا آخری بار آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو نبیؐ نے فرمایا کہ داخل ہو جاؤ تم نے بہت دیر تک انتظار کرایا آپ نے انہیں باخبر کیا کہ میں تین بار آیا لیکن روکنے والے نے مجھے روک دیا آپ نے روکنے والے کو غصہ سے دیکھا کہ کیوں میرے بھائی کو آنے سے روکا اس کی وجہ سے اس کے چہرہ پر سفید داغ نمودار ہو گئے وہ اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے رہتا تھا۔

پھر تم نے کیا سوچ کر دوسروں کو علیؑ پر ترجیح دی جب کہ علیؑ کو خدا نے منتخب فرمالیا ہے، پھر کس طرح

لالچی اور کینہ توزی لوگوں کے اجماع کو ان نصوص کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے؟

مدح علیؑ میں نواں قصیدہ:

اے حیدر کے متعلق مجھ سے سوال کرنے والے تو نے مجھے پریشانی میں ڈال دیا میں اس سوال کا جواب دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

خداوند عالم نے علیؑ کا نام بالکل واقع کے مطابق رکھا ہے، وہ بلندیوں کے آسمان پر سرفراز ہیں، انہیں خدا نے دوسروں کے مقابل راہ ہدایت کے لئے بطور نشانی منتخب کیا، خدا نے تمام کائنات والوں سے بروز غدیر ان کی ولایت کا عہد و پیمان لیا۔

جس دن رسول خداؐ نے صحابہ کے درمیان برادری قائم کی انہیں (علیؑ کو) اپنا بھائی اور شریک قرار دیا۔

آسمان کے فرشتے انہیں حیدر فاروق کے نام سے یاد کرتے ہیں، انہوں نے سب سے پہلے احمد مصطفیٰؐ کی رسالت کی تصدیق کی اسی لئے انہیں صدیق کہا جانے لگا، اگر ان اسماء گرامی کو کسی دوسرے سے وابستہ سمجھتے ہو تو کوئی معتبر ثبوت فراہم کرو۔

مدح علیؑ میں دسواں قصیدہ:

اٹھائیس شعروں پر مشتمل اس قصیدہ میں شاعر نے نجف کی طرف تیز رفتار اونٹ پر سوار زائر سے خطاب کیا ہے کہ تم نجف جا رہے ہو جہاں علیؑ کا مزار ہے، جہاں نور ہدایت روشن ہے، جہاں کی خوشبو زائر کو قبل ہی سے اپنے احاطہ میں لے لیتی ہے، وہاں مومنین کی بہار، مغفرت و رضوان اور ایمان و فضیلت تقسیم ہوتی ہے، وہاں آسمان کے فرشتے احرام باندھ کر آتے ہیں اور عبادت کرتے رہتے ہیں، جب وہاں پہونچنا تو مولا کو میرا اسلام کہنا، اور کہنا کہ آپ قیامت میں میری شفاعت کریں۔ مجھے ان لوگوں پر حیرت ہے جو اس دوپہر کے سورج کو دیکھنے سے بھی اندھے بنے ہوئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قرآن

میں ان کے متعلق سورے نہیں پڑھے، وہ ہدایت چھوڑ کر اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں۔

غدر وبه یوم الغدیر۔ انہوں نے بروز غدیر غداری کی اور عہد مسئول کو ضائع کر دیا۔

اے جہنم بانٹنے والے آپ سے ہر شیعہ محبت کرتا ہے آپ ہی صراط مستقیم، ساقی حوض کوثر، اور آپ ہی کے ہاتھ میں جنت وجہنم کی کنجی ہے، میں نے دل میں آپ کی محبت کاشت کی ہے اور انسان کل قیامت میں وہی کاٹے گا جو بویا ہے۔

گیارہواں قصیدہ انیس شعروں پر مشتمل ہے:

علیؑ کا خدا کے نزدیک مرتبہ بلند ہے اگرچہ فضائل بیان کرنے والوں کی ملامت کرنے والے بہت ہیں، وہ عروۃ الوثقیٰ ہیں جس سے وابستہ ہونے میں رسی ٹوٹنے کا ڈر نہیں، وہ عابد شب زندہ دار اور قائم اللیل تھے، انہوں نے موت کے گرداب میں دین نبی کے ارکان استوار کئے، اسی لئے رسولؐ نے انہیں اپنی اخوت کے نازش آفریں اعزاز سے سرفراز کیا، اور انہیں بروز غدیر مولا بنایا، وہ تمام لوگوں کے مولا اور امام ہوگئے، بدر میں بہادروں کی کھوپڑیاں اڑائیں، خیبر کے دن علم ملا اور فتح سے سرفراز ہوئے، رسولؐ نے فرمایا تھا کل اسے علم دوں گا جس کی حرمت مسلم ہے، پھر فرمایا لو یہ علم تم سے شکست کا ڈر نہیں، امیر المومنینؑ اسطرح چلے کہ آپ کے آگے آگے دعائے رسولؐ اور نصرت تھی، مضبوط قلعہ کے دروازے کو اکھاڑ پھینکا اور دشمنوں کو موت کا مزا چکھایا، خیبر کے بہادر، مرحب کا خون کیا اور یہودیوں کی ناک رگڑ دی۔

اور پوچھو کہ ''سلع'' میں عمرو کے ساتھ کیا کیا جب کہ جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تھے، بہادروں کے پتے پانی ہو رہے تھے سبھی کانپ رہے تھے گھگھی بندھی ہوئی تھی، اس کے مقابل وہی گیا جس نے اپنی تلوار سے گھروں میں صف ماتم بچھا دی۔

رسول نے فرمایا: یا علیؑ تم ہی میرے بعد تاویل قرآن کے لئے جنگ کرو گے اسی لئے بیعت توڑنے والوں سے جنگ جمل میں پیکار کی، صفین کے دن قاسطین سے جنگ کی، اور نہروان میں مارقین کا خون بہا کر ان کے بھیجے باہر کئے۔

بارہواں قصیدہ:

ولائے مرتضیٰ میرا توشۂ دنیا بھی ہے اور کل قیامت میں بھی شاہ خوباں اور تمام دنیا کے سردار غدیر خم میں ہمیشہ کے لئے مولا و آقا بنائے گئے۔

اس دن لوگوں نے ہاتھ بڑھا بڑھا کر مرتضیٰ کی بیعت کی، وہ فضیلتوں میں بالکل مصطفیٰ ہیں نہ کم نہ زیادہ، آسمانی کتابوں میں وہ جنب اللہ اور عین اللہ ہیں، عورتوں نے ان جیسا فرزند پیدا نہیں کیا اور نہ آئندہ پیدا کر سکتی ہیں۔

جس نے جنگ میں غبار غم دھویا، بدر، احد، خیبر اور بنی نظیر کے یہود اور اسی طرح خندق کے دن سلع کے مقام پر جنگ میں جب فریاد و واویلا ہوئی تھی تو لبوں پر جان آ جاتی، بڑے بڑے بہادروں کے کلیجے اس شیر نر کے خوف سے پانی تھے، سانسیں رک جاتی تھیں آپ کی ہیبت سے سناٹا چھا جاتا گویا یہاں کوئی موجود ہی نہیں صرف انہیں کی آوازیں تھیں آپ ہی کی تلوار جو سروں اور اسلحوں پر پڑ رہی ہے۔

ہمارے شاعر عبدی کے دوسرے غدیری قصائد بھی ہیں کچھ آگے بیان ہوں گے اور باقی کو ہم نے نظر انداز کر دیا ہے۔

شاعر کا تعارف:

ابوالحسن۔ علی بن حماد بن عبید اللہ بن حماد۔ عدوی۔ عبدی۔ بصری؛ شاعر کے والد حماد خود بھی شعراء اہلبیتؑ میں ہیں چنانچہ شاعر خود کہتا ہے:

وان العبد عبدکم علیاً　　　کذا حماد عبدکم الادیب

اراکم والدی با شعر قبلی　　　واوصانی بہ ان لا اغیب

یا علیؑ! آپ کا یہ بندہ ناچیز بھی اپنے باپ حماد کی طرح ادیب بندہ ہے، تمہارا یہ مرثیہ میرے والد نے مجھ سے پہلے کہا اور مجھے وصیت کی کہ یہ سلسلہ بند نہ کروں۔

ابن حماد نامور ترین شیعوں میں تھے، بلند قامت علماء میں شمار ہوتا تھا صف اول کے شاعروں میں

تھے، حافظ حدیث بھی تھے صدوق وغیرہ کے معاصر تھے نجاشی نے ان کا زمانہ پایا تھا رجال نجاشی (۱) میں ہے کہ میں نے انہیں دیکھا ہے، لیکن ابو احمد جلودی اپنی کتاب میں بواسطہ شیخ غضائری (م ۴۱۱) روایت کرتے ہیں اسی طرح ابن حماد مشائخ غضائری میں ہیں جو اساتید محدثین سے صاحب اجازہ ہیں ابن حماد کی محدثانہ عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ غضائری جیسا بزرگ ان سے روایت کرتا ہے۔

فن شعر میں تو ان کا جواب ہی نہیں، شعر و ادب میں فصاحت و بلاغت کا تو طوطی بولتا تھا نظم میں موتی پروتے تھے، قصائد تھے کہ منظم درج گہر، تمام تذکرہ نگاروں نے احترام سے ان کا ذکر کیا ہے۔

ان کے شعری مہارت پر کسی کو کوئی شک نہیں کہ میدان سخن کے شہسوار تھے فصاحت کے تمام گلی کوچوں میں بلاغت کے پرچم لہراتے رہے متوازن کلمات کو قامت نظم میں گہر کی طرح پروتے رہے آپ کا اسم گرامی تمام تذکرہ نگاروں کے یہاں موجود ہے۔ (۲)

مدح اہل بیتؑ میں قصائد و مراثی بہت زیادہ کہے، بہت زیادہ کہا اور بہت خوب کہا، وہ فضائل اہلبیتؑ کے بیان میں اپنی ہوئی تلوار تھے چنانچہ ابن شہر آشوب نے غازیان شعراء اہلبیتؑ میں آپ کو شمار کیا ہے آپ کے مدحیہ کلام کو علامہ سماوی نے جمع کیا ہے، لگ بھگ "۲۲۰۰" اشعار تک تعداد پہونچتی ہے، اکثر کلام میں ان کی فنی مہارت اور معانی آفرینی نیز قافیہ پردازی میں صف اول کے شاعروں کی طرح ہے، علم حدیث میں نکتہ سنجی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عظیم دانشور بھی تھے وہ جو کچھ بھی کہتے صرف فضائل اہلبیتؑ پر مشتمل ہوتا، وہ قرآن وحدیث کے موتی چن کر لوگوں کو خاصان خدا کی طرف دعوت دیتے نظر آتے۔

اس لئے ان کی شاعری محض شاعری نہیں ہے بلکہ مناظرہ و استدلال کے سمندر موجزن ہیں، نجم الدین عمری اپنی کتاب مجدی (۳) میں فرزندان زید بن علی کے ذیل میں ابن حماد کے ایک مناظرانہ قول پر تبصرہ کرتے ہوئے حسین کلام، قوی حجت ہونے کا اعتراف کرتے ہیں ان کی دینی بصیرت کے بھی معترف تھے۔

۱۔ رجال نجاشی (ص ۲۴۴، نمبر ۶۴۰)

۲۔ رجال نجاشی، ص ۱۷۱ (ص ۲۴۴، نمبر ۶۴۰) المجدی فی انساب الطالبین (ص ۱۸۵) معالم العلماء (۱۴۷) علامہ حلی کی ایضاح الاشتباہ (ص ۹۲۱۸ مجالس المومنین ص ۴۶۴ (ج ۲ ص ۵۵۸) ریاض العلماء (ج ۴ ص ۷۰) ریاض الجنۃ ریاض، تنقیح المقال (ج ۲، ص ۲۸۶)

۱۔ المجدی (ص ۱۵۸)

ولادت ووفات:

ہمیں ابن حماد کی تاریخ ولادت اور وفات کا کہیں سراغ نہ مل سکا صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ نجاشی نے ان کا زمانہ پایا تھا لیکن ان سے روایت نہیں کی ہے ان کی ولادت صفر ۳۷۲ھ میں ہوئی نجاشی کے استاد جلودی جن سے ابن حماد نے روایت کی ہے ۱۷ ذی الحجہ ۳۳۲ھ میں وفات پائی اس طرح قرینہ بنتا ہے کہ ابن حماد چوتھی صدی کے اوئل میں پیدا ہوئے اور چوتھی صدی کے اواخر میں وفات پا گئے۔

میں نے ایک نادر خطی مجموعہ میں ابن حماد عدی کا قصیدہ دیکھا ہے جسے ابن شہر آشوب نے نصیبان بن مصعب عبدی کے نام سے منسوب کر دیا ہے انہیں کی پیروی صراط مستقیم کے مولف بیاضی نے بھی کی ہے جو صحیح نہیں ہے، قصیدہ کا اول شعر یہ ہے:

اسائلتی عما الاقی من الاسا　　سلی اللیل عنی هل اجن اذاجنا

علامہ امینیؒ نے پورا قصیدہ نقل کیا ہے جو ایک سو چھ شعروں پر مشتمل ہے۔

مدح امیر المومنینؑ میں ایک مختصر قصیدہ یہ ہے:

حدثنا الشیخ الثقه　　محمد عن صدقه
روایة متفقه　　عن انس عن النبی
راته علی حری　　مع علی ذی النهی
یقطف القطفافی الهوی　　شیئا کمثل العنب
فاکلامنه معا　　حتی اذاما شبعا
رایته مرتفعا　　فطال منه عجبی
کان طعام الجنه　　انزله ذو العزة
هدیة للصفوه　　من الهدایا النخب

اس قطعہ میں جس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا اسے ابن جریر طبری نے بسند خود انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول خداؐ خچر پر سوار ہو کر کوہ کدی پر تشریف لے گئے پھر خچر میرے حوالہ کر

کے فرمایا فلاں جگہ چلے جاؤ وہاں علیؑ کو تسبیح الٰہی میں مصروف پاؤ گے، میرا سلام کہنا اور اس خچر پر سوار کر کے یہاں لے آؤ۔ انس گئے پیغام پہونچایا جب خدمت رسالتؐ میں پہونچے تو آپ نے فرمایا بیٹھو یہاں ستر پیغمبر و مرسل بیٹھ چکے ہیں اور ان میں سب سے بہتر میں ہوں وہ انبیاء اپنے بھائیوں کے ساتھ بیٹھے تھے اور تم ان بھائیوں میں سب سے بہتر بھائی ہو۔

انس کہتے ہیں کہ اتنے میں ایک ابر سفید ان دونوں حضرات پر سایہ فگن ہوا اس میں سے ایک خوشہ انگور نمودار ہوا رسول خداؐ نے تناول فرمایا اور علیؑ سے کہا کھاؤ یہ ہدیہ الٰہی ہے انگور کھانے کے بعد پانی پیا اور وہ ابر آسمان پر بلند ہو گیا رسول خدا نے فرمایا خدا کی قسم اس انگور کو تین سو ستر انبیاء اور تین سو تیرہ اولیاء نے تناول کیا ان میں میری ذات اور علیؑ کی ذات گرامی تر ہے۔

ابن حماد عبدی نے عونی کی روش پر قصیدہ نونیہ بھی کہا ہے جس کا مطلع ہے:

مالا بن حماد سوی من حمدت   اثاره وابهجت غرانه

علامہ امینیؒ نے یہاں تیس اشعار نقل کئے ہیں۔

ابن حماد کا ۷۵ شعروں پر مشتمل مرثیہ امام حسینؑ بھی ہے علامہ امینیؒ نے یہاں اس کے چوالیس شعر نقل کئے ہیں پہلا شعر ہے:

لله ماصنعت فينا يدالبين   كم من حشااقرحت مناومن عين؟!

چورانوے اشعار کا ایک دوسرا مرثیہ بھی ہے جس میں غدیر کا تذکرہ ہے۔

حيّ قبرا بكربلامستنيرا   ضمن كنز التقى وعلماخطيرا

واقعہ غدیر سے متعلق دو شعر یہ ہیں:

وابوهم اقامه الله في "خم"   امـامـاوهـاديـا واميـرا

حين قدبايعوه امراً عن   الله فسائل دوحاته والغديرا

اور ان کے والد ماجد وہ ہیں کہ خدا نے انھیں غدیر خم میں امام، ہادی اور امیر المومنینؑ متعین فرمایا۔ لوگوں نے آپ سے اس معاملے میں حکم خدا سے بیعت بھی کی۔ اب ذرا گھنے درختوں سے اور چشمہ

(غدیر) سے تفصیل پوچھ لو۔

ابن حماد کے نام سے ایک نادر خطی مجموعہ مجھے نجف اشرف کے کاظمیہ میں دستیاب ہوا۔ اس میں بڑے قیمتی قصائد درج ہیں۔ یہاں اس کی فہرست درج کی جاتی ہے۔

۱۔ ۴۶/اشعار پر مشتمل قصیدہ جس کا مطلع ہے۔

یایوم عاشورا اطلت بکائی وترکتنی وقفاً علی البرحاء

۲۔ قصیدہ ۳۷/اشعار پر مشتمل:

هن بالعید ان اردت سوائی ای عید لمستباح العزاء

۳۔ قصیدہ ۷۵/اشعار پر مشتمل:

شجاک نوی الاحبة کیف ساء ا بداء لاتصیب له دواء ا

۴۔ قصیدہ ۲۸/اشعار پر مشتمل

أیفرح من له کبدیذوب وقلب من صبابته کئیب؟!

۵۔ قصیدہ ۶۸/اشعار پر مشتمل:

ویک یاعین سحی دمعاسکوبا ویک یاقلب کن حزینا کئیبا

۶۔ قصیدہ ۴۷/اشعار پر مشتمل

اتلعابا وقد لاح المشیب؟ وشیب الراس منقصة وعیب

۷۔ قصیدہ ۶۷/اشعار پر مشتمل

دعوت الدمع فانسکب انسکابا ونادیت السلو فما اجاباً

۸۔ قصیدہ ۲۶/اشعار پر مشتمل

دعوت الدمع فانسکب انسکابا ام لعینی من الرقاد نصیب؟

۹۔ قصیدہ ۳۰/اشعار پر مشتمل

یااهل بیت رسول الله انکم لاشرف الخلق جداغاب او أبا

۱۰۔ساٹھ اشعار پر مشتمل قصیدہ:

هل لجسمی من السقام طبیب؟ ام لعینی من الرقادنصیب؟

۱۱۔۶۰/اشعار پر مشتمل قصیدہ:

الدهر فیه طرائق وعجائب تتری وفیه فوائد ومصائب

۱۲۔۳۴/اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ دعبل کے قصیدہ تائیہ کے طرز پر کہا گیا ہے:

ایامن لقلب دائم الحسرات؟ ومن لجفون تسکب العبرات؟

۱۳۔۹۵/اشعار پر مشتمل قصیدہ:

بقاع فی البقیع مقدسات واکناف بطیبة طیبات

۱۴۔۲۸/اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ:

دعنی انوح واسعدالنواحا مثلی بکی یوم الحسین وناحا

۱۵۔۴۳/اشعار پر مشتمل قصیدہ:

اری الصبر یفنی والهموم تزید وجسمی یبلی والسقام جدید

۱۶۔۸۶/اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ اسید اسماعیل حمیری کے طرز پر ہے:

ماضرّ عهد الصبی لوانه عادا یومایزودنی من طیبة زادا

۱۷۔۳۷/اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ:

ابک ماعشت بالدموع الغزار لذراری محمد المختار

۱۸۔۲۹/اشعار پر مشتمل:

أ آمرتی بالصبراسرفت فی امری أیومرمثلی لاابالک بالصبر؟

۱۹۔۶۰/اشعار پر مشتمل:

سلامی علی قبرتضمن حیدرا سلام مشوق مایطیق التصبرا

۲۰۔ ۲۸/اشعار پر مشتمل:

یالائمی دع ملامی فی الهوی وذر   فان حب علی قام فی عذری

۲۱۔ ۶۲/اشعار:

دعی قلبه داعی الوعید فاسمعا   وداع لبادی شیبه فتورّعا

۲۲۔ ۷۷/اشعار پر مشتمل:

فرقت یابین شملا کان مجتمعا   ابعدت عنی حبیبی والسرورمعاً

۲۳۔ ۲۵/اشعار پر مشتمل:

خلیلی عج بنانطل الوقوفا   علی من نوره شمل الطفو فا

۲۴۔ ۵۲/اشعار پر مشتمل:

خواطر فکری فی الحشاء تجول   وحزنی علی آل النبی یطول

۲۵۔ ۵۸/اشعار پر مشتمل:

وجعلت جسمی للصدود خیالا؟   وحزنی علی آل النبی یطول

۲۶۔ ۲۷/اشعار پر مشتمل:

الاان زین المرء فی عمره القعل   ونهج هدیٰ مافیه زحلوقة زل

۲۷۔ ۲۱/اشعار پر مشتمل:

یاعلی بن ابیطالب یابن المفضل   یاحجاب الله والباب القدیم الازلی

۲۸۔ ۵۱/اشعار پر مشتمل:

ناجتک اعلام الهدایة فاعلم   واقمت فیها بالطریق الاقوم

۲۹۔ ۵۵/اشعار پر مشتمل:

النوم بعدکم علی حرام   من فارق الاحباب کیف ینام؟

دوسرے ادبی مجموعوں میں علی بن حماد عبدی سے منسوب قصائد پائے جاتے ہیں لیکن وہ متذکرہ بن حماد کے علاوہ ہیں جو کئی صدی بعد پیدا ہوئے ہیں۔

ابوالفرج رازی

تجلی الهدی "یوم الغدیر" علی الشبه و برز ابریز البیان عن الشبہ

''غدیر کے دن شبہات کی تاریکی میں جلوۂ حق درخشاں ہوگیا۔اور طلائے ناب غش سے پاک ہوگیا۔آسمان والے پروردگار نے لوگوں سے ان کا دین کامل کر دیا۔چنانچہ قرآن نے اس سلسلے میں بھرپور وضاحت کر دی ہے۔

رسول خدا لوگوں کے مجمع میں بلند مرتبہ علیؑ کا بازو تھامے ہوئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: آگاہ ہو جاؤ جس کے نفسوں کا میں مولا ہوں یہ مولا ہے۔کیا کہنا بڑا مرتبہ علیؑ نے پایا''۔(۱)

شاعر کا تعارف:

ابوالفرج محمد بن ہندو رازی:

خانوادہ ہندو شیعی فرقے کا عظیم اور با فضل خاندان ہے جس نے علم و ادب کی بڑی خدمت کی ہے۔ان میں اکثر زیور علم و دانش سے آراستہ اور رنگا رنگ فضیلتوں سے پیراستہ تھے۔ادب و شعر کے میدان میں ان کی دقیع خدمات ہیں۔بعض تو بہت زیادہ مشہور ہوئے۔انھیں میں ابوالفرج محمد بن ہندو بھی ہیں۔جن کے اشعار اوپر درج کیے گئے۔ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں ان کو متقی و پرہیز گار شعراء اہل بیتؑ میں شمار کیا ہے۔(۲)

۱۔مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱،ص ۵۳۱،(ج ۳،ص ۳۷)صراط مستقیم (ج ۱،ص ۳۱۱)

۲۔معالم العلماء (ص ۱۵۲)

اس خانوادے کی ایک فرد ابوالفرج حسین بن محمد بن ہندو ہیں۔ ثعالبی نے انھیں صاحب بن عباد کے وزیروں میں شمار کیا ہے۔ یہ بھی بڑے پاکیزہ اشعار کہتے تھے۔(۱)

ایک ابوالفرج علی بن حسین بن محمد بن ہندو ہیں۔ تمام تذکرہ نگاروں نے ان کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے۔(۲)

حکمت، فلسفہ، طب، کتابت اور شعر میں مہارت رکھتے تھے۔ مفتاح طب، مقالہ مشوقہ، کلمہ روحانیہ ان کی کتابیں ہیں۔ لطیفوں کی ایک کتاب اوساطہ بھی ہے۔ ان کا دیوان شعری بڑا وقیع ونفیس ہے۔

اس خانوادہ کی ایک فرد ابوالشرف بن ابی الفرج علی بن حسین بن محمد بن ہندو بھی ہیں۔ ان کا تذکرہ صاحب دمیۃ القصر نے کیا ہے۔(۳)

متذکرہ غدیریہ ابوالفرج رازی کے سلسلے میں ایک بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ بعض تذکروں میں یہ ابوالفرج سلامہ یحییٰ موصلی کے نام سے درج ہوگیا ہے (۴) جو صحیح نہیں، کیونکہ ابن شہر آشوب کی مناقب ومعالم سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ غدیریہ انھیں کا ہے، کیونکہ وہ موصلی کو نام ولقب کے ساتھ یاد کرتے ہیں، اور متذکرہ، محمد ابن ہندو کو فقط کنیت سے یاد کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

۱۔ یتیمۃ الدھر (ج۳،ص،۳۲۶) (ج۳،ص۴۵۹)

۱۔ (طبقات الاطباء ج،۱؛ص،۳۲۳ (ص۴۲۹) دمیۃ القصر ص،۱۱۳ (ج،۱؛ص ۶۰۸) فوات الوفیات ج،۲،ص،۴۵ (ج،۳، ص،۱۳ انمبر ۳۳۷) معجم الادباء ج۱۳، ۱۳۶ اشکوری کی محبوب القلوب (ج،۱ص،۱۳۹)

۳۔ (دمیۃ القصر ص،۱۱۳ (ج،۱؛ص ۶۱۸)

۴۔ یتیمۃ الدھر ج،۱ص،۸۲ (ج،۱ص،۱۲۹) اعیان الشیعہ (ج۷،ص،۲۷۵)

جعفر بن حسین

''اس سے کہہ دو جو اپنے شعروں میں بدکاری کو برملا کرتا ہے۔ اور نادانی میں اپنا دین بیچ رہا ہے۔ گمراہ لالچ میں چند روزہ حیات کی امید لگائے ہوے ہے۔

تجھے کہاں سے حق پہونچ گیا کہ اسرار امامت کی بات کرے، تجھ پر خدا کی لعنت۔

تو نے سمجھ رکھا ہے کہ امامت میراث رسول ﷺ ہے، نہ تو تو نے درست کہا اور نہ ہی شریف گفتگو کی بلاشبہ امامت نفس رسول ﷺ کی بنا پر ہے جو ان کا قائم مقام ہے۔

چنانچہ رسولؐ کا ارشاد غدیر خم میں حیدر کے متعلق جب آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ مولا ہیں۔ سب نے آپ کا یہ ارشاد سنا۔

صاحب نظر سے پوچھ لے تا کہ تجھے معلوم ہو اور اپنی انگلیاں دانت میں دبا لے۔ علیؑ وہی ہیں جنھوں نے اپنی برہنہ تلوار سے میدان جنگ میں چہروں سے غم و اندوہ کو دھلا کرتے تھے۔ تمہارے باپ (عباس) اسیر ہو کر رات بھر گریہ کرتے رہے اور رسول خدا ﷺ کی نیند اڑ گئی۔

ہمارے دین میں امام وہی ہے جس کا رسول نے اعلانیہ نام لیا ہو اور ارکان امامت استوار کرے۔ میدان کارزار میں جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں تو وہی چھوٹی چھوٹی لکڑیاں ڈال کر بجھائیں وہی خیبر کشا ہیں جب کہ دوسرے بھاگ کر اپنی جان بچا چکے تھے۔

قسم خدا کی! اگر تمام لوگوں کا موازنہ کیا جائے تو سب مل کر بھی اس کے ناخن پا کا مقابلہ نہیں کر سکتے''۔

قاضی ابوالمکارم حلبی (متوفی ۵۶۵ھ) میمیہ ابوفراس کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مروان

بن ابی حفصہ کا بیان ہے کہ میں نے متوکل کے سامنے رافضیوں کی مذمت میں اشعار پڑھے تو متوکل نے مجھے بحرین و یمامہ کا حکمراں بنا دیا۔ اشعار یہ ہیں:

لکم تراث محمد وبعدلکم تنفی الظلامة

''اے بنی عباس! میراث محمدؐ تمہارے لئے ہے اور تمہارے انصاف سے ظلمتیں کافور ہوئیں۔

بنت رسولؐ کے بیٹے میراث کی لالچ کر رہے ہیں جب کہ ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ نہ تو داماد کو کوئی میراث ملتی ہے اور نہ ہی بیٹی کو جانشینی کا استحقاق ہے۔ جنہوں نے تم سے میراث طلب کی انہیں صرف ندامت ہی ملی۔ وارثت کا حق حقدار کو پہونچ گیا۔

اگر دختر رسولؐ کو جانشین بنا دیا جائے تو قیامت برپا ہو جائے۔ میراث رسولؐ صرف تمہارا حق ہے دوسروں کا حق نہیں، خدا کی قسم۔ دوسروں کے پاس شرافت بھی نہیں۔

میں نے اپنے ان اشعار میں تمہارے دوست اور دشمنوں کو نمایاں کر کے دکھایا دیا۔ ایک صاحب جعفر بن حسین نامی تھے انہوں نے ان یاوہ گوئیوں کا بھرپور جواب دیا''۔(۱)

ان اشعار کو اوپر درج کیا گیا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ متذکرہ جعفر، ابن حجاج کی نسل سے ہیں، یا ان کے معاصر ہیں۔ ہم نے ان کا تذکرہ کتابوں میں نہیں پایا۔

ان کے علاوہ کچھ چوتھی صدی کے دوسرے شعراء ہیں لیکن چونکہ ہم نے ان کا تذکرہ کتابوں میں نہیں پایا اس لئے انہیں نظر انداز کرتے ہیں۔

۱۔(اعیان الشیعہ: ج۱۸، ص۴۴۶، (ج۴، ص۹۳)
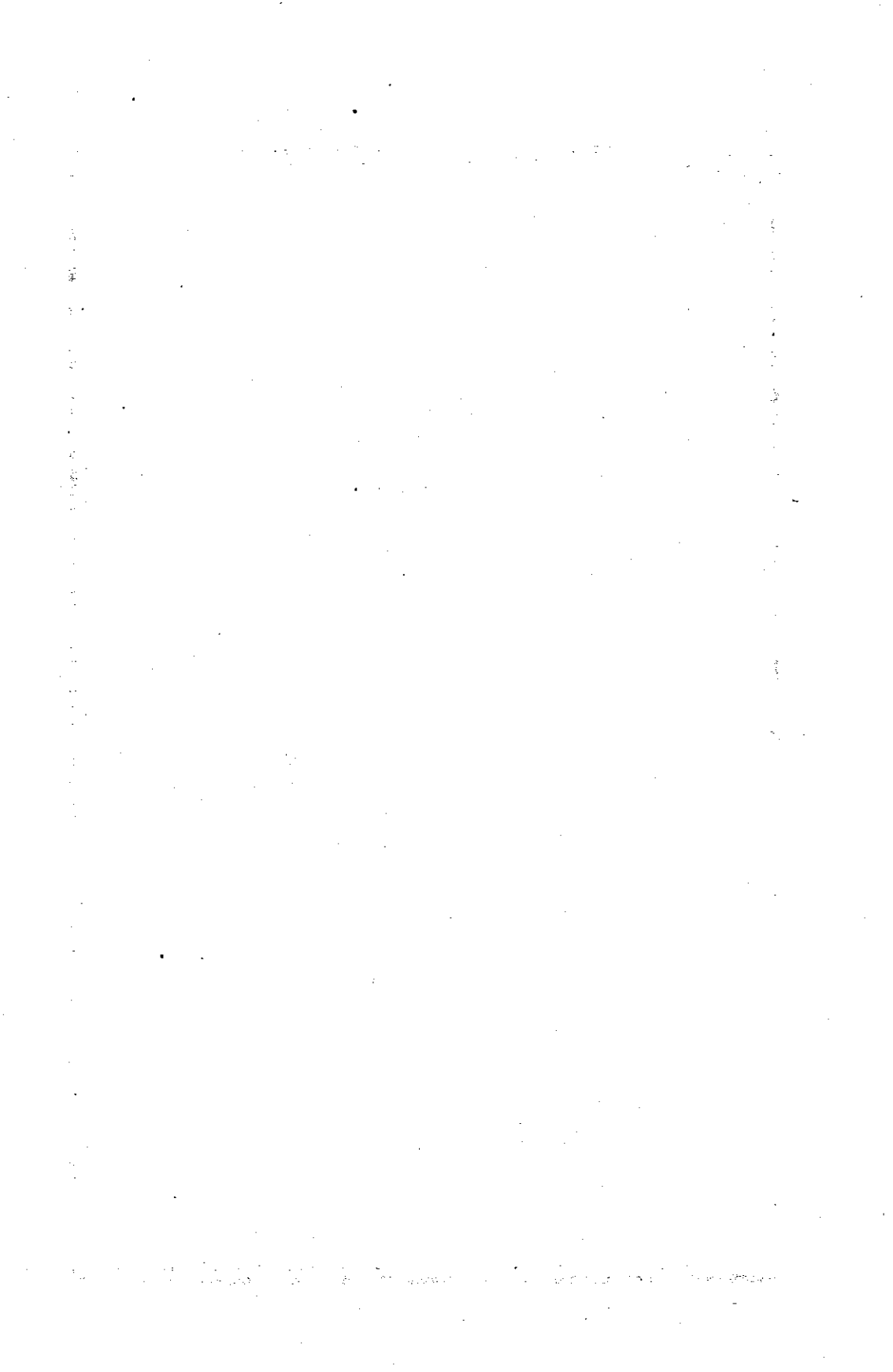
عندلیبان غدیر

(پانچویں صدی ہجری)

۱۔ابونجیب طاہر
۲۔شریف رضی
۳۔ابومحمد صوری
۴۔مہیار دیلمی
۵۔سید مرتضیٰ
۶۔ابوعلی بصیر
۷۔ابوالعلاء معری
۸۔مویدفی الدین
۹۔جبری مصری

ابونجیب طاہر

وفات/ ۴۰۱ھ

عید فی یوم الغدیر المسلم　　وانکر العید علیہ المجرم

"یوم غدیر کا عید ہونا مسلم ہے۔ اس دن کے عید ہونے کا انکار مجرم ہی کرسکتا ہے۔ اے منکران روز غدیر، اور جو کچھ رسولؐ مختار نے اس دن اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا اس کا انکار کرنے والو تمہارا ستیاناس ہو جائے۔

خدائے بزرگ و برتر نے اس دن آیت نازل فرمائی: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ "آج میں نے تمہارا دین کامل کردیا اور آج ہی تم پر اپنی نعمت تمام کردی، اور بلاشبہ امام کا منصوب ہونا ہی نعمت ہے۔(۱)

شاعر کے حالات:

ابوالنجیب شداد بن ابراہیم بن حسن۔ طاہر جزری لقب تھا، شاعر اہل بیت تھے فنون شعر پر عبور حاصل تھا۔ مختلف پیرائیہ خیال کے حسن ادا کی مہارت تھی شوکت الفاظ جزالت معانی کے ساتھ احساس کی شدت ان کی شعری خصوصیت تھی۔ ان کا ایک شعری دیوان بھی ہے۔ ابن شہر آشوب نے معالم (۲) میں مجاہدین شعراء اہل بیتؑ میں ان کا شمار کیا ہے معجم الادباء (۳) میں ہے کہ عضدالدولہ درباری شاعر

۱۔ (مناقب ابن شہر آشوب؛ ج۱، ص۵۲۸)

۲۔ معالم العلماء؛ ص۱۴۹

۳۔ معجم الادباء؛ ج۳، ۲۶۱، ۲ (ج۱۱، ص۲۷۰)

تھے ۔اشعار دقیق اور اسلوب بڑا ہی لطیف تھا۔ابومحمد مہلبی وزیر اور دوسرے ارکان دولت کی شان میں قصیدے کہے۔

دمیۃ القصر ،یتیمۃ الدھر اور تاریخ بن خلکان میں ان کے قصائد و اشعار مذکور ہیں۔(۱)

ابوالنجیب طاہر کے حالات زندگی دائرۃ المعارف بستانی (۲) میں ملتے ہیں۔متذکرہ مصادر سہ گانہ نے متفقہ طور سے ابوالنجیب کنیت اور شداد بن ابراہیم نام اور عرفیت طاہر لکھی ہے ۔صاحب اعیان الشیعہ (۳) نے ان القاب و اسماء کو دو افراد کے اسماء شمار کیا۔(طبع جدید میں دونوں کو ایک جگہ ایک کنیت اور ایک نام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

یہ تسامح ہے شاعر کا نام شداد لکھا ہے اور ان کی تاریخ وفات ۴۰۰ھ لکھی ہے۔دوسری جگہ ابوالنجیب طاہر جزری اور وفات نامعلوم لکھا ہے۔

ثعالبی نے قصیدہ سیف الدولہ کے تین شعر نقل کئے ہیں۔

وخاجة قيل لي: نبه لها عمرا ونم .فقلت: عليّ قدتنبه لي

حسبي عليان ان ناب الزمان وان جاء المعادبمافي القول والعمل

فلي علي بن عبدالله منتجع ولي علي اميرالمومنين ولي

اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں دمیۃ القصر کے حوالے سے کچھ اشعار نقل کئے اور بڑی ستائش کی ہے۔

۱۔(دمیۃ القصر (ج،اص۱۵۴)یتیمۃ الدھر ج،اص۴۶۔ج،۵،ص۶۰۔۵۹۔وفیات الاعیان ج۲،ص،۲۳۶۔ج،۵،ص۲۶۶ نمبر۷۳۵)

۲۔دائرۃ المعارف ج۲،ص،۳۶۰

۳۔(اعیان الشیعہ ج،۷،ص،۳۳۳)

شریف رضی

ولادت ۳۵۹ھ

وفات ۴۰۶ھ

نطق اللسان عن الضمیر والبشر عنوان البشیر

''زبان، دل کی ترجمان ہے اور بشارت دینے والے انداز سے مژدہ ظاہر ہے۔ اب دونوں کو وحشت اضطراب سے عافیت وسکون نصیب ہوا۔ اور روشن صبح کے افق سے تاریکیاں چھٹ گئیں''۔

آگے فرماتے ہیں:

''شادمانی ہم سے دغا کرگئی۔ اب تو صرف روز غدیر سے ہی کچھ شادمانی نصیب ہوتی ہے۔ وہ نازش آفریں دن جس دن وصی رسولؐ حلقہ بگوش ہوا اور انھیں امیر المومنین کے لقب سے سرفراز کیا گیا۔ اس لئے دل کو ٹھنڈا رکھو اور عاریتی عشق کو معشوق کی طرف واپس کردو۔

غم واندوہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو، شادمانی وامید کے پودے لگاؤ۔ وہ دوسرے لوگ ہیں جو اندوہ دل کو جرعہ شراب کے ذریعہ مٹاتے ہیں۔ اور جب تم نعمت کے متلاشی ہو تو بیکراں فضل وانعام سے کم پر راضی ہو۔ یہ وہ موقع ہے کہ دست تمنا طول طویل اور امیدیں کم ہیں۔

اپنے دونوں کرم کے ہاتھوں سے جود وبخشش کرو۔ نہ کم بلکہ بہت زیادہ، ایسا نہ ہو کہ الحاح وطلب کا ہاتھ پھیلا رہ جائے جب کہ تم اور تمہارے بخت نعمت سے سرشار ہیں، اور تمہارے شکریہ کے آثار دین میں اور نشان محبت دل میں ظاہر ہے''۔

اور یہ اچھوتا قصیدہ یوں ہے جیسے تازہ باغ آویزاں ۔ یہ نغمہ نگار کی خوش دلی وشادمانی سے ایسا ہوگیا ہے جیسے آب غدیر سے سیراب ہوکر ہر پالیوں کی دھو میں مچار ہا ہو۔(۱)

متذکرہ اشعار غدیر کے دن کہے گئے ہیں۔

شاعر کا تعارف:

شریف رضی ،ذوالحسبین ،ابوالحسن ،محمد بن ابی احمد ،حسین بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم فرزند امام موسیٰ کاظمؑ۔

آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت حسین بن ابی محمد الحسن الاطروش بن علی بن حسن بن علی بن عمر بن علی بن ابی طالب تھا۔

آپ کے والد کا نام عہد عباسی و بویہ میں بزرگ مرتبہ اور مقام کا حامل تھا۔ابونصر بہاء الدین نے آپ کو طاہر اوحد کے لقب سے سرفراز کیا تھا۔طالبیوں کی نقابت کے پانچ بار والی ہوئے اور آخری دم تک نقابت ہی کے عہدے پر فائز رہے۔ان کے عزت وافتخار ہی کی وجہ سے عضد الدولہ نے مجبوراً انہیں قلعہ فارس میں مقید کیا تھا۔پھر بعد میں اس کے بیٹے شرف الدولہ نے انہیں آزاد کیا اور بغداد تک ان کے ساتھ گیا اور ابواحمد کی نا قابل فراموش دینی خدمتیں ہیں۔مذہب کی استواری اور پیش رفت کے سلسلے میں وقیع مساعی ہیں۳۰۴ میں پیدا ہوئے اور ۲۵ جمادی الاول ۴۰۰ھ میں وفات پائی۔(۲)

آپ کی وفات پر مرثیہ کہنے والوں میں آپ کے دونوں فرزند علم الہدیٰ،شریف رضی کے علاوہ مہیار دیلمی اور ابوالعلاء معری بھی ہیں کتاب سقط الزند میں تمام مرثیے موجود ہیں۔

سید رضیؒ ذریت عترت طاہرہ کی نازش آفریں فرد،علم حدیث وادب کے امام اور دین ودانش

۱۔(دیوان سید رضی ج۱؛ص ۳۲۷ (ج۱؛ص ۴۲۷)

۲۔(صحاح الاخبار؛ص ۶۰ ۔الدرجات الرفیعہ ص؛۴۵۸)

ومذہب کے غازی تھے ۔خاندانی شرافت ودانش کے بھرپور وارث ہوئے ۔علم سرشار، سرشت تاباں روشن فکری ،طبعی استواری ، عالی ظرفی ،طہارت خاندانی کے ساتھ نبوی نسب علوی شرف مجد فاطمی اور سیادت کاظمی سے بہرہ مند تھے ۔ان کے یہاں فضائل وافتخارات کا موجیں مارتا ہوا سمندر ہے۔

ان کی تعریف میں جس طرح اور جس قدر بھی دادسخن دی جائے کمالات ومحاسن کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔مکارم اخلاق اور معالی امور کے بیان سے زبان عاجز ہے۔آپ کے حالات وبلند سیرت پر مندرجہ ذیل افراد نے خامہ فرسائی کی ہے۔

۱۔فہرست نجاشی ص۲۸۳ (ص۳۹۸ نمبر۱۰۶۵)
۲۔یتیمۃ الدھر ج۳،ص۱۱۶،(ج۳ص۱۵۵)
۳۔دیوان سید رضی ج۱، ص۳۲۷ (ج۱،ص۴۲۷)
۴۔صحاح الاخبار ص۶۰، الدرجات الرفیعہ (ج۳،ص۱۵۵)
۵۔انساب مجدی (ص۱۲۶)
۶۔کامل ابن اثیر ج۹، ص۸۹ (ج۵،ص۶۱۳)
۷۔دمیۃ القصر ص۷۳، (ج۱، ص۲۹۲)
۸۔منتظم ابن جوزی ج۷، ص۲۷۹ (ج۱۵ ص۱۱۵ نمبر۳۰۶۵)
۹۔صحاح الاخبار ص۶۱،
۱۰۔عمدۃ الطالب ص۱۸۳ (۲۰۷)
۱۱۔تاریخ ابن کثیر ج۱۲ ص۳ (ج۱۲، ص۴)
۱۲۔شذرات ج۳، ص۱۸۲،(ج۵،ص۴۳)
۱۳۔غایۃ الاختصار (۸۰۔۷۷)
۱۴۔مجالس المومنین ص۲۱۰ (ج۱،ص۵۰۳)

۱۵۔نسمۃ السحر (مجلد ۸ ج ۲ ص ۴۵۹)

۱۶۔ریاض الجنۃ

۱۷۔ملخص المقال

۱۸۔اجازہ شاہچی

۱۹۔منہج المقال ص، ۲۹۳

۲۰۔سمیر الحاضر

۲۱۔تیمیۃ عاملی ص، ۱۸۰

۲۲۔اعلام زرکلی ج ۳، ص ۸۸۹ (ج ۶، ۳۲۹)

۲۳۔دائرہ وجدی ج ۴، ص ۲۵۱

۲۴۔معجم المطبوعات

۲۵۔تاریخ بغداد ج ۳، ص ۲۴۶

۲۶۔معالم العلماء ص، ۱۳۸ (ص، ۵۱ نمبر ۳۳۶)

۲۷۔تاریخ ابن خلکان ج ۲، ص ۱۰۶ (ج ۴، ص ۴۱۴)

۲۸۔خلاصہ علامہ ص، ۸۱ (ص، ۱۶۴ نمبر ۱۷۶)

۲۹۔انساب ابی نصر

۳۰۔تحفۃ الازہار

۳۱۔مرآۃ الجنان ج ۳، ص ۱۸

۳۲۔شرح ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۱۰ (ج ۱، ص ۳۱)

۳۳۔درجات الرفیعہ (ص ۴۶۶)

۳۴۔جامع الاقوال

۳۵۔لسان المیزان ج ۴، ص ۲۲۳ (ج ۵، ۱۵۹ نمبر ۷۲۵۲)

۳۶۔الروض البہیہ

۳۷۔رجال بن ابی جامع

۳۸۔الاتقان ص۱۲۱

۳۹۔تاسیس الشیعہ ص۱۰۷(۲۱۳)

۴۰۔تنقیح المقال ج۳،ص،۱۰۷

۴۱۔تاریخ آداب اللغۃ ج۲،ص۲۵۷(مجلد۱۴،ص۹۲)

۴۲۔دائرۃ المعارف بستانی ج۱۰،ص۴۵۸

۴۳۔مجلۃ الہدیٰ سال اشارہ۳ ص،۱۰۶

آپ کی شخصیت کا تحلیل وتجزیہ مندرجہ ذیل مؤلفین نے کیا ہے۔

۱۔علامہ شیخ عبدالحسین حلی نجفی

۲۔ذکی مبارک(گلزار ادبی)

۳۔علامہ شیخ محمد رضا فرزند استاذی شیخ ہادی کاشف الغطاء

۴۔سید علی اکبر برقعی قمی(کاخ دلآویز)

۵۔ڈاکٹر محفوظ(الشریف رضی)

۶۔فرزند دلبند محمد ہادی امینی

ایسی طرحدار اور گراں بہا شخصیت کے متعلق اب ذرا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ مصر کے سید محمد گیلانی جیسے کچھ طفل ناخواندہ مسند علم وادب پر بیٹھے ہوئے ہیں۔انھیں سید رضی جیسی شخصیت کے تحلیل وتجزیہ کا شوق چڑھا اور ایسے مہمل کلمات لکھ مارے جو انتہائی شرمناک ہیں۔اپنی حماقت سے سید رضی کے مجد وشرف پر کیچڑ اچھالنے لگے اور آل رسول سے چھپا ہوا کینہ ظاہر کردیا۔اس طرح انھوں نے خود اپنی کوتاہ فکری کا ثبوت دیکر خود اپنی قبر کھودی۔ان کے شرمناک اقتباسات کو یہاں درج کر کے جواب دینا اور کم ظرف کو منہ لگانا مناسب نہیں سمجھتا۔

اساتذہ و مشائخ

۱۔ابوسعید حسن بن عبداللہ مرزبانی نحوی، معروف بہ سیرافی ۔آپ نے ان سے دس سال سے کم عمر میں نحو کا درس لیا۔(۱)

۲۔ابوعلی حسن بن احمد فارسی نحوی؛

۳۔ابوعبداللہ محمد بن عمران مرزبانی؛

۴۔ابومحمد ہارون بن موسیٰ تلعکبری؛

۵۔ابوالفتح عثمان بن جنی موصلی؛

۶۔ابویحییٰ عبدالرحیم بن محمد معروف بہ ابن نباتہ

۷۔شیخ بزرگ شیخ مفید ابوعبداللہ بن المعلم محمد بن نعمان ۔آپ سے سید رضی اور علم الہدیٰ نے تعلیم حاصل کی ۔شیخ مفید نے خواب دیکھا کہ فاطمہ زہراؑ مسجد کوفہ میں آپ کے پاس تشریف لائیں ۔اپنے دونوں بچوں (حسنؑ و حسینؑ) کی انگلیاں تھامے ہوئے شیخ مفید کو سلام کرکے فرمایا۔ان دونوں کو فقہ کی تعلیم دیجئے ۔وہ اس خواب پر انتہائی متعجب ہوئے تھے ۔جب کچھ دن چڑھا تو اسی مسجد میں فاطمہ بنت ناصری اپنی کنیزوں کے ساتھ تشریف لائیں اور شیخ مفید سے فرمایا: اے شیخ یہ میرے دونوں بچے علی مرتضیٰؒ اور محمد رضیؒ ہیں، انھیں آپ کی خدمت میں لائی ہوں تاکہ آپ انھیں فقہ کی تعلیم دیں ۔شیخ مفیدؒ رونے لگے اور معظمہ سے سارا خواب بیان کیا۔پھر تو ان دونوں پر بہت زیادہ توجہ دی اور علم و دانش سے یوں بہرہ مند کیا کہ دنیا میں ان کی شہرت کا ڈنکا بج گیا۔(۲)

۸۔ابوالحسن علی بن عیسیٰ ربعی نحوی بغدادی۔(۳)

۹۔قاضی عبدالجبار شافعی معتزلی۔(۴)

۱۔(وفیات الاعیان ج۲؛ص۴۱۶۔مرآۃ الجنان ج۳؛ص۱۹۔الدرجات الرفیعہ ص؛۴۶۸)

۲۔درجات الرفیعہ ص؛۴۵۹۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱ص؛۱۳۱(ج۱؛ص۴۱)

۳۔(حقائق التاویل (ص۲۰۷)۔مجازات النبویہ (ص۲۵۰)

۴۔(مجازات النبویہ (ص؛۱۸۰نمبر۱۴۰)

۱۰۔ ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی۔ (آپ نے ان سے فقہ پڑھا) (۱)

۱۱۔ ابوحفص عمر بن ابراہیم بن احمد کنانی (۲)

۱۲۔ ابوالقاسم عیسی بن علی بن عیسیٰ بن داؤد بن جراح۔ (۳)

۱۳۔ ابواحمد عبداللہ بن محمد اسدی اکفانی۔

۱۴۔ ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن محمد طبری فقیہ مالکی۔ (آپ نے عنفوان شباب میں پڑھا) (۴)

آپ کے تلامذہ ورواۃ

علمائے شیعہ وسنی کی اہم ترین شخصیتوں میں سے جن لوگوں نے آپ سے تعلیم حاصل کی یا روایت کی ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی؛

۲۔ شیخ جعفر بن محمد دوریستی؛

۳۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن علی حلوانی؛

۴۔ قاضی ابوالمعالی احمد بن علی بن قدامہ؛

۵۔ ابوزید سید عبداللہ بن علی کیا بکی؛

۶۔ ابوبکر احمد بن حسین بن احمد نیشاپوری؛

۷۔ ابومنصور محمد بن ابی نصر بن احمد عکبری؛ (۵)

۸۔ قاضی سید ابوالحسن علی بن بندار محمد ہاشمی۔

۹۔ شیخ مفید عبدالرحمٰن بن احمد بن یحییٰ نیشاپوری۔

۱۔ مجازات النبویہ (ص ۹۲)

۲۔ (مجازات النبویہ ص ۱۵۵، ۲۲۳ نمبر ۱۹۷)

۳۔ (مجازات النبویہ ص ۱۵۳۔ ص ۲۲۱ نمبر ۱۹۵)

۴۔ (المنتظم ج ۱۵: ص ۳۸ نمبر ۲۹۷۸)

(۵) قصص الانبیاء راوندی (ص ۹۶ حدیث ۸۹)

آخری الذکر سے سید رضی اور آپ کے بھائی علم الہدیٰ نے بلا واسطہ روایت کی ہے۔

تالیفات وتصنیفات:

۱۔نہج البلاغہ:

آپ کی اس تالیف کو ہر عہد میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔اور برکت کے خیال سے قرآن کی طرح حفظ کیا گیا، حافظان نہج البلاغہ میں قاضی جمال الدین محمد بن حسین بن محمد بن کاشانی ۔(۱) خطیب ابو عبداللہ فاروقی ۔(۲) علامہ سید محمد یمانی مکی حائری، مورخ وشاعر علامہ محمد حسین۔(۳)

عہد تالیف سے آج تک اس کی بے شمار شرحیں لکھی گئیں۔

چند کے نام یہ ہیں:

۱۔سید علی بن ناصر (اعلام نہج البلاغہ)

۲۔احمد بن محمد وبری؛ پانچویں صدی کی معروف شخصیت۔

۳۔ضیاء الدین راوندی

۴۔علی بن ابوالقاسم (صحابی رسول خزیمہ کی نسل سے۔)(۴)

۵۔قطب الدین راوندی

۶۔شیخ محمد بن حسین بیہقی

۷۔حسن بن علی مہابادی

۸۔قاضی عبدالجبار(۵)

۱۔فہرست منتخب الدین (ص ۱۶۷ نمبر ۴۳۷)

۲۔البدایہ والنہایہ: ج ۱۲، ص ۲۶۰ (ج ۱۲، ص ۳۲۳) المنتظم: ج ۱۰، ص ۲۲۹ (ج ۱۸، ص ۱۸۶ نمبر ۴۲۸۰)

۳۔تکملہ امل الامل (ص ۳۷۶، نمبر ۳۶۴)

۴۔(معجم الادباء: ج ۵، ص ۲۰۸۔ج ۱۳، ص ۲۱۹)

۵۔(مستدرک الوسائل: ج ۳، ص ۴۹۶)

۹۔ فخر رازی۔ محمد بن عمر طبری (۱)
۱۰۔ ابو حامد، عز الدین عبد الحمید، ابن ابی الحدید معتزلی
۱۱۔ سید رضی الدین ابو القاسم علی بن موسیٰ بن طاؤس حسینی
۱۲۔ ابو طالب تاج الدین معروف بہ ابن الساعی (۲)
۱۳۔ کمال الدین شیخ میثم بن علی بحرانی
۱۴۔ شیخ احمد بن حسن ناوندی
۱۵۔ علامہ حلی
۱۶۔ کمال الدین بن عبد الرحمٰن عتائقی
۱۷۔ یحییٰ بن حمزہ علوی یمنی (زیدیہ فرقے کے امام)
۱۸۔ سید فصیح الدین محمد بن حبیب اللہ بن احمد حسینی
۱۹۔ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی
۲۰۔ قوام الدین یوسف بن حسن معروف بہ قاضی بغدادی
۲۱۔ ابو الحسن علی بن حسن زواری (شاگرد محقق کرکی)
۲۲۔ جلال الدین حسین بن خواجہ شریف الدین عبد الحق اردبیلی (معروف بہ الہی)
۲۳۔ فتح اللہ بن شکر اللہ کاشانی
۲۴۔ عز الدین علی بن جعفر شمس الدین آملی
۲۵۔ عماد الدین علی قاری استر آبادی
۲۶۔ شمس بن محمد مراد
۲۷۔ شیخ بہائی آملی

۱۔ (تاریخ الحکماء، ص ۳۹۶، نمبر ۲۸۳)
۲۔ (منتخب المختار، ص ۱۳۸)

۲۸۔ شیخ الرئیس میرزا قاچاری

۲۹۔ شیخ نور محمد بن قاضی عبد العزیز

۳۰عبد الباقی خطاط صوفی تبریزی

۳۱۔ نظام الدین علی بن حسین جیلانی

۳۲۔ شیخ حسین بن شہاب الدین بن حسین عاملی کرکی

۳۳۔ فخر الدین بن عبد اللہ بن المؤید باللہ

۳۴۔ سید ماجد بن محمد بحرانی۔

۳۵۔ شیخ محمد مہدی ابوتراب

۳۶۔ میرزا علاء الدین محمد گلستانہ

۳۷۔ سید حسن بن مطہر بن محمد یمنی جرموزی (۱)

۳۸۔ تاج الدین حسن معروف بہ ملا تاجا

۳۹۔ محمد صالح بن محمد باقر روغنی قزوینی

۴۰۔ سید نعمۃ اللہ جزائری

۴۱۔ سلطان محمود بن غلام علی طبسی

۴۲۔ محمد رفیع بن فرج جیلانی

۴۳۔ شیخ محمد علی بن شیخ ابو طالب زاہدی

۴۴۔ سید عبد اللہ بن محمد رضا شبر حسینی کاظمی

۴۵۔ امیر محمد مہدی خاتون آبادی

۴۶۔ سید محمد تقی بن امیر محمد مومن

۴۷۔ میرزا باقر نواب محمد بن محمد بن لاہیجی

۱۔ (البدر الطالع؛ ج۱، ص۲۱۱)

۴۸۔ نصر اللہ ابن فتح اللہ دزفول

۴۹۔ سید صدر الدین بن محمد باقر موسوی

۵۰۔ مفتی محمد عباس

۵۱۔ احمد بن علی اکبر مراغی

۵۲۔ شیخ بہاء الدین محمد

۵۳۔ استاد محمد حسن نائل مرصفی

۵۴۔ شیخ محمد عبدہ

۵۵۔ میرزا حبیب اللہ موسوی خوئی

۵۶۔ شیخ جواد طارمی

۵۷۔ میرزا ابراہیم خوئی

۵۸۔ جہانگیر خان قشقائی

۵۹۔ سید اولاد حسن بن محمد بن حسن ہندی

۶۰۔ شیخ محمد حسین بن محمد خلیل شیرازی

۶۱۔ سید علی اظہر کھجوی

۶۲۔ استاد محی الدین خیاط

۶۳۔ سید ذاکر حسین اختر دہلوی

۶۴۔ استاد محمد بن عبد الحمید مصری

۶۵۔ سید ظفر مہدی لکھنوی

۶۶۔ سید ہبۃ الدین محمد علی شہرستانی

۶۷۔ شیخ محمد علی بن بشارۃ الخیقانی

۶۸۔ میرزا محمد تقی الماسی

۶۹۔ شیخ عبداللہ بحرانی

۷۰۔ شیخ عبداللہ بن سلیمان بحرانی

۷۱۔ علی العلیاری تبریزی

۷۲۔ شیخ ملا حبیب اللہ کاشانی

۷۳۔ سید عبدالحسین حسینی

۷۴۔ میرزا محمد علی قراجہ داغی

۷۵۔ میرزا محمد علی بن محمد نصیر چہاردھی گیلانی

۷۶۔ استاد محمد محی الدین عبدالحمید مدرس

۷۷۔ میرزا خلیل صمیری کمرہ ای طہرانی

۷۸۔ سید محمود طالقانی

۷۹۔ سید علی نقی فیض الاسلام

۸۰۔ میرزا محمد علی انصاری

۸۱۔ جواد فاضل

نہج البلاغہ کی شرح لکھنے والے تمام بزرگ دانشوروں کو ذرا بھی شبہ نہیں کہ یہ کتاب شریف رضی کی تالیف ہے۔ تذکرہ نگاروں نے بھی زمانہ تالیف سے عصر حاضر تک اس بات کی صراحت کی ہے کہ یقیناً یہ شریف رضی کی ہی تالیف ہے۔ (۱)

جن دانشوروں اور محدثین نے اپنے اصحاب کو اس سلسلہ میں اجازت مرحمت فرمائی ہے، ان سے بھی اس مفہوم کی تصریح ہوتی ہے۔ منجملہ ان کے:

۱۔ اجازہ شیخ محمد بن علی بن احمد بن بندار نے شیخ فقیہ ابو عبداللہ حسین کو۔

۲۔ اجازہ شیخ علی بن فضل اللہ حسینی نے علی بن محمد بن حسین معطب کو۔

۱۔ رجال نجاشی (ص ۳۹۸ نمبر ۱۰۶۵)؛ فہرست منتخب الدین (ص ۱۷۶ نمبر ۴۳۷)؛ تنقیح (ج ۳، ص ۱۰۷)؛ روضات الجنات (ج ۶، ص ۱۹۴ نمبر ۵۷۸)

۳۔اجازہ شیخ نجیب الدین یحییٰ بن حلی نے ابن الابرز کو۔

۴۔اجازہ علامہ حلی مہنی زہرہ کو۔

۵۔اجازہ سید محمد ابو الرضا جمال الدین ابو المعالی کو۔

۶۔اجازہ فخر الدین ابن مظاہر کو۔

۷۔اجازہ شہید اول ابن نجدہ کو۔

۸۔اجازہ شیخ بیاضی شیخ ناصر احسائی کو۔

۹۔اجازہ محقق کرکی، حسین استر آبادی کو۔

۱۰۔اجازہ محقق کرکی، شیخ ابراہیم کو۔

۱۱۔اجازہ محقق کرکی، صفی الدین عیسیٰ کو۔

۱۲۔اجازہ شہید ثانی شیخ عبد الصمد عاملی کو۔

۱۳۔اجازہ شیخ حسن فرزند شہید ثانی کو۔

۱۴۔اجازہ احمد بن خاتون مولی عبد اللہ سوستری کو۔

۱۵۔اجازہ محمد بن خاتون ظہیر الدین ہمدانی کو۔

۱۶۔مجلسی اول اپنے شاگرد آقا حسین خوانساری کو۔

۱۷۔شیخ صالح، محمد بن ہادی کو۔

۱۸۔مجلسی دوم، میرزا ابراہیم کو

۱۹۔مجلسی دوم، نعمۃ اللہ جزائری کو

ان کے علاوہ خود سید رضی نے اپنی دوسری کتابوں میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ کتاب خود انھیں کی تالیف ہے، چنانچہ ان کی تفسیر (۱) جلد پنجم، مجازات نبویہ وغیرہ۔ (۲)

۱۔حقائق التاویل (ص ۱۶۷، ۲۸۷)

۲۔مجازات النبویہ: ص ۲۲۳، ص ۴۱، ص ۲۵۲ (ص، ۳۹ نمبر ۲۰، ۶۷ نمبر ۳۹، ۱۹۹ نمبر ۱۵۵، ۲۵۱ نمبر ۲۰۰)۔

اس کے علاوہ ابن ابی الحدید(۱) نے اس موضوع پر مدلل بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ یہ شریف رضی ہی کی تالیف ہے۔

سید رضی کی دوسری تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ خصائص الائمہ

۲۔ مجازات آثار نبویہ

۳۔ تلخیص البیان عن مجاز القرآن (۲)

۴۔ حقائق التاویل (۳)

۵۔ معانی القرآن (۴)

۶۔ تالیفات اختلاف الفقہاء

۷۔ حاشیہ بر ایضاح ابوعلی فارسی

۸۔ الحسن من شعر الحسین۔ ابن حجاج کا شعری انتخاب

۹۔ الزیادات انتخاب اشعار بن حجاج

۱۰۔ الزیادات انتخاب اشعار ابوتمام

۱۱۔ انتخاب کلام ابواسحاق صابی

۱۲۔ خطوط شعری۔ جو ابواسحاق سے شعری مکاتیب ہوئی (۵)

۱۳۔ رسائل و انشائیے (۶)

۱۔ شرح نہج البلاغہ: ج۲، ص۵۴۶ (ج۱۰، ۱۲۷ خطبہ ۱۸۴)

۲۔ (مجازات النبویہ: ص۲، ۳، ۹، ۴۵۔ ۱۱، ۹، ۴۲۹ نمبر ۳۴۶)

۳۔ (رجال نجاشی: ص۳۹۸ نمبر ۱۰۶۵۔ عمدۃ الطالب: ص۲۰۷)

۴۔ (معالم العلماء: ص۴۴۔ ص۵۱ نمبر ۳۳۶۔ المجدی: ص۱۲۶۔ وفیات الاعیان: ج۴، ص۴۱۶ نمبر ۶۶۷)

۵۔ (فہرست نجاشی: ص۳۹۸ نمبر ۱۰۶۵۔ عمدۃ الطالب: ص۲۰۸)

۶۔ (فہرست ابن ندیم: ص۱۹۴، ص۱۴۹)

۱۴۔اخبار قضاۃ بغداد

۱۵۔شرح حال پدر بزرگوار طاہر(۱)

۱۶۔انشراح الصدر

۱۷۔طیف الخیال

۱۸۔شعری دیوان(۲)

شریف رضی کے اشعار بطور تحفہ ارباب ذوق کے یہاں بھیجے جاتے اور ارباب فن خود اس کی خواہش کرتے ،صاحب بن عباد نے بغداد میں قاصد بھیج کر اشعار طلب کئے ۔سیف الدولہ کی بیٹی تقیہ مصر میں قاصد بھیج کر اشعار منگواتی تھیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا کلام بہت زیادہ مقبول تھا۔(۳)

شعر وشاعری:

ظاہری بات ہے کہ جو شخص سید شریف کے مرتبہ عظیم سے واقف ہوگا ،ان کے علم وفضل ،سیادت اور عظمت وشرف کو جانتا ہوگا اس کے سامنے شاعری ان سے پست نظر آئے گی ۔اور بات بھی ایسی ہی تھی ۔انھوں نے دس سال کی عمر سے ہی شاعری شروع کردی تھی ۔وہ کبھی اشعار میں اپنے کو اشعر الشعراء بحتری ومسلم بن ولید سے افضل بتاتے ہیں اور کبھی فرزدق اور جریر کا ہم رتبہ،کبھی زہیر کا پاسنگ اور کبھی تمام لوگوں سے بہتر کلام بتاتے ہیں ،لیکن سب کا اتفاق ہے کہ وہ قریش کے سب سے بہتر شاعر تھے۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن عبداللہ کاتب سے سنا ہے کہ ارباب علم کے درمیان گفتگو تھی کہ رضی قریش کے سب سے بہتر شاعر ہیں ۔ابن محفوظ نے کہا کہ ہاں یہ صحیح ہے ۔قریش میں جو اچھے

۱۔(تاریخ آداب اللغۃ مجلد؛۱۴،ص۹۳)

۲۔(کشف الظنون؛ج۱،ص۵۱۳۔ج۱،ص۱۸۲۔وفیات الاعیان؛ج۴،ص۴۱۶نمبر۶۶۷)

۳۔جیسا کہ چند صفحے قبل صاحب بن عباد کے حالات میں بیان کیا گیا ہے۔

شاعر ہیں انہیں نے کم کہا ہے۔لیکن رضی مکثر بھی ہیں اور مجید بھی۔(۱)

ان کے علمی شعری اور اخلاقی بلندی کے قصیدے نسابہ عمری ،ثعالبی ،ابن جوزی ،ابن ابی الحدید، باخرزی اور دفائی نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔(۲)

عمری اپنی کتاب مجدی میں لکھتے ہیں:

وہ بغداد میں نقباء طالبین کے نقیب تھے ان کی بڑی ہیبت وجلالت تھی۔متورع عفیف اور تارک الدنیا تھے اپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھے۔شاعری میں بھی ان کا پایہ بلند تھا۔اشعر قریش کہے جاتے تھے۔

ثعالبی یتیمہ میں کہتے ہیں:

اپنے وقت کے عظیم اور نجیب اور سادات عراق تھے۔بلند مکارم سے آراستہ ادب وفضل میں لاثانی تھے۔جمیع محاسن سے آراستہ اور اشعر طالبین تھے۔

ابن جوزی منتظم کہتے ہیں:

تیس سال کی عمر میں تھوڑی مدت میں قرآن حفظ کرلیا تھا،فقہ وفرائض کی داناترین فرد تھے۔عالم ،فاضل اور بلیغ شاعر تھے۔عالی ہمت اور متدین ایسے تھے کہ ایک دن ایک عورت سے مخطوطات کے کچھ اجزاء خریدے۔گھر آئے تو اس میں ابن مقلہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا جزوہ بھی تھا۔دلال سے کہا کہ عورت کو بلاؤ۔وہ آئی تو فرمایا کہ میں نے اجزاء میں سے ابن مقلہ کا مخطوطہ بھی پایا ہے۔اگر چاہو تو اسے واپس لے لو ورنہ اس کی یہ پانچ درہم قیمت لے لو۔اس نے قیمت لے لی اور واپس چلی گئی۔وہ بہت زیادہ سخی وجواد بھی تھے۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

تیس سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا تھا بڑے فقیہ،عالم ادیب شاعر مفلق اور شوکت الفاظ کے نظم نگار

۱۔(تاریخ خطیب بغدادی؛ ج۲،ص۲۴۶)

۲۔(المجدی؛ص۱۲۶۔یتیمۃ الدھر؛ج۳،ص۱۵۵،المنتظم؛ج۷،ص۲۷۹۔ج۱۵،ص۱۱۵نمبر۳۰۶۵۔نہج البلاغہ؛ج۱،ص۳۳۔ دمیۃ القصر؛ص۶۹۔ج۱،ص۲۹۲۔صحاح الاخبار؛ص۶۱)

تھے ....اس کے ساتھ ساتھ وہ پاک دامن ،شریف النفس ،عالی ہمت اور شریعت کے بہت پابند تھے۔ انھوں نے کبھی کسی سے انعام نہیں لیا یہاں تک کہ باپ کا انعام بھی واپس کر دیا۔

باخرزی دمیۃ القصر میں لکھتے ہیں:

وہ سید السادات تھے ۔تعریف کی حدوں سے باہران کے بلند اخلاق حیرت ناک اور علمی و شعری نفاست محیر العقول تھی ۔وہ بغداد کے لئے مایہ ناز تھے۔ بلند اخلاق و عالی ہمتی کی وجہ سے وہاں ہریالیوں کا دور دورہ تھا۔

رفائی ،صحاح الاخبار میں کہتے ہیں:

وہ اشعر قریش تھے ۔کیوں کہ قریش میں جو اچھے شاعر ہیں انھوں نے بہت کم اشعار کہے ہیں ۔ صرف رضی ہیں کہ جنھوں نے بہت زیادہ اشعار کہے ہیں اور بہت اچھے کہے ہیں۔

القاب و مناصب:

بہاء الدولہ نے ۳۸۸ھ میں آپ کو شریف اجل کے لقب سے سرفراز کیا۔ پھر ۳۹۲ھ میں ''ذی المنقبتین'' کے لقب سے اور ۳۹۸ھ میں رضی ذی الحسبین اور ۴۰۱ھ میں خطاب و خطوط کا عنوان الشریف اجل ہو گیا۔ کسی بادشاہ نے پہلی مرتبہ کسی کو اس عظیم لقب سے سرفراز کیا تھا۔

شریف رضی کے عہد میں وزارتوں کو زیادہ چست و ذمہ دار بنانے کے لئے بہت سے شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ان میں عہدے بانٹ دیئے گئے تھے۔

سید رضی کی شخصیت و عظمت کا تجزیہ کرنے کے لئے اس عہد کے مناصب کی بھرپور واقفیت ضروری ہے۔وہ ۳۸۰ھ میں جب اکیس سال کی عمر تھی عہد طائع میں نقیب خانوادہ ابوطالب ہوئے اور ان کے ذمے حجاج کی امارت بھی تھی ۔عدلیہ کی فوج داری کے شعبے کے بھی انچارج تھے۔

پھر بہاء الدولہ کے زمانہ حکومت میں طالبین کے تمام امور کے انچارج ہو گئے اور انہیں نقیب القضاء کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ اور یہ منصب امام علی رضا علیہ السلام کے بعد انہیں کو ملا۔ابن ابی

الحدید کے مطابق وہ مکہ ومدینہ کی خلافت کے منصب پر فائز ہوئے۔(۱)
اس سلسلے میں نقابت کے منصب کو سمجھنے کے لیے ماوردی کی احکام سلطانیہ دیکھی جاسکتی ہے۔(۲)

ولادت اور وفات:

مورخین کا اتفاق ہے کہ شریف رضی ۳۵۹ھ میں بغداد میں متولد ہوئے، وہیں پلے بڑھے، اور وہیں بغداد میں بروز یکشنبہ ۶ رمحرم الحرام ۴۰۶ھ میں دار فانی کو الوداع کہا۔(۳)

صاحب شذرات الذہب (۴) نے روز پنجشنبہ کی صبح لکھا ہے۔ یہ نسخے کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے تاریخ ابن خلکان کا حوالہ دیا ہے اور اس میں یکشنبہ کی صبح لکھا ہوا ہے۔

دائرۃ المعارف وجدی (۵) میں سنہ وفات ۴۰۴ مرقوم ہے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے شرح ابن ابی الحدید سے لیا ہے یا پھر نسخے کی غلطی ہے، کیونکہ آگے خود انہوں نے ۴۰۶ھ لکھا ہے۔(۶)

شریف رضی کا مرثیہ ابوالحسن احمد بن علی بتی نے کہا جن کا سال وفات ۴۰۵ھ ہے اور یہ مرثیہ ان کے دیوان میں موجود ہے۔

شریف رضی کی موت پر ابو غالب، فخر الملک اور تمام وزراء واعیان، اشراف وقضاۃ پابرہنہ شریک جنازہ تھے، فخر ملک نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں محلہ کرخ میں مسجد سے متصل گھر میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

شریف رضی کے بھائی علم الہدیٰ شریک جنازہ نہیں ہوسکے۔ بھائی کے غم میں غیر حال تھا۔ وہ جنازہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ روضہ امام موسیٰ بن جعفرؑ میں پناہ لے لی تھی۔ آخری مراسم کے بعد خود فخر الملک نے

۱۔(شرح نہج البلاغہ؛ ج ۱، ص ۳۸)

۲۔(احکام سلطانیہ؛ ص ۸۶، ۸۲ (ج ۲، ص ۹۷، ۹۶ ص ۸۲، ۶۴ ج ۲، ص ۹۵، ۷۷)

۳۔(رجال نجاشی؛ ص ۳۹۸ نمبر ۱۰۶۵۔ تاریخ بغداد؛ ج ۲ ص ۲۴۷ نمبر ۷۱۵۔ عمدۃ الطالب؛ ص ۲۱۰۔ رجال علامہ حلی؛ ص ۱۶۴ نمبر ۱۷۶)

۴۔شذرات الذہب؛ ج ۵، ص ۴۶ ۵۔دائرۃ المعارف؛ ج ۴، ص ۲۵۳

۶۔(دائرۃ المعارف؛ ج ۹، ص ۴۸۷)

جا کر انہیں تعزیت وتسلیت پیش کر کے گھر پہونچایا۔

کچھ مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کا جسد خاکی گھر میں سپرد کر دیا گیا پھر کربلائے معلیٰ لے جا کر ان کے والد ابواحمد حسین بن موسیٰ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ قرون وسطیٰ تک آپ کا مزار مشہور خلائق تھا۔ صاحب عمدة الطالب لکھتے ہیں کہ آپ کی قبر کربلائے معلیٰ میں واضح اور مشہور ہے۔(۱) علم الہدیٰ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ انہیں ان کے والد اور بھائی کے پہلو میں دفن کیا گیا جو واضح اور مشہور ہے۔

رفاعی کہتے ہیں کہ علم الہدیٰ کو بھی اسی طرح بغداد سے کربلا منتقل کیا گیا جس طرح ان کے باپ اور بھائی کو، اور یہ ظاہر و مشہور ہے۔(۲)

یہ بات قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے کہ کیوں کہ فرزندان ابراہیم مجاب کی سکونت حائر کربلا میں تھی متذکرہ ابراہیم حائر کے نزدیک بالائے سر دفن ہیں ان کے فرزندوں کا وہاں شخصی مزار تھا۔ انہیں کے اطراف میں سب کے سب دفن ہیں۔ بصرہ وبغداد کے تمام سکونت پذیر افراد اسی خاندانی قبرستان میں دفن ہوتے تھے۔ موسیٰ ابرش بھی بعد مرگ کربلا منتقل کئے گئے۔ اس لئے قطعی ہے کہ شریف رضی بھی بغداد میں منتقل کر کے کربلا میں دفن کئے گئے ہوں۔ (پہلے وہ اپنے گھر میں سپرد کئے گئے۔)(۳)

اسی طرح علم الہدیٰ کی لاش بھی بغداد میں سپردگی کے بعد کربلا منتقل کی گئی کیونکہ یہ خاندان تولیت کربلا سے سرفراز تھا۔ بغیر ان کی اجازت سے کربلا میں کسی کو دفن نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ وزیر ابوالعباس ضبی کے حالات میں واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

اکثر شعراء نے شریف رضی کے مرثیے کہے۔ علم الہدیٰ، مہیار دیلمی کے مرثیے مشہور ہیں۔

علم الہدیٰ کا مرثیہ ہے:

یاللرجال لنجعة جذمت یدی   ووددت لو ذهبت علی براسی

۱۔ عمدة الطالب؛ ص ۲۱۰، ۲۰۵   ۲۔ صحاح الاخبار؛ ص ۶۲

۳۔ المنتظم؛ ج ۷، ص ۲۴۷ (ج ۱۵، ص ۲۷، نمبر ۳۰۱۷)

مازلت احذر وقعها حتی اتت فحسوتها فی بعض ما انا حساسی

ومطلتها زمنا فلما صممت لم یجدنی مطلی وطول مکاسی

لاتنکروا من فیض دمعی عبرة فالدمع غیر مساعد و مواسی

للّٰہ عمرک من قصیر طاھر ولرب عمر طال بالادناس(۱)

علامہ امینی نے شریف رضی کے چار مرثیے نقل کئے ہیں۔ پہلے میں مدح اہل بیتؑ ہے اور اس کے ۵۸ راشعار ہیں ۔دوسرا مرثیہ دالیہ بروز عاشورہ ۳۹۱ھ میں کہا گیا ۔تیسرا مرثیہ حسینؑ بروز عاشورہ ۳۷۷ھ میں کہا گیا۔ چوتھا بروز عاشورہ ۳۸۷ھ میں کہا گیا۔(۲)

۱۔(دیوان سید مرتضیٰ: ج ۱،ص ۵۷۷)

۲۔(دیوان رضی: ج ۱،ص ۱۱۳، ۳۶۰، ۴۸۷۔ج ۲،ص ۱۸۷)

ابو محمد صوری

ولادت/ ۳۳۹ھ

وفات/ ۴۱۹ھ

''آپ کی ولایت بہترین رازِ دل اور نفیس ترین دل کی مستحکم پونجی ہے، آپ کے عشق کی آگ نے میرا تار و پود جلادیا ہے۔ اب آتش دوزخ میرے لئے بے وقعت ہے۔

اے ابوالحسن! قوم کی عہد خدا سے غداری اس وقت ظاہر ہوئی جب عہد غدیر لیا گیا۔ حالانکہ رسول خداؐ نے ان لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر علیؑ کے امیر المومنین ہونے کی نشاندہی کی تھی اس بارے میں تمام مفہوم کی طرف اشارہ کیا جو کچھ بات بنانے والے اس سلسلے میں کہہ سکتے تھے اکثر ان میں ایسے جو موجود تھے لیکن اس کی گواہی دینے کے معاملے میں دل سے مخالف تھے۔

غدیر کے دن کچھ لوگوں کے تمام کینے اس کی اشاعت کے ساتھ ہی ظاہر ہو گئے۔ اس دن پر افسوس کہ جس دن قوم منحوس اور سیاہ دن دیکھنے پر مجبور کی گئی۔ کچھ لوگوں نے اپنے نفسوں کو دھوکہ دیا اور فریب کار دنیا نے انہیں دھوکہ دیدیا۔ اور یہ ولایت کی بات ان کثیر گناہوں میں نہیں ہے (جن سے خدا درگذر فرمائے گا) تم مطمئن ہو جاؤ کہ خداوند عالم بہت سے گناہوں کو معاف کردیگا''۔(۱)

دوسرا قصیدہ پچیس اشعار پر مشتمل ہے جس میں موضوع ولایت سے متعلق سولہ اشعار کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے:

۱۔(دیوان صوری؛ ج۱، ص ۱۸۶ نمبر ۱۰۷)

''کیا موت نے اس کو چھوڑ دیا ہے جس سے تم نے امید لگائی خواہ وہ اولین میں ہو یا آخرین میں؟ سوائے ہدایت یافتہ محبت آل نبی ﷺ کے کیونکہ ان کی محبت بہترین امید ہے۔ وہ موت کے بعد میرا توشہ، میری نجات اور کامرانی ہیں۔

وہ حوض کوثر پر وارد ہونے والوں کے ساقی ہیں، خدا کی مضبوط رسی ہیں۔ وہ نیکی کے طلب گاروں کے مددگار ہیں۔ ان کی محبت کے ذریعے مدد طلب کی جاتی ہے۔ وہ زمین پر حجت خدا ہیں چاہے منکرین حق کتنا ہی انکار کریں۔

وہ ناطق ہیں، وہ صادق ہیں، تم انہیں جھٹلا رہے ہو اس لئے جھوٹے ہو، وہ علوم نبی کے وارث ہیں، جو وارث بن گئے ان کا خیال ہے؟

تم نے ان سے اچھی طرح عناد کیا حالانکہ انھوں نے تلوار سے راہ اسلام دکھائی۔ تم نے یوم غدیر ان کے مولا ہونے کو مان کر بھی انکار کیا۔ تم نے رسول خدا ﷺ کی زبان مبارک سے ان کے فضائل سن کر انہیں اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ تم نے کہا تھا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس پر ہم راضی ہیں لیکن تمہارے دلوں نے کہا ہم نہیں مانیں گے۔

تم نے کہا کہ آپ سے زیادہ سرداری کے لیے سزاوار تر کون ہے۔ اور پاکیزہ تر لوگوں سے زیادہ استوار تر؟ اور تم میں کون بعد رسول ان کا وصی اور امین ہے؟ تم میں کون فرش نبی ﷺ پر سویا جب کہ تم ان کے خون کے پیاسے تھے۔ اور کون پاک نفس مرغ بریاں کے کھانے میں شریک تھا۔ تم تو وہاں موجود تھے۔

اے آل رسولؐ! وہ قوم دھتکاری جائے گی جس نے تمہارے ہاتھ پر ہدایت دیکھ کر بھی صریحی گمراہی کا راستہ اختیار کیا''۔(۱)

تیسرا قصیدہ ۱۹ اشعروں پر مشتمل ہے۔ ۱۰ اشعروں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

''اور میں نے جامہ زہد و پارسائی اختیار کیا، معلوم نہیں خود پہنایا عاریۃً۔ اور شیطان میرے سامنے

۱۔(دیوان صوری؛ ج۲، ص۶۷ نمبر ۲۸۳)

آ گیا تا کہ مجھے ہدایت سے بہکا کر فریب دے۔ تو پھر میں نے جامہ پارسائی اتار پھینکا اور قباء عیاری وخونریزی پہن لی۔ جو کچھ بھی ہو تو اگر توبہ کرے خدا سے استغفار کرے تو خدا کو معاف کرنے والا پائے گا، جب تک تو ان لوگوں کی پارسائی میں نہ ہو جنہوں نے بروز غدیر موجود ہوتے ہوئے بھی غداری کی اور ان سے علیحدہ ہو کر انہوں نے ایک الگ سے اپنا امیر بنالیا۔

ہر کینہ توز کے دل میں آتش بھری ہوئی تھی۔ وہ حکومت واقتدار کے چکر میں تھے، تخت وسریر کے منتظر تھے۔ انھوں نے ایسی میراث بنائی تھی کہ کسی کو بالشت برابر بھی حصہ نہ مل سکے۔ یہ سلسلہ باقی رہے گا۔ یہاں تک کہ قائم آل محمدؑ انتقام لینے کے لئے ظہور فرمائیں۔

سبھی اسلام قبول کرلیں گے اور گمراہی وسیاہی پر نور ندامت کی پوشش چڑھا دیں گے''۔(۱)

چوتھا قصیدہ ۱۸ر اشعار پر مشتمل ہے، یہاں ۹ شعروں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

یابنی الزھراء ماذا اکتسبت

''اے فرزندان زہراؑ! ہر زمانے کے چہرے سے بدنامی کا داغ کبھی دھویا نہ جاسکے گا۔ اے مطاف جو طوفان بلا سے دوچار رہا۔ اے حطیم جو نوک نیزہ پر سپر بنایا گیا۔ اب کس عہد کے تحفظ کی امید لگائی جاسکتی ہے جب کہ تمہارے بارے میں عہد خدا اور ذمہ داری کو رسوائی کے ساتھ ٹھکرایا گیا۔

مجھے کبھی تسلی نہ ہوگی کہ بنی امیہ نے تمہارے انوار کو ظلم وستم سے ڈھانپ لیا۔ وہ دریائے گمراہی میں غوطہ زن ہو گئے۔ حالانکہ وہ زبانی اسلام کا اقرار کرتے تھے۔ پھر انھوں نے ایسی منحوس روش جاری کردی جس میں جس سے جو بن پڑا اس نے ظلم کیا۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ لوگوں نے تم سے اس حق کا مفہوم سمجھا اور تمہارے ہی بارے میں حق کو رواج نہیں دیا گیا۔ اور صرف تمہاری ولایت ہی عبدالمحسن صوری کے قول کے مطابق دوستوں میں رائج ہے۔

تمہارے والد کی قسم! اور اس کی وصیت کی قسم جو تمہارے باپ کے متعلق تمہارے جد نے غدیر میں کی۔ بلاشبہ تمام امت نے تمہاری فرمان روائی کو تسلیم کرلیا۔ رسول کی حجت نے اس قوم پر حجت اتمام کردی''۔(۲)

۱۔(دیوان صوری؛ ج۱،ص۲۱۹ نمبر ۱۳٦)

۲۔(دیوان صوری؛ ج۱،ص۲۱۵ نمبر ۳۷۴)

شاعر کے حالات:

ابومحمد۔عبدالمحسن بن محمد بن احمد بن غالب بن غلبون صوری۔ چوتھی صدی کے بہترین شاعر اور نابغہ روزگار تھے جن کی مدت زندگی پانچویں صدی کے اوائل تک بکھری ہے۔

ان کے اشعار میں جزالت الفاظ و بلندی معانی کی فراوانی ہے۔ترنم تغزل بھی ہے اور جدلیات شدت بھی۔اپنے حریف پر مضبوط دلیل کے ساتھ ٹوٹ پڑتے ہیں لیکن توصیف پر آتے ہیں تو شریفانہ صورت کا چربہ اتار دیتے ہیں۔ان کا شعری دیوان لگ بھگ پانچ ہزار نرم وحقیقت ریز اشعار پر مشتمل ہے۔اشعار محبت آل محمد ﷺ کا ثبوت بھی ہے چنانچہ ابن شہر آشوب (۱) نے غازیان شعراء اہل بیتؑ میں ان کا شمار کیا ہے۔

میں نے ان کی جن شعری کاوشوں کا انتخاب کیا ہے اس سے ان کی روحانی بلندی، آل رسولؐ کی طرف سے محاذ آرائی اور ان کے حقوق کی حمایت کا پتہ چلتا ہے۔دیوان شعری میں اشارات لطیفہ اور عقیدہ باطنی کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔

منجملہ ان کے بچپن کا یہ قطعہ بنام عمر ہے۔

نادمني من وجهه روضة مشرقة يمرح فيه النظر

فانظر معي تنظر الى معجز سيف على بين جفني عمر

ابن شبانہ نے ان کے حالات لکھتے ہوئے شیعہ اہل بیتؑ کا عنوان دیا ہے اس کے علاوہ جن کتابوں میں ان کے حالات ہیں ان میں یتیمۃ الدھر، ابن خلکان وغیرہ میں ثنا وستائش ہے۔(۲)

ابن خلکان کہتے ہیں کہ ۴۱۹ھ بروز یکشنبہ ۹ رشوال ۸۰ سال کی عمر میں یا اس سے زیادہ کی عمر میں انتقال کیا۔یہی بات تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۵ (ج ۱۲، ص ۳۲) میں بھی ہے۔

۱۔معالم العلماء (ص ۱۵۱)

۲۔(یتیمۃ الدھر؛ ج ۱، ص ۲۵۷۔ج ۱، ۳۶۳۔تتمیم یتیمۃ الدھر؛ ج ۱، ص ۳۵۔ج ۵، ۴۶۔وفیات الاعیان؛ ج ۱، ص ۳۳۴۔ج ۳، ص ۲۳۲ نمبر ۴۰۶)

مدح اہل بیت میں یہ پانچ اشعار:

''ظالموں کی پارٹی خدا سے جنگ پر آمادہ ہوگئی، وہ جب گمراہ ہوئی تو اس نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا ان کے دل عہد جاہلیت سے مانوس تھے اور حق وصداقت سے ان کا خدا واسطے کا بیر تھا۔

اے آل احمدؐ! وہ احمد مجتبیٰؐ سے جواب میں کیا بہانہ تراشیں گے جب کہ وہ جواب طلب کریں گے ۔حالانکہ انہیں کی روایت کی ہوئی مشہور ترین حدیث رسولؐ ہے کہ میں تم میں قرآن اور اپنی عترت چھوڑے جا رہا ہوں۔ لیکن بات یہ ہوئی کہ دنیا ان کے سامنے بن سنور کے آگئی اور وہ ادھر لپک گئے اس وجہ سے انہیں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منحرف دیکھ رہے ہو''۔(۱)

شیخ مفید کا مرثیہ کہا ہے:

پائندہ باد کہ جس کی ذات کا فیض تمام لوگوں پر عام رہا۔ اور موت کو مخلوقات کے درمیان عدل کے ساتھ تقسیم کیا۔ علوم محمد کا مستقل وجود گذر گیا۔ افسوس۔ اب زمانہ ان کا مثل لانے سے قاصر ہے۔(۲)

ریاحی کا بیان ہے کہ جب صوری دمشق آئے تو مجدی شاعر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم دونوں آدمیوں کو ان سے ملنے کے لئے چلنا چاہئے۔ ہم ان کی زیارت کے لئے چلے، صوری ہر وقت گندم فروشوں کی دوکان پر رہتے وہیں لوگ نظر آتے جاتے رہتے۔ اسی کے مقابل کپڑے کی دوکان تھی جس میں ایک بوڑھا اندھا تھا۔ اس سے ایک بڑھیا بات میں مصروف تھی۔ بڈھا بڑی توجہ سے اس کی بات سن رہا تھا۔ مجدی نے مصرع پڑھا:

منصنة تسمع مايقول

''پیر فرتوت سراپا گوش ہے کہ کیا کہہ رہی ہے''۔

صوری نے فوراً مصرع برابر کر دیا:

۱۔(دیوان صوری: ج۱، ص۳۷۔ج۱، ص۳۷ نمبر۲۲)

۲۔(دیوان صوری: ج۱، ص۲۱۴ نمبر ۳۷۳)

كالخلد لماقابلته الغول

''جیسے موش صحرائی غول کی صدا سن رہا ہو''۔

مجدی پھڑک اٹھے۔احسنت! آپ نے دو تشبیہیں بیک وقت استعمال کیں۔خدا بچائے آپ کو۔(۱)

۱۔(تاریخ ابن عساکر؛ ج۳،ص۲۸۱)(ج۱۰،ص۳۶۷نمبر۹۴۲)

مہیار دیلمی

وفات/۴۲۸ھ

۴۹ شعروں پر مشتمل قصیدے کے پچیس بند کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

هذی قضایا رسول الله مهملة

''یہ فرمان رسولؐ ہے جسے غداری کر کے چھوڑ دیا گیا ہے اور خانوادہ رسول بکھر کے رہ گیا ہے۔ اور لوگ اس عہد کے تحفظ کے سلسلے میں ایک رائے نہ ہو سکے نہ ایک دوسرے کے قریب آئے لیکن خیانت کے سلسلے میں سبھی ایک ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور آل رسولؐ جو آل اللہ ہیں وہی دین کے نگہبان ہیں جو رعیت کے ہاتھوں ظلم وستم کا شکار ہیں۔

عہد رسول کو پیروں سے روند ڈالا۔ انصار رسول بھی انہیں کے ہم خیال بن گئے۔ آل رسول کے متعلق بیعت غدیر کو تباہی کے گھاٹ لگا دیا گیا حالانکہ یہودی انصاری سے کئے گئے عہد و پیان کا پاس ولحاظ کیا جاتا ہے۔

قسم کھا کھا کر بیعت لی گئی اور تلواروں کے زور پر لوگوں کو فرماں بردار بنایا گیا۔ اس نے ایک فرمان لکھ مارا کہ جس نے بجائے سنتوں کے بدعتوں کو جنم دیا۔ دوسرے مکاری نے جال بن دئے اور اس کی فریب کا دنیا نصیب آخرت سے محروم ہوگئی۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ نص کے مطابق علیؑ وارث ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کیا انہیں وہ وراثت دی گئی یا انہیں وراثت سے روک دیا گیا؟

میں نے کہا وہ دل میں چھپی بات ہے جس کا تذکرہ مناسب نہیں۔ خداوند عالم اس قوم کو ان کے

کرتوت کا بدلہ دے گا۔ اگر میں ان کا نام لوں تو سبھی پہچان لیں گے۔ ان کے چہروں سے دل کا کینہ آشکار ہے جس وقت یہ نزاع میں مصروف تھے بازار دینداری بے رونق تھا اور جب پرچم حق لہرا دیا گیا یہ بچھے ہوئے دسترخوان پر جھگڑنے لگے۔ ان کے اول نے دوسرے سے غداری سیکھی اور تیسرا انہیں کی اتباع و پیروی میں جم گیا ذرا ٹھہرو بھی۔ حق کے معاملے میں منصفانہ غور کریں، عقل فیصلہ کرتی ہے اور کٹھ حجتی معاملے طے نہیں ہونے دیتی۔

کس حکم کی بنا پر فرزندان رسول تمہاری پیروی کریں۔ کیا تمہارا فخر یہ ہے کہ تم صحابی رسولؐ اور ان کے تابع تھے؟ قبر رسول کس طرح ان کے خاندان والوں کے لیے تنگ کر دی گئی اور ایرے غیرے کس طرح قبر رسولؐ پر چھاپہ مارے ہوئے سوئے ہوئے ہیں۔ آخر تم کس بنیاد پر اجماع کو حجت سمجھتے ہو۔ جب کہ نہ اجماع تھا، نہ رضا و رغبت تھی۔

جس امر اجماع میں علیؑ مشورہ سے دور ہوں، زبردستی ان سے بیعت لینے کی کوشش کی جائے اور رسولؐ کے چچا عباس صریحی مخالف ہوں۔ قریش رشتہ داری کے دعویدار ہوں اور انصار کو نہ تو الگ کیا جاتا ہے نہ شامل کیا جاتا ہے، اگر تم نے روایات کو جوڑ توڑ اور جعلی اسنادمیں نہ چھپایا ہوتا تو اسلام میں تمہارے اختلاف سے بڑا اختلاف کب رونما ہوا؟

میں ان سے پوچھتا ہوں کہ غدیر کے دن جب کہ علیؑ کی ولایت کا عہد لیا گیا تھا، کیوں خیانت کی گئی اور کیوں بیعت توڑ دی گئی، قول صحیح تھا لیکن تینوں میں کھوٹ تھا۔ وہ تلوار کبھی مفید و کارآمد نہیں ہو سکتی جس میں زنگ لگا ہوا ہو۔

اے امیر المومنینؑ آپ کی سرداری کا اعتراف کرنے کے بعد انکار کرنا شرمناک جامہ زیب تن کرنا تھا۔ آپ کے حق میں جس نقض عہد کو روا رکھا گیا یہ ایسی بدعت تھی جسے شریعت کا رنگ دیکر جائز کر لیا گیا۔ آپ اپنے حق سے دستبردار ہو گئے اگر آپ حق کا مطالبہ کرتے تو ان کے خلاف ایسا محاذ بنتا کہ ناکوں چنے چبانے پڑتے۔ آپ نے صبر کیا تا کہ امر خداوندی کا تحفظ کیا جا سکے۔ وہ دین کے معاملے میں سوئے ہوئے تھے اور آپ بیدار تھے''۔

شعری تتبع:

استاد احمد نسیم مصری مہیار دیلمی کے اس شعر ''تضاغ بیعتہ یوم الغدیر لھم'' پر حاشیہ لگاتے ہیں کہ غدیر وہی مکہ و مدینہ کے مابین جگہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رسولخدا ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ فرمایا کہ ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' ۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ کاش مجھے معلوم ہوسکتا کہ استاذ مصری پر متواتر روایات کی حقیقت کیوں پوشیدہ رہ گئی۔ جس حدیث کے راوی سو سے زیادہ اصحاب رسول ﷺ ہیں۔ یا تو یہ مذہبی میلان ہے جس نے حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے اور واقفیت کو امانت کے دامن میں جگہ نہ مل سکی۔ ایسی واضح حقیقت کو لفظ ''قیل'' (کہا جاتا ہے) سے کمزور اور بے بنیاد بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ (ان سے کہہ دو کہ وہ بڑی خبر ہے جس سے تم مجھ کو پھرا رہے ہو، اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اسی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بال بچوں کو۔)

دوسرا قصیدہ

مہیار کے دیوان میں مدح آل محمدؐ کا ایک دوسرا قصیدہ بھی ہے جس میں ۳۵ ر اشعار ہیں۔(۲) مدح کے صرف دس شعر کا ترجمہ کیا جارہا ہے:

مجھ پر بڑھاپے نے اپنا پورا اثر دکھایا ہے مجھے اب صرف آل رسولؐ کے غم میں رونے دھونے سے کام رہ گیا ہے۔ وہ گروہ رشد و ہدایت تھے لیکن حماقت و گمراہی کے ہاتھوں نے ان پر دست ستم دراز کر دیا۔ وہ داعیان حق تھے۔ سب نے ان کے حکم پر لبیک کہا پھر وہ بدل گئے اور مخالفت کی ہوا چلا دی۔

سقیفہ کے دن خیانت کا بوجھ ان کے کاندھوں پر لاد دیا، جس بوجھ کو پہاڑ بھی اٹھانے سے قاصر تھا پھر بعد میں اس پر آمادہ ہوئے کہ اس بوجھ کو اتار پھینکیں، لیکن افسوس غلطی کا ازالہ ممکن نہ تھا ان کے حال

۱۔(دیوان مہیار؛ ج۲، ص۱۸۲)

۲۔ دیوان مہیار؛ ج۳، ص۱۵

پر افسوس ہے جب کہ احمد مصطفیؐ ان کے درمیان کھڑے ہوئے، ان سے سوال کیا اور انھوں نے جواب دیا۔ غم واندوہ نے میرے اوپر بسیرا کر لیا ہے حالانکہ زمانہ غم کے ساتھ پائیدار نہیں۔ اس قوم پر افسوس ہے کہ جنہوں نے علیؑ کو قتل کیا حالانکہ وہ ان کی نحوستوں کو قتل کرنیوالے تھے۔

انہوں نے علیؑ سے کینہ توزی کی حالانکہ حشر میں انہیں کی محبت کے متعلق باز پرس ہوگی گذرے لوگوں سے روایت ہوتی آئی ہے اور خدا ہی جانتا ہے کہ یوم غدیر کیا حالات رونما ہوئے تھے''۔

تیسرا قصیدہ

مہیار کا تیسرا قصیدہ ۶۳ شعروں پر مشتمل ہے۔(۱) علامہ نے یہاں ۲۳ شعر درج کیے ہیں:

فارحم عدوک

''اے دوست تمہارا دشمن جب تک تمہارا بظاہر خیر خواہ ہے نرمی کا برتاؤ کرو اگر چہ وہ اپنے دل کا علاج تمہارے کینہ وعناد سے کر رہا ہے۔ میں نے مانا کہ انہوں نے بغاوت کرتے ہوئے قول رسولؐ کا انکار کیا تو ان سے کہو کہ دوسروں کی مساعی بھی شمار کریں۔ بدر واحد میں اور جنگ حنین کے موقع پر اپنے قدم پوری طرح جمادئے تھے۔ اور شام کے راستے میں صماء کے پتھر کو کھودا اور اس کے نیچے سے پانی نکالا۔ اور علیؑ کے سوا لوگوں کا کوئی دوسرا ساقی بھی نہیں تھا۔

خیبر کے یہودیوں کی جنگ کے متعلق بھی غور کرو۔ مرحب ہی کی بات مان لو وہ دشمن ہی فیصلہ کردے گا۔ کیا مضبوط قلعہ علیؑ کے سوا دوسرے کے ہاتھ سے منہدم ہوا؟ کیا باب خیبر دوسرے نے اکھاڑا؟ اور ذرا عمرو بن عبدود کے معاملے میں اولاً غور کرو پھر دوسری بار عمرو بن عاص کے معاملے میں غور کرو۔ یہ دونوں شیر علیؑ کی شمشیر کا شکار ہوئے حالانکہ یہ دونوں کسی بہادر سے دبتے نہیں تھے۔

بنی ضبہ کے بہادروں کے متعلق بھی سوچو ہودج کے گرد پروانہ وار چکر لگا رہے تھے بصرہ کے دن انہیں علیؑ ہی نے فنا کے گھاٹ اتارا اور اس سے قبل کتنے ہی اژدر لقمہ اجل بن گئے۔ البتہ جنگ صفین تمام

۱۔ دیوان مہیار؛ ج ۴، ص ۱۹۸

جنگوں میں پیچیدہ تر تھی۔ اگر اس سلسلے میں صحیح اور یقینی خبر سننا چاہتے ہو تو معاویہ سے پوچھ لو'۔(۱)

شعری تتبع:

وهب الغدير ابو اعليه قبوله   نهيا فقل: عدوا سواه مساعيا

(اس شعر میں خطی دیوان کا لفظ بغیاً ہے لیکن مطبوعہ میں نھیا کر دیا گیا ہے۔ میں نے بغیاً ہی کا ترجمہ کیا ہے۔) (مترجم)

استاد نسیم مصری اس شعر کے مطابق لکھتے ہیں کہ نھی (بکسر نون) غدیر کے مانند چیزوں کو کہتے ہیں اور حضرت علیؑ کی ایک جنگ ہے جسے غدیر خم کہتے ہیں شاعر نے اسی جنگ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ استاد مصری جنہوں نے شرح میں بغی کے لفظ کو بدل کر نھی کر دیا ہے اور لفظ بغی خطی دیوان میں موجود بھی ہے وہ بتا سکتے ہیں کہ یہاں حال واقع ہوا ہے یا مفعول جسے نصب دیا گیا ہے۔ پھر یہ کہ یہ شعری تناسب سے میل بھی نہیں کھاتا مہیار دیلمی جیسے عظیم فنکار شاعر سے قطعی بعید ہے کہ انھوں نے نھیا استعمال کیا ہو۔ گویا استاد مصری، ابراہیم ملحم اسود کے نقش قدم پر چلے ہیں جو کہتے ہیں کہ روز غدیر مشہور جنگ کا نام ہے۔ لیکن انہوں نے کبھی اس مشہور جنگ کے راز سے پردہ نہیں اٹھایا کہ کس تاریخ میں اس جنگ کا واقعہ ہے۔ (ان کا ارادہ ہے کہ کلام خدا کو بدل دیں۔ ان کے دل شک و شبہ کا شکار ہیں وہ اسی میں جھولتے رہیں گے۔)

شاعر کے حالات:

ابوالحسن یا ابوالحسین۔ مہیار بن مرزویہ دیلمی بغداد کے محلّہ کرخ میں کوچہ ریاح میں سکونت پذیر تھے۔ عربی ادب کا بلند ترین پرچم تھے۔ جن کا مشرق سے مغرب تک ڈنکا بج رہا تھا۔ نفیس ترین گنجینہ سرشار تھے۔ اساس سخن رکھنے والے اور قصر ادب کو آسمان تک پہونچانے والے عرب نغمہ نگاروں کے

۱۔(دیوان مہیار؛ ج۴،ص ۱۹۸)

پیشا پیش تھے۔انھوں نے لغت عرب پر عظیم احسان کیا اس لئے ہمیشہ یاد کئے جائیں گے۔شعر وادب کی ثنا میں رطب اللسان ہے فضل وحسب ان کی ثنا گستر عرب نسل ان سے ناتہ جوڑ کر ان کی بے کراں فضیلت کی قرضدار ہوگئی۔اس کی گواہی خود ان کا شعری دیوان دے گا جو بڑے اوراق پر پھیلا ہوا چار اجزاء میں ہے۔اور اس میں فنون متنوعہ اور ہیئت مختلفہ کے جوہر دکھائے گئے ہیں۔انہوں نے تصویر خیالی اور معانی کی بھرپور روش کو اپنایا یہاں تک کہ تصویر تخئیل قاری کے سامنے مجسم ہو کر آگئی۔ان کا اسلوب استوار، ادب توانا اور رنگارنگ ہے۔ان کے عہد میں تنظیم فنکاروں کی کمی نہیں تھی لیکن وہ سب پر بازی لے گئے۔ بروز جمعہ جامع مسجد منصوری میں تشریف فرما ہوتے اور اپنے اشعار سناتے۔(۱)

صاحب دمیۃ القصر (۲) نے قطعی مبالغہ نہیں کیا ہے۔وہ کہتے ہیں :وہ صاحب فضل وادب شاعر تھے جن کا ڈنکا بج رہا تھا۔نفیس ترین ادیب تھے جنہوں نے دوشیزہ خیال کو ملاحت عطا کی۔ان کے قصائد میں اعتراض کی ذرا بھی گنجائش نہ ہوتی، شاعری دل میں اتر جاتی، گویا ناسازگار زمانہ اس خوش نوا آہنگ سے غموں سے بھرپور ماضی کو فراموش کر جاتا تھا۔

البتہ ان کی مذہبی شاعری قوی ترین استدلال واحتجاج سے آراستہ ہوتی تھی۔ان کی مدحیہ شاعری مخلصانہ اور ظالموں کے کرتوت واشگاف کرتی ہوئی ہوتی ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ کینہ توز تذکرہ نگاروں نے ان کی فنی وشعری خوبی کو پردہ خفا میں رکھنے کی کوشش کی،ان کے حالات زندگی کو کما حقہ منظر عام پر آنے نہیں دیا۔ان کا جو بھی تذکرہ ملتا ہے وہ بس واجبی لیکن ان کی شاعری میں حسن تغزل کو دیکھ کر ہر شخص ان کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔حق کی قسم یہ بجائے خود ایک معجزہ ہے کہ ایک پارسی نژاد عربی شاعری میں خود عربوں سے بازی لے جائے جب کہ کسی عجمی شاعر کو عربوں کی برابری کا یارا بھی کمتر ہوتا ہے۔ مہیار کی تو خود عرب شاعروں نے اقتدا کی ہے،مہیار کو یہ مرتبہ اس لئے نصیب ہوا کہ وہ خاندان رسولؐ کے ماہر اساتذہ ادب سید مرتضی اور سید رضی کے شاگرد تھے۔ان دونوں کے استاد شیخ مفید کے سامنے بھی زانوئے ادب تہہ کیا تھا۔وہ اسی بیکراں سمندر سے سیراب ہوا تھا۔

۱۔(تاریخ خطیب بغدادی؛ ج۱۳،ص۲۷۶) ۲۔دمیۃ القصر؛ ص۷۶ (ج۱،ص۳۰۲)

کچھ دشمنان آل محمدؐ نے طفلانہ طریقے سے اس پر تیر چلانے کی سعی کی اور ناروا تہمت لگا کر اس کی شخصیت کو داغدار کرنے کی کوشش کی۔(۱)

مثلاً یہ کہ وہ غلو وافراط کے شکار تھے۔ ایسا ہرگز نہیں تھا، یہ مہیار جیسے بلند قامت کی شان میں گستاخی ہے، مہیار کا بارورادب، فضل نامور، سیرت پاک، نور واضح اور علوی مذہب کے ساتھ خسروانہ نغمگی تھی جس کی وجہ سے تذکرہ نگاروں نے ان کی تعریف کے پل باندھے ہیں۔ اس بات میں کوئی زیان نہیں کہ کل دین مجوس پر تھے اور آج دین اسلام اور مذہب علوی کے ساتھ ادب عربی کی نشوونما میں مصروف ہیں۔ ان کی نغمگی ان کی باطنی طہارت کا پتہ دیتی ہے۔ ان کے شعروں نے ان کی روحانیت بلند کر کے انہیں زندہ جاوید بنا دیا۔

انہوں نے ہر شرف وعظمت سے اپنی ذات کو آراستہ کیا۔ ان کے گذشتہ مذہب کو مورد طعن بنایا جائے تو لازم ہے کہ تمام صحابہ کو بھی مورد طعن بنایا جائے۔ اسلام گذشتہ باتوں کو محو کر دیتا ہے اسی لئے مہیار دیلمی اپنے معزز خاندان کو شرف اسلام اور حسن ادب سے وابستہ کر کے افتخارانہ نغمہ سرائی کرتے ہیں:(۲)

اعجبت بی بین نادی قومها ام سعد فمضت تسئال بی

سرها ماعلمت من خلقی فارادت علمها ماحسبی

لاتخالی نسبا یخفضنی انا من یرضیک عندالنسب

قومی استولوا علی الدهر فتی ومشوا فوق الرؤوس الحقب

عمموا بالشمس هاماتهم وبنوا ابیاتهم بالشهب

وابی کسری علی ایوانه این فی الناس اب مثل ابی؟!

''ام سعد میرے خاندان کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتی ہے وہ میری سیرت سے خوش تھی اس لئے خاندان کی بھی جویائی ہوئی۔ یہ نہ سمجھو کہ میرا خاندان پست ہے۔ میں اپنے نسب پر خوشنود ہوں

۱۔ المنتظم؛(ج ۱۵، ص ۲۶۰ نمبر ۳۲۰۸) ۲۔ دیوان مہیار دیلمی (ج ۱، ص ۶۴)

میرے خاندان نے بہادرانہ طریقے سے پوری دنیا پر حکومت کی۔سالہا سال تک لوگوں کو اپنا مطیع بنایا انہوں نے سورج سے اپنے سر پر عمامہ باندھا۔شہاب ثاقب پر اپنا گھر بنایا۔میرے باپ کسری کی طرح کون ہوسکتا ہے۔صاحب صولت سلاطین ہوں، پھر یہ کہ اسلام بھی میرے نصیب میں آگیا۔میں نے شرافت کو بہترین باپ سے اور دین کو اشرف الانبیاء سے حاصل کیا۔فخر و مباہات کو چہار طرف سے حاصل کیا۔عجم کی سرداری اور دین عرب"۔

مہیار نے ۳۹۴ھ میں شریف رضی کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔انہیں سے شعر و ادب حاصل کیا۔ وہ شب یکشنبہ ۵/ جمادی الثانیہ ۴۲۸ھ میں دنیا سے گذر گئے۔ان کی تاریخ وفات میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

مصادر حالات:

۱۔تاریخ بغداد؛ ج ۱۳؛ ص ۲۷۶

۲۔منتظم۔ ج ۸؛ ص ۹۴ (ج ۱۵؛ ۲۶۰ نمبر ۳۲۰۸)

۳۔تاریخ ابن خلکان۔ ج ۲؛ ص ۲۷۷

۴۔مرآۃ یافعی ج ۳؛ ص ۴۷

۵۔دمیۃ القصر ص ۷۰،۷ (ج ۱؛ ص ۳۰۳)

۶۔تاریخ ابن کثیر ج ۱۲؛ ۱۴ (ج ۱۲؛ ۵۴)

۷۔کامل ابن اثیر ج ۹؛ ص ۱۵۹ (ج ۶؛ ص ۸۵)

۸۔تاریخ ابی الفداء۔ ج ۲؛ ص ۱۶۸

۹۔امل الآمل حر عاملی۔ ج ۲؛ ص ۳۴۹ نمبر ۱۰۲۱

۱۰۔روض المناظر (ج ۲؛ ص ۴۹)

۱۱۔الاعلام زرکلی ج ۳؛ ص ۱۰۷۹ (ج ۷؛ ص ۳۱۷)

۱۲۔شذرات۔ ج۳؛ ص۲۴۷ (ج۵: ۱۴۴)

۱۳۔تاریخ آداب اللغۃ ج۲: ۲۵۹ (مجلد۱۴؛ ص۹۴)

۱۴۔نسمۃ السحر (مجلد۹۔ ج۲: ۵۴۸)

۱۵۔فرید وجدی کی دائرۃ المعارف۔ ج۹؛ ۴۸۴

۱۶۔سفینۃ البحار۔ ج۲؛ ص۵۶۳ (ج۸؛ ص۱۵۴

۱۷۔مجلۃ المرشد۔ ج۲؛ ص۸۵

مدح اہل بیتؑ میں ان کا ایک قصیدہ ۴۹ شعروں پر مشتمل ہے۔اس کے پانچ شعروں کا ترجمہ پیش ہے:

''اے کاش موت میرے خون سے سیراب ہو جاتی اور آپ کا خون زمیں پر نہ بہتا۔اے کربلا کے سونے والے! کاش میں بھی آپ کے ساتھ خاک وخون میں غلطیدہ ہوتا۔قریب ہے کہ زمانہ اس دل پر درد کو دشمنوں کے ہاتھ شفا بخش دے۔قریب ہے کہ شوکت حق باطل پر غالب آئے، یہ تمام آرزوئیں خدا کے ہاتھوں پوری ہوں گی۔لیکن ابھی تو میرا جگر پھٹ رہا ہے''۔

امیر المومنینؑ اور امام حسینؑ کا مرثیہ ۴۷ شعروں پر مشتمل ہے۔آپ نے یہ مرثیہ ۳۹۲ھ میں نعمت اسلام سے نہال ہونے کے بعد نذر کیا۔(دیوان میں ۳۹۲ھ ہی درج ہے۔مگر صحیح یہ ہے کہ ۳۹۴ھ میں اسلام لائے)۔(۱)

''اے ابوالحسنؑ! ان لوگوں نے اگر آپ کے حق کا جہالت میں انکار کیا تو خدا کی قسم یہ غلط ہے بلکہ انہوں نے جان بوجھ کر آپ کے حق کا انکار کیا۔ورنہ پھر کیا آپ یکہ تاز میدان شہادت نہ تھے اور کیا آپ خاصف النعل کی حیثیت سے نظیر رسولؐ نہ تھے، کیا آپ ابن عم رسولؐ اور ولی، داماد اور شریک ہدایت نہ تھے۔آپ کے حریف تو آپ کے برابر ہرگز نہ تھے۔آپ کے حریفوں کو آپ کی فضیلتوں سے اس لئے مخصوص کیا کہ وہ جانتے تھے کہ آپ کے خصوصیات وفضائل کے حصول سے قطعی عاجز ہیں۔بہت

۱۔(دیوان مہیار؛ ج۲، ص۲۵۹)

سے لوگوں نے رنگ بدلے اور بعد رسولؐ خیانت کی۔ فریب وخیانت میں ایک دوسرے سے بازی لے گیا''۔

حسین کے سامنے ایک مرثیہ پڑھا گیا جو فنی لحاظ سے کمزور تھا آپ سے فنی پختگی کے ساتھ اسی بحر میں کہنے کی گذارش کی گئی۔ آپ نے برجستہ ۳۶ رشعر کہہ کے سنا دئے۔ مطلع ہے

مشیــن لــنــابیــن میــل وھیف　　فــقــل فی قنـلـة وقـل فی نـزیف

مدح اہل بیتؑ میں ایک قصیدہ ۷۸ رشعروں پر مشتمل ہے:

ســلامـن ســلا: من بن استبدلا؟!　　وکیف مــحــاالآ خــر الاولا؟!

مناقب امیر المومنینؑ پر مشتمل ایک قصیدہ ہے جس میں ۱۱۴ شعر ہیں۔

اپنے استاد شیخ مفید کا بھی مرثیہ بڑا والہانہ اور اثر انگیز کہا ہے جس میں ۹۱ شعر ہیں۔

سید شریف مرتضٰی

ولادت/ ۳۵۵ھ

وفات/ ۴۳۶ھ

۴۸ر شعروں کا یہ غدیر یہ صوری ومعنوی لحاظ سے عظیم الشان ہے یہاں موضوع غدیر سے متعلق ۵ر شعروں کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

امـــا الـــرســـول ...

''رسول خداؐ نے آپ کی ولایت کا برملا اعلان فرمایا۔ اگر سرگشتہ وحیران لوگوں کو آپ کا ڈرانا مفید ہوتا تو آپ نے تو اپنی بات پوری وضاحت سے کہی تھی کوئی کنایہ یا اشارہ نہیں تھا واضح طریقے سے نام لے کر اعلان فرمایا عذر ومعذرت کا کوئی شبہ نہ تھا۔

لوگوں کی آنکھوں کے سامنے انہیں بلند کر کے جادہ رستگاری پر رہنما مقرر کیا بروز غدیر مومنوں کے دل کو شفا بخشی دلوں پر آب خنک چھڑکا اور اکثر لوگوں کو گرداب بلا میں جھونک دیا اسی لئے لوگوں کے دلوں میں کینہ وعناد نے جوش مارا ایک نے تو اپنی فریاد سینے میں چھپالی کہ رسوا نہ ہو اور دوسرے نے ناامید ہو کر اناللہ پڑھ لیا''۔

شاعر کے حالات

سید مرتضی علم الہدی ذوالمجدین ابوالقاسم علی بن حسین بن موسی بن محمد بن موسی بن ابراہیم بن امام موسی کاظمؑ۔

اگر شریف مرتضیٰ کے مجد و عظمت کی احاطہ بندی نہ کر سکے تو قلم کو مجرم نہیں ٹھہرایا جا سکتا ان کے بلند مرتبہ شخصیت کی کما حقہ تعریف سے زبان کو لکنت ہے کیوں کہ ان کے فضل و شرف کا کوئی ایک میدان نہیں انہیں فضیلت کے جس رخ سے بھی دیکھا جائے وسیع خصوصیات کی جولانی نظر آئے گی، امام فقہ مؤسس اصول، استاد کلام، معلم حدیث، نابغہ شعر، قائد لغت، مفسر قرآن، غرض انہوں نے تمام عربی علوم میں نقوش ثبت فرمائے ہیں علاوہ برایں ان کا نسب تابناک حسب واضح و روشن ہے مزید یہ کہ انہوں نے وقیع ترین دینی خدمات انجام دی ہیں۔ شیعیت کی خدمات ممتاز ترین ہیں اسی لئے ان کا نام ہمیشہ باقی رہے گا ان کی وقیع تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ الشافی
۲۔ امامت کی بحث
۳۔ ملخص اصول میں
۴۔ ذخیرہ اصول میں
۵۔ جمل العلم والعمل
۶۔ غرر و درر
۷۔ تکملہ غرر
۸۔ المقنع
۹۔ الخلاف فقہ میں
۱۰۔ الناصریہ فقہ میں
۱۱۔ الحلبیہ اول
۱۲۔ الحلبیہ اخیرہ
۱۳۔ مسائل جرجانی
۱۴۔ مسائل طوسیہ
۱۵۔ مسائل صبادنیہ
۱۶۔ مسائل تبانیات
۱۷۔ مسائل سلاریہ
۱۸۔ مسائل کچھ آیات کے بارے میں
۱۹۔ مسائل رازیہ
۲۰۔ مسائل کلامیہ
۲۱۔ مسائل صیداویہ
۲۲۔ دیلمیہ فقہ میں
۲۳۔ کتاب البرق
۲۴۔ طیف الخیال
۲۵۔ شیب والشباب
۲۶۔ مقمصہ
۲۷۔ مصباح فقہ میں
۲۸۔ نصر الروایہ

۲۹۔ ذریعہ فی اصول فقہ
۳۰۔ شرح بائیہ حمیری
۳۱۔ تنزیہ الانبیاء
۳۲۔ ابطال القول بالعدد
۳۳۔ المحکم ومتشابہ
۳۴۔ النجوم والمنجون
۳۵۔ متولی غسل الامام
۳۶۔ اصول اعتقادیہ
۳۷۔ احکام اہل آخرت
۳۸۔ معنی عصمت
۳۹۔ الوجیزہ
۴۰۔ تقریب الاصول
۴۱۔ طبیعہ المسلمین
۴۲۔ رسالہ فی علم اللہ
۴۳۔ رسالہ فی الارادۃ حصہ اول ودوم
۴۴۔ رسالہ فی التوبہ
۴۵۔ رسالہ فی التاکید
۴۶۔ رسالہ فی المتعہ
۴۷۔ دلیل الخطاب
۴۸۔ طرق الاستدلال
۴۹۔ کتاب الوعید
۵۰۔ شرح قصیدہ
۵۱۔ الحدود والحقائق
۵۲۔ مفردات
۵۳۔ الموصلیہ اول وثانی وثالث
۵۴۔ مسائل طرابلیسہ دوجلد
۵۵۔ مسائل میافارقین
۵۶۔ مسائل رازیہ
۵۷۔ مسائل محمدیات
۵۸۔ مسائل بادرات
۵۹۔ مسائل مصریہ اول ودوم
۶۰۔ مسائل رملیات
۶۱۔ مختلف النوع مسائل
۶۲۔ مسائل رسیہ اول ودوم
۶۳۔ انتصار
۶۴۔ تفصیل انبیاء بر ملائکہ
۶۵۔ تردید بن جنی
۶۶۔ شعری دیوان
۶۷۔ الصرفہ فی بیان اعجاز القرآن
۶۸۔ الرسالہ الباہرہ فی عترت الطاہرہ
۶۹۔ تردید مقالہ ابن عدی
۷۰ جواب ملاحدہ

کلمات ستائش

نجاشی فرماتے ہیں: ابوالقاسم مرتضیٰ اپنے وقت کے عظیم وممتاز عالم تھے بہت زیادہ حدیثیں سنیں وہ متکلم، شاعر، ادیب تھے اور دینی و دنیاوی علوم پر بھر پور قدرت تھی۔ (۱)

مجدی فرماتے ہیں: وہ نقیب نقباء، صاحب نظر، فقیہ، مصنف، دانشوروں کی یادگار اور یگانہ عصر تھے، میں نے ان سے ملاقات کی، خوش بیان اور پر جوش ذہانت کے حامل تھے۔ (۲)

شیخ طوسیؒ فرماتے ہیں: وہ یگانہ عصر اور مختلف النوع علوم پر حاوی تھے، فضیلتوں کے جامع کلام ، فقہ، اصول، ادب، نحو، شعر و معانی اور لغت وغیرہ جیسے علوم میں سب کے قائد تھے۔ (۳)

ثعالبی کہتے ہیں: آج مجد و شرف اور علم وادب کی ریاست و زعامت علم الہدیٰؒ ہی کے ہاتھوں میں ہے، وہ بڑے نفیس اشعار کہتے ہیں۔ (۴)

ابن خلدون کہتے ہیں: وہ کلام، ادب، اور شعر کے امام تھے شیعیت پر ان کی گرانقدر تصانیف ہیں۔

۱۔ فہرست نجاشی ۱۹۲ ۲۔ (المجدی) ۱۲۵
۳۔ فہرست شیخ ص ۹۹ (ص ۴۲۱)؛ خلاصہ علامہ ص ۴۶ (ص ۹۵ نمبر ۲۲)
۴۔ تتمہ تیمیہ الدھر (ج ۶۹۵ نمبر ۳۹)

ابن بسام نے ان کا تذکرہ یوں کیا ہے: مسلم ہے کہ آج عراق کی امامت علم الہدیٰؒ کے پاس ہے، وہ علماء عظماء ان کے خوشہ چین، قدیم علوم کے استاد، نکتہ سنج، صاحب سخن، تمام دنیا میں ان کا ڈنکا بج رہا ہے، ان کے اشعار شاخ تازہ تر کی طرح ہوتے ہیں خاصہ خاصان خدا ہیں، علاوہ ازایں ان کی گرانقدر تالیفات بھی ہیں۔(۱)

خطیب تبریزی بیان کرتے ہیں کہ ادیب ابوالحسن علی بن احمد فالی کے پاس جمہرہ ابن درید کا نہایت نفیس نسخہ تھا انہیں اسے بیچنے کی ضرورت محسوس ہوئی علم الہدیٰ نے ساٹھ دینار میں اسے خرید لیا، جب اس کے اوراق پلٹے تو فروخت کرنے والے کے ان اشعار پر نظر پڑے:

''میں اس کتاب سے بیس سال تک مانوس رہا، اب بڑے اندوہ کے ساتھ بیچ رہا ہوں، میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ ہمیشہ کے لئے اس کو جدا کر دوں گا۔ آخر کار فقر و فاقہ کی وجہ سے بیچنا پڑا۔ میرے آنسو رواں ہیں دل داغ دار ہے۔''

علم الہدیٰ نے ان اشعار کو پڑھ کر نسخہ انہیں واپس کر دیا اور ساٹھ دینار بھی بخش دیے۔

ابن زہرہ کہتے ہیں کہ علم الہدیٰ فقیہ، صاحب نظر، شیعہ قائد، فقیہ اہل بیتؑ، دانشمند متکلم فنکار شاعر تھے اور صدقات بہت زیادہ کرتے۔ ان کی خیرات کا ان کے مرنے کے بعد پتہ چلا۔(۲)

اپنے بھائی رضیؒ سے بڑے تھے، ان دونوں جیسا شرف و کمال و اتحاد دیکھنے میں نہیں آیا۔ سید رضیؒ کی موت پر علم الہدیٰؒ جنازہ میں حاضر نہ ہو سکے کیونکہ جنازہ کا منظر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ سید رضیؒ نے پچاس ہزار دینار طلا سے زیادہ دولت چھوڑی۔

شیخ احمد بن مقبل کہتے ہیں کہ اگر کوئی قسم کھا کر کہے کہ علم الہدیٰؒ عربی علم کے سب سے بڑے عالم ہیں تو صحیح قسم ہوگی، ایک استاد مصر نے کہا کہ بخدا میں نے ''غرر و درر'' سے ایسے مطالب حاصل کئے جو سیبویہ اور دوسرے نحویوں کے یہاں بھی نہ مل سکے۔ خواجہ طوسی علم الہدیٰؒ کا نام لے کر صلوات اللہ کہتے پھر کہتے کہ ان پر ضرور صلوات پڑھنی چاہیئے۔

۱۔ وفیات الاعیان (ج ۳۔ ۳۱۳ نمبر ۴۴۳) ۲۔ غایۃ الاختصار (ص ۷۶)

عمدة الطالب، دمیة القصر اور لسان المیزان میں بھی ان کے فقہ وکلام وحدیث ولغت کی مہارت کا تذکرہ ہے۔(۱)

ابھی بیس سال کی عمر بھی نہ ہوئی تھی کہ سرداری مل گئی، دنیوی ریاست کو علم وعمل سے ہم آہنگ کیا ہمیشہ تلاوت قرآن، نماز شب اور تدریس میں مصروف رہے۔ کسی مرتبہ کو بھی علم سے بہتر نہیں کہتے تھے۔ ان کے علاوہ درجات رفیعہ، شذرات الذہب، تاریخ بغداد، المنتظم، رجال ابوداؤ، لسان المیزان، کشکول، مجالس المومنین، صحاح الاخبار وغیرہ جیسی پچاس سے زیادہ کتابوں میں ان کی مدح سرائی مرقوم ہے۔(۲)

اساتذہ ومشائخ حدیث:

۱۔شیخ مفیدؒ
۲۔ابومحمد عکبری
۳۔حسین بن علی بن بابویہ
۴۔سعید کوفی
۵۔مرزبانی
۶۔شیخ صدوقؒ
۷۔ابن نباتہ
۸۔علی بن محمد کاتب
۹۔عبیداللہ بن یحیٰی
۱۰۔احمد بن سہل دیباجی

تلامذہ ورواۃ:

۱۔شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسیؒ
۲۔سلار دیلمیؒ

۱۔عمدة الطالب: ص ۱۸۱ (۲۰۵) دمیة القصر ص ۷۵ (ج ۱ ص ۲۹۹) لسان المیزان ج ۴ ص ۲۲۳ (ج ۴ ص ۲۵۷ نمبر ۵۷۹۷)

۲۔درجات الرفیعہ (۴۵۹)۔شذرات الذہب ج ۳ ص ۲۵۶ (ج ۵ ص ۱۶۸): تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۴۰۲: المنتظم ج ۸ ص ۱۲۰: رجال ابن داؤد (ص ۱۳۶ نمبر ۱۰۳۶): کشکول بہائی (ج ۲ ص ۶۵): لسان المیزان ج ۵ ص ۱۴۱ (ج ۴ ص ۲۵۶ نمبر ۵۷۹۷): مجالس المومنین ص ۲۰۹ (ج ۱ ص ۵۰۰): صحاح الاخبار ص ۶۱: البدایۃ والنہایۃ ج ۱۲ ص ۵۳ (ج ۱۲ ص ۶۷ حوادث ۴۳۶)

۳۔ ابو الصلاح	۴۔ قاضی عبد العزیز طرابلسی
۵۔ شریف محمد بن حسن جعفری	۶۔ ابو صصام مروزی
۷۔ حسن بن محمد موسوی	۸۔ سید تقی بن ابی طاہر الہادی
۹۔ شیخ کراجکی	۱۰۔ شیخ سلیمان صہرشتی
۱۱۔ شیخ دوریستی	۱۲۔ ثابت بنائی
۱۳۔ شیخ احمد بن حسن خزاعی	۱۴ شیخ مفید ثانی
۱۵۔ عبد الرحمٰن بن احمد رازی	۱۶۔ شیخ محمد بن علی حلوانی
۱۷۔ ابو زید کیا بکی جرجانی	۱۸۔ شیخ ابو غانم عاصمی
۱۹۔ فقیہ داعی حسینی	۲۰۔ سید حسین جرجانی
۲۱۔ ابو الفرج بیہقی	۲۲۔ محمد بصری

علم الہدیٰ اور ابو العلاء معری:

ابو الحسن عمری مجدی میں لکھتے ہیں کہ ۴۲۵ھ میں بغداد میں علم الہدیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ بڑے خوش بیان اور جذباتی تھے۔(۱)

ایک دن ابو العلاء معری آیا۔ درمیان میں متنبی کا ذکر چھڑ گیا۔ علم الہدیٰ نے اس کے اشعار پر تنقید کی، ابو العلاء نے کہا: جی ہاں! اگر اس نے یہ قصیدہ نہ کہا ہوتا (لک یامنازل فی القلوب منازل) تو اس کی قافیہ سنجی کے لئے کافی تھا۔ علم الہدیٰ نے غصہ میں فرمایا کہ گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے نکال دو حاضرین مجلس کو علم الہدیٰ کے اس اقدام پر حیرت ہوئی۔ آپ نے فرمایا: جانتے ہو اس اندھے کا عقیدہ کیا تھا۔ وہ اس شعر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا:

واذا اتتک مذمتی من ناقص　　　فھی الشھادۃ لی بانی کامل

۱۔ المجدی (ص،۱۲۵)

''اگر کوئی ناقص شخص مجھ پر اعتراض کرے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ میں کامل ہوں''۔(۱)

یہی دہریہ ابوالعلاء ایک بار علم الہدیٰؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: جناب آپ کل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جواب دیا: تمہارا عقیدہ جزء کے بارے میں کیا ہے۔ پوچھا: آپ شعریٰ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: تم تحیز اور ناعور کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ پوچھا: آپ سات کے بارے میں کیا فرماتے ہیں: فرمایا سات سے تجاوز کرنے کے متعلق تمہارا کیا فیصلہ ہے؟ پوچھا آپ چوتھائی کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ پوچھا: مؤثر کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا: مؤثرات کے متعلق کیا کہتے ہو؟ پوچھا: نحسین (دو نحس) کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: سعدین (دو سعد) کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

ابوالعلاء مبہوت ہو گیا۔ علم الہدیٰؒ نے فرمایا: ہر ملحد بے وقعت ہے۔ ابوالعلاء یہ کہتے ہوئے اٹھ گیا کہ میں نے قرآن میں پڑھا ہے کہ اے بیٹا! خدا کا شریک نہ قرار دو، یہ بلاشبہ ظلم عظیم ہے۔ علم الہدیٰؒ نے فرمایا کہ یہ شخص دور ہو گیا اب کبھی میری نظروں کے سامنے نہ آئے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ رمز و اشارات کیا تھے؟ فرمایا: اس نے مجھ سے پوچھا کہ کل جو قدیم ہے اسے خالق کی احتیاج کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جزء کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کیوں کہ ان کے نزدیک جزء حادث ہے اور وہ عالم کبیر ہی سے پیدا ہوتا ہے، یہ جزء ان کے نزدیک عالم صغیر ہے اور عالم کبیر کا جزء ہے کیوں کہ وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اجزاء عالم حادث ہیں اور اس کا مجموعہ قدیم، اس لئے اس نے ستارہ شعریٰ کے متعلق پوچھا، اس کا مطلب تھا کہ یہ کواکب سیارہ ہی سے نہیں ہے کیوں کہ قدیم ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تمہارا تدویر کے متعلق کیا خیال ہے مطلب یہ تھا کہ بطور کلی دوران فلک ہی جس میں شعریٰ بھی ہے اس کے تحویل و تحول کا گواہ ہے اس لئے قدیم نہیں ہو سکتا۔

پھر اس نے عدم انتہا کے متعلق پوچھا کہ یہ عالم لانہایت ہے کیوں کہ قدیم ہے۔ میں نے جواب دیا کہ جب ہمیں اس کا تحیز و تدویر معلوم ہو گیا تو اس کے عدم انتہا کی حقیقت بھی معلوم ہو گی، اس کا سبع (سات) سے مطلب ارباب نجوم کے سات سیاروں سے تھا۔ میں نے کہا کہ ان کے علاوہ زہرہ، مشتری،

۱۔الدرجات الرفیعہ (۴۶۰)

مریخ، عطارد، خورشید، ماہ وزحل بھی ہیں کہ جس سے نجومی فیصلے کرتے ہیں۔

مربع سے اس کا مطلب طبائع سے تھا میں نے اس سے طبع واحد اور طبع دوم کے متعلق پوچھا کہ آتش طبیعت واحد ہے جس سے حیوانات پیدا ہوتے ہیں جب انھیں آگ میں ڈال دو گے تو زہومات جل جائیں لیکن کھال سالم رہ جائیگی کیوں کہ خدا نے حیوان کو آگ سے پیدا کیا ہے اور آگ آگ کو نہیں جلا سکتی اسی طرح برف بھی طبیعت واحد ہے اس سے حشرات پیدا ہوتے ہیں اور دریا کا پانی دو طبیعتیں رکھتا ہے۔ اس میں میڈھک مچھلی وغیرہ پیدا ہوتے ہیں حالانکہ دہریوں کا کہنا ہے کہ جب تک طبائع نہیں ملیں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی مؤثر سے اس کی مراد زحل تھا میں نے اس سے کہا مؤثرات کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے یعنی تمام موثرات اسی کی ردیف ہیں ان متعدد مؤثرات کے باوجود مؤثر قدیم کیسے ہوگا دو نحس سے مراد نجوم وسیارہ تھے جب وہ دونوں جمع ہوتے ہیں تو سعدین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ جب یہ ملتے ہیں تو نحس پیدا ہوتا ہے یہ حکم خدا نے اس لئے باطل کیا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ احکام کا تعلق مسخرات سے نہیں ہے کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ شہد اور شکر مل کر حنظل پیدا نہیں کرتے یہ ان کے بطلان عقیدہ کی دلیل ہے میں نے جو کہا کہ ہر ملحد ملحد ہے تو اس سے اس کا شریک مراد لیا تھا کیوں کہ لغت میں **الحد الرجل عن الدین** کا مطلب ہے وہ دین سے پھر گیا اور الحد کا مطلب ہے ظلم، ابوالعلاء اس کو سمجھ گیا اور اس نے آیت پڑھی: (۱)

﴿یا بنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم﴾

کہتے ہیں کہ ابوالعلاء جب عراق سے جانے لگا تو اس سے علم الہدیٰؒ کے متعلق پوچھا گیا اس نے دو شعر پڑھے مجھ سے علم الہدیٰؒ کے بارے میں پوچھنے والے سن لے کہ وہ ہر عیب وعار سے بری ہیں اگر تم ان کی خدمت میں چلے جاؤ تو دیکھو گے کہ بشریت ان کی ذات میں مجسم ہے اور زمانہ ان کے لحموں میں سمٹا ہے اور پوری زمین ایک گھر میں سمائی ہوئی ہے۔ (۲)

۱۔ الاحتجاج (ج۲ ص۶۱۲ نمبر ۳۶۲)

۲۔ بحارالانوار ج۴ ص۵۸۷ (ج۱۰ ص۴۰۶ باب ۲۶)

علم الہدیٰؒ اور ابن مطرز:

شریف مرتضیٰؒ اپنے دولت کدہ میں تشریف فرما تھے کہ ابن مطرز راستے سے گزرا، جوتیاں پھٹی ہوئی غبار میں اٹا ہوا۔ علم الہدیٰؒ نے فرمایا: تمہارے رکائب کا اشارہ جدھر تھا یہی ہے، آپ نے اس کے اس شعر کی طرف اشارہ کیا تھا:

اذا لم تبلغنی الیک رکائبی فلا وردت ماءً ولا رعت العشبا

اس نے کہا کہ جب آپ اس طرح عطا و بخشش کرتے ہیں کہ لینے والا نہیں ملتا پھر بھی میری یہ حالت ہے! یہ سن کر آپ نے اسے انعام اور خلعت عطا کرنے کا حکم دیا۔(۱)

علم الہدیٰؒ اور زعامت

علم الہدیٰؒ میں دینی و دنیوی ریاست کئی جہتوں سے جمع تھی۔

۱۔ان میں علمی سرشاری تھی کہ آپ کے سامنے بڑے بڑے علماء آپ کی ہیبت سے بت بنے رہتے افادات سے فیضیاب ہوکر نابغہ عصر اور دانشواران عہد دنیا میں بکھر گئے آپ نے اپنے شاگردوں کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا شیخ الطائفہ طوسیؒ ۱۲ دینار طلا اور قاضی ابوالبراج ۸ دینار اسی طرح تمام تلامذہ وظیفہ پاتے ایک دیہات صرف اس لئے وقف کر دیا تھا کہ اس کی آمدنی سے دانشوروں کے لئے لکھنے پڑھنے کا سامان فراہم کیا جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک سال قحط آیا ایک یہودی آپ سے تحصیل علم اور روزی کے انتظام کی غرض سے حاضر ہوا آپ نے اس کے لئے وظیفہ مقرر کر کے علم نجوم کی تعلیم دی آخر میں وہ مسلمان ہو گیا۔(۲)

۲۔شرافت حسب جو مقام نبوت کا لازمہ ہے آپ سید رضیؒ کے بعد طالبین کے نقیب النقباء مقرر ہوئے یہ منصب بڑا اہم تھا کیوں کہ تمام دنیا میں علویین کی حکومت تھی ان کے معاملات کا تصفیہ، تعلیم، تادیب اور فوجداری کے فیصلے چکانا اسی منصب سے متعلق تھا۔

۱۔درجات الرفیعہ (۴۶۱) ۲۔الدرجات الرفیعہ (۴۶۰)

۳۔ پدری و مادری جہت سے خاندانی عظمت یہ ہے کہ دونوں طرف علماء وزعماء کی قطار لگی ہے ،لیاقت وفرمانروائی کا دور ودوراں ہے دور اندیشی کی وجہ سے امیر الحاج مقرر ہوئے۔

۴۔عوام کی نظر میں آپ کا جلال و جمال یہ تھا کہ خود آپ کی ذات نے تیس سال تک نقیب نقباء کا منصب بحسن وخوبی انجام دیا۔(۱)

قادر باللہ کی طرف سے فرمان نقیب النقباء میں ان کی خاندانی وجاہت وعلمی عظمت کا اقرار کیا گیا۔ پھر آپ کو علم الہدیٰ کا لقب اس لئے دیا گیا کہ ۴۲۰ھ میں وزیر ابوسعید بیمار ہوا اس نے خواب میں امیر المومنین حضرت علیؑ کو دیکھا فرمارہے ہیں کہ علم الہدیٰ سے تعویذ مانگو کر پہن لو اچھے ہو جاؤ گے۔ پوچھا علم الہدیٰ کون ہے فرمایا علی بن حسین موسوی ،اس دن سے ابوسعید آپ کو علم الہدیٰ کے نام سے پکارنے لگا۔

آپ کا ایک لقب ثمانین بھی تھا۔آپ کے کتب خانہ میں اسی ہزار کتابیں تھیں۔آپ کی زمینداری میں ۸۰ آبادیاں تھیں۔(۲)

اکثر معلقات زندگی میں عدد اسی کا عمل دخل ہے۔آپ کی عمر بھی اسی سال ہوئی۔آپ کی ایک کتاب بھی بنام ثمانون ہے۔

ولادت وفات:

علم الہدیٰ رجب ۳۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور بروز یکشنبہ ۲۵ ربیع الاول ۴۳۶ھ میں وفات پائی تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے، کچھ تذکرہ نگاروں نے اختلاف بھی کیا ہے۔(۳)

۱۔(صحاح الاخبار ص:۶۱،مستدرک الوسائل ج۳:ص۵۱۶)

۲۔(محقق ثانی کا رسالہ خراجیہ ص۸۵)

۳۔(عمدۃ الطالب ص۲۰۵ اور صحاح الاخبار میں ۱۵ ربیع الاول ،تاریخ کامل ج۶ ص۱۲۶ میں آخر ربیع الاول ،المجدی (ص۱۲۶) میں ۴۳۶ھ کے آخری ایام،اور شہید اول نے ۲۶ ربیع الاول تحریر کیا ہے۔)

ابوالحسن نجاشی اور سلار دیلمی نے مل کر غسل دیا اور آپ کے فرزند نے نماز جنازہ پڑھائی۔(۱)

اسی دن وقت غروب سپرد لحد کر دئے گئے اس کے بعد حائر حسینیؑ میں منتقل کئے گئے اپنے بھائی کے پہلو میں آپ کا مرقد مشہور ہے۔(۲)

سید مرتضیؒ کے بارے میں کچھ مہمل باتیں بھی کہی گئی ہیں مثلاً ان کا میلان معتزلیوں کی طرف تھا یا یہ کہ نہج البلاغہ آپ ہی کی اختراع ہے ابن حزم، ابن خلکان، ابن کثیر اور ذہبی کے بعد آنے والوں نے بھی یہی گہار مچائی ہے(۳)

خود تالیفات علم الہدیٰؒ ان کی تردید کر سکتی ہیں نیز یہ کہ میں نے سید رضیؒ کے حالات میں تالیف نہج البلاغہ پر مفصل بحث کی ہے ابن کثیر نے بدایہ(۴) میں ابن خلکان پر دشنام طرازی کی ہے کیوں کہ اس نے علم الہدیٰؒ کی مدح وثنا کی اور شیعوں کے علماء کو اچھے لفظوں کے ذریعہ یاد کیا ہے برتن سے وہی باہر آتا ہے جو اس میں ہوتا ہے اس کی یاوہ گوئیوں کو نظر انداز کرنا ہی مناسب ہے ﴿واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً﴾

شعری انتخاب

علم الہدیٰؒ کے افتخارانہ اشعار جن میں اپنے دشمنوں اور حاسدوں کی مذمت کی ہے اکثر اشعار ہیں مطلع یہ ہے۔(۵)

اما الشباب فقد مضت ایامه   واستل من کفی الغداة زمامه

۱۔رجال نجاشی ص۱۹۳(ص۲۷۱نمبر۷۰۸)

۲۔عمدۃ الطالب فی المناقب آل ابی طالب(ص۲۰۵)صحاح الاخبار، الدرجات الرفیعہ(ص۴۶۳)۔

۳۔(جرجی زیدان کی آداب اللغۃ ج۱ص۲۸۸)مولفات جرجی الذیدان ج۱۴ص۱۳۸زرکلی کی الاعلام ص۶۶۷ج۴ص۲۷۸۔

۴۔البدایہ والنھایہ ج۱۲ص۵۳(ج۱۲ص۶۷)

۵۔دیوان مرتضیؒ ج۲ص۳۹۳)

ایک امام حسینؑ کا مرثیہ ہے جس میں ۴۸ اشعار ہیں۔(۱)

انتم علی اللہ نزول و ان خال اناس انکم فی الثری

قد جعل اللّٰہ الیکم کما علمتم المبعث والمحشرا

فان یکن ذنب فقو لوا لمن شفعکم فی العفو ان یغفر

اپنی تعریف میں ان کا قصیدہ ۶۹ شعروں پر مشتمل ہے اور دوسرے افتخار میں ۵۹ شعر ہیں ایک امام حسینؑ کا مرثیہ ۵۲ اشعار پر مشتمل ہے۔

یا دار دار الصوم القوم کیف خلا افقک من انجم؟!(۲)

دوسرا مرثیہ جس میں ۵۶ اشعار ہیں:

هل انت راث لصب القلب معمود دوی الفواد بغير الخرد الخود(۳)

تیسرا مرثیہ امام حسین ۲۵ اشعار کا ہے۔

یا یوم ای شجی بمثلک ذاقه عصب الرسول و صفوه الرحمان(۴)

چوتھا مرثیہ یہ ہے۔

اسقی نمیر الماء ثم یلذلی و دور کم ال الرسول خلاء؟!(۵)

پانچواں مرثیہ:

لک اللیل بعد الذاهبین طویلا و وفد هموم لم یردن رحیلاً(۶)

ایک موعظہ ہے جس میں ۴۵ اشعار ہیں۔

۱۔(دیوان مرتضیٰ ج ۱ ۴۸۷)

۲۔دیوان مرتضیٰ ج ۲ ص ۴۸۲۔

۳۔دیوان مرتضیٰ ج ۱ ص ۴۳۶۔

۴۔دیوان مرتضیٰ ج ۲ ص ۵۶۰۔

۵۔دیوان مرتضیٰ ج ۱ ص ۱۵۹۔

۶۔دیوان مرتضیٰ ج ۲ ص ۳۱۱۔

لا تـسـقـربـن عـضـيهة　　ان الـعـضـايـة مـخـزيـات(۱)

اپنے استاد شیخ مفیدؒ کا مرثیہ جس میں ۱۳۹ اشعار ہیں۔

مـن عـلـى هـذه الـديـار اقـامـا؟!　　او ضـفـا مـلـبـس عليه و داما؟!(۲)

۱۔ دیوان مرتضیٰؒ ج ۱ص ۱۷۲۔

۲۔ دیوان مرتضیٰؒ ج ۲ص ۲۳۸۔

ابو علی بصیر

وفات ۴۲۲ھ

''پاک ہے وہ ذات جس کا آسمان و زمین میں کوئی مثل و نظیر نہیں
اپنے اقتدار و قدرت کو تمام عالموں پر محیط کر رکھا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔

اور خاتم المرسلینؐ ہمارے نبی ہیں، آسمان کے پروردگار نے ان کا نام احمدؐ رکھا ہے۔
ان کی بعثت کے دن زمین جگمگا اٹھی اور حق تمام کائنات میں واضح ہو گیا
غدیر کے دن حیدرؑ کو آپ نے اپنا بھائی بنایا اور آپ خود ان کے بھائی ہو گئے۔
اور آپ نے مشرکین سے مباہلہ کیا فاطمہؑ، ان کے شوہر اور ان کے دونوں بچوں کو ساتھ لے کر۔ یہ پانچ تن ہیں جن کی بدولت دنیا والوں پر خداوند عالم رحم کرتا ہے، ان کے وسیلہ سے دعا قبول کرتا ہے اور انہیں سے لو لگائی جاتی ہے''۔

شاعر کا تعارف

ابو علی بصیر.... نابینا تھے، حسن بن مظفر نام تھا، نیشاپور کے رہنے والے تھے، اصل وطن خوارزم تھا۔ ابن شہر آشوب نے انہیں تقویٰ شعار شعرائے اہل بیتؑ میں شمار کیا ہے۔(۱) ابن ارسلان نے اپنی تاریخ

۱۔ سماوی کی الطلیعہ فی شعراء الشیعہ، جزء اول، معجم الادباء (ج ۹ ص ۱۹۲)

میں ان کی بڑی مدح وثنا کرتے ہوئے کہا ہے: وہ خوارزمیوں کی ادب پروری کرتے، ادب آموز اور ادب وفن کے محاسن کی بھرپور واقفیت رکھتے تھے۔(۱)

ان کی کتابوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ تہذیب دیوان ادب ۔۔۔ ۲۔ اصلاح منطق

۳۔ ذیل تتمہ تیمیہ ۔۔۔ ۴۔ شعری دیوان دو جلدیں

۵۔ دیوان رسائل ۔۔۔ ۶۔ محاسن من اسمہ الحسن

۷۔ زیادات اخبار خوارزم

نمونۂ کلام

اهلا بعيش كان جد موات ۔۔۔ احيا من اللذات كل موات

ايام سرب الانس غير منفر ۔۔۔ او الشمل غير مروع بشتات(۲)

مدحیہ شاعری کا نمونہ

جبينك الشمس فى الاضواء و القمر ۔۔۔ يمينك البحر فى الارواء المطر

و ظلك الحرم المحفوظ ساكنه ۔۔۔ و بابك الركن للقصاد الحجر

و سيبك الرزق مضمون لكل فم ۔۔۔ و سيفك الاجل الجارى به القدر

انت الهمام بل البدر التمام بل الس ۔۔۔ يف الحسام بل الصارم الذكر

و انت غيث الانام المستغاث به ۔۔۔ اذا أغارت على ابنائها الغير

۱۔ معالم العلماء (۱۵۲)

۲۔ معجم الادباء ج۹ ص۱۹۲

تغزل کے اشعار یہ ہیں:

اریاشمال؟! ام نسیم من الصبا اتاناطروقا؟! ام خیال لزینبا

ام الطالع المسعود طالع ارضنا فاطلع فیھا للسعادة کوکبا؟!

ابوعلی کا بیان ہے کہ میں نے شاعر ہودار کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: تم دارفنا سے ابدی گھر میں پہونچ گئے، کیا وہاں سکون ہے؟ جواب دیا: نہیں! یہاں ابدی عذاب سے دوچار ہوں، اندھیرا گھر ہے، جہاں کافروں فاجروں کو رکھا گیا ہے، اپنے اہل وعیال سے کہہ دو کہ مسلمان مرو، کیوں کہ خدا کے یہاں کافروں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ابوعلی کے فرزند، ابوحفص عمر بھی فقیہ، فاضل اور ادیب تھے، ان کا انتقال شعبان ۳۲ھ میں ہوا۔(۱)

۱۔معجم الادباءج۹ص۱۹۸، ۱۹۱

ابوالعلا المعری

ولادت ۳۶۳ھ

وفات ۴۴۹ھ

گیارہ اشعار میں سے آخری دو شعروں کا ترجمہ جو غدیر اور تشیع سے متعلق ہیں:

لعمرک ما اسر بیوم فطر　　ولا اضحی و لا بغدیر خم

''تیری جان کی قسم! نہ تو میں عید فطر میں مسرور ہوتا ہوں، نہ عید الضحیٰ میں، نہ عید غدیر میں اکثر دیکھتا ہوں کہ سرگشتۂ راہ تشیع گمراہی کا شکار ہیں کیوں کہ وہ اپنے کو شہر قم کی طرف منسوب کرتے ہیں''۔

شعر اور شاعر پر تحقیقی نظر

یہ اشعار ابو العلاء معری کے قصیدے کے ہیں جسے ''لزوم مالا یلزم'' میں نقل کیا گیا ہے، مصری شارح نے غدیر خم کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مکہ و مدینہ کے درمیان تین میل کے فاصلے پر جحفہ کا مقام ہے، ابو العلاء نے اس مصرع میں ''ولا اضحیٰ ولا بغدیر خم'' مذہب تشیع کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی غدیر خم میں رسول خداؐ نے آخری حج سے واپس ہوتے ہوئے علیؑ کے بارے میں فرمایا تھا: جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں، خدایا! جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ جو اسے دشمن رکھے تو اسے دشمن رکھ، شیعہ وہاں کی زیارت کو جاتے ہیں۔ بنابرایں شیعوں کا شاعر کہتا ہے:

ویوما بالغدیر غدیر خم ابان له الولایه لو اطیعا (۱)

مناسب ہے کہ ان شعروں کی شرح میں الغدیر جلد اول کا مطالعہ کیا جائے، جس میں طبقات راویان حدیث اور اس شارح مصری کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

شاعر

اکثر لوگوں نے ابوالعلاء معری کے حالات لکھے ہیں، جو لوگوں میں کافی مشہور ہیں، اس کا شعری دیوان اس کے نابغۂ عصر ہونے پر گواہ ہے، عمر بن احمد حلی نے اس کے حالات پر بہترین کتاب ''الانصاف والتحری فی دفع الظلم والتجری عن ابی العلاء معری'' لکھی ہے۔ اس کتاب کا خلاصہ تاریخ حلب جلد چہارم میں کیا گیا ہے۔ (۲)

اس کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

نسب	خاندانی حالات
خانوادہ	ولادت وتربیت
علمی اشتغال ومشائخ رواۃ وقراء کتاب	تالیفات لگ بھگ ۶۵ رسائل
سفر بغداد اور معری واپسی ذکاوت وذہانت	خلفاء وامراء کے یہاں عظمت
دولت کی کمی کے باوجود سخاوت عفت	ایک فصل کتاب فصول وغایات سے
ابوالعلاء سلاطین کی نظر میں	بدعقیدہ کہنے والوں پر ایک نظر
خوش عقیدہ کہنے والے	وفات ومراثی
حسن عقیدہ پر آخری بات	

۱۔ یہ شعر کمیت کا ہے، پہلا مصرع صحیح یہ ہے: ویوم الدوح دوح غدیر خم

۲۔ اعلام النبلا بتاریخ حلب الشہباز ج۴ ص ۱۸۰، ۷۷ (ج۴ ص ۷۲، ۱۸۰، ۷۷، نمبر ۶۳)

المويدفی الدین

وفات ۴۷۰ھ

۶۷رشعروں کے قصیدے میں علامہ امینیؒ نے یہاں ۳۶رشعر درج کیے ہیں،موضوع ولایت سے متعلق ۷اشعروں کا ترجمہ پیش ہے(شعر۲۰تا آخر):

''جمہور کے افراد جوتعداد میں زیادہ ہیں، کہتے ہیں کہ کوثر وسلسبیل ہمارے لئے ہے۔اس دنیا کے بعداس دنیا میں پاکیزہ اوراچھا کھانا پانی ملے گا،ان کی تمام باتیں بازاری اور پروپگنڈہ ہیں۔عقل کی روشنی میں ناقابل قبول۔جس امت نے امام کاحق امامت ضائع کیا۔

وہی سیاہ کاروظلوم وجہول ہے۔بدگوہر،انسان لیکن شیطان صفت،فریب کاروذلیل ہے،گمراہ، رشتہ دین میں سرگشتہ،ان پروائے ہوانہوں نے میدان کربلا میں اساس دین کوالٹ دیا،اس اجمال میں بڑی تفصیل پوشیدہ ہے۔

انہوں نے دین کی مہارعورتوں اورہجڑوں کے حوالے کردی،ایسے کمزوروں کے ہاتھوں میں کہ جن میں رہبری کی صلاحیت نہ تھی''۔

آگے فرماتے ہیں:

اگروہ چوپائے حقیقت ہوتے تواس بات کی پیروی کرتے کہ جب رسولؐ نے قیام فرمایاتھا،اس سلسلے میں آیت بلغ نازل ہوئی تھی،غدیرخم میں،جبریل یہ آیت لے کرنازل ہوئے تھے،وہی مرتضی علی ،صاحب حق ولایت،آیات قرآنی اس پرگواہ ہیں۔

دنیاوالوں پرحجت خدا،دشمنوں کے سرپراپی ہوئی تلوار

انہوں نے عناد و انکار میں صاحب فرمان کو نظر انداز کیا حالانکہ وہ تمام دنیا والوں سے بہتر تھے،اہل بیتؑ وہ ہیں کہ جن کے متعلق حلال وحرام بنانے والے قرآن میں آیات نازل ہوئیں ،وہ اندھے پن اور جہالت سے امان ہیں وہ صراط مستقیم ہیں اور وسیع سایۂ الٰہی ہیں''۔

دوسرا قصیدہ

۵۱/اشعار پر مشتمل ہے۔پانچ اشعار کا ترجمہ پیش ہے:

''یہ درخشاں قبہ،قبہ حیدر ہے جو وصی رسولؐ اور خدا کی طرف سے ہادی بنائے گئے تھے۔

رسول مصطفیؐ کے وصی اور ان کے ابن عم تھے،جنہیں رسول نے غدیر خم میں مولا بنایا۔

جن کے لئے ایک قوم تو مناسب بات کہتی ہے اور ایک قوم مسیح کی طرح حد سے تجاوز کر جاتی ہے۔

بڑا مزہ آتا ہے اس کے روضہ کی ضریح کے گرد طواف کرنے ،نماز پڑھنے اور خشوع برتنے میں''۔

تیسرا قصیدہ

۶۰/اشعار میں سے چھ شعروں کا ترجمہ پیش ہے

ہائے آل رسولؐ کے شیعوں کو قتل کیا گیا ظلم وستم سے اور ان کی ہتک حرمت کی گئی ،افسوس ہائے افسوس کہ ان کا خون بہایا گیا،ان کے سر تن سے جدا کئے گئے۔

ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ وصی رسول کو اپنا امیر تسلیم کرتے تھے۔

جس طرح ان لوگوں نے دشمنی قریش کا بہانہ کیا اور غدیر کے فرمان ولایت کو چھوڑ دیا۔

اے بدترین قوم!تم نے شقاوت وعناد میں راہ ہدایت کو مسدود کر دیا،آفتاب ہدایت کے چہرہ کو تیرہ وتاریک کر دیا۔

قیامت میں شافع محشر تمہارے حریف ہوں گے،خدا کی طرف سے جہنم میں تمہارا ویل وثبور ٹھکانا ہے۔

شعری تحقیق

یہ قصیدہ موید نے فتنہ بغداد کے سلسلے میں کہا تھا جو ۴۴۳ھ میں واقع ہوا، شیعوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے کیوں کہ وہ روضہ امام موسیٰ کاظمؑ کے جواری تھے اور وہاں پناہ گزیں تھے۔

کامل بن اثیر میں اس فتنہ کا سبب یوں مندرج ہے کہ اہل کرخ نے دروازہ سماکین بنانا شروع کیا اور قلائین بقیہ باب مسعود بنانے لگے، کرخ والوں نے مکمل کر کے اس کے میناروں پر سنہرے حروف سے "**محمد علی خیر البشر**" لکھ دیا، اہل سنت نے منع کیا وہ کہتے تھے کہ "**محمد و علی خیر البشر فمن رضی فقد شکر و من ابی فقد کفر**" لکھا گیا ہے۔ کرخ والوں نے کہا کہ ہم نے وہی لکھا ہے جو پہلے سے یہاں لکھا ہوا تھا، ہماری مسجدوں میں یہی لکھا رہتا ہے، خلیفہ قائم بامر اللہ نے عباسیوں کے نقیب اور علویوں کے نقیب فرزند سید رضی کو تحقیقات پر مامور کیا، ان دونوں نے خلیفہ کو رپورٹ دی کہ کرخ والوں کی بات صحیح ہے، انہوں نے اپنے رواج سے زیادہ نہیں لکھا ہے، خلیفہ نے حکم دیا کہ الملک الرحیم کے کارندوں سے جنگ نہ کریں لیکن اہلسنت نے حکم نہیں مانا۔

اسی درمیان ابن مذہب قاضی اور زہیری وغیرہ جو حنبلی اور عبدالصمد کے ساتھی تھے، شیعوں کو جنگ پر ابھارنے لگے، الملک الرحیم کے کارندوں نے بھی رئیس الروساء کے عناد میں اس فتنہ کو ہوا دی اور خاموش تماشائی بنے رہے۔

دوسری طرف اہل سنت نے شیعوں پر آب دجلہ روک دیا حالانکہ نہر عیسی باندھ کے طور پر تھی، شیعوں کے لئے پریشانی بڑھ گئی، کچھ لوگ ہمت کر کے دجلہ سے مشکوں میں پانی بھر لائے اور پھر عرق گلاب چھڑک کے آواز دی۔ پانی سب کے لئے ہے۔ سنیوں کو اس پر بڑا غصہ آیا رئیس الرؤسا شیعوں پر سختی کرنے لگا، شیعوں نے مجبوراً خیر البشر کو کاٹ کر علیہما السلام لکھ دیا پھر بھی سنی نہ مانے، وہ کہتے تھے کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک محمد و علی کے نام کو نہ مٹا دیا جائے اور اذان میں حی علی خیر العمل نہ ختم کر دیا جائے، شیعہ کبھی ماننے پر آمادہ نہ تھے، اس طرح ہنگامہ ۳ ربیع الاول تک چلتا رہا، اسی درمیان ایک مرد ہاشمی سنی قتل کر دیا گیا، وہ لوگ اس کی لاش کو حربیہ کوچہ دروازہ بصرہ وغیرہ میں گھمانے

لگے بہت سے لوگ جمع ہوگئے، جب اس کی لاش کو مقبرہ احمد بن حنبل میں دفن کیا گیا تو اچھا خاصا مجمع ہوگیا وہاں سے نکل کر یہ لوگ تبن کی طرف مشہد کی راہ میں چلے، دربان نے دروازہ بند کرلیا وہ نقب زنی پر آمادہ ہوگئے اور ڈرانے دھمکانے لگے، دربان نے ڈر سے دروازہ کھول دیا، وہاں سنیوں نے گھس کر خوب لوٹ مار مچائی، سونے چاندی کے آلات، قندیل وغیرہ اور حرم کو تباہ کردیا، آدھی رات کو غارت گری سے باز آئے۔

دوسرے دن صبح کو پھر روضہ میں گھس گئے، تمام قبرستان میں آگ لگادی، ضریح موسی بن جعفر اور ضریح محمد بن علی کو مع دیوار قبہ جلا ڈالا، بنی بویہ کے تمام بادشاہوں کی قبریں جلا ڈالیں، وزیروں ، رئیسوں وغیرہ کی قبریں بھی نذر آتش کردیں۔

دوسرے دن پانچ ربیع الاول تھی، اس دن بھی روضہ مبارک کو لوٹا تربت موسی بن جعفر اور محمد بن علی کو کھودنا چاہا تاکہ جسد اطہر کو نکال لیں اور مقبرہ احمد بن حنبل میں دفن کریں اس قدر لوٹ مار مچائی کہ نشان قبر تک مٹ گیا، غبار سے وہ جگہ اٹ گئی۔

اسی درمیان عباسیوں کا نقیب اور تمام ہاشمی اور اہل سنت حالات سے مطلع ہوئے اور لوٹ مار کو روکا۔
ادھر شیعوں نے خانقاہ حنفی پر ہجوم کیا اور اسے لوٹ لیا، وہاں کے مدرس ابوسعد سرخی کو قتل کر ڈالا، مدرسے کے تمام کمرے جلا ڈالے۔

ہنگامہ جانب غربی سے مشرقی جانب پھیل گیا، دروازہ طاق، بازار بخ بھی ہنگامے کی لپیٹ میں آگئے، امام موسی کاظمؑ کے روضے کی آتشزنی کی خبر نورالدولہ کو ہوئی، اسے بہت غصہ آیا، کیوں کہ وہ اور علاقۂ نیل کے تمام باشندے شیعہ تھے، اس لئے خطبہ جمعہ میں جو قائم بامراللہ کا نام لیا جاتا تھا، سب نے بیک زبان اعتراض کرکے اسے روک دیا، اس سلسلے میں امام کو سرزنش کی گئی تو اس نے کہا کہ میں لوگوں کی مخالفت کی تاب نہیں لاسکتا تھا، سب نے بیک زبان کہا تھا، اس لئے میں نے خطبہ میں نام ترک کردیا، خلیفہ میں اس شورش کو دبانے کی تاب نہیں تھی، لیکن کچھ دن بعد پھر نام بحال ہوگیا۔

ابن جوزی نے منتظم میں کچھ اضافہ کیا ہے:

عیار طقطقی جو اہل درزی جان سے تھا اس نے خروج کیا، جب اسے جیل بھیجا گیا تو اس نے توبہ کرلی تمام لوگ بغاوت پر آمادہ تھے، دیوار قبہ موسی توڑ ڈالا، مقبرے میں جو کچھ تھا لوٹ لیا بہت سے لوگوں کو قبر سے نکال کر ان کا جسد جلا ڈالا، جیسے عونی، ناشی جذوعی کچھ لوگوں کا جسد دوسرے قبرستان میں منتقل کردیا، نئی پرانی قبروں کو جلا ڈالا، روضۂ مبارک پورا جل گیا، دوضریحوں کو کھودنے لگے کہ مقبرہ احمد حنبل میں منتقل کردیں نقیب اور دوسرے لوگ اس سلسلے میں مانع ہوئے۔(۱)

مزید معلومات کے لئے شذرات الذہب اور تاریخ ابن کثیر دیکھیں۔(۲)

شاعر کے حالات

ہبۃ اللہ بن موسی بن داؤد، شیرازی، المویدفی الدین، داعی الدعاۃ، منفرد عالم اور ممتاز شخصیت کے حامل تھے، دانش و ادب کے مشاہیر میں ان کا نام آتا ہے، عربی علوم پر مہارت تھی۔ اگرچہ انہوں نے فارس کی سرزمین پر آنکھ کھولی لیکن ادب عربی سے بہرہ وافی پایا، شعر وشاعری میں بھی کمال حاصل کیا، ایام جوانی ہی سے فاطمین کے مبلغ رہے، بڑی وسیع تبلیغی خدمات ہیں، خود انہوں نے مستنصر باللہ کے سامنے یہ اشعار پڑھے، جن کا مفہوم ہے کہ میں مبلغین کا استاد اور اس فن میں لاثانی ہوں۔

انہوں نے اپنے عقیدے کے لئے بڑے شدائد برداشت کئے، حادثات کا سامنا کیا لیکن تبلیغ کی راہ میں ہر مصیبت ہیچ نظر آتی تھی، ان کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ ۴۲۹ھ میں اہواز کا سفر کیا، کیونکہ ان کے اور سلطان ابو کالیجار کے مابین کدورت وعناد ہوگیا، حالانکہ انہوں نے اس کی مدح میں ۵۴ اشعار کا قصیدہ کہا تھا لیکن اس کی خوشنودی خاطر جلب نہ کرسکے، ناچار گھبراہٹ میں بھاگ گئے، اہواز میں بھی سلطان سے امان کی سبیل نظر آئی، وہاں سے حلہ علاقہ خوزستان میں پناہ لی، وہاں سات مہینے رہے پھر وہاں بے حمایت کی امید لیکر ابو منیع ''والی موصل'' کے یہاں گئے، وہاں بھی پناہ نہ ملی تو مصر چلے گئے،

۱۔ المنتظم ج۸ص۱۵۰(ج۱۵ص۳۳۰حوادث۴۴۳)

۲۔ شذرات الذہب ج۳ص۲۷۰(ج۵ص۱۹۱حوادث۴۴۳ھ)؛ البدایۃ والنہایہ ج۱۲ص۶۲(ج۱۲ص۷۹حوادث۴۴۳ھ)

وہاں کچھ دن رہ کے شام گئے، وہاں سے پھر مصر چلے آئے اور وہیں بقیہ زندگی گذاری ۴۷۰ھ میں انتقال کیا۔

آپ کی علمی حالت کا پتہ تالیفات سے چلتا ہے، کلام و مناظرہ پر اور ابوالعلاء کے مسئلہ گوشت خوری پر رسالہ لکھا ہے، اچھے مناظر بھی تھے، علماء شیراز اور اہل خراسان سے مناظرے کئے، تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:

مجالس مویدیہ	مجالس مستصریہ
دیوان موید	سیرۂ موئد
شرح عماد	ایضاح وتبصیر درفضیلت روز غدیر
ابتداء وانتہاء	جامع الحقائق
قصیدہ اسکندریہ	نہج العبارۃ
سوال وجواب	اساس التاویل

ابن جبر مصری

ایک سو چھ شعروں کا قصیدہ ہے(۱)، جس کا مطلع یہ ہے:

یـا دار غـادلـی جدید بلاک رث الجدید فهل رثیت لذاک؟!

موضوع غدیر سے متعلق:

یـا امة ضلـت سبیل لـذاک

''یاشبہ امت سرگشتہ گمراہ، تمہارے خام پیر صاحب نے تمہیں گمراہی کی راہ پر ڈال دیا۔ وہ خائن تھے جنہیں امین سمجھتے ہو، حق امانت ضائع کیا''۔

آگے کہتے ہیں:

و غـدرت بـالـعهـد المو کد عقده یـوم'' الـغـدیر'' له فماعذراک

''اور یوم غدیر خم جو تم سے تاکیدی عہد لیا گیا تھا، اس کے ساتھ غداری کی، تو تم بدعہدی کی معذرت میں کیا کہو گے؟

حق سے منہ پھیر لیا، باطل کی طرف دوڑ پڑے بہت جلد اپنا انجام دیکھو گے، خدا کے لئے بتاؤ کہ تم نے ایسے وصی رسول سے روگردانی کی کہ ان کی جوتیوں کا پاسنگ بھی دوسرے لوگ نہیں۔

قسم خدا کی! محبت حیدرؑ وہی نعیم ہے جس کے متعلق قیامت میں باز پرس ہوگی لیکن اس خاندان سے عناد نے تمہیں دھتکار دیا۔ جو تمام علوم کا دانا اور تمام مشکل مسائل کا حل کرنے والا تھا۔ تم اس کا تقابل

۱۔ اعیان الشیعہ جز ۱۵ ص ۲۶۳ (ج ۴ ص ۶۳)

ایسے شخص سے کرتے ہو جس پر شیطان سوار رہتا ہے، خود اس کی گواہی اس بارے میں ہے جو کافی ہے۔
جس نے بروز جنگ ہر ایک کی گردن اڑائی اور کمر سے دو ٹکڑے کئے، جبریل نے اس کی صولت وسطوت دیکھ کر آواز دی۔ ذوالفقار کی طرح کوئی تلوار نہیں اور علیؑ کی طرح کوئی جوان نہیں۔ ایسے کا تقابل ایسے بزدل سے کرتے ہو جو جنگ کی ہول سے میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا تھا۔

شاعر کا تعارف

ابن جبر مصری.... فاطمین کے خلیفہ ''مستنصر باللہ'' کے وقت کے شاعر ہیں، ان کی پیدائش ۴۲۰ھ میں ہوئی اور وفات ۴۸۷ھ میں۔

مقریزی نے اس کا تذکرہ خطیط میں مراسم افتتاح خلیج کے موقع پر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شاعر ابن جبر کے نام سے معروف تھے قصیدہ کہا، جس کے دو شعر یہ ہیں:

فتح الخليج فسال منه ماء — وعلت عليه الراية البيضاء

فصفت موارده لنا فكانه — كف الامام فعرفها الاعطاء

لوگوں نے اعتراض کیا کہ خلیج سے تو صرف پانی ہی نکلتا ہے، یہ کس قسم کا شعر ہے، شاعر نے بقیہ قصیدہ نہیں پڑھا۔

پانچویں صدی کے شعراء کے دوسرے قصائد بھی ہیں، مثلاً ابن طوطی واسطی، خطیب منبجی، علی بن احمد مغربی۔ ان قصائد کو مناقب بن شہر آشوب، تفسیر ابو الفتوح رازی، صراط مستقیم بیاضی در النظم ابن حاتم وغیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے، لیکن ان سے اس لئے نقل کرنے سے اعراض کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کے حالات زندگی معلوم نہ ہوسکے۔ اتنا ہی معلوم ہوسکا کہ یہ شعراء عندلیبان غدیر میں ہیں، حدیث غدیر کو ان شعراء نے نظم کیا ہے اور لفظ مولی کو مفہوم امامت ہی میں نظم کیا ہے یعنی زعامت کبری دینی، اولویت امور دین ودنیا۔

عندلیبان غدیر

(چھٹی صدی ہجری)

۱۔ابوالحسن فنجکردی
۲۔ابن منیر طرابلسی
۳۔قاضی ابن قادوس
۴۔ملک صالح
۵۔ابن عودی نیلی
۶۔قاضی جلیس
۷۔ابن مکی نیلی
۸۔خطیب خوارزمی
۹۔فقیہ عمارہ

ابوالحسن فنجکردی

لاتنکرن غدیر خم انہ کالشمس فی اشراقھا بل اظھر
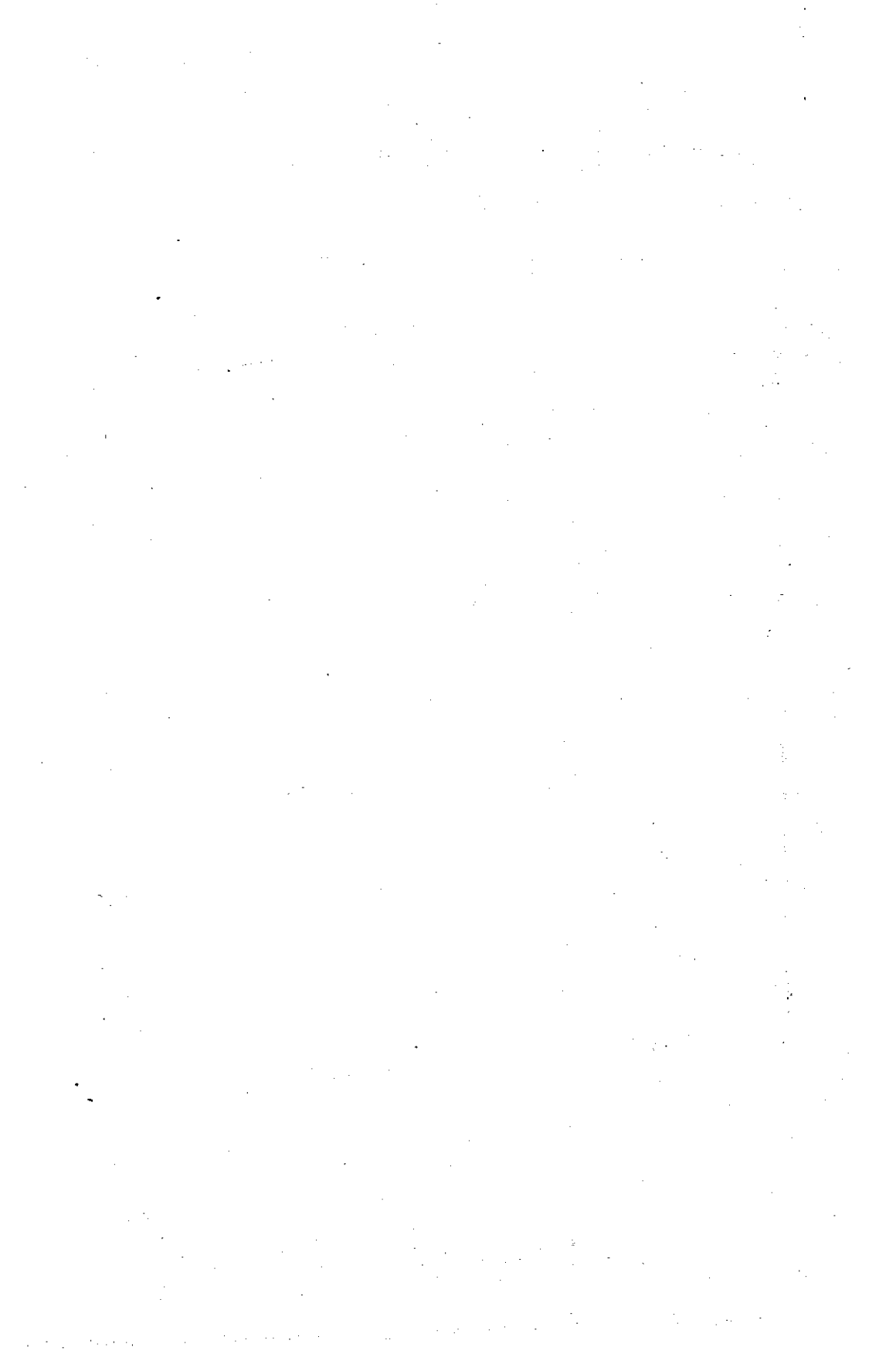
''ہرگز غدیر خم کا انکار نہ کرنا کیونکہ وہ دو پہر کے سورج کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے
، جو حدیث محکم سند کے ساتھ اشراف کائنات احمد مصطفیؐ سے ملے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔
اس حدیث غدیر میں حیدرؑ کی امامت، ان کا جلال اور کمال قیامت تک کے لئے مذکور ہے۔
اس کی روشنی میں جو شخص ولایت مرتضیٰؑ کا اقرار کرلے اس کے لئے لازم ہے کہ انہیں سے احکام
خداوندی کو حاصل کرے اور انہیں کے آثار کی پیروی کرے''۔

شعری تتبع

فنجکردی کے معاصر شیخ فتال نے روضۃ الواعظین میں، ابن شہر آشوب نے مناقب میں، قاضی نے
مجالس میں اور قطب الدین اشکوری نے محبوب القلوب میں، ان کے علاوہ صاحب ریاض العلماء نے
ان اشعار کو نقل کیا ہے، (۱) مناقب ابن شہر آشوب اور مجالس المومنین و ریاض العلماء میں یہ اشعار بھی
ہیں: (۲)

۱۔ روضۃ الواعظین ص۹۰ (۱۰۳)؛ مناقب آل ابی طالب ج۱ ص۵۴۰ (ج۳ ص۵۵)؛ مجالس المومنین ۲۳۴ (ج۱ ص۵۶۳)؛
ریاض العلماء (ج۳ ص۳۵۳)؛ محبوب القلوب (ج۲ ص۳۲۳)

۲۔ مناقب آل ابی طالب ج۱ ص۵۴۰ (ج۳ ص۵۵)؛ مجالس المومنین ۲۳۴ (ج۱ ص۵۶۳)؛ ریاض العلماء (ج۳ ص۳۵۳)

یوم الغدیر سوی العیدین لی عید

''میرے لئے عید الفطر اور عید الضحیٰ کے علاوہ ایک اور عید بھی ہے جس کا نام ''عید غدیر'' ہے جس میں سادات مسرور اور سلاطین شاداں ہوتے ہیں۔

اس دن مرتضیٰؑ نے امامت پائی اور اس میں ان کے لئے شرافت ومجد وبزرگی ہے۔

اس دن احمد مجتبیٰؐ نے دن چڑھے تمام کالے گورے مجمع میں آپ کی امامت کا اعلان فرمایا۔

پس خدا ہی کی حمد ہے جو کبھی منقطع نہ ہو کہ اس نے احسانات والطاف وکرم سے بہرہ مند فرمایا''۔

بلاشبہ فنجکردی جیسا کہ حالات زندگی سے معلوم ہوگا کہ ائمہ لغت میں سے تھے، انہیں الفاظ کے حقائق معانی اور اس کے محل استعمال کی بھرپور واقفیت تھی، وہ گفتگو کے تصریحات اور لہجے نیز تعبیراتی مفہوم پر عبور رکھتے تھے، انہوں نے اپنے ان اشعار میں لفظ مولا کا مفہوم امامت اور احکام دین میں مرجعیت ہی سمجھا ہے، ان کے موتیوں جیسے یہ اشعار ہمارے استدلال کا بہترین ثبوت ہیں، کیونکہ ہم لفظ مولا کو امامت ہی کے معنی میں سمجھتے ہیں۔

شاعر کے حالات

استاد ''ابوالحسن علی بن احمد'' نیشاپور کے دیہات فنجکردی کے رہنے والے تھے (۱)، مرد میدان ادب اور لغت کے حاذق امام سمجھے جاتے تھے، اسی کے ساتھ وہ فقہاء ومحدثین میں بھی شمار کئے جاتے تھے۔

سمعانی انساب میں کہتے ہیں: علی بن احمد فنجکردی ادیب توانا اور سلیس نظم ونثر کے ماہر تھے تمام عمر بلکہ بڑھاپے میں بھی احساس ذوق ادب سے سرشار رہے، لغت کے اصول یعقوب بن احمد سے حاصل کئے، پاکدامن، بے تکلف، خوش بیان، حق شناس اور خوش کردار تھے، بڑھاپے میں گٹھیا کا مرض لاحق ہوگیا تھا، اس لئے خانہ نشین ہوگئے، احباب علماء سے ملاقات کرنے سے معذور ہوگئے تھے، اس لئے نیابت میں دوسروں کو بھیج کر تحقیقی کام انجام دیتے، قاضی ناصحی سے علم حدیث حاصل کیا اور مجھے تمام

مسموع حدیثوں کی روایت کا اجازہ مرحمت فرمایا۔ شب جمعہ ۱۳؍ ماہ رمضان ۵۱۳ھ وفات پائی، جامع قدیم میں نماز جنازہ ہوئی اور مقبرہ نوح واقع درحیرہ میں دفن ہوئے۔

معجم الادباء میں ہے: وہ ادیب و فاضل تھے، میدانی نے ان کی بڑی ستائش کی ہے، ۵۱۲ھ میں انتقال کیا (۲) بیہقی نے وشاح میں لکھا ہے کہ امام علی بن احمد فنجکردی شیخ الافاضل کے لقب سے نوازے گئے، اپنے وقت کی محیر العقول شخصیت تھی۔ استاذ فن، سرآمد روزگار، نکتہ پرداز و شیریں سخن تھے۔

عبدالغفار فارسی کہتے ہیں:

علی بن احمد ادیب توانا، سلیس نثر و نظم کے ماہر تھے، لغت کو یعقوب بن احمد ادیب سے حاصل کیا پھر خود استاد ہو گئے، آخر عمر میں گٹھیا کا مرض لاحق ہو گیا اور نیشاپوری ۵۱۳ھ ۱۳؍ رمضان کو انتقال کیا۔

فنجکردی کے معاصر انشائیہ نگار اسعد بن مسعود عتبی کہتے ہیں:

یا اوحد البلغاء و الادباء   یا سید الفضلاء و العلماء

یامن کان عطار دأ فی قلبه   یملی علیه حقائق الاشیاء (۳)

سیوطی و حموی نے بھی بڑی ستائش کی ہے اور وفات کا سال ۵۱۳ھ بعمر اسی ۸۰ سال لکھا ہے، (۴)

استاد فتال نیشاپوری روضۃ الواعظین میں کبھی شیخ الامام اور کبھی شیخ الادیب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ (۵)

مجالس المومنین، ریاض العلماء، روضات الجنات اور شیعہ و فنون الاسلام میں ان کی بڑی ستائش کی گئی ہے۔ (۶)

ابن شہر آشوب نے ان کی تالیفات میں تاج الاشعار و سلوۃ الشیعہ کی نشاندہی کی ہے۔ (۷) جس

۱۔ الانساب (ج ۴ ص ۴۰۲)

۲۔ معجم الادباء ج ۵ ص ۱۰۳ (ج ۱۲ ص ۲۷۰)

۳۔ معجم الادباء ج ۲ ص ۲۴۲ (ج ۶ ص ۹۷)

۴۔ بغیۃ الوعاۃ ص ۳۲۹ (ج ۲ ص ۱۴۸ نمبر؍ ۱۶۷)

۵۔ روضۃ الواعظین (۱۰۳ نمبر؍ ۲۳۶)

۶۔ مجالس المومنین ص ۲۳۴ (ج ۱ ص ۵۶۲)؛ ریاض العلماء (ج ۳ ص ۳۵۲)؛ روضات الجنات ص ۴۸۵ (۵ ص ۲۴۹ نمبر؍ ۵۰۳)

الشیعہ و فنون الاسلام ص ۱۳۶ (۱۷۴)

۷۔ معالم العلماء (ص ۷۱ نمبر؍ ۴۸۱)

میں امیر المومنین کے اشعار ہیں۔ مناقب میں اس کے حوالے سے اشعار بھی نقل کئے گئے ہیں، (۱) اسی طرح استاد قطب الدین خدری نے اس حوالے سے انوار العقول من اشعار وصی الرسول میں حضرت علیؑ کے اشعار نقل کئے ہیں اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ تاج الاشعار میں دو سو سے زیادہ حضرت علیؑ کے اشعار جمع کئے گئے ہیں۔

صاحب ریاض الجنۃ نے روضۂ چہارم میں فنجکر دی کے یہ دو اشعار بھی نقل کئے ہیں:

و اذا ذکرت الغر من هاشم　　　تنافرت عنک الکلاب الشارده

فقل لمن لامک فی حبه　　　خانتک فی مولودک الوالده

جب تم بنی ہاشم کے روشن چہرے والوں کا تذکرہ کرو تو بھونکنے والے کتے تم سے نفرت کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں، ان سے کہہ دو کہ تم ان کی محبت میں مجھے ملامت کرتے ہو؟ تمہاری پیدائش کے سلسلے میں تمہاری ماں نے خیانت کی ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ فنجکر دی نے ان دو شعروں میں اس حدیث رسولؐ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس میں رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ سے وہی نفرت رکھے گا جو حرامی ہوگا۔

۱۔ ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ہم گروہ انصار اپنے بچوں کو حب علیؑ سے آزماتے تھے، اگر ہمارے بچوں میں محبت علیؑ نہیں ہوتی تھی تو ہم سمجھ جاتے تھے کہ ہماری بوند سے نہیں ہے۔ (۲)

جزری اس حدیث کو لکھ کر فرماتے ہیں کہ یہ مطلب قدیم زمانے سے آج تک مشہور ہے کہ دشمن علیؑ حرامی ہوتا ہے۔

۳۔ حافظ بن مردویہ نے احمد بن محمد نیشاپوری سے حدیث اخراج کی ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ امام شافعی فرماتے تھے کہ میں نے انس بن مالک سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے کہ ہم لوگوں کو باپ کے علاوہ بغض علیؑ سے بھی پہچانتے تھے (یعنی جس طرح بغیر باپ والا

۱۔ مناقب آل ابی طالب ج۲ ص ۹۹، ۱۳۹، ۱۷۶ (ج۲ ص ۷۲، ۱۲۳، ۲۱۳)

۲۔ اسنی المطالب جزری ص ۸ (ص ۵۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۳۷۳ (ج۴ ص ۱۱۰ خطبہ/۵۶)

حرامی ہوتا ہے اسی طرح دشمن علی بھی حرامی ہوتا ہے)

۵۔ ابن مردویہ انس سے روایت کرتے ہیں: جنگ خیبر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک شخص اپنے بچے کو کاندھے پر لئے برسر راہ بیٹھا ہے، جب حضرت علیؑ نمودار ہوئے تو بولا: اے بیٹا! انہیں دوست رکھتے ہو۔ اگر اس نے کہا: ہاں تو اس پر بوسوں کی بارش کرنے لگا اور اگر اس نے کہا نہیں تو زمین پر دے پٹکا اور بولا تو اپنی ماں کا بیٹا ہے۔

۶۔ حافظ طبری نے کتاب الولایۃ میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: مجھے تین قسم کے لوگ دوست نہیں رکھتے، زنازادے، منافق اور فرزند حیضی۔

۷۔ دار قطنی اور حموینی انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا: جب قیامت برپا ہوگی تو میرے لئے منبر نصب ہوگا، ایک منادی بطن عرش سے پکارے گا: محمد کہاں ہیں؟ میں جواب دوں گا، وہ کہے گا: اس منبر پر تشریف لے جایئے، پھر پکارے گا کہ علیؑ کہاں ہیں؟ وہ میرے منبر کے ایک زینہ نیچے بیٹھیں گے۔ میں اور علیؑ تشریف فرما ہوں گے تمام لوگ سمجھ لیں گے کہ میں سید المرسلین ہوں اور علی سید المومنین ہیں۔(۱) (حموینی کی روایت میں سید الوصیین ہے)

انس کا بیان ہے کہ اتنے میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا: یا رسول اللہؐ! اس کے بعد اب علیؑ سے کون نفرت کرے گا، پھر تو وہ حرامی ہے۔ اگر انصار میں سے کوئی علیؑ سے نفرت کرتا ہے تو وہ یہودی ہے، اگر عرب دشمن رکھتا ہے تو اپنے باپ کا نہیں اور دوسرے لوگ علیؑ سے نفرت کرتے ہیں تو وہ شقی اور بدبخت ہیں۔

اس حدیث کو سیوطی نے اس لئے ضعیف کہا ہے کہ اس میں ایک راوی اسماعیل فزاری ہے(۲) حالانکہ اسے ابن حبان نے معتبر کہا ہے۔(۳) مطین، صدوق اور نسائی اس سے حدیث روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، اس موی کو جن لوگوں نے معتبر کہا ہے ان میں ابوداؤد، امام بخاری، ترمذی، ابن

۱۔ فرائد السمطین (ج۱ص۱۳۴ حدیث ۹۷ باب/۲۲)

۲۔ اللآلی المصنوعۃ (ج۱ص۳۷۷) ۳۔ الثقات (ج۸ص۱۰۴)

ماجہ، ابن خزیمہ، ساجی اور ابو یعلی جیسے محدثین ہیں۔ (۱) ان لوگوں نے اس پر ذرا بھی انگلی نہیں اٹھائی ہے، ہاں! اس کا صرف اور صرف ایک گناہ ہے کہ وہ شیعہ ہے اور علوی مذہب ہے۔

ابو بکر صدیق سے مروی ہے کہ میں نے رسول خداؐ کو دیکھا کہ وہ ایک خیمے میں ستون سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔

اس میں حضرت علی، فاطمہ اور حسن و حسین (علیہم السلام) ہیں، آپ نے فرمایا: اے گروہ مسلمین! میں ان لوگوں سے صلح کرتا ہوں جو اس خیمے والوں سے صلح کریں، میں ان سے جنگ کروں گا جو ان سے جنگ کریں، ان کا دوست ہوں جو ان کے دوست اور جو ان کے دشمن ہیں میں ان کا دشمن ہوں ان سے وہی محبت رکھے گا جو نیک طبیعت اور پاک ولادت والا ہوگا اور ان سے وہی نفرت رکھے گا جو شقی طبیعت کا اور ناپاک نطفے کا ہوگا۔ (۲)

۹۔ ابو مریم کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: مجھ سے کافر اور حرامی محبت نہیں کرے گا۔ (۳)

۱۰۔ ابن عدی، بیہقی، ابو الشیخ اور دیلمی رسول سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: جو شخص میری عترت اور انصار اور عرب کو نہ پہچانے وہ تین میں سے ایک ہے، یا منافق ہے یا زنازادہ ہے یا پھر اس کی ماں نے اسے حالت حیض میں جنم دیا ہے۔ (۴)

۱۱۔ مسعودی مروج الذہب میں اخبار نوفلی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ عباس بن عبد المطلب حضرت رسولؐ کی خدمت میں تھے اتنے میں علیؑ آئے، رسولؐ نے انہیں دیکھتے ہی مسرت کا اظہار فرمایا: ان کا چہرہ کھل اٹھا، میں نے پوچھا: خدا کے رسولؐ! آپ اس جوان کو دیکھ کر کھل اٹھتے ہیں؟ فرمایا: اے چچا! خدا کی قسم! مجھے اس سے والہانہ محبت ہے جو نبی بھی مبعوث ہوا اس کی نسل دنیا میں باقی رہی اور میری

۱۔ تہذیب التہذیب (ج ۱ ص ۲۹۲ نمبر ۲۰۶)

۲۔ الریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۸۹ (ج ۳ ص ۱۳۶)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۷۳ (ج ۴ ص ۱۱۰ خطبہ/۵۶)

۴۔ الکامل فی الضعفا (ج ۳ ص ۲۰۳ نمبر ۷۰۰)؛ شعب الایمان (ج ۲ ص ۲۳۲ حدیث ۱۶۱۴)؛ فردوس الاخبار (ج ۳ ص ۶۲۶ حدیث/۵۹۵۵)؛ صواعق محرقہ ص ۱۰۳، ۱۳۹ (ص ۱۷۳، ۲۳۳)؛ الفصول ص ۱۱ (۲۶)؛ الشرف المؤبد ص ۱۰۳ (ص ۲۱۷)

نسل اسی جوان کی نسل سے چلے گی، جب قیامت برپا ہوگی تو سب کو اس کی ماں کے نام سے پکارا جائے گا لیکن یہ جوان اور اس کے شیعوں کو ان کے باپ کے نام سے پکارا جائے گا کیوں کہ یہ پاک نسب ہیں۔(۱)

۱۲۔ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے مجھ سے فرمایا: میں نے رسول خداؐ کو دیکھا کہ آپ ایسے شخص کو لعنت کر رہے ہیں جس کی صورت ہاتھی کی سی ہے۔ میں نے عرض کی: خدا کے رسول ! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ شیطان رجیم ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے دشمن خدا! خدا کی قسم ابھی تجھے قتل کر دوں گا اور امت کو تیری مکاریوں سے نجات دے دوں گا۔ اس نے کہا: بخدا! میری پاداش اس کے علاوہ ہے، میں نے پوچھا: کیسی پاداش اے دشمن خدا۔ اس نے کہا: جو بھی تمہیں دشمن رکھتا ہے، میں اس کے باپ کے ساتھ ماں کے رحم میں شریک ہوتا ہوں۔(۲)

حموینی فراید (۳) میں ابوالحسن واحدی کی سند سے اور زرندی نظم (۴)، ربیع بن سلیمان سے نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی سے کہا گیا کہ کچھ لوگوں کو فضائل علیؑ سننا ناقابل برداشت ہوتا ہے، اگر کوئی علیؑ کا نام لیتا ہے تو کہتے ہیں، یہ رافضی ہے۔

یہ سن کر شافعی نے یہ چھ اشعار نظم کر کے سنائے:

اذا فی المجلس ذکروا علیا

''جب کسی بزم میں علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے دونوں فرزندوں کا تذکرہ ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی ذکر کرو تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ بدکار عورت کی اولادیں ہیں۔ جب ان کے سامنے علیؑ اور ان کی اولاد کا تذکرہ ہوتا ہے تو وہ دوسرے مہمل کاموں میں لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چھوڑو بھی یہ

۱۔ مروج الذہب ج۲ص۵۱ (ج۳ص۷)

۲۔ تاریخ بغداد ج۳ص۲۹۰؛ کفایۃ الطالب ص۲۱ (ص۷۰ باب۳)

۳۔ فرائد السمطین (ج۱ص۱۳۵ حدیث۹۸)

۴۔ نظم درر السمطین (ص۱۱۱)

رافضیوں کی باتیں ہیں۔ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو لوگ حب فاطمہؑ کو رفض سمجھتے ہیں، اہل بیتؑ پر خدا کی صلوات اور اس جاہلانہ تصور پر خدا کی پھٹکار"۔

اس خیال کو بہت سے شعراء نے نظم کیا ہے، صاحب بن عباد کے بھی اشعار ہیں۔(۱)

۱۔ دیوان صاحب بن عباد (ص۹۵)

ابن منیر طرابلسی

ولادت/۴۷۳ھ

وفات/۵۴۸ھ

''میری آنکھوں کی نینداڑگئی، میرادل اندیشوں سے بھر گیا۔
تمہاری جدائی کے تصور سے محبت کا دل تیرہ وتار ہوگیا۔
میرے ناتواں جسم کوخستہ کردیا، میری پلکوں پر بیداری کا سرمہ لگادیا۔
اس عاشق پر جفا کی جس کی محبت تمہارے حسین چہرے کے لئے بے قرار ہے۔
اے دل! کب تک دھوکے کھائے گا، کب تک دھوکے دیئے جائیں گے؟
کب تک آہوو شوں کی فکر میں رہوگے کہ یہ خوش نوا ہے اور وہ سیم تن۔
اگر شریف موسوی (علم الہدی) بن شریف خاندان مضر کی فرد سے انکار ظاہر ہوجائے تو میں اپنے زرخرید غلام ''تتر'' کو واپس نہ لوں، ان سے منہ پھرا کر عمر سے ناتہ جوڑلیا ہے۔
راویان حدیث غدیر کو جھوٹا سمجھتا ہوں اور جو ظہور قائم کے ماننے والے ہیں ان پر طعن کرتا ہوں۔
اگر حدیث غدیر کی روایت کی جاتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ حدیث صحیح نہیں۔
غدیر کے دن پرانا کپڑا پہنتا ہوں، غمزدوں کی طرح گوشہ نشیں رہتا ہوں۔
اور جب صحابہ کا تذکرہ ہوتا ہے تو کہتا ہوں کہ تیمی بڈھا سب سے افضل تھا اس کے بعدان کا جانشین عمر بن خطاب افضل ہے، اس نے آل رسولؐ پر عناد کی تلوار ہرگز نہیں چلائی اور انہوں نے کبھی

فاطمہ زہراؑ کو میراث سے محروم نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں کہ یزید نے ہرگز شراب نہیں پی، نہ وہ فاسق و فاجر تھا، اس نے کہا تھا کہ فرزندان فاطمہؑ کو آزاد کردو، شمر نے حسین کو قتل نہیں کیا۔ نہ ابن سعد نے غداری کی، عاشورہ کے دن بالوں میں کنگھی کرتا ہوں، مانگ نکالتا ہوں، اس دن روزہ رکھتا ہوں اور دوسرے ایام میں روزے رکھتا ہوں۔

اس دن کچھ شکرانے کی نمازیں بھی پڑھتا ہوں، نئے کپڑے پہنتا ہوں، عید کے لباس صندوق سے نکالتا ہوں، رات بھر جاگتا ہوں، اچھے اچھے کھانے پکواتا ہوں۔

وضو میں الٹی کہنیاں دھوتا ہوں، سفر میں موزوں پر مسح کرتا ہوں۔

نماز میں زور سے آمین کہتا ہوں، دوسروں کو بھی زور سے آمین کہنے کی تاکید کرتا ہوں، کوہان جیسی قبر بنانا سنت سمجھتا ہوں۔

قیامت کے دن میری آنکھیں کھل جائیں گی، نامۂ اعمال منتشر ہوگا، آتش دوزخ بھڑکے گی۔

میں کہوں گا: خدایا! مجھے شریف مرتضی نے شیعیت سے نکال باہر کیا تھا۔

میں کہوں گا: شریف مرتضی کا ہاتھ پکڑ لے، انہیں جہنم ایسی آگ میں پہونچادے، جہاں نہ کھال ختم ہو نہ ہڈیاں ہی باقی رہ جائیں۔

اور خدا گنہگاروں کو بخشنے والا ہے جب کہ وہ توبہ ومعذرت کی زبان کھولیں۔

لیکن اسے معاف کرنے والا نہیں جو وصی رسولؐ کے حق کو نہ پہچانے اور ان کی ولایت کا دم نہ بھرے، ایسی بدکرداری پر کہنا چاہیئے: بچو، اچھی طرح بچو''۔(۱)

تحقیق نظر

فنی محاسن سے بھرپور یہ قصیدہ تتریہ جس کے میں نے یہاں ۳۹ رشعر نقل کیے ہیں، پورا قصیدہ ۱۰۶ ر شعروں پر مشتمل ہے جسے، ابن حجہ حموی نے ثمرات الاوراق میں نقل کیا ہے (۲)، خزانۃ الادب میں

۱۔ دیوان ابن منیر طرابلسی (ص ۱۹۰)
۲۔ ثمرات الاوراق ج ۲ ص ۴۸، ۴۴ (ص ۳۲۷)

۱۶۸ اشعار ہیں۔(۱)

پورا قصیدہ، تذکرہ بن عراق، مجالس المومنین، انوار الربیع، کشکول بحرانی، نامۂ دانشوراں، تزئین الاسواق، نسمۃ السحر اور امل الآمل میں مرقوم ہے۔(۲)

ابن منیر شاعر نے ایک ہدیہ شریف موسوی کی خدمت میں سیاہ فام غلام کے ذریعے بھیجا، شریف نے انہیں خط لکھا کہ: امابعد! اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ عدد میں ایک سے کم بھی کوئی عدد ہے یا سیاہی سے بھی زیادہ بدتر کوئی رنگ ہے تو آپ اسی کو میرے پاس ہدیہ بھیجتے۔

ابن منیر نے قسم کھالی کہ اب جب بھی ہدیہ بھیجیں گے تو سفید فام غلام کے ذریعہ بھیجیں گے، چنانچہ انہوں نے ایک گراں بہا تحفہ مہیا کرکے اپنے محبوب ترین تاتاری غلام کے ہاتھ تحفہ روانہ کیا، شریف مرتضی نے تحفہ اور غلام دیکھا تو سمجھے کہ غلام بھی تحفہ کا جزو ہے۔ غلام کو روک لیا۔ غلام کے بغیر ابن منیر کو چین نہیں تھا، ابن منیر کو اس صورتحال سے بڑی اذیت تھی، غلام کو بلانے کی کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آرہی تھی، انہوں نے یہ قصیدہ کہہ کے خدمت شریف میں روانہ کیا، جب شریف نے وہ قصیدہ دیکھا، بہت ہنسے اور فرمایا کہ واقعی غلام کو بھیجنے میں تاخیر ہوئی، پھر غلام کو بہتر تحائف کے ساتھ بھیج دیا۔ ابن منیر نے مزید دو شعروں میں شریف کی مدح کی:

الی المرتضی حث المطی نانه　　　امام علی کل البریه قد سماء

تری الناس ارضافی الفضائل عنده　　　و نجل الزکی الهاشمی هو السماء

متذکرہ قصیدے کی تخمیس علامہ شیخ ابراہیم یحیی عاملی نے کی ہے، جسے مجموع الرائق (ص ۲۷۷) پر دیکھا جا سکتا ہے۔

پہلی بیت ہے:

۱۔ خزانۃ الادب (ج۱ ص۳۲۴)

۲۔ مجالس المومنین ص۴۵۷ (ج۲ ص۵۳۷)؛ انوار الربیع ص۳۵۹ (ج۳ ص۲۲۴)؛ کشکول بحرانی (ج۱ ص۴۴۰)؛ نامہ دانشوران ج۱ ص۳۸۵ (ج۲ ص۲۳۶)؛ تزئین الاسواق ص۱۷۴ (ص۳۴)؛ نسمۃ السحر (مجلد ۶ ج۱ ص۴۰)؛ امل الآمل (ج۱ ص۳۵ نمبر ۲۸)

افدی حبیبا کالقمر ناديته لما سفر
يا صاحب الوجه الاغر عذبت طرفي باسهر
واذبت قلبي بالفكر

اس قصیدے کی طرح پر اکثر علماء نے قصیدے کہے ہیں۔

شاعر کا تعارف

ابوالحسین، مہذب الدین، احمد بن منیر بن احمد بن مفلح، طرابلسی شامی، محلہ خابوری میں باب جامع پر سکونت پذیر تھے، عین الزماں کے لقب اور رفاء کے نام سے معروف تھے، امام ادب اور عرب قافیہ پردازوں میں ممتاز تھے، بہت اشعار کہے اور بہت اچھے کہے۔ مدح اہل بیتؑ میں ان کے وقیع قصائد مشہور ہیں، وہ لغت ادب اور تمام متداولہ علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، ان کی ذات سے علمی ماحول شاداب و سرشار تھا۔

انہوں نے اپنی تیز طراز زبان سے دشمنان اہلبیتؑ کے کلیجے چھلنی کئے، ان کی بے باکی کی وجہ سے شامیوں نے انہیں خبیث اللسان بھی کہا، دشنام طرازی بھی کرتے تھے، غلط سلط الزامات لگاتے تھے لیکن یہ باز نہ آئے، کوئی انہیں دشمن صحابہ کہتا، کوئی رافضی کہتا۔ لیکن انکی برتری سے کسی کو انکار نہ تھا، سبھی نے ان کی علمی شخصیت اور شعری اور فنی عظمت کا اقرار کیا ہے، ظرافت و نمکینی، سلاست و روانی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، مزید یہ کہ وہ حافظ قرآن بھی تھے جیسا کہ ابن عساکر، ابن خلکان اور صاحب شذرات نے ذکر کیا ہے۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا، لغت وادب میں مہارت حاصل کی اور بڑے اچھے شعر کہنے لگے، پھر دمشق میں سکونت پذیر ہوگئے، وہ خبیث ترین رافضی تھے، امامیہ مذہب رکھتے، بہت زیادہ ہجویہ شاعری کی، عامیانہ الفاظ استعمال کرتے، جس کی وجہ سے امیر ترین دمشق بوری بن طغتکین نے عرصے تک انہیں قید رکھا، وہ ان کی زبان بھی قطع کرنا چاہتا تھا، اس کے حاجب یوسف بن

فیروز نے سفارش کی جسے امیر نے قبول کرلیا لیکن شہر بدر کردیا، جب اس کا بیٹا اسماعیل بن بوری حکمراں ہوا تو دمشق واپس آگئے، پھر اسماعیل بھی عرصے تک ان سے خفا رہا، وہ انہیں پھانسی دینے کے درپے تھا، ابن منیر بھاگ گئے، کچھ دن مسجد میں روپوش رہے پھر دمشق سے شمالی شہروں حماۃ سے شیزر وہاں سے حلب اور پھر رکاب عادل چلے گئے جب دوسری بار دمشق کا محاصرہ کیا گیا تو صلح کے بعد دمشق میں وارد ہوئے پھر سپاہیوں کے ساتھ حلب واپس گئے اور وہاں ان کا انتقال ہوگیا۔(۱)

وہ آگے لکھتے ہیں:

میں نے ان کو کئی بار دیکھا ہے لیکن سماع حدیث کا شرف حاصل نہ کرسکا انہوں نے آپ بیتی پر مشتمل ۱۷ شعر کہے ہیں جس میں اپنے بدخواہوں کو گنایا ہے۔(۲) انہوں نے ابن منیر پر افترا پردازیاں کیں اور انہیں مصائب برداشت کرنا پڑے، اسی وجہ سے انہوں نے ہجویات بھی کہیں، حالات ہی کی وجہ سے ان کی مذہبی شاعری کی زبان بھی تلخ وتند ہے، ان کے وقیع اشعار کو ابن عساکر، ابن خلکان اور نویری نے نقل کیا ہے۔(۳)

ابن منیر اور ابن قیسرانی شاعر کے مابین ادبی نوک جھونک برابر رہتی تھی، اتفاقاً اتابک عمادالدین زنگی امیر شام جب کہ قلعہ جعبر کا محاصرہ کیے ہوئے تھا، قلعہ کے اوپر سے ایک مغنی سے منیر کے اشعار سنے:

ویلی من المعرض الغضبان اذ   نقل الواشی الیه حدیثا کله زور

زنگی کو اشعار بہت پسند آئے، پوچھا: اشعار کس کے ہیں؟؟ کہا گیا: ابن منیر کے اشعار ہیں جو حلب میں ہیں، اس نے فوراً حلب کے حکمراں کو لکھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ابن منیر کو میرے پاس بھیج دیجئے، ابن منیر جب زنگی سے ملنے آئے تو وہ قتل کیا جاچکا تھا، ابن منیر فوج کے ساتھ پھر حلب چلے گئے، جب

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۹۷ (ج ۶ ص ۳۳ نمبر ۲۷۴/۲)؛ مختصر ابن عساکر ج ۳ ص ۳۰۶)

۲۔ دیوان ابن منیر (۱۰۲)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۶ ص ۳۴ نمبر ۲۷۴/۲)؛ وفیات الاعیان (ج ۱ ص ۱۵۷ نمبر ۶۴)؛ نہایۃ الادب ج ۲ ص ۲۳ (ج ۲ ص ۲۳۹) تاریخ حلب ج ۴ ص ۲۳۴ (ج ۴ ص ۲۲۳)

حلب وارد ہوئے تو ابن منیر نے کہا کہ آپ کی یہ ساری پریشانیاں اس لئے جھیلنی پڑ رہی ہیں کہ آپ میری ہجو کرتے ہیں۔

ابن منیر قلعہ شیزر میں امراء بنی منقذ کے ساتھ نہایت احترام سے رہتے تھے، دمشق میں ایک ابو الوحش نامی تھا جو ظرافت و بذلہ گوئی میں معروف تھا، اس کا ابوالحکم عبیداللہ سے یارانہ تھا، ابوالوحش نے چاہا کہ بنی منقذ کی مدح کر کے کچھ کمائے، عبیداللہ سے ابن منیر کے نام خط لیا اور وہاں جا کر ان کی مدح کی۔

ابن منیر ۴۷۳ھ طرابلس میں پیدا ہوئے اور جمادی الآخر ۵۴۸ھ میں حلب میں انتقال کیا، کوہ جوشن پر دفن کئے گئے، ابن خلکان کہتے ہیں کہ میں نے ان کی قبر دیکھی ہے، دو شعر لکھے ہوئے ہیں:

من زار قبری فلیکن موقنا ان الذی القاہ یلقاہ

فیرحم اللہ امرء زارنی وقال لی یرحمک اللہ

ابن خلکان کہتے ہیں کہ میں نے دیوان ابوالحکم میں دیکھا ہے کہ ابن منیر دمشق میں ۵۴۷ھ میں مرے اور ان کا ہزلیہ انداز میں مرثیہ بھی مرقوم ہے اس بنیاد پر دونوں اقوال کو جمع کرنے کی صورت میں ممکن ہے کہ انہوں نے دمشق میں انتقال کیا ہو اور حلب میں دفن کئے گئے ہوں۔

ابن منیر کے والد بھی اپنے دادا مفلح کی طرح شاعر تھے مفلح طرابلس کے بازاروں میں عونی کے اشعار پڑھا کرتے۔ ظاہر ہے کہ عونی صرف مدح اہلبیتؑ ہی میں اشعار کہتے چونکہ بازار طرابلس میں مختلف قوموں کا اجتماع ہوتا اس لئے نشر فضائل اہل بیتؑ کے خیال سے عونی کے اشعار پڑھتے تھے، ابن عساکر اور ابن خلکان نے تحقیر کے بطور لکھا کہ مفلح طرابلس کے بازاروں میں عونی کے اشعار گنگنایا کرتے تھے، اصل میں اہل بیتؑ کے ساتھ عناد نے ان سے یہ سب کچھ لکھوایا، اصل میں جس طرح مجالس میں قصیدہ خوانی ہوتی ہے اسی طرح مفلح ایک عظیم شاعر کے کلام پڑھتے تھے نہ کہ وہ گویا تھے۔

ابن منیر کے حالات مندرجہ کتب میں ملتے ہیں:

۱۔ ابن خلکان　　　　مجالس المومنین

۳۔انساب سمعانی ۴۔تاریخ ابن عساکر
۵۔مرآۃ الجنان ۶۔تاریخ ابن کثیر
۷۔امل الآمل ۸۔شذرات الذھب
۹۔نسمۃ السحر ۱۰۔روضات الجنات
۱۱۔اعلام زرکلی ۱۲۔تاریخ آداب اللغۃ
۱۳۔دائرۃ بستانی ۱۴۔تاریخ حلب۔(۱)

۱۔وفیات الأعیان ج ۱ص ۵۱ (ج ۱ص ۱۵۶ نمبر/۶۴) ؛ الانساب (ج ۱ص ۱۸۳) ؛ تاریخ ابن عساکر ج ۲ص ۹۷ (ج ۶ ص نمبر ۲۷۴ ، مختصر ابن عساکر ج ۳ص ۳۰۶) ؛ مرآۃ الجنان ج ۳ص ۲۸۷ ؛ البدایۃ والنہایہ ج ۱۲ص ۲۳۱ (ج ۱۲ص ۲۸۸) ؛ مجالس المومنین ص ۴۵۶ (ج ۲ص ۵۳۷) ؛ امل الآمل (ج ۱ص ۳۵) ؛ شذرات الذہب ج ۴ص ۱۴۶ (ج ۶ص ۲۴۱) ؛ نسمۃ السحر (مجلد ۶ص ۱ص ۴۰) ؛ روضات الجنات ص ۲۷ (ج ۱ص ۲۶۱ نمبر ۸۲) ؛ الاعلام ج ۱ص ۸۱ (ج ۱ص ۲۶۰) ؛ تاریخ آداب اللغۃ ج ۳ص ۲۰ (مجلد ۱۴ص ۲۲۸) ؛ دائرۃ المعارف ج ۱ص ۷۰۹ ؛ تاریخ حلب ج ۴ص ۲۳۱ (ج ۴ص ۲۰)
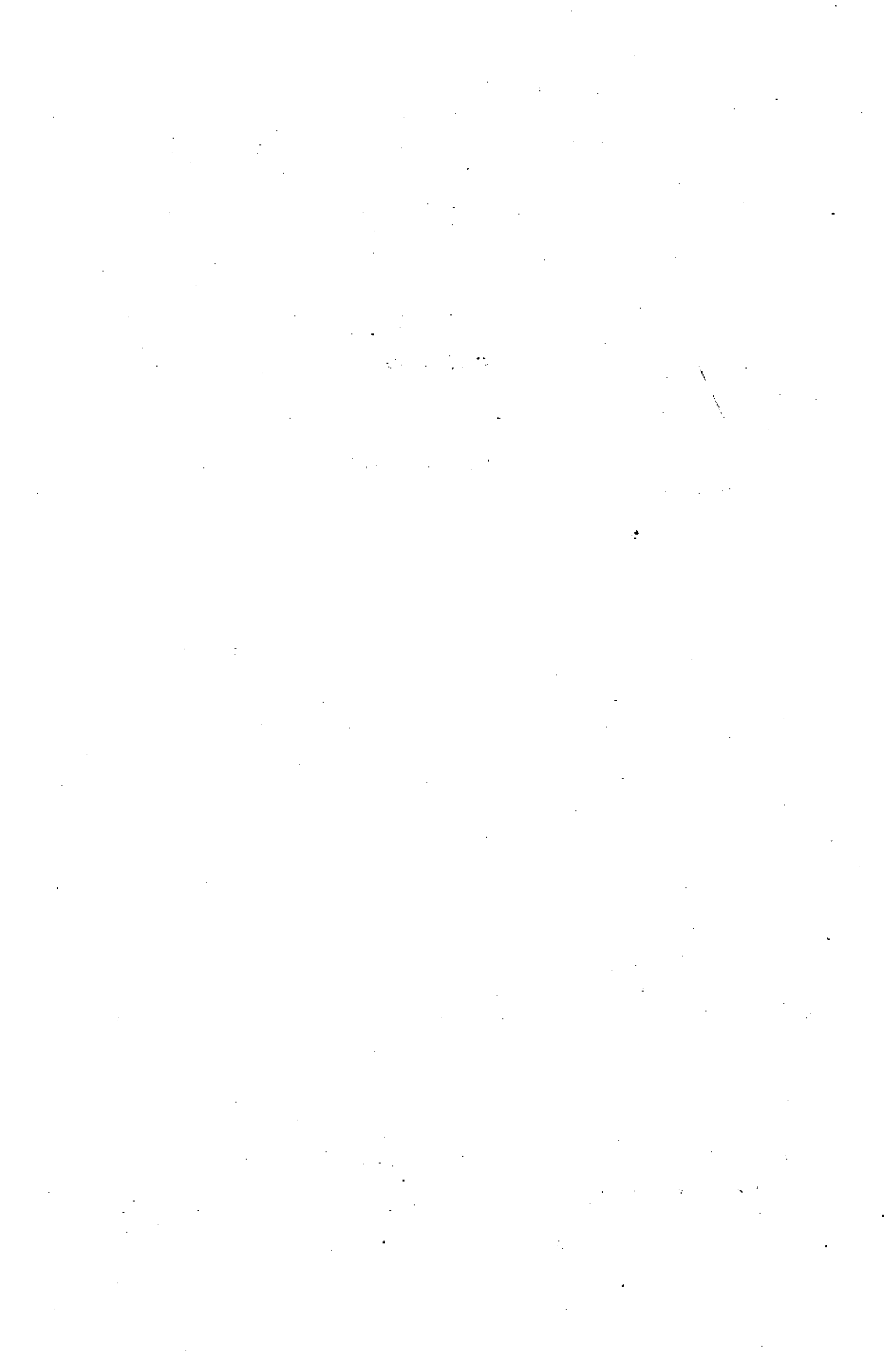
قاضی ابن قادوس

وفات/ ۵۵۱ھ

''اے حاضر و مسافر تمام خلفاء کے سردار! اگر حاجیوں کے ساقی کا اکرام و احترام کیا جاتا ہے تو آپ تو ساقی کوثر ہیں، آپ ہی ہمارے پسندیدہ امام اور محشر میں ہماری شفاعت کرنے والے ہیں اور افضل انبیاء احمد مصطفیؐ کے ولی ہیں، حسنؑ و حسینؑ کے والد ماجد ہیں، آپ ہی بروز غدیر سب پر بازی لے جانے والے ہیں اور یہ واضح بات ہے۔

جنگ بدر، جنگ خندق اور جنگ خیبر کے غوغا کا تیاپانچہ کرنے والے ہیں''۔(۱)

شاعر کے حالات

قاضی جلال الدین، ابوالفتح محمود بن قاضی اسماعیل بن حمید، معروف بہ ابن قادوس دمیاطی، مصری، ممتاز ترین ادب پرور اور مفہوم کو ہر اسلوب سے بیان کرنے اور شکوہ الفاظ کے ساتھ ادا کرنے پر مہارت رکھتے تھے، علوی عہد کے مصر میں عظیم انشائیہ نگار تھے، قاضی کے ساتھ فضیلت علم وادب سے بھی بہرہ یاب تھے، ان کا شمار ادبی سخنوروں میں ہوتا تھا، جنہوں نے رسالہ خلافیہ اور آداب دیوانیہ کو بہترین ڈھنگ سے نبھایا، امام بلاغت قاضی فاضل کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے، انہیں ذوالبلاغتین (نثر و نظم میں یکساں مہارت والا) کہا جاتا تھا، شعری دیوان دو جلدوں میں ہے، ۵۵۱ھ میں مصر میں انتقال کیا۔(۲)

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب (ج ۲ص ۸۳)؛ اعیان الشیعہ (ج ۱۰ص ۱۰۲

۲۔ البدایۃ والنہایہ ج ۱۲ص ۲۳۵ (ج ۱۲ص ۲۹۳)؛ الاعلام ج ۳ص ۱۰۱۱ (ج ۷ص ۱۶۶)

ابن خلکان، حموی اور ابن کثیر نے ان کے اشعار نقل کئے ہیں۔(۱)

امام زین العابدینؑ کے متعلق ان کے چار اشعار ہیں:

انت الامام الآمر العدل الذی

آپ ہی دادگستر امام جن کے جد کی جبریل نے مہار براق تھامی، نسب کے ہر سمت سے آپ کو سرداری حاصل ہے، آپ امام طاہر اور پاک نہاد ہیں۔ آپ حضرات ہی غامض علوم الٰہی کے خزینے ہیں، آپ ہی حلال وحرام بیان کرنے والے ہیں، ملائکہ کے ذمے ہے کہ وہ وحی الٰہی کو پہونچائیں اور آپ حضرات اس کی تاویل وتشریح کرنے والے ہیں۔(۲)

۱۔وفیات الاعیان (ج۱ص۱۶۳)؛ البدایۃ والنہایۃ (ج۱۲ص۲۹۳)؛ معجم الادباء ج۴ص۶۰

۲۔مناقب آل ابی طالب (ج۴ص۵۴)

ملک صالح

ولادت/۴۹۵

وفات/۵۵۶

''اے مرکب جہالت پر سوار! گمراہی چھوڑ بھی دے، یہ دیکھ ہدایت کا مشہد تاباں کوفے میں ہے۔
جن کے لئے ڈوبنے کے بعد سورج پلٹا تاکہ فضیلت نماز حاصل کرلے اور ملائکہ گواہ ہوں اور خم کے دن رسول خداؐ نے ان کے متعلق ہاتھ پکڑ کر سب کے سامنے فرمایا۔
جس کا بھی میں مولا ہوں اس کے یہ مولا ہیں، میرے پاس اس بارے میں تاکیدی حکم آیا ہے، جو اسے چھوڑ دے، خدا اسے چھوڑ دے گا اور جو اس کی کمک کرے گا خدا اس کی کمک کرے گا''۔

دوسرا قصیدہ

۵۷/اشعار پر مشتمل ہے۔ دو شعر آخر کے یہ ہیں:

''اگر حاسدوں نے ان کا مرتبہ نہ پہچانا تو دوستوں نے ان کے حق کا اعتراف کیا، بروز غدیر ان کی نامور ترین فضیلت ہے جسے رسول خداؐ نے تمام لوگوں کے سامنے بلند کر کے ظاہر فرمایا''۔

تیسرا قصیدہ

۴۴/شعروں پر مشتمل ہے:(۱)

۱۔ ۳۹/بیت پر مشتمل یہ قصیدہ ٹکڑوں میں درج ذیل کتابوں میں موجود ہے، مناقب ابن شہر آشوب (ج ۳ ص ۴۰)؛ صراط مستقیم (ج ۱ ص ۳۱۱) اور علامہ سید احمد عطار کی الرائق من اشعار الخلائق

''غدیر کے دن رسول خداؐ نے ان کے متعلق سفارش کی، دوسرے کے لئے نہیں، سبھی اس کے گواہ ہیں، فرمایا کہ یہ میرا وصی ہے، میرا خلیفہ ہے اور فرائض وسنن کا واقف کار ہے، سب نے کہا کہ ہم نے مانا اور جب رسولؐ کی وفات ہوئی تو ابھی جنازہ بھی نہ اٹھا تھا کہ لوگوں نے غداری کر دی''۔

چوتھا قصیدہ

جس میں ۲۷ رشعر ہیں:

''میں پیرو علیؑ ہوں، ان کے دوستوں کا دوست، ان کے دشمنوں کا دشمن۔ بخدا وہی تھے کہ شب ہجرت اکیلے انہوں نے ہی رسولؐ پر اپنی جان نثار کی، اپنی جان کی قسم! رسولؐ نے بروز غدیر ان کے علاوہ کسی کو اپنی جانشینی کے لائق نہیں سمجھا''۔

پانچواں قصیدہ

اس میں ۴۱ شعر ہیں:

''برادر رسولؐ! امت کے درمیان رسولؐ کے ودائع کا امین، رسولؐ نے ان کی ولایت کے متعلق لوگوں سے وصیت فرمائی تھی (لوگوں نے ان کی یوں مخالفت کی) جیسے رسولؐ نے علیؑ کی مخالفت اوران سے جنگ کی وصیت کی تھی''۔

ہم نے ان قصائد کو کتاب الرائق، سید احمد عطار سے منتخب کیا ہے۔

شاعر کے حالات

ابوالغارات، ملک صالح، فارس المسلمین، نصیر الدین القاب تھے۔

طلائع بن رزّیک بن صالح ارمنی نام تھا، اعلام زرکلی کے مطابق اصل میں وہ عراقی شیعہ تھے۔(۱)

۱۔اعلام (ج۳ص۲۲۸)

یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے لئے خدا نے دین ودنیا آراستہ کی، دونوں جہان کا افتخار نصیب میں رہا، مفید علم اور عادل حکومت سے سرفراز تھے، فقیہ بھی تھے اور ادیب بھی، قاہرہ کو ان کی عادلانہ وزارت پر ناز ہے۔

فاطمی حکومت ان کے حسن تدبیر، سیاست، رعیت اور دوامی امن اور استحکام حکومت سے بہرہ یاب تھی، زرکلی کہتے ہیں کہ وہ وزیر تھے لیکن بادشاہوں میں شمار ہوتا ہے، ملک صالح کے لقب سے مشہور ہوئے اور یہ لقب ان کے مناسب حال بھی تھا۔(۱) تاریخ وسیرت میں ان کا علم وادب، دادگستری، بخشش وعطا اور پسندیدہ سیاست کے تذکرے ہیں، قصہ مختصر یہ کہ وہ تمام فضائل وآداب دینی ودنیوی سے آراستہ تھے، مزید یہ کہ وہ اہل بیتؑ کی محبت سے سرشار بھی تھے، انہوں نے حریم مودت کا نثر ونظم کے ذریعے دفاع کیا، فقہا کو اپنی خدمت میں بلاکر ان سے مناظرہ کیا، وہ ملت شیعہ کے شعلہ جوالہ تھے۔(۲) ان کی ایک کتاب ''الاعتماد فی الرد علی اهل العناد'' بڑی وقیع ہے جس میں امامت امیرالمومنینؑ پر مناظرانہ اور محدثانہ نظر ڈالی ہے، دوجلدوں میں ان کا دیوان بھی ہے جس میں تمام فنون شعری کو برتا گیا ہے، سعد بن مبارک نحوی نے اس کی شرح کی ہے۔

ادیبوں کی انجمن ان کے وزارت خانہ میں روزانہ حاضر ہوکر ان کے اشعار لکھتی تھی، دانشوروں کی ٹولی چاروں طرف سے حاضر ہوکر گوہر مراد سے شاد ہوتی، ہر سال بہت زیادہ دولت مشاہد مقدسہ بھیجتے تھے تاکہ وہاں علویین میں تقسیم کی جائے، اسی طرح مکہ میں اشرف مدینہ ومکہ کے لباس اور دوسری ضروریات کے لئے رقم بھیجتے، بچوں کے لکھنے پڑھنے کے لئے بھی رقم روانہ کرتے، مقس کی آبادی اس لئے وقف کی تھی کہ اس کا (۲/۳) حصہ سادات حسنؑ وحسینؑ میں اور نو قیراط اشراف مدینہ اور ایک قیراط مسجد امین الدولہ میں صرف کیا جائے۔ بلقیس اور قلیوبیہ کی آبادی بھی امور خیر کے لئے وقف تھیں، قرافہ کی مسجد جامع، زویلہ کی نئی جامع مسجد تعمیر کی جسے جامع مسجد صالح کہا جاتا ہے۔

۱۔ الاعلام (ج۳ص۲۲۸)

۲۔ الخطط (ج۲ص۲۹۴)؛ شذرات الذہب (ج۶ص۲۹۶)

تمام عمر انگریزوں سے بری و بحری فوجوں کے ذریعے لڑتے رہے، ہر سال فوجیں مزید کمک کے لئے بھیجتے رہے۔(۱) انہیں حکومت وزارت بھی حاصل تھی اور پھر شہادت کی کامرانی سے بھی ہمکنار ہوئے اور دوشنبہ ۱۹؍ رمضان المبارک ۵۵۶ھ اپنے محل کی ڈیوڑھی پر ایک ہجوم کے ذریعے شہادت پائی اور وزارتخانہ کے محل میں دفن کئے گئے۔ بعد میں ان کے فرزند ملک عادل نے نعش کو قرافہ کبری میں منتقل کیا۔

ملک صالح کی تفصیلات حیات

ابن اثیر کامل میں لکھتے ہیں کہ ۵۵۶ھ میں ماہ مبارک رمضان میں ملک صالح وزیر عاضد علوی قتل ہوئے، قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ قاہرہ حکومت کرتے تھے، امر و نہی اور مالی خرچ و آمد میں خودسری کرتے کیوں کہ بادشاہ عاضد کمسن تھا اور اسے ملک عادل ہی نے بادشاہ بنایا تھا، اس خیال سے اس نے افسروں کی ایک ٹولی کو شہر بدر کر دیا تھا تا کہ ملک میں امن و امان رہے۔(۲)

عاضد سے اپنی بیٹی کا نکاح بھی کر دیا تھا، جس کی وجہ سے بادشاہ کے اہل حرم اس سے عناد رکھتے تھے، عاضد کے چچا نے بہت سی دولت مصر کے افسروں کو بھیجی تھی کہ وہ ملک صالح کے قتل میں مددگار ہوں، ان میں سب سے زیادہ شدت پسند ابن الداعی تھا، اس نے قصر کی دہلیز پر گھات لگا کر لوگوں کو کھڑا کیا تا کہ ملک صالح کے نکلتے ہی قتل کر دیں، پروگرام کے مطابق ملک صالح نکلے تو سب نے چاقوؤں اور چھریوں سے حملہ کر کے سخت مجروح کر دیا، مددگاروں نے انہیں زخمی حالت میں محل پہونچا دیا، یا ملک صالح نے عاضد کو سرزنش کے ساتھ پیغام بھجوایا کہ اس نے قتل کی اجازت دی ہے، عاضد نے قسم کھائی کہ میرا ہاتھ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر تمہیں میرے قتل کی اطلاع نہ تھی تو اپنے چچا کو میرے حوالے کرو تا کہ انتقام لوں، عاضد نے حکم دے دیا کہ اس کے چچا کو ملک صالح کے حوالے کر دیا جائے۔ ملک

۱۔ الخطط ج ۴ ص ۸۱، ۳۲۴ (ج ۲ ص ۲۹۴، ۴۴۷) تحفۃ الاحباب سخاوی ص ۱۷۶ (ص ۱۵۵، ۱۵۹)

۲۔ تاریخ کامل ص ۱۰۳ (ج ۷ ص ۱۵۷)

صالح نے اس کو قتل کرادیا اور وصیت کردی کہ وزارت میرے فرزند رزیک کو دے دی جائے اور اسے لقب عادل سے نوازا جائے، اسی لئے وزارت کا عہدہ انکے بیٹے کو سونپ دیا گیا۔

ملک صالح بڑے اچھے اشعار کہتے تھے، مرد کریم ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے سخی بھی تھے، شعراء کی مالی امداد بھی کرتے رہتے تھے، ان کا مذہب شیعہ تھا، مصر کے علویوں کے مسلک پر نہیں تھے، جب عاضد تخت نشیں ہوا تو لوگوں نے بڑا شور وغوغا کیا، ملک صالح نے پوچھا: کیا بات ہے؟ کہا گیا: لوگ خوشیاں منا رہے ہیں۔ فرمایا: گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ پہلا نہیں مرا کہ دوسرا حکمراں ہوگیا۔ انہیں خبر نہیں کہ میں انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکاؤں گا۔

عمارہ کہتے ہیں کہ ان کی شہادت کے تین دن قبل ان سے ملنے گیا تو انہوں نے یہ شعر مجھے سنائے:

نحن فی غفلة و نوم و للمو ت عیون یقظانة لا تنام

قد رحلنا الی الحمام سنینا لیت شعری متی تکون الحمام؟!

مقریزی خطط میں لکھتے ہیں کہ

ملک صالح نے روضۂ امام علی رضاؑ کی زیارت ایک فقراء کی جماعت کے ساتھ کی، اس زمانے میں روضہ کی تولیت ابن معصوم کے حوالے تھی، ابن معصوم نے خواب دیکھا کہ امام ان سے فرما رہے ہیں کہ اس رات چالیس فقیر زیارت کے لئے آئے ہوئے ہیں، ان میں ایک شخص طلائع بن رزیک نامی ہے، وہ میرا بہت بڑا دوستدار ہے، اس سے کہہ دو کہ جاؤ میں نے تمہیں مصر کا حکمراں بنادیا ہے۔

صبح کے وقت منادی نے پکارا کہ زائروں میں طلائع بن رزیک نامی کون ہے، چل کر معصوم سے ملاقات کرے، طلائع سید کی خدمت میں پہونچے، سید نے تمام خواب اور حکم امام ان سے بیان کیا۔

یہ سنتے ہی طلائع مصر روانہ ہوگئے اور انہیں ترقی ملتی گئی۔

جب نصر بن وباس نے خلیفہ فاطمی اسماعیل ظافر کو قتل کیا، اس کے اہل حرم نے بال بکھرائے اور انتقام کے لئے افسروں کو خطوط لکھے، طلائع نے لوگوں کو جمع کر کے قاتل وزیر سے انتقام کی غرض سے قاہرہ کا رخ کیا، طلائع کو قاہرہ آتے دیکھ کر وزیر نے فرار اختیار کی اور طلائع پورے اطمینان کے ساتھ شہر

میں وارد ہوا اس لئے اسے ملک صالح فارس مسلمین اور نصیر الدین کے القاب عطا کئے گئے۔

واقعۂ شہادت لکھنے کے بعد مقریزی لکھتے ہیں کہ وہ مرد شجاع، کریم، سخی، فاضل، ادب دوست اور ادیب پرور تھے، بڑے اچھے اشعار کہتے، مختصر یہ کہ وہ فضلیت وعقل ودانش وسیاست میں یکتائے روزگار تھے، جلال وجمال اور دولت کی فراوانی سے نوازے گئے، نماز پنجگانہ اور نماز شب کے پابند تھے، تشیع کے معاملے میں سخت متعصب تھے، ان کی ایک کتاب بنام ''الاعتماد'' ہے جسے لکھنے کے بعد فقہا کو بلایا اور ان سے مناظرہ کیا دو جلدوں میں ان کا دیوان بھی ہے، اپنے اعتقاد کے بارے میں چار شعر کہے ہیں:

یا امة سلکت ضلالا بینا	حتی استوی اقرارها وجحودها
قلتم: الاان المعاصی لم تکن	الا بتقدیر الاله وجودها
لوصح ذاکان الاله بزعمکم	منع الشریعة ان تقام حدودها
حاشا وکلا ان یکون الهنا	ینهی عن الفحشاء ثم یریدها

انہوں نے قدریوں کی رد میں ایک قصیدہ بھی کہا، جس کا نام ''الجوہریہ فی الرد علی القدریہ'' رکھا آگے لکھتے ہیں کہ بیان کیا جاتا ہے جس صبح میں قتل کئے گئے اس رات فرمایا کہ آج حضرت علی کو ضربت لگائی گئی، آپ نے واقعۂ شہادت پڑھنے کا حکم دیا، غسل کر کے ایک سو بیس رکعت نماز پڑھی رات بھر جاگتے رہے۔

صبح سوار ہونے کے لئے نکلے تو پھسل گئے آپ کا عمامہ گر گیا، آپ لڑکھڑانے لگے اور چوکھٹ پر بیٹھ گئے، ابن صیف جو وزراء کے عمامے باندھنے کا تنخواہ دار ملازم تھا وہ حاضر ہوا اور عمامہ درست کیا، ایک شخص نے کہا کہ شگون اچھا نہیں، مت جایئے، فرمایا: بد شگونی القائے شیطانی ہے، جانے کے سوا چارہ نہیں، سوار ہوئے اور پھر جو ہونا تھا ہوا۔

خطط میں ہے کہ ابن عبد الظاہر کہتا ہے کہ مصر میں مشہد امام حسینؑ ہے، ملک صالح نے ارادہ کیا کہ عسقلان سے سر امام حسینؑ لا کر یہاں مصر میں دفن کیا جائے، چوں کہ عسقلان میں فرنگیوں کی اکثریت تھی اس کے لئے باب زویلہ پر مخصوص عمارت بنوائی تاکہ وہاں سر مبارک دفن کیا جائے لیکن محلّہ قصر والے اس

مطالبے میں کامیاب ہو گئے کہ سر مبارک انہیں کے یہاں دفن کیا جائے۔ یہ ۵۴۹ھ کا واقعہ ہے، فائز کے دوران خلافت میں ملک صالح کے ہاتھوں یہ خدمت انجام پائی۔(۱)

وفات اور ولادت

ملک صالح ۴۹۵ھ میں پیدا ہوا، فقیہ عمارہ نے ان کی بہت زیادہ مدح سرائی کی ہے۔(۲) علامہ امینؒ نے بہت سے قصیدے یہاں نقل کئے ہیں۔ اور ملک صالح روز دوشنبہ ۱۹ رماہ رمضان ۵۵۶ھ میں شہید ہوئے، فقیہ عمارہ نے ان کے فرزند عادل نے ۵۵۷ھ نہم صفر کو تابوت وہاں سے منتقل کر کے قرافۂ مصر میں سپرد لحد کیا۔ عمارہ نے اس موقع پر بھی مرثیہ کہا ہے، ابن شہر آشوب نے ملک صالح کے اکثر قصائد نقل کئے ہیں۔ چنانچہ پانچ اشعار یہ ہیں:

محمد خاتم الرسلِ الذی سبقت — بہ بشارۃ قس و ابن ذی یزن
و انذر النطقاء الصادقون بما — یکون من امرہ الطهر لم یکن
الکامل الوصف فی حلم و کرم — والطهر الاصل من ذم و من درن
ظل الالہ او مفتاح النجاۃ وین — بوع الحیلۃ و غیث العارض الهتن
فاجعلہ ذخرک فی الدارین معتصما — بہ و باالمرتضی الهادی ابی الحسن (۳)

دو شعر یہ ہیں:

ولایتی لامیر المومنین علیٌ — بها بلغت الذی ارجوہ من املی
ان کان قد انکر االحساد رتبتہ — فی جودہ فتمسک یا اخی بهل (۴)

ایک سات شعر کا قصیدہ میمیہ ہے:

ایک چھوٹی بحر میں چھ شعر ہیں

۱۔ الخطط والآثار ج ۲ ص ۲۸۴ (ج ۱ ص ۴۲۷)
۲۔ النکت العصریہ (ص ۳۵)
۳۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۱ ص ۴۴)
۴۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۳ ص ۴۲۷)

یا عــــروة الدین المتــین | و بحر علم العارفینا
یــا قبلةً للاو لیـاء | و کعبةً للطائفینا
من اهل بیتٍ لم یزالو | فی البریة محسنینا
التائبین العابدین | الصائمین القائمینا
العالمین الحافظین | الراکعین الساجدینا
یا من اذا نام الوری | باتوا قیاماً ساهرینا (۱)

سورہ هل اتی کی شان نزول پر ان کے کئی قصیدے ہیں:

آل رسولِ الالــه قوم | مقدار هم فی العلی خطیر (۲)

اسی مفہوم میں یہ بھی شعر ہے:

ان الابرار یشربون بکأس | کان حقاً مزاجها کافورا (۳)

پھر چار شعر یہ ہیں:

والله اثنی علیهم | لما وفوا بالنذور
و خصهم و حباهم | بجنة و حریر
لا یعرفون بشمس | فیها و لا زمهریر
یسقون کاسا رحیقا | مزیجة الکافور (۴)

ایک قصیدہ یہ بھی ہے:

فی هل اتی ان کنت تقرأ هل اتی | ستصیب سعیهم بها مشکورا (۵)

۱۔مناقب آل ابی طالب (ج۴ص۲۳۱)
۲۔مناقب آل ابی طالب (ج۳ص۴۲۷)
۳۔مناقب آل ابی طالب (ج۳ص۴۲۷)
۴و۵۔مناقب آل ابی طالب (ج۳ص۴۲۸)

ایک اور قصیدہ اسی مفہوم میں یہ ہے:

هـل اتـى فيهـم تـنـزل فيهـا نـصـلهم محكما و فى السورات (۱)

ملک صالح نے قصیدہ دعبل "مدارس آیات خلت من تلاوة" کی بحر اور ردیف میں شاندار قصیدہ کہا ہے جو اس طرح ہے:

الائم دع يـوصـى عـلـى صبواتى فـمـا مـات ميـمـوه الذى هوات

مصادر حالات ملک صالح

۱۔ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۲۵۹ (ج ۲ ص ۵۲۶ نمبر ۳۱۱/)

۲۔ کامل ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۰۳ (ج ۷ ص ۱۵۷)

۳۔ خطط مقریزی ج ۴ ص ۸۱ (ج ۲ ص ۱۹۳)

۴۔ تاریخ ابن کثیر ج ۱۲ ص ۲۴۳ (ج ۱۲ ص ۳۰۳)

۵۔ روض المناظر (ج ۲ ص ۱۲۸)

۶۔ تاریخ ابوالفداء ج ۳ ص ۴۰

۷۔ مرآۃ الجنان ج ۳ ص ۳۱۰

۸۔ انوار الربیع ص ۳۱۲ (ج ۳ ص ۱۱۲)

۹۔ تحفۃ الاحباب ص ۱۷۶

۱۰۔ شذرات الذھب ج ۴ ص ۱۷۷ (ج ۶ ص ۲۹۶)

۱۱۔ نسمۃ السحر (مجلد ۸ ج ۲ ص ۳۰۹)

۱۲۔ خواص العصر ص ۲۳۴

۱۳۔ دائرۃ المعارف وجدی ج ۵ ص ۱۷۷

۱۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۳ ص ۴۲۹)

۱۴۔اعلام زرکلی ج۲ص۳۴۹ (ج۳ص۲۲۸)

۱۵۔تاریخ مصر جرجی زیدان ج۱ص۲۹۸ (مجلد۹ص۳۰۷)

۱۶۔شہداء الفضیلۃ ص۵۷

ابن عودی نیلی

ولادت/۴۷۸ھ

وفات/۵۵۸ھ

۱۴۹/ شعروں پر مشتمل عظیم الشان قصیدہ کا مطلع یہ ہے:

متی یشتفی من لاعج القلب مغرم و قدلج فی الھجران من لیس یرحم

و قد نصھا یوم "الغدیر" محمدٌ ....

''اور واضح طریقے سے رسول خدا محمد مصطفیٰؐ نے بروز غدیر فرمایا: آگاہ ہو جاؤ، اے لوگو! سمجھ لو بلا شبہ میرے پاس اس وضاحت کے بارے میں حکم آیا ہے کہ میرا پیغام پہونچا دو اور دیکھو یہ میں اپنی تقریر کے ذریعے وہ پیغام پہونچا رہا ہوں۔ علیؑ! میرا وصی ہے، لہذا اس کی پیروی کرو کیوں کہ وہ میرے بعد تمہارا امام ہے جب میں تم لوگوں کے درمیان نہ رہوں۔

سب نے کہا کہ ہم آپ کے اس حکم پر راضی ہیں اور انہیں اپنا امام و ہادی تسلیم کرتے ہیں اور انہیں مولا مانتے ہیں وہی ہمارے سرور و مطاع ہیں، اس دن ان لوگوں نے ہدایت کو پہچان لیا لیکن دوسرا دن آیا تو وہ ہدایت سے قطعی اندھے ہو گئے۔

جب رسول خداؐ کی وفات ہو گئی تو ان میں سے ایک نے کہا: کیا یہ میرے سردار و مولی ہوں گے؟ تمہیں لات و عزی کی قسم ہم ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔

سبھی علیؑ سے نزاع کرنے لگے، جو نہ اسلامی سبقت رکھتے تھے نہ صلاحیت سرداری رکھتے تھے، انہوں نے خلافت پر ڈیرے ڈال دیئے کہ جو کچھ ہو جلد تر ہاتھ آ جائے''۔

دوسرا قصیدہ

جس میں ۵۷/ اشعار ہیں:

''اے فرزندان احمد رسول مختارؐ! تمہارے باپ علی علیہ السلام بھی خاندان نبوت سے تھے، احمد مجتبیٰ نے تمام لوگوں میں صرف انہیں کو اپنا بھائی بنایا اور خلافت سے انہیں کو مخصوص فرمایا، کاش ان پر ظلم نہ کیا جاتا۔

انہیں کے لئے غدیر کے دن اپنے بعد ولایت وخلافت کی نص فرمائی اور ہادی اعظم نے ان کے لئے دعا فرمائی، پروردگارا میں نے تبلیغ کردی تو دیکھ لے اور گواہ رہنا لیکن جب رسولؐ کی وفات ہوگئی تو وہ ایسے ہوگئے جیسے مکھیاں کھانے پر بھنبھناتی ہیں۔

انہوں نے بیعت توڑدی کیوں کہ ان کے دل زبان سے ہم آہنگ نہیں تھے۔

پھر وہ جام خلافت کو اپنے میں گھمانے لگے، جیسے پیاسوں کے گرد جام شراب گھمایا جاتا ہے''۔

شاعر کا تعارف

ربیب، ابوالمعالی، سالم بن علی بن سلمان بن علی معروف (ابن عودی) متخلص بہ عودی۔ نیلی ہے تعلق نیل فرات سے منسوب جہاں ۴۷۸ھ میں پیدا ہوئے ان کے تفصیلی حالات رسالہ غری نجف میں بقلم مصطفیٰ جواد بغدادی شائع ہوئے اسی کا خلاصہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

ابوالمعالی مشہور شاعر ہیں لیکن ان کے حالات پردۂ خفا میں ہیں، ادب کے ستارۂ درخشاں ہیں لیکن اس کی روشنی ہمارے لئے مبہم ہے، ان کے ہم عصر عماد الدین اصفہانی نے کچھ ان کے حالات جمع کئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ وہ ایسے جوان تھے جنکی ذکاوت شعلہ جوالہ تھی، ان کے نغمے شراب ناب کی طرح تھے یا آب حیات کی طرح شعر کہتے ہیں تو فصاحت وبلاغت کے دریا بہاتے ہیں جسے سن کر تمام پیاسے مدہوش ہوجاتے ہیں۔

میں ۵۵۰ھ میں واسط پہونچا تو معلوم ہوا کہ ابوالمعالی یہاں موجود ہیں، ایک دن خلیفہ کے نگہبان

''فاتنا'' کی دعوت پر ان سے قصیدہ سننے کا اہتمام ہوا لیکن بزم میں ان سے پہلے ایک شخص کرسی پر جا کر قصیدہ سنانے لگا اور انہوں نے قصیدہ سنانے سے انکار کر دیا۔ جائزہ وانعام سے بھی محروم رہ گئے۔ پھر میں نے ۵۵۴ھ میں ہمامیہ میں ملاقات کی، عماد کاتب انہیں نادر ترین جواں سال شاعر سمجھتے تھے، فاتنا کو سنانے کے لئے آمادہ ہوئے لیکن اک ذرا خلاف مزاج ہوا اور قصیدہ لپیٹ کر چلے گئے۔ ان کی غزلیہ شاعری کا نمونہ دیکھیں:

ابی القلب الا ام فضل و ان غدت تعدمن النصف الاخیر لداتها

لقد زاد ها عندی المشیب ملاحة وان زعم الواشی و ساء عداتها

ان کی شاعری خالص عربی لیکن اس کے تار و پود دیباشی رومی سے آراستہ ہیں۔ صفدی نے ان کے بعض اشعار کو نقل کر کے کہا ہے کہ ان کی شاعری حد اوسط کی ہوتی تھی۔(۱)

لیکن ان کے اس تبصرے سے ان کا کینہ وعناد ظاہر ہوتا ہے کیوں کہ ان کی شاعری بلند مضامین اور شکوہ الفاظ کی حامل ہوتی تھی۔ تبصرہ نگار کو عربی ادب کے مزاج سے واقفیت نہیں، ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابن عودی کے اشعار ظرافت معانی کے لحاظ سے حد وسط میں ہو سکتے ہیں لیکن حسن تالیف کے اعتبار سے بہت بلند ہوتے ہیں۔

ابن عودی نے حمیری، ابن حماد، عونی، ناشی صغیر، ابن علویہ وغیرہ کی طرح مدح اہل بیتؑ میں کافی سرمایہ چھوڑا ہے، ابن شہر آشوب چھٹی صدی کے وسط میں عراق گئے تو انہوں نے بچے بچے کی زبان سے ابن عودی کے اشعار سنے، اسی لئے مناقب میں ان کے اکثر جگہوں پر اشعار درج کئے ہیں۔(۲) جب ابن شہر آشوب عراق سے شام گئے تو عراق میں حنبلیوں نے شیعہ دشمنی میں ہنگامے شروع کر دئے، کتاب خانے، شیعہ شاعروں کے دیوان اور شیعی آثار جو پایا جلا ڈالا، ابن عودی کے دیوان کو بھی نذر آتش کر دیا۔ ابن نجار کہتا ہے کہ ابن عودی خبیث رافضی تھے وہ صحابہ رسول کو گالیاں دیتے تھے۔

۱۔ الوافی بالوفیات (ج ۱۵ ص ۱۱۶)

۲۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۱ ص ۳۱۱، ۳۳۰؛ ج ۲ ص ۴۷؛ ج ۳ ص ۲۲۳، ۲۵۰؛ ج ۴ ص ۳۶۰)

ابن عودی کی تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی، البتہ سال ولادت ۴۷۸ھ ہے، عماد الدین اصفہانی نے ۵۵۴ھ میں ہمامیہ میں ان سے ملاقات کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عودی ۵۵۴ھ سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے، ممکن ہے ان کا سال وفات ۵۵۸ھ ہو کیوں کہ اس طرح ان کی عمر اسی سال ہو جاتی ہے، جہاں ابن عودی زندگی بسر کرتے تھے، وہاں کی اوسط عمر یہی تھی۔

قاضی جلیس

وفات/ ۵۶۱ھ

لوی غدرہ یوم "الغدیر" بحقه و اعقبه یوم "البعیر" و اتبعا

''غدیر کے دن لوگوں نے غداری کا تہیہ کرلیا اور اس کا نتیجہ جنگ جمل کے موقع پر ظاہر ہوا۔
ان سے قرآن بر سر پیکار ہے کہ انہوں نے اس کی رعایت نہ کی اور اسلام ان کی سرزنش و ملامت کرتا ہے کہ انہوں نے توجہ نہ دی''۔

یہ بھی ایک مرثیہ ہے جس میں ۳۶ شعر ہیں:

''پیمان ولایت کے منکر ہوئے، ان کی سرکشی اپنی آخری حدوں پر تھی۔
حسد میں علیؑ کے ساتھ غداری کی حالانکہ نص ولایت کے سلسلے میں واقعۂ غدیر پر گواہ ہے''۔

۲۹ شعروں کا ایک قصیدہ یہ ہے:

بعل البتول ....؟........ ....

''اے فاطمہؑ کے شوہر! اگر فاطمہ زہراؑ نہ ہوتیں تو ہم کہاں سے ائمہؑ برحق کے ذریعہ ہدایت پاتے،
رسولؐ نے آپ کے لئے بروز غدیر نص فرمائی، صرف منافق اور بے دین ہی ان کے حق کے منکر ہوئے''۔

شاعر کے حالات

ابو المعالی، عبد العزیز بن حسین بن حباب، اغلبی، سعدی، صقلی، معروف بہ قاضی جلیس مصر کے ممتاز

شاعر اور انشائیہ نگار تھے، ملک صالح کے مصاحب ندیم خاص تھے، ممکن ہے کہ ملک صالح کی صحبت میں زیادہ بیٹھنے کی وجہ سے جلیس مشہور ہوئے ہوں۔

قاضی جلیس اہل بیتؑ کے پکے دوستدار اور شاعر تھے، فقیہ عمارہ یمنی نے بھی ان کی ولایت کا قصیدہ پڑھا ہے، ان کی تعزیت میں خریدۃ القصر، تاریخ ابن کثیر، فوات الوفیات ابن کثیر نے خامہ فرسائی کی ہے۔(۱) اور لکھا ہے کہ موفق بن خلال کے ساتھ فائز باللہ کے کلرک تھے، قاضی جلیس نے ملک صالح کی خدمت میں حسن بن علی مصری کی مدح کی تاکہ مقرب بارگاہ ہو جائیں۔ لیکن جب قاضی کا انتقال ہوا تو وہ مخالف ہو گیا، طعن و تشنیع کرنے لگا، جنازہ میں خوشی کے لباس پہن کر شریک ہوا اسی اہانت کی وجہ سے وہ لوگوں کی نظروں سے گر گیا۔ اتفاق کی بات یہ کہ وہ قاضی کے ایک ماہ بعد ہی مر گیا۔(۲)

قاضی برجستہ اشعار کہنے میں ماہر تھے، وہ تمام اصناف سخن پر اچھے اشعار کہتے تھے۔

فوات الوفیات میں ہے کہ قاضی جلیس نے ۵۶۱ھ میں لگ بھگ ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔

مرثیہ اہل بیتؑ کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

ازأیت جرلة طیف هذا زائر ماهاب عادیه الغیور الزائر

وافی وشملته الظلام و لم یکن لیزورا لافی ظلام ساتر

فکانه انسان عین لم یلح مذقط الافی سواد الناظر

ماحکم اجفانی کحکم جفونها شتان بین سواهر وسواحر

۱۔ البدایۃ والنھایہ ج۲ص۲۵۱ (ج۱۲ص۳۱۳)؛ فوات الوفیات ج۱ص۲۷۸ (ج۲ص۳۳۲ نمبر ۲۸۵)

۲۔ معجم الادباء ج۳ص۱۵۷ (ج۹ص۴۸)

ابن مکی نیلی

''کیا تم نہیں جانتے کہ رسول خدا محمد مصطفیؐ نے حیدرؑ کو اپنا وصی بنایا، اس سے پہلے کہ ان کی روح آسمان کی طرف پرواز کرے۔

غدیر خم میں جب کہ سبھی حاضر و گواہ تھے، خطبہ پڑھا، آوازیں خاموش اور جرس گم سم تھے، علیؑ میری قیص کا تکملہ ہے، وہ میرا مددگار ہے اور اسے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی''۔(۱)

شاعر کے حالات

سعید بن احمد مکی نیلی، مودب، ممتاز، شیعہ اور خوش نوا شاعر تھے۔ عترت اطہارؑ کے فدائی، انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر فضائل اہل بیتؑ بیان کئے، ان کے حاسد اور طرفداران سقیفہ غلو کا الزام لگاتے تھے، حالانکہ یہ عظیم شاعر معتدل محب اہلبیتؑ تھے، ابن شہر آشوب نے انہیں پرہیز گار شعراء میں شمار کیا ہے۔(۲)

یاقوت حموی کہتے ہیں کہ مودب شیعہ مذہب اور نحوی دانشور تھے، ادب و لغت پر مہارت تھی، شیعیت کے متعلق ان کے اشعار مبالغہ کی حد تک ہیں، بڑے اچھے شعر کہتے، زیادہ تر مدح اہلبیتؑ ہی میں کہا، ان کا تغزل لطیف اور شاداب تھا، سو سال کی عمر پائی اور ۵۶۵ھ میں وفات کر گئے۔(۳)

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۱ ص ۵۲۴ (ج ۳ ص ۲۴، ج ۲ ص ۳۰۵)

۲۔ معالم العلماء (ص ۱۵۳)

۳۔ معجم الادباء ج ۴ ص ۲۳۰ (ج ۱۱ ص ۱۹۰)

عماد کاتب لکھتے ہیں: تشیع میں راہ افراط پر گامزن تھے، لیکن بڑے تقویٰ شعار ادیب وادیب پرور تھے، مذہبی تعصب بہت زیادہ تھا، بوڑھے ہوگئے تھے، کمر جھک گئی تھی، بینائی سے محروم تھے، ۹۰ سال کی عمر پائی۔ ان کا وجود، عدم برابر تھا، میری ان سے آخری ملاقات بغداد کے محلہ صالح میں ۵۶۲ھ میں ہوئی۔

صفدی وابن شاکر نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔(۱) کہتے ہیں کہ وہ بڑے اچھے شعر کہتے زیادہ تر مدح اہل بیتؑ ہی میں کہتے، ان کے اشعار کا نمونہ دیکھیں:

فان یکن آدم من قبل الوری بنبي و في جنة عدن داره؟!

فان مولای علیا ذا العلی من قبله ساطعة انواره(۲)

اگر آدم تخلیق کائنات سے قبل نبی اور جنت میں مقیم تھے تو ان سے بھی پہلے میرے بلند مرتبہ مولا علیؑ کا نور ساطع تھا۔

اسی طرح نوح، یونس، یوشع، موسیٰ اور عیسیٰ سے تقابل کر کے تیرہواں شعر کہا ہے:

من حملته امه ماسجدت للات بل شغلها استغفاره؟!

آپ وہ ہیں کہ اپنی ماں کو لات وعزیٰ کے سجدے سے بطن مادر ہی میں باز رکھا اور انہیں استغفار میں مشغول رکھا۔

اس آخری شعر میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے سیرۃ حلبیہ میں، سیرۃ زینی دحلان اور صفوری نے نزہۃ المجالس نیز شبلنجی نے نورالابصار میں لکھا ہے کہ امیر المومنین اپنی والدہ کو اصنام کا سجدہ کرنے سے بطن مادر ہی میں باز رکھتے تھے۔(۳)

یوسف واسطی نے دشمنی علیؑ میں دو شعر کہے تھے، اس کا جواب ابن مکی نیلی نے دیا:

۱۔ نکت الھمیان (ص ۱۵۷)؛ فوات الوفیات ج ۱ ص ۱۶۹ (ج ۲ ص ۵۰ نمبر ۱۶۷)

۲۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۳ ص ۳۰۷)

۳۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۲۸۵ (ج ۱ ص ۲۶۸)؛ السیرۃ النبویہ (ج ۱ ص ۹۱)؛ نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۱۰؛ نورالابصار (ص ۱۵۶)

الاقل لمن قال فی کفرہ　و ربی علی قولہ شاھد
[اذا اجتمع الناس فی واحد　و خالفھم فی الرضا واحد]
[فقد دل اجماعھم کلھم　علی انہ عقلہ فاسد]

''اس کمینے سے کہہ دو جو کفر بکتا ہے اور میرا رب اس کا گواہ ہے۔
وہ کہتا ہے کہ جب لوگ خلافت کے بارے میں متفق ہو جائیں اور ان میں ایک مخالف ہو تو سب کا متفق ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس اکیلے شخص کی عقل فاسد ہے''۔

کذبت وقولک غیر الصحی

''تم قطعی جھوٹ بولتے ہو تمہارا یہ نقطہ نظر ارباب تنقید کے یہاں مہمل ہے، کیوں کہ قوم موسیٰ کے سبھی لوگ گوسالہ پرستی پر متفق الرائے تھے، اکیلے ان کے مخالف وصی موسیٰ جناب ہارون تھے۔ اکثریت خطا کار رہی جو گائے کو پوجتے تھے اور جو اکیلا اور منفرد تھا اس کی رائے صحیح تھی''۔(۱)

علامہ امینیؒ نے اعیان الشیعہ میں ابوسعید نیلی کے حالات کی فصل قائم کر کے حیرت ناک تسامح فرمایا ہے، فرماتے ہیں کہ ان کا مصرع (دع یاسعید ھواک استمسک بحق) یہاں باسعید ہے، اس لحاظ سے ان کا نام سعد یا سعید ہے۔

۱۔ مجالس المومنین (ج ۲ ص ۵۷۱)

۲۔ اعیان الشیعہ ج ۶ ص ۲۰۷ (ج ۲ ص ۳۵۷)؛ ج ۱۴ ص ۲۰۷ (ج ۲ ص ۳۵۷)

خطیب خوارزمی

ولادت ۴۸۴ھ

وفات ۵۶۸ھ

الاهل من فتی کابی تراب   امام طاهر فوق التراب؟!

’’کیا کوئی جوان ابوترابؑ کے مانند ہے، وہ زمین پر پاک وطاہر امام تھے۔

اگر میری آنکھیں آشوب کر جائیں تو علیؑ کی جوتیوں کی خاک کا سرمہ بناؤں۔

محمدؐ رسول خدا علم کے شہر ہیں اور امیر المومنینؑ ان کے دروازے کے مانند۔

وہ محراب میں بہت زیادہ رونے والے اور میدان جنگ میں بہت زیادہ ہنسنے والے تھے۔

علیؑ، عمرو بن عبدود کے قاتل اور ضرب شمشیر سے اسے خاک چٹانے والے ہیں۔

حدیث براۃ اور غدیر خم کی بات اور پرچم خیبر کی بات بہترین فیصلہ کر سکتی ہے‘‘۔(۱)

شاعر کے حالات

حافظ، ابوالموید، ابومحمد موفق بن احمد بن ابی سعید اسحاق بن الموید، مکی حنفی معروف اخطب خوارزم۔ فقیہ ودانشور تھے، معروف حافظ اور محدث تھے، مایہ ناز خطیب تھے، سیرت وتاریخ سے آگاہ، شاعر وادیب اور برجستہ خطبہ میں مہارت تھی، ان کی شاعری کتابوں میں جا بجا ملتی ہے۔

۱۔ ۴۶ بیت پر مشتمل یہ قصیدہ مناقب خوارزمی (ص ۳۹۹) کے آخر میں طبع ہوا ہے، ان میں بعض کو خوارزمی نے اپنی مقتل (ج ۲ ص ۱۶۱) میں نقل کیا ہے اور ان میں سے بعض ابیات کو ابن شہر آشوب نے اپنی مناقب (ج ۲ ص ۱۵۴، ۱۵۹) میں نقل کیا ہے۔

حموی، صفدی، تقی فارسی، قفطی اور سیوطی نے بہت زیادہ ستائش کی ہے۔(۱) ان کے علاوہ محمد بن عبدالحی، سید خوانساری، جرجی زیدان، عبدالقادر مصری نے بھی بہت زیادہ سراہا ہے۔

مشائخ واساتذۂ روایت

۱۔ حافظ نسفی
۲۔ جاراللہ زمخشری
۳۔ ابوالفتح کردخی
۴۔ ابوالحسن غزنوی
۵۔ شیخ جوینی
۶۔ ابوبکر زاغوانی
۷۔ ابوالفتوح طائی
۸۔ شہردار بن شیرویہ دیلمی
۹۔ محمد بن عطار ہمدانی
۱۰۔ ابوالمظفر ہمدانی
۱۱۔ مروزی
۱۲۔ محمد بن احمد مکی
۱۳۔ ابوطاہر خطیب مرو
۱۴۔ ابوسہل زورقی
۱۵۔ عبدالواحد باقرحی
۱۶۔ ابوعفان خوارزمی
۱۷۔ ابومنصور بغدادی
۱۸۔ محمد خیام ہمدانی
۱۹۔ حسن بن نجار
۲۰۔ ابومحمد غضاوی طوسی
۲۱۔ ابوذر بن بندار
۲۲۔ محمد بن سمان بن یوسف ہمدانی
۲۳۔ ابوالفضل بن عبدالرحمٰن حضر بندی
۲۴۔ سعید بن محمد فقیہی
۲۵۔ ابوعلی حداد، سیف الدین ججی
۲۶۔ ابوالحسین بن بشران
۲۷۔ مبارک بن محمد شعطی
۲۸۔ عبدالحمید بن میکائیل
۲۹۔ منصور بن نوح شہرستانی
۳۰۔ عبدالرحمٰن بن محمد کرمانی

۱۔ معجم الادباء (ج ۸ ص ۳۹)؛ العقد الثمین (ج ۷ ص ۳۱۰)؛ انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ (ج ۳ ص ۲۶۲ نمبر ۷۷۹)؛ بغیۃ الوعاۃ (ج ۲ ص ۳۰۸ نمبر ۲۰۴۶)

۳۱۔ابوداؤد ہمدانی ۳۲۔محمد بن منصور مقری

۳۳۔ابوالحسن کرباسی ۳۴۔امام مسعود بن احمد دہستانی (۱)

تلامذہ اور راویان حدیث

۱۔ابوالمکارم خوارزمی؛ (۲)

۲۔مسلم بن علی اخت؛ (۳)

۳۔طاہر بن عبدالسید خوارزمی؛ (۴)

۴۔ابومحمد حسینی؛ (۵)

۵۔ابن شہرآشوب مازندرانی؛ (۶)

۶۔ابن معین؛ (۷)

۷۔ناصرین احمد بن بکر نحوی؛ (۸)

تالیفات

انہیں فقہ، حدیث، تاریخ وادب پر بھرپور دستگاہ تھی اور دنیا بھر میں مشہور ہوئے، ان کی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔مناقب ابوحنیفہ، ۱۳۲۱ھ میں حیدرآباد میں دو جلدوں میں شائع ہوئی۔

۱۔الفوائد البھیہ ص۳۹؛ روضات الجنات ص۲۱ (ج۸ص۱۲۴) تاریخ آداب اللغۃ ج۳ص۶۰ (مجلد۱۴ص۳۱۱)؛ الجواہر المضیۃ (ج۳ص۵۲۳نمبر۱۷۱۸)

۲۔بغیۃ الوعاۃ ص۴۰۲ (ج۲ص۳۱۱نمبر۲۰۵۴)

۳۔بحار الانوار (ج۱۰۷ص۱۵۲)

۴۔بحار الانوار ج۱۰۷ص۱۵۲

۵۔بحار الانوار (ج۱۰۷ص۱۵۲)

۶۔مناقب آل ابی طالب (ج۱ص۳۱)

۷۔فرائد السمطین (ج۲ص۶۶حدیث۳۹۰)

۸۔بغیۃ الوعاۃ ص۴۰۲ (ج۲ص۳۱۱نمبر۲۰۵۳)

۲۔ردشمس برائے امیرالمومنینؑ؛(۱)

۳۔کتاب اربعین؛(۲)

۴۔قضایاامیرالمومنین؛(۳)

۵۔مقتل امام حسین،جس میں پندرہ مفیدابواب ہیں۔

۶۔شعری دیوان؛(۴)

مناقب امیرالمومنینؑ جس میں سے عصرموجودتک کے تمام مقتدرعلماء احادیث نقل کرتے آئے ہیں۔(۵)

وفات

۵۶۷ھ میں ہوئی جن لوگوں نے ۵۹۶ھ لکھاہے وہ غلط ہے،کیوں کہ بغیۃ الوعاۃ،فوائدالبہیہ، تاریخ ذہبی،کشف الظنون،روضات الجنات میں ۵۶۷ھ ہی درج ہے۔(۶)

۱۔مناقب آل ابی طالبؑ ج۲ص۳۹۰

۲۔مناقب آل ابی طالبؑ ج۱ص۳۱

۳۔مناقب آل ابی طالبؑ ج۱ص۳۸۴

۴۔کشف الظنون ج۱ص۵۲۴

۵۔کشف الظنون ج۲،ص۵۳۲(ج۲ص۱۸۴۴)

۶۔بغیۃ الوعاۃ(ج۲ص۳۰۸نمبر۲۰۴۶)الفوائدالبہیہ(ص۴۱)؛العقدالثمین(ج۷ص۳۱۰)؛کشف الظنون(ج۱ص۸۱۵)؛ روضات الجنات(ج۸ص۱۲۴)

فقیہ عمارہ

ولادت/۵۱۳ھ

قتل/۵۶۹ھ

''آپ کی ولایت تمام مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے اور آپ کی محبت بڑی پونجی اور بہترین مال غنیمت ہے اگر آدمی آپ کی محبت سے دل نہ نوازے تو کل خدا کے نزدیک بے وقعت رہے گا۔

آپ عیسی بن حیدر(خلیفہ فائز بن ظافر خطاب ہے) کی نص کی بنا پر وارث ہدایت ہوئے نہ کہ عیسی بن مریم کی نص کی بنا پر۔

اور فرمایا: میرے ابن عم کی اطاعت کرو کیوں کہ وہ میرے پوشیدہ اسرار الٰہی کا امین ہے۔

اسی طرح وہ وصی مصطفیؐ اور ان کے ابن عم ہوگئے، بروز غدیر اس کا اہتمام وانصرام کیا گیا تھا۔

اہل قصر کا مرثیہ کہا ہے اس کا ایک شعر یہ ہے:

اور بساط زمین بروز عید غدیر یوں رقصاں ہوتی ہے جیسے کہ نیزہ بازوں کے ہاتھوں میں نیزے تھرکتے ہیں''۔

شاعر کے حالات

فقیہ، نجم الدین، ابومحمد، عمارہ بن ابوالحسن علی بن زیدان بن احمد، حکمی یمنی۔ شیعوں کے بلند مرتبہ فقیہ صاحب تالیفات اور بہترین استاذ تھے، شیعیت کی راہ میں سر سے گذر گئے۔

علم کامل اور فضل شامل کے ساتھ بہترین شاعر بھی تھے، شعر کہتے تھے یا موتی پروتے تھے، ان کے شعروں میں روانی، سنجیدگی اور شادابی ہوتی تھی، سب سے بلند تر یہ بات کہ وہ ولائے آل محمدؑ سے سرشار تھے، ایسا والہانہ پن تھا کہ راہ شیعیت میں شہید ہوئے۔

ان کی جاوداں تالیفات میں ''نکت عصریہ، اخبار وزراء مصر، تاریخ یمن، فرائض ومواریث، شعری دیوان، ایک قصیدہ بنام شکایۃ المتظلم ونکایۃ المتألم'' کہہ کے صلاح الدین ایوبی کے پاس بھیجا تھا۔

نکت عصریہ (ص ۷) میں اپنے حالات لکھے ہیں: انہوں نے شاعری اپنے چچا علی بن زیدان سے سیکھی ۵۲۹ھ میں حد بلوغ کو پہونچے اور ۳۱ سال کی عمر میں باپ کے حکم سے وزیر مسلم کے ہمراہ زبید گئے وہاں چار سال قیام کیا، سوائے نماز جمعہ کے مسجد سے باہر نہ نکلتے، پانچویں سال والدین سے ملاقات کرنے آتے اور پلٹ جاتے، تین سال تک طلبہ کو شافی فقہ پڑھائی، جب وہ ۳۹ سال کے ہوئے تو والدین ان سے ملنے زبید آئے ان کے ساتھ عمارہ کے پانچوں بھائی بھی تھے، انہوں نے والد کو کچھ اشعار سنائے، انہوں نے ستائش کی اور فرمایا: تم جانتے ہو کہ ادب وشعر نعمت الٰہی ہے، لوگوں کی مذمت کر کے کفران نعمت نہ کرنا، عمارہ کو قسم دی کہ ایک شعر میں بھی کسی مسلمان کی ہجو نہ کرنا۔

ایک بار ملکہ آزادہ کے ساتھ حج کے لئے گئے، دوسری بار مکہ کی زیارت سے مشرف ہوئے، ۵۵۰ھ میں مصر آئے، خلیفہ مصر امام فائز تھے اور ان کے وزیر ملک صالح، خلیفہ کی بارگاہ میں قصیدہ پیش کیا۔ سبھی نے خاص طور سے ملک صالح نے بڑی ستائش کی بار بار اشعار پڑھوائے، خلعت وانعام سے نوازا گیا۔ سب سے زیادہ ملک صالح نے ۵۰۰ دینار دئے پھر خلیفہ کی بیٹی نے ۵۰۰ دینار عطا کئے۔

پھر ان کا وظیفہ مقرر ہوگیا، ان سے پہلے اتنا وظیفہ کسی کا مقرر نہیں ہوا تھا، انہیں خاص طور سے ملک صالح سے تعلق خاطر تھا۔

فقیہ عمارہ ایک قصیدہ کی بناء پر کچھ لوگوں کے ہمراہ فراز دار سے نوازے گئے۔

اس کا مطلع یہ ہے:

رمیت یادھر کف المجد بالشلل وجیدہ بعد حسن الحلی بالعطل

کہا گیا ہے کہ ایک گروہ انگریزوں سے خط و کتابت کر رہی تھی کہ صلاح الدین ایوبی کو ہٹا کر فرزند عاضد کو بٹھادیں، اس گروہ میں ایک سپاہی بھی جو مصری باشندہ نہیں تھا، اس نے صلاح الدین سے جا کر شکایت کر دی صلاح الدین نے سب کو حاضر ہونے کا حکم دیا، سب نے اعتراف کر لیا اس نے حکم دیا کہ سب کو پھانسی دے دی جائے۔

روز شنبہ ماہ رمضان ۵۹۹ھ قاہرہ میں سب کو پھانسی دے دی گئی۔

فقیہ عمارہ کے ساتھ قاضی القضاۃ ابوالقاسم ہبۃ اللہ، ابن عبدالقوی داعی الدعاۃ عویرس ناظر دفتر، شبریا، عبدالصمد منشی، نجاح حمامی منجم نصرانی بھی تھے، آخر الذکر نے سب کو آمادہ کیا تھا۔

صفدی لکھتے ہیں کہ بعید نہیں کہ قاضی فاضل نے عمارہ کے قتل میں چغلی کی ہو کیوں کہ صلاح الدین نے ان کے بارے میں اس سے مشورہ کیا تھا، قاضی نے کہا کہ شہر بدر کر دیا جائے۔ صلاح الدین نے کہا: ممکن ہے پھر چھپ کر واپس آجائے، قاضی نے کہا: تنبیہ و سرزنش کی جائے۔ صلاح الدین نے کہا: کتے ابھی چپ رہیں گے پھر موقع دیکھ کر بھونکیں گے۔

قاضی نے کہا: اسے پھانسی دے دیجئے۔ صلاح الدین نے کہا: بادشاہ جب ارادہ کر لیتے ہیں تو عمل بھی کر ڈالتے ہیں۔ (۱)

صلاح الدین تیزی سے اٹھا اور قاضی عویرس کو پھانسی کا حکم دے دیا، جب انہیں دار پر لٹکانے لے جایا گیا تو انہوں نے خواہش کی کہ قاضی کے گھر کی طرف سے لے جایا جائے، خیال تھا کہ شاید قتل سے نجات دلائے قاضی نے دیکھا تو اندر گھس کر دروازہ بند کر لیا، عمارہ نے یہ شعر پڑھا:

عبدالعزیز قد احتجب ان الخلاص من العجب

عبدالعزیز گھر میں گھس گیا، اب نجات تعجب خیز ہے۔ (ممکن نہیں)

۱۔ الغیث المسجم (ج ۲ ص ۷۰

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

پانچویں جلد

مؤلف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی

سبیل سکینہ

ترجمہ و تلخیص:

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری
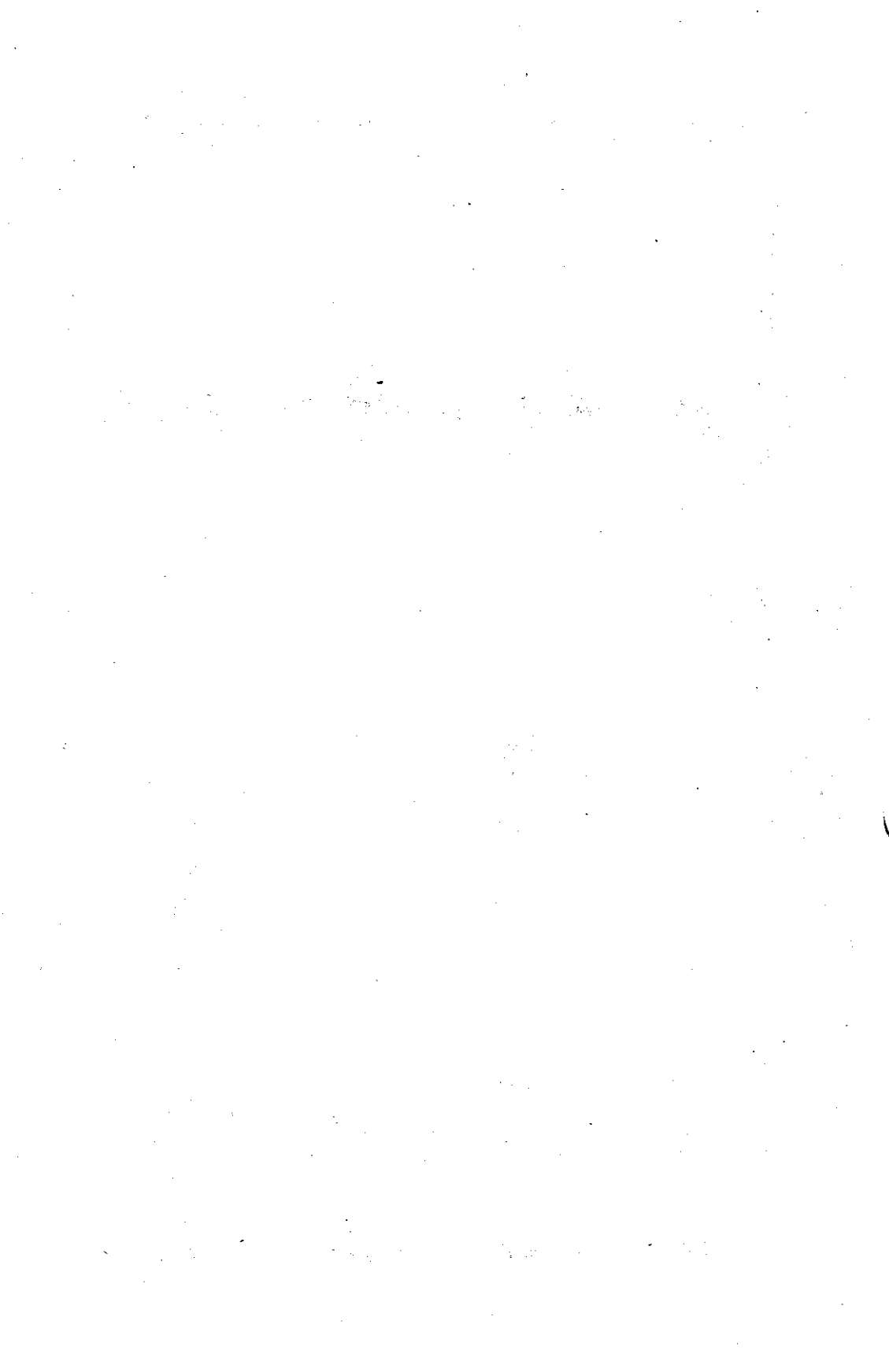
قال ابو عبد الله :

هـذا يـوم عـظيـم عظم الله حرمته على المومنين و اكمل لهم فيه الدين و تمم عليهم النعمة و جددلهم ما اخذ عليهم من العهد الميثاق

فہرست مطالب

بقیہ عندلیبان غدیر (چھٹی صدی ہجری)

عندلیبان غدیر (ساتویں صدی ہجری)

بقیہ عندلیبان غدیر

(چھٹی صدی ہجری)

۱۔سید محمد اقساسی　　　　۲۔قطب الدین راوندی

۳۔سبط ابن تعاویذی

سید محمد اقساسی

وفات/۵۷۵ھ

و حق علی خیر من وطأ الثری　　و افخر من بعد النبی قد افتخر

''اور خلافت علیؑ کا حق ہے، جو بعد رسولؐ تمام انسانوں میں بہتر اور شائستہ مباحات ہیں، وہ واقعی جانشین رسولؐ اور وارث علم رسولؐ ہیں، انھیں کی وجہ سے عدنان ومضر کے خاندان نے شرافت و افتخار پایا۔

وہی ہیں جنھیں بروز غدیر رسول خداؐ نے بازو تھام کر بلند فرمایا، حضرت عمر سے پوچھ لو! انھوں نے بتوں کو توڑا اور لوگوں کی سرزنش سے گھبرائے نہیں حالاں کہ وہ لوگ مدت سے ان بتوں کی پرستش کررہے تھے۔

وہ داماد رسولؐ اور ان کی بیٹی کے شوہر ہیں۔ ان کے بارے میں آیات وسورے نازل ہوئے، مغفرت اسی کا حصہ ہے جو بروز قیامت محبت اہل بیتؑ ذخیرہ کر کے لے جائے''۔

بعض سنیوں نے اقساسی کی طرف مدح ابوبکر میں یہ دو شعر بھی منسوب کر دیئے ہیں:

حق ابی بکر الذی ھو خیر من　　علی الارض بعد المصطفی سید البشر

لقد احدث التودیع عند وداعنا　　لواعجہ بین الجوانح تستعر

''خلافت حق ابوبکر ہے جو بعد رسولؐ تمام لوگوں میں سب سے بہتر اور بوقت نزع ان کے اشتیاق کی آگ دل میں بھڑکتی ہے''۔

شاعر کی شخصیت

نام محمد بن علی بن فخر الدین ابوالحسین حمزہ بن کمال الشرف ابوالحسن محمد بن ابوالقاسم حسن ادیب بن ابوجعفر محمد بن علی زاہد بن محمد اصغر اقساسی بن یحییٰ بن حسین ذی العبرۃ بن زید شہید ابن امام چہارم علی بن حسین علیہ السلام۔

خانوادۂ اقساسی بزرگ ترین علوی خاندان ہے جس میں بلند مرتبہ فنکار پیدا ہوئے ہیں۔ یہ کوفے کے ایک دیہات سے منسوب ہیں جس کا نام اقساس مالک ہے۔

اس خاندان میں تبحر عالم، موثق محدث، عظیم لغوی اور خوشنوا شاعر ہوئے ہیں۔ کامیاب حکمراں اور فاضل نقیب بھی گذرے ہیں۔ سب سے پہلے اقساسی لقب سید محمد اصغر بن یحییٰ بن زید نے اختیار کیا۔ انھیں سے بنی جوذاب، بنی موضح، بنی قرۃ العین اور بنی صعوہ کی شاخیں نکلیں۔ طاہر بن احمد، بنی صعوہ سے ہیں جن کے بارے میں سمعان نے لکھا ہے کہ طاہر بن محمد بن علی اقساس کا لقب صعوہ تھا۔ وہ متدین اور معتبر آدمی تھے۔ انھوں نے عدوی، انھوں نے حراش اور وہ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔

خانوادہ اقساسی

ابن عساکر(۱) ان کے جداعلیٰ کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ محرم ۳۴۷ھ میں دمشق آئے پھر مکہ و مدینہ چلے گئے۔ ادیب و شاعر کے ساتھ رعب و جلال کے حامل تھے، چہرہ پُر رونق تھا، لغت و شعر پر عبور تھا، زندگی کے لحاظ سے خاندان ابوطالبؑ کی بہترین فرد تھے، خوش اخلاق و ملنسار تھے۔ ابن فوطی کا بیان ہے کہ تحصیل علم کے لئے بہت سفر کیا، ادب سے بہرہ ور ہوئے، خط بڑا اچھا تھا، بڑے یار باش تھے۔

ایک دوسرا اقساسی خاندان:

کمال الدین شرف ابوالحسن محمد بن ابوالقاسم حسن ایک بہترین شاعر تھے۔ سید مرتضیٰ نے کئی باران

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۴، ص ۲۴۷ (ج ۱۳ ص ۳۸۲ نمبر ۱۴۴۹)

کوکوفہ کا امیر الحاج بنایا، ۴۱۵ھ میں وفات پائی، (۱) سید مرتضیٰ نے مرثیہ کہا (۲۴ شعر)۔ (۲)

کامل ابن اثیر میں ہے کہ ۴۱۲ھ میں ابوالحسن اقساسی نے لوگوں کے ساتھ حج کیا جب فید پہونچے تو عرب بدؤں نے گھیر لیا۔ ان سے پیچھا چھڑانے کے لئے ناصحی (ابومحمد قاضی القضاۃ) نے پانچ لاکھ دینار دینا چاہا لیکن عربوں نے گھیراؤ ختم نہیں کیا۔ وہ تمام حاجیوں کو لوٹنے کے درپے تھے۔ ان کا سردار حمار بن عدی تھا جسے سمرقند کے ایک حاجی نے تاک کر تیر مارا اور وہ ڈھیر ہوگیا، اس طرح سبھی بسلامت نکل آئے۔ (۳) جب حجاج مکے سے شام ہوتے ہوئے عراق آئے تو طاہر علوی نے ان حاجیوں کو بہت دولت دی اور خلعت سے نوازا۔ ان حاجیوں کی قیادت ابوالحسن اقساسی کر رہے تھے۔ (۴)

اقساسی کے دادا فخر الدین حمزہ بن محمد کے متعلق مجدی (۵) میں ہے کہ وہ نقیب کوفہ، مخلص، صاحب فضل وحلم اور ریاست ومواسات والے آدمی تھے۔ انھیں فخر الدین کے بھائی ابومحمد نامی تھے۔ انساب سمعانی میں ہے کہ وہ ثقہ ودانشمند تھے۔ (۶)

سید محمد اقساس کے متعلق کامل ابن اثیر میں ہے کہ ۵۷۵ھ میں محمد بن علی بن حمزہ اقساسی کا انتقال ہوا جو نقیب کوفہ اور مفکر ومجید شاعر تھے۔ (۷) مجالس المومنین (۸) کے مطابق ان سے علی بن علی بن نما نے روایت کی ہے۔ ان کے بزرگ مشائخ میں تھے۔

مجالس المومنین (۹) میں نقل ہے کہ عزالدین بن اقساسی اشراف کوفہ میں تھے، فاضل وادیب تھے بڑے اچھے اور برجستہ اشعار کہتے تھے۔ روایت ہے کہ خلیفہ مستنصر عباسی نے سلمان فارسی کے روضے کی

۱۔ المنتظم ابن جوزی ج ۸ ص ۱۹ (ج ۱۵ ص ۱۶۸ نمبر ۳۱۳۲) تاریخ کامل ج ۹ ص ۱۲۷ (ج ۶ ص ۱۳) البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۱۸ (ج ۱۲ ص ۲۳) مجالس المومنین ص ۲۱۱ (ج ۱ ص ۵۰۶)

۲۔ دیوان سید مرتضیٰ (ج ۲ ص ۱۴۷) المنتظم ج ۸ ص ۲۰ (ج ۱۵ ص ۱۶۸ نمبر ۳۱۳۲)

۳۔ تاریخ کامل ج ۹ ص ۱۲۱ (ج ۵ ص ۶۵۵)

۴۔ تاریخ کامل، ج ۹ ص ۱۲۷ (ج ۶ ص ۱۳)

۵۔ المجدی (۱۸۰)

۶۔ الانساب (ج ۱ ص ۲۰۰)

۷۔ تاریخ کامل ج ۱۱ ص ۱۷۴ (ج ۷ ص ۲۸۱)

۸۔ مجالس المومنین ص ۲۱۱ (ج ۱ ص ۵۰۷)

۹۔ مجالس المومنین ص ۲۱۲ (ج ۱ ص ۵۰۷)

زیارت کا ارادہ کیا۔اس کے ساتھ سید مذکور بھی تھے۔راستے میں خلیفہ نے کہا: غالی شیعوں کا ایک یہ بھی جھوٹ ہے کہ علی بن ابی طالبؑ مدینے سے مدائن طی الارض کر کے تشریف لائے تاکہ سلمان فارسی کا دفن وکفن کریں۔اسی رات پھر حضرت علیؑ مدینہ واپس چلے گئے۔یہ سن کر ابن اقساسی نے چھ شعر کہہ ڈالے:

''انکار کیا جاتا ہے کہ وصی رسولؐ ایک رات ہی مدائن تشریف لائے اور پاک وپاکیزہ سلمان کو غسل وکفن دے کر پھر مدینہ واپس چلے گئے حالانکہ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔تم کہتے ہو کہ یہ غالی شیعوں کا مولیٰ ہے۔اگر غالی شیعہ غلط بیانی نہ کریں تو ان کا قصور کیا ہے؟

آصف بن برخیا پلک جھپکتے سبا سے تخت بلقیس کو لے آئے یہ عجوبہ بات نہیں۔اور تم آصف کے متعلق غالی نہیں کہے جاتے لیکن اگر حیدرؑ کے متعلق میں کہوں تو غالی ہوں،اگر احمدؐ خیر المرسلین ہیں تو یہ خیر الوصیین ہیں''۔

ان اشعار کو علامہ ساوی نے طلیعہ میں نقل کر کے سید محمد اقساسی کی طرف منسوب کیا ہے۔علامہ کو اقساسی اور مستنصر کے تاریخ وفات کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا اس لئے یہ تسامح ہوا۔ہم نے سابق میں لکھا کہ اقساسی نے ۵۷۵ھ میں وفات پائی اور مستنصر ۵۸۹ھ میں پیدا ہوا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے چودہ سال بعد پیدا ہوا اور ۶۲۴ھ میں خلافت پائی۔

علامہ محسن امین عاملی (۱) نے حسن بن حمزہ اقساسی کے حالات میں ان اشعار کو لکھا ہے حالانکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ اشعار ابن نقلہ سے مربوط ہیں اور وہ حسن بن حمزہ کے بھتیجے ہیں۔محمد اقساسی سے کئی سال پہلے گذرے ہیں۔اور سید محمد اقساسی بھی مستنصر سے مقدم تر ہیں۔

تھوڑے سے فرق کے ساتھ علامہ ابن شہر آشوب نے مناقب (۲) میں ان اشعار کو نقل کر کے ابو الفضل تمیمی کی طرف منسوب کیا ہے (اس میں سات شعر ہیں)۔ابن شہر آشوب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم قطب الدین اقساسی کی نہیں ہے۔ابن شہر آشوب نے ۵۸۸ھ میں وفات پائی،ولادت

۱۔اعیان الشیعہ،ج۲۱،ص۲۳۳(ج۵ص۵۹)

۲۔مناقب ابن شہر آشوب،ج۱،ص۴۴۹(ج۲ص۳۳۸)

مستنصر سے چند سال قبل اور سید قطب کی وفات کے ۵۷ ر سال قبل۔ ممکن ہے کہ خانوادہ اقساسی کے کسی مقدم نسل میں شاعر نے اسے کہا ہو اور قطب الدین نے اسے مستنصر کے سامنے پڑھ دیا ہو۔

توجہ طلب:

میرے کانوں میں عناد سے بھر پور یہ آواز بھی پہونچی ہے کہ حضرت علیؑ کی یہ واضح کرامت جسے ارباب سیرت و تاریخ نے نقل کیا ہے، لوگ جھٹلاتے ہیں۔ اسے غلو کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ قطعی محال ہے کہ اتنی لمبی مسافت اس قدر کم وقت میں طے کی جائے۔

ان بے چاروں کے سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر بالفرض محال بھی ہو تو یہ محال عادی ہے، محال عقلی نہیں ہے۔ ورنہ مسئلہ معراج، جو قطعاً جسمانی ہے اور ضروریات دین میں سے ہے یا آصف بن برخیا کا واقعہ جسے قرآن میں بیان کیا گیا ہے، صحیح نہ رہ جائے گا۔ ایک عفریت تخت بلقیس کو اس قدر کم مدت میں کہ سلیمان اپنی جگہ سے حرکت کریں حاضر نہیں کر سکتا۔ نہ تو اسے سلیمان نے جھٹلایا نہ قرآن نے تردید کی۔

گویا وہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ خدا کی ہمہ جانبہ قدرت بھی سست نہیں ہے۔ اس کے لئے تمام امور چاہے وہ آسان ہوں یا دشوار یکساں ہیں۔ بنابریں اس میں کیا رکاوٹ ہے کہ خداوند عالم اپنے خاص اور مقرب بندے پر سخت کاموں کی انجام دہی کے سلسلے میں خاص زحمت فرمائے جسے دوسرے انجام دینے سے قاصر ہوں۔

دوسرے نقطۂ نظر سے بھی دیکھئے کہ خدا نے لوگوں کو گونا گون اور مختلف پیدا کیا ہے اس لئے ان کی توانائیاں بھی مختلف ہیں۔ ایک کام کے لئے ایک شخص توانا ہے اور دوسرا عاجز۔ اور قدرت خدا کی بھی کوئی حد نہیں، اسی لئے موجودات کے امور عادی بھی باہم متفاوت ہیں۔ جو مسافت ایک شخص سواری سے محدود وقت میں طے کر سکتا ہے اسی کو دوسرا شخص پا پیادہ طے کر سکتا ہے۔ گاڑیاں ان سے زیادہ مسافت طے کر سکتی ہیں۔ اگر انھیں راستوں کو ہوائی جہاز سے طے کیا جائے تو ان سے بھی زیادہ سرعت سے وہ مسافت طے ہو سکتی ہے، ہوائی جہاز سے جو راہ پانچ گھنٹے میں طے ہو سکتی ہے دوسری گاڑیوں سے وہ پانچ مہینے میں طے ہوگی۔

یہ طیارہ ۱۹ جو پیرس سے ۲۴ / اپریل ۱۹۲۴ء کو صبح کے وقت چلا۔ شام تک وہ ۱۲۵۰ / میل کا سفر طے کر کے بخارست پہونچا۔ اسی کے دوسرے دن ۷۷۰ / میل مزید چلا، پانچ روز بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ ۳۰۷۳ میل طے کر کے ہندوستان پہونچ گیا۔ اس سے بھی زیادہ تیز رفتار ہوائی جہاز ہیں جو فی گھنٹہ ۱۵۰ میل کا سفر طے کرتے ہیں، ان کی اڑان ۲۲۰۰۰ قدم ہوتی ہے۔ (بسائط الطیران) یہ بھی ممکن ہے کہ آئندہ سائنسی ترقی اس سے زیادہ تیز رفتار طیارے بنائے (آج تو آواز سے زیادہ تیز رفتار طیارے ایجاد ہو چکے ہیں۔ اپولو فی گھنٹہ چالیس ہزار کیلومیٹر راستہ طے کرتا ہے)۔

اس بنا پر کیا مانع ہے کہ خدا اپنے مخصوص بندے کو جب وہ چاہے سرعت رفتار عطا کر دے۔ خدا کے لئے تو یہ مشکل نہیں۔ اس کے علاوہ ہم مولا علیؑ اور ائمہ معصومینؑ کو جعلی خاصان خدا کے برابر نہیں سمجھتے۔ ان جعلی اولیاء کی کرامتوں کے لوگ قائل ہیں بلکہ ان کی کرامتوں کو تسلیم کرنا ضروریات دین میں سمجھتے ہیں۔

طی الارض کے متعلق اہل سنت کے قصے:

حیرت ہوتی ہے کہ جن کے زنگ آلود قلب حضرت علیؑ کی کرامت کو تسلیم نہیں کرتے اسی قسم کا واقعہ ان سے پست ترین لوگوں کے متعلق بیان کیا جائے تو مان لیتے ہیں۔ چند واقعات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ تاریخ ابن عساکر میں سری بن یحییٰ سے منقول ہے کہ حبیب بن محمد عجمی بصری روز ترویہ بصرہ میں تھے اور بروز عرفہ عرفات میں دیکھے گئے۔ (۱)

۲۔ حافظ ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبداللہ یونینی (متوفی ۶۱۷) ہوا کے ذریعے مکہ گئے اور حج بجالائے۔ اسی قسم کے واقعات اکثر زاہدوں کے لئے منقول ہیں۔ (۲)

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۳ (ج ۱۲، ص ۵۶ نمبر ۱۱۹۳)، مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۱۸۸)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳، ص ۹۴ (ج ۱۳، ص ۱۱۰)

۳۔ابوبکر غسانی صیداوی کی عادت تھی کہ بعد نماز عصر، مغرب کے قبل تک سوتے تھے۔اتفاقاً ایک دن ایک شخص ان سے ملاقات کرنے آگیا۔وہ بے خیالی میں اس سے اتنی دیر تک باتیں کرتے رہے کہ بعد عصر سو نہیں سکے۔وہ شخص چلا گیا تو خادم نے پوچھا: وہ کون صاحب تھے؟ غسانی نے جواب دیا: وہ ابدال تھے، سال میں ایک بار مجھ سے ملاقات کرنے آتے ہیں۔خادم کہتا ہے کہ میں ان کی آمد کے وقت کا منتظر تھا جب وہ اس وقت آئے تو میں انتظار کرتا رہا کہ شیخ سے گفتگو ختم ہو۔اتنے میں ابوبکر نے پوچھا :اب کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: ابومحمد ضریر سے فلاں غار میں ملاقات کروں گا۔خادم نے کہا: میں بھی آپ کے ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔انھوں نے کہا: بسم اللہ چلو۔میں ان کے ساتھ چلنے لگا۔پل تک پہونچا تو موذن نے مغرب کی اذان کہی۔انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: بسم اللہ۔ابھی دس قدم بھی نہ چلے تھے کہ اس غار تک پہونچ گئے۔اگر عادت کے مطابق راستہ طے کرتے تو دوسرے روز ظہر تک وہاں پہونچتے۔ غار میں جو صاحب تھے انھیں سلام کیا، وہیں نماز پڑھی، مختلف قسم کی بات کی۔جب تہائی رات گذری تو مجھ سے کہا: یہاں رہو گے یا گھر جاؤ گے؟ کہا: گھر جاؤں گا۔انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: بسم اللہ۔ ابھی دس قدم راستہ چلے تھے کہ اپنے کو صیدا میں پایا۔پھر انھوں نے زبان سے کچھ کہا کہ دروازہ کھل گیا اور شہر میں داخل ہو کر ہم گھر چلے آئے۔(۱)

۴۔بغداد کا ایک تاجر کہتا ہے کہ میں جمعہ کی نماز پڑھ کے چلا تو بشر حافی کو دیکھا کہ تیزی سے مسجد سے نکلے۔میں نے دل میں کہا یہ شخص زاہد مشہور ہے۔ذرا دیر مسجد میں ٹھہر نہیں سکتا تھا۔میں نے تعاقب کیا۔دیکھا کہ نانوائی سے ایک درہم کی روٹی خریدی۔میں نے کہا: اس زاہد کو دیکھو کہ روٹی خرید رہا ہے۔ پھر ایک درہم کا کباب خریدا۔میرا غصہ بڑھ گیا۔پھر وہ حلوہ فروش کے یہاں گئے، فالودہ خریدا۔میں سمجھا اب کھائیں گے لیکن انھوں نے بیابان کی راہ لی۔میں نے سوچا وہ سبزہ زار میں کھانا چاہتے ہیں۔میں تعاقب کرتا رہا۔بالآخر وہ ایک دیہات میں پہونچے، وہاں مسجد میں مریض تھا، اس کے سرہانے بیٹھ کر لقمہ لقمہ کھانا کھلانے لگے۔اس درمیان میں وہاں ٹہلتا رہا۔دیکھا کہ بشر نہیں ہیں۔مریض سے پوچھا تو

۱۔تاریخ ابن عساکر، ج۱، ص۴۴۳(ج۵، ص۱۸۶، نمبر ۹۷، مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۳، ص۲۲۲)

کہا: وہ بغداد گئے ۔ میں نے کہا: چالیس فرسخ راہ فوراً طے کرلی؟ اب تو کرایہ بھی نہیں کہ خود کو بغداد پہونچاؤں، پیدل چلنے کی بھی طاقت نہیں۔ اس نے کہا: یہیں رہو کہ وہ آجائیں۔ دوسرے جمعہ تک رہا، وہ اسی وقت آئے اور مریض کو کچھ چیزیں دیں، خود بھی کھائیں مریض کو بھی کھلائیں پھر مریض نے ان سے کہا کہ یہ شخص گذشتہ جمعہ سے آج تک یہیں ہے اسے اپنے گھر واپس کردیجئے۔ انھوں نے غصہ سے مجھے دیکھا، فرمایا: میرے ساتھ کیوں آئے؟ کہا: مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ فرمایا: اٹھو، میرے ساتھ چلو۔ مجھے بغداد تک چھوڑ دیا۔

۵۔ شیخ بزرگوار ابوالحسن علی فرماتے ہیں: ایک دن میں شیخ احمد رفاعی (متوفی ۵۸۷) کے مراقبہ کے کمرے میں تھا، میرے سوا کوئی نہ تھا، ایک مدھم آواز سنی، ایک اجنبی کو دیکھا جس سے طویل مدت تک بات چیت ہوئی پھر وہ اس کمرے کے روشندان سے باہر نکل گیا۔ میں نے پوچھا: یہ کون تھا جو برق رفتاری کے ساتھ باہر نکل گیا؟ پوچھا: تم نے اسے دیکھا؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: خدا اس کے ذریعے بحر اقیانوس کا تحفظ کرتا ہے، وہ چار خواص میں ایک ہے۔ تین دن سے بارگاہ خدا سے نکال دیا گیا ہے۔ پوچھا: کیوں؟ کہا: اقیانوس میں تین دن بارش ہوئی، اس نے کہا کہ اگر یہ بارش آبادی میں ہوتی تو بہتر ہوتا۔ پھر خیال آیا تو استغفار کیا۔ لیکن اسی اعتراض کی وجہ سے دھتکار دیا گیا۔ میں نے پوچھا: آپ نے اسے اطلاع دیدی ہے؟ کہا: نہیں ۔ میں نے کہا: میں اطلاع دیدوں۔ کہا: ہاں ۔ فرمایا: آنکھیں بند کرو۔ آنکھیں کھولیں تو بحر محیط میں پایا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ وہاں چلنے لگا۔ وہاں اس شخص کو پایا، سلام کر کے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس نے کہا: تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جیسا کہوں ویسا کرنا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ کہا: میری پگڑی لو اور میری گردن میں پھندا ڈالو اور زمین پر مجھے کھینچو اور کہو: یہ اس کی سزا ہے جو خدا پر اعتراض کرے۔ میں نے اس کے کہنے کے مطابق کیا۔ ناگہاں ہاتف کی آواز آئی۔ اے علی! بس کرو آسمان کے فرشتے رو رہے ہیں، خدا اس سے راضی ہوگیا۔ میں کچھ دیر بیہوش رہا، ہوش میں آیا تو خلوت کے کمرے میں اپنے کو موجود پایا۔ بخدا! میں نہیں جانتا کہ کیسے گیا اور کیسے آیا؟ (۱)

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۳، ص ۲۳۶ (ج ۱۰ ص ۲۰۵ نمبر ۸۸۱، تاریخ ابن عساکر، ج ۵، ص ۱۹۹) ۲۔ مراۃ الجنان، ج ۳، ص ۴۱۱.

۶۔شیخ صالح غانم بن یعلی تکریتی کہتے ہیں کہ ایک بار میں نے نمکین دریا میں سفر کیا۔طوفان آ گیا۔ ٹوٹی کشتی پر ایک جزیرے میں پہونچا،ایک مسجد میں چار آدمیوں کو دیکھا اور ان سے ماجرا بیان کیا۔جب نماز عشاء کا وقت ہوا تو دیکھا کہ شیخ حرانی آئے،سب نے احترام کیا اور ان کی امامت میں نماز جماعت پڑھی۔ رات بھر دعا و مناجات میں مشغول رہے۔پھر وہ مسجد سے نکلے اور کہتے جاتے تھے:محبّ کی محبوب کی طرف سیر جلد ہونی چاہئے۔ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ انھیں کے پیچھے پیچھے چلے جاؤ۔میں پیچھے لگ لیا گویا زمین خشکی دریا یا کوہ و دشت سمٹ گئے تھے۔ناگاہ میں نے دیکھا کہ حران آ گیا حالانکہ ہم زیادہ نہیں چلے تھے۔میں نے حران میں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔(۱)

۷۔سیوطی کا خادم محمد بن علی حباک بیان کرتا ہے کہ ایک دن قرافہ مصر میں بیٹھے ہوئے تھے،شیخ مجھ سے بولے:کیا تم نماز عصر مکہ میں پڑھنا چاہتے ہو؟لیکن شرط یہ ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرنا۔میں نے کہا:ہاں۔انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا:آنکھیں بند کرو۔ہم ۲۷ قدم چلے تھے کہ فرمایا آنکھیں کھولو۔دیکھا کہ میں باب المعلاۃ میں ہوں۔پھر داخل حرم ہو کر طواف کیا۔آب زمزم پیا۔نماز عصر تک مقام ابراہیمؑ پر ٹھہرے رہے پھر طواف کر کے آب زمزم پیا۔پھر مجھ سے فرمایا:طی الارض میرے لئے حیرتناک نہیں۔حیرت کی بات یہ ہے کہ یہاں حرم کے مصری مجاور بھی مجھے پہچان نہیں رہے ہیں۔پھر فرمایا:چاہو تو میرے ساتھ گھر چلو ورنہ یہیں رہو۔میں نے کہا:میں آپ کے ساتھ آؤں گا۔فرمایا:آنکھیں بند کرو۔سات قدم آگے بڑھے تو کہا:آنکھیں کھولو۔میں نے اپنے کو جیوشی میں پایا اور عمر بن فارض کی خدمت میں پہونچ گیا۔(۲)

۸۔طبقات سخاوری میں ہے کہ شیخ معالی نے شیخ سلطان بن محمود بعلبکی سے پوچھا:میرے آقا!آپ کتنی مرتبہ ایک رات میں مکہ تشریف لے گئے ہیں؟فرمایا:تیرہ بار۔شیخ یونینی فرماتے ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو مکے میں ہی نماز پڑھا کریں۔(۳)

۱۔مراۃ الجنان،ج ۳،ص ۴۲۱ ۲۔شذرات الذہب،ج ۸،ص ۵۰ (ج ۱۰،ص ۷۷)

۳۔شذرات الذہب،ج ۵،ص ۲۱۱ (ج ۷،ص ۳۶۵)

۹۔حافظ ابن جوزی اپنی کتاب صفۃ الصفوۃ میں سہل بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے مالک بن قاسم جبلی نامی شخص کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں زعفران لگا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: تم نے ابھی زعفران کھایا ہے؟ بولا: استغفراللہ! میں نے ایک ہفتہ سے کچھ نہیں کھایا۔ لیکن میں نے اپنی والدہ کو کھانا دیا اور چونکہ نماز صبح یہیں پڑھنی تھی اس لئے تیزی سے یہاں آیا ہوں، مجھے ہاتھ دھونے کی فرصت نہ ملی کہ متذکرہ جگہ سے یہاں کا فاصلہ ۷۰۰ فرسخ کا تھا (اٹھائیس ہزار کیلومیٹر)۔ کیا تم میری بات مانو گے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: خدا کا شکر! جس نے مجھے یقین کرنے والے مومن کی صورت دکھائی۔ (۱)

۱۰۔ابن جوزی اسی کتاب میں ہی موسیٰ بن ہارون سے نقل کرتے ہیں کہ ایک بار حسن بن خلیل کو میں نے عرفات میں دیکھا اور ان کی صحبت میں رہا۔ دوسری بار کعبہ کے طواف کی حالت میں دیکھا۔ ان سے کہا کہ دعا کرو، میرا حج قبول ہو جائے۔ انہوں نے روتے ہوئے میرے لئے دعا کی۔ جب میں مصر واپس آیا تو جو بھی مجھ سے ملنے آیا اس سے کہا کہ اس سال حسن میرے ساتھ مکہ میں تھے۔ انھوں نے کہا کہ انھوں نے اس سال حج نہیں کیا۔ میں نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہر رات مکہ پہونچ جاتے ہیں۔ کسی نے بھی میری بات کی تصدیق نہیں کی۔ کچھ دن بعد انھوں نے مجھے دیکھ کر افشاء راز پر میری سرزنش کی کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم منھے اس طرح مشہور کرو۔ اب میں تجھے اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کسی سے نہ کہنا۔ (۲)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

کوئی محقق اس قسم کے واقعات پر مبسوط کتاب تالیف کرسکتا ہے۔ میں نے اختصار کے خیال سے اتنے ہی پر اکتفا کیا۔ ان واقعات سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ولی خدا (یعنی جسے خدا نے طی الارض کی نعمت عطا کی ہے) اگر چاہے تو کسی کو بھی اس کی خواہش کے مطابق طی الارض کراسکتا ہے۔ اسکے لئے زمین سمٹ سکتی ہے۔

یہ نمونے امیرالمومنینؑ اور ائمہ معصومینؑ کے نہیں ہیں بلکہ اہل سنت حضرات کے بیان کردہ ہیں اور

۱۔صفۃ الصفوۃ ج۴،ص ۲۲۸ (ج۴ص۲۵۴ نمبر ۷۸۸)

۲۔صفۃ الصفوۃ، ج۴،ص۲۹۳ (ج۴،ص۳۲۲ نمبر ۸۴۰)

انھیں کے نقلی اولیاء اللہ کے قصے ہیں۔اگر یہ لوگ طی الارض پر قادر ہیں تو امیر المومنینؑ مدینے سے سلمان کو غسل وکفن دینے کیلئے مدائن کیوں نہیں پہونچ سکتے؟ آخر اس بات پر انکار وجدال کا غل کیوں ہوتا ہے؟

جُگ جُگ جیو!!!

حضرت امیر المومنینؑ اور ائمہ معصومینؑ کے فضائل کے سلسلے میں اہل سنت قلم کار انکار وتعصب کی فضا قائم کیئے ہوئے ہیں۔کیوں کہ ان کی فطرت میں انکار وعناد کی آمیزش ہے۔کبھی وہ طعن وتمسخر کرتے ہیں،کبھی جعلی ہونے کی ہانک لگاتے ہیں،کبھی اسناد پر بحث کرنے لگتے ہیں۔جب کچھ نہیں ملتا تو عقل سے بعید ہونے کی گہار مچانے لگتے ہیں۔ہر نئے دن ایک نئی آواز سننے کو ملتی ہے۔وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑا تیر مار رہے ہیں حالانکہ یہی لوگ اسی قسم کے فضائل وواقعات اہل بیتؑ کے علاوہ دوسرے افراد میں ثابت بھی کرتے ہیں اور بیان بھی کرتے ہیں۔نہ اس کی تردید کرتے ہیں نہ دل میں نفرت وعناد کا جوش بھڑکتا ہے،نہ غلو کی طرف نسبت دیتے ہیں۔یہ دیکھئے بعض مسائل کا آپ بھی تجزیہ کیجئے:

ا۔حدیث رد شمس:

حضرت علی علیہ السلام کے لئے دعائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سورج پلٹنے کی سندیں اور شواہد صحت نیز کلمات علماء،ہم تیسری جلد میں پیش کر چکے ہیں۔اسے پڑھ کر مجال انکار نہیں ہوسکتا،اسی قسم کے واقعات شبلی،یافعی،ابن حجر وغیرہ نے اسماعیل بن محمد حضرمی (متوفی ٦٧٦) کے لئے نقل کئے ہیں۔اس سے کوئی انکار نہیں کرتا ہے۔

سبکی طبقات الشافعین میں لکھتے ہیں کہ حضرمی کے منجملہ کرامات جسے اکثر نے نقل کیا ہے یہ کہ وہ ایک دن سفر میں اپنے خادم سے بولے: سورج سے کہو کہ جب تک ہم گھر نہ پہونچیں ٹھہرا رہے۔حالانکہ ان کا گھر دور تھا اور سورج ڈوبنے ہی والا تھا۔

خادم نے سورج سے کہا: فقیہ اسماعیل حکم دیتے ہیں کہ تو اپنی جگہ پر ٹھہر جا۔اور سورج اپنی جگہ پر ٹھہرا

رہا۔ جب گھر پہونچ گئے تو بولے: اس قیدی کو رہا کیوں نہیں کر دیتے؟ خادم نے سورج کو حکم دیا کہ ڈوب جائے۔ وہ فوراً ڈوب گیا اور رات کا گھپ اندھیرا ہو گیا۔ (۱)

یافعی مرأۃ الجنان میں کہتے ہیں کہ کرامات اسماعیل میں ایک سورج کا ٹھہرا رہنا بھی ہے۔ ایک دن اسے ڈوبنے سے روک دیا۔ یہ کرامت یمن والوں کے یہاں مشہور ہے۔

ان کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ انھوں نے سدرۃ المنتہٰی کے درخت کو حکم دیا کہ انھیں اور انکے دوستوں کو میوہ کھلائے اور اس نے اطاعت کی۔ میں نے دو شعروں میں اس کو نظم بھی کیا ہے:

''حضرمی وہی ہیں محمد ولی کی ذریت اور امام مجدد۔ ان کی عظمت یہ ہے کہ سورج کو اشارہ کیا تو جب تک گھر نہیں پہونچ گئے وہ غروب نہیں ہوا''۔

ایک اور شعر میں اسی مفہوم کو ادا کیا ہے:

هو الحضرمي المشهور من وقفت له بقول قفي شمس لا بلغ منزلي (۲)

ابن عماد نے شذرات الذہب میں حضرمی کی کرامات کے متعلق مطری کا بیان نقل کیا ہے کہ یہ سورج کا رکا رہنا متواتر ہے۔ ایک کرامت یہ ہے کہ وہ زبید پہونچنا چاہتے تھے۔ دیکھا کہ سورج ڈوب رہا ہے۔ اس سے کہا: جب تک شہر میں داخل نہ ہو جاؤں مت ڈوبنا! وہ کئی گھنٹے تک ٹھہرا رہا۔ جب وہ شہر میں داخل ہو گئے تو غروب ہونے کا حکم دیا۔ اچانک وہ ڈوب گیا اندھیرا چھا گیا اور ستارے نکل آئے۔ (۳)

ابن حجر فتاوی حدیثیہ میں کہتے ہیں کہ حضرمی کی ایک کرامت یہ ہے کہ وہ زبید داخل ہونا چاہتے تھے اور سورج ڈوبنے والا تھا۔ اس سے کہا: جب تک شہر میں داخل نہ ہو جاؤں مت ڈوبنا۔ بس وہ کئی گھنٹے تک توقف کئے رہا۔ جب شہر میں داخل ہو گئے تو ڈوبنے کا اشارہ کیا۔ (۴)

علامہ ساوی عجب اللووی میں کہتے ہیں: واعجبا من فرقة قد غلت ''مجھے اس گروہ پر حیرت

۱۔ طبقات الشافعین، ج۵، ص۵۱ (ج۸، ص۱۳۰ نمبر ۱۱۱۷)

۲۔ مراۃ الجنان ج۴، ص۱۷۸۔

۳۔ شذرات الذہب، ج۵، ص۳۶۲ (ج۷، ص۶۳۰)

۴۔ الفتاویٰ الحدیثیہ، ص۲۳۲ (ص۳۱۶)۔

ہے جو کینہ وعناد کی زبان کھولتے ہوئے حضرت علیؑ کے لئے سورج کے پلٹنے کا انکار کرتا ہے جب کہ اس کا حکم رسولؐ نے دیا تھا، اور وہ اس بات کا دعویدار ہے کہ اسماعیل حضرمی نے خادم کو حکم دیا تو سورج پلٹ آیا''۔

اب ہر محقق نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضرمی افضل ہیں یا رسول خداؐ اور علی مرتضیؑ؟ ان میں کس کا مرتبہ خدا کے نزدیک بلند ہے۔ کیونکہ علیؑ کے سورج پلٹنے کی بات دعائے رسولؐ کی وجہ سے ہوئی اور یہاں اسماعیل حضرمی نے اپنے خادم سے کہا کہ حکم دیدو کہ ٹھہرا رہے پھر ڈوبنے کا حکم دیدو۔ پھر خادم کو حکم دیا کہ اس قیدی کو آزاد کردو۔

یہ عظمت وامتیاز اسی وقت مانا جاسکتا ہے جب خواب کو صحیح مانا جائے۔ لیکن ارباب عقل اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ یہ افسانہ کب گڑھا گیا، کہاں گڑھا گیا اور کس لئے گڑھا گیا؟؟

﴿یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون﴾ (توبۃ/۳۲)

۲۔ ہزار رکعت نماز

اکثر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ امیر المومنینؑ، امام حسینؑ اور امام زین العابدینؑ ہر شبانہ روز ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔(۱)

یہ بات تمام لوگوں میں مسلم اور تمام علماء تسلیم کرتے ہیں لیکن ابن تیمیہ نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے کہا کہ یہ عمل مکروہ ہے۔ پھر یہ کہ نماز ہزار رکعت کی کوئی وقعت نہیں۔ جو اسے اہم سمجھے وہ نادان ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں تیرہ رکعت اور دن میں معینہ نماز سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ انھوں نے کبھی ایسا نہ کیا کہ تمام رات نماز پڑھتے رہیں اور تمام دن روزے رکھتے رہیں۔

۱۔ العقد الفرید، ج۲، ص۳۰۹، ج۳، ص۳۰ (ج۴ ص۱۷۱) وفیات الاعیان، ج۱، ص۳۵۰ (ج۳، ص۲۶۷ نمبر۴۲۵) صفۃ الصفوہ، ج۲، ص۵۶ (ج۲، ۱۰۰ نمبر ۱۶۵) طبقات الذہبی، ج۱، ص۷۱ (ج۱، ص۷۵ نمبر۷۱) تہذیب التہذیب، ج۷، ص۳۰۶ (ج۷، ص۳۶۹) طبقات شعرانی، ج۱، ص۳۷ (ج۱، ص۳۲ نمبر۳۷) یافعی کی روض الریاحین ص۵۵ (ص۱۱۶ نمبر۷۱) مشارق الانوار، ص۹۴ (ج۱ ص۲۰۱) اسعاف الراغبین، مطبوع برحاشیہ المشارق، ص۱۹۶ (ص۲۱۸)

پھر اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہتمام رات بیداری نہ صرف یہ کہ مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔ اسی طرح ہمیشہ روزہ رکھنا بھی سنت نبوی نہیں ہے۔

کبھی وہ کہتے ہیں کہ یہ کام انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اگر یہ کام ممکن بھی ہوتو حضرت علیؑ سنت نبوی کے زیادہ واقف کار تھے، انھیں سیرت نبویؐ کی پیروی کا زیادہ حق تھا۔ حالانکہ چوبیس گھنٹے میں ہزار رکعت نماز پڑھنا اور دوسرے کام بھی انجام دینا طاقت سے باہر بات ہے۔ کیونکہ آدمی کھانے اور سونے کا بھی محتاج ہے۔

کبھی وہ کہتے ہیں کہ فطری حیثیت سے یہ عمل اسی وقت ممکن ہے جب سرعت اور تیزی دکھائی جائے۔ اور تیزی کرنا خضوع وخشوع میں رکاوٹ ڈالے گا جیسے کوا زمین پر چونچ مارے۔ ایسے عمل سے فائدہ کیا۔

پھر وہی حضرت آگے کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کے لئے ثابت ہے کہ آپ تمام رات جاگتے تھے، ایک رکعت میں ایک قرآن ختم کرتے۔ اس طرح ان کے یہاں شب بیداری اور تلاوت قرآن دوسروں کے یہاں سے زیادہ واضح ہے۔(۱)

ابن تیمیہ کے جوابات:

ابن تیمیہ کا یہ خیال کہ ہزار رکعت نماز پڑھنا مکروہ اور سنت نبویؐ کے مخالف ہے اور کوئی فضیلت کی بات نہیں، ان کی نادانی اور مزاج عبادت سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ انھیں اہل سنت کی فقہ کا پتہ ہی نہیں۔ کیونکہ رسولؐ کی تیرہ رکعتوں کا بیان جو کتب سیر میں آیا ہے وہ نماز شب، شفع، وتر اور نافلہ صبح اور نوافل یومیہ کے متعلق ہے ان کے علاوہ ایسی نمازیں جو ذاتی طور سے مستحب ہیں ان کا احادیث میں الگ تذکرہ ہے۔

۱۔ منہاج السنۃ، ج ۲، ص ۱۱۹۔

احادیث رسولؐ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔الصلوۃ خیر موضوع استکثر او استقل "نماز بہترین چیز ہے زیادہ پڑھی جائے یا کم"۔(۱)

۲۔نماز بہترین چیز ہے جسے زیادہ پڑھنے کی طاقت ہو وہ کوتاہی نہ کرے۔(۲)

۳۔اے انس! روازنہ زیادہ نمازیں پڑھو، وہ تمہاری حفاظت کرے گی۔(۳)

۴۔اے انس! اگر ہوسکے تو زیادہ نمازیں پڑھو کیونکہ جب نمازی نماز پڑھتا ہے فرشتے اس پر صلوات پڑھتے ہیں۔(۴)

۵۔جورات میں نمازیں زیادہ پڑھے گا دن میں اس کا چہرہ روشن رہے گا۔(۵)

۶۔بخاری(۶) ومسلم کی روایت ہے کہ رسول خداؐ شب میں اس قدر نماز کے لئے کھڑے ہوتے کہ آپ کے پائے مبارک سے خون جاری ہو جاتا۔دوسری روایت میں ہے کہ آپ اس قدر نماز پڑھتے کہ پیروں میں وَرم آجاتا۔ایک روایت عائشہ سے ہے کہ قدموں سے خون جاری ہوجاتا۔ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ قدم لرزنے لگتے اور خون جاری ہوجاتا۔

مواہب اللدنیۃ میں ہے کہ رسول خداؐ بڑھاپے میں بعض اوراد کو بیٹھ کر پڑھتے اس کے باوجود اتنی نمازیں پڑھتے کہ قدم لرزتے اور خون جاری ہوجاتا۔(۷)

۱۔حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۱۶۶.

۲۔اوسط طبرانی (ج۱ص۱۸۳حدیث۲۴۵) الترغیب والترہیب، ج۱، ص۱۰۹ (ج۱، ص۲۵۰حدیث۹) کشف الخفاج ۲، ص۳۰ (حدیث۱۶۱۶)

۳۔تاریخ ابن عساکر، ج۳، ص۱۴۲ (ج۹ص۳۴۴نمبر۸۲۹، تاریخ ابن عساکر ج۵، ص۶۷)

۴۔تاریخ ابن عساکر ج۳، ص۱۴۲ (ج۹ص۳۴۳نمبر۸۲۹، مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۵، ص۶۷)

۵۔سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۴۰۰ (ج۱، ص۴۲۲حدیث۱۳۳۳)

۶۔صحیح بخاری (ج۱، ص۳۸۰حدیث۱۰۷۸)

۷۔المواہب اللدنیۃ، ج۴، ص۱۸۱.

عبادات کی بجا آوری کے سلسلے میں عمل کرنے والوں کا معمول نماز، روزہ، حج اور تلاوت قرآن میں یہ رہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تقرب خداوندی کے لئے بجالایا جائے۔ اس میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ لوگوں کی توانائی اس بارے میں مختلف ہے۔ خدا فرماتا ہے: ﴿فاتقوا الله ما استطعتم و لا يكلف الله نفسا الا وسعها﴾ اپنی قوت بھر تقویٰ اختیار کرو۔ خدا طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اس طرح آپ دیکھئے کہ کچھ لوگ ہیں (۱) جو روزانہ سو رکعت نماز پڑھتے تھے کچھ دو سو رکعت نماز پڑھتے۔ مثلاً: قاضی فقیہ ابو یوسف کوفی متوفی ۱۸۲ھ (۲)، قاضی ابن ساعہ بغدادی (۳) متوفی ۲۳۳ھ، بشر بن ولید کندی متوفی ۲۳۸ھ (۴)۔

جن لوگوں نے روزانہ تین سو رکعتیں نمازیں پڑھیں: احمد بن حنبل (۵)، جنید قواریری (۶)، حافظ مقدسی۔ (۷)

جن لوگوں نے روزانہ تین سو رکعتیں نماز پڑھیں: بشر بن مفضل رقاشی (۸)، ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (۹)، ابو قلابہ (۱۰)، ضیغم بن مالک (۱۱)، ام طلق (۱۲)، احمد بن مہلہل (۱۳)۔

۱۔ دول اسلام ج۱، ص۹۴ (ص ۱۰۸) تاریخ بغداد ج۴، ص۶ (نمبر ۲۴۴۷) البدایۃ والنہایۃ ج۱۰ ص۲۱۴ (ج۱۰ ص۲۳۳ حوادث ۱۹۳ھ)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۱ ص۲۷۰ (ج۱ ص۲۹۲ نمبر ۲۷۳) شذرات الذہب، ج۱، ص۲۹۸ (ج۲ ص۳۶۷)

۳۔ تاریخ بغداد، ج۵، ص۳۴۳ (نمبر ۲۸۵۹) شذرات الذہب، ج۳، ص۷۸ (ج۳، ص۱۵۴)

۴۔ تاریخ بغداد، ج۷، ص۸۲ (نمبر ۳۵۱۸) میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۵۲ (ج۱ ص۳۲۶ نمبر ۱۲۲۹)

۵۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۱۳، ص۳۹ (ج۱۳ ص۴۷) تاریخ ابن عساکر ج۲، ص۳۶ (ج۵، ص۳۰۰ نمبر ۱۳۶) شعرانی کی طبقات الکبریٰ، ج۱، ص۴۷ (ج۱، ص۵۵ نمبر ۹۴)

۶۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۱۱، ص۱۱۴ (ج۱۱ ص۱۲۸) المنتظم، ج۶، ص۱۰۶ (ج۱۳ ص۱۱۸ نمبر ۲۰۵۴)

۷۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۱۳، ص۳۹ (ج۱۳، ص۴۷)

۸۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۲۸۵ (ج۱، ص۳۱۰ نمبر ۲۸۶)

۹۔ خوارزمی کی مناقب ابی حنیفہ، ج۱، ص۲۴۷.

۱۰۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۱۱، ص۵۷ (ج۱۱، ص۶۷)

۱۱۔ صفۃ الصفوۃ، ج۳، ص۲۷۰ (ج۳، ص۳۵۷ نمبر ۵۵۱)

۱۲۔ صفۃ الصفوۃ ج۴، ص۲۴ (ج۴، ص۳۷ نمبر ۵۹۷)

۱۳۔ شذرات الذہب، ج۴، ص۱۷۰ (ج۶ ص۲۸۴)

جولوگ پانچ سو رکعتیں پڑھتے تھے: بشر بن منصور بصری (۱)، سمنون بن حمزہ۔ (۲)

جو چھ سو رکعتیں پڑھتے تھے: حارث بن یزید حضرمی (۳)، حسین بن فضل (۴)، علی بن علی بن نجاد بصری (۵)، ام صہباعدویہ۔ (۶)

جولوگ سات سو رکعتیں پڑھتے تھے: اسود بن یزید (۷)، عبدالرحمٰن بن اسود۔ (۸)

اکثر اہل سنت تذکرہ نگاروں نے ایسے لوگوں کے فضائل لکھے ہیں جو ایک ہزار رکعتیں دن یا رات میں پڑھتے تھے۔ ان میں مرہ بن شراحیل ہمدانی (۹)، عبدالرحمٰن بن ابان (۱۰)، عمیر بن ہانی (۱۱)، علی بن عبداللہ عباس (۱۲)، میمون بن مہران (۱۳)، بلال بن سعد اشعری (۱۴)، عامر بن عبداللہ اسدی (۱۵)، مصعب بن ثابت بن عبداللہ (۱۶)، ابو السائب مخزومی (۱۷)، سلیمان اوّل و دوم (۱۸)، کہمس بن الحسن، محمد بن حفیف شیرازی۔

امام ابوحنیفہ:

روزانہ تین سو رکعتیں نماز پڑھتے۔ ایک دن راستے سے گذر رہے تھے کہ ایک عورت نے دوسری سے کہا: یہ شخص روازنہ پانچ سو رکعتیں نماز پڑھتا ہے۔ وہ روزانہ پانچ سو رکعت نماز پڑھنے لگے۔

۱۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۴۶۰ (ج ۱ ص ۴۰۳)

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۲۳۶

۳۔ تہذیب التہذیب (ج ۲، ص ۱۴۲)

۴۔ مراۃ الجنان، ج ۲، ص ۱۹۵۔

۵۔ خلاصۃ التہذیب، ص ۲۳۴ (ج ۲، ص ۲۵۴ نمبر ۵۰۲۴)

۶۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۴، ص ۱۴ (ج ۴، ص ۲۲ نمبر ۵۸۴)

۷۔ شذرات الذہب، ج ۱ ص ۸۵ (ج ۱، ص ۳۱۳)

۸۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۱۲۰،

۹۔ اقامۃ الحجہ، ص ۷ (ص ۶۴)

۱۰۔ کامل مبرد، ج ۲، ص ۱۵۷۔

۱۱۔ طبقات الحفاظ، ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱، ص ۹۸ نمبر ۹۱)

۱۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۹، ص ۳۴۸ (ج ۹ ص ۳۸۰)

۱۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۷۸،

۱۴۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۷۲۔

۱۵۔ الآغانی، ج ۱، ص ۲۶۹ (ج ۱، ص ۲۶۹)

۱۶۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۶، ص ۱۹۵

۱۷۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۳، ص ۲۳۴ (ج ۳، ص ۳۱۴ نمبر ۵۳۵)

۱۸۔ مفتاح السعادۃ، ج ۲، ص ۱۷۷ (ج ۲ ص ۲۸۷)

ایک دن راستے سے گذر رہے تھے کہ بچوں نے باہم بات کی کہ یہ شخص روزانہ ایک ہزار رکعت نماز پڑھتا ہے۔ یہ سن کر وہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز پڑھنے لگے۔(۱) رابعہ عدویہ بھی دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتی تھیں۔(۲)

آج بھی ہم ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو دن میں یا رات میں کم سے کم سات گھنٹوں میں ہزار رکعت نماز پڑھتے ہیں لیکن روزانہ کے کام کاج میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی یہ بات سنت نبویؐ کے مخالف ہوتی ہے بلکہ عین سنت ہوتی ہے۔ اس کی تائید میں عمل علماء و اولیاء بھی ہے لہٰذا جو بھی چاہے نماز کم یا زیادہ پڑھے۔

چنانچہ اگر تمام رات بیداری مستحب نہ ہو جیسا کہ ابن تیمیہ کا خیال ہے بلکہ مکروہ اور مخالف سنت ہو تو کتابوں میں بزرگوں کے فضائل کے سلسلے میں کیوں مرقوم ہے؟ تمام رات بیدار رہنے والوں کے نام یہ ہیں:

سعید بن مسیب تابعی پچاس سال تک اول شب سے باوضو بیدار رہ کر نماز صبح اسی وضو سے پڑھتے رہے۔(۳) ابوحنیفہ، ابن مبارک کے بقول ۴۵ سال تک شب بیدار رہے اور عشا کے وضو سے نماز صبح پڑھی۔(۴)

فقیہ ابوبکر نیشاپوری باوضوعشاء کے بعد اسی سے نماز صبح پڑھتے۔(۵)

ابوجعفر عبدالرحمٰن ابن اسود، نماز صبح باوضوعشاء پڑھتے۔(۶) محمد بن عبدالرحمٰن تمام رات نماز پڑھتے۔(۷)

ہاشم یا ہشیم بیس سال نماز صبح باوضوعشاء پڑھتے۔(۸)

۱۔ اقامۃ الحجۃ، ص۹ (ص۸۰)

۲۔ روض الاخیار المنتخب من ربیع الابرار، ج۱، ص۵۔

۳۔ صفۃ الصفوۃ ج۲، ص۴۴ (ج۲، ص۸۰ نمبر ۱۵۹)

۴۔ مناقب خوارزمی، ج۱، ص۲۳۶، ۲۴۰۔

۵۔ تاریخ بغداد، ج۱۰، ص۱۲۲۔

۶۔ صفۃ الصفوۃ ج۳، ص۵۳ (ج۳، ص۹۵ نمبر ۳۱۵)

۷۔ صفۃ الصفوۃ ج۲، ص۹۸ (ج۲، ص۱۷۵ نمبر ۱۸۷)

۸۔ دول اسلام، ج۱، ص۹۱ (۱۰۵)

ابوغیاث ایک رکعت نماز بغیر رکوع وسجدہ کے بجالاتے اور اسی میں تمام رات جاگتے۔(۱)

ابوالحسن اشعری، بیس سال تک نماز صبح وضو عشاء سے بجالائے(۲)۔ ابوالحسین بن بکار۔(۳) ابوخالد یزید بن ہارون ۴۵ رسال(۴) اور عبدالواحد بن زید چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز صبح ادا کرتے رہے۔(۵)

دوسرا اعتراض:

ابن تیمیہ کا دوسرا اعتراض کہ اہل سنت کے نزدیک سنت کا تحقق صرف عمل رسولؐ ہی سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ افراد مسلمین کے عمل سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس حساب سے آخر کیا قباحت ہے کہ امیرالمومنینؑ نے اپنے اوپر ہزار رکعت نماز پڑھنا سنت قرار دے دیا ہو۔

جیسا کہ سیوطی، سکتواری اور دوسروں نے صراحت کی ہے کہ سب سے پہلے تراویح کو ایجاد کرنے والے اور سنت قرار دینے والے حضرت عمر ہیں۔ انھوں نے یہ کام چودھویں ہجری میں انجام دیا۔(۶) وہ پہلے آدمی ہیں کہ لوگوں کو تراویح کے لئے جمع کیا۔ نوافل کو ماہ صیام میں باجماعت ادا کرنے کی بدعت بھی انھیں کی ہے۔(۷) نیز پہلے وہ آدمی ہیں کہ شرابی کو اسی کوڑے مارے۔(۸) ان تمام بدعتوں کو بعد میں مستحسن سمجھا گیا اور اس کی پیروی کی گئی۔

۱۔ صفۃ الصفوۃ ج ۳، ص ۶۳ (ج ۳ ص ۱۱۳ نمبر ۴۲۷)

۲۔ طبقات الاخیار ج ۲، ص ۱۷۲ (ج ۲، ص ۱۹۰ نمبر ۸۷)

۳۔ صفۃ الصفوۃ ج ۴، ص ۲۴۰ (ج ۴ ص ۲۶۶ نمبر ۷۹۵.

۴۔ طبقات الحفاظ ج ۱، ص ۲۹۲.

۵۔ صفۃ الصفوۃ ج ۳، ص ۴۳ (ج ۳، ص ۳۲۴ نمبر ۵۳۷).

۶۔ محاضرات الاوائل، ص ۱۴۹ (مطبوعہ ۱۳۱۱) ص ۹۸ (طبع ۱۳۰۰) زرقانی کی شرح المواہب، ج ۷، ص ۱۴۹،

۷۔ طرح التثریب، ج ۳، ص ۹۲.

۸۔ محاضرات الاوائل، ص ۱۱۱ ص (۱۶۹)

حافظ ابونعیم و خازن نے ایک اور ثبوت فراہم کیا ہے کہ انحصار سنت فقط فعل رسولؐ نہیں ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے ایسا مسلمان جو صبراً مقتول ہوا ہو اس کی نماز حبیب بن عدی نے قرار دی۔(۱) مورخوں نے وراثت اور دیت کے معاملے میں معاویہ کی بدعتوں کی بھی صراحت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ امور معاویہ، خلاف عمل رسولؐ و شیخین ہیں۔(۲)

مزید یہ کہ عمر بن عبدالعزیز نے عید کے دن تہنیت کی رسم ایجاد کی جو عمل رسولؐ کے خلاف ہے(۳) اور اس بات کا ثبوت ہے کہ سنت، عمل رسولؐ میں منحصر نہیں۔ مگر رسول اکرمؐ سے جو حدیث مروی ہے کہ تمہارے اوپر لازم ہے کہ میری اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔(۴) ان لوگوں کی سنت لائق ستائش اور علیؑ کی سنت لائق مذمت، کیوں؟؟

ابن تیمیہ اور ان کے قصے کو ہضم کرنے والوں کے خلاف محمد عبدالحیٔ نے رسالہ لکھا ہے: **اقامة الحجة علی ان الاکثار فی التعبد**۔ اس میں اکثر ان صحابہ و تابعین کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے تمام عمر عبادت خدا میں گذاری۔ یہ وقیع رسالہ ۱۳۱۱ھ میں ہندوستان میں شائع ہوا ہے۔ آخر میں وہ لکھتے ہیں کہ تمام رات میں مشغول رہنا علماء کا معمول رہا ہے، ہزار رکعت نماز بھی پڑھتے تھے۔ یہ نہ تو بدعت ہے نہ شریعت نے منع کیا ہے بلکہ یہ عمل نیک اور مطلوب شارع ہے۔(۵) جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ کام قدرت و طاقت سے باہر ہے اس کا منشاء کاہلی ہے، ان کی روح عبادت کمزور ہے۔ جو لوگ تمام شب عبادت میں روح کی شادابی دیکھتے ہیں وہ عبادت کرتے ہیں۔ جو لوگ اس سے بے بہرہ ہیں ان کے نزدیک طاقت سے باہر ہے۔

مشکل اوراد و ختمات:

حقیقت کے متلاشی کو طاقت سے زیادہ عبادت کرنے والے افراد بھی ملتے ہیں۔ معمولی افراد بھی

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱ص۱۱۳ تفسیر خازن، ج۱، ص۱۴۱ (ج۱ص۱۳۷) ۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۹، ص۲۳۲، ج۸، ص۱۳۹ (ج۹، ص۲۵۹، ج۸ص۱۴۸) ۳۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۳۶۵ (ج۷، ص۳۶۷ نمبر ۵۸۱) ۴۔ مستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص۹۶ (ج۱، ص۱۷۵ احدیث ۳۲۹) ۵۔ اقامۃ الحجۃ، ص۱۸

ہزار رکعت سے زیادہ نمازیں پڑھتے تھے۔ کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا ہے صرف ابن تیمیہ ہی منکروں کی صف میں نظر آتے ہیں۔ نہ کسی نے ان روایات کو مورد طعن بنایا ہے۔ اس کا فلسفہ انتہائی واضح ہے۔ ظاہر ہے کہ طعن وتشنیع کے پس پردہ صرف دشمنی اہل بیتؑ ہی ہے۔ اور فضائل ائمہؑ کا انکار۔ یہ چند لوگوں کے نام ہیں جن کے اوراد میں کثرت تھی۔

۱۔ عویمر بن زید ابودرداء صحابی: روزانہ ایک لاکھ تسبیح پڑھتے۔ (۱)

۲۔ ابوہریرہ: ہر رات سونے سے قبل بارہ ہزار تسبیح پڑھتے اور روزانہ بارہ ہزار استغفار۔ (۲)

۳۔ خالد بن معدان: تلاوت قرآن کے علاوہ چالیس ہزار تسبیح پڑھتے۔ (۳)

۴۔ عمیر بن ہانی: روزانہ ایک لاکھ تسبیح پڑھتے۔ (۴)

۵۔ امام ابوحنیفہ: نماز جمعہ جانے سے قبل بیس رکعت نماز اور ختم قرآن۔ (۵)

۶۔ یعقوب بن یوسف: سورۂ توحید اکیس ہزار بار پڑھتے۔ (۶)

۷۔ جنید قواریری: تین سو رکعت نماز، تیس ہزار تسبیح۔ (۷)

۸۔ فقیہ حرم امام محمد: روزانہ چھ ہزار مرتبہ سورۂ توحید پڑھتے۔ (۸)

۹۔ شیخ احمد زواوی: بیس ہزار تسبیح، چالیس ہزار صلوات پڑھتے۔ (۹)

۱۰۔ محمد بن سلیمان: روزانہ چودہ ہزار مرتبہ بسم اللہ پڑھتے۔ (۱۰)

۱۱۔ عبدالعزیز مقدسی کہتے ہیں کہ بالغ ہونے کے بعد میں نے حساب کیا کہ بالغ ہونے کے بعد ۲۶ ہزار غلطیاں کی ہیں۔ اس لئے ہر غلطی پر ایک ہزار مرتبہ استغفار پڑھا اور ہزار رکعت نماز پڑھی اور ہر

۱۔ شذرات الذہب، ج ۱، ص ۱۷۳ (ج ۲ ص ۱۱۸)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۸، ص ۱۱۰، ۱۱۲ (ج ۸ ص ۱۲۰)

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۵، ص ۲۱۰

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۳۰۵

۵۔ مناقب ابوحنیفہ، ج ۱، ص ۲۴۰

۶۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۸۹

۷۔ المنتظم، ج ۶، ص ۱۰۶

۸۔ طبقات الاخیار، ج ۲، ص ۱۰۷ (ج ۲، ص ۸۷)

۹۔ شذرات الذہب، (۱۰ ص ۱۵۲)

۱۰۔ نیل الابتہاج، ص ۳۱۷

رکعت میں ایک ختم قرآن کیا۔(۱)

آپ جانتے ہیں کہ ہزار رکعت نماز، ۸۳ ہزار کلمہ ہے۔ کیونکہ رکعت اول میں تکبیرۃ الاحرام کے بعد دونوں سجدوں تک ۶۹ کلمات ہیں۔ اور جب اسی رکعت میں ایک ہزار مرتبہ پڑھا جائے تو ۶۹ ہزار کلمہ ہو جاتا ہے۔ رکعت دوم میں تکبیرۃ الاحرام سے دونوں سجدوں تک چونکہ تکبیرۃ الاحرام نہیں ہے اس لئے ہزار کلمہ خارج ہو جاتا ہے۔ اس طرح مجموع کلمات ۶۸ ہزار کلمہ ہوتا ہے اور جب کلمات تشہد کو شیعوں کے مطابق اور سلام کو بڑھا لیا جائے تو پندرہ ہزار کلمہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح متذکرہ اعمال کو ہزار رکعت نماز کے ساتھ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ کس قدر زیادہ ہے، صاحب اوراد نے اجازت دی ہے کہ اسے ممکن سمجھا جائے لیکن جن کے دل میں اہل بیتؑ سے عناد ہے وہ اسے غیر ممکن سمجھیں گے۔

آخر میں خود ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ عثمان تمام قرآن کو ایک رکعت میں تمام کر دیتے یہ مطلب میرے موضوع سے خارج ہے۔ بحث صرف اس قدر ہے کہ ابن تیمیہ نے اس کو اس لئے بیان کیا ہے کہ عثمان کا اہل بیتؑ سے مقابلہ کیا جا سکے۔ وہ یہ بات بھول گئے کہ جو اعتراض انھوں نے حضرت علیؑ اور ائمہؑ پر کیا ہے وہی عثمان پر بھی وارد ہوتا ہے کیونکہ یہ عمل ان کے قول کے مطابق مخالف سنت ہے کیونکہ یہ ثابت نہیں ہے کہ رسولؐ نے ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کیا ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ عمل امکان سے باہر ہے۔ کیونکہ کلمات قرآن کی تعداد ۷۷۹۳۴ ہے اور بقول عطا ۷۷۴۳۹ ہے۔(۲) دونوں صورتوں میں یہ ایک رکعتیا مغرب وعشاء کے درمیان واقع ہو یا مابین عشا وصبح، کسی حال میں بھی ایک رکعت میں ختم قرآن غیر ممکن ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف بخاری ومسلم نے رسولؐ کی حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ نے عبد اللہ بن عمر سے فرمایا کہ قرآن سات دن میں ختم کیا کرو زیادہ نہیں۔ نیز بطریق صحیح آنحضرتؐ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ جو تین روز سے کم میں ختم قرآن کرے وہ سمجھ نہ سکے گا۔ اس کے علاوہ عثمان ان لوگوں کی صف میں شمار

۱۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۴، ص ۳۱۹ (ج ۴، ص ۲۴۵ نمبر ۷۷۳)

۲۔ تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۵۷ (ج ۱، ص ۴۷) الاتقان، ج ۱، ص ۱۲۰ (ج ۱، ص ۱۹۷)

کیے جاتے ہیں جو سات دن میں ایک ختم قرآن کرتے تھے۔(۱)

ختم قرآن کا مسئلہ اہل سنت کے یہاں اس قدر پیچیدہ ہے کہ سراسر ابہام ہی ابہام ہے۔وہ انھیں کتابوں میں لکھتے ہیں کہ بعض حضرات ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے۔ظہرین یا مغربین کے درمیان۔ان میں چند نام یہ ہیں جو ایک رکعت میں قرآن ختم کر دیتے تھے:

عثمان بن عفان (۲)، تمیم ابن اوس (۳)، سعید بن جبیر (۴)، منصور بن زاذان (۵)، ابو الحجاج مجاہد (۶)، امام ابوحنیفہ (۷)، یحییٰ بن سعید قطان (۸)، حافظ ابو احمد (۹) محمد بن خفیف (۱۰) جعفر بن حسن (۱۱)

مندرجہ ذیل حضرات ایک دن میں پورا قرآن ختم کیا کرتے تھے:

سعد ابن ابراہیم (۱۲) ابوبکر بن عیاش (۱۳) ابو العباس محمد بن شاذل (۱۴) ابو جعفر کتانی (۱۵) ابو العباس آدمی (۱۶) امام احمد بن حنبل (۱۷) امام شافعی (۱۸) امام بخاری (۱۹) محمد بن یوسف (۲۰) محمد بن علی کرخی (۲۱) ابوبکر بن حداد (۲۲) حافظ ابن عساکر (۲۳) خطیب بغدادی (۲۴) احمد بن احمد

۱۔التذکار، ص ۷۶، احیاء العلوم، ج ۱، ص ۲۶۱ (ج ۱ ص ۲۴۶)

۲۔حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۷۔

۳۔صفۃ الصفوۃ ج ۱، ص ۳۱۰ (ج ۱، ص ۳۸۷ نمبر ۱۱۵)

۴۔حلیۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۲۷۳۔

۵۔دول اسلام، ج ۱، ص ۷

۶۔الفتاوی الحدیثیہ، ص ۳۳۵ (۵۸)

۷۔قاری کی مناقب ابی حنیفہ ص ۴۹۴۔

۸۔تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۱۴۱۔

۹۔طبقات الحفاظ، ج ۲، ص ۹۷ (ج ۱ص ۱۴۱ نمبر ۱۳۴)

۱۰۔مفتاح السعادۃ، ج ۲، ص ۱۷۷ (ج ۲، ص ۲۸۷)

۱۱۔شذرات الذہب، ج ۴، ص ۱۶ (ج ۶ ص ۲۶)

۱۲۔خلاصۃ التہذیب، ص ۱۱۳۔

۱۳۔تہذیب التہذیب، ج ۱۲، ص ۳۶ (ج ۱۲، ص ۳۰)

۱۴۔شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۶۳

۱۵۔حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۳۴۳

۱۶۔المنتظم ج ۶ ص ۱۶۰

۱۷۔ابن جوزی کی مناقب احمد، ص ۲۸۷ (ص ۲۸۴)

۱۸۔صفۃ الصفوۃ، ج ۲، ص ۱۳۵ (ج ۲، ص ۲۵۵ نمبر ۲۲۰)

۱۹۔تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۲

۲۰۔المنتظم، ج ۶، ص ۲۴ (ج ۱۲ ص ۲۱۰ نمبر ۱۹۳۷)

۲۱۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۲۲۸ (ج ۱۱، ص ۲۵۹)

۲۲۔دول اسلام، ج ۱، ص ۱۶۷۔

۲۳۔شذرات الذہب، ج ۴، ص ۲۳۹ (ج ۶ ص ۳۹۶)

۲۴۔تاریخ ابن عساکر، ج ۱، ص ۲۱۰ (ج ۵، ص ۳۶ نمبر ۱۶)

ابو عبداللہ قصری (۱)، شیخ احمد بخاری (۲)۔

مندرجہ ذیل حضرات، ہر شب ایک قرآن ختم کرتے:

علی بن عبداللہ ازدی تابعی (۳)، وکیع بن جراح (۴)، امام بخاری (۵)، عطا بن سائب (۶)، علی بن عیسیٰ حمیری (۷)، ابو نصر عبد الملک بن احمد (۸)، حافظ قرطبی (۹)، امام شافعی (۱۰)، حسین بن صالح (۱۱)، زبید بن حارث (۱۲)، ابو بکر بن عیاش (۱۳)، ابو الخطاب بصری (۱۴)۔

مندرجہ ذیل افراد شب و روز میں ایک قرآن ختم کرتے:

سعد بن ابراہیم (۱۵)، ثابت بن اسلم (۱۶)، جعفر بن مغیرہ (۱۷)، عمر بن حسین جمحی (۱۸)، ابو محمد لخمی (۱۹)، ابو الفرج بن جوزی (۲۰)، ابو علی مصری (۲۱)، ابو الحسن مرتضیٰ (۲۲)، محمود بن عثمان حنبلی (۲۳)، ام حبان سلمیہ (۲۴)۔

۱۔ تاریخ بغداد ج ۴، ص ۴۔

۲۔ طبقات الاخیار، ج ۴، ص ۱۷۰۔

۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ص ۳۵۸ (ج ۷، ص ۳۱۳)

۴۔ دول اسلام، ج ۱، ص ۹۶۔

۵۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۲۶ (ج ۱۱ ص ۳۲)

۶۔ خلاصہ التہذیب، ص ۱۲۲۵ (ج ۲ ص ۲۳۹ نمبر ۴۸۵۳)

۷۔ طبقات القراء، ج ۱ ص ۵۶۰۔

۸۔ المنتظم، ج ۸، ص ۳۲۴ (ج ۱۶، ص ۲۰۷ نمبر ۳۵۰۰)

۹۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۱۸۵ (ج ۲، ص ۶۳۱ نمبر ۶۵۶)

۱۰۔ تاریخ بغداد، ج ۲ ص ۶۳۔

۱۱۔ طبقات الاخیار، ج ۱، ص ۵۰ (ج ۱، ص ۵۸ نمبر ۹۷)

۱۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۵، ص ۱۸

۱۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱ ص ۴۰۷

۱۴۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۳، ص ص ۱۸۲ (ج ۳، ص ۲۵۹ نمبر ۵۱۳)

۱۵۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۲، ص ۸۲ (ج ۲، ص ۱۳۶ نمبر ۱۸۱)

۱۶۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۲ ص ۳۲۱۔

۱۷۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۷۹۔

۱۸۔ تہذیب تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۸۲)

۱۹۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۴۴۳ (ج ۷، ص ۳۸۰ نمبر ۷۱۰)

۲۰۔ شذرات الذہب، ج ۴، ص ۲۸۹ (ج ۶، ص ۴۷۴)

۲۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳ ص ۹ (ج ۱۳ ص ۱۳)

۲۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳ ص ۲۴ (ج ۱۳ ص ۳۱)

۲۳۔ شذرات الذہب، ج ۵، ص ۱۶۸ (ج ۷، ص ۲۹۵)

۲۴۔ شذرات الذہب، ج ۵، ص ۲۹ (ج ۵، ص ۴۲)

مندرجہ ذیل افراد شب و روز میں دو قرآن ختم کرتے تھے:

سعید بن جبیر (۱)، منصور بن زاذان (۲)، امام ابوحنیفہ (۳)، امام شافعی (۴)، حافظ عراقی (۵)، ابو عبد اللہ قرطبی (۶)، سید محمد منیر (۷)، شیخ عبد الحلیم منزلاوی (۸)۔

مندرجہ ذیل افراد، ایک رات میں دو قرآن ختم کرتے تھے:

تقی الدین بلاطنسی (۹)، احمد بن رضوان بن جالینوس (۱۰)۔

مندرجہ ذیل افراد دو شب و روز میں تین قرآن ختم کرتے تھے:

کرز بن وبرہ کوفی (۱۱)، زہیر بن محمد بن قمیر حافظ (۱۲)، ابو العباس بن عطاء (۱۳)، سلیم بن عتر تجیبی (۱۴)، عبد الرحمٰن بن ہبۃ اللہ (۱۵)۔

مندرجہ ذیل افراد دن بھر میں چار قرآن ختم کرتے تھے:

۱۔ ابو قبیصہ محمد عبد الرحمٰن ضبی فرماتے ہیں: میں نے آج چار بار قرآن ختم کیا، پانچویں بار سورۂ برأۃ پڑھنے لگا کہ موذن نے عصر کی اذان کہہ دی۔ (۱۶)

۲۔ علی بن ازہر لاحمی۔ (۱۷)

بعض افراد مغرب و عشا کے درمیان پانچ قرآن ختم کرتے:

۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۹، ص۹۸ (ج۹، ص۱۱۶)

۲۔ صفۃ الصفوۃ، ج۳، ص۴ (ج۳، ص۱۱ نمبر ۳۷۳)

۳۔ الاذکار، ص۴۷۔

۴۔ صفۃ الصفوۃ، ج۲، ص۱۴۵ (ج۲، ص۲۵۵)

۵۔ شرح المواہب زرقانی، ج۷، ص۴۲۱۔

۶۔ الدیباج المذہب، ص۳۴۵ (ج۲، ص۱۸۹)

۷۔ طبقات الاخیار، ج۲، ص۱۱۸ (ج۲، ص۱۳۱ نمبر ۱۵)

۸۔ طبقات الاخیار، ج۲، ص۱۲۱ (ج۲، ص۱۳۴ نمبر ۱۸)

۹۔ شذرات الذہب، ج۸، ص۲۱۳ (ج۱۰، ص۲۹۸)

۱۰۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۲۶۱۔

۱۱۔ اصابۃ، ج۳، ص۳۲۱۔

۱۲۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۴۸۵۔

۱۳۔ المنتظم ج۶، ص۱۶۰۔

۱۴۔ عمدۃ القاری، ج۹، ص۲۴۹ (ج۲۰، ص۶۰ حدیث ۵۷)

۱۵۔ شذرات الذہب، ج۷، ص۱۵۱ (ج۹، ص۲۲۱)

۱۶۔ تاریخ بغداد، ج۲، ص۳۱۵۔

۱۷۔ طبقات القرآء، ج۱، ص۵۲۶۔

شعرادی کہتے ہیں: ایک دن آقا ابو العباس حریشی، مغرب وعشاء کے درمیان میرے سامنے ہی بیٹھے تھے۔ میں گواہ ہوں کہ پانچ بار قرآن ختم کیا۔ میں نے دوسرے آقا علی مرصفی سے یہ واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے کہا: فرزند! میں جب حالت سلوک میں تھا تو تین سو رکعت نماز اور ساٹھ قرآن ختم کیا، ایک شبانہ روز میں ہر درجہ ایک ختم پر مشتمل تھا۔(۱)

بعض افراد ایک شبانہ روز میں آٹھ قرآن یا اس سے زیادہ ختم کرتے تھے:

۱۔ سید ابن کاتب: نووی کہتے ہیں کہ بعض مسلمان رات دن میں آٹھ قرآن ختم کرتے ہیں اور ان میں سید بن کاتب بھی ہیں۔(۲) صاحب خزینۃ الاسرار نے بھی سید کاتب کو اسی گروہ میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ دن ورات میں چار چار ختم قرآن فرماتے۔ گویا یہ کام طیٔ لسان اور طیٔ زبان کے طور پر ہوتا تھا۔ صاحب توضیح فرماتے ہیں: میں اکثر ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو آٹھ قرآن ختم کرتے ہیں۔ کہتے ہیں شیخ عثمان مغربی سے سنا ہے کہ ابن کاتب رات دن میں آٹھ قرآن ختم کرتے۔

۲۔ شیخ عبد الحی حنفی، اقامۃ الحجۃ میں فرماتے ہیں کہ بعض شارحین صحیح بخاری نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ روزانہ آٹھ قرآن ختم کرتے تھے۔(۳)

۳۔ بکر بن سہیل دمیاطی کہتے ہیں: جمعہ کے دن صبح کو اٹھ کر اسی دن عصر تک آٹھ قرآن ختم کیا۔(۴)

قسطلانی کہتے ہیں کہ ابو طاہر مقدسی روزانہ دس قرآن ختم کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس سے بالاتر یہ کہ شیخ الاسلام برہان بن ابی شریف (خدا ان کے علم سے لوگوں کو بہرہ مند کرے) انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ روزانہ پندرہ قرآن ختم کرتے ہیں اور یہ حقیقت میں فیض الٰہی سے ہی ممکن ہے۔ وہی کہتے ہیں: کتاب ارشاد میں پڑھا ہے کہ شیخ نجم الدین اصفہانی نے حالت طواف میں ایک مرد کو دیکھا کہ تمام قرآن ایک دور یا سات دور میں ختم کر دیا۔ یہ بات توفیق الٰہی اور مدد ربانی سے ممکن ہے۔(۵)

۱۔ شذرات الذہب، ج۸، ص۵۷ (ج۱۰ ص۴۴۳)

۲۔ ارشاد الساری، ج۷، ص۱۹۹، ج۸، ص۳۶۹ (ج۷، ص۴۱۴، ج۱۰ ص۴۱۲)

۳۔ اقامۃ الحجۃ، ص۷ (ص۶۴) ۴۔ سیر اعلام النبلاء (ج۱۳، ص۴۲۵ نمبر ۲۱۰)

۵۔ ارشاد الساری، ج۷، ص۱۹۹، ج۸، ص۳۶۹ (ج۷، ص۴۱۴، ج۱۰ ص۴۱۲)

غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ کرز بن وبرہ مکہ میں مقیم تھے، روزانہ سات بار خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور اس میں دو قرآن ختم کرتے۔

حساب کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ۷۰ بار طواف کا دس فرسخ ہوتا ہے اور ہر طواف میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ مجموعی طور سے ہر شبانہ روز میں ۲۸۰ رکعت نماز، دو ختم قرآن اور دس فرسخ کی مسافت۔ (۱)

نازلی خزینۃ الاسرار میں لکھتے ہیں کہ:

شیخ موسیٰ سدرانی جو شیخ مغربی کے صحابی تھے ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ روزانہ ستر بار قرآن ختم کرتے۔ وہ حجر الاسود کو بوسہ دینے کے بعد قرآن شروع کرتے پھر اسی کے محاذی آنے کے بعد ختم کر دیتے۔ اس طرح پڑھتے کہ لوگ حرف بحرف سن لیتے تھے۔ (۲) آگے صفحہ ۱۸۰ پر کہتے ہیں کہ شیخ ابو مدین مغربی روزانہ ستر ہزار مرتبہ قرآن ختم کرتے۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ قرآن حضرت داؤد پر ہلکا ہوگیا تھا۔ وہ جب اپنی سواری پر زین کستے اور تیاری کا حکم دیتے تو زین پر سوار ہونے سے قبل قرآن ختم کر دیتے۔ (۳)

قسطلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کبھی قلیل میں کثیر برکت ہے، اس کے نتیجے میں زیادہ عمل واقع ہوتا ہے۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ خداوند عالم جس شخص کے لئے مناسب سمجھتا ہے زمان و مکان سمیٹ دیتا ہے۔ (۴)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

یہ تمام باتیں قصہ پارینہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں۔ اگلوں کی مہمل نگاری نے اوہام کو قلمبند کر دیا ہے۔ اس کے باوجود ابن تیمیہ کا جرگہ ذرا بھی آواز بلند نہیں کرتا کہ یہ مہمل ہے۔ نہ اعتراض ہے کہ انھیں افسانوی کتابوں میں نقل ہونا چاہئے علمی و اسلامی کتابوں میں نہیں۔ ان کتابوں پر افسوس جن میں یہ

۱۔ احیاء العلوم، ج۱، ص۳۱۹ (ج۱، ص۳۰۸)

۲۔ خزینۃ الاسرار، ص۷۸ (۶۵) مرقات المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، (ج۴، ص۷۰۲ حدیث ۲۲۰۱)

۳۔ صحیح بخاری، ج۱، ص۱۰۱ (ج۳، ص۱۲۵۶)

۴۔ ارشاد الساری، ج۸، ص۳۹۶ (ج۱۰، ص۴۱۲)

خرافات ہیں۔ان لوگوں پر افسوس جوان واقعات کواحترام سے پڑھتے ہیں۔کیاابن تیمیہ کی نظر سے یہ شرمناک باتیں نہیں گذریں؟اس کی بولتی کیوں بند ہے؟صرف ائمہ معصومینؑ ہی کے خلاف زبان درازی کا حوصلہ ہے دوسروں کے خلاف نہیں؟

﴿ولو انهم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لكان خيرا لهم واقوم﴾(۱)

۳۔اسلام میں محدَّث

تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ سابقہ امتوں کی طرح کچھ افراد اس امت میں بھی ہوتے ہیں جنھیں محدث کہا جاتا ہے۔صحاح ومسانید کے مطابق رسول اکرمؐ نے اس کی خبر دی ہے۔

محدث وہ شخص ہوتا ہے جس سے فرشتہ باتیں کرتا ہے لیکن اس کو دیکھتا نہیں۔حالانکہ وہ نبی نہیں ہوتا یا پھر اسے مبداء اعلیٰ کی طرف سے علم الہام ہوتا ہے یا دل میں حقائق کا القاء کر دیا جاتا ہے یا دوسرے طریقوں سے معانی اس کو سمجھا دئے جاتے ہیں۔

بہر حال اس قسم کے افراد کا امت میں ہونا مسلم ہے۔اختلاف صرف پہچان کے سلسلے میں ہے کہ اس کی تشخیص وشناخت کس طرح کی جائے۔شیعوں کے یہاں ائمہؑ ہی محدث ہیں اور اہل سنت عمر بن خطاب کو محدث کہتے ہیں۔

اب دونوں کے نمونے ملاحظہ فرمائیے:

نصوص اہل سنت:

صحیح بخاری میں مناقب عمر کے ذیل میں ابو ہریرہ سے حدیث رسولؐ مروی ہے:بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ہوتے تھے جو نبی نہیں ہوتے تھے لیکن ان سے بات کی جاتی تھی۔میری امت میں اس قسم کی فرد عمر بن خطاب ہیں۔ابن عباس کی روایت میں (من نبی ولا محدث ہے)۔(۲)

۱۔(نساء/۴۶)

۲۔صحیح بخاری،ج ۲،ص ۱۹۴(ج ۳،ص ۱۳۴۹)

اس کی شرح میں قسطلانی کہتے ہیں کہ ارشاد رسولؐ ہے کہ میری امت میں کوئی ہوتا۔ یہ کلام شرط تردید کے بطور نہیں ہے بلکہ تاکید کے طور پر ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اگر میرا کوئی دوست ہے تو وہ فلاں شخص ہے۔ اس میں مقصد یہ نہیں کہ اس کا کوئی دوست نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ دوستی کا کمال خصوصیت ظاہر کرنا چاہتا ہے جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ حقیقت غیر امت اسلام میں تھی تو اس امت میں بھی لازمی طور سے ہونا چاہئے۔

قسطلانی ابن عباس کے قول (من نبی و لا محدث) کے ذیل میں کہتے ہیں کہ یہ ارشاد صرف ابوذر کے لئے ثابت ہے دوسروں کے لئے (و لا محدث) ثابت نہیں۔ اس کلمہ کو سفیان بن عیینہ نے آخر جامع میں نقل کیا ہے۔ اور عبد بن حمید نے کہا ہے کہ ابن عباس اس طرح قرأت کرتے ہیں ﴿وما ارسلنا من قبلک من رسول و لا نبی و لا محدث﴾ (۱)

صحیح بخاری میں حدیث غار کے بعد ابو ہریرہ سے مروی یہ حدیث ہے: تم سے پہلے تمام امم سابقہ میں ایسے افراد تھے جو محدث تھے اگر میری امت میں کوئی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ (۲)

اس کی شرح میں قسطلانی کہتے ہیں کہ محدث وہ ہے جسکی زبان سے بغیر منصب نبوت کے حقائق جاری ہوتے ہیں۔ اس کے دل میں ایسی بات ڈال دی جاتی ہے کہ جیسے اس کو خبر دی گئی ہو، اس حال میں اس کا گمان بھی حق ہوتا ہے، جو سوچتا ہے صحیح ہوتا ہے، یہ وقیع منزل اولیاء کی ہے۔ اس جملہ کی شرح میں کہ اگر میری امت میں... کہتے ہیں کہ یہ ارشاد رسولؐ توقع کی بناء پر ہے۔ اسے آگاہی نہیں ہوتی کہ یہ چیز واقع ہوگی لیکن واقع ہو جاتی ہے۔ (ظاہر ہے کہ قسطلانی کی اس شرح اور سابقہ شرح میں تضاد صاف جھلک رہا ہے) حضرت عمر کا واقعہ یا سارية الجبل اس کا واضح ثبوت ہے۔ (۳)

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: تم سے قبل کی امت میں محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہیں۔ (ابن وہب کہتے ہیں کہ محدث وہ ہے جسے الہام

۱۔ ارشاد الساری، شرح البخاری، (ج ۶ ص ۹۹)

۲۔ صحیح بخاری ج ۲، ص ۱۷۱ (ج ۳ ص ۱۲۷۹)   ۳۔ ارشاد الساری، ج ۵، ص ۴۳۱ (ج ۷ ص ۴۸۲)

ہوتا ہے)۔(۱) ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں اس روایت کو نقل کر کے کہا ہے کہ یہ روایت متفقہ ہے۔(۲)

طحاوی مشکل الآثار میں محدث کے یہی معنی لکھتے ہیں کہ محدث جسے الہام ہوتا ہو، پھر اضافہ کیا ہے کہ عمر کو بھی الہام ہوتا تھا چنانچہ انس کی روایت ہے کہ عمر نے فرمایا: تین موقعوں پر خدا نے میری موافقت کی:

۱۔ میں نے رسولؐ سے کہا: کاش! ہم مقام ابراہیمؑ کو مصلیٰ قرار دیتے، آیت اتری ﴿**واتخذوا من مقام ابراهيم مصلىٰ**﴾۔

۲۔ میں نے کہا: یارسول اللہؐ! آپ کے گھر میں اچھے برے سبھی لوگ آتے ہیں، آپ ازواج کو حکم دیجئے کہ اپنے کو چھپائے رہیں۔ اس پر آیہ حجاب نازل ہوئی۔

۳۔ آنحضرتؐ کی ازواج سرکشی پر آمادہ تھیں، میں نے کہا: ہوسکتا ہے کہ خدا تم سے اچھی عورتیں رسولؐ کو عطا کر دے اور تمہیں طلاق دیدے۔ اس پر آیت اتری ﴿**عسى ربكم...**﴾(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اگر اس قسم کے باتیں الہام ہیں تو اسلام کو فاتحہ پڑھ دینا چاہئے۔ یہ لوگ مناقب گڑھنے میں اس بات کو بھی نہیں سمجھ پائے کہ اس سے پیغمبر اسلامؐ کی توہین ہوتی ہے۔

نووی شرح مسلم میں کہتے ہیں کہ محدث کے بارے مین اختلاف ہے۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ وہ لوگ ہیں جنھیں الہام کیا جائے۔ ایک قول ہے کہ جب وہ کچھ سوچیں تو ٹھیک سوچیں گویا وہ پہلے سے خبردار ہیں۔ ایک قول ہے کہ فرشتے ان سے کلام کرتے ہیں یا ان سے بات کی جاتی ہے۔ بخاری کے نزدیک محدث وہ ہیں کہ جن کی زبان سے حقائق جاری ہوں۔ کرامات اولیاء کا سرچشمہ یہی ہے۔(۴) محب الدین طبری کہتے ہیں کہ محدث وہ ہے کہ جنھیں حقیقت بطور الہام بتادی گئی ہو، ممکن ہے اس ظاہر کلام کا مطلب یہ ہو کہ جن سے فرشتے بات کرتے ہوں۔ لیکن وحی کے طور پر بات نہ کرتے ہوں۔ بلکہ بات چیت کے عنوان سے اور یہ بڑی فضیلت ہے۔(۵)

۱۔ صحیح مسلم، (ج۵، ص۱۶ کتاب فضائل الصحابۃ)

۲۔ صفۃ الصفوۃ ج۱، ص۱۰۴ (ا ص ۲۷۷ نمبر۳)

۳۔ مشکل الآثار، ج۲، ص۲۵۷.

۴۔ شرح صحیح مسلم، (ج۱۵، ص۱۶۶)

۵۔ ریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۹۹ (ج۲، ص۲۴۵)

تفسیر قرطبی میں ابن عطیہ، مسلم بن قاسم بن عبد اللہ، عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ ابن عباس کی قرأت یوں تھی:

﴿وما ارسلنامن قبلک من رسول ولانبی ولامحدث﴾

مسلمہ کہتے تھے کہ محدث ہمپایۂ نبی ہے۔ کیونکہ وہ بلند ترین امور غیبی کی خبر دیتے ہیں اور حکمت باطنی سے بات کرتے ہیں اوران کی گفتار مطابق واقع ہوتی ہے، وہ غلطیوں سے معصوم ہوتے ہیں جس طرح عمر بن خطاب نے ساریہ سے بلند ترین تکلم فرمایا۔(۱)

ابوزرعہ طرح التغریب میں یہ حدیث لکھتے ہیں کہ قطعی طور سے بنی اسرائیل کی طرح اس امت میں بھی محدث ہوں گے اور وہ عمر ہیں۔(۲)

مناوی (۳) نے شرح کی ہے کہ جن پر الہام ہوا ہو یا ان کا گمان درست ہو، محدث اسے کہتے ہیں کہ جسے بطریق الہام ومکاشفہ مبداء اعلیٰ سے حقیقت القاء کی گئی ہو، بغیر توجہ اس کی زبان سے جاری ہو جائے یا فرشتے اس سے بات کریں۔ بغیر اس کے کہ وہ پیغمبر ہو یا جب وہ کوئی رائے دے تو مطابق واقع ہو گویا اسے غیب کی خبر ہو۔ یہ کرامات اللہ اپنے خاص بندوں کو عطا کرتا ہے اور یہ اولیاء کا مقام ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ عمر کے محدث ہونے کی بات کا مطلب یہ ہے کہ وہ بے نظیر ہیں گویا کہ نبی نہیں کیونکہ یہاں حرف شرط تردید کے طور پر آیا ہے۔

قاضی کہتے ہیں کہ یہاں تاکید واختصاص مراد ہے۔ پس اگر کوئی کہے کہ میرا دوست اگر کوئی ہے تو وہ زید ہے۔ تو کہنے والے کی اس سے مراد تردید نہیں بلکہ مبالغہ ہے کہ دوستی صرف اسی سے مخصوص ہے۔

قرطبی نے اس حدیث عمر کی شرح میں کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس قسم کے افراد بہت کم ہیں جس کا گمان صائب ہو محدث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اکثر عوام وعلماء کا گمان صائب ہے۔ اس میں حضرت عمر

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۲ص ۷۹ (ج ۱۲، ص ۵۳)

۲۔ التثریب فی شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۸، المصابیح، ج ۲، ص ۲۷۰ (ج ۴، ص ۱۵۳ حدیث ۴۷۲) جامع الصغیر، (ج ۲، ص ۲۵۱ حدیث ۶۰۹۷)

۳۔ شرح الجامع الصغیر، ج ۴، ص ۵۰۷۔

کی خصوصیت ہی کیا رہی۔ اگر چہ رسولؐ نے عمر کو قطعی طور سے محدث نہیں کہا ہے لیکن قرائن اس کی نشاندہی کرتے ہیں اور ساریہ کی داستان یا حدیث رسول کہ خدا عمر کی زبان سے بولتا ہے، ان کے محدث ہونے کا ثبوت ہے۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ بعد رسولؐ بہت محدث ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ بنی اسرائیل میں انبیاء مبعوث ہوئے لیکن چونکہ خاتم النبیینؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوتا اور اسلام کو برتری حاصل ہے اس لئے نبی کی جگہ امت میں محدث قرار دئے گئے ہیں۔ (۱)

لائق توجہ نکتہ:

امام غزالی کہتے ہیں کہ بعض عرفاء کا بیان ہے کہ بعض ابدال سے ان کے مقامات نفس کے متعلق سوال کیا گیا، انھوں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا پھر اپنے سینے کی طرف توجہ کی اور پوچھا: تم کیا کہتے ہو؟ پھر اس کے بعد سوال کا جواب دیا۔ ان سے پوچھا گیا: آپ نے دائیں بائیں کیوں دیکھا؟ جواب دیا کہ تمہارے سوال کا جواب معلوم نہیں تھا اس لئے دائیں بائیں فرشتوں سے پوچھا۔ انھیں بھی معلوم نہ تھا پھر میں نے اپنے دل سے پوچھا، اس نے جو مجھے بتایا وہ تمہیں جواب دیدیا۔ اس بناء پر یہ دونوں فرشتوں سے زیادہ عالم تھے۔ غزالی کہتے ہیں کہ محدث ہونے کا یہی مطلب ہے۔ (۲)

ایک محقق بعض تذکرہ میں ایسے لوگوں کے حالات دیکھتا ہے جنھوں نے فرشتوں سے باتیں کیں۔ ان میں عمران بن حصین خزاعی (متوفی ۵۲) بھی ہیں ان کے متعلق لکھتا ہے کہ انھوں نے محافظ فرشتوں کو دیکھا اور ان سے باتیں کیں۔ (۳)

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ فرشتے انھیں سلام کرتے تھے جب داغ لگ گیا تو سلام کرنا بند کر دیا۔ پھر آخر ایام میں سلام کرنے لگے۔ (۴) شذرات میں ہے کہ فرشتے انھیں سلام کرتے جب جلنے کا داغ ہوا تو

۱۔ فتح الباری، (ج ۷، ص ۴۰) ۲۔ احیاء العلوم، ج ۳، ص ۲۸۔

۳۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۵۵ (نمبر ۱۹۶۹) الاصابۃ، ج ۳، ص ۲۶۔

۴۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۸، ص ۶۰ (ج ۸، ص ۶۶)

سلام کرنا بند کر دیا۔ پھر خدا نے مکرم فرمایا اور فرشتے سلام کرنے لگے۔(۱) حافظ عراقی، ابو الحجاج مزی، ابن جوزی، ابن حجر، سبھی نے ان کے تسلیم ملائکہ کو لکھا ہے۔(۲)

ابو المعالی صالح بھی محدث تھے۔ ابن جوزی، ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ماہ صیام میں شدید فقر کا شکار ہوئے، وہ ایک شخص سے قرض مانگنے چلے تو فرشتے نے منع کیا کہ کل میں خود اسے تمہارے پاس لے آؤں گا۔(۳)

ابو سلیمان خطابی کہتے ہیں کہ رسولؐ کا ارشاد ہے کہ اس امت کے محدث عمر ہیں اور میرا قول ہے کہ اس زمانے کے محدث ابو عثمان مغربی ہیں۔(۴) اسی طرح حور انے ابو یحییٰ سے کلام کیا جب وہ چار ہزار قرآن ختم کر چکے تو حور انے کہا: تم نے مجھے خرید لیا۔(۵)

نصوص شیعہ:

ثقۃ الاسلام کلینیؒ نے اصول کافی (۶) میں بعنوان فرق میان رسول، نبی اور محدث چار حدیثیں نقل کی ہیں:

۱۔ برید سے مروی ہے کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے آیت ﴿وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث﴾ کے بارے میں پوچھا کہ آیت میں لفظ محدث نہیں ہے

۱۔ شذرات الذہب، ج۱ص۵۸ (ج۱، س۲۴۹)

۲۔ طرح التثریب، ج۱، ص۹۰، تلخیص تہذیب الکمال، ص۲۵۰ (ج۲ص۳۰۰نمبر۵۴۲۴)

۳۔ الطبقات الکبریٰ، (ج۷ص الصفۃ الصفوۃ، ج۱، ص۲۸۳ (ج۱، س۶۸۲ نمبر۹۴) تہذیب التہذیب، ج۸، س۱۲۶ (ج۸ص ۱۱۲ صفۃ الصفوۃ، ج۲، ص۲۸۰ (ج۲، ص۴۰۶ نمبر۳۳۱) المنتظم، ج۹، ص۱۳۶ (ج۱۷، ص۸۲نمبر۳۷۴۴) البدایۃ والنہایۃ، ج۱۲، ص۱۶۳ (ج۱۲ص۲۰۰).

۴۔ تاریخ بغداد، ج۹، س۱۱۳

۵۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۳۶۲ (نمبر ۴۵۷۷ المنتظم، ج۶ص ۸ (ج۱۲، ص ۳۸۶ نمبر ۱۹۲۰) صفۃ الصفوۃ، ج۲، ص۳۴۳ (ج۲، ص۴۱۴نمبر۲۹۳) ابن جوزی کی مناقب احمد ص۵۱۰ (س۶۷۹)

۶۔ اصول کافی، ص۸۴، ص (ج۱ص۱۷۷)

اگر ہے تو محدث کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا: رسول وہ ہے جو فرشتوں کو دیکھے اور کلام کرے، نبی وہ ہے جو خواب میں فرشتے کو دیکھے۔ کبھی کبھی نبوت و رسالت ایک شخص میں جمع ہو جاتی ہے۔ اور محدث وہ ہے جو آواز سنتا ہے لیکن فرشتے کو دیکھتا نہیں ہے۔ برید نے پوچھا: جسکو خواب میں دیکھا ہے کیسے سمجھیں کہ وہ فرشتہ ہی ہے؟ فرمایا: خدا اس کو توفیق کرامت فرما دیتا ہے، خدا نے رسولؐ خدا پر نبوت ختم کر دی ہے اور قرآن آخری کتاب ہے۔

دوسری حدیث میں بھی رسول اور محدث کا فرق بیان ہوا ہے۔ تیسری حدیث میں ذرا تفصیل ہے: زرارہ کا بیان ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے وکان رسولا نبیا کے متعلق پوچھا کہ رسول اور نبی کا فرق کیا ہے؟ فرمایا: نبی وہ ہے جو خواب میں فرشتے کو دیکھے۔ میں نے پوچھا؟ امام کی منزلت کیا ہے؟ فرمایا: آواز سنتا ہے لیکن خواب نہیں دیکھتا اور فرشتہ کو مشاہدہ نہیں کرتا۔ پھر یہ آیت پڑھی: ﴿وما ارسلنا من قبلک ....﴾

چوتھی حدیث اسمٰعیل بن مرار سے ہے کہ حسن بن عباس نے امام رضاؑ کی خدمت میں خط لکھا: قربان جاؤں! مجھے رسول، نبی اور امام کا فرق بتائیے۔ امام نے جواب دیا: رسول وہ ہے جس پر جبرئیل نازل ہوں، انھیں دیکھے، ان کا کلام سنے، اس پر وحی نازل ہو، اکثر وہ خواب بھی دیکھے جیسے حضرت ابراہیمؑ کا خواب۔ نبی وہ ہے کہ کبھی کلام سنے، کبھی کلام کرنے والے کو دیکھے لیکن کلام نہ سنے۔ امام وہ ہے جو کلام سنے لیکن دیکھے نہیں۔

کافی میں ایک عنوان "باب انّ الائمۃ محدثون مفهمون" (۱) کا ہے، اس میں پانچ احادیث ہیں:

حمران بن اعین کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علیؑ محدث تھے۔ میں حیرت میں نکلا اور دوستوں سے کہا کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے عجب حدیث سنی ہے کہ علیؑ محدث تھے۔ انھوں نے کہا: تم نے کیا کیا، یہ کیوں نہ پوچھا کہ ان سے کون کلام کرتا تھا؟ میں نے پوچھا تو مجھ سے امام نے فرمایا: ان سے

۱۔ اصول کافی، (ج۱ ص۱۷۱، ۲۷۶،۱۷۶۔

ملک (فرشتہ) کلام کرتا ہے۔ میں نے کہا: یعنی آپ فرمانا چاہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں؟ امام نے ہاتھوں سے نفی کا اشارہ کیا اور فرمایا: وہ سلیمانؑ کے صحابی یا صاحب موسیٰ یا ذوالقرنین کی طرح ہیں۔ کیا تمہیں حدیث رسولؐ نہیں معلوم ہے کہ فرمایا: تمہارے درمیان انھیں کے مانند ہیں۔

دوسری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ اپنے قاتل کو پہچانتے تھے اور لوگوں کے اہم امور سے واقف تھے اس آیت کے وسیلے سے: ﴿وما ارسلنا من رسول ولا نبی ولا محدث﴾۔(۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اوصیاء محمدؐ محدث ہیں۔ دوسری میں ہے ائمہؑ سچے علماء مفہم اور محدث ہیں۔ (۲) پانچویں حدیث محدث کے معنی میں ہے کہ وہ آواز سنتا ہے لیکن آدمی کو دیکھتا نہیں۔ کتاب کافی میں اس بارے میں اتنی ہی حدیثیں ہیں۔

امالی طوسی میں ہے کہ صادق آل محمدؐ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ محدث تھے اور سلمان بھی محدث تھے۔ پوچھا گیا: محدث کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا: اس کے پاس فرشتہ آتا ہے اور ایسا ویسا بتادیتا ہے۔ انھیں امام کا ارشاد ہے: ہم میں سے بعض کو دل میں القاء کردیا جاتا ہے اور بعض کو مورد خطاب قرار دیا جاتا ہے۔

حرث نصری سے روایت ہے کہ میں نے امام ششم سے پوچھا کہ امام سے ایسی بات پوچھی جائے جو اس کے پاس نہ ہو تو اس کو کیسے علم ہوتا ہے؟ فرمایا: اس کے دل میں نکتہ یا کان میں آواز پڑ جاتی ہے۔ جب امام سے پوچھا جاتا ہے تو کیسے جواب دیتا ہے؟ فرمایا: الہام یا سماع سے اور کبھی دونوں طریقوں سے۔ (۳)

صفار نے بصائر میں حمران سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا: کیا آپ نے مجھ سے نہیں فرمایا تھا کہ علیؑ محدث تھے؟ فرمایا: ہاں۔ پوچھا: ان سے کلام کون کرتا تھا؟ فرمایا: فرشتہ۔ میں نے پوچھا: وہ نبی ہیں یا رسول؟ فرمایا: نہیں بلکہ مثیل صاحب سلیمانؑ و موسیٰ اور مثیل ذوالقرنین۔ کیا تمہیں یہ حدیث معلوم نہیں کہ حضرت علیؑ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ نبی نہیں تھے بلکہ وہ خدا کے محبوب اور خدا کے خیر خواہ تھے۔

۱۔ اصول کافی، (ج۱، ص۲۷۰) ۲۔ اصول کافی، (ج۱، ص۲۷۰)

۳۔ امالی طوسی، ص۲۶۰ (ص۴۰۸۔۴۰۷ حدیث نمبر ۹۱۶۔۹۱۴)

حمران نے امام پنجم سے پوچھا: علماء کا مرتبہ کیا ہے؟

فرمایا: وہ ذوالقرنین، صحابی سلیمانؑ و داوؑد کی طرح ہیں۔ برید نے امام پنجم سے پوچھا: آپ کا مرتبہ کیا ہے، گذشتہ لوگوں میں کس کی نظیر ہیں؟ فرمایا: صاحب موسیٰ یا ذوالقرنین کی طرح، وہ دونوں عالم تھے لیکن نبی (پیغمبر) نہیں تھے۔(۱)

یہ تمام روایات شیعہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خاندان عصمت و طہارت ہی کے افراد محدث ہیں۔(۲) ان روایات کا مفاد، عمومی طور سے تمام شیعوں کا اعتقاد ہے جس طرح گذشتہ امتوں میں محدث ہوتے تھے اسی طرح اس امت میں امیرالمومنینؑ اور ان کی معصوم اولاد جو امام ہیں وہی محدث ہیں، یہ سبھی امام محدث ہوتے ہیں وہ پیغمبر نہیں ہیں۔ محدث ہونے کی فضیلت صرف اماموں ہی سے مخصوص نہیں بلکہ حضرت فاطمہ زہراؑ اور سلمان فارسی بھی محدث ہیں۔ جی ہاں، ہر امام محدث ہے لیکن ہر محدث امام نہیں۔ میں نے گذشتہ صفحات میں بیان کیا کہ محدث وہ ہے جو حقائق کو متذکرہ طریقوں سے معلوم کرے، مفہوم محدث کے سلسلے میں شیعہ وسنی میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن فرق صرف یہ ہے کہ شیعہ عمر کو محدث نہیں مانتے۔ یہ ہماری خصوصی روش ہے جسکے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ اب ذرا اس میں معقولیت کی کوئی رمق نظر آئی ہے کہ ایک گروہ اس محدث کے معاملے میں اپنے گروہ کو تو فضیلت سے نوازتا ہے اور دوسرے کو گمراہ سمجھتا ہے۔

حجاز کا منحوس جھوٹا عبداللہ قصیمی کہتا ہے کہ ائمہ اہل بیتؑ شیعوں کی نظر میں انبیاء ہیں، ان کو وحی ہوتی ہے، فرشتے ان کے لئے وحی لے کر آتے ہیں۔ شیعہ حضرات حضرت فاطمہ زہراؑ اور ائمہؑ کے لئے ان تمام صفات کے قائل ہیں جو انبیاء میں پائی جاتی ہیں۔ اپنی اس افترا پردازی کے ثبوت میں حسن بن عباس کے مکاتبہ کو پیش کیا ہے جو انھوں نے امام رضاؑ کو حدیث میں لکھا تھا۔

اس نادان کے سمجھ میں آتا ہی نہیں کہ قرآن میں محدث کی صراحت آئی ہے اور جناب فاطمہؑ اور

۱۔ بصائرالدرجات (ص ۳۶۶۔۳۶۵)

۲۔ بحارالانوار (ج ۲۶، ص ۶۶، ج ۴۰ (۱۴۲،۱۴۰)

ائمہؑ کے محدث ہونے پر تمام شیعہ سنی کا اتفاق ہے۔

جس طرح اہل سنت حضرات حضرت عمر کے محدث ہونے کے قائل ہیں کیا کوئی شیعہ اس بات کا قائل ہے کہ عمر کو اہل سنت نبی مانتے ہیں اور اہل سنت کے عقیدے کے مطابق فرشتے ان پر نازل ہوتے ہیں؟ اور وحی پہونچاتے ہیں؟

کبھی کوئی شیعہ جذبات میں افترا پردازی نہیں کرتا۔ کبھی کسی شیعہ کو نہیں دیکھا گیا ہوگا کہ وہ بزرگوں کو متہم کرے۔ کیا اس شخص کے پیش نظر یہ بات نہیں ہے کہ شیعوں کے یہاں نص ہے کہ ائمہ معصومینؑ علماء ہیں، انبیاء نہیں ہیں، صحابی موسیٰ یا مثیل ذوالقرنین ہیں۔

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کی نص نہیں سنی کہ قرآن آخری کتاب ہے اور رسولؐ خدا خاتم النبیین ہیں۔ ان تمام نصوص سے واقف ہوتے ہوئے بھی وہ اپنی پستی طبع سے وہی شرمناک جذبات ظاہر کرتا ہے جو اس کی اوقات ہے۔ اموی سرشت سے ایسی ہی دشنام طرازی کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔ اس کے پرکھوں کی رسم ہے کہ ائمہؑ اور ان کے شیعوں پر طعن و تشنیع کرتے رہے۔

وہ کتاب ''صراع''(۱) میں لکھتا ہے کہ شیعوں کی نظر میں ائمہ اہل بیتؑ پر وحی ہوتی ہے۔ کافی (۲) میں ہے کہ حسن بن عباس نے امام رضاؑ کو خط لکھا کہ رسول، نبی اور امام میں فرق کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ رسول وہ ہے جس پر جبرئیل نازل ہوں اور وہ انھیں دیکھے اور ان کا کلام سنے، اس پر وحی نازل ہو۔ اور نبی جو کبھی اس شخص کو دیکھتا ہے اور اس کی بات نہیں سنتا اور امام وہ ہےجو کبھی اس شخص کی بات سنتا ہے لیکن اسے دیکھتا نہیں۔ ائمہؑ جو بھی کام کرتے ہیں وہ پیمان خدا کے مطابق ہوتا ہے وہ اس سے ذرا بھی تجاوز نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ بھی شیعوں کے یہاں کافی نصوص ہیں کہ ائمہؑ پیغمبر ہیں اور ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ وہ رسول بھی ہوتے ہیں کیونکہ انھیں رسالت کی بھی وحی ہوتی ہے۔

پچھلے صفحات میں ان کا قول (۳) نقل کیا کہ ائمہؑ جو بھی کام کرتے ہیں یا جو کچھ کہتے ہیں وہ وحی

۱۔ صراع ج۱، ص۱. ۲۔ اصول کافی، (۱ص۱۷۶)

۳۔ صراع ج۲، ص۳۵.

ہوتی ہے۔ شیعوں کی نظر میں محمدؐ اور ائمہؑ کے درمیان فرق یہ ہے کہ محمدؐ وحی لانے والے فرشتے کو دیکھتے ہیں لیکن ائمہؑ وحی اور صدائے فرشتہ سنتے ہیں، اسے دیکھتے نہیں ہیں۔ ان کے یہاں نبی اور امام کا فرق یہی ہے۔ ظاہر ہے کہ حقیقت میں یہ کوئی فرق نہیں۔ اس طرح شیعہ جو بھی بات بنائیں لیکن وہ ائمہؑ کو رسول اور نبی ہی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ نبی و رسول وہی ہوتا ہے جسے خدا وحی کرے اور اس کو ذمہ داری سونپے کہ وہ تبلیغ کرے خواہ فرشتہ کو دیکھے یا نہ دیکھے بلکہ وحی سنے اور درک بھی کرے تو وہ نبی و رسول ہے اور متفقہ حیثیت سے فرشتہ کا دیکھنا درحقیقت رسول و نبی کے معنی میں دخالت نہیں رکھتا۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ رسول وہ انسان ہے جس پر وحی ہو اور وہ خدا کی طرف سے تبلیغ پر مامور ہو۔ اس حیثیت سے فرشتے کو دیکھنا معنی نبی و رسول میں کوئی دخالت نہیں رکھتا۔ شیعہ جو کچھ انبیا کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں وہی ائمہؑ اور فاطمہؑ کے بارے میں عقیدے رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ائمہؑ معصوم ہیں، ان پر وحی ہوتی ہے، فرشتے ان پر فرمان الٰہی لے کر نازل ہوتے ہیں، ان کو معجزات عطا کئے جاتے ہیں اور کمترین معجزہ یہ دیا گیا ہے کہ وہ مردہ کو زندہ کرتے ہیں۔ ان کی بہترین کتاب اصول کافی میں اس کی تصریح موجود ہے۔

﴿انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بایات اللہ واولئک ھم الکاذبون﴾(۱)

۴۔ ائمہؑ کے علم غیب کے متعلق شیعوں کا عقیدہ

شیعوں سے کینہ و عناد رکھنے والوں میں علم ائمہؑ کے متعلق بڑی چہ می گوئیاں ہیں ۔ عجیب و غریب باتیں مشہور کردی گئی ہیں۔ بصیرت سے عاری اور جہالت سے بھرپور ان کینہ توزوں نے ایسی باتیں مشہور کردی ہیں کہ جیسے علم غیب کے متعلق عقیدے میں شیعہ دوسرے اسلامی فرقوں سے منفرد ہیں، شیعوں کے علاوہ کسی نے اس عقیدے کو ظاہر نہیں کیا ہے، اس لئے وہی طعن و تشنیع کے مستحق ہیں۔

قصیمی اپنی کتاب الصراع میں لکھتا ہے کہ شیعوں کے نزدیک ائمہؑ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں اور جب وہ چاہتے ہیں کہ کسی بات کو معلوم کریں تو خدا انھیں اس کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ کب موت واقع ہوگی، موت ان کے اختیار میں ہے۔ وہ "علم ماکان ومایکون" رکھتے ہیں، ان پر کوئی چیز بھی

۱۔ (نحل/۱۰۵)

پوشیدہ نہیں۔ آگے لکھتا ہے کہ اصول کافی میں اس بارے میں نصوص موجود ہیں۔

پھر لکھتا ہے کہ ائمہ علم خدا میں شریک ہیں، انھیں علم غیب ہے، گذشتہ و آئندہ کی باتوں کا پتہ ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ انبیاء مرسلین بھی اس صفت میں خدا کے شریک ہیں اور قرآن وحدیث اور ائمہ کے نصوص اس سلسلے میں موجود ہیں کہ علم غیب صرف خدا کو ہے۔ اس متواتر عقیدے کی تفصیل کا احاطہ دشوار ہے۔

جواب: علم غیب یعنی آنکھوں اور حواس ظاہری سے بیرونی چیزوں کا علم، خواہ وہ موجودہ باتیں ہوں یا آئندہ ظاہر ہوں۔ اس کا علم تمام انسانوں کے لئے ممکن ہے۔

جب بھی کوئی شخص موجودہ یا آئندہ باتوں کی خبر دے خواہ وہ اپنے علم کی بنیاد پر خبر دے خواہ عقل بروئے کار لا کر خبر دے ایسے علم کو بھی علم غیب کہتے ہیں۔ انسانوں کو ایسی واقفیت کے حصول میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں۔ مثلاً تمام مومنین کا خدا، فرشتوں، آسمانی کتب اور پیغمبروں نیز قیامت، جنت وجہنم، بعد موت خدا سے ملاقات، حشر ونشر، حور وقصور پر ایمان ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ بھی علم غیب ہی کا حصہ ہے۔ قرآن میں ان باتوں کو علم غیب ہی کہا گیا ہے: ﴿الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾(۱) ﴿الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾(۲) ﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾(۳) ﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَانَ بِالْغَيْبِ﴾(۴) ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَانَ بِالْغَيْبِ﴾(۵) ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ﴾(۶) ﴿جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ اللهُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ﴾(۷)

منصب نبوت بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ مختلف جہات سے علم غیب سے واقف ہوں۔ جو کچھ

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۳۔ ۲۔ سورۂ انبیاء، آیت ۴۹۔
۳۔ سورۂ فاطر، آیت ۱۸۔ ۴۔ سورۂ یٰس، آیت ۱۱۔
۵۔ سورۂ ق، آیت ۳۳۔ ۶۔ سورۂ ملک، آیت ۱۲۔
۷۔ سورۂ مریم، آیت ۶۱۔

مومنین جانتے ہیں اس سے زیادہ انھیں علم ہو۔آیات ذیل اس بات کا اشارہ کرتی ہیں:

﴿وَ کُلًّا نَقصُّ عَلَیکَ مِنْ أنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَکَ..... ﴾(۱)

''اسی لئے خدا نے اپنے رسول کو انبیاء کے قصے سنائے''۔

قصہ مریم میں فرمایا:﴿ذَلِکَ مِنْ أنبَاءِ الغَیبِ نُوحِیهِ الیک﴾(۲)

قصہ نوح کے بعد فرمایا:﴿ تِلْکَ مِنْ أنبَاءِ الغَیبِ نُوحِیهَا إلَیکَ ﴾(۳)

یہ علم غیب ہے رسولوں کے لئے،دوسروں کو اس سے بہرہ نہیں دیا گیا۔قرآن کا ارشاد ہے:﴿عَالِمُ الغَیبِ فَلَا یُظهِرُ عَلَی غَیبِهِ أحَدًا ۞ إلَّا مَنْ ارتَضَی مِنْ رَسُولٍ ﴾''ہاں انھیں اس علم غیب کا احاطہ بس اتنا ہی ہوسکتا ہے جتنا اللہ چاہے اور تمہیں علم کا قلیل حصہ ہی عنایت کیا گیا ہے۔

اس طرح قرآن کی روشنی میں تمام اولیاء،مومنین اور انبیاء علم غیب رکھتے ہیں لیکن ہر ایک کے علم غیب کی حدیں متعین ہیں۔علاوہ اس کے ان میں سے سب کو کیت وکفیت کے اعتبار سے محدود علم عطا کیا گیا ہے۔ان کا علم عارضی ہے ذاتی نہیں۔ازلی نہیں ہے بلکہ نہیں تھا اور ہوا۔اس کی ابتداء وانتہا ہے سرمدی نہیں ہے اور یہ سب کا سب خدا سے ماخوذ ہے جس کا ارشاد ہے:''اسی کے پاس تمام غیب کی کنجیاں ہیں،علم غیب اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔

پیغمبر اسلامؐ اور ان کے وارث علم حضرت علیؑ اپنے علم غیب کے مطابق بلاؤں،اموات اور حوادث کے موقعوں پر عمل کرنے میں حکم خداوندی کی اجازت کے محتاج ہیں۔علم وعمل اور لوگوں کی اس کی خبر دینے کے تین مراحل ہیں۔ان میں سے کوئی مرحلہ دوسرے مرحلے کا محتاج نہیں اور اس میں ہر جہت کی مراعات اور تقاضوں کا لحاظ ضروری ہے۔اس بنیاد پر ہر وہ چیز جس کی واقفیت ہو وہ واجب العمل اور لائق بیان نہیں۔

امام لخمی معروف بہ شاطبی،الموافقات (۴) میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی حاکم از راہ مکاشفہ معلوم کرلے

۱۔سورۂ ہود،آیت ۱۲۰

۲۔سورۂ آل عمران،آیت،۴۴.

۳۔سورۂ ہود،آیت ۴۹.

۴۔الموافقات،ج ۲،ص ۱۸۴(ج ۲،ص ۲۶۷)

کہ یہ چیز غصبی ہے یا نجس ہے یا یہ گواہ جھوٹا ہے یا یہ کہ یہ مال زید کا ہے لیکن گواہ اور دلیل گذر جائے اور ثابت ہو جائے کہ عمر کا ہے تو حاکم کے لئے جائز نہیں کہ اپنے مکاشفہ کے مطابق عمل کرے اس طرح وہ گواہ کو مسترد کرنے کا ارادہ نہیں کرسکتا نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ جس کے قبضے میں مال ہے یہ اس کا نہیں۔ کیونکہ ظواہر پر عمل کرنا چاہئے اپنے مکاشفہ پر عمل درست نہیں ہوگا نہ خواب پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایسا جائز ہو جائے تو ظاہری ثبوت فراہم ہونے کے بعد بھی فیصلہ اس کے مخالف دینا پڑے گا حالانکہ ایسا جائز نہیں۔

روایت صحیح میں رسول خداؐ کا ارشاد ہے کہ تم میرے پاس شکایت لے کر آئے ہو حالانکہ تم میں بعض بڑی لچھے دار اور منطقی باتیں کرتے ہیں لیکن میں جو کچھ ثبوت و گواہ سنتا ہوں اسی کے مطابق فیصلہ دیتا ہوں۔(۱) آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ظواہر پر عمل کرنے کی تاکید ہوئی ہے، رسولؐ خدا کبھی اپنے علم حقیقی کی بنا پر فیصلہ نہیں کرتے تھے صرف گواہ و ثبوت کے بیان ہی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔

امام مالک کا مشہور قول ہے کہ جب کبھی چند عادل افراد حاکم کے سامنے گواہی دیں لیکن حاکم اپنے ذاتی علم کی بناء پر جانتا ہو کہ حق اس کے خلاف ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ گواہی کے مطابق ہی فیصلہ کرے بشرطیکہ وہ جانتا نہ ہو کہ گواہی دینے والے جان بوجھ کر جھوٹ بول رہے ہیں۔

حافظ مذکور آگے لکھتے ہیں کہ اگر اس کی اجازت دیدی جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ ظواہر محفوظ نہ رہ سکیں گے کیونکہ اگر کوئی شخص ظاہری طور سے قتل کرتا ہے تو اس کا فیصلہ بھی ظاہر ہی کی بنیاد پر ہونا چاہئے اگر اس کا فیصلہ امور غیبی کی بنیاد پر کیا جائے تو دلوں میں وسوسے پیدا ہوں گے اور احکام ظواہر میں تزلزل پیدا ہو جائے گا۔ اس سے روح اسلام متاثر ہوگی اور ایک باب ہی بند کرنا پڑے گا۔(۲)

کیا دعووں کا باب ملاحظہ نہیں کیا جاتا کہ جس میں کہا گیا ہے کہ مدعی کے ذمے ثبوت اور انکار کرنے والے سے قسم لی جائے گی (ان البینة علی المدعی والیمین علی من انکر) اس سے کوئی بھی

۱۔ صحیح بخاری، (ج ۲، ص ۹۵۲ صحیح مسلم، ج ۳، ص ۵۴۸)

۲۔ الموفقات فی اصول الاحکام، ص ۱۸۷ (ج ۲، ص ۲۷۱)

مستثنیٰ نہیں یہاں تک کہ رسول خداؐ بھی ایک دعوے کے ثبوت میں انکار کے موقع پر جب آپ سے خرید و فروخت کا معاملہ ہوا اور اس میں انکار ہوا تو آپ ثبوت کے محتاج ہوئے۔ آپ نے فرمایا: کون گواہی دے گا؟ جناب خزیمہ نے آپ کی گواہی دی تو ان کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا گیا۔ پھر کسی فرد امت کو اس سے کیسے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے۔ امت کے بزرگ ترین شخص کے لئے بھی مدعی کے ذمے ثبوت اور منکر سے قسم کا حکم لاگو ہوگا، اس طرح شرعی اوامر و نواہی میں امور غیبی سے کام لینا مہمل قرار پاتا ہے۔

آگے لکھتے ہیں: جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اس کے مطابق عمل کہاں درست ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جائز یا مطلوبہ امور کہ جس میں وسعت ہو تو اس پر عمل متذکرہ تقاضوں کے مطابق ہوگا۔(۱) اور اس کی تین قسمیں ہیں: اول یہ کہ امر مباح ہو۔ مثلاً کوئی شخص اپنے مکاشفہ کی بنیاد پر جان لے کہ فلاں شخص فلاں وقت میں اس کے پاس آئے گا... اس قسم کے موقعوں پر عمل کرنا جائز ہوگا۔ چنانچہ اس سلسلے میں اگر خواب دیکھ لے بشرطیکہ غیر شرعی معاملہ نہ ہو تو اس کے مطابق عمل صحیح ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اس کے مطابق عمل میں افادیت بھی ہو۔ کیونکہ عقلمند جس انجام سے خوفزدہ ہو اس پر عمل نہیں کرتا۔ اور کرامت جس طرح خصوصیت ہے اسی طرح امتحان بھی ہے وہ اس طرح یہ ملاحظہ کرے کہ کیا کرے۔ اگر اسے ضرورت ہو یا کسی جہت سے اثبات کے حالات ہوں تو کوئی رکاوٹ نہیں۔ رسول خداؐ بھی ضرورت پڑنے پر غیب کی خبریں دیتے تھے۔ یہ بات واضح ہے کہ رسول خداؐ اپنے پیچھے نمازیوں کے متعلق خبر دیتے تھے کہ انھیں پیٹھ پیچھے میں دیکھتا ہوں۔ مطلب یہ تھا کہ غیب کی اطلاع ہے اس لئے ممکن ہے امر و نہی کی جائے۔ اسی طرح تمام کرامات و معجزات ہیں۔ بس عمل امت اس قسم کے مواقع پر زیادہ سزاوار ہے جب کہ امر مباح بھی ہو۔ لیکن جائز ہونے کے باوجود خود پسندی سے احتیاط مناسب ہے۔

تیسرے ایسے مواقع ہوں جہاں تحذیر یا بشارت کا فائدہ حاصل ہو سکے تاکہ خود کو پورے طور سے آمادہ کر سکے۔ یہ صورت بھی جائز ہے مثلاً ایسی بات کی خبر دینا جو واقع ہونے والی ہو یا کسی چیز کے ہونے کی خبر دینا جو نہیں ہے۔

۱۔ الموافقات فی اصول الاحکام، ص ۱۸۹ (ج ۲، ص ۲۷۲)

ایسی صورت میں نوحؑ کے دونوں بیٹوں کی خبر علم غیب کیوں نہیں ہے؟ قوم ہودؑ، عادؑ، ثمودؑ، قوم ابراہیم، قوم لوط، تذکرۂ ذوالقرنین یا گذرے رسولوں کا تذکرہ علم غیب کیوں نہیں ہے؟

رسولؐ کا بعض ازواج کو راز بتانا اور پھر فاش ہونے کے بعد فرمانا کہ مجھے علیم وخبیر نے باخبر کیا ہے، یہ بات علم غیب کیوں نہیں ہے؟

صاحب موسیٰ کی باتیں جن پر موسیٰ کو صبر نہ ہو سکا علم غیب کیوں نہیں ہے؟

حضرت عیسیٰؑ کا اپنی قوم سے کہنا کہ میں ان باتوں سے تمہیں باخبر کردوں گا جو تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، علم غیب کیوں نہیں یا حضرت عیسیٰؑ کا آخری نبی کی بشارت دینا علم غیب کیوں نہیں؟

خدا کا یوسفؑ کو وحی کرنا کہ تم انھیں ان کے امور سے باخبر کرو گے یہ علم غیب کیوں نہیں؟

آدمؑ کا اسماء بتا دینا جب کہ فرشتوں کے مقابلے میں تھے علم غیب کیوں نہیں؟

نبوت رسول اکرمؐ کے متعلق توریت وانجیل کے محکم بشارات علم غیب کیوں نہیں؟

راہبوں اور کاہنوں کا رسول اکرمؐ کی نبوت کے متعلق بشارت دینا علم غیب کیوں نہیں؟

اس میں کوئی قباحت یا رکاوٹ نہیں کہ خداوند عالم اپنے بندوں میں سے کسی کو علم غیب اور علم "ماکان ومایکون" کا بعض حصہ تعلیم فرمادے۔ سماوات وارض، علم اولین وآخرین، علم ملائکہ سے بہرہ مند کردے۔ اسی طرح امور شہودی سے باخبر کرنے میں کوئی قباحت نہیں جیسے کہ ابراہیمؑ کو ملکوت سماوات دکھایا گیا۔ اس طرح وہ مخلوقات، علم خداوندی میں شریک نہیں ہو جائیں گے نہ خدا کے علم بالشہادت میں شریک ہوں گے، خواہ عالم اور علم کسی مرتبہ پر پہونچ جائے۔ دونوں میں بڑا فرق ہے کیونکہ قیود وامکانی بشری ماخوذ ہوتے ہیں، علم بشری دائمی سے لامحالہ چاہے، وہ علم بالغیب ہو یا علم بالشہادۃ ہو کہ برابر اس کے علم میں ملحوظ رکھنا چاہئے خواہ وہ علم بالغیب سے متعلق ہو یا علم بالشہادہ سے اور وہ اس قید سے جدا نہیں ہو سکتا لیکن علم غیب الٰہی، ذات واجب واحد سے مخصوص ہے۔

اسی طرح فرشتوں کو خدا نے علم غیب مرحمت فرمایا ہے اس سے وہ علم خداوندی میں شریک نہیں ہو جاتے۔ مثلاً اسرافیل کو اجازت دی ہے کہ لوح محفوظ جس میں ہر شئی کا بیان ہے مطالعہ کریں اور اسرار

سے آگاہ ہوں۔ اس کی وجہ سے وہ کسی طرح بھی علم خداوندی میں شریک نہیں ہو جائیں گے۔ بنابریں علم ذاتی مطلق اور علم محدود و اکتسابی میں مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ امت کا علم خواہ کتنا ہی زیادہ ہو پیغمبر وں کے علمی امتیازات وخصوصیات کی وجہ سے بڑا فرق واقع ہو جاتا ہے۔ ایک مجتہد اور مقلد کے علم میں بھی بڑا فرق ہوتا ہے۔ اگر چہ مقلد تمام کا احاطہ کر لے پھر بھی مجتہد کے علم سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دونوں کے حصول علم کا سرچشمہ الگ الگ ہے۔

متذکرہ مطالب کی روشنی میں علم غیب ذاتی و مطلق بغیر کم وکیف کی قید کے، اسی طرح علم بالشہادۃ مخصوص ہے خدا کے صفات ذات سے نہ کہ ہر علم غیب وشہود۔

اسی مفہوم کو نفیاً و اثباتاً ان آیات میں بیان کیا گیا ہے:

﴿قُلْ لايَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ﴾(۱)

﴿إِنَّ اللهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُور﴾(۲)

﴿إِنَّ اللهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾(۳)

﴿ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُون﴾(۴)

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَانُ الرَّحِيمُ﴾(۵)

﴿ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾(۶)

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيم﴾(۷)

حضرت نوح نے فرمایا:

﴿لاأَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلاأَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلاأَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾(۸)

۱۔ سورۂ نمل، آیت ۶۵۔ ۲۔ سورۂ فاطر، آیت ۳۸۔
۳۔ سورۂ حجرات، آیت ۱۸۔ ۴۔ سورۂ جمعہ، آیت ۸۔
۵۔ سورۂ حشر، آیت ۲۲۔ ۶۔ سورۂ سجدہ، آیت ۶۔
۷۔ سورۂ تغابن، آیت ۱۸۔ ۸ سورۂ انعام، آیت ۵۰۔

قرآن میں رسول خداؐ کا قول: ﴿كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾(۱)
ان تفصیلات کی روشنی میں جنھیں علم غیب کے بارے میں بیان کیا گیا ہے معلوم ہو جاتا ہے کہ کتاب وسنت میں اس مسئلے پر کوئی تضاد نہیں نہ نفی کے لحاظ سے نہ اثبات کے لحاظ سے بلکہ جہاں کہیں بھی نفی و اثبات کی بات آتی ہے ان کا مخصوص زاویہ ہے۔ بعض جگہ علم غیب کی نفی ہوتی ہے اور بعض جگہ اس کا اثبات ہوا ہے، نصوص اہل بیتؑ میں ان دونوں کی وضاحت ہوتی ہے۔ مثلاً یحییٰ بن عبداللہ بن حسن نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کی: قربان جاؤں! لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ علم غیب جانتے ہیں؟ امام نے جواب میں فرمایا: سبحان اللہ! ذرا اپنا ہاتھ میرے سر پر تو رکھو۔ میرے تمام سر کے بال اور بدن کے روئیں کھڑے ہو گئے ہیں۔ نہیں، خدا کی قسم! یہ باتیں جو بتاتا ہوں یہ رسول خداؐ سے وراثت میں ملی چیزیں ہیں۔

اس علم خداوندی کی طرح دوسرے صفات خدا میں بھی اطلاق وتقیید کا فرق ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰؑ تمام مردوں کو اذن خدا سے زندہ کرتے تھے یا پھر مٹی میں پھونک مار کر پرندہ بنا دیتے تھے۔ چنانچہ قرآن میں اس کو بیان کیا گیا ہے:

﴿أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ﴾(۲) "میں مٹی سے تمہارے لئے پرندہ پیدا کرتا ہوں۔ میں اس میں پھونک مارتا ہوں تو پرندہ بن کر خدا کے اذن سے اڑنے لگتا ہے"۔ وہ اپنی اس صفت کی وجہ سے خدا کی صفت میں شریک نہیں ہو گئے۔ کیونکہ خدا ہی موت وحیات عطا کرتا ہے اور وہی خلاق عظیم ہے۔

اس طرح وہ فرشتہ، رحم مادر میں جیسی خدا چاہتا ہے صورت گری کرتا ہے، اس کو سماعت وبصارت کی قوت عطا کرتا ہے، ڈھانچے پر کھال، گوشت اور ہڈی چڑھاتا ہے۔ وہ خدا کے صفت تخلیق میں شریک نہیں ہو جاتا۔ حالانکہ خدا ہی خالق، باری اور مصور ہے، وہ رحم مادر میں جیسی چاہتا ہے صورت گری فرماتا ہے۔

۱۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۸۸۔
۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۴۹۔

اسی طرح خداوند عالم فرشتے کو رحم مادر میں بھیجتا ہے کہ وہ بچے کی روزی، موت اور حوادث کی تقدیر طے کرے۔ پھر وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ وہ بھی خدا کی صفت میں شریک نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ تنہا خدا ہی ہے، اس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔ اس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور اس کی تقدیر متعین کی۔

اسی طرح ملک الموت کے متعلق خدا کا ارشاد ہے کہ وہ لوگوں کی قبض روح پر متعین ہے: ﴿قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ﴾(۱)

اس حصر کے باجود یہ بھی صحیح ہے کہ خدا ہی روحوں کو قبض کرتا ہے اور خدا ہی موت دیتا ہے اور ملک الموت اس کی اس صفت میں شریک نہیں ہیں۔ کیونکہ خدا نے قبض روح کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا ہے ﴿الله یتوفی الانفس حین موتها﴾ اور پھر فرماتا ہے کہ ظالموں کی روحوں کو فرشتے قبض کرتے ہیں۔(۲) اگر اس صفت قبض روح کو خدا کے علاوہ دوسری کسی مخلوق کی طرف منسوب کیا جائے تو نہ گناہ ہے نہ اس میں کوئی برائی ہے۔

اور فرشتوں کو بھی نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند آتی ہے۔(۳) کیونکہ خدا نے انھیں اسی طرح پیدا کیا ہے اس کے باوجود وہ صفت خداوندی میں شریک نہیں ہوگئے وہ اپنی ذات کے لئے فرماتا ہے: ﴿لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾ ''نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھتا ہے''۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مردہ زمین میں محنت کر کے جان ڈال دے تو وہ صفت خداوندی میں شریک نہیں ہو جائے گا حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ وہی وہ خدا ہے جو مردہ زمین میں جان ڈالتا ہے۔

آیئے اب ذرا قصیمی کی بکواس بھی سنئے:

وہ کہتا ہے کہ شیعوں کا قول ہے کہ ائمہ معصومینؑ جب بھی چاہتے ہیں کہ کسی چیز کو معلوم کریں تو خدا انھیں تعلیم دیدیتا ہے۔ اس میں کہاں سے شرک کا مفہوم پیدا ہو گیا؟ ائمہؑ علم غیب میں خدا کے شریک کہاں

۱۔ سورۂ سجدہ، آیت ۱۱۔ ۲۔ سورۂ نحل، آیت ۲۸۔۳۲۔

۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱ (نہج البلاغہ، ص ۴۱ شرح نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۹۱)

سے ہو گئے؟ جب کہ خدا ہی انھیں تعلیم دیتا ہے؟ اس احمق و نادان نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ائمہؑ کو ما کان وما یکون کا علم خدا کے علم غیب میں شریک ہونے کے مترادف ہے۔ اس کے صفات کو محدود کر دینے کے ہم معنی ہے۔ حالانکہ جس نے اسے محدود کہا اس نے اس کو گن لیا اور خدا اس سے قطعی منزہ و پاک ہے دراصل اس کو یہ گمان اس لئے ہوا ہے کہ اس کو حقیقتاً علم غیب کے صحیح مفہوم سے آگاہی نہیں تھی۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَرِيدٍ﴾ (۱)

اب ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ جو باتیں ائمہؑ شیعہ کے متعلق تم شرک کہتے ہو، اہل سنت کے رہبروں کے متعلق انھیں کو شرک کیوں نہیں کہتے؟ ان واقعات پر نظر ڈالو:

اہل سنت، صحابی رسولؐ حذیفہ کے لئے نقل کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے انھیں قیامت تک کے تمام گذشتہ و آئندہ باتوں کی خبر دیدی تھی۔ (۲) ابن ادریس کہتے ہیں کہ میں نے حذیفہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے: خدا کی قسم! میں آج سے قیامت تک ہونے والے واقعات کو تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ (۳)

بیچارے قصیمی کو یہ بھی نہیں معلوم کہ مومن کو یہ بھی اطلاع ہوتی ہے کہ اس کی کب موت واقع ہوگی، اسے موت و زندگی کا اختیار دیا جاتا ہے۔ ائمہ معصومینؑ تو مومن سے کہیں بلند ہیں۔ اس عقل کے یتیم کو اپنے ہم مذہب افراد کے فضائل کی بھی اطلاع نہیں۔

ابو بکر اور حارث بن کلدہ ایک ساتھ بیٹھ کر حریرہ کھا رہے تھے جو ابو بکر کے لئے تحفہ آیا تھا۔ حارث نے ابو بکر سے کہا: اے خلیفۂ رسولؐ! یہ غذا مت کھایئے اس میں زہر ہے۔ میں اور آپ ایک ساتھ مریں گے۔ واقعی ہوا بھی ایسا ہی دونوں ایک ساتھ بیمار پڑے اور ایک دن مرے۔ (۴)

۱۔ سورۂ حج، آیت ۳۔

(۲) صحیح مسلم، (ج ۵، ص ۴۱۰ کتاب الفتن) مسند احمد ج ۵، ص ۳۸۶ (ج ۶ ص ۵۳۴) بیہقی کی دلائل النبوۃ (ج ۶، ص ۴۰۶) تاریخ ابن عساکر ج ۴، ص ۹۴ (ج ۱۲ ص ۲۶۶ نمبر ۱۲۳۱ تیسر الوصول ج ۴ ص ۲۴۱ (ج ۴، ص ۲۹۰ حدیث ۸) الاصابۃ ج ۱، ص ۳۱۸ (نمبر ۱۶۴۷)

(۳) مسند احمد، ج ۵، ص ۳۸۸ (ج ۶، ص ۵۳۶ حدیث ۲۲۷۸۰)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۶۴ (ج ۳، ص ۶۶ حدیث ۴۴۱۱) صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۰ (ج ۱، ص ۲۵۳ نمبر ۲)

مسند احمد میں عمر کا خواب منقول ہے، ان کے خواب اور خنجر لگنے میں ایک جمعہ کا فاصلہ تھا۔(۱)

کعب الاحبار نے عمر سے کہا: اے امیر المومنین! وصیت کیجئے، آپ تین دن سے زیادہ نہیں جئیں گے۔ تیسرے دن ابولؤلؤ نے خنجر مارا۔ لوگ ان کی عیادت کو آئے کعب بھی ساتھ تھے۔ حضرت عمر نے کہا کہ بات وہی صحیح ہے جو کعب نے کہی۔(۲) عیینہ بن حصن فزاری نے عمر سے کہا: چوکنا رہیے، مجھے ڈر ہے کہ یہ عجمی آپ کو زخمی کریں گے، انھیں مدینہ سے نکال دیجئے۔ پھر عمر کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔ ابولؤلؤ نے اسی جگہ خنجر مارا۔

ابن ضحاک، جبیر بن مطعم سے نقل کرتے ہیں کہ عمر کے ساتھ میں عرفہ کے دن پہاڑ پر تھا کہ ایک شخص کی آواز سنی:

اے خلیفہ! قبیلہ لہب کے ایک اعرابی نے میرے پیچھے سے آواز دی: یہ کیسی آواز ہے؟ خدا تمہاری زبان قطع کرے۔ بخدا! امیر المومنین سال آئندہ زندہ نہ رہ سکیں گے۔

میں نے اسے برا بھلا کہا، سرزنش کی۔ جب ہم عمر کے ساتھ رمی جمرات کر رہے تھے تو ایک پتھر ان کے سر پر لگا اور خون بہنے لگا۔ اسی لہبی اعرابی نے پھر کہا: اے امیر المومنین! دھیان رکھئے، آپ آئندہ سال یہاں نہ آسکیں گے۔

بخدا! عمر اس کے بعد حج نہ کر سکے اور مر گئے۔ اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ابوبکر کے زمانۂ خلافت میں ایک مردے نے شہادت عمر کی اطلاع دی۔ جب اسے دفن کیا جانے لگا تو کہہ رہا تھا: محمدؐ خدا کے رسول ہیں، ابوبکر صدیق ہیں، عمر شہید ہیں، عثمان نیک و مہربان ہیں۔ ہم نے اس جسم کی طرف غور سے دیکھا وہ مردہ تھا۔(۳)

عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ جس زمانے میں عثمان کا محاصرہ تھا، میں ان سے ملنے گیا۔ سلام کیا تو

۱۔ مسند احمد، ۱، ص ۴۸، ۵۱ (ج ۱، ص ۸۰، ۸۲ حدیث ۳۴۳، ۳۶۴) ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۷۴ (ج ۲، ص ۳۵۴)

۲۔ ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۵ (ج ۲، ص ۳۵)

۳۔ دلائل النبوۃ، (ج ۶ ص ۵۸) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (ج ۱، ص ۶۱۵)

بولے خوش آمدید میرے بھائی، میں تم سے رات کا خواب بیان کروں: رسول خداؐ کو دیکھا وہ اس روشندان سے کہہ رہے تھے: تمہارا محاصرہ کیا گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پوچھا: تمہیں پیاسہ رکھا گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے ایک ڈول پانی بھجوایا جسے میں نے پی لیا۔ بخدا! ابھی تک اس کی خنکی سینے میں محسوس کر رہا ہوں۔ پھر فرمایا: چاہو تو میرے ساتھ شام کو افطار کرو اور چاہو تو تمہیں ان پر کامیابی دیدوں۔ میں نے ساتھ میں افطار کرنے کو ترجیح دی۔ (۱)

پھر وہ کہتے ہیں کہ میں نے گذشتہ شب ابوبکر و عمر کو خواب میں دیکھا۔ مجھ سے کہا کہ صبر کرو میرے ساتھ افطار کروگے۔ کثیر بن صلت سے عثمان نے کہا کہ مجھ سے رسول خداؐ نے خواب میں فرمایا: اگلے جمعہ تم میرے ساتھ رہوگے۔

ابن عمر کہتے ہیں کہ صبح کو عثمان نے کہا کہ مجھ سے رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ کل میرے ساتھ افطار کروگے۔ دوسرے دن وہ روزے سے تھے کہ قتل کئے گئے۔

محب الدین طبری کہتے ہیں کہ اس روایت میں اختلاف اس جہت سے ہے کہ عثمان نے کئی بار خواب دیکھا کبھی رات میں، کبھی دن میں۔ (۲)

مستدرک حاکم میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو نے اپنے صاحب زادے جابر سے کہا کہ وہ جنگ احد میں قتل ہوں گے۔ وہ سب سے پہلے شہید اسلام ہیں جیسا کہ کہا تھا ویسا ہی واقع ہوا۔ (۳)

خطیب بغدادی، ابوالحسن مالکی کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میں بہترین پارچہ باف محمد بن اسماعیل کے ساتھ مدتوں رہا اور ان سے بہت سے کرامات سرزد ہوئے۔ انھوں نے مرنے سے آٹھ دن پہلے کہا کہ میں جمعرات کو مروں گا، جمعہ کے دن قبل نماز جمعہ دفن کیا جاؤں گا۔ ہوسکتا ہے کہ تم بھول جاؤ لیکن بھولنا نہیں۔ یہ واقعہ روز جمعہ تک بھول گیا۔ کسی نے مجھ سے کہا کہ وہ مرگئے۔ میں تشییع جنازہ کے لئے چلا میں

۱۔ ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۱۲۷ (ج ۳ ص ۶۰) الاتحاف، ص ۹۲ (ص ۲۲۹)

۲۔ ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۱۲۷ (ج ۳، ص ۶۰)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۲۰۳ (ج ۳ ص ۲۲۴ حدیث ۴۹۱۲، ۴۹۱۳)

نے دیکھا کہ لوگ واپس آرہے ہیں۔ میں نے پوچھا: کیوں واپس آرہے ہو؟ کہا گیا: بعد نماز دفن کئے جائیں گے۔ میں نے ان کی باتوں پر دھیان نہیں دیا جا کر دیکھا تو واقعی قبل نماز دفن کئے جا چکے تھے۔(۱)

قطرہ از دریا:

تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں اہل سنت کے بزرگوں کی بے شمار داستانیں ملتی ہیں جنھیں انھوں نے فضائل و کرامات کے ذیل میں لکھا ہے۔ یہ داستانیں غیب سے متعلق ہیں لیکن قصیمی یا ان کا جرگہ اسے شرک نہیں سمجھتا۔ لیکن اگر اسی قسم کے واقعات ائمہ معصومینؑ کے متعلق بیان ہوتے ہیں تو انھیں مزخرفات کہا جاتا ہے:

۱۔ ابو عمرو بن علوان کہتا ہے کہ کسی ضرورت سے بازار رحبہ جا رہا تھا کہ ایک جنازہ دیکھا، اس پر نماز پڑھنے چلا کہ اسی درمیان ایک عورت پر نگاہ پڑ گئی۔ دل چاہا کہ اسی طرح نظر بازی کرتا رہوں لیکن استغفار کر کے شیخ جنید سے ملنے بغداد چل دیا۔ جب حجرے کے پاس کنڈی کھٹکھٹائی تو شیخ نے مجھ سے فرمایا:

آجاؤ ابو عمرو! تم نے بازار رحبہ میں جو گناہ کیا تھا میں نے یہاں تمہارے لئے استغفار پڑھ لیا۔(۲)

۲۔ ابن نجار کہتے ہیں کہ شیخ جبائی ایک دن اخلاص، ریا اور خود پسندی کے متعلق وعظ کہہ رہے تھے۔ میں نے سوچا گھمنڈ سے کیسے چھٹکارا پایا جائے۔ شیخ نے مجھے دیکھ کر کہا: جب تم تمام چیزوں کو خدا کی جانب سے سمجھوگے اور یقین کر لوگے کہ خدا ہی نیک عمل کی توفیق دیتا ہے تو گھمنڈ سے چھٹکارا پا لوگے۔(۳)

۳۔ شیخ علی شبلی کہتے ہیں کہ میری بیوی نقاب مانگ رہی تھی۔ میں کہہ رہا تھا کہ پانچ درہم کا مقروض ہوں کہاں سے لاؤں؟ رات میں خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اگر ابراہیمؑ خلیل اللہ کو دیکھنا چاہتے ہو تو شیخ عبدالعزیز کی طرف دیکھو۔

۱۔ تاریخ بغداد، ج۲، ص۳۹، المنتظم، ج۶، ص۲۷۴ (ج۱۳، ص۳۴۵ نمبر ۲۳۳۸)

۲۔ (تاریخ بغداد، ج۷، ص۲۴۷ صفۃ الصفوۃ، ج۲، ص۲۳۶ (ج۲، ص۴۱۹ نمبر ۲۹۹)

۳۔ شذرات الذہب، ج۵، ص۱۶ (ج۷ ص۳۱)

صبح کو جب ان سے ملنے قاسیون گیا تو مجھ سے کہا بیٹھو پھر گھر جا کر پانچ درہم لا کر مجھے دیا۔(۱)

۴۔ ابو محمد جوہری کہتے ہیں کہ میرے بھائی نے کہا کہ میں نے رسولؐ سے خواب میں پوچھا: کون مذہب سچا اور بہتر ہے؟ فرمایا: ابن بطہ، ابن بطہ۔ میں بغداد سے عکبرا گیا، جمعہ کا دن تھا، مسجد جامع میں ان سے ملاقات ہوگئی مجھے دیکھتے ہی فرمایا: رسولؐ نے سچ فرمایا، رسولؐ نے سچ فرمایا۔(۲)

۵۔ ابوالفتح قواس اس قدر مفلس ہوگئے تھے کہ گھر میں صرف کمان اور جوتا رہ گیا تھا۔ اسے بیچنے کا ارادہ کیا تو ابوالحسین بن سمعون کا جلسہ تھا، وہاں پہنچ گیا۔ باہر آنے لگا تو ابوالحسین نے مجھے پکار کر فرمایا: کمان اور جوتا مت بیچو کیونکہ خدا جلد ہی تمہیں روزی عطا کرے گا۔(۳)

۶۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ زیاد نامی ایک شخص بڑا خطیب تھا، اس کی مجلس میں تیس ہزار عورت مرد شریک ہوتے تھے۔ ایک دن وہاں پہونچا تو دل میں سوچا کاش زیاد مجھے آبگوشت پینے کو دیتا کہ حافظ قرآن ہو جاتا۔ اس نے مجھے آبگوشت دیتے ہوئے کہا: یہ تمہاری نیت کے مطابق ہے۔ میں نے پیا تو حافظ قرآن ہوگیا۔(۴)

۷۔ ابوالحارث اولاسی کہتے ہیں: میں قلعہ اولاس سے نکلا کہ دریا کا سفر کروں۔ میرے بھائی نے کہا: میں نے آپ کے لئے عجہ (مخصوص کھانا) پکوایا ہے کھا لیجئے تو جایئے۔ میں نے قبول کرلیا۔ پھر دریا کی سیر کرنے چلا، وہاں ابراہیم بن سعد مشغول نماز تھے۔ میں نے ان کی پانی پر چلنے کی فرمائش کو دل میں سوچا تو انھوں نے کہا: جو دل میں نیت کی ہے بسم اللہ کہہ کے چلو۔ میں بسم اللہ کر کے پانی پر چلا تو دریا میں لڑھک گیا۔ فرمایا: تمہیں عجہ کھانے کی وجہ سے یہ ناکامی ہوئی ہے۔(۵)

۱۔ شذرات الذہب، ج۵، ص۴۷ (ج۷، ص۱۳۳)

۲۔ شذرات الذہب، ج۳، ص۱۲۳ (ج۴، ص۴۶۲)

۳۔ تاریخ بغداد، ج۱، ص۲۷۵.

۴۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۱۲، ص۱۴۴ (ج۱۲ص۱۷۷)

۵۔ تاریخ بغداد، ج۶۔ ص۸۶، تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۲۰۸ (ج۶، ص۴۰۲ نمبر۴۰۴) صفۃ الصفوۃ، ج۲، ص۲۴۲ ج۲، ص۴۲۹ نمبر۴۰۰)

۸۔ایک دن ابن سمعون واعظ منبر پر تھے۔منبر کے نیچے ابن قواس بھی تھے۔اچانک انھیں اونگھ آ گئی ،ابن سمعون نے وعظ روک دیا۔ابن قواس خواب سے بیدار ہوئے تو پوچھا کہ میں نے رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا ہے؟ کہا: ہاں۔ابن سمعون نے کہا: اسی لئے میں نے وعظ روک دیا کہ اس میں رکاوٹ نہ بنوں۔(۱)

۹۔ابن جنید کہتے ہیں کہ میں نے شیطان کو خواب میں عریاں دیکھا۔اس سے کہا: تجھے انسانوں سے شرم نہیں آتی؟ اس نے کہا: اگر یہ انسان ہوتے تو ان سے بچوں کی طرح نہ کھیلتا؟ میں نے پوچھا: انسان کہاں ہیں؟ بولا: مسجد شونیزی میں جو میرے دل کو خون اور بدن کو زخمی کرتے ہیں، میں ان کو بہکا نہیں پاتا۔خواب سے بیدار ہو کر اسی مسجد کی طرف چل دیا، وہاں تین آدمی زانو میں سر دبائے بیٹھے تھے۔ایک نے سر اٹھا کر کہا: اس مکار (شیطان) کی فریبی باتوں پر توجہ مت دو۔ان تینوں کے نام یہ تھے: ابوبکر دقاق، ابوالحسین نوری، ابوحمزہ جرجانی۔(۲)

۱۰۔ایک دن نصرانی جوان مسلمان کی شکل میں ابوالقاسم جنید کے پاس آیا۔ان سے کہا: حدیث رسولؐ ''مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ نور خدا سے دیکھتا ہے'' کا مطلب کیا ہے؟

جنید نے سر اٹھایا اور کہا: اب تمہیں مسلمان ہونا چاہئے اور وہ مسلمان ہو گیا۔(۳)

ابوالحسن شاذلی کہتے تھے کہ اگر میری زبان پر شریعت کا تالا نہ ہوتا تو قیامت تک کے تمام حوادث بتا دیتا۔(۴)

اس سے کہیں زیادہ تعجب کی بات ایک مردسنی کا دعویٰ ہے کہ وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے۔اور پھر سنی حضرات اسے فضائل کے زمرہ میں شامل کر کے اسے نقل کرتے ہیں۔

شذرات میں حالات قوجوی حنفی درج ہیں، اس نے تفسیر بیضاوی پر حاشیے لکھے ہیں۔وہ کہتا ہے

۱۔تاریخ بغداد، ج۱، ص۲۷۶، ۱المنتظم، ج۷، ص۱۹۹ (ج۱۵، ص۴ نمبر ۲۹۳۷) البدایۃ والنہایۃ، ج۱۱، ص۳۲۲ (ج۱۱، ص۳۷۰)

۲۔البدایۃ والنہایہ، ج۱۱، ص۹۷ (ج۱۱ص۱۰۹) صفۃ الصفوۃ، ج۲ص۲۳۴ (ج۲، ص۴۱۵ نمبر ۲۹۴)

۳۔البدایۃ والنہایۃ، ج۱۱، ص۱۱۴ (ج۱۱، ص۱۰۹)

۴۔شذرات الذہب، ج۵، ص۲۷۹ (ج۷، ص۴۸۳)

کہ جب مجھے کسی آیت قرآنی کے متعلق شک ہوتا ہے تو خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میرے سینے میں دو چاند طلوع ہوتے ہیں۔ پھر ایک نور پیدا ہوتا ہے اس کے وسیلے سے ہی لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہوں اور پھر مجھے آیت کے مفہوم کے معنی معلوم ہو جاتے ہیں۔(۱)

مولانا بخشی کے حالات میں ہے کہ وہ دیار عرب کی طرف گئے، وہاں علماء سے فقہ و تفسیر میں مہارت پیدا کی۔ وہ اکثر فرماتے کہ میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہوں۔ جو لکھا ہوتا ہے اس کے خلاف واقع نہیں ہوتا۔(۲) شیخ جاگیر اپنے مریدوں کے نام لوح محفوظ میں دیکھ کر اسے مرید بناتے تھے۔(۳) ابن صباغ اسی سے صحبت کرتے جس کا نام لوح محفوظ میں دیکھ لیتے۔(۴) اس قسم کے بے شمار خرافات کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔(۵)

﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لايشعرون﴾(۶)

۵۔ جنازوں کی منتقلی مشاہد مقدسہ کی طرف

احکام اسلام سے بے خبر، مصادر فتویٰ سے غافل افراد اس مسئلے میں بہت زیادہ شور غوغا کر رہے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ مسئلہ مخصوص شیعوں ہی کا ہے۔ اس لئے طعن و تشنیع شروع کر دیتے ہیں۔

اس درمیان کچھ ناپختہ علماء اس کے دفاع میں کہتے ہیں کہ یہ ناواقف عوام کی حرکت ہے، علماء کرام کی اجازت کے بغیر جنازے مشاہد مقدسہ کی طرف منتقل کئے جاتے ہیں۔ دوسرا گروہ تحقیق کی آروز میں حقیقت کو تحریف کر کے پیش کرتا ہے۔ ان تمام نادانیوں کے برخلاف علماء کرام نے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے۔

۱۔ شذرات الذہب، ج ۸، ص ۲۸٦ (ج ۱۰، ص ۴۰۱)

۲۔ شذرات الذہب، ج ۸، ص ۱۷۸ (ج ۱۰، ص ۲۴۷)

۳۔ مرأۃ الجنان، ج ۲، ص ۴۷۱،

۴۔ مرأۃ الجنان، ج ۴، ص ۲۵، شذرات الذہب، ج ۵، ص ۵۲، (ج ۷، ص ۰٦)

۵۔ جیسے طبقات شعرانی، نووی کی الکواکب الدریۃ، یافعی کی روض الریاحین، احمد وتری کی روضۃ الناظرین.

٦۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۸۲.

ان بیچاروں کو یہ خبر ہی نہیں کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے بھی اپنے مردوں کو دوسری متبرک جگہوں پر منتقل کرتے رہے ہیں۔ چاہے میت نے وصیت کی ہو یا نہیں۔

مذہب مالکی کہتا ہے کہ جنازوں کا دوسری جگہ منتقل کرنا خواہ دفن سے پہلے ہو یا بعد تین شرطوں سے جائز ہے:

۱۔ منتقل کرتے وقت میت کے خراب اور منفجر ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

۲۔ ہتک حرمت نہ ہو یعنی اس طرح منتقل کیا جائے کہ تحقیر میت نہ ہو۔

۳۔ منتقل کرنے میں مصلحت بھی ہو۔ مثلاً سیلاب کی وجہ سے قبر متاثر ہو، کسی برکت کی امید ہو، خاندان کی سکونت سے قریب ہو یا خاندان کے لوگ قبر کی زیارت کر سکیں۔ (۱)

حنبلی مذہب کہتا ہے: میت کو منتقل کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسے کہیں دور بھی لے جایا جا سکتا ہے بشرطیکہ منتقلی غرض صحیح کی بنیاد پر ہو۔ کسی مقدس مقام پر دفن کیا جائے یا کسی نیک مردے کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ یہ بھی شرط ہے کہ اس کی بو متغیر نہ ہو۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ قبل دفن منتقل کیا جائے یا بعد دفن۔ (۲)

شافعی مذہب کہتا ہے کہ میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا حرام ہے، بعض کہتے ہیں کہ مکروہ ہے لیکن یہ حرمت اور کراہت ختم ہو جاتی ہے اگر اسے مکہ و مدینہ یا جنت البقیع میں دفن کرنے کے لئے منتقل کیا جائے یا کسی نیک مردے کے پہلو میں یا میت نے خود منتقل کرنے کی وصیت کی ہو۔ ایسی صورت میں منتقل کرنا لازم ہو جاتا ہے لیکن بو متغیر نہ ہو اور مکہ سے مراد تمام حرم ہے نہ کہ صرف شہر۔ (۳)

حنفی مذہب کہتا ہے: مستحب ہے کہ میت کو اسی جگہ دفن کیا جائے جہاں اس کا انتقال ہوتا ہے لیکن قبل دفن اسے منتقل کرنے میں کوئی حرج نہیں اگر بو متغیر نہ ہو۔ لیکن بعد دفن اس کا منتقل کرنا حرام ہے لیکن

۱۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، ج۱، ص۴۲۱ (ج۱، ص۵۳۷)

۲۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، ج۱، ص۴۲۲۔

۳۔ المنہاج مطبوع برحاشیہ المغنی، ج۱، ص۳۵۷ (ج۱، ص۳۶۵) شرح شربینی، ج۱، ص۳۵۸ (ج۱، ص۳۶۶)

اگر میت غصبی جگہ پر دفن کردی گئی ہے یا اس زمین کو شفعہ پر لے لیا گیا ہے تو حرام نہیں۔(۱)

جس کو بھی تاریخ پر ذرا بھی عبور ہے اس پر یہ حقیقت واضح ہوگی کہ تمام مذاہب کے علماء عملاً اس پر متفق ہیں کہ جنازوں کو بعد دفن یا قبل دفن منتقل کرنا جائز ہے اور یہ کہ میت کو مقدس مقامات مثلاً مکہ، مدینہ، جوار قبر امام، جوار بندۂ صالح، پاک سرزمین یا میت کے خاندان کا مخصوص قبرستان، ان جگہوں پر منتقل کرنا جائز ہے۔ ان مذاہب کے علماء، خطباء اور قاریان قرآن پر اس کا نفاذ بھی ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام مسالک اس پر متفق ہیں بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ زمانہ صحابہ وتابعین ہی سے اس کا رواج تھا۔ اگر زمانۂ صحابہ سے اس کا رواج نہ ہوتا تو صحابہ ہرگز اس بارے میں اختلاف نہ کرتے کہ آنحضرت کو مدینہ یا مکہ یا جوار ابراہیمؑ میں دفن کیا جائے۔(۲)

میت کی منتقلی شریعت سابقہ میں بھی متفقہ تھی چنانچہ آدمؑ مکے میں مرے لیکن غار ابوقبیس میں دفن کئے گئے۔ نوحؑ کو سفینہ سے اٹھا کر بیت المقدس میں (۳) دفن کیا گیا۔ شیعوں کے مطابق نجف میں دفن کیا گیا۔

حضرت یعقوبؑ کا مصر میں انتقال ہوا اور شام میں دفن کئے گئے۔(۴) حضرت موسیٰؑ کی نعش حضرت یوسفؑ نے مصر سے نکال کر اپنے آبائی مدفن فلسطین میں دفن کی۔(۵) حضرت یوسفؑ نے اپنے باپ یعقوبؑ کا جسد مصر سے جبرون منتقل کیا۔(۶) امام حسنؑ وحسینؑ نے اپنے والد ماجد کا جسد اطہر کوفے سے نجف لے جا کر دفن کیا۔

۱۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، ج۱، ص۴۲۲ (ج۱، ص۵۳۷)

۲۔ الملل والنحل، ج۱، ص۲۱ (ج۱، ص۳۰) قاری شرح شمائل، ج۲، ص۲۰۸ اور مناوی کی شرح شمائل جو اسی کتاب کے حاشیہ پر بھی ہے، سیرۂ حلبیہ، ج۲، ص۳۹۳، (ج۳، ص۳۵۴) صواعق محرقہ، ص۲۹، (ص۴۴)

۳۔ تاریخ طبری، ج۱، ص۸۰ (ج۱، ص۱۶۱)

۴۔ حاشیہ ابی الخلاص حنفی مطبوع بر حاشیہ درر الحکام ج۱، ص۱۶۸.

۵۔ قاری کی شرح الشمائل، ج۲، ص۲۰۸ نیز مناوی کی شرح.

۶۔ تاریخ طبری، ج۱ص۱۶۱، ص۱۶۹ (ج۱ص۳۳۰، ۳۶۴) (معجم البلدان ج۳، ص۲۰۸ (ج۲، ص۲۱۲) البدایۃ والنہایۃ، ج۱، ص۱۷۴، ص۱۹۸ (ج۱، ص۲۲۶، ۲۵۳)

دلائل النبوۃ میں (۱) ہے کہ سب سے پہلے جس کی میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا گیا وہ حضرت علیؑ کا جسد اطہر ہے۔ روز جمعہ ۱۷ رمضان کو ظالم کی تلوار سے آپ زخمی ہوئے، دو روز کے بعد آپ نے وفات پائی، امام حسنؑ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور دارالامارہ کوفہ میں آپ کو دفن کر دیا، قبر چھپا دی۔ پھر بعد میں نجف منتقل کر دی۔ ہارون رشید کے زمانے تک آنحضرتؑ کی قبر پوشیدہ رہی۔ ہارون رشید کے زمانے میں جب ظاہر ہوئی تو اس نے آپ کی قبر اطہر پر گنبد بنوا دیا۔

اس کا واقعہ یوں ہوا کہ ہارون نے دیکھا کہ نجف کے گرد جانوروں کو انس ہے اور شکاریوں سے وہاں پناہ لیتے ہیں۔ پاس کے دیہات کے بوڑھے سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس جگہ حضرت علیؑ اور نبی خدا حضرت نوحؑ کی قبر ہے۔

اب یہاں ان لوگوں کے نام لکھے جا رہے ہیں جن کو قبل دفن یا بعد دفن دوسری جگہ منتقل کیا گیا:

۱۔ مقداد بن عمرو بن ثعلبہ صحابی: مدینے سے تین میل جرف میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کیا گیا۔ (۲)

۲۔ سعید بن زید قریشی عدوی: (عشرۂ مبشرہ کی فرد) مدینے سے دس میل عقیق میں مرے اور مدینہ میں دفن کیے گئے۔ (۳)

۳۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر: مکے سے چھ میل دور حبشی میں مرے اور وہاں سے مکہ لایا گیا۔ حضرت عائشہ نے مدینہ سے آکر قبر پر نماز پڑھی اور نوحہ خوانی کی۔ (۴)

۴۔ سعد بن ابی وقاص: حمراء الاسد میں مرے، مدینہ میں دفن کیے گئے۔ (۵)

۵۔ اسامہ بن زید: جرف میں مرے مدینہ میں دفن ہوئے۔ (۶)

۱۔ سکتواری کی محاضرۃ الاوائل، ص ۱۰۲ (ص ۱۵۵ صفدی کی تمام المتون، ص ۱۵۱ (۲۰۰)

۲۔ اسد الغابہ، ج ۴ ص ۴۱۱ (ج ۵، ص ۲۵۴ نمبر ۵۰۶۹۔

۳۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۱۲۷ (ج ۲۱، ص ۹۲ نمبر ۲۴۷۷)

۴۔ معجم البلدان، ج ۳، ص ۲۱۱ (ج ۲، ص ۲۱۴)

۵۔ تاریخ بغداد ج ۱، ص ۱۴۶۔

۶۔ صفۃ الصفوۃ ج ۱، ص ۲۱۰ (ج ۱، ص ۵۲۳ نمبر ۵۸)

۶۔ابو ہریرہ: عقیق میں مرے مدینہ میں دفن ہوئے۔(۱)

۷۔یزید بن معاویہ: حوارین میں ہلاک ہوا اور دمشق میں دفن ہوا۔(۲)

۸۔ابو اسحاق ابراہیم بن ادہم: جزیرے میں مرے صور میں دفن ہوئے۔(۳)

۹۔جعفر بن یحیٰ: غمر میں قتل ہوئے اور بغداد جنازہ لاکر دفن کیا گیا۔(۴)

۱۰۔ذوالنون مصری: جیرہ میں مرے جنازے کو سواری پر رکھ کر فسطاط لایا گیا اور اہل معافر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔(۵)

۱۱۔ہارون بن عباس ہاشمی: رویثہ یا عرج میں مرے مدینہ میں دفن ہوئے۔(۶)

۱۲۔احمد بن محمد باہلی: بغداد میں مرے بصرے میں دفن ہوئے۔(۷)

۱۳۔محمد بن اسحاق ابوالعنبس صیمری: بغداد میں مرے کوفہ میں دفن ہوئے۔(۸)

۱۴۔خلیفہ عباسی معتمد علی اللہ: بغداد میں مرا سامرہ میں دفن ہوا۔(۹)

۱۵۔جعفر بن معتضد: دینور میں مرے بغداد میں دفن ہوئے۔(۱۰)

۱۶۔علی بن محمد بن ابوالشوارب اموی: بغداد میں مرے سامرہ میں دفن ہوئے۔(۱۱)

۱۷۔جعفر بن محمد بن عرفہ: عمق میں مرے بغداد میں دفن ہوئے۔(۱۲)

۱۸۔حسین بن عمر بن ابوالاحوص کوفی: بغداد میں مرے کوفہ میں دفن ہوئے۔(۱۳)

۱۔الاصابہ، ج۴، ص۲۱۰. ۲۔البدایہ والنہایہ، ج۸، ص۲۳۶ (ج۸، ص۲۵۹)

۳۔صفۃ الصفوۃ، ج۲، ص۱۳۲ (ج۴، ص۱۵۸ نمبر۱۰۷)

۴۔شذرات الذہب، ج۱، ص۳۲۷ (ج۲، ص۴۳۵)

۵۔صفۃ الصفوۃ، ج۴، ص۲۹۳ (ج۴، ص۳۲۱ نمبر۸۳۹)

۶۔تاریخ بغداد، ج۱۴، ص۲۷. ۷۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۶۷ (ج۱، ص۱۴۲ نمبر۵۵۷)

۸۔المنتظم، ج۵، ص۹۹ (ج۱۲، ص۲۷۲ نمبر۱۸۱۸) ۹۔تاریخ بغداد، ج۴، ص۶۱.

۱۰۔البدایہ والنہایہ، ج۱۱، ص۶۹ (ج۱۱ ص۸۰) ۱۱۔المنتظم، ج۵، ص۱۶۴ (ج۱۲، ص۳۶۴ نمبر۱۹۰۱)

۱۲۔المنتظم، ج۶، ص۲۵ (ج۱۲، ص۴۱۲ نمبر۱۹۴۲) ۱۳۔تاریخ بغداد، ج۸، ص۸۱.

۱۹۔محمد بن جعفر ابو عمر قتات کوفی: بغداد میں مرے کوفہ میں دفن ہوئے۔(۱)
۲۰۔عبداللہ بن ابراہیم (ابن الاکفانی): قصر میں مرے مکہ میں دفن ہوئے۔(۲)
۲۱۔ابراہیم بن نجیح کوفی: بغداد میں مرے کوفہ میں دفن ہوئے۔(۳)
۲۲۔بدر بن ہیثم کوفی قاضی: بغداد میں مرے کوفہ میں دفن ہوئے۔(۴)
۲۳۔محمد بن حسین ابو الطیب لخمی: بغداد میں مرے کوفہ میں دفن ہوئے۔(۵)
۲۴۔ابراہیم بن محمد (ذریت عمر بن خطاب): بغداد میں مرے کوفہ میں دفن ہوئے۔(۶)
۲۵۔اسماعیل بن عباس ابو علی وراق: مکہ میں مرے بغداد میں دفن ہوئے۔(۷)
۲۶۔علی بن عبدالرحمٰن کوفی: بغداد میں مرے کوفہ میں دفن ہوئے۔(۸)
۲۷۔ابو الحسن علی بن محمد بن زبیر: بغداد میں مرے کوفہ میں دفن ہوئے۔(۹)
۲۸۔مطرف بن عیسیٰ غسانی: قرطبہ میں مرے غسان میں دفن ہوئے۔(۱۰)
۲۹۔ابراہیم بن محمد ابو الطیب عطار: سوسقین یا ساوہ میں مرے نیشاپور میں دفن ہوئے۔(۱۱)
۳۰۔المطیع للہ خلیفہ عباسی: دیر عاقول میں مرے بغداد میں دفن ہوئے۔(۱۲)
۳۱۔احمد بن عطا زاہد: منواث میں مرے صفد میں دفن ہوئے۔(۱۳)
۳۲۔محمد بن عباس ضبی ہراتی: خواف نیشاپور میں مرے ہرات میں دفن ہوئے۔(۱۴)
۳۳۔علی بن عبدالعزیز جرجانی: نیشاپور میں مرے جرجان میں دفن ہوئے۔(۱۵)

۱۔المنتظم، ج ۶، ص ۱۲۰، (ج ۱۳، ص ۱۳۹)
۲۔تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۴۰۵.
۳۔المنتظم، ج ۶، ص ۱۹۷.
۴۔تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۱۰۸.
۵۔المنتظم، ج ۶، ص ۲۲۶ (ج ۱۳، ص ۲۹۷ نمبر ۲۲۸۸)
۶۔تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۱۵۸.
۷۔المنتظم، ج ۶، ص ۲۷۸ (ج ۱۳، ص ۳۵۲ نمبر ۲۳۵۵)
۸۔تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۲.
۹۔تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۸۱.
۱۰۔بغیۃ الوعاۃ، ص ۳۹۲ (ج ۱، ص ۲۸۹ نمبر ۲۰۰۱)
۱۱۔تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۱۶۹.
۱۲۔تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۷۹.
۱۳۔شذرات الذہب، ج ۳، ص ۶۸ (ج ۴، ص ۳۷۳)
۱۴۔المنتظم، ج ۷، ص ۱۳۶.
۱۵۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۳۳۲ (ج ۱۱، ص ۳۸۱)

۳۴۔ابوعبداللہ قمی مصری: مصر سے مکہ جاتے ہوئے مرے مدینہ میں دفن ہوئے۔(۱)

۳۵۔اسماعیل بن حسن صرصری: بغداد میں مرے صرصر میں دفن ہوئے۔(۲)

۳۶۔ابونصر فیروز بہاء الدین: ارجان میں مرے کوفہ میں دفن ہوئے۔(۳)

۳۷۔ابواسحاق اسفرائینی شافعی: نیشاپور میں مرے اسفرائین میں دفن ہوئے۔(۴)

۳۸۔ابوالقاسم حسین بن علی مغربی: میافارقین میں مرے نجف میں دفن ہوئے۔(۵)

۳۹۔حافظ ابوبکر بیہقی: نیشاپور میں مرے بیہق میں دفن ہوئے۔(۶)

۴۰۔محمد بن احمد بن مشارہ ابوعبداللہ اصفہانی شافعی: بغداد میں مرے دجیل میں دفن ہوئے۔(۷)

۴۱۔علی بن ابی نصر موصلی: بغداد میں مرے موصل میں دفن ہوئے۔(۸)

۴۲۔ابوبکر محمد بن عبداللہ ناصحی نیشاپوری: ری میں مرے نیشاپور یا اصفہان میں دفن ہوئے۔(۹)

۴۳۔قاضی ابواحمد شہرزوری: مدائن کسریٰ میں مرے اسکندریہ میں دفن ہوئے۔(۱۰)

۴۴۔ابوبکر احمد بن علی علمی حنبلی: عرفات میں مرے مکہ میں دفن ہوئے۔(۱۱)

۴۵۔حافظ ابوالغنائم محمد بن علی نرسی کوفی مقری: حلہ میں مرے کوفہ میں دفن ہوئے۔(۱۲)

۴۶۔ابوبکر محمود بن مسعود قاضی القضاۃ حنفی: سمرقند میں مرے بخارا میں دفن ہوئے۔(۱۳)

۴۷۔ابواسحاق غزی ابراہیم بن عثمان: خراسان میں مرے مرو میں دفن ہوئے۔(۱۴)

۴۸۔قاضی بہاء الدین شہرزوری: حلب میں مرے صفین میں دفن ہوئے۔(۱۵)

۱۔المنتظم، ج۷، ص۲۴۸ (ج۱۵، ص۳۰۷ نمبر ۳۰۱۹)

۲۔تاریخ بغداد، ج۶، ص۳۱۲۔

۳۔المنتظم، ج۷ ص۲۶۴ (ج۱۵، ص۹۵ نمبر ۳۰۴۱)

۴۔شذرات الذہب، ج۳، ص۲۱۰ (ج۵، ص۹۱)

۵۔المنتظم، ج۸، ص۱۳۳، (ج۱۵، ص۱۸۶ نمبر ۳۱۵۰)

۶۔البدایۃ والنہایۃ، ج۱۲، ص۹۴ (ج۱۲، ص۱۱۶)

۷۔المنتظم، ج۸، ص۲۷۵ (ج۱۶، ص۱۴۲)

۸۔المنتظم، ج۹، ص ص۳۲ (ج۱۶، ص۲۶۳ نمبر ۳۵۶۳)

۹۔الجواہر المضیۃ ج۲، ص۶۴ (ج۳، ص۱۸۵)

۱۰۔شذرات الذہب، ج۳، ص۳۹۳ (ج۵، ص۳۹۳)

۱۱۔صفۃ الصفوۃ، ج۲، ص۲۷۹ (ج۵، ص۴۹۵ نمبر ۳۴۰)

۱۲۔المنتظم، ج۹، ص۱۸۹ (ج۱۸، ص۱۵۱ نمبر ۳۸۴۴)

۱۳۔الجواہر المضیۃ، ج۲، ص۱۶۲ (ج۲، ص۴۵۱ نمبر ۱۶۳۲)

۱۴۔شذرات الذہب، ج۴، ص۶۸ (ج۶، ص۱۱۴)

۱۵۔وفیات الاعیان، ج۱، ص۲۱۲ (ج۲، ص۳۲۹ نمبر ۲۴۵)

۴۹۔ ابو سعد احمد بن محمد حافظ اصفہانی: نہاوند میں مرے اصفہان میں دفن ہوئے۔ (۱)

۵۰۔ احمد بن محمد ابولمعالی بن بسر بخاری: سرخس میں مرے بخارا میں دفن ہوئے۔ (۲)

۵۱۔ مظفر بن اردشیر ابو منصور عبادی: لشکر گاہ مکرم میں مرے بغداد میں دفن ہوئے۔ (۳)

۵۲۔ ابوالحسن محمد بن مبارک بغدادی فقیہ شافعی: بغداد میں مرے کوفہ میں دفن ہوئے۔ (۴)

۵۳۔ صدرالدین خجندی شافعی: ہمدان و کرخ کے پاس دیہات میں مرے سیلان میں دفن ہوئے۔ (۵)

۵۴۔ محمد بن عبدالرحیم انصاری مالکی غرناطی: اشبیلیہ میں مرے غرناطہ میں دفن ہوئے۔ (۶)

۵۵۔ عبداللطیف فقیہ شافعی: ہمدان میں مرے اصفہان میں دفن ہوئے۔ (۷)

۵۶۔ ضیاء الدین عیسی الہکاری فقیہ: خروبہ میں مرے قدس میں دفن ہوئے۔ (۸)

۵۷۔ ابوالفضل حسین بن احمد ہمدانی یزدی: قوص میں مرے مصر میں دفن ہوئے۔ (۹)

۵۸۔ مسعود بن صلاح الدین: مدرسہ راس العین میں مرے حلب میں دفن ہوئے۔ (۱۰)

۵۹۔ ابن حمدون تاج الدین حسن بن محمد: مدائن میں مرے مقابر قریش میں دفن ہوئے۔ (۱۱)

۶۰۔ قطب الدین عادل: فیوم میں مرے قاہرہ میں دفن ہوئے۔ (۱۲)

۶۱۔ ابوالفضائل حسن بن محمد عدوی عمری: بغداد میں مرے مکہ میں دفن ہوئے (۱۳)

۶۲۔ سیف الدین ابوالحسن قیمری: نابلس میں مرے صالحیہ میں دفن ہوئے۔ (۱۴)

۶۳۔ ابوالفضائل قسم بن یحییٰ شہرزوری: حماۃ میں مرے دمشق میں دفن ہوئے۔ (۱۵)

۱۔ المنتظم، ج ۱۰، ص ۱۱۷ (ج ۱۸، ص ۵۸ نمبر ۴۱۳۵)

۲۔ المنتظم، ج ۱۰، ص ۱۲۷ (ج ۱۸، ص ۴۱۳۵۵)

۳۔ المنتظم، ج ۱۰، ص ۱۲۷ (ج ۱۸، ص ۸۸ نمبر ۴۱۷۸)

۴۔ شذرات الذہب، ج ۴، ص ۱۶۴ (ج ۶ ص ۲۷۳)

۵۔ المنتظم، ج ۱۰ ص ۱۷۹ (ج ۱۸ ص ۱۲۳)

۶۔ الدیباج المذہب ص ۲۸۷۔

۷۔ شذرات الذہب، ج ۴، ص ۱۶۳ (ج ۶، ص ۲۷۰)

۸۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۲، ص ۳۳۴ (ج ۱۲، ص ۴۰۸)

۹۔ الجواہر المضیئۃ، ج ۱، ص ۲۰۷ (ج ۲ ص ۹۹ نمبر ۴۹۱)

۱۰۔ شذرات الذہب، ج ۴ ص ۳۴۲ (ج ۶ ص ۵۵۶)

۱۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۱۳ ص ۵۵ (ج ۱۳ ص ۶۶)

۱۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳، ص ۶۲) ج ۱۳ ص ۷۵)

۱۳۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳ ص ۹۹، (ج ۱۳، ص ۱۱۶)

۱۴۔ شذرات الذہب، ج ۵، ص ۲۵۰ (ج ۷، ص ۴۳۲)

۱۵۔ شذرات الذہب، ج ۵، ص ۱۶۱ (ج ۷، ص ۲۵۰)

۶۴۔ملک ناصر داؤد بن معظم: بویضا میں مرے کوہ قاسیون میں دفن ہوئے۔(۱)

۶۵۔جمال الدین صرصری فقیہ حنبلی: بغداد میں مرے صرصر میں دفن ہوئے۔(۲)

۶۶۔شیخ محمد قونوی مصری: مصر میں مرے دمشق میں دفن ہوئے۔(۳)

۶۷۔ابوالخیر رمضان ابن حسین سرماری مدرس حنفی: سفر دریا میں مرے نو دن بعد شہر انبار میں دفن ہوئے۔(۴)

۶۸۔ملک سعید برکت: کرک میں مرے دمشق میں دفن ہوئے۔(۵)

۶۹۔نجم الدین عبدالرحیم قاضی بن بارزی فقیہ شافعی: تبوک میں مرے مدینہ میں دفن ہوئے(۶)

۷۰۔یوسف بن ابی نصر دمشقی ابن سفاری: دمشق میں مرے مدینہ میں دفن ہوئے۔(۷)

۷۱۔ابوعبداللہ محمد بن حرانی فقیہ، عابد: وادی بنی سالم میں مرے بقیع میں دفن ہوئے۔(۸)

۷۲۔ابوالحسن علی بن یعقوب مصری امام شافعیہ: دیروط میں مرے قرافہ میں دفن ہوئے۔(۹)

۷۳۔کمال الدین ابن زملکانی شیخ شافعی: بلبیس میں مرے قرافہ میں دفن ہوئے۔(۱۰)

۷۴۔عبدالقادر بن عبدالعزیز حنفی: رمیلہ میں مرے بیت المقدس میں دفن ہوئے۔(۱۱)

۷۵۔محمد بن محمد تلمسانی مقری فقیہ مالکی: فاس میں مرے تلمسان میں دفن ہوئے۔(۱۲)

۷۶۔محمد بن یوسف کرمانی، شارح صحیح بخاری: راہ حج میں مرے بغداد میں دفن ہوئے۔(۱۳)

۷۷۔عزالدین ابوجعفر احمد بن احمد اسحاقی حلبی شافعی: مرحلتین میں مرے حلب میں دفن ہوئے(۱۴)

۱۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳، ص ۱۸۹ (ج ۱۳، ص ۲۳۱)
۲۔مختصر طبقات الحنابلۃ ص ۵۱ (۵۸)
۳۔طبقات الاخیار، (الطبقات الکبریٰ) ج ۱، ص ۱۷۷ (ج، ص ۲۰۳ نمبر ۲۹۷)
۴۔الجواہر المضیۃ، ج ۱، ص ۲۴۳ (ج ۲، ص ۲۰۵ نمبر ۵۹۳)
۵۔ابن شحنہ کی روضۃ المناظر.
۶۔شذرات الذہب، ج ۵، ص ۳۸۲) ج ۷، ص ۶۶۷)
۷۔شذرات الذہب، ج ۵، ص ۴۵۴، (ج ۷، ص ۷۹۳)
۸۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۴، ص ۱۱۰ (ج ۱۴، ص ۱۲۷)
۹۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۴، ص ۱۱۵ (ج ۱۴، ۱۳۲)
۱۰۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۴، ص ۱۳۲ (ج ۱۴، ص ۱۵۲)
۱۱۔الجواہر المضیۃ، ج ۱، ص ۳۲۴ (ج ۲، ص ۴۴۸)
۱۲۔نیل الابتہاج، مطبوع برحاشیہ، الدیباج، ص ۲۵۰.
۱۳۔بغیۃ الوعاۃ، ص ۱۱۰ (ج ۱، ص ۲۸۰)
۱۴۔شذرات الذہب، ج ۷، ص ۲۴ (ج ۹، ص ۴۱)

۷۸۔امیر عماد الدین ابوالفداء اسماعیل عنابی: دمر میں مرے عنابہ میں دفن ہوئے۔(۱)

۷۹۔شہاب الدین احمد بخاری مکی: بندرگاہ جدہ میں مرے مکہ میں دفن ہوئے۔(۲)

۸۰۔ابوالحسن علی بن احمد کیزوانی: مکہ وطائف کے درمیان مرے جنازہ مکہ لے جاکر دفن کیا گیا (۳)۔

ان کے اسماء جنھیں دفن کے بعد دوسری جگہ منتقل کیا گیا

۱۔عبداللہ بن عمرو بن حزام انصاری: پدر جابر بن عبداللہ انصاری انھیں ان کے دوست عمرو بن جموح کے ساتھ دفن کیا گیا تھا۔ چھ ماہ کے بعد جابر نے خیال کیا کہ ایک ساتھ دفن ہونا مناسب نہیں، والد ماجد کی لاش نکال کر دوسری جگہ دفن کیا ۔ان کی لاش میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔صرف داڑھی زمین پر گرگئی تھی۔(۴) ناصف کتاب التاج میں اس کے نقل کے بعد لکھتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ نقل میت جائز ہے۔(۵)

۲۔عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن حارث بلدی انصاری: ان کی ماں انیسہ بنت عدی نے رسولؐ سے کہا کہ میں ان کا جنازہ مدینہ میں دفن کروں تو رسولؐ نے اجازت دی اور آہستہ آہستہ شتر پر لے جاکر مدینہ میں دفن کیا۔(۶)

۳۔مجذر بن زیاد بن عمرو بن احزم بلوی: کشتۂ احد، ان کی ماں انیسہ نے اجازت رسولؐ سے مدینہ میں دفن کیا۔

۱۔شذرات الذہب، ج۸،ص۱۷۲ (ج۱۰،ص۲۳۸) ۲۔شذرات الذہب، ج۸،ص۲۲۸ (ج۱۰،ص۳۱۹)

۳۔شذرات الذہب، ج۸،ص۳۰۷ (ج۱۰،ص۴۴۱)

۴۔صحیح بخاری، ج۲،ص۲۴۷ (ج۱،ص۴۵۴) سنن ابی داؤد ج۲،ص۷۲ (ج۳،ص۲۱۸) سنن نسائی، ج۴،ص۸۴ (ج۱،ص۶۵۱) سنن بیہقی، ج۴،ص۵۸.

۵۔التاج الجامع للاصول، ج۱،ص۴۰۹ (ج۱،ص۳۷۴)

۶۔اسد الغابۃ، ج۳،ص۱۷۷ (ج۳،ص۲۶۶ نمبر ۲۹۸۶) الاصابۃ، ج۲،ص۳۲۱، ج۴،ص۲۴۵.

۴۔طلحہ بن عبید اللہ: عشرہ مبشرہ کی فرد، کشتہ جنگ جمل، بصرہ میں دفن تھے، اپنی بیٹی عائشہ کو خواب دکھایا کہ یہاں رطوبت سے اذیت ہوتی ہے۔ وہاں سے نکال کر ہجرتین میں دفن کیا گیا۔(۱)

۵۔مسجد رسولؐ میں مدفون حضرات: عثمان نے حکم دیا کہ انھیں نکال کر بقیع میں دفن کیا جائے۔(۲)

۶۔شہدائے احد: جابر سے روایت ہے کہ معاویہ نے احد سے چشمہ نکالنا چاہا۔ جواب دیا گیا کہ شہدائے احد کو نکالا جائے تبھی ممکن ہے۔ حکم دیدیا کہ سب کو کھود کر نکال دو۔ جابر کہتے ہیں کہ حضرت حمزہ کی انگلیوں پر پھاوڑا لگا تو خون جاری ہو گیا۔ چالیس سال کے بعد بھی لاش تازہ تھی۔(۳)

۷۔جعفر بن منصور: قبرستان بنی ہاشم میں مدفون تھے، دوسری جگہ منتقل کیا گیا۔(۴)

۸۔۶۴۷ھ میں رصافہ کے قبرستان میں دفن خلفاء کو پانی آجانے کے ڈر سے منتقل کیا گیا۔ ان میں متوکل بھی تھا جسے ساڑھے تین سو سال بعد منتقل کیا گیا تھا۔(۵)

۹۔ابو النجم بدر الکبیر: شیراز میں مرے طویل عرصے کے بعد بغداد میں منتقل کیا گیا۔(۶)

۱۰۔محمد بن علی بن مقلہ بغدادی: دار السلطان میں دفن تھے ان کی بیوی نے اپنے گھر میں دفن کیا۔

۱۱۔جعفر بن فضل (ابن حنزابہ) وزیر و محدث، قرافہ میں دفن تھے وہاں سے مدینہ لے جا کر دفن کیا گیا۔(۷)

۱۲۔ابن سمعون محمد بن احمد: مشہور واعظ، غنابیین نامی سڑک کے کنارے واقع اپنے گھر میں دفن تھے پھر مقبرۂ احمد بن حنبل میں دفن کئے گئے۔(۸)

۱۔تاریخ ابن عساکر، ج۸، ص۸۷ (ج۲۵، ص۱۳) عمدۃ القاری، ج۴، ص۶۳ (ج۸، ص۱۶۴)

۲۔عمدۃ القاری، ج۴، ص۶۳ (ج۸، ص۱۶۴)

۳۔صفۃ الصفوۃ، ج۱، ص۱۴۷ (ج۱ص۶ ۳۷ نمبر۱۲) نوادر الاصول ص ۲۲۷ (ج۲، ص۱۳۲ اصل ۱۸۹) صفۃ الصفوۃ، ص۱۹۴ (ج۱، ص۴۸۸ نمبر ۴۸)۔

۴۔البدایۃ والنہایۃ، ج۱۰، ص۲۰۷ (ج۱۰ص ۱۱۳)

۵۔البدایۃ والنہایۃ، ج۱۳، ص۱۷۷ (ج۱۳، ص۲۰۷)

۶۔المنتظم، ج۶، ص۱۸۰ (ج۱۳ص ۲۲۸ نمبر ۲۲۰۵)

۶۔المنتظم، ج۶ ص۳۱۱ (ج۱۳، ص۶ ۳۰ نمبر ۲۴۲۶)

۷۔وفیات الاعیان، ج۱ص ۱۲۱ (ج۱، ص۳۴۹ نمبر ۱۳۳)

۸۔تاریخ بغداد ج۱، ص۲۷۷۔

۱۳۔ابوالحسن محمد بن عمر کوفی: ایک سال بعد مقبرۂ کوفہ میں دفن کئے گئے۔(۱)

۱۴۔ابوبکر محمد بن طیب باقلانی: متکلم اشعری، نہر طائق کے پاس کوچہ مجوس میں دفن تھے پھر باب الحرب میں دفن ہوئے۔(۲)

۱۵۔ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی فقیہ حنفی: کوچہ عیدہ میں دفن تھے بازار غالب میں دفن کئے گئے۔(۳)

۱۶۔ابوحامد احمد بن محمد اسفرائینی: فقیہ شافعی اپنے گھر میں دفن تھے باب الحرب میں منتقل کئے گئے(۴)

۱۷۔علی بن عبدالعزیز ابن حاجب نعمان: برکہ زلزل میں دفن تھے مقابر قریش میں منتقل کئے گئے(۵)

۱۸۔خلیفہ قادر باللہ: اپنے گھر میں دفن تھا ایک سال کے بعد تابوت کو رصافہ منتقل کیا گیا۔(۶)

۱۹۔احمد بن محمد قدوری بغدادی: رئیس حنفیہ، بغداد میں دفن تھے پھر منصور نامی سڑک کے کنارے دفن کئے گئے۔(۷)

۲۰۔ابوطاہر جلال الدین: بغداد میں مرے گھر میں دفن تھے۔ایک سال کے بعد مقابر قریش میں منتقل کیا گیا۔

۲۱۔عبدالسید بن محمد (ابن صباغ شافعی): کرخ میں دفن تھے باب الحرب میں منتقل کئے گئے(۸)

۲۲۔ابونصر احمد بن مروان کردی: مسجد جامع المحدثہ میں دفن تھے قریب ہی میں منتقل کیا گیا۔(۹)

۲۳۔احمد بن محمد سمنانی: بغداد اپنے گھر میں دفن تھے ایک ماہ بعد شارع منصور میں منتقل کیا گیا۔(۱۰)

۲۴۔خلیفہ قائم بامراللہ: اجدادی قبرستان میں دفن تھے رصافہ میں منتقل کیا گیا۔(۱۱)

۲۵۔حسن بن عبدالودود شامی: اپنے گھر سکہ خرقی میں دفن تھے جامع مدینہ میں منتقل کیا گیا۔(۱۲)

۱۔تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۳۴.

۲۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۳۵۱ (ج ۱۱ ص ۴۰۳)

۳۔تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۲۴۷.

۴۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۲، ص ۳ (ج ۱۲ ص ۴)

۵۔المنتظم، ج ۸، ص ۵۲ (ج ۱۵، ص ۲۰۱ نمبر ۳۱۶۹)

۶۔تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۳۸.

۷۔شذرات الذہب، ج ۳، ص ۲۳۳ (ج ۵، ص ۱۳۲)

۸۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۲، ص ۱۲۶ (ج ۱۲، ص ۱۵۵)

۹۔وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۵۹ (ج ۱ ص ۱۷۸ نمبر ۷۳)

۱۰۔الجواہر المضیئۃ، ج ۱، ص ۹۶ (ج ۱، ص ۲۵۶ نمبر ۱۸۴)

۱۱۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۲، ص ۱۱۰، ۱۱۵ ج ۱۲، ص ۱۳۵)

۱۲۔المنتظم، ج ۸، ص ۱۹۵ (ج ۱۸، ص ۱۶۸ نمبر ۳۴۴)

۲۶۔احمد بن علی بن محمد: قاضی دمشق، اپنے گھر میں دفن تھے مقبرہ باب الصغیر میں منتقل کیا گیا۔(۱)

۲۷۔ابوعبداللہ دامغانی: درب العلابین میں دفن تھے پھر ابوحنیفہ کے بغل میں دفن کیا گیا۔(۲)

۲۸۔عبدالملک بن عبداللہ جوینی: امام الحرمین، نیشاپور میں دفن ہوئے ایک سال کے بعد مقبرہ حسین میں منتقل ہوئے۔(۳)

۲۹۔محمد بن ہلال صابی عرس النعمۃ: بغداد میں اپنے گھر میں دفن ہوئے پھر نجف اشرف منتقل ہوئے(۴)

۳۰۔ابومحمد رزق اللہ بن عبدالوہاب تمیمی: باب المراتب میں دفن تھے، احمد بن حنبل کے پہلو میں منتقل ہوئے۔(۵)

۳۱۔محمد بن ابی نصر اندلسی: باب ابرز میں دفن تھے باب حرب میں منتقل کئے گئے۔(۶)

۳۲۔طراد بن محمد عباسی بغدادی: باب البصرہ اپنے گھر میں دفن تھے مقابر شہدا میں منتقل کیا گیا۔(۷)

۳۳۔ابوالحسن عقیل بن ابی الوفا علی: اپنے گھر میں دفن تھے پھر دکہ احمد میں دفن کئے گئے۔(۸)

۳۴۔محمد بن محمد ابوحازم فقیہ حنبلی: اپنے گھر باب الازج میں دفن تھے مقبرۂ احمد میں منتقل کئے گئے۔(۹)

۳۵۔حسین بن حمید تمیمی: اپنے گھر باب البرید میں دفن تھے پھر کوہ قاسیون میں منتقل ہوئے۔(۱۰)

۳۶۔احمد بن جعفر ابوالعباس حربی: حربیہ میں دفن تھے پھر باب الحرب میں منتقل ہوئے۔(۱۱)

۳۷۔شیخ ابویعقوب ہمدانی: یامن میں دفن تھے مدت کے بعد مرو میں منتقل کیا گیا۔(۱۲)

۳۸۔احمد بن محمد ابوجعفر عدل بغدادی: خرابہ ہراس میں دفن تھے باب الحرب میں منتقل ہوئے۔(۱۳)

۱۔تاریخ ابن عساکر، ج۱، ص۳۱۰ (ج۵، ص۲۷ نمبر ۳۸)

۲۔البدایۃ والنہایۃ، ج۱۲، ص۱۲۹ (ج۱۲، ص۱۵۹)

۳۔وفیات الاعیان، ج۱، ص۳۱۳ (ج۳، ص۱۶۹)

۴۔المنتظم، ج۹، ص۴۲ (ج۱۶، ص۲۷۵ نمبر ۳۵۸۳)

۵۔المنتظم، ج۹، ص۸۹ (ج۱۷، ص۲۱ نمبر ۳۶۵)

۶۔وفیات الاعیان، ج۲، ص۶۰ (ج۴، ص۲۸۳ نمبر ۶۱)

۷۔المنتظم، ج۹، ص۱۰۶ (۱۷، ص۴۴ نمبر ۳۶۷۵)

۸۔شذرات الذہب، ج۴، ص۳۹ (ج۶۔ص۶۴)

۹۔المنتظم، ج۱۰، ص۳۴ (ج۱۷، ص۲۸۱ نمبر ۳۹۹)

۱۰۔تاریخ ابن عساکر، ج۴، ص۲۸۴ (ج۱۴ص۲۲ نمبر ۱۴۹۵)

۱۱۔المنتظم، ج۱۰، ص۸۶ (ج۱۸، ص۵ نمبر ۴۰۵۵)

۱۲۔وفیات الاعیان، ج۲، ص۵۲۴ (ج۷، ص۸۰ نمبر ۸۴۰)

۱۳۔المنتظم، ج۱۰، ص۹۷ (ج۱۸، ص۱۹ نمبر ۴۰۷۳)

۳۹۔علی بن طراد زینبی بغدادی: دجلہ کے قریب دفن تھے حربیہ منتقل کئے گئے۔(۱)

۴۰۔شیخ الاسلام خلمی مفتی حنفی: بلخ میں دفن تھے پھر مضافات خلم میں دفن کیا گیا۔(۲)

۴۱۔علی بن محمد درینی: مسجد جامع کے پاس گھر میں دفن تھے باب ابرد منتقل کیا گیا۔(۳)

۴۲۔جمال الدین محمد بن علی بن ابومنصور: موصل میں دفن تھے مدینہ منورہ لے جایا گیا اور مسجد النبیؐ کے مشرقی حصہ میں دفن کیا گیا۔(۴)

۴۳۔عمر بن بہلیقا طحان: اپنی تعمیر کردہ مسجد کے دروازے کے قریب دفن تھے پھر قبر کھود کر اور نزدیک دفن کیا گیا۔(۵)

۴۴۔محمد بن ابراہیم کنانی: قرافہ صغریٰ میں دفن تھے کوہ مقطم میں منتقل ہوئے۔(۶)

۴۵۔جعفر بن عبد الواحد ابو البرکات ثقفی: خانۂ درب بہروز میں دفن تھے مسجد جامع کے مسافر خانے منتقل ہوئے۔(۷)

۴۶۔سعد اللہ بن نصر بن دجاجی: مقبرۂ رباط میں دفن تھے مقبرۂ امام احمد میں منتقل ہوئے۔(۸) منتظم ابن جوزی میں ہے کہ صوفیوں کی انجمن میں دفن کیا گیا تھا کیونکہ وہاں اکثر قیام رہتا تھا۔جب حنبلیوں نے ہاہا کار مچائی کہ حنبلی صوفیوں کے پاس کیوں دفن ہے تو پانچ دن بعد بیٹے نے ان کے والدین کے پہلو میں دفن کیا۔(۹)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ذرا دیکھئے تو یہ اہل سنت کن مقاصد کے لئے نبش قبر جائز سمجھتے ہیں۔

۴۷۔خلیفہ مستنجد باللہ: دار الخلافہ میں دفن تھا پھر رصافہ میں منتقل کیا گیا۔(۱۰)

۱۔المنتظم، ج۱۰، ص۱۰۹،۱۶۶]

۲۔الجواہر المضیئہ، ج۲، ص۱۳۰ (ج۳، ص۳۵۹ نمبر ۱۵۳۱)

۳۔وفیات الاعیان، ج۱، ص۳۴۵ (ج۳، ص۲۷۸ نمبر ۲۹۷)

۴۔تاریخ کامل ج۱۱، ص۱۲۴ (ج۷، ص۱۷۸)

۵۔المنتظم، ج۱۰، ص۲۱۲ (ج۱۸، ص۱۶۴)

۶۔وفیات الاعیان، ج۲، ص۱۲۱ (ج۴، ص۲۶۴ نمبر ۶۷۸)

۷۔المنتظم، ج۱۰، ص۲۲۴ (ج۱۸، ص۱۷۸ نمبر ۴۲۶۷)

۸۔البدایہ والنہایہ، ج۱۲، ص۲۵۹ (ج۱۲، ص۳۲۱)

۹۔المنتظم، ج۱۰، ص۲۲۸ (ج۱۸، ص۱۸۴ نمبر ۴۲۷۵)

۱۰۔البدایہ والنہایہ، ج۱۲، ص۲۶۴ (ج۱۲، ص۳۲۶)

۴۸۔امیر نجم الدین ایوب دوینی: قاہرہ میں بھائی کے پہلو میں دفن تھے وہاں سے مدینہ منتقل کیا گیا(۱)

۴۹۔ملک عادل محمود بن زنگی: قلعہ دمشق میں دفن تھا پھر اس کے مدرسہ میں منتقل کیا گیا۔(۲)

۵۰۔احمد بن علی طاہر حسینی: مدتوں اپنے گھر میں دفن رہے پھر مشہد صبیان میں منتقل کیا گیا۔(۳)

۵۱۔جلال الدین بن جمال الدین اصفہانی: موصل لے جا کر دفن کیا گیا تھا پھر مدینہ منتقل کیا گیا۔(۴)

۵۲۔خلیفہ ناصر لدین اللہ: دار الخلافہ میں دفن تھا پھر رصافہ میں منتقل کیا گیا۔(۵)

۵۳۔خلیفہ ظاہر بامر اللہ عباسی: دار الخلافہ میں دفن تھا پھر رصافہ منتقل کیا گیا۔(۶)

۵۴۔شرف الدین عیسیٰ حنفی: دمشق میں دفن تھے وہاں سے کوہ صالحیہ پر منتقل کیا گیا۔(۷)

۵۵۔ابو سعید کوکبوری: اربل میں دفن تھے وہاں سے بمطابق وصیت مکہ معظمہ دفن کیا گیا۔(۸)

۵۶۔احمد بن عبد السید اربلی: رہا میں دفن تھے پھر مصر کے قرافہ صغریٰ میں دفن کیا گیا۔(۹)

۵۷۔اشرف موسیٰ بن عادل: قلعہ منصور میں دفن تھے پھر کلاسہ میں منتقل کئے گئے۔(۱۰)

۵۸۔کامل محمد بن عادل: قلعہ میں دفن تھے جامع مسجد کے مدرسہ میں منتقل ہوئے۔(۱۱)

۵۹۔خلیفہ مستنصر باللہ عباسی: دار الخلافہ میں دفن تھے رصافہ منتقل کیا گیا۔(۱۲)

۶۰۔امیر عز الدین: باب النصر میں دفن تھے پھر الوراقہ میں منتقل کیا گیا۔(۱۳)

۶۱۔بادشاہ صالح نجم الدین ایوب: منصورہ میں دفن تھے پھر تعمیر کردہ مدرسہ میں منتقل کیا گیا(۱۴)

۱۔شذرات الذہب، ج ۴، ص ۲۱۱، ۲۲۷ (ج ۶، ص ۳۵۰)
۲۔وفیات الاعیان، ج ۲، ص ۲۰۶ (ج ۵، ص ۱۸۷)
۳۔المنتظم، ج ۱۰، ص ۲۴۷ (ج ۱۸، ص ۲۰۸ نمبر ۴۲۹۸)
۴۔وفیات الاعیان، ج ۲، ص ۱۸۸ (ج ۵، ص ۱۴۶ نمبر ۷۰۴)
۵۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳، ص ۱۰۶ (ج ۱۳، ص ۱۲۵)
۶۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳، ص ۱۱۳، ۱۱۴ (ج ۱۳، ص ۱۳۲)
۷۔مرآۃ الجنان، ج ۴، ص ۵۸۔
۸۔وفیات الاعیان، ج ۲، ص ۰ (ج ۴، ص ۱۲۰)
۹۔وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۶۳ (ج ۱ ص ۱۸۷ نمبر ۷۶)
۱۰۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳، ص ۱۴۶ (ج ۱۳، ص ۱۷۱)
۱۱۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳، ص ۱۴۹۔
۱۲۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳، ص ۱۵۹ (ج ۱۳، ص ۱۸۶)
۱۳۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳، ص ۱۷۴ (ج ۱۳، ص ۲۰۳)
۱۴۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳، ص ۱۸۱ (ج ۱۳، ص ۱۷۱)

۶۲۔شیخ حسن بن عدوی عمری: اپنے گھر حریم طاہری میں دفن تھے پھر مکہ منتقل کیا گیا۔(۱)
۶۳۔شیخ ابوبکر بن قوام بالسی: حلب میں دفن تھے کوہ قاسیون میں منتقل کیا گیا۔(۲)
۶۴۔بادشاہ سعید بن طاہر ابوالمعالی: قبر جعفر کے پاس دفن تھے پھر دمشق والد کی قبر کے پاس منتقل ہوئے۔(۳)
۶۵۔سعدالدین تفتازانی: سمرقند سے سرخس منتقل کئے گئے۔(۴)
۶۶۔شیخ زین الدین خافی: مالین میں دفن تھے پھر درویش آباد منتقل کیا گیا۔(۵)
۶۷۔شیخ محمد بن سلیمان جزولی مالکی: ۷۷ سال بعد ان کا جنازہ منتقل ہوا تو کوئی تغیر نہیں ہوا تھا۔(۶)
۶۸۔عبدالرحمٰن بن احمد جامی: ہرات میں دفن تھے جب اروبیلیوں نے خراسان پر حملہ کیا تو ان کے بیٹے نے دوسرے شہر میں منتقل کیا۔ جب حملہ آوروں نے جسد نہ پایا تو قبر کی لکڑیوں کو جلا ڈالا۔(۷)
۶۹۔شیخ حسن بن احمد خوارزمی: حلب میں دفن تھے چار ماہ کے بعد دمشق منتقل کیا گیا۔(۸)
۷۰۔قبر ابوحنیفہ کے متعلق ابن جوزی لکھتے ہیں کہ سخت زمین پر مقبرہ بنانے کے لئے ستر ہزار ہاتھ کھودا گیا تو چار سو ٹوکریاں ہڈی کی نکلیں۔ ان سب کو ایک دوسری جگہ منتقل کر کے دفن کیا گیا۔

﴿منهم من قصصنا ومنهم من لم نقصص عليك﴾
''ہم نے بعض قصے بیان کئے اور بعض کو چھوڑ دیا''۔(۹)

۶۔زیارت مشاہد مقدسہ آل رسولؐ۔دعا و نماز

صدر اسلام سے آج تک برابر مسلمان پیغمبروں، اماموں اور اولیاء و مشائخ اور ان سے برتر

۱۔الجواہر المضیئۃ، ج۱،ص۲۰۲(ج۲،ص۸۲نمبر۴۷۵)
۲۔شذرات الذہب، ج۵،ص۶۹۵(ج۷،ص۵۱۱)
۳۔البدایۃ والنہایۃ، ج۱۳،ص۲۹۰(ج۱۳،ص۳۳۸)
۴۔مفتاح السعادۃ، ج۱،ص۱۷۷(ج۱،ص۱۹۲)
۵۔روضۃ الناظرین، ج۱۳۵۔
۶۔نیل الابتہاج،ص۳۱۷۔
۷۔شذرات الذہب، ج۲،ص۳۶۱(ج۹،ص۵۴۳)
۸۔شذرات الذہب، ج۸،ص۳۲۱(ج۱۰،ص۴۶۲)
۹۔سورۂ غافر آیت ۷۸۔

حضرت خاتم النبیینؐ کے قبروں کی زیارت کرتے آئے ہیں۔ ان مشاہد مقدسہ میں پہونچ کر نماز، دعا اور ان کے توسل سے بارگاہ الٰہی میں تقرب حاصل کرتے آئے ہیں۔ یہ عمل تمام اسلامی فرقوں میں بغیر کسی اختلاف کے مورد اتفاق رہا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا میں ابن تیمیہ کا نجس وجود آیا اور اس نے ہذیان گوئی شروع کردی، سنت کو کھلواڑ بنالیا۔ اس نے اس اتفاقی مسئلے کو بھی نشانہ بنایا اور منطق و عقل سے بعید باتوں کے ذریعے حملے کرنے لگا۔ اس پسندیدہ عمل کی توہین کرنے لگا اور اس نے کہہ دیا کہ زیارت قبر رسولؐ کے لئے سفر کرنا حرام ہے، فتویٰ دیا کہ جو شخص رسول اسلامؐ کی زیارت کے لئے مسافرت کرے تو چونکہ اس کا سفر معصیت ہے اس لئے اس کو نماز پوری پڑھنی چاہئے۔

جیسے ہی اس نے یہ بات چھیڑی بے شمار علماء و مشائخ اہل سنت نے اس کے خلاف محاذ آرائی کردی۔ (۱) اور اپنے سخت حملوں سے خالی فتوے کا بخیہ ادھیڑ دیا۔ اس کی بدعتوں اور عقائد باطلہ پر تنقید و سرزنش کے ذریعے اس کا جھوٹ آشکار کردیا۔ (۲)

فقہاء شام نے اس کے خلاف چالیس سطروں کا فتویٰ صادر کر کے اس کے باطل عقیدے کے خلاف کفر کا حکم لگایا، برہان بن فرکاخ فزاری کے فتوے پر شہاب بن جہبل نے مزید حاشیہ لگایا کہ امام مالکی کے پیرو بھی اس حکم میں آتے ہیں۔ فقہائے شام کے اس فتوے کو مصر کے قاضی القضاۃ البدر بن جماعہ کے سامنے پیش کیا گیا، انھوں نے بھی اس ورقے کے پشت پر لکھا کہ ابن تیمیہ کا یہ عقیدہ کہ زیارت قبر رسولؐ کے لئے جانا بدعت ہے، قطعی باطل اور مردود ہے۔ کیونکہ اکثر فقہاء کا فیصلہ ہے کہ زیارت قبر رسولؐ کے لئے جانا افضل ہے۔ ایسے فتوے جھاڑنے والے کو اگر وہ توبہ نہ کرے تو قید کردینا چاہئے۔ محمد بن جریر انصاری حنفی نے بھی کہا کہ اسے قید کردینا چاہئے۔ محمد بن ابی بکر مالکی نے کہا کہ اس

۱۔ اس سلسلہ میں تقی الدین سبکی نے شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، الدرۃ المضیۃ فی الرد علی ابن تیمیۃ، اخنائی نے المقالۃ المرضیہ، ابن معلم قرشی نے نجم المہدی، حصنی نے دفع الشبہ، فاکہانی نے التحفۃ المختارہ لکھی اور دیگر علماء نے بھی کتابیں لکھیں۔

۲۔ اس بارے میں محمد بن وہاب کے بھائی شیخ سلیمان نے الصواعق الالہیۃ فی الرد علی الوہابیۃ، ابن حجر نے الفتاویٰ الحدیثیہ، قسطلانی نے مواہب اللدنیہ، زرقانی نے شرح المواہب اور دیگر علماء نے بہت ساری کتابیں لکھی ہیں۔

کے اس مفسد عقیدے کو پھیلنے سے روکنا چاہئے۔ احمد بن عمر مقدسی حنبلی نے بھی یہی فتویٰ صادر کیا۔(۱)

مصر کے ان چاروں مکتبۂ فکر کے ائمہ نے متفقہ طور سے ابن تیمیہ کے خلاف فتویٰ صادر کیا۔(۲)

ابن تیمیہ کی گمراہیوں پر سرزنش کرنے والوں میں ذہبی بھی ہیں۔ انھوں نے سخت خط لکھا کہ تجھے بوئے اسلام سے بھی واسطہ نہیں، تجھے رسول اسلامؐ کی واقفیت نہیں، تیرے دل میں کلمہ کی بھی وقعت نہیں ،کاش! تیرے ہاتھوں صحیح بخاری ومسلم محفوظ رہ جائیں، تیرا حملہ اسلام وعلم حدیث کو ضرب کاری لگاتا ہے۔(۳)

اس کے بعد علماء وفقہاء اس کی زندگی کا خاتمہ کرنے پر تل گئے۔ دمشق میں اعلان کر دیا گیا کہ جو بھی عقیدہ ابن تیمیہ پر رہے گا اس کا جان ومال حلال سمجھا جائے گا۔(۴)

پھر اس کے بعد ہر عہد میں خدا نے مدد کی اور اس کے عقیدے کے خلاف لوگوں کو خبردار کرنے کے لئے علماء خامہ فرسائی کرتے رہے۔ ظاہر ہے کہ شعائر خدا کی تعظیم قلبی پرہیزگاری کا ثبوت ہے۔ لیکن اس کا باطل گروہ بھی اپنی جہالتوں کے ساتھ دست ہوس دراز کرتا رہا۔ اور جن کی طینت ناپاک اور جن کا شیوہ گمراہی تھا وہ اس کی پیروی کرتے رہے۔

انھیں بدنہادوں میں ایک قصیمی بھی ہے جس نے الصراع میں ابن تیمیہ کی پیروی کی ہے۔ اس بیسویں صدی میں اپنے استاد ابن تیمیہ کی پیروی کرتے ہوئے تمام وہ فحش ونامناسب کلمے آج کے دور میں زیارت انبیاءؑ، ائمہؑ وصالحین کرنے والوں پر صرف کئے ہیں۔ اس نے واضح لفظوں میں اعلان کیا کہ یہ اعمال یعنی زیارت، دعاء، نماز، تبرک وتوسل اور ان سے شفاعت طلب کرنا یہ سبھی شیعوں کی آفت ہے جو بھی ان اعمال کو بجالائے وہ ملعون ہے اور اسلام کی رسی سے باہر ہے۔ اور پھر شیعوں کو جی بھر گالیاں دی ہیں۔ اپنی کتاب صراع میں لکھتا ہے:

شیعوں کا اپنے ائمہؑ سے غلو اور ان کی قبروں پر عبادت کرنا، قبہ بنانا، دور ونزدیک سے زیارت

۱۔ دفع الشبہ، ص ۴۷، ۴۹۔

۲۔ محمد زاہد کوثری کی تکملہ السیف الصقیل، ص ۱۵۵۔

۳۔ کوثری کی السیف الصقیل، ص ۱۹۰، الفرقان ص ۱۲۹۔

۴۔ عسقلانی کی الدرر الکامنۃ ج ۱، ص ۱۴۷۔

کے لئے آنا، نذریں چڑھانا، ہدایہ ارسال کرنا، قربانی کرنا یہ سب آپ دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے ائمہؑ کے لئے خون کے آنسو روتے ہیں، اس طرح اظہار خلوص کرتے ہیں کہ خدا سے بھی اس درجہ اخلاص کا مظاہرہ نہیں کرتے۔(۱)

آگے لکھتا ہے:

مشروع طریقے مثلاً رسول اکرمؐ پر درود و سلام خواہ دور سے ہو یا نزدیک سے کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ اس قسم کے اعمال دونوں حالتوں میں ممکن ہیں۔ لیکن قبر کی زیارت کرنا یا اس پر پتھر رکھ کر قبہ بنانا، تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس میں فضیلت و ثواب نہیں۔ بلکہ رسول اکرمؐ کو خود ان کے زمانے میں دیکھنے کا بھی کوئی ثواب نہیں ہے۔ فضیلت تنہا اس بات میں ہے کہ ان پر ایمان لائے اور ان کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں بسا لے۔ بطور خلاصہ رسول اکرمؐ کی قبر کی زیارت میں ذرا بھی فضیلت نہیں ہے اور صدر اسلام سے آج تک مسلمانوں کا عمل اس پر گواہ ہے۔(۲)

شاید قارئین محترم اس ابن تیمیہ کے پوت کی داد و فریاد کے متعلق سمجھتے ہوں کہ کچھ بھی صداقت ہوگی۔ لیکن نہیں، سراسر سفسطہ سے کام لیا ہے۔ صدر اسلام سے آج تک تمام مسلمانوں کی سیرت اس بات کی گواہ ہے کہ قبر رسولؐ کی زیارت ہمیشہ سے امتیازی فضیلت سمجھی گئی۔ آٹھویں صدی کے ابن تیمیہ اور اس کے بعد عبدالوہاب نجدی جیسے ضلالت پیشہ جرگے اور معمولی ٹولی کے علاوہ کسی نے اس کو بدعت یا ضلالت نہیں سمجھا۔

کیا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے کہ پتھر اور قبہ دیکھنے اور رسول اکرمؐ کو ان کے زمانۂ حیات میں دیکھنے میں فرق نہ سمجھتا ہو؟

کیا مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ آنحضرت کو زمانۂ حیات اور بعد وفات آپ کی زیارت کی اہمیت کا قائل نہ ہو؟ اور برملا اعلان کرتا ہو کہ زیارت رسولؐ بیہودہ حرکت ہے؟ کیا اپنے بزرگوں کو محترم سمجھنا تمام قوموں کی رسم نہیں ہے؟ ان کی زیارت کو مایۂ نازش نہیں سمجھتے؟ تمام دانشمندوں کی سیرت اور

۱۔ الصراع، ج ۱، ص ۵۴۔ ۲۔ الصراع، ج ۱، ص ۱۷۸۔

تمام قوموں کی ہر عہد میں یہ عادت رہی ہے اور تاریخ بشریت اس پر گواہ ہے کہ وہ بزرگوں کی برکت کے خیال سے زیارت کرتے رہے ہیں۔

ابو حاتم کہتے ہیں:

ابو مسہر عبد الاعلیٰ دمشقی غسانی (متوفی ۲۱۸) جب نماز پڑھنے مسجد میں جاتے تو لوگ دو رویہ کھڑے ہو کر ادب سے ان کو سلام کرتے، ان کے ہاتھوں کا بوسہ دیتے۔ (۱)

ابو سعد کہتے ہیں کہ ابو القاسم سعد بن علی شیخ حرم زنجانی (متوفی ۴۷۱) جب حرم کی طرف جاتے تو لوگ طواف کی جگہ چھوڑ دیتے تھے اور ان کے ہاتھوں کا حجر اسود سے زیادہ بوسہ لیتے۔ (۲)

تاریخ ابن کثیر میں ہے:

لوگ برکت کے خیال سے حجر اسود سے زیادہ ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے۔ (۳)

ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی (متوفی ۴۷۶) جب اپنے مکان سے نکلتے تو لوگ ان کے استقبال کے لئے گھروں سے نکل پڑتے، ہاتھوں کا بوسہ لیتے، رکابوں کو چومتے، خچر کے قدموں کی خاک کو تبرک بنا لیتے تھے۔ جب وہ ساوہ پہونچے تو لوگ استقبال کے لئے نکل پڑے اور اپنی عزیز ترین چیزیں نثار کیں۔ (۴)

شریف ابو جعفر حنبلی کے نزدیک فقہاء اور دوسرے لوگ آتے تو ان کے ہاتھ اور سر کا بوسہ لیتے (۵)

حافظ ابو محمد عبد الغنی مقدسی حنبلی (متوفی ۶۰۰) جب بروز جمعہ مسجد کے لئے نکلتے تو لوگوں کے استقبالیہ ہجوم سے راستہ نہیں ملتا تھا۔ (۶) برائے زیات و تبرک آگے آگے چلتے۔ ابو بکر عبد الکریم بن عبد اللہ حنبلی کے لئے بھی تذکروں میں یہی ملتا ہے۔ (۷) حافظ یونینی کا اس قدر احترام ہوتا کہ اس کی نظیر

۱۔ تاریخ خطیب بغدادی، ج ۱۱، ص ۷۳ (نمبر ۵۷۵۰)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۳۴۶ (ج ۳، ص ۱۱۷۵ نمبر ۲۶) صفۃ الصفوۃ، ج ۲، ص ۱۵۱ (ج ۲ ص ۲۶۶ نمبر ۲۲۴)

۳۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۲، ص ۱۲۰ (ج ۱۲، ص ۱۴۶)

۴۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۲، ص ۱۲۳ (ج ۱۲، ص ۱۵۱)

۵۔ البدایۃ والنہایۃ، ن ۱۲، ص ۱۱۹ (ج ۱۲، ص ۱۴۵)

۶۔ شذرات الذہب، ج ۴، ص ۳۴۶ تا ج ۶، ص ۵۶۲)

۷۔ شذرات الذہب، ج ۵، ص ۱۷۱ (ج ۷، ص ۳۰۱)

نہیں ملتی، سلاطین بھی ہاتھ چومتے اور جوتیاں سیدھی کرتے۔(۱) محمد بن محمد جزری کی تشییع جنازہ میں اشراف وخواص ٹوٹے پڑتے تھے۔ ہر شخص نے برکت کے خیال سے تابوت کا بوسہ لیا۔(۲) دمشق والے شیخ مسعود مغربی سے عجیب عقیدت رکھتے تھے تبرک کے خیال سے ہاتھ کا بوسہ لیتے۔ نجم غزی کہتا ہے کہ انھوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی، آج تک اس کا فیضان باقی ہے۔(۳)

اس حساب سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ سردار انسانیت اور وجہ بقائے کائنات سے کس قدر مسلمانوں کو عقیدت ہوسکتی ہے جس سے سعادت ابدی وابستہ ہے۔

یہ آسمان کے فرشتے ہیں جو قبر شریف کا روزانہ ستر ہزار کی تعداد میں آکر طواف کرتے ہیں، ان پر درود پڑھتے ہیں، جب رات ہوتی ہے تو آسمان پر واپس چلے جاتے ہیں، اسی طرح برابر ان کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔(۴)

کس قدر فرق ہے اس مرد فاسق اور بدعقیدہ قصیمی کے عقیدے میں اور شیخ تقی الدین سبکی کے عقیدے میں، جو کتاب الشفاء میں لکھتے ہیں کہ ہمیں گزشتہ صالحین سے جو سیرت ملی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء ومرسلین تو بہت بلند ہستیاں ہیں، صالح مردوں سے بھی برکت حاصل کی جاتی ہے اور جو شخص دعویٰ کرے کہ قبور انبیاء ومرسلین اور دوسرے عام مردوں کی قبریں یکساں ہیں وہ بڑی عجیب بات کہتا ہے، مجھے یقین ہے کہ وہ غلطی پر ہے۔ اس قول سے تحقیر نبوت کی بو آتی ہے جو قطعی کفر ہے۔(۵) یہ بڑی شرمناک بات ہے کہ یہ شخص ابن تیمیہ کی پیروی کرتا ہے، اس کے فقروں کی جگالی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قبور انبیاء سے توسل بدعت وضلالت ہے۔ گویا کہ صدر اسلام سے آج تک تمام مسلمان گمراہ رہے ہیں، اگر ہدایت یافتہ ہیں تو صرف ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید قصیمی !!

۱۔ شذرات الذہب، ج۵، ص۲۹۴ (ج۷، ص۵۰۸)

۲۔ مفاتیح السعادۃ، ج۱، ص۳۹۴ (ج۲، ص۴۹)

۳۔ شذرات الذہب، ج۸، ص۴۰۹ (ج۱۰، ص۵۹۹)

۴۔ سنن دارمی، ج۱، ص۴۴، مواہب اللدنیہ (ج۲ص ۶۹۹) شعب الایمان، (ج۳، ص۴۹۲ نمبر ۴۱۷۰) شرح المواہب، ج۵، ص۳۴۰، کنز المطالب، ص۲۲۳.

۵۔ شفاء السقام ص۹۶ (ص۱۳۰)

ذرا دیکھیے تو یہ شخص کس طرح زیارت قبور، اس کے لئے سفر کرنا اور وہاں دعا مانگنے کو مایہ کفر وارتداد سمجھتا ہے، اسے شیعوں کی اپج قرار دیتا ہے، علیؑ اور فرزندان علیؑ کی خدائی کے قائل ہونے کی ہانک لگاتا ہے۔ پچھلے صفحات میں اس کی بکواس نقل کی جاچکی ہے کہ شیعہ علیؑ اور ان کے فرزندان کو پیغمبر مانتے ہیں اور ان پر وحی نازل ہونے کے قائل ہیں۔ اس قسمکی بہتان طرازی اموی سیرت کی غماز ہے جو صدر اول میں خاندان اہل بیتؑ سے برتتے رہے ہیں۔ شیعہ تو اپنے اماموں کو صرف خاصان خدا ہی شمار کرتے ہیں۔

اب میں زیارت رسولؐ کے بارے میں صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک کے مسلمانوں کی سیرت کا ثبوت فراہم کروں گا تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ذریعے اور جو زندگی پائے وہ بھی دلیل ہی کے ذریعے۔

زیارت قبر رسولؐ کی ترغیب

چاروں مذاہب، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے حافظان حدیث اور ان کے صحاح ومسانید میں زیارت قبر رسولؐ کے سلسلے میں روایات وارد ہوئی ہیں۔ بعض نمونے پیش خدمت ہیں:

۱۔ عبداللہ بن عمر بطور مرفوع رسول خداؐ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: من زار قبری وجبت له شفاعتی. ''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی''۔

روایت کو جن حفاظ حدیث اور ائمہ روایات نے نقل کیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ عبید وراق نیشاپوری	۲۔ ابن ابی الدنیا	۳۔ دولابی
۴۔ محمد بن اسحاق نیشاپوری	۵۔ حافظ عقیلی (۱)	۶۔ قاضی محاملی
۷۔ حافظ ابومحمد بن عدی (۲)	۸۔ حافظ عبداللہ بن محمد انصاری	۹۔ دارقطنی (۳)

۱۔ الضعفاء الکبیر، (ج۴، ص۱۷۰ نمبر۱۷۴۴)

۲۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۶، ص۳۵۱ نمبر۱۸۳۴)

۳۔ سنن دارقطنی، (ج۲، ص۲۷۸ حدیث ۱۹۴)

۱۰۔ماوردی (۱)　۱۱۔بیہقی (۲)　۱۲۔قاضی خلعی

۱۳۔حافظ اسماعیل اصفہانی　۱۴۔قاضی عیاض (۳)　۱۵۔ابن عساکر (۴)

۱۶۔ابن جوزی　۱۷۔ابن خلیل دمشقی　۱۸۔حافظ منذری (۵)

۱۹۔یحیٰی بن علی قرشی　۲۰۔عبدالمومن دمیاطی　۲۱۔حافظ ہبۃ اللہ

۲۲۔ابوالحسین حسینی　۲۳۔عبدری فاسی　۲۴۔تقی الدین سبکی (۶)

۲۵۔شیخ شعیب مصری (۷)　۲۶۔سمہودی (۸)　۲۷۔سیوطی (۹)

۲۸۔قسطلانی (۱۰)　۲۹۔حافظ شیبانی (۱۱)　۳۰خطیب شربینی (۱۲)

۳۱۔زین الدین مناوی (۱۳)　۳۲۔شیخ زادہ (۱۴)　۳۳۔عجلونی (۱۵)

۳۴۔شوکانی (۱۶)　۳۵۔سید درویش بیروتی (۱۷)　۳۶۔حافظ ابوطاہر احمد بن سلفی

۳۷۔ابومحمد عبدالحق بن عبدالرحمٰن اندلسی (۱۸)　۳۸۔زرقانی (۱۹)　۳۹۔سید محمد دمیاطی (۲۰)

۴۰۔مصر میں مذاہب اربعہ کے بہت سارے فقہاء (۲۱)

۱۔الاحکام السلطانیہ ص۱۰۵ (ج۲،ص۱۰۹)
۲۔السنن الکبریٰ، (ج۵،ص۲۴۵)
۳۔الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (ج۵،ص۱۹۴)
۴۔مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۲،ص۴۰۶)
۵۔الترغیب والترہیب، (ج۲،ص۲۲۴ حدیث۱۶)؛ شفاء السقام، ص۱۱۔۳ (ص۱۴۔۲)
۷۔الروض الفائق ج۲،ص۱۳۷ (ص۳۸۰)
۸۔وفاء الوفاء ج۲،ص۳۹۴ (ج۴،ص۱۳۲۶)
۹۔الجامع الکبیر منقول از کنز العمال ج۸،ص۹۹ (ج۵،ص۶۵۱ حدیث ۴۲۵۸۳)
۱۰۔مواہب الدنیہ (ج۴،ص۵۷۰)
۱۱۔تمییز الطیب من الخبیث، ص۱۶۲ (حدیث ۱۳۹۵)
۱۲۔المغنی ج۱،ص۴۹۴ (ج۱،ص۵۱۲)
۱۳۔کنوز الحقائق ص۱۴۱ (ج۲ص۱۰۸)
۱۴۔مجمع الانہر، ج۱،ص۱۵۷.
۱۵۔کشف الخفاء ج۲،ص۲۵۰.
۱۶۔نیل الاوطار ج۳،ص۳۲۵ (ج۵،ص۱۰۸)
۱۷۔حسن الاثر، ص۲۴۶.
۱۸۔الاحکام الوسطیٰ والصغریٰ از شفاء السقام ص۹ (ص۱۱،۱۰)
۱۹۔شرح المواہب ج۸،ص۲۹۸.
۲۰۔الفقہ المذاہب الاربعہ، ج۱،ص۵۹۰ (ج۱،ص۷۱۱)
۲۱۔مصباح الظلام ج۲،ص۱۴۴ (ج۲،ص۳۵۱.

۲۔عبداللہ بن عمر سے بطور مرفوع: رسول اکرمؐ نے فرمایا:

من جاء نی زائراً لاتعمله الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعاً یوم القیمة.

''جو شخص میری زیارت کو آئے اور اسے صرف میری زیارت ہی سے سروکار ہو تو میری ذمہ داری ہے کہ بروز قیامت اس کی شفاعت کروں''۔(۱)

اس روایت کو جن سولہ حفاظ نے نقل کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:

۱۔حافظ ابن سکن بغدادی	۲۔حافظ طبرانی	۳۔حافظ مقری اصفہانی
۴۔دارقطنی	۵۔حافظ ابونعیم	۶۔قاضی خلعی
۷۔امام غزالی	۸۔ابن عساکر	۹۔یوسف بن خلیل دمشقی
۱۰۔حافظ یحییٰ اموی مالکی	۱۱۔حافظ حداد	۱۲۔سبکی
۱۳۔سمہودی	۱۴۔قسطلانی	۱۵۔شربینی
۱۶۔شیخ عبدالرحمٰن شیخ زادہ		

۳۔عبداللہ بن عمر ہی سے بطور مرفوع:

جو شخص حج کرے اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔(۲)

جن پچیس حفاظ نے اس کی روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں:

۱۔المعجم الکبیر، (ج ۱۲،ص ۲۲۵) احیاء العلوم، (ج ۱،ص ۲۳۱) مختصر تاریخ دمشق (ج ۲،ص ۴۰۶) شفاء السقام (۲۰، ۱۶) وفاء الوفا (ج ۴،ص ۱۳۴۰) المواہب اللدنیہ (ج ۴،ص ۵۷۱) مغنی المحتاج (ج ۱،ص ۵۱۲)

۲۔المعجم الکبیر، (ج ۱۲،ص ۳۱۰ حدیث ۱۳۴۹۷) الکامل فی الضعفاء (ج ۲،ص ۳۸۲ نمبر ۵۰۵ سنن دارقطنی (ج ۲ ص ۲۷۸ حدیث ۱۹۲) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲،ص ۴۰۶) الدرة الثمینة (ص ۳۹۷) مشکاة المصابیح، (ج ۲،ص ۱۲۸ حدیث ۲۷۵۶) شفاء السقام (ص ۲۷۔۲۰) الروض الفائق (ص ۳۸۰) وفاء الوفاء (ج ۴،ص ۱۳۴۰) کنز العمال ، (ج ۵،ص ۶۵۱ حدیث ۱۲۵۸۲) نسیم الریاض (ج ۳،ص ۵۱۱) نیل الاوطار، (ج ۵،ص ۱۰۸) مصباح الظلام (ج ۲،ص ۳۵۱)

۱۔حافظ ابوبکر صنعانی
۲۔حافظ شیبانی
۳۔ابویعلیٰ موصلی
۴۔حافظ بغوی
۵۔طبرانی
۶۔حافظ ابن عدی
۷۔حافظ مقری
۸۔دارقطنی
۹۔بیہقی
۱۰۔ابن عساکر
۱۱۔ابن جوزی
۱۲۔ابن نجار بغدادی
۱۳۔ابن خلیل دمشقی
۱۴۔حافظ دمیاطی
۱۵۔احمد بن محمد حداد
۱۶۔ابوالحسینی مصری
۱۷۔خطیب تبریزی
۱۸۔سبکی
۱۹۔شیخ شعیب مصری
۲۰۔سمہودی
۲۱۔سیوطی
۲۲۔قاضی خفاجی
۲۳۔شیخ زادہ
۱۴۔شوکانی
۲۵۔دمیاطی

۴۔عبداللہ بن عمر ہی سے بطور مرفوع:

جو شخص حج کرے اور میری زیارت نہ کرے اس نے مجھ پر جفا کی۔(۱)

۱۔حافظ تمیمی
۲۔ابن عدی
۳۔دارقطنی
۴۔سبکی
۵۔سمہودی
۶۔قسطلانی
۷۔عجلونی
۸۔سید مرتضیٰ زبیدی
۹۔شوکانی

۵۔ابن عمر سے بطور مرفوع:

جو شخص میری قبر کی زیارت کرے میں اس کی شفاعت کروں گا اور جو شخص دونوں حرم میں سے کسی ایک میں مرجائے تو خدا بروز قیامت اسے مامون لوگوں میں اٹھائے گا۔(۲)

۱۔کتاب المجروحین، (ج ۳، ص ۷۳) الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۷، س ۱۴ نمبر ۱۹۵۶) شفاء السقام، ص ۲۲۔۲۷) وفاء الوفاء ج ۲، ص ۳۹۸ (ج ۴، ص ۱۳۴۲) المواہب اللدنیۃ (ج ۴، ص ۵۷۱ (کشف الخفاج ۲، ص ۲۷۸) نیل الاوطار، ج ۴، ص ۳۲۵ (ج ۵، ص ۱۰۸)

۲۔مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۲، ص ۴۰۷) شفاء السقام ص ۲۲ (ص ۲۹ حدیث ۶) سنن کبریٰ ج ۵، ص ۲۴۵ وفاء الوفاء ج ۲، ص ۳۹۹ (ج ۴، ص ۱۳۴۳) المواہب اللدنیۃ (ج ۴، ص ۵۷۱) تمییز الطیب من الخبیث ص ۱۶۲ (ص ۱۸۴ حدیث ۱۳۹۵) کنوز الحقائق ص ۱۵۱ (ج ۲، ص ۱۰۷) کشف الخفاج ۲، ص ۲۷۸ (ج ۲ ص ۲۵۱ حدیث ۲۴۸۹)

۱۔طیالسی	۲۔ابونعیم	۳۔بیہقی
۴۔ابن عساکر	۵۔ابن خلیل دمشقی	۶۔سبکی
۷۔سمہودی	۸۔قسطلانی	۹۔حافظ ابن الدبیع
۱۰۔زین الدین مناوی	۱۱۔شیخ اسماعیل عجلونی	

۶۔حاطب بن ابی بلتعہ سے بطور مرفوع:

جو شخص میری وفات کے بعد میری زیارت کرے اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی، اور جو شخص ان دو حرموں میں مرے قیامت میں مامون محشور ہوگا۔(۱)

۱۔دارقطنی	۲۔بیہقی	۳۔ابن عساکر
۴۔ابن خلیل	۵۔دمیاطی	۶۔ابن الحاج
۷۔سبکی	۸۔شیخ شعیب	۹۔سمہودی
۱۰۔قسطلانی	۱۱۔عجلونی	۱۲۔شوکانی
۱۳۔شیخ محمد بن درویش		

۷۔ابن عمر سے بطور مرفوع:

جو شخص حج کرے اور میری قبر کی زیارت کرے اور میرے ساتھ کسی جنگ میں شریک رہا ہو اور بیت المقدس میں میرے اوپر صلوات پڑھے۔ خدا اس سے فرائض کی باز پرس نہ کرے گا۔(۲)

۱۔حافظ ازدی	۲۔حافظ سلفی	۳۔سبکی	۴۔سمہودی اور شوکانی

۸۔ابو ہریرہ سے بطور مرفوع:

۱۔سنن دارقطنی (ج ۲، ص ۲۷۸ حدیث ۱۹۳) السنن الکبریٰ (ج ۵، ص ۲۴۵) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲، ص ۴۰۶) المدخل (ج ۱، ص ۲۶۱) شفاء السقام ص ۲۵ (ص ۲۳، ۳۳ حدیث ۸) الروض الفائق ج ۲، ص ۱۳۷ (ص ۳۸۰) وفاء الوفاء ج ۲، ص ۳۹۹ (ج ۴، ص ۱۳۴۴) المواہب اللدنیۃ (ج ۴، ص ۵۷۱) کشف الخفاء ج ۲، ص ۵۵۱ (ج ۲، ص ۲۸۰ حدیث ۲۶۱۹) نیل الاوطار ج ۴، ص ۳۲۵ (ج ۵، ص ۱۰۸)۔

۲۔شفاء السقام ص ۲۵ (ص ۳۴ حدیث ۹) وفاء الوفاء ج ۲، ص ۴۰۰ (ج ۴، ص ۱۳۴۴) نیل الاوطار، ج ۴، ص ۳۲۶ (ج ۵، ص ۱۰۹)

جو شخص میری وفات کے بعد میری زیارت کرے اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی میں حشر میں اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔(۱)

۱۔ابن مردویہ	۲۔ابوسعد اصفہانی	۳۔ابوالفتوح یعقوبی
۴۔حافظ سمعانی	۵۔ابن انماطی	۶۔سبکی
۷۔سمہودی		

۹۔انس بن مالک سے بطور مرفوع:

جس نے مدینے میں بعنوان قربتہ الی اللہ اور نیک عمل سمجھ کر میری زیارت کی میں اس کی شفاعت کروں گا۔ایک دوسری روایت میں ہے: جو شخص دونوں حرم میں کہیں مرے حشر میں مامون ہوگا۔جو شخص قصد قربت سے مدینہ میں زیارت کرے قیامت میں وہ میرے جوار میں ہوگا۔(۲)

۱۔ابن ابی الدنیا	۲۔حاکم نیشاپوری	۳۔بیہقی	۴۔قاضی عیاض
۵۔ابن عساکر	۶۔ابن جوزی	۷۔عبدالمومن دمیاطی	۸۔ابوعبداللہ عبدری
۹۔ابن قیم جوزیہ	۱۰۔سبکی	۱۱۔قسطلانی	۱۲۔سیوطی
۱۳۔شیخ زادہ	۱۴۔شوکانی	۱۵۔زرقانی	۱۶۔جراحی عجلونی
۱۷۔سید احمد ہاشمی	۱۸۔دمیاطی	۱۹۔شیخ منصور علی ناصف	۲۰۔ابن ابی فدیک

۱۰۔انس بن مالک سے بطور مرفوع:

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں زیارت کی۔اس پر میری شفاعت لازم ہوگئی، جو شخص استطاعت کے باوجود میری زیارت نہ کرے اس کا کوئی عذر مسموع

۱۔شفاء السقام،ص ۲۶ (ص ۳۵) وفاء الوفاء ج ۲،ص ۴۰۰ (ج ۴،ص ۱۳۴۵)

۲۔اشعب الایمان، (ج ۳،ص ۴۹۰ حدیث ۴۱۵۸) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (ص ۳۶) مختصر ابن عساکر (ج ۲،ص ۴۰۶) شفاء السقام ص ۲۷ (۳۶) وفاء الوفاء ج ۲،ص ۴۰۰ (ج ۴،ص س ۱۳۴۵) المواہب اللدنیہ (ج ۴،ص ۵۷۲) کنز العمال، ج ۸،ص ۹۹ (ج ۱۲،ص ۲۷۲ حدیث ۳۵۰۰۰) نیل الاوطار، ج ۴،ص ۳۲۶ (ج ۵،ص ۱۰۹) مختار الاحادیث النبویہ ص ۱۶۹ (ص ۱۷۹) مصباح الظلام، ج ۲،ص ۱۴۴ (ج ۱۲،ص ۳۵۱ حدیث ۶۳۰) التاج الجامع للاصول، ج ۲،ص ۲۱۶) ج ۲،ص ۱۹۰)

نہیں۔(۱)

۱۔ابن نجار	۲۔سبکی	۳۔زین الدین عراقی
۴۔سمہودی	۵۔قسطلانی	۶۔عجلونی

۱۱۔ابن عباس سے بطور مرفوع:

جوشخص میری وفات کے بعد میری زیارت کرے گویا زندگی میں میری زیارت کی۔ جوشخص میری قبر کے سامنے کھڑا ہو میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔(۲)

۱۔عقیلی	۲۔ابن عساکر	۳۔شوکانی

۱۲۔حضرت علیؑ سے بطور مرفوع اور غیر مرفوع:

جوشخص میری قبر کی زیارت کرے بعد مرگ گویا کہ زندگی میں میری زیارت کی جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔(۳)

۱۔ابوالحسین حسنی	۲۔خرگوشی	۳۔ابن عساکر
۴۔ابن نجار	۵۔دمیاطی	۶۔سبکی
۷۔شیخ شعیب	۸۔سمہودی	۹۔مناوی

۱۳۔بکر بن عبداللہ سے بطور مرفوع:

جوشخص میری زیارت کے لئے مدینہ آئے قیامت کے دن اس کی شفاعت مجھ پر لازم ہوگی۔ جو

۱۔ الدرۃ الثمینۃ ص ۳۹۷ شفاء السقام، ص ۲۸ (ص ۳۷) المواہب اللدنیۃ ، (ج۴،ص ۵۷۲)وفاء الوفاء ج۲،ص ۴۰۰ (ج۴،ص۱۳۳۶) کشف الخفاء، ج۲،ص۲۷۸ (ج۲،ص۲۵۰حدیث۲۴۸۹)

۲۔ الضعفاء الکبیر، (ج۳،ص ۴۵۷نمبر۱۵۱۳) تاریخ مختصر ابن عساکر، (ج۲،ص ۴۰۶) شفاء السقام، ص۲۱ (ص ۳۸) وفاء الوفاء، ج۲،ص۴۰۱ (ج۴،ص۱۳۴۶) نیل الاوطار، ج۴،ص۳۲۵؛ص۳۲۶ (ج۵،ص۱۰۸)

۳۔شرف المصطفیٰ (ص ۴۲۱،۴۶۶) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۲،ص ۴۰۶) الدرۃ الثمینۃ (ص۳۹۷) شفاء السقام ص ۲۹ (ص۳۹) الروض الفائق ، ج۲،ص ۱۳۷ (ص ۳۰۸) وفاء الوفاء ج۲،ص ۴۰۱ (ج۴،ص ۱۳۴) کنوز الحقائق ، ص ۱۴۱ (ج۲،ص۱۰۸)

شخص دو حرموں میں کہیں مرے قیامت میں مامون ہوگا۔(۱)

۱۔ابوالحسین حسنی ۲۔سبکی ۳۔سمہودی

۱۴۔ابن عمر سے بطور مرفوع:

جس نے میری وفات کے بعد زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔(۲)

۱۔حافظ نسائی ۲۔طبرانی ۳۔حافظ ابن عدی

۴۔ابوالشیخ انصاری ۵۔دارقطنی ۶۔بیہقی

۷۔قاضی عیاض ۸۔خفاجی ۹۔مناوی

۱۰۔عجلونی

۱۵۔ابن عباس سے بطور مرفوع:

جو شخص مکہ کا قصد کرے پھر میری مسجد کا قصد کرے اس کے لئے دو حج مقبول کا ثواب ہے۔(۳)

۱۔مسند فردوس ۲۔وفاء الوفا ۳۔نیل الاوطار

۱۶۔بنی خطاب کے ایک شخص سے بطور مرفوع:

جو شخص از روئے قصد میری وفات کے بعد زیارت کرے وہ قیامت میں میرا ہمسایہ ہوگا۔ جو شخص دونوں حرموں میں کہیں مر جائے وہ قیامت میں مامون ہوگا۔ شحامی نے اضافہ کیا ہے کہ جو شخص ساکن مدینہ ہو جائے اور بلاؤں پر صبر کرے میں اس کا قیامت میں گواہ اور شفیع ہوں گا۔(۴)

۱۔شفاء السقام، ص۳۰ (ص۴۰) وفاء الوفاء، ج۲، ص۴۰۲ (ج۴، ص۱۳۴۸)

۲۔المعجم الاوسط، ج(۱، ص۲۰۱ حدیث ۴۸۹) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۲، ص۳۸۲ نمبر ۱۳۶) السنن الکبریٰ (ج۵، ص۲۴۶) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (ج۲، ص۱۹۵) نسیم الریاض فی شرح الشفاء (ج۳، ص۵۱۴) کنوز الحقائق، ص۱۴۱ (ج۲، ص۱۰۸) کشف الخفاء، ج۲، ص۲۵۱)

۳۔وفاء الوفاء، ج۲، ص۴۰۱ (ج۴، ص۱۳۴۷) نیل الاوطار، ج۴، ص۳۲۶ (ج۵، ص۱۰۹)

۴۔الضعفاء الکبیر، (ج۴، ص۳۶۲ نمبر ۱۹۷۳) سنن دار قطنی (ج۲، ص۲۷۸ حدیث ۱۹۳) شعب الایمان، (ج۳، ص۴۸۸ حدیث ۴۱۵۲) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۲، ص۴۰۶) مشکاۃ المصابیح، (ج۲، ص۱۲۸ حدیث ۲۷۵۵) وفاء الوفا ج۲، ص۳۶۲ نمبر ۱۳۹۹ (ج۴، ص۱۳۴۳)

۱۔عقیلی	۲۔دارقطنی	۳۔حاکم
۴۔بیہقی	۵۔ابن عساکر	۶۔عبدالمومن دمیاطی
۷۔خطیب عمری تبریزی	۸۔تقی الدین سبکی	۹۔نورالدین سمہودی

۱۷۔ابن عمر سے بطور مرفوع:

جو مدینہ میں میری زیارت کرے میں اس کا قیامت میں شفیع اور گواہ رہوں گا۔

وفاءالوفا کے مطابق دارقطنی نے اس کی روایت کی ہے۔(۱)

۱۸۔رسول خداؐ سے مروی ہے:

جو فارغ البال ہو اور میری زیارت کا قصد نہ کرے اس نے مجھ پر جفا کی۔(۲)

۱۔ابن فرحون	۲۔غزالی	۳۔قسطلانی	۴۔عجلونی

۱۹۔رسول خداؐ سے:

جو میری زیارت وفات کے بعد کرے اور مجھ پر سلام کرے تو میں اس پر دس بار سلام کرتا ہوں، اس کی دس ملائکہ زیارت کرتے ہیں، سبھی اسے سلام کرتے ہیں اور مجھے اپنے گھر سے سلام کرے تو خدا میری روح کو لوٹاتا ہے تاکہ میں اسے سلام کروں۔(۳)

شیخ شعیب حریفیش نے روض الفائق میں ذکر کیا ہے۔

۲۰۔ابوعبداللہ محمد بن علاء کہتے ہیں:

میں مدینے گیا مجھ پر سخت بھوک کا غلبہ تھا اسی حالت میں زیارت قبر رسولؐ کی۔ رسولؐ اور شیخین کو سلام کر کے کہا: اے خدا کے رسولؐ! مجھ پر بھوک کا غلبہ ہے جسے خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور میں آج رات آپ کا مہمان ہوں۔ اتنے میں مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا۔ خواب میں رسول خداؐ نے مجھے ایک

۱۔سنن دارقطنی (ج۳،ص۲۷۸ حدیث۱۹۴) وفاءالوفاء، ج۲،ص۳۹۸ (ج۴،ص۱۳۴۲)

۲۔احیاءالعلوم، ج۱،ص۲۴۶ (ج۱،ص۲۳۱) المواہب اللدنیۃ (ج۴،ص۵۷۱) کشف الخفاء ج۲،ص۲۷۸۔

۳۔الروض الفائق، ج۲،ص۱۳۷ (ج۳۸۰)

روٹی مرحمت فرمائی۔ میں نے نیند کے عالم میں آدھی روٹی کھائی اور خواب سے بیدار ہوا تو میرے ہاتھ میں آدھی روٹی تھی۔ اس وقت مجھ پر اس ارشاد کی حقیقت روشن ہوئی کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل میں متمثل نہیں ہوسکتا۔ پھر میں نے ایک آواز سنی: اے ابوعبداللہ! جو بھی میری قبر کی زیارت کرتا ہے اس کو بخش دیا جاتا ہے اور کل بروز قیامت میں اس کی شفاعت کروں گا۔ اس مفہوم کے سات شعر روض الفائق (۱) میں ہیں:

من زار قبر محمد	نال الشفاعة فی غد
باللہ کرر ذکرہ	وحدیثہ یا منشدی
واجعل صلاتک دائما	جهرا علیه تهتدی
فهو الرسول المصطفی	ذوالجود والکف الندی
وهو المشفع فی الوریٰ	من هول یوم الموعد
والحوض مخصوص به	فی الحشر عذب المورد
صلی علیه ربنا	مالاخ نجم الفرقد

۲۱۔حدیث مرفوع:

اس کا کوئی عذر لائق سماعت نہیں جو خوشحال ہوتے ہوئے میری زیارت نہ کرے۔

شیخ زادہ نے مجمع الانہر میں اسے نقل کیا ہے۔(۲)

۲۲۔حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا:

جو شخص قبر رسول کی زیارت کرے وہ ان کے جوار میں رہے گا۔(۳)

۱۔ ابن عساکر ۲۔شوکانی

﴿فلعلک باخع نفسک علی آثارهم ان لم یومنوا بهذا الحدیث اسفا فبای

۱۔الروض الفائق، ج۲،ص۱۳۸(س۳۸۱) ۲۔مجمع الانہر، فی شرح ملتقی الابحر، ج۱،ص۱۵۷۔

۳۔مختصر تاریخ ابن عساکر(ج۲،ص۴۰۶) نیل الاوطار ج۴،ص۳۲۶(ج۵،ص۱۰۹)

حدیث بعد یومنون ﴾ (تو کیا آپ شدت افسوس سے ان کے پیچھے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیں گے اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے) (۱)

مشائخ اربعہ کے اعلانات

مذاہب اربعہ کے بزرگوں نے زیارت قبر رسولؐ کے متعلق بہت زیادہ اور والہانہ انداز میں تاکید فرمائی ہے۔ ہم یہاں چالیس علماء کے ارشادات کا خلاصہ پیش کر رہے

۱۔ ابوعبداللہ حلیمی جرجانی (متوفی ۴۰۳) منہاج میں کہتے ہیں کہ آج ان کی تعظیم زیارت کرنے میں ہے۔ (۲)

۲۔ ابوالحسن محاملی (متوفی ۴۲۵) تجرید میں کہتے ہیں: حاجی کے لئے مستحب ہے کہ قبر رسولؐ کی بھی زیارت کرے۔

۳۔ قاضی طاہر بن عبداللہ طبری (متوفی ۴۵۰) حج وعمرہ کے بعد زیارت قبر رسول مستحب ہے۔

۴۔ قاضی القضاۃ ماوردی (متوفی ۴۵۰) احکام سلطانیہ میں کہتے ہیں: معلم اپنے حاجیوں کو لے کر زیارت کے لئے مدینہ جائے کیونکہ ان کی حرمت اور حقوق کی ادائیگی کا تقاضہ یہی ہے۔ اگرچہ فرض نہیں لیکن استحباب تاکیدی ضرور ہے۔ (۳)

۵۔ صقلی (متوفی ۴۶۶) تہذیب میں کہتے ہیں کہ امام مالک اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی کہے ہم نے قبر رسولؐ کی زیارت کی۔ کیونکہ زیارت ایسی چیز ہے کہ چاہے تو بجالائے چاہے تو چھوڑ دے حالانکہ زیارت واجب ہے۔ صقلی کہتے ہیں: یعنی سنت واجب ہے۔ (۴)

۶۔ فقیہ شافعی ابواسحاق، مہذب میں کہتے ہیں کہ زیارت قبر رسول مستحب ہے۔ (۵)

۱۔ سورہ کہف آیت ۶

۲۔ المنہاج (ج۲، ص۱۳۰)

۳۔ الاحکام السلطانیہ، ص۱۰۵ (ج۲، ص۲۰۹)

۴۔ المدخل، ج۱، ص۲۵۶

۵۔ المہذب (ج۱، ص۲۳۳)

۷۔ابوالخطاب کلوذانی فقیہ،ہدایہ میں کہتے ہیں:زیارت قبر رسول مستحب ہے۔

۸۔قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کے نزدیک زیارت قبر رسول مستحب ہے اس کی بڑی ترغیب آئی ہے(۱)...حاجی کے لئے ضروری ہے کہ زیارت کے لئے جائے اور وہاں نماز اور ضریح کا بوسہ لے۔(۲)

۹۔ابن ہبیرہ:چاروں ائمہ کا اتفاق ہے کہ زیارت قبر رسول مستحب ہے۔(۳)

۱۰۔حافظ ابن جوزی نے زیارت کا ایک باب قائم کر کے حدیثیں نقل کی ہیں۔

۱۱۔عبدالکریم مالکی،اپنی مناسک میں لکھتے ہیں:حج وعمرہ سے فارغ ہو کر مسجد رسولؐ میں آئے ،وہاں نبی پر سلام کرے پھر نماز ودعاء کے بعد بقیع جائے جہاں صحابہ وتابعین کی قبریں ہیں۔اسے کسی حالت میں ترک نہ کرے۔

۱۲۔ابن ابی سنینہ،المستوعب میں لکھتے ہیں:قبر رسولؐ پر جانے سے پہلے مستحب ہے کہ غسل کرے پھر آگے آداب زیارت،کیفیت سلام اور دعاء وداع کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۳۔شیخ ابن قدامہ مقدسی،استحباب زیارت نبیؐ کا باب قائم کر کے دارقطنی کی روایات لکھی ہیں۔(۴)

۱۴۔نووی،منہاج میں:حج کے بعد مستحب ہے آب زمزم پیئے اور قبر رسولؐ کی زیارت کرے۔(۵)

۱۵۔نجم الدین بن حمدان حنبلی،رعایۃ الکبریٰ میں:حج کے بعد زیارت قبر رسول مستحب ہے۔

۱۶۔قاضی حسین،شفاء میں ہے حج سے فراغت کے بعد"ملتزم"میں توقف اور آب زم زم پینا مستحب ہے پھر مدینہ جا کر زیارت رسول کرے۔

۱۷۔قاضی سروجی:حاجیوں کے لئے ضروری ہے کہ حج وعمرہ کے بعد مدینہ جائیں اور زیارت کریں۔

۱۔الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ(ج۲،ص۱۹۴)
۲۔خفاجی کی شرح شفا(ج۳ص۵۱۵)
۳۔ابن الحاج کی المدخل،ج۱،ص۲۵۶.
۴۔المغنی ج(۶،ص۵۸۸)
۵۔المنہاج مطبوع برحاشیہ المغنی ج۱،ص۴۹۴(ج۱،ص۵۱۱)

۱۸۔ امام قیروانی مالکی، مدخل میں لکھتے ہیں: تعظیم انبیاء کا مطلب یہ ہے کہ زائر دور و نزدیک سے حاضر ہونے کا ارادہ کرے جب قبر کے نزدیک پہونچے تو کوشش کرے کہ ادب و احترام اور خشوع باقی رہے، حضور قلب سے انھیں دیکھے کیونکہ نہ وہ کہنہ ہوتے ہیں نہ تغیر واقع ہوتا ہے۔ حمد خدا کے بعد ان پر درود پڑھے، پیرو کار اصحاب کے لئے رحم و رضا کی دعا کرے پھر ان کے وسیلے سے اپنی حاجت بارگاہ خدا میں بیان کرے، مغفرت کی دعا کرے، ان سے ترسیل کا طلب گار ہو کیونکہ سنت خدا یہی ہے کہ حاجتیں انھیں کے وسیلے سے برآتی ہیں۔ جو نزدیک نہ پہونچ سکتا ہو وہ انھیں دور سے سلام کرے اور مغفرت و حاجات طلب کرے۔ رسول اکرمؐ کی زیارت میں کچھ زیادہ مراعات کرے کیونکہ آپ کی شفاعت رد نہ ہوگی، وہ قطب دائرہ کمال ہیں۔ جو شخص آپ سے توسل کا خواستگار ہو خدا اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ کیونکہ خدا وعدہ خلاف نہیں، اس نے وعدہ کیا ہے کہ جو رسول اکرمؐ کے سامنے کھڑا ہو کر طلب مغفرت کرے تو خدا اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ یہ ایسی حقیقت ہے کہ اس کا انکار دشمن دین اور منکر دین ہی کر سکتا ہے۔

۱۹۔ شیخ سبکی شافعی نے شفاء السقام میں تردید ابن تیمیہ کرتے ہوئے چاروں مذاہب کے علماء کے اقوال نقل کئے ہیں کہ انھوں نے قبر رسولؐ کی زیارت کو مستحب کہا ہے۔ حنفیوں کے نزدیک زیارت افضل قربات بلکہ واجبات میں ہے۔ اس کی صراحت ابو منصور کرمانی، بلدحی اور ابولیث قندی نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ پھر آگے ابن تیمیہ کے نظریات کی علمی و جذباتی تردید کی ہے۔ (۱)

۲۰۔ زین الدین مراغی تحقیق النصرۃ میں کہتے ہیں کہ ہر مسلمان کے لئے زیارت قبر رسول کو تقرب کا ذریعہ سمجھنا لازم ہے۔ آیات و احادیث سے اس کا اثبات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آیت میں ارشاد ہے۔ ﴿واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات﴾ ''اپنے اور جملہ مومنین و مومنات کے لئے طلب مغفرت کرو''۔ اس لئے کہ اگر کوئی مومن طلب مغفرت کے لئے جائے گا تو بخششیں و توبہ لامحالہ حاصل ہو جائیں گی۔ (۲)

۱۔ شفاء السقام، (۴۸، ۵۹، ۶۱، ۶۲ (ص ۶۴، ۷۹، ۸۲، ۸۵)

۲۔ تحقیق النصرۃ فی تاریخ دار الہجرۃ (ج ۱۰۲) المواہب اللدنیۃ، (ج ۴، ص ۵۷۲)

۲۱۔ سمہودی وفاء الوفا میں لکھتے ہیں: استحباب زیارت پر سب کا اجماع ہے بلکہ ظاہر حکم وجوب ہے۔(۱)

۲۲۔ حافظ قسطلانی مواہب میں لکھتے ہیں: زیارت قبر شریف، بزرگ ترین عوامل تقرب خداوندی ہے اور طاعات کا بالاترین درجہ ہے۔(۲) بلکہ مالکیوں نے تو وجوب کا حکم دیا ہے۔(۳) عمر بن عبد العزیز کچھ لوگوں کو مدینہ بھیجتے تھے کہ ان کا سلام رسول اکرمؐ تک پہونچا دیں۔ پس قبر رسولؐ کی زیارت کے لئے سفر قرب خدا کا سبب ہے۔ پھر آگے ابن تیمیہ کے واہی نظریات کی تردید کی ہے۔(۴)

۲۳۔ شیخ الاسلام ابو یحییٰ انصاری بھی زیارت کو مستحب فرماتے ہیں اور اسنی المطالب میں اس کے احکام لکھتے ہیں۔(۵)

۲۴۔ ابن حجر: اگر آپ کہیں کہ زیارت رسولؐ پر اجماع کیسے کہتے ہیں جب کہ متاخرین میں ابن تیمیہ اس کے مخالف ہیں۔ ان کے دلائل دیکھ کر طبیعت متنفر ہو جاتی ہے۔ وہ اس کے برخلاف دعویٰ کرتا ہے کہ زیارت قبر رسولؐ کی حرمت پر سب کا اجماع ہے تو جواب میں کہا جائے گا کہ ابن تیمیہ کون ہے کہ اس کی بات پر توجہ دی جائے۔ بے شمار علماء نے اس کے خبیث نظریات کی مخالفت کی ہے۔ اور آگے اس کا علمی جواب دیا ہے اور اس کی ضلالت و گمراہی کے ثبوت فراہم کئے ہیں۔

۲۵۔ خطیب شربینی: زیارت قبر رسولؐ بزرگ ترین عوامل تقرب خداوندی برائے مرد و عورت ہے۔ انہوں نے دوسرے انبیاء و صالحین کی قبور کو بھی شامل کیا ہے جو بظاہر صحیح ہے۔ اذرعی نے اس کی تردید کر کے کہا ہے کہ اگر دوسرے قبور کو بھی شامل کر لیا جائے تو والدین اور دوسرے خاندان کے لوگوں کی قبروں کی زیارت بھی جائز ہوگی وہ صلہ رحم کے معاملے میں صالحین کے ولی ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ انھیں شامل نہ کیا جائے یہ سمجھنا کہ زیارت رسولؐ صرف حاجیوں کے لئے ہے غلط ہے، زیارت عام آدمی کے لئے مستحب ہے خواہ حاجی ہو یا نہ ہو۔ حاجیوں کو تاکید دو وجہ سے ہے: اول یہ کہ دور سے حج کرنے

۱۔ وفاء الوفاء، ج ۲ ص ۴۲۱ (ج ۴، ص ۱۳۶۲)

۲۔ المواہب اللدنیہ، (۴، ص ۵۷۰.

۳۔ المدخل، (ج ۱، ص ۲۵۶)

۴۔ اسنی المطالب شرح روض الطالب، ج ۱، ص ۵۰۱.

۵۔ الجواہر المنظم فی زیارۃ القبر المکرم ص ۱۲.

آتے ہیں اس لئے مدینہ نہ جانا سخت معیوب ہے۔ دوسرے خود رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جو حج کرے اور میری زیارت نہ کرے اس نے مجھ پر جفا کی۔(۱)

۲۶۔ شیخ زین الدین مناوی، زیارت رسولؐ کو تکمیل حج کا ذریعہ اور صوفیوں کی نظر میں واجب سمجھتے ہیں۔ یہ زیارت درحقیقت شفاعت کے لئے، بے چاروں کی رسولؐ کی طرف ایک ہجرت ہے(۲)

۲۷۔ شیخ شرنبلانی: زیارت رسولؐ بلند ترین عوامل تقرب بلکہ واجبات میں سے ہے۔ اس لئے کہ رسولؐ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ رسولؐ آج بھی زندہ ہیں اور وہ لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں صرف ہماری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ جو لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے آپ کی زیارت کا انکار کرتے ہیں۔(۳)

۲۸۔ قاضی القضاۃ خفاجی: ابن تیمیہ و ابن قیم کے مہمل گفتار کا جواب سبکی نے مستقل تصنیف میں دیا ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ نجیب افراد دوڑ کر قبر رسول کی زیارت کرتے ہیں، وہاں اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں جو پوری ہوتی ہیں۔(۴) ابن تیمیہ سمجھتے ہیں کہ وہ توحید کی حمایت کر رہے ہیں حالانکہ قطعی حماقت کر رہے ہیں۔ رسول کا ارشاد کہ "لا تتخذوا قبری عیدا" میری قبر پر عید نہ مناؤ، اس کا مطلب یہ ہے کہ میری قبر پر جشن منانے کے انداز سے نہ آؤ یا پھر مقصد یہ کہ میری قبر پر سال میں ایک دن مخصوص کر کے نہ آؤ بلکہ سال کے جس دن بھی تمہیں موقع ملے میری قبر پر حاضری دو۔ زیارت قبر رسولؐ پر تمام علماء کا اجماع ہے۔(۵)

۲۹۔ شیخ عبدالرحمٰن زادہ بھی زیارت کو پسندیدہ ترین مستحبات میں بلکہ نزدیک بہ واجب قرار دیتے ہیں۔ پھر اس سے متعلق چھ حدیثیں لکھ کر آداب زیارت بیان کرتے ہیں۔(۶)

۱۔ مغنی المحتاج، ج ۱ص ۳۵۷ (ج ۱، ص ۳۶۵) ج ۱، ص ۵۱۲)

۲۔ شرح الجامع الصغیر، ج ۶، ص ۱۴۰۔ ۳۔ مراقی الفلاح (ص ۱۰۵)

۴۔ نسیم الریاض فی شرح الشفاء، ج ۳، ص ۵۶۶ (ج ۳، ص ۵۱۴)

۵۔ نسیم الریاض فی شرح الشفاء ج ۳، ص ۵۷۷ (ج ۳، ص ۵۲۳)

۶۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، ج ۱، ص ۱۵۷۔

۳۰۔علاء الدین حصکفی: زیارت قبر رسول مستحب بلکہ مستطیع کے لئے واجب ہے۔(۱)

۳۱۔ابو عبداللہ زرقانی: سلف سے یہ پسندیدہ عمل رہا ہے، جب عمر نے بیت المقدس کے لوگوں سے مصالحت کی، کعب الاحبار کے پاس آئے اور مبارک باد دی۔ عمر نے کہا: میرے ساتھ زیارت قبر رسولؐ کے لئے چلو گے؟ کہا: ہاں۔(۲)

۳۲۔ابوالحسن سندی، شرح سنن ماجہ میں لکھتے ہیں کہ زیارت قبر رسول مستحب موکدہ ہے۔ اور پھر حدیثیں لکھی ہیں اور ان کی صحت پر مدلل بحث کی ہے۔(۳)

۳۳۔شیخ محمد بن علی شوکانی، نیل الاوطار میں: زیارت رسولؐ کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔ زیادہ تر علماء اس کے استحباب کے قائل ہیں، حنفیوں کے یہاں واجب ہے۔ جو لوگ اس کو غیر شرعی کام سمجھتے ہیں ان پر تنقید کی ہے۔(۴)

۳۴۔شیخ محمد امین بن عابدین: زیارت رسولؐ تمام مسلمانوں کے نزدیک مستحب ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ عورتوں پر بھی زیارت مستحب ہے یا نہیں تو چند طریقوں سے ان پر بھی مستحب ہے۔ صحیح تر مذہب یہ ہے کہ مرد وعورت سب پر مستحب ہے، بعض نے زیارت کو واجب قرار دیا ہے جب کہ وہ مستطیع ہوں۔ آگے تائید میں چھ علماء کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔(۴)

۳۵۔شیخ درویش حوت بیروتی، حاشیہ حسن الاثر پر لکھتے ہیں: زیارت رسولؐ مطلوب شرعی ہے اور یہ خالق ومخلوق کے درمیان واسطہ ہے جس طرح رسولؐ، زمانہ حیات میں خالق ومخلوق کے درمیان واسطہ تھے۔ جو شخص اس بات کا انکار کرے وہ نہایت درجے کا احمق اور جاہل ہے۔(۵)

۳۶۔شیخ ابراہیم باجوری: زیارت قبر رسولؐ تمام لوگوں پر خواہ وہ حاجی ہوں یا نہ ہوں مستحب موکدہ ہے۔ جو شخص آپ کی زیارت کا قصد کر کے مدینہ جائے اسے راستے میں درود شریف وسلام پڑھتے

۱۔الدر المختار، (ص ۱۹۰)   ۲۔شرح المواہب، ج ۸، ص ۲۹۹۔

۳۔شرح سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۶۸، سنن دار قطنی (ج ۲، ص ۲۷۸ حدیث ۱۹۴)

۴۔نیل الاوطار، ج ۴، ص ۳۲۴ (ج ۵، ص ۱۰۷)   ۴۔رد المختار علی الدر المختار ج ۲، ص ۲۶۳ (ج ۲، ص ۲۵۷۔

۵۔حاشیہ حسن الاثر ص ۲۴۶۔

رہنا چاہئے۔ جب مدینے کے اشجار پر نگاہیں پڑیں تو درود و سلام میں زیادتی کر دینی چاہئے۔(۱)

۳۷۔ شیخ حسن عدوی حمزاوی، زیارت کو قرآن و سنت اور اجماع و قیاس سے ثابت کرتے ہوئے جواب دیتے ہیں: جو شخص اس حقیقت کو سمجھ لے گا کبھی زیارت میں کوتاہی نہ کرے گا۔(۲)

۳۸۔ سید محمد جردانی دمیاطی: زائر کے لئے دس کرامتیں ہیں: (۳)

۱۔ بالاترین مرتبہ ملتا ہے۔
۲۔ بلندترین مطلوب حاصل ہوتا ہے۔
۳۔ حاجتیں برآتی ہیں۔
۴۔ مواهب الٰہی حاصل ہوتے ہیں۔
۵۔ بلاؤں سے نجات ملتی ہے۔
۶۔ عیوب سے پاک ہوتا ہے۔
۷۔ مصائب ٹلتے ہیں۔
۸۔ بلائیں رد ہوتی ہے۔
۹۔ انجام بخیر ہوتا ہے۔
۱۰۔ آفاق کی رحمتیں اس کے شامل حال ہوتی ہیں۔

مختصر یہ کہ زیارت افضل قربات اور واجب ہے۔

۳۹۔ شیخ عبد الباسط فاخوری مفتی بیروت، کفایۃ (۴) کی بارہویں فصل میں زیارت کے مستحب موکدہ ہونے کو بیان کرتے ہیں۔ پھر احادیث سے اس کا اثبات کر کے فرماتے ہیں کہ کم سے کم کہے: السلام علیک یا رسول الله۔ اس کے بعد شیخین اور آٹھ اسطوانہ (اسطوانہ نماز رسولؐ، اسطوانہ عائشہ، اسطوانہ توبہ، اسطوانہ سریر، اسطوانہ علی، اسطوانہ وفود، اسطوانہ جبرئیل اور اسطوانہ تہجد) سے برکت حاصل کرنے کو نقل کیا ہے۔

۴۰۔ شیخ عبد المعطی سقا زیارت کو مستحب اور حاجی کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں۔ پھر آداب زیارت لکھتے ہیں۔(۵)

۴۱۔ شیخ محمد زاہد کوثری تکملۃ السیف (۶) میں: زیارت رسولؐ کی بہت زیادہ تصریح ہے۔ پھر مختلف دانشوروں کے اقوال نقل کئے ہیں، انھوں نے زیارت کے متعلق حرام اور واجب کے اقوال نقل کر کے

۱۔ حاشیہ علی شرح ابن المغنوی ج۱، ص ۳۴۷۔
۲۔ کنز المطالب، ص ۲۳۹۔۲۷۰۔
۳۔ مصباح الظلام، ج۲، ص ۱۴۵ (ج۲، ص ۳۵۱)
۴۔ الکفایۃ الذوی العنایۃ، ص ۱۲۵۔
۵۔ الارشادات السنیۃ، ص ۲۶۰۔
۶۔ تکملۃ السیف الصقیل، ص ۱۵۶۔

واجب ہونے کا مسلک اختیار کیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ جولوگ اسے حرام کہتے ہیں ان کے دل میں دشمنی رسولؐ ہے۔ابن تیمیہ کے بقول امام ابن الوفاء کا کہنا ہے کہ سفر برائے زیارت رسولؐ معصیت ہے اس لئے زائر کو پوری نماز پڑھنی چاہئے۔ حالانکہ ابن الوفاء نے ہرگز یہ بات نہیں کہی بلکہ اپنی کتاب تذکرہ میں زیارت کی بہت زیادہ تاکید کی ہے۔

۴۲۔فقہاء مصر کی کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے کہ زیارت رسولؐ افضل ترین مستحبات میں ہے۔ پھر آگے چھ احادیث میں زیارت رسولؐ و شیخین کے آداب لکھے ہیں۔(۱)

﴿هُدُوا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيدِ﴾ اور انہیں پاکیزہ قول کی طرف ہدایت دی گئی ہے اور انہیں خدائے حمید کے راستہ کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔(۲)

تین اہم فروعات

گذشتہ بحث سے معلوم ہوا کہ زیارت رسولؐ مستحب موکدہ ہے۔ اس سلسلے میں تین باتوں کا تذکرہ ضروری ہے:

۱۔فقہائے مذاہب میں اختلاف ہے کہ حج و زیارت میں کسے مقدم کیا جائے۔بعض کہتے ہیں کہ پہلے مکہ جائے اور بعض پہلے مدینہ جانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

امام احمد نے مناسک کبیر میں مکہ سے ابتداء کو ترجیح دی ہے اور ابراہیم نخعی، مجاہد، عدی، علقمہ وغیرہ کی سندیں پیش کی ہیں۔ان روایت میں بعض مدینہ کو ترجیح دیتے ہیں۔(۳)

شیخ علی قاری مکہ ہی کو ترجیح دیتے ہیں: مناسب ہے کہ حج کے بعد زیارت کی جائے کیونکہ حق اللہ حق الرسولؐ سے مقدم ہے۔(۴)

۲۔تمام مکاتب فکر متفق ہیں کہ نیابت میں زیارت کرائی جاسکتی ہے اس سلسلے میں بیہقی، نیلی، سبکی،

۱۔الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج۱، ص۵۹۰ (ج۱ص۷۱۱)
۲۔سورۂ حج آیت ۲۴
۳۔شفاء السقام، (۵۷)
۴۔المرقاۃ فی شرح المشکاۃ، ج۳، ص۲۸۴ (ج۵، ص۶۳۲ حدیث ۲۷۵۶)

ابو اللیث سمرقندی، عبد الحق صقلی، عبد الحق محدث دہلوی، ابن بطہ وغیرہ نے اس کو جائز کہا ہے۔(۱) اور عمر بن عبد العزیز کا واقعہ نقل کیا ہے کہ یزید بن ابی سعید جب مکہ سے نکلا تو عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ مجھے تم سے ایک حاجت ہے کہ جب مدینہ جانا تو قبر رسولؐ پر میری طرف سے سلام کہنا۔ نیز ابو القاسم کہتے ہیں کہ جب مکہ سے چلنے لگا تو قاسم بن غسان نے کہا کہ جب مدینہ پہونچنا تو آنحضرت کو میرا سلام کہنا۔ ابو القاسم کہتے ہیں جب میں نے مسجد النبیؐ میں قدم رکھا تو مجھے خیال آیا۔

۳۔ مسجد الحرام جانے کی نذر کرنا شرعی لحاظ سے ثابت ہے لیکن مدینہ کی نذر، کعبہ و بیت المقدس سے افضل ہے۔ اگر کوئی مدینہ جانے کی نذر مانے تو اس کو وفا کرنا ضروری ہے۔ ابن الحاج اور سبکی وغیرہ کہتے ہیں کہ جو اس کی صحت میں شک مانے وہ مشرک یا معاند ہے۔(۲) قاضی ابن کج کہتے ہیں کہ جو شخص قبر رسولؐ کی زیارت کے لئے نذر مانے میرے نزدیک اس کا پورا کرنا لازم ہے۔

علماء اہل سنت کی نظر میں آداب زیارت رسولؐ

اب یہاں مصادر اہل سنت سے آداب زائر کے نصوص پیش کئے جاتے ہیں۔(۳) حنفی و شافعی علماء نے مندرجہ ذیل آداب لکھے ہیں:

نیت خالص کرے کیوں کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔(۴) شوق دائم باقی رکھے۔ جب گھر سے نکلے تو دعا پڑھے جو کتابوں میں مذکور ہے۔ راستے میں درود و سلام پڑھتا رہے۔ جب روضۂ رسولؐ پر نظر پڑے تو خشوع و خضوع میں اضافہ کرے، مناسب ہے کہ سواری پر ہو تو پا پیادہ ہو جائے کیونکہ عبد القیس کے قافلے والوں نے رسولؐ کو دیکھ کر اپنے کو سواری سے اتار دیا تھا۔ رسولؐ کی تعظیم حیات و ممات میں

۱۔ شعب الایمان (ج ۳، ص ۴۹۱ حدیث ۴۱۶۶) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (ج ۲، ص ۱۹۸) شفاء السقام، ص ۴۱، ۵۰ (۶۶، ۵۶، ۶۷)
۲۔ المدخل ج ۱، ص ۲۵۶، شفاء السقام، ص ۵۳ (ص ۷۲، ۹۶)
۳۔ اس بارے میں فاکہی نے مستقل رسالہ فی آداب زیارۃ افضل الرسولؐ نام کا لکھا ہے جو شبراوی کی الاتحاف مطبوعہ مصر کے حاشیہ پر چھپا ہے۔
۴۔ نووی کی شرح صحیح مسلم (ج ۹، ص ۱۶۸)

یکساں ہونی چاہئے۔ فقہاء کا حکم بھی یہی ہے اور بزرگوں کا عمل بھی یہی رہا ہے۔(۱) جب مدینہ پہونچے تو حرم نبیؐ میں داخل ہونے کی دعا پڑھے۔ غزالی کہتے ہیں کہ جب مدینے کے در و دیوار اور درخت نظر آئیں تب ہی دعا پڑھے۔ جب ذوالحلیفہ پہونچے تو معرس پر ٹھہر جائے۔ مدینہ میں داخل ہونے سے قبل بئر حرہ پر غسل کرے پھر پاک صاف کپڑے پہنے۔ بعض نادان سواری سے اُتر کر میلے کپڑے پہن لیتے ہیں انھیں روکنا چاہئے۔ باب البلد پر دعا پڑھے۔(۲) قبر و بارگاہ دیکھے تو وقار و سکینہ پیدا کرے۔ تعظیم میں کوتاہی نہ کرے۔ مسجد اور حرم دیکھ کر خضوع و خشوع میں اضافہ کرے۔ بہتر ہے کہ زائر باب جبرئیل سے داخل ہو جب کہ تمام زائروں کا دستور ہے کہ باب السلام سے داخل ہوتے ہیں۔ دروازے میں داخل ہو کر ادب سے ذرا دیر کھڑا رہے جیسے بزرگوں کی تعظیم کی جاتی ہے۔(۳) داخل حرم ہونے سے قبل دل کو کدورتوں سے پاک کرلے۔ مخصوص دعاؤں کی تلاوت کرتا رہے.... پھر روضہ مُبارک میں داخل ہو جو مابین قبر و منبر ہے وہاں دو رکعت نماز بجالائے اور اپنی حاجتیں حمد خدا کے بعد طلب کرے۔(۴)

مناسب ہے کہ زیارت کے وقت زائر کھڑا رہے جس طرح نماز کھڑے ہو کر پڑھی جاتی ہے اسی طرح زیارت بھی کھڑے ہو کر پڑھے۔

قبر شریف کی طرف متوجہ ہو کر خدا سے رعایت ادب کی توفیق طلب کرے۔ بیٹھتے ہوئے رسول خداؐ کا تصور کرے خضوع و خشوع کے ساتھ پشت بہ قبلہ ہو کر آنکھوں کو پائیں دیوار حجرہ شریف میں جمادے۔

اس سلسلے میں ابن حجر خفاجی (۵)، کرمانی و ابن ملیکہ نے اپنے اپنے انداز میں معیار تعظیم بیان کئے ہیں۔ زیارت پڑھتے وقت نہ آواز بہت زیادہ بلند کرے نہ بہت آہستہ۔(۶) اس کے بعد زیارت پڑھے:

۱۔ اللهم هذا حرم رسولک ، فاجعله لی وقاية من النار واماناً من العذاب وسوء الحساب ، احیاء العلوم ج۱، ص۲۴۶ (ج۱، ص۲۳۱)

۲۔ مجمع الانہر، ج۱، ص۱۵۷ (ج۱ص۳۱۳)

۳۔ حسن الادب، ص۵۶، الارشادات السنیۃ، ص۲۶۱، حسن الادب، ص۵۶

۴۔ الشفاء (ج۲، ص۲۰۱) المواہب اللدنیۃ، (ج۴، ص۵۷۸)

۵۔ نسیم الریاض فی شرح الشفاء، ج۳، ص۵۷۱ (ج۳ص۵۱۷)

۶۔ الشفاء (ج۲، ص۹۲)

"السّلام علیک یا رسول اللّٰہ السّلام علیک یانبی اللّٰہ السّلام علیک یاخیرة اللّٰہ السّلام علیک یا حبیب اللّٰہ السّلام علیک یا سید المرسلین وخاتم النبیین ..."

دوسری زیارت ابن فرحون نے ابن حبیب سے نقل کی ہے:

"السّلام علیک ایھا النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاته . السّلام علیک (۱)یا نبی اللّٰہ ورحمة اللّٰہ وبرکاته اشھد انک رسول اللّٰہ فقد بلّغت الرسالة وادیت الامانة ونصحت الامة ... صلی اللّٰہ علیه وسلم یا رسول اللّٰہ افضل وازکی واعلیٰ وانمی صلاة صلاھا علی احد من انبیائه ..."

تیسری زیارت جس پر مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے:

السلام علیک یا نبی الله و رحمة الله و برکاته اشھدانک رسول الله فقد بلغت الرسالة.......

اللھم اجعل نبینا یوم القیامة اقرب النبیین الیک واسقنا من کاسه وارزقنا من شفاعته ....

یا ذالجلال والاکرام.(۲)

چوتھی زیارت امام غزالی (۳) سے منقول ہے:

السّلام علیک یا رسول اللّٰہ السّلام علیک یانبی اللّٰہ . السّلام علیک یا امین اللّٰہ السّلام علیک یاحبیب اللّٰہ ....

پانچویں زیارت قسطلانی (۴) سے مروی ہے: السلام علیک یا رسول الله ... السلام علیک وعلی اھل بیت الطیبین الطاھرین . السلام علیک وعلی

۱۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج۱،ص۵۹۱ (ج۱،ص۷۱۳)

۲۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ (ج۱،ص۵۹۱)

۳۔ احیاء العلوم، (ج۱،ص۲۳۱)

۴۔ المواہب اللدنیۃ (ج۴،ص۵۸۱)

ازواجک الطاہرات امہات المومنین ...

چھٹی زیارت باجوری سے مروی ہے: **السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یانبی اللہ ...**

ساتویں زیارت شرنبلانی حنفی نے المراقی (۱) میں نقل کی ہے: **السلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ السلام علیک وعلی اصولک الطیبین وعلی اھل بیتک الطاھرین ...**

آٹھویں زیارت شیخ زادہ نے مجمع الانہر (۲) میں نقل کی ہے: **السلام علیک ورحمة اللہ وبرکاتہ السلام علیک یا رسول اللہ ...**

فاکہی کی روایت کے مطابق نویں زیارت کے فقرے یوں ہیں: **السلام علیک ورحمة اللہ وبرکاتہ السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا خیرة اللہ ...**

پھر اس کے بعد بالائے سر بیٹھ کر یہ دعا پڑھے: **اللھم انک قلت وقولک الحق: ولو انھم اذظلموا... اللھم انک قلت... اللھم انا سمعنا قولک واطعنا امرک وقصدنانبیک مستشفعین بہ الیک فی ذنوبنا وما اثقل ظھورنا...** (۳)

پیغمبر اکرمؐ پر صلوات:

بخاری نے با اسناد مرفوع روایت کی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس صلوات پڑھے تو خدا ایک فرشتے کو مامور کرتا ہے کہ محمدؐ تک وہ صلوات پہونچادے اور اس کی دنیا و آخرت کی حاجات پوری کرتا رہے۔ میں اس کا قیامت میں شفیع اور گواہ رہوں گا۔ (۴)

اس سلسلے میں مجد ابن ابی فدیک اور سمہودی کی الگ الگ صلوات نقل کی گئی ہے۔ (۵)

۱۔ المراقی الفلاح (ص ۱۵۰)
۲۔ مجمع الانہر فی شرح الملتقی الابحر (ج۱، ص۳۱۳)
۳۔ احیاء العلوم، ج (ج۱، ص۲۳۲)
۴۔ شربینی کی المغنی ج۱ص۴۹۴ (ج۱ص۵۱۲)
۵۔ شعب الایمان (ج۳، ص۴۹۲ حدیث ۴۱۶۹) الشفاء (ج۲، ص۱۹۷) المدخل (ج۱، ص۲۶۱) وفاء الوفاء (ج۴، ص۱۳۹۹)

قبر شریف پر توسل اور طلب شفاعت:

اس کے بعد زائر، رسول اکرم کو وسیلہ بنا کر خدا سے شفاعت طلب کرے اور بہت زیادہ استغفار پڑھے۔ توسل کے سلسلے میں قسطلانی اور زرقانی کے افادات ہیں۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر توسل کے سلسلے میں مشاہیر اہل سنت نے بڑا طویل کلام کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسولؐ سے توسل ہر حال میں جائز ہے، حیات و ممات دونوں حالتمیں۔ اس کی تین نوعیتیں ممکن ہیں:

۱۔ اپنی حاجت طلب کرے، رسول اکرمؐ کی جان و برکت کا واسطہ دے کر۔

۲۔ توسل کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ذریعے دعا مانگے۔

۳۔ نبیؐ سے طلب کرے یعنی وہ پروردگار سے دعا پوری کرنے اور شفاعت کرنے پر قادر ہیں۔

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل دس علماء کے افادات بڑے دقیع ہیں:

ابن جوزی (الوفاء)، محمد بن نعمان مالکی (مصباح الظلام)، ابن داؤد شاذلی (البیان والاختصار)، سبکی (شفاء السقام)، سمہودی (وفا الوفاء)، قسطلانی (مواہب اللدینہ)، زرقانی (شرح مواہب)، خالدی بغدادی (صلح الاخوان)، عدوی حمزاوی (کنز المطالب)، عزامی (فرقان القرآن)۔(۲)

تبرّک بہ قبر شریف (قبر سے لپٹنا، بوسہ دینا)

ان باتوں کو چاروں مذاہب میں سے کسی عالم نے بھی حرام نہیں کہا ہے۔ جن لوگوں نے اس سے منع کیا ہے اس کی حیثیت بھی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قبر سے چپکنے اور بوسہ لینے سے ادب شکنی ہوتی ہے، قبر سے دور رہنے میں زیادہ شائستگی ہے۔ ہاں بعض افراد نے اسے حرام کہا ہے لیکن

۱۔ المواہب اللدینہ، ج۴، ص۵۹۳) شرح المواہب ج۸، ص۳۱۷۔

۲۔ صلح الاخوان (ص۹۱) شفاء السقام ص۱۳۳۔۱۲۰ (۶۰) وفاء الوفاء ج۲، ص۴۳۱۔۴۱۹ (ج۴، ص۱۳۸۷۔۱۳۷۱) المواہب اللدینہ (ج۴، ص۵۹۵) شرح المواہب ج۸، ص۳۱۷، کنز المطالب ص۱۹۸، فرقان القرآن (ص۱۲۵)

ان کا قول بلا دلیل ہے بغیر برہان فتویٰ جھاڑ دیا ہے اس سلسلے میں صحیح فیصلہ چند دانشوروں کے ارشادات کے ذریعے کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جب رسول خداؐ کو دفن کر دیا گیا تو فاطمہؑ نے قبر پر کھڑے ہو کر مٹی اٹھائی اور آنکھوں سے لگا کر یہ شعر پڑھا:

ماذا علی من شم تربة احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام عدن لیالیا

ابن جوزی کی الوفاء، ابن سید الناس کی سیرۂ نبویہ، قسطلانی کی مواہب، قاری کی شرح شمائل، شبراوی کی اتحاف، سمہودی کی وفاء الوفاء، خالدی کی صلح الاخوان، حمزاوی کی مشارق الانوار، سید احمد زینی دحلان کی سیرۂ نبویہ، عمر رضا کحالہ کی اعلام النساء میں اس کی روایت کی گئی ہے۔ (۱)

اور ابن حجر کی فتاویٰ فقہیہ، تفسیر شربینی اور قسطلانی کی ارشاد الساری میں ہے کہ یہ اشعار جناب فاطمہؑ کے ہیں۔ (۲)

۲۔ ابودردا کہتے ہیں کہ بلال موذن کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ: میری زیارت نہ کر کے مجھ پر جفا کر رہے ہو۔ وہ اٹھ کر فوراً سواری سے چلے، قبر پر پہونچ کر روئے اور اپنا چہرہ قبر پر ملنے لگے۔ اتنے میں حسن و حسین علیہما السلام آ گئے تو گود میں اٹھا کر ان کا بوسہ لینے لگے۔ (۳)

۱۔ الوفانی فضائل المصطفیٰ (ص ۸۱۹ حدیث ۱۵۳۸) السیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۳۴۰ (ج ۲، ص ۴۳۲) المواهب اللدنیۃ، (ج ۴، ص ۵۶۳) شرح الشمائل ج ۲، ص ۲۱۰، الاتحاف ص ۹ (ص ۳۳) وفاء الوفاء ج ۲، ص ۴۴۴ (ج ۴، ص ۱۴۰۵) صلح الاخوان، ص ۵۷ مشارق ص ۶۳ (ج ۱، ص ۱۴۴) السیرۃ النبویۃ دحلانی ج ۳، ص ۳۹۱ (ج ۲، ص ۳۱۰) اعلام النساء، ج ۳، ص ۱۲۰۵ (ج ۴، ص ۱۱۳)

۲۔ الفتاویٰ الفقہیہ ج ۲، ص ۱۸، تفسیر شربینی، ج ۱، ص ۳۴۹، ارشاد الساری، ج ۳، ص ۳۹۰ (ج ۳، ص ۳۵۲)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۷، ص ۱۳۷ نمبر ۴۹۳، مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۱۱۸، ج ۵، ص ۲۶۵) شفاء السقام، ص ۳۹، ۴۰ (ص ۵۳، ۵۴) تہذیب الکمال (ج ۴، ص ۲۸۹ نمبر ۷۸۲) اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۲۰۸ (ج ۱، ص ۲۴۴ نمبر ۴۹۳) وفاء الوفاء ج ۲، ص ۴۰۸ (ج ۴، ص ۱۳۵۶، ۲۴۰۵) صلح الاخوان ص ۵۷، مشارق الانوار، ص ۵۷ (ج ۱، ص ۱۲۱)

۳۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ دفن رسولؐ کے تین دن کے بعد ایک اعرابی آیا اور قبر رسولؐ سے لپٹ گیا۔ خاک اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے لگا، کہتا چلا جاتا تھا: اے رسول خداؐ! آپ کی بات ہم نے سنی، خدا کی طرف آپ نے حقائق عطا کئے، آپ کی خدمت میں گنہگار آ کر توبہ کریں تو خدا معاف کر دیتا ہے۔

حافظ سمعانی، نعمان مالکی، ابوالحسن کرخی، شعیب حریفیش، سمہودی، قسطلانی، داؤد خالدی، شیخ حسن حمزاوی۔ (۱)

۴۔ داؤد بن صالح سے مروی ہے کہ ایک دن مروان قبر رسولؐ پر آیا تو دیکھا کہ ایک شخص قبر پر اپنے رخسار رگڑ رہا ہے۔ مروان نے گردن پکڑ کر کہا: کیا تو یہ جانتا ہے کہ کیا کر رہا ہے؟ اس نے اٹھایا تو دیکھا کہ وہ ابوایوب انصاری ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: میں پتھر کے سامنے نہیں ہوں، میں رسولؐ خدا کی خدمت میں آیا ہوں۔ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ میرے دین پر گریہ نہ کرو جب کہ باصلاحیت لوگوں کے ہاتھ میں رہبری ہو۔ اس وقت گریہ کرو جب نااہلوں کے ہاتھ میں رہبری ہو۔

مستدرک حاکم، اخبار المدینہ، شفاء السقام، وفاء الوفاء۔ (۲)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبور طاہرہ کے توسل سے منع کرنا امویوں کی ہدایت اور گمراہی ہے۔ زمانہ صحابہ سے وہ روکتے آرہے ہیں کبھی کسی صحابی نے منع نہیں کیا لیکن بنی امیہ کے بدمعاش نطفوں نے ہمیشہ منع کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ رسول خداؐ نے اسلامی معاشرہ کو بنی امیہ سے خبردار کیا کہ جب بنی امیہ میں چالیس کی تعداد پوری ہو جائے گی تو بندگان خدا کو غلام بنائیں گے، مال خدا کو انعام سمجھیں گے اور قرآن سے غلط فائدہ اٹھائیں گے۔ نیز صحیح حدیث میں ہے جب خانوادۂ عاص کی تعداد تیس تک پہونچ جائے گی تو دین خدا کو کھلواڑ بنالیں گے، لوگوں کو غلام بنائیں گے اور مال خدا میں اپنی اجارہ داری قرار دیں لیں گے۔

۱۔ الروض الفائق، ج۲، ص۱۳۷ (ص۳۸۰) وفاء الوفاء، ج۲، ص۴۱۲ (ج۴، ص۱۳۹۹) المواہب اللدنیہ، (ج۴، ص۵۸۳) صلح الاخوان، ص۵۴۰ مشارق الانوار، ص۵۷ (ج۱، ص۱۲۱)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج۴، ص۵۱۵ (ج۴، ص۵۶۰ حدیث ۸۵۷۱) شفاء السقام ص۱۱۳ (۱۵۲) وفاء الوفاء، ج۲ ص۴۱۰، ۴۴۳ (ج۴، ص۱۳۵۹، ۱۴۰۴) مجمع الزوائد ج۴، ص۲.

یہ بھی صحیح حدیث میں ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: میں نے خواب میں حکم کے بیٹوں کو دیکھا کہ میرے منبر پر بندروں کی طرح اچک رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد عمر بھر رسول اکرمؐ ہنستے نہیں دیکھے گئے۔

جب حکم نے رسولؐ سے اذن باریابی چاہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: اس پر خدا کی لعنت جس کے صلب سے مومن کم ہی ہوں گے۔ زیادہ تر ایسے ہوں گے جو دنیا میں شریف اور آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ مکار اور دنیا بٹورنے والے ہوں گے۔ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

رسولؐ نے مروان کے لئے فرمایا۔ چھپکلی کا بچہ، ملعون بن ملعون۔

اور عائشہ نے کہا کہ رسول اکرمؐ نے مروان کے باپ حکم پر لعنت کی تھی اور مروان پر لعنت کی جو صلب میں تھا اس لئے یہ بھی لعنت کا جزو ہے۔

عبداللہ بن زبیر کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے حکم اور اس کے بیٹے مروان پر لعنت کی تھی۔ (۱)

مندرجہ بالا بیانات کی روشنی میں مروان پر لازم بھی تھا کہ وہ توحید کے خلاف محاذ آرائی کرتا۔ اسی لئے رسول اکرمؐ نے اس کی تذلیل وتوہین میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ رسول اکرمؐ اس میں چونکتے بھی کیوں جب کہ باپ دادا بلکہ بنی امیہ کا پورا خاندان قرآن کی نظر میں شجرۂ ملعونہ ہے۔ اس لئے امت اسلامیہ پر لازم ہے کہ اس ملعون قوم کی باتوں پر توجہ نہ دے۔ ان کے نظریات کو دھتکار دے جنھوں نے مسلمانوں کو غلام بنایا، دین خدا کے ساتھ دھوکہ کیا اور کتاب خدا کا تیا پانچہ کیا۔

۵۔ مشہور تابعی ابن منکدر اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے اتنے میں ان پر شدید تشنگی کا اثر ہوا، اٹھ کر قبر رسولؐ پر گئے اور اپنا چہرہ قبر پر رکھ دیا۔ پھر واپس آئے۔ حاضرین نے ان پر ملامت کی۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے شدید خطرے کا احساس کیا اس لئے قبر رسولؐ سے شفاعت طلب کی۔ کبھی کبھی وہ مسجد میں آکر خاک پر لوٹ پوٹ کرتے تھے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ رسول خداؐ کو اس جگہ پر میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ (۲)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۴، ص ۴۸۲۔۴۷۹ (ج ۴، ص ۵۲۶ حدیث ۸۴۷۷)

۲۔ وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۴۴۴ (ج ۴، ص ۴۰۶)

۶۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے باپ سے سوال کیا کہ ایک شخص منبر رسول کو بطور تبرک مس کرتا ہے، بوسہ لیتا ہے کیا اس میں ثواب ہے؟ فرمایا: کوئی ہرج نہیں۔(۱)

۷۔ امام احمد سے قبر رسول کا بوسہ لینے کے متعلق سوال ہوا۔ فرمایا: کوئی ہرج نہیں۔

علامہ احمد بن مقری فرماتے ہیں کہ میں نے ابن تیمیہ سے امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا۔ انھوں نے کہا کہ جلیل القدر امام کے جواب پر تعجب ہے۔ نہ معلوم یہ ان کا قول ہے یا قول کا مفہوم ہے۔(۲) مقری فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ امام احمد کو دیکھا گیا ہے کہ امام شافعی کا کرتا بھگو کر اس کا پانی پیتے تھے۔(۳) جب اہل علم اپنے بزرگوں کا اس قدر احترام کرتے تھے تو صحابہ رسول کا کس قدر کرتے ہوں گے؟

۸۔ خطیب ابن حملہ سے منقول ہے کہ عبداللہ بن عمر اپنے ہاتھوں کو قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رکھ کر بوسہ لیتے۔(۴) بلالؓ بھی اپنا رخسار قبر پر رکھتے۔ امام احمد کا بھی یہی انداز رہا پھر کہتے ہیں کہ بلا شبہ محبت خود اذن ہے۔ اس کا مقصد احترام ہے۔ لوگوں کا انداز اس سلسلے میں مختلف ہے جس طرح زمانہ رسولؐ میں انداز مختلف تھا۔ بعض رسول کو دیکھتے ہی دوڑتے تھے۔ بعض حاضر ہونے میں تاخیر کرتے۔ سب کے درجے الگ الگ ہیں۔(۵)

۹۔ علامۂ رملی شرح منہاج میں فرماتے ہیں کہ قبر کا بوسہ لینا مکروہ ہے۔ لیکن اگر تبرک کے خیال سے بوسہ لے تو کوئی ہرج نہیں چنانچہ میرے والد نے یہی فتویٰ دیا ہے(۶) اور وضاحت کی ہے کہ اگر حجر اسود کا بوسہ لینا ممکن نہ ہو تو چھڑی سے حجر اسود مس کرے اور پھر چھڑی کا بوسہ لے۔(۷)

۱۰۔ ابوالعباس رملی حاشیہ روض الطالب میں اس فتویٰ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اگر رسولؐ، ولی خدا

۱۔ وفاء الوفاء، ج۲ ص۴۴۳ (ج۴، ص۱۴۰۴) ۲۔ فتح المتعال، (ص۳۲۹)

۳۔ ابن جوزی کی مناقب احمد ص۲۶۶ (ص۶۰۹) البدایۃ والنہایۃ، ج۱۰، ص۳۳۱ (ج۱۰ص۳۶۵)

۴۔ الشفاء (ج۲، ص۱۹۹)

۵۔ وفاء الوفاء، ج۲، ص۴۴۴ (ج۴، ص۱۴۰۵)

۶۔ سنن ابی داؤد (ج۱، ص۷ حدیث ۲۷)

۷۔ شبرآملسی کی حاشیہ مواہب اللدنیہ اور حمزاوی کی کنز المطالب، ص۱۹ (ص۲۱۹)

یا عالم کے قبر کا بقصد تبرک کوئی بوسہ لے تو کوئی ہرج نہیں۔(۱)

۱۱۔طیب ناشری نے محبّ الدین طبری کا قول نقل کیا ہے کہ قبر کا بوسہ لینا جائز اور عمل علماء ہے۔(۲)

۱۲۔قاضی عیاض مالکی نے قبر رسولؐ کا بوسہ لینے کو جائز کہا ہے۔ کیونکہ یہاں وحی نازل ہوئی، فرشتے نازل ہوئے، اسلام یہیں سے چار دانگ عالم میں پھیلا....(۳)

۱۳۔قاضی القضاۃ خفاجی احترام قبر رسولؐ پر تفصیلی بحث کر کے کہتے ہیں کہ بوسہ لینا مکروہ ہے کم سے کم چار ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہئے۔لیکن اگر کسی پر شوق و محبت کا غلبہ ہو تو کوئی ہرج نہیں۔بعض مالکی چار ہاتھ سے کم پر بھی کھڑے ہونے کو جائز سمجھتے ہیں۔(۴)

۱۴۔ابن ابی الصیف یمانی سے منقول ہے کہ قرآن، حدیث کی کتاب اور قبور صالحین کا چومنا جائز ہے۔

۱۵۔ابن حجر نے استنباط کیا ہے کہ اگر حجر اسود کا بوسہ لینا جائز ہے تو ہر وہ شئے جو شعائر الہی میں آتی ہے اس کو چومنا جائز ہے(۵)۔آدمی کا ہاتھ چومنا ادبی سبقت ہے۔امام احمد قبر رسولؐ کو چومنا جائز سمجھتے تھے۔(۶)

۱۶۔زرقانی بھی قبر رسولؐ کو چومنا مکروہ سمجھتے ہیں لیکن رملی کے حوالے سے بقصد تبرک جائز کہتے ہیں۔(۷)

۱۷۔شیخ ابراہیم باجوری: پتھر کا بوسہ مکروہ ہے لیکن قصد تبرک سے چومنا جائز ہے اگر اولیاء کی قبر پر زیادہ بھیڑ ہو تو چھڑی کو قبر سے مس کرے اور چھڑی کا بوسہ لے چنانچہ حجر اسود کے چومنے میں بھی یہی انداز اختیار کرے۔(۸)

۱۔حاشیہ روض الطالب مطبوع بر حاشیہ اسنی المطالب، ج۱،ص۳۳۱.

۲۔وفاء الوفاء، ج۲،ص۴۴۴(ج۴،ص۱۴۰۶)

۳۔الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ(ج۲،ص۱۴۴۔۱۳۱)

۴۔نسیم الریاض فی شرح الشفاء، ج۳،ص۵۷۷(ج۳،ص۵۲۴)ج۳،ص۵۷۱)

۵۔فتح الباری(ج۳،ص۴۷۵حدیث۱۶۰۹)

۶۔وفاء الوفاء، ج۲،ص۴۴۴(ج۴،ص۱۴۰۵)

۷۔شرح المواہب اللدنیہ، ج۸،ص۳۱۵

۸۔حاشیہ بر شرح ابن قاسم غزی فی الفقہ الشافعی، ج۱،ص۲۷۶.

۱۸۔ شیخ حسن عدوی حمزاوی مالکی نے کنز المطالب ص ۲۱۹ اور مشارق الانوار، ص ۶۶، ج ا، ص ۱۴۰ پر قبر رسولؐ کے چومنے کو جائز قرار دیا ہے۔

۱۹۔ شیخ سلامہ عزامی کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ قبور صالحین کا طواف یا بوسہ گناہ عظیم ہے۔ اس نے اجماع کا بھی دعویٰ کیا ہے حالانکہ اس استدلال کی بنیاد ہی غلط ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہر عبادت غیر خدا شرک ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صحیح ہے، ضرورت دین میں ہے لیکن دوسرا حصہ صحیح نہیں ہے۔

منطقی لحاظ سے اس نے کبریٰ بنایا کہ ہر غیر خدا کی عبادت شرک ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صحیح ہے۔ لیکن صغریٰ قائم کیا کہ ہر ندا برائے مردہ یا طواف یا بوسہ لینا یا نذر یہ غیر خدا کی عبادت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے۔ اس نے آیات واحادیث کا مفہوم ہی نہیں سمجھا چونکہ صغریٰ غلط تھا اس لئے نتیجہ بھی غلط کہ اس کے علاوہ تمام مسلمان مشرک وکافر ہیں۔ محقق فاسی نے اس کی منطقی غلطی پر بڑی اچھی بحث کی ہے۔ اس شخص نے جسارت کر کے یہاں تک کہہ دیا کہ قبر رسولؐ کی زیارت کے لئے سفر کرنا حرام ہے، گناہ ہے اور ان سے شفاعت طلب کرنا شرک ہے۔ حالانکہ رسول اکرم مستجاب الدعوۃ اور مقبول الشفاعۃ تھے۔ (۱)

محدث انصاری کہتے ہیں کہ میں شیخ فاکہانی کے ساتھ دمشق گیا، رائے ہوئی کہ دار الحدیث اشرفیہ میں رکھی نعلین رسولؐ کی زیارت کی جائے۔ میں ان کے ساتھ تھا جب انھوں نے نعلین دیکھا تو بے تحاشہ اسے چومنے لگے اور اپنا رخسار ملنے لگے، آنسوؤں کے ساتھ مجنوں کی محبت پر مشتمل اشعار پڑھنے لگے۔ (۲)

۲۰۔ ریاض النضرہ میں ہے کہ حضرت عمر مکہ جا رہے تھے راستے میں ایک شیخ کی قبر تھی جس سے حضرت عمر نے مدد طلب کی تھی۔ جب انھوں نے وہ قبر دیکھی تو دوڑے اور قبر کے کنارے کھڑے ہو کر درود ونماز پڑھی اور پھر قبر سے لپٹ گئے۔ جب عمر کے لئے ایک شیخ کی قبر کے ساتھ یہ حرکت جائز ہے تو رسولؐ اور ان کی آل کی قبر کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کیوں جائز نہ ہوگا؟

ا۔ فرقان القرآن، ص ۱۳۳۔

۲۔ الدیباج المذہب، ص ۱۸۷ (ج ۲، ص ۸۱)

﴿أُولٰئِکَ الَّذِیْنَ هدی اللّٰهُ فَبِهُدَا هُمُ اقْتَدِہ ﴾ (یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے لہذا آپ بھی اسی ہدایت کے راستہ پر چلیں)(۱)

زیارت ابوبکر بن ابی قحافہ

الفقہ علی المذاہب الاربعہ (۲) کے مطابق زائر کو ابوبکر کے سرہانے کھڑے ہوکر یہ زیارت پڑھنی چاہئے: السّلام علیک یا خلفیة رسول اللّٰه السّلام علیک یاصاحب رسول اللّٰه فی الغار. پھر حضرت عمر کی زیارت پڑھے:

السّلام علیک یا امیر المومنین السّلام علیک یا مظهر الاسلام. یہ زیارت شرنبلالی کی تھی۔ (۳) قسطلانی (۴) اور باجوری (۵) سے بھی دوسری زیارتیں منقول ہیں۔

ایک دوسری مشترک زیارت ہے:

السّلام علیکما یاضجیعی رسول اللّٰه ...

ایک دوسری مشترک زیارت ہے:

السّلام علیکما یاصاحبی رسول اللّٰه ...

تیسری زیارت بھی منقول ہے:

السّلام علیکما یا وزیری رسول اللّٰه ... اور حکم ہے کہ حرم مقدس میں زیادہ دیر قیام نہ کرے۔

وداع حرم مقدس

جب زائر زیارت سے فارغ ہوجائے اور مدینہ سے نکلنا چاہے تو مستحب ہے کہ دوبارہ قبر رسولؐ پر

۱۔ سورۂ انعام آیت ۹۰ ۲۔ ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۵۴ (ج ۲، ص ۳۳۰)

۳۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج ۱، ص ۵۵۱ (ج ۱، ص ۷۱۳)

۴۔ مراقی الفلاح (۱۵۱) ۵۔ احیاء العلوم، (ج ۱، ص ۳۳۲ المدخل ج ۱، ص ۲۶۵.

جا کر دعاء و زیارت پڑھے اور دعاء مانگے کہ دوبارہ یہاں آنے کی توفیق کرامت ہو۔ سفر میں سلامتی رہے۔ اور پھر روضۂ صغیرہ میں دو رکعت نماز پڑھے یہ وہ جگہ ہے جو توسیع سے پہلے کی ہے۔ اور کہے:

اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد ولا تجعله آخر العهد بنبیّک ...

اس کے بعد پھر مندرجہ بالا دعاء کو دوبارہ پڑھے۔ (۱) کرمانی کہتے ہیں کہ دعا کے بعد یہ کہے کہ یا رسول اللہ! یہاں سے جانا میرے اوپر بہت شاق ہے۔ اور پھر روضہ میں دو رکعت نماز پڑھ کر واپسی کی دعا کرے۔

زیارت بقیع

وہاں سے نکل کر زائر پر مستحب ہے کہ بقیع جائے۔ (فاکہی اور غزالی (۲) کے بقول) وہاں امام جعفر صادق علیہ السلام، عثمان، قبر ابراہیم بن رسولؐ اور کچھ ازواج نیز جناب صفیہ کے مزارات ہیں۔ سلام پڑھے:

سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار...

نووی کہتے ہیں: (۳)

السّلام علیکم دار قوم مومنین ...

اور قاضی حسین نے اضافہ کیا ہے: (۴)

اللّٰهم رب هذه الاجساد البالیه والعظام النخره ...

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مزارات (۵) ظالم سعودیوں سے قبل تھے۔ اب ان سب کو مسمار کیا جا چکا ہے۔

۱۔ مغنی المحتاج (ج۱، ص۵۱۳)

۲۔ حسن الادب، (ص۸۳) احیاء العلوم، (ج۱، ص۲۳۲)

۳۔ المنہاج مطبوع با مغنی المحتاج (ج۱، ص۳۶۵)

۴۔ وفاء الوفاء، ج۲، ص۲۲۸ (ج۴، ص۱۴۱۰)

۵۔ سمہودی نے وفاء الوفاء ج۲، ص۱۰۵-۱۰۱ (ج۳، ص۹۲۴-۸۹۱) پر ان سب کو ذکر کرنے کے بعد بڑی اہم بحث کی ہے۔

زیارت شہدائے اُحُد

شہدائے احد کی زیارت بھی مستحب ہے۔ نووی وشرنبلالی (۱) کے نزدیک پنجشنبہ زیادہ مناسب ہے۔ اس کے بعد زیارت جناب حمزہ کے لئے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ جائے اور کہے:

السّلام علیک یا عم المصطفیٰ...

اس کے بعد شہداء کی زیارت کے لئے جائے اور نام بنام ان پر سلام کرے۔ (۱) علامہ امینیؒ یہاں سمہودی (۲) کے حوالے سے ستر شہداء کے نام لکھتے ہیں۔

ان کے علاوہ بھی کچھ اہم مقدس مقامات ہیں جن کی علماء نے صراحت کی ہے۔

اس باب کی تحریر میں جن کتابوں کی مدد لی گئی:

احیاالعلوم ج۱،ص۲۴۶	التذکرہ	المستوعب
المدخل جزءاول	شفاء السقام ص۵۲۔۱۱۹	وفاء الوفاء، ج۲،ص۴۳۱۔۴۵۵
المواہب اللدنیہ	اسنی المطالب ج۱،ص۵۰۱	الجوہرالمنظم
مغنی المحتاج ج۱،ص۴۹۴،	حسن التوسل	الشفاء قاضی عیاض
مراقی الفلاح	شرح الشفاء	مجمع الانہر ج۱،ص۱۵۶
مفتاح السعادہ ج۳،ص۴۷	شرح المواہب، ج۸،ص۲۹۷۔۳۳۵	کنزالمطالب،ص۱۸۳۔۲۲۴
الکفایہ،ص۱۲۵۔۱۳۱	ارشادات السنیہ،ص۲۶۰	الفقہ علی المذاہب الاربعہ جزءاول

زیارت قبور کی تصریح

متفقہ طور سے سنت صحیحہ میں زیارت قبور کی ترغیب ہے۔ چاروں مذاہب کے مشاہیر نے زیارت قبور کے مستحب ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ بلکہ بعض نے بظاہر واجب ہونے کا خیال ظاہر کیا ہے۔

۱۔ مراقی الفلاح (۱۵۱)

۲۔ حسن الادب ص۸۳۔

بعض نصوص یہ ہیں:

۱۔ بریدہ سے مرفوعاً حدیث رسولؐ ہے: میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تاکید کرتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کرو۔ ترمذی نے اضافہ کیا ہے کہ خدا نے رسولؐ کو ان کی والدہ کی قبر کی زیارت کا حکم دیا تھا۔ (۱)

۲۔ عبید اللہ سے بطور مرفوع: قبروں کی زیارت کرو کیونکہ اس سے زہد دنیا اور یاد آخرت ہوتی ہے۔ (۲)

۳۔ انس بن مالک سے حدیث اول۔ (۳)

۴۔ یہی حدیث ابن عباس سے۔ (۴)

۵۔ زید بن خطاب سے۔ (۵)

۶۔ بطور مرفوع ابو ہریرہ سے۔ (۶)

۷۔ بریدہ سے بطور مرفوع۔ (۷)

۱۔ صحیح مسلم (ج۲، ص۳۶۶ کتاب الجنائز) سنن ترمذی (ج۳، ص۳۷۰ حدیث ۱۰۵۴) سنن نسائی ج۴، ص۸۹ (ج۱، ص۶۵۴ حدیث ۲۱۵۹) المستدرک علی الصحیحین ج۱، ص۳۷۴ (ج۱، ص۵۳۰ حدیث ۱۳۸۵) مصابح السنۃ، ج۱، ص۱۱۶ (ج۱، ص۵۶۹ حدیث ۱۲۳۹) الترغیب والترہیب ج۴، ص۱۱۸ (ج۴، ص۳۵۷) تیسیر الوصول ج۴، ص۲۱۰ (ج۴، ص۲۵۴)

۲۔ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۴۷۶ (ج۱، ص۵۰۱ حدیث ۱۵۷۱) اخبار مکہ ج۲، ص۱۷۰ (ج۲، ص۲۱۱) المستدرک علی الصحیحین ج۱، ص۳۷۵ (ج۱، ص۵۳۱ حدیث ۱۳۸۷) الترغیب والترہیب، ج۴، ص۱۱۸ (ج۴، ص۳۵۷) السنن الکبریٰ ج۴، ص۷۷.

۳۔ المستدرک علی الصحیحین ج۱، ص۳۵۷ (ج۱، ص۵۳۱ حدیث ۱۳۸۸)

۴۔ المعجم الکبیر (ج۱۱، ص۲۰۲ حدیث ۱۱۶۵۳) المعجم الاوسط (ج۳، ص۳۴۳ حدیث ۲۷۳۰) مجمع الزوائد، ج۳، ص۵۸.

۵۔ المعجم الکبیر، (ج۵، ص۸۲ حدیث ۴۶۴۸) مجمع الزوائد، ج۳، ص۵۸.

۶۔ صحیح مسلم (ج۲، ص۳۶۵، حدیث ۱۰۶) مسند احمد بن حنبل ج۱، ص۴۴۱ (ج۳، ص۱۸۶ حدیث ۹۳۹۵) سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۴۷۶ (ج۱، ص۵۰۱ حدیث ۱۵۷۲) سنن ابی داؤد ج۲، ص۷۲ (ج۳، ص۲۱۸ حدیث ۳۲۳۴) سنن نسائی ج۴، ص۹۰ (ج۱، ص۶۵۴ حدیث ۲۱۸۱) المستدرک علی الصحیحین ج۱، ص۳۷۶ (ج۱، ص۵۳۱ حدث ۱۳۹۰) الترغیب والترہیب، ج۴، ص۱۱۸ (ج۳، ص۳۵۷)

۷۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص۳۷۶ (ج۱، ص۳۲ حدیث ۱۳۹۱)

۸۔انس بن مالک سے: میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب چاہو تو زیارت کر سکتے ہو کیونکہ اس سے دل نرم ہوتا ہے آنکھیں بھیگتی ہیں اور آخرت کی یاد آتی ہے لیکن نامناسب بات مت کہو۔(۱)

۹۔زید بن ثابت سے: قبروں کی زیارت کرو اور بیہودہ بات نہ کرو۔(۲)

۱۰۔ابوذر سے بطور مرفوع۔(۳)

۱۱۔ابوسعید خدری سے بطور مرفوع۔(۴)

۱۲۔طلحہ بن عبداللہ۔(۵)

۱۳۔حضرت علیؑ سے بطور مرفوع۔(۶)

۱۴۔ابوالولید ازرقی نے اخبار مکہ میں۔(۷)

۱۵۔ثوبان سے بطور مرفوع۔(۸)

۱۶۔شیخ شعیب حریفیش الروض الفائق میں۔(۹)

۱۷۔جابر سے بطور مرفوع۔(۱۰)

۱۸۔ام سلمہ سے بطور مرفوع۔(۱۱)

۱۔مسند احمد بن حنبل ج۳،ص۲۵۰ (ج۴،ص۱۱۹ حدیث ۱۳۰۷۵) المستدرک علی الصحیحین ج۱،ص۳۷۶ (ج۱،ص۵۳۲ حدیث ۱۳۹۳) سنن بیہقی، ج۴،ص۷۷.

۲۔المعجم الصغیر، (ج۲،ص۴۳) مجمع الزوائد، ج۳،ص۵۸.

۳۔المستدرک علی الصحیحین ج۱،ص۳۷۷ (ج۱،ص۵۳۳ حدیث ۲۳۹۵)

۴۔مسند احمد بن حنبل ج۳،ص۳۸ (ج۳،ص۴۲۷ حدیث ۱۰۹۳۶) المستدرک علی الصحیحین ج۱،ص۳۷۵ (ج۱،ص۵۳۰ حدیث ۱۳۹۶) سنن بیہقی، ج۴،ص۷۷، الترغیب والترہیب، ج۴،ص۱۱۸ (ج۴،ص۳۵۷) مجمع الزوائد، ج۳،ص۵۸.

۵۔سنن ابی داؤد ج۱،ص۳۱۹ (ج۲،ص۲۱۸ حدیث ۲۰۴۳) سنن بیہقی ج۵،ص۲۴۹.

۶۔مسند احمد بن حنبل ج۱،ص۱۴۵ (ج۱،ص۲۳۴ حدیث ۱۲۴۰، ج۲،ص۳۳ حدیث ۴۳۰) ج۱،ص۴۵۲، مجمع الزوائد، ج۳،ص۵۸.

۷۔خبار مکہ، ج۲ص۱۷۰ (ج۲،ص۲۱۱)

۸۔معجم الطبرانی (ج۲،ص۹۴ حدیث ۱۴۱۹) مجمع الزوائد، ج۳ص۵۸.

۹۔الروض الفائق فی المواعظ والرقائق، ج۱،ص۱۹ (ص۲۲)

۱۰۔تاریخ بغداد، ج۱۳،ص۲۶۴.

۱۱۔المعجم الکبیر، (ج۲۳،ص۲۷۸ حدیث ۶۰۲) مجمع الزوائد، ج۳،ص۵۸.

۱۹۔ حضرت عائشہ سے۔(۱)

۲۰۔ حضرت عائشہ ہی سے زیارت قبور کی تاکید۔(۲)

۲۱۔ حضرت فاطمہؑ ہر شب جمعہ حضرت حمزہؑ کے قبر کی زیارت کو جاتی تھیں۔(۳)

ان کے علاوہ بھی احادیث ہیں، اختصار کے خیال سے ترک کیا گیا ہے۔ جسے تفصیل کی طلب ہو کتب فقہ کی طرف رجوع کرے۔

"فَلْيَاتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ اِنْ كَانُوا صَادِقِيْنَ". (اگر یہ اپنی بات میں سچے ہیں تو یہ بھی ایسا ہی کوئی کلام لے آئیں)(۴)

آداب زیارت قبور

زائروں کو مندرجہ ذیل باتوں کی مراعات کرنی چاہئے:

زائر پاک ہو، زائر میت کے پائیں سے آئے سر کی طرف سے نہیں، زیارت کے وقت قبر کا رخ کرے، قرآن، یٰسین اور توحید پڑھے، میت کے لئے رو بہ قبلہ دعا کرے، قرآن کی تلاوت رو بہ قبلہ کرے، پاک پانی قبر پر چھڑکے، میت کے لئے صدقہ دے، ننگے پیر رہے لات نہ مارے۔

زیارت کے بارے میں اقوال:

۵۔۱۔ عائشہ سے بطور مرفوع: رسول خداؐ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ آپ کے پرودگار نے حکم دیا ہے کہ آپ بقیع جا کر ان کے لئے مغفرت کی دعا کیجئے۔ عائشہ نے پوچھا: ہم کیسے

۱۔ صحیح مسلم (ج۲، ص۳۶۳ کتاب الجنائز) سنن بیہقی ج۴، ص۷۹، ج۵، ص۲۴۹، مغنی المحتاج، ج۱، ص۳۵۷ (ج۱، ص۳۶۵)

۲۔ مجمع الزوائد، ج۳، ص۵۸، تاریخ بغداد ج۴، ص۲۲۸، المعجم الاوسط، (ج۶، ص۹۸ حدیث ۵۲۰۵)

۳۔ وہاں نماز پڑھتی تھیں اور گریہ فرماتی تھیں، سنن بیہقی، ج۴، ص۷۸، المستدرک علی الصحیحین ج۱، ص۳۷۷ (ج۱، ص۵۳۳ حدیث ۱۳۹۶)

۴۔ سورہ طور آیت ۳۴

استغفار کریں؟ فرمایا کہو: **السّلام علی اهل الدیار من المومنین و المسلمین یرحم الله المستقدمین منا و المساخرین و انا انشاء الله بکم لاحقون.** ابو ہریرہ اور ابن عباس کی دعا میں قدرے فرق ہے۔(۱)

۶۔۷۔ امیر المومنینؑ کوفے میں زیارت قبور فرماتے۔(۲)

آپ یہ دعا پڑھتے "**السّلام علیکم یا اهل الدیار ...**"

۸۔ فیروز آبادی سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں کہ زیارت قبور، رسول خداؐ کی عادت تھی۔ آپ ان کے لئے استغفار کرتے۔ اور یہ مستحب ہے۔(۳)

۹۔ محمد حنفیہ قبر امام حسنؑ پر گریہ کرتے ہوئے گلوگیر انداز میں کہنے لگے:

"**رحمک اللّٰه ابا محمد فلئن عزت حیاتک فلقد هدت وفاتک ولنعم الروح روح ضمه بدنک....**"

"اے ابو محمدؑ! خدا آپ پر رحمت نازل کرے، اگر آپ کی حیات عزت بخش تھی تو وفات ذلت آور، وہ بہترین روح تھی جو آپ کے بدن میں تھی، آپ کا بہترین بدن کفن میں ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ بقیہ اولاد انبیاء، راہ ہدایت اور اصحاب کساء میں سے تھے۔ آپ نے دست حق سے غذا حاصل کی، دامن اسلام میں تربیت ہوئی۔ آپ کی موت وحیات دونوں پاکیزہ ہے۔ میں خون دل روتا رہوں گا۔ آپ کی خیر و بھلائی میں مجھے کوئی شک نہیں"۔(۴)

۱۰۔ حضرت علیؑ خباب کی قبر پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں: خدا خباب پر رحمت نازل کرے! رغبت سے اسلام لائے، فرمانبرداری سے جہاد کیا، مجاہدانہ زندگی بسر کی، حوادث کو پیچھے چھوڑ گئے اور خدا نیک

۱۔ صحیح مسلم، (ج ۲، ص ۳۶۳ حدیث ۱۰۳ کتاب الجنائز) سنن بیہقی ج ۴، ص ۷۹، مسند احمد (ج ۳، ص ۷۰ حدیث ۸۶۶۱) سنن ابی داؤد (ج ۳ ص ۲۱۹ حدیث ۳۲۳۷) سنن نسائی (ج ۱، ص ۶۵۶ حدیث ۲۱۶۶) سنن ترمذی (ج ۳، ص ۳۶۹ حدیث ۱۰۵۳) مصابیح السنۃ (ج ۱، ص ۵۶۹ حدیث ۱۲۴۲)

۲۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۹، البیان والتبیین، ج ۳، ص ۹۹ (ج ۳، ص ۱۰۲) العقد الفرید، ج ۲ ص ۶ (ج ۳، ص ۱۱)

۳۔ سفر السعادۃ، ص ۵۷ (ج ۱، ص ۱۸۳)

۴۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۸ (ج ۳، ص ۱۳)

لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔(۱)

۱۱۔ عائشہ اپنے باپ ابوبکر کی قبر پر کھڑی ہو کر کہنے لگیں: خدا آپ کا چہرہ شاداب کرے، عمل شائستہ کا اجر دے، دنیا سے منہ پھیر کر دنیا کو ذلیل اور آخرت کی طرف رخ کر کے سرخرو کیا، آپ کی مصیبت رسولؐ کے بعد سخت تھی، قرآن نے صبر کا حکم دیا ہے اس لئے کہتی ہوں: ﴿إِنَّ لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾، آپ کے لئے کثرت سے استغفار کرتی رہوں گی، آپ پر خدا کی سلامتی۔(۲)

۱۲۔ حسن بصری مقبرے میں دعاء پڑھتے: **اللّٰهم رب هذه الاجساد ...** (۳)

۱۳۔ ابن سماک نے ابو سلیمان طائی کی قبر پر ان کے فضائل بیان کئے۔(۴) اس قسم کی بے شمار روایتیں ہیں۔

ارشاداتِ مشائخ

۱۔ عبدری مالکی المدخل (۵) میں سلام قبور کا طریقہ بتاتے ہیں کہ اموات پر سلام کا طریقہ یہ ہے: **السّلام علیکم اهل الدیار من المومنین ...** پھر کہے: **اللّٰهم اغفرلنا ولهم**. پھر وہاں تھوڑا بہت دعا کرے کیونکہ ان کے اعمال کا سلسلہ بند ہو چکا ہے، روبقبلہ بیٹھے اور حمد و صلوات کے بعد میت کے لئے دعائے خیر کرے۔ یہ عام قبروں کا طریقہ تھا۔ اگر میت اہم شخصیت کی ہے تو خدا سے توسل کا طلبگار ہو کیونکہ رسول اکرمؐ کا توسل ثابت ہے اور وہ بہترین توسل ہے، یہ بات شریعت سے ثابت ہے۔ بخاری کی روایت ہے: انس کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب قحط کے ایام میں رسولؐ کے چچا عباس کے ذریعے متوسل ہوئے اور کہا: تو ہمیں سیراب کر دے۔ اس دعا کے بعد بارش ہوئی۔(۶)

۱۔ العقد الفرید، ج۲، ص۷ (ج۳، ص۱۲)
۲۔ المستطرف ج۲، ص۳۳۸ (ج۲، ص۳۰۱)
۳۔ العقد الفرید، ج۲، ص۶ (ج۳، ص۱۲۔۱۱)
۴۔ صفۃ الصفوۃ ج۳، ص۸۲ (ج۳، ص۱۳۶ نمبر ۴۴۲)
۵۔ المدخل، ج۱، ص۲۵۴.
۶۔ صحیح بخاری (ج۱، ص۳۴۲ حدیث ۹۶۴، ج۳، ص۱۳۶۰ حدیث ۳۵۰۷)

پھر صالحین کی قبر سے متوسل ہو کیوں کہ حاجت پوری ہوتی ہے، مغفرت ہوتی ہے۔ پھر اپنے اور والدین وغیرہ کے لئے دعا کرے۔ اگر کوئی حاجت ہو تو قبور صالحین ہی کے توسل سے دعا کرے کیونکہ وہ خدا اور مخلوقات کے درمیان واسطہ ہیں، خدا نے انھیں شرافت و کرامت بخشی ہے اور منتخب بندے ہیں۔ صاحب سفینۃ النجاۃ لکھتے ہیں کہ ارباب بصیرت پر روشن ہے کہ زیارت قبور صالحین پسندیدۂ خدا ہے اس لئے ان سے توسل کرنا چاہئے، ان کی برکت کا فیض موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ علماء کا معمول رہا ہے کہ وہ ان سے شفاعت طلب کرتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ حدیث رسولؐ: لا تشد الرحال کا سہارا لے کر اس بات پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ امام غزالی نے مفید جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اولیاء سے برکت حاصل کرنا، عبادت کے لئے سفر کرنے کا حصہ ہے۔ (۱)

۲۔ عز الدین اردبیلی بھی الانوار میں زیارت قبور کو مستحب سمجھتے ہیں، لیکن عورتوں کے لئے زیارت قبور مکروہ ہے۔ قبر کی طرف متوجہ ہو کر رحمت و برکت کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (۲)

۳۔ ابن نجیم مصری نے بحر الرائق اور بدائع نسفی کے حوالے سے زیارت قبور کو مستحب کہا ہے۔ (۳) مجتبیٰ میں اس کو مندوب کہا گیا ہے لیکن عورتوں کے لئے حرام کا قول ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ انھیں بھی اجازت ہے۔

۴۔ ابن حجر مکی نے ایک استفتاء کے جواب میں فرمایا کہ زیارت اولیاء قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور اس کے لئے سفر بھی مستحب ہے، اگر چہ اولیاء کی قبر پر اختلاط زن و مرد سبب مفاسد بھی ہو کیونکہ مفاسد سے زیادہ ثواب متوقع نہیں ہوتا ہے۔ کوشش کرنا چاہئے کہ اختلاط نہ ہو لیکن اس سے زیارت قبور اولیاء حرام نہیں ہو جائے گی۔ (۴)

۵۔ خطیب شربینی بھی ارباب فضل و خیر کی قبر کی زیارت کو مستحب کہتے ہیں۔ (۵)

۶۔ ملا علی ہروی قاری، مرقاۃ میں زیارت قبور کی اجازت دیتے ہیں بلکہ مستحب قرار دیتے ہیں۔

۱۔ احیاء العلوم، (ج ۲، ص ۲۲۸)

۲۔ الانوار لاعمال الابرار فی الفقہ الشافعی ج ۱، ص ۱۲۴۔

۳۔ البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق، ج ۲ ص ۱۹۵)

۴۔ الفتاوی الکبریٰ الفقہیہ، ج ۲، ص ۲۴۔

۵۔ مغنی المحتاج، ج ۱، ص ۳۵۷ (ج ۱، ص ۳۶۵)

ابن عبدالبر تو اس کو واجب قرار دیتے ہیں۔(۱)

۷۔ ابن اخلاص نے مردوں کے لئے مستحب اور عورتوں کے لئے حرام کا قول لکھ کر اپنی رائے دی ہے کہ اجازت ہے دونوں کے لئے۔ روایت انس کے مطابق قبر پر سورۂ یٰسین پڑھنا چاہئے کیونکہ اس سے عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے جس طرح شب جمعہ میں تخفیف عذاب ہوتی ہے۔(۲)

۸۔ ابن عابدین، ردالمختار علی الدر المختار میں ہر ہفتہ زیارت قبور کو مستحب قرار دیتے ہیں اور چونکہ اموات کو روز جمعہ آنے والوں کی خبر ہوتی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ روز جمعہ افضل ہے۔(۳)

۹۔ شیخ باجوری یاد آخرت کے لئے زیارت قبور مستحب قرار دیتے ہیں لیکن عورتوں کے لئے حرام ہے کیونکہ ان کے پاس صبر کی کمی ہے۔ وہاں دعا پڑھنا، ان کے نام سے صدقہ کرنا یہ سب جائز ہے اور میت کو اس کا ثواب پہونچتا ہے۔(۴)

۱۰۔ مفتی بیروت فاخوری بھی زیارت قبور مردوں کے لئے مستحب اور عورتوں کے لئے مکروہ قرار دیتے ہیں۔

۱۱۔ شیخ سقا، ارشادات سنیہ میں روایت مسلم کی بناء پر مردوں کے لئے مستحب قرار دیتے ہیں اور عورتوں کے لئے صرف رسول اکرمؐ، عالم وصالح اور اعزہ کی قبروں پر زیارت کی اجازت دیتے ہیں، اگر وہ شہر کے حدود میں ہو اگر شہر سے باہر ہو تو شوہر یا ولی سے اجازت لے۔ اس سے عبرت ویاد آخرت آتی ہے۔(۵) پھر آگے آداب زیارت بیان کرتے ہیں۔

۱۲۔ منصور علی ناصف، التاج الجامع میں فرماتے ہیں کہ ان دنوں زیارت قبور بالاتفاق مستحب ہے بلکہ ابن حزم نے اسے واجب قرار دیا ہے خواہ عمر میں ایک ہی بار ہو، عورتوں کو اس شرط کے ساتھ اجازت ہے کہ بے صبری نہ کریں اور بناؤ سنگھار مقصود نہ ہو۔ حضرت عائشہ کا اپنے بھائی عبد الرحمٰن کی قبر پر

۱۔ المرقاۃ شرح المشکاۃ ج۲، ص۴۰۴ (ج۴، ص۲۴۸ حدیث ۱۷۶۲)

۲۔ غرر الاحکام مطبوع بر حاشیہ درر الحکام ج۱ ص۱۶۷.

۳۔ ردالمختار علی الدر المختار، ج۱، ص۶۳۰ (ج۱، ص۶۰۴)

۴۔ حاشیہ بر شرح ابن غزی، ج۱، ص۲۷۷.

۵۔ الارشادات السنیہ ص۱۱۱.

جانا ثابت ہے۔(۱)

۱۳۔ چاروں مذاہب کے علماء نے الفقہ علی المذاہب الاربعۃ میں زیارت قبور کو عبرت اور یاد آخرت کے لئے جائز قرار دیا ہے۔ روز جمعہ اور ایک دن قبل و بعد بھی جائز ہے اور اس کی تاکید کی ہے۔ وہاں دعائیں پڑھنا چاہئے اور تضرع وزاری کرنا چاہئے۔ جس طرح مردوں کے لئے مستحب ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی مستحب ہے بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور وہ نوحہ خوانی نہ کریں۔(۲)

مُردوں کے لئے نذر و نیاز

ابن تیمیہ اور اس کے جرگے نے اس مسئلے میں بڑا شور مچایا ہے، گذشتہ صفحات میں قصیمی (ص ۹۰) کا قول بیان کیا گیا کہ یہ سب شیعوں کی علیؑ و اولاد علیؑ کے ساتھ غلو پسندی کی علامت ہے۔ حالانکہ یہ صرف افترا ہے۔ اس معاملے میں صرف شیعہ ہی نہیں اہل سنت حضرات کو بھی اس سے پوری طرح اتفاق ہے۔

خالدی نے صلح الاخوان (ص ۱۰۲۔۱۰۹) میں تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کی ہے۔ وہ عمل کا دارو مدار نیت پر قرار دے کر فرماتے ہیں کہ اگر اس سے خود مردے کی ذات سے تقرب مقصود ہو تو قطعاً جائز نہیں لیکن اگر اس سے تقرب الی اللہ مقصود ہے اور اس کے ذریعہ سے مردے کو فائدہ پہونچانا مقصود ہے تو ایسی نذر جائز اور منت مان کے وفا کرنا واجب ہے۔ اس بات پر اذرعی، زرکشی، ابن حجر مکی، رملی شافعی، قبانی بصری، نووی، علاء الدین حنفی، خیر الدین رملی، غزی اور شیخ قاسم بھی متفق ہیں۔

رافعی نے صاحب التہذیب وغیرہ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص معینہ رقم کو اپنے ہم وطن پر صدقہ کرنے کا قصد کرے تو اسے صدقہ دینا چاہئے۔ اس کے بعد تشریح کرتے ہیں کہ اسی طرح اگر کوئی نذر کرے کہ جرجان کے قبر والوں کو ہدیہ کرے پھر وہاں وہ رقم جمع ہو کر لوگوں میں تقسیم ہو جو معروف طریقہ ہے تو نذر واقع ہو جائے گی، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نذر عرفی ہوگی تو واقع ہو جائے گی اس کے

۱۔ التاج الجامع للاصول ج ۱، ص ۳۱۸ (ج ۱، ص ۳۸۱، ۳۸۲)

۲۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، ج ۱، ص ۴۲۴ (ج ۱، ص ۵۴۰)

علاوہ طریقہ میں دو وجہوں سے اختلاف ہے: ایک یہ کہ نذر صحیح نہ ہوگی کیونکہ شرعی ثبوت نہیں۔ دوسرے یہ کہ نذر صحیح ہوگی جب کہ نذر کرنے والا خیر میں مشہور ہو۔ ایسی صورت میں مخصوص مصالح میں اسے خرچ ہونا چاہئے اگر اس سے تجاوز نہ کرے۔ اگر معروف طریقہ نہ اپنایا جائے تو سبکی کے فتوے کے مطابق نذر باطل ہے۔(۱)

عزامی، فرقان القرآن (ص ۱۳۳) میں کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص رسول اکرمؐ یا دیگر انبیاء و اولیاء کے لئے نذر کرے یا کوئی جانور ذبح کرے تو وہ ان مشرکوں کی طرح ہے جو بتوں کے لئے قربانی کرتے ہیں اور منت مانتے ہیں اس طرح وہ غیر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور کافر ہیں۔ اس سلسلے میں بڑا طولانی کلام کیا ہے۔ بعد کے مریدوں نے ابن تیمیہ کے نظریہ کو اور بھی بڑھا چڑھا دیا ہے لیکن یہ اصل میں شرعی دھوکہ ہے۔ وہ مفہوم کو غلط ڈھنگ سے پیش کر رہے ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ قربانیاں میت کو نہیں پیش کی جاتیں، انبیاء و اولیاء وغیرہ کو بھینٹ نہیں کی جاتیں بلکہ اس کا ثواب انھیں خدا کے ذریعے سے پہونچایا جاتا ہے۔ علماء اہل سنت کا اجماع ہے کہ نذروں کا صدقہ مردوں کے لئے نفع بخش ہے اور انھیں پہونچتا بھی ہے، اس کی تائید میں احادیث صحیحہ بھی موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت سعد نے بارگاہ رسولؐ میں عرض کی: میری والدہ گذر چکی ہیں اگر وہ زندہ ہوتیں تو میں جانتا ہوں کہ وہ یقیناً صدقہ کرتیں اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کے لئے مفید ہوگا؟ رسول خداؐ نے فرمایا: ہاں۔ پوچھا: کون سا صدقہ زیادہ نفع بخش ہوگا؟ فرمایا: پانی۔ سعد نے کنواں کھدوادیا تو رسول خداؐ نے فرمایا: "ھذہ لأم سعد" یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔ یہاں لام اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ صدقہ کا فائدہ میت کو پہونچے گا نہ کہ عبادت اور تقرب کے لئے ہے چنانچہ آیت ہے ﴿إنما الصدقات للفقراء﴾ (بلاشبہ صدقات فقراء کے لئے ہیں) یہاں لام افادیت کے لئے ہے عبادت کے لئے نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی قربانی کرتا ہے تو وہ میت کے ثواب کے لئے کرتا ہے، اسی طرح ہدایا کا ثواب میت کو لازمی طور سے پہونچتا ہے اور شرعی حیثیت سے ثابت ہے فقہی کتابوں میں عام طور سے یہ بات ملتی ہے۔

۱۔ فتاویٰ سبکی، ج۱، ص۲۹۴.

اسی طرح نذر قربانی، انبیاء واولیاء کے لئے شرعی حیثیت سے ثابت ہے، اس معاملے میں کوئی بھی اسلامی فرقہ اختلاف نہیں کرتا۔ خالدی نے اسی مفہوم کو بیان کیا ہے کہ جب کوئی کہتا ہے کہ میں نے میت کے لئے قربانی کی تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی طرف سے خیرات کی۔

ایک استدلال ابوداؤد کی سنن سے بھی کیا جاتا ہے: ثابت بن ضحاک کی روایت ہے کہ ایک شخص نے زمانۂ رسولؐ میں نذر کی کہ ''بوانہ'' میں اونٹ کی قربانی کرے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: کیا عہد جاہلیت میں وہاں عبادت ہوتی تھی؟ کہا: نہیں۔ پوچھا: کیا وہاں تقریب وغیرہ منائی جاتی تھی؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: تو پھر وہاں جا کر نذر پوری کرو۔ بس معصیت خدا میں نذر پوری نہیں کرنی چاہئے اور جہاں انسان مالک نہیں ہے اس جگہ نذر پوری نہیں کرنی چاہئے۔(۱)

سنن ابوداؤد میں عمر بن شعیب سے مروی ہے کہ ایک عورت نے رسول خداؐ کی خدمت میں عرض کی: میں نے نذر کی ہے کہ سر پر باجہ بجاؤں۔ فرمایا: نذر پوری کرو۔ (توبہ کرو، اس حدیث سے عظمت نبوت مجروح ہوتی ہے) اس نے عرض کی: میں نے نذر کی ہے کہ فلاں جگہ جہاں جاہلیت کے زمانے میں قربانی کی جاتی تھی، قربانی کروں؟ پوچھا: کیا قربانی غیر خدا کے لئے ہے؟ بولی: نہیں۔ فرمایا: بت کے لئے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: تو پھر اپنی نذر وفا کرو۔(۲)

اسی طرح معجم البلدان میں میمونہ بنت کردم کی حدیث ہے کہ ان کے باپ نے نذر کی بوانہ میں پچاس بکریوں کی قربانی کروں۔ رسولؐ نے پوچھا: کیا وہاں بت ہیں؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: تو پھر اپنی نذر وفا کرو۔ انھوں نے ۴۹ بکریوں کی قربانی کی، ایک بھاگی تو پکڑ کے ذبح کیا اور نذر پوری کی۔(۳)

خالدی، صلح الاخوان میں کہتے ہیں کہ خوارج کا یہ استدلال کہ انبیاء واولیاء کی قبریں بت ہیں یا نذر، عہد جاہلی کی تقریبات میں سے ہے اس لئے نذر نہ کرنی چاہئے۔ یہ بات انبیاء کی انتہائی توہین کے مترادف ہے، اس لئے ان کے اقوال لائق معافی نہیں۔ یہ اپنی جہالت میں پڑے رہیں گے اور

۱۔ سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۸۰ (ج ۳، ص ۲۳۸ حدیث ۳۳۱۳)

۲۔ سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۸۱ (ج ۳، ص ۲۳۷ حدیث ۳۳۱۲)

۳۔ معجم البلدان، ج ۲، ص ۳۰۰ (ج ۱، ص ۵۰۵)

توسل کو عبادت سمجھتے رہیں گے۔(۱)

﴿ أُوْلَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَائَهُمْ ﴾ (خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے اور یہ خواہش نفس کی پیروی کرتے رہتے ہیں)(۲)

زیارت کے مقبرے

دنیائے اسلام میں بہت سے مقبرے ہیں جہاں دور و نزدیک سے مسلمان زیارت کے لئے آتے ہیں۔ان کے متعلق چاروں فقہ کے علماء نے درس آمیز کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مقبروں کی زیارت شعائر اسلامی میں داخل ہے۔ ہر صدی اور ہر عہد میں لوگ اس سے کسب فیض کرتے رہے ہیں:

۱۔مؤذن رسولؐ، بلال بن حمامہ کا مقبرہ دمشق میں ہے۔اس جگہ دعائیں مستجاب ہوتی ہیں مجرب ہے۔(۳)

۲۔سلمان فارسی کا مقبرہ: اچھی خاصی تعمیر ہے۔خطیب بغدادی، ابن جوزی وغیرہ نے زیارت کی ہے۔(۴)

۳۔طلحہ بن عبید اللہ: جنگ جمل میں مقتول ہوئے، عشرہ مبشرہ کی فرد تھے، بصرہ میں ان کا مقبرہ مرجع خلائق ہے۔(۵)

۴۔زبیر بن عوام: ۳۸۶ھ میں بصرہ والوں نے ان کا مقبرہ تلاش کیا۔مرجع خلائق ہے۔(۶)

۵۔ابو ایوب انصاری: لوگ ان کے وسیلہ سے خشک سالی میں بارش کی دعا کرتے ہیں۔(۷)

۱۔صلح الاخوان، ص۱۰۹.
۲۔(سورۂ محمد آیت/۱۶)
۳۔رحلۃ بن جبیر ص۲۲۹
۴۔المنتظم، ج۵، ص۷۵ (ج۱۲، ص۲۴۱ نمبر ۱۷۶۵)
۵۔رحلۃ بن بطوطہ، ج۱، ص۱۱۶ (ص۱۸۷)
۶۔المنتظم ج۷، ص۱۸۷ (ج۱۴، ص۳۸۳)
۷۔المستدرک علی الصحیحین ج۳، ص۴۵۸ (ج۳، ص۵۱۸ حدیث ۵۹۲۹) صفۃ الصفوۃ ج۱، ص۱۸۷ (ج۱، ص۴۷۰ نمبر ۴۰) تاریخ بغدادی ج۱، ص۱۵۴، البدایۃ والنہایۃ ج۸، ص۵۹ (ج۸، ص۶۵) دول الاسلام ج۱، ص۲۲ (ص۲۸)

۶۔ سر امام حسینؑ: یہ مقبرہ مصر میں ہے۔ ابن جبیر (متوفی ۶۱۳) اپنی کتاب رحلۃ (۱) میں لکھتے ہیں کہ سر مبارک نقرئی صندوق میں رکھا ہوا، زیر زمین مدفون ہے۔ اوپر ایسا عظیم الشان مقبرہ بنا ہوا ہے کہ اس کی توصیف کے لئے لفظیں نہیں ملتیں۔ حریری پردے، سونے کے فانوس میں رکھی ہوئی شمعیں جنھیں دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔ روضۂ مبارک میں مسجد کی بھی بہترین تعمیر ہے جس میں ریشمی پردے آویزاں ہیں، لوگ ضریح مبارک کا بوسہ لیتے ہیں، طواف کرتے ہیں، دعا پڑھتے ہیں۔ غرض ایک اژدہام ہوتا ہے۔ خدا سے توسل اور گریہ وزاری کا عجیب سماں ہوتا ہے۔ وہیں قرافہ کے پاس حضرت صالحؑ و یعقوبؑ کے فرزندوں کی قبریں ہیں، آسیہ زوجہ فرعون کی قبر ہے اور چودہ پندرہ افراد اہل سنت کی قبریں ہیں۔

علامہ شبراوی نے الاتحاف (۲) میں اس مشہد مقدس کے خصوصیات و زیارت اور کرامات وغیرہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ابو الخطاب بن دحیہ کا بھی مفید رسالہ ہے جس میں قاضی زکی الدین کا استفتاء بھی ہے کہ جو شخص بھی اس شرف و برکت سے بھرپور جگہ پر حسن اعتقاد رکھے اس کے لئے مفید ہے والسلام۔

شبراوی نے نابینا شخص شمس الدین قعوینی کی بصارت واپس آنے اور قالین چڑھانے کا واقعہ لکھا ہے۔ وہ قالین سلطان محمد خاں والی مصر کے عہد تک رہی۔ شبراوی نے آل طٰہ کی مدح میں نظمیں بھی درج کی ہیں۔

۷۔ عمر بن عبدالعزیز کے مقبرے پر لوگ زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ (۳)

۸۔ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا مقبرہ بھی بغداد میں عظیم الشان ہے۔ امام شافعی اس مزار سے توسل و تبرک فرمایا کرتے تھے۔ (۴) وہاں نماز پڑھ کر حاجتیں طلب کی جاتی ہیں۔ (۵)

۱۔ رحلہ بن ابن جبیر، ص ۱۲ (۱۹)

۲۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۴۰۔۲۵ (ص ۱۱۰۔۷۵)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۱۴ (ج ۱، ص ۱۲۱ نمبر ۱۰۴) ۴۔ تاریخ بغدادی ج ۱، ص ۱۲۳۔

۵۔ خوارزمی کی مناقب ابوحنیفہ ج ۲، ص ۱۹۹، کردی کی مناقب احمد، ج ۲، ص ۱۱۲ مفتاح السعادۃ، ج ۲، ص ۸۲ (ج ۲، ص ۱۹۳)

۹۔مصعب بن زبیر کے مقبرے کی بھی اسی طرح زیارت کی جاتی ہے جس طرح قبر امام حسینؑ کی۔(۱)

۱۰۔مالکیوں کے امام مالک بن انس کی قبر بقیع مدینہ میں ہے۔(۲)

۱۱۔لیث بن سعد حنفی کا مقبرہ بھی زائروں کی آماجگاہ ہے۔(۳)

۱۲، کاظمین شریف میں امام کاظمؑ کا مقبرہ مرجع خلائق اور باب الحوائج ہے۔(۴)

۱۳۔امام ثامن ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ کا مقبرہ خراسان میں مرجع خلائق ہے جہاں ائمہ ومحدثین حاضری دیتے رہتے ہیں۔(۵)

۱۴۔عبداللہ بن غالب حدانی کا مقبرہ بھی ہے جو روز ترویہ قتل ہوئے، لوگ ان کی خاک قبر کو کپڑوں میں مشک کی طرح لگاتے ہیں۔(۶)

۱۵۔عبداللہ بن عون ابوعون خزار بصری کا مقبرہ بھی ہے۔(۷)

۱۶۔علی بن نصر بن علی کا مقبرہ۔(۸)

۱۷۔معروف کرخی کا مقبرہ بھی تریاق مجرب کہا جاتا ہے۔(۹)

۱۸۔عبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن الحسینؑ کا مقبرہ بھی مقبرۂ نذور کے نام سے معروف ہے۔(۱۰)

۱۹۔امام شافعی کا مقبرہ بھی قرافۂ صغریٰ میں مرجع خلائق ہے۔(۱۱)

۱۔المنتظم، ج۷، ص۲۰۶ (ج۱۵، ص۱۴)

۲۔الجواہر المضیئۃ ج۱، ص۴۱۷ (ج۲، ص۲۰۷ نمبر ۱۱۳۱)　　۳۔رحلۃ بن جبیر ص۱۵۳ (ص۱۷۳)

۴۔تاریخ بغدادی، ج۱، ص۱۲۰، شذرات الذہب، ج۲، ص۴۸ (ج۳، ص۹۷)

۵۔تہذیب ج۷، ص۳۸۸ (ج۷، ص۳۳۹)

۶۔حلیۃ الاولیاء ج۲، ص۲۵۸، تہذیب التہذیب، ج۵، ص۳۵۴ (ج۴، ص۳۱۰)

۷۔حلیۃ الاولیاء، ج۳، ص۳۹، تہذیب التہذیب، ج۵، ص۳۴۸ (ج۵، ص۳۰۵)

۸۔حاشیہ خلاصہ الخزرجی ص۲۳۵ (ج۲، ص۲۵۸ نمبر ۵۰۵۷)

۹۔تاریخ بغدادی، ج۱، ص۱۲۲، صفۃ الصفوۃ، ج۲، ص۱۸۳ (ج۲، ص۳۲۴ نمبر ۲۶۰)

(۱۰) تاریخ بغدادی ج۱، ص۱۲۳۔

۱۱۔وفیات الاعیان، ج۲، ص۳۰ (ج۴، ص۱۶۵ نمبر ۵۵۸) طبقات القراء، ج۲، ص۹۷، دول الاسلام، ج۲، ص۱۰۵ (ص۳۴۳)

۲۰۔ابو سلیمان دارانی۔(۱)

۲۱۔سیدہ نفیسہ۔(۲)

۲۲۔امام احمد بن حنبل کا مقبرہ بھی مرجع خلائق ہے۔(۳)

احمد بن حنبل کے مرقد کے بیشمار فضائل تذکرہ نگاروں نے لکھے ہیں۔ان کی عجوبہ کرامتیں بھی منقول ہیں۔ابن جوزی کی منظوم میں ہے کہ خداوند عالم ہر سال احمد بن حنبل کے قبر کی زیارت کرتا ہے۔ایک نیک مرد ابو العلی حربی کے بیان کے مطابق شدید بارش میں یہ حضرت زیارت قبر کے لئے گئے، دیکھا کہ قبر دھنس گئی ہے وہ سمجھے کہ بارش کی وجہ سے دھنسی ہے۔قبر سے آواز آئی کہ خداوند عالم میری زیارت کر رہا ہے انھوں نے فرمایا کہ میری قبر میں رسول خداؐ کے بال بھی ہیں، رمضان المبارک میں زیارت کیا کرو۔(۴) حافظ ابن عساکر کے مطابق جو مرقد احمد بن حنبل کی زیارت کرے خدا اسے بخش دیتا ہے۔(۵) احمد بن حنبل کے فضائل و برکات بے شمار ہیں۔

۲۳۔ذوالنون مصری کی قرافۂ صغیر میں قبر ہے۔(۶)

۲۴۔بکار بن قتیبہ بکراوی۔(۷)

۲۵۔ابراہیم حربی۔(۸)

۲۶۔اسماعیل دیلمی۔(۹)

۱۔البدایۃ والنہایۃ، ج۱۰، ص۲۵۹ (ج۱۰، ص۲۸۱)

۲۔وفیات الاعیان، ج۲، ص۳۰۲ (ج۵، ص۴۲۴ نمبر ۷۶۷)

۳۔طبقات الحنابلہ ص۱۱ (ص۱۴) دول الاسلام ج۱، ص۱۱۴ (ص۱۳۰) المنتظم، ج۱۰، ص۲۸۳ (ج۱۸، ص۴۴۸)

۴۔مناقب احمد، ص۴۵۴ (ص۶۰۷)

۵۔تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۴۶ (ج۵، ص۳۳۴ نمبر ۱۳۶)

۶۔وفیات الاعیان، ج۱، ص۱۰۹ (ج۱، ص۳۱۸ نمبر ۱۲۹)

۷۔الجواہر المضیہ، ج۱، ص۱۷۰ (ج۱، ص۴۶۱)

۸۔صفۃ الصفوۃ ج۲، ص۲۳۲ (ج۲، ص۴۱۰ نمبر ۲۸۹)

۹۔صفۃ الصفوۃ ج۲، ص۲۳۳ (ج۲، ص۴۱۳ نمبر ۲۹۲)

۲۷۔علی بن محمد بن بشار۔(۱)

۲۸۔یعقوب بن اسحاق ابوعوانہ۔(۲)

۲۹۔عبداللہ بن احمد بن طباطبا۔(۳)

۳۰۔حافظ علی بن محمد عامری۔(۴)

۳۱۔عبدالملک بن محمد خرگوشی۔(۵)

۳۲۔محمد بن حسن بن فورک اصفہانی۔(۶)

۳۳۔ابوجعفر بن ابی موسیٰ۔

۳۴۔ابوعلی حسن بن ابی الہیش۔(۷)

۳۵۔المعتمد علی اللہ لخمی اندلسی۔(۸)

۳۶۔نصر بن ابراہیم مقدسی۔(۹)

۳۷۔فقیہ شافعی علی بن حسن مصری۔(۱۰)

۳۸۔علی بن اسماعیل محمد۔(۱۱)

۱۔المنتظم، ج۶، ص۱۹۹ (ج۱۳، ص۲۵۲ نمبر ۲۲۲۷)

۲۔تذکرۃ الحفاظ، ج۳، ص۳ (ج۳، ص۷۸۰ نمبر ۷۷۲)

۳۔وفیات الاعیان، ج۱، ص۲۸۲ (ج۳، ص۸۲ نمبر ۳۳۲)

۴۔البدایۃ والنہایۃ، ج۱۱، ص۳۵۱ (ج۱۱، ص۴۰۴)

۵۔شفاء السقام، ص۲۹ (۳۹)

۶۔وفیات الاعیان، ج۲، ص۵۷ (ج۴، ص۲۷۲ نمبر ۱۶۰)

۷۔المنتظم، ج۸، ص۴۶ (ج۱۵، ص۲۰۲ نمبر ۱۳۶۳)

۸۔شذرات الذہب، ج۳، ص۳۹۰ (ج۵، ص۳۸۷)

۹۔شذرات الذہب، ج۳، ص۳۹۶ (ج۵، ص۳۹۷)

۱۰۔شذرات الذہب، ج۳، ص۳۹۹ (ج۵، ص۴۰۲)

۱۱۔نیل الابتہاج، ص۱۹۸۔

۳۹۔خضر بن نصر۔(۱)

۴۰۔نورالدین محمود بن زنگی۔(۲)

۴۱۔قاسم بن فیرہ شاطبی۔(۳)

۴۲۔احمد بن جعفر خزرجی سبتی۔(۴)

۴۳۔محمد بن احمد حنبلی ابوعمرو مقدسی۔(۵)

۴۴۔سیف الدین قمیری۔(۶)

۴۵۔اسحاق بن یحییٰ اعرج۔(۷)

۴۶۔شیخ احمد بن علی بدوی۔(۸)

۴۷۔شیخ حسین جاکی۔(۹)

۴۸۔احمد بن علوان۔(۱۰)

۴۹۔ابوعلی بن بنان۔(۱۱)

۱۔البدایہ والنہایہ، ج۱۲،ص۲۸۷(ج۱۲،ص۳۵۳)

۲۔البدایہ والنہایہ، ج۱۲،ص۲۸۴(ج۱۲،ص۳۵۰)

۳۔طبقات القراء، ج۲،ص۲۳.

۴۔نیل الابتہاج،ص۶۲.

۵۔شذرات الذہب، ج۵،ص۳۰(ج۷،ص۵۶)

۶۔شذرات الذہب، ج۵،ص۱۶۱(ج۷،ص۵۶)

۷۔نیل الابتہاج، ج،ص۱۰۰.

۸۔شذرات الذہب، ج۵،ص۳۴۶(ج۷،ص۵۰۶)

۹۔طبقات الاخیار، ج۲،ص۲.

۱۰۔مراۃ الجنان، ج۴،ص۳۵۷

۱۱۔تاریخ بغداد، ج۱۴،ص۳۲۷

۵۰۔ ابوعبداللہ قرشی اندلسی۔(۱)

۵۱۔ شیخ ابوبکر بن عبداللہ عیدروس باعلوی کی قبر مرجع خلائق ہے۔(۲)

ان قبروں کے لئے دعائیں مستجاب ہونے کی بات مشہور ہے۔(۳) ان کے علاوہ بھی اور مقبرے مرجع خلائق ہیں جنھیں اختصار کے خیال سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

آخری بات

یہ تمام چیزیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ صدر اسلام سے آج تک مقبرے، زیارت گاہ خلائق رہے ہیں۔ تمام فرق اسلامی کے افراد ان مقبروں کی زیارت کرتے، نمازیں پڑھتے، ان سے توسل کرتے اور حاجتیں پیش کر کے پوری ہونے کی تمنا کرتے ہیں۔ اگر یہ سب بدعت و شرک ہے تو پھر ابن تیمیہ اور ان کے جرگے کے علاوہ دنیا میں کوئی مسلمان ہی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ طریقہ جیسا کہ قصیمی نے کہا، صرف شیعوں سے مخصوص نہیں بلکہ زیارت قبور کے معاملے میں چاروں مسلک متفق ہیں۔

قصیمی نے الصراع (۴) میں علامہ امین کا قصیدہ جس میں خاندان اہل بیتؑ سے توسل کا تذکرہ ہے، نقل کر کے کہا ہے کہ شیعوں کے اس طرح کے خیالات انتہائی بدتر اور مخالف اسلام ہیں، قبر حسینؑ سے شفا طلب کرنا اور وہاں حاجتیں پیش کرنا شیعوں کی آفت ہے۔(۵)

''کبرت کلمة تخرج من افواههم''

ان کی زبان سے بڑی بات نکل رہی ہے وہ سراسر جھوٹ بول رہے ہیں۔

احادیث کی ریڑھ ماری

شیعی احادیث کے متعلق مہمل بکواس بہت زیادہ ہے جس کے منھ میں جو آتا ہے ایک غلطی نکال کر

۱۔ شذرات الذہب، ج ۴، ص ۳۴۲ (ج ۶۵، ص ۵۵۶)

۲۔ النور السافر، ص ۸۰۔۸۱

۳۔ شذرات الذہب، ج ۸، ص ۴۶ (ج ۱۰، ص ۹۳)

۴۔ الصراع، ج ۲، ص ۶۴۸

۵۔ الصراع ج ۲، ص ۱۲۔

جگالی کرنے لگتا ہے۔ ایک امام غائب کے جعلی خط کی نشاندہی کرتا ہے۔ دوسرا اسے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کی طرف جھوٹی نسبت دیتا ہے۔ نہ اسے گستاخانہ تہمت کی پرواہ ہے نہ اسے دروغ بافی پر شرم دامن گیر ہوتی ہے۔ اور وہ صاحب ہیں علم کی قئے سے لت پت عبداللہ قصیمی صاحب۔ وہ الصراع (۱) میں لکھتے ہیں:

سچ بات تو یہ ہے کہ شیعہ راویوں میں خواہش نفس کے مرید، دنیاداری کے لئے یا اہل دنیا سے تقرب حاصل کرنے کے لئے اہل سنت اور احادیث کی دشمنی میں حد سے آگے بڑھ جانے والے بہت زیادہ ہیں۔ لیکن علماء اہل سنت نے ان کی ماہیت کو عظیم الشان طریقے پر آشکار کیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں: اہل سنت کے راویوں میں دنیا یا اہل دنیا کے تقرب کے لئے یا پست مقصد یا باطل عقیدے کی کمک کے لئے دوروغ سازی میں متہم افراد موجود ہی نہیں ہیں۔ لیکن ہاں کبھی اہل سنت راویوں کے درمیان ایسے افراد مل جاتے ہیں جن کا حافظہ بہتر نہیں یا انھیں نسیان کا مرض لاحق ہے یا فریب کاروں کے فریب کا شکار ہوگئے ہیں۔ ماہرین رجال نے جرح و تعدیل کر کے اس قسم کے افراد کی نشاندہی کر دی ہے۔

شاید کوئی محقق خیال کرے کہ اس بے بنیاد دعوے میں سچائی کی بو یا صداقت کا شائبہ ہے۔ اسے کیا پتہ کہ بکے ہوئے قلم صرف اتہام طرازی ہی کرتے ہیں۔ آج قوموں کی پیش رفت اسی دروغ بافی پر ہے، سیاست دنیا کا محور ہمہ جہتی طور پر دروغ، تہمت اور پروپگنڈہ ہی پر ہے۔ وہ ان متذکرہ طریقوں سے حالات و نظریات و عقائد کو شخصی منافع کی پیچ میں قطعی الٹ دیتے ہیں۔ آج دنیا میں ایسے افراد موجود ہیں جن کی زر و زیور کی ضرورتیں انھیں دروغ و خرافات کے بل پر پوری ہوتی ہیں۔ وہ اندھے بہرے افراد کو غلط و نادرست باتیں سمجھا دیتے ہیں۔ اور اگر خدا نے "ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید" کے ذریعے تہدید نہ کی ہوتی اور قرآن نے جھوٹ بولنے والے کو عذاب کرنے کی بات نہ کی ہوتی تو یہ لوگ اس سے بھی زیادہ جھوٹ بولتے۔

اسی بنا پر میرے اوپر لازم ہو جاتا ہے کہ قارئین کرام کو اس حقیقت سے آگاہ کریں اور اہل سنت

۱۔ الصراع، ج۱، ص۸۵۔

کے راویوں کا کچا چٹھا بیان کریں کہ جن کے بارے میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ان میں دروغ سازی کرنے والے موجود ہی نہیں۔ ہم یہاں ان راویوں کے نام لکھ رہے ہیں جن کے کذاب ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان میں سبھی دنیاداری، اہل دنیا سے تقرب اور عقائد باطلہ کے کمک کے لئے جعلی حدیثوں کا انبار لگانے والے ہیں۔ ابھی اچھی طرح پردہ فاش ہو جائے گا کہ انھوں نے رسول خداؐ اور ان کی سنت کے ساتھ کیا کیا خیانت کی ہے۔

کذاب اور جعل ساز محدثین

حرف الف (۱۲۲ر راوی):

۱۔ ابان بن جعفر ابو سعید بصری: کذاب، جھوٹی حدیث رسولؐ گڑھتا۔ اس نے ابو حنیفہ کی طرف تین سو سے زیادہ حدیثیں منسوب کر دیں جسے امام ابو حنیفہ نے بیان ہی نہیں کیا۔ (۱)

۲۔ ابان بن فیروز ابو عیاش بصری: شعبہ کہتے ہیں کہ اگر ابو عیاش کذاب نہ ہو تو میرا جامہ، فقیر کو صدقہ دے دو۔ اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس نے رسولؐ کی طرف جھوٹ منسوب کیا۔ احمد بن حنبل نے ابن معین کو خط لکھا، جس میں ابان کی بات لکھی تھی: تو اسے لکھتا ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ ابان کذاب ہے۔ نیز شعبہ ہی کا بیان ہے کہ اگر کوئی مرد زنا کرے تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ ابان سے روایت کرے، اگر میں گدھے کے پیشاب سے لکھوں تو بہتر ہے کہ میں ابان سے روایت کروں۔ اس نے انس سے ڈیڑھ ہزار سے زیادہ بے اصل حدیثیں روایت کی ہیں۔ (۲)

۳۔ ابراہیم بن ابی حیہ، کذاب تھا۔ (۳)

۴۔ ابراہیم بن ابو لیث: کذاب، جعلی حدیثیں بنانے والا اور متروک الحدیث۔ (۴)

۱۔ میزان الاعتدال، ج۱ص۱۰ (ج۱،ص۱۷نمبر۲۲) تذکرۃ الموضوعات ص۱۲۰ (ص۸۴) اللآلی المصنوعہ ج۲،ص۱۳ (ج۲،ص۲۳)

۲۔ تہذیب التہذیب، ج۱،ص۹۹ (ج۱،ص۸۶) نسائی الضعفاء المتروکین (ص۴۵نمبر۲۱)

۳۔ تذکرۃ الموضوعات، ص۳۰ (ص۲۳)

۴۔ تاریخ بغداد، ج۶،ص۱۹۶، میزان الاعتدال، ج۱،ص۲۷ (ج۱،ص۵۴نمبر۱۷۳)

۵۔ ابراہیم بن ابی یحییٰ ابو اسحاق مدنی: کذاب، جھوٹی حدیثیں بناتا۔ امام نسائی نے اس کو رسولؐ کی طرف جھوٹی حدیثیں منسوب کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔(۱)

۶۔ ابراہیم بن احمد حرانی ضریر: جھوٹی حدیثیں بناتا۔(۲)

۷۔ ابراہیم بن احمد عجلی: جھوٹی حدیثیں گڑھتا تھا۔(۳)

۸۔ ابراہیم بن اسحاق بن عیسیٰ بغدادی: کذاب تھا۔(۴)

۹۔ ابراہیم بن براء انصاری: اس کی تمام حدیثیں جعلی ہیں۔(۵)

۱۰۔ ابراہیم بن بکر شیبانی ابو اسحاق اعور مقیم بغداد: اس کی تمام حدیثیں جھوٹی ہیں۔(۶)

۱۱۔ ابراہیم بن حرات سات: ترمذی کا معاصر تھا۔ کذاب تھا، بہت سی حدیثیں گڑھ ڈالیں۔(۷)

۱۲۔ ابراہیم بن زکریا ابو اسحاق عجلی: اس کی حدیثیں منکر ہیں، انس سے جھوٹی حدیثیں روایت کیں۔(۸)

۱۳۔ ابراہیم بن صرمہ انصاری: خبیث، کذاب تھا، خدا اور رسولؐ پر دروغ بافی کی۔(۹)

۱۴۔ ابراہیم بن عبداللہ سفرقع: کذاب اور حدیث ساز تھا۔(۱۰)

۱۵۔ ابراہیم بن عبداللہ بن خالد مصیصی: جھوٹا، حدیثیں چراتا، جعلی حدیثیں بناتا۔(۱۱)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۲۶۸، خلاصہ التہذیب ص ۱۸، (ج ۱، ص ۵۴ نمبر ۲۷۴) علل احمد بن حنبل (ج ۲، ص ۵۳۵ نمبر ۳۵۳۳)

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۰، ج ۱، ص ۱۷ نمبر ۲۳) الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۱، ص ۲۷۱ نمبر ۱۱۰)

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۰ (ج ۱، ص ۱۷ نمبر ۲۵) لسان المیزان، ج ۱، ص ۲۷ (ج ۱، ص ۱۴ نمبر ۴۰)

۴۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۸۷ (ص ۵۵)

۵۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۱، ص ۲۵۵ نمبر ۸۵) میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۲، ۲۶ (ج ۱، ص ۲۱ نمبر ۴۹) تذکرہ الموضوعات، ص ۸۷، (ص ۶۱)

۶۔ تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۶، لسان المیزان ج ۱، ص ۴۰ نمبر ۸۱)

۷۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۶ (ج ۱، ص ۷۷ نمبر ۲۶۸)

۸۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۶ (ج ۱، ص ۳۱ نمبر ۹۰)

۹۔ تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۰۴، میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۹ (ج ۱، ص ۳۸ نمبر ۱۱۵)

۱۰۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۰ (ج ۱، ص ۳۸ نمبر ۱۱۵)

۱۱۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۰ (ج ۱، ص ۴۲ نمبر ۱۲۸) لسان المیزان، ج ۱، ص ۴۷ (ج ۱، ص ۶۷ نمبر ۱۹۷)

۱۶۔ابراہیم بن عبداللہ مخزومی: لائق اعتماد نہیں، مشکوک انسانوں سے حدیث نقل کرتا ہے۔(۱)

۱۷۔ابراہیم بن عبداللہ بن ہمام صنعائی: کذاب وحدیث ساز ہے۔(۲)

۱۸۔ابراہیم بن علی آمدی: فقیہ فاضل ہے، غلط بیانی کرتا تھا۔(۳)

۱۹۔ابراہیم بن فضل اصفہانی ابومنصور بار: جھوٹا حافظ، بازار اصفہان میں کھڑے ہو کر جھوٹی حدیثیں بیان کرتا۔ معمر کہتے ہیں کہ بازار میں سند صحیح کے ساتھ حدیث بیان کر رہا تھا جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ شیطان بول رہا ہے۔(۴)

۲۰۔ابراہیم بن مبشر ابواسحاق بغدادی: فضل اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں: حدیث کا چور ہے۔(۵)

۲۱۔ابراہیم بن محمد عکاشی: نہایت جھوٹا تھا۔(۶)

۲۲۔ابراہیم بن منقوش زبیدی: ازدی کہتے ہیں کہ حدیثیں بناتا ہے۔(۷)

۲۳۔ابراہیم مہاجر مدنی: کذاب تھا۔(۸)

۲۴۔ابراہیم بن مہدی ابلی ابواسحاق بصری: ازدی کہتے ہیں کہ وہ جھوٹی حدیثیں گڑھتا تھا۔(۹)

۱۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۲۰ (ج۱،ص۴۱نمبر۱۲۶)

۲۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۲۱ (ج۱،ص۴۲نمبر۱۲۷) تذکرۃ الموضوعات ص۱۱۳ (۶۳) اللآلی المصنوعۃ ج۲،ص۱۹۰ (ج۲،ص۱۳۶)

۳۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۲۴ (ج۱،ص۵۰نمبر۱۵۹) لسان المیزان، ج۱،ص۸۶ (ج۱،ص۸۱نمبر۲۴۴)

۴۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۲۵ (ج۱،ص۵۲نمبر۱۶۷) شذرات الذہب، ج۴،ص۹۵ (ج۶،ص۱۵۵) لسان المیزان، ج۱،ص۸۹ (ج۱،ص۸۵نمبر۲۵۸)

۵۔ابن عدی الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۱،ص۲۷۴نمبر۱۱۴) تاریخ بغداد، ج۶،ص۱۸۵۔

۶۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۲۹ (ج۱،ص۶۲نمبر۱۹۶)

۷۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۳۱ (ج۱،ص۶۷نمبر۲۲۱) اللآلی المصنوعۃ ج۱،ص۱۶۵ (ج۱،ص۳۱۸)

۸۔تذکرۃ الموضوعات ص۱۸ (ص۱۳) نسائی کی کتاب الضعفاء والمتروکین (ص۱۴نمبر۸)

۹۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۳۲ (ج۱،ص۶۸نمبر۲۲۷) خلاصۃ التہذیب ص۲۹ (ج۱،ص۵۷نمبر۲۹۱) تہذیب التہذیب، ج۱،ص۱۷۰ (ج۱،ص۱۴۷)

۲۵۔ ابراہیم بن نافع جلاب: کذاب تھا۔(۱)

۲۶۔ ابراہیم بن ہدبہ ابوہدبہ بصری: خبیث، کذاب، غلط باتیں انس کی طرف منسوب کرتا۔ ایک شادی میں شرکت کی اور شراب پی کرناچنے گانے لگا۔(۲)

۲۷۔ ابراہیم بن ہراسہ شیبانی کوفی: مشکوک، متروک الحدیث اور کذاب تھا۔(۳)

۲۸۔ ابراہیم بن ہشام غسانی: کذاب تھا۔(۴)

۲۹۔ ابراہیم بن یحییٰ بن زہیر: کذاب تھا۔(۵)

۳۰۔ ابرد بن اشرش: کذاب اور حدیث ساز تھا۔(۶)

۳۱۔ احمد بن ابراہیم مزنی: جھوٹی حدیثیں بیان کرتا۔(۷)

۳۲۔ احمد بن ابی عمران جرجانی: جھوٹی حدیثیں گڑھتا تھا۔(۸)

۳۳۔ احمد بن ابراہیم بن موسیٰ: کذاب تھا اور اس سے روایت لینا جائز نہیں۔(۹)

۳۴۔ احمد بن ابی یحییٰ انماطی: کذاب تھا اور غیر معتبر لوگوں سے حدیث لیتا۔(۱۰)

۳۵۔ احمد بن احمد ابوالعباس بغدادی حنبلی: بے شمار حدیثوں کا حافظ ہے۔ ابن اخفر نے اس کی

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۱، ص۱۵۲؛ لسان المیزان، ج۱، ص۱۱۷ (ج۱، ص۱۱۸ نمبر ۳۶۰)

۲۔ تاریخ بغداد، ج۶، ص۲۰۱، میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۳ (ج۱، ۷۱ نمبر ۲۴۲) تذکرۃ الموضوعات ص۶۹، ۷۳ (ص۴۹، ۵۱) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۵۸، ۱۰۲، ۲۳۳، ۲۴۵ (ج۲، ص۱۰۳، ۱۸۶، ۴۲۷، ۴۶۳) لسان المیزان، ج۱، ص۱۲۱ نمبر ۳۷۱)

۳۔ لسان المیزان، ج۱، ص۱۲۱ (ج۱، ص۱۲۳ نمبر ۳۷۲)

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۳۰۷ (ج۷، ص۲۶۷ نمبر ۵۴۷) لسان المیزان، ج۱، ص۱۲۲) ج۱، ص۱۲۴ نمبر ۳۷۳)

۵۔ لسان المیزان، ج۱، ص۱۲۴ (ج۱، ص۱۲۶ نمبر ۳۷۸)

۶۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۶ (ج۱ ص۷۷ نمبر ۲۶۹) لآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۲۹ (ج۱، ص۲۴۸)

۷۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۸ (ج۱، ص۸۰ نمبر ۲۸۶) تذکرۃ الموضوعات ص۳۸ (ص۲۶)

۸۔ تذکرۃ الموضوعات، ص۵۸ (۳۹)

۹۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۵۵ (ج۱، ص۸۰ نمبر ۲۸۶)

۱۰۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۷۶ (ج۱، ص۱۶۲ نمبر ۶۵۲)

تکذیب کی ہے۔(۱)

۳۶۔احمد بن اسماعیل ابوخذافہ سہمی: مالک بن انس کا مصاحب اور کذاب تھا۔(۲)

۳۷۔احمد بن بکر بالسی ابوسعید بن بکرویہ: جھوٹی حدیثیں بیان کرتا تھاص۔(۳)

۳۸۔احمد بن ثابت رازی فرخویہ: بلاشبہ وہ کذاب تھا۔(۴)

۳۹۔احمد بن جعفر بن عبداللہ سمسار: ابونعیم کا استاد تھا، جھوٹی حدیثیں بیان کرتا تھا۔(۵)

۴۰۔احمد بن جعفر بن عبداللہ بن یونس: مہمل آدمی تھا، جھوٹی حدیثیں بیان کرتا تھا۔(۶)

۴۱۔احمد بن حامد سمرقندی: جنھیں دیکھا نہیں ان سے حدیث بیان کرتا تھا۔(۷)

۴۲۔احمد بن حسن بن ابان مصری۔طبرانی کا استاد، کذاب، دروغ باف اور معتبر لوگوں کے نام سے حدیث بیان کرتا تھا۔(۸)

۴۳۔احمد بن حسن بن قاسم کوفی: کذاب تھا اور معتبر لوگوں کا نام لے کر حدیث بیان کرتا تھا۔(۹)

۴۴۔احمد بن حسین بن اقبال مقدسی ابوبکر صائد: کذاب تھا، جب اس کا جھوٹ کھلا تو لوگ اس سے الگ ہو گئے۔(۱۰)

۱۔شذرات الذہب، ج۵،ص۶۲(ج۷،ص۱۱۲حوادث ۶۱۵ھ)

۲۔تاریخ بغداد، ج۴،ص۲۲، میزان الاعتدال، ج۱،س۳۹(ج۱،ص۸۳نمبر۲۹۹) تہذیب التہذیب، ج۱،ص۱۶(ج۱،س۱۳)

۳۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۰(ج۱،ص۸۶نمبر۳۰۹)

۴۔لسان المیزان، ج۱،ص۱۴۳) میزان الاعتدال، ج۱،ص۸۶(ج۱،ص۸۶نمبر۳۱۴)

۵۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۱(ج۱ص۸۷نمبر۳۱۷) شذرات الذہب، ج۲،ص۳۷۲(ج۴،ص۲۴۴)

۶۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۱(ج۱،ص۸۸نمبر۳۲۲)

۷۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۲(ج۱،ص۸۹نمبر۳۲۷)

۸۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۲(ج۱،ص۸۹نمبر۳۳۰) تذکرۃ الموضوعات، ص۶۵، ۱۰۸(ص۳۸، ۷۶) اللآلی المصنوعہ ج۱،ص۲۹۵(ج۱،ص۲۹۴)

۹۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۲(ج۱،ص۹۰نمبر۳۳۱) تذکرۃ الموضوعات (ص۹،ص۱۱۴(ص۷، ۸۰) المنتظم، ج۵،ص۳۴ (ج۱۲،ص۴۷انمبر۱۵۵۸)

۱۰۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۴(ج۱،ص۹۲نمبر۳۱۴) لسان المیزان، ج۱،ص۱۵۸(ج۱،ص۱۶۶نمبر۵۰۸)

۴۵۔ احمد بن حسین ابوالحسین بن سماک واعظ: ابن ابی الفوارس اسے کذاب کہتے تھے۔(۱)

۴۶۔ احمد بن خلیل نوفلی قومسی: کذاب تھا، جو لوگ پیدا نہیں ہوئے ان کے نام سے حدیث بیان کرتا تھا۔(۲)

۴۷۔ احمد بن داؤد بن عبدالغفار حرانی: کذاب اور حدیث ساز تھا۔(۳)

۴۸۔ احمد بن داؤد عبدالرزاق کا بھانجہ: سب سے بڑا جھوٹا تھا، اس کی سبھی حدیثیں جھوٹی ہیں۔(۴)

۴۹۔ احمد بن سلیمان قرشی: متروک الحدیث وکذاب تھا۔(۵)

۵۰۔ احمد بن سلیمان ابوجعفر قواریری بغدادی: کذاب تھا، حماد بن سلمہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کیں۔(۶)

۵۱۔ احمد بن صالح ابوجعفر شمومی مصری مقیم مکہ: کذاب تھا، حدیث ساز اور مہمل گو تھا۔(۷)

۵۲۔ احمد بن طاہر بن حرملہ مصری: کذاب تھا، اپنے دادا اور شافعی سے جھوٹی حدیثیں بیان کرتا تھا۔(۸)

۵۳۔ احمد بن عبدالجبار کوفی: کذاب تھا۔(۹)

۱۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۱۱۱؛ المنتظم، ج۸، ص۷۶ (ج۱۵، ص۲۳۸ نمبر۳۱۸۲) میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۳ (ج۱، ص۹۳ نمبر ۳۴۵)

۲۔ لسان المیزان، ج۱، ص۱۶۷ (ج۱، ص۵۴۰)

۳۔ میزان الاعتدال، ج۱ص۴۵ (ج۱، ص۹۷ نمبر۳۷۱)

۴۔ تذکرۃ الموضوعات، ص۲، ۳۰ (۳، ص۲۲) میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۵ (ج۱، ص۹۶ نمبر۳۷۰) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص ۲۲، ۱۷۴ (ج۲، ص۴۱، ۳۲۴)

۵۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۸ (ج۱، ص۱۰۲ نمبر۳۹۸) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۴۷۔

۶۔ تاریخ بغداد ج۴، ص۱۷۷۔۱۷۴۔

۷۔ تہذیب التہذیب ج۱، ص۴۲ (ج۱ص۳۷) لسان المیزان، ج۱، ص۱۸۶ (ج۱، ص۱۹۸ نمبر۵۹۳)

۸۔ میزان الاعتدال، ج۱ص۵۱ (ج۱، ص۱۰۵ نمبر۴۱۴) لسان المیزان، ج۱، ص۱۸۹ (ج۱، ص۲۰۱ نمبر۶۰۰)

۹۔ تہذیب التہذیب ج۱، ص۵۱ (ج۱، ص۴۵) میزان الاعتدال، ج۱ص۵۳ (ج۱، ص۱۱۲ نمبر۴۴۳)

۵۴۔ احمد بن عبدالرحمٰن بن جارود رقی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۱)

۵۵۔ احمد بن عبداللہ شاشی: کذاب تھا۔(۲)

۵۶۔ احمد بن عبداللہ ہیثمی مودب: جھوٹی حدیثیں بناتا تھا۔(۳)

۵۷۔ احمد بن عبداللہ شیبانی: کذاب وحدیث ساز تھا، بیہقی کہتے ہیں: میں پوری طرح اسے پہچانتا ہوں بنام رسولؐ حدیثیں بناتا تھا، بیس ہزار سے زیادہ حدیثیں گڑھی ہیں اس لئے اس سے روایت جائز نہیں۔

سیوطی، ابن حبان، حافظ سری وغیرہ نے اس کی مذمت کی ہے۔(۴)

۵۸۔ احمد بن عبداللہ ابوبکر ضریر: خطیب بغدادی نے اس کی ایک حدیث نقل کر کے کہا کہ اس کے تمام اسناد ثقہ لیکن ضریر جھوٹا ہے۔(۵)

۵۹۔ احمد بن عبداللہ بن محمد ابوالحسن بکری: کذاب، دروغ ساز، نادان و بے حیا تھا۔(۶)

۶۰۔ احمد بن عبداللہ ابوعبدالرحمٰن فاریاناتی: حدیث سازی میں مشہور تھا۔(۷)

۶۱۔ احمد بن عبید اللہ ابوالعز بن کادش: یہ جھوٹ اور حدیث سازی میں مشہور تھا۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ ابوالعز نے مجھ سے کہا کہ میں نے ایک شخص کے لئے سنا کہ اس نے مدح علیؑ میں جھوٹی حدیث

۱۔ تاریخ بغداد، ج۲، ص۲۴۷، میزان الاعتدال، ج۱، ص۵۵ (ج۱، ص۱۱۶ نمبر ۴۵۰) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۷۲ (ج۲، ص۳۲۱)

۲۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۵۲ (ج۱، ص۱۱۰ نمبر ۴۳۴)

۳۔ تاریخ بغداد ج۴، ص۲۲۰، میزان الاعتدال، ج۱ ص۵۱ (ج۱، ص۱۰۹ نمبر ۴۲۹)

۴۔ تاریخ بغداد ج۳، ص۲۹۵ التذکار ص ۱۵۵، میزان الاعتدال، ج۱، ص ۵۱ (ج۱ ص ۱۰۶ نمبر ۴۲۱) تذکرۃ الموضوعات، ص۳۸ (ص۲۷) اسنی المطالب، ص۲۱۳ (۳۳۲ حدیث ۱۳۹۶) لسان المیزان، ج۱، ص۱۹۳، ج۵، ص ۱۸۸ (ج۱، ص۲۰۶، ۳۳۲ نمبر ۶۱۲، ۶۴۵، ج۵، ص۳۲۶) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۲۱ (ج۱، ص۴۱)

۵۔ تاریخ بغداد ج۴، ص۲۳۲، میزان الاعتدال، (ج۱ ص۱۰۸ نمبر ۴۲۴)

۶۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۵۳ (ج۱، ص۱۱۲ نمبر ۴۴۰)

۷۔ لسان المیزان، ج۱، ص۱۹۴ (ج۱، ص۲۰۸ نمبر ۶۱۳) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۳۵۹، ج۲، ص۴۴ (ج۲، ص۸۲)

بنائی ہے میں نے ابوبکر کے لئے بنادی، کیا برا کیا۔(۱)

۶۲۔ احمد بن عصمہ نیشاپوری: جھوٹی حدیث بنانے میں متہم تھا۔ (۲)(علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس کی جعلی احادیث آگے بیان ہونگی)

۶۳۔احمد بن علی بن احمد بن صبیح: بہت جھوٹ بولتا تھا۔(۳)

۶۴۔ابوبکر مروزی: جھوٹی حدیثیں گڑھتا تھا۔(۴)

۶۵۔احمد بن علی بن حسن بن منصور الاسد مقری: وہ جھوٹوں کا سردار تھا، جسے سنا نہیں اس کا دعویٰ کرتا تھا۔(۵)

۶۶۔احمد بن عیسیٰ عسکری: کذاب تھا۔(۶)

۶۷۔احمد بن علی مروزی: متروک اور حدیث ساز تھا۔(۷)

۶۸۔احمد بن عیسیٰ لخمی: ابن طاہر اسے کذاب کہتے ہیں۔(۸)

۶۹۔احمد بن عیسیٰ ہاشمی: کذاب تھا۔(۹)

۷۰۔احمد بن عیسیٰ خشاب تنیسی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۱۰)

۱۔لسان المیزان، ج۱،ص۲۱۸(ج۱،ص۲۳۴نمبر۶۷۸)

۲۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۵۶(ج۱،ص۱۱۹نمبر۴۶۷)

۳۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۵۸(ج۱،ص۱۲۳نمبر۴۹۵)لسان المیزان، ج۱،ص۲۳۴(ج۱،ص۲۵۳نمبر۷۳۸)

۴۔اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۲۹(ج۱،ص۲۴۹)

۵۔تاریخ بغداد، ج۴،ص۳۲۵نمبر۲۲۳۸،المنتظم، ج۱۶،ص۱۱۹نمبر۳۴۱)

۶۔تاریخ بغداد، ج۴،ص۳۰۳.

۷۔تہذیب التہذیب، ج۱،ص۶۵(ج۱،ص۵۶)

۸۔تہذیب التہذیب، ج۱،ص۶۶(ج۱،ص۵۷)

۹۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۶۰(ج۱،ص۱۲۶نمبر۵۰۹)

۱۰۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۵۹(ج۱،ص۱۲۶نمبر۵۰۸)لسان المیزان، ج۱،ص۲۴۱(ج۱،ص۲۶۱،۲۶۲نمبر۷۶۰) تذکرۃ الموضوعات، ص۳۹(ص۴۲۔۲۸۔۲۷)شذرات الذہب، ج۲ص۳۶۶(ج۴،ص۲۳۴)

۷۱۔ احمد بن فرج ابوعتبہ حجازی: کذاب تھا، اس کی گفتار غیر مسموع ہے۔(۱)

۷۲۔ احمد بن محمد ابوالفتوح غزالی طوسی مشہور واعظ: برادر حجۃ الاسلام غزالی، جھوٹی حدیثیں بناتا تھا، اکثر باتیں آمیزہ ہوتیں، شیطان کا طرفدار تھا، اسے معذور سمجھتا تھا۔(۲)

۷۳۔ احمد بن محمد بن حجاج ابوجعفر مصری: حافظ حدیث مگر جھوٹا تھا، شیوخ محدثین کی طرف جھوٹی نسبتیں دیتا تھا۔(۳)

۷۴۔ احمد بن محمد بن حرب لخمی جرجانی: جھوٹ اور حدیث سازی میں مشہور تھا۔(۴)

۷۵۔ احمد بن محمد حسن مقری: کذاب تھا، حدیث میں معتبر نہیں اور بڑا عبادت گذار تھا۔(۵)

۷۶۔ احمد بن محمد بن صلب بن مغلس ابوالعباس حمانی: جھوٹوں میں تھا، حیا کی کمی تھی۔ مناقب ابوحنیفہ میں حدیثیں لکھیں جو سبھی جھوٹی ہیں۔ موثق راویوں کا نام لیا جو سب کے سب جھوٹے ہیں۔(۶)

۷۷۔ احمد بن محمد بن علی ابوعبداللہ صیرفی ابن ابنوسی: جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والوں میں مشہور تھا۔(۷)

۱۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۳۴۱.

۲۔ المنتظم، ج۹، ص ۲۶۰ (ج۱۷، ص ۲۳۷ نمبر ۹۳۹) البدایۃ والنہایۃ ج۱۲، ص ۱۹۶ (ج۱۲، ص ۲۳۴) میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۷ (ج۱، ص۱۵۰ نمبر ۵۸۹)

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۱، ص ۱۸۹ نمبر ۴۲) تاریخ ابن عساکر، ج۱، ص ۳۵۵ (ج۵، ص ۲۳۳ نمبر ۱۲۸) میزان الاعتدال، ج۱، ص۶۳ (ج۱، ص۱۳۳ نمبر ۴۳۸) لسان المیزان، ج۱، ص۲۵۸ (ج۱، ص۲۸۰ نمبر ۸۰۵)

۴۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۶۳ (ج۱، ص۱۳۴) اللآلی المصنوعۃ ج۱، ص۳ (ج۱، ص۴)

۵۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۴۲۹، میزان الاعتدال، ج۱، ص۶۳ (ج۱، ص۱۳۴ نمبر ۵۴۱)

۶۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص ۲۰۷، ج۵، ص ۳۴، المنتظم، ج۶، ص ۱۵۷ (ج۱۳، ص۱۹۵ نمبر ۲۱۶۷) میزان الاعتدال، ج۱، ص ۶۶ (ج۱، ص ۱۴۰ نمبر ۵۵۵) البدایۃ والنہایۃ، ج۱۱، ص ۱۳۱ (ج۱۱، ص ۱۵۱) تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص ۵۶ (ج۵، ص ۳۷۳ نمبر ۱۵۸) لسان المیزان، ج۱، ص ۲۶۹ (ج۱، ص ۳۹۴ نمبر ۸۳۰) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص ۴۲، ۳۲ (ج۲، ص ۸۰، ۳۰۱)

۷۔ تاریخ بغداد، ج۵، ص۷۰.

۷۸۔ احمد بن محمد بن علی بن حسن بن شقیق مروزی: حدیث سازی کرتا تھا۔(۱)

۷۹۔ احمد بن محمد یمامی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۲)

۸۰۔ احمد بن محمد بن عمرو ابو بشر کندی مروزی: بہترین فقیہ لیکن بدعت نواز تھا، بہت شیریں بیان تھا۔

غیر معتبر لوگوں کے نام سے حدیث بیان کرتا، ابن حبان کہتے کہ متن کو زیروزبر کرتا۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ شیریں زبان خطیب، حافظ اور بدعتیوں کا امام تھا، جھوٹی حدیثیں بیان کرتا تھا۔(۳)

۸۱۔ احمد بن محمد بن غالب باہلی: بغداد کے زاہدوں میں تھا لیکن بڑا دروغ باف تھا۔ حافظ ابن عدی، ابوداؤد سجستانی وغیرہ کہتے ہیں کذاب ودجال تھا اس کی احادیث کا سند ومتن جھوٹ ہوتا تھا۔(۴)

(علامہ امینیؒ: خیریت ہے کہ اس دجال کو مدینۃ السلام کے بازار میں جگہ ملی، جنازہ بصرہ سے لاکر وہاں بڑا مقبرہ بنوادیا گیا)

۸۲۔ احمد بن محمد بن فضل قیسی: حدیث ساز تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کے وطن گیا تقریباً پانچ سو جھوٹی حدیثیں نقل کیں۔ شاید اس شیخ حدیث نے تین ہزار سے زیادہ حدیثیں وضع کی ہیں۔(۵)

۸۳۔ احمد بن محمد بن مالک: حدیث ساز تھا۔(۶)

۱۔ میزان الاعتدال، ج۱،ص۶۹ (ج۱،ص ۱۴۷ نمبر ۵۷۳) لسان المیزان، ج۱،ص ۳۱۳ نمبر ۸۵۶) اللآلئ المصنوعۃ، ج۱،ص ۱۲۹ (ج۱،ص۲۴۹)

۲۔ تاریخ بغداد، ج۵،ص ۶۶، تاریخ ابن عساکر، ج۲،ص ۶۹ (ج۵،ص ۲۲۶۔۲۲۴ نمبر ۱۹۵) میزان الاعتدال، (ج۱،ص ۱۴۲ نمبر ۵۵۹) اللآلئ المصنوعۃ، ج۱،ص ۲۴۷، ج۲،ص ۲۶ (ج۱،ص ۴۷۵ ج۲،ص ۵۰)

۳۔ تاریخ بغداد، ج۵،ص ۴۷، کتاب المجروحین، (ج۱،ص ۱۵۶ ۹ الضعفاء والمتروکین (ص ۱۲۴) میزان الاعتدال، ج۱،ص ۷۰ (ج۱،ص ۱۳۹ نمبر ۵۸۲) تذکرۃ الحفاظ، ج۳،ص ۲۳ (ج۳،ص ۸۰۳) شذرات الذہب، ج۲،ص ۲۹۸ (ج۴،ص ۱۲۱)

۴۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۱،ص ۱۹۵ نمبر ۳۸) تاریخ بغداد ج۵،ص ۷۹، المنتظم، ج۵،ص ۹۵ (ج۱۲،ص ۲۶۵ نمبر ۱۸۰۶) لسان المیزان، ج۱،ص ۲۷۳ (ج۱،ص ۲۹۸ نمبر ۸۳۳) اللآلئ المصنوعۃ، ج۱،ص ۲۰۰، ج۲،ص ۱۰۹ (ج۲،ص ۲۰۰)

۵۔ میزان الاعتدال، ج۱،ص ۷۰ (ج۱،ص ۱۴۸ نمبر ۵۷۹) تذکرۃ الموضوعات، ص ۴۱، ۴۵، ۶۷، ۷۰ (۱۲، ۳۰، ۳۷، ۳۸)

۶۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۴۷ (ص ۳۴)

۸۴۔احمد بن محمد بن مصعب: حدیث ساز تھا۔(۱)

۸۵۔احمد بن محمد بن ہارون: کذاب تھا اور بہت سی حدیثیں بنائیں۔(۲)

۸۶۔احمد بن مروان دینوری مالکی: حدیث ساز تھا۔(۳)

۸۷۔احمد بن منصور ابو السعادات: ملحد، کذاب اور جعلساز تھا۔(۴)

۸۸۔احمد بن موسیٰ جرجانی: حافظ اور کذاب تھا، متن میں ملاوٹ کرتا تھا۔(۵)

۸۹۔احمد بن یعقوب بن عبد الجبار اموی مروانی جرجانی: حدیث ساز تھا، ایسی حدیثیں بناتا جن کو نقل کرنا جائز نہیں۔(۶)

۹۰۔اسباط ابو الیسع بصری: یحییٰ بن معین نے اس کی تکذیب کی ہے۔(۷)

۹۱۔اسحاق بن ابراہیم واسطی مودب: ابن عدی واز دی نے اس کی تکذیب کی ہے۔(۸)

۹۲۔اسحاق بن ابراہیم طبری: کذاب تھا، موثق حفاظ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتا جس کی اصل نہیں۔(۹)

۹۳۔اسحاق بن ادریس اسواری بصری: کذاب وحدیث ساز تھا، لوگوں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔(۱۰)

۱۔تاریخ ابن عساکر، ج۵، ص۱۵۴.

۲۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۷۱ (ج۱، ص۱۵۰ نمبر ۵۸۸)

۳۔لسان المیزان، ج۱، ص۳۰۹ (ج۱، ص۳۳۹ نمبر ۹۳۷)

۴۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۷۵ (ج۱، ص۱۵۹ نمبر ۶۳۴) اللآلی المصنوعة، ج۱، ص۱۴ (ج۱، ص۲۷)

۵۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۷۵ (ج۱، ص۱۵۹ نمبر ۶۳۶) شذرات الذہب، ج۳، ص۶۷ (ج۴، ص۳۷۰)

۶۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۷۷ (ج۱، ص۱۶۵، نمبر ۶۶۵) اسنی المطالب، ص۸۴، (ص۱۶۰ حدیث ۴۷۳)

۷۔تہذیب التہذیب، ج۱، ص۲۱۲ (ج۱، ص۱۸۶)

۸۔تذکرة الموضوعات، ص۹۵، ۱۰۳ (ص۳۴، ۶۷) اللآلی المصنوعة، ج۲، ص۷۶ (ج۱، ص۱۳۷)

۹۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۸۵ (ج۱، ص۱۸۰ نمبر ۷۲۷) الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۱، ص۳۴۵ نمبر ۱۷۸) لسان المیزان، ج۱، ص۳۴۸ (ج۱، ص۳۸۵ نمبر ۱۰۸۶)

۱۰۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۸۶ (ج۱، ص۱۸۴)

۹۴۔ اسحاق بن بشر بخاری ابو حذیفہ: متفقہ طور سے کذاب اور حدیث ساز تھا۔ (۱)

۹۵۔ اسحاق بن بشر بن مقاتل: کذاب و حدیث ساز تھا۔ (۲)

۹۶۔ اسحاق بن عبداللہ اموی: کذاب تھا، سند و متن اتھل پتھل کرتا۔ (۳)

۹۷۔ اسحاق بن محمشاذ: ایسا کذاب ہے جو اموی مذہب کے مفاد میں حدیثیں گڑھتا۔ (۴)

۹۸۔ اسحاق بن ناصح: بہت بڑا جھوٹا تھا، ابن سیرین سے ابو حنفیہ کی رائے کے مطابق حدیثیں بناتا تھا۔ (۵)

۹۹۔ اسحاق بن نجیح ملطی: دجال، کذاب، دشمن خدا، مرد پلید اور حدیث ساز تھا۔ (۶)

۱۰۰۔ اسحاق بن وہب طہرسی: کذاب و متروک الحدیث تھا، اعلانیہ حدیثیں گڑھتا۔ (۷)

۱۰۱۔ اسد بن عمرو ابو المنذر رجبلی: کذاب تھا، اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں۔ حنفیوں کے مطابق حدیثیں گڑھتا تھا۔ (۸)

۱۔ تاریخ بغداد، ج۶، ص۳۲۷، میزان الاعتدال، ج۱، ص۸۶ (ج۱، ص۱۸۴ نمبر ۷۳۹)

۲۔ تاریخ بغداد، ج۶، ص ۳۲۹، میزان الاعتدال، ج۱، ص ۸۷، تذکرۃ الموضوعات، ص ۳۳، ۳۹، ۷۶، ۱۲۰ (ص ۲۴، ۲۸، ۵۳، ۸۴) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۹۱، ۱۵۳ (ج۱، ص۱۷۵، ۲۹۵، ج۲، ص۱۲۸، ۱۳۰، ۱۶۴)

۳۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۴۴۵۔۴۴۳ (ج۸، ص۵۵۔۲۴۶) تہذیب التہذیب، ج۱، ص۲۴۱ (ج۱، ص۲۱۰)

۴۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۲۲۸ (ج۱، ص۴۵۸) لسان المیزان، (ج۱، ص۴۱۷ نمبر ۱۱۷۲)

۵۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۹۴ (ج۱، ص۲۰۰ نمبر ۷۹۴)

۶۔ تاریخ بغداد، ج۶، ص ۳۲۴، میزان الاعتدال، ج۱، ص ۹۴ (ج۱، ص ۲۰۰ نمبر ۷۹۵) تذکرۃ الموضوعات، ص۸۴ (۵۹) تہذیب التہذیب، ج۱، ص ۲۵۳ (ج۱، ص ۲۲۱) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص ۵۵، ۱۰۳، ۱۷۵ (ج۱، ص ۳۹، ۱۰۶، ۱۹۹) خلاصۃ التہذیب ص۲۶ (ج۱، ص۷۷ نمبر ۳۳۲)

۷۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص ۹۵ (ج۱، ص ۲۰۳ نمبر ۷۹۹) تذکرۃ الموضوعات ص ۵۳، ۷۱ (ص ۳۸، ۵۰) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۰۶، ج۲، ص۹۹، ۱۱۴ (ج۱، ص۲۰۴)

۸۔ تاریخ بغداد، ج۷، ص ۱۷، میزان الاعتدال، ج۱، ص ۹۶ (ج۱، ص ۲۰۶ نمبر ۸۱۴) لسان المیزان (ج۱، ص ۴۲۷ نمبر ۱۲۰۸)

۱۰۲۔ اسماعیل بن ابان غنوی کوفی: کذاب و حدیث ساز تھا۔ (۱)

۱۰۳۔ اسماعیل بن ابی اویس عبداللہ مدنی: کذاب و حدیث ساز تھا۔ (۲)

۱۰۴۔ اسماعیل بن ابی زیاد شامی: کذاب و متروک الحدیث تھا۔ (۳)

۱۰۵۔ اسماعیل بن اسحاق جرجانی: حدیث ساز تھا۔ (۴)

۱۰۶۔ اسماعیل بن بلال عثمانی دمیاطی: کذاب تھا۔ (۵)

۱۰۷۔ اسماعیل بن زریق بصری: کذاب تھا۔ (۶)

۱۰۸۔ اسماعیل بن شروس صنعائی: حدیثیں گڑھتا تھا۔ (۷)

۱۰۹۔ اسماعیل بن علی بن مثنیٰ واعظ استر آبادی: کذاب، کذاب کا بیٹا۔ جھوٹے قصے گڑھنا اور مجہول متن کو صحیح متن سے ملانا یہی اس کا کام تھا۔ (۸)

۱۱۰۔ اسماعیل بن محمد بن یوسف فلسطینی: جبرئیل کے خاندان سے تھا، کذاب اور حدیثیں چراتا تھا۔ (۹)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۳۱، میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۹۸ (ج ۱، ص ۲۱۱ نمبر ۸۲۴) تذکرۃ الموضوعات، ص ۱۱۶ (ص ۸۲) تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۷۱ (ج ۱ ص ۲۳۷) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۲۳۶ (ج ۱، ص ۴۷۴) خلاصۃ التہذیب، ص ۲۷ (ج ۱، ص ۸۲ نمبر ۴۶۶)

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۰۴ (ج ۱، ص ۲۲۳ نمبر ۸۵۴)

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۰۷ (ج ۱، ص ۲۳۰، ۲۳۱ نمبر ۸۸۱، ۸۸۴) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۷۷، ۱۷۹، ۲۳۹ (ج ۲، ص ۱۳۸، ۳۳۳، ۴۴۹)

۴۔ میزان الاعتدال، (ج ۱، ص ۲۲۱ نمبر ۸۴۸) لسان المیزان، ج ۱، ص ۳۹۳ (ج ۱، ص ۴۳۹ نمبر ۱۲۴۲)

۵۔ لسان المیزان، ج ۱، ص ۳۹۶ (ج ۱، ص ۴۴۳ نمبر ۱۲۵۴)

۶۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۰۶ (ج ۱، ص ۲۲ نمبر ۸۷۷)

۷۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۰۹ (ج ۱، ص ۲۳۴ نمبر ۸۹۵)

۸۔ لسان المیزان، ج ۱، ص ۴۲۳ (ج ۱، ص ۴۷۲ نمبر ۱۳۲۱)

۹۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۱۴ (ج ۱، ص ۲۴۷ نمبر ۹۳۴) تذکرۃ الموضوعات، ص ۳۹، ۵۸، ۱۰۷ (ص ۷، ۱۲، ۲۴، ۴۲، ۷۶) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۵۲.

۱۱۱۔ اسماعیل بن محمد اصفہانی واعظ محتسب: حدیثیں گڑھتا اور صحیح کو غلط سے ملا دیتا تھا۔ (۱)

۱۱۲۔ اسماعیل بن مسلم سکونی یشکری: حدیث گڑھتا تھا۔ (۲)

۱۱۳۔ اسماعیل بن یحییٰ شیبانی شعیری: کذاب تھا۔ (۳)

۱۱۴۔ اسماعیل بن یحییٰ تیمی ذریت ابو بکر صدیق: کذاب تھا، اس سے روایت کرنا صحیح نہیں، حدیثیں وضع کرنے والوں کا ستون تھا۔ عموماً اس کی روایات جھوٹی ہیں، مالک وثوری کے متعلق جھوٹی حدیثیں وضع کیں، مہمل اور مشکوک باتیں روایت کرتا ہے۔ (۴)

۱۱۵۔ اسید بن زید بن نجیح ابو محمد جمال: کذاب اور متروک الحدیث تھا۔ اس کی روایت لائق تقلید نہیں۔ (۵)

۱۱۶۔ اشعث بن سعید بصیر ابو الربیع سمان: لائق اطمینان نہیں، ضعیف و متروک الحدیث ہے۔ (۶)

۱۱۷۔ اصبغ بن خلیل قرطبی مالکی: متن وسند اتھل پتھل کرتا۔ لوگ اس کی دروغ بافی سے آگاہ ہو گئے تو جواب دیا کہ میں مذہب کی تائید میں جھوٹی حدیثیں گڑھتا ہوں۔ (۷) (اب آپ ہنسئے یا روئیے)

۱۱۸۔ اصرم بن حوشب: کذاب، خبیث اور دروغ پرداز تھا۔ (۸)

۱۔ شذرات الذہب، ج ۴، ص ۲۳ (ج ۶، ص ۳۹)

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۱، س ۱۱۶ (ج ۱، ص ۲۵۰ نمبر ۹۴۶) تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۳۳۳ (ج ۲۹۱) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲ ص ۱۱۴ (ج ۲، ص ۲۱۰)

۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۳۳۶ (ج ۱، ص ۲۹۳)

۴۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۴۹، اسنی المطالب ص ۲۰۹ (ص ۴۲۴ حدیث ۱۲۷۰) میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۱۷ (ج ۱، ص ۲۵۳ نمبر ۹۶۵) لسان المیزان، ج ۱، ص ۴۴۲ (ج ۱، ص ۴۹۳) مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۰۱، ۱۰۶، ۱۳۳، ج ۹، ص ۹۹ اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۸۹، ۱۰۷، ۱۱۱، ج ۲، ص ۱۶۳ (ج ۱، ص ۱۷۲، ۲۰۷، ۲۱۴، ج ۲، ص ۳۰۴)

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۴۸، نصب الرایۃ، ج ۱، ص ۹۲، مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۱۷۵، میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۱۹ (ج ۲۵۶ نمبر ۹۸۶) خلاصہ التہذیب، ص ۳۲ (ج ۱، ص ۹۷ نمبر ۵۷۸) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۴۰۸ (ج ۱، ص ۴۰۸)

۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۳۵۱ (ج ۱، ص ۳۰۷)

۷۔ لسان المیزان، ج ۱، ص ۴۵۹ (ج ۱، ص ۵۱۱ نمبر ۱۴۲۱)

۸۔ تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۳۱، میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۲۶ (ج ۱، ص ۲۷۲ نمبر ۱۰۱۷) تذکرۃ الموضوعات، ص ۱۰ (ص ۷، ۸) مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۳۰۶، اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۹۸، ج ۲، ص ۶، ۴۷، ۵۲ (ج ۱، ص ۱۹۸، ۳۱۱، ج ۲، ص ۱۰، ۸۹، ۹۵۔

۱۲۰۔ایوب بن خوط ابوامیہ بصری جبطی: متروک الحدیث ہے۔(۱)

۱۲۱۔ایوب بن محمد ابومیمون صوری: کذاب تھا۔(۲)

۱۲۲۔ایوب بن مدرک یمامی: کذاب تھا، لائق اعتنا نہیں۔مکحول سے موضوع نسخے روایت کرتا ہے۔(۳)

(ب)

۱۲۳۔باذام ابو صالح تابعی: کذاب و متروک الحدیث تھا۔ ابو صالح کہتے ہیں کہ اس نے جو حدیث روایت کی جھوٹی تھی۔(۴)

۱۲۴۔برکت بن محمد حلبی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۵)

۱۲۵۔بریہ بن محمد بن بریہ: کذاب و دروغ باف تھا۔(۶)

۱۲۶۔بشر بن ابراہیم ابو اسعید قرشی انصاری دمشقی ساکن بصرہ: موثق لوگوں کے نام احادیث موضوعہ روایت کرتا ہے۔(۷)

۱۲۷۔بشر بن ابراہیم بصری ابوعمرو مفلوح: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۸)

۱۔تہذیب التہذیب، ج۱،ص۴۰۲(ج۱،ص۳۵۲)لسان المیزان، ج۱،ص۴۷۹(ج۱،ص۵۳۵نمبر۱۴۷۶)

۲۔کتاب المجروحین، (ج۱،ص۱۷)لسان المیزان، ج۱،ص۴۸۲(ج۱،ص۵۳۵نمبر۱۴۷۶)

۳۔تاریخ بغداد، ج۷،ص۸،تاریخ ابن عساکر، ج۳،ص۱۱۱(ج۱۰،ص۱۲۲۔۱۲۰نمبر۸۶۴)لسان المیزان، ج۱،ص ۴۸۸ (ج۱،ص۵۳۹نمبر۱۴۸۵)

۴۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۱۳۸(ج۱،ص۲۹۶نمبر۱۱۲۱)تہذیب التہذیب، ج۱،ص۴۱(ج۱،ص۳۶۴)

۵۔میزان الاعتدال، ج۱،ص ۱۴۱(ج۱،ص ۳۰۳نمبر ۱۱۴۹)نصب الرایۃ، ج۱،ص ۷۸،اللآلی المصنوعۃ ، ج۲،ص۲،۲۰۹ (ج۲،ص۷،۳۹۰)

۶۔تاریخ بغداد، ج۷،ص۱۳۵،میزان الاعتدال، ج۱،ص۱۴۲،(ج۱،ص۳۰۶نمبر۱۱۵۸)

۷۔تاریخ ابن عساکر، ج۳،ص۲۲۷(ج۱۰،ص۱۷۰نمبر۸۷۹)

۸۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۱۳۵، تذکرۃ الموضوعات، ص۶۱، ۲،۷۲،۷۳،۷۶(۴۴،۵۱،۵۳)اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۱۶۷، ۲۰۳(ج۲،ص۳۱۲،۳۷۹)

۱۲۸۔ بشر بن حسین اصفہانی: کذاب تھا، زبیر پر جھوٹ باندھا۔ اسکی کتاب میں ڈیڑھ سو جھوٹی حدیثیں ہیں۔ (۱)

۱۲۹۔ بشر بن رافع حارثی، ابو ہریرہ کا بھتیجا: حدیث ساز و عجیب و غریب مطالب گڑھتا تھا۔ جنھیں حدیث سے کچھ آشنائی نہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں جھوٹی ہیں۔ (۲)

۱۳۰۔ بشر بن عبید الدارسی: کذاب تھا۔ (۳)

۱۳۱۔ بشر بن عون شامی: اس کی کتاب میں سو حدیثیں جعلی ہیں۔ (۴)

۱۳۲۔ بشر بن نمیر بصری: جھوٹ کا ستون، کذاب و حدیث ساز تھا۔ (۵)

۱۳۳۔ بکر بن زیاد باہلی: دجال اور حدیث ساز تھا۔ (۶)

۱۳۴۔ بکر بن عبد اللہ شر دود صنعائی: کذاب اور سند کو اتھل پتھل کرتا تھا۔ (۷)

۱۳۵۔ بکر بن مختار صائغ: کذاب تھا، اس کی روایت قابل قبول نہیں۔ (۸)

۱۳۶۔ بندار بن عمر تمیمی رویانی مقیم دمشق: کذاب تھا۔ (۹)

۱۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۴۷ (ج۱، ص۳۱۵ نمبر ۱۱۹۲) مجمع الزوائد، ج۱، ص۵۹.

۲۔ تہذیب التہذیب، ج۱، ص۴۴۸ (ج۱، ص۳۹۳) اسنی المطالب، ص۲۳۶ (ص۴۸۴ حدیث ۱۵۵۱) تذکرۃ الموضوعات، ص ۱۱۸ (ص۷۵، ۸۲)

۳۔ مجمع الزوائد، ج۱، ص۱۳۷.

۴۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۴۹ (ج۱، ص۳۲۱ نمبر ۱۲۱۱) تذکرۃ الموضوعات، ص۱۱۲ (ص۷۳، ۷۹) مجمع الزوائد، ج۲، ص ۲۲۸.

۵۔ تہذیب التہذیب، ج۱، ص۴۶۱ (ج۱، ص۴۰۳) میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۵۱ (ج۱ ص۳۲۵ نمبر ۱۲۲۸) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۲۶ (ج۱، ص۲۴۳)

۶۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۶۰ (ج۱، ص۳۴۵ نمبر ۱۲۸۱) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۷ (ج۱، ص۱۳)

۷۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۶۱ (ج۱، ص۳۴۶ نمبر ۱۲۸۶)

۸۔ تذکرۃ الموضوعات، ص۱۵ (ص۱۱) میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۶۲ (ج۱، ص۳۴۸ نمبر ۱۲۹۵)

۹۔ تاریخ ابن عساکر، ج۳، ص۲۹۶ (ج۱۰، ص۴۰۸ نمبر ۹۶۸)

۱۳۷۔ پہلوان بن شہرمزان یزدی: کذاب تھا۔(۱)

(ج)

۱۳۸۔ جابر بن عبداللہ یمامی عقیلی: کذاب، جاہل اور احمق تھا۔ ابن شاذویہ کہتے ہیں کہ بخارا میں تین جھوٹے تھے: محمد بن تمیم، حسن بن شبل اور جابر یمامی۔(۲)

۱۳۹۔ جارود بن یزید ابوعلی عامری: کذاب، متروک الحدیث اور حدیث ساز تھا۔(۳)

۱۴۰۔ جبارہ بن مغلس حمانی: یحیٰی کہتے ہیں کہ وہ کذاب تھا۔(۴)

۱۴۱۔ جراح بن منہال جزری: اس کی حدیثیں غلط اور متروک ہیں، جھوٹی حدیثیں گڑھتا تھا اور شرابی تھا۔(۵)

۱۴۲۔ جریر بن ایوب بجلی: حدیث ساز تھا۔(۶)

۱۴۳۔ جریر بن زیاد طائی: کذاب تھا۔(۷)

۱۴۴۔ جعفر بن ابان: حدیث ساز تھا۔(۸)

۱۴۵۔ جعفر بن زبیر حنفی دمشقی: عابد تھا لیکن کذاب اور جعل ساز تھا۔(۹)

۱۔ لسان المیزان، ج ۳، ص ۶۵ (ج، ص ۸۰۲ نمبر ۱۷۷۴)

۲۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۸۷ (ج ۲، ص ۱۱۲ نمبر ۱۸۷۶) الاصابۃ، ج ۱، ص ۱۵۵، اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۳۵۳.

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۷۸ (ج ۱، ص ۳۸۴ نمبر ۱۴۲۸) لسان المیزان، ج ۲، ص ۹۰ (ج ۲، ص ۱۱۶ نمبر ۱۸۹۲)

۴۔ اسنی المطالب، ص ۲۳۲ (ص ۴۷۳ حدیث ۱۵۱۶) خلاصہ التہذیب، ص ۵۵ (ج ۱، ص ۱۷۴ نمبر ۱۰۸۲)

۵۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۸۱ (ج ۱، ص ۳۹۰ نمبر ۱۴۵۳) لسان المیزان، ج ۲، ص ۹۹ (ج ۲، ص ۱۲۶ نمبر ۱۹۲۵)

۶۔ میزان الاعتدال، (ج ۱، ص ۳۹۱ نمبر ۱۴۵۹) لسان المیزان، ج ۲، ص ۱۰۱ (ج ۲، ص ۱۲۸ نمبر ۱۹۳۱)

۷۔ نصب الرایۃ، ج ۱، ص ۱۸۱. ۸۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۱۱۳۔(۸۰)

۹۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۸۸ (ج ۱، ص ۴۰۶ نمبر ۱۵۰۲) تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۹۰ (ج ۲، ص ۷۸) مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۲۴۸، اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۶، ج ۲، ص ۱۰۲، ۳۳۲ (ج ۱، ص ۱۰، ج ۲، ص ۱۸۶، ۴۴۲) خلاصۃ التہذیب ص ۵۳ (ج ۱، ص ۱۶۷ نمبر ۱۰۳۷)

۱۴۶۔ جعفر بن عبدالواحد ہاشمی عباسی: کذاب، حدیث ساز اور حدیث کا چور تھا۔ بے اصل حدیث بیان کرتا تھا۔(۱)

۱۴۷۔ جعفر بن علی بن سہل دقاق: کذاب و فاسق تھا۔(۲)

۱۴۸۔ جعفر بن محمد بن علی: حدیث ساز تھا۔(۳)

۱۴۹۔ جعفر بن محمد بن فضل ابوالقاسم دقاق مصری مشہور بہ ابن ماسرستانی: دارقطنی وصوری نے اس کی تکذیب کی ہے۔(۴)

(ح)

۱۵۰۔ حارث بن عبدالرحمٰن دمشقی، غلام مروان بن حکم یا غلام ابوالجلال: کذاب تھا۔(۵)

۱۵۱۔ حامد بن آدم مروزی: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۶)

۱۵۲۔ حباب بن حبلہ دقاق: کذاب تھا۔(۷)

۱۵۳۔ حبیب بن ابی حبیب مصری: امام مالک کا منشی تھا، حدیث ساز اور جھوٹا تھا، اس کی تمام حدیثیں جھوٹی ہیں۔(۸)

۱۔ تاریخ بغداد، ج۷، ص۱۷۵، المنتظم، ج۵، ص۱۲ (ج۱۲، ص۱۴۱ نمبر۱۶۰۴) میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۹۱ (ج۱، ص۴۱۲ نمبر ۱۵۱۱) ص۱۹۱، اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۲۲۳، ج۲، ص۱۰، ۱۹۰ (ص۴۳۰، ج۲، ص۱۸)

۲۔ تاریخ بغداد، ج۷، ص۲۲۳، میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۹۱ (ج۱ص۴۱۳ نمبر۱۵۱۲)

۳۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۱۰ (ج۲، ص۲۰۱)

۴۔ المنتظم، ج۷، ص۱۹۱ (ج۱۴، ص۳۸۷ نمبر۲۹۲۸) تاریخ بغداد، ج۷، ص۲۴۳، لسان المیزان، ج۲، ص۱۲۴ (ج۲، ص۱۵۶ نمبر۲۰۵۰)

۵۔ تاریخ ابن عساکر ج۳، ص۴۴۲ (ج۱۱، ص۴۲۷)

۶۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۰۸ (ج۱، ص۴۴۷ نمبر۱۶۷۱) مجمع الزوائد، ج۱، ص۳۷.

۷۔ میزان الاعتدال، ج۱ص۲۰۸ (ج۱، ص۴۴۸ نمبر۱۶۷۵)

۸۔ تہذیب التہذیب، ج۲، ص۱۸۱ (ج۲، ص۱۵۸) میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۱۰ (ج۱، ص۴۵۲ نمبر۱۶۹۴) تذکرۃ الموضوعات، ص۹۰، اسنی المطالب، ص۲۱۶، اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۸، ۲۳۰ (ج۱ص۱۴، ۴۴۳) خلاصۃ التہذیب ص۶۰ (ج۱، ص۱۹۲ نمبر۱۲۰۰) مجمع الزوائد، ج۹، ص۴۷، تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۳۹۶.

۱۵۴۔ حبیب بن ابی حبیب مروزی: کذاب تھا، موثق لوگوں کے نام سے حدیث گڑھتا تھا۔(۱)

۱۵۵۔ حبیب بن جحدر: احمد و یحییٰ نے اس کی تکذیب کی ہے۔(۲)

۱۵۶۔ حرب بن میمون عبدی: مجتہد و عابد لیکن کذاب تھا۔(۳)

۱۵۷۔ حسان بن غالب مصری: روایت کو اتھل پتھل کر دیتا، امام مالکی کی جعلی حدیثیں نقل کی ہیں۔(۴)

۱۵۸۔ حسن بن حسین بن عاصم ہسنجانی: اس کے کذاب ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔(۵)

۱۵۹۔ حسن بن دینار ابو سعید تمیمی: کذاب اور حدیث ساز تھا۔(۶)

۱۶۰۔ حسن بن زیاد ابو علی لؤلؤی: ابوحنیفہ کا صحابی تھا۔ کذاب، خبیث اور متروک الحدیث تھا۔(۷)

۱۶۱۔ حسن بن شبل کرمینی بخاری: شیخ، کذاب اور جعلی حدیث بنانے والوں میں تھا۔(۸)

۱۶۲۔ حسن بن عثمان ابو سعید تستری: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۹)

۱۶۳۔ حسن بن طیب بلخی: جس روایت کو نہیں سنا اس کی روایت کرتا تھا۔(۱۰)

۱۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۰۹ (ج۱، ص۴۵۱ نمبر ۱۶۹۳) تہذیب ج۱، ص۱۸۲ (ج۲، ص۱۶۰) اللآلی المصوعۃ، ج۱، ص۱۴.

۲۔ لسان المیزان، ج۲، ص۱۶۹ (ج۲، ص۲۱۳ نمبر ۲۲۷۱)

۳۔ تہذیب التہذیب، ج۲، ص۲۲۷ (ج۲، ص۱۹۸) خلاصۃ التہذیب، ص۶۳ (ج۱، ص۲۰۲ نمبر ۱۲۷۸)

۴۔ میزان الاعتدال، ج۱ ص۲۲۳ (ج۱، ص۴۷۹ نمبر ۱۸۱۰)

۵۔ لسان المیزان، ج۲، ص۲۰۰ (ج۲، ص۲۵۱ نمبر ۲۳۲۷)

۶۔ تہذیب التہذیب، ج۲، ص۲۷۶ (ج۲، ص۲۴۰) لسان المیزان، ج۲، ص۲۰۵ (ج۲، ص۲۶۷ نمبر ۲۳۴۰) اللآلی المصوعۃ، ج۲، ص۱۷۳ (ج۲، ص۳۲۲)

۷۔ تاریخ بغداد، ج۷، ص۳۱۷، میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۲۸ ج۱، ص۴۹۱ نمبر ۱۸۳۹) البدایۃ والنہایۃ، ج۵ ص۳۵۴ (ج۵، ص۳۷۶)

۸۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۲۹ (ج۱، ص۴۹۴ نمبر ۱۸۶۲)

۹۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۳۳ (ج۱، ص۵۰۱ نمبر ۱۸۷۴) لسان المیزان، ج۲، ص۲۲۰ (ج۲ ص۲۷۴ نمبر ۲۳۹۱) اللآلی المصوعۃ، ج۲، ص۱۹۳ (۲، ص۳۶۱)

۱۰۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۳۳ (ج۱، ص۵۰۱ نمبر ۱۸۷۴)

۱۶۴۔ حسن بن علی اہوازی: حدیث وقرأت میں کذاب تھا، اپنی کتاب میں جھوٹی حدیثوں کی بھر مار کردی ہے۔ (۱)

۱۶۵۔ حسن بن علی نخعی معروف بہ ابی الاشنان: فحش جھوٹ بولتا، جنھیں نہیں دیکھا ان سے روایت بیان کرتا تھا۔ (۲)

۱۶۶۔ حسن بن علی بن زکریا ابو سعید عدوی بصری: بے حیا، کذاب اور تہمت زدہ تھا، ایک ہزار حدیثیں گڑھیں۔ (۳)

۱۶۷۔ حسن بن علی بن عیسیٰ ازدی: حدیث ساز اور امام مالک سے جھوٹی حدیثیں روایت کرتا۔ (۴)

۱۶۸۔ حسن بن عمارہ بن مضرب ابو محمد کوفی: فقیہ بزرگ، کذاب اور پکا حدیث ساز تھا۔ (۵)

۱۶۹۔ حسن بن عمرو بن سیف عبدی: کذاب ومتروک الحدیث تھا۔ (۶)

۱۷۰۔ حسن بن غالب تمیمی معروف بہ ابن مبارک: کذاب تھا۔ (۷)

۱۷۱۔ حسن بن غفیر مصری عطار: کذاب وحدیث ساز تھا۔ (۸)

۱۷۲۔ حسن بن یزید مؤذن بغدادی: سند ومتن الٹل پتھل کرتا تھا۔ (۹)

۱۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۳۷ (ج۱، ص۵۱۲ نمبر ۱۹۱۶) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۵ (ج۱، ص۲۸)

۲۔ تاریخ بغداد، ج۷، ص۳۴۹، میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۳۶ (ج۱، ص۵۰۹ نمبر ۱۹۰۶)

۳۔ تاریخ بغداد ج۷، ص ۳۸۳، میزان الاعتدال، ج۱ص ۲۳۶، تذکرۃ الحفاظ، ج۳، ص۳۲ (ج۳، ص ۸۰۳ نمبر ۷۹۲) شذرات الذہب، ج۲، ص۲۸۱ (ج۳، ص۹۳) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۵۹، ۲۲۶ (ج۱، ص۱۱۴، ۴۳۵)

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج۴، ص۲۳۰ (ج۱۳، ص۳۱۲ نمبر ۱۳۹۲)

۵۔ تاریخ بغداد، ج۷، ص ۳۴۹، میزان الاعتدال، ج۱، ص ۲۳۹ (ج۱، ص ۵۱۳ نمبر ۱۹۱۸) ارشاد الساری، ج۶، ص ۷۳ (ج۸، ص۱۵۰ حدیث ۳۶۴۲)

۶۔ تہذیب التہذیب، ج۲، ص۳۱۱ (ج۲، ص۲۶۹) میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۳۹ (ج۱، ص۵۱۶ نمبر ۱۹۱۹)

۷۔ المنتظم، ج۸، ص۲۴۳ (ج۱۶، ص۹۸ نمبر ۳۲۸۸) البدایۃ والنہایۃ، ج۱۲، ص۹۴ (ج۱۲، ص۱۱۶)

۸۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۴۰ (ج۱، ص۵۱۷ نمبر ۱۹۲۷)

۹۔ المنتظم، ج۹، ص۱۳۲ (ج۷، ص۷۷ نمبر ۳۷۲۵)

۱۷۳۔ حسن بن محمد ابو علی کرمانی شرقی: حدیث کے لئے مسافرت کی۔ عابد و زاہد و نماز شب پڑھتا لیکن کذاب تھا۔(۱)

۱۷۴۔ حسن بن واصل: کذاب تھا، پیسے کی اولاد تھا۔(۲)

۱۷۵۔ حسین بن ابراہیم: کذاب و دجال و حدیث ساز تھا۔(۳)

۱۷۶۔ حسین بن ابی سری عسقلانی: کذاب تھا۔(۴)

۱۷۷۔ حسین بن حمید بن ربیع کوفی خزار: وہ اور اسکے باپ دادا سبھی جھوٹے تھے۔(۵)

۱۷۸۔ حسین بن داؤد بلخی: حدیث ساز تھا، اس کی حدیثیں جعلی ہوتی ہیں۔(۶)

۱۷۹۔ حسین بن عبد اللہ بن ضمیرہ حمیری: کذاب و متروک الحدیث ہے، اس کی بات کا اعتبار نہیں۔(۷)

۱۸۰۔ حسین بن عبید اللہ عجلی: موثق لوگوں کے نام سے حدیثیں گڑھتا ہے۔(۸)

۱۸۱۔ حسین بن علوان: کذاب، خبیث اور حدیث ساز تھا۔(۹)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۴۵۲۔

۲۔ اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۴۵ (ج ۲، ص ۸۴)

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۴۲۸ (ج ۱، ص ۵۳۰ (نمبر ۱۹۷۸) اسنی المطالب، ص ۲۱۷، تہذیب التہذیب، ۲، ص ۳۶۹ (ج ۲، ص ۳۶۵)

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۵۱ (ج ۱ ص ۵۳۶ نمبر ۲۰۰۳) تہذیب التہذیب، ج ۲، ص ۳۶۵ (ج ۲، ص ۳۱۵) خلاصۃ التہذیب، ص ۷۲ (ج ۱، ص ۲۳۰ نمبر ۱۴۴۷)

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۴۴، میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۸۰ (ج ۱، ص ۵۳۳ نمبر ۱۹۹۳)

۶۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۴۴، میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۵۰ (ج ۱، ص ۵۳۴ نمبر ۱۹۹۸) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۱۸۷ (ج ۲، ص ۳۵۰)

۷۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۵۲ (ج ۱، ص ۵۳۸ نمبر ۲۰۱۳)

۸۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۵۳ (ج ۱، ص ۵۴۱) تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۵۶، نصب الرایۃ ج ۱، ص ۱۴۳، مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۲۰۶، اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۶۴ (ج ۱، ص ۳۱۶)

۹۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۶۳، میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۵۴ (ج ۱، ص ۵۴۲ نمبر ۲۰۲۷) تذکرۃ الموضوعات، ص ۶۳، ۱۰۲، ۱۱۶ (ص ۴۳، ۴۵، ۷۲، ۸۲) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۰۹، ص ۵۰، ۶۵، ۱۱۹ (ج ۱، ص ۲۱۱، ج ۲، ص ۹۴، ۱۱۵، ۲۲۱)

۱۸۲۔ حسین بن فرج خیاط: کذاب اور حدیث کا چور تھا۔(۱)

۱۸۳۔ حسین بن قیس حنش: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۲)

۱۸۴۔ حسین بن محمد ابو عبداللہ خالع بغدادی: ابوالفتح صواف مصری کہتے ہیں: میں نے اس کی جتنی حدیثیں لکھیں سب جھوٹی تھیں۔(۳)

۱۸۵۔ حسین بن محمد بزری: کذاب تھا، بغداد کے بزرگ دروغگو لوگوں میں تھا۔(۴)

۱۸۶۔ حصن بن عمر احمسی کوفی: کذاب و منکر الحدیث تھا اور اس کی بات بے وقعت ہے۔(۵)

۱۸۷۔ حفص بن سلیمان اسدی بزار: کذاب، متروک الحدیث، حدیث ساز، باطل گو اور سند کو اتھل پتھل کرتا تھا۔(۶)

۱۸۸۔ حفص بن عمر رفا: کذاب اور حدیث بھول جاتا تھا۔ شعبی کہتے ہیں کہ دروغ گو تھا۔(۷)

۱۸۹۔ حفص بن عمر بن دینار: ابوحاتم اس کو شیخ کذاب کہتے ہیں، عقیلی و ساجی بھی دروغ گو کہتے (۸)۔

۱۹۰۔ حفص بن عمر رازی: دروغ گو تھا۔(۹)

۱۹۱۔ حفص بن عمر حبطی رملی: جھوٹا اور متروک الحدیث تھا۔(۱۰)

۱۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۵۵ (ج۱، ص۵۴۵ نمبر ۲۰۴۰)

۲۔ تذکرۃ الموضوعات، ص۹۰ (ص۶۳، ۷۷) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۳ (ج۲، ص۲۳) میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۵۵ (ج۱، ص۵۴۶ نمبر ۲۰۴۳)

۳۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۱۰۶۔

۴۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۱۰۷، میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۵۶ (ج۱، ص۵۴۷ نمبر ۲۰۴۹)

۵۔ ارخ بغداد، ج۸، ص۲۴۶۔

۶۔ کتاب المجروحین، (ج۱، ص۲۵۵) میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۶۱ (ج۱، ص۵۵۸ نمبر ۲۱۲۱) مجمع الزوائد، ج۴، ص۱۹۵ و ۱۹۵۔

۷۔ لسان المیزان، ج۲، ص۳۲۷ (ج۲، ص۳۹۸ نمبر ۲۸۵۸) الجرح والتعدیل (ج۳، ص۱۸۳)

۸۔ لسان المیزان، ج۲، ص۳۲۵ (ج۲، ص۳۹۴ نمبر ۲۸۴۹) الجرح والتعدیل (ج۳، ص۱۸۳) الضعفاء الکبیر، (ج۱، ص۲۷۵ نمبر ۳۳۹)

۹۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۵۶۵ نمبر ۲۱۴۷) ۱۰۔ لسان المیزان، ج۲، ص۳۲۶ (ج۲، ص۳۹۶ نمبر ۲۸۵۰)

۱۹۲۔ حفص بن عمر قاضی حلب: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۱)

۱۹۳۔ حفیدہ بن کثیر: امام شافعی جھوٹ کا ستون کہتے ہیں۔(۲)

۱۹۴۔ حکم بن عبداللہ ابوسلمہ: کذاب وحدیث ساز تھا، پچاس سے زیادہ جھوٹی حدیثیں روایت کی ہیں۔(۳)

۱۹۵۔ حکم بن عبداللہ ایلی، غلام حارث بن حکم بن عاص: کذاب و دروغ ساز تھا، سبھی حدیثیں جھوٹی ہوتی تھیں۔(۴)

۱۹۶۔ حکم بن عبداللہ بلخی فقیہ: ابوحنیفہ کا مصاحب، کذاب وحدیث ساز تھا۔(۵)

۱۹۷۔ حکم بن مصقلہ: ازدی کے نزدیک وہ کذاب تھا۔(۶)

۱۹۸۔ حماد بن عمرو نصیبی: کذاب وحدیث ساز تھا، معتبر لوگوں کے نام سے حدیثیں گڑھتا تھا۔ ابن معین کے نزدیک حدیث ساز تھا۔(۷)

۱۹۹۔ حماد بن ابوحنیفہ: جریر نے اس کی تکذیب کی ہے۔ قتیبہ سے کہا کہ اس سے کہہ دو کہ تمہیں حدیث سے کیا سروکار۔(۸)

۱۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۶۴ (ج۱، ص۵۶۳ نمبر ۲۲۳۵) تذکرۃ الموضوعات، ص۱۰۳ (ص۷۲) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۲۹۔

۲۔ سنن ابن ماجہ پر سندی کا حاشیہ ج۲، ص۱۲۸۔

۳۔ تاریخ ابن عساکر، ج۴، ص۳۹۴ (ج۱۵، ص۱۴۔۱۳ نمبر ۱۶۵۹۱) میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۶۸ (ج۱، ص۵۷۲ نمبر ۱۲۷۹) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۲۰۹ (ج۲، ص۸۰) مجمع الزوائد، ج۱، ص۱۳۶۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج۱، ص۳۹۵ (ج۱۵، ص۱۵ نمبر ۱۶۹۳) میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۶۸ (ج۱، ص۵۷۲ نمبر ۲۱۸۰)

۵۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۲۰ (ج۱، ص۳۸)

۶۔ لسان المیزان، ج۲، ص۳۳۹ (ج۲، ص۴۱۲ نمبر ۲۹۰۳)

۷۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۱۵۵، میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۸۰ (ج۱، ص۵۹۸ نمبر ۲۲۶۲) مجمع الزوائد، ج۹، ص۳۱۷، لسان المیزان، ج۲، ص۳۵۱ (ج۲، ص۴۲۲ نمبر ۲۹۴۴)

۸۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۲، ص۲۵۲ نمبر ۴۳۰) لسان المیزان، ج۲، ص۳۴۶ (ج۲، ص۴۲۱ نمبر ۲۹۲۹)

۲۰۰۔ حماد بن ابی یعلی دیلمی کوفی: جھوٹ میں مشہور، اگلوں کے نام اشعار منسوب کرتا تھا۔(۱)

۲۰۱۔ حماد مکی: جھوٹا تھا۔(۲)

۲۰۔ حمزہ بن ابی حمزہ جزری: کذاب، حدیث ساز اور تمام روایات جعلی ہیں۔(۳)

۲۰۳۔ حمزہ بن حسین دلال: کذاب تھا۔(۴)

۲۰۴۔ حمید بن ربیع لخمی: چار بڑے جھوٹوں میں ایک تھا۔(۵)

۲۰۵۔ حمید بن علی بن ہارون قیسی: کذاب وخبیث تھا، جعلی احادیث بیان کرتا تھا۔(۶)

(خ)

۲۰۶۔ خارجہ بن مصعب ضبعی خراسانی: کذاب اور لائق اعتماد نہیں تھا۔ لوگ اس کی احادیث سے پرہیز کرتے تھے۔

ابو معمر ہذلی کہتے ہیں کہ خارجہ کی حدیثیں اس لئے متروک ہوئیں کہ اصحاب قیاس کو مسائل ابوحنیفہ کی طرف خاص توجہ تھی۔ انھوں نے یزید بن زیاد، مجاہد، ابن عباس سے موضوع حدیثیں نقل کی ہیں۔ ان کے لئے خارجہ ہی حدیث وضع کرتا تھا۔(۷)

۱۔ لسان المیزان، ج۲، ص۳۵۲ (ج۲، ص۴۲۸ نمبر ۲۹۴۷)

۲۔ تحذیر الخواص، ص۴۵ (ص ۱۸۷)

۳۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۸۴ (ج۱، ص۶۰۶ نمبر ۲۲۹۹) تہذیب التہذیب، ج۳ ص۲۹ (ج۳، ص۲۵) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۲۳۹ (ج۱، ص۴۶۰)

۴۔ لسان المیزان، ج۲، ص۳۵۹ (ج۲، ص۴۳۶ نمبر ۲۹۸۲)

۵۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۱۶۴، میزان الاعتدال، ج۱، ص ۲۸۷ (ج۱، ص ۶۱۱ نمبر ۲۳۳۷) لسان المیزان، ج۲، ص۳۶۴ (ج۲، ص۴۴۲ نمبر ۳۰۱۰) اللآلی المصنوعۃ (ج۲، ص۱۷۱ (ج۲، ص ۳۱۹) معرفۃ الرجال، (ج۱، ص۹۳ نمبر ۳۶۴) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۲، ص ص۲۸۰ نمبر ۴۴۴)

۶۔ لسان المیزان، ج۲، ص۳۶۶ (ج۲، ص۴۴۴ نمبر ۳۰۱۸)

۷۔ تاریخ ابن عساکر، ج۵، ص۲۶ (ج۱۵، ص۴۰۲ نمبر ۱۸۵۶)

۲۰۷۔خالد بن آدم: کذاب تھا۔(۱)

۲۰۸۔خالد بن اسماعیل مخزومی: متروک الحدیث، موثق لوگوں سے حدیث وضع کرتا تھا۔(۲)

۲۰۹۔خالد بن عبدالرحمٰن: کذاب، حدیث ساز اور حدیثوں کا چور تھا۔(۳)

۲۱۰۔خالد بن عبدالملک: کذاب تھا، ہشام کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا۔ علیؑ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتا اور دشنام دیتا تھا۔(۴)

۲۱۱۔خالد بن عمرو اموی کوفی: کذاب و حدیث ساز تھا، جعلی حدیثیں بیان کرتا تھا۔(۵)

۲۱۲۔خالد بن قاسم مدائنی: متفقہ طور پر کذاب تھا، ہزاروں جھوٹی حدیثیں بناڈالیں۔(۶)

۲۱۳۔خالد بن نجیح مصری: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۷)

۲۱۴۔خالد بن یزید مکی: کذاب اور غیر معتبر تھا۔(۸)

۲۱۵۔خراش بن عبداللہ: کذاب اور درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔(۹)

۲۱۶۔خصیب بن جحدر: کذاب تھا، اس سے روایت نہیں کرنی چاہئے۔(۱۰)

۱۔مجمع الزوائد، ج۲، ص۱۶۴۔

۲۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۹۴ (ج۱، ص۶۲۷ نمبر ۲۴۰۴) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۳، ۸ (ج۲، ص۵، ۱۳)

۳۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۹۷ (ج۱، ص۶۳۳ نمبر ۲۴۳۸)

۴۔تاریخ ابن عساکر، ج۵، ص۸۲ (ج۱۶، ص۱۷۰ نمبر ۱۹۰۲)

۵۔تاریخ بغداد، ج۸، ص۲۹۹، میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۹۸ (ج۱، ص۶۳۵ نمبر ۲۴۴۷) تہذیب التہذیب ج۳، ص۱۰۹ (ج۳، ص۹۴)

۶۔تاریخ بغداد، ج۸، ص۳۰۳، میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۹۹ (ج۱، ص۶۳۷ نمبر ۲۴۵۱) اسنی المطالب، ص۲۳۲ (ص۴۷۳ حدیث ۱۵۱۵) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۵۰ (ج۲، ص۲۷۹)

۷۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۰۲ (ج۱، ص۶۴۴ نمبر ۲۴۶۹)

۸۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۰۳ (ج۱، ص۶۴۶، ۶۴۷ نمبر ۲۴۷۶، ۲۴۷۷) مجمع الزوائد، ج۱، ص۲۴۹، ج۹، ص۵۳، اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۵۳، ۱۱۶ (ج۱، ص۱۰۲، ۲۲۳)

۹۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۰۵ نمبر ۲۵۰۰)

۱۰۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۰۶ (ج۱، ص۶۵۳ نمبر ۲۵۰۹) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۹۷، ج۲، ص۱۷۳ (ج۲، ص۳۲۲)

۲۱۷۔ خلیل بن زکریا شیبانی بصری: کذاب تھا، غلط حدیثیں نقل کرتا تھا۔(۱)

(د)

۲۱۸۔ داؤد بن ابراہیم قاضی قزوین: متروک الحدیث اور دروغ گو تھا۔(۲)

۲۱۹۔ داؤد بن زبرقان رقاشی بصری: کذاب، متروک الحدیث اور غیر معتبر روایت نقل کرتا۔(۳)

۲۲۰۔ داؤد بن سلیمان جرجانی: کذاب تھا۔(۴)

۲۲۱۔ داؤد بن عبدالجبار مؤذن: کذاب ومنکر الحدیث تھا۔(۵)

۲۲۲۔ داؤد بن عفان: انس بن مالک کے ندیم، جعلی حدیثیں بیان کرتا تھا، موضوع احادیث کی کتاب بھی لکھی ہے۔(۶)

۲۲۳۔ داؤد بن عمر نخعی: کذاب تھا۔(۷)

۲۲۴۔ داؤد بن محمد مقیم بغداد: کذاب اور متروک الحدیث تھا۔(۸)

۲۲۵۔ دینار بن عبداللہ ابومکیش حبشی: کذاب تھا، انس بن مالک سے جھوٹی حدیثیں روایت کرتا تھا

۱۔ تہذیب التہذیب، ج۳، ص۱۶۶ (ج۳، ص۲۴۳)

۲۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۱۶ (ج۲، ص۳ نمبر ۲۵۸۹) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۵۹ (ج۲، ص۲۹۶)

۳۔ تاریخ ابن عساکر، ج۵، ص۲۰۰ (ج۷، ص۱۳۶ نمبر ۲۰۴۵) تاریخ بغداد، ج۸، ص۳۵۸، میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۱۸ (ج۲، ص۷ نمبر ۲۶۰۶)

۴۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۳۶۶، اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۳۲ (ج۲، ص۲۴۲)

۵۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۳۵۶، میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۱۹ (ج۲، ص۱۰ نمبر ۲۶۲)

۶۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۲۱ (ج۲، ص۱۲ نمبر ۲۶۳۲) تذکرۃ الموضوعات، ص۳۲۱، ص۱۱ (ص۱۳) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۲، ج۲، ص۱۰۹ (ج۱، ص۲۳، ج۲، ص۱۹۹)

۷۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۲۲ (ج۲، ص۱۶ نمبر ۲۶۳۵)

۸۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۳۶۰، البدایۃ والنہایۃ، ج۹، ص۲۲۹ (ج۹، ص۲۵۵) تہذیب التہذیب، ج۳، ص۲۰۱ (ج۳، ص۱۷۳) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۲۷، ۲۴۱، ج۲، ص۲۲۲ (ج۱، ص۲۴۶، ج۲، ص۴۱۵)

،بیس ہزار حدیثیں بنائیں۔(۱)

(ر۔ز)

۲۲۶۔ربیع بن بدر: کذاب تھا۔(۲)

۲۲۷۔ربیع بن محمود ماردینی: دجال ومفتری تھا،صحابی رسولؐ ہونے کا دعویٰ تھا۔(۳)

۲۲۸۔رتن ہندی: شیخ،دجال وکذاب تھا۔صحابی رسولؐ ہونے کا دعویٰ تھا جب کہ ۶۳۲ھ میں مرا ہے۔(۴)

۲۲۹۔روح بن مسافر: حدیث ساز تھا،اعمش سے سینکڑوں جھوٹی حدیثیں روایت کرڈالیں۔(۵)

۲۳۰۔زکریا بن درید کندی: کذاب تھا،اس کی کتاب سے روایت نقل کرنا صحیح نہیں۔(۶)

۲۳۱زکریا بن زیاد: دجال وحدیث ساز تھا۔(۷)

۲۳۲۔زکریا بن یحییٰ: بزرگ دروغگو لوگوں میں سے تھا،فقیہ ومدرس بھی تھا۔(۸)

۲۳۳۔زید بن حسن بن زید حسینی: کذاب،حدیث ساز و دجال تھا، چالیس سے زیادہ حدیثیں گڑھیں۔(۹)

۱۔میزان الاعتدال،ج۱،ص۳۲۹(ج۲،ص۳۰نمبر۲۶۹۲)تذکرۃ الموضوعات،ص۵۷(ص۵۳)

۲۔مجمع الزوائد،ج۱،ص۱۴۲.

۳۔میزان الاعتدال،ج۱،ص۳۳۵(ج۲،ص۴۲نمبر۲۷۴۵)لسان المیزان،ج۲،ص۴۴۷(ج۲،ص۵۵۳نمبر۳۳۵۲)

۴۔میزان الاعتدال،ج۱،ص۳۳۶(ج۲،ص۴۵نمبر۲۷۵۹)لسان المیزان،ج۲،ص۴۵۰(ج۲،ص۵۵۶نمبر۳۳۶۱)

۵۔لسان المیزان،ج۲،ص۴۶۸(ج۲،ص۵۷۶نمبر۳۴۰۸)

۶۔میزان الاعتدال،ج۱،ص۳۴۸،ج۳،ص۵۸(ج۲،ص۷۲نمبر۲۸۷۴،ج۳،ص۵۴۹نمبر۷۵۳۵)تذکرۃ الموضوعات، ص۵،ص۸۶(ص۴،۶۰)اسنی المطالب،ص۲۱۳،اللآلی المصنوعۃ،ج۲،ص۱۹،۳۰۷(۲،ص۳۵)

۷۔تذکرۃ الموضوعات،ص۶۸.

۸۔میزان الاعتدال،ج۱،ص۳۵۱(ج۲،ص۷۷نمبر۲۸۹۲)مجمع الزوائد ج۱،ص۱۳۱،اللآلی المصنوعۃ،ج۲،ص۲۱۱(ج۲،ص۳۹۵)

۹۔میزان الاعتدال،ج۱،ص۳۶۲(ج۲،ص۱۰۱نمبر۳۰۰۰)لسان المیزان ج۲،ص۵۰۵(ج۲،ص۶۲۲نمبر۳۵۴۹)

۲۳۴۔ زید بن رفاعہ ابوالخیر: کذاب تھا، اپنے فلسفے کے مطابق حدیثیں گڑھتا، اس میں اس کو کافی شہرت تھی۔ اس نے بھی چالیس سے زیادہ حدیثیں وضع کیں سب کو صحیح وحسن متن سے شائع کیا۔ (۱)

۲۳۵۔ زیاد بن میمون ثقفی فاکہی بصری: کذاب وحدیث ساز تھا۔ (۲)

(س)

۲۳۶۔ سالم بن عبدالاعلیٰ: حدیث ساز تھا۔ (۳)

۲۳۷۔ سری بن عاصم ہمدانی: کذاب وحدیث ساز تھا حدیثوں میں متن وسند کی چوری کرتا۔ (۴)

۲۳۸۔ سعید بن سلام عطار بصری: کذاب وحدیث ساز تھا، محدثین کے یہاں بدنام ہے۔ (۵)

۲۳۹۔ سعید بن سنان ابومہدی: کذاب تھا۔ (۶)

۲۴۰۔ سکین بن سراج: کذاب تھا۔ (۷)

۲۴۱۔ سعید بن موسیٰ ازدی: حدیث ساز تھا۔ (۸)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۴۵۰، میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۶۳۔۳۶۴، (ج ۲ رص ۱۰۳۔۱۰۴ رنمبر ۳۰۰۵۔۳۰۱۶)، اسنی المطالب، ص ۲۷۳، (ص ۵۶۹) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۲۳، (ج ۱ رص ۴۳) لسان المیزان، ج ۲ رص ۵۰۶، (ج ۲ رص ۶۲۳ رنمبر ۳۵۵۱)۔

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۵۹، (ج ۲ رص ۹۴ رنمبر ۲۹۶۷) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۵۷۔۹۳، (ج ۲ رص ۳۷۶)۔

۳۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۶۲، نصب الرایۃ، ج ۴، ص ۲۳۸۔

۴۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۵، ص ۳۵۴، (ج ۵ رص ۳۷۶)، میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۷۰، (ج ۲ رص ۱۱۷ رنمبر ۳۰۸۹)، اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۸۰، (ج ۲ رص ۱۴۴)۔

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۸۰، میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۸۲، (ج ۲ رص ۱۴۱ رنمبر ۳۱۹۵)، اسنی المطالب، ص ۳۹، (ص ۸۱ ر حدیث ۱۷۷)، مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۲۶، اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۴۳۔۹۱۔۱۳۹، (ج ۲ رص ۸۱۔۱۶۵۔۲۵۹) کشف الخفا، ج ۱، ص ۱۲۳۔

۶۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۸۴، (ج ۲ رص ۱۴۳ رنمبر ۳۲۰۸) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۲۰۶، (ج ۲ رص ۳۸۴)۔

۷۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۹۶، (ص ۶۸)۔

۸۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۷۰، (ص ۷۲)۔

۲۴۲۔سلم بن ابراہیم وراق بصری: کذاب تھا۔(۱)

۲۴۳۔سعید بن عنبسہ رازی: کذاب وغلط بیان تھا۔(۲)

۲۴۴۔سلمہ بن حفص سعدی: حدیث ساز تھا۔(۳)

۲۴۵۔سلام بن سلم تمیمی: حدیث ساز، دروغ گو اور متروک الحدیث تھا۔(۴)

۲۴۶۔سلیم بن مسلم: خبیث ومتروک الحدیث تھا، اس کی حدیثیں پشم برابر بھی معتبر نہیں۔(۵)

۲۴۷۔سلیمان بن احمد جرشی شامی: کذاب، متروک الحدیث اور احادیث چراتا تھا۔(۶)

۲۴۸۔سلیمان بن احمد واسطی: یحیٰی نے اس کی تکذیب کی ہے ابن عدی کے نزدیک حدیث چور تھا۔(۷)

۲۴۹۔سلیمان بن احمد ملطی مصری: دار قطنی نے اس کی تکذیب ہے۔(۸)

۲۵۰۔سلیمان بن احمد سرقسطی بغدادی: کذاب تھا۔(۹)

۲۵۱۔سلیمان بن بشار: موثق لوگوں کے نام سے حدیثیں گڑھتا تھا۔(۱۰)

۲۵۲۔سلیمان بن داؤد بصری معروف بہ شاذ کونی: حافظ، کذاب وخبیث تھا۔(۱۱)

۱۔تاریخ بغداد، ج۹، ص۱۴۵، تھذیب التھذیب، ج۴، ص۱۲۷، (ج۴رص۱۱۲)۔

۲۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۸۹، (ج۲رص۱۵۴رنمبر۳۲۴۸) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۶۰، (ج۲رص۱۰۶)۔

۳۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۰۶، (ج۲رص۱۸۹رنمبر۳۳۹۳) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۲۳۵، (ج۱رص۴۴۵)۔

۴۔تاریخ بغداد، ج۹، ص۱۹۷، تذکرۃ الموضوعات، ص۵۸، (ص۴۱)۔

۵۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۲۷، (ج۲رص۲۳۲رنمبر۳۵۴۷)۔

۶۔تاریخ بغداد، ج۹، ص۵۰، تاریخ ابن عساکر، ج۶، ص۲۴۲، (ج۲۲رص۱۷۵رنمبر۲۶۴۴)۔

۷۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۳رص۲۹۳رنمبر۷۶۲) میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۰۸، (ج۲ص۱۹۴رنمبر۳۴۲۱)۔

۸۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۰۸، (ج۲رص۱۹۵رنمبر۳۴۲۲)۔

۹۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۰۹، (ج۲رص۱۹۵رنمبر۳۴۲۴) المنتظم، ج۹، ص۹۹، (ج۱۷رص۳۳رنمبر۳۶۶۰)۔

۱۰۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۱۰، (ج۲رص۱۹۷رنمبر۳۴۳۲) تذکرۃ الموضوعات، ص۶۔۳۱، (۵۔۲۳)۔

۱۱۔تاریخ بغداد، ج۹، ص۴۷، تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۶۶، (ج۲رص۴۸۸رنمبر۵۰۳) میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۱۴، (ج۲ر
ص۲۰۵رنمبر۳۴۵۱)

۲۵۳۔ سلیمان بن زید محاربی ابو آدم کوفی: ابن معین نے اس کی تکذیب کی ہے۔(۱)

۲۵۴۔ سلیمان بن سلمہ جبائری: جھوٹا اور حدیث ساز تھا۔(۲)

۲۵۵۔ سلیمان بن عمرو ابوداؤد نخعی: پکا جھوٹا تھا، بظاہر بڑا نیک تھا لیکن حدیث سازی کرتا۔(۳)

۲۵۶۔ سلیمان بن عیسیٰ سجزی: کذاب و حدیث ساز تھا، بیس سے زیادہ حدیثیں گڑھیں۔(۴)

۲۵۷۔ سہل بن صقیقین خلاطی: حدیثیں وضع کرتا تھا۔(۵)

۲۵۸۔ سہل ابن عامر بجلی: باطل حدیثیں روایت کرتا تھا۔(۶)

۲۵۹۔ سہل بن عمار نیشاپوری: حاکم نے اس کی تکذیب کی ہے اور اکثر نے اس کو دروغ باف کہا ہے۔(۷)

۲۶۰۔ سہل بن قرین: ازدی نے تکذیب کی ہے۔(۸)

۲۶۱۔ سیف بن عمر تمیمی: وضاع اور زندیق تھا۔(۹)

۱۔ خلاصۃ التھذیب، ص۱۲۸، (ج۱رص۴۱۲رنمبر ۲۶۹۵)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج۶، ص۲۷۶، (ج ۲۲رص ۳۲۳رنمبر ۲۶۷۸) میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۱۶، (ج ۲رص ۲۰۹رنمبر ۳۴۷۲) تذکرۃ الموضوعات، ص۷۰، (۴۹۔۷۲) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۸۵، (ج۱رص۱۶۴)۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج۹، ص۱۵۔۲۱، میزان الاعتدال ج۱، ص۴۲۰، (ج ۲رص ۲۱۶رنمبر ۳۴۹۵) اسنی المطالب، ص۴۱، (ص۸۳ر حدیث۱۸۳) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۶۰، ج ۲، ص۳۹۔۱۳۲، (ج۱رص۱۱۶، ج۲ر۷۳، ۲۴۴)

۴۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۶۰، میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۲۰، (ج ۲رص ۲۱۸رنمبر ۳۴۹۶) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۶۶۔۱۰۱، ج۲، ص۸۰، (ج۱رص۱۲۷۔۱۹۴رج ۲رص۱۳۵)، اسنی المطالب، ص۲۷۴، (ص۵۷۲).

۵۔ خلاصۃ التھذیب، ص۱۳۳، (ج۱رص ۴۲۷رنمبر ۲۷۹۹) میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۳۰، (ج ۲رص ۲۳۸رنمبر ۳۵۸۱) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۶۰، (ج۱رص۳۰۸)

۶۔ لسان المیزان، ج۳، ص۱۱۹ (ج ۳، ص۱۴۲ نمبر ۳۹۹۹)

۷۔ اسنی المطالب، ص۱۰۵ (ص۲۰۲ حدیث ۶۳۰) میزان الاعتدال، ج۱، ص۴۳۰ (ج ۲، ص۲۴۰ نمبر ۳۵۸۹)

۸۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص ۴۳۱ (ج ۲، ص ۲۴۰ نمبر ۳۵۹۱) اسنی المطالب، ص ۲۶۱ (ص ۵۴۳ حدیث ۱۷۲۷) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص۸۲ (ج ۲، ص۱۴۹)

۹۔ تہذیب التہذیب، ج۴، ص۲۹۶ (ج ۴، ص۲۵۹)

۲۶۲۔سیف بن محمد ثوری: کذاب، خبیث اور حدیث ساز تھا۔(۱)

(ش)

۲۶۳۔شاد بن شیر یا میان: حدیث گڑھتا تھا۔(۲)

۲۶۴۔شاہ بن بشر خراسانی: ابن حبان کے مطابق حدیثیں وضع کرتا تھا۔(۳)

۲۶۵۔شاہ بن قرح ابوبکر: حدیثیں وضع کرتا تھا۔(۴)

۲۶۶۔شعیب بن عمرو طحان: ازدی نے اسے کذا کہا ہے۔(۵)

۲۶۷۔شیخ بن ابی خالد بصری: حدیث ساز تھا، خود کہتا ہے کہ میں نے چار سو حدیثیں وضع کیں اور انھیں لوگوں کے روزمرہ کی زندگی میں شامل کر دیا۔(۶)

(ص۔ض)

۲۶۸۔ابو العلاء صاعد بن حسن ربعی بغدادی: اس کے مطالب دروغ سے متہم ہوتے تھے۔ جب منصور پر اس کی دروغ بافی ظاہر ہوئی تو کتاب کو دریا برد کر دیا۔(۷)

۱۔تاریخ بغداد، ج۱،ص۳۵، ج۹،ص۲۲۶، ج۱۲،ص۲۵۳، تذکرۃ الموضوعات،ص۱۰۲، ۱۱۲(ص۷۲، ۷۹) تہذیب التہذیب، ج۴،ص ۲۹۶(ج۴،ص ۲۶۰) مجمع الزوائد، ج۱،ص ۲۱۹، اللآلی المصنوعۃ ،ج۱،ص ۶۷، ۱۰۱، ۱۲۹(ج۱،ص ۱۲۹، ۱۹۴، ۴۷۳، ج۲،ص۳۹۱، ۴۰۷) خلاصۃ التہذیب،ص۱۳۶(ج۱،ص۴۳۶ نمبر۲۸۶۲)

۲۔تذکرۃ الموضوعات،ص۳،(ص۲)

۳۔کتاب المجروحین (ج۱،ص۳۶۴) میزان الاعتدال، ج۱،ص ۴۴۰(ج۲،ص ۲۶۰ نمبر ۳۶۵۰) اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص ۲۲۴(ج۱،ص۴۳۱)

۴۔اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۲۳۹(ج۲،ص۴۵۱)

۵۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۴۸(ج۲،ص۲۷۷ نمبر۳۷۲۳)

۶۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۵۲(ج۲،ص۲۸۶ نمبر۳۷۶۳) تذکرۃ الموضوعات،ص۶۴، ۱۱۳(ص۷۹، ۸۰)

۷۔وفیات الاعیان، ج۱،ص ۲۸۷(ج۲،ص ۴۸۸ نمبر ۱۳۰۲) البدایۃ والنہایۃ ، ج۱۲،ص ۲۱(ج۱۲،ص ۲۷) شذرات الذہب، ج۳،ص۲۰۷(ج۵،ص۸۵) بغیۃ الوعاۃ ص ۲۶۸(ج۲،ص۷ نمبر۱۳۰۲)

۲۶۹۔صالح بن احمد قیراطی: کذاب ودجال تھا، جسے کبھی نہ سنا گیا اس کی روایت کرتا تھا۔(۱)

۲۷۰۔صالح بن بشیر بصری: داستان گو، کذاب اور متروک الحدیث تھا۔(۲)

۲۷۱۔صالح بن حسان بصری: کذاب تھا۔(۳)

۲۷۲۔صبیح بن سعید بغدادی: کذاب وخبیث تھا۔(۴)

۲۷۳۔صخر بن محمد منقری مروزی حاجبی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۵)

۲۷۴۔صقر بن عبدالرحمٰن ابو بہز کوفی: پکا جھوٹا اور حدیثیں وضع کرتا تھا۔(۶)

۲۷۵۔صلہ بن سلیمان ابوزید عطار: کذاب، متروک الحدیث اور غیر معتبر تھا۔(۷)

۲۷۶۔ضحاک بن حمزہ منبجی: حدیثیں بناتا تھا، تمام احادیث متن وسند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہیں۔(۸)

(ط۔ظ)

۲۷۷۔طاہر بن فضل حلبی: وہ ثقہ لوگوں کے نام سے حدیثیں گڑھتا تھا۔(۹)

۲۷۸۔طلحہ بن زید: حدیث ساز تھا۔(۱۰)

۱۔تاریخ بغداد، ج۹،ص۳۲۹، میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۵۳(ج۲،ص۲۸۷نمبر۳۷۶۷)

۲۔تاریخ بغداد، ج۹،ص۳۰۸۔

۳۔تذکرۃ الموضوعات، ص۷(ص۶)

۴۔تاریخ بغداد، ج۹،ص۳۳۸ میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۶۳(ج۲،ص۳۰۷نمبر۳۸۵۴)

۵۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۶۴(ج۲،ص۳۰۸نمبر۳۸۶۷) تذکرۃ الموضوعات، ص۲۸،۳۰(ص۲۸،۲۹) اللآلی المصنوعۃ، ج۱ص۷۸(ج۱،ص۱۴۹)

۶۔تاریخ بغداد، ج۹،ص۳۴۰، میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۶۷(ج۲،ص۳۱۷نمبر۳۹۰۳) اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۳۹(ج۲،ص۷۳)

۷۔تاریخ بغداد، ج۹،ص۳۳۷۔

۸۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۷۰(ج۲،ص۳۲۳نمبر۳۹۳۰)

۹۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۷۵(ج۲،ص۳۳۵نمبر۳۹۸۰)

۱۰۔تاریخ ابن عساکر، ج۷،ص۶۵(ج۲۵،ص۲۶نمبر۲۹۷۸) اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۸۱(ج۱،ص۱۵۶،۳۱۷)

۲۷۹۔ظبیان بن محمد حمصی: کذاب تھا اور اس کی احادیث غیر معتبر ہوتی تھیں۔(۱)

(ع)

۲۸۰۔عاصم بن سلیمان تمیمی بصری: کذاب و متروک الحدیث تھا۔(۲)

۲۸۱۔عاصم بن طلحہ: مجہول و کذاب تھا۔(۳)

۲۸۲۔عامر بن ابی عامر: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۴)

۲۸۳۔عامر بن صالح: کذاب، خبیث اور دشمن خدا تھا۔(۵)

۲۸۴۔عباد بن صہیب: جعلی حدیثیں بناتا تھا اور پچاس ہزار سے زیادہ حدیثیں بنائیں۔(۶)

۲۸۵۔عباد بن جویریہ بصری: کذاب، تہمت زنندہ و متروک الحدیث تھا۔(۷)

۲۸۶۔عباس بن بکار ضبی: کذاب تھا۔(۸)

۲۸۷۔عباس بن ضحاک بلخی: دجال و حدیث ساز تھا۔(۹)

۲۸۸۔عباس بن عبداللہ فقیہ شافعی:۔کذاب، متہم اور غیر معتبر تھا۔(۱۰)

۱۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۳۸۱(ج۲،ص۳۴۸نمبر۴۰۳۸)

۲۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۲(ج۲،ص۳۵۰نمبر۴۰۴۷)لسان المیزان، ج۳،ص۲۱۸(ج۳،ص۲۷۵نمبر۴۳۵۴)

۳۔میزان الاعتدال، (ج۲،ص۳۵۳نمبر۴۰۵۳)لسان المیزان، ج۳،ص۲۲۰(ج۳،ص۲۷۸نمبر۴۳۵۸)

۴۔تذکرۃ الموضوعات،ص۴۷(ص۵۲)

۵۔تاریخ بغداد، ج۱۲،ص ۲۳۶،معرفۃ الرجال،(ج۱،ص۵۲نمبر۱۹) کتاب المجروحین، (ج۲،ص ۱۸۷)الکامل فی ضعفاء الرجال(ج۵،ص۸۳نمبر۱۲۵۹) خلاصۃ التہذیب،ص۱۵۶(ج۲،ص۲۳نمبر۳۲۶۷)

۶۔تاریخ بغداد، ج۱۱،ص ۲۶۳،میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۰(ج۲،ص ۳۶۷نمبر۴۱۲۲) تذکرۃ الموضوعات،ص ۴۶، ۱۱۵ (ص۳۳،۸۱)

۷۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۳۶۵نمبر۴۱۱۱)اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۱۰(ج۲،ص۱۸)

۸۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۸(ج۲،ص۳۸۲نمبر۴۱۶۰)اللآلی المصنوعۃ، ج۱۰،ص۴۰۲(ج۱،ص۴۰۲)

۹۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۸(ج۲،ص۳۸۳نمبر۴۱۶۷) تذکرۃ الموضوعات،ص۹۵(ص۶۷)

۱۰۔تاریخ ابن عساکر، ج۵،ص۲۲۵(ج۲۶،ص۲۲۶نمبر۳۱۰۱)

۲۸۹۔عباس بن فضل عبدی: کذاب وخبیث تھا۔(۱)

۲۹۰۔عباس بن محمد عدوی: حدیثیں گڑھتا تھا۔(۲)

۲۹۱۔عباس بن محمد مرادی: جھوٹی حدیثیں مالک سے روایت کرتا تھا۔(۳)

۲۹۲۔عبدالاعلیٰ بن ابی المساور جزار: کذاب ومنکر الحدیث تھا، اس کی احادیث قابل احتجاج نہیں ہیں۔(۴)

۲۹۳۔عبدالباقی بن احمد: کذاب تھا۔(۵)

۲۹۴۔عبدالرحمٰن بن حماد طلحی: حدیثیں گڑھتا تھا۔اس کے پاس جعلی حدیثوں کا نسخہ تھا۔(۶)

۲۹۵۔عبدالرحمٰن بن داؤد ابوالبرکات: بخاری وابوداؤد وغیرہ کی طرف حدیثیں منسوب کرتا تھا۔(۷)

۲۹۶۔عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر عدوی عمری: کذاب، سند و متن الٹ پلٹ کرتا تھا۔(۸)

۲۹۷۔عبدالرحمٰن بن عفان ابوبکر صوفی: کذاب ودروغ باف تھا۔(۹)

۲۹۸۔عبدالرحمٰن بن عبداللہ: کذاب ومتروک الحدیث تھا۔(۱۰)

۱۔تاریخ بغداد، ج۱۲،ص۱۳۴،میزان الاعتدال، ج۲،ص۲۰(ج۲،ص۳۸۵نمبر۴۱۷۷)

۲۔تذکرۃ الموضوعات،ص۱۷(ص۵۰)

۳۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۲۰،(ج۲،ص۳۸۶نمبر۴۱۸۱)

۴۔تاریخ بغداد، ج۱۱،ص۶۹،اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۳۹(ج۲،ص۷۳)

۵۔لسان المیزان، ج۳،ص۳۸۳(ج۳،ص۴۶۹نمبر۴۸۹۹)

۶۔تذکرۃ الموضوعات،ص۵۱(ص۳۴)

۷۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۰۲(ج۲،ص۵۵۷نمبر۴۷۵۸)

۸۔تاریخ بغداد، ج۱۰،ص۲۳۱،تہذیب التہذیب، ج۶،ص۲۱۳(ج۶،ص۱۹۳)

۹۔تاریخ بغداد، ج۱،ص۲۶۴،میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۱۳(ج۲،ص۵۷۹نمبر۴۹۲۱)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۶۵ (ج۱،ص۳۲۰)

۱۰۔نصب الرایۃ، ج۱،ص۶۰.

۲۹۹۔عبدالرحمٰن بن عمرو بن جبلہ: کذاب تھا۔(۱)

۳۰۰۔عبدالرحمٰن بن قطامی بصری: کذاب تھا۔(۲)

۳۰۱۔عبدالرحمٰن بن قیس ضبی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۳)

۳۰۲۔عبدالرحمٰن بن محمد بلخی: قتیبہ کے نام سے حدیثیں گڑھتا تھا۔(۴)

۳۰۳۔عبدالرحمٰن بن مالک: مشہور حدیث ساز تھا۔(۵)

۳۰۴۔عبدالرحمٰن بن محمد بن علویہ:۔پکا جھوٹا تھا اور سند ومتن میں ملاوٹ کرتا تھا۔(۶)

۳۰۵۔عبدالرحمٰن بن محمد: حافظ بن ناصر نے اس کی تکذیب کی ہے۔(۷)

۳۰۶۔عبدالرحمٰن بن مرزوق طرطوسی: جعلی حدیثیں بناتا تھا،صرف مذمت کے لئے اس کی حدیثیں بیان کی جاسکتی ہیں۔(۸)

۳۰۷۔عبدالرحمٰن بن یزید دمشقی: دروغ گو متروک الحدیث تھا۔(۹)

۳۰۸۔عبد الرحیم بن حبیب فاریابی: ثقہ لوگوں کے نام سے حدیث گڑھتا، پانچ سو حدیثیں

۱۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۱۴۷، ج۲،ص۱۱۳(ج۱،ص۳۱۵نمبر۱۱۹۱، ج۲،ص۵۸۰نمبر۴۹۲۸)

۲۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۱۴(ج۲،ص۵۸۲نمبر۴۹۳۲)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۹۹(ج۲،ص۱۱۸)

۳۔تاریخ بغداد، ج۱۰،ص۲۵۱ خلاصۃ التہذیب، ص۱۹۸(ج۲،ص۱۵۰نمبر۴۹۴۲)میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۱۴(ج۲،ص۵۸۳نمبر۴۹۴۴)

۴۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۱۶(ج۲،ص۵۸۷نمبر۴۹۶۱)

۵۔تاریخ بغداد، ج۱۰،ص۲۳۶، ج۹،ص۳۳۱۔مجمع الزوائد، ج۹،ص۵۱۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۱۵(ج۲،ص۵۸۴نمبر۴۹۴۹)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۳۳۲(ج۱،ص۴۳۶)

۶۔لسان المیزان، ج۳،ص۴۳۰(ج۳،ص۵۲۲نمبر۵۰۵۱)

۷۔لسان المیزان، ج۳،ص۴۳۲(ج۳،ص۵۲۵نمبر۵۰۵۵)

۸۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۱۷(ج۵،ص۵۸۸نمبر۴۹۶۹)تذکرۃ الموضوعات، ص۱۷(ص۵۰)اللآلی المصنوعۃ ج۲،ص۱۷۷(ج۲،ص۳۳۱)

۹۔تہذیب التہذیب ج۶،ص۲۹۷(ج۶،ص۲۶۴)

بناڈالیں۔(۱)

۳۰۹۔ عبدالرحیم بن زید بصری: کذاب وخبیث تھا۔(۲)

۳۱۰۔عبدالرحیم بن حبیب بغدادی: جعلی حدیثیں بناتا تھا۔(۳)

۳۱۱۔عبدالرحیم بن ہارون واسطی: کذاب ومتروک الحدیث تھا۔(۴)

۳۱۲۔عبدالعزیز بن ابان: کذاب وخبیث تھا۔(۵)

۳۱۳۔عبدالعزیز بن ابی زواد: کذاب تھا اور اس کی کتاب جعلی ہے۔(۶)

۳۱۴۔عبدالعزیز بن حارث تمیمی: احمد بن حنبل کے نام سے جھوٹی حدیثیں گڑھتا تھا۔(۷)

۳۱۵۔عبدالعزیز بن خالد: کذاب تھا۔(۸)

۳۱۶۔عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن: کذاب اور غیر معتبر تھا۔(۹)

۱۔تاریخ ابن عساکر، ج۵،ص۱۶۰(مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۵،ص۱۶۳) کتاب المجروحین (ج۲،ص۱۶۲) میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۲۴(ج۲،ص۶۰۳ نمبر۵۰۲۵)

۲۔تہذیب التہذیب ج۶،ص۳۰۵(ج۶،ص۲۷۳) اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۷۰(ج۲،ص۱۲۵)

۳۔تذکرۃ الموضوعات،ص۷۷(ص۵۴)

۴۔تاریخ بغداد، ج۱۱،ص۸۵،تہذیب التہذیب ج۶،ص۳۰۹(ج۶،ص۲۷۶) اسنی المطالب،ص۳۴(ص۷۱حدیث۱۴۶) خلاصۃ التہذیب ص۲۰۱(۱۶۱نمبر۴۳۱۱)

۵۔تاریخ بغداد، ج۱۰،ص۴۴۵، تذکرۃ الموضوعات،ص۸۷(ص۶۰) میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۳۳(ج۲،ص۶۲۲ نمبر ۵۰۸۲) تہذیب التہذیب ج۶،ص۳۳۰(ج۶،ص۲۹۴) اللآلی المصنوعۃ ج۲،ص۵۹(ج۲،ص۱۰۴)

۶۔تاریخ ابن عساکر،ج۵،ص۱۵۳،تذکرۃ الموضوعات،ص۷۷(ص۳۳،۵۴) اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۲۷،۱۲۸)

۷۔تاریخ بغداد، ج۱۰،ص۴۶۲، میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۳۴(ج۲،ص۶۲۴ نمبر۵۰۹۲) لسان المیزان، ج۴،ص۲۶ (ج۴،ص۳۲ نمبر۵۱۷۰)

۸۔اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۴۹(ج۲،ص۹۳)

۹۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۳۷(ج۲،ص۶۳۱ نمبر۵۱۱۲) لسان المیزان، ج۴،ص۳۴(ج۴،ص۴۱ نمبر۵۱۹۵) تذکرۃ الموضوعات،ص۷۶(ص۵۴)

۳۱۷۔عبدالعزیز بن یحییٰ مدنی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۱)

۳۱۸۔عبدالغفور بن سعید واسطی: جعلی حدیثیں بناتا تھا۔(۲)

۳۱۹۔عبدالقدوس بن حبیب شامی: عبدالرزاق کہتے ہیں کہ ابن مبارک نے کسی کے لئے کذاب کا لفظ استعمال نہیں کیا مگر عبدالقدوس کو کذاب کہا ہے۔ابن عیاش کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حدیث ساز تھا۔(۳)

۳۲۰۔عبدالقدوس بن عبدالقاہر: ابن عاصم کے نام سے جھوٹی حدیثیں بیان کیں جو آشکار ہوگئیں۔(۴)

۳۲۱۔عبدالکریم بن عبدالکریم خزاعی جرجانی: بغداد میں حدیثیں بیان کرتا تھا، اسناد میں اتھل پتھل کر دیتا تھا اور جھوٹی حدیثیں بیان کرتا تھا۔(۵)

۳۲۲۔عبداللہ بن ابراہیم غفاری: حدیثیں وضع و تدلیس کرتا، معتبر حضرات اس کی روایات تسلیم نہیں کرتے تھے۔(۶)

۳۲۳۔عبداللہ بن ابراہیم مدنی: غیر معتبر احادیث بیان کرتا تھا، حدیثیں گڑھتا اور سند اتھل پتھل کرتا تھا۔(۷)

۳۲۴۔عبداللہ بن ابی جعفر رازی: محمد بن حمید رازی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے دس ہزار حدیثیں

۱۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۱۴۰ (ج۲، ص۶۳۶ نمبر ۵۱۳۶) خلاصۃ التہذیب، ص۳۰۴ (ج۲، ص۱۷۰ نمبر ۴۳۸۲)

۲۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۱۴۲ (ج۲، ص۶۴۱ نمبر ۵۱۵۰) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۲۷ (ج۲، ص۱۲۹)

۳۔کتاب المجروحین (ج۲، ص ۱۳۱) تاریخ بغداد، ج۱۱، ص ۱۲۷، میزان الاعتدال، ج۲، ص ۱۴۳ (ج۲، ص ۶۴۳ نمبر ۵۱۵۶) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۲۰۷ (ج۱، ص۲۰۷) لسان المیزان، ج۴، ص۴۶ (ج۴، ص۵۵ نمبر ۵۲۴۰)

۴۔لسان المیزان، ج۴، ص۴۸ (ج۴، ص۵۷ نمبر ۵۱۴۱)

۵۔البدایۃ والنہایۃ، ج۱۱، ص۳۰۸ (ج۱۱، ص۳۵۱)

۶۔میزان الاعتدال، ج۲، ص ۲۱ (ج۲، ص ۳۸۸ نمبر ۴۱۹۰) خلاصۃ التہذیب ص ۱۶۱ (ج۲، ص ۳۸ نمبر ۳۳۷۲) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۴۲، ۱۰۹ (ج۲، ص۸۰، ۲۰۰)

۷۔تہذیب التہذیب، ج۵، ص۱۳۸ (ج۵، ص۱۲۰)

سنیں سبھی اس فاسق کی وجہ سے چھوڑ دیں۔(۱)

۳۲۵۔عبداللہ بن ایوب بن ابی علاج: وہ اور اس کا باپ جھوٹے تھے۔ازدی کے نزدیک کذاب تھا اور حدیثیں گڑھتا تھا۔(۲)

۳۲۶۔عبداللہ بن حارث صنعانی: شیخ، دجال وحدیث ساز تھا۔(۳)

۳۲۷۔عبداللہ بن حفص ابو محمد وکیل سامری: دجال اور حدیثوں کا چور تھا، بہت زیادہ حدیثیں گڑھیں۔(۴)

۳۲۸۔عبداللہ بن حکیم داہری بصری: کذاب، حدیث ساز اور متروک الحدیث تھا۔(۵)

۳۲۹۔عبداللہ بن زیاد بن سمعان قاضی: کذاب ومریض نسیان تھا، حدیث سازی بھی کرتا تھا۔(۶)

۳۳۰۔عبداللہ بن سعد انصاری رقی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۷)

۳۳۱۔عبداللہ بن سلیمان بجستانی: اس کے باپ نے اس کی حدیثوں کی تکذیب کی لیکن بڑا عابد و زاہد تھا۔(۸)

۱۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۲۸(ج۲،ص۴۰۴نمبر۴۲۵۲)

۲۔تذکرۃ الموضوعات، ص۵۱، ۸۰(ص۲۵، ۵۶)میزان الاعتدال، ج۲،ص۲۳(ج۲،ص۳۹۴نمبر۴۲۱۷)لسان المیزان ، ج۳،ص۲۶۲(ج۳،ص۳۲۶نمبر۴۳۹۷)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۷(ج۱،ص۳۲)

۳۔میزان الاعتدال، ج۲ص۲۹(ج۲،ص۴۰۵نمبر۴۲۵۹)اللآلی المصنوعۃ ج۱،ص۲۲۰)ج۱،ص۴۰۵)

۴۔تاریخ بغداد، ج۹،ص ۴۴۹، میزان الاعتدال، ج۲،ص ۳۱(ج۲،ص۴۱۰نمبر۴۲۷۵)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص ۲۲۰ (ج۱،ص۴۰۵)

۵۔تاریخ بغداد، ج۹،ص۴۴۷، میزان الاعتدال، ج۲،ص۳۲(ج۲،ص۴۱۰نمبر۴۲۷۶)تذکرۃ الموضوعات، ص۱۰(ص۸) نصب الرایۃ، ج۱،ص۳۹،

۶۔تاریخ ابن عساکر، ج۷،ص ۴۲۶(ج۲۸،ص ۲۶۵نمبر۳۳۰۱)تاریخ بغداد، ج۹،ص ۴۵۶، میزان الاعتدال، ج۲،ص ۳۸(ج۲،ص ۴۲۳نمبر۴۳۲۴)تذکرۃ الموضوعات، ص۱۳(ص ۴۳)اللآلی المصنوعۃ ، ج۱،ص ۶۴، ج۲،ص ۸۳، ۱۲۶، ۲۰۱(ج۱ص۱۲۴، ج۲،ص۱۴۹، ۲۴۳، ۳۷۶)

۷۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۴۱(ج۲،ص۴۲۸نمبر۴۳۵۰)

۸۔شذرات الذہب، ج۲،ص۲۷۳(ج۴،ص۷۹)

۳۳۲۔عبداللہ بن صالح مصری: کاتب لیث تھا اور کذاب وحدیث ساز تھا۔(۱)

۳۳۳۔عبداللہ بن عبدالرحمٰن کلبی اسامی: پکا جھوٹا تھا، غلط باتوں کی روایت کرتا تھا۔(۲)

۳۳۴۔عبداللہ بن علان بن زرین خزاعی: کذاب ومکار تھا۔(۳)

۳۳۵۔عبداللہ بن علی باہلی وضاحی: حدیث ساز تھا۔(۴)

۳۳۶۔عبداللہ بن عمرو بصری: حدیث ساز تھا، دارقطنی نے تکذیب کی ہے۔(۵)

۳۳۷۔عبداللہ بن عمیر (قاضی افریقہ): مالک کے نام سے حدیثیں گڑھتا تھا۔(۶)

۳۳۸۔عبداللہ بن عیسیٰ جزری: حدیث ساز تھا۔(۷)

۳۳۹۔عبداللہ بن قیس: حمید طویل سے جھوٹی روایت کرتا تھا اور کذاب تھا۔(۸)

۳۴۰۔عبداللہ بن کرز: کذاب تھا۔(۹)

۳۴۱۔عبداللہ بن محمد بن اسامہ: حدیث ساز تھا۔(۱۰)

۳۴۲۔عبداللہ بن محمد معروف بہ ابن ثلاج: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۱۱)

۱۔تذکرۃ الموضوعات، ص۱۷، ۲۰، ۴۴، ۱۱۲(ص۱۳، ۱۴، ۳۲، ۷۲، ۷۹)

۲۔تاریخ بغداد، ج۱۰، ص۲۸، میزان الاعتدال، ج۲، ص۵۳(ج۲، ص۴۵۳نمبر۴۴۱۶)

۳۔لسان المیزان، ج۴، ص۱۰۷(ج۴، ص۱۲۵نمبر۵۴۲۳)

۴۔لسان المیزان، ج۲، ص۳۱۸(ج۳، ص۳۹۲نمبر۴۶۷۸)

۵۔لسان المیزان، ج۳، ص۳۲۰(ج۳، ص۳۹۲نمبر۴۶۷۸)

۶۔تذکرۃ الموضوعات، ص۱۱۶(ص۸۲)

۷۔لسان المیزان، ج۲، ص۶۱(ج۳، ص۳۹۸نمبر۴۶۹۷)

۸۔میزان الاعتدال، ج۲ص۶۲(ج۲، ص۴۷۳نمبر۴۵۱۴) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۲۱۷(ج۲، ص۴۰۵)

۹۔تذکرۃ الموضوعات، ص۴۹، (ص۳۵)

۱۰۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۷۱(ج۲، ص۴۹۱نمبر۴۵۵۶)

۱۱۔تاریخ بغداد، ج۱۰، ص۱۳۶، المنتظم، ج۷، ص۱۹۳)(ج۱۴، ص۳۸۹نمبر۲۹۳۲) میزان الاعتدال، ج۲، ص۴۷(ج۲، ص۴۹۷نمبر۴۵۷۵)

۳۴۳۔عبد اللہ بن محمد قزوینی: مصری مفتی تھا، کذاب وحدیث ساز تھااور دوسو سے زیادہ غلط حدیثیں روایت کیں۔(۱)

۳۴۴۔عبد اللہ بن محمد بن سنان روحی: متروک الحدیث اور حدیث ساز تھا، سند الٹ پلٹ کرتا تھا۔(۲)

۳۴۵۔عبداللہ بن محمد خزاعی: متروک الحدیث تھا، وہ اور اس کا باپ حدیثیں گڑھتے تھے۔(۳)

۳۴۶۔عبداللہ بن محمد بن وہب دینوری: دجال، متروک الحدیث اور حدیث ساز تھا۔(۴)

۳۴۷۔عبداللہ بن محمد بلوی: کذاب تھا۔(۵)

۳۴۸۔عبداللہ بن مسلم بن رشید: بنام لیث وابن لہیعہ حدیثیں گڑھتا تھا۔(۶)

۳۴۹۔عبداللہ بن مسور ہاشمی: کذاب وحدیث ساز تھا، کلمات رسولؐ میں الٹ پھیر کرتا تھا۔(۷)

۳۵۰۔عبداللہ بن وہب نسوی: دجال وحدیث ساز تھا۔(۸)

۳۵۱۔عبداللہ بن یزید بن محمش نیشاپوری: حدیث گڑھتا تھا۔(۹)

۱۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۷۳ (ج۲، ص۴۹۵ نمبر ۴۵۶۷) شذرات الذہب، ج۲، ص۲۷۰ (ج۴، ص۷۳)

۲۔تاریخ بغداد، ج۱۰، ص ۸۸، میزان الاعتدال، ج۲، ص ۷۰ ا(ج۲، ص ۴۸۹ نمبر ۴۵۴۷) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص ۲۴۰ (ج۲، ص۴۵۳) لسان المیزان، ج۳، ص۳۳۶ (ج۳، ص۴۱۴ نمبر ۴۷۴۷)

۳۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۷۴ (ج۲، ص۴۹۶ نمبر ۴۵۷۰)

۴۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۷۳ (ج۲، ص۴۹۴ نمبر ۴۵۶۶)

۵۔البدایۃ والنہایۃ، ج۱۰، ص۱۸۲ (ج۱۰، ص۱۹۶)

۶۔میزان اعتدال، ج۲، ص۷۷ (ج۲، ص۵۰۳ نمبر ۴۶۰۳)

۷۔ تاریخ بغداد ج۱۰، ص۱۷۲، لسان المیزان، ج۳، ص ۳۳۹ (ج۳، ص۴۴۲ نمبر ۴۸۱۷) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۶۰، ۱۷۳، (ج۲، ص۲۹۸، ۳۲۳) الاصابۃ، ج۳، ص۱۳۱

۸۔میزان الاعتدال ج۲، ص ۸۷ (ج۲، ص ۵۲۳ نمبر ۴۶۷۸) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص ۹۲، ۱۲۳، ۱۸۱ (ج۲، ص ۱۶۷، ۲۲۷، ۲۳۸)

۹۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۸۸ (ج۲، ص۵۲۷ نمبر ۴۷۰۲)

۳۵۲۔عبدالمغیث بن زہیر بن علوی: حافظ حدیث تھا لیکن زیادہ تر حدیثیں جعلی ہیں۔(۱)

۳۵۳۔عبدالملک بن عبدالرحمٰن شامی: فلاس کہتے ہیں کہ سخت جھوٹا آدمی ہے۔(۲)

۳۵۴۔عبدالملک بن ہارون بن عنترہ: دجال، کذاب اور حدیث ساز تھا۔(۳)

۳۵۵۔عبدالمنعم یمانی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۴)

۳۵۶۔عبدالمنعم بن بشیر انصاری: ابن معین نے ابو مودود کو اس کی دو سو حدیثیں ارسال کیں، انھوں نے کہا: خدا سے ڈرو، سب جھوٹی و جعلی ہیں۔(۵)

۳۵۷۔عبدوس بن خلاّد: ابوزرعہ نے اس کی تکذیب کی ہے۔(۶)

۳۵۸۔عبدالوہاب ضحاک عرضی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۷)

۳۵۹۔عبدالوہاب بن عطا خفاف: متروک الحدیث وجھوٹا تھا۔(۸)

۳۶۰۔عبید بن قاسم: کذاب، خبیث وحدیث ساز تھا۔(۹)

۱۔شذرات الذہب، ج۴،ص۲۷۶(ج۶،ص۳۵۲)

۲۔لسان المیزان، ج۴،ص۶۶(ج۴،ص۷۸نمبر۵۳۰۱)اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۱۱۶(ج۲،ص۲۱۴)

۳۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۵۴(ج۲،ص ۶۶۶نمبر ۵۲۵۹)لسان المیزان، ج۴،ص۷۱(ج۴،ص۸۴نمبر ۵۳۱۹) تذکرۃ الموضوعات، ص۸۴(ص۶۹)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۲۸، ۲۶۹، ج۲،ص۳۹، ۶۰(ج۱،ص ۲۳۶، ۲۶۰، ج۲،ص۷۴، ۱۰۷)

۴۔تاریخ بغداد، ج۱۱،ص۱۳۳، مجمع الزوائد، ج۹،ص۳۱، میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۵۵(ج۲،ص ۶۶۸نمبر ۵۲۷۰)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۱،(ج۱،ص۱۸، ۵۶)

۵۔میزان الاعتدال،(ج۲،ص۶۶۹نمبر۵۲۷۱)لسان المیزان، ج۴،ص۷۵(ج۴،ص۸۸نمبر۵۳۲۶)

۶۔لسان المیزان، ج۴،ص۹۵(ج۴،ص۱۱۱نمبر۵۳۸۶)

۷۔تاریخ بغداد، ج۸،ص ۲۶۸، تاریخ ابن عساکر، ج۵،ص ۱۴۸، ج۷،ص ۲۴۱(ج۳۷،ص ۳۴۴نمبر ۴۳۷۱) تہذیب التہذیب، ج۶،ص ۴۴۷(ج۶،ص ۳۹۵)میزان الاعتدال، ج۲،ص ۱۶۰(ج۲،ص ۶۷۹نمبر ۵۳۱۶)لسان المیزان، ج۶،ص۴۱(ج۶،ص۴۸نمبر۸۳۹۴)

۸۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۱۶۲(ج۲،ص۶۸۱نمبر۵۳۲۲)

۹۔تاریخ بغداد، ج۱۱،ص۹۵، میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۴نمبر۵۴۳۶)تہذیب التہذیب، ج۷،ص۷۳(ج۷،ص۶۷)

۳۶۱۔عبیداللہ بن تمام: ساجی کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے، اکثر نے تکذیب کی ہے۔(۱)

۳۶۲۔عبیداللہ بن سفیان غدّانی: کذاب تھا۔(۲)

۳۶۳۔عتاب بن ابراہیم: کذاب تھا، خلیفہ مہدی کے تقرب کے لئے حدیثیں گڑھتا تھا۔(۳)

۳۶۴۔عثمان بن خالد بن عمر: موضوع حدیثیں بیان کرتا تھا اور حدیثیں دگرگوں کر دیتا تھا۔(۴)

۳۶۵۔عثمان بن عبد الرحمٰن زہری: کذاب، متروک الحدیث اور موضوع حدیثیں بیان کرتا تھا۔(۵)

۳۶۶۔عثمان بن عبداللہ مغربی: حدیث ساز و جھوٹا تھا۔(۶)

۳۶۷۔عثمان بن عبداللہ اموی: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۷)

۳۶۸۔عثمان بن عفان بجستانی: ابن خزیمہ قسم کے ساتھ گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ حدیث میں چوری کرتا تھا۔(۸)

۳۶۹۔عثمان بن مطر شیبانی: کذاب تھا، ثقہ لوگوں کے نام سے حدیثیں گڑھتا تھا۔(۹)

۱۔لسان المیزان، ج۴، ص۹۸ (ج۴، ص۱۱۴ نمبر ۵۳۹۸)

۲۔تاریخ بغداد، ج۱، ص۳۷، ج۱۰، ص۳۱۳، میزان الاعتدال، ج۲، ص۱۶۷ (ج۳، ص۹ نمبر ۵۳۶۶) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۴۷۳.

۳۔البدایۃ والنہایۃ، ج۱۰، ص۱۵۴ (ج۱۰، ص۱۶۳)

۴۔تہذیب التہذیب، ج۷، ص۱۱۴ (ج۷، ص۱۰۵)

۵۔تاریخ بغداد، ج۱۱، ص۲۸۰، تہذیب التہذیب ج۷، ص۱۳۳ (ج۷، ص۱۲۲) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۵۴ (ج۱، ص۱۰۳)

۶۔تذکرۃ الموضوعات، ص۵۴، ۵۸، (۳۹، ۴۱)

۷۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۱۸۳ (ج۳، ص۴۱ نمبر ۵۵۲۳) تذکرۃ الموضوعات، ص۳۸ (ص۲۷) لسان المیزان ج۴، ص۱۴۵ (ج۴، ص۱۶۵ نمبر ۵۵۳۸) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۲۰، ۲۲، ج۲، ص۴۷، ۱۳۶، ۱۷۵ (ج۱، ص۳۸، ۴۳، ج۲، ص۱۰۱، ۲۷۸۔۳۲۷)

۸۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۱۸۶ (ج۳، ص۴۹ نمبر ۵۵۴۱) لسان المیزان، ج۴، ص۲۳۸ (ج۴، ص۱۷۱ نمبر ۵۵۴۷)

۹۔تذکرۃ الموضوعات، ص۵۶، ۱۱۵ (ص۳۰، ۸۱) تہذیب التہذیب، ج۷، ص۱۵۵ (ج۷، ص۱۴۰)

۳۷۰۔عثمان بن معاویہ: ان بزرگ کی کسی روایت کو ارباب ثقہ نے نقل نہیں کیا۔(۱)

۳۷۱۔عبد اللہ بن مقسم بری: مشہور امام ہیں لیکن جعلی حدیثوں کے لئے مشہور ہیں، ۲۵ ہزار جعلی حدیثیں بیان کی ہیں۔(۲)

۳۷۲۔عذافر بصری: سلیمان کہتے کہ یہ حدیث سازوں کی صف میں ہے۔(۳)

۳۷۳۔عصمۃ بن محمد خزرجی: کذاب وحدیث ساز تھا، لوگوں پر بہت جلد اثر ڈالتا لیکن سخت جھوٹا تھا۔(۴)

۳۷۴۔عطاء بن عجلان عطار: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۵)

۳۷۵۔عطیہ بن سفیان: کذاب تھا۔(۶)

۳۷۶۔علاء بن زید ثقفی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۷)

۳۷۷۔ علاء بن عمر حنفی کوفی: کذاب ومتروک الحدیث تھا۔(۸)

۳۷۸۔ علاء بن مسلمۃ الرواس: حدیث ساز تھا اور مہمل روایتیں نقل کرتا تھا۔(۹)

۳۷۹۔علی بن احمد واعظ شروانی (مولف اخبار الحلاج): کذاب وعیاش تھا۔(۱۰)

۱۔کتاب المجروحین، (ج۲،ص۹۷) لسان المیزان، ج۴،ص۱۵۳ (ج۴،ص۱۷۷نمبر۵۵۶۶)

۲۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۹۱ (ج۳،ص۵۶نمبر۵۵۶۸)

۳۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۹۳.

۴۔تاریخ بغداد، ج۱۲،ص۲۸۶۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۱۹۶ (ج۳،ص۶۸نمبر۵۶۳۱) اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۴۱.

۵۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۲۰۰ (ج۳،ص۷۵نمبر۵۶۴۴) مجمع الزوائد، ج۲،ص۱۷۲، تہذیب التہذیب، ج۷،ص۲۰۸ (ج۷،ص۱۸۶)

۶۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۲۰۱ (ج۳،ص۸۰نمبر۵۶۶۸)

۷۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۲۱۱ (ج۳،ص۹۹نمبر۵۷۲۹) تذکرۃ الموضوعات، ص۱۱۴ (۸۳،۸۰) تہذیب التہذیب ج۸، ص۱۸۳ (ج۸،ص۱۶۲)

۸۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۲۱۳ (ج۳،ص۱۰۳نمبر۵۷۳۰) اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۵۰ (ج۱،ص۹۵)

۹۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۲۱۴ (ج۳،ص۱۰۵نمبر۵۷۴۳) اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۱۲۰،۳۲۰)

۱۰۔لسان المیزان، ج۴،ص۲۰۵ (ج۴،ص۲۳۶نمبر۵۷۴۷)

۳۸۰۔علی بن امیرک خرانی مروزی: محدث وکذاب تھا۔ زینب شعریہ کے اشعار کے مفاہیم پر حدیثیں گڑھتا تھا۔(۱)

۳۸۱۔علی ابن جمیل رقی وضاح: ثقہ لوگوں کے نام سے حدیث گڑھتا اور حدیث میں چوری بھی کرتا۔(۲)

۳۸۲۔علی ابن جہم خراسانی: پکا جھوٹا اور ناصبی تھا، علیؑ وآل محمدؐ کی مذمت کرتا تھا۔ وہ اپنے باپ پر اس لئے لعنت بھیجتا تھا کہ اس نے اس کا نام علی رکھ دیا تھا۔ ایک طرف یہ حال اور دوسری طرف دیکھئے کہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ شخص مشہور شاعر اور معتبر شخص تھا۔ اگر چہ علیؑ کی تحقیر کرتا تھا اور انھیں ظالم سمجھتا تھا۔ یعنی علیؑ کی توہین کرنے والا ابن کثیر کے نزدیک معتبر ہوسکتا ہے؟(۳)

۳۸۳۔علی بن حسن معروف بہ ابن کرینب: نہایت جھوٹا تھا اور حدیث سازی کرتا تھا۔(۴)

۳۸۴۔علی بن حسن بغدادی: کذاب اور بنام شیوخ حدیثیں بیان کرتا تھا۔(۵)

۳۸۵۔علی بن حسن بن یعمر شامی مصری: مالک، ثوری اور ابن ذئب جیسوں کے نام سے حدیثیں روایت کرتا تھا۔(۶)

۳۸۶۔علی بن حسن رصافی: حدیث ساز تھا اور خدا پر افترا کرتا تھا۔(۷)

۳۸۷۔علی بن ظبیان عبسی: متروک الحدیث، کذاب، حدیث ساز اور بہت خبیث تھا۔(۸)

۱۔لسان المیزان، ج۴، ص۲۰۷ (ج۴، ص۲۳۸ نمبر ۵۷۵۲)

۲۔تذکرۃ الموضوعات، ص۴۷، ۱۰۹ (ص۵۲، ۷۷) میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۲۰ (ج۳، ص۱۱۷ نمبر ۵۸۰۰) لسان المیزان، ج۴، ص۲۰۹ (ج۴، ص۲۴۱ نمبر ۵۷۶۴) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۶۵، ج۲، ص۷ (ج۱، ص۳۱۹ ج۲ ص۱۲)

۴۔تاریخ بغداد، ج۱۱، ص۳۸۵، لسان المیزان، ج۴، ص۲۱۵ (ج۴، ص۲۴۷ نمبر ۵۷۷۲)

۵۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۲۲ (ج۳، ص۱۲۲ نمبر ۵۸۲۱)

۶۔لسان المیزان، ج۴، ص۲۱۳ (ج۴، ص۲۴۴ نمبر ۵۷۷۰)

۷۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۲۳ (ج۳، ص۱۲۴ نمبر ۸۵۲۶)

۸۔تاریخ بغداد، ج۱۱، ص۴۴۴، میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۲۸ (ج۳، ص۱۳۴ نمبر ۵۸۷۱) تہذیب التہذیب، ج۷، ص۳۴۲ (ج۷، ص۳۰۰)

۳۸۸۔علی بن عبدۃ المکتب: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۱)

۳۸۹۔علی بن عبداللہ بردانی: غیر معتبر آدمی تھا اور حدیثیں گڑھتا تھا۔(۲)

۳۹۰۔علی بن عبداللہ ہمذانی: جھوٹا تھا، اس نے نماز رغائب وضع کی ہے۔(۳)

۳۹۱۔علی بن عروہ دمشقی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۴)

۳۹۲۔علی بن فرس: اس کی طرف جعلی حدیثوں کو منسوب کیا گیا ہے۔(۵)

۳۹۳۔علی بن قرین بصری: کذاب، خبیث اور حدیث ساز تھا۔(۶)

۳۹۴۔ علی بن مجاہد بن مسلم کابلی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۷)

۳۹۵۔ علی بن محمد مروزی: جھوٹا محدث تھا۔(۸)

۳۹۶۔علی بن محمد زہری: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۹)

۳۹۷۔علی بن محمد بن سری: کذاب وحدیث ساز تھا، جنھیں نہیں دیکھا ان سے روایت کرتا تھا۔(۱۰)

۱۔تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۱۹،

۲۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۲۱ (ج۳، ص۱۴۲ نمبر ۵۸۷۷) تاریخ بغداد، (ج۱۲، ص۶۳ ۶۳)

۳۔المنتظم، ج۸، ص۱۴ (ج۱۵، ص۱۶۱ نمبر ۳۱۱۸) البدایۃ والنہایۃ، ج۱۲، ص۱۶ (ج۱۲، ص۲۱) شذرات الذہب، ج۳، ص۲۰۱ (ج۵، ص۴۷)

۴۔میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۳۳ (ج۳، ص۱۴۵ نمبر ۵۸۹۱) تہذیب التہذیب، ج۷، ص۳۶۵ (ج۷، ص۳۱۹) اسنی المطالب، ص۴۹ (ص۹۷ حدیث ۲۴۴) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۴۷، ۹۳ (ج۲، ص۸۸، ۱۶۹)

۵۔الاصابۃ، ج۳، ص۴۹۸.

۶۔تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۵۱، اسنی المطالب، ص۱۱۰ (ص۲۱۳ حدیث ۶۷۴) میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۳۶ (ج۳، ص۱۵۱ نمبر ۵۰۴۱) لسان المیزان ج۴، ص۲۵۱ (ج۴، ص۲۸۸ نمبر ۵۸۹۱)

۷۔تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۱۰۷، خلاصۃ التہذیب، ص۲۳۵ (ج۲، ص۲۵۵ نمبر ۵۰۴۱) تہذیب التہذیب، ج۷، ص۳۷۸ (ج۷، ص۳۳۰) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۳۵۹ (ج۱، ص۳۵۹)

۸۔شذرات الذہب، ج ج۳، ص۸ (ج۴، ص۱۷۱)

۹۔تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۹۲، اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۳، ۸۰ (ج۲، ص۴، ۱۱۴)

۱۰۔تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۹۱.

۳۹۸۔ علی بن محمد موصلی: کذاب وغلط کار تھا، سندیں مشکوک بیان کرتا تھا۔ (۱)

۳۹۹۔ علی بن معاذ رعیسی: کذاب تھا۔ (۲)

۴۰۰۔ علی بن یعقوب وراق: حدیث ساز تھا۔ (۳)

۴۰۱۔ عمار بن زربی بصری: حدیث ساز ومتروک الحدیث تھا۔ (۴)

۴۰۲۔ عمار بن عطیہ کوفی: دروغ گو تھا۔ (۵)

۴۰۳۔ عمار بن مطر رہاوی: عقیلی، ابن عدی وحاتم غیر معتبر سمجھتے ہیں۔ (۶)

۴۰۴۔ عمارہ بن زید: حدیث ساز تھا۔ (۷)

۴۰۵۔ عمر بن ابراہیم کردی ہاشمی: کذاب وغیر معتبر تھا۔ (۸)

۴۰۶۔ عمر بن اسماعیل بن مجالد: کذاب، حدیث ساز اور خبیث تھا۔ (۹)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۸۳، میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۳۷ (ج ۳، ص ۱۵۴ نمبر ۵۹۲۷)

۲۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۲۶۳ (ج ۴، ص ۳۰۳ نمبر ۵۹۳۴)

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۴۱ (ج ۳، ص ۱۶۳ نمبر ۵۹۷۰) لسان المیزان، ج ۴، ص ۲۶۷ (ج ۴، ص ۳۰۸ نمبر ۵۹۵۲)

۴۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵، ص ۷۶ نمبر ۱۲۵۵) لسان المیزان، ج ۴، ص ۲۷۱ (ج ۴، ص ۳۱۲ نمبر ۵۹۷) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۲۲۳ (ج ۱، ص ۴۶۸)

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۲۵۴۔

۶۔ فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۲۷ نمبر ۱۲۵۱) الجرح والتعدیل (ج ۶، ص ۳۴۹ نمبر ۱۲۹۸) الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۳۲۷ نمبر ۱۳۴۷) السنن الکبری، ج ۸، ص ۳۰، لسان المیزان، ج ۴، ص ۲۷۵ (ج ۴، ص ۳۱۶ نمبر ۵۹۸۵)

۷۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۴۸ (ج ۳، ص ۱۷۷ نمبر ۶۰۲۵) استیعاب ج ۱، ص ۳۳۱ (نمبر ۲۲۴۳) الاصابۃ، ج ۳، ص ۳۳۲۔

۸۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۲۰۲، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۴۸، میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۴۹ (ج ۳، ص ۱۷۹ نمبر ۶۰۴۴) لسان المیزان، ج ۴، ص ۲۸۰ (ج ۴، ص ۳۲۲ نمبر ۶۰۱۰) اسنی المطالب، ص ۲۰۵ (ص ۴۱۳ حدیث ۱۳۳) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۵۲، ج ۲، ص ۱۱۸ (ج ۱، ص ۲۹۴، ج ۲، ص ۲۱۷)

۹۔ تاریخ بغداد، (ج ۱۱، ص ۲۰۴، میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۵۰ (ج ۴، ص ۱۸۲ نمبر ۶۰۵۵) تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۴۲۸ (ج ۷، ص ۳۷۴) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۲۲۸ (ج ۲، ص ۴۲۸) خلاصۃ التہذیب، ص ۲۳۸ (ج ۲، ص ۲۶۵ نمبر ۵۱۲۵)

۴۰۷۔ عمر بن جعفر وراق: حافظ حدیث مگر کذاب تھا۔ (۱)

۴۰۸۔ عمر بن حبیب عدوی بصری: ابن معین نے اس کی تکذیب کی ہے۔ (۲)

۴۰۹۔ عمر بن حسن معروف بہ ابن دحیہ: اس کی روایات ثقہ لوگوں نے مسترد کی ہیں اور تکذیب کی ہے۔ (۳)

۴۱۰۔ عمر بن حفص دمشقی: معروف خیاط کے نام سے حدیثیں روایت کرتا تھا جب کہ ان کے ڈھائی سو سال بعد پیدا ہوا ہے۔ (۴)

۴۱۱۔ عمر بن راشد جاری: اس کی حدیث جھوٹی اور جعلی ہوتی تھیں۔ (۵)

۴۱۲۔ عمر بن رباح مصری: دجال ومتروک الحدیث تھا، ثقہ لوگوں سے روایت کرتا تھا۔ (۶)

۴۱۳۔ عمر بن سعد خولانی: حدیث ساز تھا۔ (۷)

۴۱۴۔ عمر بن سعید دمشقی: ساجیکے نزدیک کذاب اور ابن عدی کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ (۸)

۴۱۵۔ عمر بن شاکر بصری: اس کی کتاب میں بیس حدیثیں غیر معتبر ہیں۔ (۹)

۴۱۶۔ عمر بن صبیح خراسانی: کذاب وحدیث ساز تھا، کذب وبدعت میں اس کی مثال دنیا میں

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۲۴۷، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۱۳۸ (ج ۳، ص ۹۳۴ نمبر ۸۸۷)

۲۔ التاریخ (ج ۴، ص ۱۳۴ نمبر ۳۵۵۸) خلاصۃ تہذیب، ص ۲۳۸ (ج ۲، ص ۲۶۶ نمبر ۵۱۳۴) میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۵۱ (ج ۳، ص ۱۸۴ نمبر ۶۰۶۷)

۳۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳، ص ۱۴۴ (ج ۱۳، ص ۱۶۹)

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۵۴ (ج ۳، ص ۱۹۰ نمبر ۶۰۸۰) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۳۷، (ج ۳، ص ۳۷)

۵۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۵۷ (ج ۳، ص ۱۹۵ نمبر ۶۱۰۳) تذکرۃ الموضوعات، ص ۴۲ (۳۰) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۲۱، ج ۲، ص ۱۶۸ (ج ۱، ص ۲۳۴، ج ۲، ص ۳۱۴)

۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۴۴۸ (ج ۷، ص ۳۹۳) میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۵۷ (ج ۳، ص ۱۹۷ نمبر ۶۱۰۹)

۷۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۵۸ (ج ۳، ص ۱۹۹ نمبر ۶۱۱۷) تذکرۃ الموضوعات، ص ۲۹ (۲۱)

۸۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (۵، ص ۵۷ نمبر ۱۲۳۱) ج ۲، ص ۲۶۰ (ج ۳، ص ۲۰۳ نمبر ۶۱۳۵)

۹۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۶۰ (ج ۳، ص ۲۰۳ نمبر ۶۱۳۵)

کہیں نہیں ملتی۔(۱)

۴۱۷۔عمر بن عمرو عسقلانی: ابن عدی کے نزدیک ثقہ لوگوں کے نام سے جعلی حدیثیں بیان کرتا۔(۲)

۴۱۸۔عمر بن عیسیٰ اسلمی: ابن حبان کے نزدیک ثقہ لوگوں کے نام جعلی حدیثیں بیان کرتا تھا۔(۳)

۴۱۹۔عمر بن محمد بن سری وراق: حدیث چور تھا اور سند و متن کو دگر گوں کرتا تھا۔(۴)

۴۲۰۔عمر بن محمد ابو حفص: غیر معتبر اور حدیث ساز تھا۔(۵)

۴۲۱۔عمر بن مدرک قاضی بلخی: کذاب تھا۔(٦)

۴۲۲۔عمر بن موسیٰ میثمی: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۷)

۴۲۳۔عمر بن ہارون بلخی: کذاب، خبیث اور متروک الحدیث تھا۔(۸)

۴۲۴۔عمر بن یزید رفاء بصری: جھوٹا تھا اور اسکی حدیثیں غیر معتبر ہوتی ہیں۔(۹)

۴۲۵۔عمرو بن ازہر عتکی: کذاب، حدیث ساز اور متروک الحدیث تھا۔(۱۰)

۱۔میزان الاعتدال، (ج۲،ص ۲٦۲ (ج۳۔ص٦ ۲۰ نمبر نمبر ۷ ۶۱۰۴) تذکرۃ الموضوعات، ص ۷۷ (۵۴) تہذیب التہذیب، ج۷، ص ۴٦۳ (ج۷، ص ۴۰۷)

۲۔الکامل فی الرجال، (ج۵،ص ٦٦ نمبر ۱۲۴۳) لسان المیزان، ج۴، ص ۳۲۰ (ج۴، ص ٦۷ ۳ نمبر ٦۱۱۳)

۳۔لسان المیزان، ج۴، ص ۳۲۱ (ج۴، ص ٦۸ ۳ نمبر ٦۱۱۵)

۴۔لسان المیزان، ج۴، ص ۳۲۱ (ج۴، ص ٦۸ ۳ نمبر ٦۱۱۵)

۵۔تاریخ بغداد، ج۱۱، ص ۲۴۲.

٦۔تاریخ بغداد، ج۱۱، ص ۲۱۲، میزان الاعتدال، ج۲، ص ۲۷۰ (ج۳، ص ۲۲۳ نمبر ٦٦۱۴)

۷۔میزان الاعتدال، ج۲، ص ۲۷۱ (ج۳، ص ۲۲۴ نمبر ٦۲۲۲) نصب الرایۃ، ج۱، ص ۱۸۷، مستدرک علی الصحیحین ج۳، ص ۱۲۴ (ج۳، ص ۱۳۴ حدیث ٦۲٦ ۴) اسنی المطالب، ص ۴۳ (ص ۹۰ حدیث ۲۱۰) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص ۸۴، ۱۳۸، ۲۲۰ (ج۲، ص ۱۵۲، ۲۵٦، ۴۱۲)

۸۔تاریخ بغداد، ج۱۱، ص ۱۸۹، میزان الاعتدال، ج۲، ص ۲۷۳ (ج۳، ص ۲۲۸ نمبر ٦۲۳۷) اسنی المطالب، ص ۱٦۱ (ص ۳۲۴ حدیث ۱۰۴۰) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص ۳٦ (ج۲، ص ٦۸)

۹۔لسان المیزان، ج۴، ص ۳۳۹ (ج۴، ص ۳۸۹ نمبر ٦۱۷۵)

۱۰۔تاریخ بغداد، ج۱۲، ص ۱۹۴، میزان الاعتدال، ج۲، ص ۲۸۱ (ج۳، ص ۲۴۵ نمبر ٦۳۱۸) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص ۱٦۵، ج۲، ص ٦۵.

۴۲۶۔ عمرو بن بحر جاحظ: بہت کتابیں لکھیں، بہت جھوٹا تھا، خدا اور رسولؐ پر جھوٹ باندھتا۔(۱)

۴۲۷۔ عمرو بن بکر سکسکی: جھوٹا انسان تھا۔(۲)

۴۲۸۔ عمرو بن جریر بجلی: ابوحاتم نے تکذیب کی ہے۔(۳)

۴۲۹۔ عمرو بن جمیع: کذاب، خبیث و غیر معتبر تھا۔(۴)

۴۳۰۔ عمرو بن حصین: کذاب و خبیث تھا۔(۵)

۴۳۱۔ عمرو بن حمید قاضی دینور: حدیث سازوں کی صف میں ہے۔(۶)

۴۳۲۔ عمرو بن خالد قرشی: کذاب و غیر معتبر تھا۔(۷)

۴۳۳۔ عمرو بن خلیف ختناوی: حدیث ساز تھا۔ اس کی حدیث ہے کہ ابن عباس نے رسولؐ سے روایت کی ہے کہ میں بہشت پہونچا تو ایک بھیڑیئے کو دیکھا۔ پوچھا: یہاں بھیڑیا؟ اس نے کہا: میں نے پولیس کے بیٹے کو کھایا تھا اس لئے جنت میں ہوں۔ فرمایا: اگر تو نے پولیس کو کھایا ہوتا تو اعلیٰ علیین میں ہوتا (۸)۔

۴۳۴۔ عمر بن زیاد باہلی: ابوحاتم و ابن عدی کہتے ہیں کہ پکا جھوٹا اور غیر معتبر تھا۔(۹)

۱۔ لسان المیزان، ج۴، ص۳۵۶ (ج۴، ص۴۰۹ نمبر ۶۲۵۰)

۲۔ لسان المیزان، ج۵، ص۲۷۰) ج۵، ص۳۰۵ نمبر ۷۷۰۹) کتاب المجروحین، (ج۲، ص۷۸)

۳۔ لسان المیزان، ج۴، ص۳۵۸ (ج۴، ص۴۱۲ نمبر ۶۲۵۷)

۴۔ تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۱۹۱، اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۸، ۹۸، ۱۰۳ (ج۲، ص۱۴، ۱۷۹، ۱۸۹، ۱۶۳، ۱۶۴)

۵۔ تاریخ بغداد، ج۵، ص۳۹۰، اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۰۳ (ج۱، ص۱۹۸)

۶۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۸۶ (ج۳، ص۲۵۶ نمبر ۶۳۵۶)

۷۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۸۶ (ج۳، ص۲۵۷ نمبر ۶۳۴۹) نصب الرایۃ، ج۱، ص۴۱، ۱۸۷، مجمع الزوائد، ج۱، ص۲۴۶، اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۶۰ (ج۲، ص۳۲۲)

۸۔ کتاب المجروحین، (ج۲، ص۸۰) تذکرۃ الموضوعات، ص۴۶ (۴۳) میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۸۷ (ج۳، ص۲۵۸ نمبر ۶۳۶۲) لسان المیزان، ج۴، ص۳۶۳ (ج۴، ص۴۱۸ نمبر ۶۲۶۹)

۹۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۵، ص۱۵۱ نمبر ۱۳۱۶) تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۲۰۵، میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۸۸ (ج۳، ص۲۶۰ نمبر ۶۳۷۱ مستدرک علی الصحیحین ج۳، ص۶۴ (ج۳، ص۶۷ حدیث ۴۴۱۳) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۳۹۲ (ج۱، ص۳۹۲)

۴۳۵۔عمرو بن عبید معتزلی بصری: بدکار و کذاب تھا۔(۱)

۴۳۶۔عمرو بن مالک فقیمی: کذاب و حدیث چور تھا۔(۲)

۴۳۷۔عمرو بن محمد بن اعشم: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۳)

۴۳۸۔عمرو بن واقد دمشقی: دحیم کہتے تھے کہ ہمارے شیوخ اس سے روایت نہیں لیتے۔ بیشک (۴) وہ کذاب تھا۔

۴۳۹۔عنبسہ بن عبدالرحمٰن: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۵)

۴۴۰۔عوانہ ابن حکم: بنی امیہ کی مدح میں حدیثیں گڑھتا تھا۔(۶)

۴۴۱۔عیسیٰ بن زید ہاشمی: کذاب تھا۔(۷)

۴۴۲۔عیسیٰ بن عبدالعزیز نخعی: بیان حدیث میں غیر معتبر تھا۔(۸)

۴۴۳۔عیسیٰ بن یزید بن داب لیثی مدینی: کذاب و حدیث ساز تھا۔ ابن مناذر کہتے ہی کہ ابن داب سے ہرگز روایت نہ کرو، وہ دوسروں کو ہلاک کرنے والا ہے، جھوٹی حدیثوں سے نجات کا طالب ہے، اس کے پیچھے چلنا سراب کے مانند ہے۔(۹)

۱۔تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۱۸۲، نصب الرایۃ، ج ۱، ص ۴۹.

۲۔لسان المیزان، ج ۴، ص ۳۷۴، (ج ۴، ص ۴۳۲ نمبر ۶۳۱۵)

۳۔میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۳۰۰ (ج ۳، ص ۲۸۶ نمبر ۶۴۳۱) تذکرۃ الموضوعات، (ص ۵۲، ۵۵، ۵۷، ۷۰، ۷۴، ۷۹، ۸۱، ۱۰۰) اللآلی المصنوعۃ، ج ۳، ص ۱۰۲ (ج ۲، ص ۱۸۷)

۴۔میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۳۰۲ (ج ۳، ص ۲۹۱ نمبر ۶۴۶۵)

۵۔میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۳۰۷ (ج ۳، ص ۳۰۱ نمبر ۶۵۱۲) تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۱۶۱ (ج ۸ ص ۱۴۳)

۶۔لسان المیزان، ج ۴، ص ۳۸۶ (ج ۴، ص ۴۴۶ نمبر ۶۳۷۵)

۷۔لسان المیزان، ج ۴، ص ۳۹۵ (ج ۴، ص ۴۵۷ نمبر ۶۴۱۴)

۸۔لسان المیزان، ج ۴، ص ۴۰۲ (ج ۴، ص ۴۶۴ نمبر ۵۴۳۲)

۹۔تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۵۲۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۳۱۹ (ج ۳، ص ۳۲۷ نمبر ۶۶۲۵)

(غ)

۴۴۴۔غنیم بن سالم: مشہور کذاب تھا، اس کی تمام روایات حیرتناک ہوتی تھیں۔(۱)

۴۴۵۔غیاث ابن ابراہیم نخعی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۲)

(ف)

۴۴۶۔فضل بن احمد لؤلوی: اس نے اسماعیل بن عمرو سے زیادہ حدیثیں گڑھی ہیں۔اس لئے کذاب تھا۔(۳)

۴۴۷۔فضل بن جبار: کذاب ہے۔(۴)

۴۴۸۔فضل بن سکین قطیعی سندی: ابن معین لعنت کر کے کہتے کہ کذاب تھا۔(۵)

۴۴۹۔فضل بن سہل اسفرائنی: کذب سے متہم تھا۔(۶)

۴۵۰۔فضل بن شہاب: یحییٰ کے نزدیک کذاب تھا۔(۷)

۴۵۱۔فضل بن عیسیٰ: کذاب تھا۔(۸)

۴۵۲۔فضل بن محمد عطار باہلی: کذاب وحدیث ساز تھا، متن میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیتا

۱۔کتاب المجروحین، (ج۲،ص۲۰۲) میزان الاعتدال، ج۲،ص۳۲۳ (ج۳،ص۳۳۶نمبر۶۶۷۱) لسان المیزان، ج۴،ص۴۲۱ (ج۴،ص۴۸۹نمبر۶۵۰۲) تذکرۃ الموضوعات، ص۸۸،۹۴ (ص۶۲،۶۶)

۲۔تاریخ بغداد، ج۱۲،ص۳۲۶، نصب الرایہ، ج۴،ص۲۳۹، میزان الاعتدال، ج۲،ص۳۲۳ (ج۳،ص۳۳۷نمبر۶۶۷۱) اسنی المطالب، ص۵۰ (ص۱۰۰حدیث۲۵۲) اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۱۱۶،۱۲۳ (ج۲،ص۲۱۴،۲۲۷)

۳۔لسان المیزان، ج۳،ص۴۳۷ (ج۴،ص۵۱۱نمبر۶۵۴۴)

۴۔مجمع الزوائد، ج۲،ص۱۱۲۔

۵۔تاریخ بغداد، ج۱۲،ص۳۶۲۔لسان المیزان، ج۴،ص۴۴۱ (ج۴،ص۵۱۶نمبر۶۵۵۸)

۶۔المنتظم، ج۱۰،ص۱۵۵ (ج۱۸،ص۹۳نمبر۴۱۸۷) لسان المیزان، ج۴،ص۴۴۲ (ج۴،ص۵۱۷نمبر۶۵۶۰)

۷۔لسان المیزان، ج۴،ص۴۴۲ (ج۴،ص۵۱۷نمبر۶۵۶۱)

۸۔اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۱۶۷ (ج۲،ص۳۱۲)

تھا۔(۱)

۴۵۳۔فہد بن عوف: کذاب تھا۔(۲)

۴۵۴۔فیض بن وثیق: کذاب وخبیث تھا۔(۳)

(ق)

۴۵۵۔قاسم بن ابراہیم ملطی: کذاب ومتہم بہ جعل تھا۔(۴)

۴۵۶۔قاسم بن ابی سفیان معمری: خبیث وکذاب تھا۔(۵)

۴۵۷۔قاسم بن عبداللہ مدنی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۶)

۴۵۸۔قاسم بن محمد فرغانی: فاحش حدیث ساز تھا۔(۷)

۴۵۹۔قطن بن صالح دمشقی: کذاب تھا۔(۸)

(ک)

۴۶۰۔کادح بن رحمہ: کذاب تھا۔(۹)

۱۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۳۳۳(ج۳،ص۳۵۸نمبر۶۷۴۸)لسان المیزان، ج۴،ص۴۴۸(ج۴،ص۵۲۳نمبر۶۵۷۹)

۲۔لسان المیزان، ج۴،ص۴۵۵(ج۴،ص۵۳۱نمبر۶۶۱۳)

۳۔تاریخ بغداد، ج۱۲،ص۳۹۸،میزان الاعتدال، ج۲،ص۳۳۷(ج۳،ص۳۶۶نمبر۶۷۸۷) کنز العمال، ج۶،ص۱۳۴ (ج۱۱،ص۵۳۵حدیث۳۲۴۹۷)

۴۔تاریخ بغداد، ج۸،ص۷۷، ج۱۲،ص۴۴۶،میزان الاعتدال، ج۲،ص۳۳۷(ج۳،ص۳۶۷نمبر۶۷۹۰)اللآلی المصنوعۃ ،ج۱،ص۸(ج۱،ص۱۴)

۵۔تاریخ بغداد، ج۱۲،ص۴۲۵۔

۶۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۳۳۹(ج۳،ص۳۷۱نمبر۶۸۱۲)تہذیب التہذیب، ج۸،ص۳۲۰(ج۸،ص۲۸۷)اسنی المطالب،ص۸۰،۲۳۳(ص۱۵۲حدیث۴۴۴)اللآلی المصنوعۃ ،ج۲،ص۹۲(ج۲،ص۱۶۷)

۷۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۳۴۲(ج۳،ص۳۷۹نمبر۶۸۳۸)اللآلی المصنوعۃ ،ج۲،ص۸(ج۲،ص۱۴)

۸۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۳۴۸(ج۳،ص۳۹۱نمبر۶۹۰۰)

۹۔میزان الاعتدال، ج۲،ص۳۵۱(ج۳،ص۳۹۹نمبر۶۹۲۷)اللآلی المصنوعۃ ،ج۱،ص۱۰۶، ج۲،ص۱۱۴(ج۱،ص۲۰۵،ض۲،ص۲۱۱)

۴۶۱۔ کثیر بن زید اسلمی: امام شافعی اسے جھوٹ کا ستون کہتے تھے۔(۱)

۴۶۲۔ کثیر بن سلیم بن ہاشم ایلی: حدیث ساز تھا۔(۲)

۴۶۳۔ کثیر بن عبداللہ بن عمرو مزنی: جھوٹ کا ستون تھا۔(۳)

۴۶۴۔ کثیر بن مروان شامی: کذاب تھا، اس کی حدیثوں سے احتجاج صحیح نہیں۔(۴)

۴۶۵۔ کلثوم بن جوشن قشیری: معتبر لوگوں کے نام سے جعلی حدیثیں بیان کرتا تھا۔(۴)

(ل)

۴۶۶۔ لاحق بن حسین مقدسی: کذاب و تہمت زدہ تھا، جن سے حدیث نہیں سنی ان کے نام سے حدیث بیان کرتا، طرغال و طربال جیسے اجنبی راویوں سے حدیث بیان کرتا۔ اکثر محدثین اسے غیر معتبر سمجھتے ہیں۔(۵)

(م)

۴۶۷۔ مامون بن احمد سلمی ہروی: دجال و حدیث ساز تھا، نادرست مطالب روایت کرتا تھا۔(۶)

۴۶۸۔ مبارک بن فاخر: لغت و ادب کا امام تھا کذاب تھا اور تزویر میں مہارت تھی۔ ان سنی باتوں

۱۔ اسنی المطالب، ص ۲۳۸ (ص ۴۸۹ حدیث ۱۵۶۴)

۲۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۲۸ (۲۰) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۲۰۲ (ج ۲، ص ۳۷۸)

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۳۵۴ (ج ۳، ص ۴۰۶ نمبر ۶۹۴۳) اسنی المطالب، ص ۱۷ (ص ۴۳ حدیث ۴۸) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۴۹ (ج ۱، ص ۹۳)

۴۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۴۸۲، میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۳۵۶ (ج ۳، ص ۴۰۹ نمبر ۶۹۵۰) لسان المیزان، ج ۴، ص ۴۸۴، ج ۶، ص ۴۳۳ (ج ۴، ص ۵۷۱ نمبر ۶۷۳۸، ج ۷، ص ۱۰۴ نمبر ۱۰۹۲)

۴۔ تہذیب التہذیب، ج ۸، ص ۴۴۳ (ج ۸، ص ۳۹۷) میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۳۵۷ (ج ۳، ص ۴۱۳ نمبر ۶۹۶۸)

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۲۴۴، ج ۱۴، ص ۱۰۰ کشف الخفا، ج ۱، ص ۲۳۵، اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۵۹، ج ۲، ص ۱۲۰ (ج ۱، ص ۱۱۳، ج ۲، ص ۲۹۷)

۶۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲ (ج ۳، ص ۴۲۹) تذکرۃ الموضوعات، ص ۸۷، ۱۱۱ (ص ۶۱ و ۶۶) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۸۰ (ج ۲، ص ۴۵)

کی روایت کرتا تھا۔(۱)

۴۶۹۔ مبشر بن عبید حمصی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۲)

۴۷۰۔ مجاشع بن عمرو: دروغ گو تھا۔(۳)

۴۷۱۔ مجاعہ بن ثابت خراسانی: کذاب اور کمینہ تھا۔(۴)

۴۷۲۔ محمد بن ابان رازی: دجال وکذاب تھا۔(۵)

۴۷۳۔ محمد بن ابراہیم سعدی فریانی: حدیث ساز تھا۔(۶)

۴۷۴۔ محمد بن ابراہیم شامی زاہد: کذاب تھا۔(۷)

۴۷۵۔ محمد بن ابراہیم طیالسی: بدمعاش، دجال وحدیث ساز تھا۔ اس کی حدیث چوری میں ذرا بھی شک نہیں۔(۸)

۴۷۶۔ محمد بن ابی نوح: کذاب ومتروک الحدیث تھا۔(۹)

۴۷۷۔ محمد بن احمد کعبی: کذاب ومکار تھا۔(۱۰)

۱۔ المنتظم، ج۹، ص۱۵۴ (ج۱۷، ص۱۰۶ نمبر۳۷۷۱) شذرات الذہب، ج۳، ص۳۱۲ (ج۵، ص۴۷۴

۲۔ سنن بیہقی، ج۷، ص۲۴۰، زاد المعاد، ج۱، ص۱۲۳ (ج۱، ص۱۲۰) میزان الاعتدال، ج۳، ص۶ (ج۳، ص۴۳۳ نمبر۷۰۵۲) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۸۳، ج۲، ص۷۴، ۹۱ (ج۱، ص۱۶۰، ج۲، ص۱۳۳، ۱۶۵)

۳۔ تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۵۰، میزان الاعتدال، ج۳، ص۷ (ج۳، ص۴۳۶ نمبر۷۰۶۶) اسنی المطالب، ص۳۶، ۵۸ (ص۷۵، ۱۱۴ حدیث۱۶۱، ۲۹۸) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۲۷، ج۲، ص۲۲۷ (ج۱، ص۲۴۵، ج۲، ص۴۲۶)

۴۔ تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۲۶۲.

۵۔ لسان المیزان، ج۵، ص۳۳ (ج۵، ص۴۰ نمبر۶۹۰۰)

۶۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۳ (ج۳، ص۴۴۸ نمبر۷۱۱۳)

۷۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۱ (ج۳، ص۴۴۵ نمبر۷۱۰۲) تذکرۃ الموضوعات، ص۳۶، ۷۱، ۱۰۴، ۱۰۵ (ص۲۶، ۴۷، ۵۰، ۷۵) تہذیب التہذیب، ج۹، ص۱۴ (ج۹، ص۱۳) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۹۲، ۱۰۰ (۲، ص۱۶۸، ۱۸۳)

۸۔ لسان المیزان، ج۴، ص۲۲ (ج۵، ص۲۸ نمبر۶۷۸۰)

۹۔ تاریخ بغداد، ج۲، ص۳۱۱.

۱۰۔ لسان المیزان، ج۵، ص۳۹ (ج۵، ص۴۷ نمبر۶۹۲۱)

۴۷۸۔محمد بن احمد رستنی:

کذاب و حدیث ساز تھا، عروبہ کہتے ہیں کہ اس سے بڑا جھوٹا نہیں دیکھا۔(۱)

۴۷۹۔محمد بن احمد قزوینی: ابن نجار کہتے ہیں کہ میں نے کچھ لوگوں کو اس کی مذمت کرتے سنا۔(۲)

۴۸۰۔محمد بن احمد (قاضی حلب) انماطی نے اس کی تکذیب کی ہے۔(۳)

۴۸۱۔محمد بن احمد اہوازی: کذاب تھا۔(۴)

۴۸۲۔محمد بن احمد ابوحزام: حدیث ساز تھا۔(۵)

۴۸۳۔محمد بن احمد باہلی: متن و سند کو اتھل پتھل کر دیتا اور حدیث چراتا تھا۔(۶)

۴۸۴۔محمد بن احمد عامری مصری: اس کی ایک کتاب جعلی حدیثوں سے بھری ہے۔(۷)

۴۸۵۔محمد بن احمد بن مخروم مصری: جھوٹا تھا۔(۸)

۴۸۶۔محمد بن احمد نحاس عطار: کذاب تھا۔(۹)

۴۸۷۔محمد بن احمد زیوندی: متہم بہ حدیث سازی تھا، حاکم نے مذمت کی ہے۔(۱۰)

۴۸۸۔محمد بن احمد اسحاق ابو بکر مدینی: مشہور صاحب سیرت۔ ہشام بن عروۃ کہتے کہ وہ خبیث، دشمن خدا، جھوٹا اور دجال تھا۔(۱۱)

۱۔میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۶ (ج ۳، ص ۴۵۸ نمبر ۱۴۷) لسان المیزان، ج ۵، ص ۴۰ (ج ۵، ص ۴۸ نمبر ۶۹۲۳)

۲۔لسان المیزان، ج ۵، ص ۵۹ (ج ۵، ص ۶۸ نمبر ۶۹۸۱)

۳۔المنتظم، ج ۹، ص ۵۲ (ج ۱۶، ص ۲۸۸ نمبر ۳۶۰۵) لسان المیزان، ج ۵، ص ۶۱ (ج ۵، ص ۷۰ نمبر ۶۹۸۷)

۴۔میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۵ (ج ۳، ص ۴۵۵ نمبر ۷۱۳۶)

۵۔لسان المیزان، ج ۵، ص ۵۴ (ج ۵، ص ۶۳ نمبر ۶۹۶۸)

۶۔میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۵ (ج ۳، ص ۴۵۵ نمبر ۷۱۳۵) لسان المیزان، ج ۵، ص ۳۴ (ج ۲، ص ۴۲ نمبر ۶۷۰۴) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۴۰ (ج ۲، ص ۷۶)

۷۔میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۷، ۱۹۔

۸۔لسان المیزان، ج ۵ ص ۵۵ (ج ۵، ص ۶۴ نمبر ۶۹۷۰)

۹۔میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۹۔

۱۰۔لسان المیزان، ج ۵، ص ۴۳ (ج ۵، ص ۵۱ نمبر ۶۹۳۱)

۱۱۔تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۲۲۲، ۲۲۳۔

۴۸۹ محمد بن اسحاق بلخی: حافظ تھا لیکن پکا جھوٹا تھا۔(۱)

۴۹۰۔محمد بن اسحاقعکاشی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۲)

۴۹۱۔محمد بن اسحاق ضبی: کذاب ومتروک الحدیث تھا۔(۳)

۴۹۲۔ محمد بن اسعد حھکیمی فقیہ حنفی: بے مروت اور کذاب تھا۔(۴)

۴۹۳۔محمد بن اسماعیل: موسیٰ بن نصر نے تکذیب کی ہے۔(۵)

۴۹۴۔محمد بن اسماعیل وساسی: حدیث ساز تھا۔(۶)

۴۹۵۔محمد بن اسماعیل عوام: جھوٹا اور مکار تھا۔(۷)

۴۹۶۔محمد بن ایوب رقی: بنام مالک حدیثیں گڑھتا تھا۔(۸)

۴۹۷۔محمد بن ایوب بن سوید رملی: وہ اور اس کا باپ حدیث ساز تھے۔(۹)

۴۹۸۔محمد بن تمیم فاریابی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۱۰)

۱۔تاریخ بغداد، ج۱۰،ص۹۰،المنتظم، ج۵،ص۱۴۸(ج۱۱،ص۳۲۷نمبر۱۴۷۲)میزان الاعتدال، ج۳،ص۲۴(ج۳،ص۴۷۵ نمبر۷۱۹۹)

۲۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۲۵(ج۳،ص۴۷۶نمبر۷۲۰۲)تذکرۃ الموضوعات،ص۱۳، ۲۷، ۸۰(ص۱۰،۲۰،۵۶) اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۹۰(ج۱،ص۱۷۴)

۳۔تاریخ بغداد، ج۱،ص ۲۳۹، المنتظم، ج۵،ص ۱۴۸(ج۱۱،ص ۲۴۴نمبر ۱۳۹۹)میزان الاعتدال، ج۳،ص ۲۵(ج۳،ص ۴۷۷نمبر۷۲۰۴)

۴۔الجواہر المضیۃ، ج۲،ص۳۳(ج۳،ص۸۹نمبر۱۲۳۱)

۵۔تاریخ بغداد، ج۲،ص۵۳،المنتظم، ج۷،ص۲۲(ج۱۴،ص۱۵۹نمبر۲۶۳۸)

۶۔لسان المیزان، ج۵،ص۷۷(ج۵،ص۷۰۳۷)مجمع الزوائد، ج۹،ص۸۲.

۷۔لسان المیزان، ج۵،ص۷۹(ج۵،ص۹۱نمبر۷۰۴۴)

۸۔لسان المیزان، ج۵،ص۱۰۰نمبر۷۰۷۳)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۴۴۸(ج۱،ص۴۴۹)

۹۔لسان المیزان، ج۵،ص۸۷(ج۵،ص۹۹نمبر۷۰۷۲)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۰۷(ج۱،ص۱۷۰)

۱۰۔تاریخ بغداد، ج۷،ص ۳۴۳، میزان الاعتدال، ج۳،ص ۳۳(ج۳،ص۳۹۴نمبر۷۲۹۰)لسان المیزان، ج۵،ص ۹۸، ۲۸۸(ج۵،ص۹۹نمبر۷۰۷۲)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۲۰۱، ج۲،ص۴۹،۸۵(ج۱،ص۱۷۰)

۴۹۹۔محمد بن حاتم مروزی: جھوٹا تھا اور جعلی حدیثیں گڑھتا تھا۔(۱)

۵۰۰۔محمد بن حاتم کشی: کذاب تھا۔(۲)

۵۰۱۔محمد بن حجاج واسطی لخمی:۔کذاب، خبیث اور حدیث ساز تھا۔(۳)

۵۰۲۔محمد بن حسان کوفی خزاز: ابو حاتم کہتے ہیں کہ کذاب تھا۔(۴)

۵۰۳۔محمد بن حسان اموی: کذاب تھا۔(۵)

۵۰۴۔محمد بن حسان سمتی: کذاب تھا اور مسجد الحرام میں جھوٹ بولتا تھا۔(۶)

۵۰۵۔محمد بن حسن بن ابی یزید ہمدانی کوفی: کذاب و متروک الحدیث تھا۔(۷)

۵۰۶۔محمد بن حسن شیبانی: کذاب تھا۔(۸)

۵۰۷۔محمد بن حسن اہوازی: کذاب و حدیث کا چور تھا۔(۹)

۵۰۸۔محمد بن حسن: محدث و مفسر تھا لیکن کذاب تھا اور ذہبی کے نزدیک آخر زمانے کا دجال تھا۔(۱۰)

۱۔معرفۃ الرجال (ج۱،ص۹۳ نمبر۳۶۳) تاریخ بغداد، ج۲،ص۲۶۷، ج۵،ص۱۱۳.

۲۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۳۷ (ج۳،ص۵۰۳ نمبر۷۳۳۱) اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۷۶ (ج۲،ص۱۳۶)

۳۔تاریخ بغداد، ج۲،ص۲۷۹، لسان المیزان، ج۵،ص۱۱۶ (ج۵،ص۱۳۲ نمبر۷۱۷۵) اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۸۴ (ج۱،ص۱۸۴)

۴۔لسان المیزان، ج۵،ص۱۲۱ (ج۵،ص۱۳۷ نمبر۷۱۹۴)

۵۔ج۳،ص۴۱ (ج۳،ص۵۱۲ نمبر۷۳۷۱)

۶۔تاریخ بغداد، ج۲،ص۲۷۵.

۷۔الجرح والتعدیل، ج۳،ص۲۲۵ (ج۷،ص۲۲۵) میزان الاعتدال، ج۳،ص۴۲ (ج۳،ص۵۱۴ نمبر۷۳۸۲) اسنی المطالب، ص۷۱، ۲۲۰ (ص۱۳۵، ۳۸۴ حدیث۳۸۲، ۱۴۴۱) مجمع الزوائد، ج۱،ص۱۲۸، اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۱۵۷ (ج۲، ص۲۹۳) ۹ کشف الخفاء ج۱،ص۲۱۵.

۸۔التاریخ (ج۴،ص۶۴ ۳نمبر۱۷۷۰) تاریخ بغداد، ج۲،ص۱۸۱.

۹۔المنتظم، ج۸،ص۹۳ (ج۱۵،ص۲۵۹ نمبر۳۲۰۶) میزان الاعتدال، ج۳،ص۴۳ (ج۳،ص۵۱۶ نمبر۷۳۸۸) لسان المیزان، ج۵،ص۱۲۵ (ج۵،ص۱۴۰۷) البدایۃ والنہایۃ، ج۱۲،ص۴۱ (ج۲،ص۵۱)

۱۰۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۴۳ (ج۳،ص۵۱۶ نمبر۷۳۹۰)

۵۰۹۔محمد بن حسن بن زبالہ: کذاب ومتروک الحدیث تھا،روایتیں کمزور ہوتی تھیں۔(۱)

۵۱۰۔محمد بن حسن قطالعی: اس کی روایات وضعی ہوتی تھیں۔(۲)

۵۱۱۔محمد بن حسن بن کوثر ابو بحر بربہاری: کذاب تھا۔(۳)

۵۱۲۔محمد بن حسن نیشاپوری: حدیث ساز تھا۔(۴)

۵۱۳۔محمد بن حسین ابوبکر وراق: حدیث ساز تھا اور سند ومتن میں الٹ پھیر کرتا تھا۔(۵)

۵۱۴۔محمد بن حسین شاسی: سخت جھوٹا تھا۔(۶)

۵۱۵۔محمد بن حسین مقدسی: حدیث ساز تھا۔(۷)

۵۱۶۔محمد بن حسین قطان بلخی: ابن ناجیہ نے تکذیب کی ہے۔(۸)

۵۱۷۔محمد بن حمید رازی: حافظ، عالم لیکن کذاب وخبیث تھا۔(۹)

۵۱۸۔محمد بن حسین بن عمران ابوعمر: حدیثیں گڑھتا تھا۔(۱۰)

۱۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۴۲(ج۳،ص۵۱۴نمبر۷۳۸۰)

۲۔تاریخ بغداد، ج۲،ص۱۹۴.

۳۔المنتظم، ج۷،ص۶۴(ج۱۴،ص۲۱۹نمبر۲۷۱۰)لسان المیزان، ج۵،ص۱۳۱(ج۵،ص۱۴۸نمبر۷۲۲۵)

۴۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۴۶(ج۳،ص۵۲۳نمبر۷۴۱۹)تاریخ بغداد، ج۲،ص۲۴۸، المنتظم، ج۸،ص۶(ج۱۵،ص۱۵۰نمبر۳۱۰۵)شذرات الذہب، ج۳،ص۱۹۶(ج۵،ص۶۷)

۵۔المنتظم، ج۸،ص۳۴(ج۵،ص۱۸۷نمبر۱۳۵۲)میزان الاعتدال،(ج۳،ص۵۲۴)البدایۃ والنہایۃ، ج۱۲،ص۲۳(ج۱۲،ص۲۹)

۶۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۴۷(ج۳،ص۵۲۵نمبر۷۴۲۸)

۷۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۴۷(ج۳،ص۵۲۵نمبر۷۴۲۸)

۸۔البدایۃ والنہایۃ، ج۱۱،ص۱۳۰(ج۱۱،ص۱۴۸)

۹۔تاریخ بغداد، ج۲،ص۲۶۲، میزان الاعتدال، ج۳،ص۴۹(ج۳،ص۵۳۰نمبر۷۴۵۳)شذرات الذہب، ج۲،ص۱۱۸(ج۳،ص۲۲۳)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۳۵۹، ج۲،ص۱۶(ج۱،ص۳۵۹، ج۲،ص۳۰)

۱۰۔تاریخ بغداد، ج۲،ص۲۴۵.

۵۱۹۔محمد بن خالد واسطی طحان: مرد کذاب وخبیث تھا۔(۱)

۵۲۰۔محمد بن خلید حنفی کرمانی: سخت جھوٹا تھا۔(۲)

۵۲۱۔محمد بن خلیل ذہلی: حدیثیں گڑھتا تھا۔(۳)

۵۲۲۔محمد بن داب مدنی: کذاب تھا۔(۴)

۵۲۳۔محمد بن داؤد بن دینار فارسی: جھوٹا اور حدیث ساز تھا۔(۵)

۵۲۴۔محمد بن ززام: کذاب تھا۔(۶)

۵۲۵۔محمد بن زکریا حصیب: حدیثیں گڑھتا تھا۔(۷)

۵۲۶۔محمد بن زیاد جزری: حدیثیں گڑھتا تھا۔(۸)

۵۲۷۔محمد بن زیاد یشکری: کذاب، حدیث ساز، اندھا اور خبیث تھا۔ بغداد کے نامی جھوٹوں میں سے تھا۔(۹)

۵۲۸۔محمد بن زیاد طحان: اس کی حدیثیں جعلی ہوتی تھیں۔(۱۰)

۱۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۵۱۸(ج۳،ص۵۳۳نمبر۷۴۶۷)

۲۔تذکرۃ الموضوعات، ص۸،(ص۶)

۳۔تذکرۃ الموضوعات، ص۱۳،(ص۱۰) میزان الاعتدال، ج۳،ص۵۲(ج۳،ص۵۳۹نمبر۷۴۹۶)

۴۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۵۴(ج۳،ص۵۴۰نمبر۷۴۹۸)

۵۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۵۴(ج۳،ص۵۴۰نمبر۷۴۹۹) لسان المیزان، ج۴،ص۱۰۶(ج۴،ص۱۲۳نمبر۵۴۱۵، ج۴،ص۱۵۸) اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۰۳، ج۲،ص۹۹(ج۱،ص۱۹۹، ج۲،ص۱۸۲)

۶۔تذکرۃ الحفاظ، ج۴،ص۳۵(ج۴،ص۱۲۳۹نمبر۱۰۵۱)

۷۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۵۸(ج۳،ص۵۴۹نمبر۷۵۳۴) اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۵۱،۱۲۱(ج۲،ص۹۸،۲۳۴)

۸۔تذکرۃ الموضوعات، ص۳،۲۷،۸۸(ص۳،۲۰،۲۷)

۹۔تاریخ بغداد، ج۵،ص۲۸۰۔۹۔۱۲۷ اسنی المطالب، ص۱۷(ص۱۴حدیث۴۲) میزان الاعتدال، ج۳،ص۶۰(ج۳،ص۵۵۲ نمبر۷۵۴۷)

۱۰۔زاد المعاد، ج۱،ص۲۰۱(ج۱،ص۱۴۲)

۵۲۹۔ محمد بن سعید مصلوب شامی: عمداً حدیثیں گڑھتا اور کذاب تھا۔ (۱)

۵۳۰۔ محمد بن سعید ازرق: کذاب وحدیث ساز تھا۔ (۲)

۵۳۱۔ محمد بن سعید مروزی بورقی: حدیثیں گڑھتا تھا۔ (۳)

۵۳۲۔ محمد بن سلیم بغدادی: جھوٹی حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (۴)

۵۳۳۔ محمد بن سلیمان بن ابی فاطمہ: کذاب وحدیث ساز تھا۔ (۵)

۵۳۴۔ محمد بن سلیمان بن دبیر: ثقہ لوگوں کے نام سے حدیثیں گڑھتا تھا۔ (۶)

۵۳۵۔ محمد بن زیاد: حدیث سازی کرتا تھا۔ (۷)

۵۳۶۔ محمد بن سلیمان: سب نے اس کی تکذیبکی ہے۔ (۸)

۵۳۷۔ محمد بن سنان قزاز بصری: ابوداؤد وغیرہ نے تکذیب کی ہے۔ (۹)

۵۳۸۔ محمد بن سہل عطار: حدیث ساز تھا۔ (۱۰)

۵۳۹۔ محمد بن شجاع ثلجی فقیہ عراق: کذاب اور حدیث میں حیلہ کرتا تھا۔ (۱۱)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۱۶۸، میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۶۴ (ج ۳، ص ۵۶۱ نمبر ۷۵۹۲)

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۶۵ (ج ۳، ص ۵۶۵ نمبر ۷۶۰۳) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۲۶۳ (ج ۱، ص ۲۶۳)

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۳۰۹، اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۲۳۸، ج ۲، ص ۸۵ (ج ۱، ص ۴۵۷، ج ۲، ص ۱۵۳)

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۶۹ (ج ۳، ص ۵۷۴ نمبر ۷۶۴۵)

۵۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۶۹ (ج ۳، ص ۵۷۴ نمبر ۷۶۳۵ و ۷۶۳۶)

۶۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۳۱۴)

۷۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۶۹ (ج ۳، ص ۵۷۴ نمبر ۷۶۳۷)

۸۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۳۰۴) الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۶، ص ۲۷۵ نمبر ۱۷۶۰) میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۶۷ (ج ۳، ص ۵۷۰ نمبر ۷۶۲۴) تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۲۹۷

۹۔ شذرات الذہب، ج ۲، ص ۱۶۱ (ج ۳، ص ۳۰۳) مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۱۳۹)

۱۰۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۳۱۵، میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۷۱ (ج ۳، ص ۵۷۶ نمبر ۷۶۵۳) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۹۹ (ج ۲، ص ۱۸۱)

۱۱۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۳۵۱، المنتظم، ج ۵، ص ۵۸ (ج ۱۲، ص ۲۰۹ نمبر ۱۷۲۴) میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۷۱ (ج ۳، ص ۵۷۷ نمبر ۷۶۶۴) شذرات الذہب، ج ۲، ص ۱۵۱ (ج ۳، ص ۲۸۵) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۳۔

۵۴۰۔ محمد بن ضو بن صلصال: کذاب و شرابی تھا۔(۱)

۵۴۱۔ محمد بن عبد بن عامر سمرقندی: کذاب اور جعلی حدیث گڑھنے میں مشہور تھا۔(۲)

۵۴۲۔ محمد بن عبدہ قاضی بصری: کذاب و متروک الحدیث تھا۔(۳)

۵۴۳۔ محمد بن عبدالرحمان بن بحیر: کذاب و متروک الحدیث تھا۔(۴)

۵۴۴۔ محمد بن عبدالرحمان ابو جابر بیاضی: کذاب و متروک الحدیث تھا۔(۵)

۵۴۵۔ محمد بن عبدالرحمان بیلمانی: اپنے باپ سے دو سو جھوٹی حدیثوں پر مشتمل کتاب پائی۔(۶)

۵۴۶۔ محمد بن عبدالرحمان قشیری: کذاب، متروک الحدیث اور حدیثیں گڑھتا تھا۔(۷)

۵۴۷۔ محمد بن عبدالرحمان بن غزوان: کذاب و حدیث ساز تھا، ثقہ لوگوں کے نام سے حدیثیں بیان کرتا تھا۔(۸)

۵۴۸۔ محمد بن عبدالعزیز جارودی عبادانی: حافظ اور دروغ گو تھا۔(۹)

۵۴۹۔ محمد بن عبدالقادر بن سماک واعظ: کذاب تھا، اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔(۱۰)

۱۔ تاریخ بغدا، ج۵، ص۳۷۴.

۲۔ تاریخ بغداد، ج۲، ص ۳۸۸ میزان الاعتدال، ج۳، ص ۹۶ (ج۳، ص ۶۳۳ نمبر ۷۹۰۰) لسان المیزان، ج۵، ص۲۷۲ (ج۵، ص۳۰۷ نمبر ۷۷۱۶) اللآلی المصوعۃ، ج۱، ص۱۲،۳ (ج۱، ص۲۳۴،۴)

۳۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۹۶ (ج۳، ص۶۳۴ نمبر۷۹۰۲)

۴۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۹۰ (ج۳، ص۶۲۱ نمبر ۷۸۴۰) لسان المیزان، ج۵، ص۲۴۶ (ج۳، ص۲۷۸ نمبر ۷۶۳۷)

۵۔ الجرح والتعدیل، ج۳، ص۳۲۵) ج۷، ص۳۲۵) میزان الاعتدال، ج۳، ص۸۹ (ج۳، ص۶۱۷ نمبر۷۸۲۶)

۶۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۸۹ (ج۳، ص۶۱۷ نمبر ۷۸۲۷) اللآلی المصوعۃ، ج۱، ص۲۳۹ (ج۱ص۴۶۰) کشف الخفاج۲، ص۷۱.

۷۔ الجرح والتعدیل، ج۳، ص۳۲۵ (ج۷، ص۳۲۵) میزان الاعتدال، ج۳، ص۹۲ (ج۳، ص۶۲۳ نمبر۷۸۴۹)

۸۔ تاریخ بغداد، ج۲، ص ۳۱۱، میزان الاعتدال، ج۳، ص ۹۳ (ج۳، ص ۶۲۵ نمبر ۷۸۵۷) تذکرۃ الموضوعات، ص ۴۰ (ص۲۹) لسان المیزان، ج۵، ص۲۵۳ (ج۵ص ۶۲۳ نمبر۷۶۵۷)

۹۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۹۴ (ج۳، ص۶۳۰ نمبر۷۸۸۲)

۱۰۔ المنتظم، ج۹، ص۱۶۱ (ج۷، ص۱۱۴ نمبر۳۷۸۳) میزان الاعتدال، ج۲، ص۹۴ (ج۳، ص۶۳۰ نمبر۷۸۸۲) لسان المیزان، ج۵، ص۲۶۳ (ج۵، ص۲۹۸ نمبر۷۶۸۹)

۵۵۰۔ محمد بن عبد اللہ بن ابی سبرہ ابو بکر مدنی: کذاب، کمینہ اور حدیثیں گڑھتا تھا، مدینہ میں فتویٰ دیتا تھا۔(۱)

۵۵۱۔ محمد بن عبد اللہ اشانی: کذاب، دجال، حدیث ساز اور سخت متعصب تھا۔(۲)

۵۵۲۔ محمد بن عبد اللہ ابو سلمہ: کذاب تھا۔(۳)

۵۵۳۔ محمد بن عبد اللہ بن علاثہ: حدیث ساز تھا۔(۴)

۵۵۴۔ محمد بن عبد اللہ بغدادی: بزرگ کذاب تھا۔(۵)

۵۵۵۔ محمد بن عبد الملک انصاری مدنی: کذاب و حدیث ساز تھا، احمد نے اس کی ساری حدیثیں جلا ڈالی تھیں۔(۶)

۵۵۶۔ محمد بن عبد الواحد غلام ثعلب: خطیب کہتے تھے کہ اگر مرغی اڑتی تو کہتا کہ اعرابی نے مجھ سے روایت کی ہے اور اس کے بارے میں حدیث سنا دیتا تھا۔ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی ہے۔ ابن نجار کہتے ہیں کہ اس نے معاویہ کی مدح میں جھوٹی حدیثیں گڑھی ہیں۔(۷)

۵۵۷۔ محمد بن عثمان قاضی نصیبی: کذاب تھا، شیعوں کے مطلب کی غلط حدیثیں روایت کرتا اور گڑھتا تھا۔(۸)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۳۷۰، تہذیب التہذیب، ج ۱۲، ص ۲۷ (ج ۱۲، ص ۳۱) میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۸۰ (ج ۳، ص ۵۹۶ نمبر ۷۷۵۱)

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۴۳۱، ۴۳۲، اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۲۷۳ (ج ۱، ص ۲۷۲)

۳۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۴۳، ۹۵ (ص ۳۱، ۶۷)

۴۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۵۴، (۳۸)

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۳۳۸.

۶۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۳۴۰، میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۹۵ (ج ۳، ص ۶۳۱ نمبر ۷۸۸۹) مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۲۴) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۹۸، ۱۳۸، ۲۲۳ (ج ۲، ص ۱۷۹، ۲۵۶، ۴۱۸)

۷۔ تاریخ بغداد، ج ۲ ص ۳۵۷، لسان المیزان، ج ۵، ص ۲۶۸ (ج ۵، ص ۲۸۵ نمبر ۸۱۸۶)

۸۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۵۲، لسان المیزان، ج ۵، ص ۲۸۱ (ج ۵، ص ۳۱۹ نمبر ۷۷۵۱)

۵۵۸۔ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: اکثر محدثین کے نزدیک کذاب اور حدیث ساز تھا۔(۱)

۵۵۹۔ محمد بن عثیم: کذاب و متروک الحدیث تھا، اس سے روایت کرنا صحیح نہیں۔(۲)

۵۶۰۔ محمد بن عکاشہ کرمانی: دروغ گو، حدیث ساز اور غلط مطلب کی روایت بیان کرتا تھا اور رو رو کر حدیث سناتا تھا۔(۳)

۵۶۱۔ محمد بن علی بن موسیٰ سلمی دمشقی: مشائخ کے نام سے جھوٹی حدیثیں سناتا تھا۔(۴)

۵۶۲۔ محمد بن علی بن ودعان: اس کی تمام احادیث جھوٹی ہیں، متن و سند میں ملاوٹ کرتا تھا۔(۵)

۵۶۳۔ محمد بن علی سمرقندی: کذاب تھا، ثقہ لوگوں کے نام سے روایات نقل کرتا تھا۔(۶)

۵۶۴۔ محمد بن عمر بن فضل جعفی: کذاب تھا۔(۷)

۵۶۵۔ محمد بن عیسیٰ اندلسی: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۸)

۵۶۶۔ محمد بن عیسیٰ بن عیسیٰ بن تمیم: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۹)

۵۶۷۔ محمد بن فرات کوفی: جھوٹا تھا، محارب سے موضوع روایات سناتا تھا۔(۱۰)

۵۶۸۔ محمد بن فرخان بن روزبہ: غلط حدیثیں سناتا ثقہ لوگوں کے نام سے روایت گڑھتا تھا۔(۱۱)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۴۷، ۴۵.

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۰۲ (ج ۳، ص ۶۴۴ نمبر ۷۹۳۷)

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۰۴ (ج ۳، ص ۶۵۰ نمبر ۷۹۵۶) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۴۴، ۱۴۴، ۲۰۹ (ج ۲، ص ۶۵، ۲۴۸، ۳۹۱)

۴۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۳۱۶ (ج ۵، ص ۳۵۶ نمبر ۷۸۲۴)

۵۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۳۰۵ (ج ۵، ص ۳۴۵ نمبر ۷۸۱۲)

۶۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۲۹۴ (ج ۵، ص ۳۳۳ نمبر ۷۷۸۵)

۷۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۳۲، میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۱۴ (ج ۳، ص ۶۷۱ نمبر ۸۰۰۷

۸۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۴۵ (ص ۳۲) لسان المیزان، ج ۵، ص ۳۳۴ (ج ۵، ص ۳۷۷ نمبر ۷۸۹۱)

۹۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۳۳۵ (ج ۵، ص ۳۷۸ نمبر ۷۸۹۲)

۱۰۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۶۳، اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۲۳۹ (ج ۲، ص ۴۵۰)

۱۱۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۳۴۰ (ج ۵، ص ۳۸۴ نمبر ۷۹۰۸) میزان الاعتدال، (ی ۴، ص ۴ نمبر ۸۰۵۲) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۰۳، ۲۷۴ (ج ۱، ص ۱۹۹۔۱۹۸)

۵۶۹۔ محمد بن فضل بن عطیہ مروزی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۱)

۵۷۰۔ محمد بن فضل یعقوبی واعظ: کذاب تھا اور مخلوط احادیث سناتا تھا۔(۲)

۵۷۱۔ محمد بن قاسم ابوبکر بلخی: حدیث گڑھتا تھا۔(۳)

۵۷۲۔ محمد بن قاسم طالقانی: کذاب، خبیث اور مرجئہ کا آدمی تھا۔(۴)

۵۷۳۔ محمد بن مجیب کوفی: کذاب، دشمن خدا تھا اور حدیث میں نسیان کرتا تھا۔(۵)

۵۷۴۔ محمد بن مجیب ابو ہمام قرشی: کذاب ونسیان حدیث کا شکار تھا۔(۶)

۵۷۵۔ محمد بن محرم: کذاب تھا۔(۷)

۵۷۶۔ محمد بن محصن اسدی: لائق اعتماد نہیں تھا، متروک الحدیث، کذاب وحدیث ساز تھا۔(۸)

۵۷۷۔ محمد بن محمد جرجانی: حافظ وامام تھا، لیکن گمنام شیوخ کے نام سے حدیثیں وضع کرتا تھا۔ ابو سعید نقاش قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حدیث ساز تھا۔(۹)

۵۷۸۔ محمد بن محمد بن عبد الرحمان خشاب ثعلبی: شراب خوار اور وضع حدیث کے سلسلے میں بطور مثل

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۵۱، میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۲۰، ج ۴، ص ۵ نمبر ۸۰۵۶) تذکرۃ الموضوعات، ص ۷۶ (ص ۵۴) مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۶۷، اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۰۹، ج ۲، ص ۲۲۰ (ج ۱، ص ۲۱۰، ج ۲، ص ۴۱۲)

۲۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۳۴۲ (ج ۵، ص ۳۸۶ نمبر ۷۹۱۳)

۳۔ اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۲۲۲ (ج ۲، ص ۴۱۶)

۴۔ اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۲۱، ج ۲، ص ۱۰۲، ۱۷۱، ۲۳۳ (ج ۱، ص ۴۰، ج ۲، ص ۱۶۸، ۳۵۹، ۴۳۹)

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۲۹۸، میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۲۸ (ج ۴، ص ۲۴ نمبر ۸۱۱۶) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۶۵ (ج ۴، ص ۲۴ نمبر ۸۱۱۶)

۶۔ مجمع الزوائد، ۹، ص ۵۱، اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۱۵ (ج ۱، ص ۲۲۲)

۷۔ اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۶۱ (ج ۲، ص ۱۰۷)

۸۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۲۹ (ج ۴، ص ۲۵ نمبر ۸۱۲۰) تذکرۃ الموضوعات، ص ۹۳ (ص ۶۶) تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۴۳۰ (ج ۹، ص ۳۸۱) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۱۰۹ (ج ۲، ص ۲۰۰)

۹۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۱۸۱ (ج ۳، ص ۹۸۴ نمبر ۹۱۹)

بیان کیا جاتا تھا۔(۱)

۵۷۹۔محمد بن محمد بن معمر محدث: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۲)

۵۸۰۔محمد بن محمد باغندی: حدیث میں تدلیس کرتا تھا اور خبیث تھا۔(۳)

۵۸۱۔محمد بن مروان سدی صغیر: کذاب، غیر معتبر اور حدیث ساز تھا۔ اس سے ہرگز حدیث نہ لینا چاہئے۔(۴)

۵۸۲۔محمد بن مزید ابو بکر خزاعی معروف بہ ابن ابی الازہر نحوی: نہایت جھوٹا تھا، مسند خطیب میں ہے کہ کذاب تھا۔(۵)

۵۸۳۔محمد بن مستنیر ابو علی نحوی معروف بہ قطرب: ابن سکیت کہتے ہیں کہ لغت میں دروغ گو تھا اس لئے اس کا نام ذکر نہیں کیا۔(۶)

۵۸۴۔محمد بن مسلمۂ واسطی: باطل حدیثیں وضع کرتا تھا۔(۷)

۵۸۵۔محمد بن معاویہ ابو علی نیشاپوری: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۸)

۵۸۶۔محمد بن مندہ: کذاب و دروغ گو تھا۔(۹)

۱۔لسان المیزان، ج۵، ص۳۵۹ (ج۵، ص۴۰۶ نمبر ۷۹۶۲)

۲۔لسان المیزان، ج۵، ص۳۶۹ (ج۵، ص۴۱۷ نمبر ۷۹۸۲)

۳۔لسان المیزان، ج۵، ص۳۶۰ (ج۵، ص۴۰۷ نمبر ۷۹۶۵)

۴۔تاریخ بغداد، ج۳، ص۲۹۲، میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۳۲ (ج۴، ص۳۲ نمبر ۸۱۵۴) اسنی المطالب، ص۲۱۶ (ص۳۳۲، ۴۴۰ حدیث ۱۴۲۱،۱۰۷۰) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۲، ۲۸۳،۱۰۱ (ج۲، ص۲۲، ۴۵۴،۱۸۵)

۵۔میزان الاعتدال، ج۳، ص۳۵۰ (ج۴، ص۳۵ نمبر ۸۱۶۳) الاصابۃ، ج۲، ص۳۸۶، البغیۃ الوعاۃ، ص۱۰۴ (ج۱، ص۲۴۲ نمبر ۴۴۲) مفتاح السعادۃ، ج۱، ص۱۳۷ (۱، ص۱۵۷)

۶۔بغیۃ الوعاۃ، ص۱۰۴ (ج۱، ص۲۴۲ نمبر ۴۴۴)

۷۔تاریخ بغداد، ج۳، ص۳۰۷، لسان المیزان، ج۵، ص۳۸۲ (ج۵، ص۴۳۲ نمبر ۸۰۲۵)

۸۔تاریخ بغداد، ج۳، ص۲۷۴۔۲۷۲، میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۳۸ (ج۴، ص۴۴ نمبر ۸۱۸۸) مجمع الزوائد، ج۱، ص۴۹۴، اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۱۴، ج۲، ص۲۰۶ (ج۱، ص۴۵، ج۲، ص۳۸۵)

۹۔لسان المیزان، ج۵، ص۳۹۳ (ج۵، ص۴۴۵ نمبر ۸۰۵۸)

۵۸۷۔ محمد بن منذر تابعی: کذاب تھا۔ (۱)

۵۸۸۔ محمد بن منصور بن جیکان: کذاب تھا۔ (۲)

۵۸۹۔ محمد بن مہاجر طالقانی: کذاب تھا اور حدیث وضع کرتا تھا۔ (۳)

۵۹۰۔ محمد بن مہلب حرانی: حدیث ساز تھا۔ (۴)

۵۹۱۔ محمد بن موسیٰ بن ابی نعیم واسطی: کذاب و خبیث تھا۔ (۵)

۵۹۲۔ محمد بن نعیم نصیبی: کذاب تھا۔ (۶)

۵۹۳۔ محمد بن ہارون ہاشمی: حدیث میں نسیان کا شکار اور متہم بہ کذب تھا۔ (۷)

۵۹۴۔ محمد بن نمیر فاریابی: حدیث ساز تھا۔ (۸)

۵۹۵۔ محمد بن ولید قلانسی بغدادی: کذاب و حدیث ساز تھا۔ (۹)

۵۹۶۔ محمد بن ولید قرطبی: حدیث ساز تھا۔ (۱۰)

۵۹۷۔ محمد بن ولید یشکری: ازدی نے اس کی تکذیب کی ہے۔ (۱۱)

۱۔ اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۱۰ (ج ۱، ص ۲۱۲)

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۴۰ (ج ۴، ص ۴۸ نمبر ۸۲۱۳)

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۳۰۳، نصب الرایۃ، ج ۱، ص ۴۷۱، میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۴۰ (ج ۴، ص ۴۹ نمبر ۸۲۱۸) لسان المیزان، ج ۵، ص ۳۹۷ (ج ۵، ص ۴۳۸ نمبر ۸۰۸۳) تذکرۃ الموضوعات، ص ۸۴ (ص ۵۹) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۲۷، ج ۲، ص ۳۲، ۱۲۳ (ج ۱، ص ۲۳۶، ج ۲، ص ۶۰، ۲۲۸)

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۳ ص ۱۰۳ (ج ۴، ص ۴۹ نمبر ۸۲۲۰)

۵۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۴۱ (ج ۴، ص ۴۹ نمبر ۸۲۲۳)

۶۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۴۴، (ج ۴، ص ۵۶ نمبر ۸۲۶۸) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۴۶ (ج ۲، ص ۸۷)

۷۔ تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۳۰۳۔

۸۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۴۴ (ج ۴، ص ۶ نمبر ۸۲۷۱)

۹۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۴۵) ج ۴، ص ۵۹ نمبر ۸۲۹۵)

۱۰۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۴۶ (ص ۶۰ نمبر ۸۲۹)

۱۱۔ لسان المیزان ج ۵، ص ۴۱۹ (ج ۵، ص ۴۷۵ نمبر ۱۸۶۳)

۵۹۸۔ محمد بن یحییٰ بن رزین مصیصی: دجال وحدیث ساز تھا۔ (۱)

۵۹۹۔ محمد بن یزید مستملی: حدیث چور وحدیث ساز تھا۔ (۲)

۶۰۰۔ محمد بن یزید معدنی: کذاب وخبیث تھا۔ (۳)

۶۰۱۔ محمد بن یزید عابد: حدیث ساز تھا، مدح معاویہ میں حدیثیں گڑھتا تھا۔ (۴)

۶۰۲۔ محمد بن یوسف: کذاب تھا، بنام طبرانی حدیثیں گڑھتا تھا۔ (۵)

۶۰۳۔ محمد بن یوسف رازی: شیخ، دجال وکذاب تھا۔ (۶)

۶۰۴۔ محمد بن یونس کدیمی: (محدث بصرہ) کذاب تھا ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں وضع کیں۔ (۷)

۶۰۵۔ محمش نیشاپوری: حدیث ساز تھا۔ (۸)

۶۰۶۔ محمود بن علی طواری: کذاب تھا۔ (۹)

۶۰۷۔ مروان بن سالم دمشقی: کذاب وحدیث ساز تھا۔ (۱۰)

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۴۷ (ج ۴، ص ۶۳ نمبر ۸۳۰۳) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۳، ۵۲، ۲۵۳ ج ۱، ص ۴، ۱۰۰، ۲۶۳)

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۴۹ (ج ۴، ص ۶۶ نمبر ۸۳۱۶)

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۴۹ (ج ۴، ص ۶۷ نمبر ۸۳۱۸)

۴۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۴۳۲ (ج ۵، ص ۴۸۹ نمبر ۸۱۹۶)

۵۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۴۳۶ (ج ۵، ص ۴۹۴ نمبر ۸۲۱۶) میزان الاعتدال، (ج ۴، ص ۷۳ نمبر ۸۳۳۵) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۲۱۶.

۶۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۵۱ (ج ۴، ص ۷۲ نمبر ۸۳۴۴) تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۳۹۷.

۷۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۴۴۱، تذکرۃ الموضوعات، ص ۱۴، ۱۸ (ص ۱۰، ۱۳، ۱۵) شذرات الذہب، ج ۲، ص ۱۹۴ (ج ۳، ص ۳۶۴) میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۵۲ (ج ۴، ص ۷۴ نمبر ۸۳۵۳) اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۱۴۲، ۲۱۵ (ج ۲، ص ۲۶۴، ۴۰۲) تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۱۷۵ (ج ۲، ص ۶۱۸ نمبر ۶۴۵)

۸۔ اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۱۵ (ج ۲، ص ۲۸)

۹۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۵۴ (ج ۴، ص ۸۷ نمبر ۸۳۶۶) الاصابۃ، ج ۱، ص ۱۲۴.

۱۰۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۵۹ (ج ۴، ص ۹۰ نمبر ۸۴۲۵) تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۹۳ (ج ۱۰، ص ۸۴) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۸۱ (ج ۱، ص ۱۵۷)

۶۰۸۔ مروان بن شجاع حرانی: موثق لوگوں کے نام سے حدیث گڑھتا تھا۔(۱)

۶۰۹۔ مروان بن عثمان ذرقی: کذاب تھا۔(۲)

۶۱۰۔ مطہر بن سلیمان: کذاب تھا۔(۳)

۶۱۱۔ معاویہ بن حلبی: حدیث گڑھتا تھا۔(۴)

۶۱۲۔ معلّی بن صبیح موصلی: عبادت گذار مگر پکا جھوٹا اور حدیث ساز تھا۔(۵)

۶۱۳۔ معلّی بن ہلال بن سوید: کذاب و حدیث ساز تھا۔(۶)

۶۱۴۔ مقاتل بن سلیمان بلخی: کذاب و دجال تھا۔(۷)

۶۱۵ منذر بن زیاد طائی: کذاب و متروک الحدیث تھا۔(۸)

۶۱۶۔ منصور بن عبداللہ ہروی: کذاب تھا۔(۹)

۶۱۷۔ منصور بن مجاہد: حدیث ساز تھا۔(۱۰)

۱۔تہذیب التہذیب، (ج۱۰،ص۸۵) میزان الاعتدال، ج۳،ص۱۶۰ (ج۴،ص۹۱نمبر۸۴۲۸)

۲۔اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۵، (ج۱،ص۲۹)

۳۔تاریخ بغداد، ج۱۳،ص۲۲۰، میزان الاعتدال، ج۳،ص۱۷۷ (ج۴،ص۱۲۹نمبر۸۵۹۵)

۴۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۱۸۲ (ج۴،ص۱۴۰نمبر۸۶۳۸)

۵۔لسان المیزان، ج۶،ص۶۴ (ج۶،ص۷۵نمبر۸۴۸۴)

۶۔العلل ومعرفۃ الرجال، ج(ج۱،ص۵۱۰نمبر۱۱۹۲) تاریخ بغداد، ج۸،ص۶۳، تذکرۃ الحفاظ، ج۳،ص۱۱۲، میزان الاعتدال، ج۳،ص۱۸۷ (ج۴،ص۱۵۲نمبر۸۶۷۹) اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۴۷ (ج۲،ص۸۸)

۷۔تاریخ بغداد، ج۱۳،ص ۱۶۸، تاریخ ابن عساکر، ج۵،ص ۱۶۰، میزان الاعتدال، ج۳،ص ۱۹۶ (ج۴،ص ۱۷۳نمبر ۸۷۴۱) تہذیب التہذیب، ج۱۰،ص۲۸۴ (ج۱۰،ص۲۴۹) اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص ۱۲۸، ج۲،ص ۶۰، ۱۲۲ (ج۱،ص ۲۴۷، ج۲،ص۱۰۶، ۲۲۶)

۸۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۲۰۰ (ج۴،ص۱۸۱نمبر۸۷۵۹) اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۴۴ (ج۱،ص۴۴)

۹۔شذرات الذہب، ج۳ص۱۶۲ (ج۵،ص۹)

۱۰۔میزان الاعتدال، ج۳ص۲۰۶ (ج۴،ص۱۹۵نمبر۸۷۴۷)

۶۱۸۔منصور بن موفق: حدیث ساز تھا۔(۱)

۶۱۹ مہدی بن ہلال بصری: کذاب، بدعتی اور حدیثیں گڑھتا تھا، عام طور سے اس کی احادیث غلط ہیں۔(۲)

۶۲۰۔مہلب بن ابی صفرہ: والی خراسان تھا، سخت جھوٹا تھا۔صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ وہ معتبر تھا جو لوگ اسے جھوٹا کہتے ہیں اس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ خوارج سے جنگ میں غالب آنے کیلئے جھوٹ بولتا تھا۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: صاحب استیعاب کی یہ توجیہ تقریباً وہی ہے جو معاویہ کی حدیث سازی کی صفائی میں پیش کی جاتی ہے۔

۶۲۱۔مہلب بن عثمان: کذاب تھا۔(۴)

۶۲۲۔موسیٰ ابتی: حدیث سازوں کے گروہ میں تھا۔(۵)

۶۲۳۔موسیٰ بن ابراہیم مروزی: کذاب تھا۔(۶)

۶۲۴۔موسیٰ بن عبدالرحمٰن ثقفی صنعانی: دجال و حدیث ساز تھا۔(۷)

۶۲۵۔موسیٰ بن محمد ابو طاہر دمیاطی مقدسی: کذاب و حدیث ساز تھا اور معتبر لوگوں کے نام سے حدیث گڑھتا تھا۔(۸)

۱۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۲۰۳(ج۴،ص۱۸۸نمبر۸۷۹۳)اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۹۶(ج۲،ص۱۷۶)

۲۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۲۰۶(ج۴،ص۱۹۵نمبر۸۸۲۷)

۳۔المعارف ص۱۷۵(ص۳۹۹)استیعاب(ج۴،ص۱۶۹۲نمبر۳۰۴۶)الاصابۃ، ج۳،ص۵۳۶.

۴۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۲۰۷(ج۴،ص۱۹۷نمبر۸۸۳۱)

۵۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۲۲۱(ج۴،ص۲۲۸نمبر۸۹۴۸)

۶۔اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۱۹۱(ج۲،ص۳۵۷)

۷۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۲۱۳(ج۴،ص۲۱۱نمبر۸۸۹۱)اسنی المطالب،ص۱۲۶(ص۲۴۷حدیث۹۱۷)اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۱۷(ج۱،ص۴۲۲)

۸۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۲۱۷(ج۴،ص۲۱۹نمبر۸۹۱۵)لسان المیزان، ج۶،ص۱۲۸(ج۶،ص۱۴۹نمبر۸۶۷۹)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۴۲۲(ج۱،ص۴۲۲)

۶۲۶۔ موسیٰ بن مطیر: کذاب ومتروک الحدیث تھا۔(۱)

۶۲۷۔ میسرہ بن عبد ربہ فارسی بصری: کذاب وحدیث ساز تھا۔ فضیلت قزوین میں چالیس حدیثیں گڑھ ڈالی اور کہا کہ تشویق مردم کے لئے گڑھی ہیں۔ اکثر لوگ اسے زاہد سمجھتے تھے۔(۲)

۶۲۸۔ میسرہ بن عبید: کذاب تھا۔(۳)

(ن)

۶۲۹۔ نافع بن ہرمز ابو ہرمز حمال: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۴)

۶۳۰۔ نصر بن باب خراسانی: کذاب، خبیث اور دشمن خدا تھا۔(۵)

۶۳۱۔ نصر بن حماد بجلی وراق: کذاب ونسیان حدیث کا شکار تھا، نہایت کمینہ تھا۔(۶)

۶۳۲۔ نصر بن طریف: وضع احادیث میں مشہور تھا۔(۷)

۶۳۳۔ نصر بن قدید بن یسار: عقیلی وابن معین کے نزدیک کذاب تھا۔(۸)

۶۳۴۔ نصر اللہ بن ابی العز شیبانی: کذاب، شریعت کے معاملے میں لاپرواہ اور قاضی تھا۔(۹)

۱۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۱۸ (ج۴، ص۲۲۳ نمبر ۸۹۲۸)

۲۔ تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۲۲۳، میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۲۲ (ج۴، ص۲۳۰ نمبر ۸۹۵۸) لسان المیزان، ج۶، ص۱۴۰ (ج۶، ص۱۶۲ نمبر ۸۷۱۷) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۴۲ (ج۱، ص۸۱، ج۲، ص۳۷۳)

۳۔ اسنی المطالب، ص۲۶۰ (ص۳۵۳ حدیث ۱۷۲۰)

۴۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۲۷ (ج۴، ص۲۴۳ نمبر ۹۰۰۰) تذکرۃ الموضوعات.

۵۔ تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۲۷۹، لسان المیزان، ج۶، ص۱۵۱ (ج۶، ص۱۸۰ نمبر ۸۷۶۸)

۶۔ تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۲۸۲، میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۳۰ (ج۴، ص۲۵۰ نمبر ۹۰۲۹) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۴۰۰ (ج۱، ص۳۰۰)

۷۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۳۱ (ج۴، ص۲۵۱ نمبر ۹۰۳۴)

۸۔ الضعفاء الکبیر (ج۴، ص۲۹۹ نمبر ۱۸۹۷) میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۳۲ (ج۴، ص۲۵۳ نمبر ۹۰۴۴) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۹۰ (ج۲، ص۳۵۵)

۹۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۱۳، ص۲۱۸ (ج۱۳، ص۲۵۲) شذرات الذہب، ج۵، ص۲۸۵ (ج۷، ص۴۹۲)

۶۳۵۔نضر بن سلمہ مروزی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۱)

۶۳۶۔نضر بن شفی: پکا جھوٹا تھا۔(۲)

۶۳۷۔نضر بن طاہر: حدیث چور اور جھوٹا تھا۔(۳)

۶۳۸۔نعیم بن حماد اعور: دین کے لئے جھوٹی حدیثیں گڑھتا تھا۔(۴)

۶۳۹۔نعیم بن سالم بن قنبر: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۵)

۶۴۰۔نہشل بن سعید بصری: کذاب ومتروک الحدیث تھا۔(۶)

۶۴۱۔نوح بن ابی مریم: شیخ اور کذاب تھا فضائل قرآن میں حدیثیں وضع کی ہیں۔(۷)

۶۴۲۔نوح بن دراج: ذہبی کے نزدیک کذاب تھا۔(۸)

۶۴۳۔نوح بن جعونہ: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۹)

۶۴۴۔نوح بن مسافر: حدیث گڑھتا تھا۔(۱۰)

۱۔لسان المیزان، ج۶،ص۱۶۰(ج۶،ص۱۹۲نمبر۸۸۰۵)الاصابۃ ج۲،ص۳۸۰.

۲۔لسان المیزان، ج۶،ص۱۶۱(ج۶،ص۱۹۳نمبر۸۸۰۸)

۳۔میزان الاعتدال، ج۴،ص۲۴۴(ج۴،ص۲۵۸نمبر۹۰۷۰)

۴۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۲۵۱(ج۴،ص۲۶۷نمبر۹۱۰۲)شذرات الذہب، ج۲،ص۶۷(ج۳،ص۱۳۴) تہذیب التہذیب، ج۱۰،ص۴۶۳(ج۱۰،ص۴۰۹)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۵(ج۱،ص۲۹) الجوہر النقی مطبوع بر حاشیہ سنن بیہقی، ج۳،ص۳۰۵.

۵۔اسنی المطالب،ص۱۰۳(ص۱۹۹حدیث۶۱۲)اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۲۲، ج۲،ص۴۷(ج۱،ص۴۳، ج۲،ص۸۹)

۶۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۲۴۳(ج۴،ص۲۷۵نمبر۹۱۲۷)مجمع الزوائد، ج۱،ص۱۲۲، ۲۴۰، اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۰۳، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۹، ۲۳۰، ج۲،ص۱۲۷(ج۱،ص۱۹۸، ۲۰۵، ۲۳۰، ۴۵۲، ج۲،ص۲۳۵)

۷۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۱۸۷(ج۴،ص۲۷۹نمبر۹۱۹۷)اسنی المطالب،ص۲۰، ۱۱۰(ص۴۷، ۲۱۳حدیث۵۶، ۶۷۵) اللآلی المصنوعۃ، ج۳،ص۳(ج۲،ص۲۲۷)

۸۔مستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۵۵، ۱۷۱(ج۳،ص۱۶۶، ۱۸۷حدیث۴۶۹۴، ۴۷۹۸)

۹۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۲۴۴(ج۴،ص۲۷۵نمبر۹۱۳۱)

۱۰۔تذکرۃ الموضوعات،ص۱۱۸(ص۸۳)

(ہ)

۶۴۵۔ ہارون بن حبیب بلخی: کذاب تھا۔(۱)

۶۴۶۔ ہارون بن حیان رقی: حدیث ساز تھا۔(۲)

۶۴۷۔ ہارون بن زیاد: ثقہ لوگوں کے نام سے حدیث گڑھتا تھا۔(۳)

۶۴۸۔ ہارون بن محمد ابوالطیب: کذاب تھا۔(۴)

۶۴۹۔ ہبۃ اللہ بن مبارک: دروغ گو حافظ تھا، ائمہ حدیث کے نزدیک کذاب مشہور تھا۔(۵)

۶۵۰۔ ہشام بن عمار ابوالولید سلمی: خطیب و محدث دمشق، اس کی چار سو سے زیادہ حدیثوں کی کوئی اصل نہیں۔(۶)

۶۵۱۔ ہناد بن ابراہیم نسفی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۷)

۶۵۲۔ ہیثم بن عدی طائی: کذاب و کمینہ تھا، اس کی کنیز کا بیان ہے کہ میرا آقا رات بھر عبادت کرتا اور صبح کو مسند حدیث پر بیٹھ کر جھوٹ گڑھتا تھا۔(۸)

۶۵۳۔ ہیثم بن عبدالغفار طائی بصری: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۹)

۱۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۴۷ (ج۴، ص۲۸۳ نمبر ۹۱۵۳)

۲۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۴۷ (ج۴، ص۲۸۳ نمبر ۹۱۵۴)

۳۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۴۷ (ج۴، ص۲۸۳ نمبر ۹۱۵۷)

۴۔ اسنی المطالب، ص۲۰۸ (ص۴۲۲ حدیث ۱۳۶۴) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۶۲ (ج۱، ص۱۲۰)

۵۔ المنتظم، ج۹، ص۱۸۳ (ج۱۷، ص۱۴۴ نمبر ۳۸۳۲) شذرات الذہب ج۴، ص۲۶) ج۶، ص۴۲)

۶۔ شذرات الذہب، ج۲، ص۱۱۰ (ج۳، ص۲۱۰)

۷۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۵۹ (ج۴، ص۳۱۰ نمبر ۹۲۵۴) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۳۲، ۱۴۴ (ج۲، ص۲۶۴، ۲۶۸)

۸۔ تاریخ بغداد، ج۱۴، ص۵۲، میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۶۵ (ج۴، ص۳۲۴ نمبر ۹۳۱۱) نصب الرایۃ، ج۱، ص۱۰۲، اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۳ (ج۲، ص۵) مجمع الزوائد، ج۱۰، ص۱۰۔

۹۔ تاریخ بغداد، ج۱۴، ص۵۵، میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۶۵ (ج۴، ص۳۲۳ نمبر ۹۳۱۰)

(و)

۶۵۴۔ ولید بن سلمہ طبرانی ازدی: کذاب تھا اور ثقہ لوگوں کے نام سے حدیث گڑھتا تھا۔(۱)

۶۵۵۔ ولید بن عبداللہ ہمدانی: کذاب و کمینہ تھا۔(۲)

۶۵۶۔ ولید بن فضل عنزی: حدیث ساز تھا۔(۳)

۶۵۷۔ ولید بن محمد موقری غلام بنی امیہ: کذاب اور متروک الحدیث تھا۔(۴)

۶۵۸۔ وہب بن حفص بجلی حرانی: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۵)

۶۵۹۔ وہب بن وہب قاضی ابو البختری قرشی مدنی: پکا جھوٹا، کذاب، خبیث، دجال، دشمن خدا اور رات بھر جاگ کر حدیثیں گڑھتا تھا۔ اس نے افترا پردازی میں دین و دیانت کو بہت نقصان پہنچایا۔(۶)

(ی)

۶۶۰۔ یحییٰ بن ابی انیسہ جزری رہاوی: کذاب ومتروک الحدیث تھا۔(۷)

۶۶۱۔ یحییٰ بن سکن بصری: کذاب وحدیث ساز تھا۔(۸)

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۷۱ (ج ۴، ص ۳۳۹ نمبر ۹۳۷۲)

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۴۷۰.

۳۔ کتاب المجروحین، (۳، ص ۸۲) میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۷۳ (ج ۴، ص ۳۴۳ نمبر ۹۳۹۴) تذکرۃ الموضوعات، ص ۲۷ (ص ۲۰)

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۷۵ (ج ۴، ص ۳۴۶ نمبر ۹۴۰۰) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۲۲۸ (ج ۱، ص ۴۳۹)

۵۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۷۷ (ج ۴، ص ۳۵۱ نمبر ۹۴۲۵) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۴۵، ج ۲، ص ۲۱۵ (ج ۱، ص ۸۶، ج ۲، ص ۴۰۲.

۶۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۴۸۵، میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۷۸ (ج ۴، ص ۳۵۳ نمبر ۹۴۳۴) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۴۴، ۴۵ (ج ۱، ص ۸۴، ۱۰۴) لسان المیزان، ج ۶، ص ۲۳۲ (ج ۶، ص ۲۸۲ نمبر ۹۰۶۸)

۷۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۸۳ (ج ۴، ص ۳۶۴ نمبر ۹۴۶۳) تذکرۃ الموضوعات، ص ۹۵ (ص ۶۷، ۷۴)

۸۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۱۴۶، اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۴۱ (ج ۱، ص ۲۷۴)

۶۶۲۔ یحییٰ بن شبیب یمانی: سفیان اور حمید الطویل سے جھوٹی حدیثیں روایت کرتا تھا۔(۱)

۶۶۳۔ یحییٰ بن عبدویہ: کذاب اور برا انسان تھا۔(۲)

۶۶۴۔ یحییٰ بن عقبہ بن ابی العیزار: کذاب، خبیث اور دشمن خدا تھا۔(۳)

۶۶۵۔ یحییٰ بن علاء: مطرف سے روایت کرتا تھا، کذاب و حدیث ساز تھا۔(۴)

۶۶۶۔ یحییٰ بن علی بن عبدالرحمٰن بلنسی مالکی (امام جماعت مسجد عتمہ): کذاب تھا۔(۵)

۶۶۷۔ یحییٰ بن عنبسہ قرشی بصری: کذاب، دجال اور حدیث ساز تھا۔(۶)

۶۶۸۔ یحییٰ بن محمد برادر حرملہ تجیبی: حرملہ پر حدیث گڑھی۔(۷)

۶۶۹۔ یحییٰ بن میمون بصری: کذاب، دجال و متروک الحدیث تھا۔(۸)

۶۷۰۔ یحییٰ بن ہشام غسانی: کذاب، دجال اور حدیث ساز تھا۔(۹)

۱۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۹۳ (ج۴، ص۳۸۵ نمبر ۹۵۴۳) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۵، ۱۴۵ (ج۲، ص۲۷، ۲۷۰)

۲۔ تاریخ بغداد، ج۱۴، ص۱۶۶.

۳۔ لسان المیزان، ج۷، ص۲۷۰ (ج۶، ص۳۳۰ نمبر ۹۱۸۶)

۴۔ نصب الرایۃ، ج۱، ص۱۴۵.

۵۔ لسان المیزان، ج۴، ص۴۹، ج۶، ص۲۷۰ (ج۴، ص۵۸ نمبر ۵۲۴۲، ج۶، ص۳۳۱ نمبر ۹۱۸۷)

۶۔ الکامل فی ضعفا الرجال، (ج۷، ص۲۵۴ نمبر ۲۱۵۵) تاریخ بغداد، ج۱۴، ص۱۶۲، میزان الاعتدال، ج۳، ص۲۹۹ (ج۴، ص۴۰۰ نمبر ۹۵۹۹) تذکرۃ الموضوعات، ص۳۷ (۷۶) اسنی المطالب، ص۱۲۳ (ص۲۴۲ حدیث ۷۶۸) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۶۸، ۷۵، ۱۲۳، ۲۱۰ (ج۲، ص۱۲۲، ۱۳۵، ۲۲۸، ۳۹۳)

۷۔ لسان المیزان، ج۶، ص۲۷۵ (ج۶، ص۳۳۷ نمبر ۹۲۰۵)

۸۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۳۰۵ (ج۴، ص۴۱۱ نمبر ۹۶۴۰) تہذیب التہذیب، ج۱۱، ص۲۹۱ (ج۱۱، ص۲۵۴) اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۱۲۵ (ج۲، ص۲۳۰)

۹۔ تاریخ بغداد، ج۱۴، ص۱۶۴، تذکرۃ الموضوعات، ص۵۷، ۱۰۱، ۱۰۴، ۱۱۰ (ص۴۱، ۷۱، ۷۳، ۷۷) میزان الاعتدال، ج۳، ص۳۰۵ (ج۴، ص۴۱۴ نمبر ۹۶۴۳) اسنی المطالب، ص۱۶۹ (ص۳۴۰ حدیث ۱۱۰۸) اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۶۴، ج۲، ص۴۴، ۱۲۲ (ج۱، ص۱۲۳، ج۲، ص۸۲، ۲۲۶)

۶۷۱۔ یزید بن خالد عمی: کذاب تھا۔(۱)

۶۷۲۔ یزید بن ربیعہ دمشقی: کذاب اور مشہور جھوٹا تھا۔(۲)

۶۷۳۔ یزید بن عیاض لیثی بصری: کذاب، حدیث ساز اور غیر ثقہ نیز متروک الحدیث تھا۔(۳)

۶۷۴۔ یزید بن مروان خلاّل: کذاب تھا۔(۴)

۶۷۵۔ یعقوب بن اسحاق بیہسی: محدثین اسے جھوٹا سمجھتے تھے۔(۵)

۶۷۶۔ یعقوب بن ولید ازدی مدنی:۔ بہت بڑا جھوٹا تھا اور حدیث سازی کرتا تھا۔(۶)

۶۷۷۔ یعقوب بن یوسف اعشی: کذاب و بدکار تھا۔(۷)

۶۷۸۔ یعلی ابن اشدق عقیلی: کذاب و کمینہ تھا۔(۸)

۶۷۹۔ یمان بن عدی: حدیث ساز تھا۔(۹)

۶۸۰۔ یوسف بن جعفر خوارزمی: حدیث سازی کرتا تھا۔(۱۰)

۶۸۱۔ یوسف بن خالد سمتی فقیہ: کذاب و حدیث ساز تھا، اسی نے ابوحنیفہ کے قیاس کا بصرہ میں

۱۔ اسنی المطالب، ص ۱۴۰ (ص ۲۷۷ نمبر ۲۱۵۳)

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۹۵ (ج ۱۵، ص ۱۹ نمبر ۱۶۹۳)

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۳۳۰، مجمع الزوائد ج ۱، ص ۱۲۱، ج ۲، ص ۱۷۳.

۴۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۳۳۸. ۵۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۹۰.

۶۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۶۶، میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۳۲۵ (ج ۴، ص ۴۵۵ نمبر ۹۸۲۹) تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۲۳۱، اسنی المطالب، ص ۱۵۹ (ص ۳۲۱ حدیث ۱۰۳۴) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۱۸۔، ج ۲، ص ۱۲، ۱۳۶ (ج ۱، ص ۲۲۸، ج ۲، ص ۲۳، ۲۷۲)

۷۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۳۲۶ (ج ۴، ص ۴۵۵ نمبر ۹۸۳۱)

۸۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۷، ص ۲۸۸ نمبر ۲۱۸۶) میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۶، ج ۳، ص ۳۲۶ (ج ۲، ص ۴۰۰ نمبر ۴۲، ۴۳، ج ۴، ص ۴۵۶ نمبر ۹۸۳۴)

۹۔ اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۹۶، ۹۹ (ج ۲، ص ۱۷۶، ۱۸۰)

۱۰۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۳۲۹ (ج ۴، ص ۴۶۳ نمبر ۹۸۶۰)

پرچار کیا۔(۱)

۶۸۲۔یوسف بن سفر دمشقی: کذاب، متروک الحدیث، جھوٹ گڑھتا اور غلط باتیں روایت کرتا تھا۔(۲)

۶۸۳۔ابن زبالہ: اس نے ایک لاکھ حدیثیں وضع کیں، جب احمد بن صالح کو معلوم ہوا تو سب کو چھوڑ دیا۔(۳)

۶۸۴۔ابن شوکر: سند کے ساتھ حدیث گڑھتا تھا۔(۴)

۶۸۵۔ابن صقر: کذاب وحدیث چور تھا، مشائخ کے نام سے حدیث گڑھتا تھا۔(۵)

۶۸۶۔ابوبکر بن عثمان: کذاب ودروغ گو تھا۔(۶)

۶۸۷۔ابوبکر بن ابی الازہر۔حدیث گڑھتا تھا۔(۷)

۶۸۸۔ابوجابر بیاض۔کذاب تھا۔(۸)

۶۸۹۔ابوالحسن بن نوفل راعی بلا کا جھوٹا تھا۔(۹)

۶۹۰۔ابوحیان توحیدی: اس کی بہت زیادہ تصنیفات ہیں۔اس کا نام علی بن محمد بن عباس تھا۔مہلبی نے اس کی بداعتقادی سے جلاوطن کر دیا تھا۔ابن مالی کے نزدیک کذاب وبدکار تھا۔ابن جوزی اس کو زندیق کہتے ہیں۔

۱۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۳۲۹(ج۴،ص۴۶۳نمبر۹۸۶۳) تہذیب التہذیب، ج۱۱،ص۴۱۳(ج۱۱،ص۳۶۱) سندی کی حاشیہ ابن ماجہ ج۱،ص۳۹۵.

۲۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۳۳۱(ج۴،ص۴۶۶نمبر۹۸۷۱) مجمع الزوائد، ج۱،ص۸۲،اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۴۸، ۱۳۹(ج۲،ص۹۱، ۲۵۶)

۳۔تاریخ بغداد، ج۴،ص۲۰۰.

۴۔تاریخ بغداد، ج۴،ص۱۵۲.

۵۔تاریخ بغداد، ج۲،ص۲۱۹.

۶۔لسان المیزان، ج۶،ص۳۴۹(ج۷،ص۲۰نمبر۱۳۶)

۷۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۳۵۰(ج۴،ص۵۰۶نمبر۱۰۰۸۲)

۸۔المحلی، ج۴،ص۲۱۷.

۹۔لسان المیزان، ج۶،ص۳۶۴(ج۷،ص۳۵نمبر۳۱۲)

جعفر بن یحییٰ کہتے ہیں کہ اس نے ابو بکر وعمر کی طرف منسوب کر کے علیؑ کی مذمت میں کتاب لکھی اور کہا کہ اسے شیعوں کی رد میں لکھا ہے کیونکہ ایک مجلس میں وزراء موجود تھے، سبھی علیؑ کے سلسلے میں غلو کر رہے تھے، ان کی رد میں یہ کتاب لکھی۔ اس طرح اس نے اپنی حدیث سازی کا خود ہی اعتراف کیا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ بحوالہ ابن جماعۃ، ابن علاج کے خط سے معلوم ہوا کہ اکثر دانشوروں کو اس کی اس جعلی تصنیف سے آگاہی تھی۔ اس رسالے میں حضرت ابو بکر وعمر کے لئے ایسی بات لکھی گئی ہے جس سے شیعوں کے شیخین کے بارے میں عقیدے کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس رسالے کی اولین خصوصیت یہ ہے کہ احادیث جعلی ہیں، دوسرے یہ کہ ابو بکر نے ابو عبدہ کی چاپلوسی کی ہے کہ علیؑ تک میری بات پہونچا دیں حالانکہ ابو بکر چاپلوسی سے دور تھے۔ مزید اس کے سابقین کے متعلق غلط عقائد کا شیاع ہوتا ہے۔ (۱)

۶۹۱۔ ابو خلف اعمی بصری: خادم انس، کذاب تھا۔ (۲)

۶۹۲۔ ابو الخیر شیخ بغدادی: کذاب تھا۔ (۳)

۶۹۳۔ ابو سعد مدائنی: حدیث سازی کرتا تھا۔ (۴)

۶۹۴۔ ابو سعید قدری: پکا جھوٹا تھا۔ (۵)

۶۹۵۔ ابو سلمہ عاملی شامی ازدی: کذاب وحدیث ساز تھا۔ (۶)

۶۹۶۔ ابو الطیب حربی: کذاب وخبیث تھا اس کی حدیثوں پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔ (۷)

۶۹۷۔ ابو علی بن عمر مذکر نیشاپوری: دروغ گو تھا اور حدیث کی چوری میں مشہور تھا۔ (۸)

۱۔ میزان الاعتدال، (ج ۴، ص ۴۱۸ نمبر ۱۱۳۷)

۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۲، ص ۸۷ (ج ۱۲، ص ۹۵)

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۲۴، ص ۴۱۷، میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۳۵۷ (ج ۴ ص ۵۲۱ نمبر ۱۰۱۶۳)

۴۔ لسان المیزان، ج ۶، ص ۳۸۳ (ج ۷، ص ۵۳ نمبر ۴۸۶)

۵۔ لسان المیزان، ج ۶، ص ۳۸۴ (ج ۷، ص ۵۵ نمبر ۴۹۷)

۶۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۲، ص ۱۱۹ (ج ۱۲، ص ۱۳۰)

۷۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۴۰۶۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۳۶۶ (ج ۴، ص ۵۴۱ نمبر ۱۰۳۳۰)

۸۔ تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۱۳۰۔

۶۹۸۔ابوالقاسم جہنی: غیر معمول دروغ گوئی کے شواہد ملتے ہیں۔(۱)

۶۹۹۔ابوالمغیرہ: پکا جھوٹا اور خبیث ترین آدمی تھا۔(۲)

۷۰۰۔ابوالمہزم: کذاب تھا۔(۳)

﴿إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

''ان لوگوں کا نظام برباد ہونے والا اور ان کے اعمال باطل ہیں''۔(۴)

معیارِ نظر

یہ جو کچھ بھی پیش کیا گیا دریائے کذب کا کچھ قطرہ تھا۔ ممکن ہے قارئین اسی کو بہت زیادہ سمجھیں۔ اسی کے ساتھ یہ بھی آپ کے پیش نظر رہنا چاہئے کہ جھوٹ کا پلندہ تیار کرنے اور خدا، رسولؐ، صحابہ و تابعین کے نام سے حدیث سازی صرف جھوٹے اور مکار ہی نہیں کرتے تھے بلکہ پرہیزگار علماء اور معتبر مشائخ بھی محض قربۃً الی اللہ یہ ''فریضہ'' انجام دیتے تھے۔ اسی لئے یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں:

''پرہیزگاروں کو ہم نے حدیث کے سلسلے میں سب سے زیادہ جھوٹا پایا، شائستہ کردار بھی حدیث میں جھوٹ بولتے تھے اور عابدوں اور زاہدوں نے حدیث میں بہت جھوٹ بولا ہے''۔(۵)

قرطبی، التذکار(۶) میں لکھتے ہیں کہ حدیث سازوں نے فضیلت قرآن اور دیگر اعمال کے سلسلے میں جو احادیث گڑھی ہیں ان کی طرف التفات نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ انھوں نے بقصد قربت یہ کام انجام دیا ہے تاکہ لوگ اعمال نیک کی طرف مائل ہوں۔ چنانچہ ابوعصمہ نوح بن ابی مریم مروزی، محمد بن عکاشہ اور احمد جویباری کی روایات اسی قسم کی ہیں۔

۱۔معجم الادباء(ج۳،ص۱۲۳)

۲۔تاریخ بغداد، ج۱۴،ص۴۱۰۔ ۳۔اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۹۹(ج۱،ص۱۹۹)

۴۔سورۂ اعراف، آیت۱۳۹۔

۵۔مقدمہ صحیح مسلم(ج۱،ص۴۲) تاریخ بغداد، ج۲،ص۹۸(نمبر۴۹۳) اللآلی المصنوعۃ(ج۲،ص۴۷۰)

۶۔التذکار، ص۱۵۶۔۱۵۵۔

ابوعصمہ سے پوچھا گیا: تم نے عکرمہ وابن عباس سے اچانک اتنے فضائل قرآن کہاں سے جمع کر لئے؟ جواب دیا: میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن سے منحرف ہو کر فقہ ابوحنیفہ اور مغازی ابواسحاق کی طرف ملتفت ہو گئے ہیں اس لئے یہ روایات محض خوشنودیٔ خدا کے لئے وضع کی ہیں۔

قرطبی نے حاکم اور محدثین کے حوالے سے ایک پرہیزگار کا واقعہ نقل کیا ہے: اس سے پوچھا گیا کہ فضائل قرآن میں اتنی حدیثیں کیوں وضع کیں؟ جواب دیا کہ میں نے لوگوں کو قرآن سے روگردانی کرتے دیکھا تو انھیں مائل کرنے کے لئے ایسا کیا۔ پوچھا گیا: پھر حدیث رسولؐ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ جو مجھ پر عمداً دروغ بافی کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے؟ جواب دیا: میں نے ان کے نقصان کے لئے نہیں، فائدے کے لئے ایسا کیا ہے۔

لہٰذا اس معاملے میں سب سے زیادہ نقصان رساں زاہد و پرہیزگار ہی ہیں۔ انھوں نے حدیث سازی کو عمل نیک سمجھ کر انجام دیا۔ لوگوں نے ان کی ظاہری حالت دیکھ کر ان حدیثوں کو مان لیا۔ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

میسرہ بن عبدربہ سے پوچھا گیا: یہ احادیث کہاں سے لائے؟ اس نے کہا: میں نے لوگوں کو دین و شریعت کی طرف مائل کرنے کے لئے ایسا کیا ہے، مجھے خدا سے اس عمل نیک کا بدلہ ملنے کی امید ہے۔ حاکم کہتے ہیں کہ حسن، محض خوشنودی خدا کے لئے اور نعیم بن حماد، تقویت سنت کے لئے حدیث وضع کرتا ہے۔(۱) اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جھوٹ اور تہمت میں کوئی برائی نہیں رہ گئی تھی۔

حرب بن میمون، مجتہد و عابد شب زندہ دار جو پکا جھوٹا ہے۔

ہیثم طائی، جو تمام رات عبادت کرتا ہے صبح کو مجلس حدیث میں جھوٹ کے طومار باندھتا ہے۔

محمد بن ابراہیم، پرہیزگار بھی ہے اور کذاب و حدیث ساز بھی۔

یہ معلی بن صبیح، موصل کا بڑا عبادت گذار جو جعلی حدیثوں کے ڈھیر لگا رہا ہے۔

حافظ عبدالمغیث حنبلی، جس کے ماتھے پر سیاہ داغ ہے، لوگوں میں معتبر بھی ہے۔ صداقت و دینداری

۱۔ لسان المیزان، ج۵، ص ۲۸۸ (ج۵، ص۳۲۶ نمبر ۷۷۶۸)

میں مشہور ہے اور پھر یزید بن معاویہ کے فضائل میں کتاب بھی لکھ ماری ہے۔

یہ معلی بن ہلال، عبادت گذار و جھوٹا ہے۔

ابو عمر زاہد، جس نے معاویہ کے فضائل میں کتاب لکھی ہے۔ احمد باہلی، بڑا زاہد اور تارک الدنیا تھا اور حدیث سازی میں پکا دنیادار۔ شیطان نے برائیوں کو اس طرح اس کی نظر میں پیش کیا تھا کہ اچھائی بن گئی تھیں۔

بردانی صاحب نے بھی فضائل معاویہ میں بیت المال کا حق نمک ادا کیا ہے۔

وہب بن حفص صاحب کو دیکھئے، انھوں نے بیس سال تک کسی سے کلام نہیں کیا۔ بڑے زاہد و عابد تھے لیکن جب بولے تو ایسا سڑا جھوٹ بولے کہ جس سے تعفن کی بو آتی تھی۔

ابو البشر مروزی فقیہ اور بڑے پابند شریعت، ابو داؤد نخعی عابد نیک شب زندہ دار، ابو یحییٰ وکار، نیک و پارسا، فقیہ و عبادت گذار۔ ابراہیم بن محمد، عابد و زاہد۔ (۱) ابراہیم اشہلی جنھوں نے ساٹھ سال تک روزے رکھے۔ (۲) جعفر بن زبیر اور ابان بن ابی عیاش، (۳) یہ سبھی عبادت گذار، صالح، پابند شریعت اور اپنے وقت کے مجتہد لیکن حدیث سازی کے تعفن سے دماغ جل جاتا ہے۔

ان جعلی حدیث بنانے والوں میں مختلف جذبات وطبقات کے افراد ہیں: امام مقتدی، مشہور محدث، فقیہ حجت اور مشائخ و حفاظ اور لمبی چوڑی زبان والے خطیب ہیں۔ ان سب نے محض خدمت دین کے لئے جھوٹ کا خرمن لگایا، اپنے امام کی تعظیم میں دروغ بافی کی۔ اسی لئے ان کے جھوٹ کا پول کھل گیا اور ارباب رجال نے ان کی قلعی کھول دی۔

مدح ابو حنیفہ میں:

ذرا ان لوگوں کو دیکھئے جنھوں نے مدح ابو حنیفہ میں حدیث رسول گڑھی کہ عنقریب میرے بعد

۱۔ لسان المیزان، ج ۱ص ۹۹ (ج ۱، ص ۹۷ نمبر ۲۹۵)

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱، ص ۱۰۴ (ج ۱، ص ۹۰)

۳۔ تہذیب التہذیب ج ۱، ص ۹۹ (ج ۱، ص ۸۵)

نعمان بن ثابت نامی ایک شخص پیدا ہوگا، اس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی۔ میرا دین اور میری سنت اس کے ہاتھوں زندہ ہوگی۔(۱)

ہر صدی میں میری امت کے سابقین ہوں گے اپنے عہد کے سابق ابوحنیفہ ہیں۔(۲)

میری امت کا ایک شخص نعمان بن ثابت ہوگا، جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی۔ میری امت کا چراغ ہے۔(۳)

نعمان میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی اس کی وجہ سے خدا نئے سرے سے دین کو زندگی عطا کرے گا۔

ان روایت کو ابن عدی اور ابن معین وغیرہ نے موضوع اور باطل کہا ہے۔ کذاب اور حدیث ساز راویوں نے مدح سرائی کے لئے یہ جھوٹ کا طومار باندھا ہے۔(۴)

عنقریب میرے بعد نعمان بن ثابت جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی پیدا ہوگا، خدا اس کے ہاتھوں میرا دین اور میری سنت زندہ کرے گا۔(۵) ایک روایت میں ہے کہ وہ میری سنت زندہ کرے گا اور بدعت ختم کرے گا، اس کا نام نعمان بن ثابت ہوگا۔ اس کا راوی ابراہیم خبیث ہے جو کذاب وحدیث ساز تھا۔

(۶) ایک روایت ہے: تمام انبیاء میرے اوپر فخر کریں گے اور میں ابوحنیفہ پر فخر کروں گا۔ وہ پروردگار کے نزدیک پرہیزگار شخص ہوگا، علم کا پہاڑ اور انبیاء بنی اسرائیل کے مانند ہوگا۔ پس جو اس سے محبت کرے گویا اس نے مجھ سے محبت کی۔ جو اس سے نفرت کرے گا گویا مجھ سے نفرت کی۔ ابن جوزی اس حدیث کو موضوع اور عجلونی غیر صالح کہتے تھے۔(۷)

ایک روایت میں ہے: اگر موسیٰ وعیسیٰ کی امت میں ابوحنیفہ جیسے لوگ ہوتے تو یہودی ونصرانی

۱۔ تاریخ بغداد، ج۲، ص۲۸۹ (۷۶۸)

۲۔ خوارزمی کی مناقب ابوحنیفہ ج۱، ص۱۶۔ ۳۔ تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۳۳۵۔

۴۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۲، ص۱۶۱۴ نمبر ۵۶۹) علی قاری کی موضوعات الکبریٰ (ص۱۶) کشف الخفا، ج۱، ص۳۳۔

۵۔ تاریخ بغداد، ج۲، ص۲۸۹ (نمبر ۷۶۸) اور کشف الخفاج۱، ص۳۳ پر اس کے جعلی ہونے کی تصریح ہوئی ہے۔

۶۔ کتاب الثقات (ج۸، ص۷۸) ۷۔ کشف الخفا، ج۱، ص۳۳۔

نہیں ہوتے۔ عجلونی کہتے ہیں کہ موضوع ہے۔ (۱) ایک روایت ہے: آدمؑ میرے اوپر فخر کریں گے اور میں ابوحنیفہ پر فخر کروں گا جو میری امت کے چراغ ہیں۔ یہ حدیث بھی عجلونی کے نزدیک جعلی ہے۔ (۲)

میری امت میں ابوحنیفہ نامی شخص ہوگا جس کے دونوں شانوں کے درمیان تل ہوگا۔ خدا اس کے ہاتھوں سے میری سنت زندہ کرے گا۔ خوارزمی نے اس کو نقل کیا ہے مگر اس کے راوی گمنام ہیں۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ بعد رسولؐ خراسان سے ایک چاند چمکے گا جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی۔ اس کی سند باطل ہے۔

ابوالبختری کذاب کی روایت بھی سنئے:

ابوحنیفہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آئے، امام کی نظر پڑی تو فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ہاتھوں میرے جد کی مردہ سنت زندہ ہوگی، تم غمگین کی پناہ گاہ، فریادرس اور سرگشتہ لوگوں کا وسیلہ ہو۔ (۳)

اب ان لوگوں کے متعلق کیا لکھا جائے جنھوں نے مناقب ابوحنیفہ میں ضخیم کتابیں لکھ کر ان بے ہودہ مطالب اور بدبودار جھوٹ کے ڈھیر لگادیئے ہیں۔ یہ سمجھتے تھے کہ کبھی ہمارا جھوٹ ظاہر ہی نہ ہوگا۔

مریدان ابوحنیفہ انھیں رسول خداؐ سے بھی اعلم سمجھتے تھے۔ ابن جریر کا بیان ہے کہ میں کوفہ سے بصرہ گیا، وہاں ابن مبارک سے ملاقات ہوئی، پوچھا: تم نے لوگوں کو کیوں چھوڑ دیا ہے؟ میں نے کہا: چونکہ وہاں لوگ سمجھتے ہیں کہ ابوحنیفہ رسول خداؐ سے بھی زیادہ اعلم تھے۔ یہ کہہ کے اس قدر روئے کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ (۴)

ابن جریری کا بیان ہے کہ میں ابن مبارک کے پاس گیا، ایک شخص نے ان سے بیان کیا کہ دو شخص میرے پاس جھگڑتے ہوئے آئے، ایک کہہ رہا تھا ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں۔ دوسرا کہہ رہا تھا کہ رسول خداؐ کا یہ ارشاد ہے۔ پہلے نے کہا: رسول خداؐ سے زیادہ امام ابوحنیفہ اعلم تھے۔ ابن مبارک نے کہا: پھر بیان کرو

۱۔ کشف الخفا، ج ۱، ص ۳۳۔
۲۔ کشف الخفا، ج ۱، ص ۳۳۔
۳۔ خوارزمی کی مناقب ابوحنیفہ ج ۱، ص ۱۹۔
۴۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۴۴۱۔

اس نے دوبارہ بیان کیا۔ ابن مبارک چیخ پڑے: یہ سراسر کفر ہے۔ میں نے کہا: یہ کفر تو آپ کی وجہ سے پھیلا ہے، آپ ہی کی وجہ سے لوگوں نے کافر کو اپنا امام بنالیا ہے۔ ابن مبارک نے جھلا کے پوچھا: وہ کیسے؟ میں نے کہا: اس لئے کہ آپ نے ابوحنیفہ سے روایت کی ہے۔ یہ سن کر ابن مبارک کہنے لگے: میں ابوحنیفہ سے روایت کرنے پر استغفار کرتا ہوں۔ (۱)

فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ ان کے دل محبت ابوحنیفہ میں ڈوبے ہوئے ہیں اس لئے ان سے زیادہ اعلم کسی کو نہیں سمجھتے۔ (۲) اور سنئے، فقیہ عراق محمد بن شجاع نے تردید حدیث رسولؐ اور تائید قیاس ابوحنیفہ میں بڑی تحقیقی کتاب لکھی ہے۔ (۳)

مذمت ابوحنیفہ میں:

ان جعلی حدیثوں اور یاوہ گوئیوں کے برخلاف مذمت ابوحنیفہ میں بھی ڈھیروں اقوال ہیں۔ سب کو تو بیان نہیں کیا جاسکتا بعض نمونے ملاحظہ فرمائیے:

امام بخاری نے ضعیف اور متروک الحدیث لوگوں میں ابوحنیفہ کا نام بھی شامل کیا ہے۔ (۴)
سفیان ثوری سے لوگوں نے سنا کہ ابوحنیفہ نے دوبارہ کفر سے توبہ کی۔ نعیم، فزاری کا بیان نقل کرتے ہیں کہ سفیان بن عینیہ کے سامنے مرگ ابوحنیفہ کی خبر آئی۔ فرمایا: خدا اس پر لعنت کرے، اس نے اسلام کی رسی بکھیر دی، اسلام میں اس سے بدتر کوئی پیدا نہیں ہوا۔ بخاری نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے مخالف، ساجی اپنی کتاب علل میں لکھتے ہیں کہ ابوحنیفہ سے خلق قرآن کے معاملے میں توبہ کرائی گئی اور اس نے توبہ کی۔ ابن الجارود نے ضعیف و متروک راویوں میں ابوحنیفہ کا نام بھی لکھا ہے۔

امام مالک نے سفیان ثوری کی طرح کہا کہ ابوحنیفہ اسلام کا بدترین فرزند تھا۔ اگر اس نے اسلام

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۴۴۲۔
۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۶، ص ۳۵۸۔
۳۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۳۵۱۔
۴۔ الانتقائی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء ص ۱۴۹۔

کے خلاف تلوار سے جنگ کی ہوتی تو اتنا نقصان نہ پہونچتا۔(۱) ساجی نے وکیع کا بیان نقل کیا ہے کہ ابو حنیفہ نے دو سو حدیث رسولؐ کی مخالفت کی۔(۲)

ابن مبارک سے کہا گیا کہ آپ ابوحنیفہ کے پیرو ہیں۔ کہنے لگے کہ جب اس کو نہیں پہچانتا تھا تو اس کے یہاں آمد ورفت تھی، پہچان لیا ہے تو چھوڑ دیا ہے۔ ابوعبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ابوحنیفہ نے انھیں کئی بار مختلف جگہوں پر اپنا پرچار کرنے کے لئے بھیجنا چاہا لیکن وہ نہیں گئے۔

امام طحاوی نے ایک شخص کا بیان نقل کیا ہے کہ اس نے اپنے حریف سے کہا: اگر تم جھوٹے ہو تو تم پر ابوحنیفہ یا زفر کا گناہ لازم ہو جائے، جس نے دین میں قیاس کو رائج کر کے شریعت کی مخالفت کی۔(۳)

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ کہتے تھے کہ اصحاب ابوحنیفہ سے کوئی چیز روایت کرنا مناسب نہیں۔(۴)

مالک بن انس کہتے تھے کہ ابوحنیفہ نے دین کے ساتھ کھلواڑ کیا جو دین کے ساتھ کھلواڑ کرے وہ دیندار نہیں ہو سکتا۔(۵) انھوں نے ولید بن مسلم سے پوچھا: ابوحنیفہ سے کچھ حاصل کیا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ کہا: آئندہ سے اس کی کوئی بات ذکر نہ کرنا۔(۶)

ابن ابی لیلیٰ نے ابوحنیفہ کے کچھ اشعار نقل کر کے انھیں مرجئہ اور کافر کہا ہے۔(۷)

یوسف بن اسباط کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے چار سو سے زیادہ حدیثیں رد کر دیں۔

مالک کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ سے بدتر اسلام میں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ فتنۂ ابوحنیفہ ابلیس سے بھی بدتر ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے تھے کہ اسلام میں فتنۂ دجال کے بعد سب سے بڑا فتنہ، ابوحنیفہ کا ہے۔

شریک کہتے تھے کہ اگر ہر قبیلے میں شرابی لوگ بھرے پڑے ہوں اس سے کہیں بہتر ہیں کہ اس قبیلے میں کوئی ابوحنیفہ کا صحابی ہو۔

۱۔ الانتقاء، ص ۱۵۰۔ ۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۴۰۷۔

۳۔ الانتقاء، ص ۱۵۲۔ ۴۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۵۹، ۲۶۰ (نمبر ۷۵۵۸)

۵۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۶، ص ۳۲۵، تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۴۰۰۔

۶۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۶، ص ۳۲۵۔ ۷۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۸۰۔

امام اوزاعی کہتے ہیں: ابوحنیفہ اسلام کی طرف تیزی سے بڑھے اور اسلام کی رسی کو پارہ پارہ کر دیا، اس سے زیادہ بدتر بچہ اسلام میں پیدا ہی نہیں ہوا۔

سفیان ثوری کو جب خبر وفات سنائی گئی تو کہا کہ خدا کا شکر جس نے مسلمانوں کو ابوحنیفہ کے شر سے نجات دی۔ اس نے اسلام کی رسی پارہ پارہ کر دی، اسلام میں اس سے بدتر کوئی مولود نہیں ہوا۔

ان کے سامنے ابوحنیفہ کا تذکرہ ہوتا تو کہتے: وہ بے جانے بوجھے مسائل میں اپنی رائے دیدیتا ہے۔

عبداللہ بن ادریس کہتے تھے کہ ابوحنیفہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

ابن ابی شیبہ اسے یہودی سمجھتے تھے۔

احمد بن حنبل کا فتویٰ تھا کہ ان سے کوئی روایت نہ کی جائے۔ (۱)

ابوحفص کہتے کہ ابوحنیفہ حافظ نہیں صاحب قیاس ہے، اس کی حدیثیں مضطرب ہیں، وہ خواہشات کا بندہ ہے۔

دوسرے ائمہ اہل سنت:

دوسرے امام شافعی ہیں جن کے لئے حدیث رسولؐ وضع کی گئی۔ ایک روایت ہے کہ اس عالم قریش سے تمام کرۂ ارض مملو ہوگا۔ (۲) مزنی نے خواب دیکھا کہ رسولؐ سے شافعی کے متعلق سوال کر رہے ہیں رسولؐ نے فرمایا: جسے میری محبت اور سنت کا دعویٰ ہے اسے شافعی کے مفاہیم سے استفادہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ (۳)

محمد بن نصر ترمذی فرماتے ہیں کہ ۲۹ رسال تک امام مالک سے حدیث کا درس لیا، مجھے امام شافعی کا

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۱۷۔

۲۔ ابن الحوت نے اسنی المطالب، ص ۱۴ (ص ۴۷ حدیث ۳۱) پر اسی کو ضعیف کہا ہے۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۶۹۔

عرفان نہیں تھا۔ ایک دن مسجد النبیؐ میں اونگھ آ گئی، رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا۔ آپ سے پوچھا: کیا میں فقہ حنفی لکھوں؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کی: فقہ مالکی لکھوں؟ فرمایا: اگر میری حدیث سے موافق ہو۔ پوچھا: فقہ شافعی لکھوں؟ رسول خداؐ نے مجھے گھور کر دیکھا اور خشم آلود انداز میں فرمایا: اسے فقہ شافعی نہ کہو، وہ بالکل میری سنت ہے۔ یہ سن کر میں فوراً مصر آیا اور فقہ شافعی لکھنے لگا۔ (۱)

احمد بن نصر نے بھی خواب میں رسول خداؐ سے پوچھا تو آپ نے فقہ شافعی کا حکم دیا۔ دوبارہ پوچھا تو فرمایا کہ فقہ احمد بن حنبل کی پیروی کرو کیونکہ وہ فقیہ، پرہیزگار اور زاہد ہے۔ (۲)

احمد بن حسن ترمذی نے بھی اُونگھ کی حالت میں رسول ﷺ سے سوال کیا: فقہ حنفی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا: تُف ہے اس پر، اس کے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ امام مالک کے متعلق فرمایا: لیکن غلطی کی۔

امام شافعی کے متعلق فرمایا: بھتیجے پر میرے باپ قربان ہو جائیں میری سنت زندہ کر دی۔ (۳)
انھیں کا ایک دوسرا خواب ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: ابوحنیفہ کو تو میں جانتا ہی نہیں۔ امام مالک کچھ پڑھا لکھا ہے۔ امام شافعی کو فرمایا کہ میرے بعد وہی ایک ہے۔ (۴)
اس کے ساتھ یہ حدیث رسول بھی پڑھئے: عنقریب میری امت میں ابوحنیفہ نامی شخص ہوگا میری امت کا چراغ ہے۔ عنقریب میری امت میں ابلیس کے فتنے سے بھی بڑا فتنہ شافعی فتنے کی شکل میں رونما ہوگا۔ (۵)

دمشق کے قاضی محمد بن موسیٰ کہتے تھے کہ اگر میرا بس چلتا تو شافعیوں سے جزیہ لیتا۔ (۶)
مالکیوں نے بھی اس اونچی ہانک میں اپنے کو پیچھے نہیں رکھا ہے۔ ایک حدیث وضع کی ہے کہ اگر

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۴۸ (ج۵، ص۳۴۱ نمبر۱۳۶)
۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۴۸ (ج۵، ص۳۴۱ (ص۱۳۶)
۳۔ تاریخ بغداد، ج۲، ص۶۹۔ ۴۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۲۳۱۔
۵۔ تاریخ بغداد، ج۵، ص۳۰۹ نمبر (۲۸۲۱) کشف الخفاج ۱، ص۳۳۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۲۲۷ (ج۱، ص۴۵۷)
۶۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۱۲، ص۱۷۵ (ج۱۲، ص۲۱۶) لسان المیزان، ج۵، ص۴۰۲ (ج۵، ص۴۵۵ نمبر ۸۰۹۷)

تمام دنیا والے دنیا کا چکر لگائیں تو امام مالک سے زیادہ اعلم نہیں پائیں گے۔(۱) گویا کہ امام مالک کے بعد مدینہ، علم و دانش سے خالی ہو گیا تھا۔ حدیث ثقلین کے مصداق آل محمدؑ وہاں نہیں تھے، گویا امام مالک، صادق آل محمدؑ کے شاگرد نہیں تھے۔

احمد بن حنبل کے مطابق ابن ابی ذئب امام مالک سے افضل تھے۔(۲)

یحییٰ بن سعید کے مطابق سفیان، حدیث و فقہ میں امام مالک سے بڑھے ہوئے تھے۔(۳)

عطیہ بن اسباط کی سنئے: جب کہ تمام روئے زمین مالک کے علم سے بھرا ہوا تھا تب بھی ابوحنیفہ زیادہ فقیہ تھے۔(۴) اور یحییٰ بن صالح تو مالک سے زیادہ فقیہ، محمد بن حسن شیبانی کو سمجھتے تھے۔(۵)

امام احمد بن حنبل کے بیان کے مطابق ابن ابی ذئب نے ''البیّعین بالخیار'' کے معاملے میں فتویٰ دیا تھا کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو گردن ماردو۔ جب کہ مالک نے اس کی تاویل کی ہے تردید نہیں کی۔(۶) مالکیوں کا گمان ہے کہ رسول خداؐ نے ان کے امام کو سراہا ہے۔(۷) لیکن حنبلیوں نے اپنا پروپگنڈہ سب سے بڑھ چڑھ کر کیا ہے جس کو اسی جلد کے گذشتہ صفحات میں بیان کیا ہے جسے سن کر کان جھنجھنا اٹھتے ہیں۔ کوئی ان کے جھوٹ کی اڑان تک پہونچنے سے قاصر ہے۔ ابن جوزی کی مناقب احمد میں ربیع بن سلیمان کا بیان ہے کہ امام شافعی نے مجھے خط دیا کہ اس کا جواب امام احمد بن حنبل سے لے آؤ۔ وہ خط لئے بغداد پہونچے تو احمد نماز صبح پڑھ رہے تھے۔ فارغ ہوئے تو خط دیا۔ پوچھا: اسے تم نے دیکھا ہے؟ ربیع نے کہا: نہیں۔ خط کھول کر پڑھا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ربیع نے پوچھا: اس میں کیا ہے؟ احمد بولے: شافعی نے رسول کا خواب نقل کیا ہے کہ میرا اسلام احمد بن حنبل کو پہونچا دینا اور کہنا کہ بہت جلد تمہارا امتحان ہونے والا ہے، خلق قرآن کے سلسلے میں ان کی تائید نہ کرنا خدا تمہارا نام قیامت تک زندہ

۱۔ ابن الحوت نے اسنی المطالب، ص ۱۴ (ص ۳۷ حدیث ۳۱) پر اس کو گڑھی ہوئی حدیث کہا ہے۔

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۲ ص ۲۹۸۔ ۳۔ تاریخ بغداد، ج ۹ ص ۱۶۴۔

۴۔ قاری کی مناقب ابوحنیفہ مطبوع بر الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ ص ۴۶۱۔

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۲ ص ۱۷۵۔ ۶۔ تاریخ بغداد، ج ۶ ص ۳۷۷۔

۷۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۶ ص ۳۱۷۔

رکھے گا۔ ربیع نے کہا: آپ کو مبارک ہو۔ پھر احمد نے ربیع کو اپنا لباس اتار کر دیا۔ خط کا جواب لے کر شافعی کے پاس واپس آیا۔ شافعی نے پوچھا: کیا دیا؟ عرض کیا: بدن کا لباس۔ شافعی نے کہا: پھر تمہارا یہ تبرک چھینوں گا نہیں۔ اسے بھگو کر دونوں نے پانی بانٹ لیا۔ روزانہ اس پانی کو شافعی اپنے منھ پر ملتے تھے۔(۱)

فقیہ احمد بن محمد یازودی کو اختلاف فقہ میں سخت اختلاج تھا۔ گروہ سے علیحدہ ہو کر سخت مغموم تھے، ندامت میں دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی کہ خدایا مجھے اپنے محبوب راستے کی رہنمائی فرما۔ خواب میں دیکھا کہ مسجد الحرام میں رسول خداؐ کعبہ سے ٹیک لگا کر کھڑے ہیں۔ داہنی طرف شافعی اور احمد بن حنبل ہیں، بائیں طرف بشر مریسی ہے۔ خدمت رسولؐ میں عرض کی: ان دونوں کے اختلاف کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی کیا کروں؟ آپ نے شافعی و حنبل کی طرف اشارہ کیا کہ انھیں میں نے کتاب، حکم و نبوت عطا کیا ہے، بشر مریسی کی طرف اشارہ کر کے کہا: اگر لوگ اس سے منکر ہو جائیں تو دوسرے عقیدت مند معین کردوں گا جو اس کا انکار نہ کریں گے۔ دوسرے دن یازودی نے ہزار دینار صدقہ کیا اور سمجھ لیا کہ حق شیخین کے ساتھ ہے۔(۲)

حنبلیوں کا غلو سنئے: ان کا عقیدہ ہے کہ خدا نے اس امت کے دو مردوں کو عزت بخشی تیسرے کو نہیں: ابوبکر کو مرتدین کے معاملے میں اور احمد بن حنبل کو آزمائش خلق قرآن کے معاملے میں۔

اور سنئے: رسول خداؐ کے بعد کسی نے بھی دین اسلام کی خدمت احمد بن حنبل سے زیادہ نہیں کی۔ مدینی کے اس قول پر میمونی دہاڑے: کیا ابوبکر نے بھی؟ جواب دیا: ہاں، ابوبکر نے بھی کیونکہ ابوبکر کے تو مددگار تھے اور امام احمد بن حنبل اکیلے تھے۔(۳)

اس کے برخلاف ابوعلی کرابیسی شافعی امام احمد پر اعتراض کرتے تھے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس چھوکرے کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اگر کہتا ہوں کہ قرآن مخلوق ہے تو کہتا ہے کہ بدعت ہے۔ اگر

۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۱۰، ص۳۳۱ (ج۱۰، ص۳۶۵)

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج۱، ص۴۵۴ (ج۵، ص۲۲۶ نمبر ۱۲۲)

۳۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۴۱۸.

کہوں غیر مخلوق ہے تب بھی کہتا ہے کہ بدعت ہے۔(۱)

مرجان خادم کو حنبلیوں سے سخت اختلاف تھا۔ مکہ میں جہاں ابن طباخ حنبلی نماز پڑھاتا تھا اس نے وہ دیوار منہدم کرادی تھی۔ وہ ابن جوزی حنبلی سے کہتا تھا کہ میری زندگی کا صرف ایک مقصد ہے کہ تم لوگوں کا مذہب ملیامیٹ کردوں۔ اس کی موت پر ابن جوزی بہت زیادہ خوش ہوئے تھے۔(۲)

ابو سعید سمعانی کو بھی حنبلیوں سے شدید پرخاش تھی۔ انھیں بے حیا اور بے دین کہتا تھا۔(۳) اور محمد بن محمد ابوالمظفر الوردی تو حنبلیوں پر جزیہ لگانے کے بھی قائل تھے۔(۴)

ایسے ہی مخالفین میں فیروز آبادی صاحب قاموس اور عجلونی (۵) بھی ہیں۔ فیروز آبادی اپنی کتاب ''سفر السعادۃ'' (۶) میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے سلسلے میں جتنے بھی فضائل نقل کئے گئے ہیں سب جھوٹ کا طومار ہیں۔

صاحب اسنی المطالب، لکھتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے بارے میں کوئی حدیث نہیں۔ سب غلط اور بالکل غلط ہے۔(۷)

جعلی حدیثوں کی فہرست

ایک محقق اگر تمام جعلی اور جھوٹی حدیثوں سے واقفیت حاصل کرنا چاہے تو ناکام رہے گا کیونکہ یہ تمام احادیث مختلف صحاح ومسانید میں بکھری پڑی ہیں اور اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب بھی نہیں ہے۔ میں نے تفحص کے بعد ایک فہرست بنائی ہے آپ بھی دیکھئے:

ابو سعید ابان بن جعفر نے تین سو سے زیادہ حدیثیں گڑھی ہیں۔

۱۔ تاریخ بغداد، ج۸، ص۶۴ (نمبر ۴۱۳۹)

۲۔ المنتظم، ج۱۰، ص۲۲۴ (ج۱۴، ص۱۷۸ نمبر ۴۲۶۹) البدایۃ والنہایۃ، ج۱۲، ص۲۵۰ (ج۱۲، ص۳۱۱)

۳۔ المنتظم، ج۱۰، ص۲۲۴ (ج۸، ص۱۷۸ نمبر ۴۲۶۹)

۴۔ المنتظم، ج۱۰، ص۲۳۹ (ج۱۸، ص۱۹۸ نمبر ۴۲۹۲)

۵۔ کشف الخفا، ج۲، ص۴۲۰.

۶۔ سفر السعادۃ (ج۲، ص۲۱۲)

۷۔ اسنی المطالب، ص۱۴ (ص۳۷ حدیث ،۳۱)

ابوعلی احمد جویباری نے دس ہزار، مروزی نے دس ہزار اور ابوسہل حنفی نے پانچ سو جھوٹی حدیثوں کا انبار لگایا۔

بشر بن حسین اصفہانی کی کتاب میں ایک سو پچاس، بشر بن عون کی کتاب میں سو اور جعفر بن زبیر کے یہاں چار سو جھوٹی حدیثیں ہیں۔

جھوٹی حدیثوں کی فہرست دیکھئے

نام	تعداد	نام	تعداد
۱۔ حارث بن اسامہ	۳۰ حدیث	۱۴۔ ابن ابی العوجاء	۴۰۰۰ حدیث
۲۔ حسن عدوی	۱۰۰۰ حدیث	۱۵۔ عبداللہ قزوینی	۲۰۰ حدیث
۳۔ حکم بن عبداللہ	۵۰ حدیث	۱۶۔ عبداللہ قدامی	۱۵۰ حدیث
۴۔ دینار حبشی	۱۰۰ حدیث	۱۷۔ عبداللہ روحی	۱۰۰ حدیث
۵۔ زید بن حسن	۴۰ حدیث	۱۸۔ عبدالمنعم	۲۰۰ حدیث
۶۔ زید بن رفاعہ	۴۰ حدیث	۱۹۔ عثمان بن مقسم	۲۵۰۰۰ حدیث
۷۔ سلیمان بن عیسیٰ	۲۰ حدیث	۲۰۔ عمر بن شاکر	۲۰ حدیث
۸۔ شیخ بن ابوخالد بصری	۴۰۰ حدیث	۲۱۔ محمد بیلمانی	۲۰۰ حدیث
۹۔ صالح قیراطی	۱۰۰۰۰ حدیث	۲۲۔ محمد کدیمی	۱۰۰۰ حدیث
۱۰۔ عبدالرحمٰن بن داؤد	۴۰ حدیث	۲۳۔ واقدی	۳۰۰۰۰ حدیث
۱۱۔ عبدالرحیم فاریابی	۵۰۰ حدیث	۲۴۔ معلیٰ واسطی	۹۰ حدیث
۱۲۔ عبدالعزیز	۱۰۰ حدیث	۲۵۔ میسرہ بصری	۴۰ حدیث
۱۳۔ نوح بن ابی مریم	۱۱۴ حدیث	۲۶۔ ہشام بن عمار	۴۰۰ حدیث

ان جھوٹی حدیثوں کا کل مجموعہ ۹۸۶۸۴ ہوتا ہے۔

اب ان کے بعد ان ناموں کا بھی اضافہ کیجئے:

عباد بصری ________ ساٹھ ہزار جھوٹی احادیث

عمر بن ہارون ______ ستر ہزار جھوٹی احادیث

ابن زبالہ ______ ایک لاکھ جھوٹی احادیث

محمد بن حمید ______ پچاس ہزار جھوٹی احادیث

عبداللہ رازی ______ دس ہزار جھوٹی احادیث

نصر ______ بیس ہزار جھوٹی احادیث

ان تمام کا مجموعہ ____ چار لاکھ آٹھ ہزار چھ سو چوراسی (۴۰۸۶۸۴) ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ جعلی حدیثوں کا جس قدر انبار ہے ان کے مقابلے میں یہ فہرست قطعی نامکمل اور ناچیز ہے۔ ان کے علاوہ جن لوگوں نے جعلی حدیثوں کو جمع کر کے کتابیں لکھی ہیں ان کے نام بھی دیکھتے چلئے:

احمد بن ابراہیم مزنی — احمد حمانی — اسحاق بن محمشاذ

ایوب بن مدرک حنفی — بریہ بن محمد البیع — حسن بن علی اہوازی

حسین بن داؤد بلخی — داؤد بن عفان — زکریا بن درید

عبدالرحمٰن بن حماد — عبدالعزیز بن زواد — عبدالکریم بن عبدالکریم

عبداللہ بن حارث — عبداللہ بن عمیر — عبد الغیث بن زہیر حنبلی۔ اس کمینے نے فضائل یزید میں ایک جھوٹی حدیثوں کی کتاب جمع کی ہے۔

عبید بن قاسم — علاء بن زید بصری — لاحق بن حسین مقدسی

محمد بن احمد مصری — محمد بن حسن سلمی — محمد بن عبدالواحد زاہد۔ فضائل معاویہ پر کتاب جمع کی ہے۔

محمد بن یوسف رقی — موسیٰ بن عبدالرحمٰن ثقفی

متذکرہ تمام افراد کی جھوٹی حدیثوں پر مشتمل کتاب ہے۔

اس طرح ان جھوٹی حدیثوں کا انبار کیا جائے تو یحییٰ بن معین کی بات صحیح نکلے گی کہ ان جھوٹے

محدثوں کی کتابوں کو جمع کیا جائے تو ایک تنور روشن کر کے روٹیاں پکائی جا سکتی ہیں۔(۱)

امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد کی ہیں۔(۲) اسحاق بن ابراہیم حنبلی کو چار ہزار جھوٹی حدیثیں یاد تھیں۔(۳) یحییٰ بن معین کہتے تھے کہ کسی محدث نے جھوٹوں کی ایک ہزار سے کم حدیثیں جمع نہیں کی ہیں۔(۴) خطیب بغدادی کے بقول کوفیوں اور خراسانیوں کے پاس جعلی حدیثوں کا نسخہ زیادہ تر ہے۔ بحمد اللہ بغداد والوں کے پاس جھوٹی اور جعلی حدیثوں کا انبار کم ہے۔(۵)

ابن ابی سبرہ کذاب و وضاع کہتا تھا: میرے پاس ستر ہزار جھوٹی حدیثیں حلال و حرام سے متعلق ہیں۔(۶)

ائمہ حدیث نے صحاح و مسانید کی جمع و ترتیب میں معتبر حدیثیں لکھیں اور باقی کو ترک کر دیا۔

ان کی تفصیل سنئے:

ابوداؤد سجستانی نے اپنی سنن میں پانچ لاکھ حدیثوں میں سے ۴۸۰۰ کا انتخاب کیا۔(۷)

صحیح بخاری میں چھ لاکھ حدیثوں میں سے غیر تکراری ۲۷۶۱ کا انتخاب ہوا۔(۸)

صحیح مسلم میں تین لاکھ حدیثوں میں سے غیر تکراری صرف چار ہزار کا انتخاب ہوا۔(۹)

مسند احمد بن حنبل میں ساڑھے سات لاکھ حدیث میں سے تیس ہزار کا انتخاب ہوا۔(۱۰)

۱۔ تاریخ بغداد، ج۱۴، ص۱۸۴ (نمبر ۷۴۸۴)

۲۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، ج۱، ص۳۳ (ج۱، ص۵۹)

۳۔ تاریخ بغداد، ج۶، ص۳۵۲ (نمبر ۳۳۸۱)

۴۔ تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۴۳۔ ۵۔ تاریخ بغداد، ج۱، ص۴۴۔

۶۔ تہذیب التہذیب ج۱۲، ص۲۷ (ج۱۲، ص۳۲)

۷۔ تذکرہ الحفاظ، ج۲، ص۱۵۴ (ج۲، ص۹۳ نمبر ۶۱۵) تاریخ بغداد، ج۹، ص۵۷ (نمبر ۴۶۳۸) المنتظم، ج۵، ص۹۷ (ج۱۲، ص۲۶۸ نمبر ۱۸۱۱)

۸۔ تاریخ بغداد، ج۲، ص۸ (نمبر ۴۲۴) ارشاد الساری، ج۱، ص۲۸ (ج۱، ص۵۰) صفۃ الصفوۃ، ج۴، ص۱۴۳ (ج۴، ص۱۶۹ نمبر ۷۱۲)

۹۔ المنتظم، ج۵، ص۳۲ (ج۱۲، ص۱۷۱ نمبر ۱۶۶۷) تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۱۵۱، ۱۵۷ (ج۲، ص۵۸۹ نمبر ۶۱۳) نووی کی شرح صحیح مسلم ج۱، ص۳۲ (ج۱، ص۲۱)

۱۰۔ طبقات شعرانی، ج۲، ص۱۷ (ج۲، ص۴۳۱ نمبر ۴۳۸) تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۱۷ (ج۲، ص۴۳۱ نمبر ۴۳۸)

احمد بن فرات نے پندرہ لاکھ حدیثوں میں سے تین لاکھ کا انتخاب کیا۔(۱)

اس احتیاط و انتخاب کے باوجود متذکرۃ کتابوں میں جعلی اور جھوٹی حدیثیں بھری پڑی ہیں۔

اعتبار کی بات

یہ تو غیر معتبر لوگوں کی بات تھی، معتبر افراد بھی قارئین کو حیرت میں ڈال دیں گے۔

آیئے ذرا ثقہ ور معتبر لوگوں کی بھی معرفت حاصل کریں:

۱۔ زیاد بن ابیہ: تاریخ میں اس کے باپ کی داستانیں بھری ہیں۔ خلیفہ بن خیاط اس کو معتبر مانتے تھے۔ احمد بن صالح اس کو جھوٹا نہیں سمجھتے تھے۔(۲)

۲۔ عمر بن سعد: قاتل امام حسینؑ، عجلی اس کو ثقہ اور معتبر مانتے تھے۔(۳)

۳۔ عمران بن حطان: جس نے ابن ملجم کی تعریف میں اشعار کہے ہیں۔ عجلی اس کو معتبر مانتے ہیں اور صحیح بخاری میں اس سے حدیث لی گئی ہے۔(۴)

۴۔ سماعیل بن اوسط: حجاج بن یوسف ثقفی کا یار غار جس نے سعید بن جبیر کو گرفتار کر کے حجاج کے سامنے پیش کیا تھا۔ ابن معین و ابن حبان معتبر سمجھتے ہیں۔(۵)

۵۔ اسد بن وداعہ شامی: عابد شب زندہ دار، حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا تھا۔ نسائی اسے معتبر مانتے ہیں۔(۶)

۱۔ خلاصۃ التہذیب ص۹ (ج۱، ص۲۷ نمبر ۱۰۴)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج۵، ص۴۰۶، ۴۱۴ (ج۹، ص۱۶۲ نمبر ۲۳۰۹)

۳۔ خلاصۃ التہذیب ص۱۴۰ (ج۲، ص۲۷۰ نمبر ۵۱۶۵)

۴۔ تاریخ الثقات، (ص۳۷۳ نمبر ۱۳۰۰)

۵۔ ابن حبان (ج۶، ص۳۰) میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۰۳ (ج۱، ص۲۲۲ نمبر ۸۵۳) السان المیزان، ج۱، ص۳۹۵ (ج۱، ص۴۴۱ نمبر ۱۲۲۸)

۶۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۱۹۷ (ج۱، ص۲۰۷ نمبر ۸۱۶) لسان المیزان، ج۱، ص۳۸۵ (ج۱، ص۴۲۹ نمبر ۱۲۱۱)

۶۔ابوبکر محمد بن ہارون: ناصبی اور مشہور دشمن علیؑ۔خطیب بغدادی نے اس کی توثیق کی ہے۔(۱)

۷۔خالد قسری: ناصبیوں کا امیر، ذہبی و ابن کثیر نے اس کی یوں تعریف کی ہے: بڑا بد معاش تھا، علیؑ کو گالیاں دیتا تھا، اس کی ماں نصرانی تھی، اس کا دین مشکوک تھا، اپنی ماں کے لئے گھر میں کلیسا بنوایا تھا ۔اس کے باوجود ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔(۲)

۸۔اسحاق بن سوید عدوی بصری: علانیہ علیؑ سے دشمنی کا اظہار کرتا۔احمد، ابن معین و نسائی اسے معتبر سمجھتے ہیں۔بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں اس کی روایتیں موجود ہیں۔(۳)

۹۔نعیم بن ابی ہند: ناصبی اور دشمن علیؑ تھا، اس کے باوجود نسائی اس کی توثیق کرتے ہیں۔(۴)

۱۰۔حریز بن عثمان: یہ شخص مسجد میں نماز پڑھ کر جب تک ستر بار حضرت علیؑ پر لعنت نہیں پڑھ لیتا تھا باہر نہیں نکلتا تھا۔اسماعیل بن عیاش کہتے ہیں کہ مکہ کے سفر میں میرا اس کا ساتھ ہوگیا۔راستے بھر حضرت علیؑ پر لعنت کرتا رہا۔کہنے لگا: لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: یا علیؑ! تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، حدیث صحیح ہے لیکن سننے والوں نے غلطی کی ہے۔میں نے پوچھا: کیسے؟ کہنے لگا کہ حدیث رسولؐ ہے: یا علیؑ! تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو قارون کو موسیٰ سے تھی۔میں نے پوچھا: آپ نے کہاں سے سنا؟ بولا کہ ولید بن عبد الملک نے منبر پر بیان کیا۔(۵) ایسے شخص سے بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور دوسرے لوگ روایت کرتے ہیں۔ریاض النضرہ میں ہے کہ یہ شخص معتبر ہے لیکن دشمن علیؑ تھا۔(۶)

۱۱۔ازہر بن عبد اللہ حمصی: علیؑ کو گالیاں دیتا تھا لیکن عجلی اسے معتبر مانتے ہیں۔(۷) ابوداؤد، ترمذی

۱۔تاریخ بغداد، (ج ۳، ص ۳۵۷ نمبر ۱۴۶۳) لسان المیزان، ج ۵، ص ۴۱۱ (ج ۵، ص ۴۶۵ نمبر ۸۱۴۲)

۲۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۰، ص ۲۰، ۲۱ (ج ۱۰ ص ۲۳) الثقات، (ج ۶، ص ۲۵۶)

۳۔تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۲۳۵ (ج ۱، ص ۲۰۶)

۴۔میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۴۳ (ج ۴، ص ۲۷۱ نمبر ۹۱۱۲)

۵۔تاریخ بن عساکر، ج ۴، ص ۱۱۵ (ج ۱۲، ص ۳۳۶ نمبر ۱۲۵۴) تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۲۵۶۸ (نمبر ۴۳۶۵)

۶۔ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۲۱۶ (ج ۳، ص ۱۶۹)

۷۔تاریخ الثقات، (ص ۵۹ نمبر ۵۵)

اور نسائی نے اس شخص سے روایت نقل کی ہے۔(۱)

۱۲۔عبد الرحمٰن بن ابراہیم معروف بہ دحیم شامی: کہتا تھا کہ جو شخص اہل شام کو باغی گروہ کہے وہ حرام زادہ ہے۔اس کے باوجود بخاری وغیرہ نے اس سے روایت کی ہے۔(۲)

۱۳۔حافظ عبد المغیث حنبلی: اس نے فضائل یزید بن معاویہ میں کتاب لکھی ہے کہ یزید بڑا دیندار، معتبر اور امین تھا۔(۳)

۱۴۔حافظ زید بن حباب: ابن معین کہتے ہیں کہ معتبر ہے لیکن ثوری کی حدیث اتھل پتھل کر دیتا ہے (۴)۔

۱۵۔خلف بن ہشام: شرابی تھا لیکن حنبلیوں کے امام احمد نے معتبر مانا ہے۔اعتراض کرنے پر جواب ملا کہ اس کا علم ہم تک پہونچا ہے۔خدا قسم! وہ ہمارے نزدیک ثقہ وامین ہے چاہے وہ شراب پئے یا کچھ کرے۔(۵)

۱۶۔خالد بن مسلمہ قرشی: مرجئہ اور دشمن علیؑ تھا،(۶) امام احمد(۷) اور ابن معین اسے معتبر مانتے ہیں۔

یہ دشمنان علیؑ تھے جن سے روایت لی گئی لیکن اس کا دوسرا رخ دیکھئے:

احمد بن حنبل نے سنا کہ عبید اللہ بن موسیٰ عبسی، معاویہ کو برا بھلا کہتا ہے تو اس سے روایت لینا ترک کر دیا۔یحییٰ بن معین کے پاس آدمی بھیج کر کہلوایا کہ عبید اللہ سے حدیثیں بہت زیادہ نقل ہوتی ہیں۔آپ جانتے ہیں کہ وہ معاویہ کو برا کہتا ہے۔اس لئے میں اب اس سے روایت نہیں لیتا۔یحییٰ نے جواب کہلوایا

۱۔تہذیب التہذیب، ج۱،ص۲۰۴(ج۱،ص۱۷۹)

۲۔الکاشف(ج۲،ص۱۵۴،نمبر۱۳۶۹) تہذیب التہذیب،(ج۶ص۱۲۰) الثقات(ج۸،ص۳۸۱)

۳۔سیر اعلام النبلاء(ج۲۱،ص۱۶۰) شذرات الذہب،(ج۶،ص۴۵۳)

۴۔معرفۃ الرجال، ص۲،ص۲۱۴؍۷۱۷) خلاصۃ التہذیب ص۱۰۸(ج۱،ص۳۵۰نمبر۲۲۴۹)

۵۔تاریخ بغداد، ج۸،ص۳۲۶۔ ۶۔تاریخ ابن عساکر، ج۵ص۵۳(ج۱۶،ص۸۸نمبر۱۸۸۴)

۷۔العلل ومعرفۃ الرجال،(ج۲،ص۴۸۳نمبر۳۱۷۶)

کہ ہم نے اور آپ نے عبدالرزاق سے مذمت عثمان سنی، کیا اس سے روایت کرنا جائز ہے؟ عثمان تو معاویہ سے افضل ہیں۔(۱)

جی ہاں! شیبہ نے منہال بن عمرو کوفی سے روایت لینا اس لئے ترک کردیا تھا کہ اس کے گھر سے گانے کی آواز سن لی تھی۔(۲) یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ ابو یوسف سے روایت لینا اس لئے جائز نہیں کہ یتیموں کا مال سود پر چلاتا ہے۔(۳) اور سنئے، امام بخاری صادق آل محمدؑ سے روایت نہیں لیتے ہیں۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ مجھے ان کی طرف سے کچھ کدورت ہے اگرچہ وہ جھوٹ نہیں بولتے۔(۴) صادق آل محمدؑ سے ابن سعید کا عناد واضح ہے لیکن شافعی، ابن معین، ابن ابی خیثمہ، ابو حاتم، ابن عدی، ابن حبان اور نسائی اسے معتبر سمجھتے ہیں۔(۵) ابو حاتم بستی کہتا ہے کہ امام موسیٰ رضا علیہ السلام اپنے آباء و اجداد سے عجیب و غریب روایتیں بیان کرتے ہیں گویا کہ وہ اشتباہ کا شکار ہیں یا غلطی پر ہیں۔(۶) ابن جوزی نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو ضعیف راوی قرار دیا ہے۔(۷)

﴿فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ﴾(۸)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۴۲۷ (نمبر ۷۷۸۸)

۲۔ الجرح والتعدیل (ج ۸، ص ۳۵۷)

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۵۸)

۴۔ تہذیب التہذیب ج ۲، ص ۱۰۳ (ج ۲، ص ۸۸)

۵۔ معرفۃ الرجال، (ج ۱، ص ۱۱۰ نمبر ۵۱۴) الجرح والتعدیل، (ج ۲، ص ۴۸۷) الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۲، ص ۱۳۴ نمبر ۳۳۴) الثقات، (ج ۶، ص ۱۳۱)

۶۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۱۰۶) الانساب (ج ۳، ص ۷۴) تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۸۸ (ج ۷۔ ص ۳۳۸)

۷۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۴۰ (ج ۲، ص ۲۹۸ نمبر ۲۵۳۱)

۸۔ سورۂ بقرہ، آیت ۷۹۔

حدیث کے کارخانے

ان جھوٹے مکاروں اور حدیث سازوں نے فضائل کے جو دریا بہائے ہیں اس کے چند قطرے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت کے ہر درخت کے پتوں پر لکھا ہوا ہے: ''خدائے یکتا کے سوا کوئی خدا نہیں، محمدؐ خدا کے رسول ہیں، ابوبکر صدیق ہیں، عمر فاروق ہیں اور عثمان ذوالنورین ہیں''۔طبرانی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث علی بن جمیل نے گڑھی ہے پھر اسے معروف بن ابی معروف بلخی نے چرائی۔اس میں عبدالعزیز خراسانی مجہول شخص ہے۔(۱) ابوالقاسم بن بشران نے امالی میں اسے محمد بن عبد سمرقندی سے روایت کی ہے۔یہ سمرقندی وہی کذاب ہے جس کے لئے ابن عدی نے کہا ہے کہ اس کی احادیث لائق پیروی نہیں۔(۲) خطیب بغدادی نے اسے حسین بن ابراہیم سے لیا ہے۔(۳) ذہبی اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل اور جھوٹی ہے۔(۴)

۲۔ابن عباس سے بطور مرفوع: قیامت برپا ہوگی تو منادی زیر عرش سے آواز دے گا: اصحاب محمدؐ کو لاؤ۔ابوبکر، عمر، عثمان اور علیؑ کو لایا جائے گا۔ابوبکر سے کہا جائے گا کہ دروازۂ بہشت پر بیٹھ جاؤ جسے چاہو داخل کرو جسے چاہو نکال دو۔عمر سے کہا جائے گا کہ میزان پر بیٹھ جاؤ جس کا پلہ چاہو بھاری کردو یا کم

۱۔المعجم الکبیر، (ج۱۱، ص۶۳ حدیث ۱۱۰۹۳)

۲۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۵، ص۱۷۳ نمبر ۱۵۲۴)

۳۔تاریخ بغداد، ج۵، ص۴، ج۷، ص۳۳۷.

۴۔میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۵۳ (ج۱، ص۵۴۰ نمبر ۲۰۱۸) ج۳، ص ص۱۸۴ (ج۴، ص۱۴۶ نمبر ۸۵۵۰)

کرو۔ عثمان کو ایک درخت عطا کیا جائے گا جسے خدا نے اپنے ہاتھوں سے سینچا ہوگا۔ ان سے کہا جائے گا کہ اس درخت سے جس کو چاہو حوض کوثر سے ہنکاؤ یا بلاؤ۔ حضرت علیؑ کو دو حلے عطا کئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ جب سے آسمان زمین خلق ہوئے ہیں یہ تمہارے لئے مہیا تھے۔

اس حدیث کو ابراہیم مصیصی اور احمد بن حسن کوفی نے روایت کیا ہے دونوں ہی پکے جھوٹے ہیں۔ پھر یہ کہ میزان الاعتدال (۱) اور ریاض النضرہ (۲) میں علیؑ کی بات عثمان سے منسوب کی گئی ہے حالانکہ حوض کوثر سے ہنکانے والے علیؑ ہیں جسے اکثر حفاظ نے نقل کیا ہے۔ (۳)

۳۔ انس سے بطور مرفوع: میں نے معاویہ کے علاوہ تمام اصحاب کو جنت میں دیکھا۔ صرف انھیں ستر یا اسی سال نہیں دیکھا پھر وہ ایک اونٹ پر سوار میرے سامنے آئے جو مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ میں نے پوچھا: اسی سال کہاں تھے؟ جواب دیا: زیر عرش ایک باغیچے میں تھا اور خداوند عالم سے راز و نیاز کر رہا تھا۔ خدا مجھ پر صلوات پڑھ رہا تھا میں اس پر صلوات پڑھ رہا تھا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: یہ تمہیں ان گالیوں کا بدلا ملا ہے جو لوگ دنیا میں تمہیں دیتے تھے۔

اس حدیث کو عبداللہ بن حفص وکیل نے گڑھا ہے ابن عدی کہتے ہیں کہ مجھے ذرا بھی شک نہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے (۴) خطیب، ذہبی، ابن عساکر وغیرہ نے اس روایت کو محض جھوٹ کہا ہے۔ (۵)

۴۔ انس سے بطور مرفوع: شب معراج جب بہشت پہونچا تو ایک حوریہ کو دیکھا، اس نے کہا: میں

۱۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۰، ۴۲ (ج۱، ص۴۰، ۹۰ نمبر ۱۴۴، ۳۳۱)

۲۔ ریاض النضرۃ، ج۱، ص۳۴ (ج۱، ص۴۷)

۳۔ المعجم الصغیر (ج۲، ص۸۹) ذخائر العقبیٰ ص۹۱، ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۱۱ (ج۳، ص۶۳) مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۳۵، صواعق محرقہ، ص۱۰۴ (ص۱۷۴) احمد کی مناقب علی (ص۲۰ حدیث ۲۷۹، فضائل صحابہ حدیث ۱۱۵۷) کنز العمال، ج۶، ص۴۰۳ (ج۱۳، ص۱۵۷ حدیث ۳۶۸۴)

۴۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۴، ص۲۶۴ نمبر ۱۱۰۰)

۵۔ تاریخ بغداد، (ج۹، ص۴۴۹ نمبر ۵۰۷۹) میزان الاعتدال، (ج۲، ص۴۱۰ نمبر ۴۲۷۵) تاریخ ابن عساکر، (ج۲۷، ص۲۶۸ نمبر ۴۴۵۰، مختصر تاریخ دمشق ج۱۵، ص۳۲۱)

عثمانِ مظلوم کے لئے ہوں۔

ذہبی (۱) نے اسے عباس بن محمد عدوی کے طریق سے نقل کیا ہے جو پکا جھوٹا اور حدیث ساز تھا اور اس کے جعلی ہونے کی تصریح کی۔ ابن حجر، خطیب، ابن جوزی وغیرہ نے اس کو جعلی حدیث کہا ہے۔ (۲)

۵۔ جابر سے بطور مرفوع: خداوند عالم نے میرے اصحاب کو انبیاء کے علاوہ تمام مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے، ان میں چار اصحاب کو منتخب فرمایا ہے اگر چہ میرے سبھی اصحاب اچھے ہیں۔

یہ حدیث عبداللہ بن صالح کی بنائی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ قیامت عبداللہ بن صالح کی برپا کی ہوئی ہے۔ (۳) ابوزرعہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے، خالد مصری نے بنائی ہے اور عبداللہ نے بیان کی ہے۔ نسائی اس کو جعلی حدیث کہتے ہیں۔

۶۔ عبداللہ بن عمر سے بطور مرفوع: جس وقت ابوبکر پیدا ہوئے اسی شب خداوند عالم نے بہشت پر نظر کی اور فرمایا: مجھے میرے عزت وجلال کی قسم! جو اس مولود کو دوست رکھے گا اسی کو تیرے اندر داخل کروں گا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث احمد بن عصمت نیشاپوری نے گڑھی ہے۔ (۴) خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ یہ حدیث جعلی ہے اس میں چند نفر گمنام اور مجہول ہیں۔ (۵)

۷۔ ابوہریرہ سے مرفوع:

آسمان دنیا میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو دوستداران ابوبکر وعمر کے لئے استغفار کرتے ہیں اور دوسرے آسمان پر اسی ہزار فرشتے ہیں جو دشمنان ابوبکر وعمر پر لعنت پڑھتے ہیں۔

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۰ (ج ۲، ص ۳۸۶، نمبر ۴۱۸۲) ج ۳، ص ۲۹۳ (ج ۴، ص ۳۸۵ نمبر ۹۵۴۳)

۲۔ لسان المیزان، ج ۳، ص ۲۴۵، ج ۳، ص ۲۴۸ (ج ۳، ص ۳۰۸ نمبر ۵۵۴۲، ۳۱۱ نمبر ۴۴۵۹، ص ۳۶۳ نمبر ۴۶۰۱) تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۲۹۷، الموضوعات (ج ۱، ص ۳۲۹)

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۴۷ (ج ۲، ص ۴۴۲ نمبر ۴۳۸۳)

۴۔ میزان الاعتدال، (ج ۱، ص ۱۱۹ نمبر ۴۶۷)

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۳۰۹.

یہ حدیث بصرے کے مکار ابوسعید حسن بن علی عدوی کی بنائی ہوئی ہے۔ خطیب نے کہا ہے کہ اس حدیث کو عدوی نے بنام کامل بن طلحہ گڑھا ہے۔ اس کے سلسلۂ سند میں ابوعبداللہ زاہد، مجہول ہے۔ (۱)

دیلمی نے اس باب میں اضافہ کرتے ہوئے گڑھا ہے کہ جو شخص تمام صحابہ کو دوست رکھے گا نفاق سے دور رہے گا۔

ذہبی نے اس حدیث کو بھی جعلی کہا ہے۔ (۲) ابن حجر نے انس سے ایک اور روایت لکھ کر کہا ہے کہ یہ دونوں باطل ہیں۔ (۳)

۸۔ انس سے روایت ہے کہ ایک یہودی ابوبکر کے پاس آکر بولا: قسم اس ذات کی جس نے موسیٰ کو مبعوث فرمایا! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ ابوبکر نے اس کی تحقیر کرتے ہوئے سر نہ اٹھایا کہ جبریل امین رسول خداؐ پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! خداوند عالم بعد سلام فرماتا ہے کہ اس یہودی سے کہہ دو خدا نے جہنم تیرے اوپر حرام کردی۔ اسکے بعد وہ یہودی خدمت رسولؐ میں آکر مشرف بہ اسلام ہوا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ خدا نے جہنم سے فرمایا: تیرے اوپر سے دو چیزیں ہٹالیں: طوق اور زنجیر۔ رسول خداؐ نے اس کو حکم خدا سے باخبر کردیا۔

یہ حدیث بھی حسن بن علی عدوی کی آفت ہے۔ سیوطی نے کہا ہے کہ عدوی وغلام خلیل دونوں ہی حدیث ساز ہیں۔ (۴)

۹۔ براء سے بطور مرفوع: خدا نے ابوبکر کے لئے اعلیٰ علیین میں یاقوت سفید کا قبہ تعمیر فرمایا ہے جس میں ہوائے رحمت چلتی رہتی ہے۔ اس میں چار ہزار در ہیں، جب بھی ابوبکر لقائے الٰہی کے مشتاق ہوتے ہیں اس میں کا ایک در کھول کر خدا کی زیارت کرلیتے ہیں۔

۱۔ تاریخ بغداد، (ج ۷، ص ۳۸۳ نمبر ۳۹۱۰)

۲۔ میزان الاعتدال، (ج ۱، ص ۵۰۸ نمبر ۱۹۰۴)

۳۔ لسان المیزان، ج ۳، ص ۱۰۷ (ج ۴، ص ۱۲۵ نمبر ۴۵۲۱)

۴۔ اللئالی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۵۱ (ج ۲، ص ۲۹۲)

یہ حدیث محمد بن عبداللہ ابوبکر اشنانی کی بنائی ہوئی ہے۔ خطیب نے اس کے سلسلۂ سند کے متعلق کہا ہے کہ اس طرح گستاخانہ جھوٹ بولنے پر خدا کبھی معاف نہ کرے گا، اشنانی اسی طرح جھوٹ کا طومار باندھتا ہے۔ احمد ذراع نے اس حدیث کو گڑھا ہے۔ (۱) ذہبی بھی اس حدیث کو اشنانی کا جھوٹ کہتے ہیں۔ (۲)

۱۰۔ انس سے منقول ہے: جب رسول خداؐ غار سے نکلے تو ابوبکر بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا میں تمہیں بشارت دوں؟ ابوبکر نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیوں نہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا: خداوند عالم قیامت کے دن سب پر بطور عام اور تم پر بطور خاص تجلی فرمائے گا۔

یہ حدیث سمرقندی کی بنائی ہوئی ہے۔ خطیب نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں، اسے محمد سمرقندی نے متن وسند سجا کر گڑھ لیا ہے۔ (۳) یہ اور اسی مفہوم کی دوسری حدیث دونوں باطل ہیں۔ اس کو ذہبی، ابن عدی، فیروز آبادی، سیوطی، عجلونی، ابن حجر اور ابن درویش حوت نے جعلی کہا ہے۔ (۴)

حاکم نے مستدرک میں جابر سے حدیث نقل کی ہے کہ اے ابوبکر! خدا نے تمہیں رضوان اکبر عطا کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے رسولؐ سے پوچھا: رضوان اکبر کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا: خداوند عالم آخرت پر بطور عام اور ابوبکر پر بطور خاص تجلی فرمائے گا۔

ذہبی نے تلخیص مستدرک (۵) میں نوٹ لگایا ہے کہ اس حدیث کو محمد بن خالد ختلی نے کثیر بن ہشام، جعفر بن برقان اور ابن سوقہ سے روایت کی ہے۔ میرے خیال میں اسے محمد نے گڑھا ہے۔ میزان (۶)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۴۴۲۔۴۴۱، ج ۹، ص ۴۴۵۔

۲۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۶۰۵ نمبر ۷۷۸۶)

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۳۸۸، ج ۱۲، ص ۱۹۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۲۱، ۲۳۲ (ج ۳، ص ۱۲۰، ۱۴۴، نمبر ۵۸۰۸، ۵۸۸۶) ج ۲، ص ۲۶۹ (ج ۳، ص ۲۲۲ نمبر ۶۲۰۴) ج ۳، ص ۳۳۶ (ج ۴، ص ۷۷ نمبر ۷۹۸۹) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵، ص ۲۱۶ نمبر ۱۳۷۰) سفر السعادۃ (ج ۲، ص ۲۱۱) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۴۸ (ج ۱، ص ۲۸۶) کشف الخفاء ج ۲، ص ۴۱۹، لسان المیزان، ج ۲، ص ۴۶ (ج ۲، ص ۷۹ نمبر ۱۷۷۱) اسنی المطالب، ص ۶۳ (ص ۱۲۱ حدیث ۳۲۶)

۵۔ المستدرک علی الصحیحین (تلخیص اس کے حاشیہ پر چھپی ہے) ج ۳، ص ۷۸ (ج ۳، ص ۸۳ حدیث ۴۴۶۳)

۶۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۵۳۴ نمبر ۷۴۷۰)

میں ختلی کو پکا جھوٹا کہا گیا ہے کیونکہ اس نے تجلی برائے ابوبکر کی روایت کی ہے۔ ابن مندہ اسے غلط روایت گڑھنے والا کہتے تھے۔(۱)

۱۱۔ ابو ہریرہ سے بطور مرفوع: شب معراج میں جس آسمان سے گذرا اس میں لکھا تھا: محمدؐ رسول اور ابو بکر ان کے جانشین ہیں۔ یہ حدیث عبداللہ بن ابراہیم غفاری کی بنائی ہوئی ہے جسے ذہبی، سیوطی اور ابن حجر نے حدیث ساز کہا ہے۔(۲)

۱۲۔ انس سے بطور مرفوع: خداوند عالم ہر شب جمعہ ایک لاکھ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے لیکن میری امت کے دو قسم کے آدمیوں کو نہیں آزاد کرتا بلکہ انھیں بت پرستوں کے ساتھ جکڑ رکھا ہے، وہ ہیں ابوبکر و عمر کے دشمن، وہ اس امت کے یہودی ہیں۔ پھر فرمایا: سمجھ لو! خدا کی لعنت ابوبکر و عمر و عثمان و علی کے دشمنوں پر

یہ حدیث مسرہ بن عبداللہ نے بنائی ہے۔ خطیب اور ذہبی نے اس کی نشاندہی کی ہے۔(۳)

۱۳۔ انس سے مروی ہے: رسول خداؐ نے ابوبکر و عمر کو ایک دوسرے کے برابر کھڑا کر کے کہا: تم دونوں دنیا و آخرت میں میرے وزیر ہو، میں اور تم دونوں جنت میں اڑنے والے پرندہ کی طرح ہیں، میں اس کا سینہ ہوں اور تم اس کے بال و پر۔ ہم تم جنت میں پرواز کریں گے، زیارت خدا کریں گے بہشت میں بزم منعقد کریں گے۔ پوچھا گیا: کیا بہشت میں بزم بھی سجے گی؟ فرمایا: ہاں، بزم سجے گی، سرگرمیاں ہوں گی۔ پوچھا گیا: بہشت کی سرگرمی کیا ہوگی؟ فرمایا: کبریت احمر کا آشیانہ، اس کا فرش مرطوب موتیوں کا، طیبہ کی ہوا لپکے گی تو اس آشیانہ میں صدا ابھرے گی۔ ایسی خوبصورت صدا کہ بہشتی، دنیا و آخرت فراموش کر جائیں گے

یہ حدیث زکریا بن درید نے گڑھی ہے۔(۴) ذہبی کہتے ہیں اس کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ زکریا اور احمد بن موسیٰ جعلی حدیثوں کا نسخہ رکھتے تھے۔(۵)

۱۔ الموضوعات (ج۱، ص۳۰۴)

۲۔ میزان الاعتدال، (ج۲، ص۴۰۹ نمبر ۴۲۰۹) لسان المیزان، ج۵، ص۲۳۵ (ج۵، ص۲۶۵ نمبر ۷۶۰۲) اللآلی المصنوعۃ، (ج۱، ص۲۹۶ (تہذیب التہذیب، ج۵، ص۱۳۸ (ج۵، ص۱۲۱)

۳۔ تاریخ بغداد، ج۳، ص۲۷۲، میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۶۲ (ج۴، ص۹۶ نمبر ۸۴۵۷)

۴۔ کتاب المجروحین (ج۱، ص۳۱۴)　　۵۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۴۸ (ج۲، ص۷۴ نمبر ۲۸۷۴)

۱۴۔انس سے بطور مرفوع: خدا کی شمشیر نیام میں ہے جب تک عثمان زندہ ہیں، جب وہ قتل ہوں گے تو وہ شمشیر نیام سے باہر آجائے گی پھر قیامت تک نیام میں نہ جائے گی۔

ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ جعلی حدیث عمرو بن قائد اور اس کے استاد موسیٰ بن سیار کی آفت ہے اور دونوں ہی کذاب ہیں۔(۱)

۱۵۔انس سے بطور مرفوع: جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے، ان کے ہاتھ میں طلائے ناب کا قلم تھا، کہا: خدا نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ اس قلم کو بالائے عرش سے معاویہ کے لئے بھیج رہا ہوں، آپ اسے دیدیجئے اور حکم دیجئے کہ اپنے ہاتھوں سے آیۃ الکرسی لکھ دیں تا کہ قیامت تک آیۃ الکرسی پڑھنے والوں کا ثواب معاویہ کے نامۂ اعمال میں لکھتا رہوں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: کون ہے جو ابو عبدالرحمٰن کو بلالائے؟ ابوبکر گئے اور معاویہ کو اپنے ساتھ لائے۔ رسولؐ نے انھیں قلم دیتے ہوئے کہا: یہ خدا نے تحفہ بھیجا ہے تم اس سے آیۃ الکرسی لکھ دو۔ معاویہ دوزانو ہو کر شکر خدا بجالائے اور آیۃ الکرسی لکھ کر حاضر کیا۔ رسولؐ نے فرمایا: اے معاویہ! خدا نے آیۃ الکرسی پڑھنے والوں کا ثواب تمہارے نامۂ اعمال میں لکھنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

اس حدیث کو یا حسین بن یحییٰ ختانی نے یا احمد بن عبداللہ ایلی نے گڑھا ہے۔ سبھی نے اس حدیث کو موضوع اور باطل کہا ہے۔ ذہبی، ابن حجر اور نقاش نے دونوں کو کذاب اور جعل ساز کہا ہے۔(۲)

۱۶۔جابر سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے جبرئیل سے معاویہ کو کاتب بنانے کے سلسلے میں مشورہ کیا، جبرئیل نے کہا کہ انھیں کاتب بنایئے کیونکہ وہ امین ہیں۔

ابن عساکر نے سری بن عاصم ہمدانی، حسن بن زیاد اور قاسم بن بہرام سے یہ روایت لی ہے۔(۳)

۱۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۵،ص۱۴۸(نمبر۱۳۱۲) اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۶۴(ج۱،ص۳۱۶) میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۹۹(ج۳،ص۲۸۳نمبر۶۴۲۱)

۲۔میزان الاعتدال، ج۱،ص۲۵۲، ۲۶۷(ج۱،ص۱۱۱نمبر۴۳۶، ص۵۵۰نمبر۲۰۶۵) لسان المیزان، (ج۱،ص۲۱۵نمبر ۶۳۶) ج۱،ص۲۸۵(ج۱،ص۳۱۱نمبر۸۴۷) اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص۲۱۶(ج۱،ص۴۱۵)

۳۔مختصر تاریخ دمشق (ج۲۴،ص۳۰۳)

تینوں کذاب تھے۔ ابن کثیر نے بدایہ میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔(۱) ذہبی نے اس روایت کو اصرم بن حوشب کذاب سے لیا ہے۔(۲)

۱۷۔ عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ خدا نے پیغمبرؐ پر وحی کی کہ معاویہ کو کاتب بنالیجئے وہ امین ہیں۔

اس کے سلسلۂ سند میں محمد بن معاویہ کذاب اور اس کا استاد مجہول ہے۔ اس حدیث کے تمام طرق باطل ہیں۔(۳) ذہبی کہتے ہیں کہ شاید محمد بن زہیر سلمی کذاب نے یہ حدیث وضع کی ہے۔(۴)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: عبادہ سے یہ حدیث کیونکر صحیح ہوسکتی ہے۔ انھوں نے معاویہ کے خلاف شامیوں کو بغاوت پر اکسایا تھا۔ معاویہ نے عثمان کو شکایت لکھ بھیجی، انھیں مدینہ بلایا گیا۔ عثمان نے وجہ پوچھی تو فرمایا: میں نے ابوالقاسم رسول خداؐ سے حدیث سنی ہے کہ میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو معروف کو منکر اور منکر کو معروف بنادیں گے۔ خدا کی قسم! معاویہ انھیں میں ہے۔ عثمان چپ ہوگئے۔(۵)

۱۸۔ ابوہریرہ سے بطور مرفوع: خدا کے نزدیک امین تین ہیں: میں (رسول خداؐ) جبرئیل اور معاویہ۔

خطیب، نسائی اور ابن حبان اس حدیث کو جعلی کہتے تھے۔(۶) ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہر حیثیت سے باطل ہے۔(۷) حاکم اور ذہبی وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔(۸)

۱۹۔ زیاد بن معاویہ (ذریت یزید) کی روایت ہے کہ بنی ہاشم کے دس افراد خدمت رسولؐ میں

۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۳۵۴ (ج۵، ص۳۷۶)

۲۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۹۵ (ج۳، ص۶۳۰ نمبر ۷۸۸۷) ۳۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۲۱۸ (ج۱، ص۴۲۰)

۴۔ میزان الاعتدال، (ج۱، ص۱۱۶ نمبر ۴۵۱) ج۳، ص۵۹ (ج۳، ص۵۵۱ نمبر ۷۵۴۰)

۵۔ تاریخ ابن عساکر، ج۷، ص۳۱۱، ۳۱۲ (ج۲۶، ص۱۹۷، ۱۹۸، نمبر ۳۰۷۱)

۶۔ تاریخ بغداد، ج۱۲، ص۸، کتاب المجروحین (ج۱، ص۱۴۶) ۷۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۱، ص۱۹۲ نمبر ۳۱)

۸۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۲۱۷ (ج۱، ص۴۱۷) میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۳۳ (ج۳، ص۱۴۲ نمبر ۵۸۷۷ ج۱، ص۵۰۲ نمبر ۱۸۸۵) البدایۃ والنہایۃ، ج۸، ص۱۲۰ (ج۸، ص۱۲۸) لسان المیزان، ج۲، ص۲۲۰ (ج۲، ص۲۷۴ نمبر ۲۳۹۱) الموضوعات (ج۲، ص۱۷)

آئے اور کہا: خدا نے آپ کو ہر عظمت عطا کی ہے اور معاویہ آپ کا کاتب ہے، حالانکہ بنی ہاشم میں اس سے بہتر اور موزوں افراد موجود ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔ دوسرے شخص کے انتخاب کی وجہ سے رسول خداؐ پر چالیس روز تک وحی نازل نہیں ہوئی۔ چالیس روز کے بعد جبرئیل ایک صحیفے کے ساتھ نازل ہوئے جس میں لکھا تھا: اے محمدؐ! تمہیں حق نہیں ہے کہ جسے خدا نے وحی لکھنے کے لئے معین کیا ہے اسے بدل دو، معاویہ کو کاتب رہنے دو کیونکہ وہ امین ہے۔ اس کے بعد رسولؐ نے معاویہ کو کبھی نہیں بدلا۔

ابن عساکر لکھتے ہیں کہ اس روایت میں سبھی افراد مجہول و گمنام ہیں، ابن حجر کہتے ہیں کہ مسلمہ طور سے یہ حدیث باطل ہے، (۱) قسم خدا کی! یہ حدیث لامذہب نے گڑھی ہے۔

۲۰۔ یزید بن محمد مروزی سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: ایک دن میں رسول خداؐ کے برابر بیٹھا ہوا تھا اتنے میں معاویہ آئے۔ رسول خداؐ نے میرے ہاتھ سے قلم لے کر معاویہ کو تھما دیا۔ میرے دل میں اس سے ذرا بھی کدورت پیدا نہیں ہوئی کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ خدا نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا ہے۔

ابن حجر اس حدیث کو مسرہ بن عبداللہ کی گڑھی ہوئی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا متن باطل اور سند جھوٹی ہے۔ (۲) خطیب بغدادی بھی اسے جعلی اور جھوٹ کہتے ہیں۔ (۳)

۲۱۔ انس سے بطور مرفوع: امین سات ہیں: لوح، قلم، اسرافیل، میکائیل، جبرئیل، محمد اور معاویہ۔

ذہبی نے میزان میں اسے داؤد بن عفان کی جعلی حدیث بتایا ہے۔ (۴) ابن کثیر نے اس حدیث کو ابن عباس سے نقل کر کے کہا ہے کہ بدترین اور ضعیف حدیث ہے۔ (۵)

علامہ امینیؒ: حدیث سازوں کو شرم بھی نہیں آئی۔ معاویہ جیسے بد معاش اور خائن کو کیسے امین لوگوں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۳۴، ص ۳۰۴ نمبر ۳۷۸۷) لسان المیزان، ج ۳، ص ۴۱۱ (ج ۳، ص ۵۰۱ نمبر ۴۹۸۴)
۲۔ لسان المیزان، ج ۶، ص ۲۰ (ج ۶، ص ۲۴ نمبر ۸۳۱۴) ۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۲۷۲.
۴۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۲۱ (ج ۲، ص ۱۲ نمبر ۲۶۳۲) ۵۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۸، ص ۱۲۰ (ج ۸، ص ۱۲۹)

۲۲۔ واثلہ سے بطور مرفوع: رسولؐ نے فرمایا: خدا نے مجھے، جبرئیل اور معاویہ کو اپنی وحی کا امین قرار دیا اور قریب تھا کہ معاویہ کو کثرت علم و امانت کی وجہ سے رسول بنا دیتا۔ خدا معاویہ کے گناہ بخش دے، اس کا حساب چکتا کر دے، اپنی کتاب کا اسے علم دیا، اسے ہادی و مہدی و وسیلۂ ہدایت قرار دیا۔

ابن عساکر اور حاکم نے اس حدیث پر تنقید کی ہے کہ احمد بن عمر دمشقی مہمل حدیثیں بیان کرتا تھا(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: میرے خیال میں یہ ضمیر فروش راوی چاہتے ہیں کہ اس طریقے سے وہ بجائے اس کے کہ معاویہ کا مقام بلند کریں، مقام نبوت کو پست کر دیں۔ کیونکہ مقام و مرتبۂ نبوت بہت بلند ہے اور اس ذلیل کا درجہ مقام خلافت سے بھی کہیں پست ہے، للہذا عظمت نبوت گھٹائے بغیر ان کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔

اب آیئے معاویہ کے مریدوں سے پوچھیں: وہ معاویہ کو یہ عظمت کس بنیاد پر دینا چاہتے ہیں؟ کیا اس لئے کہ وہ شجرۂ ملعونہ کی فرد ہیں؟ یا اس لئے کہ وہ مولفۃ القلوب میں تھا؟ یا اس لئے کہ امام مفترض الطاعۃ سے جنگ کی اور انھیں قتل کیا، امیر المومنین پر لعنت کی رسم جاری کی، اہل بیتؑ کے خلاف غلط باتیں منسوب کیں، جھوٹی روایات گڑھیں، بنی امیہ کی مدح میں حدیثوں کے انبار لگائے، زیاد کو اپنا بھائی بنایا، جب کہ حدیث رسولؐ ہے "الولد للفراش..." اپنے ذلیل، کمینے اور شراب خوار بیٹے یزید کو دھونس، دھکار اور دھمکی سے خلیفہ بنایا۔ یہاں تک کہ کے اس کی بد کرداریوں نے اس کا گریباں تھام کر جہنم تک پہونچا دیا؟؟؟

معاویہ کہاں اور علم قرآن کہاں؟ اسے تو ایک آیت کا بھی علم نہیں تھا، اگر تھا تو اس پر عمل نہیں کیا مثلاً آیۃ ﴿أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ کیا حضرت علیؑ اولی الامر نہیں تھے؟ چاہے اولی الامر کی شیعی طرز پر تفسیر کی جائے یا سنی طرز پر۔

آیت ہے کہ جان بوجھ کر مومن کا قتل جہنم کا سزاوار ہے۔ کیا اس نے منتخب روزگار مومنوں کو قتل نہیں کیا، مومنوں کو اذیت نہیں دی؟

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج۷، ص۳۲۲ (ج۲۷، ص۲۳۵ نمبر ۳۲۱۴) اللآلی المصنوعہ، (ج۱، ص۴۱۷)

کیا وہ امین قرآن ہوسکتا ہے جس نے ایک آیت پر بھی عمل نہیں کیا؟ حدود خداوندی کو پیروں تلے روندڈالا؟ کیا اس کا وفور علم مقام نبوت تک پہونچا سکتا ہے جب کہ وہ آل رسول کا دشمن ہے، مومنوں کا قاتل ہے، انھیں سولی دی جلاوطن کیا، جائیدادیں ضبط کیں؟ وہ کس حیثیت سے تین میں کا ایک یا سات میں میں کا ایک امین ہوگیا؟ کیا مخالفت کی وجہ سے امین ہوگیا یا سنت کو ملیامیٹ کرنے کی وجہ سے امین ہو گیا؟ یا اس لئے کہ مومنوں کا خون بہایا؟ یا اس لئے کہ احکام اسلامی کو پامال کیا یا بدل دیا یا منبر سے اولیاء خدا پر لعنت کی رسم جاری کی؟ کیا انھیں وجہوں سے ضمیر فروش مرید چاہتے ہیں کہ معاویہ پیغمبر ہوجائے؟ آفریں ہے اس ذلیل شخص پر جو پاپ کا بوجھ کاندھے پر اٹھائے مقام نبوت سے سرفراز ہوگیا۔ کاش! یہ بنی امیہ کے چمچے حدیث برنج سے آگے نہ بڑھتے۔ لیکن حیرت ہوتی ہے ان حفاظ کرام پر جو اس قسم کی حدیثوں پر صرف سند کو ضعیف و مہمل کہہ کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

۲۳۔ ابن عباس سے بطور مرفوع: جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے، ان کے پاس ایک کپڑا تھا جس میں جابجا سوراخ تھے۔ میں نے پوچھا: یہ بوسیدہ کپڑا مجھ پر کیوں نازل ہوا ہے؟ کہا کہ خدا نے آسمان پر فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ ان سوراخوں سے نکلیں اور آئیں کیونکہ زمین پر ابوبکر اسی طرح کے سوراخوں سے نکلتے ہیں۔

خطیب نے محمد بن عبداللہ اشنانی سے روایت کی ہے کہ جو کذاب اور حدیث ساز تھا۔(۱) کتابوں میں صحیح حدیث دیکھ کر ویسی ہی مصیبت نازل کردیتا تھا۔

۲۴۔ عبداللہ بن عمر سے بطور مرفوع: خدا نے مجھے چار کی محبت کا حکم دیا ہے: ابوبکر، عمر، عثمان اور علیؑ۔

یہ مصیبت سلیمان بن عیسیٰ سجزی کذاب کی نازل کی ہوئی ہے۔(۲)

۲۵۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ہر نبی کا دوست ہوتا ہے اور میرے دوست عثمان ہیں۔

یہ حدیث اسحاق بن نجیح ملطی کی گڑھی ہوئی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے کیوں کہ

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۴۴۲۔

۲۔ میزان الاعتدال، (ج ۲، ص ۲۱۸ نمبر ۳۴۹۶) لسان المیزان، ج ۲، ص ۹۹ (ج ۳، ص ۱۱۸ نمبر ۳۹۱۹)

ایک دوسری حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ اگر میں اس امت میں کسی کو دوست بناتا تو وہ ابوبکر ہوتے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ذہبی نے اس حدیث کے باطل ہونے کی جو دلیل دی ہے وہ بھی گڑھی ہوئی ہے چنانچہ شرح ابن ابی الحدید میں اس حدیث کو موضوع کہا گیا ہے۔(۲)

۲۶۔ جب ہارون رشید مدینہ آیا تو اس نے سیاہ قبا و کمر بند پہن کر منبر رسولؐ کے سامنے جانا گستاخی خیال کیا۔

ابوالبختری نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل رسول خداؐ پر نازل ہوئے حالانکہ کہ وہ قبا پہنے ہوئے اور کمر بند میں خنجر لگائے ہوئے تھے۔

یہ حدیث وہب بن وہب ابوالبختری کی گڑھی ہوئی ہے۔ اس کذاب کے متعلق معافی تیمی نے سات شعروں میں کہا ہے کہ جب لوگ حشر میں اٹھائے جائیں گے تو ابوالبختری صادق آل محمدؐ کی تکذیب لئے محشور ہوگا۔ خدا اسے قتل کرے، کبھی علم فقہ حاصل نہیں کیا اور جھوٹی حدیثیں گڑھتا ہے کہ جبرئیل رسول اکرمؐ پر قبا و کمر بند میں خنجر لگائے آئے تھے۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: جسے خدا، رسولؐ اور جبرئیل کا احترام ملحوظ ہو وہ ایسی توہین آمیز باتیں نہیں کہہ سکتا۔

۲۷۔ ابن عباس سے بطور مرفوع:

زمین پر جو بھی شیطان ہے وہ عمر سے علیحدہ رہتا ہے اور آسمان پر جو بھی ملک ہے وہ عمر کی توقیر کرتا ہے۔

موسیٰ بن عبدالرحمٰن کی گڑھی ہوئی حدیث ہے، وہ دجال اور حدیث ساز تھا۔ ابن یونس، امام نسائی

۱۔ میزان الاعتدال، (ج۱،ص۲۰۱ نمبر ۷۹۵)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳،ص۱۷ (ج۱۱،ص۴۹ خطبہ ۲۰۳)

۳۔ تاریخ بغداد، ج۱۳،ص۴۵۲۔

ابن عدی اور سیوطی نے اس کو ضعیف اور باطل کہا ہے۔(۱)

۲۸۔ معاذ بن جبل سے بطور مرفوع: خداوند عالم آسمان پر اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ زمین پر ابوبکر قدم اٹھائیں۔ حارث نے اس کو محمد بن سعید کذاب سے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث بناوٹی ہے۔ نسائی اسے مورد اعتماد نہیں سمجھتے۔ مسلم کہتے ہیں کہ حدیث بھول جاتا تھا۔ ایک دوسرا راوی بکر بن حسین ہے جس کے متعلق دار قطنی کہتے ہیں کہ متروک الحدیث ہے۔(۲) اس نے محمد بن سعید مصلوب سے حدیث لی ہے جو جھوٹا اور حدیث ساز تھا۔(۳)

۲۹۔ زید بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: قیامت میں سب سے پہلے عمر کے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ ان کا نامہ اعمال سورج کی طرح درخشاں ہوگا۔ پوچھا گیا: حضرت ابوبکر کہاں ہیں؟ فرمایا: فرشتوں نے انھیں بہشت میں بدلہ دیا ہوگا۔ خطیب نے اسے بطریق عمر بن ابراہیم کردی کذاب روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ جھوٹ میں مشہور تھا۔(۴) سیوطی نے حدیث کو جعلی اور وضعی بتایا ہے۔(۵)

۳۰۔ بلال بن رباح بطور مرفوع: رسولؐ نے فرمایا: اگر میں تمہارے درمیان مبعوث نہ ہوتا تو عمر مبعوث ہوتے۔ ابن عدی نے دو طریقوں سے روایت کر کے کہا ہے کہ اس میں زکریا کذاب ہے اور ابن واقد متروک الحدیث ہے۔(۶)

۱۔ میزان الاعتدال، (ج ۲، ص ۶۴۲ نمبر ۵۰۵۱، ج ۴، ص ۲۱۲ نمبر ۸۸۹۱) الکامل فی ضعفا الرجال، (ج ۶، ص ۳۴۹ نمبر ۱۸۳۱)
الجامع الصغیر (ج ۲، ص ۵۰۲ حدیث ۷۹۵۴)
۲۔ الضعفا والمتروکین (ص ۱۶۰ نمبر ۱۲۸)
۳۔ اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۵۵ (ج ۱، ص ۳۰۰)
۴۔ تاریخ بغداد، (ج ۱۱، ص ۲۰۲ نمبر ۵۹۰۵)
۵۔ اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۵۶ (ج ۱، ص ۳۰۲)
۶۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۳، ص ۲۱۶ نمبر ۷۱۳، ج ۴، ص ۱۹۴ نمبر ۱۰۰۵) اللآلی المصنوعۃ، (ج ۱، ص ۳۲۰) الموضوعات (ج ۱، ص ۳۲۰) التاریخ (ج ۴، ص ۹۱ نمبر ۳۳۰۱) نسائی کی کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۵۰ نمبر ۳۵۴)

۳۱۔ ابو ہریرہ سے بطور مرفوع: جنت وجہنم نے باہم مفاخرت کی۔ جہنم نے کہا: مجھ میں فرعون، ہامان اور بادشاہ ہیں۔ خدا نے جنت سے کہا: تو کہہ دے کہ افضل میں ہوں کیونکہ خدا نے ابوبکر وعمر کے وسیلے سے مجھ زینت دی ہے۔ یہ حدیث مہدی بن ہلال کی گڑھی ہوئی ہے۔(۱)

۳۲۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے: رسول خداؐ حضرت علیؑ کا سہارا لئے گھر سے نکلے۔ ابوبکر وعمر نے استقبال کیا۔ رسول خداؐ نے علیؑ سے فرمایا: کیا تم ان دونوں بزرگوں کو دوست رکھتے ہو؟ عرض کی: جی ہاں، اے خدا کے رسولؐ! فرمایا: ہاں دوست رکھو تا کہ جنت میں جاؤ۔

یہ حدیث محمد بن عبداللہ اشانی کی بنائی ہوئی ہے۔ سیوطی وخطیب وذہبی نے اس کو باطل کہا ہے۔(۲)

۳۳۔ ابی ابن کعب سے بطور مرفوع: جبرئیل نے کہا کہ اگر تمہارے ساتھ عمر نوحؑ کی مقدار میں بیٹھ کر فضائل عمر بیان کروں تب بھی تمام نہیں کر سکتا۔ ذہبی نے حبیب بن ثابت کے ذکر میں کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔ ابن جوزی نے اسے الموضوعات میں درج کیا ہے۔ ابن حجر اور دار قطنی نے بھی اس کو غلط اور موضوع کہا ہے۔(۳)

۳۴۔ عبداللہ سے بطور مرفوع: ابوبکر تاج اسلام، عمر حلۂ اسلام، عثمان اکلیل اسلام اور علیؑ طیب اسلام ہیں۔ ذہبی نے المیزان میں اس حدیث کو جھوٹی کہا ہے۔(۴)

۳۵۔ عبداللہ سے بطور مرفوع: ہر نبی کے خواص ہوتے ہیں، میرے خواص عمر وابوبکر ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے۔(۵)

۱۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۵۸ (ج۱، ص۳۰۵)

۲۔ اللآلی المصنوعۃ، (ج۱، ص۳۰۵) تاریخ بغداد، ج۱، ص۲۴۶، ج۵، ص۴۴۰ (نمبر۲۹۶۳) میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۴۳ (ج۱، ص۵۲۴ نمبر۱۹۵۴) ابن جوزی کی الموضوعات (ج۱، ص۳۲۳)

۳۔ الموضوعات، (ج۱، ص۳۲۱) میزان الاعتدال، (ج۱، ص۴۵۱ نمبر۱۶۹۱) لسان المیزان، ج۲، ص۱۶۸ (ج۲، ص۲۱۳ نمبر ۲۳۷۰) ج۲، ص۱۸۹ (ج۲، ص۲۳۸ نمبر۲۳۸۱)

۴۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۱۰ (ج۱، ص۶۶۱ نمبر۲۵۴۵)

۵۔ میزان الاعتدال، (ج۲، ص۵۰۷ نمبر۴۶۲۳) لسان المیزان، ج۳، ص۳۶۵ (ج۳، ص۴۴۸ نمبر۴۸۲۷)

۳۶۔عبد اللہ سے بطور مرفوع: رسول خداؐ نے فرمایا: ابھی تمہارے درمیان جنتی شخص وارد ہوگا۔ تھوڑی دیر میں معاویہ آئے رسول خداؐ نے فرمایا: اے معاویہ! تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں، ہم اور تم جنت کے دروازے میں ایک ساتھ یوں داخل ہوں گے اور پھر دو انگلیوں کو جوڑ کر اشارہ کیا۔

ذہبی نے حسن بن شبیب اور عبد اللہ بن یحییٰ مودب سے لیا ہے اور کہا ہے کہ حسن معتبر لوگوں کے نام سے حدیث گڑھتا تھا اور یحییٰ کے حال میں لکھا ہے کہ اس کی حدیث باطل ہے معلوم نہیں یہ کون شخص ہے۔(۱)

۳۷۔حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: میری امت میں سب سے پہلے داخل بہشت ہونے والے عمر وابوبکر ہیں۔ حالانکہ ابھی میں اور معاویہ حساب کے لئے کھڑے ہی ہوں گے۔

یہ حدیث اصبغ شیبانی کی ہے جو واہی حدیثیں گڑھتا تھا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اسے موضوعات میں درج ہونا چاہئے۔(۲)

۳۸۔ابن عباس سے بطور مرفوع: آخری زمانے میں میری امت کے بعض افراد رافضی ہوں گے جو اپنے کو اہل بیت کا دوست کہیں گے حالانکہ وہ جھوٹے ہوں گے کیونکہ وہ ابوبکر وعمر کی برائی کریں گے جہاں بھی انھیں پاؤ قتل کردو کیونکہ وہ مشرک ہیں۔

ابن عدی نے اسے نامناسب اور غلط حدیث میں شمار کیا ہے، یہ حدیث غلط ہے۔(۳)

۳۹۔جب بھی رسول خداؐ بوئے جنت کے مشتاق ہوتے تو ابوبکر کی داڑھی کا بوسہ لیتے۔

فیروزآبادی اور عجلونی نے اس کو موضوع، افتراپردازی اور غلط کہا ہے۔(۴)

۱۔میزان الاعتدال، ج (ج۱،ص ۴۹۵ نمبر ۱۸۶۴) ج۲،ص ۱۳۳ (ج۲،ص ۵۲۴ نمبر ۴۶۸۴) لسان المیزان، ج۳،ص ۳۷۶ (ج۳،ص ۴۶۰ نمبر ۴۸۶۶)

۲۔میزان الاعتدال، (ج۱،ص ۲۷۱ نمبر ۱۰۱۵) الضعفاء الکبیر (ج۱،ص ۱۳۰ نمبر ۱۶۲) لسان المیزان، ج۱،ص ۴۶۰ (ج۱،ص ۵۱۴ نمبر ۱۳۲۷)

۳۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۵،ص ۱۵۳ نمبر ۱۳۱۷) لسان المیزان، ج۴،ص ۳۷۵۴ (ج۴،ص ۴۴۳ نمبر ۶۳۲۱)

۴۔سفر السعادۃ (ج۲،ص ۲۱۱) کشف الخفاج ۲،ص ۴۱۹.

۴۰۔ ابی بن کعب سے بطور مرفوع: قیامت میں سب سے پہلے حق سے معانقہ کرنے والے عمر ہیں، سب سے پہلے وہی مصافحہ بھی کریں گے۔ سب سے پہلے عمر ہی کو ہاتھ پکڑ کے جنت میں لے جایا جائے گا۔ (مستدرک حاکم) تلخیص، ذہبی میں اس حدیث کو گڑھی ہوئی بتایا ہے۔ شاید فضل بن جبیر وراق کی وجہ سے کہا گیا ہو۔ (۱)

۴۱۔ ابراہیم بن حجاج بن منبہ سہمی اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں: رسول خداؐ نے فرمایا: جسے بھی ابوبکر و عمر کی برائی کرتے دیکھو وہ دراصل اسلام کی برائی کر رہا ہے۔

ذہبی نے میزان میں اس کو غلط اور جعلی بتایا ہے۔ ابراہیم گمنام و مجہول ہے۔ حجاج بن منبہ کا پورا خاندان حدیث سازی میں ماہر تھا۔

۴۲۔ انس سے بطور مرفوع: میں نے ابوبکر و عمر کو مقدم نہیں کیا ہے خدا نے مقدم کر کے احسان فرمایا ہے اس لئے ان کی پیروی کرو پس جو شخص ان کی برائی کرے وہ دراصل میری اور اسلام کی برائی کر رہا ہے حسن بن ابراہیم فقیمی سے اخراج کر کے ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے میں اسے نہیں جانتا۔ (۲)

۴۳۔ ابو ہریرہ سے بطور مرفوع: خدا نے مجھے اپنے نور سے خلق کیا، ابوبکر کو میرے نور سے اور عمر کو نور ابوبکر سے، عثمان نور عمر سے اور عمر بہشت کے چراغ ہیں۔

ذہبی نے یہ روایت احمد بن یوسف منبجی سے لی ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ (۳) ابونعیم کہتے ہیں کہ یہ خبر باطل اور مخالف قرآن ہے۔ (۴)

۴۴۔ عبداللہ بن عمر سے بطور مرفوع: جبرئیل رسول خداؐ پر نازل ہوئے اور عرض کی: پروردگار عرش فرماتا ہے کہ جب میں نے انبیاء سے میثاق لیا تو تمہیں ان کا آقا قرار دیا۔ ابوبکر و عمر کو تمہارا وزیر قرار دیا، مجھے میری عزت کی قسم! اگر تم چاہو کہ آسمانوں اور زمینوں کو زائل کر دوں تو کر دوں گا۔

۱۔ المستدرک ج ۳، ص ۸۴ (ج ۳، ص ۹۰ حدیث ۴۴۸۹، تلخیص کا بھی یہی صفحہ ہے) الضعفاء الکبیر (ج ۳، ص ۴۴۴ نمبر ۱۴۹۲)

۲۔ لسان المیزان، (ج ۲، ص ۳۴۱ نمبر ۲۳۹۴)

۳۔ میزان الاعتدال، (ج ۱، ص ۱۶۶ نمبر ۶۶۹)

۴۔ لسان المیزان، ج ۱، ص ۳۲۸ (ج ۱، ص ۳۶۱ نمبر ۱۰۰۶)

ذہبی وابن سمعانی اس خبر کو باطل کہتے ہیں۔ موسیٰ بن عیسیٰ کذاب تھا۔(۱)

۴۵۔ ابن عباس سے بطور مرفوع: خدا نے مجھ پر وحی کی کہ اپنی بیٹی کا نکاح عثمان سے کردوں۔(۲)

۴۶۔ معاذ سے بطور مرفوع: قیامت میں میرے اور ابراہیم کے لئے منبر نصب ہوگا۔ ابوبکر کے لئے کرسی رکھی جائے گی جس پروہ بیٹھیں گے اور آواز دی جائے گی: کیا کہنا صدیق کا جو خلیل وحبیب کے پہلو میں ہے۔

ذہبی اسے غلط اور باطل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس کا راوی محمد بن احمد حلیمی ہے۔(۳)

۴۷۔ بطور مرفوع: اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر مبعوث ہوتے۔

صغانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث جعلی ہے۔(۴)

۴۸۔ بطور مرفوع: خدا نے جو کچھ میرے سینے میں اونڈیلا اسے ابوبکر کے سینے میں بھی اونڈیل دیا۔ اکثر محدثین نے اس کو بطور ارسال مسلم نقل کیا ہے۔ فیروز آبادی کہتے ہیں کہ مشہور ترین جعلی حدیث ہے۔

عقل سے اس کا باطل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ عجلونی اور ملا علی قاری بھی اسے موضوعات ہی میں شمار کرتے ہیں۔(۵)

۴۹۔ بطور مرفوع: میں اور ابوبکر گھوڑ سواری کے دو گھوڑوں کی طرح ہیں۔

فیروز آبادی، عجلونی، ابن درویش حوت اور ملا علی قاری نے اس حدیث کو جعلی اور باطل کہا ہے۔(۶)

۱۔ میزان الاعتدال، (ج ۴، ص ۲۱۶ نمبر ۸۹۰۸)

۲۔ ابن عدی نے اس کو عمیر بن عمران حنفی کی گڑھی ہوئی حدیثوں میں بتایا ہے۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۷۰ نمبر ۱۳۴۹) لسان المیزان، ج ۴، ص ۳۸۰ (ج ۴، ص ۴۳۹ نمبر ۶۳۴۵)

۳۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۴۶۵ نمبر ۷۱۸۲) لسان ج ۵، ص ۵۹ (ج ۵، ص ۶۸ نمبر ۶۹۸۰)

۴۔ کشف الخفاء ج ۳، ص ۱۶۳.

۵۔ سفر السعادة (ج ۲، ص ۲۱۱) کشف الخفاء ج ۲، ص ۴۱۹، اسی المطالب، ص ۱۹۴ (ص ۳۹۱ حدیث ۱۲۶۲) الموضوعات الکبریٰ (ص ۱۰۶)

۶۔ سفر السعادة (ج ۲، ص ۲۱۱) کشف الخفاء ج ۲، ص ۴۱۹، اسنی المطالب، ص ۷۳ (ص ۱۳۸ حدیث ۳۹۳) الموضوعات الکبریٰ (ص ۱۰۶)

۵۰۔ بطور مرفوع: خدا جب روحوں کو اختیار کر رہا تھا تو روح ابو بکر کو اختیار کیا۔

عقل واضح طور سے اس کے باطل ہونے کا فیصلہ کرتی ہے۔ فیروز آبادی، عجلونی اور ملا علی قاری نے اس حدیث کو باطل کہا ہے۔(۱)

۵۱۔ عبد اللہ بن عمرو عاص سے مروی ہے: عیسیٰ بن مریم آسمان سے اتریں گے، شادی کریں گے، ان کے بچے ہوں گے اور وہ ۴۵ سال زندہ رہیں گے پھر انھیں موت آئے گی اور دفن کئے جائیں گے۔ پھر میں، ابو بکر، عمر اور وہ محشور ہوں گے۔ ذہبی نے اس کو جعلی اور بناوٹی کہا ہے۔(۲)

۵۲۔ ابن عباس سے بطور مرفوع: عمر مجھ سے ہے اور میں عمر سے ہوں جہاں بھی حلول کروں۔ جو اس کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے دوست رکھتا ہے جو اسے دشمن رکھتا ہے وہ مجھے دشمن رکھتا ہے۔

ذہبی نے اس حدیث کو جھوٹ کہا ہے۔ ابن درویش اس کو غیر صحیح کہتے ہیں۔(۳)

۵۳۔ ابن عباس سے بطور مرفوع: ابو بکر کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

یہ حدیث ابن حسن کلبی کی گڑھی ہوئی ہے۔ ذہبی نے اسے جھوٹ کہا ہے۔(۴)

۵۴۔ انس سے بطور مرفوع: جو شخص خدا کی طرف جھوٹی نسبت دے اسے توبہ کرانے کے بجائے قتل کیا جانا چاہئے۔ جو مجھے گالیاں دے اس سے توبہ کے بجائے قتل کیا جانا چاہئے، جو ابو بکر کو گالیاں دے یا عمر کو گالیاں دے اسے بھی توبہ کے بجائے قتل کیا جانا چاہئے اور جو عثمان اور علیؑ کو گالیاں دے اسے تازیانہ سے سزا دینی چاہئے۔ پوچھا گیا: اے خدا کے رسولؐ! ایسا کیوں؟ فرمایا: اس لئے کہ مجھے اور ابو بکر و عمر کو خدا نے ایک مٹی سے پیدا کیا ہے اور ایک ساتھ دفن ہوں گے۔

ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث جعلی ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ حدیث یعقوب بن جہم حمصی کذاب نے

۱۔ کشف الخفا (ج۲، ص۴۱۹) اسنی المطالب، ص۶۰ (ص۱۱۸ حدیث ۳۱۳) الموضوعات الکبریٰ (ص۱۰۶)

۲۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۱۰۵ (ج۶، ص۵۶۳ نمبر ۴۸۶۶)

۳۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۱۵۸ (ج۲، ص۶۷۵ نمبر ۵۲۹۸، ج۳، ص۳۸۱ نمبر ۶۸۵۵) اسنی المطالب، ص۱۴۴ (ص۲۹۵ حدیث ۹۲۳)

۴۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۲۲ (ج۳، ص۱۲۲ نمبر ۵۸۱۶)

بنائی ہے۔(۱)

۵۵۔انس سے منقول ہے: جب ابوبکر کا وقت وفات آیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تمام لوگوں میں صرف چار افراد زیرک و مدبر ہیں: دو عورت دو مرد۔عورتوں میں صفرا بنت شعیب اور خدیجہ بن خویلد اور مردوں میں عزیز مصر اور ابوبکر۔ابوبکر صدیق نے وقت وفات مجھ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ خود ہی عمر کے حوالے اس خلافت کو کر دوں ۔میں نے ان سے کہا: اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو میں آپ سے راضی نہ ہوں گا۔ابوبکر نے خوش ہو کر کہا: آپ نے مجھے خوش کر دیا کیوں نہ میں بھی آپ کو خوش کر دوں، میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ بلاشبہ پل صراط پر ایک گھاٹی ہے اس سے وہی گذرے گا جسے علیؑ اجازت دیں گے۔حضرت علیؑ نے کہا: میں بھی آپ کو خوش کر دوں؟ رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ اے علیؑ! ان لوگوں کو گذرنے کی اجازت مت دینا جو ابوبکر عمر کو گالیاں دیں کیونکہ یہ جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں انبیاء کے بعد۔جب خلافت عمر کو مل گئی تو حضرت علیؑ نے مجھ سے فرمایا: اے انس! میں نے خدا کی طرف سے اجراء قلم کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ میری رائے کے خلاف علم و ارادۂ خدا ہو چکا ہے۔اگر میں اس پر راضی نہ ہوتا تو مجھ پر اعتراض ہو جاتا کہ خدا کے معاملے میں راضی برضا نہیں۔رسولؐ نے فرمایا ہے کہ میں خاتم انبیاء ہوں اور علیؑ خاتم اوصیاء۔

خطیب نے اسے نقل کر کے کہا ہے کہ عمر بن واصل کی بنائی حدیث ہے یا اسے کسی اور نے بنایا ہے۔(۲)

۵۶۔ابن عباس سے بطور مرفوع: خدا نے مجھے چار وزیروں سے تقویت دی۔ہم نے پوچھا: وہ چار کون ہیں؟ فرمایا: دو آسمان والے جبرئیل و میکائیل اور دو زمین والے عمر و ابوبکر۔

یہ محمد بن مجیب کی وضع کی ہوئی حدیث ہے جو بہت بڑا جھوٹا تھا۔(۳)(خطیب) ذہبی نے معلّی

۱۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۳۲۳(ج۴،ص۲۵۰نمبر۹۸۰۹)لسان المیزان، ج۶،ص۳۰۶(ج۶،ص۶۷۴نمبر۹۳۳۴) الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۷،ص۱۵۰نمبر۲۰۶۰)

۲۔تاریخ بغداد، ج۱۰،ص۳۵۸،۳۵۷.

۳۔تاریخ بغداد، ج۳،ص۲۹۸.

سے یہ حدیث نقل کی ہے وہ بھی بہت بڑا حدیث ساز تھا۔(۱)

۵۷۔ جابر سے مروی ہے: ہم خدمت رسولؐ میں تھے کہ آپ نے فرمایا: ابھی ایک شخص برآمد ہوگا جو میرے بعد تمام لوگوں سے افضل و بہتر ہے۔ اس کی شفاعت انبیاء کی شفاعت کی طرح قبول کی جائے گی۔ تھوڑی دیر میں ابوبکر صدیق برآمد ہوئے، رسولؐ نے کھڑے ہو کر ان کا ماتھا چوم کر لپٹا لیا۔

خطیب نے اسے بازاری مقرر محمد بن عباس بن حسین سے سنا۔(۲) اس بازاری قصے کی اہمیت کیا ہو سکتی ہے۔

۵۸۔ ابن مسعود سے بطور مرفوع: ہر مولود کی ناف میں اس کی مٹی کا جزو ہوتا ہے۔ جب وہ بوڑھا ہوتا ہے تو اسی خاک کی طرف واپس کیا جاتا ہے اور اس سے دفن کیا جاتا ہے۔ میں، ابوبکر و عمر ایک خاک سے پیدا کئے گئے ہیں اور اسی میں دفن کئے جائیں گے۔ خطیب نے موسی بن سہل سے سنا جو مہمل اور بے ہودہ باتیں نقل کرتا رہتا ہے۔ یہ حدیث باطل ہے۔(۳)

۵۹۔ انس سے بطور مرفوع: جب مجھے جبرئیل آسمان پر لے گئے تو وہاں میں نے زین اور لجام سے آراستہ گھوڑے دیکھے ان کے سر یاقوت سرخ کے، سم زبرجد سبز کی اور بدن طلائے ناب کے تھے۔ لمبے لمبے بال تھے۔ پوچھا: یہ کس کے لئے ہیں؟ جبرئیل نے کہا: یہ ابوبکر و عمر کے دوستوں کے ہیں۔ انھیں پر سوار ہو کر قیامت میں زیارت خدا کریں گے۔ خطیب اسے نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔(۴) ذہبی اور ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے، محمد مرزوق نے بنائی ہے۔(۵)

۶۰۔ عطیہ عوفی، ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں: علیین والے زیر زمین دیکھتے ہیں جس طرح تم آسمان کے ستارے دیکھتے ہو اور وہاں ابوبکر و عمر ہیں اور انعما ہیں۔ پوچھا: انعما کیا ہے؟ کہا:

۱۔ میزان الاعتدال، (ج ۴، ص ۱۵۲ نمبر ۸۵۷۹

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۲۳.

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۳۱۳، میزان الاعتدال، ج ۳ ص ۲۱۱ (ج ۴، ص ۲۰۶ نمبر ۸۸۷۳)

۴۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۴۴۰، ج ۱۱، ص ۲۴۲،

۵۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۹۹ (ج ۳، ص ۶۳۸ نمبر ۷۹۱۱) لسان المیزان، ج ۵، ص ۲۷۴ (ج ۵، ص ۳۱۱ نمبر ۷۷۶۶)

علیین والے انھیں سے ہیں۔ مقدسی کے نزدیک جعلی حدیث ہے، خطیب نے جھوٹوں کی نشاندہی کی۔(۱)

۶۱۔انس سے مروی ہے: جب سورۂ تین نازل ہوا تو رسولؐ بہت خوش ہوئے۔ پھر ہم نے ابن عباس سے اس کی تفسیر پوچھی، کہا کہ تین سے مراد بلاد شام ہیں، زیتون سے بلاد فلسطین، طور سینین طور سینا ہے جہاں خدا نے موسیٰ سے کلام کیا، ﴿وَهَـٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ﴾ سے مراد مکہ ہے، ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ﴾ سے مراد محمدؐ، ﴿ثُمَّ رَدَدْنَاهُ﴾ سے مراد لات وعزیٰ کے پجاری ہیں، ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ سے مراد ابوبکر وعمر، ﴿فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ﴾ سے عثمان ،﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ﴾ سے مراد علیؑ اور ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ سے مراد ان کو تقویٰ پر جمع کرنا ہے۔

اس حدیث کی سند باطل ہے۔ اس میں محمد بن بیان پکا جھوٹا اور حدیث ساز ہے، لفظیں بدل دیتا ہے۔(۲)

۶۲۔عبداللہ بن عمر سے مروی ہے: ہم خدمت رسولؐ میں تھے اور ابوبکر بھی تھے۔ کاندھے پر عبا ڈالے ہوئے تھے، عبا سینے پر سے پھٹی ہوئی تھی سوراخ نظر آرہا تھا۔ اس درمیان جبرئیل نازل ہوئے اور کہا: ابوبکر ایسا کپڑا کیوں پہنے ہوئے ہیں؟ رسولؐ نے فرمایا: فتح مکہ سے پہلے سارا مال میرے اوپر خرچ کردیا۔ جبرئیل نے کہا: انھیں خدا کا سلام پہونچا کر خبر دے دیجئے۔ رسولؐ، خدا کا سلام پہونچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم خدا سے اس فقر پر راضی ہو یا نہیں؟ ابوبکر نے کہا: کیا میں خدا سے ناراض ہوسکتا ہوں۔

خطیب نے محمد بن بابشاذ سے روایت کی ہے کہ جو عجیب وغریب مطالب نقل کیا کرتا ہے۔ ذہبی نے اس حدیث کو دروغ کہا ہے۔(۳)

۶۳۔ابوہریرہ سے مروی ہے: جب رسول خداؐ مدینہ میں متوطن ہوگئے تو شادی کی خواہش کی۔

۱۔تذکرۃ الموضوعات ص ۲۷ (ص ۲۰) تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۳۹۴، ج ۳، ص ۱۹۵ ج ۴، ص ۶۴، ج ۱۲، ص ۱۴۴۔

۲۔تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۹۷، میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۳۲ (ج ۳، ص ۹۳ نمبر ۷۲۸۶)

۳۔تاریخ بغداد، ج ۲ ص ۱۰۶، میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۳، ص ۱۰۳ نمبر ۷۳۲۷)

مسلمانوں سے کہا مجھے عورت دو۔ جبرئیل ایک پارچہ بہشت میں جس کا طول دو ہاتھ اور عرض ایک بالشت تھا، ایک تصویر لاکر تھمادی کہ اس سے زیادہ خوبصورت دیکھی نہیں گئی تھی۔ اسے کھول کر فرمایا: اے محمدؐ! خدا فرماتا ہے کہ اس عورت سے شادی کرو۔ فرمایا: یہ عورت کہاں سے لاؤں؟ کہا کہ ابوبکر کی بیٹی سے ازدواج کرو۔ رسولؐ، خانہ ابوبکر پر پہونچے کنڈی کھٹکھٹائی۔ ابوبکر سے کہا کہ میں حکم خدا سے تمہارا داماد بننا چاہتا ہوں۔ ابوبکر کے پاس تین بیٹیاں تھیں تینوں کولا کر حاضر کردیا۔ رسولؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے عائشہ سے شادی کرنے کا حکم دیا ہے۔

خطیب نے اسے محمد بن حسن زیاد سے نقل کیا ہے جو ایسی سند سناتا ہے کہ جس میں سبھی رجال معتبر ہوتے ہیں حالانکہ وہ بہت بڑا احدیث ساز تھا۔ (۱) ذہبی نے اس کو محمد بن حسن کی جھوٹی حدیث کہا ہے۔ (۲)

۶۴۔ بطور مرفوع رسول خداؐ کا ارشاد ہے: اسلام میں ابوبکر وعمر کی حیثیت کان اور آنکھ کی ہے۔

مقدسی نے نشاندہی کی ہے کہ یہ حدیث ولید بن فضل کی گڑھی ہوئی۔ (۳)

۶۵۔ رسول خداؐ نے ابوبکر وعمر کے شانے پکڑے اور کہا: تم دونوں میرے وزیر ہو۔

یہ زکریا بن درید کی گڑھی ہوئی ہے۔ (۴)

۶۶۔ بطور مرفوع رسول خداؐ سے مروی ہے: میں اور تم دونوں (ابوبکر وعمر) بہشت میں گھومے پھریں گے۔

یہ بھی زکریا بن درید کی گڑھی ہوئی ہے۔ (۵)

۶۷۔ ابو ہریرہ سے بطور مرفوع: جبرئیل، خدا کی طرف سے مجھے خبر دے رہے ہیں کہ ابوبکر وعمر کو

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۱۹۴، ج ۱۱، ص ۲۲۲۔

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۴۴ (ج ۳، ص ۵۱۷ نمبر ۷۳۹۵، ج ۴، ص ۱۱۹ نمبر ۵۵۶۱)

۳۔ تذکرۃ الموضوعات، (ص ۲۰)۔

۴۔ تذکرۃ الموضوعات، (ص ۴) میزان الاعتدال، (ج ۲، ص ۷۲ نمبر ۲۸۷۴)

۵۔ میزان الاعتدال، ۲۰، ص ۷۲ نمبر ۲۸۷۴۔

صرف مومن ہی دوست رکھے گا اور صرف منافق ہی دشمن رکھے گا۔(۱)

۶۸۔ دختر رسولؐ رقیہ کی کنیز ام عیاش سے مروی ہے: ام کلثوم کی شادی عثمان سے میں نے حکم خدا سے کی۔ خطیب نے احمد بن محمد مفلس کذاب سے لی ہے۔ اس نے عبدالکریم بن روح سے جو مجہول وگمنام ہے۔

اس کا باپ عنبہ بھی گمنام ہے اور متروک الحدیث ہے (ذہبی)۔ تعجب ہے کہ خود خطیب چپ ہیں۔(۲)

۶۹۔ عبداللہ بن عمر سے بطور مرفوع: خواب میں دودھ سے بھرا پیالہ دیا گیا۔ میں پی کر سیر ہو گیا لیکن پیالے میں دودھ باقی تھا، بچا ہوا دودھ عمر کو دیا انھوں نے بھی پیا۔

اس خواب کی تعبیر علم سے کی گئی ہے؟ جب آپ علم سے سیر ہو گئے تو عمر کو دیا گیا۔ رسولؐ نے فرمایا: صحیح ہے۔ یہ حدیث عبدالرحمٰن عدوی کی گڑھی ہوئی ہے جو عمر بن خطاب کی نسل سے تھا۔(۳)

۷۰۔ جعفر بن محمد سے بطور مرفوع: شب معراج عرش پر لکھا دیکھا: کوئی خدا نہیں خدا کے سوا، محمدؐ خدا کے رسول، ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان، ذوالنورین وکشتۂ ستم ہیں۔

خطیب نے اسے عبدالرحمٰن بن عفان اور محمد بن مجیب صائغ سے لیا ہے۔ دونوں ہی پکے جھوٹے ہیں۔(۴)

۷۱۔ حذیفہ سے مروی ہے: رسول خداؐ نے نماز صبح ہمارے ساتھ ادا کی۔ فارغ ہو کر فرمایا: ابوبکر صدیق کہاں ہیں؟ آخری صف سے ابوبکر نے جواب دیا: لبیک، لبیک اے خدا کے رسولؐ! رسولؐ نے

۱۔ یہ ابراہیم بن براء کذاب کی گڑھی ہوئی حدیثوں میں سے ہے۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۱،ص۲۵۴نمبر۸۳) میزان الاعتدال، ج۱،ص۵۴نمبر۱۷۴) لسان المیزان، (ج۱،ص۹۱،نمبر۲۷۲) تاریخ بغداد، ج۱،ص۴۰۱،۳۹۹۔

۲۔ تاریخ بغداد، ج۱۲،ص۳۶۴، الجرح والتعدیل (ج۶،ص۶۱ نمبر ۳۲۵) خلاصہ المہذ ہبص ۱۰۱ (ج۱،ص ۳۲۸ نمبر ۲۰۸۴) الثقات (ج۸،ص۴۲۳) میزان الاعتدال، (ج۳،ص۳۰۱ نمبر ۶۵۰۸)

۳۔ تاریخ بغداد، ج۱،ص۲۳۱ نمبر ۵۳۶۱)

۴۔ تاریخ بغداد، ج۱۰،ص۲۶۴ نمبر ملاحظہ کیجئے کذاب وجعل ساز محدثین کا سلسلہ نمبر ۲۹۸،۵۷۴۔

فرمایا: انھیں راستہ دو، قریب آؤ میرے پاس آؤ۔ پوچھا: کیا تم پہلی تکبیر میں شامل ہوئے تھے۔ جواب دیا: آپ کے ساتھ پہلی صف میں تھا۔ آپ نے تکبیر کہی تو مجھے اپنی طہارت میں شک ہوا۔ آپ قرأت شروع کر چکے تھے تو میں مسجد سے نکلنا چاہتا تھا۔ ناگہاں ہاتف نے آواز دی: اپنے پیچھے دیکھو۔ ایک سونے کا طشت ٹھنڈے میٹھے پانی سے بھرا ہوا دیکھا۔ سبز رومال سے ڈھکا ہوا تھا۔ اسی پر لکھا تھا ''لا الـہ الا اللہ محمد رسول و ابو بکر صدیق'' ۔ میں نے اس سے وضو کر کے رومال سے پوچھا اور آپ رکوع میں تھے تو شریک ہو گیا اور نماز ختم کی۔ رسولؐ نے فرمایا: بشارت ہو، تمہیں جبرئیل نے وضو کرایا، رومال لئے ہوئے میکائیل تھے اور اسرافیل میرا زانو پکڑے ہوئے تھے کہ تم نماز میں شامل ہو جاؤ۔

یہ حدیث اسی کذاب نے گڑھی ہے جس کا نام محمد بن زیاد ہے۔ سیوطی کہتے ہیں ممکن ہے یہ دوسرے نے گڑھی ہو۔ (۱)

۷۲۔ ابن عباس سے بطور مرفوع: بزم رسولؐ میں تذکرۂ ابو بکر چھڑ گیا۔ فرمایا: کون ہے مثل ابو بکر؟ جب لوگوں نے میری تکذیب کی انھوں نے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لائے، مجھے بیٹی دی دولت خرچ کی، سخت جنگوں میں میرے ساتھ جنگ کی۔ نتیجہ میں وہ حشر میں ناقۂ جنت پر سوار ہوں گے، جس کے ہاتھ مشک و عنبر کے، پاؤں زمرد سبز کے، مہار موتیوں کی ہوگی، چہرے پر سندس واستبرق کے حلے ہوں گے میں ان کی طرح وہ میری طرح ہوں گے، لوگ دیکھ کر کہیں گے: یہ خدا کے رسول محمدؐ ہیں اور یہ ابو بکر صدیق یہ روایت اسحاق بن بشیر بن مقاتل کی ہے جو بڑا مکار اور جھوٹا تھا۔ حدیثیں گڑھتا تھا۔ (۲)

۷۳۔ آسمان سے کچھ درہم نازل ہوئے جس میں لکھا ہوا تھا: ضـرب الـرحـمـان مـال عثمان بن عـفـان'' یہ سکہ خدا نے عثمان کے لئے ڈھالا ہے''۔ ابن درویش نے اس کو جھوٹ اور واہیات کہا ہے۔ (۳)

۱۔ اللئالی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۵۰ (ج۱، ص۲۸۹)

۲۔ کتاب المجروحین (ج۱، ص۱۳۵) نیز ملاحظہ کیجئے کذاب دجعل ساز محدثین کا سلسلہ نمبر ۹۵۔

۳۔ اسنی المطالب، ص۲۸۷ (ص۶۰۱)

۷۴۔ بطور مرفوع: میرے بعد عمر و ابوبکر کی پیروی کرو۔ ابن درویش اور ابن حزم نے اس کو جھوٹی حدیث کہا ہے۔ اسی مفہوم کی ایک صحیح حدیث ترمذی میں ہے کہ میرے بعد عمار کی پیروی کرو اور ابن مسعود کے عہد سے وابستہ رہو۔ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کی سند مہمل ہے۔ (۱)

۷۵۔ بطور مرفوع: میں شہر علم ہوں اس کا دروازہ علیؑ، اس کی اساس ابوبکر اور اس کی دیوار عمر ہیں۔ ابن درویش کہتے ہیں کہ کسی علمی کتاب میں اس حدیث کا درج ہونا مناسب نہیں۔ (۲) ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں اس کو ضعیف کہا ہے۔ (۳)

۷۶۔ بطور مرفوع: جب جبرئیل آنحضرت سے جدا ہوتے تو ابوبکر آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تاکہ مانوس رہیں۔ ابن درویش کے نزدیک یہ حدیث باطل اور جھوٹ ہے۔ (۴)

۷۷۔ انس سے بطور مرفوع: جنت کے بوڑھوں کے سردار ابوبکر و عمر ہیں۔ اور ابوبکر جنت میں اسی طرح ہیں جس طرح آسمان میں ثریا۔

یہ حدیث یحییٰ بن عنبسہ نے گڑھی ہے۔ وہ دجال بہت بڑا حدیث ساز تھا۔ (۵) ایک سلسلہ ابن مریم سے ہے وہ بھی دجال و حدیث ساز تھا۔ اسی کو بشار بن موسیٰ اور یونس بن ابی اسحاق کے طریق سے نقل کیا گیا ہے جن کو ابن معین، بخاری، نسائی، احمد اور ابوحاتم وغیرہ نے کذاب و دجال کہا ہے۔ (۶)

۱۔ اسنی المطالب، ص ۴۸ (ص ۹۶ حدیث ۲۳۸)

۲۔ اسنی المطالب، ص ۷۳ (ص ۱۳۷ حدیث ۳۹۱)

۳۔ الصواعق المحرقہ (ص ۳۴) الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۱۹۷ (۲۶۹)

۴۔ اسنی المطالب، ص ۸۸، ۲۸۷ (ص ۱۶۸ حدیث ۶۰۰۵۱۰)

۵۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۲۶ (ج ۴، ص ۱۸ نمبر ۸۱۰۰ ج ۲، ص ۵۸۵ نمبر ۴۹۴۹) نیز ملاحظہ کیجئے کذاب و جعل ساز محدثین کا سلسلہ نمبر ۲۶۸۔

۶۔ التاریخ (ج ۳، ص ۶۳ نمبر ۲۴۳) التاریخ الکبریٰ (ج ۲، ص ۱۳۰ نمبر ۱۹۳۵) نسائی کی کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۶۳ نمبر ۸۲، ص ۱۴۳ نمبر ۳۳۱) تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۱۱۹۔ ۱۱۸، ج ۱۰، ص ۱۹۲، تہذیب التہذیب، ج ۱، ص ۴۴۱ (ج ۱، ص ۳۸۶) ج ۵، ص ۸ (ج ۵، ص ۲۱، ج ۱۱، ص ۳۸۱) العلل و معرفۃ الرجال، (ج ۲، ص ۵۱۹ نمبر ۳۴۲۴، ج ۱، ص ۴۱۱ نمبر ۸۶۶) الجرح والتعدیل (ج ۹، ص ۲۴۴ نمبر ۱۰۲۴، ج ۴، ص ۴۷۸ نمبر ۲۰۹۷) التاریخ الصغیر، (ج ۲، ص ۹۵) الکامل فی الضعفاء الرجال، (ج ۴، ص ۱۰۸ نمبر ۹۴۵) کتاب المجروحین (ج ۱، ص ۳۸۲)

۷۸۔ جابر سے مروی ہے: ابو بکر و عمر کو مومن دشمن نہیں رکھ سکتا اور منافق دوست نہیں رکھ سکتا۔

معلّٰی بن ہلال طحان نے یہ حدیث گڑھی ہے۔ احمد کہتے ہیں کہ اس کی تمام احادیث موضوع ہوتی ہیں۔ ذہبی اس حدیث کو غیر صحیح کہتے ہیں، ایک عبدالرحمٰن بن مالک سے طریق سے ہے وہ بھی دجال و حدیث ساز تھا۔(۱)

۷۹۔ سعد سے مروی ہے: رسولؐ نے معاویہ سے کہا کہ حشر میں تم یوں محشور ہو گے کہ حلہ نور سے آراستہ ہو گے جس کا ظاہر رحمت اور باطن رضا ہوگا۔ اس کے ذریعے تم لوگوں میں فخر کرو گے۔ چونکہ تم کاتب وحی ہو۔

ذہبی نے اس کو باطل اور جھوٹ کہا ہے۔(۲)

۸۰۔ عائشہ کا بیان ہے: ایک رات رسول خداؐ کی میرے یہاں باری تھی۔ جب ہم سونے لگے تو آسمان کی طرف دیکھا، بے شمار ستارے تھے۔ میں نے کہا: اے خدا کے رسولؐ! دنیا میں کوئی ایسا ہے جس کے حسنات ستاروں کے برابر ہوں؟ فرمایا: ہاں پوچھا: کس کے؟ فرمایا: عمر، ان کے حسنات تمہارے باپ کی طرح ہیں۔

خطیب اور ذہبی نے اسے بریہ بن محمد کی گڑھی ہوئی حدیث بتایا ہے جو بہت بڑا کذاب تھا۔(۳)

۸۱۔ جابر سے مروی ہے: ایک جنازہ لایا گیا جس کی نماز رسولؐ نے نہیں پڑھی اور فرمایا چونکہ یہ عثمان کو دشمن رکھتا تھا اس لئے خدا بھی اس کا دشمن تھا۔

یہ حدیث محمد بن زیاد جزری کی بنائی ہوئی ہے۔ ذہبی اسے عمر بن موسیٰ میثمی کذاب کی گڑھی ہوئی بتاتے ہیں۔(۴)

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۳، ص۱۱۲، میزان الاعتدال، (ج۲، ص۵۸۴ نمبر ۴۹۴۹)

۲۔ میزان الاعتدال، (ج۳، ص۵۱۶ نمبر ۷۳۹۰)

۳۔ میزان الاعتدال، (ج۱، ص۳۰۶ نمبر ۱۱۵۸) اسنی المطالب، ص ۲۷۸ (ص۵۸۸) الموضوعات (ج۱، ص۳۴۲) نیز ملاحظہ کیجئے کذاب وجعل ساز محدثین کا سلسلہ نمبر ۱۲۵۔

۴۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۲۷ (ص۱۹) میزان الاعتدال، (ج۳، ص۲۲۴ نمبر ۶۲۲۲) لسان المیزان، ج۴، ص ۳۳۵، ۳۳۲ (ج۴، ص۳۸۲ نمبر ۶۱۵۲) نیز ملاحظہ کیجئے کذاب وجعل ساز محدثین کا سلسلہ نمبر ۴۲۷،

۸۲۔ رسول خداؐ نے فرمایا: میں نے عرش کی شادابی پر لکھا دیکھا: محمدؐ، رسول اللہ ہیں اور ابو بکر، صدیق ہیں۔

ذہبی اسے سری بن عاصم کی مصیبت بتاتے ہیں۔ (۱)

۸۳۔ ابو درداء سے بطور مرفوع: شب معراج میں نے عرش پر گوہر سبز پر نور سفید سے لکھا دیکھا: محمدؐ، خدا کے رسول اور ابو بکر، صدیق ہیں۔ طبری نے اضافہ کیا ہے: اور عمر، فاروق ہیں۔

یہ حدیث عمر بن اسماعیل بن مجالد ہمدانی کی بنائی ہوئی ہے جو کذاب وخبیث تھا۔ (۲)

۸۴۔ عائشہ سے مروی ہے: جب رسول خداؐ نے ام کلثوم کا عقد کیا۔ ام ایمن سے فرمایا: میری بیٹی کو تیار کرو اور عروس بنا کر، باجے بجاتی ہوئی عثمان کے گھر لے جاؤ۔ میں نے بھی اطاعت کی۔ تین دن تک بیٹی کے یہاں آمد ورفت رہی پوچھا: شوہر کو کیسا پایا؟ کہا: اچھے آدمی ہیں۔ فرمایا کہ ہاں، وہ تمہارے دادا ابراہیمؑ اور باپ محمدؐ سے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔

یہ حدیث عمرو عتکی کی بنائی ہوئی ہے جو کذاب وحدیث ساز تھا۔ ذہبی کہتے ہیں یہ جعلی ہے۔ (۳)

۸۵۔ بطور مرفوع رسولؐ خدا کا ارشاد ہے: ایک پلے میں تمام امت تھی اور دوسرے میں ابو بکر کو رکھا گیا تو پلہ برابر رہا پھر عمر کو رکھا گیا وہ بھی برابر رہا۔ پھر عثمان کو رکھا گیا وہ پلہ بھی برابر رہا۔ پھر ترازو اوپر اٹھا لیا گیا۔

یہ حدیث عمرو بن واقد دمشقی کی گڑھی ہوئی ہے جو بلاشک جھوٹا تھا۔ اس کے علاوہ کسی نے اس کی ہدایت نہیں کی ہے۔ (۴)

۸۶۔ براء بن عازب: رسولؐ نے ہم سے ایک دن فرمایا: جانتے ہو عرش پر کیا لکھا ہے: لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول، ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان شہید اور علیؑ راضی ومرضی ہیں۔

۱۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۳۷۰ (ج۲، ص۱۱۷ نمبر ۳۰۸۹)

۲۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۱۵۴ (ج۱، ص۲۹۷) ج۱، ص۱۶۰ (ج۱، ص۳۰۹) تاریخ بغداد، ج۱۱، ص۲۰۴.

۳۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۸۰ (ج۳، ص۲۴۵ نمبر ۶۳۲۸) دارقطنی کی الضعفاء والمتروکین (ص۲۴۴ نمبر ۴۴۷)

۴۔ میزان الاعتدال، (ج۳، ص۲۹۱ نمبر ۶۴۶۵)

ابن عساکر نے محمد بن عبد عامر سے حدیث روایت کی ہے جو پکا جھوٹا تھا۔(۱)

۸۷۔ابن عباس سے بطور مرفوع: قیامت میں ابوبکر حوض کوثر کے ایک رکن ہوں گے، دوسرے رکن عمر، تیسرے رکن عثمان اور چوتھے رکن علیؑ ہوں گے۔ جو ان سے نفرت رکھے گا اس سے کبھی سیراب نہ ہو سکے گا۔(۲)

۸۸۔عقبہ بن عامر سے بطور مرفوع: جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ابوبکر سے مشورہ کرو۔ یہ حدیث محمد بن عبد الرحمٰن نے گڑھی ہے جو کذاب ہے۔(۳)

۸۹۔عبداللہ بن عمر سے بطور مرفوع: قیامت کے دن عمر و ابوبکر کے درمیان محشور ہوں گا اور مکہ اور مدینہ کے درمیان اتنی دیر ٹھہروں گا کہ وہاں کے باشندے میرے ساتھ ہو جائیں۔(۴)

۹۰۔ابو ہریرہ سے بطور مرفوع: خدا کے آسمان پر ستر ہزار فرشتے ہیں جو عمر و ابوبکر پر لعنت پڑھنے والوں پر لعن پڑھتے ہیں۔ خطیب نے بطریق سہل بن صقین نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث ساز ہے۔ ذہبی دارقطنی نے بھی اسے مجہول و متروک کہا ہے۔(۵)

۹۱۔ابن عباس سے مروی ہے: رسول خدا کو خواب میں دیکھا گھوڑے پر سوار تھے۔ ان کے سر پر نور کا عمامہ تھا، پاؤں میں سبز نعلین تھی، ہاتھ میں بہشت کا سبز تازیانہ تھا، والہانہ انداز میں پوچھا: کہاں سے تشریف آ رہی ہے؟ فرمایا: جنت میں عثمان کی شادی تھی۔ شرکت کر کے آ رہا ہوں۔

یہ حدیث ازدی نے ابراہیم منقوش سے لی ہے جو حدیث ساز اور جھوٹا تھا۔(۶)

۱۔تاریخ ابن عساکر (ج۳۹،ص۷ ۳۹ نمبر ۴۶۱۹) اللآلی المصنوعۃ، (ج۱،ص۲۹۹)

۲۔ذہبی نے اس کو ابراہیم بن عبداللہ مصیصی سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ شخص جھوٹا تھا ملاحظہ کیجئے میزان الاعتدال، (ج۱، ص۴۰ نمبر ۱۲۴) حاکم نے اس کی روایتوں کو جعلی بتایا ہے.

۳۔میزان الاعتدال، (ج۳،ص۶۲۶ نمبر ۷۸۵۷) لسان المیزان، (ج۵،ص۲۸۸ نمبر ۷۶۵۷)

۴۔یہ عبد اللہ بن ابراہیم غفاری کی روایتوں میں سے ہے جو جھوٹا اور حدیثیں گڑھتا تھا۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۴،ص ۱۸۹ نمبر ۱۰۰۳) میزان الاعتدال، ج۲،ص۲۱ (ج۲،ص۳۸۹ نمبر ۴۱۹۰)

۵۔اللئالی المصنوعۃ، ج۱،ص۱۶۰ (ج۱،ص۳۰۸) لسان المیزان، ج۳،ص۳۱ (ج۴،ص۳۹ نمبر ۲۲۷)

۶۔اللئالی المصنوعۃ، (ج۱،ص۳۱۸)

۹۲۔عبداللہ بن عمر سے مروی: بزم رسولؐ میں کہا گیا کہ امت میں سب سے افضل ابوبکر پھر عمر پھر عثمان ہیں اور رسولؐ نے سن کر ان کا انکار نہیں کیا۔

تمام محدثین نے اس کی روایت کی ہے۔ ہم آخر باب میں اس پر بحث کریں گے۔

۹۳۔عمر سے بطور مرفوع: عثمان مریں گے تو ان پر ملائکہ آسمان نماز پڑھیں گے۔ میں نے پوچھا: کیا عثمان کے لئے خاص طور سے یا تمام لوگوں کے لئے یہ خصوصیت ہے؟ فرمایا: خاص عثمان کے لئے۔

یہ حدیث طویل کا ایک حصہ ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ خراسانی نے یہ حدیث گڑھی ہے۔(۱) ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کا جعلی ہونا ظاہر ہے۔(۲)

۹۴۔ابوہریرہ سے بطور مرفوع: خدا کا پرچم نور ہے جس پر لکھا ہوا ہے: "**لاالہ الا اللہ محمد رسول ابوبکر الصدیق**".(۳)

۹۵۔عبداللہ بن عمر سے مروی ہے: جعفر بن ابی طالبؑ نے ایک پھل رسول کو ہدیہ کیا اور معاویہ نے تین پھل تحفے میں دیئے۔ رسولؐ نے فرمایا: ان ہدیوں کی وجہ سے تم جنت میں جاؤ گے۔ (یہ حدیث ابراہیم بن زکریا نے گڑھی ہے)۔(۴)

اس کا جعلی ہونا اس سے واضح ہے کہ جعفر فتح مکہ سے پہلے شہید ہو چکے تھے اور معاویہ فتح مکہ کے بعد اسلام لایا۔

۹۶۔ابوسعید خدری سے بطور مرفوع: جس نے عمر سے نفرت کی اس نے مجھ سے نفرت کی۔ خدا شب عرفہ میں تمام لوگوں پر مباہات کرتا ہے اور عمر پر خاص طور سے۔

۱۔میزان الاعتدال، (ج۳،ص۶۰۵ نمبر۷۷۸۲)

۲۔لسان المیزان، ج۵ص۲۲۷ (ج۵،ص۲۵۶ نمبر۷۵۸۳)

۳۔ذہبی اور ابن حجر نے جعلی حدیث کہا ہے۔ میزان الاعتدال، (ج۴،ص۶۴ نمبر۸۳۰۹) لسان المیزان، ج۵،ص۳۲۴ (ج۵،ص۴۸۰ نمبر۸۱۷۵)

۴۔کتاب المجروحین (ج۱،ص۱۱۶) اللآلئ المصنوعۃ ج۱،ص۱۱۹ (ج۱،ص۳۲۲) میزان الاعتدال، ج۱،ص۱۶ (ج۱،ص۳۱ نمبر۹۰)

ذہبی کے نزدیک یہ حدیث باطل ہے کیونکہ حسن بصری کا خادم سعد معلوم نہیں کون ہے۔(۱)

۹۷۔انس سے بطور مرفوع: شب معراج میں نے جبرئیل سے پوچھا: کیا میری امت سے حساب لیا جائے گا؟ کہا: سب سے حساب لیا جائے گا سوائے ابوبکر کے۔قیامت میں ان سے کہا جائے گا: اے ابو بکر! جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہیں گے میں اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک مجھے دوست رکھنے والے بھی جنت میں نہ جائیں۔

تاریخ خطیب اور میزان ذہبی میں اس کی تکذیب کی گئی ہے۔(۲)

یہ مناقب خلفاء میں چند احادیث ہیں جنھیں ابالہ و دجالہ نے گڑھا ہے اور یہ صحاح ومسانید سے الگ ہیں۔ان میں تو اور بھی جعلی وفریب کا طومار ہے اکثر کا سلسلہ حضرت علیؑ تک منتہی ہوتا ہے۔عامر بن شراجیلی کہتے ہیں کہ اکثر حدیثیں حضرت علیؑ کے نام سے گڑھی گئی ہیں۔(۳) فیروز آبادی کہتے ہیں کہ ابو بکر کی مدح میں بہت زیادہ حدیثیں وضع کی گئی ہیں۔(۴) وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ فضائل معاویہ میں ایک بھی صحیح حدیث نہیں ہے۔(۵) ابن تیمیہ، منہاج السنۃ میں کہتے ہیں کہ ایک گروہ نے فضائل معاویہ میں حدیث رسول گڑھی ہیں وہ تمام کی تمام جھوٹی ہیں۔(۶)

اسی طرح بہت سے صحابہ کے نام فضیلت کی حدیثیں گڑھی گئیں۔کچھ معلوم افراد کے نام سے بھی گڑھی گئی ہیں مثلاً وہب اور غیلان کے نام سے۔حدیث رسول ﷺ ہے: میری امت میں وہب نامی شخص ہوگا جسے حکمت خداوندی عطا کی گئی ہوگی۔ایک غیلان نام کا شخص ہوگا جو ابلیس سے بدتر ہوگا۔(۷) ایک حدیث ہے: آخری زمانے میں محمد بن اکرام نامی ہوگا جو میری سنت زندہ کرے گا۔(۸) اس طرح

۱۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۳۶۰ (ج۴،ص۵۲۹ نمبر ۱۰۲۲۸)

۲۔تاریخ بغداد، ج۲،ص۱۱۸ (ج۸،ص۳۶۷، میزان الاعتدال، ج۳،ص۳۶ (ج۳،ص۵۰۰ نمبر ۷۳۱۵)

۳۔تذکرۃ الحفاظ ج۱،ص۷۷ (ج۱،ص۸۲) ۴۔سفر السعادۃ، (ج۲،ص۲۱۱،۲۱۲)

۵۔عجلونی نے کشف الخفا، ج۲،ص۴۱۹ پر فیروز آبادی کے جیسی ہی بات لکھی ہے۔

۶۔منہاج السنۃ، ج۲،ص۲۰۷۔ ۷۔میزان الاعتدال، ج۳،ص۱۶۰ (ج۴،ص۹۰ نمبر ۸۴۲۵)

۸۔لسان المیزان، ج۱،ص۳۷۵ (ج۱،ص۴۱۷ نمبر ۱۱۷۲)

جھوٹی حدیثوں کے دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔

یہاں صرف بنام جبرئیل وضع کی گئی سو حدیثوں کا بعض نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ میری امت میں ستر ہزار افراد بے حساب جنت میں جائیں گے۔(۱)

۲۔ اس قبرستان (بقیع) سے ستر ہزار مردے اٹھائے جائیں گے اور بے حساب جنت میں جائیں گے۔(۲)

۳۔ میری امت کے ستر ہزار افراد کا کوئی حساب و کتاب نہ ہوگا جنت میں جائیں گے۔(۳)

۴۔ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار افراد کو بے حساب جنت میں داخل کرے گا۔(۴)

۵۔ خدا حمص کے نوے ہزار افراد کو بے حساب جنت میں داخل کرے گا۔(بزار)

۶۔ میرے بعض اصحاب کی نسل سے عورت و مرد بے حساب جنت میں جائیں گے۔(طبرانی بطریق صحیح)(۵)

۷۔ تم میں سے پچاس ہزار یا ستر ہزار کو دیکھ رہا ہوں کہ بے حساب جنت میں جا رہے ہیں۔(طبرانی)(۶)

۸۔ خدا کس قدر بزرگ و برتر ہے کہ ہر ستر ہزار کے ساتھ ستر ہزار بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔(۷)

۹۔ مجھے عطا کیا گیا ہے کہ ستر ہزار کو بے حساب جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس پر اضافہ کیا گیا

۱۔ صحیح بخاری (ج ۵، ص ۲۳۵۷ حدیث ۶۱۰۷) صحیح مسلم (ج ۱، ص ۲۵۰ حدیث ۳۶۷ کتاب الایمان) مسند احمد (ج ۱، ص ۵۲۹ نمبر ۲۹۴۷) سنن داری (ج ۲، ص ۳۲۸)

۲۔ المعجم الکبیر، (ج ۵، ص ۴۹ حدیث ۴۵۵۶) مجمع الزوائد، ج ۴، ص ۱۳.

۳۔ مسند احمد (ج ۶، ص ۳۷۸ نمبر ۲۱۹۱۲) المعجم الکبیر (ج ۲، ص ۹۲ حدیث ۱۴۱۳)

۴۔ المعجم الکبیر (ج ۵، ص ۴۹ حدیث ۴۵۵۶) ۵۔ المعجم الکبیر (ج ۶، ص ۲۰۱ حدیث ۶۰۰۵)

۶۔ مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۴۱۰. ۷۔ مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۴۰۱.

ہے کہ ہر ایک پر ستر ہزار ساتھ جائیں گے۔(احمد، ابویعلی، مجمع الزوائد)(۱)

۱۰۔حدیث معراج میں ہے: حاملان قرآن سے حساب کتاب نہ ہوگا۔(خزینۃ الاسرار)(۲)

۱۱۔پہلی کھیپ میں میری امت سے ستر ہزار جنت میں جائیں گے۔(تاریخ بغداد)(۳)

۱۲۔حمص وزیتون کے درمیان سے ستر ہزار بغیر حساب محشور ہوں گے۔(مستدرک صحیحین)(۴)

۱۳۔ہر حاجی یا عمرہ کرنے والا مر جائے تو بے حساب جنت میں جائے گا۔(۵)

۱۴۔پشت کوفہ سے ستر ہزار بے حساب جنت میں جائیں گے۔(۶)

۱۵۔اے محمد! ان میں سے ستر ہزار بے حساب وارد بہشت ہوں گے۔(۷)

۱۶۔خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ ستر ہزار اور ان کے ساتھ ستر ہزار بے حساب جنت میں جائیں گے۔(۸)

۱۷۔حدیث عمیر بطور مرفوع: خدا نے مجھے وعدہ کیا ہے کہ تیس ہزار کو بے حساب جنت میں بھیجے گا۔(۹)

مزید سنئے خجندی نے ابوامامۃ سے روایت کی ہے: ابوبکر سے سنا کہ رسولؐ نے فرمایا: سب سے پہلے میں اور تم حساب کے لئے پیش ہوں گے۔ پوچھا: پھر کون؟ کہا: عمر۔ کہا: پھر کون؟ فرمایا: علیؑ۔ پھر پوچھا: عثمان؟ فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی کہ اس کا حساب میری وجہ سے بخش دے خدا نے بخش دیا۔

﴿...فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ...﴾(۱۰)

۱۔مسند احمد، (ج۱،ص۱۲احدیث۲۳) مسند ابی یعلی (ج۱،ص۱۰۴احدیث۱۱۲) مجمع الزوائد، ج۱۰،ص۴۱۲۔۴۰۵۔

۲۔خزینۃ الاسرار،ص۸۸(ص۶۲) ۳۔تاریخ بغداد، ج۲،ص۱۶۰۔

۴۔مستدرک علی الصحیحین ج۳،ص۸۹(ج۳،ص۹۵حدیث۴۵۰۴۔

۵۔تاریخ بغداد، ج۲ص۱۷۰۔ ۶۔تاریخ بغداد، ج۱۲،ص۱۹۰۔

۷۔مسند احمد، ج۱،ص۴۱۸، ۴۵۴(ج۱،ص۶۸۹ حدیث۳۹۵۴، ج۲،ص۳۷حدیث۴۳۲۷)

۸۔مسند احمد، ج۵،ص۳۹۳(ج۶،ص۵۴۴حدیث۲۲۸۲۵)

۹۔مصابیح السنۃ (ج۳،ص۵۵۴حدیث۴۳۴۵) المعجم الکبیر (ج۱۷،ص۶۴ حدیث۱۲۳) الاصابۃ ج۳،ص۳۷، ریاض النضرۃ، ج۱،ص۳۱(ج۱،ص۴۵)

۱۰۔سورۂ انعام، آیت۱۴۴۔

خلافت کے بارے میں جعلی احادیث

ارباب ہوس نے سب سے زیادہ موضوع خلافت ہی کو نشانہ بنایا ہے۔ جھوٹی حدیثیں گڑھی گئیں اور حق پوشی کے لئے انہیں کتابوں میں بھر دیا گیا۔ حالاں کہ تمام فرقے ان احادیث کے مفہوم سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ان حدیثوں کو ماننے کا مطلب ہے کہ تمام امت غلطی پر ہے جب کہ انھیں کے عقیدہ کے مطابق امت غلطی پر اجماع نہیں کرسکتی۔ کیوں کہ امت یا تو نص علیؑ کا عقیدہ رکھتی ہے یا خلافت کو انتخاب اور عدم نص کے مطابق سمجھتی ہے۔ ان نصوص کو ماننے کا مطلب ہے کہ وہ غلطی پر ہیں۔ ان جھوٹی حدیثوں کا نمونہ ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ انس سے مروی ہے: رسول خداؐ ایک باغ میں وارد ہوئے۔ اتنے میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ رسول نے کہا: انس جاؤ آنے والے کو جنت کی بشارت اور میرے بعد خلافت کی بشارت دیدو۔ انس گئے تو دیکھا کہ ابوبکر ہیں۔ انہیں جنت کی اور خلافت کی بشارت دی۔ تھوڑی دیر بعد پھر کنڈی کھٹکھٹائی گئی۔ رسولؐ نے فرمایا: جاکر جنت اور خلافت کی بشارت دیدو۔ جاکر دیکھا تو عمر تھے۔ انہیں جنت وخلافت کی بشارت دی۔ تھوڑی دیر بعد کنڈی کھٹکھٹائی گئی۔ فرمایا: جاکر خلافت اور کشتہ مظلوم ہونے کی بشارت دیدو۔ وہاں عثمان تھے انہیں خلافت اور کشتہ مظلوم ہونے کی بشارت دی۔ عثمان نے رسولؐ سے پوچھا: نہ تو میں نے کبھی آواز بلند کی نہ کسی چیز کی آرزو کی، نہ کبھی داہنے ہاتھ سے شرمگاہ مس کی پھر کیوں قتل کیا جاؤں گا؟ فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔

خطیب اور ذہبی نے اس کو جعلی حدیث کہا ہے۔(۱) ابن حجر نے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو

۱۔ تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۳۹، میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۳۶۷ (ج ۲ ص ۳۱۷، نمبر ۳۹۰۳)۔

عمر خلافت کو شوری پر نہ ٹالتے۔(۱) اس روایت میں عبد الاعلی کو کذاب کہا گیا ہے۔(۲) بکر بن مختار بھی کذاب تھا۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: پھر سقیفہ کی دھینگا مشتی میں اس کو بطور ثبوت کیوں نہ پیش کیا گیا؟ تعجب ہے کہ ابو نعیم اور سیوطی نے دلائل (۴) اور خصائص (۵) میں بغیر تبصرہ کے درج کر دیا ہے۔

۲۔ عائشہ کہتی ہیں کہ میری باری تھی جب رسولؐ خدا لیٹ گئے تو میں نے پوچھا: کیا میں آپ کی معزز بیوی نہیں ہوں؟ رسولؐ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ عائشہ نے کہا: پھر میرے والد کے لئے کوئی حدیث ارشاد فرمایئے۔ رسولؐ نے فرمایا: جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ جب خدا نے ارواح کو خلق کیا تو روح ابو بکر کو اختیار فرمایا، ان کی تخلیق جنت کی مٹی اور آب حیات سے ہوئی۔ ان کے لئے سفید موتی کا قصر ہوگا، خدا ان کا حسنہ ضائع نہ کرے گا اور گناہ کی باز پرس نہ کرے گا۔ اور میں نے اپنی ذات کی طرح ان کی بھی ضمانت لی ہے۔ وہ قبر میں میرے رفیق اور انیس ہوں گے، وہی میرے بعد میرے خلیفہ ہوں گے۔ اے عائشہ! جبرئیل و میکائیل نے اسی بنیاد پر ان کی بیعت کی ہے اور ان کی خلافت کو زیر عرش سفید پرچم کے ساتھ استوار کیا ہے پھر خدا نے فرشتوں سے پوچھا: کیا جس بندے سے میں راضی ہوں تم راضی ہو؟ یہ فخر تمہارے باپ کے لئے کافی ہے۔

خطیب کہتے ہیں کہ اس کے تمام راوی معتبر ہیں صرف شیخ قطان کا نام درمیان میں گڑھ لیا گیا ہے۔ اور ابن بالشاذ جھوٹی حدیثیں گڑھتا تھا۔(۶) ذہبی نے اس حدیث کو جھوٹ کہا ہے۔(۷) عجلونی اور فیروز آبادی نے مشہور ترین جعلی حدیث کہا ہے، اس کا باطل ہونا بالکل واضح ہے۔(۸) سیوطی

۱۔ لسان المیزان ج ۳ ص ۱۹۲، ۱۹۳، (ج ۳ ص ۲۳۴، ۲۳۵ نمبر ۴۲۵۲)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۹۱ (ج ۲ ص ۵۳۱ نمبر ۴۷۳۱)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۶۲ (ج ۱ ص ۳۴۸ نمبر ۱۲۹۵) کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۱۹۵) تذکرۃ الموضوعات ص ۱۵

۴۔ دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۰۱ (ج ۲ ص ۷۰۷ حدیث ۴۸۸)

۵۔ الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲۲ (ج ۲ ص ۲۰۶)

۶۔ تاریخ بغداد ج ۱۴

۷۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۳، ۲۴۶ (ج ۳ ص ۴۸۸ نمبر ۷۶۳، ج ۴ ص ۲۸۲ نمبر ۹۱۴۹)

۸۔ کشف الخفا (ج ۲/ ۴۱۹) سفر السعادۃ (ج ۲ ص ۱۱۲)

بھی اسے جعلی کہتے ہیں۔(۱)

۳۔عائشہ کا بیان ہے کہ مسجد رسولؐ کی پہلی اینٹ رسولؐ نے رکھی پھر ابوبکر، عمر اور عثمان نے رکھی۔ میں نے کہا: یا رسول اللہؐ! آپ دیکھتے نہیں کہ یہ لوگ کس طرح محنت کر رہے ہیں؟ فرمایا: یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ حاکم کہتے ہیں کہ اس کا راوی محمد بن فضل واہیات ہے۔(۲) ذہبی کہتے ہیں کہ صحیح نہیں کیوں کہ عائشہ تو اس وقت تک زوجیت میں نہیں آئی تھیں بہت کمسن تھیں۔ افسوس ہے کہ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۴۔عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے: رسول خداؐ نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہیں، اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو کہ ابوبکر کے بعد عمر خلیفہ ہوں گے اور اعلان کر دو کہ عمر کے بعد عثمان خلیفہ ہوں گے۔

اس روایت کو ابونعیم وخطیب (۳) نے بغیر تبصرے کے نقل کیا ہے۔ ذہبی نے اسے موضوع کہا ہے اس کی سند کی ایک فرد سعید کو جھوٹا کہا ہے۔(۴) اس اعلان کو لوگوں نے سنا کیوں نہیں۔ کیا تمام امت محمدیؐ کے کان بہرے ہو گئے تھے۔

۵۔بطور مرفوع: ابوبکر میری امت پر میرے بعد زمام خلافت سے وابستہ ہیں۔

محمد بن عبد الرحمٰن کذاب نے اس روایت کو گڑھا ہے۔ وہ حدیث ساز بھی تھا۔(۵)

۶۔زبیر بن عوامؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہیں پھر عمر کے بعد اختلاف واقع ہوگا۔ راوی نے علیؑ سے اس خبر کی تصدیق چاہی، علیؑ نے فرمایا: زبیر نے سچ کہا ہے، میں

۱۔اللآلی المصنوعۃ ج ۱ رص ۱۵۶ (ج ۱ر ۲۹۱)

۲۔المستدرک علی الصحیحین ج ۳ رص ۹۷ (ج ۳ رحدیث ۴۵۳۳، اسی صفحے کے حاشیہ پر ذہبی کا نظریہ ہے، تلخیص اصل کتاب کے ساتھ شائع ہوئی ہے اوپر متن کتاب اور حاشیہ پر تلخیص ذہبی ہے)

۳۔تاریخ بغداد ج ۷ رص ۴۲۹

۴۔میزان الاعتدال ج ۱ رص ۳۸۷ (ج ۲ رص ۱۵۰ نمبر ۳۲۳۳) الجرح والتعدیل (ج ۴ رص ۴۵)

۵۔میزان الاعتدال ج ۳ رص ۹۳ (ج ۳ رص ۶۲۷ نمبر ۷۸۶۶) نیز ملاحظہ کیجئے کذاب وجعل ساز محدثین کا سلسلہ نمبر ۵۴۸

نے بھی رسولؐ سے یہ سنا ہے۔

یہ عبدالرحمٰن بن عمر بن جبلہ کی گڑھی ہوئی ہے۔(۱) اگر علیؑ نے سنا تھا تو شوریٰ میں دعویدار خلافت کیوں ہوئے۔ پھر یہ کہ زبیر نے حکم رسولؐ سن کر بھی ابوبکر کی مخالفت کی وہ تو تلوار بھانج رہے تھے کہ جب تک علیؑ کی بیعت نہ ہوگی تلوار نیام میں نہ رکھوں گا۔

۷۔ بطور مرفوع ارشاد رسولؐ ہے: جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ ابوبکر زمانۂ حیات میں تمہارے وزیر اور بعد وفات تمہارے خلیفہ ہیں۔

یہ حدیث ابوہارون اسماعیل بن محمد فلسطینی کی بنائی ہوئی ہے، ذہبی کہتے ہیں ابوہارون کذاب ہے۔(۲)

واہ! رسول کو حکم خدا ہوا اور مکے و مدینے والوں کو خبر نہ ہو سکی، ایک فلسطین کے آدمی نے اس کی خبر نشر کی!!!۔

۸۔ ابوسعید خدری سے بطور مرفوع حدیث معراج ہے: میں نے عرض کی: خدایا! میرے بعد علیؑ کو خلیفہ بنا دے؟

آسمان لرز رہا تھا اور فرشتے چلانے لگے: اے محمدؐ! پڑھو" و ما تشاؤن الا ان یشاء الله " خدا ابوبکر کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے۔

یوسف بن جعفر کی گڑھی ہوئی حدیث ہے۔ ذہبی و جوزجانی وغیرہ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔(۳)

۹۔ حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے: اے علیؑ! میں نے تین بار خدا سے دعا کی کہ تمہیں خلافت میں مقدم کر دے مگر خدا نے ابوبکر ہی کو مقدم رکھا۔

۱۔ میزام الاعتدال ج ۱ ص ۱۲۷ (ج ۱ ص ۳۱۵ نمبر ۱۱۹۱)۔

۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۱۴ (ج ۱ ص ۲۲۷ نمبر ۹۳۵)۔

۳۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۲۹ (ج ۴ ص ۴۶۳ نمبر ۹۸۶۰) اللئالی المصنوعۃ ج ۱ ص ۱۵۶، (ج ۱ ص ۳۰۱)۔

بلا تبصرہ خطیب نے اس کو نقل کیا ہے۔(۱) ذہبی نے اس کو ابو حنیفہ سے نقل کر کے کہا ہے کہ علی بن حسین کلبی کی آفت ہے جو کذاب تھا۔(۲) اس باطل حدیث کی چھتاڑ ابن حجر نے بھی مچائی ہے۔(۳)

تبصرہ:

اس حدیث ساز سے پوچھا جاسکتا ہے کہ بالفرض جب خلافت کسی شخص میں منحصر نہیں تھی تو خدا سے بلا وجہ رسولؐ نے سوال کیوں کیا؟ رسول کو تو بجائے علیؑ کے یہ پوچھنا چاہیئے تھا کہ کسے خلیفہ بنائے گا نہ کہ رسولؐ ایسا سوال کریں کہ آسمان کو لرزہ ہو جائے۔ کیا رسولؐ اس قدر پست تھا کہ مہمل سوالات خدا سے کرتا تھا؟

پھر یہ کہ علم رسولؐ یہاں ملائکہ کے علم سے بھی کم ہو گیا، آخر رسولؐ سے علم ملائکہ کے مقدم ہونے کی وجہ کیا ہے؟ چھوڑیئے اس کو آخر رسول علیؑ کے متعلق کیوں مصر تھے اور خدا ابو بکر کے لئے بضد کیوں تھا؟ میرا خیال ہے کہ حدیث گڑھنے والوں کے پاس قطعی جواب نہ ہوگا، لطف یہ کہ محدثین اسے نقل کر کے لطیف و عالی سند سے متصف کرتے ہیں۔(۴)

۱۰۔ خطیب نے ابراہیم، ہارون مستملی، عبداللہ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ کی خدمت میں گھوڑا لایا گیا، آپ اس پر سوار ہوئے اور فرمایا کہ اس پر اب وہ سوار ہوگا جو میرے بعد خلیفہ ہوگا، پھر ابو بکر صدیق اس پر سوار ہوئے۔(۵)

دیکھئے تو خطیب اس گھوڑے سے کس قدر خائف ہیں، انہیں اس سند کے عیوب سے چشم پوشی پر مزہ آرہا ہے۔ اس میں ابراہیم مجہول و گمنام ہے،(۶) ہارون کی حدیث بقول ابو نعیم کوڑے خانے نے کے

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۱۳

۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۲ (ج ۳ ص ۱۲۲ نمبر ۵۸۱۵)

۳۔ الفتاوی الحدیثیہ، ص ۱۲۶ (۱۷۲)

۴۔ الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۵۰، (ج ۱ ص ۱۸۸)

۵۔ تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۴

۶۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱ ص ۲۶۰ نمبر ۹۲)

قابل ہے، یعلی کذاب ہے، (۱) عبد اللہ کو ذہبی مجہول کہتے ہیں، (۲) ابن حجر اور سیوطی نے بھی اس کو موضوع اور ضعیف کہا ہے۔ (۳)

۱۱: جابر سے بطور مرفوع: رسولؐ نے فرمایا: ابوبکر میرے بعد وزیر و خلیفہ ہیں، عمر میرے دوست اور عثمان مجھ سے ہے اور میں عثمان سے ہوں، علیؑ میرے بھائی اور صاحب لواء ہیں۔ (۴) کنز العمال میں ہے کہ ابوبکر میرے وزیر، عمر میرے ترجمان اور عثمان مجھ سے ہے، میں اس سے ہوں۔

یہ حدیث کادح بن رحمۃ کی گڑھی ہوئی ہے جو کذاب اور اس کی تمام احادیث مہمل ہیں، (حاکم، ابونعیم، ذہبی) (۵)

۱۲۔ ابن عساکر عبد الرحمٰن بن ابی بکر سے اخراج کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: مجھے قلم و دوات لا کر دو تا کہ ایسی تحریر لکھ دوں کہ اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ پھر فرمایا: خدا و مومنین ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہ کریں گے۔ (۶)

۱۳۔ عائشہ سے مروی ہے مجھ سے رسول اکرمؐ نے مرض الموت میں فرمایا: اپنے بھائی اور باپ کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میں ایک تحریر لکھ دوں، کیوں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی خلافت کا طلب گار اپنا مطالبہ پیش کرتے ہوئے کہے کہ میں زیادہ حقدار ہوں اور خدا و مومنین ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہ کریں گے۔

مسلم، احمد اور دوسروں کے فقرے ہیں کہ مجھ سے رسول خداؐ نے مرض الموت میں فرمایا:

اپنے باپ ابوبکر اور بھائی عبد الرحمٰن کو میرے پاس بلالاؤ تا کہ ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد کوئی

۱۔ ملاحظہ کیجئے کذاب وجعل ساز محدثین کا سلسلہ نمبر ۶۷۹

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۲ رص ۴۰۰ رنمبر ۴۴۴۲، الجرح والتعدیل ج ۵ رص ۲۱

۳۔ الاصابۃ ج ۲ رص ۲۸۸، اللآلی المصنوعۃ ج ۱ رص ۱۵۶ (ج ۱ رص ۳۰۱)

۴۔ کنز العمال ج ۶ رص ۱۶۰ (ج ۱۱ رص ۶۲۸ رحدیث ۳۳۰۶۳)

۵۔ میزان الاعتدال (ج ۳ رص ۳۹۹ رنمبر ۶۹۲۷) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶ رص ۸۳ رنمبر ۱۶۱۹) لسان المیزان ج ۴ ر ص ۴۸۱، (ج ۴ رص ۵۶۷ رنمبر ۶۷۲۵)

۶۔ مستدرک علی الصحیحین (ج ۳ رص ۵۴۲ رحدیث ۶۰۱۶) کنز العمال ج ۶ رص ۱۳۹، (ج ۱۱ رص ۵۵۰ رحدیث ۳۲۵۸۳)

اختلاف باقی نہ رہ جائے پھر فرمایا: خدا کی پناہ کہ مومنوں کے درمیان خلافت ابوبکر کے بارے میں کوئی اختلاف ہو۔(۱)

ایک روایت عبداللہ بن احمد کی ہے جس کے الفاظ ہیں: خدا اور مومنین کو خلافت ابوبکر کے بارے میں اختلاف سے انکار ہے۔(۲)

۱۴۔ عائشہ سے بطور مرفوع روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ کسی کو ابوبکر اور ان کے صاحبزادے (عبدالرحمٰن) کے پاس بھیج کر بلواؤں اور استوار عہد کروں (وصیت خلافت کروں) تا کہ اختلاف کرنے والوں کا منھ بند ہو جائے کہ ان سے زیادہ حقدار موجود ہیں یا کوئی خلافت کا متمنی خلافت کی تمنا کرے پھر میں نے کہا: خدا اس میں اختلاف نہ ہونے دیگا اور مومنین دفاع کریں گے یا مومنین اس میں اختلاف نہ ہونے دیں گے اور خدا اس کا دفاع کرے گا۔

اس حدیث کو صنعانی نے مشارق الانوار میں بحوالہ بخاری (۳) نقل کیا ہے پھر حاشیہ میں لکھا ہے کہ میں نے اسے صحیح بخاری میں نہیں پایا پس مراجعہ کیا جائے۔ پھر بین القوسین میں اس کی شرح کی گئی ہے۔(۴) ابن حزم نے فصل میں نقل کر کے کہا ہے کہ خلافت ابوبکر کی یہ نص صریح ہے۔(۵)

یہ حدیث، حدیث قرطاس کی مسخ شدہ صورت میں پیش کی گئی ہے اور اس کا چربہ اتارا گیا ہے جسے اکثر صحیح احادیث بیان کرتی ہیں، مسانید میں اس کا تذکرہ ہے جس میں رسولؐ پر ہذیان کا الزام لگایا گیا اور مرض کا بہانہ کیا گیا۔

ابن ابی الحدید بھی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث قرطاس کا چربہ ہے۔(۶)

۱۔ صحیح مسلم (ج ۵ ص ۱۰ / حدیث ۱۱ / کتاب فضائل الصحابۃ) مسند احمد (ج ۷ / ص ۱۵۳ / حدیث ۲۴۲۳۰)۔

۲۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۳ شرح مشارق الانوار ج ۲ / ص ۲۵۸۔

۳۔ صحیح بخاری (ج ۵ / ص ۲۱۴۵ / حدیث ۵۳۴۲)۔

۴۔ شرح مشارق الانوار ج ۲ / ص ۹۰۔

۵۔ الفصل ج ۴ / ص ۱۰۸۔

۶۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳ / ص ۱۷ (ج ۱۱ / ص ۴۹ / خطبہ ۲۰۳)۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ رسول کا استعاذہ یا تو مومنین کے عدم اختلاف سے منع کیا گیا ہے اگر خبر ہے تو جھوٹ ہے کیوں کہ بنی ہاشم اور بنی خزرج کے اکثر افراد و دیگر صحابہ نے اختلاف کیا بعد میں تشدد پسندی کے ڈر سے بیعت کی گئی لیکن خزرجیوں کا کینہ باقی رہ گیا اور شیعوں کو تو قیامت تک اختلاف رہے گا۔ اور اکثر رسولؐ نے منع کیا تھا تو تمام وہ صحابہ اور مومنین فاسق ہو گئے جنہوں نے خلافت ابو بکر کی مخالفت کی پھر **الصحابی کلھم عدول** کا نظریہ غلط ہو جائے گا بہر حال یہ حدیث صحیح نہیں رہ جاتی۔ پھر یہ کہ خود عائشہ سے پوچھا جا سکتا ہے کہ انہوں نے سقیفہ میں یہ حدیث رسولؐ کیوں نہ پیش کی جب تمام صحابہ مخالفت کر رہے تھے۔ شاید وہ جواب دیں کہ رسولؐ نے یہ حدیث نہیں فرمائی بلکہ بعد کے دجالوں نے یہ حدیث گڑھ لی ہے۔

۱۵۔ عائشہ سے مروی ہے: میرے بعد ائمہ خلافت ابو بکر و عمر ہیں۔

ذہبی کے نزدیک یہ حدیث باطل ہے، علی بن صلح انماطی حدیث سازی میں بدنام تھا۔ (۱)

تعجب ہے کہ یہ نص صریح سقیفہ میں عائشہ نے کیوں نہ پیش کی شاید انھیں ڈر تھا کہ تمام صحابہ ان کی عیاری اور مکاری کا پردہ فاش کر دیں گے۔

۱۶۔ عبد اللہ بن عمر سے بطور مرفوع: میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے: ابو بکر تھوڑے دن رہیں گے پھر عمر عرب میں ہنگامہ اٹھا کے بہترین زندگی گذاریں گے اور شہید ہوں گے اور عثمان! تم سے لوگ کہیں گے کہ خدا نے جو خلافت کا لباس پہنایا ہے اسے اتار دو۔ بخدا! اگر تم نے وہ لباس اتار دیا تو تمہارا جنت میں جانا ایسا ہی ہو جائے گا جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں جانا۔

اس کا راوی عبد اللہ بن صالح ہے جو کذاب تھا (بیہقی (۲) ابن کثیر) اور ربیعہ بن سیف ہے بخاری اسے منکر سمجھتے ہیں۔ (۳) ذہبی اس کو یحییٰ بن معین سے نقل کر کے تعجب کرتے ہیں کہ ایسا مقدس آدمی ایسی جھوٹی حدیث کیسے لکھ دیتا ہے اور پھر کوئی تبصرہ بھی نہیں کرتا۔ اس میں ربیعہ راوی ہے جو مہمل اور حیرتناک روایتیں بیان کرتا تھا۔ (۴)

۱۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۷ (ج ۳ ص ۱۳۳ نمبر ۵۸۶۵)

۲۔ دلائل النبوۃ (ج ۶ ص ۳۹۲) البدایۃ والنھایۃ ج ۶ ص ۲۰۶ (ج ۶ ص ۲۳۰)

۳۔ التاریخ الکبیر (مجلد ۳ ص ۲۹۰) ۴۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۸ (ج ۲ ص ۴۴۳ نمبر ۴۳۸۳)

۱۷۔ابن عباس سے ''و اذا سر النبی الیٰ بعض ازواجه '' کی تفسیر مروی ہے کہ رسولؐ نے حفصہ سے راز کی بات کہی کہ ابوبکر میرے بعد ولی امر ہوں گے اوران کے بعد عمر ہوں گے انھوں نے عائشہ کو اس کی خبر دی۔(۱)

نزھۃ المجالس میں ہے کہ رسولؐ نے نہ بیان کرنے کی تاکید کی تھی۔(۲) ذہبی نے عائشہ سے اس آیت کے ذیل میں روایت نقل کی ہے کہ رسولؐ نے عائشہ سے راز کی بات کہی تھی کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ روایت خالد بن اسماعیل مخزومی کی بنائی ہوئی ہے جو کذاب تھا۔(۳)

۱۸۔ابن عباس سے مروی ہے: جب سورۂ نصر نازل ہوا تو عباس، علیؑ کے پاس آئے اور کہا: اٹھو، چل کے رسولؐ سے پوچھیں کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہے؟ دونوں نے رسولؐ سے پوچھا تو فرمایا: اے عباس! اے رسولؐ کے چچا! بے شک خدا نے ابوبکر کو میرے بعد دین خدا اور وحی کا محافظ اور خلیفہ مقرر کیا ہے۔اس لئے ان کی بات سن کر اطاعت کرو تا کہ فلاح پاؤ۔عباس کہتے ہیں کہ لوگوں نے اطاعت کی اور فلاح پائی۔

ایک دوسری روایت کا فقرہ ہے: اے چچا! خدا نے ابوبکر کو اپنے دین اور وحی کے سلسلے میں میرا خلیفہ قرار دیا ہے اس لئے ان کی اطاعت کرو تا کہ ہدایت پاؤ ان کی پیروی کرو تا کہ راہ راست سے بہرہ مند ہوسکو۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اس لئے راہ راست سے بہرہ مند ہوئے۔ یہ روایت تاریخ خطیب (۴) میں بغیر کسی تنقید سند کے نقل ہے ان کے سلسلہ سند میں عمر بن ابراہیم بن خالد ہے جو کذاب تھا۔علاوہ اس کے سیوطی (۵) نے لکھا ہے کہ خطیب نے عمر کو کذاب کہا ہے لیکن موجودہ تاریخ خطیب کے نسخے میں ناشروں نے بددیانتی کرتے ہوئے اس کے کذاب ہونے کی بات اڑادی

۱۔انساب الاشراف (ج۱رص۴۲۴رنمبر۸۸۷) ۲۔نزھۃ المجالس ج۲رص۱۹۴

۳۔میزان الاعتدال ج۱رص۲۹۴،(ج۱رص۶۲۷رنمبر۲۴۰۴)

۴۔تاریخ بغداد ج۱۱رص۲۹۴

۵۔اللآلی المصنوعۃ ج۱رص۱۵۲،(ج۱رص۲۹۴)

ہے۔ ذہبی نے میزان میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: افسوس ناک بات یہ ہے کہ عباس نے یہ نص رسولؐ سے سنی اور ابن عباس نے خلافت شیخین کو قرآن میں بھی تلاش کرلیا اور قسم کھا کھا کے لوگوں سے بیان کیا لیکن دونوں نے خلافت شیخین کی مخالفت کی۔ انہوں نے بیعت ابوبکر سے انکار کیوں کیا؟ (۲) پھر یہ کہ عباس نے علیؑ کو رسولؐ کے پاس چلنے کو کہا اور علیؑ نے کہا بھی کہ میں نے رسولؐ سے پوچھا تھا انہوں نے ابوبکر کی خلافت کا اعلان کیا ہے لیکن پھر علیؑ نے بعد رسولؐ بیعت کیوں نہ کی؟ علیؑ تو فرماتے ہیں کہ میرے سوا اس کا کوئی حقدار نہیں۔ (۳)

طبقات ابن سعد کی روایت ہے کہ عباس نے کہا: اے علیؑ! اٹھو تا کہ ہمارے ساتھ جو لوگ موجود ہیں تمہاری بیعت کریں اور ہمارے گھر والے بھی بیعت کرلیں کیوں کہ یہ معاملہ ابھی ہمارے اختیار میں ہے۔ علیؑ نے فرمایا: کیا میرے علاوہ بھی کوئی اس کی طمع کرتا ہے؟ عباس نے کہا: بخدا! میرا گمان ہے کہ ایسا ہوگا۔ (۴)

۱۹۔ ابوہریرہ سے مروی ہے: ایک دن جبرئیل رسول خداؐ کی خدمت میں تھے، ابوبکر ان کے پاس سے گذرے تو رسول خداؐ نے فرمایا: یہ ابوبکر ہیں انہیں پہچانتے ہو۔ جبرئیل نے کہا: ہاں! وہ آسمان میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں، فرشتے انہیں حلیم قریش کے نام سے جانتے ہیں، یہ آپ کی زندگی میں آپ کے وزیر اور بعد موت آپ کے خلیفہ ہوں گے۔

ابن حبان نے اسے بطریق اسماعیل بن محمد یوسف نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ حدیث چور تھا۔ اس کی حدیثوں سے احتجاج کرنا صحیح نہیں۔ (۵) ابن طاہر کہتے ہیں وہ کذاب تھا، ابو العباس یشکری اور سیوطی اس کو کذاب و دجال کہتے ہیں۔ (۶)

۱۔ میزان الاعتدال ج۲ رص ۲۴۹، (ج۳ رص ۱۸۰ رنمبر ۶۰۴۴)

۲۔ العقد الفرید ج۲ رص ۵۰، (ج۴ رص ۸۷)، الریاض النضرہ ج۱ رص ۱۶۷، (ج۱ رص ۲۰۷)، السیرۃ حلبیہ ج۳ رص ۳۸۵، (ج۳ رص ۳۵۶)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ رص ۵، (ج۱ رص ۱۲)

۴۔ الطبقات الکبریٰ ص ۶۶۷، (ج۲ رص ۲۴۶)

۵۔ کتاب المجروحین ج۱ رص ۱۳۰

۶۔ اللآلی المصنوعۃ ج۱ رص ۱۵۲، (ج۱ رص ۲۹۵)

۲۰۔ابن عساکر(۱) نے ابو بکر سے روایت کی ہے کہ میں عمر کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے پاس بہت سے لوگ کھانا کھا رہے تھے۔عمر نے دسترخوان کے آخری سرے پر بیٹھے آدمی سے پوچھا: تم نے گذشتہ آسمانی صحیفوں میں خلافت کے بارے میں کیا دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا: خلیفہ رسولؐ صدیق ہوگا۔

سیوطی نے اس کو خصائص الکبریٰ میں نقل کر کے اس کو آسمانی صحیفوں میں خلافت ابو بکر کے اثبات کے عنوان سے پیش کیا ہے۔(۲)

اول تو اس کی سند صحیح نہیں پھر کمزوری اس طرح واضح ہے کہ یہ مرسل ہے اگر صحیح مان بھی لیں تو یہ ثبوت تلاش کرنا پڑے گا کہ ابو بکر کو یا خدا نے صدیق کہا ہو یا رسولؐ نے لیکن انہیں تو امت نے صدیق کا لقب دیدیا تھا امت کے لقب اور حقیقت واقع میں بڑا فرق ہے۔آسمانی صحیفوں میں تو یہ کہا گیا ہے کہ صدیق ہی رسول کا جانشین ہوگا ابو بکر صدیق نہیں تھے۔پھر یہ کہ رسولؐ نے اپنے بعد دو گرانقدر چیزیں چھوڑیں ان میں بھی ابو بکر نہیں ہیں۔علیؑ کے لئے تو صحیح حدیث رسولؐ ہے کہ تم میرے بعد میرے خلیفہ و وصی ہو۔ترجمان وحی کے اس ارشاد کے بعد کسی دوسری ملت کی گنجائش ہی کہاں رہ جاتی ہے علاوہ اس کے میں نے بے شمار حوالوں کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اس امت کے صدیق علیؑ ہیں۔رسولؐ نے انہیں کے لئے فرمایا ہے کہ تم تین صدیقوں میں ایک اور صدیق اکبر ہو۔خود حضرت علیؑ نے بھی کہا ہے کہ میرے علاوہ جو بھی صدیق ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے۔(۳)

۲۱۔محمد بن زبیر کہتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبد العزیز نے حسن بصری کے پاس کچھ مسائل دریافت

۱۔تاریخ ابن عساکر ج ۳ رص ۲۹۶ رنمبر ۳۳۹۸

۲۔الخصائص الکبریٰ ج ۱ رص ۳۰،(ج ۱ رص ۵۲)

۳۔الریاض النضرۃ (ج ۳ رص ۹۴،۹۵)،احمد کی مناقب ص ۱۳۱،حدیث ۱۹۴،ابو نعیم کی معرفۃ الصحابۃ (ج ۱ رص ۳۰۲) تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ رص ۱۳۱)،کفایۃ الطالب ص ۴۷،(ص ۱۲۴،باب ۲۴) کنز العمال ج ۶ رص ۱۵۲ (ج ۱۱ رص ۶۰۱ رحدیث ۳۲۸۹۷)،الصواعق المحرقۃ ص ۴۷ (ص ۱۲۵) المعجم الکبیر (ج ۶ رص ۲۶۹ رحدیث ۶۱۸۴)،مجمع الزوائد ج ۹ رص ۱۰۲،فرائد السمطین باب ۲۴ (ج ۱ رص ۱۴۰ رحدیث ۱۰۲،۱۰۳) المواقف ج ۳ رص ۲۷۶،(۴۰۹) نزھۃ المجالس ج ۲ رص ۲۰۵

کرنے کے لئے بھیجا، اسی درمیان میں نے ان سے کہا کہ لوگوں نے خلافت کے بارے میں جو اختلاف کر رکھا ہے اس کے بارے میں مجھے شفا بخشئے اور فرمایئے کہ کیا رسول خداؐ نے ابوبکر کو خلیفہ نامزد کیا تھا؟

حسن بصری سیدھے ہو کر بیٹھے اور کہا: او بن باپ کے! کیا اس بارے میں کوئی اختلاف بھی ہے؟ قسم اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں رسولؐ نے انہیں اپنا جانشین قرار دیا اور قطعی طور سے وہ دانا ترین اور پرہیزگارترین تھے کہ مرجائیں اور کسی کو خلیفہ نامزد نہ کریں، وہ سب سے زیادہ اس بارے میں خائف تھے۔

ابن قتیبہ نے الامامۃ والسیاسۃ میں اسے نقل کیا ہے ان کے فقرے میں خلیفہ کے بجائے امیر کا لفظ ہے، ابن حجر نے صواعق میں بھی نقل کیا ہے۔(۱)

ذرا دیکھئے تو یہ زاہد خشک کس طرح قسم کھا کے ایسی بات کہہ رہا ہے جس کا انکار خود ابوبکر و عمر کو ہے، عائشہ و علیؑ کو بھی انکار ہے۔ عامہ و خاصہ نے واضح طور سے کہا ہے کہ ابوبکر نے مرض الموت میں کہا ہے کہ اے کاش! میں رسولؐ سے پوچھ لیتا کہ کسے خلیفہ نامزد کر رہے ہیں تا کہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہتا۔

اس بنیاد پر حسن بصری نے جو بات بتائی وہ شفا نہیں بلکہ مرض ہے۔

۲۲۔ ابن حبان، سفینہ سے نقل کرتے ہیں:

جب رسولؐ نے مسجد النبی کی بنیاد رکھی تو ابوبکر سے کہا: میری اینٹ کے بغل میں تم بھی اینٹ رکھو پھر عمر سے کہا: ابوبکر کے بغل میں اینٹ رکھو پھر عثمان سے کہا: عمر کے بغل میں اینٹ رکھو پھر فرمایا: یہی تینوں میرے بعد میرے جانشین ہیں۔

ابن حجر کی صواعق، حاکم کی مستدرک اور بیہقی کی کتاب دلایل میں اس کو صحیح کہا گیا ہے۔ ابن کثیر نے بھی اسے نقل کیا ہے۔(۲) کاش ابن حجر نے اس کے اسناد بھی نقل کئے ہوتے تا کہ نعیم بن حماد جیسوں

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ص۴ (ج۱ ص۱۰) الصواعق المحرقۃ ص۱۵ (ص۲۶)۔

۲۔ الصواعق المحرقۃ ص۱۴ (۲۴) المستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۱۳، (ج۳ ص۱۴ حدیث ۴۴۸۴)، دلائل النبوۃ (ج۲ ص۵۵۳) البدایۃ والنھایۃ ج۶ ص۲۰۴، (ج۶ ص۲۲۷)۔

کے کذاب ہونے کا پردہ فاش ہوتا جن لوگوں نے اسے صحیح کہا ہے وہ اس بات کو نظر انداز کر بیٹھے کہ خود ابوبکر، عمر و عائشہ وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ رسولؐ نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا حالاں کہ ذہبی نے اس روایت کو باطل کہا ہے۔(۱) کیا اس روایت سے سقیفہ والوں کی بنیاد متزلزل نہیں ہوتی؟

۲۳۔ عبداللہ بن عمر سے بطور مرفوع: میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی کرو۔

عقیلی نے اسے منکر و بے بنیاد کہا ہے۔(۲) دار قطنی کہتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ غلط باتوں کی روایت کرتا تھا یہ روایت ثابت نہیں، ابن حبان کہتے ہیں کہ اس روایت سے احتجاج کرنا صحیح نہیں۔(۳)

۲۴۔ حسن بن صالح قیسرانی نے اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں نے یموت بن مزرع سے پوچھا: اے استاد یہ کیسے ہوا کہ رسولؐ نے علیؑ کو خلیفہ نہیں بنایا اور ابوبکر کو خلیفہ بنا دیا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے یہی سوال جاحظ سے پوچھا تھا انہوں نے جواب دیا تھا کہ میں نے یہ سوال نظام سے پوچھا تھا تو انہوں نے کہا کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے ﴿وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات یستخلفنھم﴾ ''خدا نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے کہ ان کو ایک نہ ایک دن روئے زمین پر ضرور اپنا خلیفہ بنائے گا'' اور جبرئیل نازل ہو کر وحی کے علاوہ بھی رسولؐ سے اسی طرح کی باتیں کرتے تھے جس طرح عام لوگ آپس میں باتیں کرتے ہیں۔

رسول خداؐ نے ان سے پوچھا: اے جبرئیل! خدا نے جن لوگوں کو خلیفہ بنایا ہے وہ کون لوگ ہیں؟

جبریل نے کہا: وہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علیؑ ہیں۔ ابوبکر صرف دو سال عمر کی خلافت سے پہلے زندہ رہے پس اگر رسولؐ نے علیؑ کو خلیفہ بنا دیا ہوتا تو یہ تینوں حضرات خلافت سے فائدہ نہ اٹھا پاتے لیکن چوں کہ خدا کو ان لوگوں کی عمروں کا پتہ تھا اس لئے اسی انداز سے ترتیب خلافت قرار دی کہ سبھی اس سے بہرہ مند ہو سکیں اور خدا کا وعدہ اس سلسلے میں درست ہو جائے۔(۴)

۱۔ ملاحظہ کیجئے کذاب و جعل ساز محدثین کا سلسلہ نمبر ۶۳۹۔

۲۔ الضعفاء الکبیر (ج ۴ ص ۹۵ نمبر ۱۶۴۹)۔

۳۔ کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۲۸۲)، لسان المیزان ج ۵ ص ۲۳۷، (ج ۵ ص ۲۶۸ نمبر ۷۶۱۱)۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۱۸۶، (ج ۱۳ ص ۱۱۵ نمبر ۱۳۴۷)۔

اگر جبرئیل کے قول کے مطابق جیسا کہ روایات میں ہے اور رسولؐ نے امت کی احتیاج کے بطور اسے ابلاغ بھی فرمایا تھا تو تمام مسلمانوں کو کیوں نہ معلوم ہوا؟ خود امیر المومنینؑ، ابن عباس، ابوبکر و عمر اور عائشہ پر بھی یہ بات مخفی رہ گئی۔ سقیفہ میں احتجاج کے وقت کسی نے یہ بات نہیں کہی۔

ذرا بنیادی حیثیت سے سوچئے کہ خلافت کا معیار نص ہے یا اجماع ہے؟ صرف شیعہ ہی نص کے قائل ہیں۔ خود عمر نے کہا کہ اگر میں نے خلیفہ نہیں بنایا تو رسولؐ نے بھی تو نہیں بنایا تھا۔

مزید یہ کہ جن لوگوں نے بیعت ابوبکر سے اختلاف کیا وہ کیا عادل رہ جائیں گے؟ بقول ابن حزم: کیا قاتلین عثمان اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یا ان پر قاعدۂ استصحاب جاری ہوگا؟ ان میں صاحبان عصمت بھی ہیں اور کبار صحابہ ہیں کیا ان سب کے متعلق اجتھادی تاویل کی جائے گی؟

ایسے بہت سے جھول ہیں ان سب کو نظر انداز کر کے سوچئے کہ خود نظام کے متعلق ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ یہ کمینہ ترین بدکار تھا۔(۱) ان کے شاگرد جاحظ کا حال جھوٹے راویوں کے ذیل میں گذر چکا۔(۲)

۲۵۔ عمر بن شعیب (ذریت عمرو عاص) اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب جنگ خیبر کی بھٹی گرم تھی رسولؐ سے عرض کیا گیا کہ جنگ اپنے شباب پر ہے ایسے میں اگر کوئی واقعہ رونما ہو جائے تو اپنے گرامی ترین صحابی کا نام بتا دیجئے تاکہ اس کا انتخاب کر لیا جائے رسولؐ نے فرمایا: ابوبکر میرے وزیر ہیں جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے، عمر میرے ترجمان ہیں اور عثمان مجھ سے ہے اور میں عثمان سے ہوں، علیؑ میرے بھائی اور قیامت میں میرے رفیق ہوں گے۔

ذہبی نے یہ روایت عقیلی سے لی ہے اور کہا ہے کہ شیخ جاہل نے یہ حدیث گڑھی ہے ''یعنی سلیمان بن شعیب بن شیث مصری''۔(۳)

خطیب نے (۴) اس واقعہ کو جنگ حنین سے منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سوال جندب بن عبد

۱۔ تاویل مختلف الحدیث (ص ۴۶) لسان المیزان ج ۱ رص ۶۷ (ج ۱ رص ۵۹ رنمبر ۱۷۴)۔

۲۔ ملاحظہ کیجئے کذاب وجعل ساز محدثین کا سلسلہ نمبر ۴۲۷

۳۔ میزان الاعتدال (ج ۲ رص ۲۱۱ رنمبر ۳۴۷۷)، الضعفاء الکبیر (ج ۲ رص ۱۳۰ رنمبر ۶۱۵)۔

۴۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳ رص ۲۶۱۔

اللہ نے کیا تھا۔اس روایت کے رجال میں علی بن حماد کو دار قطنی متروک الحدیث کہتے ہیں۔

مجاعہ کو کذاب اور ابن لہیعہ کو ابن مہدی متروک کہتے ہیں۔عمرو بن شعیب کے متعلق ابو داؤد نے کہا ہے کہ اس سے اور اس کے باپ دادا سے روایت کرنا صحیح نہیں ہے۔

شاید اسی لئے خطیب نے سکوت کیا تھا کہ کسی پر اس کی سند و متن کا بطلان پوشیدہ نہیں ہے۔

۲۶۔انس سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: اے عثمان! تم میرے بعد مسلمانوں کے حکمراں ہو گے لیکن منافقوں کی ٹولی گھیراؤ کر کے اس سے معزول کرنا چاہے گی لیکن تم دستبردار نہ ہونا اس دن روزہ رکھ لینا تاکہ میرے ساتھ افطار کرو۔

ذہبی نے اس کو خالد بن محمد سے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ عجیب وغریب باتیں بیان کرتا ہے۔(۱) ابن حبان کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج کرنا صحیح نہیں۔(۲) ابو حاتم کے نزدیک اس کی روایت قوی نہیں ہوتی۔(۳)

ابو ہریرہ سے حدیث رسولؐ مروی ہے کہ آپ نے حفصہ سے فرمایا: کیا میں بشارت دوں کہ میرے بعد ابو بکر حکمراں ہوں گے پھر تیرے باپ عمر ہوں گے ،اس راز کو چھپائے رکھنا۔لیکن وہ باہر نکلیں اور عائشہ سے کہا: کیا میں تمہیں بشارت دوں؟ عائشہ نے کہا: کس بات کی؟ پھر حفصہ نے ارشاد رسولؐ نقل کیا اور کہا کہ اس راز کو پنہاں رکھنے کا حکم رسولؐ ہے۔اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، ﴿یا ایھا النبی لِمَ تُحرّم ما احَلّ اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک﴾ ''اے نبی! جسے خدا نے حلال کیا ہے اسے اپنے اوپر کیوں حرام قرار دیتے ہو کیا اپنی بیویوں کی خوشنودی کے طلب گار ہو''۔

ماوردی نے بطور مرسل نقل کیا ہے(۴) اور عقیلی نے موسیٰ بن جعفر انصاری سے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ گمنام ہے اس کی حدیثیں صحیح نہیں ہوتیں۔(۵) ذہبی نے بھی اس کو ضعیف راوی قرار دیا ہے پھر

۱۔میزان الاعتدال ج۱رص۳۰۰ (ج۱رص۶۳۹رنمبر۲۴۵۹)

۲۔کتاب المجروحین (ج۱رص۲۸۴)

۳۔لسان المیزان ج۲رص۷۴۹، (ج۷رص۴۶۹رنمبر۵۴۵۴)

۴۔اعلام النبوۃ ص۸۱ (ص۱۳۵)

۵۔الضعفاء الکبیر (ج۴رص۱۵۵رنمبر۱۷۴۴)

کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے(۱) اور متن حدیث سے زیادہ سند حدیث مہمل ہے کیوں کہ اگر ولایت کا حکم خدا کا تھا تو نبیؐ پر اظہار لازم تھا تا کہ امت اس کی پیروی کر کے سعادت سے بہرہ مند ہو، چھپانے سے امت کی سرگشتگی لازم آتی ہے اور اگر غیر مشروع بات تھی تو ابوبکر وعمر کو روکنا رسولؐ کے لئے لازم تھا ،حقیقت حال بیان کرنا ہی تقاضائے وقت تھا۔

اگر یہ روایت صحیح ہے تو رسولؐ نے ایک ایسی حکومت کی اطلاع دی تھی کہ جو قہر وغلبہ سے حاصل ہونے والی تھی ایسے میں لفظ بشارت کا کوئی محل نہیں آپ نے غیب کی خبر دی کہ میرے بعد ناجائز طریقے سے ابوبکر وعمر حکمراں ہو جائیں گے اس لئے حفصہ وعائشہ کی باچھیں کھل گئیں۔

۲۸۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے (اپنے آباواجداد کرام کی سند سے): جس رات فاطمہ سلام اللہ علیہا نے وفات کی، ابوبکر وعمر ایک گروہ کے ساتھ آئے۔ ابوبکر نے علیؑ سے کہا: آگے بڑھیئے اور نماز جنازہ پڑھیئے ،علیؑ نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! ہرگز نہیں میں آگے نہیں بڑھوں گا، کیوں کہ آپ ہی رسول خداؐ کے جانشین ہیں۔ تب ابوبکر نے چار تکبیروں سے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ مصیبت عبداللہ بن محمد مصیصی نے مالک سے روایت کر کے نازل کی ہے۔(۲) ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی تمام روایات غیر معتبر ہیں۔(۳) ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ روایتیں اتھل پتھل کر دیتا ہے۔(۴) سمعانی وحاکم اسے حدیث سازوں میں شمار کرتے ہیں۔(۵) یہ جھوٹ جو صادق آل محمدؐ کے نام سے گڑھا گیا ہے یہ اس حدیث سے قطعی تضاد رکھتا ہے جو عائشہ سے مروی ہے کہ علیؑ نے فاطمہؑ کو رات کے وقت دفن کیا اور علیؑ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے (۶)

۱۔ میزان الاعتدال (ج۴رص۲۰۱رنمبر۸۸۵۳)، لسان المیزان ج۶رص۱۱۳، (ج۶رص۱۳۳رنمبر۸۶۳۳)

۲۔ میزان الاعتدال (ج۲رص۴۸۸رنمبر۴۵۴۴)

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۴رص۲۵۸رنمبر۱۰۹۲)

۴۔ کتاب المجروحین (ج۲رص۳۹)

۵۔ الانساب (ج۴رص۴۵۹)، میزان الاعتدال ج۲رص۷۰، (ج۲رص۴۸۸رنمبر۴۵۴۴)، لسان المیزان ج۳رص۳۳۴، (ج۳رص۱۲۴رنمبر۴۷۴۶)

۶۔ مستدرک علی الصحیحین ج۳رص۱۶۳، (ج۳رص۱۷۸رحدیث ۴۷۴۶)

حلبی وواقدی نے بھی یہی کہا ہے کہ علیؑ نے فاطمہؑ کو رات کے وقت نماز جنازہ پڑھ کے دفن کیا۔(۱)

۲۹۔انس سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: میں نے ابوبکر کو مقدم نہیں کیا ہے بلکہ خدا نے ابوبکر کو مقدم کر کے مجھ پر احسان فرمایا ہے اس لئے ان کی اطاعت کرو جو شخص ان کی بد گوئی کرتا ہے وہ در اصل میرے اور اسلام کے خلاف بد گوئی کرتا ہے۔(۲)

یہ کیسے ممکن ہے کہ جسے خدا نے مقدم کیا ہو علیؑ اور کبار صحابہ بیعت نہ کریں۔آخر کیا وجہ تھی کہ رسول خداؐ اپنی وفات کے پانچ روز قبل ایک تحریر لکھنا چاہتے تھے اور روایت گڑھنے والوں کے مطابق خلیفہ معین بھی کیا جا چکا تھا اور تحریر لکھنے نہیں دی گئی۔کسی نے سقیفہ میں بھی اس کو بطور دلیل پیش نہیں کیا۔اگر خدا نے ابوبکر کو مقدم کیا تھا تو ابوبکر،ابوعبیدہ کو کیوں مقدم کرنا چاہتے تھے چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ عام طور سے لوگوں کو ابوعبیدہ کی بیعت کی ترغیب بھی دے رہے تھے جیسے کہ مسلمانوں نے حتیٰ کہ انس نے بھی یہ حدیث سنی ہی نہیں تھی۔

۳۰۔ابن عمر اور ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے ایک اعرابی سے ایک اونٹ بطور نسیہ خریدا ،اعرابی نے عرض کی:اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کس سے رجوع کروں؟ فرمایا: میرا قرض ابوبکر ادا کریں گے اور میرے پیمان پر عمل کریں گے۔پوچھا: اگر وہ بھی مر جائیں تو کیا کیا جائے؟ فرمایا: تو پھر اگر تم مرنا چاہو تو مر جانا۔

اس روایت کو خالد بن عمرو قرشی نے بنام لیث گڑھا ہے، ذہبی نے ابن عدی کا بیان نقل کیا ہے کہ میرے خیال میں خالد نے یہ حدیث گڑھی ہے کیوں کہ لیث کا مسودہ میرے پاس موجود ہے اس میں کہیں بھی یہ روایت نہیں ہے۔(۳)

اسنیٰ المطالب میں یہ واقعہ یوں ہے کہ اعرابی حضرت علیؑ کے پاس چلا آیا تو علیؑ نے اعرابی سے

۱۔السیرۃ الحلبیہ ج ۳ رص ۳۶۰،(ج ۳ رص ۳۶۱)

۲۔کنز العمال ج ۶ رص ۱۴۴،(ج ۱۱ رص ۵۷۲ رحدیث ۳۲۷۰۶)

۳۔میزان الاعتدال ج ۱ رص ۲۹۸،(ج ۱ رص ۶۳۵ رنمبر ۲۴۴۷) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳ رص ۲۹ رنمبر ۵۹۳)

کہا: جا کر رسولؐ سے پوچھا اگر آپ مر جائیں تو قرض کس سے وصول کروں؟ رسولؐ نے فرمایا: ابوبکر سے۔(۱)
وہ کہتے ہیں کہ اس سند میں فضل بن مختار قطعی ضعیف و کمزور ہے، وہ لائق اعتماد نہیں۔ ازدی و ابن عدی بھی یہی کہتے ہیں۔(۲)

۳۱۔ انس سے بطور مرفوع: ابوبکر میرے وزیر و خلیفہ ہیں۔
ذہبی کہتے ہیں کہ اس کا راوی احمد بن جعفر بہت زیادہ حدیثیں گڑھتا تھا۔(۳)

۳۲۔ عائشہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے ایک شخص سے کہا: جا کر ابوبکر سے کہو کہ تم میرے خلیفہ ہو، لوگوں کو نماز پڑھا دو۔ عقیلی کہتے ہیں کہ اس کا راوی فضل غیر معتبر ہے۔(۴)

۳۳۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک عورت رسولؐ کی خدمت میں آئی اور کچھ مسائل پوچھے پھر آپ نے اس سے فرمایا: پھر کبھی آنا۔ اس نے کہا: اگر آپ نہ ہوں تو میں کیا کروں؟ فرمایا: اگر میں نہ رہوں تو ابوبکر کے پاس جانا کیوں کہ وہ میرے بعد میرے خلیفہ ہیں۔(۵) اس میں کوئی سند نہیں ہے پھر یہ کہ ابن عباس اس کے خلاف حلق پھاڑ پھاڑ کے خلافت علیؑ کے متعلق چلا رہے ہیں، کیا وہ احادیث صحیح نہیں ہیں؟ اس میں تو سبھی رجال معتبر ہیں، واقعہ دعوت ذوالعشیرہ میں صاف صاف رسولؐ نے کہا ہے کہ تم میرے بعد وزیر، وصی، وارث اور خلیفہ ہو۔(۶)

۱۔ اسنی المطالب ص ۲۴۹، (ص ۵۱۷/حدیث ۱۶۵۳)
۲۔ الکامل فی الضعفاء الرجال (ج ۶/ص ۱۵/نمبر ۱۵۶۱)، میزان الاعتدال ج ۴/ص ۴۴۹، (ج ۳، ص ۳۵۸ نمبر ۶۷۵۰) الجرح و التعدیل (ج ۷/ص ۶۹)
۳۔ میزان الاعتدال ج ۱/ص ۴۱، (ج ۱/ص ۸۸/نمبر ۳۲۲)
۴۔ الضعفاء الکبیر (ج ۳/ص ۴۴۴/نمبر ۱۴۹۲)، لسان المیزان ج ۴/ص ۴۳۸، (ج ۴/ص ۵۱۲/نمبر ۶۵۴۶)
۵۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳/ص ۲۲۰/نمبر ۳۳۹۸) الصواعق المحرقہ، ص ۱۱ (ص ۲۰)
۶۔ تاریخ طبری ج ۲/ص ۲۱۶، (ج ۲/ص ۳۱۹) نقض العثمانیۃ (ص ۳۳) شرح نہج البلاغہ ج ۳/ص ۲۶۳، (ج ۱۳/ص ۲۴۴/خطبہ ۲۳۸)، انباء نجباء الابناء ص ۴۶، ۴۸، تاریخ کامل ج ۲/ص ۲۴ (ج ۱/ص ۴۸۷) البدایۃ والنہایۃ ج ۱/ص ۱۱۶، نسیم الریاض ج ۳/ص ۳۷ (ج ۳/ص ۳۵)، کنز العمال ج ۶/ص ۳۹۲، (ج ۱۳/ص ۱۲۸/حدیث ۳۶۴۰۸، ص ۱۳۱/حدیث ۳۶۴۱۹)، مسند احمد ج ۱/ص ۱۵۹، (ج ۱ ص ۲۵۷/حدیث ۱۳۷۵)، خصائص نسائی ص ۱۸، (ص ۸۳/حدیث ۶۶، سنن نسائی ج ۵/ص ۱۲۵/حدیث ۸۴۵۱)

۳۴۔عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: اس امت پر بارہ خلفاء حکومت کریں گے۔ ابوبکر کا نام تم جانتے ہو، عمر شاخ آہن ہیں، انہیں بھی تم جانتے ہی ہو، عثمان بن عفان بھی دونور والے ہیں، شہید ہو کر رحمت خدا سے واصل ہوں گے اور مقدس زمین میں دفن ہوں گے، معاویہ اور ان کا بیٹا یزید پھر سفاح، منصور، جابر، امین، سلام اور امیر العصب جس کا مثل ونظیر نہیں دیکھا گیا۔

نعیم نے فتن میں کنز العمال (۱) کی طرح سند حذف کر کے نقل کیا ہے تاکہ جھوٹوں کو پہچان نہ لیا جائے۔ لیکن اس میں صرف نعیم کا ہونا ہی کافی ہے کیوں کہ وہ دین کی تقویت کے لئے حدیثیں گڑھتا رہتا تھا۔ (۲) اس روایت کا لیچڑپن اسی سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس سلسلے میں معاویہ و یزید ہیں پھر یہ کہ یہ کیسی خلافت ہے جس میں یزید سے سفاح تک ۶۴ھ. سے ۱۳۲ھ. کا زمانہ بغیر خلیفہ کے گذر گیا۔ ان میں جابر وامین اور امیر العصب کون ہیں؟ عمر بن عبد العزیز جیسے شریف کو کیوں چھوڑ دیا گیا؟ جب کہ اکثر نے انہیں خلفاء راشدین میں شمار کیا ہے۔ (۳) معلوم ہوا کہ یہ حدیث قطعی جعلی ہے۔

۳۵۔ابوبکر نے غار میں پوچھا: آپ کی منزلت نبوت تو پیش خدا میں نے سمجھ لی لیکن پیش خدا میری منزلت کیا ہے؟ فرمایا: میں خدا کا رسول ہوں اور تم صدیق اور میرے خلیفہ و ہمدم وانیس ہو، میری جگہ پر بیٹھو گے، ہم تم ایک جگہ دفن ہوں گے، خدا تمہارے دوستوں کو قیامت میں بخش دے گا۔

صفوری نے نزھہ میں بحوالہ عیون المجالس بطور مرسل نقل کیا ہے (۴) آگے اس پر بحث ہوگی۔

۳۶۔انس سے مروی ہے: میں رسول خداؐ کی خدمت میں گیا تو دیکھا کہ ابوبکر آپ کی داہنی طرف اور عمر بائیں طرف تھے، آپ نے دونوں کے شانوں پر ہاتھ رکھ کے فرمایا: تم دونوں دنیا و آخرت میں میرے وزیر ہو اسی طرح میرے اور تمہارے لئے زمین شگافتہ ہوگی اور اسی طرح ہم تم خدا کی زیارت

۱۔ کنز العمال ج ۶ رص ۶۷، (ج ۱۱ رص ۲۵۲ رحدیث ۳۱۴۲۱)

۲۔ ملاحظہ کیجئے کذاب وجعل ساز محدثین کا سلسلہ نمبر ۶۳۹

۳۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۶ رص ۱۹۸، (ج ۶ رص ۲۲۱)

۴۔ نزھۃ المجالس ج ۲ رص ۱۸۴۔

کریں گے۔(۱)

افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ نص خود عمر و ابو بکر بھول گئے تھے۔ سقیفہ کے دن اس نص کا صاف انکار کر بیٹھے۔

۳۷۔ بطور مرفوع: رسولؐ نے عمر و ابو بکر سے فرمایا: ہرگز میرے بعد تم پر کوئی امیر نہ ہوگا۔

صفوری نے نزہہ(۲) میں اسے ابو بکر کی خلافت کے ثبوت میں پیش کیا ہے، شبلنجی نور الابصار(۳) میں بسطام بن مسلم سے نقل کرتے ہیں، خود ابو بکر و عمر کو بھی اس جھوٹ سے آگاہی نہ تھی۔

۳۸۔ انس بن مالک حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ خدا نے مجھ سے فرمایا: اے علیؑ! خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ ابو بکر کو باپ بناؤں، عمر کو مشیر قرار دوں اور عثمان کو سردار بناؤں اور تمہیں داماد بناؤں۔ تم چاروں کے متعلق خدا نے ام الکتاب میں یثاق لیا ہے کہ تم سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا جو بد بخت ہوگا، تم میری نبوت کے خلفاء، میرے عہد و پیان کے ذمہ دار اور میری امت پر میری حجت ہو۔

ابن عساکر و خطیب نے نقل کر کے کہا ہے کہ اس کا راوی ضرار بن سہل غیر معتبر ہے۔(۴) ذہبی کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے، میں نہیں جانتا یہ ذلیل جانور(ضرار) کون ہے۔(۵)

۳۹۔ زید بن جلاس کندی نے رسولؐ سے پوچھا: آپ کے بعد کون خلیفہ ہے؟ فرمایا: ابو بکر۔

اس کے راوی زید کے متعلق استیعاب میں ہے کہ اس کی روایت قوی نہیں ہوتی۔(۶)

۴۰۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ اس وقت تک نہیں مرے، جب تک یہ

۱۔ نزہۃ المجالس ج۲ رص ۱۹۱

۲۔ نزہۃ المجالس ج۲ رص ۱۹۲ ۳۔ نور الابصار ص ۵۵، (۱۱۴)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج۴ رص ۲۸۶، ج۷ رص ۲۸۶، (ج۱۴ رص ۲۹ رنمبر ۱۵۰۱، ج۲۷ رص ۴۶ رنمبر ۳۱۶۲)، تاریخ بغداد ج۹ رص ۳۴۵

۵۔ میزان الاعتدال ج۱ رص ۴۷۲، (ج۲ رص ۳۲۷ رنمبر ۳۹۵۰)

۶۔ الاستیعاب (القسم الثانی ص ۵۴۲ رنمبر ۸۴۲)

بات رازدارانہ طور پر بتا نہ دی کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے، پھر عمر، پھر عثمان اور پھر میں۔

۴۱۔ حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خدا نے اس خلافت کا افتتاح ابوبکر سے کیا، دوسرے نمبر پر عمر اور تیسرے نمبر پر عثمان کو رکھا اور ختم نبوت کا خاتمہ مجھے قرار دیا۔

۴۲۔ حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول خداؐ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک یہ عہد نہ لیا کہ میرے بعد ابوبکر حکمراں ہوں گے، پھر عمر، پھر عثمان ہوں گے، پھر حکومت میری طرف آئے گی اور لوگ مجھ پر اکتفانہ کر سکیں گے۔

یہ تینوں روایات (۴۰، ۴۱، ۴۲) طبری نے ریاض (۱) میں بغیر سند کے لکھی ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ روایتیں صحیح نہیں ہیں، کیونکہ علیؑ نے چھ ماہ تک بیعت ابوبکر نہیں کی تھی اور بعید ہے کہ راوی کو نسیان ہوا ہو۔

۴۳۔ دیلمی نے امیر المومنین علیہ السلام سے اخراج کیا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل آئے، میں نے پوچھا: میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا؟ کہا کہ ابوبکر اور وہی آپ کے بعد حکمراں ہوں گے اور وہ آپ کے بعد افضل امت ہیں۔ (۲)

۴۴۔ حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: میرے نزدیک معزز ترین، شریف ترین اور محبوب ترین وہی اصحاب ہیں، جنہوں نے میری تصدیق کی اور ایمان لائے۔ میرے معزز اور بہترین اصحاب میں دنیا و آخرت میں ابوبکر صدیق سب سے افضل ہیں کیونکہ جب سب نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے میری تصدیق کی، سب نے انکار کیا تو ایمان لائے، سب نے مجھے وحشت زدہ کیا اور انہوں نے مجھے سکون دیا، سب نے چھوڑ دیا اور انہوں نے میری صحبت اختیار کی، سب نے انکار کیا اور انہوں نے میری شادی اپنی بیٹی سے کردی، سب مجھ سے کنارہ کش ہوئے اور وہ میری طرف مائل ہوئے، انہوں نے اپنے مال اور جان سے میرے اوپر فداکاری کا مظاہرہ کیا۔ اس لئے خدا قیامت میں ان کو میرے برابر قرار دے گا جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہیئے کہ اس سے محبت کرے، جو میری کرامت

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱ رص ۳۳، (ج۱ رص ۴۸)

۲۔ الفردوس بماثور الخطاب، (ج۱ رص ۴۰۴ رنمبر ۱۶۳۱)، کنز العمال ج۶ رص ۱۳۹، (ج۱۱ رص ۵۵۱ رحدیث ۳۲۵۸۸)

کا ارادہ کرتا ہے اسے ابوبکر کا اکرام کرنا چاہیئے، جسے قرب خداوندی کی طلب ہو اسے ابوبکر کی بات سننا اور اطاعت کرنا چاہیئے کیوں کہ وہ میرے بعد امت پر خلیفہ ہیں۔(۱)

یہ حدیث متاخرین کی مرسل حدیثوں میں سے ہے جس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے۔ نیز یہ حدیث بہت سے صحاح و مسانید کی حدثیوں کی تکذیب کرتی ہے۔

۴۵۔ ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف عمر کے ساتھ تھے، محمد بن مسلم نے زبیر کی شمشیر توڑ دی۔ ابوبکر نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور کہا کہ علیؑ و زبیر کہتے ہیں کہ مجھے اس بات کا غصہ ہے کہ شوریٰ میں ہم لوگوں کو نظر انداز کیا گیا ورنہ ہم ابوبکر کو رسولؐ کے بعد اولیٰ تر سمجھتے ہیں کیوں کہ وہ رسولؐ کے یار غار تھے، ہم ان کی شرافت کو جانتے ہیں، انہوں نے حمایت رسولؐ میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔(۲)

یہ تمام روایات بالکل باطل ہیں کیوں کہ آگے آپ ملاحظہ کریں گے کہ صحیح و حسن احادیث میں کہا گیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کرنے کا اقدام نہیں فرمایا۔ خود سیرت نبیؐ میں اکثر شواہد ملتے ہیں جن سے خلافت ابوبکر باطل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں علیؑ سے ان لوگوں کا احتجاج بھی ہے جنہوں نے زبردستی پیراہن خلافت پہن لیا تھا۔ خطبہ شقشقیہ اور حدیث رکبان سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے جسے بے شمار کتابوں میں نقل کیا گیا ہے۔ کیسے کیسے لوگ تھے جنہوں نے بنام حضرت علی علیہ السلام جھوٹ کے طومار باندھے چنانچہ ابن سیرین کہتے ہیں کہ عام طور سے حضرت علی علیہ السلام سے مروی احادیث غلط اور جھوٹ ہیں۔(۳)

مکّار کا منھ کالا

ان جھوٹی روایات کا انبار اہل سنت کے عقیدۂ اساسی کی بنیاد ہیں انہوں نے بتخانہ خلافت کی تعمیر کو

۱۔ نزهة المجالس ج ۲ ص ۱۷۳، (ج ۲ ص ۱۸۳)، مصباح الظلام ج ۲ ص ۲۴، (ج ۲ ص ۵۹ / حدیث ۳۶۲)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۶۶، (ج ۳ ص ۷۰ / حدیث ۴۴۲۲)

۳۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۷۲، (ج ۳ ص ۱۳۵۹ / حدیث ۳۵۰۴)

ان غلط روایات سے سجایا ہے۔ خود ائمہ اہل سنت نے گواہی دی ہے کہ یہ سب محض دروغ بے فروغ ہیں ان میں ایک بھی روایت صحیح نہیں۔

واقعیت اور اعتبار بھی اسی کی تائید کرتا ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک خلافت کا معیار انتخاب و اجماع ہے کوئی بھی سنی نص پر اعتماد نہیں کرتا انہوں نے انکار نص کی بعض شیعہ کی طرف نسبت دی ہے۔

باقلانی (۱) تمہید میں کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ جمہور امت کو خلافت کے بارے میں نص کا انکار ہے جو نص کا قائل ہوا، اس سے برأت کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر تفضیل کے قائل مثلاً زیدیہ اور معتزلہ علیؑ کو صحابہ سے افضل بھی مانتے ہیں اور نص کا انکار بھی کرتے ہیں۔

حضرمی محاضرات (۲) میں کہتے ہیں انتخاب میں اصل چیز امت اسلام کی رضا ہے۔ خلیفۂ امت کی مدد سے توانا ہوتا ہے، وفات رسولؐ کے وقت امت کی رائے بھی یہی تھی، اس لئے لوگوں نے ابوبکر کو منتخب کیا، وہ لوگ اس بارے میں شارع کی نص یا حکم کے پابند نہیں تھے۔ انہوں نے خلیفہ منتخب کر کے اس کی بیعت کی جس کا مطلب یہ تھا کہ خلیفہ کتاب خدا و سنت رسولؐ کے مطابق عمل کرے گا۔ بیعت کا طریقہ بالکل بائع اور مشتری کے انداز کا ہوتا ہے، وہ بیعت کے وقت ایک دوسرے کے ہاتھ مارتے ہیں، خلیفہ احکام شریعت پر عمل کر کے بھی توانا ہوتا ہے جو امت کی مدد سے انجام پاتا ہے۔

ابوبکر نے خلیفہ کے انتخاب میں ایک دوسرا طریقہ ایجاد کیا یعنی اپنا جانشین نامزد کر دیا اور لوگوں نے ان کی اطاعت کا پیمان باندھا۔ امت اسلام نے اس طریقے کی موافقت کر کے بتا دیا کہ یہ بھی طریقہ واجب الاطاعۃ ہے۔

یہیں سے معلوم ہوتا ہے ان روایات کی پیدائش جو قطعی طور سے جعلی ہیں انعقاد بیعت اور استقرار خلافت کے بعد ہوئی ہے جسے زبردستی امت پر تھوپا گیا تھا، اسی لئے کسی نے ان روایات سے بروز سقیفہ استدلال نہیں کیا۔ اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ علماء علم کلام نے بھی ان روایات سے احتجاج نہیں

۱۔ التمہید، ص ۱۶۵

۲۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیۃ، ص ۴۶، (الدولۃ العباسیۃ، ص ۴۱)

کیا، نہ ارباب تحقیق نے ان روایات کی طرف توجہ کی۔ ظاہر ہے کہ یہ حرف اس لئے ہیں کہ انہیں اس جعلی روایات کا پتہ نہیں تھا یا سمجھتے تھے کہ یہ جعلی ہیں حالاں کہ بعض علماء نے فضائل کے باب میں اندھی عقیدت کے تحت اس پر توجہ کی ہے، لیکن دانشوران امت نے کبھی ان پر توجہ نہ کی، یہ خود ان کے جعلی ہونے کا ثبوت ہے۔ ان جعلی روایات کے مقابلے میں صحیح روایات بھی ملاحظہ فرمایئے جو قطعی مخالف ہیں:

۱۔ ابوبکر سے بطور صحیح نقل کیا گیا ہے کہ مرض الموت کے وقت کہا میں چاہتا تھا کہ رسول خداؐ سے پوچھوں کیا خلافت میں انصار کا بھی حق ہے۔ (۱)

اگر ابوبکر نے نص رسول سنی ہوتی تو کبھی یہ تمنا نہ کرتے۔ یا تو یہ کہا جائے کہ وہ آخری وقت ہذیان بک رہے تھے۔

۲۔ مالک حضرت عائشہ سے نقل کرتے ہیں: ابوبکر نے حالت احتضار میں عمر کو بلایا اور کہا: میں تمہیں اصحاب رسولؐ پر خلیفہ رسولؐ بناتا ہوں پھر فوجیوں کو خط لکھا کہ عمر کی اطاعت ہی میں تمہاری بھلائی ہے۔ (۲) اگر عمر کی خلافت کے متعلق نص رسول تھی تو اسے ابوبکر اپنی طرف کیوں نسبت دے رہے ہیں؟

۳۔ عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں ابوبکر کے مرض وفات میں ان کی عیادت کو گیا، میں نے ان سے کہا: میں آپ کو اچھی حالت میں دیکھ رہا ہوں اے خلیفہ رسولؐ! ابوبکر نے جواب دیا: لیکن مجھے تم مہاجرین کی حرکات نے سخت تکلیف ہے میں بہترین انسان کو خلیفہ بنا رہا ہوں اور تم لوگ چاہتے ہو کہ تم میں سے کوئی ہو۔ میں نے کہا: آپ رنجیدہ نہ ہوں ورنہ درد بڑھ جائے گا، بخدا! آپ ہمیشہ ہمارے خیر خواہ رہے کسی دنیوی چیز کے ضائع ہونے کا افسوس مت کیجئے، یہ جو آپ نے اپنی رائے سے خلیفہ نامزد کیا ہے اس میں بھی بھلائی ہی ہوگی۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری، ج۴، ص۵۳ (ج۳رص۴۳۱) العقد الفرید ج۲، ص۲۵۴ (ج۴رص۹۳) اس روایت کے بارے میں ساتویں جلد میں تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

۲۔ تیسیر الوصول ج۱، ص۴۸، (ج۲رص۵۷)

۳۔ تاریخ طبری ج۴، ص۵۲ (ج۳رص۴۲۹) العقد الفرید ج۲، صص۵۴، (ج۴رص۹۲) تھذیب الکامل ج۱، ص۶، باقلانی کی اعجاز القرآن ص۱۱۶، (۲۲۱۔۲۱۰)

صحابہ اس لئے ناخوش تھے کہ وہ جانتے تھے کہ اس سلسلے میں کوئی نص رسول نہیں ہے۔ وہ اس بات کے معتقد تھے کہ صحابہ کو ایک دوسرے پر کوئی ترجیح حاصل نہیں۔ یا اگر نص رسول تھی تو وہ جانتے تھے کہ اس پر عمل نہیں ہورہا ہے۔ ابوبکر نے محض اپنی ذاتی رائے سے خلیفہ کو امت پر تھوپ دیا ہے یا وہ یہ سمجھتے تھے کہ خلیفہ منتخب کرنا ایک شخص کا کام نہیں تمام امت کا اختیار ہے یا پھر اس لئے خفا تھے کہ نص رسولؐ تو صرف علیؑ کے لئے ہے جن پر دوسروں کو مقدم کردیا گیا ہے یا وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ لوگوں کو نص پر اعتبار نہیں اور انتخاب بھی غلط ڈھنگ سے کیا گیا۔ کیوں کہ ابوبکر کا انتخاب بھی بقول عمر ایک ہنگامی حادثہ تھا، عمر کا انتخاب بھی ایسے ہی ہوگیا، اس شور و غلمیں ہر شخص اپنے کو خلافت کا حق دار سمجھ رہا تھا چنانچہ بلاذری کی الانساب کے مطابق عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: اے قوم! میں دیکھ رہا ہوں تم میں ہر شخص خلافت کا دعوے دار ہے اس معاملہ کو ٹال جاؤ کیا تم سب کو امید ہے کہ خلیفہ ہو جاؤ گے۔ (۱)

۴۔ ابن قتیبہ نے ایک حدیث کے ذیل میں ابوبکر کا قول نقل کیا ہے کہ خدا نے محمدؐ کو پیغمبر کی حیثیت سے مبعوث فرمایا اور مومنوں کا ولی قرار دیا۔ ان کے مرتبہ کی وجہ سے خدا نے ہم پر احسان فرمایا پھر ان کی وفات ہوگئی۔ آپ نے اس خلافت کا معاملہ امت کے سپرد کردیا تا کہ ان کی مصلحت کے مطابق متفقہ طور سے کسی کو خلیفہ منتخب کرلیں امت نے مجھے اپنا سرپرست اور والی بنادیا۔ (۲)

۵۔ عمر سے بطور صحیح مروی ہے: اگر میں نے تین چیزیں رسولؐ سے پوچھ لی ہوتیں تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتیں خلافت، کلالہ اور سود۔ دوسری روایت میں بجائے سرخ اونٹوں کے دنیا و مافیہا آیا ہے۔

۶۔ عمر سے بطور صحیح مروی ہے کہ اگر میں نے تین چیزیں رسولؐ سے پوچھ لی ہوتیں تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتیں... آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ (۳)

۷۔ عمر سے بطور صحیح: اگر ہم کسی کو خلیفہ نہ بھی نامزد کریں تب بھی خداوند عالم اپنے دین کی حفاظت

۱۔ الانساب بلاذری، ج ۵ رص ۲۰

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ارص ۱۵، (ج ارص ۲۱)

۳۔ جلد ۶ کے باب نوادر الامر میں اس کے مدارک بیان کئے جائیں گے۔

کرے گا کیوں کہ رسول خداؐ نے بھی کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا۔ اگر چاہوں تو کسی کو خلیفہ نامزد کردوں جس طرح ابوبکر نے اپنا جانشین نامزد کیا۔

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں: بخدا! ان کے رسولؐ اور ابوبکر کو یاد کرنے سے ہم سمجھتے ہیں کہ کسی کو جانشین نہیں بنائیں گے۔(۱)

۸۔ عمر سے بطور صحیح: جب عمر زخمی ہوئے تو ان سے کہا گیا: آپ کسی کو اپنا جانشین کیوں نہیں بنادیتے؟ جواب دیا کہ تم چاہتے ہو کہ تمہارا بار سنگین موت وحیات کی حالت میں اٹھاؤں تو ابوبکر نے جانشین بنایا جو مجھ سے بہتر تھے اگر نہ بناؤں تو رسول خداؐ نے اپنا جانشین نہیں بنایا وہ بھی مجھ سے بہتر تھے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم اس بات سے سمجھ گئے کہ وہ کسی کو جانشین نہ بنائیں گے۔(۲)

حضرت عمر کا خطبہ ہے: اے لوگو! میں کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہتا نہ مجھے اس کی لالچ ہے بلکہ مرنے والے (ابوبکر) نے مجھ پر وحی کی تھی اور انہیں خدا کی طرف سے الہام ہوا تھا، میں نااہل کو امام نہیں بنا سکتا اسی کو بناؤں گا جو مسلمانوں میں محترم ہو اور وہ اس کا اہل بھی ہو۔(۳)

اس خطبہ اور ان جعلی حدیثوں کے درمیان کس قدر فرق ہے جنہیں نص خلفاء کے سلسلے میں گڑھا گیا ہے، اس میں خلافت کو ابوبکر کی طرف سے تھوپی گئی چیز بتایا گیا ہے نہ بطور وحی یا خدا کی طرف سے کوئی چیز۔

۱۰۔ تاریخ طبری (۴) میں ہے کہ جب عمر زخمی ہوئے تو لوگوں نے کہا: آپ کسی کو خلیفہ کیوں نہیں

۱۔ صحاح ستی کے مؤلفین میں سوائے نسائی کے سبھی نے اس کو نقل کیا ہے، تیسیر الوصول، ج ۲، ص ۵۰، (ج ۲/ص ۵۹/حدیث ۹) مسند احمد، ج ۱، ص ۴۷، (ج ۱/ص ۷۷/حدیث ۳۳۴) تاریخ بغداد ج ۱، ص ۲۵۸، (نمبر ۸۶)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۶/ص ۲۶۳۸/حدیث ۶۷۹۲)، صحیح مسلم (ج ۴/ص ۱۰۲/حدیث ۱۱) سنن ابی داود، (ج ۳/ص ۱۳۳/حدیث ۲۹۳۹)، سنن ترمذی (ج ۴/ص ۴۳۵/حدیث ۲۲۲۵)، مسند احمد، ج ۱، ص ۴۳، ۴۴، (ج ۱/ص ۷۱/حدیث ۳۰۱، ص ۷۵/حدیث ۳۲۲) سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۴۸، تیسیر الوصول ج ۲، ص ۴۹، (ج ۲/ص ۵۹/حدیث ۸)، البدایۃ والنھایۃ ج ۵، ص ۲۵۰، (ج ۵/ص ۲۷۰)

۳۔ تیسیر الوصول ج ۲، ص ۴۸، (ج ۲/ص ۵۷/حدیث ۷)

۴۔ تاریخ طبری ج ۵، ص ۳۳، (ج ۴/ص ۲۲۷)

بنا دیتے؟ جواب دیا: کس کو خلیفہ بناؤں اگر ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو انھیں اپنا جانشین بناتا، اگر خدا پوچھتا کہ کیوں خلیفہ بنایا؟ تو کہتا کہ میں نے تیرے پیغمبرؐ سے سنا تھا کہ وہ امین امت ہیں۔ اگر سالم زندہ ہوتے تو انہیں بناتا۔ ایک شخص نے کہا: آپ کے فرزند عبد اللہ کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ جواب دیا: خدا تجھے قتل کرے، مجھے خدا سے ہرگز اس کی خواہش نہیں کیا اسے جانشین بناؤں جو اپنی جورو کو طلاق دینے سے بھی عاجز ہے، مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں کیوں کہ اگر نتیجہ بہتر نکلا تو کہو گے میں نے رائے دی تھی اور اگر برا نکلا تو مجھ پر الزام دو گے۔ عمر کے خاندان کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کی ایک فرد امت کے بارے میں موقف حساب میں جواب دہ ہوگی۔ میں نے بذات خود جہاد کیا اور اپنے خاندان کو اس امر سے محروم رکھا... میں اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ اگر اپنی رائے سے جانشین بنا دوں تو جو مجھ سے بہتر تھا اس نے بھی ایسا ہی کیا اور اگر نہ بناؤں تو بھی مجھ سے بہتر نے ایسا کیا اور ہرگز خدا اپنے دین کو ضائع نہ کرے گا۔

ان باتوں کے بعد لوگ وہاں سے چلے آئے تھوڑی دیر بعد پھر گئے اور ان سے کہا: اے امیر المومنین! آپ مومنین کی قسمت کا فیصلہ کیوں نہیں کر دیتے؟ جواب دیا: میں نے پچھلی باتوں کے بعد سوچا تھا کہ اس کے لئے موزوں ترین شخص کو تمہارا حکمراں بنا دوں (اشارہ حضرت علیؑ کی طرف تھا)۔

اتنے میں مجھے جھپکی آئی اور میں نے دیکھا کہ ایک باغ میں وہ شخص داخل ہوا جس نے اسے سینچا تھا۔ اس نے خام و پختہ پھل توڑے اور پیروں سے روندنے لگا اس سے میں سمجھا کہ میں اب مرنے والا ہوں چنانچہ اب میں اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ تم لوگوں کا بار، موت و حیات کی حالت میں خود اپنے دوش پر نہیں اٹھانا چاہتا یہ رہے تم اور یہ رہی قوم۔(۱)

کاش! ہم اور تمام قوم جان سکتے کہ صحابہ باوجود بے شمار نصوص کے خلیفہ معین کرنے کی درخواست کیوں کر رہے تھے اور عمر مخالفت کیوں کر رہے تھے؟ وہ ابوعبیدہ وغیرہ کی تمنا کر رہے تھے کہ زندہ ہوتے تو انہیں کو خلیفہ بناتا پھر معاملے کو شوریٰ پر ٹال دیا۔ انہیں ابوعبیدہ اور سالم کا تو خیال آیا لیکن حضرت علیؑ کا خیال نہیں آیا جن کی آیات واحادیث میں فضیلت بیان ہوتی ہے۔ اگر خدا پوچھتا تو کہہ دیتے کہ اسے

۱۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۵۶، (ج ۴ ص ۹۷)

خلیفہ بنایا ہے جس کے بے شمار مناقب تو نے خود بیان کئے ہیں۔

جس کے لئے آیہ مباہلہ و آیتِ تطہیر نازل ہوئی اور جو معصوم تھا، اسے سزاوار خلافت کیوں نہیں سمجھتے؟ وہ عبداللہ کو صرف ایک معاملے میں ناقص ہونے پر سزاوار خلافت نہیں سمجھتے۔ ان کے نظریے کے مطابق فرائض واحکام کے متعلق پوچھنا ہو تو زید بن ثابت کے پاس جائے، جسے فقہ کے متعلق دریافت کرنا ہو اسے معاذ بن جبل کے پاس جانا چاہیئے اور جسے بیت المال کے متعلق پوچھنا ہو وہ میرے پاس آئے، کیوں آئے کیوں کہ خدا نے مجھے خازن اور دولت تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔

۱۱۔ عبداللہ بن عمر نے باپ سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ آپ کسی کو جانشین بنانا نہیں چاہتے حالاں کہ اگر بکری اور اونٹ کو بغیر ساربان کے چھوڑ دیا جائے تو آپ اسے قصوروار سمجھیں گے، لوگوں کی نگہبانی تو جانوروں سے اہم تر ہے، آپ خدا سے کیا کہیں گے جب آپ اس سے ملاقات کریں گے اور پوچھے گا کہ کسی کو نگہبان کیوں نہ بنایا؟

عبداللہ کا بیان ہے کہ یہ سنکر اباجان مغموم ہو گئے، دیر تک سر جھکائے رہے پھر سر بلند کر کے فرمایا: دین کا محافظ خدا ہے، دونوں ہی کام سنت ہیں کسے انجام دوں، اگر جانشین نہ بناؤں تو رسولؐ نے بھی نہیں بنایا اور اگر جانشین بناؤں تو ابوبکر نے بنایا ہے۔ عبداللہ سمجھ گئے کہ کسی کو جانشین نہیں بنائیں گے۔ (۱)

یہ روایت ایک دوسری طرح بھی ہے کہ عبداللہ نے کہا: لوگوں کا مطالبہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کسی کو جانشین نہ بنائیں گے جب کہ اگر چرواہا اپنی بکریوں کو آزاد چھوڑ دے تو آپ اس کو قصووار سمجھیں گے، انسانوں کا معاملہ تو جانوروں سے بھی اہم ہے۔ میری بات سن کر اباجان نے تصدیق کی اور دیر تک سر جھکائے رہے پھر سر اٹھا کر کہا: خدا اپنے دین کا محافظ ہے اگر خلیفہ نہ بناؤں تو رسولؐ نے بھی نہیں بنایا اگر بناؤں تو ابوبکر نے بنایا ہے۔ (۲)

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص ۴۴، ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۷۴، (ج ۲ ر ص ۳۵۳)، صحیح مسلم (ج ۴ ر ص ۱۰۲ ر حدیث ۱۱، ۱۲ کتاب الامارۃ)، سنن بیہقی ج ۵، ص ۱۴۹

۲۔ ابن جوزی کی سیرۂ عمر، ص ۱۹۰ (۱۹۵)

۱۲۔ابوزرعہ کتاب العلل میں عبداللہ سے روایت کرتے ہیں: جب عمر کوزخمی کیا گیا تو میں نے کہا: آپ کسی کو جانشین کیوں نہیں بنادیتے؟ انہوں نے کہا: مجھے اٹھا کے بٹھا دو۔ عبداللہ کہتے ہیں جب میں نے کہا اور انہوں نے فرمایا کہ مجھے بٹھا دو تو میرا خیال ہے کہ ان کا مجھ سے فاصلہ مدینے کی دوری کا تھا۔ فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں اسی کے حوالے کروں گا جس نے یہ بوجھ میرے حوالے کیا تھا۔(۱)

۱۳۔ابن قتیبہ الامامۃ والسیاسۃ (۲) میں لکھتے ہیں: جب عمر کو مرنے کا یقین ہو گیا تو اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا: عائشہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ مجھے پہلوئے رسولؐ میں دفن ہونے کی اجازت دیدیں۔ عبداللہ نے جا کر ان سے ماجرا بیان کیا، انہوں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے کوئی ہرج نہیں مزید کہا: بیٹا! میرا اسلام عمر سے کہہ دینا اور ان سے کہنا کہ امت بغیر سرپرست کے نہ چھوڑیں کیوں کہ میں اس کے خطرناک نتائج دیکھ رہی ہوں۔ عبداللہ نے آکر عائشہ کی بات کہی عمر نے جواب میں کہا: وہ کسے بنانے کو کہہ رہی ہیں؟ اگر ابوعبیدہ زندہ ہوتے انہیں خلیفہ اور ولی بناتا، خدا کے سامنے جا کر کہتا کہ امین امت کو خلیفہ بنایا ہے اگر معاذ بن جبل زندہ ہوتے تو انہیں خلیفہ بناتا خدا پوچھتا تو کہتا کہ تیرے نبیؐ سے سنا ہے کہ معاذ قیامت میں زمرہ علماء میں محشور ہوں گے، اگر خالد بن ولید زندہ ہوتے تو انہیں خلیفہ بناتا خدا پوچھتا تو کہتا کہ خالد مشرکوں کے خلاف اپنی ہوئی تلوار ہے لیکن میں اسے خلیفہ بناؤں گا جس سے رسول خداؐ مرتے وقت راضی تھے۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: کاش! حضرت عمر کو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کوئی ایک ہی حدیث یاد آجاتی جسے بے شمار حفاظ و محدثین نے خود انہیں سے نقل کیا ہے اور انہیں خلیفہ بنادیتے اور خدا پوچھتا تو عذر پیش کرتے ہوئے وہ حدیث دہرا دیتے۔ انہیں تو صرف حدیث ثقلین ہی کافی تھی جسے تمام علماء و محدثین نے ان سے نقل کیا ہے، حدیث منزلت، حدیث خیبر کے علاوہ حدیث غدیر کو پیش کردیتے۔

۱۔ریاض النضرۃ ج۲ رص ۴۷، (ج۲ رص ۳۵۴)

۲۔الامامۃ والسیاسۃ ص۲۲، (ج۱ رص ۲۸)

۳۔اعلام النساء، ج۶ رص ۸۷۶، (ج۳ رص ۱۲۷)

دوسرے صحابہ سے مروی علیؑ کے لئے ہے کہ جس قدر علیؑ کے فضائل ہیں کسی کے نہیں وہ حق کی ہدایت کریں گے اور ضلالت سے باز رکھیں گے یا اکثر صحابہ سے مروی اگر آسمان وزمین کے ساتوں طبق کا ایمان ایک پلے میں اور دوسرے میں علیؑ کا ایمان ہو تو قطعاً ایمان علیؑ گراں تر ہوگا۔

حضرت عمر کو ایسے وقت میں جعلی حدیثیں یاد آئیں لیکن علیؑ کے بارے میں آیۂ مباہلہ اور آیۂ تطہیر یاد نہیں آئی؟ کتنی شرمناک بات ہے کہ عمر کو ایرانی نژاد سالم بن معقل خلافت کے لئے موزون نظر آتا ہے۔ آخری وقت خواہش کرتے ہیں کہ اگر سالم زندہ ہوتے تو معاملۂ خلافت کو شوریٰ پر نہ ٹالتا۔(۱) رسول خداؐ کو کس قدر اذیت ہوئی ہوگی کہ ان کے بھائی علیؑ کو غلاموں کے برابر بھی نہیں سمجھا جاتا جب کہ ان کی ولایت کے ثبوت میں آیات واحادیث کے انبار ہیں۔

کیا یہی عمر نہیں تھے جنہوں نے سقیفہ میں اس حدیث سے استدلال کیا تھا کہ ''امام قریش سے ہوں گے'' پھر کیوں وہ غلام اور ایرانی نژاد کو خلافت کے لئے موزون سمجھ رہے ہیں اور علیؑ کو نہیں سمجھتے۔

کیا عمر نے خالد بن ولید کے لئے سنگسار کرنے پر اصرار نہیں کیا تھا۔ ابوبکر پر دہاڑے تھے کہ اس نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا، اس کی عورت سے اسی رات ہم بستری کی، پورے قبیلے کے لوگوں کو اور وہاں کی دولت کو تہس نہس کر دیا تھا۔ خالد کی تلوار ظلم اور گناہ ہے، اس دشمن خدا نے مسلمانوں کو قتل کیا پھر اس کی عورت سے زنا بھی کیا یا خالد سے غصے میں کہا تھا: تم نے ایک مسلمان کو قتل کیا پھر اس کی عورت سے زنا بھی کیا، خدا کی قسم! میں تجھے ضرور سنگسار کروں گا۔

شاید وہ یہ تمام واقعات فراموش کر چکے تھے۔ ناجائز سیاست، قومی مفاد سے الگ ہی زبان عطا کرتی ہے، غلط آرزوئیں انھیں ناجائز سیاستوں کا نتیجہ ہوتی ہیں جنہیں کتاب وسنت سے منطبق کرنا محال ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ بلاذری انساب الاشراف (۲) میں ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ عمر نے مجروح ہونے

۱۔طبقات ابن سعد، ج۳، ص۲۴۸، (ج۳رص۳۴۳) باقلانی کی التمہید، ص۲۰۴، الاستیعاب ج۲رص۵۶۱، (نمبر۱۸۸۱) طرح التثریب ج۱، ص۴۹

۲۔انساب الاشراف ج۵، ص۱۶

سے قبل کہا تھا: سمجھ میں نہیں آتا امت محمدؐ کے متعلق کیا کروں؟ میں نے کہا: آپ فکر مند کیوں ہیں جب کہ اس میں موزون افراد موجود ہیں۔ کہنے لگے: شاید تمہاری مراد علی بن ابی طالبؑ سے ہے؟ میں نے کہا: ہاں، کیوں کہ وہ رسولؐ کے مقرب، ان کے داماد، سابق الاسلام ہیں اور ہر محاذ پر کھرے اترے۔ کیا ایسا شخص خلافت کے لئے موزون نہ ہوگا۔

عمر نے کہا: ان میں خوش طبعی اور مزاح بہت زیادہ ہے۔ میں نے پوچھا: طلحہ کیسے ہیں؟ بولے: اس میں نخوت و تکبر ہے۔ پوچھا: عبدالرحمٰن بن عوف؟ بولے: موزون تو ہے لیکن کمزور ہے۔ میں نے پوچھا: سعد؟ بولے: وہ جنگجو اور ہنگامہ پسند ہے۔ پوچھا: زبیر؟ کہا: بخیل ہے مومن سے زیادہ کافر سے راضی ہے، سخت ہے لیکن وہ لالچی بھی ہے۔ خلافت تو ایسے کو ملنی چاہیئے جو طاقت ور ہو، مکار نہ ہو، مہربان ہو، کمزور نہ ہو، بے موقع سخی نہ ہو۔

میں نے کہا: عثمان کیسے ہیں؟ کہنے لگے: اگر وہ مسلمانوں پر حکمراں ہوا تو ابن معیط کے چھوکروں کو لوگوں پر مسلط کر دے گا اور اگر اس نے ایسا کیا تو لوگ اسے قتل کر دیں گے۔

۱۵۔ جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام نے تقریر فرمائی: اما بعد رسول خداؐ نے حکمرانی کے بارے میں ہمیں کوئی وصیت نہیں فرمائی کہ ہم اس کی پیروی کرتے۔ ہم نے خود حکمراں بنائے، ابوبکر جانشین بن گئے اور جمے رہے پھر عمر بنے اور جمے رہے اور اس کے بعد حالات دگرگوں ہو گئے۔ (۱)

۱۶۔ ابو وائل نے علیؑ سے پوچھا: آپ اپنا خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے؟ جواب میں فرمایا: رسولؐ نے خلیفہ نہیں بنایا تو میں کیوں بناؤں لیکن اگر خدا لوگوں کی بھلائی کا ارادہ کرے گا تو انہیں خیر پر مجتمع کر دے گا جس طرح بعد رسولؐ لوگ خیر پر جمع ہو گئے۔ (۲)

۱۷۔ حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا: اگر آپ اپنا قتل ہونا جانتے ہیں تو اپنا جانشین کیوں نہیں

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۴، (ج ۳/ص ۱۱۲/حدیث ۴۵۵۸)، البدایۃ والنھایۃ، ج ۵/ص ۲۵۰، (ج ۵/ص ۲۷۱)، الصواعق المحرقۃ، (ص ۴۸)، مسند احمد (ج ۱/ص ۱۸۴/حدیث ۹۲۳)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۷۹، (ج ۲/ص ۸۴/حدیث ۴۴۶۷)، سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۴۹، البدایۃ والنھایۃ، ج ۵، ص ۲۵۱، (ج ۵/ص ۲۷۱)، الصواعق المحرقۃ، ص ۲۷، (۴۶)

بنا دیتے؟ فرمایا: میں اس سلسلے میں وہی کروں گا جو رسولؐ نے کیا۔(۱)

بیہقی نے اس طرح لکھا ہے میں اس معاملے کو اسی طرح چھوڑ دوں گا جس طرح رسولؐ نے چھوڑ دیا تھا۔(۲)

۱۸۔عائشہ سے بطور صحیح روایت ہے کہ اگر رسولؐ نے خلیفہ بنایا ہوتا تو ابوبکر و عمر بھی بناتے۔(۳)

۱۹۔عائشہ کو حضرت ام سلمہ نے سمجھایا: میں اور تم ایک سفر میں رسولؐ کے ساتھ تھے، حضرت علیؑ رسولؐ کا کپڑا اور جوتا ٹھیک ٹھاک کر رہے تھے، اتفاق سے رسولؐ کا جوتا پھٹ گیا اور ایک درخت کے نیچے علیؑ ٹانکنے لگے، اسی درمیان تمہارے باپ عمر کے ساتھ آئے اور اذن باریابی طلب کیا، ہم تم پس پردہ چلے گئے، اس نے خدمت رسولؐ میں عرض کی: یا رسول اللہؐ! ہم نہیں جانتے آپ کب تک زندہ رہیں گے اس لئے آپ اپنے جانشین کی نشان دہی کر دیں تا کہ ہمیں اطمینان ہو جائے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ہم اس معاملے پر غور کر رہے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اگر جانشین بنا دوں تو تم لوگ اس سے الگ ہو جاؤ گے جس طرح بنی اسرائیل ہارون سے الگ ہو گئے تھے۔ وہ دونوں چپ ہو کر واپس گئے جب ہم خدمت رسولؐ میں شرفیاب ہوئے تو تم چوں کہ رسولؐ کی زیادہ منھ لگی تھی تم نے پوچھا: یا رسولؐ! آپ کس کو امیر بنائیں گے؟ رسولؐ نے فرمایا: جو میری جوتیاں ٹانک رہا ہے۔ ہم نے جھانک کر دیکھا تو وہاں صرف علیؑ ہی تھے، ہم نے پوچھا: یا حضرت! وہاں تو صرف علیؑ ہی ہیں جو آپ کی جوتیاں ٹانک رہے ہیں۔ رسولؐ نے فرمایا: ہاں وہی۔ عائشہ یہ سن کر چونک پڑیں اور بولیں: ہاں یاد آیا۔(۴)

۲۰۔عائشہ نے بصرے میں خطبہ دیا: لوگو! عثمان کا گناہ اس حد تک نہیں پہونچا تھا کہ ان کا خون

۱۔مسند احمد (ج۱رص۲۵۱رحدیث۱۳۴۲) ریاض النضرۃ ج۱،ص۱۵۹، ج۲رص۲۲۵، (ج۱رص۱۹۹، ج۳رص۲۰۴)

۲۔دلایل النبوۃ (ج۶رص۴۳۹)، البدایۃ والنھایۃ، ج۶،ص۲۱۹، (ج۶رص۲۴۴)، الصواعق المحرقۃ ص۲۷، (۴۶)، تلخیص المستدرک علی الصحیحین، (ج۳رص۸۴رحدیث۴۴۶۷)

۳۔صحیح مسلم (ج۵رص۹رحدیث۹ رکتاب فضائل الصحابۃ)، ریاض النضرۃ (ج۱رص۳۹)، المستدرک علی الصحیحین ج۳رص۷۸، (ج۳رص۸۳رحدیث۴۴۶۴)

۴۔اعلام النساء، ج۲،ص۷۸۹، (ج۳رص۳۸)

مباح کر دیا جائے وہ قطعی مظلوم قتل ہوئے۔ میں تمہارے تازیانے وڈنڈے کھانے پر رنجیدہ ہو جاتی ہوں قتل عثمان پر کیوں نہ رنج ہوگا۔ میرے خیال میں پہلے قاتلین عثمان سے بدلہ لو پھر حضرت عمر کی طرح شوریٰ کے ذریعے خلافت کا معاملہ طے کرو۔

اس تقریر کے بعد لوگوں میں اختلاف ہو گیا بعض کہتے ٹھیک کہتی ہیں بعض کہنے لگے غلط کہتی ہیں اور پھر آپس میں مکے گھونسے چلنے لگے۔ بالکل اسی طرح کی اور بھی روایتیں ہیں۔(۱)

۲۱۔ حذیفہ نے رسول خداؐ سے عرض کی: کیا اچھا ہوتا کہ آپ اپنا جانشین کسی کو بنا دیتے؟ فرمایا: اگر میں جانشین بنا دوں اور تم اس کی مخالفت کرو تو تم پر عذاب نازل ہو جائے گا۔

لوگ کہنے لگے: بہتر ہوتا آپ ابوبکر کو خلیفہ بنا دیں۔ فرمایا: اگر اسے خلیفہ بنا دوں تو تم دیکھو گے کہ وہ کمزوری اور بوڑھے پن کے باوجود دین کے معاملے میں مضبوط ہے۔

کہا گیا: مناسب ہوگا کہ آپ عمر کو خلیفہ بنا دیں۔ فرمایا: اگر اسے بنا دوں تو تم دیکھو گے کہ دین خدا کے لئے طاقتور اور امین کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔

کہا گیا: بہتر ہوتا آپ علیؑ کو خلیفہ بنا دیں۔ فرمایا: اگر اسے بنا دوں تو تم اسے ہادی ومہدی پاؤ گے وہ ہمیشہ تمہیں سیدھے راستے پر رکھے گا۔(۲) حلیۃ الاولیاء(۳) میں ابوبکر وعمر کی جانشینی کا تذکرہ نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں خیانت کی گئی ہے۔

۲۲۔ ابن عباس سے مروی ہے: لوگوں نے رسول خداؐ سے عرض کی: آپ کسی کو اپنا خلیفہ بنا دیں تا کہ ہم اسے پہچان لیں اور اپنے معاملات اس کے حوالے کر دیں کیوں کہ ہم نہیں جانتے کہ آپ کے بعد کیا ہوگا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اگر کسی کو تم پر امیر مقرر کر دوں اور وہ تمہیں اطاعت خدا کا حکم دے اور تم اس کی نافرمانی کرو تو اس کی نافرمانی میری نافرمانی ہوگی اور میری نافرمانی خدا کی نافرمانی ہوگی اور اگر

۱۔ اعلام النساء، ج۲، ص۷۹۶، (ج۳رص۴۶)
۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۷۰، (ج۳رص۷۴رحدیث ۴۴۳۵)
۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۶۴

وہ معصیت خدا کا حکم دے اور تم اس کی اطاعت کرو تو قیامت کے دن مجھ پر تمہاری محبت قائم ہو جائے گی لیکن تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔(۱)

۲۳۔ پھر اگر یہ نصوص صحیح ہیں اور خلافت عہد خدا ہے، جبرئیل آسمان سے لائے، آسمان کانپا، فرشتوں نے آواز دی، رسول اکرمؐ نے اعلان کیا اور خدا اور رسولؐ اور مومنوں کو صرف ابوبکر ہی کی طلب تھی تو پھر صحیح بخاری (۲) کی ان روایتوں کا کیا بنے گا کہ ابوبکر نے سقیفہ کے دن حاضرین سے خطاب کیا: عمر یا ابوعبیدہ کی بیعت کرلو۔ طبری (۳) کی روایت ہے کہ یہ ہیں عمر اور یہ ہیں ابوعبیدہ ان کی بیعت کرلو۔ مسند احمد (۴) الامامۃ والسیاسۃ (۵) وغیرہ میں بھی یہی ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: واہ! کیا کہنا رسولؐ کے افتخار اور مومنین کی نازش کے لئے یہی کافی ہے کہ مدینہ میں خلیفہ رسولؐ بننے کے لئے ابوعبیدہ اور ابوطلحہ گورکن کے سوا کوئی نہ تھا۔

امت اسلام کس قدر خوش نصیب ہے کہ ایک گورکن خلافت کے خلا کو پر کرے اور دین کا سربراہ بنے۔ جس خلافت کا معیار یہ ہو کہ معاویہ جیسا شخص امین ہو، رسول بنتے بنتے رہ جائے (۶) اس میں خلیفہ کسی گورکن ہی کو ہونا چاہیئے۔

جب ابوبکر خلافت کو ابوعبیدہ کے حوالے کرنا چاہتے تھے تو آسمان کیوں نہ کانپا حالاں کہ رسولؐ جب (روایات کی بنا پر) خلافت کو علیؑ کے حوالے کرنا چاہتے تھے تو آسمان لرزنے لگا، فرشتے آہ وفغاں کرنے لگے، خدا نے سختی سے منع کر دیا کہ صرف ابوبکر ہی خلیفہ ہوں گے۔ جی ہاں! آسمان کو لرزنا چاہیئے، زمین کو پھٹ جانا چاہیئے، پہاڑوں کو زمیں بوس ہو جانا چاہیئے۔

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۱۶۰

۲۔ صحیح بخاری (ج ۳ ص ۱۳۴۲ / حدیث ۳۴۶۷)

۳۔ تاریخ طبری، ج ۳ ص ۲۰۹، (ج ۳ ص ۲۲۱)، ص ۲۰۱، (ج ۳ ص ۲۰۶)

۴۔ مسند احمد ج ۱، ص ۵۶، (ج ۱ ص ۹۰ / حدیث ۳۹۳)

۵۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۷، (ج ۱ ص ۱۴، ۱۶)

۶۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ک ۲۵ ص ۶)، اللآلی المصنوعۃ، (ج ۱ ص ۴۱۹)

۲۴۔ آخر کیا بات تھی کہ عمر کہتے ہیں: اے ابوبکر! آپ ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں بیعت کروں اور ابوبکر کہتے ہیں: نہیں، تم ہاتھ بڑھاؤ تا کہ بیعت کروں۔ اس تکرار میں آخر عمر نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔ ابوبکر نے کہا: میری قوت تمہاری قوت کے بل پر ہے۔(۱)

۲۵۔ آخر کیسے ابوبکر کو مہاجرین اور وزارت کو انصار سے مخصوص قرار دے رہے ہیں؟(۲)

۲۶۔ ابوبکر کے لئے آخر کیا وجہ جواز تھا کہ وہ کہتے ہیں: میں نے یہ خلافت تھام لی ہے لیکن کراہت کے ساتھ، بخدا! میں چاہتا ہوں کہ میری جگہ تم میں سے کوئی ہو جائے۔(۳)

جسے خدا، رسولؐ اور جبرئیل نے ان کے حوالے کیا تھا اس سے آخر کراہت کیوں؟ دوسروں کے حوالے کیوں کر رہے ہیں حالاں کہ رسولؐ نے خلافت کو علیؑ کے حوالے کرنا چاہا تو وہ درمیان میں حائل ہو گئے تھے، صرف ابوبکر کو خدا چاہتا ہے۔

۲۷۔ ابوبکر چلا رہے ہیں کہ مجھے چھوڑ دو میں تم سے بہتر نہیں ہوں، (۴) مجھے تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں، مجھے چھوڑ دو۔(۵) آخر اس دست برداری کا جواز کیا ہو سکتا ہے جسے خدا اور رسول متعین کرنا چاہتے ہیں؟

۲۸۔ ابوبکر تین روز تک لوگوں سے پوشیدہ رہے، روزانہ باہر آ کر کہتے ہیں: تمہاری بیعت کو مسترد کرتا ہوں کسی دوسرے کو منتخب کرو۔(۶) بلکہ سات روز تک لوگوں کو اختیار دیا آخر اس دست برداری اور بیعت گردن سے اٹھانے کا جواز کیا ہو سکتا ہے جب کہ مشیت خداوندی انہیں کے حق میں تھی۔

۲۹۔ حضرت ابوبکر کی اس تقریر کے متعلق کیا صفائی دی جائے گی کہ وہ فرماتے ہیں:

۱۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۹۹، (ج ۳ / ص ۲۰۳)، السیرۃ الحلبیہ ج ۳، ص ۳۸۶، الصواعق المحرقۃ، ص ۷، (۱۲)

۲۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۹۹، ۲۰۸، (ج ۳ / ص ۲۰۳، ۲۲۰)، ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۶۲، ۱۶۳، (ج ۱ / ص ۲۰۳، ۲۰۴)

۳۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۹۹، (ج ۱ / ص ۲۶۰ / نمبر ۲)

۴۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۳۰، (۵۱)

۵۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۱۴، (ج ۱ / ص ۲۰)

۶۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۱۶، (ج ۱ / ص ۲۲)، ریاض النضرۃ ج ۱، ص ۱۷۵، (ج ۱ / ص ۲۱۷)

لوگو! یہ علیؑ ہیں، انہوں نے میری بیعت نہیں کی ہے، یہ اپنے معاملات میں با اختیار ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! تم سب بیعت کے سلسلے میں با اختیار ہو میرے سوا کسی اور کی بیعت کرلو۔ جس کی بیعت کرو گے سب سے پہلے میں اس کی بیعت کروں گا۔ (۱)

شاید وہ حادثوں کے ڈر سے لوگوں کو مختار بنا رہے تھے۔ لیکن یہ حادثے تو آسمان لرزنے کے مقابلے میں کمتر تھے، عمر نے ابوبکر کے سامنے پہونچ کر شور مچانا شروع کر دیا، وہ حباب بن منذر سے جو مخالف بیعت ابوبکر تھے بولے: خدا تجھے قتل کرے، ان کی آنکھیں پھوڑ دیں، ہاتھ اینٹھ دئے پھر رئیس خزرج، سعد پر غرائے: اس کو قتل کردو، خدا قتل کرے یہ منافق ہے۔ قیس بن سعد نے جھپٹ کے عمر کی داڑھی پکڑ لی اور کہا: بخدا! اگر سعد کو کچھ ہوا تو تیرے دانت توڑ دوں گا۔ زبیر تو تلوار ہی بھانجنے لگے تھے، مقداد کے سینے کو فشار دیا گیا، فاطمہؑ کے گھر پر ہلہ بول دیا جو لوگ گھر میں تھے انہیں بیعت کے لئے بزور نکالنے گئے عمر آگ اور لکڑی بھی لے آئے اور آواز دی: گھر سے باہر نکلو ورنہ سب کو جلا دوں گا۔ فاطمہؑ نے پس پردہ سے روتے ہوئے فریاد کی: اے بابا! ذرا دیکھئے تو پسر قحافہ نے مجھ پر مصائب کے پہاڑ توڑ دئے۔ بیعت کے لئے علیؑ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر مسجد کی طرف گھسیٹتے ہوئے چلے۔ ان سے کہا گیا بیعت کرو ورنہ قتل کر دئے جاؤ گے۔ وہ فریاد کر رہے تھے: اے ماں جائے! لوگوں نے مجھے کمزور کر دیا ہے وہ قتل پر آمادہ ہیں۔ (۲)

یہ تمام باتیں اس بات کی واضح تردید کرتی ہیں کہ خلافت ابوبکر خدا اور رسولؐ اور فرشتوں کی طرف سے ہے، خلافت ابوبکر کا خدا کی طرف سے ہونا سراسر جھوٹ اور ڈھونگ ہے جسے بنام خدا و رسول گڑھا گیا ہے۔

۳۰۔ عمر نے بعد وفاتِ رسولؐ ابو عبیدہ سے کہا: اپنا ہاتھ بڑھاؤ تا کہ تمہاری بیعت کروں کیوں کہ تم ارشاد رسولؐ کے مطابق امین امت ہو۔ ابو عبیدہ نے جواب دیا: جب سے مسلمان ہوا ہوں تم سے ایسی غلطی نہیں دیکھی کیا تم میری بیعت کرو گے جب کہ تمہارے درمیان صدیق و یار غار موجود

۱۔ السیرۃ الحلبیۃ، ج۳، ص۳۸۹، (ج۳ رص۳۶۰)

۲۔ اس کے مدارک ساتویں جلد میں پیش کئے جائیں گے۔

ہیں۔(۱)انہیں ان نصوص کے ہوتے صدیق و یار غار کی دہائی دینا سمجھ میں نہیں آتا؟

۳۱۔عمر مسلمانوں کے معاملات کو شوریٰ کے سپرد کر کے کہتے ہیں: جو شوریٰ کے علاوہ کسی کی بیعت کرے گا اس کی اہمیت نہ ہوگی، اسے قتل کر دیا جائے گا۔(۲)

۳۲۔صحیح مسلم (۳) و مسند احمد (۴) میں ہے کہ ایک دن عمر نے تقریر کی: میں نے خواب دیکھا ہے کہ مرغ مجھے چونچ مار رہا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کے میری موت قریب ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کسی کو خلیفہ بنا دوں، حالاں کی خدا کبھی اپنا دین برباد نہ کرے گا اور اگر لوگ اس امر (خلافت) میں جلدی چاہتے ہیں تو شوریٰ کے ان چھ افراد میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں۔(۵)

۳۳۔آخر کیا وجہ تھی کہ عمر نے خلافت ابو بکر کے لئے کہا کہ بیعت ابو بکر نا گہانی حادثہ تھا، خدا نے اس کے شر سے محفوظ رکھا(۶) یا جاہلی لغزش تھی (۷) اب اگر کوئی اس کا اعادہ کر چکا تو قتل کیا جائے گا۔(۸)

۱۔مسند احمد، ج۱، ص۳۵، (ج۱رص۵۸رحدیث۲۳۵)، الطبقات الکبریٰ، ج۳، ص۱۲۸، (ج۳رص۱۸۱)، نہایۃ ابن اثیر ج۳ ،ص۲۴۷، (ج۳رص۲۸۲)، صفۃ الصفوۃ، ج۱، ص۹۷، (ج۱رص۲۵۶رنمبر۲)، السیرۃ الحلبیۃ، ج۳رص۳۸۶، (ج۳رص ۳۵۷)، الصواعق المحرقۃ، ص۷، (ص۱۲)

۲۔مسند احمد، ج۱، ص۵۶، (ج۱رص۹۱رحدیث۳۹۳)، البدایۃ والنھایۃ، ج۵، ص۲۴۶، (ج۵رص۲۶۷)

۳۔صحیح مسلم، ج۲، ص۳، (ج۲رص۳۸رحدیث۷۸، کتاب المساجد)

۴۔مسند احمد، ج۱، ص۴۸، (ج۱رص۷۹ر حدیث۳۴۳)

۵۔سنن بیہقی، ج۸، ص۱۵۰، تیسیر الوصول، ج۲، ص۴۹، (ج۲رص۵۸رحدیث۸)

۶۔صحیح بخاری، باب رجم الحبلی من الزنا، ج۱۰، ص۴۴، (ج۶رص۲۵۰۵رحدیث۶۴۴۲)، مسند احمد، ج۱، ص۵۵، (ج۱رص۹۰ر حدیث۳۹۳)، تاریخ طبری، ج۳، ص۲۰۰، (ج۳رص۲۰۵)، انساب بلاذری، ج۵، ص۱۵، سیرۃ ابن ہشام، ج۴، ص۲۲۸، (ج۴رص۳۰۸)، تیسیر الوصول، ج۲، ص۴۲، ۴۴، (ج۲رص۵۱، ۵۳رحدیث۴)، تاریخ کامل، ج۲، ص۱۳۵، (ج۲رص۱۱)، نہایۃ ابن اثیر، ج۳، ص۲۳۸ف، (ج۳رص۴۶۷)، ریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۶۱، (ج۱رص۲۰۱)، البدایۃ والنھایۃ، ج۵، ص ۲۴۶، (ج۵رص۲۶۶) السیرۃ الحلبیۃ، ج۳، ص۳۸۸، ۳۹۲، (ج۳رص۳۶۰، ۳۶۳) الصواعق المحرقۃ، ص۵، ۸، (ص۱۰، ۱۴) تاج العروس، ج۱، ص۵۶۸

۷۔تاریخ طبری، ج۳، ص۲۱۰، (ج۳رص۲۲۳)

۸۔الصواعق المحرقۃ، ص۲۱، (ص۳۶)

یہ خلافت تو بشارتوں اور متواتر پیش گوئیوں سے معمور تھی۔ رسول خداؐ کی زبان نہیں تھکی تھی اس کے اعلان سے، ان نصوص کے مقابلے میں رسول کو وصیت لکھنے کی قطعاً ضرورت نہ تھی اس کے بعد تو چھوٹا سا اختلاف بھی ناممکن تھا۔ حضرت عمر آخر اس میں کیا برائی دیکھ رہے تھے جب کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور خدا و رسولؐ و مومنین خلافت ابوبکر کے سوا کوئی چیز قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے۔

۳۴: عمر نے عبدالرحمٰن بن عوف کو پیشکش کی کہ وہ خلیفہ وولی عہد ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ جب میں مشورہ کروں گا تو آپ میری رہنمائی کریں گے؟ عمر نے کہا: بخدا! ہرگز نہیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا: تو پھر میں راضی نہیں ہوں کہ آپ کے بعد مسلمانوں کا خلیفہ بنوں۔(۱)

۳۵۔ کیا وجہ تھی کہ تمام انصار بیعت ابوبکر نہیں کر رہے تھے (۲) جب کہ اس قدر بے شمار نصوص موجود تھیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم علیؑ کے سوا کسی کی بیعت نہیں کریں گے۔ یا یہ کہ ایک تم میں سے امیر ہو ایک ہم سے ہو۔ (۳) آخر کیا وجہ تھی کہ طلحہ، زبیر، مقداد، سلمان، عمار، ابوذر، خالد بن سعید اور اکثر بزرگان مہاجرین نے بیعت ابوبکر سے انکار کیا۔ (۴) وہ کہتے رہے کہ ہم صرف علیؑ کی بیعت کریں گے اس لئے علیؑ کے گھر میں پناہ گزیں تھے آخر جبری سیاست کے ذریعے نکالے گئے۔

سعد دہاڑ رہے تھے: بخدا! ہرگز تمہاری بیعت نہ کروں گا چاہے تمام جن و انس تمہاری بیعت کرلیں۔ وہ آخری سانسوں تک ابوبکر کی جماعت میں شامل نہ ہوئے، ان سے قطع تعلق کئے رہے، نہ ان کے ساتھ حج کیا۔ (۵) عباس اور تمام بنی ہاشم کے پاس کیا عذر تھا؟ کیا ان کے سامنے یہ جعلی نصوص نہیں تھے؟

۳۶۔ خود امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو اس انتخابی بیعت سے اختلاف تھا۔ ابن قتیبہ لکھتے

۱۔ الفتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۴۲۷، (ج ۲ ص ۲۷۵)

۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۵۵، (ج ۱ ص ۹۰ / حدیث ۳۹۳)

۳۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۴۰۵، (ج ۱ ص ۶۶۸ / حدیث ۳۸۳۲)، طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۲۸، (ج ۳ ص ۱۸۲)

۴۔ ریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۱۶۷، (ج ۱ ص ۲۰۷)

۵۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۹۸، ۲۰۰، ۲۰۷، ۲۱۰، (ج ۳ ص ۲۰۲، ۲۰۵، ۲۱۸، ۲۲۲)

ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ کو ابوبکر کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے کہا: میں بندۂ خدا و برادر رسولؐ ہوں۔ ان سے کہا گیا کہ ابوبکر کی بیعت کرو۔ انہوں نے جواب دیا: میں خلافت کا تم سے زیادہ حقدار ہوں، اگر تم صاحب ایمان ہو تو میرے ساتھ انصاف کرو ورنہ پھر اپنے کرتوت کا بدلہ پاؤ گے۔

عمر نے کہا: تمہیں آزاد نہیں کیا جائے گا جب تک بیعت نہ کرو گے۔ علیؑ نے جواب دیا: تم دودھ دوہ رہے ہو کہ اس میں تمہارا بھی حصہ ہے، آج کوشش کر رہے ہو کل فائدہ اٹھاؤ گے، بخدا! اے عمر! میں ہرگز بیعت نہ کروں گا۔

ابوبکر نے کہا: اگر تم بیعت نہ کرو گے تو میں مجبور بھی نہ کروں گا۔ ابوعبیدہ نے کہا: بھیا! تم کمسن ہو اور یہ مسن ہیں، تمہارے پاس ان کے جیسا تجربہ نہیں، میں ابوبکر کو تم سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتا ہوں، بڑا اچھا ہوتا کہ خلافت ان کو دے ڈالتے اگر زندہ رہو گے تو یہ خلافت تمہیں کو پہونچے گی، تم علم و دینداری، فہم و دامادی کے لحاظ سے زیادہ سزاوار ہو۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے مہاجرو! خدا کے لئے حکومت محمدؐ کو ان کے گھر سے نکال کر عربوں میں مت رائج کرو۔ اہل بیتؑ کو ان کے حق سے محروم نہ کرو۔ اے مہاجرو! بخدا! میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اس خلافت کا حقدار ہوں کیوں کہ ہم اہل بیت محمدؐ میں سے ہیں، ہم تم سے زیادہ اس کے حقدار، تم سے بہتر قرآن کے قاری، سنت رسولؐ سے آگاہ، رعیت نوازی سے بہرہ مند اور عدالت اجتماعی کے واقف کار ہیں۔ نفس کی پیروی کر کے راہ حق سے انحراف نہ کرو۔

بشیر بن سعد نے کہا کہ اگر یہ کلمات انصار سن لیتے تو ابوبکر سے پہلے تمہاری بیعت کر لیتے۔

ابن قتیبہ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے رات کے وقت فاطمہؑ کو خچر پر سوار کر کے انصار کے گھروں میں بھیجا اور مدد طلب کی۔ انہوں نے کہا کہ اب تو ابوبکر کی بیعت ہو گئی اگر آپ نے اسی وقت اپنا مطالبہ رکھا ہوتا تو ہم آپ ہی کی بیعت کرتے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

کیا میرے لئے مناسب تھا کہ رسول کو گھر میں چھوڑ دیتے اور بغیر دفن کئے سلطنت کے لئے

جھگڑنے کھڑے ہوتے؟ فاطمہؑ نے فرمایا: ابوالحسنؑ نے وہی کیا جو ان کے لئے مناسب تھا دوسروں نے جو کچھ کیا اس کا حساب خدا کے ذمے ہے۔

ابن قتیبہ مزید لکھتے ہیں:

ابوبکر نے مخالفین بیعت کے تعاقب میں خانۂ علیؑ کی طرف عمر کی سرکردگی میں لوگوں کو بھیجا، عمر نے آواز دی: گھر سے باہر نکلو۔ انہوں نے باہر نکلنے سے انکار کیا، عمر نے آگ لگانے کا ارادہ کیا اور کہا کہ خدا کی قسم! گھر والوں سمیت گھر جلا دوں گا ورنہ باہر نکلو۔ ان سے کہا گیا: اس میں فاطمہؑ بھی ہیں۔ کہنے لگے چاہے اس میں فاطمہؑ ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ سن کر لوگ باہر نکل آئے اور سب نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔ لیکن علیؑ نے بیعت نہیں کی کیوں کہ انہوں نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گا نہ گھر سے نکلوں گا نہ عبا دوش پر ڈالوں گا۔

فاطمہ نے آواز دی: تم سے بدتر آدمی دیکھنے کو نہ ملے گا کہ جنازہ رسول کو ہمارے پاس چھوڑ دیا اور اپنا کام تمام کر لیا، نہ ہم سے مشورہ کیا نہ ہمارا حق دیا۔

عمر نے ابوبکر سے کہا: اس منکر کو بلواتے کیوں نہیں؟ ابوبکر نے قنفذ کو بھیجا کہ علیؑ کو میرے سامنے حاضر کرے۔ وہ علیؑ کے سامنے گیا تو علیؑ نے کہا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: خلیفۂ رسولؐ آپ کو بلا رہے ہیں۔ علیؑ نے فرمایا: بہت جلد تم رسولؐ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ قنفذ نے جا کر سارا ماجرا بیان کیا جسے سن کر ابوبکر رونے لگے، عمر نے کہا: اس منکر بیعت کو مہلت مت دیجئے۔ ابوبکر نے کہا: جا کر کہو کہ امیر المومنین تمہیں بلا رہے ہیں کہ میری بیعت کرو۔ قنفذ نے جا کر کہا تو علیؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! وہ ایسی چیز کا دعویٰ کر رہا ہے جس کا سزاوار نہیں۔ قنفذ نے واپس جا کر کہا، ابوبکر دیر تک روتے رہے اس وقت عمر اٹھے اور ان کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ فاطمہؑ کے در پر پہونچکر دروازہ کھٹکھٹایا، فاطمہ سلام اللہ علیہا نے آواز سن کر فریاد کی:

اے بابا!

اے رسول خداؐ! دیکھئے تو آپ کے بعد پسر خطاب و پسر قحافہ سے کیا دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔

لوگوں نے گریہ زہراؑ سنا تو کلیجے پانی ہو گئے، جگر پھٹنے لگے۔ عمر نے لوگوں کی مدد سے علیؑ کو ابو بکر کے سامنے حاضر کیا اور ان سے کہا کہ بیعت کرو۔ فرمایا: اگر بیعت نہ کروں تو کیا ہوگا؟ کہا گیا: گردن ماردی جائے گی۔ علیؑ نے کہا: کیا تم بندۂ خدا اور برادر رسول کو قتل کردو گے؟

عمر نے کہا: بندۂ خدا ہونا مانتا ہوں لیکن برادر رسولؐ ہونے سے انکار ہے۔ (۱) ابو بکر چپ تھے، عمر نے ان سے کہا: آپ انہیں بیعت کا حکم کیوں نہیں دیتے؟ ابو بکر نے کہا: جب تک فاطمہؑ زندہ ہیں انہیں بیعت پر مجبور نہ کروں گا۔ علیؑ نے قبر رسولؐ کی طرف رخ کر کے کہا: ماںجائے! لوگوں نے مجھے کمزور کردیا ہے قریب ہے کہ قتل کردیں۔ (۲)

۳۷۔ ابو بکر و عمر نے آخر کیوں مغیرہ کو سازش کر کے بھیجا کہ عباس کو خلافت میں شریک ہونے پر آمادہ کریں۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں (۳): مغیرہ بن شعبہ ابو بکر کے پاس گئے اور کہا: آپ عباس سے ملئے اور انہیں خلافت میں حصہ دیدیجئے جو ان کی اولاد میں باقی رہے، یہ چیز علیؑ و بنی ہاشم کے خلاف پڑے گی۔ ابو بکر، عمر، ابو عبیدہ رسولؐ کے چچا عباس کے گھر پر گئے، ابو بکر نے تقریر کی: خدا نے محمدؐ کو رسول بنایا اور مومنوں کا ولی قرار دیا، ہمارے درمیان مبعوث کر کے ہم پر احسان فرمایا... ہم آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ کو اس خلافت میں حصہ دار بنائیں اور آپ کے بعد آپ کے بیٹوں میں بھی باقی رہے کیوں کہ آپ عم رسولؐ ہیں۔

عمر نے کہا: ہمیں آپ کی ضرورت نہیں لیکن ہم خلافت کے بارے میں آپ کے طعنوں کو پسند کرتے ہیں جسے تمام لوگوں نے طے کرلیا ہے... اب آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرت عباس نے حمد و ثناء کے بعد کہا: جیسا کہ تم نے کہا کہ خدا نے رسول کو مبعوث کر کے ہم پر

۱۔ جب کہ جلد ۳ میں حضرت علیؑ و پیغمبر اسلامؐ کے درمیان رشتۂ اخوت و صیغۂ اخوت سے متعلق متعدد روایتیں بیان کی جاچکی ہیں جن میں کئی متواتر ہیں۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۱۲، ۱۳، (ج ۱ ص ۱۸۔۲۰)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۱۵، (ج ۱ ص ۲۱)

احسان فرمایا اور لوگوں کے امور ان کے سپرد کئے لیکن یہ سب کچھ حق کی بنیاد پر ہوا، ہوا و ہوس کی وجہ سے نہیں۔ اے ابوبکر! صورت حال یہ ہے کہ اگر تم نے خلافت کو رسولؐ کی نسبت سے اختیار کیا تو ہمارا حق لیا ہے اور اگر مومنین کے وسیلے سے لیا تو ہم ان سے ممتاز ہیں۔ یہ جو تم ہم پر بذل و بخشش کر رہے ہو اگر تمہارا حق ہے تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں اگر مومنین کا حق ہے تو تمہیں بانٹنے کا حق نہیں، اگر یہ ہمارا حق ہے تو ہم تم سے راضی نہیں۔

تم نے صحیح کہا کہ رسولؐ ہم سے ہیں لیکن ہم درخت نبوت کی شاخ ہیں اور تم ہمسائے ہو۔

۳۸۔ کچھ لوگوں نے ابوبکر پر اعتراض کیا کہ آپ نے عمر کو خلیفہ کیوں بنا دیا؟

عائشہ کہتی ہیں کہ جب میرے بابا کی حالت غیر ہونے لگی فلاں فلاں بابا کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے خلیفۂ رسولؐ! کل جب آپ پیش خدا حاضر ہوں گے تو آپ عمر کو خلیفہ بنانے کا کیا عذر پیش کریں گے؟ بابا نے جواب دیا: کیا تم مجھے خدا سے ڈارتے ہو۔ میں خدا سے کہوں گا کہ میں نے صحابہ کی بہترین فرد کو خلیفہ بنایا ہے۔ (۱)

۳۹۔ آخر کیا وجہ تھی کہ امیرؑ المومنین نے بیعت عثمان سے انکار کیا جب کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور ان کے ساتھ لوگوں نے بیعت کر لی تھی۔ علیؑ اٹھ کر بیٹھ گئے، عبدالرحمٰن نے کہا: ان کی بیعت کیجئے ورنہ گردن مار دوں گا۔ اس دن صرف عبدالرحمٰن ہی کے پاس تلوار تھی حضرت علیؑ غصے میں باہر نکل آئے۔ پھر ارباب شوریٰ نے علیؑ سے کہا کہ اگر آپ نے عثمان کی بیعت نہ کی تو ہم سے جنگ کریں گے۔ علیؑ نے بیعت کر لی۔ (۲)

تاریخ طبری (۳) میں ہے کہ لوگ عثمان کی بیعت کرنے لگے مگر علیؑ نے سستی دکھائی، عبدالرحمٰن نے ان سے کہا: جو بیعت نہ کرے گا اپنا برا کرے گا۔ علیؑ نے یہ آیت (فتح ر۱۰) سن کر عثمان کی بیعت

۱۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۱۴۹

۲۔ بلاذری کی الانساب، ج۵، ص۲۲

۳۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۴۱، (ج۴ر ص۲۳۸ر حدیث۲۳)

کر لی۔صحیح بخاری میں ہے کہ عبدالرحمٰن نے کہا کہ تلوار نکالنے پر مجبور نہ کیجئے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

طبری کے بقول شوریٰ سے سرتابی پر حکم قتل عمر نے دیا تھا۔تاریخ طبری میں ہے عمر نے صہیب کو حکم دیا کہ تین دن لوگوں کو نماز پڑھا،علیؑ،عثمان،زبیر،سعد،عبدالرحمٰن اور طلحہ کو جمع کر،عبداللہ بن عمر بھی رہیں لیکن وہ شوریٰ کے ممبر نہیں ہیں،تم ان کے سر پر سوار رہنا اگر پانچ آدمی ایک پر متفق ہو جائیں اور ایک اختلاف کرے تو اس کی گردن مار دینا اگر چار متفق ہوں اور دو انکار کریں تو دو کو قتل کر دینا،اگر تین انکار کریں تو عبداللہ بن عمر کو حاکم بنانا،اگر اس پر بھی راضی نہ ہوں تو جدھر عبدالرحمٰن بن عوف ہوں اس کو منتخب کرنا بقیہ جو اس کا مخالف ہو اس کی گردن مار دینا۔(۲)

﴿افمن هذا الحديث القجبون و تضحكون و لا تبكون﴾(۳)

گھار، چیخ پکار

یہ تمام روایتیں حضرت علیؑ کی مسلمہ خلافت حقیقی کے خلاف بے بنیاد گھار سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔رسول اسلامؐ نے روز بعثت سے اپنی آخری سانسوں تک حضرت علیؑ کی جانشینی تسلیم کرنے کا جو اہتمام فرمایا یہ جعلی روایات اس میں مغالطہ پیدا کرنے کی سعی ہیں۔رسول خداؐ نے اول روز ہی فرما دیا تھا کہ خلافت من جانب اللہ ہے۔

آپ نے قبیلہ بنی عامر کے لوگوں کو دعوت اسلام دی تو انہوں نے پوچھا:اگر ہم اسلام قبول کرلیں اور خدا آپ کو ان مخالفتوں میں کامرانی سے ہمکنار کردے تو کیا خلافت کو اپنے بعد ہمیں عطا فرمائیں گے؟

۱۔صحیح بخاری،ج۱،ص۲۰۸،(ج۶رص۲۶۳۵رحدیث۶۷۸۱)،الامامۃ والسیاسۃ،ج۱،ص۲۵،(ج۱رص۳۱)

۲۔تاریخ طبری،ج۵،ص۳۵،(ج۴رص۲۲۹)انساب بلاذری،ج۵،ص۶۱،۱۸،الامامۃ والسیاسۃ،ج۱،ص۲۳،(ج۱رص۲۸)،العقد الفرید،ج۲،ص۲۵۷،(ج۴رص۹۸)

۳۔سورۂ نجم،آیت۵۹.

رسول خداؐ نے فرمایا: خلافت خدا کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔(۱)

یہ جعلی روایات مسلمانوں کو گمراہی کی طرف لے جانے والی زنجیریں ہیں، انہیں مخصوص مقاصد کے لئے گڑھا گیا ہے، ان کا حقیقت و واقعیت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ حدیث سازی حقائق پر پردہ ڈالنے اور جھوٹ اور بہتان کی ہوا باندھنے کے لئے کی گئی ہے، ان کی وجہ سے تاریخ کا چہرہ انتہائی مکروہ اور غیر معتبر ہو کر رہ جاتا ہے۔ ان روایات سے سالک راہ خدا پر حق بالکل مشتبہ ہو کر رہ جاتا ہے، چند روزہ حیات کی طمع مادی نے ان کے ذریعے آتش فتنہ بھڑکایا اور خواہش نفسانی کے فریب کے جال بچھا دئے، انہیں امت اسلامی کو صحیح سمت سے منحرف کرنے کے لئے گڑھا گیا ہے۔

کیا ان روایات کے ذریعے ایک متلاشی حق، راہ نجات پا سکتا ہے؟ آخر وہ کس کتاب پر بھروسہ کرے، کس پر اعتماد کرے یہ جھوٹی؟ روایات تمام کتابوں میں بکھری پڑی ہیں، یہ ہزاروں ہزار جھوٹ کے طومار، تالیفات میں اپنا مقام بنا چکے ہیں پھر یہ کہ انہیں میں ان کے جعلی ہونے کی نشاندہی بھی ہے۔

جس وقت کوئی انسان دیکھتا ہے کہ ان جھوٹی حدیثوں کو بعض نے بطور ارسال مسلم نقل کیا ہے، جھوٹی سندوں کو صحیح حدیث کی طرح پیش کیا گیا ہے، بعض نے بغیر متن و سند پر توجہ کئے لکھ مارا ہے تو اس کے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرے۔ یہ تمام روایات صحابہ کے فضائل میں ہیں ایسی صورت میں وہ خود سے پوچھتا ہے کہ کیا کرے؟ انہیں مولفین میں چودھویں صدی کا مولف بے حیائی سے للکارتا ہے کہ اہل سنت کے رجال میں جھوٹ اور حدیث سازی کے بدنام افراد ہیں ہی نہیں۔ اس کی فہم کو اس مکاری سے وہی نکال سکتا ہے جس کے جذبات خالص اور خواہش نفسانی کی آلودگی سے پاک ہوں ایسا مصلح ملے تو کہاں سے؟

ہاں! ہم نے اس کے لئے ان الواح میں ہر طرح کی نصیحت لکھ دی ہے تاکہ جو بھی ہلاک ہو یا زندہ ہو وہ دلیل کے ساتھ ہو۔ سے ہم نے ان کے لئے تفصیلی علم کی اساس پر کتاب پیش کی۔

۱۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۱، ص۳۳۴، (ج۲رص۶۶) الروض الانف، ص۲۶۴، (ج۴رص۳۹)، السیرۃ الحلبیۃ، ج۲، ص۳، دحلان کی السیرۃ النبویۃ ج۱، ص۳۰۲، (ج۱رص۱۴۷)

حدیث سازی کے متعلق علماء کی رائے

حافظ جلال الدین سیوطی تحذیر الخواص (۱) میں لکھتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی سنی گناہ کبیرہ کے مرتکب پر کفر کا فتویٰ صادر کرے گا مگر شیخ ابو محمد جوینی نے رسولؐ پر جھوٹ گڑھنے والے کے متعلق کہا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر رسولؐ پر جھوٹ باندھے وہ کافر ہے، وہ ملت اسلام سے خارج ہے۔

اس فتوے کی تائید مالکیوں کے اکثر ائمہ نے کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ پر جھوٹ باندھنا بہت بڑا گناہ ہے کیوں کہ کسی بھی گناہ کبیرہ کے متعلق اس کے ارتکاب کرنے والے کو کافر نہیں کہا جاسکتا صرف یہی ایک گناہ کبیرہ جس میں رسولؐ پر جھوٹ باندھا گیا ہو۔

محدثین و حفاظ کی یہ ٹولی جنہوں نے ان احادیث کے ذریعے رسولؐ پر جھوٹ باندھا اور اپنی تالیفات میں نقل کیا وہ اس حدیث رسولؐ کے زمرے میں آتے ہیں جسے خطیب نے نقل کیا اور ابن جوزی نے صحیح ہونے کی نشاندہی کی ہے (**من روی منی حدیثا و هو یری انه کذب فهو احد الکذابین**) جو شخص یہ جانتے ہوئے کہ یہ جھوٹ ہے مجھ سے کوئی روایت نقل کرے وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ (۲)

قرآن بھی اس کی تائید کرتا ہے: ﴿**و لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین**﴾ اگر رسول ہماری نسبت کوئی جھوٹ بات بنالاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ضرور ہم ان کی گردن اڑا دیتے پھر مجھے تم میں سے کوئی بھی روک نہ سکتا۔

ان مورخین و حفاظ نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ گڑھا ہوا جھوٹ ہے انہیں رسول خداؐ کی طرف نسبت دی، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا، لوگوں کو راہ راست سے روکا، ان سے بڑا ظالم کون ہوگا؟

کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ یہ جھوٹ کا طومار باندھنے والے جاہل تھے، انہوں نے جان بوجھ کر یہ

۱۔ تحذیر الخواص، ص ۲۱، (ص ۱۲۵)

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۱۶۱، (نمبر ۱۸۳۷)، المنتظم، ج ۸، ص ۲۶۸، (ج ۱۶ / ص ۱۳۳ / نمبر ۳۴۰۷)

حرکت نہیں کی؟ قرآن ان کے متعلق کہتا ہے کہ ان کے پاس علم نہیں یہ اندھے بہرے کی طرح جھوٹ باندھ رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حق پر ہیں، اکثر ان میں بے سواد ہیں، وہ کتاب میں سے آرزوؤں کے سوا کچھ نہیں جانتے یہ ارباب پندار ہیں۔

قطب الدین راوندی

وفات ۵۷۳ھ

بنو الزھرا آباء الیتامی　　اذا ما خوطبوا قالوا : سلاما

''فرزندان زہراؑ یتیموں کے باپ ہیں جب کبھی جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام کہہ کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ وہ مخلوقات پر خدا کی حجت ہیں جو ان کی طرف سے برے خیالات رکھے وہ گناہوں میں ڈوب گیا وہ ہمیشہ صائم النہار اور قائم اللیل رہے۔

کیا رسول خداؐ نے غدیر کے دن بلند مرتبہ علیؑ کو امام مقرر نہیں کیا؟ کیا حیدرؑ کرار مرد میدان اور شجاع نہیں تھے؟ کیا حیدرؑ کرار کا (خدا کے نزدیک) بلند مقام نہیں ہے''؟

ایک مرثیے میں ایک شعر غدیر سے بھی متعلق ہے:

''وہ لوگ غدیر خم کے واقعے کو قطعی فراموش کر بیٹھے پھر تو ان پر بدتر بدبختی ٹوٹ کے برس پڑی''۔

حالات وشخصیت:

قطب الدین ابوالحسین سعد (سعید) بن ہبتہ اللہ بن حسین بن عیسیٰ راوندی۔ ممتاز ترین شیعہ عالم تھے، فقہ وحدیث کے استاذ اور علم وادب کے نابغہ روزگار تھے۔ ان کے فضائل ومساعی علمی میں ذرا بھی جھول نہیں، ان کے دینی خدمات عیب سے بری اور گرانقدر تالیفات سے مزین ہیں۔

ان کی ستائش میں تذکرہ نگاروں نے بہت مبالغہ کیا ہے، حالات زندگی مندرجہ ذیل کتب میں ہیں:

۱۔فہرست منتجب الدین

۲۔معالم العلماء

۳۔امل الآمل

۴۔لسان المیزان

۵۔ریاض العلماء

۶۔اجازہ سماہیجی

۷۔ریاض الجنتہ (روضہ رابعہ)

۸۔لؤلؤۃ البحرین

۹۔منتہی المقال (۱)

۱۰۔الکنی والالقاب

۱۱۔مستدرک الوسائل

اساتذہ اور جن سے روایت کی

شیخ ہبۃ اللہ بغدادی، عماد الدین مروزی، مسعود صوانی، محمد بن ابی القاسم طبری، علی بن علی بن عبد الصمد نیشاپوری، محمد بن علی بن عبد الصمد، سید ابوتراب مرتضی بن داعی، مجتبی بن داعی، ابوالبرکات مشہدی، شیخ ابوجعفر حلبی، ابونصر غاری، ابوالقاسم بن کمیح، محمد بن مرزبان، شیخ مودب قمی، ابوسعد ارابادی، شیخ حدیقی، ابوالحسین مرشکی، ہبۃ اللہ بن دعویدار، علی بن ابی طالب سلیقی، ابوجعفر بن کمیح، عبد الرحیم بغدادی، ابوجعفر مقری، شیخ محمد بن حسن۔

۱۔فہرست منتجب الدین، (ص ۸۷/نمبر ۱۸۶)، معالم العلماء، (ص ۵۵/نمبر ۳۶۸)، امل الآمل، (ج ۲/ص ۱۲۵/نمبر ۳۵۶)، لسان المیزان، ج ۴، ص ۴۸، (ج ۳/ص ۵۹/نمبر ۳۷۶۲)، ریاض العلماء، (ج ۲/ص ۴۱۹) لؤلؤۃ البحرین، (ص ۳۰۴/نمبر ۱۰۳)، منتہی المقال ص ۴۸، (ص ۲۱۳)، مستدرک الوسائل، ج ۳، ص ۳۸۹، روضات الجنات، ص ۳۰۱، (ج ۴/ص ۵)، تنقیح المقال، ج ۲، ص ۲۲، الکنی والالقاب، ج ۳، ص ۵۸، (ج ۳/ص ۷۲)

مندرجہ ذیل افراد نے راوندی سے روایت کی ہے:
۱۔ شیخ احمد طبری قاضی ۲۔ شیخ نصیر الدین بحرانی ۳۔ شیخ بابویہ سعد بن محمد ۴۔ راوندی کے فرزند علی ۵۔ قاضی جمال الدین علی ۶۔ شریف عزالدین بغدادی ۷۔ ابن شہر آشوب۔

تالیفات:

سلوۃ الحزین	المغنی
نہیۃ النہایہ	منہاج البراعۃ
احکام الاحکام	نفثۃ المصدور
غریب النہایہ	قصص الانبیاء
معارج	الآیات المشکلہ
آیات الاحکام	شرح کلمات امیر المومنینؑ
الاغراب فی الاعراب	زہرۃ المباحثہ
ضیاء الشہاب	تہافتۃ الفلاسفہ
کتاب البحر	شجار العصابہ
جواہر الکلام	النیات فی العبادات
الخرائج والجرائح	رسالۃ الفقہا
ناسخ ومنسوخ	شرح العوامل
خمس	لباب الاخبار
کتاب المزار	تحفۃ العلیل
اسباب النزول	ام القرآن
صلاۃ الآیات	حل المعقود

فقہ القرآن	القاب المعصومین
تفسیر قرآن	شرح الذریعہ

اولاد:

آپ کی تمام اولاد علم و دانش سے آراستہ تھیں:

۱۔ علی بن قطب الدین ثقہ عالم تھے۔ (۱)

۲۔ دوسرے فرزند شیخ نصیر الدین ابو عبد اللہ الحسین کا شمار بھی عظیم علماء میں ہوتا ہے جو شہید ہوئے۔ (۲)

۳۔ تیسرے فرزند فقیہ ظہیر الدین ابو الفضل محمد بن قطب الدین تھے جنہیں تمام تذکرہ نگاروں نے سراہا ہے۔

قطب الدین راوندی نے روز چہار شنبہ ۱۴ ر شوال ۵۷۳ھ انتقال کیا۔ (۳) ایک دوسری روایت میں تیرہ شوال ہے۔ آپ کی قبر روضۂ معصومہ قم کے صحن جدید میں ہے۔

۱۔ فہرست منتخب الدین، ص ۱۲۷، نمبر ۲۷۵

۲۔ شہداء الفضیلۃ، ص ۴۰

۳۔ اجازت البحار، ص ۱۵، لسان المیزان، (ج ۳ ر ص ۵۹ ر نمبر ۳۷۶۲)

سبط بن تعاویذی

ولادت ۵۱۹ھ۔

وفات ۵۸۴ھ۔

یا سمی النبی یا ابن علیؑ ! قامع الشرک والبتول الطهور

''اے ہم نام رسولؐ، اے شرک شکن علیؑ اور پاک بتول کے فرزند!

آپ کائنات میں بلند مرتبہ اور بزرگ گھرانے والے مشہور ہیں۔لوگوں نے آپ سے درس وفا لیا اور کار خیر میں آپ کی پیروی کی جاتی ہے، آپ مجھ سے وعدہ خلافی کیوں کریں گے جب کہ وعدہ خلافی بڑے لوگوں کا کام نہیں سوائے فرزند مختار کے آپ اس نامناسب کام سے قطعی بلند ہیں کیوں کہ آپ نے اول روز بغیر کسی جبر کے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا انسان خوشی وغم کے بجائے فضیلت کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے، آپ کے کیا مانع عذر ہے جب کہ غیر عادی امور بھی آپ کے اقدام میں رکاوٹ نہیں ڈالتے جب تک آپ کی وعدہ خلافی بغیر کسی عذر تاخیر کے ہوتی رہی میں ناصبی ہو جاؤں گا، حرام مچھلی کھاؤں گا، عاشورہ کے دن غسل کر کے اچھے کپڑے پہنوں گا، اچھے کھانے پکاؤں گا، عید غدیر کے دن غم کی کنڈلی مار کر بیٹھ جاؤں گا اور کوئی خوشی کا مظاہرہ نہ کروں گا''۔

یہ اشعار میں نے تعاویذی کے خطی دیوان سے نقل کئے ہیں جسے سید محمد بن مختار علوی، نقیب کوفہ کو لکھتے ہیں، انہوں نے کسی معاملے میں تعاویذی سے وعدہ خلافی کی تو یہ اشعار کہے۔

شاعر کے حالات:

ابو الفتح محمد بن عبداللہ (عبیدہ اللہ) بغدادی، عرفیت ابن تعاویذی یا سبط تعاویذی تھی۔ یہ شہرت ان کے نانا ابو محمد مبارک جوہری کی وجہ سے تھی جن کی عرفیت ابن تعاویذی تھی۔

تعاویذی شیعوں میں صاحب طرز شاعر اور عراق کے مجاہد قلم کاروں میں شمار ہوتے تھے ان کے بلند اشعار میں احساس غرور صاف جھلکتا تھا، تمام تذکرہ نگاروں نے ستائش سے معطر خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

معجم (۱) میں ہے کہ وہ عراق کے مشہور ترین شاعر اور قلمکار تھے جس زمانے میں عماد کاتب اصفہانی عراق میں تھا تو مدتوں اس سے صحبت کی جب وہ شام گیا اور سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب سے وابستہ ہوا تو ابن تعاویذی نے اس سے مراسلت بڑھائی بعض خطوط کو عماد اور الخرید میں نقل کیا گیا ہے۔

ابوالفتح تعاویذی آخر عمر میں اندھے ہو گئے تھے یہ ۵۷۹ھ کی بات ہے۔ ان کے بیشتر اشعار میں اپنی بینائی اور جوانی کے تذکرے ملتے ہیں۔ انہوں نے تین قصیدے سلطان کو لکھ بھیجے اور انہیں دفتر سے وظیفہ مقرر ہو گیا تھا۔ جب وہ اندھے ہوئے تو چاہا کہ اپنے بیٹے کے نام منتقل کرا دیں اس لئے متذکرہ قصیدہ لکھا۔

ان کے متعلق حموی کہتے ہیں کہ تمام اشعار بلند و نفیس ہوتے تھے۔ دو جلدوں پر مشتمل دیوان ہے۔ ایک کتاب الحجبۃ والحجاب نامی بھی لکھی۔

ولادت دس رجب روز جمعہ ۵۱۹ھ کو ہوئی اور دوسری شوال ۵۸۳ھ میں انتقال کیا اور بغداد میں باب ابرز میں دفن کئے گئے۔ ان کی تاریخ ولادت و وفات میں اختلاف بھی ہے۔ (۲)

۱۔ معجم الادباء، ج ۷، ص ۳۱، (ج ۱۸ رص ۲۳۵)

۲۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان، ج ۲، ص ۱۲۳، (ج ۴ رص ۴۶۶ رنمبر ۶۸۰) پر ابو الفدا نے المختصر فی التاریخ البشر، ج ۳، ص ۸۰، (ج ۳ رص ۷۶) پر ابن شحنہ نے روض المناظر، (ج ۲ رص ۱۷۱) میں، ابن کثیر نے البدایۃ والنھایۃ، ج ۱۲، ص ۳۲۹، (ج ۱۲، ص ۴۰۲) پر، عبدالحی نے شذرات الذھب، ج ۴، ص ۲۸۱، (ج ۶ رص ۴۶۲) پر، یافعی نے مرأۃ الجنان، ج ۳، ص ۴۲۹، ۳۰۴ پر، اور دیگر تذکرہ نگاروں نے اپنے تذکروں میں ان کا شرح حال لکھا ہے۔

عندلیبان غدیر

(ساتویں صدی ہجری)

۱۔ابوالحسن منصور باللہ

۲۔مجدالدین بن جمیل

۳۔شواء کوفی حلی

۴۔کمال الدین شافعی

۵۔ابومحمد منصور باللہ

۶۔ابوالحسین جزار

۷۔قاضی نظام الدین

۸۔شمس الدین محفوظ

۹۔بہاءالدین اربلی
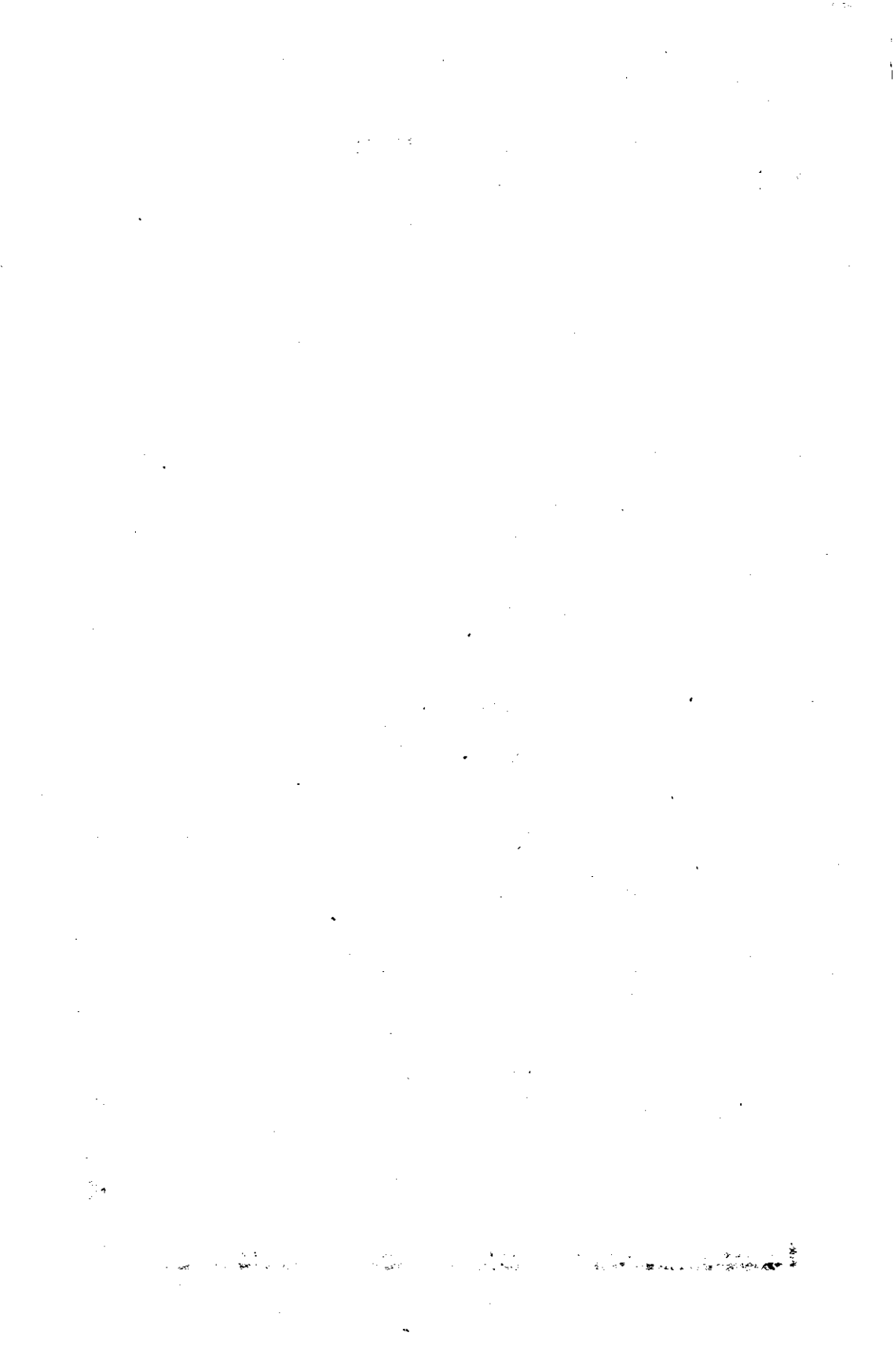
ابوالحسن منصور باللہ

ولادت ۵۶۱ھ۔

وفات ۶۱۴ھ۔

بنی عمنا ان یوم الغدیر　　یشهد للفارس المعلم

ابونا علی وصی الرسول　　و من خصه باللوا الاعظم

''ہمارے چچیرے بھائیو! بلاشبہ غدیر کا دن دانشمند انسان کے لئے بہترین گواہ ہے۔

ہمارے پدر علیؑ ہیں، وصی رسولؐ جو لواء اعظم سے مخصوص ہیں۔

تمہارا احترام ان کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ہے لیکن ہم تو ان کا گوشت اور خون ہیں۔

اگر چہ ہم بھی ہاشمی ہیں لیکن کہاں اونٹ کا کوہان اور کہاں پیروں کی جوتیاں۔

اگر تم آسمان کے ستارے ہو تو ہم ان ستاروں میں چاند ہیں۔

ہم ان کی بیٹی کے فرزند اور باایمان چچا کے بیٹے ہیں تم نہیں ہو، ہمارے پدر عالی مقدار ابو طالبؑ ہیں جنہوں نے رسول اسلامؐ کی حمایت کی اور اسلام لائے حالاں کہ تمام عرب ان کی بہ نسبت کافر تھا۔

اگر چہ آپ نے ایمان چھپایا لیکن ایک لمحے کے لئے بھی رسولؐ کی حمایت کو نہیں چھپایا''۔

ان اشعار کو ابوالحسن منصور باللہ نے جمادی الاول ۶۰۲ھ۔ میں کہا، یہ دراصل ابن معتز کے قصیدہ میمیہ کے جواب میں کہے گئے ہیں۔ جس کا پہلا شعر ہے:

بنی عمنا!! ارجعوا وذنا　　و سیروا علی السنن الا قوم

ایک اور قصیدہ میں غدیر کا ایک شعر ہے:

فعدن عن المنازل و التصابی　　　و ھات لنا حدیث غدیر خم

شاعر کے حالات:

امام منصور باللہ،عبداللہ بن حمزہ بن سلیمان بن حمزہ بن علی بن حمزہ بن ہاشم بن حسن بن عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن ابی محمد عبداللہ بن الحسین بن ترجمان الدین قاسم بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم طباطبا بن حسن بن حسنؑ بن امام علی بن ابی طالبؑ۔

یمن میں زیدیوں کے امام تھے،آپ کا شرف وہبی واکتسابی دونوں ہی طرح سے ہے پھر یہ کہ علم نے آپ کی شخصیت میں چار چاند لگادئے۔تلوار اور قلم دونوں کے دھنی تھے،اس لئے یمن میں زیدیوں کے امام بنادئے گئے،۲۵ سے زیادہ کتابیں لکھیں۔

ان کی جدوجہد ۵۹۳ھ میں شروع ہوئی اور ربیع الاول ۵۹۴ھ میں لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔انہوں نے اپنا مبلغ خوارزم شاہ کے پاس بھیجا،سلطان نے بڑی گرم جوشی دکھائی۔مدت تک یمن زعامت عطا کی یہاں تک ۶۱۴ھ میں انتقال کر گئے۔

اولاد:

ان کے اولاد ذکور میں: محمد ناصرلدین اللہ،احمد متوکل علی اللہ،علی،حمزہ،ابراہیم،سلیمان،حسن، موسیٰ،یحییٰ،ادریس،قاسم،فضل،جعفر،عیسیٰ،داؤد،حسین۔

اولاد اناث میں: زینب،سیدہ،فاطمہ،حمانہ،رملہ،نفیسہ،مریم،مہدیہ،آمنہ،عاتکہ۔

نسمۃ السحر فیمن تشیعو شعر(مجلد۸/ج۲/ص۳۹) میں ان کا شرح حال موجود ہے۔

مجد الدین ابن جمیل

وفات ۶۱۶ھ

۲۶ شعروں پر مشتمل قصیدے کا مطلع ہے:

الـمـت و هـــی حـاسـرة لثـامـا　　و قـد مـلات ذو ائبهـاالـظـلامـا

و مـن اعـطـاه... ''جس کی بزرگی و شرف کو رسول خداؐ نے بروز غدیر خم آشکار فرمایا، جس کے لئے خورشید پلٹا تا کہ وقت پر نماز ادا کرے حالانکہ تاریکی چاروں طرف چھا چکی تھی، جس نے تین روز تک متواتر کھانا نہیں کھایا اور دوسروں کو دیدیا''۔

شعری تتبع:

اکثر مخطوطہ تذکروں میں دیکھا ہے کہ مجد الدین ابن جمیل حکومت ناصر لدین اللہ میں خزانہ دار تھے، کسی بات پر خلفیہ ان سے خفا ہو گیا اور قید میں ڈال دیا، اشراف و معززین نے اس کی خلیفہ سے شفارش کی لیکن وہ نہ مانا، نتیجے میں وہ بیس سال تک قید خانے میں پڑے رہے۔

ایک رات روشنی کی کرن نظر آئی کہ ان کے دل میں مدح علیؑ میں قصیدہ کہنے کی سمائی، متذکرہ قصیدہ کہہ کے سوئے تو خواب میں حضرت کو فرماتے سنا کہ تم ابھی آزاد ہو جاؤ گے۔ وہ خواب سے بیدار ہو کر اپنا اثاثہ جمع کرنے لگے، حاضرین نے کہا: کیا بات ہے؟ جواب دیا: میں ابھی آزاد ہو جاؤں گا۔ قید خانے کے ملازمین تمسخر کرنے لگے کہ بیچارہ دیوانہ ہو گیا ہے۔

لیکن ادھر ناصر نے بھی حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں: ابھی ابن جمیل کو آزاد

کردو۔ وہ گھبرایا ہوا بیدار ہوا اور استعاذہ پڑھتے ہوئے کہنے لگا: یہ کیا شیطانی خواب دیکھ رہا ہوں۔ جب دوسری اور تیسری بار بھی یہی خواب دیکھا تو فوراً کسی کو بھیج کر ابن جمیل کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔

جس وقت مامور شخص قید خانے میں پہونچا تو دیکھا کہ ابن جمیل باہر نکلنے کو بالکل تیار ہیں، وہ انہیں لے کر خلیفہ کے پاس پہونچا اور ماجرا بیان کیا۔ خلیفہ نے پوچھا: میں نے سنا ہے کہ تم باہر نکلنے کے لئے بالکل آمادہ تھے۔ جواب دیا: ہاں۔ پوچھا: کیوں؟ جواب دیا: جو تمہارے پاس آیا تھا وہی تم سے پہلے میرے پاس آیا تھا۔ پوچھا: ایسا کیوں ہوا؟ جواب دیا: میں نے مدح علیؑ میں قصیدہ کہا تھا۔ حکم دیا: اسے سناؤ۔ ابن جمیل نے یہی قصیدہ سنایا۔

شاعر کا تعارف:

مجد الدین ابوعبداللہ، محمد بن منصور بن جمیل جبائی (الجبی)، عرفیت ابن جمیل فزاری تھی، انشائیہ نگار، شاعر، ادیب و دانشمند تھے۔ نحو، لغت اور ادب و شعر میں بلند مقام کے حامل تھے، تذکرہ نگاروں نے ان کی بڑی ستائش کی ہے۔

ہیت کے ایک دیہات میں جس کا نام جبا تھا پیدا ہوئے، اوائل عمر ہی میں بغداد چلے آئے، قرآن وغیرہ کی تعلیم کے بعد مصدق بن شبیب سے نحو، لغت، فقہ و احکام اور حساب میں مہارت پیدا کی۔ جن اساتذہ سے علم حاصل کیا ان کے نام ہیں: عبدالمنعم بن عبدالوہاب، قاضی مندائی۔

یاقوت حموی (۱) ان کی توصیف کرتے ہیں کہ وہ لغوی، نحوی، ادیب اور ممتاز عالم تھے، مرد بلیغ، خوش خط، فضائل مآب، متواضع، حسین اور خوش اخلاق تھے۔

وہ عباسی دربار کے شاعر تھے، ناصرلدین اللہ کی مدح میں بہت سے قصیدے کہے اور محکمہ ترکات حشریہ کے انچارج بنادئے گئے، (۲) یہ محکمہ ایسے لاوارث میتوں کا ترکہ بیت المال میں جمع کر کے مذہب شافعی کے مطابق خرچ کرتا تھا جن کا کوئی وارث نہیں ہوتا تھا۔

۱۔ معجم الادباء، ج ۷، ص ۱۱۰، (ج ۱۹ ص ۶۰)۔

۲۔ اصول التاریخ والادب، ج ۹، ص ۱۶۶۔

بغداد کا ایک تاجر ابن عنبری ان کا رفیق تھا، جب مرنے لگا تو انہیں بلا کر کہنے لگا: میں قضائے الٰہی کو لبیک کہنے والا ہوں، تمہاری دوستی کے ناطے میں اپنے بچوں کو تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ ابن جمیل نے ذمہ داری سنبھالنے کا وعدہ کیا۔ جب وہ مرگیا تو ترکہ دیکھا کہ اس میں ہزار دینار ہیں، اسے ناصر کی خدمت میں لے گیا دونوں نے دیکھ کر کہا: ابن عنبری مرگیا اور اس کا ایک ہزار دینار بیت المال میں جمع کیا جاتا ہے۔

وہ معاملات میں بڑا سخت گیر تھا۔ ایک دانشور سے کہا: میرے عذاب سے ڈرو کہ بڑا شدید و دردناک ہے۔ وہ بولا: کیا تم خدا ہو؟ ابن جمیل یہ سنکر بہت شرمندہ ہوا لیکن سزا دینے سے باز نہیں آیا۔ وہ بہت زیادہ خود پسندی کا شکار تھا، کسی کو اپنی نگاہ میں نہیں لاتا تھا۔ (۱)

وزارت خزانہ میں منشی ہونے کے بعد اس نے تمام حکم نامے لکھے چنانچہ ترقی کر کے وزارت خزانہ میں ڈائریکٹر ہوگیا۔ جسے آج کل وزیر مالیات کہا جاتا ہے یہ ۶۰۵ھ کی بات ہے (۲) جب وہ خزانے کا منشی تھا تو پانچ دینار تنخواہ تھی جب ڈائرکٹر ہوا تو دس دینار تنخواہ ہوگئی۔

ایک بار کچھ تجار اور غرباء نے کسی مخصوص شخص کو بیت المال سے عطا کرنے کی شفارش کی، ابن جمیل نے وعدہ کرلیا لیکن دیتے وقت ٹال مٹول کرنے لگا جو تاجر واسطہ تھا اس نے ارادہ کرلیا کہ روزانہ ایک دانق (یک ششم درہم) ابن جمیل کو دیگا۔ اس نے تاجر سے پوچھا: یہ پیسہ کیسا؟ جواب دیا: چوں کہ آپ عادل ہیں اور اس غریب سے زیادہ مستحق ہیں اس لئے میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ روز آپ کو دیا کروں گا۔

بالآخر یہ تمام عہدے بروز شنبہ ۲۳ ربیع الاول ۶۱۱ھ کو اس سے چھن گئے اور وہ قید خانہ پہنچ گیا (۳) جب آزاد ہوا تو ناصر کے فرزند عدۃ الدین کا وکیل و منشی بن گیا وہ اسی عہدے پر آخری عمر تک باقی رہا۔ پندرہ شعبان ۶۱۶ھ کو بڑھاپے میں انتقال کیا اور کاظمین میں دفن کیا گیا، (۴) ابن جمیل کے ایک

۱۔ اصول التاریخ والادب، ج۹، ص ۶۷، ۶۸

۲۔ اصول التاریخ والادب، ج۹، ص ۱۶۶، الجامع المختصر، ج۹، ص ۲۶۵، ۲۶۶

۳۔ اصول التاریخ والادب، ج۹، ص ۶۸

۴۔ اصول التاریخ والادب، ج۱۹، ص ۱۶۶، معجم الادباء، ج۷، ص ۱۱۰، (ج ۱۹ ص ۶۰) بغیۃ النجاۃ ص ۱۰۷، (ج ۱ ص ۱۵۰ نمبر ۲۶۰)

فرزند بنام صفی الدین عبداللہ تھے وہ بھی بڑے پائے کے شاعر تھے مستعصم باللہ کے زمانے میں ۶۶۹ھ میں انتقال کیا۔(۱) ابن جمیل کے بھائی کا نام قطب الدین تھا یہ بڑے حکام رس تھے۔

۱۔ الحوادث الجامعہ، ص ۱۸۴، ۳۶۸

الشواء کوفی حلی

ولادت تقریباً ۵۶۲ھ.

وفات ۶۳۵ھ.

ضمنت لمن یخاف من العقاب اذا والی الوصی ابا تراب

یری فی حشرہ ربا غفورا و مولی شافعا یوم الحساب

''میں اس شخص کی ضمانت لیتا ہوں جسے روز حشر عذاب خداوندی کا خوف ہے اگر وہ وصی رسولؐ، ابوترابؑ کو اپنا مولا سمجھتا ہے۔

وہ اپنے پروردگار کو حشر میں غفور پائے گا اور علیؑ کو شفاعت کرنے والا۔ وہ جواں مرد بلحاظ کرم و توانائی تمام لوگوں سے برتر، بہترین ہمسایہ اور کشادہ پیشانی سے پیش آنے والے تھے۔

صلح کے وقت داتا تھے اور جنگ میں غراتے ہوئے شیر تھے، جب جنگ کے لئے نیام سے تلوار نکال لیتے تھے تو بادلوں سے بجلی چمکتی دکھائی دیتی تھی۔

صحابہ کے مقابل وہی محمد مصطفیٰؐ کے وصی تھے اور رسولؐ کے فرزندوں کے باپ اور فاطمہؑ طاہرہ کے شوہر تھے، بروز غدیر صرف انہیں کے لئے نص ظاہر ہوئی، قرآن میں ان کے فضائل بہت واضح ہیں''۔

شاعر کے حالات:

ابوالمحاسن، یوسف ابن اسماعیل ابن علی ابن احمد ابن حسین ابن ابراہیم۔ شواء عرفیت اور لقب شہاب الدین تھا۔ کوفے کے حلب گاؤں میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے اور وفات پائی۔

وہ شعر و ادب کے نابغۂ روزگار تھے، ہر فضیلت سے آراستہ تھے، ان کی رائے محکم اور خواہش پاکیزہ تھیں، اپنے شعروں میں بڑے اچھے جذبات کا اظہار کرتے تھے، ادب عالی تھا اور سنہرے قافیے اوزان میں سمودیتے تھے۔ ان کے حالات ابن خلکان کی تاریخ، شذرات الذھب، تاریخ حلب، نسمت السحر، الکنی و الالقاب اور الطلیعہ میں پائے جاتے ہیں۔(۱) وہ اکثر ابن الجبرانی نحوی ولغوی کی صحبت میں حاضر رہتے۔ زیادہ تر ادبیات ان ہی سے حاصل کی۔ ابن خلکان اور شواء میں بڑی گہری دوستی تھی، آپس میں بیٹھ کر ادبی بحث کرتے تھے ۶۳۳ھ سے لے کر اپنی وفات تک یہ صحبت باقی رہی۔ انہیں جامع حلب دمشق میں اکثر آتے جاتے دیکھا جاتا تھا، شعروں پر ان کی تنقید بڑی جاندار ہوتی تھی، وہ انتہاپسند شیعہ تھے اس لئے انہیں محاسن الشواء کہا جاتا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا نام یوسف اور کنیت ابوالمحاسن تھی۔ کمال ابن شعار کو ان کے اکثر اشعار یاد تھے۔ ان کے حالات عقود الجماعت میں لکھے ہیں اسی میں ہے کہ شواء کی پیدائش ۵۶۲ھ میں ہوئی، ۱۹ر محرم بروز جمعہ ۶۳۵ھ میں وفات پائی اور مقبرۂ باب انطاکیہ میں دفن کئے گئے۔ اس وقت چوں کہ مجھ سے ان سے کھٹ پٹ تھی اس لئے ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوسکا۔ اللہ ان پر رحمت نازل کرے، وہ بہت اچھے دوست تھے۔ ان کے استاد ابن الجبرانی اور بحتری نے انہیں اعزاز بخشے۔ خاص طور سے انہیں لغت پر عبور حاصل تھا۔

روز چہار شنبہ ۲۲ر شوال ۵۶۱ھ کو پیدا ہوئے اور دوشنبہ ۷ر رجب ۶۲۸ھ کو حلب میں انتقال کیا۔

۱۔ وفیات الاعیان، ج۲، ص ۵۹۷، (ج۷ر ص ۲۳۱ر نمبر ۸۵۰) شذرات الذھب، ج۵، ص ۱۷۸، (ج۷ر ص ۳۱۰) تاریخ حلب، ج۴، ص ۳۹۷، (ج۴ر ص ۳۷۰، ۳۷۳) نسمۃ السحر فیمن تشیع وشعر، (مجلد ۹ر ج ۲ر ص ۶۱۴) الکنی والالقاب، ج۱ص ۱۴۶، (ج۱ر ص ۱۵۳)

کمال الدین شافعی

وفات ۶۵۲ھ

غدیر سے متعلق ان کے اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

و شرفہ یوم الغدیر فخصہ　　بانک مولی کل من کنت مولاہ

ولو لم یکن الا قضیۃ خیبر　　کفت شرفا فی ماثرات سجایاہ

''اور حضرت علی علیہ السلام کو غدیر کے دن شرف و منزلت عطا کی اور انہیں مولا کے لقب سے مخصوص کیا اور فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے علی علیہ السلام مولا ہیں اور اگر صرف واقعہ خیبر ہی ہوتا، تب بھی علی کی شرافت و بزرگی کے لئے کافی تھا''۔(۱)

شاعر کے حالات

ابو سالم کمال الدین، محمد بن طلحہ بن محمد بن حسن قرشی، فقہ شافعی کے امام تھے، حدیث، اصول اور اختلافی مسائل نیز ادبیات میں مہارت رکھتے تھے، قضاوت و خطابت میں بھی سب پر مقدم تھے، زہد و پارسائی میں شہرت تھی۔ انہوں نے موید ابن علی طوسی اور زینب شعریہ سے نیشاپور میں حدیث سنی اور حلب دمشق اور دوسرے شہر میں حدیث بیان کی، حافظ دمیاتی اور ابن عدیم ان سے روایت کرتے ہیں۔

وہ دمشق کے مدرسہ امینیہ میں سکونت پذیر تھے اور بادشاہوں کو وہیں سے خط لکھتے تھے بادشاہ دمشق

۱۔ مطالب السؤول، (ص ۲۰) بیاضی کی الصراط المستقیم، (ج ۱ رص ۲۹۷)

نے ان سے وزیر بننے کی درخواست کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ طبقات سبکی (۱) میں ہے کہ وزارت قبول کی تھی لیکن پھر چھوڑ دیا تھا اور تمام مال و اسباب چھوڑ کر کسی نامعلوم جگہ پر چلے گئے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ غیبت پر بھی آگاہ تھے اور بعض کہتے ہیں کہ واپس آ کر منصب وزارت قبول کر لی تھی چوں کہ ان کے علم نجوم نے اجازت دی تھی۔ پھر حلب میں قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے پھر دمشق کے خطیب ہوئے آخر میں زاہد ہو کر مکہ چلے گئے مکے سے واپس ہوئے تو دمشق اور پھر حلب گئے وہیں فوت ہوئے۔

تالیفات:

۱۔ عقد الفرید
۲۔ الدر المنظم
۳۔ مفتاح الفلاح
۴۔ دائرۃ الحروف
۵۔ مطالب السؤول

ان کے مناقب وفضائل لوگوں میں بہت زیادہ مشہور ہیں جو احاطہ تحریر کے باہر ہیں۔ اہل بیتؑ کے متعلق ان کے بہت قیمتی اشعار ہوتے تھے۔

۱۔ طبقات سبکی، ج۵، ص۲۶، (ج۸/ص۶۳/نمبر۱۰۷۶)

ابو محمد منصور باللہ

ولادت ۵۹۶ھ.

وفات ۶۷۰ھ.

ان کے غدیر سے متعلق بہت سے اشعار ہیں وہ فرماتے ہیں:

''امر امامت رسولؐ کے بعد ان کے ابن عم علی علیہ السلام کے لئے بلافصل ہے، وہ خدائے بلند واحد کے واضح حکم کی بنا پر مولا قرار پائے، یہ معاملہ قرآن میں ظاہر و مشہور ہے اور لوگوں میں بھی، جو کسی حال میں چھپایا نہیں جاسکتا اور صبح کے نور کو کیسے چھپایا جاسکتا ہے لیکن ان لوگوں نے چھپایا جن کے دل میں کھوٹ تھی''۔

شاعر کے حالات:

ابو محمدؒ منصور باللہ امام حسن ابن محمد ابن احمد ابن یحیٰ ابن یحیٰ۔ وہ زیدیوں کے امام تھے اور علم حدیث ،ادب وشعر میں بہت اچھا مقام رکھتے تھے، بہت اچھے مناظر بھی تھے۔ ان کی ضخیم کتاب انوار الیقین میں یہ قصیدہ مرقوم ہے۔

وہ احمد ابن حسین مھدی کے زمانے میں بزرگ ترین علماء میں شمار ہوتے تھے، اس کی تہنیت میں اشعار بھی کہے ہیں۔ یوسف ابن عمر بادشاہ یمن یا مستعصم عباسی متوفی ۶۵۶ھ۔ نے دو آدمیوں کو آمادہ کیا کہ انہیں قتل کردیں، انہوں نے ان کو زخمی کردیا لیکن ان کے حمایتیوں نے ان دونوں کو قتل کرڈالا، ان کی جان بچ گئی۔ اس واقعہ کے بعد انہوں نے امام مہدی احمد ابن حسین کی تہنیت میں کچھ اشعار کہہ کر زندہ

بچ جانے کی مبارک باد دی۔

ابو محمد منصور باللہ ۵۹۶ھ میں پیدا ہوئے، امام احمد بن حسین کے قتل ہونے کے بعد ان کی بیعت کی گئی اور ۶۵۷ھ میں ان کی طرف سے داعی بھیجے گئے، رغافہ میں ماہ محرم ۶۷۰ھ میں وفات پائی۔(۱)

۱۔ نسمۃ السحر فیمن تشیع وشعر، (مجلد ۷، ج ۱، ص ۱۹۴) میں ان کے حالات موجود ہیں۔

ابوالحسین جزّار

ولادت ۶۰۱ھ.

وفات ۶۷۲ھ.

غدیر کے متعلق ان کے چند اشعار یہ ہیں:

''اے دامادِ رسولؐ! آپ خلافت کے معاملے میں سب پر مقدم ہیں کیوں کہ جو شرائط آپ میں پائی جاتی ہیں وہ دوسروں میں نہیں پائی جاتیں۔

داستان غدیر منکروں کے لئے شعلہ آتش کی طرح ہے جو قبل قیامت لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیگی اگر کچھ لوگ اس حدیث میں کہ تم کائنات کے مولا ہو، عیب لگاتے اور تنقید کرتے ہیں تو جو لوگ عیب لگاتے ہیں انھیں میں عیوب بھرے ہوئے ہیں''۔

یہ طویل قصیدہ قدیم مخطوط تذکروں میں موجود ہے بعض ادبی کتابوں میں اس کے منتشر اشعار نقل کئے گئے ہیں۔

شاعر کے حالات:

یحیٰ بن عبدالعظیم بن یحیٰ بن محمد بن علی جمال الدین، ابوالحسین جزار مصری۔ گمنام شیعہ شاعر ہیں، حالانکہ بڑے قیمتی اور نفیس اشعار کہتے تھے لیکن نہ معلوم کیوں تذکرہ نگاروں نے ان کو فراموش یا نظر انداز کیا، انہیں فن توریہ اور استخدام کے استعمال میں بڑی مہارت تھی۔

ابن حجت کتاب خزانہ (۱) میں لکھتے ہیں کہ جزار (اونٹ ذبح کرنے والا) اور سراج وراق (زین ساز، کاغذ فروش) اور حمامی نے باہم عہد و پیان کیا کہ ایک دوسرے کے متعلق فن توریہ میں اشعار کہے۔ آخر میں سراج وراق کے لئے فیصلہ کیا گیا کہ اگر اس کا دھندھا کاغذ فروشی نہ ہوتا تو آدھے اشعار مہمل تھے۔

علامہ ساوی نے جزار کا دیوان مرتب کیا ہے جس میں ۱۲۵۰ر اشعار ہیں۔ (۲) کہا جاتا ہے کہ ان کا ایک اور دیوان ہے جس میں حکام وخلفاء کے قصیدہ ہیں یمن کے کتب خانہ میں ہے۔ امام حسینؑ کے متعلق ان کے مرثیے بڑے دل گداز ہوتے تھے۔

روضۂ رسولؐ میں آگ لگنے کے متعلق ان کے اشعار ہیں کہ حرم رسولؐ میں آگ لگ جانا کوئی اہم بات نہیں، بیوقوفوں کی بات پر توجہ نہیں دینی چاہیئے، اس میں ایک خدائی راز تھا جو عقل مندوں سے پوشیدہ نہیں وہ یہ کہ امیہ کی تعمیرات کا تمام نشان ختم کر دیا جائے۔

مسجد النبیؐ میں شب جمعہ ماہ رمضان ۶۵۴ھ نماز تراویح کے بعد آگ لگ گئی۔ ہوا یہ کہ فراش ابو بکر مراغی کے ہاتھ سے چراغ گر گیا اور تمام دیواریں اور چھت وغیرہ جل گئیں، بہت سے حجرے بھی جل گئے۔ شعراء نے اس بارے میں بہت سے اشعار کہے۔ ابن تولومغربی نے جزار کے اشعار کا جواب دیتے ہوئے کہا: مدینہ کے رافضیوں سے کہہ دو کہ تم مذمت میں بیوقوفوں کی پیروی نہ کرو حرم رسول میں آگ اس لئے لگی کہ تم اس میں مذمت صحابہ کرتے تھے۔

ابن حجتخزانہ (۳) میں کہتے ہیں کہ جزار کی پیدائش ۶۰۱ھ میں ہوئی اور ۶۷۲ھ میں مصر میں وفات پائی ابن کثیر (۴) کہتے ہیں کہ ۱۲ر شوال ۶۷۲ھ میں وفات ہوئی، وفات کے وقت ان کی عمر ۷۶ سال کی تھی، قرافہ میں دفن کیے گئے۔

۱۔ خزانہ الادب، (ج ۲ر ص ۴۸)

۲۔ کتبی نے فوات الوفیات، ج ۲، ص ۳۱۹، (ج ۴ر ص ۲۷۷) پر، ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ، ج ۱۳، ص ۲۹۳، (ج ۱۳ر ص ۳۴۲) بعد الحی نے شذرات الذھب، ج ۵، ص ۳۶۴، (ج ۷ر ص ۶۳۶) پر اور دیگر تذکرہ نگاروں نے اپنے تذکرہ میں ان کا شرح حال لکھا ہے۔

۳۔ خزانۃ الادب، ص ۳۳۸، (ج ۲ر ص ۱۰۸)   ۴۔ البدایہ والنھایہ، (ج ۱۳ر ص ۳۴۲)

قاضی نظام الدین

متوفی ۶۷۸ھ

۴۲ شعروں پر مشتمل اس قصیدے کو قاضی نے مجالس المومنین میں نقل کیا ہے:

''اے آل یاسین کیا کہنا تمہارا۔ تم، ہمارے درمیان ستارگان حق اور ہدایت کی نشانیاں ہو''۔

حدیث غدیر سے متعلق شعر ہے:

مهما تمسک بالاخبار طائفة فقوله : وال من والاه یکفینا

''جب کبھی محدثین، حدیث رسولؐ: ''وال من والاه'' سے تمسک کرتے ہیں تو ہمیں کفایت کرتا ہے۔ غدیر کے دن رسول خداؐ نے بیابان میں ان لوگوں کے درمیان جو ہمارے دشمن تھے حضرت علیؑ کا تعارف کرایا کہ ان کے دونوں فرزند باغ بہشت کی خوشبو ہیں تو اب تم کہہ سکتے ہو کہ یہ ان زمینوں میں نمونہ پذیر ہوئے ہیں جو اسی جنت کی پروردہ ہے''۔

آخری شعر ہے:

لا جل جدکم الا فلاک قد خلقت لو لاه ما اقتضت الاقدار تکونیا

''تمہارے جد کے صدقے میں افلاک کی تخلیق ہوئی اگر وہ نہ ہوتے تو کائنات تکوین نہ ہوتی''۔

شعری تتبع

اس شعر میں جس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسے مستدرک حاکم میں بطور صحیح نقل کیا گیا ہے۔(۱)

۱۔المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۶۱۵، (ج۲/ص۶۷۲/حدیث۴۲۲۷)

ابن عباس سے مروی ہے کہ خدا نے عیسیٰ کو وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ! محمدؐ پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کے ان افراد کو جو انہیں درک کریں حکم دیدو کہ ان پر ایمان لائیں کیوں کہ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں آدمؑ کو خلق نہ کرتا، نہ بہشت و جہنم کو خلق کرتا۔ جب میں نے عرش کو خلق فرمایا تو اسے اضطراب ہوا پس میں نے لکھ دیا ''لا اله الله محمد رسول الله'' تب اسے اطمینان ہوا۔

اس حدیث کو سبکی (۱) نے شفاء السقام میں اور شرح مواہب (۲) میں زرقانی نے لکھ کر اس کے صحیح ہونے کی نشاندہی کی ہے اور کہا ہے کہ ابوالشیخ نے اسے طبقات (۳) اصفہانی میں نقل کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اور سبکی و بلقینی نے نقل کر کے اس کی صحت کی نشاندہی کی ہے۔ (۴)

حاکم (۵) نے اس حدیث صحیح کو نقل کر کے ایک دوسری حدیث بھی لکھی ہے:

رسول خداؐ نے فرمایا: جب آدمؑ نے خطا کی تو کہا: خدایا! بحق محمدؐ و آل محمدؐ مجھے بخش دے۔ خدا نے پوچھا: آدمؑ! تم نے محمدؐ کو کیسے پہچانا جسے ابھی پیدا نہیں کیا ہے؟ عرض کی: خدایا! جب تو نے میرے ڈھانچے میں روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر عرش پر لکھا ہوا دیکھا: ''لا اله الله محمد رسول الله'' میں سمجھ گیا کہ تو نے اپنے محبوب ترین بندے کا نام لکھا ہے۔ خدا نے کہا: آدمؑ تم نے سچ کہا، محمدؐ میرا محبوب ترین بندہ ہے، اگر محمدؐ نہ ہوتے تو تجھے خلق نہ کرتا۔ (۶)

شاعر کے حالات:

نظام الدین محمد بن قاضی القضاة اسحاق بن مظہر اصفہانی، عظیم و بے نظیر شاعر تھے، تمام فنون پر

۱۔ شفاء السقام، ص ۱۲۱، (ص ۱۶۲)

۲۔ شرح مواہب، ج ۱، ص ۴۴

۳۔ طبقات المحدثین، (ج ۳ ر ص ۱۰۸ ر نمبر ۳۴۸) ۴۔ شفاء السقام (ص ۱۶۲)

۵۔ المستدرک علی الصحیحین، (ج ۲ ر ص ۶۷۲ ر حدیث ۴۲۲۸)

۶۔ دلائل النبوۃ بیہقی، (ج ۵ ر ص ۴۸۹) المعجم الصغیر، (ج ۲ ر ص ۸۲۔۸۳) شفاء السقام، ص ۱۲۰، وفاء الوفا، ص ۴۱۹، (ج ۴ ر ص ۱۳۷۱) المواہب اللدنیہ، (ج ۲ ر ص ۵۹۴) شرح المواھب، ج ۱، ص ۴۴، فرقان القرآن، ص ۱۱۷۔

یکساں دستگاہ حاصل تھی۔ اس قصیدے کے علاوہ خواجہ بہاء الدین (۱) اور خواجہ نصیر الدین طوسی کے لئے بھی قصیدے کہے ہیں۔ ان کا ایک دیوان بنام منشات بھی ہے جو برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام رسالۂ قوسیہ ہے، بعض علمائے نیشاپور نے اس کی شرح لکھی ہے اور ستائش میں لکھا ہے کہ بہترین قاضی، عالم، مفتی اور فصیح و بلیغ انشائیہ نگار تھے۔ ان کے اشعار کشکول بہائی، مجالس المومنین اور خزائن نراقی میں ہیں۔ (۲)

حالات زندگی کے لئے مجالس اور تاریخ آداب اللغۃ وغیرہ دیکھئے۔ (۳)

۱۔ مجالس المومنین، (ج ۲ / ص ۴۸۴)

۲۔ کشکول بہائی، ج ۱، ص ۱۰۹، (ج ۱ / ص ۲۹۷) مجالس المومنین، (ج ۱ / ص ۵۴۵)، الخزائن، ص ۱۱۵

۳۔ مجالس المومنین، ص ۲۲۶، (ج ۱ / ص ۵۴۳) تاریخ آداب اللغۃ، ج ۳، ص ۱۳، (مجلد ۱۴ / ص ۳۱۵)

شمس الدین محفوظ

وفات/ ۶۹۰ھ

مدح آل محمدؐ میں ایک قصیدہ ہے جس کا ایک غدیری شعر ہے:

ذاک الامیر لدی الغدیر اخو　　البشیر المستنیر و من له الابناء

''حضرت علیؑ وہی ہیں جو بروز غدیر خلیفہ بنائے گئے، رسولؐ بشیر کے بھائی ہیں، وہ پاکیزہ اصلاب کے ذریعہ پیدا ہوئے جس طرح ان کے بیٹے پاک وپاکیزہ ہیں''۔ سہیل سکینہ

آگے چودہ شعروں میں آل محمدؐ کا نام بنام تذکرہ ومدح ہے پھر آخری دو شعر ہیں:

انا یابن عم محمد اهواکم　　و تطیب منی فیکم الاهواء

و اکفر الغالین فیک والعن　　المقالین انهم لدی سواء

''اے محمدؐ کے چچیرے بھائی! میں آپ کی محبت سے سرشار ہوں، آپ کی پاکیزہ محبت میرا سرمایۂ زندگی ہے، میں ان لوگوں کو کافر سمجھتا ہوں جو آپ کے بارے میں غلو کرتے ہیں یا آپ کو مرتبے سے گھٹاتے ہیں''۔

علامہ ساوی نے طلیعہ میں ان شعروں کو نقل کیا ہے۔

شاعر کے حالات:

شیخ شمس الدین، محفوظ بن وشاح بن محمد ابو محمد حلی اسدی۔ ممتاز ترین فقیہ اور مینارۂ علم وادب تھے،

ان کے فتوؤں پر زعامت دینی کا انحصار تھا، مشکل مرحلوں میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا، محقق حلی اور حماد لیثی ان سے روایت کرنے والوں میں ہیں۔

محفوظ اور محقق حلی کے درمیان خط و کتابت تھی۔ ان کی تاریخ ولادت اور وفات کا پتہ نہ چل سکا مگر اتنا یقینی ہے وہ ۶۸۰ھ تک زندہ رہے۔ ان کی جلالت قدر کا پتہ ان قصائد سے چل سکتا ہے جو ان کے انتقال پر علماء و شعراء نے کہے ہیں۔

ان کے صاحبزادے ابو علی، قاضی حلہ تھے۔ آج بھی خانوادہ محفوظ کے جلیل القدر افراد شام و عراق میں موجود ہیں۔(۱)

۱۔ امل الآمل، (ج ۲ رص ۱۲۳ رنمبر ۳۵۲)، روضات الجنات، (ج ۶ رص ۱۰۶ رنمبر ۵۶۷) تکملہ امل الآمل، (ص ۳۳۱ رنمبر ۳۱۲) وفیات الاعلام، (ج ۳ رص ۹۷۹ رنمبر ۶۴۱۲) میں ان کے حالات قلمبند ہوئے ہیں۔

بہاالدین اربلی

وفات: سنہ ۶۹۲ء ۶۹۳ھ

غدیر سے متلعق پہلے قصیدے کے دوشعر ہیں:

و اسئل بخم عن علاہ فانها تقضی بمجد و اعتلاء منار

بولائہ یرجو النجاۃ مقصر و تحط عنہ عظایم الا وزار

دوسرا قصیدہ:

حسدوہ علی مآثر شتی و کفاهم حقدا علیہ الغدیر

شاعر کے حالات:

بہاء الدین ابوالحسن، علی بن فخرالدین عیسیٰ ابن ابوالفتح اربلی۔ بغداد میں سکونت پذیر تھے اور وہیں دفن ہوئے۔ ان جیسے نابغہ روزگار کی نظیر دنیا میں کم ہی ملتی ہے جن کے علم ودانش سے ساتویں صدی ہجری جگمگا رہی ہے، ان کا شمار بزرگ ترین عالموں اور ادیبوں میں ہوتا ہے، وہ بہترین ادیب وشاعر تھے اور کامیاب سیاست داں بھی تھے جو منصب وزارت پر فائز ہوئے، اسی طرح وہ فقیہ ومحدث بھی تھے، انہوں نے اپنی صلاحیتوں سے دین کی بھرپور حمایت کی۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت پر ان کی وقیع ترین کتاب کشف الغمہ ہے اس کتاب سے ان کی دانش اور ادب وحدیث پر کامل دست گاہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

مشائخ وروا ۃ:

انہوں نے اکثر شیعہ وسنی مشائخ سے روایت کی ہے ان میں:

۱۔سید علی بن طاؤس
۲۔جلال الدین فخار
۳۔ابن الساعی (۱)
۴۔گنجی شافعی (۲)
۵۔علی بن وضاح حنبلی (۳)
۶۔محمد بن ابوالقاسم

اکثر تالیفات سے انہوں نے استفادہ کیا ہے ان کے نام ہیں:

تفسیر حافظ رسعنی، مطالب السؤل، تالیفات راوندی۔

وہ افراد جنہوں نے ان سے روایت کی ہے:

علامہ حلی، شیخ رضی الدین علی بن مطہر، محمد بن فضل علوی حسنی، ان کے صاحبزادے محمد بن علی، شیخ تقی الدین ابن ابراہیم، شیخ محمود، ان کے نواسے احمد بن صدر، فقیہ مالکی احمد بن عثمان، یحییٰ بن علی بن مظفر طیبی، عبداللہ بن محمد مکی، حسن ابوالہیجا اربلی، ابوالفتح اربلی، مولی امین الدین جزری، شیخ حسن موصلی۔

اربلی کے تفصیلی حالات مندرجہ ذیل کتب میں ہیں:

امل الآمل، ریاض العلماء، ریاض الجنۃ، روضات الجنات، اعلام زرکلی، تتمیم الامل، الکنی والالقاب، الطلیعہ فی شعراء الشیعہ۔ (۴)

۱۔کشف الغمہ، ص ۱۳۵، (ج ۲ ص ۱۶۷)۔

۲۔کشف الغمہ میں کفایۃ الطالب بہت ساری روایتیں نقل کی ہیں، کشف الغمہ، ص ۳۱، ۳۲۴، (ج ۱ ص ۱۰۵، ۳۸۳) پر ان کے اجازہ کا ذکر ہے۔

۳۔کشف الغمہ، (ج ۱ ص ۳۷۳)۔

۴۔الامل الآمل، (ج ۲ ص ۱۹۵ نمبر ۵۸۸) ریاض العلماء، (ج ۴ ص ۱۶۶) روضات الجنات، (ج ۴ ص ۳۴۱) اعلام، (ج ۴ ص ۳۱۸) الکنی والالقاب، (ج ۲ ص ۱۸)۔

ابن فوطی کی الحوادث الجامعہ سے کچھ حالات نقل کئے جاتے ہیں:(۱)

۶۵۷ھ. میں بہاء الدین علی بن فخر الدین عیسیٰ اربلی وارد بغداد ہوئے، ان کی انشاء نگاری کی وجہ سے ان کو کاتب دیوان بنا دیا گیا، وہ آخر دم تک اسی عہدے پر فائز رہے۔ ۶۷۸ھ. میں ایک مشہور مسجد کی تعمیر کے ذمہ دار بنائے گئے، انہوں نے طوسی وغیرہ کے اثر انگیز مراثی کہے، اور انہوں نے ۶۹۳ھ. میں بغداد میں انتقال کیا۔

کتبی فوات الوفیات (۲) میں ان کے حالات لکھتے ہیں کہ وہ بہترین شاعر و ادیب تھے، جب وہ علاء الدین کے زمانے میں صاحب دیوان بغداد ہوئے تو یہودیوں کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا۔ ۶۹۲ھ. میں انتقال کیا۔ بڑے جاہ والے اور بہترین اخلاق سے آراستہ تھے، شیعہ مذہب کے ماننے والے اور ان کے والدان سے پہلے اربل میں حکمران تھے۔ صاحب شذرات (۳) نے تاریخ وفات ۶۸۳ھ. لکھی ہے میرے خیال میں غلطی سے لکھ گیا ہے، صحیح ۶۹۳ھ. ہے۔

صاحب ریاض الجنۃ نے لکھا ہے کہ وہ انشائیہ نگار تھے، اکثر، بادشاہوں کے وزیر رہے، دولت و شوکت کے مالک تھے، آخر زمانے میں وزارت سے استعفاء دے کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے تھے۔

ملا عبد الرحمٰن جامی نے ان کے وزارت سے استعفاء دینے پر فارسی میں ایک قصیدہ کہا تھا۔ عترت طاہرینؑ کے متعلق ان کے اشعار بڑے نفیس اور گرانقدر ہیں۔
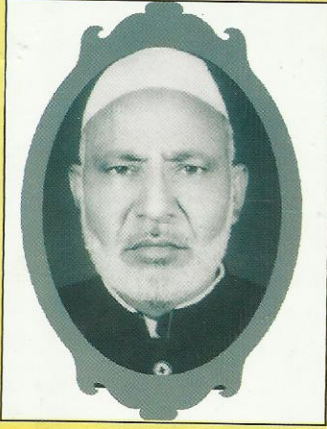
۲۹ر شعروں پر مشتمل کشف الغمہ کا اختتامیہ بھی اہل بیت علیہم السلام کی مدح سرائی کا شاہکار نمونہ ہے:(۴)

ایھا السادۃ الائمۃ انتم	خیرۃ اللہ اولا واخیرا
قد سموتم الی العلی فافترعتم	بمزایاکم المحل الخطیرا
انزل اللہ فیکم ھل اتی نصا	جلیا فی فضلکم مسطورا

۱۔ الحوادث الجامعہ، ص ۱۴۱، ۳۳۱، ۱۶۳، ۲۲۷، ۱۹۵، ۲۵، ۱۷۶، ۱۷۷ ۔ ۲۔ فوات الوفیات، ج ۲، ص ۸۳ (ج ۳ ص ۵۷ نمبر ۳۴۷)
۳۔ شذرات الذہب ج ۵، ص ۳۸۳ (ج ۷، ص ۶۶۸) ۔ ۴۔ کشف الغمہ، ص ۳۵۰، (ج ۳ ص ۳۶۱)

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی (طاب ثراہ)

ولادت: ۲۵/صفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۸/ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰ھ

"الغدیر" گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۴۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق وتتبع کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضی مطہریؒ: یہ کتاب تمام زہر آگیں پروپیگنڈے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن وسنت کی منطق پر استوار ہے، تشیع پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام آئمہ طاہر (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن کیالی حلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر دانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کی علامہ امینیؒ نے اس کی تالیف وتحقیق میں برسوں زحمتیں برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پرخلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت سے "کتاب الغدیر" افق تشیع پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۴۷ھ

وفات: ۲۶/ذیقعدہ ۱۴۲۲ بمطابق ۱۰/فروری ۲۰۰۲

کتاب "الغدیر" زمانۂ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدوجزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

۱۹۹۰ میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت ومشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم لہ نے برصغیر کے حساس موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے تھوڑی تلخیص کے ساتھ "الغدیر" کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے "نہیں" کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً مثبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل وآسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ھ میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نا مساعد ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی نیز دو جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم ظریفی کی نذر ہو گئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند "مولانا سید شاہد جمال رضوی" نے بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)

گلستان زہرا پبلی کیشنز لاہور

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

۶

علی ولی اللہ

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؔ گوپال پوری

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول الله :

یوم غدیر خم افضل اعیاد امتی وھو الیوم الذی امرنی الله تعالی ذِکرہ فیہ بنصب اخی علی بن ابی طالب علماً لامتی، یھتدون بہ من بعدي وھو الیوم الذی اکمل الله فیہ الدین و اتم علی امتی فیہ النعمة و رضی لھم الاسلام دینا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''میری امت کے لئے افضل ترین عید ''غدیر خم'' کی عید ہے،اس دن خدا نے مجھے اپنے بھائی علی بن ابی طالب کو امت کا پرچم دار (امام) نصب کرنے کی تاکید فرمائی تاکہ اسی کے ذریعہ لوگ میرے بعد ہدایت پائیں ،خدا نے اس دن کی بدولت دین کامل کیا، امت پر اپنی نعمت تمام کی اور ان کے اسلام سے راضی ہوا''۔

(بحار الانوار ج۳۷ ص۱۰۹ (ج۹۴ ص۱۱۰)؛ بشارۃ المصطفی ص۴۹)

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

جلد ششم (۶)

تالیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

مترجم

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

امینی، عبدالحسین، ۱۲۸۱_۱۳۴۹
[الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب ـ اردو ـ تلخیص]
غدیر: قرآن، حدیث اور ادب میں رمولف عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ: سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری ـ ۱۴۳۱ق = ۲۰۱۰م = ۱۳۸۹
ج/۶
ISBN: 978-600-92030-5-5 (جلد ۶)
فہرست نویسی براساس اطلاعات فیپا
کتاب نامہ: بصورت زیرنویس
ا۔ غدیر خم ـ ۲ـ علی بن ابی طالب (ع) امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت، ۴۰ ق، اثبات خلافت ـ ۳ـ غدیر خم ـ شعر ـ مجموع ها ـ ۴ـ شعر مذہبی عربی ـ
مجموع ها. الف. رضوی شعور، علی اختر مترجم ب. عنوان ج. عنوان: الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب. اردو. تلخیص
۲۹۷/۴۵۲ BP۲۲۳/۵۴/الف ۸ غ ۴۰۴۶۲

شناسنامہ کتاب

کتاب کا نام: **غدیر**: قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد ۶)
تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ و تلخیص: سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری
ناشر: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور
ناشر ہمکار: قرآن وعترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ حجتیہ، قم المقدسہ)
پیشکش: مکتبۂ مینار شعور گوپال پور (سیوان بہار)
اشاعت: ۱۳ رجب ۱۴۳۳ھ، ۴ جون ۲۰۱۲ء طبع اول
تعداد: ۵۰۰ جلد
قیمت: ۵۰۰/= روپے

ملنے کا پتہ:

پاکستان: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور ـ ۵۴۰۰۰
ایران: ﴿قم﴾ دفتر قرآن وعترت فاؤنڈیشن، مدرسہ حجتیہ خیابان حجت پارک ۷ داخلی ۳۱۷، چہارراہ شہداء، قم المقدسہ۔
ہندوستان: ا۔ ﴿بھیک پور﴾ حسن پور، سیوان، بہار، پن کوڈ، 8841286
۲۔ ﴿ممبئی﴾ (فاطمہ برقع کلیکشن، ۵۸ نشان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ تھنی (مقابل اجواشہائی) ڈونگری ممبئی ۴۰۰۰۰۹۔

فہرست مطالب

عندلیبان غدیر

علم عمر کے نایاب کارنامے

عرض مترجم

رسول اسلامؐ کی تیئس سالہ تبلیغی حیات میں بے شمار مواقع تلاش کئے جاسکتے ہیں جن سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آپ حضرت علیؑ کی جانشینی کے اظہار واعلان پر با قاعدہ خدا کی طرف سے مامور تھے، آپ نے اس اہم ذمہ داری کوانتہائی حساس طریقہ سے امت تک پہونچایا، گفتار وکردار سے، رمزو کنایہ سے، تمثیلی انداز میں، استعاری انداز میں، الفاظ ولہجہ کبھی بعنوان حقیقت ہوتا تھا اور کبھی بعنوان مجاز، کبھی بالواسطہ تو کبھی بلا واسطہ۔

چنانچہ خطبۂ غدیر کے یہ فقرے ہر انسان کولمحۂ فکر یہ دے رہے ہیں:

''اے لوگو! خداوندعالم نے علی علیہ السلام کوامامت کے منصب پر فائز کیا ہے اوراس کی اطاعت واجب قرار دی ہے، اب اس کا حکم نافذ ہے، اس کی مخالفت کرنے والا ملعون اور تصدیق کرنے والا رحمت خداوندی سے نہال ہوگا، اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو، خدا تمہارا مولا اور علیؑ تمہارے امام ہیں، علیؑ کے صلب سے میرے فرزندوں میں قیامت تک امامت باقی رہے گی''۔

رسول خداؐ کی اس بے پناہ حساسیت کا مقصد یہ تھا کہ لوگ حضرت علیؑ کی ولایت وامامت پر متحد ہوجائیں اس لئے کہ امت مسلمہ کی کامیابی وسرفرازی اسی ولایت سے وابستہ ہے لیکن مفاد پرست مسلمانوں نے رسول خداؐ کی اس حساسیت کا ذرا بھی پاس ولحاظ نہ رکھا، آنحضرت کی آنکھیں بند ہوتے ہی انہوں نے اپنا اُلّو سیدھا کرنا شروع کردیا اوراپنی من مانی اور من گھڑت تفسیروں کے ذریعہ اس اہم الٰہی منصب کے ساتھ کھلواڑ کرنے لگے، ان کی اس من مانی اور غلط تفسیر کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ بعض لوگوں کی نظر میں یہ امر مشتبہ ہوگیا اور وہ غلط کو صحیح سمجھ بیٹھے، بعد میں آنے والی نسلیں اسی اساس پر پروان چڑھنے لگیں۔ ایسے میں ضروری تھا کہ ان غلط اور بے بنیاد پروپگنڈوں سے غدیر وولایت کو محفوظ رکھا جائے اور لوگوں کے سامنے ایسا معیار پیش کیا جائے جس کے ذریعہ وہ حق وباطل اور صحیح وغلط میں تمیز پیدا کرسکیں۔

''الغدیر فی الکتاب والسنة والادب'' حق وباطل کا ایسا واضح وآشکار معیار ہے، جس میں

حق اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہے، اسی وقیع اور گرانقدر کتاب کی چھٹی جلد کا ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے۔

اکثر سنتا تھا اور کتابوں میں گفتار مترجم کے ذیل میں پڑھتا بھی تھا کہ ترجمہ ایک سخت اور دشوار کام ہے، جب اس وادی میں قدم رکھا تو اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ واقعی ترجمہ ایک سنگلاخ وادی ہے، یہ کام تالیف سے بھی زیادہ سخت اور دشوار ہے، ترجمہ میں اصلی زبان کی خوبی و دل کشی کو برقرار رکھنا، جوئے شیر لانا ہے، ایک مترجم کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ دونوں زبانوں پر اس کی گرفت کس قدر ہے اور ساتھ ساتھ پیغام مضمون پر بھی اس کی کتنی پکڑ ہے، گرفت کا یہ امتزاج جس قدر قوی ہوگا ترجمہ میں جوہر پیغام بھی اسی قدر چاق و چوبند ہوگا۔

مجھے اپنی کم علمی کی وجہ سے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں متذکرہ بالا کسوٹی پر قطعی پورا نہیں اترتا، اسی لئے میں نے صرف نفس مضمون کو اپنے الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جسے آپ ترجمہ کا نام دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔

کتاب میں موجود اشعار کا ترجمہ بہت سخت تھا، اگر لفظی ترجمہ کیا جاتا تو شاید نفس مضمون فوت ہو جاتا، اسی لئے لفظی پیچیدگیوں سے اغماض نظر کرتے ہوئے سلاست وروانی کا خیال رکھا گیا ہے اور ان کا مفہومی ترجمہ کیا گیا ہے نیز معدودے چند مقامات پر تلخیص سے بھی کام چلایا گیا ہے۔

بہر حال میری یہ ناچیز کاوش حاضر ہے، اگر خدا کا لطف وکرم شامل حال نہ ہوتا تو اتنا عظیم کام کرنا تو دور اس کے متعلق سوچنا بھی محال ہوتا، آپ کی اعلیٰ ظرفی سے امید ہے کہ معمولی غلطیوں سے غض بصر کر کے اہم غلطیوں سے مطلع فرمائیں گے۔

محتاج دعا

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

حوزۂ علمیہ قم (۲۹ ر اپریل ۲۰۱۰ء)

عندلیبانِ غدیر

(آٹھویں صدی)

۱۔ابو محمد بن داؤد حلی
۲۔جمال الدین خلعی
۳۔سریجی اوالی
۴۔صفی الدین حلی
۵۔امام شیبانی شافعی
۶۔شمس الدین مالکی
۷۔علاء الدین حلی

ابومحمد بن داؤد حلی

ولادت ۶۴۷ھ

واذا نظرت الی خطاب محمد یوم الغدیر اذا ستقر المنزل

من کنت مولاہ فھذا حیدر مولاہ لا یرتاب فیہ محصل

لعرفت نص المصطفی بخلافۃ من بعدہ غراء لا یتاول

''جب آپ غدیر کے دن رسول خداؐ کے خطاب پر غور کریں گے کہ آپ نے وہاں ٹھہر کر فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ ''حیدر'' ولی ومولا ہیں،حق کے متلاشی کو اس میں تردد نہیں کرنا چاہئے،تو حضرت علیؑ کی خلافت کے متعلق رسول خداؐ کی تصریح واضح وآشکار ہوجائے گی،جس کی تاویل وتوجیہ نہیں کی جاسکتی''۔

ابن داؤد نے امامت علیؑ کے سلسلہ میں ایک طولانی نظم کہی ہے:

وقدجرت لی قصۃ غریبہ قد نتجت قضیۃ عجیبہ

فاعتبروا فیھا ففیھا معتبر یغنی عن الاعراق فی قوس النظر

حضرت فی بغداد دار علم فیھا رجال نظر و فھم

اشعار کا ملخص ترجمہ:

میرے ساتھ ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا،جس کے نتائج وثمرات عجیب وغریب تھے،لہٰذا اس واقعہ سے گرانقدر نصیحت حاصل کریں جو علمی اور نظریاتی کم مائیگی سے بے نیاز کرتا ہے:

میں بغداد کے ایک ایسے علمی گھرانے میں پہونچا جس میں صاحبان فہم وفراست موجود تھے۔ وہ ہر روز بحث و مذاکرہ کا میدان گرم رکھتے اور بزرگان قوم اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، اس علمی میدان میں کوئی استدلال و برہان کی شمشیر آبدار سے مجروح ہوتا یا قتل ہوکر صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا تھا۔ (یعنی بعض افراد، استدلال کے مدمقابل مغلوب ہوجاتے تھے)۔

چنانچہ بزم سخن آراستہ ہوئی، سواروں نے لباسِ جنگ زیب تن کیا اور چاروں اساتذہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) جمع ہوئے، جب میں وہاں پہونچا تو انہوں نے کہا: تم عظیم دانشور اور فقیہ ہو، بتاؤ کہ رسول اسلامؐ کے بعد امت کی ہدایت و رہبری کے لئے امامت کا کون زیادہ حقدار ہے اور کسے اولویت حاصل ہے؟

میں نے کہا: یہ اہم مسئلہ قابل غور ہے، جس میں ہٹ دھرمی کی قطعی گنجائش نہیں، ہم سب صاحب عقل وخرد اور دانشمند ہیں۔ یہ فرض کیا جائے کہ رسول اسلامؐ اس دنیا سے کوچ کر چکے ہیں اور عالم و جاہل افراد قرب وجوار سے جمع ہوکر آپ سے حل وفصل اور جستجو کے خواہاں ہیں، لہٰذا آپ کے لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے اخلاق وشرافت کو پیش نظر رکھ کر انصاف وعدالت کی رعایت کریں۔

جب رسول اسلامؐ کی وفات ہوئی تو اکثر لوگوں نے کہا: ابوبکر ہی لوگوں کے رہبر وامام ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا: لوگوں کی ہدایت ورہبری رسول اسلامؐ کے چچا حضرت عباس کا حق ہے، لیکن انھیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ بقیہ افراد نے کہا: حضرت علیؑ خلافت وامامت کے زیادہ حقدار ہیں۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر آپ بتائیں کہ وفات کے وقت رسول اسلامؐ نے اپنے بعد خلیفہ کے متعلق کوئی وصیت فرمائی یا ان کی ترتیب امت مسلمہ پر چھوڑ دی تھی کہ وہ جسے چاہیں اپنی رائے کے مطابق منتخب کرلیں؟؟

یہ سن کر ان میں سے ایک نے کہا: رسول اسلامؐ نے ابوبکر کو معین کیا اور خلافت کے لئے انھیں کو مخصوص فرمایا۔ دوسروں نے کہا: عمر سے منقول باتوں کے پیش نظر یہ بات اشکال سے خالی نہیں، کیونکہ عمر نے کہا تھا: اگر خلیفہ کا تعین میرے ذمہ ہے تو میں ابوبکر کی پیروی کرتا ہوں اور اگر اپنے بعد خلیفہ کے لئے وصیت ترک کروں تو

رسول اسلاؐم بھی ترک وصیت کے مرتکب ہوئے ہیں۔(۱) لہٰذا حق دونوں کے درمیان مشترک ہے۔

عمر نے یہ بھی کہا: ابو بکر کی بیعت بہت بڑی غلطی تھی۔ لہٰذا جس نے بھی اس عمل کی تکرار کی اس کا قتل حلال ہے۔(۲)

سلمان بولے: تم نے جو کیا وہ نہیں کے برابر ہے کیونکہ تم نے حضرت علیؑ کو خلافت سے معذول کر دیا۔

انصار کہنے لگے: ہم خیر کے طلبگار ہیں، لہٰذا ایک امیر ہمارا اور ایک تمہارا۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر اگر ابو بکر کے متعلق رسول اسلاؐم کی کوئی وصیت تھی تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ فاروق پر اعتراض کرو اور انھیں مورد الزام قرار دو۔ پھر مسلمانوں اور انصار پر بھی اعتراض کرو لیکن اصحاب و انصار پر الزام تراشی تمہارے اختیار (مذہب) میں نہیں ہے۔

یا ابو بکر کا اقالہ چاہنا (۳) (مجھے چھوڑ دو.....) اور بقول عمر: ان کی خلافت کا مشتبہ ہونا، اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی بیعت صرف لوگوں کی رائے کی بنیاد پر ہوئی تھی، اگر ابو بکر کی خلافت نص رسولؐ کے ذریعہ متعین ہوتی تو وہ ''اقالہ'' نہ چاہتے اور ''اقیلونی'' نہ کہتے۔

یہ سن کر ان لوگوں نے وصیت رسول کا انکار کرتے ہوئے اختیار امت کا اقرار کیا۔

۱۔ صحیح بخاری (جلد۶، ص۲۶۳۸، حدیث۶۷۹۲)؛ صحیح مسلم (جلد۳، ص۱۰۲، حدیث۱۱، کتاب الامارہ)۔ سنن ابی داؤد (جلد۳، ص۱۳۳، حدیث۲۹۳۹)؛ سنن ترمذی (جلد۴، ص۴۳۵، حدیث۲۲۲۵)۔ مسند احمد، جلد۱، ص۴۳، ۴۶، ۴۷۔ (جلد۱، ص۷۱، حدیث۳۰۱۔ ص۷۵، حدیث ۳۲۴، ص۷۷، حدیث۳۳۴)۔ سنن بیہقی، جلد۸، ص۱۴۸۔ تاریخ بغداد جلد۱، ص۲۵۸ (نمبر۸۶)۔ تیسیر الوصول جلد۲، ص۴۹، ۵۰۔ (جلد۲، ص۵۹، حدیث ۸، ۹)۔ البدایۃ والنہایۃ جلد۵، ص۲۵۰ (جلد۵، ص۲۷۰)۔

۲۔ صحیح بخاری، باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت جلد۱۰، ص۴۴، (جلد۶، ص۲۵۰۵، حدیث۶۴۴۲)۔ مسند احمد، جلد، ص۵۵۔ (جلد۱، ص۹۰، حدیث۳۹۳)۔ تاریخ طبری، جلد۳، ص۲۰۰، ۲۱۰۔ (جلد۳، ص۲۰۵، ۲۲۳، حوادث ۱۱ھ)؛ انساب بلاذری، جلد۵، ص۱۵۔ سیرۂ ابن ہشام جلد۴، ص۲۲۸ (جلد۴، ص۳۰۸) تیسیر الوصول، جلد۲، ص۴۲، ۴۴۔ (جلد۲، ص۵۱، ۵۳، حدیث۴)۔ تاریخ کامل جلد۲، ص۱۳۵۔ (جلد۲، ص۱۱، حوادث ۱۱ھ)۔ نہایہ ابن اثیر، جلد۳، ص۲۲۸ (جلد۳، ص۴۶۷)۔ ریاض النضرۃ جلد۱، ص۱۶۱ (جلد۱، ص۲۰۱)؛ البدایۃ والنہایۃ جلد۵، ص۲۴۶۔ (جلد۵، ص۲۶۶، حوادث ۱۱ھ)؛ سیرۂ حلبیہ جلد۳، ص۳۸۸، ۳۹۲ (جلد۳ ص۳۶۰، ۳۶۳)۔ صواعق محرقہ، ص۵، ۸، ۲۱۔ (ص۱۰، ۱۴، ۳۶)۔ تاج العروس جلد۱، ص۵۶۸

۳۔ الصواعق المحرقہ، ص۳۰ (ص۵۱)؛ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۴ (ج۱، ص۲۰)۔

میں نے کہا: جب مسئلہ خلافت ہمارے اختیار پر چھوڑا گیا ہے تو پھر امت مسلمہ پر کیا فریضہ عائد ہوتا ہے: وہ افضل ترین اور بہترین فرد کو اختیار کرے یا ناقص، کم عقل اور مفضول کو منتخب کرے جس میں نہ حکومت کرنے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی امامت ورہبری کی اہلیت...؟

انہوں نے بیک زبان کہا: امت کے لئے ضروری ہے کہ وہ افضل ترین فرد کو منتخب کرے۔

یہ سن کر میں نے کہا: اے قوم! مجھے بتاؤ، کیا صفات وکمالات کی بناء پر رہبر کا تعین نہیں ہونا چاہئے؟ اگر ایسا ہے تو ایمان ومہاجرت میں سبقت رکھنے والے شخص کو ایسے انسان پر مقدم رکھو جو ان دو فضیلتوں سے محروم ہے''۔

۶۵ / اشعار پر مشتمل یہ وقیع نظم ''اعیان الشیعہ'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔(۱)

شاعر کے حالات

نام ''تقی الدین ابو محمد حسن بن علی بن داؤد حلّی'' ہے، فقہ وحدیث، رجال وعربی اور دوسرے بہت سے علوم میں نابغۂ روزگار تھے، اس بات پر کسی کو اختلاف نہیں کہ وہ فرقہ ناجیہ کے بے نظیر و نایاب اور معروف دانشوروں میں سے ایک تھے، علماء نے کتب رجال واجازات میں ہر طرح سے ستائش کی ہے، اگر چہ بعض علماء نے ان کی کتاب رجال ''رجال ابن داؤد'' کے متعلق باتیں بنائی ہیں۔ بعض اس میں تاویل وتوجیہ کا نظریہ رکھتے ہیں۔(۲) اور بعض نے اعتراض کی بوچھار کر دی ہے۔(۳) لیکن خیر الامور اوسطھا کے پیش نظر بہترین نظریہ اکثر علماء کا ہے کہ ان کی کتاب بھی دوسری کتابوں کی طرح علم رجال کے اصول وبنیاد میں شامل ہے جس پر کبھی اعتماد کیا گیا اور کبھی مورد نقد وانتقاد قرار دیا گیا۔ ہاں ! شعراء نے آپ کی نظم کو ہر زمانے میں سراہا ہے اور تعریف وتمجید کی ہے۔

۱۔ اعیان الشیعہ، جلد ۲۲، ص ۳۴۳ (ج ۵، ص ۱۹۱)

۲۔ والد شیخ بہائی (شیخ حسین بن عبد الصمد) نے اپنی کتاب درایہ میں

۳۔ شیخ عبد اللہ تستری نے شرح التھذیب میں پہلی حدیث کی شرح میں

۵/جمادی الثانی ۶۴۷ھ میں متولد ہوئے اور سید ابوالفضائل احمد بن طاؤس حلّی (متوفی ۶۷۳ھ) سے کسب علم کیا ہے اور ان سے روایت کی ہے۔

سید کے علاوہ جن علماء سے روایت کی ہے ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ محقق نجم الدین جعفر بن حسن حلی (متوفی ۶۷۶ھ)؛ قرأت کے استاد تھے۔

۲۔ شیخ نجیب الدین ابوذکریا یحیی بن سعید حلی (متوفی ۶۸۹ھ)؛

۳۔ خواجہ نصیر الدین طوسی (متوفی ۶۷۲ھ)؛

۴۔ سید غیاث الدین عبدالکریم بن ابوالفضائل احمد بن طاؤس حلّی (متوفی ۶۹۳ھ)؛

۵۔ شیخ سدید الدین یوسف بن علی مطہر حلی (علامہ حلی کے والد)؛

۶۔ شیخ مفید الدین محمد بن جہیم اسدی (ابن داؤد نے اپنی کتاب رجال میں ان کو اپنے استادوں میں شمار کیا ہے)؛

شاگرد و رواۃ

۱۔ شیخ رضی الدین ابوالحسن احمد مزیدی (متوفی ۷۵۵ھ)؛

۲۔ سید ابوعبداللہ محمد بن قاسم دیباجی حلی معروف بہ "ابن معیہ" (متوفی ۷۷۶ھ)؛

۳۔ زین الدین علی بن طراد مطار آبادی (متوفی ۷۹۴ھ)؛

گرانقدر تالیفات

۱۔ تحفۂ سعد	۲۔ عدۃ الناسک فی فضائل مناسک (منظوم)
۳۔ المعتبر	۴۔ المقتصر من المختصر
۵۔ اللؤلؤ فی خلاف اصحاب امامیہ	۶۔ کتاب الدرج

۷۔کتاب الرابع	۸۔خریدۃ الزہراء فی العقید الفرار
۹۔کتاب کافی	۱۰۔کتاب فقہ
۱۱۔الدر الثمین فی اصول الدین	۱۲۔البغیۃ فی القضایا
۱۳۔کتاب الرجال	۱۴۔عقد الجواہر فی الاشباہ والنظائر
۱۵۔مختصر اسرار العربیہ	۱۶۔حل الاشکال فی عقد الاشکال
۱۷۔احکام القضیہ فی احکام القضیۃ	۱۸۔شرح قصیدۃ الساوی
۱۹۔لمعہ (فی الصلاۃ)	۲۰۔مختصر الایضاح
۲۱۔الاکلیل	۲۲۔الرائض فی الفرائض
۲۳۔کتاب النکت	۲۴۔حروف المعجم
۲۵۔تحصیل المنافع	۲۶۔خلاف المذاہب
۲۷۔اصول الدین	۲۸۔اللولوۃ (فی خلاف اصحابنا)
۲۹۔الجوہرۃ فی نظم التبصرہ	

وفات

ابن داؤد کی تاریخ وفات پردۂ خفا میں ہے۔فقط اتنا علم ہے کہ یہ اپنی کتاب رجال کی تالیف سے ۷۰۷ھ میں فارغ ہوئے۔ میرزا عبداللہ آفندی صاحب ریاض العلماء (۱) نے مشہد الرضا (مشہد مقدس) میں شاعر کی تحریر کا ایک نسخہ دیکھا جس کے آخر میں لکھا تھا کہ اسے علی بن داؤد نے ۱۳/ رمضان المبارک ۷۴۱ھ کو تحریر کیا۔(۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن داؤد ۷۴۱ھ میں باحیات تھے اور ان کی زندگی کے ۹۴ سال گذر چکے تھے۔

۱۔ریاض العلماء، (ج ۴،ص ۱۲۳)

۲۔روضات الجنات،ص ۳۵۷، (ج ۴،ص ۲۲۴،نمبر ۳۸۴)

جمال الدین خلعی

وفات ۷۵۰ھ

فـاح أريجُ الـرّيـاضِ والشجر	ونبـةَ الـورق راقـد السَّـحـر
واقتـدح الـصبـح زنـد بـهـجتـه	فـاشـعـلـت فـي محاجر الزهر
وافتـر ثـغـر الـنـوار مبتسـمـا	لـمـا بـكـتـه مـدامـع الـمـطـر

''باغ و بہار کی خوشبو نے اپنی آمد سے خواب غفلت میں سوئی ہوئی ہر مخلوق کو بیدار کر دیا، وقت سحر مسرت وخوشحالی کی بجلی چمکی تو گلستاں میں غنچے وکلیاں روشن ومنور ہوگئیں؛ جس وقت ابر رحمت سایہ فگن ہوا تو دہانِ گل نے مسکراہٹیں بکھیر دیں، زمین نے پرورش میں خودنمائی کا مظاہرہ کیا تو گلوں کی عطر پاشی نے مشام جاں کو معطر کر دیا؛ پرندے شاخوں پر بیٹھ گئے جس کے بعد ان کے شکار کے لئے تیر دکمان کی ضرورت ہی نہ ہوئی۔ بادصبا نے صبح ومسا اپنا دامن سمیٹنے کے لئے ہمیں آگاہ کر دیا۔ وہ وقت کتنا خوشگوار تھا جب ہم بالکونی کی بلندی پر بیٹھ کر سبزہ زار کی نمائش کر رہے تھے اور باران رحمت زمین پر برس کر اسے لباس سبز پہنا رہی تھی۔

ایسے میں اس مجلس کی کیا کیفیت رہی ہوگی جس کی قیادت ایسے جوان کو حاصل تھی جو ماہ تاباں کے مانند منور تھا اور ہم سب شرف ہمنشینی لئے بہترین خبر کے منتظر تھے۔ اس مجلس کا موضوع گفتگو موثق اور معتبر راویوں سے منقول رسول اسلام کی باتیں اور غدیر تھا۔

رسول خداؐ اپنے آخری حج سے واپسی پر غدیر خم میں پالان شتر کے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

اے لوگو! بے شک خداوند عالم نے مجھ پر عظیم وحی کی تکرار فرمائی ہے کہ جس چیز پر مامور ہوں اگر اس کی تبلیغ میں کوتاہی کروں گا تو خداوند عالم پیغمبروں کے دفتر سے میرا نام خارج کر دے گا۔

فرمایا: اگر تم لوگوں کے مکر وفریب سے خوفزدہ ہو تو میں تمہاری حفاظت کروں گا، میں بہترین یار ومددگار ہوں، علیؑ کو ان کا امیر ورہبر مقرر کرو کہ میں نے اسے تمام انسانوں میں منتخب فرمایا ہے۔

اس کے بعد آیہ بلّغ ﴿ يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾(۱) کی تلاوت فرمائی جسے لوگوں نے سنا اور مشاہدہ کیا۔ پھر فرمایا: میری عمر رواں ختم ہونے کو آئی ہے، نزدیک ہے کہ آواز مرگ پر لبیک کہوں، کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں؟ سب نے بیک زبان کہا: ہاں یا رسولؐ اللہ! آپ جو کچھ جانتے ہیں اس کا حکم فرمائیں؟

چنانچہ آنحضرت نے لوگوں کے درمیان فرمایا: جس کا میں مولا ہوں یہ ''علیؑ'' اس کے مولا و آقا ہیں، میرے بعد اس کی پیروی واطاعت کرنی چاہئے، خدایا! علیؑ کے ناصر ومددگار کی نصرت فرما اور اس کے دشمنوں کو تباہی کے گھاٹ لگا دے۔

اس کے بعد جب میں نے خدا اور رسولؐ کے ذریعہ اس کی معرفت حاصل کر لی تو کھڑا ہوا اور بولا: اے انسانوں میں سب سے بہتر! خلافت مبارک ہو، یہ منصب آپ کے شایان شان ہے، آپ ہمارے بھائی تھے، اب آقا ومولا ہوئے۔ آپ بہترین افتخارات پر فخر ومباہات کریں''۔

وہ اسی قصیدہ میں نغمہ سرا ہیں:

تاللہ ماذنب من يقيس الی	نعلک من قدموا بمغتفر
انكر قوم عيد الغدير و ما	فيه علی المومنين من نكر
حكمک اللہ فی العباد به	و سرت فيهم باحسن السير

۱۔ سورہ مائدہ/۶۷

''خدا کی قسم! جو آپ سے مقدم افراد کا آپ کے نعلین مبارک سے مقابلہ کرے، اس کا گناہ قابل مغفرت نہیں۔ کچھ لوگوں نے عید غدیر کا انکار کیا حالانکہ آج مومنین میں ایسا کوئی نہیں جو اس عید کا انکار کرے، خداوند عالم نے اپنے بندوں میں آپ کو حکومت و امامت عطا فرمائی اور آپ نے بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک پیش کیا۔

خداوند عالم نے غدیر خم میں اپنے دین کی تکمیل فرمائی، خدا کا ارشاد ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (۱) قرآن مجید، توریت اور نوحؑ و ابراہیمؑ کے صحیفوں میں آپ کی تعریف و تمجید موجود ہے، بندوں کا حساب و کتاب آپ کے دست اختیار میں ہے، آپ جس کے حق میں چاہیں سود و زیان کا حکم صادر فرما سکتے ہیں، آپ جسے چاہیں تشنہ کام رکھیں اور جسے چاہیں سیراب کریں۔

اے وحشت ناک فریاد و فغاں کی پناہ گاہ اور اے دوستوں کے بہترین ذخیرہ! مجھے رافضی کہا گیا حالانکہ میرے لئے یہ لقب ناصبی سے بہتر ہے جو درحقیقت کفر ہے، ہاں! میں نے طاغوت کو چھوڑ کر اپنی محبت و الفت، امامت کے درخشاں ستاروں کے لئے مخصوص کر دی ہے''۔

(یہ قصیدہ ۱۵۶ اشعار پر مشتمل ہے)

یہ اشعار بھی آپ ہی کے ہیں:

حبذا یوم الغدیر یوم عید و سرور

اذ اقام المصطفی من بعده خیر امیر

قائلا هذا وصیی فی مغیبی و حضوری

''آفرین اور لاکھوں سلام ہو خوشحالی اور مسرت سے بھرپور روز غدیر پر جو عید کا دن ہے، جس دن رسول خداؐ نے اپنے بعد بہترین امیر و وصی کو منتخب فرمایا۔

۱۔ سورۂ مائدہ/۳

آپ نے فرمایا:

''یہ میری موجودگی اور غیر موجودگی میں میرا وصی و جانشین ہے، یہ میرا یارو مددگار، میرا وزیر و نگہبان اور میرے جیسا ہے۔ یہ میرے بعد اس قرآن کے ذریعہ ہدایت کرے گا جو دلوں کی روشنی کا وسیلہ ہے، یہ وہی ہے جسے خداوند عالم نے دنیا کے تمام علوم سے بہرہ مند فرمایا ہے، اس کی اطاعت تمام اہل زمین وزمان پر واجب ہے۔ لہٰذا تمہیں اس کی پیروی کرنی چاہئے تاکہ بہترین ہدف و مقصد تک رسائی حاصل کرسکو۔

لیکن لوگوں نے اوپری دل سے آپ کی خلافت قبول کی حالانکہ ان کے قلوب آپ کے خلاف کینہ وفریب سے بھرے ہوئے تھے۔

اے امیر نحل، اے وہ انسان جس کی محبت والفت میرے دل ودماغ اور باطن کی گہرائیوں میں محفوظ ہے؛ اے وہ شخص جو مجھے آتش جہنم کی سوزش سے نجات دلانے والا ہے؛ اے وہ عظیم انسان جس کی مدحت سرائی میری زندگی میں راحت جاں اور شب کی تنہائیوں میں میری ہمنشین ہے؛ اے حشر و قیامت کی ہنگامہ خیزیوں میں بہشت خالد کی راہنمائی کرنے والے اور اے بے پناہ علم و دانش کے مالک! میں نے اپنی ولایت و دوستی آپ سے مخصوص کردی ہے اور جو آپ کا دشمن ہے اس کے لئے میری لعنت و ملامت اور بدگوئی ہمیشہ جاری وساری رہے گی۔ آپ کا بندۂ ناچیز ''خلیعی'' خوش وخرم قیامت کے دن پہونچ گیا''۔

۶۱؍اشعار پر مشتمل آپ کا ایک اور قصیدہ ہے، جس کے ۳۶؍اشعار قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین میں نقل کئے ہیں(۱) اور علامہ زنوزی نے پورا قصیدہ ریاض الجنۃ میں نقل کیا ہے؛ یہاں بطور نمونہ چند اشعار نقل کئے جارہے ہیں:

اسمائوک المشرقات فی اوجه القــــرآن فــی کل سورة غـــرر

سـمـائـک رب العباد قسورة مــن حیـث فـروا کــانهم حـمـر

۱۔مجالس المومنین ص۴۶۳ (ج۲ص۵۵۶)

والعین والجنب والوجه انت | والهادی و لیل الضلال معتکر
یاصاحب الامر فی یوم الغدیرو | قد بخ بخٍ لمّا ولّیته عمر
لوشئت ما مد حبتر یده | لها و لا نال حکمها زفر
لکن تانیت فی الامور و لم | تعجل علیهم وانت مقتدر

''آپ کے شریف اور درخشاں اسماء قرآن مجید کے ہر سورہ میں آشکار و نمایاں ہیں، خداوند عالم نے شب تاریک میں آپ کو عین اللہ، جنب اللہ، وجہ اللہ اور ہادی و رہنما کا نام دیا۔ اے صاحب ولایت و امامت! جب رسول خداؐ نے روز غدیر آپ کو ولی مقرر فرمایا تو عمر نے مبارک سلامت کی صدا بلند کی، اگر آپ چاہتے تو خلافت کے سلسلے میں دست ابوبکر دراز نہ ہوتا اور پھر یہ حکومت عمر تک نہ پہونچتی لیکن آپ اپنے کاموں میں صابر و شاکر تھے۔ چنانچہ بھرپور قدرت و طاقت کے باوجود آپ نے ان کے متعلق عجلت کا مظاہرہ نہیں فرمایا''۔

شاعر کے حالات

نام ''ابوالحسن جمال الدین علی بن عبد العزیز بن ابی محمد خلعی (خلیعی) موصلی حلی'' ہے، خاندان رسالت کے عظیم شاعر اور گرانقدر مداح ہیں؛ انہوں نے اہل بیت اطہار (علیہم السلام) کی مدح و ستائش میں بہت سے اشعار کہے ہیں اور حق مطلب کی ادائیگی کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ان کے تمام اشعار میں خاندان رسالت کی مدحت سرائی اور سوگواری کے علاوہ کوئی دوسرا موضوع نہیں پایا جاتا۔

یہ تمام علوم وفنون میں ماہر اور مرد فاضل تھے، ان کے اشعار سلیس اور عام فہم ہوتے تھے۔
حلّہ میں سکونت کے دوران تقریباً ۷۵۰ھ میں فوت ہوئے اور وہیں پر سپرد خاک کئے گئے۔ وہاں ان کی مشہور و معروف قبر ہے۔

یہ ناصبی والدین سے متولد ہوئے۔(۱)

سید نوزی ریاض الجنۃ کے روضۂ اوّل میں لکھتے ہیں:

ان کی ماں نے نذر مانی کہ اگر خداوند عالم نے ایک فرزند کی نعمت عطا فرمائی تو اسے سبط پیغمبر امام حسینؑ کے زائروں کی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے لئے روانہ کرے گی۔ چنانچہ جب وہ پیدا ہوئے اور شعور وادراک کی منزل پر پہونچے تو نذر وعہد کی ادائیگی کے لئے روانہ کردیا۔

کربلا کے نزدیک ''مسیّب'' کے اطراف میں پہونچ کر زائروں کی گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ لیکن اچانک ان پر نیند کا غلبہ ہوا اور قافلہ آگے نکل گیا اور قافلہ سے اٹھتی گرد وغبار ان پر آپڑی۔ خواب میں دیکھا کہ ہر طرف قیامت کا سماں ہے، حکم دیا گیا ہے کہ انہیں جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے لیکن آگ اس خاک کی وجہ سے اپنا اثر دکھانے سے قاصر رہی جو قافلہ کے ذریعہ ان پر پڑی تھی۔

وہ حیران و پریشان خواب سے بیدار ہوئے، اپنے ناپاک ارادوں سے توبہ کی اور خاندان رسولؐ کے دل وجان سے شیدائی ہوگئے۔ وہ اسی خوف وہراس کے عالم میں حرم امام حسینؑ میں پہونچے، لوگوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اسی وقت دو بیت کہے جس پر شاعر بدیع حاج مہدی فلوجی (متوفی ۱۳۵۷ھ) نے مخمس کہا ہے، مخمس کے ساتھ دو بیت پیش خدمت ہے:

اراک بحیرة ملاتک رینا	و شتتک الهوی بینا فبینا
فطب نفسا وقر بالله عینا	اذا شئت النجدة فزر حسینا

لکی تلقی الالہ قریر عین

اذا علم الملائک منک عزما	تروم مزاره کتبوک رسما
و حرمت الجحیم علیک حتما	فان النار لیس تمس جسما

علیه غبار زوار الحسین

۱۔ مجالس المومنین، قاضی نور اللہ شوشتری، ص ۴۶۳، (ج ۲، ص ۵۵۵)۔

''تمہیں حیران وسرگرداں دیکھ رہا ہوں، شک وشبہ نے تمہیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور ہوا وہوس نے پراگندہ وپریشان کر رکھا ہے، تم ان دونوں کے درمیان پس وپیش میں مبتلا ہو۔ لہٰذا اپنے دل ودماغ کو پاک کرو، آنکھوں کو خدا کے نور سے روشن ومنور کرو۔ اگر نجات کے خواہاں ہو تو امام حسینؑ کی زیارت کرو تاکہ نورانی آنکھوں سے خدا کا دیدار کر سکو۔

اگر فرشتوں کو معلوم ہو جائے کہ تم امام حسینؑ کی قبر کی زیارت کا ارادہ رکھتے ہو تو وہ تاکید کے ساتھ تم پر آتش جہنم کی حرمت لکھ دیں گے اس لئے کہ جہنم کی آگ ایسے اجسام کو اپنا ہدف قرار نہیں دیتی جن پر امام حسینؑ کے زائروں کی گرد وغبار موجود ہو''۔

ان کے عادات واطوار سے خاندان رسالت کی والہانہ دوستی ومحبت نمایاں تھی۔ اہل بیت کرامؑ بھی اس محبت کے عوض آپ پر خاص الطاف وعنایات روا رکھتے تھے چنانچہ علامہ نوری ''حبل المتین فی معجزات امیر المومنینؑ'' سے نقل کرتے ہیں کہ جب وہ امام حسینؑ کے حرم مقدس میں داخل ہوئے اور آنحضرت کی مدح وستائش میں قصیدہ پڑھنا شروع کیا تو حرم کے دروازوں کا ایک پردہ ان کے اوپر گر پڑا۔ اسی دن سے خلیعی یا خلعی کے نام سے موسوم ہو گئے۔ یہ اپنے اشعار میں ''خلیعی'' تخلص رکھتے تھے۔(۱)

علامہ نوری نے ملاّ محمد جیلانی کے ذریعہ "حبل المتین" سے نقل کیا ہے کہ جمال الدین خلعی اور ابن حماد میں فخر ومباہات ہونے لگا۔ دونوں کا یہ خیال تھا کہ امیر المومنین حضرت علیؑ کے متعلق ان کے مدحیہ اشعار دوسرے سے بہتر ہیں، لہٰذا دونوں نے قصیدہ کہہ کر ضریح مقدس میں ڈال دیا تاکہ امامؑ ان کے قصیدے سے متعلق فیصلہ فرمائیں۔ تھوڑی دیر بعد خلعی کا قصیدہ باہر آیا جس پر سونے کے پانی سے تحریر تھا: ''احسنت'' شاباش! تم نے بہت اچھا کہا۔ اور ابن حماد کے قصیدہ پر چاندی کے پانی سے یہی الفاظ تحریر تھے۔

اس صورت حال سے ابن حماد کافی غمگین ہوئے، امیر المومنینؑ سے عرض کی: آقا! میں آپ کا

۱۔ دار السلام، ص ۱۸۷، (ج ۲ ص ۶۸)

پرانا نمک خوار ہوں، یہ (جمال الدین) تو جلد ہی آپ کے چاہنے والوں میں داخل ہوا ہے (پھر میرے ساتھ ایسا کیوں؟) آنحضرتؐ نے خواب میں آ کر فرمایا: یہ سچ ہے کہ تم ہمارے پرانے محب ہو اور اس نے جلد ہی ہماری ولایت قبول کی ہے لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ رعایت سے کام لیں۔(۱)

انہوں نے تقریباً (۳۴) اشعار پر مشتمل امام حسینؑ کا مرثیہ کہا ہے جس کے بعض اشعار کا ترجمہ پیش ہے:

أيُّ عــذر لــمهـجةٍ لا تـذوبَ وحشـاً لايشـبُّ فيهـا لهيـب؟

ولـقـلـب يـضيـق مـن الم الحزن و عيــن دمـوعهــا لا تــصـوب

وابـن بنت النبي بالطف مطروح لــقــى والــجبيــن مــنـه تـريـب

''گوشۂ دل کے لئے کون سا عذر ہے کہ وہ پانی پانی نہ ہو اور امام حسینؑ کے آتش غم میں شعلہ ور نہ ہو؟ کون سا دل ہے جو اس غم میں حیران و پریشان نہیں یا کون سی آنکھ ہے جو اشک آلود نہیں؟ ہاں! سبط رسولؐ زمین کربلا پر خاک وخون میں آغشتہ پڑے ہوئے تھے، ان کے اطراف میں ان کے بھائی اور خاندان کے جوان و پیر موجود تھے جنہیں موت کے شکنجے نے زمین بوس کیا ہوا تھا؛ ناموس رسولؐ اپنے عزیز اور نو جوانوں کے داغِ مفارقت سے بے حال گریہ کناں تھیں، ان کی چادروں کو دشمنوں نے لوٹ لیا تھا۔

کوئی جگر خراش آواز میں بھائی کہتی تھیں تو کوئی ہائے بابا کی صدا بلند کرتی تھیں، لیکن وہ اپنی کھلی آنکھوں سے کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔

میرا دل غم سے پھٹا جا رہا ہے کہ امام کا فرزند نازنین ان کے ہاتھوں پر جاں بلب تھا اور گلوئے مبارک سے خون جاری تھا، ان کی خواہر عزیز جناب زینب پر افسوس جو اشکوں کے سایہ میں یتیموں کی پناہ گاہ تھیں۔

۱۔ دار السلام، ص ۱۸۳، (ج ۲، ص ۵۹/۶۰)

جناب فاطمہؑ کے مصائب سے میرا دل چھلنی ہے جو اسیری کے خوف سے وحشت زدہ تھیں، ان کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا، امّ کلثوم پر افسوس جن کے رخسار مبارک گریہ وزاری اور سیلان اشک سے مجروح ہو چکے تھے، وہ فریاد کناں تھیں: اے میرے تنہا والی و وارث اور اے میرے فریاد رس بھائی! ہمارے مصائب و آلام کا خاتمہ کیجئے۔ اس کے بعد گریاں و بریاں رسول اسلامؐ سے شکوہ کرنے لگیں:

اے نانا! کاش آپ دیکھتے کہ ہمیں کس طرح اسیر کیا گیا اور ہم پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے گئے۔ اے نانا! آپ کی نصیحتیں اور ہمارے متعلق آپ کی سفارشات لوگوں پر اثر انداز نہ ہوئیں اور تمام تر تاکید کو پس پشت ڈال کر امام حسینؑ کی غربت و تنہائی پر ذرا بھی رحم نہ کیا گیا۔ اے نانا! آپ کہاں ہیں، آ کر دیکھئے آپ کا حسینؑ شہید ہو چکا ہے اور علی بن حسینؑ پر تازیانوں کی بارش ہو رہی ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آپ کا نواسہ قربان گاہ میں بے گور و کفن پڑا ہوا ہے۔ اے کاش! آپ دیکھتے ہم ذلت وخواری کے ساتھ دشمنوں کے درمیان اسیر تھے اور ان کے دل ہمارے لئے پتھر ہو چکے تھے“۔

یہ اشعار بھی آپ کے ہیں:

یا بنی طٰہٰ ویاس	ین وحامیم ونون
بکم استعصمت من	شر خطوبٍ تعترینی
فاذا خفت فانتم	لنجاتی کالسفین

”اے طہٰ و یسین اور حم و نون کے فرزند! میں زمانہ کے حوادث سے آپ ہی کی پناہ کا خواستگار ہوں، آپ حضرات خوف وہراس کے عالم میں میرے لئے کشتی نجات ہیں۔ میزان اعمال آپ کے دست اختیار میں ہے لہٰذا اپنے بندۂ ناچیز (خلعی) کو اصحاب یمین کے ہمراہ محشور فرما کر نجات دیجئے اور میری کم مایہ مدحت کو شرف قبولیت عطا فرمایئے۔

اے صاحب اسرار خدا! میں نے ایسے افراد کے ساتھ مدارا کیا ہے جو مجھے مار ڈالنے کا ارادہ رکھتے تھے، میں صادق و امین عالم کے قول کا شیدائی تھا کہ انہوں نے فرمایا: تقیہ کرو کہ یہ میرا اور میرے اباؤ

اجداد کا دین ہے۔

میں نے آپ کے اوصاف کے متعلق اپنے اشتیاق کو مہیز کر کے آپ کی مدحت کے ذریعہ اپنے ظاہر و باطن کو آشکار کر دیا، میرے پوشیدہ اسرار و رموز کا گواہ آپ کا علم لدنی میرے لئے کافی ووافی ہے۔

خدا کی محکم رسّی پر اعتراض کرنے سے اس کی پناہ چاہتا ہوں کہ نا اہل اور فاقد کمالات کو صاحب فضل وکمال کے برابر کا درجہ دوں۔ کیا "اقیلونی" (مجھے چھوڑ دو) کے قائل اور "سلونی" (مجھ سے پوچھ لو) کے قائل کے درمیان برابری کا عقیدہ رکھا جاسکتا ہے (خدا کی پناہ)"۔

شجاع بنی ہاشم جناب مسلم کا مرثیہ

المسلم بن عقیل قام الناعی لمّا استهلت ادمع الاشیاع

مولی دعاء ولیه وامامه فاجاب دعوته بسمع واع

حفظ الوداد لذی القرابة فاقتنی شرفا علی الاهلین و الاتباع

"کیا اس وقت مسلم بن عقیل کے لئے قاصد مرگ بلند ہوا جب شیعوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ پڑا، ہاں! وہ ایسے سردار تھے جن کے امام نے جب آواز دی تو انہوں نے دل وجان سے لبیک کہا اور اپنی محبت کو خاندان کے والی ووارث کے لئے مخصوص کر کے اپنے اہل وعیال اور چاہنے والوں میں بہترین شرافت وعظمت کا انتخاب فرمایا۔

قربان جاؤں ایسے آزاد اور پاکیزہ مرد مومن پر جو صاحب عزم راسخ اور ہمیشہ رکوع وسجود کرنے والا تھا؛ میری جان فدا ہو ایسے دلیر وشجاع پر جو بہت زیادہ وفا شعار تھا۔ افسوس! اس مسلم پر جس پر شمشیروں اور نیزوں کی بوچھار ہو رہی تھی لیکن آنکھوں میں خوف و دہشت کا شائبہ تک نہ تھا۔ ہاں! طولانی جنگ وجدال کے بعد دشمنان بدخصال نے آپ پر غلبہ حاصل کر لیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے

مگراس مردشجاع اور قلب محکم کی بات نے اس ملعون کوخشم آلود کردیا، آپ نے ابن زیاد سے پوشیدہ طور پر وصیتیں کیں لیکن اس بدشعار نے آشکار کردی۔

آپ کے جسم مطہر کو قصر کی بلندی سے نیچے گرادیا گیا، لوگوں کی سماعتوں نے آپ کی روح پاک سے تکبیر وتحلیل کی آوازیں سنی۔

افسوس! حضرت محمدؐ کی شمشیر آبدار پر جو اپنا کام نہ کرسکی، اس ٹھنڈے پانی پر افسوس جو آپ کے خون سے رنگین ہوگیا، حیف آپ کے شکستہ دندان مبارک پر اور افسوس اس پر جو زمین گرم پر پڑا ہوا تھا۔

اے میرے آقا، اے فرزند عقیل! آپ کا دن، دلوں کو مصائب وآلام کا ہدف قرار دینے کا دن ہے، ہمارے اشک رواں آپ کے باقی ماندہ افراد کو سیراب کریں اور آپ کے خانۂ جدید (قبر) پر بارش کا کام کریں۔ یہ بارش ہانی بن عروہ کو بھی سیراب کرے جس نے آواز دینے والے کی آواز پر لبیک کہا۔

آپ کا غلام (خلعی) اس غم انگیز داستان کو عقرب صفت اور بدخصال دشمنوں کے زہر سے اور ان کے وسیلے سے بیان کرتا ہے"۔

میں خلیعی کے بہت سے قصائد سے واقف ہوں جو سب کے سب اہل بیت کرامؑ کی مدح وستائش پر مشتمل ہیں، اگر انھیں یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم دیوان تیار ہوجائے گا۔ یہاں صرف نجف اشرف اور کاظمین سے محصول خطی نسخوں کی فہرست مطالعہ کی غرض سے پیش کی جارہی ہے:

مطلع قصائد

۱۔ لم أبكِ عافی دمنةٍ وطلول	وشموسَ ركبٍ آذنت برحيل	۲۷/اشعار
۲۔ أضرمتْ نار قلبی المحزونِ	صادحاتُ الحمامِ فوق الغصون	۵٦/اشعار
۳۔ طِلابُ العلی بالسمهریّ المقوّمِ	وضربُ الطُّلی مرمیّ الی كلّ مغنم	۵۰/اشعار
۴۔ جعلت النوحَ فی عاشورَدأبی	فزادَ أليم وجدی واكتئابی	۳۰/اشعار
۵۔ يا عينُ بالدمع الغزير	جودی علی الطهر المزور	۳۱/اشعار
٦۔ أرَقی لابن النبیّ	لا لبرق حاجری	۳۱/اشعار
۷۔ عرِّج علی أرضِ كربلاءِ	وامزج الدمع بالدماءِ	۲۳/اشعار
۸۔ ذكرت المصارعَ فی كربل	فزاد بقلبی عظيمُ البل	۲۳/اشعار
۹۔ ألحاظُ ساكنةِ الخبا	فتكتك أم مُقَلُ الظبا	۲۴/اشعار
۱۰۔ فرطُ وجدی قد حلالی	ما لعذّالی ومالی	۵۱/اشعار
۱۱۔ ليته زار لما ما	فاهتدی جفنی المناما	۵۹/اشعار
۱۲۔ زاد همی و شجونی	وجفانومی جفونی	٦٦/اشعار
۱۳۔ طال حزنی والكتئابی	فجعلت النوح دابی	۳۵/اشعار
۱۴۔ هاج لی نوح الحمام	فرط وجدی و غرامی	۲۹/اشعار

۱۵۔ ماذا یرید النوی من قلبی العانی	اماتناهت صباباتی و اشجانی	۱/۹۰اشعار
۱۶۔ اکفکف دمعی و هو لایسام الوکفا	و اخفی غرامی و الصبابه لا تخفی	۱/۳۵اشعار
۱۷۔ سلام الله ذی الحجیب	علی زوار فی رجب	۱/۳۷اشعار
۱۸۔ قل و لا تخش فی المعاد اثاما	لا سقی شانئی علی غماما	۱/۳۷اشعار
۱۹۔ لم اطل فی عرصه الدمن	وقفه الباکی علی السکن	۱/۲۵اشعار
۲۰۔ یا زائرا حرم الوصی	الطاهر العلم الامام	۱/۲۳اشعار
۲۱۔ ینبغی بزورته الرضا	و الامن فی یوم الزحام	۱/۳۲اشعار
۲۲۔ یا عین لا لمرابع و خیام	اودت بساکنها ید الایام	۱/۳۸اشعار
۲۳۔ یا عین لا لخلو الربع والدمن	باکی الرزایا سوی الباکی علی السکن	۱/۳۸اشعار
۲۴۔ سل جیرة القاطنین ما فعلوا	و هل اقاموا بالحی ام رحلو	۱/۵۵اشعار
۲۵۔ العین عبری و دمعها مسفوح	والقلب من الم الاسی مقروح	۱/۳۲اشعار
۲۶۔ اعاذلی :ذکر کربلا حزنی	فسح دمعی کالعارض الهتین	۱/۲۹اشعار
۲۷۔ الا مالجفنی بالسهاد موکل	و قلبی لاعباء الهوی یتحمل	۱/۳۹اشعار
۲۸۔ لم ابك ربعا دارس العرصات	اضحت معارفه من النکرات	۱/۲۶اشعار
۲۹۔ لم ابك من وقفة علی الدمن	و لا لخل نای و لا سکن	۱/۵۱اشعار
۳۰۔ هاج حزنی وزاد حر لهیبی	و شجانی ذکر القتیل الغریب	۱/۳۹اشعار
۳۱۔ جفون لا تمل من الهمول	و جسم لا یفك من التحول	۱/۳۹اشعار
۳۲۔ ما هاجنی ذکر مربع خصب	و لا شجانی وجدی و لا طربی	۱/۲۶اشعار
۳۳۔ یا لدمعی لم یطف حر غلیلی	للقتیل الظامی و ای قتیل	۱/۵۸اشعار
۳۴۔ هاج حزنی و غلیلی	ذکر عطشان قتیل	۱/۲۸اشعار

۳۵۔ هجرت مقلتی لذیذ کراها لمصائب الشهید من آل طاها ۵۲/اشعار

۳۶۔ عذرتك لو تخدی ملامه لوم علی اللوم للمضنی الکئیب المتیم ۵۵/اشعار

۳۷۔ لست ممن یبکی رسوما محول و دیارا اعفی البلاد و طلولا ۵۳/اشعار

۳۸۔ جعلت النوح ادمانا لما نال ابن مولانا ۳۰/اشعار

۳۹۔ هو الحمی و بانه لا نفرت غزلانه ۳۷/اشعار

ہماری معلومات کے مطابق خلیعی (۱۶۵۶) اشعار کے مالک تھے۔

اعیان الشیعہ میں ''شیخ حسن خلیعی'' کے عنوان سے ان کی سوانح حیات موجود ہے۔(۱)

۱۔ اعیان الشیعہ، ج۲۱، ص۲۴۹، (ج۵، ص۶۳)

سریجی اوالی

(وفات ۷۵۰ھ)

ان لم أُفِضْ فی المغانی ماءَ أجفانی	فما أفظَّ اذن قلبی وأجفانی
و کیف لا یهمل الدمع الهتون فتی	امسی اسیر صبابات و احزان
یا ربة السجف هلا کنت قاضیة	دینا واقلعت عن مطل ولیان

''اگر پلکوں سے آب پاشی نہ کروں تو میرے قلب وابرو کتنے سخت جان ہیں، ایسا جوان جو کسی کے عشق واندوہ کے دام میں گرفتار ہو وہ اشک بارانی کیوں نہ کرے، اے پردہ نشین خاتون! کاش تو نے وعدہ خلافی وکینہ توزی کو پس پشت ڈال کر دین کے حقوق کی ادئیگی کی ہوتی اور عہد بلقیس میں ہوتی تو وہ جناب سلیمان کے لئے والہانہ پن کا مظاہرہ نہ کرتی۔

اے دل ناداں! مجھے خوبصورت چہروں کے خیال خام میں کب تک گرفتار کرتا رہے گا حالانکہ عقل سلیم اس کی سختی سے مخالفت کر رہی ہے۔ امیر المومنینؑ حیدر کی محبت مجھے لہو ولعب اور بزم طرب سے باز رکھتی ہے، اے راتوں کی تنہائی! خاک وتل اور خوش آرائیوں کی باتیں چھوڑ کر مجھ سے ان کے فضائل ومناقب بیان کر۔

وہ شجاعان وقت کو تباہی گھاٹ لگانے والے، سرکشوں کا قلع قمع کرنے والے، بہترین بخشش وعطا کا مظہر اور خوف زدہ گنہگاروں کی پناہ گاہ ہیں۔ انہوں نے بتوں کو توڑ کر زمین بوس کیا، ان کی شمشیر آبدار سے اسلام مستحکم واستوار ہوا، اسلام کا بانی اور بتوں کو توڑنے والا کتنا بلند وبرتر ہے۔

اے مجھے اپنی ملامت وسرزنش کا ہدف قرار دینے والے! احد اور بدر وخیبر کے متعلق سوال کر، اس صفین کے بارے میں پوچھ جب دلوں پر خوف طاری تھی اور دو گروہ آپس میں نبردآزما تھے؛ عمر بن عبدود کے دن (روز خندق) کو یاد کر جب ایک شمشیر نے برہنہ تلوار پر ایسی ضرب لگائی کہ شجاعان عرب کو موت کا فرشتہ آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگا۔

رسول خداؐ نے غدیر کے دن آپ کے فضائل ومناقب بیان فرمائے۔ فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں تو بھی اس کا مولا ہے، خداوند عالم تیری ذات سے حیران وسرگرداں افراد کی ہدایت فرماتا ہے'' یہ سن کر کینہ توزوں کو سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔

اے علیؑ! تم میرے نزدیک ایسے ہی ہو جیسے ہارونؑ موسیٰ کے لئے تھے بس فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

آفتاب کا پلٹنا آپ کے فضائل وکمالات کی ایسی نشانی ہے جس سے دوسرے تمام انسان قاصر وعاجز ہیں، بے شک افعی اور اس کے موزے میں داخل ہونے کے عظیم واقعہ میں کینہ توزوں اور احمقوں کی ہدایت پوشیدہ ہے۔ کینہ ودشمنی میں آپ کی راہ سے منحرف ہونے والے افراد کے لئے داستان طیور (حدیث طیر) میں راہنمائی موجود ہے۔

اس دن کے متعلق سوال کرو جب حضرت منبر پر موجود تھے اور لوگ ایک سانپ سے بری طرح خوف زدہ تھے، آپ نے فرمایا: میری طرف آنے کے لئے راستہ دو، تمہیں ذرا بھی نقصان نہیں پہنچے گا! سانپ منبر کے زینوں سے ہوتا ہوا اوپر پہونچا اور اپنی خاضع زبان میں حضرت کی مدح وستائش کرنے لگا۔

ان کے علاوہ کون ہے جس کی ذات دانش وتقویٰ سے بھرپور ہے، ان کے علاوہ کس نے ببانگ دہل آواز لگائی: مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں؛ کون ہے جس نے کفار ومشرکین کے حصار کے بعد بھی بستر رسولؐ پر سوکر اپنی جان قربان کر دی؛ کون ہے جس نے حالت رکوع میں صدقہ دیا اور کبھی بتوں کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا؛ کون ہے جس کا زچہ خانہ خدا کا گھر قرار پایا اور

خداوندعالم نے اسے دشمنوں کی دشمنی وزیادتی سے ہمیشہ محفوظ رکھا۔

ان کے علاوہ کون ہے جس نے خداوندعالم سے گفتگو کا شرف حاصل کیا اور پوشیدہ اوراعلانیہ ہر طرح اس کی ذات سے رسالت کوتقویت ملی؛ خیبر کی ہنگامہ خیز جنگ میں پرچم کسے دیا گیا، کس کی دعاؤں کے فیضان سے دست بریدہ اپنی جگہ پر آ گیا اور نابینا کی آنکھیں روشن ومنور ہوگئیں، وہ کون ہے جس کے لئے وحی نازل ہوئی کہ مسجد کی طرف اس کا دروازہ کھلا رہے اور دوسرے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں؛ کون ہے جسے مشرکین کے درمیان سورۂ برأت کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا گیا؟؟

جنت وجہنم کا بانٹنے والا اور ساقی کوثر کون ہے، کس نے رسول اسلامؐ کو غسل وکفن دیا، کون ہے جس نے ہواؤں کے دوش پر بیٹھ کر حکومت کی یہاں تک کہ اصحاب کہف کے پاس آیا جو مدتوں خواب میں پڑے ہوئے تھے۔ اصحاب کہف نے بیدار ہوکر کہا: آپ علم وایقان کی وجہ سے رسول خداؐ کے حقیقی وصی و جانشین ہیں''۔

شعری تتبع

اس قصیدہ میں مولائے متقیان حضرت امیرالمومنینؑ کے بعض فضائل وکمالات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس سے قبل بعض فضائل کے متعلق تفصیلی بحث پیش کی گئی، یہاں شاعر نے اپنے شعر:

من کان حرم الرحمن مولده　　　و حاطه الله من باس وعدوان

میں امیرالمومنینؑ کی جس فضیلت کی جانب اشارہ کیا ہے اس کی وضاحت پیش کی جارہی ہے:

شاعر نے اس شعر میں حضرت کی خانۂ کعبہ میں ولادت باسعادت کے عظیم واقعہ کو بیان کیا ہے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ کے لئے دیوار کعبہ شگافتہ ہوئی اور جیسے ہی داخل ہوئیں دیوار کعبہ پھر سے استوار ہوگئی۔ آپ اس میں موجود تھیں کہ خانۂ خدا کو شرافتوں اور عظمتوں سے ہمکنار کرنے والے مولود مسعود کی ولادت ہوئی، آپ نے جنت کے میوہ جات نوش فرمائے اور جب تک دنیا کو اپنے نورانی وجود سے منور

نہ کرلیا اور آپ کے پیکر اقدس کی عطر و خوشبو فضائے عالم میں منتشر نہ ہوئی صدف کعبہ شگافتہ نہ ہوا۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے اثبات پر شیعہ و سنّی دونوں گروہ نے اتفاق کیا ہے، اثباتی احادیث و روایات سے کتابیں بھری پڑی ہیں لہٰذا اس تاریخی واقعہ کے تواتر و اتفاق کے متعلق شیعہ و سنّی دونوں کی توضیح واضح کے بعد ہمیں یاوہ گو اور بے ہدف باتیں بنانے والوں کی داد و فریاد کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔

حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں: متواتر روایات سے ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ، جناب فاطمہ بنت اسد کے بطن سے خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے۔(۱)

حافظ گنجی شافعی ''کفایۃ'' میں ابن نجار کے طریق سے حاکم نیشاپوری سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: حضرت امیر المومنینؑ ۱۳؍ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل شب جمعہ بیت اللہ الحرام میں متولد ہوئے، ان سے قبل یا بعد کسی کو یہ شرف حاصل نہیں، یہ شرف آپ ہی سے مخصوص ہے۔(۲)

احمد بن عبدالرحیم معروف بہ شاہ ولی اللہ ابن عبدالعزیز دہلوی نے ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنی کتاب ''ازالۃ الخلفاء'' میں لکھا ہے کہ متواتر روایات سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنت اسد کے بطن سے جوف کعبہ میں حضرت امیر المومنینؑ کی ولادت ہوئی، آپ ۱۳؍ رجب المرجب ۳۰ عام الفیل کو پیدا ہوئے، وہاں نہ اس سے پہلے اور نہ آپ کے بعد ہی کسی کی ولادت ہوئی۔(۳)

شہاب الدین سید محمود آلوسی ''صاحب تفسیر'' لکھتے ہیں:

''عبدالباقی آفندی عمری کے پاس ایک شاعر نے یہ شعر پڑھا:

أنت العليُّ الذی فوق العلیٰ رُفِعا ببطن مکّةَ عند البیتِ اذ وُضعا

''آپ ایسے علیؑ ہیں جو بلندیوں سے بھی بلند و برتر ہیں، اس لئے کہ آپ کی ولادت قلب مکہ

۱۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۸۳ (ج ۳ ص ۵۵۰ حدیث ۶۰۴۴)

۲۔ کفایۃ الطالب، (ص ۴۰۷)

۳۔ ازالۃ الخفا (ج ۲ ص ۲۵۱)

معظمہ میں خانۂ خدا کے نزدیک واقع ہوئی''۔

جوف کعبہ میں حضرت امیر المومنینؑ کی ولادت باسعادت عالم فانی کا مشہور واقعہ ہے، شیعہ وسنّی دونوں نے اپنی کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے''۔(۱)

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

''آپ کے علاوہ کسی دوسرے کے متعلق یہ بات مشہور نہیں ہوئی، اگر کسی نے بے سر کی اڑائی بھی ہے تو اس کی بات پر اتفاق نہیں ہوا ہے۔ ہاں! اماموں کے امام اور رہبروں کے رہبر کے لئے کتنا مناسب ہے کہ اس کی ولادت ایسی جگہ واقع ہو جو مومنین کا قبلہ قرار پائے؛ پاک وپاکیزہ ہے وہ خدا جس نے ہر شی کو اس کی واقعی جگہ پر قرار دیا ہے اور وہی احکم الحاکمین ہے''۔

یہ شعر بھی کہا:

أنت أنت الذی حطّت له قدمٌ　　　فی موضعٍ یدَهُ الحمنُ قد وُضعا

''آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے بت شکنی کے لئے ایسی جگہ قدم رنجہ فرمایا جہاں دست خدا برقرار تھا''۔(۲)

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کو یہ بات بے حد محبوب تھی کہ خانۂ کعبہ میں جہاں آپ کی ولادت ہوئی تھی اسے بتوں سے پاک کریں۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ خانۂ کعبہ نے خداوند عالم سے بتوں کی پرستش کی شکایت کرتے ہوئے کہا: اے مالک ومختار! میرے اطراف میں ان بتوں کی کب تک پرستش ہوتی رہے گی؟ خداوند عالم نے فرمایا: عنقریب وہ جگہ بتوں اور بت پرستوں سے پاک ہو جائے گی۔

علامہ رضا ہندی نے بھی اپنے اشعار میں اسی واقعہ کی منظر کشی کی ہے:

لَـمّـا دعـاکَ اللهُ قِـدمـاً لأن　　　تـولـد فـی البیـت فـلبّیتـه

شکـرتَـه بیـن قـریشٍ بـأن　　　طهّـرتَ مـن أصنـامِهـمْ بیتـه

۱۔شرح الخریدہ فی شرح القصیدہ العینیہ، ص ۱۵

۲۔شرح الخریدہ فی شرح القصیدہ العینیہ، ص ۷۵

''جب خداوند عالم نے عہد قدیم میں آپ کو خانۂ کعبہ میں ولادت کے لئے آواز دی تو آپ نے اجابت فرمائی اور قریش میں آپ ہی نے خانۂ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے سلسلے میں شکریہ ادا کیا''۔(۱)

خانۂ کعبہ میں ولادت باسعادت، امیر المومنین کے مسلمہ فضائل ومناقب میں سے ہے جسے اکثر علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، بعض یہ ہیں:

۱۔ ابی الحسن علی بن حسین مسعودی ہذلی نے مروج الذہب میں؛(۲)

۲۔ سبط ابن جوزی حنفی نے تذکرۃ الخواص الامۃ میں؛(۳)

۳۔ ابن صباغ مالکی نے فصول المھمہ میں؛(۴)

۴۔ نور الدین علی حلبی نے سیرۃ النبویہ میں؛(۵)

۵۔ شیخ علی قاری حنفی نے شرح شفا میں؛(۶)

۶۔ ابو سالم محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤال میں؛(۷)

۷۔ شیخ علاء الدین سکتوری نے محاضرۃ الدوائل میں؛(۸)

۸۔ میرزا محمد بدخشی نے مفتاح النبی فی مناقب آل عبا میں؛(۹)

۹۔ امیر محمد صالح ترمذی نے المناقب میں؛

۱۰۔ شیخ عبد الحق دہلوی نے مدارج النبوۃ میں؛(۱۰)

۱۱۔ عبد الرحمٰن صفوری شافعی نے نزہۃ المجالس میں؛(۱۱)

۱۔ دیوان سید رضا ہندی، (ص ۲۵)

۲۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۲، (ج ۲، ص ۳۶۶)

۳۔ تذکرہ خواص الامہ ص ۷ (ص ۱۰)

۴۔ فصول المھمہ ص ۱۴ (ص ۲۹)

۵۔ سیرۃ النبویہ ج ۱، ص ۱۵۰ (ج ۱، ص ۱۳۹)

۶۔ شرح شفا ص ۱۵۱

۷۔ مطالب السؤال ص ۱۱

۸۔ محاضرۃ الدوائل ص ۱۲۰

۹۔ مفتاح النبی فی مناقب آل عبا (ص ۱۸، باب ۳، فصل ۱)

۱۰۔ مدارج النبوۃ (ج ۲، ص ۳۰۸)

۱۱۔ نزہۃ المجالس ج ۳، ص ۲۰۴

۱۲۔شاہ محمد حسین چشتی نے آئینۂ تصوف میں؛(۱)

۱۳۔صدرالدین احمد بردوانی نے روائح المصطفےؐ میں؛(۲)

۱۴۔سیدعلی جلال الدین نے کتاب الحسین میں؛(۳)

۱۵۔شیخ حبیب اللہ سنقیطی نے کفایۃ الطالب میں؛(۴)

۱۶۔سید محمد مومن شبلنجی نے نورالابصار میں؛(۵)

شیعوں کے جید علماء کی کثیر تعداد نے بھی اس عظیم تاریخی واقعہ کو نقل کیا ہے؛ جن میں بعض یہ ہیں:

۱۔حسن بن محمد بن حسن قمی نے تاریخ قم میں ذکر کیا ہے،جس کا فارسی ترجمہ حسن بن علی بن حسن قمی نے ۸۶۵ھ میں کیا ہے،ترجمۂ فارسی ص۱۹۱ پر ملاحظہ کریں۔

۲۔شریف رضی (متوفی ۴۰۶ھ) نے خصائص الائمہ ص۳۹ پر نقل کر کے لکھا ہے کہ میں خانۂ کعبہ میں آنحضرت کے علاوہ کسی اور کی ولادت سے واقف نہیں۔

۳۔شیخ الامۃ ،معلم انسانیت شیخ مفیدؒ (متوفی ۴۱۳ھ)؛وہ لکھتے ہیں: حضرت علیؑ کے قبل و بعد کسی کی خانۂ کعبہ میں ولادت نہیں ہوئی۔(۶)

۴۔شریف مرتضیٰ (متوفی ۴۳۶ھ) نے شرح قصیدۂ بائیہ حمیری ص۵۱ پر نقل کیا ہے ، وہ لکھتے ہیں:اس فضیلت و برتری میں ان کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔(شریف مرتضیٰ کی معرکۃ الآراءنظم،ان کے حالات زندگی کے ساتھ جلد چہارم میں گذر چکی ہے)۔

۱۔آئینۂ تصوف ص۱۳۱۱

۲۔روائح المصطفےٰ ص۱۰

۳۔کتاب الحسین ج۱،ص۱۶

۴۔کفایۃ المطالب ص۳۷

۵۔نورالابصار ص۷۶(ص۱۵۶)

۶۔مسار الشیعہ ،ص۵۱،(مجلد۷،ص۵۹)؛الارشاد،ص۳،(مجلد۱۱،ج۱،ص۵)؛المقنعہ ،(مجلد۱۴،ص۴۶۱)

۵۔ نجم الدین شریف ابوالحسن علی بن ابی الغنائم محمد۔ یہ ابن صوفی کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب ''المجدی'' میں نقل کیا ہے۔(۱)

۶۔ شیخ ابوالفتح کرجکی (متوفی ۴۴۶ھ) نے کنزالفوائد میں؛(۲)

۷۔ حسن بن عبدالوہاب نے عیون المعجزات میں؛(۳) آپ شریف مرتضیٰ کے ہم عصر ہیں۔

۸۔ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ) نے تہذیب، مصباح المتہجد اور الامالی میں نقل کیا ہے۔(۴)

۹۔ امین الاسلام فضل بن حسن طوسی (متوفی ۵۴۸ھ) اعلام الوریٰ میں لکھتے ہیں: کعبہ میں ان سے پہلے اور بعد کسی کی ولادت نہیں ہوئی ہے۔(۵)

۱۰۔ ابن شہرآشوب ساروی (متوفی ۵۸۸ھ) نے ''المناقب'' میں؛(۶)

۱۱۔ ابن بطریق شمس الدین ابوالحسین یحیٰ بن حسن حلی (متوفی ۶۰۰ھ) اپنی کتاب ''عمدہ'' میں لکھتے ہیں: خانۂ کعبہ میں ان سے پہلے اور ان کے بعد کوئی متولد نہیں ہوا۔(۷)

۱۲۔ رضی الدین علی بن طاؤس (متوفی ۶۶۴ھ) نے اقبال میں؛(۸)

۱۳۔ عمادالدین حسن طبری آملی اپنی کتاب تحفۃ الابرار باب چہارم کے فصل ہشتم میں۔

۱۴۔ بہاءالدین اربلی (متوفی ۶۹۲ھ) نے اپنی کتاب کشف الغمہ میں نقل کر کے لکھا ہے: حضرت کے قبل و بعد کوئی بھی خانۂ کعبہ میں متولد نہیں ہوا، خداوند عالم نے بزرگی وعظمت کے پیش نظر

۱۔ المجدی فی انساب الطالبین، (ص۱۱)

۲۔ کنزالفوائد، ص۱۱۵ (ج۱، ص۲۵۵)

۳۔ عیون المعجزات، (ص۲۹)

۴۔ التہذیب، ج۲ (ج۶، ص۱۹)؛ مصباح المتہجد ص۵۶۰ (ص۷۴۱)؛ امالی طوسی، ص۲۸۰ (ص۷۰۶، حدیث ۱۵۱۱)

۵۔ اعلام الوریٰ، ص۹۳ (ص۱۵۹)

۶۔ مناقب آل ابی طالب، ج۱، ص۳۵۹؛ ج۲، ص۵ (ج۲، ص۱۹۸/۱۹۷، ج۳، ص۳۰۹)۔

۷۔ العمدۃ، (ص۲۴)

۸۔ الاقبال ص۱۴۱ (ص۶۵۵)

اس عظیم فضیلت کو انہیں سے مخصوص فرمایا ہے تا کہ اُن کی عظمت ومنزلت آشکار ہو سکے۔(۱)

۱۵۔ابوعلی بن فتال نیشاپوری نے روضۃ الواعظین میں نقل کیا ہے۔(۲)

۱۶۔ہندوشاہ بن عبداللہ صاحبی نخجوانی نے تجارب السلف ص ۳۷ پر۔

۱۷۔علامہ حسن بن یوسف حلی (متوفی ۷۲۶ھ) نے اپنی دو کتابوں ''کشف الحق'' اور ''کشف الیقین'' میں نقل کیا ہے اور صراحت سے بیان فرمایا ہے کہ آپ سے قبل و بعد کسی نے بھی خانۂ کعبہ میں آنکھیں نہیں کھولیں۔(۳)

۱۸۔جمال الدین بن عنبہ (متوفی ۸۲۸ھ) نے عمدۃ الطالب میں؛(۴)

۱۹۔شیخ علی بن یونس عاملی بیاضی (متوفی ۸۷۷ھ) نے اپنی کتاب ''صراط المستقیم'' میں؛(۵)

۲۰۔سید محمد بن احمد بن عمید الدین علی حسینی نے المشجر الکشاف الاشرف میں؛(۶)

۲۱۔تقی الدین کفعمی نے المصباح ص ۵۱۲ پر (ان کے حالات اسی جلد میں آئیں گے)۔

۲۲۔احمد بن محمد بن عبدالغفار غفاری قزوینی نے تاریخ نگارستان میں؛(۷)

۲۳۔قاضی نور اللہ شوستری نے احقاق الحق (۸) میں (ان کی سوانح حیات ''شہداء الفضیلۃ'' میں مذکور ہے)۔

۲۴۔عبدالنبی جزائری (متوفی ۱۰۲۱ھ) نے حاوی الاقوال میں؛

۱۔کشف الغمہ ص ۱۹ (ج۱،ص۶۱)

۲۔روضۃ الواعظین، ص ۶۷ (ص ۷۶)

۳۔نہج الحق وکشف الصدق، ص ۲۳۳؛ کشف الیقین فی فضائل امیر المومنینؑ ص ۱۷

۴۔عمدۃ الطالب، ص ۴۱ (ص ۵۸)

۵۔الصراط المستقیم، (ج۱،ص ۳۳۱)

۶۔المشجر الکشاف الاشرف ص ۲۳۰

۷۔تاریخ نگارستان، (ص ۱۲)

۸۔احقاق الحق (ج ۵،ص ۵۶)

۲۵۔ شیخ محمد بن علی لاہیجانی نے محبوب القلوب میں؛(۱)

۲۶۔ ملاّ محسن کاشانی (متوفی ۱۰۹۱ھ) نے تقویم المحسنین میں؛(۲)

۲۷۔ نظام الدین محمد بن حسین تفرشی ساوجی شاگرد شیخ بہائی نے اپنی تالیف تکملۃ الجامع العباسی میں نقل کیا ہے۔

۲۸۔ شیخ ابوالحسن شریف (متوفی ۱۱۰۰ھ) نے اپنی گرانقدر کتاب ضیاء العالمین میں نقل کر کے کہا ہے کہ یہ واقعہ صدر اول اسلام میں کافی مشہور تھا۔

۲۹۔ سید ہاشم توبلی بحرانی (متوفی ۱۱۰۷ھ) غایۃ المرام میں لکھتے ہیں: یہ واقعہ متواتر ہے، شیعہ اور سنی دونوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔(۳)

۳۰۔ علامہ مجلسیؒ (متوفی ۱۱۱۰ھ) نے جلاء العیون میں نقل کیا ہے (۴) وہ لکھتے ہیں: راویوں اور تذکرہ نگاروں میں یہ بات مشہور ہے کہ امیر المومنینؑ خانۂ کعبہ میں متولد ہوئے۔

۳۱۔ سید نعمت اللہ جزائری (متوفی ۱۱۱۲ھ) نے انوار نعمانیہ میں؛(۵)

۳۲۔ سید علی خان شیرازی (متوفی ۱۱۱۸ھ) نے ''حدائق الندیہ فی شرح فوائد الصمدیہ'' میں؛(۶)

۳۳۔ سید محمد طباطبائی جد آیۃ اللہ بحر العلوم (متوفی ۱۱۲۶ھ)؛

۳۴۔ سید عباس بن علی بن نور الدین موسوی حسینی مکی (متوفای ۱۱۷۹ھ) نے ''نزہۃ الجلیس'' میں؛(۷)

۱۔ محبوب القلوب (ج۲، ص۳۴۷/۳۴۸)

۲۔ تقویم المحسنین، (ص۱۷)

۳۔ غایۃ المرام، (ج۱، ص۱۳)

۴۔ جلاء العیون، (ص۷۹)

۵۔ الانوار النعمانیہ، (ج۱، ص۳۷۰)

۶۔ الحدائق الندیہ فی شرح الفوائد الصمدیہ، (ص۶)

۷۔ نزہۃ الجلیس ج۱ ص۶۸ (ج۱ ص۱۰۳)

۳۵۔ابوعلی حائری (متوفی ۱۲۱۵ھ) نے ''منتہی المقال'' میں؛(۱)

۳۶۔سید محسن اعرجی (متوفی ۱۲۲۷ھ) نے ''عمدۃ الرجال'' میں؛

۳۷۔شیخ خضر بن شکال عفکاوی نجفی (متوفی ۱۲۵۵ھ) نے ''ابواب الجنان وبشائر رضوان'' میں؛(۲)

۳۸۔سید حیدر حسنی حسینی کاظمی (متوفی ۱۲۶۵ھ) ''عمدۃ زائر'' میں؛(۳)

۳۹۔سید مہدی قزوینی (متوفی ۱۳۰۰ھ) نے ''فلک النجاۃ'' میں؛(۴)

۴۰۔مولانا سید محمد بن محمد علی بن محمد باقر نے تحفۃ السلاطین ج ۲ میں لکھا ہے کہ امیر المومنین کا واقعۂ تولد نصف النہار کے سورج کی طرح واضح وآشکار ہے۔

۴۱۔مولانا سلطان محمد بن تاج الدین حسن نے تحفۃ المجالس میں؛(۵)

۴۲۔سید میرزا احسن زنوزی نے وقیع کتاب ''بحر العلوم'' میں؛

۴۳۔ملاّ شریف شیروانی نے ''شہاب الثاقب'' میں؛

۴۴۔ملاّ علی اصغر بروجردی نے ''عقائد الشیعہ'' میں؛(۶)

۴۵۔میرزا حبیب اللہ خوئی نے ''شرح نہج البلاغہ'' میں؛(۷)

۴۶۔ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن جعفر حسینی اعرجی نے ''مناھل الضرب فی انساب العرب'' میں؛

۴۷۔شیخ عباس قمی (متوفی ۱۳۵۹ھ) نے ''سفینۃ البحار'' میں؛(۸)

۱۔منتہی المقال،ص ۴۶(ص ۶۶)

۲۔ابوب الجنان وبشائر الرضوان(ص ۴۴)

۳۔عمدۃ الزائر ص ۵۴

۴۔فلک النجاۃ ص ۳۲۶

۵۔تحفۃ المجلس،ص ۸۸

۶۔عقائد الشیعہ،ص ۳۱،(ص ۴۱)

۷۔منھاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغہ ج ۱،ص ۴۱(ج ۱،ص ۲۱۶)

۸۔سفینۃ البحار، ج ۲،ص ۳۲۹(ج ۶،ص ۳۷۵/۳۷۶)

۴۸۔ سید محسن امین حسینی عاملی نے ''اعیان الشیعہ'' میں؛ (۱)

۴۹۔ شیخ جعفر نقدی نے ''نزھۃ المحبین فی فضائل امیر المومنین'' میں؛ (۲)

۵۰۔ شیخ اردوبادی نے اس موضوع پر وقیع کتاب تالیف فرمائی ہے اور تحقیق و جستجو میں دوسروں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، ان کی کتاب کے عناوین اس طرح ہیں:

۱۔ حضرت کا واقعۂ تولد اور اس کا تواتر

۲۔ امت مسلمہ کے درمیان واقعہ تولد کی شہرت

۳۔ خبر ولادت اور محدثین

۴۔ واقعہ ولادت اور دانشوران علم انساب

۵۔ واقعہ ولادت اور مورخین

۶۔ واقعہ ولادت اور شعراء

۷۔ واقعہ ولادت اور اتفاق علماء

قاضی ابوالبختری نے ولادت امیر المومنینؑ کے متعلق ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جسے شیخ الطائفہ اور نجاشی نے ذکر کیا ہے۔ (۳)

ابو محمد علوی حسن بن محمد نے حجر سے، ابن محمد ساقی نے رجاء سے اور ابن سہل صفائی نے ابوالبختری سے اس کی روایت کی ہے۔ (۴)

نجاشی نے امیر المومنینؑ کی ولادت سے متعلق ابن بابویہ صدوق کی کتاب کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ (۵)

۱۔ اعیان الشیعہ، ج ۳، ص ۳ (ج ۱، ص ۳۲۳)

۲۔ نزھۃ المحبین فی فضائل امیر المومنین، ص ۸/۲ (۳/۲)

۳۔ الفہرست، (ص ۱۷۳، نمبر ۷۵۷)؛ رجال نجاشی، (ص ۴۳۰، نمبر ۱۱۵۵)

۴۔ تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۴۱۹،)

۵۔ رجال نجاشی، ص ۲۷۹، (ص ۳۹۲، نمبر ۱۰۴۹)

بہت سے شیعہ علماء وشعراء نے بھی اس تاریخی واقعہ کو نظم کے پیرائے میں بیان کیا ہے؛ ان میں بعض کے اسماء یہ ہیں:

۱۔سید حمیری (متوفی ۱۷۳ھ)؛ وہ نغمہ سرا ہیں:

ولدتْهُ فی حرمِ الالهِ وأمنهِ — والبیتِ حیث فناؤه والمسجد
بیضاءُ طاهرةُ الثیابِ کریمة — طابتْ وطاب ولیدُها والمولدُ
فی لیلةٍ غابتْ نحوسُ نجومِها — وبدتْ مع القمرِ المنیرِ الأسْعِد

۲۔محمد بن منصور سرخسی ؛مناقب بن شہر آشوب میں ولادت امیر المومنینؑ سے متعلق آپ کے اشعار ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔(۱)

۳۔خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (متوفی ۶۳۲ھ)؛

۴۔مشہور عارف، مولانا رومی (متوفی ۶۳۲ھ)؛

۵۔ملا محمد بن عبد اللہ کاشی نیشاپوری (متوفی ۸۸۹ھ)؛ ان کا قصیدہ مجالس المومنین میں موجود ہے۔(۲)

۶۔مولانا اہلی شیرازی (متوفی ۹۴۲ھ)؛

۷۔مرزا محمد علی تبریزی؛ تخلص صائبؔ تھا، عہد سلیمان کے شاعر ہیں، ان کا ایک مشہور قصیدہ ہے جس میں مکہ مکرمہ کی تعریف وتوصیف اور اس کی عظمتوں کو بیان کیا گیا ہے، ان میں حضرت علیؑ کا واقعہ ولادت نمایاں حیثیت کا حامل ہے، پورا قصیدہ فزانہ العامرہ ص ۲۹۱ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

۸۔سید محمد باقر ابن محمد حسینی استر آبادی معروف بہ داماد (متوفی ۱۰۴۱ھ)؛

۹۔ملا محمد مصلح شیرازی (متوفی ۱۱۲۷ھ)؛ (ان کا قصیدہ اور حالات زندگی بارہویں صدی ہجری کے عندلیبان غدیر میں بیان کئے جائیں گے)۔

۱۔مناقب آل ابی طالب، ج۱،ص ۳۶۰ (ج ۲،ص ۲۰۰)

۲۔مجالس المومنین (ج ۲ ص ۶۶۱)

۱۰۔ سید محضر اللہ مدرس حایری؛ ۱۱۶۰ھ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ بارہویں صدی کے شاعر غدیر ہیں۔

۱۱۔ ملا رضا محزونی اپنی کتاب مثنوی میں؛

۱۲۔ مرزا نصر اللہ شہاب؛

۱۳۔ شریف محمد بن فلاح کاظمی؛ انہوں نے واقعۂ ولادت کو قصیدۂ کراریہ میں بیان کیا ہے۔

۱۴۔ شیخ محمد رضا نحوی؛ تیرہویں صدی کے شاعر غدیر ہیں، تفصیلی تذکرہ آئندہ آئے گا۔

۱۵۔ شیخ حسین نجفی (متوفی ۱۲۵۲ھ)؛ یہ اپنے معرکتہ الآراء قصیدہ میں فرماتے ہیں:

جعلَ اللہُ بیتَهُ لعليٍّ	مولداً یاله علاً لا یُضاهی
لم یشارکهُ فی الولادة فیه	سیِّدُ الرسلِ لا ولا أنبیاها
علم اللہُ شوقَها لعليٍّ	علمه بالذی به من هواها

''خداوند عالم نے اپنے گھر کو علیؑ کے لئے جائے ولادت قرار دیا، اس فضیلت میں کوئی ان کا مثل ونظیر نہیں۔ خانۂ کعبہ میں ولادت کی اس عظیم فضیلت میں سید المرسلینؐ وانبیاءؑ کرام بھی شریک نہیں ہیں۔ خداوند عالم علیؑ کے سلسلے میں بیت معمور کے اشتیاق اور والہانہ پن سے واقف ہے۔ جو شخص اس گھر سے عشق ووابستگی رکھتا ہے خدا اس سے خوب واقف ہے''۔

۱۶۔ مرزا عباس دامغانی نشاط (متوفی ۱۲۶۲ھ)؛

۱۷۔ سید محمد تقی قزوینی (متوفی ۱۲۷۰ھ)؛ شاعر غدیر ہیں، تفصیلی تذکرہ تیرہوین صدی ہجری کے شعراء میں آئے گا۔

۱۸۔ حسین بن علی فتونی عاملی ہمدانی حایری؛ یہ بھی تیرہویں صدی کے شاعر غدیر ہیں۔

۱۹۔ حاج محمد خان دشتی اپنے مطبوعہ دیوان میں؛

۲۰۔ حاج مرزا اسماعیل شیرازی؛ ولادت امیر المومنینؑ کے متعلق آپ کا بہترین قصیدہ ہے جس کے بعض اشعار کا ترجمہ پیش ہے:

رغدَ العیشُ فزدهُ رغدا بسُلافِ منه تشفی سقمی

طرب الصب علی وصل الحبیب وهنی العیشُ علی بُعد الرقیب

وقِّنی من أکؤسِ الراحِ النصیب وائتنی توءمًا بھا لا مفردا

فالھنا کلُّ الھنا فی التوأمِ

''زندگی عیش وعشرت اور آسائش سے مملو ہے لہٰذا بہترین شربت اور آب حیات سے میری آسائش میں اضافہ کروتا کہ بیماری سے شفائے کامل نصیب ہو۔ عاشق، وصال محبوب کے سبب مسرت وشادمانی سے باغ باغ ہوگیا اور نگہبان ورقیب کی دوری نے اس کی زندگی کو مزید خوشگوار بنا دیا؛ میرے حصے کے جام سے مجھے سیراب وسرشار کرواور دو دو جام پلاؤ نہ ایک ایک، اس لئے کہ کمال مسرت دو جام و مینا پینے میں ہے۔

مجھے ایسی شراب دو جس سے آگ بھی پانی پانی ہو جائے اور شعلہ ور آگ کو اپنی لپیٹ میں لے لے، پلاؤ مجھے اور میرے شب نشین ساتھیوں کو۔ خدا کی قسم! یہ ایسے دلوں کی تشنگی کو دور کرتا ہے جو عشق وعاشقی میں شعلہ ور ہوتے ہیں۔

ملیح صورت والوں کے ہاتھوں سے شراب ومے کا حصول کتنا خوشگوار ہے، کتنا روح پرور، جانفرا اور نشاط ومسرت سے بھرپور ہے، لہٰذا اسے صبح وشام اس آفتاب کی مانند پھراؤ جو کوہ صرخد (مکہ کی ایک پہاڑی) پر روشن ومنور رہتا ہے اور محبتیں اسے چمکتے ستاروں کے مانند آراستہ وپیراستہ کرتی ہیں۔

میری روح وجان نے کعبہ سے ایسا نور محسوس کیا ہے جیسا نور حضرت موسیٰ نے طور سینا سے درک کیا تھا، اس دن عالم کون ومکاں پر خوشحالی اور مسرت مسلط تھی، حریم مکہ کے کنارے ایک حیرت انگیز صدا سماعتوں کو پھاڑے دے رہی تھی۔

یہ فاطمہ بنت اسد ہیں جو لاہوت ابدی کو حمل کئے ہوئے آئی ہیں، لہٰذا خاضعانہ اور خاکسارانہ انداز میں ان کے ہمراہ سجدہ کرو، اس لئے کہ جب اس کا نور عالم کون ومکاں میں جلوہ گر ہوا تو فرشتے بھی سجدہ ریز ہوگئے۔

ہاں! ایمان وایقان کا ضیا بار چراغ روشن ہوا، خورشید ہدایت کا محل طلوع آشکار ہوا، اس کے بعد تیرو تار اور سیاہ رات روشن ومنور ہوگئی۔

لن ترانی کی ابدی نفی منسوخ ہو چکی ہے، خداوند عالم نے اپنے وجہ منیر کی نشاندہی کر دی ہے۔ اے کاش! حضرت موسیٰ ہمارے درمیان ہوتے اور طور سینا پر اصرار کے ساتھ جس چیز کی خواہش ظاہر کی تھی اس کا مشاہدہ کرتے، لیکن وہ تو دست خالی واپس ہو گئے تھے۔

کیا مادر عظمت جانتی ہیں کہ انہوں نے کس کو جنم دیا، کیا پستان ہدایت واقف ہیں کہ کس کی دودھ بڑھائی کی اور کیا دست خرد سمجھتا ہے کہ اس نے کس کا بار گراں اُٹھایا، کیا صاحبان عقل وفہم جانتے ہیں کہ عالم وجود میں کون رونق افروز ہوا، علم وآگہی کے بعد ہی معلوم ہوگا کہ وہ کتنا بزرگ وبرتر ہے۔

اگر خداوند عالم کے لئے صاحب اولاد ہونا ممکن ہوتا جیسا کہ یہود ونصاریٰ عقیدہ رکھتے ہیں تو اس کے لئے زیادہ مناسب تھا جس کی اس کے گھر میں ولادت ہوئی ہے نہ عزیز ابن مریم۔

وہ عرش اعلیٰ سے تحت ثریٰ تک خدا اور رسولؐ کے بعد سب سے افضل ہے، مکہ معظمہ نے اس کی بزرگی وعظمت کسب کر لی ہے، وہ ہمیشہ اس کے اطراف کی حمایت کرتا رہے گا، یہ ایسی جگہ ہے جہاں لوگ بغیر احرام کے نہیں آتے۔

عالم غیب وشہود میں اس نے تمام دنیا والوں پر سبقت حاصل کر لی، اس کائنات میں ہر چیز اس کے دست برکت کا فیض ہے، اس لئے کہ وہ ید اللہ ہے اور دست خدا نعمتوں کی بارش کرنے والا ہے۔

وہ ایسے آقا و مولیٰ ہیں جن کی وجہ سے مطر بن عدنان صاحب فضیلت ہوئے اور عظمت وفضیلت کے سبب وہ تمام انسانوں سے بہتر ہوگیا۔ ان کا چہرہ عرش علا پر ماہ تاباں کی طرح چمکتا رہتا ہے پس لوگ اس کی وجہ سے ہدایت یافتہ ہوئے نہ ستاروں کی وجہ سے۔

وہ ماہ تمام اور اس کی ذرّیت ہلال۔ آج کی مائیں اس کا مثل ونظیر لانے سے قاصر ہیں۔ کعبہ زائرین کا مرکز دل ہے، جو شخص ہر ماہ زیارت کی غرض سے اس کے پاس جاتا ہے وہ کامیاب وکامران ہے، خواہ طواف کے ذریعہ یا بوسہ دینے کے ذریعہ۔ اے وہ شخص! جس کا دیدار موت کے وقت امر مسلم

ہے اور ایسی موت جس میں تیری زیارت و دیدار ہو وہ عین زندگی ہے۔

کاش! موت عجلت کا مظاہرہ کرتی تو شاید اپنی موت میں زندگی کا دیدار کر پاتا''۔

۲۱۔ مرزا ابوالقاسم حسینی شیرازی؛

۲۲۔ سراج الدین محمد بن حسن قرشی اموی؛ فدا حسین ہندی کے نام سے معروف ہیں، انہوں نے واقعۂ ولادت امیر المومنینؑ کو (۱۳۱۱) اشعار پر مشتمل قصیدۂ غدیریہ میں بیان کیا ہے۔

۲۳۔ حجۃ الاسلام مرزا محمد تقی نے اپنے مطبوعہ دیوان میں؛

۲۴۔ وقیع شاعر محمد یزدی جیحونی (متوفی ۱۳۱۸ھ) اپنے مطبوعہ دیوان میں؛

۲۵۔ سید مصطفیٰ ابن سید حسن کاشانی نجفی (ان کا قصیدہ اور حالات زندگی چودھویں صدی ہجری کے شعراء میں آئندہ آئے گا)۔

۲۶۔ میرزا حبیب اللہ خراسانی، آپ کے حالات و اشعار ہماری کتاب ''شہداء الفضیلہ'' میں موجود ہیں۔

۲۷۔ شیخ علی ملقب بہ شیخ الرئیس خراسانی (متوفی ۱۳۲۰ھ) نے تنبیہ الخاطر فی احوال المسافر ص ۴ پر؛

۲۸۔ شیخ محمد عباس عاملی (متوفی ۱۳۵۲ھ)؛ یہ شاعر غدیریہ ہیں۔

۲۹۔ سید حسن آل بحر العلوم (متوفی ۱۳۵۵ھ)؛ یہ بھی شاعر غدیریہ ہیں، چودھویں صدی ہجری میں ان کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

۳۰۔ حاج محمد حسین اصفہانی (متوفی ۱۳۶۱ھ)؛ یہ بھی شاعر غدیریہ ہیں، تفصیلی تذکرہ آئندہ آئے گا۔

۳۱۔ سید میر علی نجفی (متوفی ۱۳۶۱ھ)؛ شاعر غدیریہ ہیں، ان کا قصیدہ آئندہ آئے گا۔

۳۲۔ سید رضا ہندی نجفی (متوفی ۱۳۶۲ھ) یہ بھی شاعر غدیریہ ہیں، چودھویں صدی ہجری کے شعراء میں ان کا تذکرہ آئے گا۔

۳۳۔ سید محسن امین عاملی؛ شاعر غدیریہ ہیں، تفصیل آگے آئے گی۔

۳۴۔ محمد صالح مازندرانی؛ شاعر غدیریہ ہیں، ان کے حالات آئندہ آئیں گے۔

۳۵۔مرزا محمد علی اردباری: انہوں نے جشن ولادت کو چند قصائد میں نظم کیا ہے۔ان سب میں آپ نے امیرالمومنینؑ کی مدح وستائش کی ہے:

سبق الکرامُ فھا ھمُ لم یلحقوا   فی حلبۃِ العلیاءِ شأو کُمَیتہ

اذ خصَّہ المولی بفضلٍ باھر   فیہ یمیز حیّۃُ مِنْ مَیّتِہٖ

لم یتخذ ولدا و ما ان یتخذ   الا و کان ولادہ فی بیتہ

''وہ کریموں میں سابق ہیں، جان لو کہ جن لوگوں نے میدان مسابقہ میں ان تک پہونچنے کی کوشش کی وہ پہونچنے سے قاصر رہے؛ مولا (خدا) نے انہیں ایسے فضائل وکمالات سے مختص فرمایا ہے جو زندوں کو مردوں سے ممتاز بناتے ہیں، نہ کوئی فرزند منتخب ہوا اور نہ اس نے کسی کا انتخاب کیا مگر یہ کہ ان کی ولادت باسعادت خدائے مہربان کے گھر میں واقع ہوئی''۔

۳۶۔شیخ محمد ساوی نجفی؛ شاعر غدیر ہیں، تذکرہ آئندہ آئے گا۔

۳۷۔محمد علی یعقوبی نجفی؛ شاعر غدیر ہیں، تذکرہ آگے آئے گا۔

۳۸۔شیخ جعفر نقدی؛ شاعر غدیر ہیں، تذکرہ آئندہ آئے گا۔

۳۹۔مرزا محمد خلیلی نجفی؛ شاعر غدیر ہیں، تذکرہ آئندہ آئے گا۔

۴۰۔سید علی النقی لکھنوی ہندی؛ (شاعر غدیر ہیں، تفصیلی ذکر آئندہ آئے گا)، انہوں نے ولادت امیرالمومنینؑ کے سلسلے میں بہترین قصیدہ کہا ہے۔ہمارے استاد معظم ''مرزا علی شیرازی'' نے اس قصیدہ پر انہیں تبریک وتہنیت بھی پیش کی ہے، وہ قصیدہ یہ ہے:

من بدا فاز دھرَ البیتُ الحرام   وزھت منہ لیالی رجب

طربَ الکونُ لبشر   وھنا اذ بدا الفخرُ بنورٍ وسنا

وأتی الوحیُ ینادی معلنا   قد اتاکم حجّۃُ اللہِ الامام

وأبو الغرّ الھدلۃِ النجُبِ

''ان کی پیدائش پر خانۂ خدا سایہ فگن ہوگیا اور اس سے ماہ رجب کی راتیں روشن ومنور ہوگئیں؛ جب وہ نورانی شریف وجود ظاہر ہوا تو اس کی بشارت پر کائنات نے مسرت وشادمانی کا اظہار کیا، وحی نے آ کر بانگ دہل آواز دی: تمہارے امام وقائد اور اچھے چہروں والے رہبروں کے والد محترم جلوہ افروز ہوئے۔

خداوندعالم نے آپ کو نمایاں فضیلتوں اور واضح امتیازات سے مختص فرمایا؛ کعبۂ محترم کے ذریعہ آپ کی عظمت ورفعت آسمان چہارم تک پہونچ گئی، ان کی جائے پیدائش دنیا کی بہترین جگہ تھی۔ آسمان کے سرہائے مقدس اس میں رونق افروز ہوئے۔

بے شک تمام انسانوں کے لئے وہی پہلا گھر بنا ہے لہٰذا پورا عالم انسانیت اس کے مدمقابل خاضع ہے، حاضر وغائب سب پر فریضہ حج واجب ہے، یہ ایسی عبادت ہے جو افضل ترین قرب الٰہی کا حامل ہے، ہر نماز میں اسے قبلہ کی حیثیت حاصل ہے۔

وہ ایسی پناہ گاہ ہے جس سے نجات کی امیدیں وابستہ ہیں، خداوندعالم نے اسے امن وامان سے مخصوص فرمایا ہے تا کہ عاشق دین یہاں دست دعا بلند کرے اور اس کی دعا مستجاب ہو۔

یہ فاطمہ بنت اسد ہیں، جنہوں نے بے پناہ غم واندوہ اور بے چینی کے عالم میں خانۂ کعبہ کا رُخ کیا اور مضمحل دل سے خداوند بے نیاز کو آواز دی جس سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔

آپ نے فرمایا:

خدایا! تو تمام عالم کا پروردگار ہے، بے چاروں اور مظلوموں کی حاجت روائی کرنے والا، غم واندوہ کو برطرف کرنے والا اور گداگروں کی اجابت کرنے والا ہے؛ میں لوگوں کو چھوڑ کر تیرے حضور آئی ہوں اور چاہتی ہوں کہ میرے غم واندوہ اور پریشانیوں کو برطرف کردے۔

جب آپ خداوندعالم سے راز ونیاز کی باتیں کررہی تھیں اور اس کے حضور اپنی مصیبتیں بیان کر رہی تھیں، اسی وقت دیوار کعبہ کی نمایاں مسکراہٹ نے بشارت دے کر ان کے پورے وجود کو انبساط سے بھر دیا۔

خانۂ خدا نے مخصوص انداز میں اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا، تا کہ یہاں صاحب عظمت حضرت علیؑ کی پیدائش سے میری عظمت و اہمیت میں چار چاند لگ جائے اور ارکان خانہ بلند ترین مقام و منزلت تک پہونچ سکیں۔

جناب فاطمہ بنت اسد داخل ہوئیں اور دیوار اپنی سابقہ حالت پر واپس ہوگئی؛ جب نور جلوہ گر ہوا تو اس ماہ تمام کے نور کامل سے تمام اسرار و رموز آشکار ہو گئے، تاریکیاں برطرف ہوئیں اور تمام لوگوں نے آپ کے وسیلے سے ضلالت و گمراہی سے نجات حاصل کی۔

اس دنیا میں ایسا پاک بچہ رونق افروز ہوا جو مقام و منزلت کے اعتبار سے عرش اعظم سے بھی بلند و برتر ہے، اسی لئے فرشتے خضوع و خشوع کا مظاہرہ کرتے ہیں، پیغمبروں نے اس کی آمد کی بشارت دی اور امتوں نے سالہائے گذشتہ خوشی و مسرت کا اظہار کیا، اس نے خدا کی اُس وقت معرفت حاصل کی جب نہ زمین تھی اور نہ آسمان کے سات طبقے سایہ فگن تھے، اسی لئے پیغمبروں پر نازل ہونے والی کتابوں کی ان سے پہلے تلاوت فرمائی۔

اگر خانۂ کعبہ لوگوں کا طواف گاہ ہے تو یہ حضرت علیؑ کی معراج ہے اس لئے کہ انہیں کی برکت سے خانۂ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے اور رکن و مقام کی سعی کی جاتی ہے۔ ہاں! خانۂ کعبہ کتنا نازاں ہے۔

خانۂ کعبہ میں اس کے علاوہ کسی اور کی ولادت نہیں ہوئی اگر اس کے علاوہ بھی کوئی صاحب منزلت ہے تو اسے پیش کرو۔ وہ خدائی علم و دانش کا مالک ہے، اس کی غذا علم ہے، اس نے دودھ سے زیادہ علم و عمل کی غذا حاصل کی ہے۔ ہاں! بے شک اس نے خوشگوار شربت نوش فرمایا ہے۔

اس کی سیادت اور عزم و ہمت کے آگے یہ کائنات بہت چھوٹی ہے، وحی ترجمان نے اس کے خاندان اور خمیر کی پاکیزگی کی اطلاع دی ہے۔ شیعیان حیدر کرارؑ کو ان کی ولادت مبارک ہو، ساتھ ہی ساتھ سرچشمۂ علم و ادب و اخلاق علامہ شیرازی کا شکریہ ادا کرو''۔

امیرالمومنینؑ کی ولادت باسعادت سے متعلق سید العلماء نے ایک دوسرا قصیدہ بھی کہا ہے، جس کی ردیف لست ادری (میں نہیں جانتا) ہے، اس کے بعض اشعار کا ملخص ترجمہ پیش ہے:

طرب الكونُ من البشْرِ وقد عمّ السرور غدا القمری يشدو فی انتسام للزهور

وتهانت ساجعاتٍ فی ذری لأبکِ الطيوز لِمَ ذا البشرُ؟ وما هذا التهانی؟ لستُ أدری

''عالم کون ومکاں خوش خبریوں سے خوشحال ہوگئی اور مسرت وشادمانی نے سب کا احاطہ کرلیا؛ قمری نے شگوفۂ گل کی مسکراہٹ پر چہچہ کر اپنی خوشی کا اظہار کیا، خوش الحان پرندے درختوں پر بیٹھ کر شوروغل کرنے لگے، یہ بشارت اور مبارک وسلامت کس لئے اور اس مسرت وانبساط کی علت واقعی کیا ہے؟ میں نہیں جانتا۔

ہوا بہت شدید تھی، وہاں ایک بڑا درخت رقص وسرور کی حالت میں بلند تھا، اس درخت پر پرندے بال وپر کھولے خوشی کا اظہار کررہے تھے، بلبل اپنی خوش بیانی سے زندگی کے تار وپود بکھیر رہی تھی، اس درخت کا رقص وسرور کس لئے؟ میں نہیں جانتا۔

زمین موسم بہار کے دلکش لباس سے پوشیدہ تھی اور شاخیں پھولوں اور پھلوں سے بارآور تھیں۔ باد صبا گلوں کی سماعت میں آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہی تھی، تھوڑی دیر بعد محسوس ہوا کہ وہ خوشحالی سے خنداں ہیں، یہ خوشحالی اور جشن وسرور کس لئے؟ میں نہیں جانتا۔

میں بلند ہوا تاکہ ان سے پوچھ کر اس راز سے پردہ اٹھاؤں لیکن میں نے دیکھا کہ میری طرح سب ہی مضطرب ہیں، اسی لئے فکریں ایک دوسرے کی مخالفت میں برسرپیکار ہیں، بدلتی تمام چیزوں کو دیکھ کر آخرکار اس نے کہا: میں نہیں جانتا۔

اس وقت میرے جذبات واحساسات نے آگاہ کیا اور عقل ودانش نے چشمۂ یقین کے ذریعہ گمان کیا کہ حضرت امیرالمومنینؑ کی ولادت باسعادت کی خوشی ہے۔ لہٰذا جاہلوں کو اپنے اس قول کے ذریعہ چھوڑ کردو کہ میں نہیں جانتا۔

خانہ خدا میں ان کے علاوہ کسی کی ولادت نہیں ہوئی کیونکہ مخلوقات میں وہی مقام ومرتبہ کے اعتبار سے سب سے بلند وبرتر ہیں۔ نے قرآن مجید میں مسلسل ان کا تذکرہ فرمایا ہے، کیا اس کے بعد بھی تم اسے فریب پر محمول کروگے؟ میں نہیں جانتا۔

حضرت علیؑ پاک و پاکیزہ متولد ہوئے، بلند کرداری اور عظمت و مقام میں کون ان کی برابری کرسکتا ہے، ان کے ذریعہ بعض لوگوں نے ہدایت حاصل کی، بعض حیران و سرگرداں رہے اور بعض اس خیال میں کہ وہی خدا ہیں گمراہی و ضلالت کی گہری کھائی میں گر گئے۔ کیا اس جنون عشق کی کوئی سزا نہیں؟ میں نہیں جانتا''۔

دقیع شاعر، استاد مسیحی ''لولس سلامہ'' نے عید غدیر نامی قصیدۂ عربی میں حضرت علیؑ کی ولادت باسعادت کو نظم کیا ہے جس کے دو شعر یہ ہیں:

سمع الیل فی الظلام المدید ... همسةً مثلَ أنةِ المفؤود

من خفّی الآلام والکبتِ فیها ... ومن البشرِ والرجاءِ السعید

شاعر کی شخصیت:

نام ''سید عبدالعزیز بن محمد بن حسن بن ابی نصر حسینی سریجی اوالی'' ہے، علامہ سماوی نے ''الطلیعۃ من شعراء الشیعہ'' میں شاعر کے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''وہ مرد فاضل، برجستہ ادیب اور ظریف شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے فن میں بھرپور مہارت رکھتے تھے، تقریباً ۷۵۰ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

صفی الدین حلی

۶۷۷/۷۵۲ھ

خمدتُ لفضلِ ولادِکَ النیران   وانشقَّ من فرحٍ بک الایوانُ
وتزلزلَ النادی واُوجسَ خفیفةً   من هول رؤیاه انوشروان
فتاول الرویا سطیح و بشرت   بظهورک الرهبان والکهان

''آپ کی ولادت باسعادت کی فضیلت پر آگ خاموش ہوگئی اور ایوان مدائن فرط مسرت سے زمین بوس ہوگیا؛ فریاد وفغاں کرنے والے لرزہ براندام ہوگئے اور نوشیروان اپنے وحشت آمیز خواب سے خوف زدہ ہوگیا۔ وہ خواب مرحلہ تعبیر تک پہونچا تو دو جادوگروں نے آپ کے ظہور پرنور کی بشارت دی۔

ارمیا وشعیا پیغمبروں نے آپ کی حمد وثنا کی اور ان کے علاوہ حزقیل نے آپ کی ان فضیلتوں کا اعتراف کیا جن پر صحف ابراہیمؑ، توریت موسیٰ، انجیل مسیح اور قرآن مجید گواہ ہیں۔

آپ خدائے معبود کا سجدہ کرتے ہوئے عالم امکان میں جلوہ افروز ہوئے، آپ کے ظہور نور پر کائنات کے ذرے ذرے نے اپنی خوشی کا اظہار کیا، آپ کامل واکمل دنیا میں آئے، شرافت کے پیش نظر نہ آپ کی ناف کاٹی گئی اور نہ ہی ختنہ انجام پزیر ہوا۔(۱)

جناب آمنہ نے شام کے محلوں کو دیکھ کر لوگوں کی نظروں سے آپ کو پوشیدہ کرلیا جب کہ ارکان

۱۔ دلائل النبوۃ (ج۱، ص۱۱۴)؛ مستدرک علی الصحیحین (ج۲، ص۶۵۷، حدیث۴۱۷۷)؛ تاریخ ابن عساکر (ج۳، ص۸۰)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۲، ص۳۲)۔

کعبہ پوشیدہ تھے،(۱) حلیمہ سعدیہ نے آ کر جناب آمنہ کے فرزند ارجمند کے چہرۂ پرنور کی زیارت کی اور اس قدر خوشحال ہوئیں کہ جذبات بھی ان کی ترجمانی سے عاجز ہیں۔

پانچ سال کی عمر میں شدت گرمی کی وجہ سے ابر سایہ فگن تھا؛ سات سال کی عمر میں آپ کا گذر دیر راہب سے ہوا تو دیوار دیر نے خم ہو کر تعظیم و تکریم کی اور بزرگان مسیح نے اسلام قبول کیا۔ ۲۵ رسال کی عمر میں راہب اپنے برے افکار سے منحرف ہوا کیونکہ اس کے دل پر آپ کا رعب طاری تھا۔ اور چالیس سال کی تکمیل کے بعد آفتاب رسالت روشن ہوا، قرآن مجید نازل ہوا اور پھر تیر و کمان اور پتھروں نے شیاطین کو اپنا ہدف بنایا، اصنام آپ کے خوف سے زمین بوس ہو گئے۔

زمین آپ پر سلام کے لئے گویا ہوئی، درختوں، پتھروں اور سنگریزوں نے آپ پر درود و سلام بھیجا، ولی زہد نے تمام خزانوں کی کنجی پیش کی لیکن آپ کی معرفت نے اس کے حصول سے باز رکھا۔

آپ کی پشت پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوا کہ وہاں ایک ایسی واضح مہر ہے جو تمام شکوک وشبہات کو برطرف کرتی ہے۔ وسیع زمین آپ کے لئے مسجد کی حیثیت رکھتی تھی لہذا پوری زمین جائے نماز قرار پائی۔

دشمنوں پر رعب و وحشت اور سختی کے ذریعہ آپ کی مدد ہوئی۔ فرشتوں نے جنگوں میں آپ کی نصرت کی، عبد السلام نامی جوان نے آپ کے پاس اسلام قبول کیا اور سلمان بھی مسلمان ہوئے، علی الصباح اونٹوں اور پرندوں نے آپ سے گفتگو کی، سانپ، شیر اور لومڑیوں نے بھی آپ سے گفتگو کا شرف حاصل کیا۔

بر سر منبر جانے کی خوشی میں ستونوں نے درود و سلام کی آوازیں بلند کی، سنگریزوں نے آپ کے ہاتھوں پر تسبیح پڑھی۔ لشکریوں نے جب اپنی تشنگی کی شکایت کی تو آپ کی انگشت مبارک سے چشمۂ آب جاری ہو گیا، قتادہ کی بینائی آپ کی وجہ سے واپس آ گئی۔

۱۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۲، ص ۲۶۴، (ج ۲، ص ۳۲۳)۔

جس گوسفند کے ذریعہ آپ کو زہر دیا گیا تھا اس نے صاحب زبان کی طرح اس سازش کی اطلاع دے دی، خدا کے حسب منشا آپ نے پشت براق پر آسمانوں کی سیر کی۔

چاند دو ٹکڑے ہوا، آفتاب غروب ہونے کے بعد دوبارہ ظاہر ہوا۔ یہ ایسے فضائل ومناقب ہیں جن کی صداقت کی سب نے گواہی دی ہے۔کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔

آپ کے دین کی وجہ سے گذشتہ ادیان اور کتب سماوی منسوخ ہوئیں جو آپ کی پیغمبری پر دلیل قاطع کی حیثیت رکھتی ہے، تمام پیغمبروں نے فقط آپ ہی کو وسیلہ قرار دیا تاکہ خدا ان کی نصرت فرمائے؛ خدا نے آپ کی حیات سے قبل سارے پیغمبروں سے آپ کے متعلق عہد وپیان لیا۔

آپ کے وسیلے سے حضرت آدمؑ نے اپنے گناہ کی خداوند عالم سے مغفرت طلب کی، شدید ترین طوفان میں جب موج دریا نے کشتی کا سینہ چاک کردیا تھا، اس وقت حضرت نوحؑ نے آپ ہی کی پناہ پکڑی، حضرت ایوبؑ نے بلاؤں سے نجات کے لئے آپ ہی کو وسیلہ قرار دے کر خدا سے دعا کی اوران کی پریشانیاں دور ہوگئیں، آپ کی وجہ سے حضرت خلیلؑ آتش نمرود سے ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوئے، جناب یوسفؑ نے زندان میں آپ کو وسیلہ قرار دے کر خدا سے درخواست کی، آپ ہی کے وسیلے سے جناب عیسیٰؑ نے دعا کی تو خدا نے مردے کو زندگی عطا فرمائی حالانکہ اس کا کفن بالکل میلا ہو چکا تھا۔

اگر میں چاہوں کہ آپ کے صفات وکمالات کا حق ادا کروں تو میری بات ختم ہوجائے گی، قافیوں کے دائرے تنگ ہوجائیں گے لیکن تمام فضائل بیان نہیں ہو سکتے۔لہٰذا آپ پر ہمارا درود وسلام ہو اور آپ کے خاندان پاک پر بھی جو حق کی واضح نشانی ہیں۔

آپ کے بھائی اور وارث علم پر سلام جس کی بے پناہ قدرت وطاقت سے شجاعان عرب ذلیل وخوار ہوئے، اوران کے ذریعہ غدیر کے دن نور ہدایت آشکار ہوا۔

آپ کے ان چاہنے والوں پر سلام جنہوں نے خدا کے ذریعہ راہ ہدایت کی نشاندہی کے بعد اس کی پیروی کی۔

اے خاتم الانبیاءؐ! اے نعمتوں کو وسعت دینے والے اور اے عظیم احسانات کرنے والے! میں

اپنے گناہوں اور لغزشوں کی آپ سے شکایت کرتا ہوں، آپ اس بندے کی شفاعت کیجئے جس کا کام ہی گناہ اور لغزش ہے، بے شک گناہ بندوں کو رسوا اور بدنام کر دیتا ہے۔

ہاں! میزان حساب اور پل صراط کے پرہول موقعوں پر دوستوں کے لئے آپ ہی کی شفاعت کافی ووافی ہے''۔

یہ اشعار بھی آپ کے ہیں:

توالِ علیاً وأبناءہ تفُز فی المعادِ وأهوالہِ

امام لہ عقد یوم الغدیر بنصّ النبیّ وأقوالہ

لہ فی التشهدِ بعد الصلاۃ مقامٌ یخبّر عن حالہِ

فهل بعد ذکرِ الہِ السما وذکر النبّی سوی آلہ

''حضرت علیؑ اور ان کے فرزندوں سے الفت ومحبت کا مظاہرہ کرو تا کہ قیامت اور اس کی وحشتوں سے نجات حاصل کرسکو، رسول اسلامؐ کی نص جلی کے ذریعہ اس امام ورہبر کے لئے غدیرخم کے دن عہدو پیان لیا گیا۔ رسول اسلامؐ کے بعد تشھد میں ان کا ایسا مقام ومرتبہ ہے جو ان کی منزلت کی نشاندہی کر رہا ہے۔ لہٰذا کیا خدائے ارض وسما اور پیغمبر اکرمؐ کے ذکر خیر کے بعد اس خاندان کے علاوہ کوئی دوسرا ہے جس کا ذکر خیر کیا جائے''۔

شاعر کے حالات

نام ''صفی الدین عبد العزیز بن سرایا بن علی بن ابی القاسم بن احمد بن نصر بن عبد العزیز بن سرایا بن باقی بن عبد اللہ بن عریض حلّی طائی سنبسی'' ہے (طے کے سنبس نامی قبیلہ کی فرد تھے)۔

یہ متضاد لغت کے برجستہ شاعر تھے، لفظی چاشنی، معنوی باریکی اور منفرد اسلوب کی وجہ سے ان کے اشعار الگ ہی مقام ومرتبہ کے حامل تھے۔

انہوں نے لفظی خوبیوں میں معنوی برکات ومحسنات کی رعایت کر کے بہترین ایجاد میں سبقت کا مظاہرہ کیا ہے، اسی لئے انہیں شعری اقسام وفنون میں دوسرے ماہرین ادب پر تقدم حاصل ہے، اسی لئے شیعوں کے ان معدودے چند علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے جنہیں ادب وفن پر مہارت حاصل تھی۔

مجد الدین فیروز آبادی کا بیان ہے کہ میں نے شہر بغداد میں ادیب وشاعر صفی الدین سے ۷۴۲ھ میں ملاقات کی، وہ ایسے بزرگ استاد تھے جنہیں نظم ونثر دونوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔

علوم عربی اور شعر گوئی سے پوری طرح آگاہ تھے۔ ان کے اشعار نسیم صبح سے زیادہ لطیف اور خوبصورت چہروں سے زیادہ شاداب ہوتے تھے۔(۱)

وہ مخلص شیعہ اہل بیتؑ تھے، ان کی صورت دیکھنے کے بعد کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ انہوں نے صدف میں چمکتے موتیوں کے مانند اشعار کہے ہیں۔

ابن حجر کہتے ہیں: آپ ادب وفن میں بے پناہ محنت کے بعد استاد ہوئے، شعر اور معانی وبیان کے تمام اقسام کی تعلیم حاصل کی اور ان اہم موضوعات پر دو مفید کتابیں تالیف فرمائی۔

انہوں نے تجارت کے سلسلے میں کافی زحمتیں برداشت کیں، چنانچہ شام ومصر اور ماردین وغیرہ صرف تجارت کی غرض سے مسافرت کی، اس کے بعد جب وطن واپس ہوئے تو ایک قصیدہ میں ناصر محمد بن قلاون اور مؤید اسماعیل کی مدح وستائش کی۔

ان پر شیعیت کا الزام تھا خود بھی اپنے اشعار میں اس بات کا کھلا اعلان کرتے تھے جو لوگ انہیں رافضی کہتے ان سے بری طرح بیزاری کا اظہار کرتے تھے، ان کے اشعار میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔(۲)

۷۲۳ھ میں پہلی مرتبہ قاہرہ میں پہونچے، وہاں علاء الدین ابن اثیر کی مدح میں قصیدہ کہا اور انہیں سے وابستہ ہوگئے، ان کے توسط سے سلطان وقت تک رسائی حاصل کی۔ اس درمیان ابن سید، ابی حیان اور

۱۔ مجالس المومنین، ص ۴۷۱ (ج ۲، ص ۵۷۶)

۲۔ الدرر الکامنۃ (ج ۲، ص ۳۶۹)

دوسرے بہت سے علماء وافاضل عصر جمع ہوئے اور سب نے ان کے فضائل وکمالات کا اعتراف کیا۔ اس وقت شمس الدین عبداللطیف کو صدارت حاصل تھی، وہ معتقد تھے کہ مجموعی طور پر ان کی طرح کسی نے بھی شعر نہیں کہا۔

ان کا دیوان مشہور ومعروف ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ فنون ادب پر مشتمل تھا، ان کے دیوان کی غرابت بھی زبان زد خاص وعام تھی، اس میں مذکور ہے کہ اس کے مطالب تقریباً ایک سو چالیس کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: صفی الدین کے ہم عصر صفدی ہیں، یہ ۷۳۱ھ کی بات ہے، انھوں نے ''الوافی بالوفیات'' میں ان سے روایت کی ہے اور محقق نجم الدین سے علم ودانش حاصل کیا اور تاج الدین معیہ نے خود ان سے تعلیم حاصل کی ہے۔

علامہ فرماتے ہیں: ہمارا یہ قول کہ ''انھوں نے محقق حلی سے علم حاصل کیا.... الخ اسے ہم نے امل الآمل سے نقل کیا ہے اور اس کی ان تمام افراد نے پیروی کی ہے جنھوں نے صفی الدین کے حالات زندگی قلم بند کئے ہیں مثلاً صاحب روضات، صاحب اعیان الشعیہ، عباس قمی وغیرہ، حالانکہ یہ قطعی صحیح نہیں، اس لئے کہ محقق نجم الدین حلی کی وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی اور صفی الدین اس کے ایک سال بعد ۶۷۷ھ میں متولد ہوئے۔ جس صفی الدین نے محقق نجم الدین حلی سے شرف تلمذ حاصل کیا، وہ صفی الدین محمد بن شیخ نجیب الدین یحیی ہیں اور یہی بعد میں تاج الدین کے استاد ہوئے۔ چنانچہ کتب رجال وتراجم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔(۱)

علامہ شیخ محمد علی معروف بہ شیخ علی حزیں (متوفی بنارس ۱۱۸۱ھ) نے ان کے اخبارات اور شعری نوادرات کے سلسلے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

۱۔ فوات الوفیات، ج۱، ص۴۷۹ (ج۲، ص۳۳۵، نمبر۲۸۶)؛ مجالس المومنین، ص۴۷۰ (ج۲، ص۵۷۵)؛ امل الآمل (ج۲، ص۱۴۹، نمبر۴۴۳)؛ البدر الطالع، ج۱، ص۳۵۸؛ وجدی کی دائرۃ المعارف، ج۵، ص۵۲۵؛ ریاض العلماء (ج۳، ص۱۲۷)؛ روضات الجنات، ص۴۴۲ (ج۵، ص۸۰، نمبر۴۴۴)؛ اعلام زرکلی، ج۲، ص۵۲۵ (ج۴، ص۱۷)؛ تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ، ج۳، ص۱۲۸ (مجلد۱۴، ص۲۱۲) سبھی نے ان کی اسی طرح تعریف وتمجید کی جس کے وہ مستحق تھے۔

آثار وکارنامے

ا۔منظومۃ فی علم العروض؛ صاحب ریاض العلماء نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۔العاطل الحالی؛

۳۔الخدمۃ الجلیلہ ؛ گولیوں سے شکار کے سلسلے میں ایک رسالہ ہے۔

۴۔درر النحور فی مدائح الملک المنصور؛

یہ کتاب ۲۹/قصائد پر مشتمل ہے،اسے حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے،حروف کے اعتبار سے اول وآخر یکسان ہے،ہر قصیدہ میں ۲۹/اشعار شامل ہیں۔

۵۔شعری دیوان؛

کتبی لکھتے ہیں: انہوں نے اپنے اشعار کو دو جلدوں میں مرتب کیا ہے،دونوں جلدیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں لیکن صرف ایک ہی جلد طبع ہوئی ہے شاید ان کے بعض اشعار کا مجموعہ ہے یا مختصر دیوان ہے جسے بعد کے مولفین نے دیوان کبیر کے بعد ذکر کیا ہے۔

۶۔رسالۃ الدارعن محاورۃ الفار؛

۷۔رسالۃ المہملۃ ؛ اسے بادشاہ وقت ناصر محمد بن قلدون کے لئے ۷۲۳ھ میں تحریر فرمایا۔

۸۔رسالۃ الثومیۃ ؛

۹۔الکافیہ

یہ آپ کا مشہور بدیعیہ ہے جس میں (۱۰۱) محاسن بدیع شامل ہیں الوسیط کے بہر میں ۱۴۵/اشعار میں حضرت محمد مصطفیؐ کی مدح وستائش کی ہے،آپ کے دیوان میں بھی یہ بدیعیہ موجود ہے جس کا مطلع ہے:

ان جئت سلعا فسل عن جيرة العلم　　و اقر السلام على عرب بذى سلم

ابن ذاکور ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن زاکور فاسی مالکی (متوفی ۱۱۲۰ھ) نے اس کی شرح کی ہے۔

۱۰۔شرح کافیہ؛

۱۳۱۶ھ کو مصر میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی، کتب رجال میں ہے کہ آپ نے اس حیرت انگیز بدیعیہ کو نظم کرنے میں ان تمام افراد پر سبقت و برتری حاصل کرلی ہے جنہوں نے اس سلسلے میں طبع آزمائی کی ہے لیکن سچ ہے کہ امین الدین علی نے عثمان بن علی بن سلیمان اردبیلی شاعر صوفی (متوفی ۶۷۰ھ) اس کی طرف پیش قدمی کا مظاہرہ کیا، الوافی بالوفیات میں یہ اشعار مذکور ہیں(۱) اور سید علی خان نے انوار البدیعیہ میں اسے تحریر کیا ہے(۲) بقیہ تمام افراد نے انہیں دونوں کی پیروی کرتے ہوئے محاسن بدیع کو نظم کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

ان شعراء میں بعض یہ ہیں:

۱۔شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن علی ہواری مالکی (متوفی ۷۸۰ھ): شاعر غدیر ہیں اسی جلد میں ان کا تذکرہ آئے گا۔

آپ کا بدیعیہ ''بدیعیۃ العمیان'' کے نام سے مشہور ہے، جس میں رسول اسلامؐ کی مدح وستائش کی ہے، اس کا پہلا مصرع ہے:

بطیبعة انزل و یمم سید الامم

۲۔شیخ عزالدین علی بن حسین بن علی بن ابی بکر محمد بن ابی الخیر (متوفی ۷۸۹ھ):

ان کے بدیعیہ کا مطلع ہے:

براعة تستهل الدمع فی العلم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ عبارة عن نداء المفرد العلم

۳۔شیخ وجیہ الدین یمنی (متوفی ۸۰۰ھ): ان کا بدیعیہ علم الادب ج۱، ص۲۴۴ پر مذکور ہے۔

۴۔شرف الدین عیسیٰ بن حجاج سعدی مصری حنبلی (متوفی ۸۰۷ھ):

۱۔الوافی بالوفیات (ج۲۱، ص۳۰۰، نمبر۲۰۱)

۲۔انوار البدیعیہ (ج۱، ص۳۱)

ن کے بدیعیہ کا مطلع ہے:(۱)

سل ماحوی القلب فی سلمی من العبر　　فکلما خطرت أمسی علی خطر

۵۔سید جمال الدین عبدالھادی بن ابراہیم حسینی صفانی یمانی زیدی (متوفی ۸۲۲ھ):

بدیعیہ کا پہلا مصرع ہے:(۲)

سری طیف لیلی فابتهجت به وجدا

۶۔ادیب شعبان بن محمد قرشی مصری (متوفی ۸۲۸ھ)؛ ان کا بدیعیہ کشف الظنون میں مذکور ہے(۳)

۷۔شرف الدین اسماعیل بن ابی بکر مقری یمنی (متوفی ۸۳۷ھ):

ان کا بدیعیہ کشف الظنون، بقیۃ الدعا اور شذرات میں مذکور ہے۔(۴)

۸۔تقی الدین ابی بکر علی بن عبداللہ مقری (متوفی ۸۳۷ھ)؛ خزانۃ الادب میں ''التقدیم'' نامی بدیعیہ موجود ہے،(۵) مطلع ہے:

لی فی ابتدا مدحکم یا عرب ذی سلم　　براعة تستحل الدمع فی العلم

۹۔ابن الخراط زین الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان حموی شافعی (متوفی ۸۴۰ھ):

ان کا بدیعیہ اور شرح ''الصباح المکنون ج۱، ص۳۷۱'' پر ہے۔

۱۰۔شیخ محمد مقری ابن شیخ خلیل حلبی (متوفی ۸۳۹ھ)؛ ان کے بدیعیہ کا پہلا شعر ہے:

عجبی عراقی فعج بی نحو ذی سلم　　واجنح لسکانها بالسلم والسلم

۱۔شذرات الذھب ج۷، ص۷۱ (ج۹، ص۱۰۹، حوادث ۸۰۷ھ)۔

۲۔کشف الظنون ج۱، ص۲۷۱

۳۔کشف الظنون ج۱، ص۱۹۱ (ج۱، ص۲۳۴)

۴۔بغیۃ الوعاۃ، ص۱۹۳ (ج۱، ص۴۴۴، نمبر ۹۰۹)؛ شذرات الذھب ج۷، ص۲۳۱ (ج۹، ص۳۲۲، حوادث ۸۳۷ھ)

۵۔خزانۃ الادب ص۵۷۱

۱۱۔ شیخ بدالدین حسن بن مخزون طحان: ان کے بدیعیہ کو کفعمی نے فرج الکرب میں نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ صفی الدین کے بدیعیہ کی تخمیس ہے۔

۱۲۔ شیخ ابراہیم کفعمی حارثی: شاعر غدیر ہیں، اسی جلد میں ان کا تذکرہ آئے گا۔ ان کے بدیعیہ کا پہلا مصرع ہے:

ان جئت سلمی فسل من فی خیامهم

۱۳۔ جلال الدین ابوبکر سیوطی (ولادت ۸۳۹ھ، وفات ۹۱۱ھ): ان کا بدیعیہ "نظم البدیع فی مدح خیر الشفیع" کے نام سے معروف ہے۔

۱۴۔ باعونیہ عائشہ بنت یوسف بن احمد بن ناصر بن حنفیہ دمشقیہ (متوفی ۹۲۲ھ): ان کے بدیعیہ کا مطلع ہے: (۱)

فی حسن مطلع اقمار بذی سلم   اصبحت فی زمرة العشاق کالعلم

۱۵۔ شیخ عبدالرحمن بن احمد بن حمیدی (متوفی ۱۰۰۵ھ): شاعر غدیر ہیں، گیارہویں صدی کے شعراء میں ان تذکرہ آئے گا، ان کے بدیعیہ کا نام "تملیح البدیع بمدح الشفیع" ہے، پہلا شعر ہے:

رد ربع اسماء واسمی ما یرام رم   وحی حیا حواها معدن الکرم

ان کا دیوان، المنظم فی مدح النبی الاعظم ص۱۴۹ پر مذکور ہے۔

۱۶۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن بن محمد حموی مکی حنفی (متوفی ۱۰۱۷ھ): ۱۴۸ر اشعار پر مشتمل قصیدہ ہے جسے ایضاح ج۱ ص۲۷۱ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

۱۷۔ سید علی خان (متوفی ۱۰۱۸ھ): شاعر غدیر ہیں، تذکرہ آئندہ آئے گا، ۱۴۸ر اشعار پر مشتمل حیرت انگیز قصیدہ ہے، اس کی شرح "انوار الربیع" کے نام سے معروف ہے۔

۱۔ الدرر المکنور فی طبقات ربات الخدور، ص۲۹۳۔

۲۔ بدر طالع ج۱ ص۲۷۱

۱۸۔ شیخ عبد القادر بن محمد طبری مکی شافعی؛ بدر طالع میں ان کا حیرت انگیز قصیدہ موجود ہے، (۲) مطلع ہے:

حسن ابتداء مدیحی حی ذی سلم　　ابدی براعة الاستهلا فی العلم

۱۹۔ شیخ احمد بن محمد مقری تلمسانی (متوفی ۱۰۴۱ھ)؛ ان کے بدیعیہ کا پہلا شعر ہے:

شارفت ذرعاً فذر عن مائها الشبم　　وجزت نملی فنم لا خوف فی الحرم

۲۰۔ شیخ محمد بن عبد الحمید بن عبد القادر معروف بہ حکیم؛ آپ نے قصیدۂ بدیعیہ ۱۰۵۹ھ میں کہا۔ جس کا مطلع ہے:

حسن ابتدائی بذکر البان والعلم　　حلا لمطلع أقمار سلم

۲۱۔ شیخ ابو الفاء عرضی حلبی؛ جن کے قصیدہ کا پہلا شعر ہے:

براعتی فی ابتدا مدحی بذی سلم　　قد استهلت لدمع فاض کالعلم

۲۲۔ شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی حنفی ناعمی دمشقی (ولادت ۱۰۵۰ھ، وفات ۱۱۴۳ھ)؛ قصیدۂ بدیعیہ کا پہلا شعر ہے:

یا منزل الرکب بین البان والعلم　　من سفح کاظمة حییت بالدیم

اس کی شرح ''نفحات الازهار'' کے نام سے معروف ہے، مطلع ہے:

یا حسن مطلع من اهوی بذی سلم　　براعة الشوق فی استهلالها بدم

۲۳۔ شیخ قاسم بن محمد بکرہ چی حلبی حنفی (متوفی ۱۱۶۹ھ)؛
رسول اسلام کی مدح میں آپ کے بدیعیہ کا مطلع ہے:

من حسن مطلع اهل البان والعلم　　براعتی مستهلٌ فی دمعها بدم

۲۴۔ سید حسن بن میر رشید رضوی ہندی متوفای ۱۱۵۶ھ، قصیدہ کا پہلا شعر ہے:

حیاً الحیا عهد احبابٍ بذی سلم　　وملعب الحی بین البان و العلم

۲۵۔شیخ عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ حلبی (متوفی ۱۱۹۴ھ):

ان کا بدیعیہ اور اس کی تشریح ایضاح میں موجود ہے۔(۱)

۲۶۔خوری یوسف بن ارانیوس بن ابراہیم مسیحی فاخوی (ولادت ۱۲۱۸ھ، وفات ۱۳۰۱ھ)

بدیعیہ کا پہلا شعر ہے:

براعة المدح فی نجم ضیاه سمی　　تهدی بمطلعها من عن سناه عمی

۲۷۔شیخ عبدالقادر حسینی ازہری طرابلی: انہوں نے ''ترجمان الخیر فی مدح الهادی البشیر'' نامی قصیدۂ بدیعیہ ۱۳۰۸ھ میں کہا۔

۲۸۔شیخ محمد بن عبداللہ ضریر ازہری (متوفی ۱۳۱۳ھ): ان کا قصیدہ ''الفرر فی اسانید الائمہ الاربعۃ عشر'' کے نام سے معروف ہے۔

۲۹۔شیخ احمد بن صالح بن ناصر بحرانی (ولادت ۱۲۵۴ھ، وفات ۱۳۱۵ھ):

''المراثی الاحمدیہ'' کے نام سے ان کا مشہور قصیدہ ہے، مطلع یہ ہے:

بدیع مدحِ علیٍّ مذ علی قلمی　　براعةٍ تستهلُّ الفیضَ من کلمی

۳۰۔شیخ محمد بن حمزہ شوشتری حلی معروف بہ ابن ملا (متوفی ۱۳۲۲ھ): شاعر غدیر ہیں، ان کا تذکرہ آئندہ آئے گا۔

۳۱۔مولی داؤد ابن حاج قاضی خراسانی معروف بہ ملاباشی (متوفی ۱۳۲۵ھ):

۳۲۔شیخ طاہر بن صالح بن احمد جزایری دمشق (ولادت ۱۲۶۸ھ، وفات ۱۳۳۸ھ)

ان کا قصیدہ شام میں زیور طبع سے آراستہ ہوا، قصیدہ کا پہلا شعر ہے:

بدیع حسن بذور نحو ذی سلم　　قد راقنی ذکره فی مطلع الکلم

۱۔ایضاح ج۱، ص۱۷۴

۳۳۔ شیخ محمد بن صالح میرزا فضل اللہ مازندرانی حایری (ولادت ۱۲۹۷ھ)

شاعر غدیر ہیں، چودہویں صدی ہجری کے شعراء میں ان کا تذکرہ آئے گا، ان کے قصیدہ بدیعیہ کا پہلا شعر ہے:

من حسن مطلع سلمی مستهل دمی   لله من دم ذی سلم بذی سلم

۳۴۔ عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر؛ (۱۳۹) اشعار پر مشتمل قصیدۂ بدیعیہ میں رسول خداؐ کی مدح وستائش کی ہے۔ اس کا پہلا شعر ہے:

یا عامل اليعملات الكوم فی الأكم   بالعيس بالعيس عرج نحو ذی سلم

قصیدہ کا آخری بیت ہے:

صلّی عليه الله العرش ما لمعت   ببعض الكواعب فی سودٍ من الظلم

۳۵۔ واردی مقری؛ سید احمد عطار کی مدح میں قصیدۂ بدیعیہ کہا ہے، یہ قصیدہ الرائق جلد دوم میں موجود ہے، تقریباً (۱۴۵) پر مشتمل اس قصیدہ کا پہلا شعر ہے:

ان ذرت سلمی فسل ما حلّ بالعلم   وحیّ سلعاً وسل عن حیّ ذی سلم

قصیدہ کے آخر میں نغمہ سرا ہیں:

والـهٔ وهم الآلُ الهدلة ومن   بهل اتی قد اتی تنكيت مدحهم

ولادت ووفات

تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ شاعر اہل بیت ''صفی الدین'' ۵۵/ربیع الثانی ۶۷۷ھ میں متولد ہوئے اور بغداد میں وفات پائی، لیکن ان کی تاریخ وفات ۷۵۰/۷۵۲ کے درمیان اختلاف ہے، آپ جس تاریخ کو چاہیں اختیار کرلیں اس لئے کہ ان دونوں تاریخ کا مآخذ ایک ہی ہے، پہلی تاریخ کے قائل ''زین الدین طاہر بن حبیب'' ہیں، اور دوسری تاریخ صفدی کا نظریہ

ہے۔(۱) واللہ اعلم

صفی الدین نے اپنے بعض اشعار میں ابن معتز عباسی کے قصدہ کا جواب دیا ہے، اس کا پہلا شعر ہے:

الا من لعینٍ وتسکابها تشکّی القذی وبکاها بها
ترامت بنا حادثات الزمان ترامی القسی بنشابها

''کیا اس کے رواں اشک کے لئے کوئی نہیں کہ جب اپنے گریہ وزاری اور آنکھوں میں خار کی چبھن کی شکایت کررہا ہے، ہم پر حوادث زمانہ کی بجلی گری جس طرح تیر اپنے کمان سے گر جاتی ہے، کتنی ایسی زبانیں ہیں جو شمشیر کے مانند اپنے احباب کی گردنوں کو کاٹ دیتی ہیں''۔

وہ اسی قصیدہ میں کہتا ہے:

ونحن ورثنا ثیاب النبی فکم تجذبون باهدابها
لکم رحم یا بنی بنته ولکن بنو العم اولی بها
قتلنا امیة فی دارها ونحن احق باسلابها
اذا ما دنوتم تلقیتم زبونا اقرت بجلابها

''ہم لباس پیغمبرؐ کے وارث ہیں لہٰذا تم لوگ کب تک دامن کشی کرتے رہو گے۔ اے ان کی بیٹی کے فرزندو! تم لوگ صرف ان کے رشتہ دار ہو لیکن ہم چچازاد ہونے کی حیثیت سے اس لباس کے زیادہ مستحق ہیں''۔

''ہم نے بنی امیہ کو ان کے گھروں میں قتل کردیا، ہم ان کے لباسوں کی لوٹ مار کے زیادہ حقدار ہیں، تم جب بھی قریب آئے تو ایسی پر ہول جنگ رونما ہوئی کہ بردہ فروشوں اور غلاموں کو خوشی کا سامان فراہم ہوگیا''۔

صفی الدین نے جواب میں یہ اشعار کہے:

۱۔فوات الوفیات (ج۲، ص۳۳۵۔۳۵۰، نمبر۲۸۶)

الاقل لشرّ عبید الالٰہِ وطاغی قریشٍ و کذابھا
و باغی العباد و باغی العناد و ھاجی الکرام و مغتابھا
اانت تفاخر آل النبی و تجحدھا فضل احسابھا

''خبردار! اے خدا کے بدترین بندو! قریش کے شیطانوں، جھوٹوں اور ستمگروں کے متعلق کچھ کہو جو بزرگوں کی بدنامی کا ذریعہ اور ان کی غیبت کرنے والے ہیں۔

کیا تم خاندان رسولؐ کی وجہ سے فخر ومباہات کر رہے ہو اور ان ذوات مقدسہ کی اصالت و پاکیزگی کا انکار کر رہے ہو، یہ بتاؤ رسول خداؐ نے نجران سے تمہارے ہمراہ مباہلہ کیا یا ان کے ہمراہ؟ اور انہوں نے دشمنوں کو دائمی ناخوشی کے ساتھ واپس کر دیا۔

کیا خداوند عالم نے تم لوگوں سے پلیدگیوں کی نفی کی یا ان ذوات مقدسہ سے؟

کیا کثافت و قمار بازی تمہاری خصلت نہیں ہے اور کثرت عبادت و اطاعت ان کی عادت نہیں ہے؟

تم نے کہا کہ لباس پیغمبرؐ کے ہم وارث ہیں لہٰذا تم لوگ کب تک دامن کشی کرتے رہو گے؟ حالانکہ تمہاری ہی جعلی حدیث ہے کہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے۔ پس لباس خلافت کس طرح تمہاری میراث قرار پائی، تم نے دونوں حالت میں اپنی ہی تکذیب و تردید کی اور زہر و عسل میں تمیز نہ کر سکے۔

کیا اس لاف گزائی اور بکواس سے تمہارے جد ''ابن عباس'' راضی ہیں؟ ان کے لئے کوئی ایسا دن نہیں تھا جس میں وہ مردد و مشکوک ہوں، وہ جنگ صفین میں طاغوتوں سے نبرد آزمائی کے لئے حضرت علیؑ کے لشکر میں شامل تھے۔ نوک نیزہ و شمشیر انہیں تہدید کر رہے تھے لیکن وہ حضرت علیؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت نے انھیں حکمیت کے لئے انتخاب فرمایا تا کہ خلافت اس کے واقعی اہل تک پہونچ سکے لیکن کینہ توزوں نے ان کی حکمیت کا انکار کر دیا۔ انہوں نے لوگوں کے ہمراہ تمام زندگی حضرت علیؑ کی قیادت میں نماز ادا کی۔

بتاؤ تمہارے جد ابن عباس نے لباس خلافت زیادہ مستحق ہونے کے باوجود اسے زیب تن کیوں نہیں کیا؟ جب عمر نے خلافت کا مسئلہ شوریٰ کے حوالے کیا تو کیا تمہارے جد شوریٰ میں شامل

نہیں تھے، کیا وہ پانچویں یا چھٹی فرد نہیں تھے؟

تم نے کہا کہ تم لوگ ان کی بیٹی کے فرزند ہو لیکن ہم اس (خلافت) کے زیادہ حقدار ہیں؟ بیٹی کے فرزند بھی تو چچا کے فرزند کے مانند ہیں اور یہی انساب نبوت سے زیادہ قریب تر ہیں لہٰذا تم خلافت کو انہیں کے حوالے کر دو۔ تم میں خلافت کی قطعی صلاحیت واہلیت نہیں، تمہیں لباس خلافت نہیں پہننا چاہیے۔

خلافت نے ایک لحہ بھی تمہیں آواز نہ دی، تم اسباب خلافت کے اہل نہیں تھے۔ وہ تم سے مختص کیسے ہوگئی حالانکہ تم آداب خلافت سے قطعی ناواقف ہو۔

تم نے کہا کہ تم جنگوں میں بنی امیہ کے قاتل ہو۔ تم جھوٹے ہو، بکواسی ہو اور خود کو عیب گوئی سے نہ روک سکے۔ اگر ابو مسلم کی شمشیر نہ ہوتی تو دعویٰ کرنے والوں کی کوشش پر کتنا گراں گزرتا۔

یہ بنی امیہ کا غلام تھا نہ تمہارا، اس نے تمہارے قریبی انساب کا پاس ولحاظ رکھا، تمہیں بوسیدہ محلوں اور زندانوں نے کمزور کر دیا تھا، تمہیں باہر لایا گیا، خلافت کی پیش کش کی گئی اور جامۂ خلافت پہنا دیا گیا لیکن تم غرور وتکبر اور بے دادگری کا ثبوت دیتے ہوئے بدترین سزا سے ہمکنار ہوئے۔

لہٰذا تم خلافت کو ایسے افراد کی ذمہ داری پر چھوڑ دو جو اپنے مقدر کی روزی پر راضی وخوشنود ہیں، یہ عبادت گذار، پارسا، پرہیزگار اور محرابوں میں سجدہ کرنے والے ہیں، یہی روزہ دار، قیام کرنے والے اور آداب خلافت کے داناترین افراد ہیں، یہی دین خدا کی ملت کے قطب ہیں، دین کی چکی انہیں کے اردگرد گھومتی رہتی ہے۔

تمہیں لہو ولعب اور ناچنے والیوں میں مشغول رہنا چاہیے، اور عالی ترین کاموں کو ان کے اہل پر چھوڑ دینا چاہیے۔

تم پر کمسن دوشیزاؤں، قمار بازوں اور ملک وزمین کی تعریف وتوصیف زیب دیتی ہے۔ تمہارے اشعار بے نمازیوں، شراب کی بوتلوں اور دوسرے لغویات کی تعریف پر مشتمل ہیں، یہ سب تمہارے کارنامے ہیں، نہ ان افراد کے جو نیکیوں اور بلندیوں کے خوگر ہیں''۔(۱)

۱۔ دیوان صفی الدین حلی، (ص۹۲)

امام شیبانی شافعی

۳۰ے/ےےے

سـا حـمـدُ ربّـی طـاعةً وتعبداً　　وأنـظـم عـقـداً فـی العقیدةِ أحدا

افـادتـکـم الـنـعـمـاء منی ثلاثة　　یـدی و لـسـانی والضمیر محجبا

و اشهـد ان الـلـه لا رب غیـره　　تـعـزز قـدما بـالبـقـا و تـفـردا

’’اپنی عبادت واطاعت کے لئے خداوند متعال کی حمد وثنا بجا لاتا ہوں اور صرف اپنے عقائد ومسلمات کو نظم کے پیرائے میں بیان کر رہا ہوں، اپنی تین نعمتوں ہاتھ، زبان اور قلب سلیم کو آپ پر قربان کرتے ہوئے خدا کی یکتائی اور وحدانیت کی گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی پروردگار نہیں۔ وہ زمانہ قدیم سے واحد ہے، بغیر کسی اول وآخر کے ایسا اول ہے جو ہمیشہ اور بطور ابدیت باقی رہے گا، وہ سمیع وبصیر، عالم ومتکلم اور قادر مطلق ہے، وہ جن وانس کو ایسے پلٹائے گا جیسے اس نے شروع کیا ہے، وہ ایسا مرید ہے جس نے موجودات عالم کا بر وقت ارادہ کیا ہے۔ وہ قدیم ہے، جس چیز کو چاہتا ہے خلق فرماتا ہے اور عالم وجود میں لے آتا ہے‘‘۔

بیان عقائد اور تینوں خلفاء کی مدح وستائش کے بعد کہتے ہیں:

ولا تنس صهر المصطفیٰ وابن عمّه　　فـقـد کـان بـحـراً لـلعموم مسدَّدا

وافـدی رسـول الـلـه حـقا بنفسه　　عشیة لـمـا بـالـفـراش تـوشـدا

و مـن کـا ن مـولاه النبی فقد غدا　　عـلـی لـه بـالـحـق مولی و منجدا

''داماد پیغمبرؐ اور ان کے چچازاد بھائی کو فراموش نہ کرو، وہ علوم و معارف کے بحر ذخار اور بہترین رہبر تھے، انھوں نے پرہول رات میں بستر رسولؐ پر شیر ببر کے مانند سو کر رسول خداؐ پر اپنی جان نثار کر دی، جس کے مولا رسولؐ ہیں حضرت علیؑ بھی اس کے مولا و آقا ہیں۔

ان کے اہل بیتؑ، انصار اور اطاعت گزاروں کو فراموش نہ کرو جو راہ ہدایت پر گامزن ہیں، ان پر خدا اور رسولؐ نے درود و سلام کے بعد لوگوں کو اس سلسلے میں تاکید فرمائی ہے، لہٰذا رافضی نہ بن جاؤ اور تجاوز کرنے لگو۔ اس کائنات میں اس شخص پر وائے ہو جو قانون سے تجاوز کرتا ہے۔

ان کے خاندان اور اصحاب کی دوستی و محبت میرا مذہب ہے، کل قیامت کے دن ان سے ابدی نعمتوں کی امیدیں وابستہ ہیں، صحابہ کی آپسی جنگوں کے سلسلے میں خاموشی اختیار کرو کیوں کہ جو کچھ رونما ہوا وہ اجتہاد محض تھا۔ بے شک صحیح حدیث ہے کہ ان (صحابہ) میں قاتل و مقتول دونوں جنت ماویٰ میں رہنے والے ہیں، ہمارے امام شافعی کا یہی عقیدہ ہے اور مالک، ابوحنیفہ اور احمد بن حنبل بھی اسی نظریہ کے قائل ہیں''۔

شعری تتبع

مذکرہ اشعار ایک ہزار شعروں پر مشتمل قصیدہ سے منتخب کئے گئے ہیں، یہ قصیدہ امام ابی عبداللہ محمد شیبانی شافعی کے نام سے شائع ہوا ہے اور صاحب کشف الظنون نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۱)

بعض علمائے شافعی نے اس قصیدہ پر شرحیں لکھی ہیں، ان میں بعض یہ ہیں:

۱۔ نجم الدین محمد عبداللہ اذرعی عجلونی شافعی (متوفی ۸۷۶ھ):

انہوں نے ۱۱ر رجب ۸۵۹ھ کو اس کی شرح سے فارغت حاصل کی اور اس کا نام ''بدیع المعانی فی شرح قصیدۂ شیبانی'' رکھا، یہ اس قصیدہ کی پہلی شرح ہے جو مرحلہ تالیف سے گذری۔

۱۔ کشف الظنون (ج ۲، ص ۱۳۳۰)

وہ شرح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

شاعر (شیبانی) نے اپنے شعر:

من کان مولاه النبی لقد غدا (علی)له بالحق مولا و منجدا

میں رسول خدا کی صحیح حدیث "من کنت مولاه فعلی مولاه" کی طرف اشارہ کیا ہے۔

شیخ محی الدین نووی کہتے ہیں: موثق علماء کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ناصر، مولا، دوست اور ہمدم میں ہوں یہ علی بھی اسی طرح ہیں... الخ۔ شاید شاعر نے بھی "منجدا" کو "مولاه" پر عطف کر کے اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے، اس طرح یہ عطف "عطف تفسیری" ہوا۔ اس ارشاد رسول کو سننے کے بعد حضرت عمر نے کہا: "حنیئاً لک اصبحت مولا کل مومن و مومنه" مبارک ہو آج آپ تمام مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے۔ (۱)

۲۔ شیخ علوان علی بن عطیہ حموی شافعی (متوفی ۹۳۶ھ):

ان کی شرح کا نام "بدیع المعانی فی شرح قصیدۃ شیبانی" ہے۔ (۲) شذرات اور قاموس میں اس کا نام "بیان المعانی فی شرح قصیدۃ شیبانی" مذکور ہے۔ (۳)

۳۔ ابوالبقاء احمدی شافعی،

ان کی شرح کا نام "المعتقد الایمانی علی عقیدۃ الشیبانی" ہے۔

۴۔ محمد بن علی بن علان (متوفی ۱۰۵۷ھ): ان کی شرح کا نام بھی "بدیع المعانی" ہے۔

شاعر کی شخصیت

نام "محمد بن احمد بن ابی بکر بن عرام بن بن ابراہیم بن یاسین بن ابی القاسم بن محمد ربعی شیبانی

۱۔ بدیع المعانی فی شرح عقیدۂ شیبانی، ص۷۵

۲۔ کشف الظنون (ج۲، ص۱۳۴۰)

۳۔ شذرات الذہب ج۸، ص۲۱۸؛ قاموس الاعلام، ج۲، ص۶۸۲ (ج۴، ص۳۱۲)

اسلوانی اسکندرانی شافعی تقی الدین ابوعبداللہ امام'' ہے، محدث، مفتی، فقیہ اور امام تھے، ۸ رشوال ۳۰۷ھ کو متولد ہوئے۔ بہت سے علماء وفضلاء کا یہی نظریہ ہے۔(۱)

معظم، ابن عبدالدائم، ابن نحاس، یحیی بن سعد اور رضی الدین ابواسحاق ابراہیم طبری مکی کے علاوہ دوسرے علماء نے انہیں اجازۂ روایت دی ہے۔

ابن حجر نے درر میں لکھا ہے: شیبانی نے حدیث بیان کی، فتویٰ دیا اور تدریس وتالیف کے فرائض انجام دیئے، وہ مسموعات میں بہت سی چیزوں کی ایجاد واختراع میں یگانہ روزگار ہیں، انہوں نے ۷۷۷ھ میں وفات پائی۔(۲)

ان کے حالات زندگی کے کچھ نمونے شذرات الذہب میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔(۳)

۱۔ علامہ رشید الدین اسماعیل بن عثمان معروف بہ ابن معلم حنفی (متوفی ۷۱۴ھ)؛ حسن بن عمر کردی ابومقیم مصر (متوفی ۷۲۰ھ)؛ حجار شہاب الدین ابی العباس احمد بن ابی طالب (متوفی ۷۳۰ھ)؛ شریف موسی ابن ابی طالب عز الدین ابی القاسم موسوی (متوفی ۷۱۵ھ)؛ تاج الدین ابن دقیق العید احمد بن علی (متوفی ۷۲۳ھ)؛ احمد بن محمد بن کمال الدین (متوفی ۷۱۸ھ)؛ شریف علی زینبی؛ عمر عثمی رکن الدین بن محمد قرشی (متوفی ۷۳۱ھ)؛ زینب بنت احمد بن عمر بن ابی بکر بن شکر مقدسی (متوفی ۷۲۲ھ) وغیرہ ان علماء وفضلاء میں شامل ہیں: الدرر الکامنہ، ج۳، ص۳۷۲

۲۔ الدرر الکامنہ (ج۳، ص۳۷۳، نمبر ۹۸۶)

۳۔ کشف الظنون (ج۲، ص۱۳۴۰)؛ شذرات الذہب ج۶، ص۲۵۲ (ج۱۰، ص۳۰۵، حوادث ۹۳۶ھ، ج۸، ص۲۳۶، حوادث ۷۷۷ھ)

شمس الدین مالکی

وفات ۷۸۰ھ

وان علیاً کان سیف رسولہ　　وصاحبہ السامی لمجدٍ مشیّد

وصھر النبی المجتبیٰ وابن عمّہ　　أبو الحسنینالمحتوی کلّ سودد

و زوجہ رب السما من سمائہ　　و ناھیک تزویجا من العرش قد بدی

''بے شک حضرت علیؑ، رسولؐ کی شمشیر آبدار اور شرافت و بزرگی میں ان کے نامور ساتھی ہیں، وہ رسول خداؐ کے منتخب داماد، ان کے بھائی اور حضرات حسنینؑ کے والد محترم ہیں جن سے تمام تر سیادت و عظمت منسوب ہیں۔ خداوند عالم نے آسمان سے آپ کی شادی کی، عرش اعظم کی یہ شادی ہی کافی ہے، انہوں نے بہترین خاتون جنت سے عقد کیا جو عظمت کی واضح علامت ہے۔

حضرت علی و فاطمہ (علیہا السلام) سوئے، لباس تقویٰ ان کا بہترین لباس تھا، انھوں نے اپنی خوراک نیازمندوں کے حوالے کر کے ایثار کا مظاہرہ کیا۔ ہاں! انہوں نے اس تقویٰ و پارسائی کے عوض زیوروں کے بدلے جنت ماویٰ کا انتخاب فرمایا۔

رسول خداؐ نے فرمایا: میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ، پہلے دروازے میں داخل ہو پھر میرے پاس آنے کی کوشش کرو؛ جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اس کے مولا و آقا ہیں، اپنے مولا کا ارادہ کرو کیوں کہ آقا کی محبت والفت ہی تیری ہدایت کا ضامن ہے، اے علیؑ! تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے ہارون جناب موسیٰ کے لئے، بجز رسالت و نبوت، لھذا خدا کی حمد و ثناء کرو۔

وہ بچپنے ہی سے دین کے امور میں پیش قدم تھے، کسی عالم نے ان پر سبقت حاصل نہیں کی۔ رسول خداؐ اس حالت میں تشریف لائے کہ حضرت علیؑ سے راضی وخوشنود تھے لیکن وہ خود جناب زہرا (س) سے شرمندہ۔ رسول خداؐ نے ان کے چہرے سے مٹی صاف کر کے زمین سے بلند فرمایا حالانکہ وہ تنہائیوں میں اس (خاک) سے بہت زیادہ مانوس ہو گئے تھے۔

ان کے دو فرزندوں کے متعلق رسول اسلامؐ نے فرمایا: دونوں جنت میں تمہارے آقا وسردار ہیں، خدا کی جانب سے رسول اسلامؐ بعنوان مبلّغ ورسول ارسال کئے گئے۔ یہ اہم فضیلت وخصوصیت صرف انہیں سے مخصوص ہے۔ انہوں نے فرمایا: کیا میری تبلیغ ورسالت ایسے شخص کے لئے شائستہ ہے جو لوگوں میں میرے خاندان سے نہیں ہے لہٰذا میری اقتدا کرو۔

ایک سائل آکر عبداللہ سے سوال کرنے لگا تو آپ نے جواب میں کہا: رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کی منزلت پہچانو، ان کی معرفت حاصل کرو اور اس کی گواہی دو۔ وہ ہمیشہ روزہ دار اور اپنے خدا کی جانب رجوع کرنے والے ہیں، وہ خدا کے لئے قیام کرتے ہیں اور اس کی بھرپور بندگی کا حق ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنے حصہ کی روزی پر قناعت کرتے ہیں اور مال دنیا سے دوری اختیار کرتے ہیں۔

بے شک انہوں نے دنیا کو تین طلاقیں دیں، وہ دنیا کو اپنے قریب دیکھ کر فرماتے تھے: دور ہو جا۔ وہی حق سے سب سے زیادہ قریب تھے، سبھی صاحب حق ہیں لیکن وہ ہدایت سے سب سے زیادہ نزدیک تھے"۔

شاعر نے اس قصیدہ میں ان دس افراد (عشرۂ مبشرہ) کی مدح وستائش کی ہے جنہیں رسول خداؐ نے جنت کی بشارت دی تھی۔

سب سے پہلے ابوبکر بن ابوقحافہ کے مخصوص فضائل کو (۱۴) اشعار میں بیان کیا ہے، پہلا شعر یہ ہے:

فمنهم ابوبكرٍ خليفته الّذی   له الفضل والتقديم فی كلّ مشهد

"انہیں میں خلیفہ ابوبکر ہیں جنہیں ہر مقام پر تقدم وبرتری حاصل ہے"۔

اس کے بعد عمر بن خطاب کے مخصوص مناقب کو۲۲ر ابیات میں بیان کیا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

ویتبعه فی فضله عمر الّذی رمی عن قسیّ الصدق سهمَ مسدَد

''فضیلت و برتری میں ان کے پیرو کار عمر ایسے شخص ہیں جنھوں نے صداقت کی کمان سے محکم تیر پھینکا''۔

اس کے بعد عثمان کے مناقب کو پندرہ اشعار میں نظم کیا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے:

وحبّي عثمان بن عفان انه علیه اعتمادی وهوسؤلی ومقصدی

''میری محبت والفت عثمان بن عفان سے مخصوص ہے کیوں کہ ان پر میرا اعتماد قائم ہے اور وہی میرے مقصود اصلی ہیں''۔

حضرت امیر المومنینؑ کے فضائل بیان کرنے کے بعد سبطین رسول حسن و حسین (علیہما السلام) کے مناقب کو ان اشعار میں بیان کیا ہے:

وبالحسنین السیدین توسّلی بجدّهما فی الحشر عند تفردی

هما قرتا عین الرسول و سیدا شباب الوری فی جنة و تخلد

و قال هما ریحانتای احب من احبهما فاصدقهما الحب تسعدَ

هما اقتسما شبه الرسول تعادلا و ما ذا عسی یحصیه منهم تعددی

فمن صدره شبه الحسین اجله و للحسن الاعلی و حسبک فاعدد

و للحسن السامی مزایا کقوله هو ابنی هذا سید و ابن سید

سیصلح تب العالمین به الوری علی فرقة منهم و عظم تبدد

حسنؑ و حسینؑ قیامت کی تنہائیوں میں میرا وسیلہ ہیں، یہ دونوں رسول خداؐ کے خنکی چشم اور جنت ماویٰ میں جوانوں کے سید و سردار ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: یہ دونوں میری خوشبو ہیں، جو انھیں دوست رکھتا ہے میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں، لہٰذا تم انھیں سے محبت کرو تا کہ سعادتمندی سے ہمکنار ہو سکو۔

ان دونوں نے رسول خداؐ کی شجاعت کو مساوی انداز میں تقسیم کیا ہے،اس بات کا امکان نہیں کہ ان سے تجاوز کا مشاہدہ کیا جائے۔سینہ سے لے کر پیر تک امام حسینؑ اور سینے سے اوپر امام حسنؑ شبیہ ہیں۔(۱) تمہاری آمادگی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔رسول خداؐ کے ارشاد سے امام حسنؑ کی عظمت آشکار ہوتی ہے کہ فرمایا: یہ میرا فرزند سید بن سید ہے۔خداوند عالم بہت جلد اس کی برکت سے کائنات کے اختلافات کی اصلاح فرمائے گا''۔

اس کے بعد امام حسینؑ کی شان میں یہ اشعار کہے:

و کان الحسین الصارم الحازم الذی متی یقصر الابطال فی الحرب یشدد
شبیہ رسول اللہ فی الباس و الندی و خیر شہید ذاق طعم المہند
لمصرعہ تبکی العیون و حقہا فللہ من جرم و عظم تودد
فبعدا و سحقا للیذید و شمرہ و من سار مسری ذلک المقصد الردی

''حسین دوراندیش تھے، جب شجاعان وقت جنگ سے کوتاہی کرتے تو وہ سخت ترین جنگ کا مظاہرہ فرماتے تھے۔وہ بخشش وعطا اور جنگ میں رسول اسلامؐ کی شبیہ تھے، وہ تلوار سے شہید ہونے والے شہیدوں کے سردار تھے،ان کے مقتل کے لئے آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور یہی مناسب ہے، خداوند عالم پر اس کی جزا ہے، لہٰذا ان کی محبت و دوستی کو اہمیت دو۔ یزید و شمر اور ان تمام افراد پر خداوند عالم کا دردناک عذاب نازل ہو جنہوں نے پست ترین مقصد کے لئے اقدام کیا''۔

اسی قصیدہ میں سید الشہداء جناب حمزہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:

و من مثل لیث اللہ حمزۃ ذی الندی مبید العدی ماوی الغریب المطرد
فکم حز اعناق العداۃ بسیفہ و ذب عن المختار کل مشدد
فقال رسول اللہ ھذا امرتہ ولی اسد ضار لدی کل مشھد

---

(۱) تاریخ ابن عساکر، ج۴،ص۳۱۴ (ج۱۴،ص۱۲۳،نمبر۱۵۶۶)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۷،ص۱۱۷)

''شیر خدا، صاحب جود وسخا جناب حمزہ کے مانند کون ہے جو دشمنوں کا تیا پانچہ کرنے والے اور بے آسرا غریبوں کی پناہ گاہ تھے۔ دشمنوں کی کتنی ہی گردنیں ان کی شمشیر آبدار کا شکار ہوئیں؛ کیا خوب کہ ہر سختی ومصیبت میں رسول خداؐ کا دفاع کیا، اسی لئے آنحضرت نے فرمایا: میں نے انہیں فرمانروا بنایا، وہ میرے لئے ہر میدان میں شیر ببر ہیں۔

جنگ احد میں سات افراد کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے؛ وہ کامیاب وکامران اور سید الشہداء ہیں، وہ فرشتوں کے درمیان تلایا پھرتے ہیں۔ رسول اسلامؐ نے ستر مرتبہ ان پر نماز ادا کی اور بقیہ شہداء پر صرف ایک مرتبہ۔ آپ نے فرمایا: شہادت حمزہ کے مانند کوئی مصیبت نہیں، اگر ایک دن میرے اختیار میں ہوتا تو میں ان بدکرداروں کو بدترین سزا دیتا''۔ ۞

اسی قصیدہ میں رسول اسلامؐ کے چچا حضرت عباس کا چند اشعار میں تذکرہ کیا ہے، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

وقد بلغ العباس فی المجد رتبةً　　　تقول لبدرِ التمّ قصّرت فابعد

شاعر کے مذہب وعقیدہ کے بارے میں قاری کو آگاہ کرنے کے لئے ہمارے لئے یہ قصیدہ کافی ہے جسے نفح الطیب سے نقل کیا گیا ہے۔(۱)

شعری تتبع

شمس الدین مالکی نے اپنے اشعار میں امیر المومنینؑ کے بعض فضائل ومناقب کی طرف اشارہ کیا ہے جنہیں ان کی قوم کے بہت سے حفاظ اور ائمہ حدیث نے صحاح اور مسانید میں رسول خداؐ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ مناقب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ **حدیث تزویج:** خداوند عالم نے عرش اعظم پر حضرت علیؑ سے جناب فاطمہ(س) کا عقد فرمایا

۱۔ نفح الطیب، ج۴، ص۶۰۳/۶۰۷ (ج۱۰، ص۲۲۴)۔

تفصیل جلد دوم میں گذر چکی ہے۔(۱)

۲۔حدیث: ''انا مدینة العلم و علی بابها'' میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ:

وقال رسول الله: انّی مدینة من العلم وهو الباب والباب فاقصد

ہم نے تیسری جلد میں امیر المومنینؑ کے علم کے بارے میں تفصیلی بحث کی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ طبری، ابن معین، حاکم، خطیب اور سیوطی نے اس حدیث فضیلت کی تصریح کر کے اسے صحیح تسلیم کیا ہے، یہاں اس سلسلے میں تفصیلی بحث کی جائے گی کہ اس حدیث کو بہت سے حفاظ اور ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے، گذشتہ صدیوں میں بہت سے افراد نے اس سے احتجاج کیا ہے اور قطعی انداز میں اس کی نسبت رسول خداؐ کی طرف دی ہے، ساتھ ہی یاوہ گو مخالفین کی باتوں کا دفاع کیا ہے۔

۱۔حافظ ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی (متوفی ۲۱۱ھ)، حاکم نے مستدرک میں ان سے روایت کی ہے۔(۲)

۲۔حافظ یحیی بن معین ابو ذکریہ بغدادی (متوفی ۲۳۶ھ): مستدرک حاکم اور تاریخ خطیب میں موجود ہے۔(۳)

۳۔ابوعبداللہ (ابوجعفر) محمد بن جعفر فیدی (متوفی ۲۳۶ھ): ابن معین نے ان سے روایت کی ہے۔

۴۔ابومحمد سعید بن سعید ہروی (متوفی ۲۴۰ھ): مسلم اور ابن ماجہ کے استاد ہیں، ابن کثیر نے تاریخ میں ان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(۴)

۵۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) نے اپنے مناقب میں؛(۵)

۱۔کفایۃ الطالب، ص۱۶۴ (ص۳۰۰، باب۷۹)؛ ذخائر العقبیٰ، ص۳۱؛ تاریخ بغداد، ج۴، ص۱۲۹؛ نزھۃ المجالس، ج۲، ص۲۲۵؛ فرائد السمطین، باب۱۸ (ج۱، ص۹۵، حدیث۶۴)۔

۲۔مستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۲۷ (ج۳، ص۱۳۸، حدیث۴۶۳۹)۔

۳۔مستدرک علی الصحیحین، (ج۳، ص۱۳۷، حدیث۴۶۳۷، ۴۶۳۸)؛ تاریخ بغدادی (ج۱۱، ص۴۹، حدیث۵۷۲۸)

۴۔البدایۃ والنھایۃ ج۷، ص۳۵۸ (ج۷، ص۳۹۵، حوادث ۴۰ھ)

۵۔فضائل علی، (ص۱۳۸، حدیث۲۰۳)

۶۔عباد بن یعقوب رواجنی اسدی؛ بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ کے استاد ہیں، حافظ گنجی نے کفایہ میں روایت کی ہے۔(۱)

۷۔حافظ ابوعیسیٰ محمد ترمذی (متوفی ۲۷۹)، جامع صحیح میں منقول ہے۔(۲)

۸۔حافظ ابوعلی حسین بن محمد بن فہم بغدادی (متوفی ۲۸۹)؛ حاکم نے مستدرک میں ان سے روایت کی ہے۔(۳)

۹۔حافظ ابوبکر احمد بن عمر بصری بزار (متوفی ۲۹۲)؛

۱۰۔حافظ ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰)؛ انہوں نے تہذیب الآثار میں نقل کرکے صحیح کہا ہے۔(۴) بہت سے علماء نے ان سے حکایت کی ہے۔

۱۱۔ابوبکر محمد بن محمد بن باغندی واسطی بغدادی (وفات ۳۱۲)؛ ابن مغازلی نے مناقب میں ان سے روایت کی ہے۔(۵)

۱۲۔ابوطیب محمد بن عبدالصمد دقاق بغوی (وفات ۳۱۹)؛(۶)

۱۳۔ابوالعباس محمد بن یعقوب اموی نیشاپوری (وفات ۳۴۶)؛ حاکم، نے مستدرک ان سے روایت کی ہے۔(۷)

۱۴۔ابوبکر محمد بن عمر بن محمد تمیمی بغدادی ابن جمالی (وفات ۳۵۵)؛ انہوں نے پانچ طرق سے نقل کیا ہے۔(۸)

۱۔کفایۃ الطالب (ص۲۲۰، باب ۵۸)

۲۔سنن ترمذی (ج۵، ص۵۹۶، حدیث ۳۷۲۳)۔

۳۔مستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۱۲۷ (ج۳، ص۱۳۷، حدیث ۴۶۳۸)۔

۴۔التھذیب الآثار، (ص۱۰۵، نمبر۱۷۳، مسند علی)۔

۵۔مناقب علی بن ابی طالب، (ص۸۱، حدیث ۱۲۲)

۶۔تاریخ خطیب بغدادی ج۲، ص۲۷۷

۷۔مستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۲۶ (ج۳، ص۱۳۷، حدیث ۴۶۳۷)۔

۸۔مناقب ابن شہرآشوب، ج۱، ص۲۶۱ (ج۲، ص۳۲)

۱۵۔ابوالقاسم سفیان بن احمد بن طبرانی (وفات ۳۶۰)؛ معجم کبیر اور اوسط میں نقل کیا ہے۔(۱)

۱۶۔ابو بکر محمد بن علی بن اسماعیل شاشی (وفات ۳۶۶)؛ مستدرک حاکم میں ان سے روایت کی گئی ہے۔(۲)

۱۷۔حافظ ابومحمد عبداللہ بن جعفر بن حیان اصفہانی (وفات ۳۶۹)؛(۳)

۱۸۔حافظ ابومحمد عبداللہ بن عثمان واسطی معروف بہ ابن سقا واسطی (وفات ۳۷۳)؛ مناقب ابن مغازلی میں ان سے روایت کی گئی ہے۔(۴)

۱۹۔حافظ ابولیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی (وفات ۳۷۹) نے مجالس میں؛

۲۰۔حافظ ابوحسین محمد بن مظفر بزاز بغدادی (وفات ۳۷۹)؛(۵)

۲۱۔حافظ ابوحفص بن احمد بن عثمان بغدادی ابن شاہین (وفات ۳۸۵) نے چار طرق سے نقل کیا ہے۔

۲۲۔حافظ ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد (وفات ۳۸۷) نے چھ طرق سے روایت کی ہے۔

۲۳۔حافظ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری (وفات ۴۰۵) نے مستدرک میں؛(۶)

۲۴۔حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ (وفات ۴۱۶)؛ بہت سے افراد نے ان سے حکایت کی ہے۔

۲۵۔حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (وفات ۴۳۰) نے معرفۃ الصحابہ میں؛(۷)

۱۔معجم الکبیر (ج۱۱،ص۵۵،حدیث ۱۱۰۶۱)

۲۔مستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۲۷ (ج۳،ص۱۳۸،حدیث ۴۶۳۹)۔

۳۔مقاصد الحسنہ (ص۱۲۳،حدیث ۱۸۹)۔

۴۔مناقب علی بن ابی طالب، (ص۸۰،حدیث ۱۲۰)

۵۔مناقب علی بن ابی طالب، (ص۸۱،حدیث ۱۲۲)

۶۔مستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص۱۲۶ (ج۳،ص۱۳۷،حدیث ۴۶۳۷)

۷۔معرفۃ الصحابہ (ج۱،ص۳۰۸)

۲۶۔فقیہ شافعی ابوالحسن احمد بن مظفر عطار (وفات ۴۴۱)؛ ابن مغازلی نے مناقب میں ان سے روایت کی ہے۔(۱)

۲۷۔ابوالحسن علی بن حبیب بصری شافعی (وفات ۴۵۰)؛(۲)

۲۸۔حافظ ابوبکر بن احمد بن حسین بن علی بیہقی (وفات ۴۵۸):(۳)

۲۹۔ابوغالب بن محمد احمد (وفات ۴۶۲)؛ ابن مغازلی نے مناقب میں روایت کی ہے۔(۴)

۳۰۔حافظ بن ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (وفات ۴۶۳)(۵)

۳۱۔حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر قرطبی (وفات ۴۶۳) نے استیعاب میں نقل کیا ہے۔(۶)

۳۲۔ابومحمد حسن بن احمد بن موسیٰ غندجانی وفات ۴۶۷ھ، ابن مغازلی نے مناقب میں ان سے روایت کی ہے۔ (۷)

۳۳۔فقیہ ابوالحسن علی بن محمد بن طیّب جلالی مغازلی (وفات ۴۸۲) نے اپنے مناقب میں سات طرق سے نقل کیا ہے۔(۸)

۳۴۔ابومظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار سمعانی شافعی (وفات ۴۸۹)؛(۹)

۳۵۔حافظ ابومحمد بن احمد سمرقندی (وفات ۴۹۱)؛(۱۰)

۱۔مناقب علی بن ابی طالب، (ص ۸۰، حدیث ۱۲۰) ۲۔مناقب آل ابی طالب، ج۱، ص ۲۶۱ (ج۲، ص ۴۲)

۳۔مقتل خوارزمی ج۱ص ۴۳ ۴۔مناقب علی بن ابی طالب، (ص ۸۵، حدیث ۱۲۶)

۵۔تاریخ بغدادی ج۳، ص ۳۴۸، ج۲، ص ۳۷۷، ج۷، ص ۱۷۲، ج۱۱، ص ۲۰۴،

۶۔استیعاب ج۲، ص ۴۶۱ (القسم الثالث، ص ۱۱۰۲، نمبر ۱۸۵۵)

۷۔مناقب علی بن ابی طالب، (ص ۸۴، حدیث ۱۲۵)۔

۸۔مناقب علی بن ابی طالب، (ص ۸۰، حدیث ۱۲۶/۱۲۰)

۹۔مناقب آل ابی طالب، (ج۲، ص ۴۲)۔

۱۰۔تذکرۃ الحفاظ (ج۴، ص ۱۲۳۱، نمبر ۱۰۴۷)

۳۶۔ ابو علی اسماعیل بن احمد بن حسین بیہقی (وفات ۵۰۹)؛ (۱)

۳۷۔ ابو شجاع ہمدانی دیلمی (وفات ۵۰۹) (۲)

۳۸۔ ابو محمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے زین الفتی میں؛

۳۹۔ ابو القاسم زمخشری (وفات ۵۳۸)، الفائق میں مدینۃ العلم کا ایک باب قائم کیا ہے۔ (۳)

۴۰۔ حافظ ابو منصور شہردار ہمدانی دیلمی (وفات ۵۵۸) نے اپنی کتاب مسند الفردوس میں نقل کیا ہے۔

۴۱۔ حافظ ابو سعید عبد الکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی (متوفای ۵۶۲)؛

یہ انساب میں لکھتے ہیں: ''شہید کے نام سے بعض علماء مشہور ہوئے اس لئے کہ وہ قتل کئے گئے، ان شہداء کی پہلی فرد باب مدینۃ العلم کے فرزند ہیں.....الخ''۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ حدیث ''انا مدینۃ العلم و علی بابھا'' علماء و حفاظ کے نزدیک ثابت ہے۔ (۴)

۴۲۔ حافظ اخطب خوارزم ابو المؤید موفق بن احمد مکی حنفی (وفات ۵۶۸)؛ (۵)

۴۳۔ حافظ ابو القاسم علی بن حسن معروف بہ ابن عساکر دمشقی (وفات ۵۷۱) نے چند طرق سے نقل کیا ہے۔ (۶)

۴۴۔ ابو حجاج یوسف بن محمد نبوی اندلسی معروف بہ ابن شیخ نے؛ (۷)

۴۵۔ ابو السعادات مبارک بن محمد بن حرزی شافعی (وفات ۶۰۶)؛ (۸)

۱۔ مناقب خوارزمی (ص۸۲، حدیث ۶۹)

۲۔ الفردوس بمأثور الخطاب (ج۱، ص۴۴، حدیث ۱۰۶)۔

۳۔ الفائق ج۱، ص۲۸ (ج۲، ص۳۶)

۴۔ الانساب (ج۳، ص۴۷۵)

۵۔ مناقب خوارزمی (ص۸۲، حدیث ۶۹)

۶۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۸، ص۱۷)؛ تاریخ ابن عساکر حالات حضرت علی، محقق، (ص۱۰۰۶، ۹۹۱)

۷۔ الف باء ج۱ ص۲۲۲

۸۔ جامع الاصول (ج۲، ص۴۷۳، حدیث ۶۴۸۹)

۴۶۔ حافظ ابوالحسن علی بن محمد بن اثیر حرزی (وفات ۶۲۰)؛ (۱)

۴۷۔ محی الدین محمد بن علی بن عربی طائی اندلسی (وفات ۶۲۸) نے "المکنون والجواھر المصون" میں؛ (۲)

۴۸۔ حافظ محب الدین محمد بن محمود بن نجار بغدادی (وفات ۶۴۳) نے تاریخ بغداد میں؛

۴۹۔ ابوسالم محمد بن طلحہ شافعی (وفات ۶۵۱)؛ (۳)

۵۰۔ شمس الدین ابومظفر بن قزاوعلی سبط ابن جوزی حنفی (وفات ۶۵۴)؛ (۴)

۵۱۔ حافظ ابوعبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی (وفات ۶۵۸) نے کفایہ میں چند طرق سے نقل کر کے لکھا ہے:

"یہ حدیث حسن وعالی ہے....اسی لئے صحابہ، تابعین اوران کے اہل بیت علیؑ کے تقدم، کثرت علم، بے پناہ حکمت وفراست، ادارت اوران کی صلابت رائے کے قائل ہیں، بے شک ابوبکر، عمر، عثمان اور دوسرے تمام صحابہ احکام میں ان سے مشورہ کرتے تھے، نقض واثبات کے سلسلے میں انہیں کے قول کو اختیار کرتے تھے، یہ اس لئے تھا کہ وہ بے پناہ علم وفضل اورفہم وفراست کے مالک تھے، یہ حدیث ان کے حق میں مبالغہ نہیں ہے اس لئے کہ ان کا مقام ومرتبہ خدا، رسول اسلامؐ اور بندگان خدا کے یہاں اس سے کہیں زیادہ ہے۔ (۵)

۵۲۔ ابومحمد شیخ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام سلمی شافعی (وفات ۶۶۰)؛ شھاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں حکایت کی ہے۔

۱۔ اسد الغابۃ ج۴، ص۲۲ (ج۴، ص۱۰۰، نمبر ۳۷۸۳)

۲۔ ینابیع المودۃ (باب ۶۹، ج۳، ص۶۷)

۳۔ مطالب السئول ص۲۲؛ ینابیع المودۃ ص۶۵ (باب ۱۴، ج۱، ص۶۴)

۴۔ تذکرۃ الخواص ص۲۹ (ص۴۸)

۵۔ کفایۃ الطالب، ص۹۸/۱۰۲ (باب ۵۸، ص۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۳)

۵۳۔ حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ طبری شافعی مکی (وفات ۶۹۴) نے ریاض النضرۃ اور ذخائر العقبی میں اس کی روایت کی ہے۔(۱)

۵۴۔ سعید الدین محمد بن احمد فرغانی (وفات ۶۹۹) نے شرح تائیہ ابن فارض میں مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کے دوران نقل کیا ہے:

کراماتهم من بعض ما خصهم به　　بما خصهم من ارث كل فضيلة

اور فارسی میں مندرجہ ذیل شعر کی شرح میں حدیث کو نقل کیا ہے:

و اوضح بالتاويل ما كان مشكلا　　على بعلم ناله بالوصية

۵۵۔ حافظ ابو محمد بن ابی حمزہ ازدی اندلسی (وفات ۶۹۹)؛(۲)

۵۶۔ صدر الدین سید حسین بن محمد ہروی فوزی (وفات ۷۱۸ھ)؛(۳)

۵۷۔ شیخ الاسلام ابراہیم بن محمد حموی جوینی (وفات ۷۲۲ھ)؛(۴)

۵۸۔ نظام الدین محمد بن احمد بن علی نجاری (وفات ۷۲۵ھ) شیخ عبد الرحمٰن چشتی نے ''مرات الاسرار عن سیرۃ اولیا'' میں ان سے روایت کی ہے۔

۵۹۔ حافظ ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمٰن مزی (وفات ۷۴۲)؛(۵)

۶۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی (وفات ۷۴۸ھ)(۶)

۶۱۔ حافظ جمال الدین محمد بن یوسف زرندی انصاری (وفات ۷۰۷ھ)؛(۷)

۱۔ ریاض النضرۃ ص۱۹۲ (ج۳، ص۱۴۰)

۲۔ بہجت النفوس ج۲، ص۱۷۵؛ ج۴، ص۷۸

۳۔ نزھۃ الارواح، (ص۱۳)

۴۔ فرائد السمطین (باب ۱۸، ج۱، ص۹۸، حدیث ۶۷)۔

۵۔ تہذیب الکمال (ج۲۰، ص۴۸۵، نمبر ۴۰۸۹)

۶۔ تذکرۃ الحفاظ ج۴، ص۲۸ (ج۴، ص۱۲۳۱، نمبر ۱۰۴۷)۔

۷۔ نظم درر السمطین (ص۱۱۳)

۶۲۔حافظ صلاح الدین ابو سعید خلیل عفونی دمشقی شافعی (وفات ۷۶۱ھ) نے حکایت کی ہے اور ان کے مذہب کے بہت سے علماء نے ابن معین کے حوالے سے صحیح تسلیم کیا ہے، وہ کہتے ہیں: یہ قطعی بعید نہیں کہ رسول خداؐ حضرت علیؑ کے حق میں ایسی حدیث بیان فرمائیں، جو اس کی تکذیب کرے وہ پکا جھوٹا ہے۔(۱)

۶۳۔سید علی بن شہاب الدین ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں نقل کیا ہے۔(۲)

۶۴۔بدر الدین محمد ابو عبد اللہ زرکشی مصری شافعی (وفات ۷۹۴ھ):

وہ کہتے ہیں: یہ بہترین حدیث ہے جس سے استدلال و احتجاج کیا جاتا ہے، یہ وضعی اور جعلی ہونا تو دور ضعیف بھی نہیں ہے۔(۳)

۶۵۔حافظ ابو الحسن علی بن ابو بکر ہیثمی (وفات ۸۰۷)؛(۴)

۶۶۔کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری (وفات ۸۰۸)؛(۵)

۶۷۔مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی (وفات ۸۱۶) نے اپنی کتاب نقد الصحیح میں؛

۶۸۔امام الدین محمد ہجروی لاہجی؛ کتاب اسماء السنن وخلفاء الاربعہ میں ان سے حکایت کی ہے۔

۶۹۔شیخ یوسف واسطی اعور، اس نے رد شیعہ میں لکھے گئے رسالہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۷۰۔شمس الدین محمد بن محمد جزری (وفات ۸۳۲)؛ نے اسنی المطالب میں؛(۶)

۷۱۔شیخ زین الوفی ابوبکر محمد بن محمد علی خوافی (وفات ۸۳۸)؛ نے اسے حدیث مرسل کی حیثیت سے نقل کیا ہے اور اس کے ذریعہ حضرت کے مخصوص علم و دانش اور حکمت کا استدلال کیا ہے۔ شیخ شہاب الدین

۱۔اللآلی المصنوعۃ (ج۱،ص۳۳۳)

۲۔مودۃ القربیٰ، مودۃ ۷

۳۔فیض القدیر ج۳،ص۴۷

۴۔مجمع الزوائد ج۹،ص۱۱۴

۵۔حیات الحیوان ج۱،ص۵۵ (ج۱،ص۷۹)

۶۔اسنی المطالب ص۱۴ (ص۷۰)

نصر نے توضیح الدین میں ان سے حکایت کی ہے۔

۷۲۔ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی معروف بہ حجر عسقلانی (وفات ۸۵۲) نے تہذیب التھذیب میں نقل کیا ہے۔(۱) اور لسان المیز ان میں کہتے ہیں کہ متدرک حاکم میں اُس حدیث کے بہت سے طرق بیان کئے گئے ہیں لہٰذا اسے جعلی کہنا قطعی صحیح نہیں۔(۲)

۷۳۔ شہاب الدین بن شمس الدین زاولی دولت آبادی (وفات ۸۴۹) نے ہدایۃ الشھداء میں نقل کیا ہے۔

۷۴۔ شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں نقل کیا ہے۔

۷۵۔ نور الدین علی بن محمد بن صباغ مالکی مکی (وفات ۸۵۵) نے فصول المھمہ میں؛(۳)

۷۶۔ بدر الدین محمود بن احمد موسیٰ حنفی عینی (وفات ۸۵۵) نے عمدۃ القاری میں؛(۴)

۷۷۔ شیخ عبد الرحمٰن بن محمد بن علی بسطامی حنفی (وفات ۸۵۸) نے اپنی کتاب دائرۃ المعارف الالھیہ میں ذکر کیا ہے۔(۵)

۷۸۔ شمس الدین محمد بن یحیٰی جیلانی لاہجی نور بخش نے مفتاح الاعجاز میں؛(۶)

۷۹۔ شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی مصری (وفات ۹۰۲) نے المقاصد الحسنہ میں نقل کرکے اسے حسن کہا ہے۔(۷)

۱۔ التھذیب التھذیب ج۷، ص۳۲۷ (ج۷، ص۲۹۶)۔

۲۔ لسان المیز ان (ج۲، ص۱۵۵، نمبر۲۰۳۴)؛ مستدرک علی الصحیحین، (ج۳، ص۱۳۷، حدیث ۴۶۳۷/ ۴۶۳۸، ص۱۳۸، حدیث ۴۶۳۹)۔

۳۔ الفصول المھمۃ، (ص۳۶)۔

۴۔ العمدۃ القاری ج۷، ص۶۳۱ (ج۱۶، ص۲۱۵)

۵۔ ینابیع المودۃ (باب ۶۷، ج۳، ص۵۲)

۶۔ مفاتیح الاعجاز (ص۱۰۱)

۷۔ مقاصد الحسنہ (ص۱۲۳/۱۲۴، حدیث ۱۸۹)

۸۰۔ حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین سیوطی (وفات ۹۱۱) نے جامع صغیر کے علاوہ چند کتابوں میں نقل کر کے اس کی صحت کا حکم لگایا ہے۔ (۱)

۸۱۔ سید نورالدین علی بن عبداللہ سمہودی شافعی (وفات ۹۱۱) نے جواہر العقدین میں نقل کیا ہے۔

۸۲۔ فضل بن روزبہان نے علامہ حلی کی کتاب نہج الحق کی رد میں لکھی گئی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور بغیر کسی رد و قدح کے اسے قبول کیا ہے۔ نیز کہا ہے کہ ترمذی کے حوالے سے حضرت علیؑ کے بارے میں دونوں حدیثیں ''اقضاکم علی ؛ انا مدینة العلم و علی بابها'' ثابت ہیں۔

۸۳۔ حافظ عزالدین عبدالعزیز معروف بہ ابن فہد ہاشمی مکی شافعی (وفات ۹۲۲) نے چند اشعار میں امیرالمومنینؑ کی مدح کی ہے اس میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ کیا ہے:

لیث الحروب المدرهُ الضرغامُ من   بحسامه جاب الدیاجی والظلم

صهرُ الرسول أخوه باب علومِه   أقضى الصاحبةِ ذوالشمائل والشِّيَمْ

۸۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی مصری شافعی (وفات ۹۲۳) نے مواہب اللدنیہ میں رسول اکرمؐ کے اسماء میں ''مدینة العلم'' کا بھی تذکرہ کیا ہے چنانچہ زرقانی نے اس کی شرح میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۸۵۔ مولا جلال الدین محمد بن اسعد دوانی (وفات ۹۲۸) نے رسالہ زوراء میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۸۶۔ قاضی کمال الدین حسین بن حسین میبذی (وفات ۹۳۲)؛ (۳)

۸۷۔ حاج عبدالوہاب بن محمد بخاری (وفات ۹۳۲) نے اپنی تفسیر انوری میں آیہ شریفہ ﴿قل

۱۔ جامع الصغیر ج۱، ص۲۱۴ (ج۱، ص۴۱۵، حدیث ۲۷۰۵)؛ کنز العمال (ج۱۳، ص۱۴۸، حدیث ۳۶۴۶۳/۳۶۴۶۴)؛ التھذیب الآثار، (ص۱۰۵، حدیث ۱۷۳، مسند علی)؛ مستدرک علی الصحیحین، (ج۳، ص۱۳۷، حدیث ۴۶۳۷)

۲۔ المواھب الدینیۃ ج۳، ص۱۴۲ (ج۲، ص۴۰)

۳۔ شرح دیوان امیرالمومنینؑ (ص۳)

لاأسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی ﴾ کے ذیل میں ابن مغازلی کے حوالے سے جابر سے نقل کیا ہے، انہوں نے اس کے ساتھ امیر المومنینؑ کے چند دوسرے فضائل و مناقب کو بیان کر کے کہا ہے: جان لو کہ حضرت علیؑ کے بارے میں رسول اسلامؐ کی یہ احادیث وارد ہوئی ہیں۔

۸۸۔ حافظ محمد بن یوسف شافعی (وفات ۹۴۲) نے سبل الھدی والارشاد فی سیرۃ خیر العباد میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ حق تو یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے جیسا کہ حافظ علائی اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے.....الخ۔ (۱)

۸۹۔ شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق کنانی (وفات ۹۶۳) نے ''تنزیہ الشریعۃ'' میں؛ (۲)

۹۰۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابن حجر ہیثمی (وفات ۹۷۴) نے ''الصواعق'' اور ''شرح ہمزیہ'' میں مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح کے ذیل میں نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے:

کم ابانت آیاته من علوم	عن حروف ابان عنها الهجاء
و وزیر ابن عمه فی المعالی	و من الاهل تسعد الوزراء
لم یزده کشف الغطاء یقینا	بل هو الشمس ما علیه غطاء (۳)

اور حاشیہ صواعق ''تطہیر الجنان'' میں نقل کر کے کہا ہے: یہ حدیث حسن بلکہ حاکم کے بقول صحیح ہے۔ (۴)

۹۱۔ علی بن حسام الدین معروف بہ متقی ہندی (وفات ۹۷۵) نے ''اکمال جمع الجوامع سیوطی'' میں؛ (۵)

۱۔ سبل الھدی والرشاد (ج ۱۱، ص ۲۹۲)

۲۔ تنزیہ الشریعۃ عن الاخبار الشنیعۃ (ج ۱، ص ۳۷۸، ۳۷۷، حدیث ۱۰۳)۔

۳۔ الصواعق المحرقۃ ص ۷۲ (ص ۱۲۲)؛ شرح الھمزیۃ (ص ۱۹۵/ ۲۴۶)؛

۴۔ تطہیر الجنان مطبوع بر حاشیہ صواعق محرقہ، ص ۷۴ (ص ۳۵)؛ الفتاوی الحدیثیہ، ص ۱۲۶، ۱۹۷ (ص ۱۷۲/ ۲۶۹)۔

۵۔ کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۶ (ج ۱۱، ص ۶۱۴، حدیث ۳۲۹۷۸/ ۳۲۹۷۹)۔

۹۲۔ شیخ ابراہیم بن عبداللہ وصابی یمنی نے ''الاکتفاء'' میں ابونعیم، حاکم اور خطیب کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کی سند میں پس وپیش کئے بغیر اس سے حضرت علیؑ کے علم کے متعلق احتجاج کیا ہے۔

۹۳۔ جمال الدین محمدی طاہر ہندی (وفات ۹۸۶) نے تذکرۃ الموضوعات میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، جو اسے جعلی کہے وہ پکا جھوٹا ہے۔(۱)

۹۴۔ میرزا مخدوم عباس بن معین الدین جرجانی (وفات ۹۸۸) نے نواقض الروافض کے فصل دوم میں نقل کیا ہے اور ترمذی کے حوالے سے امیر المومنینؑ کے دوسرے فضائل کو بھی بیان کیا ہے۔

۹۵۔ شیخ بن عبد اللہ عیدروس (وفات ۹۹۰) نے ''العقد النبوی والسر المصطفوی'' میں بزاز، طبرانی، حاکم عقیلی، ابن عدی اور ترمذی کے طریق سے نقل کیا ہے۔

۹۶۔ جمال الدین محدث عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی (وفات ۱۰۰۰) نے اپنی کتاب اربعین میں نقل کیا ہے۔(۲)

۹۷۔ ابوالعصمہ محمد معصوم بابا سمرقندی نے فصول الاربعہ کے فصل دوم میں اس حدیث کو نقل کیا ہے

۹۸۔ شیخ علی قاری ہروی حنفی (وفات ۱۰۱۴) نے اپنی کتاب المرقاۃ میں؛(۳)

۹۹۔ حافظ شیخ عبدالرؤوف بن تاج العارفین شافعی (وفات ۱۰۳۱) نے فیض القدیر اور تیسیر میں نقل کیا ہے۔

وہ فیض القدیر میں لکھتے ہیں: بے شک رسول خداؐ تمام علوم و معارف کے شہر ہیں اور ہر شہر میں دروازے سے داخل ہونے کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہوتی، اسی لئے انہوں نے فرمایا کہ علیؑ اس شہر کے دروازہ ہیں، اب ان کے راستہ کا انتخاب کر کے شہر میں داخل ہوا وہ کامیاب ہے اور جس نے اس راہ سے انحراف کیا وہ خطا کار ہے۔

۱۔ تذکرۃ الموضوعات (ص ۹۵)

۲۔ الاربعین فی فضائل امیر المومنینؑ (ص ۴۷، حدیث ۱۶)

۳۔ المرقاۃ فی شرح المشکاۃ (ج ۱۰، ص ۴۷۰، حدیث ۶۰۹۶)

کلاباذی نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے معاویہ سے مسئلہ پوچھا، معاویہ نے کہا: جاؤ علیؑ سے پوچھو ،وہ مجھ سے زیادہ عالم ہیں۔ اس نے کہا: میں آپ کا جواب جاننا چاہتا ہوں۔ معاویہ نے کہا: تجھ پر تف ہے،تو ایسے شخص کو ناپسند کرتا ہے جسے رسول خداؐ اس کے علم کی وجہ سے پسند فرماتے تھے۔

تمام صحابہ ان کے علم کا اعتراف کرتے تھے، عمر کو جب بھی مشکل پیش آتی وہ ان سے سوال کرتے تھے۔ ایک شخص نے عمر سے سوال کیا، عمر نے کہا: یہاں علیؑ موجود ہیں ان سے سوال کرو۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ سے سننا چاہتا ہوں۔ یہ سنتے ہی عمر نے کہا: دفعان ہو جا، میں تیری صورت نہیں دیکھنا چاہتا۔

متعدد طرق سے منقول ہے کہ عمر ہمیشہ کہتے تھے: میں ایسے لوگوں سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں جن میں علیؑ نہ ہوں، وہ مشکل مسئلوں میں حضرت علیؑ سے مشورہ کرتے تھے۔

حافظ عبدالملک بن سلیمان سے منقول ہے کہ عطا سے کہا گیا: کیا صحابہ میں علیؑ سے زیادہ کوئی عالم تھا؟ کہا: خدا کی قسم! نہیں۔ حرالی کا بیان ہے کہ تمام متقدمین و متاخرین جانتے ہیں کہ کتاب خدا کی تفہیم، حضرت علیؑ کے علم پر منحصر ہے، جو اس سے ناواقف ہو وہ گمراہ ہے۔(۱)

۱۰۰۔ مولی یعقوب لاہوری نے رسالۂ عقائد میں؛

۱۰۱۔ شیخ احمد بن فضل بن محمد باکثیر مکی شافعی (وفات ۱۰۴۷) نے ''وسیلۃ المآل فی عدّ مناقب الآل'' میں؛(۲)

۱۰۲۔ شیخ محمود بن محمد بن علی شیخانی قادری نے اپنی تالیف ''الصراط السوی فی مناقب آل النبی'' میں احمد و ترمذی سے نقل کر کے لکھا ہے کہ اسی لئے ابن عباس کہتے تھے: جو علم کا طالب ہے وہ دروازہ تک آئے اور وہ علی بن ابی طالب ہیں۔(۳)

۱۔ فیض القدیر شرح جامع الصغیر (ج۳ص۴۶)؛ التیسیر شرح الجامع الصغیر (ج۱،ص۳۷۷)

۲۔ وسیلۃ المآل فی عدّ مناقب الآل (ص۱۲۳، باب۴)

۳۔ فضائل علی (ص۱۳۸، ح۲۰۳)؛ سنن ترمذی (ج۵ص۵۹۶ح۳۷۲۳)

۱۰۳۔عبدالحق دہلوی (وفات ۱۰۵۲) نے ''اللمعات فی شرح المشکاۃ'' اور ''مدارج النبوۃ'' میں؛(۱)

۱۰۴۔سید محمد بن سید جلال بن بخاری نے ''تذکرۃ الابرار'' میں؛

۱۰۵۔اللہ دیا بن عبدالرحیم بن بینا حکیم چشتی عثمانی نے ''سرالاقطاب'' میں؛

۱۰۶۔عبدالرحمٰن بن عبدالرسول بن قاسم چشتی نے ''مرآۃ الاسرار'' میں؛

۱۰۷۔شیخ بن علی بن محمد جفری (وفات ۱۰۶۳) نے ''کنز البراھین'' میں؛

۱۰۸۔حافظ علی احمد عزیزی شافعی (وفات ۱۰۷۰) نے ''سراج المنیر فی شرح جامع الصغیر'' میں؛(۲)

۱۰۹۔ابوضیاء نورالدین علی بن علی شبراملسی قاہری شافعی (وفات ۱۰۸۲) نے حاشیہ المواجب اللدنیہ ''تیسر المطالب السنہ بکشف اسرار الموجب اللدنیہ'' میں؛

۱۱۰۔تاج الدین سنبھلی نے رسالہ اشغال نقشبندیہ میں؛

۱۱۱۔ابراہیم بن حسن کردی کورانی شافعی (وفات ۱۱۰۱) نے ''البراس لکشف الالتباس الواقع فی الاساس'' میں؛

۱۱۲۔شیخ اسماعیل بن سلیمان کردی بصری نے ''جلاء النظر فی شبہات ابن حجر'' میں نقل کر کے حدیث شریف کو مشتبہ قرار دینے والوں پر اس حدیث سے دلیل قائم کی ہے۔(۳)

۱۱۳۔شیخ محمد بن عبدالرسول برزنجی مدنی (وفات ۱۱۰۳) نے رسالہ الاشاعر فی اشراط الساعۃ میں؛

۱۱۴۔شیخ محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مالکی (وفات ۱۱۲۲) نے شرح مواھب میں؛(۴)

۱۱۵۔شیخ سالم بن عبداللہ بن سالم بصری شافعی نے رسالہ الامداد بمعرفۃ الاستاد میں؛

۱۔مدارج النبوۃ (ج۱،ص۱۵۳)

۲۔السراج المنیر ج۲،ص۶۳ (ج۲،ص۶۸)

۳۔الفتاوی الحدیثیہ (ص۲/۱۷۲/۲۶۹)

۴۔شرح مواہب ج۳،ص۱۴۳

۱۱۶۔ میرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی نے نزل الابرا میں؛(۱)

۱۱۷۔ شیخ محمد صدر العالم نے ''المعارج العلی فی مناقب المرتضیٰ'' میں؛

۱۱۸۔ شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم دہلوی (وفات ۱۱۷۶) نے قرۃ العین میں چند مقامات پر نقل کیا ہے۔(۲)

۱۱۹۔ شیخ محمد بن سالم مصری حنفی (وفات ۱۱۸۱) نے شرح جامع صغیر میں؛(۳)

۱۲۰۔ شیخ محمد بن محمد امین سندی نے ''دراسات اللبیب'' میں؛(۴)

۱۲۱۔ امیر محمد بن اسماعیل بن صلاح یمنی صنعانی (وفات ۱۱۸۲) نے الروضۃ الندیہ فی شرح التحفہ العلویۃ میں نقل کر کے حاکم، ابن جریر اور سیوطی کی پیروی کرتے ہوئے صحت حدیث کا حکم لگایا ہے۔(۵)

۱۲۲۔ شیخ سلیمان جمل نے ''الفتوحات الاحمدیہ بالمنح المحمدیہ'' میں؛

۱۲۳۔ مولی سید قمر الدین حسین اورنگ آبادی (وفات ۱۱۹۲) نے ''نور الکریمتین'' میں؛(۶)

۱۲۴۔ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر عجیلی شافعی؛ شاعر غدیر ہیں، تیرہویں صدی کے شعراء میں ان کا تذکرہ آئے گا۔ انہوں نے ''ذخیرۃ المال فی شرح عقد الاملاک'' میں حدیث شریف نقل کی ہے۔

۱۲۵۔ شیخ محمد بن علی صبان (وفات ۱۲۰۵) نے بزاز، طبرانی، حاکم، عقیلی، ابن عدی اور ترمذی کے حوالے سے اسعاف الراغبین میں؛(۷)

۱۲۶۔ شیخ مبین بن محب اللہ سہالوی (وفات ۱۲۲۵) نے امام علیؑ کے علم پر وسیلۃ النجاۃ میں احتجاج کیا ہے۔ پھر وہ لکھتے ہیں: حاکم کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے اور ابن حجر کے بقول: یہ حدیث حسن ہے۔(۸)

۱۔ نزل الابرار ص۲۷ (ص۷۵)

۲۔ قرۃ العینین (ص۲۳۵)؛ ازالۃ الخفا، (ج۲، ص۲۶۲)۔

۳۔ شرح جامع صغیر ج۲، ص۶۳؛ حاشیۃ الحفنی علی شرح الجامع الصغیر۔

۴۔ دراسات اللبیب (ص۵۰)

۵۔ الروضۃ الندیۃ فی شرح التحفۃ العلویۃ (ص۱۷۹)

۶۔ نور الکریمتین (ص۴۹)

۷۔ اسعاف الراغبین ص۱۵۶

۸۔ وسیلۃ النجاۃ (ص۱۳۶)

۱۲۷۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (وفات ۱۲۲۵) نے ''سیف المسلول'' میں چند مقامات پر نقل کیا ہے۔ پھر حاکم کی تصحیح کا تذکرہ کر کے جن لوگوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے ان کی تضعیف کی ہے اس کے بعد ابن حجر کے نظریہ حسن کو اختیار کیا ہے۔

۱۲۸۔ عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی؛ (۱)

۱۲۹۔ شیخ جواد ساباط بن ابراہیم ساباطی حنفی نے ''البراھین الساباطیہ'' میں؛

۱۳۰۔ عمر بن احمد خرپوتی حنفی نے ''قصیدہ الشہدہ فی شرح قصیدہ البردہ'' نے مندرجہ ذیل شعر کی شرح کے ذیل میں نقل کیا ہے:

فاق النبيين في خلق و في خلق　　　و لم يدانوه في علم و لا كرم

جان لیجئے کہ آیہ مبارکہ ﴿و علمک ما لم تکن تعلم﴾ (۲) اور حدیث ''انا مدینة العلم'' کے ذریعہ حضرت علیؑ کا علم ثابت ہے۔ (۳)

۱۳۱۔ قاضی محمد بن علی شوکانی صفانی (وفات ۱۲۵۰) نے ''الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ'' میں نقل کر کے اسے حسن کہا ہے۔ (۴)

۱۳۲۔ محمد رشید الدین خان دہلوی نے ''ایضاح المطافة المقال'' میں؛

۱۳۳۔ جمال الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالعلی قرشی معروف بہ میرزا حسن علی لکھنوی نے ''تفریح الاحباب بمناقب الآل والاصحاب'' میں اسے مناقب امیر المومنینؑ میں شمار کیا ہے۔

۱۳۴۔ نورالدین اسماعیل بن سلیمانی نے ''درالیتیم میں ابونعیم، حاکم اور خطیب حوالے سے نقل کیا ہے۔

۱۳۵۔ ولی اللہ بن حبیب اللہ بن محب اللہ بن ملا احمد عبدالحق سہاوی لکھنوی (وفات ۱۲۷۰) نے

۱۔ ملاحظہ ہو: عبقات الانوار ج۵ ص ۴۷۹؛ (تلخیص المیلانی ج۱۰ ص ۳۵۵)

۲۔ نساء/۱۱۳　　۳۔ عصیدة الشھدہ فی شرح قصیدہ البردہ (ص ۸۱)

۴۔ الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ (ص ۳۷۴، حدیث ۵۳)

''مرآۃ المومنین'' میں اس حدیث کو مناقب امیر المومنینؑ میں شمار کیا ہے۔(۱)

۱۳۶۔شہاب الدین سید محمود بن عبداللہ آلوسی بغدادی (وفات ۱۲۷۰) نے ''تفسیر روح المعانی'' میں حضرت علیؑ کو باب مدینۃ العلم کا نام دیا ہے۔(۲)

۱۳۷۔شیخ سلیمان بن ابراہیم حسینی بلخی قندوزی (وفات ۱۲۹۳) نے ینابیع المودۃ میں متعدد طرق سے نقل کیا ہے۔(۳)

۱۳۸۔شیخ سلامہ اللہ بدایونی؛

۱۳۹۔سید احمد زینی دحلان مکی شافعی (وفات ۱۳۰۴) نے فتوحات الاسلامیہ میں؛(۴)

۱۴۰۔مولوی حسن الزمان نے ''القول المحسن فی فخر الحسن'' میں؛(۵)

۱۴۱۔شیخ علی بن سلیمان مغربی مالکی شاذلی نے ''نفع قوت المغتذی علی صحیح ترمذی'' میں؛(۶)

۱۴۲۔شیخ عبدالغنی آفندی غنیمی نے سلیم محمد آفندی سے قرۃ الاعیان میں نقل کیا ہے۔

۱۴۳۔شیخ محمد حبیب اللہ بن عبداللہ یوسفی مدنی شنقیطی مصری نے ''کفایۃ المطالب لمناقب علی بن ابی طالب'' میں؛(۷)

توجہ:

جنۃ المجاهد میر حامد حسین موسوی لکھنوی (وفات ۱۳۰۶) کی وقیع کتاب ''عبقات الانوار'' کی پانچویں جلد میں متذکرہ حدیث کے راویوں کے بہت سے کلمات ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔مرآۃ المومنین (۶۷) ۲۔روح المعانی، ج ۲۷، ص ۳

۳۔ینابیع المودۃ، ص ۶۵، ص ۷۲، ص ۴۰۰، ص ۴۱۹، (باب ۱۴، ج ۱، ص ۶۴/۷۰/۷۱؛ باب ۶۷، ج ۳، ص ۵۲، باب ۶۹، ص ۶۷،)۔

۴۔الفتوحات الاسلامیہ ج ۲، ص ۵۱ (ج ۲، ص ۳۳۷)

۵۔القول المحسن فی فخر الحسن (ص ۶۵/۲۶)

۶۔نفع قوت المغتذی علی صحیح ترمذی (ص ۱۴۹) ۷۔کفایۃ المطالب لمناقب علی بن ابی طالب ص ۴۸

صحت حدیث پر ایک نظر

بہت سے علماء نے سند کے اعتبار سے صحت حدیث کی تصریح کی ہے، بعض نے صحت کو اختیار کیا ہے اور اکثر نے اسے حسن کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے نیز جن لوگوں نے اس پر طعن وطنز کے نشتر چلائے ہیں ان کے فاسد ہونے کی تصریح کی ہے اور اس کی تضعیف کرنے والوں کے قول کو باطل قرار دیا ہے، ان میں سرفہرست یہ ہیں:

۱۔ حافظ ابوزکریا یحیٰی بن معین بغدادی (متوفی ۲۳۳) نے صحت حدیث کی تصریح کی ہے چنانچہ خطیب ابوالحجاج فری اور ابن حجر وغیرہ نے تذکرہ کیا ہے۔(۱)

۲۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰) نے تہذیب الآثار میں صحیح تسلیم کیا ہے۔(۲)

۳۔ ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری (متوفی ۴۰۵) نے مستدرک میں صحت کا حوالہ دیا ہے۔(۳)

۴۔ حافظ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳)؛

۵۔ حافظ ابومحمد حسن سمرقندی (متوفی ۴۹۱) نے بحرالاسانید میں؛

۶۔ مجدالدین فیروزآبادی (متوفی ۸۱۵) نے نقد صحیح میں؛

۷۔ حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱) نے جمع الجوامع میں؛

۸۔ سید محمد بخاری نے تذکرۃ الابرار میں؛

۱۔ الصواعق المحرقۃ (ص۱۲۲)

۲۔ التہذیب الآثار (ص۱۰۴، حدیث ۱۷۳، مسند علی)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، (ج۳، ص۱۲۷، حدیث ۴۶۳۷/۴۶۳۸)

۹۔امیر محمد یمانی صنعانی (متوفی ۱۱۸۲) نے الروضۃ الندیہ میں؛

۱۰۔مولوی حسن زمان؛(۱)

۱۱۔ابوسالم محمد بن طلحہ قرشی (متوفی ۶۵۲)؛

۱۲۔ابوالمظفر یوسف قزاوغلی (متوفی ۶۵۴)؛

۱۳۔حافظ ابوعبداللہ گنجی (متوفی ۶۵۸)؛

۱۴۔حافظ صلاح الدین علائی (متوفی ۷۶۱)؛

۱۵۔شمس الدین محمد جزری (متوفی ۸۳۲)؛

۱۶۔شمس الدین محمد سخاوی (متوفی ۹۰۲)؛

۱۷۔فضل اللہ بن روزبہان شیرازی؛

۱۸۔متقی ہندی علی بن حسام الدین (متوفی ۹۷۵)؛

۱۹۔میرزا محمد بدخشانی؛

۲۰۔میرزا محمد صدر العالم؛

۲۱۔ثناء اللہ پانی پتی ہندی؛

لفظ حدیث کا تحلیلی جائزہ

عاصم سے اور انہوں نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: خداوند عالم نے مجھے اور علی کو ایک درخت سے خلق فرمایا، میں اس درخت کا اصل واساس اور علیؑ اس کی شاخ ہیں، حسنؑ اور حسینؑ اس کے پھل اور شیعہ اس کے پتے ہیں، کیا پاک سے پاک کے علاوہ کوئی دوسری چیز باہر آتی ہے۔ پھر فرمایا: **انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد المدینة فلیاتها من بابها** ''میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں پس جو شہر کا قصد رکھتا ہے اسے چاہئے کہ دروازے سے داخل ہو''۔

۱۔القول المستحسن فی فخر الحسن ص۲۶،۶۵

حضرت علیؑ سے مروی حذیفہ کے الفاظ ہیں:

''انا مدینة العلم وعلی بابها ولا توتی البیوت الا من ابوابها''۔

آنحضرتؐ کے دوسرے الفاظ ہیں:

انا مدینة العلم وانت بابها کذب من زعم انه یصل الیٰ المدینة الا من قبل الباب ''میں شہر علم ہوں اور تم اس کے دروازہ ہو جو یہ خیال کرتا ہے کہ دروازے کے علاوہ بھی شہر میں پہونچا جا سکتا ہے تو وہ جھوٹا ہے''۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

''انا مدینة العلم وانت بابها کذب من زعم انه یدخل المدینة بغیر الباب قال الله عزّ وجل: واتوا البیوت من ابوابها''۔

ابن عباس سے مروی ہے:

''انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیات بابه''.

سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا:

''یا علی انا مدینة العلم وانت بابها ولن تؤتی المدینة الا من قبل الباب''.

جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول خداؐ کو حضرت علیؑ کا دست مبارک پکڑ کر فرماتے سنا:

هذا امیر البرره وقاتل الفجره منصور من نصره مخذول من خذله،ثم مد بها صوته فقال: انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد البیت فلیات الباب ''یہ نیک خصلتوں کے رہبر و امام اور بدکاروں کے قاتل ہیں، ان کی نصرت کرنے والوں کی نصرت کی جاتی ہے اور ان کو چھوڑنے والا ذلیل و رسوا ہوا جاتا ہے۔ پھر آپ نے بلند آواز سے فرمایا: میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں پس جو شہر کا قصد رکھتا ہے اسے دروازے سے آنا چاہئے''۔

علمائے اعلام نے اپنی گرانقدر تالیفات میں دوسری احادیث بھی نقل کی ہیں جو اس حدیث کو

تقویت پہونچاتی ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ انا دار الحکمة وعلی بابها۔(۱)

۲۔ ''انا دار العلم وعلی بابها'' میں علم کا گھر اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں۔(۲)

۳۔ ''انا میزان العلم وعلی کفتاہ''۔(۳)

۴۔ ''انا میزان الحکمة وعلی لسانه''۔(۴)

۵۔ ''انا المدینة وانت الباب ولایوتی المدینة الامن بابها''۔(۵)

۶۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں: فهو باب ''مدینة'' علمی۔(۶)

۷۔ ''علی اخی منی وانا من علی فهو باب علمی ووصی''۔

۸۔ ''علی باب علمی ومبین لاُمّتی ما اُرسلت به من بعدی''۔(۷)

۹۔ ''انت باب علمی'' ۔ آنحضرت نے حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے جسے خرکوشی، ابونعیم، دیلمی، خوارزمی، ابو العلاء حمدانی، ابو حامد، ابوعبد اللہ گنجی اور سید شہاب الدین صاحب توضیح الدلائل اور قندوزی نے نقل کیا ہے۔

۱۰۔ ''یا ام سلمه! اشهدی واسمعی هذا امیر المومنین وسید المسلمین وعیبة علمی وباب الذی اوتی منه '' ''اے امّ سلمہ! سنو اور گواہی دو کہ یہ علیؑ مومنوں کا امیر، مسلمانوں کا سردار، میرا ظرف علم اور ایسا دروازہ ہے جس سے لوگ داخل ہوتے ہیں''۔

۱۔ سنن ترمذی، ج۲، ص۲۱۴، (ج۵، ص۵۹۶، حدیث۳۷۲۳)؛ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۶۴؛ مصابیح السنۃ، (ج۴، ص۱۷۴، حدیث۴۷۷۲)

۲۔ ذخائر العقبیٰ، ص۷۷، منقول از مصابیح السنۃ۔

۳۔ فردوس الاخبار، (ج۱، ص۴۳، حدیث۱۰۷)؛ کشف الخفاء، ج۱، ص۲۰۴، (حدیث ۶۱۸)

۴۔ میبذی کی شرح ''دیوان'' منسوب بہ حضرت علیؑ (ص۳)

۵۔ زین الفتی فی شرح سورۂ ھل اتی۔

۶۔ ینابیع المودۃ، ص۷۱، (باب۱۴، ج۱، ص۶۹)؛ مناقب ابن مغازلی، (ص۵۰، حدیث۷۳)؛ مناقب خوارزمی، (ص۱۲۹، حدیث۱۴۳)

۷۔ کنز العمال، ج۶، ص۱۵۶، (ج۱۱، ص۶۱۴، حدیث۳۲۹۸۱)، سیوطی کی القول الجلی فی فضائل حضرت علی حدیث ۳۸

مندرجہ ذیل لوگوں نے اس حدیث کا اخراج کیا ہے:

ابونعیم، خوارزمی نے مناقب میں، رافعی نے تدوین میں، گنجی شافعی نے مناقب میں، حموی نے فرائد السمطین میں، حسام الدین محلی نے، شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں اور شیخ محمد حنفی نے شرح جامع صغیر میں۔(۱)

شیخ محمد حنفی حاشیہ شرح عزیزی میں لکھتے ہیں: حدیث عیبۃ یعنی میرا ظرف علم ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے چونکہ وہ شہر علم ہے اس لئے تمام اصحاب مشکلات وصعوبات میں اس کے محتاج و نیاز مند ہیں۔

معاویہ نے بھی حضرت سے اپنی مشکلات کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب کے ذریعہ اس کی مشکل حل کی جسے دیکھ کر آپ کے چاہنے والوں نے کہا: آپ دشمنوں کو کیوں جواب دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہیں کہ وہ لوگ ہمارے محتاج و نیاز مند ہیں۔

حضرت عمر نے مشکلات کے وقت انہیں کی پناہ پکڑی اور کہا: خدا مجھے باقی نہ رکھے جب میں یہ محسوس کروں کہ لوگوں کے درمیان حضرت علیؑ موجود نہیں۔ یا خدا سے یہ دعا کی: علیؑ کے بعد میں زندہ نہ رہوں۔

اس کے بعد بعض قضاوتوں کو ذکر کیا جس میں حدیث عیبۃ بھی ہے کہ عمر نے ایک بدکار حاملہ عورت کے متعلق سنگسار کرنے کا حکم جاری کردیا (تفصیل آگے آئے گی) اس وقت عمر نے کہا: **''لولاک علی لھلک عمر''**۔(۲)

مناوی فیض القدیر میں لکھتے ہیں: **علی عیبة علمی**، علی میرا ظرف علم ہے یعنی میری روشن گوئی کا محل گمان، میرے اسرار ورموز کی جایگاہ اور میری اشیاء کا معدن ہے۔ عیبہ یعنی ایسا ظرف جس میں قیمتی چیزیں محفوظ کی جاتی ہیں۔(۳)

۱۔ مناقب خوارزمی، (ص۱۴۲، حدیث ۱۶۳)؛ التدوین فی اخبار قزوین (ج۱، ص۸۹)؛ کفایۃ الطالب (باب ۴۸ ص۱۹۸)؛ فرائد السمطین (باب ۲۹ ج۱ ص۱۵۰ حدیث ۱۱۳)؛ حاشیۃ الحفنی علی شرح الجامع الصغیر، (ج۲ ص۴۵۸)

۲۔ حاشیہ شرح العزیزی، ج۲، ص۴۱۷

۳۔ فیض القدیر، ج۴، ص۳۵۶

شرح قصیدۂ ہمزیہ میں ہے:

معاویہ حضرت علیؑ کے پاس خطوط بھیج کر ان سے مشکل مسائل کا حل دریافت کر لیتا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ کے ایک فرزند نے کہا: آپ اپنے دشمن کو جواب ارسال کر رہے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: کیا یہ کافی نہیں کہ دشمن ہمارا محتاج ہے اور ہم سے سوال پوچھ رہا ہے۔(۱)

۱۱۔''انا مدینة الفقه وعلی بابها'' میں فقہ و دانش کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں۔(۲)

۱۔شرح الهمزیة، (ص۱۹۲)

۲۔تذکرۃ الخواص، ص۲۹، (ص۴۸)؛ تنزیہ الشریعۃ، (ج۱، ص۳۷۷، حدیث۱۰۳)

اے کاش! اس نیرنگ زمانہ کو نہ دیکھتا

میں حیران ہوں، اس روشن فکر اور آزاد خیال انسان کے بارے میں کیا کہوں جو اپنے آپ کو دین اسلام کا ایک فقیہ کہتا ہے لیکن حضرت علیؑ کی وراثت علمی کے متعلق مروی صحیح الاسناد احادیث وروایات، جنہیں ہم نے یہاں اور کچھ تیسری جلد میں پیش کیا، سے چشم پوشی کرتے ہوئے امت وصحابہ بلکہ عہد حاضر تک کے تمام افراد میں امیر المومنین حضرت علیؑ سے بھی زیادہ عالم وفقیہ کی نشاندہی کرتا ہے۔

میں حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوں ایسے شخص کے بارے میں کیا کہوں جس نے شرم آگیں، بیہودہ اور بے بنیاد مطالب پر مشتمل ایک کتاب تالیف کر کے انجام سے بے خبر اس کا نام ''الوشیعہ'' رکھا ہے۔ وہ اس کے نقصانات سے بھی وحشت زدہ نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ شیعوں کی تردید پر اپنے ہم مسلکوں میں کہیں زیادہ خوش وخرم ہے۔

وہ احمق نہیں جانتا کہ اس جھوٹ اور ''وشیعہ'' نامی افترا پردازی کے ذریعہ ان کی نیک نامی اور تاریخی چہرے کو تاریک کرنے کا مرتکب ہو رہا ہے، اسے اس بات کا احساس نہیں کہ جستجو کا خوگر ذہین طالب علم اس کی دروغ گوئی اور تہمت طرازیوں کا پردہ فاش کر کے رسوا کر سکتا ہے۔

وہ کہتا ہے:

''عمر اپنے دور میں بطور مطلق تمام اصحاب میں اعلم اور فقیہ تھے، وہ قرآن وحدیث کے سلسلے میں تمام فقہاء میں معرفت کے اعلی مرتبہ پر فائز تھے، پوری زندگی کتاب وسنت پر عمل پیرا رہے، وہ سنت کی معرفت رکھتے تھے اور معانی قرآن کو پوری طرح سمجھتے تھے''۔

متذکرہ جملے یادہ گوئی کے مجموعہ ''الخلافۃ الراشدہ'' سے تحریر کئے گئے ہیں، درحقیقت ہم عمر بن خطاب کے فقہ وعلم کے منکر نہیں ہیں اس لئے کہ جس مسلمان نے رسول کا نورانی عہد درک کیا ہے، ان کے ہمراہ زندگی گذاری ہے اور اگر وہ بازار میں دلالی و چمچہ گیری کی وجہ سے مصروف ومشغول نہیں رہا ہے تو وہ یقیناً عالم وفقیہ ہوگا۔ ہمارا مطمع نظر تو صرف یہ ہے کہ ہم اس شخص کی بکواس کا کچا چھٹا پیش کریں اور کتب تاریخ کے متون سے حقیقت حال کا پردہ فاش کریں۔ اس شخص نے جن باتوں سے صرف نظر کیا ہے اس کی طرف تاریخ صحیح ہمیں متوجہ کرتی ہے چنانچہ تاریخ کے جھروکوں سے خود خلیفۂ محترم کی بات ہماری سماعت سے ٹکراتی ہے: **کُلّ الناس افقه من عمر حتی ربات الحجال** ''یعنی تمام انسان عمر سے زیادہ عالم وعقلمند ہیں یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین بھی''۔

لہٰذا ہم محقق کی خدمت میں ایسے آثار وکارنامے پیش کررہے ہیں جن سے راہ صواب کی معرفت کے بعد حقیقت حال سے پردہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

علم عمر کے نایاب کارنامے

۱۔ فاقد آب کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

مسلم نے اپنی صحیح میں عبد الرحمٰن بن ابزی سے چار طرق سے نقل کیا ہے: ایک شخص نے عمر کے پاس آکر کہا: میں مجنب ہوں اور پانی بھی دستیاب نہیں ہے۔ عمر نے کہا: نماز نہ پڑھو۔

یہ سن کر عمار نے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ کو یاد ہے کہ ایک جنگ میں ہم اور آپ دونوں شریک تھے؛ ہم دونوں مجنب ہوئے اور پانی بھی دستیاب نہیں تھا تو آپ نے نماز ادا نہیں کی لیکن میں نے خاک مل کر نماز پڑھی۔

اس کے بعد رسول خداؐ کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہارے لئے یہی کافی ہے البتہ دونوں کف دست کو زمین پر مارو پھر پھونک مار کر اپنے چہرے اور دونوں ہاتھ کا مسح کرو۔

عمر نے کہا: اے عمار! خدا سے خوف کرو۔ عمار نے کہا: اگر چاہو تو میں دوسروں سے بیان نہ کروں۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں: عمار نے کہا: اے امیر المومنین! چونکہ خداوند عالم نے میری گردن پر آپ کا حق رکھا ہے اس لئے اگر آپ چاہیں تو میں کسی سے بیان نہ کروں۔ چنانچہ عمار نے کسی سے بیان نہ کیا۔(۱)

۱۔ صحیح مسلم (کتاب الحیض، ج۱، ص۳۵۵، حدیث۱۱۲)؛ سنن ابی داؤد، ج۱، ص۵۳، (ج۱، ص۸۸، حدیث۳۲۲)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۲۰۰، (ج۱، ص۱۸۸، حدیث۵۶۹)؛ مسند احمد، ج۴، ص۲۶۵، (ج۵، ص۳۲۹، حدیث۱۷۸۶)؛ سنن بیہقی، ج۱، ص۲۰۹، (ج۱، ص۱۳۲، حدیث۳۰۲/۳۰۵)

دوسری صورت: ہم عمر کے پاس تھے، ایک شخص نے ان سے کہا: اے امیر المومنین! ہمیں تقریبا ایک مہینہ سے پانی دستیاب نہیں ہے۔

عمر نے کہا: جب تک پانی نہ ملے نماز نہ پڑھو۔

یہ سن عمار نے کہا: اے مسلمانوں کے رہبر! آپ کو یاد ہے ہم ایک جگہ اونٹ چرا رہے تھے، اس وقت ہم مجنب تھے؟ عمر نے کہا: ہاں، مجھے یاد ہے۔ عمار نے کہا: میں نے خود کو خاک آلود کرلیا (یعنی تیمم کے ذریعہ نماز پڑھ لی)۔

جب رسول خداؐ کی خدمت پہونچے تو ہم نے سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا: وہ پاک مٹی تمہارے لئے کافی ہے، پھر دست مبارک کو خاک پر مارا اور پھونک مار کر دونوں ہاتھ کی ہتھیلی سے پیشانی اور ہاتھ کے بعض حصوں کا مسح فرمایا۔

عمر نے کہا: اے عمار! خدا سے ڈرو۔

عمار نے کہا: اے امیر المومنین! آپ چاہتے ہیں کہ میں جب تک زندہ رہوں کسی سے بیان نہ کروں۔

عمر نے کہا: خدا کی قسم! میں ایسا ہی چاہتا ہوں، اگر تم نے کسی سے بیان کیا تب تم سے پوچھوں گا۔ (۱)

تحریف اور دروغ سازی

بخاری نے اس روایت کو اپنی صحیح میں اس طرح نقل کیا ہے: کیا اپنی دونوں ہتھیلیوں پر پھونک ماری۔ بعد کے ابواب میں خلیفہ نوازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس میں تحریف کردیا، اسی لئے انہوں نے عمار کے جواب **"لا تصل"** یا **"امّا انا فلم اکن لا صلّی"** کو قطعی حذف کردیا۔ (۲)

۱۔ مسند احمد، ج۴، ص۳۱۹، (ج۵، ص۴۱۷، حدیث ۱۸۴۰۳)؛ سنن ابی داؤد، ج۱، ص۵۳، (ج۱، ص۸۸، حدیث ۳۲۲)؛ سنن نسائی، ج۱، ص۶۰، (ج۱، ص۱۳۳، حدیث ۳۰)

۲۔ صحیح بخاری، ج۱، ص۴۵، (ج۱، ص۱۲۹، حدیث ۳۳۱)

وہ اس بات سے غافل رہ گئے کہ اس حذف و اضافہ کی صورت میں جناب عمار کی بات بالکل بے ربط رہ جائے گی۔

بیہقی نے اسی تحریف شدہ روایت کو ذکر کیا ہے۔(۱) نسائی نے بھی اسے نقل کیا ہے لیکن عمر کے جواب کی جگہ لکھ مارا: وہ نہیں جانتے تھے کہ کیا کہیں۔(۲)

بغوی نے اسے نقل کرتے ہوئے اخبار صحیحہ میں شمار کیا ہے لیکن اوائل حدیث کو حذف کر دیا اور صرف رسول خداؐ کی خدمت میں عمار کے آنے کی بات بیان کی ہے۔(۳)

ذہبی کا نظریہ ہے کہ اس روایت میں تحریف کی گئی ہے۔ اس کے فوراً ہی بعد کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ان سے کہا: یہ کیسے صحیح ہے کہ عمار اس طرح کی باتیں کریں، جس کی وجہ سے ان پر علم کا چھپانا جائز ہو جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ کتمان علم سے مربوط نہیں ہے، کیوں کہ انہوں نے اس کی روایت کی، آپس میں ربط دیا اور خدا کا شکر کہ امیر المومنین کی مجلس میں نقل کر دیا۔ بے شک حضرت عمر نے ان کے علم کی وجہ سے ان پر مہربانی کا مظاہرہ کیا، اسی لئے انہوں نے خوف خطا کی وجہ سے زیادہ حدیث گوئی سے منع کیا تھا تاکہ کہیں لوگ حدیث و سنت میں مشغول ہو کر قرآن کو فراموش نہ کر جائیں۔(۴)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اس مقام پر بہت سے لچر اور بیہودہ باتیں پائی جاتی ہیں جسے سادہ لوح افراد کو صحیح تاریخ سے منحرف کرنے کے لئے پیش کیا گیا ہے۔ اے کاش! میں جان پاتا کہ کس چیز نے قول عمر "لا تصلّ" یا "امّا انا فلم اکن لا صلّی" سے ان لوگوں کو غافل کر دیا ہے، یہ جملے حضرت عمر نے اس وقت ادا کئے جب وہ مسلمانوں کے رہبر اور پیشوا تھے اور مسئلہ بھی بہت آسان اور لوگوں کے درمیان رائج تھا؟؟

۱۔ سنن بیہقی، ج۱، ص۲۰۹، (نقل از مسلم و بخاری)

۲۔ سنن نسائی، ج۱، ص۶۰، (ج۱، ص۱۳۴، حدیث ۳۰۴)

۳۔ مصابیح بغوی، ج۱، ص۲۶، (ج۱، ص۲۳۹، حدیث ۳۶۶)

۴۔ تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۱۵۲ (ج۳، ص۹۵۱، نمبر ۸۹۷)

کس چیز نے انہیں عمار سے کی گئی بات ''اتق اللہ یا عمّار '' اور اسلام میں دو طہور پانی اور مٹی کے ہوتے ہوئے شبخون میں نماز کی ادائیگی سے غافل کر دیا؟ وہ لوگ حضرت عمر کی آیۂ تیمم (۱) اور کلمۂ قرآن ناواقفیت کے غافل رکھا؟ انہوں نے رسول خداؐ کی تعلیم سے عمر کی نادانی کو کیسے نظر انداز کر دیا؟ کس چیز نے انھیں اس عظیم بدبختی سے غافل کر دیا کہ وہ جناب عمار اور ان کی باتوں میں پھنس کر رہ گئے۔

ہاں! یہ صحیح ہے کہ محبت انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

''من کان فی ھٰذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ واض سبیلا'' جو اس دنیا میں نابینا ہے اور کور باطنی کا شکار ہے، وہ آخرت میں بھی نابینا اور گمراہ محشور ہوگا۔ (۲)

عینی اور ابن حجر سے روایت میں موجود عمر کے دو جملے (لا تصل؛ امّا انا فلم اکن لا صلّی) کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، اسی لئے ان دونوں نے اسے عمر کا فتویٰ اور نظریہ قرار دیا ہے۔ (۳)

عینی کہتے ہیں: اس روایت کے مطابق عمر جنب شخص پر تیمم کو ضروری نہیں سمجھتے تھے چنانچہ عمار کا قول اس بات پر دلالت کرتا ہے: ''آپ نے نماز نہیں پڑھی''۔

وہ کہتے ہیں: ''عمر کی دانست میں آیۂ تیمم حدث اصغر سے مخصوص ہے اسی لئے ان کے ذاتی اجتہاد نے حالت جنابت میں تیمم نہ کرنے پر مجبور کیا''۔

ابن حجر کا بیان ہے: یہ عمر کا مشہور و معروف فتویٰ ہے۔

متذکرہ روایت اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے کہ رسول خداؐ کے زمانے میں بھی خلیفہ کا اجتہاد جاری و ساری تھا، جو کائنات کی ساعت تک پہونچنے والی عجیب ترین چیز ہے۔

خداوند عالم نے کس طرح دین کی تکمیل فرمائی حالانکہ تیمم کا مسئلہ رائج الوقت ہونے کے باوجود زمانۂ رسالت میں لوگ اس سے ناواقف تھے؟

۱۔ (آیۂ تیمم) اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا۔ (سورۂ نساء آیت ۴۳)

۲۔ اسراء / ۷۲

۳۔ عمدۃ القاری، ج ۲، ص ۱۷۲، (ج ۴، ص ۱۸/ ۱۹)؛ فتح الباری ابن حجر، ج ۱، ص ۳۵۲، (ج ۱، ص ۴۴۳)

کیا خلیفہ کے لئے اس بات کا امکان ہے کہ وہ مسئلہ سے جاہل رہے یا اس سلسلے میں اپنے ذاتی اجتہاد کا مظاہرہ کرے؛ انہوں نے امت مسلمہ پر باب اجتہاد کیسے وا کر دیا حالانکہ ان کے درمیان رسول خداؐ موجود تھے؟

جب یہ دونوں (عمار اور خلیفہ) مجنب ہوئے تو عمار نے انہیں مطلع نہیں کیا اور ر رسول خداؐ نے رہنمائی کرتے ہوئے ان کو تیمم کی تعلیم عطا فرمائی ؟ کیا رسول خداؐ اس سے واقف نہیں تھے کہ حضرت عمر جب بھی مجنب ہوئے اور پانی دستیاب نہیں ہوا تو انہوں نے اہم ترین اور کامل ترین واجب عمل ''نماز'' کی ادائیگی نہیں کی ؟ اور کیا انہوں نے شریعت مقدس کے واجب فریضہ کی اطلاع دی ؟

کیا حضرت عمر نے اس کے بعد رسول خداؐ سے ان لوگوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جنہوں نے ان کے نظریہ کی مخالفت کی تھی، جیسے امیر المومنین ، ابن عباس ، ابوموسی اشعری اور عبداللہ بن مسعود کے علاوہ دوسرے بہت سے صحابہ؟

کیا فاقد آب شخص کے لئے تیمم کے قائل یہ متذکرہ افراد کا عمل مسلمہ سنت کی پیروی میں تھا یا پھر ذاتی اجتہاد؟ جس دن عمار نے خلیفۂ محترم کو سنت رسولؐ سے باخبر کیا تو کیا ان کو عمار پر اعتماد نہیں تھا اور کیا ابن مسعود نے نہیں دیکھا کہ عمر عمار کی بات سے پوری طرح مطمئن تھے؟ (۱)

کیا خلیفہ وہ روایت فراموش کر گئے جسے بخاری نے عمران بن حصین سے نقل کیا ہے: رسول خداؐ نے لوگوں کی جماعت سے الگ گوشۂ تنہائی میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جو نماز نہیں پڑھ رہا تھا، آپ نے فرمایا: لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھتا؟

اس نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! میں مجنب ہوں اور پانی بھی دستیاب نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

۱۔ صحیح بخاری، (ج۱، ص۱۳۲، حدیث ۳۳۸)؛ صحیح مسلم، (ج۱، ص۳۵۴، حدیث ۱۱۰، کتاب الحیض)؛ سنن بیہقی، ج۱، ص۲۲۶؛ تیسیر الوصول ج۳، ص۹۷، (ج۳، ص۱۱۴، حدیث ۶)

تم مٹی استعمال کرو تمہارے لئے یہی کافی ہے۔(۱)

کیا خلیفۂ محترم وہ روایت بھول گئے جسے سعید بن میسّب نے ابو ہریرہ سے نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں: ایک شخص نے رسول خداؐ کی خدمت میں آ کر کہا: ہم ایک صحرا میں تھے، ہمارے درمیان حائض، نفساء اور مجنب عورتیں تھیں، پانی نہ ہونے کی وجہ سے تقریباً چار ماہ ایسے ہی رہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہارے لئے مٹی کافی ہے (یعنی تم لوگ تیمم کے ذریعہ واجبات کی ادائیگی کر سکتے ہو)۔

ایک دوسری روایت میں ہے: رسول خداؐ کی خدمت میں کچھ عربی آئے اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! ہم صحرا میں زندگی بسر کرتے ہیں، تقریبا تین چار مہینے سے پانی دستیاب نہیں ہے، ہمارے درمیان حائض، نفساء اور مجنب عورتیں بھی موجود ہیں، ہم اپنے فرائض کیسے بجالائیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہارے لئے زمین (تیمم) کافی ہے۔

اعمش کے الفاظ ہیں: کچھ عرب رسول خداؐ کی خدمت میں آ کر کہنے لگے: یا رسول اللہؐ! ہم صحرا میں رہتے ہیں، تقریباً دو تین مہینے سے پانی دستیاب نہیں ہے، حالانکہ ہمارے ساتھ کچھ حائض اور نفساء عورتیں بھی ہیں، ہم اپنے فرائض کیسے بجالائیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہارے لئے خاک کی طہارت کافی ہے۔(۲)

کیا ان کے گوشۂ ذہن میں رسول خداؐ کی وہ روایت نہیں تھی جسے جناب ابوذر نے نقل کیا ہے:

میں اپنے عیال کے ساتھ تھا اور پانی سے بہت دور تھا، اسی دوران میں مجنب ہو گیا اور طہارت کے بغیر نماز پڑھ لی، تقریبا ظہر کے وقت رسول خداؐ کی خدمت میں پہونچا، آپ کچھ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

۱۔ صحیح بخاری، ج۱، ص۱۲۹، (ج۱، ص۱۳۴، حدیث۳۴۱)؛ صحیح مسلم، (ج۲، ص۱۳۱، حدیث۳۱۲، کتاب المساجد)؛ مسند احمد، ج۴، ص۴۳۴، (ج۵، ص۶۰۰، حدیث۱۹۳۹۷)؛ سنن نسائی، ج۱، ص۱۷۱، (ج۲، ص۱۳۶، حدیث۳۱)؛ سنن بیہقی، ج۱، ص۲۱۹؛ تیسیر الوصول ج۳، ص۹۸، (ج۳، ص۱۱۵، حدیث۱۱)

۲۔ سنن بیہقی، ج۱، ص۲۱۶/۲۱۷

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں تباہ و برباد ہوگیا۔ آنحضرت نے پوچھا: کیا ہوا؟ میں نے سارا ماجرا بیان کرتے ہوئے کہا: میں نے طہارت کے بغیر نماز پڑھ لی۔

رسول خداؐ نے حکم دیا کہ میرے لئے پانی کی سبیل کی جائے، ایک سیاہ کنیز ایک ظرف میں پانی لے کر آئی، میں نے شتر کی آڑ میں جا کر غسل کیا اور واپس خدمت رسول میں پہونچا۔ آنحضرت نے فرمایا: اے ابوذر! پاک مٹی، طاہر اور پاک کرنے والی ہے، چاہے دس سال تک پانی سے محروم رہو۔ اس کے بعد جب بھی پانی دستیاب ہو اسے اپنے بدن پر ڈال لو۔ (۱)

کیا وہ اسقع کی روایت سے بھی ناواقف تھے، جس میں اسقع کا بیان ہے: میں رسول خداؐ کے لئے بار برداری کا کام انجام دیتا تھا، اسی دوران مجنب ہوگیا، آنحضرت نے فرمایا: اے اسقع! میرا اسامان لے جاؤ۔ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں مجنب ہوں اور پانی کی کوئی سبیل بھی نہیں ہے، میں کیا کروں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے اسقع! میرے ساتھ آؤ میں تمہیں تیمم کی اسی طرح تعلیم دوں جس طرح جبرئیل نے مجھے تعلیم دی ہے، اس کے بعد آنحضرتؐ نے مجھے تیمم کا طریقہ سکھایا۔ (۲)

ان تمام باتوں سے قبل خود قرآن میں تیمم کے سلسلے میں دو آیتیں موجود ہیں:

۱۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَاتَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَاجُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ ''ایمان والو! خبردار نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تک کہ ہوش نہ آجائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور جنابت کی حالت میں بھی مگر یہ کہ راستہ سے گزر رہے ہو جب تک غسل نہ کرلو اور اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں

۱۔ سنن بیہقی، ج۱، ص ۲۱۷، ۲۲۰

۲۔ تاریخ خطیب بغدادی، ج۸، ص ۲۷۷، (نمبر ۴۳۷۷)

ہو اور کسی کے پیخانہ نکل آئے یا عورتوں سے باہمی جنسی ربط قائم ہو جائے اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو اس طرح کہ اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو بیشک خدا بہت معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے''۔(۱)

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: یہ آیت مسافر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو پانی کی عدم موجودگی میں تیمم کرتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے اور جب پانی مل جاتا ہے تو غسل کرلیتا ہے۔(۲)

۲۔﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُئُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ﴾''ایمان والو! جب بھی نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اپنے چہروں کو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو دھو اور اپنے سر اور گٹے تک پیروں کا مسح کرو اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرو اور اگر مریض ہو یا سفر کے عالم میں ہو یا پیخانہ وغیرہ نکل آیا ہے یا عورتوں کو باہم لمس کیا ہے اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو اس طرح کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرلو''۔(۳)

مذکورہ بالا سورۂ نساء کی آیت میں ملامسہ سے مراد ''آمیزش'' ہے، چنانچہ امیر المومنینؑ، ابن عباس اور اشعری سے یہی منقول ہے اور اس مسئلے میں حسن بصری، عبیدہ، شعبی اور دوسرے افراد نے ان کی پیروی کی ہے، یہ ان تمام افراد کا نظریہ ہے جنہوں نے عورت سے مباشرت میں وضو کی ممانعت کی ہے جیسے ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد، زفر، ثوری اور اوزاعی وغیرہ۔

اس کی علت یہ ہے کہ خداوند عالم نے حکم جنابت کو پانی کی موجودگی پر مقدم رکھا ہے یعنی پہلے

۱۔ سورہ نساء/۴۳

۲۔ سنن بیہقی، ج۱، ص۱۱۶

۳۔ سورہ مائدہ/۹

فرمایا: ﴿حَتىٰ تَغسِلُوا﴾ "یہاں تک کہ جب تم غسل کرو"۔ پھر فرمایا: ﴿فَاطَّهَّرُوا﴾ "پس طہارت کرو"۔ اس کے بعد پانی کے عدم استعمال کی صورتیں مثلاً بیماری، مسافرت یا پانی کی عدم موجودگی وغیرہ کو بیان کرنا شروع کیا۔ یہاں اپنے قول ﴿أوْ جَاءَ أحَدٌ مِنكُمْ مِنَ الْغَائِطِ﴾ کے ذریعہ حدث اصغر کے ذکر سے گریز فرمایا ہے۔

پھر حکم جنابت کو ﴿أوْ لامَسْتُمُ النِّسَاءَ﴾ کے ذریعہ بیان فرمایا۔ اگر جماع کے علاوہ کوئی دوسری چیز مقصود ہوتی تو اسے اپنے ماقبل سے علحدہ طور پر بیان کیا جاتا۔

جماع کو لمس سے تعبیر کیا گیا ہے جو ملامسہ اور آمیزش کا ہم ردیف ہے۔(۱) جس سے ہمیشہ جماع کا ارادہ کیا جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی دوسری آیتیں اس بات پر دلالت کر رہی ہیں:

۱۔ ﴿لاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ إنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ﴾ "اگر تم نے اپنی بیبیوں کو ہاتھ تک نہ لگایا ہو اور اس سے قبل ہی تم نے ان کو طلاق دے دیا ہو تو تم پر کچھ (مزا) ہی نہیں"۔(۲)

۲۔ ﴿وَإنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أنْ تَمَسُّوهُنَّ﴾ "اگر تم نے لمس (آمیزش) سے قبل طلاق دے دیا"۔(۳)

۳۔ ﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أنْ تَمَسُّوهُنَّ﴾ "پھر جماع وآمیزش سے قبل تم نے ان کو طلاق دے دیا"۔(۴)

اہلسنت کے بعض فقہاء نے اس سلسلے میں بہت کچھ کہا ہے جو حقیقت حال سے پردہ اٹھاتے ہیں، ہم ان میں سے صرف ابی بکر جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) کے قول پر اکتفا کر رہے ہیں، وہ کہتے ہیں:

۱۔لسان العرب، (ج ۱۲، ص ۳۲۶)؛ تاج العروس، (ج ۴، ص ۲۴۸)

۲۔سورہ بقرہ/۲۳۶

۳۔سورہ بقرہ/۲۳۷

۴۔سورہ احزاب/۴۸

''آیۂ مبارکہ ﴿أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا﴾ میں موجود ''ملامسہ'' کے سلسلے میں متقدمین نے بہت زیادہ اختلاف کیا ہے، جیسے ابن عباس، ابوموسیٰ اشعری، حسن، عبیدہ اور شعبی کہتے ہیں: یہ جماع وآمیزش کا کنایہ ہے، ان کی نظر میں اپنی عورت کو لمس کرنے والے شخص پر وضو واجب نہیں ہے۔

لیکن عمر اور عبداللہ ابن مسعود کا بیان ہے کہ اس سے مراد ہاتھوں کا لمس ہے ان کی نظر میں عورت کو چھونے والے پر وضو واجب نہیں ہے اور نہ مجب پر تیمم۔

لہٰذا جن صحابہ نے مخصوص جماع وآمیزش کی تاویل کی ہے انہوں نے اس آمیزش پر وجوب وضو کا فتویٰ نہیں دیا ہے اور جن لوگوں نے اسے ہاتھ سے لمس پر حمل کیا ہے انہوں نے عورت کو چھونے پر وضو کو واجب قرار دیتے ہوئے مجب پر حرمت تیمم کا فتویٰ دیا ہے۔(۱)

پھر ثابت کیا ہے کہ عورت کو چھونے پر وضو واجب نہیں، چاہے از روی شہوت ہو یا غیر شہوت۔

اس کے بعد کہتے ہیں: یہاں لمس سے جماع اور مخصوص آمیزش کا احتمال ہوتا ہے، چنانچہ حضرت علی، ابن عباس اور ابوموسیٰ اشعری وغیرہ نے یہی تاویل کی ہے اور ہاتھ سے لمس کا بھی احتمال ہوتا ہے چنانچہ عمر اور عبداللہ ابن مسعود سے یہی مروی ہے۔

اسی لئے رسول خداؐ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بعض بیبیوں کو بوسہ دیا پھر بغیر وضو کے نماز پڑھی۔ یہ روایت خدائے متعال کے مقصود کو واضح کرتی ہے۔

دوسری صورت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس (ملامسہ) سے مراد ''جماع وآمیزش'' ہے، اس لئے کہ لمس درحقیقت ہاتھ سے متحقق ہوتا ہے، چونکہ اس کی اضافت دوسری چیز کی طرف دی گئی ہے اس لئے ملامسہ سے جماع اور آمیزش ہی لازم آتا ہے، جیسے راستہ چلنے میں ''وطئ'' (پائمال) پیروں کے ذریعہ متحقق ہوتا ہے چونکہ اس کی اضافت عورت کی طرف دی گئی ہے اس لئے غیر از جماع مراد لینا غیر معقول ہے۔

۱۔ احکام القرآن، ج۲، ص۴۵۰/۴۵۶، (ج۲، ص۳۶۹)

اس کے علاوہ رسول خداؐ نے اخبار صحیحہ میں حکم فرمایا ہے کہ جنب کو تیمم بجالانا چاہیے اور جب رسول خداؐ سے کوئی حکم صادر ہو اور آیت کے الفاظ بھی اس پر دلالت کریں تو وہ فعل واجب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ رسول خداؐ نے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور آیۂ مبارکہ ﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا ﴾ (۱) بھی اسی حکم پر دلالت کرتی ہے تو ایسی صورت میں یہ فعل حکیمانہ اور معقول قرار پائے گا۔

اسی طرح تمام احکام اور قوانین کو رسول خداؐ نے کتاب خدا سے اخراج فرمایا ہے۔

اور ''لامستم'' سے مراد جماع ہے، صرف ہاتھ سے چھونا مراد نہیں ہے، اس بات پر خداوند عالم کا ارشاد بھی دلالت کر رہا ہے: ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ.. وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾ اور اسے آیۂ مبارکہ ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ.. ﴾ پر عطف کیا اور پھر فرمایا: ﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ﴾ یعنی خداوند عالم نے حدث کے حکم کی، پانی کی عدم موجودگی کی صورت میں تکرار فرمائی ہے۔

اس طرح ﴿أَوْ لامَسْتُمُ النِّسَاءَ ﴾ کو جنابت پر حمل کرنا واجب ہو جاتا ہے تاکہ آیۂ کریمہ پانی کی موجودگی اور عدم موجودگی دونوں حالتوں کی بیان گر ہو۔

اگر ہاتھ سے لمس کرنا مقصود ہوتا تو ذکر تیمم حدث کی حالت پر منحصر ہوتا نہ جنابت پر، تو پانی نہ ہونے کی صورت میں جنابت کے لئے مفید نہ ہوتا جب کہ آیۂ شریفہ کو ایک فائدے کے بجائے دو فائدوں پر حمل کرنا زیادہ بہتر ہے اور چونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس سے جماع مراد ہے، اس لئے ہاتھ سے لمس کرنے کی بات منتفی ہو جاتی ہے۔

اس مقام پر اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اگر اسے ہاتھ سے لمس پر حمل کیا جائے تو وہ لمس حدث کا بھی فائدہ پہونچائے گا اور اگر صرف جماع پر حمل کیا جائے گا تو دوسرا فائدہ مفقود ہو جائے گا، لہٰذا دو فائدوں کے اعتبار سے آپ کے قضیہ پر لازم یہ آتا ہے کہ اسے دونوں پر حمل کیا جائے تو اس سے لمس حدث،

۱۔ سورہ مائدہ/۴۲

مجنب کے لئے جواز تیمم کا فائدہ دے گا۔

اگر دونوں پر حمل کرنا جائز نہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ متقدمین اتفاق رکھتے ہیں دونوں امر مراد نہیں ہے اور ایک ہی لفظ کا حقیقت ومجاز اور کنایہ وصریح ہونا ممنوع ہے، اسی طرح ہم ایک جدید فائدہ کے اثبات میں آپ کے مساوی وہم پلّہ ہو گئے وہ یہ کہ ہاتھ سے لمس کو حقیقت لفظ پر محمول کریں تو مجنب کے لئے تیمم بہتر نہیں محسوس نہیں ہوتا؟؟

جواب: خدا کا ارشاد: ﴿إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاَةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ..﴾ پانی کی موجودگی کی صورت میں تمام حدث کے حکم کا افادہ پہونچاتا ہے اور ساتھ ہی جنابت کی بھی تصریح ہوتی ہے۔ خداوندعالم کے ارشاد ﴿أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنكُمْ مِنَ الْغَائِطِ..﴾ اور ﴿أَوْ لاَمَسْتُمُ النِّسَاءَ﴾ میں بہتر یہ ہے کہ پانی کی موجودگی میں حدث اور جنابت دونوں پر حمل کیا جائے جیسا کہ ابتدائے آیت میں پانی کی موجودگی کی صورت میں دونوں کے حکم کو ثابت کیا گیا ہے اور آیت میں تمام نجاستوں کا تفصیلی بیان نہیں ہے وہ فقط حکم جنابت کو بیان کر رہی ہے، حالانکہ تم نے لمس کو حدث پر حمل کر کے ظواہر سے اجتناب کر لیا ہے، لہٰذا اس سلسلے میں ہمارا بیان زیادہ بہتر ہے۔

آیت کے مفہوم کے سلسلے میں ہمارے نظریہ پر ایک دوسری دلیل بھی ہے، وہ یہ کہ متذکرہ آیت کی دو طریقے سے قرأت کی گئی ہے: ﴿أَوْ لاَمَسْتُمُ النِّسَاءَ، لَمَسْتُم﴾ جس نے ﴿ او لاَمَسْتُمْ﴾ قرأت کی ہے اس سے جماع مراد ہے نہ دوسرا معنی، کیوں کہ دو افراد کی موجودگی کے بغیر مفاعلہ متحقق نہیں ہوسکتا، ہاں! چند امور مستثنیٰ ہیں، جیسے خداوندعالم کا ارشاد: ﴿قاتله الله وجازاه وعافاه الله﴾ اس کے علاوہ کچھ دوسرے الفاظ ہیں جو اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ لیکن مفاعلہ میں اصل یہ ہے کہ دو افراد پائے جائیں جیسے عرب کا قول "قاتله، ضاربه، سائمه، صالحه وغیرہ"۔

لہٰذا اس لفظ کے حقیقی معنی کے پیش نظر ﴿ او لاَمَسْتُمْ﴾ کو جماع پر حمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے جو مرد وعورت دونوں کی مشارکت سے انجام پاتا ہے۔

یہ بات بھی مسلم ہے کہ عرب کبھی یہ نہیں کہتے: لامست رجل "میں نے ایک مرد کو لمس کیا"

لامست الثوب ''میں نے لباس کولمس کیا''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ﴿لامَسْتُمْ﴾ ﴿ اوجامعتم النساء﴾ کے معنی میں ہے جس کی حقیقت جماع ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ﴿ او لامَسْتُمْ﴾ کی قرأت میں لمس بادست اور جماع دونوں کا احتمال ہے تو مناسب یہ ہے کہ جس معنی کا زیادہ احتمال پایا جارہا ہے اس پر حمل کیا جائے۔ اس لئے کہ جس کلمہ کا ایک معنی ہو اسے محکم کہتے ہیں اور جس میں دو معانی کا احتمال پایا جائے اسے متشابہ کہا جاتا ہے۔

خداوند عالم نے متشابہ کو محکم پر حمل کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِی أنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْهُ آیَاتٌ مُحْکَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْکِتَاب﴾ ''وہ خدا ایسا ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی اس کی بعض آیتیں تو محکم ہیں وہی اصل کتاب ہیں''۔(۱)

چونکہ محکم کو متشابہ کے لئے اصل واساس قرار دیا گیا ہے اور ہمیں حکم ہوا ہے کہ متشابہ آیات کو محکم پر حمل کریں۔ جو لوگ احکامات کے حصول میں متشابہ آیات پر اکتفا کرتے ہیں ان کی مذمت کرتے ہوئے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَأَمَّا الَّذِینَ فِی قُلُوبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْه﴾ ''جن کے دلوں میں انحراف اور بے راہ روی ہے وہ متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں''۔(۲)

اس سے ثابت ہوا کہ ﴿ اولَمَسْتُمْ﴾ دومعنوں پر حمل ہونے کی وجہ سے متشابہ ہے اور ﴿او لامَسْتُمْ﴾ ایک ہی معنی ومفہوم ہونے کی وجہ سے محکم ہے لہٰذا ضروری ہے کہ محکمات، متشابہات کو واضح وروشن کریں۔

لمس (چھونا) حدث نہیں ہے، اس پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ حدث کے سلسلے میں مرد وعورت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اگر کوئی عورت دوسری عورت کو چھولے تو یہ حدث نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی مرد دوسرے مرد کو چھولے یا مرد وعورت ایک دوسرے کو بھی چھولیں تو یہ حدیث نہیں ہے۔

آپ ملاحظہ کرسکتے ہیں کہ خلیفہ کا نظریہ قرآن، سنت، اجماع امت اور اجتہادِ محض کے برخلاف

۱۔ سورہ آل عمران/۶

۲۔ سورہ آل عمران/۷

ہے اس لئے امت مسلمہ نے روز اوّل ہی سے ان کی مخالفت کی ہے اور سب نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ جس مجب کو پانی دستیاب نہیں اس پر تیمم واجب ہے، عبداللہ ابن مسعود کے علاوہ کسی اور نے عمر کے ذاتی اجتہاد کی پیروی نہیں کی۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آیۂ تیمم کے سلسلے میں متذکرہ اجتہاد اور ﴿لامستم﴾ کے قول کی تاویل وتوجیہ، تابعین اور ایسے افراد کے جہل کا نتیجہ ہے جو عمر کے بعد عالم وجود میں آئے ہیں۔ ان دونوں آیتوں کے مفاد پر تمام اصحاب کو اتفاق رہا ہے، اس سلسلے میں وہ سب ایک زبان تھے، صرف عمر اور ان کے اکلوتے پیروکار (عبداللہ بن مسعود) نے پانی کی عدم موجودگی کی صورت میں مجب کے لئے تیمم کو ناپسند کیا ہے۔

شقیق کا بیان ہے: میں، عبداللہ ابن مسعود اور ابوموسیٰ اشعری وغیرہ کے ساتھ تھا، ابوموسیٰ اشعری نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اگر کوئی شخص مجب ہو اور ایک مہینہ تک پانی میسر نہ ہو تو وہ نماز کیسے بجالاتا ہے؟ ابن مسعود نے کہا: چاہے ایک مہینہ تک پانی نہ ملے اسے تیمم نہیں کرنا چاہئے۔

ابوموسیٰ اشعری نے کہا: قرآن مجید کی آیۂ مبارکہ ﴿فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ کی کیا توجیہ کروگے؟

عبداللہ ابن مسعود نے کہا: اس آیت میں اجازت دی گئی ہے کہ اگر پانی سرد ہو جائے تو مٹی پر تیمم کیا جا سکتا ہے۔

ابوموسیٰ اشعری نے کہا: اس سے صرف تیمم کی کراہت ثابت ہوتی ہے اور بس۔

عبداللہ ابن مسعود نے کہا: ہاں۔

ابوموسیٰ اشعری نے عبداللہ ابن مسعود سے کہا: کیا تم نے عمار کی بات نہیں سنی جو اس نے عمر سے کہی تھی کہ رسول خداؐ نے مجھے ایک جگہ روانہ کیا، وہاں میں مجب ہو گیا اور پانی بھی موجود نہیں تھا جس سے غسل کرتا اسی لئے میں نے جانوروں کی طرح خود کو خاک آلود کر لیا۔

جب سارا واقعہ آنحضرتؐ سے بیان کیا تو فرمایا: تمہارے لئے یہی کافی ہے پھر انہوں نے دونوں

ہاتھوں کو زمین پر مارا، اس کی مٹی جھاڑ کر اپنے بائیں ہاتھ سے داہنے ہاتھ کی پشت کا مسح کیا اور پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی پشت کا مسح کیا اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کا مسح فرمایا۔

عبداللہ ابن مسعود نے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ عمر عمار کے بیان سے مطمئن نہیں تھے۔

بخاری کی دوسری صورت

شقیق کا بیان ہے: میں، عبداللہ ابن مسعود اور ابوموسیٰ اشعری کے پاس تھا، ابوموسیٰ اشعری نے کہا: اے عبداللہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اگر کوئی مجنب ہو اور پانی بھی دستیاب نہ ہو تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

عبداللہ ابن مسعود نے کہا: جب تک پانی کی سبیل نہ ہو اس کے اوپر سے نماز ساقط ہے۔

ابوموسیٰ اشعری نے کہا: ایسی صورت میں عمار کے بیان کا کیا کروگے کہ جب رسول خداؐ نے فرمایا: تمہارے لئے کافی ہے کہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر مار کر اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرو؟

عبداللہ ابن مسعود نے کہا: لیکن عمر اس حدیث سے مطمئن نہیں تھے۔

ابوموسیٰ اشعری نے کہا: عمار کی روایت کو چھوڑو، تیمم سے متعلق آیۂ شریفہ کا کیا کروگے؟

عبداللہ ابن مسعود لاجواب ہو کر کہنے لگے: ممکن ہے اس کا مطلب یہ ہو کہ اگر پانی سرد ہو جائے تو غسل چھوڑ کر تیمم کرنا چاہئے۔ یہ سن کر میں (ابوموسیٰ) نے شقیق سے کہا: اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مسئلے میں عبداللہ بن مسعود کراہت کے قائل ہیں؟ شقیق نے کہا: ہاں۔ (۱)

۲۔ احکام شکیات سے خلیفہ کی جہالت

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں مکحول سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جب بھی تم میں

۱۔ صحیح بخاری ج۱ص۱۲۸/۱۲۹ (ج۱ص۱۳۲حدیث۳۳۹)؛ صحیح مسلم، ج۱ص۱۱۰ (ج۱،ص۲۵۴ حدیث۱۱۰ کتاب الحیض)؛ سنن ابی داؤد ج۱ص۵۳، (ج۱ص۸۷، حدیث۳۲۱)؛ تیسیر الوصول ج۲ص۹۷ (ج۳ص۱۱۴)؛ سنن بیہقی ج۱ص۲۲۶

سے کوئی اثنائے نماز شک کرے پس اگر ایک اور دو میں شک ہو تو اسے رکعت اول قرار دینا چاہئے، دو اور تین میں شک ہو تو رکعت دوم قرار دینا چاہئے، تین اور چار میں شک ہو تو اسے رکعت سوم قرار دینا چاہئے، یہاں تک کہ اگر زیادہ رکعتوں میں شک ہو تو سلام سے پہلے دو سجدے بجالا کر سلام انجام دینا چاہئے۔

محمد بن اسحاق کا بیان ہے: حسین بن عبداللہ نے مجھ سے کہا کہ کیا اس کی نسبت تمہاری طرف دی گئی ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔ یہ سن کر اس نے کہا: لیکن اس نے تو مجھ سے کہا ہے کہ ابن اسحاق نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں عمر بن خطاب کے پاس بیٹھا تھا کہ انہوں نے کہا: ابن عباس! اگر کسی مرد کو نماز میں شک وشبہ ہو جائے اور معلوم نہ ہو کہ زیادہ انجام دیا ہے یا کم (تو کیا کرنا چاہئے)؟

میں نے کہا: امیر المومنین! کیا آپ اس مسئلے سے واقف نہیں ہیں؟

عمر نے کہا: خدا کی قسم! کچھ نہیں جانتا۔

بیہقی کے الفاظ ہیں: خدا کی قسم! میں نے رسول خداؐ سے اس سلسلے میں کچھ نہیں سنا ہے۔

ہم ابھی اسی پس وپیش میں تھے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے آ کر کہا: آپ لوگ کس مسئلے پر بحث کر رہے ہیں؟

عمر نے کہا: ہم شکیات نماز کے سلسلے میں گفتگو کر رہے ہیں۔

یہ سن کر عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: میں نے رسول خداؐ سے یہ حدیث سنی ہے۔(۱)

مسند احمد کی دوسری عبارت:

ابن عباس سے مروی ہے کہ عمر نے مجھ سے کہا: اے جوان! کیا تم نے رسول خداؐ یا کسی صحابی سے سنا ہے کہ اگر نماز کے درمیان شک ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ابھی یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے آ کر کہا: آپ لوگ کس مسئلے پر بات کر رہے ہیں؟

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ج۱، ص۱۹۳، (ج۱، ص۳۱۷، حدیث ۱۶۸)

عمر نے کہا: میں نے اس جوان سے دریافت کیا کہ کیا تم نے رسول خداؐ یا کسی صحابی سے شکیات نماز کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے، عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا: میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کو نماز کے درمیان شک ہو......الخ۔(۱)

کیا آپ کو خلیفہ پر تعجب نہیں جو شکیات نماز سے بھی واقف نہیں ہیں حالانکہ شب و روز پانچوں میں اس سے سابقہ پڑا رہتا ہے اور رسول خداؐ سے سوال بھی نہیں کرتے تا کہ وہ ایک جوان سے عمل رسولؐ کے بارے میں سوال کرنے سے بچ جائیں۔

میں نہیں جانتا کہ مومنین کو نماز پڑھاتے وقت کسی نماز میں شک ہوا ہوگا تو انہوں نے کیا کیا ہوگا؟ اور یہ بھی طے ہے کہ انسان فطری طور پر ان امور میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

میں ایسے شخص کی اعلمیت پر حیرت زدہ اور مبہوت ہوں جس کے علم اور احکام پر اس کی وسعت علمی کی یہ کیفیت ہے؟؟ آفرین ہے اس امت پر جس کے اعلم کی شان و منزلت یہ ہے۔

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾

''یہ بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے کہ یہ جھوٹ کے علاوہ کوئی بات ہی نہیں کرتے''۔(۲)

۳۔ کتاب خدا سے خلیفہ کی نادانی

حافظ ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دئلی سے نقل کیا ہے:

عمر بن خطاب کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جس کے یہاں چھ ماہ میں ولادت ہوئی تھی؛ انہوں نے اُسے سنگسار کرنے کا حکم صادر کر دیا۔

۱۔مسند احمد، ج۱،ص۱۹۰/۱۹۵، (ج۱،ص۳۱۲، حدیث ۱۶۵۹ص۳۱۹، حدیث ۱۶۹۱)؛ سنن بیہقی، ج۲،ص۳۳۲

۲۔سورہ کہف/۵

جب یہ واقعہ علی بن ابی طالبؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: اس عورت پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی۔ عمر نے ایک شخص کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر سوال کیا کہ اس عورت کو سنگسار نہ کرنے کی علت کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا:

خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ ''ماؤں کو چاہئے کہ وہ دو سال مکمل دودھ پلائیں''۔(۱) اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ ''حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہیں''۔(۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ مہینے حمل کی مدت اور دو سال دودھ پلانے کی مدت ہوتی ہے اور دونوں کی مجموعی مدت تیس مہینے ہوتی ہے۔

یہ سن کر عمر نے اس عورت کو آزاد کر دیا۔

حاکم نیشاپوری اور حافظ گنجی کے الفاظ ہیں: عمر نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا: لولا علی لهلک عمر ''اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا''۔

سبط بن جوزی کے الفاظ ہیں: عمر نے اس عورت کو آزاد کرتے ہوئے کہا: اللّهم لا تبقی لمعضلة لیس لها ابن ابی طالب ''خدایا! مجھے ایسی مشکل میں نہ چھوڑ دینا جسے حل کرنے کے لئے علی ابن ابی طالبؑ نہ ہوں''۔

دوسری صورت:

حافظ عبدالرزاق، عبداللہ بن حمید اور ابن منذر نے دئلی سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے عمر بن خطاب کی خدمت میں ایک ایسی عورت کا واقعہ بیان کیا جس کے یہاں چھ مہینے میں ولادت ہوئی تھی؛ عمر نے اسے سنگسار کرنا چاہا یہ دیکھ کر اس عورت کی بہن نے علی بن ابی طالبؑ کی خدمت میں عرض کی: عمر میری بہن کو سنگسار کرنا چاہتے ہیں، میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری بہن کو بچا لیجئے۔

۱۔ سورہ بقرہ/۲۳۳

۲۔ سورہ احقاف/۱۵

حضرتؑ نے فرمایا: بے شک اس کے بچنے کی صورت موجود ہے، اس عورت نے اللہ اکبر کی ایسی صدا بلند کی کہ عمر اور آس پاس بیٹھے تمام لوگوں نے سنی، وہ عورت عمر کے پاس آ کر کہنے لگی، حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میری بہن کے بچنے کی صورت ہے۔ عمر نے حضرت علیؑ کو بلا کر سوال کیا کہ اس عورت کے بچنے کی کیا صورت ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ "ماؤں کو چاہئے کہ وہ دو سال مکمل دودھ پلائیں"۔ (۱) ور دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ "حمل اور دودھ پلانے کی مدّت تیس مہینے ہیں"۔ (۲)

اس طرح حمل کی مدت چھ مہینے قرار پاتی ہے۔ یہ سن کر عمر نے اس عورت کو آزاد کر دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس عورت نے چھ مہینے میں ایک دوسرے بچے کو جنم دیا۔ (۳)

تیسری صورت:

حافظ عقیلی اور ابی سمان نے ابی جزم بن اسود سے نقل کیا ہے کہ عمر نے چھ مہینے میں بچہ پیدا کرنے والی ایک عورت کو سنگسار کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

خدا فرماتا ہے: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ "حمل اور دودھ پلانے کی مدّت تیس مہینے ہیں"۔ ایک دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ﴾ "اور دو سال میں اس کی دودھ بڑھائی ہوئی"۔

اس طرح حمل کی مدت چھ مہینے اور دودھ بڑھائی کی مدت دو سال قرار پائی۔

۱۔ سورہ بقرہ/۲۳۳

۲۔ سورہ احقاف/۱۵

۳۔ المصنف، (ج۷، ص۳۵۰، حدیث۱۳۴۴۴)

یہ سن کر عمر نے سنگسار کرنے کا حکم ملتوی کرتے ہوئے کہا: **لولا علی لهلک عمر** ''اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے''۔(۱)

عجیب ترین عجوبہ

حفاظ حدیث نے بعجہ بن عبداللہ جہنی سے نقل کیا ہے:

راوی کا بیان ہے کہ ہم میں سے ایک شخص نے قبیلۂ جہنیہ کی ایک عورت سے شادی کی، زناشوئی کے چھ مہینے بعد اس عورت نے ایک بچہ کو جنم دیا۔ اس کے شوہر نے عثمان سے سارا واقعہ بیان کیا جسے سن عثمان نے سنگسار کرنے حکم صادر کر دیا۔

یہ خبر حضرت علیؑ کو معلوم ہوئی، آپ نے فرمایا: تم کیا کر رہے ہو، اس عورت کا کوئی قصور نہیں ہے؟!

خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلاثُونَ شَهْرًا﴾۔(۲)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾۔(۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ بڑھائی کی مدت چوبیس مہینے ہیں اور حمل کی مدت چھ مہینے ہوئی۔

عثمان نے کہا: خدا کی قسم! یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔ پھر اس عورت کو واپس لانے کا حکم دیا، اتنی دیر میں لوگوں نے اس عورت کو سنگسار کرنا شروع کر دیا گیا تھا، اس عورت نے اپنی بہن سے رو کر کہا: میری بہن! غمزدہ نہ ہو، خدا کی قسم! شوہر کے علاوہ کسی غیر مرد نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔

۱۔ سنن بیہقی، ج۷، ص۴۴۲؛ مختصر جامع العلم، ص۱۵۰، (ص۲۶۵)؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۴، (ج۳، ص۱۴۲)؛ ذخائر العقبیٰ، ص۸۲؛ تفسیر کبیر، ج۷، ص۴۸۴، (ج۲۸، ص۱۵)؛ اربعین رازی، ص۴۶۶؛ تفسیر نیشاپوری، (ج۶، ص۱۲۰)؛ کفایۃ الطالب، ص۱۰۵، (ص۲۲۶)؛ مناقب خوارزمی، ص۵۷، (ص۹۴، حدیث۹۴)؛ تذکرۃ الخواص ۸۷، (ص۱۴۸)؛ درّ منثور، ج۱، ص۲۸۸، ج۶، ص۴۰، (ج۱، ص۶۸۸؛ ج۷، ص۴۴۱)؛ کنز العمال، ج۳، ص۲۲۸/۹۶، (ج۵، ص۴۵۷، حدیث ۱۳۵۹۸؛ ج۶، ص۲۰۵، حدیث ۱۵۳۶۳)۔

۲۔ سورہ احقاف/۱۵

۳۔ سورہ بقرہ/۲۳۳

راوی کا بیان ہے: وہ بچہ جب بڑا ہوا تو اس شخص نے اقرار کیا کہ یہ بچہ میرا ہے کیونکہ وہ اس سے بہت زیادہ مشابہ تھا۔ راوی کے بیان کے مطابق جس شخص نے اس عورت سے ناروا باتیں منسوب کی تھیں اس کے تمام اعضائے بدن پارہ پارہ ہو کر اس کی خواب گاہ میں بکھر گئے۔(۱)

کیا باعث ننگ و عار نہیں کہ ایسے افراد رسول خداؐ کی خالی جگہ کو پر کریں جن کے فیصلے اور علم کی یہ کیفیت ہو؟ کیا ایسی ہی عدالت لوگوں کے جان و مال پر مسلط ہونی چاہئے؟ اور ایسے افراد کی علمی اطلاعات کیا یہی ہونی چاہئے؟ کیا یہ انصاف ہے کہ اسلامی نوامیس، امت کی روش اور مسلمانوں کی باگ ڈور کو ایسے خلفا کے دست اختیار میں دے دیا جائے جن کے رفتار و کردار کا یہ عالم ہے؟

حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ ''اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور یہ انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ اور جس چیز کو یہ لوگ خدا کا شریک بناتے ہیں اس سے خدا پاک اور کہیں برتر ہے''۔(۲)

دوسری جگہ فرماتا ہے: ﴿وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ﴾ ''آپ اس وقت نہیں تھے جب یوسفؑ کے بھائی باہم اپنے کام میں مشورہ کر رہے تھے اور مکر و فریب کی تدبیریں کر رہے تھے''۔(۳)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ''انہوں نے دنیا میں اپنے کام کا مزہ چکھا اور آخرت میں تو ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔(۴)

۱۔ موطا، ج۲، ص۱۷۶، (ج۲، ص۸۲۵، حدیث۱۱)؛ سنن بیہقی، ج۷، ص۴۴۲؛ جامع بیان العلم، ص۱۵۰، (ص۳۱۱، حدیث۱۵۶۲)؛ تفسیر ابن کثیر، ج۴، ص۱۵۷؛ تیسیر الوصول ج۲، ص۹، (ج۲، ص۱۱)؛ عمدۃ القاری، ج۹، ص۶۴۲، (ج۲۱، ص۱۸)؛ در منثور، ج۶، ص۴۰، (ج۷، ص۴۴۱)

۲۔ سورہ قصص/۶۸

۳۔ سورہ یوسف۱۰۲

۴۔ سورہ تغابن/۵

۴۔ایک دوسری عورت جس نے چھ مہینے میں بچہ کو جنم دیا

عبدالرزاق اور ابن منذر نے نافع بن جبیر سے نقل کیا ہے:

ابن عباس کو خبر دی گئی کہ ایک انسان کو عمر کے پاس لایا گیا ہے، جس کی بیوی نے چھ مہینے میں بچہ پیدا کیا ہے، لوگ اس کا انکار کررہے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔

میں نے عمر سے کہا: ظلم وزیادتی نہ کرو؛ انہوں نے پوچھا: یہ کیسے ممکن ہے؟ میں نے کہا: آیہ کریمہ:
﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ﴾ ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ میں حول کی مدت کتنی ہے؟ کہا: ایک سال۔ میں نے پوچھا: ایک سال میں کتنے مہینے ہوتے ہیں؟ کہا: بارہ مہینے۔ میں نے کہا: تو پھر چوبیس مہینے کے دوسال کامل ہوئے۔ خداوند عالم حمل کی مدت کو مقدم و موخر کرسکتا ہے۔(۱)

۵۔کل الناس افقہ من عمر

مسروق بن اجداع کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب نے منبر پر جا کر خطبہ دیا:

''اے لوگو! اپنی عورتوں کا مہر کتنا بڑھا رہے ہو، حالانکہ رسول خداؐ اوران کے اصحاب کے زمانے میں چارسودرہم یا اس سے بھی کم مہر تھا، اگر مہر میں زیادتی باعث عظمت ہوتی تو رسول خداؐ اور آپؐ کے اصحاب اس سلسلے میں پیش قدمی کا مظاہرہ کرتے، اب اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کے مہر کی رقم چارسودرہم سے زیادہ معین کی تو میں اسے سزادوں گا اوراس پر حد جاری کروں گا''۔

اس کے بعد وہ منبر سے نیچے آئے۔ایک قریشی عورت نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: اے امیرالمومنین! آپ نے لوگوں کو چارسودرہم سے زیادہ مہر ادا کرنے کی ممانعت کی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

۱۔المصنف عبدالرزاق، (ج۷، ص۳۵۲، حدیث۱۳۴۴۹)؛ درّ منثور، ج۶، ص۴۰، (ج۷، ص۴۴۲)؛ جامع بیان العلم، ص۱۵۰، (ص۳۱۱، حدیث۱۵۶۲)

اس عورت نے کہا: کیا قرآن مجید کی آیت آپ کی نظروں سے نہیں گذری؟ عمر نے پوچھا: کون سی آیت؟

اس عورت نے جواب دیا: خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿ وَ آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا .. ﴾۔(۱)

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر عمر نے کہا: خدایا! مجھ کو معاف کرنا اور پھر کہا: کُلّ الناس افقه من عمر حتی ربات الحجاب ''یعنی تمام انسان عمر سے زیادہ عالم وعقلمند ہیں یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین بھی''۔

اس کے بعد وہ منبر پر دوبارہ تشریف لے گئے اور کہا: اے لوگو! میں نے مہر کی رقم چار سو درہم سے زیادہ ادا کرنے کی ممانعت کی تھی، لیکن اب میں کہتا ہوں کہ جو جتنا چاہے ادا کرے، کوئی روک تھام نہیں۔(۲)

ابن درویش حوت کا بیان ہے: ''کلُّ احد اعلم و افقه من عمر ''۔عمر نے اس وقت کہا جب انہوں نے مہر کی زیادتی کی ممانعت کی تھی اور ایک عورت نے قرآن کی آیت کے ذریعہ ان کی تردید کی۔

ابو معین نے اس کی روایت کی ہے، اس کی سند بہت معتبر ہے اور بیہقی کے نزدیک قطعی ہے۔

دوسری صورت:

عبداللہ بن مصعب سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا: اپنی عورتوں کے مہر کو چالیس وقیہ (عراقی پیانہ) سے زیادہ نہ کرو، چاہے وہ کتنی ہی ذی حیثیت لڑکی کیوں نہ ہو۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو میں رقم لے کر بیت المال میں بھر دوں گا۔

یہ سن کر طویل صف سے ایک عورت کھڑی ہوئی اور کہنے لگی: آپ کو قطعی اس کا حق حاصل نہیں ہے،

۱۔سورہ نساء/۲۰

۲۔مسند ابو یعلی، سنن سعید بن منصور، (ج۱، ص۱۶۶، حدیث۵۹۸)؛ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص۱۲۹ (ص۱۳۷)؛ تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۴۶۷؛ مجمع الزوائد ج۴ ص۲۸۴؛ درّ منثور، ج۲ ص۱۳۳ (ج۲، ص۴۶۶)؛ کنز العمال، ج۸، ص۲۹۸، (ج۱۶ ص۵۳۵، حدیث۴۵۷۹۰)؛ در منتشرہ، ج۵، ص۲۴۳، (ص۱۵۲، حدیث۲۸۸)؛ فتح القدیر شوکانی، ج۱، ص۴۰۷، (ج۱، ص۴۴۳)؛ کشف الخفاء عجلونی، ج۱، ص۲۶۹)؛ اسنی المطالب، ص۱۶۶، (ص۳۳۵، حدیث۱۰۸۲)؛ سنن بیہقی، (ج۷، ص۲۳۳)

عمر نے کہا: کیوں؟ اس عورت نے جواب دیا، خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا.. ﴾

یہ سن کر عمر نے کہا: عورتیں ہمیشہ صحیح ہوتی ہیں، مرد لوگ غلطی کر ہی جاتے ہیں۔ (۱)

تیسری صورت:

بیہقی ''سنن کبریٰ'' میں شعبی سے روایت کرتے ہیں: عمر نے لوگوں کے درمیان خطبہ پڑھا، خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا: خبردار! اپنی عورتوں کے مہر میں زیادہ روی نہ کرو، اگر تم میں سے کسی نے زیادہ مہر دیا اور مجھے اطلاع ہوئی تو میں اضافی رقم کو بیت المال میں بھر دوں گا۔

منبر سے نیچے آنے کے بعد قریش کی ایک عورت نے اعتراض کیا: اے مسلمانوں کے رہبر! کتاب خدا کی پیروی بہتر ہے یا آپ کے فرمان کی؟

عمر نے کہا: کتاب خدا کی، تمہارا مقصد کیا ہے؟ اس عورت نے کہا: ابھی آپ نے زیادہ مہر ادا کرنے کی ممانعت کی ہے، حالانکہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: ﴿ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ﴾ یہ سن کر عمر نے کہا: ہر شخص عمر سے زیادہ جانکار ہے۔ تین مرتبہ اس جملے کی تکرار کی۔ (۲)

چوتھی صورت:

عمر نے لوگوں کو خطاب کیا:

اے لوگو! اپنی عورتوں کے مہر میں زیادہ روی نہ کرو، کیوں کہ اگر یہ عمل خدا کے نزدیک باعث کرامت ہوتا تو رسول خداؐ سب سے پہلے اس پر عمل کرتے۔ کسی کو حق نہیں کہ وہ اپنی بیوی کا مہر ۱۲ اوقیہ

۱۔ جامع بیان العلم، (ص ۱۵۸، حدیث ۷۹۹)؛ مختصر جامع بیان العلم، (ص ۱۲۰)؛ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص ۱۲۹، (ص ۱۳۶)؛ الاذکیاء، ص ۱۶۲، (ص ۲۶۶)؛ () تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۹۹، (ج ۵، ص ۶۶)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۴۶۷؛ درّ منثور، ج ۲، ص ۱۳۳، (ج ۲، ص ۴۶۶)؛ کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۸، (ج ۱۶، ص ۵۳۸، حدیث ۴۵۸۰۰)؛ حاشیہ سندی بر ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۸۴؛ کشف الخفاء عجلونی، ج ۱، ص ۲۷۰، (ج ۲، ص ۱۱۸)؛

۲۔ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۳۳؛ کنز العمال ج ۸، ص ۲۹۸، (ج ۱۶، ص ۵۳۶، حدیث ۴۵۷۹۶)؛ سنن سعید بن منصور، (ج ۱، ص ۱۶۶، حدیث ۵۹۸)؛ حاشیہ سندی بر ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۸۳؛ کشف الخفاء عجلونی، ج ۱، ص ۲۹۶، (ج ۲، ص ۱۱۸)

سے زیادہ قرار دے۔

یہ سن کر ایک عورت کہنے لگی: اے امیر المومنین! آپ ہم سے ہمارا وہ حق کیوں چھین رہے ہیں جسے خداوند عالم نے ہمارے لئے قرار دیا ہے۔ خدا کا ارشاد ہے: ﴿وأتیتم احداهن قنطارا...﴾ اس کی بات سن کر عمر نے کہا: **کل احد افقه من عمر** ''ہر شخص عمر سے زیادہ عالم ہے''۔ پھر اصحاب سے مخاطب ہوئے: تم لوگ مجھ سے ایسی باتیں سن میری مخالفت کیوں نہیں کرتے تا کہ کوئی عورت اس پر اشکال نہ کر سکے۔(۱)

پانچویں صورت:

حافظ عبد الرزاق اور ابن منذر نے عبد الرحمٰن سلمی سے نقل کیا ہے کہ عمر نے کہا: اپنی عورتوں کے مہر میں زیادہ روی کا مظاہرہ نہ کرو۔

ایک عورت نے کہا: آپ کو مخالفت کا ذرا بھی حق نہیں، خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا﴾ یہ سن کر عمر نے کہا: ایک عورت نے عمر بن خطاب سے نزاع کیا اور وہ ان پر کامیاب ہوگئی۔(۲)

چھٹی صورت:

عمر نے منبر کی بلندی پر کہا: اپنی عورتوں کے مہر میں زیادہ روی نہ کرو۔ یہ سن کر ایک عورت نے کہا: آپ کے گفتار کی پیروی کی جائے یا خداوند عالم کے فرمان کی ﴿وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا﴾ عمر نے کہا: **کل احد اعلم من عمر** ''ہر شخص عمر سے زیادہ جانکار ہے''۔ جیسے چاہو شادی کرو اور زندگی گذارو۔(۳)

۱۔ تفسیر کشاف، ج۱، ص۳۵۷، (ج۱، ص۴۹۱)؛ ارشاد الباری، ج۸، ص۵۷، (ج۱۱، ص۴۹۲)

۲۔ المصنف، (ج۶، ص۱۸۰، حدیث۱۰۴۲۰)؛ تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۴۶۷؛ ارشاد الباری، ج۸، ص۵۷، (ج۱۱، ص۴۹۲)؛ حاشیہ سندی بر ابن ماجہ، ج۱، ص۵۸۳؛ کنز العمال، ج۸، ص۲۹۸، (ج۱۶، ص۵۳۸، حدیث۴۵۷۹۹)؛ کشف الخفاء، ج۱، ص۲۶۹/ ج۲، ص۱۱۸

۳۔ تفسیر نسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن، ج۱، ص۳۵۳، (ج۱، ص۲۱۶)؛ کشف الخفاء، ج۱، ص۳۸۸

ساتویں صورت:

عمر نے منبر سے کہا: اپنی عورتوں کے مہر کو زیادہ نہ کرو۔ یہ سن کر ایک عورت نے کہا: اے ابن خطاب! خدا ہمیں عطا کر رہا ہے اور آپ اس کی ممانعت کر رہے ہیں اور پھر متذکرہ آیت کی تلاوت کی۔

عمر نے کہا: **کل الناس افقه منک یا عمر** ''اے عمر! تمام لوگ تم سے زیادہ اعلم ہیں''۔(۱)

آٹھویں صورت:

عمر نے ایک مرتبہ کہا: مجھ تک ایسی عورت کی خبر نہ آئے جس کا مہر رسول خداؐ کی ازواج سے زیادہ ہو۔

ایک عورت نے کہا: خداوند عالم نے ایسا کوئی حکم صادر نہیں فرمایا ہے، اس کا ارشاد ہے: ﴿وَ آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا﴾۔

یہ سن کر عمر نے کہا: **کل الناس افقه من عمر حتی ربات الحجاب** ''تمام لوگ عمر سے زیادہ عقلمند ہیں حتی پردہ پوش خواتین''۔

کیا آپ کو ایسے رہبر پر تعجب نہیں جو غلطی کرنے کے بعد بھی صحیح العقیدہ عورت سے اختلاف کر بیٹھتا ہے؟

ایک دوسری روایت میں ہے: وہ عورت اس پر کامیاب ہوگئی۔

خازن کے الفاظ ہیں: ایک عورت صحیح ہوتی ہے اور رہبر خطائیں کرتا ہے۔

قرطبی کی عبارت ہے: ایک عورت صحیح العقیدہ ہوتی ہے لیکن عمر غلطیاں کرتے ہیں۔

فخر رازی کی تعبیر ہے: **کل الناس افقه من عمر حتی محذرات فی البیوت**۔(۲)

باقلانی کے الفاظ ہیں: ایک عورت حقیقت تک پہونچ گئی اور ایک شخص سے غلطی سرزد ہوئی۔ ایک

۱۔ تفسیر قرطبی، ج۵، ص۹۹، (ج۵، ص۶۶)؛ تفسیر نیشاپوری، (ج۲، ص۳۷۷)؛ تفسیر خازن، ج۱، ص۳۵۳، (ج۱، ص۳۳۹)؛ الفتوحات الاسلامیہ، ج۲، ص۴۷۷، (ج۱، ص۳۱۲)

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۱، ص۶۱ / ج۳، ص۹۶، (ج۱، ص۱۸۲، خطبہ۳ / ج۱۲، ص۱۷)؛ تفسیر خازن، ج۱، ص۳۵۳، (ج۱، ص۳۳۹)؛ تفسیر قرطبی، (ج۵، ص۶۶)؛ اربعین رازی، ص۴۶۷۔

رہبر نے رقابت میں شکست کھائی۔(۱)

نویں صورت:

عمر نے منبر کی بلندی پر کہا: اے لوگو! اپنی عورتوں کے مہر کو چار سو درہم سے زیادہ نہ کرو، اگر کسی نے زیادہ کیا تو اضافی رقم کو بیت المال میں ڈال دوں گا۔ لوگوں کے درمیان ایک عورت کھڑی ہوئی اور کہا: یہ کام آپ کے لئے جائز نہیں ہے، خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا﴾۔

عمر عورت کی بات سے لاجواب ہو کر کہنے لگے: ایک عورت حق پر ہوتی ہے اور مرد غلطی کر جاتا ہے۔(۲)

حاکم نیشاپوری نے عمر کے خطبہ کو تفصیل سے نقل کر کے لکھا ہے: ان مطالب کے اسناد صحیح اور متواتر ہیں۔(۴) ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اس کا اقرار کیا ہے، خطیب بغدادی نے مختلف طرق سے نقل کیا ہے۔(۳)

شاید خلیفہ محترم کو بھی اسی عورت کی بات بھا گئی تھی اسی لئے انہوں نے ام کلثوم سے شادی کی اور ان کا مہر چالیس ہزار مقرر کیا۔(۴)

۶۔ مفہوم اب سے خلیفہ کی جہالت

انس بن مالک سے مروی ہے:

عمر نے منبر پر جا کر اس آیت کی تلاوت کی: ﴿فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا، وَعِنَبًا وَقَضْبًا، وَزَيْتُونًا

۱۔ تمہید باقلانی، ص۹۹

۲۔ مستدرک، ج۲، ص۱۷۷، (ج۲، ص۱۹۳، حدیث ۲۷۲۸)

۳۔ تاریخ خطیب بغدادی، ج۳، ص۲۵۷

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج۷، ص۸۱، (ج۷، ص۹۳)؛ الاصابہ، ج۴، ص۴۹۲؛ فتوحات الاسلامیہ، ج۲، ص۴۷۲، (ج۲، ص۳۰۸)

وَنَخْلًا، وَحَدَائِقَ غُلْبًا، وَفَاكِهَةً وَأَبًّا﴾ ''لہٰذا ہم نے اسی میں اناج، انگور، ترکاریاں، زیتون، کھجوریں، گھنے گھنے باغ، میوے اور چارہ کو اگایا''۔(۱)

انہوں نے کہا: ہم نے ان میں سے ہر ایک کی معرفت حاصل کر لی لیکن یہ ''اب'' کیا ہے؟ پھر ہاتھ میں موجود عصا کو زمین پر پھینک کر کہا: خدا کی قسم! یہ ایک مشکل کام ہے، اگر تم کو نہ پہچان سکو تو عیب نہیں، قرآن کریم میں موجود آیات پر عمل کرو اور جس کی معرفت نہیں اسے خداوند عالم پر چھوڑ دو۔

دوسری عبارت ہے: انس کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا، وَعِنَبًا وَقَضْبًا، وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا، وَحَدَائِقَ غُلْبًا، وَفَاكِهَةً وَأَبًّا﴾ اس کے بعد کہا: میں ان میں سے ہر چیز کو جانتا ہوں لیکن ''اب'' سے واقف نہیں۔

راوی کا بیان ہے: ان کے ہاتھ میں عصا تھا اسے زمین پر پھینک کے کہنے لگے: خدا کی قسم! یہ ایک دشوار گذار اور سخت مرحلہ ہے، اے لوگو! قرآن میں تمہارے لئے جو بیانات ہیں، اس کی پیروی کرو اور جس کی معرفت نہیں، اسے اپنے پروردگار پر چھوڑ دو۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں: عمر نے تلاوت کی: ﴿وَفَاكِهَةً وَأَبًّا﴾ پھر کہا: اس فاکہہ کو جانتا ہوں کہ میوہ ہے لیکن ''ابّا'' کیا ہے؟ تھوڑی دیر بعد کہا: خاموش رہو، ہمیں سخت کاموں کی ممانعت کی گئی ہے۔

نہایہ میں ہے: ہم پر اس کی تکلیف عائد نہیں۔

دوسری تعبیر میں ہے: عمر نے اس آیت کی تلاوت کرنے کے بعد کہا: میں ان تمام چیزوں کو جانتا اور پہچانتا ہوں لیکن یہ ''اب'' کیا ہے؟ پھر ہاتھ میں موجود عصا کو پھینک کر کہا: خدا کی قسم! یہ ایک دشوار گذار کام ہے۔ اے عمر! اگر تم ''اب'' کی حقیقت سے ناواقف تو یہ مشکل نہیں۔

اس کے بعد کہا: قرآن میں تمہارے لئے جو بیان ہوا ہے اس کی پیروی و اطاعت کرو اور جو سمجھ میں نہ آئے اسے چھوڑ دو۔

۱۔ سورہ عبس/ ۲۸۔۲۳

محب طبری کے الفاظ ہیں: اس کے بعد کہا: ہماری آسائش کی وجہ سے مشکل کاموں اور مرحلوں سے منع کیا گیا ہے، اے عمر! اگر تمہیں ''اب'' کی حقیقت معلوم نہیں تو یہ مشکل نہیں۔

ثابت سے مروی ہے: ایک شخص نے ﴿وَفَاكِهَةً وَأَبًّا﴾ کے متعلق سوال کیا کہ ''اب'' کیا ہے؟ عمر نے جواب میں کہا: ہمیں تیز طراری اور سخت کاموں سے منع کیا گیا ہے۔(۱)

ابن حجر کہتے ہیں: کہا گیا ہے کہ ''اب'' عربی لفظ نہیں ہے، چنانچہ ابو بکر و عمر جیسے لوگوں پر اس کا مخفی رہنا اس بات کی تائید کر رہا ہے۔(۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ ابن حجر نے جو بکواس کی ہے وہ ائمہ لغت سے کیسے پوشیدہ رہ گئی اور اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ''اب'' عربی لفظ نہیں تو کیا قرآن مجید کی آیت اور اس سے ماقبل کی عبارت ﴿متعاً لک و لا نعامکم﴾ ''تمہاری اور تمہارے جانوروں کی خوراک ہے''۔ بھی عربی نہیں ہے؟ ایسی صورت میں ابو بکر و عمر پر ان الفاظ کے مخفی رہنے کے سلسلے میں کون سا بہانہ ہے؟ اور قائل کے قول کی کس طرح توجیہ کی جا سکتی ہے؟

ہاں! ابن حجر کو یہ بات پسند تھی کہ وہ ان دونوں افراد کا جانبدارانہ دفاع کریں خواہ وہ ہٹ دھرمی کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو؟

انہوں نے اپنی کتب میں کسی اشارہ کے بغیر لکھ دیا۔

۱۔ روایت کے مآخذ: طبقات ابن سعد، (ج ۳، ص ۳۲۷)؛ شعب الایمان، (ج ۲، ص ۴۲۴، حدیث ۲۲۸۱)؛ تفسیر طبری، ۳۸/۳۰ (مجلد ۱۵، ج ۳۰، ص ۵۹)؛ المستدرک علی الصحیحین، ۵۱۴/۲ (ج ۲، ص ۵۵۹، حدیث ۳۸۹۷)؛ تفسیر کشاف، (ج ۴، ص ۷۰۴)؛ ریاض النضرۃ، (ج ۲، ص ۳۲۳)؛ الموافقات، (ج ۱، ص ۴۹)؛ تاریخ عمر بن خطاب، (ص ۱۴۵)؛ النہایۃ، (ج ۱، ص ۱۳)؛ مقدمہ فی اصول التفسیر، (ص ۴۸/۴۷)؛ تفسیر خازن، (ج ۴، ص ۳۵۴)؛ درّ منثور، (ج ۸، ص ۴۲۱)؛ کنز العمال، (ج ۲، ص ۳۲۸، حدیث ۴۱۵۴)؛ المصنف، (ج ۱۰، ص ۵۱۲، حدیث ۱۰۱۵۴)؛ تفسیر ابی السعود، (ج ۹، ص ۱۱۲)؛ ارشاد الباری، (ج ۱۵، ص ۲۸۸، حدیث ۷۲۹۳)؛ عمدۃ القاری، (ج ۲۵، ص ۳۵، حدیث ۶۴)

۲۔ فتح الباری، ج ۱۳، ص ۲۳۰، (ج ۱۳، ص ۲۷۲/۲۷۰)

قابل توجہ:

بخاری(۱) نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن کلمہ ''اب'' سے خلیفہ کی جہالت ونادانی پر پردہ ڈالتے ہوئے حدیث کے ابتدائی فقرے اڑا دیئے ہیں اور بیچ اور آخر کے فقروں کو لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔انہوں نے دینی امور میں ہٹ دھرمی کی ممانعت کرتے ہوئے دراصل اپنی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا ہے۔ان کی نظر میں ایسے مواقع پر امت کی نادانی زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہے، چنانچہ راوی کا بیان ہے کہ ہم عمر کے پاس تھے،انہوں نے کہا:ہمیں مشکل کاموں سے منع کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں تحریف کے ایسے بہت سے نمونے ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، کچھ نمونے آئندہ پیش کئے جائیں گے۔

۷۔عورت کے بارے میں خلیفہ کا فیصلہ

ابن عباس سے مروی ہے ایک پاگل عورت کو عمر کے پاس لایا گیا جو زنا کی مرتکب ہوئی تھی، انہوں نے چند افراد سے مشورہ کرنے کے بعد اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔

حضرت علیؑ کی طرف سے اس عورت کا گذر ہوا، آپ نے سوال کیا: اس بے چاری کی خطا کیا ہے؟ کہا گیا: یہ فلاں قبیلہ کی پاگل عورت ہے جو زنا کی مرتکب ہوئی ہے، خلیفہ نے سنگسار کرنے حکم دیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

اسے واپس لے جاؤ۔ پھر عمر کے پاس آکر فرمایا: اے مسلمانوں کے رہبر! کیا آپ کو رسول خداؐ کی حدیث نہیں معلوم، آپ نے فرمایا: تین لوگوں سے تکلیف ساقط ہے:

۱۔نابالغ بچہ؛

۱۔صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، (ج۶، ص۲۶۵۹، حدیث ۶۸۶۳)

۲۔خواب غفلت میں پڑا ہوا شخص؛

۳۔دیوانہ اور پاگل؛

یہ فلاں قبیلہ کی پاگل عورت ہے، شاید دیوانگی کی حالت میں زنا کی مرتکب ہوئی ہو، لہٰذا اسے آزاد کردو۔ یہ سن کر عمر نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنا شروع کردیا۔

دوسری صورت:

ابی ظبیان سے مروی ہے: میں عمر کے پاس تھا، اسی وقت ایک زانیہ کولایا گیا، عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، لوگ اسے سنگسار کرنے لے جارہے تھے کہ راستہ میں حضرت علیؑ سے مڈبھیڑ ہوگئی۔

پوچھا: اس بیچاری کی خطا کیا ہے؟

لوگوں نے کہا: زنا کی مرتکب ہوئی ہے اور سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت علیؑ نے عمر کے پاس بھیج دیا، لوگوں نے واپس جا کر کہا: ہمیں علیؑ نے واپس کردیا ہے۔

عمر نے کہا: علیؑ نے ایسا کیوں کیا؟ پھر ایک آدمی بھیج کر بلوایا، جب حضرت تشریف لائے تو پوچھا: آپ نے اس گنہگار کو واپس کیوں کردیا؟

آپ نے فرمایا: کیا تم نے رسول خداؐ کی حدیث نہیں سنی: **رفع القلم عن ثلاثة وعن النائم حتی یستقیظ، وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یعقل** ۔عمر نے کہا: ہاں! میں نے سنی ہے۔

حضرت نے فرمایا: یہ فلان قبیلہ کی پاگل عورت ہے، ممکن ہے دیوانگی کی حالت میں یہ فعل سرزد ہوا ہو؟

عمر نے کہا: میں نہیں جانتا۔ حضرت نے بھی فرمایا: میں بھی نہیں جانتا۔ یہ سن کر عمر نے سنگسار کرنے کا حکم واپس لے لیا۔

ابوظبیان کوفی (متوفی ۹۰ھ) نے ابن عباس سے اسی واقعہ کی روایت کی ہے۔

تیسری صورت:

عمر نے زانیہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، ادھر سے حضرت علیؑ کا گذر ہوا، آپ نے اسے نجات دلائی، جب عمر کو معلوم ہوا تو کہا: ان کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

جب سوال کیا گیا تو فرمایا: وہ فلاں قبیلہ کی پاگل عورت ہے ممکن ہے پاگل پن کی حالت میں یہ فعل سرزد ہوا ہو۔

یہ سن کر عمر نے کہا: **لولا علی لهک عمر۔**

چوتھی صورت:

ایک پاگل عورت کو عمر کے پاس لایا گیا جو زنا کی مرتکب ہوئی تھی، انہوں نے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، ادھر سے حضرت علیؑ کا گذر ہوا، دیکھا کہ چند بچے اس کے تعاقب میں ہیں۔

فرمایا: اس عورت کا کیا ماجرا ہے؟ کہا گیا: خلیفہ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: اسے واپس لے جاؤ۔

آپ اس عورت کے ہمراہ عمر کے پاس تشریف لئے گئے اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تین لوگوں سے تکلیف ساقط ہے: نابالغ بچہ، پاگل.....الخ

حاکم کی نظر میں یہ حدیث صحیح ہے، شعبہ نے اعمش سے مزید الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

پانچویں صورت:

بیہقی کے الفاظ ہیں: علی بن ابی طالبؑ کی طرف سے ایک پاگل عورت کو لے جایا گیا، جس پر زنا کا الزام تھا اور خلیفہ نے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

حضرت نے عمر سے فرمایا:

اے مسلمانوں کے امیر! آپ نے فلاں عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: کیا رسول خداؐ کی حدیث آپ کے ذہن میں نہیں ہے: **"رفع القلم عن ثلاثة وعن النائم حتی یستقیظ، وعن الصغیر حتی یکبر وعن المجنون حتی یفیق"** ۔ یہ سن کر عمر نے اسے آزاد

کرنے کا حکم دیا۔(۱)

توجہ طلب:

بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن جب دیکھا کہ خلیفہ کی کرامت وعزت کے برخلاف ہے تو خلیفہ کی عظمت کا تحفظ کرتے ہوئے واقعہ کا ابتدائی حصہ حذف کردیا ہے۔ انہیں یہ بات پسند نہیں تھی کہ امت مسلمہ کو معلوم ہو کہ خلیفہ محترم، معروف ومشہور سنت سے جاہل تھے، اسی لئے انہوں نے حدیث نقل کرتے ہوئے لکھا کہ علی بن ابی طالبؑ نے عمر سے فرمایا: کیا آپ نہیں جانتے کہ تکلیف کا حکم تین افراد سے ساقط ہے: دیوانہ؛ نابالغ بچہ اور خواب غفلت میں پڑا ہوا شخص۔(۲)

۸۔تاویل کتاب سے خلیفہ کی نادانی

ابی سعید خدری کا بیان ہے: ہم عمر بن خطاب کے ساتھ حج کرنے گئے، انہوں نے طواف کرتے ہوئے حجر اسود کا رخ کر کے کہا: میں جانتا ہوں کہ یہ صرف ایک پتھر ہے جو نہ نقصان پہونچاتا ہے اور، فائدہ۔ اگر میں نے رسول خداؐ کو بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا ہو ہرگز بوسہ نہ لیتا۔

یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا: اے مسلمانوں کے رہبر! یہ نقصان دہ بھی ہے اور نفع بخش بھی، اگر کتاب خدا کی معرفت حاصل کی ہوتی تو معلوم ہوتا کہ میری باتیں صحیح ہیں، خدا کا ارشاد ہے:

۱۔ سنن ابی داؤد، ج۲، ص۲۲۷، (ج۴، ص۱۴۰، حدیث۴۳۹۹/ ۴۴۰۱)؛ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۲۲۷، (ج۱، ص۶۵۹، حدیث۲۰۴۲)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۵۹، ج۴، ص۳۸۹، (ج۲، ص۶۸، حدیث۲۳۵۱، ج۴، ص۴۳۰، حدیث۸۱۶۹)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۶۴؛ تیسیر الوصول ج۲، ص۵، (ج۲، ص۸)؛ جامع الاصول، (ج۴، ص۲۷۱، حدیث۱۸۲۴)؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۶(ج۳، ص۱۴۴)؛ ذخائر العقبیٰ، ص۸۱؛ ارشاد الباری، ج۱۰، ص۹، (ج۱۴، ص۲۵۹)؛ فیض الغدیر، ج۴، ص۲۵۷؛ حاشیۃ الحفنی علی شرح الجامع الصغیر، ج۲، ص۴۱۷، (ج۲، ص۴۵۸)؛ مصباح الظلام، ج۲، ص۵۶، (ج۲، ص۱۳۶)؛ تذکرۃ الخواص، ص۵۷، (ص۱۴۷)؛ فتح الباری، ج۱۲، ص۱۰۱، (ج۱۲، ص۱۲۱)؛ عمدۃ القاری، ج۱۱، ص۱۵۱، (ج۲۳، ص۲۹۲)

۲۔ صحیح بخاری کتاب المحاربین باب لا یرجم المجنون والمجنونۃ، (ج۶، ص۲۴۹۹)

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ...﴾ ''اور جب تمھارے پروردگار نے فرزندان آدم علیہ السلام کی پشتوں سے انکی ذریت کو لے کر انھیں خود ان کے اوپر گواہ بنا کر سوال کیا کہ کیا میں تمھارا خدا نہیں ہوں تو سب نے کہا بیشک ہم اس کے گواہ ہیں، یہ عہد اس لئے لیا کہ روز قیامت یہ نہ کہہ سکو کہ ہم اس عہد سے غافل تھے''۔(۱)

لہٰذا اس کتاب میں پتھر کو رشد و ترقی کی حیثیت سے یاد کیا گیا ہے، یہ سن کر عمر نے کہا: **لا ابقانی الله بارض لست فيها يا اباالحسن** ''خدا مجھے ایسی زمین پر باقی نہ رکھے جہاں اے ابوالحسنؑ! آپ نہ ہوں''۔

دوسری عبارت میں ہے کہ عمر نے کہا: میں ایسے افراد کے درمیان زندگی بسر کرنے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں جن میں آپ نہ ہوں۔(۲)

۹۔ شترمرغ کے انڈے کے کفارہ سے خلیفہ کی جہالت

محمد بن زبیر کا بیان ہے:

میں شام کی مسجد میں داخل ہوا، وہاں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس کے سینہ کی ہڈی ضعیفی کی وجہ سے نمایاں تھی۔ میں نے کہا: اے پیر مرد! تم نے اپنی زندگی میں کس کا زمانہ دیکھا ہے؟ کہا: عمر بن خطاب کا۔ میں نے کہا: کس جنگ میں شرکت کی؟ کہا: جنگ یرموک میں۔ میں نے کہا: مجھ سے کوئی واقعہ بیان کرو؟

۱۔ سورہ اعراف/۱۷۲

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص۴۵۷، (ج۱، ص۶۲۸، حدیث۱۶۸۲)؛ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص۱۰۶، (ص۱۱۵)؛ اخبار مکہ، (ج۱، ص۳۲۳)؛ عمدۃ القاری، ج۴، ص۶۰۶، (ج۹، ص۲۴۰)؛ کنز العمال، (ج۳، ص۳۵، حدیث۱۲۵۲۱)؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، (ج۹، ص۱۳۰، حدیث۳۸۲۱/۳۸۲۲)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۲۲، (ج۱۲، ص۱۰۰، خطبہ۲۲۳)؛ الفتوحات الاسلامیہ، ج۲، ص۴۸۶، (ج۲، ص۳۱۹)

اس نے کہا: میں فقیہ کے ساتھ حج کے ارادہ سے باہر نکلا، راستے میں شتر مرغ کا انڈا دستیاب ہوا، حالت احرام میں ہونے کے باوجود ہم نے اسے کھالیا، جب مناسک حج سے فراغت ہوئی تو سارا واقعہ عمر سے بیان کیا گیا، انہوں نے جواب دینے کے بجائے ہماری طرف رخ کر کے کہا: میرے ہمراہ آؤ، ہم عمر کے ساتھ رسول خداؐ کے بیت المقدس تک آئے، ایک کمرے میں دق الباب کیا، جب عورت آئی تو پوچھا: ابوالحسنؑ موجود ہیں؟

کہا: جنگل کی طرف تشریف لے گئے ہیں، ہم علی بن ابی طالبؑ کے پاس پہنچے، جو اپنے ہاتھوں سے مٹی ہموار کر رہے تھے۔ عمر نے کہا: اس جماعت کو حالت احرام میں شتر مرغ کا انڈا دستیاب ہوا ہے، مسئلہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا: مجھے بلا بھیجا ہوتا میں آجاتا۔ عمر نے کہا: میرے لئے زیادہ مناسب ہے کہ میں آپ کی قدم بوسی کروں۔ حضرت نے فرمایا: تخم کی تعداد کے مطابق جوان نر و مادہ کو آپس میں ملا دو جو نتیجہ دیں اور جتنے بچے پیدا ہوں انھیں بیت اللہ میں ہدیہ کے طور پر پیش کر دو۔

یہ سن کر عمر نے کہا: خدایا! کوئی ایسا دشوار اور سخت امر در پیش نہ ہو جسے حل کرنے لئے حضرت علیؑ نہ ہوں۔ (۱)

۱۰۔ کل الناس افقہ من عمر

تشنگی کے عالم میں عمر بن خطاب کا گذر ایک انصاری جوان کے پاس سے ہوا، انہوں نے پانی طلب کیا، اس جوان نے شہد کا شربت عمر کی خدمت میں پیش کیا، عمر نے پینے سے انکار کر دیا اور کہا: خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾ ''تم نے اپنے سارے مزے دنیا ہی کی زندگی میں لے لئے اور وہاں آرام کرلیا ''۔ اس جوان نے کہا: یہ آیت آپ کے یا آپ کے

۱۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۴/۵۰، (ج۲، ص۳۲۵، ج۳، ص۱۴۲): ذخائر العقبیٰ، ص۸۲؛ کفایۃ شنقیطی، ص۵۷

قبیلے والوں (مسلمانوں) کے لئے نازل نہیں ہوئی ہے۔

آیت کا سیاق وسباق ملاحظہ فرمایئے: ﴿يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا..﴾ اور جس دن کفار جہنم کے سامنے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنی زندگی میں اپنے مزے اڑا چکے اور اس میں خوب آرام کرلیا"۔(۱)

یہ سن کر عمر نے کہا: کل الناس افقه من عمر "تمام لوگ عمر سے زیادہ عقلمند ہیں"۔(۲)

۱۱۔ایک ماں اور بیٹے کا اختلاف واقعہ اور خلیفہ کا فرمان قتل

محمد بن عبداللہ بن ابی رافع نے اپنے والد سے کہا: انصار کے ایک جوان نے عمر بن خطاب کے پاس اپنی ماں سے اختلاف کرلیا، اس کی ماں نے انکار کرتے ہوئے کہا: یہ میرا فرزند نہیں۔ عمر نے لڑکے سے گواہ طلب کیا لیکن اس کے پاس گواہ نہیں تھا، ادھر عورت نے کئی گواہ پیش کردیئے کہ یہ ایک باکرہ لڑکی ہے، اس نے ابھی شادی بھی نہیں کی اور اس جوان نے اتہام طرازی کی ہے۔ یہ سن کر عمر نے اس جوان کے قتل کا فرمان صادر کردیا۔

حضرت علیؑ کی نگاہ پڑی، آپ نے واقعہ پوچھا اور حالات سے آگاہی ہوئی۔

آپؑ نے مسجد رسولؐ میں بیٹھ کر عورت سے پوچھا لیکن اس نے پھر انکار کرتے ہوئے کہا: یہ میرا فرزند نہیں ہے۔ آپؑ نے جوان سے فرمایا: جس طرح اس عورت نے انکار کیا ہے تم بھی اس کا انکار کردو۔ جوان نے کہا: اے رسول خداؐ کے بھائی! یہ میری ماں ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: پھر بھی انکار کردو۔ میں تمہارا باپ اور حسن وحسین علیہما السلام تمہارے بھائی ہیں۔

جب اس نے انکار کردیا تو حضرتؑ نے حاضرین مجلس سے فرمایا: تم لوگ گواہ رہنا میں نے اس

۱۔سورہ احقاف/۲۰

۲۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۱،ص۶۱، (ج۱،ص۱۸۲، خطبہ۳)

جوان کی شادی اس عورت کے ساتھ کر دی ہے۔اے قنبر! جاؤ اور درہم کی تھیلی لے آؤ۔قنبر دوڑ کر درہم کی تھیلی لے آئے، اس میں چار سو درہم موجود تھے، اسے عورت کے دامن میں ڈال کر جوان سے فرمایا: اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر لے جاؤ، دوبارہ ملاقات پر شادی کا اثر نمایاں رہنا چاہئے۔جیسے ہی اس جوان نے عورت کا ہاتھ پکڑا، وہ چیخنے لگی: اے ابوالحسنؑ! اللہ اللہ یہ آگ ہے، خدا کی قسم! یہ میرا فرزند ہے۔(۱)

۱۲۔مفاد کلمات سے خلیفہ کی جہالت:

۱۔عمر بن خطاب نے ایک شخص سے سوال کیا: تم کیسے ہو؟ کہا: میں فتنوں کو پسند کرتا ہوں، حق کو مکروہ سمجھتا ہوں اور نادیدہ چیزوں کی گواہی دیتا ہوں۔یہ سن کر عمر نے قید کرنے کا حکم دے دیا۔

حضرت علیؑ نے اسے واپس لانے کی فرمائش کی اور فرمایا: وہ مال و فرزند کو پسند کرتا ہے، خدا کا ارشاد ہے: ﴿انما اولادکم فتنة﴾ ''بے شک تمہاری اولاد و اموال تمھارے لئے فتنہ ہیں''۔وہ موت سے کراہت رکھتا ہے اور یہ صحیح ہے، وہ گواہی دیتا ہے محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور اس نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔

عمر نے اسے آزاد کرنے کا حکم دیا اور کہا: ''اللہ یعلم حیث یجعل رسالته''(۲)

۲۔حذیفہ بن یمان سے مروی ہے: انہوں نے عمر بن خطاب سے ملاقات کی۔عمر نے کہا: اے ابن یمان! کیسے صبح کی؟

انہوں نے کہا: کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ کیسے صبح کی، خدا کی قسم! اس حالت میں صبح ہوئی کہ حق کو مکروہ جانتا ہوں، فتنہ کو پسند کرتا ہوں، نادیدہ چیزوں کی گواہی دیتا ہوں، غیر مخلوق کی حفاظت اور بغیر وضو کے نماز ادا کرتا ہوں اور روئے زمین پر میرے پاس ایسی شی ہے جو آسمان پر خدا کے پاس نہیں۔

یہ سن کر عمر غصہ سے لال بھبھوکا ہو گئے، عجلت میں واپس ہوئے تا کہ حذیفہ کو ان کی باتوں پر اذیت

۱۔الطرق الحکمیہ ابن قیم جوزی، ص۴۵

۲۔الطرف الحکمیہ ابن قیم جوزی، ص۴۶

ناک سزا دیں، راستہ میں حضرت علیؑ سے ملاقات ہوگئی، پوچھا: کیا واقعہ ہے، غصے کا سبب کیا ہے؟

کہا: میں نے ابھی حذیفہ سے ملاقات کی، صبح کے متعلق سوال کیا تو کہنے لگا: میں نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ حق کو ناپسند کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا: وہ صحیح کہتا ہے، وہ موت کو ناپسند کرتا ہوں اور یہ حق ہے۔

عمر نے کہا: وہ کہتا ہے کہ فتنہ کو پسند کرتا ہوں؟

حضرت نے فرمایا: وہ صحیح کہتا ہے، وہ مال وفرزند کو پسند کرتا ہے، خدا کا ارشاد ہے: ﴿انـــمـــا اولادکم فتنة﴾

وہ کہتا ہے: نادیدہ چیزوں کو گواہی دیتا ہوں۔

فرمایا: وہ صحیح کہتا ہے، وہ توحید خدا، موت، بعثت، قیامت اور جنت وجہنم کی گواہی دیتا ہے اور اس نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔

کہا: اے علیؑ! وہ کہتا ہے میں غیر مخلوق کی حفاظت کرتا ہوں۔

فرمایا: وہ صحیح کہتا ہے، وہ کتاب خدا کی حفاظت کرتا ہے جو مخلوق نہیں۔

کہا: وہ کہتا ہے کہ بغیر وضو کے نماز ادا کرتا ہوں۔

فرمایا: وہ رسول خداؐ پر بغیر وضو کے صلوات بھیجتا ہے جو جائز ہے۔

کہا: اے ابوالحسنؑ! اس سے بڑی بکواس کرتا ہے۔

پوچھا: کیا؟

کہا: وہ کہتا ہے کہ میں روئے زمین پر ایسی چیز کا مالک ہوں جو آسمان میں خدا کے پاس نہیں۔

فرمایا: وہ صحیح کہتا ہے، وہ صاحب زن وفرزند ہے اور خداوند عالم ان چیزوں سے پاک ومنزہ ہے۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتے۔(۱)

۳۔ مروی ہے کہ ایک شخص کو عمر بن خطاب کے پاس لایا گیا جس کی خطا یہ تھی اس نے لوگوں کے

۱۔ کفایۃ گنجی، ص۹۶، (ص۲۱۸)؛ فصول المھمۃ ابن صباغ مالکی، ص۱۸، (ص۳۴)

سوال ''کیسے صبح کی؟'' کے جواب میں کہہ دیا کہ میں نے اس حالت میں صبح کی کہ فتنہ کو پسند کرتا ہوں اور حق کو ناپسند کرتا ہوں، یہود و نصاری کی تصدیق کرتا ہوں اور نادیدہ چیزوں پر ایمان رکھتا ہوں اور ایسی چیزوں کا اقرار کرتا ہوں جس کی خلقت نہیں ہوئی۔

عمر نے الجھی ڈوری کو سلجھانے کے لئے حضرت علیؑ کو بلا بھیجا۔

آپ نے فرمایا: صحیح کہتا ہے: یہ فتنہ کو پسند کرتا ہے جس کے متعلق خدا کا ارشاد ہے: ﴿انما اموالکم و اولادکم فتنة ﴾ حق کو مکروہ جانتا ہے یعنی وہ موت کو ناپسند کرتا ہے، خدا فرماتا ہے: ﴿ وَجَائَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَق ﴾۔(۱)

یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے: ﴿وَقَالَتْ الْيَهُودُ لَيْسَتْ النَّصَارَى عَلَى شَيْءٍ وَقَالَتْ النَّصَارَى لَيْسَتْ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ ﴾۔(۲)

خداوند عالم پر ایمان رکھتا ہے اور ایسی چیز کا اقرار کرتا ہے جو خلقت کے مرحلے تک نہیں پہونچی یعنی قیامت کا۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے، خدایا! ایسی مشکل سے پناہ چاہتا ہوں جس کے حل کے لئے علی نہ ہوں۔(۳)

۴۔ ابن شیبہ، عبد حمید اور ابن منذر نے ابراہیم تیمی سے نقل کیا ہے:

وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے عمر کے پاس آکر کہا: خدایا! مجھے قلیل میں قرار دے۔ عمر نے کہا: یہ کون سی دعا ہے؟ اس نے کہا: میں نے قرآن مجید میں خدا ارشاد پڑھا ہے: ﴿وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِي الشَّكُورُ ﴾ ''میرے بہت کم بندے شکر گذار ہیں''۔(۴)

۱۔ سورۂ ق/۱۹

۲۔ سورہ بقرہ/۱۱۳

۳۔ مقدار الاشعار شبلنجی، ص۷۹، (ص۱۶۱)

۴۔ سورہ سبا/۱۳

میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ خدا مجھے اس قلیل میں قرار دے۔

یہ سن کر عمر نے کہا: **کل الناس افقه من عمر** ''تمام لوگ عمر سے زیادہ فقیہ ہیں''۔

قرطبی کے الفاظ ہیں: **کل الناس اعلم منک یا عمر** ''اے عمر! ہر شخص تم سے زیادہ عالم ہے''۔

زمخشری کی تعبیر ہے: **کل الناس اعلم من عمر** ''تمام لوگ عمر سے زیادہ دانا ہیں''۔(۱)

۵۔ایک عورت عمر بن خطاب کے پاس آ کر کہنے لگی: اے مسلمانوں کے امیر! میرا شوہر دن میں روزے رکھتا ہے اور راتیں عبادتوں میں بسر کرتا ہے۔

عمر نے اس عورت سے کہا: تمہارا شوہر لائق ستایش ایمان کا حامل ہے، اسی مجلس میں کعب نامی ایک شخص بیٹھا تھا بولا: اے امیر المومنین! یہ عورت اپنے شوہر کی بے رخی اور عدم مباشرت کی شکایت کر رہی ہے۔عمر نے کہا: جب تم ان کی بات سے واقف ہو تو ان کے درمیان قضاوت کرو۔

کعب نے اس کے شوہر کو بلا کر کہا: یہ عورت تمہاری شکایت کر رہی ہے؟ اس نے کہا: کیا یہ خوراک و پوشاک کی شکایت کر رہی ہے؟ کعب نے کہا: نہیں! بلکہ تیری بے رخی اور آمیزش سے غفلت کی شکایت کر رہی ہے۔

اس عورت نے اس وقت یہ دو بیت گنگنائے:

یاایها القاضی الحکیم انشده   الهی خلیلی عن فراش مسجد

نهاره ولیله لا یرقده   وفی کتاب الله تخویف یحل

''اے قاضی حکیم! اسے قسم دو کہ آیا میرے رفیق و شوہر کو اس کی مسجد نے آمیزش سے غافل کر رکھا ہے، وہ رات دن خواب غفلت میں پڑا رہتا ہے، میری نظر میں وہ عورتوں کے امور میں لائق ستائش نہیں''۔

۱۔تفسیر قرطبی، ج۱۴، ص۲۷۷، (ج۱۴،ص۱۷۸)؛ تفسیر کشاف، ج۲، ص۴۴۵، (ج۳،ص۵۷۳)؛ تفسیر درّ منثور سیوطی، ج۵، ص۲۲۹، (ج۶،ص۶۸۲)

یہ سن کر اس کا شوہر گنگانے لگا:

زھدی فی فرشھا والحل انی امرؤ اذ ذھلنی ما قد نز
فی سورۃ النمل وفی سبع الطول وفی کتاب اللہ تخویف یحل

''میں اس کی مباشرت اور زینت وآرائش سے دل برداشتہ ہوں، اس لئے کہ میں ایسا مرد ہوں جسے سورۂ نمل اور بڑے سوروں میں نازل شدہ امور اور باتوں نے پریشان کر رہا ہے، کتاب خدا ایسا خوف ہے جس سے میں ہمیشہ خوفزدہ رہتا ہوں۔

یہ بیت بازی دیکھ کر قاضی بھی گنگانے لگا:

اِنَّ لھا علیک حقاً لو یزل فی أربع نصیبھا لمن عقل

''بے شک تمہارے کاندھے پر اس کا عظیم حق ہے، جو سمجھ دار اور عقلمند ہے اسے معلوم ہے کہ چار شبوں میں سے اس کا بھی حق ہے''۔

اس کے بعد کہا: خداوند عالم نے تمہارے اوپر دو تین عورتوں کو حلال کیا ہے لہٰذا تمہارے تین شبانہ روز میں سے اس کے لئے ایک شب و روز ہے۔

یہ تمام باتیں عمر نے سن کر کہا: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میں سے کس پر تعجب کروں، عورت کی بات پر یا ان کے درمیان تمہاری قضاوت پر، جاؤ میں نے تمہیں بصرہ کا والی مقرر کیا۔

دوسری صورت:

قتادہ اور شعبی سے مروی ہے: ایک عورت نے عمر کے پاس آکر کہا: میرا شوہر راتیں قیام وقعود میں گذارتا ہے اور دن میں روزے رکھتا ہے۔

عمر نے کہا: کتنی اچھی بات ہے، تمہارے شوہر کو سلام۔ کعب بن سوار نے کہا: یہ اپنے شوہر کی شکایت کر رہی ہے۔ عمر نے کہا: کیسے؟ کہا: وہ کہنا چاہتی ہے کہ اسے اس کے شوہر سے کوئی فائدہ نہیں۔ عمر نے کہا: اگر اتنا سمجھ گئے ہو تو ان کے درمیان قضاوت کرو۔

کعب نے کہا: اے امیر! خداوند عالم نے اس شخص کے لئے چار عورتیں حلال کی ہیں اور ہر چار روز میں سے ایک دن اس عورت یا چار راتوں میں سے ایک رات اس سے مخصوص کی ہے۔

استیعاب میں ابی عمر کی تعبیر ہے:

ایک عورت نے عمر سے اپنے شوہر کی شکایت کی: میرا شوہر دن میں روزے رکھتا ہے اور راتیں عبادتوں میں بسر کرتا ہے اور مجھے پسند نہیں کہ آپ سے اس کی شکایت کروں کیوں کہ وہ خدا کی اطاعت بجالاتا ہے۔ لیکن حضرت عمر اس عورت کی بات سمجھنے سے قاصر رہے۔

دوسری تعبیر: عمر نے کعب بن سوار سے کہا: تم ان کے درمیان فیصلہ کرو کیونکہ تم نے وہ بات سمجھ لی ہے جو میری سمجھ سے باہر ہے۔

ابوعمر کا بیان ہے: یہ مشہور و معروف واقعہ ہے۔

شعبی سے مروی ہے کہ ایک عورت عمر کے قریب آ کر کہنے لگی: اے امیر المومنین! شوہر کے سلسلے میں میری مدد کیجئے، وہ راتوں کو نہیں سوتا اور دن میں روزے رکھتا ہے اور رات میں نمازیں پڑھتا ہے۔ عمر نے کہا: تو کیا کہنا چاہتی ہو، کیا میں اس شخص کو عبادت خدا سے منع کروں۔ (۱)

۱۳۔ قرأت نماز اور خلیفہ کا اجتہاد

۱۔ عبدالرحمٰن بن حنظلہ بن راہب سے مروی ہے:

عمر بن خطاب نے مغرب کی نماز پڑھی اور پہلی رکعت میں حمد و سورہ کی تلاوت کرنا بھول گئے، جب دوسری رکعت میں پہنچے تو سورۂ حمد کی دو مرتبہ تلاوت کی اور نماز کے اختتام پر دو سجدۂ سہو بجالائے۔

ابن حجر نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: اس حدیث کے تمام رواۃ قابل اعتماد ہیں

۱۔ الکنی والالقاب، دولابی ج۱ص۱۹۲؛ استیعاب (القسم الثالث، ص۱۳۱۸، نمبر۲۱۹۵)؛ الاذکیاء ابن جوزی، ص۱۴۲/۴۹، (ص۸۸/ ۲۶۷)؛ المستطرف ابشیہی، ج۱ص۷۰، (ج۱، ص۵۶)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۰۵، (ج۱۲، ص۴۶، خطبہ۲۲۳)؛ تاریخ الخلفاء، ص۹۶ (ص۱۳۲)؛ الاصابہ ج۳، ص۳۱۵، (نمبر۷۴۹۳)

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ حضرت عمر کا عقیدہ تھا۔(۱)

بیہقی کے الفاظ ہیں:

عمر بن خطاب نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی، لیکن پہلی رکعت میں کوئی سورہ نہیں پڑھا اور دوسری رکعت میں حمد و سورہ کو دو مرتبہ پڑھا اور نماز کے بعد دو سجدۂ سہو بجالائے۔(۲)

دوسری عبارت ہے: دو سجدے کے بعد سلام پڑھا۔(۳)

۲۔ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن کا بیان ہے: عمر بن خطاب لوگوں کے ہمراہ مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے لیکن حمد و سورہ کی تلاوت نہیں کی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا: آپ نے قرأت کیوں نہیں کی؟ پوچھا: رکوع و سجود کی کیا کیفیت تھی؟ کہا گیا: ٹھیک تھے۔کہا: ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بیہقی کا بیان ہے: شافعی کہتے ہیں کہ ابو سلمہ اس واقعہ کو مدینہ میں عمر کے خاندان کے سامنے بیان کرتا تھا اور کوئی اس کا انکار نہیں کرتا تھا۔اس کی سند صحیح اور تمام رواۃ قابل اعتماد ہیں۔(۴)

۳۔علی بن ابراہیم نخعی کا بیان ہے:

عمر بن خطاب نے نماز مغرب پڑھی اور کوئی سورہ نہیں پڑھا۔لوگوں نے کہا: آپ نے کسی سورہ کی تلاوت نہیں کی۔عمر نے کہا: میں نے نماز کے دوران ایک قافلہ شام کی طرف روانہ کیا، منزل بہ منزل پڑاؤ ڈال کر شام پہنچایا اور اونٹوں اور ان پر بار تمام چیزوں کو فروخت کیا۔یہ کہنے کے بعد انہوں نے دوبارہ نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی دوبارہ نماز ادا کی۔

شعبی سے مروی ہے: ابوموسیٰ اشعری نے عمر بن خطاب سے کہا: اے مسلمانوں کے رہبر! کیا آپ نے اپنے دل میں پڑھا تھا؟ کہا: نہیں۔پھر اذان کہنے کا حکم دیا اور اذان و اقامت کے بعد لوگوں کے

۱۔فتح الباری، ج۳، ص۶۹، (ج۳، ص۹۰)

۲۔سنن بیہقی، ج۲، ص۳۸۲

۳۔کنز العمال، ج۴، ص۲۱۳، (ج۸، ص۱۳۲، حدیث ۲۲۲۵۵)

۴۔روایت کے مدارک: سنن بیہقی، ج۲، ص۳۴۷/۳۸۱؛ المصنف عبد الرزاق (ج۲، ص۱۲۲، حدیث ۲۷۴۸)؛ کنز العمال، ج۴، ص۲۱۳، (ج۸، ص۱۳۳، حدیث ۲۲۲۵۶)

ہمراہ نماز ادا کی۔(۱)

ان واقعات اور تکرار قصہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ خلیفۂ محترم نے ان دونوں نمازوں میں مسلم اصل سے استناد نہیں کیا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ پہلی رکعت میں کسی سورہ کی قرأت نہیں کی اور دوسری رکعت میں اس کی قضا کی اور نماز کے سلام سے پہلے یا بعد میں سجدۂ سہو بجالائے۔ دوسری مرتبہ صرف رکوع و سجود پر اکتفا کیا اور سجدۂ سہو بجالائے اور ایک مرتبہ صرف احتیاط سے کام لیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے خیال میں یہ اعمال باطل تھے تبھی تو دوبارہ انجام دیا اور ان کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی دو مرتبہ نماز پڑھی۔

کیا یہ خلیفہ محترم کا وقتی اجتہاد ہے یا مسائل میں ان کے پاس کوئی معیار اور مآخذ نہیں تھا جس کی طرف وہ رجوع کرتے؟

تعجب تو ابن حجر پر ہے جو خلاف قاعدہ مسائل کو بھی مذہب اور عقیدہ کا نام دیتے ہیں اور اسی طرح وہ اپنے عیوب و نقائص کی پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے علاوہ متذکرہ روایات میں خلیفہ محترم کے خضوع و خشوع اور حضور قلب کی کیفیت کا بھی پتہ چلتا ہے؟؟

۱۴۔ میراث کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

مسعود ثقفی کا بیان ہے: میں عمر بن خطاب کے پاس تھا، انہوں نے طرفینی بھائیوں کے میراث میں مادری بھائیوں کو شریک کرلیا تھا۔ ایک شخص نے کہا: یہ کیسا فیصلہ ہے؟ عمر نے پوچھا: کیا کہنا چاہتے ہو؟ کہا: آپ نے مادری بھائیوں کے لئے تین حصہ قرار دیا اور مادری و پدری بھائیوں کے لئے کچھ بھی نہیں، انہوں نے کہا: میں نے اپنی معلومات کے مطابق حکم دیا ہے۔

۱۔ سنن بیہقی، ج۲، ص۳۸۲؛ کنز العمال، ج۴، ص۲۱۳، (ج۸، ص۱۳۳، حدیث ۲۲۲۵۷)

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں: میرا آج کا فیصلہ کل کے فیصلے کی بنیاد پر ہے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ایسا لگتا ہے جیسے احکام قضایا خلیفہ کے ذاتی نظریات کے اردگرد گھومتے رہے ہیں، خواہ شریعت کے مطابق ہو یا نہ ہو، گویا خلیفہ اپنی خواہش کے مطابق جیسا چاہے حکم دے سکتا ہے، اسلام میں کوئی حکم نہیں جس کی پیروی کی جائے اور کوئی قانون نہیں جو شائع و مشہور ہو۔ یہ تو اس تصویب (۲) سے بھی بدتر ہے جسے قطعی دلیلوں سے باطل کردیا جاتا ہے۔

۱۵۔ کنیز کی طلاق سے خلیفہ کی نادانی

حافظ دار قطنی اور ابن عساکر (۳) سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس دو افراد آئے اور کنیز کے طلاق کے متعلق سوال کیا، یہ وہاں سے اٹھ مسجد میں بیٹھی جمعیت کے قریب آئے، ان میں اصلع نامی شخص بیٹھا ہوا تھا، عمر نے پوچھا: اے اصلع! کنیز کے طلاق کے متعلق کیا کہتے ہو؟ اس نے سر بلند کر کے انگشت شہادت اور انگشت میانہ کے درمیان اشارہ کردیا، یہ دیکھ کر عمر نے کہا: دو طلاق۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا: سبحان اللہ! ہم آپ کے پاس مسلمانوں کا رہبر سمجھ کر آئے تھے لیکن آپ نے اس شخص کے سامنے کھڑے ہو کر سوال کیا اور اس کے اشارہ پر مطمئن ہو گئے۔(۴)

(تفصیل کے لئے الغدیر کی دوسری جلد ملاحظہ کریں)۔

۱۔ سنن بیہقی، ج۶، ص۲۵۵؛ سنن دارمی، ج۱، ص۱۵۳؛ العلم ابو عمر، ص۱۳۹؛ (جامع بیان العلم، (ص۲۹۴، حدیث۱۵۰۵)

۲۔ تصویب یعنی مجتہد جو کہے وہ صحیح ہے چاہے کتاب وسنت اور حکم خدا کے مخالف ہی کیوں نہ ہو

۳۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۷، ص۳۸۹)؛ حالات امام علیؑ از تاریخ ابن عساکر، (تحقیق شدہ نمبر۱۸۷)۔

۴۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۷، ص۳۸۹)؛ حالات امام علیؑ از تاریخ ابن عساکر، (تحقیق شدہ نمبر۱۸۷)؛ کفایۃ الطالب، ص۱۲۹، (باب ۶۲، ص۲۵۸)؛ مناقب خوارزمی، ص۷۸، (ص۱۳۰، حدیث۱۴۵)؛ مودۃ القربیٰ، (مودۃ ۷)؛ ریاض النضرۃ، ج۱، ص۲۴۴، (ج۳، ص۱۸۱)؛ نزھۃ المجالس، ج۲، ص۲۴۰، (ج۲، ص۲۰۷)

۱۶۔ لولا علی لهلک عمر

عمر کے پاس ایک حاملہ عورت کو لایا گیا، اس نے زنا کا اقرار کر لیا تھا۔ عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ راستے میں حضرت علیؑ سے ملاقات ہوئی، پوچھا: اس عورت کے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں؟

لوگوں نے کہا: عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے، حضرت نے اسے واپس کرتے ہوئے کہا: تمہاری حکومت صرف اسی عورت تک محدود ہے، اس کے شکم میں موجود بچہ تمہارے حکم سے مستثنیٰ ہے۔ اور شاید تم نے اسے آزار و اذیت دی یا خوفزدہ کیا ہے؟

عمر نے کہا: ہاں! میں نے اسے اذیت دی ہے۔ فرمایا: جو آزار و اذیت اور یہ دھمکیاں سننے کے بعد اقرار کرے کہ اسے زندان میں ڈال دیا جائے گا، ایسا ویسا سلوک کیا جائے گا تو اس پر کوئی حد جاری نہیں ہوگی۔ یہ سن کر عمر نے اسے آزاد کرتے ہوئے کہا: **عجزت النساء ان أن تلدن مثل علی بن ابی طالب، لولا علی لهلک عمر** ''عورتیں علیؑ کی طرح بچہ پیدا کرنے سے عاجز ہیں اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے''۔(۱)

۱۷۔ کل احد افقہ من عمر

حضرت علیؑ عمر کے پاس پہنچے، دیکھا کہ ایک حاملہ عورت کو سنگسار کرنے کے لئے لوگ کشاں کشاں لئے جا رہے ہیں۔ پوچھا: اس عورت کی خطا کیا ہے؟ عورت نے کہا: یہ لوگ مجھے سنگسار کرنے لے جا رہے ہیں۔

یہ سن کر عمر سے فرمایا: اے مسلمانوں کے رہبر! یہ سنگسار نہیں ہو سکتی، تمہارا اختیار صرف اسی عورت پر ہے لیکن اس کے شکم میں موجود بچہ تمہاری حکومت سے باہر ہے۔

۱۔ روایت کے مآخذ: ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۶، (ج ۳، ص ۱۴۳)؛ ذخائر العقبیٰ، ص ۸۰؛ مطالب السؤال، ص ۱۳؛ مناقب خوارزمی، ص ۴۸، (ص ۸۱، حدیث ۶۵)؛ الاربعین فخر رازی، ص ۴۶۶

عمر نے برجستہ کہا: كل احد افقه من عمر ''ہر شخص عمر سے زیادہ عقلمند ہے''۔
پھر حضرت نے اس کی ضمانت لی، جب بچے کی ولادت ہو چکی تو اس عورت کو سنگسار کیا گیا۔(۱)

۱۸۔درک عرفات کے بعد حائض کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

ابن منذر کا بیان ہے: تمام فقہاء کہتے ہیں کہ جو حائضہ عرفات میں رہ چکی ہے، اس پر طواف وداع ساقط ہے۔

عمر بن خطاب، ابن عمر اور زید بن ثابت سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے طواف وداع کے لئے حائض عورت کے توقف کا حکم دیا ہے، ان کی نظر میں توقف اسی طرح واجب ہے جس طرح طواف افاضہ، اس لئے اگر اس سے پہلے حائض ہو جائے تو ساقط نہیں ہوتا۔ اس کے بعد صحیح سندوں کے ذریعہ عمر کی طرف نسبت دی گئی ہے کہ نافع نے ابن عمر سے روایت کی ہے: ایک عورت نے عید قربان کے دن خانۂ خدا کا طواف کیا، اس کے بعد وہ حیض میں مبتلا ہو گئی، عمر نے حکم دیا کہ اسے مکہ مکرمہ میں روکے رکھا جائے اور لوگوں کے جانے کے بعد جب وہ پاک ہو جائے تو بیت اللہ کا طواف کرے۔

روای کا بیان ہے: ابن عمر (۲) اور زید بن ثابت کا یہی نظریہ ہے، لیکن ہم عائشہ سے مروی ایک روایت کی بنیاد پر اس کی مخالفت کرتے ہیں جو اس باب میں مذکور ہے(۳)

اور ابن ابی شیبہ نے قاسم بن محمد کے طریق سے روایت کی ہے کہ تمام صحابہ کا نظریہ ہے کہ اگر عورت قبل

۱۔اس فیصلے کے مآخذ: ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۶، (ج۳، ص۱۴۳)؛ ذخائر العقبیٰ، ص۸۱؛ کفایۃ الطالب، ص۱۰۵، (باب۵۹، ص۲۲۷)

۲۔صحیح بخاری، کتاب الحج، (ج۲، ص۶۲۵، حدیث۱۶۷۲)؛ سنن بیہقی، ج۵، ص۱۶۳۔

۳۔صحیح بخاری، کتاب الحیض، (ج۱، ص۱۲۴، حدیث۳۲۲)؛ کتاب الحج، (ج۲، ص۶۲۵، حدیث۱۶۷۰)؛ صحیح مسلم، (کتاب الحج، ج۳، ص۱۳۷)؛ سنن دارمی، ج۲، ص۶۸؛ سنن ابی داؤد، ج۱، ص۳۱۳، (ج۲، ص۲۰۸، حدیث۲۰۰۳/۲۰۰۴)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۷۷، (ج۳، ص۲۸۰، حدیث۹۴۳)؛ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۲۵۲، (ج۲، ص۱۰۲۱، حدیث۳۰۷۲/۳۰۷۳)؛ سنن بیہقی، ج۵، ص۱۶۲؛ مصابیح السنۃ، ج۱، ص۱۸۲، (ج۲، ص۲۴۵، حدیث۱۸۵۶)۔

از حیض عرفات درک کر لیتی ہے تو اسے حج سے فارغ ہو جانا چاہیئے لیکن عمر کا کہنا ہے کہ آخر تک طواف بیت اللہ انجام دینا چاہیئے۔(۱)

حارث بن عبداللہ بن اوس سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن خطاب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس عورت کے متعلق سوال کیا جو خانۂ خدا کے طواف کے وقت حیض میں مبتلا ہو گئی تھی؟ عمر نے جواب دیا: اسے آخر تک خانۂ خدا کا طواف انجام دینا چاہیئے۔ حارث کا بیان ہے کہ میں نے کہا: رسول خداؐ نے بھی ایسا ہی فتوی دیا تھا۔ یہ سن کر عمر نے کہا: تیرے ہاتھ شل ہوں، تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے، تم نے مجھ سے ایسی بات پوچھی جس کے بارے میں پہلے ہی سے رسول خداؐ سے سوال کر چکے تھے تاکہ میں اس کی مخالفت کروں۔(۲)

ابونضر ہاشم بن ہاشم نے مؤثق اور قابل اعتماد راویوں کی طرف نسبت دیتے ہوئے ہاشم بن یحییٰ مخزومی سے نقل کیا ہے کہ قبیلۂ ثقیف کے ایک شخص نے عمر بن خطاب سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا جو حیض کی حالت میں تھی اور عید کے دن خانۂ خدا کی زیارت کی، کیا وہ پاک ہونے سے قبل کوچ کر سکتی ہے؟ عمر نے کہا: نہیں۔

اس مرد ثقفی نے کہا: لیکن رسول خداؐ نے اس کے برخلاف فتویٰ دیا ہے۔ عمر اسے کوڑے مارنے کے لئے یہ کہتے ہوئے اٹھے: مجھ سے ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کیوں کرتے ہو جس کا رسول خداؐ جواب دے چکے ہیں۔(۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

مجھے نہیں معلوم حضرت عمر کی یادداشت سے ایسی بات کیسے غائب ہو گئی جس سے تمام صحابہ واقف تھے، اس کے باوجود بھی موسیٰ جاراللہ کا خیال ہے کہ عمر تمام صحابہ میں اعلم ہیں، اسی لئے تمام صحابہ نے

۱۔ فتح الباری، ج ۳، ص ۴۶۲، (ج ۳، ص ۵۸۷)

۲۔ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۱۳، (ج ۲، ص ۲۰۸، حدیث ۲۰۰۴)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص ۲۲۷، (ص ۳۹۳)

۳۔ ایقاظ الھمم، ص ۹

اس فتویٰ میں ان کی مخالفت کی اور علماء بلاد نے ان کی پیروی کی۔

جہاں تک زید اور ابن عمر کا سوال ہے تو انھوں نے ایک طویل مدت تک حضرت عمر کی موافقت کی۔ معلوم نہیں یہ موافقت ان کے کوڑے کے خوف سے تھی یا نظریہ میں ان کی موافقت کی بنا پر تھی اور اللہ جانے انھوں نے اس نظریہ سے کب صرف نظر کیا، ان کی زندگی میں یا موت کے بعد؟!

سب سے زیادہ حیرت انگیز تو یہ ہے کہ رسول خداؐ کی سنت سے واقف ہونے کے بعد بھی عمر نے اپنا نظریہ نہیں بدلا، بلکہ اسی کے برعکس حارث بن عبداللہ اور مرد ثقفی نے رسول خداؐ کی سنت کی خبر دی تو ان پر بھڑک اٹھے اور کوڑا مارنے کی دھمکی دینے لگے اور سنت نبوی کے برخلاف اپنے مخصوص اور ذاتی عقیدے پر جمے رہے۔

۱۹۔ سنت رسولؐ سے خلیفہ کی نادانی

ابن مبارک کا بیان ہے: مجھ سے اشعث نے، اس سے شعبی نے اور اس سے مسروق نے نقل کیا ہے کہ عمر کو معلوم ہوا کہ ایک ثقفی نے قریشی عورت سے عدت کے دوران شادی کر لی ہے۔ عمر نے ان کی طرف آدمی بھیج کر ان دونوں میں جدائی ڈلوائی اور ان کو سزا دیتے ہوئے کہا: یہ شادی صحیح نہیں ہے۔ اس کے بعد مہر کی رقم لے کر بیت المال میں ڈال دی۔

یہ انوکھا فیصلہ لوگوں سے ہوتا ہوا حضرت علیؑ کو معلوم ہوا، آپ نے فرمایا: خدا مسلمانوں کے رہبر پر رحم کرے، مہر اور بیت المال سے کیا واسطہ، وہ دونوں اس بات سے ناواقف تھے کہ عدت کے دوران نکاح جائز نہیں، لہٰذا قاضی کو چاہئے کہ انھیں رسول خداؐ کی سنت سے آگاہ کریں۔

لوگوں نے پوچھا: عورت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا: مہر کی رقم اس عورت کی ملکیت ہے اس لئے کہ اس نے ہمبستری کو حلال تصور کیا ہے۔ پھر ان کے درمیان جدائی ڈال کر فرمایا: ان کو کوڑا مارنا صحیح نہیں، پہلے عورت عدتِ اول کو مکمل کرے، پھر دوسری مرتبہ عدت کو مکمل کر کے مرد کو عقد نکاح کی دعوت دے۔

اس فیصلے سے واقف ہونے کے بعد عمر نے برجستہ کہا: اے لوگو! نادانیوں اور بے وقوفیوں کو واقعی سنت کی طرف پلٹا دو۔(۱)

مسروق کی تعبیر ہے: ایک ایسی عورت کو عمر کے پاس لایا گیا جس نے عدت کے دوران شادی کر لی تھی، عمر نے ان کے درمیان جدائی ڈال کر مہر کی رقم کو بیت المال میں جمع کر لیا اور کہا: یہ دونوں ایک ساتھ جمع نہ ہونے پائیں۔

جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت علیؑ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: اگر جہالت و نادانی کی وجہ سے ہوا ہے تو مہر کی رقم اس کی ملکیت ہے کیوں کہ اس کے خیال میں یہ آمیزش اور لذت اندوزی حلال طریقہ سے ہوئی ہے۔ پھر ان کے درمیان جدائی ڈال کر فرمایا: عدت کی مدت ختم ہونے کے بعد عورت کو خواستگاری کا پورا حق حاصل ہے۔

یہ سن کر عمر نے ایک خطبہ میں کہا: نادانیوں کو واقعی سنت کی طرف پلٹا دو۔ پھر حضرت علیؑ کا نظریہ اختیار کیا۔

خوارزمی کے الفاظ ہیں: عمر کے قول کو علیؑ کے قول کی طرف پلٹا دو۔

تذکرہ میں ہے کہ عمر نے کہا: **لولا علی لھلک عمر** ''اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے''۔

بیہقی نے اپنی سنن میں مسروق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ عمر نے عدت کے دوران شادی کرنے والی عورت کے متعلق کہا: **النکاح حرامٌ والصداق حرام** ''مہر اور نکاح دونوں حرام ہے''۔ مہر کی رقم لے کر بیت المال میں جمع کر لیا اور کہا: جب تک زندہ ہیں یہ دونوں ایک ساتھ جمع نہ ہونے پائیں۔

بیہقی ہی نے عبداللہ بن نھلہ یا نضیلہ سے روایت کی ہے: عمر کو معلوم ہوا کہ ایک عورت نے عدت کے دوران شادی کر لی ہے۔ یہ سن کر عمر نے عورت سے کہا: کیا تم جانتی ہو کہ تم نے عدت کی مدت میں

۱۔ احکام القرآن، ج۱، ص۵۰۴، (ج۱، ص۴۲۵)

شوہر اختیار کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر انھوں نے شوہر سے سوال کیا: کیا تمہارے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ یہ عورت عدت گذار رہی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

عمر نے کہا: اگر تم دونوں دانستہ یہ فعل انجام دیتے تو میں سنگسار کروا دیتا۔ لہٰذا انھوں نے دونوں کو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور مہر کی رقم لے کر راہ خدا میں صدقہ قرار دے دیا۔ پھر کہا: مہر اور ہمبستری کی قطعی اجازت نہیں۔ اور مرد سے کہا: وہ عورت تم پر حرام ہے۔

بیہقی کی دوسری صورت: راوی کہتا ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس ایک ایسی عورت کو لایا گیا جس نے عدت میں شادی کر لی تھی، انھوں نے مہر کی رقم لے کر بیت المال میں ڈال دیا اور ان کے درمیان جدائی ڈال کر کہا: ہاں! یہ دونوں ہرگز اکٹھا نہ ہونے پائیں اور سزا بھی دی۔

حضرت علیؑ نے یہ فیصلہ سننے کے بعد کہا: خدا کا حکم یہ نہیں ہے۔ ہاں! یہ لوگوں کی جہالت کی وجہ سے ہوا ہے، پہلے ان کے درمیان تفرقہ ڈالنا چاہئے پھر تکمیل عدت کے بعد دوبارہ دعوت عقد دینا چاہئے، حضرت علیؑ نے عدم علم کی وجہ سے حلالیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مہر کی رقم کو حلال قرار دے دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ عمر نے خدا کی حمد وثنا کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا: اے لوگو! نادانیوں کو واقعی سنت کی طرف پلٹا دو۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: خلیفہ نے ان دونوں کو کوڑا کیوں مارا؛ کیوں ان کے مہر کی رقم واپس لے لی، کس آیت اور کون سی صحیح روایت کے توسط سے مہر کی رقم بیت المال میں جمع کر لی اور اسے راہ خدا میں صدقہ قرار دے دیا، کس دلیل کے پیش نظر انہوں نے عورت کو اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا؟؟! میں نہیں جانتا، قرآن مجید میں ہے کہ اگر نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے معلوم کرو ﴿فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون﴾۔

۱۔ سنن بیہقی، ج۷، ص۴۴۱/۴۴۲؛ الموافقات ابن سمان، جامع بیان العلم، ج۲، ص۱۸۷، (ص۴۴۴، حدیث۲۰۴۹)؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۶، (ج۳، ص۱۴۴)؛ ذخائر العقبیٰ، ص۸۱؛ مناقب خوارزمی، ص۵۷، (ص۹۵، حدیث۹۵)؛ تذکرۃ الخواص، ۸۷، (ص۱۴۷)

اے کاش! خلیفہ محترم خود فراموشی کے شکار نہ ہوکر اپنے قول پر عمل کرتے کہ نادانیوں کو واقعی سنت کی طرف پلٹا دو۔

۲۰۔ جد کے سلسلے میں خلیفہ کا اجتہاد (دادا کی میراث):

دارمی نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ اسلام میں وارث ہونے والے پہلے جد ''عمر بن خطاب'' ہیں جنہوں نے اپنی میراث حاصل کی، حضرت علیؑ اور زید ان کے پاس آ کر کہنے لگے: یہ تمھارا مال نہیں ہے اور تم بھی ہمارے بھائیوں میں سے ایک ہو۔(۱)

بیہقی کے الفاظ ہیں: بے شک اسلام میں دادا کی حیثیت سے وارث ہونے والے پہلے شخص عمر بن خطاب ہیں، جب عمر بن خطاب کے فلاں لڑکے کا انتقال ہوا تو عمر نے اکیلے میں سارا مال ہڑپ کر لینا چاہا اور اس شخص کے بھائیوں کو ترکہ سے محروم رکھنا چاہا، یہ دیکھ کر حضرت علیؑ اور زید نے کہا: یہ آپ کے لئے نہیں ہے۔ عمر نے کہا: اگر آپ دونوں کے نظریہ میں اتحاد نہ ہوتا تو میں یہ بھی نہیں دیکھتا کہ وہ میرا فرزند ہے یا میں اس کا باپ۔(۲)

دارمی (۳) مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں کہ جب عمر بن خطاب کو ضربت لگی تو جد کی میراث کے متعلق اصحاب سے مشورہ کیا اور کہا: جد کی میراث کے متعلق میرا ذاتی نظریہ ہے، اگر تمہاری نظر میں بہتر ہو تو اس کی پیروی کرو، یہ سن کر عثمان نے کہا: آپ کے ذاتی اجتہاد میں ہماری بھلائی ہے پس صاحب نظر کتنا اچھا ہے۔(۴)

شعبی کہتے ہیں: ابوبکر و عمر کا اجتہاد یہ تھا کہ بھائیوں کے بغیر جد طبقہ اول میں ہے، عمر اس سلسلے میں

۱۔ سنن دارمی، ج۲، ص۳۵۴

۲۔ سنن بیہقی، ج۶، ص۲۴۷

۳۔ سنن دارمی، ج۲، ص۳۵۴

۴۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۴، ص۳۴۰، (ج۴، ص۳۷۷، حدیث۷۹۸۴)؛ مصنف عبدالرزاق (ج۱۰، ص۲۶۳، حدیث۱۹۰۵۱)

کسی قسم کی بات سننے کے روادار نہیں تھے، جب عمر دادا ہوئے تو کہا: جو ہونا تھا وہ ہوا اب لوگوں کو اس کی صحیح معلومات حاصل کرنی چاہئے۔ اسی لئے ایک آدمی کو زید بن ثابت کے پاس بھیج کر اس کے متعلق سوال کیا۔ زید نے کہا: ابوبکر جد کو بھائیوں سے بہتر سمجھتے تھے، اے مسلمانوں کے رہبر! اپنے آپ کو درخت قرار نہ دیجئے جس سے کئی شاخیں نکلتی ہیں، ہر شاخ سے بھی کئی شاخیں نکلتی ہیں پس ایک شاخ کو دوسری شاخ سے بہتر قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ ایک شاخ دوسری شاخ سے نکلی ہے۔

یہ سن کر انہوں نے ایک آدمی حضرت علیؑ کے پاس روانہ کیا اور ان سے سوال کیا: حضرت نے زید کی تائید فرمائی۔(۱)

سعید بن میتب نے عمر سے روایت کی ہے: میں نے رسول خداؐ سے سوال کیا کہ جد کی میراث کے متعلق بتایئے؟ فرمایا: اے عمر! یہ سوال کس لئے، میرا خیال ہے کہ تم اس کو سمجھنے سے پہلے ہی مرجاؤ گے۔ سعید بن میتب کا بیان ہے کہ عمر اس مسئلے کو سمجھنے سے پہلے ہی مرگئے۔

طبرانی اور ہیثمی نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: اس روایت کے تمام راوی صحیح ہیں۔(۲)

سیوطی نے ''جمع الجوامع'' (۳) اور بیہقی نے ''سنن'' میں زید بن ثابت سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن عمر اجازت لے کر میرے پاس آئے، میں نے کہا: مسلمانوں کے رہبر! مجھے بلالیا ہوتا۔ عمر نے کہا: نہیں، ابھی میں ضرورتمند ہوں، میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ جد کے متعلق اپنا نظریہ بیان کرسکوں۔

زید نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! اس سلسلے میں کچھ بھی کہنے سے قاصر ہوں۔ عمر نے کہا: یہ وحی نہیں جس میں کمی وزیادتی کا خوف ہو، ہم اپنا نظریہ بیان کریں گے جس کی موافقت ہوجائے اس کی پیروی کی جائے گی، اگر موافقت نہ ہوئی تو کوئی حرج نہیں۔ اس کے باوجود بھی زید نے کچھ کہنے سے پرہیز کیا، یہ

۱۔ مصنف عبدالرزاق (ج ۱۰، ص ۲۶۵، حدیث ۱۹۰۵۸)؛ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۴۷

۲۔ المعجم الاوسط، (ج ۵، ص ۱۳۵، حدیث ۳۹۱۴)؛ مجمع الزوائد، ہیثمی ص ۲۲۷

۳۔ کنزالعمال، ج ۶، ص ۱۵، (ج ۱۱، ص ۵۷، حدیث ۳۰۶۱۱)

دیکھ کر عمر ناراض ہو کر یہ کہتے ہوئے باہر آئے: میں یہ سوچ رہا تھا کہ تم میری ضرورت برطرف کردو گے۔

جب دوسری مرتبہ بھی مزاحم ہوئے تو زید نے مندرجہ بالا روایت کی تکرار کی، آخر میں عمر نے خطبہ کے دوران کہا: زید بن ثابت نے میراث کے متعلق یہ مسئلہ بیان کیا اور میں نے بھی اس کی تائید کی۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ (عمر) پہلے جد اور دادا تھے جنھوں نے چاہا کہ فرزند کے تمام اموال کو ہڑپ کر جائیں اور بھائیوں کو محروم رکھیں، لیکن اس کے بعد انھوں نے اموال کی تقسیم کی۔

بیہقی نے سنن میں عبیدہ سے نقل کیا ہے: میں نے جد کے متعلق عمر کے سو [۱۰۰] واقعات محفوظ کئے ہیں، جو ایک دوسرے کے برخلاف ہیں اور ایک دوسرے کی تنقیص کر رہے ہیں۔(۱)

ابن ابی الحدید کا بیان ہے: عمر بن خطاب بہت زیادہ فتویٰ دیتے پھر اسے باطل قرار دے کر اس کے برخلاف فتویٰ دیتے تھے، میراث کے سلسلہ میں بھی بھائیوں کے متعلق بہت سے احکامات صادر کئے جو ایک دوسرے کے مخالف تھے اور جب اس مسئلہ میں حکم دینے سے خوف زدہ ہوئے تو کہا: جو آتش جہنم کی تاب رکھتا ہے وہ جد کے متعلق فتویٰ دے۔(۲)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ ایک ہی موضوع سے متعلق ضد و نقیض سو (۱۰۰) واقعات کیا واقع کے مطابق ہیں؟ اور یہ معقول نہیں۔ یا بعض موافق اور واقع کے مطابق ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر تمام واقعات میں ان بعض کی جانب رجوع کیوں نہ کیا گیا؟! نیز کیا یہ تمام واقعات اور فتوے خلیفہ کے ذاتی اجتہاد پر مبنی تھے اور صحابہ سے اخذ کئے گئے تھے؟!

کیا صحابہ نے اپنے عقائد و نظریات کی بنیاد پر فتویٰ دیا تھا یا انہوں نے رسول خداؐ سے حاصل کیا تھا، اگر رسولؐ سے حاصل کیا گیا ہوتا تو فتوے آپس میں مختلف نہ ہوتے، اس لئے کہ یہ فتوے عہد رسالت سے بہت قریب تھے۔ اور اگر ان کا ذاتی اجتہاد تھا تو یہ معلوم کرنا ہوگا کہ ان کے اندر اجتہاد کی صلاحیت تھی یا نہیں، نیز ان کی صلاحیت کے اعتراف کے بعد ان کے اجتہادی امور کے متعلق غور کرنا ہمارے

۱۔ سنن بیہقی، ج۶، ص۲۴۵

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۶۱، (ج۱، ص۱۸۱، خطبہ۳)

لئے ضروری ہے۔ ہاں! اگر کوئی دلیل سے عاری اجتہاد پیش کرے تو وہ حجت نہیں چاہے وہ خلیفہ کا ہی کیوں نہ ہو۔

۲۱۔ اپنے غلام کے ساتھ مباشرت کرنے والی عورت اور خلیفہ کا نظریہ

قتادہ سے مروی ہے: ایک عورت نے اپنے غلام کے ساتھ ہمبستری کی اور کہا کہ میں نے کتاب خدا کی ایک آیت سے استفادہ کیا ہے: ﴿او ما ملکت ایمانہم﴾

لوگوں نے اسے عمر کی خدمت میں پیش کیا، بعض اصحاب نے کہا: اس نے کتاب خدا کی ایک آیت سے غلط تاویل وتوجیہ کی ہے۔ راوی کا بیان ہے: انہوں نے غلام کو مار کر اس کا سر ترشوادیا اور اس عورت سے کہا: تو اپنے غلام کے بعد ہر مسلمان پر حرام ہے۔

قرطبی کی دوسری صورت: ایک عورت نے غلام سے شادی کر لی، اس واقعہ کو عمر سے بیان کیا گیا، عمر نے عورت سے سوال کیا: تم نے کس دلیل کے تحت ایسا کام انجام دیا ہے؟

اس نے کہا: میں نے سوچا کہ خریداری کے سبب وہ مجھ پر حلال ہے بالکل اسی طرح جس طرح مرد کے اوپر عورت خریداری کی وجہ سے حلال ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر عمر نے عورت کو سنگسار کرنے کے سلسلے میں اصحاب سے مشورہ کیا، اصحاب نے کہا: صرف کتاب خدا کی غلط تاویل کی بنیاد پر سنگسار نہیں کیا جا سکتا۔

عمر نے کہا: افسوس، خدا کی قسم! اس کے بعد میں اسے کسی آزاد مرد پر حلال نہیں کروں گا، اس عورت کو آزار واذیت دی اور حد سے صرف نظر کرتے ہوئے حکم دیا کہ اس غلام سے دوبارہ نزدیکی اختیار نہ کرے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اے کاش! میں جان پاتا کہ نادانی اور کتاب خدا کی تاویل کے سبب اس عورت اور اس کے غلام سے حد کو ساقط کرنے کے بعد اتنی سنگین سزا کیوں؟؟ اور خداوند عالم کے بعد

۱۔ تفسیر طبری، ج۶، ص۶۸، (مجلد۴، ج۶، ص۱۰۶)؛ سنن بیہقی، ج۷، ص۱۲۷؛ تفسیر ابن کثیر، ج۳، ص۲۳۹؛ تفسیر قرطبی، ج۱۲، ص۱۰۷، (ج۱۲، ص۷۲)؛ درّ منثور، (ج۶، ص۸۸)

بھی اس سزا کا کیا مطلب؟

کس کتاب وسنت کے پیش نظر اس غلام کو مارا اور اس کا سر ترشوادیا اور کس دلیل کے تحت اس عورت کو ہر مسلمان پر حرام قرار دیتے ہوئے اس کے غلام کو اپنی مالکہ سے قریب آنے کی ممانعت کی؟؟

کیا دین خدا خلیفہ پر نہیں ہے یا اسلام خلیفہ کے نظریات کے علاوہ کچھ نہیں، اگر ایسا ہے تو اسلام پر میرا اسلام اور اگر ایسا نہیں ہے تو خلافت راشدہ پر آفرین اور اس کے آزاد نظریہ پر لاکھوں سلام۔

خود عمر اور عائشہ سے مروی رسول خداؐ کی روایت میں یہ اذیتیں کہاں ہیں، رسول خداؐ نے فرمایا: حتی المقدور حدود الٰہی کو مسلمانوں سے دور رکھو اور اگر تم کسی مسلمان کو راہ حق سے خارج ہوتا دیکھو تو اس کے راستہ کو وا رکھو اس لئے کہ امام کا سزا دینے میں خطا کرنے سے بہتر یہ ہے کہ وہ عفو و بخشش میں خطا کرے۔(۱)

۲۲۔ خلیفہ اور مغنیہ عورت

حسن سے مروی ہے: عمر بن خطاب نے ایک مغنیہ عورت کے تعاقب میں آدمی روانہ کیا، جب اسے حاضر کیا گیا تو اس نے اپنے پیشے سے صاف انکار کردیا، لوگوں نے کہا کہ وہ عمر کی بات مان لے؟ اس نے کہا: وائے برمن، مجھے عمر سے کیا سروکار؟ راستے میں وہ خوفزدہ ہوئی، وضع حمل نے درد کی شدت اختیار کرلی، ایک گھر میں داخل ہوئی وضع حمل کیا، بچہ نے دردناک آواز بلند کی اور وہیں فوت ہوگیا۔

اس اچانک سانحہ کے متعلق عمر نے اصحاب سے مشورہ کیا، بعض نے کہا: آپ اس سے بری الذمہ ہیں کیوں کہ آپ مسلمان کے رہبر اور معلم آداب ہیں۔ اس دوران حضرت علیؑ ساکت رہے، عمر نے آپ کی طرف رخ کرکے کہا: آپ کیا فرماتے ہیں؟

۱۔ شافعی کی کتاب الام، ج۷، ص۲۱۴، (ج۷، ص۳۳۵)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۴، ص۳۸۴، (ج۴، ص۴۲۶، حدیث ۸۱۶۳)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۲۶۷، (ج۴، ص۲۵، حدیث ۱۴۲۴)؛ تاریخ بغداد، ج۵، ص۳۳۱، (نمبر ۲۸۵۶)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۳۸؛ مشکاۃ المصابیح، ص۳۰۲، (ج۲، ص۳۱۱، حدیث ۳۵۷۰)؛ تیسیر الوصول ج۲، ص۲۰، (ج۲، ص۲۳)؛ جامع مسانید ابی حنیفہ ج۲، ص۲۱۴۔۲۲

فرمایا: اگران لوگوں نے خود اپنے لئے کہا ہے تو یہ واضح غلطی ہے اور اگر آپ کی محبت میں کہا ہے تو یہ آپ کے خیر وصلاح کے امیدوار نہیں ہیں، میری نظر میں اس بچہ کی دیت آپ پر واجب ہے اس لئے کہ آپ ہی سے خوف زدہ ہوکر ساقط ہوا ہے۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اس کی دیت قریش کے درمیان تقسیم کرو یعنی اس کی دیت قریش سے حاصل کرلو۔

دوسری صورت: عمر نے ایک عورت کو طلب کیا تا کہ اس کے متعلق باز پرس کریں، وہ حاملہ تھی، شدت ہیبت کی وجہ سے رحم میں موجود بچہ ساقط ہوگیا، عمر نے اس موضوع سے متعلق صحابہ سے سوالات کئے، لوگوں نے کہا: آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں کیوں کہ آپ معلم آداب ہیں۔

حضرت نے فرمایا: ان لوگوں نے رعایت کرنے میں دھوکہ دیا ہے، اگر یہ ان کا ذاتی نظریہ ہے تو یہ واضح غلطی ہے، آپ کے اوپر ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے۔ یہ سن کر عمر کے ہمراہ اصحاب نے آپ کے قول کی تائید کی۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ خلیفہ کتنا عظیم ہے کہ جس کے پاس دین خدا کے سلسلے میں وہ مفید علم بھی نہیں ہے جو اسے ہلاکت اور قضاوت کی لغزش سے محفوظ رکھ سکے۔ کیا ہر آسان اور مشکل حتی جان و مال اور خونخواہی جیسے اہم مسائل میں ایسے افراد کے عقائد ونظریات پر اعتماد کرنا صحیح ہے جن کی بجا آوری فریب میں مبتلا کر دیتی ہے اور ایسے افراد کی انتہائی کوششیں خطا پر مبنی ہیں۔ ہمارے اندر انہیں بیان کرنے کی سکت نہیں، ہاں صاحب تحقیق کے پیش نظر ایسے واقعات موجود ہیں۔

۲۳۔ مجبور عورت کو سنگسار کرنے کا حکم

عبدالرحمٰن سلمی سے مروی ہے کہ ایک ایسی عورت کو عمر کے پاس لایا گیا جس کا واقعہ یہ ہے:

۱۔ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص۱۱۷، (ص۱۲۵)؛ جامع بیان العلم، ص۱۴۶، (ص۳۰۶، حدیث۱۵۳۷)؛ کنز العمال، ج۷، ص۳۳۰، (ج۱۵، ص۸۴، حدیث۴۰۲۰۱)؛ المصنف عبد الرزاق (ج۹، ص۴۵۸، حدیث۱۸۰۱۰)؛ سنن بیہقی، (ج۶، ص۱۲۳)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۱، ص۵۸، (ج۱، ص۱۷۴، خطبہ۳)

وہ تشنگی سے بے حال تھی، اس کا گذر ایک چوپان کے پاس سے ہوا، اس عورت نے اس سے پانی کا مطالبہ کیا، اس نے مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس سے فعل بد کی خواہش کی، اس بے چاری نے تشنگی کی شدت سے مجبور ہو کر اس شرط کو مان لیا۔ پورا واقعہ سن کر عمر نے سنگسار کرنے کے سلسلے میں اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ عورت مجبور تھی، میری نظر میں اسے آزاد کر دینا چاہئے، یہ سن کر اسے آزاد کر دیا گیا۔ (۱)

واقعہ کی تفصیل:

ایک عورت کو عمر کے پاس لایا گیا جس نے زنا کا اقرار کر لیا تھا۔ عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا، حضرت علیؑ نے اس عاجلانہ فیصلہ کو دیکھ کر فرمایا: ممکن ہے وہ کوئی عذر پیش کرے۔ پھر فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟

اس عورت نے کہا: وہ میرا رفیق سفر تھا، اس کے پاس دودھ تھا لیکن میں اس سے محروم تھی، جب مجھے تشنگی کا احساس ہوا تو اس سے پانی طلب کیا پہلے تو انکار کیا، بعد میں شرط رکھی کہ میں خود کو اس کے اختیار میں دے دوں، میں نے تین مرتبہ انکار کیا اور ممانعت کی لیکن شدت تشنگی کے پیش نظر میں نے خیال کیا کہ اب میری جان نکل جائے گی، لہٰذا مجبوراً اس کی خواہش پوری کی اور اس نے مجھے سیراب کر دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ اکبر ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (۲) ''جو شخص مجبور ہو اور سرکشی و زیادتی کرنے والا نہ ہو اس پر کوئی گناہ نہیں، خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے''۔ (۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اے کاش! خلیفہ محترم کتاب و سنت کا تھوڑا سا علم حاصل کر لیتے تا کہ خداوند عالم نے رسول خداؐ پر جو نازل فرمایا تھا اس کے مطابق احکامات صادر فرماتے۔

۱۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۳۶؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۶، (ج۳، ص۱۴۴)؛ ذخائر العقبیٰ، ص۸۱؛ الطرق الحکمیہ ابن قیم جوزی، ص۵۳۔

۲۔ بقرہ/۱۷۳

۳۔ طرق حکمیہ ابن قیم جوزی، ص۵۳؛ کنز العمال، ج۳، ص۹۶، (ج۵، ص۴۵۶، حدیث ۱۳۵۹۶)

اے کاش! میں جان پاتا کہ خلیفہ کے اہداف ومقاصد کیا تھے؟ اور حکیم امت حضرت امیر المومنینؑ اگر امت کے درمیان نہ ہوتے تو ان فیصلوں کا انجام کیا ہوتا؟ سوچیئے! اگر ان کی نادانیوں کو صحیح راہ دکھانے اور ان کے غیض وغضب کو برطرف کرنے کے لئے حضرت علیؑ نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ ہاں! بے شک اس شخص نے صحیح کہا ہے: ''لو لا علی لھک عمر''۔

۲۴۔خلیفہ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہیں؟

عمر کے پاس سیاہ فام مرد وعورت لائے گئے۔مرد نے کہا: آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ میں سیاہ فام ہوں اور سیاہ درخت اگاتا ہوں، میری بیوی بھی سیاہ فام ہے لیکن اس نے سرخ بچہ کو جنم دیا ہے۔

عورت نے کہا: اے امیر مومنین! خدا کی قسم! میں نے اس کے ساتھ خیانت نہیں کی ہے یہ اسی کا بچہ ہے۔

جب عمر اس مسئلے کو حل کرنے سے عاجز رہے تو حضرت علیؑ سے سوال کیا: حضرت نے اس شخص سے پوچھا: کیا تو میری باتوں کی تصدیق کرے گا؟ اس نے کہا: ہاں، خدا کی قسم!

حضرت نے فرمایا: کیا تم نے حالت حیض میں اس کے ساتھ ہمبستری کی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔

حضرت نے فرمایا: اللہ اکبر! بے شک جب تیرا نطفہ خون سے مخلوط ہوا تو خداوند عالم نے اس سے سرخ رنگ کا انسان خلق فرمایا، لہٰذا اپنے فرزند کا انکار نہ کر کیوں کہ تو نے اپنے آپ پر ستم کیا ہے!۔(۱)

۲۵۔خلیفہ کی جاسوسی کے چند واقعات

۱۔عمر بن خطاب سے منقول ہے: ایک شب وہ تلایا پھر رہے تھے، ایک گھر سے گذرتے ہوئے ایک آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی، وہ مشکوک ہوئے اور تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک دیوار پر پہنچ

۱۔طرق حکمیہ ابن قیم جوزی، ص۴۷

گئے دیکھا کہ ایک شخص شراب کے جام کے ساتھ ایک عورت کے پہلو میں پڑا ہوا ہے، یہ دیکھ کر عمر نے کہا: اے دشمن خدا! تیرا خیال ہے کہ خدا تیرے عیوب کو چھپاتا رہے اور تو معصیت پر معصیت کرتا رہے۔

اس شخص نے کہا: اے رہبر مسلمین! چھوڑیئے بھی اگر میں نے ایک خطا کی ہے تو آپ سے تین خطائیں اور غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اور خدا کا ارشاد ہے ''لا تجسسوا: جاسوسی نہ کرو'' اور آپ نے جاسوسی کی، خدا کا ارشاد ہے: آتو البیوت من ابوابھا ''گھروں میں دروازے سے آؤ'' حالانکہ آپ دیوار کے ذریعہ اوپر پہنچے۔ اور خدا فرماتا ہے: اذا دخلتم بیوتاً فسلموا ''گھر میں داخل ہوکر پہلے سلام کرو''۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اگر میں تمہیں معاف کردوں تو تم کیا کروگے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم! میں دوبارہ شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ عمر نے کہا: جاؤ میں نے معاف کیا۔(۱)

۲۔ عمر بن خطاب شب کی تاریکی میں باہر نکلے، بعض گھروں میں چراغ کی روشنی دیکھی، گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر تفتیش کرنے لگے، سوراخ کے ذریعہ ایک سیاہ فام غلام کو دیکھا کہ اس کے سامنے شراب کا جام موجود ہے اور اس کے اطراف میں چند دوسرے افراد بھی مئے نوشی میں مصروف ہیں، انہوں نے دروازے سے اندر داخل ہونے کی بھرپور کوشش کی لیکن جب ناکام رہے تو دیوار کے ذریعہ پشت بام پر تشریف لے گئے اور تازیانہ ہاتھ میں لئے ہوئے زینہ سے نیچے آئے۔ تمام لوگ انھیں دیکھ کر فوراً کھڑے ہوئے اور دروازہ کھول کر سرپٹ بھاگ نکلے لیکن وہ سیاہ فام غلام وہیں کھڑا رہا، اس نے کہا: اے مسلمانوں کے رہبر! میں اپنی خطا پر شرمندہ ہوں، میری توبہ قبول فرمایئے۔

عمر نے کہا: میں تیرے اس عظیم گناہ کی سزا دینا چاہتا ہوں۔

یہ سن کر اس غلام نے کہا: اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ سے تین تین گناہ سرزد ہوئے ہیں۔

خدا کا ارشاد ہے: ''لَا تَجَسَّسُوا'' جاسوسی نہ کرو'' لیکن آپ نے ہماری جاسوسی کی۔ اور ''آتو

۱۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۴۶، (ج۲، ص۳۱۹)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۶۱، ج۳، ص۹۶، (ج۱، ص۱۸۲، خطبہ۳/ ج۱۲، ص۱۷، خطبہ۲۲۳)؛ در منثور، ج۶، ص۹۲، (ج۷، ص۵۶۸)؛ فتوحات الاسلامیہ، ج۲، ص۴۷۷، (ج۲، ص۳۱۱)

الْبُیُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ''گھروں میں دروازے سے اندر آؤ''لیکن آپ پشت بام سے تشریف لائے اور''لَاتَدْخُلُو بُیُوتاً غَیْرَ بُیُوتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُو وَتُسَلِّمُوا عَلٰی اَهْلِهَا ''اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں نہ جاؤ مگر یہ کہ انسیت کا جذبہ رکھو اور اہل خانہ کو سلام کرو''۔(۱)

ابن جوزی(۲) نے اس شرمناک واقعہ کو عمر بن خطاب کے فضائل ومناقب میں شمار کیا ہے اور شاعر نیل ابراہیم نے بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنے قصدۂ عمریہ میں اس داستان کو تفصیل سے نظم کیا ہے:

وفتیةٌ ولعوا بالروح فانتبذوا　　لهم مکانها وجدّوا فی تعاطیها

کچھ جوان شراب کے رسیا تھے، انہوں نے ایک گھر کا انتخاب کیا اور ایک ساتھ مل کر شراب پینے لگے۔آپ اس گھر کی دیوار سے اوپر گئے اور سمجھ گئے کہ وہ شراب نوشی میں مشغول ہیں، چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی ۔پھر آپ نے ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا، ان کے عقائد اور افعال کی مذمت کی ۔وہ سمجھ گئے کہ آپ انہیں ان کے عمل کی وجہ سے ضرور سزا دیں گے۔آپ نے ان کے دین سے آگاہ کرنے کا ارادہ کیا، چونکہ وہ شرابی تھے اور عمر یہ سمجھ گئے تھے۔انہوں نے کہا: ذرا صبر کریں، اگر ہم نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کئے ہیں اور اس کا افسوس بھی نہیں ہے۔اے عمر! گھروں میں دروازوں سے اندر آؤ لیکن آپ نے دیوار سے آکر گناہ کیا ہے۔لوگوں سے اجازت لو ان کی اجازت کے بغیر اندر نہ آؤ اور گھروں میں جنگ وجدال نہ کرو نیز جاسوسی نہ کرو۔پس یہ آیتیں اس کی ممانعت کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں، آپ ان کی ممانعت بھول گئے ۔یہ سن کر آپ ان کی دلیلوں کو اہمیت دیتے ہوئے واپس پلٹ آئے ، کیونکہ ان کی دلیلوں میں آپ نے قرآن کی صراحت ملاحظہ فرمائی۔آپ نے ان پر سختی نہیں کی حالانکہ وہ زحمت میں تھے، انہوں نے قرآنی آیات کے ذریعہ آپ کو آپ کے گناہوں کی طرف متوجہ کیا''۔

۱۔مستطرف شھاب الدین، ج۲،ص۱۱۵،(ج۲،ص۱۰۶)

۲۔صفۃ الصفۃ،(ج۱،ص۲۷۷)

علامہ امینی فرماتے ہیں: دوستی ومحبت آدمی کو ایسا اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے کہ وہ رذائل کو کرامات اور گناہوں کو حسنات سمجھنے لگتا ہے۔

۳۔ عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے: ایک رات ہم عمر بن خطاب کے ہمراہ مدینہ کی دیکھ بھال کر رہے تھے، راستے میں ایک گھر سے چراغ کی روشنی نظر آئی، نزدیک آنے پر معلوم ہوا کہ دروازہ بند ہے اور اندر چند افراد شور وغل کر رہے ہیں، عمر نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: جانتے ہو کس کا گھر ہے؟ کہا: نہیں، عمر نے کہا: یہ ربیعہ بن امیہ کا گھر ہے اور اندر لوگ شراب نوشی میں مشغول ہیں، تمہارا کیا خیال ہے؟ عبدالرحمٰن نے کہا: میری نظر میں ہم ایسے فعل کے مرتکب ہوئے ہیں جس کی خدا نے ممانعت کی ہے اور فرمایا ہے: لَاتَجَسَّسُوا! ''جاسوسی نہ کرو'' یہ سنتے ہی عمر انھیں ان کے حال پر چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔(۱)

۴۔ عمر بن خطاب ایک ایسے قبیلہ میں پہنچے جہاں میکدہ میں آگ روشن کر کے لوگ شراب نوشی میں مصروف تھے، یہ دیکھ کر عمر نے کہا: میں نے تم لوگوں کو شراب نوشی کی ممانعت کی تھی۔ یہ کہتے ہوئے چاہا کہ ادب سکھائیں کہ لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! خداوند عالم نے جاسوسی کی ممانعت کی ہے لیکن آپ نے ہماری جاسوسی کی، اس نے بغیر اجازت گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت کی ہے لیکن آپ بغیر اجازت داخل ہوئے، یہ سن کر عمر یہ کہتے ہوئے منصرف ہو گئے: کل الناس افقہ منک یا عمر.(۲)

۵۔ بیہقی ''شعب الایمان''(۳) میں شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت عمر کی خدمت میں آکر کہنے لگی: اے رہبر! میں نے ایک بچہ دیکھا جس کے قریب سو دینار کا تھیلا پڑا تھا، میں نے اسے

۱۔ سنن کبریٰ بیہقی، ج۸، ص۳۳۴؛ الاصابہ، ج۱، ص۵۳۱؛ درّ منثور، ج۶، ص۹۳، (ج۷، ص۵۶۷)؛ سیرۂ حلبیہ، ج۳، ص۲۹۳ (ج۳، ص۲۶۶)؛ فتوحات اسلامیہ، ج۲، ص۴۷۶، (ج۲، ص۳۱۱)

۲۔ عقد الفرید، ج۳، ص۴۱۶، (ج۶، ص۲۷۸)

۳۔ شعب الایمان، (ج۷، ص۱۰۸، حدیث۹۶۶۲)

اٹھا کر اس بچہ کی دیت حاصل کر لی، اس کے بعد دیکھا کہ چار عورتیں آ کر اس بچہ کا بوسہ لیتی ہیں میں نہیں جانتی ان میں اس کی ماں کون ہے؟

عمر نے کہا: جب وہ آئیں تو مجھے مطلع کرو، اس عورت نے ایسا ہی کیا، چاروں عورتوں کی نشاندہی کردی، عمر نے کہا: تم میں اس کی ماں کون ہے؟ سب نے بیک زبان کہا: یہ کام ٹھیک نہیں، آپ ایسی عورت کا پردہ فاش کرنا چاہتے ہیں جس کے اوپر خدا نے پردہ ڈال رکھا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ وہ پردہ ہٹا دیا جائے اور وہ ذلیل ورسوا ہو جائے۔

عمر نے کہا: تم نے ٹھیک کہا، پھر خبر لانے والی عورت کی طرف رُخ کر کے کہا: ان کی آمد پر کوئی سوال وجواب نہ کر اور بچہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کر، اس کے بعد وہ منصرف ہو گئے۔(۱)

علامہ امینؒ فرماتے ہیں: ان تمام واقعات میں اہم بحثیں ہیں جو محقق سے پوشیدہ نہیں، ہم اختصار کے پیش ان سے غض بصر کرتے ہیں۔

۲۶۔شراب کی حد کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

انس کا بیان ہے کہ رسول خداؐ کی خدمت میں شراب خور کو پیش کیا گیا، آپ نے خرما کی دوشاخوں سے تقریباً چالیس ضرب لگائیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ابوبکر نے بھی ایسا ہی کیا، جب عمر بن خطاب کی باری آئی تو انھوں نے لوگوں سے مشورہ کیا، عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: سب سے کم حد اسّی ضربت ہے، عمر نے اسّی کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

دوسری صورت: رسول خداؐ نے شراب نوشی کے سلسلہ میں شاخ خرما اور نعلین کے ذریعہ دو حد جاری فرمائیں، ابوبکر نے چالیس تازیانہ لگایا، جب عمر خلیفہ ہوئے اور لوگ شہروں اور دیہاتوں سے تشریف لائے

۱۔منتخب کنز العمال مطبوع برحاشیہ مسند احمد، ج۱،ص۱۹۹،(ج۱،ص۲۴۳)

تو کہا: تم لوگ شراب خور کی حد کے سلسلہ میں کہتے ہو؟

عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: میری نظر میں سب سے کم حد جاری کی جائے، یہ سن کر عمر نے اسی کوڑے لگانے کا حکم دیا۔(۱)

ابوداؤد نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ابوبکر نے شراب نوشی کے سلسلے میں چالیس کوڑے مارے، عمر نے بھی اوائل خلافت میں چالیس کوڑے لگانے کا حکم دیا، عثمان نے اسی اور چالیس دونوں حد جاری کیا پھر معاویہ نے اسی کوڑوں کی حد معین کر دی۔(۲)

حضین ابی ساسان رقاشی سے مروی ہے: میں عثمان بن عفان کے پاس گیا، دیکھا کہ ولید بن عقبہ کو شراب نوشی کے جرم میں لایا گیا ہے اور حمران بن ابان اور ایک دوسرے شخص نے اس کی گواہی دی ہے۔

عثمان نے حضرت علیؑ سے کہا: ولید پر حد جاری کریں۔ حضرت نے عبداللہ بن جعفر طیار کو حکم دیا کہ کوڑے مارو، عبداللہ نے کوڑے مارنا شروع کیا اور حضرت علیؑ اسے شمار کرتے رہے، جب چالیس تک پہنچے تو فرمایا: رک جاؤ، رسول خداؐ نے چالیس کوڑے مارنے کا حکم دیا ہے۔

ابوبکر نے بھی چالیس کوڑے مارے لیکن عمر نے اسی تازیانے کا حکم دیا، یہ سب سنت ہیں اور میرے نزدیک محبوب ہیں۔(۳)

دوسرے الفاظ: ولید بن عقبہ نے نماز صبح چار رکعت پڑھائی پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے پوچھا: کیا اور پڑھاؤں؟ لوگوں نے عثمان بن عفان کو پورے واقعہ سے مطلع کیا.....۔ اسی روایت میں ہے کہ رسول

۱۔ صحیح مسلم، باب حد الخمر، ج۲، ص۳۸، (ج۳، ص۵۳، حدیث۳۶، کتاب الحدود)؛ سنن دارمی، ج۲، ص۱۷۵؛ سنن ابی داؤد، ج۲، ص۲۴۰، (ج۴، ص۱۶۳، حدیث۴۴۷۹)؛ مسند ابی داؤد طیالسی، ص۲۶۵، (حدیث۱۹۷۰)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۳۱۹

۲۔ سنن ابی داؤد، ج۲، ص۲۴۲، (ج۴، ص۱۶۶، حدیث۴۴۸۸)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۳۲۰؛ تیسیر الوصول ج۲، ص۱۷، (ج۲، ص۲۰)

۳۔ صحیح مسلم، باب، ج۲، ص۵۲، (ج۳، ص۵۳۹، حدیث۳۸، کتاب الحدود)؛ سنن ابی داؤد، ج۲، ص۲۴۱، (ج۴، ص۱۶۳، حدیث۴۴۸۰)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۳۱۸؛ کنز العمال، ج۳، ص۱۰۲، (ج۵، ص۴۸۳، حدیث۱۳۶۸۶)؛ المصنف عبدالرزاق (ج۷، ص۳۷۹، حدیث۱۳۵۴۵)؛ مسند احمد، ج۱، ص۱۳۳، (ج۱۲۵، ص، حدیث)؛ سنن نسائی، (ج۳، ص۲۴۸، حدیث۵۲۶۹)؛ مشکل الآثار، (ج۳، ص۱۶۷)؛ سنن دارقطنی، (ج۳، ص۲۰۶، حدیث۳۶۷)؛ سنن دارمی، (ج۲، ص۱۷۵)

خداؐ نے چالیس کوڑوں کی حد مقرر فرمائی، ابوبکر نیز عمر کی خلافت کے اوائل میں بھی یہی صورت حال رہی پھر عمر نے اسی کوڑوں کا حکم نافذ کر دیا، یہ سب کے سب سنت ہیں۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: عبدالرحمٰن کون ہے اور اس کے نظریات کتنے اہم ہیں جو وہ شارع مقدس کے نافذ کردہ امور کی برابری کر رہا ہے؟؟ عمر بن خطاب اپنی خلافت کے چند دنوں تک سابقہ روش پر کیوں قائم رہے اور پھر اس سے منحرف کیوں ہو گئے؟ اس کا کیا کیا جائے کہ وہ خلیفۂ مسلمین ہونے کے باوجود لوگوں سے مشورہ کرتے ہیں اور سنت کے ذریعہ ثابت ہونے والے احکامات دین میں بھی سوالات کے انبار لگا دیتے ہیں؟؟

ابن رشد کہتے ہیں: ابوبکر نے اصحاب رسولؐ سے مشورہ کیا کہ شراب خور پر رسول خداؐ نے کتنے کوڑے لگوائے تھے اور انہوں نے چالیس کوڑوں کا حکم دیا چنانچہ عمر نے غلاف کی جگہ بھی کوڑوں کا اضافہ کر دیا۔(۲)

ایک دوسرے طریق سے ابی سعید خدری کی روایت ہے جو اس سے بھی زیادہ محکم وموثق ہے کہ رسولؐ نے شراب کے سلسلے میں چالیس کوڑے لگوائے، حضرت علیؑ نے بھی رسولؐ سے روایت کی ہے اور شافعی بھی یہی کہتے ہیں۔(۳)

روایت کا حیرت انگیز ٹکڑا حضرت علیؑ سے منسوب بات ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ سب سنت ہیں اور میرے نزدیک سب کے سب محبوب ہیں۔

لہٰذا اگر اسی کوڑے مشروع سنت تھی اور رسول خداؐ نے ایک ہی مرتبہ یا ایک ہی آدمی کے لئے اس پر عمل کیا ہے تو وہ مسلمانوں پر مخفی نہ رہتا اور عبدالرحمٰن اسی سے استناد کرتے، اپنے قول ''اخف الحد ود ثمانون'' سے استناد نہیں کرتے، ایسی صورت میں عمر وہ پہلے شخص نہ ہوتے جنھوں نے اسی کوڑوں کی حد

۱۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۳۱۹

۲۔ بدایۃ المجتہد، ج۲، ص۴۳۵، (ج۲، ص۴۳۹)

۳۔ مختصر مزنی (ص۲۶۶)

جاری کی تھی جیسا کہ ایک گروہ نے یہ کام انجام دیا ہے۔(۱)

۲۷۔خلیفہ اور فریبی عورت

عمر کے پاس ایک ایسی عورت کو لایا گیا جو ایک انصاری جوان پر سو جان سے عاشق ہو چکی تھی اور جب اسے حاصل کرنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو وہ اس پر حیلہ وفریب کرنے لگی۔ چنانچہ اس نے انڈے کی زردی کو الگ کر کے اس کی سفیدی اپنے لباس اور دونوں ران کے درمیان چھڑک کر فریاد کرتی ہوئی عمر کے پاس آئی کہ اس جوان نے مجھ پر تجاوز کیا ہے، مجھے خاندان والوں کے درمیان رسوا کیا ہے اور یہ ہیں اس برے عمل کی نشانیاں۔ عمر نے بعض عورتوں سے سوال کیا، انہوں نے کہا: ہاں! اس عورت کے لباس وبدن پر منی وشہوت کی علامتیں نمایاں ہیں۔

عمر نے اس جوان پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا، یہ دیکھ کر اس جوان نے آواز نصرت بلند کرتے ہوئے کہا: اے امیر المومنین! میرے عمل کے متعلق تحقیق کیجئے، خدا کی قسم! مجھ سے یہ فعل سرزد نہیں ہوا ہے، میں تو اس کا گمان بھی نہیں کر سکتا بلکہ خود اس عورت نے فعل بد کا اصرار کیا تھا۔

عمر نے حضرت علیؑ کی طرف رخ کر کے کہا:

اے ابوالحسنؑ! اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت نے عورت کے لباس پر موجود علامت کو غور سے دیکھا، اس کے بعد گرم پانی منگوا کر اس پر ڈال دیا تھوڑی دیر بعد اس کی سفیدی گاڑھی ہو گئی، آپ نے اسے لے کر سونگھا تو اس کی بو انڈے کی طرح تھی، آپ نے اسے ڈرایا تو ساری حقیقت اُگل دی۔(۲)

۱۔ اولیات عسکری، (ص۱۱۱)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۱۳، (ج۱۲، ص۷۵، خطبہ۲۲۳)؛ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۱۳۲، (ج۷، ص۱۵۰، حوادث ۲۳ھ)؛ تاریخ الخلفاء، ص۹۳، (ص۱۲۸)؛ محاضرۃ الاوائل، ص۱۶۹؛ اخبار الدول، مطبوع بر حاشیہ کامل، ج۱، ص۲۰۳، (ج۱، ص۲۸۹)

۲۔ طرق حکمیہ ابن قیم جوزی، ص۴۷

۲۸۔لا ابقانی اللہ بعد ابن ابی طالب

حنش بن معتمر سے منقول ہے: اس کا بیان ہے کہ دو افراد نے ایک قریشی عورت کے پاس سو دینار امانت کے طور پر رکھوایا اور کہا: جب ہم ایک ساتھ تمہارے پاس آئیں تو اسے واپس کر دینا، کسی ایک کو دوسرے کے بغیر ہرگز نہ دینا۔ایک سال تک یہ کیفیت برقرار رہی، اچانک ان میں سے ایک عورت کے پاس آ کر کہنے لگا: میرا دوست مر چکا ہے وہ سو دینار مجھے دے دو، جب اس عورت نے روپیہ دینے سے انکار کیا تو اس نے کافی سختی کی اور قبیلہ کے زور پر اسے حاصل کر لیا، ایک سال کے بعد دوسرا شخص آیا اور دینار کا مطالبہ کرنے لگا، اس عورت نے کہا: تمہارا دوست آیا تھا اس کے خیال میں تم مر چکے ہو، اس لئے میں نے وہ دینار کا تھیلا اسے دے دیا۔

بات بڑھتی ہوئی عمر تک پہنچی، انہوں نے ان کے درمیان فیصلہ کرنا چاہا، اس عورت سے کہا: میری نظر میں تم اس کے دینار کی ضامن ہو۔اس عورت نے چیخ کر کہا: نہیں! آپ کو خدا کی قسم ہے ہمارے درمیان فیصلہ نہ کریں اور ہمیں حضرت علیؑ کے پاس بھیج دیں، وہی ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے۔

انہوں نے حضرت علیؑ کی میں خدمت روانہ کر دیا، حضرت علیؑ سمجھ گئے کہ ان دونوں نے عورت کو دھوکہ دیا ہے۔فرمایا: کیا تم نے شرط نہیں لگائی تھی کہ جب تک ہم دونوں ساتھ نہ آئیں یہ تھیلا نہ دینا؟ اس نے کہا: ہاں! ایسا ہی ہے۔آپ نے فرمایا: تیرا سو دینار محفوظ ہے جاؤ اپنے دوست کو لے آؤ ہم واپس کر دیں گے۔

جب یہ فیصلہ عمر کو معلوم ہوا تو بے ساختہ کہنے لگے: **لا ابقانی اللہ بعد ابن ابی طالب** ''خدایا! مجھے علی بن ابی طالبؑ کے بعد زندہ نہ رکھ''۔(۱)

---

(۱) الاذکیاء ابن جوزی، ص۱۸، (ص۳۱)؛ اخبار الظراف ابن جوزی، ص۱۹، (ص۱۶)؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۷، (ج۳، ص۱۴۵)؛ ذخائر العقبیٰ، ص۸۰؛ تذکرۃ ابن جوزی، ص۸۷، (ص۱۴۷)؛ مناقب خوارزمی، ص۶۰، (ص۱۰۰، حدیث۱۰۳/۱۰۴)

۲۹۔ خلیفہ اور کلالہ

معدان بن ابی طلحہ یعمری کا بیان ہے: عمر بن خطاب نے جمعہ کے دن خطبہ دیا، رسول اکرمؐ اور ابوبکر کا تذکرہ کرنے کے بعد کہا: میں نے اپنے بعد کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جو میرے نزدیک ''کلالہ'' (۱) سے زیادہ اہم ہو، میں نے اس سلسلے میں رسول خداؐ سے بارہا سوال کیا، میری نظر میں یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل ہے۔

پھر اپنی انگلیوں کو سینہ پر مار کر کہا: اے عمر! سورۂ نساء کی آخری آیت تمہارے لئے کافی نہیں، اگر زندہ رہا تو میں ایک مسئلے میں ایسا فیصلہ کروں گا کہ قرآن پڑھنے والے اور نہ پڑھنے والے سب ہی اس کی موافقت کریں گے۔ (۲)

جصاص کی عبارت ہے: میں نے رسول خداؐ سے ''کلالہ'' سے زیادہ کسی اور چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا۔

۲۔ مسروق سے منقول ہیں: میں نے عمر سے ''کلالہ'' کے متعلق سوال کیا، انھوں نے کہا: الکلالہ،

۱۔ کلالہ کو آیۂ صیف (گرمی کی آیت) کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ گرمی میں حجۃ الوداع کے دن نازل ہوئی تھی اور وہ آیت یہ ہے:
﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ''پیغمبر یہ لوگ آپ سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ کلالہ (بھائی بہن) کے بارے میں خدا خود یہ حکم بیان کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو اور صرف بہن وارث ہو تو اسے ترکہ کا نصف ملے گا اور اسی طرح اگر بہن مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو تو بھائی اس کا وارث ہوگا۔ پھر اگر وارث دو بہنیں ہیں تو انہیں ترکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر بھائی بہن دونوں ہیں تو مرد کے لئے عورت کا دہرا حصہ ہوگا، خدا یہ سب واضح کر رہا ہے تا کہ تم بہکنے نہ پاؤ اور خدا ہر شے کا خوب جاننے والا ہے''۔ (سورۂ نساء ۱۷۶/۴)

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الفرائض، ج ۲، ص ۳، (ج ۳، ص ۴۲۸، حدیث ۹)؛ مسند احمد، ج ۱، ص ۴۸، (ج ۱، ص ۷۹، حدیث ۳۴۳)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۶۳، (ج ۲، ص ۹۱۰، حدیث ۲۷۲۶)؛ احکام القرآن جصاص، ج ۲، ص ۱۰۶، (ج ۲، ص ۸۷)؛ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۲۴، ج ۸، ص ۱۵۰؛ تفسیر قرطبی، ج ۶، ص ۲۹، (ج ۶، ص ۲۱)

الکلالہ۔ پھر اپنی ڈاڑھی ہاتھوں میں لے کر کہا: خدا کی قسم! اس کا علم میرے نزدیک دنیا میں موجود تمام مال ومتاع سے زیادہ قیمتی ہے، میں نے رسول خداؐ سے ''کلالہ'' کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: کیا تم نے اس آیت کے متعلق نہیں سنا جو گرمی کے موسم میں نازل ہوئی ہے' اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار فرمائی''۔(۱)

۳۔ احمد بن حنبل عمر سے نقل کرتے ہیں: میں نے رسول خداؐ سے کلالہ کے بارے میں سوال کیا، فرمایا: تمہارے لئے آیۂ صیف کافی ہے۔ عمر نے کہا: میں نے رسول خداؐ سے جس چیز کے بارے میں سوال کیا ہے وہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔(۲)

۴۔ بیہقی نے عمر بن خطاب سے نقل کیا ہے کہ اگر رسول خداؐ نے تین چیز کی وضاحت کردی ہوتی تو میرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی: ۱۔ خلافت؛ ۲۔ کلالہ؛ ۳۔ ربا۔(۳)

۵۔ طبری نے عمر سے نقل کیا ہے کہ اگر میں ''کلالہ'' کا علم حاصل کر لیتا تو میرے لئے شام کے بلند وبالا قصروں سے زیادہ محبوب ومرغوب ہوتے۔(۴)

۶۔ ابن مردویہ نے طاؤس سے نقل کیا ہے کہ عمر نے حفصہ کو حکم دیا کہ رسول خداؐ سے ''کلالہ'' کے متعلق سوال کرے، آنحضرتؐ نے اسے ایک پرچہ پر تحریر کر کے پوچھا: یہ مسئلہ کس نے پوچھا ہے؟ کیا عمر نے... میری نظر میں وہ کبھی اسے قائم نہیں کر پائے گا، کیا آیۂ صیف اس کے لئے کافی نہیں۔(۵)

۷۔ مرہ بن شرحبیل کا بیان ہے کہ عمر نے کہا: اگر رسول خداؐ نے تین چیزیں واضح کردیں ہوتی تو میرے نزدیک دنیا ومافیہا سے زیادہ قیمتی ہوتیں: کلالہ؛ ربا؛ خلافت۔(۶)

۱۔ تفسیر طبری، ج۶، ص۳۰، (مجلد۴، ج۶، ص۴۴)؛ تفسیر درّ منثور سیوطی، ج۲، ص۲۵۱، (ج۲، ص۷۵۷)۔

۲۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۸، (ج۱، ص۶۳، حدیث۲۶۴)۔ ۳۔ سنن بیہقی، ج۶، ص۲۵۵؛ مسند ابوداؤد طیالسی، ج۱، ص۱۲۔

۴۔ تفسیر طبری، (مجلد۴، ج۶، ص۴۳)؛ کنز العمال، ج۶، ص۲۰، (ج۱۱، ص۸۰، حدیث۳۰۶۹۲)۔

۵۔ تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۵۹۴۔

۶۔ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۱۶۴، (ج۲، ص۹۱۱، حدیث۲۷۲۷)؛ تفسیر طبری، ج۶، ص۳۰، (مجلد۴، ج۶، ص۴۳)؛ احکام القرآن جصاص، ج۲، ص۱۰۵، (ج۲، ص۸۷)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۳۰۴، (ج۲، ص۳۳۳، حدیث۳۱۸۸)؛ تفسیر قرطبی، ج۶، ص۲۹، (ج۶، ص۲۱)؛ تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۵۹۵؛ تفسیر درّ منثور سیوطی، ج۲، ص۲۵۰، (ج۲، ص۷۵۵)۔

۸۔ حاکم سے منقول ہے کہ عمر نے کہا: اگر میں نے رسول خداؐ سے تین چیزوں کے متعلق سوال کیا ہوتا تو وہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب وعزیز ہوتے:

ا۔ ان کے بعد خلافت؛

۲۔ ایسی قوم سے جنگ حلال ہے جو کہتے تھے کہ زکات واجب ہے لیکن ہم آپ کو نہیں دیں گے؛

۳۔ کلالہ (۱)

۹۔ حذیفہ سے ایک حدیث مروی ہے: وہ کہتے ہیں کہ آیۂ ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے حذیفہ کو اس کی تعلیم دی، حذیفہ نے عمر کو اس کی تعلیم سے بہرہ مند کیا، جب کئی مرتبہ ہو چکا تو عمر نے پھر حذیفہ سے سوال کیا، حذیفہ جھلا کر کہنے لگے: خدا کی قسم! بالکل احمق ہو۔ رسول خداؐ نے جس قدر تعلیم سے بہرہ مند کیا تھا وہ سب کا سب تم کو بتا دیا، میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ (۲)

۱۰۔ شعبی سے منقول ہے: ابوبکر سے ''کلالہ'' کے متعلق سوال کیا گیا، جواب دیا: میں اسے اپنے لئے بیان کروں گا اگر صحیح ہوا تو خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ثابت ہو تو شیطان کی جانب سے، میری نظر میں یہ باپ اور بیٹے کے علاوہ کوئی چیز ہے، جب عمر خلیفہ ہوئے تو کہا: میں خدا سے شرمسار ہوں کہ اسے ایسی چیز کی طرف پلٹاؤں جسے ابوبکر نے بیان کیا ہے۔ (۳)

۱۱۔ بیہقی نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ عمر نے کہا: ''کلالہ'' فرزند کے علاوہ کوئی چیز ہے، راوی کہتا ہے کہ ابوبکر نے کہا: ''کلالہ'' فرزند اور باپ کے علاوہ کوئی اور ہے، جب انھوں نے ابولولو سے ضربت کھائی تو کہا: میں ابوبکر کی مخالفت میں حیا و شرم محسوس کرتا ہوں، ''کلالہ'' باپ اور بیٹے کے علاوہ کچھ ہے۔ (۴)

ا۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۳۰۳، (ج۲، ص۳۳۲، حدیث ۳۱۸۶)؛ تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۵۹۵؛ تفسیر در منثور سیوطی، ج۲، ص۲۴۹، (ج۲، ص۷۵۴)۔

۲۔ تفسیر قرطبی، ج۶، ص۲۹؛ تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۵۹۴۔

۳۔ سنن دارمی، ج۲، ص۳۶۵؛ سنن بیہقی، ج۶، ص۲۲۳۔

۴۔ سنن بیہقی، ج۶، ص۲۲۴۔

۱۲۔ سنن کبریٰ میں ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا: ایک زمانہ میں ''کلالہ'' سے لاعلم تھا لیکن اس وقت میں کہتا ہوں کہ ''کلالہ'' وہ شخص ہے جس کا نہ باپ ہے اور نہ بیٹا۔(۱)

۱۳۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں عمر کا زمانہ درک کرنے والا آخری آدمی تھا، میں نے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے: میری بات وہی ہے جو میں نے کہہ دی ہے اور اپنی بات پر قائم ہوں کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کا کوئی فرزند نہیں۔(۲)

تبصرۂ امینیؒ

یہ ''کلالہ'' خلیفۂ محترم کے لئے کتنا مشکل تھا اور اسے کتنا پیچیدہ مسئلہ سمجھتے تھے کہ جس کا حکم بھی ان کے لئے سربستۂ راز تھا حالانکہ یہ شریعت کا عمومی اور آسان حکم ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب انہوں نے رسول خداؐ سے سوال کیا تو آنحضرتؐ نے اس کا جواب دیا یا جواب نہیں دیا؟ اگر جواب دیا تو اسے محفوظ کیوں نہ کر سکے؟ یا یہ مسئلہ سمجھنے سے ان کا فہم وادراک عاجز وقاصر کیوں رہا؟ حالانکہ یہ مسئلہ ان کے نزدیک سرخ اونٹوں، دنیا ومافیہا میں موجود اشیاء اور شام کے پرشکوہ محلوں سے بھی زیادہ قیمتی تھا۔ اور اگر جواب سے محروم رکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خداؐ اس سے اچھی طرح واقف تھے کہ وہ عمومی مسائل کو بھی حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ رسول خداؐ نے اس کی تعلیم دی تھی، حفصہ کے بقول: میں جانتا ہوں کہ تمہارے والد اس کی تعلیم حاصل کرنے سے عاجز ہیں۔ یا آنحضرتؐ کے بقول: میری نظر میں وہ اسے قائم نہیں کر سکتا۔ دراصل آنحضرتؐ واضح ترین حالت کا اعلان فرما رہے تھے اور قارئین کو حقیقت حال اور واقعیت سے مطلع فرما رہے تھے۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز مسئلہ یہ ہے کہ ان کے بقول: ''میرے لئے یہ بات واضح نہیں تھی''

۱۔ سنن بیہقی، ج۶، ص۲۲۴۔

۲۔ سنن بیہقی، ج۶، ص۲۲۵؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۳۰۴، (ج۲، ص۳۳۲، حدیث ۳۱۸۷)۔

لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے حکم دینے سے پرہیز نہیں کیا اور الم وغلم جو بھی ان کے ذہن میں آیا حکم دے دیا، اصل میں وہ ایسا کر کے خدا کے حکم سے جہالت اور نادانی کا ثبوت دے رہے تھے: خدا کا ارشاد ہے: ﴿لاتَقفُ مَا لَیسَ بِهِ عِلمٌ... ﴾ ''اور جس چیز کا تمھیں یقین نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو کیوں کہ کان، آنکھ اور دل سب سے باز پرس ہوگی''۔(۱)

وہ خدا کے اس ارشاد سے بھی غافل تھے: ﴿وَلَو تَقُولُ عَلَینَا بَعضَ الاَقوِیلِ لَاخَذنَا مِنهُ بِالیَمِینِ ﴾ ''اور اگر یہ پیغمبر ہماری طرف سے کوئی بات گڑھ لیتا، تو ہم اس کے ہاتھ کو پکڑ لیتے اور پھر اس کی گردن اڑا دیتے، پھر تم میں سے کوئی مجھے روکنے والا نہ ہوتا''۔(۲)

کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ وہ اس مسئلے میں ابوبکر کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ وہ بھی انہیں کی طرح تھالی کے بیگن ہیں۔ انہوں نے ابوبکر کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا کہ میں بہت جلد اپنا نظریہ بیان کروں گا، اگر صحیح ہوا تو خدا کی جانب سے اور غلط ہوا تو میرے اور شیطان کی طرف سے۔

﴿وَمَا لَهُم بِهِ مِن عِلمٍ اِن یَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغنِی مِنَ الحَقِّ شَیئاً﴾

''حالانکہ ان کے پاس اس سلسلے میں کوئی علم نہیں ہے، یہ صرف وہم وگمان کے پیچھے چلے جا رہے ہیں اور گمان، حق کے بارے میں کوئی فائدہ نہیں پہچا سکتا ہے''۔(۳)

ابن حجر نے ''کلالہ'' کے سلسلے میں بہت سے اختلافات ملاحظہ فرمائے ہیں:

۱۔من معین له الوالد والد۔ ۲۔انها من سوی الوالد۔

۳۔من سوی الوالد ووالد الوالد۔ ۴۔من سوی الولد۔

۵۔الکلاله اخوه۔ ۶۔الکلاله هی المال؛ وغیرہ۔

ان اختلافات کو ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں: اس کثرت اختلاف کے پیش نظر عمر کا قول زیادہ بہتر نظر آتا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ''کلالہ'' کے سلسلہ میں خاموش ہوں۔(۴)

۱۔سورہ اسراء/۳۶ ۲۔الحاقہ/۴۴،۴۷

۳۔سورہ نجم/۲۹ ۴۔فتح الباری فی شرح صحیح بخاری، ج۸،ص۲۱۵،(ج۸،ص۲۶۸)

گویا وہ ''کلالہ'' کے سلسلے میں خلیفہ کی عذر تراشی کرنا چاہتے ہیں، کیا وہ ''کلالہ'' کی آیت سے واقف نہیں، یہ آیت کسی پر کیسے مخفی رہ گئی حالانکہ ان کے ہاتھوں میں موجود قرآن کریم کی یہ آیت دیکھی جا سکتی ہے: ﴿یبیّن اللّٰہ لکم ان تضلّوا﴾ پس خدا نے کس طرح بیان فرمادیا کہ خلیفہ جیسے افراد کہہ رہے ہیں کہ میرے لئے یہ واضح و روشن نہ ہوا، یہ اختلاف کہاں سے ظاہر ہوا اور شرح و بیان کے بعد بھی زیادہ ہوتے گئے؟ اور کس طرح رسول خداؐ ''کلالہ'' سے ناواقف شخص کے لئے آیۂ صیف کو کافی و وافی سمجھتے ہیں۔

اس کے علاوہ خلیفہ امت کا امام ہوتا ہے، امت کے اختلافات میں وہی مرجع کی حیثیت رکھتا ہے، نظریات و اعتقادات کے جھگڑوں میں انھیں کی اقتدا اور تاسی کی جاتی ہے، ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ خلیفہ کی جہالت و نادانی کے سلسلے میں کوئی عذر قابل قبول نہیں، خواہ امت مخالفت کرے یا نہ کرے؟؟

۳۰۔ خرگوش کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

موسیٰ بن طلحہ سے مروی ہے: ایک شخص نے عمر سے خرگوش کے متعلق سوال کیا: عمر نے کہا: اگر حدیث میں کمی زیادتی کا خوف نہ ہوتا تو میں کچھ کہتا۔ میں ایسے شخص کے پاس روانہ کر رہا ہوں جو اس سلسلہ میں تمہیں پوری طرح سے مطمئن کر دے گا۔ پھر عمار کے پاس بھیج دیا، عمار نے کہا: ہم رسول خداؐ کے ہمراہ تھے، ایک جگہ ایک اعرابی نے آنحضرت کی خدمت میں خرگوش پیش کیا اور ہم نے اسے کھا لیا، اس اعرابی نے کہا: یا رسول اللہؐ! میں نے اسے حیض کی حالت میں دیکھا تھا، رسول خداؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔(۱)

میں یہ نہیں کہتا کہ خلیفہ محترم کو حدیث میں کمی و زیادتی سے جس چیز نے خوفزدہ کیا وہ حکم سے جہالت

۱۔ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج۸، ص۲۴۷، حدیث۴۳۲۹)؛ تھذیب الآثار، (ج۲، ص۸۴۲، حدیث۱۱۷۹، مسند عمر بن خطاب)؛ کنز العمال، ج۸، ص۵۰، (ج۱۵، ص۴۳۵، حدیث۴۱۷۶۲)؛ مسند ابو یعلی، (ج۳، ص۱۸۶، حدیث۱۶۱۲)؛ عمدۃ القاری، ج۶، ص۱۵۹، (ج۱۳، ص۱۳۲)؛ مجمع الزوائد، ج۳، ص۱۹۵؛ مسند احمد، ج۱، ص۵۲، (ج۱، ص۵۲، حدیث۲۱۰)۔

ونادانی تھی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عمار اس مسئلہ میں ان سے زیادہ جانکار اور نقل روایات میں ان سے زیادہ امین تھے۔ میں نہیں جانتا کہ خرگوش کے علاوہ ہزاروں مختلف مسائل مثلاً اموال، نفوس اور ایقاعات وعقود کے سلسلہ میں یہ احتیاطی تدابیر کہاں تھی، حالانکہ وہ ان سے قطعی ناواقف تھے، میں ان تمام مسائل کو آپ کے علم ووجدان پر چھوڑتا ہوں۔

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ خرگوش کا گوشت کھانا گناہ نہیں ہے، اس کی صراحت ائمہ اربعہ کے علاوہ بہت سے علماء نے کی ہے، ہاں! عبداللہ بن عمر بن عاص اور عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ وعایہ کی نظر میں اس گوشت کا کھانا مکروہ ہے۔(۱)

۳۱۔قصاص کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ

ابن ابی حسین سے منقول ہے: ایک شخص نے ایک کافر ذمی کا سر پھوڑ دیا، عمر بن خطاب نے چاہا کہ قصاص لے کر اس کا جبران کریں۔ یہ دیکھ کر معاذ بن جبل نے کہا: آپ جانتے ہو کہ یہ کام صحیح نہیں ہے، رسول خداؐ سے یہی منقول ہے۔ یہ سن کر شکستہ سر کے عوض ایک دینار دیا اور وہ راضی وخوشنود ہوگیا۔(۲)

۳۲۔ لولا معاذ لھلک عمر

ابوسفیان نے بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ ایک عورت کا شوہر دو سال تک لاپتہ رہا، واپس آنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی زوجہ حاملہ ہے، اس نے عمر سے شکایت کی، انھوں نے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ معاذ وہیں بیٹھے ہوئے تھے، کہنے لگے: آپ کا اختیار صرف اس عورت پر ہے رحم میں موجود بچے پر نہیں۔ عمر نے سن کر کہا: اسے قید کردو تا کہ وضع حمل کر سکے۔ وضع حمل کے بعد ایک ایسا بچہ پیدا ہوا جس

۱۔عمدۃ القاری، ج۶، ص۲۵۹، (ج۱۳، ص۱۳۱)۔

۲۔کنزالعمال، ج۷، ص۳۰۴، (ج۱۵، ص۹۷، حدیث ۴۰۲۴۳)۔

کے سامنے کے دانت باہر نکلے ہوئے تھے، باپ نے اسے دیکھ کر اپنی شباہت کی وجہ سے پہچان لیا کہ یہ اسی کا بچہ ہے، اس نے چیخ کر کہا: خدا کی قسم! یہ میرا بچہ ہے، میرا بچہ ہے۔ جب یہ واقعہ عمر کو معلوم ہوا تو کہا :عورتیں معاذ کے مانند بچے پیدا کرنے سے عاجز ہیں، اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔

بیہقی کے الفاظ ہیں: ایک شخص نے عمر کے پاس آ کر کہا: اے امیر المومنین! میں اپنی زوجہ سے دو سال تک دور رہا، واپس آنے پر پتہ چلا کہ وہ حاملہ ہے، عمر نے سنگسار کرنے کے متعلق چند افراد سے مشورہ کیا، معاذ بن جبل موجود تھے بولے: اے امیر! آپ صرف اس عورت پر حکم جاری کر سکتے ہیں، شکم میں موجود بچہ آپ کی دسترس سے باہر ہے۔

عمر نے وضع حمل تک زندان میں ڈلوا دیا۔ جب بچہ پیدا ہوا تو اس کے سامنے کے دانت نمایاں تھے؛ اس شباہت کی وجہ سے باپ نے پہچان کر کہا: خدا کی قسم! یہ میرا بچہ ہے۔

یہ سن کر عمر نے کہا: عورتیں معاذ کے مانند بچے پیدا کرنے سے عاجز ہیں، اگر معاذ نہ ہوتے عمر ہلاک ہو جاتے۔(۱)

۳۳۔قصاص کے متعلق عقیدۂ خلیفہ

مکحول سے مروی ہے: عبادہ بن صامت نے ایک نبطی شخص کو طلب کیا تا کہ وہ اس کے گھوڑے کو بیت المقدس کے نزدیک روکے رکھیں، اس نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو غصہ میں اس کا سر پھوڑ دیا، اس نے عمر بن خطاب سے شکایت کی، عمر نے عبادہ بن صامت سے سوال کیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟

کہا: اے امیر المومنین! میں نے اسے حکم دیا کہ میرے مرکب کو فلاں مقام پر روکے رکھے، اس

۱۔ سنن بیہقی، ج۷، ص۴۴۳؛ جامع بیان العلم، ص۱۵۰، (ص۳۱۱، حدیث۱۵۶۲)؛ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج۱۰، ص۸۸، حدیث۸۸۶۱)؛ کنز العمال، ج۷، ص۸۲، (ج۱۳، ص۵۸۳، حدیث۳۷۴۹۹)؛ التمہید باقلانی، ص۱۹۹؛ فتح الباری، ج۱۲، ص۱۲۰، (ج۱۲، ص۱۴۶)؛ الاصابہ، ج۳، ص۴۲۷؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۵۰، (ج۱۲، ص۱۷۹، خطبہ۲۲۳)۔

نے انکار کیا تو میں نے اس کا سر پھوڑ دیا چونکہ میں ایک غصہ ور آدمی ہوں۔ عمر نے کہا: اس کی تلافی کرو۔ یہ دیکھ کر زید بن ثابت نے کہا: کیا آپ اپنے بھائی کو غلام کا قصاص ادا کرنے پر مجبور کر رہے ہیں، عمر اپنی غلطی پر شرمندہ ہوتے ہوئے حکم قصاص واپس لے لیا اور اس پر دیت عائد کی۔ (۱)

۳۴۔ مقتول ذمی کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

مجاہد کا بیان ہے: عمر بن خطاب شام پہنچے، دیکھا کہ ایک مسلمان نے اہل ذمہ (یہود و نصاریٰ جو مخصوص شرائط کے ساتھ اسلامی ممالک میں زندگی بسر کرتے ہیں) کو قتل کر دیا ہے، آپ نے اس پر قصاص مقرر کرنا چاہا۔ زید بن ثابت نے کہا: کیا اپنے غلام کا قصاص بھائی پر لادنا چاہتے ہیں، یہ سن کر عمر نے قتل کی دیت مقرر کی۔ (۲)

۳۵۔ مقتول ذمی کے متعلق دوسرا واقعہ

عمر بن عبد العزیز سے منقول ہے: ایک ذمی شخص شام میں مارا گیا، عمر بن خطاب اس وقت شام میں موجود تھے، جب ان کو واقعہ معلوم ہوا تو کہا: تم لوگ ذمی کو مارنے کے حریص ہو، میں ان کے ہمراہ تم کو بھی قتل کروں گا۔

عمر بن عبید جراح نے کہا: آپ کے لئے یہ کام صحیح نہیں ہے۔ پھر نماز کے بعد ابو عبیدہ کو بلایا اور کہا: تم نے کیسے گمان کر لیا کہ میں اسے نہیں ماروں گا؟ ابو عبیدہ نے کہا: کیا غلام کی وجہ سے اپنے بھائی کو قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر عمر چپ رہے اور پھر اس پر ہزار دینار دیت مقرر کی۔ (۳)

۱۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲؛ کنز العمال، ج ۷، ص ۳۰۳، (ج ۱۵، ص ۹۴، حدیث ۴۰۲۳۲)۔

۲۔ المصنف عبد الرزاق، (ج ۱۰، ص ۱۰۰، حدیث ۱۸۵۰۹)؛ کنز العمال، ج ۷، ص ۳۰۴، (ج ۱۵، ص ۹۷، حدیث ۴۰۲۴۴)۔

۳۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲؛ کنز العمال، ج ۷، ص ۳۰۳، (ج ۱۵، ص ۹۴، حدیث ۴۰۲۳۲)۔

۳۶۔معاف شدہ قاتل کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ ایک شخص عمر بن خطاب کے پاس لایا گیا جس نے ایک شخص کو جان بوجھ کر قتل کر دیا تھا۔خلیفہ نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا،لیکن مقتول کے بعض بزرگوں نے اسے معاف کر دیا لیکن عمر پھر بھی اس کے قتل پر مصر رہے۔یہ دیکھ کر ابن مسعود نے کہا: یہ جان سب کی ملکیت ہے،اس کے ولی نے اسے معاف کر کے گویا اس کو زندگی دی ہے،لہٰذا کسی کے لئے اس کا حق چھینناجائز نہیں۔

عمر نے کہا: اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو؟ کہا: میری نظر میں اس کی دیت مقرر کر کے چھوڑ دیجئے۔عمر نے کہا: میرا نظریہ بھی یہی ہے۔(۱)

۳۷۔انگلیوں کے متعلق عقیدۂ خلیفہ

سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب نے انگلیوں کی دیت معین کی،انگوٹھے کے لئے تیرہ دینار،اس کے بعد والی انگلی پر بارہ،درمیانی انگلی پر دس،اس کے بعد والی انگلی پر نو اور چھوٹی انگلی پر چھ دینار مقرر کیا۔

دوسری روایت ہے: عمر نے انگوٹھے پر پندرہ،اس کے بعد والی انگلی پر دس،درمیان والی انگلی پر دس،اس کے بعد نو [۹] اور سب سے چھوٹی والی انگلی پر چھ دینار کی دیت مقرر کی۔ابن عطفان سے مروی ہے کہ ابن عباس نے انگلیوں پر دس دس دینار دیت مقرر کی۔مروان نے ان کے پاس آدمی بھیج کر کہا: تم نے دس دس دینار مقرر کی ہے،حالانکہ عمر کچھ اور ہی کہتے ہیں۔ابن عباس نے کہا: خدا رحم کرے،رسولؐ کے فرمان کی اطاعت کی جائے یا قول عمر کی۔(۲)

۱۔کتاب الام شافعی،ج۷،ص۲۹۵،(ج۷،ص۳۲۹)؛سنن بیہقی،ج۸،ص۶۰۔

۲۔کتاب الام شافعی،ج۱،ص۵۸،(ج۱،ص۱۵۱)؛اختلاف الحدیث شافعی مطبوع برحاشیہ کتاب الام،ج۷،ص۱۴۰،(ص۴۷۸)؛ کتاب الرسالۃ شافعی،ص۱۱۳،(ص۴۲۲،حدیث ۱۱۶۰)؛سنن بیہقی،ج۸،ص۹۳۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: صحاح ومسانید میں ہے کہ رسول خداؐ نے انگلیوں پر دس دس دینار مقرر فرمایا ہے جیسا کہ ابن عباس نے فتویٰ دیا اور یہی سنت رسولؐ ہے، لیکن عمر بن خطاب کی قضاوت میں خود ان کا ذاتی نظریہ کارفرما ہے۔ ابن عباس نے بھی اس کی وضاحت کردی ہے کہ رسول خداؐ کے حکم کی پیروی عمر بن خطاب کے قول سے زیادہ بہتر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ خلیفہ اسے جانتے ہوئے مخالفت کر رہے تھے یا اس سے لاعلم تھے۔

۳۸۔ جنین کی دیت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

مسور بن مخرمہ سے منقول ہے:

عمر بن خطاب نے جنین کو ساقط کرنے والی عورت کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا، مغیرہ بن شعبہ نے کہا: میں نے اس سلسلے میں ایک غلام یا کنیز آزاد کرنے کے متعلق رسولؐ خدا سے سنا ہے۔ عمر نے کہا: ایک گواہ پیش کرو۔ یہ سن کر محمد بن مسلم نے گواہی دی۔ (۱)

عروہ سے منقول ہے کہ عمر نے لوگوں کو قسم دے کر پوچھا: اگر کسی نے رسول خداؐ سے جنین کی دیت کے بارے میں کوئی حکم سنا ہے تو بیان کرے؟ مغیرہ بن شعبہ نے کہا: رسول خداؐ نے اس سلسلے میں ایک غلام یا کنیز کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

عمر نے کہا: کوئی گواہ پیش کرو۔ محمد بن مسلم گواہی دیتے ہوئے بولے: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول خداؐ نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ (۲)

ابن داؤد کی عبارت ہے: یہ سن کر عمر نے کہا: اللہ اکبر! اگر میں اسے نہ سنتا تو اس کے برخلاف

۱۔ صحیح بخاری کتاب الدیات باب المرأۃ، (ج۶، ص۲۵۳۱، حدیث ۶۵۰۹)؛ صحیح مسلم، ج۲، ص۴۱، (ج۳، ص۵۱۵، حدیث ۳۹، کتاب القسامۃ والمحاربین)؛ سنن ابوداؤد، ج۲، ص۲۵۵، (ج۴، ص۱۹۱، حدیث ۴۵۷۰)؛ مسند احمد، ج۴، ص۲۴۴/۲۵۳، (ج۵، ص۲۹۶، حدیث ۱۷۶۷۰/ ص۳۰۹، حدیث ۱۷۷۴۸)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۱۱۴۔

۲۔ صحیح بخاری، (ج۶، ص۲۵۳۱، حدیث ۶۵۱۰)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۱۱۴/۱۱۵۔

حکم دے دیتا۔(۱)

ایک حدیث میں ہے:

عمر نے لوگوں سے جنین کی دیت کے بارے میں سوال کیا تو حمل بن نابغہ نے کہا: رسول خداؐ نے ایک غلام یا کنیز آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔(۲)

شافعی نے اس بات کا بھی اضافہ کیا ہے کہ عمر نے کہا: اگر میں اسے نہیں سنتا تو اس کے برخلاف فیصلہ سنا دیتا۔

ابن حجر کا بیان ہے کہ احمد اور دوسرے ائمہ صحاح و مسانید نے صحیح سند سے طاوؤس اور ابن عباس کے طریق سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: خلیفہ محترم کو بکھری اور بے ترتیب عقلوں کی کتنی ضرورت ہے کہ وہ قبیلۂ ثقیف کے زانی اور دین خدا و شریعت محمدی میں جھوٹ اور افتراء پردازی کا انبار لگانے والے شخص کی گواہی کو جناب عباس کے دعوی کے لئے صحیح سمجھتے ہیں، حالانکہ ابن عباس کو رسول خداؐ نے بحرین عطا فرمایا تھا اور ان کی ملکیت قرار دی ہے۔(۴) یا حمل بن نابغہ جیسے لوگوں سے استناد کریں، جس سے اس حدیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث مروی ہی نہیں۔(۵)

افسوس تو یہ ہے کہ وہ اس آسان مسئلہ سے اپنی جہالت کا ببانگ دہل اعلان کرتے ہوئے کہتے ہیں: اللہ اکبر! اگر اسے نہیں سنتا تو اس کے برخلاف فیصلہ کر دیتا۔

۱۔ سنن ابوداؤد، ج۲، ص۲۵۶، (ج۴، ص۱۹۲، حدیث ۴۵۷۳)۔

۲۔ کتاب الرسالۃ شافعی، ص۱۱۳؛ اختلاف الحدیث شافعی مطبوع بر حاشیہ کتاب الام، ج۷، ص۲۰، (ص۴۷۹)؛ عمدۃ القاری، ج۵، ص۴۱۰، (ج۲۴، ص۶۷)؛ تھذیب التھذیب، ج۳، ص۳۶، (ج۳، ص۳۲)۔

۳۔ الاصابہ، ج۲، ص۲۵۹۔

۴۔ تاریخ ابن خلکان، ج۲، ص۴۵۶، (ج۶، ص۳۶۷، نمبر ۸۲۱)۔

۵۔ تھذیب التھذیب، ج۳، ص۳۶، (ج۳، ص۳۲)۔

۳۹ چور کے بارے میں خلیفہ کی رائے

عبدالرحمٰن بن عائذ سے منقول ہے: ایک ایسے چور کو عمر کے پاس لایا گیا جس کے ہاتھ پیر کٹے ہوئے تھے۔ عمر نے حکم دیا کہ اس کا پیر کاٹ دیا جائے۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا: لیکن خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ''بس خدا اور رسول سے جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد کرنے والوں کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پیر مختلف سمت سے قطع کر دیئے جائیں یا انہیں ارض وطن سے نکال باہر کیا جائے یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں عذاب عظیم ہے''۔(۱) اس کے ہاتھ پیر تو پہلے ہی کٹے ہوئے ہیں، اس کا پیر کاٹنا مناسب نہیں، لہٰذا اسے چھوڑ دو کہ یہ معذور ہے یا اگر سزا دینا چاہتے ہو تو تعزیر کر دیا زندان میں ڈال دو۔ عمر نے اسے مقید کر دیا۔(۲)

۴۰۔ ملکۂ روم کے تحفہ میں خلیفہ کا اجتہاد

قتادہ سے منقول ہے: عمر نے بادشاہ روم کی جانب ایک سفیر روانہ کیا تو ان کی زوجہ ''ام کلثوم'' نے ایک دینار قرض لے کر عطر خریدا اور اسے شیشی میں رکھ کر سفیر کے حوالے کیا کہ اسے بادشاہ روم کی زوجہ کی خدمت میں پیش کر دے۔ جب عطر پہنچا تو اس نے کچھ جواہرات سفیر کے حوالے کرتے ہوئے کہا: اسے زوجۂ عمر کی خدمت میں میری طرف سے تحفہ پیش کر دینا۔

چنانچہ جواہرات ام کلثوم کو موصول ہوئے، انہوں نے اسے زمین پر ڈال دیا، تبھی عمر نے آ کر

۱۔ سورہ مائدہ/۳۳

۲۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۷۸؛ کنز العمال، ج۳، ص۱۱۸، (ج۵، ص۵۵۳، حدیث ۱۳۹۲۸)۔

پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا، عمر تمام جواہرات کو سمیٹ کر مسجد آئے اور صلوۃ جامعہ کا اعلان کر دیا (یعنی تمام افراد حاضر ہوں)۔

جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو انہوں نے واقعہ بتاتے ہوئے جواہرات کی نشاندہی کی اور کہا: تم لوگوں کی نظر میں اسے کیا کرنا چاہئے؟ لوگوں نے کہا: ہماری نظر میں آپ اس کے مستحق ہیں اس لئے کہ یہ بادشاہ روم کی زوجہ کی جانب سے آپ کی زوجہ کے لئے تحفہ ہے، ٹیکس نہیں۔ عمر نے کہا: لیکن یہ زوجۂ امیر المومنین ہے، سفیر بھی مومنوں کے امیر کا سفیر ہے اور جس مرکب پر سوار ہو کر گیا تھا وہ بھی مومنوں کا مال ہے، اگر مومنین نہ ہوتے تو ان میں سے کچھ بھی نہ ہوتا لہٰذا میری نظر میں یہ مسلمانوں کے بیت المال کا مال ہے، ہم ام کلثوم کو صرف ان کے عطر کا ہزینہ دیں گے۔ یہ کہہ کر جواہرات کو فروخت کروایا اور زوجہ کو ایک دینار دے کر تمام اموال بیت المال میں ڈال دیا۔(۱)

مروی ہے کہ ابو عبیدہ کی زوجہ نے بادشاہ روم کو تحفہ ارسال کیا، اس نے بھی اس کے عوض کچھ جواھرات زوجۂ ابو عبیدہ کی خدمت میں پیش کئے۔

جب عمر کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے اسے فروخت کروایا اور تحفہ کا اصلی سرمایہ دیتے ہوئے باقی اموال بیت المال میں ڈال دیا۔(۲)

۴۱۔ مغیرہ کو کوڑے مارنے کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے منقول ہے: ابو بکر، زیاد، نافع اور شبلی بن معبد ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور مغیرہ گھر کے نیچے تھا اچانک ہوا تیز ہوئی اور دروازہ کھل گیا، دیکھا کہ مغیرہ عورت کے دونوں پیر کے درمیان بیٹھا ہوا ہے۔

ایک نے دوسروں سے کہا: ہم سخت مصیبت میں گرفتار ہو چکے ہیں، راوی کا بیان ہے کہ ابو بکر، نافع

۱۔ فتوحات الاسلامیہ، ج۲، ص۴۱۳، (ج۲، ص۲۶۵)

۲۔ فتوحات الاسلامیہ، ج۲، ص۴۱۳، (ج۲، ص۲۶۵)

اور شبلی نے گواہی دی لیکن زیاد نے کہا: میں نہیں جانتا کہ دخول ہوا ہے یا نہیں۔

یہ سن کر عمر نے زیاد کے علاوہ سب کو تازیانہ مارا، ابوبکر نے کہا: کیا آپ نے ہم پر حدِ افتراء جاری کرتے ہوئے کوڑے نہیں برسائے؟ کہا: کیوں نہیں۔ کہا: خدا کی قسم! میں گواہی دیتا ہوں کہ مغیرہ نے دخول کیا ہے۔

عمر نے دوبارہ چاہا کہ اسے کوڑے ماریں لیکن حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر ابوبکر کی گواہی دو مردوں کے برابر ہے تو اپنے رفیق مغیرہ کو سنگسار کرو اور ایسا نہیں ہے تو تم اسے کوڑے مار چکے ہو، یعنی تہمت لگانے پر دو مرتبہ کوڑا نہیں مارا جاتا۔

دوسری عبارت ہے: عمر نے دوبارہ حد لگانے کا ارادہ کیا، تو حضرت علیؑ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا: اگر حد ہی لگانا ہے تو اپنے دوست مغیرہ کو سنگسار کرو۔ یہ سن کر اسے کوڑا نہیں مارا اور آزاد کر دیا۔

تیسری تعبیر ہے: عمر نے ابوبکر کو مارنے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر مارنا ہی مقصود ہے تو مغیرہ کو سنگسار کرو۔(۱)

تفصیلی واقعہ

انس بن مالک سے منقول ہے: مغیرہ بن شعبہ دوپہر کے وقت دارالامارہ سے باہر نکلا، ابوبکر اور نفیع ثقفی نے دیکھ کر پوچھا: امیر کہاں جا رہے ہیں؟ مغیرہ نے کہا: کچھ کام درپیش ہے۔ انھوں نے کہا: اپنی ضرورت بیان کریں، آپ ہمارے امیر ہیں، ہم آپ کی ضرورت پوری کریں گے۔

راوی کا بیان ہے: ام جمیل بنت افقم، ابوبکر کی پڑوسی تھی؛ مغیرہ اس کی تلاش میں آیا تھا اور ام جمیل کا گھر اور بالاخانہ ابوبکر کے بالاخانہ کے مساوی تھا۔

چنانچہ ابوبکر اپنے کمرے میں نافع، زیاد اور شبلی بن معبد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اچانک ہوا تیز ہوئی

۱۔ سنن کبریٰ بیہقی، ج۸، ص۲۳۵

جس کی وجہ سے اس عورت کا دروازہ کھل گیا؛ انھوں نے دیکھا کہ مغیرہ ام جمیل کے ساتھ جمع میں مشغول ہے، یہ دیکھ کر ابو بکر نے کہا: ہم سخت ترین مصیبت میں گرفتار ہو چکے ہیں لہٰذا غور سے دیکھو، سب نے بغور دیکھا اور یقین کر لیا۔

ابو بکر بالا خانے سے نیچے آیا، مغیرہ بھی عورت کے گھر سے باہر آیا تو کہا: ہم تیری ذلیل حرکت سے واقف ہو چکے ہیں ہم سے دور رہو۔

مغیرہ نے اس کے بعد لوگوں کے ہمراہ نماز ظہر پڑھنے کا ارادہ کیا لیکن ابو بکر نے اس کی ممانعت کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! تم نے ایسا کام کیا ہے کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے کا حق حاصل نہیں۔

لوگوں نے کہا: اسے نماز پڑھنے دو اور اس واقعہ کو عمر کے پاس لکھ بھیجو، لوگوں نے تمام واقعہ کی تفصیل لکھ کر عمر کے پاس روانہ کر دی۔

عمر نے جواب دیا کہ تمام گواہ اور مغیرہ میرے پاس آئیں۔

مصب بن سعد کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب نے بیٹھ کر مغیرہ اور تمام گواہوں کو طلب کیا، پہلے ابو بکر آگے بڑھا، عمر نے پوچھا: کیا تم نے اسے دونوں ران کے درمیان دیکھا ہے؟ اس نے کہا: ہاں خدا کی قسم! گویا اس کے ران کے آبلہ کو دیکھ رہا تھا۔ مغیرہ نے کہا: بہت خوب کافی غور سے دیکھا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! تمہارے لئے ایسی بات ثابت ہوئی ہے جو تمہیں بدنام کر دے گی۔ عمر نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں اس وقت تک حد جاری نہیں کروں گا جب تک تم گواہی نہ دو گے کہ تم نے اسے ایسے دیکھا ہے جیسے تیلی سرمہ دان میں داخل ہوتی ہے، اس نے کہا: ہاں خدا کی قسم! میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں۔

عمر نے کہا: مغیرہ تیرا ایک حصہ جاتا رہا۔

اس کے بعد نافع کو بلا کر پوچھا: کس بات کی گواہی دیتے ہو؟ کہا: جس کی ابو بکر نے گواہی دی ہے۔

عمر نے کہا: حتی گواہی دو کہ تیلی کو سرمہ دان میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

کہا: ہاں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں، یہ سن کر عمر نے کہا: مغیرہ تیرا نصف حصہ جاتا رہا۔

پھر تیسرے کو بلا کر کہا: تم کس بات کی گواہی دیتے ہو؟ کہا: جس کی میرے اور دوستوں نے گواہی دی ہے، عمر نے پھر اپنی بات کی تکرار کی تو اس نے کہا: ہاں! میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں۔

اس کے بعد عمر نے چوتھے شخص ''زیاد'' کو خط لکھ کر بلوایا، راوی کا بیان ہے کہ عمر نے اسے آتا ہوا دیکھ کر کہا: میں ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جس کی زبان سے مہاجرین کی ایک فرد ہرگز ذلیل و رسوا نہیں ہوگی۔

زیاد نے کہا: اے امیر المومنین! البتہ حق و حقیقت وہی ہے جس کی ان لوگوں نے گواہی دی ہے، میں نے بھی ایک مذموم منظر دیکھا ہے، کراہنے اور تیز سانسوں کی آوازیں بھی سنی ہیں، میں نے اسے ام جمیل کے شکم پر پڑا ہوا دیکھا ہے، عمر نے کہا: کیا تم نے اس طرح دیکھا جیسے سرمہ دان میں تیلی داخل ہوتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

دوسری عبارت ہے: اس نے کہا: میں نے دیکھا کہ وہ ام جمیل کے دونوں پیروں کو بلند کئے ہوئے ہے، اس کے دونوں انڈے، ران کے درمیان رفت و آمد کر رہے تھے، کراہنے اور سانسوں کی تیز آوازیں سنائی دے رہیں تھی۔

طبری کی تعبیر ہے: میں نے اسے عورت کے دونوں پیروں کے درمیان دیکھا، دو خضاب شدہ پیروں کو آپس میں مخلوط دیکھا، میں نے مقعد اور ماتحت کا نمایاں طور پر مشاہدہ کیا اور تنفس کی شدید آوازیں سنی۔

یہ سن کر عمر نے کہا: کیا تم نے اسے سرمہ دان میں تیلی داخل ہونے کے مانند دیکھا؟ کہا: نہیں۔ یہ سن کر عمر نے کہا: اللہ اکبر! اٹھ کر ان سب پر حد جاری کرو۔ چنانچہ وہ اٹھ کر ابوبکر کی طرف آیا اور اسّی کوڑا لگایا۔

وہ زیاد کے قول سے کافی خوشحال ہوئے اور مغیرہ کو سنگسار کرنے سے باز آئے۔ ابوبکر نے کوڑے کی دیت سننے کے بعد کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ مغیرہ نے ایسا ویسا کیا ہے، یہ سن کر عمر نے اسے دوبارہ

مارنا چاہا تو حضرت علیؑ نے اس عمل سے باز رکھا۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اگر اس واقعہ میں خلیفہ عدالت وانصاف کے متقاضی ہوتے تو ابوبکر کو دو مرتبہ کوڑے مارنے کا ارادہ نہ کرتے اوراس سلسلے میں ان پر مغیرہ کو سنگسار کرنے کا حکم مخفی نہ رہتا۔

سب سے حیرت انگیز بات وہ ہے جسے خلیفہ نے زیاد سے اس وقت کہا تھا جب وہ گواہی دینے کے لئے آیا تھا، چنانچہ جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو انہوں نے کہا: میں ایسے شخص کا چہرہ دیکھ رہا ہوں جس سے ایک صحابی رسولؐ سنگسار نہیں ہوسکتا اوراس کی گواہی سے ذلیل وخوار نہیں ہوگا۔(۲)

یا یہ کہنا کہ میں ایسے تیز طرار جوان کو دیکھ رہا ہوں جو حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتا اور کسی بات کو پوشیدہ رکھنے سے دریغ نہیں کرتا۔(۳)

اصل میں یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اس سے قبل جن لوگوں نے گواہی دی ہے وہ صحیح نہیں ہیں، زیاد بھی خلیفہ کے اشارہ کو خوب سمجھتا تھا کہ وہ مغیرہ سے سقوط حد کے خواہش مند ہیں لہٰذا ایسی بات کہی جو گواہی سے خارج تھی لیکن اسے کیا کہئے کہ اس کی زبان بیان حقیقت کے سلسلہ میں بے اختیار ہوگئی اور غیر ارادی طور پر حقیقت حال بیان کرنے لگا؛ اس نے دیکھا کہ دو ماتحت اور مقعد نمایاں ہیں، مغیرہ کے دونوں انڈے، ام جمیل کے رانوں کے درمیان رفت وآمد کررہے ہیں، اس نے رنگین پیروں کو اوپر کی جانب اُٹھا ہوا دیکھا، تنفس کی شدید آوازیں سنی اور پھر اسے ام جمیل کے اوپر پڑا ہوا دیکھا، کیا ایسی صورت میں بھی کوئی راہ فرار ہے کہ بے وجہ سرمہ دان میں تیلی داخل ہونے کی بات کی جائے؟۔

۱۔الآغانی، ج۱۴، ص۱۴۶، (ج۱۶، ص۱۰۵)؛ تاریخ طبری ج۴، ص۲۰۷، (ج۴، ص۶۹/۷۲، حوادث ۱۷ھ)؛ فتوح البلدان، ص۳۵۲، (ص۳۳۹)؛ تاریخ کامل، ج۲، ص۲۲۸، (ج۲، ص۱۵۹، حوادث ۱۷ھ)؛ تاریخ ابن خلکان، ج۲، ص۴۵۵، (ج۶، ص۳۶۴، نمبر۸۲۱)؛ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۸۱، (ج۷، ص۹۴، حوادث ۱۷ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۶۱، (ج۱۲، ص۲۳۴/۲۳۷، خطبہ۲۲۳)؛ عمدۃ القاری، ج۶، ص۳۴۰، (ج۱۳، ص۳۰۸)۔

۲۔فتوح البلدان، ص۳۵۳، (ص۳۴۰)

۳۔سنن بیہقی، ج۸، ص۲۳۵)

جی ہاں! اس واقعہ میں مخصوص اور ذاتی اجتہاد کا مقصد یہ تھا کہ خاص افراد سے حد ساقط ہو جائے۔ اس کے علاوہ خود خلیفہ کو مغیرہ کی بدبختی اور بدنامی کا مکمل یقین تھا جس کا ثبوت خلیفہ کی گفتگو سے فراہم ہوتا ہے: خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ ابوبکر نے تم پر جھوٹا الزام نہیں لگایا ہے، اس وقت مجھے خوف تھا کہ کہیں آسمان سے عذاب نہ نازل ہو جائے۔

خلیفہ نے یہ بات اس وقت کہی جب ام جمیل نے حج کے موقع پر عمر سے ملاقات کی اور مغیرہ بھی موجود تھا۔ عمر نے ام جمیل کے بارے میں مغیرہ سے سوال کیا۔

مغیرہ نے کہا: یہ اُم کلثوم بنت علی ہے، عمر نے کہا: کیا تو تجاہل سے کام لے رہا ہے اور اپنے آپ کو موثق ثابت کرنا چاہتا ہے، خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ ابوبکر نے جھوٹا الزام نہیں لگایا ہے۔(۱)

اے کاش! میں جان پاتا کہ عمر آسمانی ''عذاب'' سے کیوں خوف زدہ تھے؟ کیا اس حد کو جاری نہ کرنے کی بنا پر جو صحیح تھا یا حکم خدا کو معطل کرنے کی وجہ سے؟ یا اس ابوبکر کو کوڑے مارنے کی وجہ سے جنہیں بہترین اور نیک اصحاب میں شمار کیا گیا ہے؟ میں نہیں جانتا۔

یہ امیر المومنین ہی تھے جنہوں نے اپنے یقین کی بنا پر عمر کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارا تو وہ پتھروں کی بارش سے خوف زدہ ہو گئے، اس سے حضرت علیؑ کے قول کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اگر مغیرہ اس سے دستبردار نہ ہوا تو میں اسے ضرور سنگسار کروں گا یا حضرت کا یہ کہنا کہ مغیرہ جب بھی ہاتھ آیا اسے سنگسار کروں گا۔(۲)

شاعر غدیر حسان بن ثابت نے ایک قصیدہ میں مغیرہ کی مذمت کرتے ہوئے اس واقعہ کو نظم کیا ہے جس کا ایک شعر ہے:

لو ان اللوم غیب کان عبدا قبیح الوجہ المور من ثقیب(۳)

۱۔ الآغانی، ج ۱۴، ص ۱۴۷، (ج ۱۶، ص ۱۰۹)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۶۲، (ج ۱۲، ص ۲۳۸، خطبہ ۲۲۳)۔

۲۔ الآغانی، ج ۱۴، ص ۱۴۷، (ج ۱۶، ص ۱۰۹)

۳۔ الآغانی، ج ۱۴، ص ۱۴۷، (ج ۱۶، ص ۱۰۹)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۶۳، (ج ۱۲، ص ۲۳۸، خطبہ ۲۲۳)

ابن ابی الحدید کو اس میں کوئی شک نہیں کہ مغیرہ نے ام جمیل کے ساتھ زنا کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ زنا کی خبر لوگوں کے درمیان بہت زیادہ مشہور تھی۔(۱) لیکن اس کے باوجود بھی عمر بن خطاب سقوط حد کے سلسلہ میں خطا کے مرتکب نہیں۔ وہ عمر کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام ورہبر کے لئے جائز ہے کہ وہ حد کو ساقط کرے، چاہے وجوب حد کا گمان غالب ہی کیوں نہ ہو۔

ابن ابی الحدید پر یہ بات مخفی رہ گئی کہ شبہات کی بنا پر حد کو ساقط کرنا صرف مغیرہ سے مختص نہیں بلکہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ گواہی دینے والے افراد کے حال واحوال کی بھی رعایت کرتے ہوئے حد ساقط کریں۔

امام کو یہ حق کہاں سے پہنچ گیا کہ وہ ایک ایسے انسان سے حد ساقط کرے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ عہد جاہلیت میں سب سے زیادہ زنا کرتا تھا؟ کیا چار افراد کی گواہی کے باوجود بھی خلیفہ کو مغیرہ کے گناہ کا یقین نہیں تھا؛ پھر انہوں نے اس کے گناہ پر مغیرہ کو سزا کیوں نہیں دی؟ یا پھر یہ کہ اس کا گناہ ہی سزا کے لائق نہیں تھا۔

کیا یہ خلیفہ کا اجتہاد نہیں تھا کہ اگر کوئی شخص بستر پر ایک لحاف میں کسی عورت کے ساتھ پایا گیا تو اسے پچاس کوڑوں کی سزا دی جائے گی؟!

یا عبداللہ بن مسعود نے یہی حکم نافذ نہیں کیا تھا؛ چنانچہ جب مرد وعورت ایک لحاف میں پائے گئے تو عبداللہ نے دونوں کو چالیس چالیس کوڑوں کی سزا دی اور انہیں لوگوں کے سامنے پیش کردیا۔ یہ دیکھ کر مرد وعورت کے خاندان والوں نے عمر کے پاس آکر شکایت کی۔ عمر نے ابن مسعود سے کہا: یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟

ابن مسعود نے کہا: ہاں! میں نے ان دونوں کو سزا دی ہے۔ عمر نے کہا: کیا تم نے اس حالت میں دیکھا تھا؟ کہا: ہاں! میں نے دیکھا تھا۔

تو عمر نے کہا: تم نے جو کچھ دیکھا اور مقرر کیا وہ بہت اچھا ہے۔

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۶۳، (ج ۱۲، ص ۲۴۱، خطبہ ۲۲۳)

لوگوں کا بیان ہے کہ ہم عمر کے پاس فریادی بن کر آئے تھے لیکن ہم نے دیکھا کہ وہ خود ہی ابن مسعود کے سامنے سوالی بنے بیٹھے ہیں۔(۱)

جی ہاں! قارئین کو چاہئے کہ وہ متذکرہ واقعات میں غور وفکر کریں کہ ان میں حکم کا دارومدار صرف لحاف پر ہے لیکن مغیرہ اور ام جمیل کے گناہوں میں لحاف ہے ہی نہیں، اسی لئے آشکارا گناہ کرنے کے بعد بھی حد سے محفوظ رہے۔

یہ ہے مغیرہ اور یہ ہیں ام جمیل کے ساتھ اس کی شرارتیں اور گناہ۔ اسی مذموم اور قبیح عمل کے ذریعہ اسلام میں اور اس سے پہلے بھی پہچانا گیا ہے۔

یہی مغیرہ حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں ان کے پاس آکر اپنی خام خیالی میں ان کو نصیحت کرنا چاہتا ہے کہ معاویہ کو کچھ دنوں کے لئے شام کا گورنر مقرر کردیں، بعد میں جو چاہیں کرتے رہیں۔ لیکن چونکہ حضرت علیؑ ان افراد میں سے نہیں تھے جو سستی کا مظاہرہ کریں، دشمنان خدا سے دین کے امور میں مشورہ لیں اور سیاست کو حکم شریعت پر ترجیح دیں، پھر یہ کہ معاویہ جیسے افراد کے لئے ایسا سوچنا بھی لغو ہے جس کا ایک دن، تباہی اور فسادات کے اعتبار سے ایک سال کے برابر ہے۔ ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت نے مغیرہ کی رائے مسترد کردی۔ آپ گمراہ اور ذلیل لوگوں کو اپنا بازو کیسے بنا سکتے تھے۔

لہٰذا مغیرہ تلملا کر اٹھا اور آپ کی طرف پشت کر کے گنگنانے لگا:

نصحت علیا فی ابن هندنصیحه فردت فلم اسمع لها الدهر ثانیه

''میں نے علی بن ابی طالبؑ کو معاویہ کے سلسلے میں بہترین وصیت کی لیکن انہوں نے صلاح دیکھ کر میری تردید کردی اور دوسری دنیا نے ان کے بارے میں کچھ بھی نہ سنا، میں نے ان سے کہا کہ اس کے منصب اور حکومت کا فرمان صادر کیجئے کہ وہ ایک سیاست داں ہے، اس کی سیاستوں کی وجہ سے اس کا خیال رکھئے۔ انہوں نے میری نصیحتوں کو قبول کرنے سے انکار کردیا، ان کے لئے نصیحت و مصلحت

۱۔ معجم الکبیر، (ج۹، ص۳۴۱، حدیث ۹۶۹۴)؛ مجمع الزوائد، ج۶، ص۲۷۰

اندیشی کافی تھی۔(۱)

علامہ اردوباری نے چند اشعار میں اس کا جواب دیا:

آتیت امـام الـمسلـمین بغدرہ　　　فـلـم تـلف نـفسـامنہ الغد رصاغیہ

''امام المسلمین کی خدمت میں تو منصوبہ بندی کے ساتھ آیا،لیکن انہوں نے اس فریبی جال کا ذرا بھی پاس ولحاظ نہ رکھا اور جب انہوں نے اس میں خیانت کی بو محسوس کی تو مکروفریب سے بھرپور باتیں ان پر اثر انداز نہ ہوئیں....''۔

مغیرہ ان افراد میں سب سے آگے تھا جو امیر المومنینؑ کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے۔

ابن خدری کا بیان ہے: کچھ خطیب کوفہ میں مغیرہ کے پاس آئے،صعصہ بن صوحان نے کھڑے ہوکر چند باتیں بیان کی۔تو مغیرہ نے کہا: اسے لے جا کر ایک پتھر پر اس وقت تک باندھے رکھو جب تک یہ حضرت علیؑ پر سب وشتم اور لعنت وملامت نہ کرے۔یہ سن کر صعصہ چیخ پڑے: لعن اللہ من لعن اللہ ولـعن ابن ابی طالب ''خدا اس شخص پر لعنت کرے جو خدا اور ابن ابی طالبؑ پر لعنت کرتا ہے''۔جب مغیرہ کو اس کی خبر ہوئی تو کہا: خدا کی قسم! میں اسے زندان میں ضرور ڈالوں گا۔وہ باہر آکر بولا: مغیرہ علیؑ کو نہیں مانتا لہٰذا ان پر لعنت کر۔انہوں نے کہا: خدا اس پر لعنت کرے جو علیؑ پر لعنت کرتا ہے۔یہ سن کر مغیرہ نے کہا: اسے باہر نکالو تاکہ خدا اسے موت کے گھاٹ لگائے۔(۲)

احمد بن حنبل نے قطبہ بن مالک سے نقل کیا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ (لعنہ اللہ) نے حضرت علیؑ پر دشنام طرازی کی۔یہ سن کر زید بن ارقم نے کہا: تم تو جانتے ہو کہ رسول خداؐ مردہ لوگوں پر گالی گلوچ کی ممانعت فرماتے تھے۔لہٰذا علیؑ کو گالی کیوں دیتے ہو حالانکہ وہ مرچکے ہیں۔(۳)

۱۔مروج الذھب،ج۲،ص۱۶،(ج۲،ص۳۷۱)؛ تاریخ طبری ج۵،ص۱۶۰،(ج۴،ص۴۴۰،حوادث ۳۵ھ)؛ البدایۃ والنھایۃ،ج۸،ص۱۲۸،(ج۸،ص۳۷،حوادث ۶۰ھ)؛ استیعاب،ج۱،ص۲۵۱،(القسم الرابع،ص۱۴۴۷،نمبر ۲۴۸۳)؛ تاریخ ابوالفداء،ج۱،ص۱۷۲

۲۔رسائل حافظ،ص۹۲،(ص۴۳۵،رسالہ سیاسیہ)؛ الاذکیاء،ص۹۸،(ص۱۶۸)

۳۔مسند احمد،ج۴،ص۳۶۹،(ج۵،ص۲۹۶،حدیث ۱۸۸۰۲)

احمد بن حنبل نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ مغیرہ نے اپنے خطبہ میں حضرت پر دشنام طرازی کی تو سعید بن زید نے اعتراض کیا۔(۱)

۴۲۔کل افقہ من عمر حتی العجائز

عمر شام سے مدینہ کی جانب اکیلے روانہ ہوئے تا کہ لوگوں کے حالات سے بھی باخبر ہو سکیں۔ایک ضعیفہ کے خیمہ سے عبور کر رہے تھے کہ احوال پرسی کے خیال سے ٹھہر گئے۔اس ضعیفہ نے پوچھا: اے شخص! عمر کی کیا خبر ہے؟ کہا: وہ شام سے آنا ہی چاہتے ہیں۔

کہا: خدا انہیں غارت کرے۔عمر نے کہا: تم پر افسوس! ایسا کیوں کہتی ہو؟ ضعیفہ نے کہا: کیوں کہ خدا کی قسم! وہ جب سے خلیفہ ہوئے ہیں، ایک درہم کی بھی بخشش نہیں ہوئی ہے۔عمر نے کہا: اے عورت! تم پروای! ممکن ہے ان کو تمہاری حالت کی خبر نہ ہو، تو خیمہ میں پڑی رہتی ہے۔اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! میں گمان بھی نہیں کر سکتی کہ لوگوں پر ولایت رکھنے والا انسان مشرق و مغرب کے حالات سے بے خبر ہوگا۔

راوی کا بیان ہے کہ عمر روتے ہوئے وہاں سے واپس آئے اور کہا: **واعمراہ، واخصوماہ کل واحد افقہ منک یا عمر** ''اے عمر! ہر شخص تم سے زیادہ عقلمند اور دانا ہے''۔

ایک دوسری تعبیر ہے: اے عمر! ہر شخص تم سے زیادہ عالم ہے حتی بوڑھی عورتیں بھی۔(۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس واقعہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ امام کا علم تمام چیزوں یا اکثر امور خاص طور سے دینی احکام و شرائع پر محیط ہوتا ہے، جو مسائل عمومی ہوتے ہیں ان کا جاننا خلیفہ کے لئے از بس ضروری ہے، لیکن ہم ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ خلیفہ ان سے ناواقف تھے، ان کو خود اس بات کا اعتراف تھا کہ ہر مسلمان ان سے زیادہ جانکار اور عالم ہے۔

۱۔مسند احمد، ج۱،ص۱۸۸، (ج۱،ص۳۰۷، حدیث ۱۶۳۴، ص۳۰۸، حدیث ۱۶۴۰/۱۶۴۱)

۲۔ریاض النضرۃ ج۲،ص۵۷ (ج۲ص۳۳۲): الفتوحات الاسلامیہ ج۲ص۴۰۸ (ج۲ص۲۶۱): نور الابصار ص۶۵ (ص۱۳۴)

۴۳۔ گالی گلوج کرنے والے دو افراد کے متعلق خلیفہ کا مشورہ

بیہقی نے ''سنن'' میں نقل کیا ہے: عمر کی خلافت کے زمانے میں دو افراد نے آپس میں بدکلامی کی، ایک نے دوسرے سے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے ماں باپ کو زنا کا مرتکب نہیں سمجھتا۔

عمر نے اس سلسلے میں لوگوں سے مشورہ کیا، ایک نے کہا: اس نے دوسرے شخص کے والدین کی مدح وستائش کی ہے۔ دوسرے نے کہا: اس کے علاوہ اور بھی طریقے تھے جس کے ذریعہ وہ اس کے والدین کی تعریف کرسکتا تھا۔ میری نظر میں اسے کوڑے مارنا چاہئے۔ یہ سن کر عمر نے اسّی کوڑے مارے۔(۱)

نیشاپوری نے اپنی تفسیر (۲) میں سورہ نور کی آیہ مبارکہ ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ﴾ ''اگر کوئی عفیف اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائے اور چار شاہد پیش نہ کرے تو اسے اسّی کوڑے مارنا چاہئے''۔ کے ذیل میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا ان دونوں مصیبتوں میں سے کس پر گریہ کروں، حکم مسئلہ سے خلیفہ محترم کی نادانی پر یا حقیقت حال سے مومنین کی غفلت وجہالت پر، جن میں سے ہر ایک دوسرے کی تردید میں باتیں بنا رہا ہے۔

جہاں تک حد کا سوال ہے تو جب تک تہمت واضح وآشکار نہ ہوجائے اس وقت تک حد جاری نہیں کی جاسکتی، خداوند عالم کے قول ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ..﴾ سے یہی مستفاد ہے۔ خود صحابہ اور تابعین کا عمل اس کی نشاندہی کررہا ہے۔

چنانچہ قاسم بن محمد کا بیان ہے: جب تک تہمت واضح اور فرزند کی صریحی نفی نہ ہوجاتی تھی اس وقت تک حد جاری نہیں کیا جاتا تھا۔(۳)

۱۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۵۲

۲۔ تفسیر نیشاپوری، (ج۵، ص۱۵۳)

۳۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۵۲

جہاں تک اس کے قول ''میرا باپ زنا کار نہیں ہے'' کا سوال ہے تو ممکن ہے اس نے کنایہ کے طور پر استعمال کیا ہو اور شاید اس کے ذریعہ اپنی پاک دامنی اور طہارت کا ارادہ کیا ہو جو اسے پستیوں، گفتگو کے دوران آلودگیوں اور طبیعت کی ضلالتوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ ممکن ہے اس نے صرف اسی بات کا ارادہ کیا ہو چنانچہ صحابہ نے بھی اس کی بات سے یہی سمجھا اور یک زبان ہو کر کہا: اس نے اس کے والد کی مدح وستائش کی ہے۔ حالانکہ انہوں نے خود اس بات کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔

اگر کنایہ اور اشارہ بھی مان لیا جائے پھر بھی یہ اس وقت حد کا موجب ہوتا ہے جب قطعی الدلالۃ ہو یا پھر کنایہ میں گفتگو کرنے والا اس بات کا اعتراف کرے کہ میں نے اس سے زنا کا ارادہ کیا ہے، ورنہ شبہات کی بنا پر حد ساقط ہو جاتا ہے، کیا آپ کے ذہن میں یہ بات نہیں کہ عدم تصریح کی بنیاد پر رسول خداؐ کو فحش دینے والے انسان سے بھی حد ساقط ہو گیا تھا، صحاح میں یہ بات موجود ہے۔

کنایہ کی صورت میں حد کی ممانعت کرنے والوں میں ابوحنیفہ، شافعی، ابو یوسف، زفر، محمد بن شبرمہ، ثوری اور حسن بن صالح وغیرہ سرفہرست ہیں، حالانکہ متذکرہ حدیث ان کے پیش نظر تھی اور وہ حدیث بھی ان کے سامنے تھی جسے اوزعی نے زہری سے روایت کی ہے کہ عمر تعریض وکنایہ کی صورت میں بھی حد جاری کرتے تھے۔ (۱)

ابوبکر جصاص ''احکام القرآن'' میں لکھتے ہیں: جب ثابت ہو گیا کہ قول خدا ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصِنَاتِ﴾ کا مقصود، زنا کی نسبت دینا ہے تو اس کے علاوہ کسی اور چیز پر حد قائم کرنا عمر کے لئے صحیح نہیں، اس لئے کہ قیاس کے ذریعہ حدود کو ثابت کرنے کی کوئی راہ نہیں پائی جاتی۔ (۲)

ہاں! اس کے اثبات کا واحد ذریعہ اتفاق وتوقیف ہے جو کنایہ واشارہ میں قطعی مفقود ہے اور عمر کا صحابہ سے کنایہ کے حکم کے متعلق مشورت کرنا عدم توقیف پر دلالت کرتا ہے اور انہوں نے صرف اپنا عقیدہ ونظریہ پیش کیا ہے، اسکے علاوہ کنایہ کی طرح تعریض کے بھی کئی معانی ہیں اور دو دلیل و معانی

۱۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۵۲

۲۔ احکام القرآن، ج، ص، (ج ۳، ص ۲۶۸)

احتمال کی وجہ سے وجوب حد کا فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔

۴۴۔ شجرۂ رضوان کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ

نافع سے منقول ہے: جس درخت کے سایہ میں رسول خداؐ نے بیعت رضوان منعقد کی تھی وہاں لوگ آ کر نماز ادا کرتے تھے، جب عمر کو معلوم ہوا تو انھوں نے ڈرا دھمکا کر اس سے بے تعلق رہنے کا حکم دے دیا۔(۱)

ابن ابی الحدید کا بیان ہے: لوگ وفات رسولؐ کے بعد درخت رضوان کے سایہ میں آ کر نماز ادا کرتے تھے۔ عمر نے کہا: اے لوگو! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بت پرستی کے طرف مائل ہو رہے ہو، جان لو کہ آج کے بعد کسی کو اس درخت کے پاس آنے کا حق نہیں، اگر کوئی آیا تو اسے مرتد کی سزا دوں گا، پھر حکم دے کر اسے کٹوا دیا۔(۲)

۴۵ آثار انبیاءؑ کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

معرور سے منقول ہے: اس کا بیان ہے کہ ہم عمر بن خطاب کے ساتھ حج سے خارج ہوئے، انھوں نے نماز صبح میں سورۂ فیل اور سورۂ ﴿لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ﴾ کی تلاوت کی، نماز ختم ہونے کے بعد لوگوں نے ایک مسجد دیکھ کر اس کی طرف دوڑ لگائی۔ عمر نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہا گیا: یہ وہ مسجد ہے جس میں رسول خداؐ نے نماز ادا کی ہے۔ یہ سن کر عمر نے کہا: تم سے قبل اہل کتاب بھی اسی طرح ہلاکت کے شکار ہوئے ہیں،

۱۔ طبقات ابن سعد، ص ۶۰۷، (ج ۲، ص ۱۰۰)؛ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص ۱۰۷، (ص ۱۱۵)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۲۲، (ج ۱۲، ص ۱۰۱، خطبہ ۲۲۳)؛ سیرۂ حلبیہ، ج ۳، ص ۲۹، (ج ۳، ص ۲۵)؛ فتح الباری، ج ۷، ص ۳۶۱، (ج ۷، ص ۴۴۸)؛ ارشاد الباری، ج ۶، ص ۳۳۷، (ج ۹، ص ۲۳۱)؛ شرح المواهب زرقانی، ج ۲، ص ۲۰۷؛ درّ منثور، ج ۶، ص ۷۳، (ج ۷، ص ۵۲۲)؛ عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۲۸۴، (ج ۱۷، ص ۲۲۰، حدیث ۱۹۲)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۰، (ج ۱، ص ۱۷۸، خطبہ ۳)

انھوں نے انبیاءؑ کے آثار کو عبادت گاہ کی حیثیت دے رکھی تھی، جس نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ جا کر پڑھے اور جس کے اوپر نہیں ہے وہ چھوڑ دے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اے کاش! میں جان پاتا کہ انبیائے کرامؑ بالخصوص حضرت محمدؐ کے آثار اور نشانیوں کو اہمیت و عظمت دینے میں کون سی ممانعت در پیش ہے، اگر وہ دائرۂ توحید کے باہر نہ ہو مثلاً ان کی تصویروں کے سامنے سجدہ کرنا، ان کو قبلہ قرار دینا؛ اس سلسلے میں خدا کا ارشاد ہے ﴿مَنْ یُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ﴾

رسول خداؐ کے آثار کو اہمیت دینے کی وجہ سے امتیں کب اور کہاں ہلاک ہوئیں؟ جس مسجد میں رسول خداؐ نے نماز ادا کی ہے، تقرب خدا کے لئے اس سے بہتر کون سی جگہ ہو سکتی ہے؟ اس مکان سے زیادہ مشرف اور بہتر کون سا مکان ہو سکتا ہے جس میں آنحضرت کے قدمہائے مبارک پڑے ہوں، اس میں بیعت رضوان منعقد ہوئی ہو اور وہاں مومنین نے خدا کی رضایت حاصل کی ہو؟!

اس بے چارے درخت سے کون سا گناہ سرزد ہوا تھا جس کی جڑیں زمین سے اکھاڑ پھینکی گئیں۔ کیا کوئی نہیں جو اس کے متعلق سوال کرے اور اس کا دفاع کرے؟!

کیا یہ باتیں رسول خداؐ کی شخصیت کی توہین نہیں، جنہوں نے وہاں بیٹھ کر اس جگہ کو مشرف کیا ہے؟!

کیا اب دین و شریعت کے اصول و آئین خلیفہ تجویز کریں گے، جن کا یہ کہنا ہے کہ اے لوگو! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بت پرستی کی طرف مائل ہو رہے ہو۔ حالانکہ جو لوگ ان آثار کو اہمیت دیتے ہوئے وہاں نماز و عبادت بجا لا رہے تھے، وہ سب علم دین کے حامل، بزرگ صحابہ اور احکام و شرائع میں خلیفہ کے مرجع و مآخذ تھے، خلیفہ حضور مشکل مسائل میں انھیں پر اعتماد کرتے تھے اور برجستہ کہتے تھے: **کل الناس افقہ منک یا عمر۔**

جو صحابہ اس جگہ کو متبرک سمجھتے ہوئے وہاں نماز ادا کرتے تھے ان میں عبداللہ بن عمر پیش پیش تھے،

۱۔ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص ۱۰۷، (ص ۱۱۶)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۲۲، (ج ۱۲، ص ۱۰۱، خطبہ ۲۲۳)؛ فتح الباری، ج ۱، ص ۴۵۰، (ج ۱، ص ۵۶۹)۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں: سالم بن عبداللہ راہ چلتے مکانات تلاش کرتے اور ان میں نماز ادا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میرے والد بھی یہاں پڑھتے تھے اور انہوں نے رسول خدا کو ایسی جگہوں پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔(۱)

کتب صحاح و مسانید کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف خلیفہ کا مخصوص نظریہ تھا جس کی پیروی نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوگی۔

۴۶۔ بعض علمائے یہود اور خلیفہ

عمر بن خطاب کے عہد خلافت میں بعض علمائے یہود آ کر کہنے لگے: اے عمر! حضرت محمدؐ کے بعد آپ ہی ولی امر ہیں، ہم آپ سے چند امور و خصال کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہیں اگر آپ نے جواب دے دیا تو ہم سمجھ جائیں گے کہ اسلام حق اور حضرت محمد حقیقی رسول ہیں، لیکن اگر آپ نے جواب نہ دیا ہم یقین کر لیں گے کہ اسلام باطل اور رسول اسلام بھی پیغمبر نہیں۔

عمر نے کہا: جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو۔

انہوں نے کہا:

۱۔ آسمان کے تالے کیا ہیں؟

۲۔ آسمان کی کنجیاں کیا ہیں؟

۳۔ ایسی قبر بتایئے جس میں صاحب قبر گردش کرتا رہا؟

۴۔ وہ کون تھا جس نے اپنی قوم کو خوف زدہ کر دیا اور وہ جن وانس سے بھی نہیں؟

۵۔ ان پانچ چیزوں کے نام بتایئے جو زمین پر چلتی ہیں لیکن رحم و شکم سے پیدا نہیں ہوئیں؟

۶۔ دراج (تیتر) اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟

۱۔ صحیح بخاری کتاب الصلاۃ، (ج۱، ص۱۸۳، حدیث ۴۶۹)

۷۔ مرغ اپنی فریاد میں کیا کہتا ہے؟

۸۔ گھوڑے کی ہنہناہٹ کا کیا مطلب ہے؟

۹۔ قورباغہ (مینڈھک) اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟

۱۰۔ گدھے کیا کہتے ہیں؟

۱۱۔ سر میں کنگھی کرتے وقت اس کی آواز کا کیا مطلب ہے؟

راوی کا بیان ہے کہ یہ سوالات سن کر عمر نے (شرمندگی سے) اپنا سر جھکا لیا اور کہا: عمر کے لئے باعث ننگ ہے اس سے ایسی چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے جن سے وہ واقف نہیں۔

یہ دیکھ کر علمائے یہود کھڑے ہو کر کہنے لگے: میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ رسول نہیں اور اسلام باطل ہے۔

اس صورت حال سے گھبرا کر جناب سلیمان نے یہودیوں سے کہا: کچھ دیر اور صبر کرو۔ پھر حضرت علیؑ کی خدمت میں پہونچ کر بولے: اے ابوالحسنؑ! اسلام کی نصرت فرمایئے۔ حضرت نے فرمایا: مگر کیا ہوا؟ جناب سلیمان نے پورا واقعہ ہدیۂ سماعت کیا۔

حضرتؑ علیؑ، رسول خداؐ کا لباس زیب تن کر کے مسجد میں داخل ہوئے، جب عمر کی نگاہ پڑی تو اپنی جگہ سے بلند ہوئے اور آپ کی گردن میں باہیں حمائل کر کے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپ ہی مشکلات کو حل کیجئے۔

پھر حضرتؑ نے یہودیوں کی جانب رخ کر کے فرمایا: جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو، رسول خداؐ نے مجھے علم کے ہزار ابواب کی تعلیم دی ہے اور ہر باب سے ہزار باب وا ہوتے ہیں۔

انہوں نے اپنے سوالات کی تکرار کی، آپ نے بغور سننے کے بعد فرمایا: میری ایک شرط ہے اگر میں توریت کے مطابق جواب دوں تو تمہیں اپنا دین چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونا پڑے گا۔

انہوں نے کہا: منظور ہے۔

علمائے یہود کے سوالات اور حضرت علیؑ کا جواب :

۱۔آسمان کے تالے کیا ہیں؟

جواب: خدا سے شرک؛ اس لئے کہ جب بندے مشرک ہو جاتے ہیں تو ان کے اعمال مقبول نہیں ہوتے۔

۲۔ان تالوں کی کنجیاں کیا ہیں؟

جواب: لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ (انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہا: ہاں! صحیح فرماتے ہیں)۔

۳۔ایسی قبر بتایئے جس میں صاحب قبر گردش کرتا رہا؟

جواب: وہ مچھلی جس نے جناب یونس کو نگل کر ساتوں سمندروں میں گھمایا۔

۴۔وہ کون تھا جس نے قوم کو خوف زدہ کیا اور جن وانس میں سے نہیں تھا؟

جواب: جناب سلیمان کی چیونٹی؛ اس نے ان سے کہا: ﴿یَاأَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لاَیَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لاَیَشْعُرُونَ﴾ ''چیونٹیوں سب اپنے اپنے سوراخوں میں داخل ہو جاؤ کہ سلیمان اوران کا لشکر تمہیں پامال نہ کر ڈالے اور انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو''۔(۱)

۵۔ان پانچ چیزوں کی نشاندہی کیجئے جو زمین پر چلتی ہیں لیکن شکم سے پیدا نہیں ہوئیں؟

جواب: آدمؑ، حواؑ، ناقہ صالحؑ، قوچ ابراہیمؑ، عصائے موسیٰؑ۔

سوال ۶۔تیتر کیا کہتا ہے؟

جواب: وہ کہتا ہے ''الرحمن علی العرش استویٰ'' (خدا آسمان پر مسلط ہے)۔

۷۔مرغ اپنی بانگ میں کیا کہتا ہے؟

جواب: ''اذکروا اللہ یا غافلین'' اے بے خبرو! خدا کو یاد کرو۔

۸۔گھوڑا اپنی ہنہناہٹ میں کیا کہتا ہے؟

جواب: جب مومنین کفار سے جنگ کرتے ہیں تو کہتا ہے: خدایا! کافروں کے مقابلے میں مومنین

۱۔سورہ نمل/۱۸

کی نصرت فرما۔

۹۔گدھا اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟

جواب: خدایا! ٹیکس لینے والوں پر لعنت کرے۔

۱۰۔مینڈک کیا کہتا ہے؟

جواب: **سبحان ربی المعبود المسبح فی لجج البحار**

۱۱۔کالکی کیا کہتا ہے؟

جواب: **اللهم العن مبغضی محمد و آل محمد** "خدایا! محمدؐ وآل محمدؐ کے دشمنوں پر لعنت کر"۔(۱)

۴۷۔زکوۃ کے بارے میں خلیفہ کی رائے

حارثہ سے منقول ہے: عمر بن خطاب کے پاس شام سے کچھ لوگ آئے اور کہا: ہمیں کچھ اموال، گھوڑے اور غلام وکنیز ملے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ وہ پاک و پاکیزہ اور قابل استعمال ہو جائیں (یعنی ہم ان کی زکوۃ نکالنا چاہتے ہیں)۔ عمر نے کہا: ہمارے دو ساتھیوں (مراد رسولؐ و ابوبکر) نے اس سلسلے میں جو اقدامات کئے ہیں میں وہی کروں گا، اس کے بعد اصحاب رسولؐ سے مشورہ کیا، حضرت علیؑ بھی موجود تھے فرمایا: اگر دائمی ٹیکس کی صورت اختیار نہ کرے تو بہتر ہے۔

سلمان بن یسار کا بیان ہے:

شام کے کچھ لوگوں نے ابوعبیدہ جراح سے کہا: ہمارے گھوڑوں اور غلاموں کی زکات قبول کیجئے۔ اس نے صدقہ لینے سے انکار کر دیا اور واقعہ کی تفصیل عمر بن خطاب کے پاس لکھ بھیجی، انھوں نے بھی اس

۱۔اس پورے واقعہ کو ابواسحاق ثعلبی نے العرائس، ص۲۳۲/۲۳۹، (۳۱۳/۳۱۹) پر اور راوندی نے قصص الانبیاء (۲۵۵، فصل ۸) میں نقل کیا ہے۔اس میں اصحاب کہف کے متعلق ایک سوال ہے جس کا حضرت نے ان کے اسماء کے ساتھ پورا واقعہ بیان فرمایا، اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

کی ممانعت کی، جب دوسری مرتبہ اپنی بات پیش کی تو عمر بن خطاب نے لکھا: اگر انھیں پسند ہو تو ان سے لے کر انھیں کو واپس کر دو اور ان کے غلاموں کی رزق و روزی مقرر کرو۔ مالک کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے فقیروں میں تقسیم کر دو۔ (۱)

عسکری ''الاولیاء'' اور سیوطی ''تاریخ الخلفاء'' میں لکھتے ہیں: حضرت عمر وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے گھوڑوں کی زکات لی۔ (۲)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: پہلی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ محترم اس سے ناواقف تھے کہ گھوڑے اور غلام و کنیز پر زکات نہیں، اسی لئے انھوں نے حکم کو اپنے دو احباب پر معلق کر دیا۔ نیز وہ اس بات سے بھی ناواقف تھے کہ ان کے دونوں ساتھیوں نے اس سلسلے میں کیا کیا، اسی لئے صحابہ سے مشورہ کیا، تبھی حضرت علیؑ نے اشارہ فرمایا کہ ان پر زکات واجب نہیں، ہاں! اگر نیکی اور احسان کے بطور لیا جائے تو بہتر ہے، لیکن شرط یہ ہے بعد میں دائمی ٹیکس کی صورت اختیار نہ کر لے۔ لیکن افسوس! خلیفہ نے نہ اس حکمت بالغہ کو ملحوظ خاطر رکھا اور نہ ہی اپنے گذشتہ احباب کی پیروی کی، اسی لئے حکم دے دیا کہ زکات لے کر ان کے فقیروں میں تقسیم کر دو۔

دوسری روایت میں وہ نہیں جانتے تھے کہ صاحب مال کی محبت سے شرعی احکام ثابت نہیں ہوتے ہیں، امام نے بھی سختی سے تنبیہ فرمائی کہ ان کے اموال کو ٹیکس کے طور پر حاصل نہ کیا جائے، لیکن خلیفۂ محترم نے ایسا کرنے سے ذرا بھی دریغ نہیں کیا، چنانچہ ان کی قوم نے ان کو پہلا شخص قرار دے دیا جس نے گھوڑوں پر زکات حاصل کی اور اس قوم نے آنکھ بند کر کے اعتماد بھی کر لیا۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ ان کے اور سنت رسولؐ کی پیروی کرنے والوں کے درمیان گھوڑے کی زکات کے سلسلے میں شدید اختلاف ظاہر ہو گیا۔

۱۔ موطا، ج۱، ص۲۰۶ (ج۱، ص۲۷۷، حدیث ۳۸) مسند احمد، ج۱، ص۱۴ (ج۱، ص۲۶، حدیث ۸۳) سنن بیہقی، ج۴، ص۱۱۸؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص۴۰۱ (ج۱، ص۵۵۷، حدیث ۱۴۵۶) مجمع الزوائد، ج۳، ص۶۹

۲۔ الاوائل عسکری، (ص۱۴۲)؛ تاریخ الخلفا، ص۹۳ (۱۲۸)

۴۸۔شب قدر کے متعلق خلیفہ کا نظریہ

عکرمہ سے منقول ہے کہ ابن عباس نے کہا: عمر بن خطاب نے اصحاب رسول کو بلا کر شب قدر کے بارے میں سوال کیا، سب نے متفقہ طور پر ماہ صیام کی آخری دس راتوں کی نشاندہی کی۔ میں نے عمر سے کہا: میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کون سی رات ''شب قدر'' ہے۔عمر نے پوچھا: کون سی رات ہے؟ میں نے کہا: وہ اول کی ساتویں رات یا آخری دس راتوں کی ساتویں رات [۲۷] ہے۔عمر نے کہا: تم نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ میں نے کہا: خداوند عالم نے سات آسمان، سات زمین اور دنوں میں سات دن خلق فرمایا ہے، اسی نے سات مرحلوں میں انسان کی تخلیق کی اور یہ انسان سات اعضاء سے سجدہ بجالاتا ہے، طواف بھی سات مرتبہ انجام دیا جاتا ہے اور پہاڑ بھی سات عدد ہیں۔

اس تفصیل کو سننے کے بعد کہا: بے شک تم نے ایسے امر کو درک کیا ہے جسے سمجھنے سے ہم عاجز ہیں۔

ابن عباس سے مروی ہے: میں عمر کے پاس تھا، کچھ دوسرے اصحاب بھی موجود تھے، عمر نے ان سے سوال کیا: تم میں سے کوئی شب قدر کے متعلق ارشاد رسولؐ سے واقف ہے؟ انھوں نے فرمایا: شب قدر کو آخری دس راتوں کے جفت میں تلاش کرو، تمہاری نظر میں وہ کون سی رات ہونی چاہیے؟

بعض نے کہا: شب اکیس۔بعض بولے: شب تیئس اور بعض نے پچیس اور ستائیس کا نظریہ پیش کیا، میں اس دوران بالکل خاموش تھا، عمر نے کہا: تم کیوں خاموش ہو؟ میں نے کہا: آپ نے حکم دیا ہے کہ ان کی گفتگو کے دوران بالکل خاموش رہوں۔

جب عمر نے اصرار کیا تو میں نے کہا: میں نے سنا ہے کہ خداوند عالم نے کثرت سے سات کا ذکر کیا ہے، سات آسمان وزمین کا ذکر فرمایا، سات مرحلوں میں انسان کی تخلیق فرمائی، زمین سے سات چیزیں اگائیں۔عمر نے کہا: تم نے ایسی بات بیان کی ہے کہ اس سے قبل میں نے اسے نہیں سنا تھا (زمین سے سات چیزیں اگانا)۔انہوں نے کہا: خدا کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا﴾ ''پھر ہم نے زمین کو شگافتہ کیا ہے، پھر ہم نے اس میں سے دانے پیدا کیے ہیں اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور

کھجور اور گھنے گھنے باغ اور میوے اور چارہ، یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے لئے سرمایہ حیات ہے''۔(۱)

راوی کا بیان ہے کہ عمر نے اصحاب سے کہا: تم لوگ اس جوان کی طرح گفتگو نہیں کر سکتے جس کے سر کے بال بھی پوری طرح نہیں اگے ہیں۔ اس کے بعد کہا: خدا کی قسم! جو تم نے کہا ہے میری نظر میں وہ صحیح ہے۔(۲)

جی ہاں! خلیفہ محترم اس جوان کی بات کو سمجھنے سے عاجز ہیں جس کے سر کے بال بھی نہیں اگے تھے اور آیت میں مذکور ''اب'' وہی ہے جس کی جانکاری اور حصول علم نے خلیفہ کو بہت زیادہ پریشان کر رکھا تھا، میں نہیں جانتا کہ اس جوان نے کیا کہا اور کیوں خلیفہ نے اس کی بات پسند کی۔

۴۹۔ سبب کے بغیر خلیفہ نے کوڑا مارا

ابن عساکر نے عکرمہ بن خالد سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: عمر بن خطاب کا لڑکا گھر میں داخل ہوا، اس نے بہترین لباس پہن کر زینت و آرائش کر رکھا تھا، عمر نے اسے اتنے زور سے کوڑا مارا کہ وہ تلملا کر گریہ کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر حفصہ نے پوچھا: آپ نے اسے کیوں مارا؟ عمر نے کہا: میری نظر میں وہ مغرور ہو رہا تھا میں نے چاہا کہ اسے اس کی نظروں سے گرادوں۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اپنے فرزند کی خود بینی کی شناخت کے متعلق میں خلیفہ سے کوئی باز پرس نہیں کروں گا، یہ ایک ایسی خصلت ہے جو انسان کی ذاتی شخصیت سے مربوط ہے۔ تربیت فرزند کے متعلق خلیفہ کے اجتہاد پر بھی کوئی بحث کرنا بیکار ہے، غرور و تکبر اور خود بینی کی ممانعت کے امکان پر بھی کوئی بحث نہیں کروں گا حالانکہ لاٹھی ڈنڈا اور کوڑوں کے علاوہ تنبیہ و تربیت کے اور بھی بہت سے عقلی راستے پائے

۱۔ سورہ عبس/۲۶،۳۲

۲۔ مسند عمر، ص ۸۷؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص ۳۲۸، (ج۱، ص ۶۰۲، حدیث ۱۵۹۷)؛ سنن بیہقی، ج۴، ص ۳۱۳؛ تفسیر ابن کثیر، ج۴، ص ۵۲۳؛ درمنثور، ج۶، ص ۳۷۴ (ج۸، ص ۵۷۶)؛ فتح الباری، ج۴، ص ۲۱۱، (ج۴، ص ۲۶۲)

جاتے ہیں۔ بلکہ میں تو حدیث کے دو حافظ سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس واقعہ کو خلیفہ کے مناقب اور ان کی بہترین روش کے شواہد کے طور پر کیسے پیش کر دیا؟!(۱)

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ''جارود بزرگ ربیعہ'' کا واقعہ ہے، ابن جوزی نقل کرتے ہیں کہ عمر بیٹھے ہوئے تھے، کوڑا بھی ان کے ساتھ تھا اور لوگ اس کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے، تبھی جارود عامری آیا۔

ایک شخص نے کہا: یہ قبیلۂ ربیعہ کا معزز انسان ہے۔ جسے عمر اور اطراف میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے ساتھ ساتھ جارود نے بھی سنا، جب وہ عمر کے پاس پہونچا تو انہوں نے ایک کوڑا مارا۔ اس نے پوچھا: اے امیر المومنین! میری خطا کیا ہے؟ عمر نے کہا: میں نے اس شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ تو قبیلہ ربیعہ کا معزز ہے۔ اس نے کہا: اسے تو میں نے بھی سنا ہے، اس سے کیا ہوتا؟ عمر نے کہا: میں اس بات سے خوف زدہ ہو گیا کہ کہیں تم لوگوں کے ساتھ مل کر اپنے کو امیر کہلوا بیٹھو۔

دوسری عبارت میں ہے کہ میں خوف زدہ ہوا کہ کہیں تیرے دل میں یہ بات بیٹھ نہ جائے اسی لئے میں نے تیرے نفس کا سر کچل دیا۔(۲)

ابن سعد نے سعید سے نقل کیا ہے کہ معاویہ عمر کے پاس پہونچا، اس کے دوش پر زیورات سے آراستہ سفید قبا تھی جسے صحابہ ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے تھے، جب عمر کی نظر پڑی تو اٹھ کر معاویہ کو کوڑے مارنا شروع کر دیا۔ معاویہ نے کہا: اللہ اللہ اے امیر المومنین! یہ کس لئے، یہ کس لئے؟ لیکن انہوں نے کچھ بھی نہ کہا۔ جب مارنے کے بعد اپنی جگہ بیٹھ گئے تو لوگوں نے ان سے کہا: آپ نے اس جوان کو کیوں مارا؟ حالانکہ آپ کے خاندان میں اس کا مثل کوئی نہیں۔ عمر نے جواب میں کہا: میں نے اس سے صرف اچھائیوں کا مشاہدہ کیا اور خیر و نیکی کے علاوہ دوسری چیز نہیں دیکھی لیکن اس وقت میں نے ملاحظہ کیا کہ وہ

۱۔ تاریخ الخلفاء، ص۹٦، (ص۱۳۳)۔

۲۔ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص۱۷۸، (ص۱۸۳)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۱۲، (ج۱۲، ص۷۳، خطبہ ۲۲۳)؛ کنز العمال، ج۲، ص۱٦۷، (ج۳، ص۸۰۹، حدیث ۸۸۳۰)

اپنی سفید قبا کی طرف اشارہ کر رہا ہے اسی لئے میں نے اسے حقیر دیکھنا چاہا۔(۱)
میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں، کیا کہہ سکتا ہوں۔

۵۰۔مشہور سنت سے خلیفہ کی جہالت

مسلم نے اپنی صحیح میں عبید بن عمیر سے نقل کیا ہے کہ ابو موسیٰ نے حضرت عمر سے تین مرتبہ اجازت مانگی، جب دیکھا کہ شاید وہ مصروف ہیں تو واپس چلے گئے۔ عمر نے کہا: کیا تم لوگوں نے عبداللہ بن قیس کی آواز نہیں سنی، اسے اجازت دو اور اسے میرے پاس بلاؤ۔

جب وہ آئے تو عمر نے کہا: کیوں چلے گئے تھے؟ اس نے کہا: حکم ہے کہ تین مرتبہ اجازت مانگی جائے اگر نہ ملے تو واپس ہو جائیں۔

عمر نے کہا: جو کہا ہے اس کی دلیل پیش کرو ورنہ بری طرح پیش آؤں گا۔ یہ سن کر باہر گئے اور انصار کی ایک مجلس میں اپنی بات رکھی تو انہوں نے کہا: ہم کیا، اس بات کی تو ہم سے چھوٹے بھی گواہی دے دیں گے۔ چنانچہ ابو سعید کھڑے ہو کر بولے: ہاں! حکم یہی ہے۔ یہ سن کر عمر نے کہا: مجھ سے بات پوشیدہ رہ گئی کہ یہ رسولؐ کا خصوصی حکم ہے، مجھے بازار کی مصروفیت نے اس حکم سے غافل کر دیا۔(۲)

دوسری صحیح میں ہے: ابی بن کعب نے کہا: اے ابن خطاب! رسول خداؐ کے اصحاب کو اذیت نہ دیں۔ عمر نے کہا: سبحان اللہ! میں نے ایک بات سنی اور اس کے متعلق تحقیق کا ارادہ کر لیا۔(۳)

دوسرے الفاظ ہیں: ابو سعید کا بیان ہے کہ میں نے کہا: میں لوگوں میں سب سے حقیر انسان ہوں۔(۴)

۱۔البدایۃ والنہایہ، ج۸، ص۱۲۵، (ج۸، ص۱۳۷، حوادث ۶۰)؛ الاصابہ، ج۳، ص۴۳۴، (نمبر ۸۰۶۸)

۲۔صحیح مسلم، ج۲، ص۲۳۴، (ج۴، ص۳۶۱، حدیث ۳۶)؛ صحیح بخاری، ج۳، ص۸۳۷، (ج۲، ص۷۲۷، حدیث ۱۹۵۶)؛ مسند احمد، ج۳، ص۱۹، (ج۳، ص۳۹۶، حدیث ۱۰۷۶۱)؛ سنن دارمی، ج۲، ص۲۷۴؛ سنن ابی داؤد، ج۲، ص۳۴۰، (ج۴، ص۳۴۶، حدیث ۵۱۸۲)؛ مشکل الآثار، ج۱، ص۴۹۹

۳۔صحیح مسلم، (ج۴، ص۳۶۲، حدیث ۳۷)

۴۔صحیح مسلم، (ج۴، ص۳۶۰، حدیث ۳۳)

نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ متذکرہ حدیث ہمارے چھوٹے بڑے سب کے درمیان معروف ومشہور ہے حتی ہمارے بچوں نے بھی رسول خداؐ سے یہ حدیث سنی ہے اور اسے یاد کیا ہے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: کون ہے جو مجھے ایسے شخص کے متعلق بتائے جسے بازار کی مصروفیت نے دینی فیصلوں اور اس مشہور حدیث سے غافل کر رکھا تھا جسے رسول خداؐ نے بابانگ دہل بیان فرمایا، جس سے تمام چھوٹے بڑے صحابہ واقف تھے اور قرآن نے بھی اس کی تائید وتوثیق کی ہے۔

ایسا شخص صاحب ''الوشیعۃ'' کے خیال خام میں کس طرح اپنے زمانے میں بطور مطلق تمام صحابہ سے افضل واعلم ہوسکتا ہے۔

۵۱۔میت پر گریہ کے متعلق خلیفہ کا اجتہاد

ابن عباس کا بیان ہے: جب رسول خداؐ کی دختر جناب زینب کا انتقال ہوا تو آنحضرت نے فرمایا: ان کو سابق نیک انسان عثمان بن مظعون سے ملحق کرو (یعنی انھیں کی طرح ان پر گریہ وزاری کرو) یہ سن کر عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر عمر ان عورتوں کو کوڑا مارنے لگے تو رسول خداؐ نے ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے عمر! صبر کرو اور ان عورتوں کو رونے دو، ان عورتوں کی فریاد وفغاں سے شیطان دور رہتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر آنحضرت ان کی قبر پر بیٹھ گئے، جناب فاطمہؑ آپ کے پہلو میں بیٹھی ہوئی گریہ وزاری کرنے لگیں تو آنحضرت ان کی آنکھوں سے آنسو صاف کرنے لگے اس لئے کہ آپ ان پر بے پناہ محبت اور مہربانی کا مظاہر فرماتے تھے۔(۲)

۱۔شرح صحیح مسلم نووی، (ج۱۴، ص۱۳۱)

۲۔مسند احمد، ج۱، ص۲۳۷، ۳۳۵، (ج۱، ص۳۹۳۰، ۵۵۱، حدیث ۲۱۲۸، ۹۳ھ۳)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۹۰، (ج۳، ص۲۱۰، حدیث ۴۸۶۹)؛ مسند ابی داؤد طیاسی، ص۳۵۱؛ استیعاب، ج۲، ص۴۸۲، (القسم الثالث، ص۱۰۵۶، نمبر۱۷۷۹)؛ مجمع الزوائد، ج۳، ص۱۷

بیہقی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ عورتیں رقیہ بنت رسولؐ پر گریہ کر رہی تھیں، عمر نے ان کو منع کرنا شروع کیا تو رسول خداؐ نے فرمایا: صبر کرو اے عمر۔ اس کے بعد بعد فرمایا: تمہارے لئے ضروری ہے کہ شیطانی داد وفریاد سے اجتناب کرو، بے شک دل اور آنکھ کی چیزیں ترحم ومہربانی اور جذبات کی عکاس ہوتی ہیں اور زبان اور ہاتھ کی چیزیں شیطانی ہوتی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جناب فاطمہؑ نے رقیہ کی قبر کے پاس گریہ وزاری شروع کر دیا تو رسول خداؐ نے اپنے ہاتھوں سے رخسار کے آنسوؤں کو صاف کیا۔(۱)

نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے: خاندان رسولؐ کے ایک شخص کا انتقال ہوا تو عورتوں نے جمع ہو کر ان پر گریہ وزاری شروع کر دیا، یہ دیکھ کر عمر کھڑے ہوئے تا کہ ان کو گریہ وزاری سے روکیں، آنحضرت نے فرمایا: اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیوں کہ آنکھیں گریہ کناں اور دل مصیبت زدہ ہے اور عید بھی نزدیک ہے۔(۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ عمر بن خطاب نے گریہ کناں عورتوں کو مارنے میں عجلت کا مظاہرہ کیوں کیا حالانکہ خود صاحب شریعت گریہ کرتے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے، اگر گریہ وزاری ممنوع ہوتا تو آنحضرتؐ ان کو منع کرنے کے سلسلے میں زیادہ اولی اور بہتر تھے۔ اور انہوں نے گریہ وزاری کی ممانعت کو کہاں سے اخذ کر لیا جب کہ خود رسول خداؐ اس کے مخالف تھے اور انہوں نے عورتوں کو بعنوان تادیب مارنے کے بارے میں آنحضرتؐ کی طرف رجوع کیوں نہ کیا؟ کیسے انھوں نے اپنے ہاتھ کو عورتوں پر دراز کیا حالانکہ جو عورتیں وہاں موجود تھیں ان میں رسول خداؐ کی رشتہ دار بھی شامل تھیں، میں صدیقہ طاہرہؑ کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتا، کیا ان عورتوں میں جناب فاطمہؑ نے بھی کوڑے کا ظلم برداشت کیا؟!

۱۔ سنن بیہقی، ج۴، ص۷۰

۲۔ سنن نسائی، (ج۱، ص۶۱۰، حدیث ۱۹۸۶)؛ سنن ابن ماجہ، (ج۱، ص۵۰۵، حدیث ۱۵۷۸)؛ عمدۃ القاری، ج۴، ص۸۷، (ج۸، ص۷۸)

رسول خداؐ کے عہد میں خود ان کی آنکھوں کے سامنے اور ان کی موجودگی میں خلیفہ کے لئے بہت سے ایسے مواقع آئے جب انہوں نے ہرگز گریہ نہ کیا اور مصاب نہ ہوئے۔ ان میں سے ایک وہی ہے جسے مسلم بن ارزق نے بیان کیا ہے کہ میں بازار میں ابن عمر کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک جنازہ لایا گیا جس پر عورتیں زار و قطار رو رہی تھیں، ابن عمر نے اسے معیوب سمجھتے ہوئے ان عورتوں کو ڈرایا دھمکایا، راوی کا بیان ہے کہ مسلم نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! ایسا نہ کہو، میں ابو ہریرہ کی بات کی گواہی دیتا ہوں، اس کا بیان ہے کہ ایک جنازہ کو آنحضرتؐ کے سامنے سے گذارا گیا میں اور عمر بن خطاب، آنحضرتؐ کے پاس موجود تھے، جنازہ پر بعض عورتیں گریہ کر رہی تھیں، یہ دیکھ کر عمر نے انھیں مارا اور ڈرا دھمکا کر ان کو منع کیا تو رسول خداؐ نے فرمایا: اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیوں کہ ان کی آنکھیں اشک آلود اور دل مصیبت زدہ ہیں۔

لوگوں نے پوچھا: تم نے سنا ہے کہ رسول خداؐ یہی فرمایا تھا، اس نے کہا: ہاں۔ یہ سن کر ابن عمر نے دو مرتبہ کہا: واللہ و رسولہ اعلم ''اللہ اور اس کے رسول دانا و اعلم ہیں''۔ (۱)

حاکم نے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ ایک جنازہ پر پہونچے، عمر بن خطاب بھی آنحضرتؐ کے ساتھ تھے، انھوں نے عورتوں کے گریہ وزاری کی آواز سنی تو عمر نے ڈرایا دھمکایا اور مارا بھی۔ یہ دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا: اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کیوں کہ ان کی آنکھیں گریہ کناں اور دل مصیبت زدہ ہیں اور مصیبت ابھی تازہ ہے۔ (۲)

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے تشییع جنازہ میں شرکت کی، عمر نے زار و قطار روتی ہوئی عورت کو دیکھا تو اس کے سر پر جا کر چیخنے چلانے لگے۔ یہ دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا: اے عمر! اسے چھوڑ دو کیوں کہ آنکھ اشک آلود، دل مصیبت زدہ اور مصیب ابھی تازہ ہے۔ (۳)

۱۔ سنن بیہقی، ج۴، ص۷۰؛ مسند احمد، ج۲، ص۴۰۸، (ج۳، ص۱۲۸، حدیث ۹۰۳۸)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص۳۸۱، (ج۱، ص۵۳۷، حدیث ۱۴۰۶)

۳۔ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۴۸۱، (ج۱، ص۵۰۵، حدیث ۱۵۸۷)

عمر بن ارزق سے منقول ہے کہ مروان کی ایک بیوی کا انتقال ہوگیا، لوگ جنازہ میں شرکت کی غرض سے گئے، ابو ہریرہ نے بھی شرکت کی، اس جنازہ کے ساتھ کچھ عورتیں زار وقطار رو رہی تھیں تو مروان نے حکم دیا کہ خاموش رہیں۔ یہ دیکھ کر ابو ہریرہ نے کہا: ان کو چھوڑ دو کیوں کہ رسول خداؐ ایک ایسے جنازے سے گزرے جس پر بہت سے افراد گریہ کر رہے تھے، عمر موجود تھے انھوں نے شدت سے اس گریہ کی ممانعت کی تو آنحضرت نے فرمایا: اے ابن خطاب! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، ان کا دل مصیبت زدہ اور آنکھ اشک آلود ہے اور مصیب ابھی تازہ ہے۔(۱)

ابو ہریرہ کا بیان ہے: عمر کی نگاہ ایک ایسی عورت پر پڑی جو ایک قبر پر زار وقطار رو رہی تھی، انھوں نے سختی سے اسے منع کیا تو رسول خداؐ نے فرمایا: اے حفصہ کے باپ! اسے چھوڑ دو کہ اس کا دل مصیبت زدہ اور آنکھ اشک آلود ہے۔(۲)

تاریخ کے جھروکوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان صریحی بیانات اور واضح ترین نصوص نے بھی خلیفہ کو قانع نہیں کیا اور وہ اپنے ذاتی اجتہاد پر باقی رہے اور پھر رسول خداؐ پر ایسی تہمت اور جھوٹ کی نسبت دی جو عقل وعدل اور طبیعت انسان کے قطعی مخالف ہے۔

چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''زندہ افراد کے گریہ وزاری سے میت پر عذاب نازل ہوتا ہے''۔

سعید بن میتب کا بیان ہے: ابو بکر کے انتقال پر لوگ گریہ وزاری کر رہے تھے، عمر نے کہا کہ رسول خداؐ کا ارشاد ہے: زندہ افراد کے رونے سے مردے پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

لوگ ان کی بات کو نظر انداز کر کے گریہ وزاری میں مصروف رہے تو عمر نے ہشام بن ولید سے کہا: اٹھو اور ان عورتوں کو باہر کر دو، یہ سن کر عائشہ نے کہا: میں تمہیں باہر کر دوں گی۔

عمر نے ہشام سے کہا داخل کیوں نہیں ہوتے میں نے تمہیں اجازت دی ہے، جب ہشام بن ولید

۱۔ مسند احمد، ج۲، ص۳۳۳، (ج۲، ص۶۳۷، حدیث ۸۱۹۶)

۲۔ کنز العمال، ج۸، ص۱۱۷، (ج۱۵، ص۷۲۸)

داخل ہوا تو عائشہ نے کہا: اے میرے فرزند! تو مجھے باہر کرے گا؟

ہشام ہچکچایا تو عمر نے کہا: لیکن میں نے تمہیں اجازت دی ہے، یہ سن کر ایک ایک عورت کو مارنا شروع کر دیا، اچانک اُمّ فروہ باہر آئیں اور سب کو منتشر کر دیا۔(۱)

ابن ابی الحدید کہتے ہیں: عمر کے کوڑے کا شکار ہونے والی پہلی عورت ''ام فروہ بنت ابو قحافہ'' (ابوبکر کی بہن) تھیں، یہ واقعہ ابوبکر کے انتقال کے وقت پیش آیا تھا۔(۲)

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ حدیث صحیح تھی تو عائشہ، رسول خداؐ کے ارشاد سے کیسے معاف کر دی گئیں اور انہوں نے خلیفۂ محترم سے اس حدیث کو قبول کیوں نہ کیا (ان المیت لیعذب ببکاء الحی) اور خلیفہ نے عائشہ کو باپ پر گریہ وزاری کی اجازت دے کر ان سے چشم پوشی کیوں کر لی اور کیوں قطعی حکم کے نفاذ سے دست بردار ہوئے؟

صحابہ کرام ممانعت کی مخالفت پر کمر بستہ کیوں رہے اور عمر کی مخالفت کے بعد ابوبکر پر گریہ وزاری کا سلسلہ جاری وساری رہا۔ وہ لوگ کیسے راضی و مطمئن ہو گئے کہ رونے کی وجہ سے میت پر عذاب نازل ہوتا ہے اور انھوں نے ایک ایک عورت اور مرد کو کوڑے مارنے کا حکم کیوں دے دیا؟!

ان تمام باتوں سے چشم پوشی نہیں کیا جا سکتی، ایک محقق اور دانشور سے یہ باتیں پوشیدہ نہیں۔

عزادار، بے حال اور گریہ کناں عورتوں پر کوڑے مارنے کے ایک واقعہ کو عبدالرزاق (۳) نے عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے کہ جب خالد بن ولید کی موت ہوئی تو عورتیں میمونہ کے گھر پر جمع ہو کر گریہ وزاری کرنے لگیں۔

عمر نے عورتوں کو کوڑا مارا جس سے ایک عورت کا ڈوپٹہ گر گیا۔

لوگوں نے کہا: اے مسلمانوں کے رہبر! اس کا ڈوپٹہ گر گیا ہے تو عمر نے کہا: چھوڑو بھی وہ قابل

۱۔ کنز العمال، ج ۸، ص ۱۱۹، (ج ۱۵، ص ۷۳۲، حدیث ۴۲۹۱۱)۔
۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۰، خطبہ ۳۔
۳۔ المصنف، ج ۳، ص ۵۵۷، حدیث ۶۶۸۱۔

احترام نہیں۔ بے چاری عورت عمر کے قول'' لا حرمة لها'' پر بری طرح حیرت زدہ تھی۔(۱)

ہمیں بھی خلیفہ کے اس بات پر سخت حیرت ہے۔اور یہ کوئی نئی بات نہیں، گفتار و کردار کے اعتبار سے خلیفہ کی اکثر عادتیں حیرت انگیز اور تعجب خیز ہیں۔

جہاں تک حدیث عمر''ان المیت لیعذب ببکاء الحی'' کا سوال ہے تو خود عائشہ نے اس کی تکذیب وتردید کی ہے۔

چنانچہ حاکم (۲) کا بیان ہے کہ مسلم و بخاری نے عبداللہ بن ابی ملیکہ سے مروی حدیث ایوب کی صحت پر اتفاق کیا کہ جب میت پر گریہ کے متعلق عمر اور عبداللہ بن عباس سے مناظرہ ہوا تو انھوں نے اسی موضوع کے سلسلے میں ام المومنین عائشہ کی بات کی طرف رجوع کیا۔

عائشہ نے کہا: خدا کی قسم! رسول خداؐ نے ایسی کوئی بات بیان نہیں فرمائی کہ کسی کے رونے سے مردہ پر عذاب نازل ہوتا ہے، ہاں آپؐ نے فرمایا کہ جب کافر کے اہل خاندان گریہ کرتے ہیں تو خدا سخت ترین عذاب نازل فرماتا ہے﴿وان الله هو اضحک وابکی﴾ بے شک خدا ہنساتا ہے اور رلاتا بھی ہے﴿ولا تزروا وازرة وزراً اخری﴾ خداوند عالم ایک شخص کے گناہ پر دوسرے کو عذاب نہیں کرتا۔

شافعیؒ''اختلاف الحدیث'' میں لکھتے ہیں:

''قرآن وسنت کی دلالت کے مطابق، رسول خداؐ سے عائشہ کی روایت، دوسری روایتوں سے بہتر اور صحیح تر ہے: اس لئے کہ خدا فرماتا ہے: ﴿ولا تزر وازرة وزر اخری﴾''کوئی بھی دوسرے کا گناہ اپنے کاندھے پر نہیں اٹھائے گا''۔(۳)﴿وَاَنْ لَيْسَ لِلْاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعَى﴾''انسان کے لئے وہی ہے جو وہ سعی وکوشش کرتا ہے''۔(۴)﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَه، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا

۱۔ کنزالعمال، ج۸، ص۱۱۸، (ج۱۵، ص۷۳۰، حدیث۴۲۹۰۵)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص۳۸۱، (ج۱، ص۵۳۷، حدیث۱۴۰۷)۔

۳۔ سورہ اسراء/۱۵

۴۔ سورہ نجم/۳۹

یـــرہ ﴾ ''پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا''۔(۱) ﴿ لِتُجزَی کُلُّ نَفسٍ بِمَا تَسعَی ﴾ ''تا کہ ہر شخص کو اس کی سعی و کوشش کے مطابق جزا دی جا سکے''۔(۲)

اگر سوال کیا جائے کہ کون سی روایت اس بات پر دلالت کر رہی ہے تو جواب دیا جائے گا کہ رسول خداؐ نے ایک شخص سے پوچھا: یہ تیرا لڑکا ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: **اما انه لا یجنی علیک و لا تجنی علیه** ''اس کا ظلم تیرے کھاتے میں اور تیرا ظلم اس کے کھاتے میں نہیں رکھا جائے گا''۔ رسول خداؐ نے خداوند عالم کے ارشاد کی طرح اپنی حدیث میں بتایا کہ ہر شخص کا ظلم اور گناہ اسی کے کھاتے میں لکھا جائے گا، دوسرے کے کھاتے میں نہیں، چنانچہ ہر شخص کا ثواب بھی اسی کے کھاتے میں لکھا جائے گا دوسرے کے کھاتے میں نہیں''۔(۳)

ان تمام باتوں کو چھوڑیئے، خود رسول خداؐ، ان کے صحابہ اور نیک تابعین کا اپنے مردوں پر گریہ کرنا، گریہ کے جواز کی بہترین دلیل ہے۔

رسول خداؐ نے اپنے عزیز فرزند ابراہیم کی موت پر گریہ کیا اور فرمایا: **العین تدمع و القلب یحزن و لا نقول الا ما یرضی ربنا و انا بک یا ابراهیم لمحزونون** ''آنکھیں اشک بار اور دل محزون ہیں لیکن رضائے خدا کے علاوہ کوئی بات نہیں کہوں گا، اے ابراہیم! ہم تمہاری وجہ سے غمگین ہیں''۔(۴)

اپنے فرزند طاہر کی موت پر گریہ کرتے ہوئے فرمایا: **ان العین تذرف و ان الدمع یغلب و ان القلب یحزن و لا نعصی الله عزوجل** ''آنکھیں اشک بار ہیں، آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے اور دل محزون ہیں لیکن خدا کی نافرمانی پر مشتمل کوئی بات نہیں کہیں گے''۔(۵)

۱۔ سورہ زلزلہ/ ۷، ۸

۲۔ سورہ طہ/ ۱۵

۳۔ یہ کتاب حاشیہ کتاب الام ج ۷ ص ۲۶۷ (ص ۵۳۷) پر شائع ہوئی ہے۔

۴۔ سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۵۸ (ج ۳ ص ۱۹۳ ح ۳۱۲۶/): سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۸۲ (ج ۱ ص ۵۰۶ ح ۱۵۸۹/)

۵۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸

جناب حمزہ کے غم میں بھی جب صفیہ بنت عبدالمطلب (جناب حمزہ کی بہن اور رسول خداؐ کی پھوپھی) جناب حمزہ کی تلاش میں تھیں اور انصار ان کے اور جناب حمزہ کے پیکر اقدس کے درمیان حائل تھے تا کہ وہ جنازہ نہ دیکھ سکیں تو رسول خداؐ نے انصار سے فرمایا: صفیہ کو چھوڑ دو (تا کہ وہ حمزہ کے جنازے پر جا سکیں)، وہ جنازے پر پہونچیں اور بیٹھ کر گریہ کرنے لگیں، آنحضرت نے بھی گریہ فرمایا، جناب صفیہ جب اپنی آواز بلند کرتیں تو رسول خداؐ بھی آواز گریہ بلند فرماتے تھے، دوسری طرف جناف فاطمہؑ بھی گریہ کر رہی تھیں اور ان کے گریہ کی وجہ سے رسول خداؐ بھی رو رہے تھے اور فرماتے تھے: لن اصاب بمثلک ابدا ''مجھ پر اس مصیبت سے بڑی کوئی مصیبت نازل نہیں ہوئی''۔(۱)

جنگ احد کی واپسی پر انصار کی عورتیں اپنے شہیدوں پر گریہ وزاری کر رہی تھیں، جب یہ خبر رسول خداؐ کو معلوم ہوئی تو فرمایا: لکن حمزة لا بواکی له ''لیکن حمزہ کا کوئی نہیں جوان پر گریہ کرے''۔ جب انصار نے سنا تو اپنی عورتوں کے پاس جا کر کہا: لاتبکین احدا حتی تبدان بحمزة ''اس کے بعد تمہیں گریہ کا کوئی حق نہیں مگر یہ کہ پہلے حمزہ پر گریہ کرو اس کے بعد اپنے عزیزوں پر''۔

راوی کا بیان ہے: یہ عمل انصار کے درمیان رسم کی طرح رائج ہو گیا جو اب تک جاری وساری ہے، وہ جب کسی میت پر گریہ کرنا چاہتے ہیں تو پہلے جناب حمزہ پر گریہ کرتے ہیں پھر اپنے عزیز پر روتے ہیں۔(۲)

اس کے علاوہ جب آنحضرت نے اپنے ماں کی قبر کی زیارت کی تو گریہ فرمایا اور ان کے ساتھ ساتھ وہاں موجود تمام لوگوں نے گریہ کیا۔(۳) اسی طرح جب حضرت عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی تو ان کے چہرے کا بوسہ لے کر شدت سے گریہ فرمایا۔(۴)

اسی طرح جناب فاطمہ زہرا(س) رسول خداؐ پر گریہ کرتی ہوئی فرماتی تھیں: یا ابتاه من ربه ما ادناه

---

(۱) امتاع مقریزی ص ۱۵۴

(۲) مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۲۰

(۳) سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۰؛ تاریخ خطیب بغدادی ج ۷ ص ۲۸۹ (نمبر ۳۷۹۱)

(۴) سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۶۳ (ج ۳ ص ۲۰۱ ح ۳۱۶۳)؛ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۴۵ (ج ۱ ص ۴۶۸ ح ۱۴۵۶)

یا ابتاه اجاب ربا دعاه یا ابتاه الی جبریل ننعاه یا ابتاه جنة الفردوس ماواه ''اے والدگرامی! جوخدا سے نزدیک ہوگئے، اے والدگرامی! جس نے اپنے رب کی آواز پر لبیک کہا، اے والدگرامی! ہم اپنی شکایت جبرئیل سے کرتے ہیں، اے والدگرامی! جو جنت فردوس میں موجود ہیں''۔(۱)

ماذا علی من شم تربة احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرن لیالیا

نیز جناب فاطمہؑ نے ان کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر ایک مٹھی خاک اٹھائی اور اسے اپنی آنکھوں پر مل کر گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

''جو رسول خداؐ کی مٹی کو سونگھے اس کی کیا کیفیت ہوگی، ہاں! اس کے بعد وہ کبھی اچھی خوشبو کو نہیں سونگھ پائے گا، مجھ پر ایسی مصیبتیں ڈھائی گئیں کہ اگر دن پر پڑتیں تو تاریک رات میں تبدیل ہوجاتا''۔(۲)

یہ ہے رسول خداؐ کی سنت۔ جس کی صحابہ نے بھی پیروی کی ہے لیکن خلیفہ نے اپنی حدیث ''**ان المیت یعذب ببکاء الحی**'' کے ذریعہ ان تمام لوگوں کی مخالفت کی ہے؛ اسی لئے یہ صرف ان کا اور ان کے فرزند ''عبداللہ'' کا ذاتی نظریہ کہا جائے گا جس کی پیروی قطعی مناسب نہیں۔

۵۲۔ قربانی کے متعلق اجتہاد خلیفہ

حذیفہ بن اسید سے منقول ہے: میں نے ابوبکر و عمر کو دیکھا کہ وہ اپنے اہل و عیال کی طرف سے قربانی اس خوف سے نہیں کرتے تھے کہ کہیں لوگ ان کی پیروی نہ کرنے لگیں۔

یہ دیکھ کر میرے اہل نے اس کی سنتی حیثیت سے آگاہی کے بعد مجھے اس کی انجام دہی پر مجبور کیا حتی اس بات کے بھی خواہشمند ہوئے کہ میں ہر فرد کی طرف سے قربانی پیش کروں۔(۳)

۱۔ صحیح بخاری (ج۴ص۱۶۱۹ح۴۱۹۳) باب مرض النبی ووفاتہ

۲۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کے صفحہ ۴۴۴۔۴۴۵

۳۔ سنن بیہقی، ج۹، ص۲۶۵؛ المعجم الکبیر، (ج۳، ص۱۸۲، حدیث ۳۰۵۸)۔

ہیثمی طبرانی کے طریق سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس کے راوی صحیح اور موثق ہیں؛ سیوطی نے ابن ابی الدینار سے بحث قربانی کے ذیل میں نقل کیا ہے(۱) حاکم نے کنی والالقاب اور ابو بکر عبداللہ بن محمد نیشاپوری نے زیارات میں نقل کر کے لکھا ہے کہ ابن کثیر کے مطابق اس کے اسناد صحیح ہیں۔

شافعی کا بیان ہے: مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابو بکر وعمر اس خوف سے قربانی نہیں کرتے تھے کہ کہیں لوگ ان کی پیروی نہ کرنے لگیں اور لوگوں کے درمیان یہ واجب کی حیثیت سے رائج نہ ہو جائے۔(۲)

اسی کتاب کے حاشیہ پر شائع کتاب میں شافعی کا بیان ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابو بکر وعمر اس خوف سے قربانی نہیں کرتے تھے کہ لوگ اس کے وجوب کا گمان نہ کرنے لگیں۔(۳)

شعبی سے منقول ہے کہ ابو بکر وعمر نے حج کے ایام میں حاضر ہو کر قربانی نہیں کی۔(۴)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: کیا یہ دونوں کسی ایسی بات کی حکمت سے باخبر ہو گئے تھے جو رسول خداؐ کو بھی معلوم نہیں تھا؛ چنانچہ آنحضرت نے قربانی کی، اس کا حکم دیا اور بے پناہ تائید وتحریص فرمائی۔

کیا رسول خداؐ سے ایسی بات مخفی رہ گئی جس سے یہ دونوں آگاہ ہو گئے کہ کہیں امت اسے واجب، آئین ودستور کی حیثیت سے اخذ نہ کر لے یا یہ کہ یہ دونوں امت مسلمہ پر رسول خداؐ سے زیادہ مہربان وہمدرد تھے، اسی لئے انہوں نے اپنی رائے کے مطابق بار بار قربانی کے بوجھ کو امت کے کاندھے سے ہلکا کر دیا۔

یا یہ کہ اس بات سے خوف زدہ ہو گئے کہ دین اسلام میں ایک واجب کے عنوان سے یہ چیز بدعت نہ بن جائے لیکن ان کی دلیل قطعی لچر اور باطل ہے، خود آنحضرت نے جس وقت قربانی کی اور دوسروں کو اس کا حکم دیا تو یہ حکم عدم وجوب کی حیثیت سے رائج تھا، صحابہ کرام نے بھی آنحضرتؐ سے یہی سمجھا چنانچہ

۱۔ مجمع الزوائد، ج۴، ص۱۸۔

۲۔ کتاب الام، ج۲، ص۱۸۹، (ج۲، ص۲۴۴)۔

۳۔ مختصر المزنی مطبوع برحاشیہ کتاب الام، ج۵، ص۲۱۰، (ص۲۸۳)۔

۴۔ کنز العمال، ج۳، ص۴۵، (ج۵، ص۲۱۹، حدیث ۱۲۶۶۴)۔

ان کا عمل گواہ ہے، تابعین اور تبع تابعین نے بھی صحابہ کی پیروی کی اور رفتہ رفتہ یہ عمل عہد حاضر میں اسی طرح رائج ہے۔ نیز ان دونوں منفرد مجتہدین کے خیال کی صورت میں تمام مستحبات کو ترک کرنا لازم و واجب ہو جاتا ہے۔

وجوب کے گمان کا احتمال اسی وقت زیادہ بہتر تھا جب خود رسول خداؐ کے قول وفعل سے صادر ہوا ہو کیوں کہ سنت اور دین وہی ہے جسے رسول خداؐ بیان فرمائیں۔

لیکن ایسا کوئی احتمال آنحضرتؐ کے قول وفعل سے ظاہر نہیں ہوتا تو پھر آنحضرتؐ کے مانند انھوں نے عمل کیوں نہ کیا؛ حالانکہ یہ دونوں آنحضرتؐ کے خلیفہ تھے۔

عجیب وغریب بات تو یہ ہے کہ خلیفۂ دوم نے شارع مقدس کی سنت کی اس خوف سے مخالفت کی کہ کہیں امت وجوب کا احتمال نہ دینے لگے اور یہی خلیفہ ایسی چیزوں کو سنت قرار دیتے ہیں جس کی دین میں کوئی اصل واساس نہیں ہے جیسے گھوڑے کی زکات، نماز تراویح اور دوسری بہت ساری بدعتیں۔ وہ ان تمام بدعتوں سے خوف زدہ نہیں ہوتے اور اس پر غور وفکر بھی نہیں کرتے۔

۵۳۔ دیت میں زوجہ کی میراث کے متعلق خلیفہ کی رائے

سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا: دیت عاقلہ سے مربوط ہے اور عورت اپنے شوہر کی دیت میں میراث کی حصہ دار نہیں بن سکتی، وہیں ضحاک بن سفیان موجود تھے انہوں نے باخبر کیا کہ رسول خداؐ نے انہیں لکھا کہ ''اشیم ضبابی کو اس کے شوہر کی دیت سے میراث دے دو۔ یہ سن کر عمر نے ضحاک کا قول مان لیا۔

دوسرے الفاظ:

عمر بن خطاب نے کہا: میری نظر میں دیت کے حقدار پدری رشتہ دار کے علاوہ کوئی اور نہیں؛ اس لئے کہ وہ اس کی جانب سے ادا کرتے ہیں، لہٰذا کیا تم میں سے کسی نے رسول خداؐ سے اس سلسلے میں کچھ سنا ہے؟ یہ سن کر رسولؐ کے ایک سپاہی نے کہا: آنحضرت نے مجھے تحریر فرمایا کہ اشیم عورت کو اس کے شوہر

کی دیت سے میراث ادا کروں۔ عمر بن خطاب نے اس کی بات قبول کرلی۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: خلیفہ ان تینوں میں سے کسی ایک سے یا سب سے غافل تھے:

۱۔ قرآن مجید:

خدا کا ارشاد ہے: ﴿فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ﴾ ''اور زوجہ اہل میں سے ہے''۔(۲)

اسی کی وضاحت میں خدا کا ارشاد ہے: ﴿لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ﴾ ''بے شک ہم تمھیں اور تمھارے اہل کو نجات دیں گے سوائے تمھاری زوجہ کے''۔(۳)

دوسری جگہ خدا فرماتا ہے: ﴿فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ﴾ ''بے شک ہم تمھیں اور تمھارے اہل کو نجات دیں گے سوائے تمھاری زوجہ کے''۔(۴)

ان مقامات میں استثناء اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ مستثنیٰ (زوجہ) مستثنیٰ منہ (اہل) میں داخل ہے جس سے اس کو خارج کیا گیا اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ یہاں استثنائے متصل ہے چنانچہ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔

دوسری جگہ خداوند عالم عزیز مصر کی زوجہ کے حوالے سے فرماتا ہے: ﴿مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا﴾ ''جو تمھاری عورت کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی سزا کیا ہے؟''(۵)

۱۔ کتاب الام، شافعی، ج۶، ص۷۷، (ج۶، ص۸۸)؛ کتاب الرسالہ شافعی، ص۱۱۳، (ص۴۲۶، حدیث۱۷۲)؛ اختلاف الحدیث، شافعی، مطبوع برحاشیہ کتاب الام، ج۷، ص۲۰، (ص۴۷۹)؛ سنن ابی داؤد، ج۲، ص۲۲، (ج۳، ص۱۲۹، حدیث۲۹۲۷)؛ مسند احمد، ج۳، ص۴۵۲، (ج۴، ص۴۸۵، حدیث۱۵۳۱۸، ۱۵۳۱۹)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۲۶۵، (ج۴، ص۱۹، حدیث۱۴۱۵)؛ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۱۴۲، (ج۲، ص۸۸۳، حدیث۲۶۴۲)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۱۳۴؛ تیسیر الوصول، ج۴، ص۴، ص۸، (ج۴، ص۹، حدیث۱)؛ تاریخ بغداد، ج۸، ص۳۴۳، (ج۱، ص۴۴۵)۔

۲۔ سورہ نساء/۹۲

۳۔ سورہ عنکبوت/۳۲۔۳۳

۴۔ سورہ نمل/۵۷

۵۔ سورہ یوسف/۲۵

خدا کا قول: ﴿إِذْ قَالَ مُوسَى لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا﴾ ''جس وقت موسیٰ نے اپنے اہل سے کہا کہ میں نے آگ تلاش کرلیا ہے''۔(۱)

ایک دوسرا ارشاد:

﴿فَلَمَّا قَضَى مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا﴾ ''جب موسیٰ مدت کو پورا کر چکے اور اپنے اہل کو لے کر چلے تو طور کی طرف ایک آگ نظر آئی انھوں نے اپنے اہل سے کہا: تم لوگ ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے''۔(۲)

اس وقت جناب موسیٰ کے ہمراہ ان کی زوجہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا اور وہ حاملہ تھیں یا تھوڑی ہی دیر قبل بچے کو جنم دیا تھا۔

۲۔سنت رسولؐ:

رسول خداؐ نے اعراب کے حاکم ''ضحاک بن سفیان'' کو تحریر فرمایا کہ اشیم ضبابی کو اس کے شوہر کی دیت کا وارث قرار دے۔

۳۔لغت عرب:

عربی زبان وادب سے یہ اہم بات مستفاد ہوتی ہے کہ استقراء کے مطابق زوجہ پر اہل کا اطلاق ہوتا ہے، قرآنی آیات میں یہ بات مذکور ہے اور اپنے حاکموں کو رسول خداؐ کا نوشتہ بھی اس پر دلالت کررہا ہے۔آنحضرتؐ سے مروی روایت میں آپ نے شادی شدہ کو دو حصہ اور غیر شادی شدہ کو ایک حصہ دیا، صفوان بن عمرو کا بیان ہے: رسول خداؐ نے مجھے دو حصہ دیا اس لئے کہ میرے اہل وعیال تھے اور عمار کو ایک حصہ دیا۔(۳)

۱۔سورہ نمل/۷

۲۔سورہ قصص/۲۹؛ سورہ طٰہ/۱۰

۳۔سنن ابی داؤد، ج۲،ص۲۵، (ج۳،ص۱۳۷۔۱۳۶، حدیث۲۹۵۳)؛ سنن بیہقی، ج۶،ص۳۴۶؛ تیسیر الوصول، ج۱،ص۲۵۳، (ج۱،ص۲۹۸، حدیث۲۹)؛ نہایہ ابن اثیر، ج۱،ص۸۴

محمد بن حسن نے اپنے اہل سے وصیت کرنے والے شخص کے متعلق فتویٰ دیا کہ اصولی طور پر اس کی وصیت صرف عورتوں سے مخصوص رہے گی لیکن انہوں نے ترک قاعدہ کرتے ہوئے اس کی وصیت کو تحت تکفل تمام افراد کے لئے عمومیت دے دی۔(۱)

ابوبکر کہتا ہے: اہل کا اطلاق زوجہ پر ہوتا ہے اور گھر میں موجود تمام افراد اور تحت تکفل لوگوں کو بھی شامل ہوتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿انا منجوک واھلک الا امرأتک﴾ ''بے شک میں تمھیں اور تمھارے اہل کو نجات دینے والا ہوں سوائے تمھاری زوجہ کے''۔(۲)

لغات میں ہے کہ اہل اسے کہتے ہیں جس کی زوجہ اور عیال ہوں: وسار باھلی ''یعنی وہ اپنی زوجہ اور عیال کے ہمراہ چلا گیا''۔ واھل الرجل وتاھل ''اس نے شادی اور زناشوئی کی''۔ وتاھل ''زناشوئی اور تزویج کی ہے''۔ دعا میں مروی ہے: ''اھل اللہ فی الجنۃ ایھالا'' خدا ایک کو جنت ماویٰ میں زوجہ وعیال عطا فرمائے۔(۳)

اس کے علاوہ لغت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے اطمینان واعتماد میں مزید اضافہ ہوگا۔

۵۴۔ تحقیق بلوغ کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ

ابن ملیکہ سے منقول ہے: ایک عراقی نوجوان چور کے بارے میں عمر نے تحریر کیا کہ اس کی پیائش کرو اگر اس کا قد چھ بالشت ہو تو ہاتھ کاٹ دو، لوگوں نے اس کی پیائش کی تو چھ بالشت میں ایک انگشت کم نکلا چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا۔

سلمان بن یسار سے منقول ہے کہ ایک جوان کو عمر کے پاس لایا گیا جس نے چوری کی تھی، عمر نے

۱۔ احکام القرآن جصاص، ج۲، ص۷۷، ۲۷۔ (ج۲، ص۲۲۸)

۲۔ احکام القرآن جصاص، ج۲، ص۷۷، ۲۷۔ (ج۲۲۸۲)۔

۳۔ نہایہ ابن اثیر، ج۱، ص۶۲، (ج۱، ص۸۴)؛ قاموس اللیلۃ، ج۳، ص۳۳۱؛ لسان العرب، ج۱۳، ص۳۱، (ج۱، ص۲۵۴)؛ تاج العروس، ج۷، ص۲۱۷۔

کی پیائش کا حکم دیا، جب لوگوں نے پیائش کی چھ بالشت میں ایک انگشت کم نکلا، لوگوں نے اسے چھوڑ دیا۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: تحقیق بلوغ کے سلسلے میں شریعت میں جو بات ثابت ہے، وہ ''احتلام'' ہے، چنانچہ آنحضرتؐ سے مروی صحیح روایت سے بھی یہی ثابت ہے۔ جن سے قانون ساقط ہے آپ نے ان کے متعلق فرمایا: والغلام حتی یحتلم'' اور لڑکا اس وقت تک جب وہ محتلم نہ ہو یا اس کے زیر ناف کے بال نہ اگ جائیں''۔ یہ حدیث عبداللہ بن عمر کی صحیح (۲) میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چوتھی علامت نہیں جو مشہور و معروف ہو۔ ہاں! بالشت کی پیائش خلیفہ کی فقاہت اور ان کی بدعتوں کا نمونہ ہے اور بس۔

۵۵۔ خلیفہ نے حد میں کمی کی

عمر بن خطاب کے پاس ایک شراب خور کو لایا گیا، عمر نے اس سے کہا: میں تجھے ایسے شخص کے پاس بھیجوں گا جو ترحم و ملائمت کے جذبہ سے قطعی عاری ہے، چنانچہ انہوں نے مطیع بن اسود عدوی کے پاس بھیج دیا، اس نے کہا: میں تم پر کل حد جاری کروں گا۔ جب عمر آئے تو اس نے سخت ضربات لگائے عمر نے کہا: تم نے اسے بے موت مار دیا کتنے ضربات لگائے؟ کہا: ساٹھ ضربات، عمر نے کہا: میں اس سے بیس ضربوں کا قصاص مانگوں گا۔

ابو عبیدہ اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: عمر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں ان ضربوں کی سختی کا قصاص ان بیس کوڑوں کو قرار دوں گا جو معینہ حد میں باقی رہ گئے ہیں لہٰذا اسے نہ مارو۔(۳)

۱۔ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج ۹، ص ۳۸۷۔ ۳۸۶، حدیث ۸۲۰۶، ۸۲۱۱) المصنف عبدالرزاق، (ج ۱، ص ۱۷۸، حدیث ۸۷۳۷)؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۱۱۶، (ج ۵، ص ۵۴۴، حدیث ۱۳۸۸۷)۔

۲۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۵۹۔ ۵۴۔

۳۔ سنن کبریٰ بیہقی، ج ۸، ص ۳۱۷؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۳۳۔

علامہ امینؒ فرماتے ہیں: اس شخص کو غور سے دیکھئے جو حکم خدا کے سلسلے میں گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے، ایک دن شراب خور کی حد میں دوگنا اضافہ کر دیتا ہے جو اہل سنت کی نظر میں چالیس کوڑے ہیں چنانچہ اسی کوڑے مارنے کا حکم صادر کر دیتا ہے۔(۱) اسی کے بعد دوسرے دن مجرم کی حالت پر دلسوزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیس کوڑے کم کر دیتا ہے اور پھر تعداد میں کمی کر کے ضربات کی سختی کی تلافی کرتا ہے، یہ تمام باتیں اس خدائی قانون سے انحراف اور تجاوز پر دلالت کرتی ہیں جسے رسول خداؐ لائے تھے۔

حدیث میں ہے: روز قیامت خداوند عالم زیادہ ضرب لگانے والے انسان سے فرمائے گا: میرے معین کردہ قانون سے زیادہ کیوں مارا؟ وہ کہے گا: خدایا! میں نے تیرے لئے غیظ وغضب کا مظاہرہ کیا اور زیادہ مارا۔ خدا فرمائے گا: کیا تیرا غضب میرے غضب سے زیادہ شدید ہے۔ اس کے برعکس جس نے حد میں کمی کی ہے اسے لایا جائے گا، خدا اس سے فرمائے گا: میرے بندے! تم نے حد میں کمی کیوں کی؟ وہ کہے گا: معبود! میں نے اس پر ترحم کیا، وہ فرمائے گا: کیا تیرا رحم میری رحمت سے زیادہ ہے۔(۲)

ایسی بہت سے حدیثیں مروی ہیں جنہیں حفاظ حدیث نے نقل کیا ہے(۳)

۵۶. اباحسن ابقانی الله لشدة لست لها

ابن عباس سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب کے سامنے ایک قضیہ پیش کیا گیا جسے سن کر کافی پریشان حال ہوئے، چہرہ سیاہی مائل ہو گیا، انہوں نے تمام اصحاب رسول کو جمع کیا اور ان کے سامنے قضیہ پیش کر کے کہا: اس سلسلے میں کیا کروں؟ سب نے بیک زبان کہا: اے امیر المومنین! آپ ہی پناہگاہ اور

۱۔ صحیح مسلم، باب حد الخمر، ج ۲، ص ۳۸، (ج ۳، ص ۵۳۸، حدیث ۳۶، کتاب الحدود)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۷۵؛ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۴۰، (ج ۴، ص ۱۶۳، حدیث ۴۴۷۹)؛ مسند ابی داؤد طیالسی، ص ۲۶۵، (حدیث ۱۹۷۰)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۱۹، ۳۲۰؛ تیسیر الوصول ج ۲، ص ۱۷؛ (ج ۲، ص ۲۰)۔

۲۔ البیان والیقین، ج ۲، ص ۲۰، (ج ۲، ص ۱۹)۔

۳۔ کنز العمال ج ۳ ص ۱۹۲ (ج ۵، ص ۸۵۴، حدیث ۱۳۵۵۶۔ ۱۳۵۵۱) پر رجوع کریں۔

مشکلات برطرف کرنے والے ہیں۔ یہ سن کر عمر غضبناک ہوئے، کہنے لگے: ﴿اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیداً یصلح لکم اعمالکم﴾ "اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو تا کہ وہ ہمارے اعمال کی اصلاح کردے"۔(۱)

اصحاب نے کہا: اے امیرالمومنین! آپ کے سوال کے جواب سے ہم ناواقف ہیں۔

عمر نے کہا: خدا کی قسم! میں ایسے شخص کو پہچانتا ہوں جو اس قضیہ کے اصل واساس اور سرچشمہ سے پوری طرح آگاہ ہے۔ لوگوں نے کہا: شاید آپ کا مقصود علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ عمر نے کہا: ہاں خدا کی قسم! وہی ہماری پناہ اور ہمارے دادرس ہیں، کھڑے ہوجاؤ اور ان کے پاس چلو۔

اصحاب نے کہا: اے امیر! آپ ان کے پاس جائیں گے کسی کو بھیج دیجئے تا کہ وہ خود ہی آجائیں۔

عمر نے کہا: ہیہات (وہ کہاں اور ہم کہاں) وہ بنی ہاشم اور رسول خداؐ کی نمایاں شاخ اور ان کے علم ودانش کے وارث ہیں، ہمیں ان کی خدمت میں حاضری دینی چاہئے۔

سب حضرت کے گھر آئے دیکھا کہ آپ گھر میں قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمارہے ہیں ﴿ایحسب الناس ان یترک سدی﴾ "کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے بے حساب وعبث چھوڑ دیا جائے گا"۔ آپ اس کی تکرار کرتے اور گریہ کرتے جاتے تھے۔

عمر نے شریح سے کہا: جو مسئلہ مجھ سے پوچھا تھا، ابوالحسنؑ سے پوچھو۔

شریح نے کہا: میں ایک مجلس قضاوت میں بیٹھا تھا، اچانک یہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ ایک شخص نے دو عورتوں کو اس کے حوالے کیا، ایک کا مہر ادا ہو چکا تھا اور دوسری ام ولد کنیز تھی۔ اس نے کہا: میری آمد تک ان کے اخراجات پورے کرو جب رات گزر چکی تو دونوں نے ایک ساتھ بچہ جنم دیا، ایک کو لڑکی ہوئی اور دوسری کو لڑکا۔ لیکن دونوں اس بات کی مدعی تھیں کہ لڑکا میرا ہے، لڑکی کا دونوں ہی انکار کررہی ہیں۔

پوری بات سن کر حضرت نے فرمایا: ان کے درمیان کیا فیصلہ کیا؟ شریح نے کہا: اگر کچھ جانتا ہوتا تو

۱۔ احزاب/۷۰، ۷۱

آپ کے پاس نہ آتا۔

یہ سن کر حضرت نے زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور فرمایا: ان کے درمیان فیصلہ کرنا، خاک اٹھانے سے بھی زیادہ آسان ہے۔ اس کے بعد ایک ظرف طلب فرمایا، ایک سے کہا: اس میں اپنا دودھ ڈالو۔ اس نے ایسا ہی کیا، آنحضرت نے اسے غور سے دیکھا پھر دوسری سے بھی ایسا ہی کرنے کو کہا، سب نے دیکھا کہ اس کا دودھ پہلے والی عورت کے دودھ کا نصف ہے، حضرت نے فرمایا: تو صاحب دختر ہے، لڑکی تیری ہے اور دوسری عورت کی طرف رُخ کر کے فرمایا: لڑکا تیرا ہے تو اسے حاصل کر لے۔

اس کے بعد شریح سے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ دختر کا دودھ فرزند کے دودھ کا نصف ہوتا ہے، اسی طرح میراث، عقل وخرد، شہادت و دیت اور دوسری بہت سی چیزوں میں لڑکی نصف کی حقدار ہوتی ہے۔

یہ سن کر عمر سخت متعجب ہوئے کہا: اے ابوالحسن! خدا مجھے ایسی مصیبت میں تنہا نہ رکھے جس کے لئے آپ نہ ہوں، خدا مجھے ایسے شہر میں نہ چھوڑے جس میں آپ نہ ہوں۔(۱)

۵۷۔ عجیب وغریب مولود اور خلیفہ

سعید بن جبیر سے منقول ہے: عمر بن خطاب کی خدمت میں ایک عورت کو لایا گیا جس نے ایک بچہ کو جنم دیا تھا جس کے اوپر کا آدھا حصہ دو بدن، دو شکم، دو سر، چار ہاتھ اور دو شرمگاہ والا تھا اور دوسرا حصہ مردوں کی طرح دو ران، دو پنڈلی اور دو پیر اوالا تھا، اس عورت نے اپنے شوہر سے اس مولود کی میراث کا مطالبہ کیا، عمر بن خطاب نے اصحاب رسول کو جمع کیا اور اس سلسلے میں مشورہ کیا، لوگوں نے جواب کے متعلق معذرت کر لی۔

عمر نے علی بن ابی طالبؑ کو بلوایا، حضرت نے فرمایا: بے شک یہ امر ایک آزمائش سے کم نہیں، اس عورت اور اس کے فرزند کو قید کر دو، ان دونوں کے لئے کسی ایسے کو چھوڑو جو ان کی خدمت کرے، ان

---

(۱) کنز العمال، ج۳، ص۱۷۹، (ج۵، ص۸۳۰، حدیث ۱۴۵۰۸)؛ مصباح الفلاح، جردانی، ج۲، ص۵۶، (ج۲، ص۱۳۶، حدیث ۴۰۵)

کے اخراجات بھی بحد کافی ادا کرو۔ عمر نے حضرت کے احکامات پر عمل کیا جب وہ عورت فوت ہوئی اور اس کا بچہ بزرگ ہوا تو اس نے میراث کا مطالبہ کیا، حضرت نے حکم دیا کہ ایک نوکر اس کی خدمت کے لئے معین کیا جائے جو اس کی شرمگاہوں کی بھی خدمت کرے اور ماؤں کی طرح اس کی ضرورتیں پوری کرے۔

کچھ دنوں بعد ایک بدن نے شادی کی خواہش ظاہر کی، عمر نے حضرت کی خدمت میں آدمی بھیجا، کہا: اے ابوالحسنؑ! ان دونوں بدن کے مسئلے میں کیا فرماتے ہیں اگر ان میں سے ایک نے دوسرے کی ضد اور مخالفت کی حتی ایک ہی وقت میں ایک نے جماع کی خواہش ظاہر تو اس کا کیا حل ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ اکبر! خداوند عالم اس سے کہیں زیادہ صابر و کریم ہے کہ ایک بندہ کو اپنے بھائی اور اہل سے جماع کی خواہش کا مشاہدہ کرے لیکن اس مسئلے کو تین روز تک ٹالتے رہو کہ خداوند عالم جلدی کوئی حکم جاری فرمائے گا کہ وقت مرگ کسی بات کا مشاہدہ کرے۔ تین روز بعد وہ فوت ہو گیا، عمر نے اصحاب رسول کو اکٹھا کرنے کے بعد اس سلسلے میں مشورہ کیا بعض نے کہا: اسے کاٹ ڈالو تاکہ مردہ زندہ سے جدا ہو جائے پھر اسے غسل و کفن دے کر دفن کروں۔

یہ سن کر عمر نے کہا: تمھاری بات عجیب و غریب ہے کہ ہم زندہ شخص کو مردے کے لئے مار ڈالیں، یہ سن کر زندہ بدن نے فریاد و فغاں بلند کی، میرے لئے خدا کافی ہے تم لوگ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہو حالانکہ میں ''لاالٰہ الا اللہ وان محمد أ رسول اللہ'' کی گواہی دیتا ہوں اور قرآن پڑھتا ہوں۔

یہ دیکھ کر حضرت علیؑ کی خدمت میں آدمی بھیجا اور کہا: اے ابوالحسنؑ! ان دونوں کے سلسلے میں حکم جاری فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا:

یہ مسئلہ بہت زیادہ آسان ہے حکم یہ ہے کہ اسے غسل و کفن کر دو اور بھائی کے ساتھ چھوڑ دو کہ اس کی خدمت کرے اور راستے چلنے میں بھائی اس کی مدد کرے جب تین روز گذر جائے گا تو مردہ کا بدن خشک ہو جائے گا، اس وقت اس کی خشکی کی جگہ سے اسے جدا کر دو، ایسی صورت میں وہ دردناک نہیں

ہوگا، بے شک میں جانتا ہوں کہ خداوند عالم زندہ بدن کو اس کے بعد تین روز سے زیادہ باقی نہیں رکھے گا کیوں کہ مردہ کی عفونت سے اسے کافی اذیت ہوگی۔

لوگوں نے مولا کے فرمان پر عمل کیا، آپ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا، یہ دیکھ کر عمر نے کہا: اے فرزند ابوطالبؑ! آپ ہمیشہ شبہات کو برطرف کرنے والے اور حکم کو آشکار کرنے والے ہیں۔(۱)

۵۸۔ کنیز کی حد کے بارے میں اجتہاد خلیفہ

یحیی بن حاطب سے منقول ہے: اس کا بیان ہے کہ حاطب کی وفات کی بعد اس نے نماز گذار اور روزہ دار غلاموں کو آزاد کیا، حاطب کی ایک کنیز بھی تھی جو صوم وصلاۃ کی پابند تھی اس نے اس کی رعایت نہ کی اور اس کی بیوگی کے باوجود اسے حاملہ کردیا، بعد میں غلطی کا احساس ہوا تو عمر کے پاس پہونچ کر اس سلسلے میں گفتگو کی، عمر نے کہا: بے شک تم نے اچھا کام نہیں کیا ہے۔ وہ اس جملہ سے کافی خوف زدہ ہوا تو عمر نے اس کنیز کے پاس آدمی بھیجا پوچھا: کیا تو حاملہ ہے؟ جواب دیا: ہاں۔

راوی کا بیان ہے: راستہ میں حضرت علیؑ، عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا: آپ حضرات کہیے میں کیا کروں؟ عثمان وہیں بیٹھے تھے فوراً پینترا بدل لیا، حضرت علیؑ اور عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: حد بہر حال جاری ہوگی۔

اس نے عثمان کی طرف رخ کرکے کہا: اے عثمان! آپ بھی کچھ کہیں، عثمان نے کہا: تمہارے بھائیوں نے تم سے بیان کردیا ہے۔ اس نے کہا: آپ کہیں۔ کہا: میری نظر میں اس سے نادانی میں یہ حرکت سرزد ہوئی ہے اور جو ناواقف ہے اس پر کوئی حد نہیں ہے۔ عمر نے کہا: سچ کہا، سچ کہا، قسم اس کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے جو اس مسئلے سے ناواقف ہے اس پر کوئی حد نہیں ہے۔ پھر عمر نے سو

۱۔ کنز العمال، ج۳، ص۱۷۹، (ج۵، ص۸۳۳، حدیث ۱۴۵۰۹)

کوڑے مارے اور ایک سال قید میں ڈال دیا۔(۱)

بیہقی لکھتے ہیں: اس جرم کی سزا سنگساری تھی، شاید عمر نے جہالت و نادانی کی وجہ سے حد ساقط کر دیا اور بعنوان تادیب سو کوڑے مار کر قید کر دیا۔(۲)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: میں یہ نہیں کہتا کہ اس مسئلہ میں دو احتمال پائے جاتے ہیں: ثبوت حد جو سنگساری ہے؛ یا شک کی بنیاد پر رفع حد۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ یہ فیصلہ شرعی منطق و بیان سے بہت دور ہے، میری نظر میں بیہقی کی بات کہ ''بعنوان تادیب کوڑے اور تبعید کی سزا دی'' صحیح نہیں ہے بلکہ اس سے اشکال و اعتراض اور بھی شدید ہو جاتا ہے کیوں کہ رسول خداؐ کی روایت سے یہ بات ثابت ہے کہ حدود خدا کے علاوہ دس کوڑوں سے زیادہ کسی کو نہیں مارا گیا۔(۳)

ایک دوسری صحیح میں آنحضرت کا ارشاد ہے: حدود خدا کے سب سے کم حد میں دس کوڑوں سے زیادہ نہیں مارنا چاہیے۔(۴)

آپ کا ارشاد ہے: کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ دس کوڑوں سے زیادہ مارے مگر حدود خدا کے کسی حد میں۔(۵)

آنحضرت کا قول ہے: تعزیر و تادیب کے لئے دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارو۔(۶)

آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

۱۔ کتاب الام، شافعی، ج۱، ص۱۳۵، (ج۱، ص۱۵۲)؛ اختلاف الحدیث، مطبوع بر حاشیہ الام، ج۷، ص۱۴۴، (ج۷، ص۵۰۷)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۳۸، جامع البیان العلم، ص۱۴۸، (ص۳۰۸، حدیث۱۵۴۸)

۲۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۳۸

۳۔ صحیح بخاری، باب کم التعزیر والادب، (ج۶، ص۲۵۱۲ حدیث ۶۵۴۸)؛ سنن ابی داؤد، ج۲، ص۲۴۲، (ج۴، ص۱۶۷ حدیث ۴۴۹۱)؛ صحیح مسلم، باب الحدود، ج۱، ص۵۲، (ج۳، ص۵۴۰، حدیث۴۰)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۴، ص۳۸۲، (ج۴، ص۴۲۳، حدیث۸۱۵۲)

۵۔ سنن دارمی، ج۲، ص۱۷۶

۶۔ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۱۲۹، (ج۲، ص۸۶۷، حدیث۲۶۰۲)

اگر کوئی حد خدا کے علاوہ جاری کرے تو وہ تجاوز کرنے والوں میں سے ہے۔(۱)

کیا یہ تمام احادیث خلیفہ محترم سے مخفی تھی یا انھوں نے ان سے صرف نظر کرنے کا پکا عہد کرلیا تھا اور انھیں پس پشت ڈال دیا۔

۵۹۔حکم رسولؐ سے خلیفہ کی مخالفت

ابو ہریرہ کا بیان ہے: ہم رسول خداؐ کے آس پاس بیٹھے تھے، ابو بکر و عمر بھی دوسرے افراد کے ہمراہ ہمارے ساتھ بیٹھے تھے۔ تبھی آنحضرت ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک ان کی واپسی نہیں ہوئی، ہم خوف زدہ ہوئے کہ شاید آنحضرت نے ہماری مصاحبت قطع کردی، یہ خوف سب سے پہلے میرے اندر پیدا ہوا اسی لئے میں باہر آیا اور تلاش کرتا ہوا بنی نجار کے ایک انصاری کے باغ میں آیا، اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا، میں ایک نیلا دروازہ تلاش کرکے اس میں داخل ہوا، اچانک رسول خداؐ پر نظر پڑی۔ آنحضرت نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے ابو ہریرہ۔ میں نے عرض کی: جی فرمایئے۔ فرمایا: کوئی کام ہے؟ میں نے عرض کی: آپ گفتگو کرتے ہوئے اچانک اٹھ کر چلے آئے تو ہمیں خوف محسوس ہوا کہ شاید آپ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں، سب سے پہلے مجھے احساس ہوا اور آپ کی تلاش میں نکل پڑا، دوسرے لوگ بھی میرے پیچھے ہیں۔

یہ سن کر آنحضرت نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میری یہ دو جوتیاں لے جاؤ اور جس پہلے شخص کو اس دیوار کی پشت پر دیکھو اور وہ خدا کی وحدانیت کی گواہی دے رہا ہو، اسے میری طرف سے جنت کی بشارت دے دو۔ چنانچہ میں باہر آیا، سب سے پہلے عمر سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا: یہ دو نعلین کس کے ہیں؟ میں نے کہا: رسول خداؐ کے ہیں، انہوں نے مجھے ان کے ہمراہ بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ جس سے سب سے پہلے ملاقات ہو اور وہ وحدانیت خدا کی گواہی دے رہا ہو اسے جنت کی بشارت

۱۔ سنن بیہقی، ج۸، ص ۳۲۷

دے دو۔ یہ سنتے ہی عمر نے زور سے میرے سینے پر مارا جس کی وجہ سے میں زمین پر گر گیا، انہوں نے کہا: رسول خداؐ کے پاس واپس جاؤ۔ میں گریہ کناں آنحضرت کے پاس آیا۔ آنحضرت نے پوچھا: کیا ہوا، کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کی: سب سے پہلے عمر سے ملاقات ہوئی، میں نے انہیں جنت کی بشارت دی تو انہوں نے اتنے زور سے میرے سینے پر مارا کہ میں زمین بوس ہو گیا اور یہ کہا کہ رسولؐ کے پاس پلٹ جاؤ۔

یہ سن کر رسول خداؐ باہر آئے اور عمر سے ملاقات ہوئی تو پوچھا: اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ عمر نے پوچھا: آپ نے ابو ہریرہ کو اس پیغام کے ساتھ روانہ کیا تھا؟ فرمایا: ہاں۔ عمر نے کہا: ایسا نہ کریں، اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں لوگ وحدانیت کی گواہی دیں اور اعمال کو ترک کر دیں، انہیں اعمال بجالانے کی مہلت دیں۔ آنحضرت نے فرمایا: اچھی بات ہے، انہیں اعمال کی مہلت دو۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

کتاب وسنت کی روشنی میں رسولؐ کا تو کام ہی ہے کہ وہ لوگوں کو بشارت دیں اور ڈرائیں، خداوند عالم نے رسولؐ کو بشیر ونذیر کے عنوان سے بھیجا ہے، اگر بشارت، عمل میں رکاٹ بنتی تو رسول خداؐ پر واجب تھا کہ وہ بشارت دینے سے اجتناب کریں۔ خود قرآن مجید میں بشارت دی گئی ہے، یہ آیات ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللهِ فَضْلًا كَبِيرًا﴾ ''اور مومنین کو بشارت دے دیجئے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل وکرم ہے''۔(۲)

﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''اور صاحبانِ ایمان کو بشارت دے دو کہ ان کے لئے پروردگار کی بارگاہ میں بلند ترین درجہ ہے''۔(۳)

۱۔ سیرۃ عمر ابن جوزی ص ۳۸؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۰۸، ۱۱۶؛ فتح الباری ج ص ۱۸۴

۲۔ سورہ احزاب/۴۷

۳۔ سورہ یونس/۲

اس سلسلے میں بہت سی روایات بھی مروی ہیں جن میں وحدانیت خدا کی شہادت کی ترغیب دلائی گئی ہے۔(۱)

رسول خداؐ نے عبداللہ بن عمر کو حکم دیا کہ لوگوں کے درمیان اعلان کردو کہ جو بھی '' لاالہ الا اللہ '' کی گواہی دے اسے جنت کی بشارت ہو۔ایسی صورت میں لوگوں کو جنت کی بشارت دینے میں کون سی ممانعت پائی جاتی ہے۔اس کے علاوہ صحیح توحید کا تقاضا ہے کہ امت ہر اس چیز پر عمل کرے جس کا خداوند عالم نے حکم دیا ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ جناب والا ''عمر'' نے اپنے کس علمی بوتے پر رسول خداؐ کی مخالفت کی ہے، آپ ان کی جرأت ملاحظہ فرمائیں کہ رسول خداؐ کی حیات ہی میں ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں، وفات کے بعد تو اللہ مالک۔جیسا کہ تاریخ کے صفحات میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

۶۰۔کعبہ کے زیورات کے متعلق اجتہاد خلیفہ

۱۔عمر بن خطاب کے عہد خلافت میں کعبہ کے زر و جواہرات کا تذکرہ نکلا،بعض لوگوں نے کہا: اگر اسے مسلمانوں کے امور میں صرف کریں تو اس کا زیادہ ثواب ہوگا اور پھر کعبہ کو زر و زیورات سے کیا کام۔ یہ سن کر عمر نے ایسا ہی کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا، اس سلسلے میں امیرالمومنین حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: بے شک رسول خداؐ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے، اس میں اموال کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔اموال مسلمین: اسے وارثین میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۲۔فیٔ: اسے مستحقین میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۳۔خمس: اسے اس کی واقعی جگہ پر رکھا گیا ہے۔

۱۔ملاحظہ ہو: الترغیب والترہیب، حافظ منذری ج ۲ ص ۱۶۰۔۱۶۵

۴۔صدقات: خداوند عالم نے اس کی جگہ بھی معین فرمادی ہے۔

کعبہ کے زیورات اس دن کعبہ کے اندر موجود تھے،خداوندعالم نے انہیں وہیں پر باقی رکھا،انہیں اس نے کسی نسیان کی بناپرنہیں چھوڑااور نہ ہی اس مکان سے خوف زدہ ہوکر ایسا کیا ہے،لہٰذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ انہیں وہیں پر چھوڑ دو جہاں خدااور رسولؐ نے رکھا ہے۔

یہ سن کر عمر نے کہا:لولاک لافتضحنا ''اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ضرور ذلیل ورسوا ہوجاتے''۔ اور کعبہ کے زیورات کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔(۱)

۲۔شفیق نے شیبہ بن عثمان سے روایت کی ہے:عمر بن خطاب اسی جگہ بیٹھے تھے جہاں اس وقت تو بیٹھا ہوا ہے،عمر نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس میں کوئی چیز نہ چھوڑوں یعنی کعبہ محترم میں نہ سونا اور نہ ہی چاندی،مگر یہ کہ اسے دوسروں میں تقسیم کردوں۔یہ سن کر میں نے کہا: آپ سے قبل رسول خداؐ اور ابوبکر نے تو ایسا نہیں کیا۔میری بات سن کر عمر نے برجستہ کہا:یہ دونوں ایسے افراد تھے جن کی تأسی میرے لئے ضروری ہے۔

۳۔حسن سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا: میں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ کعبہ میں موجود سونا اور چاندی کو فقراء ومساکین میں تقسیم کردوں۔یہ سن کر ابی بن کعب نے کہا: خدا کی قسم! آپ ایسا نہیں کرسکتے۔عمر نے پوچھا: کیوں؟ کہا: بے شک خداوند عالم نے ہر مال ومتاع کو اس کی مخصوص جگہ پر قرار دیا ہے اور رسول خداؐ نے اسے لوگوں کے سامنے بیان فرمادیا ہے۔

یہ سن کر عمر نے کہا:تم نے سچ کہا۔

مسئلہ کا حکم تو اپنی جگہ پر لیکن متذکرہ روایتوں سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ مذکورہ تمام لوگ اس

۱۔صحیح بخاری،ج۳،ص۸۱،(ج۲،ص۵۷۸،حدیث۱۵۱۷)؛ کتاب الحج،ج۶،ص۲۶۵۵،حدیث۶۸۴۷،کتاب الاعتصام،اخبار مکہ ازرقی،(ج۱،ص۲۴۶)؛سنن ابی داؤد،ج۱،ص۳۱۷،(ج۲،ص۲۱۵،حدیث۲۰۳۱)؛سنن ابن ماجہ،ج۲،ص۲۶۹،(ج۲،ص۱۰۴۰،حدیث۳۱۱۶)؛سنن بیہقی،ج۵،ص۱۵۹؛فتوح البلدان بلاذری،ص۵۵؛ نہج البلاغہ،ج۲،ص۲۰۱،(ص۵۲۳،نمبر۲۷۰)؛ ریاض النضرۃ،ج۲،ص۲۰،(ج۲،ص۲۸۸)؛ ربیع الابرار زمخشری،باب۷۵،(ج۴،ص۲۶)؛تیسیر الوصول،(ج۳،ص۳۶۷، حدیث۷)؛فتح الباری،ج۳،ص۳۵۸،(ج۳،ص۴۵۶)؛ کنزالعمال،ج۷،ص۱۴۵،(ج۱۴،ص۱۰۰،حدیث۳۸۰۵۲)

مسئلہ سے میں خلیفہ سے زیادہ عالم و باخبر تھے، ایسی صورت میں صاحب ''الوشیعہ'' کا وہ جھوٹا دعویٰ کہاں ہے کہ عمر بن خطاب اپنے عہد میں تمام صحابہ سے زیادہ عالم وفقیہ تھے؟!

۶۱۔ تین طلاق کے بارے میں خلیفہ کا اجتہاد

۱۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خداؐ اور ابو بکر کے عہد میں اور عمر بن خطاب کے عہد میں تین سال تک تین طلاقیں، ایک ہی طلاق محسوب ہوتے تھے (یعنی انت طالق ثلاثة یہ جملہ ایک طلاق محسوب ہوتا تھا)۔ عمر نے کہا: بے شک لوگ کسی کام میں کبھی کبھی کافی عجلت کا مظاہرہ کرجاتے ہیں حالانکہ اس میں مہلت کی گنجائش ہوتی ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے اس پر دستخط کردیا۔(۱)

۲۔ طاؤس سے منقول ہے: ابوصہبا نے ابن عباس سے کہا: کیا تم واقف ہو کہ رسول خداؐ، ابو بکر اور تین سال تک عمر بن خطاب کے عہد میں تین طلاق ایک ہی طلاق محسوب ہوتا تھا؟ ابن عباس نے کہا: ہاں۔(۲)

ابوصہبا نے ابن عباس سے کہا: اپنی یادداشت کے سہارے بتایئے، کیا رسولؐ اور ابو بکر کے عہد میں تین طلاق ایک طلاق نہیں تھا؟ کہا: کیوں نہیں ایسا ہی تھا، پھر عمر کے عہد میں لوگوں نے کافی زور دیا تو عمر نے اس پر دستخط کردیا یا لوگوں کو اس کی اجازت دے دی۔(۳)

دوسری صورت: ابوصہبا ابن عباس سے بہت زیادہ سوال کرتے تھے، کہا: آپ جانتے ہیں کہ جب

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۱۴، (ج۱، ص۲۱۶، حدیث ۲۸۷۰)؛ صحیح مسلم، ج۱، ص۵۷۴، (ج۷، ص۱۲۵، حدیث ۱۵ کتاب الطلاق)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۱۹۶، (ج۲، ص۲۱۴، حدیث ۲۷۹۳)؛ سنن بیہقی، ج۷، ص۳۳۶، تفسیر قرطبی، ج۳، ص۱۳۰، (ج۳، ص۸۶)؛ ارشاد الساری، ج۸، ص۱۲۷، (ج۱۲، ص۱۷)؛ درّ منثور، ج۱، ص۲۷۹، (ج۱، ص۶۶۸)

۲۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۵۷۴، (ج۳، ص۲۷۷، حدیث ۱۶ کتاب الطلاق)؛ سنن نسائی، ج۶، ص۱۴۵، (ج۳، ص۳۵۱، حدیث ۵۵۹۹)؛ سنن بیہقی، ج۷، ص۳۳۶؛ درّ منثور، ج۱، ص۲۷۹، (ج۱، ص۶۶۸)

۳۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۵۷۴، (ج۳، ص۲۷۷، حدیث ۱۷، کتاب الطلاق)؛ سنن بیہقی، ج۷، ص۳۳۶۔

مرد اپنی زوجہ کو دخول سے قبل تین طلاق دے دے تو رسول خداؐ، ابو بکر کے زمانے میں اور عمر بن خطاب کے اوائل حکومت میں بھی ایک طلاق محسوب ہوتا تھا؟ ابن عباس نے کہا: ہاں یہ سچ ہے کہ رسول خداؐ اور ابو بکر کے زمانے میں نیز عمر بن خطاب کے اوائل حکومت میں اسے ایک ہی طلاق شمار کیا جاتا تھا، جب عمر نے دیکھا کہ لوگ پے در پے طلاق دے رہے ہیں تو انھوں نے اس کی اجازت دے دی۔ (۱)

۳۔ طحاوی نے ابن عباس کے طریق سے نقل کیا ہے کہ جب عمر بن خطاب کی خلافت کا زمانہ آیا تو کہا: اے لوگو! طلاق کے سلسلے میں تمہارے لئے گنجائش رکھی گئی ہے، بے شک جس نے خدا کی اس گنجائش میں عجلت کا مظاہرہ کیا اسے ملزم قرار دوں گا۔ عینی نے اسے نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (۲)

۴۔ طاؤس سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے کہا: طلاق کے سلسلے میں تمہارے لئے گنجائش رکھی گئی تھی لیکن تم نے اس میں عجلت کا مظاہرہ کیا، جس میں عجلت کا مظاہرہ کیا گیا ہے ہم اس میں تمہیں اجازت دیتے ہیں۔

۵۔ حسن سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب نے ابو موسیٰ اشعری کو تحریر کیا کہ میں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زوجہ کو ایک نشست میں تین طلاق دے تو میں اسے ایک طلاق قرار دوں گا لیکن بعض لوگوں نے خود ہی اپنے اوپر لازم کرلیا لہٰذا جس نے لازم کرلیا، ہے اس مسئلے کو اس پر لازم کردو اور جس نے اپنی عورت سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے تو وہ اس پر حرام ہوجائے گی اور جس نے اپنی زوجہ سے کہا: تو مجھ سے جدا ہوگئی تو وہ جدا ہوجائے گی اور جس نے تین طلاق دے دیا وہ تین طلاق محسوب ہوگا۔ (۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ بات کتنی حیرت انگیز ہے کہ لوگوں کی عجلت کو جواز بنا کر ایک انسان

۱۔ سنن ابی داؤد، ج۱، ص۳۴۴، (ج۲، ص۲۶۱، حدیث ۲۱۹۹)؛ سنن بیہقی، ۷، ص۳۳۹؛ تیسیر الوصول، ج۳، ص۱۶۲، درّ منثور، ج۱، ص۲۷۹، (ج۱، ص۶۶۸)۔

۲۔ عمدۃ القاری، ج۹، ص۵۳۷، (ج۲، ص۲۳۳)۔

۳۔ کنز العمال، ج۵، ص۱۶۲، (ج۹، ص۶۷۶، حدیث ۲۷۹۴۳)۔

کتاب خدا کو بالائے طاق رکھ کر اپنی ذاتی رائے کے مطابق عمل کرے؛ حالانکہ یہ قرآن مجید ہے جو واضح طور سے فرماتا ہے: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاکٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِیحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ ''طلاق دو مرتبہ دی جائے گی، اس کے بعد یا نیکی کے ساتھ روک لیا جائے گا یا حسنِ سلوک کے ساتھ آزاد کر دیا جائے گا''۔(۱) ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَاتَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنکِحَ زَوْجًا غَیْرَهُ﴾ ''طلاق دو مرتبہ دی جائے گی، اس کے بعد یا نیکی کے ساتھ روک لیا جائے گا یا حسنِ سلوک کے ساتھ آزاد کر دیا جائے گا''۔(۲) پھر اسی کے بعد ارشاد ہوا: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَاتَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنکِحَ زَوْجًا غَیْرَهُ﴾ ''پھر اگر تیسری مرتبہ طلاق دے دی تو عورت مرد کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرا شوہر کرے''۔(۳)

اس آیت میں خداوند عالم نے دو طلاق کی جستجو کو ضروری سمجھتے ہوئے حرمت کو تیسرا طلاق ہونے کے بعد قرار دیا ہے، اور اسے ایک کلمہ ''ثلاثا'' کے ذریعہ تمام طلاقوں کو جمع نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی صیغۂ طلاق کی تکرار کے ذریعہ طلاق ہو سکتا ہے جب تک ان کے صیغوں کے درمیان آمیزش کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔

اوّل:۔ یہ ایک ہی طلاق ہے اور ثلاثا کہنے سے اس کی تکرار نہیں ہو سکتی اس کی دلیل یہ ہے کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ نماز کی رکعتوں میں ضروری سورۂ فاتحہ کی تکرار نہیں ہو سکتی اور اگر نمازی اسے آپ کے بقول خمساً وعشراً کے ذریعہ ادا کرے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ اس نے سورہ کی تکرار کی ہے اور ایک مرتبہ سے زیادہ تلاوت کی ہے۔

اسی طرح ہر وہ حکم جس میں اعداد کی قید ہے جیسے منیٰ میں سات پتھر پھینکنا اگر کوئی ایک ہی مرتبہ سنگ ریزوں کو ڈالے تو یہ کفایت نہیں کرے گا، اسی طرح لعان میں چار شہادتین اور فرزند کی نفی کرنا اگر اس

۱۔ کنز العمال، ج۵، ص۱۶۳، (ج۹، ص۶۷۶)، حدیث ۲۷۹۴۳۔

۲۔ سورہ بقرہ/۲۲۹

۳۔ سورہ بقرہ/۲۳۰

میں اربعاً کہہ کر ایک ہی شہادت دی جائے تو یہ کافی نہیں ہے، نماز عید فطر و قربان (۱) میں بھی خمساً وسبعاً کے ذریعہ ایک اللہ اکبر کہنے سے نماز صحیح نہیں ہوگی، وغیرہ۔ یہ تمام مسائل ایسے ہیں جن میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

دوّم:۔ بے شک طلاق لفظ اول کے ذریعہ حاصل ہوگی اور اسی کے ذریعہ جدائی واقع ہوگی اور منکوحہ عورت اسی کے ذریعہ آزاد ہو جائے گی اور یہ بھی سچ ہے کہ طلاق شدہ عورت کو پھر طلاق نہیں دی جاسکتی اسی طرح آزاد شدہ عورت دوبارہ آزاد نہیں ہو سکتی۔

حدیث رسولؐ سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے: ''لَا طَلَاقَ اِلَّا بَعْدَ نِکَاحٍ؛ طلاق نکاح کے بعد ہی واقع ہو سکتی ہے''۔

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِکَاحٍ؛ نکاح سے پہلے طلاق کا امکان نہیں۔

آپ کا ہی ارشاد ہے: ''لَا طَلَاقَ لِمَنْ لَا یَمْلِک؛ جس نے زناشوئی نہیں کی ہے اس کے لئے طلاق نہیں۔ (۲)

سماک بن فضل کہتے ہیں:

زناشوئی ایک بند راستہ ہے جسے طلاق وا کرتی ہے اور کوئی راستہ بند ہونے سے قبل کیسے کھل سکتا ہے۔ (۳)

قاضی ابو یوسف نے ابو حنیفہ، انہوں نے حماد، انھوں نے ابراہیم اور انھوں نے ابن مسعود سے روایت کی ہے: سنتی طلاق یہ ہے کہ مرد اپنی عورت سے ایک طلاق اس وقت کہے جب وہ حیض سے پاک

۱۔ سنن نسائی، ج۳، ص۲۹۱/۲۸۵، (ص۵۵۴، حدیث۱۸۰۴)۔

۲۔ سنن دارمی، ج۲، ص۱۶۱؛ سنن دارمی، ج۱، ص۳۴۲، (ج۲، ص۲۴۸، حدیث۲۱۹۰)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۶۳۱، (ج۱، ص۶۶۰، حدیث ۲۰۴۷)؛ سنن بیہقی، ج۷، ص۳۲۱/۳۱۸؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۲۰۴، (ج۲، ص۲۲۳، حدیث ۲۸۲۰)؛ مشکل الآثار طحاوی، ج۱، ص۲۸۰۔

۳۔ سنن بیہقی، ج۷، ص۳۲۱۔

ہواور اس کے ساتھ آمیزش بھی نہ کی ہو۔

ایسی صورت میں وہ عدت تمام ہونے کے بعد رجوع کرنے کا پورا حق رکھتا ہے اور عدت کے ختم ہونے کے بعد بہت سے خواستگاروں کے ساتھ اسے بھی خواستگاری کا حق حاصل ہے، اس کے بعد وہ طلاق سوم دینا چاہے تو حیض دوم سے پاکی کے وقت طلاق کہے، پھر تیسرے حیض سے پاک ہونے کے بعد تیسرا طلاق دے۔(۱)

قرآن مجید نے بھی اسی بات کی تائید کی ہے، کوئی نظریہ وعقیدہ کتاب خدا کی برابری نہیں کرسکتا مگر وہی شخص جو کتاب خدا کے ساتھ کھلواڑ کرے چنانچہ رسول خداؐ نے دوسری صحیح میں اس بات کی تصریح کی ہے، جسے نسائی نے اپنی سنن میں محمود بن لبید سے نقل کیا ہے: اس کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ کو ایسے شخص کے متعلق اطلاع دی گئی جس نے اپنی زوجہ کو ایک ہی نشست میں تین طلاق دے دی تھی۔

یہ سن آنحضرت بہت غضبناک ہوئے پھر کھڑے ہوکر فرمایا: کیا کتاب خدا کے ساتھ کھلواڑ کیا جارہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، اتنا سنتے ہی ایک شخص نے کھڑا ہوا عرض کی: یا رسول اللہؐ! کیا ایسے شخص کو قتل نہ کردیا جائے؟(۲)

ابن اسحاق نے عکرمہ اور اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رکانہ نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی، رسول خداؐ نے فرمایا: تم نے اسے کس طرح طلاق دیا؟ اس نے کہا: میں نے ایک ہی نشست میں تین طلاق دے دی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اسے صرف ایک طلاق کی حیثیت حاصل ہے لہٰذا اس کی طرف رجوع کرو۔(۳)

۱۔ کتاب الآثار، ص۱۲۹۔

۲۔ سنن نسائی، ج۶، ص۱۴۲، (ج۳، ص۳۴۹، حدیث۵۵۹۴)؛ تیسیر الوصول، ج۳، ص۱۶۰، (ج۳، ص۱۸۵، حدیث۴)؛ تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۲۷۷؛ ارشاد الساری، ج۸، ص۱۲۸، (ج۱۲، ص۱۸)؛ درمنثور، ج۱، ص۲۸۳، (ج۱، ص۶۷۶)۔

۳۔ بدایۃ المجتہد، ج۲، ص۶۱۔

اس مسئلے میں علماء اہل سنت نے بہت کچھ کہا ہے لیکن سب سے زیادہ عجیب وغریب عینی کی بات ہے چنانچہ وہ عمدۃ القاری (۱) میں لکھتے ہیں:

''خدا کی کتاب میں مذکور طلاق منسوخ و باطل ہے۔ اگر تم کہو گے کہ اس نسخ کی دلیل کیا ہے حالانکہ خود عمر نے اسے نسخ نہیں کیا ہے اور رسول خداؐ کے بعد نسخ کیسے ممکن ہے؟

تو میں کہوں گا کہ جس وقت عمر نے صحابہ کو خطاب کر کے یہ بات بیان کی تو صحابہ نے ان کی تردید نہیں کی، اس سے صحابہ کا اجماع ثابت ہوتا ہے اور اجماع کے ذریعہ نسخ کو ہمارے بعض علماء نے تسلیم کیا ہے اس طرح کہ اجماع بھی روایت کی طرح یقینی علم کا موجب ہوتا ہے لہٰذا اس کے ذریعہ نسخ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اور اجماع کی حجیت خبر مشہور سے زیادہ قوی ہے۔

اگر کہو گے کہ نسخ پر اجماع خود ان کے نزدیک ہے، ایسی صورت میں خود ان کے لئے اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے؟

میں کہوں گا: اس بات احتمال ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسی واضح روایت ہوگی جس سے یہ بات ہوئی ہوگی اور ممکن وہ روایت ہم تک نہ پہونچی ہو''۔

اس نسخ کی خبر گذشتہ لوگوں میں سے کسی نے بھی نہیں سنی، پھر زمانے نے عینی کے عالم وجود میں آنے کے لئے بستر تیار کیا، وہ آیا اور ایسی بکواس کی جسے اب تک کسی نے اپنی زبان پر جاری نہیں کیا اور بے مقصد اپنی بکواس کے ذریعہ کتاب خدا کے ساتھ کھلواڑ کرنے لگا اس کی نظر میں کتاب وسنت کی کوئی حیثیت نہیں۔

اگر اجماع نے آیت کو منسوخ کیا ہے تو پھر ابو حنیفہ، مالک، اوزاعی اور لیث کا یہ عقیدہ کیوں ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا بدعت ہے؟! شافعی، احمد اور ابوثور یہ کیوں کہتے ہیں کہ حرام نہیں ہے لیکن بہتر ہے کہ ایک ساتھ نہ دیا جائے، تفریق بہتر ہے؟! سندی یہ کیوں کہتا ہے کہ حدیث کا ظاہری مطلب یہ ہے

۱۔ عمدۃ القاری، ج۹، ص ۵۳۷، (ج ۲۰، ص ۲۳۳)۔

کہ ایک ساتھ دینا حرام ہے؟!(۱)

صرف یہ احتمال کہ شاید اجماع ایسی قطعی روایات سے مستند ہو جو ہم تک نہیں پہونچی ہے، بالکل بکواس اور گزاف گوئی ہے جس کی خود خلیفہ اور دوسرے اصحاب کی صریح روایات تکذیب کر رہی ہیں، علاوہ ازیں خلیفہ کا عقیدہ و نظریہ ان کی مخصوص رائے اور خشک سیاست کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

شیخ صالح بن محمد عمری فلانی (متوفی ۱۲۹۸) کا کلام کتنا بہتر ہے؛ وہ ''ھمم اولی الابصار'' میں لکھتے ہیں: ''صحابہ، تابعین، نیک افراد اور علمائے اسلام کے درمیان مشہور و معروف یہ ہے کہ جب مجتہد حاکم کا حکم، خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ سنت کے صریحی نص کے مخالف ہو، تو اس حکم کے نفاذ کی ممانعت کرنا واجب ہے۔ عقلی احتمالات، نفسانی خواہشات اور شیطانی تعصبات کے ذریعہ قرآن وسنت کے نص کی مخالفت کرتے ہوئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شاید اس مجتہد کو یہی روایت دستیاب ہوئی ہو لیکن وہ دلیل جو اس پر واضح تھی اسے چھوڑ دیا ہو یا اس کے علاوہ ایک دوسری دلیل سے باخبر ہو...ایسی باتیں متعصب فقہاء نے اپنی زبان پر جاری کی ہیں اور جاہل مقلدین نے بھی ان کی پیروی کی ہے''۔(۲)

۶۲۔ بعد از عصر نماز میں اجتہاد خلیفہ

۱۔ تمیم داری سے منقول ہے کہ اس نے عمر بن خطاب کی ممانعت کے باوجود نماز عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی، عمر اس کے پاس آئے اور اپنے کوڑے سے مارنے لگے، تمیم نے نماز کے دوران اشارہ کیا کہ بیٹھ جائیں۔ عمر بیٹھ گئے، جب تمیم نماز سے فارغ ہوا تو عمر سے پوچھا: آپ نے مجھے کیوں مارا؟

عمر نے کہا: اس لئے کہ میری ممانعت کے بعد بھی تم نے دو رکعت نماز پڑھی ہے۔

اس نے کہا: بے شک میں نے وہ دو رکعت ایسے انسان کے ہمراہ پڑھی ہے جو آپ سے بہتر تھا اور

۱۔ حاشیہ امام سندی بر سنن نسائی ج۶ ص ۱۴۳

۲۔ ایقاظ ھمم اولی الابصار ص ۹

وہ رسول خداؐ تھے۔ یہ سن کر عمر نے کہا: اے لوگو! میں تم سے خوف زدہ نہیں لیکن تمھارے بعد آنے والے افراد سے مجھے ڈر لگتا ہے کہیں وہ مغرب وعصر کے درمیان نماز ادا کریں یہاں تک کہ ایسا وقت داخل ہو جائے جس میں رسول خداؐ نے نماز کی ممانعت کی ہے، اس لئے انھوں نے عصر ومغرب کو باہم متصل کر دیا۔

وبرہ سے منقول ہے کہ عمر نے تمیم داری کو دیکھا کہ نماز عصر کے بعد نماز پڑھ رہا ہے، دیکھتے ہی اس پر کوڑے برسانے لگے۔

تمیم نے پوچھا: آپ نے مجھے کیوں مارا؟ اے عمر! آپ مجھے ایسی نماز کے لئے مار رہے ہیں جسے میں نے رسول خداؐ کے ہمراہ پڑھی ہے۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اے تمیم! تمام لوگ تمھاری طرح نہیں جو ہر چیز سے واقف ہوں۔

۲۔ عروہ بن زبیر سے منقول ہے: عمر لوگوں کے ہمراہ باہر گئے اور انھیں ان دو رکعتوں کی وجہ سے زد وکوب کیا جسے انھوں نے نماز عصر کے بعد ادا کیا تھا؛ ادھر سے تمیم داری کا گذر ہوا، اس نے کہا: میں ان دو رکعتوں کو کبھی ترک نہیں کروں گا جسے میں نے آپ سے بہتر انسان کے ہمراہ ادا کیا ہے اور وہ رسول اسلامؐ ہیں۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اگر لوگ تمہاری طرح ہوتے تو مجھے کوئی خوف نہیں تھا۔

ہیثمی نے مجمع میں اسے صحیح تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ طبرانی کے رجال واحادیث معتبر وموثق ہیں۔

۳۔ سائب بن یزید سے منقول ہے کہ اس نے عمر بن خطاب کو دیکھا کہ منکدر کو بعد از نماز عصر مار رہے ہیں۔

اسود سے منقول ہے کہ عمر لوگوں کو نماز عصر کے بعد والی دو رکعت نماز پر زدوکوب کرتے تھے۔

۴۔ خالد بن جہنی سے مروی ہے: عمر بن خطاب نے اپنی خلافت کے زمانے میں اسے دیکھا کہ نماز عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھ رہا ہے، وہ اس کے قریب آئے اور نماز کی حالت میں اسے کوڑے

مارنے لگے۔

جب نماز سے فارغ ہوا تو زید نے کہا: اے رہبر مسلمین! ماریئے، خدا کی قسم! رسول خداؐ کو پڑھتا ہوا دیکھنے کے بعد ان دو رکعتوں کو ہرگز ترک نہیں کروں گا۔

یہ سن کر عمر اس کے پاس ہی بیٹھ کر کہنے لگے: اے زید بن خالد! اگر لوگوں سے خوف زدہ نہ ہوتا کہ وہ آئندہ نمازوں کے لئے زینہ نہ قرار دے دیں تو میں ان دو رکعتوں پر ہرگز نہ مارتا۔

ہیثمی نے مجمع میں اس کی سند کو معتبر کہا ہے۔

۵۔ طاؤس سے منقول ہے: ابوایوب انصاری خلافت عمر سے قبل نماز عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے، جب عمر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ترک کر دیا اور عمر کی وفات کے بعد پھر سے شروع کر دیا۔

لوگوں نے ان سے پوچھا: آپ نے اتنے دنوں بعد کیوں شروع کیا؟ کہا: عمر لوگوں کو اس دو رکعت نماز پر مارتے تھے۔

۶۔ مسلم بن مختار بن فلفل سے منقول ہے: میں نے انس بن مالک سے بعد نماز عصر نافلہ کے متعلق سوال کیا، انھوں نے کہا: عمر لوگوں کو نماز عصر کے بعد والی نماز پر زد و کوب کرتے تھے اور رسول خداؐ کے عہد میں غروب آفتاب کے بعد قبل از مغرب ان دو رکعتوں کو انجام دیا جاتا تھا۔

میں نے پوچھا: کیا آنحضرتؐ بھی یہ نماز پڑھتے تھے؟ کہا: آنحضرتؐ ہمیں پڑھتا ہوا دیکھ کر نہ اس کا حکم دیتے اور نہ ہی اس کی ممانعت کرتے تھے۔

۷۔ ابوالعباس سراج اپنی سند میں مقدام بن شریح سے نقل کر کے کہتے ہیں: میں نے عائشہ سے رسول خداؐ کی نماز کے متعلق سوال کیا کہ وہ نماز ظہر کیسے پڑھتے تھے؟

کہا: آنحضرتؐ دن کا آدھا حصہ گذار کر نماز پڑھتے تھے اس کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے پھر عصر کی نماز ادا کرتے تھے اور پھر عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

میں نے کہا: عمر لوگوں کو اس دو رکعت پر مارتے اور اس کی سختی سے ممانعت کرتے تھے۔

یہ سن کر عائشہ نے کہا: رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے پڑھتے تھے اور میں اچھی طرح واقف ہوں کہ

رسول خداؐ اسے بجالاتے تھے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

خلیفہ کی فقاہت بھی عجیب وغریب ہے، وہ لوگوں کو اس نماز سے منع کرتے تھے جو سنت کے ذریعہ ثابت ہے کہ رسول خداؐ اسے پڑھتے تھے اور نماز عصر کے بعد ہرگز اسے ترک نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ صحاح میں یہ بات موجود ہے کہ خود عائشہ نے (۲) اس کی خبر دیتے ہوئے کہا: اس خدا کی قسم! جس نے رسول کو جوار رحمت میں جگہ دی، انھوں نے اس وقت تک اسے ترک نہیں کیا جب تک خداوند عالم سے ملاقات نہ کرلی، اکثر اوقات آپ ان دو رکعتوں کو بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔

یہ بھی کہا: میرے نزدیک رسول خداؐ نے نماز عصر کے بعد دو سجدوں کو کبھی ترک نہیں فرمایا۔

اور کہا: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول خداؐ میرے پاس تشریف لائیں ہوں اور ان دو رکعتوں کو ادا نہ کیا ہو۔

بیہقی کی عبارت ہے: ایمن کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب لوگوں کو بعد عصر نافلہ کی ممانعت کرتے اور انھیں مارتے تھے، یہ سن کر عائشہ نے کہا: سچ کہا لیکن رسول خداؐ ان دو رکعتوں کو بجالاتے تھے۔

ابی سعید خدری کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب لوگوں کو دو رکعت پر مارتے تھے یعنی سفیدی صبح اور

۱۔صحیح مسلم، ج۱، ص۳۱۰، (ج۲، ص۲۲۷، حدیث۳۰۲، کتاب صلاۃ المسافرین)؛ مسند احمد، ج۴، ص۱۰۲، ۱۱۵، (ج۱، ص۱۷، حدیث ۱۶۴۹۲، ص۹۱، حدیث ۱۶۵۸۸)؛ موطا مالک، ج۱، ص۹۰، (ج۱، ص۲۲۱، حدیث۵۰، کتاب القرآن)؛ الاجابۃ زرکشی، ص۹۱، ۹۲، (ص۸۴، ۸۳)؛ مجمع الزوائد، ج۲، ص۲۲۲، تیسیر الوصول، ج۲، ص۲۹۵، (ج۲، ص۲۵۴، حدیث۷)؛ فتح الباری، ج۲، ص۵۱، ج۳، ص۸۲، (ج۲، ص۶۴، ج۳، ص۱۰۵)؛ کنز العمال، ج۴، ص۲۲۵، ۲۲۶، (ج۸، ص۱۷۹/۱۸۳، حدیث ۲۲۳۶۷/۲۲۴۷۰/۲۲۴۷۲/۲۲۴۷۳/۲۲۴۷۵/۲۲۴۸۰)؛ شرح المواہب، ج۸، ص۲۳؛ شرح المعطا زرقانی، ج۱، ص۳۹۸، (ج۲، ص۴۹، حدیث ۱۹)۔

۲۔صحیح بخاری، (ج۱، ص۲۱۳، حدیث ۵۶۸/۵۶۵)؛ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۰۹، ۳۱۰، (ج۲، ص۲۲۷/۲۲۶، حدیث ۳۰۱/۲۹۸)؛ سنن ابی داؤد، ج۱، ص۲۰۱، (ج۲، ص۲۵، حدیث ۱۲۷۹)؛ سنن دارمی، ج۱، ص۳۳۴، سنن بیہقی، ج۲، ص۴۵۸؛ تیسیر الوصول، ج۲، ص۲۹۵، (ج۲، ص۳۵۴/۳۵۳، حدیث ۱/۶)؛ فتح الباری، ج۲، ص۵۱، (ج۲، ص۶۴)

طلوع آفتاب کے درمیان کی نماز پر۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ابن زبیر کو اسے پڑھتے ہوئے دیکھا، میں نے اسے منع کیا، اس نے میرا ہاتھ پکڑا ہم دونوں عائشہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ام المومنین! یہ مجھے منع کرتا ہے، یہ سن کر عائشہ نے کہا: میں نے آنحضرت کو دیکھا ہے کہ وہ اسے بجالاتے تھے۔(۱)

آنحضرتؑ کے اس عمل کی تمام صحابہ وتابعین نے ان کی زندگی میں بھی اور ان کے بعد بھی پیروی کی ہے، چنانچہ جن لوگوں سے اس نافلہ کی اجازت مروی ہے ان میں حضرت علیؑ، زبیر، ابن زبیر، تمیم داری، نعمان بن بشیر، ابوایوب انصاری، ام المومنین عائشہ، اسود بن یزید، عمرو بن میمون، عبداللہ بن مسعود، بلال، ابوداؤد، ابن عباس، مسروق، شریح، عبداللہ بن ہزیل، ابوہریرہ، عبدالرحمٰن بن اسود، عبدالرحمٰن بن بیمانی اور احنف بن قیس شامل ہیں۔(۲)

کیا کوئی نہیں جو سوال کرے کہ اس اتصال کے کراہت کی علت کیا ہے حالانکہ شریعت کی طرف سے انھیں ایسا کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ اس اتصال کی مخالفت کریں۔ بالفرض انھوں نے اگر اس اتصال کی کراہت کو لکھا ہے پھر بھی ان دورکعتوں کی ممانعت کیوں جب کہ یہ دورکعت عصر ومغرب کے درمیان کی فاصلہ کو پر کرنے والی ہیں۔

اگر فرض کرلیا جائے کہ یہ دورکعت عصر ومغرب کے درمیانی وقت کو پر کرنے والی ہیں تو واجب تو یہ تھا وہ اس نماز کی مخالفت کریں جو مغرب کے اول وقت میں ہے اس نماز کے علاوہ جس کی کراہت کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، لیکن ان کے اجتہاد کی کیا اہمیت جب کہ خود لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ آنحضرتؑ اسے بجالاتے تھے اور لوگوں کو بھی اس سے منع نہیں فرماتے تھے۔(۳)

جہاں تک عمر کے خوف کا سوال ہے کہ کہیں لوگ اس سے عصر ومغرب کے وقت کو متصل نہ کردیں، کیا

۱۔ تعلیقہ بر الاجابۃ زرکشی، ص۹۱۔

۲۔ طرح التغریب فی شرح التقریب عراقی، ج۲، ص۱۸۶۔

۳۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۱۰، (ج۲، ص۲۴۷، حدیث۳۰۲، کتاب صلاۃ المسافرین)؛ مسند ابی داؤد، ص۲۷۰، (حدیث۲۰۲۱)

یہ رسول خداؐ کے علم سے پوشیدہ رہ گیا تھا کہ انھوں نے ان دو رکعتوں کو قانونی حیثیت دے دی یا یہ کہ وہ اس سے واقف تھے لیکن اس پر کوئی توجہ نہیں دی؟!

کیا دینی امور میں خلیفہ کے نظریات رسول خداؐ کے نظریات سے زیادہ قوی تھے؟؟

خدا کی قسم! ایسا کچھ بھی نہیں تھا، ہاں! رسول خداؐ ان تمام باتوں سے واقف تھے اور ایسا کوئی نقصان نہیں دیکھا جس سے عمر خوف زدہ ہو گئے تھے۔

٦۴۔ عجم (غیر عرب) کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ

امام مالک نے قابل اعتماد شخص سے روایت کی ہے کہ اس نے سعید بن میسب کو کہتے ہوئے سنا کہ عمر بن خطاب عجمیوں کو میراث دینے سے منع کرتے تھے، ہاں! اگر عرب میں پیدا ہوا تو اسے محروم نہیں رکھتے تھے۔

مالک کا بیان ہے کہ اگر حاملہ عورت دشمن کی سرزمین سے آئے اور عرب میں بچہ پیدا کرے تو عمر ماں کی موت کے بعد فرزند کو میراث دیتے تھے اور بچہ کی موت کی صورت میں ماں کو میرات دیتے تھے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس حکم کو عربی تعصب وعناد پر محمول کرنا چاہئے، بے شک مسلمانوں کے درمیان میراث کی تقسیم مساوی ہے، چاہے وہ عربی ہوں یا عجمی، چاہے جہاں پیدا ہوں اور کسی بھی خطۂ ارض پر زندگی بسر کریں، اسی اساس پر قرآن مجید کی آیات موجود ہیں اور رسول خداؐ کی سنت سے بھی یہی بات ثابت ہے،۔

قرآن مجید میں عموم کی تخصیص نہیں کی گئی ہے، وراثت کے لئے سرزمین عرب پر پیدا ہونے کی شرط اسلامی شرائط میں سے نہیں ہے، یہ جاہلانہ تعصب وعناد بہت سے موقعوں پر اجتماعی رشتوں کو پارہ پارہ کر

۱۔ معطاء مالک، ج۲، ص۱۲، (ج۲، ص۵۲۰، حدیث۱۴، کتاب الفرائض)۔

دیتا ہے اور مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرنے کا موجب بنتا ہے۔

مسلمان تو آپس میں کنگھی کے دانوں کی طرح ہیں، ان کے درمیان کوئی برتری وفوقیت نہیں مگر تقویٰ و پرہیز گاری کی وجہ سے، خدا کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤمِنُونَ اِخْوَةٌ﴾ ''بے شک مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔(۱)

دوسری جگہ خدا فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقَاکُمْ﴾ ''بے شک خدا کے نزدیک متقی و پرہیز گار صاحب عظمت و بزرگی ہے''۔(۲)

﴿وَلَو جَعَلْنَاهُ قُرآناً أَعْجَمِيّاً لَقَالُوا لَولَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ اَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ﴾ ''اگر میں قرآن کو عجمی قرار دیتا تو یہ لوگ کہتے کہ کیا یہ قرآن عجمی ہے جب کہ اس کے مخاطب عربی''۔(۳)

خاتم المرسلین رسول خداؐ کا بھی یہی فرمان ہے؛ چنانچہ حج کے موقع پر دیئے گئے خطبہ سے اس بات کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

مکہ میں رسولؐ کا خطبہ

ایها الناس! انما المومنون اخوة ولا یحل لامرء مال اخیه الا عن طیب نفسه منه الا هل بلغت ،اللّٰهم اشهد فلا ترجعن بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض فانی قد ترکت فیکم ما ان اخذ تم به لم تضلو بعده کتاب الله الا هل بلغت اللهم. الخ.

''اے لوگو! بے شک مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں اور کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا مال ومتاع حلال نہیں مگر صرف نیک خواہشات کے ساتھ۔ کیا میں نے یہ بات پہونچادی؟(۴)

۱۔ سورہ حجرات/۱۰۔

۲۔ سورہ حجرات/۱۴۔

۳۔ سورہ فصلت/۴۴۔

۴۔ البیان والتبیین، ج۲، ص۲۵، (ج۲، ص۲۴)؛ العقد الفرید، ج۲، ص۸۵، (ج۳، ص۲۲۸)؛ تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۹۱، (ج۲، ص۱۱۱)۔

خدایا! گواہ رہنا، لہٰذا تم لوگ میرے بعد کفر کی طرف نہ پلٹ جانا۔ اور مرتد نہ ہو جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں اڑانے لگے، بے شک میں نے تمھارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ جب تک ان سے وابستہ رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ کتاب خدا ہے، آگاہ رہو کہ میں نے پہونچا دیا، خدایا! تو گواہ رہنا۔

اے لوگو! تمھارا پروردگار ایک ہے درحقیقت تمھارا باپ ایک ہے، تم سب کے سب حضرت آدمؑ سے ہو اور حضرت آدمؑ مٹی سے خلق کیے گئے ہیں۔

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ صاحب تقویٰ اور پرہیز گار ہو، عربوں کو عجموں پر کوئی برتری وفضیلت حاصل نہیں مگر صرف اور صرف پرہیز گاری کے ذریعہ۔

جان لو کہ میں نے پہونچا دیا۔ خدایا! گواہ رہنا۔ لوگوں نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ آپ نے پہونچا دیا یہ سن کر آپ نے فرمایا: تو پھر حاضرین، غائبین کو باخبر کردیں۔ (۱)

احمد کے الفاظ ہیں:

جان لو کہ عربوں کو عجموں پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں اور نہ عجموں کو عربوں پر اور نہ ہی سرخ وسیاہ کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے مگر تقویٰ و پرہیز گاری کے ذریعہ۔ (۲)

ہیثمی کا بیان ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ وصحیح ہیں۔ (۳)

کبیر طبرانی (۴) کی عبارت ہے:

ایھا الناس: اے لوگو! تمھیں ایک مرد وعورت سے پیدا کیا گیا ہے اور تمھیں شعبوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا گیا تاکہ تمھاری شناسائی ہو سکے، بے شک تم میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بہتر، پرہیز گار ہے لہٰذا نہ عربوں کو عجمیوں پر اور نہ ہی عجمیوں کو عربوں پر برتری حاصل ہے مگر پرہیز گاری

۱۔ البیان والتبیین ج ۲، ص ۲۵ (ج ۲، ص ۲۳)؛ العقد الفرید ج ۲، ص ۸۵ (ج ۳، ص ۲۲۸)؛ تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۹۱ (ج ۲، ص ۱۸۱)

۲۔ مسند احمد، (ج ۶، ص ۵۷۰، حدیث ۲۲۹۷۸)۔

۳۔ مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۲۶۶۔

۴۔ المعجم الکبیر، (ج ۱۸، ص ۱۲، حدیث ۱۶)۔

کی وجہ سے۔(۱)

ابن قیم کے الفاظ ہیں: عربوں کو عجمیوں پر، نہ ہی عجمیوں کو عربوں پر، نہ گورے کو کالے پر اور نہ ہی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل ہے سوائے تقویٰ و پرہیز گاری کے، تمام لوگ حضرت آدمؑ سے ہیں اور حضرت آدمؑ خاک سے بنائے گئے ہیں۔(۲)

بیہقی کی نقل کردہ ایک صحیح حدیث میں رسول خداؐ کا ارشاد ہے: دین و دینداری اور عمل کے علاوہ کسی انسان کو دوسرے پر فضیلت و برتری حاصل نہیں۔(۳)

اگر ہم فضیلت و برتری جسمانیات میں فرض کریں تو شایعہ و مشہور اور متداول احکام وقوانین کے برخلاف ہوگا اور مسلمان پہلے ہی دن سے برادری و برابری اور اتحاد کے بے پناہ محتاج ہیں، اس لئے کہ زندیق و کفار مسلسل اسلام و مسلمین کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

افسوس کہ مسلمانوں کا اایک گروہ ان کی گمراہ کن تبلیغات کے لپیٹ میں آچکا ہے، شیطانی ہوا وہوس لوگوں کو تفرقہ واختلاف کی طرف بڑھائے لئے جارہی ہے اور ان کے ذہنوں میں فاسد و باطل نظریات ایجاد ہورہے ہیں

یہی وجہ ہے کہ شعبہ گرائی کے اختلافات، قوم پرستی کی بے بنیاد فریاد وفغاں، داخلی عوامل اور فوجی جذبات واحساسات نے ہمیں اپنی سرحدوں کی حفاظت سے بالکل غافل کردیا ہے۔

لہٰذا مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان نادر و کمیاب نظریات پر خط بطلان کھینچتے ہوئے انھیں اپنی روش زندگی قرار نہ دے اور رسول امینؐ کے مقدس ارشاد سے غفلت نہ کرے۔

آپ کا ارشاد ہے: جو عصبیت اور دشمنی کی طرف لوگوں کو دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں ہے یا جو شخص قوم گرائی اور عصبیت ودشمنی کی وجہ سے جنگ وجدال کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے یا جو شخص

۱۔مجمع الزوائد، ج۳،ص۲۷۲۔

۲۔زاد المعاد، ج۲،ص۲۲۶، (ج۳،ص۲۲)۔

۳۔شعب الایمان، (ج۵،ص۲۸۶، حدیث ۶۶۷۷)؛ جامع الصغیر، (ج۲،ص۳۶۳،حدیث ۷۶۶۲)۔

تعصب وعناد پر مرمٹے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(۱)

رسول خداؐ کا ارشاد ہے: اگر کوئی شخص گمراہی وضلالت کے پرچم تلے عصبیت کے لئے جنگ وجدال کرے یا تعصب وعناد کی طرف دعوت دے یا تعصب کی نصرت کرے اور مارا جائے وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔(۲)

۶۴۔تہمت کے سلسلے میں خلیفہ کا تجسس

سعید بن منصور اور ابن منذر نے حسن سے نقل کیا ہے: ایک شخص عمر بن خطاب کے پاس آ کر بولا: فلاں شخص گمراہ ہوا جاتا ہے۔عمر اس کے پاس گئے اور کہا: اے فلانی! تجھ سے شراب کی بو آتی ہے کیا تو شراب پیتا ہے؟ اس شخص نے کہا: اے ابن خطاب! آپ لوگوں کی جاسوسی کرتے ہیں حالانکہ خداوند عالم نے تجسس کی ممانعت کی ہے، یہ سنتے ہی عمر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اسے اس کی حالت پر چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کسی گواہ کے بغیر اور تہمت لگانے والے کو ڈانٹنے اور منع کرنے کے بجائے خلیفہ نے ایک مسلمان بھائی پر کس طرح تہمت لگا دیا حالانکہ یہ عمل قرآن مجید کی صریحی مخالفت ہے۔

۶۵۔خلیفہ نے عائشہ سے دفن کی اجازت لی

عمر بن میمون سے منقول ہے کہ اس نے کہا: عمر بن خطاب نے اپنے فرزند ''عبداللہ'' سے کہا: ام

۱۔سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۳۲، (ج ۴، ص ۳۳۲، حدیث ۵۱۲۱)۔

۲۔سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۶۔

۳۔در منثور، ج ۶، ص ۹۳، (ج ۷، ص ۵۶۷)۔

المومنین عائشہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر نے آپ کو سلام کہا ہے، تم امیر المومنین نہ کہنا اس لئے کہ آج سے میں مومنوں کا امیر نہیں اور کہو کہ عمر بن خطاب اپنے دو رفیق کے ہمراہ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔

عبداللہ بن عمر نے جا کر سلام کیا اور اجازت کے بعد گھر میں داخل ہوئے، دیکھا کہ عائشہ بیٹھی ہوئی گریہ کناں ہیں۔ انہوں نے کہا: عمر نے آپ کو سلام کہا ہے اور اپنے دو رفیق کے ہمراہ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ عائشہ نے کہا: میں خود وہاں دفن ہونے کی خواہشمند تھی لیکن میں نے آج عمر کو اپنے اوپر مقدم کردیا۔

جب عبداللہ واپس ہوئے تو لوگوں نے کہا: عبداللہ بن عمر واپس آرہے ہیں، یہ سن کر عمر نے کہا: مجھے اٹھاؤ، ایک شخص نے اپنے سینے کا سہارا دے کر انھیں بٹھایا، عمر نے کہا: تیرے پاس کیا ہے؟ کہا: ایسی چیز جسے امیر المومنین پسند فرمائیں گے، عائشہ نے اجازت دے دی ہے۔

عمر نے کہا: خدا کا شکر! میرے نزدیک اس سے اچھی اور اہم آرامگاہ کوئی نہیں تھی لہٰذا جب میں مرجاؤں تو مجھے روضۂ رسولؐ کی طرف سے لے جانا اور اگر عائشہ اس کی ممانعت کریں تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردینا۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اے کاش! خلیفہ ہمیں بتاتے کہ انہوں نے عائشہ سے اجازت کیوں لی: یا عائشہ میراث کے ذریعہ حجرۂ رسولؐ کی مالک ہوگئی تھیں؟! اگر ایسا ہے تو پھر رسولؐ خدا سے منسوب اس جعلی اور خیالی حدیث کا کیا ہوگا: نحن معاشر الانبیاء لاوارث ترکناہ صدقة ''ہم انبیاء میراث نہیں چھوڑتے، جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے''۔

اسی جھوٹی حدیث کا سہارا لے کر صدیقہ طاہرہؑ سے فدک کو زبردستی چھین لیا گیا۔

۱۔ صحیح بخاری، ج۲، ص۲۶۳، ج۵، ص۲۶۶، (ج۱، ص۴۶۹، حدیث ۱۳۲۸؛ ج۳، ص۱۳۵۵، حدیث ۳۴۹۷)۔

اسی جعلی حدیث کے سہارے ابوبکر نے عائشہ اور تمام بیویوں کو ۸/۱ میراث سے محروم کیا جب انہوں نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔(۱)

اگر خلیفہ اس وقت سمجھ گئے تھے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور انہوں نے پہلے والے نظریہ سے صرف نظر کر لیا تھا تو ایسی صورت میں رسول خداؐ کی دختر نیک اختر حصول اذن کے لئے زیادہ مناسب اور بہتر تھیں اس لئے کہ وہی حقیقی مالک تھیں۔

جہاں تک عائشہ کا سوال ہے، وہ ۹/۱ کی مالک تھی اس لئے کہ وفات رسولؐ کے وقت آپ کی ۹ بیویاں تھیں گویا رسول خداؐ کے حجرۂ شریفہ سے عائشہ کے حصہ میں صرف نواں حصہ آتا ہے۔

اس اعتبار سے وہ ایک بالشت یا دو بالشت سے کم کی حقدار تھیں اور اتنی کم جگہ پر خلیفہ کا جسم دفن نہیں ہوسکتا۔ بالفرض ان کی بیٹی ''حفصہ'' کا حصہ بھی اس میں شامل کر لیا جائے پھر بھی ان کا جنازہ دفن نہیں ہوسکتا۔ بنابریں اس حجرۂ شریفہ میں اس کے حقیقی مالک ''خاندان رسالت'' کی اجازت کے بغیر دست درازی کرنا شرعی نقطۂ نظر سے جائز نہیں ہے۔

ممکن ہے قارئین نے ابن بطال کی بات پڑھی ہو، چنانچہ اس نے بکواس کی ہے کہ:

''حضرت عمر نے عائشہ سے اس لئے اجازت لی کیوں کہ وہاں ان کا گھر تھا اور ان کو اس میں حق تصرف حاصل تھا''۔(۲)

اور ممکن ہے قارئین اس قول سے یہ گمان کریں کہ اس حجرے میں عائشہ کا حق تھا اسی لئے ان سے اجازت لینا ضروری تھا؛ لیکن یہ جاننا چاہئے کہ اس گھر میں عائشہ کو صرف حق سکونت حاصل تھا اور وہ گھر صرف انہیں سے منسوب نہیں تھا، جو بہر حال مالکیت کا موجب نہیں بن سکتا۔

ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

''اثبات کے لئے یہ استدلال کرنا کہ عائشہ گھر کی مالکہ تھیں، اسی لئے عمر نے دفن کی اجازت حاصل

۱۔ سیرۂ حلبیہ، ج۳، ص۳۹۰، (ج۳، ص۳۶۱)۔

۲۔ فتح الباری، ج۳، ص۲۰۰، (ج۷، ص۶۶)

کی تھی: یہ استدلال مردود اور باطل ہے، اس لئے کہ سکونت کے ذریعہ صرف منفعت کا حق ثابت ہوتا ہے اور حق منفعت میراث کا باعث نہیں ہوتا (جس کی وجہ سے وہ اسے ابوبکر کے حوالے کر دیں) رسول خداؐ کی دوسری بیویوں کا حکم، صاحب عدت عورتوں کی طرح ہے؛ اس لئے کہ وہ رسول خداؐ کے بعد شادی کے حق سے محروم ہیں (اس اعتبار سے عام عورتوں کی طرح وہ عدت کی حالت میں صرف اپنے شوہر کے گھر میں سکونت کا حق رکھتی تھیں) لہٰذا ام المومنین بھی صاحب عدت عورتوں کی طرح رسول خداؐ کے گھر میں صرف حق سکونت رکھتی ہیں، مالکوں کی طرح حق تصرف نہیں رکھتیں''۔(۱)

دوسری جگہ وہ ان کے عدم ملکیت کی تائید کرتے ہیں کہ ان کے وارثین، رسول خداؐ کے گھروں کے وارث نہیں ہوئے اگر گھر ان کی ملکیت ہوتا تو وہ ان کے وارثین تک منتقل ہوتا حالانکہ ان کی موت کے بعد ان کا گھر مسجد النبیؐ میں اضافہ ہوگیا اور مسلمانوں کے عمومی فائدے کے لئے اسے مسجد کا جز قرار دے دیا گیا۔(۲)

عینی نے حضرت عائشہ کی حدیث (جس وقت رسول خداؐ پر کسالت وضعف کا غلبہ ہوا تو آپ کی ازواج نے میرے گھر میں تیمارداری کی اجازت حاصل کی) کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ انھوں نے گھر کی نسبت اپنی طرف دی ہے اس کی علت یہ تھی کہ رسول خداؐ کی بیویوں کی آنحضرتؐ کے گھر میں سکونت آپ کی خصوصیات میں سے تھی چونکہ یہ حضرات گھر میں سکونت کی وجہ سے نفقہ کی مستحق تھیں اس لئے جب تک زندہ رہیں اس میں سکونت کی مستحق قرار پائیں، اسی لئے بخاری نے اس موضوع سے متعلق احادیث سے آگاہ کیا جن کی تعداد سات ہے۔(۳)

قسطلانی کا بیان ہے: عائشہ نے گھر کی اپنی طرف نسبت دی، اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے ازواج کی ان کے گھر میں سکونت انہیں سے مخصوص ہے چنانچہ جس طرح وہ اس گھر میں مقید ہونے کی وجہ

۱۔فتح الباری، ج۷،ص۵۳، (ج۷،ص۶۶)

۲۔فتح الباری، ج۶،ص۱۶۰، (ج۶،ص۱۱)

۳۔عمدۃ القاری، ج۷،ص۱۳۲، (ج۱۵،ص۲۹)

سے نفقہ کی مستحق ہیں اسی طرح اس میں اپنی پوری زندگی سکونت اختیار کرنے کی بھی مستحق ہیں اس طرح جب تک وہ زندہ ہیں گھروں میں رہنے کے لئے ان کا دائمی استحقاق بھی ثابت ہو گیا۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر قارئین خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ کے لئے حجرۂ رسولؐ میں کوئی حصہ نہیں تھا، وہ ایک عدت والی عورت کی طرح اس میں رہنے کی حقدار تھیں، ان کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ ایسی چیز میں تصرف کریں جس سے ان کی ملکیت ثابت نہ ہو۔

اس سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ حفاظ اہل سنت اس اجازت اور واقعہ دفن کو خلیفہ کے فضائل ومناقب میں شمار کرتے ہیں حالانکہ وہ اسلام کے عمومی قانون سے قطعی غافل ہیں کہ لوگوں کے اموال پر تصرف جائز نہیں۔

میں نہیں جانتا کہ سبط رسولؐ امام حسنؑ نے کس حق کے تحت وصیت فرمائی کہ وہ اس حجرۂ شریفہ میں مدفون ہوں اور کیا عائشہ نے وہاں دفن ہونے کی اجازت دی یا اس کی ممانعت کی اگر اجازت دی ہوتی تو اس کی پیروی کی جاتی۔

یہی وجہ ہے کہ بنی امیہ مسلح ہو کر کہنے لگے: ہم رسول کے پاس دفن نہیں ہونے دیں گے، قریب تھا کہ عظیم فتنہ وفساد برپا ہو جاتا۔ یہ تمام باتیں کیوں؟ میں نہیں جانتا۔

۶۶۔ مقام جابیہ میں خلیفہ کا خطبہ

علی بن رباح لخمی سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے کہا:

''اگر کوئی قرآن مجید سے سوال کرنا چاہتا ہے تو ابی ابن کعب کی طرف رجوع کرے، اگر کوئی حلال وحرام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے تو وہ معاذ بن جبل کے پاس جائے، واجبات وفرائض کے سلسلے میں زید بن ثابت سے رجوع کرے اور جو شخص مال ومتاع کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہے وہ میرے پاس آئے اس لئے کہ میں اس کا خزانچی اور حافظ ہوں''۔

ایک دوسری عبارت ہے: بے شک خداوند عالم نے مجھے خزانے کا خزانچی اور اس کا تقسیم کرنے والا

قرار دیا ہے۔(۱)

ابی عبید کے طریق سے خطبہ کے اسناد:

۱۔حافظ عبداللہ صالح بن مسلم عجلی ابوصالح کوفی (متوفی ۲۲۱ھ):

ابن معین، ابن خراش، ابن بکر اندلسی اور ابن حبان (۲) نے اس کی توثیق کی ہے اور صحیح بخاری میں مشائخ اور بزرگوں سے روایتیں موجود ہیں۔(۳)

۲۔موسیٰ بن علی بن رباح لخمی ابوعبدالرحمٰن مصری (متوفی ۱۶۳ھ):

ان کی احمد (۴)، ابن سعد، ابن معین، نسائی، حاکم اور ابن شاہین نے توثیق کی ہے اور چار ائمہ صحاح نے احتجاج کیا ہے۔(۵)

۳۔علی بن رباح لخمی تابعی ابوعبداللہ ابوموسیٰ (ولادت ۱۰ وفات ۱۱۴ھ):

ابن سعد، (۶) عجلی، یعقوب بن سفیان، نسائی، ابن حبان نے توثیق کی ہے اور چار ائمہ صحاح نے احتجاج کیا ہے۔(۷)

یہ ثابت و مسلم خطبہ جو صحیح طرق سے خلیفہ سے منسوب ہے، اس کے تمام راوی موثق اور قابل اعتماد ہیں اور اسے حاکم و ذہبی نے صحیح تسلیم کیا ہے، اس میں اس بات کا اعتراف ہے کہ تین علوم: قرآن،

۱۔کتاب الاموال، ص ۲۲۳، (ص ۲۸۵، حدیث ۵۴۸)؛ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۲۱۰، المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۲۷۱، ۲۷۲، (ج ۳، ص ۳۰۵، حدیث ۵۱۸۷، ص ۳۰۶، حدیث ۵۱۹۱)؛ العقد الفرید، ج ۲، ص ۱۳۲، (ج ۳، ص ۲۴۰)؛ مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۳۵؛ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص ۸۷، (ص ۹۴)؛ معجم البلدان، ج ۳، ص ۳۳، (ج ۲، ص ۹۱)۔

۲۔الثقات، (ج ۸، ص ۳۵۲)۔

۳۔تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۲۶۱، (ج ۵، ص ۲۲۹)؛ خلاصۃ الکمال، ص ۱۷۰، (ج ۲، ص ۲۶، نمبر ۳۵۶۸)۔

۴۔العلل والمعرفۃ الرجال، (ج ۸، ص ۱۵۳، نمبر ۶۹۱)؛ تاریخ اسماء الثقات، (ص ۳۰۴، نمبر ۱۲۸۳)۔

۵۔تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۳۶۳، (ج ۱۰، ص ۳۲۳)؛ خلاصۃ الکمال، ص ۳۳۶، (ج ۳، ص ۶۸، نمبر ۷۲۹)۔

۶۔طبقات ابن سعد، (ج ۷، ص ۵۱۲)؛ تاریخ الثقات، (ص ۳۳۶ نمبر ۱۱۸۴)؛ الثقات، (ج ۵، ص ۱۶۱)۔

۷۔تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۱۸، (ج ۷، ص ۲۸۰)؛ خلاصۃ الکمال، ص ۲۳۱، (ج ۲، ص ۲۳۸، نمبر ۴۹۸۲)۔

حلال وحرام اور فرائض صرف انہیں چند افراد سے مخصوص ہیں جنہیں حدیث شریف میں یاد کیا گیا ہے، ان علوم کا ایک حصہ بھی خلیفہ سے مربوط نہیں، وہ صرف مال خدا کے خزانچی اور خازن ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا، کیا رسول خداؐ کے جانشین اور خلیفہ کو دین وشریعت، کتاب وسنت اور واجبات وفرائض جیسے علوم سے بے بہرہ اور جاہل ہونا چاہئے اوران علوم میں ان کے مآخذ، لوگون کا ایک گروہ بلکہ چند افراد ہونا چاہئے، چنانچہ ان کی سیرت اور روش زندگی اس بات کی نشاندہی کررہی ہے، اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ خلافت کس لئے؟ کیا خلافت صرف امانت داری کے لئے ہے حالانکہ امت میں امانت داروں کی کوئی کمی نہیں یہ امانت داری انھیں سے کیوں مخصوص تھی؟؟

اس کے کہنے والے اوراس کے درمیان کتنا فرق ہے جو ہمیشہ خود کو مشکل مسائل اور دشوار ترین علوم میں ڈال دیتا ہے اور فوراً ہی ان مشکلات کو حل کرتا ہے۔ جو بانگ دہل بالائے منبر فرماتا ہے: " **سلونی قبل ان لا تسألونی ولن تسألو بعدی مثلی**". (۱)

حضرت فرماتے ہیں: تم لوگ کتاب خدا کی آیت اور سنت رسولؐ کے بارے میں سوال کیوں نہیں کرتے تاکہ میں ان سے باخبر کروں۔ (۲)

آپؑ کا ارشاد ہے: مجھ سے سوال کرو، خدا کی قسم! قیامت تک واقع ہونے والی چیزوں کے متعلق سوال کرو میں اس کی نشاندہی کروں گا۔

مجھ سے خدا کی کتاب سے سوال کرو، خدا کی قسم! کتاب خدا میں کوئی ایسی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ دن میں نازل ہوئی یا رات میں، سطح زمین پر یا پہاڑ پر نازل ہوئی ہے۔ (۳)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۴۶۶، (ج۲، ص۵۰۶، حدیث ۳۷۳۶)۔

۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج۴، ص۲۳۱۔

۳۔ جامع البیان، ج۱، ص۱۱۴، (ص۱۳۷، حدیث ۶۷۳)؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۹۸، (ج۳، ص۱۴۷)؛ تاریخ الخلفاء، ص۱۲۴، (ص۱۷۳)؛ الاتقان، ج۲، ص۳۱۹، (ج۴، ص۴۰۴)؛ تہذیب التہذیب، ج۷، ص۳۳۸، (ج۷، ص۲۹۷)؛ فتح الباری، ج۸، ص۴۸۵، (ج۸، ص۵۹۹)؛ عمدۃ القاری، ج۹، ص۱۶۷، (ج۱۹، ص۱۹۰)؛ مفتاح السعادۃ، ج۱، ص۴۰۰، (ج۲، ص۵۵)۔

حضرت فرماتے ہیں: کیا کوئی سوال کرنے والا نہیں، مجھ سے منفعت حاصل کرو اور اپنے ساتھیوں کو فائدہ پہونچاؤ۔(۱)

حضرت کا ارشاد: خدا کی قسم! کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ کسی چیز کے متعلق اور کہاں نازل ہوئی ہے، بے شک خداوند عالم نے مجھے ہوشمند دل اور سوال کرنے والی زبان دی ہے۔(۲)

آپؑ کا ارشاد ہے: قبل اس کے کہ میں تمھارے درمیان سے چلا جاؤں مجھ سے سوال کرو، مجھ سے کتاب خدا کے بارے میں سوال کرو، کوئی ایسی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی، سطح زمین پر یا پہاڑ پر، مجھ سے فتنہ وفساد اور جنگوں کے بارے میں پوچھو میں جانتا ہوں کہ کس نے اسے ہوا دی اور کتنے لوگ مارے گئے۔

احمد بن حنبل اسے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ ایسے بہت سے ارشادات مروی ہیں۔(۳)

آپؑ نے کوفہ کے منبر پر اس حالت میں بیان فرمایا کہ آپؑ کے دوش پر رسول خداؐ کی زرہ تھی، ان کی شمشیر آپؑ کی کمر میں حمائل تھی اور عمامۂ رسول آپ کے زیب سر تھا، آپ منبر پر بیٹھے اور شکم وسینہ چاک کر کے فرمایا: قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ مجھ سے سوال کرو، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ میرے قلب وسینہ میں علوم ومعارف کا بحر زخار موجزن ہے، یہ علم ودانش ہے، یہ رسول خداؐ کا لعاب دہن ہے اور یہ ہے جسے آنحضرت نے مجھے کھلایا اور پلایا ہے۔

خدا کی قسم! اگر میرے لئے ایک مسند بچھائی جائے اور اس پر بیٹھ جاؤں تو بے شک میں اہل توریت کو توریت سے اور اہل انجیل کو انجیل سے بالکل اسی طرح فتویٰ دوں گا جس طرح خداوند عالم نے توریت وانجیل میں بیان فرمایا ہے یہاں تک کہ وہ کہیں گے کہ علیؑ نے سچ کہا، انھوں نے اسی طرح فتویٰ

۱۔ جامع بیان العلم، ج۱، ص۱۱۴، (ص۱۳۷، حدیث ۶۷۱)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص۵۷، (ص۱۰۴، نمبر ۸۲)۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۶۸، مفتاح السعادۃ ج۱، ص۴۰۰۔

۳۔ ینابیع المودۃ، ص۲۷۴، (ج۱، ص۲۷، باب ۱۴)۔

دیا جس طرح ہمارے یہاں رائج ہے، تم لوگ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہو اور غور وفکر نہیں کرتے۔(۱)
سعید بن مسیب کا بیان ہے: حضرت علیؑ کے علاوہ کسی صحابی نے سلونی کا دعویٰ نہیں کیا۔(۲) یہ حضرت ہی تھے کہ آپ سے جب بھی سوال کیا جاتا تو گرم سکہ کی مانند سرخ ہو کر فرماتے ہیں:

اذا المشکلات لصدین لی کشفت حقائقها بالنظر

''جب میرے لئے مشکلات پیش آتی ہیں تو میں ان کے حقائق کو اپنی فکر کے ذریعہ وا کر دیتا ہوں''۔(۳)

توجہ طلب:

امیر المومنینؑ سے قبل تاریخ اسلام میں کوئی اور نہیں جس نے اپنے آپ کو مشکل مسائل میں ڈال دیا ہو اور بہ بانگ دہل عقلمندوں اور دانشمندوں کے درمیان سلونی کی آواز بلند کی ہو، ہاں! آپ کے ابن عم رسول خداؐ نے یہ دعویٰ کیا ہے۔

وہ فرماتے تھے: ''سلونی عما شئتم'' جس چیز کے بارے میں چاہو مجھ سے سوال کرو۔
آپؐ فرماتے: مجھ سے سوال کرو میں تمھیں ہر چیز کی نشاندہی کروں گا۔(۴) جس طرح حضرت آپ

۱۔ فرائد السمطین، (ج۱،ص۳۴۱، حدیث ۲۶۳، باب ۶۳)۔

۲۔ مناقب احمد، (ص۱۵۳، حدیث ۲۲۰)؛ جامع بین العلم، ج۱،ص۱۱۴، (ص۱۳۷، حدیث ۶۷۲)؛ مختصر جامع بین العلم، ص۵۸، (ص۱۰۴، حدیث ۸۲)؛ ریاض النضرۃ ج۲،ص۱۹۸، (ج۳،ص۱۴۶)؛ الصواعق المحرقۃ، ص۷۶، (ص۱۲۷)۔

۳۔ جامع بین العلم، ج۲،ص۱۱۳، (ص۳۴۰، حدیث ۱۶۷۱)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص۱۷۰، (ص۲۹۷، حدیث ۲۲۲)؛ امالی قالی، (ج۲،ص۱۰۱)؛ زہر الآداب، ج۱،ص۳۸، (ج۱،ص۷۷)؛ کنز العمال، ج۵،ص۲۴۲، (ج۱۰،ص۳۰۳، حدیث ۲۹۵۲۱)؛ تاج العروس، ج۵،ص۲۶۸؛ مجمع الامثال، ج۲،ص۳۵۸، (ج۳،ص۴۸۳، نمبر ۴۵۴۵)۔

۴۔ صحیح بخاری، ج۲،ص۴۶، ج۱۰،ص۲۴۰، ۲۴۱، (ج۱،ص۲۰۰، حدیث ۵۱۵/ج۶،ص۲۶۶۰، حدیث ۶۸۶۴)؛ مسند احمد، ج۱، ص۲۷۸، (ج۱،ص۴۵۸، حدیث ۲۵۱۰)؛ مسند ابی داؤد، ص۳۵۶، (ح ۲۷۳۱)۔

کے علم و دانش کے وارث تھے اسی طرح مرتبہ و مقام کے بھی وارث حقیقی تھے، یہ دونوں ہر منزل پر ہم رتبہ و مقام تھے۔

امیر المومنینؑ کے بعد کسی اور نے یہ دعویٰ نہیں کیا، ہاں! جس نے بھی یہ دعویٰ کیا وہ ذلت و رسوائی کی گہری کھائی میں جا گرا، ساتھ ہی اپنے ہی ہاتھوں اپنی نادانی و جہالت کا پردہ فاش کر گیا۔

نمونے:

۱۔ ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل بن ہشام بن ولید بن مغیرہ مخزونی قرشی اور ہشام بن عبدالملک نے ۱۰۷ھ میں لوگوں کے حج کیا اور مدینہ میں خطبہ دیتے ہوئے کہا: "سلونی فانا بن الوحید لاتسالوا احداً اعلم منی" مجھ سے سوال کرو میں علم و دانش کا بے مثال فرزند ہوں مجھ سے زیادہ کوئی بھی عالم و دانا نہیں ہے۔ یہ سن کر ایک عراقی کھڑا ہوا اور اس سے قربانی کے متعلق سوال کیا کہ کیا وہ واجب ہے؟ کچھ کہنے سے قاصر رہا تو منبر سے نیچے اتر آیا۔(۱)

۲۔ مقاتل بن سلیمان: ابراہیم حربی کا بیان ہے: مقاتل بن سلیمان نے بیٹھ کر کہا: "سلونی عما دون العرش" مجھ سے آسمان کے نیچے جو کچھ ہے اس کے بارے میں سوال کرو۔ ایک شخص نے پوچھا: حضرت آدمؑ نے حج کے وقت اپنا سر کب ترشوایا؟

یہ سن کر مقاتل نے اس سے کہا: تمہاری ذہنیت نے یہ سوال نہیں کیا ہے بلکہ خداوند عالم نے مجھے اس غرور و تکبر کی وجہ سے رسوا کرنا چاہا ہے۔(۲)

۳۔ سفیان بن عینیہ کا بیان ہے: ایک دن مقاتل بن سلیمان نے کہا: آسمان کے نیچے جو کچھ ہے اس کے بارے میں مجھ سے سوال کرو۔

ایک شخص نے پوچھا: بتایئے چیونٹی کا جگر اس کے آگے ہوتا ہے یا پیچھے؟ راوی کا بیان ہے کہ بے

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۳۰۵، (ج۷، ص۲۵۹، نمبر ۵۳۵)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۴، ص۱۷۵)۔

۲۔ تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۱۶۳۔

چارہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہے۔(۱)

۴۔موسیٰ بن ہارون حمال کا بیان ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ قتادہ کوفہ میں داخل ہوا ہے اور اس نے ایک آراستہ مجلس میں بیٹھ کر یہ دعویٰ کیا کہ مجھ سے سنت رسولؐ کے بارے میں سوال کرو تا کہ میں اس کا جواب دوں۔ یہ سن کر ایک جماعت نے ابوحنیفہ سے کہا: اٹھ کر اس سے سوال کیجیے۔

ابوحنیفہ نے کہا:

اے ابوالخطاب! ایسے شخص کے متعلق کیا کہتے ہو جو اپنے عیال کو چھوڑ کر غایب ہو گیا، اس کی زوجہ نے دوسری شادی کر لی، پھر اس کا پہلا شوہر آ کر کہنے لگا: اے زنا کار! میری زندگی میں دوسری شادی کر لی، اس کے بعد دوسرا شوہر آیا کہنے لگا: اے بدکار تم نے مجھ سے شادی کر لی جب کہ پہلے ہی سے شوہر والی تھی، اس کا لعان کس طرح سے ہے؟ یہ سن کر قتادہ نے سوال کیا: کیا ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے؟ ابوحنیفہ نے کہا: اگر چہ ظاہر نہیں ہوا لیکن ہمیں ایسے مسائل کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

قتادہ نے کہا: میں اس مسئلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا مجھ سے قرآن سے سوال کرو، ابوحنیفہ نے پوچھا: آیہ مبارکہ: ﴿قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِنَ الْکِتَابِ اَنَا آتِیْکَ بِہٖ﴾ کے بارے میں کیا کہتے ہو، وہ شخص کون ہے جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے؟

قتادہ نے کہا: وہ سلیمان بن داوٗدؑ کے چچا کے فرزندوں میں سے ایک ہے جو اسم اعظم کا عالم تھا، ابوحنیفہ نے پوچھا: کیا سلیمانؑ اس اسم سے واقف تھے؟ کہا: نہیں۔ ابوحنیفہ نے کہا: سبحان اللہ! پیغمبر کے زمانے میں ایسا شخص بھی تھا جو ان سے زیادہ عالم تھا۔

قتادہ نے کہا: میں تمہیں تفسیر سے جواب نہیں دے سکتا، جن مسائل میں لوگ اختلاف رکھتے ہیں اس کے متعلق سوال کرو۔

ابوحنیفہ نے پوچھا: کیا تو مومن ہے؟ کہا: شاید۔ ابوحنیفہ نے کہا: تم نے ابراہیمؑ کی طرح جواب کیوں نہ دیا، جب خدا نے ان سے سوال کیا: کیا تم اس پر ایمان رکھتے ہو؟ کہا: ہاں۔

۱۔تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۱۶۶۔

قتادہ نے زچ ہوکر کہا: خدا کی قسم! میں کبھی اس شہر میں نہیں آؤں گا۔(۱)

۵۔قتادہ سے حکایت ہے کہ وہ کوفہ میں داخل ہوا، لوگ اس کے اردگرد جمع ہوئے تو اس نے کہا: جو چاہتے ہو پوچھ لو۔ ابوحنیفہ لوگوں کے درمیان موجود تھے اور اس وقت نوجوان تھے۔

انہوں نے لوگوں سے کہا: سلیمانؑ کے نمل کے متعلق سوال کرو، وہ نر تھا یا مادہ؟ لوگوں نے سوال کیا تو وہ جواب سے قاصر رہا تو ابوحنیفہ نے کہا: وہ مادہ تھی، لوگوں نے کہا: آپ نے کیسے پہچانا، کہا: خداوندعالم نے فرمایا: "قَالَتْ" اگر نر ہوتا تو کہتا "قَالَ". (۲)

۶۔عبداللہ بن محمد بن ہارون کا بیان ہے: میں نے سنا کہ شافعی مکہ میں کہہ رہا تھا: جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو میں تمھیں کتاب خدا اور سنت رسولؐ سے جواب دوں گا۔

لوگوں نے پوچھا: اے عبداللہ! اس محرِم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے شہد کی مکھی کو مار ڈالا ہو؟ کہا: "ما آتیٰ کم الرسول فخذوہ". (۳)

۶۷۔خلیفہ اور سورۂ بقرہ کی تعلیم

خطیب بغدادی نے رواۃ مالک میں، بیہقی نے شعب الایمان (۴) میں اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عمر سے صحیح سند کے ذریعہ نقل کیا ہے کہ: عمر نے سورۂ بقرہ کو بارہ سال میں سیکھا اور جب تمام کرلیا تو ایک اونٹ کی قربانی پیش کی۔(۵)

۱۔الاستقصاء ابن عمر صاحب استیعاب، ص۱۵۶۔

۲۔حیاۃ الحیوان، ج۲، ص۳۶۸، (ج۲، ص۳۷۷)۔

۳۔تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۲۸۸، (ج۲، ص۷۵۵، نمبر۷۵۶)

۴۔شعب الایمان، (ج۲، ص۳۳۱، حدیث ۱۹۵۷)۔

۵۔تفسیر قرطبی، ج۱، ص۳۴، (ج۱، ص۳۰، ۳۱)؛ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص۱۶۵ (ص۱۷۱)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۱۱، (ج۱۲، ص۶۶، خطبہ۲۲۳)؛ درمنثور، ج۱، ص۲۱، (ج۱، ص۵۴)۔

قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: عمر نے سورۂ بقرہ کی فقہ اور دوسرے مطالب کے ساتھ بارہ سال میں تعلیم حاصل کی۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس قرآن مجید سے انس نہیں تھا اور اس پر کوئی توجہ نہیں دیتے تھے جو اسلام کی اہم ترین اصل اور انسانوں کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اسی لئے اس کے ایک سورے کی تعلیم میں اتنا طویل عرصہ لگا دیا۔

خود ان کی اور بعض اصحاب کی توجیہ کے مطابق ممکن ہے تجارت اور بازاری مصروفیت نے انہیں قرآن کی تعلیم سے دور رکھا ہو۔

یا پھر حافظہ اور عقل کی کمی کی وجہ سے وہ مطالب کو بہتر طریقے سے یاد کرنے سے قاصر رہے، اسی لئے انہیں تمرین اور تکرار کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ آیات پوری طرح ان کے ذہن میں نقش ہو جائیں۔

اس سے قبل بیان کیا گیا کہ رسول خداؐ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: مجھے یقین ہے کہ تم اس کی تعلیم سے پہلے ہی دنیا سے چلے جاؤ گے۔ اور ان کے بارے میں آنحضرت کا ارشاد، جب انہوں نے حفصہ کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہارے باپ میں اس کی تعلیم کی صلاحیت نہیں ہے۔ اور آنحضرت کا یہ ارشاد کہ وہ اسے نافذ نہیں کرسکتا۔ یہ تمام ارشادات دوسرے احتمال کی تائید کر رہے ہیں۔ اس بات کی تائید کتابوں میں ایک دوسرے قول سے بھی ہوتی ہے: عمر عثمان سے زیادہ عالم اور فقیہ تھے لیکن قرآن مجید کی تعلیم ان کے لئے مشکل تھی۔(۲)

محمد بن سیرین سے منقول ہے: عمر اپنی زندگی کے آخری ایام میں فراموشی میں مبتلا ہو گئے تھے چنانچہ وہ نماز کی رکعتوں کو بھی بھول جاتے تھے؛ اسی لئے وہ ایک شخص کو اپنے سامنے رکھتے تھے تاکہ ان کو یاد دہانی کر سکے لہٰذا جب بھی وہ شخص عمر کو اشارہ کرتا تھا کہ اٹھئے تو وہ اٹھ جاتے اور جب رکوع کرنے کا اشارہ کرتا تھا تو رکوع کرتے تھے۔(۳)

۱۔ تفسیر قرطبی، ج۱، ص۳۲، (ج۱، ص۱۰۷)۔

۲۔ عمدۃ القاری ج۲ ص۳۳۷ (ج۵ ص۲۰۳) منقول از نہایہ

۳۔ سیرۃ عمر بن خطاب، ابن جوزی ص۱۳۵ (ص۱۶۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۳ ص۱۱۰ (ج۱۲ ص۶۵ خطبہ ۲۲۳)

یہ سچ ہے کہ انسان کو انگشت بدنداں ہونا چاہئے کہ وہ ان تمام حالات اور بے پناہ غلطیوں کے باوجود بھی احکامات صادر کرنے اور فتوی دینے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

”وبابه اقتدی عدی فی الکرم“

”جناب عدی نے جودوکرم میں اپنے والد کی پیروی کی ہے“۔

مالک نے ”موطا“ میں نقل کیا ہے: عبد اللہ بن عمر آٹھ سال تک سورۂ بقرہ کی تعلیم میں مشغول تھے۔(۱)

عینی ”عمدۃ القاری“ میں لکھتے ہیں: عبداللہ بن عمر کو سورۂ بقرہ کی تعلیم حاصل کرنے میں بارہ سال کا عرصہ لگا۔(۲)

۶۸۔حج تمتع اور متعہ کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ:

۱۔ابو رجاء سے منقول ہے کہ عمران بن حصین نے کہا: کتاب خدا میں آیۂ متعہ نازل ہوئی، رسول خداؐ نے اس کا حکم فرمایا، اس کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی جو متعہ کی آیت کو منسوخ کرے اور رسول خداؐ نے بھی اپنی وفات تک اس کی ممانعت نہیں فرمائی لیکن ایک شخص نے بعد میں اپنی خواہش کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔(۳)

مسلم کی دوسری صورت: ہم نے رسول خداؐ کے ہمراہ حج تمتع انجام دیا اور قرآن مجید میں بھی اس کی ممانعت میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی لیکن ایک شخص کو جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔(۴)

مسلم کے دوسرے الفاظ: رسول خداؐ حج تمتع بجالائے اور ہم نے بھی ان کے ساتھ حج تمتع انجام دیا۔

۱۔موطا مالک ج۱ص۱۶۲(ج۱ص۲۰۵ح۱۱/): الجامع لاحکام القرآن ج۱ص۳۴(ج۱ص۳۰،۱۰۷)

۲۔عمدۃ القاری ج۲ص۳۲۷(ج۵ص۲۰۳)

۳۔صحیح مسلم، ج۱، ص۴۷۴، (ج۳، ص۷۱، حدیث۱۷۲، کتاب الحج)؛ تفسیر قرطبی، ج۲، ص۳۶۵، (ج۲، ص۲۵۸)

۴۔صحیح مسلم، (ج۳، ص۷۱، حدیث۱۶۹/۱۷۱ کتاب الحج)

مسلم کی چوتھی عبارت: جان لو کہ رسول خداؐ حج وعمرہ باہم بجالائے، اس کی ممانعت پر کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور رسول خداؐ نے بھی منع نہیں فرمایا، ہاں! ایک شخص نے اپنی خواہش کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔

بخاری کے الفاظ

ہم نے رسول خداؐ کے عہد میں حج تمتع انجام دیا، قرآن نے بھی اس کی تائید کی لیکن ایک شخص نے اپنے لئے جو چاہا وہ کہہ دیا۔(۱)

دوسرے الفاظ: قرآن مجید میں آیۂ متعہ نازل ہوئی چنانچہ ہم نے رسول خداؐ کے ہمراہ اسے انجام دیا پھر قرآن میں کوئی آیت متعہ کی تحریم کے سلسلہ میں نازل نہیں ہوئی اور نہ ہی رسول خداؐ نے اپنی وفات تک اس کی ممانعت فرمائی لیکن ایک شخص نے جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔(۲)

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں ہے کہ محمد یعنی بخاری نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ وہ شخص ''عمر'' تھے قسطلانی ''ارشاد'' میں لکھتے ہیں: اس لئے کہ عمر ہی نے اس کی ممانعت کی ہے۔(۳)

ابن کثیر نے اسے بخاری کے حوالہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کی بخاری نے تصریح کی ہے یعنی وہ عمر تھے جو لوگوں کو حج تمتع سے منع کرتے تھے۔(۴)

ابن حجر کا بیان ہے اور اسماعیلی نے بھی اسے بخاری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حمیدی اور بخاری نے مطرف کے حوالے سے حریری کی روایت کے ذریعہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے، پھر اس کے آخر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا، یعنی وہ عمر تھے جنھوں نے ایسا کیا۔(۵)

۱۔صحیح بخاری، ج۳، ص۱۵۱، (ج۲، ص۵۶۹، حدیث۱۴۹۶)

۲۔صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ بقرہ، ج۷، ص۲۴، (ج۴، ۱۶۴۲، حدیث۴۲۴۶)

۳۔ارشاد اساری، (ج۱۰، ص۶۱، حدیث۴۵۱۸)

۴۔تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۲۳۳

۵۔فتح الباری، ج۴، ۳۳۹، (ج۳، ص۴۳۳)

دراصل اسے مسلم نے نقل کیا ہے اور وہی لکھتے ہیں کہ اس بات کا احتمال پایا جاتا ہے کہ انھوں نے عمر یا عثمان کا ارادہ کیا ہو، لیکن کرمانی کی نظر میں یہ بعید از عقل ہے، وہ کہتا ہے کہ وہ عثمان تھے، لیکن بہتر یہ ہے کہ عمر کا نام لیا جائے اس لئے کے عمر وہ پہلے انسان تھے جنھوں نے اس کی ممانعت کی اور بعد والوں نے ان کی پیروی کی ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ابن زبیر اس نظریہ کے مخالف تھے حالانکہ ابن عباس اس کی تائید کرتے تھے چنانچہ جب جابر سے پوچھا گیا تو انھوں نے اس بات کی تصریح کی کہ اس کی ممانعت کرنے والے پہلے شخص ''عمر'' تھے۔

قسطلانی کا بیان ہے: ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا اور وہ کہنے والے ''عمر'' تھے، عثمان بن عفان نہیں، اس لئے کہ جس پہلے انسان نے اس کی ممانعت کی وہ عمر تھا بعد والوں نے تو ان کی پیروی کی ہے۔(۱)

نووی شرح مسلم میں کہتے ہیں: وہ عمر بن خطاب تھے کیوں کہ متعہ کی ممانعت کرنے والے پہلے شخص وہی تھے اور عثمان یا دوسرے افراد نے اس سلسلے میں ان کی تاسی کی ہے۔(۲)

دو شیخ کے الفاظ

ہم رسول خداؐ کے زمانے میں حج تمتع انجام دیتے تھے، اس سلسلے میں قرآن مجید میں آیت بھی نازل ہوئی، ہاں! ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔(۳)

نسائی کے الفاظ: بے شک رسول خداؐ نے متعہ حج انجام دیا اور ہم نے بھی ان کے ہمراہ متعہ حج کی سعادت حاصل کی، ہاں! ایک قائل نے اپنی رائے کے مطابق جو کہا، کہا (یعنی اس کی تحریم کی)۔(۴)

۱۔ رشاد الساری، ج۴، ص۱۶۹، (ج۴، ص۸۸)

۲۔ شرح صحیح مسلم، (ج۸، ص۲۰۵)

۳۔ سنن بیہقی، ج۵، ص۲۰

۴۔ سنن نسائی، ج۵، ص۱۵۵، (ج۲، ص۳۵۰، حدیث ۳۷۱۹)؛ مسند احمد، ج۴، ص۴۳۶، (ج۵، ص۶۰۳، حدیث ۱۹۴۰۶)۔

اسماعیلی کے الفاظ ہیں: ہم نے رسول خداؐ کے عہد میں متعۂ حج انجام دیا، قرآن میں بھی آیت متعہ نازل ہوئی اور رسول خداؐ نے بھی اس کی ممانعت نہیں فرمائی۔ (۱)

۲۔ ابو موسیٰ: منقول ہے کہ وہ متعہ حج کا فتویٰ دیتا تھا، ایک شخص نے اس سے کہا: اپنے بعض فتوؤں میں احتیاط سے کام لیا کریں، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد امیر المومنین نے مناسک حج میں کیا کچھ ایجاد کیا ہے، چنانچہ میں نے خود عمر کو دیکھ کر اس سلسلے میں سوال کیا، عمر نے کہا: میں جانتا ہوں کہ رسولؐ اور اصحاب رسولؐ متعۂ حج انجام دیا کرتے تھے لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا کہ لوگ درخت اراک کے سایہ میں اپنی عورتوں کے ساتھ آمیزش کریں پھر اس حال میں حج کے لئے روانہ ہوں کہ ان کے سروں سے غسل کا پانی ٹپک رہا ہو۔ (۲)

۳۔ مطرف نے عمران بن حصین سے نقل کیا ہے: بے شک آج میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو آج کے بعد تمھارے لئے ہمیشہ مفید ثابت ہوگی، جان لو کہ رسول خداؐ اور ان کے اہل خاندان کے بھی بعض افراد دس سال تک عمرہ کے لئے تشریف لے گئے (اور متعۂ حج انجام دیا) اس کے بعد اسے منسوخ کرنے والی آیت بھی نازل نہیں ہوئی، خود آنحضرت نے بھی اپنی وفات تک اس کی ممانعت نہیں فرمائی پھر ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق حکم صادر کر دیا۔

مسلم کے دوسرے الفاظ: ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق اظہار عقیدہ کر دیا یعنی عمر نے۔

ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: رسول خداؐ نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی اور اسے منسوخ کرنے والی آیت بھی نازل نہیں ہوئی پھر ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔ (۳)

۱۔ فتح الباری، ج۳، ص۳۳۸، (ج۳، ص۴۳۲)

۲۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۴۷۲، (ج۳، ص۶۷، حدیث۱۵۷، کتاب الحج)؛ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۲۲۹، (ج۲، ص۹۹۲، حدیث ۲۹۷۹)؛ مسند احمد، ج۱، ص۵۰، (ج۱، ص۸۱، حدیث۳۵۳)؛ سنن بیہقی، ج۵، ص۲۰؛ سنن نسائی، ج۵، ص۱۵۳، (ج۲، ص۳۴۸، حدیث۳۷۱۵)؛ تیسیر الوصول، ج۱، ص۲۸۸، (ج۱، ص۳۲۰، حدیث۳۰)؛ شرح معطا زرقانی، ج۲، ص۱۷۹، (ج۲، ص۲۶۵)

۳۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۴۷۲، (ج۳، ص۷۰، حدیث۱۶۵/۱۶۶ کتاب الحج)؛ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۲۲۹، (ج۲، ص۹۹۱، حدیث ۲۹۷۸)؛ مسند احمد، ج۴، ص۴۳۳، (ج۵، ص۶۰۰، حدیث۱۹۳۹۴)؛ سنن بیہقی، ج۴، ص۳۴۴؛ فتح الباری، ج۳، ص۳۳۸، (ج۳، ص۴۳۲)

دوسری صورت:

مطرف کا بیان ہے کہ عمران بن حصین نے مجھ سے کہا: میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا کہ ممکن ہے خداوند عالم اس کے ذریعہ تمھیں کوئی فائدہ پہونچائے، بے شک رسول خداؐ نے حج وعمرہ کو با ہم انجام دیا پھر اپنی وفات تک اس کی ممانعت نہیں فرمائی اور قرآن میں بھی اس کی تحریم کے عنوان سے کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔

یہ بات میرے لئے مسلّم اور قطعی تھی یہاں تک کہ کسی کی بات سے دلسوزی کا شکار ہوا اور میں نے اسے چھوڑ دیا پھر اسی داغ دل کو برداشت کرتے ہوئے دوبارہ اپنے موقف کی طرف پلٹ آیا۔

دارمی کی عبارت ہے کہ متعہ کتاب خدا میں حلال ہے، رسول خداؐ نے اس سے منع نہیں کیا اور قرآن مجید میں اس کی ممانعت میں کوئی آیت بھی نازل نہیں ہوئی، ہاں! ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔(۱)

تیسری صورت:

مطرف کا بیان ہے: عمران بن حصین نے وقت وفات مجھے بلایا اور کہا: میں تم سے ایسی بات بیان کروں گا جو تمہارے لئے مفید رہے گی، اگر میں زندہ رہا تو اسے پوشیدہ رکھنا اور اگر اجل نے مہلت نہیں دی تو تمہیں بیان کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

جان لو کہ رسول خداؐ نے حج وعمرہ کو باہم انجام دیا چنانچہ اس کی تحریم میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور رسول خداؐ نے بھی اس کی ممانعت نہیں فرمائی لیکن ایک شخص نے اپنی رائے کے مطابق جو چاہا کہہ دیا۔(۲)

۴۔ محمد بن عبداللہ بن نوفل کا بیان ہے: میں نے سنا کہ ایک سال معاویہ نے حج کے دوران سعد بن مالک سے سوال کیا: حج تمتع کے متعلق کیا کہتے ہو؟ کہا: بہت بہتر ہے۔

۱۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۴۷۴، (ج۳، ص۷۰، حدیث ۱۶۷ کتاب الحج)؛ سنن دارمی، ج۲، ص۳۵

۲۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۴۷۴، (ج۳، ص۷۰، حدیث ۱۶۸)؛ مسند احمد، ج۴، ص۴۲۸، (ج۵، ص۵۹۰، حدیث ۱۹۳۴۰)؛ سنن نسائی، ج۵، ص۱۴۹، (ج۲، ص۳۳۶، حدیث ۳۷۰۷)

معاویہ نے کہا: عمر اس کی ممانعت کرتے تھے کیا تو عمر سے بہتر ہے؟ جواب دیا: عمر مجھ سے بہتر ہیں لیکن رسول خداؐ اسے انجام دیا کرتے تھے وہ عمر سے بہتر تھے۔(۱)

۵۔ محمد بن عبداللہ سے مروی ہے: جس سال معاویہ نے حج کیا اس سال سعد بن ابی وقاص اور ضحاک بن قیس آپس میں گفتگو کر رہے تھے جس کا موضوع ''حج تمتع'' تھا۔

ضحاک نے کہا: جو شخص حکم خدا سے غافل و نادان ہے وہی اسے انجام دیتا ہے۔

سعد نے کہا: اے میرے برادر زادے! کتنی بری بات کہی ہے؟

ضحاک نے کہا: بے شک عمر بن خطاب نے اس کی ممانعت کی ہے۔

سعد نے کہا: لیکن رسول خداؐ اسے بجالاتے تھے اور ہم نے بھی آنحضرت کے ہمراہ حج تمتع انجام دیا۔(۲)

۶۔ سالم سے مروی ہے کہ اس نے کہا: میں ابن عمر کے ہمراہ مسجد میں بیٹھا تھا کہ شام کا ایک شخص آیا اور اس نے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا۔ ابن عمر نے کہا: بہت بہتر ہے۔

اس نے کہا: آپ کے والد اس کی ممانعت کرتے تھے؟

یہ سنتے ہی ابن عمر بھڑک اٹھے: وائے ہو تجھ پر! میرے والد اس کی ممانعت کرتے تھے لیکن رسول خداؐ تو اسے انجام دیتے تھے اور اس کا حکم فرماتے تھے، اپنے والد کی بات پر عمل کروں یا رسول خداؐ کے حکم پر، اٹھو اور میرے پاس سے چلے جاؤ۔(۳)

دوسری صورت:

۱۔ سنن دارمی، ج۲، ص۳۵

۲۔ الموطا، ج۱، ص۱۴۹، (ج۱، ص۳۴۴، حدیث ۶۰)؛ کتاب الام شافعی، ج۷، ص۱۹۹، (ج۷، ص۲۱۴)؛ سنن نسائی، ج۵، ص۱۵۲، (ج۲، ص۳۴۸، حدیث ۳۷۱۴)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۵۷، (ج۳، ص۱۸۵، حدیث ۸۲۳)؛ احکام القرآن جصاص، ج۱، ص۳۳۵، (ج۱، ص۲۸۴)؛ سنن بیہقی، ج۵، ص۱۷؛ تفسیر قرطبی، ج۲، ص۳۶۹، (ج۲، ص۲۵۸)؛ زاد المعاد ابن قیم، ج۱، ص۸۴، (ج۱، ص۱۷۹)؛ المواھب الدنیۃ، (ج۴، ص۴۱۲)؛ شرح المواھب الدنیۃ، (ج۴، ص۴۱۲)۔

۳۔ تفسیر قرطبی، ج۲، ص۳۶۵، (ج۲، ص۲۵۸)

عبداللہ ابن عمر سے متعہ حج کے متعلق سوال کیا گیا، کہا: وہ حلال ہے۔

یہ سن کر سوال کرنے والے نے کہا: لیکن سچ تو یہ ہے کہ آپ کے والد اس کی ممانعت کرتے تھے۔

ابن عمر نے کہا: بتاؤ میرے والد اس سے منع کرتے تھے لیکن رسول خداؐ اسے انجام دیتے تھے، میرے والد کے حکم کی پیروی کی جائے یا فرمان رسولؐ کی؟

اس شخص نے کہا: فرمان رسولؐ کی اطاعت کرنی چاہئے ۔ یہ سن کر عبداللہ نے کہا: رسول خداؐ اسے انجام دیتے تھے۔(۱)

تیسری صورت:

سالم کا بیان ہے: ابن عمر سے متعہ حج کے بارے میں سوال کیا گیا انہوں نے اس کا حکم دے دیا، کہا گیا کہ آپ اپنے والد کی مخالفت کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا: ''جیسا تم کہہ رہے رہو ویسا کچھ نہیں ہے، وہ تو کہتے تھے: عمرہ کو حج سے جدا کرو یعنی عمرہ حج کے مہینوں میں انجام نہ دو مگر قربانی کے ذریعہ، انہوں نے اس کے ذریعہ اس بات کا ارادہ کیا کہ حج کے مہینوں کے علاوہ خانہ خدا کی زیارت کی جائے اور تم لوگوں نے اسے حرام قرار دے دیا اور اس کی وجہ سے لوگ آزار واذیت میں مبتلا ہو گئے، حالانکہ خداوند عالم نے اسے حلال قرار دیا ہے اور رسول خداؐ نے اسے انجام دیا ہے''۔

لوگوں کے بہت زیادہ اصرار پر جھنجھلا کر کہا: کتاب خدا کی پیروی زیادہ مناسب ہے یا عمر کی؟(۲)

۷۔ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ابن عباس نے کہا: رسول خداؐ نے متعہ حج انجام دیا، یہ سن کر عروہ نے کہا: ابوبکر وعمر نے اس کی ممانعت کی ہے۔

ابن عباس نے کہا: اے عروہ! کیا کہتے ہو؟

۱۔ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۵۷، (ج۳، ص۱۸۵، حدیث ۸۲۴)؛ زاد المعاد ابن قیم، ج۱، ص۱۶۴، (ج۱، ص۱۸۹)؛ حاشیہ شرح المواهب زرقانی، ج۲، ص۲۵۲

۲۔ سنن بیہقی، ج۵، ص۲۱

کہا کہ ابوبکر وعمر اس کی ممانعت کرتے تھے۔

یہ سن کر ابن عباس بولے: میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ جلدی ہلاک ہوجائیں گے، میں کہتا ہوں کہ رسول خداؐ نے اس کا حکم دیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر وعمر نے کہا ہے۔(۱)

۸۔احمد نے ابوموسیٰ سے نقل کیا ہے کہ عمر نے کہا: وہ رسول خداؐ کی سنت تھی یعنی متعہ، لیکن میں خوف زدہ ہوا کہ لوگ اپنی عورتوں کے ساتھ درخت اراک کے سایہ میں آمیزش کریں پھر ان کے ہمراہ حج کے لئے جائیں۔(۲)

۹۔ابن عباس سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک ایسے شخص سے جوان کے ساتھ یہ بحث کر رہا تھا کہ ابوبکر وعمر نے متعہ سے منع کیا ہے، کہا: عنقریب تیرے اوپر آسمان سے پتھر نازل ہوگا، میں کہتا ہوں کہ رسول خداؐ نے اس کا حکم دیا ہے اور تو کہتا ہے کہ ابوبکر وعمر نے کہا۔(۳)

۱۰۔حسن سے مروی ہے کہ عمر نے متعۂ حج کی ممانعت کرنا چاہی تو اُبی بن کعب نے کہا: آپ ایسا نہیں کر سکتے اس لئے کہ ہم نے رسول خداؐ کے ہمراہ حج تمتع انجام دیا ہے اور انھوں نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی ہے، یہ سُن کر عمر اس سے باز آئے اور چاہا کہ رنگین لباسوں کی ممانعت کریں کیوں کہ وہ پیشاب کے ذریعہ رنگین ہوجاتا تھا، یہ دیکھ کر اُبی نے کہا: آپ کو اس کا بھی حق حاصل نہیں، اس لئے کہ رسول خداؐ اسے پہنتے تھے اور ہم نے بھی آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں پہنا ہے۔(۴)

احمد کے الفاظ ہیں: عمر نے لوگوں کو متعۂ حج سے منع کرنا چاہا، تو اُبی بن کعب نے کھڑے ہوکر کہا: آپ ایسا نہیں کر سکتے، اس لئے کہ کتاب خدا میں یہ بات مذکور ہے اور ہم نے بھی رسول خداؐ کے ہمراہ عمرہ

۱۔مسند احمد، ج۱، ص۳۳۷، (ج۱، ص۵۵۴، حدیث۳۱۱۱)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص۲۲۶، (ص۳۹۱، حدیث۲۵۵)؛ تذکرۃ الحفاظ، ج۳، ص۵۳، (ج۳، ص۸۳۷، نمبر۸۱۷)؛ زاد المعاد، ج۱، ص۲۱۹، (ج۱، ص۲۱۲)

۲۔ ذ مسند احمد، ج۱، ص۴۹، (ج۱، ص۷۹، حدیث۳۴۴)

۳۔زاد المعاد ابن قیم، ج۱، ص۲۱۵، (ج۱، ص۲۰۹)؛ حاشیہ شرح المواھب، ج۲، ص۳۲۸

۴۔مسند احمد، ج۵، ص۱۴۳، (ج۶، ص۱۷۳، حدیث۲۰۷۷۶)؛ مجمع الزوائد، ج۳، ص۲۴۶؛ کنز العمال، ج۳، ص۳۲ (ج۵، ص۱۶۷، حدیث۱۲۴۸۷)؛ درّ منثور، ج۱، ص۲۱۶، (ج۱، ص۵۲۱)

انجام دیا، یہ سن کر عمر منبر کے نیچے اتر آئے۔(۱)

۱۱۔ بخاری نے اپنی صحیح میں ابو حمزہ، نصر بن عمران سے نقل کیا کہ میں نے ابن عباس سے متعہ کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے اسے انجام دینے کا حکم دے دیا۔

اس کے بعد میں نے کعبہ میں ہدیہ پیش کرنے کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے کہا: حج تمتع میں ایک گائے، اونٹ یا بکری کی کھال مروی ہے۔

اس کا بیان ہے: ایسا لگتا ہے کہ بعض لوگ اسے ناپسند کرتے تھے چنانچہ میں سویا اور خواب میں دیکھا کہ ایک انسان چلا رہا ہے: حج اور متعہ۔

میں نے ابن عباس کی خدمت میں آ کر اپنے خواب کو بیان کیا، پورا خواب سن کر فرمایا: اللہ اکبر! ابو القاسم کی سنت اور ان کا طریقہ یہی ہے۔(۲)

قسطلانی کا بیان ہے: (مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے بعض لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں) یعنی عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان اور وہ تمام افراد جنھوں نے اس مسئلہ میں ان کی تاسی کی ہے۔(۳)

۱۲۔ ابن سیرین سے منقول ہے کہ اس سے متعۂ حج کے متعلق سوال کیا گیا، کہا: اسے عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان ناپسند کرتے تھے۔

اگر میدان علم میں دیکھا جائے تو وہ ہم سے زیادہ عالم و دانا تھے اور اعتقادی اور نظریاتی اعتبار سے بھی ان کا نظریہ ہم سے بہتر ہے۔(۴)

۱۳۔ اسود بن یزید سے منقول ہے کہ اس نے کہا: میں عصر عرفہ میں عمر بن خطاب کے ساتھ کھڑا تھا،

۱۔ زاد المعاد ابن قیم، ج۱، ص۲۲۰، (ج۱، ص۲۱۳)

۲۔ صحیح بخاری، ج۳، ص۱۱۴، (ج۲، ص۶۰۵، حدیث۱۶۰۳)؛ درّ منثور، ج۱، ص۲۱۷، (ج۱، ص۵۲۱)؛ صحیح مسلم، (ج۳، ص۸۳، حدیث۲۰۴، کتاب الحج)

۳۔ ارشاد الساری، ج۳، ص۲۰۴، (ج۴، ص۲۳۶، حدیث۱۶۸۸)

۴۔ جامع بیان العلم، ج۳، ص۳۱، (ص۲۴۶، حدیث۱۲۸۵)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص۱۱۱ (۱۹۹، حدیث۱۸۰)

اچانک ہم نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال زیبا تھے اور اس سے بہترین خوشبو آ رہی تھی۔

عمر نے اسے اپنے قریب بلا کر پوچھا: کیا تو حالت احرام میں ہے؟ کہا: ہاں۔ عمر نے کہا: لیکن تیری حالت محرم کی طرح نہیں ہے اور اگر تو محرم ہوتا تو تیرے بال خاک آلود ہوتے اور تجھ سے بد بو آتی۔

اس نے کہا: میں متمتع ہوں، میری زوجہ میرے ہمراہ ہے میں آج ہی محرم ہوا ہوں۔

یہ سنتے ہی عمر نے کہا: ان ایام میں متمتع نہ ہو، اس لئے کہ اگر میں متعہ کی اجازت دے دوں تو لوگ اپنی عورتوں کے ساتھ درخت بید کے سایہ میں آمیزش کریں گے اور پھر حج کے لئے حرکت کریں گے۔

ابوحنیفہ نے اسے نقل کیا ہے (۱) پھر ابن قیم، ابن حزم کا بیان نقل کیا ہے کہ کیا قباحت ہے، یہ کام کتنا اچھا ہے، خود رسول خداؐ نے طواف کیا اور اپنی عورتوں کے ہمراہ آمیزش کی پھر محرم کی حالت میں صبح کی، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ احرام سے قبل جماع اور آمیزش جائز ہے۔

قاضی ابو یوسف نے ابوحنیفہ سے روایت کی ہے: وہ عمر بن خطاب کے ساتھ عرفات میں کھڑا تھا اچانک ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے سر سے تازگی عیاں ہے اور اس سے خوشبو آ رہی ہے۔

یہ دیکھ کر عمر نے اس سے کہا: وائے ہو تجھ پر کیا تو حالت احرام میں نہیں ہے؟

اس نے کہا: کیوں نہیں اے امیر المومنین! میں محرم ہوں۔

عمر نے کہا: لیکن میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تجھ سے عطر کی بو آ رہی ہے حالانکہ محرم کے بال خاک آلود ہوتے ہیں۔

اس نے کہا: میں نے عمرۂ مفردہ کے لئے تلبیہ (حج میں لبیک کہنا) کیا اور مکہ میں داخل ہوا، میرے ساتھ میرے اہل وعیال بھی ہیں۔

عمر نے متعہ کی ممانعت کرتے ہوئے اس سے کہا: تم لوگ سوچتے ہو کہ میں تمہیں متعہ کے لئے آزاد چھوڑ دوں گا تا کہ درخت بید کے سایہ میں اپنی عورتوں کے ساتھ آمیزش و جماع کرو پھر حج کے ارادہ سے جاؤ۔ (۲)

۱۔ زاد المعاد، ج۱، ص۲۲۰، (ج۱، ص۲۱۴) ۲۔ کتاب الآثار، ص۹۷

۱۴۔ابن عباس سے منقول ہے: میں نے عمر کو کہتے ہوئے سنا: خدا کی قسم! میں تمہیں متعہ سے منع کروں گا۔حالانکہ کتاب خدا میں موجود ہے اور رسول خداؐ بھی اسے بجالاتے تھے یعنی متعہ حج کو۔(۱)

۱۵۔عبداللہ بن عمر سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے کہا کہ تم لوگ اپنے حج وعمرہ میں فاصلہ رکھو اس لئے کہ یہ ایام حج سے مخصوص ہیں۔حج کے مہینوں کے علاوہ عمرہ انجام دینا چاہئے۔(۲)

درمنثور کے الفاظ ہیں: اپنے حج وعمرہ کے درمیان فاصلہ رکھو، حج کو ایام حج میں انجام دو اور عمرہ کو بقیہ دنوں میں رکھو۔

۱۶۔سعید بن مسیب سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے حج کے مہینوں میں متعہ کی ممانعت کرتے ہوئے کہا: میں نے اسے رسول خداؐ کے ہمراہ انجام دیا لیکن میں اس کی ممانعت کرتا ہوں اس لئے کہ تم لوگ مختلف شہروں سے حج کے مہینوں میں خاک آلود اور خستہ حال آتے ہو پھر مکہ میں داخل ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہو، اس کے بعد اپنے خیموں میں جا کر لباس پہنتے ہو، خوشبو لگاتے ہو اور اپنی زوجہ کے پاس جاتے ہو یعنی آمیزش کرتے ہو۔دوسرے دن تم لوگ حج کی شروعات کرتے ہوئے، منیٰ جاتے ہو، حج کے لئے تلبیہ کہتے ہو حالانکہ نہ تم تھکن کا احساس کرتے ہو اور نہ ہی پریشاں حالی کا۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حج، عمرہ سے افضل ہے؟

اگر میں انھیں متعہ کے لئے آزاد چھوڑ دوں تو وہ درخت بید واراک کے نیچے ان کی گردنوں میں باہیں حمائل کرکے پڑے رہیں گے۔(۳)

۱۷۔قاضی ابو یوسف نے ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب نے متعہ مفردہ کی ممانعت کی ہے لیکن قرآن نے اس سے منع نہیں فرمایا ہے۔(۴)

۱۔سنن نسائی، ج۵،ص۱۵۳،(ج۲،ص۳۴۹،حدیث۳۷۱۶)

۲۔ المعطا، ج۱، ص۲۵۲، (ج۱، ص۳۴۷، حدیث ۶۷)؛ سنن بیہقی، ج۵، ص۵؛ تیسیر الوصول، ج۱، ص۲۷۹(ج۱، ص۳۳۰، حدیث۲)؛ درمنثور، ج۱، ص۲۸۱،(ج۱، ص۵۲۵)۔

۳۔کنز العمال، ج۳،ص۳۲،(ج۵،ص۱۶۴،حدیث ۱۲۴۷۷)؛حلیۃ الاولیاء،(ج۵،ص۲۰۵)

۴۔کتاب الآثار،ص۹۹

۶۹۔ متعہ (ازدواج موقت)

۱۔ جابر بن عبداللہ کا بیان ہے: ہم ایک مشت خرما اور آٹے پر رسول خداؐ، ابوبکر اور چند دنوں تک عمر کے زمانے میں کچھ دنوں کے لئے عورت سے متعہ کرتے تھے لیکن عمر بن خطاب نے عمرو بن حریث کو اس کام سے منع کر دیا۔ (۱)

۲۔ عروہ بن زبیرؓ سے منقول ہے: خولہ بنت حکیم نے عمر بن خطاب کے پاس آ کر کہا: ربیع بن امیہ نے متعہ کیا ہے اور اس کی وجہ سے عورت حاملہ ہو چکی ہے۔

یہ سنتے ہی عمر اس حالت میں باہر آئے کہ ان کی عبا غم وغصہ سے کھینچی جا رہی تھی، انھوں نے کہا: یہ متعہ ہے؟ اگر میں اس واقعہ سے پہلے اپنی رائے بیان کر دیتا تو اسے سنگسار کر دیتا۔ (۲)

۳۔ حکم سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر عمر بن خطاب نے متعہ کی ممانعت نہ کی ہوتی تو صرف شقی اور بد بخت ہی زنا کا مرتکب ہوتا۔

دوسری صورت

لوگوں نے حکم سے متعۂ نساء کی آیت کے بارے میں سوال کیا کہ کیا یہ منسوخ ہو چکی ہے؟ جواب دیا: نہیں اور حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: اگر عمر متعہ کی ممانعت نہیں کرتے تو شقی اور جنایتکار کے علاوہ کوئی اور زنا کا مرتکب نہیں ہوتا۔ (۳)

۱۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۹۵، (ج۳، ص۱۹۴، حدیث ۱۶ کتاب النکاح)؛ جامع الاصول، (ج۱۲، ص۱۳۵، حدیث ۸۹۵۳)؛ تیسیر الوصول، ج۴، ص۲۶۲، (ج۴، ص۳۱۵، حدیث۵)؛ زاد المعاد ابن قیم، ج۱، ص۴۴۴، (ج۲، ص۱۸۴)؛ فتح الباری، ج۹، ص۱۴۱، (ج۹، ص۱۷۲)؛ کنز العمال، ج۸، ص۲۹۴، (ج۱۶، ص۵۲۳، حدیث ۴۵۷۳۲)۔

۲۔ موطا مالک، ج۲، ص۳۰، (ج۲، ص۵۴۲، حدیث۴۲)؛ کتاب الام شافعی، ج۷، ص۲۱۹، (ج۷، ص۲۳۵)؛ سنن بیہقی، ج۷، ص۲۰۶۔

۳۔ تفسیر طبری، ج۵، ص۹، (مجلد۴، ج ۵، ص۱۳)؛ الکشف البیان، (تفسیر ثعلبی)؛ سورۂ نساء آیت ۲۴؛ تفسیر کبیر، ج۳، ص۲۰۰، (ج۱۰، ص۵۰)؛ تفسیر ابی حیان، ج ۳، ص ۲۱۸؛ تفسیر نیشاپوری، (ج ۲، ص۳۹۲)؛ در منثور، ج ۲، ص۱۴۰، (ج ۲۰، ص۴۸۶)۔

۴۔ ابو جریج نے عطار سے نقل کیا ہے: میں نے ابن عباس کو کہتے ہوئے سنا: خدا عمر پر رحم کرے، متعہ ایسی رحمت تھی جس کے ذریعہ سے خداوند عالم نے امت محمدؐ پر باب رحمت وا رکھا تھا، اگر عمر اس کی ممانعت نہ کرتے تو کوئی زنا کی طرف مائل نہ ہوتا مگر لوگوں کی مختصر تعداد (انتہائی پست افراد)۔(۱)

۵۔ حافظ عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ مجھے ابوالزبیر نے جابر کے حوالے سے خبر دی ہے کہ جابر نے کہا: عمرو بن حریث نے کوفہ میں داخل ہو کر ایک کنیز کے ساتھ متعہ کیا اور وہ حاملہ ہوگئی، اس نے اسی حالت میں عمر سے ملاقات کی، ان کے اصرار پر اس نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ راوی کا بیان ہے: یہ اس وقت کی بات ہے جب عمر نے اس کی ممانعت کردی تھی۔(۲)

۶۔ حافظ ابوشیبہ نے نافع سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر سے متعہ کے متعلق سوال کیا گیا۔

کہا: حرام ہے۔

لوگوں نے کہا: ابن عباس اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

یہ سن کر ابن عمر نے کہا: اگر ایسی بات ہے تو انھوں نے عہد عمر میں لب کشائی کیوں نہ کی اور کیوں اپنی زبان کو بند رکھا؟(۳)

۷۔ طبری نے جابر سے نقل کیا ہے: لوگ متعہ انجام دیتے تھے لیکن عمر بن خطاب نے لوگوں کو اس فعل سے منع کر دیا۔(۴)

۸۔ سلیمان بن یسار نے ام عبداللہ بنت ابی خثیمہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شامی اس کے پاس آ کر کہنے لگا:

۱۔ احکام القرآن جصاص، ج۲، ص۱۷۹، (ج۲، ص۱۴۷)؛ بدایۃ المجتہد، ج۲، ص۵۸؛ نہایہ ابن اثیر، ج۲، ص۲۴۹، (ج۲، ص۴۸۸)؛ الفائق زمخشری، ج۱، ص۳۳۱، (ج۲، ص۲۵۵)؛ تفسیر قرطبی، ج۵، ص۱۳۰، (ج۵، ص۸۶)؛ درّ منثور، ج۲، ص۱۴۰، (ج۲، ص۴۸۷)؛ لسان العرب، ج۱۹، ص۱۶۶، (ج۱۳، ص۱۵)؛ تاج العروس، ج۱۰، ص۲۰۰۔

۲۔ المصنف عبدالرزاق، (ج۷، ص۵۰۰، حدیث۱۴۰۲۹)؛ فتح الباری، ج۹، ص۱۴۱، (ج۹، ص۱۷۲)۔

۳۔ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج۴، ص۲۹۳)؛ درّ منثور، ج۲، ص۱۴۰، (ج۲، ص۴۸۷)؛ کنز العمال، (ج۱۶، ص۵۲۱، حدیث۴۵۷۲۳)

۴۔ کنز العمال، ج۸، ص۲۹۳، (ج۱۶، ص۵۲۰، حدیث۴۵۷۱۹)

میں اپنی خواہشات سے سخت پریشان ہوں، کسی ایسی عورت کی نشاندہی کرو جس کے ساتھ متعہ کرسکوں۔

بنت ابی خثیمہ کا بیان ہے: میں نے ایک عورت کی نشاندہی کردی، اس نے اس کے ساتھ نکاح موقت کیا، چند عادل افراد کواس پر گواہ بنایا۔ چنانچہ معینہ مدت تک رہا پھر واپس چلا گیا۔

اس واقعہ سے عمر بن خطاب باخبر ہوگئے، میرے پاس آدمی بھیج کر بلوایا اور پوچھا: کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ انھوں نے کہا: اب جب بھی وہ آئے مجھے باخبر کرو۔

جب وہ شخص آیا تو میں نے عمر کو باخبر کردیا۔ انھوں نے اس سے پوچھا: یہ کام کیوں کیا؟

اس نے کہا: میں نے رسول خداؐ کے عہد میں کیا لیکن انھوں نے اس کی ممانعت نہیں کی یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔ اس کے بعد ابوبکر کے عہد میں بھی یہ فعل انجام دیا اور انھوں نے اس سے منع نہیں کیا پھر وہ بھی دنیا سے چلے گئے، اب آپ کے عہد میں ہوں لیکن ابھی تک آپ سے کسی ممانعت کی اطلاع نہیں پہونچی۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر میری ممانعت کے بعد تم نے یہ فعل انجام دیا ہوتا تو تمہیں سنگسار کردیتا۔(۱)

۹۔ ابن جریر طبری نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر عمر کی ممانعت سبقت حاصل نہ کرتی تو میں متعہ کا خصوصی حکم دیتا جس کے بعد صرف بدبخت اور جنایتکار ہی زنا کا مرتکب ہوتا۔(۲)

۱۰۔ عطا کا بیان ہے: جابر بن عبداللہ عمرہ سے واپس آئے، ہم ان کے گھر ملاقات کی غرض سے پہونچے، لوگوں نے مختلف سوالات کئے پھر متعہ کا ذکر آیا۔ جابر نے کہا: ہم رسول خداؐ، ابوبکر کے عہد میں اور عمر کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں ایسا کرتے تھے۔

احمد کی عبارت ہے: پھر عمر کی خلافت کا آخری زمانہ آگیا۔(۳)

۱۔ کنز العمال، ج۸، ص۲۹۴، (ج۱۶، ص۵۲۲، حدیث ۴۵۷۲۶)

۲۔ کنز العمال، ج۸، ص۲۹۴، (ج۱۶، ص۵۲۲، حدیث ۴۵۷۲۸)

۳۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۹۵، (ج۳، ص۱۹۳، حدیث ۱۵، کتاب النکاح)؛ مسند احمد، ج۳، ص۳۸۰، (ج۴، ص۳۶۵، حدیث ۱۴۶۵۵)

تبیان الحقائق شرح کنز الدقائق کے الفاظ ہیں: ہم رسول اسلامؐ، ابوبکر کے عہد میں اور خلافت عمر کے اوائل میں متعہ کرتے تھے پھر انہوں نے اس کی ممانعت کر دی۔

۱۱۔ عمران بن حصین کا بیان ہے: کتاب خدا میں آیۂ متعہ نازل ہوئی اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو اسے منسوخ و باطل کرے، پھر رسول خداؐ نے ہمیں متعہ کا حکم دیا، ہم آنحضرت کے عہد میں متعہ کیا کرتے تھے پھر آنحضرت اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور متعہ سے منع نہیں فرمایا، اس کے بعد ایک شخص نے اپنی خواہش کے مطابق جو چاہا کہہ دیا۔(۱)

مفسرین نے لکھا ہے کہ آیۂ مبارکہ: ﴿ **فماهن امتعتم به منهن فآتوهناجورهن فريضة** ﴾ ''جو بھی ان عورتوں سے تمتع کرے ان کی اجرت انھیں بطور فریضہ عطا کرے''۔

جن لوگوں نے عقد موقت کو جائز سمجھا ہے انھوں نے اسی آیت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اور ان میں سے بعض افراد نے جواز متعہ کو عمران بن حصین کے حوالے سے نقل کیا ہے۔(۲)

۱۲۔ نافع نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے: لوگوں نے ان سے متعہ کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا: حرام ہے، اگر عمر بن خطاب کسی کو متعہ کرتے ہوئے پکڑ لیتے تو اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیتے تھے۔(۳)

۱۳۔ عمر کہتے تھے: اگر متعہ کو حلال سمجھنے والے شخص کو میرے پاس لایا گیا تو میں اسے ضرور سنگسار کروں گا۔ سبط ابن جوزی نے مرآۃ الزمان میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

۱۴۔ ابوسعید خدری اور جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ ہم خلافت عمر کے اوائل میں متعہ کیا کرتے تھے پھر عمر نے عمرو بن حریث کو اس کام سے منع کر دیا۔(۴)

۱۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۴۴۷، (ج۳، ص۱۷، حدیث۱۷۲)، کتاب الحج)؛ صحیح بخاری ج۳، ص۱۵، (ج۲، ص۵۶۹، حدیث۱۴۹۶)؛ تفسیر قرطبی، ج۲، ص۳۶۵، (ج۲، ص۲۵۸)۔

۲۔ الکشف البیان، (تفسیر ثعلبی)، سورۂ نساء آیت ۲۴؛ تفسیر کبیر، ج۳، ص۲۰۰/۲۰۲، (ج۱۰، ص۴۹/۵۳)؛ تفسیر نیشاپوری، (ج۲، ص۲۹۲)

۳۔ سنن بیہقی، ج۷، ص۲۰۶

۴۔ عمدۃ القاری، ج۸، ص۳۱۰، (ج۱۷، ص۲۴۶)

ابن رشد نے اسے بدایۃ المجتہد میں جابر کے حوالے سے نقل کیا ہے:: ہم رسول خداؐ، ابوبکر کے عہد میں اور خلافت عمر کے اوائل میں متعہ کرتے تھے پھر عمر نے لوگوں کو اس کام سے منع کر دیا۔(۱)

۱۵۔ ابو یوب سے مروی ہے کہ عروہ نے ابن عباس سے کہا: کیا خدا سے ڈر نہیں لگتا کہ متعہ کی اجازت دیتے ہو اور اسے حلال سمجھتے ہو؟

ابن عباس نے کہا: اے عروہ! جاؤ اپنی ماں سے سوال کرو۔

عروہ نے کہا: لیکن ابوبکر و عمر نے متعہ نہیں کیا تھا۔

یہ سنتے ہی ابن عباس نے کہا: خدا کی قسم! اگر تم لوگ متعہ کی ممانعت سے دست بردار نہیں ہوئے تو خدا تم پر عذاب نازل فرمائے گا۔ میں تم سے رسولؐ کی حدیث بیان کرر رہا ہوں اور تم ابوبکر و عمر کی بات کرر ہے ہو۔(۲)

واقعہ میں فیصلے کے لئے ابن عباس نے عروہ بن زبیر کی ماں ''اسماء بنت ابوبکر'' کا حوالہ اس لئے دیا تھا کیوں کہ زبیر نے اس کے ساتھ متعہ کیا تھا اور عبداللہ بن زبیر اسی متعہ کا نتیجہ تھے۔

راغب کا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن عباس کو حلیت متعہ پر سرزنش کی تو ابن عباس نے ان سے کہا: جاؤ اپنی ماں سے سوال کرو کہ اس کے اور تمہارے باپ کے درمیان کس طرح کے تعلقات تھے؟

جب اس نے سوال کیا تو جواب میں کہا: میں نے تمہارے باپ سے متعہ کر کے تمہیں پیدا کیا ہے۔(۳)

ابن عباس کے بقول: متعہ کے ذریعہ روشن ہونے والا پہلا آتشدان ''آل زبیر'' ہے۔(۴)

۱۔ بدایۃ المجتہد، ج۲، ص۵۸

۲۔ جامع بیان العلم، ج۲، ص۱۹۶، (ص۴۳۴، حدیث۲۰۹۵)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص۲۲۶، (ص۳۹۱، حدیث۲۵۵)

۳۔ محاضرات الادباء، (مجلد۲، ج۳، ص۲۱۴)

۴۔ العقد الفرید، ج۲، ص۱۳۹، (ج۳، ص۲۰۵)

مسلم نے مسلم اشعری سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے ابن عباس سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے اس کی اجازت دے دی لیکن ابن زبیر اس سے منع کرتے تھے۔

یہ سن کر ابن عباس نے کہا: یہ ابن زبیر کی ماں ہے جو رسول خداؐ سے ایسی حدیث بیان کرتی ہے جس میں آنحضرتؐ نے متعہ کی اجازت دے رکھی ہے لہٰذا جاؤ اس سے سوال کرو۔

راوی کا بیان ہے: وہاں پہونچ کر ایک موٹی اندھی عورت سے سابقہ ہوا اس نے کہا: رسول خداؐ نے متعہ کی اجازت دی ہے۔(۱)

مسلم نے اس عبارت کو دو طرق سے نقل کر کے لکھا ہے: عبدالرحمٰن کی حدیث میں متعہ ہے اور اس نے (حج تمتع) نہیں کہا ہے لیکن ابن جعفر کہتے ہیں کہ شعبہ کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ ان کی مراد حج تمتع ہے یا متعہ (ازدواج موقت)۔

اگر چہ عبدالرحمٰن کے الفاظ میں مطلق متعہ استعمال ہوا ہے اور مسلم نہیں جانتے کہ ان دونوں میں سے کون سا متعہ مراد ہے؟

لیکن ابوداؤد طیالسی سے منقول ہے کہ مسلم اشعری نے کہا: ہم اسماء بنت ابوبکر کے پاس پہونچے اور متعۂ نساء کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے جواب میں کہا: ہم رسول خداؐ کے عہد میں ایسا کرتے تھے۔(۲)

جی ہاں! احمد نے (۳) شعبہ کے طریق سے جس بات کی روایت کی ہے، وہ متعۂ حج ہے اور اس نے مسلم سے اس امر میں اس کے مردد ہونے کی حکایت بھی سن رکھی تھی۔

شاید اسی لئے اس نے اس جملے ''نہیں معلوم حج تمتع مقصود تھا یا متعہ (ازدواج موقت)'' کے ذریعہ مقید کر دیا کہ ابن زبیر کی عظمت و بلندی کا تحفظ کر سکے اور قاری پر مخفی رہ جائے کہ یہ مدعی خلافت متعہ کا فرزند اور اس کا نتیجہ ہے۔

۱۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۵۴، (ج۳، ص۸۱، حدیث۱۹۴/۱۹۵، کتاب الحج)

۲۔ مسند ابوداؤد طیالسی، ص۲۲۷

۳۔ مسند احمد، ج۶، ص۳۴۸، (ج۷، ص۴۸۷، حدیث ۲۶۴۰۶)

۱۶۔ابن کلبی کا بیان ہے کہ سلمہ بن امیہ بن خلف جمی نے حکیم بن ربیعہ بن اوقص اسلمی کی کنیز مسلمی کے ساتھ متعہ کیا اور ایک بچہ پیدا ہوا لیکن سلمہ نے اس سے صاف انکار کر دیا جب عمر کے کانوں میں یہ بات پہونچی تو انھوں نے متعہ کی ممانعت کر دی۔

مروی ہے کہ سلمہ نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا جب عمر کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس کی ممانعت کی۔(۱)

دو متعہ: متعہ حج اور متعہ نساء

۱۔ابی نضرہ سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں جابر بن عبداللہ انصاری کے پاس تھا۔ایک شخص ان کے پاس آکر بولا: ابن عباس اور ابن زبیر متعہ کے سلسلے میں اختلاف نظر رکھتے ہیں۔

یہ سن کر جابر نے کہا: ہم نے دونوں متعہ کو رسول خداؐ کے عہد میں انجام دیا ہے اس کے بعد عمر نے اس کی ممانعت کر دی پھر ہم نے اس کی تکرار نہیں کی۔(۲)

دوسری صورت

ابی نضرہ کا بیان ہے کہ میں نے جابر سے کہا: ابن زبیر متعہ کی ممانعت کرتے ہیں اور ابن عباس اس کا حکم دیتے ہیں؟

انہوں نے کہا: میں حدیث سے پوری طرح واقف ہوں، ہم رسول خداؐ اور ابو بکر کے عہد میں متعہ کی سعادت حاصل کرتے تھے، جب عمر خلیفہ ہوئے تو لوگوں کو خطاب کر کے کہا: بے شک رسول خداؐ وہی رسول اور قرآن مجید بھی وہی قرآن ہے، ہاں! یہ دونوں متعہ رسول خداؐ کے عہد میں رائج تھے لیکن میں ان کی ممانعت کر رہا ہوں، اگر کوئی شخص اسے انجام دے تو میں اسے سزا دوں گا: ایک متعہ نساء ہے، اگر میں

۱۔الاصابہ، ج۲، ص۶۳

۲۔صحیح مسلم، ج۱، ص۳۹۵، (ج۳، ص۱۹۴، حدیث ۱۷، کتاب النکاح)؛ سنن بیہقی، ج۷، ص۲۰۶

نے کسی کو دیکھ لیا کہ معینہ مدت تک کے لئے کسی عورت سے نکاح کر رہا ہے تو میں اسے پتھروں کے نیچے چھپا دوں گا؛ دوسرا حج تمتع ہے۔(۱)

تیسری صورت

جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ہم عہد رسولؐ میں متعۂ حج اور متعۂ نساء دونوں انجام دیتے تھے لیکن عمر نے ہمیں اس سے منع کر دیا اس کے بعد ہم نے اسے ترک کر دیا۔(۲)

چوتھی صورت

ابی نضرہ کا بیان ہے: ابن عباس متعہ کا حکم دیتے اور ابن زبیر اس کی مخالفت کرتے تھے، میں نے اس کا تذکرہ جابر بن عبداللہ انصاری سے کیا۔

جابر نے کہا: میں اس سلسلے کی حدیث سے پوری طرح آگاہ ہوں، ہم رسولؐ کے عہد میں متعہ کیا کرتے تھے جب عمر خلیفہ ہوئے تو کہا: بے شک خداوند عالم نے ان تمام چیزوں کو حلال کر دیا جن کے متعلق رسول خداؐ نے اپنی خواہش ظاہر کی۔ لہٰذا تم لوگ حج و عمرہ کو امر خدا کے مطابق انجام دو اور عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے دور رہو اگر متعہ کرنے والے شخص کو میرے پاس لایا گیا تو میں اسے سنگسار کروں گا۔(۳)

پانچویں صورت

قتادہ کا بیان ہے: میں نے سنا کہ ابی نضرہ کہہ رہا تھا کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے کہا: ابن زبیر متعہ کی ممانعت کرتے ہیں اور ابن عباس اس کا حکم دیتے ہیں۔

۱۔ سنن بیہقی، ج۷، ص۲۰۶؛ صحیح مسلم، (ج۳، ص۵۶، حدیث۱۴۵، کتاب الحج)

۲۔ مسند احمد، ج۳، ص۳۵۶/۳۶۳، (ج۴، ص۳۲۵، حدیث۱۴۴۲۰/ص۳۳۷، حدیث۱۴۵۰۰)؛ کنز العمال، ج۸، ص۲۹۳، (ج۱۶، ص۵۲۰، حدیث۴۵۷۲۰)

۳۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۴۶۷، (ج۳، ص۵۶، حدیث۱۴۵، کتاب الحج)؛ احکام القرآن جصاص، ج۲، ص۱۷۸، (ج۲، ص۱۴۷)؛ سنن بیہقی، ج۵، ص۲۱؛ تفسیر کبیر، ج۳، ص۲۶، (ج۱۰، ص۵)؛ کنز العمال، ج۸، ص۲۹۳، (ج۱۶، ص۵۲۱، حدیث۴۵۷۲۵)؛ درّ منثور، ج۱، ص۲۱۶، (ج۱، ص۵۲۰)۔

جابر نے کہا: میں حدیث سے پوری طرح آگاہ ہوں، ہم رسول خداؐ کے عہد میں متعہ کرتے تھے جب عمر مسند خلافت پر براجمان ہوئے تو کہا: بے شک خداوند عالم نے اپنے رسولؐ کی خواہش کے مطابق اسے حلال کر دیا تھا اور قرآن مجید میں آیۂ حلیت موجود ہے۔ لہٰذا تم لوگ اپنے حج کو عمرہ سے جدا کرو اور ان عورتوں کے نکاح کی پیروی کرو اگر کسی ایسے شخص کو میرے پاس لایا گیا جس نے ایک مدت معین تک عورت کے ساتھ نکاح کیا تو میں اسے ضرور سنگسار کروں گا۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: چونکہ متعہ کرنے والے شخص کو سنگسار کرنے کا حکم دینا قانونی نہیں تھا اور کسی سنی فقیہ نے عقد کی شباہت کی بنیاد پر اس کا حکم نہیں دیا ہے، اسی لئے جصاص (۲) نے حدیث نقل کر کے لکھا: عمر کا متعہ کے سلسلے میں سنگساری کا حکم صادر کرنا اس جہت سے جائز ہے کہ ممکن ہے یہ حکم خوف و ہراس اور دھمکانے کے لئے صادر کیا ہو، تاکہ لوگ اس سے باز رہیں۔

۲۔ عمر نے ایک خطبہ میں کہا: ''**متعتان كانتا على عهد رسول الله صلى الله عليه و آله وانا انهى عنهما واعاقب عليهما: متعة الحج ومتعة النساء**'' رسول خداؐ کے عہد میں دو متعہ رائج تھے لیکن میں ان دونوں کی ممانعت کر رہا ہوں اور ان کو انجام دینے والے کو سزا دوں گا: متعۂ حج اور متعۂ نساء''۔

جصاص کی عبارت ہے: اگر اس سے پہلے ممانعت کرتا تو ضرور سنگسار کرتا یا اگر کسی شخص نے متعۂ نساء انجام دیا ہے تو اسے ضرور سنگسار کروں گا۔(۳)

مامون عباسی نے جواز متعہ پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور اسی بنا پر اس نے حکم متعہ نافذ

۱۔ مسند ابوداؤد طیالسی، ص ۲۴۷

۲۔ احکام القرآن، (ج۲، ص ۱۴۷)

۳۔ البیان والتبیین، ج۲، ص ۲۲۳، (ج۲، ص ۱۹۳)؛ احکام القرآن جصاص، ج۱، ص ۳۴۲/۳۴۵، ج۲، ص ۱۸۴، (ج۱، ص ۲۹۰، ۲۹۳، ج۲، ص ۱۵۲)؛ تفسیر قرطبی، ج۲، ص ۳۷۰، (ج۲، ص ۲۶۱)؛ المبسوط سرخی، (ج۴، ص ۲۷)؛ زاد المعاد ابن قیم، ج۱، ص ۴۴۴، (ج۲، ص ۱۸۴)؛ تفسیر کبیر رازی، ج۲، ص ۱۶۷، ج۳، ص ۲۰۱/۲۰۲، (ج۵، ص ۱۵۳) ج۱۰، ص ۵۲۔۵۳؛ کنز العمال، ج۸، ص ۲۹۳، (ج۱۶، ص ۵۱۹، حدیث ۴۵۷۱۵)؛ شرح معانی الآثار، (ج۲، ص ۱۴۶، حدیث ۳۶۸۶)؛ ضوء الشمس، ج۲، ص ۹۴۔

کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا چنانچہ تاریخ ابن خلکان میں ہے(۱): یہ دونوں متعہ رسول خداؐ اور ابوبکر کے عہد میں رائج تھے لیکن میں ان دونوں کی ممانعت کررہا ہوں۔

متعہ کے سلسلے میں عمر کا یہ خطبہ اہل سنت کے نزدیک مسلم وقطعی ہے، احمد بن حنبل نے جابر کے حوالے سے حدیث نقل کرکے بعض عبارتوں کو خلیفہ نوازی اور چمچہ گیری میں حذف کردیا ہے۔(۲)

ان کی عبارت ہے: جب عمر خلیفہ ہوئے تو لوگوں کو خطاب کرکے کہا: بے شک قرآن وہی قرآن اور رسولؐ بھی وہی رسولؐ ہیں۔ یہ دونوں متعہ رسولؐ کے عہد میں رائج تھے: ایک متعۂ حج اور دوسرا متعۂ نساء۔

۳۔حافظ بن شیبہ نے سعید بن میتب سے نقل کرکے لکھا ہے کہ عمر نے ان دونوں متعہ ''متعۂ حج اور متعۂ نساء'' سے منع کیا۔(۳)

طبری نے عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ عروہ نے ابن عباس سے کہا: تم نے لوگوں کو ہلاکت وگمراہی کے دہانے پر لا کھڑا کردیا ہے۔ابن عباس نے پوچھا: کیسے؟ کہا: تم لوگوں کو متعہ کا فتویٰ دیتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ ابوبکر وعمر اس کے مخالف تھے۔یہ سن کر ابن عباس نے کہا: یہ حیرت انگیز نہیں کہ میں اس سے حدیث رسولؐ بیان کررہا ہوں اور وہ مجھ سے ابوبکر وعمر کی باتیں کررہا ہے۔ابن زبیر نے کہا: یہ دونوں تم سے زیادہ سنت رسولؐ سے واقف تھے اور اس کی پیروی کرتے تھے۔(۴)

۵۔راغب کا بیان ہے کہ یحییٰ ابن اکثم نے بصرہ کے ایک شیخ سے پوچھا: جواز متعہ کے سلسلے میں کس کی اقتدا کرتے ہیں؟

اس نے کہا: عمر کی۔اس نے تعجب سے پوچھا: کیسے؟ عمر تو متعہ کے سب سے زیادہ مخالف تھے۔شیخ

۱۔وفیات الاعیان، ج۲، ص۳۵۹، (ج۶، ص۱۵۰، نمبر۷۹۳)

۲۔مسند احمد، (ج۱، ص۸۴، حدیث۳۷۱)

۳۔درّ منثور، ج۲، ص۱۴۰، (ج۳، ص۴۸۷)؛ کنز العمال، ج۸، ص۲۹۳، (ج۱۶، ص۵۲۰، حدیث۴۵۷۱۸)

۴۔کنز العمال، ج۸، ص۲۹۳، (ج۱۶، ص۵۱۹، حدیث۴۵۷۱۳)؛ مرآۃ الزمان سبط ابن جوزی، ص۹۹۔

نے کہا: اس لئے کہ صحیح حدیث یہ ہے کہ عمر نے منبر پر جا کر کہا: بے شک خدا اور اس کے رسول نے تمہارے لئے متعہ کو حلال قرار دیا ہے لیکن میں اس کو حرام قرار دیتا ہوں اور اس کو انجام دینے والے کو سزا دوں گا۔ چنانچہ ہم نے ان کی گواہی مان لی اور ان کی تحریم کو چھوڑ دیا۔(۱)

۶۔طبری نے عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: عہد رسولؐ میں تین چیزیں جائز تھیں لیکن میں انہیں حرام قرار دیتا ہوں اور ان کو انجام دینے والے کو سزا دوں گا: متعہٴ حج، متعہٴ نساء اور اذان میں ''حی علی خیر العمل''۔(۲)

قوشچی نے شرح تجرید(۳) میں اسے بیان کیا ہے، عنقریب ان کا بیان نقل کیا جائے گا، شیخ علی بیاض نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں اس کی حکایت کی ہے۔

یہ دونوں متعہ سے متعلق احادیث و روایات کے کچھ نمونے تھے جن میں حسن اور موثق روایات کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے۔

یہ روایتیں اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ یہ دونوں متعہ، اس سلسلے میں نازل شدہ آیات اور سنت رسولؐ کے مطابق، رسول خداؐ کے زمانے میں رائج تھے اور عمر ہی وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے اسے حرام قرار دیا ہے۔(۴)

قرمانی کا بیان ہے: متعہ کو حرام قرار دینے والے پہلے شخص ''عمر'' تھے۔(۵)

دونوں متعہ پر ایک نظر

یہ تھا متعہ حج اور متعہ نساء کے بارے میں احادیث و روایات کا مختصر خاکہ۔ چنانچہ آپ خود ملاحظہ کر

۱۔محاضرات الادباء، ج۲، ص۹۴، (مجلد۲، ج۳، ص۲۱۴)

۲۔تاریخ طبری ج۵، ص۳۲، (ج۴، ص۲۲۵، حوادث ۲۳ھ)

۳۔شرح تجرید، (۴۸۴)؛ صراط مستقیم بیاض، (ج۳، ص۲۷۷)

۴۔تاریخ الخلفاء سیوطی، ص۹۳، (ص۱۲۸)؛ اوائل عسکری، (ص۱۱۲)

۵۔تاریخ قرمانی ص۲۰۳، مطبوع بر حاشیہ کامل، (ج۱، ص۲۸۹)

سکتے ہیں کہ رسول خداؐ کے زمانے میں قرآن وسنت کے اعتبار سے ان دونوں کی قانونی حیثیت ثابت کرنے کے لئے یہ روایات کافی ہیں لیکن اس کے علاوہ بہت سی روایات ایسی ہیں جو دونوں متعہ کے مباح اور حلال ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ہم نے انہیں اس لئے بیان نہیں کیا کہ ان میں خلیفہ کی ممانعت مذکور نہیں تھی۔ خلیفہ کی ممانعت اور دو متعہ کی سخت ترین مخالفت قرآن وسنت کے نص صریح کے مقابل صرف ان کا مخصوص اجتہاد تھا اور بس۔

حج تمتع:

خلیفہ نے اس وقت اس کی ممانعت کی جب انہوں نے اسے فعل قبیح خیال کیا یعنی حج کے دوران عورتوں سے آمیزش کرنے کے بعد لوگوں کے سروں سے آب غسل ٹپکے تو یہ ان کی نظر میں مذموم ہے۔ لیکن خداوند عالم بندوں کے حالات سے زیادہ باخبر ہے اور رسول خداؐ بھی اس سے پوری طرح آگاہ تھے اسی لئے آپ نے تا روز قیامت قطعی حکم کی حیثیت سے متعہ حج کے مباح ہونے کا قانون نافذ کر دیا۔

عمر کی یہ بات صرف ان کا مخصوص استحسان ہے، قرآن وسنت کے مقابلے میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

اس مقام پر بہت سی بے تکی اور لچر باتیں بیان کی گئیں ہیں تا کہ خلیفہ کے اس مخصوص نظریہ کی تائید ہو سکے اور لوگوں کے سامنے اسے بہتر سے بہتر بنا کر پیش کیا جا سکے لیکن یہ صرف مصنوعی بہانہ تراشی ہے جو لوگوں کو حق وحقیقت سے بے نیاز نہیں کر سکتی۔

اس کے علاوہ اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ باتیں خود خلیفہ کی تصریح کردہ باتوں کی مخالف ہیں۔

انہیں میں سے یہ اقوال ہیں:

۱۔ جس متعہ سے عمر نے منع کیا وہ اس عمرہ کے ذریعہ حج کو فسخ کیا گیا ہے جو حج کے بعد انجام دیا جاتا ہے، چنانچہ ابن عباس، عمران بن حصین، سعد بن ابی وقاص، محمد بن عبداللہ بن نوفل، ابوموسیٰ

اشعری جن سے مروی صحیح روایات سے اس بات کی تردید ہوتی ہے کہ خلیفہ نے متعۂ حج سے منع کیا ہے اور حج وعمرہ کو باہم جمع کر دیا ہے۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس پر خود عمر کی تصریح مروی ہے اور انہوں نے اس ممانعت کی علت بھی بیان کر دی ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ لوگ درخت بید کے سایہ میں آمیزش کریں اور اسی حالت میں حج کے لئے جائیں۔ یا ان کے بقول: اگر میں انھیں متعہ کی اجازت دے دیتا تو وہ ضرور درخت بید کے سایہ میں اپنی عورتوں کے ساتھ آمیزش کرتے۔

یا ان کے بقول: مجھے پسند نہیں کہ لوگ عورتوں کے ساتھ درخت بید کے سایہ میں آمیزش کریں اور پھر اسی حالت میں حج کے لئے جائیں کہ ان کے سروں سے غسل جنابت کا پانی ٹپک رہا ہو۔

شیخ بدرالدین حنفی ''عمدة القاری فی شرح صحیح بخاری'' میں لکھتے ہیں: عیاض اور ان کے علاوہ دوسرے افراد نے کہا ہے کہ عمر وعثمان نے جس متعہ کی ممانعت کی ہے وہ عمرہ حج کو عمرہ میں تبدیل کرنے والا تھا نہ وہ عمرہ جو حج کے بعد انجام دیا جاتا ہے۔ میں ان کے جواب میں کہوں گا کہ ان کا یہ جملہ قابل اعتراض ہے کیوں کہ بعض طرق سے مسلم کی روایت میں جس کی تصریح کی گئی ہے وہ متعۂ حج ہے۔

اسی مسلم سے مروی ہے کہ رسول خداؐ اپنی بعض ازواج کے ہمراہ حج میں موجود تھے۔ مسلم ہی کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت نے حج وعمرہ کو ایک ساتھ انجام دیا، اس کا مقصود اصلی ذکر شدہ وہی ''حج تمتع'' ہے۔ (۱)

۲۔ جواز متعہ کی بات دو صحابی ''عثمان بن عفان اور ابوذر غفاری'' سے منسوب ہے، وہ بھی قابل اعتراض ہے، چنانچہ زاد المعاد میں ہے کہ صحابہ کے ذریعہ جواز متعہ کو مختص کرنے کے متعلق اخبار وروایات مردود ہیں یا ایسی خبر ہے جو باطل ہے اور جس شخص کی جانب سے اس کی نسبت دی گئی ہے، وہ صحیح نہیں ہے یا ایسے غیر معصوم سے خبر صحیح وارد ہوئی ہے جو قانون نافذ کرنے والے معصوم کے نصوص سے معارضہ نہیں کرتا۔ (۲)

۱۔ عمدة القاری شرح صحیح بخاری، ج۴، ص۵۶۸، (ج۹، ص۲۰۵)۔

۲۔ زاد المعاد ابن قیم، ج۱، ص۲۱۳، (ج۱، ص۲۰۷)۔

اسی لئے صحیح مسلم و بخاری میں ان روایات کے علاوہ سریقہ بن مالک سے مروی ہے کہ اس نے کہا: اے رسول خداؐ! حج کے دوران متعہ کرنا صرف اسی سال سے مخصوص ہے یا ہمیشہ کے لئے ہے؟ فرمایا: ہمیشہ کے لئے، ہمیشہ کے لئے۔(۱)

ایک دوسری صحیح روایت میں سریقہ سے مروی ہے: رسول خداؐ نے خطبہ میں فرمایا: جان لو کہ عمرہ، حج میں روز قیامت تک کے لئے داخل ہوگیا۔(۲)

ایک روایت میں ابن عباس سے مروی ہے: تا روز قیامت عمرہ حج میں داخل ہوگیا۔(۳)

ترمذی اس کے بعد لکھتے ہیں: اسی باب میں سریقہ بن مالک اور جابر بن عبداللہ ہیں اور اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ بجالانے پر کوئی اشکال نہیں ہے۔(۴)

اسی بات کی شافعی، احمد اور اسحاق نے تائید کی ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگ عہد جاہلیت میں ایام حج میں عمرہ نہیں کرتے تھے جب اسلام جلوہ افروز ہوا تو رسول خداؐ نے اس کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: **دخلت العمره فی الحج الی یوم القیامة** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام حج میں عمرہ بجالانے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۱۴۸، (ج ۲، ص ۶۳۴، حدیث ۱۶۹۳، کتاب الحج، باب عمرۃ التنعیم)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۴۶، (ج ۳، ص ۵۴، حدیث ۱۴۱، کتاب الحج)؛ کتاب الآثار قاضی ابو یوسف، ص ۱۲۶؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۳۰، (ج ۲، ص ۹۹۲، حدیث ۲۹۸۰)؛ مسند احمد، ج ۳، ص ۳۸۸، ج ۴، ص ۱۷۵، (ج ۳، ص ۳۷۸، حدیث ۱۴۷۴۳، ج ۵، ص ۱۸۷، حدیث ۱۷۱۴۰)؛ سنن ابو داؤد، ج ۲، ص ۲۸۲، (ج ۲، ص ۱۵۵، حدیث ۱۷۸۷)؛ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۷۸، (ج ۲، ص ۳۶۶، حدیث ۳۷۸۹/۳۷۸۷)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۱۹۔

۲۔ مسند احمد ج ۴، ص ۱۷۵، (ج ۵، ص ۱۸۶، حدیث ۱۷۱۳۲)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۲۹، (ج ۲، ص ۹۹۱، حدیث ۲۹۷۷)؛ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۳۵۲۔

۳۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۵۵، (ج ۳، ص ۸۳، حدیث ۲۰۳، کتاب الحج)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۵۱؛ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۷۵، (ج ۳، ص ۲۷۱، حدیث ۹۳۲)؛ سنن ابو داؤد، ج ۱، ص ۲۸۳، (ج ۲، ص ۱۵۶، حدیث ۱۷۹۰)؛ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۸۱، (ج ۲، ص ۳۶۸، حدیث ۳۷۹۷)؛ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۳۴۴؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۳۰۔

۴۔ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۷۵، (ج ۳، ص ۲۷۱، حدیث ۹۳۲)۔

ایک صحیح میں خود عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول خداؐ نے فرمایا: جبرئیل امین وادی عقیق میں مجھ پر نازل ہوئے اور کہا: اس مقدس وادی میں دو رکعت نماز ادا کیجئے اور یہ بھی کہا کہ حج میں عمرہ داخل ہے۔ درحقیقت وہیں سے قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں داخل ہو گیا۔(۱)

نہیں معلوم کس بات نے خلیفہ کو اتنا جسور اور جراُتمند بنا دیا کہ وہ اس سنت پر دست درازی کے مرتکب ہوئے جس کی خود انہوں نے روایت کی ہے، جبرئیل نے وحی کی ہے اور خود آنحضرت نے اسے بیان فرمایا ہے۔

سندی کا بیان ہے: بلال کی حدیث کا ظاہری مطلب عمر کے ممانعت متعہ کے موافق ہے لیکن جمہور اس کے برخلاف ہیں اور چونکہ متعہ صحابہ سے مختص نہیں ہے اسی لئے انہوں نے متعہ کو نسخ پر محمول کیا ہے؛ واللہ اعلم۔(۲)

بلال کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ متعہ صحابہ سے مختص ہے، احمد کا بیان ہے: یہ شخص مجہول ہے، حدیث بھی ایسی ہے کہ اس کے اسناد معروف نہیں، حدیث بلال میرے نزدیک ثابت نہیں۔

ابن قیم، احمد کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں: احمد کے قول کی صحت اور اس حدیث کی عدم صحت پر جو بات دلالت کرتی ہے وہ آنحضرت کا ارشاد گرامی ہے کہ متعہ ہمیشہ کے لئے ہے، اس بات کے پیش نظر میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کی قسم! رسول خداؐ سے مروی بلال کی یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس نے جھوٹ بکا ہے پھر یہ کہ کس طرح بلال کی روایت کو موثق افراد کی روایات پر مقدم رکھا جائے۔(۳)

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں: مجوزین نسخ کہتے ہیں: یہ قول فاسد و باطل ہے، یہ ایسی رائے ہے جس کے بطلان پر کوئی شک وشبہ نہیں اور بے شک اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے کہ یہ اس کا نظریہ ہے جو عثمان، ابوذر، اور عمران بن حصین سے بہتر ہے چنانچہ دو صحیح (۴) میں مذکور ہے:

۱۔ سنن بیہقی، ج۵، ص۱۳؛ صحیح بخاری، (ج۲، ص۵۵۶، حدیث۱۴۶۱)

۲۔ عائشہ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۲۳۱

۳۔ زاد المعاد ابن قیم، (ج۱، ص۲۰۸/۲۰۷)

۴۔ صحیح بخاری، (ج۲، ص۵۶۹، حدیث۱۴۹۶)؛ صحیح مسلم، (ج۳، ص۱۷، حدیث۱۷۲، کتاب الحج)

بخاری کے الفاظ ہیں: ہم نے رسول خداؐ کے ہمراہ حج تمتع انجام دیا، قرآن مجید میں اس سلسلے میں آیت نازل ہوئی۔ ہاں! ایک شخص نے اپنی خواہش کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔

مسلم کے الفاظ ہیں: کتاب خدا میں آیۂ متعہ نازل ہوئی یعنی متعہ حج اور رسول خداؐ نے اس کا حکم دیا، اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو آیہ متعہ کو منسوخ کرے اور آنحضرت نے بھی اپنی وفات تک اس کی ممانعت نہیں فرمائی۔ لیکن ایک شخص نے اپنی خواہش کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔(۱)

ایک روایت میں ہے: روایت میں شخص سے مراد عمر ہیں، عبداللہ ابن عمر ایک شخص کے جواب میں جس نے متعہ کے متعلق سوال کیا اور کہا تھا کہ آپ کے والد نے اس کی ممانعت کی ہے؟، کہا: رسول خداؐ کے حکم کی اطاعت زیادہ مناسب ہے یا میرے والد کی۔

ایک شخص ابن عباس کے پاس اس بات پر مصر تھا کہ ابوبکر وعمر نے اس کا حکم دیا ہے، تو آپ نے کہا: تیرے اوپر جلد ہی آسمان سے پتھر نازل ہوگا، میں کہتا ہوں کہ رسول خداؐ نے حکم دیا ہے اور تو ابوبکر وعمر کی بات کر رہا ہے۔

یہ ہے علماء کا جواب۔ اس کا نہیں جو کہتا ہے کہ عثمان اور ابوذر رسول خداؐ کے بارے میں تم زیادہ جانکار تھے، کیا ابن عباس اور عبداللہ بن عمر نے نہیں کہا کہ ابوبکر وعمر ہم سے زیادہ رسول خداؐ کے سلسلے میں جانکار ہیں۔

اور صحابہ وتابعین میں کوئی ایسا نہیں جو رسول خداؐ سے مروی نص کی مدافعت میں اس جواب سے مطمئن ہو، وہ خدا اور رسولؐ سے واقف تھے، وہ غیر معصوم کی رائے کو معصوم کے قول پر مقدم رکھنے کو عار سمجھتے تھے۔

چنانچہ معصوم کی نص سے یہ بات ثابت ہے کہ متعہ حج روز قیامت تک باقی ہے، حضرت علیؑ، سعد

۱۔ صحیح مسلم، (ج۳، ص۰۷، حدیث ۱۶۶، کتاب الحج)

بن ابی وقاص، ابن عمر، ابن عباس، ابوموسیٰ اشعری، سعید بن مسیب اور بہت سے تابعین و تبع تابعین کا یہی نظریہ تھا۔

یہ تمام باتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ صرف خلیفہ کی ذاتی رائے اوراجتہاد تھا جسے رسول اسلامؐ سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب عمر نے اس کی ممانعت کی تو ابوموسیٰ اشعری نے کہا: اے امیرالمومنین! مناسک حج میں کتنی تبدیلی کردی؟

عمر نے کہا: اگر ہم کتاب خدا پر عمل کریں تو اس میں خدا فرماتا ہے: **اتموا الحج و العمرہ لله** ''حج وعمرہ کو خدا کے لئے تمام کرو''۔

اگر رسول خداؐ سنت کو پیش نظر رکھیں تو انہوں نے اس وقت تک حلال نہیں کیا جب تک قربانی نہ پیش کی۔ یہ ابوموسیٰ اشعری اور عمر سے صادر ہونے والا اتفاق تھا جس نے حج کو متعہ واحرام سے محفوظ کردیا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ خلیفہ کا مخصوص نظریہ تھا جس نے مناسک حج میں ان چیزوں کا بھی اضافہ کردیا جو رسول خداؐ سے مربوط نہیں۔

اگرچہ انہوں نے اسی بات سے استدلال کیا ہے اور ابوموسیٰ بھی خلافت ابوبکر اور اوائل خلافت عمر میں فسخ حج کا فتویٰ دیتے تھے۔ پھر عمر نے اس کی ممانعت میں بحث ومناظرہ کیا۔(۱)

عینی عمدۃ القاری (۲) میں لکھتے ہیں: اگر تم کہو گے کہ یہ ابوذر سے مروی ہے جنہوں نے کہا کہ متعہ اصحاب محمدؐ سے مخصوص ہے'' (۳) تو میں کہوں گا کہ صحابی کا یہ قول قرآن وسنت اور اجماع کے برخلاف ہے۔ جہاں تک کتاب کا سوال ہے تو خدا فرماتا ہے: ﴿**فمن تمتع بالعمرہ الی الحج**﴾۔

اس آیت میں ایسی عمومیت پائی جاتی ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں نے تمام عہد میں متعہ کے جواز

۱۔ زاد المعاد ابن قیم، ج۱، ص۲۱۵ (ج۱، ص۲۰۹۔۲۰۷)

۲۔ عمدۃ القاری، ج۴، ص۵۶۲، (ج۹، ص۱۸۹)

۳۔ صحیح مسلم، (ج۳، ص۶۸، حدیث۱۶۰، کتاب الحج)

پر اجماع کیا ہے، ہاں! اس کی فضیلت کے سلسلے میں اختلاف کیا گیا ہے۔

جہاں تک سنت کا سوال ہے تو اس سلسلے میں سراقہ کی حدیث ہی کافی ہے: **المتعة لنا خاصه او هي الى الابد** ''کیا متعہ صرف ہمارے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ فرمایا: سب کے لئے اور ہمیشہ کے لئے ہے''۔ (۱)

اور صحیح مسلم میں ایک حدیث موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں لوگ تمتع کو جائز نہیں سمجھتے تھے، ان کی نظر میں عمرہ عیاشی کے مترادف تھا لیکن رسول خداؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے حج کے مہینوں میں عمرہ کو قانونی حیثیت دی ہے اور متعہ کو روز قیامت تک جائز قرار دیا ہے۔

سعید بن میسب نے طاؤس کے حوالے سے متذکرہ روایت نقل کی ہے، اس میں مزید اضافہ ہے کہ جب اسلام جلوہ افروز ہوا تو اس نے لوگوں کو حج کے مہینوں میں عمرہ بجالانے کا حکم دیا۔ اس دن سے روز قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہوگیا اور ابوذر غفاری کی مخالفت حضرت علیؑ، اسود، ابن عباس، ابن عمر، عمران بن حصین اور تمام صحابہ و مسلمین نے کی ہے۔

عمران کا بیان ہے: ہم رسول خداؐ کے ہمراہ حج تمتع انجام دیتے تھے، قرآن مجید میں آیت بھی نازل ہوئی اور آنحضرت نے بھی اس کی ممانعت نہیں فرمائی نیز کوئی ایسی آیت بھی نازل نہیں ہوئی جو اس کو منسوخ کرے، ہاں! ایک شخص نے اپنی خواہش کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔

سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے: ہم نے رسول خداؐ کے عہد میں متعہ انجام دیا جس نے اس کی ممانعت کی وہ خانہ خدا کا منکر تھا، مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔ (۲)

اس منکر سے مراد ''معاویہ بن ابی سفیان'' ہے، صحیح مسلم میں موجود ہے۔

لہٰذا خلیفہ کی رائے اور حج کے مہینوں کے علاوہ عمرہ کا حکم دینا اس کا سرا عہد جاہلیت سے ملتا ہے، چاہے انہوں نے اس کا ارادہ کیا ہو یا نہیں۔ حالانکہ آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ عہد جاہلیت میں ایسے افراد تھے جو

۱۔ صحیح مسلم، (ج ۳، ص ۶۱، حدیث ۱۴۷، کتاب الحج)
۲۔ صحیح مسلم، (ج ۳، ص ۷۱، حدیث ۱۷۰، ص ۶۹، حدیث ۱۶۴، کتاب الحج)

حج کے مہینوں میں عمرہ کی انجام دہی کو بہتر نہیں سمجھتے تھے۔

ابن عباس کا بیان ہے: خدا کی قسم! رسول خداؐ ذی الحجہ میں حضرت عائشہ کو اس لئے لے گئے تا کہ اہل شرک کے عقائد کو منقطع کر سکیں۔ ان کا بیان ہے: جاہلی عہد کے لوگ ہی ایسے تھے جو حج کے مہینوں میں عمرہ کو بدترین عیاشی اور روئے زمین پر بدترین شہوت رانی خیال کرتے تھے۔(۱)

۳۔ سعید بن مسیب سے مروی ایک حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ ایک صحابی رسولؐ نے عمر بن خطاب کے پاس آ کر گواہی دی کہ جب رسول خداؐ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو انہوں نے حج میں عمرہ کی ممانعت فرمائی۔(۲)

بدرالدین عینی نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا: اس کا جواب دیا جا چکا ہے کہ یہ حدیث بھی حدیث ابوذر کی طرح کتاب وسنت اور اجماع کی قطعی مخالف ہے بلکہ اس کی حالت اس سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ اس کے اسناد قابل اعتراض ہیں....(۳)

زرقانی نے جواب دیا ہے کہ اس کے اسناد ضعیف و منقطع ہیں چنانچہ حفاظ نے نقل کیا ہے۔(۴)

اس مجہول انسان کی حدیث میں اس حدیث کا بھی اضافہ کر لیں جسے ابوداؤد نے معاویہ بن ابوسفیان سے نقل کیا ہے کہ اس نے اصحاب رسولؐ سے کہا: جانتے ہو رسول خداؐ نے فلاں فلاں چیز اور چیتے کی کھال پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے۔ اصحاب نے کہا: ہاں۔

اس نے کہا: اس لئے جان لو کہ حج وعمرہ کو باہم جمع کرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔

اصحاب نے کہا: لیکن اسے تم نے نہیں سنا۔ اس نے کہا: آنحضرت نے اس کی ممانعت کی ہے لیکن تم

۱۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۶۹، (ج ۲، ص ۵۶۷، حدیث ۱۴۸۹)؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۵۵، (ج ۳، ص ۸۱، حدیث ۱۹۸، کتاب الحج)؛ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۳۴۵؛ سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۸۰، (ج ۲، ص ۳۶۸، حدیث ۳۷۹۵)

۲۔ سنن ابوداؤد، ج ۱، ص ۲۸۳، (ج ۲، ص ۱۵۷، حدیث ۱۷۹۳)

۳۔ عمدۃ القاری، ج ۴، ص ۵۶۲، (ج ۹، ص ۱۹۹)

۴۔ شرح الموطا زرقانی، ج ۲، ص ۱۸۰، (ج ۲، ص ۲۶۶، حدیث ۷۷۹)۔

اسے فراموش کر گئے ہو۔(۱)

خدایا! تو پاک و پاکیزہ اور ہر عیب سے منزہ ہے، اس ذلیل انسان کو کس چیز نے احکام دین پر دست درازی کی جرأت عطا کی، کیا یہ ہوسکتا ہے کہ جس حج تمتع کا حکم ہزاروں سالوں پر محیط ہے، ہزاروں لاکھوں انسان نے اسے انجام دیا، قرآن کریم میں آیت نازل ہوئی اور رسول خداؐ اسے انجام دیتے اور اس کا خصوصی حکم فرماتے تھے، پھر اس کی ممانعت کر دی؟ اور تمام اصحاب اسے فراموش کر گئے، ان اصحاب میں ایسے بھی تھے جن کی صحبت اور ہمنشینی کی مدت آنحضرتؐ کے ساتھ کافی طولانی تھی لیکن کسی نے لب کشائی نہیں کی سوائے ''معاویہ بن ابی سفیان'' کے۔

اس نے عمر کی زندگی کا کافی عرصہ گذارنے کے بعد رسول خداؐ کی کوئی حدیث بیان نہیں کی، ہاں! جب مسند خلافت پر براجمان ہوا تو اپنے قد سے ان افراد کے نقش قدم کو روندتا ہوا بکواس کرنے لگا جو اس سے کہیں افضل اور بلند و بالا تھے۔

ایسے میں احکام دین کی کیا اہمیت باقی رہ جاتی ہے اور مسلمانوں کو ان احکام و قوانین پر کتنا اطمینان و اعتماد حاصل ہوسکتا ہے؟ خدا کی قسم! یہ تمام باتیں صرف اور صرف اسلام کی مقدس شریعت کے ساتھ کھلواڑ ہے، اس کے ذریعہ اپنی خواہشات نفس کی تسکین کی جارہی ہے۔ ایسے افراد کی نظر میں شریعت مقدس اسلام سیاسی بازی گری کے علاوہ کچھ بھی نہیں، جس کو سہارا بنا کر لوگوں پر حکومت کی جارہی ہے۔

ان دونوں حدیث کے ساتھ اس روایت کو بھی شامل کرلیں جسے احمد (۲) نے نقل کیا ہے کہ حج تمتع کی ممانعت کرنے والا پہلا انسان ''معاویہ بن ابی سفیان'' تھا، ابوبکر، عمر اور عثمان تو متعہ انجام دیتے تھے، ایک دوسری روایت ہے: ابوبکر نے اس کی ممانعت کی ہے۔(۳)

۱۔ سنن ابوداؤد، ج۱، ص۲۸۳، (ج۲، ص۱۵۷، حدیث۱۷۹۴)

۲۔ مسند احمد، ج۱، ص۲۹۲۱۔۳۱۳ (ج۱، ص۴۸۱، حدیث۲۶۵۹، ص۵۱۵، حدیث۲۸۶۰)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۵۷، (ج۳، ص۱۸۴، حدیث۸۲۲)

۳۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۳۷/۳۵۳، (ج۱، ص۵۵۴، حدیث۳۱۱۱)

معاویہ کی روایت صحاح کی گذشتہ روایتوں کے مخالف ہے اور ابو بکر کی روایت ان میں سے اکثر کے مخالف ہے، میری نظر میں جس نے پہلی روایت کی ہانک لگائی ہے، اس نے ممانعت کو معاویہ کی گردن پر ڈال کر عمر کے گناہ کو ہلکا کرنے کی کوشش کی ہے اور جس نے دوسری روایت کا شوشہ چھوڑا ہے اس نے اس رائے کو شیخین (ابو بکر و عمر) کی سنت و روش قرار دینے کی کوشش کی ہے تا کہ ان کی رائے کی تقویت کر سکے لیکن وہ اس بات سے غافل ہے کہ قرآن و سنت میں ایسا کوئی فتوی یا حکم نہیں جو ان کی طرف داری کرے، چاہے کہنے والا کوئی بھی ہو اور جس کا بھی فتوی ہو۔

یمنی کا بیان ہے: اگر تم کہو گے کہ عمر، عثمان اور معاویہ نے اس کی ممانعت کی ہے تو میں کہوں گا کہ علماء و اصحاب نے اس کا انکار کرتے ہوئے ان کے افعال کی مخالفت کی ہے اور منکرین ہی حق پر ہیں نہ ان کے غیر۔ (۱)

احمد و ترمذی کی حدیث میں عثمان کی طرف تمتع کی نسبت دینا درحقیقت ان بہت سی احادیث سے غفلت کا نتیجہ ہے جو تمتع سے عثمان کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں جنہیں ائمہ و حفاظ حدیث نے اپنی صحاح و مسانید میں نقل کیا ہے۔ (۲)

انہیں میں حضرت علیؑ جیسے لوگوں کا حج تمتع کو انجام دینے کے سلسلے میں اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں لوگوں کو ایسے عمل سے منع کر دوں جسے تم انجام دے رہے ہو۔

چنانچہ حضرت نے فرمایا: میں ایسا نہیں ہوں کہ کسی کے کہنے پر رسولؐ کی سنت کو ترک کر دوں۔ (۳)

۱۔ عمدۃ القاری، ج۴، ص۵۶۲، (ج۹، ص۱۹۹)

۲۔ صحیح بخاری، ج۳، ص۶۹/۷۱، (ج۲، ص۵۶۷، حدیث۱۴۸۸، ص۵۶۹، حدیث۱۴۹۴)؛ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۴۹، (ج۳، ص۶۸، حدیث۱۵۸، کتاب الحج)؛ سنن نسائی، ج۵، ص۱۵۲، (ج۲، ص۳۴۸، حدیث۳۷۱۳)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص۴۷۲، (ج۱، ص۶۴۵، حدیث۱۷۳۵)؛ سنن بیہقی، ج۵، ص۲۲؛ تیسیر الوصول ج۱، ص۲۸۲، (ج۱، ص۳۳۳، حدیث۱)۔

۳۔ صحیح بخاری، ج۳، ص۶۹، (ج۲، ص۵۶۷، حدیث۱۴۸۸)؛ سنن نسائی، ج۵، ص۱۴۸، (ج۲، ص۳۴۵، حدیث۳۷۰۳)؛ سنن بیہقی، ج۴، ص۳۵۲، ج۵، ص۲۲۔

بخاری (۱) نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: تم ایسے عمل کی ممانعت کا ارادہ رکھتے ہو جسے رسول خداؐ بجالاتے تھے۔ (۲)

ہاں! یہ بات مشہور ہے کہ عثمان اس شخص کی شدت سے مخالفت کرتے تھے جو حج تمتع انجام دیتا تھا چنانچہ یہ مخالفت اتنی شدید تھی کہ قریب تھا کہ حضرت امیر المومنینؑ قتل کردیئے جائیں۔

ابوعمر نے ''العلم'' (۳) عبداللہ بن زبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ میں عثمان کے ہمراہ ایام حجفہ میں موجود تھا۔ ان کے ساتھ شام کے کچھ لوگ بھی تھے، ان میں حبیب بن مسلمہ بھی تھا۔

انہوں نے عثمان سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا، جواب دیا: حج کو مکمل کرو اور تمتع کو حج کے مہینوں میں انجام دو، اگر تم نے اس عمرہ کو موخر کر کے خانہ خدا کی دو مرتبہ زیارت کی تو یہ زیادہ بہتر ہے، خداوند عالم نے خیر میں وسعت رکھی ہے۔

یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا: کیا تم اس سنت رسولؐ پر دست درازی کا ارادہ رکھتے ہو جسے خداوند عالم نے اپنے بندوں کے لئے معین فرمایا ہے، تم ان کے لئے میدان عمل تنگ کرنا چاہتے ہو اور اس کی ممانعت کرنا چاہتے ہو حالانکہ وہ بے چارے دور دراز علاقوں سے آکر تہلیل وعمرہ اور حج کے لئے احرام باندھتے ہیں۔ عثمان نے کہا: میں نے اس کی ممانعت کی ہے؟ میں اس کی مخالفت نہیں کررہا ہوں میں نے تو صرف ایک رائے کی طرف اشارہ کیا ہے، جس کا دل چاہے عمل کرے اور جو عمل نہیں کرنا چاہتا نہ کرے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں اہل شام کی ایک فرد کا بیان فراموش نہیں کرسکتا۔ اس نے کہا: اسے دیکھو، کس طرح امیر المومنین کی مخالفت کررہا ہے، خدا کی قسم! اگر امیر المومنین اجازت دیں تو اس کی گردن اڑادوں گا۔ یہ سن کر حبیب نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اس کے سینے پر زور سے مار کر کہا: خاموش رہو، خدا

۱۔ صحیح بخاری، (ج ۲، ص ۵۶۹، حدیث ۱۴۹۴)

۲۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۴۹، (ج ۳، ص ۶۸، حدیث ۱۵۹، کتاب الحج)

۳۔ جامع بیان العلم، ج ۲، ص ۳۰، (ص ۳۴۵، حدیث ۱۲۸۲) مختصر جامع بیان العلم، ص ۱۱۱، (ص ۱۹۸)۔

تیرے منہ کو خاک سے بھر دے، اصحاب رسولؐ ان چیزوں سے زیادہ باخبر اور واقف ہیں جن میں وہ اختلاف نظر رکھتے ہیں۔(۱)

متعۂ نساء (ازدواج موقت)

جہاں تک متعہ کا سوال ہے تو عمر کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ متعہ کو زنا محسوب کرتے تھے۔(۲) اسی لئے انہوں نے ایک حدیث میں کہا: ''روشن کرو، وضاحت کروتا کہ زنا نکاح سے جدا ہو سکے''۔ اس وقت اور زمانہ رسولؐ میں نسخ کا کوئی اتہ پتہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی صحابی عینی گواہ تھا، اس سلسلے میں ان کے درمیان جب بھی کوئی بات نکلتی تو حلیت کے قائل افراد قرآن مجید اور رسول خداؐ کی سنت سے استدلال کرتے تھے اور حرمت کے قائل افراد صرف اور صرف عمر کے قول سے تمسک کرتے تھے۔

خود عمر کا قول '' انا انهی عنهما '' واضح طور پر نسخ کی نفی کر رہا ہے، امیر المومنینؑ اور ابن عباس نے بھی واضح طور پر اس کی حرمت کی تردید کرتے ہوئے اس کی حرمت کو صرف عمر سے منسوب کیا ہے(۳)، تمام صحابہ و تابعین اسے حلال سمجھتے تھے اور اسی سے استناد بھی کرتے تھے۔

وہ صحابہ و تابعین مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔عمران بن حصین؛(۴)

۲۔جابر بن عبداللہ؛(۵)

۳۔عبداللہ بن مسعود؛ان کی حدیث قرأت جلد ہی آئے گی: ﴿فما استمتم به منهن الی رجل﴾

۱۔تفصیل کے لئے رجوع کیجئے زاد المعاد ابن قیم، ج۱،ص ۲۲۵ /۱۷۷، (ج۱،ص ۲۱۹ /۱۷۱)

۲۔کنز العمال، ج۸،ص ۲۹۴، (ج۱۶،ص ۵۲۲،حدیث ۴۵۷۲۶

۳۔تفسیر طبری، ج۵،ص۹، (مجلد۴، ج۵،ص ۱۳)؛تفسیر ثعلبی، سورۂ نساء آیت ۲۴؛تفسیر کبیر، ج ۳،ص ۲۰۰، (ج ۱۰،ص ۵۰)؛تفسیر ابی حیان، ج ۳،ص ۲۱۸؛تفسیر نیشاپوری، (ج ۲،ص ۳۹۴)؛ درّ منثور، ج ۲،ص ۱۴۰، (ج ۲،ص ۴۸۶)۔

۴۔صحیح مسلم، ج۱،ص ۴۷۴، (ج ۳،ص ۷۱،حدیث ۱۷۲، کتاب الحج)؛تفسیر قرطبی، ج ۲،ص ۳۶۵، (ج ۲،ص ۲۵۸)۔

۵۔عمدۃ القاری، ج۸،ص ۳۱۰، (ج ۱۷،ص ۲۴۶)؛ بدایۃ المجتہد، ج ۲،ص ۵۸؛ سنن بیہقی، ج ۷،ص ۲۰۶؛ صحیح مسلم، ج۱،ص ۳۹۵، (ج ۳،ص ۱۹۴،حدیث ۱۷، کتاب النکاح)؛ مسند ابوداؤد طیالسی،ص ۲۴۷

ابن حزم نے ''المحلی'' اور زرقانی نے ''شرح موطا'' میں عبداللہ بن مسعود کو ان افراد میں شمار کیا ہے جو جواز متعہ پر ثابت واستوار تھے۔(۱)

حفاظ حدیث نے ان سے نقل کیا ہے کہ ہم رسول خداؐ کے ہمراہ جہاد کررہے تھے، ہماری عورتیں نہیں تھیں، ہم نے کہا: اے رسول خداؐ! کیا خداوند عالم رختہ وخواجہ کی اجازت دیتا ہے؟ رسول خداؐ نے اس کی ممانعت کرتے ہوئے ہمیں اجازت دی کہ مدت معین تک لباس ازدواج زیب تن کریں، اس کے بعد فرمایا: ﴿لاتُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكُمْ﴾ ''خداوند عالم کی پاک ولذیذ اشیاء کو جنھیں اس نے تم پر حلال کر رکھا ہے حرام نہ کرو''۔(۲)

جصاص نے حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ رسول خداؐ نے جس آیہ مبارکہ کی تلاوت کی اس سے جواز متعہ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، وہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿....لاتُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكُمْ...﴾۔(۳)

ابن کثیر نے اسے بخاری ومسلم کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس بات کا بھی اضافہ کیا ہے کہ پھر عبداللہ بن مسعود نے اس آیت کی تلاوت کی۔(۴)

۴۔عبداللہ بن عمر؛

احمد بن حنبل نے عبدالرحمٰن سے نقل کیا ہے: اعرجی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر سے متعہ کے بارے میں سوال کیا، میں اس وقت وہاں موجود تھا۔ ابن عمر نے کہا: خدا کی قسم! ہم رسول خداؐ کے عہد میں

۱۔المحلی، (ج۹،ص۵۱۹،مسئلہ۱۸۵۴)؛ شرح الموطا زرقانی، (ج۳،ص۱۵۴،حدیث۱۱۷۸،کتاب النکاح)۔

۲۔صحیح بخاری، ج۸،ص۷، (ج۵،ص۱۹۵۳،حدیث۴۷۸۷ کتاب النکاح)؛ صحیح مسلم، ج۱،ص۳۵۴، (ج۳،ص۱۹۲،حدیث۱۱، کتاب النکاح)؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، (ج۹،ص۴۴۹،حدیث۴۱۴۱)؛ احکام القرآن جصاص، ج۲،ص۱۸۴، (ج۲، ص۱۵۱)؛ سنن بیہقی، ج۷،ص۲۰۰؛ تفسیر قرطبی، ج۵،ص۱۳۰، (ج۵،ص۸۶)؛ تفسیر ابن کثیر، ج۲،ص۸۷؛ درّ منثور، ج۲، ص۳۰۷، (ج۳،ص۱۴۰)

۳۔مائدہ/۸۷

۴۔تفسیر ابن کثیر، ج۲،ص۸۷

زنا کار اور بے عفت نہیں تھے۔(۱)

۵۔معاویہ بن ابی سفیان؛

ابن حزم نے المحلی اور زرقانی سے شرح موطا میں اسے ان افراد میں شمار کیا ہے جو جواز متعہ پر ثابت واستوار تھے۔(۲) اس کے برخلاف بات گذر چکی ہے، اس کی تفصیلی بحث جلد ہی آئے گی۔

۶۔ابوسعید خدری؛(۳)

۷۔سلمہ بن امیہ بن خلف؛(۴)

۸۔معبد بن امیہ بن خلف؛(۵)

۹۔زبیر بن عوام؛

۱۰۔خالد بن مہاجر بن خالد مخزومی؛ وہ کہتے ہیں: میں ایک جگہ بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے متعہ کے سلسلے میں سوال کیا، میں نے اس کو اجازت دے دی، یہ دیکھ کر ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا: ذرا آہستہ۔ کہا: کیا ہے، خدا کی قسم! میں نے امام المتقین کے عہد میں متعہ کیا ہے۔(۶)

۱۱۔عمرو بن حریث؛(۷)

۱۲۔ابی بن کعب؛ ان کی قرأت آئے گی۔

۱۳۔ربیعہ بن امیہ؛(۸)

۱۔مسند احمد، ج ۲، ص ۹۵، (ج ۲، ص ۲۲۵، حدیث ۵۶۶۱)

۲۔المحلی، (ج ۹، ص ۵۱۹، مسئلہ ۱۸۵۴)؛ شرح موطا زرقانی، (ج ۳، ص ۱۵۴، حدیث ۱۱۷۸)

۳۔شرح موطا زرقانی، (ج ۳، ص ۱۵۴، حدیث ۱۱۷۸)() المحلی، (ج ۹، ص ۵۱۹، مسئلہ ۱۸۵۴)

۴۔المحلی، (ج ۹، ص ۵۱۹، مسئلہ ۱۸۵۴)؛ شرح موطا زرقانی، (ج ۳، ص ۱۵۴، حدیث ۱۱۷۸)

۵۔المحلی، (ج ۹، ص ۵۱۹، مسئلہ ۱۸۵۴)

۶۔صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۶، (ج ۳، ص ۱۹۷، حدیث ۲۷، کتاب النکاح)؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۵

۷۔کنز العمال، ج ۸، ص ۲۹۳، (ج ۱۶، ص ۵۱۸، حدیث ۴۵۷۱۲)

۸۔الموطا مالک، ج ۲، ص ۳۰، (ج ۲، ص ۵۴۲، حدیث ۴۲)؛ کتاب الام شافعی، ج ۷، ص ۲۱۹، (ج ۷، ص ۲۳۵)؛ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۶

۱۴۔ سمیر؛ اصابہ میں ہے کہ شاید وہ سمرہ بن جندب ہیں جن کا بیان ہے کہ ہم رسول خداؐ کے عہد میں متعہ کرتے تھے۔(۱)

۱۵۔ سعید بن جبیر؛(۲)

۱۶۔ طاؤس یمانی؛(۳)

۱۷۔ عطاء ابو محمد مدنی؛(۴)

۱۸۔ سدی آمر؛

۱۹۔ مجاہد؛

۲۰۔ زفر بن اوس مدنی؛(۵)

ابن حزم نے جواز متعہ کے سلسلے میں ثابت قدم ان بعض افراد کو شمار کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جابر نے رسول خداؐ، ابوبکر و عمر اور اواخر خلافت عمر میں تمام صحابہ سے اس کی روایت کی ہے، اس کے بعد وہ کہتے ہیں: اور تابعین میں طاووس، سعید بن جبیر، عطاء اور تمام فقہائے مکہ جواز متعہ پر ثابت تھے۔(۶)

ابو عمر صاحب استیعاب کا بیان ہے: مکہ و یمن میں موجود اصحاب، ابن عباس کے نظریہ کے مطابق متعہ کو حلال سمجھتے تھے اور دوسرے تمام لوگ حرام....(۷)

قرطبی کا بیان ہے: اہل مکہ سب سے زیادہ متعہ انجام دیا کرتے تھے۔(۸) فخر الدین رازی کہتے

۱۔ الاصابہ، ج۲، ص۸۱

۲۔ المحلی، (ج۹، ص۵۲۰، مسئلہ۱۸۵۴)

۳۔ المحلی، (ج۹، ص۵۲۰، مسئلہ۱۸۵۴)

۴۔ المحلی، (ج۹، ص۵۲۰، مسئلہ۱۸۵۴)

۵۔ البحر الرائق، ج۳، ص۱۱۵

۶۔ المحلی، (ج۹، ص۵۱۹، مسئلہ۱۸۵۴)

۷۔ تفسیر قرطبی، ج۵، ص۱۳۳، (ج۵، ص۸۸)؛ فتح الباری، ج۹، ص۱۴۲، (ج۹، ص۱۷۳)

۸۔ تفسیر قرطبی، ج۵، ص۱۳۲، (ج۵، ص۸۷)

ہیں: آیہ متعہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ منسوخ ہوئی ہے کہ نہیں؟

اکثر امت کا نظریہ ہے کہ وہ منسوخ ہو چکی ہے، اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جواز متعہ اپنی سابقہ حالت پر باقی ہے۔(۱)

ابوحیان اپنی تفسیر میں نقل حدیث کے بعد لکھتے ہیں: اسی لئے اہل بیتؑ اور تابعین کی ایک جماعت اسے حلال سمجھتی ہے۔(۲)

جواز متعہ کے قائل ابن جریح عبدالملک بن عبدالعزیز بھی ہیں۔ شافعی کا بیان ہے: ابن جریح نے ستر عورتوں کے ساتھ متعہ کیا۔ ذہبی لکھتے ہیں: ابن جریح نے تقریبا نوے عورتوں کے ساتھ متعہ کیا۔(۳)

مبسوط (۴) میں لکھتے ہیں: متعہ کی تفسیر یہ ہے کہ کوئی انسان عورت سے کہے: میں اتنی مدت تک مال معین کے عوض تم سے متعہ کرنا چاہتا ہوں، یہ ہمارے نزدیک باطل ہے، مالک بن انس کے نزدیک جایز اور یہی ابن عباس کے قول کا ظاہری مطلب ہے۔

فخرالدین ابومحمد عثمان بن علی زیلعی ''تبیان الحقائق فی شرح کنز الدقائق'' میں لکھتا ہے کہ مالک نے کہا: نکاح متعہ جائز ہے اس لئے کہ اسے قانونی اور تشریعی حیثیت حاصل ہے اور یہ اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اسے منسوخ کرنے والی کوئی چیز نہ آجائے، ابن عباس سے مروی اس کی حلیت کافی شایع ومشہور ہے، اکثر علمائے مکہ نے اس سلسلے میں ان کی پیروی کی ہے، ابن عباس اپنے نظریہ میں خدا کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ﴿...فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ...﴾(۵)

عطا سے منقول ہے کہ میں نے جابر کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم رسول خداؐ اور ابوبکر کے عہد میں اور اوائل خلافت عمر میں متعہ کرتے تھے، پھر عمر نے لوگوں کو اس سے منع کر دیا، ابی سعید خدری سے اس کی

۱۔ تفسیر کبیر، ج۳، ص۲۰۰، (ج۱۰، ص۴۹)

۲۔ تفسیر البحر المحیط، (ج۳، ص۲۱۸)

۳۔ تھذیب التھذیب، ج۶، ص۴۰۶، (ج۶، ص۳۶۰)؛ میزان الاعتدال، ج۲، ص۱۵۱، (ج۲، ص۶۵۹، نمبر ۵۲۲۷)

۴۔ المبسوط سرخی، (ج۵، ص۱۵۲)

۵۔ نساء/۲۴

روایت ہوئی ہے، تمام شیعہ اس کے جواز وحلیت کے معتقد ہیں۔

قاضی فخر الدین حسن بن منصور فرغانی کی ''فتاوات فرغانی'' قاضی حکین حنفی کی ''خزانۃ الروایات فی فروع حنفیہ''، ''کافی فی فروع حنفیہ''، رکن الدین محمد بن محمود حنفی کی ''عنایہ شرح ہدایۃ'' وغیرہ میں جواز متعہ کی نسبت مالک کی طرف دی گئی ہے۔

زرقانی کی ''شرح موطا'' (۱) سے واضح ہوتا ہے کہ جواز متعہ مالک کے دوقول میں سے ایک ہے۔

ہاں! بعض لوگوں نے اپنی خوش فہمی میں یہ چاہا کہ ممانعت عمر کے لئے کوئی قوی و محکم دلیل گڑھ لیں اسی لئے انہوں نے نسخ آیت کا دعویٰ کیا، ایک مرتبہ قرآن سے اور دوسری مرتبہ سنت سے، لیکن ان کے نظریات باہم متناقض اور ایک دوسرے کے قطعی مخالف تھے، ان میں سے ہر ایک قائل دوسرے کے قول کو مردود قرار دے رہا تھا۔

چنانچہ بعض کہتے ہیں: آیہ متعہ خدا کے اس ارشاد کے ذریعہ منسوخ ہوچکی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِن...﴾ ''اے پیغمبر! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں عدت کے حساب سے طلاق دو''۔

بعض (۲) نے بکواس کی: نہیں، آیہ متعہ خدا کے اس ارشاد کے ذریعہ منسوخ ہوئی: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ☆ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں علاوہ اپنی بیویوں اور اپنے ہاتھوں کی ملکیت کنیزوں کے کہ ان کے معاملہ میں ان پر الزام آنے والا نہیں''۔ (۳)

تیسرے نے شوشہ چھوڑا: آیۂ متعہ میراث کی آیت سے منسوخ ہوئی اس لئے کہ متعہ کے لئے میراث نہیں ہے۔

۱۔ شرح موطا زرقانی، (ج ۳، ص ۱۵۵، حدیث ۱۱۷۸)۔

۲۔ طلاق/۱

۳۔ مومنون/۵، ۶

یہ تمام بغیر دلیل کے صرف دعوے ہیں، کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ یہ آیات اوران کا ناسخ ہونا صحابہ سے پوشیدہ تھا حالانکہ ان میں جواز متعہ کے ایسے بھی قائلین تھے جن کی معرفت آپ نے اس سے قبل حاصل کی۔

ان باعظمت افراد میں سرفہرست مولائے متقیان حضرت علیؑ بھی تھے جو کتاب خدا کے ایک ایک حرف کے عارف کامل تھے اور حرالی کے بقول: گذشتہ اور آئندہ آنے والے لوگوں میں کتاب خدا کا فہم وادراک حضرت علیؑ کے علم پر منحصر ہے۔

لہٰذا حضرت اور آپ کے شاگرد رشید مفسر قرآن ''ابن عباس'' کے ذہن سے ان آیات کے ناسخ ہونے کی حیثیت کیسے محو ہوگئی، کیسے حلیت متعہ کے قائل ہوکر متعہ کی ممانعت کرنے والے قول پر اپنی توجہ مبذول کرلی؟!

سوال یہ ہے کہ ان آیات سے وابستہ ہونے والے افراد نے ناسخ کو کہاں سے حاصل کرلیا؟ یہ انوکھا علم کہاں سے مل گیا جو نادانی وجہالت کے مساوی ہے؟

اگر یہ بے ربط اور غیر مربوط خواب وخیال صحیح ہوں اور ابن عباس نے بعض روایتوں کی بنا پر نسخ کی روایت کی ہے جیسا کہ ان کی طرف نسبت دی گئی ہے،(۱) اس کے باوجود بھی جواز متعہ کے معتقد رہ کر اپنی عمر کے آخری ایام تک اس کو بیان کرتے رہے اور اس سلسلہ میں امت مسلمہ بھی ان کی پیروی کرتی رہی، یہ مصیبت بالائے مصیبت ہے اور خدانخواستہ اگر ابن عباس کی روش زندگی اور سیرت یہی تھی تو پھر دین وشریعت کی دوسری امانتوں کا کیا ہوگا (کیوں کہ وہ حبر امت اور ترجمان قرآن کہے جاتے ہیں)۔

بنابراین خداوند عالم نے پہلی آیت ﴿يَـا أَيُّهَـا النَّبِـيُّ إِذَا طَلَّـقْتُـمُ النِّسَـاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِن﴾ سے طلاق کے ذریعہ صرف اور صرف جدائی کا ارادہ کیا ہے نہ مطلق جدائی کا، اگر ایسا نہ ہوتا تو

۱۔ احکام القرآن جصاص، ج۲، ص۱۷۸، (ج۲، ص۱۴۷)؛ سنن بیہقی، ج۷، ص۲۰۶۔

ملک یمین کو ضرور شامل ہوتا اور اسے بھی منسوخ کرتا، حالانکہ کسی نے بھی ایسا نظریہ پیش نہیں کیا ہے اور کسی نے بھی ملک یمین کو زنا اور عیاشی میں محسوب نہیں کیا ہے۔

جہاں تک دوسری آیت ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ﴾ کا سوال ہے تو اس کے ذریعہ سے متعہ میں عدم زوجیت کا قول، قطعی بے بنیاد دعوی ہے اس لئے کہ جواز متعہ کے قائل کا کہنا ہے کہ متعہ اور نکاح موقت بھی زناشوئی اور زوجیت ہے۔

چنانچہ قرطبی لکھتے ہیں: عنقریب آئے گا کہ گذشتہ اور آئندہ کسی بھی فقیہ وعالم نے اس سلسلہ میں اختلاف نہیں کیا ہے کہ متعہ نکاح موقت ہے، اس میں میراث نہیں ہے۔(۱)

قاضی کہتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ متعہ متعینہ مدت کی شادی ہے، اس میں میراث نہیں ہے لہٰذا اس آیت کے اطلاق سے متعہ کے جواز کا استدلال کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ آیہ متعہ کے نسخ کے سلسلہ میں اس سے تمسک کیا جائے۔

پھر اس آیت کے ذریعہ قول نسخ کی نسبت ابن عباس کی جانب دی گئی ہے لیکن جواز متعہ کے قول کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نسخ کا نظریہ قطعی غیر معتبر ہے۔

ابن بطال کہتے ہیں: اہل مکہ اور یمن نے ابن عباس سے جواز متعہ کی روایت کی ہے اور انہیں سے ضعیف سندوں کے ذریعہ متذکرہ نظریہ کی بھی روایت کی گئی ہے لیکن ان سے جواز متعہ کی روایت زیادہ صحیح ہے۔(۲)

جہاں تک آیہ میراث کا سوال ہے تو اس سے استدلال کرنا عقل وخرد سے قطعی بعید ہے اس لئے کہ رسول خداؐ کی حدیثیں متعہ اور نکاح موقت کی نفی کر رہی ہیں لیکن نکاح اور زوجیت کا عنوان پھر بھی برقرار ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک فرزند اپنے باپ کو مار دے یا کافر ہو جائے تو اس سے میراث کی نفی ہو جاتی ہے، اسے میراث نہیں دیا جاتا لیکن وہ اصل فرزندی سے خارج نہیں ہوتا ہے۔

۱۔ تفسیر قرطبی، (ج۵ص۸۷)

۲۔ فتح الباری، ج۹ص۱۴۲، (ج۹ص۱۷۳)

سنت کے ذریعہ نسخ:

جہاں تک سنت کے ذریعہ آیۂ متعہ کے نسخ کا سوال ہے تو اس سلسلہ میں بے شمار اقوال ہیں اور عقاید ونظریات میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، ایسا حیرت انگیز اور خوف ناک اختلاف جو ایک دوسرے سے قطعی مناسبت نہیں رکھتے۔

اختلاف وتناقض کے سنگلاخ وادی میں قارئین کے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ اس بات پر غور وفکر کریں کہ یہ اختلافات ان بہت سی جعلی اور جھوٹی روایتوں کا ماحصل ہیں جنہیں ان روایتوں کے مدمقابل جعل کیا گیا ہے جنہیں ثابت سنت اور صحیح تاریخ نے اپنے دامن میں محفوظ کر رکھا ہے۔ ان جعلساز، جھوٹے اور خائن راویوں نے اپنے دوسرے بھائیوں سے غافل اپنی فکر کے مطابق نسخ کی بات گڑھ رکھی ہے۔

لیجئے یہ چند اقوال ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ صدر اول اسلام میں متعہ جائز تھا، رسول خداؐ نے خیبر کے دن اس سے منع کر دیا۔

۲۔ یہ صرف ضرورت کے پیش نظر مباح وجائز تھا پھر حجۃ الوداع کے سال کے آخر میں حرام ہو گیا (حازمی)۔

۳۔ ناسخ کی کوئی ضرورت نہیں ہے صرف تین دن تک مباح تھا پھر تین دن ختم ہوتے ہی اس کا جواز بھی ختم ہو گیا۔

۴۔ مباح تھا لیکن غزوہ تبوک میں اس کی ممانعت کر دی گئی۔

۵۔ اوطاس کے سال میں مباح تھا پھر اس سے منع کر دیا گیا۔

۶۔ حجۃ الوداع میں مباح تھا اس کے بعد حرام کر دیا گیا۔

۷۔ فتح مکہ کے سال مباح تھا پھر اسے حرام قرار دے دیا گیا۔

۸۔ فتح مکہ کے دن جائز ہوا پھر اسی دن اسے حرام کر دیا گیا۔

۹۔ عمرۃ القضا کے علاوہ کسی موقع پر حلال نہیں ہوا۔

۱۰۔''متعہ'' زنا اور عیاشی ہے، یہ اسلام میں کبھی جائز تھا ہی نہیں (نحاسی کہتا ہے)۔

۱۱۔جائز تھا لیکن خیبر میں اس کی ممانعت کردی گئی پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کی اجازت دی گئی پھر تین دن کے بعد حرام کردیا گیا۔

۱۲۔صدر اول اسلام میں مباح ہوا پھر خیبر کے دن حرام ہوگیا، اس کے بعد غزوہ اوطاس میں حلال ہوا اس کے بعد حرام۔

۱۳۔صدر اول اسلام، سال اوطاس، روز فتح مکہ اور عمرۃ القضا میں حلال ہوا اور روز خیبر، غزوہ تبوک اور حجۃ الوداع میں حرام قرار دے دیا گیا۔

۱۴۔تین مرتبہ مباح اور تین مرتبہ حرام ہوا۔

۱۵۔سات مرتبہ مباح اور سات مرتبہ منسوخ ہوا:

۱۔خیبر ۲۔حنین ۳۔عمرۃ القضاء ۴۔سال فتح مکہ

۵۔سال اوطاس ۶۔غزوہ تبوک ۷۔حجۃ الوداع (۱)۔

ان عقل کے ماروں کے نظریات کی صحیح معرفت کا ارادہ ہے تو پہلے قول کو میزان آگاہی پر رکھیں جس کی پانچ ائمہ نے اپنی کتاب صحیح اور دوسرے حفاظ نے مسانید میں روایت کی ہے اور آخر میں اس کی سند کو حضرت علیؑ پر ختم کیا ہے۔(۲)

۱۔احکام القرآن جصاص، ج۲، ص۱۸۲، (ج۲، ص۱۵۰)؛ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۹۴، (ج۳، ص۱۹۹_۱۹۴، حدیث۳۲_۱۸، کتاب النکاح)؛ زاد المعاد ابن قیم، ج۱، ص۴۴۳، (ج۲، ص۱۸۳)؛ فتح الباری، ج۹، ص۱۳۸، (ج۹، ص۱۶۹)؛ ارشاد الباری، ج۸، ص۴۱، (ج۱۱، ص۴۵۷)؛ شرح صحیح مسلم نودی مطبوع بر حاشیہ ارشاد الباری، ج۶، ص۱۳۰_۱۴۴، (ج۹، ص۱۸۹_۱۷۹)؛ شرح موطا زرقانی، ج۲، ص۲۴، (ج۳، ص۱۵۳، حدیث۱۱۷۸)

۲۔صحیح بخاری، ج۸، ص۲۳، (ج۵، ص۱۹۶۶، حدیث۴۸۲۵)؛ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۹۷، (ج۳، ص۱۹۹_۱۹۸، حدیث ۳۲_۲۹، کتاب النکاح)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۶۰۴، (ج۱، ص۶۳۰، حدیث۱۹۶۳_۱۹۶۱)؛ سنن داری، ج۲، ص۱۴۰؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۲۰۹، (ج۳، ص۴۲۹، حدیث۱۱۲۱/ ۱۱۲۲)؛ سنن نسائی، ج۶، ص۱۲۶، (ج۳، ص۳۲۸، حدیث ۵۵۴۷_۵۵۴۹)

آپ اس سلسلہ میں لوگوں کی باتیں ملاحظہ فرمایئے:

ایک نے ہانک لگائی: خیبر کے دن متعہ کی تحریم صحیح ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔(۱)

دوسرے نے کہا: تاریخ نگاروں اور روایوں میں سے کوئی نہیں جو خیبر کے دن حرمت متعہ سے واقف ہو۔(۲)

تیسرے نے کہا: یہ قطعی جھوٹ اور بکواس ہے، جنگ خیبر میں عورتوں سے متعہ نہیں کیا گیا۔(۳)

چوتھے صاحب بولے: صحیح حدیث یہ ہے کہ اس دن گدھوں کے گوشت کی ممانعت کی گئی تھی نہ کہ متعہ اور نکاح موقت کی۔ لیکن بعض راویوں نے متعہ کو حرام کردیا۔(۴)

یہ لچر خیال شافعی جیسے اہل سنت کے عظیم علماء سے کیسے مخفی رہ گیا، چنانچہ وہ معتقد ہیں کہ متعہ خیبر کے دن حرام ہوا۔(۵) اور مسلم سے کیسے پوشیدہ رہ گیا جنہوں نے اپنی صحیح میں مختلف الفاظ کے ذریعہ اسے نقل کیا ہے۔

ایک جگہ لکھا: خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کی ممانعت کی گئی ہے۔ دوسری جگہ کہا: روز خیبر میں نکاح متعہ سے منع کیا گیا۔ تیسری عبارت ہے: خیبر کے دن منع کیا گیا۔ ان کی چوتھی تعبیر ہے: رسول خداؐ نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کی ممانعت فرمائی۔(۶)

پانچویں صاحب نے آکر تمام اقوال کی تضعیف کرتے ہوئے کہا: صحیح حدیث خیبر اور فتح مکہ پر دلالت کرتی ہے اور خیبر کے سلسلے میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔(۷)

۱۔شرح موطا زرقانی، ج۲، ص۲۴، (ج۳، ص۱۵۳، حدیث ۱۱۷۸)

۲۔الروض الانف، ج۲، ص۲۳۸، (ج۶، ص۵۵۷)۔

۳۔شرح المواھب زرقانی، ج۲، ص۲۳۹؛ شرح الموطا زرقانی، ج۳، ص۲۴، (ج۳، ص۱۵۲، حدیث ۱۱۷۸)

۴۔سنن بیہقی، ج۷، ص۲۰۱؛ زاد المعاد، ج۱، ص۴۴۳، (ج۲، ص۱۸۳)

۵۔زاد المعاد، ج۱، ص۴۴۲، (ج۲، ص۱۸۲)

۶۔تاریخ بغداد، ج۶، ص۱۰۲، (نمبر ۳۱۴۷)، ج۸، ص۴۶۱، (۴۵۷۷)

۷۔شرح الموطا زرقانی، ج۲، ص۲۴، (ج۳، ص۱۵۲، حدیث ۱۱۷۸)

یہ ہے صحیح ترین روایتوں کی حالت ۔ جنہیں ائمہ حدیث نے متعہ کی ممانعت میں نقل کیا ہے، بقیہ مسانید میں اقوال کی حالت تو اس بھی گئی گذری ہے۔

ان تمام باتوں سے زیادہ شرمناک بیسویں صدی کے صاحب الوشیعہ ''موسیٰ جار اللہ'' کی بکواس ہے اس لئے کہ اس نے ایسی عظیم مصیبت اور بدبختی کا دہانہ کھولا ہے جس کے سامنے گذشتہ صدیوں میں کتاب سنت کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے تمام لوگوں کی کوئی اہمیت ہی نہیں، وہ تو ان کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں، اس نے گذشتہ افراد کے نظریات کے برخلاف ایسا نظریہ پیش کیا ہے جس کا اسلامی اصول اور قرآن وسنت میں کوئی اتہ پتہ نہیں۔

چنانچہ وہ بکواس کرتا ہے: متعہ کے سلسلہ میں امت مسلمہ کے درمیان بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں، میری نظر میں متعہ عہد جاہلیت کی رسم ہے، اس بات کا امکان ہے کہ صدر اسلام کے بعض افراد نے اسے انجام دیا ہو اور ممکن ہے شارع مقدس نے چند سالوں تک اسے بعض لوگوں کے لئے مقرر کردیا ہو، لیکن یہ گذری ہوئی بات ہے۔

بے شک یہ شدید ترین حرمت کے طور پر نازل ہوئی ہے اور آیت کے نزول سے پہلے جو کچھ ہوا اسے مستثنیٰ کیا ہے(۱)، متعہ ایک تاریخی مسئلہ تھا، اسے شارع کی طرف سے کوئی شرعی حکم کی حیثیت حاصل

۱۔ سورۂ نساء/۲۲، ۲۳ میں ہے: ﴿وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ☆ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾

اور خبردار جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہے ان سے نکاح نہ کرنا مگر وہ جواب تک ہو چکا ہے، یہ کھلی ہوئی برائی اور پروردگار کا غضب اور بدترین راستہ ہے تمہارے اوپر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے، تمہاری رضاعی (دودھ شریک) بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں، تمہاری پروردہ عورتیں جو تمہاری آغوش میں ہیں اور ان عورتوں کی اولاد، جن سے تم نے دخول کیا ہے ہاں اگر دخول نہیں کیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور تمہارے فرزندوں کی بیویاں جو فرزند تمہارے صلب سے ہیں اور دو بہنوں کا ایک ساتھ جمع کرنا سب حرام کردیا گیا ہے علاوہ اس کے جو اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

نہیں ہے، اگر کوئی اس بات کا دعوی کرے کہ یہ شارع کی طرف سے حلال تھا اور وہ اس کا اقرار کرے تو کرتا رہے، ہمیں اس کا کوئی ڈر نہیں، ہم اس کی تردید میں کوئی بات بھی نہیں کہیں گے۔

میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا قرآن کی روشنی میں متعہ ثابت ہے یا نہیں؟!

شیعہ کتابوں میں اس بات کا دعوی کیا گیا ہے کہ آیہ مُبارکہ: ﴿ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُن... ﴾ متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

میرے خیال میں اس آیہ مبارکہ کی عربیت اور ادب بیان اس بات کی ممانعت کر رہی ہے کہ متذکرہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہوگی اس لئے کہ ایسی صورت میں جملہ کی ترکیب بے ربط اور اس مفید آیت کی نظم و ترتیب میں خلل واقع ہو جائے گا۔ (۱)

جہاں تک متعہ یا نکاح موقت کا سوال ہے تو اس کے متعلق قرآن میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی ہے اور اسی اہم مفہوم کو روشن کرنے کے لئے اس باب کو ترتیب دیا گیا ہے تاکہ اس بات کا دفاع کیا جاسکے جو شیعوں کی کتابوں میں مذکور ہے کہ آیہ مُبارکہ: ﴿ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُن.... ﴾ متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲)

اسلامی شریعت میں متعہ کبھی مباح تھا ہی نہیں اور اس کی تنسیخ شرعی تنسیخ نہیں تھی بلکہ ابدی تحریم کے ذریعہ جاہلی حکم کو منسوخ کیا گیا ہے۔ (۳)

متعہ کی روایت ان عجیب وغریب روایتوں میں سے ہے جسے اصحاب کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے نیز تابعین کی ایک جماعت مثلاً طاؤس، عطاء، سعید بن جبیر اور مکہ کے بعض فقہاء نے بیان کیا ہے۔

حاکم نے امام اوزاعی سے نقل کیا ہے کہ اہل حجاز کے درمیان پانچ چیزیں رائج تھیں جن کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے، انہیں میں متعہ بھی ہے۔ (۴)

۱۔ سورہ ص ر ۳۲۔

۲۔ سورہ ص ر ۱۲۱۔

۳۔ سورہ ص ر ۱۳۲۔ ۴۔ سورہ ص ر ۱۳۲

وہ بکواس کرتا ہے: فقیہ مکہ ''ابن جریج'' نے متعہ کے جواز میں بہت زیادہ مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ چنانچہ اس نے ستر عورتوں کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے کہا: ان سے شادی نہ کرو، اس لئے کہ وہ تمہاری مائیں ہیں۔

ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں ابن جریج سے متعہ کے سلسلہ میں اسراف کی روایت کی ہے، چنانچہ اس نے بصرہ میں ابوعوانہ سے کہا: گواہ رہنا میں متعہ سے منحرف ہوگیا ہوں۔

اس نے ستر حدیثوں کی روایت کرنے کے بعد کہا کہ متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابوعوانہ کو شاہد بنایا اور جب متعہ سے پیٹ بھر گیا اور اس کام کی انجام دہی سے عاجز رہا تو بولا: میں واپس ہوا''۔

یہ بات بعید از عقل ہے کہ ایک بندۂ مومن قرآن وسنت سے واقف ہو، اس کی اعجازی شان پر ایمان رکھتا ہو اور اس کی نظم وترتیب کو بہتر طور پر سمجھتا ہو، اس کے باوجود بھی کہے کہ آیۂ مبارکہ: ﴿ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُن.. ﴾ متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو وہ قطعی احمق اور جاہل ہے، جو صرف دعوی کرتا ہے اس میں غور وفکر نہیں کرتا۔ (۱)

شیعہ کتابوں میں باقرؑ وصادقؑ کی حدیث ہے کہ آیۂ مبارکہ: ﴿ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُن.. ﴾ متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حالانکہ دونوں احتمال میں سے بہتر احتمال یہ ہے کہ اس کی سند جعلی ہے، ورنہ پھر باقرؑ وصادقؑ ہی جاہل ہیں۔ (۲)

کسی غیر شیعہ کتاب میں یہ نہیں کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، تحریم متعہ پر امت کا اجماع ہے اور کسی نے یہ نہیں کہا ہے کہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُن.. ﴾ منسوخ ہو چکی ہے۔ (۳)

اسلامی حکومت نے دینی شرافت اور دنیاوی صلاح کے لئے امت کے فقہاء سے ہدایت لی ہے،

۱۔ سورہ ص/ ۱۳۹

۲۔ سورہ ص/ ۱۶۹

۳۔ سورہ ص/ ۱۶۶

چنانچہ ایرانی حکومت نے کئی مرتبہ متعہ کو باطل کیا، آج ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ایران کے بادشاہ نے متعہ کو منسوخ کر دیا ہے، بالکل منسوخ۔(۱)

جواب:

متذکرہ جملوں کو ''الوشیعہ'' کے ان اوراق سے تحریر کیا گیا ہے جسے اس ذلیل، احمق اور بکواسی نے متعہ کے بارے میں سیاہ کر رکھا ہے، یہ اوراق، دین وعفت اور کلام واجماع کے ادب سے قطعی دور ہیں، اسلامی قوانین اور ان جملوں میں زمین وآسمان کا فاصلہ ہے لہٰذا اسلام کے ذریعہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔(۲)

متعہ کے سلسلے میں مزید بحث وگفتگو کی قطعی ضرورت نہیں، اس لئے کہ ہمارے علماء ومحققین بالخصوص علماء متاخرین نے اس سلسلے میں سیر حاصل بحث کی ہے۔(۳) اس کے بعد بھی اس ذلیل اور بکواس نے اپنی شرمناک باتوں کے ذریعہ ان پر حملہ کرنا چاہا ہے لیکن اس سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ہمارے لئے تو اہم یہ ہے کہ اس ذلیل کی جھوٹی باتوں، قرآن اور اہل قرآن کے علوم پر کی گئی عظیم جنایتوں اور امت کے لئے ثابت حقایق ومعارف کے سلسلے میں اس کی بہتان تراشیوں کے متعلق محقق کے ادراکات واحساسات کو بیدار کریں۔

یہ شخص قرآن وسنت سے بھرپور جہالت ونادانی کے باوجود خود کو اسلام کا ایک فقیہ ودانشور سمجھتا ہے لہٰذا ایسے اسلام پر سلام (جس میں موسیٰ جار اللہ جیسا فقیہ موجود ہو)۔

۱۔ص/۱۸۵

۲۔خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما﴾ فرقان/۶۳

۳۔مثلاً آقای عبدالحسین شرف الدین، آقای سید محسن امین، استاد محترم محمد حسین کاشف الغطاء، اور استاد توفیق فلکی نے متعہ کے سلسلے میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں اور حق مطلب کو ادا کیا ہے۔

متعہ قرآن کی روشنی میں

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيماً﴾

''پس جو بھی ان عورتوں سے متعہ کرے، ان کی اجرت انہیں بطور فریضہ دیدے اور فریضہ کے بعد آپس میں رضامندی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، بے شک اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی''۔(۱)

صاحب الوشیعہ ''موسیٰ'' کا خیال خام ہے کہ متذکرہ آیت کے سلسلے میں صرف شیعوں کے اقوال ہیں، ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں متعہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا ہے اور اس کا قائل جاہل واحمق ہے، لہٰذا یہاں اسی کے مذہب کی کتابوں سے کچھ باتیں نقل کی جارہی ہیں تاکہ قارئین اس بات سے آگاہ ہو جائیں کہ اس احمق، ذلیل اور بدزبان کی باتیں قطعی لغو اور بیکار ہیں۔

۱۔امام احمد بن حنبل نے قابل اعتماد رجال کی سند سے عمران بن حصین سے نقل کیا ہے: قرآن مجید میں آیہ متعہ نازل ہوئی ہے، ہم رسول خداؐ کے عہد میں اس پر عمل کرتے تھے، اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو اس کو منسوخ کرے اور رسول خداؐ نے اپنی وفات تک اس کی ممانعت نہیں فرمائی ہے۔(۲)

گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ مفسرین متعہ کی آیت کے سلسلے میں اسی روایت کا تذکرہ کرتے ہیں اور عمران بن حصین کو ان افراد میں شمار کیا ہے جو جواز متعہ پر ثابت واستوار تھے۔(۳)

۲۔ابوجعفر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) نے اپنی سند سے ابی نضرہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابن عباس سے متعہ کے بارے میں سوال کیا۔انہوں نے کہا: کیا تم نے سورہ نساء کی تلاوت نہیں کی؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، میں نے تلاوت کی ہے۔

۱۔نساء/۲۴

۲۔مسند احمد، ج۴،ص۴۳۶، (ج۵،ص۶۰۳، حدیث ۱۹۴۰۶)۔

۳۔تفسیر ثعلبی، ذیل تفسیر سورۂ نساء، آیت ۲۴؛ تفسیر کبیر، ج۳،ص۲۰۰/۲۰۲، (ج۱۰،ص۴۹/۵۳)؛ تفسیر ابی حیان، ج۳،ص۲۱۸؛ تفسیر نیشاپوری، (ج۲،ص۳۹۲)۔

ابن عباس نے کہا: اس کی آیت ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ الی اجل مسمیٰ﴾ کی تلاوت نہیں کی؟ میں نے کہا: اگر میں اس طرح تلاوت کرتا تو آپ سے سوال نہ کرتا۔ انہوں نے کہا: بے شک یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ (۱)

ایک حدیث میں ہے: ابن عباس نے تین مرتبہ قسم کھا کر کہا: خدا نے اسی طرح نازل فرمایا ہے۔

قتادہ سے ابی بن کعب کی قرائت منقول ہے: ﴿فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی﴾۔

اس نے شعبہ سے حکم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا کہ آیا یہ منسوخ ہوئی ہے؟ جواب دیا: نہیں۔

عمر بن مرہ سے مروی ہے: اس نے سعید بن جبیر کو پڑھتے ہوئے سنا: ﴿فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی﴾ مجاہد سے منقول ہے کہ بے شک یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ابو ثابت سے منقول ہے کہ ابن عباس نے ایک قرآن دیا جس میں موجود تھا: ﴿فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی﴾

۳۔ ابو جعفر جصاص حنفی (متوفی ۳۷۰ھ) نے ابن عباس اور ابی بن کعب کی حدیث نقل کر کے ابن جریج، عطاء خراسانی اور ابن عباس کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ متعہ کی آیت، آیۂ مبارکہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ کے ذریعہ منسوخ ہو چکی ہے۔ (۲)

اگر یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی تھی تو پھر کیسے منسوخ ہو گئی؟ ہم نے اس سے قبل نسخ کے قول کو باطل قرار دیا ہے۔

۴۔ حافظ ابو بکر بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے محمد بن کعب، انہوں نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ صدر اسلام میں متعہ رائج تھا اور لوگ متذکرہ آیت کی اس طرح تلاوت کرتے تھے: ﴿فما استمتعتم به

۱۔ تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹، (مجلد ۴، ج ۵، ص ۱۳۔۱۲)۔

۲۔ احکام القرآن جصاص، ج ۲، ص ۱۷۸، (ج ۲، ص ۱۴۷)۔

منهن الی اجل مسمی﴾۔(۱)

۵۔حافظ ابو محمد شافعی (متوفی ۵۱۰ھ) نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: حسن و مجاہد کہتے ہیں کہ متذکرہ آیت نکاح کے بارے میں صحیح ہے، دوسرے کہتے ہیں کہ وہ نکاح متعہ ہے۔

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ تمام اہل علم اس بات کے معتقد ہیں کہ نکاح متعہ حرام ہے، متذکرہ آیت منسوخ ہو چکی ہے اور ابن عباس معتقد ہیں کہ یہ آیت محکم ہے، انہوں نے متعہ کی اجازت دے رکھی ہے۔(۲)

۶۔ابو القاسم جار اللہ زمخشری معتزلی (متوفی ۵۳۸ھ) کا بیان ہے کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور متعہ کی حلیت باقی ہے، یہ منسوخ نہیں ہوئی ہے، وہ اس آیت کی تلاوت اس طرح کرتے تھے: ﴿فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی﴾.(۳)

۷۔قاضی ابو بکر اندلسی (متوفی ۵۴۲ھ) کہتے ہیں: آیت کے سلسلے میں دو اقوال ہیں: ایک یہ کہ اس کے ذریعہ سے مکمل طور سے متعہ کا ارادہ کیا گیا ہے چنانچہ حسن و مجاہد کا یہی کہنا ہے، ابن عباس کی دو روایتوں میں سے ایک ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے مراد ایک معین مدت تک عورتوں سے نکاح ہے یعنی متعہ نساء، اس کی روایت ابن عباس، حبیب بن ابی ثابت اور ابی بن کعب نے کی ہے۔(۴)

۸۔ابو بکر یحیی بن سعدون قرطبی (متوفی ۵۶۷ھ) لکھتے ہیں: جمہور کا بیان ہے کہ اس سے مراد متعہ ہے جو صدر اسلام میں رائج تھا اور ابن عباس، ابی بن کعب اور سعید بن جبیر نے ﴿فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی﴾ پڑھا ہے۔

۱۔سنن بیہقی، ج۷، ص۲۰۵

۲۔تفسیر بغوی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن، ج۱، ص۴۲۳، (ج۱، ص۴۱۳)

۳۔تفسیر الکشاف، ج۱، ص۳۶۰، (ج۱، ص۴۹۸)۔

۴۔احکام القرآن جصاص، ج۱، ص۱۶۲

وہ لکھتے ہیں: جس شخص نے عورت کے ساتھ متعہ کیا ہے اس کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے: مالک کی دوسری روایت ہے کہ اسے سنگسار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ نکاح متعہ حرام نہیں ہے لیکن ہمارے علماء دوسری بات کہتے ہیں جو انتہائی عجیب وغریب ہے۔ مالک کا قول عجیب وغریب لگتا ہے ،انہوں نے دوسروں کو چھوڑ تنہا ہی اس کا فتوی دیدیا اور وہ یہ ہے کہ جس چیز کو سنت نے حرام قرار دیا ہے کیا وہ اسی کے مانند ہے جس کی قرآن نے تحریم کی ہے یا نہیں؟ لہٰذا مالک کی یہ روایت بعض روایتوں سے ماخوذ معلوم ہوتی ہے، یہ دونوں یکسان نہیں ہیں بلکہ یہ ضعیف ہے۔(۱)

ابوبکر طرسوی کا بیان ہے: عمران بن حصین، ابن عباس اور اہل بیتؑ کے کچھ اصحاب کے علاوہ کسی نے متعہ کی اجازت نہیں دی ہے۔ ابن عباس کے قول کے متعلق شاعر کہتا ہے:

اقول مرکب زوطال اشعراء بنا — یا صالح هل لک من ابن عباس

فی بضبه رخصه الاطراف ناعمه — تکون مثواک حتی مرجع الناس

''میں نے مسافر سے اس وقت کہا جب ہمارے لئے منزل سفر طویل ہوگئی۔ اے میرے رفیق ودوست!! کیا نرم ونازک اور گداز بدن عورتوں کے ساتھ متعہ کے سلسلے میں ابن عباس کا فتوی تمہارے لئے کافی نہیں کہ تم ان کی قیام گاہوں میں موجود رہو اور پھر لوگ رجوع کریں''۔

تمام صحابہ وتابعین کا نظریہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔(۲)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ متعہ کے بارے میں آیت کے متعلق صحابہ وتابعین کا نظریہ کیا ہے؟، ہاں! قرطبی نے ان سے نسخ کی بات بھی منسوب کی ہے لیکن آپ نے حق وحقیقت کی شناخت حاصل کرلی ہے۔

۹۔ ابوعبداللہ فخر الدین رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے اپنی تفسیر میں متذکرہ آیت کے متعلق دو اقوال نقل کئے ہیں، ان میں سے ایک قول اکثر علماء کا ہے۔

۱۔ تفسیر قرطبی، ج۵، ص۱۳۰، (ج۵، ص۸۸)

۲۔ تفسیر قرطبی، ج۵، ص۱۳۳، (ج۵، ص۸۹)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں متعہ کا حکم دیا گیا ہے۔ متعہ یہ ہے کہ ایک شخص عورت کو مال معلوم کے ذریعہ معین مدت تک اجیر بنائے پھر اس کے ساتھ جماع وآمیزش کرے۔

علماء کا اتفاق ہے کہ یہ صدر اول اسلام میں رائج تھا اور اختلاف اس بات پر ہے کہ وہ منسوخ ہوا ہے یا نہیں؟

اکثر علماء کا نظریہ ہے کہ وہ منسوخ ہو چکا ہے۔ بقیہ افراد کہتے ہیں کہ وہ جس طرح حلال تھا اسی طرح حلال ہے، یہی ابن عباس اور عمران بن حصین کا قول ہے۔ لیکن ابن عباس سے تین روایتیں مروی ہیں۔ پھر وہ روایتیں نقل کر کے لکھتے ہیں: جہاں تک عمران بن حصین کا سوال ہے تو وہ کہتا ہے کہ قرآن میں متعہ کی آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو اسے منسوخ کرے، رسول خداؐ نے بھی ہمیں اس کا حکم دیا ہے اور ہم نے متعہ انجام دیا، آنحضرت نے اپنی وفات تک اس کی ممانعت نہیں فرمائی پھر ایک شخص نے اپنی خواہش کے مطابق جو سمجھ میں آیا کہہ دیا۔(۱)

دوسری جگہ ابی بن کعب اور ابن عباس کی قرأت نقل کر کے لکھتے ہیں: بے شک ابی اور ابن عباس کی قرأت کا ثبوت بھی فرض کر لیا جائے پھر بھی اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ متعہ کو قانونی حیثیت حاصل ہے، ہمیں اس سلسلے میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے، ہاں! ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے۔(۲)

۱۰۔ حافظ ابوزکریا نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ) نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے ﴿فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی﴾ قرأت کی ہے۔(۳)

۱۱۔ قاضی ابوالخیر بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت اسی متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو فتح مکہ کے موقع پر تین روز تک مباح تھا پھر آیت منسوخ ہوگئی

۱۔ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۰۰/۲۰۱، (ج ۱۰، ص ۴۹/۵۱/۵۳)

۲۔ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۰۰/۲۰۱، (ج ۱۰، ص ۴۹/۵۱/۵۳)

۳۔ شرح صحیح مسلم نووی، ج ۹، ص ۱۸۱، (ج ۹، ص ۱۷۹)

چنانچہ آنحضرت نے اسے مباح کیا پھر دوسری صبح کو فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں کے ساتھ متعہ کا حکم دیا تھا، جان لو کہ خداوند عالم نے روز قیامت تک اسے حرام قرار دے دیا ہے۔ (۱)

۱۲۔ علاء الدین بغدادی متوفی ۷۴۱ھ کہتا ہے: ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ آیت حکم متعہ سے مربوط ہے، متعہ یہ ہے کہ انسان عورت کے ساتھ مدت معلوم تک کے لئے معین چیز کے عوض شادی کرے اور جب وہ مدت پوری ہو جائے تو وہ عورت مرد سے بغیر طلاق کے جدا ہو جاتی ہے، ان کے درمیان کوئی میراث نہیں ہے، یہ صدر اول اسلام میں رائج تھا پھر رسول خداؐ نے اس سے منع کر دیا۔

اس کے بعد حدیث سبرہ کو بیضاوی کے الفاظ میں نقل کر کے لکھتے ہیں: اسی لئے صحابہ و تابعین معتقد ہیں کہ متعہ حرام ہے اور آیت منسوخ ہو چکی ہے، ہاں! انہوں نے ناسخ کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا: وہ سنت اور حدیث کے ذریعہ منسوخ ہوئی ہے اور یہ اس کا نظریہ ہے جو کہتا ہے کہ سنت قرآن کو نسخ کرتی ہے۔ شافعی کا نظریہ ہے کہ سنت قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

اسی لئے ان کا کہنا ہے کہ اس آیت کو قرآن کی یہ آیت: ﴿والذین هم لفروجهم حافظون﴾ اس کے بعد انہوں نے ابن عباس سے مروی روایات کو نقل کیا ہے، انہیں میں سے ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ (۲)

۱۳۔ ابن جزی محمد بن احمد غرناطی (متوفی ۷۴۱ھ) لکھتے ہیں: ابن عباس وغیرہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی تم اپنی زوجہ کے ساتھ جماع کرو تو اجرت کی ادائیگی واجب ہے اور وہ کامل مہر ہے۔

بعض کہتے ہیں: یہ متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ نکاح موقت ہے جس میں میراث نہیں ہے، یہ اوائل اسلام میں جائز تھا اور متذکرہ آیت مہر کے وجوب کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر اکثر علماء کے نزدیک حرام ہو گیا، بنابریں آیت اس حدیث کے ذریعہ منسوخ ہو چکی ہے جو نکاح متعہ کی تحریم کو

۱۔ تفسیر بیضاوی، ج۱، ص۲۵۹، (ج۱، ص۲۰۹)

۲۔ تفسیر خازن، ج۱، ص۳۵۷، (ج۱، ص۳۴۳)

ثابت کرتی ہے۔

بعض کہتے ہیں: آیت نے متعہ کے فرائض کو منسوخ کیا ہے اس لئے کہ متعہ میں میراث نہیں ہے۔بعض کہتے ہیں:''**والذین هم لفروجهم حافظون** ''نے متعہ کی آیت کو منسوخ کیا ہے ہاں! ابن عباس سے متعہ کا جواز مروی ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ وہ اس عقیدہ سے پلٹ گئے تھے۔(۱)

۱۴۔ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی (متوفی ۷۴۵ھ) نے اپنی تفسیر میں ابن عباس، ابی بن کعب اور سعید بن جبیر کی قرائت ﴿**فما استتعتم به منهن الی اجل مسمی**﴾ کو نقل کرکے لکھا ہے: ابن عباس، مجاہد اور سدی وغیرہ کا کہنا ہے کہ یہ آیت متعہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اور ابن عباس نے ابی نضرہ سے کہا کہ خداوند عالم نے یہ آیت اس طرح نازل فرمائی ہے: **الی اجل مسمی**۔(۲)

۱۵۔حافظ عماد الدین بن کثیر دمشقی شافعی (متوفی ۷۷۴ھ) کا بیان ہے: اس آیت کی عمومیت سے نکاح متعہ کا استدلال کیا گیا ہے، اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ صدر اول اسلام میں متعہ رائج و مباح تھا پھر اسے منسوخ کردیا گیا۔

پھر نسخ کے متعلق بعض اقوال کو نقل کر کے لکھتے ہیں: ابن عباس سعید بن جبیر، سدی اور ابی بن کعب نے''**فما استتعتم به منهن الی اجل مسمی**'' قرائت کی ہے۔

مجاہد کہتا ہے: یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن جمہور اس کی مخالفت کرتے ہیں۔اس سلسلے میں عمدہ ترین اور قابل قدر بات جو صحیحین (بخاری و مسلم) میں ثابت ہے وہ امیر المومنینؑ سے منقول حدیث ہے۔(۳)

۱۶۔حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ متعہ صدر اول اسلام میں رائج تھا۔اور لوگ آیت کی اس طرح تلاوت کرتے

۱۔تفسیر التسہیل، ج۱، ص۱۳۷۔

۲۔تفسیر ابوحیان اندلسی، ج۳، ص۲۱۸

۳۔تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۴۷۴

تھے: ''فما استتعتم به منهن الی اجل مسمی ''۔(۱)

عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ سے نقل کیا ہے اور ابن منابری نے مصاحب میں سعید بن جبیر سے ابی بن کعب کی قرائت ''فما استتعتم به منهن الی اجل مسمی ''نقل کی ہے۔

عبد الرزاق نے عطاء سے ابن عباس کی قرائت نقل کی ہے اور ابن جبیر نے سدی سے آیت کے متعلق نقل کیا ہے کہ یہ آیہ متعہ ہے۔(۲)

عبد الرزاق اور ابو داؤد نے اسے ناسخ کے طور پر نقل کیا ہے اور ابن جریر نے حکم سے نقل کیا ہے کہ اس سے آیت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یہ منسوخ ہو چکی ہے؟ جواب دیا: نہیں۔

۱۷۔ ابو سعود عمادی حنفی (متوفی ۹۸۲ھ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو معینہ مدت کا نکاح ہوتا ہے اسی لئے اسے نکاح موقت کہتے ہیں، اس کی غرض و غایت عورت کے ساتھ متعہ اور آمیزش ہے ایسی آمیزش جو مال کے عوض وقوع پذیر ہوتی ہے، یہ فتح مکہ کے موقع پر تین روز تک مباح تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

مروی ہے کہ آنحضرت نے اسے مباح کیا پھر دوسری صبح کو فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن جان لو کہ خداوند عالم نے روز قیامت تک کے لئے اسے حرام قرار دے دیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ دو مرتبہ حلال اور دو مرتبہ حرام ہوا۔(۳)

۱۸۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں: بے شک اہل علم کے درمیان متعہ کے مفہوم میں اختلاف ہے:

حسن و مجاہد وغیرہ کہتے ہیں کہ آیہ مُبارکہ ﴿فما استتعتم....﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی عورتوں کے ساتھ جماع کے ذریعہ لذت حاصل کرو تو انہیں اس کی اجرت دو یعنی ان کا مہر ادا کرو۔

۱۔ درّ منثور، ج ۲، ص ۱۴۰، (ج ۲، ص ۴۸۴)؛ المعجم الکبیر، (ج ۱۰، ص ۳۲۰، حدیث ۱۰۷۸۲)؛ سنن بیہقی، (ج ۷، ص ۲۰۵)
۲۔ المصنف، (ج ۷، ص ۴۹۸، حدیث ۱۴۰۲۲)
۳۔ تفسیر ابی السعود مطبوع بر حاشیہ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۵۱، (ج ۲، ص ۱۶۵)

جمہور کہتے ہیں: اس آیت سے مراد وہ نکاح متعہ ہے جو صدر اول اسلام میں رائج تھا، جس کی ابن عباس، ابی بن کعب اور سعید بن جبیر کی قرائت ''فما استتعتم به منهن الی اجل مسمی'' تائید کرتی ہے پھر آنحضرت نے اس کی ممانعت کردی۔ چنانچہ یہ بات امیر المومنین علیؑ کی روایت کے مطابق صحیح ہے، وہ فرماتے ہیں: رسول خداؐ نے خیبر کے دن نکاح متعہ اور گدھوں کے گوشت کی ممانعت فرمائی ہے۔

پھر وہ حجۃ الوداع اور فتح مکہ کے موقع پر ممانعت کی حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں: لہٰذا یہ ناسخ ہے، اور سعید بن جبیر سے آیہ میراث کے ذریعہ اس کے نسخ کی حکایت کی گئی ہے اس لئے کہ متعہ میں میراث نہیں ہے۔ عائشہ اور قاسم بن محمد سے اس آیت کے ذریعہ منسوخ ہونا منقول ہے: والذین هم لفروجهم حافظون...''(۱)

۱۹۔ شہاب الدین ابوثنا سید محمد آلوسی بغدادی نے اپنی تفسیر میں ابن عباس اور عبداللہ بن مسعود کی قرائت ''فما استتعتم به منهن الی اجل مسمی '' کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ حلال تھا پھر حرام ہوا۔ اور میرا نظریہ یہ ہے کہ تحریم اور اباحہ دونوں دو دو مرتبہ ہوا۔ روز خیبر سے پہلے حلال تھا، روز خیبر کے بعد حرام ہوا، پھر فتح مکہ کے موقع پر مباح ہوا اور اس کے تین روز بعد ہمیشہ کے لئے قیامت تک حرام ہو گیا۔ (۲)

میرے ساتھ آئیے!!

قارئین کرام! میرے ساتھ آئیے تا کہ ہم اس ذلیل اور احمق ''موسیٰ جار اللہ'' سے ان کتابوں کے متعلق سوال کریں، کیا یہ کتابیں علم قرآن کے سلسلے میں اہل سنت کے یہاں مرجع و مآخذ کی حیثیت نہیں رکھتیں؟ کیا یہ لوگ علم تفسیر کے امام نہیں ہیں؟! کیا ایک ذہین محقق کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ان کتابوں کی

۱۔ فتح القدیر، ج۱، ص۴۱۴، (ج۱، ص۴۴۹)

۲۔ تفسیر آلوسی، ج۵، ص۵

طرف رجوع کر کے تحلیل و تجزیہ کرے اور اقوال کا باہم مقایسہ کر کے حقیقت حال معلوم کرے؟! اس شخص کو چھوڑیئے کیا کوئی بھی ابن عباس جیسے مترجم قرآن، اہل سنت کے نزدیک ابی بن کعب جیسے موثق قاری، اور عبداللہ بن مسعود جیسے معلم قرآن وسنت کی برابری کرسکتا ہے؟!

ان کے علاوہ کیا عمران بن حصین، حکم، حبیب بن ابی نائب، سعید بن جبیر اور قتادہ ومجاہد کی برابری کرسکتا ہے؟! کیا یہ شخص ان سب کو جاہل اور غیر موثق سمجھتا ہے؟! کیا شائستہ کردار صحابہ اور ائمہ پر اس کا اہانت آمیز رویہ، سب وشتم کے مترادف نہیں کہ اس نے اپنے ماننے والوں کے نزدیک ان سب کو شیعہ ہونے کا الزام لگادیا؟!

یا یہ شخص اپنی قوم کے بزرگ روایوں کو شیعہ سمجھ کر اپنی تند زبان سے ان کی عزت وآبرو کو پارہ پارہ کررہا ہے؟! گویا اس کی نظر میں بخاری، مسلم، احمد، طبری، محمد بن کعب، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن جریح، جصاص، ابن انباری، بیہقی، حاکم، بغوی، زمخشری، اندلسی، قرطبی، فخر رازی، نووی، بیضاوی، خازن، ابن جزی، ابن حیان، ابن کثیر، ابوسعود، سیوطی، شوکانی اور آلوسی جیسے لوگ اہمیت کے حامل نہیں، یہ لوگ تو اس کے مذہب کے منارے اور علم کی عظیم شخصیتیں ہیں۔

جی ہاں! یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ یہ جھوٹ کا پلندہ، ذلیل انسان کے من گھڑت افسانے اور شیعوں کی جانب نزول آیت کی نسبت دینا وغیرہ، دو معصوم اماموں ''امام محمد باقرؑ اور امام صادقؑ'' کی مقدس شخصیتوں کو نیچا دکھانے اور ان پر طعن وطنز کے نشتر چلانے کا مقدمہ ہے۔ حالانکہ ایک صاحب عقل منصف اچھی طرح واقف ہے کہ اس کے مذہب کے چاروں اماموں: (۱۔ ابوحنیفہ ۲۔ محمد بن ادریس شافعی ۳۔ مالک بن انس ۴۔ احمد بن حنبل) کی جھولی میں اگر علم کی ذرا بھی دولت ہے تو وہ انہیں معصوم اماموں کا صدقہ ہے۔

ہاں! یہ ائمہ (امام باقر اور امام صادق علیہما السلام) ہمارے امام ہیں، موسیٰ جار اللہ یہی موسیٰ ہے اور خداوند عالم بھی خدائے عادل ہے لہٰذا میری تمام شکایتیں اسی خدا کی بارگاہ سے وابستہ ہے۔ (والی اللہ المشتکی)۔

آیئے! اس احمق سے اس ادب بیان کے بارے میں سوال کریں جسے اس نے سمجھ لیا اور گذشتہ صدیوں کے بزرگوں سے پوشیدہ رہ گیا، ان نقصانات کے بارے میں سوال کریں جنہیں اس نے پہچان لیا لیکن اس کی قوم کے امام وقائد نہ سمجھ سکے؟ وہ کیا ہیں اور کہاں؟! اس نے کس سے اخذ کیا اور کس نے کہا؟! اس کے پاس ان کے لئے کون سی دلیل ہے؟! اس سے پہلے والوں نے انہیں کیوں چھپائے رکھا کہ نوبت اس کی آگئی؟!

میرے خیال میں وہ ایک تشنہ کام کو سیراب کرنے والا جواب دینے سے قطعی قاصر و عاجز رہے گا اور ممکن ہے اپنی گلوخلاصی کے لئے اپنی رکیک اور بے تکی باتوں کو دوسروں کے سر تھوپ دے۔

اسلام میں متعہ کے حدود وشرائط

۱۔مہریہ اور اجرت

۲۔معین اور معلوم مدت

۳۔ایجاب وقبول پر مشتمل عقد

۴۔مدت ختم ہونے پر جدائی

۵۔عدت

۶۔عدم میراث

بے شک ان حدود کو فقہاء نے اپنی فقہی کتابوں میں، محدثین نے اپنی صحاح ومسانید میں اور مفسرین نے متذکرہ آیت کے ذیل میں بیان کیا ہے، سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ اسلامی شریعت کے حدود وقوانین ہیں جن کی رعایت کے بغیر کوئی چارہ نہیں، چاہے دائمی مباح کے قائل ہوں یا وقتی مباح اور منسوخ کے۔ لہٰذا ان حدود کے پیش نظر احمق کی بکواس کی کہاں گنجائش رہ جاتی ہے کہ ’’متعہ جاہلی عہد کا نکاح تھا، شارع کی اجازت سے نہیں تھا‘‘۔ جاہلی عہد میں ان حدود وقوانین کے ساتھ کب نکاح ہوا۔

علماء نے جاہلی عہد کی عادتوں اور نکاح وتقالید کو تحریر کیا ہے جن میں نکاح متعہ شامل ہی نہیں۔
ہاں! یہ شخص افترا پردازی اور بکواس کرتا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اپنی بکواس پر متوجہ بھی نہیں ہے۔
(ہم نے تیسری جلد میں متعہ کے حدود کو موضوع بحث قرار دینے والوں کے اسماء تحریر کئے ہیں)۔
صاحب الوشیعہ کے خیال خام میں شدید ترین محرمات کے طور پر نازل ہونے والے برے کام کی انجام دہی میں ابن جریج نے اسراف اور زیادہ روی سے کام کیوں لیا؟!
اگر ابن جریج دینی امور میں سستی اور لاابالی پن کا مظاہرہ کرتا تھا تو صاحبان صحاح ومسانید نے اس سے حدیثیں کیوں نقل کی اور اپنی کتابوں کو اس کی روایتوں سے بھر دیا؟! انہوں نے اس سے وہ بارہ ہزار روایتیں نقل کی ہیں جن کی فقہاء کو شدید ضرورت تھی؟!(۱)
لہٰذا اگر ابن جریج جیسے لوگ یا ان کی روایتیں باطل ہیں تو ایسی صورت میں کتب حدیث کے اکثر اوراق کو دریا برد کر دینا چاہئے پھر تو ان صحاح ومسانید کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہ جائے گی۔
اگر صاحب الوشیعہ کا خیال صحیح ہے تو بزرگان علم رجال نے ابن جریج کی مدح وستائش کیوں کی؟! امام احمد بن حنبل نے اس کی محکم ترین انسان کے طور پر کیوں نشاندہی کی؟! اس کی کتابوں کو کتاب امانت کیوں کہا جاتا ہے؟!(۲) اور پھر یہ کہ اگر اس شخص نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا تو اس سے کون سا گناہ سرزد ہو گیا حالانکہ اس نے سترہ حدیثیں اسی سلسلے میں روایت کی ہیں؟!
جہاں تک اپنی رائے سے منحرف ہونے کا سوال ہے، جیسا کہ اس (موسیٰ) نے ابوعوانہ سے نقل کیا ہے اور ابوعوانہ کی سند صحیح ہوتی تو فقہاء اسے ضرور نقل کرتے، اس کی حدیث صرف ایک ہی راوی پر منحصر نہ رہتی، خاص طور سے اس جریج کی حدیث جو علمی اور عملی طور پر متعہ پر متعہ کئے جا رہا تھا۔
میری نظر میں اس انسان سے انحراف کی بات منسوب کرنا، امت کے دانشور ''ابن عباس'' سے انحراف کی بات منسوب کرنے جیسا ہے۔ (یعنی جس طرح ان سے جھوٹی بات منسوب کی گئی ہے اس سے

۱۔ مفتاح السعادۃ، ج ۲، ص ۱۲۰، (ج ۲، ص ۲۳۱)

۲۔ تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۴۰۴، (ج ۶، ص ۳۵۹)

بھی جھوٹ کو منسوب کیا گیا ہے)

پڑھیے اور ہنسئے یا گریہ کیجئے!!

قوشچی (متوفی ۸۷۹ھ) ''شرح تجرید'' کے مبحث امامت میں لکھتے ہیں:

عمر نے منبر کے اوپر جا کر کہا: **ایھا الناس ثلاث کن علی عھد رسول الله و انا انھی عنھن واحرمھن واعاقب علیھن :متعة النساء ومتعة الحج وحی علی خیر العمل** ''اے لوگو! رسول خداؐ کے عہد میں تین چیزیں رائج تھیں لیکن میں اس کی ممانعت کرتا ہوں، اگر کسی نے ان کو انجام دیا تو میں اسے سخت سزا دوں گا: متعہ نساء، متعہ حج اور حی علی خیر العمل''۔

پھر قوشچی عمر کے اس عمل کی توجیہ کرتے ہیں:

''اس عمل کے ذریعہ عمر کی مذمت نہیں کی جا سکتی؛ اس لئے کہ اجتہادی مسائل میں ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد کی مخالفت کرنا، بدعت نہیں ہے۔''(۱)

ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میدان علم کا ایک شہ سوار پیغمبر اکرم کو امت کی ایک فرد کے مقابل لا کھڑا کر دے گا اور ان دونوں کو مجتہد قرار دے گا حالانکہ رسول خداؐ کی ہر بات لوح محفوظ کی عبارت ہے، وہ وہی کہتے ہیں جو وحی کہتی ہے، ان پر ہونے والے الہام غیبی ان کے شدید القوی ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

لہٰذا یہ اجتہاد اس کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے جس کی حیثیت اصل کے سامنے فرع کی ہے اور استنباط کے طریق میں جس کی ظن وگمان سے زیادہ اہمیت نہیں۔

ہاں! یہ اجتہادی مخالفت اس وقت جائز ہے جب کوئی مجتہد اپنے ہی جیسے مجتہد کی برابری کرے۔ نہ وہ شخص جو نص اور خبر صحیح کے مقابل اجتہاد کرے اور شارع مقدس سے صادر شدہ شرعی تصریحات کے

---

(۱) شرح تجرید، (ص ۴۸۴)

مقابلے میں اپنا فتوی اور نظریہ پیش کرے۔

پھر یہ کہ مجھے تو نہیں لگتا کہ کوئی انصاف پسند شخص یہ کہے گا کہ خاتم الانبیاءؐ اور یہ حضرت (عمر) فہم و ادراک کے اعتبار سے ایک ہی صف میں ہیں جس کی وجہ سے وہ ان دونوں کے نظریات کی برابری کرے؟! پھر یہ کہ تمام انسانوں کے نظریات وعقاید کی کیا حقیقت واہمیت ہے اگر وہ شارع مقدس رسول خداؐ کے نظریہ کے مخالف ہوں؟

ابن قیم(۱) لکھتے ہیں: اگر کہا جائے کہ مسلم نے اپنی صحیح (۲) میں جابر بن عبداللہ سے جس بات کی روایت کی ہے اس کے متعلق کیا کہو گے کہ: ''ہم رسول خداؐ اور ابوبکر کے عہد میں ایک مشت خرما اور آٹے پر متعہ کرتے تھے۔ پھر عمر نے عمرو بن حریث کے سلسلے میں اس کی ممانعت کر دی''۔ اور عمر سے جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا: رسول خداؐ کے عہد میں دو متعہ رائج تھے لیکن میں اس کی ممانعت کرتا ہوں: متعہ نساء اور متعہ حج۔

تو جواب میں کہا جائے گا کہ اس موضوع کے سلسلے میں لوگ دو گروہ میں تقسیم ہیں:

ایک گروہ کہتا ہے کہ بے شک عمر وہی عمر ہے جس نے حرام کیا اور اس کی ممانعت کی اور رسول خداؐ نے ان تمام باتوں کی پیروی کا حکم فرمایا جن کے بارے میں خلفاء راشدین نے حکم دیا اور مقرر فرمایا ہے۔

یہ گروہ تحریم متعہ کے سلسلے میں سبرہ بن معبد کی حدیث کو صحیح نہیں سمجھتا اس لئے کہ یہ عبدالملک بن ربیع بن سبرہ کی روایت ہے اور ابن معین اسے صحیح نہیں سمجھتے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث نقل نہیں کی ہے حالانکہ اسلامی اصول میں اس کی حدیثوں کی شدید ضرورت پڑتی ہے پھر ان کی نظر میں اس سے نقل حدیث جائز نہیں۔ اگر بخاری کی نظر میں سبرہ صحیح ہوتا تو اس سے حدیث نقل کرتے اور اس کی حدیثوں سے استدلال کرتے۔

۱۔ زاد المعاد ابن قیم، ج۱، ص۴۴۴، (ج۲، ص۱۸۴)

۲۔ صحیح مسلم، (ج۳، ص۱۹۴، حدیث ۱۶، کتاب النکاح)

لوگوں نے کہا: اگر حدیث سبرہ صحیح ہوتی تو ابن مسعود پر یہ بات مخفی نہیں رہتی تا کہ ان کے حوالے سے متعہ اور اس آیت سے استدلال کرنے کی روایت کی جاتی، نیز اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو عمر یہ نہیں کہتے کہ عہد رسولؐ میں متعہ جائز تھا اور میں اس کی ممانعت کرتا ہوں اور اس کی مخالفت کرنے والے کو سزا دوں گا۔ اس کے بجائے وہ یہ کہتے: رسول خداؐ نے اسے حرام قرار دیا ہے، میں بھی اس کی ممانعت کرتا ہوں، اور اگر یہ (سبرہ) زمان صدیق (ابوبکر) میں صحیح ہوتا تو کوئی متعہ نہیں کرتا۔

دوسرے گروہ نے حدیث سبرہ کو صحیح کہا ہے، اگر یہ صحیح نہ ہوئی تو پھر حضرت علیؑ کی حدیث صحیح ہے کہ رسول خداؐ نے متعہ نساء کو حرام قرار دیا ہے۔

ایسی صورت میں ضروری ہے کہ جابر کی حدیث ''ہم متعہ کرتے تھے'' کی یہ توجیہ وتاویل کی جائے کہ ان کی سماعت تک یہ تحریم نہیں پہونچی اور عہد عمر تک مشہور نہ ہوئی۔ چونکہ اس کے بارے میں بہت زیادہ نزاع واختلاف واقع ہوا ہے اس لئے اس کی حرمت ظاہر ومعروف ہے۔ وباللہ التوفیق۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: مختلف اعتبار سے متناقض احادیث کو اس حدیث کے مقابل لایا جاسکتا ہے جو قطعی صحیح ہے اور امیر المومنینؑ سے یہ جھوٹی بات منسوب کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے حالانکہ دست امت میں ان کی صحیح حدیث موجود ہے کہ آپ نے فرمایا: **لولا ان عمر نھی عن المتعہ مازنی الا اشقی** ''اگر عمر متعہ کی ممانعت نہیں کرتے تو کوئی زنا نہیں کرتا مگر بدبخت وذلیل''۔ (۱)

اور یہ بات طے ہے کہ حضرت جواز متعہ کے قائل تھے چنانچہ اہل بیتؑ کے چاہنے والے کل بھی جواز متعہ کے قائل تھے اور آج بھی اسی جواز کے قائل ہیں۔ جو احادیث سب کی نظر میں مسلم ہیں ان میں ابن عباس کی یہ حدیث بھی ہے: **لولا نھی عمر لما احتاج الی الزنا الا شقی**۔ (۲)

۱۔ تفسیر طبری، ج۵، ص۹، (مجلد۴، ج۵، ص۱۳)؛ تفسیر ثعلبی، سورۂ نساء آیت ۲۴؛ تفسیر کبیر، ج۳، ص۲۰۰، (ج۱۰، ص۵۰)؛ تفسیر ابی حیان، ج۳، ص۲۱۸؛ تفسیر نیشاپوری، (ج۲، ص۳۹۲)؛ درمنثور، ج۲، ص۱۴۰، (ج۲، ص۴۴۶)

۲۔ احکام القرآن جصاص، ج۲، ص۱۷۹، (ج۲، ص۱۴۷)؛ بدایۃ المجتہد، ج۲، ص۵۸؛ النہایہ ابن اثیر، ج۲، ص۲۴۹، الفائق، زمخشری ج۱، ص۳۳۱، (ج۲، ص۲۵۵)؛ تفسیر قرطبی، ج۵، ص۱۳۰، (ج۵، ص۸۶)؛ درمنثور، ج۲، ص۱۴۰، (ج۲، ص۴۸۷) لسان العرب، ج۱۹، ص۱۶۶، (ج۱۳، ص۱۵)؛ تاج العروس، ج۱۰، ص۲۰۰

حضرت علیؑ کے علاوہ کس نے متعہ کی ممانعت کی خبر دی کہ وہ عمر کے زمانے میں مشہور ہوگیا اور آنحضرت کی یہ ممانعت کب مشہور ہوئی حالانکہ سب سے پہلے جس نے اس کی ممانعت کی وہ عمر بن خطاب تھے۔

وہ کہتے تھے: متعتان کانتا علی عهد رسول الله انا نهی عنهما واعاقب۔

اور کہا: متعتان کانتا علی عهد رسول الله وعلی عهد ابی بکر وانا نهی عنهما۔

اور کہا: ان الله ورسوله قداحلا لکم متعتین وانی محرمها علیکم۔

اور یہ بھی کہا: ثلاث کن علی عهد رسول الله انا محرمهن متعة الحج، متعة النساء وحی علی خیر العمل۔

کیا اس دعوی کی تردید میں کسی صحابی نے یہ جواب دیا کہ رسول خداؐ اور ابوبکر کے زمانے میں متعہ حلال تھا یا اس کے حرمت کی نسبت خود عمر کی طرف دی؟! کیا رسول خداؐ اور ابوبکر کے زمانے میں جواز متعہ پر صحابہ کا اجماع کرنا دین خدا اور سنت رسولؐ کے برخلاف تھا؟!

جی ہاں! جب آدمی ڈوبنے لگتا ہے تو تنکے کو اپنا سہارا بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

﴿ وَلاتَقُولُوا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ لايُفْلِحُون ﴾ ''اور خبردار جو تمہاری زبانیں غلط بیانی سے کام لیتی ہیں اس کی بنا پر یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، کہ اس طرح خدا پر جھوٹا بہتان باندھنے والے ہو جاؤ گے اور جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں ان کے لئے فلاح وکامیابی نہیں''۔(۱)

۷۰۔ خود کو مومن کہنے والے شخص کے متعلق خلیفہ کی رائے

سعید بن یسار سے مروی ہے: عمر کو معلوم ہوا کہ ایک مرد شامی خود کو مومن سمجھتا ہے، چنانچہ انہوں نے

۱۔ نحل/۱۱۶

اپنے نمائندے کو تحریر کیا کہ اسے میرے پاس بھیج دو، جب وہ آیا تو عمر نے پوچھا: کیا تو ہی خود کو مومن کہتا ہے؟

اس نے کہا: ہاں! اے امیر المومنین۔

عمر نے کہا: تجھ پر افسوس ہے، تو یہ دعویٰ کیسے کرسکتا ہے، کیا رسول خداؐ کے زمانے میں لوگ مشرک، منافق اور مومن نہیں تھے، تو ان میں سے کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے؟ اتنا کہہ کر عمر نے اس کی بات کو پرکھنے کے لئے اپنا ہاتھ اس کی جانب دراز کیا پھر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

قتادہ کا بیان ہے: عمر نے کہا کہ اگر کوئی شخص خدا کو عالم کہے تو گویا وہ جاہل ہے اور خود کو مومن کہنے والا کافر ہے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ کون سی مشکل آن پڑی تھی جو اس بندہ مومن کے احضار کا موجب قرار پائی، حالانکہ ان کے آس پاس ہزاروں مومن ان سے بات کر کے کہتے تھے کہ میں مومن ہوں اور وہ خود کو ان کا امیر و آقا سمجھتے تھے لیکن خلیفہ نے مرد شامی کی طرح ان لوگوں سے کبھی سوال نہیں کیا۔ پھر یہ کہ یہ مشکل اتنے آسان اور سہل جواب کے ذریعہ کیسے حل ہوگئی، کیا خلیفہ اس بات سے واقف نہیں تھے کہ اگر انسان مشرک و منافق نہیں تو بے شک وہ مومن ہوگا۔ یا یہ کہ ان کے خیال میں جو بندۂ مومن اپنے ایمان پر یقین رکھے، اسے ''انا مومن'' کہنے کا حق حاصل نہیں اس لئے کہ یہ کفرانہ باتیں ہیں۔ چنانچہ قتادہ کی روایت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ یہ ہے عمر کے نزدیک انوکھی عبادت و پرستش۔ لیکن خداوند عالم نے قرآن مجید میں ایسے افراد کی مدح و ستائش کی ہے کہ جو کہتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے، یہ نمونے ملاحظہ فرمایئے:

۱۔﴿...قَالَ الْحَوَارِیُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللهِ آمَنَّا بِاللهِ...﴾ ''حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ اس پر ایمان لائے ہیں''۔(۲)

۱۔ بیہقی نے شعب الایمان، (ج۱، ص۸۴، حدیث۴۷)؛ اور ابن ابی شیبہ نے الایمان، (المصنف ج۱۱، ص۳۹، حدیث۱۰۴۶۲)؛ میں نقل کیا ہے ملاحظہ کریں کنز العمال، ج۱، ص۱۰۳، (ج۱، ص۴۰۴، حدیث۱۷۲۸)۔

۲۔ سورہ آل عمران/۵۲

۲۔﴿ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ... ﴾ ''پروردگار ہم ان تمام باتوں پر ایمان لے آئے جو تونے نازل کی ہیں اور تیرے رسول کی پیروی کی''۔(۱)

۳۔﴿ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا... ﴾ ''پروردگار ہم نے اس منادی کو جو ایمان کی آواز لگا رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے''۔(۲)

۴۔﴿ يَقُولُونَ آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ ﴾ ''وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور گواہی دو کہ ہم مسلمان ہیں''۔(۳)

۵۔﴿يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا... ﴾ ''وہ کہتے ہیں پروردگار ہم ایمان لے آئے''۔(۴)

۶۔﴿قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ''انہوں نے کہا: ہم رب دو جہاں پر ایمان لے آئے''۔(۵)

۷۔﴿...وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِندِ رَبِّنَا... ﴾ ''اور علم میں رسوخ رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب کے سب ہمارے پروردگار کی جانب سے ہیں''۔(۶)

۸۔بعض لوگ خداوند عالم کے ارشاد کے مخاطب قرار پائے: ﴿... أَوَلَمْ تُؤْمِن... ﴾ کیا ایمان نہیں رکھتے ؟ ﴿...قَالَ بَلَىٰ... ﴾ کہتے ہیں: ہاں۔(۷)

اور بعض کہتے ہیں ﴿ ...سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ﴾''تو پاک و پاکیزہ ہے، میں تیری بارگاہ میں توبہ واستغفار کرتا ہوں اور میں اول مومن ہوں''۔(۸)

۱۔آل عمران/۵۳ ۲۔آل عمران/۱۹۳

۳۔مائدہ/۱۱۱ ۴۔مائدہ/۸۳

۵۔اعراف/۱۲۱ ۶۔آل عمران/۷

۷۔بقرہ/۲۶۰ ۸۔اعراف/۱۴۳

یہ تو واضح ترین بات ہے کہ اگر کوئی کہے: ہم ایمان لے آئے یا کہے: میں مومن ہوں یا اگر کوئی اپنے ایمان پر یقین رکھتے ہوئے کہ میں ایسا ویسا مومن ہوں تو ان اقوال میں کوئی فرق نہیں، اگر کوئی ان کے درمیان افتراق کا قائل ہو تو وہ یقیناً بے پروا اور لا ابالی آدمی ہے۔

شاید خلیفہ ہی میں ایمان کی کمی تھی بلکہ شاید دل کے نہاں خانوں میں شرک و نفاق بھی موجود تھا تبھی تو مکرر حذیفہ سے سوال کرتے تھے: میں مومن ہوں یا منافق؟ غزالی کا بیان ہے: نفاق اور شرک خفی کے بارے میں تمہیں خطرات سے باخبر کیا جاتا ہے کہ کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں۔ حتیٰ عمر بن خطاب بھی حذیفہ سے اپنے بارے میں سوال کرتے تھے: کیا ان کا شمار منافقین میں ہے؟ یا وہ منافق ہیں اور کیا رسول خدا نے انہیں منافقین کے زمرے میں بیان کیا ہے یا نہیں؟ (۱)

حذیفہ بن یمان منافقین کی شناخت کے راز دار تھے اسی لئے عمر بن خطاب اسی جنازے پر نماز پڑھتے جس پر حذیفہ نماز پڑھتے تھے، وہ ڈرتے تھے کہ کہیں یہ بھی منافقین میں سے نہ ہو۔ (۲)

۷۱۔ اسقف نجران کی خلیفہ سے ملاقات

نجران کی بزرگ شخصیت ''اسقف'' عمر بن خطاب کی خلافت کے اوائل میں ان کے پاس پہونچا اور کہا:

اے امیر المومنین! ہماری سرزمین دور اور وہاں سے آنے کے اخراجات بہت سنگین و سخت ہیں جسے لشکر والے برداشت نہیں کر سکتے، میں ضمانت لیتا ہوں کہ زمین کا ٹیکس ہر سال بطور کامل آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ عمر نے اس کی ضمانت قبول کر لی۔ چنانچہ وہ ہر سال ٹیکس لا کر انہیں دیتا اور وہ اسے لکھ لیتے تھے۔

ایک مرتبہ اسقف کچھ لوگوں کے ساتھ آیا، چونکہ اسقف ایک باحیثیت اور خوش اخلاق انسان تھا

۱۔ احیاء العلوم غزالی ج ۱، ص ۱۲۹، (ج ۱، ص ۱۱۴)؛ التمہید باقلانی، ص ۱۹۶؛ بہجۃ النفوس ابی جمرہ، ج ۲، ص ۴۸۔

۲۔ شذرات الذھب ابن عماد حنفی، ج ۱، ص ۴۳، (ج ۱، ص ۲۰۹، حوادث ۳۶ھ)

اسی لئے عمر نے اسے خدا اور رسولؐ اور قرآن کی دعوت دی اور اس سے اسلام کی فضیلت اور مسلمانوں کی نصیب میں آنے والی ابدی نعمت و کرامت کو بیان کیا۔ اسقف نے کہا: اے عمر! کیا آپ نے قرآن میں یہ آیت پڑھی ہے: ﴿...وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ....﴾ ''جنت کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے''۔(۱) اگر ایسا ہے تو پھر جہنم کہاں ہے؟ عمر کو اس کا جواب نہیں سوجھا تو حضرت علیؑ سے عرض کی: آپ ہی اس کا جواب دیجئے، حضرت نے اسقف سے فرمایا: اے اسقف! میں اس کا جواب ضرور دوں گا، کیا تم نے دیکھا ہے کہ جب بھی رات آتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے اور جب دن نمودار ہوتا ہے تو رات کہاں گم ہو جاتی ہے؟

یہ سن کر اسقف نے برجستہ کہا: میں سوچ رہا تھا کہ کوئی بھی اس کا جواب نہیں دے پائے گا، اے عمر! یہ جوان کون ہے؟ عمر نے کہا: یہ رسول خداؐ کے داماد، ان کے ابن عم اور حسنینؑ کے والد گرامی ''علی بن ابی طالب'' ہیں۔

اسقف نے دوسرا سوال کیا: اے عمر! ایسی سرزمین کی نشاندہی کریں جس پر صرف ایک ہی مرتبہ سورج روشن ہوا؟ عمر نے کہا: اس جوان سے سوال کرو۔ اس نے حضرت علیؑ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: دریائے نیل ہے جو بنی اسرائیل کے لئے شگافتہ ہوا اور اس پر ایک ہی مرتبہ آفتاب کی روشنی پڑی۔

اسقف نے سوال کیا: مجھے اس چیز کے بارے میں بتائیں جو لوگوں کے ہاتھ میں جنتی پھل کے مانند ہوتی ہے (کبھی ختم نہیں ہوتی)؟

عمر نے کہا: اس جوان سے دریافت کرو۔ جب آپ سے سوال ہوا تو فرمایا: وہ قرآن مجید ہے جس پر اہل دنیا اجتماع کرتے ہیں، اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو اس سے برطرف کرتے ہیں اور بے پناہ حصول کے باوجود اس میں کمی واقع نہیں ہوتی جیسے جنتی پھل.....

اسقف نے کہا: سچ فرمایا، مجھے بتائیں کیا آسمان کے قفل ہیں؟ فرمایا: ہاں اس کا قفل ''شرک'' ہے اسقف نے کہا: اس کی کنجی کیا ہے؟ فرمایا: لاالـــٰه الاالـلــــه کی شہادت۔ اس نے کہا: سچ

۱۔حدید/۲۱

فرمایا، مجھے بتائیں سب سے پہلے بہنے والا خون کس کا تھا؟ کہا: ہم نہیں کہتے لوگ کہتے ہیں کہ خفاش (ایک پرندہ) کا خون تھا لیکن روئے زمین پر بہنے والا سب سے پہلا خون "حوا کا خون نفاس" تھا، جب انہوں نے ہابیل کو جنم دیا تھا۔

اس نے کہا: سچ فرمایا، صرف ایک مسئلہ اور، یہ بتایئے کہ خداوند عالم کہاں ہے؟ یہ سنتے ہی عمر غصہ سے سرخ انگارہ ہو گئے لیکن حضرت علیؑ نے فرمایا: میں تیرا جواب دوں گا اور اس کے علاوہ جو بھی سوال کرنا چاہتے ہو کر سکتے ہو۔ ہم رسول خداؐ کی خدمت میں تھے کہ ایک فرشتہ نے آ کر سلام کیا آنحضرت نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ کہا: ساتویں آسمان سے، خداوند عالم کے پاس سے، پھر دوسرا فرشتہ آیا، اس سے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا: آٹھویں زمین، خدا کی بارگاہ سے، پھر تیسرا مشرق اور چوتھا مغرب سے آیا۔ رسول خداؐ سوال کرتے رہے اور وہ جواب دیتے رہے کہ خدا کے پاس سے، لہٰذا خداوند عالم یہاں بھی ہے اور وہاں بھی فی السماء اله وفی الارض اله...۔

(حافظ عاصمی نے "زین الفتی فی شرح سورہ ہل اتی" میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے)۔

۲۷۔ شراب خانہ میں موجود روزہ دار پر خلیفہ کے کوڑے

امام احمد بن حنبل نے عمر بن عبد اللہ بن طلحہ خزاعی سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس ایک ایسے گروہ کو لایا گیا جنہیں شراب پیتے ہوئے گرفتار کیا گیا تھا، ان میں ایک روزہ دار بھی تھا۔ چنانچہ عمر نے ان پر کوڑے برسائے اور اس روزہ دار پر بھی کوڑوں کی بارش کی۔ لوگوں نے کہا: یہ روزہ دار ہے؟ کہا: یہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔(۱)

کیا خلیفہ شراب خوری کی مجلس میں اس روزہ دار کے بیٹھنے کی علت سے واقف تھے جب کہ وہ روزہ دار تھا اور ان کے عمل میں شریک بھی نہیں تھا؟ شاید کسی ضرورت نے اس مجلس میں بیٹھنے پر مجبور کر رکھا ہو یا

---

(۱) کنز العمال، ج ۳، ص ۱۰۱، (ج ۵، ص ۴۷۷، حدیث ۱۳۶۷۲)؛ منتخب کنز العمال مطبوع بر حاشیہ مسند احمد، ج ۲، ص ۴۲۷، (ج ۲، ص ۴۹۸)

ممکن ہے نہی از منکر کے فریضہ نے اس بے چارے روزہ دار کو ان کی ہم نشینی پر مجبور کیا ہو؟

اور یہ بات مسلّم ہے کہ ان میں سے کوئی بھی احتمال آجائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ ان الحدود تدرا بالشبہات ''شبہات کی بنا پر حدود ساقط ہو جاتے ہیں''۔

بالفرض یہ احتمالات نہ ہوں تو بھی اس مسئلہ میں امر یہ ہے کہ اسے تادیب کے لئے حد لگایا جائے (حد تادیب سے آپ واقف ہو چکے ہیں) کہ حد تادیب دس ضربوں سے تجاوز نہیں کرتا پھر کیوں خلیفہ نے روزہ دار اور شراب خور کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا؟

۷۳۔ بیت المال کے مشک کے متعلق خلیفہ کی رائے

ایک مرتبہ عمر بن خطاب کے لئے مشک لایا گیا، حکم دیا کہ اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اپنی ناک بند کر لی۔ لوگوں نے کہا: آپ نے اپنی ناک کیوں بند کر لی؟ کہا: تو کیا اس کی خوشبو سے فائدہ اٹھاؤں، ایک دن اپنی زوجہ کے پاس پہونچے، ان سے مشک کی خوشبو آئی، زوجہ سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہا: میں نے مسلمانوں کے بیت المال کے مشک کو فروخت کر دیا، اسے لے کر اپنے ہاتھ پر وزن کیا جب اپنی انگلی گھر کے اس ظرف میں ڈالی تو اس کی خوشبو آ گئی۔ زوجہ نے کہا: اسے مجھے دیجئے، اسے لے کر اس پر پانی ڈالا لیکن اس کی خوشبو ختم نہ ہوئی پھر مٹی سے مانجھ کر اس پر پانی ڈالا تو اس کی خوشبو رفع ہو گئی۔(۱)

ہاں! فقیہ کو اتنا ہی محکم اور جامع ہونا چاہئے، کیا خلیفہ مسلمانوں کے چراغ کے سامنے پردہ لگا لیتے تھے تا کہ اس کے نور کی روشنی سے مستفیض نہ ہوں یا ہواؤں پر بندش لگا لیتے تھے جب مسلمانوں کے کھیتوں سے مختلف خوشبوئیں آتی تھیں؟ یہ ایسے عام منافع ہیں جن میں مالک کی رضایت ذرا بھی دخیل نہیں؟! اس کا جواب میں نہیں جانتا۔

۱۔ فتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۴۱۴ (ج ۲، ص ۲۶۵)

۴۷۔نماز میت میں خلیفہ کا اجتہاد

ابو وائل سے منقول ہے کہ رسول اسلامؐ کے عہد میں نماز میت میں سات، پانچ یا چھ تکبیریں کہی جاتی تھیں، عمر بن خطاب نے اصحاب رسول کو جمع کیا، انہوں نے اپنے مشاہدوں کی بنا پر مطلع کیا تو عمر نے چار طویل تکبیروں پر توافق کیا۔

سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ چار اور پانچ تکبیریں تھیں لیکن عمر نے میت پر چار تکبیریں کہنے پر لوگوں کو متحد کر دیا۔(۱)

ابن حزم المحلی میں لکھتے ہیں: چار تکبیروں سے بیشتر کی ممانعت کرنے والے نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی روایت ہم نے وکیع، سفیان ثوری، عاقر بن شفیق اور اس نے ابو وائل کے طریق سے کی ہے، وہ کہتا ہے کہ عمر بن خطاب نے لوگوں کو جمع کرنے کے بعد ان سے نماز میت میں تکبیرات کے متعلق مشورہ کیا۔ لوگوں نے کہا: رسول خداؐ سات، پانچ اور چار تکبیریں کہتے تھے۔ یہ سُن کر عمر نے لوگوں کو چار تکبیروں پر متحد کر دیا...(۲)

طحاوی نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ کی وفات ہوئی تو نماز میت کے متعلق لوگوں میں شدید اختلاف تھا، کیا تم اسے سننا چاہو گے؟ ایک شخص نے کہا: میں نے رسول خداؐ کو سات تکبیریں کہتے ہوئے سنا۔ دوسرے نے کہا: میں نے آنحضرت کو پانچ تکبیریں کہتے ہوئے سنا۔ تیسرے نے کہا: میں نے چار تکبیریں سنی ہیں....اسی اختلاف میں زندگی رواں دواں تھی کہ ابوبکر کا انتقال ہو گیا۔ جب عمر امور خلافت کے متولی ہوئے اور انہوں نے لوگوں کے اختلاف کا مشاہدہ کیا تو اس کی حل وفصل کا مصمم ارادہ کر لیا چنانچہ اصحاب رسول کو بلوا کر کہا: تم رسولؐ کے اصحاب ہو، جب تم لوگ کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے ہو تو آنے والے افراد بھی اختلاف کا شکار ہو جاتے ہیں، اسی طرح تمہارا اتحاد و اتفاق لوگوں کے اتحاد

۱۔سنن بیہقی، ج۴، ص۳۷؛ فتح الباری، ج۳، ص۱۵۷، (ج۳، ص۲۰۲)؛ ارشاد الباری، ج۲، ص۴۱۷، (ج۳، ص۴۶۶، حدیث۱۳۳۳)

۲۔المحلی، (ج۵، ص۱۲۴، مسئلہ۵۷۳)

و اتفاق کا سبب ہو جاتا ہے لہٰذا تم لوگ اتحاد پر غور و فکر کرو۔ ایسا لگتا ہے کہ عمر نے انہیں بیدار کرنا چاہا تھا، عمر کی باتیں سننے کے بعد کہا: آپ نے جن باتوں کا مشاہدہ کیا اور اسے بیان فرمایا وہ لائق تعریف ہیں، اے امیر المومنینؑ، لہٰذا آپ حکم فرمائیں۔ عمر نے کہا: تم لوگ میری راہنمائی کرو میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں اس بات پر اتحاد کیا کہ نماز عید و قربان کی طرح نماز جنازہ میں بھی چار تکبیریں کہیں جائیں اور اسی بات پر اتفاق ہو گیا۔(۱)

عسکری اپنی کتاب ''اولیات'' (۲) میں لکھتے ہیں: سیوطی نے ''تاریخ الخلفاء'' (۳) اور قرمانی نے اپنی تاریخ (۴) میں لکھا ہے کہ بے شک عمر وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو نماز میت میں چار تکبیریں کہنے پر متحد کیا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: نماز میت کی تکبیروں کے اعداد کے سلسلے میں سنت اور عمل صحابہ سے جو چیز ثابت ہے اسے خود نماز کے فصل و مراتب پر محمول کیا جا سکتا ہے جس سے ہر عدد کی کفایت آشکار ہوتی ہے لہٰذا ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا، اس پر متحد ہو جانا اور بدعت کی طرح بقیہ کی ممانعت کرنا ایک ایسا اجتہاد اور نظریہ ہے جسے سنت اور عمل صحابہ کے مد مقابل قرار دیا جا سکتا ہے۔

خلیفہ اور صحابہ کے درمیان ہوئے مطالب کے رد و بدل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا تھا، ہر صحابی نے وہی کہا جو انہوں نے رسول خداؐ کے زمانے میں دیکھا تھا لہٰذا نسخ کا دعوی کرنا اور ان تمام تکبیروں میں صرف چار تکبیروں کو معین کرنا سراسر باطل اور لغو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے بھی اس سے استدلال نہیں کیا ہے، انہوں نے اپنی دلیل کو تعیین عمر اور ان کی ممانعت پر منحصر کر دیا ہے چنانچہ ابن حزم کی عبارت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

صحابہ کے بیانات کے پیش نظر یہ ممانعت اور اتحاد قطعی غیر معتبر قرار پاتے ہیں۔ انہیں میں احمد بھی

۱۔ عمدۃ القاری، ج۴، ص۱۲۹، (ج۸، ص۱۱۶)

۲۔ الاوائل عسکری، (ص۱۱۳)   ۳۔ تاریخ الخلفا، ص۹۳، (ص۱۲۸)

۴۔ اخبار الدول، مطبوع بر حاشیہ کامل، ج۱، ص۲۰۳، (ج۱، ص۲۸۹)

ہیں، وہ عبدالاعلی کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میں زید بن ارقم کے پیچھے ایک جنازہ پر نماز پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں، یہ دیکھ کر ابوعیسی عبدالرحمن بن ابی لیلی کھڑے ہوکر اس کے پاس آئے اور ہاتھ پکڑ کر کہا: کیا تم بھول گئے؟ کہا: نہیں، لیکن میں نے ابوالقاسم حضرت حبیبؐ خدا کی اقتدا میں نماز پڑھی انہوں نے پانچ تکبیریں کہی تھیں لہٰذا میں اسے کبھی ترک نہیں کرسکتا۔(۱)

بغوی نے ابوایوب بن نعمان کے طریق سے روایت کی ہے کہ میں نے سعید بن حتبہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی، زید بن ارقم نے اس پر پانچ تکبیریں کہی۔(۲)

طحاوی نے یحیی بن عبداللہ تمیمی سے نقل کیا ہے کہ میں نے حذیفہ بن یمان کے غلام عیسی کے ہمراہ نماز پڑھی، اس نے پانچ تکبیریں کہی پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر کہا:

نہ مجھے شک ہے اور نہ ہی فراموشی کا شکار ہوا ہوں لیکن میں نے اسی طرح تکبیر کہی جس طرح میرے مولا وآقا حذیفہ بن یمان نے ایک جنازہ پر کہی تھی اور ہماری طرف رخ کر کے کہا تھا: میں شک اور فراموشی کا شکار نہیں ہوا ہوں لیکن میں نے اسی طرح تکبیر کہی جس طرح رسول خداؐ نے پانچ تکبیریں کہی تھیں۔(۳)

ابن قیم جوزی (۴) کا بیان ہے: رسول اسلامؐ ہمیں میت کے لئے دعا کا حکم فرماتے اور میت پر چار تکبیریں کہتے تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ آنحضرت نے پانچ تکبیریں کہیں (۵) آنحضرت کے بعد اصحاب چار، پانچ اور چھ تکبیریں کہتے تھے۔

زید بن ارقم پانچ تکبیریں کہہ کے کہتے ہیں کہ رسولؐ نے پانچ تکبیر کہی ہیں۔ مسلم نے اس کی

۱۔ مسند احمد، ج۴، ص۳۷۰، ج۴، ص۱۷۵، (ج۵، ص۴۹۸، حدیث۱۸۸۱۳)

۲۔ الاصابہ، ج۲، ص۴۲

۳۔ عمدۃ القاری، ج۴، ص۱۲۹، (ج۸، ص۱۱۶)

۴۔ زادالمعاد ابن قیم، ج۱، ص۴۵، (ج۱، ص۱۴۱)

۵۔ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۴۵۸

روایت کی ہے۔(۱) امام علیؑ نے سہیل بن حنیف کے جنازہ پر چھ تکبیریں کہی۔(۲) اور آنحضرت نے اصحاب بدر کے جنازوں پر چھ تکبیریں کہی۔ دوسرے اصحاب کے جنازہ پر پانچ تکبیر اور تمام مسلمانوں کے جنازہ پر چار تکبیر کہی۔(۳) دارقطنی نے اسے نقل کیا ہے اور سعید بن منصور نے حکم سے اور اس نے ابن عینہ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے چار تکبیروں سے زیادہ کی ممانعت کی ہے، انہوں نے ابن عباس کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس آخری جنازہ پر رسول خداؐ نے نماز پڑھی اس پر چار تکبیریں کہی تھیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ آخر کے دو امر تھے، البتہ آخری امر پر عمل کیا جائے گا لہٰذا آنحضرت کے آخری عمل کو اختیار کرلو۔ خلال نے علل میں یہ روایت بھی نقل کی ہے: مجھے حارث نے بتایا کہ لوگوں نے امام احمد بن حنبل سے حدیث ابی ملیح کے بارے میں سوال کیا پھر حدیث کو بیان کیا، یہ سنتے ہی احمد نے کہا: یہ جھوٹ ہے، اس کی کوئی اصل واساس نہیں، صرف محمد بن زیاد طحان نے اس کی روایت کی ہے جو حدیثیں جعل کرتا تھا۔

اور لوگوں نے ابن عباس کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدمؑ کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی اور کہا: اے فرزندان آدم! یہی تمہاری سنت وروش ہے۔

اس حدیث کو بھی جس میں اس نے کہا: محمد بن معاویہ نیشاپوری مقیم مکہ کا تذکرہ ہوا تو ابوعبداللہ نے سننے کے بعد کہا کہ میری نظر میں اس کی حدیث جعلی ومن گھڑت ہے۔

چنانچہ انہیں میں سے ابن عباس کی وہ روایت بھی ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدمؑ کی نماز جنازہ پر چار تکبیریں کہیں۔

۱۔ صحیح مسلم، (ج ۲، ص ۳۵۱، حدیث ۷۲، کتاب الجنائز)؛ سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۶۷، (ج ۳، ص ۲۱۰، حدیث ۳۱۹۷)؛ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۴۵۸، (ج ۱، ص ۴۸۲، حدیث ۱۵۰۵)؛ مسند احمد، ج ۴، ص ۳۶۸/ ۳۷۱، (ج ۵، ص ۴۹۴، حدیث ۱۸۷۸۶)؛ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۳۶؛ فتح الباری، ج ۳، ص ۱۵۷، (ج ۳، ص ۲۰۲)

۲۔ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۳۶

۳۔ سنن دارقطنی، (ج ۲، ص ۷۳، حدیث ۷)؛ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۳۷؛ فتح الباری، ج ۳، ص ۱۵۷، (ج ۳، ص ۲۰۲)

لوگوں نے یحیی بیہقی کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ اس نے ابی اور اس نے رسولؐ سے روایت کی ہے کہ فرشتوں نے جب حضرت آدمؑ کے جنازہ پر نماز پڑھی تو چار تکبیریں کہیں اور کہا: اے فرزندان آدمؑ! یہی تمہاری سنت وروش ہے جب کہ یہ درست نہیں کیوں کہ روایت مرفوع ہے اور اصحاب معاذ پانچ تکبیریں کہتے تھے۔

علقمہ کا بیان ہے: میں نے عبداللہ سے کہا: اصحاب معاذ میں سے کچھ لوگ شام سے آئے اور ایک جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں۔ عبداللہ نے کہا: مردے پر کوئی تکبیر نہیں، جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ منصرف ہو جائے تو منصرف ہو جاؤ (یہ ابن قیم کا صریحی کلام ہے جس میں فوائد ہیں)

۷۵۔ خلیفہ اور بادشاہ روم

امام احمد بن حنبل نے ''الفضائل'' میں نقل کیا ہے: مجھ سے عبداللہ قواریری، اس نے مولی، اس نے سعید بن میتب سے روایت کی ہے: سعید بن میتب کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب ہمیشہ کہتے تھے: **اعوذ باللہ من معضلہ لیس لھا ابو الحسن** ''میں ایسی مشکل سے پناہ چاہتا ہوں جس کو حل کرنے کے لئے ابوالحسنؑ ''علی بن ابی طالب'' نہ ہوں''۔

ابن میتب کا بیان ہے کہ خلیفہ کے اس قول کی ایک اہم علت ہے اور وہ یہ کہ بادشاہ روم نے عمر بن خطاب کے پاس ایک خط ارسال کیا اور ان سے چند مسائل پوچھے، عمر نے ان مسئلوں کو اصحاب کے سامنے پیش کیا لیکن وہ اس کا جواب دینے سے قاصر رہے چنانچہ ان مسائل کو علی بن ابی طالبؑ کے سامنے بیان کیا گیا، حضرت نے بہت ہی جلدی بہترین جواب سے بہرہ مند فرمایا۔(۱)

بادشاہ روم کے مسائل:

۱۔ وہ کون سی چیز ہے جسے خداوند عالم نے خلق نہیں فرمایا؟

۱۔ فضائل علی ابن ابی طالب، (ص ۱۵۵، حدیث ۲۲۲)

۲۔ وہ کون سی شی ہے جسے خداوند عالم نہیں جانتا؟

۳۔ وہ کون سی چیز ہے جو خدا کے پاس نہیں؟

۴۔ وہ کیا ہے جس کا پورا حصہ منہ ہے؟

۵۔ وہ کیا ہے جس کا پورا حصہ پیر ہے؟

۶۔ وہ کون سی شئی ہے جو صرف آنکھ ہے؟

۷۔ وہ کون سی چیز ہے جس کا پورا حصہ بال ہے؟

۸۔ ایسے شخص کی نشاندہی کریں جس کے رشتہ دار نہیں؟

۹۔ ایسی چار چیزوں کی نشاندہی کریں جنہیں رحم وشکم نے حمل نہیں کیا؟

۱۰۔ ایسی چیز کے متعلق بتائیں جو سانس لیتی ہے لیکن اس میں روح نہیں؟

۱۱۔ کلیسا کی گھنٹی کے متعلق بتائیں وہ کیا کہتی ہے؟

۱۲۔ صرف ایک مرتبہ حرکت کرنے والی شی کے متعلق بتائیں؟

۱۳۔ ایسے درخت کے متعلق بتاؤ جس کے سایہ میں آدمی سو سال تک رہتا ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوتا دنیا میں اس کی مثل کون سی شی ہے؟

۱۴۔ ایسی جگہ کے متعلق بتائیں جہاں صرف ایک بار آفتاب روشن ہوا؟

۱۵۔ ایسے درخت کے متعلق بتائیں جو پانی کے بغیر تناور ہوا؟

۱۶۔ اہل بہشت کے متعلق بتائیں، وہ کھاتے ہیں لیکن پیشاب پائخانہ نہیں کرتے دنیا میں اس کی مثال کیا ہے؟

۱۷۔ جنتی دسترخوان کے متعلق جس پر بہت سے جام ہوتے ہیں اور ہر جام اور ظرف میں انواع واقسام کی غذا ہوتی ہے لیکن وہ آپس میں مخلوط نہیں ہوتے، دنیا میں اس کی مثال کیا ہے؟

۱۸۔ ایسی حور کے متعلق بتائیں جو سیب سے نکلتی ہے لیکن اس میں کمی واقع نہیں ہوتی؟

۱۹۔ ایسی کنیز کے بارے میں بتائیں کہ دنیا میں اس کے لئے دو مرد ہیں آخرت میں صرف ایک مرد؟

۲۰۔جنت کی کنجیاں کیا ہیں؟

حضرت علیؑ نے خط پڑھنے کے بعد فوراً اس کی پشت پر تحریر فرمایا:

جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد! اے بادشاہ! میں نے تمہارا خط پڑھا، اس کا جواب خدا کے لطف و کرم اور اس کے رسول کی برکت و نصرت سے تحریر کر رہا ہوں:

۱۔جس چیز کو خداوند عالم نے خلق نہیں فرمایا وہ ''قرآن مجید'' ہے، اس لئے کہ وہ خدا کا کلام اور اس کی صفت ہے اور اسی طرح تمام نازل شدہ کتابیں ہیں۔

۲۔جس شئی سے خداوند عالم ناواقف ہے وہ تمہارا قول ہے کہ اس کا کوئی فرزند، ہمسر اور شریک کار ہے، خداوند عالم کا کوئی فرزند نہیں: ﴿لم یلد ولم یولد﴾۔

۳۔جو چیز خدا کے پاس نہیں وہ ظلم و ستم و زیادتی ہے، خدا اپنے بندوں پر ظلم و ستم نہیں کرتا۔

۴۔جس چیز کا تمام حصہ منھ ہے وہ آگ ہے چاہے جس چیز کو اس میں ڈالا جائے وہ ہضم کر جاتی ہے۔

۵۔جس شئی کا پورا حصہ پیر ہے وہ پانی ہے۔

۶۔جس چیز کا تمام حصہ آنکھ ہے وہ ''آفتاب'' ہے۔

۷۔جس چیز کا پورا حصہ بال ہے وہ ''ہوا'' ہے۔

۸۔جس کا خانوادہ نہیں وہ حضرت آدمؑ ہیں۔

۹۔جن چار چیزوں کو کسی شکم نے حمل نہیں کیا وہ: عصائے موسیٰ، گوسفند ابراہیمؑ، آدمؑ اور حوا ہیں۔

۱۰۔بغیر روح کے سانس لینے والی شئی ''صبح'' ہے، خدا فرماتا ہے: ﴿والصبح اذا تنفس﴾

۱۱۔کلیسا کی گھنٹی اپنی آواز میں کہتی ہے: طقا طقا حقا حقا مهلا مهلا عدلا عدلا صدقا

صدقا ان الدنیا قد غرقنا و السقهو تناقض الدنیا قرنا قرنا مالی یوم یمضی عنا الا اوھی منا رکنا ان الموت قداخبر نا انا نرحل فاستوطنا "بے شک دنیا نے مجھے فریب دیا اور میرے ساتھ کھلواڑ کیا ہے، دنیا صدی صدی ہوکر گذرتی رہی، ہمارا کوئی دن نہیں گذرتا مگر یہ کہ ہمارے رکن کوخراب کر دیتا ہے یہ سچ ہے کہ اس نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ ایک دن ہم رخصت ہو جائیں گے لہٰذا ہم نے اس میں اپنا دل باندھ رکھا ہے"۔

۱۲۔صرف ایک مرتبہ حرکت کرنے والی شئی "طور سینا" ہے جب بنی اسرائیل نے عصیان وگناہ کیا اوران کے سرزمین مقدس کے درمیان چند شبانہ روز کا فاصلہ ہوا تو خداوند عالم نے وہ حصہ جدا کیا، اس کے لئے نور کے دو پر قرار دیئے جوان کے سروں پر سایہ فگن رہے چنانچہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ ...﴾ "اوراس وقت کو یاد دلاؤ جب ہم نے پہاڑ کو ایک سائبان کی طرح ان کے سروں پر معلق کر دیا اور انہوں نے گمان کرلیا کہ یہ اب گرنے والا ہے"۔(۱) پھر بنی اسرائیل سے فرمایا: کیا تم لوگ ایمان نہیں لاؤ گے تاکہ میں اسے نیچے کروں، جب انہوں نے توبہ کی تو اسے اس کی جگہ پر واپس پلٹا دیا۔

۱۳۔وہ جگہ جہاں صرف ایک بار آفتاب روشن وہ دریائے نیل ہے، خدا نے اسے جناب موسیٰ کے لئے شگافتہ کیا، پانی پہاڑ کی مانند بلند ہوا اور آفتاب کی تابش سے زمین خشک ہوگئی۔تھوڑی دیر بعد پھر پانی اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔

۱۴۔وہ درخت جس کے سایہ میں سو سال آدمی رہتا ہے وہ درخت طوبیٰ اور آسمان ہفتم میں سدرۃ المنتہیٰ ہے، اس کی طرف بنی آدمؑ کے اعمال جاتے ہیں، وہ بہشتی درختوں میں سے ایک درخت ہے، کوئی ایسا گھر نہیں جس میں اس کی شاخ نہ ہو اور اس کی مثال دنیا میں آفتاب کی ہے کہ درحقیقت وہ ایک ہے لیکن اس کا نور ہر جگہ موجود ہے۔

۱۵۔پانی کے بغیر تناور ہونے والا درخت "درخت یونسؑ" ہے، یہ آپ ہی کا ایک معجزہ تھا، خدا

۱۔اعراف/۱۷۱

فرماتا ہے: ﴿وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ﴾ ''ہم نے اس پر کدو کا درخت اگایا''۔(۱)

۱۶۔اہل بہشت کی غذا کی مثال دنیا میں رحم مادر میں موجود ''جنین'' کی ہے جو بند ناف کے ذریعہ غذا حاصل کرتا ہے اور کبھی پیشاب و پائخانہ نہیں کرتا۔

۱۷۔ایک ظرف میں انواع و اقسام کی غذا۔ دنیا میں اس کی نظیر پرندوں کے انڈے ہیں جن میں سفید اور زرد دو رنگ ہوتے ہیں لیکن وہ مخلوط نہیں ہوتے۔

۱۸۔سیب سے باہر آنے والی کنیز۔ دنیا میں اس کی مثال بیج کی ہے جو سیب سے نکلتا ہے لیکن سبب نہیں بدلتا۔

۱۹۔ایسی کنیز جو دو افراد کے درمیان ہوتی ہے وہ درخت خرما ہے جو دنیا میں میرے جیسے مومن اور اور تیرے جیسے کافر دونوں کے لئے ہوتا ہے لیکن آخرت میں صرف ہم جیسوں کے لئے ہے تیرے لئے نہیں اس لئے کہ وہ جنت میں ہے اور تو اس میں داخل نہیں ہوسکتا۔

۲۰۔جنت کی کنجیاں: لاالہ الااللہ محمدالرسول اللہ ہے۔

ابن مسیب کا بیان ہے: قیصر روم نے جیسے ہی خط پڑھا برجستہ کہنے لگا: یہ جواب صرف خانہ نبوت و رسالت سے صادر ہوا ہے، پھر جواب دینے والے سے سوال کیا تو اس نے کہا کہ یہ رسول خداؐ کے ابن عم کا جواب ہے۔ یہ سن کر اس نے حضرت کو تحریر کیا:

سلام علیک امابعد میں نے آپ کا جواب پڑھا اور سمجھ گیا کہ آپ خاندان نبوت اور معدن رسالت کی ایک فرد ہیں اور شجاعت و علم کی صفت سے آراستہ ہیں۔ میں چاہتا ہوں آپ کتاب خدا میں موجود روح کے متعلق اپنے عقیدہ کا اظہار کریں: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾۔(۲)

امیرالمومنینؑ نے اسے تحریر فرمایا:

امابعد! یہ روح خداوند عالم کی صفت کا لطیف کنایہ ہے جسے اس نے اپنے خزانہ ملک سے پیدا کیا

۱۔صافات/۱۴۶

۲۔اسراء/۸۵

اور اپنے ہی ملک میں سکونت دے رکھا ہے لہٰذا وہ اس کے نزدیک تیرے لئے وسیلہ ہے اور اس کے لئے تیرے نزدیک امانت.....والسلام۔(۱)

۷۶۔احکام کے بارے میں خلیفہ کا علم

ابن اذینہ عبدی سے منقول ہے: میں نے عمر کے پاس آ کر پوچھا: عمرہ کہاں بجالاؤں؟ عمر نے کہا: علی بن ابی طالبؑ کے پاس جاؤ اور ان سے سوال کرو۔ میں نے ان کی خدمت میں آ کر سوال کیا، حضرت نے مجھ سے فرمایا: تم نے جہاں سے شروع کیا ہے وہیں سے عمرہ محسوب ہوگا۔ راوی کا بیان ہے: اس کے بعد میں عمر کے پاس آیا اور اس مطلب کو ان سے بیان کیا، تو انہوں نے کہا: جو علی ابن ابی طالبؑ نے بیان کیا ہے، میری نظر میں وہی تیرے لئے بہتر ہے۔(۲)

محب الدین طبری نے معاویہ، عائشہ اور عمر جیسے افراد کا حضرت سے مسائل دریافت کرنے کو امیر المومنینؑ کی خصوصیت میں شمار کیا ہے چنانچہ احمد کے طریق سے ایک حدیث میں ہے: عمر کے اوپر جب بھی کوئی مشکل آن پڑتی تو وہ حضرت سے حل کرتے تھے۔ پھر انہوں نے ایسے بہت سے واقعات کو نقل کیا ہے۔

ایسی صورت میں عمر بن خطاب کی اعلمیت جسے صاحب الوشیعہ خیال کرتا ہے کہاں ہے؟؟!

۷۷۔مناسک کے بارے خلیفہ کی رائے

امام مالک نے عبد اللہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب نے روز عرفہ لوگوں کے درمیان خطبہ پڑھا اور انہیں مناسک حج کی تعلیم دی، جن مطالب کو بیان کیا ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میدان منیٰ آنے کے بعد اگر تم میں کوئی رمی جمرات کرے (پتھر مارے) تو حاجی پر حرام ہونے والی تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں سوائے

۱۔زین الفتی فی شرح سورۂ ھل اتی: تذکرۃ الخواص الامۃ، ص ۸۷، (ص ۱۴۴)

۲۔المحلی، ج ۷، ص ۷۶؛ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۵، (ج ۳، ص ۱۴۲)؛ ذخائر العقبیٰ، ص ۷۹

عورت اور خوشبو کے۔ لہٰذا طواف کعبہ سے قبل کوئی عورت کے پاس نہ جائے اور خوشبو استعمال نہ کرے۔

دوسری حدیث میں ہے:

عمر بن خطاب نے کہا: جو شخص رمی جمرات کرے، پھر سر کے بال ترشوائے یا بال کو چھوٹا کرے اور قربانی کرے تو اس پر وہ تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو حرام تھیں سوائے عورت اور خوشبو کے۔

ابو عمر کے الفاظ ہیں: سالم بن عمر نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ عمر نے کہا: جب بھی رمی جمر کیا (سنگ ریزہ مارا)، قربانی کی اور سر کے بال ترشوائے تو تم پر عورت اور خوشبو کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے۔

سالم کا بیان ہے: عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اسلام کو خانہ کعبہ کے طواف سے قبل خوشبو لگاتے ہوئے دیکھا۔ سالم کہتا ہے: لہٰذا رسول خداؐ کی پیروی کرنا زیادہ ضروری ہے۔(۱)

صاحب ازالۃ الخفاء پہلی دو حدیثوں کو نقل کر کے لکھتے ہیں: میں نے کہا کہ فقہاء نے ان کے قول (خوشبو لگانے) کو ترک کر دیا ہے کیوں کہ حدیث عائشہ و.. ان کے نزدیک صحیح تھی کہ رسول خداؐ خانہ کعبہ کے طواف سے قبل خوشبو استعمال کرتے تھے۔(۲)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ایسی امت پر افسوس صد افسوس جو اس انسان سے مناسک حج کی تعلیم حاصل کرے جو محرم پر حرام شدہ چیزوں کے حلال کے اسباب سے بھی ناواقف ہے اور ایسے خلیفہ پر آفرین جس کے قول و گفتار کو فقہاء سنت نبیؐ کی مخالفت کی بنا پر ترک کریں۔ چنانچہ یہ مخالفت حدیث عائشہ وغیرہ سے ثابت ہوتی ہے، ائمہ صحاح و مسانید نے اسے نقل کیا ہے۔(۳)

۱۔ موطا مالک، ج۱، ص۲۸۵، (ج۱، ص۴۱۰، حدیث۲۲۱)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۷۳، (ج۳، ص۲۵۹، حدیث۹۱۷)؛ سنن بیہقی، ج۵، ص۲۰۴؛ جامع بیان العلم، ج۲، ص۱۹۷، (ص۴۳۵، حدیث۲۱۰۰)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص۲۲۶، (ص۳۹۲)؛ الاجابۃ زرکشی، ص۸۸، (ص۸۱)۔

۲۔ ازالۃ الخفا، (ج۲، ص۱۰۵)

۳۔ صحیح بخاری، ج۳، ص۵۸، (ج۲، ص۶۲۴، حدیث۱۶۶۷)؛ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۳۰، (ج۳، ص۱۸، حدیث۳۱، کتاب الحج)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۷۳، (ج۳، ص۲۵۹، حدیث۹۱۷)؛ سنن ابوداؤد، ج۱، ص۲۷۵، (ج۲، ص۱۴۴، حدیث۱۷۴۵)؛ سنن دارمی، ج۲، ص۳۲؛ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۲۱۷، (ج۲، ص۹۷۶، حدیث۲۹۲۶)؛ سنن نسائی، ج۵، ص۱۳۷، (ج۲، ص۳۳۷، حدیث۳۶۶۵)؛ سنن بیہقی، ج۵، ص۲۰۵

بیہقی نے حدیث عائشہ کے مضمون پر مشتمل ابن عباس سے بھی ایک روایت منقول ہے۔(۱)

۷۸۔شراب کے بارے میں خلیفہ کا اجتہاد

ا۔زمخشری نے "ربیع الابرار باب لہولعب"(۲) میں اور شہاب الدین ابشیہی نے "مستطرف" (۳) میں لکھا ہے کہ خداوند عالم نے شراب کے متعلق تین آیتیں نازل فرمائی ہیں: پہلی میں خدا کا ارشاد ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ "اے رسولؐ! لوگ تم سے شراب اور قمار بازی کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں گناہ عظیم اور لوگوں کے لئے فوائد ہیں"۔(۴)

آیت نازل ہونے کے بعد مسلمان دو گروہ میں تقسیم ہوگئے، بعض شراب پیتے تھے اور بعض نے ترک کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک شخص شراب پی کر نماز میں کھڑا ہوا اور بکواس شروع کر دی تو آیت نازل ہوئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ "اے وہ لوگ جو ایمان لائے حالت مستی میں نماز کے قریب نہ جاؤ اور اس وقت جب تم ادراک و شعور سے بیگانہ ہو کہ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہو"۔(۵)

اس آیت کے بعد بعض مسلمانوں نے شراب نوشی کو جاری رکھا اور بعض نے ترک کر دیا، چنانچہ عمر نے شراب پی اور اونٹ کی ایک ہڈی سے عبدالرحمٰن بن عوف کا سر پھوڑ دیا پھر بیٹھ کر اسود کے اشعار کے ذریعہ بدر کے مقتولوں پر نوحہ خوانی کرنے لگے:

ا۔سنن بیہقی، (ج۵،ص۲۰۵۔۲۰۴؛ الاجابۃ زرکشی، ص۸۹، (ص۸۱)

۲۔ربیع الابرار، (ج۴، ص۵۱)

۳۔المستطرف، ج۲، ص۲۹۱، (ج۲، ص۲۶۰)

۴۔سورہ بقرہ/۲۱۹

۵۔سورہ نساء/۴۳

و کائن بالقلیب قلیب بدر — من الفتیان والعرب الکرام

و کائن بالقلیب قلیب بدر — من الشیزی المکلل بالسنام

ایوعدنی ابن کبشة ان سنحیی — و کیف حیلة اصداء و ھام ؟!

ایعجز ان یرد الموت عنی — و ینشرنی اذا بلیت عظامی؟

الا من مبلغ الرحمن عنی — بانی تاریک شھر الصیام

فقل للہ یمنعنی شرابی — وقل للہ یمنعنی طعامی

''بدر کے کنویں کے درمیان عرب کے جوان اور کریم افراد پڑے ہوئے ہیں۔ بدر کے کنویں میں سخی اور عظیم افراد سوئے ہوئے ہیں۔ کبشہ کا بیٹا (رسول خداؐ) مجھے موت کے بعد کی زندگی سے خوف دلاتا ہے۔ ایک بوسیدہ بدن جو کیڑے مکوڑوں کا نوالہ بن چکا ہے، زندہ کیسے ہوسکتا ہے؟! کیا اس میں اتنی صلاحیت وقدرت ہے کہ مجھ سے موت کو دور کر سکے اور میری ہڈیوں کے گھلنے کے بعد مجھے زندہ کر دے؟! کیا کوئی ایسا پیغامبر ہے جو میرا پیغام خدا تک پہونچادے کہ میں نے ماہ صیام کا روزہ ترک کر دیا ہے؟! اگر خدا مجھے شراب خوری سے روک سکتا ہے تو خدا سے کہہ دو! اگر خدا مجھے غذا سے محروم کر سکتا ہے تو خدا سے کہہ دو (میرا پیغام پہونچادو)''۔

یہ واقعہ رسول خداؐ کو معلوم ہوا، آپ غم وغصہ کی حالت میں باہر آئے اور ہاتھ میں موجود چھڑی سے عمر کو مارا، عمر گھگھیائے: میں خدا اور رسولؐ کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں پھر رسولؐ نے آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنتَهُونَ﴾ ''شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے بارے میں تمہارے درمیان بغض وعداوت پیدا کرے اور تمہیں یاد خدا اور نماز سے روک دے تو کیا تم واقعاً رک جاؤ گے''۔(۱)۔ یہ سن کر عمر نے کہا: انتھینا انتھینا'' ہم نے قبول کیا، ہم نے قبول کیا''۔

۱۔سورہ مائدہ/۹۱

طبری نے اپنی تفسیر میں متذکرہ اشعار تھوڑی تبدیلی کے ساتھ نقل کئے ہیں چنانچہ انہوں نے عمر کے نام کی جگہ رجل لکھ دیا ہے۔(۱)

۲۔عمر بن خطاب.... سے منقول ہے: جب تحریم شراب کی آیت نازل ہوئی تو عمر نے کہا: خدایا! شراب کے بارے میں اپنا بیان روشن کر جو کافی ووافی ہو، آیت نازل ہوئی: ﴿يَسْـئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾

چنانچہ رسول خداؐ نے عمر کو بلایا اور آیت کی تلاوت فرمائی۔عمر نے کہا: خدایا! شراب کے بارے میں شفا بخش بیان نازل فرما۔تو سورۂ نساء کی آیت نازل ہوئی: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾۔نزول آیت کے بعد رسول خداؐ کا منادی آواز لگا رہا تھا: جان لو کہ شراب کے نشے میں دھت ہو کر نماز کے نزدیک نہ جاؤ۔

چنانچہ عمر کو بلا کر اس کی تلاوت کی گئی تو عمر نے کہا: خدایا: ہمارے لئے واضح وآشکار بیان نازل فرما، آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ عمر نے کہا: انتهينا انتهينا ''ہم دست بردار ہوئے، ہم دست بردار ہوئے''۔(۲)

۳۔سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ لوگ جاہلی عہد کی روش پر زندگی گزار رہے تھے کہ انہیں امر ونہی کیا گیا، چنانچہ بعض افراد ایسے تھے جو صدر اول اسلام میں شراب پیتے تھے جن کے لئے آیت نازل

۱۔تفسیر طبری، ج۲، ص۲۰۳، (مجلد۲، ج۲، ص۳۶۲)

۲۔سنن ابوداؤد، ج۲، ص۱۲۸، (ج۳، ص۳۲۵، حدیث ۳۶۷۰)؛ مسند احمد، ج۱، ص۵۳، (ج۱، ص۸۶، حدیث ۳۸۰)؛ سنن نسائی، ج۸، ص۲۸۷، (ج۳، ص۲۰۲، حدیث ۵۰۴۹)؛ تفسیر طبری، ج۷، ص۲۲، (مجلد۵، ج۷، ص۳۳)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۸۵؛ احکام القرآن جصاص، ج۲، ص۲۴۵، (ج۱، ص۳۲۳)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۲۷۸، (ج۲، ص۳۰۵، حدیث ۳۱۰۱)؛ تفسیر قرطبی، ج۵، ص۲۰۰؛ تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۲۵۵/۵۰۰، ج۲، ص۹۲؛ تیسیر الوصول ج۱، ص۱۲۴، (ج۱، ص۱۲۸، حدیث ۱۱)؛ تفسیر خازن، ج۱، ص۵۱۳، (ج۱، ص۴۹۱)؛ تفسیر کبیر، ج۳، ص۴۵۸، (ج۱۲، ص۸۱)؛ فتح الباری، ج۸، ص۲۲۵، (ج۸، ص۲۷۹)؛ درّ منثور، ج۱، ص۲۵۲، (ج۱، ص۶۰۵)

ہوئی: ﴿یسا لونک عن الخمر و المیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس﴾

لوگوں نے کہا: ہم شراب فائدے کے لئے پیتے ہیں گناہ سمجھ کر نہیں۔ انہیں ایام میں ایک شخص شراب پی کر آگے کھڑا ہوا تا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے، اس نے آیت پڑھی ﴿قل یا ایھا الکافرون اعبد ماتعبدون﴾ ''کہہ دوائے کافرو! جس کی تم پرستش کرتے ہو ہم بھی اس کی پرستش کرتے ہیں''۔

اسی وقت آیت نازل ہوئی: ﴿یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لاتَقْرَبُوا الصَّلاۃَ وَأَنْتُمْ سُکَارَی﴾ آیت سن کر لوگوں نے کہا: ہم نماز میں شراب استعمال نہیں کریں گے بلکہ اس کے بعد استعمال کریں گے۔ عمر نے کہا: خدایا! شراب کے بارے میں ہمارے لئے کافی ووافی بیان نازل فرما۔ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّمَا یُرِیدُ الشَّیْطَانُ أَنْ یُوقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَاءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلاۃِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ عمر نے کہا: انتھینا انتھینا۔ (۱)

۴۔ حارثہ بن مضرب سے منقول ہے کہ عمر نے کہا: خدایا! شراب کے بارے میں ہمیں باخبر کر، آیت نازل ہوئی: ﴿یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لاتَقْرَبُوا الصَّلاۃَ وَأَنْتُمْ سُکَارَی حَتَّی تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ آیت کے نزول کے بعد رسول خداؐ نے عمر کو بلایا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ایسا لگتا ہے جیسے یہ آیت عمر کی خواہش کے مطابق نہیں تھی اسی لئے کہا: خدایا! ہمیں شراب کے بارے میں باخبر کر، آیت نازل ہوئی: ﴿یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ﴾ ''ایمان والو! شراب، جوا، بت، پانسہ یہ سب گندے شیطان کے اعمال ہیں لہٰذا ان سے پرہیز کرو''۔ (۲) پھر آیت ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ پر ختم ہوئی۔ تو رسول خداؐ نے عمر کو بلا کر آیت کی تلاوت فرمائی۔ عمر نے کہا: انتھینا، انتھینا ''اے خدا! ہم دست بردار ہوئے...''۔ (۳)

۱۔ تفسیر قرطبی، ج۵، ص۲۰۰، (ج۵، ص۱۳۱

۲۔ سورہ مائدہ/۹۰

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۴۳، (ج۴، ص۱۵۹، حدیث۷۲۲۴)؛ سنن ترمذی، ج۲، ص۱۷۶، (ج۵، ص۲۳۶، حدیث۳۰۴۹)؛ روح المعانی آلوسی، ج۷، ص۱۵، (ج۷، ص۱۷)

۵۔ابن منذر نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے: وہ کہتا ہے کہ جب آیہ مبارکہ: ﴿ یَسْألُونَکَ عَنْ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ... ﴾ نازل ہوئی تو بعض لوگوں نے ﴿ منافع للناس ﴾ کو مدعیٰ بنا کر اپنی شراب نوشی جاری رکھی اور بعض لوگوں نے اثم کبیر کے حوالے سے اسے ترک کر دیا، انہیں میں عثمان بن مظعون بھی تھے۔(۱) پھر سورۂ نساء کی آیت نازل ہوئی: ﴿لاتَقرَبُوا الصَّلاۃَ وَأنْتُمْ سُکَارَی﴾ نزول آیت کے بعد بعض لوگوں نے ترک کر دیا لیکن بعض افراد دن میں چھوڑ کر رات میں مست رہتے تھے۔

تبھی سورۂ مائدہ کی آیت نازل ہوئی: ﴿انما الخمر والمیسر... ﴾ تو عمر نے کہا: تمہیں موت آئے، تم لوگ قمار بازی اور بت پرستی کے فریفتہ ہو گئے ہو اس سے اجتناب کرو۔ یہ سن کر لوگوں نے اسے ترک کر دیا۔

طبری نے سعید بن جبیر کے طریق سے اسی سے ملتی جلتی روایت نقل کی ہے آخر میں ہے: جب آیۂ مبارکہ: ﴿ انما الخمر والمیسر.... ﴾ نازل ہوئی تو عمر نے کہا: تم مر جاؤ گے، شراب کے فریفتہ ہو گئے ہو۔(۲)

ابن منذر نے محمد بن کعب قرظی سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جب سورۂ مائدہ کی آیت نازل ہوئی تو عمر نے کہا: خدایا! ہم نے اس سے دوری اختیار کی۔(۳)

تبصرۂ امینیؒ:

میں نہیں چاہتا تھا کہ ایام جاہلیت میں خلیفہ کی اس شراب کی لت کو ثابت کرنے والی احادیث و

۱۔اس جلیل القدر صحابی پر یہ تہمت ہے، انہوں نے دور جاہلیت سے ہی شراب چھوڑ رکھی تھی کیوں کہ وہ اس کو عقل کے زائل ہونے اور چھوٹوں کے مذاق اڑانے کا بہانہ سمجھتے تھے: ملاحظہ ہو استیعاب، ج ۲، ص ۴۸۲، (القسم الثالث، ص ۱۰۵۴، نمبر ۱۷۷۹)؛ درمنثور، ج ۲، ص ۳۱۵، (ج ۳، ص ۱۵۹)

۲۔تاریخ طبری، (مجلد ۲، ج ۲، ص ۳۶۱)۔

۳۔درمنثور، ج ۲، ص ۳۱۵/۳۱۷/۳۱۸، (ج ۳، ص ۱۵۷/۱۵۹/۱۶۵)

روایات کو بیان کروں اس لئے کہ اسلام گذشتہ باتوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔

خدا کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے ان میں کوئی حرج نہیں کہ کھا پی چکے ہیں جب کہ وہ متقی بن گئے اور ایمان لے آئے اور نیک اعمال کئے اور پرہیز کیا اور ایمان لے آئے اور پرہیز کیا اور نیک عمل کیا، اللہ نیک عمل کرنے والوں ہی کو دوست رکھتا ہے''۔(۱)

بلکہ قارئین کے لئے خلیفہ کی کتاب وسنت اور حدود الٰہی سے عدم علم وآگاہی کو بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ خدا کے اس ارشاد کو بھی سمجھنے سے قاصر تھے: ﴿یسالونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس﴾ بے شک یہ آیت شراب کی حرمت کے لئے نازل ہوئی ہے اور صحابہ نے بھی اس آیت سے یہی سمجھا۔ عائشہ کا بیان ہے: جب سورہ بقرہ نازل ہوا اور اس میں تحریم شراب کی آیت نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے شراب کی ممانعت فرمائی۔(۲)

خطرات کی نشاندہی کرنے کے لئے اس سے اچھا اور قطعی طریقہ نہیں ہوسکتا تھا، خاص طور سے قرآن مجید کی دوسری آیتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ﴾ ''ہمارے پروردگار نے صرف بدکاریوں کو حرام قرار دیا ہے وہ ظاہری ہوں یا باطنی اور گناہ اور ناحق ظلم کو''۔(۳) اثم کے سلسلے میں نازل شدہ آیات میں یہ آیت صریحی انداز میں اسی اثم کی حرمت کو بیان کررہی ہے جو آیہ اول میں موجود ہے کہ شراب اثم ہے اور وہ حرام ہے، کبھی کبھی خود اثم پر شراب کا اطلاق ہوتا ہے۔

۱۔سورہ مائدہ/۹۳

۲۔تاریخ بغداد، ج۸، ص۳۵۸، (نمبر ۴۴۵۷)؛ درمنثور، ج۱، ص۲۵۲، (ج۱، ص۶۰۶)

۳۔سورہ اعراف/۳۳

بقول شاعر:

نشرب الاثم بالصواع جهارا　　وتری المسک بیننا مستعارا

''ہم آشکارا اور علانیہ طور پر جام کے ذریعہ شراب نوشی کرتے ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ ہم نے مشک کو عاریۃً حاصل کیا ہوا ہے''

دوسرا شاعر کہتا ہے:

شربت الاثم حتی ضل عقلی　　کذالک الاثم تذیب بالعقل

''میں نے شراب نوشی کی یہاں تک کہ میری عقل زائل ہوگئی۔ ہاں اسی طرح شراب عقلوں کو زائل کردیتی ہے۔(۱)

تحریم شراب اور شراب نوشی کے بعد جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ شراب کا کوئی فائدہ نہیں، طبری نے اس کی تصریح کی ہے۔(۲)

جصاص ''احکام القرآن'' میں لکھتے ہیں:

یہ آیت شراب کی تحریم پر دلالت کرتی ہے، اگر شراب کی حرمت کے سلسلہ میں کوئی دوسری آیت نازل نہ بھی ہوتی تو یہی آیت کافی تھی۔ اور وہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿قل فیهما اثم کثیر﴾ ''کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں گناہ عظیم ہے''۔ اور ایک دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ ہر حال میں حرام ہے: ﴿قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر وما بطن والاثم﴾ اس نے ہمیں باخبر کیا کہ اثم اور گناہ حرام ہے۔ اور صرف باخبر کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ کبیر کے ذریعہ اس کی صفت بھی لائی تاکہ ممانعت میں تاکید آشکار ہو سکے۔ اور خدا کا ارشاد ﴿منافع للناس﴾ میں مباح اور جواز شراب کی کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ اس سے مراد صرف دنیاوی فائدے ہیں۔ بے شک تمام محرمات میں اس کو انجام دینے والے کے

۱۔ لسان العرب، ج ۱۴، ص ۲۷۲، (ج ۱، ص ۷۵)؛ تاج العروس، ج ۸، ص ۱۷۹

۲۔ تفسیر طبری، ج ۳، ص ۲۰۲، (مجلد ۲، ج ۲، ص ۳۵۹)

لئے دنیا میں فوائد ہوتے ہیں۔ لیکن یہ فوائد ان نقصانات اور عذاب کی تلافی نہیں کر سکتے جن کا مستحق اس کا مرتکب اور انجام دینے والا ہوتا ہے؛ لہٰذا ذکر منافع، شراب کے جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ خاص طور سے اس ممانعت کی سیاق تائید کرتی ہے: ﴿واثمھا اکبر من نفعه﴾ ''ان دونوں کا گناہ ان کے منافع سے عظیم ہے'' یعنی ان دونوں کی وجہ سے جس عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے وہ ان کے منافع اور فوائد سے کہیں زیادہ عظیم اور بزرگ ہے۔

اگر کہا جائے کہ ''خداوند عالم کا ارشاد: ﴿فیھما اثم کبیر﴾ تھوڑی سی شراب نوشی کی تحریم وحرمت پر دلالت نہیں کرتا اس لئے کہ مقصود آیت ایسی چیز ہے جو شراب خور پر دوسرے گناہ عارض ہوتے ہیں مثلاً مست ہونا، ترک نماز اور دوسرے محرمات کو انجام دینا وغیرہ۔ لہٰذا جب بھی ان کاموں کی وجہ سے گناہ ہو تو ایسی صورت میں آیت کے ظاہری مطلب سے حرمت آشکار ہوتی ہے لیکن تھوڑی سی شراب نوشی سے حرمت سمجھ میں نہیں آتی''؟۔

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ آیت ''فیھما اثم کبیر'' کا مفہوم اس کے پینے میں موجود ہے، اس لئے کہ شراب خداوند عالم کا فعل ہے جس میں کوئی گناہ نہیں ہے ہاں! عذاب گناہ کا استحقاق ہمارے افعال واعمال کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا جب صرف شراب نہیں بلکہ شراب نوشی مقصود ہو تو پھر آیت اس طرح ہوگی: ''فی شربھا وفعل المیسر اثم کبیر'' ''شراب پینے اور فعل قمار انجام دینے میں گناہ عظیم ہے۔ اسی لئے شراب نوشی کم ہو یا زیادہ بہر حال گناہ عظیم میں شامل ہے۔ (۱)

گویا یہ تمام باتیں خلیفہ محترم کی نظروں سے دور تھیں اور وہ اپنی تشفی اور تسکین کے لئے اس آیت کے بعد بھی قطعی بیان کے متقاضی تھے، ان کا قول: ''خدایا! میرے لئے قطعی بیان نازل فرما'' اس بات پر دلالت کر رہا ہے۔ چنانچہ کافی دنوں بعد جب آیت نازل ہوئی: ﴿وفھل انتم منتھون﴾ تب جا کر اس فعل سے دست بردار ہوئے۔

۱۔ احکام القرآن جصاص، ج۱، ص ۳۸۰، (ج۱، ص۳۲۲)

قرطبی کا بیان ہے: جب عمر کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ یہ سخت دھمکی ''انتھو'' سے بھی زیادہ شدید ہے تو کہا: انتھینا ہم اس سے دست بردار ہوئے۔(۱)

ابن جزی لکھتے ہیں: اس آیت سے زجر وتوبیخ اور دھمکی کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے اسی لئے جب آیت نازل ہوئی تو عمر نے کہا: انتھینا۔(۲)

زمخشری ''کشاف'' میں لکھتے ہیں: خداوند عالم نے بلیغ ترین انداز میں ممانعت فرمائی ہے شاید اس انداز میں کہا: بے شک تم پر مختلف النوع موانع ونواہی کی تلاوت کی گئی لہٰذا کیا تم ان موانع سے دست بردار ہو جاؤ گے یا اپنی گذشتہ روش پر باقی رہو گے۔(۳)

بیضاوی لکھتے ہیں: خداوند عالم کے اسی قول ''فھل انتم منتھون'' میں اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ تہدید وممانعت اپنی انتہا کو پہونچی ہوئی ہے اور کوئی بھی بہانہ تراشی قطعی قابل قبول نہیں۔(۴) اس انتہائے ممانعت کے بعد بھی خلیفہ کی تاویل وتوجیہ اور مزید وضاحت کی خواہش سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب کو شراب سے بہت زیادہ عشق تھا اور وہ جاہلی عہد میں بہت زیادہ شراب نوشی کرتے تھے، چنانچہ خود ان کا قول اسی بات کی وضاحت کر رہا ہے اور وہ روایت بھی جسے ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرت میں نقل کیا ہے:

میں اسلام سے قطعی دور تھا، دور جاہلیت میں شراب خانہ جاتا تھا، شراب کو پسند کرتا تھا اور اسے بری طرح پیتا تھا۔ ہمارے لئے ایک محفل آراستہ ہوتی تھی جس میں قریش کے بزرگ افراد جمع ہوتے تھے ایک رات میں اپنے دوستوں کی تلاش میں باہر نکلا جو اپنی مجلس میں موجود رہتے تھے لیکن ان میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا تو خود سے کہا: اگر میں فلاں شراب فروش جو مکہ میں شراب بیچتا ہے، کے پاس جاؤں تو

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۶، ص ۲۹۲، (ج ۶، ص ۱۸۹)

۲۔ تفسیر ابن جزی، ج ۱، ص ۱۸۷

۳۔ تفسیر کشاف، ج ۱، ص ۳۴۳، (ج ۱، ص ۶۷۵)

۴۔ تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۳۵۷، (ج ۱، ص ۲۸۲)

شاید شراب دستیاب ہو جائے اور میں اسے پی لوں۔(۱)

بیہقی (۲) نے عبداللہ بن عمر کے حوالے سے ان کے والد کا قول نقل کیا ہے کہ بے شک میں عہد جاہلیت میں لوگوں میں سب سے زیادہ شراب پیتا تھا اور شراب زنا کی طرح نہیں ہے۔(۳)

یہیں سے سمجھ میں آتا ہے کہ خلیفہ کو خصوصی دعوت کی ضرورت کیوں پڑی، جب رسول خداؐ نے شراب سے متعلق آیات کی تلاوت فرمائی تو وہ ان کی تاویل کرتے رہے اور شراب سے دست بردار نہیں ہوئے یہاں تک کی سورۂ مائدہ کی تہدیدی آیت نازل ہوئی۔ قرآن کا نازل ہونے والا سب سے آخری سورہ یہی ہے۔(۴) اس کی بعض آیتیں حجۃ الوداع میں نازل ہوئیں۔(۵)

درمنثور میں محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ سورۂ مائدہ رسول خداؐ پر حجۃ الوداع میں اس وقت نازل ہوا جب آپؐ اونٹ پر سوار تھے۔(۶)

مروی ہے کہ رسول خداؐ نے سورۂ مائدہ کی حجۃ الوداع میں تلاوت فرمائی اور فرمایا: اے لوگو! بے شک سورۂ مائدہ آخری سورہ کی حیثیت سے نازل ہوا ہے لہٰذا اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو۔(۷)

ان تمام مطالب کے بعد کیا خلیفہ واقف نہیں تھے کہ شراب نوشی عظیم گناہ ہے حالانکہ سالم بن

۱۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۱، ص۳۶۸ (ج۱، ص۳۷۱)

۲۔ سنن بیہقی، ج۱۰، ص۲۱۴

۳۔ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص۹۸، (ص۱۲۲)؛ کنز العمال، ج۳، ص۱۰۷، (ج۵، ص۵۰۵، حدیث ۱۳۷۴۶)؛ منتخب کنز العمال مطبوع برحاشیہ مسند احمد، ج۲، ص۴۲۸، (ج۲، ص۵۰۰)؛ الخلفاء الراشدون عبدالوھاب نجار، ص۲۳۸

۴۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۳۱۱، (ج۲، ص۳۴۰، حدیث ۳۲۱۱)؛ سنن ترمذی، ج۲، ص۱۷۸، (ج۵، ص۲۴۳، حدیث ۳۰۶۳)؛ درمنثور، ج۲، ص۲۵۲، (ج۳، ص۳)

۵۔ تفسیر قرطبی، ج۶، ص۳۰، (ج۶، ص۲۲)؛ ارشاد الباری، ج۷، ص۹۵، (ج۱۰، ص۱۹۸)

۶۔ درمنثور، ج۲، ص۲۵۲، (ج۳، ص۳/۴)

۷۔ تفسیر قرطبی، ج۶، ص۳۱، (ج۶، ص۲۲)

عبداللہ سے مروی حاکم کی صحیح روایت اس کی نشاندہی کر رہی ہے کہ ابو بکر وعمر اور بعض افراد رسول خداؐ کی رحلت کے بعد بیٹھ کر گناہان کبیرہ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے لیکن ان کے پاس اس کا علم نہیں تھا، اس لئے انہوں نے مجھے عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا، میں نے سوال کیا تو کہا: سب سے عظیم گناہ ''شراب'' ہے۔ میں نے واپس آ کر ان سے بیان کیا لیکن انہوں نے اس کا صاف انکار کر دیا اور سب کے سب عبداللہ بن عمر کے گھر آئے۔ چنانچہ اس نے انہیں بتایا کہ رسول خداؐ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے بادشاہ نے ایک شخص کو گرفتار کیا اور اختیار دیا کہ ان میں سے کسی ایک کام کو انجام دے: شراب نوشی کرے ،ایک بے گناہ کو قتل کرے، زنا کرے، سؤر کا گوشت کھائے یا پھر مارا جائے۔ اس نے شراب پینے کی ہامی بھر لی چنانچہ شراب کی مستی کے بعد اس سے جو کچھ کہا گیا اس نے بے دریغ انجام دے دیا۔(۱)

عمر بن خطاب اوائل زندگی سے لے کر حجۃ الوداع میں سورۂ مائدہ کی آیت نازل ہونے تک شراب کے شوق میں تہدید آیت اور اپنے قول: ''انتھینا انتھینا'' کے بعد بھی شراب نوشی کی لت میں بری طرح گرفتار رہتے تھے، چنانچہ وہ کہتے تھے:

''بے شک ہم اس تیز وتند شراب کو پیتے ہیں تاکہ اس کی وجہ سے ہمارے شکم اور معدہ میں موجود اونٹ کے گوشت قطع قطع ہو جائیں جو ہمیں بہت اذیت پہونچاتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص شراب نوشی کی وجہ سے بے خودی اور مستی کا شکار ہوتا ہے اسے چاہئے کہ شراب کو پانی میں مخلوط کر لے۔(۲)

وہ کہتے: میں ایسا انسان ہوں جو شکم کے ورم اور معدہ کی حرارت میں مبتلا رہتا ہوں، میں ایسی تیز وتند شراب کو پیتا ہوں جو میرے شکم کو نرم وملائم کر دیتی ہے۔(۳)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۴، ص ۱۴۷، (ج ۴، ص ۱۶۳، حدیث ۷۲۳۶)؛ الترغیب والترھیب ج ۳، ص ۱۰۵، (ج ۳، ص ۲۵۸، حدیث ۲۸)؛ درّ منثور، ج ۲، ص ۳۲۳، (ج ۳، ص ۱۷۷)

۲۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۲۹۹؛ محاضرات راغب، ج ۱، ص ۳۱۹، (مجلد ۱، ج ۲، ص ۶۶۹)؛ کنز العمال، ج ۳، ص ۱۰۹، (ج ۵، ص ۵۱۴، حدیث ۱۳۷۷۲)

۳۔ ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کنز العمال، ج ۳، ص ۱۰۹، (ج ۵، ص ۵۱۴، حدیث ۱۳۷۷۳)

وہ کہتے: شکم میں موجود اونٹ کے گوشت کو شراب کے علاوہ اور کوئی چیز ہضم نہیں کرتی۔(۱)

یہی وہ انسان تھے جو تیز و تند شراب کو اپنی آخری سانسوں تک پیتے رہے، عمر بن میمون کہتا ہے: میں عمر بن خطاب کے پاس اس وقت پہونچا جب وہ مجروح ہو گئے تھے، ایک تیز و تند شراب لائی گئی جسے انہوں نے پی لیا۔(۲)

جناب عالی کی شراب کی تیزی و تندی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی دوسرا اسے پی لیتا تو مستی و بے خودی کا شکار ضرور ہو جاتا تھا اور اس پر حد جاری کیا جاتا، مگر ہاں خلیفہ اپنی عادت کی وجہ سے اس سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔ شعبی کا بیان ہے: ایک اعرابی نے عمر کے جام سے تھوڑی سی شراب پی لی تو فوراً بیہوش ہو گیا، عمر نے اس پر حد جاری کی، پھر شعبی کہتے ہیں: البتہ خلیفہ نے اس پر مستی کی وجہ سے حد جاری کی تھی پینے کی وجہ سے نہیں۔(۳)

جصاص ''احکام القرآن'' میں لکھتے ہیں: ایک اعرابی نے عمر کی شراب سے تھوڑی سی پی لی اس کو اسی کوڑے مارے گئے۔ اعرابی نے کہا: میں نے آپ کی شراب سے پی ہے، عمر نے اپنی شراب منگوائی اور اس میں پانی ملانے کے بعد پی لیا اور کہا: اگر کسی کو شراب مست کر دے تو اسے چاہئے کہ پانی ملا کر اس کی تیزی ختم کرے۔

اس کے بعد جصاص لکھتے ہیں: ابراہیم نخعی نے اسی سے ملتی جلتی روایت عمر سے نقل کی ہے، اس میں وہ کہتے ہیں: عمر نے اعرابی کو مارنے کے بعد اس شراب میں پانی ملا کر پی لیا۔(۴)

جامع مسانید میں ابو حنیفہ لکھتے ہیں: جب بھی تم پر شیطان غالب ہو تو اسی طرح اس کی تیزی اور تندی کو ختم کرو، وہ تیز و تند شراب پسند کرتے تھے۔(۵)

۱۔ جامع مسانید ابو حنیفہ، ج۲، ص۱۹۰/۲۱۵

۲۔) تاریخ بغداد، ج۶، ص۱۵۶

۳۔ العقد الفرید، ج۳، ص۴۱۶، (ج۶، ص۲۷۸)

۴۔ احکام القرآن جصاص، ج۲، ص۵۶۵، (ج۲، ص۴۶۴)

۵۔ جامع مسانید ابو حنیفہ ج۲، ص۱۹۲

ابن جریج سے منقول ہے: ایک شخص نے مدینہ کے راستے میں عمر کے لئے تیار کی گئی شراب کو پی لیا اور مست ہوگیا، عمر نے اسے چھوڑ دیا جب مستی سے افاقہ ہوا تو اس پر شراب کی حد جاری کی۔ پھر اس میں پانی ملا کر خود پی گئے۔ (۱)

ابو رافع سے مروی ہے: عمر بن خطاب نے کہا کہ جب بھی شراب کی تندی سے خوف محسوس ہو تو اسے پانی سے ختم کردو۔ نسائی نے اپنی سنن میں اسے نقل کیا ہے اور اسے ان افراد کے دلائل میں شمار کیا ہے جو شراب نوشی کو جائز جانتے ہیں۔ (۲)

قاضی ابو یوسف نے ''کتاب الآثار'' میں ابو حنیفہ کے طریق سے اور انہوں نے ابرہیم ابو عمران کوفی تابعی سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب نے ایک مست انسان کو گرفتار کیا اور چاہا کہ اس کے لئے فرار کی راہ ہموار کریں لیکن چونکہ مستی بری طرح غالب تھی اس لئے یہ ممکن نہ ہوا۔ لہٰذا کہا: اسے قید کردو۔ جب مستی سے افاقہ ہوا تو اسے کوڑا مارا پھر بقیہ شراب کو چکھنے کے بعد کہا: اوہ! یہ شراب تو آدمی کو مست کردے گی۔ انہوں نے اس میں پانی ملا کر اسے ملائم کیا اور خود بھی پیا اور اپنے اصحاب کو بھی پلایا اور کہا: اگر شیطان غالب ہوجائے تو اسی طرح شراب کی تیزی ختم کرو۔ (۳)

جو شخص عمر کے جام سے شراب پی کر مستی کا شکار ہوا اس پر کوڑوں کی بارش کرنا کتنا عجیب وغریب اور حیرت انگیز ہے اس لئے کہ وہ واقف نہیں تھا کہ اس ظرف میں شراب ہے اور اس نے پی لیا تو ایسی صورت میں کوئی حد نہیں ہے، چنانچہ خود ابو عمر نے خلیفہ کی بات نقل کی ہے کہ جانتے ہوئے کہ یہ شراب ہے، اسے پی لینے پر حد ہے عدم علم کی بنیاد پر نہیں۔ (۴) اور اگر واقف بھی تھا کہ خلیفہ کے اس ظرف میں شراب ہے تو

۱۔ حاشیہ بر سنن بیہقی ابن ترکمان، ج۸، ص۳۰۶؛ کنز العمال، ج۳، ص۱۱۰، (ج۵، ص۵۱۷، حدیث ۱۳۷۷۹)

۲۔ سنن نسائی، ج۸، ص۳۲۶، (ج۳، ص۲۳۷، حدیث ۵۲۱۴)

۳۔ کتاب لآثار قاضی ابو یوسف، ص۲۲۶

۴۔ جامع بیان العلم، ج۲، ص۸۶، (ص۳۰۸، حدیث ۱۵۴۸)؛ کتاب الام شافعی، ج۱، ص۱۳۵، (ج۱، ص۱۵۲)؛ اختلاف الحدیث شافعی مطبوع بر حاشیہ کتاب الام شافعی، ج۷، ص۱۴۴، (ج۷، ص۵۰۷)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۳۸

گویا اس نے مستی اور شراب نوشی میں خلیفہ کی تاسی کی ہے اوران دونوں میں اس کے علاوہ کوئی فرق نہیں کہ وہ شخص عادی نہ ہونے کی وجہ سے مست ہوگیا اور خلیفہ اپنی عادت کی وجہ سے مستی کا شکار نہیں ہوئے۔

گویا خلیفہ کی نظر میں مشروبات کے حلال ہونے کا معیار مستی وعدم مستی ہے چنانچہ انہیں کے قول سے اس کی نشاندہی ہوتی ہے، مشروب وہی ہے جو عقل کو زائل کردے۔(۱)

حالانکہ ہر مست آور شی بطور مطلق حرام ہے اور اس پر حد جاری کی جائے گی۔ خود آنحضرت فرماتے ہیں: جس چیز کی زیادہ مقدار مست آور ہو اس کی کم مقدار سے بھی منع کرتا ہوں۔(۲)

جابر، ابوعمر اور ابن عمر کے حوالے سے آنحضرت کا قول مروی ہے: جس چیز کی زیادہ مقدار مستی کا باعث ہو اس کی کم مقدار بھی حرام ہے **(ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام)**۔(۳)

آنحضرت کا ارشاد ہے: **کل مسکر حرام وما اسکر منہ الفرق فعلی الکف منہ حرام** ''ہر مست آور شی حرام ہے اور ہر وہ ظرف جس میں سولہ ۱۶ ررطل کی گنجائش ہو اور وہ باعث مستی ہو تو اس میں سے ہاتھ کی ہتھیلی کی مانند بھی حرام ہے''۔

دوسرے الفاظ ہیں: بڑے ظرف کی شی باعث مستی ہو تو اس کا قطرہ بھی حرام ہے۔(۴)

سعد سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے اس کی کم مقدار سے بھی منع فرمایا ہے جس کی زیادہ مقدار باعث مستی ہو۔(۵)

۱۔ تیسیر الوصول ج۲، ص۱۷۴، (ج۲، ص۲۱۳، حدیث۲)

۲۔ سنن دارمی، ج۲، ص۱۱۳؛ سنن نسائی، ج۸، ص۳۰۱، (ج۳، ص۲۱٦، حدیث۵۱۱۸)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۹٦

۳۔ سنن ابوداؤد، ج۲، ص۱۲۹، (ج۳، ص۳۲۷، حدیث۳٦۸۱)؛ مسند احمد، ج۲، ص۱٦۷/ ج۳، ص۳۴۳، (ج۲، ص۳۵۴، حدیث۶۵۲۲/ ج۴، ص۳۰۴، حدیث۱۴۲۹۳)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۳۴۲، (ج۴، ص۲۵۸، حدیث۱۸٦۵)؛ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۳۳۲، (ج۲، ص۱۱۲۴، حدیث۳۳۹۲/۳۳۹۴)؛ سنن نسائی، ج۸، ص۳۰۰، (ج۳، ص۲۱٦، حدیث۵۱۱۷)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۹٦؛ مصابیح السنۃ، ج۲، ص٦۷، (ج۲، ص۵٦۲، حدیث۲۷۴۷)؛ تاریخ بغداد، ج۳، ص۳۲۷

۴۔ سنن ابوداؤد، ج۲، ص۱۳۰، (ج۳، ص۳۲۹، حدیث۳٦۸۷)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۳۴۲، (ج۴، ص۲۵۹، حدیث۱۸٦٦)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۹٦؛ مصابیح السنۃ، ج۲، ص٦۷، (ج۲، ص۵٦۲، حدیث۲۷۴۸)؛ تاریخ بغداد، ج٦، ص۲۲۹؛ جامع الاصول، (ج٦، ص٦۴، حدیث۳۱۱۱)؛ تیسیر الوصول ج۲، ص۱۷۳، (ج۲، ص۲۱۲، حدیث۳)

۵۔ سنن نسائی، ج۸، ص۳۰۱، (ج۳، ص۲۱٦، حدیث۵۱۱۸)

سندی سنن نسائی کی شرح میں لکھتے ہیں: ''جس چیز کی بلانوشی مست آور ہو اس کی کم مقدار بھی حرام ہے اور جس چیز کی کم مقدار باعث مستی نہ ہو اس کی زیادہ نوشی حرام ہے''۔(۱)

جمہور اور علمائے عامہ نے اسے اختیار کیا ہے اور علمائے حنفی نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اس قول پر اعتماد کرنا کہ مست آور شی حرام ہے اور مستی سے قبل کی مقدار حلال ہے، محققین نے اس کی تردید کی ہے اور مصنف (نسائی) کے نزدیک بھی مردود ہے۔

تفسیر طبری میں قتادہ سے مروی ہے: سورۂ مائدہ میں شراب کی حرمت بیان کی گئی ہے چاہے کم ہو یا زیادہ، خواہ مست آور ہو یا نہیں۔ (۲) عبد بن حمید نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ (۳)

ابو حنیفہ نے آنحضرت کا قول نقل کیا ہے کہ شراب بذات خود حرام ہے چاہے قلیل ہو یا کثیر، خواہ مست آور ہو یا نہ ہو۔ (۴)

خطیب بغدادی نے بھی ابن عباس سے اس کی روایت کی ہے، ان کے الفاظ ہیں: حرمت الخمر بعينها قليلها و كثيرها۔(۵)

ہاں! عمر نے اس صورت میں شراب حلال کر دی جب اسے جلا کر اس کا دو حصہ ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ جب وہ شام پہونچے تو لوگوں نے ان سے بیماری کی شکایت کی، انہوں نے کہا: کیا آپ کے لئے مناسب ہے کہ اس شراب میں اس چیز کو مقرر کروں جو مست آور نہ ہو۔ عمر نے کہا: ہاں اسے پکاؤ، اور جوش دو تا کہ اس کا دو حصہ ختم ہو جائے اور ایک حصہ باقی رہ جائے۔ اس عمل کے بعد عمر نے انہیں حکم دیا کہ اسے پی جاؤ۔

۱۔ حاشیہ سندی بر شرح سنن نسائی، (ج ۸، ص ۳۰۰)

۲۔ تفسیر طبری، ج ۲، ص ۱۰۴، (مجلد ۲، ج ۲، ص ۳۶۳)

۳۔ درّ منثور، ج ۲، ص ۳۱۶، (ج ۳، ص ۱۶۰)

۴۔ جامع مسانید ابو حنیفہ ج ۲، ص ۱۸۳

۵۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۱۹۰

اور اپنے گورنروں کو تحریر کیا کہ لوگوں کو ایسی شراب دو جس کا دو حصہ ختم ہو چکا ہو اور ایک حصہ باقی رہ گیا ہو۔(۱)

محمود بن لبید انصاری کا بیان ہے: جب عمر بن خطاب شام پہونچے تو اہل شام نے ان سے زمین کی سنگینی اور سختی کی شکایت کی اور کہا: ہمارے لئے صرف یہی شراب موثر ہوتی ہے۔ عمر نے کہا: اس شہد کو نوش کرو۔ لوگوں نے کہا: شہد ہمارے لئے موثر نہیں۔ شام کے ایک شخص نے کہا: کیا آپ کے اختیار میں ہے کہ مست نہ کرنے والی شراب کا قانون نافذ کریں؟ عمر نے کہا: ہاں۔ چنانچہ لوگوں نے اسے جوش دے کر اس کا دو حصہ ختم کر دیا اور عمر کی خدمت میں پیش کیا، عمر نے اپنی انگلی اس میں داخل کی اور باہر نکال کر کہا: یہ شراب ہے، یہ اونٹ کی شراب کی طرح ہے چنانچہ عمر نے لوگوں کو حکم دیا کہ اسے پئیں۔ یہ دیکھ کر عبادہ بن ثابت نے کہا: خدا کی قسم! آپ نے اسے حلال کر دیا۔ عمر نے کہا: خدا کی قسم! نہیں۔ خدایا! ان پر ایسی شی حلال نہیں کروں گا جسے تو نے حرام قرار دیا ہے اور اس شی کو حرام نہیں کروں گا جسے تو نے حلال قرار دیا ہے۔(۲)

ابو مسلم خولانی نے حج کیا اور زوجہ رسولؐ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضری دی تو عائشہ نے اس سے شام اور وہاں کی سردی کے بارے میں سوال کرنا شروع کر دیا۔ ابو مسلم نے سب کا جواب دیا۔ عائشہ نے پوچھا: لوگ وہاں کی سردی کیسے برداشت کر جاتے ہیں؟

اس نے کہا: اے ام المومنین! وہ ایک مخصوص شراب استعمال کرتے ہیں جس کا نام ''طلاء'' رکھ رکھا ہے۔ عائشہ نے کہا: خدا نے سچ کہا اور میرے حبیب نے تبلیغ کی، میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے: بے شک میری امت کے لوگ شراب پئیں گے اور اس کا دوسرا نام رکھ دیں گے۔(۳)

۱۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۳۰۱۔۳۰۰؛ سنن نسائی، ج۸، ص۳۲۹، (ج۳، ص۲۴۰، حدیث۵۲۲۴)؛ کنز العمال، ج۳، ص۱۰۹؍۱۱۰، (ج۵، ص۵۱۴، حدیث۱۳۷۷۴؍ص۵۱۵، حدیث۱۳۷۷۵)؛ تیسیر الوصول ج۲، ص۱۷۸، (ج۲، ص۲۱۸، حدیث۱۲)؛ جامع مسانید ابوحنیفہ ج۲، ص۱۹۱

۲۔ الموطا مالک، ج۲، ص۱۸۰، (ج۲، ص۸۴۷، حدیث۱۴)

۳۔ الاصابہ، ج۳، ص۵۴۶، (نمبر۸۶۶۴)

آنحضرت نے فرمایا: میرے بعد لوگوں کا ان کے اموال کے ذریعہ امتحان لیا جائے گا، وہ اپنے دین کے ذریعہ خداوند عالم پر احسان جتائیں گے اور رحمت خدا کے آرزومند رہیں گے، وہ لوگ بے بنیاد شکوک وشبہات، نفسانی خواہشات اور نادانیوں کی وجہ سے حرام خدا کو حلال کردیں گے، وہ لوگ شراب کو نبیذ (انگور اور کشمش کا پانی) کا نام دے کر حلال کردیں گے، حرام مال اور رشوت کو ہدیہ وتحفہ اور سود کو معاملہ کا نام دے کر حلال کردیں گے۔(۱)

ابن عباس سے طلاء اور شراب کے بارے میں سوال کیا گیا، ابن عباس نے کہا: یہ طلاء کیا ہے جس کے متعلق مجھ سے سوال کرتے ہو؟ جو پوچھنا چاہتے ہو اسے واضح طور پر بیان کرو۔

لوگوں نے کہا: وہ انگور ہے جسے فشار دیتے ہیں پھر پکاتے ہیں اور اسے دنان میں ڈال کر پیتے ہیں۔ ابن عباس نے پوچھا: کیا وہ مست آور ہے؟ کہا: زیادہ نوشی مستی کا باعث ہوتی ہے۔ یہ سن کر ابن عباس نے کہا: ہر مست آور شئی حرام ہے۔

ان تمام باتوں کو چھوڑیئے خود آنحضرت فرماتے ہیں: **اجتنب کل مسکر قلیله و کثیره** ''ہر مست آور شراب سے پرہیز کرو چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔(۲)

مشروبات کے باب میں پراگندہ طور پر خلیفہ کا یہ مخصوص اجتہاد اور ذاتی نظریہ مذکور ہے جو قرآن وسنت کی شرعی دلیلوں سے قطعی میل نہیں رکھتے بلکہ یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش ہے لیکن ان کی اکثریت اس سے ناواقف ہے۔

۷۹۔ غسل جنابت سے خلیفہ کی جہالت

رفاعہ بن رافع سے منقول ہے کہ میں عمر کے پاس تھا کہ ایک شخص نے ان کے پاس آکر کہا: اے امیر المومنین! یہ زید بن ثابت مسجد میں بیٹھے اپنی رائے کے مطابق اس شخص کے لئے غسل جنابت کا فتوی

۱۔ نہج البلاغہ، ج۲، ص۶۵، (ص۲۲۰)

۲۔ سنن نسائی، ج۸، ص۳۲۴، (ج۳، ص۲۳۶، حدیث۵۲۰۶)؛ تیسیر الوصول ج۲، ص۱۷۲، (ج۲، ص۲۱۲، حدیث۵)۔

دے رہے ہیں جو آمیزش کرے لیکن اس سے منی خارج نہ ہو۔

یہ سن کر عمر نے کہا: اسے میرے پاس حاضر کیا جائے، جب زید آئے تو عمر نے انہیں دیکھ کر کہا: اے اپنی ذات کے دشمن! میں نے سنا ہے کہ تو اپنی رائے کے مطابق لوگوں کو فتوے دے رہا ہے؟ زید نے کہا: اے امیر المومنین! خدا کی قسم! میں نے اپنے چچا سے سنی ہوئی حدیث پر عمل کیا ہے، جس کی روایت ابوایوب، ابی بن کعب اور رفاعہ بن رافع نے کی ہے۔ یہ سن کر عمر نے رفاعہ بن رافع سے کہا: کیا یہ صحیح ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی عورت کے ساتھ آمیزش کرے اور منی خارج نہ ہو تو غسل کیا جائے گا؟ ابن رافع نے کہا: ہم رسول خداؐ کے عہد میں ایسا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں کوئی حرمت نہیں آئی اور آنحضرت نے بھی اس کی ممانعت نہیں فرمائی ہے۔

عمر نے پوچھا: کیا رسول خداؐ اس سے واقف تھے؟ جواب دیا: مجھے نہیں معلوم۔

عمر نے تمام مہاجرین وانصار کو حاضر ہونے کا حکم دیا جب سب آ گئے تو مشورہ کیا، انہوں نے کہا: ایسی صورت میں غسل واجب نہیں ہے۔ لیکن معاذ اور علی بن ابی طالبؑ نے کہا: جب مرد کا ختنہ گاہ عورت کے ختنہ گاہ سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

عمر نے کہا: تم اصحاب بدر اور ان لوگوں میں اختلاف ہے، تمہارے بعد یہ اختلاف اور شدید ہو جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے کہا: اس سلسلے میں رسول خداؐ کی ازواج ہی صحیح اطلاع دے سکیں گی۔

عمر نے حفصہ کو بلا بھیجا، حفصہ نے کہا: مجھے اس سلسلہ میں کوئی علم نہیں۔ جب عائشہ کے پاس آدمی بھیجا گیا تو انہوں نے کہا: **اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل** ''اگر ختنہ گاہ سے ختنہ گاہ عبور کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے''۔ یہ سن کر عمر نے کہا: میں کسی شخص کو ایسا کرتے ہوئے نہ سنوں نہیں تو کوڑے کے ذریعہ دردناک سزا دوں گا۔

دوسرے الفاظ ہیں: اگر مجھے معلوم ہو گیا کہ کسی نے ایسا کیا ہے اور اس نے غسل نہیں کیا ہے تو میں

اسے سزا دوں گا۔(۱)

یہ روایت بھی گروہ صحابہ کی جہالت و نادانی کو آشکار کرتی ہے جن سے خلیفہ نے حکم شرعی کے بارے میں مشورہ کیا تھا، سرفہرست خود خلیفہ ہیں، ہاں! حضرت علیؑ، معاذ اور عائشہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ایسے حکم سے جس کا جاننا خلیفہ کے لئے ضروری تھا خلیفہ کی عدم آگاہی اور دوسرے ان افراد کی عدم آگاہی میں کیا فرق ہے جو خلیفہ کی تاسی و پیروی کرتے ہیں؟

۸۰۔دو مسجدوں کی توسیع میں خلیفہ کی سرگرمی

عبدالرزاق نے زید بن سالم سے نقل کیا ہے: عباس بن عبدالمطلب کا گھر مدینہ کی مسجد کے پہلو میں تھا۔عمر نے کہا: اسے مجھے بیچ دیجئے۔انہوں نے اس گھر کو مسجد میں داخل کرنا چاہا تھا لیکن عباس نے اسے بیچنے سے انکار کر دیا۔

عمر نے کہا: اسے میرے نام ہبہ کر دیں، اسے بھی قبول نہیں کیا۔عمر نے کہا: خود ہی اسے مسجد میں داخل کر دیں لیکن انہوں نے اسے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔عمر نے کہا: آپ کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ ان تینوں میں سے کسی ایک کو قبول کریں۔انہوں نے اس بات کو بھی مسترد کر دیا۔(۲)

تو عمر نے کہا: ایسی صورت میں ایک شخص کو اپنے اور میرے درمیان قاضی قرار دیں، عباس نے ابی بن کعب کو قاضی منتخب کیا، ابی نے عمر سے کہا: میری نظر میں آپ انہیں گھر سے نہیں نکال سکتے، ہاں اگر ان کو راضی کر لیں تو بات اور ہے۔عمر نے اس سے کہا: کیا یہ فیصلہ قرآن و حدیث میں دیکھا ہے یا سنت رسولؐ سے ثابت ہے؟

۱۔مسند احمد، ج۵،ص۱۱۵،(ج۶،ص۱۳۳، حدیث ۲۰۵۹۳)؛ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج۱،ص۸۷)؛ عمدۃ القاری ج۲،ص۴۷، ج ۳،ص۲۵۴؛ شرح معانی الآثار، (ج۱،ص۵۹، حدیث ۳۳۷)؛ المختصر من المختصر من مشکل الآثار، ج۱،ص۱۵، (ج۱،ص۱۴۲)؛ المعجم الکبیر طبرانی، (ج۵،ص۴۲، حدیث ۴۵۳۶)؛ مجمع الزوائد، ج۱،ص۲۶۶؛ الاجابۃ زرکشی،ص۸۴، (ص۷۸)

۲۔درّ منثور، (ج۵،ص۲۳۰)

ابی نے کہا: بلکہ رسول خداؐ کی سنت ہے۔ عمر نے کہا: یہ کون سی سنت ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سلیمان بن داؤدؑ جب بیت المقدس کی تعمیر کر رہے تھے تو وہ جس دیوار کو اٹھاتے صبح ہوتے ہی وہ زمین بوس ہو جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر ان کے فرزند نے کہا: کسی شخص کے حق میں اس کی رضایت سے قبل تعمیر نہ کریں۔ یہ سنتے ہی عمر نے ان کو چھوڑ دیا۔

بعد میں عباس نے خود ہی اسے مسجد میں داخل کر دیا اور اس کو وسعت دی۔

دوسری صورت

ابن سعد(۱) نے سالم بن ابونصر سے روایت کی ہے کہ جب عمر کے زمانے میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو ان کے لئے مسجد تنگ ہوگئی عمر نے مسجد کے اطراف واکناف میں موجود گھروں کو خرید لیا سوائے عباس اور امہات المومنین کے گھروں کے۔

چنانچہ عمر نے عباس سے کہا: اے ابوالفضل! بے شک مسلمانوں کے لئے ان کی مسجد چھوٹی پڑ رہی ہے میں نے اطراف میں موجود تمام گھروں کو خرید کر اس میں وسعت دے دی ہے صرف آپ کا گھر اور امہات المومنین کے حجرے باقی ہیں۔ امہات کے حجرے تو ہماری دسترس سے دور ہیں لیکن جہاں تک آپ کے گھر کا سوال ہے تو بیت المال سے جتنی رقم چاہیں لے لیں اور اسے فروخت کر دیں تاکہ مسجد میں شامل کر کے اسے وسعت دی جاسکے۔

عباس نے کہا: میں یہ کام نہیں کروں گا۔ عمر نے کہا: ان تینوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیں:

۱۔ اسے فروخت کر دیں چاہے جتنی قیمت بیت المال سے لے لیں۔

۲۔ مدینہ کی کوئی ایک زمین منتخب کر لیں میں بیت المال سے تعمیر کرادوں گا۔

۳۔ یا اسے مسلمانوں کے نام ہبہ کر دیں۔

۱۔ طبقات ابن سعد، (ج۴، ص۲۱)

عباس نے کہا: کوئی ایک تجویز بھی قابل قبول نہیں۔ عمر نے کہا: ایسی صورت میں آپ اپنے اور ہمارے درمیان قاضی مقرر کریں۔ عباس نے کہا: میں نے ابی بن کعب کو قاضی مقرر کیا۔

دونوں ابی کے پاس آئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ ابی نے کہا: میں آپ لوگوں کے سامنے رسول خداؐ کی حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں جسے میں نے خود آنحضرت سے سنی ہے۔

دونوں نے کہا: بیان کرو۔ ابی نے کہا: میں نے رسول خداؐ سے سُنا کہ خداوند عالم نے داؤدؑ نبی پر وحی فرمائی کہ میرے لئے ایک گھر تعمیر کرو تاکہ اس میں میرا تذکرہ کیا جائے، اس کے لئے بیت المقدس کا نقشہ آمادہ کیا۔ چنانچہ چاروں گوشوں میں ایک گوشہ پر بنی اسرائیل کے ایک شخص کا گھر تھا۔ جناب داؤدؑ نے چاہا کہ اسے فروخت کردیں لیکن اس نے قبول نہ کیا تو جناب داؤدؑ نے سوچا کہ اسے زبردستی لے لیا جائے۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ اے داؤدؑ! میں نے تمہیں ایسا گھر تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا جس میں میں یاد کیا جاؤں لیکن تم چاہتے ہو کہ میرے گھر میں غصب داخل کرو حالانکہ غصب میری شان ومنزلت کے برخلاف ہے اور ہاں! اس طرح تمہارے فرزندوں کو بھی گھر تیار کرنے کا کوئی حق نہیں۔

داؤدؑ نے کہا: خدایا! میرے فرزندوں کے بعد؟ فرمایا: وہ بھی نہیں''۔

راوی کا بیان ہے کہ عمر نے ابی بن کعب کا گریبان پکڑ کر کہا: میں تمہارے پاس ایک چیز کی حصول کے لئے آیا تھا لیکن تم نے ایسی بات پیش کی جو اس سے بھی زیادہ سخت ہے لہٰذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ اپنی بات کے لئے گواہ پیش کرو۔

عمر اسے کھینچتے ہوئے مسجد میں لائے جہاں اصحاب رسولؐ موجود تھے۔ ان میں ابوذر بھی تھے۔

ابی نے کہا: میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے بھی رسول خداؐ سے وحی داؤدؑ پر مشتمل بیت المقدس کی حدیث سنی ہے وہ بیان کرے۔ یہ سُن کر ابوذر نے کہا: میں نے رسول خداؐ سے یہ حدیث سنی ہے۔

ایک دوسرے صحابی نے کہا: میں نے بھی سنی ہے۔ یہ سنتے ہی عمر نے ابی کو چھوڑ دیا۔

ابی نے عمر کی جانب رُخ کر کے کہا: اے عمر! مجھے حدیث رسولؐ پر متہم کرتے ہو؟ عمر نے کہا: نہیں

خدا کی قسم! میں نے حدیث پر متہم نہیں کیا ہے لیکن مجھے پسند نہیں تھا کہ رسول خداؐ سے یہ حدیث صادر ہوئی ہو۔(۱)

بلاذری کا بیان ہے: جب عثمان بن عفان خلیفہ ہوئے تو گھروں کو خرید کر مسجد میں توسیع کرنے لگے لوگوں کے گھروں کو لے کر اس کی قیمت مقرر کردی، یہ تمام لوگ گھر کے پاس آکر نالہ وشیون اور فریادوفغاں کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر عثمان نے کہا: میری نرمی اور ملائمت نے تم لوگوں کو بے باک وجرائتمند بنادیا ہے اسی طرح عمر نے بھی کیا تھا اور تم راضی ہوگئے تھے پھر حکم دیا کہ سب کو قید کردو۔ جب عبداللہ بن خالد بن اسید نے شفاعت کی تب انہیں رہا کیا گیا۔

طبری وغیرہ کا بیان ہے: ۱۷ھ میں عمر بن خطاب نے عمرہ کیا اور مسجد الحرام کی تعمیر وتوسیع کی چنانچہ اس سلسلہ میں بیس راتوں تک مکہ میں مقیم رہے اور انہوں نے مسجد کے ان پڑوسیوں کو تباہ وبرباد کردیا جو اپنا گھر بیچنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ عمر نے ان کے گھروں کی قیمت بیت المال کے صندوق میں رکھ چھوڑی، ان بے چاروں نے بعد میں اسے لے لیا۔(۲)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ مسجد الحرام اور مسجد نبوی کی توسیع سے متعلق احکام وقوانین سے قطعی بے خبر تھے یہاں تک کہ ابی بن کعب نے انہیں باخبر کیا۔

چنانچہ ابوذر اور ایک دوسرے شخص نے روایت ابی کی موافقت کی۔ لیکن توسیع مسجد کے وقت رسول خداؐ سے مروی روایت کے برخلاف عمل کیا۔ اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب عثمان کا عمل ہے انہوں نے

۱۔ علامہ امینیؒ نے چھ صورتوں پر مشتمل اس واقعہ کو قلمبند کیا ہے، عنوان اور روایت میں ہماہنگی کی وجہ سے چار صورتوں سے صرف نظر کیا جارہا ہے۔ مترجم

۲۔ تاریخ طبری ج۴، ص۲۰۶، (ج۴، ص۶۸، حوادث ۱۷ھ)؛ فتوح البلدان ص۵۳، (ص۵۸)؛ سنن بیہقی، ج۶، ص۱۶۸؛ المستدرک علی الصحیحین، (ج۳، ص۳۷۴، حدیث ۵۴۲۸)؛ تاریخ کامل، ج۲، ص۲۲۷، (ج۲، ص۱۵۷، حوادث ۱۷ھ)؛ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۷، (ج۱، ص۸،)؛ تاریخ ابن شحنہ مطبوع بر حاشیہ الکامل ج۷، ص۱۷۶، (ج۱، ص۲۰۲)؛ درمنثور، ج۴، ص۱۵۹، (ج۵، ص۲۳۱۔۲۳۰)؛ وفاء الوفا سمہودی، ج۱، ص۳۴۹۔۳۴۱، (ج۲، ص۴۸۱)۔

سنت رسولؐ سے آگاہی کے بعد بھی لوگوں کے گھروں کو زبردستی حاصل کیا اور مسجد کو وسعت دی۔

۸۱۔ حکم طلاق سے خلیفہ کی خاموشی

قتادہ سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو عہد جاہلیت میں دو طلاق اور ظہور اسلام کے بعد ایک طلاق دے دیا تھا؟ عمر نے کہا: میں اس سلسلہ میں نہ امر کروں گا اور نہ ہی نہی۔

عبدالرحمٰن نے کہا: لیکن میں تمہیں امر کرتا ہوں کہ حالت شرک میں تیسرے طلاق کی کوئی اہمیت نہیں، طلاق نافذ نہیں۔ (۱)

عمر بن خطاب کا دینی مسائل میں ضرورت کے موقع پر حکم مسئلہ کی شناخت و معرفت کے سلسلے میں امر و نہی سے اجتناب کرنا، صرف ان کی جہالت، نادانی اور عدم شناخت کی بنیاد پر تھا اور ان کی یہ جہالت و نادانی ان کے بیٹے عبداللہ کی جہالت سے کہیں کم تھی۔ اس کا انتقام بھی اس کے باپ نے اس سے لیا اور ابن عباس سے گفتگو کے دوران اس سے خلافت کی صلاحیت و استعداد کا سرے سے انکار کر دیا۔ (۲)

۸۲۔ گوشت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب، زبیر بن عوام کے قصاب خانہ پر آتے تھے، مدینہ و بقیع میں اس کے علاوہ کوئی اور قصاب کی دکان نہیں تھی۔ وہ دکان پر آتے تو ان کے ہاتھ میں مخصوص کوڑا ہوتا تھا۔ چنانچہ جب وہ دیکھتے کہ ایک شخص نے دن میں کئی مرتبہ گوشت کی خریداری کی ہے تو اسے کوڑا مار کر کہتے: کیا دو دن سے تیرا پیٹ بھوکا ہے۔

۱۔ کنز العمال، ج۵، ص۱۶۱، (ج۹، ص۶۶۸، حدیث ۲۷۹۰۵)؛ منتخب کنز العمال مطبوع بر حاشیہ مسند احمد، ج۳، ص۴۸۲، (ج۴، ص۵۴)۔

۲۔ تاریخ طبری ج۵، ص۳۳، (ج۴، ص۲۲۷)؛ العقد الفرید، ج۲، ص۲۵۶، (ج۴، ص۹۷)

۲۔میمون بن مہران سے مروی ہے کہ ایک انصاری کے پاس سے عمر کا گذر ہوا جس کے ہاتھ میں گوشت تھا۔

عمر نے اس سے کہا: یہ کیا ہے؟ کہا: گوشت ہے، اپنے گھر والوں کے لئے لے جا رہا ہوں۔ عمر نے کہا: بہت اچھا۔ دوسرے دن پھر گذر ہوا، اس کے ہاتھ میں گوشت تھا، عمر نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہا گوشت۔ عمر نے کہا: اچھا ہے۔ پھر تیسرے دن بھی گذر ہوا اس کے ہاتھ میں پھر گوشت دیکھا تو پوچھا: اب یہ کیا ہے؟ کہا: اہل خانہ کے لئے گوشت۔ یہ سنتے ہی اپنے کوڑے سے اس کے سر پر مارا پھر منبر پر جا کر کہا: **ایاکم والاحمرین اللحم والنبیذ** ''تمہارے لئے دوسرخیوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے: گوشت اور شراب۔ اس لئے کہ یہ دونوں دین و مال کی بربادی کا موجب بنتے ہیں۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس عجیب و غریب فقہ کے مفاد و مطالب ہماری سمجھ سے دور ہیں، خدا کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ پیغمبر! آپ پوچھئے کہ کس نے اس زینت کو جس کو خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور پاکیزہ رزق کو حرام کر دیا۔(۲)

یہ فقہ خلیفہ اس حدیث رسولؐ سے بھی مطابقت نہیں رکھتی جس میں آپ نے فرمایا ہے: دنیا و آخرت میں خوراک کا سردار گوشت اور دنیا و آخرت میں مشروبات کا سردار پانی ہے۔(۳)

چنانچہ ایک صحیح روایت میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خداؐ کی خدمت میں آ کر عرض کی: اے خدا کے رسولؐ! مجھے جب بھی گوشت دستیاب ہوتا ہے میں اسے عورتوں میں تقسیم کر دیتا ہوں جس کی وجہ سے شہوت و خواہشات میں اضافہ ہوتا ہے اسی لئے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اسی وقت آیت نازل ہوئی:

۱۔سیرۂ عمر ابن جوزی، ص۶۸، (ص۷۳)؛ کنز العمال، ج۳، ص۱۱۱، (ج۵، ص۵۲۲، حدیث ۱۲۷۹۷)؛ الفتوحات الاسلامیہ، ج۲، ص۴۲۴، (ج۲، ص۲۷۳)۔

۲۔اعراف/۳۲ ۔ ۳۔مجمع الزوائد، ج۵، ص۳۵

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَاتُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكُمْ وَلَاتَعْتَدُوا إِنَّ اللهَ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ☆ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ ''ایمان والو! جن چیزوں کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے انہیں حرام نہ بناؤ اور حد سے تجاوز نہ کرو کہ خدا تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو اس نے رزق حلال و پاکیزہ دیا ہے اسے کھاؤ''۔(۱)

اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ زیادہ گوشت خوری مکروہ ہے تو کیا دو یا تین روز تک مسلسل استعمال کرنا اور اسے کھانا عمر کے کوڑے کا موجب بن سکتا ہے؟ اور کیا گوشت کھانے کے نقصانات شراب کے نقصانات کی برابری کر سکتے ہیں کہ وہ دین کی تباہی و بربادی کا سبب بن جائیں؟ ہاں! اگر ایسے ہی فرسودے نظریے پر عمل کیا گیا تو پھر یہ کوڑا کسی بھی حال میں بے کار نہیں رہے گا اور مسلسل مسلمانوں کے سروں پر برستا رہے گا۔

۸۳۔مدنی یہودی اور خلیفہ

ابو طفیل سے مروی ہے: میں نے ابو بکر صدیق کے جنازہ پر نماز پڑھی پھر ہم سب نے عمر کے پاس جمع ہو کر ان کی بیعت کی، ہماری رفت و آمد کا سلسلہ کچھ دنوں تک جاری رہا۔ اسی اثنا میں ہم انہیں امیر المومنین کہہ کر مخاطب کرنے لگے۔

ہم ایک دن عمر کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ایک یہودی عمر کے پاس پہونچا۔ یہودی قوم یہ خیال کرتی تھی کہ عمر موسیٰ بن عمرانؑ کے بھائی ہارون کے فرزندوں میں سے ہیں۔ چنانچہ اس نے عمر کے پاس پہونچ کر کہا: اے امیر المومنین! آپ میں سے کون سب سے زیادہ رسولؐ اور کتاب خدا سے واقف ہے، میں اس سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں؟

عمر نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہی سب سے زیادہ ہمارے رسولؐ اور ان کی کتاب

۱۔سورۂ مائدہ، آیت ۸۸۔۸۷؛ سنن ترمذی، ج۲، ص۱۷۶، (ج۵، ص۲۳۸، حدیث ۳۰۵۴) تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۸۷؛ در منثور، ج۲، ص۳۰۷، (ج۳، ص۱۳۹)

سے واقف ہیں۔

یہودی نے کہا: کیا آپ ایسے ہیں؟ فرمایا: جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو۔

اس نے کہا: میں آپ سے تین تین پھر ایک سوال کرنا چاہتا ہوں؟ حضرت نے فرمایا: تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ میں آپ سے سات سوالات کروں گا؟ یہودی نے کہا: پہلے میں تین سوال کروں گا اگر جواب دیا تو پھر تین اور ایک سوال کروں گا۔ اگر آپ نے پہلے تین سوالوں کے جواب نہیں دیئے یا غلط دیئے تو پھر میں سوال نہیں کروں گا۔

حضرت نے اس سے پوچھا: اگر تم نے سوال کیا اور میں نے جواب دے دیا تو تم کیسے سمجھ پاؤ گے کہ میں نے صحیح جواب دیا ہے یا غلط؟!

راوی کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی یہودی نے اپنی آستین میں ہاتھ ڈال کر ایک پرانی کتاب نکالی اور کہا: ہارونؑ و موسیٰؑ کے ہاتھوں لکھی یہ کتاب میرے باپ دادا کی میراث ہے، اس میں وہ سوالات مذکور ہیں جو میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت نے پھر پوچھا: اگر میں نے صحیح جواب دیا تو کیا مسلمان ہو جائے گا؟ یہودی نے کہا: خدا کی قسم! اگر آپ نے صحیح جواب دیا تو اسی وقت آپ کے سامنے مسلمان ہو جاؤں گا۔

حضرت نے فرمایا: سوال کر۔

یہودی نے سوال کیا: سب سے پہلا پانی کا چشمہ کون سا ہے؟

سب سے پہلے رکھے گئے پتھر کی نشاندہی کریں؟

اس درخت کے متعلق بتائیں جو سب سے پہلے روئے زمین پر تناور ہوا۔

حضرت نے فرمایا: سب سے پہلا چشمہ جو روی زمین پر جاری ہوا، یہودی خیال کرتے ہیں کہ وہ چشمہ بیت المقدس کے پتھر کے نیچے ہے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ وہ ''آب حیات'' کا چشمہ ہے یہودی نے اس کی تائید کی۔

اے یہودی! قوم یہود یہ خیال کرتی ہے کہ روئے زمین کا سب سے پہلا پتھر بیت المقدس کا پتھر

ہے، وہ جھوٹ بولتے ہیں بلکہ وہ حجر اسود ہے جسے حضرت آدمؑ جنت سے زمین پر لائے اور اسے بیت اللہ الحرام کے رکن میں نصب کیا۔ لوگ اسے چھوتے اور بوسہ لیتے ہیں اور اس کو گواہ بنا کر اپنے اور خدا کے درمیان عہد و پیمان کرتے ہیں۔ یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں خدا کی قسم! آپ نے سچ کہا۔

یہودیوں کے خیال کے مطابق پہلا درخت ''درخت زیتون'' ہے، یہ جھوٹ ہے بلکہ پہلا درخت خرما کا درخت ہے جسے حضرت آدمؑ نے جنت سے لاکر کاشتکاری کی تھی۔

یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے سچ کہا۔

حضرت نے فرمایا: سوال کر۔

اس نے کہا: مجھے بتائیں کہ حضرت محمدؐ جنت میں کہاں ہیں؟

حضرت نے فرمایا: جنت میں حضرت محمدؐ عرش خدا سے سب سے زیادہ قریب جگہ پر ہیں۔ یہودی نے اس کی گواہی دی۔

حضرت نے فرمایا: سوال کر۔

اس نے کہا: مجھے حضرت محمدؐ کے اہل میں ان کے وصی کے متعلق بتائیں کہ وہ آنحضرت کے بعد کتنے سال زندہ رہیں گے اور کیا ان کی عام موت ہوگی یا قتل کیے جائیں گے؟

حضرت نے فرمایا: اے یہودی! ان کے انتقال کے بعد تیس سال تک زندہ رہیں گے اور پھر یہ اور یہ رنگین ہو جائے گی، آپ نے سر و صورت کی جانب اشارہ فرمایا۔

یہ سنتے ہی یہودی اپنی جگہ سے بے ساختہ اٹھا اور کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں: ''لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ''۔

حافظ عاصمی نے ''زین الفتی فی شرح سورۃ ھل اتی'' میں اسے نقل کیا ہے، اس میں حضرت عمر نے صراحت سے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ امت میں سب سے زیادہ کتاب خدا اور اس کے رسولؐ سے واقف ہیں۔ اور یہ احمق صاحب الوشیعہ کہتا ہے کہ عمر بطور مطلق ابوبکر کے بعد اعلم امت ہیں۔

''والانسان علی نفسہ بصیر'' انسان اپنی ذات سے زیادہ آگاہ ہے۔

۸۴۔خلیفہ وہ پہلے انسان ہیں جو فریضہ میراث میں بعول کے قائل ہوئے

ابن عباس سے منقول ہے: فرائض میں بعول کی بنیاد رکھنے والے پہلے انسان ''عمر بن خطاب'' ہیں، جب ان کے اوپر میراث کی تقسیم مشکل ہوئی اور تمام ورثہ ایک دوسرے پر برتری لے جانے لگے تو کہا: **واللہ ماادری ایکم قدم للہ ولا ایکم آخر** ''خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کس کو خداوند عالم نے مقدم کیا ہے اور کس کو مقدم نہیں کیا ہے''۔ اور وہ ایک پرہیز گار انسان تھے اور کہتے تھے: میری نظر میں میرے لئے اس سے زیادہ وسیع بات نہیں کہ میں تمھارے درمیان میراث تقسیم کروں اور سہام کے زیادہ ہونے پر صاحب حق کو اس کا حق دے سکوں''۔

عبیدہ اللہ ابن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے منقول ہے:

میں اور زفر بن اولیس بن عدنان، ابن عباس کے پاس ان کے نابینا ہونے کے بعد پہونچے اور فرائض میراث کے بارے میں گفتگو ہوئی۔

ابن عباس نے کہا: تم سوچتے ہو کہ ریگزاروں کا حساب ان کی عدد کی وجہ سے ممکن ہے، مال میں نصف، نصف اور ثلث کا احصا جب نصف نصف ختم ہو جائے تو ممکن نہیں ہے ایسی صورت میں ثلث کہاں ہے؟

زفر نے ان سے پوچھا: اے ابن عباس! جس پہلے انسان نے فرائض میں زیادتی کی وہ کون تھا؟ جواب دیا: عمر بن خطاب۔ پوچھا: کیوں؟ کہا: جب فرائض پیچیدہ ہوئے اور بعض بعض پر مقدم ہوئے تو کہا: خدا کی قسم! نہیں جانتا کہ تمھارے ساتھ کیا کروں، خدا کی قسم! نہیں معلوم خدا نے کس کو مقدم کیا ہے اور کس کو مؤخر اور کہا: میری نظر میں اس مال میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ تمھارے حصے اور سہام کو تم پر تقسیم کروں۔ اس کے بعد ابن عباس نے کہا: خدا کی قسم! جسے خداوند عالم نے مقدم قرار دیا ہے اگر اسے مقدم رکھتے اور جسے مؤخر قرار دیا ہے اسے مؤخر رکھتے تو فریضے زیادہ نہیں ہوتے۔

زفر نے ان سے کہا: کون مقدم اور کون مؤخر ہے؟ کہا: ہر فریضہ دوسرے فریضہ کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے اور یہ وہی ہے جسے خدا نے مقدم قرار دیا ہے اور یہ شوہر کا فریضہ ہے کہ اس کے لئے نصف

ہے لہٰذا اگر ۱/۴ کے ذریعہ زائل ہو جائے تو اس کے حصہ میں کمی واقع نہیں ہوگی اور زوجہ کے لئے ۱/۴ ہے اگر اس سے زائل ہو جائے تو ۱/۸ کی طرف واپس ہو جائے گا اور اس کے حصہ میں کمی واقع نہیں ہوگی اور بہنوں کے لئے دوثلث ۲/۳ ہے اور ایک بہن کے لئے ایک ثلث ۱/۳ حصہ ہے اور اگر بیٹیاں بھی اس میں داخل ہو جائیں تو بقیہ چیزیں ان کے حصے میں آئیں گی، لہٰذا اگر کوئی اس کا حصہ مکمل طور پر دیدے جس کو خدا نے مقدم قرار دیا ہے اور اس کے بعد بقیہ افراد میں تقسیم کرے تو فریضہ میں زیادتی نہیں ہوگی۔

یہ سن کر زفر نے پوچھا: کس چیز نے اس نظریہ کے اظہار سے روک رکھا تھا؟ انھوں نے کہا: خدا کی قسم! ان کی سخت گیری اور ہیبت نے۔(۱)

تاریخ سیوطی اور محاضرۂ سکتواری کے اوائل میں ہے کہ عمر وہ پہلے انسان تھے جو فرائض میں بعول کے قائل ہوئے۔(۲)

تبصرۂ علامہ امینی

میں خلیفہ کے اس قول کے بعد کیا کہوں کہ ''خدا کی قسم! نہیں جانتا تمھارے ساتھ کیا کروں، خدا کی قسم نہیں معلوم کس کو خدا نے مقدم کیا ہے اور کس کو مؤخر''۔ میں ابن عباس کے قول کے بعد کیا کہوں کہ ''خدا کی قسم! جسے خدا نے مقدم کیا ہے اسے مقدم رکھتے اور جسے مؤخر کیا ہے اسے مؤخر رکھتے تو فریضۂ سہام زیادہ نہیں ہوتا''۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ان کو خود ہی اس بات کا اقرار ہے کہ میں حکم مسئلہ سے واقف نہیں ہوں تو پھر انہوں نے اپنی ذاتی رائے کے مطابق فتویٰ کیسے دے دیا؟!

حالانکہ وہ خود ہی اپنے ایک خطبہ میں کہتے ہیں: ''جان لو کہ صاحبان نظر سنت کے دشمن ہیں، وہ

۱۔احکام القرآن جصاص، ج۲،ص۱۰۹(ج۲،ص۹۰)؛المستدرک علی الصحیحین، ج۴،ص۳۴۰(ج۴،ص۳۷۸،حدیث ۷۹۸۵)؛ سنن بیہقی، ج۶،ص۲۵۳؛ کنزالعمال، ج۶،ص۷(ج۱۱،ص۲۷،حدیث ۳۰۴۸۹)

۲۔تاریخ الخلفاء، ص۹۳،(ص۱۲۸)؛محاضرہ سکتواری، ص۱۵۲

احادیث کو یاد کرنے سے عاجز تھے، اسی لئے اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دیا اور گمراہ ہو گئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کر دیا، جان لو کہ ہم اقتداء کرنے والے ہیں قانون بنانے والے نہیں، ہم پیروی کرتے ہیں بدعت نہیں پھیلاتے، جب تک ہم سنت اور روایات سے وابستہ رہیں گے گمراہ نہیں ہوں گے''۔(۱)

کیا اقتداء اور پیروی اس کو کہتے ہیں یا دین میں بدعت گذاری کی یہی ابتداء ہے؟!

خلیفہ جیسے افراد فرائض سے ناواقف کیسے رہ سکتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی کہتے ہیں: خداوند عالم کے نزدیک امام اور خلیفہ کی جہالت و نادانی سے زیادہ کوئی بھی نادانی و جہالت مذموم اور قبیح نہیں ہے''۔(۲)

وہ دینی فقاہت کی معلومات حاصل کرنے سے پہلے مسند قضاوت پر کیسے بیٹھ گئے حالانکہ وہ خود کہتے ہیں: **تفقهوا قبل ان تسودوا** ''ریاست وحکومت سے قبل غور و فکر کرو اور احکام دین کی تعلیم حاصل کرو۔(۳)

۸۵۔عمال کے اموال کی تقسیم میں خلیفہ کا اجتہاد

عمر وہ پہلے انسان تھے جنھوں نے عمال کے ساتھ شرکت کر کے اور ان کے اموال کو نصف کر دیا۔(۴)

۱۔ابو ہریرہ؛ ان سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے مجھے بحرین کا عامل اور گورنر مقرر کیا، میں نے اس دوران کل دو ہزار رقم جمع کی، جب مجھے معزول کیا گیا اور میں عمر کے پاس پہونچا تو انھوں نے کہا: اے دشمن خدا و مسلمین! یا کہا: اے کتاب خدا کے دشمن! تم نے مال خدا کی چوری کی ہے۔ میں نے کہا: میں دشمن خدا و مسلمین یا دشمن کتاب خدا نہیں، میں اس کا دشمن ہوں جو خدا اور مسلمانوں کا دشمن ہے، ہاں!

۱۔سیرۂ عمر ابن جوزی، ص۱۰۷ (ص۱۱۶)

۲۔سیرۂ عمر ابن جوزی، ص۱۰۰، ۱۰۲، ۱۶۱، (ص۱۰۸، ۱۱۱، ۱۶۶)

۳۔صحیح بخاری، ص۳۸، باب الاغتباط فی العلم (ج۱، ص۳۹، باب۱۵)

۴۔شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۱۳ (ج۱۲، ص۷۵، خطبہ۲۲۳)۔

کچھ گھوڑے مجھے دستیاب ہوئے یہ اس کی قیمت ہے۔

ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ انھوں نے مجھ سے بارہ ہزار لئے، جب نماز صبح ادا کی تو میں نے کہا: ''اللھم اغفر لعمر '' خدایا! عمر کو بخش دے''۔

کچھ دنوں بعد عمر نے کہا: اے ابو ہریرہ! عامل نہیں ہونا چاہتے؟ میں نے کہا: نہیں۔ عمر نے پوچھا: کیوں، تم سے بہتر یوسفؑ تھے وہ بھی عامل ہوئے اور کہا: مجھے زمین کے خزانوں کا والی مقرر کر دے۔

یہ سن کر میں نے کہا: یوسفؑ رسول ابن رسول تھے اور میں ابو ہریرہ بن امیہ ہوں، میں تم سے تین اور دو باتوں سے خوف زدہ ہوں۔ عمر نے پوچھا: تم نے پانچ کیوں نہیں کہا۔ میں نے کہا: ڈرتا ہوں کہ آپ اپنے کوڑوں سے میری پشت زخمی کریں گے، میری آبرو ریزی کریں گے اور میرے اموال کو زبردستی چھین لیں گے اور ناپسند کرتا ہوں کہ میں معین ہو چکے حکم کے سوا کچھ کہوں اور بغیر علم کے حکم کروں۔

عمر نے ابو ہریرہ کو بلا کر کہا: تم جانتے ہو کہ جب میں نے تمھیں بحرین کا عامل مقرر کیا تھا تو اس وقت تمھارے پاس نعلین بھی نہیں تھے لیکن اس کے بعد معلوم ہوا کہ تم نے ایک ہزار چھ سو دینار کے گھوڑے خرید لئے؟

ابو ہریرہ نے کہا: میرے پاس کچھ گھوڑے تھے جنھوں نے بچے جنے اور بعض لوگوں نے کچھ ہدیہ پیش کیا جو انھیں میں ملحق ہو گیا۔

عمر نے کہا: میں نے تمہارے رزق و روزی اور اخراجات کا حساب کتاب کر لیا ہے یہ اس سے زیادہ ہے اسے میرے حوالے کر دو۔

ابو ہریرہ نے کہا: یہ آپ کا حق نہیں ہے۔

عمر نے کہا: خدا کی قسم! میں تیری پشت زخمی کر دوں گا، پھر وہ اپنے کوڑے کے ساتھ بلند ہوئے اور اتنا زور سے مارا کہ خون جاری ہو گیا۔ اس کے بعد کہا: اسے میرے حوالے کر دو۔

ابو ہریرہ نے کہا: میں نے خدا کے نزدیک اس کا حساب کر دیا (یعنی راہ خدا میں خرچ کر دیا)۔

عمر نے کہا: اگر تو نے حلال راستہ سے حاصل کیا ہے تو اسے اپنی مرضی سے واپس کر دو، امیہ نے تمہیں صرف اور صرف خرچرانی کے لئے پیدا کیا ہے۔

۲۔ سعد بن ابی وقاص؛ لوگ انہیں ''مستجاب'' کہتے تھے، اس لئے کہ رسول خداؐ کا ارشاد ہے: سعد کی دعا سے پرہیز کرو۔

چنانچہ جب عمر نے ان کے اموال کو نصف کیا تو سعد نے کہا: میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے۔ عمر نے کہا: تم مجھے نفرین کرو؟ کہا: ہاں۔ عمر نے کہا: اس وقت خداوند عالم مجھے یقینی طور پر بد بخت کردے گا۔

بلاذری نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ سعد بن ابی وقاص نے چند طبقوں پر مشتمل ایک عمارت تعمیر کروائی، ان میں لکڑی کے دروازے نصب کروائے اور اپنے محل پر سونے چاندی سے مزین ایک مخصوص دروازہ نصب کروایا۔

یہ دیکھ کر عمر بن خطاب نے محمد بن مسلمہ انصاری کو ورغلایا کہ وہ عمومی وخصوصی دونوں دروازوں کو جلا ڈالے اور سعد کو مسجد کوفہ میں مجبور و بے بس کیا، لیکن عمر بن خطاب کو سعد نے خیر و نیکی کے علاوہ کچھ نہیں کہا۔(۱)

سیوطی کا بیان ہے: عمر نے اپنے عمّال کو حکم دیا اور انہوں نے اپنے اموال اور مخارج کو لکھ بھیجا، ان میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے اور عمر نے اموال کا آدھا حصہ لے لیا۔(۲)

۳۔ جب عمر بن خطاب نے ابوموسیٰ کو معزول کیا تو اس کے اموال کا نصف حصہ خود لے لیا۔

۴۔ عمر بن خطاب نے عامل مصر ''عمرو بن عاص'' کو لکھا: عمر بن خطاب کی طرف سے عمرو عاص کو سلام علیک.... مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم گھوڑے، اونٹ، گائے، بھیڑ اور بہت سے غلاموں کے مالک ہو حالانکہ یہ بات میرے ذہن میں محفوظ ہے کہ اس سے قبل تمہارے پاس اتنا مال و متاع نہیں تھا لہٰذا فوراً لکھو کہ کہاں سے ملا، مجھ سے چھپانے کی کوشش نہ کرو۔

۱۔ فتوح البلدان، ص ۲۸۶ (ص ۲۷۷)

۲۔ تاریخ الخلفاء (ص ۱۳۲)

عمر بن عاص نے جواب میں لکھا:

امیر المومنین عبداللہ کی طرف... سلام علیک۔ میں آپ کی خدمت میں اس خدا کی حمد وثنا اور شکر بجالاتا ہوں جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں۔ اما بعد! بیشک امیر المومنین کا خط موصول ہوا، اس میں مجھ سے منسوب تمام افواہیں مذکور ہیں اور یہ بھی کہ وہ مجھ سے واقف ہیں کہ اس سے قبل میرے پاس مال ومتاع نہیں تھا لیکن میں امیر المومنین کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں اُس سرزمین پر زندگی بسر کر رہا ہوں جس میں کسی چیز کی قیمت بہت سستی ہے، میں یہاں کسان کی طرح کھیتوں پر محنت ومشقت کرتا ہوں اور پھر یہ کہ خود امیر المومنین کے رزق میں وسعت ہے، خدا کی قسم! اگر آپ کے ساتھ خیانت جائز وحلال ہوتی تو بھی میں خیانت نہیں کرتا۔

لہٰذا اے امیر المومنین! احتیاط سے کام لیں، میرے پاس اپنی پونجی ہے کہ اگر میں اس کی جانب واپس پلٹ جاؤں تو آپ کے لئے کام کرنے سے بہتر ہے کہ وہاں زندگی بسر کروں، میری جان کی قسم! جو آپ کے پاس رہتا ہے اس کی زندگی مذموم اور بیکار ہے۔

عمر بن خطاب نے اسے تحریر کیا:

اما بعد:

خدا کی قسم! میں تیرے احسانوں کی طرح نہیں ہوں، تیری یہ بے ربط باتیں تجھے اس بات سے بے نیاز نہیں کرسکتیں کہ تو اپنا تزکیہ کرے، میں تیری طرف محمد بن مسلم کو روانہ کر رہا ہوں جو تیرے اموال کو نصف کرے گا، ہاں! تم عمال، مال ومتاع کے چشمہ پر بیٹھے اپنے اور اہل وعیال کے لئے اموال جمع کررہے ہو، لیکن شاید تم واقف نہیں کہ تم لوگ مال کے عوض اپنی بدنامی جمع کررہے ہو اور آتش جہنم کو اپنی میراث قرار دے رہے ہو..... والسلام

جب محمد بن مسلم، عمر بن عاص کے پاس پہونچے تو اس نے انواع واقسام کی غذائیں اس کے سامنے ڈال دیں لیکن محمد بن مسلم نے کھانے سے صاف انکار کردیا۔

عمرو عاص نے کہا: کیا ہماری غذا کو حرام سمجھتے ہو؟

محمد نے کہا: اگر تم ایک مہمان کی غذا میرے سامنے رکھتے تو میں اسے ضرور کھاتا لیکن تم نے جو غذا میرے سامنے رکھی ہے وہ شرّ کا مقدمہ ہے، خدا کی قسم! میں تمہارے یہاں پانی بھی نہیں پیوں گا لہٰذا وہ تمام چیزیں تحریر کرو جو میرے پاس موجود ہیں، اسے پوشیدہ نہ کرو۔

اس نے تمام اموال کو تقسیم کیا یہاں تک کہ ایک جوڑا جوتا باقی بچا تو محمد نے ایک اپنے پاس رکھا اور دوسرا عمرو کے حوالے کر دیا۔

یہ دیکھ کر عمرو عاص غضبناک ہو کر کہنے لگا: اے محمد بن مسلم! خدا ان ایام کو برا قرار دے جن میں عمرو عاص نے عمر بن خطاب کے لئے عامل اور فرمانداری کی ہے۔

خدا قسم! میں نے خطاب کو سر کے اوپر لکڑی کی گٹھری اٹھائے ہوئے دیکھا تھا، اس کا بیٹا بھی اسی کی طرح تھا، خدا کی قسم! عاص بن وائل سونے سے مزین لباس ہی زیب تن کرتا تھا۔

محمد نے اس سے کہا: خاموش رہو، خدا کی قسم! عمر تم سے بہتر ہے، ہاں! تیرا باپ اور اس کا باپ دونوں آتش جہنم کا مزہ چکھیں گے۔

عمرو بن عاص نے کہا: یہ باتیں خدا کی امانت کے طور پر میرے پاس محفوظ رہیں گی، اسے عمر سے بیان نہ کرنا۔

۵۔ ابوسفیان معاویہ سے ملاقات کے بعد واپسی میں عمر کے پاس پہونچا۔ عمر نے کہا: ابوسفیان! مجھے اجازت دو۔ ابوسفیان نے تعجب سے کہا: میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس کی میں اجازت دوں۔ عمر نے اس کی انگوٹھی نکال کر ہند (زوجہ ابوسفیان) کے پاس بھیجی۔ قاصد نے کہا: ہند سے کہنا کہ ابوسفیان نے کہا ہے کہ انگوٹھی کو دیکھو اور تھیلے کو میرے پاس بھیج دو جسے میں نے تمہارے حوالے کیا تھا۔

چنانچہ تھوڑی دیر بعد دس ہزار سے بھری ہوئی دو تھیلیاں حاضر کی گئیں، عمر نے اسے بیت المال میں ڈال دیا۔ جب عثمان خلیفہ ہوئے تو وہ تھیلیاں واپس کرنا چاہا۔ ابوسفیان نے کہا: میں وہ مال نہیں لے سکتا جس کی وجہ سے عمر نے میری سرزنش کی تھی۔

۶۔ عمر بن خطاب نے عتبہ بن ابی سفیان کو طائف اور وہاں کی مالیات کا والی مقرر کیا اور پھر اسے

معزول کردیا، چنانچہ اس کے بعد ایک جگہ اچانک مڈبھیڑ ہوگئی، عتبہ کے پاس اس وقت تیس ہزار درہم تھے، عمر نے اس سے کہا: یہ درہم کہاں سے آگئے؟

اس نے کہا: خدا کی قسم! یہ نہ آپ کا ہے اور نہ ہی مسلمانوں کا، میں اس مال کو شہر کے باہر لے جا کر کھیت وغیرہ خریدوں گا۔ عمر نے کہا: میں نے اپنے عامل کے پاس مال ومتاع دیکھا جس کے لئے بیت المال کے علاوہ کوئی جگہ نہیں۔ پھر اس سے لے لیا، جب عثمان خلیفہ ہوئے تو اس نے ابوسفیان سے کہا: کیا آپ کو اس مال کی ضرورت ہے؟ بے شک میری نظر میں ابن خطاب کے پاس اسے حاصل کرنے کی کوئی دلیل نہیں تھی۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! مجھے ان اموال کی ضرورت ہے لیکن تم ایسے انسان کی تردید نہ کرو جو تم سے پہلے تھے کہ تمہارے بعد آنے والے افراد تمہارے ساتھ بھی یہی سلوک کریں۔

۷۔ ایک دن عمر ایک ایسی عمارت سے گذرے جو پتھر اور چونے سے بنائی گئی تھی۔ دیکھ کر کہا: یہ کس کی ملکیت ہے؟ کہا گیا: آپ کے بحرین کے ایک عامل کی۔ سنتے ہی ان اموال کو دو حصوں میں تقسیم کر کے کہا: میرے ہر خائن کے پاس دو امین ہیں: مٹی اور پانی۔

۸۔ عمر نے ابوعبیدہ کے پاس آدمی بھیجا کہ اگر خالد نے اپنی تکذیب کر لی ہے تو وہ فرمانبرداری کے عہدہ پر باقی رہے گا اور اگر تکذیب نہیں کی تو وہ اپنے عہدے سے معزول ہو جائے گا ایسی صورت میں اس کا عمامہ اتار کر دو حصوں میں تقسیم کردو، چنانچہ خالد نے اپنی تکذیب نہیں تو ابوعبیدہ نے اس کے تمام اموال کی تقسیم کر دی حتی اس کا ایک جوتا لے لیا اور دوسرا خالد کے پاس چھوڑ دیا، اس پورے واقعہ میں خالد کہتا رہا:

"سمعاً وطاعة اميرَ المومنين"

عمر کی ساعت تک یہ بات پہونچی کہ خالد نے اشعث بن قیس کو از راہ ہمدردی دس ہزار دے دیا ہے، عمر نے ابوعبیدہ کے پاس بھیجا کہ بالائے منبر جائے اور خالد کو اپنے سامنے رکھے، اس کا عمامہ سر سے اتار کر اس سے باندھ دے، اس لئے کہ جو دس ہزار دیا ہے اگر اس کا اپنا مال تھا تو اس نے اسراف سے

کام لیا ہے اور اگر مال مسلمین تھا تو خیانت کی ہے۔(۱)

حلبی لکھتے ہیں: شعبی کے مطابق خالد اور عمر کے درمیان عداوت و دشمنی کی اصل وجہ یہ تھی کہ ایام جوانی میں دونوں نے باہم کشتی کی، خالد نے عمر کو زمین پر دے پٹکا جس سے عمر کی پنڈلی ٹوٹ گئی، کچھ دن علاج و معالجہ کے بعد وہ ٹھیک ہوگئی۔ جب عمر مسند خلافت پر بیٹھے تو انہوں نے سب سے پہلے خالد کو معزول کیا اور کہا: یہ خالد ہرگز میرے کسی کام کا متولی نہیں ہوسکتا، اسی لئے انہوں نے ابو عبیدہ کو خالد کے پاس روانہ کیا کہ اگر.....۔(۲)

طبری (۳) نے اپنی تاریخ میں سلمان بن یسار سے نقل کیا ہے کہ عمر جب بھی خالد کے پاس سے گذرتے تو کہتے تھے: اے خالد! مال اللہ کو جیب سے باہر نکالو۔ خالد کہتا: خدا کی قسم! اس میں چھوٹی کوڑی بھی مال اللہ نہیں ہے۔

جب زیادہ اصرار کرتے تو خالد کہتا: اے امیر المومنین! آپ کی خلافت میں حاصل کی گئی رقم چالیس ہزار درہم مجھ تک بھی نہیں پہونچی، عمر نے اس سے کہا: میں نے وہ چالیس ہزار درہم حاصل کیا، خالد نے کہا: ٹھیک ہے وہ آپ کا مال ہوا، عمر نے کہا: میں نے اسے لے لیا۔

پھر خالد کے تمام وسائل زندگی اور غلاموں کے بعد اس کی قیمت اسی ہزار درہم تک پہونچی، عمر نے نصف کرنے کے بعد چالیس ہزار درہم اسے دے دیا اور باقی اپنے پاس رکھ لیا، بعض لوگوں نے کہا: اے امیر المومنین! اگر خالد کو اس کا مال واپس کردیں تو زیادہ بہتر ہے۔

عمر نے کہا: میں مسلمانوں کا تاجر ہوں، خدا کی قسم! میں اسے ہرگز واپس نہیں کروں گا۔

عمر یہ خیال کرتے تھے کہ وہ اس عمل سے خالد کے توسط سے پنڈلی تڑوانے کی تلافی کررہے ہیں اور ان کے دل کو ٹھنڈک پہونچ رہی ہے۔

۱۔ سیرہ، حلبی، ج۳، ص۲۲۰ (ج۳، ص۱۹۸)؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۷، ص۱۵ (ج۷، ص۱۳۱، حوادث ۲۱ھ)

۲۔ تاریخ طبری (ج۴، ۶۸، حوادث ۱۷ھ)

۳۔ تاریخ طبری (ج۳، ص۴۳۷، حوادث ۱۳ھ)

تاریخ ابن کثیر میں ہے: خالد کی موت کے بعد عمر نے حضرت علیؑ سے کہا: خالد پر کئے گئے مظالم سے شرمندہ ہوں۔ وہ کہتے: خدا ابوسفیان (خالد) پر رحم کرے! بے شک ان کے متعلق ہمارا خیال قطعی غلط تھا۔(۱)

محمد بن سیرین کا بیان ہے: خالد عمر کے پاس پہونچا، اس کے جسم پر ریشمی کپڑا تھا، عمر نے اس سے کہا: خالد! یہ کیا...؟ خالد نے کہا: اسے میں نے پہن لیا تو کون سا برا کام کیا، کیا عبدالرحمٰن بن عوف ریشمی لباس نہیں پہنتے تھے؟ عمر نے کہا: کیا تو ابن عوف ہے اور گمان کرتا ہے کہ ابن عوف کے لئے جو چیز ہو وہ تیرے لئے بھی ہو، میں یہاں موجود سب کو حکم دیتا ہوں کہ اس لباس سے جتنا کچھ حاصل کرنا چاہئے کر لے۔ ابن سیرین کا بیان ہے: تمام لوگ خالد کے ریشمی کپڑے پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ اس کے جسم پر کچھ بھی نہ رہا۔(۲)

بلاذری نے ان بعض حکام وعمال کے اسماء قلمبند کئے ہیں جن کے اموال کو عمر بن خطاب نے دو حصوں میں تقسیم کیا تھا؛ لیجئے ان کی فہرست ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ ابوہریرہ دوسی، (بحرین کے والی)؛

۲۔ سعد بن ابی وقاص، (کوفہ کے والی)؛

۳۔ ابوموسیٰ اشعری، (بصرہ کے والی)؛

۴۔ عمرو بن عاص بن وائل سہمی، (مصر کے والی)؛

۵۔ ابوسفیان بن حرب بن امیہ؛

۶۔ عتبہ بن ابوسفیان (طائف کے والی)؛

۷۔ بحرین کا ایک نامعلوم عامل؛

۸۔ خالد بن ولید، بعض علاقوں میں ابوبکر کا عامل؛

۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۷، ص۱۱۷، (ج۷، ص۱۳۲، حوادث ۲۱ھ)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۷، ص۱۱۵، (ج۷، ص۱۳۱، حوادث ۲۱ھ)

۹۔ابوبکرہ نفیع بن حرث بن کلدہ ثقفی؛

۱۰۔نافع بن حرث بن کلدہ (ابوبکر کے بھائی)؛

۱۱۔حجاج بن عتیک ثقفی (فرات کے والی)؛

۱۲۔جزء بن معاویہ، احنف کے چچا (برسرق کے والی)؛

۱۳۔بشر بن محتفز، جندی شابور (اہواز کے والی)؛

۱۴۔ابن غلاف خالد بن حرث، اصفہان کے بیت المال کا عامل؛

۱۵۔عاص بن قیس بن صف سلمی (مناذر کا والی)؛

۱۶۔سمرہ بن جندب (بازار اہواز کا والی)؛

۱۷۔نعمان بن عدی بن نضلہ کعبی، (دجلہ کے دیہی علاقوں کا عامل)

۱۸۔مجاشع بن مسعود سلمی (زمین بصرہ اور مالیات کا والی)؛

۱۹۔شبل بن معبد بجلی احمسی (جنگی غنائم کا سردار)

۲۰۔ابومریم بن محرش حنفی (رام ہرمز کے والی)

متذکرہ بالا افراد کی فہرست ابوالمختار یزید بن قیس نے ان اشعار میں قلمبند کی ہے اور جسے اس نے عمر بن خطاب کی خدمت میں پیش کیا تھا:

أبلغ أميرَ المومنينَ رسالةً فأنتَ أمينُ اللهِ في النهيِ والأمر

وأنت أمينُ اللهِ فينا ومن يكن أميناً لربّ العرشِ يسلمْ له صدري

فلا تَدَعَنْ أهل الرساتيق والقرى يسيغون مالَ اللهِ في الأدم والوفرِ

فأرسل الىٰ الحجّاجِ فاعرف حسابَه وأرسل الىٰ جزءٍ وأرسل الىٰ بشرِ

ولا تنسينّ النافعينِ كليهما ولاابن غلابٍ من سراةِ بني نصرِ

''میرے پیغام کو امیرالمومنین تک پہونچا دو کہ آپ امر ونہی میں خدا کے امین ہیں، آپ ہمارے درمیان بھی خدا کے امین ہیں اور جو صاحب عرش کا امین ہو اس کے لئے میرا سینہ تسلیم ہے، لہٰذا ان

دیہاتوں اور قصبوں کے افراد کو نہ چھوڑیں جو مال اللہ کو اپنی خوراک اور پوشاک اور جمع آوری میں خرچ کرتے ہیں''۔ (اس کے بعد کے اشعار میں حکام کا نام لے کر ان کے اموال کے حساب و کتاب کو قلمبند کیا ہے)۔

ایک شعر میں کہتا ہے:

ولا تدعونّی للشھادۃ انّنی   أغیب ولٰکنّی أریٰ عجبی الدھر

''ہاں! مجھے گواہی کے لئے طلب نہ کریں کہ میں ان کی غیبت کروں گا، لیکن میں عجائب روزگار کو دیکھ رہا ہوں۔

۲۱۔ بنی لیث بن کنانہ کی ایک فرد ''حرث بن وہب'' کے اموال کو دو حصوں میں تقسیم کیا، عمر نے اس سے کہا: ان اونٹوں اور غلاموں کا کیا ہوا جنھیں تم نے سو دینار میں فروخت کر دیا تھا؟

اس نے کہا: میں نے انھیں اپنے اخراجات میں صرف کیا پھر اس سے تجارت کی۔

عمر نے کہا: لیکن خدا کی قسم! میں نے تمھیں تجارت کے لئے نہیں بھیجا تھا، اُسے جلد میرے حوالے کر دو۔

اس نے کہا: لیکن ہاں! اس کے بعد آپ کے لئے کوئی کام نہیں کروں گا۔ عمر نے کہا: میں بھی اس کے بعد کوئی کام نہیں لوں گا۔ (۱)

۱۔ فتوح البلدان، ص۹۰، ۳۹۲،۲۲۶، (ص۹۳، ۲۲۱، ۳۷۷)؛ تاریخ طبری، ج۴، ص۵۶، ۲۰۵، (ج۳، ص۲۳۷۔۲۳۶، حوادث ۱۳ھ، ج۴، ص۶۷، حوادث ۱۷ھ)؛ العقد الفرید، ج۱، ص۱۸/۲۱، (ج۱، ص۳۹)؛ معجم البلدان، ج۲، ص۷۵؛ صبح الاعشیٰ، ج۶، ص۳۸۶، ۳۷۷، (ج۶، ص۳۷۳، ۳۶۸)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۵۸؛ ج۳، ص۱۰۴، (ج۱، ص۱۷۴، خطبہ۳، ج۱۲، ۴۲، خطبہ۲۲۳)؛ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص۴۴، (ص۵۸)؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۷، ص۱۸، ۱۱۵، ج۸، ص۱۱۳، (ج۷، حوادث ۱۳ھ، ص۹۳، حوادث ۱۷، ص۱۳۰، حوادث ۲۱ھ، ج۸، ص۱۲۱، حوادث ۵۹ھ)؛ سیرۂ حلبیہ، ج۳، ص۲۲۰، (ج۳، ص۱۹۹)؛ تاریخ الخلفاء، ص۹۶، (ص۱۳۲)؛ الفتوحات الاسلامیہ، ج۲، ص۴۸۰؛ ج۲، ص۳۱۴۔

تبصرۂ علامہ امینیؒ

میں نہیں جانتا کہ اگر خلیفہ کے پاس اس بات کی کوئی دلیل تھی کہ یہ اموال مسلمانوں کے بیت المال سے چوری کئے گئے ہیں تو پھر تمام اموال کو کیوں نہیں ضبط کیا اور اگر ان کے خیال میں یہ اموال انہیں کی ملکیت تھے تو پھر کہاں کی عقلمندی ہے کہ اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے حتیٰ ان کے جوتوں کو بھی تقسیم کیا جائے اور اس طرح یہ فعل ان کی سیرت کا ایک نمونہ بن جائے۔

سعد بن عبدالعزیز کہتے ہیں: عمر عمّال و حکام کے حاصل کئے گئے اموال میں تقسیم کرتے تھے۔(۱) اور اگر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی تو انہوں نے لوگوں کے اموال میں دخل اندازی کیوں کی اور ان کے اس دعوے کو کیوں رد کر دیا کہ یہ تجارت کا سود، گھوڑوں کی پیداوار، زراعت کے منافع اور ان کی ملکیت ہے؟

انہوں نے گواہ لانے کا حکم کیوں نہ دیا؟! اور صرف سوءظن کی وجہ سے ملزم کیوں ٹھہرایا؟! حالانکہ جو مال مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو وہ انہیں کی ملکیت شمار ہوتی ہے، ایسی صورت میں صرف دعویٰ کر دینا ہی قابل قبول نہیں ورنہ پھر مسلمانوں کا بازار ہی ٹھپ ہو جائے گا؟

بظاہر جن صحابہ کے اموال کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا وہ خلیفہ کی نظر میں ایسے چور تھے جو بدترین چوری کے مرتکب ہوئے تھے، اس لئے کہ اکثر چور صرف ایک، دو یا چند افراد کے اموال کی چوری کرتا ہے لیکن حکم تنصیف کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ جماعت تمام مسلمانوں کے اموال کی چوری کی مرتکب ہوئی ہے۔

یہ لوگ اس واقعہ سے قبل و بعد مسلمانوں کے نفوس اور ان کے احکام و اموال کے امین تھے، ان میں صرف کچھ افراد ہی تھے جنھوں نے جرمانہ ادا کرنے کے بعد خود کو الگ کر لیا تھا اور عمر کے زیر فرمان نہ تھے۔

۱۔ الاصابۃ، ج۲، ص۳۱۰، (نمبر ۵۱۵۷)۔

میں نہیں جانتا کہ وہ سب چور تھے یا سب کے سب عادل و پرہیزگار۔

۸۶۔ خلیفہ اور اونٹ کی خریداری

انس بن مالک سے مروی ہے: ایک اعرابی اونٹ لے کر آیا تھا تا کہ اسے فروخت کرے، عمر اس کے پاس پہونچے، انھوں نے اونٹوں کو پیر مارنا شروع کیا تا کہ وہ بھڑکیں اور عمر دیکھ سکیں کہ ان کے پیر کیسے ہیں؟

یہ دیکھ کر اعرابی مسلسل کہتا رہا: اے بدتمیز! میرے اونٹوں کو چھوڑ دے۔ آخر میں کہا: میرے خیال میں تو ایک بدتمیز اور بدمزاج آدمی ہے۔

جب اس احمقانہ کام سے فارغ ہوئے تو اونٹوں کو خرید لیا اور کہا: لے چلو اور ان کی قیمت لے لو، اعرابی نے کہا: پہلے میں پالان اور فرش وغیرہ اتار لوں تب لے چلوں گا۔

عمر نے کہا: میں نے ان تمام لوازمات کے ساتھ خریدا ہے لہٰذا اب یہ ہماری ملکیت ہے۔ اعرابی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم بدتمیز اور نالائق آدمی ہو۔

اختلاف کے درمیان حضرت علیؑ تشریف لائے، حضرت کو دیکھ کر عمر نے کہا: کیا راضی ہو کہ یہ شخص میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے؟ اعرابی نے کہا: ہاں،۔ چنانچہ پورا واقعہ حضرت سے بیان گیا۔ حضرت نے فرمایا: اے امیر المومنین! اگر آپ نے شرط لگادی تھی کہ اونٹوں کو ان کے لوازمات کے ساتھ خریدیں گے تو یہ آپ کی ملکیت ہے ورنہ ان کے لئے مزید قیمت ادا کیجئے؟ یہ سُن کر شتربان نے پالان وغیرہ اتارا اور ہٹانے لگا، عمر نے بھی اونٹوں کی تمام قیمت اعرابی کو ادا کی۔ (۱)

خداوند عالم اس اعرابی کی طرف سے حضرت علیؑ کو بہترین جزا عطا فرمائے کہ اس دن انھوں نے اس کے لوازمات کی حفاظت فرمائی لیکن کیا خلیفہ محترم اپنی فقاہت کے ذریعہ اس مشکل کو حل نہیں کر سکتے

۱۔ کنز العمال، ج۲، ص۲۲۱، (ج۴، ص۱۴۲، حدیث ۹۹۱۰)؛ منتخب کنز العمال مطبوع بر حاشیہ مسند احمد، ج۲، ص۲۳۱، (ج۲، ص۲۲۱)۔

تھے؟! ہم اسے منصف مزاج محقق کے علم وکاوش پر چھوڑتے ہیں۔

۸۷۔ بیت المقدس کے بارے میں خلیفہ کا نظریہ

سعد بن میسب سے مروی ہے: ایک شخص نے عمر بن خطاب سے بیت المقدس جانے کی اجازت طلب کی۔عمر نے کہا: جاؤ سامان سفر تیار کرو اور جانے سے پہلے مجھے باخبر کرو۔ چنانچہ وہ جانے سے پہلے دوبارہ عمر کے پاس آیا تو عمر نے کہا: بیت المقدس کے بجائے عمرہ کے لئے جاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ اسی وقت عمر کے پاس سے دو افراد کا گذر ہوا، ان سے پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ کہا: بیت المقدس سے۔ یہ سنتے ہی انہوں نے اپنے کوڑے سے مارا، پھر کہا: کیا یہ حج ہے حج بیت اللہ کی طرح۔ انھوں نے خوف زدہ ہو کر کہا: ہم اُس طرف سے عبور کر رہے تھے۔(۱)

تبصرۂ علامہ امینیؒ

بیت المقدس ان تین مسجدوں میں سے ایک ہے جن کی زیارت کے لئے سفر کی زحمتیں برداشت کرنی چاہئے اور ان میں زیارت اور نماز پڑھنی چاہئے لیکن خلیفہ کی نگاہوں سے وہ احادیث وروایات قطعی دور ہیں جو رسول خداؐ سے اس سلسلے میں مروی ہیں یا انہوں نے رسول خداؐ سے نہیں سنا یا حفظ کرنے سے قاصر رہے یا فراموش کر گئے، اسی لئے اس شخص کو منع کر دیا جو اس کی زیارت کے لئے آمادہ تھا اور ان سے اجازت طلب کر رہا تھا نیز ان دو افراد پر اپنا کوڑا بلند کیا جو اس کی زیارت سے مشرف ہو کر آئے تھے لہٰذا انھوں نے خوف سے اس بات کا اظہار کیا کہ ہم اُس کی طرف سے عبور کر رہے تھے۔

لیجئے اس سلسلے میں واضح روایات کو پڑھ کر خلیفہ کے اقدام پر حیرت کریں:

۱۔ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: **لا تشد الرجال الا ثلاثة مساجد**

۱۔اخبار مکہ ارزقی، (ج۲،ص۶۳)؛ کنز العمال، ج۷،ص۵۷، (ج۱۴،ص۱۴۶، حدیث ۳۸۱۹۴)

المسجد الحرام، مسجدی هنا و المسجد الاقصیٰ ''تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کے لئے سامان سفر آمادہ نہ کیا جائے: مسجد الحرام، میری مسجد (مسجد نبوی)، مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)۔(۱)

ابو ہریرہ کی دوسری روایت ہے: البتہ تین مسجدوں کے لئے سفر کرنا چاہیئے: مسجد مکہ، میری مسجد اور مسجد ایلیا۔(۲)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ایلیا بیت المقدس کے ایک شہر کا نام ہے، بعض کہتے ہیں: اس سے مراد بیت اللہ ہے۔ ابو علی طبرسی کہتے ہیں: بیت المقدس کا نام ایلیا رکھا گیا ہے۔

بقول فرزدق:

و بیتان بیت اللہ نحن ولاتہ   وقصر باعلی ایلیا مشرّف

''دو گھر خانۂ خدا ہیں جن کے ہم والی ہیں اور ایک محل شہر ایلیا کی بلندی پر واقع ہے''۔

۲۔ ابو ہریرہ کے الفاظ میں ایک حدیث حضرت امیر المومنینؑ سے مروی ہے، طبرانی نے اسے نقل کیا ہے۔(۳)

۳۔ ابو ہریرہ کی پہلی روایت میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے، بزاز نے اسے نقل کیا ہے اور ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے رجال ثقہ و معتبر ہیں۔(۴)

انہیں سے ایک دوسری روایت مروی ہے: تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور کے لئے رخت سفر نہ

۱۔ مسند، ج ۲، ص ۲۳۸، ۲۷۸، (ج ۲، ص ۴۷۳، حدیث ۷۲۰۸/ ص ۵۴۲، حدیث ۷۶۷۸)؛ صحیح بخاری، (ج ۱، ص ۳۹۸، حدیث ۱۱۳۲)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۲۴۴؛ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۲، (ج ۳، ص ۱۸۳، حدیث ۵۱۱، کتاب الحج)؛ سنن دارمی، ج ۱، ص ۳۳۰؛ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۱۸، (ج ۲، ص ۲۱۶، حدیث ۲۰۳۳)؛ سنن ابن ماجہ ج ۱، ص ۴۳۰ (ج ۱، ص ۴۵۲، حدیث ۱۴۰۹)؛ سنن نسائی ج ۲، ص ۳۷ (ج ۱، ص ۲۵۸؛ مصابیح السنۃ، ج ۱، ص ۴۷، (ج ۱، ص ۲۸۰، حدیث ۴۸۱)؛ مجمع الزوائد، ج ۴، ص ۳؛ البحر الزخار، (مسند بزار)، (ج ۱، ص ۲۹۱، حدیث ۱۸۷)؛ المعجم الکبیر، (ج ۲، ص ۲۷۶، حدیث ۲۱۵۸/ ۲۱۵۹، کتاب الحج)؛ المعجم الاوسط، (ج ۱، ص ۴۷۱، حدیث ۸۵۷)

۲۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۲، (ج ۳، ص ۱۸۳، حدیث ۵۱۳، کتاب الحج)؛ سنن بیہقی، ج ۵، ص ۲۴۴

۳۔ المعجم البلدان، (ج ۱، ص ۲۹۳)

۴۔ المعجم الصغیر، (ج ۱، ص ۱۷۳)؛ مجمع الزوائد، ج ۴، ص ۳

باندھا جائے: مسجد الحرام، مسجد مدینہ، مسجد بیت المقدس۔(۱)

۴۔عبداللہ بن عمرو بن عاص سے بطور انتساب مروی ہے: جب سلیمان بن داوٗدؑ نے بیت المقدس تعمیر کی تو خداوند عالم سے تین باتوں کا تقاضا کیا:

۱۔ایسی قضاوت جو حکم خدا کے موافق ہو، خدا نے انھیں دے دیا۔

۲۔ایسی حکومت وسلطنت جو اس کے بعد کسی کو نہ ملے۔

۳۔جب مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو خواہش کی کہ اس میں نماز پڑھنے والے کے گناہوں کو اس کے وجود سے اس طرح برطرف کر دے جیسے وہ ابھی پیدا ہوا ہے۔(۲)

۵۔ابوسعید خدری سے بطور مرفوع مروی ہے کہ کسی شخص کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی مسجد کی زیارت کی غرض سے سامان سفر تیار کرے اور اس میں نماز پڑھے سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔(۳)

۶۔ابی جعد ضمیری سے مروی ہے کہ زحمت سفر تحمل نہ کیا جائے... ابوہریرہ کی روایت۔ بزار اور طبرانی نے کبیر اور اوسط میں اس کی روایت کی ہے، اس کے تمام راوی معتبر ہیں۔(۴)

۷۔بصرہ ابن ابوبصرہ سے بطور نسبت مروی ہے کہ کوئی شخص اپنے وسائل سفر کو آمادہ نہ کرے مگر تین مسجدوں کے لئے: مسجد الحرام، میری مسجد اور مسجد ایلیا (بیت المقدس)۔(۵)

۱۔مسند بزار، (ج۱، ص۲۹۱، حدیث ۱۸۷)؛ مجمع الزوائد، ج۴، ص۴؛ المعجم الکبیر، (ج۱۲، ص۲۵۹، حدیث ۱۳۲۸۳)؛ المعجم الاوسط، (ج۱۰، ص۱۹۱، حدیث ۹۳۱۵)

۲۔سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۴۳۰، (ج۳، ص۳۷۶، حدیث ۱۰۶۵۶/ ج۳، ص۷/۳۴/۵۱/۷۷/۷۸/۹۳)، (ج۱، ۴۵۲۱، حدیث ۱۴۰۸)؛ سنن نسائی، ج۲، ص۳۴، (ج۱، ص۲۵۶، حدیث ۷۷۲)۔

۳۔مسند احمد، ج۳، ص۶۴/ ص۴۳۱، حدیث ۱۱۰۲۵، ص۴۵۱، حدیث ۱۱۰۹۱/ ص۴۷۱، حدیث ۱۱۲۱۵/ ص۴۹۳، حدیث ۱۱۳۲۵، ص۱۱۳۲۹/ ص۵۱۹، حدیث ۱۱۴۷۳؛ صحیح بخاری، ج۳، ص۲۲۴، (ج۲، ص۷۰۳، حدیث ۱۸۹۳)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۶۷، (ج۲، ص۱۴۸، حدیث ۳۲۶)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ۴۳۰، (ج۱، ص۴۵۲، حدیث ۱۴۱۰)؛ مشکاۃ المصابیح، ص۶۰، (ج۱، ص۲۲۳، حدیث ۶۹۳)

۴۔المعجم الکبیر، (ج۲۲، ص۳۶۶، حدیث ۹۱۹)؛ المعجم الاوسط، (ج۶، ص۵۱، حدیث ۵۱۰۶)؛ مجمع الزوائد، ج۴، ص۴۔

۵۔بغیۃ الوعاۃ، ص۴۴۳، (ج۲، ص۴۰۱، نمبر۹)

۸۔رسول خداؐ کی کنیز میمونہ کا بیان ہے: اے رسول خداؐ! ہمیں بیت المقدس کے بارے میں فتویٰ دیجئے۔فرمایا: سرزمین محشر پر جاؤ اور نماز پڑھو، اس مکان مقدس میں نماز پڑھنا ہزار نماز کے مانند ہے۔

میں نے عرض کی: اگر کوئی شخص وہاں جانے کی قدرت وطاقت نہیں رکھتا ہو اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

فرمایا: روغن زیتون بھیجو تا کہ اس کے چراغ میں ڈال کر روشن کیا جائے (یعنی چراغ ہدیہ کرو) جو شخص ایسا کرے گا وہ ایسا ہی ہے کہ جیسے وہاں موجود ہے۔(۱)

یہ ان احادیث کا مختصر سا خاکہ ہے جو بیت المقدس اور وہاں نماز پڑھنے کے سلسلے میں مروی ہیں۔

خداوند عالم نے اپنے بندۂ خاص حضرت محمدؐ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی۔خود صحابہ کرام نماز وزیارت کی غرض سے وہاں جاتے تھے۔(۲)

حافظ ابن عساکر نے اس سلسلے میں ایک مستقل کتاب تالیف کی ہے اور اس کا نام ''المستقصیٰ فی فضائل مسجد الاقصیٰ'' رکھا ہے۔

اگر ہم ان احادیث وروایات سے اغماض نظر کر بھی لیں پھر بھی ہر مسجد کے لئے سفر کرنا اور اس کی صعوبتیں برداشت کرنا اولین مباحات میں سے ہے جس کے بارے میں کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے تو پھر مخصوص کوڑے کی بارش کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

حدیث میں ہے: اگر کوئی کسی مسجد میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس کے اجر ثواب میں ان قدموں کو بھی شامل کیا جاتا ہے جو مسجد کی جانب اٹھتے ہیں خواہ دور ہو یا نزدیک۔(۳)

جی ہاں! ایسا لگتا ہے کہ خلیفہ ان مسجدوں کی آمد ورفت میں آثار رسول کا احیاء دیکھ رہے تھے جو ان کے مخصوص اجتہاد سے میل نہیں کھا رہا تھا (گذشتہ صفحات میں ملاحظہ ہو)۔

۱۔سنن ابن ماجہ، ج۱،ص۴۲۹،(ج۱،ص۴۵۱،حدیث۱۴۰۷)؛سنن بیہقی، ج۲،ص۴۴۱

۲۔مجمع الزوائد، ج۴،ص۴

۳۔سنن ترمذی، ج۱،ص۱۸۴،(ج۲،ص۴۹۹،حدیث۶۰۳)

۸۸۔مجوس کے بارے میں خلیفہ کی رائے

یحییٰ بن سعید نے عمر بن خطاب سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ مجوسی کے ساتھ کیسے پیش آؤں حالانکہ وہ اہل کتاب بھی نہیں۔

دوسری روایت:

عمر نے کہا: میں نہیں جانتا کہ ان کے ساتھ کیا کروں، یہ سن کر عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا: مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب کی طرح پیش آؤ۔

بجالہ سے مروی ہے کہ میں مناذر میں جزء بن معاویہ کا منشی تھا، چنانچہ میرے پاس عمر بن خطاب کا خط آیا کہ اپنے علاقہ میں مجوسیوں پر نظر رکھو اور ان سے ٹیکس حاصل کرو اس لئے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے خبر دی ہے کہ رسول خداؐ مجوسیوں سے ٹیکس لیتے تھے۔

اسی سے مروی ہے کہ عمر مجوسیوں سے ٹیکس نہیں لیتے تھے پھر عبدالرحمٰن بن عوف نے گواہی دی کہ رسول خداؐ مجوسیوں سے ٹیکس لیتے تھے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

کیا اس شخص پر تعجب وحیرت نہیں جو امور خلافت کا متولی ہوتے ہوئے بھی خلافت کے حساس اور اہم ترین مسئلہ سے ناواقف ہے؟ اس لئے کہ مجوسیوں کا حکم ان اولین چیزوں میں سے ہے جس کی معرفت وشناخت، حکومت اسلامی کے متولی کے لئے بہت ضروری ہے، مالی اعتبار سے بھی اور دینی وسیاسی اعتبار سے بھی۔

کیا آپ کو تعجب نہیں کہ ایسا اہم حکم کئی سال تک نافذ نہیں ہوا پھر عبدالرحمٰن بن عوف نے اس کی

۱۔الاموال، ص۳۲، (ص۴۰، حدیث ۷۷)؛ موطا مالک، ج۱، ص۲۰۷، (ج۱، ص۲۷۸، حدیث۴۲)؛ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس باب الجزیہ، (ج۳، ص۱۱۵۱، حدیث ۲۹۸۷)؛ مسند احمد، ج۱، ص۱۹۰، (ج۱، ص۳۱۲، حدیث ۱۶۶۰)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۹۲، (ج۴، ص۱۲۴، حدیث ۱۵۸۶)؛ احکام القرآن جصاص، ج۳، ص۱۱۴، (ج۳، ص۹۲)؛ فتوح البلدان بلاذری، ص۲۷۶، (ص۲۶۷/۲۶۶)؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۴۸، ج۹، ص۱۸۹؛ مصابیح السنۃ، ج۲، ص۹۷، (ج۳، ص۱۰۹، حدیث ۳۰۷۷)؛ سیرہ عمر، ابن جوزی، ص۱۱۴

گواہی دی اور ان کی گواہی کے بعد نافذ ہوا؟! اور وہ بھی خلیفہ کی موت سے ایک سال پہلے؟! (۱)

اس بات کا بھی امکان ہے کہ خلیفہ اس مسئلہ اور اس کے مانند بہت سے مسائل سے دوچار ہوں اور عبدالرحمٰن بن عوف جیسے افراد و اشخاص ان کی دسترس سے دور ہوں کہ وہ ان سے سوال کریں یا خبر دیں تو پھر اُس وقت وہ کیا کرتے ہوں گے؟! اور اگر عبدالرحمٰن کو ان کی ماں نے جنم نہ دیا ہوتا تو جناب عمر اپنے احکام میں کس کی طرف رجوع کرتے؟! کون اپنے علم سے ان کو فیضیات کرتا ہوگا؟! وہ لوگوں کے امور و معاملات کے متولی کیسے ہو گئے حالانکہ لوگوں میں ان سے بھی زیادہ جانکار موجود ہیں؟!

وہ اور امر خلافت کے تمام متولی رسول خداؐ کے اس ارشاد کے پیش نظر کیا کرتے ہوں گے: **من تولی من امر المسلمین شیئا فاستعمل علیھم رجلا وھو یعلم ان فیھم من ھو اولی بذلک و اعلم منہ بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ فقد خان اللہ و رسولہ و جمیع المومنین** ''جو بھی مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی معاملہ کا متولی ہو اور کسی کو ان کے لئے مقرر کرے درحالیکہ وہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس سے بھی زیادہ مناسب اور کتاب خدا و سنت رسول کا جانکار ہے تو بے شک اس نے خدا، اسکے رسولؐ اور تمام مومنین کے ساتھ خیانت کی ہے''۔ (۲)

۸۹۔ رجب کے روزوں کے متعلق خلیفہ کی رائے

خرشہ بن حر کا بیان ہے: میں نے عمر بن خطاب کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو ماہ رجب کا روزہ رکھنے پر مارتے تھے چنانچہ وہ خوف سے افطار کر لیتے تھے۔

عمر کہتے: رجب اور کیا رجب... ماہ رجب ایسا مہینہ تھا جسے جاہلی عہد کے افراد اہمیت دیتے تھے پھر ظہور اسلام کے بعد متروک ہو گیا۔ (۳)

۱۔ مشکاۃ المصابیح، ص۳۳۴، (ج۲، ص۲۱۳، حدیث ۳۰۳۵)

۲۔ مجمع الزوائد، حافظ ہیثمی ج۵ ص۲۱۱

۳۔ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج۳، ص۱۰۲)؛ مجمع الزوائد، ج۳، ص۱۹۱؛ کنز العمال، ج۴، ص۳۳۱، (ج۸، ص۶۵۳، حدیث ۲۴۵۸۰)

تبصرۂ علامہ امینیؒ

بے شک خلیفہ کی نظروں سے وہ تمام روایات واحادیث مخفی رہ گئیں جو رسول خداؐ سے ماہ رجب کے روزوں کی فضیلت میں مختلف جہتوں سے وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ماہ رجب کے روزوں کی تشویق وترغیب اور ان کے بے پناہ اجر وثواب کے سلسلے میں ارشادات رسولؐ۔

۲۔رسول خداؐ سے مروی وہ احادیث جو ہر مہینہ کے تین روزوں کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، یہ رجب اور دوسرے مہینوں کو بھی شامل ہیں۔

۳۔وہ احادیث جو رسول خداؐ سے بالخصوص محترم مہینوں کے روزوں کے بارے میں مروی ہیں ان میں ماہ رجب بھی ہے۔

۴۔وہ حدیثیں جن میں رسول خداؐ نے پورے سال ایک دن روزہ رکھنے اور دوسرے دن افطار کرنے کی تشویق کی ہے اس میں ماہ رجب بھی شامل ہے۔

لیجئے مندرجہ ذیل روایتیں ملاحظہ کیجئے:

حصہ اول احادیث:

۱۔عثمان بن حکیم سے مروی ہے: میں نے سعید بن جبیر سے ماہ رجب کے روزوں کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے کہا: میں نے ابن عباس سے سُنا ہے، رسول خداؐ روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ وہ افطار نہیں کرتے اور جب افطار کرتے تو ہم کہتے تھے کہ وہ روزہ نہیں رکھتے۔(۱)

۲۔امیر المومنینؑ سے مروی ہے: ماہ رجب وہ عظیم مہینہ ہے جس میں خداوند عالم حسنات کو دوگنا کر دیتا ہے چنانچہ جو شخص ماہ رجب میں ایک دن روزہ رکھتا ہے وہ ایسا ہے جیسے اس نے پورے سال

۱۔صحیح بخاری، ج۳، ص۲۱۵، (ج۲، ص۶۹۶، حدیث ۱۸۷۰)؛ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۱۸، (ج۲، ص۵۱۳، حدیث ۱۷۹)؛ مسند احمد، ج۱، ص۳۲۶، (ج۱، ص۵۳۷، حدیث ۳۰۰۲)؛ سنن ابی داؤد، ج۱، ص۳۸۱، (ج۲، ص۳۲۳، حدیث ۲۴۳۰)؛ سنن بیہقی، ج۴، ۲۹۱؛ تیسیر الوصول، ج۲، ص۳۲۸، (ج۲، ۳۹۱)

روزہ رکھا ہے، سات روزہ رکھنے والے پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، آٹھ روزے رکھنے والے پر جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جو اس مہینے میں دس روزہ رکھتا ہے وہ خداوندعالم سے جس چیز کی خواہش کرتا ہے اسے عطا کر دیا جاتا ہے اور جو اس مہینے میں پندرہ روزہ رکھتا ہے تو منادی، آسمان میں آواز دیتا ہے کہ خداوندعالم نے اس کے گذشتہ تمام گناہوں کو بخش دیا ہے، ازسرنو عمل کرو اور جو اس میں زیادتی کرتا ہے خدا حسنات میں زیادتی کرتا ہے۔(۱)

۳۔ ابوہریرہ سے بطور نسبت مروی ہے: بعد از رمضان، رجب وشعبان کا ایک روزہ کامل ہے۔(۲)

۴۔ انس بن مالک سے بطور نسبت مروی ہے: جنت میں ایک ایسا محل ہے جس میں ماہ رجب میں روزہ رکھنے والے کے علاوہ کوئی اور داخل نہیں ہوسکتا۔(۳)

بیہقی نے انس سے نقل کیا ہے کہ جنت میں رجب نامی ایک نہر ہے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیرین ہے، جو ماہ رجب کا ایک روزہ رکھے گا خداوندعالم اسے اس نہر سے سیراب کرے گا۔(۴)

۵۔ ابن عساکر نے ابوقلابہ سے نقل کیا ہے کہ جنت میں ماہ رجب کے روزہ داروں کے لئے ایک قصر ہے۔(۵)

۱۔ مجمع الزوائد، ج۳، ص۱۹۱؛ الغنیۃ عبدالقادر جیلانی، ج۱، ص۱۹۸، (ص۲۷۸)؛ مصباح الظلام، ج۲، ص۸۲، (ج۲، ص۱۹۹، حدیث۴۵۶)؛ شعب الایمان بیہقی، (ج۳، ص۳۶۸، حدیث۳۸۰۱)۔

۲۔ مجمع الزوائد، ج۳، ص۱۹۱؛ الغنیۃ، ج۱، ص۲۰۰، (ص۲۸۱)

۳۔ کنزالعمال، ج۴، ص۳۴۱، (ج۸، ص۶۵۳، حدیث۲۳۵۸۲)؛ الغنیۃ، ج۱، ص۲۰۰، (ص۲۸۱)

۴۔ شعب الایمان، (ج۳، ص۳۶۷، حدیث۳۸۰۰)؛ شرح المواہب زرقانی، ج۸، ص۱۲۸؛ الغنیۃ، ج۱، ص۲۰۰؛ جامع الصغیر، (ج۱، ص۳۵۵، حدیث۲۳۲۶)؛ شرح جامع الصغیر، مناوی، ج۲، ص۲۷۰

۵۔ تاریخ ابن عساکر، (ج۲۵، ص۳۳۴، نمبر۳۰۴۶)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۱، ص۲۴۹)؛ شرح المواہب، ج۸، ص۱۲۸؛ کنزالعمال، ج۴، ص۳۴۱، (ج۸، ص۶۵۳، حدیث۲۳۵۸۱)۔

۶۔ابوداؤد نے عطاء بن ابی ریاح سے نقل کیا ہے کہ عروہ بن زبیر نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا: کیا رسول خداؐ ماہ رجب میں روزہ رکھتے تھے؟ جواب دیا: ہاں اور اسے بہت اہمیت دیتے تھے، تین مرتبہ اس کی تکرار کی۔(۱)

۷۔مکحول سے مروی ہے: ایک شخص نے ابوداؤد سے ماہ رجب کے روزوں کے متعلق سوال کیا، اس نے کہا: ایسے مہینے کے بارے میں سوال کیا ہے جسے ایام جاہلیت میں لوگ اہمیت دیتے تھے اور اسلام نے اس کی فضیلت و بزرگی میں مزید اضافہ کر دیا ہے، جو اس مہینے میں بندگی اور عبادت خدا کی غرض سے ایک دن روزہ رکھے، اس کے ذریعہ خدا کے اجر وثواب کو پیش نظر رکھے اور خالصتاً خدا کی رضایت وخوشنودی کا طلبگار ہو تو اس دن کا روزہ غضب الٰہی کو ختم کرنے کا ذریعہ ہوگا، اس کی وجہ سے اس کے اوپر جہنم کے دروازے بند ہو جائیں گے۔(۲)

ماہ رجب کے روزوں کی فضیلت واہمیت سے متعلق بہت سی احادیث پائی جاتی ہیں خاص طور سے اس مہینے میں جمعرات اور ۲۷ویں دن کا روزہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

ابی سعید خدری، سبطین رسولؐ (حضرت حسنؑ وحسینؑ)، انس بن مالک، ابوہریرہ، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، سلاہ بن قیس اور ابن عباس کے طریق سے متذکرہ روایت مروی ہے، جلد اول ملاحظہ ہو، چنانچہ بعض کتابوں میں ان احادیث کو قلمبند کیا گیا ہے۔(۳)

رفاعی نے بعض احادیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ طبقات سبکی (۴) میں مذکور ہے کہ شافعی نے روزۂ ماہ رجب کے سلسلے میں مروی حدیث منع کی تضعیف کی ہے، اس کے بعد شافعی نے ''الام القدیم'' سے حکایت کی ہے کہ اس نے کہا: اگر کوئی شخص ماہ رمضان کے علاوہ پورے مہینے روزہ رکھے تو میری نظر میں کراہت رکھتا ہے اس لئے کہ کہیں جاہل اس کے وجوب کا گمان نہ کرنے لگیں۔

۱۔شرح المواہب، ج۸، ص۱۲۸؛ ضوء الشمس، ج۲، ص۶۷
۲۔الغنیۃ، ج۱، ص۱۹۸، (ص۲۷۸)
۳۔الغنیۃ ج۱، ص۲۰۵۔۱۹۶، (ص۲۸۳/۲۷۷/۲۸۸/۲۸۶)
۴۔طبقات الشافعیہ (ج۴، ص۱۲، نمبر۲)

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کہتے ہیں: ماہ رجب کے روزوں کی ممانعت کرنے والا جاہل وان پڑھ ہے، بلکہ مستحب روزے حرام مہینوں میں منقول ہیں اور وہ مہینے چار ہیں:

ا۔رجب	۲۔ذی قعدہ
۳۔ذی الحجہ	۴۔محرم

رسول خداؐ سے مروی ہے کہ ماہ رجب اللہ کا مہینہ ہے، بعض لوگوں نے دریافت کیا: اس کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا: کیوں کہ یہ مغفرت سے مخصوص ہے، اس میں خون محفوظ رہتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ جب ماہ رجب کی پہلی شب آتی ہے تو خداوند عالم فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ با آواز بلند کہیں: جان لو کہ ماہ رجب کا آغاز ہو چکا ہے، خوشا بہ حال اس شخص کے جو اس مہینے میں توبہ واستغفار کرے۔

مروی ہے کہ حضرت آدمؑ نے کہا: خدایا! مجھے اپنے رابطے کے لئے محبوب ترین دن اور محبوب ترین اوقات کی نشاندہی فرما۔

فرمایا: میرے نزدیک محبوب ترین دن پندرھویں رجب ہے، جو شخص اس دن روزہ ونماز اور صدقات کے ذریعہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے میں اسے مانگنے والی ہر شئے عطا کرتا ہوں اور استغفار کرنے کی صورت میں معاف کردیتا ہوں۔اے آدمؑ! اگر کوئی پندرھویں رجب کو حالت روزہ میں صبح کرے، میری یاد میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرے اور اپنے اموال میں سے صدقہ دے تو اس کی جزا جنت ہے۔

جی ہاں چاروں مذاہب کے فقہاء ماہ رجب کے روزوں کے استحباب کا عقیدہ رکھتے ہوئے انھیں مستحب روزے میں شمار کرتے تھے سوائے حنبلیوں کے۔

ان کی نظر میں رجب کے پورے مہینے میں روزہ رکھنا مکروہ ہے، ہاں! اگر درمیان میں افطار کرے تو کوئی کراہت نہیں۔(۱)

ا۔الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج۱، ص۲۳۹، (ج۱، ص۵۵۷)

شاید انہوں نے احیاء العلوم (۱) میں مذکور ایک حدیث کی وجہ سے کہا ہے، اس میں ہے کہ بعض اصحاب رجب کے پورے مہینے کے روزوں کو مکروہ سمجھتے تھے اس لئے کہ کہیں وہ ماہ رمضان سے مشابہ نہ ہو جائے۔

حصہ دوم احادیث:

۱۔ معاذ عدویہ سے منقول ہے: میں نے حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ کیا رسول خداؐ ہر مہینہ تین روزہ رکھتے تھے؟ کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: مہینے کے کون سے دنوں میں؟ جواب دیا: کوئی دن مشخص نہیں تھا۔

ابوداؤد اور بیہقی کے الفاظ ہیں: مشخص نہیں تھا کہ کس مہینے کے کس دن روزہ رکھتے ہیں۔ (۲)

۲۔ ابوذر سے روایت ہے کہ جو شخص ہر مہینہ روزہ رکھتا ہے تو وہ تمام عمر کا روزہ محسوب ہوتا ہے۔

دوسری تعبیر: میرے حبیب نے تین چیزوں کی سفارش و تاکید فرمائی ہے، انشاء اللہ میں کبھی ترک نہیں کروں گا: نماز عید، سونے سے قبل کی نماز کی تاکید، ہر مہینہ تین روزوں کی تاکید۔ (۳)

۳۔ عثمان بن ابوعاص سے روایت ہے: ہر مہینہ تین دن روزہ رکھنا بہتر ہے۔ (۴)

۴۔ ابوہریرہ سے روایت ہے: ماہ رمضان کا روزہ صبر ہے اور ہر مہینہ میں روزہ رکھنا روزۂ دنیا ہے۔

۱۔ احیاء العلوم، ج۱، ص۲۳۴، (ج۱، ص۳۱۳)

۲۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۲۱، (ج۲، ص۵۲۰، حدیث۱۹۴، کتاب الصیام)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۴۷، (ج۳، ص۱۳۵، حدیث۷۶۳)؛ سنن ابی داؤد، ج۱، ص۳۸۴، (ج۲، ص۳۲۸، حدیث۲۴۵۳)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۵۲۳ (ج۱، ص۵۴۵، حدیث۱۷۰۹)؛ سنن بیہقی، ج۴، ص۲۹۵؛ مشکاۃ المصابیح، ص۱۷۱، (ج۱، ص۶۳، حدیث۲۰۴۶)

۳۔ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۴۶، (ج۳، ص۱۳۵، حدیث۷۶۲)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۵۲۲، (ج۱، ص۵۴۵، حدیث۱۷۰۸)؛ سنن نسائی، ج۴، ص۲۱۸، ۲۱۹، (ج۲، ص۱۳۳، حدیث۲۷۱۲)؛ الترغیب والترہیب، ج۲، ص۳۱، (ج۲، ص۱۲۱، حدیث۹)؛ جامع الاصول، (ج۷، ص۲۲۶، حدیث۴۴۸۶)؛ تیسیر الوصول، ج۲، ص۲۳۰، (ج۲، ص۳۹۴، حدیث۴)۔

۴۔ صحیح ابن خزیمہ، (ج۳، ص۳۰۱، حدیث۲۱۲۵)؛ سنن نسائی، ج۴، ص۲۱۹، (ج۲، ص۳۹۴، حدیث۲۷۱۹)؛ الترغیب والترہیب، ج۲، ص۱۳، (ج۲، ص۸۳، حدیث۱۳)

انہیں سے مروی ہے کہ میرے خلیل نے مجھے تین چیزوں کی سفارش کی ہے:

ا۔ ہر مہینہ میں تین روزہ.....(۱)

۵۔ ابودرداء سے مروی ہے: میرے حبیب نے تین باتوں کی سفارش کی ہے، میں اپنی زندگی میں اسے ہرگز ترک نہیں کرسکتا: ا۔ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنا....(۲)

۶۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے بطور مرفوع منقول ہے: ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنا تمام عمر کا روزہ ہے۔

دوسری تعبیر: کیا تیرے لئے ہر مہینے میں تین دن روزے کافی نہیں ہیں۔

تیسری تعبیر: تیرے لئے ہر مہینے کے تین روزے کافی ووافی ہیں۔

چوتھی تعبیر: کیا میں تمھیں تمام عمر دنیا کے روزوں کی رہنمائی کروں، وہ ہر مہینہ میں تین روزہ ہے۔

پانچویں تعبیر: ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھو۔(۳)

۷۔ قرہ بن ایاس سے روایت ہے: ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنا تمام عمر دنیا کا روزہ ہے۔(۴)

ا۔ صحیح بخاری، ج۳، ص۲۲۰، (ج۲، ص۶۹۹، حدیث۱۸۸۰)؛ صحیح مسلم، ج۱، ص۲۰۰، (ج۲، ص۱۶۳، حدیث۸۵)؛ سنن دارمی، ج۲، ص۱۸ : مسند احمد، ج۲، ص ۲۶۳، (ج۲، ص۵۱۷، حدیث۷۵۲۳)؛ سن ترمذی، ج۱، ص۱۴۶، (ج۳، ص۱۳۳، حدیث۷۶۰)؛ سنن نسائی، ج۴، ص۲۱۸، (ج۲، ص۱۳۴، حدیث ۲۷۱۶)؛ الترغیب والترہیب، ج۲، ص۳۰، (ج۲، ص۱۲۰، حدیث۱)؛ سنن بیہقی، ج۳، ص۴۹۳؛ تاریخ بغداد، ج۷، ص۴۳۰

۲۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۲۰۰، (ج۲، ص۱۶۳، حدیث۸۶، کتاب صلاۃ المسافرین)؛ الترغیب والترہیب، ج۲، ص۳۰، (ج۲، ص۱۲۰، حدیث۲)

۳۔ صحیح بخاری، ج۳، ص۲۱۹، (ج۲، ص۶۹۸، حدیث۱۸۷۷)؛ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۲۰، (ج۲، ص۵۱۴، حدیث۱۸۱)؛ سنن ابی داؤد، ج۱، ص۳۸۰، (ج۲، ص۳۲۲، حدیث ۲۴۲۷)؛ سنن نسائی، ج۴، ص۲۱۰/ ۲۱۵، (ج۲، ص۱۲۸/۱۳۲، حدیث۲۶۹۹/ ۲۷۰۹)؛ الترغیب والترہیب، ج۲، ص۳۰

۴۔ مسند احمد، ج۵، ص۳۴، (ج۶، ص۱۲، حدیث۱۹۸۵۱)؛ مسند بزار، (ج۵، ص۲۱۵)؛ المعجم الکبیر، (ج۱۹، ص۲۶، حدیث۵۳)؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، (ج۸، ص۴۱۳، حدیث۳۶۵۳)؛ الترغیب والترہیب، ج۲، ص۳۱، (ج۲، ص۱۲۱، حدیث۶)؛ الجامع الصغیر، ج۲، ص۷۸، (ج۲، ص۱۰۲، حدیث۵۰۵۲)

۸۔ابن عباس سے روایت ہے: ماہ رمضان کا روزہ صبر ہے اور ہر مہینے کے تین روزے انسان کے سینے سے وحشت کو ختم کرتے ہیں۔

حافظ منذری ''الترغیب'' میں لکھتے ہیں: بزاز نے اس کی روایت کی ہے، تمام راوی ثقہ ومعتبر ہیں، ابن حیان اور احمد وغیرہ نے اسے نقل کیا ہے۔(۱)

۹۔عمر بن شرحبیل سے بطور مرفوع منقول ہے: کیا میں تمھیں اس بات کی خبر دوں جو سینے کے خوف وہراس کو ختم کر دیتی ہے: وہ ہر مہینہ کا تین روزہ ہے۔(۲)

۱۰۔ابی عقرب سے بطور مرفوع: ہر مہینے تین دن روزہ رکھو۔(۳)

۱۱۔عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خداؐ ہر مہینے کی شروعات میں تین دن روزہ رکھتے تھے۔(۴)

۱۲۔عبداللہ بن عمر کہتے ہیں: رسول خداؐ ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے۔(۵)

۱۳۔ام سلمہ سے مروی ہے: رسول خداؐ ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے، حفصہ سے بھی یہی تعبیر روایت کی گئی ہے۔ام سلمہ سے دوسرے الفاظ مروی ہیں کہ رسول خداؐ امر فرماتے کہ ہر مہینے تین دن روزہ رکھوں۔(۶)

۱۔الترغیب والترہیب، ج۲، ص۱۳۱، (ج۲، ص۱۲۱، حدیث ۷)؛ مسند احمد، (ج۶، ص۳۹۹، حدیث۲۲۵۶۱)؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، (ج۱۴، ص۲۹۸، حدیث ۶۵۵۷)؛ سنن بیہقی، (ج۴، ص۲۹۳)؛ مسند بزار، (ج۲، ص۲۷۱، حدیث ۶۸۸)۔

۲۔سنن نسائی، ج۴، ص۲۰۸، (ج۲، ص۱۲۶، حدیث۲۶۹۳)؛ الترغیب والترہیب، ج۲، ص۳۱، (ج۲، ص۱۲۲، حدیث ۱۱)

۳۔سنن نسائی، ج۴، ص۲۲۵، (ج۲، ص۱۳۸، حدیث ۲۷۴۰/۲۷۴۱)

۴۔سنن ابی داؤد، ج۱، ص۳۸۴، (ج۲، ص۳۲۸، حدیث ۲۴۵۰)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۴۳، (ج۳، ص۱۱۸، حدیث۷۴۲)؛ سنن نسائی، ج۴، ص۲۰۴، (ج۲، ص۱۲۲، حدیث ۲۶۷۷)؛ سنن بیہقی، ج۴، ص۲۹۴؛ مشکاۃ المصابیح، ص۱۷۲، (ج۱، ص۵۶۴، حدیث ۲۰۵۸)

۵۔سنن نسائی، ج۴، ص۲۱۹، (ج۲، ص۱۳۴، حدیث ۲۷۲۱)؛ صحیح بخاری، ج۳، ص۲۱۸، (ج۲، ص۶۹۸، حدیث ۱۸۷۷)؛

۶۔سنن نسائی، ج۴، ص۲۰۳، (ج۲، ص۱۳۶، حدیث ۲۷۲۷)؛ سنن بیہقی، (ج۴، ص۲۹۵)؛ سنن ابی داؤد، ج۱، ص۳۸۴، (ج۲، ص۳۲۸، حدیث ۲۴۵۲)؛ مشکاۃ المصابیح، ص۱۷۲، (ج۱، ص۵۶۵، حدیث ۲۰۶۰)

ان تمام باتوں سے قبل ائمہ حدیث نے خود عمر سے مرفوعاً نقل کیا ہے: ہر مہینے تین روزے رکھنا تمام عمر دنیا کے روزے کے مانند ہیں۔(۱)

حصۂ سوم احادیث:

۱۔ باہلی سے بطور مرفوع مروی ہے کہ ماہ صبر (ماہ رمضان) میں روزہ رکھو اور حرام مہینوں میں بھی۔

دوسرے الفاظ ہیں: حرام مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو، حرام مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو، حرام مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو۔

تیسرے الفاظ ہیں: ماہ حرام میں روزہ رکھو اور اسے ترک کرو، تین مرتبہ تکرار فرمائی۔(۲)

۲۔ انس سے بطور مرفوع منقول ہے: جو شخص حرام مہینوں میں تین دن ''جمعرات، جمعہ، سنیچر'' کو روزہ رکھے تو اس کے نامۂ اعمال میں دو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔(۳)

۳۔ سنن ابو داؤد میں مذکور ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: حرام مہینوں میں روزہ رکھو، رجب ان میں سے ایک ہے۔(۴)

حصۂ چہارم احادیث:

۱۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے بطور مرفوع مروی ہے کہ خدا کے نزدیک محبوب ترین روزے، روزۂ داؤدؑ اور محبوب ترین نمازیں نماز داؤدؑ ہے۔ جناب داؤدؑ آدھی رات کو سونے اور آدھی رات قیام میں بسر

۱۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۲۱، (ج۲، ص۵۲۰، حدیث ۱۹۶/ ۱۹۷، کتاب الصیام)؛ سنن ابی داؤد، ج۱، ص۳۸۰، (ج۲، ص۳۲۱، حدیث۲۴۲۵)؛ سنن نسائی، ج۴، ص۲۰۹، (ج۲، ص۱۲۶، حدیث۲۶۹۵)؛ الترغیب والترہیب، ج۲، ص۳۱، (ج۲، ص۱۲۱، حدیث۵)؛ مشکاۃ المصابیح، ص۱۷۱، (ج۱، ص۵۶۲، حدیث۲۰۴۴)

۲۔ سنن ابی داؤد، ج۱، ص۳۸۱، (ج۲، ص۳۲۲، حدیث۲۴۲۸)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۵۳۰، (ج۱، ص۵۵۴، حدیث۱۷۴۱)؛ سنن بیہقی، (ج۴، ص۲۹۲)؛ المواہب الدنیہ، (ج۴، ص۳۷۵)؛ شرح المواہب زرقانی، ج۸، ص۱۲۷

۳۔ احیاء العلوم، ج۱، ص۲۴۴، (ج۱، ص۲۱۲)؛ الجامع الصغیر، (ج۲، ص۶۱۴، حدیث۸۷۸۵)

۴۔ سنن ابی داؤد، (ج۲، ص۳۲۳، حدیث۲۴۲۸/ ۲۴۳۰)؛ المواہب الدنیہ، (ج۴، ص۳۷۵)؛ شرح صحیح مسلم نودی مطبوع بر حاشیہ ارشاد الباری، ج۵، ص۱۵۰، (ج۸، ص۳۹)

کرتے تھے، وہ ایک دن کھاتے اور دوسرے دن روزہ رکھتے تھے۔

دوسری عبارت: روزۂ داوٴدؑ کی طرح روزہ رکھو، یعنی ایک دن روزہ رکھو اور دوسرے دن کھاوٴ۔

اس حدیث کے مختلف الفاظ وتعبیریں ہیں، صحاح ومسانید میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔(۱)

۲۔ مسلم ونسائی نے اپنی سندوں سے عمر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جو شخص ایک دن روزہ رکھے دوسرے دن افطار کرے، وہ کیا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ داوٴدؑ کا روزہ ہے۔(۲)

حصۂ پنجم احادیث:

۱۔ ابوامامہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! مجھے ایسے امر کا حکم فرمائیں جس کی وجہ سے خداوندعالم مجھے فائدہ پہونچے۔ فرمایا: روزہ رکھو، اس لئے کہ اس کا کوئی ہم پلہ نہیں ہے۔(۴)

۲۔ ابوسعید سے بطور مرفوع مروی ہے: جو شخص خدا کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے تو خدا اس کی صورت کو ستر سال آتش جہنم سے دور رکھتا ہے۔(۵)

۱۔ صحیح بخاری، ج۳، ص۳۱۷، (ج۱، ص۳۸۰، حدیث۱۰۷۹)؛ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۱۹/۳۲۱، (ج۲، ص۵۱۴/۵۲۰، حدیث ۱۸۱/۱۸۳، حدیث ۱۹۳/۱۹۶)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۴۸، (ج۳، ص۱۴۰، حدیث۷۷۰)؛ مسند احمد، ج۲، ص ۲۰۵/۲۲۵، (ج۲، ص۴۱۷، حدیث۶۸۷۵/۶۸۷۶، ص۴۴۹، حدیث۷۰۵۸)؛ سنن دارمی، ج۲، ص۲۰؛ سنن ابی داوٴد، ج۱، ص۳۸۳، (ج۲، ص۳۲۷، حدیث ۲۴۴۸)؛ سنن نسائی، ج۴، ص۲۱۵، ۲۰۹، (ج۲، ص۱۱۸/۱۲۳، حدیث۲۶۵۳/۲۶۸۱)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۵۲۳، (ج۱، ص۵۴۶، حدیث۱۷۱۲/۱۷۱۳)؛ سنن بیہقی، ج۴، ص۲۹۶/۲۹۹)؛ الترغیب والترہیب، ج۲، ص۳۲/۳۶/۳۷، (ج۲، ص۱۲۲، حدیث۱۲، ص۱۲۹/۱۳۱، حدیث۱/۶)؛ مشکاۃ المصابیح، ص۱۷۱، (ج۱، ص۵۶۴، حدیث۲۰۵۴)۔

۲۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۲۱، (ج۲، ص۵۲۱، حدیث۱۹۶، کتاب الصیام)؛ سنن نسائی، ج۴، ص۲۰۹، (ج۲، ص۱۲۶، حدیث۲۶۹۵)

۳۔ سنن نسائی، ج۴، ص۱۶۵، (ج۲، ص۹۲، حدیث۲۵۳۰/۲۵۳۳)؛ الترغیب والترہیب، ج۲، ص۱۴، (ج۲، ص۸۵، حدیث۲۱)؛ تیسیر الوصول، ج۲، ص۳۲۱، (ج۲، ص۳۸۴، حدیث۴)

۴۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۱۸، (ج۲، ص۵۱۰، حدیث۱۶۸، کتاب الصیام)؛ مسند احمد، ج۳، ص۸۳، (ج۳، ص۵۰۴، حدیث۱۱۳۸۱)؛ سنن بیہقی، ج۹، ص۱۷۳؛ سنن نسائی، ج۴، ص۱۷۳، (ج۲، ص۹۷، حدیث۲۵۵۴/۲۵۵۸)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۵۲۵، (ج۱، ص۵۴۸، حدیث۱۷۱۷)؛ مصابیح السنۃ، ج۱، ص۱۳۵؛ مشکاۃ المصابیح، (ج۱، ص۵۶۵، حدیث۲۰۶۴)۔

۳۔ ابو ہریرہ سے بطور مرفوع منقول ہے: راہ خدا میں ایک دن روزہ رکھنے والے کی صورت کو خداوند عالم ستر سال آتش جہنم سے دور رکھتا ہے۔(۱)

۴۔ عبداللہ بن سفیان ازدی سے بطور مرفوع روایت ہوئی ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ ماہ خدا میں روزہ رکھے مگر یہ کہ خداوند عالم اس کے سبب سو سال تک اسے آتش جہنم سے محفوظ رکھتا ہے۔(۲)

ان میں ان روایتوں کو بھی شامل کرلیں جن کا اطلاق ماہ رجب کے روزوں کو شامل ہے انھیں میں بدھ، جمعرات اور جمعہ کے روزوں کے بارے میں مروی احادیث بھی ہیں۔

بعض روایات اتوار اور جمعرات کے روزوں سے مربوط ہیں تمام سال۔(۳)

میرے خیال میں ان تمام احادیث کے بعد اس روایت کی کوئی اہمیت نہیں جسے ابن ماجہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے ماہ رجب کے روزوں کی ممانعت کی ہے۔

اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر یہ ان متواتر روایتوں کے مخالف ہے جو ماہ رجب کے روزوں کے استحباب اور ان کی تشویق و ترغیب کے سلسلے میں مروی ہیں، چنانچہ مذاہب اربعہ نے بھی اس کا فتویٰ دیا ہے، پھر کیسے اس روایت پر اعتماد کرلیا جائے اور خود داؤد بن عطار کی حیثیت بھی ضعیف ہے۔

احمد اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ کچھ ہے ہی نہیں۔(۴)

۱۔ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۴۵، (ج۴، ص۱۴۲/۱۴۳، حدیث۱۶۲۲/۱۶۲۴)؛ سنن نسائی، ج۴، ص۱۷۲، (ج۲، ص۹۷، حدیث۲۵۵۲)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۵۲۵، (ج۱، ص۵۴۸، حدیث ۱۷۴۱)؛ مشکاۃ المصابیح، ص۱۷۲، (ج۱، ص۵۶۵، حدیث۲۰۶۴)؛ تاریخ بغدادی، ج۴، ص۸۔

۲۔ المعجم الکبیر، (ج۸، ص۱۹۸، حدیث۷۸۰۶)؛ الاصابۃ، ج۲، ص۳۱۹۔

۳۔ صحیح بخاری، ج۳، ص۲۱۹، (ج۲، ص۶۹۹، حدیث ۱۸۸۰)؛ صحیح مسلم، ج۱، ص۳۲۱/۳۲۲، (ج۲، ص۵۲۰/۵۲۲، حدیث۱۹۴/۱۹۸)؛ سنن دارمی، ج۲، ص۱۹؛ سنن ابی داؤد، ج۱، ص۳۸۰/۳۸۳، (ج۲، ص۳۲۲، حدیث ۲۴۲۶، ص۳۲۵، حدیث۲۴۳۶)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۴۳/۱۴۴، (ج۳، ص۱۲۱، حدیث۷۴۵، ص۱۲۳، حدیث۷۴۸)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۵۲۲/۵۲۹، (ج۱، ص۵۵۴، حدیث ۱۷۰۷/۱۷۰۹)؛ سنن نسائی، ج۴، ص۲۱۷/۲۲۳، (ج۲، ص۱۳۳/۱۳۹، حدیث۲۷۱۲)؛ سنن بیہقی، ج۴، ص۲۹۴؛ الترغیب والترہیب، ج۲، ص۳۰/۳۷، (ج۲، ص۱۲۴/۱۲۶)۔

۴۔ العلل ومعرفۃ الرجال، (ج۲، ص۴۷، نمبر۱۵۰۹)۔

ابو حاتم کہتے ہیں: یہ روایت قطعی ضعیف ہے۔(۱)

بخاری اور ابو زرعہ کہتے ہیں: یہ منکر الحدیث ہے۔(۲) نسائی کا بیان ہے: یہ ضعیف ہے۔ دار قطنی اسے متروک کہتے ہیں۔

ابن حبان (۳) کہتے ہیں: وہ بہت زیادہ شک کرتا تھا اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اس سے بہت زیادہ خطائیں اور لغزشیں سرزد ہوتی تھیں۔(۴)

سندی شرح سنن ابن ماجہ میں لکھتے ہیں: یہ شخص ضعیف ہے اور علمائے رجال اس کے ضعف اور عدم اعتبار پر متفق ہیں۔(۵)

زرقانی کی نظر میں ''یہ حدیث صحیح نہیں ہے'' اس لئے کہ اس کا راوی ضعیف اور متروک ہے۔(۶)

اس روایت کو صرف ابن ماجہ نے نقل کیا ہے جس پر متن حدیث کا محقق ذرا بھی توجہ نہیں کرسکتا، ابوالحجاج مذی کہتے ہیں: جن احادیث کی ابن ماجہ نے تنہا روایت کی ہے وہ ضعیف ہیں۔(۷)

ان تمام باتوں کے بعد میں یہ نہیں جانتا کہ وہ لوگوں کو اتنا کیوں مارتے تھے کہ بے چارے کھانے اور افطار کرنے پر مجبور ہوجاتے تھے اور ان کے اس قول کا مقصد و مطلب کیا ہے کہ ''رجب اور کیا رجب ہاں! رجب وہ مہینہ ہے جسے جاہلی عہد کے لوگ اہمیت دیتے تھے جب اسلام جلوہ افروز ہوا تو اس نے اسے متروک کردیا''۔(۸) آپ خلیفہ کے اس قول پر غور و فکر کریں۔

۱۔الجرح والتعدیل، (ج ۳، ص ۴۲۱، نمبر ۱۹۱۹)

۲۔التاریخ الکبیر، (ج ۳، ص ۲۴۳، نمبر ۸۳۶)

۳۔کتاب المجروحین، (ج ۱، ص ۲۸۹)

۴۔تھذیب التھذیب، ج ۹، ص ۵۳۱، (ج ۹، ص ۴۶۹)

۵۔شرح سنن ابن ماجہ سندی، ج ۱، ص ۵۳۱

۶۔شرح المواہب زرقانی، ج ۸، ص ۱۲۷

۷۔تھذیب التھذیب، ج ۹، ص ۵۳۱، (ج ۹، ص ۴۶۹)؛ المواھب اللدنیہ، (ج ۴، ص ۳۷۵)؛ ارشاد الساری، ج ۵، ص ۱۴۸، (ج ۴، ص ۶۰۸)؛ شرح المواہب زرقانی، ج ۸، ص ۱۲۷

۸۔المصنف ابن ابی شیبہ، (ج ۳، ص ۱۰۲)؛ مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۹۱؛ کنز العمال، ج ۴، ص ۳۴۱، (ج ۸، ص ۶۵۳، حدیث ۲۴۵۸۰)

۹۰۔قرآن کے مشکل سوالات میں خلیفہ کا اجتہاد

۱۔سلمان بن یسار سے منقول ہے: صبیغ نامی شخص مدینہ میں داخل ہوا اور متشابہات قرآن کے بارے میں سوال کرنا شروع کر دیا، چنانچہ عمر بن خطاب نے آدمی بھیج کر اسے بلوایا اور پہلے ہی سے درخت خرما کے دو شاخ مہیا کر لئے، جب وہ آیا تو پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں بندۂ خدا صبیغ ہوں۔ یہ سنتے ہی درخت خرما کی شاخ اٹھا کر مارا اور کہا: میں بندۂ خدا عمر ہوں۔

اس کے بعد اس کے سر و صورت پر اتنا مارا کہ سر سے خون جاری ہو گیا، اس نے کہا: اے امیر المومنین! بس کافی ہے میرے سر میں موجود ساری چیزیں رخصت ہو گئیں (یعنی میری عقل)۔

عبداللہ کے آقا نافع سے منقول ہے: صبیغ عراقی مسلمانوں کے مجمع میں قرآن مجید کی آیتوں کے بارے میں سوال کرتا ہوا مصر پہونچا، عمرو عاص نے اسے عمر کے پاس بھیج دیا، جب عمرو کا فرستادہ خط کے ساتھ آیا اور عمر نے اسے پڑھ لیا تو پوچھا: وہ شخص کہاں ہے؟ کہا: وہ اونٹ پر ہے۔ عمر نے کہا: دیکھو اگر وہ چلا گیا تو میں تمھیں دردناک سزا دوں گا۔ اُسے لایا گیا۔

عمر نے کہا: تو فتنہ و فساد کے لئے سوالات کرتا ہے۔ اس کے بعد تر و تازہ چھڑی منگوائی اور اس کی پیٹھ اور ہاتھ پر مارنا شروع کر دیا پھر اسے چھوڑ دیا، جب وہ صحیح ہوا تو اسے پھر مارنا شروع کیا یہاں تک کہ مجروح ہو کر بیہوش ہو گیا، انہوں نے اس کی صحت و سلامتی کے لئے پھر چھوڑ دیا، جب دوبارہ اذیت دینے کے لئے بلایا تو صبیغ گڑگڑانے لگا: اگر مارنا ہی چاہتے ہو تو مجھے قتل کر ڈالو اور اگر چاہتے ہو کہ دوا کرو تو خدا قسم! میں صحیح ہو گیا ہوں۔

یہ سُن کر عمر نے اپنے وطن عراق واپس جانے کی اجازت دے دی اور ابو موسیٰ اشعری کو لکھا: کسی کو بھی اس شخص کے ساتھ رفت و آمد اور ہمنشینی کا حق حاصل نہیں۔

جب اس بے چارے پر تنہا زندگی سخت ہونے لگی تو ابو موسیٰ نے عمر کو لکھا کہ اس شخص نے توبہ کر لی ہے اور اس کی توبہ بہتر ہے۔ نوشتہ پڑھنے کے بعد عمر نے لکھا: ہاں! اب لوگ اس کے ساتھ رفت و آمد اور ہمنشینی کر سکتے ہیں۔

سائب بن یزید سے منقول ہے کہ میں عمر بن خطاب کے پاس آیا، وہاں لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین! ہم نے ایک جوان کو دیکھا ہے جو قرآن مجید کی مشکل تاویلات کے بارے میں سوال کرتا ہے، یہ سن کر عمر نے کہا: خدایا! مجھے اس پر مسلط فرما۔ چنانچہ انھیں ایام میں جب عمر لوگوں کے ہمراہ بیٹھ کر ناشتہ کررہے تھے، ایک شخص آیا، اس کے سر پر عمامۂ صفدی بندھا ہوا تھا۔

اس سے برجستہ کہا: اچھا تو ہے وہ شخص ....؟ پھر اٹھ کر اس کے پاس آئے اور اس کی کلائی پکڑ کر مسلسل مارتے رہے یہاں تک کہ اس کا عمامہ گر گیا، انھوں نے کہا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے اگر تجھے گنجا پاتا تو میں تیرا سر بدن سے جدا کردیتا۔

پھر لوگوں کی جانب رخ کرکے کہا: اسے لباس پہناؤ اور اونٹ پر سوار کرکے باہر کردو تاکہ اپنے وطن واپس چلا جائے۔ پھر ایک خطیب اٹھ کر کہنے لگا کہ صبیغ نے علم طلب کیا اور مرتکب خطا ہوا، وہ بے چارہ ہمیشہ کے لئے اپنی قوم میں بدنام ہوگیا پھر ہلاک ہوگیا حالانکہ وہ اپنی قوم کا بزرگ تھا۔

انس سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب نے صبیغ کوفی کو قرآن مجید سے مربوط مسئلہ پر کوڑا مارا، جس کی وجہ سے اس کی پشت خون آلود ہوگئی۔

زہری سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب نے حروف قرآن کے بارے میں سوال کرنے کی وجہ سے اسے اتنا مارا کہ پشت سے خون جاری ہوگیا۔(۱)

غزالی کا بیان ہے: عمر نے ہی بحث وجدل کے باب کو بند کردیا اور صبیغ کو اس وقت کوڑا مارا جب اس نے کتاب خدا کی دو آیتوں کے تعارض کے بارے میں سوال کیا تھا، انہوں نے اسے ترک کردیا اور لوگوں کو ترک کرنے پر مجبور کیا۔(۲)

۱۔سنن دارمی، ج۱،ص۵۴، ۵۵؛ تاریخ ابن عساکر، ج۶،ص۳۸۴، (ج۲۳،ص۴۱۱،نمبر ۲۸۴۶)؛مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۱، ص۴۶)؛ سیرۂ عمر ابن ابن جوزی،ص۱۰۹، (ص۱۱۷)؛تفسیر ابن کثیر، ج۴،ص۲۳۲؛ اتقان سیوطی، ج،ص۵، (ج۳،ص۷)؛ کنز العمال، ج۱،ص۲۲۸، ۲۲۰، (ج۲،ص۳۳۱، حدیث ۴۱۶۱)؛ درمنثور، ج۶،ص۱۱۱، (ج۷،ص۶۱۴)؛ فتح الباری، ج۸،ص۱۷، (ج۸،ص۲۱۱)؛الفتوحات الاسلامیہ، ج۲،ص۴۴۵، (ج۲،ص۴۸۸)۔

۲۔احیاء العلوم، ج۱،ص۳۰، (ج۱،ص۲۸)

۲۔ابو عدلیس سے مروی ہے کہ ہم عمر کے پاس موجود تھے کہ ایک شخص نے آ کر ان سے سوال کیا: اے امیرالمومنین! الجوار الکنس کیا ہے؟ یہ سنتے ہی عمر نے اتنے زور سے کوڑا مارا کہ اس کے سر پر موجود عمامہ گر گیا اور کہا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے اگر تجھے گنجا دیکھتا تو سر کو تیرے بدن سے ضرور الگ کر دیتا۔(۱)

۳۔عبدالرحمٰن سے منقول ہے: ایک شخص نے عمر سے ''فاکھة و اباً'' کے بارے میں سوال کیا، یہ سنتے ہی انہوں نے اپنے کوڑے سے اس پر حملہ کر دیا۔(۲)

تبصرۂ علامہ امینیؒ

میرے خیال میں درخت خرما کی شاخیں، تیز و تند زبان اور خلیفۂ محترم کا مخصوص کوڑا ہی ہر اس انسان کا آخری ہتھیار ہوتا ہے جو علم و معارف سے بے بہرہ اور ناواقف ہوتا ہے۔

چنانچہ اس کی طرف خلیفہ نے بھی اشارہ کیا ہے کہ نھینا عن التکلف ''ہمیں تکلف اور پریشانیوں میں گرفتار ہونے کی ممانعت کی گئی ہے''۔ یہ اس آسان سوال کے جواب میں کہا تھا جس سے ایک عام عرب واقف ہے، اور وہ کلمہ ''اب'' کا مطلب ہے جس کی خود قرآن کی اس آیت کے ذریعہ تفسیر کی گئی ہے ''متاعاً لکم و لا مقامکم''(۳)

میں نہیں جانتا کہ دانشور اور سوال کرنے والے کس عنوان کے تحت خون آلودگی اور دردناک عتاب کے مستحق صرف اس لئے ہوئے کہ انہوں نے مشکلات قرآن سے عدم واقفیت یا معانی لغت کے مخفی رہنے کی بناء پر سوال کیا لیکن یہ ایسی بات نہیں جو کفر و الحاد کا موجب بنے لیکن افسوس کہ جو ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔

۱۔کنز العمال، ج۱، ص۲۲۹، (ج۲، ص۳۳۴، حدیث ۴۱۷۱)؛ در منثور، ج۶، ص۳۲۱، (ج۸، ص۴۳۳۔۴۳۲)

۲۔فتح الباری، ج۱۳، ص۲۳۰، (ج۱۳، ص۲۷۱)؛ در منثور، ج۶، ص۳۱۷، (ج۸، ص۴۲۲)

۳۔عبس/۳۲

شاید اسی کوڑے کی برکت تھی کہ لوگ علم و دانش اور ترقی سے محروم رہے، چنانچہ نوبت یہاں تک پہونچ گئی کہ ابن عباس جیسی شخصیت بھی خوف کی وجہ سے خلیفہ سے آیۂ مبارکہ ﴿وان تظاهرا علیه﴾(۱) کے متعلق سوال نہ کرسکی۔ ابن عباس کا بیان ہے: **مکثت سنتین ارید ان اسال عمر بن الخطاب عن حدیث ما منعنی منه الا هیبة** ''میں دو سال سے سوچ رہا تھا کہ عمر بن خطاب سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کروں لیکن خوف نے مجھے سوال کرنے سے باز رکھا''۔(۲)

ابن عباس ہی کہتے ہیں: **مکثت سنة و انا ارید ان اسال عمر بن الخطاب رضوان الله علیه عن آیة فلا استطیع ان اساله هیبة** ''میں ایک سال سے سوچ رہا تھا کہ عمر بن خطاب سے ایک آیت کے متعلق سوال کروں لیکن خوف کی وجہ سے نہیں پوچھ سکا''۔(۳)

۹۱۔عدم الوقوع چیز کے متعلق سوال کے بارے میں خلیفہ کی رائے

مشکلات قرآن کے سلسلے میں اس انوکھے اجتہاد کے ساتھ ساتھ عدم الوقوع چیز کے سوال کے بارے میں خلیفہ کی مخصوص رائے اور ذاتی اجتہاد کا بھی اضافہ کرلیں، وہ ایسے سوال کی سختی سے ممانعت کرتے تھے۔

طاؤس کا بیان ہے: عمر نے منبر سے کہا: میں ایسے شخص کے ساتھ بری طرح پیش آؤں گا جو واقف نہ ہونے والی چیزوں کے بارے میں سوال کرے، اس لئے کہ خداوند عالم نے صرف انھیں چیزوں کو بیان کیا ہے جو واقع ہوئی ہیں۔(۴)

۱۔تحریم/۴: ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد، حافظ ہیثمی ج۵ص۸۔ ثعلبی اپنی تفسیر ج۹ص۳۴۸ پر اسماء بنت عمیس سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیۂ مبارکہ ﴿وان تظاهرا علیه فان الله هو مولاه و جبریل وصالح المومنین﴾ نازل ہوئی تو میں نے رسول خداؐ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: صالح المومنین علی بن ابی طالب'' ملاحظہ ہو: الغدیر ج۱ص۲۸۴

۲۔کتاب العلم، ابوعمر ص۵٦ (ص۱۳۵اح/٦٦۴)

۳۔سیرۃ عمر، ابن جوزی ص۱۱۸ (ص۱۲٦)

۴۔سنن دارمی، ج۱، ص۵۰؛ جامع بیان العلم، ج،ص۱۴۱، (ص۲/۳۷۴، حدیث ۱۸۰۸)

اور کہا: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسی چیز کے بارے میں سوال کرے جو واقع نہیں ہوئی ہے، بے شک خداوند عالم نے انھیں چیزوں کے بارے میں حکم فرمایا ہے جو واقع ہوئی ہیں۔

اور کہا: اگر تم نے عدم الوقوع چیزوں کے بارے میں سوال کیا تو میں تمھارے ساتھ بڑی سختی سے پیش آؤں گا اس لئے کہ جو چیزیں واقع ہوئی ہیں ہمیں صرف انہیں سے سروکار ہے۔

ایک دن ایک شخص نے ابن عمر کے پاس آکر ایک چیز کے بارے میں سوال کیا کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے؟

ابن عمر نے کہا: ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو جو واقع نہیں ہوئی ہیں، میں نے سُنا ہے کہ عمر ایسے شخص پر لعنت کرتے تھے جو عدم الوقوع چیزوں کے بارے میں سوال کرتا تھا۔(۱)

اور اس طرح یہ لعنت تمام بزرگ صحابہ کو شامل ہوگئی چنانچہ انھوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ عدم الوقوع شی کے سوال کا جواب نہیں دیں گے۔

یہ ابی بن کعب ہیں، ایک شخص نے ان سے پوچھا: اے ابوالمنذر! اس کے اور اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے لڑکے! جس شی کے بارے میں سوال کیا، کیا وہ واقع ہوئی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ کہا: تو پھر اس کے واقع ہونے تک انتظار کرو تا کہ ہم خود اس کی تحقیق کر لیں پھر تمھیں اطلاع دیں گے۔(۲)

مسروق کا بیان ہے: ہم ابی بن کعب کے ہمراہ راستہ چل رہے تھے کہ ایک جوان نے پوچھا: اے چچا! اس کے اور اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ ابی نے کہا: بھتیجے! کیا یہ واقع ہوا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو پھر مجھے اس وقت تک معاف رکھو جب تک واقع نہ ہو جائے۔(۳)

۱۔ سنن دارمی، ج۱، ص۵۰؛ کتاب جامع بیان العلم، ج۲، ص۱۴۳، (ص۳۶۹، حدیث۱۷۹۴)؛ مختصر جامع بین العلم، ص۱۹۰، (ص۳۲۶، حدیث۲۳۲)؛ فتح الباری، ج۱۳، ص۲۲۵، (ج۱۳، ص۲۶۶)؛ کنز العمال، ج۲، ص۱۷۴، (ج۳، ص۸۳۹، حدیث ۸۹۰۶)

۲۔ سنن دارمی، ج۱، ص۵۶

۳۔ سنن دارمی، ج۱، ص۵۶

۹۲۔حدیث سے خلیفہ کی ممانعت

مشکلات قرآن اور عدم الوقوع چیز کے بارے میں سوال جیسی بدعتوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسری بدعت کا اضافہ کرلیں جو ان دونوں سے بھی زیادہ شرمناک ہے اور وہ ہے: ''حدیث رسولؐ اور اسے زیادہ بیان کرنے سے متعلق خلیفہ کی ممانعت اور اس کی وجہ سے صحابہ کو زدو کوب کرنا''۔

قرظ بن کعب کا بیان ہے: جب عمر ہمیں عراق روانہ کررہے تھے تو چند قدم چھوڑنے کے لئے آئے اور کہا: جانتے ہو میں تمھیں رخصت کرنے کے لئے یہاں کیوں آیا ہوں؟

ہم نے کہا: ہاں ہماری اہمیت اجاگر کرنے کے لئے۔کہا: اور (اسلئے کہ) تم لوگ ایسے دیہات کے لوگوں کے پاس جارہے ہو جو قرآن مجید کا ایسا زمزمہ کرتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں، لہٰذا نقل حدیث کے ذریعہ ان کے اس کام میں مداخلت نہ کرنا، انھیں اس کام میں مشغول رکھنا اور رسول خداؐ کی حدیثیں کم بیان کرنا، اس عمل میں میں تمہارا شریک ہوں۔

جب قرظ بن کعب وہاں پہونچا تو لوگوں نے کہا: ہم سے حدیث رسولؐ بیان کریں۔اس نے کہا: عمر نے اس کی ممانعت کی ہے۔(۱)

ابو عمر کے الفاظ ہیں: قرظ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے رسول خداؐ کی ایک بھی حدیث بیان نہیں کی۔

طبری کے الفاظ ہیں: عمر کہتے تھے کہ قرآن کو الگ رکھو، اس کی تاویل وتفسیر نہ کرو اور رسول خداؐ کی روایتیں نقل نہ کرو، میں اس میں تمہارا شریک کار ہوں۔(۲)

ابو موسیٰ کو عراق روانہ کرتے وقت عمر نے کہا: تم ان لوگوں کے پاس جارہے ہو جو مسجدوں میں قرآن مجید کا اس طرح زمزمہ کرتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں بھنبھناتی ہیں، لہٰذا انھیں ان کی حالت پر

۱۔سنن دارمی، ج۱، ص۸۵؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۱۶، (ج۱، ص۱۲، حدیث ۲۸)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص۱۰۲، (ج۱، ص۱۸۳، حدیث ۳۴۷)؛ جامع بیان العلم، ج۲، ص۱۲۰، (ص۳۴۷، حدیث۱۶۹۰)؛ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۷، (نمبر۲)

۲۔تاریخ طبری، (ج۴، ص۲۰۴، حوادث ۲۳ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ۱۲۰، (ج۱۲، ص۹۳، خطبہ۲۲۳)

چھوڑ دو اور انھیں احادیث کے ذریعہ مشغول نہ کرو، میں اس کام میں تمہارا شریک ہوں۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اسے نقل کر کے لکھا ہے کہ عمر بن خطاب سے حدیث کی ممانعت کافی مشہور ہے۔(۱)

طبرانی نے ابراہیم بن عبدالرحمٰن سے نقل کیا ہے کہ عمر نے تین لوگوں کو قید کر دیا: ابن مسعود، ابودَاؤد اور ابومسعود انصاری۔ اور ان سے کہا کہ تم لوگوں نے بہت زیادہ حدیثیں نقل کی ہیں، وہ لوگ ان کی موت تک قید خانے میں پڑے رہے۔(۲)

مستدرک حاکم میں ہے: عمر نے ابن مسعود، ابودَاؤد اور ابوذر سے کہا: ''کیا حدیث رسولؐ، حدیث رسولؐ کی رٹ لگا رکھی ہے، اس کی کیا اہمیت ہے''۔ پھر میرے خیال میں عمر نے ان لوگوں کو مدینہ بلا کر مقید کر دیا یہاں تک کہ وہ خود ہی ہلاک ہو گئے۔(۳)

جمال الدین حنفی کے الفاظ ہیں: عمر نے ابن مسعود، ابودرداء اور ابوذر کو محبوس کر دیا یہاں تک کہ خود ہی ہلاک ہو گئے اور کہا: یہ حدیث رسول کیا ہے؟ پھر لکھا: اور یہ بھی مروی ہے کہ عمر نے ابن مسعود اور ابوذر سے کہا: یہ حدیث کیا ہے؟ میرے خیال میں عمر نے ان لوگوں کو اپنی موت تک مقید رکھا۔

جمال الدین کا بیان ہے کہ اسی طرح وہ ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ پیش آئے یعنی ان کو بھی نقل حدیث کے جرم میں مقید کر دیا جب کہ یہ لوگ ان کے نزدیک عادل و پرہیزگار تھے۔(۴)

عمر نے ابوہریرہ سے کہا: تمہارے لئے ضروری ہے کہ حدیث رسولؐ نقل کرنا چھوڑ دو ورنہ پھر میں زمین دوس میں جلاوطن کر دوں گا۔(۵)

عمر نے کعب الاحبار سے کہا: حدیث رسولؐ بیان کرنا ترک کر دو ورنہ میں تمھیں زمین بوزینہ سے ملحق

۱۔ البدایۃ النہایۃ، ج۸، ص۱۰۷، (ج۸، ص۱۱۵، حوادث ۵۹ھ)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۷، (نمبر۲): مجمع الزوائد، ج۱، ص۱۴۹

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص۱۱۰، (ج۱، ص۱۹۳، حدیث ۳۷۴)

۴۔ المعتصر، ج۱، ص۴۵۹، (ج۲، ص۳۸۰)

۵۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۲۹، ص۱۹۲)؛ کنز العمال، ج۵، ص۲۳۹، (ج۱۰، ص۲۹۱، حدیث ۲۹۴۷۲)؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۸، ۱۰۶، (ج۸، ص۱۱۵، حوادث ۵۹ھ)

کردوں گا۔(۱)

ذہبی نے ابی سلمہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابو ہریرہ سے کہا: کیا عمر کے عہد میں بھی اسی طرح حدیث بیان کرتے تھے؟ کہا: اگر ان کے زمانے میں بھی ایسے ہی حدیث بیان کرتا تو وہ اپنے مخصوص اور خطرناک کوڑے سے زدوکوب کرتے۔(۲)

ابو عمر نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ جس طرح میں نے تو لوگوں سے حدیث بیان کی ہے اگر اسی طرح عہد عمر میں بیان کرتا تو وہ کوڑے مارتے۔(۳)

زہری کے الفاظ ہیں: جس طرح میں نے تم لوگوں کے سامنے حدیث بیان کی ہے اگر عہد عمر میں بیان کرتا تو خدا کی قسم! ان کے دردناک کوڑے سے مجروح ہونا یقینی تھا۔

ابن وہب کے الفاظ ہیں: بے شک جو احادیث بیان کررہا ہوں اگر وہ عمر کے سامنے بیان کرتا تو خدا کی قسم! وہ سر کو زخمی کردیتے۔(۴)

اس واقعہ کے بعد شعبی کا بیان ہے کہ میں دو یا ڈیڑھ سال تک ابن عمر کے پاس بیٹھا رہا لیکن میں نے اس سے صرف ایک ہی حدیث رسولؐ سنی۔(۵)

سائب بن یزید کا بیان ہے: میں مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے سعد بن مالک کا ہمسفر تھا، اس دوران اس سے ایک بھی حدیث نہیں سنی۔(۶)

ابو ہریرہ کہتے ہیں: عمر کے زمانے میں ہمیں اتنی بھی جرأت نہیں تھی کہ کہیں: رسول خداؐ نے فرمایا ہے، پھر وہ مر گئے۔(۷)

۱۔البدایۃ والنہایۃ، ج۸،ص۱۰۶، (ج۸،ص۱۱۵،حوادث ۵۹ھ)

۲۔تذکرۃ الحفاظ، ج۱،ص۷

۳۔جامع بیان العلم، ج۲،ص۱۲۱، (۳۴۸، حدیث۱۶۹۴)

۴۔البدایۃ والنہایۃ، ج۸،ص۱۰۷، (ج۸،ص۱۱۵،حوادث ۵۹ھ)

۵۔سنن دارمی، ج۱،ص۸۴؛ سنن ابن ماجہ، ج۱،ص۱۵، (ج۱،ص۱۱،حدیث۲۶)

۶۔سنن ابن ماجہ، ج۱،ص۱۶، (ج۱،ص۱۲،حدیث۲۹)

۷۔البدایۃ والنہایۃ، ج۸،ص۱۰۷، (ج۸،ص۱۱۵،حوادث ۵۹ھ)۔

تبصرۂ علامہ امینیؒ

کیا خلیفہ کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ ظواہر قرآن لوگوں کو سنت سے بے نیاز نہیں کر سکتے اور سنت، قرآن سے ہرگز جدا نہیں ہے، یہ دونوں حوض کوثر پر ایک ساتھ رسول خداؐ سے ملاقات کریں گے، لوگ قرآن ہی کی طرح سنت کے بھی محتاج ہیں بلکہ اوزاعی اور مکحول کے مطابق لوگوں کو قرآن سے زیادہ سنت کی ضرورت ہے۔ کیا یہ ساری باتیں خلیفہ کو معلوم نہیں تھیں؟!(۱)

یا یہ کہ جب انھوں نے دیکھا کہ بعض لوگ رسول خداؐ کی طرف جھوٹی اور جعلی حدیثوں کی نسبت دے کر سنت کے ساتھ کھلواڑ کر رہے ہیں اور یہ صحیح بھی تھا اسی لئے انہوں نے رسولؐ پر افترا پردازی کرنے والے جسور کو سزا دینے اور ان کے ان گناہ آلود ہاتھوں کو قطع کرنے کا ارادہ کیا جو سنت بر خلاف بر سر پیکار تھے۔ تو پھر اگر ایسا یا ویسا ہوتا تو ابوذر غفاری جیسے صادق جن کی صداقت زباں زد خاص و عام تھی بقول رسولؐ: **ما اظلت الخضراء و الا اقلت الغبراء علی رجل اصدق لهجة بن ابی ذر** "آسمان نے سایہ نہیں کیا، زمین نے پھل نہیں اگائے ایسے انسان کے لئے جو ابوذر غفاری سے زیادہ سچا ہو" (پر یہ سختی کیوں؟!)۔(۲)

یا عبداللہ بن مسعود جیسے راز دار رسولؐ جن کا علم قرآن سب سے زیادہ اعلیٰ وارفع تھا انہوں نے حلال قرآن کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھا اور دین خدا و سنت رسول کے فقیہ (پر یہ سختی کیوں؟!)(۳) یا پھر ابودرداء جیسے بزرگ صحابی اور رسول خداؐ کے رفیق (پر قید و بند کی زندگی کیوں برداشت کی)۔(۴)

یہ عظیم شخصیتیں مرگ خلیفہ تک بغداد میں مقید رہیں، کیوں انھوں نے مسلمانوں کے اجتماع میں ایسے عظیم صحابہ کی بے حرمتی اور اہانت کی اور کیوں انھیں لوگوں کی نظروں میں ذلیل کیا؟!

۱۔ جامع بیان العلم، ج۲، ۱۹۱، (ص۴۲۹، حدیث ۲۰۷۱، ۲۰۷۳)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۳۴۲، ۳۴۴، (ج۳، ص۳۸۵، حدیث ۵۴۶۰، ص۳۸۷، حدیث ۵۴۶۷)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۳۱۲، ۳۱۵، (ج۳، ص۳۵۳، حدیث ۵۳۶۲، ص۳۵۷، حدیث ۵۳۸۰)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۳۳۷، (ج۳، ص۳۸۱، حدیث ۵۴۵۰)

کیا جعل سازوں میں ابو ہریرہ اور ابو موسیٰ سرفہرست تھے جو تہدید و عتاب اور قید خانے کے مستحق قرار پائے ؟! جی ہاں! یہ سب وقتی اور سیاسی نظریہ تھا جس نے امت پر علوم و معارف کے دروازے بند کر کے انھیں جہل و نادانی اور خواہشات نفسانی کی گہری کھائی میں گرا دیا، ممکن ہے خلیفہ نے اس کا ارادہ نہ کیا ہو لیکن یہ طے ہے کہ انھیں کی وجہ سے یہ دن دیکھنے کو آیا اور اس طرح انھوں نے مشکلات کی گرفتاری میں اپنا دفاع کیا اور انھیں کے وسیلے سے اپنے آپ کو مشکل مسائل سے نجات دلایا۔

امت مسلمہ کو علم قرآن سے منع کرنا، ان کو کتاب خدا کے عظیم معانی و مطالب اور حیات آفرین اسباق جیسے علم و ادب، دین و سیاست، اجتماع اور تاریخ و اخلاق سے دور رکھنا، باب تعلیم و تربیت کو بند کرنا، عدم الوقوع چیزوں کے احکام کے حصول کی ممانعت کرنا، واقعہ کے وقوع سے قبل دین خدا پر عمل پیرا ہونے کی ممانعت کرنا، علم الحدیث کے حصول کی مخالفت کرنا اور لوگوں کے درمیان اس کی نشر و اشاعت کی سخت ترین مخالفت وغیرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم سوچنے پر مجبور ہیں کہ بے چاری امت کس مفید علم اور حکمت کے سہارے امم عالم کے سامنے ترقی کا پرچم نصب کرے، کس کتاب و سنت اور روش زندگی کو پیش نظر رکھ کر کائنات پر حکومت کرنے کا خواب دیکھے؟!

لہٰذا خلیفہ کی اس سیرت و روش نے امت مسلمہ، ان کے علوم و معارف اور ان کی شرافت و بزرگی اور ترقی پر کاری ضرب لگائی ہے، چاہے خلیفہ اس سے واقف ہوں یا نہ ہوں۔

چنانچہ انہیں موضوعات سے مربوط ہے: تحریر سنن کی حدیث؛ لیجئے اسے بھی ملاحظہ فرمایئے:

۹۳۔ تحریر سنن کا واقعہ

عروہ سے منقول ہے: عمر بن خطاب نے سنتوں کو لکھنے کا ارادہ کیا، چنانچہ اس سلسلے میں انہوں نے اصحاب رسولؐ سے سوال کیا، انہوں نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ آپ یہ نیک کام ضرور کریں۔ عمر نے اس سلسلے میں ایک مہینہ خدا سے استخارہ کیا اور ایک دن یہ کام کرنے پر کمر بستہ ہو گئے، انہوں نے کہا: بے شک میں روایتوں اور سنت رسول کو لکھنا چاہتا ہوں، لیکن جب گذشتہ اقوام و ملل کی تاریخ پڑھی تو

دیکھا کہ تم میں سے بعض لوگوں نے کتاب لکھی اور اسی میں مشغول ہو گئے اور کتاب خدا کو بالکل ہی چھوڑ دیا، لیکن خدا کی قسم! میں خدا کی کتاب کو ہرگز ہرگز کسی چیز سے مخلوط نہیں کروں گا۔(۱)

بعض افراد خلیفہ کے اس عمل کی پیروی کرتے ہوئے تحریر سنن کی ممانعت کے معتقد ہو گئے جب کہ شارع مقدس کی مسلمہ سنت کے برخلاف ہے۔(۲)

۹۴۔ کتابوں کے متعلق خلیفہ کی رائے

ان چاروں واقعات: مشکلات قرآن کا واقعہ، عدم الوقوع چیز کے سوال کا واقعہ، حدیث رسول کا واقعہ اور سنن رسولؐ کی تحریر کا واقعہ'' کے ساتھ ساتھ کتابوں اور تالیفات کے بارے میں خلیفہ کے اجتہاد کا بھی اضافہ کر لیں۔

ایک مسلمان نے عمر کے پاس آ کر کہا: ہم نے شہر مدائن کی فتح کے دوران چند کتابیں حاصل کی ہیں جن میں عجمی علوم اور حیرت انگیز کلام موجود ہیں، یہ سنتے ہی عمر نے اپنا کوڑا منگوایا اور اس بے چارے کو مارنا شروع کر دیا پھر قرائت کی: ﴿نحن نقص علیک احسن القصص﴾۔(۳)

وہ کہتے: تجھ پر افسوس! کیا کتاب خدا سے بہتر حکایت ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ تم سے قبل افراد اس لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے علماء کی کتابوں پر اپنی توجہات مرکوز رکھیں اور توریت وانجیل کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ بوسیدہ ہو گئیں اور ان میں موجود علوم نیست و نابود ہو گئے؟

دوسری صورت:

عمر بن میمون نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو عمر بن خطاب کے پاس لایا گیا، اس نے

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۰۶، (ج ۳، ص ۲۸۷) مختصر جامع بیان العلم، ص ۳۳، (ص ۶۲، حدیث ۵۸)

۲۔ سنن داری، ج ۱، ص ۱۲۵؛ المستدرک علی الصحیحین، ج ۱، ص ۱۰۶۔۱۰۴، (ج ۱، ص ۱۸۷۔۱۸۶، حدیث ۳۵۹۔۳۵۷)؛ مختصر جامع بیان العلم، ص ۳۶، ۳۷، (ص ۷۲۔۷۸، حدیث ۶۱/ ۶۳)

۳۔ یوسف/ ۳

کہا: اے امیر المومنین! فتح مدائن کے وقت چند کتابیں دستیاب ہوئیں جن میں حیرت انگیز کلام و گفتار مذکور ہیں، عمر نے کہا: کیا وہ کتاب خدا سے متعلق ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، یہ سنتے ہی اپنا کوڑا منگوایا اور اسے مارنا شروع کر دیا اور ان آیات کی تلاوت کرنے لگے:

﴿تِلْکَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ☆ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾۔(۱)

پھر کہا: بے شک تم سے قبل لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کیوں کہ انھوں نے علماء کی کتابوں پر اپنی توجہات مرکوز رکھیں اور توریت وانجیل کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ بوسیدہ ہوگئیں اور تمام علوم ومعارف ختم ہوگئے۔

عبدالرزاق (۲) نے ابن ضریس سے نے فضائل قرآن میں اور عسکری نے الواعظ میں ذکر کیا ہے کہ خطیب نے ابراہیم نخعی سے نقل کیا: کوفہ میں ایک شخص تھا جو دانیال نبی کی کتابوں کی تحقیق میں مصروف تھا کہ عمر کا خط پہونچا: اسے میرے پاس بھیج دیا جائے۔ جب وہ عمر کے پاس پہونچا تو انھوں نے اپنا کوڑا بلند کر کے اس کے سر پر مارا اور اس آیت کی تلاوت کی: ﴿تِلْکَ آيَاتُ الْكِتَاب.....﴾۔

عمر نے پوچھا: تجھے قرآن کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! مجھے چھوڑ دیجئے، خدا کی قسم! میں ان کتابوں کا ایک حرف بھی نہیں رکھوں گا، سب کو نذر آتش کر دوں گا اس اقرار کے بعد عمر نے اسے چھوڑ دیا۔(۳)

ابوالفرج ملطی (متوفی ۶۴۸ھ) کی کتاب ''مختصر الدول'' کی عبارت ہے:

''یحییٰ غاماطیقی زندہ رہا یہاں تک کہ عمرو عاص نے شہر اسکندریہ فتح کر لیا، وہ عمرو عاص کے پاس پہونچا، عمرو کو اس کی علمی جلالت ومنزلت کی قدرے معرفت حاصل تھی، اس نے اس کا کافی احترام واکرام کیا، اس نے ان منطقی کلمات کو سنا جن سے عرب قطعی نامانوس تھے اس لئے اس کا شیدائی بن گیا۔

۱۔ یوسف ۱/۲،۱

۲۔ المصنف عبدالرزاق، (ج ۶، ص ۱۱۴، حدیث ۱۰۱۱۶)

۳۔ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص ۱۰، (ص ۱۱۶)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۲۲، (ج ۱۲، ص ۱۰۱، خطبہ ۲۲۳)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۵۹، (ج ۱، ص ۳۷۴، حدیث ۱۶۳۲)

عمرو چونکہ ایک چالاک، خوش طبع اور صحیح الفکر انسان تھا اس لئے وہ اس کا ملازم بن گیا اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا تھا، ایک دن یحییٰ نے اس سے کہا: بے شک آپ اسکندریہ کے خزانوں اور محصولات پر حاکم ہیں اور ان میں موجود ہر چیز پر مہر لگا دی ہے، لہٰذا جو چیزیں آپ کے لئے مفید ہوں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں لیکن جو چیزیں آپ کے لئے مفید نہیں ہیں انہیں آپ ہمیں عنایت فرمائیں تا کہ ہم ان سے استفادہ کریں۔

عمرو نے پوچھا: وہ کون سی چیزیں ہیں جن کی تمہیں ضرورت ہے؟ اس نے کہا: شاہی خزانے میں موجود فلسفی کتابیں۔ عمرو نے اس سے کہا: تم نے ایسی چیز کا مطالبہ کیا ہے جس کے متعلق عمر کی اجازت کے بغیر حکم صادر کرنا ممکن نہیں ہے۔

عمرو عاص نے عمر کو خط لکھا اس میں یحییٰ کا باتیں خصوصیت سے تحریر کی۔

عمر نے خط ملتے ہی جواب میں لکھا: اور ہاں! جن کتابوں کا تم نے ذکر کیا ہے اگر وہ کتاب خدا کے موافق ہیں تو کتاب خدا میں وہ چیزیں ہونے کی وجہ سے ان کتابوں کی قطعی ضرورت نہیں اور اگر ان کتابوں میں موجود مطالب کتاب خدا کے مخالف ہیں تو پھر ان کتابوں کی کوئی حاجت نہیں لہٰذا انھیں نیست و نابود کر دو۔

جیسے ہی عمرو عاص کو عمر کا خط ملا، اس نے ان کتابوں کو اسکندریہ کے حماموں میں تقسیم کروایا کہ انھیں نذر آتش کر دیا جائے، چنانچہ چھ مہینے تک ان کتابوں کے وسیلے سے حماموں کو گرم رکھا گیا۔

اس واقعہ کو ملاحظہ فرمایئے اور حیرت و استعجاب کے سمندر میں غوطے لگایئے۔

ملطی کے اس کلام کو جرجی زیدان نے تمدن اسلام میں تفصیل سے تحریر کر کے حاشیہ پر لکھا ہے: بیروت کے مطبع سے شائع ہونے والے نسخوں میں ان تمام جملوں کو حذف کر دیا گیا ہے، کیوں..؟ میں نہیں جانتا۔(۱)

عبد اللطیف بغدادی (متوفی ۶۲۹ھ) ''الافادہ والاعتبار'' میں لکھتے ہیں:

۱۔ تاریخ تمدن اسلامی، مؤلفات جرجی زیدان، ج ۳، ص ۴۰، (مجلد ۱۱، ص ۶۳)

نیز میں نے اس محل کے ستونوں کے اطراف میں کچھ باقی ماندہ نشانیوں کو بھی دیکھا جن میں کچھ صحیح وسالم اور بعض شکستہ تھے اور اس کی حالت سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کبھی مسقف بھی رہا ہوگا، یہ ستون چھت کو محفوظ رکھے ہوئے تھے، میں نے اس بڑے حال کو بھی دیکھا جن میں ارسطا طالیس اور اس کے شاگرد وپیروکار درس وتدریس کرتے تھے، وہ خانۂ معلم تھا جسے اسکندر نے شہر اسکندریہ کی بنیاد کے وقت تعمیر کروایا تھا، اس میں کتابخانہ تھا جسے عمرو عاص نے عمر بن خطاب کے حکم سے جلا ڈالا۔ (۱)

واقعہ کی تفصیل:

قاضی اکرم جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف قفطی (متوفی ۶۴۶ھ) اپنی کتاب ''تراجم حکماء'' (کے خطی نسخے) (۲) میں یحییٰ نحوی کی سوانح حیات کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''یحییٰ نحوی کی زندگی میں عمرو عاص نے مصر واسکندریہ کو فتح کیا، وہ عمرو کے پاس آیا، عمرو کو اس کی علمی جلالت اور اعتقادی منزلت کی معرفت تھی لہٰذا اس نے اس کا کافی احترام واکرام کیا اور اس کے لئے خاص طور سے ایک مکان آراستہ کروایا۔

ابطال تثلیث سے متعلق اس کی باتیں سن کر سخت متعجب ہوا اور بے ثباتی دنیا سے مربوط اس کے اقوال نے اس کا بری طرح شیدائی بنا دیا، نیز منطقی دلائل وبراہین اور فلسفی الفاظ وکنایات بھی سنے جن سے عرب قطعی نامانوس تھے، چونکہ عمرو ایک ہوشمند، چالاک اور سلیم الفکر انسان تھا اس لئے اس نے اس کا ساتھی بن کر اس سے جدا نہ ہونے کا مصمم ارادہ کرلیا۔

ایک دن یحییٰ نے کہا: تم اسکندریہ کے تمام محصولات پر مسلط ہو اور ان پر اپنی مہر لگا دی ہے لہٰذا جو چیزیں تمہارے منفعت کی ہیں اسے اپنے پاس رکھ لو لیکن جن چیزوں میں تمہارے لئے فائدہ نہیں ہے اسے ہمارے حوالے کردو، حکم دو کہ ہم انہیں الگ کرلیں۔

عمرو نے پوچھا: وہ کون سی چیزیں ہیں جن کی تم کو ضرورت ہے؟

۱۔ الافادۃ والاعتبار، ص ۲۸، (ص ۱۳۲)

۲۔ ۱۱۹۷ھ کا خطی نسخہ دار الکتب الخدیویۃ میں موجود ہے ملاحظہ ہو تاریخ تمدن اسلامی، ج ۳، ص ۴۲، (مجلد ۱۱، ص ۶۳۵)۔

اس نے کہا: شاہی خزانے میں موجود فلسفی کتابیں اور رسائل، جن پر تم نے تسلط حاصل کرلیا ہے ہمیں ان کی ضرورت ہے مجھے یقین ہے کہ ان میں تمہارے لئے کوئی فائدہ نہیں۔

عمرو نے پوچھا: ان کتب ورسائل کو کس نے جمع کیا ہے، اس کا اصل واقعہ کیا ہے؟

یحییٰ نے بیان کرنا شروع کیا:

''بطولوماوس فیلادلفوس نامی شخص اسکندریہ کے تخت بادشاہت پر براجمان ہوا، وہ علم وعلماء کا دوستدار اور علمی کتابوں کا شیدائی تھا۔

اس نے علمی کتابوں کو جمع کرنے کا حکم دیا اور الگ سے اخراجات بھی معین کیئے، ابن زہرہ (زمیرہ) نامی شخص کو اس کا متولی مقرر کر کے اسے کتابوں کی تحصیل کی تشویق وترغیب دلائی، چنانچہ اس نے بھی بحسن وخوبی اپنا عہدہ سنبھال کر تھوڑی مدت میں پچاس ہزار ایک سو بیس (۵۰۱۲۰) کتابیں جمع کرلیں۔

جب بادشاہ ان کتابوں کی جمع آوری اور مقدار رقم کی حقیقت سے باخبر ہوا تو اس نے زمیرہ کو بلا کر پوچھا: کیا تمہاری نظر میں روئے زمین پر علمی کتابیں ایسی بھی ہیں جو ہمارے پاس نہیں؟

زمیرہ نے کہا: جی ہاں! سندھ، ہندوستان، فارس، جرجان، ارمینہ، بابل اور موصل میں ایسی کتابیں ہیں جو ہمارے پاس موجود نہیں۔

بادشاہ کو بہت تعجب ہوا اس نے کہا: تم تحصیل کتب کا کام جاری رکھو۔ چنانچہ وہ شخص کتاب کی جمع آوری کرتے ہوئے فوت ہوگیا اور یہ کتابیں اس طرح مصون ومحفوظ رہیں جو شخص بھی اس کا متولی مقرر ہوتا ان کتابوں کے سلسلے میں خصوصی اہتمام کرتا یہاں تک کہ ہمارا عہد آ گیا۔

عمرو عاص نے تمام واقعہ سن کر یحییٰ کی باتوں کو مبالغہ پر محمول کیا، اس نے کہا: میرے لئے ممکن نہیں کہ عمر بن خطاب کے اجازت کے بغیر تمہارے لئے کوئی حکم صادر کروں۔

چنانچہ اس نے عمر کو خط لکھا، اس میں تمام باتیں رقم کر کے پوچھا کہ ان کتابوں کا کیا کروں؟ عمر نے جواب میں لکھا: جن کتابوں کا تم نے تذکرہ کیا ہے اگر وہ کتاب خدا کے مخالف ہیں تو ان کی ہمیں کوئی

ضرورت نہیں ہے، لہٰذا انھیں نیست و نابود کر دو۔ خط کا جواب ملتے ہی عمرو عاص نے ان کتابوں کو اسکندریہ کے حمام میں تقسیم کر کے انھیں جلانے کا کام شروع کر دیا۔

اس وقت اسکندریہ میں موجود حماموں کا ذکر نہیں کیا جا سکتا میرے ذہن میں محفوظ نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ ان کتابوں کی وجہ سے چھ مہینے تک وہاں کے حمام گرم رہے، علم و ثقافت کے اس واقعہ کو سنئے اور تعجب کیجئے۔

ابن ندیم ''فہرست''(۱) میں کتابخانہ کے واقعہ نذر آتش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسحاق راہب نے اپنی تاریخ میں حکایت کی ہے کہ اسکندریہ کے بادشاہوں میں جب بطولوماوس فیلادلفوس تخت پر بیٹھا تو اس نے علمی کتابوں کی تلاش میں کافی جدوجہد کی اور اس کی ذمہ داری زمیرہ نامی شخص کے سپرد کی۔

لوگوں کے مطابق اس نے پانچ ہزار ایک سو بیس (۵۱۲۰) جلد کتابیں جمع کیں اور بادشاہ سے کہا: اے بادشاہ! اس کے باوجود بھی سندھ، ہندوستان، فارس، جرجان، ارمان، بابل اور موصل وغیرہ کی کتابیں باقی رہ گئیں ہیں۔

اس کتابخانہ کا موسس بطلیموس اول وہی شخص ہے جس نے اسکندریہ کے معروف مدرسہ کی رداق کے نام سے بنیاد ڈالی اور اس میں اس عہد کے فلسفہ، ریاضیات، طب، حکمت، آداب اور ہیئت وغیرہ جیسے تمام علوم کو جمع کیا۔

یہ مدرسہ قصر شاہی سے متصل تھا، اس کے فرزند بطلیموس دوّم کی اس کے باپ کی موت کے دو سال قبل ۲۸۵ھ میں بیعت کی گئی، اُس وقت اس کی عمر ۲۴ سال کی تھی اس کی مدّت حکومت ۳۸ سال تھی۔ یہ بھی اپنے باپ کی سیرت و روش پر قائم رہتے ہوئے علم اور صاحبان علم کا شیدائی تھا، اس نے بھی اسکندریہ کے کتابخانہ اور کتابوں کی جمع آوری پر خصوصی توجہات مرکوز رکھی۔(۲)

۱۔فہرست، ابن ندیم، ص۳۳۴، (۳۰۱)

۲۔الکافی فی تاریخ مصر، ج۱، ص۲۱۰۔۲۰۸

خلیفہ کی یہ رائے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے والے تمام شہروں اور ملکوں کے لئے عام تھی۔

چنانچہ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں: جب مسلمانوں نے فارس کے شہروں کو فتح کیا اور وہاں کی کتابیں نظروں سے گذریں تو سعد بن ابی وقاص نے عمر بن خطاب کو خط لکھ کر پوچھا کہ ان کتابوں کا کیا کروں؟ کیا انھیں مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردوں؟

عمر نے جواب میں لکھا: انھیں دریا برد کردو اگر ان میں ہدایت ہے تو خداوند عالم نے بہتر انداز میں ہماری ہدایت کردی ہے اور اگر وہ کتب ضلال ہیں تو چہ بہتر۔ ہمارے لئے خدا کافی ہے۔

چنانچہ ان کے حکم سے ان کتابوں کو دریا برد یا نذر آتش کردیا گیا اور اس طرح فارس کے علوم ومعارف تباہ وبرباد ہوگئے۔(۱)

ایک دوسری جگہ اہل اسلام اور ان کے علوم کے متعلق لکھتے ہیں: انہوں نے فتح شدہ تمام شہروں کی کتابیں جلا کر تباہ وبرباد کردیں۔(۲)

ابن خلدون اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: علوم بہت زیادہ ہیں اور بنی نوع انسان کے حکماء بھی بہت زیادہ ہیں، جو علوم ومعارف ہم تک نہیں پہونچے وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں لہٰذا فارس کے علوم ومعارف جنہیں عمر نے فتح کے موقع پر نیست ونابود کرنے کا حکم دیا تھا کہاں گئے؟!۔(۳)

تبصرۂ علامہ امینیؒ

ایسا کوئی نظریہ نہیں کہ گذشتہ افراد کی کتابیں بطور مطلق ممنوع ہوں، خاص طور سے جب وہ کتابیں علمی، صنعتی، فلسفی، اخلاقی، طبی، فلکی، ریاضی جیسے علوم پر مشتمل ہوں، ان کتابوں میں پیغمبروں سے منسوب

۱۔ کشف الظنون، ج۱، ص۴۴۶، (ج۱، ص۶۷۹)

۲۔ کشف الظنون، ج۱، ص۲۵، (ج۱، ص۳۳، مقدمہ)

۳۔ تاریخ ابن خلدون، ج۱، ص۳۲، (ج۱، ص۵۰)

کتابیں خصوصیت کی حامل ہیں جیسے دانیالؑ نبی، اگر یہ نسبت صحیح ہو اور ان میں تحریف نہ کی گئی ہو تو یہ قطعی ممنوع نہیں ہوسکتیں۔ ہاں! اگر جھوٹا دعویٰ کرنے والے باطل رہبروں اور منسوخ شدہ دین کی گمراہ کن کتابیں ہوں یا ان میں ایسے اعتراضات مذکور ہوں جو اسلامی اصول ومبانی کے برخلاف ہوں تو ان میں سے ایسے افراد کے لئے غور وفکر کرنا حرام ہے جو ان کے جواب اور ان کی تحقیق سے قاصر و عاجز ہوں۔ ایسی کتابوں کو نذر آتش کرنا یا دریا برد کرنا ضروری ہے، لیکن اگر کسی کے پاس استدلال و براہین اور دفاع کی صلاحیت ہو تو ابطال باطل اور احقاق حق کے لئے ان میں غور وفکز کرنا افضل ترین عبادت ہے۔

اس سلسلے میں قرآن احسن قصص اور ان کتابوں کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے جو مفید علم وحکمت اور ایسے موضوعات کی حامل ہوں جن میں بنی نوع بشر کو فائدہ پہونچ سکتا ہے یا ان میں ایسے علوم ومعارف ہوں جن سے بنی نوع انسان بھر پور طریقہ سے استفادہ کر سکے اگر چہ قرآن مجید کے مطالب ومفاہیم ان کتابوں سے کہیں زیادہ عمیق ودقیق ہیں لیکن انسان کا ذہن اس یقین کے باوجود کہ ہر خشک وتر اور ہر چھوٹی بڑی شی قرآن کے دامن میں محفوظ ہے، پھر بھی اس کتاب کے مطالب اور اعلیٰ ترین مقاصد تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر وعاجز ہے۔

لہٰذا ان کتابوں میں غور وفکر کرنے کی ممانعت کرنا انسانوں کے اوپر عظیم ظلم وجنایت اور انھیں علوم ومعارف سے دور بہت دور لے جانے کا حربہ ہے اور اس سلسلے میں کوڑوں کی بارش کرنا اسلام کے عالمی قانون سے سازگاری نہیں رکھتا، نہ قرآن کے اعتبار سے اور نہ ہی حدیث کے اعتبار سے۔

خدا بہتر جانتا ہے کہ اسکندریہ کے اس علمی خزانے کو نذر آتش کرنے اور انہیں عجمی شہروں میں منتشر کرنے سے مسلمانوں کو کتنے بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے جن کا ہدایت وضلالت سے قطعی کوئی ربط نہیں تھا جیسا کہ خلیفہ نے فارس کی کتابوں کے بارے میں تصور کیا۔ یہ کتابیں قرآن مجید کی مخالفت یا موافقت سے بھی مربوط نہیں تھیں جیسا کہ خلیفہ نے اسکندریہ کے کتابخانے کے بارے میں سوچا۔

ہاں!! اگر مسلمان اس علمی دولت سے بہرہ مند ہو جاتے تو ان کی ترقی میں یقیناً معاون ثابت ہوتا۔

جی ہاں! خلیفہ کا یہ نفرت آمیز عمل علوم و معارف میں عقب نشینی اور دنیا میں تنگدستی و بدنامی کا سبب بنا جو اسلام و عربیت سے ملحق ہو گیا، تحقیق و جستجو کرنے والے افراد نے اس عمل کو وحشت آمیز اور ظلم و خیانت خیال کر کے اسے ایک جاہل کا عمل بتایا ہے، ہم اس کا حکم عقل سلیم پر چھوڑتے ہیں۔

علاوہ بریں اگر خلیفہ چاہتے تو ان کتابوں سے اجتماع بشریت سے مربوط مفید باتوں کو نکال کر کفر والحاد سے تعلق رکھنے والے مطالب کو نابود کر دیتے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا اور جو کیا وہ آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔

۹۵۔ خلیفہ اور قرائتیں

۱۔ محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرے جو آیۂ مبارکہ: ﴿السَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ ''اور مہاجرین و انصار میں سے سبقت کرنے والے اور جن لوگوں نے نیکی میں ان کا اتباع کیا ہے ان سب سے خدا راضی ہو گیا''۔(۱) کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس آیت کو سنتے ہی عمر نے اس کا ہاتھ پکڑا اور پوچھا: کس نے تمھیں اس طرح تلاوت کرنے کی تعلیم دی ہے؟

اُس نے جواب دیا: ابی بن کعب نے۔ عمر نے کہا: جب تک ابی میرے پاس نہ آ جائے تم مجھ سے جدا نہ ہونا۔ جب ابی بن کعب آئے تو عمر نے کہا: کیا تم نے اس آیت کی اس طرح قرائت کی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ عمر نے پوچھا: کیا رسول خداؐ سے ایسے ہی سنا ہے؟ کہا: ہاں۔ تب عمر نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم ایسے مقام پر ہیں جہاں کوئی اور نہیں پہونچ سکتا۔

حاکم اور ابو شیخ نے ابو سلمہ اور محمد تیمی سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرے جو پڑھ رہا تھا: ''...وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ...'' واؤ کے ساتھ۔(۲)

عمر نے کہا: کس نے تمھیں اس طرح تعلیم دی ہے؟

۱،۲۔ توبہ/۱۰۰

کہا: ابی نے۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ابی کے پاس لے گئے اور کہا اے ابوالمنذر! اس شخص نے بتایا کہ تم نے اسے اس طرح تعلیم دی ہے؟

ابی نے کہا: اس نے سچ کہا ہے اور میں نے بھی رسول خداؐ سے اسی طرح سیکھا ہے۔ عمر نے پوچھا: کیا تم نے رسول خداؐ سے ایسے ہی سیکھا ہے؟ کہا: ہاں۔

یہ سن کر عمر غصے سے بولے: ہاں، خدا کی قسم! خدا نے اسے جبرئیل امین پر نازل کیا اور جبرئیل نے قلب پیغمبرؐ پر لیکن اس سلسلے میں خطاب اور اس کے بیٹے سے اجازت نہ لی۔

عمر اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے کہتے ہوئے باہر نکلے: اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

عمر بن عامر انصاری کے طریق سے مروی ہے: ابی نے کہا: خدا کی قسم! رسول خداؐ نے ہمارے سامنے اسی طرح تلاوت فرمائی ہے اور اس وقت تم رسیاں فروخت کر رہے تھے۔

عمر نے کہا: ہاں! ایسی صورت میں بہتر ہے لہٰذا ہمیں ان کی پیروی کرنی چاہئے۔

ایک تعبیر ہے: عمر نے قرائت کی: والانصارُ (پیش کے ساتھ) الذین (للانصار کی صفت قرار دی یعنی واؤ کو حذف کر دیا)۔ چنانچہ زید بن ثابت نے عمر سے کہا کہ وہ واؤ کے ساتھ ہے۔ عمر نے اس سلسلے میں ابی بن کعب سے سوال کیا، انہوں نے زید کی تصدیق کی تو عمر نے زید کی قرائت کو اختیار کیا۔

ایک عبارت ہے: یہ سن کر عمر نے کہا: ہاں! ایسی صورت میں ہمیں ابی کی پیروی کرنی چاہئے۔

طبری کے الفاظ ہیں: ایسی صورت میں ہم ابی کی پیروی کرتے ہیں۔

ایک تعبیر ہے: عمر نے سنا کہ ایک شخص متذکرہ آیت کو واؤ کے ساتھ پڑھ رہا ہے۔ عمر نے کہا: اس طرح کس نے قرائت کی؟

اس نے کہا: ابی نے۔ عمر نے ابی کو بلایا تو ابی نے کہا: رسول خداؐ نے میرے سامنے اسی طرح قرائت کی ہے اور آپ اس وقت بقیع میں کھانے پینے کا سامان بیچ رہے تھے۔

عمر نے کہا: سچ کہا، اگر چاہو تو کہو: ہم حاضر تھے اور تم غائب، ہم نے نصرت کی اور تم نے انہیں تنہا چھوڑ دیا، ہم نے منزل و مکان دیا اور تم نے انھیں نکال باہر کر دیا۔ اس کے بعد عمر نے کہا: میں دیکھ رہا

ہوں کہ ہم اس مقام پر ہیں کہ بعد والے اس تک نہیں پہونچ سکتے۔(۱)

۲۔احمد نے اپنی سند میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے عمر کے پاس آ کر کہا: اکلتنا الضبع ''باتوں نے ہمیں زچ کر دیا ہے''۔مسعر کا بیان ہے کہ یہ سن کر عمر نے پوچھا: تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے اپنا تعارف کرایا، چنانچہ عمر نے پہچان لیا کہ وہ موسیٰ ہے۔اس کے بعد عمر نے کہا: بے شک اگر کسی کے پاس ایک یا دو صحرا ہو تو وہ تیسرے کی طلب میں کوشاں رہے گا۔

یہ سن کر ابن عباس نے کہا: ابن آدمؑ کے شکم کو مٹی کے علاوہ کوئی اور چیز پر نہیں کر سکتی پھر خداوند عالم توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

عمر نے ابن عباس سے پوچھا: اسے کس سے سنا؟ کہا: ابی سے۔

عمر نے کہا: جب صبح نمودار ہو تو اسے میرے پاس لاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ ابن عباس ام الفضل کے پاس گئے اور تمام واقعہ بیان کیا، وہ خوف زدہ تھے کہ کہیں ابی بن کعب نے فراموش نہ کر دیا ہو، چنانچہ ان کی ماں نے کہا: ابی نے اسے فراموش نہ کیا ہوگا۔

علی الصباح عمر پہونچے، ان کے ہمراہ ان کا کوڑا بھی تھا، ہم دونوں ابی بن کعب کے پاس گئے، اس وقت وضو کر رہا تھا باہر آ کر کہا: مذی خارج ہو گئی تھی اس لئے اپنی شرمگاہ کو دھو رہا تھا۔

عمر نے تعجب سے پوچھا: کیا رسول خداؐ سے سنا ہے؟ کہا: ہاں۔

اس کے بعد ابن عباس والی بات دریافت کی اور ابی نے اس کی تصدیق وتائید کی۔

مسند میں ابن عباس ہی سے مروی ہے: ایک شخص عمر کے پاس آیا اور سوال کرنے لگا۔یہ دیکھ کر عمر نے اس کے سر و پیر کو بغور دیکھا کہ کہیں اس پر سستی وکسالت کا غلبہ تو نہیں، پھر اس سے پوچھا: تمہارے

۱۔تفسیر طبری، ج۱، ص۷، (مجلد۷، ج، ص۱۸)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۳۰۵، (ج۳، ص۳۴۵، حدیث ۵۳۲۹)؛ تفسیر قرطبی، ج۸، ص۲۳۸، (ج۸، ص۱۵۱/۱۵۲)؛ تفسیر کشاف، ج۲، ص۴۶، (ج۲، ص۳۰۴)؛ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۳۸۳؛ در منثور، ج۳، ص۲۶۹؛ کنز العمال، ج۱، ص۲۷۸، (ج۲، ص۲۰۵، حدیث ۴۸۵۸، ص۵۹۷، حدیث ۴۸۲۳)؛ فتح القدیر، ج۲، ص۳۷۹، (ج۲، ص۳۹۸)؛ روح المعانی، ج۱۱، ص۸۔

پاس کتنا مال ومتاع ہے؟

اس نے کہا: چالیس اونٹ۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے کہا: خدا اور رسولؐ نے سچ فرمایا ہے کہ اگر انسان کے پاس سونے کے دو باغ ہوں تو وہ تیسرے کی طلب میں کوشاں رہے گا، اس انسان کے پیٹ کو خاک کے علاوہ کوئی اور چیز پر نہیں کر سکتی، جو توبہ کرتا ہے خدا اس پر توبہ کرتا ہے (اس کی توبہ قبول کرتا ہے)۔

عمر نے تعجب سے پوچھا: یہ کیا ہے؟

میں نے کہا: ابی بن کعب نے اسی طرح قرائت کی ہے۔

عمر نے کہا: چلو اسی کے پاس۔ ابی کے پاس آ کر عمر نے کہا: یہ ابن عباس کیا کہتے ہیں؟

ابی نے کہا: رسول خداؐ نے اسی طرح بیان فرمایا ہے۔

عمر نے کہا: اگر تمہاری نظر میں ثابت ہے تو ثابت ہی رکھو۔

احمد سے حکایت ہوئی ہے کہ عمر نے پوچھا: اسی طرح اپنے مصحف میں ثابت رکھو گے؟

کہا: ہاں۔

ابن ضریس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس کا بیان ہے: میں نے کہا: اے امیر المومنین! ابی بن کعب کا خیال ہے کہ آپ نے آیات خدا میں اس آیت کو ترک کیا ہوا ہے جسے آپ نے تحریر نہیں کیا۔

عمر نے کہا: خدا کی قسم! میں ابی سے پوچھوں گا اگر اس نے انکار کیا تو تیری تکذیب ہوگی، چنانچہ نماز صبح کے بعد ابی کے پاس گئے اور کہا: یہ ابن عباس کہتے ہیں کہ تمہارے خیال میں، میں نے کتاب خدا کی ایک آیت کو چھوڑ دیا ہے اور اسے تحریر نہیں کیا؟

ابی نے کہا: میں نے رسولخداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر ابن آدمؑ کے پاس دو باغ و بیابان ہوں تو وہ تیسرے کی طلب میں رہتا ہے تاکہ اس میں زیادتی کر سکے، اس کے شکم کو خاک کے علاوہ کوئی اور چیز پر نہیں کر سکتی، خدا توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبولیت عطا فرماتا ہے۔

عمر نے پوچھا: کیا میں اسے تحریر کروں؟ ابی نے کہا: میں آپ کو منع نہیں کروں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ ابی کو یہ کہنے میں شک و تردید ہوا کہ یہ رسول خداؐ سے سنا ہے یا قرآن میں نازل ہوا ہے۔(۱)

۳۔ابی ادریس خولانی سے مروی ہے کہ اس نے کہا: ابی بن کعب نے آیت کی تلاوت کی: ﴿إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ...﴾۔(۲)

''یہ اس وقت کی بات ہے جب کفار نے اپنے دلوں میں زمانۂ جاہلیت جیسی ضد قرار دے دی تھی اور اگر اس طرح ضد و تعصب کرتے جیسا انھوں نے کیا تھا تو مسجد الحرام ضرور ویران ہو جاتا لہٰذا خدا نے اپنے رسول پر سکون و اطمینان نازل فرمایا''۔

جب یہ خبر عمر کی سماعت سے ٹکرائی تو سخت آشفتہ خاطر اور پریشان ہوئے، ایک آدمی بھیج کر اسے بلوایا اور چند اصحاب کو بھی طلب کیا ان میں زید بن ثابت بھی تھے، عمر نے پوچھا: تم میں کون سورۂ فتح کی تلاوت کر سکتا ہے؟

زید نے قرائت کی تو عمر سخت ناراض ہوئے، یہ دیکھ کر ابی نے کہا: کیا میں کچھ عرض کروں؟

کہا: کہو۔ ابی نے کہا: آپ جانتے ہیں کہ میں ہمیشہ رسول خداؐ کی خدمت میں رہتا تھا اور وہ مجھے قرائت کی تعلیم دیتے تھے، اس وقت آپ دروازے پر ہی موجود رہتے لہٰذا اگر آپ کو پسند ہے کہ میں لوگوں کو اس طرح تعلیم دوں جس طرح رسول خداؐ نے مجھے سکھایا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں ایک حرف کی بھی تلاوت نہیں کروں گا، عمر نے کہا: نہیں، تم لوگوں کو تعلیم دو۔

ایک عبارت میں ہے: ابی نے کہا: خدا کی قسم! اے عمر! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں رسولخداؐ کی خدمت میں موجود رہتا تھا، میں بلایا جاتا اور تم غائب رہتے تھے، خدا کی قسم! اگر تم یہی پسند کرتے ہو تو

۱۔مسند احمد، ج۵، ص۱۱۷، (ج۶، ص۱۳۶، حدیث ۲۶۰۷، ۲۶۰۸)؛ کنز العمال، ج۱، ص۲۷۹ (ج۲، ص۵۶۹، حدیث ۴۷۴۷)؛ درمنثور، ج۶، ص۱۳۷۸، (ج۸، ص۵۸۷)۔

۲۔فتح/۲۶

ٹھیک ہے میں گوشہ نشین ہو جاؤں گا اور کسی سے کوئی بات نہیں کروں گا۔(۱)

۴۔ابن مجلز سے مروی ہے: ابی نے قرائت کی: ﴿مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَيَانِ﴾۔(۲) یہ سُن کر عمر نے کہا: تو نے جھوٹ بکا ہے۔

ابی نے کہا: تم مجھ سے زیادہ جھوٹے ہو، ایک شخص پاس ہی میں بیٹھا تھا کہنے لگا: تم امیرالمومنین کی تکذیب کر رہے ہو۔ ابی نے کہا: میں تم سے زیادہ امیرالمومنین کی اہمیت کا قائل ہوں لیکن میں نے کتاب خدا کی تصدیق کے سلسلے میں ان کی تکذیب کی ہے، یہ سن کر عمر نے کہا: ابی ٹھیک ہیں (میں غلط ہوں)۔(۳)

۵۔خرشہ بن حرا کا بیان ہے: عمر بن خطاب نے میرے ہمراہ ایک تختی دیکھی جس پر تحریر تھا: ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ﴾۔(۴)

پوچھا: اسے کس نے لکھوایا: میں نے کہا: ابی بن کعب نے۔ عمر نے کہا: بے شک ابی ہم سے اچھے قاری اور ہم سے زیادہ نسخ سے زیادہ واقف ہیں، اس نے ''فَامْضُوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ'' پڑھا ہے۔

عبداللہ بن عمر کا بیان ہے: میں نے عمر سے ہمیشہ ''فَامْضُوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ'' ہی سنا ہے۔

ابراہیم سے منقول ہے کہ لوگوں نے عمر سے کہا: ابی بن کعب نے ''فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ'' پڑھا تھا۔ عمر نے کہا: ہم سے زیادہ نسوخ قرآن سے آگاہ ہے، وہ پڑھتا تھا: ''فَامْضُوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ''۔

ابوعبیدہ نے فضائل قرآن میں نقل کیا ہے اور سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن انباری،

۱۔تفسیر ابن کثیر، ج۴، ص۱۹۴؛ درمنثور، ج۶، ص۷۹، (ج۷، ص۵۳۵)؛ سنن نسائی، (ج۶، ص۴۶۳، حدیث ۱۱۵۰۵)؛ المستدرک علی الصحیحین، (ج۲، ص۲۴۵، حدیث ۲۸۹۱)؛ کنزالعمال، ج۱، ص۲۸۵، (ج۲، ص۵۶۸، حدیث ۴۷۴۵)۔

۲۔ مائدہ/۱۰۷

۳۔تفسیر طبری، (مجلد۵، ج۷، ص۱۱۹)؛ درمنثور، ج۲، ص۳۴۴، (ج۳، ص۲۲۶)؛ کنزالعمال، ج۱، ص۲۸۵

۴۔جمعہ/۹

عبدالرزاق،(۱) شافعی، (۲) قربانی، عبد بن حمید، ابن جریر (۳) ابن ابی حاتم اور بیہقی (۴) نے سنن میں نقل کیا ہے جیسا کہ درمنثور اور کنز العمال میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (۵)

۶۔ بجالہ سے حکایت ہوئی ہے کہ اس نے کہا: عمر بن خطاب کا ایسے جوان کے پاس سے گذر ہوا جو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ رہا تھا: ﴿ اَلنَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ﴾ ''بے شک نبی تمام مومنین سے ان کے نفس کی نسبت زیادہ اولیٰ ہے اور ان کی بیویاں ان سب کی مائیں ہیں''۔ (۶)

عمر نے کہا: اے جوان! اسے مٹا دو۔ اس نے کہا: یہ ابی کا قرآن ہے، چنانچہ عمر اس کے پاس گئے اور سوال کیا تو ابی نے کہا: رسول خداؐ ہمیں قرآن میں مشغول رکھتے تھے، اس وقت تمھیں بازاروں میں ہیر پھیر اور دلاّلی سے فرصت نہیں تھی، یہ بات عمر کو کافی ناگوار گذری۔ (۷)

۷۔ ابی بن کعب نے پڑھا: ﴿ولا تقربو الزنا انه كان فاحشة ومتعنا وساء سبيلا الذين تاب، فان الله كان غفوراً رحيماً﴾۔

اسے عمر کے سامنے بیان کیا یا وہ ابی کے پاس آئے اور سوال کیا تو ابی نے کہا: میں نے اسے رسول خداؐ کے دو مبارک لب سے سنا ہے، اس وقت تمھیں دلاّلی کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔ (۸)

۱۔ المصنف عبدالرزاق، (ج ۳، ص ۲۰۷، حدیث ۵۳۵۰)

۲۔ کتاب الام، (ج ۱، ص ۱۹۶)

۳۔ تفسیر طبری، (مجلد ۱۴، ج ۲۸، ص ۱۰)

۴۔ سنن بیہقی، (ج ۳، ص ۲۲۷)

۵۔ درمنثور، ج ۶، ص ۲۱۹، (ج ۸، ص ۱۶۱)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۸۵، (ج ۲، ص ۵۹۷، حدیث ۴۸۲۲)

۶۔ احزاب/۶

۷۔ سنن بیہقی، ج ۷، ص ۶۹؛ تفسیر قرطبی ج ۱۴، ۱۲۶، (ج ۱۴، ص ۸۴)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۷۹، (ج ۲، ص ۵۶۹، حدیث ۴۷۴۶)

۸۔ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۷۸، (ج ۲، ص ۵۶۷، حدیث ۴۷۴۱)، (ج ۲، ص ۵۶۸، حدیث ۴۷۴۴)

۸۔ سور بن مخرمہ سے مروی ہے: عمر بن خطاب نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا: کیا تم نے ہم پر نازل شدہ آیت کو ملاحظہ نہیں کیا: ﴿ان جاھدوا کما جاھدتم اول مرة﴾ "جس طرح پہلی مرتبہ جہاد کیا تھا اسی طرح جہاد کرو"۔

عبدالرحمٰن نے کہا: جو قرآن میں نہیں ہے اسے چھوڑ دو۔ (۱)

۹۔ ابن عباس اور عدی بن عدی نے عمر سے نقل کیا ہے کہ عمر نے کہا: ہم قرآن کی اس آیت کی تلاوت کرتے تھے: ﴿ان لاترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم "یا" ان کفر بکم ان ترغبوا عن آبائکم﴾ پھر زید بن ثابت سے کہا: کیا ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ (۲)

۱۰۔ مالک و شافعی سے سعید بن مسیب اور اس نے عمر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک خطبہ میں کہا: پرہیز کرو، کہیں آیۂ رجم و حد کے ذریعہ ہلاک نہ ہو جاؤ۔

کہنے والے نے کہا: ہم نے قرآن میں دو حد کا مشاہدہ نہیں کیا کیوں کہ رسول خدا نے سنگسار کیا اور ہم نے بھی سنگسار کیا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے اگر لوگوں کی بات کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب خدا میں زیادتی کی ہے تو میں ضرور لکھتا: الشیخ والشیخہ فارجموھما"۔

البتہ احمد کی عبارت ہے: عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ اگر کہنے والوں کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب خدا میں ایسی چیزوں کا اضافہ کر دیا ہے جو اس میں نہیں ہیں تو میں جس طرح نازل ہوا ہے اسی طرح تحریر کرتا۔

ابوداؤد کے الفاظ ہیں: خدا کی قسم! اگر کہنے والے کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب خدا میں اضافہ کیا ہے اسے قرآن میں ضرور لکھتا۔

بیہقی کی تعبیر: اگر مجھے کتاب خدا میں زیادتی ناپسند نہیں ہوتی تو میں اپنے مصحف میں ضرور تحریر کرتا،

۱۔ الاتقان، ج۲، ص۴۲، (ج۳، ص۴۷)؛ کنز العمال، ج۱، ص۲۷۸، (ج۲، ص۵۶۷، حدیث ۴۷۴۱)

۲۔ صحیح بخاری، ج۱۰، ص۴۳، (ج۶، ص۲۵۰۵، حدیث ۶۴۴۲)؛ الاتقان، ج۲، ص۴۲ (ج۳، ص۷۴)

اس لئے کہ خوف زدہ ہوں کہ میرے بعد لوگ آکر اسے نہ دیکھیں اور ایمان نہ لائیں۔(۱)

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

یہ تمام روایات وواقعات ترتیل قرآن کے سلسلے میں خلیفہ کی کم علمی وکم مائیگی آشکار کر رہے ہیں اور یہ کہ متذکرہ تمام افراد ان سے کہیں زیادہ قرآن مجید کے جانکار اور عالم تھے اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ بازاروں میں معاملات کی دلاّلی، ریسمان فروشی اور قرعہ کشی کی مشغولیت نے تعلیمات قرآن سے بے بہرہ کر دیا تھا بقول ابی بن کعب: خرید وفروش کی دلالی کے علاوہ انھیں کوئی کام ہی نہیں تھا۔

ایسے خلیفہ کا کیا مصرف جو کتاب وسنت میں عوام الناس کا رہبر ہونے کے باوجود لوگوں کے عقائد ونظریات کی پیروی کرتا ہے، ان کے کہنے پر مصحف شریف میں حذف واضافہ کرتا ہے، کتاب وسنت میں جدائی کا قائل نہیں، لوگوں کے کہنے پر اپنی ساعت کو ادھر ادھر کر دیتا ہے، قرآن کی کسی آیت کو حذف کرنے میں دوسرے کی رائے کی تصدیق کرتا ہے، تحریف شدہ آیات کو قرآن میں شامل کرنے سے صرف اس لئے منع کرتا ہے کہ اسے لوگوں کی باتوں سے خوف محسوس ہوتا ہے۔

ہاں! یہ وہی تحریف ہے جس کی نسبت وہ شیعوں کی طرف دیتے ہیں اور اس کے وسیلہ سے وہ حملہ آور ہوتے ہیں حالانکہ شیعہ پہلے ہی دن سے اس بدنامی سے پاک ومنزہ اور ان کے محققین نفی تحریف پر متفق ہیں۔(۲)

۱۔مسند احمد، ج۱، ص۲۹، (ج۱، ص۴۹، حدیث ۱۹۸)، ص۸۱، حدیث ۳۵۴)؛ اختلاف الحدیث شافعی مطبوع بر حاشیہ کتاب الام شافعی، ج۷، ص۲۵۱، (ص۵۳۳)؛ موطا مالک، ج۲، ص۱۶۸، (ج۲، ص۸۲۴، حدیث ۱۰)؛ صحیح بخاری، ج۱۰، ص۴۴، (ج۶، ص۲۵۰۴، حدیث ۶۴۴۲)؛ صحیح مسلم، ج۲، ص۳۳، (ج۳، ص۵۲۴، حدیث ۱۵، کتاب الحدود)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۲۹۹، (ج۴، ص۲۹، حدیث ۱۴۳۱)؛ سنن دارمی، ج۲، ص۱۷۹؛ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۱۱۵، (ج۲، ص۸۵۳، حدیث ۲۵۵۳)؛ سنن ابی داؤد، ج۲، ص۲۳۰، (ج۴، ص۱۴۵، حدیث ۴۴۱۸)؛ مسند طیالسی، ص۶؛ سنن بیہقی، ج۸، ص۲۱۱/۲۱۳؛ احکام القرآن جصاص، ج۳، ص۳۱۷، (ج۳، ص۲۵۷)۔

۲۔عقائد شیخ صدوق، (ص۵۹، باب ۳۳)؛ اوائل المقالات شیخ مفیدؒ، (ص۹۵۔۹۳)؛ امالی سید مرتضیٰ، (ج۲، ص۸۴) التبیان شیخ طوسیؒ، (ج۱، ص۳، مقدمہ)؛ مجمع البیان طبرسی، (ج۶، ص۵۰۸)۔

اس صاحب عمل اور اس انسان کے درمیان کتنا فرق ہے جس کے بارے میں بزرگ تابعی ابو عبدالرحمٰن قاری (علماء نے ان کی وثاقت پر اتفاق کیا ہے) کہتے ہیں: میں نے ایسی ماں کے فرزند کو نہیں دیکھا جو حضرت سے زیادہ کتاب خدا کا قاری ہو، یہ بھی کہا کہ میں نے حضرت علیؑ سے اچھا قاری کسی کو نہیں دیکھا، انہوں نے رسول خداؐ کے سامنے قرآن پیش کیا، وہ ان افراد میں سے تھے جنھوں نے ہمارے نزدیک بغیر کسی شک وشبہ کے قرآن حفظ کیا۔(۱)

۹۶۔اسماء اور کنیت کے بارے میں خلیفہ کا اجتہاد

۱۔زید بن اسلم نے اپنے والد سے حکایت کی ہے کہ عمر بن خطاب نے ایک لڑکے کو مارا جس کی کنیت ابوعیسیٰ تھی۔

مغیرہ بن شعبہ کی کنیت بھی ابوعیسیٰ تھی، عمر نے اس سے کہا: کیا ابوعبداللہ کی کنیت تیرے لئے کافی نہیں؟ اس نے کہا: رسول خداؐ نے مجھے ابوموسیٰ کی کنیت سے سرفراز فرمایا ہے۔

عمر نے کہا: بے شک رسول خداؐ کے گذشتہ اور آئندہ تمام گناہوں کی بخشش ہوچکی ہے لیکن ہماری بات دوسری ہے۔ اس کے بعد عمر اپنی موت تک اسے ابوعبداللہ کی کنیت سے آواز دیتے تھے۔

دوسری صورت:

مغیرہ نے عمر کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی، عمر نے پوچھا: کون ہے؟ کہا: ابوعیسیٰ۔ پوچھا: ابوعیسیٰ کون ہے؟ کہا: مغیرہ بن شعبہ۔ عمر نے کہا: کیا جناب عیسیٰ کا کوئی باپ بھی تھا، اس غصیلے انداز کو دیکھ کر بعض اصحاب نے گواہی دی کہ رسول خداؐ نے اسے ابوعیسیٰ کی کنیت عطا فرمائی ہے۔ یہ سن کر عمر نے کہا: بے شک رسول خداؐ کی بخشش ہوچکی ہے لیکن ہم اس بات سے ناواقف ہیں کہ ہمارے ساتھ کیا

۱۔طبقات القراء، ج۱، ص۵۴۶؛ مفتاح السعادۃ، ج۱، ص۳۵۱، (ج۲، ص۹)۔

ہوگا، پھر اسے ابوعبداللہ کی کنیت دے دی۔(۱)

۲۔عبیداللہ بن عمر کی کنیز اور معشوقہ عمر کے پاس آئی تا کہ اس کی شکایت کرے۔اس نے کہا: کیا مجھے ابوعیسیٰ سے نجات نہیں دلائیں گے؟ عمر نے پوچھا: یہ ابوعیسیٰ کون ہے؟ کہا: آپ کا بیٹا عبیداللہ۔عمر نے کہا: تجھ پر لعنت ہو تو اسے ابوعیسیٰ بلاتی ہے، پھر عبیداللہ کو بلا کر کہا: وائے ہو تجھ پر تو نے اپنی کنیت ابوعیسیٰ رکھی ہے۔

عمر کے تیور کو دیکھ کر وہ سخت خوف زدہ ہوئے اور ناراض بھی، عمر نے اتنی زور سے اس کا ہاتھ پکڑا کہ اس کی چیخ نکل گئی پھر اسے کوڑے سے مار کر کہا: تجھ پر افسوس! کیا عیسیٰ کا کوئی باپ تھا؟ کیا تو واقف نہیں کہ عرب کی کنیت کیا ہوتی ہے: ابوسلمہ، ابوحنظلہ، ابوعرفطہ، ابومرہ.....(۲)

۳۔عمر نے اہل کوفہ کو لکھا: کسی کو پیغمبرؐ کے نام سے موسوم نہ کرو اور اس جماعت کو حکم دیا جس نے اپنے فرزندوں کا نام محمد رکھا تھا کہ ان کے نام بدل دیئے جائیں، یہ دیکھ کر اصحاب کی ایک جماعت نے کہا: خود آنحضرت نے اجازت مرحمت فرمائی ہے کہ اپنے فرزندوں کے نام آنحضرتؐ کے نام پر رکھیں، یہ سن کر انہوں نے چھوڑ دیا۔(۳)

۴۔حمزہ بن صہیب سے حکایت ہوئی ہے کہ صہیب کی کنیت ''ابویحییٰ'' تھی، وہ کہتے تھے: عربی تھا اور لوگوں کو بہت زیادہ کھانا کھلایا کرتا تھا۔

عمر نے اس سے کہا: اے صہیب! تیرا کیا کیا جائے، تو نے اپنی کنیت ابویحییٰ رکھی ہے حالانکہ تیرا کوئی فرزند نہیں اور خود کو عربی کہتا ہے، بے تحاشہ لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا ہے یہ مال کا اسراف ہے۔

۱۔سنن ابی داؤد، ج۲، ص۳۰۹، (ج۴، ص۲۹۱، حدیث ۴۹۶۳)؛ سنن بیہقی، ج۹، ۳۱۰؛ استیعاب، ج۱، ص۲۵۰، (القسم الرابع، ص۱۴۴۵، نمبر ۲۴۸۳)؛ تیسیر الوصول، ج۱، ص۳۹، (ج۱، ۴۷)؛ الکنی والاسماء دولابی، ج۱، ص۸۵؛ زادالمعاد ابن قیم، ج۱، ص۲۶۲، (ج۲، ص۸)؛ نہایہ ابن اثیر، ج۱، ص۱۹۸، (ج۱، ص۲۸۳)؛ الاصابہ، ج۲، ص۴۱۳، ج۳، ص۴۵۳۔

۲۔شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۰۴، (ج۱۲، ص۴۴، خطبہ ۲۲۳)۔

۳۔عمدۃ القاری، ج۷، ص۱۴۳، (ج۱۵، ص۳۹)۔

صہیب نے کہا: خود رسول خداؐ نے اس کنیت سے سرفراز فرمایا ہے۔ جہاں تک حسب ونسب کا سوال ہے تو بے شک میں نمر بن قاسط کی فرد ہوں، ایام طفلی میں مجھے اسیر کیا گیا اور میں اپنے اہل سے بچھڑ گیا، کھانے کے متعلق آپ کی بات بھی لغو ہے اس لئے کہ خود رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ اطعام طعام کرو اور سلام کا جواب دو، لہٰذا اس ارشاد کے پیش نظر میں اطعام طعام کرتا ہوں۔

ایک دوسری روایت میں ابوعمر سے مروی ہے: عمر نے کہا: تمہاری صرف تین خصلتیں لائق اعتراض ہیں اگر یہ خصلتیں نہ ہوتیں تو کسی اور کو تم پر فوقیت نہ دیتا، کیا تم اس کی نشاندہی کرو گے۔ صہیب نے کہا: میں تیرے ہر سوال کا صحیح جواب دوں گا۔

عمر نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خود کو عرب سے منسوب کرتے ہو حالانکہ تمہاری ماں عجمی ہے؛ اپنی کنیت ابو یحییٰ ایک پیغمبر کے نام پر قرار دی ہے اور اپنے اموال میں اسراف کرتے ہو۔

اس نے کہا: جہاں تک اسراف کا سوال ہے تو میں اسے صرف راہ خدا میں خرچ کرتا ہوں اور ابو یحییٰ کی کنیت کے متعلق سن لو کہ خود رسول خداؐ نے اس کنیت سے سرفراز فرمایا ہے، کیا میں اسے آپ کے لئے چھوڑ دوں۔

اور جہاں تک عرب سے میری نسبت کا سوال ہے تو بے شک رومیوں نے مجھے ایام طفلی میں اسیر کرلیا اور میں نے ان کی زبان سیکھ لی، دراصل نمر بن قاسط کی ایک فرد ہوں، اگر میری نسبت کے بارے میں چھان بین کری تو میں اس سے خود کو منسوب کرلوں گا۔(۱)

۵۔ عمر بن خطاب نے سنا کہ ایک شخص ''یا ذوالقرنین'' کی آواز لگا رہا ہے۔ کہا: کیا پیغمبروں کے نام ختم ہو چکے ہیں جو فرشتوں کے نام سے پکارا جا رہا ہے۔(۲)

۱۔ مسند احمد، ج۶، ص۱۶، (ج۷، ص۲۶/۲۷، حدیث ۲۳۳۰۸/۲۳۳۱۱)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۸، ص۲۸۸، (ج۳، ص۳۱۰، حدیث ۷۷۳۹)؛ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۴۰۶، (ج۲، ص۱۲۳۱، حدیث ۳۷۳۸)؛ استیعاب، ج۱، ص۳۱۵، (القسم الثانی، ص۷۳۰/۷۳۱، نمبر ۱۲۲۶)؛ مجمع الزوائد، ج۸، ۱۶۔

۲۔ حیات الحیوان، ج۲، ص۲۱، (ج۱، ص۵۵۶)؛ فتح الباری، ج۶، ص۲۹۵، (ج۶، ص۳۸۳)۔

تبصرہ علامہ امینیؒ:

متذکرہ روایات جہل و نادانی کے کئی گوشے واضح و آشکار کر رہی ہیں:

ا۔ خلیفہ کا رسولؐ کے نام پر نام رکھنے کی ممانعت کرنا اور محمد نام رکھنے والے افراد کو تغییر و تبدل کا حکم دینا۔ حالانکہ خود رسول خداؐ کا ارشاد گرامی ہے: جس کے پاس تین فرزند ہوں اور ان میں سے ایک کا نام محمد نہ رکھے تو اس نے نادانی کی ہے۔ (۱)

آنحضرتؐ نے فرمایا: جب کسی کے بچہ کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو اور کسی چیز سے محروم نہ رکھو۔ (۲)

اور فرمایا: جب اپنے فرزندوں کا نام محمد رکھو تو ان کا احترام کرو، اپنی مجلسوں میں ان کو جگہ دو اور ان پر اپنے چہرے نہ بگاڑو۔ (۳)

اور فرمایا: خداوند عالم محمد و احمد نامی بندوں کو روز قیامت روک کر فرمائے گا: میرے بندے! کیا تمہیں شرم نہیں آئی کہ تم میری معصیت کے مرتکب ہوئے حالانکہ تمہارے نام محمدؐ میرے حبیب کا نام ہے، یہ سن کر بندہ شرم سے اپنا سر جھکا کر کہے گا: خدایا! (جو مجھے نہیں کرنا چاہئے تھا) وہ میں نے انجام دیا۔ خدا آواز دے گا: اے جبرئیل! میرے اس بندے کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دو، بے شک مجھے شرم آتی ہے کہ میں اسے نذر آتش کروں جس کا نام میرے حبیب کے نام پر ہے۔ (۴)

اور آنحضرتؐ نے فرمایا: جس کے یہاں بچہ پیدا ہو اور وہ میری محبت و برکت کے پیش نظر اس کا نام محمد رکھے تو وہ دونوں جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (۵)

ا۔ المعجم الکبیر، (ج ۱۱، ص ۵۹، حدیث ۱۱۰۷۷)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۶، ص ۸۹، نمبر ۱۶۱۷)؛ مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۴۹؛ الجامع الصغیر، (ج ۲، ص ۶۵۴، حدیث ۹۰۸۴)۔

۲۔ مجمع الزوائد، ج ۸، ۴۸؛ سیرۂ حلبیہ، ج ۱، ص ۸۹، (ج ۱، ص ۸۳)۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۹۱۔

۴۔ المدخل ابن الحاج، ج ۱، ص ۱۲۹۔

۵۔ فیض القدیر، ج ۶، ص ۲۳۷؛ سیرۂ حلبیہ، ج ۱، ص ۸۹، (ج ۱، ص ۸۲)۔

عائشہ کا بیان ہے: ایک عورت رسول خداؐ کی خدمت میں آکر کہتی ہے: یا رسول خداؐ! میرے یہاں ایک بچے کی پیدائش ہوئی ہے جس کا میں نے محمدؐ نام رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم قرار دی ہے لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ اسے پسند نہیں فرماتے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: کیوں میرے نام کو حلال اور میری کنیت کو حرام قرار دیا ہے اور کس نے اس کے برعکس حکم دیا ہے۔(۱)

آنحضرتؐ نے محمد بن طلحہ بن عبیداللہ کا نام محمد رکھا اور اس کی کنیت ابوالقاسم قرار دی۔(۲) یہ محمد ان افراد میں سے ہے جن کے نام عمر نے بدل دیا تھا۔(۳)

رسول خداؐ نے اپنے زمانے میں بعض لوگوں کا نام محمد رکھا تھا، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

محمد بن ثابت بن قیس انصاری۔(۴)

محمد بن عمرو بن حزم انصاری۔(۵)

محمد بن عمارہ بن حزم انصاری۔(۶)

محمد بن انس بن فضالہ انصاری۔(۷)

۱۔ سنن بیہقی، ج۹، ۳۱۰؛ مصابیح السنۃ، ج۲، ص۱۴۹، (ج۳، ص۳۰۹، حدیث۳۷۱۶)؛ زاد المعاد، ج۱، ص۲۶۲، (ج۲، ص۸)؛ تاریخ ابن عساکر، (ج۳، ۴۲)۔

۲۔ استیعاب، ج۱، ص۲۳۶، (القسم الثالث، ص۱۳۷۱، نمبر۲۳۴۴)؛ اسد الغابۃ، ج۴، ص۳۲۲، (ج۵، ص۹۸، نمبر۴۷۳۸)۔

۳۔ مجمع الزوائد، ج۸، ص۴۸/۴۹۔

۴۔ استیعاب، ج۱، ص۲۳۳، (القسم الثالث، ص۱۳۶۷، نمبر۲۱۳۲)؛ اسد الغابۃ، ج۴، ص۳۱۳، (ج۵، ص۸۳، نمبر۴۷۰۵)؛ الاصابۃ، ج۲، ص۴۷۲، (نمبر۸۲۹۵)۔

۵۔ استیعاب، ج۱، ص۲۳۷، (القسم الثالث، ص۱۳۷۵، نمبر۲۳۳۹)؛ اسد الغابۃ، ج۴، ص۳۲۷، (ج۵، ص۱۰۶، نمبر۴۷۵۱)؛ الاصابۃ، ج۳، ص۴۷۶، (نمبر۸۳۱۰)۔

۶۔ الاصابۃ، ج۳، ص۴۷۶، (نمبر۸۳۰۹)۔

۷۔ استیعاب، ج۱، ص۲۳۴، (القسم الثالث، ص۱۳۶۵، نمبر۲۳۱۷)؛ اسد الغابۃ، ج۴، ص۳۱۲، (ج۵، ص۸۱، نمبر۴۶۹۸)؛ الاصابۃ، ج۳، ص۳۷۰، (نمبر۷۷۵۷)۔

محمد بن یفد ید و یہ ہروی۔(۱)

ایک مرد انصاری نے اپنے فرزند کا محمد رکھنا چاہا لیکن لوگوں کو یہ بات پسند نہیں تھی، انہوں نے آنحضرتؐ سے سوال کیا تو فرمایا: میرے نام پر اپنے نام رکھو۔(۲)

ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے اپنے نومولود فرزند کا نام قاسم رکھا تھا، لوگوں نے کہا: ہم تمہیں ابوالقاسم کہہ کرنہیں پکاریں گے۔ جب آنحضرتؐ سے سوال کیا گیا تو فرمایا: میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت قرار نہ دو۔(۳)

علاوہ بریں اچھے نام رکھنے کی شریعت نے تشویق وترغیب دلائی ہے اور محمد ان میں سے بہترین نام ہے اور بہترین اسماء وہ ہیں جن کے ذریعہ سے عبادت ہو اور تعریف وتمجید کی جائے جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم، عبدالکریم و......

چنانچہ آنحضرتؐ سے مروی ہے: قیامت کے دن تم لوگ اپنے اور اپنے آباء واجداد کے ناموں کے ذریعہ سے بلائے جاؤ گے لہٰذا اپنا اچھا نام رکھو۔(۴)

اور فرمایا: فرزند کا حق باپ پر یہ ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اچھی تربیت کرے۔(۵)

اور فرمایا: میرے پاس خوش شکل اور بہترین نام والا قاصد روانہ کرو۔(٦)

عائشہ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ برے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔(۷)

۱۔اسد الغابہ، ج۴،ص۳۳۲،(ج۵،ص۱۱۵،نمبر۴۷٦۷)؛الاصابہ، ج۳،ص۳۸۵،(نمبر۷۸۱۱)۔

۲۔مسند احمد، ج۳،ص۳٦۹/۳۸۵،(ج۴،ص۳۴٦،حدیث۱۳۵۴۷،ص۳۷۳،۱۴۷۱۰)۔

۳۔مسند احمد، ج۳،ص۳۰۳،(ج۴،ص۲۳۵،حدیث۱۳۸۳۷)۔

۴۔سنن ابی داؤد، ج۲،ص۳۰۷،(ج۴،ص۲۸۷،حدیث ۴۹۴۸)؛سنن بیہقی، ج۹،۳۰٦؛ مصابیح السنۃ، ج۲،ص۱۴۸،(ج۳، ص۳۰٦،حدیث۳۷۰۴)۔

۵۔مجمع الزوائد، ج۸،ص۴۷۔

٦۔مجمع الزوائد، ج۸،ص۴۷؛ زاد المعاد، ج۱،ص۲۵۸،(ج۲،ص۵)۔

۷۔سنن ترمذی،(ج۵،ص۱۲۴،حدیث۲۸۳۹)۔

آنحضرتؐ نے جن لوگوں کے نام تبدیل کیے ان میں عمر کی بیٹی ''عاصیہ'' بھی تھیں، آپ نے ان کا نام جمیلہ رکھا۔(۱)

۲۔انبیاء کے نام پر نام رکھنے کی خلیفہ کی ممانعت: حالانکہ خدا کے اسمائے حسنہ سے مشتق ''محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین'' (علیہم السلام) کے بعد انبیاء کے نام بہترین نام ہیں، رسول خداؐ سے مروی ہے: کوئی ایسا گھر نہیں جس میں کسی پیغمبر کا نام ہو مگر یہ کہ خداوند عالم ان کی جانب ایک فرشتہ منتخب کرتا ہے کہ وہ صبح وشام تقدیس کرے۔(۲)

آنحضرتؐ نے فرمایا: انبیاء کے نام پر اپنے نام رکھو، خدا کے نزدیک بہترین نام عبدالرحمٰن اور عبداللہ ہیں، ان میں صحیح ترین حارث و ہمام اور قبیح ترین حرب ومرّہ ہیں۔(۳)

۳۔خلیفہ کا اس شخص کو سرزنش کرنا جس کی کنیت ''ابوعیسیٰ'' تھی اس لئے کہ کیا عیسیٰ کے باپ بھی تھے (تاکہ ابوعیسی ''عیسی کا باپ'' صحیح ہو)۔کیا خلیفہ یہ خیال کررہے تھے کہ جس کی بھی کنیت ابوعیسیٰ ہے وہ خود کو جناب عیسیٰ بن مریم کا باپ سمجھتا ہے، تاکہ اس پر یہ اعتراض کیا جاسکے کہ کیا عیسی کا کوئی باپ بھی تھا؟! یا یہ کہ خلیفہ محترم اس عیسیٰ کے لئے جس کے باپ کی کنیت اس کے نام پر رکھی گئی ہے اسے اس کا باپ نہیں سمجھتے تھے اور خیال کررہے تھے کہ اس کا باپ اپنے فرزندوں کے نام پر یہ لقب وکنیت رکھ رہا ہے، اسی لئے صہیب سے کہا: تم نے اپنی کنیت ابویحییٰ کیوں رکھا، حالانکہ تمہارا کوئی فرزند نہیں۔

۴۔سب سے زیادہ حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ خلیفہ نے مغیرہ سے یہ سننے کے بعد بھی کہ رسول خداؐ نے اسے ابوعیسیٰ کی کنیت عطا فرمائی ہے، اپنی رائے سے صرف نظر نہیں کیا، خود انہوں نے اپنے قول کے ذریعہ اس کی تصدیق کی لیکن اسے رسول خداؐ کے معاف شدہ گناہوں میں شمار کیا اور خواہش ظاہر کی کہ وہ

۱۔سنن ترمذی، ج۲، ص۱۳۷، (ج۵، ص۱۲۳، حدیث ۲۸۳۸)؛ مصابیح السنۃ، ج۲، ص۱۴۸، (ج۳، ص۳۰۴، حدیث ۳۶۹۶)۔

۲۔المدخل ابن الحاج، ج۱، ص۱۲۸۔

۳۔سنن ابی داؤد، ج۲، ص۳۰۷، (ج۴، ص۲۸۷، حدیث ۴۹۵۰)؛ سنن بیہقی، ج۹، ۳۰۶؛ استیعاب، ج۲، ص۷۰۰، (القسم الرابع، ص۱۷۷۵، نمبر ۲۳۱۸)؛ زاد المعاد، ج۱، ص۲۶۰/۲۵۸، (ج۲، ص۶/۴)۔

اوران کا صمیمی دوست مغیرہ اس گناہ میں ملوث نہ ہوں؛ اس لئے کہ وہ نہیں جانتے کہ ان کا انجام کیا ہوگا؟!

۵۔ جہالت ونادانی کی پانچویں کڑی یہ ہے کہ انہوں نے ان دونوں القاب کو گناہ تصور کرنے کے بعد زدوکوب کرنا اور ہاتھ کے فشار کے ذریعہ آزار واذیت پہونچانا شروع کردیا حالانکہ ایسی سخت، ناگوار اور حیرت انگیز حد (سزا) کی روداد آج تک سننے میں نہیں آئی۔

۶۔ خلیفہ محترم نے عرب کے جن القاب کا انتخاب کیا، ان میں ''ابومرّہ'' بھی ہے۔ حالانکہ گذشتہ صفحہ میں بیان کیا گیا کہ رسول خداؐ نے اس نام پر نام رکھنے کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے، علاوہ ازیں ابومرہ شیطان کی کنیت ہے، چنانچہ کتب تاریخ ولغات میں موجود ہے۔(۱)

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شیطان کا لقب ابومرہ اس لئے پڑا کیوں کہ اس کی بیٹی کا نام مرّہ تھا۔ اور رسول نے حیات پر نام رکھنے کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا کہ حیات شیطان ہے۔

ابوداؤد نے مسروق سے نقل کیا ہے: میں نے عمر بن خطاب سے ملاقات کی۔ انہوں نے پوچھا: تو کون ہے؟ میں نے کہا: مسروق بن اجدع۔ یہ سنتے ہی کہا: میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ اجدع شیطان ہے۔(۲)

ایسا لگتا ہے کہ ابومرہ کی کنیت کا حکم صادر کرتے وقت اس حدیث کو فراموش کرگئے یا یہ کہ انھیں معلوم ہی نہیں تھا کہ ابومرہ شیطان کا لقب ہے یا پھر وہ اپنے اجتہاد کے ذریعہ رسول خداؐ کی رائے کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے، واللہ اعلم۔

اسی طرح ابوحنظلہ کی کنیت بھی ہے، ابن قیم نے حنظلہ کو بدترین اسماء میں شمار کیا ہے۔(۳)

۷۔ ان کا خیال کہ ذوالقرنین فرشتوں کا نام ہے، ان کے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ ذوالقرنین ایک رومی جوان تھا، خداوند عالم نے اسے سلطنت عطا فرمائی جیسا کہ طبری نے اسے نقل کیا۔(۴)

۱۔ قاموس اللغۃ، ج ۲، ص ۱۳۳، (ص ۶۱۰)؛ تاج العروس، ج ۲، ص ۵۳۹؛ لسان العرب، ج ۷، ص ۱۸، (ج ۱۳، ص ۷۶)۔
۲۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۰۸، (ج ۴، ص ۲۸۹، حدیث ۴۹۵۷)۔
۳۔ زاد المعاد، ج ۱، ص ۲۶۰، (ج ۲، ص ۶)۔ ۴۔ تاریخ طبری، (ج ۱، ص ۵۷۵)۔

ایک صحیح روایت میں امیر المومنین علیؑ سے مروی ہے کہ وہ خدا دوست انسان تھا، خدا بھی اسے پسند فرماتا تھا، اس نے خدا کے لئے وعظ ونصیحت کی اور خدا نے بھی اس کے لئے خیر وبرکت کا ارادہ کیا، وہ نہ نبی تھا اور نہ ہی فرشتہ۔(۱)

قرآن مجید میں بھی ذوالقرنین کے سلسلے میں مفید اور صریحی آیات موجود ہیں ایسا لگتا ہے جیسے یہ تمام باتیں ان کے ذہن سے غائب ہوگئیں اور یہ بات بھی پوشیدہ رہ گئی کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو مجمع عام میں ذوالقرنین کا نام عطا فرمایا۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے: **یاایها الناس اوصیکم بحب ذی قرنیها اخی و ابن عمی علی بن ابی طالب فانه لایحبه الّا مومن ولایبغضه الّا منافق من احبّه فقد احبّنی ومن ابغضه فقد ابغضنی** ''اے لوگو! میں تمھیں اپنے بھائی، ابن عم علی بن ابی طالبؑ ذوالقرنین کی محبت کی تاکید کرتا ہوں، بے شک اس سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور اس سے عداوت نہیں کرے گا مگر منافق، جس نے اس کی محبت دل میں بسائی گویا اس نے مجھ سے محبت کی اور جو اس سے عداوت رکھتا ہے اس نے مجھ سے دشمنی وعداوت کی ہے''۔(۲)

حضرت علیؑ سے فرمایا: بے شک جنت میں تمہارے لئے ایک گھر ہے (خزانہ بھی مروی ہے) تم جنت کے ذوالقرنین ہو۔

شارحین حدیث کہتے ہیں: یعنی بہشت کے دوسمتوں کے مالک ہو، اس کی ملکیت ومساحت بہت عظیم ہے، تم تمام بہشت میں اس طرح سیر کروگے جس طرح ذوالقرنین تمام روئے زمین پر سیر کرتے ہیں یا تم امت کے صاحب دو قرن ہو، ظاہر کلام سے لفظ خذف ہوگیا ہے اگرچہ اس سے قبل اس کا ذکر موجود نہیں جیسے خدا کا قول: ﴿حتی تورات بالحجاب﴾ (۳) (یہاں تک کہ پشت پردہ چھپ گیا)

۱۔ فتح الباری، ج۶، ص۲۹۵، (ج۶، ص۳۸۳)؛ کنز العمال، ج۱، ص۲۵۴، (ج۲، ص۴۵۷، حدیث۴۴۹۳)۔

۲۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۱۴، (ج۳، ص۱۶۶)؛ تذکرۃ الخواص، ص۱۷، (ص۲۸)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۴۵۱، (ج۹، ص۱۷۲، خطبہ۱۵۴)۔

۳۔ سورۂ ص/۳۲

اس میں آفتاب کا ارادہ کیا گیا ہے جب کہ ظاہر آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں، ابوعبیدہ کا بیان ہے: میں پہلی تفسیر پر دوسری تفسیر کو ترجیح دیتا ہوں۔

لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ سے مروی ہے: آپ نے ذوالقرنین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: انہوں نے اپنے اعزہ واقرباء کو عبادت خدا کی دعوت دی لیکن لوگوں نے ان کے سر پر دو ضربت لگائی اور ذوالقرنین ہی کی طرح تمہارے درمیان بھی موجود ہے۔

ہماری نظر میں حضرت نے خود اپنے آپ کو ارادہ کیا ہے یعنی میں لوگوں کو حق کی دعوت دیتا ہوں لیکن ایک دن وہ آئے گا کہ میرے سر پر ضربت لگائیں گے جس کی وجہ سے میری شہادت واقع ہوگی۔

ثعلب سے منقول ہے کہ مراد یہ ہے کہ حضرت علیؑ، امت کی دو عظیم شخصیتوں ''حسنؑ و حسینؑ'' کے والد ہیں۔ یا ذوالقرنین کا یہ مطلب ہے: ذو شجنتین فی قرنی راسه ''یعنی وہ دو شگاف جوان کے سر میں ہوا، ایک جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کے ذریعہ اور دوسرا ابن ملجم (لعن) کی ضربت کے ذریعہ۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔ (۱)

چلئے خلیفہ پر کتاب وسنت کی باتیں مخفی رہ گئیں لیکن شعراء اور عہد جاہلیت کے افراد کے قصائد سے بھی خلیفہ نادان اور جاہل تھے۔

چنانچہ امرء القیس، اوس بن حجر اور طرفہ بن عبد نے اپنے اشعار میں ذوالقرنین کا تذکرہ کیا ہے۔

اعشی بن ثعلبہ کہتا ہے:

والصعبُ ذو القرنین أمسیٰ ثاویاً　　　بالحنو فی جدثٍ هناک مقیم

ربیع بن ضبیع کہتا ہے:

والصعبُ ذو القرنین عمّر ملکه　　　الفین أمسیٰ بعد ذاک رمیماً

۱۔ نوادر الاصول، حکیم ترمذی ص ۳۰۷ (ج ۲ ص ۱۱۸۷ اصل ۲۴۱)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۲۳ (ج ۳ ص ۱۳۳ ح ۴۶۲۳/۱۳۳)؛ ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۱۶۱)؛ النهایة ابن اثیر ج ۳ ص ۲۷۸ (ج ۴ ص ۵۱)؛ لسان العرب ج ۱۷ ص ۲۱۰ (ج ۱۱ ص ۱۳۶)؛ کنز العمال ج ۱ ص ۲۵۴ (ج ۲ ص ۴۵۶-۴۵۷ ح ۴۳۹۱/۴۳۹۳-۴۳۹۳)

قیس بن ساعدہ کا شعر ہے:

والصعبُ ذو القرنين أصبح ثاويا　　بـالـلـحـد بيـن مـلاعـبِ الأريـاح

تبع حمیری کا شعر ہے:

قد كان ذو القرنين قبلی مسلماً　　ملكاً تـدين له الملوكُ وتحشد

پھر یہ کہ فرشتوں کے نام پر نام رکھنے میں کون سی قباحت ہے، کتنے ہی ایسے افراد ہیں جو عظیم فرشتوں کے نام سے موسوم ہیں جیسے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل۔

یہ عبری الفاظ ہیں اور عربی میں اس کا ترجمہ عبداللہ، عبیداللہ اور عبدالرحمٰن ہوتا ہے۔

جیسا کہ ابن حجر(۱) نے نقل کیا ہے، صحیح بخاری میں عکرمہ سے منقول ہے کہ جبر، میک اور سراف کے معنی عبد اور ایل کا معنی اللہ ہے۔(۲)

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ خداوند عالم کے نزدیک محبوب ترین اسماء ''عبداللہ اور عبدالرحمٰن'' ہیں۔(۳) اور نیز کوئی قباحت نہیں کہ عبرانی الفاظ پر نام رکھے جائیں۔

۸۔ خلیفہ کا یہ خیال کہ کھانا کھلانا اور لوگوں کو کھانا دینا، اسراف ہے۔

چنانچہ صہیب نے رسول خداؐ کا ارشاد پیش کر کے اپنی دلیل سے انھیں ساکت کر دیا، آنحضرتؐ سے مروی ہے: **یاایھا الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام**'' سلام کا اظہار کرو (بلند آواز سے کرو)، اطعام طعام کرو اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آؤ''۔

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خداؐ سے سوال کیا: یارسول اللہؐ! کون سا اسلام

۱۔ الاصابۃ، (ج۲، ص۳۹۹، نمبر ۵۱۲۶)

۲۔ صحیح بخاری باب من کان عدوا لجبریل، کتاب التفسیر، (ج۴، ص۱۶۲۸، حدیث ۴۲۱۰)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۳۴۰، (ج۵، ص۱۲۱، حدیث ۲۸۳۳/۲۸۳۴)؛ فتح الباری، ج۸، ص۱۳۴، (ج۸، ص۱۶۵)

۳۔ مسند احمد، (ج۵، ص۴۵۶، حدیث ۱۸۵۵۳)؛ صحیح ابن حیان، (ج۱۳، ص۱۴۲، حدیث ۵۸۲۸)؛ الاصابۃ، ج۲، ص۳۹۹، (نمبر ۵۱۲۶)

بہتر ہے؟ فرمایا: اطعام طعام کرو اور ہر انسان کو چاہے پہچانو یا نہ پہچانو، سلام کرو۔(۱)

خطیب نے ابن عمر کے طریق سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: بلند آواز سے سلام کرو، اطعام طعام کرو اور جیسا خدا چاہتا ہے ویسے بندے بنو۔(۲)

صہیب سے اس کے لقب وکنیت اور اس کے صاحب فرزند نہ ہونے کے سلسلے میں باز پرس کرنا بھی جہالت کی ایک کڑی ہے حالانکہ صاحب فرزند ہونا لقب وکنیت کے شرائط میں سے نہیں۔

یہ عبداللہ بن مسعود ہیں جنہیں رسول خداؐ نے ان کے فرزند کی ولادت سے قبل ہی ابوعبدالرحمٰن کا لقب عطا فرمایا۔(۳)

یہ محمد بن طلحہ ہیں؛ رسول خداؐ نے ان کی کنیت ابوالقاسم قرار دی۔

یہ انس بن مالک کے بھائی خود ان کی آنکھوں کے سامنے موجود تھے جنھیں آنحضرت نے اس وقت ابوعمر کی کنیت دی جب وہ سن بلوغ تک بھی نہیں پہونچے تھے۔

یہ خود انس ہیں؛ رسول خداؐ نے ان کی کنیت ابوحمزہ رکھی حالانکہ حمزہ نامی ان کا کوئی فرزند نہیں تھا۔

عائشہ کے علاوہ بھی ازواج رسولؐ صاحب کنیت تھیں چنانچہ رسول خداؐ نے ان کو اُمّ عبداللہ کی کنیت عطا فرمائی حالانکہ ایک کے علاوہ تمام ازواج رسولؐ اولاد کی نعمت سے محروم تھیں۔(۴)

۹۷۔ خلیفہ نے اپنے بیٹے پر حد کے بعد حد جاری کی

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ اس نے کہا: میرے بھائی عبدالرحمٰن نے شراب نوشی کی، ابوسروعہ

۱۔ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۳۹۹، (ج۲، ص۱۲۱۸، حدیث۳۶۹۴)؛ تاریخ بغداد، ج۸، ص۱۶۹، (نمبر۴۲۷۹)؛ زاد المعاد، ج۱، ص۲۷۷، (ج۲، ص۲۲)؛ صحیح مسلم، (ج۱، ص۹۵، حدیث۶۳، کتاب الایمان)

۲۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۲۱۲ ۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۳۱۳، (ج۳، ص۳۵۴، حدیث۵۳۶۶)

۴۔ صحیح بخاری، (ج۵، ص۲۲۹۱، حدیث۵۸۵۰)؛ صحیح مسلم، (ج۴، ص۳۵۸، حدیث۳۰، کتاب الآداب)؛ مصابیح السنۃ، ج۲، ص۱۳۹، (ج۳، ص۳۰۷، حدیث۳۷۰۷)؛ سنن بیہقی، ج۹، ص۳۱۰؛ زاد المعاد، ج۱، ص۲۶۱، (ج۲، ص۷/۹)؛ استیعاب (القسم الرابع، ص۱۸۸۲، نمبر۴۰۲۹)؛ اسد الغابہ، (ج۱، ص۱۵۱، نمبر۲۵۸)؛ الاصابہ، (ج۳، ص۲۷۶، نمبر۱۷۷۸)

عقبہ بن حارث نے بھی اس فعل میں اس کا ساتھ دیا، ہم اس وقت عمر کی خلافت کے زمانے میں مصر میں مقیم تھے، یہ دونوں شراب نوشی کے بعد مستی کا شکار ہوئے جب مستی سے افاقہ ہوا تو دونوں والی مصر عمرو عاص کے پاس گئے اور کہا: ہم پر حد جاری کر کے جلدی ہمیں پاک ومنزہ کریں کیوں کہ ہم شراب نوشی کے بعد مستی کا شکار ہوئے ہیں۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ ایسا لگتا ہے جیسے وہ نہیں سمجھ پائے کہ وہ لوگ عمرو عاص کے پاس آئے ہیں، میرے بھائی نے مجھ سے کہا: وہ مست تھا، یہ سن کر میں نے کہا: گھر کے اندر چلو تا کہ میں تمہیں پاک کروں، اس نے کہا: بے شک خود امیر نے بھی شراب نوشی کی ہے۔

عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا: خدا کی قسم! آج میں سب کے سامنے سر تراشوں گا گھر کے اندر چلو تا کہ تیرا سر گنجا کر دوں۔

اس دن حد کے ساتھ ساتھ سر بھی تراشے گئے، چنانچہ وہ میرے ہمراہ گھر میں داخل ہوا، میں نے اپنے ہاتھوں سے بھائی کا سر مونڈا، پھر عمرو نے شراب کی حد جاری کی۔

چنانچہ یہ خبر عمر بن خطاب کو معلوم ہوئی تو عمرو عاص کو لکھا کہ عبدالرحمٰن بن عمر کو ایک ننگے اونٹ پر سوار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ عمرو نے اسی طرح عبدالرحمٰن کو روانہ کر دیا، جب عبدالرحمٰن عمر کے پاس پہونچا تو اسے کوڑے مارا اور اس عنوان کے تحت سخت اذیت دی کہ وہ خلیفہ زادہ ہے، پھر اسے واپس بھیجا۔

اس واقعہ کے بعد وہ چند ہی دنوں تک زندہ رہا پھر مر گیا۔

لوگوں کا خیال تھا کہ عمر کے کوڑے نے اسے موت کے گھاٹ اتارا ہے حالانکہ وہ ان کے کوڑے سے نہیں مرا تھا۔

ایک حدیث میں عمرو عاص سے حکایت کی گئی ہے کہ دربان نے کہا: یہ عبدالرحمٰن بن عمر اور ابو سروعہ دروازے پر کھڑے اجازت کے طلبگار ہیں، میں نے کہا: بلاؤ، چنانچہ وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے اور کہا: ہم پر حد جاری کریں کیوں کہ ہم گذشتہ شب شراب نوشی کے بعد مستی کے شکار ہو گئے تھے۔

عمرو عاص کا بیان ہے کہ میں نے انھیں اپنے پاس سے بھگانا چاہا لیکن عبدالرحمٰن نے کہا: اگر حد جاری کر کے ہمیں پاک و منزہ نہیں کیا تو مدینہ پہونچ کر اپنے باپ سے آپ کی شکایت کروں گا۔

میں نے سوچا: اگر میں نے اقامۂ حد نہیں کیا تو عمر مجھ پر غضبناک ہوں گے اور مجھے میرے عہدے سے معزول کر دیں گے، ابھی میں اس فکر میں تھا کہ عبداللہ بن عمر داخل ہوا، میں نے اٹھ کر خوش آمدید کہا اور اپنی جگہ بٹھانا چاہا لیکن اس نے قبول نہیں کیا، کہا: میرے باپ نے ممانعت کی ہے کہ میں تیرے پاس آؤں مگر بربنائے مجبوری۔ میرے بھائی کے سر کو لوگوں کے سامنے نہ تراشو۔ ہاں! جہاں تک کوڑے کا سوال ہے تو جس قدر بہتر سمجھو انجام دو۔

عمرو عاص کا بیان ہے کہ میں نے ان لوگوں پر صحن خانہ میں حد جاری کی اور ابن عمر نے اپنے بھائی اور ابوسروعہ دونوں کے سر تراشے۔

خدا کی قسم! میں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں لکھا لیکن عمر کا خط میرے پاس آیا جس میں تحریر تھا: یہ خط پہونچتے ہی عبدالرحمٰن کو عبا میں لپیٹ کر ایک ننگے اونٹ پر روانہ کر دو تا کہ معلوم ہو کہ کتنے برے فعل کا مرتکب ہوا ہے، چنانچہ میں نے عمر کے خط کے بعد ابن عمر کو روانہ کر دیا اور خط کو عبداللہ کے سامنے پڑھا اور پھر ایک خط عمر کے پاس لکھا جس میں عذر خواہی کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے اسے صحن خانہ میں کوڑا مارا ہے اور خدائے پاک کی قسم! میں گھر کے علاوہ کہیں اور اقامۂ حد نہیں کرتا۔ پھر خط کو عبداللہ بن عمر کے ہمراہ روانہ کر دیا۔

اسلم کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن عمر کے پاس پہونچا، اس پر ایک عبا موجود تھی اور اونٹ کے ذریعہ پہونچی اذیتوں کی وجہ سے اسے راستہ چلنے میں دشواری پیش آ رہی تھی، عمر نے کہا: اے عبدالرحمٰن! تو نے ایسا ویسا کیا ہے۔ پھر چلانے لگے: کوڑا کوڑا.....

عمر کی حالت دیکھ کر عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: اے امیرالمومنین! اس پر ایک مرتبہ حد جاری کی جا چکی ہے لیکن عمر نے اس کے کلام پر کوئی توجہ نہیں دی اور اسے سخت آزار و اذیت پہونچائی، اس وقت عبدالرحمٰن فریاد کرتا رہا: میں مریض ہوں تو میرا قاتل ہے، لیکن لاکھ فریاد و فغاں کے بعد بھی عمر نے اس پر

دومرتبہ اقامۂ حد کیا اور زندان میں ڈال دیا۔

اس واقعہ کے بعد وہ سخت بیمار ہوا اور موت کی آغوش میں چلا گیا۔(۱)

ابوعمر کا بیان ہے: عبدالرحمٰن اوسط بن عمر یا ابوشحمہ وہی ہے جس پر عمرو عاص نے مصر میں شراب نوشی کی حد جاری کی، پھر اسے مدینہ بھیج دیا، اس کے باپ نے بھی تربیت کی خاطر اسے مارا، اس کے بعد وہ سخت بیمار ہوا اور ایک مہینے بعد ہی جاں بحق ہو گیا۔

اسی طرح معمر نے زہری اور سالم سے روایت کی ہے لیکن اہل عراق کا کہنا ہے کہ وہ عمر کے کوڑوں کی اذیت سے مرا ہے جب کہ یہ غلط ہے۔ زبیر کا کہنا ہے کہ عمر نے اس پر حد جاری کی جس کی وجہ سے وہ مریض ہوا اور پھر مر گیا۔(۲)

ابن حجر نے ابوعُمر کے کلام کو نقل کر کے کہا ہے کہ عبدالرزاق نے مذکورہ سند کے ذریعہ معمر کے حوالے سے طویل واقعہ کو نقل کیا ہے اور یہ صحیح ہے۔(۳)

طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر نے لکھا ہے اور اس سال (۱۴ھ) میں عمر نے اپنے بیٹے اور ایک جماعت کو شراب کی وجہ سے مارا اور کوڑوں کی بارش کی۔(۴)

تبصرۂ علامہ امینیؒ

یہ مسئلہ کئی اعتبار سے قابل اعتراض اور لائق تنقید ہے اس لئے کہ حد گناہوں کا کفارہ ہے، حد کے

۱۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۳۱۲؛ العقد الفرید، ج۳، ص۴۳۰، (ج۶، ص۲۶۵)؛ تاریخ بغداد، ج۵، ص۴۵۵؛ سیرۂ عمر، ابن جوزی، ص۷۰، (ص۲۱۳)؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۳۲، (ج۲، ص۳۰۱)؛ ارشاد الساری، ج۹، ص۴۳۹، (ج۱۴، ص۲۱۶)

۲۔ استیعاب، ج۲، ص۳۹۴، (القسم الثانی، ص۸۴۲، نمبر۱۴۴۳)

۳۔ الاصابہ، ج۳، ص۷۲

۴۔ تاریخ طبری، ج۴، ص۱۵۰، (ج۳، ص۵۹۷، حوادث ۱۳ھ)؛ تاریخ کامل، ج۲، ۲۰۷، (ج۲، ص۱۲۴، حوادث ۱۴ھ)؛ البدایۃ والنہایۃ، ج۷، ص۴۸، (ج۷، ص۷۵، حوادث ۱۴ھ)

بعد انسان کے اوپر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا کہ اس پر دوبارہ حد جاری کی جائے، سنت شریفہ سے یہی بات ثابت ہے۔

۱۔ خزیمہ بن ثابت سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جس شخص پر حد جاری کی جاتی ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

دوسری عبارت: جو شخص گناہ کا مرتکب ہو اور اس پر حد جاری کی جائے تو وہی اس کا کفارہ بن جاتا ہے۔(۱)

۲۔ عبدہ بن صامت سے مرفوعاً مروی ہے کہ اگر تم میں کسی پر حد کی جائے تو گویا اس کی عقوبت و سزا میں عجلت سے کام لیا گیا ہے یہی اس کا کفارہ ہے ورنہ اگر حد جاری نہ کی جائے تو اس کا کام خدا کے ذمہ ہے۔

عبادہ کی دوسری تعبیر ہے: اگر تم میں کوئی ایسے افعال کا مرتکب ہو جن کی خداوند عالم نے ممانعت فرمائی ہے اور اس پر حد جاری کر دی جائے تو یہی اس کا کفارہ ہے اور جس پر حد جاری کرنے میں تاخیر ہو اور اقامۂ حد نہ کیا جائے تو اس کا کام خدا کے ذمہ ہے اگر خدا نے چاہا تو عذاب کرے گا اور چاہا تو بخش دے گا۔

اس کی تیسری عبارت ہے: اگر کوئی شخص گناہ کا مرتکب ہو اور حد کی صورت سزا دے دی جائے تو وہی اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔(۲)

۳۔ شافعی نے ایک مرفوع حدیث میں نقل کیا ہے: شاید تم واقف نہیں ہو کہ حدود خدا گناہوں کا کفارہ ہیں۔(۳)

۱۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۲۱۴، ۲۱۵، (ج ۶، ص ۲۸۰، ۲۸۱، حدیث ۲۱۳۵۹، ۲۱۳۹۶)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۱۸۲؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲۸؛ مشکاۃ المصابیح، ص ۳۰۸، (ج ۲، ص ۳۲۵، حدیث ۳۶۲۸)

۲۔ صحیح بخاری، ج ۱۰، ص ۲۵، (ج ۲، ص ۲۴۹۰، حدیث ۶۴۰۲)؛ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۹، (ج ۳، ص ۵۴۰، حدیث ۴۱، کتاب الحدود) سنن ترمذی، ج ۱، ص ۱۷۱، (ج ۴، ص ۳۶، حدیث ۱۴۳۹)؛ مسند ابو داؤد، ص ۷۹؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۲۹، (ج ۲، ص ۸۶۸، حدیث ۲۶۰۳)؛ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲۸

۳۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۲۸

۴۔ امیر المومنین حضرت علیؑ سے مروی ہے آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی شخص حدود خدا سے تجاوز کرے اور اس پر حد جاری کی جائے تو وہ اس کا کفارہ ہے۔(۱)

۵۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص پر حد جاری کی، اس کے بعد لوگوں نے اس پر لعن وطعن کرنا اور اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا، یہ سن کر حضرت نے فرمایا: کیا ان گناہوں کی باز پرس نہیں ہوئی ہوگی؟(۲)

۶۔ عبداللہ بن معقل سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک شخص پر حد جاری کی، لیکن جلاد نے اس پر دو کوڑا زیادہ مارا تو حضرت نے دو کوڑوں کو جلاد کی طرف واپس کر دیا۔(۳)

خلیفہ کا یہ خیال کرنا کہ عمرو عاص کی حد کی کوئی اہمیت نہیں، وہ بے اثر ہے اس لئے کہ اس نے صحن خانہ میں حد جاری کی تھی تو ایک شخص نے اسے باخبر کیا کہ اقامہ حدود اس کی روز مرّہ کی عادت ہے۔

اور خود حدود کے شرائط میں یہ نہیں کہ مجمع عام اور لوگوں کی آنکھوں کے سامنے حد جاری کی جائے بلکہ پوشیدہ طور پر اقامۂ حد کرنا بھی کافی ووافی ہے۔ جیسا کہ قسطلانی نے جمہور اور اکثر علماء کی جانب اس کی نسبت دی ہے۔(۴)

اگر خلیفہ کا یہ خیال صحیح ہو تو پھر واجب ہے کہ ابوسروعہ پر بھی دو مرتبہ حد جاری کی جائے اور ان تمام افراد پر جن پر عمرو عاص کے صحن خانہ میں حد جاری کی ہے۔

اور اگر اس حد کے ذریعہ انہوں نے تادیب کا ارادہ کیا تھا جیسا کہ بیہقی، ابوعمر اور قسطلانی نے خلیفہ کی طرف سے عذر خواہی اور بہانہ تراشی کی ہے۔(۵) تو پھر عبدالرحمٰن بن عوف کی مخالفت کے باوجود کہ اس پر اقامۂ حد ہو چکا ہے اور دو مرتبہ حد جاری کرنا زیادتی ہے، اسے چھوڑا کیوں نہیں؟

۱۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۳۲۹
۲۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۳۲۹
۳۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۳۲۲
۴۔ ارشاد الساری، ج۹، ص۴۳۹، (ج۱۴، ص۲۱۶)
۵۔ سنن بیہقی، ج۸، ص۳۱۳؛ ارشاد الساری، ج۹، ص۴۳۹، (ج۱۴، ص۲۱۶)

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ حد کفارہ ہے اور ایک مرتبہ مورد حد واقع ہونے والے انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا لہٰذا نہ اس پر کوئی حد ہے، نہ تعزیر گناہ اور نہ ہی تادیب۔

بالفرض اگر تربیت کے لئے تعزیر صحیح ہو تو بے شک سنت میں دس کوڑے معین کئے گئے ہیں (حد تادیب کی توضیح گذر چکی ہے) لہٰذا ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ خلیفہ نے تعزیر و حد کو مساوی اور یکساں درجہ کیوں دیا؟!

اس جہالت پر عمرو عاص کو دیئے گئے حکم کا بھی اضافہ کرلیں کہ اسے ایک عبا میں ننگے لپیٹ کر اونٹ پر روانہ کردو، وہ عمر کے پاس پہونچا درحالیکہ اونٹ کی اذیت کی وجہ سے راستہ چلنے کی سکت نہیں تھی۔

بے شک یہ وہ اذیتیں ہیں جن کی حد نے تردید کی ہے اور شریعت مقدس نے قطعی اس کی اجازت نہیں دی ہے۔

اس کے بعد بیماری و کسالت کی وجہ سے اس جدید حد کے اجتہادی شگوفے کو مؤخر کرنے میں کون سی ممانعت تھی اور انہوں نے اسے بہتر اور سالم ہونے تک مؤخر کیوں نہ کیا حالانکہ سنت رسولؐ میں ہے کہ جس پر حد لگائی جارہی ہے اگر وہ بیمار ہے تو اتنا صبر کرے کہ وہ اچھا ہو جائے۔

ان تمام باتوں کے بعد اگر آپ کو تعجب ہی کرنا ہے تو ابن جوزی کی بات پر تعجب کریں وہ سیرۃ عمر میں لکھتے ہیں: ''یہ گمان کرنا صحیح نہیں کہ عبداللہ بن عمر نے شراب پی تھی بلکہ اس نے انگور کا جوس پیا تھا، یہ سوچ کر کہ وہ شراب نہیں ہے اور اس کے پینے سے مستی نہیں آئے گی، اسی طرح ابو سروعہ بھی ہیں، یہ بدری صحابی ہیں، چنانچہ جب وہ مستی کا شکار ہوئے تو حد کے ذریعہ پاک ہونا چاہا، حالانکہ خدا کی ممانعت کے سلسلے میں گناہ پر صرف ندامت و پشیمانی ہی ان کے لئے کافی تھی لیکن انہوں نے خدا کے لئے اپنے نفس پر زیادتی کی وجہ سے غضب کیا اس لئے انھوں نے اپنے آپ کو حد کے لئے پیش کیا، ہاں! عمر کا اس حد کی تکرار کرنا حد نہیں ہے بلکہ انھوں نے اپنے بیٹے کو صرف اور صرف تادیب کے عنوان سے مارا تھا ورنہ پھر حد کی تکرار نہیں ہوتی''۔(۱)

۱۔ سیرۂ عمر، ابن جوزی، (ص ۲۱۵)

اگر یہ خیال صحیح مان لیا جائے تو پھر عمر اور عمرو پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حد لگائی۔ اس کے علاوہ خود ان افراد پر اعتراض ہوتا ہے جن پر حد جاری کی گئی کہ انہوں نے بغیر کسی سبب وعلت کے اپنے آپ کو حد کے لئے پیش کیا۔ ان کے لئے ندامت ہی کافی تھی، جیسا کہ ابن جوزی نے گمان کیا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ندامت کی بھی ضرورت نہیں تھی اس اعتقاد کے بعد کہ آب انگور مست آور نہیں ہوتا اور اس کے لئے توبہ بھی لازم نہیں ہے، اگر چہ ایسے افعال کی وجہ سے مکمل ایمان ضعف کا شکار ہوتا ہے۔

۹۸۔ روز عید پڑھنے والے سورہ سے خلیفہ کی جہالت

عبید اللہ سے منقول ہے: نماز کے ارادے سے عید کے دن عمر گھر سے باہر آئے اور ایک آدمی کو ابی واقد لیثی کے پاس بھیج کر پوچھوایا کہ رسول خداؐ ان دنوں کیا پڑھتے تھے؟ لیث نے جواب دیا: سورۂ ق اور اقترب۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ ایسی صحیح روایت ہے جسے ائمہ حدیث نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ بنابریں مرسل کہہ کر یہ بہانہ تراشی کرنا کہ عبید اللہ بن عبد اللہ نے عمر کا زمانہ درک نہیں کیا ہے، قطعی مردود ہے، اس لئے کہ صحیح مسلم میں عبید اللہ بن عبد اللہ نے ابو واقد سے روایت کی ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ عبید اللہ نے ابو واقد کا زمانہ درک کیا ہے اس لئے بیہقی، سندی، سیوطی اور اکثر محدثین نے نسبت ارسال کو مردود اور باطل قرار دیا ہے۔

میرے ساتھ آیئے تا کہ ہم خلیفہ سے سوال کریں کہ اس بات کا علم ان سے کیوں پوشیدہ رہ گیا کہ

۱۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۲۴۲، (ج۲، ص۲۸۸، حدیث۱۴، کتاب العیدین)؛ سنن ابی داؤد، ج۲، ص۲۸۰، (ج۱، ص۳۰۰، حدیث۱۱۵۴)؛ موطا مالک، ج۱، ص۱۴۷، (ج۱، ص۱۸۰، حدیث۸)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۱۸۸، (ج۱، ص۴۰۸، حدیث۱۲۸۲)؛ سنن ترمذی، ج۱، ص۱۰۶، (ج۲، ص۴۱۵، حدیث۵۳۴)؛ سنن نسائی، ج۳، ص۱۸۴، (ج۱، ص۵۴۶، حدیث۱۷۷۳)۔

رسول خداؐ نماز عیدین میں کیا پڑھتے تھے؟ کیا وہ فراموشی کا شکار ہوئے اور تحقیق وتفحص کرنا چاہتے تھے جیسا کہ سیوطی نے ''تنویر الحوالک'' میں یہ عذر لنگ پیش کیا ہے۔(۱) یا یہ کہ بازار میں ہیرا پھیری اور ولالی نے اس سے دور رکھا تھا جیسا کہ انھوں نے خود ہی کئی مقامات پر اس بہانہ کے ذریعہ طلب معافی کی ہے۔(۲) علاوہ ازاین عنقریب ذکر کیا جائے گا کہ بہت سے افراد نے ان کے نسیان کی عادت کو بیان کیا ہے حالانکہ فراموشی ونسیان بعید ہے اس لئے کہ یہ اتنا مشہور ومعروف حکم ہے کہ ہر سال دومرتبہ تمام لوگوں کے سامنے تکرار ہوتا ہے جسے بھولا نہیں جاسکتا۔

جہاں تک سیوطی کے دوسرے احتمال کا سوال ہے کہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں کو بتادیتے تھے (کہ فلاں فلاں سورۂ کی قرائت کروں گا یا ان سوروں کو بلند آواز سے پڑھتے تاکہ لوگ سن سکیں) ایسی صورت میں کوئی ضرورت نہیں کہ ابو واقد کے پاس آدمی بھیج کر اس سلسلے میں سوال کیا جائے۔

۹۹۔معانی الفاظ اور خلیفہ

۱۔عمر سے مروی ہے، انہوں نے منبر پر جا کر کہا: آیۂ مبارکہ: ﴿ أَوْ يَأْخُذَهُم عَلَىٰ تخوف ﴾ ''یا انھیں خوف کی حالت میں پکڑا جائے''۔(۳) سے تم لوگ کیا سمجھتے ہو؟

سب خاموش رہے تو قبیلۂ ہزیل کے ایک پیرمرد نے کھڑے ہوکر کہا: یہ ہماری لغت ہے اور تخوف کا مطلب تنقص (کمی) ہے۔عمر نے پوچھا: کیا عرب کے کسی شاعر نے اپنے شعر میں استعمال کیا ہے؟ کہا: ہاں ہمارے شاعر ابوکبیر ''زہیر'' نے مکہ کے بعد راستہ طے کرتے ہوئے اپنے اونٹ کی کیفیت بیان کی ہے۔

۱۔تنویر الحوالک، ج۱، ص۱۴۷، (ج۱، ص۱۹۱)۔

۲۔صحیح مسلم، ج۲، ص۳۳۴، (ج۴، ص۳۶۱، حدیث۳۶، کتاب الآداب)؛ صحیح بخاری، ج۳، ص۸۳۷، (ج۲، ص۷۲۷، حدیث ۱۹۵۶)؛ مسند احمد، ج۳، ص۱۹، (ج۳، ص۳۹۶، حدیث۱۰۷۶۱)؛ سنن دارمی، ج۲، ص۲۷۴؛ سنن ابی داؤد، ج۲، ص۳۴۰، (ج۴، ص۳۳۶، حدیث۵۱۸۲)؛ مشکل الآثار، ج۱، ص۴۹۹۔

۳۔نحل/۴۷

تخوف الرحل منها تامکا قروا کما تخوف عود النعبه السفن

یہ سن کر عمر نے کہا: اے لوگو! میں تمہیں تمہارے دیوان کے بارے میں تاکید کرتا ہوں کہ وہ گم نہ ہوجائے۔ لوگوں نے پوچھا: ہمارا دیوان کیا ہے؟ کہا: عہد جاہلیت کے اشعار: اس لئے کہ اس میں تمہاری کتاب کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معانی ومطالب مذکور ہیں۔(۱)

۲۔ ابوصلت ثقفی سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا﴾ (زبر کے ساتھ) ''(پس خدا) جس کو گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینے کو تنگ اور دشوار بنا دیتا ہے''۔(۲)

ان کے پاس موجود بعض اصحاب نے زیر کے ساتھ (حرِج) پڑھا تو عمر نے کہا: بنی کنانہ کے ایک شخص کو لے آؤ جو چوپان ہو۔ چنانچہ لوگوں نے اسے حاضر کیا، عمر نے اس سے پوچھا: اے جوان! حرجہ کیا ہے؟ کہا: ہمارے نزدیک حرجہ وہ درخت ہے جس تک کوئی انسان، وحشی حیوان یا کوئی دوسری چیز رسائی حاصل نہیں کرسکتی۔

یہ سنتے ہی عمر نے کہا: منافق کا دل بھی اسی طرح ہے، ذرا بھی خیر وبرکت اس تک نہیں پہونچ سکتی۔(۳)

۳۔ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے: عمر بن خطاب نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ''اور دین میں تمہارے لئے کوئی زحمت قرار نہیں دی گئی ہے''۔(۴)

۱۔ تفسیر کشاف، ج۲، ص۱۶۵، (ج۲، ص۶۰۸/۶۰۹)؛ تفسیر قرطبی، ج۱۰، ص۱۱۰، (ج۱۰، ص۷۳)؛ تفسیر بیضاوی ج۱، ص۶۶۷، (ج۱، ص۵۴۵)۔

۲۔ انعام/۱۲۵

۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۱۷۵؛ تفسیر خازن، ج۲، ص۵۳، (ج۲، ص۵۱)؛ درمنثور، ج۳، ص۴۵، (ج۳، ص۳۵۶)؛ کنز العمال، ج۱، ص۲۸۵، (ج۲، ص۵۹۶، حدیث ۴۸۲۰)

۴۔ حج/۷۸

پھر کہا: بنی مدلج کے ایک شخص کو میرے پاس لاؤ (جب حاضر ہوا تو) عمر نے پوچھا: تم لوگوں کے نزدیک حرج کیا ہے؟ کہا: ضیق، تنگی۔ (۱)

۴۔ حاکم نے سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب نے اس آیت کی تلاوت کی:
﴿الذین آمنوا و لم یلبسوا ایمانهم بظلم﴾ ''وہ لوگ ایمان لائے انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا''۔ (۲)

وہ ابی بن کعب کے پاس آئے اور سوال کیا کہ ہم میں کون ہے جو ظلم کا مرتکب نہیں ہوا ہے؟ ابی نے کہا: اے امیر المومنین! یہاں ظلم سے مراد ''شرک'' ہے، کیا آپ نے قول لقمان نہیں سنا: ''یا بنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم'' اے میرے فرزند! اللہ کا شریک قرار نہ دو بے شک یہ ظلم عظیم ہے۔ (۳)

میں اس بات کے لئے خلیفہ کو معذور سمجھتا ہوں کہ کتاب و سنت کا علم ان سے پوشیدہ رہ گیا یا قضاوت میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے؛ اس لئے کہ کرایہ داری، مال و متاع کے سلسلے میں ان کی بے لوث خدمت، بازاروں میں دلّالی اور رسیوں کی خرید و فرخت نے انھیں اتنا مشغول کر رکھا تھا کہ وہ علوم و معارف کے حصول سے قاصر و عاجز تھے۔ (۴)

لیکن جس زبان و لغت سے وہ چوبیس گھنٹے سروکار رکھتے تھے، اس کی عدم معرفت کے سلسلے میں انہیں معذور قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۱۔ کنز العمال، ج۱، ص۲۵۷، (ج۲، ص۴۷۰، حدیث ۴۵۲۳)

۲۔ انعام/۸۲

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۳۰۵، (ج۳، ص۳۴۵، حدیث ۵۳۳۰؛ سورۂ لقمان، آیت ۱۳)

۴۔ تفسیر طبری، ج۱، ص۷، (مجلد ۷، ج۱۱، ص۸)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۳۰۵، (ج۳، ص۳۴۵، حدیث ۵۳۲۹)؛ تفسیر قرطبی، ج۸، ص۲۳۸، (ج۸، ص۱۵۱/۱۵۲)؛ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۳۸۳؛ تفسیر کشاف، ج۲، ص۴۶، (ج۲، ص۳۰۴)؛ درمنثور، ج۳، ص۲۹۶؛ کنز العمال، ج۱، ص۲۸۷، (ج۲، ص۶۰۵، حدیث ۴۸۵۸/ص۵۹۷، ۴۳۳۸)؛ فتح القدیر شوکانی، ج۲، ص۳۷۹، (ج۲، ص۳۹۸)؛ روح المعانی، ج۱۱، ص۸

۱۰۰۔تمام سال کے روزوں کے متعلق خلیفہ کی رائے

ابوعمر شیبانی سے منقول ہے: اس کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب کو ایسے شخص کے متعلق بتایا گیا جو ہر روز روزہ رکھتا ہے، یہ سنتے ہی عمر نے اپنے مخصوص کوڑے کی بارش شروع کر دی، وہ کہتے جاتے: اے دہریہ، اے دہریہ! کھا۔(۱)

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

مجھے اس مسئلہ نے سخت مشوش کیا ہوا ہے، نہیں معلوم دو روایتوں میں سے کس پر اعتماد کروں: کیا اس روایت پر جسے ابن جوزی نے حدیث تازیانہ (کوڑے) کے عنوان سے نقل کیا ہے یا اس کی دوسری روایت (۲) پر جس میں مذکور ہے کہ عمر بن خطاب ہر روز روزہ رکھتے تھے، طبری اور جعفر فریابی نے اپنی سنن میں اس کی روایت کی ہے، سیوطی نے ان دونوں سے حکایت کی ہے۔(۳)

سنن بیہقی میں منقول ہے کہ عمر بن خطاب اپنی وفات سے قبل ہر روز روزہ رکھتے تھے اور عبداللہ بن عمر بھی اپنی زندگی کے آخر ایام میں ہر دن روزہ رکھتے تھے۔(۴)

ابن کثیر اور محب طبری نے اس کی روایت کر کے اس سے استدلال کیا ہے کہ ہر دن روزہ رکھنا، ایک دن کھانے اور ایک دن روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔(۵)

یہاں سنت شریفہ میں تمام سال روزہ رکھنے کی ممانعت نہیں کی گئی ہے اور آنحضرتؐ کے ارشاد مبارک کے ظاہری مطلب سے بھی کوئی ممانعت سمجھ میں نہیں آتی کہ جو شخص ہر دن روزہ رکھے اس کا روزہ

۱۔سیرۂ عمر ابن جوزی، ص ۱۴۷، (ص ۱۷۹)

۲۔سیرۂ عمر، ص ۱۴۶، (ص ۱۵۳)

۳۔کنز العمال، ج ۴، ص ۳۳۲، (ج ۸، ص ۶۱۹، حدیث ۲۴۳۱۷)

۴۔سنن بیہقی، ج ۴، ص ۳۰۱

۵۔البدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۱۳۵، (ج ۷، ص ۱۵۲، حوادث ۲۳ھ)؛ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۳۸ (ج ۲، ص ۳۰۹)

صحیح نہیں یا آپ کا یہ فرمان کہ جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اس نے نہ روزہ رکھا ہے اور نہ ہی افطار کیا ہے۔

یہ اقوال ان دائمی روزے پر جاری ہوں گے جو ایام حرام (مثلاً عید فطر و قربان) کو بھی شامل کریں جن میں روزہ رکھنا حرام ہے یا پھر روزہ رکھنے سے کسی کا حق پامال ہو۔

اس کے علاوہ روزہ رکھنے کی ممانعت نہیں ہے چنانچہ صحیح مسلم، سنن بیہقی اور دوسری بہت سی حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ (۱)

ابن جریر نے ام کلثوم سے نقل کیا ہے کہ عائشہ سے کہا گیا: آپ ہر دن روزہ رکھتی ہیں حالانکہ رسول خداؐ نے ہر دن روزہ رکھنے کی ممانعت کی ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں! میں نے سنا ہے کہ رسول خداؐ تمام سال روزہ کی ممانعت فرماتے تھے لیکن جس نے عید فطر و قربان کے دن افطار کر لیا اس نے تمام سال روزہ نہیں رکھا ہے۔ (۲)

نووی شرح مسلم (۳) میں لکھتے ہیں:

''تمام سال روزے کی ممانعت کے باب میں متذکرہ روایات کے پیش نظر تمام سال روزہ کے متعلق علماء نے اختلاف کیا ہے:

علماء ظاہریہ (اہل ظاہر) ظواہر حدیث کے پیش نظر تمام سال روزہ کی ممانعت کے قائل ہیں۔

قاضی وغیرہ کہتے ہیں کہ اکثر علماء جواز کے معتقد ہیں اگر ممنوع دنوں میں روزہ نہ رکھا جائے اور وہ ایام: روز فطر، روز قربان اور ایام تشریق (گیارہویں و بارہویں ذی الحجہ جو مکہ میں مقیم ہیں) ہیں۔

شافعی اور ان کے ماننے والوں کا نظریہ ہے کہ اگر روز فطر و قربان اور ایام تشریق میں افطار کرے تو

۱۔ صحیح مسلم، ۱، ص ۳۱۹، (ج ۲، ص ۵۱۷، حدیث ۱۸۶، ۱۸۷، کتاب الصیام)؛ سنن بیہقی، ج ۴، ص ۲۹۹)

۲۔ کنز العمال، ج ۴، ص ۳۴۴، (ج ۸، ص ۶۲۷، حدیث ۲۴۴۵)؛ تہذیب الآثار طبری، (ج ۱، ص ۳۱۵، حدیث ۵۰۷، مسند عمر بن الخطاب)

۳۔ شرح صحیح مسلم مطبوع بر حاشیہ ارشاد الساری، ج ۵، ص ۵۱، (ج ۸، ص ۴۰، ۴۲)

تمام سال روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے بلکہ وہ مستحب ہے اگر ضرر رساں نہ ہو اور کسی کا حق پامال نہ ہو، ہاں! اگر وہ روزہ نقصان دہ ہو یا تضیع حق کا موجب بنے تو مکروہ ہے۔ انھوں نے حمزہ بن عمر کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کی مسلم و بخاری نے روایت کی ہے۔

اُس (حمزہ) نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں ہر روز مسلسل روزہ رکھتا ہوں کیا سفر میں روزہ رکھوں؟ فرمایا: اگر چاہو تو روزہ رکھ سکتے ہو۔ یہ مسلم کے الفاظ ہیں کہ آنحضرتؐ نے اسے مسلسل روزہ رکھنے کی تشویق کی اگر مکروہ ہوتا تو اس کام کی تشویق نہ فرماتے خاص طور سے سفر میں۔

اور ابن عمر سے بھی ثابت ہے کہ وہ مسلسل روزہ رکھتے تھے، اسی طرح ابوطلحہ، عائشہ اور بہت سے گذشتہ افراد جن کا میں نے شرح مہذب باب روزۂ مستحی میں تذکرہ کیا ہے اور حدیث ''**لا صـــام مـن صـــام الابــد**'' کے بہت سے جواب دیئے گئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اس کی حقیقت و واقعیت پر محمول ہے اس عنوان سے کہ وہ عید فطر، عید قربان اور ایام تشریق کو بھی روزہ رکھے۔ عائشہ نے بھی یہی جواب دیا ہے''

حدیث ''**صـم یوماً و افطر یوماً**'' کی شرح میں لکھتے ہیں: علماء نے اس حدیث میں اختلاف کیا ہے، ہمارے اصحاب میں بے متوالی اور ان کے علاوہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مسلسل روزہ رکھنے سے بہتر ہے ظاہر حدیث سے یہی مستفاد ہے اور ان کے کلام میں عبداللہ بن عمر کے حوالے سے اس حدیث کی تخصیص و مسلسل روزہ کے متعلق تفصیلی اشارہ پایا جاتا ہے، اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ تمہارے حق میں یہ (ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) روزۂ متوالی و مسلسل سے افضل نہیں ہے، اس کی تائید آنحضرتؐ کے ارشاد سے ہوتی ہے کہ آپ نے حمزہ بن عمرو کو ہر دن روزہ رکھنے کی ممانعت نہیں فرمائی اور اسے ہر دن روزہ رکھنے کی ہدایت کی اگر (ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) لوگوں کے حق میں بہتر ہوتا تو آنحضرتؐ اس کی رہنمائی فرماتے اس لئے کہ وقت حاجت سے بیان کو موخر کرنا جائز نہیں ہے، واللہ اعلم۔

ایک محقق، ائمہ فقہ اور شارحین کی تالیفات میں موجود ان کلمات سے بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے۔

جن افراد سے عمر کے روزے کی روایت نقل ہوئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔عثمان بن عفان، مقتول ۳۵ھ۔(۱)

۲۔عبداللہ بن مالک ازرمی، متوفی ۵۶، ۵۹ھ۔(۲)

۳۔اسود بن یزید نخعی، متوفی ۷۵ھ۔(۳)

۴۔ابوبکر بن عبدالرحمن قرشی، متوفی ۹۲ھ۔(۴)

۵۔فقیہ ابو خالد مسلم مخزومی، متوفی ۱۰۸ھ۔(۵)

۶۔سعد بن ابراہیم مدنی، متوفی ۱۲۵ھ۔(۶)

۷۔وکیع بن حرام، متوفی ۱۹۶ھ۔(۷)

۸۔مصعب بن عبداللہ بن زبیر، متوفی ۲۳۳ھ۔(۸)

۹۔محمد بن علی ابوالعباس کرخی، متوفی ۳۴۳ھ۔(۹)

۱۰۔ابوبکر نجار؛ عراق میں حنبلیوں کے بزرگ، متوفی ۳۴۸ھ۔(۱۰)

۱۱۔احمد بن ابراہیم نیشاپوری، متوفی ۳۸۶ھ۔(۱۱)

۱۔استیعاب، ج۲، ص۴۷۷، (القسم الثالث، ص۱۰۳۳، نمبر۱۷۷۸)

۲۔البدایۃ والنھایۃ، ج۸، ص۹۹، (ج۸، ص۱۰۷، حوادث ۵۹ھ)؛ الاصابہ، ج۲، ص۳۶۴

۳۔البدایۃ والنھایۃ، ج۹، ص۱۲، (ج۹، ص۱۷، حوادث ۷۵ھ)

۴۔البدایۃ والنھایۃ، ج۹، ص۱۱۶۔

۵۔طبقات الحفاظ، ج۱، ص۲۳۵، (ج۱، ص۲۵۵، نمبر۲۳۱)

۶۔خلاصۃ التھذیب خزرجی، ص۱۱۳، (ج۱، ص۳۶۷، نمبر۲۳۷۱)؛ شذرات الذھب، ج۱، ص۱۷۳، (ج۲، ص۱۱۹، حوادث ۱۲۷ھ)

۷۔تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۵۰۱؛ تذکرۃ الحفاظ، ج۱، ص۲۸۲، (ج۱، ص۳۰۷، نمبر۲۸۴)

۸۔میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۷۲، (ج۴، ص۱۱۹، نمبر۸۵۵۸)۔

۹۔المنتظم، ج۶، ص۳۷۶، (ج۱۴، ص۹۶، نمبر۲۵۴۸)

۱۰۔المنتظم، ج۶، ص۳۹۰، (ج۱۴، ص۱۱۹، نمبر۲۵۸۶)؛ البدایۃ والنھایۃ، ج۱۱، ص۲۳۴، (ج۱۱، ص۲۶۶، حوادث ۳۴۸ھ)

۱۱۔البدایۃ والنھایۃ، ج۱۱، ص۳۱۹، (ج۱۱، ص۳۶۵، حوادث ۳۸۶ھ)

۱۲۔ ابالفرج معدل احمد بن محمد، متوفی ۴۱۵ھ۔ (۱)

۱۳۔ ابوالقاسم، عبداللہ بن احمد حرجی، متوفی ۴۱۲ھ۔ (۲)

۱۴۔ ابوالعباس احمد ابیوری، متوفی ۴۲۵ھ۔ (۳)

۱۵۔ ابوعبداللہ صوری محمد بن علی، متوفی ۴۴۱ھ۔ (۴)

۱۶۔ عبدالملک بن حسن، متوفی ۴۷۲ھ۔ (۵)

۱۷۔ ابوالبرکات یحیٰی انباری، متوفی ۵۵۲ھ۔ (۶)

۱۸۔ حافظ عبدالغنی مقدسی، متوفی ۶۰۰ھ۔ (۷)

۱۹۔ فقیہ محمود بغدادی حنفی، متوفی ۶۰۹ھ۔ (۸)

۲۰۔ شیخ محی الدین نووی، متوفی ۶۷۷ھ۔ (۹)

۲۱۔ عبدالعزیز بن وتف حنبلی بغدادی۔ (۱۰)

یہ سب اس لئے متفق ہیں کیوں کہ انہوں نے تمام سال روزہ رکھنے کے جواز کو شریعت اسلام سے اخذ کیا ہے اور اس کی معرفت حاصل کی ہے۔ یہ تمام باتیں اپنی جگہ پر لیکن ان کا مخصوص کوڑا خود خلیفہ کے

۱۔ تاریخ بغداد، ج۵، ص۶۷؛ البدایہ والنہایہ، ج۱۲، ص۱۸، (ج۱۲، ص۲۲، حوادث ۴۱۵ھ)؛ المنتظم، ج۸، ص۱۷، (ج۱۵، ص۱۶۴، نمبر۳۱۲۳)

۲۔ تاریخ بغداد، ج۱۰، ص۳۸۲؛ المنتظم، ج۸، ص۴، (ج۱۵، ص۱۴۷، نمبر۳۰۹۹، بجائے عبداللہ بن احمد کے محمد بن عمر ہے)

۳۔ تاریخ بغداد، ج۵، ص۵۱

۴۔ تاریخ بغداد، ج۳، ص۱۰۳؛ المنتظم، ج۸، ص۱۴۳، (ج۱۵، ص۳۲۲، نمبر۳۲۹۳)

۵۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۲، ص۱۲۰، (ج۱۲، ص۱۴۷، حوادث ۴۷۲ھ)

۶۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۲، ص۱۲۳، (ج۱۲، ص۲۹۶، حوادث ۵۵۲ھ)

۷۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۳، ص۳۹، (ج۱۳، ص۱۴۷، حوادث ۶۰۰ھ)

۸۔ شذرات الذہب، ج۵، ص۳۹، (ج۷، ص۷۲، حوادث ۶۰۹ھ)

۹۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۳، ص۲۷۹، (ج۱۳، ص۳۲۶، حوادث)

۱۰۔ شذرات الذہب، ج۵، ص۱۸۴، (ج۷، ص۳۲۳، حوادث ۶۳۷ھ)

اجتہاد کا شگوفہ ہے، یہ حکم صرف انہیں کے یہاں دیکھنے میں آیا دوسرے اس سے قطعی مبرہ اور پاک ہیں، ورنہ ایک ایسے انسان کو اپنا مخصوص کوڑا مارنے کا کیا جواز ہے جوروزہ کے ذریعہ عبادت گذارتھا...؟!

﴿ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ﴾ ''یہی حقیقی اور واقعی قصہ ہے''۔(۱)

﴿وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَى عِلْمٍ ﴾ ''ہم نے ان کے لئے ایک کتاب پیش کی ہے، جس کے (اسرار ورموز) کو پوری طرح واضح کردیا ہے''۔(۲)

﴿ وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلاَّ يَظُنُّونَ ﴾ ''وہ لوگ جو بات کہہ رہے ہیں اس کا علم نہیں رکھتے ،وہ تو صرف گمان کررہے ہیں''۔(۳)

﴿ إِنَّ الظَّنَّ لايُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴾ ''گمان، انسان کو حق وحقیقت سے بے نیاز نہیں کرسکتا''۔(۴)

۱۔سورہ آل عمران/۶۲

۲۔سورہ اعراف/۵۲

۳۔سورہ جاثیہ/۲۴

۴۔سورہ یونس/۳۶

بحث کے نتائج

یہ تھے علم عمر کے مضحکہ خیز کارناموں کے چند نمونے۔ہم اس کے کئی گنا زیادہ بھی پیش کر سکتے تھے لیکن مقتضائے حال کی رعایت کرتے ہوئے اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں، ہم آئندہ جلدوں میں قارئین کی خدمت میں ایسے بہت سے کارنامے پیش کریں گے، انشاء اللہ۔جن مطالب کو اوپر پیش کیا گیا، ان کا خلاصہ یہ بعض نکات ہیں:

ا۔خلیفہ اپنے مسائل بعض اصحاب سے سیکھتے اور حل کرتے تھے؛اس لئے کہ ان کے پاس وہ علم نہیں تھا جو صحابہ کے پاس تھا، ان میں بعض علمی اعتبار سے مشہور بھی نہیں تھے مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔عبدالرحمٰن بن عوف؛

۲۔معاذ بن جبل؛

۳۔عبداللہ بن عباس؛

۴۔زید بن ثابت؛

۵۔عمار بن یاسر؛

۶۔ابوعبیدہ جراح؛

۷۔عبداللہ بن مسعود؛

۸۔مغیرہ بن شعبہ؛

۹۔محمد بن مسلمہ؛

۱۰۔ابوموسیٰ اشعری؛

۱۱۔ابوسعید خدری؛

۱۲۔ابی بن کعب؛

۱۳۔صہیب ابو یحییٰ؛

۱۴۔ضحاک بن سفیان؛

۱۵۔حمل بن نابغہ؛

۱۶۔عبداللہ بن عمرو بن عاص؛

۱۷۔ابوواقد لیثی؛

۱۸۔ایک قریشی عورت؛

۱۹۔ایک انصاری جوان؛

۲۰۔ایک نامعلوم انسان؛

۲۱۔ایک سیاہ پوش غلام؛

۲۲۔مدینہ کی بوڑھی عورت؛

۲۳۔بنی ہذیل کا ایک پیر مرد؛

۲۴۔بنی مدلج کا ایک شخص؛

۲۵۔شامی مرد؛

ان صحابہ میں سرفہرست امیر المومنین حضرت علیؑ تھے، انہوں نے دوسروں سے زیادہ حضرت سے علم و دانش دریافت کیا ہے، اس سے قبل ان کی تھوڑی بہت آشنائی حاصل کی گئی، اسی لئے وہ ہمیشہ کہتے تھے: **لولا علی لهلک عمر** ''اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے''۔

ان کا قول: **لولا علی لضل عمر** ''اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر گمراہ ہو جاتے''۔(۱)

۱۔تمہید باقلانی ص۱۹۹

ان کا قول:اللّٰھم لاتبقنی لمعضله لیس لها ابی ابی طالب ''خدایا! مجھے ایسی مشکل میں قرار نہ دے جس کے لئے علیؑ ابن ابی طالب نہ ہوں''۔

ان کا قول:لا ابقانی الله بارض لست منها یا ابالحسن ''خدایا! مجھے ایسی زمین میں باقی نہ رکھے جس میں اے ابوالحسنؑ آپ نہ ہوں''۔

ان کا قول:اللّٰھم لاتنزل بی شد یدة الّا و ابوحسن الی جنبی ''خدایا! مجھے کوئی مشکل درپیش نہ ہو مگر یہ کہ ابوالحسنؑ میرے پاس موجود ہوں''۔

ان کا قول:کاد یهلک ابن الخطاب لو لا علی بن ابی طالب ''اگر علیؑ بن ابی طالب نہ ہوتے تو خطاب کا بیٹا جلد ہی ہلاک ہو جاتا''۔

ان کا قول:اعوذ بالله من معضله لا علی بها ''میں ایسی مشکل سے پناہ چاہتا ہوں جس میں علیؑ بن ابی طالب نہ ہوں''۔

ان کا قول:عجزت النساء ان تلد ن مثل علی بن ابی طالب،لو لا علی لهلک عمر ''علیؑ بن ابی طالب جیسا فرزند پیدا کرنے سے عورتیں قاصر و عاجز ہیں، اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا''۔

ان کا قول:ردّوا قول عمر الی علی، لو لا علی لهک عمر ''قول عمر کو علیؑ کی جانب پلٹا دو، اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا''۔

ان کا قول:لاابقانی الله بعد ابن ابی طالب ''خدایا! علیؑ بن ابی طالب کے بعد مجھے زندہ نہ رکھ''۔

ان کا قول:یاابالحسن انت لکل معضله و شد ة تدعی ''اے ابوالحسنؑ! آپ ہر مشکل اور پریشانی کے وقت بلائے جاتے ہیں''۔

ان کا قول:هل طنخت حرة عتله وآبر عنه ''کیا کسی آزاد عورت نے ان کے مانند اور ان کی مہارت کی طرح کسی کو پیدا کیا ہے''۔

ان کا قول: هيهات هناك شجنه من بني هاشم وشجنه من الرسول واثر من علي يوتى لها ولا ياتي ''ہیہات! یہاں بنی ہاشم اور پیغمبرؐ کی شاخ اور علم کا سرمایہ ہے لوگوں کو چاہئے کہ اس کے پاس آئیں، اسے لوگوں کے پاس نہیں جانا چاہئے، اس کے گھر سے حکمت حاصل ہوتی ہے''۔

ان کا قول: ابا حسن لاابقاني الله لشدة لست لها ولا في بلد لست فيه ''ابوالحسنؑ! خدا مجھے ایسی مشکل میں نہ چھوڑے جس کے لئے آپ نہ ہوں اور ایسے شہر میں باقی نہ رکھے جس میں آپ نہ ہوں''۔

ان کا قول: يا ابن ابي طالب فمازلت كاشف كل شبهة وموضع كل حكم ''اے ابوطالبؑ کے فرزند! آپ ہمیشہ ہر شبہہ کو برطرف کرنے والے اور ہر حکمت کی جائگاہ ہیں''۔

ان کا قول: لولاك لافتضحنا ''اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ذلیل ورسوا ہو جاتے''۔

ان کا قول: اعوذ بالله من معضلة ليس لها ابو الحسن ''ایسی مشکل سے پناہ مانگتا ہوں جس کے لئے ابوالحسنؑ نہ ہوں''۔

حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کا قول: هذا اعلم بنبينا وبكتاب بنبينا ''یہ شخص ہمارے رسولؐ اور ہمارے رسولؐ کی کتاب سے سب سے زیادہ واقف ہے''۔

وہ بہت سے مقامات اور مسائل میں صحابہ اور ان کے علم کے اتنے زیادہ محتاج تھے کہ تمام صحابہ سے سوالات کرتے، ان کی جانب رجوع کرتے اور احکامات کے سلسلے میں ان سے مشورہ کرتے تھے؛ مندرجہ ذیل کلمات حقیقت حال سے پردہ اٹھانے کے لئے کافی ہیں:

ان کا قول: كل احد افقه من عمر ''ہر انسان عمر سے زیادہ دانا ہے''۔

ان کا قول: تسمعونني اقول مثل القول فلا تنكرونه حتى ترد على امراة ليست من اعلم النساء ''تم لوگ مجھ سے ایسی باتیں سن کر ان کا انکار نہیں کرتے یہاں تک کہ ایک کم علم عورت ان کی تردید کر دیتی ہے''۔

ان کا قول: ''کل احد اعلم من عمر ''۔

ان کا قول: ''کل الناس افقه منک یا عمر ''۔

ان کا قول: ''کل الناس افقه من عمر حتی ربات الجمال ''۔

ان کا قول: ''کل واحد افقه منک حتی العجائز یا عمر ''۔

ان کا قول: ''کل احد افقه منّی ''۔

ان سب کی تفصیل گذر چکی ہے۔

متذکرہ احادیث اور ان کے مانند بہت سی دوسری احادیث و روایات ہمیں باخبر کر رہی ہیں کہ خلیفہ کے پاس وہ شرائط و خصوصیات نہیں تھے جنہیں علمائے امت نے امامت کے سلسلے میں بیان کئے ہیں:

امام الحرمین جوینی ''الارشاد دال قواطع الادله فی اصول الاعتقاد '' میں لکھتے ہیں:

امام کے شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ مجتہد ہو، اس طرح کہ وہ مسائل و مشکلات میں دوسروں کا محتاج نہ ہو اور یہ شرط متفق علیہ اور اجماعی ہے''۔(۱)

اس متفق علیہ شرط کے پیش نظر اس شخص کی کیا منزلت رہ جاتی ہے جو آسان مسائل سے واقف نہیں اور لوگوں سے بے نیاز بھی نہیں ہے؟! بلکہ اس کے برعکس خود لوگ اس کے علم سے بے نیاز تھے، ان مسائل و مشکلات کے واقعات تاریخ و سیرت کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ ﴿فماذا بعد الحق الا الطفلان﴾ ''حق کے بعد گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں''۔(۲)

ان مطالب کے پیش نظر آپ ابن حزم کی بکواس کی حقیقت کو خود ہی پہچان سکتے ہیں، وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

۱۔ کتاب الارشاد ص ۴۲۶ (ص ۳۵۸)

۲۔ سورہ یونس/۳۲

علم کل ذی حس علما ضروريا ان الذی کان عند عمر من العلم اضعاف ما کان عند علی من العلم ''ہر صاحب شعور کے پاس یہ واضح علم ہے کہ عمر کا علم، علیؑ کے علم کے کئی گنا زیادہ تھا''۔(۱)

اور ابن تیمیہ کی بکواس (بھی آپ پر پوری طرح روشن ہو جائے گی):

''لوگوں نے ابوبکر، عمر، عثمان اور علیؑ کے کئی فیصلوں اور فتوؤں کو جمع کیا اور دیکھا کہ ابوبکر کے امور و واقعات ان کے علمی اعتبار سے سب سے زیادہ صادق اور نصی ہیں، اس کے بعد عمر ہیں، یہی وجہ ہے کہ علیؑ کی بہ نسبت عمر سے نص و دلیل کے برخلاف امور کم دیکھے گئے ہیں، ہاں! جہاں تک ابوبکر کا سوال ہے تو کوئی نص و دلیل یا خبر صحیح ان کے امور کے برخلاف نہیں ہے''۔

اس کے بعد وہ لکھتا ہے:

''ابوبکر وعمر یا دوسرے صحابہ میں کوئی ایسا نہیں جنہوں نے خاص طور سے علیؑ سے سوال کیا ہو، ہاں! مشہور یہ ہے کہ علیؑ نے ابوبکر سے علم حاصل کیا ہے، چنانچہ علیؑ کے حوالے سے سنن میں مذکور ہے کہ وہ کہتے ہیں: جب بھی کوئی رسول خداؐ کی حدیث بیان کرتا تو میں اسے قسم دیتا تھا اگر وہ قسم کھالیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا تھا۔ چنانچہ ابوبکر نے مجھ سے حدیث بیان کی اور سچ کہا کہ میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اگر وہ صحیح وضو کرے، پھر کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور اس کے بعد خدا سے استغفار کرے تو اس کے گناہوں کو ضرور بخش دیتا ہے''۔(۲)

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب اس شخص پر کوئی امر مشتبہ ہوا تو اس نے سوچا کہ دوسرے افراد بھی اس سے بے خبر رہیں۔ اگر حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے (حالانکہ کئی حفاظ نے اسے مجہول تسلیم کیا ہے)(۳) تب بھی کیا متذکرہ حدیث صرف یہ بتا رہی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کی نظر میں ابوبکر کی

۱۔ الفصل فی الملل والنحل (ج ۴ ص ۱۳۸)

۲۔ منہاج السنۃ ج ۳ ص ۱۲۸

۳۔ تھذیب التھذیب، ج ۱، ص ۲۶۸، (ج ۱، ص ۲۳۴)

روایت موثق اور قابل اعتماد تھی۔

لہٰذا یہ بات کہاں اور حصول علم کی بات کہا؟ کیا حضرت کا علم صرف اس ایک حدیث پر منحصر تھا جو آداب شریعت میں سے صرف ایک ادب کی حیثیت رکھتی ہے؟ اور کیا حضرت اس حدیث کی موقعیت سے ناواقف تھے جو ابوبکر نے انھیں سکھایا، یا یہ کہ ابوبکر احکام وقضایا کے بنیادی اصول سے ناواقف تھے اس لئے حضرتؑ نے ان کی راہنمائی فرمائی، ہم نے ایسی بہت سی باتوں کو ان کے نایاب کارناموں میں بیان کیا ہے۔

اس بات کا احتمال ہے کہ اس روایت میں حضرتؑ سے ابوبکر کی تصدیق اس لئے مذکور ہو کہ حضرت نے رسول خداؐ سے حدیث سنی ہو لیکن مصلحت کے پیش نظر واسطہ کا تذکرہ نہ کیا ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت، ابوبکر سے علم حاصل کریں، حالانکہ وہ شہر علم رسولؐ کے دروازہ (۱) اور علوم ومعارف رسولؐ کے وارث ہیں۔ (۲)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۶/ ۱۲۸، (ج ۳، ص ۱۳۷/ ۱۳۹، حدیث ۴۶۳۷/ ۴۶۳۹)؛ تاریخ بغداد، (ج ۱۱، ص ۴۹، نمبر ۵۷۲۸)؛ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۳۵۸، (ج ۷، ص ۳۹۵، حوادث ۴۰ھ)؛ مناقب احمد، (ص ۱۳۸، حدیث ۲۰۳)؛ کفایۃ الطالب، (باب ۵۸، ص ۲۲۰)؛ سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۵۹۶، حدیث ۳۷۲۳)؛ جامع الاصول، (ج ۹، ص ۴۷۳، حدیث ۶۴۸۹)؛ تھذیب الآثار، (ص ۱۰۵، نمبر ۱۷۳، مسند علی)؛ مناقب ابن مغازلی، (ص ۸۰/ ۸۴، حدیث ۱۲۰/ ۱۲۵)؛ المعجم الکبیر، (ج ۱۱، ص ۵۵، حدیث ۱۱۰۶۱)؛ معرفۃ الصحابۃ ابونعیم اصفھانی، (ج ۱، ص ۳۰۸)؛ تذکرۃ الحفاظ، ج ۴، ص ۲۸، (ج ۴، ص ۱۲۳۱، نمبر ۱۰۴۷)؛ الفردوس بماثور الخطاب، (ج ۱، ص ۴۴، حدیث ۱۰۶)؛ الفائق، ج ۱، ص ۲۸، (ج ۲، ص ۳۶)؛ الانساب سمعانی، (ج ۳، ص ۴۷۵)؛ اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۲۴، (ج ۴، ص ۱۰۰، نمبر ۳۷۸۳)؛ مطالب السؤال، ص ۲۲؛ ینابیع المودۃ، ص ۶۵، (ج ۳، ص ۶۷، باب ۶۹)؛ تذکرۃ الخواص، ص ۲۹، (ص ۴۸)؛ ریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۱۹۲، (ج ۳، ص ۱۴۰)؛ فرائد السمطین، (ج ۱، ص ۹۸، حدیث ۶۷، باب ۱۸)؛ نظم درر السمطین، (ص ۱۱۳)؛ کنز العمال، ج ۶، ص ۴۰۱، (ج ۱۳، ص ۱۴۸، حدیث ۳۶۴۶۳/ ۳۶۴۶۴)؛ الصواعق المحرقۃ، ص ۷۳، (ص ۱۲۲)؛ المرقاۃ فی شرح المشکاۃ، (ج ۱۰، ص ۴۷۰، حدیث ۶۰۹۶)؛ فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ج ۳، ص ۴۶۔

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۶، (ج ۳، ص ۱۳۶، حدیث ۴۶۳۴)؛ خصائص نسائی، ص ۱۸، (ص ۸۳، حدیث ۶۵)؛ السنن الکبریٰ نسائی، (ج ۵، ص ۱۲۵، حدیث ۸۴۵۰)؛ کتاب صفین ابن مزاحم، ص ۱۳۳، (ص ۱۱۹)؛ مروج الذھب، ج ۲، ص ۵۹، (ج ۳، ص ۲۱)

چاہے شیخ الاسلام ہونے کا دعوی کرنے والا ''ابن تیمیہ'' اپنے میدان میں گھوڑا دوڑا تا رہے۔ اس کی عبارت میں بقیہ جھوٹ کے پلندے کو اسی کلام پر پرکھ لیں اور اس کا جواب حاصل کریں۔ ابن حزم اور ابن تیمیہ کے بعد الوشیعہ کا مولف ہے جس نے ایسی ہی ہوائی چھوڑی ہے۔

۲۔ متذکرہ مطالب کے پیش نظر آپ اس تاویل وتوجیہ کی حقیقت بھی معلوم کرلیں گے جسے اہل سنت نے رسول خداؐ کی صحیح روایت کے سلسلے میں پیش کیا ہے: **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین فتمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وایاکم و محدثات الامور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة** ''میری اور میرے ہدایت شدہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی تمہارے اوپر ضروری ہے لہٰذا ہوش وحواس کے ساتھ ان سے متمسک رہو اور مستحکم طور پر محفوظ رکھو۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ جدید چیزوں سے پرہیز کرو اس لئے کہ ہر نئی اور جدید چیز بدعت ہے اور ہر بدعت اختراع وگمراہی ہے''۔(۱) اہل سنت نے اس حدیث کو ان افراد پر کیوں حمل کردیا ہے جو لوگوں کے اختیار اور ابوبکر وشوری کے انتخاب کے ذریعہ مسند خلافت پر براجمان ہوئے ہیں، انہوں نے مجبوراً حضرت علیؑ کو بھی ان کے ساتھ ذکر کردیا ہے۔

اس لئے کہ معقول نہیں کہ رسول خداؐ ایسے انسان کی سیرت وروش کی پیروی کا حکم دیں گے جس کی کوئی سیرت ہی نہیں، جس نے فقہ وقرآن اور سنت کو دوسروں سے سیکھا اور جو اپنی ذاتی رائے کے مطابق فتوی دے کر کہے: **ساقول فیها برایی فان یک صوابا فمن الله وان یک خطا فمنی ومن الشیطان** ''میں جلد ہی اپنا نظریہ بیان کروں گا، اگر وہ صحیح ہوا تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہوا تو میری طرف سے''۔

اس سے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ رسول خداؐ نے لوگوں کی سیرت اور دین خدا میں ذاتی نظریہ کی پیروی کا حکم دیا ہے اور یہ ان مجتہدین کی پیروی کے حکم سے ذرا بھی مشابہ نہیں ہے جو اپنے احکام وفتاوی

۱۔ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۲۰، (ج۱، ص۱۵، حدیث۴۲)؛ سنن ابو داؤد، ج۲، ص۲۶۱، (ج۴، ص۲۰۰، حدیث ۴۶۰۷)؛ سنن داری، ج۱، ص۴۵؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص۹۶، (ج۱، ص۱۷۵، حدیث ۳۲۹)

کو کتاب وسنت اور اجماع (یا آپ قیاس کہہ سکتے ہیں) کی معرفت وشناخت کے مطابق حاصل کرتے ہیں۔اس لئے کہ مجتہد انہیں مطالب سے احکام کا استخراج کرتا ہے جن کی اس نے شناخت حاصل کی ہے اب اگر کسی کے پاس شناخت ہی نہ ہو، واضح ترین سوال کے جواب سے قاصر رہ جائے، قسم کھائے کہ نہیں جانتا کیا کروں اور اس کے ذہن سے تیمم، شکیات، غسل، نماز، روزہ وغیرہ جیسے روز مرہ کے معروف اور معمولی مسائل بھی دور ہوں، وہ امت کی رہبری کر ہی نہیں سکتا اور زمام خلافت کو اپنے اختیار میں لے ہی نہیں سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے بیان کئے گئے علمی نمونوں میں علماء نے عمر کی سیرت وروش کی صرف اس لئے مخالفت کی ہے کہ وہ رسول خداؐ کے صریحی بیان کے مخالف تھے۔

اگر اس تاویل کو صحیح مان لیا جائے تو پھر اس حدیث میں اور عمر کے مخالف فتاویٰ میں تناقض لازم آئے گا، اس طرح خود اس حدیث کے دو جزء میں تناقض پایا جاتا ہے اور وہ آنحضرتؐ کا قول ہے کہ ''تمہارے لئے میری اور میرے بعد خلفاء کی سنت کی پیروی لازم ہے'' اور ہمارا مفروض یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی سنت وروش اس انسان (عمر) کی سنت کے قطعی مخالف ہے۔

اس حدیث کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اس سے خلفاء کا قصد فرمایا ہے مگر وہ خلفاء جن کی تصریح ہمیشہ ان کے نام کے ساتھ فرماتے رہے اور اپنے قول میں انھیں قرآن مجید کا ہم پلہ اور ہم وزن قرار دیا:"انی تارکم فیکم الخلیفتین" یا"متخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی من یفترق حتی یردا علی الحوض"۔(۱) چنانچہ لام عہد اسی بات کا تقاضا کر رہی ہے۔

آنحضرت نے علم وہدایت کی حیثیت سے ان کی تعریف وتوصیف کی، یہی وہ افراد ہیں جن کی سیرت وروش ہر لحہ اور ہر قدم آنحضرت کی سیرت وروش کے مطابق ہے، یہ افراد مراد ہیں وہ افراد نہیں جن کے بارے میں کچھ بھی نہیں فرمایا، ان کے بارے میں کوئی تاکید نہیں کی یا ایسی کسی عدد کا تذکرہ نہیں کیا جو ان افراد پر منطبق ہو۔

۱۔نوادر الاصول، ص۱۲۹، (ص۱۸۴)

ہاں! جن اوصاف کا تذکرہ فرمایا وہ ان افراد پر صادق آتے ہیں جو اہل بیت معصومؑ ہیں۔

۳۔ اس مقام پر عمر کے فضائل کے سلسلے میں کچھ جعلی اور جھوٹی حدیثیں بھی منقول ہیں جو ان امور سے قطعی مطابقت نہیں رکھتیں جنھیں ہم نے موثق اور قابل اعتماد سندوں کے ذریعہ نقل کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک دوسری کی تکذیب کر رہی ہے۔

لیجئے کچھ روایات ملاحظہ فرمایئے جو رسول خداؐ سے جھوٹ منسوب کر دی گئی ہیں:

آنحضرتؐ کی جانب ایک حدیث کی نسبت دی گئی ہے آپؐ نے فرمایا:

لو لم ابعث فیکم لبعث عمر ''اگر میں مبعوث بہ رسالت نہ ہوتا تو عمر مبعوث ہوتے''۔ (۱)

لو لم ابعث لبعثت یا عمر ''اگر میں مبعوث نہ کیا گیا ہوتا تو اے عمر! تم ضرور مبعوث ہوتے۔ (۲)

لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب ''اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہی ہوتے''۔ (۳)

قد کان فی الامم محدثون فان یکن فی امتی احد فھو عمر ''گذشتہ امتوں میں محدثین ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہوتا تو وہ عمر ہوتے''۔ (۴)

ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر ''خدا نے حق کو عمر کی زبان و دل پر قرار دیا ہے''۔ (۵)

ان اللہ ضرب بالحق علی لسان عمر و قلبہ ''بے شک خداوند عالم نے حق کو عمر کی زبان

۱۔ الموضوعات، ابن جوزی (ج۱ص۳۲۰)

۲۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا ص ۴۷/۱

۳۔ ریاض النضرہ ج۱ص۱۹۹ (ج۲ص۲۴۵)

۴۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا ص ۴۲۶/

۵۔ حلیۃ الاولیاء ج۱ص۴۲

ودل کا تابع قرار دیا ہے''۔(۱)

انھیں جعلی اور جھوٹی روایتوں میں وہ روایتیں بھی شامل ہیں جو امیر المومنینؑ سے منسوب کر دی گئی ہیں، جیسے یہ:

کنا نتحدث ان ملکا ینطق علی لسان عمر ''ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ فرشتہ عمر کی زبان میں گفتگو کرتا تھا''۔(۲)

یا ان کا قول: **ما کنا نبعد ان السکینة تنطق علی لسان عمر** ''ہم ایسے نہیں کہ زبان عمر پر سکینہ (۳) کو بعید خیال کریں''۔(۴)

ابن مسعود سے منسوب یہ روایت: **لو وضع علم عمر فی کفة وعلم اهل الأرض فی کفة لرجح علم عمر** ''اگر علم عمر کو ترازو کے ایک پلّے میں رکھا جائے اور تمام انسانوں کا علم دوسرے پلّے میں رکھا جائے تو عمر کا علم سنگین ہو جائے گا''۔

اور اسی طرح کے جھوٹ کے پلندے۔ اس لئے کہ جو شخص اتنے عظیم درجے پر فائز ہو کہ مبعوث بہ رسالت ہونے کے قریب ہو، وہ ضرورت کے وقت واضح ترین مسائل سے ناواقف نہیں ہو سکتا اور ایسا شخص بارہ سال کے طویل عرصے میں صرف سورۂ بقرہ کی تعلیم حاصل نہ کرتا۔(۵)

یہ حق، فرشتہ اور سکینہ اس دن کہاں تھے جب عمر ابتدائی مسائل سے بھی ناواقف تھے، ان کا جواب عمر کی زبان سے جاری کیوں نہ ہوا اور ان کے دل میں حق جاگزیں کیوں نہ ہوا؟!

اتنی اہم خصوصیات کا حامل انسان، تمام لوگوں حتی پردہ نشین خاتون کو خود سے بہتر اور جانکار کیسے سمجھ

۱۔ الاموال ابی عبید، ص ۵۴۳، (ص ۶۵۲، حدیث ۱۷۰۲)

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۴۲

۳۔ خداوند عالم سورۂ فتح ر ۴ میں فرماتا ہے: ﴿هو الذی انزل السکینة فی قلوب المومنین﴾ ''اسی نے مومنین کے قلوب پر سکون کو نازل فرمایا ہے''۔ بعض لوگوں کے مطابق سکینہ وہ فرشتہ ہے جو مومن کے دل کو سکون عطا کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ تفسیر آلوسی ج ۲۶ ص ۹۲۔

۴۔ الاموال ابی عبید، ص ۵۴۳، (ص ۶۵۲، حدیث ۱۷۰۲)

۵۔ اس سے قبل صفحات ملاحظہ کریں۔

سکتا ہے؟!

اس نے کتاب وسنت کے علم کو امت کی عورتوں اور پست ترین اوباش لوگوں سے حاصل کیوں کیا، عظیم افراد کی بات ہی چھوڑ دیئے؟!

جس لفظ کی قرآن مجید نے خود ہی وضاحت کر دی ہے، اس نے اسے تکلف سمجھ کر یہ کیوں کہا:

''هـــذا لعمــر الله هـــو التكلف ما عليك يابن ام عمر ان لا تدرى ما الاب''

''خدا کی قسم! یہ وہی تکلف ہے، اے عمر کی ماں کے فرزند! تم اگر نہ جان سکو کہ ''اب'' کیا ہے، تو کوئی حرج نہیں''۔(۱)

وہ اپنے علم کو صحابہ سے کیوں حاصل کرتا ہے اور احکام میں ان کی رائے معلوم کرتا ہے؟!

وہ واضح ترین روایت سے عدم واقفیت کی صورت میں یہ عذر تراشی کیوں کرتا ہے: **الهانی عنه الصفق بالاسواق** ''بازاری سرگرمیوں نے مجھے اس سے غافل رکھا''۔(۲)

وہ کلالہ اور دادا کی میراث کی صورتوں سے ناواقف کیوں رہا، رسول خداؐ اس کے اور اس مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما اراه يعلمها ،وما اراه يقيمها ''مجھے یقین ہے کہ وہ اس مسئلہ کو نہیں سمجھ پائے گا''، مجھے معلوم ہے کہ وہ اسے قائم نہیں کر پائے گا''۔

یہ بھی فرمایا:

انـــى اظنـك تـمـور قـــبـل ان تـعـــلـم ذلـك ''مجھے یقین ہے کہ تم اسے یاد کرنے سے

۱۔اس کے حوالے اس سے قبل پیش کئے گئے۔

۲۔صحیح مسلم، باب، ج ۲، ص ۲۳۳، (ج ۲، ص ۱۶۱ ۳، حدیث ۳۶، کتاب الآداب)؛ صحیح بخاری، ج ۳، ص ۸۳۷، (ج ۲، ص ۲۷ ۷، حدیث ۱۹۵۶)؛ مسند احمد، ج ۳، ص ۱۹، (ج ۳، ص ۳۹۶، حدیث ۱۰۷۶۱)؛ سنن دارمی، ج ۲، ص ۲۷۴؛ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۴۰، (ج ۴، ص ۳۴۶، حدیث ۵۱۸۲)؛ مشکل الآثار، (ج ۱، ص ۴۹۹)۔

پہلے ہی مر جاؤ گے''۔(۱)

ابی بن کعب جیسے لوگ ان پر سختی اور تندی کا مظاہرہ کیوں کرتے تھے، ان کی نظر میں بازاری معاملات، رسیوں کی خرید و فروش اور درخت سلم (۲) کے پتے نے ان کو قرآن مجید کے علم سے دور رکھا تھا؟!

امیر المومنین اسے قرآن مجید کی تاویل و تفسیر سے لاعلم کیوں سمجھتے تھے؟!(۳) کیوں؟!...کیسے؟! اور ایسے ہی سیکڑوں کیوں اور کیسے آپ کے سامنے ہیں؟!

۱۔المعجم الاوسط، (ج۵، ص۱۳۵، حدیث ۳۹۱۴)؛ مجمع الزوائد، ج۴، ص۲۲۷؛ کنز العمال، ج۶، ص۱۵، (ج۱۱، ص۵۷، حدیث ۳۰۶۱۱)؛ مسند طیالسی، ج۱، ص۱۲؛ احکام القرآن جصاص، ج۲، ص۱۰۵، (ج۲، ص۸۷)؛ تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۵۹۴؛ درمنثور، ج۲، ص۲۴۹، (ج۲، ص۷۵۳)؛ سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۱۶۴، (ج۲، ص۹۱۱، حدیث ۲۷۲۷)؛ تفسیر طبری، ج۶، ص۳۰، (مجلد۴، ج۶، ص۴۳)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۳۰۴، (ج۲، ص۳۳۳، حدیث ۳۱۸۸)؛ تفسیر قرطبی، ج۶، ص۲۹، (ج۶، ص۲۱)

۲۔ابی نے عمر سے کہا: انه كان يلهيني القرآن ويلهيك الصفق بالاسواق ''مجھے قرآن نے مشغول رکھا اور آپ کو بازار نے''۔ سنن بیہقی ج۷ ص۶۹؛ کنز العمال ج۱ ص۲۷۸ (ج۲ ص۵۶۷ ح/۴۷۳۶)؛ عمر سے کہا: ليس لك عمل الا الصفق بالبيع ''معاملات اور بازاری کاموں کے علاوہ آپ کو کوئی کام نہیں''۔ کنز العمال ج۱ ص۲۷۸ (ج۲ ص۵۶۷ ح/۴۷۴۱)؛ ان سے کہا: والله اقرنيها رسول الله وانت تبيع الخبط ''خدا کی قسم! جب آپ رسیاں بیچ رہے تھے، اس وقت رسول خداؐ نے اس کی قرأت فرمائی''۔ ایک دوسری عبارت ہے: اقرانيه رسول الله وانك لتبيع القرظ بالبقيع ''جب آپ بقیع میں درخت سلم بیچ رہے تھے تب رسول خداؐ نے مجھے سکھایا''۔ ملاحظہ ہو: جامع البیان ج۱ ص۷ (مجلد۷ ج۱۱ ص۸)؛ مستدرک حاکم ج۳ ص۳۰۵ (ج۳ ص۳۴۵ ح/۵۳۲۹)؛ الجامع لاحکام القرآن ج۸ ص۲۳۸ (ج۸ ص۱۵۱۔۱۵۲)؛ تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۳۸۳؛ الکشاف ج۲ ص۲۶ (ج۲ ص۳۰۴)؛ درمنثور ج۳ ص۲۶۹؛ کنز العمال ج۱ ص۲۸۵، ۲۸۷ (ج۲ ص۶۰۵ ح/۴۸۵۸؛ ص۵۹۷ ح/۴۸۲۳)؛ فتح القدیر ج۲ ص۳۷۹ (ج۲ ص۳۹۸)؛ روح المعانی، طبع منیریہ ج۱۱ ص۸

۳۔المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص۴۵۷، (ج۱، ص۶۲۸، حدیث ۱۶۸۲)؛ سیرۂ عمر ابن جوزی، ص۱۰۶، (ص۱۱۵)؛ تاریخ مکہ ارزوقی، (ج۱، ص۳۲۳)؛ ارشاد الساری، ج۳، ص۱۹۵، (ج۴، ص۱۳۵، حدیث ۱۵۹۷)؛ عمدۃ القاری، ج۴، ص۶۰۶، (ج۹، ص۲۴۰)؛ کنز العمال، ج۳، ص۳۵، (ج۵، ص۱۷۷، حدیث ۱۲۵۲۱)؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، (ج۹، ص۱۳۰، حدیث ۳۸۲۱/۳۸۲۲)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۲۲، (ج۱۲، ص۱۰۰، خطبہ ۲۲۳)؛ الفتوحات الاسلامیۃ زینی دحلان، ج۲، ص۴۸۶، (ج۲، ص۳۱۸)۔

﴿فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلاتَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَا﴾

''لہٰذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشات کا اتباع نہ کرو کہ وہ راہ خدا سے منحرف کردیں، بیشک جو لوگ خدا سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے شدید عذاب ہے کہ انہوں نے روز حساب کو یکسر نظر انداز کردیا ہے''۔(۱)

آیئے! شمس الدین مالکی کے شعری تتبع کی طرف لوٹ چلیں:

۳۔ شمس الدین مالکی نے اپنے اشعار میں امیر المومنین حضرت علیؑ کے جن مناقب کا تذکرہ کیا ہے ان میں حدیث ولایت ہے، ہماری کتاب غدیر کا موضوع یہی حدیث ہے۔

۴۔ حدیث منزلت: **انت بمنزلة هارون من موسیٰ الّا انّه لا نبیٌّ بعدی** ''(اے علیؑ!) تم میرے نزدیک ویسے ہی ہو جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے نزدیک تھے سوائے نبوت و پیامبری کے اس لئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا''۔

مالکی نے متذکرہ حدیث کو اس طرح نظم کیا ہے:

وانک منّی خالیا من نبوه　　　کهارون موسیٰ وحسبک فاحمد

ہم نے تیسری جلد میں اس حدیث پر سیر حاصل بحث کی ہے، وہیں بیان کیا کہ حفاظ وائمہ حدیث نے اس حدیث کی صحت وثبوت کی تصریح کی ہے۔(۲)

ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں: صحابہ کی ایک جماعت نے اس کی روایت کی ہے، یہ رسول خداؐ سے مروی صحیح ترین اور ثابت ترین حدیث ہے، سعد بن وابی وقاص نے اس کی روایت کی ہے، اس

۱۔ سورۂ ص/۲۶

۲۔ شرح التقریب، ج۱، ص۸۵؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۶۳، (ج۳، ص۱۰۵)؛ الصواعق المحرقۃ، ص۷۲، (ص۱۲۰)؛ الاصابۃ، ج۲، ص۵۰۷، (نمبر۵۶۸۸)؛ السیرۃ الحلبیۃ، ج۳، ص۱۲۸، (ج۳، ص۱۳۲)؛ الاسعاف، ص۱۲۹۔

حدیث کے طرق بہت زیادہ ہیں، ابن ابی خثیمہ وغیرہ نے اس کی روایت کی ہے نیز ابن عباس، ابوسعید خدری، ام سلمہ، اسماء بنت عمیس، جابر بن عبداللہ اور ایک گروہ جن کے اسماء کی فہرست طولانی ہے اس حدیث کی روایت کی ہے۔(۱)

۵۔حدیث سبقت اسلام: حضرت امیر المومنینؑ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے، شاعر نے اس کی جانب اشارہ کیا ہے:

وکان من الصبیان اوّل سابق الدین لم یبع بطائع مرشد

''آپ اطفال میں اولین فرد تھے جس نے دین میں سبقت کی اور سات سال کی عمر میں اپنے رہبر کے مطیع وفرمانبردار ہو گئے''۔

اس موضوع کی تفصیلی بحث جلد سوّم میں گذر چکی ہے۔(۲)

۶۔حدیث لقب وکنیت: رسول خداؐ نے حضرت امیر المومنینؑ کو ابوتراب کا لقب عطا فرمایا۔ اس سلسلے میں مالکی کہتے ہیں:

وجاء رسول اللہ مرتضیا لہ وکان عن زھرا بالمتشرد

۱۔الاستیعاب مطبوع برحاشیہ الاصابۃ، ج۳، ص۳۴، (القسم الثالث، ص۱۰۹۷، نمبر۱۸۵۵)؛ تذکرۃ الخواص، ص۱۲، (ص۱۹)۔

۲۔المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۱۲/ ۱۳۶، (ج۳، ص۱۲۱، حدیث۴۵۸۵/ ص۱۴۷، حدیث۴۶۶۲)؛ تاریخ بغداد، ج۲، ص۸۱؛ استیعاب، ج۲، ص۴۴۸/ ۴۵۶/ ۴۵۷/ ۴۵۸، (القسم الثالث، ص۱۰۹۱/ ۱۰۹۵، نمبر۱۸۵۵)؛ مناقب ابن مغازلی، (ص۱۴/ ۱۶، حدیث۱۷/ ۱۹/ ۲۲)؛ مناقب خوارزمی، (ص۵۲/ ۵۳، حدیث۱۵/ ۱۷)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۲۵۸، (ج۱۳، ص۲۲۹/ ۲۳۰، خطبہ۲۳۸)؛ فرائد السمطین، باب۴۷، (ج۱، ص۲۴۲، حدیث۱۸۷، ص۲۴۵، حدیث۱۹۰)؛ اسد الغابۃ، ج۴، ص۱۸، (ج۴، ص۹۴، نمبر۳۷۸۳)؛ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج۱۲، ص۶۵، حدیث۱۲۱۳۳)؛ سنن نسائی، (ج۵، ص۱۰۷، حدیث۸۳۹۵)؛ خصائص امیر المومنین نسائی، (ص۲۵، حدیث۷)؛ مجمع الزوائد، (ج۹، ص۱۰۳)؛ سنن ابن ماجہ، (ج۱، ص۴۴، حدیث۱۲۰)؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۵۸، (ج۳، ص۱۰۰)؛ المعجم الاوسط، (ج۲، ص۴۴۴، حدیث۱۷۶۷)؛ تاریخ طبری ج۲، ص۱۲۱۲، (ج۲، ص۱۱)؛ تاریخ کامل، ج۲، ص۲۲، (ج۱، ص۴۸۴)؛ المواھب الدینیۃ، ج۱، ص۴۵، (ج۱، ص۲۱۶)؛ المعجم الکبیر طبرانی، (ج۱، ص۳۲۰، حدیث۹۵۲)؛ شرح التقریب، ج۱، ص۸۵؛ شرح المواھب زرقانی، ج۱، ص۲۴۲؛ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۰۳، (ج۱، ص۱۰۶)، ص۱۲۲، (ج۱، ص۱۲۶)۔

''رسول خداؐ تشریف لائے حالانکہ آپ ان سے راضی وخوشنود تھے اور وہ (تنگ دستی کی وجہ سے) جناب زہراؑ سے پریشان''۔

فمسح عنه التراب اذ مس جلده وقد قام منها آلفا للتفرد

''چنانچہ آنحضرتؐ نے ان کے چہرے سے مٹی صاف کی جس نے ان کے بدن کو آلودہ کیا ہوا تھا، وہ زمین سے بلند ہوئے حالانکہ وہ اس سے تنہائی کی وجہ سے کافی مانوس تھے''۔

وقال له قول التلطف قم ابا تراب كلام المخلص المتودد

''آنحضرتؐ نے از روئے مہربانی فرمایا: اے ابوتراب اٹھو، اس وقت آپ نے خالصانہ اور دوستانہ لہجے میں ان سے گفتگو کی''۔

یہ لقب ۲ھ کے جمادی الاول یا جمادی الثانی میں واقع غزوۂ عشیرہ میں عطا کیا، جب رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ اور عمار یاسرؓ کو نرم زمین پر محو خواب دیکھا تو انہیں بیدار کیا اور حضرت علیؑ کو ہلا کر فرمایا: اے ابوتراب! اٹھو، کیا میں تمھیں دو بدبخت ترین اور ذلیل انسانوں سے مطلع کروں: ایک ناقہ صالح کو قتل کرنے والا، دوسرا وہ جو تمہارے فرق مبارک پر تلوار مار کر تمہاری ریش اقدس رنگین کرے گا''۔(۱)

طبرانی نے اوسط وکبیر میں ابی طفیل سے نقل کیا ہے: رسول خداؐ تشریف لائے، حضرت علیؑ اس وقت زمین پر سوئے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر فرمایا: تمہارے اسماء میں صحیح ترین اور مناسب ترین نام ''ابوتراب'' ہے۔

۱۔ مسند احمد، ج۴، ص۲۶۳/۲۶۴، (ج۵، ص۳۲۶/۳۲۷، حدیث۱۷۸۶۲)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۴۰، (ج۳، ص۱۵۱، حدیث۴۶۷۹)؛ تاریخ طبری ج۲، ص۲۶۱، (ج۲، ص۴۰۸، حوادث ۲ھ)؛ سیرۂ ابن ہشام، ج۲، ص۲۳۶، (ج۲، ص۲۴۹)؛ البدایہ والنھایہ، ج۳، ص۲۴۷، (ج۳، ص۳۰۳، حوادث ۲ھ)؛ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۳۶؛ کنز العمال، ج۶، ص۲۹۹، (ج۱۳، ص۱۴۱، حدیث۳۶۴۴۳)؛ حالات امام علیؑ از تاریخ ابن عساکر، تحقیق شدہ، (نمبر۱۳۹۸)؛ عمدۃ القاری، ج۲۲، ص۲۶۳، (ج۷، ص۶۳۰)؛ طبقات ابن سعد، ص۵۰۹، (ج۲، ص۱۰)؛ عیون الاثر ابن سید الناس، ج۱، ص۲۲۶، (ج۱، ص۳۰۰)؛ الامتاع مقریزی، ص۵۵؛ سیرۂ حلبیہ، ج۲، ص۱۴۲، (ج۲، ص۱۲۷)؛ تاریخ الخمیس، ج۲، ص۳۶۴؛ فتح الباری، (ج۷، ص۵۸)۔

ہیثمی نے اسے نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کے تمام راوی لائق اعتماد ہیں۔(۱)

بزاز واحمد وغیرہ نے عمار یاسر سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو ابوتراب کے لقب سے سرفراز فرمایا، یہ ان کے نزدیک محبوب ترین لقب تھا، ہیثمی نے اسے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ احمد کے رواۃ موثق اور قابل اعتماد ہیں۔(۲)

طبرانی نے اوسط وکبیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب رسول خداؐ نے مہاجرین وانصار کے درمیان اخوت وبرادری قائم کی لیکن حضرت علیؑ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا تو آپ غم واندوہ کے عالم میں باہر آئے اور ایک چھوٹی نہر کے پاس پہونچ کر اپنے ہاتھوں کو تکیہ بنایا اور اس پر اپنا سر رکھ کر سو گئے اور ہواؤں نے گرد وغبار سے آپ کو ڈھانپ دیا۔

رسول خداؐ آپ کی تلاش میں باہر آئے، جب آپ نظر آئے تو اپنے پیر سے ٹھوکر مار کر فرمایا: اٹھو، تمہارے لئے ابوتراب کا لقب بہت مناسب ہے، مجھ سے ناراض ہو کہ میں نے مہاجرین وانصار کے درمیان اخوت وبرادری قائم کی لیکن تمہیں کسی کا بھائی نہیں بنایا، کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے لئے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جان لو کہ تم سے محبت کرنے والا مجھ سے ملحق ہو جائے گا اور جو تم سے دشمنی وعناد رکھے گا خدا اسے جاہلیت کی موت مارے گا اور اسلام میں کئے گئے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔(۳)

ابو یعلی نے اپنی سند (۴) سے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ:

آپ نے فرمایا: رسول خداؐ نے مجھے طلب فرمایا، پھر وہ میری تلاش میں نکلے اور مجھے ایک نہر کے پاس محو خواب دیکھا، فرمایا: کتنا اچھا دن ہے کہ لوگ تمہیں ابوتراب کے نام سے آواز دیں۔

۱۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۰۰

۲۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۰۰

۳۔ المعجم الکبیر طبرانی، (ج۱۱، ص۶۲، حدیث۱۱۰۹۲)؛ المعجم الاوسط، (ج۸، ص۳۳۵، حدیث۷۸۹۰)؛ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۱۱؛ مناقب خوارزمی، ص۲۲، (ص۳۹، حدیث۷)؛ الفصول المہمۃ، ص۲۲، (ص۳۷/۳۸)

۴۔ مسند ابی یعلی، (ج۱، ص۴۰۲، حدیث۵۲۸)

جب انہوں نے دیکھا تو ایسا محسوس ہوا جیسے میرے ذہن میں کوئی بات ہے تو فرمایا: اٹھو کہ خدا کی قسم! میں تمھیں راضی و خوشنود کروں البتہ تم میرے بھائی اور میرے فرزند کے والد ہو، تم میری سنت کے لئے قتال کروگے اور میرے قرض کی ادائیگی کروگے۔ جس نے میرے عہد میں انتقال کیا، اس نے خدا کو بزرگ و برتر خیال کیا اور اللہ اکبر کہا اور جو تمہارے زمانے میں دنیا سے رخصت ہوا اس نے حقیقتاً جان دی ہے، جو مر جائے اور تمہاری موت کے بعد تم سے محبت رکھے خدا اس کے ایمان کو اس وقت تک جاری رکھتا ہے جب تک آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے اور جو تمہاری دشمنی لے کر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے، اس کا اسلام میں کیئے گئے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

سیوطی نے اسے نقل کر کے لکھا ہے کہ بوصیری کا بیان ہے کہ اس کے تمام راوی موثق ہیں۔ (۱)

ابن عساکر (۲) نے سماک بن حرب سے نقل کیا ہے: میں نے جابر بن عبداللہ سے کہا: ان لوگوں نے مجھے حضرت علیؑ کو برا بھلا کہنے کی دعوت دی ہے، جابر نے کہا: اور تم سے ممکن ہی نہیں کہ تم علیؑ کی بدگوئی کرو یا وہ کون سی بات ہے جس کو عنوان بنا کر علیؑ کو برا کہہ سکتے ہو؟ کہا: میں ان کو ابوتراب کے لقب سے پکاروں گا۔ جابر نے کہا: خدا کی قسم! حضرت علیؑ کی نظر میں ابوتراب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب کوئی اور لقب نہیں تھا، رسول خداؐ نے لوگوں کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا لیکن حضرت علیؑ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا، جس کی وجہ سے ناراض ہو کر باہر آئے اور ریگزار پر سو گئے۔ پھر رسول خداؐ نے ان کے پاس آ کر فرمایا: اے ابوتراب! اٹھو، کیا تم اس بات پر ناراض ہو کہ میں نے تمہیں کسی کا بھائی نہیں بنایا؟

انہوں نے کہا: ہاں! یا رسول اللہؐ۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میرے بھائی اور میں تمہارا بھائی ہوں۔ (۳)

۱۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۴۰۴، (ج ۱۳، ص ۱۵۹، حدیث ۳۶۴۹۱)

۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۷، ص ۳۰۲)؛ حالات امام علیؑ از تاریخ ابن عساکر، تحقیق شدہ، (نمبر ۳۱)

۳۔ کفایۃ الطالب، ص ۸۲ (ص ۱۹۳، ۱۹۴، باب ۴۷)

اس مقام پر ایک صحیح روایت بھی مذکور ہے جسے مسلم (۱) و بخاری (۲) نے اپنی صحیح میں دو مقامات پر نقل کیا ہے:

۱۔ باب مناقب امیر المومنینؑ میں؛

۲۔ کتاب نماز، باب خواب در مسجد میں؛

طبری (۳) نے اسے اپنی تاریخ میں عبدالعزیز بن ابی حازم کے حوالے سے نقل کیا ہے، اس کا بیان ہے کہ میں نے سہل بن سعد سے کہا کہ مدینہ کے بعض حکام نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم منبر سے حضرت علیؑ کی مقدس شخصیت پر طعن و تشنیع کرو اور ان کی اہانت کرو۔

اس نے کہا: اس سلسلے میں کیا کہوں؟ اس نے کہا: تم ''لعن اللہ اباتراب'' کہہ سکتے ہو۔

سہل نے کہا: خدا کی قسم! رسول خداؐ نے اس نام سے ان کو سرفراز فرمایا ہے۔

اس کا بیان ہے کہ میں نے کہا: اے ابوالعباس! اس کا پورا ماجرا بیان کرو۔

اس نے کہنا شروع کیا: ''حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ کی خدمت میں پہونچے پھر باہر آ کر مسجد کے سائے میں سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد خود رسول خداؐ ان کے پاس آئے دیکھا کہ ان کی عبا پشت سے گر چکی ہے اور پیٹھ خاک آلود ہے، یہ دیکھ کر انہوں نے ان کی پشت سے مٹی صاف کی اور فرمایا: اے ابوتراب! اٹھ جاؤ۔

خدا کی قسم! حضرت کو اس نام سے رسول خداؐ نے سرفراز فرمایا ہے اور خدا کی قسم! ان کے نزدیک اس نام سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کوئی اور نام نہیں تھا''۔

بیہقی کی عبارت ہے: منقول ہے آل مروان کی فرد کو مدینہ کا عامل مقرر کیا گیا، اس نے سہل بن سعد کو حکم دیا کہ حضرت علیؑ کو برا بھلا کہے، سہل نے صاف انکار کر دیا، اس نے کہا: اگر یہ نہیں کہنا چاہتے تو

۱۔ صحیح مسلم (ج ۵، ص ۲۷، حدیث ۳۸، کتاب فضائل الصحابہ)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۳، ص ۱۳۵۸، حدیث ۳۵۰۰، ج ۱، ص ۱۷۰-۱۶۹، حدیث ۴۳۰)

۳۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۶۳ (ج ۲ ن ص ۴۰۹، حوادث ۲ھ)

''لعن الله ابا تراب '' کہو۔ یہ سن کر سہل نے کہا: حضرت کے نزدیک ابوتراب سے زیادہ کوئی اور نام محبوب نہیں تھا، جب بھی اس نام سے بلایا جاتا وہ بہت زیادہ خوش ہوتے تھے۔

حاکم نے یہ سن کر کہا: حضرت کو اس لقب سے ملقب کرنے کا پورا واقعہ بیان کرو۔(۱)

اس حدیث اور ان صحیح احادیث میں کوئی معارضہ نہیں جو غزوۂ عشیرہ یا مواخات کے موقع پر یہ لقب عطا کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ ان تمام احادیث سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ رسول خداؐ نے باقاعدہ طور پر آپ کو ابوتراب کے نام سے موسوم فرمایا اور شاید سہل نے جس موقع کی نشاندہی کی ہے ممکن ہے وہ اس کے علاوہ دوسرے مواقع اور موارد سے ناواقف ہو، لہٰذا ان تمام احادیث کے ثبوت پر کوئی مانع نہیں پایا جاتا۔ اور جس نے یہ گمان کیا ہے کہ اس حدیث اور دوسری حدیث میں تعارض وعناد پایا جاتا ہے(۲) اس نے اپنے طور پر ایک شوشہ چھوڑا ہے، ایسا کر کے اس نے اپنی کج فہمی وکم عقلی کا پردہ فاش کیا ہے۔

ہاں! سہل بن سعد کے متن حدیث میں حفاظ حدیث کے نزدیک اضطراب پایا جاتا ہے، جو حدیث شریف میں ہوا وہوس کی دخالت کی نشاندہی کرتی ہے۔

بعض لوگوں نے یہ بکواس کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ اور معصومۂ کونینؑ (س) کی ازدواجی زندگی اچھی نہیں تھی، ان میں جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔

چنانچہ شمس الدین مالکی نے اپنے اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے: ''وکان عن الزھراء بالمتشرد'' حالانکہ یہ دونوں شخصیتیں ان خرافات سے قطعی منزہ تھیں اس لئے کہ خداوند عالم نے انھیں عصمت کی نعمت عطا فرمائی تھی، قرآن میں اس کی تصریح موجود ہے۔

ابن اسحاقؒ نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے: رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو اس لئے ابوتراب کا لقب عطا فرمایا کیوں کہ وہ جب بھی کسی بات پر فاطمہؑ پر اعتراض کرتے تو ان پر ناراضگی کا مظاہرہ کرتے، ان سے بات نہیں کرتے اور ان کو پریشان کرنے والی کوئی بات بھی نہیں کرتے تھے، صرف مٹی کا کچھ حصہ

۱۔ سنن بیہقی، ج۲، ص۴۴۶۔

۲۔ شرح المواہب الدنیۃ، زرقانی، ج۱، ص۳۹۵

اپنے سر کے نیچے لگا کر لیٹ جاتے تھے۔ابن اسحاق کا بیان ہے: رسول خداؐ انہیں زمین پر جب بھی لیٹا ہوا دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ آج فاطمہؑ سے جھگڑا ہوا ہے، اسی لئے ان سے فرماتے: مالک یا اباتراب ''اے ابوتراب! تمھیں کیا ہوا ہے''؟(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ بکواس ان کینہ توز اور ذلیل افراد کا پروپیگنڈہ ہے جنہوں نے حضرت امیرالمومنینؑ کے پاک وپاکیزہ دامن کو آلودہ کرنے کے لئے بے مقصد ہی گڑھ لیا ہے اور صدیقہ طاہرہؑ کے ساتھ حضرتؑ کی معاشرت کو دا ءِ مرکریں،اس میں فاطمہ زہرا (س) اور صدیق اکبر حضرت علیؑ کو اخلاقی اعتبار سے ان کے بلند ترین مقام سے نیچے گرانے کی سازش ہے؛ اس لئے کہ یہ دونوں شخصیتیں قرآن مجید کی تصریح کے مطابق عصمت کی وجہ سے ہر طرح کی کینہ ودشمنی سے دور ہیں۔

جن کینہ توز اور ذلیل دشمنوں نے ان جعل سازیوں سے کل اپنے ہاتھ آلودہ کئے تھے اس کا نتیجہ آج اس صورت میں برآمد ہو رہا ہے کہ آج کے مورخ نے اپنی تاریخ کے صفحات کو اس بکواس سے سیاہ کیا ہے کہ علیؑ ناپسندیدگی اور ناراحتی کے بعد غضبناک ہو جاتے تھے اور مسجد میں سونے کی غرض سے باہر چلے جاتے تھے، ان کے چچیرے بھائی ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر انھیں حوصلہ دیتے، وعظ ونصیحت کرتے اور ان کے اور زوجہ کے درمیان ایک مدت تک اتحاد قائم کر دیتے تھے؛ ان کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن رسول خداؐ گھر میں آئے اور دیکھا کہ فاطمہؑ ان کے گھر میں ہیں اور علیؑ نے ان کو جو طمانچہ مارا تھا اس کی وجہ سے گریہ کر رہی ہیں''۔ (تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں)

حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

''رسول خداؐ نے علی کو جو نام دیا تھا، بنی امیہ نے اسے علیؑ کا عیب شمار کیا، وہ اپنی حکومت کے زمانے میں منبروں سے ان پر لعنت کرتے اور اس نام کی وجہ سے ان کا مضحکہ اڑاتے تھے، جی ہاں! وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے جس نے ان کا یہ نام رکھا تھا، خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿قُلْ أَبِاللهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ

۱۔ سیرۂ ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۳۷، (ج ۲، ص ۲۵۰) عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۶۳۰، (ج ۲، ص ۲۱۴، ۲۶۳)

تَسْتَهْزِئُونَ ،لاتَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ ''کہہ دیجئے کہ کیا اللہ اور اس کی آیات اور رسول کے بارے میں مذاق اڑا رہے تھے، تو اب معذرت نہ کرو۔ تم نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا ہے''۔(۱)

سبط ابن جوزی لکھتے ہیں: حاکم کی بات صحیح ہے اس لئے کہ وہ (بنی امیہ) اس عمل سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں تھے۔ اس دلیل کی بنیاد پر جسے مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ میں معاویہ بن ابی سفیان کے پاس پہونچا تو معاویہ نے کہا ابوتراب کی عیب جوئی اور دشنام طرازی سے تمہیں کس چیز نے روک رکھا ہے۔(۲) اس روایت کے سیاق وسباق میں مناقب پائے جاتے ہیں۔

شیخ علاء الدین سکتواری ''محاضرۃ الاوائل''(۳) میں لکھتے ہیں:

''علی بن ابی طالبؑ وہ پہلے شخص ہیں جو ابوتراب کے نام سے موسوم ہوئے رسول خداؐ نے ان کو اس وقت یہ نام عطا فرمایا جب آپ نے دیکھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ان کی پشت گرد آلود ہے، چنانچہ انہوں نے مہربان لہجے میں فرمایا: قم یا اباتراب ''اے ابوتراب اٹھو''۔ یہ ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ لقب تھا، نفس محمدی کی برکت کے بعد، ان کو ایک کرامت حاصل ہوئی مٹی ان کو گذشتہ و آئندہ واقعات کی اطلاع دیتی تھی، لہٰذا اس معنیٰ کو درک کریں''۔(۴)

شاعر متبحر استاد عبدالباقی آفندی عمری نے ایک ظریف نکتہ بیان کیا ہے:

خلق الله آدما من تراب　　　فهو ابن له وانت ابوه

''خداوند عالم نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا لہٰذا آدم مٹی کے فرزند ہیں اور تم مٹی کے باپ ہو''۔

۱۔توبہ/۶۵/۶۶

۲۔تذکرۃ الخواص، ص۴، (ص۶)

۳۔سعد نے جواب میں حدیث منزلت پیش کی تھی ملاحظہ کیجئے: سنن ترمذی، ج۲، ص۲۱۳، (ج۶، ص۵۹، حدیث۳۷۲۴)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۰۸، (ج۳، ص۱۱۷، حدیث۴۵۷۵)؛ صحیح مسلم، (ج۵، ص۲۳، حدیث۳۲، کتاب فضائل الصحابہ)؛ کفایۃ الطالب، ص۲۸، (ص۸۵، باب۱۰)؛ نزل الابرار، ص۱۵، (ص۴۷) الاصابہ، ج۲، ص۵۰۹، (۵۶۸۸)

۴۔محاضرۃ الاوائل، ص۱۱۱، (۱۲۳)؛ دلائل النبوۃ، بیہقی (ج۳، ص۱۲)

۷۔شمس الدین مالکی نے اپنے اشعار میں امیر المومنینؑ کے جن مناقب کی جانب اشارہ کیا ہے، ان میں ''حدیث برائت اوراس کی تبلیغ'' بھی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

و ارسلـه الـرسـول مبـلـغـا　　و خص بهذا الامر تخصيص مفرد

وقـال :هـل التبـليـغ عنى ينبغى　　لمن ليس من بيتى من القوم فاقتدى

اس کا واقعہ یہ ہے کہ رسول خداؐ نے سورۂ برائت کی ابتدائی آیات کو اہل مکہ کے سامنے پڑھنے کے لئے ابوبکر کو مکہ روانہ کیا، اسی وقت جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا: اس امر کے لئے کوئی اور نہیں جاسکتا یا آپ جائے یا وہ شخص جو آپ سے ہے۔ یہ سن کر رسول خداؐ نے امیر المومنین حضرت علیؑ کو ناقۂ عضاء کے ہمراہ ابوبکر کے تعاقب میں روانہ کیا اور فرمایا: ان سے جہاں بھی ملاقات ہو خط لے کے تم خود مکہ جاؤ اور لوگوں کے سامنے آیات کی تلاوت کرو۔

حضرت علیؑ مقام عرج، دار الخلیفہ، یا ضجنان یا پھر مقام جحفہ میں ان کے پاس پہونچے، ان سے خط لیا، حج کی ادائیگی کی اور تبلیغ کے لئے اذان کہی (یا اعلان برائت کیا)۔

اس تاریخی واقعہ کو بہت سے حفاظ اور ائمہ حدیث نے متعدد اور مختلف طرق سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے:

۱۔ابو محمد اسماعیل سدی کوفی (متوفی ۱۲۸ھ)؛

۲۔ابو محمد عبد الملک بن ہشام بصری (متوفی ۲۱۸ھ)؛

۳۔ابو عبد اللہ محمد بن سعد زہری (متوفی ۲۲۰ھ)؛

۴۔حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ عیسیٰ کوفی (متوفی ۲۳۹ھ)؛

۵۔حافظ ابو الحسن ابن ابی شیبہ کوفی (متوفی ۲۳۹ھ)؛

۶۔امام الحنابلہ احمد بن بن حنبل شیبانی (متوفی ۲۴۱ھ)؛

۷۔حافظ ابو محمد عبد اللہ دارمی صاحب سنن (متوفی ۲۵۵ھ)؛

۸۔حافظ ابو عبد اللہ بن ماجہ قزوینی صاحب سنن (متوفی ۲۷۳ھ)؛

۹۔ حافظ ابو عیسیٰ ترمذی صاحب سنن (متوفی ۲۷۹ھ)؛

۱۰۔ حافظ ابوبکر احمد بن ابی عاصم شیبانی (متوفی ۲۸۷ھ)؛

۱۱۔ حافظ ابو عبد الرحمٰن احمد نسائی صاحب سنن (متوفی ۳۰۳ھ)؛

۱۲۔ حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ)؛

۱۳۔ حافظ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری (متوفی ۳۱۱ھ)؛

۱۴۔ حافظ ابو عوانہ یعقوب نیشاپوری صاحب مصابیح (متوفی ۳۱۶ھ)؛

۱۵۔ حافظ ابو القاسم عبد اللہ بغوی؛ (متوفی ۳۱۷ھ)

۱۶۔ حافظ عبد اللہ ابن ابی حاتم تمیمی (متوفی ۳۱۷ھ)؛

۱۷۔ حافظ ابو حاتم محمد بن حبان تمیمی (متوفی ۳۵۴ھ)؛

۱۸۔ حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)؛

۱۹۔ حافظ ابو الشیخ (متوفی ۳۶۹ھ)؛

۲۰۔ حافظ علی بن عمر دارقطنی (متوفی ۳۶۱ھ)؛

۲۱۔ حافظ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری صاحب مستدرک (متوفی ۴۰۵ھ)؛

۲۲۔ حافظ ابوبکر بن مردویہ اصفہانی (متوفی ۴۱۶ھ)؛

۲۳۔ حافظ ابو نعیم احمد اصفہانی صاحب حلیہ (متوفی ۴۳۰ھ)؛

۲۴۔ حافظ ابوبکر احمد بن حسن بیہقی صاحب سنن (متوفی ۴۵۸ھ)؛

۲۵۔ فقیہ ابو الحسن علی بن مغازلی شافعی (متوفی ۴۸۳ھ)؛

۲۶۔ حافظ ابو محمد حسین بغوی شافعی (متوفی ۵۱۶ھ)؛

۲۷۔ نجم الدین ابو حفص حنفی سمرقندی حنفی (متوفی ۵۳۷ھ)؛

۲۸۔ ابو القاسم جار اللہ زمخشری شافعی (متوفی ۵۳۸ھ)؛

۲۹۔ ابو عبد اللہ یحییٰ قرطبی صاحب تفسیر کبیر (متوفی ۵۶۷ھ)؛

۳۰۔حافظ ابوالمؤید موفق بن احمد خوارزمی حنفی (متوفی ظا ۵۷۱ھ)؛
۳۱۔ابوالقاسم بن عساکر دمشقی شافعی (متوفی ۵۷۱ھ)؛
۳۲۔ابوالقاسم عبدالرحمٰن خثعمی سہیلی (متوفی ۵۸۱ھ)؛
۳۳۔ابوعبداللہ محمد بن عمر فخر رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ)؛
۳۴۔ابوالسعادات بن اثیر شیبانی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ)؛
۳۵۔حافظ ابوالحسن علی بن اثیر شیبانی (متوفی ۶۳۰ھ)؛
۳۶۔ابوعبداللہ ضاءالدین محمد مقدسی حنبلی (متوفی ۶۴۳ھ)؛
۳۷۔ابوسالم محمد بن طلحہ قریشی نصیبی شافعی (متوفی ۶۵۳ھ)؛
۳۸۔ابوالمظفر یوسف سبط بن جوزی حنفی (متوفی ۶۵۵ھ)؛
۳۹۔عزالدین ابن ابی الحدید معتزلی (متوفی ۶۵۵ھ)؛
۴۰۔حافظ ابوعبداللہ گنجی شافعی (متوفی ۶۵۸ھ)؛
۴۱۔قاضی ناصرالدین ابوالخیر بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ)؛
۴۲۔حافظ ابوالعباس محب الدین طبری شافعی (متوفی ۶۹۵ھ)
۴۳۔شیخ الاسلام ابواسحاق ابراہیم حموی (متوفی ۷۲۲ھ)؛
۴۴۔ولی الدین محمد خطیب عمری تبریزی صاحب مشکاۃ المصابیح (متوفی ۷۲۷ھ)؛
۴۵۔علاءالدین علی بن محمد خازن صاحب تفسیر (متوفی ۷۴۱ھ)؛
۴۶۔اثیرالدین ابوحیان اندلسی صاحب تفسیر (متوفی ۷۴۵ھ)؛
۴۷۔حافظ شمس الدین محمد ذہبی شافعی (متوفی ۷۴۸ھ)؛
۴۸۔نظام الدین حسن نیشاپوری صاحب تفسیر؛
۴۹۔حافظ عمادالدین اسماعیل بن کثیر دمشقی شافعی (متوفی ۷۷۴ھ)؛
۵۰۔حافظ ابوالحسن علی بن ابی بکر ہیثمی شافعی (متوفی ۸۰۷ھ)؛

۵۱۔ تقی الدین احمد بن علی مقریزی حنفی (متوفی ۸۴۵ھ)؛
۵۲۔ ابوالفضل بن حجر احمد عسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ)؛
۵۳۔ نورالدین علی بن محمد بن صباغ مالکی (متوفی ۸۵۵ھ)؛
۵۴۔ بدرالدین محمد بن احمد عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ)؛
۵۵۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی مقیم حرمین (متوفی ۹۰۲ھ)؛
۵۶۔ حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ)؛
۵۷۔ حافظ ابوالعباس احمد قسطلانی شافعی (متوفی ۹۲۳ھ)؛
۵۸۔ حافظ ابومحمد عبدالرحمٰن بن ربیع شیبانی شافعی (متوفی ۹۴۴ھ)؛
۵۹۔ مورخ دیار بکری صاحب تاریخ الخمیس (متوفی ۹۶۶ھ)؛
۶۰۔ حافظ شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی شافعی (متوفی ۹۷۴ھ)؛
۶۱۔ متقی علی بن حسام الدین قرشی ہندی مقیم مکہ (متوفی ۹۷۵ھ)؛
۶۲۔ حافظ زین الدین عبدالرؤف مناوی شافعی (متوفی ۱۰۴۱ھ)؛
۶۳۔ فقیہ شیخ بن عبداللہ عیدروس حسینی (متوفی ۱۰۴۱ھ)؛
۶۴۔ شیخ احمد بن باکثیر مکی شافعی صاحب وسیلہ (متوفی ۱۰۴۷ھ)؛
۶۵۔ ابوعبداللہ محمد زرقانی مصری مالکی (متوفی ۱۱۲۲ھ)؛
۶۶۔ میرزا محمد بدخشی صاحب مفتاح النجا؛
۶۷۔ سید محمد بن اسماعیل صنعان حسینی (متوفی ۱۱۸۲ھ)؛
۶۸۔ ابوالعرفان شیخ محمد صبان شافعی صاحب اسعاف الراغبین (متوفی ۱۲۰۶ھ)؛
۶۹۔ قاضی محمد بن علی شوکانی صنعانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)؛
۷۰۔ ابوالثناء شہاب الدین سید محمود آلوسی شافعی (متوفی ۱۲۷۰ھ)؛
۷۱۔ شیخ سلمان بن ابراہیم قندوزی حسینی حنفی (متوفی ۱۲۹۳ھ)؛

۷۲۔ سید احمد زین وحلال مکی شافعی (متوفی ۱۳۰۴ھ):

۷۳۔ سید مومن شبلنجی مؤلف (نور الابصار)

ہم نے جلد اوّل میں ان میں سے بہت سے اسماء کے حالات زندگی میں بیان کیا ہے کہ اعلان برائت اور اس کی تبلیغ سے متعلق ان کے مدارک اور اسانید چند اصحاب کرام پر منتہی ہوتے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ حضرت امیر المومنینؑ: آپ زید بن یثیع کے طریق سے فرماتے ہیں: جب سورۂ برائت کی دس آیات پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوئیں تو آپ نے ابوبکر کو بلایا کہ اہل مکہ میں اس کی تلاوت کریں، پھر مجھے بلا کر فرمایا: جاؤ اور ابوبکر سے جہاں بھی ملاقات ہو، خط لے کر اہل مکہ کے سامنے ان آیات کی تلاوت کرو۔

چنانچہ میں روانہ ہوا، مقام جحفہ میں ابوبکر سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے خط لے لیا، ابوبکر نے واپس آ کر کہا: اے رسول خدا! میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ فرمایا: نہیں، لیکن جبرئیل نے میرے پاس آ کر کہا: آپ کی جانب سے ہرگز کوئی نہ جائے مگر خود آپ یا آپ میں سے کوئی شخص۔(۱)

دوسری صورت:

فرمایا: سورۂ برائت نازل ہوا تو رسول اکرمؐ نے ابوبکر کو روانہ کر دیا، پھر حضرت علیؑ کو بھیجا، انہوں نے راستہ ہی میں ابوبکر سے خط لے لیا، جب ابوبکر واپس ہوئے تو کہا: کیا میرے بارے میں

۱۔ زوائد مسند عبداللہ بن احمد، (ص ۳۵۳، حدیث ۱۴۶)؛ درّ منثور، ج ۳، ص ۲۰۹، (ج ۴، ص ۱۲۲)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۴۷، (ج ۲، ص ۴۲۲، حدیث ۴۴۰۰)؛ فتح القدیر، ج ۲، ص ۳۱۹، (ج ۲، ص ۳۳۴)؛ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۴۷، (ج ۳، ص ۱۱۹)؛ ذخائر العقبیٰ، ص ۶۹؛ البدایۃ والنہایۃ، ج ۵، ص ۳۸، ج ۷، ص ۳۵۷، (ج ۵، ص ۴۴، حوادث ۹ھ، ج ۷، ص ۳۹۴، حوادث ۴۰ھ)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۳۳؛ مناقب خوارزمی، ص ۹۹، (ص ۱۶۵، حدیث ۱۹۶)؛ فرائد السمطین، (ج ۱، ص ۶۱، باب ۸)؛ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۹؛ عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۶۳۸، (ج ۱۸، ص ۲۶۰)؛ وسیلۃ المآل، (ص ۱۲۴)؛ شرح المواہب زرقانی، ج ۳، ص ۹۱؛ تفسیر المنار، ج ۱۰، ص ۱۵۷۔

کچھ نازل ہوا ہے؟ فرمایا: نہیں، لیکن مجھے حکم ہوا ہے کہ میں خود اس کی تبلیغ کروں یا میرے خاندان کی کوئی فرد۔

چنانچہ حضرت علیؑ مکہ گئے اور ان کے درمیان کھڑے ہو کر مذکورہ آیات کی تلاوت فرمائی۔(۱)

تیسری صورت:

بے شک رسول خداؐ نے ابوبکر کو سورۂ برائت کے ہمراہ اہل مکہ کی جانب روانہ کیا، اس کے بعد ان کے تعاقب میں حضرت علیؑ کو بھیجا اور ان سے فرمایا: خط لے کر خود اہل مکہ کی طرف جاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت نے اثناء راہ ابوبکر کو دیکھا اور ان سے خط لے لیا، ابوبکر غمگین و محزون واپس آ کر رسول خداؐ سے کہنے لگے: کیا میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ فرمایا: نہیں، مگر یہ کہ میں مامور کیا گیا ہوں کہ خود اس کی تبلیغ کروں یا وہ شخص جو میرے اہل بیت اور خاندان سے ہے۔(۲)

چوتھی صورت:

امیر المومنینؑ کی حنش کے طریق سے زید بن یثیع کے الفاظ میں مروی عبارت لفظ بہ لفظ منقول ہے۔(۳)

پانچویں صورت:

حنش کا بیان ہے کہ جس وقت رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ کو سورۂ برائت کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا تو آپ نے فرمایا: اے رسول خداؐ! میں خطیب نہیں ہوں۔

۱۔ تفسیر طبری، ج ۱۰، ص ۴۶، (مجلد ۶، ج ۱۰، ص ۶۴)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۳۳۔

۲۔ سنن نسائی، (ج ۵، ص ۱۲۸، حدیث ۸۴۶۱)؛ خصائص نسائی، ص ۲، (ص ۹۲، حدیث ۷۶)؛ الاموال ابی عبیدہ، ص ۱۶۵، (ص ۲۱۵، حدیث ۴۵۷)

۳۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۵۱، (ج ۱، ص ۲۴۳، حدیث ۱۲۹۹)؛ کفایۃ الطالب، ص ۱۲۶، (باب ۶۲، ص ۲۵۵)؛ حالات امام علیؑ از تاریخ ابن عساکر، تحقیق شدہ (نمبر ۸۹۰)؛ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۹

فرمایا: اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں کہ میں خود جاؤں یا تم ان کے ہمراہ جاؤ، یہ سن کر فرمایا: اگر کوئی صورت نہیں تو میں چلا جاؤں گا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: جاؤ، خدا تمہاری زبان کو ثابت واستوار اور تمہارے قلب کو ہدایت کرے گا۔

حضرت کا بیان ہے کہ اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھوں کو میرے منہ پر رکھا۔ (۱)

چھٹی صورت:

فرمایا: رسول خداؐ نے ابوبکر کو سورۂ برائت کے ہمراہ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا، پھر مجھے ان کے تعاقب میں روانہ کیا، میں نے ان سے ملاقات کی اور ان سے سورۂ برائت کو لے لیا، یہ دیکھ کر ابوبکر نے کہا: میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں؟ فرمایا: تم میرے رفیق اور حوض پر میرے ہمراہ رہو گے، اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہ میرے علاوہ کوئی اور اس کی تبلیغ نہ کرے یا وہ جو مجھ سے ہے۔ (۲)

۲۔ ابوبکر بن ابی قحافہ کا بیان ہے: بے شک رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: مجھے سورۂ برائت کی آیات کے ساتھ اہل مکہ کی جانب روانہ کیا کہ وہ اس سال کے بعد حج نہیں کر سکتے، برہنہ طواف کعبہ نہیں کر سکتے، صرف مسلمان ہی بہشت میں داخل ہوں گے اور خدا و رسولؐ مشرکین سے بیزار ہیں۔

چنانچہ ابھی تین دن یا تین میل ہی راستہ طے کیا تھا کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: خود کو ابوبکر کے پاس پہونچاؤ اور انہیں میرے پاس بھیج کر تم خود سورۂ برأت کی تبلیغ کرو۔

ان کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمان رسولؐ پر عمل کیا، جب ابوبکر رسول خداؐ کے پاس پہونچے تو رو رہے تھے کہا: یا رسول اللہؐ! میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے؟ فرمایا: تمہارے بارے میں خیر کے علاوہ

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص۱۵۰، (ج۱، ص۲۴۲، حدیث۱۲۸۹)؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۷۴، (ج۳، ص۱۱۹)؛ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۳۳۳؛ درّ منثور، ج۳، ص۲۱۰، (ج۴، ص۱۲۵)؛ کنز العمال، ج۱، ص۲۴۷، (ج۲، ص۴۲۲، حدیث۴۴۰۱)

۲۔ تفسیر طبری، ج، (مجلد۶، ج۱۰، ص۶۴)؛ فتح الباری، ج۸، ص۲۵۶، (ج۸، ص۳۱۸)

کچھ اور نازل نہیں ہوا ہے، لیکن مجھے حکم ہوا ہے کہ کوئی اور اس کی تبلیغ نہ کرے مگر میں خود یا وہ شخص جو مجھ سے ہے۔(۱)

۳۔ابن عباس کہتے ہیں: رسول خداؐ نے ابوبکر کو روانہ کیا چنانچہ ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ رسول خداؐ کے اونٹ ''قطواء'' کی آواز سنی، وہ خوف کی حالت میں یہ سوچ کر باہر آئے کہ کہیں رسول خداؐ تو نہیں آگئے، ناگاہ دیکھا کہ حضرت علیؑ ہیں، انہوں نے رسول خداؐ کے نامۂ مبارک کو حضرت علیؑ کے حوالے کیا اور کہا کہ ان کی تبلیغ کردیں۔(میری طرف سے وہی تبلیغ کرے گا جو مجھ سے ہوگا) چنانچہ دونوں ایک ساتھ گئے، حضرت علیؑ نے ایام تشریق (۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ) کو کھڑے ہو کر بانگ دہل فرمایا: خدا اور رسولؐ ہر مشرک سے بیزار ہیں۔(۲)

دوسری صورت:

ابن عباس کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر کو سورۂ برائت کی آیات کے ساتھ بھیجا، ان کے بعد حضرت علیؑ کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ انہوں نے سورۂ برائت لے لیا، یہ دیکھ کر ابوبکر نے کہا: اے رسول خداؐ! میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ فرمایا: نہیں، تم میرے یار غار ہو، لیکن میری جانب سے کوئی ابلاغ نہیں کرسکتا مگر میں خود یا علی.....۔(۳)

ابن عباس سے ایک دوسری حدیث: ایک طویل حدیث میں امیرالمومنینؑ کے بعض فضائل مذکور ہیں، چنانچہ جو مناقب تمام امت کی نظر میں قابل قبول ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول خداؐ نے

۱۔مسند احمد، ج۱، ص۳، (ج۱، ص۷، حدیث۴)؛ کنز العمال، ج۱، ص۱۴۶، (ج۲، ص۴۱۷، حدیث۴۳۸۹)؛ کفایۃ الطالب، ص۱۲۵، (ص۲۵۴)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۸، ص۶)؛ حالات امام علیؑ از تاریخ ابن عساکر تحقیق شدہ، (نمبر ۸۸۹)؛ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۳۵۷، (ج۷، ص۳۹۴، حوادث ۴۰ھ)

۲۔سنن ترمذی، ج۲، ص۱۳۵، (ج۵، ص۲۵۷، حدیث۳۰۹۱)؛ سنن بیہقی، ج۹، ص۲۲۴؛ مناقب خوارزمی، ص۹۹، (ص۱۶۴، حدیث۱۹۵)؛ مطالب السؤال، ص۱۷؛ فتح القدیر، ج۲، ص۳۱۹، (ج۲، ص۳۳۴)؛ المستدرک علی الصحیحین، (ج۲، ص۳۶۱، حدیث۳۲۷۵)؛ فتح الباری، ج۸، ص۲۵۶، (ج۸، ص۳۱۸)

۳۔تفسیر طبری، ج۱۰، ص۴۶، (مجلد۶، ج۱۰، ص۶۴)

فلاں شخص کو سورۂ توبہ کی آیات کے ہمراہ روانہ کیا، اس کے بعد حضرت علیؑ کو ان کے پیچھے بھیجا کہ سورۂ توبہ ان سے لے لیں اور فرمایا: اسے کوئی شخص نہیں لے جاسکتا مگر وہ جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔(۱)

ابن عباس کی ایک دوسری حدیث: ابن عساکر(۲) نے حافظ عبدالرزاق کے طریق سے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ میں اور عمر بن خطاب مدینہ کی گلیوں میں چہل قدمی کررہے تھے۔عمر نے کہا: اے ابن عباس! میرے خیال میں تمہارے صاحب (علیؑ) کو تمہارے امور کا متولی قرار نہ دے کر لوگوں نے ان کے ساتھ ناانصافی کی ہے،لوگوں نے انہیں چھوٹا سمجھا؟ میں نے کہا: خدا کی قسم! جب رسول خداؐ نے سورۂ برائت کی تبلیغ کے لئے ان کا انتخاب فرمایا تو اس وقت آنحضرت نے انہیں چھوٹا نہیں سمجھا۔

یہ سن کر عمر نے مجھ سے کہا: تم نے سچ کہا، خدا کی قسم! میں نے سنا ہے کہ رسول خداؐ نے علی بن ابی طالبؑ سے فرمایا:''من احبک احبنی ومن احبنی احب اللہ ومن احب اللہ ادخله الجنة مدلّاً''۔(۳)

۴۔جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے: جب رسول خداؐ عمرۂ جعرانہ سے واپس ہوئے تو ابوبکر کو حج کے لئے روانہ کیا۔ہم ان کے ساتھ آئے یہاں تک کہ مقام حج پر پہونچے،نماز صبح کے لئے آمادہ

۱۔مسند احمد، ج۱، ص۳۳۱، (ج۱، ص۵۴۴، حدیث۳۰۵۲)؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۳۲، (ج۳، ص۱۴۳، حدیث۴۶۵۲)؛ مناقب خوارزمی، ص۷۵، (ص۱۲۵، حدیث۱۴۰)؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۰۳، (ج۳، ص۱۵۳)؛ ذخائر العقبیٰ، ص۸۷؛ فرائد السمطین، (ج۱، ص۳۲۷، حدیث۲۵۵، باب۵۹)؛ المعجم الکبیر طبرانی، (ج۱۲، ص۷۷، حدیث۱۲۵۹۳)؛ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۳۳۷، (ج۷، ص۳۷۳/۳۷۴، حوادث ۴۰ھ)؛ مجمع الزوائد، ج۹، ص۱۱۹؛ کفایۃ الطالب، ص۱۱۵، (باب۶۲، ص۲۴۱)؛ الاصابۃ، ج۲، ص۵۰۹

۲۔مختصر تاریخ دمشق، (ج۲۰، ص۶۸)

۳۔کنز العمال، ج۶، ص۳۹۱، (ج۱۳، ص۱۰۹، حدیث۳۶۳۵۷)؛ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۰۵، (ج۱۲، ص۴۶، خطبہ۲۲۳)

ہوئے، جب ابوبکر تکبیر کے لئے کھڑے ہوئے تو عقب سے اونٹ کے چلانے کی آواز آئی، آواز سن کر تکبیر کا ارادہ ترک کردیا اور کہا: یہ رسول خداؐ کے اونٹ ''جدعا'' کی آواز ہے، شاید آنحضرت تشریف لائے ہیں، ہم انہیں کے ہمراہ نماز پڑھیں گے۔

ناگاہ دیکھا کہ آنحضرتؐ کے ناقہ پر حضرت علیؑ موجود ہیں، ابوبکر نے ان سے پوچھا: آپ امیر کی حیثیت سے آئے ہیں یا قاصد و پیامبر کی حیثیت سے؟ فرمایا: نہیں بلکہ میں پیامبر ہوں، رسول خداؐ نے نے مجھے سورۂ برائت کی آیات کے ہمراہ روانہ فرمایا ہے تاکہ حج کے ایام میں لوگوں کے سامنے اس کی تلاوت کروں۔

چنانچہ ہم مکہ میں داخل ہوئے جب ترویہ میں ایک دن باقی تھا، ابوبکر کھڑے ہوئے، خطبہ پڑھا اور لوگوں کے سامنے حج کے مناسک بیان کئے، پھر حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور لوگوں کے سامنے سورۂ برائت کی تلاوت فرمائی، یہ مرحلہ تین مرتبہ تکمیل پایا، عرفہ کے دن اور طواف کعبہ سے قبل۔(۱)

۵۔ انس بن مالک کا بیان ہے: رسول خداؐ نے ابوبکر کو سورۂ برائت کے ہمراہ اہل مکہ کی جانب روانہ کیا پھر انھیں واپس بلا کر فرمایا: مناسب نہیں کہ کوئی اس کی تبلیغ کرے مگر یہ کہ میرے اہل بیت کی کوئی فرد، اس کے بعد حضرت علیؑ کو بلا کر سورۂ برائت انھیں عطا فرمایا۔

احمد کے دوسرے الفاظ ہیں: رسول خداؐ نے ابوبکر صدیق کو سورۂ برائت کے ہمراہ روانہ کیا، جب مقام ذی الحلیفہ پر پہونچے تو فرمایا: میرے اور میرے خاندان کی کسی فرد کے علاوہ کوئی اور اس کی تبلیغ

۱۔ سنن دارمی، ج ۲، ص ۶۷: خصائص نسائی، ص ۲۰، (ص ۹۳، حدیث ۷۸)؛ سنن نسائی، (ج ۵، ص ۱۲۹، حدیث ۸۴۶۳)؛ صحیح ابن خزیمہ، (ج ۴، ص ۳۱۹، حدیث ۲۹۷۴)؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، (ج ۱۵، ص ۱۹، حدیث ۶۶۴۵)؛ تفسیر طبری، (مجلد ۶، ج ۱۰، ص ۶۵)؛ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۷۳، (ج ۳، ص ۱۱۸)؛ تیسیر الوصول، ج ۱، ص ۱۳۳، (ج ۱، ص ۱۵۸، حدیث ۱۰)؛ تفسیر قرطبی، ج ۸، ص ۶۷، (ج ۸، ص ۴۴)؛ شرح المواهب زرقانی، ج ۳، ص ۹۱؛ المواهب الدینیۃ، (ج ۱، ص ۶۴۰)؛ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۱۴۱؛ سیرۂ زینی دحلان، ج ۲، ص ۳۶۵، (ج ۲، ص ۱۴۰)؛ تفسیر روح المعانی، ج ۳، ص ۲۶۸، (ج ۱۰، ص ۴۴)؛ تفسیر المنار، ج ۱۰، ص ۱۵۶

نہیں کرسکتا، پھر حضرت علیؑ کو سورۂ برائت کے ہمراہ روانہ کیا۔(۱)

۶۔ابوسعید خدری کا بیان ہے: رسول خداؐ نے ابوبکر کو روانہ کیا کہ ان کی جانب سے سورۂ برائت کی تبلیغ کریں، اس کے بعد حضرت علیؑ کو بھیجا اور فرمایا: اے علیؑ! کسی کو اس کی تبلیغ کا حق حاصل نہیں مگر خود مجھے یا تمہیں۔ پھر حضرت علیؑ کو ناقۂ عضبا پر سوار کر کے روانہ کردیا، وہ ابوبکر کے پاس پہونچے ان سے سورۂ برائت لے لیا۔

ابوبکر رسول خداؐ کی خدمت میں پہونچے، اس موضوع کے سلسلے میں ان پر خوف و وحشت طاری تھی کہ شاید ان کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں پہونچے تو عرض کی: یارسول اللہؐ! میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا، کیا بات ہے؟ فرمایا: خیر ہے، تم میرے بھائی اور میرے یار غار ہو، لیکن میرے علاوہ کوئی دوسرا اس کی تبلیغ نہیں کرسکتا یا وہ جو مجھ سے ہے۔(۲)

۷۔ابورافع کا بیان ہے: رسول خداؐ نے ابوبکر کو ایام حج میں سورۂ برائت کی آیات کے ہمراہ مکہ روانہ کیا۔ اسی وقت جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا: صرف آپ یا وہ جو آپ جیسا ہے وہی اس کی تبلیغ کرسکتا ہے۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو ان کے پیچھے روانہ کیا، وہ مکہ و مدینہ کے درمیان ان کے پاس پہونچے اور سورۂ برائت لے کر ایام حج میں لوگوں کے سامنے اس کی تلاوت فرمائی۔(۳)

۱۔مسند احمد، ج ۳، ص ۲۱۲/۲۸۳، (ج ۴، ص ۷۷، حدیث ۱۲۸۰۲، ص ۱۹۸، حدیث ۱۳۶۰۵)؛ سنن ترمذی، ج ۲، ۱۳۵، (ج ۵، ص ۲۵۶، حدیث ۳۰۹۰)؛ خصائص نسائی، ص ۲۰، (ص ۹۲، حدیث ۷۵)؛ البدایۃ والنھایۃ، ج ۵، ص ۳۸، (ج ۵، ص ۴۶، حوادث ۹ھ)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۳۳؛ مناقب خوارزمی، ص ۹۹، (ص ۱۶۵، حدیث ۱۶۷)؛ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، ج ۷، ص ۱۳۶، (ج ۱۰، ص ۲۸۳)؛ فتح الباری، ج ۸، ص ۲۵۶، (ج ۸، ص ۳۱۸)؛ عمدۃ القاری، ج ۸، ص ۶۳۸، (ج ۴، ص ۷۸)؛ مطالب السؤال، ص ۱۷؛ درّ منثور، ج ۳، ص ۲۰۹، (ج ۴، ص ۱۲۳)؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۲۴۹، (ج ۲، ص ۴۳۱، حدیث ۴۴۲۱)؛ شرح المواھب زرقانی، ج ۳، ص ۹۱؛ فتح القدیر، ج ۲، ص ۳۱۹، (ج ۲، ص ۳۳۴)؛ روح المعانی، ج ۳، ص ۲۶۸، (ج ۱۰، ص ۴۵)؛ تفسیر المنار، ج ۱۰، ص ۱۵۷

۲۔الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، (ج ۱۵، ص ۱۶، حدیث ۶۶۴۴)؛ درّ منثور، ج ۳، ص ۲۰۹، (ج ۴، ص ۱۲۴)؛ روح المعانی، ج ۳، ص ۲،۶۸؛ فتح الباری، ج ۸، ص ۲۵۶، (ج ۸، ص ۳۱۸)؛

۳۔درّ منثور، ج ۳، ص ۲۱۰، (ج ۴، ص ۱۲۴)؛ فتح الباری، ج ۸، ص ۲۵۶، (ج ۸، ص ۳۱۸)

۸۔ سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے: رسول خداؐ نے ابوبکر کو سورۂ برائت کے ہمراہ روانہ کیا پھر راستے میں حضرت علیؑ کو روانہ کیا، انہوں نے ابوبکر سے سورۂ برائت لے لیا اور ان کے ہمراہ مکہ پہونچے۔

اس واقعہ سے ابوبکر نے اپنے دل میں کسک محسوس کی تو رسول خداؐ نے فرمایا: اس کی تبلیغ صرف میں کرسکتا ہوں یا وہ جو مجھ سے ہے۔ (۱)

ابن عساکر (۲) نے حرث بن مالک سے نقل کیا ہے: میں مکہ آیا تو سعد بن ابی وقاص سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا: کیا حضرت علیؑ کی کوئی فضیلت ومنقبت سنی ہے؟

کہا: میں ان کی چار فضیلتوں کی گواہی دوں گا کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی میرے حصے میں آتی تو وہ میرے نزدیک اس دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی جس میں نوح کی مانند پانچ سو سال کی زندگی کرتا۔

بے شک رسول خداؐ نے ابوبکر کو سورۂ برائت کے ہمراہ مشرکین مکہ کی جانب روانہ کیا (۳).... حدیث برائت کی تفصیل۔

۹۔ ابوہریرہ کا بیان ہے: میں اس وقت حضرت علیؑ کے ساتھ تھا جب رسول خداؐ نے انھیں روانہ کیا، چنانچہ انہوں نے چار موضوعات کو بانگ دہل بیان فرمایا، یہاں تک کہ ان کی آواز گھوڑے کی ہنہناہٹ کے مانند تیز وتند ہوگئی۔ (۴)

محب الدین طبری نے ابی حاتم کے طریق سے ابوسعید یا ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر کو روانہ کیا، جب مقام ضجنان میں پہونچے تو حضرت علیؑ کے اونٹ کی آواز سنی، قریب آکر پوچھا: میرا کام کیا ہے؟

۱۔ سنن نسائی، (ج۵، ص۱۲۹، حدیث۸۴۶۲)؛ خصائص نسائی، ص۲۰، (ص۹۳، حدیث۷۷)؛ درّ منثور، ج۳، ص۲۰۹، (ج۴، ص۱۲۲)؛ فتح القدیر، ج۲، ص۳۱۹، (ج۲، ص۳۳۳)؛ فتح الباری، ج۸، ص۲۵۵، (ج۸، ص۳۱۸)

۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۷، ص۳۳۳)؛ حالات امام علیؑ از تاریخ ابن عساکر تحقیق شدہ (نمبر۲۷۸)

۳۔ کفایۃ الطالب، ص۱۵۱ (ص۲۸۵)

۴۔ سنن دارمی، ج۲، ص۲۳۷؛ بقول سیوطی سنن نسائی، ج۵، ص۲۳۴، (ج۲، ص۴۰۷، حدیث۳۹۴۹)؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۷۳، (ج۳، ص۱۱۸)؛ ذخائر العقبیٰ، ص۶۹

فرمایا: خیر ہے، رسول خداؐ نے سورۂ برائت کی تبلیغ کے لئے مجھے روانہ کیا ہے، جب ہم واپس آئے تو ابوبکر نے رسولؐ کی خدمت میں پہونچ کر کہا: یا رسول اللہؐ! میرا کام کیا ہے؟ کہا: سب بہتر ہے، لیکن میرے علاوہ کوئی اور تبلیغ نہیں کرسکتا یا وہ شخص جو مجھ سے ہے یعنی علیؑ۔

۱۰۔ **عبداللہ بن عمر**: ابن حجر نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔(۱)

۱۱۔ **حبشی بن جنادہ** کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں، میری جانب سے کوئی تبلیغ نہیں کرسکتا مگر میں خود یا علیؑ۔(۲)

۱۲۔ **عمران بن حصین** ایک مرفوع حدیث میں کہتے ہیں:

رسول خداؐ نے فرمایا:

علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں، میری جانب سے علیؑ کے علاوہ کوئی اور تبلیغ نہیں کرسکتا۔ سبط ابن جوزی کے مطابق: اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔(۳)

۱۔ فتح الباری، ج۸، ص۲۵۶، (ج۸، ص۳۱۸)

۲۔ مسند احمد، ج۴، ص۱۶۴/۱۶۵، (ج۵، ص۱۷۰، حدیث۱۷۰۵۱)؛ سنن ترمذی، ج۲، ص۲۱۳، (ج۵، ص۵۹۴، حدیث۳۷۱۹)؛ سنن نسائی، (ج۵، ص۱۲۸، حدیث۸۴۵۹)؛ خصائص نسائی، ص۲۰، (ص۹۱، حدیث۷۴)؛ سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۵۷، (ج۱، ص۴۴، حدیث۱۱۹)؛ مصابیح السنۃ، ج۲، ص۲۷۵، (ج۴، ص۱۷۲، حدیث۴۷۶۸)؛ مشکاۃ المصابیح، ص۵۵۶، (ج۳، ص۳۵۶، حدیث۶۰۹۲)؛ مناقب ابن مغازلی، (ج۲۲۲، ص۲۶۷)؛ کفایۃ الطالب، ص۵۵۷، (ص۲۷۶، باب۶۷)؛ تھذیب الاسماء واللغات نودی، (ج۱، ص۳۴۸)؛ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۷۴، (ج۳، ص۱۱۹)؛ تذکرۃ الخواص، ص۲۳، (ص۳۶)؛ تذکرۃ الحفاظ، (ج۲، ص۴۵۵، نمبر۴۶۲)؛ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۳۵۶، (ج۷، ص۳۹۴، حوادث ۴۰ھ)؛ المقاصد الحسنۃ، (ص۱۲۴، حدیث۱۸۹)؛ کنوز الدقائق، ص۹۲، (ج۲، ص۱۶)؛ فرائد السمطین، باب۷، (ج۱، ص۵۹، حدیث۲۴)؛ الجامع الصغیر سیوطی، (ج۲، ص۱۷۷، حدیث۵۵۹۵)؛ کنز العمال، ج۶، ص۱۵۳، (ج۱۱، ص۶۰۳، حدیث۳۲۹۱۳)؛ الصواعق المحرقۃ، ص۷۳، (ص۱۲۲)؛ نزل الابرار، ص۹، (ص۳۸)؛ المصنف ابن ابی شیبہ، (ج۱۲، ص۵۹، حدیث۱۲۱۴۰)؛ المعجم الکبیر طبرانی، (ج۴، ص۱۶، حدیث۳۵۱۱/۳۵۱۳)؛ الروضۃ الندیۃ، (ص۲۵۷)؛ ینابیع المودۃ، (ج۱، ص۵۲، باب۷)؛ نور الابصار، ص۷۸، (ص۱۶۰)؛ الاسعاف مطبوع بر حاشیہ نور الابصار، ص۱۵۵۔

۳۔ تذکرۃ الخواص، ص۲۲، (ص۳۶)

۱۴۔ابوذر غفاری کا بیان ہے: علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں، سورۂ برائت کی تبلیغ میرے علاوہ کوئی اور نہیں کرسکتا یا وہ جو مجھ سے ہے یعنی علیؑ ۔(۱)

مرسلات

۱۔ابوجعفر محمد بن علی (امام باقرؑ) فرماتے ہیں: جب رسول خداؐ پر سورۂ برائت کی آیتیں نازل ہوئیں تو اس وقت ابوبکر اقامہ حج کے لئے مامور ہوئے تھے۔آنحضرتؐ سے کہا گیا: یارسول اللہؐ! ابوبکر کے ساتھ ہی یہ آیتیں ارسال فرمادیں۔آپؐ نے فرمایا: اس کی تبلیغ صرف میں کرسکتا ہوں یا وہ جو میرے خاندان سے ہے۔

پھر حضرت علی بن ابی طالبؑ کو بلا کر فرمایا:

جاؤ اور سورۂ برائت کی ابتدائی آیات کی اس وقت تبلیغ کردو جب لوگ عید قربان کے دن میدان منیٰ میں جمع ہوں، اس وقت تم اعلان کردو کہ:

انه لایدخل الجنة کافر ''کافر جنت میں داخل نہیں ہوسکتا''۔

ولایحج بعد العام مشرک ''اس سال کے بعد مشرک حج نہیں کرسکیں گے''۔

وان لا یطوف بالبیت عریان ''وہ برہنہ خانۂ کعبہ کا طواف نہیں کرسکتے''۔

ومن کان له عند رسول الله فهو له الی مدته ''رسول خداؐ کے پاس جس کا کوئی عہد و پیمان ہے وہ اسی مدت معین تک باقی رہے گا''۔

چنانچہ حضرت علیؑ ناقۂ رسول ''عضبا'' پر سوار ہوکر باہر آئے، راستے میں ابوبکر سے ملاقات ہوئی۔

ابوبکر نے پوچھا: امیر ہیں یا مامور؟

فرمایا: مامور ہوں، پھر وہ ساتھ گئے، ابوبکر نے لوگوں کے لئے حج قائم کیا، اس سال تک عرب

۱۔مطالب السؤال، ص۱۸

جاہلی روش پر حج بجالاتے تھے یہاں تک کہ عید قربان کا دن آیا، حضرت علیؑ کھڑے ہوئے لوگوں کے درمیان فرمان رسولؐ کے مطابق اعلان برائت کیا۔(۱)

۲۔ مروی ہے کہ جب ابوبکر نے کچھ راستہ طے کیا تو جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا:

اے محمدؐ! آپ کی رسالت کی تبلیغ آپ کے اہل کے علاوہ کوئی اور نہیں کرسکتا، یہ سنتے ہی حضرت علیؑ کو روانہ کیا، ابوبکر نے عرض کی: یارسول اللہؐ! کیا میرے بارے میں آسمان سے کچھ نازل ہوا ہے، فرمایا: ہاں! تم حج کے لئے جاؤ اور علیؑ آیات برائت کی تبلیغ کریں گے۔(۲)

۳۔ سدی سے مروی ہے: جب سورۂ برائت کی چالیس آیتیں نازل ہوئیں تو رسول خداؐ نے ابوبکر کے ہمراہ روانہ کیا اور حج کا حکم دیا۔

چنانچہ جب وہ درخت الحلیفہ تک پہونچے تو حضرت علیؑ کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا، انہوں نے آیات کو ان سے لیا۔ ابوبکر نے واپسی پر رسول خداؐ سے کہا: اے رسول خداؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہے؟

فرمایا: نہیں، لیکن میری جانب سے کوئی تبلیغ نہیں کرسکتا مگر میں خود یا وہ شخص جو مجھ سے ہے۔ کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم غار میں میرے ہمراہ تھے، حوض پر میرے ساتھ رہو گے؟

کہا: ہاں! یارسول اللہؐ۔

پھر ابوبکر حج کے لئے روانہ ہوئے اور حضرت علیؑ نے سورۂ برائت کی تبلیغ فرمائی۔(۳)

امیر المومنینؑ کی اس فضیلت ومنقبت کی اصحاب گذشتہ نے اس وقت بھی نشاندہی کی تھی جب حضرتؑ نے اصحاب شوریٰ کو قسم دے کر پوچھا تھا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا نہیں ہے جس کے بارے

۱۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۴، ص۲۰۳، (ج۴، ص۱۹۰)؛ تفسیر طبری، ج۱۰، ص۴۷، (مجلد۶، ج۱۰، ص۶۵)؛ تفسیر کشاف، ج۲، ص۲۴، (ج۲، ص۲۴۳)؛ البدایۃ والنھایۃ، ج۲، ص۳۳۴، (ج۵، ص۴۴، حوادث ۹ھ)؛ عمدۃ القاری، ج۴، ص۶۳۳، (ج۴، ص۷۸)

۲۔ تفسیر غرائب القرآن مطبوع برحاشیہ تفسیر طبری، ج۱۰، ص۳۶، (ج۳، ص۴۲۹)

۳۔ تفسیر طبری، ج۱۰، ص۴۷، (مجلد۶، ج۱۰، ص۶۵)؛ تاریخ طبری، ج۳، ص۱۵۴، (ج۳، ص۱۲۲ حوادث ۹ھ)۔

میں رسول خداؐ نے فرمایا ہو کہ بے شک میری جانب سے کوئی ابلاغ نہیں کرسکتا مگر خود میں یا وہ شخص جو مجھ سے ہے، کیا وہ میرے علاوہ کوئی اور تھا؟

انھوں نے کہا: نہیں۔

اس فضیلت کے سلسلے میں مروی احادیث سے استفادہ ہوتا ہے کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ ابو بکر سے آیات کو لے لیا گیا اور امیر المومنینؑ اس کی تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے نیز واضح ترین وحی نازل ہوئی کہ آنحضرتؐ کی جانب سے کوئی تبلیغ نہیں کرسکتا مگر خود آنحضرتؐ یا وہ شخص جو آنحضرتؐ سے ہے۔

لہٰذا اس صریحی واقعہ کے بعد ہمیں ان باتوں کی وجہ سے پس و پیش میں پڑنے کی ضرورت نہیں جنھیں بعض راویوں نے تنہا ذکر کیا ہے کیوں کہ یہ بعض روایات، اخبار صحیحہ کو خبر واحد کی حیثیت نہیں دے سکتیں۔

یہ واقعات اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ جس شخص کو رسول خداؐ چند آیات کی تبلیغ کے لئے مناسب نہیں سمجھتے، اسے تمام دین کی تعلیم و ترویج اور تمام احکام و مصالح کی تبلیغ کا امین کیسے قرار دے سکتے ہیں؟!

شاعر کے حالات زندگی

نام ''ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد بن علی ہواری مالکی اندلسی معروف بہ ابن جابر اعمیٰ'' ہے، مریہ (اسپین کے بزرگ شہر اندلس) کے رہنے والے تھے۔

میدان شعر و ادب کے شہسوار اور علم نحو، تاریخ، تراجم و حدیث میں متبحر استاد تھے، ۶۹۸ھ میں پیدا ہوئے، قرآن ونحو، محمد بن یعیش سے، فقہ، محمد بن سعید زندی سے اور علم حدیث کو ابو عبداللہ زواری سے حاصل کیا، پھر ابو جعفر احمد بن یوسف البری کی مصاحبت میں مشرق کا سفر کیا، ان دونوں نے علم و ادب میں مہارت حاصل کرنے کے بعد تاریخ کی طرف رخ کیا۔

لہٰذا متذکرہ شاعر تاریخی واقعات کو نظم کے قالب میں ڈھال کر اپنے رفیق ومصاحب کے سامنے پڑھتے تھے، اس طرح وہ ادبیات کے استاد اور نابغۂ روزگار ہوگئے اور دوسروں پر برتری حاصل کرلی۔

انہوں نے مصر میں ابوحیان سے حدیث سنی، دونوں ایک ساتھ حج کے لئے گئے، وہاں سے شام آئے اور وہاں ابوالحاج مزی دمشقی، جندی اور ابن کامیار سے استفادہ کیا پھر حلب میں اقامت اختیار کرلی اور وہاں حدیث بیان کی اس کے بعد (اندلس) کی جانب روانہ ہوگئے، ۷۸۰ھ جمادی الآخر میں وفات ہوئی۔

تالیفات:

۱۔ شرح الفیہ ابن مالک؛

سیوطی بغیہ میں لکھتے ہیں:

"مفید کتاب ہے، ادبیات عرب کے اعراب گذاری کے متعلق لکھی گئی ہے، یہ بہت وقیع ہے، ابتدائی طالب علموں کے لئے بہت زیادہ مفید ہے"۔

۲۔ نظم الفصیح؛

۳۔ نظم کفایہ متحفظ؛

۴۔ شرح الفیہ ابن معطی (۸ جلدیں)؛

سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ اور شذرات الذہب میں تین جلدوں کا تذکرہ کیا ہے۔

۵۔ شعری دیوان؛

۶۔ رسول خداؐ کی مدح میں ۲۵۶ اشعار پر مشتمل قصیدہ، جس کا مطلع ہے:

بادر قلبی للهویٰ وما ارتأی لمّا رأی من حسنها ما قد رأی

۷۔ان کا مشہور قصیدۂ بدیعیہ بنام ''الحلہ السیرفی مدح خیر الوریٰ''۔(۱)

ان کے حالات زندگی کی تفصیل ''درالکامنہ، بغیۃ الوعاۃ، شذرات الذہب اور نفح الطیب'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔(۲)

ان کتابوں میں ان کے بہت سے اشعار بھی مرقوم ہیں، ان سے ایک قصیدہ بھی منسوب ہے جس میں انہوں نے پیغمبر اسلامؐ کی مدح وستائش کی ہے اور اس میں قرآنی سوروں کو عنوان بنا کر آنحضرتؐ کے فضائل بیان کئے ہیں۔

اس کا مطلع ہے:

فی کُلّ فاتحۃٍ للقول معتبرہ　　حقُّ الثناء علیٰ المبعوث بالبقرَہ

قصیدہ کے آخر میں ان دس افراد کا تذکرہ کیا ہے جن کو آنحضرتؐ نے جنت کی بشارت دی تھی بالخصوص حمزہ، عباس، جعفر، عقیل، خدیجہ اور جناب فاطمہ زہراؑ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

حافظ قسطلانی کے مطابق جیسا کہ شرح مواہب میں ہے: یہ خاندان شرافت و بزرگی سے آراستہ تھا، جناب زہراؑ کی وجہ سے ان کو زیادہ ہی فضیلت ملی۔انہوں نے لباس عظمت زیب تن کیا، جو انہیں احترام کی وجہ سے عطا کیا گیا ہے، بے شک (عباسیوں اور جعفریوں) کے درمیان ان کے سبز لباس، شرافت وعظمت کی علامت بن گئے اور لوگوں کے بقول اس کی علت یہ ہے کہ خلیفہ عباسی مامون نے خلافت کو اولاد زہراؑ کے حوالے کرنا چاہا۔اس نے ان کے لئے سبز علامت کا انتخاب کیا اور انہیں سبز لباس پہنایا، اس لئے کہ سیاہی عباسیوں کی نشانی تھی، سفیدی تمام مسلمانوں کی علامت تھی، سرخی کراہت سے مخصوص ہے اور زردی یہودیوں کا شعار ہے، پھر وہ اپنے ارادہ سے پھر گیا اور خلافت بنی عباس کے حوالے کردی۔

۱۔شذرات الذہب، ج۷، ص۱۰، (ج۹ص۲۲، حوادث ۸۰۱ھ)

۲۔درالکامنہ، ج۲، ص۲۳۹؛ بغیۃ الوعاۃ، ص۱۴، (ج۱، ص۳۴، نمبر۵۵)؛ شذرات الذہب، ج۶، ص۲۶، (ج۸، ص۴۶۲، حوادث ۸۰۷ھ)؛ نفح الطیب، ج۴، ص۲۰۸۔۳۷۳، (ج۱۰، ص۲۳۱ھ۱۶۶)

یہ سبز پوشی علویوں کی عظیم شخصیتوں کی علامت بن چکی ہے، وہ سبز کپڑے کا ایک ٹکڑا استعمال کرتے ہیں جو وہ اپنے عمامے پر لگاتے ہیں، جسے شفطہ کہا جاتا ہے، یہ ان کی سیادت کی نشانی ہے۔(۱)

۱۔المواھب اللدنیۃ (ج۳ص۴۷۴)

علاء الدین حلی

پورا قصیدہ ۱۹۰ اشعار پر مشتمل ہے، غدیر سے متعلق اشعار کا ترجمہ پیش ہے:

''اے اس کے رخساروں کے نچھاور جس کی صورت آگ میں ہمیشہ جلے گی، میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ تجھ سے پہلے کوئی جہنم میں ہمیشہ جلے گا، مگر صرف وہی جو وصی رسول کا منکر ہو جن کے فضائل و مناقب کو رسول خداؐ نے غدیر خم کے دن بیان فرمایا تھا۔ چنانچہ رسولؐ اعلان حق کے لئے اس طرح کھڑے ہوئے کہ آنحضرت کا دایاں ہاتھ علیؑ کے دائیں ہاتھ میں کجاؤں کے اوپر سب کے سامنے تھا۔ فرشتے ان کا حصار کئے ہوئے تھے اور خداوند عالم اس واقعہ کا گواہ تھا۔ آپ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ حیدرؑ مولا ہیں، ان کے علاوہ کوئی بھی سید و سردار نہیں۔ خدایا! ان کے دوستوں کو دوست اور ان کے دشمنوں کو دشمن رکھ اور انہیں ذلیل و رسوا کر دے۔ خدا کی قسم! ان سے صرف صالح مومن محبت کرے گا اور صرف کافر و ملحد ہی نفرت و دشمنی کرے گا۔ اے لوگو! علیؑ کی مدد کرو، ان کی نصرت سے منھ نہ موڑو اور ان سے ہدایت حاصل کرو، ہدایت پا جاؤ گے۔ سب نے کہا: ہم نے آپ کا فرمان اور روح الامین نے جس سلسلے میں آپ کو تاکید کی ہے، اسے سنا، ہاں! یہ علیؑ ہمارے امام و ولی ہیں، ہم انہیں سے ہدایت طلب کریں گے تاکہ راہ راست کی ہدایت حاصل کر سکیں۔ پھر رسول خداؐ کا انتقال ہو گیا، آپ کی رحلت کے بعد کوئی ایک آدمی بھی نہ تھا جو تشییع جنازہ میں شریک ہو کر آپ کو سپرد لحد کرتا۔ ہاں! انہوں نے رسول کی سفارشوں سے خیانت کی اور بہترین انسان ''احمدؐ'' کے ارشادات کی مخالفت کی، انہوں نے صحیح راستہ پہچان کر بھی ہدایت کو ضلالت میں تبدیل کر لیا اور گمراہی کی گہری کھائی میں گر گئے۔ انہوں نے ابو قحافہ کو اپنا سید و سردار بنا لیا جو اس سے قبل کسی کام کے نہ تھے''۔

شاعر کا تعارف

ابوالحسن علاء الدین شیخ علی بن حسین حلی شہفیی (۱) معروف بہ ''ابن شہفیہ''۔ یہ عالم و فاضل اور برجستہ ادیب تھے، علم و ادب پر مکمل دسترس حاصل تھی، صادق فکر و نظر اور واضح و آشکار فضیلت کے حامل تھے، یہ شعرائے اہل بیتؑ کے پرچم دار تھے۔ ان کے قصائد سامعتوں کو جذب کرنے والے اور لوگوں میں کافی مشہور و معروف ہیں، ان کے اشعار دلیل و برہان سے مملو، ظریف و درخشاں نکات سے بھرپور، دقیق اشارات سے پُر، علم بدیع کی خوبیوں سے درخشاں اور فصیح اور سلیس جملات، منفرد اسلوب اور نظم کے بہترین پیرایۓ میں ہوتے تھے۔ انہوں نے امیر المومنین حضرت علیؑ کی مدح و ستائش اور ان کے فرزند امام حسینؑ کے مرثیہ میں بہت سے اشعار کہے ہیں۔

یہ بذات خود ان کی مہارت و بالا دستی، بہترین اشعار میں ان کی سبقت، مذہبی قوانین کی پابندی اور ائمہ دین کی بے لوث پیروی کی واضح دلیل ہے۔ ان کے ہم عصر شہید اول (جو ۷۸۶ھ میں شہید ہوئے) نے ان کے ایک قصیدے کی شرح کی ہے، جب شہید اول کے شرح کی اطلاع ان کو ہوئی تو اس پر بہت زیادہ افتخار کیا اور فوراً ہی شہید اول کی مدح میں ایک قطعہ کہا۔

قاضی نے المجالس میں (۲)، شیخ حر عاملی نے ''امل الآمل'' میں (۳) اور میرزا نے ''ریاض العلماء'' (۴) میں ان کے حالات زندگی کو تحریر فرمایا ہے اور ان کے علم و فضل اور ادب کی بے پناہ تعریف و توصیف کی ہے۔

شاعر نے سات طویل قصیدے کہے ہیں جنھیں ابن فہد حلی کے شاگرد علامہ شیخ محمد بن علی بن حسن جباعی نے لکھا ہے، ہمیں ان کے کئی نسخے دستیاب ہوئے ہیں، پہلا قصیدہ وہی ہے جسے غدیریہ کے عنوان

۱۔ اس نسبت کی علت سمجھ میں نہیں آئی، نسخوں میں مندرج یہ نام بھی مختلف ہے: شہفی، شفہینی، شہفینی، شلبی اور شیفینی۔

۲۔ مجالس المومنین (ج ۲ ص ۵۷۱)

۳۔ امل الآمل (ج ۲ ص ۱۹۰ نمبر ۵۶۵)

۴۔ ریاض العلماء (ج ۳ ص ۴۲۷)

سے پیش کیا گیا ہے، یہاں چھ قصائد کے مطالع پیش کئے جا رہے ہیں:

پہلا قصیدہ:

ذھب الصبا و تصرم العمر　　و دنا الرحیل و قوض السفر

دوسرا قصیدہ:

ابرق تراء ی عن یمین ثغورھا　　ام ابتسمت عن لو لو من تغورھا

تیسرا قصیدہ:

یا عین ما سفحت غروب دماک　　الا بما الھمت حب دماک

چوتھا قصیدہ:

نم العذار بعارضیہ و سلسلا　　وتضمنت تلک المراشف سلسلا

پانچواں قصیدہ:

حلت علیک عقود المزن یا حلل　　و صافحتک اکف الطل یا طلل

چھٹا قصیدہ:

عسی موعد ان صح منک قبول　　تودیہ ان عز الرسول قبول (۱)

تمام شد
سید شاہد جمال رضوی
۲؍رجب ۱۴۲۹ھ

۱۔ تمام قصائد اعیان الشیعہ جلد؍۸ میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی (طاب ثراہ)

ولادت: ۲۵/صفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۸/ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰ھ

''الغدیر'' گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۴۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق وتتبع کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضی مطہریؒ: یہ کتاب تمام زہر آگیں پروپیگنڈے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن وسنت کی منطق پر استوار ہے، تشیع پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام آئمہ طاہر (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن کیالی حلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر دانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کی علامہ امینیؒ نے اس کی تالیف وتحقیق میں برسوں زحمتیں برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پر خلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت سے ''کتاب الغدیر'' افق تشیع پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۴۷ھ

وفات: ۲۶/ذیقعدہ ۱۴۲۲ بمطابق ۱۰/فروری ۲۰۰۲

کتاب ''الغدیر'' زمانۂ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدوجزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

۱۹۹۰ میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت ومشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم لہ نے برصغیر کے حساس موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے تھوڑی تلخیص کے ساتھ ''الغدیر'' کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے ''نہیں'' کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً مثبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل وآسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ھ میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نا مساعد ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی نیز دو جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم ظریفی کی نذر ہو گئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند ''مولانا سید شاہد جمال رضوی'' نے بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)

گلستان زہرا پبلی کیشنز لاہور

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

۹/۸/۷

علی ولی اللہ

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضویؒ شعور گوپال پوری

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

ساتویں جلد (۷)

تالیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضویؒ شعور گوپال پوری

امینی، عبدالحسین، ۱۲۸۱۔۱۳۴۹
[الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ ترجمہ وتلخیص]
غدیر: قرآن، حدیث اور ادب میں/مولف عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ وتلخیص: سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری۔ ۱۴۳۱ق=۲۰۱۰م=۱۳۸۹
ج/۷۔۸۔۹
ISBN: 978-600-92030-6-2 (جلد۷۔۸۔۹)
فہرست نویسی براساس اطلاعات فیپا
کتاب نامہ: بصورت زیرنویس
۱۔غدیرخم۔۲۔علی بن ابی طالب(ع) امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت، ۴۰ق، اثبات خلافت۔۳۔غدیرخم۔شعر۔مجموعہا۔۴۔شعر مذہبی عربی۔
مجموعہا۔الف۔رضوی شعور، علی اختر مترجم۔ب۔عنوان ج۔ عنوان: الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔اردو۔تلخیص
BP۲۲۳/۵۴/۱۸الف۴۰۴۲ع ۲۹۷/۴۵۲

شناسنامہ کتاب

کتاب کا نام:	**غدیر**: قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد۷۔۸۔۹)
تالیف:	حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ
ترجمہ وتلخیص:	ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری
ناشر:	گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور
ناشر ہمکار:	قرآن وعترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ حجتیہ، قم المقدسہ)
پیشکش:	مکتبہ مینار شعور گوپال پور (سیوان بہار)
اشاعت:	۱۳ رجب ۱۴۳۳ھ، ۴ جون ۲۰۱۲ء طبع اوّل
تعداد:	۵۰۰ جلد
قیمت:	=/۵۰۰ روپے

ملنے کا پتہ:

پاکستان: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور۔ ۵۴۰۰۰

ایران: ﴿قم﴾ دفتر قرآن وعترت فاؤنڈیشن، مدرسہ حجتیہ خیابان حجت پارک ۷ داخلی ۳۱۷، چہارراہ شہدا، قم المقدسہ۔

ھندوستان: ۱۔﴿بھیک پور﴾ جگن پور، سیوان، بہار، پن کوڈ، 8841286

۲۔﴿ممبئی﴾ (فاطمہ برقع کلیکشن، ۵۸ نشان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ نجفی (مقابل اجوا مٹھائی) ڈونگری ممبئی ۴۰۰۰۰۹۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روی زیاد بن محمد قال :

دخلت علی ابی عبد اللهؑ فقلت :

للمسلین عید غیر یوم الجمعة والفطر والاضحی

قال : نعم ، الیوم الذی نصب فیه رسول الله امیر المومنین

زیاد بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت میں پہونچ کر عرض کیا مسلمانوں کے پاس عید فطر، عید قربان اور عید جمعہ کے علاوہ بھی کوئی عید ہے؟

امام نے فرمایا: ہاں ! جس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین کو (خلیفہ اور ولی) منصوب فرمایا۔

(مصباح المتجہد ص۷۳۶)

فہرست مطالب

عندلیبان غدیر (نویں صدی ہجری)

عندلیبانِ غدیر

(نویں صدی ہجری)

۱۔ابن عرندس حلی ۲۔ابن داغر حلی

۳۔حافظ برسی حلی

ابن عرندس حلی

صنائع وبدائع سے بھرپور (۱۲۶) شعروں کے اس قصیدے کا مطلع ہے:

اضحی حمیس کغصن بان فی حلی   قمر اذا ما مرّ فی قلبی حلا

غدیر سے متعلق تین شعر ہیں اور ایک شعر میں کسر اصنام کی طرف اشارہ ہے، اشعار یہ ہیں:

ثم السلام من السلام علی الذی   نسبت لہ فی خم رایات الولا

تالی کتاب اللہ اکرم من تلا   واجل من للمصطفی الھادی تلا

وبخم واخاہ النبی محمد   حقا وذلک فی الکتاب تنزلا

''پھر سلامتی سے بھرپور سلام اس ذات پر جس کے لئے غدیر خم کے میدان میں پرچم ولایت نصب کیا گیا، وہ ردیف کتاب خدا ہے اور تلاوت سے برتر وکرم ہے، کیوں کہ ہدایت کرنے والے مصطفیٰ نے اس کی تلاوت کی اور غدیر خم میں رسول خدا محمدؐ نے اس سے برادری کا رشتۂ واقعی استوار کیا، اور یہ اس لئے کہ قرآن میں اس کی بابت آیت نازل ہوئی ہے''۔

کسر اصنام سے متعلق شعر یہ ہے:

وصعود غارب احمد فضل لہ   دون القرابۃ والصحابۃ افضلا

''اگر قرابت ومحبت کو نظر انداز کردیا جائے تب بھی ان کا شانۂ احمد پر بلند ہونا بجائے خود عظیم ترین فضیلت ہے''۔

• شاعر نے قصیدے میں جن مناقب کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے بعض کی تفصیل گذشتہ

جلدوں میں پیش کی گئی اور بقیہ کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔ یہاں صرف منقبت کسر اصنام کی تحقیق پیش کی جاتی ہے:

"وصعود غارب احمد فضل له" ....

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ میرے ساتھ اصنام کعبہ توڑنے تشریف لے گئے، مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ! میں کعبہ کے گوشے میں بیٹھ گیا، اس کے بعد رسولؐ خدا میرے کاندھوں پر بلند ہوئے پھر فرمایا: اٹھو اور مجھے ان بتوں کے قریب پہنچاؤ! جب میں اٹھا تو رسول خداؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ میرے اندر کمزوری ہے، فرمایا: بیٹھ جاؤ، تو میں بیٹھ گیا اور انھیں کاندھے سے اتار دیا، پھر رسول خداؐ میرے لئے بیٹھے میں اس پر سوار ہوا اور جب اٹھے تو ایسا لگا کہ میں آسمان کے کناروں کو چھو سکتا ہوں، اور رسول خداؐ نے سہارا دیا تو میں نے سب سے بڑے بت تو ایسا لگا کہ جو قریش کا بت تھا، اس بت کو لوہے کی کیلوں سے دیوار میں جڑ دیا گیا تھا، رسولؐ خدا نے فرمایا: اسے ہلاؤ، میں نے ہلانا شروع کیا تو فرمایا: ہاں، ہاں، ہاں۔ پھر فرمایا: اسے توڑ دو تو میں نے توڑ دیا اور اتر آیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: پھینک دو اس کو چنانچہ میں نے پھینکا تو شیشے کی طرح چکنا چور ہو گیا اور پھر اتر آیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ پھر بام کعبہ سے کود پڑا۔

جابر سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسولؐ خدا کے ساتھ مکے میں داخل ہوئے، کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے، رسولؐ خدا نے فرمایا: سب کو گرا دو، ایک طویل بت جس کا نام ہبل تھا اسے آپ نے علیؑ سے فرمایا: اس کو گرانے کے لئے میرے کاندھے پر سوار ہو جاؤ یا میں تمہارے کاندھے پر سوار ہوں؟ عرض کی : آپ ہی سوار ہو جایئے، جب سوار ہوئے تو علیؑ رسالت کا بوجھ برداشت نہ کر سکے، رسول خداؐ نے تبسم فرمایا، علیؑ نے عرض کی اب میں آپ کے کاندھے پر سوار ہو جاؤں، جب میں کاندھے پر سوار ہوا تو اس خدا کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور مخلوقات کو پیدا کیا، اگر میں چاہتا تو آسمان کو اپنی مٹھی میں لے لیتا ، پھر میں نے ہبل کو بام کعبہ سے گرا دیا، اس وقت خدا نے آیت نازل کی:

﴿قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا﴾

ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے علیؑ سے فرمایا: اٹھو! بام کعبہ پر جو بت ہے اسے توڑا جائے، جب وہاں پہونچے تو رسولؐ نے آپ سے فرمایا: میرے کاندھے پر سوار ہوجاؤ تا کہ تمہیں اٹھاؤں، علیؑ نے اپنا کپڑا انھیں دیدیا اور رسول خداؐ انھیں اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے کعبہ میں پہنچے علیؑ نے بت کو پکڑا جو تانبے کا تھا اور بام کعبہ سے زمین پر دے مارا۔

اس واقعہ کو مندرجہ ذیل ائمہ حدیث و تاریخ نے نقل کیا ہے بغیر کسی سندی تنقید کے:

اسباط بن محمد قرشی (۱) حافظ ابوبکر صغانی (۲) حافظ ابن ابی شیبہ (۳) امام احمد ابن حنبل (۴) ابو علی مازنی (۵) ابوبکر بزار (۶) حافظ نسائی (۷) ابو یعلی (۸) طبری (۹) طبرانی (۱۰) حاکم نیشاپوری (۱۱) ابوبکر شیرازی (۱۲) ابومحمد عاصمی (۱۳) ابونعیم (۱۴) بیہقی (۱۵) خطیب بغدادی (۱۶)

۱۔ مسند احمد (ج ۱ ص ۱۳۶ حدیث ۶۴۵)

۲۔ جامع الاحادیث (ج ۶ ص ۲۷۲ حدیث ۷۹۲۷)

۳۔ المصنف (ج ۸ ص ۵۳۴ حدیث ۹)

۴۔ مسند احمد ج ۱ ص ۸۴ (ج ۱ ص ۱۳۶ حدیث ۶۴۵)

۵۔ سنن نسائی (ج ۵ ص ۱۴۲ حدیث ۸۵۰۷)

۶۔ ینابیع المودۃ (ج ۱ ص ۱۳۸ باب ۴۸)

۷۔ خصائص نسائی ص ۳۱ (ص ۱۳۴ حدیث ۱۲۲)

۸۔ مسند ابی یعلی (ج ۱ ص ۲۵۱ حدیث ۲۹۲)

۹۔ جامع الاحادیث (ج ۱۶ ص ۲۷۲ حدیث ۷۹۲۷)

۱۰۔ تاریخ الخمیس (ج ۲ ص ۸۷۔۸۶)

۱۱۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۲ ص ۳۹۸ حدیث ۳۳۸۷)

۱۲۔ فی نزول القرآن

۱۳۔ زین الفتی شرح سورۂ ھل اتی

۱۴۔ ان سے خطیب نے نقل کیا ہے

۱۵۔ مناقب خوارزمی (ص ۱۲۳ حدیث ۱۳۹)

۱۶۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۰۲)

ابن مغازلی(۱)ابوعبداللہ فراوی(۲)خوارزمی(۳)ابن جوزی(۴)ابوالخیر حاکمی(۵)ابن نجار(۶) ابن طلحہ شافعی(۷)ابوالمظفر ابن جوزی(۸) گنجی شافعی(۹)حافظ صالحانی(۱۰) محب الدین طبری(۱۱) ابن نقیب(۱۲) حموینی(۱۳)حافظ ذہبی(۱۴)حافظ زرندی(۱۵) سیوطی(۱۶) قسطلانی(۱۷) قاضی بکری(۱۸) نورالدین حلبی(۱۹) زرقانی(۲۰)سید احمد زینی دحلان(۲۱) آلوسی(۲۲) خواجہ کلان

۱۔مناقب ابن مغازلی(ص۲۰۲)

۲۔کفایۃ الطالب(ص۲۵۷باب۶۲)

۳۔مناقب خوارزمی ص۳۷(ص۱۲۴۔۱۲۳حدیث۱۳۹)

۴۔صفۃ الصفوۃ،ج۱ص/۱۱۹(ج۱ص۳۱۰نمبر۵)

۵۔الاربعین فی فضائل علیؑ(ص۱۲۷باب۴۰حدیث۶۳)

۶۔کفایۃ الطالب(ص۲۵۷باب۶۲)

۷۔مطالب السئوول ص۱۲

۸۔تذکرۃ الخواص(ص۲۷)

۹۔کفایۃ الطالب ص۱۲۸(ص۲۵۸۔۲۵۷باب۶۲)

۱۰۔تاریخ الخمیس(ج۲ص۸۶)

۱۱۔ریاض النظرۃ ج۲ص۲۰۰(ج۳ص۱۵۰)

۱۲۔العیر مواھب لدنیۃ،ج۱ص۲۰۴(ج۱ص۵۸۶)

۱۳۔فرائدالسمطین(ج۱ص۲۴۹حدیث۱۹۳)

۱۴۔تلخیص المستدرک(ج۲ص۳۹۸حدیث۳۳۸۷)

۱۵۔نظم دررالسمطین(ص۱۲۵)

۱۶۔کنزالعمال ج۶ص۴۰۷(ج۱۳ص۱۷۱حدیث۳۶۵۱۶)الخصائص الکبریٰ ج۱ص۲۶۴(ج۱ص۴۳۸)

۱۷۔المواھب اللدنیۃ ج۱ص۲۰۴(ج۱ص۵۸۶)

۱۸۔تاریخ الخمیس ج۲ص۹۵(ج۲ص۸۶)

۱۹۔السیرۃ الحلبیۃ ج۳ص۹۷(ج۳ص۸۶)

۲۰۔شرح المواھب،ج۲ص۳۳۶

۲۱۔السیرۃ النبویۃ مطبوع برحاشیہ سیرۂ حلبیہ ج۲ص۲۹۳(ج۲ص۱۰۲)

۲۲۔شرح العینیۃ،ص۷۵

قندوزی (۱) ابوبکر ابن محمد حنفی (۲) سید محمود قراغولی۔

شاعر کا تعارف

شیخ صالح ابن عبدالوھاب ابن عرندس حلی، ابن عرندس کے نام سے مشہور تھے، معروف شیعہ عالم تھے، فقہ واصول میں ان کی گرانقدر تالیفات ہیں، مدح اہل بیتؑ میں ان کے قصائد ومراثی دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ولایت میں فنا تھے اور دشمنان اہلبیتؑ سے شدید نفرت رکھتے تھے۔ ان کے بعض اشعار منتخب طریحی (منتخب طریحی ج ۲ ص ۲۵۴) وطلیعہ سماوی میں پائے جاتے ہیں، صاحب طلیعہ نے ان کے حالات بھی لکھے ہیں اور علم وفضل، تقویٰ وریاضت کے ساتھ جملہ متداول علوم میں رسوخ کی نشاندھی کی ہے، اس کی تائید فاضل یعقوبی کی بابلیات دیکھنے سے ہوتی ہے (البابلیات ج ۱ ص ۱۴۴ نمبر ۴۷)، انھوں نے بڑی ستائش کی ہے، صاحب طلیعہ کے مطابق شیخ صالح کا انتقال تقریباً ۸۴۰ھ میں حلہ کے فیحا مقام پر ہوا، وہیں دفن ہوئے، ان کا مقبرہ آج بھی زیارتگاہ ہے۔

ابن عرندس نے اکثر اشعار شیخ علاء الدین شفیقی کی روش پہ بطور تضمین کہے ہیں، ان شعروں سے ان کی زبردست قدرت کلام اور متانت کا اندازہ ہوتا ہے ان کو ادب عربی ادب پر کامل دسترس حاصل تھی، شیخ صالح کا قصیدہ رائیہ ارباب علم میں کافی مشہور ہے لوگ کہتے ہیں کہ اگر کسی بزم میں پڑھا جائے تو امام زمانہؑ کی زیارت ہوگی، ایک سو تین شعروں پر مشتمل قصیدے کا مطلع ہے: (۴)

طوايا نظامی فی الزمان لها نشر   يعطرها من طيب ذكراكم نشر

امام حسینؑ کا ایک مرثیہ بڑا ہی عرفان انگیز اور سبکی سے کہا ہے، جس کا مطلع ہے:

۱۔ ینابیع المودۃ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۱۳۸ باب ۴۸)

۲۔ قرۃ العیون المبصرۃ، ج ۱ ص ۱۸۵

۳۔ جوھرۃ الکلام ص ۵۵۔۵۹۔

۴۔ منتخب طریحی، ج ۲ ص ۱۹/ (ج ۲ ص ۷۵)

مات العذول علی الحبیب مسهّدا فاقام عذری فی الغرام ومسهّدا

منتخب طریحی(۱) میں ایک مرثیہ ۵۶ شعروں پر مشتمل ہے جس میں شیخ صالح کہتے ہیں:

نوحوا ایا شیعة المولی ابا حسن علی الحسین غریب الدار والوطن

۱۔ منتخب طریحی ج ۲ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۲۵۴)

ابن داغر حلی

ابن داغر حلی کا غدیر سے متعلق چالیس شعروں پر مشتمل قصیدہ ہے جس میں پانچ اشعار کا ترجمہ بیان کیا جارہا ہے:

''اور ہوا یوں کہ روز غدیر آپ کی ولایت کا اعلان حجۃ الوداع کے سال ہوا اور یہ سب کچھ سب کے سامنے ہوا اور یوم غدیر کی برکات اور فضائل شمار سے باہر ہیں،

بظاہر لوگوں نے وصیت احمدؐ کو قبول کیا لیکن اپنے دلوں میں آل محمدؐ کی طرف سے سے کینہ چھپائے ہوئے تھے، یہاں تک کہ جب رسولؐ خدا کا انتقال ہوگیا تو اپنے دلی کینے ظاہر کر دیئے اور ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔

انھوں نے پروردگار کی طرف سے حاصل شدہ خلافت اور ولایت کو ملنے نہیں دیا، آنکھیں اندھی ہوگئی تھیں اور راہ راست قطعاً گم تھی''۔

ایک قصیدہ اور بھی ہے جس میں ۱۹۲ اشعار ہیں، جس میں غدیر سے متعلق تین شعر ہیں:

''اب وہ گئے رسول خداؐ تو آپ کے ساتھ ان کے اصحاب اور پاس بیٹھنے والی قوم نے خیانت کی، آپ کی وصیت کو جو علیؑ کے بارے میں تھی یوں تردید کی جیسے رسول خداؐ کا ارشاد جھٹلانے کے قائل تھا، اور حیدرؑ کی ولایت تمام مراعات کو بھلا بیٹھے جو غدیر خم میں ہوئی تھی کہ یہ سائے کی طرح میرے ساتھ رہنے والے وزیر ہیں''

۳۵ شعروں کا ایک مرثیہ ہے جو دلوں کو برملا دیتا ہے، مطلع ہے:

بابی الامام المستضام بکربلا   یدعو ولیس لما یقول مجیب

شاعر کا تعارف

شیخ مغامس ابن داغر حلی، خاصان خدا کی محبت سے سرشار، مغامس کے تذکرے اکثر سوانح نگاروں نے کئے ہیں، خاص طور سے متاخرین میں علامہ شیخ علی آل کاشف الغطاء نے حصون منیعہ میں یا علامہ ساوی نے طلیعہ میں اور خطیب یعقوبی نے بابلیات میں (۱)

شیخ طریحی نے منتخب میں (۲) ان کے اشعار بھی نقل کئے ہیں اور کچھ ادیب اصفہانی نے تحفۂ ناصریہ میں کئے ہیں۔ ان کے اشعار اکثر تذکرہ نگاروں کی کتاب میں ہیں، جنھیں جمع کر کے علامہ ساوی نے دیوان کی شکل میں شائع کیا ہے۔

مغامس نے مدح اہل بیتؑ میں بہت زیادہ شعر کہے، وہ حب آل محمدؐ میں پوری طرح ڈوبے ہوئے تھے، لیکن دنیا نے ان کو بھلا دیا، انھیں پر کیا منحصر ہے اکثر مداح اہل بیتؑ فراموشی کا شکار ہوئے ہیں۔ مغامس حلہ کے مضافات میں واقع ایک عربی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، وہ خود حلہ تحصیل علم کے لئے جاتے پھر تو وہ شاعر و خطیب ہو گئے اور نویں صدی کے متوسط شعراء میں ان کی طوطی بولنے لگی، ان کے پندرہ قصائد کی فہرست ہم نے تذکروں سے فراہم کی ہے، ان کا مطلع اور اشعار کی تعداد یوں ہے:

محب اللیالی فی مساعیه متعب	یساق الیه حتفه وهو یداب	۹۳/اشعار
تذکر ما احصی الکتاب فتابا	وحاذر من مسّ العذاب عقابا	۹۲/اشعار
اصبحت للتقوی بجهلک تدعی	دعواک باطله اذا لم تقلع	۸۱/ اشعار
هل حین عممه المشیب وقنعا	اتراه یضیع فی الهدایة مصنعا	۹۰/اشعار
اتطلب دنیا بعد شیب قذال	وتذکر ایاماً مضت ولیالی (۳)	۹۲/ اشعار
فصلت صروف الحادثات مفاصلی	واصاب سهم النائبات مقاتلی	۷۷/اشعار (۴)

۱۔ البابلیات (ج۱ص۱۳۲نمبر۴۴)　　۲۔ منتخب طریحی (ج۲ص۲۸۴۔۲۹۲۔۳۰۰۔۳۲۳)

۳۔ ان میں سے کچھ قصیدے منتخب طریحی، ج۲ص۴۵/ (ج۲ص۳۰/) پر موجود ہیں۔

۴۔ منتخب طریحی، ج۲ص۳۶/ (ج۲ص۲۸۴/)

لغیرک یا دنیا ثنیت عنانی	وذاک لامر عن غناک عنانی. ۹۹/اشعار(۱)
لبنی الهادی مناخی	فی غدوی ورواحی. ۱۰۵/اشعار
هجر الغمض وسادی	وکوی الحزن فوادی. ۶۲/اشعار
لیتنی کنت فدائاً للحسین	وهو بالطف قطیع الودجین. ۱۰۶/اشعار
بکیت وما لریعان الشباب	ولا لددوس منزله خراب. ۸۰/اشعار
صحبتک لا انی بودک مغرم	فبینی فغیری فی هواک المتیم. ۸۸/اشعار
رحل الشباب وانه لکریم	فراغة عند النفوس عظیم. ۸۱/اشعار
ازال الشباب الغض عنک مزیل	فهل انت للبیض الحسان خلیل. ۷۵/اشعار

ایک مدح نبیؐ میں ان کا ایک قصیدہ ہے جس میں ۶۴/اشعار ہیں، جس کا مطلع یہ ہے:

عرج علی المصطفی یا سائق النجب　　عرج علی خیر مبعوث وخیر نبی

۱۔ منتخب طریحی ج۲ص ۵۸۔ (ج۲ص۳۲۳)

حافظ برسی حلی

''وہ سورج ہیں یا ضریح، مرقد کا نور چمک رہا ہے، وہ مشک ہیں یا وحی کی خوشبو عطر بار ہیں، وہ بخشش کا سمندر ہے یا گلستان جس میں ہدایت کی ہریالیاں ہیں، وہ آدمؑ ہیں یا نوحؑ ہیں یا خدائے مہیمن کا راز ہے، یہ داؤدؑ ہیں یا ان کے بعد سلیمانؑ! یا ہارونؑ ہیں یا عصا والے موسیٰؑ یا عیسیٰ مسیحؑ، یہ احمد مصطفیؐ ہیں یا ان کے وصی علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں، ہاشم و ذبیح کے پروردہ، مجد و شرف کے محیط آسمان پر درخشاں چودھویں کا چاند ہیں یا لوگوں کے لئے آسمان جمال پر دمکتا سورج حبیب خدا کے محبوب ہیں بلکہ ان کے راز کا راز اور مخلوقات کے لئے پیکر امر کی روح، ان کے متعلق غدیر کے دن نص آئی اور ستائش ہوئی خدا کی طرف سے کتاب مبین میں وضاحت کے ساتھ، وہ ایسے امام ہیں کہ اگر آدمی ان کی محبت لے کر قیامت کے دن حاضر ہوگا تو پلہ بھاری ہو جائے گا، ان کے شیعہ ستاروں کی مانند درخشاں ہیں، دنیا میں نمایاں ہیں، جب وہ بولتے ہیں تو حق بات بولتے ہیں، ان کے دہن میں فصیح اور نورانی بات ہیں بھکتی ہے، وہ جب حولاں ہوتے ہیں یا ٹھہر جاتے ہیں دشمن کے سامنے تو پچھاڑ کے رکھ دیتے ہیں، تم پر سلام خدا کا، اے پرچم ہدایت! صبح و شام تم پر بہترین سلام''۔

ایک قصیدے کا غدیری شعر یوں ہے:

غدیر خم کے مولی ہیں جن کی لوگوں نے بیعت کی اور ان کے سامنے گردنیں جھکیں حالانکہ وہ لمبی گردنیں تھیں۔

شاعر کا تعارف

حافظ شیخ رضی الدین رجب بن محمد بن رجب برسی حلی۔

عارف ودانا علماء وفقہاء میں شمار ہوتے ہیں، جنھیں علوم متداولہ میں کامل تصرف تھا، فن حدیث میں تو انھیں بھر پور ملکہ حاصل تھا، ادب وشعر میں برتری حاصل تھی اور بہترین اشعار کہتے تھے۔ علم الحروف کے اسرار وفوائد پر بڑا عبور تھا، اسی لئے ان کی تالیفات میں تحقیق و وقت نظر کا عنصر زیادہ نظر آتا تھا، عرفان وحروف میں ان کی مخصوص ڈگر تھی، اسی طرح ائمہ معصومینؑ کے متعلق ان کا نظریہ عام لوگوں سے مختلف تھا، لہذا لوگوں نے ان کی طرف غلو وانتہا پسندی کی نسبت دے دی ہے، سچی بات تو یہ ہے کہ حافظ برسی نے ائمہ معصومینؑ کے متعلق جو کچھ بھی کہا ہے وہ غلو سے بہت پست ہے، درجۂ بنوت سے ادنیٰ ہے، خود حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ ہمارے بارے میں غلو سے پرہیز کرو، تم ہمیں خدا کا معمولی بندہ کہو، لیکن ہماری فضیلت میں جو چاہے کہو(۱) امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ ہمارے متعلق یہ کہو کہ ہم بارگاہ خدا میں سجدہ ریز ہیں، پھر جو چاہو کہو۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمیں مخلوق قرار دو پھر جو چاہو کہو تب بھی ہماری فضیلتوں تک نہ پہونچ سکو گے۔(۲)

آل محمدؐ کی برتری وسرفرازی کو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں، خداوند عالم نے انھیں جو سربلندی عطا کی ہے اور ملکات فاضلہ، پاکدلی، قدامت روحانی، اخلاق کریمانہ، مکارم ومحاور کی جن عظیم چوٹیوں پر ان لوگوں کو فائز کیا ہے ان تک ہماری فکری رسائی ممکن نہیں ہے، ہماری عقلیں تھک جائیں گی، دانش وبینش تھک کے چور ہو جائیں گے اور ارباب عقل سپر انداز ہو جائیں گے، آنکھیں ناکام، عظیم لوگ خستہ کام، دانشور درماندہ، خطباء وشعراء ان حضرات کی شان والا شان کے ایک گوشے کو بیان کرنے کے سلسلے میں گونگے نظر آتے ہیں، عقل وفہم کی رسائی کیسے ہو سکتی ہے جبرئیل شعور کے بال وپر جل جائیں گے۔(۳)

اسی وجہ سے اکثر محقق علماء نے ائمہ معصومینؑ کے متعلق معرفت واسرار کے ایسے گوشے بیان کئے ہیں جسے دوسرے برداشت کرنے سے قاصر ہیں، علماء قم کی حالت یہ تھی کہ جو عالم بھی ان اسرار کی جانب روایت کرتا اس پر غلو کا الزام تھوپ دیا جاتا تھا۔ حد ہوگئی کہ ایک صاحب کہتے ہیں کہ غلو کا اولین قدم یہ

۱۔ خصال شیخ صدوق (ص/۶۱۴) ۲۔ بصائر الدرجات (ص/۲۳۶-۵۰۷)

۳۔ اصول کافی ص ۹۹۔ (ج ۱/ص ۲۰۱) پر موجود حدیث سے ماخوذ ہے۔

ہے کہ رسول خداؐ سے نفی نسیان کا عقیدہ رکھا جائے، پھر بعد کے محققین نے ان حقائق کو پہچاننے کے بعد ان بے وقعت اقوال کو نظر انداز کیا، اسی عصبیت کا شکار حافظ برسی بھی ہوئے، یہ دونوں گروہ برابر ایک دوسرے سے برسر پیکار رہے حالانکہ صلح وآشتی بہتر ہے۔

عرفانی مسائل میں لوگوں کے نفوس جبلتوں اور اقتداروں کے مطابق مختلف ہوتے ہیں، بعض کو پیچیدہ اسرار گراں معلوم ہوتے ہیں، بعض کو یہ ڈگر مساوی نظر آتی ہے اور اس میں اپنی توجہات مرکوز کردیتے ہیں۔ میں دونوں کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی نیت مستحسن تھی، انھوں نے راہ سلوک میں خوشروی کا مظاہرہ کیا، انسان کو کوشش کرنی چاہئے ضروری نہیں ہے کہ وہ کامیاب بھی ہوجائے۔

آگاہ ہوجاؤ ''لوگوں کی حالت سونے چاندی کے معدن کی سی ہے (متفقہ حدیث)'' ائمہ معصومینؑ سے متواتر احادیث مروی ہیں کہ بلاشبہ ہمارا امر (حدیث) سخت اور دشوار گزار ہے، اس کو وہی تحمل کرسکتا ہے جو نبی مرسل ہو، فرشتۂ مقرب ہو یا ایسا مومن ہو جس کے قلب کا خدا نے امتحان کرلیا ہو (۱) اسی لئے علماء دین اور ارباب معرفت پر تنقید اچھی بات نہیں ہے، جو شخص بلند مرتبہ پر فائز نہیں ہوسکا اس کی مذمت نہیں کرنی چاہئے کیوں کہ خدا نے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے، حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ اگر میں اپنی نشست میں وہ کچھ بیان کروں جسے میرے کانوں نے ابوالقاسمؐ کی زبان مبارک سے سنا ہے تو تم لوگ مجھ سے علٰحدہ ہوجاؤ گے اور کہو گے کہ علیؑ بہت بڑا جھوٹا ہے۔ (۲)

امام زین العابدینؑ کا ارشاد ہے: اگر ابوذر وہ کچھ جان لیتے جو قلب سلمان میں تھا تو قتل کردیتے اس کے باوجود رسول خداؐ نے دونوں کے درمیان برادری قائم کی، اس بنیاد پر تم دوسروں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو (۳) اور ہر ایک کے لئے خدا نے بہترین وعدہ کیا ہے اور خدا نے بیٹھے رہنے والوں کے مقابل مجاہدوں کو فضیلت اور اجر عظیم کرامت فرمایا ہے۔

۱۔ بصائر الدرجات ص ۶/ (ص ۲۰)؛ اصول کافی ص ۲۱۶/ (ج ۱/ص ۴۰۱)

۲۔ شعرانی کی منح المنیہ ص ۱۴/

۳۔ بصائر الدرجات ص ۷/ (ص ۲۵)؛ اصول کافی ص ۲۱۶/ (ج ۱/ص ۴۰۱)

حضرت سید سجادؑ کے ہی اشعار ہیں:

''میں اپنے علمی جواہرات چھپاتا ہوں تاکہ نادان لوگ حق دیکھ کر بھڑ نہ جائیں، اس سلسلے میں مجھ سے پہلے حضرت علیؑ، امام حسینؑ اور امام حسنؑ بھی یہی طریقہ اپنائے ہوئے تھے، اکثر ایسے علمی جواہرات ہیں کہ اگر ان کو ظاہر کردوں تو لوگ مجھے بت پرست کہنے لگیں، مسلمان میرا خون جائز سمجھنے لگیں، اس طرح بدترین کام ان کی نظر میں اچھا معلوم ہونے لگے(۱)

سید امین نے اعیان الشیعہ (۲) میں حالات برسی کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہے وہ اسی زمرے میں آتا ہے، وہ علم الحروف والاعداد پر اعتماد کر کے بھڑک اٹھے ہیں، بغیر دلیل و حجت کے تنقید کردی ہے اگرچہ اس معاملے میں صاحب اعیان الشیعہ کے ہم خیال ہیں لیکن حافظ برسی اور ابن شہر آشوب وغیرہ جیسوں کا جواب سینوں نے دیا ہے، جسے ہم برا سمجھتے ہیں ان کی نظر میں اچھا ہے۔

چنانچہ عبیدی مالکی عمدۃ التحقیق (۳) میں لکھتے ہیں:

بعض حروف شناسوں نے کہا ہے کہ ابوبکر کا خانوادہ رہتی دنیا تک عزت وناموس سے سرفراز رہے گا اور یہ حقیقت قول خداوندی ''ومن ذریتی '' سے معلوم ہوتی ہے، کیوں؟ جمل کبیر'' اس کے اعداد ۱۴۱۰ ہوتے ہیں اور گمان یہ ہے کہ اس کے بعد دنیا ختم ہوجائے گی، چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک دنیا باقی ہے وہ خاندان عزت وسرفرازی سے سرفراز رہے گا اور اس مدت کو محقق مصطفیٰ لطف اللہ ایک دوسری آیت ''لا یلبثون خلافک الا قلیلاً'' سے نکالا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر اس آیت کے مکررات حروف حذف کردئے جائیں تو ''ل ا ی ب ث و ن خ ف ک ق'' باقی رہ جائے اور یہ گیارہ حروف ہیں اور ان کے عدد (حساب جمل کبیر) ۱۳۹۹/ ہوتے ہیں، اس کے بعد عدد حروف جو گیارہ ہیں وہ بھی جوڑ دئے جائیں تو ۱۴۱۰ ہوجائیں، اس طرح یہ عدد ''فی ذریتی '' کے عدد

۱۔ تفسیر آلوسی ج ۶ ص ۱۹۰

۲۔ اعیان الشیعہ ج/۳۱ ص/۲۰۵۔۱۹۳ (ج/۶ ص/۱۹۰)

۳۔ عمدۃ التحقیق ص/۱۵۵ (ص ۲۶۲)

سے مطابقت کر لے گی۔ شیخ یوسف فیشی کے بیان کے مطابق محمد بکری کہتے ہیں کہ کوئی ہمارے عقب میں ہمارے ساتھ مصلے پر بیٹھ کر عیسی بن مریمؑ کے ساتھ نماز پڑھیگا اور یہ چیز متذکرہ استنباط کی صحت کو مضبوط کرتی ہے....الخ۔

پتہ نہیں کیوں سید امین نے اعیان الشیعہ میں حافظ برسی کے لئے لکھ دیا ہے کہ ان کی طبیعت غیر سنجیدہ تھی اور ان کی تالیفات میں انتشار و پراکندگی ہے، اس درجہ غلو ہے کہ کسی کو سمجھ میں نہیں آتا، اگر علامہ امین کی بات صحیح تھی تو وہ کوئی ثبوت بھی پیش کرتے، صرف دعویٰ تو قابل قبول نہیں ہوتا، میں نے برسی کے اکثر کلام کا مطالعہ کیا کہیں انتشار کا شائبہ نہیں پایا، انھیں تو حدیث کی روشنی میں؟ کو حسن ظن پر محمول کرنا چاہئے، اگر کوئی سقم تھا بھی تو اس کی حسین تاویل پیش کرتے جب کہ سقم ہے ہی نہیں، ہم آگے ان کا کچھ کلام پیش کریں گے جس میں مدح اہلبیتؑ اور سوگواری کے شاندار نمونے ہوں گے۔ انھوں نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ فریقین کے یہاں مسلمہ ہے نہ کہیں سقم ہے نہ غلو، برسی کے اشعار نفیس ترین اور مقبول ترین معیار پر پورے اترتے ہیں۔

اور اب رہی بات نماز اور زیارت کے اختراع کی جبکہ علامہ امین نے کہا ہے کہ انھوں نے بنام ائمہ نماز و زیارت اختراع کی ہے، اس میں مضائقہ کیا ہے، اندیشے کی بات تو تب ہوتی جب ان نمازوں اور زیارتوں میں لوگوں کو یہ دھوکہ ہوتا کہ یہ ائمہؑ سے ماثور ہیں، جب خود برسی نے اس کی نشاندہی کر دی ہے ''بقول صاحب ریاض'' تو کوئی شرعی نقصان باقی نہیں رہ جاتا کیوں کہ اس کی تشرعی حیثیت ختم ہو جاتی ہے، برسی سے پہلے کے علماء نے بھی یہ کام کیا ہے ہے آج تک کسی نے اس پر تنقید نہیں کی ہے۔

علامہ امین کا یہ کہنا ہے کہ برسی کی کتابیں غیر مفید ہیں بلکہ بعض تو؟ حقیقت سے نقصان رساں ہیں ہم اس پر کیا تبصرہ کریں، خدا ہمیں اور علامہ امین کو تسامحات سے محفوظ رکھے کیوں کہ وہ جذبات میں بہہ کر ایسا تبصرہ کر بیٹھے ہیں۔

نفیس تالیفات

۱۔ مشارق انوار الیقین فی حقائق اسرار امیر المومنینؑ

۲۔مشارق الامان ولباب الایمان
۳۔رسالہ فی الصلواۃ علی النبیؐ وآلہ المعصومین علیہم السلام
۴۔رسالہ فی زیارت امیر المومنینؑ
۵۔رسالہ لمعہ
۶۔الدر الثمین
۷۔اسرار النبیؐ وفاطمہؑ والائمۃ المعصومینؑ
۸۔لوامع انوار التمجید
۹۔تفسیر سورۂ اخلاص
۱۰۔رسالہ فی التوحید والصلوۃ علی النبی وآلہ علیہم السلام
۱۱۔کتاب مولد النبیؐ
۱۲۔فضائل امیر المومنینؑ (یہ مشارق کے علاوہ ہے)
۱۳۔کتاب الالفین فی وصف سادۃ الکونین

لطیف نغمے

حافظ برسی نے اپنے لطیف اشعار میں زیادہ تر بلکہ تمام کے تمام میں رسولؐ وآل رسولؐ کی مدح کی ہے، وہ اپنے اشعار میں اپنا تخلص حافظ لگاتے تھے۔

مدح رسولؐ میں ان کے اشعار ہیں:

اضـــاء بک الافـــق الـمشـــرق   ودان مـــنـــطـقـک الـمـــنـــطـق

افق مشرق آپ ہی کی وجہ سے درخشاں ہے اور آپ ہی کی گفتار کے صدقے میں لوگ بولنے کے قابل ہوئے ہیں۔

آپ اس وقت تھے جب آدمؑ کا وجود نہ تھا کیوں کہ آپ کائنات میں سب سے پہلے خلق ہوئے

ہیں۔اس شعر میں اشارہ ہے حدیث رسولؐ کی طرف:

کنت اول الناس فی الخلق و آخرهم فی البعث ''میں سب سے پہلے خلق ہوا اور سب نبیوں کے بعد مبعوث ہوا''۔(۱)

اور حدیث معراج میں ہے کہ

''انک عبدی و رسولی و جعلتک اول النبیین خلقاً و آخرهم بعثاً''

''بے شک تم میرے بندے اور رسول ہو، میں نے تمھیں تمام انبیاء میں سب سے پہلے خلق کیا اور سب سے آخر میں مبعوث کیا''۔(۲)

خود رسول خداؐ کا ارشاد ہے:''**اول ما خلق الله نوری**'' خدا نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق فرمایا''۔(۳) متواتر طریقے سے صحیح حدیث رسولؐ ہے: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ آب و گل کے درمیان تھے یا روح و جسد کے درمیان تھے یا جبکہ خلق اور نفخ روح کے درمیان تھے۔

حافظ برسی کا شعر ہے:

ولولاک لم تخلق الکائنات ولا بان غرب ولا مشرق

''اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات خلق نہ ہوتی، اور نہ ہی مشرق و مغرب ظہور پذیر ہوتے''۔

اس شعر میں جس حدیث کی طرف اشارہ ہے اسے مستدرک حاکم، بیہقی، طبرانی، سبکی، قسطلانی، غرامی، بلقینی، زرقانی وغیرہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔(۴)

۱۔طبقات ابن سعد (ج ۱/ص ۱۴۹)؛ تفسیر جامع البیان ج ۲۱/ص ۷۹ (مجلد ۱۱ ج ۲۱/ص ۱۲۵)؛ دلائل النبوۃ ابن نعیم ج ۱/ص ۶ (ج ۱/ص ۴۴ حدیث ۳)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۲/ص ۳۰۷ (ج ۲/ص ۳۷۶)؛ غزالی کی المضنون الصغیر مطبوع بر حاشیہ الانسان الکامل' ج ۲/ص ۹۷۔ الخصائص الکبریٰ ج ۱/ص ۳ (ج ۱/ص ۷) شرح مواہب زرقانی ج ۳/ص ۱۶۴

۲۔مجمع الزوائد ج ۱/ص ۷۱

۳۔السیرۃ الحلبیہ ج ۱/ص ۱۵۹ (ج ۱/ص ۱۴۷)

۴۔المستدرک علی الصحیحین ج ۲/ص ۶۱۵ (ج ۲/ص ۶۷۱ حدیث ۴۲۲۷۔۴۲۲۸)۔شفاء السقام (ص ۱۶۲)؛ شرح مواہب زرقانی (ج ۱/ص ۴۴)

خدا نے عیسیٰ پر وحی فرمائی: اے عیسیٰ! محمدؐ پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کے ان لوگوں کو حکم دو جو محمدؐ کا زمانہ پائیں کہ وہ محمدؐ پر ایمان لائیں کیوں کہ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں آدم کو خلق نہ کرتا اور اگر محمدؐ نہ ہوتے تو جنت و جہنم کو پیدا نہ کرتا۔

عمر ابن خطاب سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جب آدم سے گناہ سرزد ہوا تو انھوں نے دعا کی: پروردگار میں تم سے بواسطہ محمدؐ سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ خدا نے پوچھا: اے آدم تم نے محمدؐ کو کیسے پہچانا؟ جب کہ میں نے انھیں ابھی خلق نہیں کیا ہے؟ آدم نے عرض کی: خدایا! جب تو نے مجھے خلق کیا اور میرے بدن میں روح پھونکی تو میں نے اپنا سر بلند کیا میں نے عرش کے قوائم پر لکھا ہوا دیکھا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ''میں نے اس سے سمجھ لیا کہ تو اپنے محبوب ترین بندے ہی کو اپنے سے وابستہ کیا ہے۔ خدا نے کہا: آدم! تو نے تو سچ کہا، یہ میرا محبوب ترین بندہ ہے، اس کے واسطے سے دعا کرو میں تمہیں بخش دوں گا، اگر محمد نہ ہوتے تو تمہیں خلق نہ کرتا۔

فمیمک مفتاح کل الوجود   ومیمک بالمنتهیٰ یغلق

تجلیت یا خاتم المرسلین   بشاو من الفضل لایلحلق

فانت لنا اول اخر   وباطن ظاهرک الاسبق

ان اشعار میں رسول خداؐ کے اسماء کی طرف اشارہ ہے .الفاتح ، الخاتم ، الاول ، الآخر ، الظاہر ، الباطن ۔(۱)

حافظ برسی نے مدح علیؑ میں نفیس ترین اشعار کہے ہیں ، چھوٹی بحر میں دس شعر ہیں:

ایها اللائم دعنی......

''اے ملامت گر! مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دے، میرے والہانہ پن کو دیکھ، جب بھی میں مدح علیؑ میں زیادتی کرتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ غلو کر رہا ہے، جب کہ میں نے یقین کا مشاہدہ کر لیا ہے تو اب مجھے کسی بات کی پروا نہیں ، اے ملامت گر! کب تک مجھ سے جھگڑتا رہے گا، اے وہ! جو میرے دلدادہ

۱۔ شرح مواہب رزقانی ج ۳ ص ۱۶۳۔۱۶۴

ہونے پر مذمت کرتا ہے، تجھے جو راہ نجات کا سمجھ میں آتا ہے اسے اختیار کر لے اور مجھے میری گمراہی پر چھوڑ دے، وصی مصطفیٰؐ کی محبت ہی میرا عین کمال ہے، وہی میرا آخرت کا سرمایہ ہے، قیامت میں وہی میری پناہ ہے، اسی کی محبت کی وجہ سے میرا دین کامل ہوتا ہے اور اسی پر میری باتوں کی تان ٹوٹتی ہے''۔

حافظ برسی کے حالات زندگی امل الآمل، ریاض العلماء، ریاض الجنۃ، روضات الجنات، تتمیم امل، الکنی والالقاب، اعیان الشیعہ، الطلیعہ اور بابلیات میں دیکھے جاسکتے ہیں۔(۱)

تلاش وتفحص کے باوجود بھی مجھے حافظ برسی کی تاریخ ولادت و وفات دستیاب نہ ہوسکی، لیکن ان بعض تالیفات سے پتہ چلتا ہے کہ مہدی منتظرؑ کی تاریخ ولادت اور اس تالیف کی تاریخ کے درمیان ۵۱۸ گذرے جو حساب کرنے سے ۷۷۳ سال ہوتے ہیں، امام مہدی منتظرؑ کا سن ولادت ۲۵۵ھ ہے اس طرح ۸۱۳ کا عدد ہوتا ہے شاید ۸۱۳ھ ہی کے آس پاس ان کی تاریخ وفات ہو، واللہ اعلم۔

برتری کے لاف وگزاف

چونکہ اکثر شعرائے غدیر پر غلو پسندی کا الزام لگایا گیا ہے، مثلاً حافظ برسی ہی کو لے لیجیے، ان جیسے شعراء پر بعض مؤلفین ابن تیمیہ، ابن کثیر، قصیمی، موسیٰ جار اللہ نے تنقید واعتراض اور دشنام طرازی کی ہے ، اس لئے قارئین کرام کے سامنے اس اہم موضوع پر گذارشات پیش کرنا ضروری ہیں تاکہ فریب فکر ونظر کا اندیشہ نہ رہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ائمہ لغت جوہری، فیومی اور راغب وغیرہ کے مطابق غلو کہتے ہیں حد سے تجاوز کو۔(۲)

اسی لئے کہا جاتا: غلا السعر یغلو غلاء ''نرخ حد سے تجاوز کر گیا، بہت زیادہ بڑھ گیا''۔ غلا الرجل غلواً ''اس شخص نے حد سے تجاوز کرنے کی حد کر دی''۔ غلا بالجاریۃ لحمہا

۱۔ امل الآمل (ج ۲ص ۱۱۷ نمبر ۳۲۹)؛ ریاض العلماء (ج ۲ص ۳۰۴)۔ روضات الجنات (ج ۳ص ۳۳۷ نمبر ۳۰۲)؛ الکنی والالقاب (ج ۲ص ۱۶۶)؛ اعیان الشیعہ (ج ۶ص ۴۶۸۔ ۴۶۵)؛ البابلیات (ج ۱ص ۱۱۸ نمبر ۴۱)

۲۔ صحاح اللغۃ (ج ۶ص ۲۴۴۸)؛ المصباح المنیر (ج ۲ص ۴۵۲)؛ المفردات (ص ۳۶۴)

وعظمها ''لونڈی کا گوشت اور اس کی ہڈی حد سے بڑھ گئی یعنی بہت تیزی سے جوانی کی حدود میں داخل ہوگئی، اپنے ہم عمروں سے آگے بڑھ گئی''۔ لاتغالوا فی النساء فانماهن سقیا الله ''عورتوں کے بارے میں غلو نہ کرو کیوں کہ وہ خدا کی طرف سے تشنگی کا پیالہ ہیں۔(۱) حضرت عمر کہتے ہیں: لاتغالوا فی مهور النساء ''عورتوں کی مہر کے بارے میں غلو نہ کرو، حد سے نہ بڑھو''۔(۲)

غلو بہر حال بری بات ہے جہاں بھی ہو جیسے بھی ہو، اور جس معاملے میں بھی ہو، خاص طور سے دین کے معاملے میں تو بہت ہی بری چیز ہے، قرآن میں ہے کہ اے اہل کتاب! اپنے دین کے معاملے میں غلو نہ کرو۔ اس کا مطلب مفسرین کے مطابق یہ ہے کہ یہودیوں نے عیسیٰ کے بارے میں غلو کیا تو مریمؑ پر تہمت لگا دی اور عیسائیوں نے غلو کیا تو انھیں رب بنالیا۔(۳) اس طرح افراط وتفریط دونوں ہی برا ہے، ان دونوں کا درمیانی راستہ ہی اچھا ہے۔

مولائے کائناتؑ کا ارشاد ہے کہ بے شک دین افراط وتفریط کا درمیانی راستہ ہے لہذا تم پر لازم ہے درمیانی راستے پر گامزن رہو، جس سے تفریط کا شکار وابستہ ہو جائے اور غلو کرنے والا آ کر نکل جائے۔(۴)

لیکن ہاں! دین کے معاملے میں اس حد کا معین ہونا ضروری ہے جہاں سے انسان آگے نہ بڑھے تاکہ اس پر جھوٹے غلو کا الزام لگ جائے یا نادانی میں عزّہ یا واجبی حقوق میں کوتاہی کی بات کہی جائے۔ کچھ لوگ تو ایسے بھی ہیں جو ہر وہ بات جو انھیں ناپسند ہو اس پر غلو کا الزام لگا دیتے ہیں، اسی قسم کا اکثر اعتراض شیعوں پر کیا جاتا ہے جب وہ فضائل اہلبیتؑ سے متعلق اپنے اعتقاد کی بات کرتے ہیں یا اس کی روایت کرتے ہیں، حالانکہ ان روایات سے صحاح ومسانید بھری پڑی ہیں، اکثر علماء نے اپنی تالیفات میں ان کو نقل بھی کیا ہے پھر بھی وہ سخت برہم ہیں کہ کیوں ائمہؑ کے متعلق یہ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں، جبکہ

۱۔ البیان والتبیین ج۲/ص۲۱ (ج۲/ص۲۰۔۱۹)

۲۔ تفسیر ابن کثیر ج۱/ص۴۶۷؛ ارشاد الساری ج۸/ص۵۷ (ج۱۱/ص۴۹۲)؛ حاشیہ سندی بر سنن ابن ماجہ ج۱/ص۵۸۳۔ کنز العمال ج۸/ص۲۹۸ (ج۱۶/ص۵۳۸ حدیث ۴۵۷۹۹)۔ کشف الخفاج ج۱/ص۲۶۹، (ج۲/ص۱۱۸)

۳۔ تفسیر قرطبی ج۶/ص۲۱ (ج۶/ص۱۶،۱۶۳)

۴۔ ربیع الابرار زمخشری، ج۲/ص۶۳

اہلبیت کی شان والا شان کے بیان سے قرآن بھرا پڑا ہے، احادیث گواہی دے رہی ہیں، اور اعتبار صحیح بھی اس کی تائید کی ہے، واقعات اس کی گواہی دے رہے ہیں، لیکن اکثر ایسے ہیں جو اندھے اور بہرے ہیں یا ان کی سمجھ وتیع یا وہ اس حقیقت کو فلسفیانہ حیثیت سے یا تاریخی معیار پر دیکھنے سے قاصر ہیں، انھیں خواہش نفسانی اور جہالت نے سرگشتہ کر دیا ہے اور گمراہی میں پڑے ہیں، اس لئے جب ائمہ کے علم غیب کی بات کی جاتی ہے یا دلوں کی حالت جاننے کی بات کی جاتی ہے تو غلو کا الزام لگا دیتے ہیں، مردوں سے بات، پرندوں اور جانوروں کی بولی پہچاننا، دعا کر کے مردوں کو زندہ کرنا، مبروص مجذوم کے حق میں استجابت دعا بھی پر غلو کا الزام لگ جاتا ہے۔ آل محمدؐ کے سامنے خضوع وخشوع، ان کے روضوں پر دعا و نماز، ان کے مصائب میں سوگواری وغیرہ ایسی باتیں ہیں جنھیں صحت مند شرعی سندوں کی بنیاد پر شیعہ حضرات انجام دیتے ہیں، لیکن ابن حزم، ابن جوزی، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر ان کے ہمنوا ان کی تشریعی حیثیت کو مانتے نہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ائمہؑ سے جو معجزات رونما ہوئے ہیں وہ طبیعی بنیاد پر ہوئے ہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ خدا نے ان ائمہ کو اصلاح امت کے لئے بھیجا ہے اس لئے وہ بطور ثبوت ان محال عادی امور کا مظاہرہ کرتے تھے، خدا نے انھیں عالم طبعی کے مافوق صلاحیت عطا کی تھی، خدا پر یہ لطف واجب تھا تا کہ اسے دیکھ کر لوگوں کی توجہ ان کی طرف بڑھے اور وہ انھیں امام مانیں۔

اب ذرا یہ تماشہ بھی دیکھئے کہ جو لوگ شیعوں پر غلو کا الزام لگاتے ہیں، انھیں کافر، مشرک کہتے ہیں وہی اپنے اولیاء کے لئے اس سے کہیں زیادہ محال عادی امور کو ثابت کرتے ہیں، انھیں اپنی کتابوں میں بغیر کسی تنقید کے آنکھ بند کر کے نقل کرتے ہیں، نہ اسے صحیح کی فکر ہوتی ہے اور نہ سند پر بحث کرتے ہیں، یہ سارے تماشے اس لئے ہوتے ہیں کہ ان اولیاء سے ان کو اندھی عقیدت ہے اس لئے ان کے کرامات کے قائل ہیں، سچ ہے کسی چیز کی محبت اندھا بہرا بنا دیتی ہے۔ یہ روش صدر اسلام سے آج تک چلی آرہی ہے، کسی نے آج تک ان مؤلفین پر کبھی انگلی نہیں اٹھائی، نہ ان پر غلو کا الزام لگایا، اس میدان میں ایسے ایسے دیکھنے کو ملتے ہیں جنھیں عقل سلیم قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہے، شرعی اور غیر شرعی ہونے کی تو بات ہی دور ہے۔

ابوبکر کے بارے میں غلو

کسی بھی صحابی کا کچا چٹھا معلوم کرنے میں کوئی خاص وقت نہیں لگتا ہے، اگرچہ تاریخ میں بہت زیادہ خلط ملط ہے، پاپی ہاتھوں نے اپنے رنگ میں ڈھالا ہے، صحیح کو مشتبہ بنانے کی بھرپور سعی کی ہے، گمراہ ہاتھوں نے تحریف کے بہت زیادہ کھلواڑ کئے ہیں، جھوٹ اور تصنع کے جال بنے گئے ہیں، تاریخی مواد میں اپنی رائے ٹھوکنے کی ذلیل حرکت کی گئی ہے، گروہی، قومی، شعوبی شکل میں کھوکھلے نعروں کے ذریعہ حقائق کو مسخ کرنے کی سعی کی گئی ہے، پھر بھی سوجھ بوجھ والا نقاد غلط میں سے صحیح کو اور مخلوط میں سے خالص کو چھانٹ کر حقائق کے درس فراہم کر کے سلف کی شخصیت کو پہچان ہی لیتا ہے۔

اس سلسلے میں ضروری ہے کہ شخصیتوں کی جانچ پڑتال میں چاہے وہ صحابی ہوں یا خلیفہ حقیقت پسندانہ نظر ڈالیں، عقیدت یا بدباطنی کی نظر نہیں۔ اس طرح پرکھنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خلفاء راشدین میں اگرچہ دستوری اصحاب کے ذریعہ خلیفہ بنے لیکن بازار اعتبار اور میزان عدل میں ان کی ذرا بھی قدر و قیمت باقی نہیں رہ جاتی، نہ ان کی عظمت متعین ہوتی ہے (تمہارا پروردگار ہی جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے، لوگوں کے ہاتھ میں منتخب کرنا نہیں ہے، کسی مومن یا مومنہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جب خدا و رسول کوئی فیصلہ کرلیں تو اس میں چوں و چرا کریں اور قبل و بعد خدا ہی کا فیصلہ نافذ ہے وہی لوگوں کے عمل کا سرپرست ہے اور انھوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور وہ ہر معاملے کی قرارگاہ ہے) رسولؐ اعظم کے یار غار، سفر ہجرت کے رفیق؟ حالانکہ ان کی فحش ترین حرکتیں ہمیں اس سے باز رکھتی ہیں، ان کا نفسیاتی تحلیل و تجزیہ ہماری نظر میں انھیں بڑا پست و حقیر کر دیتا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ رسولؐ کے جانشین بننے کی داستان چھیڑیں، خلافت کیسے انجام پائی، کیسے ہوئی، کیسے قیام پذیر ہوئی، کیا

اس میں لوگوں کو آزادی حاصل تھی، کیا وصیت رسولؐ کی پیروی کی گئی یا خواہشات نفسانی نے جبری حکومت ہتھیالی اور الٹ پلٹ کا تماشہ ہوا، ہم ان ساری باتوں کو چھیڑنا نہیں چاہتے، وہ تو دنیا نے سقیفہ کے کرتوت سن ہی لئے کہ کس طرح بھانت بھانت کے لوگ جمع ہوئے، شور مچا اور مہاجرین وانصار میں مقابلہ آرائی ہوئی، اب ہم کیا کہیں تاریخ خود ہی ہمیں سبق سکھاتی ہے کہ اس میں کا ہر فرد اس دن حلوے مانڈنے کے چکر میں تھا، ڈھیر ساری پائیاں تھیں، چیخ وپکار میں فکری بالیدگی کا کہیں پتہ نہ تھا،، دلوں میں قتل کے اندیشے کلبلا رہے تھے کہ کہیں مختلف گروہوں میں ٹکراؤ نہ ہو جائے، ایسے میں آنکھوں نے تماشہ دیکھا کہ ایک صاحب شمشیر برہنہ کئے لوگوں کو قتل کی دھمکی دے رہے تھے خبردار! میں ہرگز موت رسولؐ کی بات نہ سنوں، کسی نے بھی کہا تو میں تلوار سے اس کا سر اڑادوں گا یا یہ کہا کہ رسولؐ خدا مر گئے تو میں اس کا سر اڑادوں گا، رسولؐ خدا تو آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں۔(۱)

امت کے درمیان ابھی اور تو تو میں میں ہو ہی رہی تھی کہ دو بزرگ کھڑے ہو گئے نہ کوئی رائے نہ کوئی مشورہ، معاملہ رات کے اندھیروں میں رینگنے لگا، ایک صاحب دوسرے سے کہتے ہیں: ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کروں۔ دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ نہیں، بلکہ آپ۔ بڑی دیر تک آپ آپ کی تکرار ہوئی۔(۲)

انھیں دونوں کے ساتھ مدینہ کا گورکن ابوعبیدہ جراح تھا، وہ لوگوں کو ان دونوں کی طرف دعوت دے رہا تھا(۳) اور مقدس جانشین، ہدایت کرنے والی عزت اور تمام بنی ہاشم رسولؐ خدا پر نوحہ کناں تھی،

۱۔تاریخ طبری ج۳ص۱۹۸(ج۳ص۲۰۱)؛شرح ابن ابی الحدیدج۱ص۱۲۸(ج۲ص۴۰خطبہ ۲۶)البدایۃ والنھایۃ ج۵ص۲۴۲(ج۵ص۲۶۳)؛تاریخ ابی الفداء ج۱ص۱۵۶۔المواہب اللدنیہ(ج۴ص۵۴۴۵۴۶) ابن شحنہ کی روضۃ المناظر،مطبوع بر حاشیہ الکامل ج۷ص۱۶۴(ج۱ص۱۸۸)۔شرح المواہب زرقانی ج۸ص۲۸۰ زینی دحلان کی السیرۃ النبویہ، مطبوع بر حاشیہ سیرۂ حلبیہ ج۳ص۳۷۴۔۳۷۱(ج۲ص۳۰۶)احیاء العلوم(ج۴ص۴۳۳)

۲۔تاریخ طبری ض۳ص۱۹۹(ج۳ص۲۰۳)؛السیرۃ الحلبیہ ج۳ص۳۸(ج۳ص۳۵۸)؛الصواعق المحرقۃ ص۷(۱۲)

۳۔تاریخ طبری ج۳ص۱۹۹(ج رص۲۰۳)

جنازۂ رسولؐ ان کے سامنے ہے، رسولؐ کے خاندان پر تمام دروازے بند ہیں۔(۱) اصحاب رسولؐ نے انھیں اوران کے خاندان کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا ہے۔(۲) رسولؐ کی لاش تین دن تک پڑی رہی دفن نہ ہوسکی (۳) یا سوموار سے بدھ کی رات تک، (۴) رسولؐ کی لاش کو صرف گھروالوں نے دفن کیا، جنازہ میں صرف قریبی رشتہ دار ہی تھے، (۵) آپ کو رات میں یا پچھلے پہر دفن کیا گیا (۶) اور قوم کو معلوم ہی نہ ہوسکا جب تک آدھی رات گذر گئی (۷) اور دفن میں ابوبکر وعمر شریک نہیں تھے۔(۸)

پھر دیکھنے کو ملتا ہے کہ عمر، ابوبکر کے گرد واری فدا ہورہے ہیں اوران کے منہ سے جھاگ نکل رہی ہے، (۹) اسی درمیان عظیم بدری صحابی حباب بن منذر کی گونج سنائی دیتی ہے، وہ تلوار کھینچے ابوبکر سے کہہ رہے ہیں: خدا کی قسم! اگر کسی نے بھی میری تردید کی تو تلوار سے اس کی ناک کاٹ دوں گا۔ پھر وہ رجز خوانی کرتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ تب تو خدا تمہیں قتل کرے گا۔ اور وہ جواب دیتے ہیں:

۱۔ سیرۂ ابن ہشام ک/۴ص/۳۳۶ (ج/۴ص/۳۰۷)؛ ریاض النضرۃ ج/۱ص/۱۶۳ (ج/۱ص/۲۰۳)

۲۔ طبقات ابن سعد ص/۸۲۱ طبع لیدن قسم ثانی ص/۷۶۔ (ج/۲ص/۳۰۱)

۳۔ البدایہ والنہایہ ج/۵ص/۲۷۱ (ج/۵ص/۲۹۲) تاریخ ابی الفداء ج/۱ص/۱۵۲

۴۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن ج/۲ص/۵۸، ۷۹ (ج/۲ص/۲۷۳، ۳۰۵) سیرۂ ابن ہشام ج/۴ص/۳۴۳، ۳۴۴ (ج/۴ص/۳۱۴)؛ مسند احمد ج/۶ص/۲۷۴ (ج/۷ص/۲۹۰ حدیث/۲۵۸۱۷) سنن ابن ماجہ ج/۱ص/۴۹۹ (ج/۱ص/۵۲۱ حدیث/۱۶۲۸) سیرۂ ابن سید الناس ج/۲ص/۳۴۰ (ج/۲ص/۴۳۴)؛ تاریخ ابی الفداء ج/۱ص/۱۵۲؛ البدایہ والنہایہ ج/۵ص/۲۷۱ (ج/۵ص/۲۹۱) السیرۃ الحلبیہ ج/۳ص/۳۹۴ (ج/۳ص/۳۶۵)؛ شرح المواہب زرقانی ج/۸ص/۲۸۴؛ سیرۂ زینی دحلان مطبوع برحاشیہ سیرۂ حلبیہ ج/۳ص/۳۸۰ (ج/۲ص/۳۰۸)

۵۔ طبقات ابن سعد ص/۸۲۴ طبع لیدن قسم ثانی ص/۷۸ (ج/۲ص/۳۰۴)

۶۔ سنن ابن ماجہ ج۱ص۴۹۹ (ج۱ص۵۲۱ ح/۱۶۲۸)؛ مسند احمد ج۶ص۲۷۴ (ج۷ص۳۹۰ ح/۲۵۸۱۷)

۷۔ طبقات ابن سعد ص۸۲۴، طبع لیدن ج۲ قسم ثانی ۷۸ (ج۲ص۳۰۴)؛ مسند احمد ج۶ص۲۷۴ (ج۷ص۳۹۰ ح/۲۵۸۱۷)؛ سیرہ ابن ہشام ج۴ص۳۴۴ (ج۴ص۳۱۴)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۵ص۲۷۰ (ج۵ص۲۹۱)

۸۔ ابن ابی شیبہ کی المصنف (ج۱۴ص۵۶۸ ح/۱۸۸۹۲)؛ کنز العمال ج۳ص۱۴۰ (ج۵ص۶۵۲ ح/۱۴۱۳۹)

۹۔ طبقات ابن سعد ص۷۸۷، طبع لیدن ج۲ص قسم ثانی ص۵۳ (ج۲ص۲۶۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۱۳۲ (ج۲ص۵۶ خطبہ۲۶)

بلکہ خدا تمہیں قتل کرے گا۔(۱) پھر انھیں پکڑ کر اتنا مارا جاتا ہے کہ انکے منھ میں دھول بھر جاتی ہے۔(۲) ایک تیسرے صاحب بیعت ابوبکر کی مخالفت میں چلاتے ہیں: خدا کی قسم! میں ترکش کے سارے تیر صرف کردوں گا، میرے ہاتھ میں تلوار ہے، اپنے گھر والو اور ہمنواؤں کے ساتھ تم سے لڑوں گا۔(۳) چوتھے صاحب اس بیعت میں جنگ کی بھٹی بھڑکتے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: میں ایسا گرد و غبار دیکھ رہا ہوں جو صرف خون ہی سے بیٹھے گا۔(۴) پھر نظر آتا ہے کہ رئیس خزرج سعد بن عبادہ کو بری طرح ذلیل کیا جارہا ہے، لوگ ان پر ٹوٹ پڑے ہیں اور، چلا رہے ہیں غصہ میں: سعد کو قتل کردو، خدا اسے قتل کرے، یہ منافق ہے، فتنہ اٹھا رہا ہے اور ایک شخص ان کے سر پر کھڑا کہہ رہا ہے: میں تمہیں قتل کر دوں گا، ہڈیاں پسلیاں توڑ کے رکھ دوں گا یا آنکھیں نکال لوں گا۔(۵)

پھر دیکھنے میں آتا ہے کہ قیس بن سعد نے عمر کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا: خدا کی قسم! اگر ایک بال بھی ان کا بیکا ہوا تو تمہارے منھ میں ایک دانت بھی باقی نہ رہے گا یا ایک بال بھی بیکا ہوا تو چیتھڑے اڑا کر رکھ

۱۔صحیح بخاری ج ۱۰ ص ۴۵ (ج ۶ ص ۲۵۰۶ حدیث ۶۴۴۲)؛ مسند احمد ج ۱ ص ۵۶ (ج ۱ ص ۹۰ ح/۳۹۳)؛ البیان والتبیین ج ۳ ص ۱۸۱ (ج ۳ ص ۱۹۸) سیرۂ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۳۹ (ج ۴ ص ۳۱۰)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۴۸ (ج ۴ ص ۸۶)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۹ (ج ۱ ص ۱۵)؛ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۹، ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۲۳)؛ تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۳۷، ۱۳۶ (ج ۲ ص ۱۲، ۱۳)؛ ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۶۲، ۱۶۴ (ج ۱ ص ۲۰۲، ۲۰۴)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۴۶ (ج ۵ ص ۲۶۷)، ج ۷ ص ۱۴۲ (ج ۷ ص ۱۶۰)؛ صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۹۷ (ج ۱ ص ۲۵۶ نمبر ۲)؛ تیسیر الوصول ج ۲ ص ۴۵ (ج ۲ ص ۵۴ نمبر ۴) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۲۸ (ج ۲ ص ۳۸ خطبہ ۲۶)؛ ج ۲ ص ۴ (ج ۶ ص ۹ خطبہ ۶۶) السیرۃ الحلبیہ ج/۳ ص/۳۸۷ (ج/۳ ص/۳۵۸) محمد رضا کی ابوبکر صدیق ص/۴۵

۲۔شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۶ (ج ۶ ص ۴۰ خطبہ ۶۶)

۳۔الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۱ (ج ۱ ص ۱۷)؛ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۲)؛ تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۳۷ (ج ۲ ص ۱۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۲۸ (ج ۲ ص ۳۹ خطبہ/۲۶)؛ السیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۳۸۷ (ج ۳ ص ۳۵۹)

۴۔تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۱۱ حوادث ۱۱ھ)

۵۔مسند احمد ج ۱ ص ۵۶ (ج ۱ ص ۹۰ حدیث ۳۹۳ھ)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۴۹ (ج ۴ ص ۸۶)؛ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۲ حوادث ۱۱ھ) سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۳۹ (ج ۴ ص ۳۱۰)؛ ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۶۲، ۱۶۴ (ج ۱ ص ۲۰۲، ۲۰۵)؛ السیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۳۸۷ (ج ۳ ص ۳۵۹)

دوں گا۔(۱)

پھر زبیر تلوار بھانجتے ہوئے چلاتے ہیں: جب تک علیؑ کی بیعت نہ کی جائے گی تلوار نیام میں نہ کروں گا۔ عمر یہ سن کر دھاڑتے ہیں: اس کتے کو پکڑو۔ پھر ان کی تلوار ہاتھ سے لے لی جاتی ہے اور پتھر سے مار کر زخمی کر دیا جاتا ہے۔(۲) پھر رسولؐ کے عظیم صحابی کے سینے کو روندا جا رہا ہے، حباب بن منذر کی آنکھ زخمی کی جاتی ہے، پھر یہ لوگ خانہ نبوت اور پناہ امت کا رخ کرتے ہیں، بیت شرف، بیت فاطمہؑ و علیؑ پر جا کر انہیں ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے،(۳) ابوبکر نے وہاں عمر کو بھیج کر تاکید کی ہے کہ اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرو، عمر آگ لئے ہوئے جاتے ہیں اور فاطمہؑ فریاد کرتی ہیں: خطاب کے بیٹے! کیا تو میرا گھر جلانے آیا ہے؟ عمر کہتے ہیں: ہاں! ورنہ تم لوگ بھی وہی بات مان لو جسے تمام امت نے مان لیا ہے۔(۴) پھر نظر آتا ہے کہ یہ سیاسی پارٹی ترجمان وحی بیت فاطمہؑ کا رخ کرتی ہے۔(۵) ان کا لیڈر بلند آواز سے آگ لکڑی کے ساتھ کہتا ہے: خدا کی قسم! تمہارا گھر ضرور جلا دوں گا ورنہ بیعت کرنے کے لئے گھر سے نکلو، گھر میں جو بھی ہے سب کو جلا دوں گا۔ اس شخص سے کہا جاتا ہے: اس میں رسولؐ خدا کی پارۂ جگر ہے۔ جواب ملتا ہے: ہو گی۔(۶)

ابن شحنہ کے مطابق: عمر خانہ علیؑ پر آئے تاکہ جو بھی اس میں ہے اسے جلا ڈالیں۔ فاطمہؑ سے عمر

۱۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۲ حوادث ۱۱ھ)؛ السیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۳۸۷ (ج ۳ ص ۳۵۹)

۲۔ الامامۃ السیاسۃ ج ۱ ص ۱۱ (ج ۱ ص ۱۸)؛ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۹ (ج ۳ ص ۲۰۳)؛ ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۶۷ (ج ۱ ص ۲۰۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۵۸، ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۷۴ خطبہ ۳، ج ۲ ص ۵۶ خطبہ ۲۶))؛ ج ۲ ص ۵، ۱۹ (ج ۶ ص ۱۱، ۴۷ خطبہ/۶۶)

۳۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۳ حوادث ۱۱ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۵۸ (ج ۱ ص ۱۷۴ خطبہ ۳)

۴۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۵۰ (ج ۴ ص ۸۷)؛ تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۵۶؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۷ (ج ۴ ص ۱۱۴)

۵۔ الاموال لابی عبید ص ۱۳۱ (ص ۱۷۴ حدیث ۳۵۳)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۸ (ج ۱ ص ۱۹)؛ تاریخ طبری ج ۴ ص ۵۲ (ج ۳ ص ۲۲۲)؛ مروج الذہب ج ۱ ص ۴۱۴ (ج ۲ ص ۱۳۷)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۵۴ (ج ۴ ص ۹۳)؛ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۵ (ج ۲ ص ۳۱۷)

۶۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸ (ج ۳ ص ۲۰۲ حوادث ۱۱ھ)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۱۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۴، ج ۲ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۵۶ خطبہ ۲۶، ج ۶ ص ۴۸ خطبہ/۶۶)؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۵ (۴ ص ۱۱۴)

نے کہا: اس بات کو مان لو جسے ساری قوم مان چکی ہے۔(۱) پھر ان روح فرسا مصائب کے بعد رسول خداؐ کی پارۂ جگر دردناک صدائے فریاد کے ساتھ روتی ہوئی بلند آواز سے چلاتی ہیں: ہائے بابا، !اے رسول خداؐ! آپ کے بعد میں نے خطاب اور ابوقحافہ کے بیٹے کے ہاتھوں کیا کیا نہ دیکھا۔(۲)

پھر اسی خاتون کو دیکھا جاتا ہے کہ ہاشمی عورتوں کے ساتھ فریاد کر رہی ہے: اے ابوبکر! کتنی جلدی تم نے اہل بیت رسولؐ کو تاخت و تاراج کر دیا، خدا کی قسم! اب میں مرتے دم تک عمر سے بات نہ کروں گی۔(۳)

اور اس کے بعد پیکر تقدس و عظمت امیر المومنینؑ کو کشاں کشاں بیعت کے لئے لے جایا جا رہا ہے جیسے سرکش اونٹ کو کھینچا جاتا ہے۔(۴) لوگوں کی بھیڑ تماشہ دیکھ رہی ہے، علیؑ سے کہا جا رہا ہے: بیعت کرلو۔ علیؑ کہتے ہیں: اگر میں نے بیعت نہ کی تو؟ جواب ملتا ہے: تب تو اس خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی خدا نہیں، تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ علیؑ کہتے ہیں: کیا تم بندۂ خدا اور رسول خداؐ کے بھائی کو قتل کردو گے۔(۵) مصطفیؐ کا شریک کار، علیؑ بن ابی طالبؑ قبر رسولؐ کی طرف رخ کر کے دردناک چیخ کے ساتھ روتے ہوئے فریاد کرتا ہے: ﴿يا ابنَ أمَّ! إنَّ القَوْمَ استَضعَفُونِي وَ كَادُوا يَقتُلُونَنِي﴾ ''اے میرے چچا کے بیٹے! مجھے قوم نے اس قدر توڑ دیا کہ اب قتل کرنے پر آمادہ ہیں۔(۶) پھر اسی دن جب

۱۔ روضۃ المناظر مطبوع بر حاشیہ کامل ج ۷ ص ۱۶۴ (ج ۱ ص ۱۸۹ حوادث ۱۱ھ)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۲۰)؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۶ (ج ۴ ص ۱۱۵)؛ عبد الفتاح کی الامام علیؑ ج ۱ ص ۲۲۵ (مجلد ۱ ج ۱ ص ۱۹۱)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۴؛ ج ۲ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۵۷ خطبہ ۲۶؛ ج ۶ ص ۴۹ خطبہ ۶۶)

۴۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۸۵ (ج ۴ ص ۱۳۷)؛ صبح الاعشیٰ ج ۱ ص ۲۲۸ (ج ۱ ص ۲۷۳)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۰۷ (ج ۱۵ ص ۷۴ نامہ ۹)

۵۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۳ (ج ۱ ص ۲۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۹،۸ (ج ۶ ص ۴۹ خطبہ ۶۶)؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲،۶ (ج ۴ ص ۱۱۵)

۶۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۴ (ج ۱ ص ۲۰)

علیؑ کو بیعت کے لئے گھسیٹا جا رہا تھا، ابوعبیدہ جراح، حضرت علیؑ کو سمجھاتے ہیں: بھیا! تم ابھی بچے ہو اور یہ لوگ قوم کے بزرگ ہیں، تمہارے پاس ان کے جیسا تجربہ بھی نہیں، نہ ان کے جیسے معاملات کی سوجھ بوجھ ہے، میری نظر میں خلافت کے لئے مضبوط ترین آدمی ابوبکر ہی ہے، وہ یہ بوجھ برداشت کرلیں گے، تم ابوبکر کی بیعت کرلو، اس طرح اگر تم جیتے رہے اور خلافت آگے بڑھی تو تم کو بھی خلیفہ بنالیا جائے گا، تم بلند اخلاق والے ہو، اس کے حقدار بھی ہو، تمہاری بڑی فضیلتیں ہیں، دینداری ہے، دانش وفہم ہے، اسلامی سبقت ہے، بلند نسب ہو، رسولؐ خدا کے داماد ہو۔(۱)

اسی اثنا میں گونجتی گرجتی انصار کی آواز بلند ہوئی: ہم صرف علیؑ ہی کی بیعت کریں گے۔ انہیں میں ایک بدری صحابی چلائے: ایک امیر ہم میں سے ایک امیر تم میں سے۔ عمران سے کہتے ہیں: اگر تم یہی چاہتے ہو تو تمہاری موت ہو جائے۔(۲)

اور ابوبکر نے انصار سے کہا: ہم امیر ہیں اور تم وزیر ہو، یہ خلافت ہمارے تمہارے درمیان آدھی آدھی رہے گی جیسے خرے کو دو حصوں میں بانٹ دیا جائے۔(۳)

مسطح بن اثاثہ قبر رسولؐ پر کھڑی نوحہ پڑھ رہی ہیں: یارسول اللہ!

قد کان بعدک انباء ھنبثة   لو کنت شاھد ھا لم تکثر الخطب

انا فقد ناک فقد الارض وابلھا   واختل قومک فاشھلھم ولا تغب (۴)

۱۔ الامامة والسیاسة ج۱ص۱۳ (ج۱ص۱۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۵ (ج۶ص۱۲ خطبہ ۲۶)

۲۔ صحیح بخاری، مناقب ابوبکر، باب رجم الحبلی ج۱۰ص۳۵ (ج۳ص۱۳۴۱ ح/۳۴۶۷، ج۶ص۲۵۰۶ ح/۶۴۴۲)؛ طبقات ابن سعد ج۲ص۵۵ (ج۲ص۲۶۹) ج۳ص۱۲۹ (ج۳ص۱۸۲)؛ البیان والتبیین ج۳ص۱۸۱ (ج۳ص۱۹۸)؛ سیرة ابن ہشام ج۴ص۳۳۹ (ج۴ص۳۱۰) تمہید باقلانی ص۱۹۷؛ تاریخ طبری ج۳ص۲۰۶، ۲۰۹ (ج۳ص۲۰۳، ۲۰۶)؛ مستدرک حاکم ج۳ص۶۷ (ج۳ص۷۰ ح/۴۴۲۳) ریاض النضرة ج۱ص۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴ (ج۲ص۲۰۵۔۲۰۱)؛ البدایة والنہایة ج۵ ص۲۴۶ (ج۵ص۲۶۷) تیسیر الوصول ج۲ص۴۱، ۴۵ (ج۲ص۵۰، ۵۴ ح/۳، ۴)

۳۔ صحیح بخاری، درمناقب ابوبکر (ج۳ص۱۳۴۱ ح/۳۴۶۷)؛ البیان والتبیین ج۱ص۱۸۱ (ج۳ص۱۹۹)؛ عیون الاخبار، ابن قتیبہ ج۲ص۲۳۴ (مجلد ۱ ج۵ص۲۳۳، ۲۳۴)

۴۔ طبقات ابن سعد ص۸۵۳ (ج۲ص۳۳۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۱۷ (ج۶ص۴۳ خطبہ ۲۶) ج۱ص۱۳۲ (ج۲ص۵۰ خطبہ ۲۶)

یہ تمام ہنگامہ عام لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کے لئے تھی، اصلاح امت کا ذرا بھی خیال نہ تھا، نہ کوئی سمجھتا تھا کہ یہ معاملہ بحسن وخوبی انجام پائے گا، ساری قوم پر نشہ چھایا ہوا تھا۔

اس خلافت کے متعلق کیا کہا جائے جسے ابوبکر وعمر جاہلیت کا ہنگامی حادثہ کہیں، جس کی برائیوں سے خدا نے محفوظ رکھا ہے۔(۱) عمر کہتے ہیں: اب جو بھی ایسی حرکت دہرائے اسے قتل کردو۔(۲) سقیفہ کی بیعت کے بعد کہتے ہیں کہ جو شخص مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر بیعت کرلے وہ بیعت صحیح نہیں،، اسے قتل کردو۔(۳)

ابن عباس سے کہتے ہیں: علیؑ اس امر خلافت کے لئے مجھ سے اور ابوبکر سے زیادہ اولی ہیں۔(۴) پھر کہتے ہیں: خدا کی قسم! ہم نے یہ سب کچھ دشمنی میں نہیں کیا، ہم نے دیکھا کہ ابھی وہ بچے ہیں، میرے خیال میں عرب اور قریش ان پر ایکا نہ کرتے۔ ابن عباس جواب میں کہتے ہیں: رسولؐ خدا نے تو انہیں بچہ نہیں سمجھا کیا تم اور ابوبکر انہیں بچہ سمجھتے ہو۔(۵)

عمر ابن عباس سے کہتے ہیں: ابن عباس! میرے خیال میں تمہارے صاحب مظلوم ہیں۔ ابن عباس جواب دیتے ہیں: خدا نے انہیں بچہ نہیں سمجھا جب اس نے سورہ برأۃ کی تبلیغ کا حکم بھیجا۔(۶)

۱۔ التمہید باقلانی ص۱۹۶؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص۱۹ (ج۶ ص۴۷ خطبہ ۶۶)؛ صحیح بخاری باب رجم الحبلی ج۱۰ ص۴۴ (ج۵ ص۲۵۰۵ ح/۶۴۴۲)؛ مسند احمد ج۱ ص۵۵ (ج۱ ص۹۰ ح/۳۹۳)؛ تاریخ طبری ج۳ ص۲۰۰ (ج۳ ص۲۰۵ حوادث ۱۱ھ)؛ انساب بلاذری ج۵ ص۱۵؛ تاریخ کامل ج۲ ص۱۳۵ (ج۲ ص۱۱ حوادث ۱۱ھ)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۵ ص۲۴۶ (ج۵ ص۲۶۶ حوادث ۱۱ھ)

۲۔ التمہید باقلانی ص۱۹۶؛ شرح ابن الحدید ج۱ ص۱۲۳،۱۲۴ (ج۲ ص۲۶ خطبہ ۲۶)؛ الصواعق المحرقہ، ابن حجر ص۲۱ (ص۳۶)

۳۔ صحیح بخاری ج۱۰ ص۴۴ (ج۵ ص۲۵۰۷ ح/۶۴۴۲)؛ مسند احمد ج۱ ص۵۶ (ج۱ ص۹۱ ح/۳۹۳)؛ سیرۃ ابن ہشام ج۴ ص۳۳۸ (ج۴ ص۳۰۹)؛ النہایۃ ابن اثیر ج۳ ص۱۷۵ (ج۳ ص۳۵۶)؛ تیسیر الوصول ج۲ ص۴۵ (ج۲ ص۵۴ ح/۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۱۲۸ (ج۲ ص۴۰ خطبہ ۲۶)؛ تاریخ ابن کثیر ج۵ ص۲۴۶ (ج۵ ص۲۶۷ حوادث ۱۱ھ)

۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۱۳۲ (ج۲ ص۵۷ خطبہ ۲۶)؛ ج۲ ص۲۰ (ج۶ ص۵۰ خطبہ ۶۶)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۵ ص۲۴۶ (ج۵ ص۲۶۷ حوادث ۱۱ھ)

۵۔ کنز العمال ج۶ ص۳۹۱ (ج۱۳ ص۱۰۹ ح۳۶۳۵۷)

۶۔ شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص۱۸ (ج۶ ص۴۵ خطبہ ۶۶)

حضرت علیؑ کا مطالبہ: میں بندۂ خدا ہوں اور برادر رسولؐ ہوں، میں اس امر کا زیادہ حقدار ہوں، میں تمہاری بیعت نہ کروں گا، تمہیں چاہئے کہ میری بیعت کرو۔ عمر دہاڑتے ہیں: جب تک بیعت نہ کرو گے، تمہیں چھوڑا نہ جائے گا۔ علیؑ فرماتے ہیں: اے عمر! تھن سے دودھ نکال لو کل فائدہ اٹھاؤ گے۔ (۱)

حضرت علیؑ تقریر فرماتے ہیں: اے گروہ مہاجرین! خدا کو پہچانو، محمدؐ کی حکومت کو ان کے گھر سے عرب میں نہ گھماؤ، اہل بیتؑ کے حق کو عام لوگوں میں نہ پھراؤ، بخدا! اے گروہ مہاجرین! ہم ہی تمام لوگوں سے زیادہ اس کے حقدار ہیں، کیونکہ ہم اہل بیتؑ ہیں، تم لوگوں کے مقابلے میں ہمارا ہی حق ہے، کتاب خدا کی تلاوت کرنے والا، رسوم خداوندی کا عالم، امور رعیت سے آگاہ اور ان سے حادثوں کو دفع کرنے والا، ان میں برابر سے تقسیم کرنے والا، خدا کی قسم! ہم ہی ہیں، دیکھو تم خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ راہ خدا سے بھٹک جاؤ گے اور حق سے بہت دور جا پڑو گے۔ (۲)

حضرت علیؑ وفات رسولؐ کے بعد لوگوں کو خلافت کے معاملے میں جھگڑتے دیکھ کر فرماتے ہیں:

خدا کی قسم! میں نے سوچا بھی نہ تھا، نہ دل میں خیال آیا تھا کہ عرب اس خلافت کو ہٹا کر محمدؐ کے بعد ان کے اہلبیتؑ سے کہیں اور لے جائیں گے، مجھ سے خلافت چھنے گی، تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا، مجھے سب سے زیادہ اس بات پر اذیت و حیرت ہوئی کہ لوگوں نے ابوبکر کو چن لیا، میں نے اپنا ہاتھ روک لیا اور دیکھا کہ میں ہی سب سے زیادہ لوگوں کے مقابل رسولؐ کی جگہ بیٹھنے کا حقدار ہوں۔ (۳)

پھر اس کے بعد حضرت علیؑ رسولؐ خدا کی بیٹی فاطمہؑ کو خچر پر بیٹھا کر رات کے وقت انصار کی بزم میں گئے اور ان سے مدد طلب کی۔

وہ کہتے ہیں: اے رسولؐ کی بیٹی! اب تو ابوبکر کی بیعت کر لی گئی، اگر آپ کے شوہر ابوبکر سے پہلے ہمارے پاس آجاتے تو ہم ان سے روگرداں نہ ہوتے۔ حضرت علیؑ نے ان سے کہا: کیا میں رسولؐ کی لاش

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۲ (ج ۱ ص ۱۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵ (ج ۶ ص ۱۱ خطبہ ۶۶)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۲ (ج ۱ ص ۱۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵ (ج ۶ ص ۱۲ خطبہ ۶۶)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۲۰ (ج ۱ ص ۱۳۳)

گھر میں چھوڑ دیتا اور حکومت کے لئے جھگڑا کرتا۔ فاطمہؑ نے فرمایا: ابوالحسنؑ نے جو کچھ کیا وہ مناسب تھا، جو کچھ ان لوگوں نے کیا وہ اللہ سمجھے گا۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! ابو قحافہ کے بیٹے نے زبردستی پیراہن خلافت پہن لیا، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی میں قطب کا ہوتا ہے۔

یہ خطبہ شقشقیہ کے نام سے موسوم ہے، اس کے صحت و اثبات پر فریقین کے جلیل القدر علماء نے بہترین داد سخن دی ہے، ان کے بیان کے مطابق بلاشبہ یہ کلام امیرالمومنینؑ ہی ہے، کسی جاہل کا یہ قول سننے کے قابل نہیں کہ یہ کلام شریف رضی کا ہے، صدر اول اسلام سے آج تک لوگ اس کی روایت کرتے چلے آرہے ہیں، جب کہ سید رضی اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

جن علماء نے اس کی روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں:

حافظ یحیی حمانی؛ ابو جعفر دعبل خزاعی؛ ابو جعفر بن برقی؛ ابو علی جبائی؛ علی بن فرات؛ ابوالقاسم بلخی؛ ابو احمد جلودی؛ ابن قبہ؛ حافظ طبرانی؛ ابو جعفر بابویہ قمی؛ حسن بن عبداللہ عسکری؛ ابو عبداللہ مفید؛ قاضی عبد الجبار معتزلی؛ حافظ بن مردویہ؛ وزیر ابو سعید آبی؛ شریف مرتضی؛ شیخ طوسی؛ ابوالفضل میدانی؛ ابو محمد عبد اللہ بن احمد؛ قطب الدین راوندی؛ ابو منصور طبرسی؛ ابوالخیر مصدق بن شبیب صلحی نحوی؛ ابن اثیر جزری؛ سبط بن جوزی؛ ابن ابی الحدید معتزلی؛ ابن میثم بحرانی؛ ابوالفضل جمال الدین بن منظور افریقی؛ مجد الدین فیروز آبادی۔

عصر حاضر کے شاعر نیل ''محمد حافظ ابراہیم'' کو کیا کہا جائے جو دبی چنگاری کریدتے ہوئے یا بھولے بسرے پاپ کو دہراتے ہوئے (جو کسی حال میں بھی بھلایا نہیں جا سکتا) گذرے لوگوں کی ثنا خوانی کرتا ہے، قصیدہ عمریہ میں لہک لہک کے گنگناتا ہے:

''اور بات یوں ہوئی کہ عمر نے علیؑ سے کہا، دونوں ہی بڑے شریف و عظیم تھے، سننے والا بھی اور کہنے والا بھی: میں تمہارا گھر جلا دوں گا کہ اس میں کوئی باقی نہ رہ جائے گا، اگر تم نے بیعت نہ کی، چاہے اس میں رسولؐ خدا کی پارہ جگر ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ بات سوائے عمر کے اور دوسرا کوئی نکال بھی نہیں

سکتا تھا، وہ بہادران عدنان کے پیشوا اور مددگار تھے''۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ مصر والوں نے ۱۹۱۸ھ میں ایک بزم سجائی اور متذکرہ قصیدہ کو پڑھا پھر اسے روزناموں اور ماہناموں میں شائع کیا، اس کے بعد احمد امین، احمد زین، ابراہیم ابیاری، علی جارم، علی امین، خلیل مطران اور مصطفیٰ دمیاطی جیسے دانشوروں نے ان اشعار پر مشتمل دیوان مرتب کر کے شائع کیا، جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے اس قصیدہ کی بار بار اشاعت ہوئی اور اس پر شرحیں اور حواشی کے انبار لگائے۔ دمیاطی اس کے دوسرے شعر کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ رسولؐ خدا کی پارۂ جگر کا گھر میں ہونا بھی علیؑ کو عمر سے بچا نہ سکا۔

پھر آگے شرح کرتے ہیں اور ابن جریر طبری کی روایت نقل کرتے ہیں کہ زیاد بن کلیب کا بیان ہے کہ عمر حضرت علیؑ کے گھر پر آئے، اس میں طلحہ، زبیر اور دوسرے مہاجرین تھے، عمر نے کہا: بخدا! میں تم سب کو جلا دوں گا ورنہ گھر سے باہر نکل کر بیعت کرو۔ یہ سن کر زبیر تلوار بھانجتے نکلے تو ان سے تلوار گر گئی، لوگوں نے جھپٹ کر ان کو دبوچ لیا اور تلوار چھین لی۔ اس روایت میں زیاد و ابو معشر کوفی ہے تو وہ موثق ہے۔

لوگوں نے اس قصیدہ پر ایسا شور مچایا ہے کہ جیسے اس نے علم کا خزانہ امت کے حوالے کر دیا یا جدید رائے صالح عطا کی ہے۔ یا پھر حضرت عمر کی کوئی بڑی فضیلت بیان کر دی ہے، جس سے امت اور جناب رسول خداؐ خوش ہو جائیں گے..... پھر تو رسول خداؐ کو مبارک باد ہو کہ ان کی صدیقہ پارۂ جگر کی حرمت کا ذرا بھی پاس ولحاظ نہ کیا گیا، پاکیزہ گھر میں رہنے والے جلنے سے نہ بچ سکے، ہاں! انتخاب کی کیا شان ہے، اس بیعت کو مبارک جو اس طرح ڈرانے دھمکانے سے پوری ہوئی اور حادثوں کی چھاؤں میں پوری ہوئی.... ہم ان باتوں کو چھیڑنا نہیں چاہتے، ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ خلیفہ اول کی قبل اسلام اور بعد اسلام نفسیاتی حالت کو پیش کریں، جو عام لوگوں سے ذرا بھی مختلف نہیں، انہیں تو خلیفہ منتخب ہونے سے بزرگی مل گئی۔

یہاں دو باتیں موضوع بحث ہوں گی: منقولہ فضائل اور ان کے فضائل نفسانی۔

منقولہ فضائل:

کیا واقعی ابوبکر کے بارے میں رسول اعظمؐ سے فضائل کی حدیثیں مروی ہیں؟ کیا لوگوں نے جو تعریف کے پل باندھے ہیں وہ روایات صحیح ہیں؟! ہم یہاں تجزیہ کر کے حقیقت واضح کریں گے، اس سلسلے میں انہیں ائمہ حدیث کی باتیں نقل کریں گے جو صحیح وسقیم کا اچھا معیار رکھتے ہیں اور معتبر ہیں۔

فیروز آبادی خاتمہ سفر السعادہ (۱) میں فضائل ابوبکر کے سلسلے میں ابواب کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ ان میں ایک روایت بھی صحیح نہیں، علمائے حدیث کے یہاں ثابت نہیں۔ (۲)

پھر آگے کہتے ہیں:

فضائل ابوبکر صدیق میں سبھی حدیثیں جعلی ہیں، مشہور ترین حدیث ہے کہ خدا لوگوں پر عمومی جلوہ دکھاتا ہے اور ابوبکر پر خصوصی جلوہ دکھاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث ہے: خدا نے جو کچھ میرے سینے میں انڈیلا وہ سب کا سب ابوبکر کے سینے میں اونڈیل دیا۔ تیسری حدیث ہے: جب رسولؐ پر جنت کا اشتیاق زور مارتا تو ابوبکر کی ڈاڑھی چومتے تھے۔ چوتھی حدیث ہے: میں اور ابوبکر گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہیں یعنی دونوں برابر ہیں۔ پانچویں حدیث ہے: خدا نے جب ارواح کو منتخب کیا تو خاص طور سے روح ابوبکر کو چنا۔

اس قسم کی اور بھی مہمل اور جھوٹی احادیث ہیں جنہیں معمولی عقل والا بھی نہ مانے گا۔

عجلونی کشف الخفاء میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر کے فضائل میں مروی تمام احادیث جھوٹی اور جعلی ہیں۔ (۳) سیوطی نے اللئالی المصنوعۃ میں لکھا ہے کہ فضائل ابوبکر میں تیس احادیث متاخرین علماء نے نقل کی ہیں، سبھی سند کے اعتبار سے جعلی ہیں۔ (۴)

پھر ان کے جذبات پر سخت دھچکا لگا کہ تمام حدیثیں جعلی ہیں۔ اسی لئے ایک حدیث لکھی کہ رسول

۱۔ سفر السعادۃ (ج ۲ ص ۲۰۷)

۲۔ سفر السعادۃ (ج ۲ ص ۲۱۱)

۳۔ کشف الخفاج ۲ ص ۴۲۴۔ ۴۱۹

۴۔ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۳۰۲۔ ۲۸۶

خداؐ کا ارشاد ہے: جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو جہاں میں گیا، میں نے وہاں لکھا ہوا دیکھا: **محمد رسول الله و ابوبکر الصدیق من خلقی** ''محمد خدا کے رسول ہیں اور ابوبکر صدیق میرے جانشین ہیں''۔

آگے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث جعلی ہے، کیونکہ اسکی سند میں عبداللہ بن ابراہیم غفاری (۱) ہے جو بہت زیادہ جھوٹی حدیثیں گڑھتا تھا، اس کے شیخ عبدالرحمٰن بن زید کو بھی ضعیف کہتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے حسن ہونے کے متعلق میں نے استخارہ کیا کیونکہ شواہد زیادہ ہونے کی وجہ سے جعلی اور ضعیف نہیں ہوسکتی۔ پھر انہوں نے شواہد کا تذکرہ کیا جو صحیح نہ تھے، سبھی وضاع و کذاب تھے یا جن کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق تھا یا گمنام تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا استخارہ شر کو خیر، سقیم کو صحیح اور منکر کو معروف بنا دے گا!!!؟

جن لوگوں نے اس جھوٹی حدیث کے راویوں کو ضعیف اور گڑھنے والا کہا ان کا بیان بھی سن لیجئے:

۱۔ خطیب بغدادی کے طریق کا بیان پانچویں جلد میں بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ طریق بزار میں عبداللہ بن ابراہیم غفاری وضاع ہے۔ (۲)

۳۔ طریق بن شاہین بھی خطیب بغدادی کی طرح ذہبی و ابن حجر وغیرہ نے باطل کہا ہے۔ (۳)

۴۔ طریق دارقطنی میں بقول سیوطی محمد بن فضل گمنام ہے۔ (۴)

۵۔ طریق دیلمی میں عبدالمنعم کذاب و وضاع ہے، جس نے دو سو جھوٹی حدیثیں گڑھی ہیں (۵)

۱۔ میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۶۰۹ نمبر ۷۸۰۹)؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۳۵ (ج ۵ ص ۲۶۵ نمبر ۷۶۰۲)؛ اللآلی المصنوعۃ (ج ۱ ص ۲۹۶)؛ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۳۸ (ج ۵ ص ۱۲۱)؛ کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۳۷)

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۷۸ (ج ۶ ص ۱۶۱)؛ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۲۹۶

۳۔ میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۶۰۹ نمبر ۷۸۰۹)؛ تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۱۲۱)

۴۔ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۲۹۷؛ کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۳۵۶)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۶۶۸ نمبر ۵۲۷۰)؛ لسان المیزان ج ۴ ص ۷۵ (ج ۴ ص ۸۸ نمبر ۵۳۲۶)؛ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ج ۱ ص ۱۵۸)

اور عبدالرحمٰن بن زید پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ ضعیف ہے۔

۶۔ طریق ختلی میں حسن بصری کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے ساق عرش پر لکھا دیکھا: لا الـه الا الله و وحده لا شريک لـه محمد رسول الله و زيراه ابوبکر الصديق وعمر الفاروق ''خدا ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور ان کے دو وزیر ہیں، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق''۔

دار قطنی کہتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، ثابت نہیں۔(۱) ابوسہل اور نصر بن حریش ضعیف ہیں، پھر یہ کہ حسن بصری نے رسولؐ کا زمانہ کہاں پایا کہ وہ رسول خداؐ سے روایت کریں۔

۷۔ طریق ابن عساکر میں حارث بن زیاد ہے جس کے لئے ذہبی کہتے ہیں کہ ضعیف اور مجہول ہے۔(۲) ابن عساکر کا ایک دوسرا طریق بھی ہے جس میں محمد بن عبد حدیث گڑھتا ہے (۳) اور عصام بن یوسف کو ابن سعد نے ضعیف کہا ہے۔(۴)

قول فیروز آبادی کی تائید الغدیر جلد پنجم کے مطالعہ سے بھی ہو سکتی ہے جس میں فضائل ابوبکر کے سو گوشے بیان کر کے حفاظ و محدثین کے حوالے پیش کر چکا ہوں، اس طرح ۴۵ موضوع روایات منقبت جو خلافت کے بارے میں ہیں، ان کی بھی نشاندہی مندرجہ ذیل حفاظ نے کی ہے:

ابن عدی، طبرانی، ابن حبان، نسائی، حاکم، دار قطنی، عقیلی، ابن مدینی، ابوعمر، جوزقانی، محب طبری، خطیب بغدادی، ابن جوزی، ابوزرعہ، ابن عساکر، فیروز آبادی، اسحاق ختلی، ابن کثیر، ابن قیم، ذہبی، ابن تیمیہ، ابن ابی الحدید، ابن حجر ہیثمی، ابن حجر عسقلانی، حافظ مقدسی، سیوطی، صغانی، ملا علی قاری، عجلونی، ابن درویش حوت۔

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۸۶

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۳۴۳ نمبر ۱۶۱۸)؛ لسان المیزان ج ۲ ص ۱۴۹ (ج ۲ ص ۱۹۰ نمبر ۲۱۸۵)

۳۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۸۸؛ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۹۶ (ج ۳ ص ۶۳۲ نمبر ۷۹۰۰)؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۷۲ (ج ۵ ص ۳۰۷ نمبر ۷۷۱۶)؛ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۳، ۱۲۱ (ج ۱ ص ۴، ۲۳۴)

۴۔ الثقات (ج ۸ ص ۵۲۱)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۳۷۱ نمبر ۱۵۳۴)؛ لسان المیزان ج ۴ ص ۱۶۸ (ج ۴ ص ۱۹۴ نمبر ۵۶۱۹)

فضائل کی ان روایات کے موضوع اور جعلی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ صحاح ستہ اور سنن و مسانید قدیم میں کہیں ان کا تذکرہ نہیں، اگر ان کے نزدیک بھی روایت صحیح ہوتی تو ہرگز کوئی انہیں چھوڑتا نہیں۔

خود خلیفہ کو اگر ان روایات کے متعلق صحت کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو ابوعبیدہ جیسے گورکن کو اپنے سے زیادہ حقدار خلافت نہ سمجھتے، پھر یہ کہ جس دن ہر شخص اپنی اپنی برتری جتا کر خلافت کا اپنے کو حقدار بتا رہا تھا وہاں بھی ان روایات کو بطور ثبوت پیش نہیں کیا گیا، صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ رسول خداؐ کے یار غار، صحابی رسولؐ اور سب سے مسن ہیں، حالانکہ ان کے باپ ان سے بھی زیادہ مسن تھے۔ مریدوں نے جو ہانک لگائی ہے وہ صرف یہ کہ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے پہلے نماز پڑھی۔ ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ابوبکر نے کہا: کیا میں خلافت کے لئے سب سے اولیٰ نہیں ہوں، کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا، کیا میں ایسا نہیں ہوں، کیا میں ویسا نہیں ہوں.....۔(۱)

ابونصرہ سے بھی یہی مروی ہے کہ انہوں نے رسولؐ کے ساتھ اپنی رفاقت کے تذکرے کئے۔(۲) لیکن راویوں نے جن باتوں کو ایسا ویسا کہہ کے حذف کیا ہے، ممکن ہے بلکہ واقعی کبھی بھی نہیں صرف دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے ابہام پیدا کیا گیا ہے۔

اگر تاریخ دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اول مسلم اور اول نمازی حضرت علیؑ ہیں۔ ہم نے تیسری جلد میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ابوبکر پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔(۳) اگر صحابائے کبار۔ ان کی ایک بھی منقبت جانتے تو بیعت لینے میں دھونس دھمکی کی ضرورت نہ پڑتی، سقیفہ کے دن حضرت عمر نہ دہاڑتے، ابوبکر کی ان تین فضیلتوں کے مقابلے میں کون آتا: وہ یار غار ہیں، پہلے

۱۔ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۵۷۱ نمبر ۳۶۶۷)؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج ۱۵ ص ۲۷۹ حدیث ۶۸۶۳)؛ معرفۃ الصحابہ ابی نعیم (ج ۱ ص ۱۵۹)؛ کنز العمال ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۵ ص ۵۸۵ ح ۱۴۰۴۱)؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۰۹ (ج ۳ ص ۳۱۴ نمبر ۳۰۶۴)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۳ ص ۲۷ (ج ۳ ص ۳۷)

۲۔ طبقات بن سعد طبع لیدن ج ۳ ص ۱۲۹ (ج ۳ ص ۱۸۲)؛ کنز العمال ج ۳ ص ۱۲۶ (ج ۵ ص ۵۹۰ ح ۱۴۰۵۱)

۳۔ تاریخ طبری (ج ۲ ص ۳۱۶)

مسلمان ہیں اور سب سے مسن ہیں۔(۱)

برخلاف اس کے سلمان فارسی نے کہا کہ تم نے زیادہ مسن ہونے کا خیال کیا اور اہل بیتؑ کو چھوڑ دیا۔(۲) عثمان بن عفان نے کہا: ابوبکر صدیق خلافت کے زیادہ حقدار تھے، صدیق، یار غار اور صحابی رسولؐ تھے۔(۳) مغیرہ بن شعبہ نے ابوبکر و عمر سے کہا: چلو عباس کو ہم خیال بنالو تو علیؑ کا استدلال کچھ کمزور ہوجائے گا۔ یہ لوگ عباس کے پاس جا کر کہنے لگے: ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں اپنا شریک اقتدار بنالیں کیوں کہ آپ رسولؐ کے چچا ہیں ....(۴) پھر دیکھئے کہ بیعت چار پانچ آدمیوں نے کی: عمر، ابوعبیدہ، اسید، بشیر، سالم مولی حذیفہ۔

اور مخالفین بیعت کی تفصیل دیکھئے: علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، عباس اور تمام بنی ہاشم، سعد بن عبادہ اور ان کے صاحبزادے اور پورا خاندان، حباب بن منذر اور ان کے ہمنوا، طلحہ، زبیر، سلمان، عمار، مقداد، خالد بن سعد، سعد بن ابی وقاص، عتبہ بن ابولہب، براء بن عاذب، ابی بن کعب، ابوسفیان اور دوسرے بہت سے لوگ۔(۵)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عام طور سے مہاجرین اور بزرگ انصار اس بات میں ذرا بھی شک نہیں رکھتے تھے کہ رسول خداؐ کے بعد خلافت کے حقدار علیؑ ہیں۔(۶) عتبہ بن ابولہب کے تو اس موقع پر کہے

۱۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۴۰ (ج ۴ ص ۳۱۱)؛ الریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۶۲، ۱۶۶ (ج ۲ ص ۲۰۳، ۲۰۶)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۴۷، ۲۴۸ (ج ۵ ص ۲۶۷، ۲۶۸ حوادث ۱۱ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۶ (ج ۶ ص ۳۸ خطبہ ۶۶)؛

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۱؛ ج ۲ ص ۱۷ (ج ۲ ص ۴۹ خطبہ ۲۶؛ ج ۶ ص ۴۳ خطبہ ۶۶)

۳۔ کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۰ (ج ۵ ص ۶۵۳ نمبر ۱۴۱۴۲)

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۵ (ج ۱ ص ۲۱)؛ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۳، ۱۰۴ (ج ۲ ص ۱۲۵۔۱۲۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۵۲ خطبہ ۲۶)

۵۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۲ ص ۱۲۴)؛ ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۱۶۷ (ج ۲ ص ۲۰۷)؛ تاریخ ابوالفداء ج ۱ ص ۱۵۶؛ روضۃ المناظر، حاشیہ الکامل ج ۷ ص ۱۶۴؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۴ (ج ۲ ص ۵۶ خطبہ ۲۶)

۶۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸ (ج ۶ ص ۲۱ خطبہ ۶۶)

گئے پانچ اشعار (۱) جن میں سبقت ایمان، علم، تدفین رسول کی روشنی میں بیعت ابوبکر کو فتنہ کہا گیا ہے۔ اسی طرح قصی کے بھی اشعار ہیں۔ (۲)

فضائل نفسانی:

اب ذرا اخلاقی حالت کا بھی تجزیہ ہو جائے، ہم چاہتے ہیں کہ خلیفہ کی علمی و نفسیاتی حالت کو پرکھا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان میں کوئی فضیلت تھی یا نہیں، اگر کوئی فضیلت ہو اور اسے نہ مانا جائے تو یہ ان پر ستم ہوگا اور اگر نہ ہو اور مانا جائے تو یہ غلو ہوگا۔

اس سلسلے میں قبل اسلام کا تجزیہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ اسلام نے جاہلی عہد کے تمام گناہ دھوئے ہیں، اس لئے عکرمہ کی اس روایت پر کوئی دھیان نہیں دینا چاہئے، جس میں انہوں نے کہا کہ ابوبکر قمار (جوا) حرام ہونے سے قبل ابی بن خلف اور دوسرے مشرکین کے ساتھ قمار سے شوق فرماتے تھے۔ (۳)

جصاص نے احکام القرآن (۴) میں لکھا ہے کہ اہل علم کے یہاں کوئی اختلاف نہیں کہ قمار حرام ہے اور آپس میں شرط لگانا بھی قمار ہی ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ شرط لگانا جوا ہے اور اہل جاہلیت اپنے مال اور بیوی کی شرط لگایا کرتے تھے۔ پہلے یہ مباح تھا پھر حرام کر دیا گیا۔ خود ابوبکر بھی مشرکین کے ساتھ شرط لگایا کرتے تھے، جب آیۂ مبارکہ ﴿ الم غلبت الروم ﴾ نازل ہوئی تو انہوں نے شرط لگانا چھوڑ دی۔

اسی طرح ابوبکر اسکافی (۵) کی بات پر بھی کوئی توجہ نہ دینی چاہئے کہ ابوبکر قبل اسلام مشہور رئیس

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۲ ص ۱۲۴)؛ رسائل جاحظ ص ۲۲؛ اسد الغابۃ ج ۳ ص ۴۰ (ج ۴ ص ۱۲۴ نمبر ۳۷۸۳) تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۶۴؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۹ (ج ۱۳ ص ۲۳۲، خطبہ ۲۳۸)

۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۵ (ج ۲ ص ۱۲۶)

۳۔ کشف الغمہ، شعرانی ج ۲ ص ۱۵۴

۴۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۸ (ج ۱ ص ۳۲۹)

۵۔ رسائل جاحظ ص ۳۴ (ص ۱۴۳، الرسائل السیاسۃ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۶۴ (ج ۱۳ ص ۲۴۹ خطبہ ۲۳۸)

تھے، ان کے پاس مکہ والے جمع ہوتے اور نغموں اور افسانوں کی بزم آراستہ ہوتی، شراب کے دور چلتے۔
فاکہی بھی کتاب مکہ میں لکھتے ہیں کہ ابو قوص کا بیان ہے کہ ابو بکر زمانہ جاہلیت میں شراب پیتے تھے، اسی حالت میں مقتولین بدر کا نوحہ پڑھنے لگے جو مشرک تھے:

تحیی ام بکر بالسلام　　　وهل لی بعد قومک من سلام

جب رسول خداؐ کو معلوم ہوا تو غصے میں انہیں ڈھونڈھتے ہوئے آئے، عمر نے آتا ہوا دیکھ لیا، جب رسول خداؐ کے سرخ انگارہ چہرے پر نظر پڑی تو کہا: میں غضب رسول خداؐ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، خدا کی قسم! اب کبھی اسے ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ پھر سب سے پہلے حضرت ابو بکر ہی نے اپنے اوپر شراب حرام کی۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول (۱) میں اس روایت کو لکھ کر تبصرہ کیا ہے مگر اسے دل قبول نہیں کرتا گویا حکیم اس روایت کو عام لوگوں سے سنتے تھے لیکن عقیدت کی وجہ سے اس کو ماننے پر آمادہ نہیں تھے۔
ابن حجر نے بھی اصابہ (۲) میں لکھ کر تبصرہ کیا ہے کہ نفطویہ نے اس پر تنقید کی ہے کہ شراب حرام ہونے سے قبل ابو بکر نے شراب پی تھی اور مشرکین کے مقتولین بدر کا نوحہ پڑھا تھا۔

حدیث ابو القوص تفسیر طبری (۳) میں سند کے ساتھ یوں ہے:

ابو القوص کا بیان ہے کہ زید بن علی نے کہا کہ شراب کے بارے میں تین بار آیت نازل ہوئی، پہلی ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾ ''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور بہت سے فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ فائدے سے کہیں زیادہ ہے''۔ (۴)

۱۔ نوادر الاصول ص ٦٦ (ج ۱ ص ۱۵۷ اصل ۴۴)
۲۔ الاصابۃ ج ۴ ص ۲۲
۳۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۰۳ (مجلد ۲ ج ۲ ص ۳۶۲)
۴۔ بقرہ/۲۱۹

لوگ اس کے بعد بھی پیتے رہے، یہاں تک کہ دوآدمیوں نے پی کرنماز پڑھی اور اس طرح قرأت کررہے تھے جو سمجھ میں نہ آرہی تھی، اس وقت آیت نازل ہوئی: ﴿یاأیُّھا الَّذِینَ آمَنُوا لاتَقرَبُوا الصَّلاۃَ وَأنتُمْ سُکَارَیٰ حَتَّی تَعلَمُوا مَا تَقُولُون﴾ ''ایمان والو! خبردار نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جانا جب تک یہ ہوش نہ آجائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو''۔(۱) پھر بھی اکثر لوگ پیتے رہے، وہ کہتے تھے کہ ہم نماز کے وقت نہیں پئیں گے۔ ابوالقموص کے گمان کے مطابق ایک شخص نے اس کے بعد بھی شراب پی اور مشرکین کے مقتولین بدر کا نوحہ پڑھنے لگا:

تحیی بالسلامۃ ام عمرو — وھل لک بعد رھطک من سلام

جب رسول خداؐ کو معلوم ہوا تو غصے میں یوں آرہے تھے کہ آپ کی ردا زمین پہ خط دے رہی تھی، جب اس شخص نے رسول خداؐ کو غصے میں آتا دیکھا تو چلانے لگا: میں خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں، خدا و رسولؐ کے غضب سے، اب کبھی شراب نہ پیوں گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿یَاأیُّھا الَّذِینَ آمَنُوا إنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْأنصَابُ وَالْأزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ....﴾ ''اے ایمان لانے والو! بے شک شراب، جوا اور پانسے گندگی ہیں کیا تم اب بھی باز نہ آؤ گے''۔(۲) اس وقت عمر نے کہا: ہم باز آئے، ہم باز آئے۔

اور بزار نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ اس دن ہم ہی ساقی تھے، ایک شخص ابوبکر نامی آیا اور اس نے پی کر ''احیی ام بکر بالسلام '' گنگنانے لگا، اسی وقت ایک مسلمان نے آکر ڈانٹا کہ یہ کیا کررہے ہو، خدا نے شراب حرام ہونے کی آیت نازل کردی ہے۔(۳) ابن حجر فتح الباری(۴) میں اور عینی عمدۃ القاری(۵) میں لکھتے ہیں کہ اس میں ابوبکر بھی تھے لیکن دل نہیں مانتا حالانکہ اس کی سند بالکل پاک وصاف ہے۔

۱۔ نساء/۴۳ — ۲۔ مائدہ/۹۰

۳۔ مجمع الزوائد ج۵ص۵۱ — ۴۔ فتح الباری ج۱۰ص۳۰(ج۱۰ص۳۷)

۵۔ عمدۃ القاری ج۲۰ص۸۴(ج۲۱ص۱۶۸)

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

ذرا ابن حجر کی اندھی عقیدت ملاحظہ فرمائیے، خلیفہ کی محبت میں صحیح روایت کو ماننے پر بھی آمادہ نہیں۔

اس دن شراب پینے والے گیارہ افراد تھے۔(۱)

۱۔ابوبکر بن قحافہ: ان کی عمر (۵۸) سال تھی۔

۲۔عمر بن خطاب: ان کی عمر اس وقت (۴۵) سال تھی۔

۳۔ابوعبیدہ جراح: یہ (۴۸) سال کے تھے۔

۴۔ابوطلحہ زید بن سہل: جن کے گھر میں بزم شراب جمی تھی، ان کی عمر (۴۴) سال تھی۔

۵۔سہیل بن بیضاء: اس واقعہ کے بعد بہت بوڑھے ہو کر مرے۔

۶۔ابی بن کعب؛

۷۔ابودجانہ سماک بن خرشہ؛

۸۔ابوایوب انصاریؓ؛

۹۔ابوبکر بن شغوب؛

۱۰۔انس بن مالک: جو ساقی تھے، ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔

سنن بیہقی میں انس کا بیان ہے کہ میں ساقی تھا اور سب سے کمسن تھا۔(۲) اس میں ابن حجر گیارہویں آدمی کو پی گئے ہیں، وہ معاذ بن جبل تھے (۳)، ان کی عمر ۲۳ سال کی تھی۔(۴)

متذکرہ تمام افراد حرمت خمر کی دونوں آیتیں نازل ہونے کے بعد بھی پیتے رہے اور تاویلیں کرتے

۱۔فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۰ ۲۔سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹۰

۳۔تفسیر جامع البیان ج ۷ ص ۲۴ (مجلد ۵ ج ۷ ص ۳۷)؛ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۵۲؛ عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۸۹ (ج ۲۱ ص ۱۶۸)؛ درمنثور ج ۲ ص ۳۲۱ (ج ۳ ص ۱۷۲)؛ شرح صحیح مسلم نووی مطبوع برحاشیہ ارشاد الساری ج ۸ ص ۲۳۲ (ج ۱۳ ص ۱۵۰)

۴۔صفۃ الصفوۃ (ج ۱ ص ۵۰۲ نمبر ۵۱)

رہے، جب سورۂ مائدہ کی آیت میں ﴿فهل انتم منتهون﴾ نازل ہوئی اور لوگوں نے رسول خداؐ کا غصہ دیکھا تو سمجھ گئے کہ تیسری آیت میں سخت دھمکی ہے تو عمر نے کہا: ہم باز آئے۔(۱) علامہ آلوسی بھی لکھتے ہیں کہ دونوں آیات شراب نازل ہونے کے بعد بھی کبار صحابہ شراب پیتے رہے۔(۲) جن لوگوں نے حرمت شراب نازل ہونے کی تاریخ کا تذکرہ چھیڑ کر ابہام پیدا کرنا چاہا ہے، وہ مہمل ہے۔

حالت بعد اسلام

ابو بکر کے یہاں اسلام لانے کے بعد بھی نہ کہیں علمی رسوخ کا نشان ملتا ہے، نہ جہاد میں پیش رفت کا، نہ اخلاقی برتری کا، نہ ہی عبادت میں والہانہ پن کا، نہ بنیادی امور میں استحکام کا۔ ان کا علم تفسیر و حدیث میں رسوخ معلوم کرنا ہو تو کتابیں کھنگال ڈالئے نہ کوئی قول ملتا ہے، نہ کسی سوال کا جواب۔ ہاں! اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی اپنے دوست عمر کی طرح (سورۂ عبس میں) ''اب'' کے معنی نہیں جانتے تھے، جب کہ عام دیہاتی اس کا مفہوم جانتا تھا، بازاری لوگ بھی جانتے ہیں اور عام طور سے یہ لفظ بولتے رہے ہیں، اس سے زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ بعض لوگ صفائی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تفسیر قرآنی کے متعلق احتیاط کا مظاہرہ کرتے تھے، لیکن قرآن جاننے والے جانتے ہیں کہ مغاذی قرآن، یقین مراد، بیان مجمل اور تاویل متشابہ میں احتیاط کا مظاہرہ کرنا چاہئے، ان معاملوں میں خود شریعت میں منع کیا گیا ہے لیکن عام بول چال میں آنے والے الفاظ کے احتیاط کا کوئی محل و موقع نہیں، ہر شخص اپنی سرشت و طبیعت سے سمجھ لیتا ہے۔

۱۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۲۸ (ج ۳ ص ۳۲۵ ح ۳۶۷۰)؛ مسند احمد ج ۱ ص ۵۳ (ج ۱ ص ۸۶ ح ۳۸۰)؛ سنن نسائی ج ۸ ص ۲۸۷ (ج ۳ ص ۲۰۲ ح ۵۰۴۹)؛ تفسیر جامع البیان ج ۷ ص ۲۲؛ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۵؛ احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۲۴۵ (ج ۱ ص ۳۲۳)؛ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۷۸ (ج ۲ ص ۳۰۵ ح ۳۱۰۱) (ذہبی نے مستدرک کے ساتھ چھپنے والی تلخیص مستدرک میں اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے)؛ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۰۰ (ج ۵ ص ۱۳۰)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۰۰، ۲۵۵، ج ۲ ص ۹۲؛ تیسیر الوصول ج ۱ ص ۱۲۴ (ج ۱ ص ۱۴۸ ح ۱۱)؛ تفسیر خازن ج ۱ ص ۵۱۳ (ج ۱ ص ۴۹۱)؛ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۵۸ (ج ۱۲ ص ۸۱) فتح الباری ج ۸ ص ۲۲۵ (ج ۸ ص ۲۷۹)؛ درمنثور ج ۱ ص ۲۵۲ (ج ۱ ص ۶۰۵)

۲۔ تفسیر آلوسی ج ۲ ص ۱۱۵، ج ۷ ص ۱۷

اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ شخص اپنی قوم کی زبان سے بھی نا آشنا تھا تو کیا اس شخص نے آیت قرآنی پر بھی نظر نہ ڈالی جس میں خدا ''فاکھه و اب'' روشن طریقہ سے فرماتا ہے:

﴿متاعالکم و لا نعامکم﴾ ''یہ تمہاری اور تمہارے جانوروں کی بہرہ مندی کے لئے''۔ گویا خدا نے یہاں مقام امتنان میں فرمایا ہے کہ ''فاکھه'' انسانوں کے لئے اور ''اب'' جانوروں کے لئے ''فاکھه'' کا مطلب پھل اور ''اب'' کا مطلب گھانس، گیاہ وغیرہ ہے۔

ابو القاسم بغوی ابن ابی ملیکہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ کون سی زمین مجھے پناہ دے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا جب کہ میں قرآن کے متعلق مراد خداوندی کے خلاف بات کروں۔

ایسی ہی روایت ابوعبیدہ تیمی سے کرتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ میں کہاں جاؤں، میں کیا کروں....(۱)

کلالہ:

خلیفہ کو اپنے دوست عمر کی طرح ''کلالہ'' کا مطلب معلوم نہیں تھا، سورۂ نساء کی آخری آیت:

﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ....﴾ ''لوگ تم سے فتوی طلب کرتے ہیں، کہہ دو کہ خدا تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے، اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے کوئی فرزند نہ ہو اور صرف لڑکی ہو تو اسے ترکہ نصف دیا جائے''۔

۱۔ جامع لاحکام القرآن، قرطبی ج۱ص۲۹ (ج۱ص۲۷، ج۱۹ص۱۴۵)؛ مقدمۃ فی اصول التفسیر، ابن تیمیہ ص۳۰ (ص۴۷)؛ الکشاف ج۳ص۲۵۳ (ج۴ص۷۰۴)؛ درمنثور ج۶ص۳۱۷ (ج۸ص۴۲۱)؛ تفسیر ابن کثیر ج۱ص۵،۶؛ اعلام الموقعین ص۲۹ (ج۱ص۵۴)؛ تفسیر خازن ج۴ص۳۷۴ (ج۴ص۳۵۴)؛ تفسیر ابی السعود (ج۹ص۱۱۲)؛ فتح الباری ج۱۳ص۲۳۰ (ج۱۳ص۲۷۱)؛ تفسیر کلبی ج۴ص۱۸۰

ائمہ حدیث نے صحیح سندوں اور معتبر رجال کے ساتھ شعبی سے روایت کی ہے کہ ابوبکر سے ''کلالہ'' کا مطلب پوچھا گیا۔ فرمایا: میں اپنی رائے سے بتا رہا ہوں، اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو وہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے اور خدا اور رسولؐ اس سے بری ہیں، میرے خیال میں ''کلالہ'' اسے کہتے ہیں جو باپ اور بیٹے کے علاوہ ہو۔ جب عمر خلیفہ ہوئے اور ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں خدا سے شرم کرتا ہوں کہ جس بات کو ابوبکر نے بتایا ہے اس کی تردید کروں۔(۱)

تبصرۂ علامہ امینی:

یہ حضرت عمر کی دوسری رائے ہے، پہلی رائے یہ تھی کہ ''کلالہ'' اسے کہتے ہیں جس کے یہاں کوئی بیٹا نہ ہو، پہلے دونوں کی رائے یکساں تھی، پھر دونوں ہی متذکرہ رائے کی طرف پلٹ آئے۔(۲) پھر ان دونوں میں اختلاف ہو گیا۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ عمر کی آخری گھڑیوں میں ان کے پاس میں موجود تھا، عمر نے کہا کہ مجھے ابوبکر سے ''کلالہ'' کے بارے میں اختلاف تھا، اب صحیح وہی ہے جو میں نے کہا۔(۳)

ابن عباس نے پوچھا: کیا کہا تھا؟ کہا: ''کلالہ'' اسے کہتے ہیں جس کا کوئی بیٹا نہ ہو۔

کبھی تو انھیں ابوبکر سے شرم آتی ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ مجھ پر ایسا بھی زمانہ گذرا ہے کہ میں ''کلالہ'' کا مطلب نہیں جانتا تھا، ''کلالہ'' اسے کہتے ہیں جس کا کوئی بیٹا نہ ہو۔

پتہ نہیں یہ احتیاط جسے خلیفہ اول نے معنی ''اب'' کے سلسلے میں سختی سے لازم کر لی تھی، اس میں کہاں بھاگ گئی، ان پر کس آسمان نے سایہ کیا، کس زمین نے اٹھایا، وہ کہاں گئے اور انہوں نے کیا کیا، جب کہ دین خدا میں ایسی رائے ٹھوک دی جس میں صحیح و غلط کا پتہ نہیں تھا، اس کے بارے میں جانتے ہی نہ تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے کہ ان کی طرف سے یا شیطان کی طرف سے ہے، ان پر آیۂ کرما کیسے مخفی رہ گئی؟! انہیں اگر ''کلالہ'' کا مطلب معلوم نہیں تھا تو حکم قرآن کے مطابق ''اہل ذکر'' سے پوچھ لیتے، اہل

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۷۷ (ج ۵ ص ۵۱) ۲۔ تفسیر ابن کثیر (ج ۱ ص ۵۹۵)

۳۔ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۳۰۴ (ج ۲ ص ۳۳۲ ح ۳۱۸۷، تلخیص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے)؛ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۵؛ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۹۵

ذکر تو بہر حال انہیں بتا ہی دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دینی احکام توقیفی نہیں ہیں بلکہ تجربے پر منحصر ہیں، پھر تو ہر شخص فتوی دیتے ہوئے کہہ سکتا ہے کہ اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے۔(۱)

جی ہاں! ایسے ہی فتوؤں نے خدا اور رسولؐ سے جسارت کا ماحول پیدا کیا ہے، اہل سنت کے نزدیک اجتہاد کا یہی مطلب ہے، وہ قرآن وسنت سے تفصیلی ادلہ کے ذریعہ استنباط کو اجتہاد نہیں کہتے، اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ قاتل امیر المومنین ''عبد الرحمٰن بن ملجم'' مجتہد ہے (۲)، عظیم صحابی عمار یاسر کا قاتل ابو الغاویہ (۳) معاویہ (۴)، نابغہ کا جنا عمرو (۵)، خالد بن ولید (۶)، طلحہ وزبیر (۷) اور یزید بن معاویہ (۸) یہ سبھی دین خدا کے مجتہد ہیں، انہوں نے پاپ کے ڈھیر لگا دیئے ہیں لیکن مجتہد ہیں، وہ غلطی پر تھے لیکن ایک اجر پائیں گے۔ ابن حجر اصابہ (۹) میں کہتے ہیں کہ گمان یہ ہے کہ صحابہ نے آپس میں جو جنگ وقتال کی انہوں نے تاویلی غلطی کی، خطائے اجتہادی کے مرتکب ہوئے، اگر مجتہد خطا کر جائے تو ایک اجر پاتا ہے، صحابہ تو بدرجہ اولی ایک اجر کے مستحق ہوں گے۔

واہ! اس دین کا کیا کہنا، مبارک ہو امت محمد کو مجتہدین کی اس لمبی قطار، شام کی گہار، قومی باغی، کم ظرفوں کی پارٹیاں اور آزاد کردہ چھوکرے، سبھی خطائے اجتہادی سے سرفراز ہو گئے۔

۱۔ سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۴ ۲۔ المحلی ج ۱۰ ص ۴۸۲

۳۔ الفصل، ابن حزم ج ۴ ص ۱۶۱

۴۔ الفصل، ابن حزم ج ۴ ص ۸۹؛ البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۲۷۹ (ج ۷ ص ۳۱۰، حوادث ۳۷ھ)

۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۲۸۳ (ج ۷ ص ۳۱۴ حوادث ۳۷ھ)

۶۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۲۳ (ج ۶ ص ۳۵۵ حوادث ۱۱ھ)؛ روضۃ المناظر، ابن شحنہ مطبوع بر حاشیہ کامل ج ۷ ص ۱۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۰، ۱۹۲ حوادث ۱۱ھ)؛

۷۔ التمہید، باقلانی ص ۲۳۲

۸۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۲۳ (ج ۸ ص ۲۴۵ حوادث ۶۳ھ)

۹۔ الاصابۃ ج ۴ ص ۱۵۱

کیا کہنا ان لوگوں کا جو اجتہاد کا جامہ، فسادی کیڑوں کو پہناتے ہیں، جنہوں نے ناموس اسلام کی دھجیاں اڑادیں، تقدیس رسالت کا تیاپانچہ کیا، قرآن وسنت کو تاراج کیا اور باغی طاغی گروہ کے ساتھ ہو گئے، جن کی بنیاد ہی شر وفساد اور آل محمدؐ سے عناد تھی، بزبان رسول اعظمؐ (۱) طلیق بن طلیق اور لعین بن لعین کے جھنڈے تلے تھے۔ سچ کہا تھا رسول خداؐ نے، دین کی آفت تین سے ہے: بدکار فقیہ، ظالم امام اور جاہل مجتہد۔ (۲)

اسی اجتہاد نے مجرموں کے حوصلے بڑھائے، خوب وزشت، حق وباطل اور خبیث وپاک کا فرق مٹایا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے خلیفہ اول ہی نے تاویل واجتہاد کا دروازہ کھولا، انہوں نے پاپیوں کی تقدیس وتائید کی، خالد بن ولید کے لرزہ خیز پاپ کا ایسا عذر تراشا کہ توبہ بھلی۔

یہ خلیفہ کی تفسیری واقفیت کا نمونہ تھا، ان سے قلت روایت کے باوجود علامہ سیوطی اتقان (۳) میں لکھتے ہیں: تفسیر کے سلسلے میں دس صحابہ مشہور ہیں: خلفائے اربعہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابی بن کعب زید بن ثابت، ابوموسی اشعری، ابن زبیر، خلفاء میں صرف حضرت علیؑ سے ہی زیادہ روایات منقول ہیں بقیہ تینوں خلفاء کے نمونے کم ہیں، اس کا سبب یہ تھا کہ ان تینوں کی جلد وفات ہوگئی، حضرت ابوبکر کی تو اور بھی روایات کم ہیں، صرف دس ہی روایات تفسیر منقول ہیں لیکن حضرت علیؑ سے بہت زیادہ روایات منقول ہیں۔ معمر، وہب بن عبداللہ سے اور وہ ابوطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں موجود تھا جب علیؑ نے دعوی کیا: ''سلونی فواللہ لا تسالون عن شیٔ الا اخبرتکم و سلونی عن کتاب اللہ فو اللہ ما من آیۃ الا و انا اعلم ابلیل نزلت ام بنہار ام فی سہل ام فی جبل''۔ ''مجھ سے پوچھ لو، خدا کی قسم! تم جس چیز کے بارے میں سوال کروگے میں تمہیں اس سے باخبر کروں گا اور اسے سمجھاؤں گا، مجھ سے کتاب خدا کے بارے میں سوال کرو، خدا کی قسم! میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں، صحرا میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر''۔

۱۔ تاریخ طبری ج۱۱ص۳۵۶ (ج۱۰ص۵۸ حوادث ۲۸۴ھ)؛ تاریخ بغداد ۳ص۳۴۳ (نمبر ۱۴۵۱)؛ تفسیر قرطبی ج۱۰ص۲۸۶ (ج۱۰ص۱۸۳)؛ تفسیر نیشاپوری مطبوع بر حاشیہ تفسیر طبری ج۱۵ص۵۵

۲۔ کنز العمال ج۵ص۲۱۲ (ج۱۰ص۱۸۳ح ۲۸۹۵۴)

۳۔ الاتقان فی علوم القرآن ج۲ص۳۲۸ (ج۴ص۲۰۴)

حلیہ ابونعیم (۱) میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، ہر حرف کا ظاہر و باطن ہے اور حضرت علیؑ کے پاس تمام ظاہر و باطن کا علم ہے۔

حضرت علیؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا کی قسم! میں ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ کس بارے میں نازل ہوئی، کہاں نازل ہوئی، میرے پروردگار نے مجھے عقل سے بھرپور قلب اور سوالات سے بھرپور زبان عطا کی ہے۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ سیوطی کی دھاندلی تو دیکھئے، کوئی ان سے پوچھے جس صحابی سے صرف دس احادیث تفسیر مروی ہیں وہ مفسرین میں کیسے شمار کرلیا گیا؟! ہائے رے خوش فہمی!؟!

خلیفہ کی سنت کے بارے میں پیش رفت

اس سلسلے میں مسند احمد بن حنبل (۳) میں اسی حدیثیں مروی ہیں۔ مکررات کو چھانٹ لیجئے تو ساٹھ رہ جاتی ہیں۔ مجموعی طور سے مسند میں ساڑھے سات لاکھ احادیث میں منتخب کر کے مسند مکمل کی، خود انہیں دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ (۴) ابن کثیر نے تلاش بسیار کے بعد ابوبکر سے مروی ۷۲/احادیث جمع کیں اور اس کا نام مسند صدیق رکھا۔ (۵) پھر اس کے بعد سیوطی نے بڑی ماتھاپچی کی تو اپنی تمام محدثانہ صلاحیتوں کے باوجود ابوبکر کی ایک سو چار حدیثیں ہی فراہم کر سکے۔ انہیں تاریخ الخلفاء میں درج کیا ہے۔ (۶)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان سے ۱۴۲/حدیثیں مروی ہیں۔ امام بخاری نے گیارہ اور مسلم نے ایک حدیث نقل کی ہے۔ (۷) ان احادیث میں ہی کچھ تو صرف اقوال ہیں؛ مثلاً یہ کہ امام حسنؑ کو یہ کہہ کے

۱۔ حلیۃ الاولیاء (ج ۱ص ۶۵)

۲۔ حلیۃ الاولیاء (ج ۱ص ۶۸۔۶۷)

۳۔ مسند احمد، ج ۱/ص ۱۴/۲، (ج ۱/ص ۲۵/۵ حدیث ۸۲/۱)۔

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ۲/ص ۱/۷، (ج ۲/ص ۴۳۱/۱، نمبر ۴۳۸)۔

۵۔ تاریخ الخلفاء، ص ۶۲/، (۸۶)۔

۶۔ تاریخ الخلفاء، ص ۵۹/ و ۶۴، (۸۸۔۸۱)

۷۔ صدیقی کی شرح ریاض الصالحین، ج ۲/ص ۲۳/۔

لوری سناتے تھے: ''میرے باپ قربان، تم رسولؐ سے مشابہ ہو علیؑ سے مشابہ نہیں ہو۔'' یا ان کا قول ہے کہ رسولؐ نے جنگی معاملے میں مشورہ کیا۔ یہ قول بھی ہے کہ رسول خداؐ نے ابوجہل کو ایک اونٹ تحفہ میں بھیجا۔

کچھ حدیثیں ایسی ہیں جو قرآن وسنت اور عقل ومنطق سے قطعی میل نہیں کھاتیں؛ مثلاً ان کی چار حدیثیں ہیں:

۱۔لو لم ابعث فیکم لبعث عمر ''اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو تم میں عمر مبعوث ہوتے۔''

۲۔ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر ''سورج نے عمر سے بہتر آدمی پر اپنی شعاع نہیں ڈالی۔''

۳۔ان المیت لینضح علیه الحمیم ببکاء الحی ''زندہ کے گریہ سے مردے پر جہنم کا گرم پانی ٹپکتا ہے۔''

۴۔انما حر جهنم علی امتی مثل حمام ''میری امت پر جہنم کی آگ حمام کی گرمی کی طرح ہوگی''۔

پہلی حدیث کو لیجئے! یہ کئی طریقوں سے ابن عدی سے مروی ہے۔(۱) اس کی سند میں زکریا بن یحییٰ ہے جو بہت بڑا جھوٹا تھا۔ (۲) بشر بن بکر ہے (۳) جو گمنام تھا۔ ابو بکر بن عبد اللہ غسانی بے وقعت ہے۔(۴) دوسرے طریق میں مصعب بن سعید ابوخیثمہ مصیصی ہے (۵) جو حدیثیں الٹ پلٹ کرتا ہے۔

۱۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج/۳،ص/۲۱۶،نمبر/۷۱۳)

۲۔میزان الاعتدال، ج/۱،ص/۳۵۱، (ج/۲،ص/۷۷،نمبر/۲۸۹۲)؛ مجمع الزوائد، ج/۱،ص/۱۳۱؛ اللآلی المصنوعة، ج/۲،ص/۲۱۱ (ج۲ص/)

۳۔لسان المیزان، ج/۲،ص/۲۰، (ج/۲،ص/۲۶،نمبر/۱۵۹۱)۔

۴۔العلل ومعرفة الرجال، (ج/۲،ص/۳۹،نمبر/۱۳۸۴) تہذیب التہذیب، ج/۱۲،ص/۹، (ج/۱۲،ص/۳۳)۔ الجرح و التعدیل (ج۲ص/۴۰۵،نمبر۱۵۹) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص/۲۶۲،نمبر۶۹۹) طبقات ابن سعد (ج۷ص/۳۶۷)

۵۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج/۶،ص/۳۶۴،نمبر/۱۸۴۶) الثقات (ج/۹،ص/۱۷۵) میزان الاعتدال، ج/۳،ص/۱۷۳، (ج/۴،ص/۱۱۹،نمبر/۸۵۶۱)؛ لسان المیزان ج/۶ص/۴۴، (ج/۶،ص/۵۱،نمبر/۸۴۰۴)۔

عبد اللہ بن واقد ہے (۱) جو متروک الحدیث، ضعیف و ذلیل ہے، حدیث میں تدلیس کرتا ہے۔ مشرح بن عاحان ہے (۲) جو مہمل احادیث کے ڈھیر لگاتا ہے۔ تیسرے طریق میں ابو العباس زوزنی نے کتاب شجرۃ العقل میں نقل کیا ہے، اس کے پہلے راوی عبد اللہ بن واقد کی اوقات تو معلوم ہی ہوگئی۔ دوسرے راوی راشد حمصی ضعیف ہیں۔ (۳) چوتھا طریق دیلمی سے ہے، ابو ہریرہ کے الفاظ ہیں:

''**لو لم ابعث فیکم لبعث عمر اید الله عمر بملکین یوفقانه و یسددانه فاذا اخطا صرفاه حتی یکونا صوابا**'' ''اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر تمہارے درمیان مبعوث ہوتے۔ خدا نے دو فرشتوں کے ذریعہ عمر کو توفیق و مراد سے بہرہ مند کیا ہے۔ جب وہ غلطی کرتے ہیں تو یہ دونوں فرشتے انہیں ٹھیک اور درست کرتے ہیں''۔

اس کی سند میں اسحاق بن نجیح ملطی بہت بڑا جھوٹا ہے۔ ابن معین، ابن مریم، علی بن مدینی، عمر بن علی اور جوزقانی سب نے بہت بڑا خبیث اور پکا جھوٹا کہا ہے۔ بخاری، نسائی، ابن عدی، ابن جمان، ابن جریح وغیرہ اس کو جعلی حدیثیں گڑھنے والا کہتے ہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ سب نے اتفاق کیا ہے کہ یہ حدیثیں گڑھتا ہے۔ (۴) جب یہ حیثیت معلوم ہوگئی تو اب سنئے کہ دیلمی نے متذکرہ طریقے سے

۱۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص/۱۵۰، نمبر/۳۵۴) العلل ومعرفۃ الرجال، (ج/۲، ص/۵۵، نمبر/۱۵۳۳) التاریخ الکبیر، (ج/۲۱۹، نمبر/۷۱۳) کتاب المجروحین، ج/۲، ص/۲۹؛ تہذیب التہذیب، ج/۶، ص/۶۶، (ج/۶، ص/۶۰)؛ میزان الاعتدال ج/۲، ص/۸۴، (ج/۲، ص/۵۱۷، نمبر/۴۶۷۲)؛ لسان المیزان، ج/۳، ص/۳۷۴۔

۲۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج/۶، ص/۴۶۹، نمبر/۱۹۵۳) کتاب المجروحین، (ج/۳، ص/۲۸) اللآلی المصنوعۃ، (ج/۱، ص/۳۰۲) میزان الاعتدال، ج/۳، ص/۱۸۲، (ج/۴، ص/۱۱۷، نمبر/۸۵۴۹)؛ الموضوعات (ج/۱، ص/۳۲۰)۔

۳۔ التاریخ الکبیر، (ج/۳، ص/۲۹۲، نمبر/۹۹۴) کشف الخفا، ج/۲، ص/۱۶۳۔

۴۔ العلل ومعرفۃ الرجال، ج/۲، ص/۳۰، (۱۴۵۴)؛ معرفۃ الرجال، (ج/۱، ص/۵۱، نمبر/۷؛) التاریخ الکبیر، (ج/۱، ص/۴۰۴، نمبر/۱۲۹۳) کتاب الضعفاء، والمتروکین، (ص/۵۳، نمبر/۵۰) الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج/۱، ص/۳۳۲، نمبر/۱۵۵) کتاب المجروحین (ج/۱، ص/۱۳۴) تاریخ بغداد، ج/۶، ص/۳۲۴؛ میزان الاعتدال، ج/۱، ص/۹۴، (ج/، ص/۲۰۰، نمبر/۷۹۵) تذکرۃ الموضوعات، ص/۸۴، (ص/۵۹) تہذیب التہذیب، ج/۱، ص/۲۵۳، (ج/۱، ص/۲۲۱) اللآلی المصنوعۃ، ج/۱، ص/۵۵، ۱۰۳، ۱۷۵، (ج/۱، ص/۳۹، ۱۰۶، ۱۹۹) خلاصۃ التہذیب، ص/۲۶ (ج/۱، ص/۷۷، نمبر/۴۳۲)۔

حدیث نقل کر کے کہا ہے کہ راشد بن سعد نے مقدام سے ابوبکر کے لئے بھی یہی حدیث نقل کی ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس جھوٹ اور جعل کے اعلان کے بعد بھی عقیدت کی وجہ سے اس کو تسلیم کرلیا گیا۔ خدا ہی حساب کرنے والا ہے۔

دوسری حدیث کو مستدرک (۱) حاکم میں عبد اللہ بن داؤد واسطی، عبد الرحمٰن بن اخی، محمد بن منکدر سے اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے نقل کیا ہے کہ ایک دن عمر خطاب نے ابوبکر کو آواز دی: اے بعد رسولؐ لوگوں میں سب سے بہتر! تو ابوبکر نے کہا: اگر تم ایسا کہتے ہو تو میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ عمر سے بہتر آدمی پر سورج نے اپنی شعاع نہیں ڈالی۔ ذہبی نے تلخیص میں کہا ہے کہ عبد اللہ ضعیف ہیں۔ عبد الرحمٰن پر اعتراض کیا جاتا ہے، اور یہ حدیث بنائی گئی ہے۔ (۲) علامہ امینی فرماتے ہیں کہ عبد اللہ پر بخاری (۳) کو بھی اعتراض ہے۔ ابو حاتم (۴) اسے قوی نہیں سمجھتے مہمل حدیثیں بیان کرتا ہے۔ نسائی (۵) اسے ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان (۶) بہت زیادہ منکر الحدیث سمجھتے ہیں۔ دار قطنی (۷) ضعیف کہتے ہیں۔ رہ گیا عبد الرحمٰن (۸) تو وہ بھی گمنام ہے۔

مزہ یہ ہے کہ علامہ حریفیش نے روض الفائق (۹) میں اسی جعلی انداز میں امیر المومنین علیہ السلام اور ابوبکر کی فضیلت میں یہ حدیث لکھ ماری ہے۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ابوبکر اور علی علیہ السلام ایک دن حجرۂ رسولؐ کی طرف جا رہے تھے تو علیؑ نے ابوبکر سے کہا: آگے بڑھیئے کیونکہ آپ ہی سب سے پہلے جنت کا

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج/۳، ص/۹۰، (ج/۳، ص/۹۶، حدیث/۴۵۰۸؛ تلخیص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے)۔

۲۔ میزان الاعتدال، ج/۲، ص/۱۲۳، (ج/۲، ص/۶۰۲، نمبر/۵۰۲۳) سنن ترمذی، (ج/۵، ص/۵۷۷، حدیث/۳۶۸۴)۔

۳۔ التاریخ الکبیر، (ج/۳، ص۸۲۳، نمبر/۲۲۶)۔

۴۔ الجرح والتعدیل، (ج/۵، ص/۴۸، نمبر/۲۲۲)۔

۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص/۱۵۱، نمبر/۳۵۵)۔

۶۔ کتاب المجروحین، (ج/۲، ص/۳۴)۔

۷۔ تہذیب التہذیب، ج/۵، ص/۲۰۰، (ج/۵، ص/۱۷۶)۔

۸۔ لسان المیزان، ج/۳، ص/۴۲۸، (ج/۳، ص/۵۴۳، نمبر/۵۱۰۶)۔

۹۔ الروض الفائق، ص/۳۸۸۔

دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ تو ابوبکر نے کہا: اے علیؑ! آپ ہی آگے بڑھیئے۔ علیؑ نے کہا: میں اس شخص کے آگے کیسے جاسکتا ہوں، جس کے متعلق رسولؐ نے کہا ہو کہ میرے بعد کسی شخص پر سورج نے طلوع وغروب نہیں کیا جو ابوبکر سے افضل ہو۔

یہ سن کر ابوبکر نے کہا کہ میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں، جس کے حق میں رسولؐ نے فرمایا ہو: ''میں نے خیر النساء کو خیر الرجال کے حوالہ کیا ہے''۔

اس میں علیؑ کی زبان سے ابوبکر کے چھ مناقب بیان ہوئے ہیں، اسی طرح علیؑ کی منقبت میں ابوبکر کی زبان سے حدیث بیان ہوئی۔ اسے سیوطی نے نقل نہیں کیا ہے حالانکہ فضائل ابوبکر میں احادیث کی گنتی بڑھانا، ان کا مطمح نظر تھا، ظاہر ہے کہ اس حدیث کو نہ لکھنے کی وجہ یہی ہے کہ اس کا جھوٹ ہونا بہت واضح ہے۔

ہاں! ہر حدیث گڑھنے والے کا اپنا مخصوص ذوق ہوتا ہے، اور مخصوص سلیقہ!

تیسری حدیث کا مہمل پن واضح ہے، یہی حدیث عمر سے بھی مروی ہے، جسے ہم نے جلد ششم میں لکھ کر تبصرہ کیا ہے۔

''ان المیت یعذب ببکاء الحی'' کا انکار عائشہ نے کیا اور کہا کہ یہ قرآن کے مخالف ہے، عدل الٰہی کے خلاف اور عقل سلیم ماننے پر آمادہ نہیں۔

چوتھی حدیث گڑھی ہوئی تو ہے ہی۔ اس میں خدا کی عظمت وجلالت کو گنہگاروں کی نظر میں سبک کرنے کی سعی کی گئی۔ تاکہ پاپیوں کو منتقم وجبار کی بارگاہ میں جسور بنایا جاسکے، اگر آپ خدا کی بھڑکائی آگ پر غور فرمائیں گے جو سینوں میں اتر جائے گی، جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور جس سے لوگوں کے چہروں اور پیشانیوں کو داغا جائے گا۔ اور پھر آپ دیکھیں گے کہ خدا نے جہاد سے گرمی کا بہانہ کرکے روگرداں ہونے والوں کو کہا ہے کہ کہہ دو جہنم کی آگ اس سے کہیں زیادہ ہی گرم ہے تو آپ فیصلہ کریں گے کہ اس وضعی حدیث میں امت مرحومہ کو گناہ پر اکسایا جارہا ہے۔ ذرا دیکھئے تورات کے سناٹے میں حضرت امیر المومنینؑ اسی جہنم کی تصور سے لرزہ براندام ہیں، اپنی ریش اقدس پکڑ کر گریہ فرمارہے

ہیں: ''اے پروردگار! پھر دنیا سے کہتے ہیں کہ میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دینا (۱) پھر جہنم کی بھڑکتی آگ سے حمام کی گرمی کا کیا تقابل؟ کیا اسے عقل قبول کرسکتی ہے؟

دانشور کی انتہائی کوشش

ارباب تحقیق نے بڑی تلاش وجستجو کے بعد خلیفہ کی محدثانہ حیثیت پر یہی چند حدیثیں پیدا کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ۱۰۴ حدیثیں یا ۱۴۲ حدیثیں سمندر میں ایک قطرے کے برابر بھی نہیں۔ نہ اس سے دعائم اسلام استوار ہوتے ہیں۔ ادھر دیکھئے! ابوہریرہ، انس بن مالک، عبداللہ بن عمر، ابن عباس، عبداللہ بن عمرو بن عاص، ابن مسعود... وغیرہ سے تو لاکھوں حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ صرف ابوہریرہ سے مروی احادیث کو تقی بن مخلد نے اپنی سند میں جمع کیا ہے، ان کی تعداد پانچ ہزار تین سو ہے۔ (۲)

یہ احمد بن فرات ہیں، جن سے پندرہ (۱۵) لاکھ حدیثیں لکھی گئی ہیں اور ان میں سے تین لاکھ کا انتخاب تفسیر واحکام کے باب میں ہے۔ (۳)

یہ حرمہ بن یحییٰ ہیں، جنہوں نے صرف ابن وہب کے طریق سے ایک لاکھ حدیث روایت کی ہیں۔ (۴) ابوبکر باغندی کو (۵) تین لاکھ احادیث، روح بن عبادہ کو ایک لاکھ احادیث (۶)، حافظ مسلم (۷)

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج/۱، ص/۸۵؛ الاستیعاب، ج/۲، ص/۲۶۲، نمبر/۱۸۵۵؛ ریاض النضرۃ، ج/۲، ص/۲۱۲، (ج/۳، ص/۱۶۴) زہر االآداب قیروانی، ج/۱، ص/۳۸، (ج/۱، ص/۸۷؛) تذکرۃ الخواص، ص/۲۷۰، (ص/۱۱۹) مطالب السؤول، ص/۳۳؛ اتحاف شبراوی، ص/۷، (ص/۲۵)

۲۔ الاصابۃ، ج/۴، ص/۲۰۵ (۱۱۹۰)۔

۳۔ خلاصۃ التہذیب، ص/۹ (ج/۱، ص/۲۷۳، نمبر/۱۰۴)۔

۴۔ خلاصۃ التہذیب، ص/۶۳ (ج/۱، ص/۲۰۳، نمبر/۱۲۸۴)۔

۵۔ تاریخ بغداد، ج/۳، ص/۲۱۰۔

۶۔ میزان الاعتدال، ج/۱، ص/۳۴۲ (ج/۲، ص/۵۹، نمبر/۲۸۰۲)۔

۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج/۲، ص/۵۱ (ج/۲، ص/۵۸۹، نمبر/۶۱۳)۔

کو تین لاکھ، ابو محمد عبدان نے ایک لاکھ، ابن انباری کو تین لاکھ (۱)، حافظ ابو زرعہ (۲) کو ایک لاکھ، ابن عقدہ (۳) کو تین لاکھ، ابن منصور شیرازی (۴) کو تین لاکھ، ابو داؤد بجستانی (۵) کو پانچ لاکھ، امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ (۶) کو اپنے باپ سے ایک لاکھ، ثعلب بغدادی (۷) کو ایک لاکھ، ابو داؤد (۸) کو ایک لاکھ، جعابی (۹) کو چار لاکھ احادیث مع متن وسند کے یاد تھیں۔

احمد بن حنبل کو ساڑھے سات لاکھ (۱۰) احادیث، حافظ ختلی (۱۱) کو پچاس ہزار احادیث، یحیٰ عجلی (۱۲) کو صرف سفیان سے چار ہزار فقط تفسیری احادیث یاد تھیں، حافظ بن ابی عاصم (۱۳) کا کتب خانہ جل گیا تو محض حافظہ سے پچاس ہزار حدیثیں یاد تھیں، حافظ ابو قلابہ (۱۴) کو ساٹھ ہزار حدیثیں یاد تھیں، ابو العباس (۱۵) سراج نے مالک کے لئے ساٹھ ہزار حدیثیں لکھیں، ابن راہویہ (۱۶) نے اپنے

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ر ۷، ص ر ۲۸۸ (ج ر ۲۷، ص ر ۵۴، نمبر ر ۱۳۶۸)۔

۲۔ شذرات الذہب، ج ر ۲، ص ر ۳۱۶ (ج ر ۴، ص ر ۱۵۲)۔

۳۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ر ۱۱، ص ر ۳۷ (ج ر ۱۱، ص ر ۴۴) تہذیب التہذیب، ج ر ۷، ص ر ۳۳ (ج ر ۷، ص ر ۳۰)۔

۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ر ۳، ص ر ۵۶ (ج ر ۳، ص ر ۸۴۰، نمبر ر ۸۲۰)۔

۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ر ۳، ص ر ۲۲ (ج ر ۳، ص ر ۹۱۶، نمبر ر ۸۷۵)۔

۶۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ر ۲، ص ر ۱۵۳ (ج ر ۲، ص ر ۵۹۳، نمبر ر ۶۱۵)۔

۷۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ر ۲، ص ر ۲۱۴ (ج ر ۲، ص ر ۶۶۵، نمبر ر ۶۸۵)۔

۸۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ر ۲، ص ر ۲۱۴ (ج ر ۲، ص ر ۶۶۶، نمبر ر ۶۸۶)۔

۹۔ شذرات الذہب، ج ر ۲، ص ر ۱۲ (ج ر ۳، ص ر ۲۵)۔

۱۰۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ر ۱۱، ص ر ۲۶۱، (ج ر ۱۱، ص ر ۲۹۶)۔

۱۱۔ مسند احمد آخر جلد اول، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

۱۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ر ۱۱، ص ر ۲۱۷ (ج ر ۱۱، ص ر ۲۴۵، حوادث ۳۲۵ھ)۔

۱۳۔ تاریخ بغداد، ج ر ۱۴، ص ر ۱۲۲۔

۱۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ر ۲، ص ر ۱۹۴ (ج ر ۲، ص ر ۶۴۱، نمبر ر ۶۶۳)۔

۱۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ج ر ۲، ص ر ۱۴۳ (ج ر ۲، ص ر ۵۸۰، نمبر ر ۶۰۴)۔

۱۶۔ تاریخ بغداد، ج ر ۱، ص ر ۲۵۱۔

حافظہ سے ستر ہزار حدیثوں کو املا کرایا، حافظ اسحاق (۱) ستر ہزار، تنوخی (۲) پچاس ہزار، محمد بن عیسیٰ (۳) چالیس ہزار، ابن شاہین (۴) تیس ہزار اور حافظ یزید بن ہارون (۵) نے ۲۴ ہزار حدیثیں سند کے ساتھ یاد کیں۔

اب ذرا اسلام کی جامعیت اور اس کی آئینی سرشاری کو دیکھئے اور پھر ملاحظہ کیجئے کہ ایسے وسیع الذیل دین کے عظیم پیغمبرؐ کی احادیث ان کا جانشین صرف ۱۴۲ عدد یاد رکھتا ہے۔ کیا کسی مسلمان کے لئے یہ احادیث کافی ہو سکتی ہیں؟ یا کسی دانشور کو اپنی تحقیق کے سلسلے میں یہ عدد کچھ معاون ہو سکتا ہے؟

پھر یہ کہ جب خلیفہ کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تھا تو چلاتے تھے کہ کون آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا؟... یا کہتے کہ میں اپنی رائے سے کہہ رہا ہوں اگر غلط ہو تو شیطان کی طرف سے سمجھنا یا کبھی کہتے کہ خدا کی قسم میں تم سے بہتر نہیں ہوں (۶) یا کہتے کہ میں تمہارا حکمران بن گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں (۷)۔ کیا ایسا خلیفہ قرآن و امت کی کوئی مدد کر سکتا ہے؟ کیا ایسا شخص نبیؐ کا قرار ہو سکتا ہے، جس نے کہا ہے کہ خدا

۱۔ تاریخ بغداد، ج/۶، ص/۳۵۲۔ ۲۔ تاریخ بغداد، ج/۶، ص/۳۶۸۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج/۲، ص/۳۹۶۔ ۴۔ تاریخ بغداد، ج/۱۱، ص/۲۶۸۔

۵۔ شذرات الذہب، ج/۲، ص/۱۶ (ج/۳، ص/۳۳، حوادث ۲۰۶ھ)۔

۶۔ طبقات ابن سعد، ج/۳، ص/۱۵۱ (ج/۳، ص/۲۱۲) الامامۃ والسیاسۃ، ج/۱، ص/۱۶ (ج/۱، ص/۲۲) تاریخ طبری، ج/۳، ص/۲۱۰ (ج/۳، ص/۲۲۴، حوادث ۱۱ھ) صفۃ الصفوۃ، ج/۱، ص/۹۹ (ج/۱، ص/۲۶۱، نمبر/۲) شرح نہج البلاغہ، ج/۳، ص/۸، ج/۴، ص/۱۶۷ (ج/۶، ص/۲۰، خطبہ/۶۶، ج/۱۷، ص/۱۵۶، کتاب/۶۳) کنز العمال، ج/۳، ص/۱۲۶ (ج/۵، ص/۵۸۹، حدیث/۱۴۰۵۰)۔

۷۔ طبقات ابن سعد، ج/۳، ص/۱۳۹ (ج/۳، ص/۱۸۳) المجتنیٰ، ابن درید، ص/۲۷، (ص/۱۵) عیون الاخبار الرضاؑ، ج/۲، ص/۲۳۴؛ (مجلد/۱، ج/۵، ص/۲۳۴) تاریخ طبری ج/۳، ص/۲۰۳ (ج/۳، ص/۲۱۰ حوادث ۱۱ھ) سیرہ ابن ہشام ج/۴، ص/۳۴۰ (ج/۴، ص/۳۱۱) تہذیب الکامل، ج/۱، ص/۶؛ العقد الفرید، ج/۲، ص/۱۵۸ (ج/۳، ص/۲۳۸) اعجاز القرآن باقلانی، ص/۱۱۵ (ص/۲۰۹) ریاض النضرۃ، ج/۱، ص/۱۶۷ و ۱۷۷ (ج/۲، ص/۲۰۷، ۲۱۹، ۲۱۸) البدایۃ والنہایۃ، ج/۵، ص/۲۴۷ (ج/۵، ص/۲۶۹) شرح ابن ابی الحدید، ج/۱، ص/۱۳۴ (ج/۲، ص/۵۶، خطبہ/۲۶) تاریخ الخلفاء، ص/۴۷ و ۴۸ (ص/۶۶ و ۶۷) السیرۃ الحلبیۃ، ج/۳، ص/۳۸۸ (ج/۳، ص/۳۵۹) صفۃ الصفوۃ، ج/۱، ص/۹۸ (ج/۱، ص/۲۶۰، نمبر/۲)۔

نے جو حکم بھی میرے پاس بھیجا، میں نے تم تک پہونچا دیا، جس چیز سے بھی خدا نے منع کیا، میں نے تمہیں منع کر دیا (۱)۔ خلیفہ جی تو رائے اور قیاس کا دروازہ کھول رہے ہیں جسے رسولؐ نے بند کر دیا تھا۔ میمون کے مطابق اصحاب سے مشورہ کرتے، جو سب کی رائے ہوتی وہی فیصلہ کر دیتے۔ یہ ہے خلیفہ کی حالت اور شان اور یہ ہے ان کا مبلغ علم۔!!!

ابوبکر کے کچھ اور بھی فیصلے نقل کئے جاتے ہیں، جو اگرچہ کم ہیں لیکن ان کا مبلغ علمی پہچاننے کے لئے کافی ہیں:

۱۔ دادی کے بارے میں خلیفہ کی رائے:

''قبیصہ بن دویب سے مروی ہے کہ ایک مرنے والے کی دادی ابوبکر کے پاس آئی اور اپنی میراث کے متعلق ان سے پوچھا۔ ابوبکر نے کہا: نہ تو قرآن میں تمہارا کوئی حق متعین کیا گیا ہے نہ سنت رسولؐ میں۔ جاؤ! اور لوگوں سے اپنی میراث کے بارے میں پوچھو۔ تو اس عورت کو مغیرہ بن شعبہ نے بتایا کہ رسول خداؐ کے پاس ایک دادی آئی تھی، تو آپ نے اسے چھٹا حصہ دیا تھا۔ ابوبکر نے مغیرہ سے پوچھا: کیا کوئی اور بھی تمہاری تائید کرے گا؟ یہ سن کر محمد بن مسلمہ نے مغیرہ کی تائید کی تو ابوبکر نے اسے چھٹا حصہ دیا۔'' (۲)

خلیفہ کو ذرا دیکھئے کہ روزمرہ کے مسائل میں بھی جاہل ہیں اور مغیرہ (۳) جیسا زنا کار اور قوم کا سب سے بڑا جھوٹا، سنت رسول کو بدلنے والا اور کھلواڑ کرنے والا، ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ مغیرہ وہی ہے، جس نے عید قربان کی نماز ایک روز پہلے پڑھا دی، اس خوف سے کہ چالیس سال پورے نہ

۱۔ ابی عمر کی کتاب العلم، (ص/۲۲۸، حدیث/۲۰۶۷) مختصر کتاب العلم، ص/۲۲۲ (ص/۳۸۴، حدیث/۲۴۹)۔

۲۔ الموطا، ج/۱، ص/۳۳۵ (ج/۲، ص/۵۱۳، حدیث/۴) سنن دارمی، ج/۲، ص/۳۵۹؛ سنن ابی داؤد، ج/۲، ص/۱۷ (ج/۳، ص/۱۲۱، حدیث/۲۸۹۴) سنن ابن ماجہ، ج/۳، ص/۱۶۳ (ج/۲، ص/۹۰۹، حدیث/۲۷۲۴) مسند احمد، ج/۴، ص/۲۲۴ (ج/۵، ص/۲۶۵، حدیث/۱۷۵۱۹) سنن بیہقی، ج/۶، ص/۲۳۴؛ بدایۃ المجتہد، ج/۲، ص/۳۴۷؛ مصابیح السنۃ، ج/۲، ص/۲۲ (ج/۲، ص/۳۹۱، حدیث/۲۲۷۳)۔

۳۔ شرح نہج البلاغہ، ج/۳، ص/۱۶۳ (ج/۱۲، ص/۲۳۱، خطبہ/۲۲۳)۔

ہو جائیں(۱) وہ جب بھی منبر پر چڑھتا تھا، تو امیر المؤمنین علیہ السلام پر سب وشتم کیا کرتا تھا۔(۲)

۲۔ دادی نانی کے متعلق خلیفہ کی رائے:

قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ ابوبکر کے پاس دادی نانی میراث طلب کرنے آئیں، انہوں نے نانی کو چھٹا حصہ دینا چاہا تو ایک انصاری نے کہا: آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ اسے نظر انداز کر رہے ہیں کہ اگر یہ دونوں مر جائیں تو پورے کا وارث یہی ہوتا۔ یہ سن کر ابوبکر نے چھٹا حصہ دونوں کو دے دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ سہل یا سہیل نے کہا کہ آپ اسے میراث دے رہے ہیں کہ اگر یہ مر جاتی تو مرنے والا بھی اس کا وارث نہ ہوتا۔ یہ سن کر ابوبکر نے دونوں کو چھٹا حصہ دے دیا۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ نانی دادی کی میراث کے متعلق خلیفہ کی جہالت انتہائی حیرت ناک ہے۔ وہ ایک انصاری کی تنقید پر طرح جلدی اپنی رائے بدلنے پر آمادہ ہو گئے، تنقید پر تو عمل کا تقاضہ تھا کہ ایک نانی کو میراث سے محروم کر دیا جاتا لیکن خلیفہ نے دونوں کو بانٹ دیا۔ اسی کو فقہاء نے اپنے فتوے کی بنیاد بنالی۔ اس حکم کا اصل مرجع مغیرہ کی روایت ہے کہ صرف دادی کو دیا جائے۔ عبرت کا مقام ہے۔!

اب رہ گئی انصاری کی رائے کہ صرف دادی کو دیا جائے، وہ بھی قرآن وسنت کے مخالف ہے۔ یہ حکم دراصل اس شعر کی بنیاد پر بنایا گیا ہے:

"بنونا بنو ابنائنا و بناتنا   بنوهن ابناء الرجال الاباعد"

"ہمارے بیٹے اصل میں ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور بیٹی کے بیٹے دوسروں کے بیٹے ہیں۔"

۱۔ الآغانی، ج/۱۴، ص/۱۴۲ (ج/۱۶، ص/۹۶)۔

۲۔ رسائل الجاحظ، ص/۹۲، (ص/۴۳۵) الاذکیاء، ص/۹۸ (ص/۱۶۸)۔

۳۔ موطا مالک، ج/۱، ص/۳۳۵ (ج/۲، ص/۵۱۳، حدیث/۵) سنن بیہقی، ج/۶، ص/۲۳۵؛ بدایۃ المجتہد، ج/۲، س/۳۴۴ (ج/۲، س/۳۴۸) الاستیعاب، ج/۲، ص/۴۰۰ (ج/۲، ص/۸۳۶، نمبر/۱۴۲۴) الاصابۃ، ج/۲، ص/۴۰۲؛ کنزل العمال، ج/۶، ص/۶ (ج/۱۱، ص/۲۲، حدیث/۳۰۴۶۶) سنن سعید بن منصور (ج/۱، ص/۵۵، حدیث/۸۱ و ۸۲) المصنف عبد الرزاق (ج/۱۰، ص/۲۷۵، نمبر/۱۹۰۸۴) سنن دار قطنی (ج/۴، ص/۹۰ سے ۹۱، حدیث/۷۲، ۷۳)۔

تفسیر ابن کثیر (۱) میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹوں کو عطا کرے یا وقف کرے تو اس سے بہرہ مند صرف اس کے پوتے اور پرپوتے ہی ہوں گے (نواسے پرنواسے نہیں ہوں گے)۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں، ان کی بنیاد یہی متذکرہ شعر ہے۔

بغدادی خزانۃ الادب (۲) میں کہتے ہیں کہ معلوم نہیں یہ شعر کس نے کہا ہے؟ حالانکہ یہ شعر گرامر کی کتابوں میں بہت مشہور ہے۔ شرح کرمانی (۳) میں ہے کہ یہ شعر فرزدق بن غالب کا ہے۔

خدا کی شان، اس سیاسی رائے میں کس قدر وزن پیدا ہو گیا کہ گمنام شاعر کے قول کی بنیاد پر حکم خدا اور حکم رسولؐ کے خلاف گستاخانہ عقیدہ قائم کر لیا گیا کہ نواسے بیٹے نہیں ہوتے۔ حالانکہ قرآن میں آیۂ مباہلہ موجود ہے، جو حسنؑ و حسینؑ کے فرزندان رسولؐ ہونے پر نص صریح ہے۔ علاوہ اس کے خدا نے نوح علیہ السلام کے فرزندوں میں عیسیٰؑ کو شمار کیا ہے، جبکہ عیسیٰؑ اپنی ماں کی وجہ سے نوح علیہ السلام کی فرزندی میں آتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ☆ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾

تفسیر رازی (۴) میں ہے کہ آیۂ مباہلہ حسنینؑ کے فرزندِ رسولؐ ہونے کا ثبوت ہے۔ کیونکہ ''ابنائنا'' کی جگہ پر رسول خدا حسنینؑ ہی کو مباہلے میں لے گئے تھے۔ پھر اس کی تائید سورۂ انعام کی اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ ...... وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾

حضرت عیسیٰؑ نواسے تھے، پوتے نہیں تھے۔

۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۵۵۔

۲۔ خزانۃ الادب، ج ۱، ص ۳۰۰۔

۳۔ جامع الشواہد، ص ۹۱ (ج ۱، ص ۳۱۷)۔

۴۔ تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۴۸۸ (ج ۸، ص ۸۱)۔

تفسیر قرطبی (۱) میں بھی ہے کہ آیۂ مباہلہ سے نواسوں کے فرزند ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور عیسیٰؑ (۲) کو نواسہ ہونے کے باوجود ابراہیمؑ کا فرزند کہا گیا ہے۔ اسی طرح اولادِ فاطمہؑ بھی ذریت رسولؐ ہوئے۔ اسی لئے بعض دانشوروں کا نظریہ ہے کہ پوتے فرزند کہے جائیں گے۔ ابوحنیفہ اور شافعی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے فرزندوں کے لئے کوئی چیز وقف کرے تو اس کا فائدہ صرف پوتے اٹھائیں گے، نواسے نہیں۔ وہ لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ﴿یوصیکم اللہ فی اولادکم﴾ حالانکہ فرزندی جس طرح پوتوں پر صادق آتی ہے، اسی طرح نواسوں پر صادق آتی ہے۔ تفسیر ابن کثیر (۳) میں ہے کہ:

''ابوحرب بن اسود کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے یحییٰ بن یعمر سے پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس بات کے قائل ہو کہ حسنؑ و حسینؑ فرزندان رسولؐ ہیں اور یہ قرآن سے ثابت ہے۔ حالانکہ میں نے پورا قرآن پڑھ ڈالا، کہیں بھی مجھے نہ ملا۔ یحییٰ نے کہا کہ کیا آپ نے سورۂ انعام کی آیت پڑھی ہے؟:

﴿و من ذریته داؤد و سلیمان ... و یحییٰ و عیسیٰ﴾

حجاج نے کہا: ہاں! پڑھی ہے۔

یحییٰ نے کہا: کیا عیسیٰؑ حضرت ابراہیمؑ کے فرزند نہیں ہیں؟ حضرت عیسیٰؑ کے تو باپ نہیں تھے۔

حجاج نے کہا: ہاں! تم نے سچ کہا۔'

ابن ابی حاتم اس روایت کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی ذریت کے لئے کوئی وصیت کرے یا وقف کرے تو اس سے پوتوں کی طرح نواسے بھی بہرہ مند ہوں گے۔ نواسوں کے فرزند ہونے کا ثبوت قرآن میں تو ہے ہی؛ قول رسولؐ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ قول رسولؐ ہے:

۱۔ تفسیر قرطبی، ج۴، ص۱۰۴ (ج۴، ص۶۷)۔

۲۔ تفسیر قرطبی، ج۷، ص۳۱ (ج۷، ص۲۲و۲۳)۔

۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۱۵۵۔

''مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ قتل کیا جائے گا۔(۱)''

یہ بھی ارشاد ہے:

''میرا یہ فرزندؑ سرزمین عراق پر قتل کیا جائے گا۔(۲)''

امام حسینؑ کے لئے فرمایا: ''میرا یہ فرزند سردار ہے۔''(۳) حضرت علیؑ کے لئے فرمایا: ''یہ میرے دونوں فرزندوں کے باپ اور میرے بھائی ہیں۔(۴)''...بے شمار اقوال رسولؐ ہیں۔

امام حسنؑ فرماتے ہیں:

''انا ابن النبی انا ابن البشیر.'' (۵)

امام حسنؑ نے ابوبکر سے کہا:

''میرے باپ کی جگہ سے اتر آ!'' وہ رسولؐ کی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔(۶) وصیت کی کہ مجھے میرے باپ کے پہلو میں دفن کرنا۔(۷)

امام حسینؑ نے عمر کو منبر پر دیکھ کر فرمایا: میرے باپ کی جگہ سے اتر آ!(۸)

۱۔طبقات ابن سعد، قسم شرح حال امام حسینؑ، غیر مطبوعہ، حدیث/۲۶۸؛ مستدرک علی الصحیحین، ج/۳، ص/۱۷۷ (ج/۳، ص/۱۹۴، حدیث/۴۸۱۸) اعلام النبوۃ، ماوردی، ص/۸۳ (ص/۱۳۷) ذخائر العقبیٰ، ص/۱۴۸؛ الصواعق المحرقہ، ص/۱۱۵ (ص/۱۹۲)۔

۲۔دلائل النبوۃ، ابی نعیم، ج/۳، ص/۲۰۲ (ج/۲، ص/۱۰۷، حدیث/۴۹۳) ذخائر العقبیٰ، ص/۱۴۶۔

۳۔المستدرک علی الصحیحین، ج/۳، ص/۱۷۵ (ج/۳، ص/۱۹۱، حدیث/۴۸۰۹) اعلام النبوۃ، ماوردی، ص/۸۳ (ص/۱۳۷) تفسیر ابن کثیر، ج/۲، ص/۱۵۵۔

۴۔ذخائر العقبیٰ، ص/۶۶۔

۵۔المستدرک علی الصحیحین، ج/۳، ص/۱۷۲ (ج/۳، ص/۱۸۸و۱۸۹، حدیث/۴۸۰۲) شرح نہج البلاغہ، ج/۴، ص/۱۱ (ج/۱۶، ص/۳۰، کتاب/۳۱) الاتحاف، ص/۵ (ص/۳۸)

۶۔ریاض النضرۃ، ج/۱، ص/۱۳۹ (ج/۱، ص/۱۷۵) شرح ابن ابی الحدید، ج/۲، ص/۱۷ (ج/۶، ص/۴۲، خطبہ/۶۶) الصواعق المحرقہ، ص/۱۰۸ (ص/۱۷۷)

۷۔الاتحاف، ص/۱۱ (ص/۳۸)

۸۔تاریخ ابن عساکر، ج/۴، ص/۳۲۱ (ج/۱۴، ص/۱۷۵، نمبر/۱۵۶۶، مختصر ابن عساکر، ج/۷، ص/۱۲۷)

ابن عباس کا قول ہے: یہ دونوں (حسن وحسین علیہما السلام) فرزندان رسولؐ ہیں۔(۱)
اسی طرح زہیر قین، فرزدق، ابو عاصم، ابراہیم بن علی، ابوتمام طلائی، دعبل خزاعی، حمانی، تنوخی، ناشی، صوری، مہیار دیلمی، ابن جابر اور شبراوی امام حسنؑ وحسینؑ کے فرزند رسولؐ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔(۲) پھر خلیفہ کے لئے کیا گنجائش ہے کہ وہ ایک انصاری کی بات پر اپنی رائے بدل دیں؟ یا فقہاء کو کیا حق پہونچتا ہے کہ ایک گمنام شعر پر بھروسہ کر کے قرآن وسنت کی خلاف ورزی کریں۔

۳۔ قطع سارق کے متعلق خلیفہ کی رائے:

صفیہ بنت ابی عبید سے مروی ہے کہ ''ابوبکر کے زمانے میں ایک ایسے شخص نے چوری کی جس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹا ہوا تھا۔ ابوبکر نے ارادہ کیا کہ ایک پیر کاٹ دیا جائے اور ہاتھ رہنے دیا جائے تا کہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اور طہارت کر سکے۔ عمر نے مخالفت کرتے ہوئے کہا: نہیں خدا کی قسم! اس کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دینا چاہئے۔ یہ سن کر ابوبکر نے دوسرا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔''(۳)
اور قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ ابوبکر نے اس چور کے پیر کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ عمر نے کہا کہ سنت کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹنا چاہئے۔(۴)
تعجب ہے کہ خلیفہ کو چور کی سزا تک نہیں معلوم۔ جبکہ معاشرتی امن عامہ کے سلسلے میں یہ چیز انتہائی ضروری ہے۔ پھر یہ ہے کہ جن صاحب نے اس وقت مشورہ دیا تھا خود اپنے زمانے میں بھول گئے تھے۔(۵)

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج/۴، ص/۲۱۲و۳۲۲ (ج/۱۳، ص/۲۳۹، نمبر/۱۳۸۳) (ج/۱۴، ص/۱۷۹، نمبر/۱۵۶۶)
۲۔ جمہرۃ خطب العرب، ج/۲، ص/۴۰ (ج/۲، ص/۴۸، نمبر/۳۳) زہر الآداب، قیروانی، ج/۱، ص/۸۰ (ج/۱، ص/۱۲۷) ص/۸۱ (ج/۱، ص/۱۲۹) دیوان صوری، ج/۱، ص/۳۰۹؛ دیوان مہیار دیلمی، ج/۲، ص/۱۸۳ (ج/۳، ص/۵۰) الاتحاف بحب الاشراف، ص/۱۰۷۔
۳۔ سنن بیہقی، ج/۸، ص/۲۷۴و۲۷۳۔ ۴۔ سنن بیہقی، ج/۸، ص/۲۷۴و۲۷۳۔
۵۔ سنن بیہقی، ج/۸، ص/۲۷۴؛ کنز العمال، ج/۳، ص/۱۱۸ (ج/۵، ص/۵۵۳، حدیث/۱۳۹۲۸)

۴۔ دادا کے بارے میں خلیفہ کی رائے:

ابن عباس، عثمان، ابو سعید اور ابن زبیر کہتے ہیں کہ ابو بکر دادا کو باپ کی جگہ پر قرار دیتے ہیں (۱) یعنی دادا کے ہوتے ہوئے بھائی کو میراث نہیں دیتے تھے، جس طرح باپ کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کو نہیں دیا جاتا۔

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

خلیفہ کی یہ رائے قرآن وسنت کے مطابق نہیں تھی نہ کسی صحابی رسولؐ نے اس پر عمل کیا۔ ان کی زندگی میں کسی صحابی نے دادا کی میراث کے سلسلے میں ان کی ہمنوائی نہیں کی۔ جس سے ان کے نظریہ کی تائید ہوتی اور کہا جاسکتا کہ کسی صحابی نے زمانۂ ابو بکر میں ان کے نظریہ کی مخالفت نہیں کی۔ (۲) سب سے پہلے حضرت عمر نے بھائی کے ہوتے دادا کو میراث دے دی۔ اس وقت علی علیہ السلام اور زید نے کہا: ایسا آپ کو نہیں کرنا چاہئے۔ اس کی تفصیل ہم جلد ششم میں پیش کر چکے ہیں (۳)۔ سب سے پہلے میراث کے معاملے میں عمر ہی نے مخالفت کی۔ مزہ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام، عمر، عثمان، ابن عمر، زید اور مسعود کے برخلاف بھائی کو میراث دیتے تھے (۴)۔ یہی قول مالک اوزاعی، ابو یوسف اور شافعی وغیرہ کا ہے۔ (۵)

خلیفۂ اول کی تائید میں اہل سنت نے جو بات بتائی ہے، اس میں قرآن کی دو آیتیں ہیں۔ کہتے

۱۔ صحیح بخاری، باب میراث الجد (ج/۶، ص/۲۴۷۷) سنن دارمی، ج/۲، ص/۳۵۲؛ احکام القرآن جصاص، ج/۱، ص/۹۴ (ج/۱، ص/۸۲) سنن بیہقی، ج/۶، ص/۲۴۶؛ تاریخ الخلفاء، ص/۶۵ (ص/۹۰)

۲۔ صحیح بخاری، باب میراث الجد (ج/۶، ص/۲۴۷۸) تفسیر قرطبی، ج/۵، ص/۶۸ (ج/۵، ص/۴۶)

۳۔ سنن دارمی، ج/۲، ص/۳۵۴؛ سنن الکبریٰ، ج/۶، ص/۲۴۷؛ مستدرک علی الصحیحین، ج/۴، ص/۳۴۰ (ج/۴، ص/۳۷۷، حدیث/۷۹۸۳) مصنف عبدالرزاق (ج/۱۰، ص/۲۶۳، حدیث/۱۹۰۵۱) المعجم الاوسط، (ج/۵، ص/۱۳۵، حدیث/۳۹۱۴) مجمع الزوائد، ج/۴، ص/۲۲۷؛ کنز العمال، ج/۶، ص/۱۵ (ج/۱۱، ص/۵۷، حدیث/۳۰۶۱۱) شرح نہج البلاغہ، ج/۱، ص/۶۱ (ج/۱، ص/۱۸۱، خطبہ/۳)

۴۔ صحیح بخاری (ج/۶، ص/۲۴۷۸) سنن دارمی، ج/۲، ص/۳۵۴؛ بدایۃ المجتہد، ج/۲، ص/۲۴۰ (ج/۲، ص/۲۴۳)

۵۔ احکام القرآن جصاص، ج/۱، ص/۹۴ (ج/۱، ص/۸۲) تفسیر قرطبی، ج/۵، ص/۶۸ (ج/۵، ص/۴۶)

ہیں کہ دادا کا اطلاق باپ پر ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ ﴿ملة ابیکم ابراھیم﴾ ''تمہارے باپ ابراہیم کی امت۔'' یا قرآن میں ہے کہ ﴿یا بنی آدم!﴾ ''اے آدم کے بیٹو!''۔ ان آیتوں میں دادا کو حقیقی باپ کہا گیا ہے۔ حالانکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان آیات سے باپ اور دادا ایک حکم میں نہیں آسکتے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ دادی پر ماں اطلاق حقیقی طور سے ہوتا ہے؟ اسے ''ام علیا'' کہا جاتا ہے۔ (۱) لیکن دونوں ایک حکم میں نہیں ہیں۔ ماں کو قرآن وسنت کی روشنی میں ایک تہائی دیا جاتا ہے اور دادی کو چھٹا حصہ۔

اگر خلیفہ جی کی اس رائے میں ذرا بھی وزن ہوتا تو صحابہ اس کی تائید کرتے یا عمل کرتے۔ لیکن کسی صحابہ نے عمل نہیں کیا۔ عمر، حضرت علی علیہ السلام اور زید نے مخالفت بھی کی دارمی (۲) نے روایت کی ہے کہ حسن بصری کہتے تھے: دادا کے متعلق بات ختم ہو چکی ہے۔ ابوبکر دادا کو باپ قرار دیتے تھے لیکن اب لوگوں کو اختیار ہے، یعنی وہ خلیفہ کی سنت کو چھوڑ کر سنت رسولؐ پر عمل کر سکتے ہیں۔

۵۔ بہتر کے ہوتے ہوئے، کمتر کو حکمراں بنانے کے متعلق خلیفہ کی رائے

حلبی سیرت نبویہ (۳) میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر کی رائے میں بہتر کے ہوتے ہوئے کمتر کو حکمراں بنانا جائز تھا اور یہ اہل سنت کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ دینی مصلحتوں کے سلسلے میں یہ چیز زیادہ وقیع ثابت ہوئی ہے۔ وہ کمتر شخص معاملات کے انتظام والغرام اور رعیتی خبر گیری کے سلسلے میں زیادہ بہتر ثابت ہوا ہے۔ اصل میں حلبی نے ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ کی ذاتی برتری کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ حضرت ابوبکر کا قول ہے: ان میں سے (عمر اور ابوعبیدہ) جس کا جی چاہے اسکی بیعت کرلو۔

ابوبکر کے قول ''میں تم پر حکمراں تو بن گیا ہوں، لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں''۔ اس کی صفائی میں

۱۔ تفسیر قرطبی، ج/۵، ص/۶۸ (ج/۵، ص/۴۶)

۲۔ سنن دارمی، ج/۲، ص/۳۵۳۔

۳۔ السیرۃ الحلبیۃ، ج/۳، ص/۳۸۶، ج/۳، ص/۳۵۸۔

باقلانی اپنی کتاب تمہید(۱) میں لکھتے ہیں کہ ممکن ہے وہ سمجھتے ہوں کہ امت کا خیال زیادہ صحیح ہو، کیونکہ اہل سنت دلیل دیتے ہیں کہ مفضول کی امامت بعض حالات میں جائز ہے، فاضل اور بہتر کو روک دیا جائے گا۔ اسی لئے ابوبکر نے انصار سے کہا کہ میں نے عمر اور ابوعبیدہ کو پسند کیا ہے، ان میں سے جس کی چاہے بیعت کرلو۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ابوعبیدہ ان سے افضل نہیں ہیں، عثمان و علیؑ بھی ان سے افضل ہیں۔ لیکن چونکہ ابوبکر نے دیکھا کہ ان پر سب کا اجماع ہے اور فتنہ دب رہا ہے، اس لئے خلافت قبول کر لی۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ خلافت کے بارے میں ہم شیعوں کی رائے ہے کہ نبوت کی طرح امامت بھی الٰہی منصب ہے۔ فرق یہ ہے کہ رسول تشریع اور وحی الٰہی سے مخصوص ہوتا ہے اور خلیفہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ شریعت کی تبلیغ و بیان کے فرائض انجام دیتا ہے، مجمل کی تفصیل کرتا ہے، الٰہی باتوں کی تفسیر کرتا ہے، کلمات کو مصادیق کے مطابق بیان کرتا ہے، جس طرح نبی تنزیل قرآن کے لئے جنگ کرتا ہے، خلیفہ تاویل قرآن کے لئے جنگ کرتا ہے۔ (۲) اس کے علاوہ جو باتیں نبی موقع نہ ہونے یا لوگوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے ظاہر و واضح نہیں کرتا، اسے خلیفہ ظاہر و واضح کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی باتیں ہیں، یہ تمام باتیں لطف الٰہی ہیں جو خدا کی طرف سے بندوں پر قرب طاعت و بعد معصیت کے سلسلے میں لازم ہیں۔ اسی لئے انہیں خلق کے بندگی کا مطالبہ کیا اور جو کچھ نہیں جانتے تھے انہیں بتایا۔ انہیں جانوروں کی طرح نہیں چھوڑ دیا کہ وہ کھائیں اور اپنی آرزوؤں میں مست رہیں بلکہ انہیں اپنی معرفت کے لئے خلق کیا ہے تاکہ اس راستے وہ خوشنودی خدا حاصل کرسکیں اور انبیاء اور کتابوں کو بھیج کر اور وحی نازل کر کے یہ راہ آسان بنائی۔ چونکہ نبی کی زندگی رہتی دنیا تک نہیں ہوتی تھی، اور نہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے

۱۔ التمہید، ص/۱۹۵۔

۲۔ اس کی طرح پیغمبر اسلامؐ نے یوں اشارہ کیا ہے: ''جب آپ نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ تمہارے درمیان وہ ہے جو تاویل قرآن پر اسی طرح جنگ کرے گا، جس طرح میں تنزیل قرآن پر جنگ کر رہا ہوں، تو ابوبکر نے پوچھا تھا کہ وہ میں ہوں یا رسول اللہؐ آپ نے جواب دیا: نہیں! عمر نے پوچھا: میں ہوں؟ حضرت نے جواب دیا: نہیں! اس سے مراد وہ ہے جو جوتیاں ٹانک رہا ہے۔ اس وقت حضرت نے علیؑ کو اپنی جوتیاں ٹانکنے کے لئے دی تھیں۔'' ملاحظہ فرمایئے! المستدرک علی الصحیحین (ج/۳، ص/۱۳۲، حدیث/۴۶۲۱) مجمع الزوائد (ج/۹، ص/۱۳۳) مزید تفصیل آگے بیان ہوگی۔

والے تھے۔ لیکن ان کی شریعت زیادہ عرصے باقی رہنے والی ہوتی تھی، اسی طرح خاتم النبیینؐ کی شریعت رہتی دنیا تک باقی رہنے والی ہے۔

اس لئے رسولؐ کے انتقال کے بعد جن ؟ کی تکمیل نہیں ہوسکی ہے یا جن شرعی احکام کی تبلیغ نہیں ہوسکی ہے یا جن احکام کی تبلیغ کے سلسلے میں مصلحت تاخیر کا مطالبہ کرتی ہے، ان باتوں کے سلسلے میں امت کو یوں ہی چھوڑ دینا نامعقول ہے۔ خدا پر لازم ہے کہ اپنی شریعت کی تکمیل و تبلیغ کا بندوبست کرے۔ ملحدوں کے شبہات ختم کرنے، جہالت کا قلع قمع کرنے، دشمنان دین کو تلوار سے ختم کرنے اور امت کو زبان و ہاتھ کی کجی سے باز رکھنے کا بندوبست کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات عنایت پروردگار سے بعید ہے کہ امت کو بے مہار چھوڑ دے گا، ان کے خیر و سعادت کا انتظام خدا پر لازم ہے۔ اس نے کچھ ایسی ذوات مقدسہ کو منتخب فرمایا جو بار رسالت کو جانشین کی حیثیت سے اٹھا سکیں۔ ان کی خلافت و جانشینی کا زبان رسولؐ سے اعلان کرادیا تاکہ امت بے مہار نہ رہ جائے۔ کیا آپ نے عبداللہ بن عمر کو نہیں دیکھا جو اپنے باپ سے کہتے ہیں کہ لوگ چرچا کررہے ہیں کہ آپ کسی کو اپنا جانشین نہیں بنانا چاہتے۔ اگر کوئی چرواہا چوپایوں کے ریوڑ کو بغیر نگہبان کے چھوڑ کر چلا جائے تو آپ اس ریوڑ کے زیاں کا الزام عائد کریں گے۔ حالانکہ آدمیوں کا معاملہ جانور سے زیادہ اہم ہے۔ اگر آپ خدا سے ملاقات کریں گے تو کیا جواب دیں گے؟ (۱) عائشہ نے بھی ابن عمر سے یہی کہا: بیٹا! میرا اسلام عمر کو پہونچا دینا اور ان سے کہنا کہ امت کو بغیر چرواہے کہ نہ چھوڑیں، کسی کو جانشین ضرور نامزد کردیں کیونکہ مجھے ان کے بعد فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ (۲) عبداللہ بن عمر کا اپنے باپ سے ایسا ہی ایک اور مفہوم نقل کیا گیا ہے۔ (۳) اور یہ معاویہ بن ابی سفیان اسی مسلمہ حکم عقلی کے تحت استدلال کرکے یزید کی بیعت لے رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں: مجھے

۱۔ سنن بیہقی، ج ر۸، ص ر۱۴۹؛ صحیح مسلم (ج ر۲، ص ر۱۰۲، حدیث ر۱۲، کتاب الامارہ) ابن جوزی کی سیرۂ عمر، ص ر۱۹۰ (ص ر۱۹۵) ریاض النضرۃ، ج ر۲، ص ر۷۴ (ج ر۲، ص ر۳۵۳) حلیۃ الاولیاء، ج ر۱، ص ر۴۴؛ فتح الباری، ج ر۱۳، ص ر۱۷۵ (ج ر۱۳، ص ر۲۰۶)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ر۱، ص ر۲۲ (ج ر۱، ص ر۲۸)

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ر۳، ص ر۲۴۹ (ج ر۳، ص ر۳۴۳)

ڈر ہے کہ امت محمدؐ کو اپنے بعد یوں چھوڑ جاؤں جیسے بغیر چرواہے کے ریوڑ۔(۱)

سوال یہ ہے کہ یہی مسلمہ دلیل عقلی رسول اعظمؐ کے سلسلے میں بھی استدلال کیوں نہیں کی جاتی کہ آپ نے امت کو بغیر کسی جانشین کے نہیں چھوڑا ہوگا! مجھے نہیں معلوم ...اور یہ بھی جائز نہیں کہ جانشین رسولؐ کے انتخاب کا معاملہ امت کے حوالہ یا ارباب حل وعقد کے حوالے کر دیا جائے، کیونکہ عقل سلیم کا فیصلہ ہے کہ جانشین رسول کو بالکل رسولؐ کی طرح عصمت اور روحانی تقدس سے آراستہ ہونا چاہئے تا کہ وہ خواہشات نفسانی سے دور رہے۔ اس کے پاس ایسا علم ہونا چاہئے کہ احکام خداوندی سے بھٹکنے کا اندیشہ نہ رہے۔ اس صورت حال میں غیب کی باتوں سے ناواقف امت اگر کسی کو منتخب کرے تو اس سے محض غلطی ہی کا امکان ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے ہزاروں ہزار میں سے ستر کو منتخب فرمایا اور جب وہ میقات میں پہونچے تو یہی خدا رسیدہ افراد نامعقول بات کہنے لگے کہ ہم خدا کو ظاہر بظاہر دیکھنا چاہتے ہیں۔ پھر بھلا بازاری اور مادہ پرست لوگ کسی کو منتخب کریں گے تو وہ ان سے بہتر کیسے ہو جائے گا؟ ظاہر ہے کہ وہ بھی انہیں کی طرح ہوگا، جو انہیں تباہی کے گھاٹ لگا دے گا، خود نادانستہ طور پر گناہ میں مبتلا ہوگا، سوال کا صحیح جواب نہ دے گا۔ جو منھ میں آئے گا کہے گا۔ نتیجہ میں وہ امت معاویہ اور یزید جیسے لوگوں کی بیعت پر مجبور ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے خدائے مہربان نے انتخاب خلیفہ کا اختیار بندوں کو نہیں بخشا ہے کیونکہ انہیں ظلوم وجہول پیدا کیا ہے۔ ''آگاہ ہو جاؤ! خدا ہی جانتا ہے، جسے پیدا کیا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے اور تمہارا پروردگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور منتخب کرتا ہے۔ بندوں کے ہاتھ میں اختیار نہیں دیا ہے۔ کسی مومن یا مومنہ کے لئے مناسب نہیں کہ جب خدا کسی بات کا فیصلہ کر لے تو وہ معاملات میں خود مختار ہو جائیں اور جس نے خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کی، وہ واضح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔''

خود رسولؐ نے بھی ابتدائی زمانے ہی سے اس کا اعلان کر دیا تھا۔ جب قبائل کو دین کی دعوت دی تو بنی عامر کے قبیلے نے دعوت قبول کی۔ اس میں سے ایک شخص بولا: کیا ہماری اتباع کے بعد جب دین استوار ہو جائے گا، مخالفتیں ختم ہو جائیں گی تو آپ کے بعد اس میں ہمارا بھی حق ہوگا؟ رسول خداؐ نے

۱۔ تاریخ طبری، ج ۶/ص ۱۷۰/ (ج ۵/ص ۳۰۲/، حوادث ۵۶ھ) الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱/ص ۱۵۱/، (ج ۱/ص ۱۵۹/)۔

فرمایا: یہ امر خدا ہے، وہ جسے چاہے گا متعین فرمادے گا۔(۱)

لوگوں کو انتخاب کا اختیار کیسے دیا جاسکتا ہے جبکہ ان کے اغراض و مقاصد جدا جدا اور میلانات الگ الگ اور خواہشات متفرق ہیں۔ انتخاب کے سلسلے میں ان اختلافات و افتراقات کے نظائر دیکھنے میں آئیں گے، گروہ بندیاں اور شخصیت پرستیاں ابھر کر سامنے آئیں گی۔ یہ چیز انسانیت کے اول ایام سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

یہ انتخاب اول روز ہی سے کا شکار رہا، حرمتوں کا زیان، حقوق کی پامالی اور حقائق کا تیاپانچہ ہوتا رہا۔ نتیجہ میں جن کا کوئی اخلاق نہیں تھا اور جن کی کوئی حیثیت نہیں تھی، وہ بھی حقدار خلافت بن گئے۔ دلال، گورکن، آزاد کردہ، شرابی و جواری بھی خلافت کی لائن میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ بندگان خدا کو غلام بنایا، مال خدا کو غنیمت سمجھا اور کتاب خدا کے ساتھ دغا کر کے دین خدا کو بدل دیا۔

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خلیفہ کو تمام امت سے افضل ہونا چاہئے، کیونکہ اگر اس کے عہد میں لوگ اس کی فضیلتوں کے ہم پایہ ہوں گے یا بہتر ہوں گے تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی اور؟ ماری جانے لگے گی یعنی یہ کہ اگر امام فضیلت میں کم ہوا تو ممکن ہے کہ دانش و بصیرت کے رخنہ سے عظیم فتنہ پیدا ہوجائے۔ زیادہ عالم کو کم عالم کا محتاج ہونا پڑے۔

اس لئے جانشین رسول کو رسولؐ کے مثل ہونا چاہئے تاکہ لوگ اس سے استفادہ کریں اور وہ دین کی استواری کے لئے کوشاں ہو، لوگوں کی اصلاح کرے، بیہودگیوں کا قلع قمع کرے۔ اس بنیاد پر خلیفہ کا افضل ہونا ضروری ہے۔

''تم کہہ دو کہ کیا عالم و جاہل برابر ہیں؟ تم کہہ دو کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتا ہے؟ کیا تاریکی و روشنی یکساں ہے؟ کیا وہ شخص جو حق کی ہدایت کرتا ہے، اس کی پیروی مناسب ہے یا اس کی جو بغیر راہ

۱۔ سیرۂ ابن ہشام، ج ر۲، ص ر۳۲ (ج ر۲، ص ر۶۶) الروض الانف، ج ر۱، ص ر۲۶۴ (ج ر۴، ص ر۳۹، ۳۸) بہجۃ المحافل، ج ر۱، ص ر۱۳۸؛ السیرۃ الحلبیۃ، ج ر۲، ص ر۳؛ سیرۂ زینی دحلان، ج ر۱، ص ر۳۰۲ (ج ر۱، ص ر۱۴۷) مطبوع بر حاشیہ سیرۂ حلبیہ؛ حیاۃ محمدؐ، ص ر۱۵۲ (ص ر۲۰۲، ۲۰۱) ؟ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کیسے فیصلے کرتے ہو؟!''

جمہور کے نزدیک خلافت

اہل سنت کے نزدیک ہمارے متذکرہ نقطۂ نظر سے الگ، خلافت ایک دوسری ہی چیز ہے۔ ان کے خیال میں خلیفہ ایک نگہبان کی حیثیت سے ہوتا ہے، جو چور کے ہاتھ کاٹتا ہے، قاتل سے قصاص لیتا ہے، سرحدی حفاظت اور امن عامہ کا ذمہ دار ہوتا ہے، اس کا بدکرداری سے پاک ہونا ضروری نہیں، اس کی فاحش حرکات پر انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی، نہ جہالت پر عیب لگایا جاسکتا ہے، اسے شریفانہ اخلاق سے آراستہ ہونا بھی ضروری نہیں۔

باقلانی تمہید(۱) میں کہتے ہیں:

باب: ''ایسے امام سے گفتگو جس سے پیمان باندھنا لازم ہوتا ہے''۔ اگر کوئی کہے کہ بتاؤ تمہارے نزدیک اس امام کی صفت کیا ہے جس سے پیمان باندھا جاتا ہے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اس میں مندرجہ ذیل صفات ہونے چاہئے:

''وہ قریشی ہو، اسے اس قدر علم ہو کہ مسلمان کے درمیان فیصلہ کرسکے، جنگی امور میں بصیرت رکھتا ہو، فوجی انتظام کرسکے، سرحدی تحفظ اور ملکی وقومی حفاظت کرسکے، ظالم سے انتقام اور مظلوم سے بدلہ لے سکے اور اسی سے متعلق دوسری مصالح۔''

اور یہ کہ وہ اقامۂ حدود کے سلسلے میں نرمی یا جانبداری کا مظاہرہ نہ کرے، سزا دینے میں بے تابی نہ ہو، وہ علم و دانش جیسے صفات میں برتری رکھتا ہو؛ لیکن کوئی عارضی مرحلہ درپیش ہو تو بہتر کے بجائے کمتر کو ترجیح دے دے اور ضروری نہیں کہ وہ معصوم بھی ہو، نہ غیب کا علم رکھتا ہو اور نہ قوم میں سب سے بڑا بہادر ہو، نہ صرف بنی ہاشم سے تعلق رکھتا ہو۔

آگے لکھتے ہیں: اگر کہا جائے کہ کیا اس کے علم کی قوم کو احتیاج ہونی چاہئے تو ہم کہیں گے نہیں کیونکہ وہ اور اس کے علاوہ دوسرے مسلمان علم شریعت کے معاملے میں برابر ہیں۔ اگر کہا جائے کہ پھر

۱۔ التمہید، ص ۱۸۱،

امام کیوں بنایا جائے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ میرے متذکرہ بیان کی روشنی میں فوجی انتظام، سرحدی حفاظت، ظالم سے انتقام اور مظلوم کی دادرسی، اقامۂ حدود، مال غنیمت کی تقسیم وغیرہ کے لئے اگر یہ فرائض انجام نہیں دیتا تو قوم کو چاہئے کہ اسے راہ راست پر لائیں اور واجبی مواخذہ کریں۔

آگے لکھتے ہیں کہ جمہور اور اصحاب حدیث کا فیصلہ ہے کہ امام اپنی بدکرداری وظلم کی وجہ سے معزول نہیں ہوتا۔ ہر چند وہ مال غصب کرے، لوگوں کی جان سے کھیلے، حقوق ضائع کرے، حدود معطل کرے۔ ان متذکرہ غلطیوں پر بھی اس کے خلاف بغاوت نہیں کی جاسکتی، بلکہ اسے سمجھانا بجھانا چاہئے، ڈرانا چاہئے، اس سلسلے میں رسول خداؐ اور صحابائے کرام سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں کہ ہر حال میں امام کی اطاعت واجب ہے، چاہے وہ ظلم وستم کرے، چاہے لوگوں کی غارت گری کرے۔ حدیث رسولؐ ہے: امام کی بات سنو اور اطاعت کرو، چاہے وہ بندۂ اجدع ہی ہو، بندۂ حبشی ہو اور ہر نیک وبدکار کے پیچھے نماز پڑھو۔ یہ بھی روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: امام کی اطاعت کرو چاہے وہ تمہارا مال چھین لے، تمہاری پیٹھ توڑ دے اور قیام نماز کے سلسلے میں اس کی اطاعت کرو۔ اس مفہوم کی بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

اور پھر آگے لکھتے ہیں: اور یہ بھی لازم نہیں کہ اگر دوسرا افضل شخص دستیاب ہو جائے تو اس مفضول امام کو معزول کر دیا جائے اور فاضل کو امام بنا دیا جائے۔ اگر شروع بیعت میں فاضل موجود ہو تو مفضول کے بجائے فاضل کو بنایا جائے گا۔ کیونکہ دینی معاملے میں فضیلت کی زیادتی اثر انداز نہیں ہوتی، نہ اسے معزول کیا جائے گا۔ چنانچہ ہمارے اصحاب متفق ہیں کہ بدکرداری کی وجہ سے امام کو معزول نہیں کیا جائے گا۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ باقلانی کی تائید میں بہت سی روایات ہیں کہ اگر امام بدکردار اور بے ایمان ہو لیکن ہر حال میں اس کی اطاعت لازم ہے۔

ایک حدیث حذیفہ سے ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ میرے بعد ایسے خلفاء ہوں گے، جو میری ہدایت کی طرف ہدایت نہ کریں گے۔ نہ میری سنت کے مطابق عمل کریں گے۔ وہ آدمی کے پیکر میں

۱۔ التمہید، ص ۱۸۶۔

شیطانی دل رکھتے ہوں گے۔(۱)

دوسری حدیث عوف سے ہے کہ جس میں نیک و بد اماموں کی تعریف ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا:؟(۲)

تیسری حدیث سلمہ بن یزید سے ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: غاصب اماموں کی ہر حال میں اطاعت کرو، ان کا گناہ ان کے سر اور تمہارا گناہ تمہارے سر۔(۳)

چوتھی حدیث مقدام سے ہے کہ اس میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔(۴)

پانچویں روایت عمر کا قول ہے: اے ابوامیہ! شاید تم میرے بعد زندہ رہو، تو ہر حال میں امام کی اطاعت کرتے رہو، چاہے وہ غلام حبشی ہی ہو، اگر وہ مارے تو صبر کرو اور اگر کوئی حکم دے تو ثابت قدم رہو، تمہیں محروم رکھے تو صبر کرو، ظلم کرے تو صبر کرو۔ اگر تمہارے دین کو نقصان پہونچائے تو تب بھی کہو کہ میں دل و جان سے آپ کی اطاعت کرتا ہوں، میری جان آپ کے حوالے ہے، دین نہیں۔(۵)

انہیں احادیث کی بنیاد پر محدثین نے ابواب قائم کر کے والیان امر کی ہر حال میں اطاعت کی نشان دہی کی ہے۔ فقہاء نے فتوے دیئے ہیں کہ ان کے خلاف بغاوت حرام ہے۔ متکلمین کہتے ہیں کہ ان کے فسق و ظلم کے باوجود انہیں معزول نہیں کیا جائے گا، چاہے حقوق معطل ہوں، صرف وعظ و تقویف سے کام لیا جائے گا۔(۶)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: پھر عائشہ و طلحہ و زبیر اور ان کے جرگے جنہوں نے امیر المومنینؑ کے خلاف بغاوت کی، آخر کیا عذر رہ جاتا ہے؟ مان لیا کہ علیؑ نے قاتلان عثمان کو پناہ دی اور معاذ اللہ حدود معطل

۱۔ صحیح مسلم، ج/۲، ص/۱۱۹ (ج/۴، ص/۱۲۴، حدیث/۵۲، کتاب الامارہ) سنن بیہقی، ج/۸، ص/۱۵۷۔
۲۔ صحیح مسلم، ج/۲، ص/۱۲۲ (ج/۴، ص/۱۲۹، حدیث/۶۶، کتاب الامارہ) سنن بیہقی، ج/۸، ص/۱۵۹۔
۳۔ صحیح مسلم، ج/۲، ص/۱۱۹ (ج/۴، ص/۱۲۲، حدیث/۴۹) اسد الغابہ (ج/۵، ص/۴۹۴، نمبر/۵۵۵) سنن بیہقی، ج/۸، ص/۱۵۸۔
۴۔ سنن بیہقی، ج/۸، ص/۱۵۹۔
۵۔ سنن بیہقی، ج/۸، ص/۱۵۹۔
۶۔ نووی کی شرح صحیح مسلم مطبوع بر حاشیہ ارشاد الساری، ج/۸، ص/۳۶ (ج/۱۲، ص/۲۲۹)

کئے۔ کیا اس؟ امت نے ان احادیث پر عمل کیا؟ میں نہیں جانتا۔

تفتازانی شرح مقاصد (۱) میں لکھتے ہیں کہ امام کا ہاشمی ہونا یا برائیوں سے پاک ہونا یا افضل ہونا ضروری نہیں ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ اگر امام مرجائے اور کسی ایسے کو جانشین بنا دیا جائے جس میں بیعت کے علاوہ شرائط استخلاف وقہر وغلبہ پایا جائے تو بیعت منعقد ہو جائے گی۔ اسی طرح گر وہ بدکار اور جاہل ہو تو علی الاظہر خلیفہ مان لیا جائے گا۔ اسی طرح امام کی اطاعت واجب ہے، جب تک کہ وہ حکم شریعت کے خلاف عمل نہ کرے، چاہے وہ عادل ہو یا ظالم ہو۔

قاضی ایجی مواقف (۲) میں لکھتے ہیں کہ امامت کا اہل وہ شخص ہے جو اصول وفروع میں مجتہد ہو تاکہ امور دین قائم ہو سکیں، حکومت کے معاملے میں صاحب رائے ہو، بہادر ہو تاکہ مملکت کی حفاظت کر سکے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان صفات کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر ان صفات کا آدمی نہ ملے تو شرائط عبث ہوں گے یا طاقت سے زیادہ تکلیف ہوگی۔ اس کی وجہ سے مفاسد پیدا ہوں گے، ہاں اسے عادل ہونا چاہئے تاکہ ظلم نہ کرے، مصالح میں تصرفات کے لئے عقلمند ہو، بالغ ہو، مرد ہو کیونکہ عورتیں دین وعقل کی ناقص ہوتی ہیں، آزاد ہو کسی آقا کی خدمت نہ کرتا ہو، حقارت کی وجہ سے گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ یہ صفات اجماعی طور سے شرائط امامت ہیں۔

کچھ اور بھی شرائط بیان کی گئی ہیں، جن کی اہل سنت مخالفت کرتے ہیں، وہ قریشی ہو، ہاشمی ہو، (یہ شیعوں کی شرط ہے) تمام مسائل دین کا عالم ہو، (یہ بھی شیعوں کی شرط ہے) اس کے ہاتھ سے معجزات کا ظہور ہوتا ہو، (یہ غالیوں کی شرط ہے)۔

آخر تین شرطوں کو ہم نہیں مانتے کیونکہ ابو بکر میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتی تھیں۔ شیعوں اور اسماعیلیوں نے امام کی شرط عصمت بھی بیان کی ہے، یہ بھی باطل ہے کیونکہ متفقہ طور پر سبھی کہتے ہیں کہ ابو بکر میں عصمت نہیں پائی جاتی تھی۔

۱۔ شرح المقاصد، ج ۲، ص ۲۷۲، ۲۷۱ (ج ۵، ص ۲۳۳)

۲۔ المواقف (ص ۳۹۸)

مطالع الانظار، ص ر ۴۷۰ (۱) میں ابوالثناء کہتے ہیں کہ صفات امام نو ہیں: ''اصول وفروع میں مجتہد، صاحب رائے اور تدبر، شجاع وقوی القلب جو جنگ سے بھاگے نہیں، سزا دینے میں بزدلی نہ دکھائے نہ تہور ہو کہ لوگوں کو مہالک میں جھونک دے، عادل ہو کہ لوگوں کی جان و مال کا زیان نہ ہو، عقلمند ہو، بالغ ہو، مرد ہو، آزاد ہو، قریشی ہو۔ اس میں عصمت کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ شیعوں اور اسماعیلیوں کا عقیدہ ہے کیونکہ ابوبکر میں عصمت نہیں تھی۔

امامت کیسے قائم ہوتی ہے...؟

قاضی عضد المواقف (۲) میں لکھتے ہیں کہ امامت نص رسولؐ سے ثابت ہوتی ہے یا سابق امام کی واضح تصریح سے، یا ارباب حل وعقد کی بیعت سے، برخلاف شیعوں کے۔ وہ اس کے قائل نہیں لیکن ابوبکر کے معاملے میں ارباب حل وعقد کی بیعت سے ثبوت فراہم ہوتا ہے اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ امامت بندوں کی اختیاری چیز ہے تو اب سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے لئے اجماع شرط نہیں۔ کیونکہ اجماع کے لئے عقلی وروایتی دلیل نہیں ہے بلکہ ایک یا دو آدمی ہی کسی کی بیعت کرلیں تو کافی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ابوبکر کی بیعت صرف عمر نے کی اور عثمان کی بیعت صرف عبدالرحمن نے کی۔ یہاں تو مدینے والوں کا ہی اجماع نہیں تھا، تمام امت کا اجماع تو دور رہا۔ میری اس بات پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔ اس کی تائید شریف جرجانی، حسن چلپی، مسعود شیروانی وغیرہ نے کی ہے۔ (۳)

ماوردی احکام سلطانیہ (۴) میں لکھتے ہیں کہ انعقاد امامت کے سلسلے میں علماء کے نظریات مختلف ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جمہور اہل حل وعقد تمام شہروں کے لوگوں کی رائے معلوم کرلیں، اس طرح اس کی امامت اجماعی طور سے مان لی جائے۔ یہ نظریہ خلافت ابوبکر کی تردید کرتا ہے کیونکہ تمام لوگوں کی

۱۔ مطالع الانظار، ص ر ۴۷۰۔ ۲۔ المواقف (ص ر ۳۹۹)

۳۔ شرح المواقف، ج ر ۳، ص ر ۲۶۷، ۲۶۵ (ج ر ۸، ص ر ۳۵۲)

۴۔ الاحکام السلطانیہ، ص ر ۴، (ج ر ۲، ص ر ۶، ۷)

رائے کا خیال نہیں کیا گیا ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کم از کم پانچ لوگوں کے اجماع سے امامت طے پا جاتی ہے کہ چار آدمی کسی ایک سے راضی ہو جائیں۔ ان کے دو استدلال ہیں:

۱۔ بیعت ابوبکر پانچ آدمیوں سے طئے پائی پھر باقی لوگوں نے انہیں کی پیروی کی۔ عمر، ابوعبیدہ، اسید، بشر و سالم۔

۲۔ حضرت عمر نے چھ آدمیوں کی شوریٰ بنائی کہ پانچ کسی ایک پر متفق ہو جائیں۔

یہ نظریہ اکثر فقہاء کا ہے اور کوفے والے کہتے ہیں کہ تین میں سے دو کسی ایک پر متفق ہو جائیں تو امامت قائم ہو جاتی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک سے بھی قائم ہو جاتی ہے، چنانچہ عباس نے علیؑ سے کہا ہاتھ بڑھاؤ کہ بیعت کروں پھر کوئی مخالفت نہ کرے گا۔ چونکہ یہ حکم ہے اور حکم نافذ ہوتا ہے۔

جوینی (۱) کہتے ہیں کہ سمجھ لو کہ امامت میں اجماع شرط نہیں ہے، بلکہ اگر اجماع نہ بھی ہو تو امامت قائم ہو جاتی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جیسے ہی ابوبکر کی بیعت ہوئی، وہ مسلمانوں پر احکام نافذ کرنے لگے۔ دوسری جگہ بات پھیلنے کا ذرا بھی خیال نہ کیا اور نہ سستی دکھائی کہ کہیں صحابہ کو معلوم ہو جائے اور وہ انکار کی آواز بلند کر دیں۔ جب یہ ثابت ہے تو عدد کے بجائے کسی ایک شخص سے جو صاحب حل و عقد ہو، امامت قائم ہو جاتی ہے۔

ابن عربی مالکی (۲) بھی کہتے ہیں کہ امامت کے سلسلے میں تمام لوگوں کی رضامندی ضروری نہیں ہے، بلکہ دو اور ایک کی رضا سے بھی منعقد ہو جاتی ہے۔

قرطبی (۳) کہتے ہیں کہ اگر ایک صاحب حل و عقد بھی بیعت کر لے تو امامت ثابت ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ ارباب حل و عقد کی جماعت سے امام بنتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ عمر نے ابوبکر کی بیعت کی اور کسی ایک نے بھی مخالفت نہ کی۔

۱۔ الارشاد، ص/۴۲۴ (ص/۳۵۷)

۲۔ شرح صحیح ترمذی، ج/۱۳، ص/۲۲۹۔

۳۔ تفسیر قرطبی، ج/۱، ص/۲۳۰ (ج/۱، ص/۱۸۶)

امام ابو المعالی بھی کہتے ہیں کہ ایک شخص کی؟ سے بھی امامت قائم ہو جاتی ہے۔ اس بیعت کا خلع قطعی جائز نہیں۔ جب تک کوئی بدعت یا تغیر امر نہ دیکھا جائے اور یہ مجمع علیہ بات ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ابن عمر، اسامہ، سعد بن ابی وقاص، ابو موسیٰ اشعری، ابو مسعود انصاری، حسان، مغیرہ، محمد بن مسلم اور دوسرے وہ لوگ جو عثمان کی طرف سے گورنر تھے، ان لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت سے روگردانی کی۔ جبکہ تمام امت نے حضرت علیؑ کی خلافت پر اجماع کرلیا تھا۔ آخر یہ لوگ کیا عذر پیش کریں گے؟ آخر وہ لوگ جنہوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ کرنے میں تاخیر کی اور اطاعت سے ہاتھ کھینچا، وہ لوگ کیا عذر پیش کریں گے؟ حالانکہ یہ معروف صحابہ تھے۔ صرف علیؑ سے الگ ہونے کی بنا پر ان کا نام معتزلہ پڑا۔ (۱)

خلافت کے متعلق خلیفۂ ثانی کی رائے:

عبدالرحمٰن ابن ابزی سے مروی ہے کہ عمر نے کہا: خلافت کا حق بدریوں کا ہے، جب تک ایک بھی بدری زندہ رہے، پھر احد والوں کا ہے، پھر اس طرح غزوات رسولؐ میں شریک افراد کا حق ہے؛... اس خلافت میں طلیق، ابن طلیق یا فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والوں کا کوئی حق نہیں، (۲) یہ خلافت کبھی اصلاح پذیر نہ ہوگی اگر آزاد کردہ لوگوں کے؟ ہو جائیں یہ بھی کہا کہ میں خلافت کو سالم اور ابو عبیدہ کے حوالے کرتا، اگر وہ زندہ ہوتے تو کبھی شوریٰ قائم نہ کرتا (۳)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج/۳، ص/۱۱۵ (ج/۳، ص/۱۲۴، حدیث/۴۵۹۶) تاریخ طبری، ج/۵، ص/۱۵۵ (ج/۴، ص/۴۳۱، حوادث ۳۵ھ) تاریخ کامل، ج/۳، ص/۸۰ (ج/۲، ص/۳۰۳، حوادث ۳۵ھ) تاریخ ابی الفداء، ج/۱، ص/۱۱۵، ۱۷۱۔

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۴۸ (ج ۳، ص ۳۴۲)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۴۸ (ج ۳، ص ۳۴۳) التمہید باقلانی، ص ۲۰۴، استیعاب ج ۲، ص ۵۶۱ (القسم الثانی، ص ۵۶۸ نمبر ۸۸۱) طرح التغریب ج ۱، ص ۴۹، اسد الغابۃ ج ۲، ص ۲۴۶ (ج ۲، ص ۳۰۸ نمبر ۱۸۹۲)

جب وہ زخمی ہو گئے تو کہا: اگر علیؑ کے حوالے اس خلافت کو کر دیا جائے تو وہ لوگوں کو سیدھی راہ پر چلائیں گے۔ ابن عمر نے پوچھا: پھر انہیں کے حوالے کیوں نہیں کر دیتے؟! جواب دیا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اس کی خلافت کا بوجھ زندہ حالت میں اٹھاؤں اور مرنے کے بعد بھی۔(۱) ایک بار کہا کہ اگر عثمان کو حکمران بنا دوں تو وہ بنی امیہ کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیگا، بخدا!! اگر ایسا کروں تو وہ ایسا کرے گا اور اگر ایسا کرے گا تو لوگ اس کی گردن اڑا دیں گے۔ پوچھا گیا: اور علیؑ؟ جواب دیا: وہ بزدل ہیں۔ (ہائے رے ناعاقبت اندیشی شاید وہ بدر، احد و حنین اور خیبر کی داستانیں بھول گئے تھے۔) پوچھا: طلحہ؟ جواب دیا: وہ خود پسند ہے۔ پوچھا گیا: زبیر؟ کہا: وہ یہاں نہیں ہے۔ پوچھا گیا: سعد؟ کہا: وہ بہادر اور مضبوط ہے۔ پوچھا: ابن عوف؟ جواب دیا: اس میں تنگ نظری ہے اور خلافت اسی کا حق ہے جو بغیر فضول خرچی کے عطا کرے اور بغیر مفلسی کے پیسہ بچائے۔(۲)

عمر کی ان باتوں میں جس طرح عقل و منطق کا تیاپانچہ کیا گیا ہے، ہم انہیں باوقار طور پر نظر انداز کر کے گذر رہے جاتے ہیں۔ ابن عباس سے عمر نے پوچھا: سمجھ میں نہیں آتا، امت محمدؐ کے ساتھ کیا کروں؟ یہ بات زخمی ہونے سے قبل کی ہے۔ ابن عباس نے کہا: بلا وجہ آپ فکر مند ہیں، آپ تو بہتر جانتے ہیں کہ کسے خلیفہ بنانا چاہئے؟ عمر نے کہا: کیا تمہارے ساتھی کو، یعنی علیؑ کو؟ ابن عباس نے کہا: ہاں! ان میں رسولؐ کی قرابت ہے، ان کے داماد ہیں، سب سے پہلے اسلام لائے، محاذ جنگ پر ڈٹے رہے۔ عمر نے کہا: ان میں مہمل اور مزاج ہے۔ ابن عباس نے کہا: طلحہ کے متعلق کیا خیال ہے؟ عمر نے کہا: اس میں اکڑ فاور خود پسندی ہے۔

ابن عباس نے کہا: عبدالرحمٰن بن عوف؟ کہا: وہ نیک ہے تو لیکن کمزور ہے۔ ابن عباس نے کہا: سعد؟ کہا: وہ شیر پنجہ ہے اور جنگجو ہے، معاملہ بنا نہ سکے گا اگر اس کے حوالے کیا گیا۔ ابن عباس نے کہا: زبیر؟ کہا: لالچی اور تنگ نظر ہے، خلافت کا معاملہ ایسے کو مناسب ہے، جو توانا ہو لیکن سخت گیر نہ ہو، بغیر

۱۔ الانساب بلاذری ج ۵، ص ۱۶، الاستیعاب ج ۲، ص ۴۱۹ (القسم الثالث، ص ۱۱۵۴ نمبر ۱۸۷۸)

۲۔ قاضی ابو یوسف کی آلاثار (ص ۲۱۷ حدیث ۹۶۰)

کمزوری کے مہربانی کا مظاہرہ کرے، فضول خرچ نہ ہو لیکن سخی ہو۔ ابن عباس نے کہا: عثمان کے متعلق کیا خیال ہے؟ بولے کہ اگر اسے بنادیا جائے تو وہ بنی امیہ کو امت کی گردن پر مسلط کردے گا اور اگر اس نے ایسا کیا تو لوگ اسے قتل کردیں گے (۱)۔ بلاذری نے (ص ۷ا پر) اضافہ کیا ہے کہ طلحہ کے متعلق کہا کہ اس کی آنکھیں آسمان پر ہیں، لیکن تہی گاہ پانی پر ہے۔

خلافت، اہل سنت کی نظر میں

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ خلافت اسلامیہ کے لئے اہل سنت کا یہ نقطۂ نظر تھا، وہ خلافت و امامت کو صرف فوجی تدبیر، سرحدی حفاظت، ظالم سے بدلہ، مظلوم کی دادرسی، اقامۂ حدود اور مال غنیمت کی تقسیم تک محدود سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک علمی مہارت کچھ نہیں، شریعت کے علم کے سلسلے میں خلیفہ اور امت کا علم برابر کا درجہ رکھتا ہے، وہ صرف لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کر سکے، اور جس طرح خلفاء نے فیصلے کئے وہ آپ نے دیکھ ہی لیا۔ اہل سنت کا امام و خلیفہ بدکرداری اور ظلم کی وجہ سے معزول نہیں کیا جا سکتا، امت پر واجب ہے کہ ہر نیک و بدکردار کی اطاعت کرے، کسی کو حق نہیں پہونچتا کہ اس کی مخالفت کرے اور کسی معاملے میں نزاع کرے۔

اس بنیاد پر خلفاء نے قرآن و سنت کے خلاف فیصلے کئے اور کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی، وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر بھی عمل نہ کر سکے کیونکہ سیاسی ہاتھ وسیع ہونے کا ڈر تھا۔ حدیث میں ہے کہ میرے بعد ناہنجار باتیں دیکھنے کو ملیں گی، اب اگر کوئی امت میں تفرقہ ڈالنے کی سعی کرے تو اسے قتل کر دینا، کوئی بھی ہو۔ (۲)

اسی بنیاد پر معاویہ نے کوفہ والوں سے ؟ پر تبرا کرنے کے عہد کے ساتھ لوگوں سے بیعت لی، (۳)

۱۔ انساب بلاذری ج ۵، ص ۱۶

۲۔ صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۲۱ (ج ۴، ص ۱۲۷ حدیث ۵۹) سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۲۸۳ (ج ۴، ص ۲۴۲ حدیث ۴۷۶۲)

۳۔ البیان والتبیین ج ۲، ص ۸۵ (ج ۲، ص ۷۲)

اسی بنیاد پر عبداللہ بن عمر نے یزید جیسے فاسق و فاجر و شرابی کی بیعت کی۔ نافع کا بیان ہے کہ جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت کا قلادہ گردن سے اتارا تو ابن عمر نے اپنا مال و خاندان ایک جگہ جمع کیا اور کہا:

میں نے اس شخص کی بیعت خدا اور رسولؐ کی بیعت کے بنیاد پر کی تھی، میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن غداروں کے لئے پرچم نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں غدار کا علم ہے اور شرک کے بعد سب سے بڑی غداری یہ ہے کہ کسی انسان کی خدا و رسولؐ کے عہد پر بیعت کی جائے پھر بیعت توڑ دی جائے۔ دیکھو تم میں سے کوئی بھی یزید کی بیعت نہ توڑنا، تم میں سے کوئی بھی اس کی بیعت سے ہاتھ نہ کھینچنا ورنہ میرے اور اس کے درمیان تلوار چل جائے گی۔(۱)

اسی بنیاد پر حمید بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں یسیر انصاری کے پاس گیا، جب یزید کی بیعت کی دھوم مچی تھی۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یزید امت محمدؐ کے حق میں اچھا نہیں اور میں کہتا ہوں کہ ایسا ہی ہے لیکن خدا نے امت محمد کو جس بات پر مجتمع کر دیا ہے وہ مجھے زیادہ پسند ہے۔ اس بات سے کہ امت میں افتراق پیدا ہو۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت میں صرف اچھائی ہی پر اجماع ہے۔(۲)

اسی بنیاد پر عائشہ نے اسود بن یزید کے سوال میں کہ ایک طلیق اصحاب رسولؐ سے خلافت کے معاملے میں جھگڑا کر رہا ہے، کیا یہ تعجب کی بات نہیں؟ عائشہ نے کہا: اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ وہ خدا کا سلطان ہے، چاہے نیک ہو یا بد کردار ہو، فرعون مصر والوں پر چار سو سال حکومت کرتا رہا۔(۳)

اسی بنیاد پر مروان بن حکم سے پوچھا گیا کہ تم علیؑ کو منبر پر گالیاں کیوں دیتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ یہ حکومت صرف اسی بنیاد پر قائم رہ سکتی ہے۔(۴)

۱۔ صحیح بخاری ج۱، ص۱۶۶ (ج۶ ص۲۶۰۳ حدیث ۶۶۹۴) سنن بیہقی ج۸، ص۱۵۹، ۱۶۰، مسند احمد ج۲، ص۹۶ (ج۲، ص۲۲۸ حدیث ۵۶۷۶)

۲۔ الاستیعاب ج۲، ص۶۳۵ (القسم الرابع ص۱۵۸۴ نمبر ۲۸۱۲) اسد الغابہ ج۵، ص۱۲۶ (ج۵، ص۵۲۴ نمبر ۵۶۳۳)

۳۔ درمنثور ج۶، ص۱۹ (ج۷، ص۳۸۳)

۴۔ الصواعق المحرقہ ص۳۳ (۵۵)

اسی بنیاد پر عبدالرحمٰن بن خالد کو معاویہ نے قتل کرایا۔ اس کا جواز اس طرح پیدا کیا کہ جب اس نے بیعت یزید کا ارادہ کیا تو شام والوں کے سامنے خطبہ پڑھا اور ان سے کہا: شامیو! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، میں بوڑھا ہوگیا ہوں، موت قریب ہے، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے انتظامی معاملات کے لئے کسی کو حاکم بنادوں۔ میں بھی ایک انسان ہی ہوں، تم بھی رائے دو۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا: ہم عبد الرحمٰن بن خالد کی خلافت پر راضی ہیں۔ چنانچہ یہ سن کر معاویہ نے ایک طبیب یہودی کو حکم دیا اور اس نے عبدالرحمٰن کو زہر دے دیا۔ عبدالرحمٰن کا پیٹ کٹ کر گر گیا اور وہ مر گیا۔ جب اس کا بھائی مہاجر چپکے سے شام میں آیا تو چند لوگوں کے ساتھ طبیب پر ہجوم کر کے مار ڈالا۔

استیعاب اور اخبار مدینہ میں یہ واقعہ موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ قصہ بہت مشہور ہے۔ (۱) اسی بنیاد پر شمر ذی الجوشن قاتل امام حسین علیہ السلام کو بہانہ ملا۔ ابو اسحاق لکھتے ہیں کہ میرے ساتھ شمر نماز پڑھ رہا تھا، پھر اس نے دعا مانگی: خدایا! تو شریف ہے اور شرافت کو پسند کرتا ہے۔ تو جانتا ہے کہ میں بھی شریف ہوں، لہٰذا مجھے بخش دے۔ میں نے اس سے پوچھا: خدا تجھے کیسے بخشے گا؟ تو نے تو فرزند رسول کو قتل کیا ہے؟ جواب دیا: تم پر وائے ہو! یہ کام ہم کیسے نہ کرتے؟ ہمارے امراء نے ہمیں حکم دیا تھا۔ ہم ان کی مخالفت نہ کر سکے۔ اگر مخالفت کرتے تو بدترین انسان ہوتے۔ (۲)

اسی بنیاد پر ابوبکر طائی کو مصیبت جھیلنا پڑی، سلیمان بن ربوہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ کچھ بزرگوں کے ساتھ جامع دمشق میں تھے، ہمارے ساتھ ابوبکر طائی بھی تھے، ہم لوگ فضائل علیؑ بیان کرنے لگے، ہم پر تقریباً سو آدمی ٹوٹ پڑے اور لگے مار پیٹ کرنے۔

ابوبکر نے کہا: بزرگو! ذرا میری بات سنو، آج ہم نے فضائل علیؑ بیان کئے، کل فضائل معاویہ بیان کروں گا۔ اس وقت چند اشعار سن لو۔ سب نے کہا: سناؤ! انہوں نے یہ اشعار سنائے، حب علی علیہ السلام

۱۔ الاستیعاب ج ۲، ص ۴۰۸ (القسم الثانی ص ۸۲۹ نمبر ۱۴۰۲) اسد الغابۃ ج ۳، ص ۲۸۹ (ج ۳، ص ۴۴۰ نمبر ۳۲۸۷)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶، ص ۳۳۸ (ج ۲۳، ص ۱۸۹ نمبر ۲۷۲۶، مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۰، ص ۳۳۲) میزان الاعتدال ج ۱، ص ۴۴۹ (ج ۲ ص ۲۸۰ نمبر ۳۷۴۲)

کلمہ ضرب، محبت علی علیہ السلام کا نتیجہ صرف مار کھانا ہے، جس سے کلیجہ دہل جاتا ہے، میرا مذہب تو ہدایت کے امام یزید کی محبت ہے، اسی دین پر ہم جیتے ہیں، اگر اس کے علاوہ کوئی شخص کوئی دوسری بات کہہ رہا ہے تو وہ بڑا بے وقوف ہے۔ اگر لوگوں کی خواہشوں کے آگے سپر انداز نہ ہوا جائے تو جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔(۱)

اسی بنیاد پر آل محمد علیہم السلام کا خون بہایا گیا، ان کی ہتک حرمت ہوئی، ان کے شیعوں کو آگ و خون کے انگاروں پر سے گزرنا پڑا، اہل بیت علیہم السلام پر منبروں سے سب وشتم کیا گیا، خلفائے بنی امیہ نے برسوں تک یہ رسم جاری رکھی۔ جب معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو لعن ابوتراب کا حکم دیا تو وہ خاموش رہ گئے۔(۲) کچھ ہی عرصے بعد جب عبداللہ بن ولید بن عثمان حکمران ہوا تو منبر سے دہاڑ رہا تھا۔ ہشام سے مخاطب ہوا اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے خاندان والوں نے اس پاک جگہ پر ہمیشہ ابوتراب کو گالیاں دینے کی رسم جاری رکھی، آپ بھی ابوتراب کو گالیاں دیجئے۔(۳)

اسی بنیاد پر خلیفہ اول کی اس رائے پر ذرا بھی کسی کو شرم نہیں آئی کہ فاضل کے ہوتے ہوئے، مفضول کو حکمراں بنادیتے تھے،

مقدم کے ہوتے ہوئے، مؤخر کو آگے بڑھادیتے تھے۔ محض جعلی بہانوں اور واہی اوہام کے بل بوتے پر یہ شرمناک کام ہوتا، وقتی سیاست پیش نظر ہوتی تھی۔ نہ اس میں روحانی تقدس کے ہونے کی شرط تھی، نہ بلند اخلاق سے آراستہ ہونا ضروری تھا، شریفانہ نفسیات، معالم ومعارف، مدارج ومراتب یہ سب خلیفہ کے لئے بے معنی چیزیں تھی۔ اکثر لوگوں نے ابوبکر کے اس اقدام کے بل پر رائے قائم کی، قاضی

۱۔ صفدی کی تمام المتون، ص۱۸۸ (ص۲۵۱)

۲۔ مروج الذھب ج۲، ص۶۱، سنن ترمذی ج۲، ص۲۱۳ (ج۵، ص۵۹۶ حدیث۳۷۲۴) المستدرک علی الصحیحین ج۳، ص۱۰۸ (ج۳ ص۱۱۷ حدیث۴۵۷۵) صحیح مسلم (ج۵، ص۲۳ حدیث۳۲ کتاب فضائل الصحابہ) کفایۃ الطالب، ص۲۸ (ص۸۵ باب ۱۰) نزول الابرار، ص۱۵ (۴۷) الاصابۃ ج۲، ص۵۰۹ (نمبر۵۶۸۸)

۳۔ رسائل جاحظ، ص۹۲ (ص۴۳۵ الرسائل السیاسیۃ) انساب بلاذری ج۵ ص۱۱۶، البدایۃ والنھایۃ ج۹، ص۲۳۲ (ج۹، ص۲۶۲ حوادث ۱۰۶ھ)

نے مواقف میں لکھا ہے کہ اکثر لوگ فاضل کے ہوتے مفضول کی امامت جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں اصلاح امت کی توقع زیادہ ہو۔(۱)

۶۔ قضاء وقدر کے معاملے میں خلیفہ کی رائے

لالکائی اپنی کتاب السنہ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابوبکر سے سوال کیا: کیا زنا ہمارا مقدر ہے؟ فرمایا: ہاں اس نے پوچھا تو کیا خدا نے زنا ہمارا مقدر کر دیا ہے اور پھر مجھے عذاب بھی کرے گا! یہ سنتے ہی خلیفہ نے فرمایا: اے لخنا کے بیٹے! (جاہلی دور کی گندی گالی ہے) خدا کی قسم اگر میرے پاس کوئی ہوتا تو حکم دیتا کہ تیرا دماغ چور چور کر دے (بھیجہ نکال دے)۔(۲)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، خلیفہ کو قضا وقدر الٰہی کا مطلب بھی نہیں معلوم تھا، کیا وہ اسے خدا کے علم ازلی کا امر جاری سمجھتے ہیں؟ حالانکہ اس نے بندوں کو فعل کا پورا اختیار دیا ہے پھر اسے نیک و بد کی تمیز سکھا کر انجام سے باخبر کر دیا ہے، وہ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ ''ہم نے اس کے لئے راہ راست کی نشاندہی کر دی ہے اب وہ شکر کرے یا کفر اختیار کر لے''۔(۳)

﴿وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ﴾ ''ہم نے اس کو دونوں راستوں (خیر و شر) کی ہدایت کر دی ہے''۔(۴)

﴿وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ﴾ ''اور جو شکر یہ ادا کرے گا وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے کرے گا اور جو کفران نعمت کرے گا اس کی طرف سے میرا پروردگار بے نیاز اور کریم ہے''۔(۵)

۱۔ المواقف فی علم الکلام (ص ۴۱۳)
۲۔ تاریخ الخلفاء، ص ۶۵ (ص ۸۹)
۳۔ انسان/۳
۴۔ بلد/۱۰
۵۔ نمل/۴۰

﴿وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ ''اور جو بھی شکریہ ادا کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے کرتا ہے اور جو کفرانِ نعمت کرتا ہے اسے معلوم رہے کہ خدا بے نیاز بھی ہے اور قابل حمد وثنا بھی ہے''۔(۱)

﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ ''ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں''۔(۲)

﴿مَنِ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ ''جو ہدایت پا جائے وہ اپنے لئے ہدایت یافتہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہو جائے وہ اپنی زبان میں گمراہ ہوا ہے''۔(۳)

﴿فَمَنِ اهْتَدَى فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا﴾ ''اب جو ہدایت حاصل کرلے گا وہ اپنے فائدہ کے لئے کرے گا اور جو گمراہ ہو جائے گا وہ بھی اپنا ہی نقصان کرے گا''۔(۴)

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ﴾ ''جو نیک کام کرے گا وہ اپنے فائدہ کے لئے کرے گا اور جو برائی کرے گا وہ اپنے ہی نقصان کے لئے کرے گا اس کے بعد تم سب پروردگار کی طرف پلٹائے جاؤ گے''۔(۵)

﴿قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَى نَفْسِي وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي﴾ ''کہہ دیجئے کہ میں گمراہ ہوں گا تو اس کا اثر میرے ہی اوپر ہوگا اور اگر ہدایت حاصل کرلوں گا تو یہ میرے رب کی وحی کا نتیجہ ہوگا''۔(۶)

﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ ''اگر تم نیکی کرو گے تو اپنے لئے نیکی کرو گے اور اگر بدی کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے کرو گے''۔(۷)

۱۔لقمان/۱۲ ۲۔فاطر/۳۲
۳۔اسراء/۱۵ ۴۔زمر/۴۱
۵۔جاثیہ/۱۵ ۶۔سبا/۵۰ ۷۔اسراء/۷

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدرات جبر کے مستلزم نہیں ہیں، علم الٰہی کی روشنی میں تقدیرات یوں ہیں کہ اس نے بندوں کو نیک و بد کا اختیار دے دیا ہے، وہ خود عمل خیر و شر بجالاتے ہیں اور یہ چیز تکلیف کے منافی نہیں۔ وہ بندوں کے عمل پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر وہ برائی پر عقاب کرے اور اچھائی پر ثواب دے تو اسے برا نہیں کہا جاسکتا۔ اس سلسلے میں آیات پر غور کیجئے!

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَه ☆ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَه﴾ "پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا"۔(۱)

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلاتُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾ "اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے اور کسی نفس پر ادنی ظلم نہیں کیا جائے گا اور کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہے تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم سب کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں"۔(۲)

﴿الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لاظُلْمَ الْيَوْمَ﴾ "جس نے جو کام انجام دیا ہے آج اسی کے مطابق جزا دی جائے گی، آج کوئی ظلم نہیں ہے"۔(۳)

﴿فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لارَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لايُظْلَمُونَ﴾ "اس وقت کیا ہوگا جب ہم سب کو اس دن جمع کریں گے جس میں کسی شک اور شبہہ کی گنجائش نہیں ہے اور ہر نفس کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا"۔(۴)

اب ذرا دیکھئے تو کیا خلیفہ کو قضا و قدر الٰہی کا مطلب معلوم تھا کہ جو جواب پایا دیا؟ ان کے جواب پر سائل نے ایسا اعتراض کیا کہ جھلا کے انہوں نے گالی بک دی، بعد میں جمہور نے اسی بنیاد پر خلق اعمال کا نظریہ قائم کیا۔

۱۔ زلزال/۷۔۸ ۲۔ انبیاء/۴۷

۳۔ غافر/۱۷ ۴۔ آل عمران/۲۵

خود حضرت عائشہ بھی حضرت امیر المؤمنینؑ سے جنگ کر کے عمر بھر پچھتاتی رہیں، (اس قدر روتی تھیں کہ آنچل آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا) لیکن آخر وہ بھی باپ کی بیٹی تھیں اپنی صفائی میں وہی باپ کے نظریہ کا سہارا لیا کہ جو کچھ کرتا ہے، خدا کرتا ہے۔(۱) حالانکہ آنچل کا آنسوؤں سے بھیگنا بتاتا ہے کہ وہ باپ کے نظریہ کو لچر سمجھتی تھیں۔

۷۔ سنت بن جانے کے ڈر سے قربانی چھوڑ دی

جلد ششم میں ہم بیان کر آئیں ہیں کہ ابو بکر و عمر نے صرف اس ڈر سے قربانی چھوڑ دی تھی کہ لوگ اس کی پیروی میں یہ سمجھنے لگیں گے کہ قربانی کرنا واجب ہے۔(۲) ہم نے وہیں اس روایت صحیح پر بھرپور بحث کی ہے۔

۸۔ ارتداد بنی سلیم

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی سلیم مرتد ہو گئے تو ان کی سرکوبی کے لئے ابو بکر نے خالد بن ولید کو روانہ کیا، انہوں نے جس طرح جانوروں کا گلہ بنایا جاتا ہے، سب کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور سب کو آگ میں جلا ڈالا۔ جب یہ خبر حضرت عمر کو ہوئی تو ابو بکر کے پاس آ کر کہا کہ آپ نے ایک شخص کو چھوڑ دیا ہے کہ وہ لوگوں کو عذاب کرتا رہے؟ ابو بکر نے کہا: خدا کی قسم! میں کبھی اس تلوار کو نیام میں نہ کروں گا، جسے خدا نے اپنے دشمنوں کے لئے نیام سے باہر کیا ہے۔ پھر خالد کو حکم دیا کہ مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے جائیں (۳)۔ خلیفہ کا یہ جواب عمر کے اعتراض کے مقابل قطعی مہمل ہے، قرآن میں تو

۱۔ تاریخ بغداد ج۱، ص۱۱۰۔

۲۔ سنن بیہقی ج۹، ص۲۶۵، المعجم الکبیر (ج۳، ص۱۸۲ حدیث ۳۰۵۸) مجمع الزوائد ج۴، ص۱۸ کنز العمال ج۳ ص۴۵ (ج۵ ص۲۱۹ حدیث ۱۲۶۶۳) کتاب الام ج۲، ص۱۸۹ (ج۲، ص۲۴۴) مختصر المزنی مطبوع برحاشیہ کتاب الام ج۵، ص۲۱۰ (ص ۲۸۳)

۳۔ سورۂ مائدہ، آیت ۳۳۔

ہے کہ:

﴿انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذالک لھم خزی فی الدنیا و لھم فی الآخرۃ عذاب عظیم﴾

(آیت میں کہیں بھی آگ میں جلا کر عذاگ دینے کی سزا نہیں ہے) حدیث رسول بھی دیکھئے:

لا یعذب بالنار الا رب النار ''آگ کا عذاب صرف خدا ہی دے گا۔(۱)

''ان النار لا یعذب بھا الا اللہ''

''آگ کا عذاب صرف خدا ہی دے گا''۔(۲)

ایک اور حدیث رسولؐ ہے:

''من بدل دینہ فاقتلوہ''(۳)

''جو شخص دین بدل دے، اسے قتل کردو''۔

ایک حدیث ہے: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ کلمہ گو مسلمان کا خون بہائے، لیکن صرف تین صورتوں میں:

۱۔ یا تو زنا محضہ کیا ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔

۲۔ یا خدا اور سول کا باغی ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ یا سولی دی جائے گی، یا شہر بدر کیا جائے گا۔

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱، ص۱۰۰ (ج۱، ص۱۲۹)

۲۔ صحیح بخاری ج۴، ص۳۲۵ (ج۳، ص۱۰۹۸ حدیث ۲۸۵۳) مسند احمد ج۳، ص۳۹۴ (ج۴، ص۵۵۰ حدیث ۱۵۶۰۴) ج۲، ص۳۰۷ (ج۲، ص۵۹۲ حدیث ۸۰۰۷) سنن ابی داؤد ج۲، ص۲۱۹ (ج۳، ص۵۵۔۵۴ حدیث ۲۶۷۳، ۲۶۷۵) صحیح ترمزی (ج۴، ص۱۱۷ حدیث ۱۵۷۱) سنن بیہقی ج۹، ص۷۱، ۷۲، مصابیح السنۃ ج۲، ص۵۷، ۵۸ (ج۲، ص۵۲۸ حدیث ۲۶۵۸، ص۵۳۰ حدیث ۲۶۶۷) تیسیر الوصول ج۱، ص۲۳۶ (ج۱، ص۲۷۹ حدیث ۱۶)

۳۔ صحیح بخاری ج۱۰، ص۸۳ (ج۶، ص۲۵۳۷ حدیث ۶۵۲۴) سنن ابی داؤد ج۲، ص۲۱۹ (ج۴، ص۱۲۶ حدیث ۴۳۵۱) مصابیح السنۃ ج۲، ص۵۷ (ج۲، ص۵۲۸ حدیث ۲۶۵۸)

۴۔ یا کسی کو ناحق قتل کیا ہو تو اسے اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔(۱)

اب رہ گئی بات عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ حضرت علیؑ کے برتاؤ کی، تو حضرت نے آگ میں نہیں جلایا تھا بلکہ گڑھا کھود کر اس میں دھواں کر دیا اور وہ اسی دھویں سے گھٹ کر مر گئے۔ یہ جو ابوبکر نے اپنی نکلی ہوئی تلوار کی بات کی تو یہ بھی حکم نبیؐ کی صریحی مخالفت ہے۔ رسولؐ نے کبھی کسی تلوار کو ناجائز قتل یا آگ میں جلانے کا حکم نہیں دیا۔؟ کی کسی حال میں اجازت نہیں دی، اپنے زمانے میں خالد کی زیادتیوں پر برملا تبرا فرمایا بعد میں اسی نام نہاد سیف اللہ نے بنی حنیفہ اور مالک بن نویرہ کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا، ان جرائم کے بیان سے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۹۔ خلیفہ نے فجاءہ کو جلا ڈالا

ابوبکر کے پاس بنی سلیم کا ایک شخص آیا، جس کی عرفیت فجاءہ اور نام ایاس بن عبداللہ بن عبد یالیل تھا۔ اس نے خلیفہ سے کہا: میں مسلمان ہوں اور چاہتا ہوں کہ مرتدین کے خلاف جہاد کروں، آپ مجھے ہتھیاروں اور جانوروں کی مدد فرمائیں۔ ابوبکر نے اس کو مطلوبہ سامان اور ہتھیار فراہم کر دیئے۔ اس نے قبیلے میں جا کر مسلمان اور مرتد دونوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ ان کے مال چھین لیتا، جو مزاحمت کرتا اسے طرح طرح کی اذیتیں دیتا، اس کے ساتھ بنی شرید کا شخص نجبہ بن ابی المیثاء بھی تھا۔

جب ابوبکر کو اس کی کارستانیوں کی خبر ہوئی تو طریفہ بن حاجز کو سرکوبی کے لئے روانہ کیا کہ دشمن خدا فجاءہ نے میرے سامنے اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے مجھ سے کمک مانگی تاکہ مرتدین کے خلاف جہاد کرے، میں نے اسے اسلحوں سے تقویت پہونچا دی۔ اب مجھے یقینی خبر موصول ہوئی ہے کہ اس دشمن خدا نے مسلمانوں اور مرتدوں کی غارت گری کرنا شروع کر دیا ہے جو اس کی مخالفت کرتا ہے، قتل کر دیتا ہے۔ یہ حکم ملتے ہی طریفہ نے اس کو جالیا۔ دونوں طرف سے تیر بارانی ہوئی، جس میں نجبہ بن ابی المیثاء مر گیا۔

۱۔ سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۲۱۹ (ج ۴، ص ۱۲۶ حدیث ۴۳۵۳) مصابیح السنۃ ج ۲، ص ۵۹ (ج ۲، ص ۵۳۱ حدیث ۲۶۶۹) مشکاۃ المصابیح ص ۳۰۰ (ج ۲، ص ۳۰۴ حدیث ۳۵۴۴)

جب فجاءۃ نے مسلمانوں کی ثابت قدمی دیکھی تو طریفہ سے کہا: تم بھی ابوبکر کی طرف سے حاکم ہو اور میں بھی انہیں کی طرف سے حاکم ہوں۔ طریفہ نے کہا: اگر تم سچ ہو تو ہتھیار ڈال دو اور ابوبکر کے پاس چلو۔ طریفہ نے اس کو ابوبکر کے سامنے پیش کیا۔ ابوبکر نے اسے دیکھتے ہی حکم دیا کہ بقیع کی طرف لے جا کر اسے آگ میں جلا دو!

طبری کے الفاظ ہیں: ''اس کو مصلائے مدینہ میں لے جا کر لکڑیاں جمع کرو اور آگ میں جھونک دو''!

ابن کثیر کے الفاظ ہیں: ''اس کا ہاتھ پیر باندھ کر آگ میں جھونک دیا گیا''۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہاں بھی وہی بات کہی جائے گی کہ کسی بندۂ خدا کو آگ میں جلا ڈالنا، اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں۔ فجاءۃ تو بظاہر مسلمان ہی تھا، خلیفہ نے اس کا اسلام قبول فرمایا تھا، ہتھیار سے آراستہ کیا تھا، وہ اگرچہ عملاً بدکار تھا اور خلیفہ کو یقینی خبر مل گئی تھی، لیکن اسے بھی خالد کی طرح سیف اللہ سمجھ لیتے۔ آخر یہاں انہوں نے نص صریح کے خلاف اپنی رائے کیوں نہ؟

اس سے بھی زیادہ تعجب عضد الدین الایجی پر ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہاں خلیفہ مجتہد تھے، انہوں نے فجاءۃ کے معاملہ میں اجتہاد کیا، وہ زندیق اور مرتد تھا، اس لئے اس کی توبہ قبول نہیں کی (۲)۔ پھر قوشجی (۳) بڑبڑائے کہ یہاں خلیفہ نے اجتہادی غلطی کی، اکثر مجتہدوں نے ایسی غلطیاں کی ہیں۔ ہنسئے بھی اور روئیے بھی! شرم، شرم، شرم!!!

۱۰۔ واقعہ مالک کے بارے میں خلیفہ کی رائے

خالد بن ولید نے بطاح پر دھاوا بول دیا، لیکن وہاں کسی کو نہ پایا۔ مالک بن نویرہ نے اپنے ساتھیوں کو متفرق رہنے کا حکم دیا۔ چونکہ گفتگو کی تمام راہیں، مسدود تھیں اور آسانی سے معاملہ طئے ہونے

۱۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۳۴ (ج ۳، ص ۲۶۴ حوادث ۱۱ھ) البدایۃ والنھایۃ ج ۶، ص ۳۱۹ (ج ۶، ص ۳۵۱، حوادث ۱۱ھ) تاریخ کامل ج ۲، ص ۱۳۶ (ج ۲، ص ۲۷ حوادث ۱۱ھ) الاصابۃ ج ۲، ص ۲۲۳ (نمبر ۴۲۴۴)

۲۔ المواقف، ص ۴۰۳۔ ۳۔ شرح التجرید، ص ۴۸۲

والانہیں تھا۔خالد نے دھاوابولاتو فوجیوں سے کہہ دیا تھا کہ انہیں اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ قبول کرلیں تو انہیں میرے سامنے حاضر کرنا اور اگر انکار کریں تو قتل کر دینا۔ ابو بکر نے بھی انہیں روانہ کرنے سے پہلے تاکید کردی تھی کہ وہاں پہونچ کراذان واقامت دینا، اگر وہ بھی اذان دیں اور نماز پڑھیں تو قتل نہ کرنا اور اگر وہ نماز نہ پڑھیں یا اذان نہ دیں تو غارت گری کرنا، پھر جس کو پانا قتل کرنا یا آگ میں جلا دینا۔ پھر کوئی بات نہ سننا۔فوجی کاروائی میں مالک بن نویرہ اوران کے ساتھیوں، بنی ثعلبہ قبیلۂ عاصم کے ثعلبہ بن یربوع خانوادے کے لوگ، عبید، عرین اور جعفر وغیرہ کے متعلق خالد کے لشکر میں اختلاف رائے ہوگیا۔ ابوقتادہ نے خود مالک کے گروہ سے اذان کی آواز سنی اور انہوں نے نماز پڑھی تھی، اختلاف کے باوجود ایک یخ بستہ رات میں چڑھائی کردی۔ خالد نے سب کو قید کرنے کا حکم دے دیا اور آواز دی: **ادفئوا اسراکم** ''اپنے قیدیوں کوگرم کپڑے پہنادو!'' لیکن دفأ کا مطلب لغت کنانہ میں قتل تھا۔ یہ سن کر لشکر والوں نے سمجھا کہ خالد نے سب کو قتل کا حکم دے دیا ہے۔ضرار بن ازور نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ خالد فریاد کی آواز سن کر باہر آئے اور دیکھا کہ سپاہیوں نے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو کہا: جب خدا کا ارادہ ہوجاتا ہے تو تیر بالکل ٹھیک نشانے پر بیٹھتا ہے۔خالد نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے اسی رات نکاح کرلیا۔ یہ دیکھ کر قتادہ نے کہا: یہ تمہاری کیا حرکت ہے؟ خالد نے غصے میں عورت کو چھوڑ دیا۔اس مہم میں عبداللہ بن عمر اور ابوقتادہ وغیرہ تھے۔ان کے سامنے جب مالک گرفتار ہوکر آئے تو مالک نے کہا: مجھے ابوبکر کے پاس لے چلو وہ جو چاہیں گے، میرے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ خالد نے کہا: اگر میں تمہیں بغیر قتل کئے چھوڑ دوں تو خدا مجھے نہ چھوڑے گا۔ پھر ضرار کو حکم دیا کہ گردن مار دے۔

جب عمر کو معلوم ہوا تو ابوبکر سے اس مسئلہ پر بات کی۔ خالد کی تلوار نے بڑا پاپ کیا۔ابوبکر نے کہا: اے عمر! خالد نے تاویل میں غلطی کی، اب اپنی زبان بند کرو۔ میں اس تلوار کو کبھی نیام میں نہ کروں گا۔ جسے خدا نے کافروں کے لئے برہنہ کیا ہے۔

تاریخ طبری میں ہے(۱) کہ ابوبکر نے فوجیوں کو تاکید کی تھی کہ اگر نماز پڑھیں تو ان سے جنگ نہ کرنا

۱۔تاریخ طبری (ج۳،ص۲۷۹حوادث ۱۱ھ)

اور اگر اذان و نماز کی آواز نہ سنتا تو غارت گری کرنا اور سب کو جلا ڈالنا۔

ابو قتادہ نے بھی مالک کے گروہ سے اذان کی آواز سنی تھی۔ غارت گری کے بعد عہد کیا تھا کہ اب کبھی خالد کے ساتھ کسی مہم میں جنگ کے لئے نہ جاؤں گا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات دھاوا بولا گیا تو مالک کے ساتھیوں نے ہتھیار اٹھا لئے۔ ہم نے کہا: ہم مسلمان ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم بھی مسلمان ہیں۔ ہم نے کہا: پھر ہتھیار کیوں اٹھالیا؟ انہوں نے کہا: تم نے کیوں اٹھالیا؟ ہم نے کہا: اگر تم واقعی مسلمان ہو تو ہتھیار رکھ دو! انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ خالد نے مالک کو قتل کرنے کا بہانہ تراشا اور کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ تمہارے صاحب (رسولؐ) نے ایسا ایسا کہا ہوگا۔ مالک نے کہا: کیا تم انہیں اپنا صاحب نہیں سمجھتے؟ پھر مالک اور ان کے ساتھیوں کو سامنے لا کر قتل کر دیا۔

حضرت عمر نے ابو بکر سے کہا کہ دشمن خدا نے مسلمان کو قتل کیا اور پھر اس کی بیوی سے زنا بھی کیا۔ جب خالد اپنے قافلے کے ساتھ واپس ہوئے اور مسجد میں پہونچے تو ان کے کپڑوں؟ کے رنگ لگے ہوئے تھے۔ عمامے میں کچھ تیر ٹانکے ہوئے تھے۔ عمر نے عمامہ کھینچ کر کہا: او دشمن خدا! تو نے مسلمان کو قتل کر کے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ بخدا! میں تجھے پتھروں سے ماروں گا۔ خالد نے کوئی جواب نہ دیا۔ خالد سمجھتا تھا کہ ابو بکر بھی عمر کے ہم خیال ہیں۔ پھر جب ابو بکر کے پاس گیا اور معذرت کی تو ابو بکر نے اس کی معذرت قبول کر لی۔ ابو بکر کو راضی کر کے خالد پھر مسجد میں آیا اور عمر سے بولا: ام شملہ کے جنے! اب آؤ۔ عمر سمجھ گئے کہ ابو بکر نے اس کی معذرت قبول کر لی ہے۔ اس لئے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور گھر میں چلے گئے۔

سوید اور ابن شہاب کے بیان کے مطابق مالک کے سر پر بڑے اور گھنے بال تھے، جب انہیں جلایا گیا تو بہت دیر تک آنچ نکلتی رہی۔

مالک کے بھائی متمم نے شعروں کے ذریعہ ابو بکر سے اپنے بھائی کے خون کا مطالبہ کیا۔ عمر نے بھی مطالبہ کیا کہ خالد کو معزول کر دیا جائے لیکن ابو بکر نے کہا: میں اس تلوار کو نیام میں نہ کروں گا، جسے خدا نے کافروں کے لئے برہنہ کیا ہے۔

ثابت نے دلائل میں لکھا ہے کہ خالد کو مالک مالک کی بیوی کے حسن و جمال کا فریفتہ ہوگیا تھا۔ جب مالک گرفتار ہو کر آئے تو اپنی بیوی سے کہا: تو مجھے قتل کرا رہی ہے یعنی میں تیری وجہ سے قتل کیا جا رہا ہوں۔(۱)

زمخشری، ابوالفداء، ابن اثیر اور زبیدی بھی لکھتے ہیں کہ مالک نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرے حسن کی وجہ سے قتل کیا جا رہا ہوں۔ وہ بہت حسین و جمیل تھی۔ مالک کے قتل کے بعد خالد نے اس سے نکاح کر لیا۔ عبداللہ بن عمر نے سخت مخالفت کی، یہ شعر بھی انہوں نے کہا:

أفي الحق أنا لم تجف دمائنا   و هذا عروسا باليمامة خالد(۲)

تاریخ ابن شحنہ(۳) میں ہے کہ خالد نے جب مالک کے قتل کا حکم دیا تو مالک نے اپنی حسین و جمیل بیوی کی طرف دیکھ کر کہا: یہ مجھے قتل کرا رہی ہے۔ خالد نے کہا: بلکہ تمہاری اسلام سے روگردانی تمہیں قتل کرا رہی ہے۔ مالک نے کہا: میں تو مسلمان ہوں۔ خالد نے ضرار سے کہا: اسے قتل کر دو۔ جب عمر نے ابوبکر سے یہ واقعہ بیان کیا تو ابوبکر نے کہا کہ خالد نے تاویل میں غلطی کی ہے۔ میں اس تلوار کو نیام میں نہ کروں گا، جسے خدا نے کافروں پر برہنہ کیا ہے۔

مالک کے بھائی متمم نے کئی مرثیہ کہے ہیں (۴)۔ تاریخ خمیس اور ابن عساکر میں بھی ہے کہ عمر چاہتے تھے کہ مالک کے جرم میں خالد کو سنگسار کیا جائے۔ ابوبکر نے ایک نہ سنی تو عمر نے خالد سے کہا کہ اگر میں حکمراں ہوں گا تو تجھے ضرور قید کروں گا۔ ابوبکر بھی کو خالد کے یہ اقدام قتل مالک کی بیوی سے نکاح

۱۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۴۱ (ج ۳، ص ۲۷۷ حوادث ۱۱ھ) تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳، ص ۱۴۹ (ج ۲، ص ۳۲ حوادث ۱۱ھ) اسد الغابہ ج ۴، ص ۲۹۵ (ج ۵، ص ۵۳ نمبر ۴۶۴۸) تاریخ ابن عساکر ج ۵، ص ۱۰۵، ۱۱۲ (ج ۱۶، ص ۲۵۶، ۲۷۴، نمبر ۱۹۲۲)، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸، ص ۱۸۔۱۷) خزانۃ الادب ج ۱، ص ۲۳۷ (ج ۲، ص ۲۶) البدایہ والنہایہ ج ۶، ص ۳۲۱ (ج ۶، ص ۳۵۴ حوادث ۱۱ھ) تاریخ الخمیس ج ۲، ص ۲۳۳ (ج ۲ ص ۲۰۹) الاصابہ ج ۱، ص ۴۱۴ (نمبر ۲۲۰۱) ج ۳، ص ۳۵۷ (نمبر ۷۶۹۶)

۲۔ الفائق ج ۲، ص ۱۵۴ (ج ۳، ص ۱۵۷) تاریخ ابوالفدا ج ۱، ص ۱۵۸، النہایہ ج ۳ ص ۲۵۷ (ج ۴، ص ۱۵) تاج العروس ج ۸، ص ۸۵،

۳۔ روضۃ المناظر مطبوع بر حاشیہ الکامل ج ۷، ص ۱۶۵ (ج ۱، ص ۱۹۲۔۱۹۱ حوادث ۱۱ھ)

۴۔ تاریخ ابوالفدا ج ۱، ص ۱۵۸،

کرنا، مجاعہ کی بیٹی سے نکاح کرنا، اہل یمامہ سے صلح کرنا وغیرہ باتیں ناپسند تھیں۔ ابو بکر نے مالک کی دیت متمم کو ادا کر دی اور خالد کو حکم دیا کہ مالک کی زوجہ کو طلاق دے دے لیکن معزول نہیں کیا۔ حضرت عمر کو ابو بکر کی اس حرکت پر سخت اختلاف تھا۔ (۱)

واقعہ مالک کا تجزیہ

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اس دل گداز حادثے پر دو جہتوں سے نظر کرنا ضروری ہے:

۱۔ جو کچھ خالد بن ولید نے بھیانک پاپ کئے اس کی ہر مسلمان اور قرآن و حدیث کا ماننے والا، مذمت کرے گا۔ آخر کس قرآن اور کس سنت میں پاک نفسوں کا خون بہانا جائز قرار دیا ہے؟ جو لوگ خدا و رسولؐ پر ایمان لائے تھے، اذان دے رہے تھے اور نماز پڑھ رہے تھے، وہ خود کہہ رہے تھے کہ ہم مسلمان ہیں، ہم پر یہ فوجی کاروائی کیوں ہو رہی ہے؟ خود رسول خداؐ نے انہیں اپنی قوم پر زکوٰۃ کی وصولی کے لئے مأمور فرمایا تھا، وہ جاہلی اور اسلامی دونوں زمانے میں معزز تھے۔ ایسے نیک لوگوں کا خون بہانا، غارت گری کرنا اور آگ میں جلانا کہاں سے جائز ٹھہرا؟؟؟!

خالد تھا کیا؟ اس کی حیثیت کیا تھی؟ اس نے تو خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا تھا، شہوت نے گمراہ کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے حرمت خدا ضائع کیا اور مالک کو قتل کر کے اسی رات اس کی بیوی سے ہم بستر ہوا۔ (۲)

جو لوگ اس کی صفائی دیتے ہوئے زکوٰۃ نہ دینے کی بات کرتے ہیں، وہ اس سے بڑے پاپی ہیں۔ آخر کس شریعت میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے کا حکم ہے۔ کیا صرف زکوٰۃ نہ دینے پر قتل واجب ہو جاتا ہے؟ چاہے وہ ایمان لائے، رسولؐ اس کی شرافت اور دیانت کی وجہ سے عامل زکوٰۃ مقرر فرما دیں۔ رسولؐ کا تو ارشاد ہے کہ کسی مسلمان کا خون بہانا، صرف تین صورتوں میں جائز ہے:

۱۔ تاریخ الخمیس ج ۲، ص ۲۳۳ (ج ۲، ص ۲۰۹) تاریخ ابن عساکر ج ۵، ص ۱۱۲، شرح المواقف ج ۸، ص ۳۵۸)

۲۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۱ (۳۶) تاریخ الخمیس ج ۲، ص ۲۳۳ (ج ۲، ص ۲۰۹)

۱۔ یا اس نے اسلام کے بعد کفر اختیار کیا ہو۔(۱)

۲۔ یا زنا محضہ کیا ہو۔

۳۔ یا قتل کیا ہو۔(۲)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ لا الٰہ الا اللہ کہیں، ان کا خون نہ بہاؤں، نہ مال لوں، ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ کیا زکوٰۃ نہ دینے سے اسلامی حرمت ختم ہو جاتی ہے، لوٹ مار جائز ہو جاتی ہے، اس کی بیوی کے ساتھ ہم بستری جائز ہو جاتی ہے۔؟؟؟!!!

جو لوگ خالد کی صفائی میں کہتے ہیں کہ اس نے گرم کپڑے پہنانے کی بات کی تھی، غلطی سے ضرار نے قتل کر دیا۔ یہ احمقانہ صفائی اس سے بھی بدتر ہے۔ کیا ضرار قبیلۂ بنی کنانہ سے تھا، وہ تو قبیلۂ بنی اسد سے تھا۔

پھر اگر یہ صحیح ہو تو ابو قتادہ کو غصہ کیوں آیا؟ حضرت عمر نے خالد کو دشمن خدا کیوں کہا؟ بھرے مجمع میں خالد کے چیتھڑے کیوں اڑائے: تو نے مسلمان کو قتل کیا پھر اس کی عورت پر چڑھ بیٹھا۔ میں تجھے سنگسار کروں گا۔ خالد خاموش کیوں رہ گیا؟ ابوبکر نے عمر کے الزام کی تصدیق کیوں کی؟ صفائی میں صرف اتنا کہا کہ خالد نے تاویلی غلطی کی۔

خالد نے مقتول سروں کو دیگ میں چڑھانے، عورتوں کو قید کرنے، مالک کی زوجہ سے ہم بستری کرنے اور مال کی غارت گری جیسے جرائم کیوں کئے؟ کیا یہ سب لغت بنی کنانہ میں ہیں؟؟؟

مؤرخین نے خالد کے حالات میں اسے مالک کا قاتل کیوں لکھا؟(۳) ضرار کے حالات میں یہ کیوں لکھا کہ اسے خالد نے قتل مالک کا حکم دیا تھا؟ یہ تمام سوال، جواب طلب ہیں۔

۱۔ ابن ابی عاصم کی الدیات، ص۹ سنن ابن ماجہ ج ۲، ص۱۱۰ (ج ۲، ص ۸۴۷ حدیث ۲۵۳۳) سنن بیہقی ج ۸، ص ۱۹،

۲۔ صحیح مسلم (ج ۱، ص ۸۱ حدیث ۳۵ کتاب الایمان) الدیات ابن ابی عاصم، ص ۱۷، ۱۸، سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۳۵۷ (ج ۲، ص ۱۲۹۵ حدیث ۳۹۲۷، ۳۹۲۸) خصائص نسائی، ص ۷ (۴۳ حدیث ۹۱) سنن بیہقی ج ۸، ص ۱۹، ۱۹۶

۳۔ الاصابۃ (ج ۲، ۴۳۲ نمبر ۵۲۷۰ حالات عبد ابن ازور) الاستیعاب ج ۱، ص ۳۳۸ (القسم الثانی، ص ۴۷ نمبر ۱۲۵۴) اسد الغابۃ ج ۳؛ ص ۳۹ (ج ۳، ص ۵۳ نمبر ۲۵۶۰) خزانۃ الادب ج ۲، ص ۹ (ج ۳، ص ۳۲۶) الاصابۃ ج ۲، ص ۲۰۹ (نمبر ۴۱۷۲)

یہ شہوت ہی کا پاپ ہے، مالک کی بیوی سے اسی رات ہم بستری کرنے کے لئے پاک نفس مومنوں کو قتل کرایا۔

یزید ابن معاویہ سے شادی کا لالچ دے کر معاویہ نے امام حسنؑ کو ان کی زوجہ سے زہر دلوایا۔(۱)
کیا یہ تمام تاویلات اور اجتہادات لغت بنی کنانہ سے تعلق رکھتے ہیں؟؟؟

۲۔ دوسرا رخ یہ بھی بڑا بھیانک ہے کہ خلیفہ نے خالد اور ضرار جیسے شرابی اور جرائم پیشہ (۲) افراد کو لوگوں کے جان و مال اور عزت و ناموس پر مسلط کر دیا۔ حالانکہ احادیث میں اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ ان کے سامنے جب شکایت پہنچی تو انہوں نے سنی ان سنی کر دی۔ سوال یہ ہے کہ خلیفہ نے خالد سے باز پرس کیوں نہ کی؟ جبکہ انہوں نے نیک صحابی رسول کو قتل کیا۔ انہیں اس کے قصاص میں زنا کی سزا دینی چاہئے تھی۔ کوڑے مارتے کہ وہ مسلمانوں پر ظلم وستم کا مرتکب ہوا۔ جب کہ اقدام خالد پر ناپسندیدگی ظاہر کی۔

مالک کے بھائی متمم کو دیت ادا کی۔ خالد کو حکم دیا کہ عورت کو طلاق (۳) دیں تو پھر خالد کو معزول کیوں نہ کیا؟ ان تمام باتوں کو چھوڑیئے! کیا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے نقطۂ نظر سے خالد ڈانٹ ڈپٹ کا بھی مستحق نہیں تھا؟ اس کو تو کافروں کے خلاف خدائی تلوار کا خطاب دے دیا تھا۔ وہ کبھی صفائی دیتے تھے کہ خالد نے تاویل میں غلطی کی۔ کبھی لوگوں کو اس کے خلاف غم وغصہ سے منع کرتے تھے۔ (۴)

ذرا قارئین اس رخ سے بھی غور کریں کہ کیا اس قسم کے بھیانک پاپ کو تاویل و اجتہاد کہا جا سکتا ہے؟ ہم تو نہیں سمجھتے کہ کوئی بھی شریف انسان اسے اچھا کام کہے گا۔ قرآن وحدیث میں جان و مال اور ناموس کے متعلق جو واضح تاکیدیں ہیں، ان کی روشنی میں یہ جان بوجھ کر پاپ کرنا، تاویل و اجتہاد کیسے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۴، ص ۲۲۶ (ج ۱۳ ص ۲۸۴ نمبر ۱۳۸۳، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۷، ص ۳۹)
۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷، ص ۳۰ (ج ۲۴، ص ۳۹۰۔۳۸۹ نمبر ۲۹۳۱، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۱، ص ۱۵۴) خزانۃ الادب ج ۲، ص ۸ (ج ۳، ص ۳۲۶) الاصابۃ ج ۲، ص ۲۰۹ (نمبر ۴۱۷۲)
۳۔ الاصابۃ ج ۱، ص ۴۱۵
۴۔ شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید ج ۴، ص ۱۸۷ (ج ۱۷، ص ۲۱۳ کتاب ۶۲)

ہو جائے گا؟ خلیفہ یہاں تو تاویل کا بہانہ کرتے ہیں لیکن قدامہ بن مظعون نے شراب نوشی میں یہی تاویل کا بہانہ کیا تو عمر نے قبول نہیں کیا۔ انہیں تازیانے سے اذیت دی۔(۱)

ابن ابی شیبہ وابن ابی منذر وغیرہ (۲) نے لکھا ہے کہ شام میں کچھ افراد نے شراب پی اور کہا کہ آیت قرآنی ہماری تائید میں ہے:

﴿لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما یعملوا﴾

عمر نے ان کی تاویل کو مسترد کر کے، انہیں سزا دی (۳)۔ ابوجندل نے بھی یہی حرکت کی تو انہیں ابوعبیدہ نے سزا دی۔(۴)

خدائی تلوار کا تقاضہ تو یہ تھا کہ بندگان خدا کی جان ومال وناموس محفوظ رہے، انہیں اپنی شہوت پرستی کا نشانہ نہ بنایا جائے، آبروئے اسلام کا تیاپانچہ نہ کیا جائے۔ آخر خالد کی کیا حیثیت تھی کہ خلیفہ اس کی حمایت میں قرآن وحدیث واختلاف صحابہ کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ جسے خلیفہ دوم نے اسے ''عدو اللہ'' کہا ہے۔(۵)

خالد کو خدائی تلوار کیسے کہا جائے گا؟ اس کی تو ساری زندگی درندگی، سفاکی اور سنگ دلی سے بھری ہے۔ مالک بن نویرہ کے ساتھ درندگی کا برتاؤ کیا، مجاعہ کی بیٹی کے نکاح کے معاملہ میں خود ابوبکر نے خالد کو خط لکھا تھا کہ تم عورتوں سے نکاح کے چکر میں پڑے ہو جبکہ ابھی بارہ سو مسلمانوں کا خون خشک بھی نہیں ہوا ہے۔(۶)

رسولؐ کے زمانے میں خالد نے جو درندگی دکھائی تو رسول اسلامؐ نے بارگاہ خدا میں ہاتھ اٹھا کر

۱۔ سنن بیہقی ج۸، ص۳۱۶

۲۔ المصنف فی الاحادیث والآثار (ج۹، ص۵۴۶ حدیث ۸۴۵۸)

۳۔ الدر المنثور ج۲، ص۳۲۱ (ج۳، ص۱۷۴)

۴۔ الروض الانف ج۲ص۲۳۱ (ج۶، ص۴۸۹)

۵۔ تاریخ طبری (ج۳، ص۲۷۹ حوادث ۱۱ھ)

۶۔ تاریخ طبری ج۳، ص۲۵۴ (ج۳، ص۳۰۰ حوادث ۱۱ھ تاریخ الخمیس ج۳، ص۳۴۳ (ج۲، ص۲۱۸)

برائت کا مظاہرہ کیا۔(۱) پھر حضرت علیؑ کو روانہ فرمایا اور آپ نے جذیمہ کی دلجوئی کی۔

خود عبدالرحمٰن بن عوف نے خالد سے کہا کہ تو نے جاہلی عہد کی سفا کی کا مظاہرہ کیا۔(۲)

یہ تھا عہد ابوبکر میں خالد کے ہاتھوں تباہ کاری کا کچا چٹھا، جس سے جاہلی عہد کے پاپ بھی شرما جائیں اور یہ تھی صدر اسلام کی سیرت۔ یہ کیسے سیف اللہ تھے، جن کے حرکات سے رسولؐ نے برائت کی اور ابوبکر اس کی صفائی دے رہے ہیں۔

ثلث کا چکر

عبدالرحمٰن بن عوف ابوبکر سے مرض الموت کے وقت ملنے گئے۔ انہیں اچھی حالت میں دیکھ کر عبد الرحمٰن نے کہا: الحمدللہ! آپ اچھی حالت میں ہیں۔ ابوبکر نے کہا: تم ایسا ہی دیکھ رہے ہو؟ بولے: ہاں! ابوبکر نے کہا: میں نے تم سے بہتر کو حکمراں بنایا ہے، لیکن تم میں ہر شخص اس امید میں ہے کہ دوسرے کو چھوڑ کر اسی کو حکمراں بنادوں۔ تم لوگ دنیا پر ریجھے ہوئے ہو۔ اگر وہ تمہاری امید کے مطابق ساز گار ہوئی تو حریر و دیبا پر سونے کے باوجود تمہیں ایسا محسوس ہوگا کہ گویا کانٹوں پر سو رہے ہو۔(۳)

خدا کی قسم! دنیا داری ہی تم لوگوں کی پیش رفت کے نتیجہ میں ایک دوسرے کی گردن مارنے سے کہیں بہتر ہے کہ دنیا کی آس لگائے رہو، خدا کی قسم! دنیا کی آس لگانے سے کہیں بہتر ہے کہ ایک دوسرے پر سبقت کرو اور باہم گردن مارنے میں مصروف رہو، تم لوگ کل قیامت میں پہلے گمراہ شمار کئے جاؤ گے، جو دائیں بائیں راہ راست سے بھٹک گئے۔ اے راستہ بتانے والے یا

عبدالرحمٰن نے کہا:

۱۔ الاستیعاب ج ۱، ص ۱۵۳ (القسم الثانی، ص ۴۲۸ نمبر ۶۰۳)

۲۔ سیرہ ابن ہشام (ج ۴، ص ۷۲)

۳۔ سیرہ ابن ہشام ج ۴، ص ۵۷۔۵۳ (ج ۴، ص ۷۳۔۷۰) طبقات ابن سعد مطبوعہ مصر، ص ۶۵۹ (ج ۲، ص ۱۴۸۔۱۴۷) صحیح بخاری کتاب المغازی (ج ۴، ص ۱۵۷۷ حدیث ۴۰۸۴) تاریخ ابوالفداء ج ۱، ص ۱۴۵، اسد الغابہ ج ۳، ص ۱۰۲ (ج ۲، ص ۱۱۰ نمبر ۱۳۹۹) الاصابۃ ج ۱، ص ۳۱۸ (نمبر ۱۶۵۰) ج ۲، ص ۸۱ (نمبر ۳۴۸۸)

خدا آپ پررحم کرے! ذرا نرم، ورنہ آپ کی بیماری بڑھ جائے گی۔ آپ کے معاملات میں دو قسم کے آدمی دخیل ہیں:

ایک تو وہ جو آپ کا ہم خیال ہے، جو آپ کے ساتھ ہے۔ ایک وہ جو آپ کا مخالف ہے، وہ آپ کا مشیر ہے اور آپ کا ساتھی بھی ہے۔ جیسا کہ آپ کو یہی پسند بھی ہے۔ ہم تو آپ کو خیر اندیش ہی سمجھتے ہیں۔ ہمیشہ آپ نیک اور اصلاح پسند رہے۔ آپ نے دنیا میں کبھی کسی چیز کے فوت ہونے کا غم نہ اٹھایا۔

ابوبکر بولے: ٹھہرو! مجھے دنیا میں کبھی کسی چیز کا غم نہ ہوا لیکن تین باتوں کے فوت کا افسوس ہے۔ تین باتیں مجھ سے سرزد ہوئیں۔ حالانکہ مجھے نہیں کرنا چاہئے تھا۔ تین باتیں نہیں کیں حالانکہ مجھے کرنا چاہئے تھا اور تین باتیں میں رسولؐ سے پوچھنا چاہتا تھا۔

پہلی تین باتوں میں ایک تو یہ ہے کہ کاش میں نے بیت فاطمہؑ کی خانہ تلاشی نہ لی ہوتی حالانکہ لوگ وہاں جنگی تیاری میں مصروف تھے۔ دوسرے یہ کہ کاش میں نے فجاءۃ سلمٰی کو آگ میں نہ جلایا ہوتا۔ سیدھے سیدھے اسے قتل کر دیتا یا آزاد چھوڑ دیتا۔ تیسرے کاش میں سقیفہ کے دن خلافت کا قلادہ عمر یا ابو عبیدہ کے حوالے کر دیتا۔ وہ امیر ہوتے اور میں وزیر ہوتا۔

تین باتیں جو چھوڑ دیں، ان میں ایک تو یہ ہے کہ کاش جب اشعث بن قیس قید ہو کر آیا تھا، میں اس کی گردن مار دیتا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ ہر برائی میں مددگار ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کاش میں نے جب خالد کو مرتدین کی سرکوبی کے لئے بھیجا، میں خود صاحب واقعہ ہو جاتا۔ تیسرے یہ کہ کاش میں نے جب خالد کو شام کی مہم پر بھیجا تھا، عمر کو عراق بھیج دیتا۔ پھر تو خدا کی راہ میں میرے دونوں ہاتھ کھل جاتے، (اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے)!

اور کاش! میں نے رسولؐ سے پوچھ لیا ہوتا کہ آپ کے بعد خلافت کس کا حق ہے؟ تاکہ بعد میں کوئی اس کی مخالفت نہ کرتا اور کاش پوچھ لیا ہوتا کہ اس خلافت میں انصار کا بھی کوئی حق ہے؟ اور کاش میں نے بھتیجی اور پھوپھی کی میراث کا بھی مسئلہ پوچھ لیا ہوتا۔ یہ بات مجھے آج تک نہ معلوم ہو سکی۔ اس کے

تمام اسناد صحیح ہیں اور رجال موثق ہیں۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں نو باتیں زیر بحث آتی ہیں۔ تین باتیں تو خلیفہ کی سمجھ کی وجہ سے فوت ہوگئیں ان پر عمل نہ کر سکے۔ فجاۃ کے نذر آتش کرنے کی تفصیل ہم پچھلے صفحات میں پیش کر چکے ہیں۔ رہ گئی یہ تمنا کہ خلافت کا قلادہ عمر و ابوعبیدہ کے گردن میں ڈال دیتے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ خلیفہ کو عمر کے آخری ایام میں سمجھ میں آیا کہ جس بوجھ کو ہم نے اٹھالیا ہے، یہ شرعی لحاظ سے جائز نہیں تھا۔ نہ یہ خلیفہ تھے، نہ وصی تھے۔ کیونکہ وصیت کرنے والا کسی معین شخص کے متعلق ہی وصیت کرتا ہے اور وہی خلیفہ ہوتا ہے۔ اسی نکتہ کی طرف خلیفہ ثانی بھی متنبہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ابوبکر کی بیعت جاہلی عہد کی طرح کا ایک ہنگامی حادثہ تھا۔ خدا نے اس کے شر سے محفوظ رکھا، اب اگر کوئی اس کا اعادہ کرے تو اسے قتل کر دو!(۲) اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ خلافت کے معاملہ میں ابوبکر کی غلطی تھی یا عمر کی یا دونوں کی۔

ہمارے سامنے تو انبیاء و مرسلین کا گروہ ہے، جنہوں نے اپنے بعد خلیفہ کی واضح لفظوں میں وصیت کی، انہوں نے اپنی امت پر چھوڑ نہیں دیا کہ جسے چاہیں منتخب کر لیں اور کیا کسی سمجھدار کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ جانشین کا معاملہ امت کے سپرد کر دیا جائے۔ جنہیں نہ تو مقام نبوت کا پتہ ہے، نہ ان کے اہل و عیال کی خبر ہے۔

کوئی بھی انسان جسے اپنے گھر والوں سے ہمدردی ہے، وہ وصیت ضرور کرے گا۔ یہ رسم عہد صحابہ سے آج تک چلی آرہی ہے۔ خود اسلامی شریعت بھی اس کا اقرار کر رہی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے کہ وصیت کو لکھ کر گھر والوں کے حوالے کر دینا چاہئے (۳)۔ جب عام لوگوں میں وصیت کا ثبوت موجود ہے تو خلافت راشدہ اور ابدی شریعت کیا بغیر ذمہ دار کو معین کئے رہ سکتی ہے؟ جان، مال،

۱۔ ابوعبید کی الاموال، ص۱۳۱ (۱۷۴، حدیث ۳۵۳) تاریخ طبری ج ۴، ص۵۲ (ج ۳، ص۴۲۹ حوادث ۱۳ھ) الامامة والسیاسة ج۱، ص۱۸ (ج۱، ص۲۴) مروج الذہب ج۱، ص۴۱۴ (ج ۲، ص۳۱۷) العقد الفرید ج ۲ ص۲۵۴ (ج ۴، ص۹۳)

۲۔ تاریخ طبری ج ۳، ص۲۱۰ (ج ۳، ص۲۲۳ حوادث ۱۱ھ) الصواعق المحرقة، ص۲۱ (۳۶) التمہید باقلانی، ص۱۹۶، شرح ابن ابی الحدید ج۱، ص۱۲۳، ۱۲۴ (ج ۲، ص۲۶ خطبہ ۲۶) ج ۲، ص۱۹ (ج ۶، ص۴۷، خطبہ ۶۶)

۳۔ صحیح بخاری ج ۴، ص۲ (ج ۳، ص۱۰۰۵ حدیث ۲۵۸۷) کتاب الوصیة، صحیح مسلم ج ۲، ص۱۰ (ج ۳، ص۳۳۶ حدیث ۴، کتاب الوصیة)

ناموس، احکام واخلاق اور عمومی مصلحت و؟ کے متعلق ضرور کوئی وصیت کر جائے گا۔ عائشہ وعبداللہ بن عمر اور معاویہ کے خیالات آپ نے گذشتہ صفحات میں پڑھ لئے۔ وہ جانوروں کو بغیر نگہبان چھوڑنے کی مذمت کرتے ہیں، اس لئے امت کا نگہبان ضرور معین کرنا چاہئے (۱)۔ کیا یہ عقل رسولؐ کے پاس نہیں تھی؟ کیا رسولؐ اپنی امت کو بغیر جانشین اور نگہبان کے چھوڑ جائیں گے؟

یقیناً رسول اعظمؐ نے اپنے بعد وصی کا انتظام کیا تھا۔ اپنے خلیفہ کے لئے نص کی تھی۔ امت کو پیغام بھی پہنچا دیا تھا اور یہ بھی خبر دی تھی کہ وصی کے ساتھ غداری کی جائے گی۔ (۲) مستدرک حاکم میں صحیح روایت ہے کہ رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: تم میرے بعد پریشانی میں مبتلا ہوگے۔ علیؑ نے پوچھا: کیا میرا دین سلامت رہے گا؟ فرمایا: ہاں! تمہارا دین سلامت رہے گا۔ (۳) حضرت علیؑ سے یہ بھی فرمایا تھا: میری امت کے سینے میں تمہارے خلاف عناد جوش مار رہا ہے۔ میرے بعد وہ لوگ اسے ظاہر کریں گے۔ (۴) اور یہ بھی فرمایا: میرے بعد تم بلاؤں میں مبتلا کئے جاؤ گے، ان سے ہرگز قتال نہ کرنا۔ (۵)

پھر خلیفہ کو سقیفہ کی کاروائی پر ندامت تھی۔ انہوں نے دونوں میں سے کسی ایک کی گردن پر یہ بار کیوں نہ رکھ دیا۔ تو کیا یہ ندامت حق کی بنا پر ہے، اگر ایسا ہے تو حق کے معاملہ میں ندامت نہیں ہونی چاہئے اور اگر ایک باطل کام کی ندامت ہے، تب تو خلافت راشدہ کی تمام بنیاد ہی منہدم ہوئی جاتی ہے۔

۱۔ سنن بیہقی ج ۸، ص ۱۴۹، صحیح مسلم (ج ۴، ص ۱۰۲ حدیث ۱۲، کتاب الامارۃ) ابن جوزی کی سیرہ عمر، ص ۱۹۰ (۱۹۵) ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۴۷ (ج ۲، ص ۳۵۳) حلیۃ الاولیاء ج ۱، ص ۴۴، فتح الباری ج ۱۳، ص ۱۷۵ (ج ۱۳، ص ۲۰۶) الامامۃ والسیاسۃ ج ۱، ص ۲۲ (ج ۱، ۲۸) طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۴۹ (ج ۳، ص ۳۴۳) تاریخ طبری ج ۶ ص/ ۱۷۰ (ج ۵ ص/ ۲۰۴ حوادث ۱۱ھ) الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص/ ۱۵۱ (ج ۱ ص/ ۱۵۹)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۴۰، ۱۴۲ (ج ۳، ص ۱۵۰ حدیث ۴۶۷۶، ص ۱۵۳ حدیث ۴۶۸۶) تاریخ بغداد ج ۱۱، ص ۲۱۶ (نمبر ۵۹۲۸) البدایۃ والنھایۃ ج ۶، ص ۲۱۹ (ج ۶ ص/ ۲۴۴) کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۷ (ج ۱۱، ص ۶۱۷ حدیث ۳۲۹۹۷)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۴۰ (ج ۳، ص ۱۵۱ حدیث ۴۶۷۷، تلخیص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے)

۴۔ تاریخ ابن عساکر (حالات حضرت علی مطبوعہ تحقیق شدہ نمبر ۸۳۷۔۸۳۴) ریاض النضرہ ج ۲، ص ۲۱۰ (ج ۳، ص ۱۶۲) کفایۃ الطالب، ص ۱۴۲ (ص/ ۲۷۳ باب ۶۶) مقتل خوارزمی ج ۱، ص ۳۶

۵۔ کنوز الدقائق، ص ۱۸۸۔

دوسرے یہ کہ وہ جن دونوں کی گردن پر بار تھوپنا چاہتے ہیں، وہ ہر اعتبار سے پست ہیں۔ ان سے ہر لحاظ سے بہتر مولا علیؑ تھے، جن کی سبقت اسلامی اور دیگر فضائل کے ساتھ رسولؐ سے دامادی اور قریبی رشتہ داری تھی، صاحب یوم غدیر تھے، دوسرے موقع پر بھی رسولؐ نے ان سے وصیت کی تھی، قرآن کی روشنی میں نفس نبیؐ اور طاہر و مطہر تھے۔ خلیفہ نے ان کی گردن پر بار ڈالنے کی بات کیوں نہ سوچی کہ امت صراط مستقیم پر باقی رہتی۔ حدیث رسولؐ کی روشنی میں یہ ہادی و مہدی اور امت کو جنت میں پہنچاتے۔

اب رہ گئی، خانۂ فاطمہؑ کی تلاشی کی بات۔(۱) اس پر گذشتہ جلدوں میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ یہ ایسی مجرمانہ حرکت تھی کہ فاطمہؑ کا کلیجہ جلتا رہا، آپ ہر نماز کے بعد ان کے لئے بددعا کرتی رہیں۔ حیرت تو اس پر ہے کہ امت ان پر مظالم ڈھاتی رہی اور ارشاد رسولؐ گونجتا رہا: جو اسے پہچانتا ہے وہ مجھے پہچانتا ہے، جو نہیں پہچانتا ہے، وہ پہچان لے یہ میری پارۂ جگر ہے، یہ میرا قلب ہے، میرے پہلو کی روح ہے، جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی (۲)

رسولؐ کا ارشاد گونجتا رہا: فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، اسے خوش کرنے والا مجھے خوش کرتا ہے، اسے اذیت دینے والا مجھے اذیت دیتا ہے۔

فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اس کو غضبناک کیا، اس نے مجھے غضبناک کیا۔ (۳)

فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے؛ جس نے اس کا حق روک لیا، اس نے میرا حق روک لیا۔ جس نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا، اس نے میرے ساتھ حسن سلوک کیا۔ (۴)

۱۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۱۰ (ج ۳، ص ۲۲۳ حوادث ۱۱ھ) شرح ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۵۸ (ج ۱، ص ۱۷۴ خطبہ ۳) العقد الفرید ج ۲، ص ۲۵۰ (ج ۴، ص ۸۷) تاریخ ابوالفداء ج ۱، ص ۱۵۶، اعلام النساء ج، ص ۱۲۰۷ (ج ۴، ص ۱۱۴)

۲۔ صحیح بخاری (۵، ص ۲۰۰۴ حدیث ۴۹۳۲) صحیح مسلم (ج ۵ ص/۵۳ حدیث ۹۳ کتاب فضائل الصحابہ) ترمذی (ج ۵ ص/۶۵۵ حدیث ۳۸۶۷) مسند احمد ج ۴ ص/۳۲۸ (ج ۵ ص/۴۳۰ حدیث ۱۸۴۴۷) خصائص نسائی ص/۳۵ (ص/۱۴۶ حدیث ۱۳۳) سنن نسائی ج ۵، ص ۹۷ حدیث ۸۳۷۰ کتاب المناقب، الاصابہ ج ۴، ص ۳۷۸ (نمبر ۸۳۰)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۳، ص ۱۳۶۱ حدیث ۳۵۱۰) خصائص نسائی، ص ۳۵ (ص/۱۴۷ حدیث ۱۳۵، سنن نسائی حدیث ۸۳۷۱)

۴۔ مسند احمد ج ۴، ص ۳۲۳، ۳۳۲ (ج ۵، ص ۴۲۳ حدیث ۱۸۴۲۸، ص ۴۳۵ حدیث ۱۸۴۵۱) الصواعق المحرقہ، ص ۱۱۲ (۱۸۸)

فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، اس کو مسرور کرنے والا مجھے مسرور کرتا ہے۔(۱)

اے فاطمہؑ! تیرے غم وغصہ سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور تیری خوشی سے خدا راضی ہوتا ہے۔(۲)

ان تمام ارشادات کو جانتے، بوجھتے خلیفہ کو ندامت ہے۔ اب ندامت سے ہونا کیا ہے؟ بات تو گذر گئی۔ جو ہونا، تھا وہ ہوا خلیفہ کو ندامت ہے، حالانکہ فاطمہؑ قبر میں آرام فرما رہی ہیں۔

وہ تین جن کے چھوڑنے پر خلیفہ کو ندامت ہے، وہ انہوں نے جان بوجھ کر ہی حکم شرعی کے مطابق انجام نہ دیں۔ یہاں تک کہ ان کی غلطی پر سبھی نے انگلی اٹھائی۔ خلیفہ رسولؐ نے ایسی فاحش غلطی کیوں کی؟ اشعث بن قیس کا واقعہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ خلیفہ کی ندامت صحیح تھی کیونکہ وہ شخص مرتد ہوگیا تھا اور اس نے پاپ کے ڈھیر لگا دیئے۔ مسلمانوں کو قتل کیا۔ اسے گرفتار کرکے خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے پوچھا: تمہیں بتاؤ! تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اس نے کہا: مجھ پر احسان فرمایئے اور یہ آہنی زنجیر کھلوا دیجئے۔ اپنی بہن ام فروہ سے میرا نکاح کردیجئے۔ کیونکہ میں پھر اسلام قبول کرتا ہوں۔ ابوبکر نے کہا: اچھا چلو! میں نے یہ سب کچھ کردیا۔ پھر اپنی بہن ام فروہ بنت ابوقحافہ سے اس کا نکاح کردیا۔

اشعث تلوار لئے ہوئے اونٹوں کے بازار میں گھس گیا اور لگا اونٹوں کو ذبح کرنے۔ لوگ چلانے لگے: اشعث کافر ہوگیا ہے۔ جب کئی اونٹ ذبح کرکے فارغ ہوا تو بولا: میں خدا کی قسم! کافر نہیں ہوا ہوں۔ لیکن اس مرد (ابوبکر) نے اپنی بہن کا نکاح مجھ سے کردیا ہے۔ اگر ہم اپنے شہر میں ہوتے تو اس طرح دعوت ولیمہ کا انتظام کرتے۔ مدینہ والو! کھاؤ جی بھر کے اور اے اونٹ والو! آکر اپنا دام مجھ سے لے لو۔ وہ دن جیسے قربان کا دن معلوم ہورہا تھا۔ چنانچہ ویرہ بن قیس اور اضبغ بن حرملہ نے اس سلسلہ میں اشعار بھی کہے ہیں۔(۳)

۱۔ الاغانی ج ۸، ص ۱۵۶ (ج ۹، ص ۳۰۱)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۵۴ (ج ۳، ص ۱۶۷ حدیث ۴۷۳۰)

۳۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۷۶ (ج ۳، ص ۳۳۹/ حوادث ۱۱ھ) ثمار القلوب ثعلبی، ص ۶۹ (ص ۸۸/ نمبر ۹۱۲۹) الاستیعاب ج ۱، ص ۵۱/ (القسم الاول ۱۳۴-۱۳۳ نمبر ۱۳۵) تاریخ کامل ج ۲، ص ۱۶۰ (ج ۲، ص ۳۹ حوادث ۱۱ھ) مجمع الامثال میدانی ج ۲، ص ۳۴۱ (ج ۳، ص ۴۵۴ نمبر ۴۴۴۲) الاصابہ ج ۱، ص ۵۱ (نمبر ۲۰۵) ج ۳، ص ۶۳۰ (نمبر ۹۱۰۶)

آخری تین بات جسے رسولؑ سے پوچھنا تھا۔ ان تین باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ کی دینی واقفیت صفر کے برابر تھی۔ انہیں میراث کے احکام بھی معلوم نہیں تھے، جسے معمولی مسلمان بھی جانتا ہے۔ پھر انہیں یہ شک تھا کہ یہ خلافت نص رسولؑ کے ذریعہ منعقد ہوتی ہے یا ووٹینگ سے اور اگر ووٹینگ کے ذریعہ ہوتی ہے تو کیا اس میں مہاجرین ہی کا حق ہے یا انصار بھی حق رکھتے ہیں؟

اس سوال کا جواب ہر آزاد انسان کی سمجھ کے حوالے ہے۔

اگر وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھتے تو یہی جواب ملتا:

جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں۔ (۱)

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک خدا کی کتاب، دوسرے میرے اہل بیتؑ (۲)

علی علیہ السلام کو مجھ سے وہی نسبت ہے، جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (۳)

مجھے علیؑ کے بارے میں تین باتوں کی وحی ہوئی ہے: وہ مسلمانوں کے سردار ہیں، تقویٰ شعاروں کے امام ہیں اور اجلے چہرے والوں کے قائد ہیں۔ (۴)

علیؑ صدیق اکبر اور اس امت کے فاروق ہیں، جو حق و باطل میں فرق کریں گے۔ وہ مومنوں کے یعسوب ہیں، اور میرا دروازہ ہیں، وہ میرے بعد میرے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ (۵)

۱۔ پہلی جلد مین تفصیل سے اس پر بحث ہوئی ہے

۲۔ بیس سے زیادہ صحابہ سے مروی یہ حدیث مختلف الفاظ میں متعدد صحاح ومسانید میں نقل ہوئی ہے مثل صحیح مسلم ومسند احمد.

۳۔ سنن ترمزی ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۵، ص ۵۹۶ حدیث ۳۷۲۴) المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۰۸ (ج ۳، ص ۱۱۷ حدیث ۴۵۷۵) صحیح مسلم (ج ۵، ص ۲۳ حدیث ۳۲ کتاب فضائل الصحابۃ)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۳۸ (ج ۳، ص ۱۴۸ حدیث ۴۶۶۸)

۵۔ المعجم الکبیر (ج ۶، ص ۲۶۹ حدیث ۶۱۸۴) کفایۃ الطالب (ص / ۱۸۷ باب ۴۴) مجمع الزوائد ج ۹، ص ۱۰۲، تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، ص ۱۳۰) کنز العمال ج ۶، ص ۵۶ (ج ۱۱، ص ۶۱۶ حدیث ۳۲۹۹۰) ریاض النضرہ ج ۲، ص ۱۵۵ (ج ۳، ص ۹۶)

علی علیہ السلام پرچم ہدایت، میرے دوستوں کے امام، میری اطاعت کرنے والوں کے نور اور تقویٰ شعاروں کے لئے لازم کلمہ ہیں۔ جو ان سے محبت کرتا ہے، وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ جو ان سے نفرت کرتا ہے، وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ (۱)

علیؑ میرے بھائی، میرے وصی اور میرے وارث اور خلیفہ ہیں میرے بعد۔ (۲)

(علامہ امینیؒ نے مزید بیس احادیث اہل سنت کے حوالوں سے نقل کی ہیں)

آخر ان نصوص کے ہوتے، خلیفہ نے کیسے تمنا کی۔ کیا ان کے کان بھرے تھے؟؟ جو ان جامع کلمات کو نہ سن سکے۔ ان سے تو واضح طور سے خلافت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

کیا خلیفہ نے ان قبائل کے سامنے رسولؐ کی بات نہیں سنی تھی۔ جب بنی عامر نے کہا کہ کیا اس میں ہمارا بھی حق ہے؟ رسولؐ نے فرمایا تھا کہ خلافت و جانشینی کا معاملہ خدا کے حوالے ہے، وہ جسے چاہے گا، عطا فرمائے گا۔ کیا خلیفہ کہتے تھے کہ جو معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے کیا کبھی پلٹ کے امت کے ہاتھ میں آجائے گا؟! چاہے اجماع اور انتخاب کے شرائط بھی پورے نہ ہوں۔ جیسا کہ پہلی خلافت میں ہوا۔ وصیت واستخلاف سے ہوگا جیسا کہ دوسری خلافت میں ہوا اور شوریٰ کے حوالے ہوگا۔

جیسا کہ تیسری خلافت میں ہوا اور اس کا نتیجہ قتل و غارت گری کی شکل میں اختتام پذیر ہوا اور پھر بات بنی امیہ کے چھوکروں تک پہنچ جاتی ہے۔ اندھی عقیدت دیکھئے کہ ابوعبید نے اس روایت کو لکھ کر بیت فاطمہؑ کی خانہ تلاشی کی جگہ پر لکھ دیا ہے کہ کاش ایسا ویسا نہ کرتا۔ تاریخ میں ایسی خیانتیں بہت ہیں۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج۱، ص۶۷، شرح ابن ابی الحدید ج۲، ص۴۴۹ (ج۹، ۱۶۷ خطبہ ۱۵۴) فرائد السمطین (ج۱، ص۱۵۱ حدیث ۱۱۴) مناقب خوارزمی، ص۲۴۵ (ص/۳۰۳ حدیث ۲۹۹) کفایۃ الطالب، ص۹۵ (ص/۲۱۵ باب ۵۹) نزہۃ المجالس ج۲، ص۲۴۱ (ج۲، ص۲۰۸)

۲۔ نقض العثمانیۃ (ص۳۰۳) تاریخ کامل ج۲، ص۲۴ (ج۱، ص۴۸۷) نسیم الریاض شرح الشفاء ج۳، ص۳۷ (ج۳، ۳۵) دلائل النبوۃ بیہقی (ج۲، ص۱۸۰۔ ۱۷۸) تفسیر خازن (ج۳، ص۳۷۱) کنز العمال ج۶، ص۳۹۲ (ج۱۳، ص۱۲۸ حدیث ۳۶۴۰۸، ص۱۳۱ حدیث ۳۶۴۱۹) مسند احمد ج۱، ص۱۱۱ (ج۱ص/۱۷۸ حدیث ۸۸۵) منہاج السنۃ ج۴، ص۸۰ السیرۃ الحلبیۃ ج۱، ص۳۰۴ (ج۱، ص۲۸۶)

۱۲۔ یہودی کا سوال ابوبکر سے

انس بن مالک سے مروی ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد ایک یہودی نے ابوبکر سے کہا: میں آپ سے کچھ ایسی باتیں پوچھنا چاہتا ہوں، جسے نبی یا وصی نبی کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ ابوبکر نے کہا: جو چاہے پوچھو۔ یہودی نے کہا کہ مجھے بتایئے، اللہ کے لئے کیا نہیں ہے اور کیا چیز اللہ کے پاس نہیں ہے اور کیا چیز اللہ نہیں جانتا؟ ابوبکر نے کہا: او یہودی! یہ سوالات کفر ہیں۔ ابوبکر اور دوسرے مسلمانوں نے یہودی کو زدوکوب کرنا چاہا۔ ابن عباس نے کہا: تم نے اس شخص کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ ابوبکر نے کہا: تم سنتے نہیں ہو کہ یہ شخص کیا بک رہا ہے؟ ابن عباس نے کہا: اگر تمہارے پاس جواب ہو تو بتاؤ ورنہ علیؑ کے پاس لے چلو، اس لئے کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ علیؑ کے لئے فرمایا: خدایا! اس کے قلب کی حفاظت فرما۔ یہ سن کر ابوبکر اور دوسرے مسلمان، علیؑ کے پاس گئے۔ ابوبکر نے کہا: اے ابوالحسنؑ! یہ یہودی مجھ سے زندیقوں کا سا سوال کر رہا ہے۔ علیؑ نے کہا: اے یہودی! تیرے کیا سوالات ہیں؟ یہودی نے کہا: میرے سوال کا جواب صرف نبی یا وصی نبی ہی جانتا ہے۔ آپ نے کہا: پوچھ لے! یہودی نے وہی سوالات دہرائے تو حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا جو چیز نہیں جانتا، وہ تم لوگوں کا قول ہے کہ "عزیر" خدا کے بیٹے ہیں اور خدا کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ اور جو چیز خدا کے پاس نہیں ہے وہ بندوں پر ظلم ہے۔ (یعنی خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا) اور جو چیز خدا کے لئے نہیں ہے، وہ خدا کا شریک ہے۔ یہ سن کر یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور آپ ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں۔ ابوبکر اور دوسرے مسلمانوں نے علی علیہ السلام سے عرض کی: اے دکھ درد کو ختم کرنے والے!(۱)

۱۳۔ عیسائیوں کا وفد اور ان کے سوالات

حافظ عاصمی نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ جب رسول خداؐ کی وفات ہوگئی تو قیصر روم

۱۔ المجتنیٰ، ص ۳۵ (ص ۲۲)

کے پاس بہت سے عیسائی جمع ہوئے اور کہا: اے بادشاہ! ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ عیسیٰؑ کے بعد ایک نبی آئے گا، جس کا نام ''احمد'' ہوگا اور ہم نے ان کے علامات ظہور پر غور کیا ہے اور اس کے خصوصیات ہمیں معلوم ہوئے ہیں، آپ ہماری رہنمائی فرمایئے کیونکہ دین و دنیا کی قیادت کے لئے ہم نے آپ پر اتفاق کیا ہے۔ یہ سن کر قیصر روم نے اپنے شہر کے سو آدمیوں کو بلا کے ان سے عہد لیا کہ بد دیانتی نہ کریں گے اور نہ کوئی چیز چھپائیں گے۔ اس نے کہا کہ اس نبی کے وصی کے پاس جاؤ اور وہ سوالات کرو جو نبی سے کئے جاتے ہیں، جو قبل ازیں ان پر آتا رہا ہے، جو انبیاء کی پہچان کا ذریعہ ہیں، اگر وہ سوالات کا جواب دیں تو اس وصی اور اس کے نبی پر ایمان لاؤ اور مجھے بھی خط لکھ کر خبر دینا اور اگر جواب نہ دے پائے تو سمجھ لینا کہ وہ اپنی قوم کا لیڈر رہے اور بس۔

وہ تمام لوگ وہاں سے چل کے بیت المقدس آئے۔ یہاں یہودیوں نے رأس الجالوت کے پاس آ کر وہی بات کہی۔ رأس الجالوت نے سو آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ سلمان کا بیان ہے کہ اس طرح سب مل کے مدینہ آئے۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ ابوبکر مسجد میں بیٹھے ہوئے، لوگوں کو فتوے دے رہے تھے۔ میں نے انہیں جا کر یہودیوں اور عیسائیوں کے آنے کی خبر دی۔ ابوبکر نے انہیں مسجد میں آنے کا حکم دیا۔ اس وقت رأس الجالوت مسجد میں آیا اور ابوبکر سے کہا کہ میرے ساتھ یہودیوں اور عیسائیوں کا وفد آیا ہے اور ہم آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ جواب دے دیں گے تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کا دین برحق ہے اور ہم مسلمان ہو جائیں گے اور اگر آپ نے صحیح جواب نہیں دیا تو ہم سمجھیں گے کہ ہمارا دین ہی سب سے بہتر ہے۔ ابوبکر نے کہا: جو جی چاہے پوچھو! میں ان شاء اللہ جواب دوں گا۔ رأس الجالوت نے پوچھا: ہم اور تم خدا کے نزدیک کیا ہیں؟ جواب دیا:

میں تو خدا کے نزدیک مومن ہوں، قیامت تک میرے دل میں یہی رہے گا، لیکن ہم نہیں جانتے کہ میرے بعد کیا ہوگا؟

رأس الجالوت نے کہا: اچھا تو بتایئے! جس جنت میں آپ ہوں گے اور جس جہنم میں ہم ہوں گے، ان کے صفات کیا ہیں، تا کہ ہم جہنم چھوڑ کر آپ کی جنت میں داخل ہو سکیں۔ یہ سن کر ابوبکر کبھی معاذ کو

دیکھتے، کبھی ابن مسعود کو۔ رأس الجالوت نے اپنی قوم سے مادری زبان میں کہا کہ یہ نبی نہیں ہے۔

یہ سن کر سلمان نے کہا: لوگوں آؤ! ہم تمہیں ایسی جگہ لے چلیں، جہاں اگر مسند قضا بچھا دی جائے تو بیٹھنے والا اہل توریت کو توریت سے فیصلے کرے، اہل انجیل کو انجیل سے، اہل زبور کو زبور سے اور اہل قرآن کو قرآن سے۔ وہ ظاہر آیت کو باطن سمیت اور باطن کو ظاہر سمیت جانتا ہے۔

معاذ کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ علیؑ کے پاس گئے اور انہیں یہود و نصاریٰ کے آنے کی خبر دی۔ حضرت مسجد میں تشریف لائے اور یہودیوں سے کہا کہ جو چاہے پوچھ لو! میں تمہیں بتاؤں گا، ان شاء اللہ۔ رأس الجالوت نے پوچھا: ہم اور آپ خدا کی نظر میں کیا ہیں؟ علیؑ نے فرمایا: ہم تو خدا کی نظر میں قیامت تک مومن ہیں اور تم کافر ہو! ہم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد کیا ہوگا؟

رأس الجالوت نے کہا کہ ہم کو اپنی جنت اور اپنے جہنم سے باخبر کیجئے! تا کہ ہم اپنی جہنم چھوڑ کر آپ کی جنت میں داخل ہو سکیں۔ علیؑ نے کہا: میں نے تو جنت اور عذاب جہنم کا مشاہدہ نہیں کیا، بتاؤں کیسے؟ لیکن خدا نے مومنوں کے لئے جنت اور کافروں کے لئے جہنم بنایا ہے؟۔ رأس الجالوت نے کہا: آپ نے صحیح فرمایا۔ نبی کی بات کی تصدیق کرنے والا مومن ہوتا ہے اور مخالفت کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ آپ اتنا بتایئے کہ آپ نے محمدؐ کو خدا کے ذریعہ پہچانا ہے یا خدا کو محمدؐ کے ذریعہ؟ فرمایا: میں نے محمدؐ کو خدا کے ذریعہ پہچانا ہے نہ کہ خدا کو محمدؐ کے ذریعہ۔ کیونکہ محمدؐ مخلوق، محدود اور بندۂ خدا ہیں۔ خدا نے انہیں مصطفیٰ فرمایا اور اپنی مخلوق کے لئے انہیں چن لیا، انہیں فرشتوں کی طرح نبوت کا الہام فرمایا۔ انہوں نے خدا کو بلا کیف و شبہ کے پہچانا ہے۔ رأس الجالوت نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ مجھے بتایئے کہ خدا دنیا میں ہے یا آخرت میں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: ظرفیت سے تو خدا محدود ہو جائے گا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ خدا دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے سب کو جانتا ہے، اس کا عرش ہوائے آخرت پر ہے اور وہ دنیا پر محیط ہے اور آخرت بمنزلۂ قندیل ہے، جو اس کے وسط میں ہے اگر خالی ہو جائے تو ٹوٹ جائے۔ اور اگر اس سے نکال لیا جائے تو اپنی جگہ پر باقی نہ رہے اسی طرح دنیا بالکل وسط آخرت میں ہے۔ راس الجالوت نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، بتایئے کہ پروردگار حامل ہے یا محمول؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: حامل ہے۔ رأس

الجالوت نے کہا: یہ ہم کیسے مانیں؟ ہم نے تو توریت میں پڑھا ہے کہ تمہارے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ علیؑ نے فرمایا: اے یہودی! بے شک ملائکہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور ثریٰ ہوا کو اٹھائے ہوئے ہے۔ اور ثریٰ قدرت خداوندی سے بنی ہوئی ہے۔ یہی مفہوم ہے ارشاد خداوندی کا: ''اسی کے لئے ہے جو کچھ آسانوں اور زمینوں میں ہے اور جو کچھ اس کے درمیان یا ثریٰ کے نیچے ہے۔'' رأس الجالوت نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔

''اور یہ غلو پسندی دیکھئے''

یہ ابوبکر کے فتووں اور نظریوں کا مختصر تذکرہ تھا۔ اختصار کے باوجود ان کی قرآن و سنت سے واقفیت اور شرعی سمجھ بوجھ، احکام دین کا علم بہت حد تک واضح ہو جاتا ہے۔ کیا اس کے بعد یہ غلو پسندی نہیں ہے کہ جو کہا جاتا ہے کہ ہر شخص کو علم کا کچھ نہ کچھ حصہ ملتا ہے۔ ابوبکر کا علم حضرت علیؑ کے علم سے بہت زیادہ تھا۔(۱)

کیا یہ غلو نہیں ہے کہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علیؑ کے قضایا اور فتاویٰ کو جمع کیا گیا ہے۔ انہیں دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ صحیح اور مدلل ابوبکر کے فیصلے اور فتوے ہیں، پھر عمر کے۔ اس لئے جتنے فیصلے اور فتوے علیؑ کے نص کے ہیں مخالف ہیں، ان کے مقابل عمر کے کم ہی ہیں۔ اب رہ گئے، ابوبکر تو ان کا کوئی بھی فیصلہ اور فتویٰ مخالف نص نہیں ہے۔ کیا یہ غلو نہیں ہے کہ علیؑ سے نہ تو عمر نے نہ ابوبکر کا اور نہ ہی دیگر اکابر صحابہ نے سوال پوچھا بلکہ علیؑ نے ابوبکر سے علم حاصل کیا۔(۲)

کیا یہ غلو نہیں ہے کہ ابن حجر صواعق محرقہ میں کہتے ہیں کہ ابوبکر اکابر مجتہدین میں تھے بلکہ صحابہ میں سب سے زیادہ عالم تھے، علی الاطلاق۔(۳)

کیا یہ غلو پسندی نہیں ہے کہ ابوبکر کو اعلم صحابہ اور ذکی ترین کہا جائے۔ پھر یہ بھی کہا جائے کہ وہ علم

۱۔ الفصل ابن حزم (ج ۴، ص ۱۳۶) المستدرک علی الصحیحین (ج ۳، ص ۱۴۰ حدیث ۴۶۴۵) کنز العمال ج ۶، ص ۱۳ (ج ۱۱، ص ۶۰۵ حدیث ۳۲۹۲۵) کنز العمال ج ۶، ص ۳۹۸ (ج ۱۱، ص ۶۰۵ حدیث ۳۲۹۲۶)

۲۔ منھاج السنۃ (ج ۳، ص ۱۲۸)

۳۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۹ (ص ۳۴)

سنت کے سب سے زیادہ واقف کار تھے۔ چنانچہ اکثر موقعوں پر صحابہ ان سے رجوع کرتے اور وہ ضرورت کے وقت علم نبیؐ سے جو حاصل کیا تھا، ظاہر فرماتے؟، وہ تو ابتدائے بعثت سے وفات رسول تک ہمیشہ صحبت سے سرفراز رہے۔(۱)

کیا یہ غلو پسندی نہیں کہ رسولؐ کی طرف یہ بات منسوب کی جائے کہ جو کچھ میرے سینے میں انڈیلا، وہ سب کچھ ابوبکر کے سینے میں اونڈیل دیا۔(۲)

کیا یہ غلو پسندی نہیں ہے کہ خواب میں بھرا ہوا ظرف علم، ابوبکر کے لئے وضع کیا گیا(۳)۔ کاش اس اور؟ دعووں، فریب کارانہ شور وشعب میں حدیث رسول کو بھی پیش کیا جاتا ہے، جو ان دعووں کے قطعی مخالف ہیں۔

آپ نے فاطمہ سے فرمایا: کیا تو راضی نہیں ہے کہ میں نے اول المسلمین اور سب سے بڑے عالم سے تیرا نکاح کیا ہے۔(۴)

آپ نے فرمایا: میں نے تیری شادی اپنی امت کے بہترین اور عالم ترین سے کی ہے۔(۵)

آپ نے فرمایا: میرے بعد میری امت کے سب سے بڑے عالم علیؑ ہیں۔(۶)

آپ نے فرمایا: میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔(۷)

آپ نے فرمایا: علیؑ میرے علم کا ظرف ہیں(۸)، علیؑ میرے علم کا باب ہیں(۹)، علیؑ میرے علم

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۹ (ص ۳۹)

۲۔ سفر السعادۃ (ج ۲، ص ۲۱۱ کشف الخفاء ج ۲، ص ۴۱۹، اسنی المطالب، ص ۱۹۴ (ص ۳۹۱ حدیث ۱۲۶۲) الموضوعات الکبریٰ (ص ۱۰۶)

۳۔ ریاض النضرۃ ج ۱، ص ۱۰۱ (ج ۱، ص ۱۳۰)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۳، ص ۱۴۰ حدیث ۴۶۴۵) کنز العمال ج ۶، ص ۱۳ (ج ۱۱ ص ۶۰۵ حدیث ۳۲۹۲۵)

۵۔ کنز العمال ج ۶، ص ۳۹۸ (ج ۱۱، ص ۶۰۵ حدیث ۳۲۹۲۶)

۶۔ کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۳ (ج ۱۱، ص ۶۱۴ حدیث ۳۲۹۷۷)

۷۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۲۶ حدیث ۴۶۳۷،

۸۔ شمس الاخبار، ص ۳۹ (ج ۱، ص ۱۰۶ باب ۷) کفایۃ الطالب، ص ۷۰، ۹۳ (ص ۱۶۸ باب ۳۷)

۹۔ فردوس الاخبار ج ۳، ص ۶۵ حدیث ۳۱۸۱) کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۶ (ج ۱۱، ص ۶۱۴ حدیث ۳۲۹۸۱)

کے خازن ہیں(۱)، علیؑ میرے علم کے پناہ گاہ ہیں۔(۲)

آپ نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں۔(۳) میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔(۴)

آپ نے فرمایا: میں علم کی ترازو ہوں اور علیؑ اس کے پلڑے ہیں۔(۵)

آپ نے فرمایا: میں حکمت کی میزان ہوں اور علیؑ اس کی زبان ہیں۔(۶)

آپ نے فرمایا: میری امت کے سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں۔(۷)

آپ نے فرمایا: تم سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں۔(۸)

اس کے علاوہ بے شمار ارشادات رسولؐ ہیں۔

کیا یہ احادیث رسولؐ اور گذشتہ جلدوں میں جو نوادر علم عمر کے شواہد پیش کئے، ان کے اور ان کے متعلق عائشہ، عمر، معاویہ، ابن عباس، ابن مسعود، عدی بن حاتم، سعید، ہشام بن عتبہ، عطاء اور عبداللہ بن محل نے جو رائے دی ہے، اس کے قطعی مخالف نہیں ہیں؟ میں نے تیسری جلد میں حضرت علیؑ کے اعلم ہونے کی تحقیق پیش کی ہے۔ تمام اہل علم کا ارشاد ہے کہ حضرت علیؑ وارث علم نبیؐ تھے۔ خود حضرت علیؑ کا صحیح ترین ارشاد پیش کر چکا ہوں کہ "میں رسولؐ کا بھائی، ان کا ولی، ابن عم اور ان کے علم کا وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ اس کا کون حقدار ہو سکتا ہے"؟؟؟!

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲، ص ۴۴۸ (ج ۹، ص ۱۶۵ خطبہ ۱۵۴)

۲۔ کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۳ (ج ۱۱، ص ۶۰۳ حدیث ۳۲۹۱۱)

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۴، شرح المواہب زرقانی ج ۳، ص ۱۲۹

۴۔ ذخائر العقبیٰ ص ۷۷، المرقاۃ فی شرح المشکاۃ ج ۵، ص ۵۷۱،

۵۔ دیلمی نے فردوس الاخبار میں، سید علی ہمدانی نے روضۃ الفردوس، مودۃ القربیٰ اور السبعین فی فضائل امیر المومنین میں، عبد الوہاب بخاری نے تفسیر انوری میں اور قندوزی نے ینابیع المودۃ میں نقل کیا ہے،

۶۔ امام غزالی کا رسالہ عقلیہ منقول از الفواتح شرح دیوان امیر المومنین ص ۳،

۷۔ مصابیح بغوی ج ۲، ص ۲۷۷ (ج ۴، ص ۱۸۰ حدیث ۴۷۸۷) فتح الباری ج ۸، ص ۱۳۶ (ج ۸، ص ۱۶۷)

۸۔ الاستیعاب ج ۳، ص ۳۸ (القسم الثالث، ص ۱۱۰۲ نمبر ۱۸۵۵) المواقف ایجی ج ۳، ص ۲۷۶ (ص ۴۱۱)

آخر خلیفہ جی رسولؐ کے کس چشمۂ علم سے سیراب ہوئے تھے؟ انہیں تو اب اور کلالہ کا مطلب بھی معلوم نہیں تھا۔ دادا، دادی اور خلافت کے بارے میں رسولؐ سے پوچھ بھی نہیں سکے، یہ کیسے مفتی تھے؟!! آخر کیا ان کے سینے میں انڈیلا گیا تھا؟ ان تمام متذکرہ باتوں سے آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ ابوبکر بعد رسولؐ اعلم حالانکہ حضرت علیؑ علم رسولؐ کی شاخ تھے، وہ وارث علم تھے، باب علم، پناہ گاہ علم اور خازن علم تھے۔ میں تو نہیں کہتا کہ ان کے ہوتے کسی کو اعلم صحابہ کہا جائے اور اگر غلو کی بات ہے تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابوحنیفہ کا علم ابوبکر کے علم سے زیادہ تھا۔

جی ہاں! یہ غلو ہے۔ اے ابن حزم، تیمیہ، ابن کثیر اور ابن جوزی کے پرستارو!

خلیفہ کے مظاہر علم

پہلا مظاہرہ

خلیفہ کے علم کا پہلا مظاہرہ باقلانی (۱) اور سید احمد زینی دحلان (۲) کے مطابق موت رسولؐ کی خبر ہے۔ (جیسے ہی عمر نے کہا گر کسی نے یہ کہا تو اس کی گردن اس تلوار سے اڑا دوں گا) ابوبکر نے عمر کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ رسولؐ مر چکے ہیں:

﴿و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل﴾ (۳)

ان دونوں نے یہ بات فراموش کردی کہ ہر صحابی کو اس کی خبر تھی۔ یہ بات قطعی بعید ہے کہ جن کے سینے میں قرآن موجود تھا، وہ اس بات کو نہیں جانتے ہوں کہ رسول خداؐ کا انتقال ہو چکا ہے۔ آیات بھی اس سلسلے میں وارد ہیں:

﴿و ما کان لنفس ان تموت. و لکل امة اجل﴾

۱۔ التمہید ص/۱۹۱

۲۔ السیرۃ النبویۃ، مطبوع برحاشیہ سیرۂ حلبیہ ج ۳ ص/۳۷۶ (ج ۲ ص/۳۰۶)

۳۔ آل عمران/۱۴۴

اس کے علاوہ بے شمار احادیث بھی اس سلسلے میں ہیں کہ رسولؐ نے اپنی موت کی خبر صحابہ کو دے دی تھی۔ آخری حج سے واپسی پر مقام غدیر میں بھی اپنی موت کی اطلاع دی تھی۔

عمر نے وفات رسول کا انکار جہالت کی وجہ سے نہیں کیا تھا، کیونکہ ابوبکر سے پہلے عمر بن زائدہ نے مسجد رسولؐ میں اس آیت کی تلاوت کی تھی۔ (۱) لیکن عمر نے ان کی تلاوت کو نظر انداز کر دیا۔ جبکہ رسول خداؐ نے عمرو بن زائدہ کو تیرہ بار [۱۳] مدینہ میں اپنا جانشین بنا کر غزوات کی طرف کوچ کیا تھا۔ (۲) اصل میں عمر کا موت رسولؐ سے انکار ایک سوچی سمجھی سیاست کے تحت تھا۔ اصل میں وہ ابوبکر کے آنے تک معاملہ کو ٹالنا چاہتے تھے، جو مدینہ سے باہر مقام سخ پر تھے (۳)۔ خود حضرت عمر کے عقیدت مند وفات رسولؐ کے انکار عمر کی صفائی میں یہی کہتے ہیں کہ وہ جاہل نہیں تھے، بلکہ ان پر گھبراہٹ اور بدحواسی چھا گئی تھی (۴)، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم! وہ مرے نہیں بلکہ اپنے پروردگار کی طرف چلے گئے ہیں۔ (۵)

دوسرا مظاہرہ

ابن حجر (۶) نے خلیفہ کے علم کا دوسرا مظاہرہ بحوالہ صحیح بخاری (۷) بیان کیا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد عمر خدمت نبیؐ میں آئے اور کہا کہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ فرمایا: بے شک ہوں۔ فرمایا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا: بے شک ہیں۔ تو کہا کہ پھر ہم کیوں اپنے

۱۔ البدایہ والنھایہ ج ۵، ص ۲۴۳ (ج ۵، ص ۲۳۴، ص ۲۶۳۔ ۲۶۲ حوادث ۱۱ھ) شرح المواھب زرقانی ج ۸، ص ۲۸۱

۲۔ الاصابۃ ج ۲، ص ۵۲۳،

۳۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۱۹۷ (ج ۳، ص ۲۰۰ حوادث ۱۱ھ) طبقات ابن سعد، ص ۸۶۷ مطبوعہ مصر (ج ۲، ص ۲۶۵) تفسیر قرطبی ج ۴، ص ۲۲۲ (ج ۴، ص ۱۴۳) عیون الاثر ج ۲، ص ۳۳۹ (ج ۲، ص ۴۳۳)

۴۔ شرح مقاصد تفتازانی ج ۲، ص ۲۹۴ (ج ۵، ص ۲۸۲)

۵۔ عیون الاثر ابن سید الناس ج ۲، ص ۳۳۹ (ج ۲، ص ۴۳۳)

۶۔ الصواعق المحرقۃ (۳۳)

۷۔ صحیح بخاری (ج ۳، ص ۹۷۸ حدیث ۲۵۸۱)

دین کے بارے میں ذلت برداشت کر رہے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا: میں خدا کا رسولؐ ہوں، میں خدا کی نافرمانی نہیں کر رہا ہوں۔ خدا ہی میرا مددگار ہے۔ عمر نے کہا: کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ ہم بہت جلد خانۂ کعبہ کی زیارت کریں گے اور طواف کریں گے؟ آنحضرت فرمایا: کہا تو تھا۔ کیا یہ بھی کہا تھا کہ اس سال طواف کریں گے؟ عمر نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تو ہم بہت جلد خانۂ کعبہ کا طواف کریں گے۔ عمر کا بیان ہے کہ پھر ہم ابوبکر کے پاس گئے اور یہی سوال دہرایا۔ ابوبکر نے وہی جواب دیئے جو رسولؐ نے دیئے تھے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے تو صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر کو رسول خداؐ کی نبوت پر ایمان تھا۔ فطری اعتبار سے ہر مومن یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ رسول خداؐ اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ خدا ان کا ناصر ہے۔ کوئی بھی واقعہ جو ہونے والا ہے، آج نہیں، تو کل ہوگا۔ اگر انسان عجلت پسند نہ ہو تو شک کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ تو ایسی بات ہے، جس میں ابوبکر کے ساتھ تمام مسلمان شریک نہیں۔ اس واقعہ سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر مطلقاً تمام صحابہ سے اعلم تھے۔ اگر عمر دوسرے صحابی سے یہ سوال کرتے تو وہ بھی یہی جواب دیتا۔ کیا عمر نے کسی دوسرے صحابی سے یہ سوال کیا تھا اور اس نے دوسرا کچھ جواب دیا؟ اس واقعہ سے ابوبکر کا عالم ہونا، کہاں سے ثابت ہو گیا۔ ابن حجرت (۱) نے جان بوجھ کر روایت کے الفاظ کو ساقط کر دیا اور پھر لکھ مارا کہ ابوبکر تمام صحابہ سے اعلم تھے۔ کیونکہ بحوالۂ صحیح بخاری صلح حدیبیہ میں عمر کو سمجھاتے ہوئے، وہی جواب دیا، جو پیغمبر خداؐ نے دیا تھا۔ کیا ہم ابن حجر سے پوچھ سکتے ہیں کہ ابوبکر نے اس میں کون سا مشکل مسئلہ حل کیا ہے اور کون سی دقت نظر کی بات کہی ہے؟

تیسرا مظاہرہ

ابن حجر (۲) کے نزدیک واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ سے مرسل روایت ہے کہ جب رسول خداؐ کی وفات ہوئی تو نفاق نے سر اٹھایا۔ عرب مرتد ہونے لگے، سبھی ہنگاموں کی زد میں تھے۔ کسی کا دماغ

۱۔ الصواعق المحرقہ۔ ص ۱۹ (ص ۳۴)

۲۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۹ (ص ۳۴)

قابو میں نہ تھا۔ ایسے میں لوگوں نے کہا کہ رسول کہاں دفن ہوں؟ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ صرف ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء نہ وارث ہوتے ہیں اور نہ وارث بناتے ہیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں (۱) کہ یہ صحابہ کے درمیان پہلا اختلاف تھا۔ کوئی کہتا، اپنے وطن مکہ میں دفن ہوں، کوئی مسجد رسولؐ میں کہتا۔ بعض نے بقیع کی رائے دی۔ بعض نے بیت المقدس کی رائے دی کیونکہ وہاں بہت سے انبیاء دفن ہیں۔ یہاں تک کہ ابوبکر نے اپنے علم کی بنا پر لوگوں کو صحیح رائے دی۔ ابن زنجویہ کہتے ہیں کہ اس سنت کے متعلقؑ کی کوئی رائے میں ابوبکر منفرد ہیں۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ اس مرسل روایت عائشہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ دونوں حدیثیں دوسرے صحابہ نے نہیں سنی تھیں۔ صرف ابوبکر نے سن لیں۔

اس سے ان کا اعلم ہونا کہاں سے ثابت ہوگیا۔ کیا دوسرے اصحاب جنہوں نے احادیث رسول سنیں اور ابوبکر نے انہیں نہیں سنا وہ اس معیار پر ابوبکر سے اعلم نہ ہو جائیں گے۔ انہیں تو ابؑ، کلالہ اور دادا، دادی کی میراث کا پتہ بھی نہیں تھا۔ کیا انہیں مغیرہ ابن شیبہ، محمد بن مسلمہ اور عبدالرحمٰن بن سہیل کے بارے میں حدیث رسول کا پتہ تھا؟۔ ابن حجر کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہزاروں افراد نے حدیث رسول سنی تھی کہ ''ما بین قبری و منبری روضة من رياض الجنة''

اسی طرح کی چار اور حدیثیں ہیں، جنہیں بخاری، احمد عبدالرزاق اور بیہقی وغیرہ نے نقل کی ہیں۔ انہیں تاریخ خطیب، ارشاد الساری، کنز العمال، وفاء الوفا وغیرہ بہت سی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (۲)

کیا ابن حجر کے سمجھ میں نہیں آتا کہ جو اصحاب اس حدیث رسول کو سنے ہوئے ہیں، وہ رسولؐ کے

۱۔ الصواق الحرقۃ (ص ۳۴)

۲۔ مسند احمد (ج ۳، ص ۲۷۲ حدیث ۱۱۲۱۶) شعب الایمان (ج ۳، ص ۴۹۱ حدیث ۴۱۶۳) مسند بزار (ج ۴، ص ۴۴ حدیث ۱۲۰۶) المعجم الکبیر (ج ۱۲، ص ۲۲۷ حدیث ۱۳۱۵۶) تحفۃ الباری مطبوع بر ذیل ارشاد الساری ج ۴، ص ۴۱۲ ارشاد الساری (ج ۴، ص ۴۹۲-۴۹۱ حدیث ۱۸۸۸) المصنف عبدالرزاق (ج ۳، ص ۱۸۲ حدیث ۵۲۴۳) تاریخ بغداد ج ۱۱، ص ۲۲۸، ۲۹۰، کنز العمال ج ۶، ص ۲۵۴ (ج ۱۲، ص ۲۶۰ حدیث ۳۴۹۴۷، ص ۲۶۱ حدیث ۳۴۹۵۶) وفاء الوفا ج ۱، ص ۳۰۳ (ج ۲، ص ۴۲۸-۴۲۷) سنن ترمذی (ج ۵، ص ۶۷۵ حدیث ۳۹۱۵، ۳۹۱۶) وغیرہ

مدفن سے بہر حال واقف تھے اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ بات تو رسولؐ نے جسے غسل و کفن کی وصیت کی ہوگی، اسے معلوم ہوگی۔(۱) رسول کا جنازہ تو رات میں دفن ہوا۔(۲) ابو بکر اور دوسرے صحابہ دفن میں موجود بھی نہیں تھے۔(۳) اگر یہ روایت عائشہ صحیح ہوتی تو صرف ابن حجر نے صواعق ہی میں نہ لکھا ہوتا۔ عائشہ کا تو بیان ہے کہ ہمیں تو دفن رسولؐ کی خبر ہی نہ ہوئی، جب تک کہ رات کے سناٹے میں پھاوڑہ چلنے کی آواز نہ بلند ہوئی۔(۴) ان دونوں روایتوں میں جمع کی کیا صورت ہوگی؟

پھر یہ کہ اس حدیث کو غلط ثابت کرنے والی حقیقتیں بھی موجود ہیں۔ آدم علیہ السلام مکہ میں پیدا ہوئے اور کوہ ابو قبیس پر دفن ہوئے۔(۵) ابراہیمؑ نے کوہ جبرون میں ایک مغارہ خریدا وہیں خود، سارہ اور اسحاق علیہ السلام دفن ہوئے۔ یعقوبؑ علیہ السلام کا انتقال سفر میں ہوا اور یوسفؑ نے انہیں، مغارہ جبرون میں دفن کیا۔(۶)

چوتھا مظاہرہ

میراث کی روایت ہے، ابن حجر کے خیال میں یہ ناقص حدیث ابو بکر کے اعلم ہونے کی دلیل ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس کی روایت علیؑ، عباس، عثمان، عبد الرحمٰن بن عوف اور زبیر و سعد وغیرہ نے کی ہے۔ سب سے پہلے اس کی نشاندہی ابو بکر نے کی پھر دوسرے لوگوں نے کی۔(۷)

۱۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۲۸۱۔۲۸۰، ۲۷۸) الخصائص الکبری ج ۲، ص ۲۷۶، ۲۷۷ (ج ۲، ص ۴۸۲، ۴۸۳)

۲۔ سنن ابن ماجہ ج ۱، ص ۴۹۹ (ج ۱، ص ۵۲۱ حدیث ۱۶۲۸) مسند احمد ج ۶، ص ۲۷۴ (ج ۷، ص ۳۹۰ حدیث ۲۵۸۱۷)

۳۔ طبقات ابن سعد، ص ۸۲۴، مطبوعہ لیدن ج ۲ القسم الثانی ص ۷۸ (ج ۲، ص ۳۰۴) المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱۴، ص ۵۶۸ حدیث ۱۸۸۹۲) کنز العمال ج ۳، ص ۱۴۰ (ج ۵، ص ۶۵۲ حدیث ۱۴۱۳۹)

۴۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۳۰۴) مسند احمد ج ۶، ص ۲۷۴ (ج ۷، ص ۳۹۰ حدیث ۲۵۸۱۷) سیرہ ابن ہشام ج ۴، ص ۳۴۴ (ج ۴، ص ۳۱۴) البدایہ والنھایہ ج ۵، ص ۲۷۰ (۵، ص ۲۹۱ حوادث ۱۱ھ)

۵۔ تاریخ طبری ج ۱، ص ۸۰، ۸۱ (ص ۱۶۱، ۱۶۲) العرائس ثعلبی ص ۲۹ (ص ۴۸) تاریخ کامل ج ۱، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۶۱) البدایہ والنھایہ ج ۱، ص ۹۸ (ج ۱، ص ۱۱۰)

۶۔ تاریخ طبری ج ۱، ص ۱۶۱، ۱۶۹ (ج ۱، ص ۳۱۲، ۳۳۰) معجم البلدان ج ۳، ۲۰۸ (ج ۲، ص ۲۱۲) البدایہ والنھایہ ج ۱، ص ۱۷۴، ۱۹۷، ۲۲۰ (ج ۱، ص ۲۰۲، ۲۲۶، ۲۵۳)

۷۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۹، ۲۱ (ص ۳۴، ۳۹)

یہ شخص کتنا شرمناک دھوکہ دے رہا ہے۔ اگر رسول خداؐ نے یہ حدیث فرمائی بھی ہوتی تو جو لوگ وارث ہونے والے تھے، ان سے کہتے تا کہ ان کا عذر قطع ہو جاتا اور وہ لوگ قرآن کی عمومی آیت میراث کی بنیاد پر وراثت کا بٹوارہ نہ کرتے۔ پھر نہ کوئی جھگڑا ہوتا، نہ صدیقہ طاہرہ علیہا السلام عمر بھر ابوبکر سے ناراض ہوتیں، نہ اپنے باپ کے اصحاب سے ان مصائب کا سامنا کرتیں۔

کیا جس رسولؐ کو علم بلایا و منایا و فتن و؟ تھا، وہ یہ معمولی بات نظر انداز کر سکتا تھا کہ اپنے گھر والوں کو یہ حدیث سنا دے؟ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ صدیق اکبر، امیر المؤمنین حضرت علیؑ اور ان کی شریک حیات ایک بے مایہ جائداد کے لئے اس حدیث رسولؐ کو جو لاوارث ہے، صحیح سمجھتے ہوئے دعویٰ کر سکتے ہیں؟ انہیں یہ حدیث معلوم نہیں تھی؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم تو ان دونوں کی ذات کو قطعی پاک سمجھتے ہیں۔

آخر ابوبکر نے حضرت علیؑ کی تصدیق کیوں کی؟ کیونکہ ان کی بیان کردہ حدیث قرآن و سنت کی روشنی میں لاوارث ہے۔ اکیلے وہی اس کے راوی ہیں۔ جبکہ رسولؐ نے علیؑ کو ابتدائے بعثت میں ہی اپنا وصی و وارث بنا دیا تھا (۱)۔ وہاں کوئی بھی توجہ دینے والا نہ تھا، جو فاطمہؑ کا دعویٰ کرتا کہ فدک کو رسول خداؐ نے انہیں بخش دیا تھا۔

مالک بن جعونہ کہتے ہیں کہ فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا کہ رسول خداؐ نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے، اسے مجھے واپس دو! یہ میرا خاص ہے۔ فاطمہؑ کے دعویٰ پر علیؑ نے گواہی دی۔ دوسرا گواہ مانگا گیا تو ام ایمن نے گواہی دی۔ ابوبکر نے کہا: دختر رسولؐ! کیا آپ جانتی ہیں کہ ایک مرد اور عورت کی گواہی نا قابل قبول ہے؟ کم سے کم دو عورتیں اور ایک مرد ہوں۔ خالد بن طہان کی روایت ہے کہ فاطمہؑ نے ابوبکر سے فدک مانگا تو ابوبکر نے گواہی طلب کی تو فاطمہؑ نے ام ایمن اور ریاح غلام رسولؐ کو پیش کیا۔ ابوبکر نے کہا: ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی ناقص ہے۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۱۶ (ج ۲ ص ۳۱۹/) تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۲/، ص ۲۴ (ج ۱، ص ۴۸۷) کنز العمال ج ۶، ص ۳۹۲ (ج ۱۳، ص ۱۲۸ حدیث ۳۶۴۰۸، ص ۱۳۱ حدیث ۳۶۴۱۹) مسند احمد ج ۱، ص ۱۵۹ (ج ۱، ص ۲۵۷ حدیث ۱۳۷۵)

۲۔ فتوح البلدان بلاذری، ص ۳۸ (۴۴)

یہ سن کر صدیقہ طاہرہؑ غضبناک حالت میں واپس ہوئیں۔ رسولؐ نے انہیں کے لئے فرمایا تھا کہ خدا راضی ہوتا ہے، فاطمہؑ کی رضا مندی سے، خدا غضبناک ہوتا ہے، فاطمہؑ کے غضب سے۔ (۱) ترجمان وحی نے جو کچھ فرمایا تھا، اس کے برخلاف ہے؟ ہرگز نہیں! آیۂ تطہیر کی روشنی میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ اب صرف ایک ہی بات رہتی ہے کہ راوی کو جھوٹا اور حدیث لاوارث کو قرآن و سنت کے خلاف کہا جائے۔

دعوے کے لئے آپ اس عالم میں گھر سے نکلیں کہ سر سے پا تک چادر میں ڈھکی ہوئی تھیں۔ خاندان کی عورتوں کے ساتھ یوں قدم اٹھا رہی تھیں کہ رسولؐ کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔ لوگ چیخ مار کر رونے لگے۔ ابوبکر گروہ مہاجرین وانصار میں بیٹھے تھے۔ آپ نے تقریر فرمائی اور کہا کہ تم لوگ گمان کرتے ہو کہ ہمارے لئے میراث نہیں۔ تم لوگ جاہلی فیصلے کیوں کر رہے ہو؟ اے ابوقحافہ کے بیٹے! تو اپنے باپ کا وارث بنے اور میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں! عنقریب تو خدا کے سامنے پیش ہوگا۔ پھر باپ کی قبر کی طرف رخ کر کے اشعار پڑھے:

''آپ کے بعد ایسے مصائب پیش آئے کہ اگر آپ ہوتے تو ان میں اضافہ نہ ہوتا۔ آپ کو ہم نے یوں گم کر دیا ہے، جیسے زمین بارش سے محروم ہوگئی ہے۔ آپ کی قوم نے مصائب اونڈیل دیئے ہیں۔ انہیں دیکھئے! نظر انداز نہ فرمایئے! اے کاش! مجھے آپ کے بعد موت آگئی ہوتی۔ موت نے تو میرے اور آپ کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔'' (۲)

یہی نہیں فاطمہؑ ہر نماز کے بعد ابوبکر کے لئے بدعا کرتی ہیں۔ کیا یہ لاوارث حدیث قرآن اور آثار انبیاءؑ سے میل کھاتی ہے؟ قرآن کہتا ہے:

﴿و ورث سلیمان داؤد﴾

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۵۴ (ج ۳، ص ۱۶۷ حدیث ۴۷۳۰) تذکرۃ الخواص، ص ۱۷۵، (ص ۳۱۰) ذخائر العقبی، ص ۳۹، الصواعق المحرقہ ص ۱۰۵ (ص ۱۷۵)

۲۔ بلاغات النساء ابن طیفور، ص ۱۲ (ص ۲۳) شرح ابن ابی الحدید ۴، ص ۹۳ (ج ۱۶ ص ۲۵۱ / خطبہ ۴۵) اعلام النساء ج ۸، ص ۱۲۰ (ج ۴، ص ۲۲)

سلیمانؑ، داؤدؑ کے وارث ہوئے۔(۱)

زکریاؑ دعا کرتے ہیں، مجھے فرزند عطا کر جو میرا اور آل یعقوبؑ کا وارث بنے۔(۲)

واضح بات ہے کہ میراث یہ ہے کہ صاحب جائداد مرجائے تو اس کے پس ماندگان وارث بنیں، یہ قرآن کا حکم ہے۔ پس ان آیتوں کو علم نبوت پر محمول کرنا غلط ہے کیونکہ اس میں وراثت نہیں ہوتی۔ نبوت مصلحت عام کی تابع ہے۔ خدا نے جسے اس صلاحیت سے آراستہ دیکھا، اسے ازل سے ہی متعین کر دیا۔ اس میں نسب اور دعا و سوال کا کوئی دخل نہیں۔ حضرت زکریاؑ نے اپنا وصی خدا سے مانگا کیونکہ ان کے موالی انہیں محجوب کر رہے تھے۔ خود آیت میں اس کی وضاحت ہے کہ چچیرے بھائیوں اور خاندان کے لوگوں سے خائف تھے۔ یہ چیز مال سے ہی متعلق ہو سکتی ہے۔ نبوت و علم سے محجوب ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پھر یہ کہ آیت میں رضا کی شرط رکھی ہے۔ ﴿و اجعلہ رب رضیا﴾(۳) اس سے بھی مال ہی کی طرف اشارہ ملتا ہے کیونکہ نبوت کا تقدس تو بہر حال رضا سے وابستہ ہوتا ہے۔ مال ہی میں ہے کہ کبھی رضا ہوتی ہے، کبھی نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ دوسرے انبیاء میں نہیں صرف یہ حکم رسول خداﷺ ہی سے مخصوص تھا، تو یہ بات بھی عمومی آیات سے مسترد ہوتی ہے۔ پھر ماننا پڑے گا کہ عموم آیت کو یہ لاوارث حدیث مخصوص کر دیتی ہے۔ آیت ہے:

﴿یوصیکم اللہ فی اولادکم﴾(۴)

﴿و اولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض﴾(۵)

﴿ان ترک خیراً الوصیۃ﴾(۶)

کیا یہ عمومی احکام ایک لاوارث حدیث سے مسترد کئے جا سکتے ہیں؟ کیا سیرت انبیاءؑ بھی مسترد کی

۱۔ سورۂ نمل، آیت/۱۶۔ ۲۔ سورۂ مریم، آیت ۶۔
۳۔ (مریم/۶) ۴۔ سورۂ نساء، آیت/۱۱
۵۔ سورۂ انفال، آیت/۷۵۔ ۶۔ سورۂ بقرہ، آیت/۱۸۰۔

جا سکتی ہے؟!!!

اس لاوارث حدیث کو علم رسولؐ کے وارث علیؑ و فاطمہؑ بھی نہیں جانتے تھے۔ نہ امت کا کوئی فرد جانتا تھا۔ پھر اگر یہ خبر واحد صحیح تھی، تو ابو بکر نے لینے کے بعد دینے کی کوشش کیوں کی؟ فاطمہؑ کو ایک تحریر لکھ دی تھی کہ فدک فاطمہؑ کا حق ہے۔ اسی وقت عمر آ گئے، پوچھا کیا ہے یہ؟ ابو بکر نے کہا کہ میں نے فاطمہؑ کو ان کے باپ کی میراث دے دی ہے۔ عمر نے کہا: پھر مسلمانوں پر کیا خرچ کرو گے؟ عرب تم پر چڑھائی کر رہے ہیں۔ یہ کہہ کر عمر نے تحریر لی اور پھاڑ ڈالا۔(۱)

اگر خلیفہ کی لاوارث حدیث صحیح تھی تو فدک میں تضاد عمل کیوں ہے؟

۱۔ عمر بن خطاب خلیفہ ہوئے تو فدک کو رسول خداؐ کے وارثوں کو سونپنا چاہا۔ عباس اور علی علیہ السلام نے باہم نزاع کیا۔ علیؑ نے کہا کہ رسولؐ نے اسے فاطمہؑ کے حوالے کیا تھا۔ عباس نے انکار کیا۔ وہ بولے کہ یہ رسولؐ کی ملکیت ہے، میں بھی وارث ہوں۔ عمر نے کہا کہ تم لوگ خود ہی فیصلہ کرو، میں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ عباس نے علی علیہ السلام کو گالی بھی دی۔ انہوں نے عمر سے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور (معاذ اللہ) اس جھوٹے، بدکار، دھوکے باز کے درمیان فیصلہ کیجئے!(۲)

کیا آپ عباس کے متعلق سوچ سکتے ہیں کہ انہوں نے مصداق آیۂ تطہیر، علی علیہ السلام کو گالی دی ہوگی؟ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کے لئے فرمایا ہے کہ جس نے علی علیہ السلام کو گالی دی، اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی، اس نے خدا کو گالی دی اور خدا کو گالی دینے والا، اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔(۳) ہرگز نہیں! یہ قطعی غلط ہے۔

۱۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳، ص ۳۹۱ (ج ۳، ص ۳۶۲)

۲۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد ج ۵، ص ۱۰۔۳ (ج ۳، ص ۱۱۲۸ حدیث ۲۹۲۷) صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر، ص ۱۱ (ج ۴، ص ۲۹۔ ۲۷ حدیث ۴۹، ۵۰) سنن بیہقی ج ۶، ص ۲۹۹، معجم البلدان ج ۶، ص ۳۴۳ (ج ۴، ص ۲۳۸) البدایۃ والنہایۃ ج ۵، ص ۲۸۸ (ج ۵، ص ۳۰۸) تفسیر ابن کثیر ج ۴، ص ۳۳۵ تاج العروس ج ۷، ص ۱۶۶

۳۔ ملا کی وسیلۃ المتعبدین مجلد ۵، ق ۲، ص ۱۷۶،

۲۔ مروان نے فدک کو عثمان کے حکم سے ہتھیا لیا۔(۱)

۳۔ معاویہ نے فدک تین ٹکڑے کر کے عمرو بن عثمان، یزید بن معاویہ اور مروان کے حوالے کر دیا۔ جب مروان خلیفہ ہوا تو اس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو دے دیا۔

۴۔ عمرو بن عبدالعزیز نے کہا کہ یہ فدک خاص فاطمہؑ کا حق تھا، گواہ رہو کہ اب اس کے حقداروں کو واپس کر رہا ہوں۔

۵۔ جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اولاد فاطمہؑ سے لے کر بنی مروان کو دے دیا اور یہ بنی امیہ کی حکومت تک انہیں کے پاس رہا۔

۶۔ جب سفاح خلیفہ ہوا تو فدک عبداللہ بن حسن کے حوالے کر دیا۔

۷۔ پھر منصور نے امام حسن علیہ السلام کی اولادوں سے چھین لیا۔

۸۔ پھر مہدی نے اولاد فاطمہؑ کے حوالے کر دیا۔

۹۔ پھر اس نام پہ غور کریں اس لئے کہ سفاح سے مامون تک موسیٰ نام کا کوئی حاکم بنی عباس کا نہیں تھا ابن مہدی نے اولاد فاطمہؑ سے چھین لیا اور مامون کے عہد تک اسی کے پاس رہا۔

۱۰۔ مامون رشید نے ۲۱۰ھ میں گورنر مدینہ کو حکم دیا کہ بنی فاطمہؑ کو فدک واپس کر دیا جائے۔ (اس کا حکم نامہ بڑا بلیغ اور فدک کی بنیادی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ نیز غاصبوں کی قلعی بھی کھولتا ہے)۔

۱۱۔ جب متوکل خلیفہ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ مامون سے پہلے فدک جن لوگوں کے قبضے میں تھا، انہیں واپس کر دیا جائے۔(۲) یہ تمام باتیں خلیفہ کی لاوارث حدیث کی تردید کرتی ہیں۔

صواعق (۳) میں ابن حجر کا حیرتناک قول ملاحظہ فرمایئے! وہ کہتے ہیں کہ حدیث رسولؐ 'انا مدینة

۱۔ سنن بیہقی ج ۶، ص ۳۰۱

۲۔ فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۱۔۳۹ (ص ۴۷۔۴۶) تاریخ یعقوبی ج ۳، ص ۴۸ (ج ۲، ص ۳۰۵) العقد الفرید ج ۲، ص ۳۲۳ (ج ۴، ص ۵۱) معجم البلدان ج ۶، ص ۳۴۴ (ج ۴ ص/۲۴۰) البدایہ والنھایہ ج ۹، ص ۲۰۰ (ج ۹، ص ۲۲۵۔۲۲۴ حوادث ۱۰۱ھ) شرح نہج البلاغہ ج ۴، ص ۱۰۳ (ج ۱۶ ص ۲۷۸ کتاب ۴۵) تاریخ الخلفاء ص ۱۵۴ (ص/۲۱۵) جمہرۃ رسائل العرب ج ۲، ص ۵۱۰، اعلام النساء ج ۳، ص ۱۲۱۱ (ج ۴، ص ۱۲۲۔۱۲۰)

۳۔ الصواعق المحرقہ، ص ۲۰ (ص ۳۴) و الفتاوی الحدیثہ، ص ۱۹۷ (ص ۲۶۹)

العلم و علی بابھا'' کی بنیاد پر علیؑ کو ابو بکر سے اعلم نہیں کہا جا سکتا کیونکہ پھر ہم کہیں گے کہ اس حدیث میں لوگوں نے طعن کیا ہے اور اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے اور حسن تسلیم کر لیا جائے تو ابو بکر اس کی محراب ہیں اور روایت میں جو کہا گیا ہے کہ جسے علم کی طلب ہو، وہ دروازے سے آئے یہ بات بھی اعلیت کو متقاضی نہیں۔ کیونکہ کبھی کبھی غیر عالم کے بعد بھی لوگ وضاحت و بیان کے لئے چلے آتے ہیں اور انہیں اعلم کے برخلاف غیر اعلم سے تسکین ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کہ مندرجہ روایت فردوس دیلمی کے مطابق پوری حدیث یوں ہے:

انا مدینة العلم و ابو بکر اساسھا و عمر حیطانھا و عثمان سقفھا و علی بابھا.

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ابو بکر اعلم تھے۔ اس صورت حال میں دروازے کا قصد اس لئے ہوتا ہے کہ وضاحت و بیان کی طلب ہوتی ہے۔ اس سے شرف و منزلت مقصود نہیں ہوتا، واضح بات ہے کہ اساس، حیطان اور سقف دروازے سے بلند ہوتے ہیں....

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث مدینہ پر طعن صرف ابن جوزی جیسے لوگوں کی مختصر سی ٹولی ہی نے کیا ہے۔ میں نے چھٹی جلد میں اس کی صحت پر محققانہ بحث کی ہے۔ ان جیسے لوگوں کے پاس صحت و عدم صحت کا کوئی معیار نہیں ہے۔ ورنہ بزرگ علماء نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ایک گروہ اسے حسن کہتا ہے۔ بعد کے علمائے نے متقدمین کی تائید کی ہے۔ ابن جوزی جنہوں نے اس کی نیش زنی کی ان کی وقعت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

فردوس دیلمی کی روایت کو سبھی نے ضعیف کہا ہے۔ خود ابن حجر نے الفتاوی الحدیثہ میں اس کو ضعیف کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ (اساس، حیطان اور سقف کے علاوہ) ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ ''معاویة حلقتھا'' (معاویہ زنجیر ہے) یہ بھی ضعیف ہے۔ لیکن ابو بکر کو جب اعلم ثابت کرنا ہوا تو اپنا وہ فیصلۂ ضعیف نظر انداز کر بیٹھے۔

عجلونی کشف الخفا(۱) میں کہتے ہیں کہ دیلمی نے فردوس (۲) میں بغیر سند کے ابن مسعود کی

۱۔ کشف الخفاء ج ۱، ص ۲۰۴،

۲۔ الفردوس بماثور الخطاب (ج ۱، ص ۴۳ حدیث ۱۰۵، ج ۴۳ حدیث ۱۰۸)

روایت نقل کی ہے کہ:

انا مدینة العلم و علی بابها و ابو بکر اساسها و عمر حیطانها و عثمان سقفها.

یہ بھی انس بن مالک کی مرفوع روایت ہے کہ "**و علی بابها و معاویه حلقتها**"۔ مقاصد (۱) میں ہے کہ بالجملہ یہ تمام روایت ضعیف ہیں اور اس کے اکثر الفاظ رکیک ہیں۔

سید محمد درویش حوت نے اسنی المطالب میں لکھا ہے کہ (۲)

انا مدینة العلم و علی بابها و ابو بکر اساسها .....

کی حدیث کا کسی علمی کتاب میں درج ہونا، قطعی مناسب نہیں۔ ابن حجر ہیثمی نے صواعق (۳) وغیرہ میں جو نقل کیا ہے، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

اس صورت حال میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو دروازہ سے تعبیر کرنے کی حدیث میں اساس (بنیاد)، حیطان (دیواریں)، سقف (چھت) اور حلقہ (زنجیر) کا اضافہ محض اس لئے کیا گیا ہے کہ خود حدیث مدینۃ العلم کو مخدوش بنا دیا جائے۔ اس مضحکہ خیز اضافہ نے شہر دانش کو عام شہروں کے جیسا بنا دیا ہے، جس میں دیکھنے اور سیر کرنے کے لئے جایا جاتا ہے۔ چھت کا سائبان بنایا جاتا ہے، دروازے پر زنجیر کھٹکھٹائی جاتی ہے، حالانکہ حدیث رسول کا صرف ایک مقصد تھا کہ میرے شہر علم کا دروازہ علی علیہ السلام ہیں۔ یعنی علوم نبوت کے استفادہ کا صرف ایک راستہ اور دروازہ علی علیہ السلام ہیں، جو میرے جانشین ہیں۔ جس طرح کہ شہر میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ دروازہ ہی ہوتا ہے۔ اساس کی فضیلت نہیں، جب تک اس کی دیوار نہ قائم ہو جائے، ورنہ لٹیروں کی ٹولی شہر کو غارت کر دے گی۔ معنوی حیثیت سے چھت کا صرف ایک فائدہ ہوتا ہے کہ سایا ہو اور موسم سے حفاظت ہو سکے۔ کیا شہر میں چھت ہوتی ہے؟؟؟ چھت تو گھروں اور حماموں میں ہوتی ہے۔ اس لئے شہر سے استفادہ کا راستہ صرف دروازہ ہی رہ جاتا ہے۔ زنجیر بھی دروازے میں لگتی ہے۔ اگر دروازہ بند ہو تو زنجیر کھٹکھٹائی جاتی

۱۔ المقاصد الحسنہ (ص ۱۲۴ حدیث ۱۸۹)

۲۔ اسنی المطالب، ص ۷۳ (ص ۱۳۷ حدیث ۳۹۱)

۳۔ الصواعق المحرقۃ (ص ۳۴)

ہے، اصل چیز تو دروازہ ہے۔

اس لئے واضح طور سے مراد پیغمبرؐ صرف یہ ہے کہ میرے شہر میں داخل ہونے اور نکلنے کا راستہ صرف ایک ہی ہے اور وہ دروازہ ہے۔ اس کے ذریعہ میرے علوم سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس اعتبار سے تمام علوم نبوت کا احصاء حضرت علی علیہ السلام میں ہو جاتا ہے۔ دروازہ کہہ کے تاکید کی پھر فرمایا کہ جس کو مدینہ میں آنا ہو، وہ در سے آئے۔ اس طرح امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی ہی ذات باقی رہ جاتی ہے، جن سے لوگوں کو وابستہ کیا گیا ہے اور ان کے پاس تمام علم نبوت تھا۔ فقہ و موعظہ، اخلاق، حکم، حکمت و سیاست سبھی کچھ لوگوں کی ضرورت کا مواد علی علیہ السلام کے پاس ہے۔ اس کے سوا جو حدیث میں اضافہ ہے، وہ محض جہالت ہے۔

۲۔ خلیفہ کی شجاعت

قبل اسلام تو خلیفہ کی بہادری کا کہیں اتہ پتہ نہ تھا۔ زمانہ رسولؐ میں بھی حالانکہ اکثر غزوات میں موجود رہے، لیکن شجاعت کے کارنامے لاپیدا ہیں۔ تاریخ بالکل خاموش ہے۔ صرف خیبر میں ان کے فرار کی داستان ملتی ہے۔ حضرت علیؑ و عباس کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے خیبر میں ابوبکر کو بھیجا وہ وہاں سے لشکر سمیت بھاگ آئے۔ پھر آنحضرت نے عمر کو بھیجا وہ بھی بھاگ آئے۔ یہ دونوں لشکر والوں کو بزدل ٹھہراتے تھے اور لشکر والے ان دونوں کو بزدل ٹھہراتے تھے۔(۱)

ان دونوں کی فراریت کا پتہ حدیث خیبر سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا:

لاعطين الراية غدا رجلا يحب الله و رسوله ويحبه الله ورسوله يفتح الله على يديه ليس بفرار

کل میں علم اسے دوں گا، جو خدا رسول کو دوست رکھتا ہوگا، خدا اس کے ہاتھوں خیبر کو فتح کرائے گا اور وہ بھاگے گا نہیں۔

۱۔ مجمع الزوائد ج ۹، ص ۱۲۴، الموقف (ص ۴۱۰) شرح المواقف جرجانی ج ۳، ص ۲۷۶ (ج ۸، ص ۳۶۹) المطالع ص ۴۸،

کسی روایت میں کرار وغیر فرار بھی ہے اور کسی روایت میں ہے:

و الذی کرم وجهه محمد لاعطینها رجلا لا یفر

کسی روایت میں ہے:

لادفعن الی رجل لن یرجع حتی یفتح الله له

کسی میں ہے: **لا یولی الدبر**۔(۱)

اس سلسلے میں ابن ابی الحدید کا سات شعروں پر مشتمل قصیدہ بھی ہے:

و ما انس لا انس اللذین تقدما

خلیفہ کی؟ کا ایک منظر ذوالثدیہ کے لئے قتل حکم رسول بھی ہے۔ وہ بغیر ہتھیار کے نماز پڑھ رہا تھا، ابو بکر کو آنحضرت نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں، انہوں نے حکم رسولؐ کے سر تابی کو قتل کے مقابلے میں آسان سمجھا، بہانہ بنائے ہوئے واپس آگئے۔(۲)

اس کے باوجود ابن حزم نے ''المفاضلہ بین الصحابۃ'' میں ابوبکر کو مطلق طور سے تمام صحابہ میں سب سے بہادر لکھ مارا۔ انہوں نے حضرت علیؑ کی ایک حدیث بھی ٹھوک دی ہے۔ حضرت علیؑ نے لوگوں سے پوچھا: سب لوگوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ سب نے فرمایا: آپ ہیں۔ فرمایا: میں تو جس سے بھی مقابلہ کے لئے گیا، اس پر حاوی رہا، مگر مجھے بتاؤ کہ سب سے بہادر کون ہے؟ سب نے کہا: آپ ہی بتایئے ہم تو نہیں جانتے؟ فرمایا: ابوبکر ہیں۔ جنگ بدر میں ہم نے رسول خداؐ کے لئے ایک عریش (ٹٹی)

۱۔ صحیح بخاری ج۶، ص۱۹۱ (ج۳، ص۱۳۵۷ حدیث ۳۴۹۸، ۳۴۹۹) صحیح مسلم ج۲، ص۳۲۴ (ج۴، ص۸۷ حدیث ۱۳۲ کتاب الجہاد) طبقات ابن سعد (ج۲، ص۱۱۱۔۱۱۰) مسند احمد ج۱، ص۱۸۴، ۱۸۵، ۳۵۳، ۳۵۸ (ج۱، ص۳۰۲ حدیث ۱۶۱۱، ج۳، ص۳۹۱ حدیث ۱۰۷۳۸، ج۶ ص۴۵۵ حدیث ۲۲۳۱۴، ص۴۹۲ حدیث ۹۲۲۵۲۲) خصائص نسائی ص۸۔۴ (ص۴۲ حدیث ۱۷) سیرہ ابن ہشام ج۳، ص۳۸۶ (ج۳، ص۳۴۹) المستدرک علی الصحیحین ج۳، ص۱۰۹ (ج۳، ص۱۱۷ حدیث ۴۵۷۵) حلیۃ الاولیاء ج۱، ص۶۲، اسد الغابۃ ج۴، ص۲۱ (ج۴، ص۹۸ نمبر ۳۷۸۳) البدایۃ والنھایۃ ج۴، ص۱۸۷۔۱۸۵ (ج۴، ص۲۱۴۔۲۱۱) تیسیر الوصول ج۳، ص۲۲۷ (ج۳، ص۳۱۵ حدیث ۵) ریاض النضرۃ ج۲، ص۱۸۸۔۱۸۴ (ج۳، ص۱۳۴۔۱۳۰)

۲۔ الفصل (ج۴، ص۱۴۳)

بنادی تھی۔ اب سوال یہ ہوا کہ کون رسول خداؐ کے ساتھ اس عریش میں رہے گا؟ تا کہ مشرکین حضرت کو گزند نہ پہنچا سکیں۔ اس وقت خدا کی قسم! ابو بکر کے سوا کوئی بھی آمادہ نہیں ہوا۔ وہ تلوار لئے رسولؐ کے سر پر کھڑے رہے اور کسی مشرک کو ادھر آنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ اس لئے اشجع الناس ابو بکر ہی ہیں۔(۱)

کاش! اہل سنت نے اس بے پر کی سند بھی بیان کر دی ہوتی حافظ ہیثمی نے اسے بلا سند کے نقل کیا، پھر لکھا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ کس نے اڑائی ہے۔(۲)

اس کی تکذیب صحیحہ ابن اسحاق سے بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنگ بدر میں عریش پر سعد بن معاذ تلوار لئے کھڑے تھے۔ وہ دشمنوں سے رسول خداؐ کی حفاظت کر رہے تھے۔(۳)

تحفظ رسول کا معاملہ بھی صرف جنگ بدر سے مخصوص نہیں بلکہ ہر مرحلے پر کوئی نہ کوئی صحابی رسول خداؐ کی حفاظت کرتا تھا۔ بدر میں معاذ تھے، (اور سیرۃ حلبی (۴) کے مطابق کچھ دن ابو بکر تھے) احد میں محمد بن مسلمہ تھے، خندق میں زبیر بن عوام تھے، حدیبیہ میں مغیرہ بن شعبہ تھے، جنگ خیبر میں بعض دنوں تک ابو ایوب انصاری تھے، وادی قریٰ میں جناب بلال، سعد بن ابی وقاص اور ذکوان بن عبد قیس تھے۔ حنین میں ابن ابی مرثد تھے(۵)۔ اصحاب کا یہ حفاظتی انداز اس وقت تک قائم رہا، جب تک ''و اللہ یعصمک من الناس'' کی آیت نہیں اتر گئی۔ آیت نازل ہونے کے بعد، یہ حفاظتی انذار چھوڑ دیا گیا(۶)۔ اس طرح اگر روایت کو صحیح مان لیا جائے تو ابو بکر بھی ایک پاسدار تھے۔

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱، ص۹۲ (ج۱، ص۱۴۰) تاریخ الخلفاء ص۲۵ (ص۳۴)

۲۔ مجمع الزوائد ج۹، ص۴۶ ۳۔ عیون الاثر ابن سید الناس ج۱، ص۲۵۸ (ج۱، ص۳۲۶)

۴۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۲، ص۳۵۳ (ج۲، ص۳۲۷)

۵۔ عیون الاثر ج۲ ص۳۱۶/ (ج۲، ص۴۰۲) المواهب اللدنیۃ ج۱، ص۲۸۳ (ج۲، ص۱۲۲) السیرۃ الحلبیۃ ج۳، ص۳۵۴ (ج۳، ص۳۲۷) شرح المواهب زرقانی ج۳، ص۳۰۴،

۶۔ المستدرک علی الصحیحین ج۲، ص۳۱۳ (ج۲، ص۳۴۲ حدیث ۳۲۲۱) تفسیر قرطبی ج۶، ص۲۴۴ (ج۶، ص۱۵۸) تفسیر ابن جزی کلبی ج۱، ص۱۸۳، تفسیر ابن کثیر ج۲، ص۷۸، الخصائص الکبری ج۱ص۱۲۶/ (ج۱، ص۲۱۰) سنن ترمذی ج۵، ص۲۳۴ حدیث ۳۰۴۶) دلائل النبوۃ بیہقی ج۲، ص۱۸۴

اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے تو علیؑ، حمزہ اور عبیدہ کے ساتھ ان کی مدح میں بھی کوئی آیت نازل ہونی چاہئے تھی۔ ان لوگوں کے لئے تو آیت اتری ہے: (۱)

﴿ھذان خصمان اختصموا فی ربھم﴾ (۲)

اگر اہل سنت کا مزعومہ صحیح ہو تو علیؑ و حمزہ اور عبیدہ کی مدح میں "... من المؤمنین رجال صدقوا" احزاب/۲۳ نازل ہوئی، ان کے حق میں کوئی آیت کیوں نہیں اتری؟ حضرت علیؑ کے لئے آیت نازل ہوئی: (۳)

هو الذی ایدک بنصره و بالمومنین (۴)

(ابوبکر کے لئے سناٹا ہے) حضرت علیؑ کے لئے تو آیت ہجرت نازل ہوئی، (۵) بدر کے دن منادی نے آواز دی:

لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار (۶)

کیا ابوبکر کے لئے بھی کوئی اشارہ ہے جو رسولؐ کے سر پر تلوار لئے کھڑے ہوئے تھے؟ کیا عریش صرف جنگ بدر میں ہی تھا؟ کیا رسول خداؐ عریش کے باہر میدان میں نہیں آتے تھے؟ مؤرخین نے یہ

۱۔ صحیح بخاری ج ۶، ص ۹۸ کتاب التفسیر (ج ۴، ص ۱۷۶۹ احدیث ۴۴۶۷) صحیح مسلم ج ۲، ص ۵۵۰ (ج ۵، ص ۵۲۸ حدیث ۳۴) طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۱۷) المستدرک علی الصحیحین ج ۲، ص ۳۸۶ (ج ۲، ص ۴۱۸ حدیث ۳۴۵۴) تفسیر قرطبی ج ۱۲، ص ۲۵/۲۶، (ج ۱۲، ۱۸، ۱۹) تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۲۱۲، تفسیر خازن ج ۳، ص ۲۹۸ (ج ۳، ص ۲۸۴)

۲۔ سورۂ حج، آیت/۱۹۔

۳۔ مناقب خوارزمی ص ۱۸۸ (ص ۲۷۹ حدیث ۲۷۰) کفایت الطالب ص ۱۲۲ (ص ۲۴۹ باب ۶۲)

۴۔ سورۂ انفال، آیت/۶۲۔

۵۔ کفایۃ الطالب، ص ۱۱۰ (ص ۲۳۴ باب ۹۲) درمنثور ج ۳ ص ۱۹۹ (ج ۴، ص ۱۰۰) تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۱۷۳، ریاض النضرۃ ج ۲، ص ۱۷۲ (ج ۳، ص ۱۱۷) ذخائر العقبیٰ، ص ۶۹

۶۔ مسند احمد ج ۱، ص ۳۴۸ (ج ۱، ص ۵۷۲ حدیث ۳۲۴۱) تاریخ طبری ج ۲، ص ۱۰۱۔۹۹ (ج ۲، ص ۳۷۴۔۳۷۲) طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۲۱۲ (ج ۱، ص ۲۲۸) تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۲۹ (ج ۲، ص ۳۹) تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۹۱، تاریخ کامل ج ۲، ص ۴۲ (ج ۱، ص ۵۱۶) البدایہ والنھایہ ج ۷، ص ۳۳۸ (ج ۷، ص ۳۷۴ حوادث ۴۰ھ)

کیوں لکھا ہے کہ رسول خداؐ نے مہاجرین کی ایک فرد کو علم دے کر خیبر میں بھیجا، وہ بغیر کچھ کئے واپس آ گئے؟ کیا انھیں اور ان کے دوست کو مؤرخین پہچانتے نہیں تھے؟ ہر گز نہیں! (۱)

یہ شجاع ترین کب سے ہو گئے؟ جس دن یہودیوں کے نبرد آزما فوجی یاسر کی سرکردگی میں انصار کو چیرتے پھاڑتے رسول خداؐ تک پہنچ گئے تھے، کہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی مغموم تھے؟ (۲)

رسولؐ کے ساتھ تو شجاع ترین شخص موجود تھے، پھر رسول خداؐ نے سلمہ بن اکوع کو علیؑ کے پاس کیوں بھیجا؟ وہ مدینہ میں درد چشم میں مبتلا تھے۔ علیؑ کو درد کی شدت سے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ سلمہ ان کا ہاتھ پکڑ کر لائے تھے۔ (۳) رسولؐ نے انہیں علم دیتے ہوئے فرمایا:

"لاعطین الرایة الی رجل کرار غیر فرار"

کیا یہ خیبر میں بھی شجاع ترین تھے، عریش پر؟ جس دن رسول خداؐ نے خود جنگ کی گھمسان کی، جنگ میں آپ خود زرہ پہنے ہوئے، گھوڑے پر سوار تھے، آپ کے ہاتھ میں نیزہ وسپر تھی۔ (۴)

کیا عریش احد پر بھی شجاع ترین تھے؟ جب لوگ دشمنوں میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ آپ کے ہونٹ زخمی ہو گئے تھے۔ چہرے سے خون ٹپک رہا تھا اور رسولؐ فرمارہے تھے: یہ قوم کیسے فلاح پائے گی؟ جو اپنے نبی کو خون میں نہلا رہی ہے اور وہ ان کے لئے دعائے خیر کر رہا ہے۔ (۵)

کیا یہ اس دن بھی عریش پر شجاع ترین تھے، جب حضرت کے بیان کے مطابق لوگ رسولؐ کو چھوڑ

۱۔ تاریخ طبری ج۳، ص۱۷ (ج۲، ص۵۱۴ حوادث ۳ھ) فضائل الصحابہ احمد (ج۲، ص۶۵۷ نمبر ۱۱۱۹) سیرہ ابن ہشام ج۳، ص ۵۲ (ج۳، ص۱۰۶) الروض الانف ج۲، ص۱۴۳ (ج۶، ص۴۷) تذکرۃ الخواص ص۱۶ (ص۲۶)

۲۔ الامتاع مقریزی، ص۳۱۴، السیرۃ الحلبیۃ ج۳، ص۳۹ ج۳، ص۳۴)

۳۔ صحیح مسلم ج۲، ص۱۰۲ (ج۴، ص۸۷ حدیث ۱۳۲ کتاب الجہاد) سنن بیہقی ج۹، ص۱۳۱، ریاض النضرۃ ج۲، ص۱۸۶ (ج۳، ص۱۳۲) السیرۃ الحلبیۃ ج۳، ص۴۱ (ج۳، ص۳۵) شرح المواھب زرقانی ج۲، ص۲۲۳

۴۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۳، ص۳۹ (ج۳، ص۳۴)

۵۔ سیرۃ ہشام ج۳، ص۲۷ (ج۳، ص۸۴) طبقات (ج۲، ص۴۵۔۴۴) البدایۃ والنھایۃ ج۴، ص۲۹،۳۳ (ج۴، ص۳۳،۲۶ امتاع مقریزی، ص۱۳۵، شرح المواھب زرقانی ج۲، ص۳۷۔

کر بھاگ گئے؟ تو میں نے مقتولین میں تلاش کیا اور نہ پایا تو دل میں کہا: واللہ! رسولؐ نہ تو بھاگے ہیں اور نہ قتل ہوئے ہیں۔ اب یا تو خدا ہم پر غضبناک ہے یا اس نے رسول کو آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ اب ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ جنگ کرتے کرتے قتل ہو جائیں۔ میں نے اپنی نیام توڑ دی اور کافروں پر ٹوٹ پڑا، آگے بڑھا تو دیکھا کہ رسول خداؐ موجود ہیں۔ اس دن علیؑ نے سولہ زخم ایسے کھائے کہ گر پڑتے تھے اور جبرئیل سہارا دے کر اٹھاتے تھے۔(۱)

کیا اس دن بھی شجاع تھے، جب ابو عامر نے گڑھا کھود رکھا تھا کہ اس میں رسولؐ اور سلمان گر جائیں؟ علیؑ نے رسولؐ کو سہارا دے کر اٹھایا۔ طلحہ نے کھڑا کیا تو آپ اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے۔(۲) کیا ان جنگوں میں بھی ابوبکر شجاع ترین تھے، جب رسولؐ نے دو زرہ، ذات الفضول اور فضہ پہن رکھی تھی؟ کیا حنین کے دن بھی شجاع ترین تھے، جب رسول خداؐ ذات الفضول اور سعدیہ نامی زرہ پہنے ہوئے تھے؟(۳) کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب رسول خداﷺ نے تلوار کے ستر زخم کھائے؟(۴) کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب آٹھ بہادروں نے مرنے مارنے پر رسول ﷺ کی بیعت کی تھی؟ علیؑ، زبیر، طلحہ، ابو دجانہ، حارث بن صمہ، حباب بن منذر، عاصم بن ثابت اور سہل بن حنیف اور رسول خداﷺ بھاگنے والوں کو آواز دے رہے تھے۔(۵)

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب ابو دجانہ، سعد بن وقاص اور حباب بن منذر پیغمبر اسلامﷺ کے چاروں طرف سے مشرکین کو یوں بھگا رہے تھے، جیسے بھیڑ بکری ہنکائی جاتی ہے۔

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب آتش جنگ بھڑک رہی تھی اور پیغمبر اسلامؐ انصار کے پرچم

۱۔ اسد الغابۃ ج۴، ص۲۰، (ج۴، ص۹۸ نمبر۳۷۸۳)

۲۔ سیرہ ابن ہشام ج۳، ص۲۷ (ج۳، ص۸۵) امتاع مقریزی، ص۱۳۵، البدایۃ والنھایۃ ج۴، ص۲۴ (ج۴، ص۲۷) عیون الاثر ج۲، ص۱۲ (ج۱، ص۴۱۸)

۳۔ شرح المواھب زرقانی ج۲، ص۴۴،

۴۔ المواھب اللدنیۃ ج۱، ص۱۴۴ (ج۱، ص۴۰۲)

۵۔ امتاع مقریزی، ص۱۳۲، ۹۔ امتاع مقریزی، ص۱۴۳

تلے بیٹھے تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کو بلوایا؛ آپ آئے تو رجز پڑھ رہے تھے: **انا ابو القصم** (میں مردشکن ہوں)(۱) کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب اپنی بیٹی کو سرخ تلوار حوالے کرتے ہوئے فرمایا تھا: بیٹی اس کا خون دھودے، اس نے آج میری تصدیق کی ہے۔ اس دن علیؑ نے اپنی زرہ میں گڑھے کا پانی لاکر رسول کو پینے کے لئے دیا۔ آپ کے چہرے کا خون دھویا اور سر پر پانی اونڈیلا۔ فاطمہؑ نے ایک ٹاٹ کو جلا کر اس کی راکھ سے زخم کو بھرا تب جا کر زخم رسول کا خون تھما۔(۲)

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے؟ جب جبرئیل لافتیٰ کی صدا سنا رہے تھے اور حسان اس کے نغمے گا رہے تھے۔ کیا حمراء الاسلام میں بھی شجاع ترین تھے، جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اور پیشانی زخمی تھی، دانت ٹوٹ کر باہر آگئے تھے۔ آپ کا داہنہ شانہ ابن قمیہ کی ضرب سے ٹوٹ گیا تھا۔ دونوں زانوں کی بوٹی بوٹی ہوگئی تھی۔(۳)

کیا حنین کے دن بھی عریش پر شجاع ترین تھے؟ جب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی تو لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صرف چار آدمی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے۔ تین بنی ہاشم کے اور ایک غیر بنی ھاشم علی ابن ابی طالبؑ، عباس آپ کے سامنے تھے، ابوسفیان بن حارث مہار تھامے ہوئے تھے اور ابن مسعود آپ کے بائیں جانب تھے، جو مشرک بھی سامنے آتا قتل ہوتا تھا۔(۴)

کیا یہ جنگ خندق میں بھی عریش پر شجاع ترین تھے؟ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق کی مٹی اٹھاتے جاتے تھے اور گنگناتے جاتے تھے؟ خدایا! اگر تو نے ہماری راہنمائی نہ کی تو ہم راہ راست نہ پا سکیں گے، نہ صدقہ دے سکیں گے، نہ نماز ادا کر سکیں گے، ہمیں سکون عطا کر اور دشمن کے سامنے استقامت عطا کر، بلا

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج ۳، ص ۱۹ (ج ۳، ص ۷۸۔۷۷) شرح الواھب زرقانی ج ۲، ص ۳۱،

۲۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۴۸) سیرہ ابن ہشام ج ۳، ص ۳۴، ۵۱ (ج ۳، ص ۹۰، ۱۰۶) امتاع مقریزی ص ۱۳۸، البدایۃ والنھایۃ ج ۴، ص ۳۵ (ج ۴، ص ۳۳) عیون الاثر ج ۲، ص ۱۵ (ج ۱، ص ۴۳۱) المواھب اللدنیۃ ج ۱، ص ۱۲۵ (ج ۱، ص ۴۰۵) شرح المواھب زرقانی ج ۲، ص ۵۶

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۴۹)

۴۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳، ص ۱۲۳ (ج ۳، ص ۱۰۹)

شبہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ جب انہوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کر دیا۔(۱)

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب رسول ﷺ نے علیؑ کے لئے فرمایا:

ضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین

یا بروایتے:

قتل علی لعمرو افضل من عبادة الثقلین

یا بروایتے:

لمبارزة علی لعمرو افضل من اعمال امتی الی یوم القیامة.(۲)

ہاں! احد کے موقع پر نظر آتا ہے، جب مشرکین کی طرف سے عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے رجز پڑھتے ہوئے اپنا مقابل طلب کیا تو ادھر سے والد ماجد نکلے، انہیں دیکھ کر عبدالرحمٰن نے کہا: اگر تم میرے باپ نہ ہوتے تو میں واپس نہ ہوتا۔(۳)

عریش سے احتجاج

محمد بن علی کہتے ہیں کہ میں ابن عبدون کے پاس بیٹھا تھا، وہ جنگ بدر لکھ رہے تھے، ان کے پاس بہت سے لوگوں میں ابو بکر داؤدی اور احمد بن خالد ماورائی بھی تھے۔ ابن عبدون سے داؤدی کی مسئلہ تفصیل پر بحث چھڑ گئی۔ داؤدی نے کہا: بخدا! ان عامہ کے ساتھ مقامات علیؑ کے بیان کی قدرت نہیں رکھتا۔ بخدا! میں حضرت علیؑ کی منزلت و مقام کو بدر، احد، خندق، حنین اور خیبر میں جانتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اگر جانتے ہو تو عمر و ابو بکر پر برتری کے سلسلے میں یہ مفید بات ہے، جو میرے دعوے کی دلیل ہے۔ داؤدی اسی لئے میں عمر و ابو بکر کو علیؑ سے افضل سمجھتا ہوں۔ پوچھا: وہ کیسے؟ داؤدی: ابو بکر

۱۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۱۷) البدایۃ والنھایۃ ج ۴، ص ۹۶ (ج ۴، ص ۱۱۰)

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۳۲ (ج ۳، ص ۳۴ حدیث ۴۳۲۷) المواقف ایجی ج ۳، ص ۲۷۶ (ص ۴۱۲) کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۸ (ج ۱۱، ص ۶۲۳ حدیث ۳۳۰۳۵) السیرۃ الحلبیۃ ج ۲، ص ۳۴۹ (ج ۲، ص ۳۲۰)

۳۔ امتاع مقریزی، ص ۱۴۴،

بدر کے دن عریش پر تھے، جس طرح رئیس و منتظم ہوتا ہے۔ اگر رئیس و منتظم لڑنے لگے تو لشکر شکست کھا جائے گا اور علیؑ ایک جنگجو تھے، ان کا کام ہی تھا کہ لشکر میں رہ کر جنگ کریں۔

خطیب و ابن جوزی کہتے ہیں: میرے خیال میں ایسی کنواری منطق کے ذریعہ عریش کا استدلال سب سے پہلے کتاب عثمانیہ میں جاحظ نے لکھا ہے۔ جو لوگ فضیلت علیؑ کے قائل ہیں، ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ جنگ میں کود پڑتے تھے۔ حالانکہ یہ کوئی بڑی فضیلت نہیں ہے، اس لئے کہ زیادہ لوگوں کو قتل کرنا، اگر بڑی فضیلت ہوتی اور تقدم و ریاست کی دلیل ہوتی تو زبیر و ابو دجانہ وغیرہ رسول خداؐ سے افضل ہو جاتے کیونکہ رسولؐ نے تو صرف ایک ہی آدمی کو قتل کیا تھا اور نہ ہی بدر میں شریک قتال ہوئے، وہ صرف عریش پر ابوبکر کے ساتھ بیٹھے رہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بہادر آدمی جنگ کرتا ہے اور رئیس نہ جنگ کرتا ہے، نہ قتل کرتا ہے۔ فقط فوجی انتظام کرتا ہے۔ رئیس ہی پر ہی تمام امور کا دارو مدار ہوتا ہے۔ اگر سارا لشکر بھاگے اور صرف یہی رہ جائے تو فتح ہو جائے گی لیکن اگر وہ بھاگ جائے اور سارا لشکر ٹکا رہے تو فوجی شکست کھا جائیں گے۔ حکومت اسی کی وجہ سے باقی رہتی ہے۔ ابوبکر عریش پر رسول خداؐ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے علیؑ کے عظیم جہاد و قتال کے باوجود افضل تھے۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اس بے پر کی بکواس کا جواب دینے کے بجائے ہم صرف اسکافی کا جواب نقل کئے دیتے ہیں: (۲)

بلا شبہ جاحظ کی بات تو لچھے دار ہوتی ہے، لیکن عقل سے عاری ہوتی ہے۔ اس کے نزدیک مذہب ایک کھلواڑ ہے۔ کیا جاحظ کو معلوم نہیں کہ رسول خداؐ تمام لوگوں سے شجاع ترین تھے؟ وہ ایسے مہالک میں بھی ثابت قدم دکھاتے تھے، جب عقلمندوں کے ہوش اڑتے اور بہادروں کے پتے پانی ہوتے۔ چنانچہ احد میں سب بھاگ گئے، صرف چار آدمی علی علیہ السلام، زبیر، طلحہ اور ابو دجانہ رہ گئے تھے۔ رسولؐ نے اس موقع پر قتال کیا، عکاشہ کو ہر حال میں تیر بارانی کا حکم دیا۔ جنگ حنین میں بھی ثابت قدم رہے اور صرف آپ

۱۔ تاریخ بغداد ج ۸، ص ۲۱، المنتظم ج ۶، ص ۳۲۷ (ج ۱۴، ص ۲۲۔۲۱ نمبر ۲۴۴۸)

۲۔ رسائل الجاحظ، ص ۵۴ (ص ۱۵۶۔۱۵۵ الرسائل السیاسیۃ) شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۲۷۵ (ج ۱۳، ص ۲۷۸۔۲۷۷ خطبہ ۲۳۸)

کے قریبی افراد ہی رہ گئے تھے۔ بقیہ سب بھاگ گئے تھے۔ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ رسول خداؐ اشجع البشر تھے، جب جنگ کی بھٹی گرم ہوتی تو ہم رسولؐ کی پناہ پکڑتے تھے، انہیں سے مدد مانگتے تھے۔ جاحظ کیسے بکواس کرتا ہے؟ اس شخص کے مقابل جو نہ کبھی لڑا، نہ میدان میں گیا۔ بھلا ابوبکر اور رسول خداؐ میں کیا نسبت؟ ذرا مرتبہ رسولؐ دیکھو اور ابوبکر کو دیکھو کہ وہ کہاں ہیں؟ اگر ابوبکر شریک نبوت ہوتے تو قریش ان کے بھی دشمن ہوتے، ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں میں سب سے بوڑھے تھے۔ سب سے کم قریش کو گزند پہنچایا، نہ کبھی تیر چلایا، نہ تلوار کے زخم کھائے۔ ایسی حالت میں وہ رسولؐ کے برابر کیسے ہو جائیں گے؟ احد میں ان کے بیٹے عبدالرحمٰن مشرکوں کی طرف سے نکلے، انہیں دیکھ کر ابوبکر غصے میں بھرے باہر نکلے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ابوبکر اپنی تلوار نیام میں رکھ لو! رسولؐ نے شاید اس لئے کہا ہو کہ اگر وہ جاتے تو قتل ہوتے، جنگ میں صرف یہی ایک موقع نظر آتا ہے۔

جاحظ کیسے کہتا ہے کہ میدان میں لڑنا اور پہلوانوں کو قتل کرنا، کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ جبکہ اسلام کا استحکام تلوار ہی سے ہوا۔ قرآن میں بھی جہاد کی مدح وارد ہے۔ جنگ سے بیٹھ رہنے والوں پر مجاہدوں کو فضیلت دی گئی ہے۔ اگر بزدل کو فضیلت ہے، تو حسان کو سب پر فضیلت حاصل ہونی چاہئے۔ آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ قریش محمد مصطفیٰؐ کو تلاش کر رہے تھے، ابوبکر کی طلب میں نہیں تھے۔ اسی طرح علیؑ کی تلاش میں تھے، ان کے قتل کے درپے تھے، کیونکہ انہوں نے ہی مشرکوں کا زور توڑا تھا۔

بدر میں قریش کے خلاف انصار نکلے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے قبیلے کا آدمی بھیجو! خود ہندہ جگر خوار کا رجز ہے (۱) کہ اے علیؑ! آپ نے میرے باپ، چچا اور بھائیوں کا قتل کر کے، میری کمر توڑ دی۔ مجھے کبھی صبر نہ ہوگا۔ کیونکہ علیؑ نے ان مذکورہ لوگوں کو قتل کیا تھا۔

ہم خیبر میں دیکھتے ہیں کہ رسول خداؐ حضرت علیؑ کی حفاظت کی دعا کر رہے ہیں۔

علیؑ کی جدائی انہیں قطعی گوارہ نہ تھی۔ وہ مہالک سے بچاتے تھے۔ دعا کی: خدایا! تو نے احد میں حمزہ کو لے لیا، بدر میں عبیدہ کو لے لیا اور آج علیؑ کو مجھ سے جدا نہ کر کہ میں اکیلا ہو جاؤں گا۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید (ج ۱۳، ص ۲۸۳)

عمرو بن عبدود نے بار بار للکارا اور علیؑ ہی اٹھے تو رسولؐ نے ہر بار بٹھایا۔ جب دیکھا کہ کوئی نہیں جاتا تو اپنا عمامہ سر پر رکھا پھر کچھ دور تک ان کے پیچھے پیچھے چلے، عام مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ جب علیؑ کی آواز تکبیر بلند ہوئی، تو لوگوں نے سمجھا کہ عمرو قتل ہو گیا۔

اسی لئے حذیفہ کہتے ہیں کہ علیؑ کا عمرو کو قتل کرنا، اگر اس کا ثواب تمام مسلمانوں کو تقسیم کیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ''کفیٰ اللہ المؤمنین القتال'' میں خدا نے فرمایا ہے کہ علیؑ کی وجہ سے خدا نے مومنوں کو جنگ سے بے نیاز کیا۔

افیونی عقیدت

خلیفہ کی شجاعت نے سنیوں کو بدحواس کر مارا ہے، وہ راست روی سے بہت دور ہو گئے ہیں، انہیں ثابت کرنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑ رہے ہیں۔ لیکن کہیں سے چول نہیں بیٹھ رہی ہے۔ مکڑی کے جالے کی طرح ایک کمزور ثبوت مضحکہ خیز انداز میں پیش کرتے ہوئے، تفسیر قرطبی (۱) میں سورۂ آل عمران کی آیت ''وما محمد الا رسول'' کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت صدیق کی شجاعت و جرأت کی سب سے مضبوط دلیل ہے کیونکہ شجاعت و جرأت کا سب سے بڑا ثبوت مصائب و آلام میں ثبات قلب ہے اور سب سے بڑی مصیبت وفات رسول تھی ایسے میں ان کی شجاعت کا مظاہرہ ہوا، عمر کہہ رہے تھے کہ رسول خدا نہیں مرے، عثمان گونگے ہو گئے تھے۔ علیؑ نے روپوشی اختیار کر لی تھی۔ معاملہ اضطراب سے دوچار تھا کہ صدیق نے اس آیت سے معاملہ واضح کیا۔ وہ سخ سے تشریف لائے اور مشکل کو حل کیا۔

اس استدلال کو سیرہ حلبیہ (۲) میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جب رسول کی وفات ہوئی، تو عقلیں اڑ گئی تھیں۔ کوئی دیوانہ ہو گیا تھا، کوئی زمین گیر ہو گیا تھا، اٹھنے کی طاقت نہ تھی، کوئی گونگا ہو گیا تھا، کسی نے بستر پکڑ لیا تھا، پاگل ہونے والوں میں عمر بھی تھے۔

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۴، ص ۲۲۲ (ج ۴، ص ۱۴۳)　　۲۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳، ص ۳۵ (ج ۳، ص ۳۵۴)

عثمان گونگے ہو گئے تھے، بولنے کا یارا نہ تھا۔ حضرت علیؑ نے زمین پکڑ لیا تھا، حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ عبداللہ بن انیس بیمار ہو گئے، اسی میں مر گئے۔ ایسے میں صرف ابوبکر نے ثبات دکھایا... اور یہ ان کی شجاعت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

قرطبی نے اس آیت سے شجاعت خلیفہ کا ثبوت فراہم کرنا چاہا ہے جبکہ اس ادا سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر نے اس آیت کے ذریعہ وفات رسولؐ کا استدلال کیا ہے، انہیں شاید شجاعت اور سنگ دلی کا مطلب نہیں معلوم۔ یہاں استدلال صرف اس لئے کیا تھا کہ موجودہ سیاسی دشواری کو حل کیا جا سکے۔

ایک صاحب نے بدحواسی میں وفات رسولؐ کا انکار کر دیا جبکہ وہ واقعی بدحواس نہیں تھے۔ یہ اس لئے کہ حضرت ابوبکر سنخ سے آجائیں، پھر معاملہ اپنے حق میں کرنے کے لئے سیاسی طور پر آیت سے استدلال کر کے کاروائی آگے بڑھائی گئی۔ حضرت علیؑ کو گوشہ نشین اس لئے کہا گیا کہ بیعت نہ کرنے کا بہانہ تراشا جا سکے۔ عثمان کو گونگا اس لئے کہا گیا کہ وہ اس سلسلے میں کچھ بول نہیں رہے تھے۔ ان کی شجاعت کا ثبوت اگر یہی تھا تو جیسا کہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ انہوں نے چادر ہٹا کر چہرۂ رسولؐ دیکھا اور روتے ہوئے کہا کہ آپ زندگی و موت دونوں میں پاکیزہ رہے(۱)۔ اس وقت بھی نہ روتے لیکن خود رسول اکرمؐ بھی عثمان بن مظعون کی موت پر روئے تھے۔ تین بار گریہ کے ساتھ چہرہ کا بوسہ لیا تھا۔ آپ کے رخسار سے آنسو رواں تھے اور آپ فریاد کر رہے تھے (۲)۔ حالانکہ عثمان بن مظعون اور رسول اکرمؐ کی وفات میں بڑا فرق تھا۔ دونوں مصیبتوں میں بھی بڑا فرق تھا۔ اس میزان کے اعتبار سے عمر بھی رسول خداؐ سے زیادہ بہادر کہے جائیں گے۔ رسولؐ زینب کی موت پر گریہ کر رہے تھے اور عمر تھے کہ رونے

۱۔ صحیح بخاری ج۶، ص۱۹۲ (ج۴، ص۱۶۱۸ حدیث ۴۱۸۷) سیرہ ابن ہشام ج۴، ص۳۳۴ (ج۴، ص۳۰۶) طبقات ابن سعد (ج۲، ص۲۶۸) تاریخ طبری ج۳، ص۱۹۸ (ج۳، ص۲۰۱ حوادث ۱۱ھ)

۲۔ سنن بیہقی ج۳، ص۴۰۷ حلیۃ الاولیاء ج۱، ص۱۰۵، الاستیعاب ج۲، ص۴۹۵ (القسم الثالث، ص۱۰۵۵ نمبر ۱۷۷۹) اسد الغابۃ ج۳، ص۳۸۷ (ج۳، ص۶۰ نمبر ۳۵۸۸) الاصابۃ ج۲، ص۴۶۴ (۵۴۵۳)

والیوں کو کوڑے سے مار رہے تھے۔(۱)

اس قیاس پر عثمان بھی رسولؐ سے زیادہ شجاع تر ہو جائیں گے، وہ رقیہ یا ام کلثوم کی موت پر گم سم تھے، کوئی اثر نہ تھا اور رسول خداؐ رو رہے تھے۔ صحیحۂ انس کے مطابق وہ تو اپنی زوجہ کی وفات کی رات، دوسری عورت کے ساتھ شب باش تھے۔(۲)

ان سب کو چھوڑیۓ خود ابوبکر کی موت کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وفات رسول کا اثر تھا کہ رسولؐ کی وفات کے بعد غم واندوہ کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے کہ جسم پگھلتے پگھلتے جلد ہی ختم ہو گئے۔(۳)

یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ احادیث قرطبی نے نہیں دیکھی؟، انتہائی بزدل تھے۔ بعض غلو پسندوں نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے مکہ میں اظہار اسلام کے لئے تلوار نکالی وہ ۱۔ محمدؐ، ۲۔ ابوبکر اور ۳۔ زبیر تھے(۴)۔ ایک حدیث گڑھی گئی ہے کہ ابوبکر نہ ہوتے تو اسلام ہی ختم ہو جاتا۔(۵)

بہر حال ابوبکر نے کبھی تلوار نہیں چلائی، کبھی؟ نہ کھایا، نہ کسی کو میدان میں ڈرایا، لیکن عقیدت مند کہتے ہیں کہ وہ شجاع ترین تھے۔(۶)

۱۔ مسند احمد ج۱، ص۳۳۵، ۳۳۷ (ج۱۔ ص۳۹۳، ۵۵۱ حدیث ۲۱۲۸، ۳۰۹۳) المستدرک علی الصحیحین ج۳، ص۱۹۰ (ج۳، ص۲۱۰ حدیث ۴۸۶۹ تلخیص مستدرک کا یہی حوالہ ہے) مسند ابی داؤد طیالسی، ص۳۵۱، الاستیعاب ج۲، ص۴۸۲ (القسم الثالث ص/۵۶۰ نمبر ۱۷۷۹) مجمع الزوائد ج۳، ص۱۷

۲۔ المستدرک علی الصحیحین ج۴، ص۴۷ (ج۴، ص۵۱ حدیث ۶۸۵۲) الاستیعاب ج۲، ص۷۴۸ (القسم الرابع ج۱، ص۱۸۴ نمبر ۳۳۴۳) الاصابۃ ج۴، ص۳۰۴ (۴۳۰) ص۴۸۹ (نمبر ۱۴۷۰۷)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین ج۳، ص۶۳ (ج۳، ص/۶۶ حدیث ۴۴۱۰) اسد الغابۃ ج۳، ص۲۲۴ (ج۳، ص۳۳۵ نمبر ۳۰۶۴) صفۃ الصفوۃ ج/۱ص۱۰۰ (ج۱، ص۲۴۳ نمبر ۲، ریاض النضرۃ ج۱، ص۱۸۰ (ج۱، ص۲۲۲) تاریخ الخمیس ج۲، ص۲۶۳، حیاۃ الحیوان ج۱، ص۴۹ (ج۱، ص۷۱) الصواعق المحرقہ، ص۵۳ (ص۸۸) تاریخ الخلفاء ص۵۵ (۷۶) اخبار الدول قرمانی مطبوع برحاشیہ کامل ج۱، ص۱۹۸ (ج۱، ص۲۸۱) نزھۃ المجالس ج۲، ص۱۹۷ مصباح الظلام جردانی ج۲، ص۲۵ (ج۲، ص۶۲ حدیث ۳۶۲)

۵۔ نزھۃ المجالس ج۲، ص۱۸۲،

۶۔ نور الابصار، ص۵۴ (۱۱۳)

خلیفہ کا ثبات عقیدہ

ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ ابوبکر نے کہا: اے خدا کے رسولؐ! میں فلاں جگہ سے گذرا تو ایک نیک مرد کو دیکھا کہ بڑے خضوع وخشوع سے نماز پڑھ رہا ہے۔ رسول خداؐ نے کہا: جا کر اسے قتل کردو! ابوبکر گئے، اسے حالت نماز میں دیکھا تو بغیر قتل کئے واپس آگئے۔ رسول خداؐ نے عمر سے کہا کہ جا کر تم اسے قتل کردو! انہوں نے بھی ابوبکر کی طرح اسے قتل کرنا پسند نہ کیا اور واپس آکر کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے دیکھا کہ وہ پوری توجہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔ آنحضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا: تم جا کر اسے قتل کردو۔ علیؑ تشریف لے گئے تو اسے نہ پایا۔ واپس آکر عرض کی، وہ مجھے نہیں ملا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: یہ اور ان کے دوست قرآن پڑھتے ہیں، لیکن ان کی آواز حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ وہ اس طرح دین سے نکل جائیں گے، جس طرح تیر چلۂ کمان سے نکل جاتا ہے(۱)۔ انہیں قتل کردو! یہ بدترین مخلوقات ہیں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ زمانۂ رسولؐ میں ایک عابد تھا، اس سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے رسول خداؐ سے عرض کی اور اس کا نام بتایا لیکن خدا کے رسولؐ نے اسے نہ پہچانا۔ میں نے اس کے صفات بیان کئے، پھر بھی نہ پہچانا۔ اچانک وہ شخص نمودار ہوا، تو میں نے کہا: یہی ہے۔ فرمایا: تم ایسے شخص کی بات کررہے ہو، جس میں شیطانی اثرات نمایاں ہیں۔ وہ شخص آیا اور بغیر سلام کئے بیٹھ گیا۔ رسول خداؐ نے اس سے پوچھا: جب تم میری بزم میں بیٹھ رہے تھے، تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ ملت میں مجھ سے بہتر کوئی نہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا تھا۔ پھر وہ نماز پڑھنے لگا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: کون اسے قتل کرے گا؟ ابوبکر نے کہا: میں قتل کروں گا۔ وہ آئے تو اسے حالت نماز میں دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! میں نمازی کو قتل کروں حالانکہ رسول خداؐ نے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ وہ چلے آئے۔ رسولؐ نے پوچھا: کیا کیا؟ جواب دیا: میں نے نمازی کو قتل کرنا مناسب نہیں سمجھا، آپ نے تو خود ہی نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ دوبارہ رسولؐ نے پوچھا کہ کون قتل کرے گا؟ اس بار عمر اٹھے، وہ بھی گئے اور

۱۔ مسند احمد ج ۳، ص ۱۵ (ج ۳، ص ۳۹۰ حدیث ۱۰۷۳۴) البدایۃ والنھایۃ ج ۷، ص ۲۹۸ (ج ۷، ص ۳۳۰ حوادث ۳۷ھ)

سجدے کی حالت میں دیکھ کر کہنے لگے کہ ابو بکر مجھ سے افضل ہیں۔ واپس آئے تو رسول خداؐ نے پوچھا: واپس آگئے؟ جواب دیا: میں نے اسے سجدے کی حالت میں دیکھا، اس لئے قتل کرنا، مناسب نہیں سمجھا۔ تیسری بار رسولؐ نے پوچھا: کون اسے قتل کرے گا۔ اس بار حضرت علیؑ اٹھے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اگر مل جائے تو قتل کر دینا۔ آپ گئے تو وہ وہاں موجود نہ تھا۔ واپس آئے اور کہا کہ وہ وہاں نہیں ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اگر تم نے قتل کر دیا ہوتا، تو امت کے دو شخصوں میں بھی اختلاف نہ ہوتا۔ (۱)

یہ واقعہ ذو الثدیہ کا ہے، جو نہروان کے خارجیوں کا سرغنہ تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم، ابو داؤد میں ہے (۲) کہ جنگ نہروان میں حضرت علیؑ نے اسے قتل کیا۔ رسول خداؐ نے اسے حالت نماز میں ہی قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ عمر و ابو بکر نے قتل نہیں کیا، حضرت علیؑ کو مل نہ سکا ورنہ بقول رسولؐ تمام فتنوں کا خاتمہ ہو جاتا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ان دونوں خلیفہ سے پوچھئے کہ آخر کس نے کہا ہے کہ نمازیوں کو قتل نہ کرنا چاہئے؟ خود صاحب شریعت حکم دے رہا ہے۔ اس نے خود نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ پہلے خلیفہ نے کہا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور پھر عمر کو قتل کا حکم دیا آپ جانتے تھے کہ اس کا تمام عمل ریا کاری ہے، جو اپنے ساتھیوں کو فریب دینے کے لئے کر رہا ہے۔ کیا یہ کافر تھا، جو واجب القتل تھا؟ رسولؐ فرما رہے ہیں کہ اس کی آنکھوں میں شیطنت کھیل رہی ہے۔ اس بد بخت نے رسول کو سلام بھی نہ کیا، اس بے حیا نے دل کی بات بھی رسولؐ سے کہہ دی۔ اسی لئے تو رسولؐ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ آپ وحی ترجمان تھے، لیکن دونوں نے حالت نماز میں دیکھ کر اس پر رحم کیا تاکہ لوگوں کے سامنے احترام نماز کا عقیدہ واضح ہو سکے۔ عمر نے اجتہاد میں اضافہ کیا کہ ابو بکر مجھ سے افضل ہیں۔ کیا جس رسولؐ نے حکم قتل دیا تھا وہ ان سے بہتر نہ تھے؟ کیا رسولؐ نے احترام نماز کا حکم نہیں دیا تھا؟ پھر کیوں قتل کا حکم دیا؟ ان دونوں خلیفہ پر لازم تھا کہ اسے قتل

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۳، ص ۲۲۷ (نمبر ۲۴۵) مسند ابو یعلی (ج ۱، ص ۹۰ حدیث ۹۰) البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۲۹۸ (ج ۷، ص ۳۳۰ حوادث ۳۷ھ) الاصابۃ ج ۱، ص ۴۸۴ (نمبر ۲۴۳۶)

۲۔ صحیح مسلم (ج ۲، ص ۴۴۳ حدیث ۱۵۶ کتاب الزکوۃ) سنن ابی داؤد (ج ۴، ص ۲۴۵۔۲۴۳ حدیث ۴۷۶۹۔۴۷۶۸) ثمار القلوب، ص ۲۳۲ (ص ۲۹۰ نمبر ۴۳۷)

کرکے واضح ہلاکت سے نجات دیتے۔ایک بے ہتھیار نمازی سے دونوں خلیفہ ڈر گئے جبکہ ابن حزم، قرطبی، سیوطی وغیرہ انہیں شجاع ترین انسان کہتے ہیں۔(۱)

یہ ذوالثدیہ ہوازن کا مال غنیمت تقسیم کرتے وقت بھی رسولؐ سے گستاخی کر چکا تھا۔ جسے دونوں خلیفہ جانتے تھے۔اس نے کہا تھا کہ آپ انصاف نہیں کررہے ہیں، رسول خداؐ کو غصہ آگیا تھا۔فرمایا کہ میں انصاف نہ کروں گا تو کون کرے گا؟ عمر نے اٹھ کر کہا: یارسول خداؐ! کیا میں اسے قتل کردوں؟ فرمایا: نہیں۔اس مرد کے ہنگاموں سے مارقین کا گروہ پیدا ہوگا۔(۲)

عبادت میں والہانہ پن

عبادت کے سلسلے میں بھی ابوبکر کا نہ تو عہد نبوی میں کوئی پتہ ونشان ہے، نہ بعد نبیؐ۔لیکن اس میں بھی یاروں نے فلسفہ بگھارنے کی کوشش کی۔

محب طبری نے ریاض النضرہ (۳) میں لکھا ہے کہ ابوبکر کی وفات کے بعد عمر ان کی زوجہ کے پاس آئے اور ابوبکر کے روزانہ کے مشاغل کے متعلق پوچھا کہ گھر میں کیسے تھے؟

زوجہ نے کہا: ہاں! وہ شب بھر قیام کرتے اور کچھ کام کرتے رہتے تھے۔پھر زوجہ نے کہا کہ لیکن شب جمعہ وضو کرتے تھے، نماز پڑھتے تھے، پھر رو بہ قبلہ دونوں زانوں میں سر چھپا کر بیٹھ جاتے تھے۔ جب پوچھتی تھی تو ایک آہ سرد کھینچتے تھے۔ان کے دہکتے کلیجے کی آواز میں بھی سنتی تھی۔یہ سن کر عمر رونے لگے پھر زوجہ نے کہا کہ ابوبکر بولے: پسر خطاب کہاں، اس جگر بریاں کی طرح ہوسکتا ہے؟! مرأۃ الجنان (۴) میں ہے کہ جگر بریاں کی؟۔(۵)

۱۔الفصل (ج۴،ص۱۴۳) ریاض النضرۃ ج۱،ص۹۲ (ج۱،ص۱۲۰) تاریخ الخلفاء ۲۵ (۳۴)

۲۔تاریخ ابی الفداء ج۱،ص۱۴۷، امتاع مقریزی،ص۴۲۵

۳۔ریاض النضرۃ ج۱،ص۱۳۳ (ج۱،ص۱۶۸)

۴۔مرأۃ الجنان ج۱،ص۶۸ ۵۔عمدۃ التحقیق عبدی مالکی،ص۱۳۵ (۲۳۰)

عمدۃ التحقیق میں ہے کہ بعد ابو بکر عمر نے عائشہ و اسماء سے شب و روز کے متعلق دریافت کیا تو جواب ملا کہ رات بھر نماز نہیں پڑھتے تھے نہ زیادہ عبادت کرتے تھے۔ بلکہ جب سحر ہوتی تو دو زانو ہو کر سر ڈال کر بیٹھ جاتے تھے پھر سر کو سوئے آسمان بلند کرتے اور درد سے بھر پور لمبی آہ کھینچتے اور آہ کرتے۔ ہم لوگ ان کے منھ سے دھواں نکلتا دیکھتے تھے۔

اصل میں اس روایت سے خلیفہ کا خوف خدا اور دلسوزی ظاہر کرنا مقصود ہے، چونکہ ابو بکر صدیق اسرار نبوی کو جو؟ سے تفویض ہوئے تھے، ان کے تحمل کا اپنے کو اہل نہیں پاتے تھے۔ حدیث ہے کہ میں تم سے زیادہ معرفت خدا رکھتا ہوں اور تم سے زیادہ ڈرتا ہوں، اس طرح انسان کی معرفت کامل کسی کے جلال و جمال سے خوف میں مبتلا کر دیتی ہے اور اس ہدف کے سامنے تمام چیزیں پراگندہ ہو جاتی ہیں۔ اگر خدا کسی پر ثبات معرف کی راہ نہ کھولے تو ذرہ برابر اس کے جلال و جمال سے آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔ صدیق کو معرفت تامہ (بھر پور معرفت) حاصل تھی۔ حدیث ہے کہ جو چیز بھی میرے سینے میں اونڈیلی گئی میں نے وہ ابو بکر کے سینے میں اونڈیل دی۔

اگر جبرئیل چاہتے کہ صدیق کے سینے میں اونڈیل دیں تو ممکن نہ تھا۔ مماثل کو واسطۂ فیض قرار دیا جاتا ہے۔ چونکہ رسولؐ بھی ابو بکر کی طرح انسان تھے، اس لئے انہیں کے واسطے سے معرفت اونڈیلی گئی۔ اسی لئے ان کا کلیجہ پھنکتا تھا۔

حکیم ترمذی نوادر الاصول (۱) میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر کو کثرت صوم وصلوٰۃ کی وجہ سے برتری نہیں ملی بلکہ انکے دل میں جو تھا اس سے برتری ملی تھی۔

شرح مختصر صحیح بخاری، یواقیت شعرانی، مرأۃ یافعی اور نزہہ صفوری میں ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ابو بکر کو روزہ و نماز کی زیادتی کی بنیاد پر فضیلت نہیں ملی تھی، انہیں اس چیز کی وجہ سے برتری ملی جو ان کے سینے میں تھا۔ (۲)

۱۔ نوادر الاصول، ص ۳۱، ۲۶۱ (ج ۱، ص ۱۸۸ اصل ۲۱، ج ۲، ص ۱۹۸ اصل ۲۲۰)

۲۔ شرح مختصر صحیح بخاری ج ۲، ص ۳۱، ۱۰۵، ج ۳، ص ۹۸، ج ۴ ص/ ۶۳، الیواقیت والجواہر ج ۲، ص ۲۲۱ (ج ۲، ص ۷۳) مرأۃ الجنان ج ۱، ص ۶۸، نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۳،

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اگر جگر بریاں کی روایت صحیح مان لی جائے تو تمام انبیاءؑ خصوصاً سرورکائناتؐ ابوبکر سے زیادہ خوف خدا رکھتے تھے، ان میں جگر بریاں کی بو زیادہ پھیلنی چاہئے۔ خوف خدا کی اصل، علم ہے:

﴿انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء﴾(۱)

بے شک علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔

حدیث ہے: جو تم میں خدا کی زیادہ معرفت رکھتا ہے، وہی خدا سے ڈرتا ہے۔ (۲)

اسی مفہوم کے خطبے بھی ہیں۔ امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

سب سے زیادہ خوف علماء ہی کو ہوتا ہے۔ (۳)

مقاتل کہتے ہیں: لوگوں میں خداترس وہی ہے، جو دانا ترین ہو۔ (۴) شعبی و مجاہد کہتے ہیں کہ صرف علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں (۵)۔ اسی لئے رسولؐ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ دانا ہوں اور خوف خدا رکھتا ہوں (۶)۔ بادشاہوں کے پاس جو زیادہ قریب رہتے ہیں وہ زیادہ ڈرتے ہیں۔

اب ذرا خوف خدا کا صحیح نقشہ امیرالمومنینؑ کے یہاں دیکھئے! آپ رات کی تنہائی میں مارگزیدہ کی طرح تڑپتے تھے جبکہ آپ جنت و جہنم کے بانٹنے والے ہیں (۷) لیکن کسی نے بھی ان کے جگر بریاں کی بو نہیں سونگھی۔ اگر اولیاء کے دعویں کو جمع کیا جائے تو ساری دنیا بدبوئے جگر بریاں سے بھر جائے۔

۱۔ فاطر/۲۸ ۲۔ تفسیر خازن ج ۳، ص ۵۲۵ (ج ۳، ص ۴۹۹)

۳۔ غرر الحکم آمدی، ص ۶۲ (۶۳ حدیث ۷۸۵)

۴۔ تفسیر خازن ج ۳، ص ۵۲۵ (ج ۳، ص ۴۹۹)

۵۔ تفسیر قرطبی ج ۴، ص ۳۴۳ (ج ۴، ص ۲۱۹) تفسیر خازن ج ۳، ص ۵۲۵ (ج ۳، ص ۴۹۹)

۶۔ تفسیر بیضاوی ج ۲، ص ۳۰۲ (ج ۲، ص ۲۷۲) اللمع ابی نصر ص ۹۶ (ص ۱۳۴)

۷۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۲۰۰ (ج ۲، ص ۲۶۰ خطبہ ۳۵) تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، ص ۲۷۱) کفایۃ الطالب ص ۲۲ (ص ۲۷ باب ۳) الصواعق المحرقہ ص ۷۵ (ص ۱۲۶) الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (ج ۱، ص ۶۵۷) شرح شفا خفاجی ج ۳/ ص ۱۶۳، النھایہ ابن اثیر (ج ۴، ص ۶۱)

کیا کوئی سمجھدار اس کو قبول کرے گا کہ جو خدا ترس ہوگا، اس کا جگر پھنک کر کباب ہو جائے گا۔ شعلہ بھی نکلے، دھواں بھی نکلے۔ پھر جگر جل کیوں نہیں جاتا؟!!! تعجب ہے، جگر جلنے کے بعد آدمی زندہ رہ جاتا ہے، یہ سوال اگر ابوبکر کے مریدوں سے کیجئے تو کہیں گے کہ یہ ابوبکر کا خاص معجزہ ہے۔

میرے خیال میں یہ طفلانہ پندار ان لوگوں کا ہے، جو لغت عرب سے ناواقف تھے۔ عربی زبان میں بے شمار کنائے اور استعارے بولے جاتے ہیں۔ اگر بولتے ہیں کہ فلاں کو آتش خوف نے جلا دیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا جگر جل بھن گیا۔ اس سے دھواں بھی نکلا، جگر بریاں کی بد بو پھیلی۔ صرف اس کا مطلب اندوہ بسیار ہوتا ہے۔

عبیدی کا مضحک فلسفہ بھی لاف وگزاف ہے، جو بے دلیل ہے، اسی کے ساتھ یہ حدیث کہ جو کچھ خدا نے مجھ کو میرے دل میں انڈیلا، وہ سب ابوبکر کے سینے میں اونڈیل دیا۔ یہ حدیث بھی گڑھی ہوئی ہے(۱)۔ ایسی صورت میں دعوے کا ثبوت بھی مشکل ہے۔ نہ کہ اس کی بنیاد پر غلو کیا جائے۔

خلیفہ کے اخلاقی مظاہرے

خلیفہ کی بلند اخلاقی کا کوئی نمونہ نہیں مل سکا۔ صرف صحیح بخاری، کتاب التفسیر میں عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کے کچھ افراد خدمت رسول ﷺ میں آئے۔ ابوبکر نے کہا: قعقاع بن معبد کو امارت سپرد کیجئے۔ عمر نے کہا: اقرع بن حابس کو سپرد کیجئے۔ ابوبکر نے کہا: تم ہر جگہ میری مخالفت کرتے ہو۔ عمر نے کہا: میں تمہاری مخالفت نہیں کر رہا ہوں۔ اس طرح دونوں میں اتنی نوک جھوک ہوئی کہ چیخنے چلانے لگے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿یا ایها الذین آمنوا لا تقدموا . . .﴾(۲)

۱۔ سفر السعادۃ (ج ۲، ص ۲۱۱) کشف الخفاء ج ۲، ص ۴۱۹، اسنی المطالب ص ۱۹۴ (ص ۳۹۱ حدیث ۱۲۶۲) الموضوعات الکبری قاری (۱۰۶)

۲۔ حجرات/۱

بخاری نے بطریق ابن ملیکہ یہ بھی لکھا ہے کہ قریب تھا کہ دونوں نیکوکار ابوبکر وعمر ہلاک ہوجائیں کیونکہ وہ بارگاہ رسولؐ میں چیخنے چلانے لگے تھے اور اس کے بعد متذکرہ بنی تمیم کا واقعہ لکھا ہے۔ چنانچہ آیت اتری:

﴿یا ایها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی﴾ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ان دونوں بزرگوں پر تعجب ہے کہ عرصے تک رسولؐ کے ساتھ معاشرت میں اخلاق کریمانہ سے بہرہ مند نہ ہوسکے۔ انہیں بڑے لوگوں کی بزم میں بیٹھنے کا ادب بھی نہ آیا۔ خاص طور سے خلق عظیم کی بارگاہ میں بات کرنے کا ڈھنگ ہی نہ جانتے تھے۔ قریب تھا کہ دونوں ہلاک ہوجاتے کہ آیت نازل ہوئی۔ (۲) ابن عساکر نے مقدام سے روایت کی ہے کہ ابوبکر اور عقیل میں گالم گلوچ ہوئی لیکن ابوبکر گالیاں دینے میں بھاری پڑے۔

اس روایت میں ابن حجر (۳) نے لکھا ہے کہ سبابا یا نسابا (ستباب گالم گلوچ کا مقابلہ اور نساب مہارت نسب دانی کا مقابلہ) بعد میں سیوطی (۴) نے سبابا کا لفظ ہٹا کر نسابا ہی لکھ دیا ہے۔ بغیر کسی تردید کے۔ لیکن ہر واقف کار جانتا ہے کہ نسابا کا لفظ استبا سے میل نہیں کھاتا بلکہ یہاں ستبابا ہی ہے اور یہی مناسب ہے۔ گویا راوی کہنا چاہتا ہے کہ گالم گلوچ میں عقیل سے زیادہ تھے، کیونکہ یہ ان کی عادت ثانیہ تھی۔

ممکن ہے کچھ لوگ کہیں کہ نسابہ کا مطلب ہے کہ نسب کے پیچ وخم سے واقف تھے، اس کی خامیاں جانتے تھے اس لئے انسان جب گالی دے گا، تو اس کی عزت ونسب پر طعن کرے گا۔ لیکن یہ صفائی چنداں

۱۔ حجرات/۲: صحیح بخاری ج۷، ص۲۲۵ (ج۴، ص۱۸۳۳ حدیث ۴۵۶۴) الاستیعاب ج۲، ص۵۳۵ (القسم الثالث، ص۱۲۸۴ نمبر ۲۱۲۲) تفسیر قرطبی ج۱۶، ص۳۰۰ (ج۱۶، ص۱۹۸) تفسیر ابن کثیر ج۴، ص۲۰۶، تفسیر خازن ج۴، ص۱۷۲ (ج۴، ص۱۶۴) الاصابۃ ج۱، ص۵۸ (نمبر ۲۳۱) ج۳، ص۲۴۰ (نمبر ۷۱۲۸) تاریخ ابن عساکر (ج۳۰، ص۱۱۰ نمبر ۳۳۹۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج۹، ص۵۸۲)

۳۔ الصواعق المحرقہ، ص۴۳ (ص۷۲)　　۴۔ تاریخ الخلفاء ص۳۷ (ص۵۰)

لائق توجہ نہیں لفظ گالی بجائے خود اتہام اور بدکاری کی اشاعت کرے گا۔ (۱) خصائص کبریٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ کے آخری ایام میں عقیل و ابوبکر سے گالم گلوج ہوئی تھی۔ ابوبکر کے گالی باز ہونے کا ثبوت (اور مسلمانوں کو گالی دینا بدکاری ہے)۔ (۲)

ہم نے گذشتہ صفحات میں، مسئلہ فدک میں بیان کیا کہ ابوبکر نے پوچھنے والے سے کہا: یا بن اللخناء! (۳) ایک بار حضرت عمر سے کہا: ثکلتک امک و عدمتک یا بن الخطاب! یہ اس وقت کہا، جب معلوم ہوا کہ انصار چاہتے ہیں کہ اسامہ سے زیادہ سن (عمر) کے آدمی کو حکمراں بنایا جائے۔ اس وقت عمر کی داڑھی پکڑ کے گالی دی اور فرمایا: اسے رسولؐ نے حکمراں بنایا ہے اور تم چاہتے ہو کہ اس سے یہ عہدہ چھین لیا جائے۔ (۴)

ہاں! (۵) ابن حبان نے بھی خلیفہ کے اخلاق پر ایک گڑھی ہوئی، جھوٹی حدیث نقل کی ہے کہ اسماعیل کذاب مرفوعاً جبرئیل کا بیان نقل کرتا ہے کہ ابوبکر آسمان میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں کیونکہ فرشتے، انہیں حلیم قریش کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اگر خلیفہ حلیم قریش ہوتے یا رسول اعظمؐ کے خلق عظیم کا ذرا بھی حصہ ملا ہوتا تو مرتے دم تک جگر گوشۂ رسولؐ فاطمہ زہراؑ ان سے ناراض نہ رہتیں۔ یہ ایسا کام تھا کہ خود خلیفہ کو آخری زمانے میں افسوس رہا، آرزو کرتے تھے کہ کاش میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اگر حلیم ہوتے تو حکم نہ دیتے کہ جو بھی فاطمہؑ کے گھر میں

۱۔ الخصائص الکبری ج ۲، ص ۸۶ (ج ۲، ص ۱۲۵)

۲۔ مسند احمد ج ۱، ص ۴۱۱ (ج ۱، ص ۶۷۹ حدیث ۳۸۹۳) سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۴۶۱ (ج ۲، ص ۱۳۰۰۔ ۱۲۹۹ حدیث ۳۹۴۱۔ ۳۹۳۹) تاریخ بغداد ج ۵، ص ۱۴۴ (نمبر ۲۵۷۷) الجامع الصغیر (ج ۲، ص ۴۱۔ ۴۰ حدیث ۴۶۳۳، ۴۶۳۴) ریاض الصالحین، ص ۳۲۴ (ص ۵۱۸ حدیث ۱۵۶۲)

۳۔ تاریخ الخلفاء، ص ۶۵ (ص ۸۹)

۴۔ التمہید باقلانی، ص ۱۹۳، تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۱۲ (ج ۳، ص ۲۲۶ حوادث ۱۱ھ) تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۱۱۷ (ج ۲، ص ۵۰) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱، ص ۱۷۱) تاریخ کامل ج ۲، ص ۱۳۹ (ج ۲، ص ۱۷ حوادث ۱۱ھ) تاریخ ابو الفداء ج ۱، ص ۱۵۶، الروض الانف ج ۲، ص ۳۷۵ (ج ۷، ص ۵۸۳)

۵۔ کتاب المجروحین (ج ۱، ص ۱۳۰، ۱۳۱) اللآلی المصنوعۃ ج ۱، ص ۱۵۲ (ج ۱، ص ۲۹۵)

ہو،اس سے جنگ کرو!((۱)

بخاری باب فرض الخمس میں عائشہ کی روایت ہے کہ بعد وفات رسولؐ، فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا کہ رسول کا ترکہ میری میراث ہے، مجھے دے دو۔ ابوبکر نے کہا: رسوؐل کی حدیث ہے:

"لا نورث ما ترکنا صدقة"

ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، جو چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔

یہ سن کر فاطمہؑ غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے مرتے دم تک ناراض رہیں۔(۲)

بخاری (۳) میں غزوات کے باب میں ہے کہ پھر چھ مہینے تک فاطمہ زہراؑ رہیں، جب وفات ہوئی تو ان کے شوہر علیؑ نے راتوں رات غسل وکفن کے بعد سپرد لحد کر دیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی۔

تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ فاطمہؑ نے مرتے دم تک ابوبکر کو دشمن رکھا۔(۴)

آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے رات میں ہی دفن کیا جائے، ان کے جنازے میں کوئی شریک نہ ہو اور ابوبکر میری نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ اس لئے رات میں دفن کیا گیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی گئی۔ علیؑ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسماء بنت عمیس کے ساتھ مل کر خود غسل دیا۔(۵)

۱۔ العقد الفرید ج ۲، ص ۲۵۰ (ج ۴، ص ۸۷) تاریخ ابی الفداء ج ۱، ص ۱۵۶ الامامة والسیاسة ج ۱، ص ۱۳ (ج ۱، ص ۱۹) تاریخ طبری ج ۳، ص ۱۹۸ (ج ۳، ص ۲۰۲ حوادث ۱۱ھ) تاریخ ابن شحنہ (ج ۱، ص ۱۸۹، حوادث ۱۱ھ) شرح نہج البلاغہ ج ۲، ص ۱۹ (ج ۶، ص ۴۶ خطبہ ۲۶) اعلام النساء ج ۳، ص ۱۲۰۷ (ج ۴، ص ۱۱۴)

۲۔ صحیح بخاری ج ۵، ص ۵ (ج ۳، ص ۱۱۲۶ حدیث ۲۹۲۶)

۳۔ صحیح بخاری ج ۶، ص ۱۹۶ (ج ۴، ص ۱۵۴۹ حدیث ۳۹۹۸) نیز ملاحظہ کیجئے صحیح مسلم ج ۲، ص ۷۲ (ج ۴، ص ۴۹ حدیث ۵۲) مسند احمد ج ۱، ص ۶، ۹ (ج ۱، ص ۱۳ حدیث ۲۶، ص ۱۸ حدیث ۵۶) تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۰۲ (ج ۳ ص ۲۰۸ حوادث ۱۱ھ) مشکل الآثار ج ۱ ص ۴۸، سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۰۔۳۰۱، کفایۃ الطالب، ص ۲۲۶ (۳۷۰) تاریخ الخمیس ج ۲، ص ۱۹۳

۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۵، ص ۲۸۵ (ج ۵، ص ۳۰۶ حوادث ۱۱ھ) ج ۶، ص ۳۳۳ (ج ۶، ص ۳۶۶ حوادث ۱۱ھ)

۵۔ طبقات ابن سعد ج ۸، ص ۳۰۔۲۹، رسائل جاحظ ص ۳۰۰ (ص ۴۶۷ الرسائل السیاسیة) حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص ۴۳ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۱۶۳ (ج ۳، ص ۱۷۹۔۱۷۸ حدیث ۴۷۶۴، ۴۷۶۹) طرح التثریب ج ۱، ص ۱۵۰ اسد الغابة ج ۵، ص ۲۵۴ (ج ۷، ص ۲۲۶ نمبر ۷۱۷۵) الاستیعاب ج ۲، ص ۷۵۱ (القسم الرابع ۱۸۹۸۔۱۸۹۷ نمبر ۴۰۵۷) مقتل خوارزمی ج ۱، ص ۸۳، ارشاد الساری ج ۶، ص ۳۶۲ (ج ۸، ص ۲۷۹) الاصابة ج ۴، ص ۳۷۸، ۳۸۰ (نمبر ۸۳۰) تاریخ الخمیس ج ۱، ص ۳۱۳ (ج ۱، ص ۲۷۸۔۲۷۷)

سیرۂ حلبیہ میں بحوالۂ واقدی درج ہے کہ ہمارے نزدیک ثابت ہے کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجھہ نے رات میں آپ کو دفن کیا اور نماز جنازہ میں آپ کے ساتھ صرف عباس و فضل شریک تھے، کسی کو خبر نہ کی گئی تھی۔(۱)

ابن حجر اصابہ (۲) میں لکھتے ہیں کہ فاطمہؑ کے جنازہ کی نماز ابوبکر نے پڑھی۔ یہ بات میرے نزدیک ضعیف ہے اور روایت کا سلسلہ منقطع ہے۔ بعض متروک افراد نے مالک سے اور اس نے جعفر سے نقل کی ہے اور اس بات کو بغیر سمجھے بوجھے، دار قطنی، ابن عدی (۳) نے لکھ مارا ہے حالانکہ بخاری میں عائشہ سے روایت ہے کہ فاطمہؑ کی وفات ہوئی تو آپ کے شوہر علیؑ نے رات میں دفن کیا اور ابوبکر کو خبر نہ کی، نہ انہیں جنازے میں شریک کیا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

حدیث مالک میں ہے کہ رات کے وقت فاطمہؑ نے وفات کی۔ ابوبکر و عمر آئے، ان کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ ابوبکر نے علیؑ سے کہا: آگے بڑھئے! نماز جنازہ پڑھائیے۔ علیؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! آپ جانشین رسولؐ ہیں، آپ ہی نماز پڑھائیے۔ اس وقت ابوبکر نے آگے بڑھ کر چار تکبیروں سے نماز پڑھائی۔ ہم نے وہیں نشاندہی کر دی تھی کہ یہ حدیث عبداللہ قدامی کی گڑھی ہوئی ہے۔(۴)

اسی غم و غصہ کی وجہ سے عائشہ کو بھی جنازہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ جب وہ آئیں تو اسماء نے کہا کہ اندر مت آؤ۔ عائشہ نے ابوبکر سے شکایت کی کہ اس زن خثعمی نے مجھے رسولؐ کی پارہ جگر کے غسل و کفن میں کیوں شریک نہیں ہونے دیا۔ ابوبکر نے وجہ پوچھی کہ تو نے زوجہ رسولؐ کو بنت رسولؐ کے غسل و کفن میں شریک نہیں ہونے دیا، اسماء نے کہا:

۱۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳، ص ۳۹۰ (ج ۳، ص ۳۶۱)

۲۔ الاصابۃ ج ۴، ص ۳۷۹، شرح المواھب زرقانی ج ۳، ص ۲۰۷۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۴، ص ۲۵۸ نمبر ۱۰۹۲)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۲، ص ۷۶ (ج ۲، ص ۳۸۸ نمبر ۴۵۴۴) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۴، ص ۲۵۸ نمبر ۱۰۹۲) کتاب المجروحین ج ۲، ص ۳۹) الانساب سمعانی ج ۴، ص ۴۵۹) لسان المیزان ج ۳، ص ۳۳۴ (ج ۳، ص ۴۱۲ نمبر ۴۷۴۶)

فاطمہؑ نے مجھے حکم دیا تھا کہ کسی کو میرے جنازے میں شریک نہ ہونے دینا۔ میں نے ان کے حکم پر عمل کیا ہے۔(۱)

بارگاہ صدیقہؑ میں ابوبکر کی معذرت

یہ تمام روایات اس بات کی تردید کرتی ہیں کہ جس میں بروایت شعبی کہا گیا ہے کہ جب فاطمہؑ بہت زیادہ بیمار ہوئیں تو ابوبکر آئے، علیؑ نے فاطمہؑ سے کہا کہ تم سے ملنے ابوبکر آئے ہیں۔ دروازے پر کھڑے ہیں۔ اگر اجازت دو تو اندر آجائیں۔ فاطمہؑ نے اجازت دی۔ ابوبکر نے معذرت کی تو فاطمہؑ ان سے راضی ہوگئیں۔

اوزاعی کی زبانی روایت ہے کہ فاطمہؑ ابوبکر سے خفا تھیں۔ ایک دن سخت دھوپ میں ابوبکر آکر فاطمہؑ کی دیوڑھی پر کھڑے ہوگئے، کہا کہ جب تک رسولؐ کی پارہ جگر مجھ سے راضی نہ ہوجائیں گی، میں یہاں سے نہ ٹلوں گا۔ یہ سن کر علیؑ نے فاطمہؑ کو قسم دی کہ راضی ہوجائیں تو فاطمہؑ راضی ہوگئیں۔(۲)

بھلا، ان صحیح روایتوں کے مقابلے میں شعبی اور اوزاعی کی ان بکواس کی کیا قیمت رہ جاتی ہے۔ ان دونوں روایتوں میں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کس نے کہا ہے؟ ان دونوں سے فاطمہؑ عمر بھر ناراض رہیں۔ ان سے منھ پھیر لیا اور کہا کہ تم نے حدیث رسولؐ سنی ہے کہ جس نے فاطمہؑ کو رنجیدہ کیا، اس نے مجھے رنجیدہ کیا اور جس نے مجھے رنجیدہ کیا، اس نے خدا کو غضبناک کیا۔ دونوں نے کہا: ہاں! میں نے حدیث سنی ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں تم دونوں سے رنجیدہ ہوں اور رسول خداؐ سے تمہاری شکایت کروں گی۔ ابوبکر نے کہا کہ میں آپ کی رنجیدگی سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ پھر ابوبکر کا حال اس طرح ہوا کہ معلوم ہوتا تھا، روح نکل جائے گی۔ فاطمہؑ کہتی جاتی تھیں کہ میں ہر نماز میں

۱۔ الاستیعاب ج۲، ص۷۷۲ (القسم الرابع، ص۱۸۹۸۔۱۸۹۷ نمبر ۴۰۵۷) اسد الغابۃ ج۵، ص۵۲۴ (ج۷، ص۲۲۶ نمبر ۷۱۷۵) ذخائر العقبی ۵۳ تاریخ الخمیس ج۱ ص۳۱۳ (ج۱، ص۲۷۷) کنز العمال ج۷، ص۱۱۴ (ج۱۳، ص۶۸۶ حدیث ۳۷۷۵۶) اعلام النساء ج۴، ص۱۲۲۱ (ج۴، ص۱۳۱) سنوسی کی شرح صحیح مسلم ج۶، ص۲۸۱، آبی کی شرح صحیح مسلم ج۶، ص۲۸۲،

۲۔ ریاض النضرۃ ج۲، ص۱۲۰ (ج۱، ص۱۵۲) البدایۃ والنھایۃ ج۵، ص۲۸۹ (ج۵، ص۳۱۰ حوادث ۱۱ھ)

تم دونوں کے لئے بددعا کروں گی۔ یہ سن کر ابو بکر روتے ہوئے باہر نکلے اور لوگوں سے کہا کہ مجھے تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں، ہر شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ آرام سے بسر کرتا ہے، لیکن میں بدقسمت ہوں، میری بیعت توڑ دو!(۱)

رسائل جاحظ (۲) میں بھی ہے کہ لوگ سمجھتے تھے کہ فاطمہؑ کو میراث نہ دینے کے معاملے میں ابو بکر و عمر سچے تھے اور حق پر تھے۔ ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ ان دونوں نے فاطمہؑ سے معافی بھی مانگی لیکن فاطمہؑ نے معاف نہیں کیا۔ وصیت کر دی کہ یہ دونوں میری نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں اور ان دونوں پر نفرین کی... یہ تمام باتیں فاطمہؑ کے رنجیدہ خاطر ہونے کا ثبوت ہیں۔

ایک بکواس

ذرا تاریخ ابن کثیر بھی دیکھئے! وہ لکھتا ہے کہ فاطمہؑ بھی ایک مرد کی لڑکی تھیں، اس سے عصمت کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ جس نے ابو بکر کو ملامت کی اور ان سے رنجیدہ رہیں اور مرتے دم تک صدیق سے بات نہ کی۔ آگے لکھتا ہے کہ وہ بھی ایک انسان کی لڑکی تھی، جس طرح عام آدمی اندوہ گین ہوتے ہیں، یہ بھی ہوئیں اور ضروری نہیں کہ وہ معصوم ہوں۔ باوجودیکہ رسول خداؐ کا ارشاد ہے اور انہوں نے ابو بکر صدیق کی مخالفت کی۔

اس بکواس پر کیا تبصرہ کیا جائے جو صریحی طور سے ایسی ذات کی شان میں گستاخی کر رہا ہے، جس کے باپ، شوہر اور بچوں کے ساتھ خود اس مخدرہ عصمت کی شان میں بھی آیہ تطہیر نازل ہوئی، جس کے لئے رسولؐ کا ارشاد ہے کہ فاطمہؑ میری پارہ جگر ہے، جس نے اسے رنجیدہ کیا، اس نے مجھے رنجیدہ کیا یا یہ روایت کہ جس نے اسے اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی۔ یا یہ روایت ہے کہ فاطمہؑ میری ایک شاخ ہے، فاطمہؑ میرے گوشت کا لوتھڑا ہے، فاطمہؑ کی اذیت رسولؐ کی اذیت۔

ان متذکرہ حدیثوں کو جس کے اختلافی الفاظ کی تعداد دس سے زیادہ ہے، اکثر سنن و مسانید میں

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱، ص ۱۴ (ج ۱، ص ۲۰) اعلام النساء ج ۳، ص ۱۲۱۴ (ج ۴، ص ۱۲۴۔۱۲۳)

معتبر ترین اور مشاہیر علماء نے نقل کیا ہے۔ چند کے نام یہ ہیں:

ابن ابی ملیکہ، ابوعمر بن دینار، لیث بن سعد، ابن عیینہ، ابوالنضر ہاشم، احمد بن یونس، حافظ ابو ولید طیالسی، ابومعمر ہزلی، قتیبہ بن سعید، عیسیٰ ابن حماد، امام احمد بن حنبل، بخاری، خطیب تبریزی، مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، حکیم ترمذی، نسائی، ابوالفرج اصفہانی، حاکم نیشاپوری، ابونعیم بیہقی، حافظ بغوی (۱) قاضی عیاض، (۲) اخطب خطباء خوارزمی (۳)، ابن عساکر، (۴) سہیلی، (۵) ابن ابی الحدید، (۶) ابن جوزی، (۷) ابن اثیر، (۸) ابن طلحہ (۹) سبط ابن جوزی، (۱۰) حافظ گنجی، (۱۱) حافظ ازدی، (۱۲) ذہبی، (۱۳) قاضی ایجی، (۱۴) زرندی، (۱۵) یافعی، (۱۶) حافظ عراقی، (۱۷) ہیثمی، (۱۸) ابن حجر عسقلانی، (۱۹) سیوطی، (۲۰) قسطلانی، (۲۱) دیار بکری، (۲۲) ابن حجر ہیتمی، (۲۳) خزرجی، (۲۴) مناوی، (۲۵) شیخ احمد مغربی، (۲۶) شیخ احمد باکثیر، (۲۷) ابوعبداللہ زرقانی، (۲۸)

۱۔ مصابیح السنۃ ج ۲، ص ۲۷۸ (ج ۴، ص ۱۸۵ حدیث ۴۷۹۹)

۲۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲، ص ۱۹ (ج ۲، ص ۶۰، ۵۶۰، ۶۵۲)

۳۔ مقتل خوارزمی ج ۱، ص ۵۳،

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۲۹۸ (ج ۱، ص ۱۵۶)

۵۔ الروض الانف ج ۲، ص ۱۹۶ (ج ۲، ص ۴۳۰)

۶۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲، ص ۴۵۸ (ج ۹، ص ۱۹۳ خطبہ ۱۵۶)

۷۔ صفۃ الصفوۃ ج ۲، ص ۵ (ج ۲، ص ۱۳، نمبر ۱۷۵)

۸۔ اسد الغابۃ ج ۵، ص ۵۲۱ (ج ۷، ص ۲۲۲ نمبر ۷۱۷۵)

۹۔ مطالب السوول، ص ۷۔۶،

۱۰۔ تذکرۃ الخواص، ص ۱۷۵ (ص ۳۱۰)

۱۱۔ کفایۃ الطالب، ص ۲۲۰ (ص ۳۶۵)

۱۲۔ شرح مختصر صحیح بخاری ج ۳، ص ۹۱،

۱۳۔ تلخیص المستدرک (ج ۳، ص ۱۴۷ احدیث ۴۷۴۷)

۱۴۔ شرح المواقف ج ۳، ص ۲۶۸ (المواقف، ص ۴۰۲، شرح المواقف جرجانی ج ۸، ص ۳۵۵) نظم درالسمطین (ص ۱۷۶)

۱۶۔ مراۃ الجنان ج ۱، ص ۶۱،

۱۷۔ طرح التثریب ج ۱، ص ۱۵۰

۱۸۔ مجمع الزوائد ج ۹، ص ۲۰۳

۱۹۔ تھذیب التھذیب ج ۱۲، ص ۴۴۱ (ج ۱۲، ص ۴۶۹)

۲۰۔ جامع الاحادیث (ج ۵، ص ۲۵۸ حدیث ۱۴۷۲۴، ۱۴۷۲۵)

۲۱۔ المواھب اللدنیہ ج ۱، ص ۲۵۷ (ج ۲، ص ۶۵)

۲۲۔ تاریخ الخمیس ج ۱، ص ۴۶۴

۲۳۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۱۱۲، ۱۱۴ (ص ۱۸۸، ۱۹۰)

۲۴۔ خلاصۃ التھذیب، ص ۴۳۵ (ج ۳، ص ۳۸۹ نمبر ۱۲۲)

۲۵۔ کنوز الدقائق، ص ۸۶ (ج ۲، ص ۲۴)

۲۶۔ فتح المتعال ۳۸۵ (ص ۳۸۳)

۲۷۔ وسیلۃ المآل (ص ۸۵)

۲۸ شرح المواھب ج ۳، ص ۲۰۵۔

زبیدی حنفی، (۱) قندوزی، (۲) حمزاوی، (۳) شیخ مصطفیٰ دمشقی، (۴) سید حمید آلوسی، (۵) قراغولی، (۶) عمر رضا کحالہ۔ (۷)

ان تمام دانشوروں نے بغیر کسی قید کے مطلق طور سے لکھا ہے کہ فاطمہؑ کی رضا رسولؐ کی رضا ہے۔ چنانچہ قسطلانی و حمزاوی کے اس سلسلے میں فاطمہؑ بالکل رسول خداؐ کی طرح ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہؑ اسی سے خوشنود ہوتی ہیں، جس سے خدا راضی ہوتا ہے اور وہ اسی سے رنجیدہ ہوتی ہیں، جس سے خدا رنجیدہ ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہؑ کی خوشنودی حاصل کرنا، مستحبات میں ہے اور ان کو رنجیدہ کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے فاطمہؑ کی رضا و غضب میں خود ان کی اپنی حوس و غرض کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہی مفہوم ہے عصمت کا، جسے ابن کثیر جیسا کم فہم سمجھ نہیں سکا۔

غلو کی باتیں، واہی کہانیاں

اس مختصر بحث میں خلیفہ کی نفسیاتی اور اخلاقی برتری کا کچا چھٹا پیش کیا گیا۔ اگر چہ تمام کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن اس سے خلیفہ کی اوقات ضرور معلوم ہو جاتی ہے۔ اس بحث سے غلو اور مذمت کا درمیانی معیار معلوم ہو جاتا ہے۔ اب کچھ غلوئے فاحش کے نمونے بھی ملاحظہ فرمایئے!

سورج کی رہٹ

شیخ ابراہیم عبیدی عمدۃ التحقیق (۸) میں بحوالۂ حقائق اور صفوری نزہہ (۹) میں بحوالہ عیون المجالس

۱۔ تاج العروس ج ۵، ص ۲۲۷، ج ۶، ص ۱۳۹،

۲۔ ینابیع المودۃ، ص ۱۷۱ (ج ۱، ص ۱۶۹) باب ۵۵

۳۔ النور الساری مطبوع بر حاشیہ بخاری ج ۵، ص ۲۷۴،

۴۔ مرقاۃ الوصول، ص ۱۰۹،

۵۔ نثر اللآلی، ص ۱۸۱،

۶، جوھرۃ الکلام، ص ۱۰۵

۷۔ اعلام النساء ج ۳، ص ۱۲۱۶ (ج ۴، ص ۱۱۲

۸۔ عمدۃ التحقیق فی بشائر آل الصدیق، ص ۱۷۴ (ص ۳۰۹) مطبوع بر حاشیہ روض الریاحین.

۹۔ نزھۃ المجالس ۲ ص ۱۸۴.

لکھتے ہیں کہ ایک دن رسول خداؐ نے عائشہ سے کہا کہ جب خدا نے سورج کو سفید موتی سے پیدا کیا، جو ہماری دنیا سے ایک سو اکیس گنا بڑا ہے تو اس کا گردش کرنے والا بھی بنایا۔ پھر اس گردش دینے والے کو ۸۶۰ سہارا دینے والا بنایا۔ ہر سہارا دینے والے کو ایک یاقوت سرخ کی زنجیر عطا کی، پھر ساٹھ ہزار فرشتوں کو حکم دیا کہ ہم نے جو تم کو مخصوص توانائی عطا کی، ان سے زنجیر کھینچو! خورشید آسمان پر مثل گنبد گھومتا ہے اور اس کی زیبائی دنیا والے دیکھتے ہیں۔

روزانہ خط استوا پر جہاں کعبہ ہے، رک جاتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ مومنوں کے قبلہ سے گذر جاؤں! فرشتے اپنی بھرپور طاقت سے کھینچتے ہیں تاکہ فراز کعبہ سے گذر جائیں، لیکن وہ گذر نہیں پاتے۔ فرشتے عاجز ہو جاتے ہیں۔ خداوند عالم ان پر وحی کرتا ہے کہ اس خورشید کے چہرے پر جو نام نقش ہے، اس کی برکت سے کھینچو! جب یہ سنتا ہے تو سورج اپنی جگہ سے حرکت کرتا ہے۔ عائشہ نے پوچھا: اس کی پیشانی پر کس کا نام لکھا ہے؟ رسولؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اس پر ابو بکر صدیق کا نام لکھا ہے۔ خدا نے دنیا خلق کرنے سے پہلے اپنے علم قدیم سے ہوا خلق کی پھر آسمان خلق کیا، پھر پانی پر سمندر بنایا اور سورج کو گردش دینے والا بنایا، جو دنیا کو روشن کرتا ہے، یہ سورج سرکشی کر بیٹھتا ہے فرشتوں سے، جب وہ خط استوا پر آتا ہے، خدا نے آخری زمانے کے نبی کو تمام انبیاء پر فضیلت دی، جو تمہارا شوہر ہے۔ اے عائشہ! اور سورج پر تمہارے باپ کا نام نقش ہے، جو اس نبی کا وزیر ہے یعنی ابو بکر صدیق!!! جب فرشتے سورج کو اس کی سوگند دیتے ہیں تو وہ حرکت کرنے لگتا ہے اور قدرت خدا سے اپنی معمولی گردش پر آجاتا ہے۔ اسی طرح جب ہماری گنہگار امت دوزخ سے گذرے گی اور آگ چاہے گی کہ مومن کو پکڑے تو جب امت زبان پر ان کا نام جاری کر دے گی، تو جہنم کی آگ منھ پھیر کر بھاگے گی اور دوسرے کو تلاش کرنے لگے گی۔

تبصرہ امینیؒ:

مجھے سخت حیرت ہے کہ قدیم و جدید علمائے ہیئت نے اس گردش دینے والے کو اب تک تلاش کیوں نہ کیا؟! علماء تو کہتے ہیں کہ زمین سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ سورج کو

پیدا کر کے خدا نے اس میں حرارت نہیں پیدا کی تھی، تعجب ہے کہ فرشتے اس حرارت سے بعد میں بھی استفادہ نہیں کرتے۔

پھر یہ کہ سورج تو ارادۂ خداوندی کا پابند ہے۔ وہ اس کے حکم سے اپنے مدار پر مسلسل گردش کر رہا ہے۔ یہ تمرد اور سرکشی اس کے اندر کہاں سے آگئی کہ احترام کعبہ میں حکم خدا کا بھی خیال نہیں کرتا۔ لیکن وہ مرتبہ صدیق کا عارف ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ

﴿و الشمس تجری لمستقر لها ذالک تقدیر العزیز العلیم لا الشمس ینبغی لها ان تدرک القمر و لا اللیل سابق النهار و کل فی فلک یسبحون﴾(۱)

لیکن روایت کہتی ہے کہ سورج روزانہ حکم خدا سے سرتابی کر کے اینٹھ جاتا ہے اور اسے صدیق کا واسطہ دینا پڑتا ہے۔ روزانہ ایک ہی جگہ رک جاتا ہے خدا کو الہام کرنا پڑتا ہے۔ روزانہ اسے قسم دینی پڑتی ہے، اگر اسناد بھی بیان کئے گئے ہوتے تو اس روایت کی اوقات معلوم کی جاتی، احمقانہ عقیدت فضائل گڑھنے میں عقل کو بھی پھلانگ جاتی ہے۔

ریش ابوبکر سے توسل

یافعی روض الریاحین (۲) میں ابوبکر کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے، اتنے میں ایک اندھا آیا اور ہمیں سلام کر کے رسولؐ کی بارگاہ میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا: کون محبت رسولؐ میں میری حاجت پوری کرے گا؟ ابوبکر نے کہا: بڈھے میاں! تمہاری حاجت کیا ہے؟ بولا: میرے بال بچے ہیں اور ان کے گذر بسر کا انتظام نہیں ہے، اگر کوئی محبت نبیؐ میں کچھ دے تو لے جا کر دے دوں۔ ابوبکر نے کہا کہ میں تمہیں محبت نبیؐ میں اتنا دوں گا کہ تم خود کفیل ہو جاؤ گے۔ کیا دوسری بھی حاجت ہے؟ کہا: ہاں! ایک بیٹی

۱۔ (یس ر ۴۰)

۲۔ روض الریاحین، ص ۴۴۳ مطبوع بر حاشیہ العرائس ثعلبی در مصر۔ اسی سے قسطلانی نے المواہب ج ۲، ص ۲۸ پر اور زرقانی نے شرح المواہب ج ۳، ص ۱۵۷ پر یہ روایت نقل کی ہے۔

ہے، اسے چاہتا ہوں کہ محبت نبیؐ میں کسی کے ساتھ شادی کردوں۔ ابوبکر نے کہا: میں محبت نبیؐ میں اس لڑکی سے شادی کرلوں گا۔ کیا کوئی اور حاجت ہے...؟ بولا: ہاں! میری خواہش ہے کہ ابوبکر صدیق کی داڑھی اپنے ہاتھ میں تھام لوں۔ یہ سن کرابوبکر نے اپنی داڑھی اس کے ہاتھ میں تھمادی۔ اس اندھے نے ہاتھ میں لے کر دعا کی: خدایا! تجھے حرمت ریش ابوبکر کا واسطہ میری بینائی واپس کردے! دعا کرتے ہی اس کی بینائی واپس آ گئی۔ جبرئیل رسول خداؐ پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! خدا تمہیں سلام کرتا ہے اور تحیۃ والاکرام کے بعد فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر تمام اندھے ریش ابوبکر کا واسطہ دے کر مجھ سے دعا مانگیں تو میں ان کی بینائی واپس کردوں گا۔ پھر روئے زمین پر ایک بھی اندھا باقی نہ رہے گا۔ اور یہ سب کچھ تمہاری قدر ومنزلت اور بلندی شان کی وجہ سے ہے۔

تبصرۂ امینیؒ:

یہ آنکھ کے اندھے نہیں، دل کے اندھے ہیں۔ جنہوں نے ریش ابوبکر کو رسولؐ کی داڑھی سے بڑھا دیا ہے جبکہ رسولؐ ان سے عمر میں بڑے تھے۔ اب اس کے بعد سنیوی میں اندھے کیوں ہوتے ہیں؟ کیا انہیں ریش ابوبکر کی معرفت نہیں ہے؟ حیرت ہے کہ یافعی سے پہلے حفاظ اور ائمۂ حدیث نے اسے نقل کیوں نہ کیا؟ کیا وہ اندھے حافظوں کو آنکھ نہیں دینا چاہتے تھے؟ ان کی عقلوں پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے....

ریش ابوبکر سے متعلق بہت سے خرافات منقول ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول خداؐ جب جنت کے مشتاق ہوتے تھے تو ابوبکر کی داڑھی کا بوسہ لیتے تھے۔ اس روایت کو فیروز آبادی نے مشہور ترین وضعی حدیث کہا ہے۔ (۱)

عجلونی کی ایک روایت ہے کہ جنت میں دو داڑھیاں جائیں گی: ایک حضرت ابراہیمؑ کی اور دوسرے حضرت ابوبکر کی...(۲) پھر ابن حجر (۳) نے مقاصد میں لکھا ہے کہ جنت میں ابراہیمؑ اور ابوبکر

۱۔ سفر السعادہ (ج۲،ص ۲۱۱) کشف الخفاء ج ۲،ص ۴۱۹،

۲۔ کشف الخفاء ج ۱،ص ۳۳۳

۳۔ المقاصد الحسنۃ (ص ۱۴۴ حدیث ۲۲۸)

کی داڑھی ہونا صحیح نہیں ہے۔ یہ بات کسی مشہور کتاب میں نہیں۔ اگر بالفرض یہ روایت درست ہو تو ابراہیمؑ کی اس لئے ہوگی کہ وہ مسلمانوں کے لئے بمنزلہ والد ہیں۔ کیونکہ قرآن میں ان کو مسلم کہا گیا ہے اور ملت کو ان کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور ابوبکر کی اس لئے ہوگی کہ وہ مسلمانوں کے دوسرے والد کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اسلام کا دروازہ کھولا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

امت مرحومہ کا نام مسلم اس لئے رکھا گیا ہے کہ سورۂ حج آیت ۷۸ میں ہے کہ

﴿هو سماكم المسلمين من قبل﴾

ابراہیمؑ کے زمانے ہی سے مسلم نام ہونا، قرطبی (۱) کے نزدیک ثابت نہیں۔ طبری (۲) کہتے ہیں کہ ظاہری بات ہے کہ ابراہیمؑ کے وقت سے اس امت کا نام قرآن میں مسلم نہیں پڑا۔ اس قول کی روشنی میں ابن حجر کی بات بے پر کی ہو کر رہ جاتی ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ اس تنزیل والد میں کیا سرخاب کا پر لگا ہے۔ تمام انسانوں کے حقیقی والد حضرت آدمؑ کی داڑھی کیوں نہ ہوگی؟! کعب الاحبار کہتے ہیں کہ جنت میں کسی کو داڑھی نہ ہوگی، صرف حضرت آدمؑ کی داڑھی ہوگی جو ناف تک ہوگی (۳)۔ اگر پدر ہونے کی وجہ سے ابراہیمؑ اور ابوبکر کی داڑھی ہوگی تو پھر موسیٰ بن عمرانؑ کی داڑھی کا کیا فلسفہ ہوگا؟ جنت میں داخل ہونے والا ہر انسان بے داڑھی کے ہوگا، صرف موسیٰ بن عمرانؑ کی داڑھی ناف تک ہوگی۔ (۴) ان سب کو چھوڑیئے خود رسول اکرمؐ سب کے پدر روحانی ہیں، وہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں جنت میں داڑھی ہو وہ تو اشرف کائنات ہیں۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ پہلے اسلام لانے کی وجہ سے ابوبکر کو باپ کہا گیا ہے، جبکہ تاریخ وسیرت میں ہے کہ وہ چالیس پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔

۱۔ تفسیر قرطبی (ج ۱۲ ص ۶۸)

۲۔ جامع البیان (مجلد ۱۰ ج ۱۷، ص ۲۰۸)

۳۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۱، ص ۹۷ (ج ۱، ص ۱۰۸)

۴۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۱، ص ۴۲۵ (ج ۱، ص ۳۹۷)

۳۔ابوبکراور جبرئیل کی گواہی

نسفی ذکر کرتے ہیں: ایک شخص مدینہ میں مرگیا۔رسول خداؐ نے چاہا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں؛ اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! اس پرنماز نہ پڑھو۔رسول خداؐ نے اس کی نماز پڑھنے سے انکار کردیا۔تھوڑی دیر میں ابوبکر آئے اور کہا: یارسولؐ اللہ! اس کی نماز پڑھئے! میں جانتا ہوں کہ یہ اچھا آدمی تھا۔اس کے بعد جبرئیل آئے اور کہا کہ آپ اس کی نماز پڑھئے کیونکہ ابوبکر کی گواہی میری گواہی سے مقدم ہے۔(۱)

اگرچہ یہ روایت سند کے لحاظ سے نامعلوم اور لچر ہے۔لیکن ذرا دیکھئے تو کیا جبرئیل نے یہ گواہی اپنی طرف سے دی تھی؟ کیا وہ امین خدا نہیں ہیں کہ ابوبکر کی گواہی ان سے بڑھ گئی۔اور اگر وہ خدا کی وحی لے کر آئے تھے تو وحی خدا کا تیاپانچہ ہوجاتا ہے۔کیا یہ غلو نہیں ہے...؟ ذرا انصاف تو کیجئے!

۴۔رسولؐ کی انگشتری کا نقش

روایت میں ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر کو اپنی انگوٹھی دی اور فرمایا: اس پر لا الٰہ الا اللہ نقش کرادو۔ جب ابوبکر نے سنار کو دیا تو کہا کہ اس پر لا الٰہ الا اللہ لکھ دو۔سنار نے اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا۔جب ابوبکر نے رسول خداؐ کو وہ انگوٹھی دی تو لکھا ہوا تھا۔لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق۔ رسولؐ نے وجہ پوچھی تو کہا: مجھے پسند نہیں کہ آپ کے نام کو خدا کے نام سے جدا کیا جائے۔لیکن بقیہ اضافہ کیوں ہوا؟ مجھے نہیں معلوم! اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ ابوبکر کا نام میں نے لکھا ہے۔چونکہ ان کو پسند نہ تھا کہ میرے اور تمہارے نام میں جدائی ہو، اس لئے میں نے بھی پسند نہ کیا کہ تمہارے اور ان کے نام میں جدائی ہو۔(۲)

تبصرہ امینیؒ:

۱۔مصباح الظلام جردانی ج۲،ص۲۵ (ج۲،ص۶۱ حدیث۳۶۲) نزھۃ المجالس ج۲،ص۱۸۴

۲۔نزھۃ المجالس ج۲،ص۱۸۵، مصباح الظلام ص۲۵ (ج۲،ص۶۱ حدیث۳۶۲)

صحاح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ کا نقش نگین محمد رسول اللہ تھا۔ نہ اس میں کمی تھی، نہ زیادتی تھی۔ رسول خداؐ نے انس کو انگوٹھی دے کر فرمایا تھا کہ اس میں صرف محمد رسول اللہ لکھوا دو۔ (۱) بخاری و ترمذی کی روایت ہے کہ نقش نگین تین سطروں میں تھا۔ ایک میں محمد، دوسرے میں رسول اور تیسرے میں اللہ۔ (۲) طبقات بن سعد میں ہے کہ نقش تھا: بسم اللہ محمد رسول اللہ۔ (۳) ابوالشیخ اخلاق نبویہ میں لکھتے ہیں آپ کا نقش نگین تھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس کے علاوہ کسی بھی دوسری روایت پر اعتبار کرنا، جہالت و حماقت ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ خیالی جبرئیل رسولؐ کے پاس کیوں آئے تھے؟ کیا اس لئے کہ ابوبکر آیت مباہلہ کی روشنی میں نفس رسولؐ تھے یا غدیر میں ان کے لئے آیہ بلغ اتری تھی؟ کیا انہوں نے حالت رکوع میں انگوٹھی دے کر آیہ ولایت اتروائی تھی؟ کیا وہ سابق الاسلام تھے...؟

یہ روایت گڑھنے والا آخر کیا جواب دے گا....؟

۵۔ بہشتِ ابوبکر کی وسعت

صفوری نزہہ (۴) میں لکھتے ہیں کہ حدیثوں میں دیکھا ہے کہ فرشتے زیر درخت طوبیٰ جمع ہوئے، ایک فرشتے نے کہا: میں چاہتا ہوں کے خدا مجھے ہزار پر و بال عطا کرتا، تا کہ بہشت کے اس سرے سے اس سرے تک پہونچ جاؤں۔ جو کچھ وہ چاہتا تھا، خدا نے اسے عطا فرما دیا۔ اس نے ایک ہزار سال تک پرواز کی یہاں تک کہ اس کی طاقت جواب دے گئی۔ پھر دوبارہ اسے بال و پر عطا ہوئے اور وہ ہزار سال

۱۔ صحیح بخاری ج ۸، ص ۳۰۹ (ج ۵، ص ۲۲۰۵ حدیث ۵۵۳۹) صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۱۴، ۲۱۵ (ج ۲، ص ۳۱۹ حدیث ۵۵، کتاب اللباس والزینۃ) سنن ترمذی ج ۱، ص ۳۲۴ (ج ۴، ص ۲۰۱ حدیث ۱۷۴۵) سنن ابن ماجہ ج ۲، ص ۳۸۴، ۳۸۵ (ج ۲، ص ۱۲۰۱ حدیث ۳۶۳۹) سنن نسائی ج ۸، ص ۱۷۳ (ج ۵، ص ۴۵۰ حدیث ۹۵۱۳۔۹۵۰۹)

۲۔ صحیح بخاری ج ۸، ص ۳۰۹ (ج ۵، ص ۲۲۰۵ حدیث ۵۵۴۰) سنن ترمذی ج ۱، ص ۳۲۵ (ج ۴، ص ۲۰۲ حدیث ۱۷۴۸)

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۱، ص ۴۷۴) شرح المواھب زرقانی ج ۵، ص ۳۹

۴۔ نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۳،

تک اڑتا رہا اور اس کی طاقت جواب دے گئی۔ تیسری بار پھر ہزار بال و پر عطا ہوئے اور وہ ہزار سال تک اڑتا رہا، یہاں تک کہ اس کی طاقت جواب دے گئی۔ وہ روتے ہوئے ایک آستانے پر گر پڑا۔ ایک حوریہ نے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ یہ بہشت رونے کی جگہ نہیں بلکہ خوشی کی جگہ ہے۔ اس نے حوریہ سے ساری بات کہہ سنائی۔ حوریہ نے کہا: کیا تمہیں اندازہ ہے کہ تم نے ان تین ہزار سال میں کتنی مسافت طے کی؟ فرشتے نے کہا: نہیں معلوم۔ حوریہ نے کہا: خدا کی عزت وجلالت کی قسم! ابھی تک تم نے ابوبکر کی بہشت کا دسواں حصہ بھی پار نہیں کیا۔(۱)

خدا کی شان؛ ابوبکر کی جنت کس قدر وسیع ہے، میں عصر حاضر کے جوانوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ راوی ''واحد غائب متکلم'' کا آدمی ہے۔ کوئی محقق کتنا ہی سر مارے، اسے تلاش نہیں کر سکتا۔

۶۔ خدا ابوبکر سے حیا کرتا ہے

انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے کہ ایک انصاری عورت آئی اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! میرا شوہر سفر میں ہے اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے گھر کا درخت گر گیا ہے۔ رسولؐ نے فرمایا: صبر کرو! اب تمہارا شوہر کبھی واپس نہ آئے گا۔ وہ عورت روتی ہوئی چلی گئی۔ راستے میں ابوبکر ملے تو ان سے خواب بیان کیا۔ لیکن رسول خداؐ کی تعبیر بیان نہیں کی۔ ابوبکر نے کہا: جاؤ! آج رات تمہارا شوہر واپس آجائے گا۔ وہ رسولؐ کی بات پر سوچتی ہوئی واپس آ گئی۔ رات میں اس کا شوہر واپس آ گیا۔ عورت نے جا کر رسول خداؐ سے کہا کہ میرا شوہر واپس آ گیا۔ رسولؐ نے اس پر ایک طویل نگاہ ڈالی۔ اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! تم نے جو کہا تھا، سچ تھا لیکن ابوبکر نے کہہ دیا تھا کہ اسی رات تمہارا شوہر واپس آجائے گا۔ خدا کو شرم محسوس ہوئی کہ اس کی زبان جھوٹی ہو جائے۔ کیونکہ وہ صدیق ہے۔ اسی وجہ سے وہ مردہ شوہر زندہ کر کے بھیجا گیا۔(۲)

۱۔ مصباح الظلام ج ۲، ص ۲۵ (ج ۲، ص ۶۱ حدیث ۳۶۲)

۲۔ نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۴

ان راویوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ابو بکر کا جھوٹ بچانے کے لئے رسول خدا کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ گویا خدا کو صداقت رسولؐ کی پرواہ نہیں تھی۔ رسولؐ نے تو ہمیشہ واپس آنے کی خبر دی تھی۔ ابو بکر نے اندھیرے میں تیر چلایا تو خدا کو شرم دامن گیر ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ خدا کو آبروئے ابو بکر کی پاسداری کرنا چاہئے تھی یا آبروئے رسولؐ کی؟ پھر کہا گیا: چونکہ ابو بکر صدیق تھے۔ کیا رسول خداؐ صدیقوں کے سردار نہیں تھے؟ روایت گڑھنے والا مقام نبوت سے قطعی نا آشنا تھا۔ وہ رسولؐ کو تمام آلودگیوں میں لت پت سمجھتا ہے۔

۷۔ کرامت دفن ابو بکر

تاریخ ابن عساکر (۱) میں ہے کہ جب ابو بکر کا وقت وفات آیا تو حاضرین سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو غسل وکفن کے بعد مجھے قبر رسولؐ کے پاس لے جانا اور کہنا: اے رسول خداؐ! آپ پر سلام ہو، یہ ابو بکر آپ کی خدمت میں آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ اگر اجازت مل جائے اور قفل خود بخود کھل جائے تو وہیں دفن کر دینا ورنہ پھر مجھے بقیع میں دفن کر دینا۔ جب جنازہ لے جایا گیا اور حکم کے مطابق کہا گیا تو خود بخود حجرے کا قفل کھل گیا۔ ناگاہ ہاتف نے قبر کے اندر سے آواز دی۔ دوست کو دوست کے پاس لاؤ کہ دوست مشتاق ہے۔ (۲)

اصل میں اس روایت کو وضع کر کے سنیوں نے اپنے خلیفہ کے ناجائز طریقے سے حجرۂ رسولؐ میں دفن ہونے کو جائز ٹھہرانا چاہا ہے۔ کیونکہ یا تو وہ حجرہ رسول خداؐ کی ملکیت تھا یا پھر صدقہ تھا۔ پہلی صورت میں رسولؐ کے ورثاء سے اجازت لینی چاہئے تھی۔ دوسری صورت کا تقاضہ تھا کہ جو صاحب ان کی جگہ پر بیٹھے وہ تمام مسلمانوں سے اجازت لیتے۔ یہ سب تو کچھ نہ ہوا۔ اگر بیٹی کے حق زوجیت کی میراث میں دفن کیا گیا تو خود ابو بکر نے حدیث بیان کی تھی کہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کو وارث بناتے ہیں، نہ وراث ہوتے

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۰، ص ۴۳۶ نمبر ۳۳۹۸، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۳، ص ۱۲۵)

۲۔ تفسیر کبیر ج ۵، ص ۴۷۸ (ج ۲۱، ص ۸۷) السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۳۹۴ (ج ۳ ص ۳۶۵) تاریخ الخمیس ج ۲، ص ۲۶۴ (ج ۲، ص ۲۴۷) اخبار الدول مطبوع برحاشیہ الکامل ج ۱، ص ۲۰۰ (ج ۱، ص ۲۸۳) نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۹۸

ہیں۔ جو چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔ پھر عائشہ کا حق کہاں سے ثابت ہوا؟ اور پھر تمام ازواج کا حق مان لیا جائے تو عائشہ کا حق ایک بالشت سے زیادہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کا حق ۸/۱ کا ۹/۱ ہوا۔

کیا خلیفہ سے رسولؐ نے خود اس کی خبر دی تھی یا انہیں علم غیب تھا ہمیں تو ابوبکر کے حالات میں محسوسات کی غلطیاں بھی نظر آتی ہیں۔ علم غیب تو دور رہا، پھر یہ کہ اگر دفن کے وقت یہ واقعہ پیش آیا ہوتا تو تمام لوگوں کے سامنے پیش آتا پھر سب کی زبان پر ہوتا۔ ابن عساکر کے علاوہ کسی صحاح ومسانید میں یہ واقعہ نہیں ملتا۔

خود ابن عساکر نے سلسلہ روایت میں ابوطاہر، عبدالجلیل اور حبہ عرنی کا نام لیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ابوطاہر بہت بڑا جھوٹا ہے اس لئے یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی (۱)۔ ابوطاہر کو ابوذرعہ اور ابوحاتم نے بھی جھوٹا کہا ہے۔ (۲)

۸۔ جبرئیل کی خاکساری

شیخ یوسف فیشی لکھتے ہیں کہ جب خدمت رسولؐ میں ابوبکر آتے اور جبرئیل رسول خداؐ سے ہم کلام ہوتے تو فقط احترام ابوبکر میں جبرئیل کھڑے ہو جاتے۔ جبرئیل سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ ان کا حق استادی میرے اوپر روز آفرینش سے ہے۔ کیونکہ جب خدا نے فرشتوں کو سجدۂ آدمؑ کا حکم دیا تو میرے دل میں بھی وہی خیال آیا جو ابلیس نے کیا، لیکن وہ راندۂ درگاہ ہو گیا۔ جیسے ہی خدا نے سجدے کا حکم دیا میں نے اپنے سامنے ایک بڑا انچر دیکھا اس پر متعدد جگہ لکھا ہوا تھا ابوبکر اس نے مجھ سے کہا کہ سجدہ کرلو۔ میں ابوبکر کی ہیبت سے سجدہ ریز ہو گیا۔ (۳)

تبصرۂ امینیؒ:

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۵، ص ۷۵۷۔ ۷۵۶، مختصر ابن عساکر ج ۱۳، ص ۱۲۵) لسان المیزان ج ۳، ص ۳۹۱ (ج ۳، ص ۴۷۷ نمبر ۴۹۱۸)

۲۔ الجروح والتعدیل (ج ۸، ص ۱۶۱ نمبر ۷۱۵)

۳۔ عمدۃ التحقیق مطبوع بر حاشیہ روض الریاحین، ص ۱۱۱ (ص ۱۹۳)

اس فرشتے پر سر دھنئے جس کے نشانے سے جبرئیل بھی نہ بچے۔ وہ اولین روز ہی اپنی بے گناہی کے باوجود ردیف ابلیس بن گئے۔ خیریت ہوئی کہ ابوبکر آگئے۔

پتہ نہیں اس فرشتے کا فرشتوں کے متعلق کیسا عقیدہ ہے کہ جسے خداوند عالم امین وحی قرار دیتا ہے، اس میں نفاق پایا جاتا ہے۔ لغزش کے باوجود وہ وحی کی امانت سے سرفراز ہوتا ہے۔ گویا خداوند عالم دلوں کی حالت سے ناواقف ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ فرشتہ ابوبکر کی ہیبت سے خاک چاٹتا ہے لیکن اس کے دل میں خدا کی ذرا سی بھی ہیبت نہیں۔ بھلا اس سجدے کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

پھر یہ کہ ابوبکر نے کیسے جان لیا کہ جبرئیل کے دل میں کیا ہے؟ کیا وہ غیب جانتے تھے؟ کیا انہیں جبرئیل کے علاوہ کسی دوسرے نے وحی کی تھی؟ قارئین خود فیصلہ کریں۔

اور پھر سر پیٹنے کا مقام ہے کہ جامعہ ازہر کے علماء اس واہی روایت کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور مولود شریف میں بیان بھی کرتے ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ روایت فضیلت امیر المومنینؑ کے مقابل میں گڑھی گئی ہو۔ ایک روایت ہے کہ خدا نے جبرئیل سے پوچھا میں کون ہوں اور تو کون ہے؟ جبرئیل حیرت میں غرق تھے کہ نور علیؑ نے رہنمائی کی کہ کہہ دو! تو خدائے جلیل ہے اور میں تیرا بندہ جبرئیل ہوں۔ اس روایت کو شیخ صالح لمیمی اور عبدالباقی آفندی نے نظم بھی کیا ہے۔

ان دونوں روایتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ جبرئیل نے خدا کی نافرمانی کی، نہ کہیں علیؑ نے غیب کی خبر دی، نہ خدا کی ہیبت پر علیؑ کی ہیبت غالب آگئی۔

۹۔ کرامت ابوبکر کا ایک واقعہ

ابوالعباس بن عبدالواحد نے عمر بن زغبی نامی نیک مرد سے روایت کی ہے کہ میں مدینہ منورہ کا مجاور تھا۔ عاشور کے دن شیعہ حضرات رسولؐ کے چچا حضرت عباس کے روضے میں جمع ہوئے تھے۔ میں بھی وہاں گیا، دیکھا کہ لوگ جمع ہیں۔ میں روضہ پر کھڑا ہو گیا اور سوال کیا کہ محبت ابوبکر میں مجھے عنایت

کیجئے! یہ سن کر اس مجمع سے ایک بزرگ میرے پاس آئے اور کہا: یہیں بیٹھو! مجلس ختم ہو جائے گی تو تمہیں کچھ دوں گا۔ مجلس ختم ہوئی۔ تو وہ شخص باہر آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گیا۔ اور اپنے دو غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیر باندھ کر خوب پیٹو! پھر حکم دیا زبان کاٹ لو! غلاموں نے ایسا ہی کیا۔ پھر غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو کھول دو! اور مجھ سے کہا کہ جاؤ! اسی کے پاس جس کی محبت میں تم سوال کر رہے تھے کہ تمہاری زبان واپس کر دے۔ میں درد کی اذیت سے روتا ہوا باہر آیا اور رسولؐ کے حجرہ پاک میں خود کو گرا کر کہا: یا رسول اللہؐ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ محبت ابوبکر میں میری کیا گت بنی ہے۔ اب اگر آپ کے یہ صحابی برحق ہیں تو میری زبان واپس کر دیجئے! مجھے روتے ہوئے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ میری زبان پھر ٹھیک ہوگئی ہے۔ خواب سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ میری زبان میرے منہ میں ہے۔ میں شکر خدا بجالایا اور محبت ابوبکر دل میں بڑھ گئی۔

جب دوسرا سال آیا تو حسب معمول شیعہ حضرات جہاں جمع ہوتے تھے، بروز عاشورہ وہاں گیا، اور سوال کیا کہ محبت ابوبکر میں ایک دینار دیجئے۔ یہ سن کر ایک نوجوان مجمع سے باہر نکلا اور مجھ سے کہا کہ مجلس ختم ہونے تک یہیں بیٹھو! مجلس ختم ہوئی تو وہ جوان مجھے ڈھونڈھتا ہوا آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر سال گذشتہ والے گھر میں لے گیا۔ میرے سامنے کھانا لا کر حاضر کیا۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو جوان نے ایک کمرے کا دروازہ کھول کر رونا شروع کر دیا۔ میں آگے بڑھا کہ رونے کی وجہ معلوم کر سکوں۔ میں نے دیکھا کہ کمرے میں ایک بندر باندھا ہوا ہے، میں نے واقعہ پوچھا تو وہ اور بھی رونے لگا۔ میں نے اسے تسلی دی، جب رونا کم ہوا تو میں نے قسم دی کہ رونے کی وجہ بتایئے! کہنے لگا کہ قسم کھاؤ کہ مدینہ میں کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرو گے۔ میں نے قسم کھائی تو وہ بیان کرنے لگا کہ سال گذشتہ ہم لوگ اسی طرح عاشور کے دن مجلس میں شریک تھے کہ ایک شخص نے ہم سے محبت ابوبکر کا واسطہ دے کر سوال کیا۔ میرا باپ معزز ترین شیعہ تھا۔

اس نے اٹھ کر فقیر سے کہہ دیا کہ یہیں بیٹھو! مجلس ختم ہونے کے بعد کچھ دوں گا۔ پھر وہ اسی گھر میں لایا اور دو غلاموں سے اس کے ہاتھ پیر بندھوا کر خوب پٹائی کی اور اس کی زبان کاٹ کر نکال باہر کر دیا۔

ہمیں پتہ نہیں تعارات ہوئی تو ہم لوگ سو گئے۔ اچانک ہم نے اپنے باپ کی فریاد سنی، اٹھ کر گئے تو دیکھا کہ وہ مسخ ہو کر بندر بن گیا ہے۔ جلدی سے ہم نے اسے اس کمرے میں بند کر دیا اور لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ مر گیا ہے۔ دیکھ! وہ یہ ہے میرا باپ جس پر ہم صبح و شام گریہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ تمہارے باپ نے جس کی زبان کاٹی تھی، اسے دیکھو گے تو پہچان لو گے؟ جوان نے کہا: نہیں! میں نے کہا: وہ میں ہوں، بخدا! وہ میں ہوں، جس کی زبان تمہارے باپ نے کاٹی تھی۔ پھر اس نے تمام واقعہ بیان کیا۔ جوان نے شدت جذبات سے خود کو میرے اوپر ڈال دیا اور میرے سر اور ہاتھ کا بوسہ لینے لگا۔ پھر لباس کے ساتھ مجھے ایک دینار عطا کیا۔(۱)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

پتہ نہیں کن جذبات کے تحت یہ قصہ گڑھا گیا ہے؟؟؟ اس بے پر کے افسانے کو بیان کرتے ہوئے، احمقوں کو شرم بھی نہیں آتی۔ کیا کوئی سنجیدہ اور سمجھدار انسان اسے یقین کر سکتا ہے؟ حالانکہ افسانہ میں بڑی حد تک مہارت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ کیا کوئی عقلمند یقین کرے گا کہ ایک مشہور اور معزز شیعہ کے متعلق ایک بیٹا اعلان کرے کہ میرا باپ مر گیا ہے اور عزیز دوست اس کے متعلق پوچھ کچھ نہ کرتے، اس کی قبر کہاں ہے؟ کب چہلم کیا؟ کیا قصہ گڑھنے والوں کی طرح اس کے اعزہ بھی عقل کے اندھے ہوں گے؟

وہ بیٹا اپنے اعزہ سے تو ماجرا چھپا رہا ہے اور ایک اجنبی سے ساری بات کہہ سنائی۔ کیا یہ یقین کر لیا جائے کہ ایک شخص کی زبان کاٹ لی جائے اور وہ بغیر نالہ و فریاد کیے، بغیر محلے کوچے کے لوگوں سے شکایت کیے، جب وہ جائے، نہ عدالت میں جائے، نہ تھانے کو خبر کرے۔ جبکہ ہر سنی اس موقع کی تلاش میں رہتا ہے کہ شیعوں کے مظالم اور زیادتی کو طشت از بام کیا جائے۔ وہ شخص درد سے تڑپ رہا ہے اور حجرۂ رسولؐ میں فریاد کر رہا ہے اور کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ مرقد رسولؐ کے خدام بھی اس کی خبر گیری نہیں کرتے، نہ انہیں پتہ چلتا ہے۔ اس شخص نے اسی وقت کرامت ابوبکر کو طشت از بام کیوں نہ کیا...؟ زبان

۱۔ مصباح الظلام جردانی ص ۲۳ (ج ۲، ص ۵۷ حدیث ۳۶۲) نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۹۵

کیا ملی کہ زبان گنگ ہوگئی۔ اسے تو چلا چلا کر اسی وقت ابوبکر کی کرامت کی گہار مچانی چاہئے تھی۔ وہ سال بھر چپ رہا۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ گستاخ ایک سال بعد پھر قبیلہ عباس میں گیا اور بے خطر اس جوان کے ساتھ اس گھر میں چلا گیا۔ حیرت انگیز واقعات جھیلتا رہا۔ اس سے بھی واہی بات سنئے، عمدۃ التحقیق میں پاگل کی ہے۔ ابراہیم عبیدی لکھتے ہیں کہ شیخ علیا سے میں نے سنا کہ مرتے وقت رافضیوں کا چہرہ سور کی طرح مسخ ہو جاتا ہے اور یہ اس بات کی پہچان ہے کہ رافضی مرا ہے۔ جب شیعہ دیکھتے ہیں کہ اس کا چہرہ سور کی طرح مسخ ہوگیا ہے تو خوش ہوتے ہیں کہ شیعیت پر موت ہوئی ہے اور جب مسخ نہیں ہوتا تو غمگین ہوتے ہیں کہ سنی مرا ہے۔(۱)

ایک مہمل واقعہ بھی نقل کرتے ہیں کہ جب ابن منیر (مشہور غدیری شاعر) کی موت ہوئی تو حلب کے جوانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ جو شخص ابوبکر و عمر کو گالی دیتا ہے، خداوند عالم اس کی صورت قبر میں سور کی طرح کر دیتا ہے اور اس میں تو شک نہیں کہ ابن منیر ابوبکر و عمر کو گالیاں دیتا تھا۔ طئے پایا کہ ابن منیر کی قبر کھود کر دیکھیں۔ جب انہوں نے قبر کھودی تو دیکھا کہ چہرہ سور کی طرح ہوگیا ہے اور بجائے پچھم سے پورب کی طرف گھوم گیا ہے۔ ان لوگوں نے ابن منیر کی لاش قبر سے نکالی تاکہ لوگوں کو دکھایا جائے۔ لیکن پھر رائے بدل گئی اور طئے کیا گیا کہ لاش کو جلا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر لاش کو قبر میں ڈال کر سب واپس آگئے۔

یہ واقعہ علامہ حمر دانی نے مصباح الظلام (۲) میں لکھا ہے۔ کتاب ۱۳۰۱ھ لکھی گئی اور ۱۳۲۴ھ میں طبع ہوئی۔ جن لوگوں نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا، ان کے نام ہیں: پاک دامن عالم ''سید محمود انسی شافعی''، علامہ شیخ محمد جودہ، علامہ یگانہ شیخ محمد حمامعی، فاضل عاقل شیخ محمد عطیہ محمود، شاعر خردمند محمد آفندی۔ ناموں کو دیکھئے اور پھر واقعات ملاحظہ فرمایئے۔ ان عقل کے اندھوں کو شرم بھی نہیں آتی،

۱۔ عمدۃ التحقیق (ص ۲۲۷)

۲۔ مصباح الظلام (ج ۲، ص ۵۷ حدیث ۳۶۲)

گذرے لوگوں کے واقعات غلط سلط گڑھتے ہیں۔ کیا دنیا میں چاروں طرف شیعوں کی قبریں نہیں ہیں؟ کوئی شیعہ مرتے وقت سور کی شکل میں مسخ ہوا ہے؟ کیا صحابہ میں ابوذر، مقداد اور ابوطفیل شیعہ نہیں تھے؟ کیا ان کے متعلق بھی کوئی سنی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ سور کی شکل میں مسخ ہوئے ہوں گے۔

ان ذلیل کتوں نے تو تمام شرافتوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

۱۰۔ ابوبکر واقف کار بوڑھے اور رسولؐ اجنبی جوان

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول خداﷺ نے جب مدینہ کی جانب ہجرت کی تو ابوبکر واقف کار بوڑھے تھے اور رسولؐ اجنبی جوان تھے۔ چنانچہ لوگ ابوبکر سے ملتے اور پوچھتے کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ وہ جواب دیتے کہ یہ راستہ دکھانے والے ہیں۔ اس طرح دوسرے سمجھتے تھے کہ یہ راستے کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ حالانکہ ابوبکر کا مقصد تھا کہ خیر و صلاح کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر ہم رکاب رسولؐ تھے اور وہ راہ سے واقف تھے۔ جب ان کی جان پہچان والے ملتے اور پوچھتے کہ اے ابوبکر! یہ تمہارے ساتھ کون جوان ہے؟ احمد کے الفاظ ہیں کہ لوگ پوچھتے تھے یہ جوان کون ہے تو جواب دیتے کہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں۔ ایک روایت ہے کہ یہ کون ہے، جس کی تم بہت عزت کر رہے ہو؟ تو جواب دیتے کہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں اور مجھ سے زیادہ واقف راہ ہیں۔

ایک روایت ہے کہ رسول خداؐ ناقہ پر ابوبکر کے پیچھے بیٹھے تھے۔ ابن عبدالبر کے الفاظ ہیں کہ جب سواری کے لئے ناقہ لایا گیا تو ابوبکر نے رسولؐ سے پوچھا: آپ سوار ہوں اور میں آپ کے پیچھے بیٹھوں؟ رسول خداؐ نے فرمایا: نہیں، تم بیٹھو میں تمہارے پیچھے بیٹھوں گا کیونکہ سواری کا مالک زیادہ حقدار ہوتا ہے کہ آگے بیٹھے۔ جب راستہ میں ان سے پوچھا جاتا کہ یہ تمہارے پیچھے کون بیٹھا ہے؟ تو جواب دیتے کہ یہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب مدینہ میں داخل ہوئے اور مسلمانوں کے درمیان پہونچے تو

ابوبکر لوگوں کے درمیان کھڑے ہوگئے اور رسول خداؐ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوبکر بوڑھے تھے اور رسولؐ جوان۔ انصاریوں میں جو لوگ رسول خداؐ کو پہچانتے نہیں تھے، وہ ابوبکر کے پاس آتے تھے اور ابو بکر ہی لوگوں سے رسول خدا کا تعارف کراتے تھے۔ جب سورج بلند ہوا تو ابوبکر نے آکر آپ پر ردا کا سایہ کیا۔ تب لوگوں نے رسول خداؐ کو پہچانا۔ (۱)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

زمانے نے کس قدر رسولؐ کو گرا دیا ہے کہ انہیں غیر معروف جوان کہا جا رہا ہے۔ گویا وہ بچہ ہیں، جنہیں ایک بوڑھا اپنے سایہ عاطفت میں آواز بلند کر رہا ہے اور راہ دکھا رہا ہے۔ کبھی اپنے ردیف میں بٹھاتا ہے اور کبھی آگے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے قبیلوں میں دعوت اسلام پیش ہی نہیں کی تھی۔

خصوصاً مدینہ کے انصار میں اوس وخزرج کے معروف قبیلے تو عقبہ کی بیعت اولیٰ اور بیعت ثانیہ میں ستر سے زیادہ عورت اور مرد نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ کیا رسولؐ نے ہجرت سے قبل صحابہ کو مدینہ بھیج نہیں دیا تھا۔ وہاں ساٹھ افراد پہلے ہی پہونچ گئے تھے۔ مدینہ میں رسولؐ کے خلیرے بھائی بنی نجار بھی تھے۔ مدینہ تو رسولؐ کی عسکری قوت بن چکا تھا۔ جو پہلے سے رسول کا انتظار کر رہے تھے۔ استقبال کے لئے روزانہ شہر سے باہر آتے۔ آپ تشریف لائے تو عرفان انگیز نغموں سے استقبال کیا گیا: طلع البدر علینا پھر یہ کہ ابوبکر سوال کے جواب میں یہ کیوں کہتے تھے کہ یہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں؟ کیا مدینہ میں خوف کا ماحول تھا کہ وہاں تقیہ کی ضرورت پڑ گئی؟ کیا وہاں رسولؐ کے حامی نہیں تھے؟ کیا وہاں ان کا بول بالا نہیں تھا؟ پھر تقیہ کیسا؟ کیا یہ روایت مرسل طور سے نہیں کی گئی ہے کہ سب سے پہلے سات آدمیوں نے

۱۔ صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی ج۶، ص۵۳ (ج۳، ص۱۴۲۱ حدیث ۳۶۹۴) سیرہ ابن ہشام ج۲، ص۱۰۹ (ج۲، ص۱۳۷) طبقات ابن سعد ج۱، ص۲۲۲ (ج۱، ص۲۳۵) مسند احمد ج۳، ص۲۸۷ (ج۴، ص۲۰۵ حدیث ۱۳۶۴۹) معارف ابن قتیبہ، ص ۷۵ (ص۱۷۲) ریاض النضرۃ ج۱، ص۷۸، ۷۹، ۷۰ (ج۱، ص۱۰۵۔۱۰۳) المواہب اللدنیۃ ج۱، ص۸۶ (ج۱، ص۳۰۶) السیرۃ الحلبیۃ ج۲، ص۴۶، ۶۱ (ج۲، ص۴۲۔۴۱، ۵۴)

اسلام کا اظہار کیا۔ رسول خداؐ...ابو بکر.(۱)..ابو بکر کب کے بوڑھے اور رسول خداؐ کب کے جوان ہو گئے؟ رسول خداؐ تو ابو بکر سے عمر میں ڈھائی سال بڑے تھے۔(۲) اس گتھی کو شارح بخاری نے حل کیا کہ ابو بکر داڑھی کی وجہ سے کچھ زیادہ بوڑھے لگتے تھے اور رسولؐ جوان معلوم پڑتے تھے۔ اسے دور کی کوڑی لانا ہی کہا جائے گا ورنہ پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ جس کی عمر پچاس سے اوپر ہو اس کے متعلق پوچھا جائے: یہ نوجوان کون ہے؟ اس تاویل کے خلاف ابن عباس کی روایت ہے کہ ابو بکر نے رسول خداؐ سے کہا: آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: شیبتنی ھود و اخواتھا ''مجھے سورۂ ہود اور ان جیسے سوروں نے بوڑھا بنا دیا ہے''۔(۳) بوڑھے اور اجنبی کی ایک تاویل یہ کی گئی ہے کہ ابو بکر اکثر شام کی تجارت کے لئے مدینہ سے جاتے اس لئے وہاں جانے پہچانے تھے۔ کیا رسول خداؐ نے شام میں تجارت نہیں کی۔ وہ تو زیادہ امین مشہور تھے۔ قدس صفات پہلے ہی سے سمجھے جاتے تھے۔ برخلاف اس کے ابو بکر اسی شہرت سے عاری تھے۔

اہل مدینہ کی دو بیعت

رسول اسلامؐ حج کے موقع پر قبائل کو دعوت اسلام دیتے۔ بنی کندہ، بنی کلب، بنی حنیفہ، بنی عامر وغیرہ کو دعوت دی تو کچھ لوگ مسلمان ہوئے۔ مدینہ کے قبیلہ خزرج سے اسعد بن زرارہ اور عوف بن حرث، رافع بن مالک، جابر بن عبد اللہ، عقبہ بن عامر اور قطبہ بن عامر مسلمان ہوئے اور واپس جا کر اسلام کا چرچا کیا، تمام انصار کے گھروں میں اسلام کا تذکرہ ہونے لگا۔ دوسرے سال حج میں بارہ آدمیوں نے عقبہ میں پہلی بیعت کی، وہ تھے: اسعد، عوف، رافع، معاذ، ذکوان، عبادہ، یزید، عباس، عقبہ،

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۳، ص ۵۸ (ج ۳، ص ۳۸) تاریخ ابن عساکر ج ۶، ص ۲۲۸ (ج ۲۳، ص ۲۲۱ نمبر ۲۹۰۵، مختصر ابن عساکر ج ۱۱، ص ۱۱۳)

۲۔ المعارف، ص ۷۵ (ص ۱۷۲)

۳۔ ترمذی (ج ۵، ص ۳۷۵ حدیث ۳۲۹۷) نوادر الاصول (ج ۲، ص ۱۲۸ (ص ۱۸۶) مسند ابو یعلی (ج ۱، ص ۱۰۲ حدیث ۱۰۷، ۱۰۸، ج ۲ ص ۱۸۴ حدیث ۸۸۰) معجم الکبیر طبرانی (ج ۶، ص ۱۴۸ حدیث ۵۸۰۴، ج ۱۰ ص ۱۰۲ حدیث ۱۰۰۹۱) المستدرک علی الصحیحین ج ۲، ص ۳۴۳ (ج ۲، ص ۳۷۴ حدیث ۳۳۱۴) تفسیر قرطبی ج ۷، ص ۱ (ج ۹، ص ۳) اللمع ابو نصر ص ۲۸۰ (ص ۳۵۲) تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۴۳۵ تفسیر خازن ج ۲، ص ۳۳۵ (ج ۲، ص ۳۱۹

قطبہ، ابوالہیثم، عویم۔ رسول خداؐ نے ان کی تبلیغ کے لئے مصعب بن عمیر کو بھیجا۔

دوسرے سال موسم حج میں عبداللہ بن عمرو بن حرام کے ساتھ عقبہ میں ستر آدمیوں نے بیعت کی۔ (علامہ امینی نے سب کے نام بھی لکھے ہیں)۔

واقعہ ہجرت

جب قریش نے مکہ میں سرکشی کی تو خدا نے جنگ کا حکم دیا۔ اس صورت حال میں رسول خداﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا تا کہ وہ اپنے انصاری بھائیوں سے مل جائیں۔ اس طرح مدینہ کے ہر گھر میں مہاجرین بس گئے۔ (مہاجرین کے ۵۴/افراد کے نام علامہ امینیؒ نے لکھے ہیں)۔

ان لوگوں کے مدینہ پہونچنے کے بعد رسول خداؐ خود بھی حکم ہجرت کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں کے میں جو مسلمان رہ گئے تھے، وہ قید و بند کی اذیتیں برداشت کر رہے تھے، صرف ابوبکر اور علیؑ اس مصیبت سے بچے تھے۔ جب خدا نے رسولؐ کو ہجرت کا حکم دیا تو آپ نے علیؑ کو رہنے کا حکم دیا تا کہ سب کی امانتیں واپس کریں اور آپ ابوبکر کو لے کر غار ثور کی طرف نکل پڑے۔ وہاں سے پھر مختلف مقامات کو طئے کرتے قبا پہونچے، وہاں ہتھیار بند انصار کے پانچ سو افراد نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کو ابوبکر کے ساتھ ایک کھجور کے سائے میں بیٹھاتے ہوئے کہا: یہاں آپ حضرات اطمینان سے آرام فرمایئے۔ وہاں آپ نے چودہ دن قیام کیا۔ عبدالرحمٰن بن عویم کا بیان ہے کہ جب ہمیں آمد رسولؐ کی خبر ہوئی تو روزانہ ہم لوگ انتظار میں شہر کے باہر جاتے اور شام کو واپس آجاتے۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو نماز جمعہ پڑھائی، مختلف لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے یہاں قیام کریں، ہم عددی اور طاقت کی برتری رکھتے ہیں، آپ نے کہا کہ ہمارا ناقہ مامور ہے، جہاں رکے گا وہیں قیام کروں گا۔

۱۱۔ ابوبکر، عمر میں رسولؐ سے بڑے تھے

یزید بن اصم کا بیان ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر سے پوچھا: میں بڑا ہوں یا تم؟ جواب دیا: میں نہیں

بلکہ آپ بڑے ہیں، زیادہ شریف اور بہتر ہیں۔ میں تو آپ سے عمر میں زیادہ ہوں۔(۱)

اس جھوٹ کو کیا کہا جائے؟ یزید نے تو رسول خداؐ کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ اس کی پیدائش بعد نبیؐ کی ہے۔ پھر ابوبکر زیادہ مسن کہاں سے ہو گئے؟ رسول خداؐ عام الفیل میں پیدا ہوئے اور ابوبکر تین سال بعد پیدا ہوئے۔ سعید بن مسیبؔ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے خلافت مکمل کر کے رسول خداؐ کی عمر ترسٹھ سال پائی۔

معارف ابن قتیبہ (۲) میں ہے کہ ابوبکر کی ترسٹھ سال عمر پر سب کا اتفاق ہے۔ اس طرح رسول خداؐ، ابوبکر سے مسن تھے۔ ایسا ہی صحیح ترمذی میں بھی ہے۔(۳)

چونکہ سقیفہ ہی میں ان کو زیادہ مسن دکھایا گیا تھا، اس لئے عقیدت میں رسولؐ سے بڑا سن کر دیا گیا۔

۱۲۔ اسلام ابوبکر قبل ولادت علیؑ

شبابہ نے فرات بن سائب سے روایت کی ہے کہ میں نے مہران بن میمون سے پوچھا: ابوبکر صدیق پہلے ایمان لائے یا علی بن ابی طالبؑ؟ انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ابوبکر اس وقت ایمان لائے جب بحیرا راہب سے بشارت نبوت کی خبر پائی تھی۔ پھر خدیجہ سے رسولؐ نے نکاح کیا اور یہ سب کچھ ولادت علیؑ سے قبل ہوا تھا۔

ربیعہ بن کعب (۴) کہتے ہیں کہ ابوبکر کا اسلام آسمانی وحی کے مشابہ تھا۔ جب وہ تجارت کی غرض سے شام گئے اور بحیرا راہب سے اپنے خواب کی تعبیر میں بشارت نبوت سنی۔ راہب نے پوچھا: تمہارا

۱۔ الاستیعاب ج۲، ص۲۲۶، ریاض النضرۃ ج۱، ص۱۲۷ (ج۱، ص۱۶۰) تاریخ الخلفاء ص۷۲ (ص۹۹) تاریخ ابن عساکر (ج۳۰، ص۲۵ نمبر ۳۳۹۸)

۲۔ المعارف ابن قتیبہ، ص۷۵ (ص۱۷۲)

۳۔ سنن ترمذی ج۲، ص۲۸۸ (ج۵، ص۵۶۴ حدیث ۳۶۵۰، ۳۶۵۱)؛ سیرہ ابن ہشام ج۱، ص۲۰۵ تاریخ طبری ج۲، ص۱۲۵، ج۴، ص۴۷ (ج۲، ص۱۵۵، ج۳، ص۲۱۶ حوادث ۱۳ھ)؛ استیعاب ج۱، ص۳۳۵ (القسم الثالث، ص۹۷۷ نمبر ۱۶۳۳)

۴۔ الخصائص الکبری (ج۱، ص۵۰)

وطن کہاں ہے؟ کہا مکہ کا قریشی ہوں اور ایک تاجر ہوں۔ تو بحیرا نے کہا: بہت جلد ایک نبیؐ مبعوث ہوگا، جس کے تم وزیر ہوگے اور بعد میں جانشین۔ ابوبکر یہ بات دل میں چھپائے رہے، جب رسولؐ مبعوث ہوئے تو ابوبکر نے آپ سے دلیل نبوت پوچھی۔ رسولؐ نے فرمایا: میری نبوت کی دلیل تیرا شام والا خواب ہے۔ اس وقت ماتھا چوم کر ایمان لائے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ ابوبکر سابق الاسلام ہیں جبکہ وہ پندرہ یا بیس سال کے تھے۔(۱)

تبصرہ امینیؒ:

سب سے پہلے تو راویوں کی صداقت جانچئے، سابہ بے پر کی ہانکتا تھا۔ اس کا شیخ ابوعلی دشمن علیؑ تھا۔ جسے ایک شخص کی بددعا لگی تھی اور وہ فالج کا شکار رہا۔(۲) فرات بن سائب بخاری کے نزدیک منکر الحدیث اور بہت بڑا جھوٹا تھا، حدیثیں گڑھتا تھا۔(۳) میمون بن مہران کا جھوٹا ہونا کئی جگہ بیان ہو چکا ہے، وہ پکا دشمن اہل بیتؑ تھا۔(۴)

پھر یہ کہ میمون نے دو باتیں کہیں ہیں۔ ابوبکر بحیرا کے زمانے میں اسلام لائے اور خدیجہ و رسولؐ کے ازدواج کے زمانے میں شام کی آمد و رفت تو خدیجہ کے یہاں ابوبکر کی ملازمت کا کہیں تذکرہ نہیں اور بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ رسول خداؐ کی شادی کی بات محمدؐ سے ایک بائیس سالہ جوان کرے۔ یہ بات تو عباس، حمزہ یا ابوطالب کو کرنا چاہئے۔ ابوطالب تو محمد (ص) کو بہت پیار کرتے اور پرورش کر رہے تھے۔ تاریخوں میں تو ہے کہ خدیجہ نے خود لوگوں سے رسول خداؐ کی حالت معلوم کرائی تھی۔

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱، ص۵۱، ۵۴ (ج۱، ص۴۷) اسد الغابۃ ج۱، ص۱۶۸ (ج۳، ص۳۱۰ نمبر ۳۰۶۴) البدایۃ والنھایۃ ج۹، ص۳۱۹ (ج۹ ۳۴۸ حوادث ۱۳ھ) الصواعق المحرقہ، ص۴۵ (ص۷۶) تاریخ الخلفاء، ص۲۴ (ص۳۲) الخصائص الکبری ج۱، ص۲۹، (ج۱، ص۵۰) نزھۃ المجالس ج۲، ص۱۸۲،

۲۔ میزان الاعتدال ج۱، ص۴۴۰، تھذیب التھذیب ج۴، ص۳۰۲ (ج۴، ص۲۶۴)

۳۔ التاریخ (ج۴، ص۱۴۴ نمبر ۵۰۸۰) الضعفاء والمتروکون (۳۲۵ نمبر ۴۳۳) الجرح والتعدیل (ج۷، ص۸۰ نمبر ۴۵۵) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۶، ص۲۲ نمبر ۱۵۷۰) میزان الاعتدال ج۲، ص۳۲۵ (ج۳، ص۳۴۱ نمبر ۶۶۸۹) لسان المیزان ج۴ ص۴۳۰ (ج۴، ص۵۰۳ نمبر ۶۵۲۲)

۴۔ تھذیب التھذیب ج۱۰، ص۳۹۱ (ج۱۰، ص۳۴۹)

پھر بات طے ہوئی تو رسولؐ کے چچا حمزہؓ و ابو طالبؑ نے جا کر خدیجہ کے چچا عمر بن اسد سے نکاح کی رسم ادا کی۔ خطبۂ نکاح ابو طالبؑ نے پڑھا(۱) اور اسلام ابو بکر قبل ولادت علیؑ کی روایت بھی عبد الغنی کی ہے جو بقول ذہبی ضعیف اور متروک الحدیث تھا۔ (۲) اس کے علاوہ روایت کا متن بھی دوسری تاریخوں کی روشنی میں دھاندلی اور غلط بیانی کا پلندہ ہے۔

۱۳۔ ابو بکر سب سے زیادہ عمر کے صحابی

ابن سعد (۳) اور بزار نے حسن سند کے ساتھ انس سے روایت کی ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سب سے زیادہ سن رسیدہ ابو بکر اور سہیل بن عمرو تھے۔ (۴)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

مجھے یقین ہے کہ نفسیاتی باتوں کے متعلق غلو اور بیہودگی ہانکنے سے پتہ نہیں چلتا، لیکن محسوس اور شہودی باتوں میں بیہودگی بہت جلد واضح ہو جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ میں ابو بکر سے

۱۔ طبقات ابن سعد ج۱، ص۱۱۳ (ج۱، ص۱۳۱) تاریخ طبری ج۲، ص۱۲۷ (ج۲، ص۲۸۱) اعلام ماوردی ص۱۱۴ (ص۱۸۰) صفۃ الصفوۃ ج۱، ص۲۵ (ج۱، ص۷۴۔۷۳ نمبر۱) تاریخ کامل ج۲، ص۱۵ (ج۱، ص۴۷۱) البدایۃ والنھایۃ ج۲، ص۲۹۴ (ج۲، ص۳۵۸) تاریخ الخمیس ج۱، ص۲۹۹ (ج۱، ص۲۶۳) عیون الاثر ج۱ ص۴۹ (ج۱، ص۷۱) اسد الغابۃ ج۵، ص۴۳۵ (ج۷، ص۸۰ نمبر ۶۸۶۷) الروض الانف ج۱، ص۱۲۲ (ج۲، ص ۲۳۸) تاریخ ابن خلدون ج۲، ص۱۷۲ (ج۲، ص ۴۰۹) المواھب اللدنیۃ ج۱ ص۵۰ (ج۱، ص۱۹۲) السیرۃ الحلبیۃ ج۱، ص۱۴۹، ۱۵۰ (ج۱، ص۱۳۹۔۱۳۷) شرح المواھب زرقانی ج۱، ص۲۰۰ السیرۃ النبویۃ زینی دحلان مطبوع بر حاشیہ سیرۂ حلبیہؒ ج۱، ص۱۱۴ (ج۱، ص۵۵)۔

۲۔ میزان الاعتدال ج۲، ص۲۴۳ (ج۲، ص۶۴۲ نمبر ۵۰۵۱)؛ لسان المیزان ج۴، ص۴۵ (ج۴، ص۵۳ نمبر ۵۲۴) الاصابۃ ج۱، ص۱۷۷، الخصائص الکبریٰ ج۱، ص۸۶ (ج۱، ص۱۴۵) المواھب اللدنیہ ج۱، ص۵۰ (ج۱، ص۱۸۹) السیرۃ الحلبیۃ ج۱، ص۱۳۰ (ج۱، ص۱۲۱)

۳۔ طبقات ابن سعد (ج۳، ص۲۰۲)

۴۔ الاستیعاب ج۱، ص۵۷۶ (القسم الثانی، ص ۶۶۸ نمبر ۱۱۰۰) اسد الغابۃ ج۲، ص۲۷۰ (ج۲، ص۴۷۸ نمبر ۲۳۱۵) مجمع الزوائد ج۹، ص۶۰، الاصابۃ ج۲، ص۸۵، تاریخ الخلفاء، ص۷۳ (ص۱۰۰)

زیادہ سن کے افراد بھرے پڑے ہیں۔ اماناۃ بن قیس، امد بن ابد حضرمی، انس بن مدرک، اوس بن حارثہ، ثور بن ثلدہ، جعد بن قیس، حسان بن ثابت، حکیم بن حرام، حمزہ بن عبدالمطلب، سعید بن یربوع، سلمان فارسی، ابوسفیان، عباس بن عبدالمطلب، عدی بن حاتم، سعید بن ربیعہ، نابغہ جعدی کے علاوہ چالیس لوگوں کے نام علامہ امینیؒ نے لکھے ہیں۔ پھر یہ کہ زیادہ عمر والا ہونا، کون سی فضیلت ہے؟ اگر اخلاق سے آراستہ نہ ہو۔ علیؑ تو اظہار اسلام کے بعد سات سال تک اکیلے نماز پڑھتے رہے۔ یہ عمر کی فضیلت صرف سقیفہ کے جھروکے سے نکالی گئی ہے۔

۱۴۔ ابوبکر ترازو کے پلڑے میں

تاریخ خطیب (۱) میں ہے کہ عبداللہ بن احمد، مطرح بن یزید، عبیداللہ بن زحر، علی بن زید، قاسم بن عبدالرحمٰن نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو ایک آواز سنی، پوچھا کون ہے تو جواب ملا: یہ بلال ہیں۔ پھر جنت میں زیادہ تر لوگوں کو میں نے مہاجرین اور مسلمانوں کے مغلوب الحال لوگوں کو دیکھا، مالدار لوگ بہت کم تھے۔ پھر میں ایک جنت کے دروازے میں داخل ہوا تو ایک ترازو لائی گئی، مجھے ایک پلڑے میں اور ساری امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ میرا پلڑا بھاری رہا، پھر ساری امت کے ساتھ ابوبکر کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ ابوبکر کا پلڑا بھاری رہا، پھر عمر کا پلڑا بھی بھاری رہا اور ترازو آسمان پر اٹھالی گئی۔ (۲) اس کے راویوں میں مطرح بن یزید ضعیف (۳) اور حدیث کے لئے آفت تھا۔ عبیداللہ بن زحر (۴) کو سبھی نے ضعیف کہا ہے۔ علی بن

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۷۸ ۲۔ نوادر الاصول، ص ۲۸۸ (ج ۲، ص ۱۵۳، اصل ۲۳۹)

۳۔ التاریخ ج ۲، ص ۵۶۹ نمبر ۲۲۰۹) الجروح والتعدیل (ج ۸، ص ۴۰۹ نمبر ۱۸۷۰) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۲۲۷ نمبر ۵۹۴) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶، ص ۴۴۹ نمبر ۱۹۳۰) میزان الاعتدال ج ۳، ص ۱۷۴ (ج ۴، ص ۱۲۳ نمبر ۸۵۸) تھذیب التھذیب ج ۱۰، ص ۱۷۰ (ج ۱۰، ص ۱۵۵)

۴۔ میزان الاعتدال (ج ۳، ص ۶ نمبر ۵۳۵۹) الجرح والتعدیل (ج ۵، ص ۳۵۱ نمبر ۱۴۹۹) التاریخ (ج ۴، ص ۴۲۶ نمبر ۵۱۰۷) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۴، ص ۳۲۵ نمبر ۱۱۵۷) کتاب المجروحین (ج ۲، ص ۶۲) تھذیب التھذیب ج ۷، ص ۱۳ (ج ۷، ص ۱۲)

زید ضعیف (۱)، منکر الحدیث اور غیر معتبر تھا۔ قاسم بن عبدالرحمٰن (۲) مہمل اور منکر الحدیث تھا، بے پر کی اڑاتا تھا۔ یہ تو راویوں کی حالت تھی پھر یہ کہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

۱۵۔ سورج کا توسل ابوبکر سے

رسول خداؐ نے فرمایا: شب معراج میرے سامنے تمام چیزیں پیش کی گئیں۔ سورج بھی پیش کیا گیا تو میں نے پوچھا: تیرے گہن کی وجہ کیا ہے؟ بقدرت خدا وہ گویا ہوا کہ خدا نے مجھے آسمان کا چکر لگانے پر معین کیا ہے، جہاں چاہتا ہے، مجھے گھماتا ہے، کبھی کبھی میں اپنے اوپر متکبرانہ نگاہ بھی ڈالتا ہوں، اس وقت مجھے ایک عجلہ (گھمانے والا) سرنگوں کرتا ہے، میں اس وقت دو شخصوں کو دیکھتا ہوں۔ ایک کہتا ہے: احد احد اور دوسرا کہتا ہے: صدق صدق۔ میں ان دونوں کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کرتا ہوں کہ گہن سے نجات دے! میں پوچھتا ہوں کہ خدا یہ دونوں کون ہیں؟

جواب ملتا ہے: "احد احد" میرا حبیب محمد (ص) کہتا ہے اور "صدق صدق" ابوبکر صدیق کہتا ہے۔ (۳)

یہ مسئلہ علمائے ہیئت کے حوالے کرتا ہوں، وہی فیصلہ کریں۔ اب تک تو معلوم ہوا کہ تکبر کی وجہ سے گہن لگتا ہے، ممکن ہے چاند گہن کی بھی تحقیق ہو جائے تو نزہہ کے بعد دوسری نزہہ لکھی جائے۔ سورج گہن صرف امت محمدؐ ہی سے تو مخصوص نہیں، ابوبکر سے قبل اور بعد سورج گہن کیوں ہوتا تھا؟ مان لیا کہ سورج کی روحانی زندگی ہے تو کیا یہ زندگی اختیاری ہے کہ وہ تکبر کا شکار بھی ہو جاتا ہے کہ گناہ کی سزا ملتی ہے؟ کیا وہ توبہ بھی کرتا ہے؟ اس طرح اس نے نہ جانے کتنے گناہ کر ڈالے ہیں؟

۱۔ الجرح والتعدیل ج ۶، ص ۲۰۸ نمبر ۱۱۴۲) التاریخ الکبیر (مجلد ۶، ص ج ۳، ص ۴۰۱ نمبر ۲۴۷۰) کتاب الضعفاء والمتروکین (۱۸۰ نمبر ۴۵۵) الضعفاء والمتروکون (ص ۳۱۲ نمبر ۲۰۸) میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۴۰ (ج ۳، ص ۱۶۱ نمبر ۵۹۶۶) تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۱۳، ۳۶۹ (ج ۱۲۷، ص ۳۴۶)

۲۔ کتاب المجروحین (ج ۲، ص ۲۱۱) العلل ومعرفۃ الرجال (ج ۱، ص ۵۶۵ نمبر ۱۳۵۳) میزان الاعتدال ج ۲، ص ۳۴ (ج ۳، ص ۳۷۳ نمبر ۶۸۱۷) تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۳۲۳ (ج ۸، ص ۲۸۹) مجمع الزوائد ج ۹، ص ۵۹۔

۳۔ نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۸۴۔

۱۶۔ جنات کتیا کی ڈیوٹی

انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم خدمت رسولؐ میں بیٹھے تھے، اتنے میں ایک صحابی آیا جس کی پنڈلی سے خون بہہ رہا تھا۔ پوچھا: یہ کیسے ہوا؟ جواب دیا کہ فلاں راستے سے آ رہا تھا کہ فلاں منافق کی کتیا نے کاٹ کھایا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: بیٹھو۔ تھوڑی دیر بعد ایک دوسرا شخص آیا جس کی پنڈلی سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ آنحضرت نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے بھی وہی بات کہی جو پہلے شخص نے کہی تھی۔ رسول خداؐ یہ سن کر فرمانے لگے: چلو اس کتیا کو مار ڈالیں۔ سبھی لوگ اٹھ کر چلے سب نے تلوار بھی نکال لی۔ جب اس کے پاس پہونچے اور تلواروں سے حملہ کرنا چاہا، وہ کتیا تیز طرار انداز میں رسولؐ سے کہنے لگی: مجھے نہ ماریئے! میں خدا اور رسولؐ پر ایمان رکھتی ہوں۔ رسولؐ نے پوچھا: تو نے صحابہ کو کیوں کاٹا؟ جواب دیا: یا رسول اللہؐ! میں جنات کتیا ہوں۔ میری ڈیوٹی ہے کہ جو بھی ابوبکر و عمر کو گالی دے، اسے کاٹ کھاؤں۔ رسول خداؐ نے ان لوگوں سے پوچھا: سن رہے ہو! یہ کتیا کیا کہہ رہی ہے؟ ان لوگوں نے کہا: جی ہاں! اب ہم بارگاہ خدا میں توبہ کرتے ہیں۔(۱)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

واقعی یہ کتیا میدان نبرد کی دلاور ترین ہے کہ خود رسولؐ اس کے جنگ کے لئے نکلے ہیں۔ اصحاب تلواریں کھینچے ہوئے ہیں۔ یہ کتیا ہے یا شیر؟! یا ڈراونی فوج ہے؟ جس سے اعلان جنگ لیا جا رہا ہے۔ یہ دونوں اصحاب جنہیں کتیا نے کاٹ کھایا بزدل ہوں گے ورنہ بہادر تو شیروں سے بھی نہیں ڈرتے۔ یہ کتیا کہاں غائب ہوگئی۔ اب کہیں ایسا کوئی واقعہ سننے میں نہیں آتا۔ پھر یہ کہ صحابہ نے اس کی تیز طراز زبان سنی اسے تو زیادہ لوگوں کی زبان سے نقل ہونا چاہئے تھا۔ صحاح و مسانید میں نقل ہوتا یا معجزات رسولؐ کے باب میں بیان ہوتا۔ عبیدی کو ایک انس ہی سوجھے تھے، غلط بیانی تھوپنے کے لئے؟ کیا ایسی بھی گزاف گوئی ہوتی ہے، فضائل کی؟ شاید ہوتی ہو۔

ہاں رسولؐ اور اولاد رسولؐ کی بد دعاؤں سے خدا نے کتوں کو کافروں اور منافقوں پر مسلط فرمایا

۱۔ عمدۃ التحقیق مالکی، ص ۱۰۵ (ص ۱۸۲)

ہے۔(۱) لہب بن ابی لہب پر کتا مسلط ہوا۔ صادق آل محمدؑ کی بددعا سے اس ناصبی شاعر پر کتا مسلط ہوا، جس نے یہ اشعار کہے تھے:(۲)

صلبنا لکم زیدا علی جذع نخلة　　و لم ار مهد یا علی الجذع یصلب

و قستم بعثمان علیا سفاهة　　و عثمان خیر من علی و اطیب

۱۷۔ دوستوں کو تحفۂ ابوبکر

عکرمہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں رسول خداؐ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہاں تیسرا خدا کے سوا کوئی نہ تھا۔ فرمایا: یا علیؑ! تمہیں بتاؤں کہ اہل جنت کے بوڑھوں کا سردار کون ہے؟ اور خدا کے نزدیک کس کی عظیم قدر و منزلت ہے؟ میں نے کہا: ہاں، اے رسولؐ! آپ کی جان کی قسم! فرمایا: یہ دونوں آنے والے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو عمر و ابوبکر آ رہے تھے۔ پھر میں نے رسولؐ کو دیکھا تو وہ مسکرا رہے تھے۔ پھر آپ کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔ ان دونوں نے آتے ہی رسول خداؐ سے پوچھا: کیا سبب تھا کہ ہم جب؟ کی سرائے سے آ رہے تھے تو آپ نے تبسم فرمایا؟ پھر پیشانی پر شکن پڑ گئی؟ فرمایا: وہاں ابلیس نے تمہارے چہرے دیکھے پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے دعا کی: خدایا! میں ان دونوں کے توسل سے دعا کرتا ہوں کہ ان دونوں کے دشمنوں پر عذاب کرنا! ابوبکر نے پوچھا: ہم سے کون نفرت کرے گا جبکہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کے فرمان کی تصدیق کی ہے؟ فرمایا: آخر زمانے میں ایک قوم ہوگی، رافضیوں کی۔ وہ حق سے پھر جائیں گے اور قرآن کی غلط تاویل کریں گے۔ خدا نے انہیں کے لئے کہا ہے:

﴿یحرفون الکلم عن مواضعه......﴾(۳)

۱۔ الخصائص الکبریٰ ج۱، ص۱۴۷ (ج۱، ص۲۴۴) دلائل النبوۃ بیہقی (ج۲، ص۳۳۸) النھایۃ ابن اثیر ج۳، ص۲۱ (ج۳، ص۹۱

۲۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۱، ص۳۱۰ (ج۱، ص۲۹۱)

۳۔ نساء/۴۶؛ مائدہ/۱۳

کلمات کو معانی سے بدل کر دوسرے مفہوم میں استعمال کرتے ہیں۔

پوچھا: خدا انہیں کیا سزا دے گا؟ فرمایا: اے ابوبکر! یہی کافی ہے کہ ابلیس عذاب خداوندی سے نجات کی طلب کرتا ہے۔ ابوبکر نے پوچھا: یہ تو دشمنوں کی سزا تھی، ہمارے دوستوں کو کیا جزا ملے گی؟ فرمایا: تم دونوں اپنے اعمال کا ہدیہ انہیں دے دو! دونوں نے کہا: خدا اور رسولؐ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اپنے عمل کا چوتھائی ثواب عطا کرتا ہوں۔ رسولؐ نے فرمایا: تو پھر تحریر بھی لکھ دو! حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ ابوبکر نے شیشہ کی دوات تھام لی اور رسول خداؐ بولتے جاتے تھے اور وہ لکھتے جاتے تھے:

بسم الله الرحمن الرحيم يقول عبد الله عتيق بن ابی قحافه: انی قد اشهدت الله و رسوله و من حضر من المسلمين انی قد وهبت ربع عملی لمحبی فی دار الدنيا منذ آمنت بالله الی ان القاه و بذالک وضعت خطی.

میں خدا اور رسولؐ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے عمل کا چوتھائی ثواب اپنے مومن دوستوں کو عطا کیا اور یہ تحریر لکھ دی۔

عمر نے بھی ایسی ہی تحریر لکھ دی۔ جب یہ دونوں کتابت سے فارغ ہوئے تو جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا؛ یا رسول اللہ! خداوند عالم بعد تحفۂ درود و سلام فرماتا ہے کہ تمہارے دونوں صحابیوں نے جو تحریر لکھی ہے، مجھے دے دو! رسولؐ نے کہا: یہ ہے۔ جبرئیل لے کر آسمان پر اڑ گئے۔ واپس ہوئے تو رسول خداؐ نے پوچھا: تحریر کیا ہوئی؟ جبرئیل نے کہا: خدا کے پاس ہے۔ اس پر میں نے، جملہ اہل عرش اور میکائیل و اسرافیل نے بھی دستخط کئے ہیں۔ خدا فرماتا ہے: میرے پاس ہے قیامت میں یہ دونوں اپنے قول کو پورا کریں گے۔ (۱)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

اس بے پر کی کہانیوں پر کیا کہوں لیکن یہ بڑھاپے کی بھی ایک ہی رہی۔ کبھی رسول خداؐ فرماتے ہیں: یا علیؑ! کیا تم دونوں بوڑھوں سے محبت کرتے ہو؟ کبھی یہ کہ جنت میں صرف ابوبکر کی داڑھی ہوگی۔ کبھی

۱۔ عمدۃ التحقیق مالکی، ص ۱۰۷۔۱۰۵ (ص ۱۸۶۔۱۸۳)

رسول خداؐ ابو بکر کی داڑھی کا بوسہ لیتے ہیں۔کبھی ہجرت کے موقع پر رسولؐ جوان ہیں اور ابو بکر معروف بوڑھے ہیں۔کبھی ابو بکر رسولؐ سے زیادہ مسن ہیں۔کبھی تمام صحابہ میں سب سے زیادہ بوڑھے ہیں۔ حیرت ہے کہ جسے وقت معلوم تک مہلت دی گئی ہے اور جو ہمیشہ عذاب خدا میں ہے، وہ بھی دشمنان ابو بکر کے عذاب میں تخفیف کی دعا کرتا ہے۔پتہ نہیں کیوں، کیا وہ شیخین کا دوست ہے؟ یا کیا وہ دشمن ہے؟ تو پھر یہ دعا کیسی؟

میں اس شیشہ کی دوات پر بھی تبصرہ نہ کروں گا، کہیں چکنا چور نہ ہو جائے اور نہ راویوں کے کذاب ہونے کی نشاندہی کتب رجال سے کروں گا۔لیکن سوال یہ ہے کہ روایت دوسرے حفاظ ومحدثین نے کیوں نہ لکھی؟ پھر یہ کہ اس میں جو آیت یہودیوں کے لئے ہے، اسے شیعوں پر کیوں چپکایا گیا؟ کیا یہ تحریف کلمہ نہیں ہے؟؟؟

ان خواہشات کے بندوں کو پاکیزہ قول اور صراط مستقیم کی توفیق عطا ہو!

۱۸۔ابو بکر قاب قوسین میں

حدیث معراج میں ہے کہ جب رسول خداؐ قاب قوسین پہونچے تو انہیں وحشت نے گھیر لیا۔ اچانک انہوں نے بارگاہ خدا سے ایک آواز ابو بکر کی سنی تو انہیں اطمینان قلب حاصل ہوا اور اپنے صحابی کی آواز سے مانوس ہوئے۔

عبیدی نے اس روایت کو کرامات ابو بکر میں شمار کر کے کہا ہے کہ اس کرامت میں وہ منفرد ہیں۔(۱)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

بھلا یہ وحشت کیوں؟ جبکہ رسولؐ مساحت قدس میں ہیں۔رسولؐ کو تو صرف خدا ہی سے انس تھا۔ اس مقام پر تو جبرئیل بھی پر نہیں مار سکتے تھے۔(۲) یہ ابو بکر کی آواز وہاں کیسے ٹپک پڑی؟ خدا کی قسم! قطعی

۱۔عمدۃ التحقیق،ص۱۵۴(ص۲۶۰)

۲۔تاریخ کامل ج۲،ص۲۱(ج۱،ص۴۸۲)السیرۃ الحلبیۃ ج۱،ص۴۳۱(ج۱،ص۳۷۳)

غلط ہے۔ یہ دونوں روایتی تجزیہ تھا۔ روایتی حیثیت سے اس لئے مہمل ہے کہ اس کے اسناد مقطوع ہیں۔

۱۹۔ دین اور اس کے آنکھ کان

حذیفہ بن یمانی نے رسولؐ کو فرماتے سنا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ساری دنیا میں لوگوں کو فرائض و سنن بتانے والے مبلغ بھیجوں۔ جس طرح عیسیٰؑ نے حواریوں کو بھیجا تھا۔

کہا گیا: ابوبکر و عمر کو کیوں نہیں بھیجتے؟ فرمایا: وہ تو میری ضرورت ہیں۔ وہ دین کی آنکھ اور اس کے کان ہیں۔ مستدرک حاکم اور ذہبی کی تلخیص میں ہے کہ اس کا راوی حفص مہمل آدمی ہے۔(۱) نسائی، ابن عدی، ابن حبان، ابن معین، احمد و عقیل وغیرہ بھی منکر الحدیث، واہیات اور آفت حدیث کہتے ہیں۔(۲) ابو حاتم اسے شیخ کذاب کہتے تھے۔(۳)

یہ تو روایتی تجزیہ تھا۔ کاش یہ معلوم ہو سکتا کہ وہ کس حیثیت سے دین کی سماعت و بصارت ہیں؟ کیا انہیں کلالہ کا مطلب، دادا، دادی کی میراث اور تیمم کا طریقہ معلوم تھا؟ انہیں تو آیتوں کا مطلب بھی معلوم نہیں تھا۔ بغلیں جھانکنے لگتے تھے۔ آیات کے ظاہر الفاظ کی لغوی معرفت نہیں تھی۔ اسرار و غوامض تو دور ہے، پھر یہ کہ کس حیثیت سے ان کی رسولؐ کو ضرورت تھی؟ کیا وہ میدان جنگ میں ڈٹے رہے؟ کیا انہیں کتاب و سنت کی واقفیت تھی؟ کیا معاملہ فہمی تھی؟ کیا وہ احکام کا نفاذ کر سکتے تھے؟

گذشتہ صفحات میں بیان ہوا کہ حدیث رسولؐ عمر و ابوبکر اسلام کے لئے بمنزلہ آنکھ کان ہیں یا ان دونوں کی منزلت میرے نزدیک سمع و بصر کی ہے۔ اس کا راوی ولید بن فضل، حدیث ساز اور کذاب تھا۔(۴)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۷۴ (ج ۳، ص ۷۸ حدیث ۴۴۴۸، تلخیص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے

۲۔ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۸۲ نمبر ۱۳۵) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲، ص ۳۸۷ نمبر ۵۰۸) کتاب المجروحین ج ۱، ص ۲۵۷) التاریخ (ج ۴، ص ۲۹۸، نمبر ۴۹۶۹) الضعفاء الکبیر ج ۱، ص ۲۷۳ نمبر ۳۳۸) الضعفاء والمتروکون، ص ۱۸۴ (نمبر ۱۶۸) میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۶۲ (ج ۱، ص ۵۶۰ نمبر ۲۱۳۰)؛ تہذیب التہذیب ج ۲، ص ۳۵۳ (ج ۲ ص ۳۵۳)

۳۔ الجرح والتعدیل (ج ۳، ص ۱۸۳ نمبر ۷۸۹)　　۴۔ تذکرۃ الموضوعات (۲۰)

۲۰۔ خدا کے نزدیک ابوبکر کی قدر و منزلت

ابن عباس سے مروی ہے کہ ابوبکر غار میں رسولؐ کے ساتھ تھے، انہیں سخت پیاس لگی، رسولؐ سے شکایت کی۔ رسولؐ نے فرمایا: غار کے دہانے پر جا کر پی لو! ابوبکر کا بیان ہے کہ میں دہانے پر پہونچا، شہد سے زیادہ شیرین دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبو والا پانی پیا اور واپس آیا۔ رسولؐ نے پوچھا: پانی پی لیا؟ جواب دیا: ہاں۔ رسولؐ نے فرمایا: کیا تمہیں بشارت دوں کہ خدا نے ایک فرشتے کو مامور فرمایا تھا کہ نہر جنت سے ایک نہر غار میں پہونچا دے کہ ابوبکر پانی پئیں گے۔ ابوبکر نے حیرت سے کہا: کیا میری خدا کے نزدیک یہ منزلت ہے؟ فرمایا: ہاں! اس سے بھی بڑی فضیلت سنو کہ اس خدا کی قسم! جس نے مجھے برحق نبی مبعوث کیا ہے کہ تمہارا دشمن کبھی جنت میں نہ جائے گا، چاہے اس نے ستر انبیاء کے برابر عمل کیا ہو۔ (۱)

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے، جبکہ حفاظ و محدثین کی نظر سے یہ روایت نہیں گذری۔ اس کا تذکرہ کم سے کم معجزات رسولؐ میں تو ہوتا۔ سیوطی نے ابن عساکر کے حوالے سے لکھ کر کہا ہے کہ اس کی سند مہمل ہے۔ (۲) اس کے راوی ابن عباس ہیں جبکہ ہجرت کے وقت وہ ایک سال یا دو سال کے تھے۔ غار میں کوئی تیسرا نہ تھا۔ اس قوم نے فضائل کی؟ مارتے ہوئے ایسے اور بھی واہیات لکھے ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً نقل ہے: جس رات ابوبکر پیدا ہوئے، خدا نے جنت سے کہا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! تیرے اندر اس کو داخل کروں گا، جو اس مولود کو دوست رکھے گا۔ یہ احمد بن عصمت کی موضوع حدیث ہے۔ (۳)

۲۔ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آسمان دنیا پر دس ہزار فرشتے معین ہیں، جو محبان ابوبکر کے لئے

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱، ص۷۱ (ج۱، ص۹۶) مرقاۃ الوصول، ص۱۱۴

۲۔ الخصائص الکبریٰ ج۱، ص۱۸۷ (ج۱، ص۳۰۷ منقول از تاریخ ابن عساکر ج۳۰، ص۱۵۰)

۳۔ میزان الاعتدال (ج۱، ص۱۱۹ نمبر ۴۶۷) تاریخ بغداد ج۳، ص۳۰۹۔

استغفار کرتے ہیں اور دوسرے آسمان پر اسی ہزار فرشتے ہیں، جو دشمنان ابوبکر پر نفرین کرتے ہیں۔

یہ موضوع روایت ابوسعید حسن بن علی بصری کی آفت ہے۔(۱)

۳۔انس سے مروی ہے کہ ایک یہودی ابوبکر کے پاس آکر بولا: میں موسیٰ کلیم اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ابوبکر نے یہودی کو حقارت کی وجہ سے نہیں دیکھا۔نگاہ نیچے کئے رہے۔ جبرئیل رسولؐ پر نازل ہوئے اور کہا کہ یہودی سے کہہ دو کہ خدا نے تیرے لئے جہنم کو ٹھنڈا کردیا ہے۔ آیات قرآنی کی روشنی میں آپ خود ہی فیصلہ کیجئے، یہ روایت ابوسعید بصری نے گڑھی ہے۔(۲)

۴۔انس سے مرفوعاً نقل ہے خدا ہر شب جمعہ ایک لاکھ جہنمیوں کو آزاد کرتا ہے کہ صرف امت محمدؐ کے دو افراد کو آزاد نہیں کرتا جبکہ گناہ کبیرہ کے مرتکب افراد کو بھی آزاد کردیتا ہے۔وہ دو افراد ہیں: بتوں کے پجاری اور دشمنان ابوبکر وعمر، یہ لوگ مسلمان نہیں بلکہ اس امت کے یہودی ہیں۔

اس روایت کو متوکل کے غلام ابوشاکر نے وضع کیا ہے۔(۳)

۵۔عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً نقل ہے: خدا نے مجھے چار کی محبت کا حکم دیا ہے۔ابوبکر، عمر، عثمان اور علی۔یہ سنجر نے گڑھی ہے۔(۴)

۶۔ابوہریرہ سے مروی ہے کہ علی نے کہا: تم ابوبکر وعمر سے محبت کرتے ہو۔عرض کیا: ہاں! فرمایا: محبت کرو! تو جنت میں داخل ہوگے۔یہ روایت اشنانی کی چالبازی کا نتیجہ ہے۔(۵)

۷۔جابر سے مرفوعاً نقل ہے: مومن کبھی ابوبکر وعمر کو دشمن نہ رکھے گا اور نہ منافق انہیں دوست رکھے گا۔یہ روایت جعلی الطحان نے بگھاری ہے۔(۶)

۱۔تاریخ بغداد (ج۷،ص۳۸۳نمبر۳۹۱۰) ۲۔اللآلی المصوعۃ ج۱،ص۱۵۱ (ج۱،ص۲۹۲)

۳۔تاریخ بغداد ج۱۳،ص۲۷۲،میزان الاعتدال ج۳،ص۱۶۲ (ج۴،ص۹۶نمبر۸۴۵۷)

۴۔ میزان الاعتدال ج۲،ص۲۱۸نمبر۳۴۹۶،لسان المیزان ج۲،ص۹۹ (ج۳،ص۱۱۸نمبر۳۹۱۹)

۵۔اللآلی المصوعۃ (ج۱،ص۳۰۵) تاریخ بغداد ج۱،ص۲۴۶، ج۵،۴۴۰،میزان الاعتدال ج۱،ص۲۴۳ (ج۱،ص۵۲۴نمبر ۱۹۵۴)

۶۔تذکرۃ الحفاظ ج۳،ص۱۱۲،میزان الاعتدال (ج۲،ص۵۸۴نمبر۴۹۴۹)

۸۔ ابو ہریرہ سے مرفوعاً نقل ہے: جبرئیل مجھے خبر دیتے ہیں کہ ابو بکر و عمر کو مومن، پرہیز گار دوست رکھے گا۔ کمینہ منافق دشمن رکھے گا۔ یہ روایت ابراہیم انصاری نے گڑھی ہے۔ (۱)

۹۔ ابو سعید سے مرفوعاً نقل ہے جس نے عمر کو دشمن رکھا، اس نے مجھے دشمن رکھا۔ یہ بھی ابراہیم کی جعل سازی ہے۔ (۲)

۱۰۔ حضرت علیؑ سے مرفوعا: خدا نے ام الکتاب میں عہد لیا ہے کہ تم سے (ابو بکر، عمر، عثمان اور علیؑ) مومن پرہیز گار محبت کرے گا اور کمینہ منافق دشمن رکھے گا۔ یہ بھی ابراہیم انصاری کی جعل سازی ہے۔ (۳)

۱۱۔ حضرت علیؑ سے مرفوعاً نقل ہے: جو مجھ سے محبت کرتا ہے، اسے چاہئے کہ اس (ابو بکر) کو دوست رکھے اور جو بزرگی کا طلبگار رہے، اسے ابو بکر کا اکرام کرنا چاہئے۔ (۴)

۱۲۔ انس سے مرفوعاً نقل ہے: عرش کے تین سو ساٹھ ستون ہیں، ہر ایک میں دنیوی طبق ساٹھ ہزار گنا بڑا ہے۔ ہر ایک میں ساٹھ ہزار پتھر ہیں، ہر ایک، دنیا سے ساٹھ ہزار گنا بڑا ہے۔ ہر پتھر پر ساٹھ ہزار عالم ہیں۔ ہر عالم ثقلین کے مانند ساٹھ ہزار گنا بڑا ہے۔ ان کو خدا نے الہام کیا ہے کہ تم محبان شیخین کے لئے استغفار کرو اور دشمنوں پر لعنت کرو۔

یہ جو تعداد بیان ہوئی ہے، ہر عدد غلو اور لاف وگزاف کا؟ دھندا ہے۔

۲۱۔ رسولؐ کی شیخین سے تائید

ابو اروی دوسی کہتے ہیں: ہم لوگ رسولؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ابو بکر و عمر طلوع ہوئے تو رسول خداؐ نے فرمایا: اس خدا کا شکر! جس نے تم دونوں سے میری تائید کرائی۔ (۵)

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۴، ص ۲۸۶ (ج ۱۴، ص ۲۹، نمبر ۱۵۰۱، ج ۲۷، ص ۴۶ نمبر ۳۱۶۲) ج ۷، ص ۲۸۶، تاریخ بغداد ج ۹، ص ۳۴۵، میزان الاعتدال ج ۱، ص ۴۷۲ (ج ۲، ص ۳۲۷ نمبر ۳۹۵۰)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۶۰ (ج ۴، ص ۵۲۹ نمبر ۱۰۲۲۸)

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱، ص ۲۵۴ نمبر ۸۳) میزان الاعتدال (ج ۱، ص ۵۴ نمبر ۱۷۴) لسان المیزان (ج ۱، ص ۹۱ نمبر ۲۷۲

۴۔ صحاح ومسانید میں اس کی تکذیب ہوئی ہے۔ ۵۔ طبقات ابن سعد (ج ۵، ص ۴۳۷)

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

یہ روایت ابن ابی فدیک کے طریق سے ہے، جسے ابن سعد نے غیر معتبر اور متروک الحدیث کہا ہے۔(۱)

۲۲۔ذریت آدمؑ کے پانچ پیکر

انس سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ جب خدا نے آدمؑ کے جسم میں روح پھونکی تو مجھے حکم دیا کہ جنت سے سیب لاؤ اور اسے نچوڑ کر آدمؑ کے منہ میں ڈالو۔ اس کے پہلے قطرے سے آپ پیدا ہوئے، دوسری بوند سے ابوبکر تیسری بوند سے عمر اور چوتھی سے عثمان پیدا ہوئے اور پانچویں قطرے سے حضرت علیؑ کی تخلیق ہوئی۔ آدمؑ نے پوچھا: یہ معزز لوگ کون ہیں؟ خدا نے فرمایا: یہ تمہاری ذریت کے پانچ پیکر ہیں۔ مجھے تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ جب آدمؑ نے غلطی کی تو دعا کی خدایا! انہیں پانچ پیکروں کی حرمت کا واسطہ میری توبہ قبول فرما۔ خدا نے توبہ قبول کی۔

اس روایت کو محب طبری نے ریاض (۲) میں نقل کیا ہے اور ان سے ابن حجر نے صواعق محرقہ میں نقل کی ہے۔

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

اس روایت اور جو لوگ توسل کے قائل نہیں، ان میں کتنا فرق ہے۔

وہ لوگ تو رسول اعظمؐ کے توسل کو بھی مہمل ٹھہراتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان عام آدمیوں کی کیا حیثیت ہوگی؟! اصل میں یہ روایت اس کے مقابل میں گڑھی گئی ہے، جس میں آدمؑ نے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے واسطے سے دعا کی اور ان کی توبہ قبول ہوئی۔(۳)

۱۔ریاض النضرۃ ج۱، ص۳۰ (ج۱، ص۴۴)　　۲۔الصواعق المحرقہ، ص۵۰ (ص۸۳)

۳۔مسند الفردوس دیلمی منقول از در منثور ج۱، ص۶۰ (ج۱، ص۱۴۷) مناقب ابن مغازلی (ص۶۳ حدیث ۸۹) ینابیع المودۃ، ص ۲۳۹ (ج۲، ص۶۳)

پھر یہ کہ عمر خود استسقا کے لئے عباس عم رسولؐ کو میدان میں لائے اور ان کے توسل سے خدا سے بارش کی دعا مانگی۔

۲۳۔ ابو بکر تمام اہل آسمان وزمین سے بہتر

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ارشاد رسولؐ ہے کہ ابو بکر و عمر تمام اہل ساوات و ارض سے بہتر ہیں۔ اولین وآخرین سے بہتر ہیں۔ ماسوا انبیاء ومرسلین کے۔

اس حدیث کو ابن حجر نے (۱) صواعق محرقہ میں بحوالۂ حاکم وابن عدی نقل کر کے عادت کے مطابق سند پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔ فضیلت شیخین کی جو بات تھی، اس میں جبرون بن واقد افریقی نہایت جھوٹا اور حدیث ساز ہے۔ محمد قسطری نے اس حدیث کو وضعی کہا ہے۔ (۲)

پھر یہ کہ کیا شیخین ملائکہ مقربین، جس میں جبرئیل بھی شامل ہیں، سب سے افضل ہوں گے؟ پتہ نہیں، وہ اپنے عمل کی وجہ سے افضل ہوئے ہیں، جس کی حقیقت آپ جانتے ہیں یا عصمت کی وجہ سے افضل ہیں، جس کا کوئی قائل نہیں، ملائکہ کی عصمت کے تو سبھی قائل ہیں۔ چھوڑیئے سب کو، کوئی ایک فضیلت ایسی بتایئے جو مہاجرین و انصار سے انہیں بڑھا دے۔ غلو میں یوں تو جس کے منھ میں جو آتا ہے، بک دیتا ہے۔

۲۴۔ رسول خداؐ اور ابو بکر کا ثواب

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خداؐ کو فرماتے سنا: اے ابو بکر! خدا نے مجھے خلقت آدمؑ سے میرے مبعوث ہونے تک تمام آدمیوں کے برابر ثواب عطا کیا ہے اور تمہیں میرے مبعوث ہونے سے قیامت تک کے تمام آدمیوں کے برابر ثواب عطا کیا۔ (۳)

۱۔ الصواعق المحرقہ، ص ۴۵ (ص ۷۶)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۱، ص ۳۸۷ نمبر ۱۴۳۵، ج ۳، ص ۵۴۰ نمبر ۷۵۰۰) لسان المیزان ج ۲، ص ۹۴، ج ۵، ص ۱۶۱ (ج ۲، ص ۱۲۱ نمبر ۱۹۰۰، ج ۵، ص ۱۸۱ نمبر ۷۳۲۹)

۳۔ ریاض النضرۃ ج ۱، ص ۱۲۹ (ج ۱، ص ۱۶۲) تاریخ بغداد ج ۵، ص ۵۳،

اس کا راوی احمد بن محمد تمار مقری ہے، جو غیر معتبر ہے(۱) اور اسناد میں ابومعاویہ ضریر (۲) ہے، جو غلو میں مشہور تھا، ابوالبختری ہے، جو ضعیف تھا۔(۳)

۲۵۔ ابوبکر کی محبت اور شکریہ تمام امت پر واجب ہے

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ابوبکر کی محبت اور شکریہ ادا کرنا، میری تمام امت پر واجب ہے۔ خطیب بغدادی (۴) نے تاریخ میں عمر بن ابراہیم کردی سے نقل کیا ہے، جو ذہبی کے نزدیک مہمل حدیثیں نقل کرتا تھا۔ دارقطنی اسے کذاب اور خبیث کہتے ہیں۔(۵)

۲۶۔ ابوبکر ترازو کے پلڑے میں

حکیم ترمذی (۶) کی روایت ہے کہ رزق اللہ بن موسی باجی، مومل بن اسماعیل، حماد بن سلمہ، سعید بن جمہان نے غلام ام سلمہ، سفینہ سے حدیث رسولؐ نقل کی ہے کہ نماز صبح پڑھ کے صحابہ کی طرف رخ کرتے اور پوچھتے کہ تم لوگوں نے رات میں کیا خواب دیکھا؟ ایک دن ایسے ہی پوچھا: تو ایک شخص نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک ترازو اتری اور آپ کو ایک پلڑے میں اور دوسرے پلڑے میں ابوبکر کو رکھا گیا۔ تو آپ کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر آپ کو اتار کر عمر کو رکھا گیا تو ابوبکر کا پلڑا بھاری رہا پھر عمر

۱۔ تاریخ بغداد ج ۴، ص ۴۲۹، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۲ (ج ۱، ص ۱۳۴ نمبر ۵۴۱)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۸۲ (ج ۴، ص ۵۷۵ نمبر ۱۰۶۱۸)

۳۔ میزانالاعتدال ج ۳، ص ۳۴۴ (ج ۴، ص ۲۹۴ نمبر ۹۹۸۶)

۴۔ تاریخ بغداد ج ۵، ص ۴۵۳،

۵۔ تاریخ بغداد ج ۱۱، ص ۲۰۲، مجمع الزوائد ج ۹، ص ۴۸، میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۴۹ (ج ۳، ص ۱۷۷ نمبر ۶۰۴۴) لسان المیزان ج ۴، ص ۲۸۰ (ج ۴، ص ۳۲۲ نمبر ۶۰۱۰) اسنی المطالب، ص ۲۰۵ (ص ۴۱۳ حدیث ۱۳۲۷) لآلی المصنوعۃ ج ۱، ص ۱۵۲، ج ۲، ص ۱۱۸ ج ۱، ص ۲۹۴، ج ۲، ص ۲۱۷)

۶۔ مرقاۃ الوصول، ص ۱۱۲،

کے ساتھ عثمان کو تولا گیا، تو عمر کا پلڑا بھاری رہا، پھر عثمان کے ساتھ علیؑ کو رکھا گیا تو عثمان کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر ترازو اٹھالی گئی۔ یہ سن کر رسولؐ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور فرمایا کہ تیس سال تک خلافت بطرز نبوت رہے گی، پھر بادشاہی ہو جائے گی۔

اس روایت میں رزق اللہ ناپسندیدہ حدیثیں بیان کرتا تھا۔ مومل عدوی مختلف حفاظ کے نزدیک سخت غلطی کرتا تھا اور سعید بن جمہان غیر معتبر ہے۔

تبصرۂ علامہ امینیؒ:

خدا ان ڈنڈی مارنے والوں سے سمجھے، اس ترازو نے عالم کو ہلکا اور جاہل کا بھاری بنا دیا ہے۔ بھلا رسول خداؐ سے ابوبکر کو کس بنیاد پر تولا گیا؟ کیا ان کی شرافت، اخلاق کریم، پاکیزہ نفسی، عمل وعلم اور معارف و عوارف کا کوئی تقابل ہوسکتا ہے؟ کیا منطق اور وجدان اسے قبول کرے گا؟ پھر یہ کہ عمر ابوبکر سے کیسے بڑھ گئے؟ عمر نے تو تلوار کے زور پر زیادہ اسلام پھیلایا۔ پھر رسولؐ سے علیؑ کو کیسے الگ کیا جاسکتا ہے جو بنص قرآن نفس رسولؐ تھے، کتاب خدا کے مطابق: وہ معصوم ہیں اور پیغمبر اسلامؐ کے وارث علم، باب حکمت اور حدیث ثقلین کی روشنی میں مماثل و معادل قرآن ہیں، عثمان میں کیا فضیلت تھی کہ علیؑ سے ان کو تولا گیا؟ برتری کے لاف گزاف عجیب عجیب تماشے دکھاتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۷۔ مہاجرین میں صرف ابوبکر کے باپ مسلمان تھے

ابن مندہ اور ابن عساکر عائشہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر کے علاوہ مہاجرین میں سے کسی کے باپ اسلام نہیں لائے تھے۔(۱)

ریاض طبری (۲) میں حضرت علیؑ کا بیان منقول ہے کہ صرف ابوبکر ہی کے والدین اسلام لائے تھے اور کسی کے والدین اسلام نہیں لائے۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۰، ص ۲۴ نمبر ۳۳۹۸)؛ تاریخ الخلفاء ص ۷۳ (ص ۱۰۰)

۲۔ ریاض النضرہ ج ۱ ص ۴۷ (ج ۱ ص ۶۸)؛ تفسیر قرطبی ج ۱۶، ص ۱۹۴ (ج ۱۶، ص ۱۲۹)

تبصرہ علامہ امینیؒ:

ہمیں حضرت علیؑ و عائشہ سے یہ توقع نہیں کہ ایسا سفید جھوٹ بولیں گے۔ صحابہ اور مہاجرین کے حالات اس کی تکذیب کریں گے۔ اصل میں محبت و عقیدت اندھا بنا کے بے پر کی اڑانے پر آمادہ کر دیتی ہے، بہت سے قبائل ایک ساتھ اسلام لائے ان کے علاوہ عمار یاسر (۱) اپنے والدین کے ساتھ اسلام لائے، عبداللہ بن جعفر نے اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ مہاجرت کی، ان کے علاوہ جن مہاجرین کے والدین یا والد یا بھائی نے مہاجرت کی ان کے نام ہیں: عمرو بن ابان۔ خالد بن ابان۔ ابراہیم بن حارث۔ حاطب بن حارث۔ خطاب بن حارث۔ حکیم بن حارث خزیمہ بن جہم۔ جابر بن سفیان۔ جنادہ بن سفیان۔ سلمہ بن ابی سلمہ۔ جناب بن حارثہ۔ حارث بن قیس۔ سائب بن عثمان۔ سلیط بن سلیط۔ عبدالرحمٰن بن صفوان۔ عامر بن غیلان۔ عبداللہ بن بدیل۔ عبداللہ بن ابی بکر۔ عبداللہ بن عمر۔ محمد بن عبداللہ۔ عبداللہ بن مطلب بن ازھر۔ معمر بن عبداللہ۔ مھاجر بن قنفذ۔ موسیٰ بن حرث۔ نعمان بن عدی (۲) محقق کو ان کے علاوہ بھی نام مل سکتے ہیں۔

ابوبکر کے والدین کا اسلام

آیئے اب ذرا ابوبکر کے والدین کو دیکھیں۔ کیا وہ اسلام لائے تھے؟ مہاجرین کے مقابلہ میں ان کے اختصاص کی بات کو دور ہی یا صرف یہ غلو کی پیداوار ہے۔

ابوقحافہ کے اسلام کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے واقعہ پر اسلام لائے اور ان کے صاحب زادے ابوبکر انھیں خدمت رسولؐ میں لائے۔ اس سلسلے میں دو قسم کی روایتیں پائی جاتی ہیں:

۱۔ تھذیب التھذیب ج ۷ ص ۴۰۸ (ج ۷۔ ۳۵۷)

۲۔ سیرہ ابن ہشام ص ۲۱ (ج ۲۔ ۱۱۷۔ ۱۱۲) طبقات ابن سعد (ج ۴ ص ۳۴، ۱۴۲، ۲۰۳، ۲۹۴) تاریخ طبری (ج ۲ ص ۳۶۹) استیعاب (القسم الثالث ص ۹۵۰ نمبر ۱۶۱۲) اسد الغابہ (ج ۳ ص ۱۹۸ نمبر ۲۸۶۲) تاریخ کامل (ج ۲۔ ص ۳۶۶) البدیۃ والنھایۃ (ج ۳۔ ص ۲۰۹) عیون الاثر (ج ۱۔ ص ۲۲۷)

۱۔ جن میں ان کے اسلام لانے کا کوئی اشارہ نہیں

۲۔ جن میں ان کے اسلام لانے کی طرف اشارہ ہے۔

۱۔ پہلی قسم

محمد بن احمد اپنے باپ سے اور وہ محمد بن شجاع حسین بن زیاد، ابوحنیفہ، یزید بن ابو خالد، انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں: گویا ابو قحافہ کی خیار کی طرح لودیتی سرخ داڑھی میرے پیش نظر ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ اگر اس بڈھے کو گھر ہی میں رکھا جاتا تو میں احترام ابوبکر میں اس سے ملنے جاتا۔

اس روایت کو لکھ کر حسب معمول حاکم (۱) خوش عقیدت سند کے سقم پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے، چاہے حق وحقیقت کا تیاپانچہ ہی ہو جائے۔

۱۔ محمد بن شجاع بغدادی؛ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ بدعتی ہے۔ قواریری کہتے ہیں کہ کافر ہے زکریا ساجی اسے کذاب کہتے ہیں۔ (۲)

۲۔ حسن کو یحییٰ بن معین کذاب کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی محدثین نے ان راویوں کے چھترے اڑائے ہیں۔ (۳) کیا حاکم سے یہ بات پوشیدہ تھی؟

دوسری روایت قاسم بن محمد بن ابی بکر کی ہے، جس میں ابوبکر کا بیان ہے کہ میں ابوقحافہ کو لئے ہوئے خدمت رسولؐ میں آیا۔ رسولؐ نے فرمایا: انھیں گھر ہی پر کیوں نہ رہنے دیا، میں خود ان سے ملاقات کرنے آتا۔ میں نے کہا: بلکہ مناسب یہی تھا کہ میں انھیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اصل میں ان بزرگ کے صاحب زادے نے میرے اوپر جو احسانات کئے ہیں میں انھیں یاد

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۲۴۵ (ج ۳۔ ص ۲۷۳ حدیث ۵۰۷۰)

۲۔ المنتظم ج ۵۔ ص ۵۷ (ج ۱۲ ص ۲۱۰ نمبر ۱۷۲۴) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶۔ ص ۲۹۱ نمبر ۱۷۷۶) میزان الاعتدال ج ۳ ص ۷۱ (ج ۳ ص ۵۷۷ نمبر ۷۶۶۴)؛ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۲۰ (ج ۹ ص ۱۹۵

۳۔ الجرح والتعدیل (ج ۳ ص ۱۵ نمبر ۴۹۱) الضعفاء والمتروکون (ص ۱۹۲ نمبر ۱۸۷) کتاب الضعفاء والمتروکین (۸۹ نمبر ۱۵۸) میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۲۸ (ج ۱۔ ص ۴۹۱ نمبر ۱۸۴۹) لسان المیزان ج ۲۔ ص ۲۰۸ (ج ۲ ص ۲۶۰ نمبر ۲۴۴۹)

رکھنے اور تحفظ کی غرض سے ایسا کہہ رہا ہوں۔(۱)

اس کے راوی بھی قاسم اور محمد بن ابی بکر کمسنی کی وجہ سے لائق اعتبار نہیں ہیں۔ تلخیص المستدرک میں اس روایت کے بعد ذھبی لکھتے ہیں کہ قاسم نے اپنے والد کو نہیں دیکھا، نہ ان کے والد نے اپنے والد کا زمانہ پایا۔(۲) اور عبداللہ بن عبدالملک فہری ہے جو ضعیف ہے۔(۳)

تیسری روایت انس سے ہے کہ ابوبکر اپنے والد کو لئے ہوئے خدمت رسولؐ میں آئے تو رسول نے فرمایا: اگر اس بڑھے کو گھر پر ہی رکھا جاتا تو میں اس سے ملنے جاتا۔(۴)

اس کے راوی ہعابی ہیں جنہیں ذہبی بدکار اور بے دین کہتے ہیں۔(۵) پتہ نہیں کیوں ایک بدکار کی بات یہاں مان لی، دوسری روایت بھی جھوٹ سے متہم ہیں۔

چوتھی روایت جابر کی ہے کہ عمر بن خطاب ابوقحافہ کا ہاتھ پکڑے خدمت رسولؐ میں لائے، جب ابوقحافہ رسولؐ کے سامنے کھڑے ہوئے تو رسول نے فرمایا: ان کا حلیہ بدل دو لیکن ان کی داڑھی سیاہ نہ کرو۔(۶)

اس روایت کا متن پچھلی روایت کی تکذیب کرتا ہے کہیں داڑھی سرخ ہے کہیں سیاہ ہے، اس کا راوی عبداللہ بن وھب ہے جو انتہائی مہمل تھا۔(۷) ابوزبیر جو معتبر نہیں تھا۔(۸)

پانچویں روایت ابن عباس سے ہے، ابوبکر اپنے باپ ابوقحافہ کو لئے ہوئے خدمت رسولؐ میں

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۲۴۴ (ج ۳ ص ۲۷۲ حدیث ۵۰۶۵)

۲۔ تلخیص المستدرک (ج ۳ ص ۲۷۲ نمبر ۵۰۶۵)

۳۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۵۰، تلخیص المستدرک نمبر ۵۰۶۵ میزان الاعتدال ج ۲۔ ص ۵۵ (ج ۳۔ ص ۴۵۷ نمبر ۴۴۳۳) لسان المیزان ج ۲۔ ص ۳۱۱ (ج ۳۔ ص ۳۸۴ نمبر ۴۶۵۴) کتاب المجروحین (ج ۲۔ ص ۱۷) الضعفاء الکبیر (ج ۲۔ ص ۲۷۵ نمبر ۸۳۹)

۴۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳۔ ص ۲۴۴ (ج ۳۔ ص ۲۷۲ حدیث ۵۰۶۴)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۲۔ ص ۳۰، ج ۳۔ ص ۱۱۳ (ج ۲۔ ص ۴۰۶ نمبر ۴۲۶۶، ج ۳۔ ص ۶۷۰ نمبر ۸۰۰۶) لسان المیزان ج ۳۔ ص ۲۷۱ (ج ۳۔ ص ۳۳۸ نمبر ۴۵۲۷) تاریخ بغداد ج ۳۔ ص ۲۶، ۱۴ المنتظم ج ۷۔ ص ۳۸ (ج ۱۴۔ ص ۱۷۹ نمبر ۲۶۵۲)

۶۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۲۴۴ (ج ۳ ص ۲۷۳ حدیث ۵۰۶۸)

۷۔ میزان الاعتدال ج ۲۔ ص ۸۶ (ج ۲۔ ص ۵۲۲ نمبر ۴۶۷۷)

۸۔ میزان الاعتدال ج ۳۔ ص ۱۲۵ (ج ۴۔ ص ۳۷ نمبر ۸۱۶۹)، تھذیب التھذیب ج ۹، ص ۴۴۰ (ج ۹، ص ۳۹۱)

آئے، ابوقحافہ اندھے اور بوڑھے تھے، رسولؐ نے فرمایا: اس بڈھے کو گھر ہی پر کیوں نہ رہنے دیا میں اس سے ملنے آتا۔ ابوبکر نے کہا: میں نے سوچا کہ اللہ انھیں ثواب مرحمت فرمائے، اس خدا کی قسم! جس نے آپ کو برحق نبی مبعوث فرمایا، میں اپنے باپ کے مسلمان ہونے پر اس سے کہیں زیادہ خوش ہونگا جتنا کہ آپ ابوطالبؑ کے اسلام لانے سے خوش ہوئے ہوں گے۔ (۱)

اس کا راوی محمد بن زکریا ضعیف اور کذاب تھا۔ (۲)

عباس بن بکار؛ کذاب جو مہمل حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (۳)

ابوبکر ہذلی؛ جھوٹ کے طومار باندھتا تھا اور غیر معتبر تھا۔ (۴)

اس کے علاوہ بھی دوسرے تمام راوی غیر معتبر جھوٹے اور حدیثوں میں تدلیس کرنے والے ہیں۔

دوسری قسم

ابوقحافہ کے اسلام کا تذکرہ صرف مسند احمد (۵) کی ایک روایت میں ہے، بطریق ابن اسحاق، اسماء بنت ابوبکر کا بیان ہے کہ جب رسول خداؐ مقام ذی طوی میں ٹھہرے تو ابوقحافہ نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی سے کہا کہ مجھے کوہ ابوقبیس پر لے چلو۔ اسماء کا بیان ہے کہ اپنے اندھے باپ کو لئے ہوئے وہاں پہونچی۔ باپ نے پوچھا: بیٹی! تمہیں کیا دکھائی دے رہا ہے؟ کہا کہ کچھ مجتمع سیاہی سی دکھائی دے رہی ہے۔ ابوقحافہ نے کہا: وہ لشکر ہے۔ بیٹی نے کہا: اس سیاہی میں کچھ لوگ آتے جاتے دکھائی دے رہے ہیں۔ انھوں نے کہا: بیٹی! یہ سردار لشکر ہے جو ان کے آگے آگے ہے۔ بیٹی نے کہا: خدا کی قسم! اب سیاہی

۱۔ الاصابۃ ج ۴، ص ۱۱۶۔

۲۔ میزان الاعتدال ج ۳۔ ص ۵۸ (ج ۳، ص ۵۵۰ نمبر ۷۵۳۷) الضعفاء والمتروکون (ص ۳۵۰ نمبر ۴۸۳)

۳۔ الضعفاء والمتروکون (ص ۳۲۱ نمبر ۴۲۳) الضعفاء الکبیر (ج ۳، ص ۳۶۳ نمبر ۱۳۹۹) میزان الاعتدال ج ۲، ص ۱۸ (ج ۲، ص ۳۸۲ نمبر ۴۱۶۰)

۴۔ التاریخ ج ۴، ص ۸۸ نمبر ۳۲۸۱) الجروح والتعدیل (ج ۴، ص ۳۱۳) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۱۱۶ نمبر ۲۴۵) الضعفاء والمتروکون (ص ۲۲۳ نمبر ۲۴۵) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳، ص ۳۲۵ نمبر ۷۷۸) میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۴۵ (ج ۴، ص ۴۹۷ نمبر ۱۰۰۰۵) تھذیب التھذیب ج ۱۲ ص ۴۶ (ج ۱۲ ص ۴۷) الاصابۃ (ج ۴، ص ۱۱۶)

۵۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۴۹ (ج ۷، ص ۴۸۹ حدیث ۲۶۴۱۶)

منتشر ہو رہی ہے۔ باپ نے کہا: جیسے ہی لشکر حرکت میں آئے مجھے اس سے پہلے گھر پہنچا دینا۔ لیکن قبل اس کے کہ ابو قحافہ گھر پہونچیں لشکر نے ان کے گھر پر دھاوا بول دیا اور ایک سوار نے بچی کی گردن سے چاندی کا ہار چھین لیا۔ اسماء کا بیان ہے کہ جب رسول خداؐ مکہ کی مسجد میں داخل ہوئے تو ابوبکر اپنے باپ کو لئے ہوئے آئے، جب رسول خداؐ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: ان بزرگ کو گھر ہی میں کیوں نہ رہنے دیا، میں خود ان سے ملنے آتا ابوبکر نے کہا: خدا کے رسولؐ! یہ زیادہ مستحق تھے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ جب آپ کے سامنے یہ بیٹھے تو رسول خداؐ نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: اسلام قبول کرو۔ ابو قحافہ اسلام لائے۔ جس وقت ابوبکر اپنے باپ کو لائے تو ان کے سر کے تمام بال سفید تھے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ان کے بالوں میں خضاب لگاؤ۔ اس کے بعد ابوبکر نے لڑکی کے ہاتھ کو تھام کر مجمع سے کہا: میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے بھی اس کا گلوبند لیا ہے دیدے لیکن کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ ابوبکر نے اپنی بہن سے کہا: اپنے گردن بند کو خدا کے حوالے کر دو۔

ریاض طبری (۱) کے الفاظ ہیں کہ گردن بند کا معاملہ خدا کے حوالے کرو کیونکہ خدا کی قسم! یہ لوگوں کے ہاتھ میں چند روزہ ہے۔

یہ روایت محمد بن اسحاق عراقی کی وجہ سے صحیح نہیں ہے اور جعلی ہے۔ کیونکہ سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کذاب تھا۔ امام مالک کہتے ہیں کہ دجال تھا، اسی طرح ھشام، جوز جانی، یحیی، ابن نمیر، ایوب امام احمد، ابوداؤد، عبداللہ بن احمد جیسے بیشمار محدثین نے اس کو کذاب و دجال کہا ہے۔

اس کی روایت مہمل اور بے وقعت ہوتی تھی، وہ بہت زیادہ جھوٹ بولتا تھا۔ (۲)

مستدرک حاکم (۳) میں زید بن اسلم کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے ابوبکر کو ان کے باپ کے اسلام قبول کرنے پر مبارک باد پیش کی۔ زید کے متعلق ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ احادیث میں تدلیس کرتا

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱، ص۴۵ (ج۱، ص۶۶۔۶۵)

۲۔ التاریخ (ج۳، ص۲۴۷ نمبر ۱۱۵۸) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص۲۱۱ نمبر ۵۳۸) میزان الاعتدال ج۳، ص۲۴۔۲۱ (ج ۳، ص۴۶۸ نمبر ۷۱۹۷) تھذیب التھذیب ج۹، ص۴۶۔۳۸ (ج ۹، ص۴۰۔۳۴)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین (ج۳، ص۲۷۳، حدیث ۵۰۶۸)

تھا۔(۱)

یہ تھا ابوقحافہ کے اسلام کا کچا چٹھا۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف ایک واہیات دعوی ہی ہے۔ ان روایت سے کوئی شخص بھی ان کا اسلام ثابت نہیں کرسکتا۔ پھر یہ کہ اگر وہ مسلمان تھے اور ان کا اسلام اس قدر وقیع تھا کہ خود رسول اکرمؐ ان کے احترام میں ملنے جانے پر آمادہ تھے تو جس طرح عم رسولؐ عباس کے توسل سے بارش کی دعاء کی گئی، انھیں اس وقت کیوں نظرانداز کیا گیا؟ کم سے کم ان سے کوئی حدیث ہی نقل کی جاتی، وہ حجۃ الوداع کے موقع پر موجود ہوتے یا ان کے زمانہ اسلام کا تاریخوں میں کوئی واقعہ نقل کیا جاتا، ان سے لوگوں نے معالم دین حاصل کیے ہوتے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک صحابی نے ان کی بیٹی کا گردن بند چھین لیا اور ابوبکر محشر کی دہائی دیتے رہے، یہیں سے خدا پر معاملہ ٹالنے کی فرمائش کرتے رہے لیکن گردن بند چھیننے والے پر ذرا بھی خوف کا اثر نہ دیکھا گیا پھر بھی تمام صحابہ عادل ہیں۔

پتہ نہیں کیوں؟

والدہ ابوبکر کا اسلام

ابوبکر کی والدہ کا اسلام بھی ان کے والد ہی کی طرح پایہ ثبوت کو نہیں پہونچتا۔ اس سلسلے میں عائشہ کا بیان ہے کہ جب ۳۸ افراد مسلمان ہوگئے تو ابوبکر نے رسول خداؐ سے اصرار کیا کہ علانیہ دعوت کا آغاز کریں۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ابھی ہم بہت کم ہیں لیکن ابوبکر نے اس قدر اصرار کیا کہ رسول خداؐ کو دعوت علانیہ کرنا ہی پڑی، تمام مسلمان مسجد الحرام میں ادھر ادھر دعوت اسلام دینے لگے، ابوبکر نے بھی ایک جگہ تقریر کی جہاں رسول خداؐ موجود تھے۔ یہ خدا اور رسولؐ کی طرف اولین دعوت تھی۔ پھر تو مسلمانوں پر

۱۔ تھذیب التھذیب ج ۳، ص ۳۹۷ (ج ۳ ص ۳۴۲) نیز اس کا انتقال ۱۳۶ھ میں ہوا اور اس نے ابن عمر کو دیکھا تھا۔ ملاحظہ کیجئے البدایۃ والنھایۃ ج ۱۰، ص ۶۱ (ج ۱۰، ۶۶ حوادث ۱۳۶ھ) مرآۃ الجنان ج ۱، ص ۲۸۴ پھر کس طرح اس نے پیغمبر اسلام سے روایت کردی، وہ تو حضرت کی وفات کے کافی دنوں بعد پیدا ہوا تھا، ذھبی نے میزان الاعتدال ج ۱، ص ۳۶۱ (ج ۲ ص ۹۸ نمبر ۲۹۸۹) پر لکھا ہے کہ وہ اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتا تھا۔

مشرکین ٹوٹ پڑے، لاتوں اور گھونسوں سے اچھی طرح ابوبکر کو مارا، عتبہ بن ربیعہ نے ان کے چہرے پر اس قدر جوتے مارے کہ شکل بگڑ گئی، پہچاننا مشکل ہو گیا، قبیلہ تیم کے افراد نے آ کر ابوبکر کو بچایا، ان کی ؟ کر کے گھر تک پہنچایا۔ اس قدر مار پڑی تھی کہ ادھر موئے ہو گئے تھے، تیمیوں نے انھیں گھر پہونچا کر مسجد الحرام میں کہا کہ خدا کی قسم! اگر ابوبکر مر گئے تو عتبہ کو قتل کر دیں گے۔

جب ابوبکر کو ہوش آیا تو پوچھا: رسول خداؐ نے کیا کیا؟ تیمیوں نے رسول خداؐ کو برا بھلا کہا اور پھر ان کی ماں ام الخیر بنت صخر نے کہا کہ انھیں کھلاؤ پلاؤ، لیکن جب وہ تنہا ہوئے اور کھلایا پلایا جانے لگا تو پھر بولے کہ رسول خداؐ نے کیا کیا؟ ماں نے کہا: خدا کی قسم! میں نہیں جانتی کہ تمہارے صاحب کیا ہوئے۔ ابوبکر نے کہا کہ تو پھر ام جمیل بنت خطاب کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو۔ وہ گئیں اور پوچھا کہ محمدؐ بن عبداللہ کے ساتھ کیا ہوا؟ جواب دیا کہ میں نہ تو محمدؐ بن عبداللہ کو پہچانتی ہوں اور نہ ابوبکر کو، اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمہارے بیٹے کے پاس آؤں تو آ جاؤں گی۔ ام الخیر نے کہا: چلو۔ وہ آئیں اور ابوبکر کی حالت دیکھ کر فریاد کرنے لگیں کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ سلوک کیا ہے وہ غارت ہو جائیں۔

ابوبکر نے ان سے پوچھا: رسول خداؐ نے کیا کیا؟ جواب دیا کہ تمہاری ماں یہیں ہیں، ان سے پوچھو کہاں ہیں۔ کہا کہ ارقم کے گھر میں ہیں تو کہا: میں بخدا! کچھ بھی نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، جب تک کہ رسول خداؐ کو نہ دیکھ لوں۔ جب ان کی دلجوئی کی گئی تو سکون ہوا پھر انھیں سہارا دیکر خدمت رسولؐ میں لایا گیا۔ ابوبکر نے خود کو پائے رسولؐ پر ڈال دیا اور بوسہ لینے لگے، تمام مسلمانوں نے بھی خود کو آپ کے قدموں پر ڈال دیا، رسول خداؐ پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ ابوبکر نے کہا: میرے ماں باپ قربان! مجھے کوئی تکلیف نہیں لیکن صرف چہرے پر جو اس بدکار نے جوتے مارے ہیں اس کی تکلیف ہے، یہ میری مہربان ماں ہے اور آپ کی ذات بابرکت ہے۔ اس کے لئے دعاء کریئے کہ خدا اسے دوزخ سے نجات دے۔ رسول خداؐ نے اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئیں۔(۱)

اس کا راوی عبیداللہ بن محمد عمری ہے جسے ذہبی و ابن حجر کے مطابق امام نسائی نے جھوٹا اور کذاب

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱۔ ص۴۶ (ج۱۔ ص۶۶) تاریخ ابن کثیر ج۳۔ ص۳۰ (ج۳۔ ص۴۰

کہا ہے، دار قطنی بھی اس کی روایت کو مہمل کہتے ہیں۔(۱) اس کے علاوہ اس روایت کے تمام راوی ابوبکر کے خاندان کے افراد بھی ہیں، بقیہ مجہول الحال ہیں، اس کے علاوہ اگر واقعی ابوبکر کو یہ راہ اسلام میں اذیت دی گئی تھی تو دوسری تاریخیں بھی اس کا تذکرہ کرتیں۔ تاریخ نے اذیت پانے والے تمام اصحاب کے نام لکھے ہیں صرف ابوبکر ہی کو کیوں نظر انداز کیا ہے؟ پھر یہ کہ اس کی راوی عائشہ ہیں جو بعثت کے چار پانچ سال بعد پیدا ہوئیں، (۲) وہ اس قابل کہاں تھیں کہ ان کے اسباب وعوامل کو سمجھ سکتیں؟ کیا پستان مادر سے لپٹی ہوئی کوئی بچی حالات کو سمجھ سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ روایت گڑھی ہوئی اور جھوٹی ہے۔

ابوبکر کے والدین قرآن میں:

ہوس پرستوں نے قرآن کے ساتھ بھی مذاق کر ڈالا، اندھی عقیدت والے مفسرین نے تحریف کے ایسے ایسے نمونے پیش کئے ہیں جیسے وہ الف لیلوی کہانیاں تصنیف کر رہے ہوں، چنانچہ آیہ مبارکہ:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کی نصیحت کی کہ اس کی ماں نے بڑے رنج کے ساتھ اسے شکم میں رکھا ہے اور پھر بڑی تکلیف کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے حمل اور دودھ بڑھائی کا کل زمانہ تیس مہینے کا ہے یہاں تک کہ جب وہ توانائی کو پہنچ گیا اور چالیس برس کا ہو گیا تو اس نے دعا کی کہ پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہے اور ایسا نیک عمل کروں کہ تو

۱۔ میزان الاعتدال ج ۲، ص ۱۸۰ (ج ۳، ص ۱۵ نمبر ۵۳۹۲) لسان المیزان ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۴، ص ۱۳۰ نمبر ۵۴۳۵)

۲۔ طرح التعریب ج ۱، ص ۱۴۷، الاصابہ ج ۴، ص ۳۵۹ (۷۰۴)

راضی ہوجائے اور میری ذریت میں بھی صلاح وتقوی قرار دے کہ میں تیری ہی طرف متوجہ ہوں اور تیرے فرمانبردار بندوں میں ہوں''۔(۱) کے متعلق یہ بات اڑادی کہ یہ ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔مزید طرہ یہ کہ اس سلسلے میں امیر المومنین حضرت علیؑ اور ابن عباس کے اقوال بھی گڑھ لئے ہیں کہ ابوبکر کے حمل دودھ کی مدت تیس ماہ تھی ۹ ماہ ان کی ماں نے پیٹ میں رکھا اور اکیس مہینے دودھ پلایا۔ان کے والدین اسلام لائے اور کسی مہاجر کے والدین اسلام نہیں لائے ، خدا نے انھیں نیک والدین کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کی ، جب رسولؐ چالیس برس کے ہوگئے تو رسولؐ اللہ کی تصدیق کی جبکہ ابوبکر ۳۸ سال کے تھے اور خدا سے دعاء کی کہ خدایا! مجھے والدین کی شکرگزاری اور انھیں اپنی شکرگزاری کی ترغیب دے چنانچہ جب چالیس سال کے ہوئے تو ان کے والدین اسلام لائے اور تمام اولادیں اسلام سے سرفراز ہوگئیں۔(۲)

کیا کوئی ہے، جوان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ اگر نو ماہ حمل اور اکیس ماہ دودھ بڑھائی کے طے کئے جائیں تو صرف ابوبکر ہی سے کیا مخصوص ہے اکثر لوگ اسی آیت کے ذیل میں آجائیں گے۔پھر یہ کہ اگر علیؑ نے اس آیت کو ابوبکر سے مخصوص کیا تو پھر ایک فیصلہ میں جو چھ ماہ کے بچے کی پیدائش کے سلسلے میں تھا اس آیت سے استدلال کیوں کیا تھا ؟ ابن کثیر اس قضیہ کو نقل کرکے کہتے ہیں کہ یہ ایسا قوی استدلال تھا کہ عثمان کو ماننا ہی پڑا(۳) حالانکہ ابن کثیر جوش وعقیدت میں جعلی روایت سے فضائل نقل کرتے ہیں پھر بھی اس آیت کو ابوبکر سے مخصوص نہیں قرار دیا، دوسرے یہ کہ اس میں چالیس سال عمر ہونے کی انھوں نے بات کہی ہے جس کے مصداق نہ بوبکر ہوسکتے ہیں نہ ان کے والدین، وہ بعثت کے ۶رسال کے بعد اسلام لائے تھے، باپ تو بشرط صحت روایت فتح مکہ میں اسلام لائے ،اس وقت ابوبکر

۱۔احقاف/۱۵

۲۔تفسیر کشاف ج ۳،ص۹۹(ج۴،ص۳۰۲)تفسیر قرطبی ج۱۶،ص۱۹۳،۱۹۴(ج۱۶،ص۱۲۹)ریاض النضرۃ ج۱،ص۴۷(ج۱، ص۶۸)تفسیر خازن ج۴،ص۱۳۲(ج۴ص۱۲۵)تفسیر نسفی مطبوع برحاشیہ تفسیر خازن، ج۴ص۱۳۲،(ج۴،ص۱۴۳)؛ فتح القدیر ج۵،ص۱۸ ج،۵،ص۲۰)

۳۔تفسیر ابن کثیر ج۴،ص۱۵۷

۵۶ سال کے تھے اور ماں بشرط صحت روایت بعثت کے چھٹے سال اسلام لائیں ابوبکر اس وقت ۴۴ سال کے تھے اس صورت حال میں خدا نے ان پر کیسی مہربانی کی، سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر یہ کہ اگر ان کے والدین کے اسلام لانے کا واقعہ تسلیم کرلیا جائے تو یہ رسول خداؐ کی دعاء کا نتیجہ تھا۔ اور ابوقحافہ کا اسلام رسول خداؐ کے مسح صدر کی وجہ سے ہوا، پھر یہ دعاء ابوبکر کہاں گئی؟

رہ گئی یہ بات کہ علیؑ نے کہا ہو کہ صرف ابوبکر ہی کے والدین اسلام لائے اور کسی مہاجر کو یہ شرف حاصل نہیں، ایسا صریحی جھوٹ حضرت علیؑ کیسے بول سکتے ہیں۔ میں نے کثیر تعداد میں مہاجرین کے نام پیش کئے ہیں جن کے والدین بھی مسلمان تھے۔

دوسری آیت:

﴿لَاتَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَائَهُمْ أَوْ أَبْنَائَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُوْلَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُوْلَئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ''تم کبھی نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی ہے۔ خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان مثبت کردیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریگا جن کے نیچےل نہریں بہتیں ہونگی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہینگے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے وہ اللہ کے گروہ کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو! اللہ کے گروہ والے ہی فلاح پانے والے ہیں''۔(۱)

اس کی شان نزول میں ابن جریج کا بیان ہے کہ ابوقحافہ نے رسول خداؐ کو گالی دی، یہ دیکھ کر ان کے بیٹے ''ابوبکر'' نے باپ کے چہرے پر ایک زوردار طمانچہ مارا جس کی وجہ سے وہ زمین پر گر گئے پھر

۱۔ مجادلہ/۲۲

آنحضرت سے آکر سارا واقعہ بیان کیا، رسول خداؐ نے فرمایا: اب اگر وہ مجھے گالی دیں تو انھیں نہ مارنا۔ ابوبکر نے کہا: اس خدا کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنایا ہے، اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو انہیں قتل کر دیتا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورۂ احقاف (جس کی ایک آیت کو اس سے قبل پیش کیا گیا) مکہ میں نازل ہوا ہے اور سورۂ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوا ہے اور متذکرہ آیت سورۂ احقاف نازل ہونے کے کافی دنوں بعد نازل ہوئی۔(۲) تفسیر قرطبی و ابن کثیر کے مطابق بدر و احد کے بعد نازل ہوئی یعنی سن ۴ھ میں۔(۳) اس صورت حال میں بات کیسے بن سکتی ہے جبکہ ابوبکر کی سابقہ آیت میں انعام خداوندی کے طور پر بات کہی گئی ہے جب وہ چالیس سال کے تھے تو دعاء کی: ﴿رَبِّ اَوزِعنِی اَن اَشکُرَ نِعمَتَکَ الَّتِی اَنعَمتَ عَلَیَّ وَ عَلَی وَالِدَیَّ﴾ ''میرے رب مجھے والدین پر مہربانی کرنے کی ترغیب عطا کر''۔ اس آیت کی شان نزول کہتی ہے کہ جب ابوبکر ۴۳ سال کے تھے تو اپنے والد کو گالی بکنے کی وجہ سے گھونسہ مارا۔ آیت سابقہ کی طرح اس آیت کی روایت بھی خود اپنے نفس مطلب کی تکذیب کر رہی ہے کیونکہ آیت مدنی ہے اور آیت کے مطابق گھونسہ مارنے کا واقعہ مکے کا ہے۔

پھر یہ کہ کیا جو شخص رسول کو گالی دے رہا ہو اور قریب میں بیٹھا ہوا کوئی شخص سن رہا ہو، اسے اس گالی دینے والے کو قتل کر دینا چاہئے؟ یا یہ واقعہ صرف ابوقحافہ سے مخصوص ہے؟ فضائل کے لاف و گزاف بگھارنے والوں سے یہ سوال پوچھنا چاہئے۔ ﴿وَاِنَّهُم لَیَقُولُونَ مُنکَرًا مِنَ القَولِ وَزُورًا﴾

۱۔ مناقب ابن مغازلی (ص ۱۴ احدیث ۱۷، ۹۱) اسد الغابہ ج ۳، ص ۱۸ (ج ۳، ص ۹۴ نمبر ۳۷۸۳) مناقب خوارزمی (ص ۵۳ حدیث ۱۷) فردوس الاخبار دیلمی (ج ۳، ص ۳۳۳ حدیث ۵۳۳۱)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۸ (ج ۱۳ ص ۲۳۰ خطبہ ۲۳۸)؛ فرائد السمطین (ج ۱ ص ۳۴۲ حدیث ۱۸۷) ریاض النضرۃ ج ۲، ۱۵۸ (ج ۳، ص ۱۰۰) خصائص نسائی، ص ۳ (ص ۲۹ حدیث ۶) المعارف ابن قتیبہ، ص ۷۳ (ص ۱۶۹) ذخائر العقبیٰ، ص ۵۸، کنز العمال، ج ۶، ص ۴۰۵ ج ۱۳، ص ۱۴۶، حدیث ۳۶۴۹۸)

۲۔ تفسیر قرطبی ج ۱۷، ص ۳۰۷، (ج ۱۷۔ ص ۱۹۹) تفسیر کشاف ج ۳، ص ۱۷۲ (ج ۴، ص ۴۹۷) مرقاۃ الوصول حاشیہ نوادر الاصول، ص ۱۲۱، تفسیر آلوسی ج ۲۸، ص ۳۶،

۳۔ تفسیر ابن کثیر (ج ۴، ص ۳۳۰)؛ تفسیر کبیر (ج ۲۹ ص ۲۷۶)

''یہ لوگ بڑی ناپسندیدہ بات کہہ رہے ہیں''۔(۱) ﴿وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ ''اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ اللہ کی طرف سے ہرگز نہیں ہے یہ خدا کے خلاف جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ سب جانتے ہیں''۔(۲)

یاوہ گوئی کا مقصد:

یہ سفید جھوٹ اور جعلسازی کا انبار اور ابوبکر کے والدین کو مسلمان ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے کی غرض محض یہ ہے کہ رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کے والدین کو کافر ثابت کیا جاسکے کیونکہ وہ ان دونوں حضرات میں تو کسی قسم کا نقص نکالنے میں ناکام رہے اس لئے بیٹوں کا غصہ والدین پر اتارا۔ چنانچہ حافظ عاصمی زین الفتی میں کہتے ہیں کہ رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کی مماثلت اس لحاظ سے بھی ہے کہ دونوں کے والدین کافر تھے اگر چہ خدا نے رسول خداؐ کو تمام نعمتوں سے سرفراز فرمایا لیکن ان کی تقدیر میں نہ تھا کہ آپ کے والدین مسلمان ہوں چنانچہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے صرف کچھ ناقابل توجہ مسلمان اس عقیدت سے منحرف ہیں۔

(چہ خوب: اس گستاخ نے مہمل عقیدے کو تمام مسلمانوں کے سر تھوپ دیا حالانکہ اکثر محققین اہلسنت کے علاوہ شیعہ اور زیدی فرقے کے افراد کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول خدا کے والدین مسلمان تھے۔ مولف)

اسی طرح حضرت علیؑ مرتضی کو بھی اگر چہ خدا نے تمام نعمتوں سے بہرہ مند کیا لیکن ان کی تقدیر میں یہ نہ تھا کہ آپ کے والدین مسلمان ہوں۔

ان کی یہ گہار مسلسل ہوتی رہی ہے اور اسی طرح وہ اپنے عناد کی بھڑاس نکالتے رہے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بقول بن ابی الحدید (۳) اگر ابوطالبؑ اور ان کے فرزند نہ ہوتے تو دین نہ تو مستحکم ہوتا

۱۔ مجادلہ/۲ ۲۔ آل عمران/۷۸

۳۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۷ (ج ۱۴، ص ۸۴ کتاب ۹)

اور نہ ہی تناور ہوتا۔ابو طالب نے مکہ میں حمایت کی اور علیؑ نے مدینہ میں اپنی سوجھ بوجھ کے ساتھ جان لڑائی، ابوطالبؑ نے جس سر پرستی کا بیڑا اٹھایا تھا علیؑ نے اسے مکمل کیا، ایسے فدا کار اسلام کے متعلق یاوہ گوئی سے کیا نقصان ہوسکتا ہے۔

کسی شخص کے عقیدے کو چار طرح ہی سے معلوم کیا جاسکتا ہے:

ا۔اس کی گفتار سے نتیجہ نکالا جائے۔

۲۔افعال وکردار کا تجزیہ کیا جائے۔

۳۔اس کے خاندان والوں نے جو کچھ اس کے متعلق کہا ہے کیوں کہ گھر والے گھر کی باتوں سے زیادہ آگاہ ہوتے ہیں۔

۴۔وابستہ افراد نے جو کچھ اس کے متعلق کہا ہے ان باتوں سے نتیجہ نکالا جائے۔

حضرت ابوطالب کی گفتار:

آپ کے شعری نگارشات تاریخ وحدیث کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ان میں سے چند کو پیش کیا جاتا ہے:

مستدرک حاکم (ا) میں ہے کہ ابوطالبؑ نے نجاشی سے خطاب کرتے ہوئے چند اشعار کہے ہیں جن میں مہاجرین حبشہ کے ساتھ نیک سلوک کی گزارش کی گئی ہے:

لیعلم خیار الناس ان محمدا وزیر لموسی والمسیح ابن مریم

''شائستہ کرداروں کو معلوم ہونا چاہئے کہ محمدؐ، موسی ومسیح کی وزارت سے سرفراز ہیں۔ان دونوں پیغمبروں کی طرح محمد بھی ہمارے لیے دین لائے۔یہ فرمان خداوندی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور برائیوں سے باز رکھتے ہیں، تم خود اپنی کتابوں میں پڑھتے ہو کہ ان کی باتیں درست ہیں اور یاوہ گوئی پر مبنی نہیں ہیں۔ہمارا گروہ اس لئے تمہارے پاس گیا ہے کہ تم جواں مرد اور شریف ہو''۔

اس کے مزید سولہ اشعار بھی ہیں:

ا۔المستدرک علی الصحیحین ج ۲، ص ۶۲۳ (ج ۲، ص ۶۸۰ حدیث ۴۲۴۷)

فبلغ عن الشحناء افناء غالب لویا وتیما عند ھنر الکرائم

''بنی غالب کی شاخ لوی وتیم کے مہمل لوگوں کوحمایت محارم کے موقع پران کی بھڑکائی ہوئی دشمنی یاد دلادو کیونکہ ہم اس وقت بھی خدائی تلوار اور سرتاپا شرافت ہوتے ہیں، جب قوم کی آواز بادلوں کی جھوٹی گرج کی طرح بلند ہوتی ہے۔ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ قطع رحم گناہ اور بلا کا سبب اور حماقت ہے اور یہ کہ کل قیامت میں تمھیں معلوم ہوجائے گا کہ ہدایت کیا ہے، دنیا کی نعمت دائمی نہیں ہے۔ پس ہرگز تمہاری عقلیں محمدؐ کے بارے میں زائل نہ ہوں، خبردار! کمینے گمراہوں کا ساتھ نہ دو۔ یہ تمنا کہ تم انھیں قتل کرسکو گے خواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی، خدا کی قسم! تم محمدؐ کو اس وقت تک قتل نہ کرسکو گے جب تک بہت سے سروں اور گردنوں کو کٹتے نہ دیکھ لو۔ اور جب تک اپنے قبیلے کے لوگوں کو قتل ہوتا اور لاشوں پر گدھ منڈلاتے نہ دیکھ لو۔ ایک جنگ کے بعد دوسری جنگ ہورہی ہوگی اور تم شدت قتل سے گھبرا کر رشتہ داری کا واسطہ دینے لگو گے جب کہ تلوار کی ضربیں رشتہ داریاں کاٹ چکی ہوں گی۔

محمدؐ ساری قوم میں برتر ہیں، دشمنوں کے سامنے سر جھکانے والے نہیں، آل ہاشم کی دونوں شاخوں میں محفوظ ہیں امین ہیں، محبوب خلق ہیں۔ اور ختم نبوت کی پروردگار کی طرف سے ان پر مہر لگی ہے، لوگ ان میں برہان خدا کا مشاہدہ کرتے ہیں، بھلا کسی قوم میں جاہل عالم کے برابر کیسے ہوسکتا ہے، یہ ایسے نبی ہیں جن کے پاس ان کے رب کی طرف سے وحی آتی ہے۔ جو اس بات کا قائل ہوا سے ندامت نہ ہوگی ایک ہاشمی فوج ان کے گرد طواف کرتی رہتی ہے اور اپنے حلقے میں لئے رہتی ہے اور دشمنوں کو ان سے دور کرتی رہتی ہے''۔(۱)

آپ کے یہ اشعار بھی ایک واقعہ کے ماتحت مذکور ہیں:

الا ابلغا عنی علی ذات بینھا لویا و خصاً من لوی بنی کعب

''اے میرے ساتھیو! لوئی اور خاص طور سے کعب کی اولاد کو میرا یہ پیغام پہنچادو حالانکہ ہمارے اوران کے درمیان رنجش پیدا ہوچکی ہے۔

۱۔ دیوان ابوطالب ص ۳۲ (ص ۸۵۔۸۴) شرح نہج البلاغہ ج ۳۔ ص ۳۱۲ (ج ۱۴ ص ۷۳ کتاب ۹)

کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آتا کہ ہم نے محمد کو ویسا ہی نبی پایا ہے جیسے موسیٰ تھے اور یہ کہ ان کا تذکرہ قدیم کتابوں میں موجود ہے اور یہ کہ خدا نے صرف محمد پر اپنی محبت نازل کی لہٰذا اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جسے وہ اپنی محبت سے مخصوص کرے تم نے جو عہد نامہ لکھ کر ٹانگا ہے تمہارے لئے منحوس ہے۔ وہ باعث ہلاکت ہوگا جس طرح ناقہ صالح قوم ثمود کے لئے باعث ہلاکت تھی اس لئے ہوش میں آؤ سنبھل جاؤ قبل اس کے کہ قبریں تیار ہوں اور عمومی عذاب کی زد میں گنہگار کے ساتھ بے گناہ بھی آجائیں، چغل خوری کی باتوں میں آکر ہم سے تعلقات نہ بگاڑو اور ایسی جنگ کو دعوت نہ دو جو طویل ہو کیونکہ دعوت جنگ دینے والے کیلئے جنگ تلخ بن جاتی ہے کیونکہ رب کعبہ کی قسم! ہم محمد کو سختیوں سے تنگ آکر چھوڑیں گے نہیں، جب تک ہماری گردنیں اور ہاتھ نہ کٹ جائیں، میدان میں لاشیں بکھری ہوں اور لاشوں پر گدھ منڈلا رہے ہوں۔ اگر جنگ چھڑی تو گھوڑوں کی بھاگ دوڑ اور سورماؤں کی آواز سے قیامت خیز منظر ہوگا۔

کیا ہمارے جد ہاشم جنگ پر تیار نہیں تھے اور کیا، انھوں نے بیٹوں کو جنگ کی وصیت نہیں کی تھی؟ ہم تو جنگ سے تنگ نہیں آتے جب تک کہ خود جنگ ہم سے تنگ نہ آجائے۔ لیکن ہم صاحب عقل و غیرت ہیں، مصائب میں جب بہادروں کے پتے پانی ہوں ہماری عقلیں بھٹکائے رہتی ہیں''۔(۱)

ابوطالب کے یہ سولہ اشعار بھی ہیں:

الا مـا لهـم آخـر الـليـل معتم طـوانـي و اخـرى الـنجم لما تقحم

''افسوس! کچھ پر آخر شب تک غموں کے بسیرے رہے جبکہ تمام آنکھیں سوچکی تھیں۔

یہ غم بے عقل لوگوں کی وجہ سے ہے جو محمدؐ پر ظلم کا ارادہ رکھتے ہیں۔ قریش ہماری دشمنی اور حماقت میں ایسی راہ پر چل پڑے ہیں جو سراسر دھوکہ ہے، وہ اپنی امیدوں کو پا نہ سکیں گے حالانکہ انھوں نے بدو عربوں اور حاجیوں سے مدد بھی مانگی ہے، ان کی امیدوں میں ہمارے نیزے رکاوٹ ہیں، انھیں امید

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج۱، ص۳۷۳ ((ج۱، ۳۷۹۔۳۷۷) شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص۳۱۳ (ج ۱۴، ص۷۲ کتاب، ۹ بلوغ الارب ج۱ص ۳۲۵، خزانۃ الادب ج۱، ص۲۶۱ (ج ۲، ص ۷۶) الروض الانف، ج۱ص ۲۲۰ (ج ۳، ص۲۸۳) البدایۃ النھایۃ ج۳، ص ۸۷ (ج ۳، ص ۱۰۸) اسنی المطالب، ص ۶، ۳۱، طلبۃ الطالب، ص ۱۰

ہے کہ ہم بغیر نیزے بازوں کے محمد کو ان کے حوالے کردیں گے لیکن خانہ کعبہ کی قسم! تم نے جھوٹی توقع باندھ رکھی ہے جب تک تم کھوپڑیوں کو گرم پانی اور زمزم میں بھیگا ہوا نہ دیکھ لو۔ اور ایسی حولناک جنگ نہ ہوے جس میں رشتے کٹ جائیں بیوی اپنے شوہر کو نہ بھول جائے اور اس کے ایک محرم کے بعد دوسرے محرم پر حملہ ہوتا رہے۔ اور جب تک تم سے مقابلہ کے لئے ایک جماعت ہتھیار لیکر تمہاری طرف نہ بڑھ چکے اور لوگ ہر مجرم سے اپنی عزت کا دفاع نہ کرلیں یہ جماعت شیر بسر میں جب غصے میں جھپٹی ہے تو کسی سے نہیں ڈرتی۔ تو اے بنی فہر! ہوش میں آؤ۔ ابھی نوحہ کرنے والی عورتیں ماتم کرنے کھڑی نہیں ہوئی ہیں''۔(۱)

ا۔ ابوطالب حضرت رسول خداؐ سے مخاطب ہیں:

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم حتی او شد فی التراب وفینا

''خدا کی قسم! یہ قریش اپنی تمام جمعیت کے ساتھ بھی آپ کے قریب پھٹک نہیں سکتے جب تک کہ میں مٹی میں دفن نہ کردیا جاؤں۔ اس لئے تم بے خوف ہو کر علانیہ تبلیغ کرو تم پر کوئی پابندی نہیں، اس بات سے خوش ہو جاؤ اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ تم نے مجھ کو دعوت دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے مخلص ہمدرد ہو، تمہاری دعوت امین کی دعوت ہے اور یہ بھی مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ دین محمدؐ کائنات کا سب سے بہتر دین ہے''۔

ثعلبی کی روایت ہے کہ ان اشعار ابوطالب کی حجت پر سب کا اتفاق ہے۔ ابن عباس، قسم بن محضرہ بن دینار سبھی نے ان اشعار کی روایت کی ہے۔(۲)

قرطبی و ابن کثیر نے اس شعر کا بھی اضافہ کیا ہے:

ا۔ دیوان ابوطالب، ص۲۹ (ص۸۳۔۸۲) شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۳۱۲ (ج۱۴، ص۷۱ کتاب ۹،

۲۔ خزانۃ الادب بغدادی ج۱، ص۲۶۱ (ج۲، ص۷۶) البدایۃ والنھایۃ ج۳، ص۴۲ (ج۳، ص۵۶) شرح ابن ابی الحدید ج۳، ص۳۰۶ (ج۱۴، ص۵۵ کتاب ۹) تاریخ ابوالفداء ج۱، ص۱۲۰، فتح الباری، ج۷، ص۱۵۳، ۱۵۵ (ج۷، ص۱۹۴، ۱۹۶) الاصابۃ ۴، ص۱۱۶، المواھب اللدنیہ ج۱، ص۶۱، (ج۱، ص۲۲۳) السیرۃ الحلبیہ ج۱، ص۳۰۵، (ج۱، ص۲۸۷) دیوان ابوطالب، ص۱۲ (ص۴۱) طلبۃ الطالب، ص۵، بلوغ الادب، ج۱، ص۳۲۵، السیرۃ النبویۃ دحلان مطبوع بر حاشیہ سیرہ حلبیہ ج۱، ص۹۱، ۲۱۱ (ج۱، ص۴۵) اسنی المطالب، ۶ (۱۰)

لو لا الملامة او حذاری سبه — لوجدتني سمحا بذاک مبینا

''اگر خوف ملامت یا گالیوں سے بچنے کا خیال نہ ہوتا تو تم مجھے اعلانیہ طور پر اس دین کا اعلان کرنے والا پاتے''۔

زینی دحلان کی اسنی المطالب(۱) میں ہے کہ یہ شعر الحاقی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ بات معین ہوتی ہے کہ انھیں گالیوں کا اندیشہ تھا، اس لئے رسول خداؐ کی نصرت اعلانیہ نہیں کرر ہے تھے لیکن وہ تو باقاعدہ دین کی نصرت کرر ہے ہیں اور اسلام کو خیر ادیان کہہ ر ہے ہیں۔

قریش نے جب عثمان بن مظعون پر ظلم وستم کیا تو یہ سات شعر کہے:

امن تذکر دهر غیر مامون — اصبحت مکتئبا تبکی کمحزون

''اے دل! کیا زمانہ کی بے اعتباری کو یاد کر کے رو رہا ہے یا تیرا غم ان بے وقوفوں کی ذلیل حرکت ہے جو مسلمانوں پر ظلم کرر ہے ہیں۔قریش والو! خدا تمہاری جماعت کو ذلیل کرے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم عثمان کے لئے رنجیدہ ہیں، اب اگر تم نے پھر ہمارے مظلوموں پر ظلم کیا تو ہم تیر وتلوار سے ان کی مدد کریں گے، تین پھل والے نیزوں سے حملہ کریں گے جو پاگلوں کے دماغ سے بد دماغی نکال دے۔ یہاں تک کہ بے عقل لوگ سختی کے بعد نرمی کا برتاؤ کرنے لگیں یا پھر تم اس کتاب پر ایمان لے آؤ گے جو خدا کی طرف سے بے مثل ہے اور موسیٰ و یونس جیسے سچے نبی پر نازل کی گئی ہے''۔(۲)

کچھ اشعار میں رسول اعظمؐ کی مدح کی ہے اور اس کی تضمین حسان بن ثابت نے کی ہے یا توارد ہوا ہے:

لقد اکرم الله النبی محمداً — فاکرم خلق الله فی الناس احمد

و شق له من اسمه لیجله — فذو العرش محمود و هذا محمد (۳)

۱۔اسنی المطالب، ص۱۴(ص۲۵)

۲۔شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص۳۱۳(ج۱۴، ص۷۳ کتاب،۹)

۳۔التاریخ الصغیر(ج،۱، ص۳۸)دلائل النبوۃ ج۱، ص۶(ج۱، ص۴۴ حدیث۲)تاریخ ابن عساکر ج۱، ص۲۷۵(ج۳، ص۳۳۔۳۲)شرح نہج البلاغہ ج،۳، ص۳۱۵(ج۱۴، ص۷۸، کتاب ۹)، البدایۃ والنھایۃ ج۱، ۲۶۶(ج،۲، ص۳۲۵) الاصابۃ ج،۴، ص۱۱۵، المواھب اللدنیۃ ج۱، ص۵۱۸(ج۲، ص۲۵)تاریخ الخمیس، ج۱، ص۲۵۴، شرح ابن ابی الحدید ج۳، ص۳۱۵(ج۴، ص۷۷ کتاب،۹)

شرح ابن ابی الحدید کے مطابق ابوطالب کے یہ اشعار بہت مشہور ہیں:

انــت الــنـبــی مـحـمــد　　　　قــدم اغــر ســود

''اے محمدؐ! آپ رسولؐ ہیں۔ عظیم سردار اور مبارک چہرے والے ہیں۔ نہایت معزز سردار کے بیٹے خود بھی پاکیزہ اور جائے ولادت بھی پاکیزہ ہے۔ عمرو جیسے فیاض آپ کے مورث اعلیٰ ہیں جب سارے مکہ میں قحط تھا تو انھوں نے شوربہ میں روٹی بھگو کر لوگوں کو کھلائی۔ ان کے بعد یہ طریقہ صفت حسنہ بنکر رائج ہوگیا۔ اور پیالوں میں سالن اور روٹیاں توڑ کر کھلائی جاتی ہیں۔ ہمارے ہی خاندان کے ذمہ حاجیوں کی سقائیت ہے جبکہ ہم ڈولوں سے دریا بہادیتے ہیں۔ مقام مازماں، اس کی پہاڑیوں اور مسجد کی بھی تولیت ہماری ہی ہے، پھر اے محمدؐ! تم پر ظلم کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میرے جیسا بہادر ابھی زندہ ہے، مکے کی وادیوں میں سیاہ خون بہادوں گا، تمہارے ابن عم مشتعل شیروں کی طرح موجود ہیں۔ میں نے تو تمہیں ہمیشہ سچا پایا اور تم بچپن سے راست گفتار ہو''۔

ایک بار ابوجہل سجدے کی حالت میں رسولؐ کے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھا وہ رسولؐ پر چلانا چاہتا تھا لیکن جیسے ہی ہاتھ اٹھایا وہ پتھر اس سے چپک گیا اور وہ چلا نہ سکا اس موقع پر ابوطالبؑ نے یہ گیارہ شعر کہے:

''اے بنی غالب! ہوش میں آؤ اور گمراہی سے باز رہو ورنہ مجھے ڈر ہے کہ تمہارے گھروں ہی میں ہلاکتیں نہ نازل ہوں۔ وہ ہلاکتیں خدائے مشرق و مغرب کی طرح دوسروں کے لئے عبرت ہوں گی، جس طرح تم سے پہلے عاد و ثمود پر عذاب آیا، جب سویرے ہی ناقہ پیاسا تھا اور ان پر آندھی ٹوٹ پڑی۔ ایک ازرق کی وجہ سے سب پر غضب خدا نازل ہوا، جب اس نے ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں اور اس سے بھی زیادہ تعجب کا واقعہ ابوجہل کا ہے جب اس کا ہاتھ چپک گیا، جب وہ ایک صابر و شاکر و صادق کو مارنے کیلئے بڑھا تھا تو خدا نے اس کی ناک رگڑ کر اس کے پتھر کو اس کے ہاتھ سے چپکا دیا، وہ تمہارے ہی گمراہوں کے بہکاوے میں آگیا تھا جو کچھ اس نے کہا تھا وہ سچ نہ ہوسکا''۔(۱)

۱۔ دیوان ابوطالب، ص ۱۳ (ص ۳۲) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۳۱۴ (ج ۱۴، ص ۷۴ کتاب ۹)

ابن ابی الحدید(۱) کے مطابق مامون رشید کا دعوی تھا کہ ایمان ابوطالب علیہ السلام کے ثبوت میں ان کے یہ چار اشعار پیش کئے جاسکتے ہیں۔ جو کچھ اضافی اشعار کے ساتھ دیوان ابوطالب (ع) میں موجود ہیں:

نصرت الرسول رسول الملیک ببیض تلالا کلمع البروق (۲)

''میں نے مالک حقیقی کے رسول کی مدد درخشاں تلواروں سے کی ہے۔ میں دشمنوں سے نمٹنے کیلئے اس طرح نہیں چلتا جیسے نرینہ اونٹ کے خوف سے نوجواں اونٹنیاں چلتی ہیں۔ بلکہ میں تو کھلم کھلا یوں گرجتا ہوں جیسے جھاڑی میں شیر گرجتا ہے''۔

جب قریش نے عمرو عاص کے ساتھ تحفے دیکر نجاشی کو ورغلانا چاہا تو حضرت ابوطالبؑ نے یہ چار اشعار لکھ کر بھیجے (۳) تا کہ وہ مہاجرین حبشہ خصوصاً جعفر کا اکرام کرے:

الا لیت شعری کیف فی الناس جعفر و عمرو و اعداء النبی الاقارب

''کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ حالت غربت میں میرے بیٹے جعفر کا کیا حال ہے اور عمرو عاص اور دوسرے اعداء دین نے کیا کہا؟

مجھے معلوم نہیں کہ نجاشی نے جعفر کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا عمرو عاص نے اسے بہکا دیا، اے بادشاہ! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تو صاحب مجد و کرم ہے اس لئے پناہ لینے والوں کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے، ہم جانتے ہیں کہ خدا نے تجھے بہترین وسائل حیات سے نوازا ہے''۔ (۴)

شرح بن ابی الحدید (۵) میں ہے کہ یہ اشعار بھی ابوطالب کے ہیں جن کے ذریعہ رسول خدا کو اعلانیہ دعوت کا مشورہ دیا ہے:

۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۴ (۱۴، ص ۴۷، کتاب ۹)

۲۔ دیوان ابوطالب، ص ۲۴ (ص ۷۰)

۳۔ دیوان ابوطالب (ص ۱۰۹)

۴۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۷۷ (ج ۳، ص ۹۷) شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ۳۱۴ (ج ۱۴، ص ۷۷ کتاب، ۹)

۵۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱۴، ص ۷۷ کتاب ۹)

لا یمنعنک من حق تقوم بہ ایـد تصـول و لا سـلق بـاصـوات

''اے محمد! وہ حق جسے تم لیکر اٹھے ہو اسکے اعلان سے نہ حملہ کرنے والوں کے ہاتھ رک سکیں گے نہ زبان سے ایذاء پہنچانے والوں کی زبانیں تمہیں منع کرسکیں گی، کیونکہ اگر کبھی تم ان دشمنوں کے ساتھ کسی کشمکش میں مبتلا ہوئے تو تمہارا ہاتھ درحقیقت میرا ہاتھ ہوگا، تمہاری جان کے ساتھ میری جان ہوگی (یعنی میں تم پر فدا ہو جاؤں گا)''۔

ابن ہشام(۱) کا بیان ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے خطرہ محسوس کیا کہ کہیں باہر سے آنے والے جاہل عرب مشرکین کے بہکاوے میں آکر ان سے مل کر رسول خداؐ اور بنی ہاشم پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ اس لئے ایک قصیدہ میں آپ کے حرمت مکہ کی پناہ اور اشراف قوم کے دور کا تذکرہ کیا ہے، آپ نے یہ بھی صاف صاف اعلان کردیا کہ کسی حال میں بھی محمدؐ کو تمہارے حوالے نہ کریں گے چاہے ہلاک ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

خـلـیـلـی مـا اذنـی لا ول عـاذل بـصـغـواء فـی حـق و لا عند بـاطل

''اے میرے دونوں دوست۔ یہ اولین سرزنش نہیں ہے کہ جھوٹ یا سچ میرے کان ہی پڑی ہے جب میں نے دیکھ لیا کہ ہماری قوم میں ذرا بھی محبت نہیں رہ گئی ہے اور انھوں نے سارے رشتے ناطے توڑ لئے ہیں اور ہمارے خلاف دشمنی و ایذا رسائی کا اعلان کردیا نیز ہمارے اس دشمن کی بات ماننے لگے جو ہمیں ایک دوسرے سے جدا کردینا چاہتا ہے اور وہ ایسوں کے خلیفہ بن گئے جو ہماری دشمنی میں اپنے ہی دانتوں سے اپنی انگلیاں چبا رہے ہیں تو میں نے اپنے عظیم بزرگوں کی میراث میں ملی تیز دھار کے تلوار اور لچک دار نیزوں کو تیار کرلیا۔ تمام لوگوں کے پروردگار کی پناہ! ہر اس شخص سے جو ہمیں فحش دیتا اور باطل پر اقرار کرنے والا اور ہماری عیب جوئی میں دوڑ دھوپ کرتا اور دین میں ان باتوں کو شامل کرنا چاہتا ہے جسے ہم نہیں جانتے قسم ہے غار ثور کوہ شبیر اور غار حرا میں جانے کیلئے چڑھنے اترنے والوں کی، اللہ کے گھر کی جو بطن مکہ میں واقع ہے! حرمت حجر اسود کی! جسے طواف کے وقت لوگ چومتے ہیں، مقام

۱۔ سیرۃ ابن ہشام (ج۱، ص۲۹۱)

ابراہیم کے حرمت کی! جہاں ابراہیم برہنہ پا کھڑے ہوئے تھے۔

اور خانہ کعبہ کی قسم! تم غلط سمجھے کہ محمد کو ہم سے چھینا جاسکتا ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم محمد کے سامنے تیر و نیزہ چلاتے چلاتے ختم ہوجائیں۔ ہم کبھی محمد کو تمہارے حوالے نہیں کرسکتے ایسا اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم جنگ کرکے اتنے بدحال ہوجائیں کہ بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں۔ جب تک ہمارا خاندان جسموں پر ہتھیار سجا کر تم پر حملہ آور ہو۔ ہمارے دشمن نیزہ کھا کر لڑکھڑا رہے ہوں اور منہ کے بل گر رہے ہوں، ہم تو بخدا! ایسا دیکھ رہے ہیں کہ ہماری تلواریں بڑے بڑے سرداروں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہیں۔ ہماری تلواریں عقابی جوانوں کے ہاتھ میں ہونگی جو معتمد سردار، حقیقت کے حامی اور بہادر ہوں گے۔ یہ جنگ مہینوں اور سالہا سال تک جاری رہے گی۔

تم پر افسوس! ایسے سردار کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے جو معاہدوں کا پابند ہے اور بند زبان اور مفت خور نہیں ہے۔

اور ایسا روشن چہرہ سردار ہے جس کے روئے مبارک کا واسطہ دیکر بارش کی دعاء کی جاتی ہے، وہ یتیموں کا سرپرست اور بیواؤں کا جائے پناہ ہے۔ خانوادہ ہاشمی کے نادار و مفلس ان کے دامن فیض میں پناہ لیتے ہیں اور بہرہ یاب ہوتے ہیں۔

اے مطعم بن عدی! اب قریش نے مجھے ایسی راہ پر ڈال دیا ہے کہ اگر میں مارا گیا تو تو بھی نہ بچے گا، خدا کی بے لوث ترازو میں فیصلہ ہوگا۔ خدا تو دیکھنے والا ہے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ بے شک ان لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں جنھوں نے ہمیں چھوڑ کر بنی حلف اور غیاطل (بنی سہم) کو اختیار کرلیا ہے۔

حالانکہ تمام قدیم ماخذ کی رو سے ہم آل قصی کی اصل ہیں۔ بنی سہم اور بنی مخزوم ہمارے خلاف ہوگئے ہیں، انھوں نے ہمارے خلاف مفلس اور گمنام دشمنوں تک کو بھڑکا دیا ہے۔ اے عبد مناف! تم تو سارے قبیلے میں بہتر ہو لہذا اپنے معاملات میں بن بلائے مہمانوں کو شریک نہ کرو۔ اپنی جان کی قسم! احمدؐ اور ان کے بھائیوں کی محبت میرے دل میں شدید عشق کے بطور ڈال دی گئی ہے، خدا کرے وہ دنیا والوں کے لئے جمال بن کر رہیں اور ہمیشہ عظیم امور کے مالک رہیں"۔

سیرۃ ابن ہشام (۱) میں یہ قصیدہ ۹۴ شعروں پر مشتمل ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ یہ اشعار ابوطالبؑ ہی کے ہیں۔ ابن کثیر (۲) نے ۹۲/ اشعار نقل کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ قصیدہ ابو طالب ہی کہہ سکتے ہیں، بہت نفیس اور عظیم و بلیغ ہے، یہ سبع معلقات سے بھی بڑھ کر ہے۔ پورا قصیدہ انھوں نے اپنی کتاب المغازی میں نقل کیا ہے۔

ابو ہفان (۳) عبدی نے ۱۱۱/ اشعار نقل کئے ہیں، ابن ابی الحدید (۴) لکھتے ہیں کہ یہ اشعار حد تواتر تک پہونچے ہوئے ہیں کہ ابوطالب کے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول خداؐ کی دعوت کو مانتے تھے۔

قسطلانی نے ارشاد الساری (۵) میں نقل کیا ہے کہ اس قصیدہ میں ۱۱۰/ اشعار ہیں۔ مواہب الدنیہ (۶) میں ۸۰/ شعروں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ابن التین کہتے ہیں کہ یہ اشعار اس بات کا ثبوت ہیں کہ بحیرا وغیرہ کی تاکید سے قبل ہی ابو طالب نے رسول خداؐ کی معرفت حاصل کر لی تھی۔ عینی عمدۃ القاری میں ۱۱۰/ شعروں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ یہ قصیدہ جن کتابوں میں ہے ان کے نام ہیں:

بلوغ الارب آلوسی؛ (۷) خزانۃ الادب؛ (۸) لب لباب؛ (۹) لسان العرب، سیرۃ دینی۔ (۱۰)

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج ۱، ص ۲۹۸۔ ۲۸۶ (ج ۱، ص ۲۹۹۔ ۲۹۱)
۲۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۵۷۔ ۵۳ (ج ۳، ص ۷۴۔ ۷۰)
۳۔ دیوان ابوطالب، ص ۱۲۔ ۲ (۳۸۔ ۲۱)
۴۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱۴، ص ۷۸، کتاب ۹)
۵۔ ارشاد الساری ج ۲، ص ۲۲۷ (ج ۳، ص ۲۶)
۶۔ المواھب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۴۸ (ج ۱، ص ۱۸۵)
۷۔ عمدۃ القاری ج ۳، ص ۴۳۴ (ج ۷، ص ۳۰)
۸۔ بلوغ الارب ج ۱، ص ۳۲۷ (ج ۱، ۳۳۶)
۹۔ خزانۃ الادب ج ۱، ص ۲۶۱۔ ۲۵۲ (ج ۲، ۷۵۔ ۵۹)
۱۰۔ السیرۃ النبویہ دحلان مطبوع بر حاشیہ سیرہ حلبیہ ج ۱، ص ۸۸ (ج ۱، ص ۴۳)

دحلان نے لکھا ہے کہ عبدالواحد سفاقسی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ یہ اشعار ابوطالبؑ دلیل ہیں کہ بحیرا سے قبل ہی رسول خداؐ کی معرفت حاصل کر چکے تھے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اگر ان اشعار کو ابوطالب کے مسلمان ہونے کے ثبوت میں نہ مانا جائے تو میں نہیں جانتا کہ ثبوت میں اور کیا کہنا چاہئے۔

یہ ابوطالبؑ کے نغموں کا مختصر انتخاب تھا جو ان کے مومن خاص ہونے کا ثبوت ہے۔

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ابوطالبؑ کے لگ بھگ تین ہزار اشعار ہیں جن سے ان کے مومن ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے آخر میں چار اشعار بھی نقل کئے ہیں۔(۱)

۲۔ کردار صالح اور قول مشکور:

اس کے ساتھ ابوطالبؑ کا پاکیزہ کردار اور نفیس جد و جہد بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ جس کے ذریعہ انھوں نے رسول خداؐ کی پاسداری و تحفظ اور لوگوں کو توحید پرستی کی دعوت دینے کا کوئی دقیقہ ابتدائے بعثت سے آخر دم تک اٹھا نہیں رکھا۔ اس پاکیزہ کردار کے ساتھ ان کی گفتگو بھی تاریخ میں ثبت ہیں جن سے ان کے صحیح اسلام و ایمان کا پتہ چلتا ہے، اس سلسلے میں خود اہلسنت کی کتابوں سے حوالے پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب ابوطالبؑ نے تجارت کی غرض سے شام جانے کی تیاری کی تو رخصت کے وقت پیغمبر نے ابوطالب کی مہار ناقہ تھام کر ساتھ جانے پر اصرار کیا چچا جان! نہ میرے باپ ہیں نہ ماں، مجھے کس کے حوالے کئے جا رہے ہیں؟ ابوطالب کا دل بھر آیا اور اپنے ساتھ لیکر روانہ ہوئے جب یہ قافلہ شام میں مقام بصری پر فروکش ہوا تو وہاں کے راہب بحیرا نے آنحضرتؐ میں علامت نبوت مشاہدہ کر کے آپ سے ملنے کی غرض سے قافلہ کی دعوت کی قریش نے اس سے کہا کہ اس سے پہلے تو آپ ہماری طرف توجہ نہیں کرتے تھے پہلے تو رسول خداؐ کو کمسنی کی وجہ سے نہیں لے جایا گیا لیکن بحیرا کے اصرار پر آپ بھی وہاں لے جائے گئے آپ کے سر پر ایک لکہ ابر برابر سایہ فگن تھا بحیرا نے آپ سے بہت سی

۱۔ تشابہات القرآن ج ۲، ص ۶۵

باتیں دریافت کیں۔ آپ کے شانے پر مہر نبوت کو بھی دیکھا۔ حضرت ابوطالب سے بھی کچھ باتیں پوچھیں اور کہا: آپ کا بھتیجا بڑی شان والا ہے آپ اس کی حفاظت کیجئے۔

ا۔ابوطالب نے اس بارے میں یہ اشعار کہے:

ان ابن آمنة النبی محمدا عندی یفوق منازل الاولاد

''بلاشبہ آمنہ کے لال محمدؐ جو ایک پیغمبر ہیں، میرے نزدیک اولاد سے زیادہ عزیز ہیں، جب انھوں نے میرے ناقہ کی مہار تھام لی تو مجھے ان پر رحم آگیا حالانکہ بار بردار اونٹ سامان لیکر روانہ ہو چکے تھے۔ پس میرے آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی بہنے لگے۔ میں نے ان کے متعلق قریبی قرابت اور اجداد کی وصیت کو یاد کیا اور ان کے چچاؤں کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی، جو اجلے چہروں والے اور بلند ہمت ہیں۔ وہ لوگ طویل سفر پر روانہ ہوگئے، جب مقام بصریٰ میں پہنچے تو انھوں نے ایک خانقاہ کی جالی دار کھڑکی پر ایک راہب کو دیکھا، جس نے قافلے والوں کو محمد کے بارے میں سچی بات بتائی۔ اور اسی راہب نے حسد کرنے والے یہودیوں کے گروہ کی تردید کی۔ یہودیوں کے اس گروہ نے محمدؐ کے سر پر بادل کا ٹکڑا سایہ فگن دیکھ لیا تھا۔

ان کی بد نیتی کو بحیرا ہی نے روکا۔ وہ یہودی حسد کی وجہ سے محمد کو قتل کرنے پر آمادہ تھے، بحیرا نے بہترین کوشش سے ان کو باز رکھا۔(۱)

۲۔ابوطالب نے رسولؐ کا واسطہ دیکر بارش کی دعا کی:

تاریخ ابن عساکر(۲) میں جلہمہ بن فطہ کا بیان منقول ہے کہ مکہ میں قحط پڑا، قریش نے ابوطالب سے کہا کہ وادیاں سوکھ گئی ہیں، ہم روٹیوں کے محتاج ہوگئے ہیں۔ ہمارے ساتھ آیئے تا کہ نماز استسقاء پڑھیں۔ ابوطالبؑ اپنے ساتھ ایک بچے کو لئے ہوئے باہر آئے جو سورج کی طرح درخشاں تھا۔ آپ کے گرد کئی بچے تھے، ابوطالب نے اس بچے کو گود میں لیکر اس کی پیٹھ کعبہ سے چسپاں کردی بچے نے آپ کی

۱۔دیوان ابوطالب، ص۳۵۔۳۳(۹۰۔۸۹) تاریخ ابن عساکر ج۱، ص۲۷۲۔۲۶۹ (ج۳، ص۱۴۔۱۲) الروض الانف ج۱، ص۱۲۰(ج۲، ص۲۲۷) الخصائص الکبریٰ ج۱ص۸۴، ۸۵(ج۱، ص۱۴۴

۲۔مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۲، ص۱۶۲۔۱۶۱)

انگلی تھام لی اس وقت آسمان پر بادل کا کہیں پتہ نشان نہ تھا اچانک اس قدر بارش ہوئی کہ تمام جوار اور وادیاں جل تھل ہوگئیں۔ ایسے میں ابوطالب نے یہ اشعار کہے:

وابیض یسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للا رامل

یلوذبه الهلاک من آل هاشم فهم عنده فی نعمة و فواضل (۱)

علامہ شہرستانی (۲) نے اس واقعے کو معرفت ابوطالب کے ذیل میں نقل کیا ہے۔

۳۔ ولادت حضرت علیؑ اور ابوطالبؑ:

جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے رسول خداؐ سے واقعہ ولادت امیر المومنین دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا تو نے بہترین مولود کے متعلق دریافت کیا ہے جو شبیہ عیسیٰ تھا، خدا نے علیؑ کو میرے نور سے خلق فرمایا اور مجھے اپنے نور سے اور ہم دونوں ایک نور سے ہیں۔ پھر خدا ہمیں پاکیزہ اصلاب وارحام میں منتقل فرماتا رہا۔ علی بھی میرے ساتھ پاکیزہ اصلاب وارحام میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ میرا نور بطن آمنہ میں منتقل ہوا اور علی کا نور بطن فاطمہ بنت اسد میں۔ اور ہمارے زمانہ میں ایک مبرم بن وعیب نامی زاہد و عابد شخص تھا اس نے دوسو ستر سال تک خدا کی عبادت کی تھی اور کبھی خدا سے کوئی حاجت طلب نہیں کی تھی۔ خدا نے اس کے پاس ابوطالب کو بھیجا، جب مبرم نے ابوطالب کو دیکھا تو تعظیم میں کھڑا ہوگیا اور آپ کے ہاتھ پاؤں چوم کر کہا: آپ کون ہیں؟ جواب دیا: مکہ کا باشندہ ہوں۔ پوچھا: کس قبیلے سے؟ جواب دیا: بنی ہاشم سے۔ یہ سن کر اس نے ابوطالب کا سر چوما اور کہا: خدائے اعلیٰ نے مجھے الہام فرمایا ہے کہ آپ کے صلب سے ایک ولی خدا پیدا کرے گا جب ولادت علی کی رات آئی تو زمین جگمگا اٹھی۔ حضرت ابوطالب گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلے: اے لوگو! آج کعبہ میں ولی اللہ کی ولادت ہوئی ہے۔ جب صبح ہوئی تو یہ اشعار پڑھتے ہوئے داخل کعبہ ہوئے:

۱۔ ارشاد الساری ج ۲، ص ۲۲۷ (ج ۳، ص ۱۲۷) المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۴۸ (ج ۱، ص ۱۸۴) الخصائص الکبریٰ، ص ۸۶۔ ۱۲۴ (ج ۱، ۱۴۶، ۲۰۸) شرح بہجۃ المحافل ج ۱، ص ۱۱۹، السیرۃ الحلبیۃ ج ۱، ۱۲۵ (ج ۱، ص ۱۱۶) السیرۃ النبویۃ دحلان مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۸۷ (ج ۱، ص ۱۱۶) طلبۃ الطالب، ص ۴۲،

۲۔ الملل والنحل ج ۳، ص ۲۲۵، مطبوع بر حاشیہ الفصل (ج ۲، ص ۲۴۹)

یا رب ھذا الغسق الدجی والقمر المنبلج المضی

بین لنا امرک الخفی ماذا تری فی اسم ذا الصبی

''اے پروردگار! تاریک رات اور درخشاں چاند ہے اس میں ہمارے لئے اپنا پوشیدہ امر ظاہر فرما کہ اس بچے کا کیا نام رکھا جائے''۔

فوراً ہاتف کی آواز آئی: اے رسول مصطفیٰؐ کے اہلبیت تمہیں پاکیزہ خصوصیت سے سرفراز کیا گیا ہے اس کا نام خدائے برحق کے نام سے مشتق علیؑ رکھا گیا ہے''۔(۱)

۴۔ابوطالب اور پیغمبر کی ابتدائے دعوت

فقیہ حنبلی ابراہیم بن علی بن محمد دینوری نہایت الطالب اور غایت السوٴل میں (۲) ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے اپنے چچا عباس سے کہا کہ خدا نے مجھے اعلانیہ دعوت کا حکم دیا ہے کیا آپ مدد کرسکیں گے؟ عباس نے کہا بھتیجے! قریش کے اکثر لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں، اگر آپ کی مدد کی تو مجھے پریشانی ہوگی۔لوگ میری جڑ کاٹ دیں گے آپ اپنے چچا ابوطالب سے کہیئے، وہ سب سے بزرگ بھی ہیں اگر انھوں نے آپ کی مدد نہ کی تو آپ کو چھوڑیں گے بھی نہیں۔ وہ آپ کو کبھی دشمن کے حوالے نہ کریں گے۔ابوطالب نے دونوں کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ ضرور کوئی بات ہے اس وقت کیوں آئے ہو؟ عباس نے رسول خداؐ کی بات دہرائی۔ابوطالب نے غور سے رسول خدا کو دیکھا اور کہا: اے میرے باپ کے بیٹے! تم بلند نظر ہو جاؤ بخدا! کوئی بھی تمہیں سخت نگاہ سے دیکھے گا تو اسے تلوار کا مزا چکھاؤں گا۔ بخدا! یہ عرب تمہارے لئے چوپایوں کی طرح مطیع ہو جائیں گے۔ میرے والد نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ ان کے صلب سے ایک پیغمبر مبعوث ہوگا۔ وہ تمہاری ملاقات کے شائق تھے ،انھوں نے تاکید فرمائی تھی کہ جو بھی اسے پائے اس پر ایمان لائے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ابوطالب کی شدت حمایت اور معرفت دیکھئے کہ وہ اجداد کی وصیت کا

۱۔کفایۃ الطالب، ص ۲۶۰ (ص ۴۰۶) ۲؎ الطرائف ابن طاؤس، ص ۸۵، (ص ۳۰۳۔۳۰۲ حدیث ۳۸۸)

۲۔طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۸۶ (ج ۱، ص ۲۰۲۔۳۰۲)

مصداق پہچان گئے۔

۵۔رسول کی گمشدگی اور ابو طالب:

ابن سعد واقدی نے طبقات الکبری (۱) میں قریش کا ابو طالب کے پاس آنا اور مایوس جانا تفصیل سے لکھا ہے پھر انھوں نے سازش کی کہ اچانک موقع پا کر محمدؐ کو قتل کر دیں، اسی شام رسول خدا گم ہو گئے۔

ابو طالب اور دوسرے چچا جب رسول خداؐ کے گھر آئے تو انھیں نہ پایا، آپ نے تمام ہاشمیوں کو جمع کر کے کہا کہ اپنی اپنی رداؤں میں تلواریں چھپا کر میرے ساتھ آؤ۔ مسجد الحرام میں چل کر ایک ایک قریش کی بغل میں بیٹھ جاؤ۔ سب نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت زید بن حارث دکھائی پڑے۔ ابو طالب نے پوچھا: میرے بھتیجے کو دیکھا ہے۔ زید نے کہا: جی ہاں! میں دیر تک انھیں کے ساتھ رہا۔

ابو طالب نے کہا: میں نے انھیں گھر پر نہیں دیکھا ہے، جب تک انھیں دیکھ نہ لوں گا گھر واپس نہیں جاؤں گا۔ زید فوراً کوہ صفا کے بغل میں گھر پر گئے جہاں رسول خدا اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے انھیں باخبر کیا تو رسول خدا ابو طالب کے پاس آئے۔ ابو طالب نے پوچھا کہاں تھے خیریت تو ہے؟ فرمایا: ہاں۔ ابو طالب نے کہا: گھر چلو دوسرے دن صبح کو رسول خداؐ کے ساتھ ابو طالب نے ناشتہ کیا پھر آپ کا ہاتھ پکڑ کر جوانان ہاشمی و مطلبی کے ساتھ قریش کی بزم میں تشریف لائے، پوچھا: اے گروہ قریش! جانتے ہو کل میں نے کیا ارادہ کیا تھا؟ اور پھر اپنے ارادہ سے سب کو باخبر کیا۔ پھر جوانوں سے کہا کہ اپنی تلواریں ظاہر کر دو۔ اور فرمایا کہ بخدا!! اگر تم نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہوتا تو تم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچتا۔ ابو جہل کی تو یہ سن کر سٹی گم ہو گئی۔

دینوری نے اس موقع پر یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں:

الا ابلغ قریشا حیث حلت ....

''قریش کے لوگ جہاں بھی ہوں انھیں میرا پیغام پہنچا دو، جن کے دل میں عیاریاں موجزن ہیں۔ میں جنگی گھوڑوں کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ محمدؐ کا ایک خاندان ہے، وہ بے سرپرست نہیں ہیں۔ کیا یہ

۱۔ بحار الانوار ج ۹، ۳۱ (ج ۳۵، ص ۱۴۹ حدیث ۸۵)

لوگ محمدؐ کے قتل کا حکم دے رہے ہیں۔ بخدا! یہ قریش ہرگز اس میں کامیاب نہ ہوں گے''۔

بحار الانوار مجلسی اور (۱) ابن سعد اس سے زیادہ تفصیلات میں۔ اس کے علاوہ دینوری کی نہایۃ الطالب (۲) اور سید فخار بن معد نے اپنے طریق سے اس کی روایت کی ہے۔

۶۔ ابوطالب ابتدائے دعوت میں:

جب آیت نازل ہوئی: ﴿ وانذر عشیرتک الاقربین ﴾ ''اور اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو ڈراؤ''۔ تو رسول خداؐ گھر سے کوہ صفا پر گئے اور آواز دی: یا صباحاہ۔ لوگ اس آواز کو سن کر آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: بتاؤ تو اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے تمہیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا۔ فرمایا: تو میں تمہیں عذاب شدید سے ڈرانا چاہتا ہوں۔ ابولہب نے آواز دی: تمہارا ناس ہو جائے کیا تم نے اس لئے ہمیں یہاں جمع کیا تھا۔

پھر رسول خداؐ نے گھر پر ان لوگوں کو بلایا، وہاں بھی ابولہب نے مداخلت کی اور کہا کہ یہاں تمہارے چچا اور چچیرے بھائی موجود ہیں ان سے گفتگو کرو اور دین بدلنے کی بات چھوڑو۔ یہ سمجھ لو کہ ان سے زیادہ عرب میں کوئی طاقت ور نہیں۔ تمہیں قابو میں کرنے کے لئے تمہارا خاندان کافی ہے پھر تمام قریش کے قبیلے تم پر چڑھ دوڑینگے تمام عرب ان کا ساتھ دے گا، میرے خیال میں تم سے بد تر پیغام آج تک خاندان میں کسی نے نہیں دیا۔ یہ سن کر رسول خداؐ خاموش ہو گئے پھر کچھ نہ کہا۔

دوبارہ انھیں بلوایا اور فرمایا: تمام تعریفیں خدا ہی کیلئے ہیں، میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد کا طالب ہوں، اس پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں پھر فرمایا کہ رائد بھی اپنوں سے جھوٹ نہیں بولتا اور اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تمہاری طرف خاص طور سے خدا کا رسول ہوں اور تمام انسانوں کی

۱۔ الطرائف ابن طاؤس، ص ۸۵ (ص ۳۰۳ حدیث، ۳۸۹)

۲۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب، ص ۶۱ (ص ۲۵۴)

طرف عام طور سے۔ بخدا! تم ضرور مرو گے، جس طرح تم سوتے ہو اور ضرور قبروں سے اٹھائے جاؤ گے جس طرح تم جاگتے ہو۔ اور تمہارے عمل کا یقیناً محاسبہ کیا جائے گا اور جنت و جہنم ابدی ہیں۔ یہ سنکر ابوطالب نے فرمایا: مجھے تمہاری مدد و نصرت حد سے زیادہ پسند ہے، ہم تمہاری نصیحت قبول کرتے ہیں اور تمہاری باتوں کی شدت سے تصدیق کرتے ہیں اور یہ تمہارے دادیہالی لوگ جو جمع ہیں انھیں میں سے ایک میں بھی ہوں ان لوگوں میں سب سے پہلے میں تمہاری بات قبول کروں گا۔ تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرتے رہو میں بخدا تمہاری ہر طرح پشت پناہی کرتا رہوں گا۔ لیکن بات صرف اتنی ہے کہ میں دین عبدالمطلب کو کسی طرح چھوڑ نہیں سکتا۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ دین عبدالمطلب دین توحید و ایمان کے سوا کچھ نہ تھا، انھوں نے بت پرستی سے اپنا دین کبھی آغشتہ نہ کیا، انھوں نے اپنی وصیت میں مظلوم کا انتقام اور ظالم سے بدلہ لینے کی بات کی ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ اگر یہاں مظلوم کا انتقام نہ لیا جا سکے تو فرمایا۔

خدا کی قسم! اس دنیا کے بعد دوسری دنیا بھی ہے جہاں نیکی کا نیک بدلہ اور برائی کا برا بدلہ ملے گا، عبدالمطلب ہی نے ابرہہ سے کہا تھا کہ اس خانہ کعبہ کا بھی ایک مالک ہے، وہ خود اس کی حفاظت کرے گا، انھوں نے کوہ ابوقبیس پر جو اشعار پڑھے اس سے بھی ان کے مسلمان ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ (۲) نیز یہ کہ رسول خداؐ نے جنگ حنین میں رجز پڑھا تھا:

انــا النبی لا کذب   انا بن عبد المطلب (۳)

حافظ دمشقی نے دو شعروں میں آباء نبی کو سجدہ گزار اور رسول خداؐ کو عابدوں کے اصلاب میں منتقل ہونے کی بات کہی ہے، اسی کو ابوطالب نے اپنی بات میں کہا ہے کہ میں کسی حال میں بھی دین عبدالمطلب نہیں چھوڑ سکتا۔ (۴)

۱۔ تاریخ کامل ج ۲، ص ۲۴ (ج ۱۔ ص ۴۸۶)
۲۔ الملل والنحل مطبوع بر حاشیہ الفصل ج ۳، ص ۲۲۴ (ج ۲، ص ۲۴۹) الدرج المنیفہ، ص ۱۵، مسالک الحنفاء، ۳۷
۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۱۵۱) تاریخ طبری، ج ۳، ص ۷۶ حوادث ۸ھ)
۴۔ مسالک الحنفاء، ص ۴۰، الدرج المنیفہ، ص ۱۴،

ابن اثیر(۱) کا بیان ہے کہ اس کے بعد ابولہب نے کہا: بخدا! یہ برائی ہے ان دونوں ہاتھوں کو پکڑ لو قبل اس کے کہ دوسرے اس کی حمایت میں کھڑے ہو جائیں۔ ابوطالب نے کہا: بخدا! جب تک ہم زندہ ہیں ان کی حمایت کرتے رہیں گے۔(۲) یہ ابتدائے دعوت کی تقریب ابوطالب کے گھر ہی پر ہو رہی تھی۔

عقیل بن ابی طالب کا بیان ہے کہ قریش نے ابوطالب کے پاس آکر شکایت کی کہ آپ کے بھتیجے نے ہماری انجمن ہمارے کعبے اور ہمارے وطن ہی میں ہم کو اذیت دینا شروع کر دی ہے۔ وہ ایسی باتیں کرتا ہے کہ جو ہمیں ناپسند ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے روکیں۔ ابوطالب نے مجھ سے کہا: اے عقیل! اپنے چچیرے بھائی کو میرے پاس بلا لاؤ میں انھیں بلا لایا تو ابوطالب نے ان سے قریش کی شکایتیں بیان کیں۔ رسول خداؐ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا بخدا یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جو حکم خدا نے مجھے دیا ہے اسے انجام نہ دوں چاہے یہ لوگ اس کو میرے لئے آگ بنا دیں۔ ابوطالب نے فرمایا: بخدا! ہرگز جھوٹ نہیں کہا جاؤ اور ہدایت کرتے رہو۔ (واللہ ما کذب قط فارجعوا راشدین.

اس روایت کے ثقہ ہونے کی تائید(۳) تاریخ بخاری و ذخائر العقبیٰ (۴) میں ہے لیکن ابن کثیر(۵) نے چونکہ آخری کلمہ میں ایمان ابوطالب کو محسوس کر لیا تھا اس لئے اس آخری فقرے کو حذف کر دیا۔

طبقات ابن سعد(۶) میں حضرت علیؑ کا بیان ہے جس میں رسول خداؐ نے بوجھ بٹانے والے کو اپنا بھائی کہا۔

۱۔ تاریخ کامل (ج۱، ص ۴۸۷)

۲۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۱، ص ۳۰۴ (ج ۱، ص ۲۸۵)

۳۔ التاریخ الکبیر (ج ۷، ص ۵۰ نمبر ۲۳۰)

۴۔ ذخائر العقبیٰ، ۲۲۳،

۵۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۴۲ (ج ۳، ص ۵۵)

۶۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۷۱ (ج ۱، ص ۱۸۷)

اسی طرح ابوعمرو زاہد طبری کی روایت میں ہے کہ دوسرے دن پھر کھانے کا انتظام ہوا اور رسول خداؐ بعد طعام تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو ابولہب نے اعتراض کیا، اس پر ابوطالبؑ نے اسے ڈانٹا:

اسکت یا اعور " چپ رہ کرنجے! تجھ سے کیا مطلب"؟ پھر مجھ سے فرمایا: دیکھو کوئی یہاں سے نہ اٹھے اور رسول سے فرمایا: **قم یا سیدی فتکلم بما تحب وبلغ رسالة ربک فانک صادق المصدق** "اٹھیئے اے میرے سردار اور جو فیصلہ مناسب سمجھتے ہیں فرمایئے اور اپنے رب کے پیغام کی تبلیغ کیجئے، کیونکہ آپ صادق ومصدق ہیں۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ کیسا پاکیزہ کافر ہے جو اسلام کی مدافعت ہر محاذ پر کر رہا ہے اور اپنی قوم پر زبان کے ہتھوڑے چلا رہا ہے اور تصدیق نبوت کے ساتھ پیغام رب پہونچانے پر رسول خداؐ کو آمادہ کر رہا ہے؟
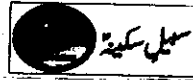
۷۔ارشاد ابوطالبؑ: بھائی سے وابستہ رہو:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ رسول خداؐ نماز کے وقت مکے کی بعض پہاڑیوں میں چلے جاتے، حضرت علیؑ بھی گھر کے لوگوں سے چھپ چھپا کر چلے جاتے اور ایک ساتھ نماز پڑھتے، شام کو واپس آجاتے، کچھ دن ایسے ہی چلتا رہا۔ایک دن رسول خداؐ کو ابوطالب نے حالت نماز میں دیکھ کر کہا: بھتیجے! یہ کون سا دین ہے؟ فرمایا:

اے چچا! یہ خدا اور رسول اور ملائکہ اور جد ابراہیمؑ کا دین ہے۔

کچھ روایتوں میں ہے کہ علی سے پوچھا: یہ کون سا دین ہے جس پر تم ہو؟ انھوں نے فرمایا: اے بابا! میں خدا اور رسول پر ایمان لایا ہوں۔ابوطالب نے کہا: ٹھیک ہے چچیرے بھائی سے وابستہ رہو۔(۲)

۱۔النھایۃ ابن اثیر ج ۳، ص ۱۵۶ (ج ۳، ص ۳۱۹) الفائق زمخشری ج ۲، ص ۳۷) لسان العرب، ج ۶، ص ۲۹۴ (ج ۹، ص ۲۶۹) تاج العروس ج ۳، ص ۴۲۸،

۲۔سیرہ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۶۵ (ج ۱، ص ۲۶۳) تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۱۴ (ج ۲، ص ۳۱۳) عیون الاثر ج ۱، ص ۹۴ (ج ۱، ص ۱۲۵) الاصابۃ ج ۴، ص ۱۱۶، اسنی المطالب، ۱۰ (۱۷) شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۴ (ج ۱۴، ص ۷۵، کتاب ۹) دیوان ابوطالب (۹۴-۹۵) الاوائل عسکری (۷۵)

۸۔ چچیرے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ

ابن اثیر کی روایت ہے کہ ابو طالبؑ نے رسولؐ اور حضرت علیؑ کو نماز پڑھتے دیکھا، علی داہنی طرف کھڑے تھے۔ آپ نے جعفر سے کہا کہ چچیرے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ یہ سن کر وہ بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ جعفر نے علیؑ کے کچھ ہی دن بعد اسلام قبول کیا تھا۔

ابو طالب نے اس بارے میں چار شعر کہے جس کا پہلا مصرعہ ہے:

فصبرا ابا یعلی علی دین احمد۔(۱)

اسنی المطالب برزنجی میں ہے کہ یہ روایت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ابو طالب کا دل ایمان سے لبریز وشاداب تھا۔

۹۔ ابو طالب کی رسولؐ سے دلسوزی

امالی محمد بن حبیب میں ہے کہ اکثر ابو طالبؑ رسولؐ کو دیکھ کر رونے لگتے اور فرماتے کہ جب میں انھیں دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے بھائی یاد آجاتے ہیں چونکہ عبداللہ آپ کے حقیقی بھائی تھے اور بہت محبوب بھی تھے، اسی لئے ابو طالب رسول خداؐ کا بڑا خیال کرتے رات میں ان کے بستر پر اپنے بیٹوں میں سے کسی کو سلا دیتے تھے، ایک دن علی نے شکایت کی: بابا! کیا میں قتل ہو جاؤں گا۔ فرمایا: بیٹا صبر کرو، کیونکہ سب کو موت کا مزہ چکھنا ہے (پانچ شعر کہے)۔

جواب میں علی نے تین اشعار کہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا آپ مجھے حمایت رسولؐ میں صبر کی تلقین فرماتے ہیں جب کہ میں اس کا بھرپور تہیہ کئے ہوا ہوں۔(۲)

۱۰۔ ابو طالب اور ابن زبعری:

تفسیر قرطبی میں ہے کہ ایک دن رسول خدا کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو جہل نے کہا: کون ان کی نماز خراب کریگا؟ ابن زبعری نے خون سے بھری اوجھڑی رسول کے منھ پر مل دی۔ رسولؐ اس حالت

۱۔ اسد الغابہ ج ۱، ص ۲۸۷ (ج ۱، ص ۳۴۱ نمبر ۷۵۹) شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱۴، ص ۷۶ کتاب ۹) الاصابہ ج ۴، ص ۱۱۶، السیرۃ الحلبیۃ ج ۱، ص ۲۸۶ (ج ۱، ص ۲۶۹) اسنی المطالب، ص ۶ (۱۰، ۱۷)

۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۰ (ج ۱۴، ۶۴، کتاب ۹) الحجۃ علی الذاہب الی تکفیر ابی طالب، ص ۶۹ (ص ۲۷۵)

میں ابوطالب کے پاس آئے اور کہا: چچا: دیکھ رہے ہیں، میرے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ابوطالب نے پوچھا: کس نے یہ حرکت کی؟ رسول نے فرمایا: ابن زبعری نے۔آپ ننگی تلوار لئے چلے، جب قریش نے دیکھا تو متفرق ہونا چاہا۔ابوطالب نے للکارا: کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلا تو گردن اڑادوں گا پھر آپ نے ابن زبعری کے چہرے اور کپڑے پر وہی اوجھڑی ماری۔(۱)

۱۱۔ابوطالب اور قریش

جب رسول خداؐ نے اعلانیہ دعوت اسلام کا آغاز کیا تو اس وقت ان کی قوم نے مخالفت نہیں کی لیکن جب ان کے خداؤں کی مذمت کی تو مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے۔صرف چند افراد جو مسلمان ہو چکے تھے وہی مخالفت نہیں کر رہے تھے، ابوطالب نے ایسے لرزہ خیز حالات میں حمایت رسول کا بیڑا اٹھایا اور تمام رکاوٹیں دور کیں۔

جب قریش نے ابوطالب سے شکایت کی تو ابوطالبؑ نے رسول سے فرمایا کہ بھتیجے! تمہاری قوم میرے پاس آکر تمہاری شکایت کر رہی ہے۔مجھ پر اور اپنے اوپر رحم کرو مجھ پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔رسول خداؐ نے خیال فرمایا کہ شاید چچا مجھ سے برگشتہ ہوگئے ہیں۔وہ اپنے حمایت سے ہاتھ کھینچ رہے ہیں، رسول خدا نے فرمایا: چچا! اگر یہ میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے ہاتھ میں ماہتاب بھی دے دیں تو میں اپنی تبلیغ سے باز نہ آؤں گا چاہے اس میں میری جان ہی چلی جائے، رسول خدا کی آنکھوں میں آنسو آگئے جب مڑ کر جانے لگے تو ابوطالب نے فرمایا: بھتیجے! میری طرف دیکھو اور فرمایا: دیکھو تمہارا جو جی چاہے کرو میں تمہیں کسی حال میں بھی دشمن کے حوالے نہ کروں گا۔

جب قریش نے سمجھ لیا کہ ابوطالبؑ حمایت سے ہاتھ نہ کھینچیں گے تو وہ عمارہ بن ولید کو لائے اور کہا کہ اے ابوطالب یہ عمارہ قریش کا خوبصورت ترین جوان ہے اور عقلمند بھی ہے اسے لے لو اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کردو جس نے ہمارے درمیان عداوت پیدا کردی ہے اور ہمارے دین کی برائیاں کرتا پھرتا ہے، ہم اسے قتل کردیں۔

۱۔تفسیر قرطبی، ص۴۰۶ (ج۶،ص ۲۶۱)

ابوطالب نے کہا: خدا کی قسم! تم نے بڑا برا فیصلہ کیا، میں تمہارا جوان لے کر اس کی پرورش کروں اور اپنے جوان کو تمہارے حوالے کر دوں تم اسے قتل کر دو، بخدا! یہ کبھی نہ ہو سکے گا۔

مطعم بن عدی نے کہا: اے ابوطالب! قریش کی بات مان لو، وہ منصفانہ بات کہہ رہے ہیں تم اپنے کو مصیبت میں کیوں ڈال رہے ہو؟

ابوطالب نے کہا: بخدا! ان لوگوں نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا، تم لوگ بھی ان لوگوں کے ہمنوا ہو گئے ہو۔ تمہارا جو جی چاہے کرو۔ اس کے بعد تو معاملہ سنگین ہو گیا اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس وقت ابوطالب نے مطعم اور دیگر قریش کے متعلق چودہ اشعار کہے، ان کی حماقت کا ماتم اور اپنی حمایت رسول کا برملا اظہار کیا:

الاقل لعمرو والولید ومطعم الا لیت حظی من حیاطتکم بکر

جب ابوطالبؑ نے قریش کا معاندانہ اقدام ملاحظہ فرمایا تو ہاشمیوں اور مطلبیوں کو حمایت پر آمادہ کیا، اس طرح ابولہب ملعون کے سوا سبھی حمایت رسولؐ پر آمادہ ہو گئے۔ ابوطالب کو اپنے قبیلے کی حمایت دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی انھوں نے اپنے قبیلے کی مدح اور فضیلت رسول میں مزید سات اشعار کہے:

اذا اجتمعت یوماً قریش لمفخر فعبد مناف سرّھا و صمیمھا (۱)

۱۲۔ سردار مکہ اور صحیفۂ قریش

قریش نے مشورہ کر کے ایک معاہدہ لکھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے نہ تو شادی بیاہ کریں گے، نہ خرید و فروخت اور نہ مصالحت کریں گے، جب تک وہ رسول خداؐ کو حوالے نہ کر دیں۔ منصور بن عکرمہ نے تحریر لکھی اور اسے کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ یہ واقعہ بعثت کے ساتویں سال کا ہے، انھوں نے

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج۱، ص۲۸۳-۲۷۵ (ج۱، ۲۸۸-۲۸۲) طبقات ابن سعد ج۱، ص۱۸۶ (ج۱، ۲۰۲) تاریخ طبری ج۲، ص۲۲۱-۲۱۸ (ج۲، ص۳۲۸-۳۲۲) دیوان ابوطالب، ص۲۴ (۷۲) الروض الانف، ج۱، ص۱۷۱، ۱۷۲ (ج۳، ص۴۸، ۴۰) شرح نہج البلاغہ ج۳، ص۳۰۶ (ج۱۴، ص۵۵-۵۳ کتاب ۹) البدایۃ والنھایۃ ج۲، ص۱۲۶، ۲۵۸، ج۳ ص۴۲، ۴۸، ۴۹ (ج۲، ص۱۴۸، ۳۱۷ ج۳، ص۵۶، ص۶۴، ۶۵) عیون الاثر ج۱، ص۹۹، ۱۰۰ (ج۱، ص۱۳۳-۱۳۱) تاریخ ابوالفداء ج۱، ص۱۱۷ السیرۃ الحلبیۃ ج۱، ص۳۰۶ (ج۱، ص۲۸۷) اسنی المطالب، ص۱۵ (۲۸) طلبۃ الطالب، ص۹-۵

خیف بنی کنانہ میں یہ کاروائی کی تھی اس کے بعد ابو طالب اور بنی ہاشم شعب میں پناہ گزیں ہو گئے دو سال یا تین سال تک وہیں سخت مصیبتوں میں زندگی گزاری۔

ابن کثیر کے مطابق ابو طالب شعب کی مدت اقامت میں رسولؐ کے بستر پر اپنے کسی فرزند کو سلا دیتے تھے یہاں تک کہ خدا نے رسولؐ پر وحی فرمائی کہ دیمک نے پورا کاغذ چاٹ ڈالا ہے صرف اس میں نام خدا باقی رہ گیا ہے اس کی اطلاع آپ نے ابو طالب کو دی۔ ابو طالب نے کہا: بھتیجے! کیا اس کی خبر تمہارے رب نے دی ہے؟ فرمایا: ہاں! یہ سن کر آپ مسجد الحرام میں آئے۔ قریش سمجھے کہ ابو طالب شدائد سے تنگ آکر مصالحت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے کہا: اے قریش! ہمارے تمہارے درمیان ایسے معاملات پیش آئے جن کا صحیفہ مقاطعہ میں کوئی تذکرہ نہیں۔ اسے یہاں لاؤ شاید اس کی وجہ سے باہم صلح کی صورت پیدا ہو سکے۔ یہ اس لئے کہا تھا کہ ممکن ہے ساری بات بتادی جائے تو وہ اسے دیکھ لیں وہ لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اب ابو طالب محمد کو ہمارے حوالے کر دیں گے۔ وہ لوگ صحیفہ لا کر کھولنے سے پہلے بولے: کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان نزاع سری ختم ہو جائے۔ ابو طالب نے کہا کہ میں ایک منصفانہ پیشین گوئی لے کر آیا ہوں میرے بھتیجے نے کہا ہے کہ دیمک نے تمام صحیفہ کو چاٹ ڈالا ہے۔ صرف نام خدا باقی رہ گیا ہے۔

میرا بھتیجہ کبھی جھوٹ نہیں بولا، اگر وہ سچ کہتا ہے تو تمہیں ہوش میں آنا چاہئے اور اپنی حرکت سے باز آنا چاہئے کیونکہ اگر وہ سچا ہے تو بخدا ہم زندگی کی آخری سانسوں تک اس کو تمہارے حوالے نہ کریں گے۔ انھوں نے کہا: اگر وہ جھوٹ کہتا ہو تب؟ ابو طالب نے کہا: تب ہم تمہارے حوالے کریں گے۔ قریش نے کہا: ہم اس شرط پر راضی ہیں جب انھوں نے کھول کر مطابق واقع پایا تو کہا کہ یہ تو تمہارے بھتیجے کا جادو ہے اور ان کی دشمنی مزید بڑھ گئی۔ ابو طالب نے کہا: تم لوگ کیوں ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہو ایسی واضح سچائی کے بعد بھی ہمارے قتل و عناد پر آمادہ ہو پھر وہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر بولے: ''اللهم انصرنا علی من ظلمنا وقطع ارحامنا واستحل ما یحرم علیه منا'' ''خدایا! ہماری مدد کران لوگوں کے برخلاف جنھوں نے ہمارے اوپر ظلم کیا ہمارے ساتھ قطع رحم کیا اور ہمارے ساتھ نامناسب برتاؤ کیا''۔

اس کے بعد قریش نے اس صحیفہ مقاطع کو پارہ پارہ کر دیا تو ابو طالب نے طویل قصیدہ کہا:

الاھل اتی بحرینا ضع ربنا علی نابھم ؟ واللہ بالناس اردو (۲۸/اشعار)

''ہمارے بحری سفر کرنے والو (مہاجرین حبشہ) کو خبر پہونچا دینا کہ رب کریم نے ہم پر بڑا احسان کیا کہ وہ صحیفہ پارہ پارہ ہوگیا اور جن باتوں سے خدا راضی نہ تھا وہ حصہ ضائع ہوگیا۔ اس صحیفہ کو بہتان اور جادہ کے زعم میں لکھا تھا اسے باطل کرنے کیلئے باہم کمزور تائید خود انھیں کے گلے پڑ گئی، وہ بڑا ہی گناہ سے بھر پور صحیفہ تھا جس میں جنگ کے اندیشے تھے۔ اس کے سبب وادی مکہ میں بسنے والے یہاں سے کوچ کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ کوئی فیصلہ نہ کر پاتے کہ تہامہ بھاگیں یا نجد۔ پھر تو مکہ کی پہاڑی سے مسلح لشکر نمودار ہوتا۔ یہ تو نئے عزت والے ہیں۔ ہم یہاں کے پرانے عزت دار ہیں۔ ہم یہیں پیدا ہوئے اور ہماری نیکیاں عام اور پسندیدہ رہی ہیں۔ سختیوں کے زمانے میں بھی ہم لوگوں کو کھلاتے تھے، اس گروہ کو خدا جزائے خیر دے جنھوں نے جزم واحتیاط کی راہ اپنائی۔ اس عہد نامہ کو باطل کرنے پر باوقار بہادروں نے تعاون کیا۔ آگاہ ہو کہ تمام سرداروں میں محمد سب سے بہتر سردار ہیں، وہ نبی خدا ہیں شائستہ کردار اور تائید الٰہی سے سرفراز ہیں، وہ جری درخشاں اور مشعل بردار ہیں اولا دلوی میں شریف ترین، طویل القامت اور مبارک صورت والے ہیں، جب ہم سفر پر ہوتے ہیں تو وہ خاندان کے بچوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتے ہیں اس عہد نامہ کو عظیم لوگوں نے منسوخ کیا اور اس سے سہل بن بیضاء راضی ہوگیا اس عہد نامہ سے قبل تو ہم میل جول ہی سے رہتے تھے ہم تشدد پسند نہیں ہیں۔ تو اے قصی کے خاندان والو! اپنے مستقبل کے بارے میں غور کرو۔ تم گم سم کیوں ہو؟''۔(۱)

۱۔ طبقات ابن سعد ج۱، ص۱۷۳، ۱۹۲ (ج۱، ص ۱۸۸، ۲۰۸) سیرۃ ابن ہشام ج۱، ص۴۰۲۔۳۹۹ (ج۲، ص۱۹۔۱۴) عیون الاخبار ابن قتیبہ ج۲، ص۱۵۱ تاریخ یعقوبی ج۲، ص۲۲ (ج۲، ص۳۱) استیعاب ج۲، ص۵۷۰ (القسم الثانی، ص۶۶۰ نمبر ۱۰۸۰) صفۃ الصفوۃ ج۱، ص۳۵ (ج۱، ص۹۸ نمبر۱) الروض الانف ج۱، ص۲۳۱ (ج۳، ص۳۴۱) خزانۃ الادب ج۱، ص۲۵۲ (ج۲، ص۵۷) البدایۃ والنہایۃ ج۳، ص۸۴، ۹۵، ۹۷ (ج۳، ص۱۰۶، ۱۲۱، ۱۲۲) عیون الاثر، ج۱، ص۱۲۷ (ج۱، ص۳۶۷۔۳۵۷) (ج۱، ص۳۴۵۔۳۳۷) السیرۃ النبویۃ دحلان مطبوع برحاشیہ سیرۃ حلبیہ ج۱، ص۲۹۰۔۲۸۶ (ج۱، ص۱۳۷) طلبۃ الطالب ص۹، ۱۵، ۴۴، اسنی المطالب، ص۱۳۔۱۱ (ص۲۲۔۱۹)

تاریخ کامل(۱)ابن اثیر میں اس واقعہ صحیفہ کے متعلق یہ شعر لکھے ہیں:

وقد كان في امر الصحيفة عبرة

''واقعہ صحیفہ ایسا عبرت ناک ہے کہ سبھی کو حیرت ہوتی ہے۔خدا نے اس کے باطل امور کو مٹا دیا اور مشرکوں کی بات باطل ہوگئی اور جو بھی خلاف حق کہتا ہے وہ کاذب ہوتا ہے''۔

۱۳۔مرتے وقت ابوطالب کی وصیت

کلبی کا بیان ہے کہ مرتے وقت ابوطالبؑ کے پاس قریش آئے تو انھیں وصیت کی:

''اے گروہ قریش!تم مخلوق خدا میں منتخب اور عرب کا دل ہو۔تم میں سید مطاع موجود ہے، میں تم سے وصیت کرتا ہوں کہ خدا قسم!میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ عرب کے گرے پڑے لوگ محمدؐ کی دعوت کو لبیک کہہ رہے ہیں،اس کی تصدیق کررہے ہیں اور اسلام روز بروز ترقی پذیر ہے''۔(۲)

یہ ایمان سے بھرپور وصیت اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ہدایت الصدیق سے بہرہ مند تھے حالانکہ وہ اول روز ہی سے مومن تھے۔لیکن آخری سانسوں میں ابدی وصیت کے ذریعہ اپنی قوم کے لوگوں کو مستقبل سے باخبر کر گئے۔

طبقات بن سعد(۳)کے مطابق مرتے وقت بنی عبدالمطلب کو بلایا اور کہا کہ جب تک تم محمدؐ کی بات سنتے رہوگے اور ان کے فرمان بجالاؤگے، بھلائیوں سے ہم کنار ہوگے،ان کی پیروی کرو اور ان کی ہمیشہ مدد کرتے رہو۔نیز ملاحظہ کیجئے تذکرہ جوزی خصائص کبری۔اسنی المطالب۔(۴)

۱۔تاریخ کامل ج۲،ص۳٦(ج۱،۵۰۷_۵۰۴)

۲۔الروض الانف،ج۱،ص۲۵۹(ج۴،ص۱۹)المواھب اللدنیۃ ج۱،ص۷۲(ج۱،ص۲٦۵)تاریخ الخمیس ج۱،ص۳۳۹(ج۱،ص۳۰۰)ثمرات الاوراق مطبوع برحاشیہ المستطرف ج۲،ص۹(ص۲۹۴)بلوغ الارب ج۱،ص۳۲۷،السیرۃ الحلبیہ ج۱،ص۳۷۵(ج۱،ص۳۵۲)السیرۃ النبویہ دحلان مطبوع برحاشیہ سیرہ حلبیہ ج۱ص۹۳(ج۱،ص۴۵) اسنی المطالب۵(۱۱)

۳۔طبقات ابن سعد(ج۱،ص۱۲۳)

۴۔تذکرۃ الخواص،۵(ص۸)؛الخصائص الکبری ج۱ص۸۷؛السیرۃ الحلبیہ ج۱ص۳۷۲_۳۷۵(ج۱ص۳۵۲)؛السیرۃ النبویہ دحلان مطبوع برحاشیہ سیرۃ حلبیہ ج۱ص۹۲،۲۹۳(ج۱ص۴۵،۱۴۰)؛اسنی الطالب ص۱۷(ص۱۰)

ابن حجر مکی الاصابہ(۱) میں بطریق اسحاق بن عیسی ہاشمی اور اس نے ابو رافع سے روایت کی ہے کہ ابو طالبؑ کو فرماتے سنا کہ اپنے بھتیجے محمدؐ بن عبد اللہ کو فرماتے سنا کہ ان کے خدا نے انھیں اس لئے مبعوث فرمایا کہ رشتہ داروں میں صلہ رحم کیا جائے، ایک خدا کی پرستش کی جائے اور کسی کو شریک نہ قرار دیا جائے اور محمد صدیق رستگار ہیں۔(۲)

ابو طالبؑ کے متعلق ان کی ذریت کے خیالات، بزبان اہلسنت

اگر بنی ہاشم، بنی عبد المطلب اور اولاد ابو طالبؑ کو دیکھئے تو وہ بلند آہنگ انداز میں ایمان ابو طالبؑ کا اعلان کرتے نظر آئیں گے، حمایت رسولؐ کے واقعات مزے لے لے کر بیان کریں گے اور ظاہر ہے کہ گھر کے حالات گھر والے ہی جانتے ہیں۔ ابن اثیر نے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ رسول خداؐ کے تمام چچاؤں میں صرف حمزہ، عباس اور ابو طالب ہی ایمان لائے تھے۔ جی ہاں! یہی بات عہد بہ عہد کہی گئی اور اس بارے میں سبھی ایک آواز ہیں: **اذا قالت حذام فصدقوها فان القول ما قالت حذام** ''اگر حذام کوئی بات کہے تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ بات وہی صحیح ہے جو حذام نے کہی ہے''۔

۱۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ (۳) میں لکھتے ہیں کہ بے شمار سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے اور بعض روایات کو عباس بن عبد المطلب اور بعض کو ابو بکر سے نقل کیا گیا ہے کہ ابو طالبؑ اس وقت تک نہ مرے جب تک انھوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہہ لیا۔ اور یہ روایت مشہور ہے کہ مرتے وقت ابو طالب نے وہ بات کہی جسے عباس نے سنی۔(۴) حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ بلاشبہ ابو طالب نہیں

۱۔ الاصابۃ ج ۴، ص ۱۱۶،

۲۔ اسنی المطالب، ص ۶ (۱۵) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب ص ۲۶ (ص ۱۳۵)

۳۔ شرح نہج البلاغۃ ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۴، ص ۷۱ کتاب ۹)

۴۔ سیرہ ابن ہشام ج ۲، ص ۲۷ (ج ۲، ص ۵۹ دلائل النبوۃ بیہقی (ج ۲، ص ۳۴۶) البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۱۲۳ (ج ۳، ص ۱۵۲) عیون الاثر ابن سید الناس، ج ۱ ص ۱۳۱ (ج ۱، ص ۱۷۳) الاصابہ ج ۴، ص ۱۱۶ (نمبر ۶۸۵) المواھب اللدنیہ ج ۱، ص ۷۱ (ج ۱، ص ۲۶۲) السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱ ص ۳۷۲ (ج ۱، ص ۳۵۰) السیرۃ النبویہ دحلان مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلبیہ ج ۱، ص ۸۹ (ج ۱، ص ۴۴) اسنی المطالب، ص ۲۰ (ص ۳۵)

مرے مگر یہ کہ رسول خداؐ نے اپنی خوشنودی کا مظاہرہ فرمایا۔

ابوالفدا اور شعرانی لکھتے ہیں کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب ابوطالبؑ پر مرض الموت نے غلبہ کیا تو رسول خداؐ نے کہا کہ اے چچا! آپ کلمہ شہادت جاری کر دیجئے تا کہ میری شفاعت کے مستحق ہو جائیے۔ابوطالب نے کہا: بھتیجے! اگر دشنام طرازی یا قریش کے طعنوں کا خوف نہ ہوتا کہ ابوطالب موت سے ڈر گئے تو بلاشبہ میں کلمہ شہادت پڑھ دیتا۔لیکن جب موت کا ہنگام آیا تو آپ کے لب ہلے، عباس نے کان لگا کر سنا اور پھر کہا: اے بھتیجے! جس کلمہ کا آپ حکم دے رہے تھے وہی زبان سے ادا کر رہے ہیں۔رسول خداؐ نے فرمایا: الحمد لله الذی هداک یا عم ''اس خدا کا شکر جس نے آپ کو اے چچا ہدایت کی''۔(۱)

سید احمد زینی دحلان سیرۃ نبویہ مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ سحیمی جوھرۃ التوحید کی شرح میں امام شعرانی و سبکی اور دوسرے گروہ محدثین کی بات نقل کرتے ہیں کہ حدیث عباس بعض اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ ابوطالب واقعی اسلام لائے تھے۔(۲)

تبصرہ امینی:

اسلام ابوطالب کی بات محض عناد پرستوں کی بکواس کے مقابلہ میں لکھ دی گئی ہے، ورنہ سوال یہ ہے کہ ابوطالب نے کب کفر اختیار کیا اور کب گمراہ ہوئے کہ وہ اسلام لاتے؟ ان کا بہترین اور مجاہدانہ کردار اور ان کے اشعار، ان کے ایمان کا قطعی ثبوت ہیں:

لیعلم خیار الناس ان محمداً	وزیر لموسی والمسیح ابن مریم
اتانا بهدی مثل ما اتیا به	فکل بامر الله یهدی و یعصم
و انکم تتلونه فی کتابکم	بصدق حدیث لا حدیث مبرجم

وہ فرماتے ہیں:

۱۔ تاریخ ابوالفدا وج ۱، ص ۱۲۰، کشف الغمہ شعرانی ج ۲، ص ۱۴۴،

۲۔ السیرۃ النبویہ مطبوع بر حاشیہ سیرہ حلبیہ ج ۱، ص ۹۴ (ج ۱، ص ۴۶)

امین حبیب فی العباد مسوم — بخاتم رب قاهر فی الخواتم

بنی اتاه الوحی من عند ربه — و من قال : لا یقرع بها سن نادم

ان کا معرفت سے بھرپور شعر ہے:

الم تعلموا انا وجدنا محمدا — رسولا کموسی خط فی اول الکتب

ایک شعر میں فرماتے ہیں:

ولقد علمت بان دین محمد — من خیر ادیان البریة دینا

شرح ابن ابی الحدید میں (۱) آیۂ مبارکہ: ﴿ قد جائکم رسولنا یبین لکم علی فترة من الرسل ﴾ کی روشنی میں ایک شعر ہے:

فخیر بنی هاشم احمد — رسول الاله علی فترة

''اگر اس سے بھی کم کسی صحابی نے اشعار کہے ہوتے تو ڈھول پیٹا جاتا اور فضائل غلو کے ڈھیر لگ جاتے لیکن ابوطالب پر کفر کا الزام لگایا جاتا ہے''۔

۲۔ طبقات ابن سعد میں عبیداللہ بن ابی رافع (۲) کی حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ میں نے رسول خداؐ کو ابوطالب کے مرنے کی خبر کی تو آپ رونے لگے اور فرمایا: جاؤ انھیں غسل وکفن دو، خدا ان کی مغفرت کرے اور رحمت نازل کرے۔ اور واقدی کی لفظیں ہیں کہ آپ بہت زیادہ روئے اور فرمایا: جاؤ انھیں غسل دو۔

تاریخ ابن عساکر، دلائل بیہقی، تذکرۂ سبط ابن جوزی، شرح ابن ابی الحدید، سیرۃ حلبی، اسنی المطالب برزنجی نیز ابوداؤد، ابن جارود اور ابن خزیمہ لکھتے ہیں کہ رسول خداؐ نے ابوطالب کی مشایعت جنازہ اس لئے نہیں کی کہ آپ کو قریش کے بے وقوفوں کا ڈر تھا۔ آپ کی نماز جنازہ اس لئے نہیں پڑھی کہ نماز جنازہ کا ابھی حکم نہیں آیا تھا۔ (۳) اسلمی کا بیان ہے کہ بعثت کے دسویں سال پندرہ شوال کو ابوطالب

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۴، ص ۸۷ کتاب ۹) — ۲۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۵ (ج ۱، ص ۱۲۳

۳۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۹۲، ص ۳۲) اسنی المطالب، ص ۲۱ (ص ۳۸) دلائل النبوۃ بیہقی (ج ۲، ص ۳۴۸) تذکرۃ الخواص، ص ۶ (ص ۸) شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۴ (ج ۱۴، ص ۷۶ کتاب ۹) السیرۃ الحلبیہ ج ۱، ص ۳۷۳ (ج ۱، ص ۳۵۱) السیرۃ النبویہ دحلان ج ۱، ص ۹۰ (ج ۱، ص ۴۴) اسنی المطالب، ص ۳۵ (ص ۶۲)

نے وفات پائی، ان کے ایک ماہ پندرہ دن بعد خدیجہ نے انتقال فرمایا اس لئے رسول خداؑ پر شدید حزن و اندوہ طاری ہوا اور آپ نے اس سال کا نام ''عام الحزن'' رکھ دیا۔(۱)

توجہ طلب:

ابن سعد پندرہ شوال وفات ابوطالبؑ لکھتے ہیں۔ ابولفدا بھی شوال ہی کے مہینے میں وفات لکھتے ہیں(۲) امتاع مقریزی میں اول ذیقعدہ اور نصف شوال درج ہے۔(۳)

شرح مواہب (۴) زرقانی میں ہے کہ شعب ابوطالب سے نکلنے کے بعد ۱۸ رمضان ۱۰ھ بعثت کو ابوطالبؑ نے انتقال کیا۔ اور استیعاب میں ہے کہ شعب کے چھ ماہ بعد آپ کا انتقال ہوا، اس لئے رجب کا مہینہ وفات معین ہوتا ہے اور یہی اختلاف وفات شیعوں کی تاریخوں میں بھی ہے۔

۳۔ بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خداؑ نے ابوطالبؑ کی مشایعت جنازہ کرتے ہوئے فرمایا: اے چچا! آپ نے صلہ رحم فرمایا اور بہترین جزا سے بہرہ مند ہوئے۔ خطیب کے الفاظ ہیں کہ مشایعت فرماتے ہوئے فرمایا: وصلتک رحم جزاک الله خیراً یا عم (۵)

تاریخ یعقوبی (۶) میں ہے کہ جب رسول خداؑ سے کہا گیا کہ ابوطالبؑ نے انتقال کیا تو آپ پر شدید گریہ طاری ہوا پھر آپ تشریف لائے اور ابوطالبؑ کے داہنی طرف کی پیشانی کو سات بار چوما اور بائیں طرف کی پیشانی کو تین بار چوما، پھر فرمایا: اے چچا! آپ نے میری بچپن میں تربیت کی، یتیمی میں کفالت کی، عظیم الشان مدد کی، خدا آپ کو میری طرف سے بہترین جزا دے۔

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۰۶ (ج ۱، ص ۱۲۵) امتاع مقریزی، ص ۲۷، البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۳۴ (ج ۳، ص ۱۵۶) السیرۃ الحلبیہ ج ۱، ص ۳۷۳ (ج ۱، ص ۳۴۶) السیرۃ النبویہ دحلان مطبوع بر حاشیہ سیرہ حلبیہ ج ۱ ص ۲۹۱ (ج ۱، ص ۱۳۹) اسنی المطالب، ص ۱۴، ۲۰

۲۔ تاریخ ابولفداء ج ۱، ص ۱۲۰، المواھب اللدنیہ ج ۱، ص ۷۱ (ج ۱، ص ۲۶۲)

۳۔ الامتاع مقریزی ص ۲۷ ۴۔ شرح المواھب ج ۱، ص ۲۹۱،

۵۔ دلائل النبویہ (ج ۲، ص ۳۴۹) تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۱۹۶، البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۱۲۵ (ج ۳، ص ۱۵۵) تذکرہ خواص ص ۶ (ص ۸) نھایۃ الطالب منقول از الطرائف، ص ۸۶ (ص ۳۰۵ حدیث ۳۹۳) الاصابہ ج ۴، ص ۱۱۶، شرح شواہد المغنی، ص ۱۳۶ (ج ۱، ص ۳۹۷ نمبر ۱۹۷)

۶۔ تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۲۶ (ج ۲، ص ۳۵)

۴۔ اسحاق بن عبداللہ بن حارث کا بیان ہے کہ عباس نے رسول خداؐ سے پوچھا: خدا کے رسول! کیا ابوطالب سے آپ کو امید ہے؟ فرمایا: ہر قسم کے خیر کا امیدوار ہوں اپنے رب کی طرف سے۔(۱)

۵۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول خداؐ سے عرض کی: نہ تو میرے پاس بلبلانے والا اونٹ ہی رہ گیا ہے نہ کسی بچے کو ناشتہ نصیب ہوتا ہے۔ پھر چار شعر پڑھے جس میں قحط کی پریشانیوں کا شکوہ تھا، رسول خداؐ یہ سن کر تیزی سے منبر پر تشریف لے گئے آپ کی رداز مین پر لپٹ رہی تھی، خدا کی حمد وستائش کے بعد دعاء کی: خدایا! ہمیں سیراب کرنے والے بادل سے بہرہ مند فرما جس میں کوئی نقصان نہ ہوتا کہ کھیتیاں سیراب ہوں اور زمین میں روئیدگی ہو۔ ابھی دعاء ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش ہوئی، لوگ دوڑے ہوئے آئے اور کہا: یا رسول اللہ! ہم ڈوب جائیں گے، دعاء فرمایئے کہ مدینہ کے علاوہ کہیں اور برسیں۔ رسول خداؐ اس قدر ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک نمایاں ہوگئے اور فرمایا: اس وقت ابوطالب ہوتے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کوئی ہے جو ان کے اشعار سنائے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ آپ کی مراد شاید یہ اشعار ہیں:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

آپ ابوطالبؑ کے اشعار سناتے رہے اور پیغمبر اسلامؐ ابوطالب کی مغفرت کی دعاء کرتے رہے۔ اس کے بعد بنی کنانہ کے ایک شخص نے چھ اشعار سنائے جس کا پہلا شعر ہے:

لک الحمد والحمد ممن شکر سقینا بوجه النبی المطر (۲)

برزنجی اسنی المطالب میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا کا "لله در ابی طالب" کہنا اس بات کا ثبوت

۱۔ طبقات ابن سعد ج۱، ص۱۰۶ (ج۱ص، ۱۲۴) الخصائص الکبری ج۱، ص۸۷ (ج۱، ص۱۴۷) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج، ۲۹، ص۳۳) نهایة الطلب منقول از الطرائف، ص ۶۸ (ص ۳۰۵ حدیث ۳۹۴) شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص۳۱۱ (ج، ۱۴ص ۶۸ کتاب ۹) التعظیم والمنة، ص۷

۲۔ اعلام النبوة ماوردی ۱، ص۷۷ (ص۱۳۰) بدائع الصنائع ج۱، ص۲۸۳، شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص۳۱۶ (ج ۱۴، ص۸۱ کتاب ۹) السیرة الحلبیة (ج۱، ص۱۱۶) عمدة القاری ج ۳، ص۴۳۵ (ج ۷، ص۳۱) شرح شواهد المغنی سیوطی، ص۱۳۶ (ج۱، ص ۳۹۸ نمبر ۱۹۷) السیرة النبویہ دحلان ج۱، ص۸۷ (ج۱، ص۱۴۳ اسنی المطالب، ص۱۵ (ص۲۶) طلبة الطالب، ص۴۳

ہے کہ وہ اس منظر کو دیکھ کر خوش ہوتے اور یہ خوشی ان کے ایمان کی تصدیق ہے۔

۶۔ شرح نہج البلاغہ (۱) میں ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ سیرۃ مغازی میں یہ واقعہ ملتا ہے: جس وقت عتبہ و شیبہ نے بدر میں ابوعبیدہ بن حارث کے پاؤں قطع کئے تو علیؑ وحمزہؓ نے حملہ کر کے دونوں کو قتل کر دیا اور عبیدہ کو اٹھا کر عریش پر لے آئے ان کی پنڈلیوں کا مغز نکل رہا تھا۔ رسول خدا نے کہا کہ اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو اپنے اشعار کی تصدیق کا آنکھوں سے تماشہ دیکھتے:

کذبتم وبیت الله نخلی محمدا ولما نطاعن دونه ونناضل

ونصره حتی نصرع حوله ونذھل عن ابنائنا والحلائل

رسول خداؐ نے اس وقت عبیدہ اور ابوطالبؑ کی مغفرت کی دعائیں کیں۔

۷۔ رسول خداؐ نے عقیل سے فرمایا: اے ابویزید! میں تم سے دو وجہوں سے محبت کرتا ہوں: ایک تو تم سے رشتہ داری ہے، دوسرے اس لئے کہ ابوطالب تم سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔

مندرجہ ذیل کتابوں میں اس روایت کو لکھ کر کہا گیا ہے کہ یہ بات بہت مشہور ہے:

استیعاب۔ ذخائر العقبی۔ تاریخ خمیس۔ بہجۃ المحافل۔ شرح بن ابی الحدید۔ مجمع الزوائد۔ (۲)

یہ اس بات کی سچی گواہی ہے کہ رسول خداؐ کو ایمان ابوطالب کا یقین تھا۔ ورنہ پھر کسی کافر کی محبت کا کیا وزن رہ جاتا ہے اور وہ بھی ایسی محبت جو اس کی اولاد کی محبت کا سبب ہو۔

محبت رسول تو دیکھئے کہ ان کے ایمان پر اس قدر یقین ہے کہ بعد وفات بھی ان کے فرزند سے محض ان کی محبت کی بنا پر محبت فرما رہے ہیں اگر العیاذ باللہ وہ مسلمان نہیں تھے تو یہ محبت قطعی حیرتناک اور تعجب خیز کہی جائے گی۔

۸۔ ابونعیم (۳) وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابوطالبؑ رسول خداؐ سے بے انتہا

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۶ (ج ۱۴، ص ۸۰ کتاب ۹)

۲۔ استیعاب ج ۲، ص ۵۰۹ (القسم الثالث، ص ۱۰۸۷ نمبر ۱۸۳۴) ذخائر العقبی، ص ۲۲۲، المعجم الکبیر (ج ۱۷، ص ۱۹۱ حدیث ۵۱۰) تاریخ الخمیس ج ۱، ص ۱۶۳، بہجۃ المحافل ج ۱، ص ۳۲۷، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۴، ص ۷۰ کتاب ۹ مجمع الزوائد ج ۹، ص ۲۷۳

۳۔ دلائل النبوۃ (ج ۱، ص ۲۰۹، ۲۱۲)

محبت فرماتے تھے رسول کہیں باہر جاتے ان کے ساتھ ساتھ رہتے۔

جب ابوطالبؑ مر گئے تو قریش نے رسول خداؐ کو اس قدر اذیت کی کہ حیات ابوطالبؑ میں اس کی توقع نہیں کر سکتے تھے، ایک اوباش نے تو آپ کے سر پر کیچڑ ڈال دیا، جب گھر آئے تو آپ کی بیٹی نے کیچڑ صاف کیا، وہ روتی جاتی تھیں اور دھوتی جاتی تھیں رسول خداؐ نے فرمایا: بیٹی! گریہ نہ کرو، خدا تمہارے باپ کا محافظ ہے جب تک ابوطالب زندہ تھے ان قریش کو اس قسم کی گستاخیوں کی ہمت نہ ہوئی۔(۱)

۹۔ عبداللہ کا بیان ہے رسول خدا نے مقتولین بدر کی طرف نظر کی اور ابوبکر سے فرمایا۔ اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ہماری تلواروں نے بہادروں کو ذخیرہ کر دیا ہے۔ آپ کا اشارہ ابوطالب کے اس شعر کی طرف تھا:

کذبتم وبیت الله ان جدّ ماری   لتلتبسن اسیافنا بالاماثل(۲)

۱۰۔ کفایہ گنجی میں ہے کہ ابن عباس سے مرفوعا مروی ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا جانشین معین کروں تو تمہارے سوا کوئی بھی حقدار نہیں ہے، تمہارا اسلام قدیم ہے، رسولؐ سے قربت ہے، سیدہ نساء العالمین کے شوہر ہو۔ ان سب سے سوا یہ کہ نزول قرآن کے وقت ابوطالبؑ نے بڑے کٹھن مرحلے جھیلے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے فرزند کے سلسلے میں ان کی رعایت کروں۔(۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ کیا ان تمام روایات سے کہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابوطالب کافر تھے؟ کیونکہ کسی کافر کے متعلق غسل وکفن کا حکم نہیں دیا جاتا، اس کے مغفرت کی دعاء نہیں کی جاتی، ان

۱۔ تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۲۹ (ج ۲، ص ۳۴۴) تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۲۸۴ (مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۲۹، ص ۳۳) المستدرک علی الصحیحین ج ۲، ص ۶۲۲ (ج ۲، ص ۶۷۹ حدیث ۴۲۴۳) البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۱۲۲، ۱۳۴ (ج ۳، ص ۱۰۶، ۱۵۱) صفۃ الصفوۃ ج ۱، ص ۲۱ (ج ۱، ص ۶۶، ۱۰۵ نمبر ۱)، الفائق زمخشری ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۳، ص ۲۹۰) تاریخ الخمیس ج ۱، ص ۲۵۳، السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱، ص ۳۷۵ (ج ۱، ص ۳۵۳ فتح الباری ج ۷، ص ۱۵۳، ۱۵۴ (ج ۷، ص ۱۹۴) شرح شواھد المغنی، ص ۱۳۶ (ج ۱ ص ۳۹۷ نمبر ۱۹۷) دلائل النبوۃ (ج ۲، ص ۳۵۰) اسنی المطالب، ص ۱۱، ۲۱ (ص ۱۹، ۳۸) بطلبۃ الطالب ص ۴، ۵۴

۲۔ الاغانی ج ۱۷ ص ۲۸ (ج ۱۸ ص ۲۱۴) بطلبۃ الطالب ص ۳۸؛ دلائل الاعجاز (ص ۱۵)

۳۔ کفایۃ الطالب، ص ۶۸ (ص ۱۶۶)، درمنثور (ج ۸، ص ۶۶۱)،

کے متعلق نیک توقعات قائم نہ کئے جاتے، عقیل سے ان کی وجہ سے شدید محبت نہ کرتے کیونکہ عام مسلمانوں کو بھی کسی کافر سے محبت کا حکم نہیں چہ جائیکہ رسول خداؐ.....

خدا کا ارشاد ہے:

﴿لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا آبائھم او ابنائھم او اخوانھم او عشیرتھم﴾(۱)

یہ بھی ارشاد خدا ہے:

﴿یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جائکم من الحق﴾ ''ایمان والو خبردار میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنانا کہ تم ان کی طرف دوستی کی پیش کش کرو جب کہ انہوں نے اس حق کا انکار کر دیا ہے جو تمہارے پاس آچکا ہے''۔(۲)

پاکیزہ اقوال:

فوائد تمام رازی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں اپنے باپ ماں اور چچا ابوطالب کی شفاعت کروں گا اور اپنے اس بھائی کی جو جاہلیت کے زمانے میں زندہ تھا۔(۳)

تاریخ یعقوبی (۴) میں ہے کہ حدیث رسولؐ ہے: میرے خدا نے مجھ سے چار کی شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے میرے ماں، باپ، چچا ابوطالب اور عہد جاہلیت کا بھائی۔

ابن جوزی کی روایت ہے کہ جبریل مجھ پر نازل ہوئے اور کہا: خداوند عالم بعد سلام فرماتا ہے کہ خدا نے جہنم کو چار پر حرام قرار دیا ہے جس صلب میں تم تھے جس بطن میں رہے اور جس آغوش میں کھیلے۔

۱۔(مجادلہ/۲۲) ۲۔(ممتحنہ/۱)

۳۔ذخائر العقبی، ص ۷، الدرج المنیفۃ، ص ۷؛ مسالک الحنفاء ۱۴،

۴۔تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۲۶ (ج ۲، ص ۳۵)

صلب عبداللہ کا تھا بطن آمنہ کا اور آغوش ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد کی تھی ۔(۱)

شرح ابن ابی الحدید (۲) میں ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جبرئیل نے مجھ سے کہا: خداوند عالم چھ کی شفاعت قبول فرمائے گا بطن آمنہ جس نے تمہیں اٹھایا، عبداللہ کا صلب، آغوش ابوطالب، عبدالمطلب کا گھر اور جاہلی عہد کا بھائی۔

حضرت علیؑ نے تین مرثیے بڑے اثر آفریں کہے، جن میں پہلے مرثیہ کے تین شعروں کا مطلع ہے:

ابا طالب عصمت المستجیر   و غیث المحول و نور الظلم (۳)

دوسرا مرثیہ آٹھ شعروں پر مشتمل ہے جس کا پہلا شعر ہے:

ارقت لطیر النوم اخیر اللیل غردا   یذکر نی شجوا عظیما مجددا. (۴)

تیسرے مرثیہ میں چودہ اشعار ہیں، جس کا پہلا شعر ہے:

ارقت لنوح آخر اللیل غردا   یذکرنی شجوا عظیما مجددا (۵)

امام سجاد کا ارشاد ہے کہ آپ سے ایمان ابوطالب کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا تعجب ہے کہ خدا نے رسول کو منع کیا ہے کہ کوئی مسلمان عورت کسی کافر شخص کی زوجیت میں نہ رہے۔ اور فاطمہ بنت اسد اولین اسلام لانے والوں میں تھیں، پھر آخر دم تک ابوطالب کی زوجیت میں رہیں۔(۶)

امام باقرؑ سے پوچھا گیا کہ کیا ابوطالب آبگینہ آتش دوزخ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر ایمان ابوطالب کو ایک پلے میں رکھا جائے اور تمام مخلوقات کا ایمان دوسرے پلے میں رکھا جائے تو ابوطالب کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت علیؑ نے حکم دے رکھا تھا کہ عبداللہ اور ان کے فرزند

۱۔ التعظیم والمنۃ، ص ۲۵۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۴ ص ۶۷ کتاب ۹)

۳۔ تذکرۃ الخواص ۶، (ص ۹) دیوان ابوطالب، ص ۳۶، الحجہ علی الذاهب الی تکفیر ابی طالب ص ۲۴،

۴۔ تذکرۃ الخواص (ص ۹)

۵۔ دیوان علی ابن ابی طالب

۶۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۴، ص ۶۹، ۶۸ کتاب ۹)

اورابوطالب کی طرف سے مسلسل حج کیا جاتا رہے۔(۱)

صادق آل محمد کا ارشاد ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: اصحاب کہف نے اپنا ایمان چھپایا اور کفر ظاہر کیا تو خدا نے انھیں دواجر دیئے۔ ابوطالبؑ نے ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا تو انھیں دو اجر دیئے۔(۲)

تبصرہ امینیؒ: اس حدیث کو کلینی نے اصول کافی (۳) میں بھی نقل کیا ہے اس میں الفاظ ہیں کہ ابوطالب کی مثال اصحاب کہف کی ہے کہ انھوں نے ایمان چھپایا۔ اور شرک ظاہر کیا تو خدا نے انھیں دواجر دیئے.....

کتاب الحجۃ (۴) ابن معد میں اس قدر اضافہ ہے کہ دنیا سے نہیں اٹھے جب تک جنت کی بشارت سے سرفراز نہ ہو گئے۔

ارشاد امام رضاؑ: ابان بن محمد نے حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں خط لکھا کہ میں آپ پر قربان، میرے دل میں کچھ ابوطالبؑ کے اسلام کے بارے میں شک ہے۔ امام نے جواب دیا کہ **ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین** "اور جو شخص رسول کی مخالفت ہدایت واضح ہونے کے بعد کرے اور مومنین کے علاوہ دوسرے راستے پر چلے"۔

آخر میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تم نے ایمان ابوطالب کا اقرار نہ کیا تو تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔(۵)

سید بطحاء کے متعلق اہل سنت کے مختصر فقرے:

یہ سنہرے فقرے خود اپنی جگہ پر اثبات مطلب کے لئے کافی تھے کہ مجموعی حیثیت سے تمام آئمہ ہم آواز ہیں کہ ابوطالبؑ مومن تھے۔ انسان اپنے باپ کے حال سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔ انھوں نے صحیح حقیقت کی نشاندہی کی کیونکہ وہ معصوم تھے، ان کی کوئی دوسری غرض نہیں ہوسکتی۔ مفتی شافعی اسی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۴، ص ۶۸ کتاب ۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۴، ۷۰ کتاب ۹)

۳۔ اصول کافی، ص ۲۴۴ (ج ۱، ص ۴۴۸ حدیث ۲۸)

۴۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب، ص ۱۷ (ص ۸۴)

۵۔ شرح بن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۴، ص ۶۸ کتاب ۹)

المطالب (۱) میں صحیح لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے علامہ محمد بن رسول برزنجی نے نجات ابوطالب کا نظریہ پیش کیا، خدا انھیں نیک جزا دے ان کی پرورش اہل ایمان کیلئے پسندیدہ اور انصاف پر مبنی ہے کیونکہ نہ تو اس نظریہ کو باطل کہا جاسکتا ہے، نہ اس کی تضعیف کی جاسکتی ہے۔ انھوں نے غرض کی بہتر اور حسین توضیح پیش کی ہے جس سے تمام اعتراضات ختم ہوجاتے ہیں، اس سے رسول کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے اور ابوطالب مذمت سے بچ جاتے ہیں کیونکہ مذمت ابوطالب سے رسول خداؐ کو اذیت ہوتی ہے جبکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿والذین یوذون رسول الله لهم عذاب الیم﴾ ''جولوگ رسول خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

امام احمد ابن حسین موصلی نے شہاب الاخبار کی شرح میں لکھا ہے کہ ابوطالب کی دشمنی کفر ہے اور اس کی نص مالکیوں کے امام علامہ اجهوری نے اپنے فتوؤں میں پیش کی ہے اور تلمسانی حاشیہ شفا میں تذکرہ ابوطالب کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ مناسب ہے کہ ابوطالب کا تذکرہ صرف حامی رسول ہی کی حیثیت سے کیا جائے۔ کیونکہ ابوطالب نے رسول کی حمایت و نصرت کی اپنے قول وفعل سے ان کی مذمت سے رسول کو اذیت ہوتی ہے اور رسول کو اذیت دینے والا کافر ہے اور کافر کو قتل کردینا چاہئے۔
ابوطاہر فرماتے ہیں کہ جو بھی ابوطالب سے بغض رکھے وہ کافر ہے۔ اہل سنت کے جن علماء نے ایمان ونجات ابوطالب کی نشاندہی کی ہے ان میں قرطبی وسبکی شعرانی کے علاوہ ڈھیر سارے اولیاء وعارفین ہیں علامہ برزنجی نے ان تمام کو نقل کیا ہے۔ زینی دحلان (۲) نے ابوطالب کی مدح پر مشتمل کسی کے ۴۳ ؍ اشعار بھی نقل کئے ہیں، مطلع ہے:

قفا بمطلع سعد عزنادیه   واملیا شرح شوقی فی مغانیه

وابستگان اہل بیت کے نظریات

اور یہ شیعیان اہل بیتؑ ہیں جنکی کسی ایک فرد کو بھی ایمان ابوطالبؑ میں ذرا بھی شک نہیں۔ ان کا یہ

۱۔ السنی المطالب، ص ۳۴ (ص ۶۰۔۵۹)
۲۔ اسنی المطالب، ص ۴۳ (ص ۷۹۔۷۷)

سلسلہ یقین صحابہ و تابعین تک پہونچتا ہے۔ پھر آئمہ معصومینؑ کے ارشادات کی بھی وہ تصدیق کرتے ہیں جنھوں نے اپنے جد نامدار حضرت رسول خداؐ کی نص حکایت کی ہے۔

معلم اکبر شیخ مفید اوائل المقالات (۱) میں لکھتے ہیں: تمام امامیہ کا متفقہ اعتقاد ہے کہ رسول خداؐ کے آباء کرام آدمؑ سے عبد اللہ تک مومن اور موحد تھے۔ آگے لکھتے ہیں: اور تمام امامیہ کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ ابو طالبؑ مومن مرے اور آمنہ بنت وہب پرستار توحید تھیں۔

شیخ الطائفہ طوسیؒ تبیان (۲) میں فرماتے ہیں: امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیھما السلام سے مروی ہے کہ ابو طالبؑ مسلمان تھے اور اس پر امامیہ کا اجماع ہے، کسی ایک کو بھی اختلاف نہیں۔ اس سلسلے میں قاطع دلیلیں ہمیں یہی بتاتی ہیں۔

طبرسی مجمع البیان (۳) میں لکھتے ہیں کہ اجماع اہلبیتؑ اس بات پر ثابت ہے کہ ابو طالبؑ مومن تھے اور ان کا اجماع حجت ہے۔ کیونکہ وہ احد الثقلین ہیں جنکی اطاعت کا رسولؐ نے حکم دیا ہے۔

ابن معد (۴) فخار لکھتے ہیں ہمارے استدلال کے لئے یہی کافی ہے کہ اجماع اہلبیتؑ ایمان ابو طالبؑ پر ہے، علمائے شیعہ انھیں مسلمان مانتے ہیں اور ایمان پر بھی متفق ہیں۔ ابو طالبؑ کا کردار ان کے ایمان کا ثبوت ہے اور اقوال ان کے اسلام کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ابن طاؤس طرائف (۵) میں لکھتے ہیں کہ علماء شیعہ کو میں نے اجماعی حیثیت سے ایمان ابو طالبؑ کے عقیدے پر متفق پایا ہے، بے شک عترت ہی باطن ابو طالبؑ سے واقف ہو سکتی ہے برخلاف دوسروں کے، اور شیعیان اہل بیتؑ اس مسئلے پر متفق ہیں۔ انھوں نے اس موضوع پر تصانیف کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ ہم نے تو نہ دیکھا، نہ سنا کہ کسی مسلمان کو ایمان ابو طالبؑ پر بحث کی ضرورت پیش آئے، ہم تو مسلمانوں کا شیوہ یہ دیکھتے ہیں کہ کسی کافر کے متعلق ایک معمولی خبر واحد سے بھی اسکے مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں، ابو طالبؑ جیسے مومن و مسلمان کے متعلق یہ سخت گیری بڑی حیرت ناک ہے۔

۱۔ اوائل المقالات، ص ۴۵ (ص ۵۱)

۲۔ التبیان ج ۲، ص ۳۹۸ (ج ۸، ص ۱۶۴)

۳۔ مجمع البیان ج ۲، ص ۲۸۷ (ج ۴، ص ۴۴۴)

۴۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۱۳، (ص ۶۴)

۵۔ الطرائف، ص ۸۴ (۲۹۸) ص ۸۷ (ص ۳۰۶)

شرح ابن ابی الحدید (۱) میں ہے کہ ابوطالبؑ کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے: امامیہ اور زیدیہ فرقے کا خیال ہے کہ وہ مسلمان مرے، بعض بزرگان معتزلہ مثلاً ابولقاسم بلخی اور اسکافی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

بحار (۲) میں علامہ مجلسی فرماتے ہیں: اسلام ابوطالبؑ پر تمام شیعوں کا اجماع ہے۔ وہ یقیناً رسول خداؐ پر شروع ہی سے ایمان لائے، کبھی بت پرستی نہ کی، وہ دراصل اوصیاء ابراہیمؑ میں سے تھے۔ شیعوں میں ان کے اسلام کی شہرت ہے، یہاں تک کہ مخالفین بھی ان کی طرف یہی نسبت دیتے ہیں اور اس سلسلے میں اخبار متواتر، خاصہ و عامہ کی طرف سے وارد ہوئے ہیں۔ اکثر علماء نے اس پر کتابیں لکھی ہیں۔

اس سلسلے میں چالیس حدیثیں بھی پڑھتے چلئے:

۱۔ شیخ فتال صادق آل محمدؑ کی روایت نقل کرتے ہیں: جبرئیل رسول خداؐ پر نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ! خدا بعد سلام فرماتا ہے کہ میں نے جہنم کو اس صلب پر حرام کیا ہے جہاں آپ نازل ہوئے، اس بطن پر جس نے آپ کو اٹھایا، اس آغوش پر جس نے آپ کو کھلایا۔ صلب تو عبداللہ کا ہے، بطن آمنہ کا اور آغوش ابوطالبؑ کی۔ روایت میں فاطمہ بنت اسد کا بھی اضافہ ہے۔ (۳)

۲۔ امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: مجھ پر جبریل نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! خدا تمہاری وجہ سے چھ کی شفاعت فرمائے گا: بطن آمنہ نے آپ کا حمل اٹھایا، صلب عبداللہ پر آپ نازل ہوئے، ابوطالبؑ کی آغوش میں آپ کھیلے، عبدالمطلب کے گھر میں رہے، آپ کا جاہلی بھائی اور حلیمہ کے پستان نے آپ کو دودھ پلایا۔ (۴)

۳۔ شیخ مفید اپنی اسناد سے لکھتے ہیں کہ جب ابوطالبؑ کا انتقال ہوا تو امیر المومنینؑ رسول خداؐ کی

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۴، ص ۶۵ کتاب ۹)

۲۔ بحار الانوار ج ۹، ص ۲۹ (ج ۳۵، ص ۱۳۸ حدیث ۸۴)

۳۔ روضۃ الواعظین، ص ۱۲۱ (ج ۱، ص ۱۳۹) اصول کافی، ص ۲۴۲ (ج ۱، ص ۴۴۶ حدیث ۲۱) معانی الاخبار (ص ۱۳۶ حدیث ۱) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۸ (ص ۴۸) تفسیر ابولفتوح رازی ج ۴، ص ۲۱۰ (ج ۸، ص ۴۷۰)

۴۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۸ (ص ۴۸)

خدمت میں آئے اور انتقال کی خبر دی، آپ بہت زیادہ غمگین ہوئے پھر امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ اپنی نگرانی میں غسل وکفن وحنوط کا بندوبست کرو، جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے خبر کرنا۔ امیر المومنینؑ نے ایسا ہی کیا، جب جنازہ تیار ہوگیا تو رسول خداؐ تشریف لے آئے اور بہت روئے اور فرمایا: آپ نے صلہ رحم فرمایا، اے چچا! آپ کو خدا بہترین جزا دے، آپ نے بچپن میں میری تربیت اور کفالت کی، عظیم الشان نصرت کی۔ پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا: اپنے چچا کی ایسی شفاعت کروں گا جسے دیکھ کر دونوں جہاں والے تعجب کریں گے۔

شیخ صدوق کے فقرے ہیں کہ اے چچا! آپ نے یتیمی میں کفالت کی، بچپن میں کفالت کی اور عظیم نصرت فرمائی، خدا آپ کو بہترین جزا دے۔ (۱)

۴۔ عباس بن عبد المطلب نے رسول خداؐ سے پوچھا: آپ ابوطالبؑ کے متعلق کیا توقع رکھتے ہیں؟ فرمایا: میں اپنے پروردگار سے تمام قسم کی نیک توقعات رکھتا ہوں۔ (۲)

۵۔ رسول خداؐ نے عقیل سے فرمایا: میں تم سے دو جہتوں سے محبت کرتا ہوں: تمہاری وجہ سے اور اس لئے بھی کہ تمہیں ابوطالبؑ بہت چاہتے تھے۔ (۳)

۶۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اگر میں مقام محمود پر فائز ہوا تو اپنے باپ، ماں، چچا اور جاہل عہد کے بھائی کی شفاعت کروں گا۔ (۴)

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۲۶ (ج ۲، ص ۳۴۹) تفسیر علی ابن ابراہیم قمی، ص ۳۵۵ (ص ۳۸۰) امالی شیخ صدوق (ص ۳۳۰) الفصول المختارہ ص ۸۰ (ص ۲۲۸) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ ص ۶۷ (ص ۲۶۵) بحار الانوار ج ۹، ص ۱۵ (ج ۳۵، ص ۶۸) الدرجات الرفیعہ (ص ۶۱)

۲۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ ص ۱۵ (ص ۷۱) الدرجات الرفیعہ (ص ۴۸) طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۰۶ (ج ۱ص ۱۲۴) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲۹، ص ۳۲) الخصائص الکبری ج ۱، ص ۸۷ (ج ۱، ص ۱۴۷) التعظیم والمنہ سیوطی (ص ۷)

۳۔ علل الشرائع (ج ۱ص ۱۶۲) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۳۴ (ص ۱۷۹) بحار الانوار ج ۹، ص ۱۶ (ج ۳۵، ص ۷۵) استیعاب ج ۲ص ۵۰۹ (نمبر ۹۱۸۳۴) المعجم الکبیر (ج ۱۷، ص ۱۹۱ حدیث ۵۱۰) تاریخ الخمیس ج ۱، ص ۱۶۳، ذخائر العقبی، ص ۲۲۲

۴۔ تفسیر علی ابن ابراہیم قمی، ص ۳۵۵، ۳۹۰ (ج ۲، ص ۲۵، ۱۴۲) تفسیر البرھان ج ۳، ص ۷۹۴ (ج ۳۔ ص ۲۳) ذخائر العقبی ص ۷، الدرج المنیفہ سیوطی ص ۷، مسالک الحنفاء ص ۱۴

۷۔امام حسینؑ اپنے والد ماجد حضرت امیر المومنینؑ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ مقام رحبہ میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے گرد لوگوں کا ہجوم تھا، ایک شخص نے کہا: امیر المومنینؑ! آپکا خدا نے کیا کچھ مرتبہ قرآن میں بیان کیا ہے اور آپ کے والد پر جہنم میں عذاب ہو رہا ہے۔فرمایا: ٹھہر! خدا تیرا منھ بند کرے، اس خدا کی قسم! جس نے رسول کو برحق مبعوث فرمایا، اگر میرے والد ماجد تمام گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں تو خدا سب کو بخش دے گا۔کیا میرے باپ جہنم میں معذب ہوں گے جب کہ ان کا فرزند قسیم جنت و نار ہے؟ رسولؐ برحق کی قسم! ابوطالبؑ کا نور تمام مخلوقات کے نور کو بجھا دے گا، سوائے نور محمدؐ، نور فاطمہؑ، نور حسنؑ، نور حسینؑ اور دیگر آئمہؑ کے۔آگاہ ہو! ان کا نور ہمارے نور سے ہے، خدا نے تخلیق آدم سے دو ہزار سال قبل اسے خلق فرمایا۔(۱)

۸۔حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میرے باپ، دادا عبدالمطلب اور دادا ہاشم نے کبھی بتوں کی پوجا نہیں کی۔آپ سے پوچھا گیا: تو وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟ فرمایا: وہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے، دین ابراہیمؑ سے وابستہ تھے۔(۲)

۹۔عامر بن واثلہ حضرت علیؑ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میرے باپ نے وقت وفات کلمہ شہادت پڑھا، رسولؐ نے مجھے انکے بارے میں جو بات بتائی، وہ دنیا و آخرت میں سب سے بہتر ہے۔(۳)

۱۰۔امیر المومنینؑ نے فرمایا: ابوطالبؑ اس وقت تک نہیں مرے جب تک رسول خداؐ کی خوشنودی نہ پا گئے۔(۴)

۱۔المناقب المائۃ (ص۱۶۱) کنز الفوائد ص۸۰ (ج۱، ص۱۸۳) امالی شیخ طوسی ص۱۹۲ (ص۳۰۵ حدیث ۶۱۲) الاحتجاج طبرسی (ج ۱، ص۵۴۶ حدیث ۱۳۳) تفسیر ابوالفتوح رازی ج۴، ص۲۱۱ (ج۸ ص۴۷۱) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص۱۵ (ص ۷۴) الدرجات الرفیعہ (ص۵۰) بحار الانوار ج۹، ۱۵ (ج۳۵، ص۶۹) تفسیر البرہان ج۳، ص۷۹۴ (ج۳، ص۲۳۱)

۲۔کمال الدین، ص۱۰۴ (ص۱۷۴) تفسیر ابوالفتوح رازی ج۴، ص۲۱۰ (ج۸، ص۴۷۰) تفسیر البرحان ج۳ ص۷۹۵ (ج ۳، ص۲۳۲)

۳۔الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص۲۳ (ص۱۱۲)

۴۔تفسیر علی ابن ابراہیم قمی، ص۳۵۵ (ج۱، ص۳۸۰) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص۲۳ (ص۲۱۱)

۱۱۔ شعبی حضرت علیؑ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: خدا کی قسم! ابوطالبؑ بن عبدالمطلب بن عبد مناف مومن و مسلمان تھے، انھوں نے اپنا ایمان بنی ہاشم کے ڈر سے چھپایا تا کہ قریش ان سے برسر پیکار نہ ہو جائیں امیرالمومنین کا مرثیہ ابوطالبؑ بھی ہے:

ابا طالب عصمة المستجیر   وغیث المحول ونور الظلم

لقد هد فقدک اهل الحفاظ   فصلی علیک ولی النعم

ولقاک ربک رضوانه   فقد کنت للمصطفی خیر عم (۱)

۱۲۔ اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں نے امیرالمومنینؑ کو فرماتے سنا کہ ایک بار رسول خداؐ قریش کے کچھ لوگوں کے درمیان سے گذرے، جنھوں نے اونٹ یا گوسفند کی قربانی (فہیرہ) کی تھی۔ رسول خداؐ ادھر سے بغیر سلام کئے ہوئے گزر گئے اور دارالندوہ کے پاس گئے۔ قریش نے کہا کہ محمدؐ ہمیں بغیر سلام کئے ہوئے گزر گئے، کوئی ہے جو اس کی نماز برباد کردے۔ عبداللہ بن زبعری تیار ہو گیا اور اس نے حالت سجدہ میں رسول خداؐ پر اوجھڑی ڈال دی۔ رسول خداؐ اسی حالت میں ابوطالبؑ کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا: چچا جان! میں کون ہوں؟ ابوطالبؑ نے پوچھا: کیوں جان برادر، ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ آپ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ ابوطالبؑ نے پوچھا: انھیں کہاں چھوڑا؟ فرمایا: ابطح میں۔ آپ نے خاندان والوں کو آواز دی کہ ہتھیار لے کر میرے ساتھ چلو، سب نے لبیک کہی اور وہاں چلے۔ قریش نے ان لوگوں کو آتے دیکھ کر متفرق ہونا چاہا۔ ابوطالبؑ نے آواز دی: خبردار! کوئی بھی یہاں سے اٹھا تو سر اڑا دوں گا، رب کعبہ کی قسم! پھر آپ نے ایک پتھر پر تین ضربیں لگائیں اور تین ٹکڑے کر کے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: محمدؐ! تم نے پوچھا ہے کہ تم کون ہو؟ پھر اپنی انگلی سے رسول خداؐ کی طرف اشارہ کر کے کہا: (۲)

"انت النبی محمد ، قرم اغر مسود"

"تم محمد ہو، رسول ہو، بزرگ ہو، سالار قافلہ ہو، سردار ہو"۔

۱۔ الحجۃ علی الذاهب الی تکفیر ابی طالب، ص ۲۴ (ص ۱۲۲) تذکرۃ الخواص، ص ۶ (ص ۹) دیوان ابوطالبؑ، ص ۳۶

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱۴، ص ۷۷ کتاب ۹)

پھر پوچھا کہ کس نے یہ حرکت کی تھی؟ رسول خداؐ نے عبداللہ بن زبعری کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے اسے بلایا اور اس کی ناک پر ضربیں لگائیں، وہ لہولہان ہو گیا اور پھر پوچھا: تم نے پوچھا نہیں میں کون ہوں؟ اور پھر فرمایا: تم محمد بن عبداللہ ہو۔ اور اس کے بعد آدمؑ تک تمام شجرہ سنا ڈالا اور فرمایا: تم، خدا کی قسم! حسب میں سب سے شریف ہو، تمہارا نسب سب سے بلند ہے، اے گروہ قریش! جس میں دم ہو اب ذرا حرکت کر کے تو دیکھے، میں وہی ہوں جسے تم اچھی طرح پہچانتے ہو۔(۱)

۱۳۔ ابن فیاض لکھتے ہیں: حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہم اور رسول خداؐ حالت سجدہ میں تھے کہ ابو طالبؑ تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم ایسا کر رہے ہو؟ پھر میرا بازو تھام کر فرمایا: ان کی شاندار خدمت کرتے رہنا۔ پھر مجھے مدد کی تشویق دلائی۔

۱۴۔ حضرت علیؑ سے پوچھا گیا: رسول خداؐ سے قبل انبیاء کا جانشین کون تھا؟ فرمایا: ابو طالبؑ، میرے باپ۔

۱۵۔ امام سجادؑ سے پوچھا گیا کہ ابو طالبؑ مومن تھے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کافر تھے؟ فرمایا: سخت حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ ابو طالبؑ کی مذمت کر رہے ہیں جبکہ کئی آیتوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی مومن کسی کافر کے ازدواجی بندھن میں نہ رہے اور کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ فاطمہ بنت اسد سابقین اسلام میں سے تھیں، اسی حالت میں رہیں، یہاں تک کہ ابو طالب علیہ السلام مر گئے۔(۲)

۱۶۔ ابو بصیر لیث مرادی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا: میرے سردار! یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابو طالبؑ ضحضاح نار میں ہیں، جس سے ان کا دماغ جل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، اگر ایمان ابو طالبؑ ایک پلے میں رکھا جائے اور تمام مخلوقات کا ایمان دوسرے

۱۔ تفسیر قرطبی (ج ۶، ص ۱ ۲۶) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۱۰۶ (ص ۳۴۶) نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۱۲۲ (ج ۲ ص ۹۱) ثمرات الاوراق مطبوع بر حاشیہ المستطرف ج ۲ ص ۳ (ص ۲۸۵)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۴، ص ۶۸، ۶۹ کتاب ۹) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۴ (ص ۱۲۳) الدرجات الرفیعہ (ص ۵۰)

پلے میں تو ان کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔(۱)

سید بن معد کتاب الحجۃ (۲) میں ایک دوسری سند روایت میں لکھتے ہیں کہ امامؑ نے فرمایا کہ ابو طالبؑ بن عبد المطلب حالت اسلام و ایمان میں مرے۔

۱۷۔صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ ابو طالبؑ کی مثال اصحاب کہف کی ہے، انھوں نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا، اس لئے خدا نے انھیں دو اجر کرامت فرمائے۔(۳)

عبد الرحمٰن بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے صادق آل محمدؑ سے عرض کی: لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابو طالبؑ آگبینہ جہنم میں ہیں۔فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں، جبرئیل اس بات پر رسولؐ کی خدمت میں نازل نہیں ہوئے۔میں نے پوچھا: پھر کس بات پر نازل ہوئے؟ فرمایا: ایک بار جبرئیل رسولؐ پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! تمہارا رب بعد سلام فرماتا ہے کہ بلاشبہ اصحاب کہف نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا، پس خدا نے انھیں دو اجر کرامت فرمائے، اسی طرح ابو طالبؑ نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا، اس لئے خدا نے انھیں دو اجر کرامت فرمائے، ابو طالبؑ اسی وقت دنیا سے گئے جب وہ جنت کی بشارت پا گئے۔امامؑ نے آگے فرمایا: یہ لوگ ایسی مہمل بات کیسے کہتے ہیں جبکہ وفات ابو طالبؑ کی رات جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ: اب مکے سے نکلئے، کیونکہ ابو طالبؑ کے بعد آپکا کوئی مددگار نہیں۔(۴)

۱۸۔اصول کافی (۵) میں ہے کہ امام سے پوچھا: کیا یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابو طالبؑ کافر

۱۔شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۱ (ج ۱۴، ص ۶۸ کتاب ۹) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۸ (اص ۸۵) الدرجات الرفیعہ (ص ۴۹)

۲۔الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۷

۳۔اصول کافی ص ۲۴۴ (ج ۱ص ۴۴۸) امالی صدوق، ص ۳۶۶ (ص ۴۹۲) روضۃ الواعظین، ص ۱۲۱ (ج ۱، ص ۱۳۹) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۱۱۵، ۱۲۰ (ص ۳۶۲، ۸۳)

۴۔بحار الانوار ج ۹، ص ۲۴ (ج ۳۵، ص ۷۲) تفسیر ابو الفتوح رازی ج ۴، ص ۲۱۲ (ج ۸، ص ۴۷۴) الدرجات الرفیعہ (ص ۴۹)

۵۔اصول کافی، ص ۲۴۴ (ج ۱، ص ۴۴۸)

مرے؟ فرمایا: یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں، جس نے یہ شعر کہا وہ کافر کیسے ہوسکتا ہے:

الم تعلموا انا وجدنا محمدا نبیا کموسی خط فی اول الکتب

''کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ ہم محمدؐ کو موسیٰ کی طرح رسول سمجھتے ہیں اور یہ بات گذشتہ آسمانی کتابوں میں مرقوم ہے''۔

یہ روایت اکثر محدثین کی تالیفات میں منقول ہے۔

۱۹۔ کلینی نے اصول کافی (۱) میں صادق آل محمدؐ کا بیان نقل فرمایا کہ جس ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے ہوں وہ کافر کیسے ہوسکتا ہے:

لقد علموا ان ابننا لا مکذب لدینا ولا یعباء بقیل الا باطل

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

''بلاشبہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہمارا فرزند جھٹلایا نہیں جاسکتا، اس کے یہاں مہمل بکواس کی قطعی گنجائش نہیں، وہ روشن چہرہ ہے جس کا واسطہ دیکر بارش طلب کی جاتی ہے، وہ یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کا سہارا ہے''۔

۲۰۔ شیخ ابوعلی فتال نے روضۃ الواعظین میں صادق آل محمدؐ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ابوطالبؑ نے مرتے وقت بزرگان قریش کو بلوایا اور ان سے وصیت فرمائی: اے گروہ قریش! تم مخلوقات خدا میں منتخب اور قلب عرب ہو، تم خدا کی زمین اور حرم کے خزینہ ہو، تمہارے درمیان سردار اور فرمانروا موجود ہے، جو گشادہ دست، بہادر، پیش گام اور دانا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ تم نے ہر فخر و نازش کو پالیا، اب لوگوں کے لئے کوئی فضیلت باقی نہیں۔ لوگوں کے فضیلت کا وسیلہ انھیں کی ذات ہے اور لوگ تم سے برسرپیکار ہیں۔ اس وصیت کو علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۲۱۔ شیخ صدوق اکمال الدین میں صادق آل محمدؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ابوطالبؑ نے کفر ظاہر کیا

۱۔ اصول کافی ص ۲۴۴ (ج۱، ص ۴۴۹) تفسیر البرهان ج۳، ص ۷۹۵ (ج۳، ص ۲۳۱)

۲۔ روضۃ الواعظین، ص ۱۲۱ (ج۱ ص ۱۳۹) بحارالانوار ج۹، ص ۲۴ (ج ۳۵، ص ۱۰۶)

اور ایمان چھپایا، جب ان کا وقت وفات آیا تو خدا نے رسولؐ پر وحی کی: یہاں سے نکل جاؤ کہ اب کوئی تمہارا مددگار نہیں۔ چنانچہ رسول خداؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔

شریف مرتضی نے فصول المختارہ میں (۱) اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابوطالبؑ تحقیقی طور سے مومن تھے اور اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ انھیں مددگار رسولؐ کہا گیا ہے۔ اسی حدیث کے ذیل میں ابن معد کتاب الحجۃ میں لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ وفات ابوطالبؑ کے بعد جبرئیل رسول خداؐ پر نازل ہوئے اور کہا کہ خدا بعد سلام فرماتا ہے کہ تمہاری قوم نے متفقہ فیصلہ کر لیا ہے کہ تم پر رات میں حملہ کریں لہٰذا تم یہاں سے نکل جاؤ کیونکہ اب تمہارا کوئی مددگار نہیں رہ گیا ہے۔ خدا کے اس ارشاد پر خوب غور کرنا چاہئے کہ اسی نے ابوطالبؑ کے مددگار رسولؐ ہونے کی گواہی دی ہے۔ یہ چیز ابوطالبؑ کے فخر و نازش کیلئے عظیم الشان ہے، اس سے ان کی عظمت و منزلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ قریش ان سے خوش تھے کہ وہ ان سے میل جول رکھتے ہیں حالانکہ انھوں نے اپنے اشعار میں توحید و تصدیق کا برملا اظہار فرمایا۔ اس طرح قریش کو قتل رسولؐ کی ہمت نہ ہو سکی کیونکہ ان کی قوم بنی ہاشم اور عبد المطلب بن عبد مناف کے بھائی اور یا ان کے پیروکار تھے۔ خواہ وہ مومن ہوں یا کافر ابوطالبؑ کے ساتھ تھے۔ اگر قریش ان سے برسر پیکار ہوتے تو یہ ان پر بھاری پڑتے، اسی لئے جب ابولہب نے قریش سے قتل رسولؐ کی بات سنی تو کہا کہ اس بزرگ (ابوطالبؑ) کی وجہ سے باز آ جاؤ کیونکہ وہ اپنے بھتیجے کا مددگار ہے۔ خدا کی قسم! محمدؐ اس وقت تک قتل نہیں ہو سکتے جب تک ابوطالبؑ نہ قتل ہو جائیں اور بنی ہاشم اس وقت تک قتل نہیں ہو سکتے جب تک تمام بنی عبد مناف اور مکے والے قتل نہ ہو جائیں۔ اس لئے ابھی ہاتھ روکے رہو۔ جب ابوطالبؑ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے جذبات ہمدردی ابھارنے کے لئے کچھ اشعار کہے۔ (۲)

۲۲۔ یونس بن نباتہ صادق آل محمدؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے پوچھا: اے یونس! لوگ

۱۔ الفصول المختارہ ص۸۰ (ص۲۲۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۰۷ (ج ۱۴، ص ۵۷ کتاب ۹) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ (ص ۳۴۲) حماسہ ابن شجری ص ۱۶، السیرۃ النبویۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۳۹۴ (ج ۲ ص ۱۰) البدایۃ والنھایۃ ج ۳، ص ۹۳ (ج ۳، ص ۱۱۶)

ابوطالبؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ عرض کی: قربان جاؤں! لوگ کہتے ہیں کہ وہ آ بگینہ جہنم میں ہیں، جس سے ان کا دماغ پگھل رہا ہے فرمایا: جھوٹے ہیں وہ دشمنان خدا، ابوطالبؑ تو نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور شائستہ کرداروں کی بہترین رفاقت سے بہرہ مند ہیں۔(۱)

۲۳۔ داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں صادق آل محمدؐ کی بارگاہ میں پہونچا، میرا قرض ایک شخص پر تھا جس سے میں ڈرتا تھا۔ میں نے امام سے اپنا درد دل کہا۔ آپ نے فرمایا: جب تم مکہ جانا تو عبدالمطلب، ابوطالب، عبداللہ، آمنہ اور فاطمہ بنت اسد کے نام سے الگ الگ طواف کرنا اور دو دو رکعت نماز پڑھ کے خدا کی بارگا میں اپنی حاجت بیان کرنا۔ میں نے ایسا ہی کیا جب میں باب صفا سے نکلا تو قرضدار نے مجھے آواز دیکر کہا: اے داؤد! اپنا حق مجھ سے لے لو۔(۲)

۲۴۔ صادق آل محمدؐ کا ارشاد ہے کہ رسول خداؐ مسجد حرام میں نیا کپڑا پہنے کھڑے تھے، اتنے میں مشرکین نے آپ پر اونٹ کی اوجھڑی سر سے پیر تک مل دی۔ رسولؐ اسی حالت میں ابوطالبؑ کے پاس آئے اور کہا: اے چچا! میری شخصیت آپ کے نزدیک کیا ہے؟ ابوطالبؑ نے کہا: بیٹا! ایسا کیوں پوچھ رہے ہو؟ رسول خداؐ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ ابوطالب نے حمزہ سے کہا اپنی تلوار لے لو اور پھر مسجد الحرام تشریف لے گئے اور تمام مشرکین کو اسی طرح اوجھڑی سے سر سے پیر تک آلودہ کر دیا۔ اور پھر رسول خداؐ سے کہا: بیٹا! تم نے پوچھا تھا کہ میری شخصیت کیا ہے؟ دیکھو تمہاری شخصیت ہمارے نزدیک یہ ہے۔(۳)

۲۵۔ صادق آل محمدؐ کا ارشاد ہے کہ امیرالمومنینؑ کو ابوطالبؑ کے اشعار کی روایت و تدوین کا بڑا اہتمام تھا، وہ فرماتے ہیں کہ ان کے اشعار، لوگوں کو تعلیم دو اور اپنے بچوں کو پڑھاؤ کیونکہ وہ دین خدا پر تھے اور ان کے اشعار میں بے اندازہ علم تھا۔(۴)

۱۔ کنز الفوائد کراجکی ص ۸۰، الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ ص ۱۷،

۲۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۲ (ص ۱۰۴) بحار الانوار ج ۹ ص ۲۴ (ج ۳۵، ص ۱۱۲)

۳۔ اصول کافی ص ۲۴۴ (ج ۱ ص ۴۴۹)

۴۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۵ (ص ۱۳۰) بحار الانوار ج، ۹، ص ۲۴ (ج ۳۵، ص ۱۱۵)

۲۶۔ پہلی نماز جماعت اس وقت ہوئی کہ رسول خداؐ علیؑ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں ادھر سے ابوطالبؑ گذرے، جعفر ساتھ تھے۔ فرمایا: بیٹا! اپنے چچازاد بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ جب رسول خداؐ نے محسوس کیا تو دونوں کے آگے ہو گئے اور ابوطالبؑ مسکراتے ہوئے یہ شعر پڑھتے پلٹ گئے:

ان علیا و جعفرا ثقتی عند ملم الزمان والکرب (۱)

۲۷۔ اصول کافی (۲) میں ہے کہ درست ابن ابی منصور نے امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا: کیا ابوطالبؑ رسول خداؐ پر حجیت رکھتے تھے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ انھوں نے جو وصیتیں کیں انھیں رسول خداؐ کے سپرد کیا۔ پوچھا: کیا یہ وصایا اس لئے سپرد کیں کہ وہ حجیت رکھتے تھے؟ فرمایا: اگر حجیت رکھتے تو وصایا ان کے حوالے نہ کرتے۔ پوچھا: تو پھر ابوطالبؑ کا کیا حال تھا؟ فرمایا: رسول خداؐ جو کچھ لائے اس کی تصدیق کی اور وصایا سپرد کیں اور اسی روز مر گئے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ مرتبہ ایمان سے برتر ہے کیونکہ قبل کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ ابوطالبؑ ایمان سے بہرہ مند اور گذشتہ انبیاء کے جانشین، وصی اور حجیت سے سرفراز تھے۔ اس لئے ابن ابی منصور کو گمان ہوا کہ شاید رسول خداؐ قبل بعثت محجوج تھے۔ امامؑ نے اس کی نفی فرمائی۔ وصایا کے بیان میں یہ بات واضح ہے کہ ابوطالبؑ دین حنیف ابراہیمیؑ پر تھے پھر دین محمدیؐ سے سرفراز ہوئے اور تمام وصایا ان کے حوالے کیں نیز یہ کہ وہ ولایت علویؑ کے ایمان سے بھی سرفراز تھے۔

۲۸۔ کراجکی نے امام رضاؑ کی حدیث نقل کی ہے، جس میں ایمان ابوطالبؑ پر شک ظاہر کیا گیا تھا تو امامؑ نے فرمایا: اگر تم نے ایمان ابوطالبؑ میں شک کیا تو تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ (۳)

۲۹۔ تفسیر ابوالفتوح میں امام رضاؑ کا ارشاد نقل ہے کہ ابوطالبؑ کی انگوٹھی پر نقش تھا: رضیت باللہ ربا و بابن اخی محمد نبیا و بابنی علی لہ وصیا۔ (۴)

۱۔ امالی شیخ صدوق، ص ۳۰۴ (ص ۳۱۰) تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۴ ص ۲۱۱، ۲۔ اصول کافی، ص ۲۴۴ (ج ۱ ص ۴۴۵)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۱۱ (ج ۱۴ ص ۶۸ کتاب) کنز الفوائد، ص ۸۰ (ج ۱ ص ۱۸۲) الحجۃ علی الذاهب الی تکفیر ابی طالبؑ ص ۱۶ (ص ۷۶) الدرجات الرفیعۃ (ص ۵۰)؛ بحار الانوار (ج ۳۵ ص ۱۱۰)

۴۔ تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۴ ص ۲۱۱ (ج ۸ ص ۴۷۱) الدرجات الرفیعۃ (ص ۶۰)؛ محبوب القلوب (ج ۲ ص ۳۱۹)

۳۰۔ شیخ صدوقؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ عبدالعظیم نے امام رضاؑ کو لکھا کہ میرے دل میں ضحضاح نار کی حدیث شک پیدا کر رہی ہے؟ امامؑ نے جواب لکھا کہ اگر ایمان ابو طالبؑ میں شک کیا تو تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ (۱)

۳۱۔ صدوق نے بطریق اعمش، عبداللہ ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ ابو طالبؑ نے بھتیجے سے پوچھا: کیا تم خدا کے رسول ہو؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: پھر معجزہ دکھاؤ؟ فرمایا: میرا نام لے کر درخت کو آواز دیجئے۔ ابو طالبؑ نے آواز دی تو درخت آیا اور رسولؐ کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا۔ یہ دیکھ کر ابو طالبؑ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سچے ہو، اے علیؑ اپنے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ (۲)

اس روایت کو ابن معد نے نقل کر کے لکھا ہے کہ ابو طالبؑ نے یہ بات قریش کے سامنے کہی تھی تا کہ انھیں شرف و منزلت معلوم ہو سکے۔

۳۲۔ صدوق (۳) نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس سے ایک شخص نے پوچھا: کیا ابو طالبؑ مسلمان تھے؟ فرمایا: وہ شخص مسلمان کیوں نہ ہوگا جس نے یہ شعر کہا ہے:

وقد علموا ان ابننا لا مکذب لدینا ولایعبا بقیل الا باطل

ابو طالبؑ تو اصحاب کہف کی طرح تھے، جنھوں نے ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا تو خدا نے انھیں دو اجر کرامت فرمائے۔

۳۳۔ روضۃ الواعظین (۴) میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ابو طالبؑ اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ رسول خداؐ کی طرف سے گذرے جو مسجد الحرام میں نماز پڑھ رہے تھے، حضرت علیؑ داہنی طرف کھڑے تھے، جعفر سے فرمایا: تم بھی پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ اس وقت ابو طالبؑ نے یہ سات شعر پڑھے:

۱۔ الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۱۶ (ص ۸۲)

۲۔ امالی صدوق، ص ۳۶۵ (ص ۴۹۱) روضۃ الواعظین، ص ۱۲۱ (ج ۱ ص ۱۳۹) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۲۵ (ص ۱۲۸)

۳۔ امالی شیخ صدوق، ص ۳۶۶ (ص ۴۹۱) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۹۴، ۱۱۵ (ص ۳۲۲۔۳۱۹)

۴۔ روضۃ الواعظین ص ۱۲۳ (ج ۱، ص ۱۴۰) امالی صدوق ص ۳۰۴ (ص ۴۱۰) تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۴، ص ۲۱۱ (ج ۸، ص ۴۷۲) الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالبؑ، ص ۵۹ (ص ۲۴۹)

ان علیا و جعفر اتقی عند ملم الزمان والنوب ... الخ

اس روایت کو ابن معد اور کراجکی نے اپنے اپنے طریق سے نقل کیا ہے۔

۳۴۔ عکرمہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابوطالبؑ نے مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھا۔

۳۵۔ تفسیر وکیع میں ہے کہ ابوذر نے کہا کہ رسول کا ارشاد ہے کہ اس خدا کی قسم! جس کے سواء کوئی معبود نہیں کہ ابوطالبؑ نے مرتے وقت بزبان حبشہ اظہار اسلام کیا۔ اور ابوطالبؑ نے رسولؐ سے پوچھا: کیا آپ زبان حبشہ جانتے ہیں؟ فرمایا: اے چچا! خدا نے مجھے تمام زبانوں کو سکھایا ہے۔ ابوطالب نے کہا: یا محمدا: اسدن لمصاقاقا طالاھا یعنی میں مخلصانہ اقرار کرتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ سن کر رسولؐ نے گریہ فرمایا اور کہا: خدا نے چچا کی وجہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔

اس موقع پر ابوطالبؑ نے بزبان حبشہ کلمہ پڑھنا مناسب سمجھا جبکہ عربی میں کئی بار پڑھ چکے تھے۔

۳۶۔ قطب الدین راوندی الخرائج میں فاطمہ بنت اسد کا بیان نقل کرتے ہیں:

عبدالمطلب کے انتقال کے بعد وصیت پدر کے مطابق ابوطالبؑ رسول خداؐ کی خدمت گذاری میں رہتے تھے۔ میرے گھر کے باغ میں درخت خرما تھا، میں ان تازہ خرموں کو چن کر محمدؐ کے کھانے کے لئے رکھ لیتی تھی، میری کنیز بھی خرمہ چننے میں ساتھ دیتی۔ ایک دن ہم دونوں کے حافظے سے بات نکل گئی، محمدؐ سو رہے تھے، مجھے سخت تشویش تھی کہ محمدؐ بیدار ہوں گے تو کیا کھائیں گے۔ اتنے میں محمدؐ بیدار ہوئے اور باغ میں جا کر دیکھا تو خرمے نہیں تھے تو درخت کی طرف اشارہ کیا کہ میں بھوکا ہوں۔ یہ سنکر درخت جھکا اور محمدؐ نے اس میں سے خرمے توڑے اور وہ اپنی حالت پر پلٹ گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد ابوطالبؑ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو ننگے پاؤں دوڑ کر میں نے دروازہ کھولا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ بلاشبہ وہ پیغمبر ہوں گے اور تم بھی بہت جلد ان کا ناصر و مددگار پیدا کرو گی چنانچہ جیسا انھوں نے کہا تھا میرے بطن سے علیؑ پیدا ہوئے۔ (۱)

۳۷۔ امالی صدوق (۲) میں ابوطالبؑ کا بیان نقل ہے کہ عبدالمطلب نے فرمایا: میں حجر اسماعیل میں

۱۔ الخرائج والجرائح (ج ۱، ص ۱۳۸) ۲۔ امالی صدوق ص ۱۵۸، (ص ۲۱۶)

سویا ہوا تھا۔ میں نے خوف ناک خواب دیکھا تو قریش کے کاہن کے پاس ایک خز کی چادر اوڑھ کر گیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر میرا اضطراب معلوم کیا۔ میں اس زمانہ میں سردار قوم تھا، لہذا مجھے دیکھ کر کہا کہ سید العرب کا چہرہ متغیر کیوں ہے؟ کیا کوئی حادثہ گذرا ہے؟ میں نے اس سے کہا کہ رات خواب دیکھا ہے کہ میں حجر اسماعیل میں سویا ہوا ہوں، اتنے میں میرے پشت سے ایک درخت نکلا جس کا سر آسمان تک ہے اور شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہیں، اس کی روشنی سورج سے ستر گنا زیادہ ہے، تمام عرب و عجم اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں، ہر دن اس کی عظمت و درخشاں بڑھتی جاتی ہے میں نے دیکھا کہ گروہ قریش وہ درخت کاٹنا چاہتے ہیں، اتنے میں ایک خوبصورت جوان آگے آتا ہے اور اس گروہ کی کمر توڑ دیتا ہے اور آنکھیں پھوڑ دیتا ہے۔ جب میں نے اس درخت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو جوان نے کہا: ٹھہریئے! اس میں آپ کا حصہ نہیں ہے۔

میں نے کہا: پھر کس کا حصہ ہے جب کہ درخت میرا ہی ہے؟ اس نے کہا: ان کا حصہ ہے جو ان سے وابستہ ہیں۔ میں یہ ہولناک خواب دیکھ کر بیدار ہوا۔ میں نے دیکھا کہ خواب سن کر اس کا چہرہ متغیر ہو گیا اور کہا: اگر آپ سچ کہتے ہیں تو آپ کے صلب سے ایک لڑکا ہوگا جو مشرق و مغرب کا مالک ہوگا اور وہ لوگوں کا نبی ہوگا۔ یہ سن کر میرا غم خوشی میں بدل گیا۔ اے ابو طالبؑ! سن لو، شاید تم اس کو پاؤ۔ جس وقت ابو طالب یہ واقعہ بیان کر رہے تھے اسی وقت رسول خداؐ تشریف لائے اور فرمایا: بخدا! وہ درخت میں ہوں، ابو قاسم امین۔

۳۸۔ کتاب الحجہ (۱) میں نسابہ علوی معروف بہ موضح کی روایت ہے کہ جب ابو طالبؑ نے انتقال کیا تو ابھی نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اسی لئے آپ نے ابو طالبؑ اور خدیجہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، بلکہ رسول خداؐ نے ابو طالب کی مشایعت جنازہ فرمائی اور استغفار فرماتے رہے۔ لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ ابو طالب مشرک مرے ہیں، ہم بھی اپنے مردوں کے لئے استغفار کریں۔ حالانکہ ابو طالب نے تو اپنا ایمان چھپایا تھا اسی لئے خدا نے مسلمانوں کو منع کیا کہ وہ اپنے مشرک آباؤ واجداد کے لئے استغفار نہ

۱۔ الحجہ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب، ص ۶۸ (ص ۲۶۸)

کریں ﴿ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین﴾۔ اگر لوگ ابوطالب کو مشرک فرض کریں تو رسولؐ سے خطا کا سرزد ہونا فرض کرنا پڑے گا، حالانکہ خدا نے رسولؐ کے قول وفعل سے نفی خطا کا اعلان کیا ہے۔

ابولفرج اصفہانی لکھتے ہیں کہ ابوالجہم سے پوچھا گیا: کیا رسولؐ نے ابوطالب کی نماز جنازہ پڑھی تھی؟ جواب دیا: اس وقت نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی، نماز جنازہ تو ان کی موت کے بعد فرض ہوئی۔

جب ان کا انتقال ہوا تو آپ نہایت مغموم ہوئے حضرت علیؑ کو جنازہ تیار کرنے کا حکم دیا اور آپ نے مشایعت فرمائی جس میں عباس اور ابوبکر بھی موجود تھے، ان لوگوں نے ان کے ایمان کی گواہی دی کہ اگر ابوطالب غلبہ اسلام تک زندہ رہتے تو یقیناً اظہار اسلام فرماتے، چونکہ اسلام کمزور تھا اس لئے حمایت اسلام کے لئے اپنا ایمان چھپایا۔

۳۹۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جب قریش نے اسلام کی ترقی دیکھی تو حلف میں کہنے لگے وہ جادوگر اور مجنون ہیں، انہوں نے باہم معاہدہ کیا کہ اگر ابوطالب مر گئے تو سب انکار کر کے محمدؐ کو قتل کر دیں گے۔ جب ابوطالب کو معلوم ہوا تو تمام بنی ہاشم اور حلیف قبائل کو جمع کر کے رسول خداؐ کے متعلق وصیت فرمائی کہ میرا بھتیجا جو کچھ کہتا ہے اسے میں نے اپنے آباؤ واجداد اور علماء سے سنا ہے کہ محمدؐ ہی رسول صادق اور امین ناطق ہیں، ان کی بڑی شان ہے خدا کے نزدیک ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ دیکھو ان کی دعوت پر لبیک کہو اور ان کی نصرت کرو، اگر تم نے ایسا کیا تو رہتی دنیا تک تمہارا شرف یادگار رہے گا۔

پھر یہ اشعار پڑھے:

اوصی بنصر النبی الخیر مشهده   علیا ابنی و عم الخیر عباسا

وحمزة الاسد المخشی صولته   وجعفراً ان یذودوا دونه الناسا

وهاشما کلها اوصی بنصرته   ان یاخذا دون حرب القوم امراسا

کونوا فداء ألکم امتی و ما ولدت   من دون احمد عند الروع اتراسا

بکل ابیض مصقول عوارضه   تخاله فی سواد اللیل مقباسا

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ میں نے حقائق واضح کرنے کیلئے سیرت سے یہ چالیس اقوال نقل کئے ہیں ان سے ایمان ابوطالب کی بھرپور شہادت فراہم ہوجاتی ہے، کسی مسلمان کے ثبوت اسلام میں اتنی واضح اور کثرت سے دلیل فراہم نہیں ہوسکتی۔

ایمان ابو طالب کے متعلق علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں (۱)، فتونی نے ضیاء العالمین میں اور اہلسنت کے علماء میں برزنجی نے کتاب لکھی ہے جس کا خلاصہ سید احمد زینی دحلان نے کیا ہے۔

ان کے علاوہ جن علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، ان کے نام ہیں:

سعد بن عبداللہ ابوالقاسم اشعری؛ ان کی کتاب فضیلت ابوطالب وعبدالمطلب وعبداللہ سے متعلق ہے۔ (۲)

ابوعلی کوفی؛ ان کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۳)

ابومحمد سہل بن احمد دیباجی؛ ان کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۴)

ابونعیم علی بن حمزہ بصری؛ ان کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۵)

ابوسعید محمد بن احمد بن حسین خزاعی؛ ان کی کتاب کا نام ہے منی الطالب فی ایمان ابی طالب۔ (۶)

ابوالحسن علی بن بلال مہلبی؛ البیان عن خیرۃ الرحمان۔ (۷)

احمد بن قاسم نے بھی ایمان ابوطالب پر کتاب لکھی ہے۔ (۸)

ابوالحسین احمد بن طرخان کندی؛ ان کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۹)

۱۔ بحار الانوار ج ۹، ص ۳۳۔۱۹ (ج ۳۵، ص ۱۳۱۔۷۴)

۲۔ رجال نجاشی (ص ۱۲۶ (ص ۱۷۷ نمبر ۴۶۷)

۳۔ رجال نجاشی، ص ۷۰ (ص ۹۵ نمبر ۲۳۶) فہرست طوسی، ص ۲۹

۴۔ رجال نجاشی، ص ۱۳۳ (ص ۱۸۶ نمبر ۴۹۳)۔

۵۔ الصابۃ (ج ۴، ص ۱۱۹۔۱۱۵ نمبر ۶۸۵) ۶۔ فہرست منتخب الدین، ص ۱۰ (ص ۱۵۸)

۷۔ فہرست طوسی، ص ۹۶، رجال نجاشی، ص ۱۸۸ (ص ۲۶۵ نمبر ۲۹۰)

۸۔ رجال نجاشی، ص ۶۹ (ص ۹۵ نمبر ۲۳۴) ۹۔ رجال نجاشی، ص ۶۳ (ص ۸۷ نمبر ۲۱۰)

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بھی ایمان ابوطالب نامی کتاب لکھی ہے۔(۱)
ابوعلی فخار کی الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب ہے۔
احمد بن طاؤس کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔(۲)
سید حسین طباطبائی کی منیۃ الطالب فی ایمان ابی طالب ہے۔
مفتی محمد عباس شوشتری ہندی کی کتاب 'بغیۃ الطالب فی ایمان ابی طالب ہے۔
شیخ محمد علی بن میرزا جعفر علی فصیح ہندی ''القول الواجب فی ایمان ابی طالب''۔
میرزا محسن بن میرزا محمد تبریزی
سید محمد بن آل شرف الدین عاملی ''شیخ الابطح اوا ابوطالب''۔
شیخ میرزا نجم الدین بن مرزا محمد طہرانی ''الشہاب الثاقب لرجم مکفر ابی طالب''۔
شیخ جعفر بن محمد نقدی؛ مواہب الواھب فی فضائل ابی طالب
ان کے علاوہ بے شمار افراد نے ایمان ابوطالب اوران کے کارناموں پر نظمیں کہیں ہیں، چند کے

نام یہ ہیں:
سید ابومحمد عبداللہ بن حمزہ حسنی زبدلی، شیخ اوردبادی، سید علی خان شیرازی، محمد تقی صادق عاملی، میرزا عبدالہادی شیرازی، سید علی نقی لکھنوی، شیخ محمد ساوی، شیخ جعفر بن حاجی محمد نقوی۔

۱۔فہرست نجاشی، ص۲۸۴(ص۳۹۹ نمبر۱۰۶۷)
۲۔بناء المقالۃ العلویۃ لنقض الرسالۃ العثمانیۃ

غدیر

قرآن ، حدیث اور ادب میں

آٹھویں جلد

تالیف:

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی

سبیل سکینہ
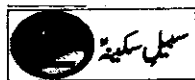
ترجمہ و تلخیص:

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

قال الرضا : حدثنی ابی ، عن ابیه ،قال :

ان یوم الغدیر فی السماء اشهر منه فی الارض
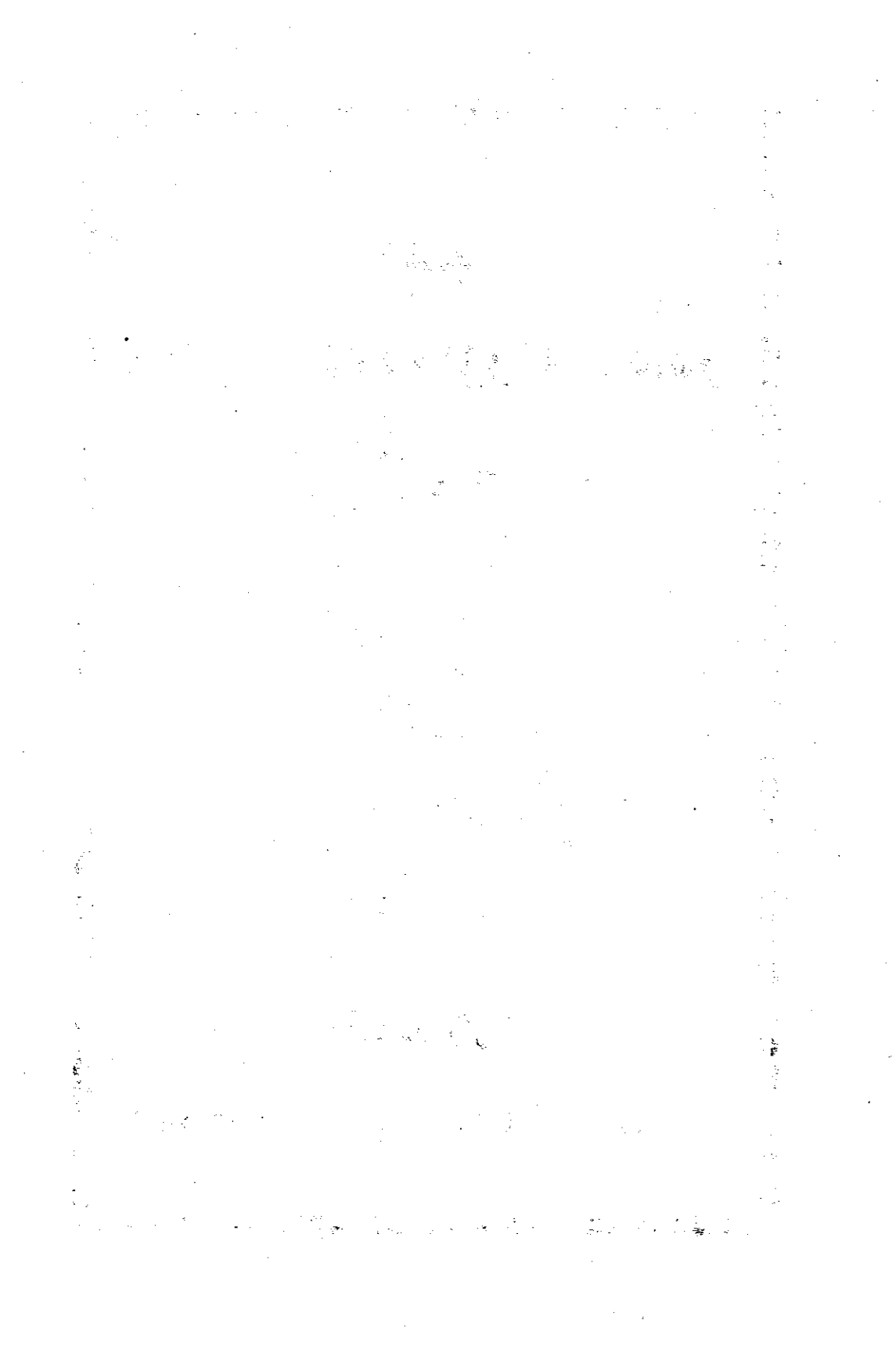
امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

مجھ سے میرے والد نے اپنے والد (امام صادقؑ) کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

روز غدیر، زمین سے زیادہ آسمان میں مشہور ہے۔

(مصباح المتہجد ص ۷۳۷)

فہرست مطالب

ایمان ابو طالب، قرآن مجید کی روشنی میں

وہ آیتیں جنہیں اہل سنت عدم ایمان ابوطالب کے سلسلے میں پیش کرتے ہیں:

قوم نابکار نے فرزندار جمند کو دشنام طرازی اور اتہام پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ ان کے والد بزرگوار، محل اسلام اور دین اسلام کے مددگار کے متعلق افسانہ طرازی کے ڈھیر لگا دیئے۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آیات کی تحریف تک ان کا دست ظلم پہونچ گیا چنانچہ انہوں نے مفہوم بیان کرنے کی ایسی ریڑھ ماری کہ تضاد واضح طور پر محسوس ہوتا۔ اس سلسلے میں تین آیات پیش کی گئی ہیں:

پہلی آیت:

﴿وهم ينهون عنه و ينائون عنه و ان يهلكون الاانفسهم و ما يشعرون﴾(۱)

ترجمہ:

''وہ اس امر حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں، اس سے دراصل وہ خود اپنی تباہی کا سامان کر رہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں''۔

طبری وغیرہ نے سفیان ثوری اور حبیب ابن ابی ثابت سے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت جناب ابوطالب کے لئے نازل ہوئی ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے سے لوگوں کو روکتے تھے لیکن

۱۔ انعام/۲۶

خود اسلام میں داخل ہونے سے دور بھاگتے تھے۔(۱)

قرطبی کہتے ہیں کہ یہ آیت تمام کفار کے لئے نازل ہوئی ہے جو اتباع رسول سے لوگوں کو روکتے تھے اور خود اسلام سے دور بھاگتے تھے۔ یہ روایت حسن اور ابن عباس سے مروی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت خاص ابو طالب کے لئے نازل ہوئی ہے جو اذیت رسول سے لوگوں کو منع کرتے تھے لیکن خود ایمان سے دور بھاگتے تھے، یہ روایت بھی ابن عباس ہی سے مروی ہے۔ ارباب سیر نے لکھا ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ کعبہ میں نماز پڑھنے کی غرض سے گئے جب نماز پڑھنے لگے تو ابو جہل ملعون نے کہا: کون ان کی نماز خراب کرے گا؟ یہ سن کر ابن زبعری آمادہ ہوگیا، اس نے خون سے بھری اوجھڑی رسول کے چہرے اور بدن پر مل دی۔ رسول خدا ﷺ اسی حالت میں ابو طالب کے پاس آئے اور کہا: چچا جان! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے؟ ابو طالب نے پوچھا: کس نے یہ حرکت کی ہے..؟ رسول نے کہا: ابن زبعری نے۔ یہ سن کر ابو طالب ننگی تلوار لئے ہوئے رسول کے ساتھ چلے، ابو طالب کو دیکھ کر قریش نے متفرق ہونا چاہا۔ ابو طالب نے کہا: بخدا! کوئی بھی اپنی جگہ سے ہٹا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پوچھا: کس نے یہ حرکت کی ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے کہا: ابن زبعری نے۔ ابو طالب نے خون کی اوجھڑی اس کے چہرے، بدن اور لباس پر مل دی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے: ﴿و هم ينهون عنه و ينائون عنه ...﴾ رسول خدا ﷺ نے ابو طالب سے کہا: چچا جان! آپ کیلئے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ پوچھا: وہ کیا۔ فرمایا کہ آپ قریش کو میری اذیت سے روک رہے ہیں اور خود اسلام قبول نہیں کرتے۔ اس وقت ابو طالب نے یہ شعر پڑھا:

و الله لن يصلوا اليک بجمعهم　　حتى اوسد فى التراب دفينا (۲)

۱۔ طبقات ابن سعد ج۱ ص۱۰۵ (ج۱ ص۱۲۳)؛ تفسیر طبری ج۷ ص۱۱۰ (مجلد۵ ج۷ ص۱۷۳)؛ تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۱۲۷؛ تفسیر کشاف ج۱ ص۴۴۸ (ج۲ ص۱۴)؛ تفسیر ابن جزی ج۲ ص۶؛ تفسیر خازن ج۲ ص۱۰

۲۔ خزانۃ الادب ج۱ ص۲۶۱ (ج۲ ص۷۶)؛ البدایہ والنھایہ ج۳ ص۴۲ (ج۳ ص۵۶) شرح ابن ابی الحدید ج۳ ص۳۰۶ (ج۱۴ ص۵۵)؛ تاریخ ابو الفداء ج۱ ص۱۲۰؛ فتح الباری ج۷ ص۱۵۳، ۱۵۵ (ج۷ ص۱۹۴، ۱۹۶)؛ الاصابہ ج ص۱۱۶؛ المواھب الدنیہ ج۱ ص۶۱؛ السیرۃ الحلبیہ ج۱ ص۳۰۵ (ج۱ ص۲۸۷) دیوان ابو طالب ص۱۲ (۴۱)۔

لوگوں نے پوچھا: خدا کے رسولؐ! کیا حمایت ابوطالب انہیں مفید ہوگی؟ فرمایا: ہاں! انہیں زنجیر نہیں پہنائی جائے گی، وہ شیاطین کے ساتھ نہیں رہیں گے، سانپ بچھو سے محفوظ رہیں گے، عذاب صرف ان کی جوتیوں میں ہوگا، جس سے ان کا دماغ پھنک جائے گا اور یہ جہنم کا آسان ترین عذاب ہے۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس آیت کا ابوطالب کے لئے چند وجوں سے ہونا باطل ہے:

۱۔ جس نے حبیب بن ثابت اور ابن عباس سے روایت کی ہے، درمیان میں وہ مجہول ہے۔

۲۔ اکیلے حبیب سے یہ روایت ہے جو مہمل آدمی تھا ابن حبان (۲) کہتے ہیں کہ تدلیس کرتا تھا۔ عقیلی (۳) کہتے ہیں کہ اس کی حدیث نا قابل قبول ہے۔ یہی بات قطان، عطا، ابوداؤد اور ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹوں سے روایت لیتا تھا۔(۴)

۳۔ اس سند کے برخلاف ایک دوسری روایت ہے جسے طبری، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے بطریق علی بن طلحہ روایت کی ہے کہ اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں جو محمد پر ایمان لانے سے لوگوں کو روکتے تھے اور خود بھی بدکتے تھے۔ اسی طرح دوسرے محدثین نے ابن زید سے روایت کی ہے اس میں بھی مراد یہی مشرکین مکہ ہیں۔ اس میں ابوطالب کا کہیں ذکر نہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ سردار بطحا حضرت ابوطالب تو دشمنوں سے رسول کو بچاتے تھے، انہوں نے ان کی نصرت کی اور پناہ دی۔(۵) نیز یہ آیت وفات ابوطالب کے بعد نازل ہوئی ہے۔(۶)

۱۔ تفسیر قرطبی ج۶ ص۴۰۶ (ج۶ ص۲۶۱)

۲۔ الثقات (ج۴ ص۱۳۷)

۳۔ الضعفاء الکبیر (ج۱ ص۲۶۳ نمبر۳۲۲)

۴۔ تہذیب التہذیب ج۲ ص۱۷۹ (ج۲ ص۱۵۶)؛ میزان الاعتدال ج۱ ص۳۹۶ (ج۲ ص۱۶۹ نمبر۳۳۲۲)

۵۔ تفسیر طبری ج۷ ص۱۰۹ (ج۷ ص۱۷۲)؛ درمنثور ج۳ ص۹۸ (ج۳ ص۲۶۱، ۲۶۰)؛ تفسیر آلوسی ج۷ ص۱۲۶)

۶۔ المعجم الکبیر ج۱۲ ص۱۶۶ حدیث ۱۲۹۳۰) تفسیر قرطبی ج۶ ص۳۸۲، ۳۸۳ (ج۶ ص۲۳۶)؛ تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۱۲۲؛ درمنثور ج۳ ص۲ (ج۳ ص۲۳۵)، تفسیر شوکانی: ج۲، ص۹۱

۴۔ سباق آیت بھی یہی ہے کہ اس سے مراد مشرکین مکہ ہوں، سباق آیت یوں ہے: ''ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمہاری بات سنتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کو کچھ نہیں سمجھتے اور انکے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے وہ کوئی بھی نشانی دیکھ لیں اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ حد یہ ہے کہ جب وہ تمہارے پاس آ کر جھگڑتے ہیں تو ان میں سے جن لوگوں نے انکار کا فیصلہ کر لیا ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک داستان پارینہ کے سوا کچھ نہیں، وہ اس امر حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں''۔

اس میں واضح طور سے کہا گیا ہے کہ کفار مکہ آ کر رسول خداؐ سے جھگڑتے ہیں، قرآن کو داستان پارینہ کہتے ہیں، وہی لوگوں کو روکتے اور خود دور بھاگتے ہیں۔ اس میں ابوطالب کی بات کہاں سے آ گئی کیا انہوں نے بھی کبھی رسول سے جھگڑا کیا، وہ تو کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! محمد کو کوئی بھی اسی وقت ہاتھ لگا سکتا ہے جب ہم مٹی میں دفن کر دیئے جائیں۔

ایک دوسرے شعر میں کہا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمد کو اسی طرح نبی پایا جیسا کہ موسیٰ کا تذکرہ قدیم کتب میں ہے، اس کے بعد جن مفسرین نے اس آیت کو ابوطالب سے چپکایا ہے وہ قطعی مہمل ہو کر رہ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ طبری، رازی، ابن کثیر، زمخشری اور نسفی نے واضح نشاندہی کی ہے کہ اس سے مراد کفار مکہ ہیں۔ (۱) کاش ہمیں معلوم ہو سکتا کہ قرطبی نے یہ قول کہاں سے لیا ہے کہ اس سے ابوطالب مراد ہیں، اگر ہمیں مدرک معلوم ہوتا تو اس کا پوسٹ مارٹم کرتے۔

دوسری آیت

﴿ما کان للنبی و الذین آمنو ا ان یستغفروا ....﴾. (۲)

۱۔ تفسیر طبری ج ۷ ص ۱۰۹ (مجلد ۵ ج ۷ ص ۱۷۴، ۱۷۱)؛ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۸ (ج ۱۲ ص ۱۸۹)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۱۲۷؛ تفسیر نسفی مطبوعہ بر حاشیہ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۰ (ج ۲ ص ۸)؛ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۴۴۸

۲۔ برائت/۱۱۳

ترجمہ:

''مومنین کے لئے یہ مناسب نہیں کہ یہ واضح ہونے کے بعد کہ وہ جہنمی ہیں ان کے لئے مغفرت کی دعائیں کریں اگر چہ وہ مشرکین ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔''

تیسری آیت

﴿انک و لاتھدی من احبت ....﴾.(۱)

''بے شک جسے تم چاہو اس کی ہدایت نہیں کر سکتے مگر ہاں جسے خدا چاہتا ہے اس کی ہدایت کرتا ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں سے خوب واقف ہے۔''

صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ سعید بن میتب نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول خداﷺ ان کے پاس گئے، دیکھا تو وہاں ابوجہل اور ابن امیہ بھی بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: چچا جان! لا الہ الا اللہ پڑھ دیجئے تاکہ میں اللہ کی بارگاہ میں آپ کی سفارش کر سکوں۔ پس ابوجہل اور ابن امیہ کہنے لگے: کیا آپ دین عبدالمطلب سے پھر جائیں گے؟ رسول خداؐ برابر اپنی بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ ابوطالبؑ نے آخری کلام یہی کہا: میں دین عبدالمطلب پر ہوں!!! اور کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں برابر آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے آپ سے روک نہ دیا جائے پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی: ''نبی اور مسلمانوں کیلئے یہ مناسب نہیں کہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کریں''۔ اور ابوطالبؑ کے لئے حکم نازل کرتے ہوئے رسول سے فرمایا: ''بے شک ایسا نہیں ہے کہ تم اپنی جانب سے جسے چاہو ہدایت کر دو ہاں خدا جسے چاہے ہدایت فرماتا ہے''۔(۲)

تفسیر طبری اور صحیح مسلم نے بھی اسی لقمہ کو چبایا ہے۔(۳)

۱۔ قصص/۵۶ ۲۔ صحیح بخاری ج۷ ص۱۸۴ (ج۴ ص۱۷۸۸ حدیث ۴۴۹۴)

۳۔ تفسیر طبری (مجلد۷، ج۱۱ ص۴۱)؛ صحیح مسلم (ج۱ ص۸۲ حدیث ۳۹ کتاب الایمان)

اس روایت پر کئی طرح سے روشنی ڈالنی چاہیئے:

۱۔اس روایت کا تنہا راوی سعید ہے جو دشمن علی ہے، اس لئے اس کی یا اس کی ذریت کی بات نا قابل اعتنا ہے کیونکہ اس کا مزید ارلقمہ مذمت علی تھا۔شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ سعید منحرف علی تھا، عمر بن علی سے اس کی تلخ کلامی بھی ہوئی۔(۱) ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں سعید بن میتب کے پاس بیٹھا تھا، اتنے میں ادھر سے عمر بن علی کا گذر ہوا، سعید نے کہا: بھتیجے! تم اپنے بھائیوں کی طرح مسجد رسول میں زیادہ نہیں آتے؟ عمر نے کہا: میتب کے بیٹے! میں جب بھی مسجد میں آتا ہوں تم پر نظر پڑ جاتی ہے۔سعید نے کہا: تم تو غصہ ہو گئے، میں نے تمہارے باپ سے سنا ہے کہ خدا نے میرا مرتبہ میرے خاندان میں سب سے بلند تر قرار دیا ہے۔عمر نے کہا: میں نے بھی والد ماجد سے سنا ہے کہ قلب منافق میں کوئی بھی بات ہوگی اس کے جیتے جی منھ سے نکل ہی آئے گی۔سعید نے کہا: بھتیجے! تم مجھے منافق سمجھتے ہو؟ فرمایا: میں جو کہہ رہا ہوں ایسا ہی ہے۔یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

واقدی کا بیان ہے کہ سعید نے امام سید سجادؑ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، جب اس سے کہا گیا کہ تم نے مرد صالح کی نماز نہیں پڑھی۔کہا: ''مجھے دو رکعت نماز مسجد میں پڑھنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اس مرد صالح کی نماز جنازہ پڑھوں''۔ابن حزم نے المحلی میں اس کی دینی حالت پر کافی روشنی ڈالی ہے۔(۲) قتادہ نے سعید سے پوچھا: کیا میں حجاج کے پیچھے نماز پڑھوں۔جواب دیا: میں تو اس سے بدتر شخص کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔

۲۔روایت بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت وفات ابوطالبؑ کے وقت نازل ہوئی ہے جب کہ دونوں آیتیں بعد کی ہیں۔دوسری آیت مکی ہے اور پہلی مدنی ہے، بعد فتح مکہ۔(۳) دونوں کے درمیان وفات ابوطالب کے دس سال کا فاصلہ ہے۔

۱۔شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۳۷۰ (ج ۴ ص ۱۰۱ اصل ۵۶)   ۲۔المحلی ج ۴ ص ۲۱۴

۳۔صحیح بخاری ج ۷ ص ۶۷ (ج ۳ ص ۱۶۸۱ حدیث ۴۳۲۹)؛ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۹ (ج ۲ ص ۳۱۵) تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۷۳ (ج ۸ ص ۱۷۳) اتقان ج ۱ ص ۱۷ (ج ۱ ص ۲۷)؛ فتح القدیر شوکانی ج ۳ ص ۳۱۶ (ج ۲ ص ۳۳۱)؛ المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱۰ ص ۵۴۰ حدیث ۱۲۶۴)؛ سنن نسائی (ج ۶ ص ۳۵۳ حدیث ۱۱۲۱۲)

۳۔آیت استغفار تو وفات ابو طالبؑ کے لگ بھگ آٹھ سال بعد نازل ہوئی ہے، کیا اس درمیان رسول خداؐ مسلسل ابو طالبؑ کے لئے استغفار کرتے رہے؟ خود آپ نے کہا تھا کہ خدا کی قسم! جب تک مجھے روکا نہ جائے میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا۔ بہت سی آیات میں خدا نے مومنوں اور رسول خداؐ کو اپنے منافق اور کافر بزرگوں کے استغفار سے روکا ہے یہ تمام آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔(۱)

۴۔اس کے علاوہ بھی ابو طالبؑ سے متعلق روایت استغفار اور نزول آیۂ استغفار کے سبب میں تضاد ہے۔(۲) بعض کہتے ہیں کہ رسول خداؐ قبر والدہ پر روئے اور کہا کہ میں نے خدا سے استغفار کی درخواست کی، خدا نے منع کیا۔(۳) بعض میں ہے کہ بعض اصحاب نبی نے اپنے والدین کے استغفار کی رسول خداؐ سے اجازت مانگی تو نہی وارد ہوئی۔(۴) بعض کہتے ہیں کہ یہاں استغفار کا مطلب نماز میت ہے۔(۵)

۱۔الاتقان ج۱ص ۱۷ (ج۱ص ۲۷)؛المعجم الکبیر (ج۱ص ۱۵۴ حدیث ۳۶۰)؛المستدرک علی الصحیحین (ج۳ص ۲۹۶ حدیث ۵۱۵۲)؛حلیۃ الاولیاء (ج۱ص ۱۰۱ نمبر ۱۰) سنن بیہقی (ج۹ص ۲۷) تفسیر ابن کثیر ج۴ص ۳۲۹؛تفسیر فتح القدیر شوکانی ج۵ص ۱۸۹ (ج۵ص ۱۹۴)؛تفسیر آلوسی ج۲۸ص ۳۷؛السیرۃ الحلبیہ (ج۲ص ۲۱۶)

۲۔مسند ابی داؤد طیالسی (ص۲۰ حدیث ۱۳۱) المصنف ابن ابی شیبہ (ج۱ص ۵۴۲ حدیث ۱۰۱۹۰) مسند احمد (ج ۱ص ۲۱۰ حدیث ۱۰۸۸) سنن ترمذی (ج۵ص ۲۶۲ حدیث ۳۱۰۱) سنن نسائی (ج۱ص ۶۵۵ حدیث ۲۱۶۳) اسی المطالب زینی دحلان ص ۱۸ (ص۴۵)

۳۔صحیح مسلم (ج۲ص ۳۶۵ حدیث ۱۰۶) مسند احمد (ج۳ص ۱۸۶ حدیث ۹۳۹۵) سنن ابی داؤد (ج۳ص ۲۱۸ حدیث ۳۲۳۴) سنن نسائی (ج۱ص ۶۵۴ حدیث ۲۱۶۱) سنن ابن ماجہ (ج۱ص ۵۰۱ حدیث ۱۵۷۲) ارشاد الساری فی شرح صحیح البخاری ج۷ ص ۱۵۱ (ج۱۰ص ۳۱۴ حدیث ۴۶۷۵) المستدرک علی الصحیحین (ج۲ص ۳۶۶ حدیث ۳۲۹۲) دلائل النبوۃ بیہقی (ج۱ص ۱۸۹) المعجم الکبیر ج۱۱ص ۱۳ (مجلد۷ ج۱۱ص ۴۲) تفسیر طبری ج۱۱ص ۳۱ (مجلد۷ ج۱۱ص ۴۲) ارشاد الساری ج۷ص ۲۷۰، درمنثور ج۳ص ۲۸۳ (ج۴ص ۳۰۲) تفسیر کشاف ج۲ص ۴۹ (ج۲ص ۳۱۵)

۴۔تفسیر طبری ج۱۱ص ۳۱ (مجلد۷ ج۱۱ص ۴۳) درمنثور ج۳ص ۲۸۳ (ج۴ص ۳۰۲)

۵۔تفسیر طبری ج۱۱ص ۳۳ (مجلد۷ ص ۱۱،۴۴)

۵۔نزول آیہ استغفار کے متعلق روایت بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات ابوطالبؑ کے وقت رسول اکرمﷺ نے استغفار کرنا چاہا تو منع کیا گیا لیکن اس کی متضاد روایت ابن سعد و ابن عساکر کی ہے کہ جب وفات ابوطالبؑ کی خبر رسول خداﷺ کو ہوئی تو آپ روئے اور انہیں غسل و کفن دینے کا حکم دیا......۔(۱)

لیکن تمام امت کا اتفاق ہے کہ یہ آیہ سورۂ برأت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی جب رسول خداﷺ نے ابوبکر کو آیات دے کر مشرکین کو سنانے بھیجا تھا پھر حضرت علیؑ کو روانہ کیا اور انہیں معزول کیا۔(۲) بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت غزوۂ تبوک کے بعد نازل ہوئی۔

۶۔سیاق آیت استغفار نفی میں واقع ہوا ہے، نہی میں نہیں۔اس صورتحال میں اس کا ثبوت فراہم نہیں کیا جاسکتا کہ رسول خداﷺ نے استغفار فرمایا تو انہیں منع کیا گیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خداﷺ نے ابوطالبؑ کو مومن سمجھ کر استغفار فرمایا۔
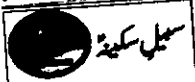
۷۔اگر ہم مان بھی لیں کہ روایت بخاری درست ہے اور ایمان ابوطالبؑ کے تمام شواہد سے صرف نظر کرلیں تب بھی یہ کیسے مان لیا جائے کہ ابوطالبؑ کافر مرے، وہ تو کہہ رہے ہیں کہ میں دین عبدالمطلب پر ہوں اور ہم کئی موقعوں پر ثابت کر چکے ہیں کہ وہ موحد اور دین ابراہیم پر تھے۔(۳)

۸۔ایک نظر دوسری آیت ﴿انك لا تهدى من احببت﴾ پر بھی خاص طور سے ڈال لیں، جس

۱۔طبقات ابن سعد ج۱ص۱۰۵(ج۱ص۱۲۳)درمنثور ج۳ص۲۸۲(ج۴ص۳۰۱)مختصر تاریخ ابن عساکر(ج۲۹ص۳۲)

۲۔زوائد المسند (ص۳۵۳حدیث۱۳۶)درمنثور ج۳ص۲۰۹(ج۳ص۱۱۹) کنز العمال ج۱ص۲۴۷(ج۲ص۴۲۲ حدیث ۴۴۰۰)فتح القدیر شوکانی ج۲ص۳۱۹(ج۲ص۳۳۴)ریاض النضرہ ج۲ص۱۴۷(ج۳ص۱۱۹)ذخائر العقبیٰ ص۶۹ البدایہ والنھایہ ج۵ص۳۸، ج۷ص۳۵۷(ج۵ص۴۴، ج۷ص۳۹۴)تفسیر ابن کثیر ج۲ص۳۳۳، مناقب خوارزمی ص۹۹(ص۱۶۵ حدیث۱۹۶)فرائد السمطین (ج۱ص۶۱ باب۸)عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج۸ص۶۳۷(ج۱۸ص۲۶۰)شرح المواھب زرقانی ج۳ص۹۱، تفسیر طبری ج۱۰ص۴۶ (مجلد۶ ج۱۰ص۶۴)تفسیر ابن کثیر ج۲ص۳۳۳ خصائص نسائی ص۲، مسند احمد ج۱ص۱۵۱(ج۱ص۲۴۳حدیث۱۲۹۹)مجمع الزوائد ج۷ص۲۹

۳۔الملل والنحل مطبوع برحاشیہ الفصل ج۳ص۲۲۴، ۲۲۵(ج۲ص۲۴۹)سیوطی کی الدرج المنیفہ ص۱۵، مسالک الحنفاء ص۳۷۔

سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ ابوطالبؑ کے کافر ہونے پر ثبوت ہے۔اول تو یہ کہ یہ آیت مومنوں کے صفات بیان کرنے کے ذیل میں نازل ہوئی ہے۔دوسرے یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں جو لوگ اسلام لے آئے وہ صرف رسول خدا ﷺ کی تبلیغ کی وجہ سے اسلام نہیں لائے بلکہ ان کا اسلام لانا خدا کی مشیت اور ارادے پر منحصر تھا اور کسی کو ہدایت دینا خاص خدا کا کام ہے۔﴿اتریدون امن تهتدی و من اصل...﴾(۱) اس قسم کی آیات میں ہدایت و گمراہی کا استناد خدا کی طرف ہے۔

حدیث ضحضاح

ابوطالبؑ سے عناد کی تمام تان حدیث ضحضاح پر ٹوٹتی ہے، تمام تالیاں اسی پر بجائی جارہی ہیں۔آیئے اسکو بھی دیکھ لیں،، بخاری و مسلم بطریق سفیان ثوری، عبدالملک بن عمیر، عبداللہ بن حارث کا بیان نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے عباس بن عبدالمطلب نے کہا، میں نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ ابوطالبؑ نے آپ کی پاسداری اپنے اوپر لازم کرلی تھی آپ کے لئے غضبناک بھی ہوئے کیا آپ نے ان کی کفایت کی، آپ نے ان کی کون سی ضرورت پوری کی؟

فرمایا:هو ضحضاح من نار'' آبگینۂ جہنم میں ہیں'' اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے آخری طبقے میں ہوتے اب وہ صرف ٹخنوں تک آگ میں ہیں اور اگر میں درمیان میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔،، صحیح بخاری۔اختر شاہجہاں پوری۔

دوسری روایت میں ہے کہ، میں نے عرض کی: یارسول اللہؐ ابوطالبؑ نے آپ کی حفاظت کی آپ کی مدد و نصرت کی، کیا اس کا انھیں کچھ فائدہ ہوا؟

فرمایا ہاں! میں نے انھیں جہنم میں پوری طرح ڈوبا ہوا پایا، جہنم میں ڈبکیاں کھاتے ہوئے پایا تو انھیں نکال کر ٹخنوں ٹخنوں آگ تک پہنچایا۔حدیث لیث، ابن الہاد، عبداللہ بن حناب، ابوسعید سے مروی ہے کہ رسول کو ابوطالبؑ کا ذکر کرتے سنا کہ شاید میری شفاعت قیامت کے دن انھیں نفع بخشے، ابھی تو وہ

۱۔نساء/۸۸

ٹخنوں تک آگ میں ہیں ٹخنوں سے آگ بھڑکتی ہے اور دماغ کو کھولاتی ہے۔

صحیح بخاری میں بزبان عبدالعزیز، یزید بن ہادسے یہی روایت ہے جسمیں ہے کہ پوست مغز کھول جاتا ہے۔(۱) علامہ امینی فرماتے ہیں:

سند روایت پر تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ سفیان ثوری کے کذاب ہونے کا تذکرہ گذر چکا جو ضعیف رواتیوں میں تدلیس کرتا تھا۔(۲) عبدالملک کی عمر جیسے جیسے بڑھی اس کا حافظہ خراب ہوتا گیا۔ ابو حاتم کہتے تھے کہ وہ حافظ نہیں اس کا حافظہ خراب ہو چکا ہے۔(۳) ابن معین ابن خراس کا بھی یہی نظریہ ہے۔(۴) عبدالعزیز کے متعلق احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مہمل حدیث بیان کرتا ہے، مہملات کی بھرمار کرتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ اسکی حدیثوں سے احتجاج مناسب نہیں۔(۵) ابوزرعہ کہتے ہیں کہ برے حافظہ کا آدمی تھا۔(۶)

پھر متن روایت بھی دیکھئے، شاید میری شفاعت قیامت میں نفع بخشے، اس لفظ ''شاید'' سے قیامت میں شفاعت کی امید کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ اور آپکا یہ ارشاد کہ ''جہنم میں ڈبکیاں لگا رہے تھے'' تو انھیں ٹخنو ں ٹخنوں پہونچایا۔ اور اس ارشاد سے قبل خود شفاعت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے لیکن مجھے صرف یہاں ایک ہی بات کہنی ہے کہ رسول خداؐ نے شفاعت ابو طالبؑ کا وقت وفات کلمہ اخلاص پر منحصر فرمایا ہے، آپ نے فرمایا:

۱۔ صحیح بخاری ج ۶ ص ۳۳، ۳۴، ج ۹ ص ۹۲ (ج ۳ ص ۱۴۰۸ حدیث ۳۶۷۰، ص ۱۴۰۹ حدیث ۳۶۷۲ ج ۵ ص ۲۲۹۳ حدیث ۵۸۵۵، ص ۲۴۰۱، ج ۹ ص ۲۴۰۱۔۲۴۰۰ حدیث ۶۱۹۶) صحیح مسلم کتاب الایمان (ج ۱ ص ۲۴۷ حدیث ۳۵۷) طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۶ (ج ۱ ص ۱۲۴) مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۶، ۲۰۷ (ج ۱ ص ۳۳۹ حدیث ۱۷۶۶ ص ۳۴۰ حدیث ۱۷۷۱) عیون الاثر ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۷۲) البدایہ والنھایہ ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۳ ص ۱۵۴)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۹۶ (ج ۲ ص ۱۶۹ نمبر ۳۳۲۲)

۳۔ الجرح والتعدیل (۵ ص ۳۶۱ نمبر ۱۷۰۰)

۴۔ التاریخ (ج ۲ ص ۳۷۴)

۵۔ الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۳۹۵ نمبر ۱۸۳۳)

۶۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۲۸ (ج ۲ ص ۶۳۳ نمبر ۵۱۲۵)

اے چچا کلمہ پڑھ لیجئے تا کہ میں قیامت میں آپ کی شفاعت کروں (۱) اسی طرح رسول خداؐ نے مطلق شفاعت کو بھی کلمہ ہی سے مخصوص فرمایا ہے، چنانچہ بے شمار احادیث مروی ہیں ان میں ایک عبداللہ بن عمر سے بطور مرفوع حدیث ہے کہ مجھ سے کہا گیا، سوال کرو کیونکہ ہر نبی سے سوال کیا گیا ہے پس میں نے اپنا سوال قیامت تک کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ تم لوگوں کو اسی وقت شفاعت مفید ہوگی جب تم کلمہ پڑھ لو (۲) احمد نے بسند صحیح روایت کی ہے۔ (۳) اسی طرح ابوذر سے بطور مرفوع ہے: مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور یہ اسی کو ملے گی جو میری امت میں مشرک نہ ہوگا۔ اسی طرح عوف سے مروی ھیکہ میری شفاعت ہر مسلمان کے لئے ہے (۴) یا کہ میری شفاعت اس کے لئے ہے جو اس حال میں مرے کہ ذرا بھی شرک نہ کیا ہو۔ (۵) اسی طرح کی اور بھی احادیث ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن میں بھی واضح طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ کافر کو ذرا بھی شفاعت کا فائدہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ انھیں عذاب میں بھی تخفیف نہ ہوگی۔ ''جب ظالمین عذاب دیکھ لیں گے تو نہ ان سے تخفیف ہوگی نہ ان کی طرف نظر رحمت ہوگی۔'' (۶) ''اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، انھیں تخفیف عذاب نہ ہوگی نہ نظر رحمت ہوگی۔'' (۷) اسی طرح تخفیف عذاب کی نفی کے ساتھ شفاعت کی بھی نفی ہے:

﴿فما تنفعهم شفاعة الشافعين﴾ (۸)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۳۳۶ (ج ۲ ص ۳۶۶ حدیث ۳۲۹۱، تلخیص مستدرک کا بھی یہی حوالہ ہے) تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۲۰، المواهب اللدنیہ ج ۱ ص ۷۱ (ج ۱ ص ۲۶۲) کشف الغمہ شعرانی ج ۲ ص ۱۴۴، کنز العمال ج ۷ ص ۱۲۸ (ج ۱۴ ص ۳۷ حدیث ۳۷۸۷۴) شرح المواهب زرقانی ج ۱ ص ۲۹۱

۲۔ الترغیب والترهیب ج ۴ ص ۱۵۸۔۱۵۰ (ج ۴ ص ۴۳۷۔۴۳۲ حدیث ۹۱، ۹۳، ۹۴، ۹۶، ۹۸)

۳۔ مسند احمد (ج ۲ ص ۴۴۴ حدیث ۷۰۲۸)

۴۔ المعجم الکبیر (ج ۱۸ ص ۵۹ حدیث ۱۰۷)

۵۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج ۱۴ ص ۳۷۶ حدیث ۶۴۶۳)

۶۔ سورۂ نحل آیت ۸۵

۷۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۶۲

۸۔ سورۂ مدثر آیت ۴۸

اسی حالت میں اگر مان بھی لیا جائے کہ معاذ اللہ ابو طالبؑ کافر مرے تو روایت ضحضاح کی تخفیف عذاب یا شفاعت کی بات ان بے شمار آیات کے مخالف ہے اسلئے حدیث کو بحکم رسول خداﷺ دیوار پر مار دینا چاہئے۔ کیونکہ فرمایا ہے: میرے بعد بہت سی حدیثیں گڑھی جائیں گی جو حدیث کتاب خدا کے موافق ہو اسے لے لو اور جو مخالف ہو اسے مسترد کر دو (۱)

آپ کو بخاری کا بھاری بھر کم نام فریب میں مبتلا نہ کرے کیونکہ اسکا نام تو صحیح ہے لیکن اس میں سفسطہ اور اغلاط کی بھر مار ہے ہم آگے اس کا پول کھولیں گے.

''بحث ختم کرتے ہوئے علامہ امینی (رہ) نے آیۃ اللہ محمد الحسینی اصفہانی نجفی کا معرکۃ الآراء قصیدہ نقل کیا ہے نور الھدیٰ فی قلب نجم المصطفی جس میں ۱۴۴ اشعار ہیں. دوسرا قصیدہ عبدالحسین صادق العاملی کا ہے جسمیں دس اشعار ہیں:

''لو لا ہ ما شداز رالمسلمین و لا''

۱۔ سنن دارقطنی (ج ۴ ص ۲۰۹۔۲۰۸) المعجم الکبیر طبرانی (ج ۲ ص ۹۷ حدیث ۱۴۲۹) مجمع الزوائد (ج ۱ ص ۱۷۰) کنز العمال (ج ۱ ص ۱۷۹۔۱۹۶ حدیث ۹۰۷، ۹۹۴، ۹۹۲

فضائل ابوبکر کا بقیہ

۲۹۔خلیفہ کی گالی دینے والے کوفرشتہ کا جواب

الآثار یوسف بن ابو یوسف میں (۱) ابوحنیفہ سے اور مسند احمد (۲) میں بطریق ابو ہریرہ مروی ہے کہ ایک شخص نے ابوبکر کو گالی دی اور رسول خدا ﷺ بیٹھے رہے، حیرت اور تبسم فرماتے رہے، جب ابو بکر نے اسکی گالی کا جواب دینا شروع کیا تو رسول خدا اٹھ کر جانے لگے۔ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہؐ جب تک وہ مجھے گالی دیتا رہا آپ بیٹھے رہے جب میں نے جواب دینا شروع کیا تو آپ غصہ میں اٹھکر جانے لگے؟ فرمایا: تمھارے ساتھ ایک فرشتہ تمھاری گالیوں کا جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے دینا شروع کیا تو شیطان درمیان میں آ گیا۔ اور جہاں شیطان ہو میں وہاں نہیں رہ سکتا۔

تبصرۂ امینیؒ

الآثار میں ابوحنیفہ نے کہاں سے حاصل کیا یہ تو پتہ نہ چل سکا کہ اسکی صحت کا پتہ لگایا جاتا البتہ ابو یوسف ان کثیر الغلط، واہی اور ضعیف روایوں کا پرستار کہا ہے۔ (۳) بخاری اسے چھوڑنے کا مشورہ دیتے ہیں (۴) ایک شخص نے ابن مبارک سے پوچھا: ابو یوسف اور محمد میں کون زیادہ سچا ہے....؟ فرمایا

۱۔الآثار ص ۲۰۸

۲۔مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۶ (ج ۳ ص ۷۷ احدیث ۹۳۴۱)

۳۔الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۷ ص ۱۴۴ نمبر ۲۰۵۵)

۴۔التاریخ الکبیر (ج ۸ ص ۳۹۷ نمبر ۳۴۶۳)

کہ یہ پوچھو کہ کون زیادہ جھوٹا ہے؟ اور بھی بے شمار محدثین نے اس کی مذمت کی ہے۔ (۱) اس کے علاوہ بطریق احمد جو روایت ہے اس میں سعید بن ابی سعید ہے جو مرنے سے چار سال قبل پاگل ہو گیا تھا (۲) روایت کا متن کہتا ہے کہ یہ اسی زمانے کی بات ہے۔

پھر یہ کہ رسول خدا ﷺ کے سامنے سوء ادب ہے کہ گالیوں کا تبادلہ کیا جائے آواز بلند کرنے کی ممانعت ہے، اپنی آواز کو رسول ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور یہ آیت عمر وابوبکر کے لئے نازل ہوئی ہے۔ (۳) بارگاہ رسول ﷺ میں غصہ کی بے ادبی کی حیرت ناک یہ ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: شیطان واقع ہوا. گویا ابوبکر کا جواب شیطنت تھی۔ حالانکہ اس شخص کی گالی شیطنت نہیں کہی گئی۔ پھر کہ کیا عالم عرش میں خدا نے گالیوں کا جواب گالی سے دینے کا شعبہ قائم کیا ہے؟ جو لوگ رسول خدا ﷺ کو گالیاں دیتے تھے فرشتے ان کی تو تردید نہیں کرتے تھے۔ ایک اور روایت ہے کہ خدا نے آسمان میں ستر ۷۰ ہزار فرشتے مقرر کئے ہیں جو ابوبکر کو گالی دینے والے کا جواب دیتے ہیں۔ (۴) خطیب نے سہل سے روایت نقل کرنے کے بعد اس کو حدیث ساز بتایا ہے (۵)

۳۰۔ بخاری نے کتاب المناقب باب ہجرت میں ابوسعید خدری کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے منبر پر فرمایا: بے شک ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی جتنی رونق چاہے اسے دیدی جائے اور دوسری چیز آخرت۔ پس اس بندے نے اس چیز کو اختیار کر لیا ہے جو خدا کے پاس ہے پس ابوبکر رونے لگے۔ اور کہا: ہمارے ماں، باپ آپ پر قربان ہو جائیں ہمیں ابوبکر کے گریہ سے

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۵۷ (نمبر ۷۵۵۸) میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۲۴۷ نمبر ۹۷۹۴) لسان المیزان ج ۶ ص ۳۰۰ (ج ۶ ص ۳۶۸ نمبر ۹۳۱۹)

۲۔ تھذیب التھذیب ج ۴ ص ۳۹، ۴۰ (ج ۴ ص ۳۴)

۳۔ صحیح بخاری ج ۷ ص ۲۲۵ (ج ۴ ص ۱۸۳۳ حدیث ۴۵۶۴) الاستیعاب ج ۲ ص ۵۳۵ (القسم الثالث ص ۱۲۸۴ نمبر ۲۱۲۲) تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۳۰۰ (ج ۱۶ ص ۱۹۸) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۰۶، تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۷۲ (ج ۴ ص ۱۶۴) الاصابہ ج ۱ ص ۵۸ (نمبر ۲۳۱) ج ۳ ص ۲۴۰ نمبر ۱۲۸۷

۴۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۲۸۰

۵۔ اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ۱۶۰ (ج ۱ ص ۳۰۸)

تعجب ہوا اور کہا کہ اس بڈھے کو تو دیکھ۔ رسول خدا ﷺ تو کسی بندے کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اور آپ فرما رہے ہیں ہمارے ماں، باپ آپ پر قربان۔ لیکن بعد میں سمجھ میں آیا کہ جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ تو رسول ﷺ ہی تھے اور ابوبکر ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے، رسول خدا ﷺ نے فرمایا: سب لوگوں سے زیادہ جس نے اپنی محبت اور مال کے ساتھ مجھ پر احسان فرمایا ہے وہ ابوبکر ہیں۔ اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو وہ ابوبکر ہوتے، لیکن اسلامی مودت واخوت تو موجود ہی ہے اور مسجد میں کسی کی کھڑکی کھلی نہ رہے سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔ (۱)

ابن عساکر نے اس روایت میں اس قدر اور اضافہ کیا ہے کہ پس ہم سمجھ گئے کہ ابوبکر ہی خلیفہ ہیں۔ (۲)

تبصرہ علامہ امینیؒ

ہم نے تیسری جلد میں سد ابواب کے جھوٹ اور فریب کا پوسٹ مارٹم کیا ہے جو ابن تیمیہ وغیرہ نے دھاندلی کی ہے دوسرے یہ کہ اس میں ابوسعید کہتے ہیں: ہم نے سمجھ لیا کہ ابوبکر سب سے زیادہ علم والے ہیں، جو اس تقریر سے سمجھ گئے کہ وفات رسول ﷺ جلد ہی ہونے والی ہے حالانکہ یہ خصوصیت ابوبکر سے مخصوص نہیں۔ جو صحابی آخری ایام میں رسول ﷺ سے ملنے آیا۔ وہ رسول کی گفتگو سے سمجھ گیا۔ کہا: اب آپ جلد ہی دار فانی کو چھوڑنے والے ہیں خود آپ کے ارشادات ہیں جس میں آپ نے فرمایا: بہت جلد میرا بلاوا آنے والا ہے۔ (۳)

یہ جو کہا جاتا ہے کہ رسول خدا ﷺ پر سب سے زیادہ محبت اور مال کا احسان ابوبکر نے کیا ہمیں

۱۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۴۲، ج ۶ ص ۴۴ (ج ۳ ص ۱۳۳۷ حدیث ۳۴۵۴، ص ۱۴۱۷ حدیث ۳۶۹۱)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۴۷ (ج ۳۰ ص ۲۴۶ نمبر ۳۳۹۸)

۳۔ مسند احمد، خصائص نسائی، سنن نسائی، فتح الباری، مجمع الزوائد۔ سنن ترمذی، مستدرک علی الصحیحین، حلیۃ الاولیاء، مناقب خوارزمی، ارشاد الساری، کنز العمال، البدایہ والنھایہ، تاریخ ابن عساکر، تاریخ بغداد جیسے معتبر منابع میں خدا نے اس حکم سے حضرت علی اور انکی زوجہ اور بیٹوں کو مستثنیٰ کیا تھا۔

تاریخ سے ثبوت دیا جائے کہ آخر کب احسان کیا کیسے احسان کیا۔ پھر یہ کہ جو شخص نیکی کریگا اپنے لئے کریگا اس نے رسول ﷺ پر کیا احسان کیا؟ اس سلسلے میں بہت سی آیات ہیں، آپ اگر تاریخ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ابوبکر کی مالی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ رسول ﷺ پر احسان کرتے۔ اب ذرا اس مصنوعی روایت کو بھی پرکھ لیجئے اس میں اسماعیل بن عبداللہ ہے جو ابن ابی خیثمہ کے نزدیک سنی لیکن احمق ہے، نیز دوسرے محدثین اسے اور دیگر راویوں کو ضعیف، حدیث چور، کذاب اور بے وقعت کہتے ہیں۔ (۱)

۳۱۔ ابن جوزی صفة الصفوة (۲) میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد ہم نے اپنے معاملات پر غور کیا۔ اور ہم نے دیکھا کہ رسول خدا نے ابوبکر کو نماز کیلئے امام بنایا اس لئے ہم نے بھی اس دنیا کے پیشوا کیلئے ان کو امام منتخب کرلیا۔ اس روایت کو ریاض طبری میں بطور مرسل اور قیس بن عبادہ کی زبانی ارشاد علیؑ کے بطور پیش کیا ہے۔

تبصرۂ علامہ امینیؒ

یہ محدثین جھوٹی روایات گڑھنے میں کس قدر گستاخ ہوگئے ہیں. وہ جھوٹ اور فحش کو جاہل قوم تک پہونچانے میں ذرا باک محسوس نہیں کرتے، ہم نے اس کتاب میں انکی ذلیل حرکتوں کا کچا چھٹا اکثر جگھوں پر تجزیہ وتحلیل کے ساتھ پیش کیا ہے. اگر آپ حضرت علیؑ کے متعلق ارشادات رسول ﷺ کی نص دیکھئے پھر حضرت علیؑ کے وہ احتجاجات ملاحظہ فرمائیے جس میں آپ نے اپنا حق چھیننے پر شکوے کئے ہیں۔ تو ان محدثین کی سازشوں کی حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی کبھی کوئی ہانک لگاتا ہے کہ وفات فاطمہ (س) کے بعد علیؑ نے بیعت کرلی تھی۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ حیات فاطمہ (س) تک لوگ علیؑ کی طرف مائل تھے احترام کرتے تھے جب فاطمہ (س) مرگیئں تو لوگ علیؑ کا احترام بھی نہ کرتے تھے المفہم شرح صحیح مسلم، قرطبی میں سب سے زیادہ حضرت علیؑ کی طرف غلط نسبت دی گئی۔ (۳)

۱۔ معرفة الرجال (ج ۱ ص ۶۵ نمبر ۱۲۱) کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۵ نمبر ۴۴) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱ ص ۳۲۳ نمبر ۱۵۱) تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۳۱۲ (ج ۱ ص ۲۷۲)

۲۔ صفة الصفوة ج ۱ ص ۹۷ (ج ۱ ص ۲۵۷ نمبر ۲)

۳۔ ریاض النضرة ج ۱ ص ۱۵۰ (ج ۱ ص ۱۸۸)

اکثر جاہلوں نے تو حدیث گڑھنے میں کمال ہی کر دیا اور سب سے زیادہ حضرت علیؑ کی طرف غلط حدیثیں نسبت دے دیں مثلاً؛

۳۲۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت میں سب سے پہلے ابو بکر و عمر داخل ہوں گے اور میں معاویہ کے ساتھ حساب کتاب میں پھنسا رہوں گا۔

۳۳۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ارشاد رسول ﷺ ہے اے علیؑ! جو ابو بکر و عمر کو برا بھلا کہتا ہے اس کا نامہ اعمال نہیں لکھا جاتا کیونکہ یہ دونوں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔

۳۴۔ حضرت علیؑ، رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میرے بعد میرے جانشین ابو بکر ہیں۔ ان کے بعد حالات میں افراتفری پیدا ہو جائے گی۔

۳۵۔ ارشاد رسولؐ ہے: اے علیؑ! میں نے تین بار خدا سے سوال کیا کہ وہ تمھیں میرا قوت بازو قرار دے، لیکن خدا ابو بکر کے سوا کسی پر راضی نہ ہوا۔

۳۶۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: چپکے سے رسول ﷺ مجھ سے کہہ گئے کہ پہلے ابو بکر خلیفہ ہوں گے پھر عمر پھر عثمان پھر میں۔

۳۷۔ ارشاد علیؑ ہے: خدا نے جانشینی کا دروازہ ابو بکر کے ہاتھوں کھولا، دوسرے عمر ہیں تیسرے عثمان اور چوتھے نمبر پر میرے اوپر جانشینی کا خاتمہ ہوگا۔

۳۸۔ رسول خدا ﷺ جاتے جاتے عہد کر گئے کہ پہلے ابو بکر پھر عمر اور عثمان کے بعد میں جانشین ہوں گا۔

۳۹۔ علیؑ نے فرمایا: ارشاد رسول ﷺ ہے، جبرئیل میرے پاس آئے، میں نے پوچھا: میرے ہمراہ کون ہجرت کریگا کہا کہ ابو بکر اور انھیں کو تمھارے بعد خلیفہ ہونا ہے، یہ تمھاری امت میں سب سے افضل ہیں۔

۴۰۔ اک طویل حدیث کا حصہ بزبان علیؑ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب میں سب سے بہتر خدا کے نزدیک اس دنیا میں اور آخرت میں ابو بکر ہیں۔

۴۱۔ حضرت علیؑ... میرے نزدیک بعد رسول ﷺ افضل ترین شخص ابوبکر ہیں کیونکہ وہ یار غار تھے۔

۴۲۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اے علیؑ! خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ابوبکر کو رفیق، عمر کو مشیر، عثمان کو سہارا اور تمہیں مددگار و ناصر قرار دوں، مومن ہی ان چاروں کو دوست رکھے گا اور کافر ہی ان سے دشمنی رکھے گا۔

۴۳۔ علیؑ سے پوچھا گیا: بعد رسول ﷺ کون افضل ہے؟ فرمایا: ابوبکر، پوچھا گیا: ان کے بعد؟ فرمایا: عمر، کہا گیا: ان کے بعد؟ فرمایا: عثمان۔ پوچھا گیا: ان کے بعد؟ فرمایا: میں۔

۴۴۔ حضرت علیؑ نے تقریر کے درمیان فرمایا: رسول ﷺ کے بعد افضل ترین ابوبکر صدیق ہیں ان کے بعد عمر فاروق۔ اور ان کے بعد عثمان دو نور والے اور ان کے بعد میں، میں۔ نے ان کی بات مانی تمہیں میری بات ماننی چاہئے۔

۴۵۔ حضرت علیؑ نے رسول ﷺ سے پوچھا: ابوبکر کے متعلق مجھے کچھ بتایئے۔ فرمایا: وہ بزبان خدا و جبریل صدیق ہیں اور بعد رسول ﷺ لوگوں کے پیشوا ہیں۔

۴۶۔ علیؑ نے قسم کھا کر فرمایا: خدا نے ابوبکر کو آسمان پر صدیق نامزد فرمایا۔

۴۷۔ بزبان علیؑ... اولین مسلمان ابوبکر اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والا اولین شخص میں ہوں۔

۴۸۔ ایک شخص نے پوچھا: امیر المومنینؑ! کیا وجہ تھی کہ مہاجرین و انصار نے آپ جیسے افضل کے ہوتے ہوئے ابوبکر کو اختیار کیا؟ آپ نے پوچھا: کیا تو قریش سے ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: اگر تو ایمان کی پناہ میں نہ ہوتا تو تجھے قتل کر دیتا۔ انھیں مجھ پر چار فضیلت ہے۔ وہ میرے پیش رو خلیفہ ہیں، ہجرت میں پیش قدمی کی، اپنا اسلام ظاہر کیا.... طویل حدیث کا آخری فقرہ یہ ہے کہ جو مجھے ابوبکر پر فضیلت دیگا میں اسے اسی تازیانہ سے ماروں گا۔

۴۹۔ بزبان علیؑ: جبریل خدمت رسول ﷺ میں آئے رسول ﷺ نے پوچھا: میرے ساتھ کون ہجرت کریگا کہا: ابوبکر۔

۵۰۔وفات رسول ﷺ کے چھ دن بعد علیؓ وابوبکر آرامگاہ رسول ﷺ دیکھنے گئے۔علیؓ نے کہا: اے جانشین رسول ﷺ آگے چلئے۔ابوبکر نے کہا: میں ایسے شخص کے آگے کیسے چلوں جس کیلئے ارشادرسول ﷺ ہے کہ علیؓ کی استقامت میری استقامت ہے۔علیؓ نے کہا: آپ کے متعلق ارشادرسولؐ ہے کہ کسی نے میری تصدیق نہ کی سوائے ابوبکر کے،سب نے جھٹلایا۔سب کے دل تاریک ہیں سوائے دل ابوبکر کے۔ابوبکر نے کہا: آپ نے رسول ﷺ سے ایسا سنا؟فرمایا: ہاں۔پھر دونوں ہاتھ پکڑ کر ایک ساتھ اندر گئے۔

۵۱۔بزبان علیؓ ارشادرسول ﷺ ہے: پیغمبروں کے بعد کسی پر سورج نے طلوع نہ کیا جو ابوبکر سے افضل ہو۔

۵۲ بزبان علیؓ: ہم خدمت رسول ﷺ میں آئے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ اپنا جانشین نہیں بنائیں گے؟فرمایا: خدا تمھارے اعمال کو دیکھ کر تم میں بہترین کو خلیفہ بنائے گا۔اس طرح خدا ابوبکر کے عمل خیر کی وجہ سے خلیفہ بنائے گا۔

۵۳۔بزبان علیؓ: ہم میں سب سے بہتر ابوبکر ہیں۔

۵۴۔بزبان علیؓ: قیامت میں منادی پکارے گا: سابقون اولون کہاں ہیں؟پوچھا جائے گا کون؟ کہا جائے گا: ابوبکر صدیق کہاں ہیں؟ پھر خدا ابوبکر کیلئے خاص طور سے جلوہ ریز ہوگا اور سب کیلئے عام طورسے۔

۵۵۔بزبان علیؓ: ارشادرسول ﷺ ہے نیکی کے تین سوستر ۳۷۰ حصے ہیں خدا جس کے متعلق بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس میں ایک حصہ داخل کر کے جنت بھیج دیتا ہے۔ابوبکر نے پوچھا؟ کیا میرے لئے بھی کچھ ہے؟فرمایا: ہاں! نیکی کے حصے تمھارے لئے ہیں۔

۵۶۔بزبان علیؓ: اے ابوبکر! خدا نے مجھے آدم سے آج تک کا ثواب عطا کیا۔اور تمھیں میری بعثت سے قیامت تک کا ثواب عطا کیا۔

۵۷۔علیؓ وابوبکر نے باہم ملاقات کی تو ابوبکر ہنسے علی نے وجہ دریافت کی تو کہا: میں نے رسولؐ سے

سنا ہے کہ پل صراط سے وہی گذرے گا جسے ابو بکر سے محبت ہو گی۔

۵۸۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول ﷺ نے علیؑ سے فرمایا: میں نے خدا سے تین مرتبہ تمہارے متعلق جانشینی کی سفارش کی مگر خدا ابو بکر کے سوا کسی پر راضی نہ ہوا۔

۵۹۔ بزبان علیؑ: خدا نے امامت کے متعلق کوئی عہد نہیں کیا، ہم نے دیکھا کہ ابو بکر کو ملی تو اقتدار مستحکم ہوا پھر عمر کو ملی تو مستقیم ہوا۔

۶۰۔ ابو بکر نے علیؑ سے کہا، کیا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے قبل اس کام میں لگا ہوں، علیؑ نے کہا: ہاں۔ اے خلیفہ رسول ﷺ آپ نے سچ کہا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی۔

۶۱۔ جب ابو بکر کی بیعت کر لی گئی اور ان کے ساتھیوں نے بھی بیعت کر لی تو تین دن انتظار کیا اور فرمایا: اے لوگو! کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو میری خلافت سے خاموش ہو، علیؑ نے اٹھ کر کہا: نہیں بخدا ہم نہیں چاہتے کہ آپ اس سے دستبردار ہوں، رسول ﷺ نے آپ کو آگے بڑھایا۔ پھر کون آپ کو پیچھے کریگا؟

۶۲۔ بزبان علیؑ: میری امت میں سب سے بہتر ابو بکر و عمر ہیں۔

۶۳۔ جب ابو بکر کو قبر میں چھپا دیا گیا۔ تو علیؑ نے فرمایا: اس قبر والے سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔

۶۴۔ بزبان علی:۔ بعد رسول ہم نے سمجھ لیا کہ افضل ترین ابو بکر ہیں۔ اور ابو بکر کی موت کے بعد ہم نے سمجھ لیا کہ افضل ترین عمر ہیں۔

۶۵۔ رسول ﷺ نے فرمایا: اے علیؑ! یہ دونوں انبیاء کے علاوہ اگلے پچھلوں کے سردار جنت ہیں اے علیؑ! یہ حدیث ان دونوں سے بیان نہ کرنا چنانچہ علیؑ نے بھی ان دونوں کی وفات کے بعد یہ حدیث بیان کی۔

۶۶۔ حضرت علیؑ: سب سے پہلے ابو بکر کا قیامت میں حساب لیا جائے گا۔

یہ تیرہ و تاریک افترا پردازی و کینہ توزی، اور فریب کاری کا انتہائی کمال تھا یا اس کو اگلوں کی افسانہ

طرازی بھی کہہ سکتے ہیں جنھیں گستاخانہ انداز میں گڑھ لیا ہے پھر انھیں خباثت کے ہاتھوں نے شائع کر دیا حضرت علیؑ کی طرف یہ جھوٹی اور مہمل نسبت ہماری کتاب کے تمام اجزاء میں بکھری پڑی ہے، خاص طور سے پانچویں جلد میں۔

یہ لوگ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں سراسر ناپسندیدہ اور فریب کاری ہے

۶۷۔ابوبکراور غار کی رات

ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء(۱) میں عبداللہ، محمد، احمد، ابومعاویہ، ہلال، ابومعاذ اور عطا سے روایت کی ہے کہ انس بن مالک نے کہا: ہجرت کی رات غار پر ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! ٹھہریئے تا کہ میں غار میں آپ سے پہلے جا کر دیکھ لوں کہ کہیں سانپ یا دوسری کوئی چیز نہ ہو، اندر جا کر تمام سوراخوں کو کپڑوں سے بند کیا، یہاں تک کہ خود ننگے ہو گئے ایک سوراخ بچ رہا تھا تو ادھر اپنی پیٹھ کر لی۔ صبح کو رسول خداؐ نے پوچھا: تمھارا کپڑا کیا ہوا؟ ابوبکر نے ساری صورتحال بتادی، یہ سنکر رسول خدا ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی ﴿اللھم اجعل ابا بکر معی فی درجتی یو م القیامۃ﴾ خدایا! ''قیامت میں ابوبکر کو میرے درجہ میں رکھنا۔اس وقت خدا نے وحی کی، خدا نے تمھاری دعا قبول فرمائی۔

سیرۃ بن ہشام (۲) میں ہے کہ حسن بصری نے کہا کہ غار میں رسول سے پہلے ابوبکر گئے تا کہ اس میں کہیں سوراخ میں سانپ نہ ہو اس طرح انھوں نے رسول ﷺ کی حفاظت کی۔

اسی روایت کو تاریخ ابن کثیر و ریاض طبری نے بھی لکھا ہے (۳) اس قدر اضافہ ہیکہ صبح کو ابوبکر کا تمام جسم متورم تھا۔ رسول ﷺ نے پوچھا: تو کہا کہ سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے بتایا کیوں نہیں؟ ابوبکر نے کہا کہ کہیں آپ کی تشویش نہ بڑھ جائے۔ چنانچہ رسول ﷺ نے

۱۔حلیۃ الاولیاء ج۱ص۳۳

۲۔سیرۃ ابن ہشام ج۲ص۹۸ (ج۲ص۱۳۰)

۳۔البدایۃ والنھایۃ ج۳ص۱۷۹ (ج۳ص۲۲۰) ریاض النضرۃ ج۱ص۶۵ (ج۱ص۸۹)

ہاتھ پھیرا تو ورم ختم ہو گیا۔ آگے لکھتے ہیں کہ سانپ نے کاٹا تو ابوبکر رونے لگے اور آنسو رسول ﷺ کے رخسار پر گرے تو آپ نے وجہ پوچھی اور فرمایا: غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے تو خدا نے سکینہ نازل فرمایا جو ابوبکر کے لئے اطمینان قلب تھا۔

سیرۃ زینی دحلان میں ہے کہ رسول ﷺ نے پوچھا: تم نے بتایا کیوں نہیں۔ تو عرض کی آپ کے جاگنے کا ڈر تھا۔ رسول ﷺ نے ہاتھ پھیرا تو ورم جاتا رہا۔ آگے لکھتے ہیں کہ بعض ایرانی سنولے رنگ کا کپڑا سر پر باندھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غار میں ابوبکر کے سانپ ڈسنے کی یادگار ہے۔ (۱)

تبصرۂ علامہ امینیؒ

اس روایت پر کئی طرح سے نظر ڈالی جا سکتی ہے! اول سلسلۂ سند جو کہ مرسل ہے اور کہیں سیرت کی کتابوں میں دیکھا نہیں گیا، صرف حاکم و ابونعیم میں ہے، حالانکہ معجزہ رسول کو عام طور سے کتابوں میں درج ہونا چاہیے تھا۔ اس میں عبداللہ ہے جو کذاب تھا پھر یہ کہ عبداللہ اور ابونعیم میں ایک سو سال کا فاصلہ ہے۔ (۲)

محمد بن عباس حدیث کو خلط ملط کرتا تھا (۳) احمد بن محمد بن مؤدب کو تاریخ خطیب میں غیر معتبر کہا ہے (۴) ابومعاویہ مرجئہ عقیدہ کا اور حدیث میں تدلیس کرتا تھا (۵) ہلال منکر الحدیث تھا (۶) عطار کو قدری عقیدہ کی وجہ سے غیر معتبر کہا گیا ہے۔ (۷) سند کی اسی کمزوری کی وجہ سے سیوطی نے خصائص کبریٰ کے باب ہجرت میں اس واقعہ کو نقل نہیں کیا ہے کیونکہ یہ روایت ضعیف تھی۔ پھر ہر صدی میں ہجرت اور غار کے واقعات گڑھے گئے۔ ان میں باہم بڑا تضاد ہے۔ کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خدا نے تو کبوتروں کے انڈے اور مکڑی کے جالے کا اہتمام کیا (۸) لیکن سوراخ میں سانپ کی بندش نہ کی، محبت میں

۱۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۲ ص۳۹ (ج۲ ص۳۵) السیرۃ النبویۃ دحلان مطبوع بر حاشیہ سیرۂ حلبیہ ج۱ ص۳۳۲ (ج۱ ص۱۶۳)
۲۔ لسان المیزان ج۳ ص۳۳۵ (ج۳ ص۴۲۵ نمبر ۴۷۷۲)
۳۔ لسان المیزان ج۵ ص۲۱۶ (ج۵ ص۲۴۴ نمبر ۷۵۳۹)
۴۔ تاریخ بغداد ج۵ ص۱۴۰
۵۔ تہذیب التہذیب ج۹ ص۱۳۹ (ج۹ ص۱۲۱)
۶۔ الضعفاء الکبیر (ج۴ ص۳۵۰ نمبر ۱۹۵۶)
۷۔ تہذیب التہذیب ج۷ ص۲۱۵ (ج۷ ص۱۹۲)
۸۔ طبقات ابن سعد ج۱ ص۲۱۳ (ج۱ ص۲۲۹) الخصائص الکبریٰ ج۱ ص۱۸۵، ۱۸۶ (ج۱ ص۳۰۶)

اندھے ابوبکر گھسے تو سانپ مل بھی گیا، روتے ہوئے منانا پڑا کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ابوبکر کو رات میں خیال کیوں نہ آیا کہ میرے ساتھ فخر مسیح موجود ہیں اگر ہاتھ پھیر دیں گے تو درد کافور ہو جائے گا۔ جی ہاں عقیدت کا اندھاپن ایسی ہی بے پر کی اڑاتا ہے۔

٦٨۔ شیطان ابوبکر کی صورت میں متشکل نہیں ہوسکتا

تاریخ خطیب بغدادی، (١) میں محمد بن حسین قطیط سے یہ روایت نقل کی ہے لیکن اسے معتبر نہیں کہا ہے، اس کے روایت میں خلف بن عامر (٢)، محمد بن اسحاق (٣) احمد بن عبید ہیں، (٤) یہ سبھی مہمل حدیث گڑھتے اور بیان کرتے تھے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں مجسم نہیں ہوسکتا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ان گستاخوں نے انبیاء کے خصوصیات بھی خطا کاروں میں شامل کر دیئے۔ شیطان انبیاء کی صورت میں اس لئے متشکل نہیں ہوسکتا کہ وہ معصوم ہیں (٥) اور یہ ان سے مخصوص ہے ابوبکر میں کون سی عصمت تھی ''توبہ ہے''۔

١۔ تاریخ بغداد ج ٨ ص ٣٣٤

٢۔ میزان الاعتدال (ج ١ ص ٦٦١ نمبر ٢٥٤١) کتاب الضعفاء والمتروکین (ج ١ ص ٢٥٥ نمبر ١١١٨) لسان المیزان ج ٢ ص ٤٠٣ (ج ٢ ص ٤٩٢ نمبر ٣١٧٧)

٣۔ تاریخ بغداد ج ١ ص ٢٥٨

٤۔ معجم الادباء ج ٣ ص ٢٢٨، الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ١ ص ١٨٨ نمبر ٢٦) تھذیب التھذیب ج ١ ص ٦٠ (ج ١ ص ٥٢) الثقات ابن حبان (ج ٨ ص ٤٣) میزان الاعتدال (ج ٢ ص ٦٦٢ نمبر ٥٢٤٠) بغیۃ الوعاۃ ج ٥ ص ١٤٤ (ج ١ ص ٣٣٣ نمبر ٦٣٢)

٥۔ صحیح بخاری (ج ٦ ص ٢٥٦٨) صحیح مسلم (ج ٤ ص ٤٥١ حدیث ١٠ کتاب الرویاء) فیض القدیر (ج ٦ ص ١٣٢ حدیث ٨٦٨٨) الخصائص الکبریٰ (ج ٢ ص ٤٥٢)

۶۹۔ ابوبکر نے رسول خداؐ کو کبھی اندوہگین نہ کیا

خلعی اور ابن مندہ نے سہل بن مالک کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر منبر پر فرمایا: لوگو! ابوبکر نے کبھی مجھے اندوہگین نہ کیا۔ اس بات کو جانے بوجھے رہو!!(۱)

اس روایت کے تمام راوی جیسے سہل بن مالک اور خالد بن عمرو اموی، مہمل اور کذاب ہیں (۲)

حافظ محب طبری نے اس کو بطور ارسال مسلم نقل کر ڈالا اور پھر فضائل ابوبکر میں ایک مہمل کا اضافہ کر دیا۔ بعد کے تمام بددیانت مؤلفین نے آنکھ بند کر کے لکھ مارا۔ آگاہ ہو جاؤ یہ بھی جھوٹے ہیں۔

۷۰۔ ابوبکر کی شان میں نازل آیات

عبیدی عمدۃ التحقیق (۳) میں لکھتے ہیں کہ الم میں الف سے ابوبکر مراد ہیں اور لام سے اللہ اور میم سے محمد (۴) بغوی کہتے ہیں کہ ﴿ واتبع سبیل من اناب الی ﴾ سے مراد حضرت ابوبکر ہیں۔ ارباب تفسیر کہتے ہیں: ﴿ولا یاتل اولوا الفضل منکم السعة﴾ سے مراد حضرت صدیق ہیں۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: فضائل کے لاف وگزاف کی یہ انتہا تھی اور اسی پر بس کیا جاتا ہے یاروں نے ابوبکر کی شان میں اتنی آیتوں کی بھرمار کر دی ہے کہ تحریف کا مفہوم بھی شرمندہ ہے۔ اسی فحش غلو کا ایک حصہ ملا حسن آفندی کے یہ اشعار ہیں۔

ان قدر الصدیق جل فاضحی — کل مدح مقصرا عن علاہ

لیت شعری ماقیمة الشعر فیمن — جاء فی محکم الکتاب ثناہ

کل من فی الوجود یبغی رضا — اللہ تعالیٰ واللہ یبغی رضاہ

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱ ص۱۲۷ (ج۱ ص۱۶۰) الاصابہ ج۲ ص۹۰ (نمبر۳۵۵۲)

۲۔ تھذیب التھذیب (ج۳ ص۹۳) العلل ومعرفۃ الرجال (ج۳ ص۲۵۴ نمبر۵۱۲۲) التاریخ (ج۳ ص۵۱۸ نمبر۲۵۳۶) معرفۃ الرجال (ج ص۶۰ نمبر۸۵) التاریخ الکبیر (ج۳ ص۱۶۴ نمبر۵۶۳) الجرح والتعدیل (ج۳ ص۳۴۳ نمبر۱۵۵۱) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص۹۵ نمبر۱۷۴) کتاب المجروحین (ج۱ ص۲۸۳) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۳ ص۳۱ نمبر۵۹۳)

۳۔ عمدۃ التحقیق ص۱۳۴ (۲۲۸) ۴۔ تفسیر بغوی (ج۳ ص۴۹۲)

مدح میں یہ تین اشعار بھی دیکھئے:

ان ذکر الصدیق ما دار الا ملا الکون ھیبۃً و وقارا

صاحب الغار کان للسید المختار واللہ صاحباً افختارا

تاہ فی ذکرہ الوجود فلولا ھیبۃً منہ او قرتہ سطارا

اب ذرا دولت ابوبکر پر نظر ڈالتے چلئے اس لئے کہ انھوں نے دولت ہی کی وجہ سے رسولؐ پر احسانات کئے اوران کے احسان کے بوجھ تلے تمام مسلمان دبے ہوئے ہیں۔ یہ دولت ایک لاکھ اوقیہ بیان کی جاتی ہے۔

چنانچہ امام نسائی (۱) نے حضرت عائشہ کا بیان نقل کیا ہے کہ مجھے اپنے باپ کی دولت پر ناز تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک لاکھ اوقیہ تھا'' چالیس درھم کا ایک اوقیہ ہوتا ہے'' ان کے گھر میں تین سو ساٹھ تخت تھے۔ ہر تخت پر ہزاروں دینار کی تھیلیاں تھیں'' اسی کو شیخ زین العابدین مکرمی نے بھی نقل کیا ہے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جس کے پاس اتنی دولت ہو لازمی بات ہے کہ حشم وحزم ہوگا، کئی منزلہ عمارت ہوگی بے اندازہ کھیت و باغات ہوں گے نوکروں کی ریل پیل ہوگی۔ اونٹ گھوڑے ہوں گے مجھے نہیں معلوم کہ اتنی جائداد اور دولت کہاں تھی اس قدر دولت تو بادشاہوں کے پاس بھی نہ ہوتی ہوگی کیا وہ سب تخت ایک ہی کوٹھے پر رکھے ہوئے تھے؟ وہ بالا خانہ کسقدر لمبا چوڑا ہوگا۔ بڑے بڑے صحرا میں سما جائیں، ابوبکر روز ہی منتظر ہوں گے کہ مہمان آکر میری دولت کا مشاہدہ کریں، ہم تو کہیں سیرت و تاریخ میں ہلکا سا بھی اس قسم کا واقعہ نہیں پاتے ہفتہ، مہینہ یا سال میں ایک بار ہی کوئی بزم سجائی ہوتی۔ جس میں لوگوں کی دعوت کی ہوگی تاریخ کو چپ کیوں لگ گئی...؟

سیکڑوں سال کے بعد عبیدی ہی کیوں منمنائے۔ اور وہ بھی اس طرح کے جھوٹ کا پول کھل گیا پوچھا جا سکتا ہے کہ آخر وہ کیا کاروبار کرتے تھے کہ اس قدر دولت ہاتھ آگئی صدیقۂ طاہرہ جناب فاطمہ علیہا السلام نے تو قریش کی معاشی حالت کا نقشہ کھینچا ہے کہ ﴿کنتم تشربون الطرق وتقتاتون الورق

۱۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۴۱ (ج ۳ ص ۴۷۵ نمبر ۶۸۲۳) تھذیب التھذیب ج ۸ ص ۳۲۵ (ج ۸ ص ۲۹۱)

..﴾ تم گندا پانی پیتے تھے اور درخت کے پتے چباتے تھے۔ تمھیں ڈر تھا کہ لوگ تمھیں اچک نہ لے جائیں تو خدا نے رسولؐ کے ذریعے اس سے نجات دی (۱)

ماوردی نے اعلام النبوۃ (۲) میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں ان دونوں کی حالت یہ تھی کہ رسول خداؐ مسجد میں آئے تو ابوبکر و عمر کو دیکھا۔ پوچھا: تم اس وقت کیوں نکلے ہو؟ جواب دیا: ہمیں بھوک نے نکالا ہے۔ پھر ہیثم بن تیہان کے یہاں گیہوں یا جو کی روٹی کھائی۔ پھر یہ عائشہ نے جاہلی عہد میں دولت سے بھرا باپ کا زمانہ کہاں سے پالیا؟ وہ تو مبعث کے چار پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ (۳) اگر یہ خیالی قصر صحیح ہوتا تو ابوقحافہ بھوک سے نہ مرتے، وہ عبداللہ بن جدعان کے یہاں دعوت کے منادی تھے، اجرت ملتی تو پیٹ بھرتے۔

اگر ابوبکر کے پاس دولت ہوتی تو ہجرت کے موقع پر آٹھ سو درہم میں دو سواری خرید کر رسولؐ کے ہاتھ اسی قیمت پر ایک سواری نہ بیچتے۔ (۴)

رسول ﷺ نے یا تو اس لئے لے لیا کہ ابوبکر کی مالی حالت اچھی نہ تھی، یا اس لئے کہ آپ اپنی گردن پر کسی کا احسان نہیں لینا چاہتے تھے۔

خلیفہ ہونے کے بعد سر پر کپڑوں کی گٹھری رکھ کر بیچنے چلے تو عمر اور ابوعبیدہ نے پوچھا: کہاں چلے؟ کہا: بازار جا رہا ہوں۔ کہا گیا کہ خلیفہ ہو کر یہ دھندا؟ ابوبکر نے کہا: پھر بال بچوں کا پیٹ کیسے پالوں گا؟

۱۔ بلاغات النساء ص ۱۳ (۲۴) اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰۸ (ج ۴ ص ۱۱۷)

۲۔ اعلام النبوۃ ص ۱۴۶ (صہ ۲۲ باب ۲۰)

۳۔ الاصابۃ ج ۴ ص ۳۵۹ (نمبر ۷۰۴) صحیح بخاری باب زواج عائشہ (ج ۳ ص ۱۴۱۵ حدیث ۳۶۸۳) تاریخ ابن عساکر ج ا ص ۳۰۴ (ج ۳ ص ۱۹۷) استیعاب (القسم الرابع ص ۱۸۸۲ نمبر ۴۰۲۹)

۴۔ طبقات ابن سعد ج ا ص ۲۱۲ (ج ا ص ۲۲۸) البدایۃ والنھایۃ ج ۳ ص ۱۷۷، ۱۷۸ (ج ۳ ص ۲۱۸، ۲۲۰) صحیح بخاری ج ۶ ص ۴۷ (ج ۳ ص ۱۴۱۹ حدیث ۳۶۹۲) تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۴۵ (ج ۲ ص ۳۷۶) سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۹۸، ۱۰۰ (ج ۲ ص ۱۳۱) طبقات ابن سعد ج ا ص ۲۱۳ (ج ا ص ۲۲۸) البدایۃ والنھایۃ ج ۳ ص ۱۸۴، ۱۸۸ (ج ۳ ص ۲۲۵، ۲۳۱)

کہا گیا کہ گھر پر جایئے ہم آپ کا روزینہ مقرر کئے دیتے ہیں....(۱)

پھر بھلا کہاں سے یہ دولت آ گئی کہ خدا کی راہ میں انفاق کر ڈالا۔ تاریخ میں تو کہیں پتہ نہیں" کسی مہم یا غزوہ میں خرچ کیا۔؟ مکے میں تو ضرورت نہ تھی ابوطالب آپ کے کفیل تھے۔ بعد میں خدیجہ کی دولت آ گئی۔ ہجرت کے بعد لشکر کی تیاری وغیرہ میں ضرورت پڑی اسے رسول خدا ﷺ کے ننھیال والوں نے سنبھال لیا۔ اس وقت تو ابوبکر کے پاس پانچ سو سے زیادہ درہم تھا بھی نہیں۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے چار درہم خدا کی راہ میں خرچ کیا رات دن، علانیہ اور چھپا کر تو آیت اتری ﴿الذین ینفقون اموالهم باللیل والنهار سرا وعلانیة﴾ (۲) حالت رکوع میں انگوٹھی دی تو آیت ولایت اتر گئی۔ (۳) آپ نے اور آپ کے اہل وعیال نے مسکین، یتیم

۱۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن ج ۳ ص ۱۳۰، ۱۳۱ (ج ۳ ص ۱۸۴، ۱۸۵) صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۹۷ (ج ۱ ص ۲۵۷) السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۳۸۸ (ج ۳ ص ۳۵۹)

۲۔ المعجم الکبیر (ج ۱۱ ص ۸۰ حدیث ۱۱۱۶۴) تاریخ ابن عساکر (حالات امام علی نمبر ۹۱۸، ۹۱۹، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۸ ص ۹) تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۴۷ (ج ۳ ص ۲۲۵) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۸۵ (ج ۱ ص ۱۴۱) تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۸۶ (ج ۱ ص ۳۱۹) تفسیر کبیر رازی ج ۲ ص ۳۶۹ (ج ۷ ص ۸۳) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۶، درمنثور ج ۱ ص ۳۶۳ (ج ۲ ص ۱۰۱، ۱۰۰) تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۰۱) فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵ (ج ۱ ص ۲۹۴) تفسیر آلوسی ج ۳ ص ۴۸۔

۳۔ ذخائر العقبیٰ ص ۱۰۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۷۱، نقض العثمانیۃ (ص ۳۱۹) تفسیر طبری ج ۶ ص ۱۸۶ (مجلد ۴ ج ۶ ص ۲۸۸) اسباب النزول سیوطی (ص ۸۱) المعجم الاوسط (ج ۷ ص ۱۳۰ حدیث ۶۲۲۸) احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۵۴۲ (ج ۲ ص ۴۴۶) معرفۃ اصول الحدیث حاکم ص ۱۰۲، تفسیر ماوردی (ج ۲ ص ۴۹) اسباب نزول واحدی ص ۱۴۸ (ص ۱۳۳) مناقب ابن مغازلی (ص ۳۱۴، ۳۱۱ حدیث ۳۵۸، ۳۵۴) شواهد التنزیل (ج ۱ ص ۲۳۱ نمبر ۲۳۵) تفسیر ابوالحسن طبری (ج ۳ ص ۸۴) تفسیر قرطبی (ج ۶ ص ۱۴۳) تفسیر معالم التنزیل بغوی مطبوع برحاشیہ تفسیر خازن (ج ۲ ص ۴۷) تفسیر کشاف ج ۱ ص ۴۲۲ (ج ۱ ص ۶۴۹) مناقب خوارزمی ص ۱۷۸ (ص ۲۶۴، ۲۶۶ حدیث ۲۴۶، ۲۴۸) تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۳۰۵) ریاض النضرۃ (ج ۳ ص ۱۸۲) جامع الاصول ابن اثیر (ج ۹ ص ۴۷۸ حدیث ۶۵۰۳) مطالب السؤول ص ۳۱ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۷۵ (ج ۱۳ ص ۲۷۷ خطبہ ۲۳۸) کفایۃ الطالب ص ۱۰۶ (ص ۲۲۹ باب ۶۱، ص ۲۵۰، باب ۶۲) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۴۵ (ج ۱ ص ۲۷۲) مطالع الانظار ص ۴۷۷، ۴۷۹ تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۹۶ (ج ۱ ص ۴۷۵) نظم درر السمطین (ص ۸۶) المواقف ایجی ج ۳ ص ۲۷۶ (۴۱۱) شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۸۸ (ج ۵ ص ۲۷۲) شرح المواقف (ج ۸ ص ۳۶۰) درمنثور ج ۲ ص ۲۷۶ (ج ۳ ص ۱۰۵) صواعق محرقہ ص ۲۴ (ص ۴۱) شرح مواقف (ج ۸ ص ۳۶۰) فتح القدیر شوکانی (ج ۲ ص ۵۳)۔

اوراسیر کو کھانا دیا تو ﴿ ویطعمون الطّعام علی...... ﴾ نازل ہوگیا لیکن ابوبکر نے اپنا تمام مال راہ خدا میں خرچ کرڈالا اور ایک بھی آیت نہ اتری۔ کیوں؟ کیا آپ سمجھے؟

تفسیر بیضاوی(۱) میں ہے اور زمخشری نے کشاف (۲) میں لکھا ہے کہ:

﴿ الذین ینفقو ن ا موالھم با للیل و النھا ر سرا و علانیة فلھم اجر ھم ﴾(۳)

ابوبکر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جبکہ انھوں نے چالیس ہزار دینار خرچ کئے دس ہزار دن میں، دس ہزار رات میں اور دس دس ہزار خفیہ اور علانیہ اس مرسل روایت کا تنہا راوی سعید بن مسیب ہے۔ یہ کمینہ حضرت علیؑ کا سخت دشمن تھا۔ اس نے جو اڑائی تو بہت اونچی۔ کہاں علیؑ نے چار درھم دیئے اور کہاں اس نے ابوبکر کیلئے چالیس ہزار دینار بناڈالے" تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت ہجرت کے فورا بعد نازل ہوئی ہے(۴) اس وقت ابوبکر کے پاس پانچ یا چھ سو درھم سے زیادہ نہ تھا۔ سعید سکینہ

اس آیت کے متعلق ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے بعد ابوبکر خطبہ دیا کہ سمجھ لو کہ کنجوسی نفاق کا شعبہ ہے اس لئے اپنی بھلائی کیلئے خرچ کرو کہاں ہیں وہ اصحاب جن کے متعلق یہ آیت اتری ﴿الذین ینفقو ن فی سبیل للہ سراو علانیة ﴾ اس میں کہیں بھی ابوبکر کا نام نہیں لیا گیا۔ (۵)

ایک دوسرے صاحب نے کہا ہے کہ سعید بن مسیب کے مطابق یہ آیت عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق اتری ہے۔ انھوں نے جیش العسرہ یعنی غزوۂ تبوک میں دولت خرچ کی تھی (۶) عقیدت کے اندھوں میں رازی بھی ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ تبوک میں عثمان اور عبدالرحمٰن کے لئے آیت

۱۔ نقض العثمانیۃ (ص ۳۱۸) نوادر الاصول ص ۶۴ (ج ۱ ص ۱۵۴ اصل ۴۴) کفایۃ الطالب ص ۲۰۱ (ص ۳۴۵، ۳۴۸، باب ۹۷) العقد الفرید ج ۳ ص ۴۷، ۴۶ (ج ۵ ص ۵۹) روح المعانی آلوسی (ج ۲۹ ص ۱۵۷) اسباب النزول واحدی ص ۳۳۱ (ص ۲۹۶) تفسیر کشاف ج ۲ ص ۵۱۱ (ج ۴ ص ۶۷۰) مناقب خوارزمی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۸۷ نمبر ۸۷۵) تفسیر کبیر رازی ج ۸ ص ۲۷۶ (ج ۳۰ ص ۲۴۴) مطالب السؤول ص ۳۱ تذکرۃ الخواص (ص ۳۱۶، ۳۱۳) تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۵۷۱ (ج ۲ ص ۵۵۲) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۰۷، ۲۲۷ بھجۃ النفوس ج ۴ ص ۲۲۵ تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۵۸ (ج ۴ ص ۳۳۹) درمنثور ج ۶ ص ۲۹۹ (ج ۸ ص ۳۷۱)

۲۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۷۰) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۵ تفسیر خازن ج ۱ ص ۹۱ (ج ۱ ص ۳۱۹) فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۶۱ (۱ ص ۲۷)

۳۔ بقرہ ۲۷۴   ۴۔ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۸۶ (ج ۱ ص ۳۱۹)

۵۔ تفسیر آلوسی ج ۳ ص ۴۸   ۶۔ فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۲۶۵ (ج ۱ ص ۲۹۴) تفسیر آلوسی ج ۳ ص ۴۸

اتری (۱) جبکہ ہر شخص جانتا ہے کہ مدینہ کے ابتدائی زمانے میں یہ آیت اتری تھی (۲) پھر تبوک ۹ ھ میں واقع ہوا پھر عثمان کے متعلق یہ کیسے ٹھونک دی گئی۔

اس کے علاوہ حلیہ ابونعیم (۳) اور مستدرک حاکم (۴) میں دو روایتیں نقل کی گئی ہیں جن سے ابو بکر کی دولت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ یہ دونوں روایات سند کے لحاظ سے مہمل اور غیر معتبر ہیں کیونکہ حلیہ کی سند میں محمد بن احمد وراق (۵)، ابراہیم بن عبداللہ مخزومی (۶)، سلمہ بن حفص سعدی (۷) اور مستدرک کی سند میں احمد بن عبدالجبار (۸) اور محمد بن اسحاق (۹) ہیں جو غیر معتبر ہیں ابونعیم نے حلیۃ ج ۱ ص ۳۲ پر ہشام بن سعد (۱۰) اور عبداللہ (۱۱) بن عمر عمری سے روایت کی ہے اور دونوں ہی ضعیف ہیں۔

ہم لگاتار ان کو نصیحت کرتے رہے تاکہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں اور جب کسی سے بری بات سنی تو اس سے کنارہ کش رہے اور کہا کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ اور تمھارے اعمال تمھارے ساتھ، تم پر سلام ہے ہم پر سلام ہے ہم جاہلوں کے صحبت کے خواہاں نہیں۔ (۱۲)

۱۔ تفسیر کبیر رازی (ج ۷ ص ۴۵)

۲۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۰۷) تفسیر خازن ج قص ۱۹، فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۱۶ (ج ۱ ص ۲۷

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳، ۴۔ المستدرک علی الصحیح ۳ ص ۵ (ج ۳ ص ۶ حدیث ۴۲۶۷)

۵۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۱۵ (ج ۵ ص ۶۰ بمبر ۶۹۵۷) ۶۔ لسان المیزان ج ۱ ص ۷۲ (ج ۱ ص ۶۵ نمبر ۱۹۴)

۷۔ کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۳۳۹) لسان المیزان ج ۳ ص ۶۷ (ج ۳ ص ۸۱ نمبر ۳۸۳۲)

۸۔ الجروح والتعدیل (ج ۲ ص ۶۲ نمبر ۹۹) الکامل فیض عفاء الرجال (ج ۱ ص ۱۹۱ نمبر ۳۰ تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۶۳ (نمبر ۲۰۰۴) تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۵۱ (ج ۱ ص ۴۴)

۹۔ التاریخ (ج ۳ ص ۲۴۷ نمبر ۱۱۵۸) کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی (ص ۲۱۱ نمبر ۵۳۸) میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۴، ۲۱) (ج ۳ ص ۴۶۸ نمبر ۷۱۹۷) کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی (ص ۲۱۱ نمبر ۵۳۸) ج ۹ ص ۳۶، ۳۸ (ج ۹ ص ۳۴، ۴۰)

۱۰۔ العلل ومعرفۃ الرجال (ج ۲ ص ۵۰۷ نمبر ۳۳۴۴) التاریخ (ج ۳ ص ۱۹۵ نمبر ۸۹۳) معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۷۰ نمبر ۱۵۸) الجرح والتعدیل (ج ۹ ص ۶۱ نمبر ۲۴۱) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۲۴۴ نمبر ۶۴۰) طبقات ابن سعد (القسم المتمم ص ۳۳۵ نمبر ۳۷۴) تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۰ (۱۱ ص ۳۷)

۱۱۔ کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی (۱۴۶ نمبر ۳۴۱) طبقات ابن سعد (القسم المتمم ص ۳۶۷ نمبر ۲۸۸) الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۱۰۹ نمبر ۴۹۹) کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۶) التاریخ الکبیر (ج ۵ ص ۱۴۹ نمبر ۴۴۱) تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۲۷ (ج ۵ ص ۲۸۵)

۱۲۔ سورہ قصص ۵۱ و ۵۵۔

فضائل عمر میں غلو

ہم نے جلد ششم میں خلیفہ ثانی کی نفسیاتی حالت اور فقہی، علمی، اور عملی صلاحیتوں کا مختلف جہات سے تجزیہ کیا تھا۔ اور بتایا کہ خلیفہ اول کے اقتدار سے قبل تک ان کی مفلسی انھیں دو کوڑی کا بنائے ہوئے تھی تخت خلافت ملتے ہی لاف وگزاف کے انبار لگ گئے۔ ان کا ایک زمانہ تھا کہ وادی ضجنان کے آس پاس اونٹ چرایا کرتے تھے کام میں کوتاہی پر مار کھایا کرتے تھے (۲) کچھ دن اپنے باپ کے ساتھ لنگوٹی باندھے لکڑی کا گٹھر اٹھاتے تھے بازار عکاظ میں ڈنڈا ہاتھ میں لیکر بچوں کو ادھر ادھر بھگاتے تھے۔ اس وقت حقارت سے انھیں عمیر کہا جاتا تھا۔ (۳)

اسلام لانے کے بعد بھی کچھ دنوں تک دلالی پیشہ کیا۔ بازار میں تالیاں بجانے کا شغل حدیث وقرآن سے باز رکھتا تھا (۴) پھر کچھ دنوں تک بقیع کے قبرستان سے درخت کے پتے توڑ کر بیچتے تھے (۵) مجھے

۲۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۲۸ (القسم الثالث ص ۱۱۷۵ نمبر ۱۸۷۸) ریاض ج ۲ ص ۵۰ (ج ۲ ص ۳۲۵، ۳۲۴) تاریخ ابو الفدا ج ۱ ص ۱۶۵، الخلفاء، نجار ص ۱۱۳ السان العرب ج ۷ ص ۱۱۲ (ج ۸ ص ۹۲۴ تاج العروس ج ۹ ص ۲۶۳

۳۔ الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصابۃ ج ۴ ص ۲۹۱ (القسم الرابع ص ۱۸۳۱ نمبر ۳۳۲۲) الاصابۃ ج ۴ ص ۲۹۰ (۳۶۱) الفتوحات الاسلامیۃ ج ۲ ص ۴۱۳ (ج ۲ ص ۲۷۲)

۴۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۴ (ج ۴ ص ۳۶۱) حدیث ۳۶ کتاب الآداب) صحیح بخاری ج ۳ ص ۸۳۷ مطبوعہ ھند (ج ۲ ص ۷۲۷ حدیث ۱۹۳۶) مسند احمد ج ۳ ص ۱۹ (ج ۳ ص ۳۹۶ حدیث ۱۰۷۶۱) سنن داری ج ۳ ص ۲۷۴، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۴۰ (ج ۴ ص ۳۴۶ حدیث ۵۱۸۲) مشکل الآثار ج ۱ ص ۴۹۹، سنن بیہقی ج ۷ ص ۶۹، تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۱۲۶ (ج ۱۴ ص ۸۴) ج ۱ ص ۲۷۹ (ج ۲ ص ۵۶۹ حدیث ۴۷۴۴، ۴۷۳۶) الاتقان ج ۲ ص ۴۲۲ (ج ۳ ص ۷۴)

۵۔ تفسیر طبری ج ۱ ص ۷ (مجلد ۷ ج ۱۱ ص ۸) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۰۵ (ج ۳ ص ۳۳۵ حدیث ۵۳۲۹) تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۳۸ (ج ۸ ص ۱۵۲، ۱۵۱) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۳ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۳۶ (ج ۲ ص ۳۰۴) درمنثور ج ۳ ص ۲۶۹ کنز العمال ج ۱ ص ۲۸۷ (ج ۲ ص ۶۰۵ حدیث ۴۸۵۸، ص ۵۹۷ حدیث ۴۸۲۳) فتح القدیر شوکانی ج ۲ ص ۳۷۹ (ج ۲ ص ۳۹۸) روح المعانی ج ۱۱ ص ۸

نہیں معلوم کہ اس درمیان کب وہ اتنے وقیع ہو گئے تھے کہ ابن جوزی کے مطابق زمانہ جاہلیت میں قبائل کی جنگوں میں سفارت کا کام انجام دیتے تھے (۱) استیعاب میں ذرا کچھ بڑھا کے بیان کیا گیا ہے کہ جب قبائل باہم مفاخرت کرتے تو حضرت عمر ہی کو اپنا نمائندہ بناتے۔ (۲) کیا ان قریش کو اتنی بھی عقل نہ تھی کہ بڑے بڑے طراروں، بہادروں اور عقلندوں کو چھوڑ کر معمولی آدمی کو سفیر اور نمائندہ بنایا کرتے تھے انھیں یہ بھی سمجھ نہ تھی کہ کس کو اپنا سفیر بنا رہے ہیں۔ سفیر کو تو بھیجنے والے کی عقل وعظمت کا نمائندہ ہونا چاہئے دراصل اندھی بہری عقیدت نے یہ سب افسانے تراشے ہیں، جلد پنجم میں تو کچھ غلو کے مہمل نمونے پیش کئے گئے ہیں یہاں مزید کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

ان کے علم کے متعلق ابن مسعود سے ایک روایت ہے کہ اگر زندہ عربوں کا علم ایک پلے میں رکھا جائے اور دوسرے میں عمر کا علم رکھا جائے تو علم عمر کے مقابلہ میں عربوں کا علم نوبٹے دس ہے محب طبری کے الفاظ میں ہے کہ زمین والوں کا علم دوسرے پلے میں رکھا جائے تو علم عمر کا پلہ بھاری ہو جائے۔ (۳)

ا۔ علم عمر کے متعلق اقوال

۲۔ خدیجہ کہتی ہیں: تمام لوگوں کا علم دامن عمر کی دانش سے مستعار ہے۔ (۴)

۳۔ مسروق کہتے ہیں میں نے اصحاب محمد کے علم کا قریب سے مطالعہ کیا میں نے دیکھا کہ وہ چھ آدمیوں سے حاصل کرتے ہیں، علی، عبداللہ، عمر، زید، ابودرداء، ابی کعب، پھر میں نے ان چھ کے علم کا قریب سے مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ انکا علم علی وعبداللہ تک منتہی ہوتا ہے۔ (۵)

۱۔ سیرۂ عمر ابن جوزی ص ٦ (ص ۹ باب ۵)

۲۔ الاستیعاب (القسم الثالث ص ۱۱۴۵ نمبر ۱۸۷۸) المنتظم ج ٦ ص ۳۳۲ (ج ۴ ص ۱۱۸ نمبر ۲۸۸۳)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۸٦ (ج ۳ ص ۹۲ حدیث ۴۴۹۷) الاستیعاب ج ۲ ص ۴۳۰ (القسم الثالث ص ۱۱۵۰، ۱۱۴۹ نمبر ۱۸۷۸) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۸ (ج ۲ ص ۲۷۴) اعلام الموقعین ابن قیم ص ٦ (ج ۱ ص ۱٦) تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۲٦۸ (ج ۲ ۲۴۰) عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۱۰

۴۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۲۰ (القسم الثالث ص ۱۱۴۹ نمبر ۱۸۷۸) اعلام الموقعین ص ٦

۵۔ اعلام الموقعین ص ٦ (ج ۱ ص ۱٦)

۴۔شعبی کہتے ہیں: جب لوگوں میں اختلاف ہوتا تو قول عمر کو اختیار کرتے۔(۱)
۵۔ابن مسیب کہتے ہیں: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد میں نے عمر سے زیادہ کسی کو دانشور نہ پایا۔(۲)
۶۔ایک تابعی کا قول ہے؛ میں نے عمر کے علم کا قریب سے مطالعہ کیا ہے ان کے سامنے فقہا بچے معلوم پڑتے ہیں۔(۳)
۷۔خلد اسدی کہتا ہے: میں نے عمر کا قریب سے جائزہ لیا ہے قرآن اور دین خدا کے متعلق کسی میں اتنی بصیرت نہ پائی۔(۴)

اس سے زیادہ بات کو طول دینا مناسب نہیں، صرف آپ میری الغدیر کی جلد ششم دیکھ لیجئے۔ آپ کو اس مہمل لاف و گزاف کی حقیقت اچھی طرح معلوم ہو جائے گی، پھر یہ کہ انسان اپنے نفس کے متعلق دوسروں سے زیادہ واقف کار ہے۔

۲۔عمر سب سے بڑے قاری اور فقیہ

رسول خداؐ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ قرآن عمر کے سامنے پڑھوں۔(۵) ابن مسعود کہتے ہیں: عمر میں ہم لوگوں سے زیادہ پرہیزگاری اور قرآن کی تلاوت کا علم تھا(۶) نیز انھوں نے زید بن وہب سے کہا کہ میرے سامنے عمر کی طرح تلاوت کرو کیونکہ ہم لوگوں سے زیادہ قرآن کے واقف کار اور دین خدا کے فقیہ تھے۔(۷)

یہ تھیں مقطوع سندوں کے ساتھ مرسل روایات۔ حاکم اور ذھبی نے اسے نقل کر کے صحیح ہونے کا فیصلہ نہیں دیا ہے۔ گویا وہ سند کے باطل ہونے کا قطعی علم رکھتے تھے۔ پھر یہ کہ واقعی اگر انھیں عنایت الٰھی

۱۔اعلام الموقعین ص۶ ۲۔اعلام الموقعین ص۷ (ج۱ص۲۰)
۳۔اعلام الموقعین ص۷ (ج۱ص۲۰) ۴۔ریاض النضرۃ ج۲ص۸ (ج۲ص۲۷۴)
۵۔نوادر الاصول ص۵۸ (ج۱ص۱۴۲ اصل ۴۳)
۶۔المستدرک علی الصحیحین ج۳ص۸۶ (ج۳ص۹۲ حدیث ۴۴۹۸)
۷۔ریاض النضرۃ ج۲ص۸ (ج۲ص۲۷۴)

شامل حال ہوتی تو فقہی بصیرت کے ساتھ غزوات میں ان پرعمل بھی ہوتا۔ اگر وہ اعلم وافقہ تھے تو صرف سورۂ بقرہ کی تعلیم میں بارہ سال کیوں لگ گئے (۱) قرآنی احکامات سے جاہل کیوں تھے۔ (۲) مثلاً تیمم کا حکم، (۳) چھ ماہ کا بچہ جننے (۴) پر سنگساری کا حکم دے دیا، اب (۵) کے معنی نہیں جانتے تھے۔ حجر اسود کے فائدہ ونقصان پہونچانے کا پتہ نہ تھا۔ حیات دنیا کے طیبات سے جاہل تھے قرآن کے معارض کلام سے جاہل تھے۔ زانیہ مضطرہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیدیا۔ (۶) کوہ لگاتے ہوئے دیوار پھاند گئے۔ اور تین گناہ کے مرتکب ہوئے۔ (۷) کلالہ کا مطلب عمر بھر نہ سمجھ سکے۔ (۸) میت پر رونے سے عذاب کے

۱۔ شعب الایمان بیہقی (ج ۲ ص ۳۳۱ حدیث ۱۹۵۷) تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۳۴ (ج ۱ ص ۳۰، ۳۱) سیرۂ عمر ابن جوزی ص ۱۶۵ (ص ۷۱) شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱۱ (ج ۱۲ ص ۶۶ خطبہ ۲۲۳) درمنثور ج ۱ ص ۲۱)

۲۔ تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۱۰۷)

۳۔ صحیح مسلم باب تیمم (ج ۱ ص ۳۵۵ حدیث ۱۱۲ کتاب الحیض) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۵۳ (ج ۱ ص ۸۸ حدیث ۳۲۲) سنن ابن ج ۱ ص ۲۰۰ (ج ۱ ص ۱۸۸ حدیث ۵۶۹) مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۵، ۳۱۹ (ج ۵ ص ۳۲۹، ۳۱۷ حدیث ۱۷۸۶، ۱۸۴۰۳) سنن نسائی ج ۱ ج ۱ ص ۵۹، ۶۱ (ج ۱ ص ۱۳۴ حدیث ۳۰۵، ۳۰۳) سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۰۹

۴۔ درمنثور ج ۶ ص ۴۰ (ج ۷ ص ۴۴۲) جامع بیان العلم ابن عبدالبر ص ۱۵۰ (۳۱۱ حدیث ۱۵۶۲)

۵۔ طبقات ابن سعد (ج ۳ ص ۳۲۷) شعب الایمان (ج ۲ ص ۴۲۴ حدیث ۲۲۸۱) تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۳۸ (مجلد ۱۵ ج ۳۰ ص ۵۹) المستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۵۱۴ (ج ۲ ص ۵۵۹ حدیث ۳۸۹۷) تفسیر کشاف ج ۳ ص ۲۵۳ (ج ۴ ص ۷۰۴) درمنثور ج ۶ ص ۳۱۷ (ج ۸ ص ۴۲۱) کنز العمال ج ۱ ص ۲۲۷ (ج ۲ ص ۳۲۸) (۴۱۵۴) فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۳۰) ج ۱۳ ص ۲۷۲، ۲۷۰) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۷۳، النھایہ ابن اثیر ج ۱ ص ۱۰ (ج ۱ ص ۱۳)

۶۔ الطرق الحکمیہ ابن قیم جوزیہ ص ۵۳، کنز العمال ج ۳ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۴۵۶ حدیث ۱۳۵۹۶)

۷۔ ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۴۶ (ج ۲ ص ۳۱۹) شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۶۱، ج ۳ ص ۹۶ (ج ۱ ص ۱۸۲ خطبہ ۳، ج ۱۲ ص ۱۷ خطبہ ۲۲۳) درمنثور ج ۶ ص ۹۳ (ج ۷ ص ۵۶۸) الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ ص ۴۷۷ (ج ۲ ص ۳۱۱)

۸۔ صحیح مسلم کتاب الفرائض ج ۲ ص ۳ (ج ۳ ص ۴۲۸ حدیث ۹) مسند احمد ج ۱ ص ۴۸ (ج ۱ ص ۷۹ حدیث ۳۴۳) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۶۳ (ج ۲ ص ۹۱۰ حدیث ۲۷۲۶) احکام القرآن حصاص ج ۲ ص ۱۰۶ (ج ۲ ص ۸۷) سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۴، ج ۸ ص ۱۵۰، تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۹ (ج ۶ ص ۲۱) تفسیر طبری ج ۶ ص ۳۰ (مجلد ۴ ج ۶ ص ۴۴) تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۵۱ (ج ۲ ص ۷۵۷) کنز العمال ج ۶ ص ۲۰ (ج ۱۱ ص ۸۰ حدیث ۳۰۶۹۲) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۹۴

قائل تھے۔ گویا وہ ﴿لا تزر وازرۃ﴾ کی آیت جانتے ہی نہ تھے۔(۱) متعہ الحج اور متعہ النساء کو جہالت میں حرام قرار دیا(۲)

کیا جو شخص اعلم وافقہ ہوگا، قرآن کی بصیرت ہوگی اس سے ایسی فاحش بدحواسیاں ہوسکتی ہیں؟ اگر واقعی دانا ترین انسان تھے تو صحیح سند کے ساتھ انکا یہ قول کیوں منقول ہے جسے قرآن کے متعلق کچھ پوچھنا ہو وہ ابی بن کعب کے پاس جائے، حلال وحرام کی بات معاذ سے پوچھے اور جنھیں فرائض کے متعلق پوچھنا ہے وہ زید بن ثابت کے پاس جائے۔

۳۔ شیطان عمر کے ڈر سے بھاگتا ہے

بریدہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ سے واپس آئے، تو ایک سیاہ فام کنیز نے آپ سے عرض کی: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے نذر مانی تھی کہ اگر آپ صحیح وسالم واپس آجائیں تو آپ کے سامنے ڈھول بجا کر گیت گاؤں گی، فرمایا: اگر تو نے نذر مانی ہے تو کرلے ورنہ ایسا نہ کر۔ وہ ڈھول بجا کر گانے لگی، ابوبکر آئے تب بھی ڈھول بجاتی رہی، علیؑ وعثمان آئے اور وہ ڈھول بجاتی رہی، جب عمر آئے تو وہ ڈھول کو نیچے رکھ کر اس پر بیٹھ گئی، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر واقعی تم سے شیطان بھاگتا ہے کیوں کہ میں بیٹھا ہوا تھا، ابوبکر وعلیؑ وعثمان آئے اور وہ ڈھول بجاتی رہی تم آئے تو اسے روک کر نیچے رکھ لیا۔

۱۔ مسند احمد ج۱ص ۳۲۷، ۳۳۵ (ج۱ص ۳۹۳، ۵۵۱ حدیث ۲۱۲۸، ۳۰۹۳) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ص ۱۹۰ (ج ۳ص ۲۱۰ حدیث ۴۸۶۹) مسند ابی داؤد طیالسی ص ۳۵۱ الاستیعاب ج ۲ص ۴۸۲ (القسم الثالث ص ۱۰۵۶ نمبر ۱۷۷۹) سنن نسائی (ج۱ ص ۶۱۰ حدیث ۱۹۸۶) سنن ابن ماجہ (ج۱ص ۵۰۵ حدیث ۱۵۸۷

۲۔ صحیح مسلم ج۱ص ۳۹۵، ۴۶۷ (ج ۳ کتاب الحج ص ۵۶ حدیث ۱۴۵، ۱۹۴ کتاب النکاح حدیث ۱۷) سنن بیہقی ج ۵ص ۲۱، ۷ص ۲۰۶ مسند احمد ج ۳ص ۳۵۶، ۳۶۳ (ج ۴ص ۳۲۵ حدیث ۱۴۴۲۰) ص ۳۳۷ حدیث ۱۴۵۰۰) کنز العمال ج ۸ص ۲۹۳ (ج۱۶ص ۵۲۰، ۵۲۱ حدیث ۴۵۷۲۰، ۴۵۷۲۵) احکام القرآن جصاص ج ۲ص ۱۷۸ (ج ۲ص ۱۴۷) تفسیر کبیر رازی ج ۳ص ۲۶ (ج ۱۰ص ۵۱) درمنثور ج۱ص ۱۲۱۶ (ج۱ص ۵۲۰) مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۴۷، البیان والتبیین جاحظ ج ۲ص ۲۲۳ (ج ۲ص ۱۹۳) تفسیر قرطبی ج ۲ص ۳۷۰ (ج ۲ص ۲۶۱) محاضرات راغب ج ۲ص ۹۴ (مجلد ج ۲ص ۲۱۴)

مسند احمد میں ہے کہ واقعی تم سے شیطان بھاگتا ہے۔'' جابر کی روایت ہے کہ رسول ﷺ کے سامنے ڈھول بج رہا تھا، ابوبکر آئے تو رسول نے نہیں روکا، جب عمر آئے تو ڈھول بجنے کو روکا، عائشہ نے عرض کی: یہ تو حلال تھی جب عمر آئے تو حرام ہوگئی۔ فرمایا: سب کا مزاج یکساں نہیں ہوتا۔ مسند احمد (۱) جامع ترمذی (۲) اسے لکھ کر فرماتے ہیں: عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ اس بارے میں عمر ابوبکر سے افضل ہیں اور ابوبکر اس معاملے میں شبیہ رسول ﷺ ہیں لیکن رسول خدا ﷺ نے یہاں دو امروں اور درجوں کو جمع کیا، پس ابوبکر درجۂ رحمت پر اور عمر درجہ حق پر فائز تھے۔ مندرجہ ذیل کتب میں روایت ہے۔ (۳)

۲۔ عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ بیٹھے تھے، اتنے میں ڈھول بجنے اور بچوں کے گانے کی آواز آئی رسول نے اٹھکر دیکھا تو حبشیوں کا ناچ تھا، فرمایا، عائشہ دوڑ کر ادھر آ دیکھ، میں رسولؐ کے کاندھے پر چڑھ کر دیکھنے لگی، رسول ﷺ نے فرمایا: ابھی دل نہیں بھرا؟ میں کہتی جاتی: نہیں۔ اتنے میں عمر آئے تو لوگ ناچ سے ادھر ادھر چلے گئے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر سے انسانوں اور جنوں کے شیطان بھاگتے ہیں۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح و حسن و غریب ہے۔ (۴)

۳۔ مسند احمد (۵)، ابوداؤد طیالسی (۶) میں بھی ہے کہ حبشیوں کے ناچ کو عمر نے ڈانٹ کر ہٹا دیا۔ رسول ﷺ نے فرمایا:

اے عمر! جانے بھی دو یہ ناچنے والی چھوکریاں ہیں۔

۱۔ مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳ (ج ٦ ص ۴۸۵ حدیث ۲۲۴۸)

۲۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۹۳ (ج ۵ ص ۵۸۰ حدیث ۳٦۹۰)

۳۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷۷، اسد الغابہ ج ۴ ص ٦۴ (ج ۴ ص ۱٦۱ نمبر ۳۸۲۴) نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۷۱ (ج ۸ ص ۱۱۹) مشکاۃ المصابیح ص ۵۵۰ (ج ۳ ص ۳۴۳ حدیث ٦۰۴۸) نوادر الاصول ص ۵۸، ۱۳۸ (ج ۱ ص ۱۴۴، ۱۴۳) اصل ۴۳، ص ۲۹۸ اصل ۱۰۰)

۴۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۹۴ (ج ۵ ص ۵۸۰ حدیث ۳٦۹۱) مصابیح السنۃ ج ۲ ص ۲۷۱ (ج ۴ ص ۱۵۹ حدیث ۴۷۳۷) مشکاۃ المصابیح ۵۵۰ (ج ۳ ص ۳۴۳ حدیث ٦۰۴۹) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۰۸ (ج ۲ ص ۲۵۵)

۵۔ مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸ (ج ۲ ص ۵۹۴ حدیث ۸۰۱۹)

٦۔ مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۰۴

۴۔ اللمع (۱) میں ابو نصر طوسی لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشہ کے گھر آئے تو وہاں دو چھوکریاں گا رہی تھیں اور ڈھول بجا رہی تھیں، آپ نے منع کیا، جب عمر آئے تو غصے میں کہا: کیا ناچ گانا رسولؐ کے گھر میں ہوگا؟ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر جانے بھی دو ہر قوم کی عید ہوتی ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

ان کی سندوں اور ترمذی کے صحیح وحسن ہونے کے فیصلوں پر پھٹکار اور شاعر نیل کے ان اشعار پر بھی لعنت جو واقعہ کو نظم کر کے فضائل عمر میں شمار کرتا ہے، کیونکہ اس میں عمر کی فضیلت وہیبت نکلتی ہے لیکن تقدیس نبوت کا ستیاناس ہوتا ہے۔ کون نبی ہوگا کہ ناچ گانا کو شوق سے دیکھے پھر اپنی بیوی کو بھی دکھائے اور پوچھتا جائے کہ دل بھرا کہ نہیں؟ حالانکہ ناچ گانے کو شریعت نبوی میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ حدیث ابوامامہ میں ہے کہ گانے والی کنیزوں کی خرید وفروخت حرام ہے، کنیزوں کو گانا نہ سکھاؤ اس تجارت میں برکت نہیں ہے ،اس کا پیسہ حرام ہے۔ اس کے بارے میں آیت ہے ﴿و من النا س من یشتری لھو الحدیث﴾

یہی نظریہ طبری، بغوی، ابن منصور، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ، طبرانی، بیہقی، ابن ابی وغیرہ کا ہے۔ (۲)

خود حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ کنیزوں کو گانا سکھانا حرام ہے اسکی خرید وفروخت اس کا روپیہ سب حرام ہے'' اور بعض ایسے ہیں جو بے ہودہ قصے کہانیوں کی خرید کرتے ہیں تا کہ بغیر سمجھے بوجھے لوگوں کو خدا کی راہ سے بہکا دیں اور آیات خدا سے مسخرا پن کرائے'' (۳)

۱۔ اللمع ص ۲۷۴ (ص ۳۴۵ نمبر ۱۵۳)

۲۔ مسند احمد (ج ۶ ص ۳۳۵ حدیث ۲۱۶۶۵، ص ۳۵۴ حدیث ۲۱۷۷۷، ص ۳۴۳ حدیث ۲۱۷۱۵، ص ۳۶۰ حدیث ۲۱۸۰۴) سنن ترمذی (ج ۳ ص ۵۷۹ حدیث ۱۲۸۲) سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۷۳۳ حدیث ۲۱۶۸) معنف ابن ابی شیبہ (ج ۶ ص ۳۰۹ حدیث ۱۱۷۱) المعجم الکبیر (ج ۸ ص ۱۸۰ حدیث ۷۷۴۹) سنن بیہقی (ج ۶ ص ۱۴) تفسیر طبری ج ۲۱ ص ۳۹ (مجلد ۱۱ ج ۲۱ ص ۶۰) تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۵۱ (ج ۱۴ ص ۳۶) تلبیس ابلیس ص ۲۴۷ (نقد العلم والعلماء ص ۲۳۲، ۲۳۳) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۴۲ تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۳۶ (ج ۳ ص ۴۳۸) ارشاد الساری ج ۹ ص ۱۶۳ (ج ۱۳ ص ۳۵۰) درمنثور ج ۵ ص ۱۵۹ (ج ۶ ص ۵۰۴) فتح القدیر شوکانی ج ۴ ص ۲۲۸ (ج ۴ ص ۲۳۶) نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۶۳ (ج ۸ ص ۱۱۲) تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۱۲ ص ۶۸

۳۔ درمنثور ج ۵ ص ۱۵۹، فتح القدیر شوکانی ج ۴ ص ۲۲۸، تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۲۱ ص ۶۸

''درمنثور، تفسیر شوکانی، تفسیر آلوسی'' اور ابن مسعود اور جابر اور قتادہ قسم کھا کر اس آیت کا مطلب یہی بیان کرتے تھے کہ اس سے مراد گانا ہے لھوالحدیث کا مطلب گانا۔ بتانے والوں میں ابن عباس، ابن عمر، عکرمہ، سعید، مجاہد، مکحول، عمرو بن سعیب میمول، قتادہ نخعی، عطا علی بن بذیمہ، اور حسن سرفہرست ہیں، چنانچہ اسکی روایت ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، ابن منذر، حاکم، بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، فریابی اور ابن عساکر کی ہے۔(۱)

اس کے علاوہ سورۂ نجم میں ﴿وانتم سامدون﴾ (۲) ''اور تم اس قدر غافل ہو'' ارشاد خدا ابلیس سے ﴿واستقرز من استطعت منهم بصوتك﴾ (سورۂ اسراء ۶۴)، اس میں جس پرانی چکنی چپڑی بات سے قابو پا سکے اور بہکانے اور پنے چیلوں کے لشکر سوار اور پیادے سب سے چڑھائی کرنے'' سے مراد گانا اور باجہ وغیرہ ہے۔ گانے اور باجے کے متعلق احادیث میں بڑی سرزنش ہے (۳) حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: گانے والوں کے شانوں کے دونوں طرف خدا دو شیطان مسلط کر دیتا ہے، جب تک وہ خاموش نہ ہو یہ شیطان اس پر سوار رہتے ہیں۔(۴)

اس طرح علامہ امینیؒ سولہ نے احادیث عبدالرحمن بن عوف، عمر بن خطاب، ابوموسی اشعری، ابن عباس، عبداللہ بن عمر، انس، ابوداؤد، ابوامامہ، حضرت علیؑ، ابوھریرہ، ابن متکرر، ابن مسعود اور معاویہ سے نقل کی ہے۔ اہلسنت کے چاروں مکاتب فکر بھی غنا کے حرام ہونے پر متفق ہیں، ابوحنیفہ گانا حرام اور اس

۱۔ تفسیر طبری ج ۲۱ ص ۳۹، ۴۱ (مجلد ۱۱ ج ۲۱ ص ۶۱) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۵ شعب الایمان بیہقی (ج ۴ ص ۲۷۸ حدیث ۵۰۹۶) المستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۴۴۱ (ج ۲ ص ۴۴۵ حدیث ۳۵۴۲) تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۵۱، ۵۲، ۵۳ (ج ۱۴ ص ۳۷، ۳۶) نقد العلم والعلماء ابن جوزی ص ۲۴۶ (تلبیس ابلیس ص ۲۳۱) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۴۱، ۴۴۲، ارشاد الساری ج ۹ ص ۱۶۳ (ج ۱۳ ص ۳۵۰) تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۶۰

۲۔ ادب مفرد بخاری (ص ۲۱۶ حدیث ۸۰۶) سنن بیہقی (ج ۱۰ ص ۲۱۷) کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۳ (ج ۱۵ ص ۲۱۹ حدیث ۴۰۶۶۴) فیض القدیر ج ۵ ص ۳۶۵ (حدیث ۷۲۴۱)

۳۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۰۴ (ج ۴ ص ۲۸۱ حدیث ۴۹۲۴) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۲ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۰۶، ۲۸۴ (ج ۲۶ ص ۲۶۹ نمبر ۳۰۶۸، ج ۲۷ ص ۳۵ نمبر ۳۱۵۳)

۴۔ اعلام النبوۃ ماوردی ص ۱۴۰ (۲۱۱، ۲۱۲ باب ۱۹)

کا سننا گناہ کہتے ہیں، امام مالک بھی منع کرتے ہیں، شافعی فقہاء بھی حرام کہتے ہیں اور جو لوگ (ابوطیب) اس کو جائز کہتے ہیں ان پر تنقید کی ہے۔ ابن صلاح فاتم، محاسبی، نحاس اور قفال سبھی حرام کہتے ہیں۔ (۱)

عمر بن عبد العزیز نے اپنے غلام کو خط لکھا کہ مجھے معتبر اہل علم کی بات معلوم ہے کہ باجے اور سامان غنا، نیز گانے بجانے سے دل میں کس طرح نفاق پرورش پاتا ہے، جس طرح پانی سے گھاس اگتی ہے۔ گانے کے متعلق یہ بھی اقوال ہیں کہ یہ دل کا جاسوس ہے مروت چرالیتا ہے عقل ماری جاتی ہے، دل سیاہ ہوتا ہے، خواہشوں کی بھیڑ بھاڑ شروع ہو جاتی ہے، اور پھر لیچر اور رعونت پیدا ہونے لگتی ہے، وقار عقل وایمان ختم ہو جاتا ہے، علم وحکمت سبھی ختم ہو جاتے ہیں گانا سننے سے عقل وحیاء کم ہونے لگتی ہے (۲) یہ تو گانے کی حالت بیان ہوئی، اب کیا کسی عقل میں یہ بات سما سکتی ہے کہ، رسول اعظم ﷺ نے اپنے سامنے اس کا اہتمام کیا ہوگا، جبکہ وہ معصوم تھے، بھلا وہ شیطان کیسا ہے جو رسول ﷺ سے نہیں ڈرتا اور عمر سے ڈرتا ہے، آخر کون رسول ﷺ گانا بجانا سنے گا اور اجنبی چھوکریوں کا ناچ دیکھے گا؟ اور پھر یہ کہے کہ مجھے بیہودہ باتوں سے ذرا بھی لگاؤ نہیں۔ (۳) رسول تو باجہ اور گانا دیکھ رہے ہیں سن رہے ہیں، اور نافع اور ابن عباس انھیں کی حدیث نقل کر رہے ہیں کہ حرام ہے، کیا رسول کے حبشی کا ناچ دکھانے اور عائشہ کو کاندھے پر چڑھانا تعجب کی بات نہیں۔؟ پھر یہ کہ عمر کے ڈانٹنے پر فرماتے ہیں جانے بھی دو اے عمر

۱۔ تفسیر طبری ج ۸ ص ۴۸ (مجلد ۱۳ ج ۲۷ ص ۸۲) تفسیر قرطبی ج ۷ اص ۱۲۲ (ج ۱۷ ص ۸۰) نقد العلم والعلماء ابن جوزی ص ۲۴۶۔ تلبس ابلیس (ص ۲۳۱) نھایۃ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۹۵ (ج ۲ ص ۲۱۲) الفائق زمخشری ج ۱ ص ۳۰۵ (ج ۲ ص ۱۹۹ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۰، تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۱۲ (ج ۴ ص ۲۰۱) درمنثور ج ۶ ص ۱۳۲ (ج ۷ ص ۶۶۷) تاج العروس ج ۲ ص ۳۸۱، فتح القدیر شوکانی ج ۵ ص ۱۱۵ (ج ۵ ص ۱۱۸) تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۲۷ ص ۷۲، لیل الاوطار ج ۸ ص ۲۶۳

۲۔ تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۸۱ (مجلد ۹ ج ۱۵ ص ۱۱۸) تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۲۸۸ نقد العلم والعلماء ص ۲۴۷ (تلبس ابلیس ص ۲۳۲) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹ تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۷۸ (ج ۳ ص ۱۷۰) تفسیر نسفی ج ۳ ص ۱۷۸ (ج ۲ ص ۳۲۰) تفسیر ابن جزری کلبی ج ۲ ص ۱۷۵، تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۲۳۳ (ج ۳ ص ۲۴۱) تفسیر روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۱۱

۳۔ تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۵۳ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۱۱ (ج ۳ ص ۳۹۰، ۳۹۱) نقد العلم والعلماء ابن جوزی ص ۲۴۸ (۲۳۲) تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۶۰ (ج ۳ ص ۴۳۸) تفسیر نسفی مطبوع برحاشیہ تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۶۰ (ج ۳ ص ۲۷۸) ارشاد الساری ج ۹ ص ۱۶۴ (ج ۱۳ ص ۳۵۱) درمنثور ج ۵ ص ۱۵۹ (ج ۶ ص ۵۰۶) تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۲۲۸ (ج ۴ ص ۲۳۶)

علیؑ کے اقوال موجود ہیں کہ رسول قبل بعثت بھی عصمت سے سرفراز تھے، پھر یہ حرام کام کیسے کر رہے ہیں، جبکہ خود نبی اعظم ہیں۔

اسکے علاوہ جو حرام کام کیلئے نذر کی جائے اس کا پورا کرنا بھی حرام ہے حدیث ہے لا نذر فی معیصته و لا نذر فیما لا یملك ابن آدم گناہ کے کاموں کی نذر صحیح نہیں اور نہ ایسی نذر صحیح ہے جس پر انسان کا اختیار نہ ہو اور اسکے قابو سے باہر ہے۔(۱)

اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں (۲) کیا رسول ﷺ اس معصیت کی نذر کی طرف متوجہ نہیں تھے۔؟

سب سے زیادہ تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ خود حضرت عمر غنا پر ڈانٹ رہے ہیں جبکہ عمدۃ القاری (۳) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ گانے بجانے کو جائز سمجھتے تھے ان میں عثمان ،عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، معاویہ، عمرو عاص، نعمان بن بشیر اور حسان کے ساتھ خود حضرت عمر بھی شامل ہیں، شوکانی نیل الاوطار (۴) میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ غنا کو جائز سمجھتے تھے ان میں عمر بھی تھے۔ مبرد، بیہقی، ابن منظور، اور ابن عساکر نے صراحت کی ہے۔(۵)

۱۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۴ نقد العلم والعلماء ص ۲۴۶، ۲۴۲ (تلبیس ابلیس ص ۲۳۱، ۲۲۸) تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۵۱، ۵۲، ۵۵، ۵۶، (ج ۱۴ ص ۳۹، ۳۶) درمنثور ج ۵ ص ۱۵۹ (ج ۶ ص ۵۰۷، ۵۰۴) عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۶۰ (ج ۶ ص ۲۷۱) تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۲۱ ص ۶۸، ۶۹

۲۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۳، نقد العلم والعلماء ص ۲۵۰ (تلبیس ابلیس ص ۲۳۶، ۲۳۵) تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۱۱ (ج ۳ ص ۳۵۱) تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۵۲ (ج ۱۴ ص ۳۹، ۳۶) ارشاد الساری ج ۹ ص ۱۶۴ (ج ۱۳ ص ۳۵۱) درمنثور ج ۵ ص ۱۵۹، ۱۶۰ (ج ۶ ص ۵۰۶) کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۳ (ج ۹ ص ۱۶۴) (ج ۱۵ ص ۲۱۹ حدیث ۴۰۶۵۹) تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۶ (ج ۳ ص ۴۳۸) تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۲۳۶) نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۶۴ (ج ۸ ص ۱۱۹، ۱۱۳) تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۶۷، ۶۸

۳۔ صحیح بخاری ج ۹ ص ۲۲۵، ۲۲۶ (ج ۶ ص ۲۴۶۳ حدیث ۶۳۱۸، ص ۲۴۶۴ حدیث ۶۳۲۲) سنن ترمذی ج ۱ ص ۲۸۸ (ج ۴ ص ۸۸ حدیث ۱۵۲۶)

۴۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۶۰ (ج ۶ ص ۲۷۲)

۵۔ نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۷۲ (ج ۸ ص ۱۱۵)

کنز العمال(۱) میں ہے کہ اصحاب رسول نے گلوکار خوات بن جبیر کا گانا سننے کی عمر سے اجازت چاہی تو انھوں نے اجازت دے دی، وہ گانے لگا تو عمر نے تعریف کی۔ رباح ،عثمان بن نائل، زبیر بن بکار، سائب بن یزید وغیرہ کا بیان ہے کہ سفر میں عمر نے خود اجازت دی تا کہ سفر مزے سے طے ہو سکے۔(۲) ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول ﷺ کے سامنے ایک چھوکری گا رہی تھی، ابوبکر وعمر آئے وہ گاتی رہی لیکن جب عثمان آئے تو چپ ہوگئی۔(۳) آگے حیائے عثمان کی بحث میں مفصل تذکرہ آئے گا۔

اب ذرا شاعر نیل کی بکواس پر غور فرمایئے، جس نے عمر کے کوڑے کو عصائے موسیٰ سے تشبیہ دی ہے کیا اس لئے کہ اس سے کبار صحابہ زخمی ہوئے، رونے والی عورتوں کی پیٹھ لہولہان ہوئی، ابوبکر پر روتی ام فروہ نے مار کھائی، عصر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے تمیم داری اور زید جہنی نے مار کھائی۔ کسی نے آیت کا مطلب پوچھا یا کسی کا نام ابوعیسیٰ پڑ گیا تو اس نے مار کھائی، اس کے علاوہ بھی بے شمار مواقع پر کوڑے برسے (۴) کوئی ایسا بھی ہے جسکی باتیں دنیا میں تم کو بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر بار بار خدا کو گواہ ٹھراتا ہے مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے۔

۴۔عمر کی چار کرامتیں

۱۔مصر فتح ہونے کے بعد وہاں کے لوگ عمرو عاص کے پاس آئے، ایک عجمی مہینہ شروع ہو چکا تھا، کہنے لگے اے حاکم! اس دریائے نیل کا مخصوص انداز ہے جس کے بغیر یہ جاری نہیں ہوتا، پوچھا کیا انداز ہے۔؟ کہنے لگے اس مہینے کی تیرہ تاریخ ایک دوشیزہ کو بنا سنوار کر اس کے باپ کی اجازت سے اس میں ڈال دیتے ہیں، عمرو نے کہا یہ طریقہ اسلام میں مناسب نہیں چنانچہ ماہ بوز گذر گیا اور دریائے نیل جاری۔

۱۔نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۷۲ (ج ۸ ص ۱۲۰) لسان العرب ج ۱۹ ص ۳۷۴ (ج ۱۰ ص ۱۳۵) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۴، استیعاب ج ۱ ص ۱۷۰ (القسم الثانی ص ۴۵۷ نمبر ۶۸۶) الاصابہ ج ۱ ص ۴۵۷ نمبر ۲۲۹۸) کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۵ (ج ۱۵ ص ۲۲۸ حدیث ۴۰۶۹۷ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۶۳ (ج ۲۵ ص ۴۸۳ نمبر ۳۰۵۱) ۹ کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۶ (ج ۱۵ ص ۲۲۹ حدیث ۴۰۷۰۰)

۲۔سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۴، استیعاب ج ۱ ص ۱۸۶ (القسم الثانی ص ۴۸۶ نمبر ۷۴۶)

۳۔مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۴،۳۵۳ ۔ ۴۔دیوان حافظ ابراہیم (ج ۱ ص ۹۴)

نہ ہوا، عمرو نے صورتحال کو عمر کے پاس لکھ بھیجا، عمر نے جواب دیا تم نے درست کام کیا ہے کیونکہ اسلام نے جاہلی باتوں کو یکسر ختم کر دیا ہے، میں اس خط میں ایک تحریر بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دینا، عمرو نے دیکھا کہ اس میں لکھا ہوا تھا، بندۂ خدا عمر کی طرف سے رودنیل کی طرف۔

امابعد؛ اگر تو اپنے انداز پر جاری رہا ہے تو اب مت جاری ہونا اور اگر خدائے واحد وقہار کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو ہم خدا ہی سے تیرے جاری ہونے کا سوال کرتے ہیں۔ والسلام

جب یہ تحریر یوم صلیب سے قبل دریا میں ڈالی گئی تو اب سیلاب کا زمانہ آنے کیوجہ سے وہاں سے کوچ کرنے کی سوچ رہے تھے، کیونکہ وہاں صرف پانی ہی پانی آتا تھا، لیکن سولہ ہاتھ پانی کھسک گیا خدا نے اس کے بعد آج تک اہل مصر کو اس مصیبت سے نجات دے دی ہے۔

۲۔ تفسیر رازی میں ہے کہ مدینہ میں زلزلہ آیا، عمر نے کوڑا مارا اور کہا: خدا کے حکم سے ٹھہر جا وہ فورا ٹھہر گئی اس کے بعد آج تک مدینہ میں زلزلہ نہیں آیا۔

۳۔ تفسیر رازی میں ہے کہ مدینہ میں آگ لگ گئی، جو بجھتی نہ تھی عمر نے تحریر بھیجی: اے آگ خدا کے حکم سے خاموش ہو جا وہ فورا خاموش (بجھ) ہو گئی۔

۴۔ محاضرۃ الاوائل میں ہے سب سے پہلا زلزلہ ۲۰ھ میں آیا، یہ حضرت عمر کا عہد تھا، عمر نے یہ کہہ کے نیزہ زمین پر مارا: اے زمین ٹھہر جا کیا میں تجھ پر انصاف نہیں کر رہا ہوں، وہ فورا ٹھہر گئی اس طرح عمر کے چار کرامات، عناصر اربعہ کی طرح ظاہر ہوئے، مٹی، پانی پر تصرف رودنیل سے، ہوا پر کرامت یا سا ریۃ الجبل سے، آگ لگنے سے اس دیہات میں جس کے لئے عمر نے نام بدلنے کو کہا اور اس نے نام نہیں بدلا، چنانچہ تبصرۃ الادلہ میں اس کی تفصیل ہے۔ (۱)

۱۔ فتوح الشام واقدی ج ۲ ص ۴۴ (ج ۲ ص ۶۹) تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۷۸ (ج ۲۱ ص ۸۸) سیرۂ عمر ابن جوزی ص ۱۵۰ (ص ۱۵۷، ۱۵۵ باب ۵۵) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۲ (ج ۲ ص ۲۷۸) البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۱۰۰ (ج ۷ ص ۱۱۴ حوادث ۱۹ھ) تاریخ الخلفاء ص ۸۶ (ص ۱۱۹، ۱۱۷) محاضرۃ الاوائل سکتواری ص ۱۶۸ خزانۃ الاسرار ص ۱۳۲ (ص ۹۳) اخبار الدول وآثار الاول قرمانی مطبوع برحاشیہ الکامل ج ۱ ص ۲۰۳ (ج ۱ ص ۲۸۸) الروض الفائق ص ۲۲۶، الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ ص ۴۳۷ (ج ۲ ص ۲۸۲) نو الابصار ص ۶۲ (۱۲۸، ۱۲۷) ج دھرۃ الکلام قراعولی ص ۴۴

علامہ امینی کا تبصرہ

روایت نیل کا راوی تو صرف عبداللہ بن صالح ہے جو پکا جھوٹا تھا۔ احمد بن حنبل، ابن صالح، نسائی، ابن مدینی وغیرہ (۱) سبھی جھوٹا سمجھتے ہیں اس شخص نے جابر سے ایک روایت کی ہے، خدا نے میرے اصحاب کو منتخب فرمایا: تمام عالمین میں سوائے انبیاء و رسل کے اور پھر اصحاب میں چار کو منتخب کیا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، یہ چاروں میرے بہترین اصحاب ہیں جبکہ میرے سبھی اصحاب اچھے ہیں۔ صاحب میزان الاعتدال (۲) نے اس روایت کے موضوع ہونے کی نشاندھی کی ہے امام رازی (۳) نے جس عہد میں عمر کے زلزلے کی بات کی ہے اس کا تاریخوں میں کہیں پتہ نہیں، پھر یہ کہ تاریخوں میں موجود ہے کہ عہد عمر کے بعد بھی مدینہ میں زلزلے آئے چنانچہ تاریخ بن کثیر میں (۴) ۶۵۴ کے عظیم زلزلے کی خبر ہے اور یہ جو ۲۰ھ میں اول زلزلے کی خبر ہے تو تاریخ خمیس (۵) میں ہے کہ ۶ھ میں زلزلے آنا تو رسولؐ نے فرمایا تمھیں اسی سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے، ساریۃ الجبل کے متعلق سید محمد بن درویش حوت (۶) کہتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے واحدی اور بیہقی نے فضائل بڑھانے کے لئے لکھ مارا ہے، اسکے علاوہ دیہات جلنے کا واقعہ بھی جھوٹ ہے۔

۵۔ عمر امیر المومنین بن گئے

واقدی نے ابوحمزہ (ابوحرزہ) محمد بن ابراہیم، اور ابوعمر سے روایت کی ہے: عائشہ سے پوچھا کہ عمر کا نام امیر المومنین کس نے رکھا؟ عائشہ نے کہا: رسول خداﷺ نے۔ (۷)

۱۔ العلل و معرفۃ الرجال (ج ۳ ص ۲۱۲ نمبر ۴۹۱۹) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۱۴۹ نمبر ۳۵۱) کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۴۰ ضعفاء الرجال (ج ۴ ص ۲۰۸ نمبر ۱۰۱۵)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۶ (ج ۲ ص ۴۴۲ نمبر ۴۳۸۳)

۳۔ منقول از البدایۃ والنھایۃ ج ۱۲ ص ۱۸۸ (ج ۱۲ ص ۲۳۳ حوادث ۵۱۵ھ)

۴۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۱۳ ص ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲ (ج ۱۳ ص ۲۲۰)

۵۔ تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۵۶۵ (ج ۱ ص ۵۰۲)

۶۔ اسنی المطالب ص ۲۶۵ (ص ۵۵۳ حدیث ۱۷۶۴)

۷۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۱۳۷ (ج ۷ ص ۱۵۴ حوادث ۲۳ھ)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

ابو حزرہ قصہ گو ہے جس نے رسول ﷺ کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کر کے عمر کی برتری وفضیلت کو ثابت کیا ہے تا کہ سننے والوں کی توجہات کو مبذول کر سکے۔ اسے تاریخ جھٹلانے کی پرواہ نہ تھی حاکم نے بطریق ابن شہاب لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ابو بکر ابن سلیمان سے پوچھا کہ ابو بکر کو تو خلیفہ پکارا جاتا تھا، یہ عمر امیر المومنین کیسے ہو گئے تھے انھوں نے کہا مجھ سے شفانے بیان کیا جو اول مہاجرین میں تھے کہ عمر نے گورنر عراق کو لکھا کہ عراق سے دو آدمیوں کو بھیجوں تا کہ وہاں کے حالات پوچھوں اس نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھیجا وہ دونوں مسجد میں آکر اپنی سواری باندھنے لگے اور عمرو عاص سے کہا کہ ذرا امیر المومنین سے باریابی کی اجازت طلب کر لو، عمرو نے کہا: واللہ تم نے صحیح نام رکھا، عمر امیر ہیں اور ہم لوگ مومنین ہیں جھپٹ کے پہونچے اور کہا: السلام علیک یا امیر المومنین، عمر نے پوچھا: عاص کے بیٹے یہ نام کہاں سے مل گیا۔؟ اسنے کہا لبید اور عدی نے سواری باندھتے ہوئے کہا کہ ذرا امیر المومنین سے اجازت طلب کر لو واللہ انھوں نے صحیح کہا، ہم لوگ مومنین ہیں اور آپ امیر ہیں۔ اس دن سے تحریر و تقریر میں یہ نام جاری ہو گیا۔ (۱) تاریخ طبری (۲) میں ہے کہ حسان کوفی نے کہا: لوگ عمر کو خلیفہ یا خلیفہ رسول کہہ کر پکارتے تھے۔ عمر نے کہا: اس سے بات طول پکڑتی جائے گی اور ہر نئے خلیفہ پر خلیفہ خلیفہ بڑھتا چلا جائیگا، بلکہ معاملہ یہ ہے کہ میں امیر ہوں اور تم لوگ مومنین، اس لئے آج سے مجھے امیر المومنین کہا کرو۔

مقدمہ تاریخ بن خلدون میں ہے کہ متفقہ بات ہے کہ بعض اصحاب نے عمر کو امیر المومنین کہہ کے خطاب کیا تو عمر نے اچھا سمجھا، سب سے پہلے عبد اللہ بن جحش نے کہا: یا عمرو عاص ومغیرہ نے کہا یا پھر جب برید فتح کی خبر لایا تو پوچھا امیر المومنین کہاں ہیں، عمرو اور دوسرے اصحاب نے اس کو اچھا سمجھا اور کہا: واللہ تم نے صحیح کہا، پھر اس کے بعد خلفاء نے وراثت میں یہ لقب حاصل کر لیا۔ (۳)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۳ ص ۸۷ حدیث ۴۴۸۰) شرح شواھد المغنی سیوطی ص ۵۷ (ج ۱ ص ۱۵۵ نمبر ص ۵۹) تاریخ الخلفا ص ۹۴ (ص ۱۲۹)

۲۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۲ (ج ۴ ص ۲۰۸) ۳۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۲۲۷ (ج ۱ ص ۲۸۳ فصل ۳۲)

ان باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ خود عمر نے یا اصحاب نے عمر کا امیر المومنین نام رکھا ہے، رسولؐ نے نہیں ، ہاں؛ دراصل خدا نے حضرت علیؑ کا نام امیر المومنینؑ رکھا ، چنانچہ حلیہ(۱) ابو نعیم میں انس سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے انس سے فرمایا: سب سے پہلے جو اس دروازے سے داخل ہوگا ، وہ امیر المومنین ہوگا ، سید المسلمین خاتم الوصیین ہوگا ، انس نے دعا کی: خدایا! وہ انصار میں سے ہو، اتنے میں حضرت علیؑ دروازے سے داخل ہوئے رسول ﷺ نے پوچھا: اے انس کون آیا؟ میں نے کہا: علیؑ ، رسول ﷺ خوش ہو گئے باچھیں کھل گئیں ، علیؑ کو لپٹا کر پسینہ پوچھنے لگے ، علیؑ نے پوچھا: آج جیسا برتاؤ کبھی نہ دیکھا تھا۔ فرمایا: کیوں نہ ہو تم میری امانت اور قرض ادا کرو گے۔

ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ علیؑ رسول ﷺ کا سر زانو پر رکھے تھے رسولؐ سو رہے تھے ، اتنے میں جبریل بصورت دحیہ کلبی آئے اور علیؑ سے کہا: تم امیر المومنین ہو، میں تم سے محبت کرتا ہوں ۔ اسی طرح رسول ﷺ نے ابن عباس اور ام سلمہ سے کہا: گواہ رہو یہ امیر المومنین ہے۔ چنانچہ ابو نعیم کی باتوں سے تائید ہوتی ہے کہ ابن عباس نے کہا: قرآن میں جہاں بھی ﴿ یا ایھا الذین امنو ا﴾ ہے اس سے مراد علی ہیں۔ (۲)

۶۔ عمر باطل کو پسند نہیں کرتے

ابو نعیم حلیۃ الاولیا (۳) میں اسود بن سریع کی روایت کرتے ہیں کہ میں نے خدمت نبی میں آکر

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳

۲۔ المعجم الکبیر (ج ۱۱ ص ۲۱۰ حدیث ۱۱۶۸۷) حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۴ (نمبر ۴) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۰۶ (ج ۳ ص ۱۵۸) کفایۃ الطالب ص ۵۴ (ص ۱۴۰ باب ۳۱) تذکرۃ الخواص ص ۸ (۱۳) دررالسمطین (ص ۸۹) صواعق محرقہ ص ۷۶ (ص ۱۲۷ کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۹ (ج ۱۱ ص ۶۰۴ حدیث ۳۲۹۲۰) تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵ (۱۶۰) تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۷۷) (نمبر ۸۸۷) ج ۴ ص ۲۱۹ (نمبر ۱۹۱۵) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۲۹ ، ج ۳ ص ۱۴۰ حدیث ۴۶۴۴) نور الابصار ص (۸۰) ۱۶۳ فرائد السمطین (ج ۱ ص ۱۵۷ حدیث ۱۱۹ باب ۳۲) صواعق محرقہ (ص ۱۲۵)

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۶)

کہا: میں خدا کی اور آپ کی ستائش کرتا ہوں۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: خدا کی ستائش کو پسند کرتا ہے۔ میں نے اشعار پڑھنا شروع کیا، اتنے میں ایک طویل القامت اور بلند پیشانی والا آدمی اجازت لے کر آیا، رسول خدا ﷺ نے مجھے چپ کرادیا، اس نے تھوڑی دیر رسول ﷺ سے بات کی اور چلا گیا، میں پھر شعر پڑھنے لگا، وہ شخص پھر آیا اور آپ نے مجھے چپ کرادیا، اس طرح دو یا تین بار ہوا، میں نے رسول سے پوچھا: یہ کون ہے کہ جب آتا ہے آپ مجھے چپ کرادیتے ہیں، فرمایا کہ یہ عمر ہے یہ شخص کبھی باطل کو پسند نہیں کرتا۔

ایک دوسرے طریق سے اسود تمیمی کا بیان ہے کہ یہ شعر پڑھنے لگا تو چھوٹی آنکھ والا شخص آیا اور مجھے رسول ﷺ نے چپ کرادیا، پوچھنے پر بتایا کہ یہ عمر ہے جو کبھی باطل کو پسند نہیں کرتا۔

تیسری روایت میں ہے کہ تمیمی شخص چیخ پڑا: ہائے، ہائے، یہ کون ہے۔ تو کہا گیا کہ یہ عمر بن خطاب ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے اس وقت سمجھا کہ اگر یہ سن لیتا تو میری ٹانگ گھسیٹ کر قبرستان بقیع تک پہونچا دیتا۔

تبصرۂ امینیؒ

ان روایت گڑھنے والوں کی آنکھیں نہیں دل اندھے ہو چکے ہیں، وہ شخص تو حمد خدا اور ستائش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کررہا ہے بھلا اس میں باطل کیا ہے جسے عمر سے پہلے خود رسول روک رہے ہیں؟ کون ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا جو خدا سے نہ ڈرے اور لوگوں سے ڈرے۔ اس شخص کو دیکھئے کہ رسول سے نہیں ڈرتا لیکن عمر سے ڈرتا ہے کہ کہیں قبرستان بقیع تک نہ پہونچا دے، کیا عمر کی نظر میں مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اشعار ہوتے تھے؟ کیا روایت وضع کرنے والے ان باتوں کی طرف متوجہ تھے۔

نہیں جانتا ہے تو ہے یہ مصیبت
اگر جانتا ہے تو آفت بڑی ہے

۷۔فرشتے عمر سے بات کرتے ہیں

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے منقول حدیث رسول ﷺ ہے: تم سے قبل بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو نبی نہیں تھے مگر فرشتے ان سے بات کرتے تھے اگر اس امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر ہیں۔(۱)

اسی بخاری میں حدیث غار کے ذیل میں ہے کہ اگر اس امت میں محدث کوئی ہے تو وہ عمر ہیں یہاں جو''اگر'' استعمال ہوا ہے مثلاً اگر اس امت میں کوئی صدیق ہے۔تو یہاں نفی کے معنی میں نہیں ہے بلکہ کمال صداقت کے لئے ہے۔(۲)

تبصرۂ امینیؒ

مجھے نہیں معلوم کہ عمر کے پاس فرشتے کیوں آتے تھے، محض بات چیت کرنے یا جانشین رسول کو غلطیوں سے محفوظ رکھنے، یا سوالات کا صحیح جواب سکھانے جس سے وہ قطعی عاری تھے یا مشکل مسائل کا حل بتانے کہ کہیں شریعت مطہرہ کے برخلاف فتوی نہ جھونک دیں؟ میں نے قبل کی جلد میں ان کی غلطیوں اور مہمل فتووں کو نقل کیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ داستان ہی مہمل اور بناوٹی ہے، اس کا صحت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

۸۔عمر کے کفن میں ''قرطاس''

امام حسن و حسین علیہما السلام عمر سے ملنے گئے، وہ کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے متوجہ نہ ہوئے جب انتباہ ہوا تو بڑھ کے دونوں کا بوسہ لیا اور ایک ایک ہزار دیا، گھر جا کر دونوں نے باپ سے بیان کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ عمر اسلام کا نور ہیں دنیا میں اور

۱۔صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب عمر(ج ۳ص ۱۳۴۹ حدیث ۳۴۸۶)

۲۔صحیح بخاری(ج ۳ص ۱۲۷۹ حدیث ۳۲۸۲)

جنت والوں کے چراغ ہیں، ان دونوں نے جا کر وہ حدیث عمر سے بیان کی تو عمر نے دوات قلم منگوا کر لکھ لیا کہ مجھ سے حدیث بیان کی سردار جوانان جنت نے اپنے باپ سے اور انہوں نے رسول خداؐ سے ایسا ایسا۔ پھر وصیت کر دی کہ میرے کفن کے ساتھ قبر میں اس کو رکھ دینا۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو دوسرے دن اس کاغذ پر لکھا ہوا تھا کہ حسن و حسین علیہما السلام نے سچ کہا، رسول خدا ﷺ نے بھی سچ کہا۔

تبصرۂ امینیؒ

اس خیالی قصے کا مہمل پن اسقدر واضح ہے کہ ابن جوزی کی موضوعات سے سیوطی نے تحذیر الخواص میں نقل کر کے لکھا ہے کہ بے شرمی اور بے حیائی اب اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ اس قسم کی مہمل باتیں گڑھی جا رہی ہیں اور اسے اکابر فقہا اپنے یہاں نقل کر رہے ہیں۔(۱)

میرا بھی خیال ہے کہ خدا ان فضائل کے غلو کی بھرمار کرنے والوں کو غارت کرے ان فقہا کی بھی رگ شرارت کاٹ دے جو عقیدت میں اندھے بہرے ہیں اور عقل سے عاری ہیں۔

۹۔ قلب و زبان عمر

مسند احمد میں نوح بن میمون، عبد اللہ عمری، جہم، مسور بن مخرمہ، ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: بے شک خدا عمر کی زبان و دل سے حق کو جاری فرماتا ہے۔(۲)

تبصرۂ امینیؒ

دل کی حالت خدا ہی جانے، لیکن جہاں تک زبان کا تعلق ہے تو امام احمد بن حنبل سے پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا عمر کی زبان سے اس وقت بھی حق جاری ہوا تھا جب رسول قلم و دوات طلب کر رہے تھے، تا کہ

۱۔ تحذیر الخواص ص ۵۳ (۲۰۷)

۲۔ مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۱ (ج ۳ ص ۱۱۶ حدیث ۸۹۶۰)

ہدایت کا نوشتہ لکھ دیں، عمر نے کہا کہ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے، کیا ترجمان وحی سے ہذیان کی توقع کی جا سکتی ہے؟

کیا ان سو مسائل میں بھی عمر کی زبان سے حق جاری ہوا جنہیں فقہا نے نقل کر کے کہا ہے کہ عمر سے غلطی ہوئی، جہاں تک سند روایت کا تعلق ہے، نوح بن میمون غلطی کرتا تھا۔(۱) عبداللہ عمری کی زیادتی کر دیتا تھا علی بن مدینی کے نزدیک ضعیف تھا، یحیی، یعقوب، نسائی، ابن حبان اور بخاری ضعیف کہتے ہیں۔(۲)

جہم بن جہم کے متعلق ذہبی کہتے ہیں کہ بے وقعت اور غیر معروف آدمی تھا۔

۱۰۔ علم عمر کے متعلق خواب رسولؐ

صحیح بخاری میں حدیث رسول ہے: مجھے خواب میں دودھ کا پیالہ دیا گیا، میں نے پیا یہاں تک کہ میرے ناخنوں میں بھی سرایت کر گیا، پھر میں نے عمر کو دیا، لوگوں نے اس کی تعبیر پوچھی تو فرمایا: علم۔(۳)

اس کی شرح کرتے ہوئے ابن ابی جمرہ بہجۃ النفوس میں کہتے ہیں کہ ذرا اس کی طرف توجہ کیجئے جسے فضلیت کا پیالہ عطا فرمایا گیا کہ اس کے پاس کس قدر قوت علم تک ہے، وہاں تک تو کوئی خلیفہ رسول تک نہ پہونچ سکا، صحابی تو دور کی بات ہے، نہ آئندہ کوئی انسان اس قوت علم پہونچ سکتا ہے۔

تبصرۂ امینیؒ

اس خواب کی نوعیت یہ ہوئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خواب عمر کے اسلام لانے کے بعد دیکھا عمر

۱۔ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ج ۵ ص ۸۹ کتاب المناقب باب مناقب عمر ج ۵ ص ۲۵۶ (ج ۳ ص ۱۱۹۹ حدیث ۳۱۲۰، ص ۱۳۴۷ حدیث ۳۴۸۰)

۲۔ ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۹۰ (ج ۸ ص ۱۹۸ حدیث ۳۶۸۳)

۳۔ صحیح بخاری ۵ ص ۳۵۵ (ج ۳ ص ۱۳۴۶ حدیث ۳۴۷۸)

اپنے زمانۂ کفر میں تھے تو اس علم سے خالی تھے، ممکن ہے کہ رسول اپنے علم کو صرف عمر سے مخصوص کرنا چاہتے تھے، کیا ایسا شخص آیات قرآنی کا مطلب پوچھنے پر کہہ سکتا ہے کہ مجھے بازاری کاموں کی وجہ سے اس کا مطلب معلوم نہ ہو سکا؟ جسے اس قدر علم ہو وہ کہہ سکتا ہے کہ تمام انسان عمر سے زیادہ علمی بصیرت رکھتے ہیں یہاں تک کہ پردہ نشین عورتیں بھی عمر سے زیادہ جانتی ہیں؟، خدا نے تو انہیں شراب علم پلایا رسول کے ہاتھوں سے اور یہ حضرت، علم سے کورے ہی رہ گئے۔ ان کے فتوؤں سے جہالت ٹپکتی رہ گئی۔

۱۱۔ عمر سے شیطان کا فرار

صحیح بخاری میں دو جگہ پر سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول ﷺ کی خدمت میں عورتیں ہڑبونگ مچائے ہوئے تھیں اتنے میں عمر نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی، فوراً تمام عورتیں بھاگ کر پردے میں جا چھپیں۔ رسول ﷺ نے عمر کو آنے کی اجازت دی اور ہنسنے لگے۔ عمر نے پوچھا: خدا کے رسول ﷺ آپ کو خدا ہمیشہ ہنسائے، رسول ﷺ نے فرمایا: یہ عورتیں میرے پاس ہنگامہ کئے ہوئے تھیں، تمہیں دیکھ کر پردہ میں بھاگ گئیں۔

عمر نے کہا: یا رسول اللہؐ! آپ زیادہ حقدار ہیں کہ آپ سے ڈرا جائے پھر عورتوں سے چلا کر کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول ﷺ سے نہیں ڈرتی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! تم رسول سے زیادہ فظ و غلیظ (پھوہڑ اور تلخ مزاج ہو) رسول خدا نے فرمایا: خدا کی قسم! ہمیشہ شیطان تمہیں دیکھ کر دوسری راہ پر چلا جاتا ہے۔

تبصرۂ امینیؒ

بے حیا راوی نے اس کو فضائل کے زمرے میں بیان کیا ہے، حالانکہ یاوہ گوئی کے زمرے میں رکھنا چاہئے تھا، وہ ہڑبونگ مچانے والی عورتیں یا تو ازواج رسول ﷺ تھیں یا اجنبی تھیں۔ اگر ازواج تھیں تو رسول ﷺ کی بارگاہ میں انہیں بے تکلف ہونا ہی چاہئے تھا، عمر چونکہ نامحرم اور اجنبی تھے اس

لئے ان سے پردہ کیا۔

دوسری صورت میں بھی اجنبی عورتوں کا بارگاہ رسول ﷺ میں بیٹھنا روا تھا۔ عمر اجنبی تھے اس لئے پردہ کرلیا، یہ کیسی شیاطین تھیں کہ رسول ﷺ کی عظمت کا ڈر نہ تھا اور عمر کی ہیبت سے ڈر گئیں رسول کی نماز میں تو خلل ڈال دیتا ہے۔(۱) لیکن عمر سے بھاگتا ہے۔(۲) چنانچہ طبرانی کی روایت ہے کہ جب سے عمر اسلام لائے شیطان کبھی ان کا سامنا نہیں کرتا، وہ ان کا مطیع ہوگیا ہے۔(۳) کیا اس وقت بھی شیطان عمر کا مطیع تھا، جب وہ فتح مکہ کے سال ابوطلحہ انصاری کے گھر پر شراب پی رہے تھے اور آیت اتری ﴿ فھل انتم منتھون ﴾ آیا تم اب بھی باز نہ آؤ گے۔ عمر چیخ پڑے: انتھینا انتھینا، ہم باز آئے، ہم باز آئے۔

ہمیں اس روایت کا نہیں بلکہ صحیح بخاری کی قدر و قیمت کا بھی اندازہ ہوگیا، ہائے یہ عقیدت کے اندھے۔(۴)

۱۔ صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب مالا یجوز من العمل فی الصلاۃ ج۱ ص۱۴۳ (ج۸ ص۴۰۵ حدیث ۱۱۵۲) صحیح مسلم باب جواز لعن الشیطان فی الصلاۃ ج۱ ص۲۰۴ (ج۲ ص۲۲ حدیث ۳۹ کتاب الصلاۃ)

۲۔ مسند احمد ج۶ ص۳۸۵ حدیث ۲۲۴۸۰ سنن ترمذی (ج۵ ص۵۸۰ حدیث ۳۶۹۰) الاحسان فی صحیح ابن حبان ج۱۵ ص۳۱۵ حدیث ۶۸۹۲)

۳۔ المعجم الکبیر (ج۲۴ ص۳۰۵ حدیث ۷۷۴) فیض القدیر ج۲ ص۳۵۹ (حدیث ۲۰۳۷)

۴۔ الاصابۃ ج۴ ص۳۲۶ (نمبر ۵۳۳) فیض القدیر ج۲ ص۳۵۲ (حدیث ۲۰۲۶)

فضائل عثمان کے لاف وگزاف

فضائل کی بحث شروع کرنے سے قبل ضروری ہے کہ خلیفہ کے علم، اخلاقی حالات اور پرہیز گاری وایمان کا تجزیہ کرلیا جائے، اس طرح فضائل کا غائر تجزیہ کیا جاسکے گا۔

ا۔ چھ ماہ کا بچہ پیدا کرنے والی کے متعلق فیصلہ

حفاظ نے بعجہ بن عبداللہ جہنی کی روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے قبیلہ جہینہ کی عورت سے شادی کی، اس نے چھ ماہ میں پورا بچہ پیدا کیا، شوہر نے اس معاملے کو عثمان کے سامنے پیش کیا عثمان نے عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، جب حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے عثمان سے کہا: یہ تم نے کیا کیا؟ اس عورت نے کوئی جرم نہیں کیا ہے، خدا کا ارشاد ہے کہ ''بچے کے حمل اور دودھ بڑھائی کی مدت تیس مہینے ہے۔''(ا) اور پھر فرماتا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو مکمل دوسال تک دوردھ پلائیں، اس طرح دودھ پلانے کی مدت وچوبیس ماہ ہوتی ہے، اور حمل کی مدت چھ ماہ بچ جاتی ہے، عثمان نے یہ سن کر کہا: خدا کی قسم! یہ بات میری سمجھ میں نہ آسکی تھی، عثمان نے حکم دیا کہ عورت کو سنگسار نہ کیا جائے لیکن اس کو سنگسار کیا جاچکا تھا، اس عورت نے خود بھی اپنی روتی ہوئی بہن سے کہا تھا: میری بہن گریہ نہ کرو کیونکہ مجھے میرے شوہر کے علاوہ کسی نے بھی ہاتھ نہیں لگایا ہے، پھر جب وہ بچہ جوان ہوا تو اس کی پشت دیکھ کر شوہر نے اقرار کیا کہ یہ ہر لحاظ سے مجھ سے مشابہ ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر اس عورت کا شوہر ایسا بیمار پڑا

ا۔ احقاف/۱۵

کہ بستر پر اس کا عضو کٹ کٹ کر گرتا تھا۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

حیرت ہے کہ خلیفہ جی کو قرآن کا واضح علم بھی نہ تھا جب کہ احکام وقضایا میں اس کے علم کی قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے، معلوم نہیں تھا تو کسی صحابی سے پوچھ لیتے اگر انہیں یہ دونوں آیتیں معلوم نہیں تھیں تو پھر انہوں نے فیصلہ کس بنیاد پر کیا تھا کیا قرآن کی روشنی میں تو وہ آیت کہاں ہے؟ حدیث پر تو اس کی روایت کس نے کی؟ یا قیاس پر تو پھر رائے کی بنیاد کیا تھی؟ اگر محض جاہلانہ فیصلہ تھا تو شاباش ہے مفتی جی!!!۔

۲۔عثمان سفر میں قصر نماز نہیں پڑھتے تھے

بخاری ومسلم وغیرہ نے عبداللہ بن عمر کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں نماز دو رکعت پڑھتے تھے، ابوبکر وعمر نے بھی اسی طرح پڑھا، عثمان اپنے ابتدائی زمانے میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے پھر وہ چار رکعت پڑھنے لگے۔(۲) ابن حزم نے المحلی میں لکھا ہے کہ ابن عمر نماز پڑھاتے تھے تو چار رکعت پڑھتے پھر گھر آ کر وہی نماز دو رکعت پڑھتے۔(۳)

چنانچہ عروہ اور عانس کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ابوبکر وعمر بھی دو رکعت پڑھتے تھے، عثمان بھی ابتدائی زمانہ خلافت میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے، پھر پوری پڑھنے لگے۔(۴) مسند احمد، ابوداؤد او سنن کبریٰ میں بھی عبدالرحمٰن، یزید اور انس سے یہی مروی ہے۔(۵)

۱۔الموطا (ج ۲ ص ۸۲۵ حدیث/۱۱)؛ سنن بیہقی (ج ۷ ص ۴۴۲) تفسیر ابن کثیر (ج ۴ ص ۱۵۸)؛ تیسیر الوصول (ج ۲ ص ۱۱)؛ عمدۃ القاری (ج ۲۱ ص ۱۸)؛ درمنثور (ج ۷ ص ۴۴۱)

۲۔صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۵۴ (ج ۲ ص ۵۹۶ ح/۱۵۷۲)؛ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۰ (ج ۲ ص ۱۴۲ ح/۱۷ کتاب صلاۃ المسافر)؛ مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۸ (ج ۲ ص ۳۱۹ ح/۶۳۱۶)؛ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲۶

۳۔المحلی ج ۴ ص ۲۷۰ ۴۔الموطا ج ۱ ص ۲۸۲ (ج ۱ ص ۴۰۲ ح/۲۰۱)

۵۔مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸؛ ج ۳ ص ۱۴۵ (ج ۱ ص ۶۲۵ ح/۳۵۸۲؛ ج ۳ ص ۶۱۱ ح/۱۲۰۶۹)؛ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۰۸ (ج ۲ ص ۱۹۹ ح/۱۹۶۰)؛ سنن نسائی ج ۳ ص ۱۲۰ (ج ۱ ص ۵۸۶ ح/۱۰۹۵، ۱۹۰۷)

بیہقی نے سنن کبری میں حمید کا بیان نقل کیا ہے کہ عثمان نے منی میں چار رکعت نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا کہ لوگو! سنت تو وہی ہے جو رسول ﷺ کی سنت ہے اور عمر وابوابوبکر کی ہے لیکن اس سال ایک خاص واقعہ ہوگیا اس لئے میں نے اندیشہ کیا کہ شاید قصر نماز پڑھنا ہمیشہ کا طریقہ بن جائے، ابوداؤد میں ہے کہ عثمان نے زیادہ عربوں کی کثرت دیکھ کر چار رکعتی نماز پڑھائی۔(۱)

ابن حزم المحلی میں لکھتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ عثمان منیٰ میں بہت غمگین تھے، لوگ علیؑ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم کہو تو اس طرح نماز پڑھاؤں جس طرح رسول خداﷺ پڑھایا کرتے تھے یعنی دو رکعتیں۔ لوگوں نے کہا: نہیں جس طرح عثمان چار رکعت پڑھاتے ہیں ویسی ہی پڑھایئے حضرت علیؑ نے انکار کیا۔(۲)

مسند احمد (۳) میں عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ ہم نے رسول خداﷺ، ابوبکر وعمر کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی لیکن پھر (عثمان) نے خلافت پانے کے چھ سال بعد سے چار رکعت پڑھانی شروع کردی۔

سنن کبری میں بسند ابی نضرۃ مروی ہے کہ ایک شخص نے عمران بن حصین سے پوچھا تو انہوں نے رسول ﷺ کی سنت یہی بتائی کہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے، کنز العمال میں ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول خداﷺ نے دو ہی رکعت پڑھائی۔(۴)

مسند احمد میں ہے کہ معاویہ نے حج کیا تو منیٰ میں دو رکعت پڑھائی لوگوں نے کہا کہ تم نے اپنے چچیرے بھائی کی مخالفت کی وہ پوری نماز پڑھاتے تھے، مروان اور عمرو بن عثمان پیش پیش تھے، عباد نے بھی کہا کہ عثمان حج کے لئے آتے تھے تو ظہر وعصر اور عشا چار رکعت پڑھاتے تھے جب منیٰ اور عرفات میں جاتے تو قصر پڑھتے، حج کے بعد منیٰ میں ٹھہرتے تو چار رکعت پڑھتے تھے۔(۵)

۱۔ سنن ابی داؤد ج ۱ص ۳۰۸ (ج ۲ص ۱۹۹ح ۱۹۶۴)؛ سنن بیہقی ج ۳ص ۱۴۴؛ تیسیر الوصول ج ۲ص ۲۸۶ (ج ۲ص ۳۴۳)؛ نیل الاوطار ج ۳ص ۲۶۰ (ج ۳ص ۲۴۱)

۲۔ ذیل سنن بیہقی ابن ترکمانی ج ۳ص ۱۴۴ ۳۔ مسند احمد ج ۲ص ۴۴ (ج ۲ص ۱۳۷ح ۵۰۲۱)

۴۔ کنز العمال ج ۴ص ۲۴۰ (ج ۸ص ۲۳۸ح ۲۲۷۲۰)

۵۔ فتح الباری ج ۲ص ۴۵۷ (ج ۲ص ۵۷۱)؛ نیل الاوطار ج ۳ص ۲۶۰ (ج ۳ص ۲۴۱۔۲۴۰)

تاریخ طبری میں ہے کہ ۲۹ھ میں عثمان حج کے لئے آئے تو منیٰ میں خیمہ لگایا، یہ منیٰ میں پہلی بار خیمہ لگایا گیا تھا اور نماز قصر پڑھی، واقدی نے ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ سب سے پہلی عثمان پر تنقید اس وقت ہوئی جب خلافت کے چھٹے سال انہوں نے منیٰ میں پوری نماز پڑھی، اکثر اصحاب نے ملامت کی۔ حضرت علیؑ نے بھی کہا کہ بخدا! نہ کوئی حادثہ رونما ہوا نہ کوئی ترک شریعت کی دلیل ہے، عمر وابو بکر نے بھی سیرت رسول ﷺ کے مطابق قصر نماز پڑھی، اب تم نے کیوں مکمل نماز پڑھی۔ عثمان نے کہا: یہ میری اپنی رائے تھی۔(۱)

عثمان کی اس حرکت پر عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی تنقید کی، عبدالرحمٰن نے وہاں قصر نماز پڑھی پھر عثمان سے آکر کہا: کیا رسولؐ نے یہاں قصر نماز نہیں پڑھی؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: کیا ابو بکر وعمر نے اور تم نے بھی ابتدائی زمانے میں قصر نماز نہیں پڑھی؟ کہا: ہاں۔ لیکن اے ابو محمد! میری بات سنو کچھ یمن کے لوگوں نے اور کچھ تلخ مزاج عربوں نے مجھ پر تنقید کی کہ جو شخص دس دن کسی شہر میں قیام کرے تو اسے پوری نماز پڑھنی چاہئے اور یہ خلیفہ عثمان قصر نماز پڑھتے ہیں۔ پھر یہ کہ میری بیوی مکے کی ہے، یہاں میں نے شادی کی ہے، طائف میں میری جائداد بھی ہے، اسے دیکھنے جاؤں گا پھر عید الضحیٰ کی چودہ کو یہاں آکر ٹھہروں گا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: تمہارا سبھی عذر مہمل ہے۔ تم نے کہا کہ میں نے یہاں شادی کی ہے اور تمہاری بیوی مدینے میں ہے، چاہے وہاں رکھو چاہے یہاں رکھو وہ بہر حال تمہاری زوجہ ہے، تم کہتے ہو کہ طائف میں جائداد ہے، وہاں کا تین دن کا سفر ہے، پھر یہ کہ تم طائف کے باشندے بھی نہیں ہو، لوگ جو تنقید کر رہے ہیں ان کے لئے تمہیں سوچنا چاہئے کہ رسول خداؐ، ابو بکر وعمر نے بھی ایسا ہی کیا تھا، وہاں سے عبدالرحمٰن نے نکل کر ابن مسعود سے ملاقات کی اور اس موضوع پر بات کی اور مشورہ دیا کہ آپ سنت رسولؐ پر عمل کیجئے۔ ابن مسعود نے کہا کہ اس کی مخالفت سے فتنہ کا اندیشہ ہے، انہوں نے چار رکعت پڑھی تو میں نے بھی پڑھی۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ ان لوگوں نے چار پڑھی تو میں نے دو رکعت پڑھی اب اگر آپ کہیں تو میں بھی چار رکعت ہی پڑھوں۔(۲)

۱۔ تاریخ طبری (ج ۴ ص ۲۶۷ حوادث ۲۹ھ)

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۹، تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۶ (ج ۴ ص ۲۶۸ حوادث ۲۹ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۲ (ج ۲ ص ۲۴۴) البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۱۵۴ (ج ۷ ص ۱۷۳) تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۳۸۶ (ج ۲ ص ۵۸۸)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عثمان نے ڈوبنے کو تنکے کا سہارا کے مصداق جواب دیا ہے، معمولی فقیہہ بھی ایسی لچر بات نہ کہے گا نہ کہ خلیفۃ المسلمین... مان لیا جائے کہ ان کی زوجہ مکی تھیں تو کون مہاجر ایسا نہ تھا خودرسول ﷺ بھی تھے تو انہوں نے پوری کیوں نہ پڑھی، صرف اسلئے کہ شریعت نے مطلقا مسافر کو قصر پڑھنے کا حکم دیا اس سلسلے میں ابن حجر اور ابن قیم کی صفائی قطعی مہمل ہے، بات وہی ہے جو عثمان نے کہی کہ میں نے اپنی رائے سے یہ کام کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا جہاں بھی ہو مرتبہ ولایت پر فائز ہے اس لئے مقیم کے حکم میں ہے، وہ اپنی مملکت میں ہر جگہ وطن کی حالت میں ہے، ظاہر ہے کہ یہ لچر جواب لغوی بنیاد پر دیا گیا ہے جب کہ حکم اور فتویٰ شرعی بنیاد پر ہوتا ہے۔

شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ مسافر کو قصر کا حکم عزیمت نہیں ہے رخصت ہے، محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں لکھا ہے کہ، قصر نماز کا حکم ثابت ہے، مخصوص شرعیہ اور ماثورات نبویہ ثابت نہیں، صحابہ کے اقوال بھی یہی ہیں، حضرت عمر، یعلی بن امیہ، عبداللہ بن عمر ابن عباس، ابن مسعود، اور حفص بن عمر کا فیصلہ ہیکہ جو شخص سفر میں چار رکعت نماز پڑھے اسے دوبارہ نماز پڑھنی چاہئے، کیوں کہ مسافر کی نماز دو ہی رکعت ہے۔ صفائی دینے والوں کو یہ بات نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ نص کے مقابلے میں اجتہاد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بزرگوں کا دین وقتی سیاست تھا

خلیفہ کی متذکرہ حرکت کے علاوہ دوسرے صحابہ کے بے شمار حرکات کو دیکھتے ہوئے ہم پر یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کا دین وقتی سیاست تھا انھیں احکام خدا اور رسول ﷺ سے کوئی دلچسپی نہ تھی، ورنہ کیا وجہ ہے کہ حکم شریعت کے باوجود حکم خلیفہ کی مخالفت کو شر سمجھتے ہیں، عبداللہ بن عمر جماعت میں چار رکعت پڑھتے ہیں گھر آکر اسی کو دو رکعت پڑھتے ہیں جبکہ حدیث رسول ﷺ ہے کہ ریا و بدعت سے پاک عمل ہی خدا کے یہاں مقبول ہے یہ عبداللہ بن مسعود ہیں جو سفر میں قصر پڑھتے ہیں لیکن عثمان کی مخالفت کے ڈر سے منیٰ میں پوری پڑھتے ہیں'' یہ عبدالرحمٰن بن عوف ہیں جو قصر پڑھتے ہیں، عثمان کو قائل

کرتے ہیں کہ ان کی حرکت غلط ہے پھر ابن مسعود سے بات کرنے کے بعد پوری پڑھنے لگتے ہیں''(۱)

دوسری طرف حضرت علیؑ ہیں جو منیٰ میں لوگوں کے اصرار پر فرماتے ہیں کہ کہو تو اس طرح نماز پڑھاؤں جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے، لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ہم عثمان والی نماز چاہتے ہیں اور علیؑ اس سے انکار کر دیتے ہیں!!(۲) جی ہاں ان خلفاء کا دین اپنی رایوں اور خواہشات کا پابند تھا، وقتی سیاست کے تحت امر و نہی پر عمل ہوتا تھا، اس لئے وقت کے ساتھ احکام بھی بدلتے رہتے تھے، رسولؐ کی شریعت سہلہ کے مقابل خلیفہ کا ارشاد ہوتا تھا کہ میں اک بات کہہ رہا ہوں اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے ہے اور غلط ہو تو میری طرف سے ہے(۳) وہ مجنب کو پانی نہ ملے تو تیمم بجائے نماز چھوڑنے کا حکم دیتے تھے نماز کی پہلی رکعت میں سورہ حمد چھوڑ دیتے تھے آخری رکعت میں دہرا دیتے تھے۔(۴) بعد عصر سنتی نماز سے روکتے تھے۔(۵) کم از کم سو فیصلے ایسے کئے جو ایک دوسرے کے مخالف تھے، دونوں متعہ جو عہد رسولؐ میں رائج تھے حرام کر دیا۔(۶) ایک روایت میں ہے کہ تین چیزیں زمانۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رائج

۱۔ انساب بلاذری ج۵ ص۳۹، تاریخ طبری ج۵ ص۵۶ (ج۴ ص۲۶۸ حوادث ۲۹) تاریخ کامل ج۳ ص۴۲ (ج۲ ص۲۴۴) البدایۃ والنھایۃ ج۷ ص۱۵۴ (ج۷ ص۱۷۳) تاریخ ابن خلدون ج۲ ص۳۸۶ (۵۸۸)

۲۔ المحلی ابن حزم ج۴ ص۲۷۰، ذیل سنن بیہقی ج۳ ص۱۴۴

۳۔ المصنف عبدالرزاق (ج۴ ص۳۰۴ حدیث ۱۹۹۱) المصنف ابن ابی شیبہ (ج۱۱ ص۴۱۵ حدیث ۱۱۶۴۶) سنن دارمی ج۲ ص۳۶۵ تفسیر طبری ج۶ ص۳۰ (مجلد ۳ ج۴ ص۲۸۴) سنن بیہقی ج۶ ص۲۲۳ کنز العمال ج۶ ص۲۰ (ج۱۱ ص۷۹ حدیث ۱۰۶۹۱) تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۴۶۰ تفسیر خازن ج۱ ص۳۶۷ (ج۱ ص۳۳۳) اعلام الموقعین ص۲۹ (ج۱ ص۷۲)

۴۔ سنن ابی داؤد ج۱ ص۵۳ (ج۱ ص۸۸ حدیث ۳۲۲) سنن ابن ماجہ ج۱ ص۲۰۰ (ج۱ ص۱۸۸ حدیث ۵۶۹) مسند احمد ج۴ ص۲۶۵ (ج۵ ص۳۲۹ حدیث ۱۷۸۶) سنن نسائی ج۱ ص۵۹، ۶۱ (ج۱ ص۱۳۴ حدیث ۳۰۵، ۳۰۳) سنن بیہقی ج۱ ص۲۰۹

۵۔ صحیح مسلم ج۱ ص۳۱۰ (ج۲ ص۲۴۷ حدیث ۳۰۲ کتاب صلاۃ المسافرین) مسند احمد ج۴ ص۱۰۲، ۱۱۵ (ج۵ ص۷۱ حدیث ۱۶۴۹۶ ص۹۱ حدیث ۱۶۵۸۸) الموطا ج۱ ص۹۰ (ج۱ ص۲۲۱ حدیث ۵۰ کتاب القرآن) اجابہ زرکشی ص۱۹، ۹۲ (۸۴، ۸۳) مجمع الزوائد ج۲ ص۲۲۲، تیسیر الوصول ج۲ ص۲۹۵ (ج۲ ص۳۵۴ حدیث ۷) فتح الباری ج۲ ص۵۱، ج۲ ص۵۱، ج۳ ص۸۲ (ج۲ ص۶۴ ج۳ ص۱۰۵) کنز العمال (ج۲ ص۳۵۴ حدیث ۷) ج۴ ص۲۲۵، ۲۲۶) ج۸ ص۱۸۳، ۱۷۹ حدیث ۲۲۳۰۷، ۲۲۳۶۷، ۲۲۴۷۲، ۲۲۴۷۳، ۲۲۴۷۵، ۲۲۴۸۰) شرح المواہب زرقانی ج۸ ص۲۳ شرح الموطا زرقانی ج۱ ص۳۹۸ (ج۱ ص۴۹ حدیث ۵۱۹)

۶۔ صحیح مسلم ج۱ ص۳۹۵ حدیث ۱۷ کتاب النکاح سنن بیہقی ج۲ ص۲۰۶

تھیں میں انھیں حرام کرتا ہوں۔(۱)اذان کے بعد دوسری بدعت جاری کی، علیؑ کو حج اتمتع سے منع کیا تو حضرتؑ نے فرمایا: میں سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑوں گا۔ گھوڑے کی زکاۃ لی جبکہ رسول ﷺ نے معاف کردی تھی سنت کے خلاف عیدین کا خطبہ پہلے پڑھا۔

اور یہ حضرت معاویہ ہیں جنھوں نے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق ظہر کی نماز منٰی میں قصر پڑھی ، پھر مروان اور پسر عثمان نے سمجھایا کہ آپ نے چچیرے بھائی کی مخالفت کی تو اعتراف کے باوجود پوری نماز پڑھی ، بھائی کی بدعت زندہ کی اور شریعت مصطفوی کا تماشہ کیا، کنیزوں میں جمع بین الاختین کو جائز کیا(۲)سود جائز کیا(۳)،عیدین میں اذان کہلوائی جبکہ اذان نہیں ہے۔(۴)تکبیرۃ الاحرام میں کمی کی چور کے ہاتھ کاٹنے میں تقصیر کی (۵) عیدین کا خطبہ پہلے پڑھا امیر المومنین حضرت علیؑ پر لعنت کی رسم جا ری کی۔شرم،شرم،شرم۔

۳۔خلیفہ نے حدود معطل کیے

ابواسحاق اور واقدی لکھتے ہیں کہ ولید بن عقبہ نے شراب پی کر دو رکعت نماز پڑھا دی، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: کہو تو اور زیادہ پڑھاؤں سب نے کہا: جی نہیں ہم نے نماز پڑھ لی، پھر ابوزینب اور حندب بن زھیر نے نشے کی حالت کا مشاہدہ کر کے اسکی انگوٹھی اتار لی۔عثمان کے پاس چار آدمی شکا یت لیکر آئے ،ابوزینب، جندب، ابوحنیفہ،اور حیبیہ،اور صعب، بن جثامہ،عثمان نے گواہوں کو ڈرا دھمکا کر بھگادیا۔ابوزینب سے پوچھا: کیا تم نے میرے بھائی کو شراب پیتے دیکھا؟انھوں نے کہا: نہیں۔ بلکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نشے کی حالت میں قے کر رہے تھے اس حالت میں انکی انگوٹھی اتار لی پھر یہ گواہ

۱۔شرح تجرید قوشجی (ص ۴۸۴)الصراط المستقیم (ج ۳ ص ۲۷۷)

۲۔درمنثور ج ۲ ص ۱۳۷ (ج ۲ ص ۴۷۷)

۳۔اختلاف الحدیث شافعی مطبوع برحاشیہ کتاب الام ج ۷ ص ۲۳ (۴۸۰)

۴۔کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۳۵)

۵۔احکام سلطانیہ ماوردی ص ۲۱۹ (ج ۱ ص ۲۲۸)البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۱۳۶ (ج ۸ ص ۱۴۵)

عائشہ سے شکایت کرنے لگے تو ان کے اور عثمان کے درمیان تو تو میں میں ہوئی، عثمان نے گواہوں کو کوڑے بھی مارے تو سبھی گواہ علیؑ کے پاس آئے۔ علیؑ نے بھی عائشہ کی طرح عثمان کو فہمائش کی کہ تم نے حدود معطل کئے، سچے گواہوں کو مارا، عمر نے کہا تھا کہ بنی امیہ اور آل ابی معیط کو لوگوں کی گردن پر مسلط نہ کرنا، عثمان نے کہا: میں کیا کروں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: تمھیں اس کو معزول کرنا چاہئے۔ پھر کبھی اسے کوئی عہدہ نہ دو۔

عائشہ اور عثمان سے بھی بڑی نوک جھونک ہوئی، عثمان نے کہا تم کون ہو تمھیں گھر میں نچلی بیٹھنے کا قرآن میں حکم ہے پھر لوگوں میں بحث و مباحثہ اور جوتی بازی ہوئی، رسول خدا ﷺ کے بعد اسلام میں پہلی جوتی بازی اسی وقت ہوئی۔ متعدد طریقوں سے روایت ہے کہ طلحہ و زبیر نے عثمان سے کہا کہ آپ سے منع کیا گیا تھا کہ ولید کو حکمراں نہ بنانا، نتیجہ آپ نے دیکھا کہ اس نے شراب پی کر نماز پڑھائی علیؑ نے فرمایا: ولید کو معزول کر کے اس پر حد جاری کرو چنانچہ عثمان نے سعید بن عاص کو حکمراں بنا دیا، سعید نے جا کر منبر کو غسل دیا اور دار الامارہ کی طہارت کی، ولید آیا تو عثمان نے حد جاری کرنی چاہی۔ ایک قریشی مار نے آیا تو ولید نے قسم دے کر کہا کہ قطع رحمی نہ کرو ورنہ امیر المومنین عثمان تم پر غضبناک ہوں گے، جب یہ حالت دیکھی تو علیؑ نے کوڑا لے لیا اور حسنؑ کے ساتھ اس پر حد جاری کرنے نکلے، ولید نے حضرت علیؑ سے بھی گڑگڑا کر قطع رحمی کا عذر کیا۔ امام حسنؑ نے عرض کی بابا جان ولید سچ کہتا ہے۔ علیؑ نے فرمایا: اگر حد جاری نہ کروں تو مومن نہ رہ جاؤں پھر دوہری چھڑی سے اس کو مارا۔ ولید نے حضرت کو گالی دی۔ ایک روایت میں ہے کہ ولید نے رشتہ داری کا واسطہ دیا تو علیؑ نے فرمایا: اے ابووہب چپ ہو جا، بنی اسرائیل اسی لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے حدود معطل کر دیئے تھے، پھر اسے کوڑے سے مارا۔

ابو مخنف اور آغانی وغیرہ میں ہے کہ ولید نے نماز صبح نشے کی حالت میں پڑھائی اور لوگوں سے کہا کہو تو اور زیادہ پڑھا دوں یہ سن کر عتاب نے کہا: تمہیں بھلائی نہ ہو بس کرو پھر سنگریزوں سے مار کر کہا: بخدا مجھے حیرت اس پر ہے جس نے تمہارے جیسے کو حکمراں بنایا۔ یزید اور معقل وغیرہ نے کہا کہ عثمان نے اپنے بھائی کی عزت افزائی کر کے امت محمد ﷺ کو ذلیل کر دیا۔ حطیہ نے کچھ اشعار کہے۔

آغانی میں ہے کہ ولید زنا کار اور شرابی تھا اس نے نشے میں نماز صبح پڑھائی اور چار رکعت پڑھا کے لوگوں سے پوچھا کیا اور پڑھادوں، مستی میں یہ شعر پڑھ رہا تھا کہ میرا دل چنگ ورباب میں اٹکا ہے جب کہ جوانی رخصت ہو چکی ہے۔ مدائنی کے مطابق کوفے کے اکثر لوگ ولید کی شکایت لے کر آئے تو عثمان نے سب کو سخت ڈانٹ پلائی اور مارا پیٹا اور حد جاری کرنے سے انکار کیا جب کہ عائشہ طلحہ وزبیر اور حضرت علیؑ نے حد جاری کرنے پر اصرار کیا آخر علیؑ نے حد جاری کی۔

تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ مسند احمد، سنن بیہقی، تاریخ یعقوبی، کامل بن اثیر، اسد الغابہ، ابوالفداء اصابہ، تاریخ الخلفاء۔ (۱) سیرۃ حلبیہ (۲) میں ہے کہ سجدے میں کہہ رہا تھا مجھے خوب پلا محراب میں چلایا: کہو تو اور پڑھادوں، ابن مسعود نے للکارا، خدا تمہارا اور جس نے تمہیں حکمراں بنایا دونوں کا برا کرے۔ (۳)

۴۔ خلیفہ کے حکم سے تیسری اذان

بخاری وغیرہ میں سائب بن یزید کا بیان ہے کہ زمانہ رسول ﷺ اور عہد ابوبکر وعمر میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی، جب امام گھر سے نماز کے لئے نکل پڑتا تھا یا کبھی نماز کے وقت اذان ہوتی تھی لیکن عثمان کے زمانے میں لوگ زیادہ ہوگئے تھے اس لئے تیسری اذان بھی بڑھادی گئی جو آج تک باقی

۱۔ مسند احمد ج۱ ص۱۴۴ (ج۱ ص۲۳۳ حدیث ۱۲۳۴) تاریخ یعقوبی ج۲ ص۱۴۲ (ج۲ ص۱۶۵) سنن بیہقی ج۸ ص۳۱۸، تاریخ کامل ج۳ ص۴۲ (ج۲ ص۲۳۶ حوادث ۳۰ھ) اسد الغابۃ ج۵ ص۹۱، ۹۲ (ج۵ ص۴۵۲ نمبر ۵۴۶۸) انساب بلاذری ج۵ ص۳۳، صحیح مسلم (ج۳ ص۵۳۹ حدیث ۳۸ کتاب الحدود) تاریخ ابوالفداء ج۱ ص۱۷۶، الاصابۃ ج۳ ص۶۳۸، تاریخ الخلفاء ص۱۰۴ (ص۱۴۴)

۲۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۲ ص۳۱۴ (ج۲ ص۲۸۴)

۳۔ العقد الفرید ج۲ ص۲۷۳ (ج۴ ص۱۱۹) صحیح بخاری مناقب عثمان (ج۳ ص۱۳۵۱ حدیث ۳۴۹۳) فتح الباری ج۷ ص۴۴ (ج۷ ص۵۶) تاریخ طبری ج۵ ص۶۰، ۶۱ (ج۴ ص۲۷۳) الآغانی ج۴ ص۱۷۸ (ج۵ ص۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۳) استیعاب ج۲ ص۶۲۰ (القسم الرابع ص۱۵۵۳ نمبر ۲۷۲۱)

ہے۔(۱)

بخاری و ابوداؤد میں ہے کہ جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر پہونچ جاتا تھا، یہ طریقہ زمانہ رسول ﷺ اور عہد ابوبکر و عمر میں رائج تھا، لیکن عثمان نے لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تیسری اذان کا بھی محلہ و بازار میں حکم دیا جو آج تک کہی جاتی ہے۔ یہی مفہوم بلاذری، ابن حجر، شوکانی، عینی وغیرہ (۲) نے لکھا ہے کہ پہلی اذان کی بدعت عثمان نے ایجاد کی تا کہ بازار کے لوگوں کو پتہ چل جائے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکہ میں اذان کی بدعت حجاج نے اور بصرہ میں زیاد نے ایجاد کی۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی کثرت سے مراد یا مرکز خلافت میں کثرت ہے یا تمام عالم میں؟ اگر تمام دنیا مراد ہے تو اس کے لئے تو ایک ہزار اذانیں بھی ناکافی ہیں۔ اگر صرف مدینہ مراد ہے تو یہ اس وقت صحیح ہوگا کہ ایک ہی وقت میں تمام شہر کے مختلف حصوں میں بہت سے مؤذن اذان دیں، نہ یہ کہ اذان و اقامت کے بعد ایک ہی جگہ تیسری اذان شروع کر دی جائے۔

اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا، چنانچہ ترکمانی نے سنن کبری کی شرح میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، اسی لئے صحابہ نے عثمان کی بدعت پر تنقید کی تھی متعدد موذنوں کی تقرری عثمان ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ یہ تو رسول خدا ﷺ کے عہد میں بھی ہوا ہے چنانچہ بلال، ابن مکتوم تھے۔(۳)

صحاح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان نے جو بدعت کی تھی وہ یہ کہ تیسری اذان ایجاد کی تھی۔(۴)

۱۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۵، ۹۶ (ج ۱ ص ۳۰۹ حدیث ۸۷۰، ۸۷۴) صحیح ترمذی ج ۱ ص ۶۸ (ج ۲ ص ۳۹۲ حدیث ۵۱۶) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۱ (ج ۱ ص ۲۸۵ حدیث ۱۰۸۷) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۴۸ (ج ۱ ص ۳۵۹ حدیث ۱۱۳۵) سنن نسائی ج ۳ ص ۱۰۰ (ج ۱ ص ۵۲۷ حدیث ۱۷۰۰۹) کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۷۳ (ج ۱ ص ۱۹۵ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲۹، ج ۳ ص ۱۹۲، ۲۰۵ تاریخ طبری ج ۵ ص ۶۸ (ج ۴ ص ۲۸۷ حوادث ۳۰ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۸ (ج ۲ ص ۲۵۳ حوادث ۳۰ھ) فیض الالٰہ الما لک بقائی ج ۱ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۲۰۱)

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۹ فتح الباری ج ۲ ص ۳۱۵ (ج ۲ ص ۳۹۴) نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۳۲ (ج ۳ ص ۲۹۸) المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۴۸ حدیث ۳) عمدۃ القاری (ج ۶ ص ۲۱۱)

۳۔ شرح سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۲۹

۴۔ المعجم الکبیر (ج ۷ ص ۱۳۵ حدیث ۶۶۴۲)

جی ہاں! خلیفہ نے حکم خدا کے ساتھ گستاخی کا دروازہ کھولا پھر ان کے بعد معاویہ، زیاد اور مروان نے بھی اپنی خواہشات کے مطابق شریعت کے ساتھ کھلواڑ کر دیا، ابتدا کرنے والا ہی بڑا ظالم ہے۔

۵۔ خلیفہ نے مسجد الحرام کی توسیع کی

تاریخ طبری (۱) میں ۲۶ھ کے حوادث میں مرقوم ہے کہ اس سال مسجد الحرام کی توسیع کی اور جن پڑوسیوں نے وہاں سے اپنا مکان منتقل کرنے سے انکار کیا، انہیں عثمان نے زبردستی بیت المال سے رقم ادا کر کے بنا دیا، وہ لوگ اجتماعی احتجاج کرنے لگے تو سب کو قید کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ تم لوگ میرے حکم کی وجہ سے جری ہو گئے ہو۔ عمر نے یہی کام کیا تھا تو تم نے احتجاج نہیں کیا تھا۔ (۲)

انساب بلاذری میں ہے کہ عثمان نے توسیع کی تو اپنے مال سے دس ہزار درہم دیئے لوگوں نے کہا کہ عثمان نے مسجد رسول ﷺ کی توسیع کر کے سنت بدل دی۔ (۳)

تبصرۂ امینیؒ

گویا خلیفہ کے نزدیک حق ملکیت کوئی معنی نہیں رکھتا۔ گویا ان کے کان میں یہ حدیث رسول نہیں پڑی تھی کہ کسی مسلمان کا مال لینا جائز نہیں جب تک وہ خوشی سے نہ دیدے۔ (۴)

خلیفہ نے عہد عمر میں دیکھ لیا تھا کہ عباس کے احتجاج پر عمر مان گئے تھے۔

۶۔ متعۃ الحج کے متعلق خلیفہ کی رائے

بخاری میں مروان بن حکم سے مروی ہے کہ میں نے عثمان اور علیؑ کے متعلق سنا کہ عثمان متعۃ الحج سے

۱۔ تاریخ طبری ج۵ ص۴۷ (ج۴ ص۲۵۱)

۲۔ تاریخ یعقوبی ج۲ ص۱۴۲ (ج۲ ص۱۶۴) تاریخ کامل ج۳ ص۳۹ (ج۲ ص۲۲۴ حوادث ۲۶ھ)

۳۔ انساب بلاذری ج۵ ص۳۸

۴۔ بہجۃ النفوس ج۲ ص۱۳۴ (حدیث ۲۷) ج۴ ص۱۱۱ (حدیث ۲۲۳)

لوگوں کو منع کر رہے تھے اور علیؑ نے جب دیکھا تو اپنے اہل کو جمع کر کے عمرہ اور حج کے لئے لبیک کہا یہ دیکھ کر عثمان نے علیؑ سے کہا: کہ میں منع کر رہا ہوں اور آپ وہی کر رہے ہیں۔ علیؑ نے فرمایا: کہ کسی آدمی کے کہنے سے سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑوں گا۔

مسند احمد میں ہے کہ مروان اور عثمان نے ایک شخص کو دیکھا کہ تلبیہ کہہ رہا ہے، عثمان نے پوچھا: کون ہے؟ کہا گیا: علیؑ ہیں۔ عثمان نے کہا: میں نے منع کیا ہے اور آپ وہی کر رہے ہیں۔ علیؑ نے فرمایا: ہاں۔ میں تم جیسوں کے کہنے پر سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑوں گا۔ یہی مفہوم سعید بن مسیب اور عبداللہ بن شقیق سے بھی مروی ہے۔ (۱)

تبصرۂ امینیؒ:

ہم نے عمر کے حالات میں (علم عمر کے نایاب کارناموں میں) حج تمتع کو قرآن وسنت سے تفصیلی انداز میں ثابت کیا ہے اس کو منسوخ کرنے والی کوئی آیت نہیں اتری، نہ رسول ﷺ نے منع کیا، عثمان خود اپنی رائے سے لوگوں کو منع کر رہے تھے، ظاہر ہے کہ علی نفس رسول ﷺ تھے وہ شریعت کے تحفظ کے سلسلے میں حکم عثمان کی مخالفت کر رہے تھے، حضرت علیؑ نے جو جواب دیا کہ ہم نے رسول ﷺ کے ساتھ حج تمتع کیا (صحیح مسلم) یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حجۃ الوداع میں جبکہ ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ تھے، حج تمتع ہوا پھر اس سے روکنے کا عثمان کو کیا حق پہونچتا ہے۔؟

۷۔ خلیفہ نے قصاص معطل کیا

کرابیسی نے ادب القضا میں نقل کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کہتے ہیں کہ بعد قتل عمر ایک دن میں جا رہا تھا کہ دیکھا ہرمزان اور حفینہ و ابولولو باہم رازدارانہ گفتگو کر رہے ہیں، مجمع دیکھا تو اٹھ کھڑے

۱۔ صحیح بخاری ج ۳ ص ۶۹، ۷۱ (ج ۲ ص ۶۵۷ حدیث ۱۴۸۸) صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۹ (ج ۳ ص ۶۸ حدیث ۱۵۸ کتاب الحج) مسند احمد ج ۱ ص ۶۱، ۹۵ (ج ۱ ص ۹۸ حدیث ۳۳۳، ص ۱۵۳ حدیث ۷۳۵) سنن نسائی ج ۵ ص ۱۴۸، ۱۵۲ (ج ۲ ص ۳۴۵ حدیث ۳۷۰۳) المستدرک علی الصحیحین ج ۱ ص ۴۷۲ (ج ۱ ص ۶۴۳ حدیث ۱۷۳۵) تیسیر الوصول ج ۱ ص ۲۸۲ (ج ۱ ص ۳۳۳)

ہوئے اوران کی گود سے دو پھل کا خنجر زمین پر گر پڑا اسی سے عمر کو قتل کیا تھا۔

عبیداللہ بن عمر نے جھپٹ کراس خنجر کو لے لیا اوراس سے ہرمزان اور ابولولو کی چھوٹی بیٹی جفینہ کو قتل کردیا، پھر ایسا پاگل ہو گیا کہ جیسے تمام مدینہ کے غلاموں کو قتل کرڈالے گا، عمروعاص نے عثمان سے مل کر کہا کہ یہ حادثہ آپ کے زمانے میں ہوا، یہ خون ضائع جانا نہیں چاہیئے۔

اس روایت کو ادنی تغیر کے ساتھ تاریخ طبری، ریاض نضرۃ اوراصابہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔(۱)

انساب بلاذری میں ہے کہ عثمان نے منبر پر خطبہ دیا کہ لوگو! میں خطیب نہیں ہوں، اگر زندہ رہا تو اچھی طرح خطبہ بنا کر پیش کروں گا انشاء اللہ۔ صورتحال یہ ہوئی کہ عبیداللہ نے ہرمزان کو قتل کردیا ہے اور ہرمزان مسلمان تھا۔ اس کا کوئی وارث سوائے مسلمانوں کے نہیں ہے اور میں تم لوگوں کا امام ہوں، میں نے عبیداللہ کو معاف کیا، کیا تم لوگ بھی معاف کرتے ہو؟ سب نے کہا: ہاں۔(۲)

اس وقت حضرت علیؑ نے کہا کہ بدکار کو سزا ملنی چاہیئے اس نے ایک مسلمان کو بے خطا قتل کیا ہے پھر عبیداللہ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے بدکار اگر میں نے کچھ پر قابو پالیا تو ہرمزان کے بدلے میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ تاریخ یعقوبی (۳) میں ہے کہ خطبہ عثمان کے بعد لوگ ان پر تنقید کرنے لگے تو عثمان نے عبیداللہ کو کوفہ منتقل کردیا اور وہاں ان کا مکان بنوادیا جسے کویفہ بن عمر کہا جاتا ہے۔

بیہقی سنن کبری (۴) میں لکھتے ہیں کہ جب عمر زخمی ہوئے تو عبیداللہ نے جھپٹ کر ہرمزان کو قتل کردیا جب عمر کو معلوم ہوا تو پوچھا: اسے کیوں قتل کیا؟ جواب دیا: اس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ پوچھا: اس کا کیا ثبوت ہے؟ کہا کہ میں نے واقعہ قتل سے پہلے اس کو دیکھا تھا کہ ابولولو سے تخلیہ میں بات کررہا تھا اسی نے قتل کا حکم دیا تھا۔ عمر نے کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو عبیداللہ سے ثبوت طلب کرنا اور ثبوت مل جائے تو میرے خون کا بدلہ ہو جائے گا اور اگر ثبوت نہ دے سکے تو عبیداللہ کو قید کردینا، جب عمر مرگئے

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۲ (ج ۴ ص ۲۴۰ حوادث ۲۳ھ) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۵۰ (ج ۳ ص ۸۹) الاصابۃ ج ۳ ص ۶۱۹

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۴

۳۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۱ (ج ۲ ص ۱۶۳)　　۴۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۶۱

تو عثمان سے کہا گیا کہ آپ وصیت عمر پر عمل کیجئے عثمان نے پوچھا: ہرمزان کا ولی کون ہے؟ کہا گیا: آپ ہی ہیں، عثمان نے کہا: تو میں عبید اللہ کو معاف کرتا ہوں۔

طبقات ابن سعد (۱) میں ہے کہ عبید اللہ نے ابولولو کی بیٹی کو قتل کیا جو مسلمان تھی، پھر وہ تمام مدینے کے قیدیوں کو قتل کرنے کا عزم ظاہر کرنے لگا، چنانچہ مہاجرین اولین نے اسے پکڑ کر قید کر لیا، عمرو عاص نے اس کی پیشانی پکڑ کر تلوار چھین لی، ایک روایت میں ہے کہ سعد بن ابی وقاص نے عبید اللہ کی پیشانی پکڑ کر قید کیا۔ عمرو عاص نے بات بنا کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کیوں قتل کیا اس کا کیا جرم تھا، تمام لوگوں کی رائے تھی کہ عبید اللہ کو قتل کیا جائے لیکن عمرو عاص نے عثمان سے بات کی اور چھڑا لیا، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر میں عبید اللہ پر قابو پاؤں گا تو اس سے ضرور قصاص لوں گا۔

ابن جریج کا بیان ہے کہ عثمان نے لوگوں سے رائے مانگی، سب نے کہا کہ ہرمزان کو دیت دے دی جائے اور عبید اللہ کو قتل نہ کیا جائے، جب علیؑ کی بیعت کی گئی تو آپ نے عبید اللہ سے قصاص لینا چاہا لیکن عبید اللہ بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا اور جنگ صفین میں قتل ہوا۔ (۲)

تاریخ طبری (۳) میں بھی ہے کہ عثمان کی بیعت کے بعد عبید اللہ کا معاملہ پیش ہوا، انہوں نے مہاجرین و انصار سے رائے مانگی حضرت علیؑ نے قتل کا مشورہ دیا، بعض مہاجرین نے کہا کہ کل عمر قتل ہوئے آج ان کا بیٹا قتل ہوگا، اس وقت عمرو عاص نے کہا: آپ بادشاہ ہیں، آپ ہی ولی ہیں، عثمان نے کہا: تو پھر میں معاف کرتا ہوں چنانچہ اس سلسلے میں زیاد بن لبید نے اشعار بھی کہے۔

تبصرۂ امینیؒ

تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے اصرار کے باوجود قصاص نہیں لیا حالانکہ حضرت علیؑ نے قتل کا مشورہ دیا تھا، عثمان نے قرآن وسنت کے برخلاف محض اپنی رائے سے اور عمرو عاص جیسے مجہول

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۰، ۸ (ج ۵ ص ۱۷، ۱۵)

۲۔ تاریخ کامل ج ۳ ص ۳۲ (ج ۲ ص ۲۲۶ حوادث ۲۳ھ) استیعاب (القسم الثالث ص ۱۰۱۲ نمبر ۱۷۱۸) مروج الذھب ج ۲ ص ۲۲ (ج ۲ ص ۳۰۲)

۳۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۱ (ج ۴ ص ۲۳۹)

النسب کے مشورہ سے عبید اللہ کو معاف کردیا، ناموس اسلام کی اس پامالی پر کیا جواب دیں گے قاضی القضاۃ اور محب طبری (۱) نے اس سلسلے میں عذر لنگ بھی تراشے ہیں جو قطعی لچر ہیں۔

۸۔ جنابت کے متعلق خلیفہ کی رائے

صحیح مسلم (۲) میں عطا بن یسار سے مروی ہے کہ زید بن جہنی نے عثمان سے پوچھا: جب کوئی مرد اپنی عورت سے مجامعت کرے اور منی نہ نکلے تو کیا کرے، عثمان نے کہا: نماز کے لئے وضو کرے اور پیشاب کا مقام دھولے میں نے رسول ﷺ سے ایسا ہی سنا ہے، بخاری (۳) میں ہے کہ عثمان سے پوچھا گیا تو کہا کہ اس پر غسل نہیں ہے میں نے رسول ﷺ سے ایسا ہی سنا ہے۔ پھر حضرت علیؑ، زبیر، طلحہ اور بن کعب سے پوچھا گیا تو انھوں نے یہی جواب دیا مسند احمد (۴) اور سنن کبری (۵) میں بھی ہے لیکن اس میں حدیث رسول ﷺ سننے کی بات نہیں ہے۔

تبصرۂ امینیؒ:

یہ ہے خلیفہ کا مبلغ علم، آیت کہتی ہے کہ جنب ہوجاؤ تو غسل کرو ﴿ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا﴾ (۶) چنانچہ امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر عورت سے جماع کرے اور منی نہ بھی نکلے تب بھی غسل واجب ہے۔ (۷) حدیث بھی یہی کہتی ہے اگر دخول ہوجائے تو چاہے انزال ہو یا نہ ہو غسل واجب ہے، پھر یہ کہ خلیفہ نے حدیث رسول ﷺ کی بھی بات کہہ دی، جب کہ ابو ہریرہ، ابو موسی، عائشہ وغیرہ سے حدیث رسول ﷺ مروی ہے کہ جب دخول ہو اور انزال نہ بھی ہو تو غسل

۱۔ ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۵۰ (ج ۳ ص ۸۸)
۲۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۲ (ج ۱ ص ۳۴۳ حدیث ۸۶ کتاب الحیض)
۳۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۹ (ج ۱ ص ۱۱۱ حدیث ۲۸۸)
۴۔ مسند احمد ج ۱ ص ۶۳، ۶۴ (ج ۱ ص ۱۰۱ حدیث ۴۵۰، ص ۱۰۳ حدیث ۴۶۰)
۵۔ سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۶۴، ۱۶۵
۶۔ (نساء ۴۳)　　۷۔ کتاب الام ج ۱ ص ۳۱ (ج ۱ ص ۳۶)

واجب ہو جاتا ہے یہی فتوی ابوایوب انصاری اور ابوسعید خدری دیتے تھے۔ (۱)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب ختنہ سے ختنہ مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے میں نے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا پھر غسل کیا۔ (۲)

معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ نے یہ احادیث نہیں سنی تھیں یا سنی تھیں تو جان بوجھ کر سنت کو نظر انداز کیا اس بنیاد پر تمام صحابہ و تابعین اور فقہا کا فیصلہ ہے کہ ختنہ سے ختنہ مل جانے پر غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ منی نکلے یا نہ نکلے اور ابی بن کعب کی یہ جو حدیث پیش کی جاتی ہے ابتداء میں پانی کی کمی کی وجہ سے اس کی رخصت تھی پھر غسل کا حکم دیا گیا، کپڑے کی کمی کی وجہ سے رخصت تھی پھر بعد میں غسل کا حکم دیا گیا۔ تو یہ ممکن نہیں کہ ابی نے اس کی روایت کی ہو اور عثمان نے اسی بنیاد پر غسل نہ کرنے کا حکم دیا ہو، کیونکہ غسل کا حکم خلیفہ ثانی کے عہد میں پورے طور سے رائج تھا، جو لوگ حدیث ابی کا سہارا لیتے ہیں وہ محض فریب اور مکاری کر رہے ہیں۔ (۳)

ابن حزم نے المحلی میں حیرتناک بات لکھی ہے کہ غسل نہ کرنے کا فتوی دینے والوں میں علیؑ، ابن عباس، ابی و عثمان وغیرہ کا نام آتا ہے اور غسل کا حکم دینے والوں میں عائشہ، ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ، ابن عباس اور ابن مسعود کا نام آتا ہے، یہ ساری باتیں صرف اس لئے لکھی ہیں کہ خلیفہ کی حماقت طشت از بام نہ ہو۔ (۴)

۱۔ صحیح بخاری ج۱ ص۱۰۸ (ج۱ ص۱۱۰ حدیث ۲۸۷) صحیح مسلم ج۱ ص۱۴۲ (ج۱ ص۳۴۴ کتاب الحیض) سنن دارمی ج۱ ص۱۹۴، سنن بیہقی ج۱ ص۱۶۳، مسند احمد ج۲ ص۲۳۴، ۳۴۷، ۳۹۳ (ج۲ ص۲۶۶ حدیث ۷۱۵۷، ج۳ ص۲۳ حدیث ۸۳۶۹، ص۱۰۲ حدیث ۸۸۶۳) المحلی ابن حزم ج۲ ص۳، مصابیح السنہ ج۱ ص۳۰ (ج۱ ص۲۱۲ حدیث ۲۹۲) الاعتبار ابن حازم ص۳۰ (۱۲۰) تفسیر قرطبی ج۵ ص۲۰۰ (ج۵ ص۱۳۴) تفسیر خازن ج۱ ص۳۷۵ (ج۱ ص۳۴۳) الموطا ج۱ ص۵۱ المدونۃ الکبری ج۱ ص۳۴ (ج۱ ص۳۰)

۲۔ سنن ابن ماجہ (ج۱ ص۹۹ حدیث ۶۰۸) مسند احمد ج۶ ص۴۷، ۱۱۲، ۱۶۱ (ج۷ ص۴۷ حدیث ۲۳۶۸۶ ص۱۶۳ حدیث ۲۴۲۹۶، ص۲۳۱ حدیث ۲۴۷۵۳

۳۔ سنن دارمی ج۱ ص۱۹۴، سنن ابن ماجہ ج۱ ص۲۱۲ (ج۱ ص۲۰۰ حدیث ۶۰۹) سنن بیہقی ج۱ ص۱۶۵، الاعتبار ابن حازم ۳۳ (ص۱۲۴

۴۔ المحلی ابن حزم ج۲ ص۴

۹۔ خلیفہ نے حدیث نبی چھپائی

مسند احمد میں ابو صالح کا بیان ہے کہ میں نے منبر پر عثمان کو کہتے سنا میں نے ایک حدیث رسولؐ تم سے چھپائی تھی اس خوف سے کہ کہیں تم مجھ سے علیحدہ نہ ہو جاؤ، پھر میں نے فیصلہ کیا کہ تمہیں سنا ہی دوں تاکہ تم اپنے متعلق خود فیصلہ کرو میں نے رسول ﷺ کو فرماتے سنا کہ خدا کی راہ میں محاذ جنگ کا ایک دن گھر کے ایک ہزار دنوں سے بہتر ہے۔(۱)

اور مصعب کا بیان ہے کہ عثمان نے کینہ کے ڈر سے حدیث چھپانے کا عذر کیا کہ خدا کی راہ میں ایک رات جنگ کا خوف ایک ہزار رات دنوں کے نماز اور روزے سے افضل ہے۔(۲)

حمران کے مطابق عثمان نے وضو کرتے ہوئے کہا کہ اگر قرآن کی آیت نہ ہوتی تو تم سے یہ حدیث بیان نہ کرتا، حدیث رسول ﷺ ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز پڑھے تو دو نمازوں کے درمیانی گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔(۳)

تبصرۂ امینیؒ:

امت کو تعلیم محمد سے باز رکھنے اور چھپانے کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے خاص طور سے جہاد، نماز کے متعلق۔ چنانچہ بے شمار احادیث میں ایسے لوگوں کی مذمت ہے؛ جو حدیث چھپاتے ہیں ان پر تمام مخلوقات لعنت کرتے ہیں، قیامت میں آگ کی لجام چڑھائی جائے گی، ایسا شخص خزانہ چھپانے والے کی طرح منحوس ہے۔ دوسری طرف احادیث اور آثار شریعت کو نمایاں کرنے پر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعا اور خدا کی نظر رحمت کا مژدہ ہے، ممکن ہے کہ خلیفہ نے اپنے قبل کے خلفاء کی پیروی میں حدیث چھپائی ہو جو ایک خاص کینے میں مخصوص نقطۂ نظر والی احادیث کو سختی سے چھپاتے تھے اور بیان نہیں کرنے دیتے تھے۔

۱۔ مسند احمد ج ۱ ص ۶۵ (ج ۱ ص ۱۰۵ حدیث ۴۷۲)

۲۔ مسند احمد ج ۱ ص ۶۱، ۶۵ (ج ۱ ص ۹۸ حدیث ۴۳۵، ص ۱۰۴ حدیث ۴۶۵)

۳۔ مسند احمد ج ۱ ص ۵۷ (ج ۱ ص ۹۲ حدیث ۴۰۲)

۱۰۔ گھوڑوں کی زکوۃ کے متعلق خلیفہ کی رائے

انساب بلاذری (۱) میں زہری کا بیان ہے کہ عثمان گھوڑوں کی زکاۃ لیتے تھے، لوگوں نے احتجاج کیا کہ رسول خدا نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکاۃ معاف کردی ہے۔ (۲)

تبصرۂ امینیؒ

خلیفہ کا یہ فتوی کتاب وسنت کے مخالف ہے، صحاح ستہ میں بیس سے زیادہ احادیث منتخب کر کے علامہ امینیؒ نے درج کی ہیں۔ (۳)

۱۱۔ خلیفہ نے عیدین میں نماز سے قبل خطبہ دیا

ابن حجر فتح الباری میں بروایت ابن منذر حسن بصری کا بیان نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے قبل نماز عیدین عثمان نے خطبہ دیا، انہوں نے نماز پڑھا کر خطبہ دیا تو لوگ چلے گئے اس لئے ایسا کیا تا کہ لوگ خطبہ بھی سنیں۔ ان کے آنے کے قبل ہی خطبہ شروع کردیا۔ (۴)

۱۔ انساب بلاذری ج۵ ص۲۶

۲۔ المحلی ابن حزم ج۵ ص۲۲۷، المصنف عبدالرزاق (ج۴ ص۳۵ حدیث ۶۸۸۸) تعالیق الآثار قاضی ابو یوسف ص ۸۷

۳۔ صحیح بخاری ج۳ ص۳۰، ۳۱ (ج۲ ص۵۳۲ حدیث ۱۳۹۴، ۱۳۹۵) صحیح مسلم ج۱ ص۳۶۱ (ج۲ ص۱۷۳ حدیث ۹، ۸) سنن ترمذی ج۱ ص۸۰ (۳ ص۲۳ حدیث ۶۲۸) سنن ابی داؤد ج۱ ص۲۵۳ (ج۲ ص۱۰۸ حدیث ۱۵۹۵، ۱۵۹۴) سنن ابن ماجہ ج۱ ص ۵۵۵، ۵۵۶ (ج۱ ص۵۷۹ حدیث ۱۸۱۳) سنن نسائی ج۵ ص۳۵، ۳۶، ۳۷، (ج۲ ص۱۹، ۱۷ حدیث ۲۲۵۷، ۲۲۴۶) سنن بیہقی ج۴ ص۱۱۷، مسند احمد ج۱ ص۶۲، ۱۲۱، ۱۳۲، ۱۴۶، ۱۴۸، ج۲ ص۲۴۳، ۲۴۹، ۲۷۹، ۴۰۷، ۴۳۲ (ج۱ ص۱۴۹ حدیث ۷۱۳، ص۱۹۵ حدیث ۹۸۷، ص۲۱۲ حدیث ۱۱۰۰، ص۲۳۴ حدیث ۱۲۳۷، ص۲۳۵ حدیث ۱۲۴۷، ص۲۳۹ حدیث ۱۲۷۰ ج۲ ص۴۷۹ حدیث ۷۲۵۳، ص۴۹۳ حدیث ۷۳۴۹، ص۵۴۵ حدیث ۷۶۹۹، ج۳ ص۱۲۶ حدیث ۹۰۲۸، ص۱۶۹ حدیث ۹۲۹۵) کتاب الام شافعی ج۲ ص۲۲ (ج۲ ص۲۶) موطا مالک ج۱ ص۲۰۶ (ج۱ ص۲۷۷ حدیث ۳۷) احکام القرآن جصاص ج۳ ص۱۸۹ (ج۳ ص۱۵۴) المحلی ابن حزم ج۵ ص۲۲۹، عمدۃ القاری ج۴ ص۳۸۳ (ج۹ ص۳۶

۴۔ فتح الباری ج۲ ص۳۵۹، ۳۶۱ (ج۲ ص۴۵۱، ۴۴۹)

یہ وجہ مروان کی بدعت سے مختلف ہے، کیونکہ عثمان نے پہلے اس لئے خطبہ دینا شروع کیا کہ لوگ نماز میں شامل ہوسکیں اور مروان اس لئے پہلے خطبہ دیتا تھا کہ لوگ خطبہ کی تلخی سے متنفر تھے، جو گالیوں کے سزاوار نہیں انہیں گالیاں دیتا تھا اور بعض لوگوں کی حد سے زیادہ تعریف کرتا تھا۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بعد نماز خطبہ دینا ثابت ہے چنانچہ ترمذی کی صحیح میں ہے کہ اس پر تمام اہل علم اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل تھا کہ بعد نماز خطبہ دیا جاتا تھا(۲) سب سے پہلے مروان نے بدعت کی، بعد نماز خطبہ کی روایت ابن عباس،(۳) ابوسعید خدری۔(۴) عبداللہ بن ثابت۔(۵) اور جابر بن عبداللہ انصاری کی ہے(۶) اور ابوعبید۔(۷) کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد نماز عیدین خطبہ فرمایا:

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متواتر بعد نماز خطبہ دیتے رہے، اسی لئے ابوبکر و عمر نے نیز حضرت علیؑ نے بعد نماز خطبہ دیا۔(۸)

۱۔ نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۶۲ (ج ۳ ص ۳۳۴، ۳۴۵) تاریخ المدینۃ ابن شبہ (ج ۱ ص ۱۳۵ تاریخ الخلفاء ص ۱۱ (ص ۱۵۴) محاضرۃ الاوائل ص ۱۴۵

۲۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۷۰ (ج ۲ ص ۴۱۱ حدیث ۵۳۱)

۳۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۶ (ج ۲ ص ۵۲۵ حدیث ۱۳۸۱) صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۵ (ج ۲ ص ۲۸۳ حدیث ۲ کتاب صلاۃ العیدین) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۸، ۱۷۹ (ج ۱ ص ۲۹۷ حدیث ۱۱۴۲) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۵ (ج ۱ ص ۴۰۶ حدیث ۱۲۷۳) سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۴ (ج ۱ ص ۵۴۵ حدیث ۱۷۶۶) سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۹۶

۴۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۹ (ج ۱ ص ۳۸۹ (ج ۱ ص ۴۰۹ حدیث ۱۲۸۸) مدونۃ الکبری مالک ج ۱ ص ۵۵ (ج ۱ ص ۱۶۹) سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۹۷

۵۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۶ (ج ۱ ص ۴۱۰ حدیث ۱۲۹۰) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۸۰ ج ۱ ص ۳۰۰ حدیث ۱۱۵۵) سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۵ (ج ۱ ص ۵۴۸ حدیث ۱۷۷۹) سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۰۱، المحلی ج ۵ ص ۸۶

۶۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۳۳۲ حدیث ۹۳۵) صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۵ (ج ۲ ص ۲۸۴ حدیث ۳ کتاب صلاۃ العیدین) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۸ سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۶ (ج ۱ ص ۵۴۵ حدیث ۱۷۶۵) سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۶، ۲۹۸

۷۔ موطا مالک ج ۱ ص ۱۴۷ (ج ۱ ص ۱۷۸) کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۷۱ (ج ۱ ص ۱۹۲)

۸۔ کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۳۵) صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲ (ج ۱ ص ۳۲۷ حدیث ۹۲۰)

کاش ہمیں معلوم ہوسکتا کہ نماز میں سنت خدا کیوں بدل گئی بنی امیہ خطبوں میں امیر المومنینؑ پر سب دشتم کرتے تھے، اس لئے لوگ خطبے میں شریک نہیں ہوتے تھے، اسی لئے قبل نماز خطبہ شروع کیا گیا تا کہ لوگ مجبوراً خطبہ سنیں۔(۱) مروان، معاویہ اور عثمان اس بدعت میں ذرا بھی خدا سے نہ ڈرے۔

قصاص ودیت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

سنن بیہقی (۲) میں بطریق زہری روایت ہے کہ جذامی نے شام کے نبطی کو قتل کردیا، یہ معاملہ عثمان کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے قتل کا حکم دے دیا، جب اس بارے میں زبیر اور دوسرے اصحاب نے گفتگو کی تو قتل کا حکم واپس لے لیا اور ایک ہزار دینار اس کی دیت مقرر کردی۔(۳)

ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک مسلمان نے ذمی کو جان بوجھ کر قتل کردیا، جب مقدمہ عثمان کے پاس گیا تو اسے قتل نہیں کیا بلکہ مسلمان کے برابر دیت متعین کردی۔ ابو عاصم ضحاک نے دیات میں لکھا ہے کہ جن لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے ان میں عمر بن عبدالعزیز، ربان بن عثمان اور عبداللہ ہیں اور جو لوگ ذمی کی دیت مسلمان کے برابر قرار دیتے ہیں، ان میں عثمان ہیں۔(۴)

تبصرۂ امینیؒ

سخت تعجب کی بات ہے کہ خلیفہ جی کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کرتے ہیں اور کافر کی دیت مسلمان کے برابر قرار دیتے ہیں، یہ دونوں باتیں حجت وسنت سے متصادم ہیں، کون خلیفہ زبیر کی رائے پر اپنا فیصلہ بدلے گا۔؟ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کرنے میں امیر المومنین کی حدیث اور امام شافعی کا فتویٰ ہیکہ

۱۔ المحلی ابن حزم ج۵ص ۸۶، بدائع الصنائع ملک العلماء ج۱ص ۲۷۶، المبسوط سرخسی ج۲ص ۳۷ شرح سنن ابن ماجہ سندی ج۱ص ۳۸۶

۲۔ سنن بیہقی ج۸ص ۳۳

۳۔ کتاب الام ج۷ص ۲۹۳ (ج۷ص ۳۲۱)

۴۔ الدیات ص ۷۶

کافر کے بدلے مومن کو قتل نہ کیا جائے گا۔(۱)

لیکن ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ آیۂ مائدہ کا عمومی مفہوم کہتا ہے کہ کافر کے بدلے مومن کو قتل کیا جاسکتا ہے چنانچہ آیت ہے۔

﴿کتبا علیھم فیھا انّ النفس بالنفس......﴾(۲)اور ہم نے قصاص کے بارے میں لازم قرار دیا ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، اور ناک کے بدلے ناک کا بدلہ لیا جائے گا۔حالانکہ ان صاحب کو صحیح احادیث کا پتہ نہ تھا، جو اس آیت کی تشریح کرتی ہے، اس سلسلے میں علامہ امینی نے آٹھ احادیث نقل کی ہیں، جو قیس بن عباد(۳)، عائشہ(۴)ابن عباس، (۵)عمران، (۶)ابن عمر(۷) وغیرہ سے مروی ہیں۔

دوسرا مفہوم کہ کافر کی دیت مسلمان کے برابر نہیں ہوسکتی، اس بارے میں ابوداؤد، ابن ماجہ، اور نسائی وغیرہ کی احادیث ہیں کہ ذمی یا کافر کی دیت مومن کے نصف ہے۔(۸)

۱۔صحیح بخاری ج۱۰ص ۷۸(ج۶ ص۲۵۳۴ حدیث ۶۵۱۷)سنن داری ج۲ص۱۹۰، سنن ابن ماجہ(ج۲ص ۸۸۷حدیث ۲۶۵۸)سنن نسائی ج۸ص۲۳(ج ۴ص ۲۲۰حدیث ۶۹۴۶)سنن بیہقی ج۸ص۲۸سنن ترمذی ج۱ص۱۶۹(ج۴ص۱۷ حدیث۱۴۱۲)مسند احمد ج۱ص۷۹(ج۱ص ۱۲۸حدیث۶۰۰)کتاب الام شافعی ج۶ص ۳۳،۹۲(ج۶ص ۳۸،۱۰۵)احکام القرآن حصاص ج۱ص۱۶۵(ج۱ص۱۴۲)الاعتبار ابن حازم ص۱۹۰(ص۴۵۳)تفسیر ابن کثیر ج۱ص۲۱۰

۲۔(سورۃ المائدۃ الآیۃ ۴۵)

۳۔الدیات ابوعاصم ص ۲۷، مسند احمد ج۱ص ۱۱۹، ۱۲۲(ج۱ص۱۹۱حدیث۹۶۲، ص۱۹۶حدیث۹۹۴)سنن ابی داؤد ج۲ص ۲۴۹(ج۴ص۱۸۰حدیث۴۵۳۰)سنن نسائی ج۸ص۲۴(ج ۴ص۲۲۰حدیث ۶۹۴۸)سنن بیہقی ج۸ص ۲۹، ۱۹۴، احکام القرآن حصاص ج۱ص۶۵، الاعتبار ص۱۸۹(ص۴۵۱)نیل الاوطار ج۷ص۱۵۲(ج۷ص۱۰)

۴۔الدیات ابوعاصم ص۲۷، سنن بیہقی ج۸ص۳۰ ۵۔سنن ابن ماجہ ج۲ص۱۴۵(ج۲ص۸۸۸حدیث۲۶۶۰)

۶۔کتاب الام شافعی ج۶ص ۳۳(ج۶ص ۳۸)سنن بیہقی ج۸ص۲۹

۷۔احکام القرآن حصاص ج۱ص۱۶۵(ج۱ص۱۴۲)

۸۔سنن ابن داؤد ج۲ص۲۵۱(ج۴ص۱۸۴حدیث۲۶۴۴، ص۱۹۴حدیث۴۵۸۳)سنن ابن ماجہ ج۲ص۱۴۲(ج۲ص۸۸۳ حدیث۲۶۴۴)سنن نسائی ج۸ص۴۵(ج۴ص۲۳۵حدیث۷۰۰۹)

قرأت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

ملک العلماء، بدائع والصنائع میں لکھتے ہیں کہ عمر نے مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ حمد نہیں پڑھا، پھر تیسری رکعت میں بلند آواز سے پڑھ کے اس کو پورا کیا اور عثمان نے بھی عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ حمد نہ پڑھا اور بعد کی دو رکعتوں میں زور سے پڑھ کر اسے پورا کیا۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ خلیفہ نے دو غلطیاں کیں، ایک تو سورۂ حمد چھوڑا، دوسرے آخری دو رکعتوں میں زور سے پڑھ کر اس کو پورا کیا، دونوں غلطیوں کے خلاف احادیث ہیں، پہلی میں عبادہ بن صامت ،(۲) ابو ہریرہ ،(۳) عائشہ ،(۴) ابو سعید خدری ،(۵) سمرہ (۶) رفاعہ (۷) وائل بن حجر (۸)

۱۔ بدائع الصنائع ج۱ص۱۱۱

۲۔ صحیح بخاری ج۱ص۳۰۲ (ج۱ص۲۶۳ حدیث۷۲۳) صحیح مسلم ج۱ص۱۵۵ (ج۱ص۲۷۵ حدیث۳۴) سنن ابی داؤد ج۱ص۱۳۱ (ج۱ص۲۱۷ حدیث۸۲۲) سنن ترمذی ج۱ص۳۴، ۴۱ (ج۲ص۲۵ حدیث ۲۴۷) سنن نسائی ج۲ص۱۳۷، ۱۳۸ (ج۱ص۳۱۶ حدیث۹۸۳۔۹۸۲) سنن دارمی ج۱ص۲۸۳ سنن ابن ماجہ ج۱ص۲۷۶ (ج۱ص۲۷۳ حدیث ۸۳۷) سنن بیہقی ج۲ص۳۸، ۶۱، ۱۶۴، مسند احمد ج۵ص۳۱۴، ۳۲۱ (ج۶ص۴۲۷ حدیث۲۲۱۶۹، ص۴۳۹ حدیث۹۲۳۵)

۳۔ مسند احمد ج۲ص۴۲۸ (ج۳ص۱۶۳ حدیث۹۲۳۵) سنن ترمذی ج۱ص۴۲۰ ج۱ص۱۲۱ حدیث۳۱۲) سنن ابی داؤد ج۱ص۱۳۰ (ج۱ص۲۱۶ حدیث۸۲۰) سنن بیہقی ج۲ص۳۷، ۵۹، المستدرک علی الصحیحین ج۱ص۲۳۹ (ج۱ص۳۶۵ حدیث۸۷۲)

۴۔ مسند احمد ج۶ص۱۴۲، ۲۷۵ (ج۷ص۲۰۵ حدیث۲۴۵۷۵، ص۳۹۱ حدیث۲۵۸۴۴) سنن ابن ماجہ ج۱ص۲۷۷ (ج۱ص۲۷۴ حدیث۸۴۰) کنز العمال ج۵ص۹۵، ۹۶ (ج۷ص۴۳۷ حدیث۱۹۶۶۳، ص۴۳۸ حدیث۱۹۶۶۸)

۵۔ سنن ترمذی ج۱ص۳۲ (ج۲ص۳ حدیث۲۳۸) سنن ابن ماجہ ج۱ص۲۷۷ کنز العمال ج۵ص۹۵ (ج۷ص۴۳۷ حدیث۱۹۶۶۶)

۶۔ سنن ابی داؤد ج۱ص۱۲۴ (ج۱ص۲۰۶ حدیث۷۷۷) سنن ترمذی ج۱ص۳۴ (ج۲ص۳۱ حدیث۲۵۱) سنن دارمی ج۱ص۲۸۳، سنن ابن ماجہ ج۱ص۲۷۸ (ج۱ص۲۷۵ حدیث۸۴۵) المستدرک علی الصحیحین ج۱ص۲۱۵ (ج۱ص۳۳۵ حدیث۷۸۰) مصابیح السنۃ ج۱ص۵۶ (ج۱ص۳۱۸ حدیث۵۷۵) تیسیر الوصول ج۲ص۲۲۹ (ج۲ص۲۷۹)

۷۔ سنن ابی داؤد ج۱ص۱۳۷ (ج۱ص۲۲۷ حدیث۸۵۹) سنن بیہقی ج۲ص۳۴۵، مسند احمد ج۴ص۳۴۰ (ج۵ص۴۴۹ حدیث۱۸۵۱۸) کتاب الام شافعی ج۱ص۸۸ (ج۱ص۱۱۰) المستدرک علی الصحیحین ج۱ص۲۴۱، ۲۴۲ (ج۱ص۳۶۸ حدیث۸۸۱، ص۳۶۹ص۸۸۴) المحلی ج۳ص۲۵۶، صحیح بخاری ج۱ص۳۱۴ (ج۱ص۲۶۳) صحیح مسلم ج۱ص۱۱۷ (ج۱ص۳۷۸ کتاب الصلاۃ)

۸۔ مجمع الزوائد ج۲ص۱۳۴

عبدالرحمٰن ابن ابزی،(۱)

عبدالرحمٰن بن غنم کی مروی احادیث ہیں کہ جس نے بھی پہلی و دوسری رکعت میں سورۂ حمد پڑھنا چھوڑ دیا تو اس کی نماز ناتمام ہے۔

اس کا پڑھنا واجب ہے، اس کے متعلق ابوحنیفہ (۲) امام شافعی (۳) امام احمد بن حنبل (۴) اور امام مالک (۵) کا واضح فتوی موجود ہے، سبھی نماز ناتمام سمجھتے ہیں۔

نماز مسافر کے متعلق خلیفہ کی رائے

ابوعبید (۶) عبدالرزاق (۷) طحاوی اور ابن حزم ابولہب سے روایت کرتے ہیں: عثمان نے لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ لوگ تجارت، یا ٹکس کی وصولی یا چوپایوں کے چرانے کے لئے گھر سے نکلتے ہیں تو نماز قصر پڑھتے ہیں، جب کہ قصر نماز صرف اسی صورت میں پڑھی جاسکتی ہے کہ جب کسی شخص کو کام سے بھیجا جائے یا دشمن کے سامنے ہو۔

عباس مخزومی کی روایت کے مطابق اپنے ایک گورنر کو عثمان نے لکھا کہ قصر نماز نہ پڑھے مقیم ، دیہاتی ، یا تاجر، ٹکس وصول کرنے والا ، تاجر اور کسان بھی قصر نماز نہ پڑھے اور لسان العرب میں ہے کہ بکریاں چرانے والا قصر نماز نہ پڑھے بلکہ وہی لوگ پڑھیں جنہیں کام سے بھیجا جائے یا دشمن کے سامنے ہوں۔

۱۔ مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۷ (ج ۴ ص ۴۱۲ حدیث ۱۴۹۴۶)

۲۔ فتح الباری (ج ۲ ص ۲۴۲)

۳۔ کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۹۳ (ج ۱ ص ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۷) مختصر کتاب الامام مزنی مطبوع بر حاشیہ کتاب الام ج ۱ ص ۹۰، ۹۱ (ص ۱۷، ۱۸)

۴۔ المحلی ابن حزم ج ۳ ص ۲۳۶

۵۔ المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۶۵، ۶۶)

۶۔ غریب الحدیث (ج ۳ ص ۴۱۹)　　۷۔ المصنف عبدالرزاق (ج ۲ ص ۵۲۱ حدیث ۴۲۸۲)

تبصرۂ امینیؒ

خلیفہ نے یہ قید کہاں سے لگائی پتہ نہیں جب کہ مروی احادیث میں حکم مطلق ہے اور آیت میں بھی مطلق حکم ہے۔ ﴿اذ اضربتم فی الارض......﴾ (۱) جب تم سفر کرو تو قصر نماز پڑھنے میں کوئی ہرج نہیں، چنانچہ اسی بنیاد پر ابوحنیفہ، ثوری اور ابوثور نے کہا ہے کہ اگر سفر معصیت ہو تب بھی قصر نماز پڑھنا چاہیے۔ (۲)

صید حرم کے متعلق خلیفہ کی رائے

امام احمد بن حنبل وغیرہ (۳) بسند صحیح لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن حارث بن نوفل کا بیان ہے کہ جب عثمان مکہ آئے اور ہم لوگوں نے ان کا استقبال کیا، اس موقع پر ملاحوں نے چکور شکار کر کے ہمیں دیا، ہم نے اسے شوربے میں پکا کر عثمان کی خدمت میں پیش کیا، عثمان کے ساتھیوں نے اسے کھانے سے انکار کر دیا تو عثمان نے کہا کہ یہ شکار ہم نے نہیں کیا نہ شکار کرنے کا حکم دیا جو لوگ محرم نہیں ہیں انہوں نے شکار کر کے ہمیں کھانے کے لئے دیا ہے اس لئے اسے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بس یہ معاملہ حضرت علیؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا، حضرت غصے میں بھرے ہوئے آئے اور فرمایا: جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم حالت احرام میں ہیں، جو لوگ احرام کی حالت میں نہیں ہیں انہیں کھلاؤ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں یہاں تمام موجود لوگوں کی قسم دیتا ہوں کہ اس بات کی گواہی دیں یہ سن کر بارہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھ کر گواہی دی، پھر آپ نے فرمایا: ایک بار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

۱۔ (سورۃ النساء ۱۰۱)

۲۔ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷، المحلی ابن حزم ج ۵ ص ۱ (مسئلہ ۵۱۳) نھایۃ ابن اثیر ج ۲ ص ۳۲۵ (اص ۲۷۳) لسان العرب ج ۵ ص ۲۰۷ (ج ۲ ص ۲۸۷) کنز العمال ج ۴ ص ۲۳۹ (ج ۸ ص ۲۳۵ حدیث ۲۲۷۰۲) تاج العروس ج ۳ ص ۱۰۰، ج ۴ ص ۲۰۱

۳۔ المحلی ج ۴ ص ۲۶۴، احکام القرآن جصاص (ج ۲ ص ۳۱۲ (ج ۲ ص ۲۵۵)

میں شترمرغ کے انڈے پیش کئے گئے تھے، اس وقت بھی رسول نے فرمایا تھا کہ ہم محرم ہیں جو لوگ احرام میں نہیں ہیں انہیں کھلاؤ، آپ نے حاضرین کو قسم دی تو کم وبیش بارہ افراد نے اس بات کی گواہی دی، یہ سن کر عثمان نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور اپنی قیام پر چلے گئے، تمام گوشت ملاحوں نے کھایا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس مسئلہ کو خود عثمان نے علیؑ سے پوچھا تو حضرت نے متذکرہ بات کہی۔ امام شافعی کی روایت ہے کہ جب عثمان کو چکور کا ہدیہ پیش کیا گیا تو عثمان نے اسے کھایا اور ان کے ساتھ سب ساتھیوں نے کھایا صرف علیؑ نے کھانے سے انکار کر دیا۔

اس روایت کو بیہقی، طبری، ابن حزم وغیرہ نے بھی لکھا ہے۔

تبصرۂ امینیؒ

خلیفہ کو یہ معمولی مسئلہ بھی معلوم نہ تھا، حضرت علیؑ کے بتانے پر بھی باز نہ آئے جب کہ حدیث ہے کہ علی مع الحق والحق مع علی۔ (۱) مزید یہ کہ حضرت کی تائید میں آیت ہے کہ ﴿حرّم علیکم صید......﴾ (۲) اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں بھی ہیں۔

۱۹۔ نزاع کا فیصلہ علیؑ سے کرایا

مسند احمد میں ہے کہ تحسیس اور صفیہ خمس کے غلام وکنیز تھے، صفیہ نے ایک دوسرے خمس کے غلام سے زنا کر کے ایک بچہ پیدا کیا، تحسیس نے دعوی کیا کہ بچہ میرا ہے، عثمان نے یہ معاملہ علیؑ کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ اسی طرح کروں گا جیسا رسول خدا ﷺ نے کیا تھا۔ فرمایا کہ

۱۔ خطیب بغدادی ج ۱۴ ص ۳۲۱، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۳۶، الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۷۳) ربیع الابرار زمخشری (ج ۱ ص ۸۲۸) مناقب خوارزمی (ص ۱۷۶ حدیث ۲۱۴) تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۲۰۵) کفایۃ الطالب ص ۱۳۵ (ص ۲۶۵ باب ۶۲) مسند ابی یعلی (ج ۲ ص ۳۱۸ حدیث ۱۰۵۲) نزل الابرار ص ۲۲ (ص ۵۸) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۳ ص ۱۳۵ حدیث ۴۶۲۹) سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۵ ص ۵۹۲ حدیث ۳۷۱۴) جامع الاصول (ج ۹ ص ۴۲۰ حدیث ۶۳۷۲) کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۷ (ج ۱۱ ص ۶۳۲ حدیث ۳۳۱۲۴)

۲۔ (سورۃ المائدہ الآیۃ ۹۶۔

قانونی طور سے لڑکا اسی کا ہے اور زنا کار کو سنگسار کرنا چاہیے دونوں کو پچاس تازیانے مارو۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

خلیفہ نے اس لئے حضرت سے فیصلہ کرایا کہ خود ان کو معلوم نہ تھا، انہیں شاید یہ آیت معلوم تھی کہ زانی اور زانیہ کو سو کوڑے لگاؤ(۲) اور اجمالی طور سے یہ بھی جانتے تھے کہ اکثر احکام میں آزاد اور غلام کا فرق کیا ہے۔ لیکن شاید انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ خدا کا مسئلہ بھی اسی زمرے میں آتا ہے، شاید وہ اس آیت کی طرف بھی ملتفت نہ تھے، ﴿ومن لم یستطع منکم طولاً﴾(۳) اور تم میں سے جو شخص مومنہ عفت دار عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ تمہاری ان مومنہ لونڈیوں سے جو تمہارے قبضے میں ہیں نکاح کر سکتا ہے، اور خدا تمہارے ایمان سے اچھی طرح واقف ہے، ایمان کی حیثیت سے تو تم میں ایک دوسرے کا ہم جنس ہے پس بے تامل ان کے مالکوں کی اجازت سے لونڈیوں سے نکاح کرو اور ان کا مہر حسن سلوک سے دے دو مگر انہیں لونڈیوں سے نکاح کرو جو عفت کے ساتھ تمہارے پابند رہیں نہ تو کھلے خزانے زنا کریں اور نہ چوری چھپے آشنائی، پھر جب تمہاری پابند ہو چکیں اس کے بعد کوئی بدکاری کریں تو جو سزا دائمی بیویوں کو دی جاتی ہے اس کی آدھی سزا لونڈیوں کو دی جائے گی۔

لیکن ان کے سامنے یہ آیت موجود تھی مگر ان کی سمجھ میں نہ آسکا سنگسار کی نصف سزا کیا ہو گی، انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی نصف سزا تازیانہ مارنا ہے جو سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے۔(۴)

۱۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۴ (ج ۱ ص ۱۶۷)

۲۔ سورۂ نور/۲

۳۔ (نساء/۲۵)

۴۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸ (ج ۶ ص ۲۵۰۹ حدیث ۶۴۴۸) صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷ (ج ۳ ص ۵۳۵ حدیث ۳۰ کتاب الحدود) سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۳۹ (ج ۴ ص ۱۶۰ حدیث ۴۴۷۱، ۴۴۷۰) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۱۹ (ج ۲ ص ۸۵۷ حدیث ۲۵۶۶) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۴۲، الموطا ج ۲ ص ۱۷۰ (۲ ص ۸۲۷ حدیث ۱۶) کتاب الام ج ۶ ص ۱۲۱ (ج ۶ ص ۱۳۵) تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۱۵۹ (ج ۱۲ ص ۱۰۷)

اگر انہیں زمانہ رسول ﷺ میں حضرت علیؑ کے ذریعہ سزا دینے کی بات یاد نہ تھی تو زمانہ عمر ہی کی بات یاد کر لیتے کہ انہوں نے کنیزوں کی زنا کاری پر پچاس تازیانے مارے تھے۔(۱)

بہر حال خلیفہ کو اتنی سمجھ تو آئی کہ صحیح فیصلہ خاندان رسولؐ ہی کر سکتا ہے۔

عدۂ مختلفہ کے متعلق خلیفہ کی رائے

ربیع بنت مسعود نے عبداللہ بن عمر سے گذارش کی کہ میں زمانہ عثمان میں شوہر سے خلع لے کر علیحدہ ہوگئی تھی، اس معاملے کو معاذ بن عمران نے عثمان کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ مسعور کی بیٹی نے اپنے شوہر سے خلع لے لیا ہے، کیا وہ شوہر کے گھر سے چلی جائے؟ عثمان نے کہا: وہ گھر سے نکل جائے اب وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی میراث بھی نہ لیں گے، اور نہ عدہ کی ضرورت ہے، وہ ایک خون دیکھنے کے بعد دوسری شادی کر سکتی ہے۔

کیونکہ احتمال ہے کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہو یہ سن کر عبداللہ بن عمر نے کہا کہ عثمان ہم لوگوں میں افضل ترین اور سب سے بڑے دانشور ہیں۔(۲)

تبصرۂ امینیؒ؛ قرآن وحدیث کی روشنی میں

مطلقہ عورتوں کو دوسری شادی کرنے کے لئے تین خون دیکھنا ضروری ہے، اس میں کوئی فرق اقسام اخلاق کا نہیں، پس اگر صرف شوہر کی طرف سے طلاق ہے تو اسے طلاق رجعی کہتے ہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے ہو تو اسے خلع کہتے ہیں اور اگر دونوں کی طرف سے ہو اسے مبارات کہتے ہیں، ان تینوں

۱۔ موطا مالک ج ۲ ص ۱۷۰ (ج ۲ ص ۸۲۷ حدیث ۱۶) سنن بیہقی ۸ ص ۲۴۲، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۶، کنز العمال ج ۳ ص ۸۶ (ج ۵ ص ۴۱۴ حدیث ۱۳۴۶۸)

۲۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۵۰، ۴۵۱، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۳۴ حدیث ۲۰۵۸ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۶، المصنف ابن ابی شیبہ (ج ۵ ص ۱۱۵) زاد المعاد ابن قیم ج ۲ ص ۴۰۳ (ج ۴ ص ۲۱۴) کنز العمال ج ۳ ص ۲۲۳ (ج ۶ ص ۱۸۱ حدیث ۱۵۲۶۴) نیل الاوطار ج ۷ ص ۳۵ (ج ۶ ص ۲۷۸)

اقسام کے طلاق نیز ائمہ مذاہب اربعہ کے فتاوی ایک رائے ہیں کہ عدہ خلع کے لئے عورت تین طہر انتظار کرے گی، چنانچہ تفسیر ابن کثیر (۱) میں اس رائے کو لکھ کر کہا گیا ہے کہ یہی نظریہ ہے ابو حنیفہ، شافعی، احمد، اسحاق بن راہور کا اور اس کی روایت عمر، علی، ابن عمر، سعید بن میتب، سلیمان بن یسار، عروہ اسلم، ابو سلمہ، عمر بن عبدالعزیز، ابن شہاب، حسن، شعبی، ابراہیم نخعی، ابو عباس، خلاص بن عمر، قتادہ، سفیان ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، ابو عبید سے ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہی قول اکثر اہل علم اور صحابہ کا ہے کہ خلع میں بھی دوسری اقسام طلاق کی طرح عدہ ہوگا، اور جو روایت ترمذی میں ہے وہ قصہ زمانہ نبی کا نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض محدثین نے برائت عثمان کے لئے گڑھ لیا ہے پھر اب اس جہالت کے مقابلے میں ابن عمر کا قول دیکھئے جو فرماتے ہیں کہ عثمان ہمارے زمانے کے افضل واعلم ہیں۔ (۲)

گمشدہ شوہر کے متعلق خلیفہ کی رائے

سعید بن میتب بیان کرتے ہیں کہ عمر نے کہا: جس عورت کا شوہر گم ہوجائے اور اسے معلوم نہ ہوسکے کہ کہاں ہے تو اسے چار سال صبر کرنا چاہئے، پھر مزید چار ماہ دس روز انتظار کرنا چاہیے پھر وہ آزاد ہوجائے گی، عمر کے بعد یہی حکم عثمان نے دیا، ابو عبید کی روایت میں ہے کہ عمر و عثمان چار سال، چار ماہ، دس دن انتظار کے بعد آزاد ہونے کا حکم دیتے ہیں، شیبانی اور زہری کا یہی بیان ہے۔ (۳)

امام شافعی کی عبارت ہے کہ جس عورت کا شوہر گم ہوجائے اور دوسری شادی کرے پھر جماع سے قبل اور شوہر آجائے تو وہی سزاوار ہے لیکن اگر جماع کے بعد آئے تو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تو عورت کا مہر دے دے۔ (۴)

۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۶

۲۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۲ (ج ۳ ص ۴۹۲ حدیث ۱۱۸۵)

۳۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۴۲ (ج ۳ ص ۴۹۱ حدیث ۱۱۸۵)

۴۔ موطا مالک ج ۲ ص ۲۸ (ج ۲ ص ۵۷۵ حدیث ۵۲) کتاب الام شافعی ج ۷ ص ۲۱۹، ج ۷ ص ۲۳۶) سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۵، ۴۴۶۔

تبصرۂ امینیؒ

ذرا کوئی مجھے بتائے کہ گمشدہ کی عورت چار سال کیوں انتظار کرے کیا یہ حکم قرآن میں ہے؟ تو آیت کون سی ہے؟ کیا روایت میں ہے تو اس کا راوی کون ہے؟ پھر یہ کہ تمام اہلسنت کے صحاح و مسانید چھان ڈالیے کہیں اس حکم کا اتہ پتہ نہیں، انہوں نے اس بنیاد پر فیصلہ کیا ہو کہ خود انہیں کے یہاں حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ چار سال بیان کی گئی ہے۔(۱) کیونکہ امام شافعی اپنی ماں کے پیٹ میں چار سال رہے تھے، امام مالک بھی لکھتے ہیں کہ میرے ہمسائے کی عورت نے تین بچے دیئے ہر ایک بطن مادر میں چار سال رہا۔

اس دلیل کو ابن رشد نے المدونۃ الکبری (۲) میں یہ کہہ کے مسترد کر دیا ہے کہ اگر علت حکم یہی ہے تو چاہیئے کہ آزاد کنیز دونوں کے انتظار کی مدت یکساں ہو کیونکہ حمل کی نوعیت دونوں میں یکساں ہے پھر یہ حمل کی انتہائی مدت فقہا کے نزدیک مختلف ہے، ابو حنیفہ و ثوری دو سال کہتے ہیں، شافعی چار سال (۳) ابن قاسم پانچ سال اور امام مالک سات سال کہتے ہیں۔ کیونکہ ان سے ایک روایت منقول ہے کہ ابن عجلان کی عورت نے سات سال حمل کے بعد بچہ پیدا کیا۔(۴)

ممکن ہے ابن عجلان کی بیوی کی طرح دنیا میں اور بھی عورتیں ہوں جو دس بارہ سال تک حاملہ ہو سکتی ہوں۔(۵)

خلیفہ نے ابی سے مسئلہ پوچھا

سنن بیہقی میں بسند ابو عبیدہ منقول ہے کہ خلیفہ نے ابی کے پاس آدمی بھیج کر مسئلہ پوچھا کہ ایک

۱۔ فیض الالہ مالک ج ۲ ص ۲۶۳

۲۔ مقدمات المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۱

۳۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۴ ص ۵۳۵

۴۔ مقدمات المدونۃ الکبریٰ ابن رشد ج ۲ ص ۱۰۲

۵۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۱۷

شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی پھر تیسرے طہر کے وقت مباشرت کر لی ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے۔

ابی نے جواب دیا: میرے خیال میں جب تک وہ تیسرے حیض کا خون دیکھ کر غسل نہ کر لے شوہر کے لئے حد بلوغ جائز ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس مسئلے کے علاوہ کبھی عثمان نے کوئی مسئلہ پوچھا ہو۔

تبصرۂ امینیؒ

روایت صاف بتاتی ہے کہ خلیفہ نہیں جانتے تھے تو ابی بن کعب سے پوچھا، ظاہر ہے کہ جس سے مسئلہ پوچھا جائے وہ افضل ہوتا ہے۔

کاش...... مسائل کو علیؑ سے پوچھا جاتا جو سب سے افضل واعلم تھے۔

خلیفہ نے ایک عورت سے مسئلہ پوچھا

امام شافعی و مالک وغیرہ نے اپنی سند سے فریعہ بنت مالک کا واقعہ نقل کیا ہے کہ اس نے رسولؐ کی خدمت میں آکر پوچھا کہ میرا شوہر اپنا غلام ڈھونڈ رہا تھا کہ قتل کر دیا گیا، کیا میں اپنے گھر واپس جاؤں، کیونکہ میرے شوہر نے کوئی مکان مسکونہ میرے لئے نہیں چھوڑا ہے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جب میں مسجد یا حجرہ میں آگئی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلا کر ماجرا پوچھا، میں نے تمام واقعہ بیان کر دیا آپ نے فرمایا: تم اپنے حال پر ہو جب تک کوئی حکم قرآن نہ نازل ہو جائے۔ فریعہ کہتی ہے کہ میں وہاں چار مہینے دس دن رہی، جب عثمان کا عہد آیا تو انہوں نے مجھے بلا کر اس مسئلے کے متعلق پوچھا، میں نے اپنا واقعہ اور حکم بتایا تو اسی بنیاد پر انہوں نے دوسرے مقدمے کا فیصلہ کیا۔

امام شافعی نے رسالہ میں لکھا ہے کہ عثمان نے اپنی امامت کے زمانے میں بطاوجود علم و فضل کے ایک عورت سے مسئلہ پوچھ کر فیصلہ صادر کیا، اور کتاب اختلاف الحدیث میں ہے کہ فریعہ نے عثمان کو حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگاہ کیا تو انہوں نے اسی بنیاد پر دوسرے مقدنے کا فیصلہ کیا۔

ابن قیم زاد المعاد میں کہتے ہیں کہ یہ واقعہ بہت مشہور ہے، حجاز وعراق میں چنانچہ امام مالک نے

موطا میں اس واقعہ کی بنیاد پر نظریہ قائم کیا۔ ابن عبد البر بھی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ علماء حجاز و عراق میں کافی معروف ہے۔

حوالے کے لئے ملاحظہ ہو: (۱)

تبصرۂ امینیؒ

یہ واقعہ بھی دوسرے واقعات کی طرح ثابت کرتا ہے کہ خلیفہ کو مسئلہ معلوم نہ تھا، لیکن کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایک عورت سے قوم کا رہبر مسئلہ پوچھے، اس کے باوجود عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں عثمان تمام صحابہ سے اعلم ہیں۔

جگ جگ جیو اور نیرنگ زمانہ دیکھو

۲۱۔ قبل میقات احرام کے متعلق خلیفہ کی رائے

بیہقی سنن کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عامر بن کریز نے جب خراسان فتح کیا تو نذر مانی کہ بطور شکر اسی جگہ سے احرام باندھوں گا اور نیشاپور سے احرام باندھا، جب عثمان کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے بڑی ملامت کی اور کہا کہ تم بہت زیادہ مغرور ہو گئے ہو، تم نے حج کی توہین کی ہے۔ (۲)

ابن حزم محمد بن اسحاق ابن حجر، ابن سرین (۳)

۱۔ الرسالۃ ص ۱۱۶ (ص ۳۳۸ حدیث ۱۲۱۴) کتاب الام ج ۵ ص ۲۰۸ (ج ۵ ص ۲۲۷) اختلاف الحدیث مطبوع بر حاشیہ کتاب الام ج ۷ ص ۲۲ (ص ۴۷۹) الموطا مالک ج ۲ ص ۳۶ (ج ۲ ص ۵۹۱ حدیث ۸۷) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۶۲ (ج ۲ ص ۲۹۱ حدیث ۲۳۰۰) احکام القرآن جصاص ج ۱ ص ۴۹۶ (ج ۱ ص ۴۱۸) زاد المعاد ج ۲ ص ۴۰۴ (ج ۴ ص ۲۱۵) الاصابۃ ج ۴ ص ۳۸۶ نیل الاوطار ج ۷ ص ۱۰۰ (ج ۶ ص ۳۳۵) سنن ترمذی (ج ۳ ص ۵۰۸ حدیث ۱۲۰۴) سنن نسائی (ج ۳ ص ۳۹۳ حدیث ۵۷۲۴) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۵۴ حدیث ۲۰۳۱)

۲۔ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۱،

۳۔ المحلی ابن حزم ج ۷ ص ۷۷، الاصابۃ ج ۳ ص ۶۱ تھذیب التھذیب ج ۵ ص ۲۷۳ (ج ۵ ص ۲۳۹) تیسیر الوصول ج ۱ ص ۲۶۵ (ج ۱ ص ۳۱۲) صحیح بخاری (ج ۲ ص ۵۶۵ باب ۳۲ کتاب الحج)

تبصرۂ امینیؒ

احرام کے سلسلے میں یہ بات ثابت ہے کہ حج وعمرہ میں مکہ سے نزدیک ترین مقام سے احرام باندھے اور آخری جگہ کہ جہاں سے احرام باندھا جاسکتا ہے یعنی کہ جہاں سے حاجی احرام نہیں باندھ سکتا ، جہاں سے گذرے لیکن اس سے پہلے احرام باندھنا ، جس شہر سے چاہیں یا مضافات خانہ محرم اگر اس نیت سے ہو کہ محل احرام باندھنے کو میقات شرعی محبوب کرے یہ بدعت ہے اور حرام ہے، لیکن اگر یہ کام اس لئے انجام دے کہ عبادت میں اضافہ ہو یا نذر وعہد پوری کرنا ہو، یہ تمام باتیں کسی طرح بھی حرام نہیں ۔ چنانچہ علامہ امینی نے تبصرے اور تجزیئے کے ساتھ پانچ احادیث (۱) اور صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ (۲) کے فتوؤں کے ساتھ نقل کی ہیں ۔اس صورت حال میں ابن حزم کا کہنا ہے کہ عثمان نے کبھی کسی عمل صالح میں عیب نہیں لگایا کس قدر بھونڈی اور اندھی عقیدت کا مظاہرہ ہے۔

۲۲۔اگر علیؑ نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہوجاتے

عاصمی زین الفتی میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص عثمان کے پاس ایک مردے کی ہڈی لئے ہوئے آیا اور بولا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ کافر کی میت پر عذاب ہوتا ہے اور میرے ہاتھ میں کافر کی ہڈی ہے، مجھے تو نار جہنم کا عذاب محسوس نہیں ہوتا ۔ یہ سن کر عثمان کی بولتی بند ہوگئی ، انہوں نے حضرت علیؑ کے پاس ایک آدمی کو

۱۔ مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۹ (ج ۷ ص ۴۲۴ حدیث ۲۶۰۸) سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۷۵ (ج ۲ ص ۱۴۳ حدیث ۱۷۴۱) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۳۵ (ج ۲ ص ۹۹۹ حدیث ۳۰۰۱، ۳۰۰۲) سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰، مصابیح السنہ ج ۱ ص ۱۷۰ (ج ۲ ص ۲۳۱ حدیث ۱۸۲۷) الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۱ (ج ۳ ص ۱۹۰) درمنثور ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۵۰۲) نیل الاوطار ج ۵ ص ۲۶ (ج ۴ ص ۳۳۵) مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۴ ص ۱۹۵) تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۲۰ (مجلد ۲ ج ۲ ص ۲۰۷) المستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۲۷۶ (ج ۲ ص ۳۰۳ حدیث ۳۰۹۰) احکام القرآن جصاص ج ۱ ص ۳۳۷، ۳۵۴ (ج ۱ ص ۲۸۶، ۳۰۰) تفسیر ابن جزی ج ۱ ص ۴۷، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۶۲ (ج ۵ ص ۱۴۴) تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۳۴۳، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳۰

۲۔ الموطا ج ۱ ص ۲۴۲ (ج ۱ ص ۳۳۱ حدیث ۲۶) کتاب الام شافعی ج ۲ ص ۱۱۸ (ج ۲ ص ۱۳۸، ۱۳۹) بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۶۴، طرح التثریب ج ۵ ص ۶، ۵

بلانے کے لئے بھیجا، جب وہ آئے تو اصحاب کا مجمع تھا، حضرت علیؑ نے اس شخص سے فرمایا: اپنی بات دہرواؤ اس نے دوبارہ اپنی بات کہی تو عثمان نے کہا: اے ابوالحسن! اس کا جواب دیجئے، حضرت نے فرمایا: چقماق اور لوہالاؤ، آپ نے لوہے کو پتھر پر مارا تو اس میں سے آگ نکلی، اس شخص سے فرمایا: اس پتھر پر ہاتھ رکھو تو کیا تمہیں حرارت محسوس ہوتی ہے، یہ سن کر وہ مبہوت ہوگیا اور عثمان چیخ پڑے: اگر علیؑ نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہوجاتا۔

تبصرۂ امینیؒ

اموی گھرانے کے عثمان کو تکوین کائنات کے اسرار کا کیا علم ہوسکتا تھا، یہ علوم الٰہی اہل بیت کے در ہی سے حاصل ہوسکتے تھے، لیکن اس شخص کے سامنے خلیفہ جی کی بے بسی دیدنی تھی۔

۲۳۔ دوسگی بہنوں کا کنیزی میں ایک ساتھ اپنی ملکیت میں رکھنے کے متعلق خلیفہ کی رائے۔

قبیصہ بن ذویب کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عثمان سے مسئلہ پوچھا کہ کیا دوسگی بہنوں کو کنیزی میں ایک ساتھ رکھا جاسکتا ہے، عثمان نے جواب دیا: ایک آیت سے اس کا حرام ہونا معلوم ہے اور ایک آیت سے حلال ہونا لیکن میرے خیال میں ایسا نہ کرنا چاہیے۔ وہاں سے وہ شخص ایک دوسرے صحابی کے پاس پہونچا اور یہی مسئلہ پوچھا، اس صحابی نے کہا: اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ کس شخص نے ایسا کام کیا ہے تو میں اسے سزادوں گا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ اس صحابی سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ ابن ذویب چونکہ عبدالملک کے ندیم تھے اس لئے حضرت علیؑ کا نام نہیں لیتے تھے۔(۱)

بیہقی نے ابن شہاب کی روایت بن ذویب لکھی ہے جس میں اس صحابی نے فرمایا کہ اگر مجھے حکومت مل گئی تو ایسے شخص کو سزادوں گا۔ ملک العلماء نے بدائع میں لکھا ہے کہ عثمان نے کہا کہ ہر وہ چیز جو

۱۔ الموطا مالک ج ۲ ص ۱۰ (ج ۲ ص ۵۳۸ حدیث ۳۴)

خدا نے آزاد کے لئے حرام قرار دیا ہے وہ غلام کے لئے بھی حرام ہے صرف دو سگی بہنوں کو جمع کرنے کو خدا نے حلال قرار دیا ہے۔(۱)

جصاص نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ عثمان اور ابن عباس کنیزوں کے جمع بین الاختین کو جائز قرار دیتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ یہ حرام بھی ہے اور حلال بھی اور کہا کہ نہ ہی اس کا حکم دوں گا نہ اس سے روکوں گا۔ زمخشری لکھتے ہیں کہ عثمان اور علیؑ کہتے تھے کہ کنیزوں کے جمع بین الاختین کے سلسلے میں ایک آیت اسے حلال کہتی ہے اور ایک آیت حرام۔ امام رازی نے اسے صرف عثمان ہی سے مخصوص قرار دیا ہے۔ ابن عبدالبر کتاب استذکار میں کہتے ہیں کہ ابن ذویب اس لئے علی کا نام نہیں لیتے تھے کیونکہ وہ عبدالملک بن مروان کے ندیم تھے اور عبدالملک کو ذکر علیؑ سخت ناپسند تھا۔(۲)

تبصرۂ امینیؒ

اس بحث کو دو صورتوں سے دیکھا جا سکتا ہے: ایک تو یہ کہ کنیزوں میں سگی بہنوں کو ایک ساتھ رکھ کر ان سے وطی کرنا قطعی حرام ہے، تمام جمہور اور ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔(۳) اگر کسی نے اس کے خلاف فتوی دیا ہے تو اس کی طرف توجہ نہ دینا چاہیئے، چنانچہ عثمان نے جو فتوی دیا ہے وہ قرآن کی تاویلی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں، بلکہ یہ تحریف ہے۔ عمر، علیؑ، ابن عباس، عمار، ابن عمر، عائشہ اور ابن زبیر سبھی کا فتوی یہی ہے کہ دو سگی بہنوں سے وطی خواہ وہ کنیز ہی ہو حرام ہے۔

جصاص، ابن حزم اور ابن حبان نے متذکرہ ناموں کے علاوہ ابن مسعود، زید بن ثابت، ابن منبہ،

۱۔ تفسیر کبیر (ج ۱۰ ص ۳۶)

۲۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۶۳، ۱۶۴، احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۱۵۸ (ج ۲ ص ۱۳۰) المحلی ابن حزم ج ۹ ص ۵۲۲، تفسیر کشاف ج ۱ ص ۳۵۹ (ج ۱ ص ۴۹۶) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۱۷ (ج ۵ ص ۷۷) بدائع الصنائع ملک العلماء ج ۲ ص ۲۶۴، تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۵۶ (ج ۱ ص ۳۴۲ درمنثور ج ۲ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۴۷۶) موطا مالک (ج ۲ ص ۵۳۸ حدیث ۳۴) کتاب الام شافعی (ج ۵ ص ۳) المصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۱۸۹ حدیث ۱۲۷۲۸) مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۴ ص ۱۶۹) فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۸ (ج ۱ ص ۴۵۳)

۳۔ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۹۳ (ج ۱۰ ص ۳۶) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۲ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۴ احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۱۵۸ (ج ۲ ص ۱۳۰، ۱۳۲)

اسحاق بن راہویہ، ابراہیم نخعی، حکم بن عتبہ، حماد، شعبی، حسن بصری، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق، ابوحنیفہ اور مالک کا نام بھی لیا ہے۔(۱) قرآن کی آیات اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کی واضح طور سے تاکید موجود ہے۔

۲۴۔ دو بھائیوں کا ماں کے ثلث حصے کے متعلق خلیفہ کی رائے۔

تفسیر طبری (۲) میں بطریق شعبہ ہے کہ ابن عباس نے عثمان سے کہا کہ دو بھائیوں کی وجہ سے ماں کو ۱/۶ کیوں دیا جاتا ہے جب کہ قرآن میں ہے کہ ﴿فان کان لہ اخوۃ......﴾ اور دو بھائی آپ کی زبان میں جمع کے لئے نہیں بولے جاتے۔ عثمان نے کہا کہ قرآن میں ہے کہ میں ان قوانین کو کیسے توڑ سکتا ہوں جو مجھ سے پہلے سے ہوتے چلے آرہے ہیں، وراثت کا یہ طریقہ بہت پہلے سے برتا جارہا ہے۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ خلیفہ نے جو ابن عباس کو جواب دیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں عربی زبان کی بھی واقفیت نہیں تھی، اگر ذرا واقف کار ہوتے تو کہہ دیتے کہ جمع کا اطلاق دو پر بھی ہوتا ہے، کلام عرب میں یہ شائع ہے ورنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی غلطی نہ کرتے لیکن جو لوگ لفظ اب کا مطلب نہیں سمجھتے تھے وہ قواعد کی ان باریکیوں کو کیا سمجھیں گے۔

۲۵۔ معترف زنا کے متعلق خلیفہ کا فتوی

یحیی بن خاطب کہتا ہے کہ خاطب مرے تو ان تمام غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کر دیا جو پابند صوم و

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۱۷، ۱۱۸ (ج ۵ ص ۷۷، ۷۸) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۷۳، احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۱۵۸ (ج ۲ ص ۱۳۰) المحلی ابن حزم ج ۹ ص ۵۲۲، ۵۲۳ تفسیر ابن حیان ج ۳ ص ۲۱۳، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۹۳ (ج ۱۰ ص ۳۶) درمنثور ج ۲ ص ۱۲۷ (ج ۲ ص ۴۷۶) تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۱ (ج ۱ ص ۴۴۷)

۲۔ تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۸۸

۳۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۴ ص ۳۳۵ (ج ۴ ص ۳۷۲ حدیث ۷۹۶۰) سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۷، المحلی ابن حزم ج ۹ ص ۲۵۸، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۶۳ (ج ۹ ص ۲۱۵) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۹، درمنثور ج ۲ ص ۱۲۶ (ج ۲ ص ۴۴۷) روح المعانی ج ۴ ص ۲۲۵

صلوۃ تھے، ان کی ایک نوبیہ کنیز تھی جس نے نماز روزہ کیا تھا حاملہ ہوگئی اور وہ بیوہ تھی، یہ خبر عمر کو پہونچائی گئی تو عمر نے اس کنیز سے پوچھا، اس نے اقرار کیا، عمر نے علیؑ وعبدالرحمٰن سے مسئلہ پوچھا، ان لوگوں نے حد جاری کرنے کا مشورہ دیا، عمر نے کہا: اے عثمان! تم کہو۔ انہوں نے کہا کہ دونوں بھائیوں نے مشورہ دیا۔ عمر نے کہا: تم ہی کہو۔ عثمان نے کہا: تم نے سچ کہا۔ عمر نے کہا: اس کنیز کو سو تازیانے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے۔(۱)

اس روایت پر جلد ششم میں عمر کی علمی حالت پر تبصرہ کیا جاچکا ہے کہ عمر نے قانون دین وشریعت پامال کیا۔(۲) عثمان نے بھی یہ کہہ کے کہ کنیز پر حد جاری نہ کی جائے اپنی قطعی جہالت کا ثبوت دیا، اگر خلیفہ کی بات صحیح مان لی جائے تو تمام اقرار پامال ہوجائیں گے کیونکہ ہر مجرم کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ حد کے متعلق ناآگاہ تھا اگر آگاہ ہوتا تو سزا کے ڈر سے چھپاتا۔

۲۶۔ خلیفہ نے صدقات رسول خریدے

طبرانی نے اوسط میں بطریق سعید بن مسیب روایت نقل کی ہے کہ عثمان کا ایک دربان تھا جو بوقت نماز راستے میں ان کے آگے آگے چلتا تھا ایک دن دربان کے ساتھ نکلے اور ایک جگہ بیٹھ گئے، ردا سمیٹ لی اور تازیانہ سامنے رکھ لیا اتنے میں علیؑ عصا ہاتھ میں لئے سامنے آئے دور ہی سے دربان نے علیؑ کو دیکھ کر عثمان سے کہا کہ علیؑ آرہے ہیں، عثمان سنبھل کے بیٹھ گئے، علیؑ نے کہا کہ تم نے فلاں خاندان کی جائداد اور اس کا پانی خرید لیا ہے جب کہ رسول خدا ﷺ نے اس کو وقف فرمایا تھا، میں جانتا کہ تمہارے سوا اس کو دوسرا کوئی نہ خریدتا، اس بات پر عثمان اور علی میں باہم تلخ کلامی ہونے لگی، قسما قسمی ہوئی اور عثمان نے تازیانہ اٹھایا اور علیؑ نے بھی عصا مارنے کے لئے اٹھایا اتنے میں عباس

۱۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۸، کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۵۲

۲۔ کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۳۵ (ج ۱ ص ۱۵۲) اختلاف الحدیث شافعی مطبوع برحاشیہ الام ج ۷ ص ۱۴۴ (ج ۷ ص ۵۰۷) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳۸، جامع بیان العلم ابن عبدالبر ص ۱۴۸ (۳۰۸ حدیث ۱۵۲۸)

نے آکر بیچ بچاؤ کیا دوسرے دن دونوں کو دیکھا گیا کہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آپس میں باتیں کررہے ہیں۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ نے وقف رسول ﷺ کو جائز طریقے سے خرید کر ہتھیالیا تھا، پس اگر وہ اس جائداد کی وقفی حیثیت کو جانتے تھے جیسا کہ روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے تو شرم کی بات ہے اور اگر نہیں جانتے تھے تو امام کے بتانے کے بعد لاٹھی ڈنڈا کرنے کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ جان بوجھ کر حرام خوری پر آمادہ تھے، امام نے تو اپنے منصب امامت کے تحت نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا تھا، علیؑ کا غصہ صرف خدا کی راہ میں تھا اور بس۔

۲۷۔ خلیفہ شب وفات ام کلثوم

بخاری میں سند (۲) فلیح بن سلیمان، انس بن مالک کا بیان ہے کہ ہم دختر رسول ﷺ (ام کلثوم یا رقیہ) کے دفن کے وقت موجود تھے، رسول خدا ﷺ قبر کے سرہانے بیٹھ کر گریہ فرمارہے تھے، اچانک آپ نے فرمایا: کیا کوئی اس میں ایسا شخص ہے جس نے اپنی عورت سے مقارفہ (ہم بستری) نہ کی ہو؟ ابو طلحہ نے کہا کہ میں ہوں، رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ تم ہی میت کو قبر میں اتارنے کے لئے اترو۔ (۳)

طبری کے مطابق ابن بطال کا بیان ہے کہ رسول ﷺ نے عثمان کو قبر میں اترنے سے روکنے کے لئے، یہ فقرہ ارشاد فرمایا تھا، جو اس سلسلے میں سب سے زیادہ حقدار تھے کیونکہ وہ شوہر تھے، رسولؐ نے فرمایا

۱۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۲۶

۲۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۲۵، ۲۴۴ باب یعذب المیت ببکاء اهله، باب من یدخل قبر المرأة (ج ۱ ص ۴۳۲ حدیث ۱۲۲۵، ص ۴۵۰ حدیث ۱۲۷۷)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۱ (طبع لیدن (ج ۸ ص ۳۸) مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۷۰ (ج ۳ ص ۵۷۹ حدیث ۱۱۸۶۶، ج ۴ ص ۱۰۴ حدیث ۱۲۹۷۰، ص ۱۰۶ حدیث ۱۲۹۸۵، ص ۱۷۵ حدیث ۱۳۳۴۱) المستدرک علی الصحیحین ج ۴ ص ۴۷ (ج ۴ ص ۵۲ حدیث ۶۸۵۳) الروض الانف ج ۲ ص ۱۰۷ (ج ۵ ص ۳۶۲) سنن بیہقی ج ۴ ص ۵۳

کس نے آج کی شب بیوی سے ہم بستری نہیں کی تو یہ سن کر عثمان چپ رہے کیونکہ اس رات انہوں نے اپنی دوسری بیوی سے ہم بستری کی تھی اور دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے چینیوں سے بھرپور رات میں دوسری عورت سے داد عیش لی اور زوجہ کی تیمارداری نہ کی، ممکن ہے کہ رسول کو وحی کے ذریعے خبر ہوگئی ہو اور آپ نے ان کے حلال کام کے باوجود غیر انسانی فعل بجالانے پر اس سعادت سے انہیں محروم رکھا ہو۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

مقارفہ کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے، کسی نے گناہ اور کسی نے گناہ کا کنایہ لکھا ہے لیکن ابن بطال نے زوجہ سے ہم بستری کا مفہوم پیش کیا ہے، بلاشبہ عثمان ہی شوہر ہونے کی وجہ سے قبر میں اترنے کے مستحق تھے لیکن زوجہ کا حق مارنے اور غمگساری اور تیمارداری نہ کرنے کی وجہ سے رسول ﷺ نے انہیں نہ صرف یہ کہ اس حق سے محروم رکھا بلکہ ان کا عیب طشت از بام کیا جب کہ دوسروں کا عیب چھپانے کی قرآن وحدیث میں سخت تاکید ہے۔اس کے باوجود اندھی عقیدت والوں نے فضائل کے غلو میں کیا کیا بکواس کی ہے۔ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کہ اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو عثمان ہی سے اس کی شادی کرتا۔(۲) ایک روایت میں دس بیٹیاں، دوسری میں چالیس بیٹیاں مروی ہیں۔(۳) ابن عساکر نے ابو ہریرہ کی روایت لکھی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے عثمان سے یہ بات مسجد میں ملاقات کر کے فرمایا کہ جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ رقیہ کے مہر پر ام کلثوم سے تمہارا نکاح کردوں، کیا ایسے ہی شوہر کے لئے۔؟(۴)

۱۔تاریخ طبری (ج ۱۱ص ۴۹۸ حوادث ۹ھ) نہایہ ابن اثیر ج ۳ص ۲۷۶ (ج ۴ص ۴۶) لسان العرب ج ۱۱ص ۱۸۹ (ج ۱۱ ص ۱۲۷) الاصابہ ج ۴ص ۴۸۹، تاج العروس ج ۶ص ۲۲۰

۲۔طبقات ابن سعد ج ۳ص ۳۸ (ج ۳ص ۵۶)

۳۔تاریخ ابن عساکر (ج ۳۹ص ۴۲) البدایہ والنھایہ ج ۷ص ۲۱۲ (ج ۷ص ۲۳۸ حوادث ۳۵ھ) اخبار الدول قرمانی ص ۱۹۸ (ج ۱ص ۲۹۵)

۴۔تاریخ ابن عساکر (ج ۳۹ص ۳۹، ۴۰)

۲۸۔خلیفہ نے قومی چراگاہیں اپنے خاندان کے لئے مخصوص کیں

اسلام نے بارش کے پانی سے آباد چراگاہوں کو کسی مخصوص ملکیت کے بجائے تمام مسلمانوں کے استفادہ کے لئے عام کیا ہے، ہر شخص کے جانور مساوی طور سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں، کوئی کسی سے مزاحم نہ ہو، اسے اپنی مخصوص چراگاہ قرار نہ دے۔ یہ بھی فرمایا کہ پانی کی زیادتی اور بہاؤ کو مرغزاروں کے سیرابی سے روکنا منع ہے۔(۱) البتہ زمانہ جاہلیت میں بڑے لوگ جس زمین کو پسند کر لیتے اپنے چوپایوں اور اونٹوں کے لئے زبردستی قبضہ کر لیتے تھے، دوسروں کو اس سے مستفیض نہیں ہونے دیتے تھے، رسول خداؐ نے اس مذموم حرکت کو بند کیا اور فرمایا کہ تمام چراگاہیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہیں۔

امام شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں سرکش لوگ جب کبھی شہر میں وارد ہوتے تو جہاں تک کتوں کی آواز پہونچتی اتنی زمین اپنے لئے مخصوص چراگاہ قرار دے لیتے، کسی دوسرے کو اس سے مستفیض نہیں ہونے دیتے تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور یہ جاہلی رسم متروک ہوئی اور یہ جو فرمایا کہ تمام چراگاہیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ برائے جہاد جو اونٹ اور گھوڑے استعمال کئے جاتے ہیں یا بیت المال کے اونٹ جو بصورت زکوۃ حاصل ہوئے ہیں وہ ان چراگاہوں سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔(۲) چنانچہ عمر نے بقیع کی چراگاہ بیت المال کے اونٹ اور جہاد کے گھوڑوں کے لئے مخصوص قرار دیا تھا عمر کے نوکر ہی نے اس کو مخصوص کر لیا تھا تو عمر نے اسے ڈانٹا کہ مظلوموں کی آہ سے ڈرو۔

یہ قانون متفقہ طور سے رائج تھا، عثمان نے اپنی خلافت کے زمانے میں ٹیکس کے ذریعہ حاصل شدہ زمینوں کو اپنے اونٹوں کی مخصوص چراگاہ بنالیا۔(۳)

۱۔صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۱۰ (ج ۲ ص ۸۳۰ حدیث ۲۲۲۶، ۲۲۲۷) الاموال ابی عبید ص ۲۹۶ (ص ۳۷۳ حدیث ۷۳۱، ۷۳۲) سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۱ (ج ۳ ص ۲۷۷، ۲۷۸ حدیث ۳۴۷۳، ۳۴۷۷) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۴ (ج ۲ ص ۸۲۸ حدیث ۲۴۷۸)

۲۔کتاب الام ج ۳ ص ۲۰۸ (۴ ص ۴۷) معجم البلدان ج ۳ ص ۳۴۷ (ج ۵ ص ۳۰۱) نہایۃ ابن اثیر ج ۱ ص ۲۹۷ (ج ۱ ص ۴۴۷) لسان العرب ج ۱۸ ص ۲۱۷ (ج ۳ ص ۳۴۸) تاج العروس ج ۱۰ ص ۹۹

۳۔انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۷، سیرۂ حلبیہ ج ۲ ص ۸۷ (ج ۲ ص ۷۸)

واقدی کے مطابق حکم کے لئے اور شرح ابن ابی الحدید (۱) کے مطابق اپنے اور تمام امویوں کے لئے مخصوص کرلیا۔ عثمان نے ابدہ و بقیع کی چراگاہیں اپنے لئے مخصوص کرلیں اور مسلمانوں کے جانوروں کو اس سے روک لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حرکت جاہلیت کو واپس لانے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

۲۹۔ خلیفہ نے فدک کو مروان کی جاگیر بنا دیا

ابن قتیبہ (۲) و ابوالفدا (۳) کے مطابق فدک کی جاگیر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقراء کے لئے وقف کیا تھا اسے عثمان نے مروان کے حوالے کردی چنانچہ لوگوں کی تنقید کا موضوع ایک یہ مسئلہ بھی تھا۔ ابوفدا لکھتے ہیں کہ فدک صدقۂ پیغمبر تھا جسے فاطمہ سلام اللہ علیھا نے بعنوان میراث مطالبہ کیا، ابوبکر نے کہا کہ رسولؐ نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے ہم جو چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے لیکن بعد میں عثمان نے اس جاگیر کو مروان کے حوالے کر دیا، یہ فدک اس کے قبضے میں عمر بن عبدالعزیز کے عہد تک رہا، ابن عبد العزیز نے اس خاندان سے لے کر پھر اصلی حالت صدقہ پر قرار دے دیا۔ مروان کو فدک حوالے کرنے پر لوگوں کی تنقید کا اقرار سنن بیہقی، عقد الفرید و ابن ابی الحدید میں بھی ہے۔ (۴)

تبصرۂ امینیؒ

سمجھ میں نہیں آتا کہ جاگیر مروان کو دینا کسی کے اعتبار سے صحیح تھا اگر فدک غنیمت تھا تو تمام مسلمان کا حق تھا، خاص مروان کو دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور اگر حق فاطمہ (سلام اللہ علیہا) تھا جیسا کہ آپ نے مراث و ہبہ کے دعوے سے اس کا مطالبہ کیا تو بھی عثمان کو بخشش کا کوئی حق نہ تھا پھر معاویہ نے بھی یہ حکم برقرار رکھا اور مختلف ادوار میں فدک کو الٹا پلٹا جاتا رہا، خود ابوبکر نے اپنے عمل سے فاطمہ کی تصدیق کی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۶۷ (ج۱ ص ۱۹۹ خطبہ ۳)

۲۔ المعارف ابن قتیبہ ص ۸۴ (۱۹۴،۱۹۵)

۳۔ تاریخ ابوالفدا ج۱ ص ۱۶۸،

۴۔ سنن بیہقی ج۶ ص ۳۰۱، العقد الفرید ج۲ ص ۲۶۱ (ج۴ ص ۱۰۳) شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۶۷ (ج۱ ص ۱۹۸،۱۹۹ خطبہ ۳)

اور سند ملکیت فاطمہؑ کی تحریر لکھ دی تھی، اتنے میں عمر آ گئے اور لے کر اسے پارہ پارہ کر دیا۔(۱)

۳۰۔اموال وصدقات کے متعلق خلیفہ کی رائے

فدک ہی پر منحصر نہیں۔تمام اموال وغنائم وصدقات کے متعلق خلیفہ کا نقطہ نظر شرمناک تھا وہ کہتے تھے کہ یہ مال خدا ہے اور میں خلیفہ خدا ہوں اس لئے وہ سمجھتے تھے کہ میں جس طرح چاہوں اسے تصرف میں لاؤں، اسی لئے امیر المومنینؑ نے ان کے متعلق خطبہ شقشقیہ میں فرمایا: اس قوم کا تیسرا متکبرانہ انداز میں پیٹ پھلا کے اپنے چارہ اور لید کی جھچھا لیدر میں کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے باپ کی اولاد بنی امیہ بھی کھڑی ہو گئی اور خدا کا مال خوب چبا چبا کر کھانے لگا جیسے اونٹ فصل ربیع کی گھاس کھاتا ہے۔(۲)

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز تو یہ تھا کہ جس دن غنیمت کا مال آتا اسی دن تقسیم کر کے مجرد کو ایک حصہ اور متاہل کو دو حصہ دے دیتے تھے۔(۳)

۳۱۔حکم بن عاص پر عنایات خلیفہ

صدقات قضاعہ کو اپنے چچا، مطرود بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''حکم بن ابی عاص'' کو بخش دیا، اس سے پہلے اس کو اپنے سے قریب کیا، اسے اپنا داماد بنایا، جس وقت مدینہ آیا تھا تو اس کے بدن پر چیتھڑے تھے، وہ بکریاں چرایا کرتا تھا جن لوگوں نے اس کی یہ حالت دیکھی تھی، خلیفہ کی دامادی کے بعد دیکھا کہ ریشمی کپڑوں میں ملبوس قبائے اسراف سے آراستہ تھا۔(۴)

بلاذری کے مطابق اصحاب کا عثمان پر سخت ترین اعتراض ایک یہ بھی تھا۔(۵) ابن عبدربہ، ابن
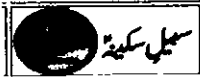
۱۔ سیرۂ حلبیہ ج ۳ ص ۳۹۱ (ج ۳ ص ۳۶۲)
۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۵ (ص ۴۹ خطبہ ۳)
۳۔ سنن ابی داود ج ۲ ص ۲۵ (ج ۳ ص ۱۳۶ حدیث ۲۹۵۳) مسند احمد ج ۶ ص ۲۹ (ج ۷ ص ۳۵ حدیث ۲۳۴۸۴) سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۴۶
۴۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۴۱ (ج ۲ ص ۱۶۴)
۵۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۸

قتیبہ اور ذہبی بھی لکھتے ہیں کہ عثمان نے حکم کو جسے رسول ﷺ نے نکال دیا تھا، پناہ دی اور ایک لاکھ درہم و دینار بھی عطا کیا جب کہ ابوبکر و عمر نے بھی اسے پناہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔(۱)

عبدالرحمٰن بن یسار کا بیان ہے کہ رات میں عثمان عامل صدقات کے پاس آئے اور حکم کو عطا کرنے کا حکم دیا اس نے اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تو عثمان اصرار کرنے لگے کہ تم میرے خزانچی ہو جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرو۔ اس نے کہا: بخدا! میں آپ کا خزانچی نہیں، مسلمانوں کا خزانچی ہوں چنانچہ جمعہ کے دن جب عثمان خطبہ پڑھ رہے تھے، وہ آکر مسلمانوں سے بولا کہ لوگو! عثمان سمجھتے ہیں کہ میں ان کا خزانچی ہوں جب کہ میں مسلمانوں کا خزانچی ہوں۔ یہ کہہ کر بیت المال کی کنجی پھینک دی اور عثمان نے اسے زید بن ثابت کے سپرد کر دی۔(۲)

تبصرۂ امینیؒ

اسی قسم کا واقعہ زید بن ارقم اور عبداللہ بن مسعود کے متعلق بھی نقل کیا جاتا ہے، شاید اس قسم کے واقعات دوسرے عامل صدقات کے ساتھ بھی پیش آئے ہوں۔ یہ حکم بکروں کے خصی کرنے کا ذلیل پیشہ کرتا تھا۔(۳) مکہ میں رسول ﷺ کا پڑوسی تھا، اس نے اور ابولہب نے رسول ﷺ کو بہت زیادہ اذیتیں دی تھیں۔(۴) طبرانی کے مطابق یہ رسول اللہ ﷺ کی نقل کرتا تھا، رسول ﷺ نے بددعا دی تو ہمیشہ پلک جھپکاتا رہا۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مسخرہ پن کرنے لگا اور بددعائے رسول ﷺ کی وجہ سے ہمیشہ جسم میں رعشہ رہا اور ایک مہینہ بے ہوش بھی رہا۔(۵)

۱۔ المعارف ابن قتیبہ ص۸۴) العقد الفرید ج۲ ص۲۶۱ (ج۴ ص۱۰۳) محاضرات راغب ج۲ ص۲۱۲ (مجلد۲ ج۴ ص۴۷۶) مرآۃ الجنان ج۱ ص۸۵، تاریخ اسلام ذہبی (ص۳۶۶، ۳۶۵ حوادث ۳۱ھ)

۲۔ تاریخ یعقوبی ج۲ ص۱۴۵ (ج۲ ص۱۶۸)

۳۔ حیاۃ الحیوان دمیری ج۱ ص۱۹۴ (ج۱ ص۲۷۶)

۴۔ سیرۂ ابن ہشام ج۲ ص۲۵ (ج۲ ص۵۷)

۵۔ الاصابۃ ج۱ ص۳۴۵، ۳۴۶ (نمبر۱۷۸۱) سیرۂ حلبیہ ج۱ ص۳۲۷ (ج۱ ص۳۱۷) الفائق زمخشری ج۲ ص۳۰۵ (ج۴ ص۵۷، ۵۸) تاج العروس ج۶ ص۳۵

بلاذری کے مطابق اس کی خرافات سے تنگ آکر رسول ﷺ نے اسے طائف میں جلا وطن کر دیا تھا۔(۱) واقدی کہتے ہیں کہ زمانۂ عثمان میں مدینہ میں اسکا انتقال ہوا، عثمان نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور قبر پر چادر چڑھائی، اس کے متعلق لعنت رسول ﷺ کے اکثر واقعات منقول ہیں۔(۲) قرآن میں بھی اس پر لعنت ہے۔(۳)

۳۲۔ مروان کو بخشش وعطا

حکم کے بیٹے اور اپنی بیٹی ام ابان کے شوہر "مروان" کو افریقہ کے مال غنیمت کا سارا خمس پانچ لاکھ عطا کیا۔ چنانچہ اس بارے میں عبدالرحمٰن جمحی نے اشعار بھی کہے ہیں:(۴)

ابن کثیر کے مطابق واقدی بیان کرتا ہے کہ عثمان نے افریقہ سے دو لاکھ دینار اور بیس ہزار دینار طلائی پر مصالحت کر لی، عثمان نے وہ ساری رقم کشادہ دستی کے ساتھ حکم یا مروان کو مرحمت فرمادی۔ کامل بن اثیر میں ہے کہ لوگوں نے اس بارے میں بھی عثمان کی بہت زیادہ مذمت کی، مروان بھی حکم کی طرح بزبان رسول ﷺ ملعون تھا اس کے سیاہ کارناموں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔(۵)

۱۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۷

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۱۲۶، المستدرک علی الصحیحین ج ۴ ص ۴۸۱ (ج ۴ ص ۵۲۸ حدیث ۸۴۸۴) سیرۂ حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۷ (ج ۱ ص ۳۱۷)
حیاۃ الحیوان ج ۲ ص ۲۹۹ (ج ۲ ص ۴۲۲) الصواعق المحرقۃ ص ۱۰۸ کنز العمال ج ۶ ص ۹۰ (ج ۱۱ ص ۳۵۷ حدیث ۳۱۷۲۹) تاریخ ابن عساکر (۴۴ ص ۱۹۱)

۳۔ درمنثور ج ۴ ص ۱۹۱ (ج ۵ ص ۳۰۹، ۳۱۰) سیرۂ حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۷) تفسیر فتح القدیر ج ۳ ص ۲۳۱ (ج ۳ ص ۲۴۰) تفسیر روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۰۷ تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۲۸۶ (ج ۱۰ ص ۱۸۵) تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۲۹) دلائل النبوۃ بیہقی (ج ۶ ص ۵۱۱)

۴۔ المعارف ص ۸۴ (ص ۱۹۵) تاریخ ابو الفدا ء ج ۱ ص ۱۶۸، انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۸ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۶۱ (ج ۴ ص ۱۰۳)

۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۵۲ (ج ۷ ص ۱۷۰ حوادث ۲۷ھ)

۳۳۔حارث بن حکم کو بذل و بخشش

اپنی دوسری بیٹی عائشہ کے شوہر اور حکم کے بیٹے حارث کو تین لاکھ درہم عطا کر دیئے پھر صدقات کے تمام اونٹ بھی بخش دیئے ،رسول خدا ﷺ نے مدینہ کے علاقے میں مہزون کا بازار صدقہ جاریہ قرار دیا تھا،عثمان نے وہ حارث کے حوالے کر دیا۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

ان تینوں عطایا کی کوئی شرعی یا منطقی توجیہ نہیں کی جاسکتی،آخر کیا جواز تھا کہ جسے رسولؐ نے تمام مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا ہوا سے ایک بدکار کے حوالے صرف اس لئے کر دیا جائے کہ وہ داماد ہے،حضرت علیؑ نے تو اپنے بھائی عقیل کے اصرار پر ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ دی اور وہ معاویہ کے پاس شام چلے گئے ۔(۲)

۳۴۔سعید بھی نہال ہو گئے

خلیفہ نے سعید بن عاص کو ایک لاکھ درہم دے دیئے۔لوگوں نے اس بات پر بھی عثمان کی بہت مذمت کی۔ یہ عاص بھی رسول ﷺ کو بہت ستاتا تھا۔(۳) سعید اسی کا بیٹا ہے۔جب ولید کی حالت نماز میں شراب خوری پر اسے برطرف کیا گیا تو کوفے کا وہی گورنر بنا تھا۔انتہائی بدکار۔اس نے عراق کے مرغزاروں کو باغ بنادیا تھا۔

۳۵۔ولید بن عقبہ بھی نہال ہو گئے

خلیفہ نے اپنے مادری بھائی ولید بن عقبہ بن ابی محیط بن ابی عمر بن امیہ کے لئے عبداللہ بن مسعود سے

۱۔تاریخ کامل ج۳ص۳۸(ج۲ص۲۳۷)

۲۔المعارف ص۸۴ص۱۹۵)انساب بلاذری ج۵ص۵۲،العقد الفرید ج۲ص۲۶۱)شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۶۷(ج۱ ص۱۹۸خطبہ۳)محاضرات راغب ج۲ص۲۱۲(مجلد۲ج۴ص۴۷۶)سیرۂ حلبیہ ج۲ص۸۷(ج۲ص۷۸)

۳۔طبقات ابن سعد ج۱ص۱۸۵مطبوعہ مصر(ج۱ص۲۰۱)اسد الغابۃ ج۲ص۳۹۱نمبر۲۰۸۲)

بیت المال کا تمام مال قرض مانگا، ایسا عموماً عمال کیا کرتے تھے۔ ابن مسعود نے دے دیا پھر جب دوبارہ مانگا تو ابن مسعود نے پہلے قرض کا مطالبہ کیا، ولید نے عثمان سے خط وکتابت کی کہ ابن مسعود قرض کا مطالبہ کررہے ہیں۔ عثمان نے ابن مسعود کو لکھا کہ تم صرف میرے خزانچی ہو، ولید سے آئندہ قرض کا مطالبہ نہ کرنا۔ ابن مسعود نے یہ کہتے ہوئے کنجیاں پھینک دیں کہ میں سمجھتا تھا کہ میں مسلمانوں کا خزانچی ہوں، اگر تمہارا خزانچی ہوں تو مجھے نوکری کی ضرورت نہیں۔ پھر وہ کوفے ہی میں سکونت پذیر ہوگئے۔(۱)

یہ ولید وہی ہے جس کا باپ عقبہ رسول کا پڑوسی تھا اور سب سے زیادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہونچاتا تھا، عائشہ کی روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: میرے دو پڑوسی بڑے موذی ہیں ایک ابولہب اور دوسرا عقبہ۔(۲) یہ رسول کی دشمنی میں حد سے تجاوز کر گیا تھا۔(۳) یہ تو باپ تھا بیٹے کی سنیئے: ولید بزبان قرآن فاسق اور زناکار تھا ہمیشہ نشے میں دھت رہتا، اس کی شان میں آیات مندرجہ ذیل ہیں:

﴿ان جائکم فاسق......﴾ (۴) اگر بدکار کوئی خبر لے کر آئے تو اسی سے ثبوت مانگو، نیز یہ کہ مومن وفاسق یکساں نہیں ہیں؟(۵) اسی نے مسجد کوفہ میں حالت سجدہ میں قئے کردیا اور پھر ماموین سے پوچھا: کہو تو مزید چار رکعت پڑھادوں پھر مستی میں اشعار پڑھنے لگا۔

۳۶۔ بیت المال سے عبداللہ کو بخشش

خلیفہ نے عبداللہ بن خالد کو تیس ہزار درہم بخش دیئے۔(۶)

۱۔ انساب بلاذری ج۵ص۳۰　　۲۔ طبقات ابن سعد ج۱ص۱۸۶ مطبوعہ مصر (ج۱ص۲۰۱)

۳۔ سیرۂ ابن ہشام ج۲ص۲۵ (ج۲ص۵۷)

۴۔ استیعاب ج۲ص۶۲۰ (القسم الرابع ص۱۵۵۳ نمبر۲۷۲۱) اسد الغابۃ ج۵ص۹۰ (ج۵ص۴۵۱ نمبر۵۴۶۸)

۵۔ جمہرۃ الخطیب ج۲ص۳۴ تفسیر طبری ج۲۱ص۶۲ (مجلد۱۱ ج۲۱ص۱۰۷) الاغانی ج۴ص۱۸۵ (ج۵ص۱۵۳) تفسیر خازن ج۳ص۴۷۰ (ج۳ص۴۴۷)

۶۔ العقد الفرید ج۲ص۲۶۱ (ج۴ص۱۰۳) المعارف ابن قتیبہ ج۲ص۸۴ (ص۱۹۵) شرح نہج البلاغہ ج۱ص۶۶ (ج۱ص۱۹۸ خطبہ ۳) تاریخ یعقوبی ج۲ص۱۴۵ (ج۲ص۱۶۸) استیعاب (القسم الثالث ص۸۶۶ نمبر۱۴۶۹) الاصابۃ (ج۲ص۴۲۷ نمبر۴۵۲۵)

تبصرۂ امینیؒ

آخر شریعت نے بیت المال کی دولت کے حساب کتاب کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ تو پھر لوگوں میں برابر تقسیم کرنے اور عدل کرنے کا حکم کیا معنی رکھتا ہے۔ بیت المال کی دولت بھائی بھتیجوں اور دامادوں کے لئے تو نہیں ہونی چاہیئے۔

۳۷۔ ابوسفیان کو عطیہ

ابن ابی الحدید کے مطابق جس دن خلیفہ نے ابوسفیان کو ایک ہزار دینے کا حکم دیا اسی دن پھر دو ہزار مزید دینے کا حکم صادر کیا۔ (۱)

تبصرۂ امینیؒ

ابوسفیان کسی قسم کے بخشش کا مستحق نہ تھا، اسے بخشش سے سرفراز کرنا اسلام کی کھلی خلاف ورزی تھی، استیعاب کے مطابق وہ شروع ہی سے منافقوں کا سرغنہ تھا، زمانہ جاہلیت میں زندیق تھا۔ بروز یرموک رومیوں کی شکست پر ہاتھ ملتے دیکھ کر زبیر نے کہا تھا: اس کا ناس ہو جائے کیا ہم رومیوں سے افضل نہیں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ تو ہمیشہ اسلام کا دشمن رہا۔ عثمان کو خلافت ملی تو آ کر کہا کہ خاندان عدی و تیم کے بعد حکومت تمہیں ملی ہے اسے گیند کی طرح اپنے دائرے میں نچاؤ۔ بنی امیہ کے افراد سے اس کی بنیادوں کو مضبوط کر دو کیونکہ یہ حکومت ہے ہم نہیں سمجھتے کہ جنت و جہنم بھی کوئی چیز ہے۔ (۲) تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ ابوسفیان عثمان کے پاس آیا (یہ اس وقت کی بات ہے جب ابوسفیان اندھا ہو گیا تھا) پوچھا: یہاں کوئی ہے تو نہیں؟ کہا گیا: نہیں تو دعا مانگی: خدایا! اس حکومت کو جاہلیت کی طرف لوٹا دے اور غاصبانہ طرز حکومت اور امویوں کے افراد سے اس کی بنیادوں کو استوار کر دے۔ یہ اس شخص کا حال

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۹ خطبہ ۳) استیعاب ج ۲ ص ۶۹۰ (القسم الرابع ص ۱۶۷۹، ۱۶۷۸ نمبر ۳۰۰۵) تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸ حوادث ۲۸۴ھ)

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۶ ص ۴۰۷ (ج ۲۳ ص ۴۷۱ نمبر ۲۸۴۹، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۱ ص ۶۷

ہے، نہ کبھی اس کو اسلام سے واسطہ رہا نہ کفر سے بے تعلقی۔ کیا ایسا شخص مسلمانوں کے مال سے کچھ پانے کا مستحق ہوسکتا ہے۔

۳۸۔ غنائم افریقہ کی بخشش

اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو غنائم افریقہ کا پانچواں حصہ عطا کر دیا، جو ابو الفداء کے مطابق پانچ لاکھ دینار تھا پھر ایران کی غنیمت سے تین لاکھ عطا کیا۔ (۱)

بلاذری کہتے ہیں کہ عثمان نے اکثر علاقوں پر بنی امیہ کو حکمران بنا دیا تھا، اصحاب رسول ﷺ اکثر اسی لئے ان سے خفا تھے، انہوں نے عبداللہ بن سرح کو حکومت مصر کا والی بنا دیا تھا، وہاں کے لوگ اسکے مظالم کی شکایت لے کر آئے تو شکایت کرنے والوں کو عثمان نے مارا پیٹا، کچھ لوگوں کو قتل کرا دیا وہ لوگ مسجد میں جا کر جم گئے اور نماز کے بعد یہ معاملہ اٹھایا چنانچہ طلحہ اور عائشہ نے عثمان کی بڑی سرزنش کی، حضرت علیؑ نے بھی فرمایا کہ ان لوگوں کے کہنے کے مطابق ابن ابی سرح کو معزول کر دو۔ یہ آمادہ ہو گئے اور محمد بن ابی بکر کو حکمراں بنا دیا اور اس کا شرمناک واقعہ تاریخوں میں موجود ہے کہ کس طرح عثمان نے ابن ابی سرح کو لکھا کہ محمد کے ساتھ جو لوگ جائیں انہیں دردناک موت سے دوچار کرو اور خود جمے رہو، وہ قاصد پکڑا گیا اور لوگ پھر واپس آئے تو عثمان نے خط اور مہر سے انکار کیا معلوم ہوا کہ مروان نے یہ حرکت کی تھی۔ (۲)

تبصرۂ امینیؒ

یہ ابن ابی سرح وہی ہے جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا تھا پھر مرتد اور مشرک ہو گیا، جب فتح مکہ کے بعد رسول ﷺ داخل مکہ ہوئے تو اسے قتل کرنے کا حکم دیا تھا، اس نے عثمان کی پناہ لی، عثمان لے کر

۱۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۷۳ (ج ۳ ص ۲۶۰ نمبر ۲۹۷۴) البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۱۵۲ (ج ۷ ص ۱۷۰ احوادث ۲۷ھ) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۶۷ (ج ۱ ص ۱۹۹ خطبہ ۳)

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۶

آئے تو رسول خدا دیر تک خاموش رہے کہ کوئی اسے قتل کردے، بعد میں جب وہ چلا گیا تو ایک انصاری سے آپ نے خاموشی کی وجہ بیان کی اس نے کہا: پھر آپ نے اشارہ کیوں نہ فرمایا، ہم اسے قتل کر دیتے۔ فرمایا: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نظر کی خیانت جائز نہیں۔ (۱) اس کے کفر کی شہادت کے طور پر قرآن میں آیت بھی نازل ہوئی۔ (۲)

۳۹۔ برکت خلیفہ سے بھرے پرے خزانے

اکثر ارباب سیاست اور بڑے لوگوں نے دولت جما کر رکھی تھی، اونچے اونچے محل بنوار کھے تھے۔ یہ سب کچھ اموی حکومت کی برکت تھی جو کتاب خدا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برخلاف صرف دنیا پرستی پر استوار تھی، ان کی فہرست دیکھئے:

زبیر بن عوام، ایک گھر کوفہ و مصر میں، ایک مدینہ میں اور بصرہ میں دو گھر تھے، چار بیویاں تھیں جنہیں ترکے میں ایک لاکھ بیس ہزار ایک کو ملا۔ تمام دولت ۵۹۸۰۰۰۰۰ تھی (۳)

طبقات بن سعد میں ہے کہ زبیر نے مصر و اسکندریہ اور کوفہ میں جائدادیں خریدی تھیں۔ (۴)

۱۔ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۲۰ (ج ۴ ص ۱۲۸ حدیث ۴۳۵۹) انساب بلاذری ج ۵ ص ۴۹، المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۰۰ (ج ۳ ص ۱۰۷) استیعاب ج ۱ ص ۳۸۱ (القسم الثالث ص ۹۱۸ نمبر ۱۵۵۳) تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۴۰ (ج ۷ ص ۲۸) اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۷۳ (ج ۳ ص ۲۵۹ نمبر ۲۹۷۴) الاصابہ ج ۲ ص ۳۱۷ (نمبر ۴۷۱۱) تفسیر فتح القدیر شوکانی ج ۲ ص ۱۳۴ (ج ۲ ص ۱۴۱)

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۴۹، تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۴۰ (ج ۷ ص ۲۸، ۲۷) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۹۱ (ج ۱ ص ۳۱۲، ۳۱۱) تفسیر کشاف ج ۱ ص ۴۶۱ (ج ۲ ص ۶۴، ۴۵) تفسیر کبیر ج ۴ ص ۹۶ (ج ۱۳ ص ۸۴) تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۷ (ج ۲ ص ۳۵) تفسیر نسفی مطبوع برحاشیہ تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۷ (ج ۳ ص ۱۱۶) تفسیر فتح القدیر شوکانی ج ۲ ص ۱۳۳، ۱۳۵ (ج ۲ ص ۱۴۰) تفسیر طبری (مجلد ۵ ج ۷ ص ۲۷۴)

۳۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ ج ۵ ص ۲۱ (ج ۳ ص ۱۱۳۸، ۱۱۳۹ حدیث ۲۹۶۱) فتح الباری (ج ۶ ص ۲۳۳) ارشاد الساری (ج ۷ ص ۵۰) عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۳ حدیث ۷۳) شذرات الذھب ج ۱ ص ۴۳ (ج ۱ ص ۲۰۸ حوادث ۳۶ھ) البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۲۴۹ (ج ۲ ص ۲۷۸ حوادث ۳۵ھ)

۴۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۷۷ (ج ۳ ص ۱۱۰)

ان سے اتنا غلہ آتا تھا کہ مدینہ کے کئی گودام بھر جاتے تھے، مسعودی کے مطابق ہزار گھوڑے، ہزار غلام و ہزار کنیزیں تھیں۔(۱)

طلحہ بن عبیداللہ نے کوفہ میں سر بفلک قصر بنوایا تھا، عراق سے جو غلہ آتا تھا اس کی قیمت ہزار دینار طلائی روزانہ تھی مسراتَ کے غلے اس سے کہیں زیادہ تھے۔

طلحہ کی بیوی کہتی ہیں کہ ان کے خزانے میں ۲۲۰۰۰۰ تھا، جائداد اور درختوں کی قیمت ۳۰۰۰۰۰۰۰ تھی، عمرو عاص کہتے تھے کہ طلحہ کی دولت سوگائے کی کھال میں بھر جائے گی۔ بعض روایات میں ہے کہ تین سو گائے کی کھال۔(۲)

عثمان نے ترکے کا ہمالیائی ڈھیر دیکھ کر کہا تھا کہ ناس ہو جائے اس کا، میں نے اس قدر راسے دولت بخشی پھر بھی وہ میرے خون کا پیاسا تھا۔

عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس ایک ہزار اونٹ ۱۳۰۰۰ بکریاں اور سو گھوڑے تھے جو بقیع کی چراگاہ میں چرتے تھے، مقام جرف میں صرف بیس اونٹ آب پاشی کے لئے مخصوص تھے، اس قدر سونا چھوڑا تھا کہ انہیں تقسیم ترکہ کے لئے بھالے سے توڑنا پڑا، ان کی چار بیویاں تھیں ہر ایک کو اسی (۸۰) ہزار سکے ملے، ایک عورت کو مرض الموت میں طلاق دی تھی تو اسے تراسی ہزار دینار رطلا پر راضی کیا گیا، ایک قصر بنوایا تھا، جس میں سو گھوڑے ایک ہزار اونٹ اور دس ہزار بکریاں تھیں۔(۳)

سعد بن وقاص نے دو لاکھ پچاس ہزار درہم ترکہ چھوڑا، قصر عقیق بڑا شاندار بنوایا تھا۔(۴) یعلی

۱۔ مروج الذہب ج ۱ ص ۴۳۴ (ج ۲ ص ۳۵۰)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۸ (ج ۳ ص ۲۲۲، ۲۲۱) انساب بلاذری ج ۵ ص ۷، مروج الذہب ج ۱ ص ۴۳۴ (ج ۲ ص ۳۵۰) العقد الفرید (ج ۲ ص ۲۷۹) (ج ۴ ص ۱۲۹) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۵۸ (ج ۳ ص ۲۲۸، ۲۲۷) دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۱۸ (ص ۲۲، ۲۳) خلاصۃ الخزرجی ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۱۲ نمبر ۳۱۹۵)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ لیدن (ج ۳ ص ۱۳۶) مروج الذہب ج ۱ ص ۴۳۴ (ج ۲ ص ۳۵۰) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۱۷۰) صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۳۸ (ج ۱ ص ۳۵۵ نمبر ۸) ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۹۱ (ج ۴ ص ۲۷۲)

۴۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۰۵ (ج ۳ ص ۱۴۹، ۱۴۸) مروج الذہب ج ۱ ص ۴۳۴ (ج ۲ ص ۳۵۰)

بن امیہ نے پانچ لاکھ دینار طلائی چھوڑا اس کے علاوہ لوگوں پر ان کا بہت زیادہ قرض تھا۔(۱)
زیاد بن ثابت جو عثمان کے پکے حمایتی تھے، ان کے سونے کی اینٹوں کو بھالے سے توڑا گیا تو ترکہ تقسیم ہوا۔(۲)

یہ تو تاریخ میں آگیا اس کے علاوہ نہ جانے کتنے سرمایہ دار تھے، جنھیں تاریخ نے تفصیل سے بیان نہ کیا، خود عثمان کے پاس جو دولت تھی اس کا اندازہ مشکل ہے، سونے چاندی کے آراستہ شاہانہ لباس پہنتے تھے اور اس میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے، محمد بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان کے پاس سو دینار کی ریشمی چادر دیکھی، مجھ سے فرمایا: یہ میری بیوی نائلہ کی ہے جو صرف وہی استعمال کرتی ہے۔، ابو عامر بھی کہتے ہیں کہ میں نے عثمان کے پاس سو دینار کی قیمتی چادر دیکھی تھی۔(۳)

بلاذری کہتے ہیں کہ عثمان نے بیت المال کے جواہرات لے لئے تو لوگوں نے بڑی لے دے مچائی، وہ غصے میں کہنے لگے: یہ خدا کا مال ہے اور میں خدا کا خلیفہ ہوں اس لئے جس طرح چاہوں استعمال کروں، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔

ابن سعد(۴) اور مسعودی(۵) کے مطابق عثمان جس دن قتل کئے گئے ان کے خزانے میں کروڑوں تھے، ربذہ میں سو اونٹ تھے، خیبر اور برادیس میں جو صدقات تھے ان کی قیمت دو لاکھ دینار تھی۔ ذہبی(۶) کہتے ہیں کہ سو غلام ترکے میں چھوڑے اس کے علاوہ بہت زیادہ گھوڑے اور اونٹ تھے

جن افراد پر دل کھول کر فیاضی کی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

مروان: ۵۰۰۰۰۰ حکم: ۲۰۰۰۰۰

۱۔ مروج الذھب ج۱ ص۴۳۳ (ج۲ ص۳۵۱)
۲۔ مروج الذھب ج۱ ص۴۳۳ (ج۲ ص۳۵۱)
۳۔ طبقات ابن سعد ج۳ ص۴۰ مطبوعہ لیدن (ج۳ ص۵۸) انساب بلاذری ص۴،۳ (ج۵ ص۴۸) استیعاب ج۲ ص۴۷۶ (القسم الثالث ص۱۰۴۲ نمبر ۱۷۷۸)
۴۔ طبقات ابن سعد ج۳ ص۵۳ (ج۳ ص۷۶،۷۷)
۵۔ مروج الذھب ج۱ ص۴۳۳ (ج۲ ص۳۴۹،۳۵۰)
۶۔ دول الاسلام ج۱ ص۱۲ (ص۱۶)

ابوسفیان: ۲۰۰۰۰۰ ابن ابی سرح: ۱۰۰۰۰۰

حکم کی اولادیں: ۲۰۲۰۰۰۰ مروان: ۲۰۰۰۰۰

طلحہ: ۲۰۰۰۰۰ حارث: ۳۰۰۰۰۰

طلحہ: ۲۲۰۰۰۰۰ عبدالرحمٰن: ۲۵۶۰۰۰۰

ولید: ۱۰۰۰۰۰ زبیر: ۵۹۸۰۰۰۰۰

زید بن ثابت: ۱۰۰۰۰۰ عبداللہ: ۳۰۰۰۰۰۰

ابن ابی وقاص: ۲۵۰۰۰۰۰

خود حضرت عثمان کی دولت کا تخمینہ/۳۰۸۵۰۰۰۰ ہوتا ہے۔

ایک طرف تو عثمان اور ان کے قبیلے کے لوگ نیز ان کے حمایتی دولت میں ڈوبے ہوئے تھے اور دوسری طرف تمام اہل اسلام کی غربت اس حد کو پہونچی ہوئی تھی کہ زندگی کی بنیادی ضرورتیں بھی میسر نہ تھیں۔کیا ان عطایا کی کوئی توجیہ کی جاسکتی ہے؟

۴۰۔خلیفہ اور شجرہ ملعونہ

بنی امیہ کی فرد خلیفہ اپنے خاندان کی محبت میں بری طرح گرفتار تھے جب کہ قرآن میں اسے شجرہ ملعونہ کہا گیا ہے وہ بنی امیہ کے افراد کو دوسروں پر فضیلت دیتے اور ان کے مفادات کی فکر میں ابتدائے خلافت ہی سے مبتلا تھے، یہ بات اس قدر معروف تھی کہ خود عمر نے ابن عباس سے کہا تھا کہ اگر میں عثمان کو خلیفہ بنادوں تو وہ بنی امیہ کو لوگوں کی گردن پر مسلط کر دے گا، اور اگر اس نے ایسا کیا تو لوگ اسے قتل کر دیں گے۔(۱)

آثار ابو یوسف میں (۲) ابو حنیفہ کی اس مفہوم پر مشتمل روایت ہے انہوں نے عثمان سے وصیت کی

۱۔انساب بلاذری ج۵ص۱۶،

۲۔آثار ابو یوسف ص ۲۱۷ (ص ۲۱۷ باب ۳۴ حدیث ۹۶۰)

تھی کہ اگر خلیفہ ہو جاؤ تو خدا سے ڈرنا اور لوگوں کی گردن پر بنی امیہ کو مسلط نہ کر دینا۔(۱) اسی وصیت کی بنیاد پر طلحہ وزبیر نے احتجاج کیا تھا کہ عمر نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ بنی امیہ کو مسلط نہ کرنا۔ یہ سن کر ان کی بولتی بند ہوگئی تھی۔(۲)

ان کی تمام تر مساعی اس پر مرکوز تھی کہ تمام بلاد اسلام پر امویوں کا اقتدار مستحکم ہو جائے لیکن تقدیر نے اس کے برخلاف جرم کیا، آج امویوں کے نام لیوا جاہلانہ ان کے آثار سرمایۂ نازش ہیں، خلیفہ نے دلیرانہ طریقے سے ابوسفیان کے مشورے کے پیش نظر خلافت کو گیند کی طرح اچھالا، حساس شہروں میں امویوں کو مسلط کر دیا جو خودسر اور ستمگر وظالم تھے۔(۳)

ابوعمر کا بیان ہے کہ شبلی بن خالد عثمان کے پاس آکر بولا: اے گروہ قریش! کیا تمہارے خاندان میں کوئی بچہ بھی نہیں ہے جسے اوپر اٹھاؤ، کوئی محتاج نہیں جسے دولتمند بناؤ کوئی گمنام نہیں جسے بام شہرت پر پہونچاؤ، آخر تم نے عراق کو اس اشعری (ابوموسی اشعری) کے حوالے کیوں کر دیا۔ عثمان نے پوچھا: پھر کون مناسب رہے گا؟ لوگوں نے عبداللہ بن عامر کا نام پیش کیا جس کی عمر سولہ سال تھی، اسی کو عراق کا حکمراں بنا دیا، یہی چھوکرے تمام شہروں پر مسلط ہو گئے، انہیں اپنے کردار وگفتار کی کوئی پرواہ نہ تھی نہ خلیفہ ان کے خلاف کسی شکایت پر کان دھرتے تھے، رسول اکرم ﷺ نے انہیں چھوکروں کے متعلق پیشین گوئی فرمائی تھی کہ بلاشبہ میری امت کی تباہی قریش کے احمق چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی۔ کعب بن عجرہ سے کہا کہ خدا تمہیں احمق حکمرانوں سے بچائے۔ پوچھا: احمق چھوکرے کون؟ فرمایا: یہ حکمراں میرے بعد ہوں گے ان میں میری سیرت کی ذرا بھی بوباس نہ ہوگی۔ (۴)

آپ نے مجمع سے بھی خطاب فرمایا کہ میرے بعد ایسے احمق جھوٹے اوستم پیشہ حکمراں ہوں گے جو

۱۔ طبقات ابن سعد ج۳ ص۲۴۷ (ج۳ ص۳۴۰) انساب بلاذری ج۵ ص۱۶ ریاض النضرۃ ج۲ ص۷۶ (ج۲ ص۳۵۶

۲۔ انساب بلاذری ج۵ ص۳۰

۳۔ استیعاب (القسم الثالث ص۶۹۳ نمبر ۱۱۵۵)

۴۔ صحیح بخاری کتاب الفتن ج۱۰ ص۱۴۶ (ج۳ ص۱۳۱۹ حدیث ۳۴۱۰، ج۶ ص۳۵۸۹) المستدرک علی الصحیحین ج۴ ص۴۷۰ (ج۴ ص۵۱۷ حدیث ۸۴۵۰)

ان کی تائید کرے وہ مجھ سے نہیں، جس نے ان کے مظالم کو سراہا وہ میرا ماننے والا نہیں۔ میرے بعد ایسے حکمراں ہوں گے جو کہیں گے وہ کریں گے نہیں، ان کی سیرت اسلام کے خلاف ہوگی۔ (۱)

جی ہاں! عثمان نے یہ سب جانتے ہوئے بھی ان چھوکروں کے حوالے حکومت کی جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص مسلمانوں پر ایسے حکمراں بنائے جو کمتر ہو اور یہ جانتا ہو کہ اس سے بہتر موجود ہے تو اس نے مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔ (۲)

اس طرح بنی امیہ کا زمانہ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تباہی کا زمانہ کہنا چاہئے فتنوں سے بھرپور ان کا زمانہ ایسے فرماں رواؤں سے بھرا تھا، جو چھپکلی کے بچے، لعنت زدہ، اور تباہ کار تھے، خلیفہ کی ہر وقت خواہش تھی کہ دنیا ہی میں آخرت بھی انہیں کے حوالے کردیں، ایک بار اصحاب کے مجمع سے کہا: جس میں عمار بھی تھے کہ میں تم سے ایک بات پوچھوں صحیح صحیح جواب دینا، کیا تم نہیں جانتے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کو تمام لوگوں پر اور بنی ہاشم کو قریش پر ترجیح دیتے تھے؟ سبھی خاموش رہے تو کہا کہ اگر جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دی جائیں تو میں بنی امیہ کے حوالے کردوں تا کہ آخری فرد بھی جنت میں داخل ہو جائے۔ (اس کے تمام اسناد صحیح وموثق ہیں) (۳)

۴۱۔ خلیفہ نے ابوذر کو ربذہ جلاوطن کیا

بلاذری کی روایت ہے کہ جب عثمان نے حکم کے بیٹے مروان و حارث اور زید بن ثابت کو لاکھوں درہم دے ڈالے تو ابوذر نے یہ آیت پڑھی ﴿و للذین یکنزون الذھب و الفضة﴾ ''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر رہے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔'' (۴)

۱۔ تاریخ بغدادی ج ۲ ص ۱۰۷ (نمبر ۵۰۰) ج ۵ ص ۳۶۲ (نمبر ۲۸۸۶) مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۶، ج ۴ ص ۲۶۷ (ج ۲ ص ۴۱ حدیث ۴۳۵۰، ج ۵ ص ۳۳۳ حدیث ۱۷۸۸۹)

۲۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۸، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۱

۳۔ مسند احمد ج ۱ ص ۶۲ (ج ۱ ص ۱۰۰ حدیث ۴۴۱)

۴۔ (سورۂ توبہ/۳۴)

مروان نے یہ خبر عثمان کو دی، انہوں نے آدمی بھیج کر ابوذر کو بلوایا اور کہا کہ مجھے تمہارے متعلق ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں، تم اس سے باز آجاؤ، ابوذر نے عثمان سے کہا: مجھے آیات قرآنی پڑھنے سے منع کرتے ہو ہم تو ایسے لوگوں کی مذمت میں آیات پڑھ رہے ہیں جو احکام خدا کو نظرانداز کر رہے ہیں، بخدا خوشنودی خدا عثمان کے غصے میں ہے تو مجھے انتہائی محبوب ہے، میں عثمان کی خوشنودی کے لئے خدا کو ناراض نہ کروں گا۔ عثمان کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا اور دل میں کینہ رکھ لیا، ایک دن لوگوں کے مجمع میں پوچھا: کیا امام کے لئے یہ جائز نہیں کہ بیت المال سے کچھ لے لے پھر جب وہ مالدار ہو جائے تو واپس کر دے، کعب الاحبار نے کہا: کوئی حرج نہیں، ابوذر نے ڈپٹ پلائی: اے یہودی کے بچے! تو مجھے دین کی تعلیم دے رہا ہے، عثمان نے مداخلت کی اور کہا کہ تم میرے دوستوں کو بہت زیادہ پریشان کر رہے ہو تم کسی سرحدی مقام یعنی شام چلے جاؤ، اتنے میں حج کے ایام آگئے اور ابوذر نے اجازت مانگی کہ مجھے جوار قبر رسولؐ پر رہنے دو عثمان نے اجازت دے دی، سرحدی مقام شام جانے کی وجہ بھی یہ تھی کہ لوگ فلک بوس عمارتیں بنا رہے تھے، عثمان نے کہا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب فلک بوس عمارتیں بننے لگیں تو وہاں سے الگ ہو جاؤ، مجھے شام جانے دو تا کہ وہاں راہ خدا میں جہاد کروں، شام میں معاویہ کی غلط حرکتوں پر تنقید کرنے لگے، معاویہ نے انہیں تین سو دینار طلائی بھیجے۔ ابوذر نے کہا کہ اگر اس سال کا حق ہے تو میں لے لوں گا اور اگر بخشش و انعام ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (۱) حبیب بن مسلمہ فہری نے دو سو دینار بھیجے تو ابوذر نے کہا: کیا مجھ سے زیادہ غریب یہاں کوئی نہ تھا یہ کہہ کے واپس کر دیا۔ معاویہ نے دمشق میں سبز محل بنوایا، ابوذر نے کہا: اگر یہ مسلمانوں کے مال سے بنوایا ہے تو خیانت کی ہے اور اگر اپنے مال سے بنوایا ہے تو اسراف کیا ہے، معاویہ خاموش ہو گیا، ابوذر کہتے رہے: بخدا! اب ناپسند امور دیکھنے میں آرہے ہیں، یہ سب کتاب خدا و سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت ہے، بخدا حق کو ضائع کیا جا رہا ہے، باطل زندہ کیا جا رہا ہے سچ کو جھٹلایا جا رہا ہے، کرداروں میں پرہیزگاری کا کوئی خیال نہیں، نیک لوگوں کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں۔ حبیب بن مسلم نے معاویہ سے کہا کہ ابوذر شام کو

۱۔ انساب الاشراف (ج ۵ ص ۵۲)

برباد کردیں گے، اگر تمہیں اس کی ضرورت ہے تو جلد شامیوں کی خبر لو، معاویہ نے عثمان کو خط لکھا تو عثمان نے جواب دیا کہ انہیں سرکش سواری پر بٹھا کر سنگلاخ راستوں سے میرے پاس بھیج دو، جب ابوذر مدینہ آئے تو عثمان سے کہا کہ تم نے چھوکروں کو حکومت دے دی ہے، قومی چراگاہیں اپنی ملکیت بنالی ہیں ،غلام بچوں کو مقرب بنالیا ہے، عثمان نے کہا کہ جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ، ابوذر نے پوچھا: مکہ جاؤں؟ کہا: نہیں، پوچھا: بیت المقدس جاؤں ۔کہا: نہیں ۔پوچھا: بصرہ یا کوفہ جاؤں ۔کہا: نہیں، میں تمہیں ربذہ جلاوطن کروں گا، ابوذر وہیں رہے یہاں تک کہ انتقال کیا۔(۱)

محمد بن سمعان کا بیان ہے کہ میں نے عثمان سے کہا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ آپ ہی نے انہیں ربذہ جلاوطن کیا ہے ۔جواب دیا کہ تعجب ہے، ایسا کیسے ہوسکتا ہے، میں ان کی سبقت اسلامی سے واقف ہوں، وہ تمام صحابہ میں معززترین ہیں ۔اور کمیل بن زیاد کہتے ہیں کہ جب ابوذر کو شام جلاوطن کیا تو میں مدینہ ہی میں تھا اور جب ایک سال بعد ربذہ جلاوطن کیا گیا تو بھی مدینہ ہی میں تھا۔

قتادہ کا بیان ہے کہ ابوذر کی بات پر عثمان نے انہیں جھٹلایا تو ابوذر نے کہا کہ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کوئی مجھے جھٹلائے گا جب کہ میرے بارے میں رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر آسمان وزمین نے سایہ نہیں کیا جب انہیں ربذہ جلاوطن کیا گیا تو فرمایا کہ حق گوئی نے میرا ایک بھی دوست باقی نہ رکھا، نیز فرمایا کہ ہجرت مدینہ رسول ﷺ کے بعد مجھے صحرانشینی پر مجبور کیا گیا۔قتادہ کا یہ بھی بیان ہے کہ ابوذر کو رخصت کرنے کے لئے حضرت علیؑ شہر کے باہر تک تشریف لے گئے ۔مروان نے آپ کو روکا حضرت نے اس کی پیٹھ پر تازیانہ مارا، اس سلسلے میں عثمان کی کو ناپسند کیا اور پھر بیچ بچاؤ کیا گیا، یہ بھی روایت ہے کہ عثمان کو ابوذر کے انتقال کی خبر ملی تو کہا: خدا ان پر رحمت نازل کرے ۔عمار یاسر نے بھی کہا کہ خدا ہم سب کی طرف سے بھی رحمت نازل کرے، عثمان نے انہیں گالی دے کر کہا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ابوذر کو جلاوطن کر کے شرمندہ ہوں ۔؟

ابن خراش کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر کو ایک جھونپڑی میں دیکھا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس

۱۔طبقات ابن سعد (ج ۴ ص ۲۳۶)

قدر برائیوں سے روکا کہ میرے حق گوئی نے ایک بھی دوست باقی نہ رکھا۔ ابراہیم تیمی کا بیان ہے کہ میرے باپ نے ابوذر سے پوچھا کہ آپ ربذہ جلاوطن کیوں کئے گئے؟ فرمایا: خیر خواہی اور عثمان اور معاویہ کو نصیحت کرنے کی وجہ سے بشر بن حوشب فزاری کا بیان ہے کہ میرے باپ نے کہا کہ میرے عیال شربہ میں تھے میں اپنی چند بکریاں وہاں سے مدینہ لارہا تھا ربذہ پہونچا تو وہاں ایک بوڑھے کو دیکھا جس کے تمام بال سفید ہوچکے تھے ایک جھونپڑی میں چند بکریوں کے ساتھ قیام پذیر تھا، لوگوں سے پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: صحابی رسول ﷺ "ابوذر" ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کا قبیلہ یہاں تو نہیں رہتا آپ یہاں کیسے ہیں؟ فرمایا: زبردستی مجھے یہاں جلاوطن کیا گیا ہے۔ بشر کا بیان ہے کہ میں نے یہ بات سعید بن مسیب سے کہی تو انہوں نے انکار کیا کہ عثمان نے انہیں جلاوطن نہیں کیا ہے بلکہ وہ خود یہاں قیام کے خواہشمند تھے اور صحیح بخاری میں زید بن وہب کا بیان ہے کہ ربذہ میں ابوذر سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں جلاوطن کئے گئے؟ فرمایا: میں نے معاویہ کی سرمایہ پرستی کے خلاف آیات قرآنی کی تلاوت کی، جو لوگ سونے چاندی جمع کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ وہ کہنے لگا کہ یہ یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا: یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور مسلمانوں کے بارے میں بھی اس نے عثمان سے میری شکایت لکھ ماری، انہوں نے مجھے مدینہ بلایا لوگ مجھے دیکھنے کے لئے اس قدر امنڈ پڑے جیسے انہوں نے مجھے کبھی دیکھا ہی نہ تھا، انہوں نے کہا: اگر اگر چاہو تو مجھ سے علیحدہ رہو اور میرے شہر کے نزدیک رہو، یہی وجہ ہے کہ مجھے یہاں رہنا پڑ رہا ہے۔ لوگوں نے ابوذرؓ سے کہا کہ آپکا اسی میں انتقال۔(۱) ہوجائے گا، ابوذر نے جواب دیا: افسوس ہرگز نہیں، پھر آپ نے ربذہ جلاوطنی اور وہاں غریب کی موت وغیرہ کی پیشین گوئی کو دہرایا، عثمان کے پاس جاکر فرمایا کہ میں نے حدیث رسول ﷺ سنی ہے کہ جب ابوالعاص کے فرزند بیس تک پہونچ جائیں گے تو بندگان کو غلام اور مال خدا کو ذاتی ملکیت سمجھیں گے اسی دن عبدالرحمٰن بن عوف کا ترکہ میراث کی تقسیم کے لئے عثمان کے پاس لایا گیا تھا، دولت کا ڈھیر اس قدر ہوگیا تھا کہ ادھر کا آدمی ادھر سے دکھائی نہیں

۱۔ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۵۰۹ حدیث ۱۳۴۱)

دیتا تھا۔عثمان نے کہا: میں عبدالرحمٰن کے حق میں خیر وبھلائی ہی کی توقع رکھتا ہوں، انہوں نے صدقہ دیا مہمان نوازی کی اور پھر اتنا مال بھی چھوڑا جو تم لوگ دیکھ رہے ہو،کعب نے کہا: امیر المومنین نے سچ فرمایا ابو ذر نے یہ سن کر کعب کے سر پر ڈنڈا گھسیٹ مارا اور اس کی اذیت کی پرواہ کئے بغیر دہاڑے اے یہودی کے بچے! جس شخص نے اتنا مال چھوڑا ہے اس کے متعلق تو دنیا وآخرت کی بھلائی کا متوقع ہے، میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ مجھے یہی پسند ہے کہ مروں تو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ چھوڑوں۔عثمان نے کہا: میرے سامنے سے دور ہو جاؤ، ابوذر نے کہا: مکہ چلا جاؤں کہا: ہرگز نہیں۔ابوذر نے کہا: مجھے خانۂ خدا میں آخر دم تک عبادت کرتے رہنے سے روک رہے ہو؟ کہا: ہاں خدا کی قسم تمہیں وہاں نہیں جانے دوں گا پوچھا: تو پھر شام چلا جاؤں۔کہا: بخدا وہاں بھی نہیں، پھر پوچھا: بصرہ جاؤں۔کہا: نہیں میں تمہیں ربذہ جلا وطن کر دوں گا۔ابوذر نے کہا: اللہ اکبر رسول خدا نے سچ فرمایا تھا۔مجھے ان تمام باتوں کی پہلے ہی خبر دے چکے ہیں۔عثمان نے پوچھا: کیا خبر دے چکے ہیں؟ فرمایا: مجھے مدینہ ومکہ میں جانے نہیں دیا جائے گا، میری موت ربذہ میں ہوگی اور عراق سے حجاز جاتے ہوئے قافلے کے لوگ میری تجہیز وتکفین کریں گے۔

ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ لوگوں کی بھیڑ اس لئے جمع ہوگئی تھی کہ وہ شام سے واپس آنے کا حال ابوذر سے پوچھ رہے تھے، جس طرح معاویہ کو خوف دامنگیر ہوا تھا، ویسا ہی خوف عثمان کو ہوا، عثمان کے قول کی تشریح میں ''چاہو تو میرے شہر کے نزدیک رہو۔'' ابوذر نے کہا: خدا کی قسم! میں لوگوں کو برائیوں سے روکنے سے باز نہیں آؤں گا۔(۱)

مسعودی نے واقعہ ابوذر یوں لکھا ہے کہ ایک دن عثمان کی بزم میں ابوذر بھی موجود تھے، عثمان نے کہا: تم لوگوں کا کیا خیال ہے، اگر کوئی شخص زکوۃ دے تو اس کے مال میں دوسرا کوئی حق باقی رہ جاتا ہے، کعب نے کہا: نہیں اے امیر المومنین! ابوذر نے کعب کے سینہ پر گھونسہ مار کر کہا: اے یہودی کے بچے! تم نے جھوٹ کہا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق و المغرب و لکن البر﴾ ''نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے پورب یا پچھم کی طرف کرلو۔''(۲)

۱۔فتح الباری (ج ۳ ص ۲۷۵)　　۲۔(سورہ توبہ/۱۷۷)

عثمان نے کہا: کیا تم اس میں عیب دیکھتے ہو کہ ہم بیت المال سے کچھ مال لے کر اپنے کارگذاروں کو بخش دیں، کعب نے کہا: اس میں کوئی ہرج نہیں، ابوذر نے عصا اس کے سینے پر مار کر کہا: تو دین کے معاملے میں کس قدر گستاخ ہو گیا ہے، عثمان دہاڑے: تم مجھے بہت زیادہ اذیت دینے لگے ہو، میرے سامنے سے دور ہو جاؤ، اور انہیں شام جلاوطن کر دیا، وہاں سے معاویہ نے عثمان کو خط لکھا کہ ابوذر یہاں معاشرے میں فساد پھیلا رہے ہیں، اگر آپ کو شام اپنے قبضہ میں رکھنا ہے تو انہیں اپنے پاس بلا لیجئے، عثمان نے جواب دیا کہ انہیں سرکش سواری پر بٹھا کر روانہ کر دو۔

عثمان نے ابوذر کو جلاوطن کرنے کے لئے ایک اونٹ بھیجا جس پر اپنی بیوی یا بیٹی کو سوار کر کے ربذہ کی طرف تشریف لے گئے، جب مدینہ سے نکلنے لگے تو رخصت کرنے کے لئے حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، عقیل اور عبداللہ بن جعفر و عمار آئے مروان نے اس پر اعتراض کیا کہ امیر المومنین نے منع کیا ہے کہ کوئی ابوذر کو الوداع کہنے نہ نکلے، میرا کام تھا حکومت کے آڈر سے باخبر کر دینا۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے مروان کی سواری کے دونوں کانوں کے درمیان کوڑا مار کر کہا: دور ہو جا! خدا تجھے واصل جہنم کرے پھر آپ وداع کر کے پلٹنے لگے تو ابوذر نے کہا: اے اہلبیتؑ! خدا تم پر رحمت نازل کرے، اے ابوالحسن! میں آپ کو اور آپ کے بچوں کو دیکھتا ہوں تو رسول خدا ﷺ یاد آ جاتے ہیں۔ مروان نے عثمان سے حضرت علیؑ کی شکایت کی تو عثمان نے لوگوں سے کہا کہ اب کوئی علیؑ کی کیا صفائی دے سکتا ہے انہوں نے میرے پیغام پر کوئی پرواہ نہ کی اور اس کے ساتھ برا برتاؤ کیا، خدا کی قسم میں اس کا بدلہ ضرور لوں گا، جب حضرت علیؑ ابوذر کو ربذہ پہونچا کر واپس آئے تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ عثمان آپ پر برہم ہیں، کیونکہ آپ ابوذر کو الوداع کہنے گئے تھے۔ حضرت نے فرمایا: سواری کا غصہ لگام پر؟

پھر آپ شب میں عثمان سے ملنے گئے عثمان نے کہا: کیا میں نے آپ کو ابوذر کی مشایعت سے منع نہیں کیا تھا؟ حضرت نے فرمایا: کیا میں تمہارا ہر صحیح و غلط مان لیا کروں؟ واللہ مجھ سے یہ ہرگز نہ ہوگا۔ عثمان نے کہا: آپ نے مروان کو گالی دی ہے اور اس کی سواری پر تازیانہ مارا ہے؟ فرمایا: تو یہ میری سواری موجود ہے وہ بھی تازیانہ مارے لیکن اگر اس نے مجھے گالی دی تو میں اس کا منھ توڑ دوں گا۔ عثمان

نے کہا: وہ گالی کیوں نہ دے گا آپ نے بھی تو اسے گالی دی ہے۔ آپ میری نگاہ میں اس سے افضل نہیں ہیں۔ حضرت علیؑ کو غصہ آ گیا تم اب یہ بکواس کرنے لگے مجھ سے مروان کا مقابلہ کرتے ہو، خدا کی قسم میں تم سے بھی افضل ہوں میرا باپ تمہارے باپ سے افضل تھا، میری ماں تمہاری ماں سے افضل تھی، یہ سن کر عثمان غصے میں بھوت ہو گئے اور گھر کے اندر چلے گئے، حضرت علیؑ بھی گھر چلے آئے، آپ نے لوگوں سے فرمایا: بخدا میں نے ابوذر کو خدا کے لئے الوداع کہا تھا۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ابوذر کا مرتبہ ایمان وحق انتہائی بلند واستوار تھا۔ ان کا علم و دانش، صداقت و زہد اور بغض فی اللہ رسول خداﷺ خراج تحسین وصول کر چکا تھا، ان کی توحید کے متعلق طبقات بن سعد میں ہے کہ ابوذر فرماتے تھے کہ میں مسلمان ہونے کے تین سال قبل نماز پڑھا کرتا تھا، عبداللہ بن صامت نے پوچھا کہ کس کے لئے نماز پڑھتے تھے، کہا: خدا کے لئے، پوچھا: تمہارا رخ کدھر ہوتا تھا۔ فرمایا: جدھر خدا رخ کر دیتا تھا ابومعشر نجیح کے طریقے سے نقل ہوا ہے کہ ابوذر جاہلیت میں خدا پرست تھے اور لا الہ الا اللہ کہتے تھے بتوں کی پرستش نہیں کرتے تھے بعثت کے بعد ایک شخص نے ان سے کہا کہ مکہ میں ایک شخص نے وہی اعلان کیا ہے جو تم کہتے ہو ان کا گمان ہے کہ وہ پیغمبر ہے پھر اس کے بعد اسلام لانے کا واقعہ نقل کیا ہے۔

ان کی خدا پرستی کا حال حلیۂ ابونعیم، صفۃ صفوہ ابن جوزی، صحیح مسلم، مستدرک حاکم، استیعاب میں موجود ہے۔ (۲)

۲۔ طبقات بن سعد میں ہے کہ ابوذر تیسرے یا چوتھے یا پانچویں شخص اسلام لانے والوں میں تھے۔ (۳)

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۱، ۱۶۴ (ج ۴ ص ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۲۲)

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۷، المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۴۲ (ج ۳ ص ۳۸۵ حدیث ۵۴۵۹) استیعاب ج ۱ ص ۸۳، ج ۲ ص ۶۶۴ (القسم الاول ص ۲۵۲ نمبر ۳۳۹، القسم الرابع ص ۱۶۵۳ نمبر ۲۹۴۴) صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۵۳) ج ۵ ص ۲۷ حدیث ۱۳۲ کتاب فضائل الصحابہ ص ۷۶) صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۲۳۸ (ج ۱ ص ۵۸۵ نمبر ۶۴)

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۳ ص ۳۸۵ حدیث ۵۴۵۹) استیعاب ج ۱ ص ۸۳ ج ۲ ص ۶۶۴ (القسم الاول ص ۲۵۲ نمبر ۳۳۹، القسم الرابع ص ۱۶۵۳ نمبر ۲۹۴۴) اسد الغابۃ ج ۵ ص ۱۸۶ (ج ۱ ص ۳۵۷ نمبر ۸۰۰) شرح جامع الصغیر مناوی ج ۵ ص ۴۲۳، الاصابۃ ج ۴ ص ۶۳ طبقات اب سعد ج ۴ ص ۱۶۱ (ج ۴ ص ۲۲۴)

طبقات بن سعد میں ابوذر کا بیان ہے کہ میں اولین شخص ہوں کہ رسول پر صلوات پڑھی تو رسولؐ نے مجھ پر صلوات پڑھی۔(۱)

ابن سعد، بخاری اور مسلم نے بطریق ابن عباس روایت کی ہے کہ جب ابوذر کو معلوم ہوا کہ مکے میں ایک شخص نے دعویٰ رسالت کیا ہے تو اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہاں کے حالات معلوم کر کے آئے انہوں نے واپس جا کر بتایا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے اور اچھے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ ابوذر نے کہا: تم نے میرے درد کی دوا نہ کی اور کچھ سامان سفر لے کر مکہ تشریف لائے اپنے کو ظاہر نہ کیا کہ کہیں لوگ ان کے مقصد سے واقف نہ ہو جائیں، جب رسول ﷺ سے ملاقات نہ ہوئی تو گوشۂ مسجد میں رات گذاری، صبح ہوئی تو حضرت علیؑ آئے، پوچھا: تم کون ہو؟ جواب دیا: قبیلہ غفار کی فرد ہوں۔ فرمایا: میرے ساتھ آؤ، راستے میں کسی نے کچھ بات نہ کی، دوسرے دن بھی ابوذر سے رسول ﷺ کی ملاقات نہ ہوئی، وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی کو ان کا بھید معلوم ہو، وہ رات میں سو رہے، صبح کو حضرت علیؑ آئے اور فرمایا: کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اپنی منزل پہچانو پھر انہیں لے گئے، راستے میں کسی نے کچھ بات نہ کی، تیسرے دن ابوذر نے علیؑ سے پیمان لیا کہ میرے دل کا راز فاش تو نہ کیجئے گا۔ علیؑ نے فرمایا: ہاں! پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص نے یہاں دعویٰ نبوت کیا ہے، میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا اس نے تسکین بخش جواب نہ دیا، اسلئے خود ان سے ملاقات کرنے آیا ہوں، حضرت علیؑ نے فرمایا: کل میرے ہمراہ چلنا اگر کہیں خطرہ محسوس کروں گا تو ذرا جھک کر اشارے سے تمہیں مطلع کر دوں گا تم میرے پیچھے پیچھے چلتے رہنا، اس طرح ابوذر نے رسول ﷺ سے ملاقات کی اور آپ کے ارشادات سن کر اسی وقت مسلمان ہو گئے اور رسول خدا ﷺ سے پوچھا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: اپنے قبیلے میں واپس جاؤ۔

ابوذر نے قسم کھا کر کہا کہ جب تک اپنے اسلام کا مسجد الحرام میں اعلان نہ کر دوں گا واپس نہ جاؤں

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۱ (ج ۴ ص ۲۲۱) صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۵۴، ۱۵۵ (ج ۵ ص ۴۷، ۶۰ حدیث ۱۳۲ کتاب فضائل الصحابۃ) حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۹ استیعاب ج ۲ ص ۶۶۴ (القسم الرابع ص ۱۶۵۴ نمبر ۲۹۴۴)

گا، مسجد الحرام میں بلند آواز سے کلمہ پڑھا، مشرکوں نے چلاتے ہوئے کہا اس نے اپنا دین بدل دیا ہے ان پر ٹوٹ پڑے، انہیں اتنا مارا کہ بے ہوش ہو گئے، عباس نے قریش کو سمجھایا کہ تم لوگ تجارت کرتے ہو اور یہ غفاری قبیلہ کا آدمی ہے اگر اس کی موت ہو گئی تو اس کا قبیلہ تم کو صحیح سلامت سفر نہ کرنے دے گا، یہ سن کر لوگوں نے چھوڑ دیا، دوسرے دن پھر ابوذر نے علانیہ کلمہ پڑھا اور لوگوں نے پیٹا۔(۱)

علمی حیثیت

ابن سعد نے طبقات کبری میں بطریق زاذان نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ابوذر کے متعلق فرمایا کہ وہ علم سے بھرے پڑے تھے، بڑے محتاط اور دین کے حریص نیز علم کے حریص تھے۔(۲)

ابو عمر کہتے ہیں: وہ مفید اور شاندار علم سے بھرے پڑے تھے، زہد و ورع اور حق بات کے دھنی تھے ،حضرت علیؑ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ شخص اس قدر علم سے بھرا پڑا تھا کہ دوسرے اس کے حصول سے عاجز رہے، پھر اس نے علم کو محفوظ بھی کر لیا، ذرا بھی اپنے قلب و دماغ سے نہ نکلنے دیا۔(۳)

طبرانی ومحاملی نے امالی میں ابوذر سے نقل کیا ہے: خدا نے جو کچھ جبریل ومیکائیل کے ذریعہ سینۂ رسول ﷺ میں انڈیلا وہ سب میرے سینے میں رسول ﷺ نے انڈیل دیا۔(۴)

ابو نعیم نے حلیہ میں لکھا ہے کہ ابوذر دنیا پر لات مارنے والے عبادت گذار تھے، منفرد، قناعت پسند

۱۔طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۵، ۱۶۶ (ج ۴ ص ۲۲۵، ۲۲۳) صحیح بخاری کتاب المناقب باب اسلام ابوذر ج ۶ ص ۲۴ (ج ۳ ص ۱۲۹۴ حدیث ۳۳۲۸) صحیح مسلم کتاب المناقب ج ۷ ص ۱۵۶ (ج ۵ ص ۷۶ حدیث ۱۳۲) دلائل النبوۃ ابو نعیم ج ۲ ص ۸۶ (ج ۱ ص ۳۳۶ حدیث ۱۹۷) حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۹ المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۳۸ (ج ۳ ص ۳۸۲ حدیث ۵۴۵۶) استیعاب ج ۲ ص ۶۶۴ (القسم الرابع ص ۱۶۵۳ نمبر ۲۹۴۴)

۲۔طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۷۰ (ج ۴ ص ۲۳۲)

۳۔استیعاب ج ۱ ص ۶۶۴ (القسم الاول ص ۲۵۵ نمبر ۳۳۹ القسم الرابع ص ۱۶۵۵ نمبر ۲۹۴۴) اسد الغابۃ ج ۵ ص ۱۸۶ (ج ۶ ص ۱۰۱ نمبر ۵۸۶۲) شرح جامع الصغیر مناوی ج ۵ ص ۴۲۳، الاصابۃ ج ۴ ص ۶۴

۴۔امالی محاملی (ص ۱۰۱، ۱۰۰ حدیث ۶۰) المعجم الکبیر ج ۲ ص ۱۴۹ حدیث ۱۶۲۴) مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۳۰ الاصابۃ ج ۳ ص ۳۸۴

، چوتھائی اسلام اور اسلام سے قبل ہی بتوں سے کنارہ کش تھے، قبل بعثت عبادت خدا کرتے تھے، سب سے پہلے رسول ﷺ کو سلام تحفہ بھیجا، حق کے معاملے میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کی، امراء و حکام سے ذرا نہیں ڈرے، علم بقا و فنا کے پہلے متکلم تھے، مصائب و آلام میں ثابت قدم رہے، وصیتوں اور عہدوں کا تحفظ کیا، مصائب میں صبر کیا، لوگوں سے گھلنے ملنے میں خودداری کی یہاں تک کہ دوسری دنیا کا رخت سفر باندھ لیا۔(۱)

جی ہاں! ابوذر غفاری نے خدمت رسول ﷺ کی، اصول سیکھے اور فضول و مہملات کو چھوڑ دیا۔

آگے لکھتے ہیں: شیخ فرماتے ہیں کہ ابوذر ہمیشہ رسول ﷺ سے وابستہ رہے، علم و دانش کے حصول میں بڑے حریص تھے اور مفید باتوں کے قیام سے مانوس تھے، انہوں نے رسول سے اصول و فروع حاصل کئے، ایمان و احسان اور دیدار الٰہی کے متعلق پوچھا: خدا کے محبوب ترین کلام کے متعلق پوچھا، یہ بھی پوچھا کہ لیلۃ القدر انبیاء کے بعد اٹھالی گئی یا ابھی باقی ہے؟ انہوں نے ہر چیز پوچھ لی یہاں تک کہ نماز میں سنگ ریزہ کا مس کرنے کے متعلق مسئلہ بھی پوچھ لیا پھر ابولیلیٰ نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول سے سنگ ریزے کے مس کرنے کے متعلق پوچھا، فرمایا: ایک بار مس کرو چھوڑ دو۔(۲)

مسند احمد، اصابہ ابن حجر میں بھی یہی روایت ہے، نیز اصابہ میں ہے کہ ابوذر علم و دانش میں ہم دوش ابن مسعود تھے۔(۳)

صداقت و زہد

ابن سعد اور ترمذی نے بطریق عبداللہ بن عمرو عاص روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر نہ تو آسمان نے سایہ کیا اور نہ ہی زمین نے بوجھ اٹھایا (یہ روایت ابن عمر اور ابودردا سے بھی منقول ہے)

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج۱ص۱۵۶ ۲۔ حلیۃ الاولیاء ج۱ص۱۶۹

۳۔ مسند احمد ج۵ص۱۶۳ (ج۶ص۳۰۵ حدیث ۲۰۹۳۵) الاصابۃ ج۴ص۶۴

ترمذی کی روایت میں ہے کہ ابوذر سے زیادہ سچا اور وفادار تر نہ تھا اور وہ عیسیٰ بن مریم کی شبیہ تھے یہ سن کر عمر نے حسد سے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ انہیں ان صفات سے پہچانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اسے پہچان لو۔

جاسم کی روایت میں ہے کہ اس حدیث کو سن کر عمر نے کہا: کیا میں انہیں صفات سے انہیں پہچانوں؟ فرمایا: ہاں! انہیں صفات سے پہچانو۔

ابن ماجہ میں ابن عمر سے روایت ہے کہ انبیاء کے بعد ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر آسمان نے سایہ نہیں کیا، نہ زمین نے اس کا بوجھ اٹھایا۔ ابونعیم نے خود ابوذر سے یہی روایت نقل کی ہے۔

طبقات ابن سعد میں بطریق ابوہریرہ ہے:

ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر آسمان وزمین نے سایہ نہ کیا، جسے پسند ہو کہ وہ عیسیٰ کا تواضع دیکھے اسے ابوذر کی طرف نظر کرنا چاہئے۔

ابونعیم کی روایت میں ہے کہ جو شخص عبادت، زہد و نیکی میں عیسیٰ کی سب سے زیادہ متوازن شبیہ دیکھنا چاہتا ہو وہ ابوذر کو دیکھے۔

اس مفہوم کی روایت مجمع بن قیس، علی ابن ابی طالب، ابوہریرہ اور ابودرداء سے مروی ہے:

ابن سعد، ترمذی، ابن ماجہ، احمد، ابن ابی شیبہ، ابن جریرہ ابن عمر، ابونعیم، حاکم، ابن عساکر، طبرانی، ابن جوزی۔ (۱)

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۷، ۱۶۸ (ج ۴ ص ۲۲۸) سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۲۱ (ج ۵ ص ۶۲۸ حدیث ۳۸۰۲، ۳۸۰۱) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۵۵ حدیث ۱۵۶) مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۳، ۱۷۵، ۲۲۳ ج ۵ ص ۱۹۷ ج ۶ ص ۴۴۲ (ج ۲ ص ۳۴۷ حدیث ۶۴۸۳، ص ۳۶۶ حدیث ۶۵۹۳ ص ۴۳۶ حدیث ۷۰۳۸ ج ۶ ص ۲۵۵ حدیث ۲۱۲۱۷ ج ۷ ص ۵۹۵ حدیث ۲۶۹۴۷) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۳۴۲، ج ۴ ص ۴۸۰ (ج ۳ ص ۳۸۵ حدیث ۵۴۶۰ ج ۴ ص ۵۲۷، ۵۲۶ حدیث ۸۴۷۸) مصابیح السنۃ ج ۲ ص ۲۲۸ (ج ۴ ص ۲۲۰ حدیث ۴۸۹۷ ص ۲۲۱ حدیث ۴۸۹۸) تمیز الطیب من الخبیث ص ۱۳۷ (ص ۱۵۹ حدیث ۱۱۷) مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۲۹، الاصابہ ج ۳ ص ۶۲۲ ج ۴ ص ۶۴، جامع الصغیر سیوطی (ج ۲ ص ۴۸۵ حدیث ۷۸۲۵) شرح جامع الصغیر مناوی ج ۵ ص ۴۲۳، کنز العمال ج ۶ ص ۱۶۹ ج ۸ ص ۱۷، ۱۵ (ج ۱۱ ص ۶۶۸، ۶۶۶ حدیث ۳۳۲۲۲، ۳۳۲۲۱، ۳۳۲۲۹، ج ۱۳ ص ۳۱۶ حدیث ۳۶۸۹۸)

صحیح ترمذی میں ہے کہ رسول نے فرمایا: ابوذر زمین پر یوں چلتے ہیں جیسے عیسیٰ اپنے زہد کے ساتھ چلتے تھے، کسی میں زہد ہے کسی میں نیکی اور کسی میں عبادت عیسیٰ سے مشابہت ہے، طبرانی نے مختلف طرق سے اخراج کیا ہے۔(۱)

حدیث فضیلت

۱۔ بریدہ سے مروی ہے کہ رسولﷺ نے فرمایا: خدا نے مجھے چار کی محبت کا حکم دیا ہے، علیؑ، ابوذر، مقداد، سلمان۔(۲)

۲۔ رسول نے فرمایا: خدا ابوذر پر رحمت نازل کرے ان کی رفتار اکیلی ہے، اکیلے رہیں گے اور اکیلے اٹھائے جائیں گے۔(۳)

۳۔ رسول نے فرمایا: جنت تین کی مشتاق ہے: علیؑ، عمار اور ابوذر۔(۴)

۴۔ رسولﷺ نے فرمایا: جبرئیل نے مجھ سے کہا: اے محمدؐ! خدا تمہارے اصحاب میں تین سے محبت کرتا ہے، تم بھی ان سے محبت کرو: علیؑ، مقداد، ابوذر۔(۵)

۵۔ جب بھی ابودرداء نے ابوذر کو یاد کیا تو کہا: رسولﷺ نے انہیں اسی وقت امین سمجھا جس وقت کسی کو امین نہ سمجھا تھا، اس وقت سے راز کی بات کہی جب کسی سے راز کی بات نہ کہی۔(۶)

۱۔ سنن ترمذی ج۲ ص۲۲۱ (ج۵ ص۶۲۹ حدیث ۳۸۰۲) المعجم الکبیر (ج۲ ص۱۴۹ حدیث ۱۶۲۶، ۱۶۲۵) استیعاب ج۱ ص۸۴، ج۲ ص۶۶۴ (القسم الاول ص۲۵۵ نمبر ۵۸۶۲) کنز العمال ج۶ ص۱۶۹ (ج۱۱ ص۶۶۸ حدیث ۳۳۲۲۱، ۳۳۲۲۰) مجمع الزوائد ج۹ ص۳۳۰

۲۔ سنن ترمذی ج۲ ص۲۱۳ (ج۵ ص۵۹۴ حدیث ۳۷۱۸) سنن ابن ماجہ ج۱ ص۶۶ (ج۱ ص۵۳ حدیث ۱۴۹) المستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۱۳۰ (ج۳ ص۱۴۱ حدیث ۴۶۴۹) استیعاب ج۲ ص۵۵۷ (القسم الثانی ص۶۳۶ نمبر ۱۰۱۴) جامع الصغیر سیوطی (ج۱ ص۲۵۸ حدیث ۱۶۹۲) شرح جامع الصغیر مناوی ج۲ ص۲۱۵، شرح سندی سنن ابن ماجہ (ج۱ ص۶۶) الاصابہ ج۳ ص۴۵۵

۴۔ سیرۂ ابن ہشام ج۴ ص۱۷۹ (ج۴ ص۱۶۸، ۱۶۷) طبقات ابن سعد ج۴ ص۱۷۰ (ج۴ ص۲۳۵) استیعاب ج۱ ص۸۳ (القسم الاول ص۲۵۳ نمبر ۳۳۹) اسد الغابہ ج۵ ص۱۸۸ (ج۴ ص۱۰۱ نمبر ۵۸۶۲) الاصابہ ج۴ ص۶۴

۵۔ مجمع الزوائد ج۹ ص۳۳۰

۶۔ مسند ابی یعلی (ج۱۲ ص۱۴۳ حدیث ۶۷۷۲) مجمع الزوائد ج۹ ص۳۳۰

۶۔ابودرداء کاایک دوسرا تذکرہ بھی ہے۔وہ کہتے تھے: خدا کی قسم !جب بھی وہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم لوگوں کو نظر انداز کر کے انہیں سے قریب ہوتے جب وہ غائب ہوتے تو انہیں تلاش کرتے ۔(۱) میں جانتا ہوں کہ ان کے متعلق رسول ﷺ نے فرمایا کہ زمین وآسمان نے ابوذر سے زیادہ صادق اللہجہ کا بوجھ نہیں اٹھایا۔(۲)

۷۔ابوالاسود دوئلی کہتے تھے: میں نے اصحاب رسول ﷺ کو دیکھا ہے لیکن ابوذر کے مانند کوئی نہ تھا۔(۳)

۸۔جبرئیل امین رسول ﷺ کی خدمت میں بصورت دحیہ کلبی موجود تھے، اتنے میں ابوذر ادھر سے گذرے تو جبرئیل نے کہا: یہ ابوذر ہیں ۔اگر انہوں نے مجھے سلام کیا ہوتا تو میں جواب دیتا۔رسول نے پوچھا: جبرئیل تم انہیں پہچانتے ہو؟ جبرئیل نے کہا: اس خدا کی قسم! جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا ،وہ ساتوں ملکوت سماوات میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں ۔پوچھا: انہیں مرتبہ کیسے ملا؟ عرض کی: اس دنیائے فانی سے قطعی بے تعلقی کی بنا پر۔(۴)

رسول اعظمؐ کا ابوذر سے عہد

مستدرک حاکم، حلیہ ابونعیم اور طبقات ابن سعد میں ثقہ اور حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ رسولؐ نے ابوذر سے فرمایا: تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم ذلیل لوگوں کے درمیان ہوگے اور اپنی انگلیوں کو باز کیا، میں نے عرض کی: فرمایئے اس وقت میں کیا کروں ۔فرمایا: صبر کرنا، صبر کرنا، صبر۔لوگوں سے ان کے اخلاق کے جواب میں حسن سلوک اور ان کے اعمال کی مخالفت کرنا۔

۱۔تھذیب الآثار (ص۱۶۰ حدیث ۲۶۰) کنز العمال ج۸ ص۱۵ (ج۱۳ ص۳۱۱ حدیث ۳۶۸۸۶) مسند احمد ج۵ ص۱۹۷ (ج۶ ص۲۵۶، ۲۶۶ حدیث ۲۱۲۱۷) المستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۳۴۲ (ج۳ ص۳۸۷ حدیث ۵۴۶۷)

۲۔کنز العمال ج۸ ص۱۵ (ج۳ ص۳۱۱ حدیث ۳۶۸۸۷) الاصابۃ ج۴ ص۶۳

۳۔مجمع الزوائد ج۹ ص۳۳۱، مسند احمد ج۵ ص۱۸۱ (ج۶ ص۲۳۱ حدیث ۲۱۰۶۵)

۴۔المستطرف ج۱ ص۱۶۶ (ج۱ ص۱۳۸، ۱۳۷) ربیع الابرار زمخشری باب ۲۳ (ج۱ ص۸۳۴)

اور مسند احمد میں ہے کہ میں نے عرض کی: اس وقت میں تلوار چلاؤں گا چاہے مارا جاؤں، فرمایا: اس سے بہتر کی نشاندہی کروں کہ تم صبر کرنا، اس روایت کے تمام راوی ثقہ ومعتبر ہیں۔(۱)

واقدی نے ابو الاسود دوئلی کا بیان نقل کیا ہے: میں چاہتا تھا کہ ابوذر سے مل کر ان کی جلا وطنی کا سبب دریافت کروں، چنانچہ ربذہ جا کر پوچھا: آپ مدینہ سے یہاں خود اپنی مرضی سے آئے ہیں یا زبردستی جلا وطن کیا گیا ہے؟ فرمایا: میں سرحدی شہر میں تھا، وہاں سے مدینہ بھیج دیا گیا، میں نے سوچا تھا کہ وہ میری ہجرت کا شہر ہے لیکن وہاں سے بھی نکال دیا اور اب تم مجھے یہاں دیکھ رہے ہو۔ پھر فرمایا: میں رسول ﷺ کے زمانے میں ایک دن مسجد میں سو گیا تھا اتنے میں رسول خدا ﷺ گذرے اور مجھے ٹھوکر سے مار کر اٹھایا اور کہا: اب کبھی مسجد میں سوتا ہوا نہ دیکھوں، میں نے عرض کی: آپ پر میرے ماں باپ قربان! میرے اوپر نیند کا غلبہ تھا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہیں اس شہر سے جلا وطن کیا جائے گا؟ عرض کی: تب میں شام چلا جاؤں گا کہ وہ مقدس شہر بقعۂ اسلام اور سرحدی مقام ہے۔

پھر پوچھا: تمہارا کیا حال ہوگا جب وہاں سے بھی نکال دئے جاؤ گے؟

میں نے عرض کی: تب میں آپ کی مسجد ''مدینہ'' میں پناہ لوں گا۔ فرمایا: اور اگر وہاں سے بھی نکالے گئے؟

میں نے عرض کی: تب میں تلوار اٹھا لوں گا اور ان سے جنگ کروں گا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر مشورہ نہ دوں؟ تم انہیں میں گھل مل کر رہو، ان کی باتوں کو سنو، اطاعت کرو۔ لہٰذا میں ان کی باتیں سنتا اور اطاعت کرتا رہا۔ آج بھی سن کر اطاعت کر رہا ہوں خدا کی قسم عثمان میرے معاملے میں خدا کے مجرم ہیں۔(۲)

۱۔المستدرک علی الصحیحین ج۳ص۳۴۳(ج۳ص۳۸۶حدیث۵۴۶۴)حلیۃ الاولیاء ج۱ص۱۶۲ طبقات ابن سعد ج۴ص۱۶۶ مطبوعہ لیدن (ج۴ص۲۲۶) مسند احمد ج۵ص۱۸۰(ج۶ص۲۲۹،۲۲۸حدیث۱۲۰۴۸،۱۰۴۹)

۲۔شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۲۴۱(ج۳ص۵۸،۵۷خطبہ۴۳) مسند احمد ج۵ص۱۵۶(ج۶ص۱۹۴حدیث۲۰۸۷۴)

اس روایت کے تمام ثقہ اور معتبر راوی یہ ہیں۔

علی بن عبداللہ مدینی، معمر بن سلمان، داؤد بن ابی الہند، ابوالحرب دوئلی، ابوالاسود دوئلی

گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ جب عثمان نے کہا: میں تمہیں ربذہ جلاوطن کر رہا ہوں تو ابوذر نے کہا: اللہ اکبر! رسولؐ نے سچ فرمایا تھا اور تمام باتوں کی خبر دی تھی۔ پوچھا: کیا خبر دی تھی۔ فرمایا کہ تمہیں مکہ و مدینہ سے نکالا جائے گا اور ربذہ میں موت ہوگی۔(۱)

یہ ابوذر ہیں

یہ ابوذر کے فضائل و محاسن، علم و تقوی، اسلام و ایمان، شائستہ کرداری، اور پسندیدہ اخلاق کے حالات ہیں، ان میں کون سا فعل ایسا تھا جس کی وجہ سے خلیفہ نے ابوذر کو مجرمانہ اذیت دی اور جلاوطن کیا ....؟ ربذہ جیسی بے آب و گیاہ جگہ پر سسک سسک کر مر گئے، نہ کوئی مونس و غمخوار تھا، نہ مریض کی عیادت کرنے والا تھا، تنہائی میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کی رسول ﷺ کی پیشین گوئی صحیح ہوگئی اور اب خدا ہی ظالم سے مظلوم کا انتقام لے گا۔

واقعی خلیفہ نے اپنے خاندان پر دل کھول کر فیاضی دکھائی، چنانچہ وہ لکھ پتی ہو گئے، ان میں کوئی بھی سبقت اسلامی یا شائستہ کرداری میں ابوذر کی گرد پا بھی نہ تھا۔ پھر آخر کیوں انہیں ان کے حق سے محروم کیا گیا؟ مدینۂ رسول ﷺ سے جلاوطن کیا گیا؟ شام میں ان سے کسی کو ملنے نہیں دیا جاتا تھا۔ آخر کیوں عثمان نے مدینہ میں بھی ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی؟ ان سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی؟ ربذہ جلاوطن کیا تو کسی کو مشایعت کرنے تک کی اجازت نہ تھی؟ انہیں مختلف طریقوں سے ڈرایا دھمکایا گیا؟ گویا ابوذر مصائب ہی کے لئے پیدا ہوئے تھے۔

ان کی جو احادیث کی روشنی میں عظمت تھی وہ گذشتہ صفحات میں پیش کی گئیں، اس کے باوجود ان پر عتاب اسلام کے لئے انتہائی باعث شرم ہے۔

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۴ص ۱۶۸ (ج ۴ص ۲۲۹)

جی ہاں! ابوذر کی تنقید اس لئے تھی کہ دولت کے بادل صرف نالائقوں ہی پر کیوں برستے ہیں، بخشش وعطا صرف امویوں پر ہی کیوں ہے، جو مخالف سنت رسول ﷺ ہیں اسی لئے اکابر صحابہ نے عثمان کی مخالفت کی اور سلطنت متزلزل ہوگئی، خلیفہ چونکہ خواہشوں کے غلام تھے اور ابوذر ان پر کھل کر تنقید کر رہے تھے اس لئے ان سے کسی کو ملنے نہیں دیا جاتا تھا، ورنہ ابوذر صحیح طریقہ سے حاصل شدہ دولت کے مخالف نہیں تھے، وہ شرعی ملکیت کے بھی مخالف نہیں تھے بلکہ وہ حقوق مسلمین پر ڈاکہ ڈالنے والوں کے مخالف تھے، جو مال خدا کو فصل ربیع کی گھاس سمجھ کر ہضم کر رہے تھے، وہ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیتے تھے۔

مسند احمد (۱) میں احنف بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں، میں نے ان سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں صحابی رسول ﷺ ابوذر ہوں پوچھا: لوگ آپ سے بھاگ کیوں رہے ہیں؟ فرمایا: میں لوگوں کو سونے چاندی جمع کرنے سے اسی طرح منع کر رہا ہوں جس طرح رسول خدا ﷺ منع کیا کرتے تھے۔

مختلف عبارتوں میں یہی روایت سنن بیہقی، حلیۃ ابونعیم اور صحیح مسلم میں بھی ہے۔ (۲)

فتح الباری (۳) میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ابوذر صرف بادشاہوں پر تنقید کرتے تھے، جو سونا چاندی جمع کرتے تھے اور دولت کو اپنے لئے مخصوص کر رہے تھے، اسے خرچ نہیں کرتے۔ علامہ نودی نے اس بات کو نقل کر کے تردید کی ہے کیونکہ اس زمانے میں بادشاہوں سے مراد عمر، ابوبکر عثمان ہیں یہ کبھی خیانت نہیں کر سکتے تھے حالاں کہ اس تردید میں جو دھاندلی کی گئی ہے وہ واضح ہے کیونکہ ابوذر کی ابوبکر پر تنقید نہیں تھی بلکہ عثمان پر تھی ان دونوں کے عہد میں ابوذر خاموش تھے، عثمان سے ابوذر نے کہا تھا: عثمان شرم کرو! کیا تم نے رسول خدا ﷺ، ابوبکر وعمر کا زمانہ نہیں دیکھا تھا؟ کیا ان کا یہی رویہ تھا؟ تم تو سرکش ظالم کی طرح ہو رہے ہو۔ کبھی فرماتے: عثمان! ابوبکر وعمر کی پیروی کرو، پھر کوئی تم پر تنقید نہ کرے گا۔

۱۔ مسند احمد ج۵ ص۱۶۴، ۱۷۶، (ج۶ ص۲۰۶ حدیث ۲۰۹۳۰، ص۲۲۳ حدیث ۲۱۰۲۳)

۲۔ سنن بیہقی ج۶ ص۳۵۹، صحیح مسلم ج۳ ص۷۷ (ج۲ ص۳۸۵ حدیث ۳۵) حلیۃ الاولیاء ج۱ ص۱۶۲

۳۔ فتح الباری ج۳ ص۲۱۳ (ج۳ ص۲۷۵)

ابوذر کی دعوت صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھی، وہ صبح وشام اس آیت کی تلاوت کرتے رہتے تھے کہ "تم میں کچھ ایسے لوگوں کو ضرور ہونا چاہیئے جو نیکی کی دعوت دیتے ہوں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (۱)

ابن خراش کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر کو ربذہ میں پریشان حالت میں دیکھا وہ فرمارہے تھے کہ میں نے اتنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کہ اب میرا کوئی بھی دوست باقی نہیں۔ (۲)

ابوذر نے معاویہ پر بھی تنقید کی جو روم و ایران کے بادشاہوں کا طریقہ اپنائے ہوئے تھے، وہ دولت سے کھیل رہے تھے۔ جب کہ زمانہ رسول ﷺ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ (۳) وہ پھٹیچر حالت میں رہتے تھے۔ (۴)

ایسی صورت حال میں ابوذر کیا کرتے؟ کیا ان سے رسول خدا ﷺ نے (۵) یہ عہد نہیں لیا تھا کہ وہ ہر حال میں حق بات کہتے رہیں چاہے وہ تلخ ہو اور یہ کہ خدا کے معاملے میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کریں انہوں نے عثمان سے بھی یہی کہا تھا۔ جب عثمان نے کہا: تمہیں اس سے کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا تھا کہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض ادا کررہا ہوں، ابوذر اکیلے ہی قرآن وسنت کا اعلان کرتے رہے، حالانکہ اس سلسلے میں سختیاں اٹھائیں اور مصائب جھیلے اور جلا وطنی کی زندگی بسر کی، اگر ابوذر کا یہ اقدام قرآن وسنت کے مخالف ہوتا تو رسول ﷺ کبھی ان سے عہد نہیں لیتے، جوان پر شورش کا الزام لگاتے ہیں انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ابوذر زہد وعبادت، نیکی و جہاد اور صداقت میں حضرت عیسیٰ کے مانند تھے۔ حضرت علیؑ نے ان کے لئے یہی تو فرمایا تھا جو موسیٰؑ کے سلسلے میں مومن آل فرعون نے کہا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت علیؑ اور عثمان سے سخت تلخ کلامی بھی ہوئی عثمان نے غصہ میں حضرت علیؑ سے کہا: کہ تم میرے نزدیک مروان سے افضل نہیں ہو۔ ہائے کیا چھپکلی زادہ ملعون حضرت علیؑ سے افضل ہوسکتا ہے؟

۱۔ (آل عمران ۱۰۴) ۲۔ الانساب ج ۵ ص ۵۵

۳۔ صحیح مسلم کتاب النکاح والطلاق ج ۴ ص ۱۹۵ (ج ۳ ص ۲۹۰ حدیث ۳۶) سنن نسائی ج ۶ ص ۷۵ (ج ۳ ص ۲۷۴ حدیث ۵۳۵۲) سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۳۵

۴۔ صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۹۹ (ج ۳ ص ۲۹۵ حدیث ۴۸ ۵۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۴ (ج ۴ ص ۲۲۹)

لیکن یہ لوگ تو اپنی خواہشوں کے غلام تھے۔

تاریخ کی مجرمانہ روش

ارباب فضیلت کے سلسلے میں تاریخ نے مجرمانہ روش اپنا کر انکی زندگی، حسن اخلاق اور آثار و اقوال کو بری طرح مسخ کیا ہے، کہیں ان کا تذکرہ نظر انداز کیا، کہیں فضیلت سے چشم پوشی کی اور کہیں ان کے اقوال کی تحقیر کی، ابوذر کے واقعے میں یہ سب واضح طور پر دیکھنے کو ملتا ہے، چنانچہ بلاذری نے ابوذر کی ربذہ جلاوطنی کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے انکی صداقت کا قرار بھی کیا ہے پھر آگے سعید بن مصعب کا جھوٹ بھی چپکا دیا کہا ابوذر کو جلاوطن نہیں کیا گیا تھا بلکہ اپنی مرضی سے ربذہ سکونت پذیر ہوئے تھے، حالانکہ ابوذر کی جلاوطنی کے سلسلے میں رسول خدا کی پیشن گوئی حضرت علیؑ کی تقریر اور عمار کے احتجاج کی تکذیب ہوتی ہے، خود عثمان کی بھی تکذیب ہوتی ہے، جس کی بلاذری نے روایت کی ہے کہ ابوذر کے انتقال کے بعد عثمان نے کہا کہ خدا ان پر رحمت نازل کرے، عمار نے کہا کہ خدا ہم سب کی طرف سے ان پر رحمت نازل کرے تو عثمان نے غصے میں کہا: اے گنوار! کیا تو سمجھتا ہے کہ میں ابوذر کو جلاوطن کر کے شرمندہ ہوں، اس کے علاوہ بھی بے شمار شواہد کی تکذیب ہوئی جس میں ابوذر کی جلاوطنی کا تفصیلی حال درج ہے۔

دوسرے مورخ ابن جریر طبری ہیں (۱) انہوں نے ۳۰ھ کے حالات میں ابوذر کے تمام حالات لکھے ہیں پھر آگے لکھتے ہیں کہ بہت سے حالات ایسے ہیں جن کا درج کرنا مناسب نہیں۔ آگے انہوں نے ابوذر کی مطلق جھوٹی اور بے سر و پا باتیں بھی لکھ ماری ہیں جن کے اسناد بہت زیادہ ضعیف ہیں، انہیں جھوٹ کے پلندوں کو ابن عساکر، ابن اثیر (۲)، ابن کثیر (۳) ابن خلدون اور ابوالفداء نے اپنی تاریخوں میں لکھ مارا ہے جو کچھ انہوں نے چھوڑ دیا تھا، اس گندگی کو ابن اثیر و ابن کثیر نے انتہائی گھناؤنے انداز میں اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

۱۔ تاریخ طبری (ج ۴ ص ۲۸۳) ۲۔ تاریخ کامل (ج ۲ ص ۲۵۱ حوادث ۳۰ھ)

۳۔ البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۱۵۵ (ج ۷ ص ۱۷۵ حوادث ۳۰ھ) ج ۷ ص ۱۶۵

دولت کے متعلق ابوذر کا نظریہ

حضرت ابوذر بھی دوسرے صحابہ کی طرح قرآن وسنت کی روشنی میں اصلاح معاشرہ اور قومی فلاح کے خواہشمند تھے، معاشرتی کجی کو کسی حال میں بھی برداشت نہ کر سکتے تھے، بخل کی وجہ سے حقداروں کی حق تلفی پر تنقید کرتے تھے، وہ دیکھتے تھے کہ ایک طرف تو غریبوں کے حقوق غصب کئے جارہے ہیں اوردوسری طرف مالداروں کے سونے چاندی جانوروں کی کھال میں بھرے جارہے ہیں، ان سرمایہ داروں کا ترکہ تقسیم کرنے میں کلہاڑیاں استعمال کرنی پڑتی ہیں، نہ وہ واجبی حقوق، خمس وزکوۃ ادا کرتے ہیں اور نہ فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں دولت کے انبار لگے ہیں لیکن لوگ محروم ہیں، حالانکہ خدا چاہتا ہے کہ مال ودولت منجمد نہ ہونے پائیں، ہاتھوں ہاتھ پھرتے رہیں تاکہ معاشرہ ارتقاء پذیر اور آسودہ رہے ،شہر آباد اور دانش پھلے پھولے۔

ابوذر کا اعتراض معاویہ جیسے لوگوں پر تھا چنانچہ وہ اس کے محل کے سامنے آیت پڑھتے تھے: ﴿ان الذین یکنزون الذھب والفضہ﴾

جولوگ سونے چاندی جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ جب وہ دولت سے بھری اونٹوں کی قطار دیکھتے تو فرماتے: آگ سے بھری اونٹوں کی قطار آرہی ہے۔ وہ مروان پر تنقید کرتے جسے افریقہ کا خمس عطا کردیا گیا، عبدالرحمٰن بن عوف کی مذمت کرتے جن کی میراث تقسیم کرنے میں کلہاڑیاں استعمال کی گئیں۔ زید بن ثابت، طلحہ جیسے لوگوں پر برستے تھے۔ (۱) جو دولت جمع کئے ہوئے تھے اور لوگوں پر خرچ نہیں کرتے۔ عثمان پر تنقید کرتے تھے جنھوں نے ابوموسیٰ کے لائے ہوئے تمام مال کو اپنے بیوی بچوں میں تقسیم کردیا وہ انہیں قیامت میں اسی دولت سے داغے جانے کی بشارت دیتے، کیا کوئی دیندار خزانوں کو دیکھ کر چپ رہ سکتا ہے؟ ابوذر کے سامنے تو یہ حدیث بھی تھی کہ جب فرزندان ابوالعاص تیس تک پہونچ جائیں گے تو مال خدا کا تیاپانچہ کریں گے ،بندگان خدا کو غلام بنائیں گے، اور دین خدا کو تباہی کے گھاٹ لگادیں گے وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ تیس

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۴۰۴ (ج ۹ ص ۳۵ خطبہ ۱۳۷)

سے تجاوز کر گئے ہیں اور حکومت سے گیند کی طرح کھیل رہے ہیں۔ابوذر ان حالات پر کبھی صبر نہیں کر سکتے تھے،وہ دینی خطرات پر چیخ اٹھے اور آیات قرآنی کے ذریعہ ان کی بانگ دہل مذمت کرنے لگے،وہ دولت کے مخالف نہ تھے جن لوگوں نے واجبی حقوق ادا کرنے کے بعد دولت جمع کی تھی ان سے کبھی جھگڑا نہ کیا۔

قیس بن سعد تھے جو حقوق واجبی ادا کرنے کے بعد لاکھوں راہ خدا میں خرچ کرتے تھے،ابو سعید خدری تھے،جن کے متعلق ہے کہ انصار میں سب سے زیادہ دولت مند تھے،۔(۱)

عبداللہ بن جعفر کا تذکرہ شہروں شہروں ہوتا تھا۔(۲) عبداللہ بن مسعود تھے جنہوں نے نوے ہزار ترکہ چھوڑا تھا حکیم بن خرام نے ایک لاکھ میں دارالندوہ کی ملکیت معاویہ کے ہاتھوں بیچ ڈالی،عبداللہ بن زبیر نے طنز کیا کہ آپ نے قریش کی سرفرازی کا وسیلہ بیچ ڈالا فرمایا: بھتیجے تقوی کے سوا تمام وسائل سرفرازی برباد ہو چکے ہیں، میں نے ان کے بدلے جنت کا گھر خرید لیا ہے اور تجھے گواہ بناتا ہوں کہ یہ سب دولت راہ خدا میں خرچ کر رہا ہوں،وہ حج کے لئے گئے اور وہاں سو گائیں راہ خدا میں قربان کیں ،ایک ہزار بھیڑیں حرم کو وقف کیں۔(۳)

ان کے علاوہ بھی بہت سے ارباب دولت تھے کبھی کسی نے ان کے خلاف ابوذر کی تنقید نہ سنی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انہوں نے جائز طریقہ سے دولت جمع کی ہے اور یہ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں ،وہ صرف معاویہ کے قصر محل کو دیکھ کر کہتے تھے کہ اگر تو نے اپنے مال سے بنایا ہے تو اسراف کیا ہے اور اگر مسلمانوں کے مال سے بنایا ہے تو خیانت کی ہے معاویہ کی بولتی بند ہو گئی،آپ فرماتے تھے: بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ حق خاموش ہو رہا ہے،اور باطل زندہ کیا جا رہا ہے، سچ کو جھٹلایا جا رہا ہے اور غلط طریقہ سے بٹوری ہوئی دولت کو اپنایا جا رہا ہے۔اس کے برخلاف مقداد کو دیکھتے ہیں کہ مقداد نے اپنا قصر سنگ مرمر سے بنوایا ہے لیکن ان سے کچھ نہیں بولتے ،ظاہر ہے کہ ان دونوں تعمیرات میں واضح فرق تھا۔

۱۔صفۃ الصفوۃ ج۱ص۳۰۰(ج ۱ ص۵۱۷نمبر۱۰۵)

۲۔تاریخ ابن عساکر ج۷ص۳۴۴،۳۲۵(ج۲۷ص۲۹۸،۲۴۸نمبر۳۲۲۲)المنتظم(ج۶ص۲۱۴نمبر ج۴۷۷)

۳۔صفۃ الصفوۃ ج۱ص۳۰۴(ج ۱ ص۵۲۵نمبر۱۰۹)

مصنوعی مورخین نے ابوذر پر تہمت لگائی ہے کہ وہ ہر دولت کے مخالف تھے، ابوذر پر یہ جھوٹا الزام ہے وہ ہرگز اس کے قائل نہ تھے،، وہ کیسے کہتے جب کہ وہ خدا و رسول کے احکام کی بھرپور بصیرت رکھتے تھے۔

ابوذر اور اشتراکیت

اگلوں نے مثیل عیسیٰ حضرت ابوذر پر جو تیر بارانی کی تھی اسی روش پر چلتے ہوئے آج کے قلمکاروں نے ابوذر پر الزام لگایا ہے کہ وہ کمیونسٹ تھے، کیا یہ عقل کے دشمن کمیونزم کے اصول سے واقف ہیں؟ کیا ان کے سامنے دعوت ابوذر کا بے لاگ تجزیہ ہے؟ ممکن ہے کہ یہ الزام ایسے نام نہاد مسلمانوں نے ابوذر پر لگایا ہو جو خدا کی ربوبیت کے بجائے کمیونزم پر ایمان رکھتے ہیں، اگر ابوذر اپنے احتجاج کی روشنی میں کمیونسٹ تھے تو جو اصحاب ابوذر کے ہمنوا تھے وہ بھی کمیونسٹ ہوئے؟ حضرت علیؑ، حسنینؑ، عمار یاسر جو حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں حق کے ساتھ تھے۔ ابوذر اپنے احتجاج میں اکیلے نہ تھے۔ جی ہاں! جو لوگوں کا مال خدا کو فصل بہار کی ہریالی کی طرح ہضم کر رہے تھے، جو ناجائز طریقہ سے خزانے جمع کر رہے تھے، تمام منافع اور پیداوار کو اپنے لئے مخصوص کر رہے تھے، ان کے خلاف عام نفرت کے احساس پرورش پا رہے ہیں، انہیں لوگوں کے خلاف یزید بن قیس نے جنگ صفین میں تقریر کی تھی کہ اس ظالم پارٹی کے خلاف جہاد کرو کیونکہ یہ حکم خدا کے خلاف اپنی روش اپنائے ہوئے ہیں اگر یہ کامیاب ہوگئے تو تمہیں تباہی کے گھاٹ لگا دیں گے۔ (۱)

کیا ان عظیم بزرگوں اور دانشوروں کو راہ حق سے منحرف کہا جاسکتا ہے؟ پھر یہ کہ خود اصول اشتراکیت کا تجزیہ کیا جائے تو ابوذر کے جہاد باللسان کے مقابل واضح فرق نظر آئے گا انہوں نے معاویہ وعثمان کو دولت جمع کرنے یا اسراف کرنے سے منع کیا۔ یہودی بچے! کعب کو عثمان کی بے جا تائید پر سرزنش کی، کہاں کعب جیسا نو مسلم اور کہاں ابوذر جیسا سابق الاسلام۔

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۰ (ج ۵ ص ۱۸ حوادث ۳۷ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۲۸ (۲ ص ۳۷۳ حوادث ۳۷ھ) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۴۸۵ (ج ۵ ص ۱۹۴ خطبہ ۶۵)

ستائش ابوذر پر ایک نظر

جلاوطنی کے وقت حضرت علیؑ نے ابوذر سے فرمایا کہ تم نے محض خوشنودی خدا کے لئے غصہ کیا ظاہر ہے کہ اس کو دینی دعوت کی تائید ہی کہا جاسکتا ہے، آپ کا ایک دوسرا فقرہ بھی تائید ابوذر ہی میں ہے: اے ابوذر! تم صرف حق سے مانوس ہو اور صرف باطل سے بیزار ہو۔(۱) اس خالص دینی دعوت کو کمیونزم سے ہم آہنگ کیسے کیا جاسکتا ہے، لیکن ایک طرف تو حضرت علیؑ، ابوذر کی تعریف کرتے ہیں اور دوسری طرف عثمان کو عذاب خداوندی سے ڈراتے ہیں جب وہ ابوذر کو جلاوطنی کا حکم صادر کرتے ہیں۔

کیا حضرت علیؑ بھی کیمونسٹ تھے؟

اسی طرح امام حسنؑ بھی ان کی پذیرائی فرماتے ہیں، امام حسینؑ بھی جلاوطنی کے وقت ابوذر کو دین پرستی اور ارباب حکومت کی دنیا پرستی کا برملا اظہار فرماتے ہیں کیا یہ تمام تائیدیں مسلک اشتراکیت سے ہم آہنگ ہیں؟ عمار نے بھی یہی بات کہی جوان دو معصوموں نے کہی تھی، حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں عمار حق کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ ہے ان کے علاوہ مہاجرین وانصار کے تمام افراد جنہوں نے اپنی تقریروں یا حکومت کے خلاف اقدامات کے ذیل میں ابوذر کی جلاوطنی کا الزام بھی عثمان پر لگایا اور گھر کا محاصرہ کرکے انہیں قتل کیا اس سے بھی مسلک ابوذر کے خالص دینی ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔

خود حضرت رسول خدا کو ابوذر کے ان تمام کارناموں کا پتہ تھا آپ نے ان کی قبل ہی تائید و ستائش فرمائی اگر وہ ذرا بھی دین سے منحرف تھے تو رسول خدا ﷺ ان کی ستائش نہ فرماتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر نیک اور اصلاح پسند تھے، انہوں نے ارباب حکومت کو خالص دینی تبلیغ فرمائی لیکن قوم نے جہالت میں ان کی باتوں کو نظر انداز کردیا۔

جامعۃ الازہر کی مجلس فتویٰ پر ایک نظر

مصر کے وزیر داخلہ نے جامعۃ الازہر کے وائس چانسلر کے پاس ایک خط بھیجا جو حضرت ابوذر کے

۱۔ نہج البلاغہ ج۱ ص ۲۴۷ (۱۸۸ خطبہ ۱۰) شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۳۸۷، ۳۷۵ (ج ۸ ص ۲۶۲، ۲۵۲ خطبہ ۱۳۰)

نظریات پر مبنی تھا، جس میں یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا اسلام میں کمیونزم ہے، وائس چانسلر نے اس خط کو مجلس فتویٰ کے حوالے کیا، جس کے سرپرست شیخ عبدالمجید تھے انہوں نے اس سلسلے میں فتویٰ صادر کر کے وزارت داخلہ کے حوالے کردیا اس فتوے کا متن مندرجہ ذیل ہے:

اسلام میں کمیونزم نہیں ہے

آئین اسلام کی ایک مشق مالکیت کا احترام ہے یعنی ہر انسان شرعی طریقہ سے دولت فراہم کر سکتا ہے، اور اس میں اضافہ کر سکتا ہے وہ اس کا مالک کہا جائے گا، اکثر صحابہ اور اسلام کے دانشور حضرات کا نظریہ ہے کہ دولتمندوں کی دولت میں دوسروں کا صرف اتنا ہی حق ہے کہ زکوۃ کی شکل میں خدا نے واجب قرار دیا ہے، اس کے علاوہ جو مجبوروں اور محتاجوں کو کفارے کی شکل میں دیا جائے یا اسلامی حکومت کے ٹیکس یا وطن کے دفاع میں صرف کیا جائے، یہی حکم قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی میں موجود ہے، اس کے علاوہ ہر مسلمان اپنی طاقت اور خواہش کے مطابق نیک کاموں میں خرچ کر سکتا ہے لیکن اس میں اسراف نہ کرے اکثر حدیثوں سے یہی معلوم ہوتا ہے لیکن ابوذر کا نظریہ یہ تھا کہ جو دولت اپنی ضرورت سے فاضل بچ جائے اسے راہ خدا میں صرف کردینا چاہیے اس کا جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ ابوذر کا نظریہ تھا اور کسی بھی صحابی رسول ﷺ کو نہیں جانتے جو ابوذر کا ہم خیال ہو بعد کے تمام مسلمان دانشوروں نے اصحاب رسول ﷺ کی تائید کی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوذر کا خیال صحیح نہیں تھا، ان کا یہ نظریہ حیرت ناک تھا، حیرت ہے کہ وہ اسلام کی واضح بنیادی بات سے واقف نہیں تھے، چنانچہ لوگوں نے ان کے نظریے کو ناپسند کیا۔

آلوسیؒ کہتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے ابوذر کے اس دعوے پر اعتراض کیا اور ابوذر کے جواب میں میراث والی آیت پڑھ کر کہا: اگر تمام دولت خرچ کردینے کا حکم ہے تو میراث کا حکم قرآن میں کیوں ہے؟ (۱)

۱۔ روح المعانی (ج ۱۰ ص ۸۷)

یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر کا نظریہ صحیح نہیں تھا، انہوں نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی لیکن انہیں بخش دیا جائے گا اور اسی اجتہاد پر ایک اجر بھی دیا جائے گا۔

چونکہ اس نظریہ کی غلطی واضح ہے اس لئے اس کی پیروی نہیں کرنی چاہئے کہ قرآن وحدیث اور اسلام کے بنیادی احکام سے میل نہیں کھاتا۔

ابوذر کا یہ نظریہ اسلامی مملکت میں شورش اور فتنے کا سبب بن گیا تھا اس لئے امیر شام معاویہ نے عثمان کو خط لکھ کر انہیں مدینہ واپس کر دیا یہاں ابوذر نے اپنے نظریئے کا پرچار کر کے لوگوں میں شورش پیدا کرنی چاہیے چنانچہ عثمان نے لوگوں سے دور ربذہ میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دے دیا۔

تفسیر ابن کثیر (۱) میں ہے کہ ابوذر کا نظریہ یہ تھا کہ اپنی ضرورت سے زیادہ دولت جمع کرنا حرام ہے وہ اپنے اس فتوئی پر لوگوں کو ابھارتے تھے، معاویہ نے عثمان سے شکایت کی تو عثمان نے انہیں مدینے بلا کر وہاں سے ربذہ جلاوطن کر دیا، وہاں وہ خلافت عثمان کے زمانے میں اکیلے مر گئے۔

ابن حجر نے فتح الباری (۲) میں لکھا ہے کہ مفسدہ کا دفاع کرنا جلب مصلحت پر مقدم ہے اسی لئے عثمان نے حکم دیا کہ وہ ربذہ میں سکونت اختیار کریں حالانکہ اگر وہ مدینے میں رہتے تو طالبان علم کو بہت فائدہ پہنچتا لیکن چونکہ ان کے نظریئے سے سماج میں مفسدہ پھیل رہا تھا اس لئے ان کا جلاوطن ہونا ضروری تھا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے بنیادی احکام سے کمیونزم میل نہیں کھاتا اس لئے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام میں کمیونزم نہیں ہے، بنابراین جس شخص نے کمیونزم اور اسلام نامی کتاب لکھی ہے، وہ اسلامی سماج کے لئے نقصان دہ ہے، اس سے کمزور ایمان والے اور جاہل لوگوں کے بھٹکنے کا اندیشہ ہے لہٰذا اس کتاب کی اشاعت ممنوع ہونی چاہیے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر وزارت داخلہ نے ایسی مجلس فتوئی کے حوالے کیا ہوتا جو کتب حدیث و

۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۵۳

۲۔ فتح الباری (ج ۳ ص ۲۷۵)

تفسیر سے پوری طرح آگاہ اور خواہشات نفسانی سے الگ ہوتے تو صحیح فتویٰ ملنے کی امید تھی لیکن افسوس یہ ہے کہ ابوذر کی دعوت سے یہ لوگ قطعی نابلد تھے، ابوذر کبھی بھی ملکیت کے مخالف نہیں رہے، وہ صرف ان لوگوں کے مخالف تھے جو سونے چاندی جمع کر کے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے تھے، فتوے میں کہا گیا ہے کہ جو کچھ انسان کی ضرورت سے فاضل ہوا سے دوسروں کو دے دینا چاہیئے۔ابوذر پر جھوٹی تہمت ہے، فتویٰ دینے والے ابوذر کے طریقہ کار سے قطعی ناواقف تھے، کاش فتویٰ دینے والے کوئی حوالے بھی دیتے، ممکن ہے کہ محمد خضری، احمد امیں، صادق عرجون، عمر ابونصیر اور عبد الجید عبادی جیسے اناڑی دانشوروں نے مواد فراہم کیا ہو، یہ لوگ ابوذر کے احتجاج کی بنیاد ہرگز نہیں جانتے تھے۔

ابوذر کا اسلام کے بنیادی احکام سے ناواقف رہنا انتہائی مضحکہ خیز ہے، ابوذر تو مسلمان ہونے سے پہلے بھی بتوں کی پرستش نہیں کرتے تھے، بعثت سے پہلے نماز پڑھتے تھے، وہ چوتھائی اسلام تھے، اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ رسول خدا ﷺ سے علم حاصل کرنے میں گذارا اپنا دل شفاف آئینہ کی طرح اسلام کے لئے وقف کر دیا ابوذر رسول ﷺ کے نزدیک ہوتے تھے تو آپ دوسرے صحابہ کو نظر انداز کر کے انہیں کی طرف متوجہ ہوتے، اور جب غائب ہوتے تو آپ کو تلاش کراتے، وہ علم کے حریص بھی تھے، باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کا ظرف دانش سے لبریز کر کے بند کر دیا گیا، کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ جس کے یہ فضائل ہوں وہ اسلام کے بنیادی احکام سے بھی واقف نہ ہو، کیا تازہ اسلام قبول کرنے والا یہودی کعب الاحبار ان سے زیادہ دینی واقفیت رکھتا تھا، ہم مجلس فتویٰ کی بات مان لیتے، لیکن حافظوں اور محدثوں نے جو فضائل ابوذر میں صحیح حدیثیں نقل کی ہیں، انہیں کہاں لے جائیں۔پھر ہم مجلس فتویٰ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا جن لوگوں نے ابوذر کی مخالفت کی وہ ابوذر سے زیادہ دانشور تھے؟ کیا حکم بن عاص، حارث بن حکم، ولید بن عقبی، معاویہ ابن ابی سفیان، سعید بن عاص، عبداللہ بن خالد، عبداللہ بن صاد، یعنی یہ بنی امیہ کے چھوکرے جو دولت کے لالچی تھے اور اسلامی معاشرے کو لوٹ رہے تھے، کیا یہ ابوذر سے زیادہ جانتے تھے، ابوذر کی تائید تو حضرت علیؑ امام حسنؑ و حسینؑ اور عمار یاسر جیسے لوگوں نے کی ہے:

''ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں''

اس فتوے کی تائید میں ایک عیسائی صحافی جبران ملکوں نے ایک اداریہ لکھا جو جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ میں شائع ہوا، وہ بے چارہ کیا جانے کے اسلام کیا ہے اس نے ابوذر کی اسی لئے مخالفت کی کہ انہوں نے ضرورت سے زیادہ دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا فتویٰ دیا چنانچہ ابوذر کی بنیادی غلطی یہی تھی ،کاش اس نے بغداد میں رہ کر نزدیک کے شہر نجف اشرف کے علماء سے پوچھ لیا ہوتا تو دور کے شہر مصر کے علماء کی تائید نہ کرتا، اسے معلوم ہو جاتا کہ ابوذر پر کمیونزم کی تہمت غلط ہے۔

فتویٰ دینے والے نے آلوسی (۱)، ابن کثیر (۲) ابن حجر جیسے دشمنان اہل بیتؑ کی گواہیاں نقل کی ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ بے شمار محدثین کو چھوڑ کر ان کینہ توزوں پر بھروسہ کیوں کیا گیا، لیکن وہ لوگ اپنے مخصوص نظریئے کی اشاعت میں کہیں عبارتیں حذف کر دیتے ہیں، اس طرح ان کی عبارت تناقص کا شکار ہو جاتی ہے، آلوسی نے اپنی تفسیر میں ﴿الذین یکنزون الذھب والفضۃ﴾ کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابوذر اس آیت کے ظاہری مفہوم کی بنا پر واجب جانتے تھے کہ ضرورت سے زیادہ دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیا جائے اس سلسلے میں ابوذر اور معاویہ کے درمیان اختلاف، معاویہ کا عثمان سے شکایت کرنا، ابوذر کا مدینہ میں بھیجا جانا، کعب کو ڈنڈا مارنا نقل کیا ہے اور پھر وہ لکھتے ہیں کہ اس واقعے کو شیعہ اس انداز سے پیش کرتے ہیں جس سے عثمان کی مذمت کا پہلو نکل سکے۔

آلوسی کی تحریر میں ظاہر آیت کہنا دھاندلی ہے کیونکہ آیت کا ظاہری و باطنی مفہوم الگ نہیں ہوتا ،دوسرے یہ کہ معاویہ سے ابوذر کا اختلاف آلوسی کے بیان کئے گئے طریقہ پر نہیں ہے، پھر یہ کہ آلوسی نے ابوذر کو تند کہا ہے جب کہ رسول خدا ﷺ نے انہیں زہد و اخلاق میں عیسیٰؑ کے مانند قرار دیا ہے، نیز یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اکثر صحابہ نے ابوذر کی مخالفت کی ،کاش کچھ مخالف صحابہ کا نام بھی بتایا ہوتا ،ظاہر ہے کہ امویوں کے سوا کوئی مخالف نہیں تھا وہ یہ بھی الزام لگاتے ہیں کہ ابوذر کی وجہ سے فتنہ پھیل رہا تھا ،لہذا

۱۔ روح المعانی ج۱۰ ص ۸۷

۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲ ص ۳۵۳)

عثمان سے مشورہ کر کے ربذہ میں سکونت اختیار کی، یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کیونکہ انہیں جلاوطن کیا گیا تھا اور جاتے وقت کسی کو ملنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی، اپنے غلط عقیدے کو جس اطمینان کے ساتھ آلوسی نے پیش کیا ہے اور ثابت حقیقت کا جس طرح مذاق اڑایا ہے وہ بجائے خود حیرتناک اور شرمناک ہے۔

مجلس فتویٰ کے دوسرے گواہ دشمن اہلبیتؑ ابن کثیر ہیں انہوں نے اپنی تفسیر وتاریخ میں جھوٹ و تہمت کا انبار لگایا ہے، جھوٹی حدیثیں پیش کی ہیں اور ابوذر کی طرف عجیب فتویٰ منسوب کیا ہے کہ وہ دولت کے مخالف تھے حالانکہ کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا۔

تیسرے گواہ ابن حجر ہیں، کاش مجلس فتویٰ نے ان کی اصل عبارت پیش کی ہوتی جو فتح الباری میں لکھی ہے،(۱) ہم فتویٰ دینے والوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ تم ابوذر کے کیمونسٹ ہونے پر کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکتے، کیونکہ تم یہی تو کہنا چاہتے ہو کہ ابوذر انسان کی ضرورت سے زیادہ مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے حق میں تھے، ظاہر ہے کہ اس مفہوم کی بے شمار احادیث رسول ﷺ مسانید میں موجود ہیں اور جن لوگوں نے ابوذر کو کیمونسٹ کہا ہے، ان میں عبدالحمید، خضری، احمد امین، محمد احمد، صادق ابراہیم عرجون اور عبدالوہاب پیش پیش ہیں، ان لوگوں کی کتابوں کا تحلیل وتجزیہ کیا جائے تو علمی وتاریخی لچر پن واضح ہو سکتا ہے ان کا کہنا ہے کہ ابوذر نے کیمونزم کو عبداللہ بن سبا سے حاصل کیا، ان لوگوں کے استدلال کا مدرک وہی طبری کی روایت جو سری، شعیب، سیف عطیہ اور یزید فقعسی سے مروی ہے جو جھوٹے، حدیث ساز، باطل نواز اور گمنام ہیں، خود اس روایت کا متن اس کے بناوٹی ہونے کا پتہ دیتا ہے، پھر یہ کہ عبداللہ بن سبا خود یہودی تھا جو مسلمان کے معاشرے میں شورش و پراگندگی پیدا کر رہا تھا۔ تمام مصر والے اس کے قبضے میں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ خلیفہ کو قتل کرنے اور فتنہ پھیلانے کیلئے مسلمانوں کے بڑے بڑے شہروں میں چکر لگاتا رہتا تھا، اس نے لوگوں کے عقائد خراب کئے لیکن عثمان کے کسی بھی عامل نے اس کی پکڑ دھکڑ نہ کی اور نہ اس کو مسلمانوں سے الگ کیا اور نہ ہی جلاوطن، لطف یہ ہے کہ اس یہودی کے بہکاوے میں جو عظیم صحابہ آئے ان میں ابوذر، ابن مسعود، عمار یاسر، مالک اشتر، زید

۱۔ فتح الباری، ج ۳ ص ۲۷۵)

صعصعہ، جندب بن ظہیر، کعب بن عبدی، یزید اوجی، عامر بن قیس، عمر بن حمق، غروہ بارقی اور کمیل بن زیاد جیسے فقہاء اور اسلامی احکام کے ماہرین تھے، ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں کو تو جلا وطن کیا گیا، اور سختیاں کی گئیں، لیکن شورش کا سرغنہ عبداللہ بن سبا اسلامی معاشرے میں آزادانہ گھومتا رہا، خود حضرت علی کو عثمان نے ینبع میں جلا وطن کرنا ضروری سمجھا لیکن ابن سبا اور اس کے ساتھی آزاد تھے کیا ایسا ہنگامہ پسند انسان خلیفہ کی آنکھوں کے سامنے نہیں تھا، کیا خلیفہ کے سامنے اس کی شورش نہیں تھی۔

خود اسلامی سماج میں کوئی مسلمان نہیں جو اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا؟ کیا خلیفہ نے اس گمراہ شخص کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے صحابہ سے مشورہ کیا، جیسا کہ ابوذر کے خلاف مشورہ کیا تھا جیسا کہ ابوذر کے لئے رائے لی تھی کہ مجھے بتاؤ اس دروغ گو بڑھے کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ اسے مارا جائے یا قید میں ڈال دیا جائے یا جلا وطن کیا جائے۔؟

لیکن عبداللہ بن سبا حق پوشی اور تباہی کی علامت بن کے سارے معاشرے میں فساد پھیلاتا رہا ،عثمان کے خلاف ساری شورش اسی نے پیدا کی انقلابیوں کو اسی نے آمادہ کیا، پتہ نہیں کیمونزم کے صحیح اصول سے واقف تھا کہ نہیں، یہ سب کچھ اس بنا پر ہے کہ سری، شعیب اور سیف کی روایت کو صحیح مان لیں ،لیکن یہ سبھی جھوٹے، گمنام اور عالموں کے نزدیک بے وقعت تھے، جن مسلمانوں نے عثمان کے خلاف شورش پیدا کی وہ خود عظیم اصحاب رسول ﷺ اور دین سے واقفیت رکھتے تھے، وہ لوگ دوسروں کو دین سمجھاتے تھے، کسی کی بات کیا سنتے؟

آخری بات

اگر جامعۂ الازہر کے اساتذہ کیمونزم کے اصول اور ابوذر کی تحریک کو صحیح طریقے سے سمجھتے تو ان دونوں میں کافی فاصلہ دکھائی دیتا، وہ سمجھ جاتے، کہ ابوذر جیسا صحابی کبھی کیمونسٹ نہیں ہوسکتا، وہ شخص کیمونسٹ کیسے ہوسکتا ہے جو جانتا ہے کہ خود اسلام نے محتاجوں کی خبر گیری کے متوازن قوانین بنائے ہیں، قرآن و حدیث میں اقتصادی توازن کے لئے احکام ہیں تا کہ بھوکے اور برہنہ لوگ تکلیف سے دوچار نہ

ہوں، دولتمندوں کوخرچ کرنے پر واجب ومستحب احکام نافذ کر کے ابھارا ہے۔ اسلام کبھی اس معاشرے کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، جس میں دولتمند مطمئن ہوں، اور دوسری سمت بھوکوں، ننگوں کی تعداد زیادہ ہو، ارشاد ہوتا ہے:

''لیکن جب انسان کو پروردگار آزماتا ہے اور عزت ونعمت دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے عزت دی ہے لیکن اس کی روزی تنگ کر کے آزماتا ہے تو بھول اٹھتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کیا ہے ہرگز نہیں۔''(۱)

۱۔(فجر/۱۷،۱۵)

غدیر

قرآن ، حدیث اور ادب میں

نویں جلد

مؤلف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری
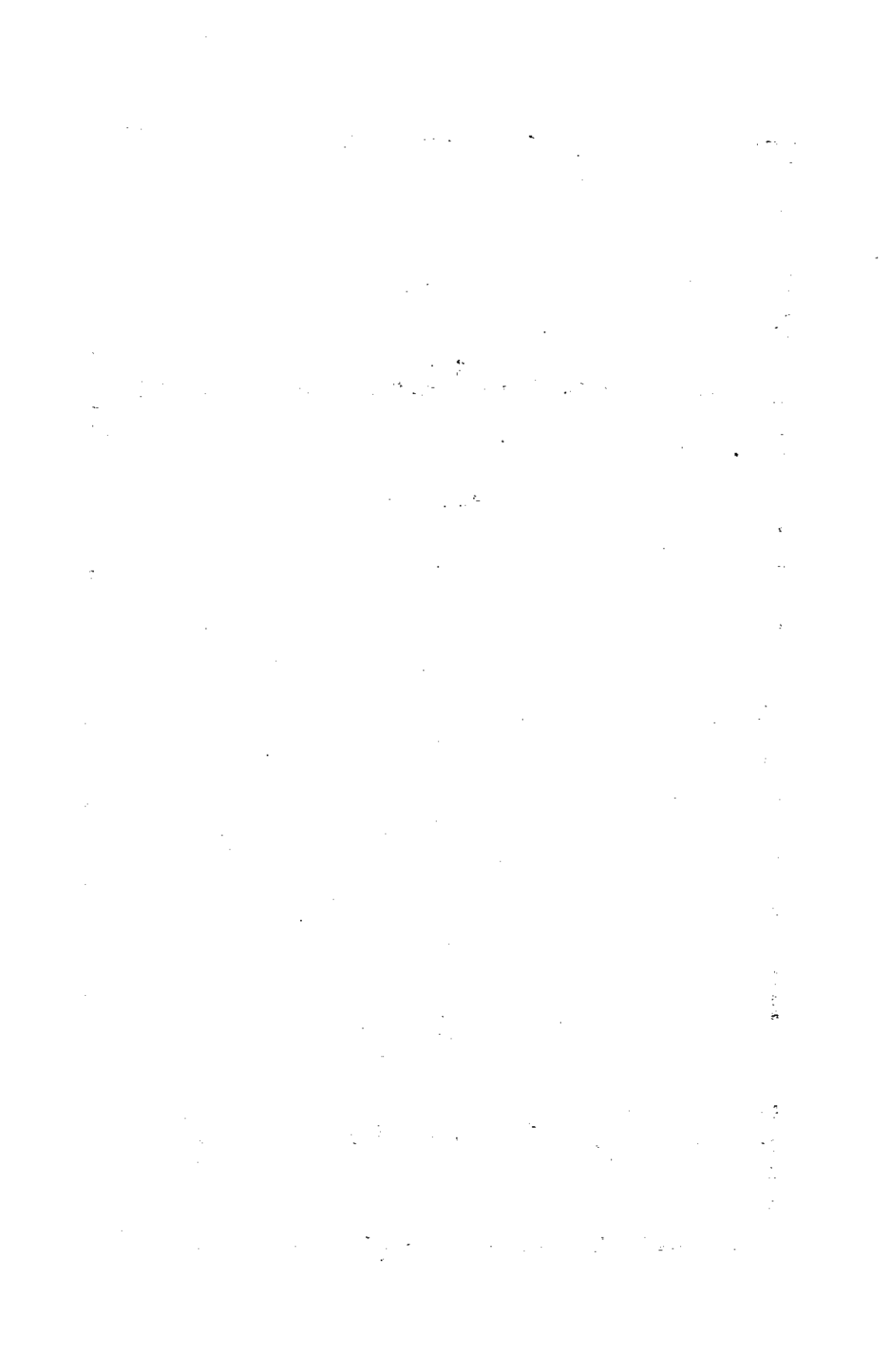
عن الصادق علیه السلام

واللہ لو عرف الناس فضل هذا الیوم بحقیقته لصافحتهم الملائکة فی کل یوم عشر مرات و ما اعطی اللہ لمن عرفه ما لا یحصی بعدد

''صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں:

''خدا کی قسم! اگر لوگ ''روز غدیر'' کی واقعی حقیقت سے آشنا ہو جاتے تو فرشتے ایک دن میں دس مرتبہ ان سے مصافحہ کرتے۔ جس نے اس دن کی معرفت حاصل کر لی ہے اس پر خداوند عالم کی بخشش قابل شمارش نہیں ہے''۔ (مصباح المتھجد ص ۷۳۸)

فہرست مطالب

عثمان نے عبداللہ ابن مسعود کو غصے میں مسجد سے باہر نکالا

بلاذری، انساب الاشراف (۱) میں لکھتا ہے کہ جس وقت عبداللہ ابن مسعود بیت المال کے خزانچی تھے، خزانے کی کنجیاں ولید ابن عقبیٰ کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا: جو شخص دین میں تبدیلی پیدا کرے گا خدا اس کے حالات میں تبدیلی پیدا کر دے گا، میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اصل میں یہ تمہارے ساتھی عثمان کی بدعتیں ہیں، کیا سعد ابن وقاص جیسے شخص کی جگہ ولید کو گورنر بنایا جا سکتا ہے؟ سب سے بہتر بات قرآن کی ہے اور محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور سب سے بدتر بات بدعت پیدا کرنا ہے۔ (۲)

ولید نے ان تمام باتوں کو عثمان کے یہاں لکھ مارا اور یہ کہ وہ آپ کی بہت زیادہ عیب جوئی کرتے ہیں، عثمان نے جواب دیا کہ انھیں مدینہ بھیج دو، کوفے کے لوگوں نے عبداللہ ابن مسعود کا حلقہ کر لیا کہ آپ یہیں رہیے، ہمارے ہوتے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جواب دیا: عثمان کی بات ماننا میری ذمہ داری ہے، میں شورش پیدا کرنے والا پہلا شخص نہیں بننا چاہتا، (۳) پھر کوفے والوں کو تقویٰ اور قرآن پر عمل کرنے کی ہدایت کی۔

جس وقت عبداللہ ابن مسعود مدینے پہونچے عثمان منبر پر تقریر کر رہے تھے۔ عبداللہ کو دیکھتے ہی دہاڑے کہ اب تمہارے سامنے ایک گمراہ جانور آ رہا ہے، ابن مسعود نے کہا: میں ایسا نہیں ہوں بلکہ صحابی پیغمبر ﷺ ہوں اور میں جنگ بدر اور بیعت رضوان میں حاضر تھا۔ عائشہ نے فریاد کی: افسوس ہے اے عثمان! کہ تم صحابی رسول ﷺ کو ایسا کہہ رہے ہو۔ پھر عثمان نے حکم دیا اسے مسجد سے نکال باہر کر دو۔

۱۔ انساب الاشراف ج ۵، ص ۳۶ (ج ۶، ص ۱۴۶) ۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۳۸ (نمبر ۲۱)۔

۳۔ استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۳۔ (القسم الثالث ص ۹۹۳، نمبر ۱۶۵۹)۔

عبداللہ ابن زمعہ نے انھیں زمین پر اس طرح پٹکا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

اس وقت حضرت علیؑ نے فرمایا: اے عثمان! ولید کے خط پر تم صحابی رسولؐ کے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہو۔ عثمان نے جواب دیا کہ یہ برتاؤ ولید کی وجہ سے نہیں بلکہ زبیر ابن صلت کندی کو میں نے کوفہ بھیجا تھا، اس نے آکر بتایا کہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ عثمان کا خون حلال ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: زبیر بھی معتبر نہیں ہے۔

واقدی نے یہی واقعہ لکھا ہے لیکن وہ لکھتا ہے کہ ابن مسعود شب جمعہ کو مدینے میں وارد ہوئے اور پسلیاں ٹوٹنے کے بعد ابن مسعود نے کہا تھا: ابن زمعہ نے کافر عثمان کے حکم سے مجھ کو مار ڈالا۔

بلاذری (۱) کے مطابق حضرت علیؑ نے ابن مسعود کو گھر تک پہنچایا، جب اچھے ہوئے تو عثمان سے دوسرے شہر جانے کی اجازت مانگی یا کسی سرحدی شہر میں جانا چاہا۔ لیکن مروان نے رائے دی کہ ابن مسعود نے عراق میں شورش پیدا کی اب شام میں بھی فتنہ اٹھائینگے، اب کہیں جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس طرح جبری طور سے دو سال مدینے میں رہے اور قتل عثمان کے دو سال قبل انتقال کیا۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سعد ابن ابی وقاص کی نگرانی میں تھے اور مرض الموت کے وقت عثمان ملاقات کے لیے پہنچے اور پوچھا: کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا: گناہوں کی۔ پوچھا: کیا چاہتے ہو؟ کہا رحمت پروردگار۔ پوچھا: طبیب کو بلاؤں؟ جواب دیا: طبیب نے ہی تو بیمار کر ڈالا ہے۔ پوچھا: تمہارا جو وظیفہ روک دیا تھا، ادا کردوں؟ جواب دیا کہ جب مجھے اس کی ضرورت تھی تو تم نے روک لیا، اب ضرورت نہیں ہے تو دینا چاہتے ہو۔ کہا کہ تمہارے بچوں کے کام آئے گا۔ جواب دیا کہ ان کا رازق اللہ ہے، میں نے انھیں تاکید کردی ہے کہ روزانہ سورۂ واقعہ کی تلاوت کریں وہ کبھی محتاج نہ ہونگے۔ عثمان نے کہا: میری بخشش کی دعا کیجئے۔ ابن مسعود نے کہا کہ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ میرا حق تم سے لے لے اور وصیت کردی کہ عثمان میرے جنازے میں شریک نہ ہو۔ جب ابن مسعود دفن ہو گئے تو عثمان بہت غصہ ہوا کہ مجھے اطلاع کیوں نہ دی تو عمار یاسر نے جواب دیا کہ ابن مسعود نے وصیت کی تھی کہ تم ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ (۲)

۱۔ انساب الاشراف (ج ۶، ص ۱۴۷)۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۲۳۶۔ (ج ۳، ص ۴۲ خطبہ ۴۳)۔

حاکم، ابوعمر اور ابن کثیر کے مطابق ابن مسعود کے وصی زبیر ابن عوام تھے۔(۱)

تاریخ خمیس (۲) میں ہے کہ عثمان نے ابن مسعود اور ابوذر کا وظیفہ بند کر دیا تھا، ابوذر کو ربذہ جلا وطن کیا، وہ وہیں مر گئے۔ ابن مسعود نے اپنا وصی زبیر کو بنایا تھا، ان کے مرنے کے بعد عثمان نے ابن مسعود کے بیٹوں کو وظیفہ دینا چاہا اور یہ کہ عثمان مجتہد تھے وہ ابن مسعود کا حق مارنا نہیں چاہتے تھے صرف اخلاقی تادیب میں روک لیا تھا جب اصلاح نہ ہوئی تو ان کا وظیفہ دینے لگے۔

سیرت حلبیہ (۳) میں ہے کہ عثمان پر جو تنقیدیں ہوئیں ان میں ایک یہ بات بھی تھی کہ انہوں نے عبداللہ ابن مسعود کو قید اور جلا وطن کیا، ابی ابن کعب کا وظیفہ بند کیا، عبادہ کو معاویہ کی شکایت پر شام سے جلا وطن کیا، عمار یاسرؓ کو مارا پیٹا، کعب ابن عبدہ کو بیس تازیانہ مار کر پہاڑی علاقوں میں جلا وطن کر دیا اور عبدالرحمٰن سے کہا کہ تو منافق ہے۔

ابن مسعود کی شخصیت

عثمان کی گستاخیوں کو سمجھنے کے لیے ابن مسعود کی عظمت سے واقف ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم اور ابن ماجہ میں سعد کا قول ہے کہ ﴿ولا تطرد الذین...﴾ (۴) چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ان میں عبداللہ ابن مسعود بھی ہیں۔(۵)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۳۱۳، (ج۳، ص۳۵۳، حدیث ۵۳۶۳) استیعاب، ج۱ ص۳۷۳۔ (القسم الثالث، ص۹۹۴، نمبر ۱۶۵۹) البدایہ والنھایہ ج۷، ص۱۶۳۔ (ج۷، ص۱۸۳، حوادث ۳۲ھ)

۲۔ تاریخ الخمیس، ج۲ ص۲۶۸۔

۳۔ السیرۃ الحلبیۃ ج۲، ص۸۷، ج۲، ص۷۸۔ ۴۔ (انعام/۵۲)۔

۵۔ صحیح مسلم (ج۵، ص۳۱ (حدیث ۴۵ فضائل الصحابہ) وسنن ابن ماجہ (ج۲، ص۱۳۸۳، حدیث ۴۱۲۸) وتفسیر طبری ج۷، ص۱۲۸ (مجلد ۵ ج۵، ص۲۰۲) المستدرک علی الصحیحین ج۳، ص۳۱۹ (ج۳، ص۳۶۰، حدیث ۵۳۹۳) وتاریخ ابن عساکر ج۶، ص۱۰۰ (ج۲، ص۳۳۰، نمبر ۴۴۲۶، وج۳۳، ص۴۷، نمبر ۳۵۷۳) وتفسیر قرطبی، ج۱۶، ص۴۳۲، ۴۳۳ (ج۶، ص۲۷۸) تفسیر ابن کثیر ج۲، ص۱۳۵، تفسیر ابن جزی، ج۲، ص۱۰۔ درالمنثور ج۳، ص۱۳ (ج۳، ص۲۷۴) تفسیر فتح القدیر، ج۲، ص۱۱۵۔ وج۲، ص۱۲۱۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ ﴿ الذین استجابو الله ﴾ (۱) اٹھارہ آدمیوں کے لیے نازل ہوئی ان میں عبداللہ بن مسعود بھی ہیں۔ (۲)

شربینی اور خازن نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیہ مُبارکہ ﴿امن ھو قانت آناءَ اللیل... ﴾ (۳) ابن مسعود، عمار یاسر اور سلمان فارسی کے حق میں نازل ہوئی۔ (۴)

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ ابن مسعود قیامت کے دن میزان میں کوہ احد سے بھی گراں تر ہونگے۔ (۵)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص نزول قرآن کے مطابق قرآن کی تلاوت کرنا چاہتا ہے وہ ابن مسعود کی قرأت کو اپنائے۔ (۶)

عبداللہ ابن مسعود کی روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کہ میں تمھیں اجازت دیتا

۱۔ (آل عمران۱۷۲)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۱۰۸ (وج ۳، ص ۱۵۳، و۱۵۲)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۱۳۰۔ تفسیر خازن (ج ۱، ص ۳۰۵)

۳۔ (زمر/۹)

۴۔ تفسیر خازن، ج ۴، ص ۵۰۔

۵۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۱۷۔ وج ۳ ص ۳۵۸ حدیث ۵۳۸۵۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۲۷۔ استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۱، القسم الثالث، ص ۹۸۹، نمبر ۱۶۵۹۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۵۷۔ وج ۱، ص ۳۹۹۔ نمبر ۱۷۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۱۶۳۔ وج ۷، ص ۱۸۳، حوادث ۳۲ھ۔ ومجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۸۹۔ ومسند احمد، ج ۱ ص ۴۴، حدیث ۳۹۸۱۔ ومسند ابی یعلی، ج ۹، ص ۲۰۹، حدیث ۵۳۱۰۔ المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۷۸، حدیث ۸۴۵۲۔ ۸۴۵۴۔

۶۔ مسند احمد ج ۱، ص ۴۴، حدیث ۱۸۱۔ وسنن نسائی، ج ۵، ص ۱۷، حدیث ۸۲۵۵۔ التاریخ الکبیر بخاری، ج ۷، ص ۱۹۹، نمبر ۸۷۵۔ و صحیح ابن خزیمہ، ج ۲، ص ۱۸۶، حدیث ۱۱۵۶۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ج ۱۵، ص ۵۴۲، حدیث ۷۰۶۶۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳۳، ص ۶۲، حدیث ۳۵۷۳۔ مسند بزار، البحر الزخار، ج ۴، ص ۲۳۰۔ المعجم الکبیر، ج ۹، ص ۶۷، حدیث ۸۴۱۵۔ ومسند ابی یعلی، ج ۱، ص ۱۷۲، حدیث ۱۹۳، ۱۹۴۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱ ص ۶۳، ج ۱، ص ۴۹، حدیث ۱۳۸۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۸، و ج ۳، ۳۵۹، حدیث ۵۳۹۰۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۲۴، استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۱۔ القسم الثالث ص ۹۹۰، نمبر ۱۶۵۹۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱ ص ۱۵۶۔ وج ۱، ص ۳۹۹، نمبر ۱۹۔ طرح التثریب، ج ۱، ص ۸۵، وج ۱، ص ۷۵۔ الاصابہ، ج ۲ ص ۳۶۹۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۸۷۔ کنز العمال، ج ۱ ص ۱۸۱۔ وج ۱۱، ص ۷۱۰، حدیث، ۳۳۴۶۳۔ ۳۳۴۶۱۔ وج ۱۳، ص ۴۶۰، حدیث، ۳۷۱۹۷۔

ہوں کہ تم میرے گھر کا پردہ پکڑ کر گھریلو باتیں سن سکتے ہو جب تک میں تمہیں منع نہ کروں۔(۱)

ترمذی (۲) کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ابن مسعود کا طریقہ اپناؤ۔ ایک دوسری عبارت میں ہے کہ عمار کا طریقہ اپناؤ اور ابن مسعود کی حدیثوں کو صحیح سمجھو اور تصدیق کرو۔ (۳)

اس طرح کی بہت سی روایات صحاح ستہ، مستدرک، مسند احمد، حلیہ، تاریخ ابن کثیر، استیعاب، اصابہ، ابن عساکر، تفسیر قرطبی، درالمنثور، خازن، شربینی اور شوکانی وغیرہ میں موجود ہیں۔

یہ ان کی عظمت اور اسلامی سبقت تھی، وہ رازدار رسولؐ تھے، حبشہ اور مدینہ ہجرت کی، جنگ بدر میں شریک رہے۔ استیعاب کی روایت میں ہے کہ یہ بھی ان دس افراد میں تھے جنھیں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ اس طرح وہ علوم قرآنی اور سنت نبویؐ کے داعی تھے، لوگوں کو اصول اور فروع نیز معاشرتی آداب تعلیم فرماتے تھے، کوئی بھی ان کی شخصیت میں داغ نہیں لگا سکتا۔ حضرت عمر کے زمانے میں عمار یاسر کوفے کے گورنر تھے، تو انھیں درس دین و قرآن کے لیے وہاں بھیجا گیا تھا۔ ان دونوں کے متعلق عمر نے لکھا تھا کہ یہ دونوں بدری صحابی ہیں ان کی پیروی کرو۔ میں ابن مسعود کو استفادے کے خیال سے اپنے اوپر ترجیح دیتا ہوں۔ (۴) خود کوفے والوں نے ابن مسعود سے کہا تھا: آپ نے ہمیں اچھی طرح قرآن تعلیم فرمایا۔ آپ بہتر مسلمان اور بہترین دمساز تھے۔

ابن مسعود پہلے شخص تھے جنھوں نے مکہ میں اعلانیہ قرآن کی تلاوت کی۔ ایک دن اصحاب رسولؐ نے جمع ہو کر رائے کی کہ بخدا!! ابھی تک قریش کے کانوں میں قرآن کی آواز نہیں پہنچی ہے۔ انھیں کون جا کر

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۸۸۔ وج۱، ص۶۴۲، حدیث ۳۶۷۵۔ سنن ابن ماجہ، ج۱ص ۶۳۔ وج۱، ص۴۹، حدیث ۱۳۹۔ استیعاب، ج۱، ص۳۷۱، القسم الثالث، ص۹۸۸، نمبر ۱۶۵۹۔ حلیۃ الاولیاء، ج۲، ص۱۲۶، البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۱۶۲، وج۷، ص۱۸۲، حوادث ۳۲ھ۔ الاصابۃ، ج۳، ص۳۶۹۔

۲۔ سنن ترمذی، ج۵، ص۶۳۰، حدیث ۳۸۰۵۔

۳۔ مسند احمد، ج۱، ص۳۸۵۔، ج۱، ص۵۳۳، حدیث ۲۲۷۶۵۔ وحلیۃ الاولیاء، ج۱ص ۱۲۸۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۲، ص۱۶۲، ج۷، ص۱۸۳، حوادث ۳۲ھ وکنز العمال، ج۷، ص۵۵۔ وج۱۳، ص۲۶۵، حدیث ۳۷۲۱۱۔ الاصابۃ، ج۲، ص۳۶۹۔

۴۔ استیعاب، ج۱، ص۳۷۳۔ وج۲، ص۴۳۶، القسم الثالث، ص۹۸۸، نمبر ۱۶۵۹، ص۱۱۴۰، نمبر ۱۸۶۳۔ الاصابۃ، ج۲، ص۶۳۹، نمبر ۴۹۵۴۔

سنائے گا؟ ابن مسعود نے کہا: میں حاضر ہوں۔ لوگوں نے کہا: کہ ہمیں ڈر ہے کہ تم کو قریش ضرر پہنچائیں گے، کسی قرشی ہی کو یہ کام کرنا چاہیے۔ فرمایا: خدا میری حفاظت کرے گا۔ اور جا کر ان کی بزم میں سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرنے لگے۔ انھوں نے آپس میں پوچھا کہ یہ کنیز زادہ کیا پڑھ رہا ہے؟ جب معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت ہو رہی ہے تو ان پر حملہ کر کے منھ پر طمانچے مارنے لگے۔ اور یہ اسی طرح تلاوت کرتے رہے۔ جب واپس آئے تو لوگوں نے چوٹیں دیکھ کر کہا کہ ہم کو اسی کا خوف تھا، جواب دیا: میں اسی طرح دشمنان خدا کو ذلیل اور کمزور کرتا رہوں گا، اگر تم لوگ چاہو تو یہ کام کرتا رہوں۔ لوگوں نے کہا تم نے ان کے کانوں تک قرآنی آیات پہنچادی یہی کافی ہے۔ (۱) اس طرح کا جہاد اور سختیوں میں صبر کر کے ابن مسعود نے خدا کے نزدیک بلند درجہ حاصل کیا۔ وہ بلند مقاصد کے لیے کسی غصے کی پرواہ نہیں کرتے تھے نہ ان کی کوئی ذاتی غرض ہوتی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے حق سے باطل کو پریشان کرتے رہے، اسی لیے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کا احترام کیا جاتا تھا۔ ان کی نصیحتوں پر کسی کو اعتراض کی ہمت نہیں تھی۔ ابو وائل کہتے ہیں کہ ابن مسعود نے ایک شخص سے کہا: اپنا دامن اونچا کرو۔ اس نے کہا: آپ بھی اپنا دامن اونچا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: میرے اور تمہارے حالات میں فرق ہے، میری پنڈلیاں پتلی ہیں اور لمبا آدمی ہوں اس لیے میں اپنا دامن زیادہ لمبا رکھتا ہوں۔ جب اس کی خبر حضرت عمر کو ہوئی تو اس شخص کو سزا دی اور کہا: تو ابن مسعود سے بدزبانی کرتا ہے۔ (۲)

علقمہ کا بیان ہے کہ ایک شخص عمر سے ملنے کے لیے عرفات میں پہنچا اور کہا: میں نے کوفے میں ایک شخص کو دیکھا کہ قرآن کو زبانی پڑھتا ہے۔ یہ سن کر عمر کو بہت غصہ آیا۔ پوچھا: کون ہے؟ اس نے کہا: عبداللہ ابن مسعود۔ یہ سن کر عمر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور کہا کہ بخدا! میں اس سلسلے میں ان سے زیادہ موزون شخص نہیں جانتا ہوں۔ (۳)

۱۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۱، ص۳۳۷ (ج۱، ص۳۳۶)

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج۳۳، نمبر۳۵۷۳۔ سیر اعلام النبلاء (ج۱، ص۴۹۲۔۴۹۱۔ نمبر۸۷): الاصابہ (، ج۲، ص۳۷۰، نمبر ۴۹۵۴) کنز العمال، ج۷، ص۵۵ (ج۱۳، ص۴۶۲، نمبر۳۷۲۰۶)

۳۔ استیعاب، ج۱، ص۳۷۲۔، القسم الثالث، ص۹۹۲، نمبر۱۶۵۹۔

ایسے عظیم بدری مجاہد کا دو سال تک وظیفہ روک لیا گیا، ان کو اس طرح پریشان کیا گیا کہ انھوں نے اپنے حق کے مطالبے کی دعا کی۔ وصیت کردی کہ میرا حق مارنے والا میرے جنازے میں شریک نہ ہو۔ ان کی توہین کی گئی، مسجد سے نکالا گیا۔ اتنا مارا گیا کہ دانت ٹوٹ گئے، چونکہ وہ ولید ابن عقبہ کی خیانت کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ انھیں چالیس تازیانے مارے گئے، کیونکہ انھوں نے ابوذر کے جنازے میں شرکت کی تھی اور انھیں دفن کیا تھا، ان کا علم وایمان ابوذر جیسے عظیم صحابی کو بے گوروکفن نہیں دیکھ سکتا تھا۔

آخر یہ کیسا خلیفہ ہے جو اصلاح پسندوں کو سزا دیتا ہے، ایسے بدری اصحاب کی توہین کرتا ہے جن کی رسول خداﷺ نے تعریف کی تھی، حالانکہ روایات میں ہے کہ ایک بدری مجاہد سے کوئی جرم سرزد ہوگیا تھا۔ حضرت عمر نے رسول خداﷺ سے اجازت طلب کی کہ اس کا سر قلم کردوں، فرمایا: ابن خطاب! ٹھہرو، تم جانتے ہو کہ اس نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی، تمھیں معلوم نہیں، شاید خدا اہل بدر کو اپنے دامن رحمت میں ڈھانپ لے۔ پھر فرمایا: جو جی چاہے کرو، میں تمھیں معاف کردوں گا۔(۱)

عثمان کے طرفداروں نے ابن مسعود کے بدری صحابی ہونے سے انکار کیا ہے حالانکہ تمام تاریخوں کا اجماع ہے کہ یہ بدری صحابی تھے، ابن مسعود اور ابوذر جیسے اصحاب رسولﷺ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کمر باندھ لی تھی، اس سلسلے میں انھوں نے کسی ستم کی پرواہ نہیں کی۔ جو لوگ اس بارے میں عثمان کے مجتہد ہونے کا شوشہ چھوڑتے ہیں، وہ اصل میں ناواقفوں کے سامنے پاپ چھپانے کی کوشش ہے لیکن ارباب نظر دھوکہ نہیں کھاسکتے۔(۲)

۴۲۔ عمار یاسر کے ساتھ سلوک

بلاذری، انساب الاشراف میں لکھتا ہے کہ مدینے کے بیت المال میں کچھ زیورات و جواہرات

۱۔ احکام القرآن قرطبی، ج۳، ص۵۳۵، وج۳، ص۴۳۵۔

۲۔ التمہید باقلانی، ص۲۲۱۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۴۵۔ وج۳ ص۸۲۔ الصواعق المحرقۃ ص۶۷۔ ص۱۱۳۔ وتاریخ الخمیس، ج۲، ص۲۶۸۔

تھے جسے عثمان نے اپنے ایک خاندان کی فرد کو پہننے کے لیے دے دیا۔ اس پر لوگوں نے ان کی سخت تنقید کی تو عثمان نے غصے میں خطبہ دیا کہ میں اس مال غنیمت میں سے اپنی ضرورت کے وقت ضرور لوں گا چاہے لوگوں کو کتنا ہی برا لگے۔ حضرت علی علیہ السلام نے انھیں ٹوکا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمھیں اس سے روک دیا جائے گا۔ اور عمار یاسر نے کہا کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ سب سے پہلے میں مخالفت کروں گا۔ یہ سن کر عثمان نے کہا کہ اے لاابالی عورت کے فرزند۔ تو مجھ سے گستاخی کرتا ہے! پھر حکم دیا کہ گرفتار کرلیا جائے پھر انھیں اتنا مارا گیا کہ وہ بیہوش ہو گئے۔ لوگ انھیں اٹھا کر ام سلمہ کے گھر لے گئے اور ان کی ظہر، عصر اور مغرب کی نماز قضا ہوگئی۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو وضو کر کے نماز پڑھی اور کہا: اس خدا کا شکر ہے کہ یہ پہلا دن نہیں ہے کہ مجھے خدا کے بارے میں اذیت دی گئی ہے۔ بنومخزوم عمار کے حلیف تھے۔ ہشام مخزومی نے کہا کہ اے عثمان! حضرت علی علیہ السلام سے بولنے کی تمھیں ہمت نہیں ہوئی لیکن میرے بھائی کو تم نے روند ڈالا۔ بخدا! اگر یہ مر گئے تو میں بنی امیہ کے ایک ایک معزز شخص کو مار ڈالوں گا۔ عثمان نے کہا: اے ذلیل عورت کے بیٹے! تمھاری یہ ہمت؟ مغیرہ نے بھی اسی طرح جواب دیا تو عثمان نے انھیں نکال باہر کردینے کا حکم دیا۔ وہ وہاں سے ام سلمہ کے گھر آئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ اور ام سلمہ دونوں ہی برہم ہیں۔ عائشہ نے تو غصے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال، کپڑا اور جوتا حجرے سے باہر کر کے فریاد کی کہ ابھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال، کپڑا اور جوتا بھی میلا نہیں ہوا کہ تم نے سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترک کردیا۔ اس صورتحال پر عثمان کو اتنا غصہ تھا کہ اول فول بک رہے تھے اور لوگوں کو ان کی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ مسجد میں آئے تو لوگوں نے تنقید کی: سبحان اللہ سبحان اللہ! چونکہ عمر عاص کو تازہ تازہ گورنری سے معزول کیا تھا اسی لئے ان کی آواز سب سے تیز تھی، لوگوں میں اس واقعہ کے بعد عثمان سے سخت نفرت پیدا ہوگئی۔(۱)

بلاذری (۲) نے یہ بھی لکھا ہے کہ مقداد، عمار، طلحہ وزبیر اور دوسرے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان کے پاس خط لکھ کر ان کی بدعتوں کا تذکرہ کیا اور دھمکی دی کہ اگر ان سے باز نہ آئے تو ہم تم پر چڑھ دوڑیں گے۔ وہ خط عمار یاسر لے کر عثمان کے پاس گئے، عثمان نے خط پڑھ کر کہا: تم ہی سب کے لیڈر رہو۔

۱۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۴۸۔ و ج۶، ص۱۶۱۔ ۲۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۴۹۔ و ج۶، ص۱۶۲۔

عمار نے کہا: میں تمہارا سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں۔ عثمان نے کہا: تم جھوٹے ہو اور پھر انھیں بری طرح مارا پیٹا۔ یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گئے اور عارضۂ فتک لاحق ہو گیا۔ حضرت عمار بہت بوڑھے اور کمزور تھے۔ اس واقعہ کو شرح ابن ابی الحدید اور استیعاب میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔(۱)

ابن قتیبہ کے مطابق اصحاب رسول ﷺ نے عثمان کی مندرجہ ذیل بدعتیں گنائی تھیں:

۱۔ افریقہ کا خمس مروان کو بخش دیا ہے۔

۲۔ مکان کی تعمیر میں اسراف کیا ہے یہاں تک کہ بیٹی، بیوی وغیرہ کے لیے الگ الگ سات فلک بوس عمارتیں بنوائیں ہیں۔

۳۔ مروان نے ذی خشب کا مکان افریقہ کے خمس سے تعمیر کرایا ہے۔

۴۔ حکومت کے تمام عہدے بنی امیہ کے چھوکروں کو سونپ دیا ہے۔

۵۔ ولید نے حالت مستی میں صبح کی دو کے بجائے چار رکعت پڑھادی۔

۶۔ عثمان نے ولید پر حد جاری نہیں کی۔

۷۔ انصار و مہاجرین سے حکومت کے معاملے میں مشورے نہیں کرتے ہیں۔ استبدادی طریقہ اپنایا ہے۔

۸۔ مدینے کے اطراف کی چراگاہوں کو ذاتی ملکیت بنالیا ہے۔

۹۔ حکومت کی املاک پر بنی امیہ کے ذلیل چھوکرے قابض ہیں۔

۱۰۔ بجائے چھڑی کے تازیانوں سے سزادی جاتی ہے جبکہ سابق خلفاء چھڑی یا کوڑا استعمال کرتے تھے۔

اس خط کو عمار یاسر لے کر گئے اور متذکرہ واقعہ پیش آیا، یعقوبی کے مطابق عثمان کے غصے کی وجہ یہ بھی تھی کہ ابوذر کی خبر وفات پر عمار نے کہا: خدا نے انھیں ہمارے ہاتھوں سے نجات دی۔ عثمان نے عمار کو جلاوطن کرنا چاہا لیکن حضرت علیؑ اور بنی مخزوم کے آڑے آنے سے باز آئے نیز یہ کہ عمار یاسر نے

۱۔ شرح ابن الحدید، ج۱، ص۲۳۹۔ وج۳، ص۵۰، خطبہ ۴۳۔ واستیعاب، ج۲، ص۴۲۲، القسم الثالث، ص۱۱۳۶۔ نمبر ۱۸۶۳۔

ابن مسعود کے کفن دفن میں عثمان کو خبر نہیں کی تھی پھر مقداد کے انتقال کے بعد بھی عثمان کو خبر نہیں کی۔ عثمان نے غصے میں کہا: میں اس کنیز سیاہ کے فرزند عمار کو خوب پہچانتا ہوں۔(۱)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ عمار کا قاتل عقبیٰ ابن عامر تھا۔ اور اسی نے عثمان کے حکم سے عمار کو بہت مارا پیٹا تھا۔(۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ یہ خلیفہ کے کالے کرتوت ہیں، اس عظیم انسان کے خلاف جس کے اطمینان قلب کی قرآن گواہی دیتا ہے، جس نے سب سے پہلے عبادت کے لیے اپنے گھر کو مسجد بنایا،(۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کی بہت زیادہ تعریف کی اور لوگوں کو اس سے نفرت و عداوت رکھنے سے منع کیا۔ تمام عظیم صحابہ ان کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ خود حضرت عثمان کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: اے آل یاسر! صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت ہے۔(۴) دوسری حدیث میں ہے کہ اے اللہ! آل یاسر کو بخش دے۔(۵)

بے شمار طریقوں سے روایت ہے کہ عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا جو اسلام سے منحرف ہوگا اور عمار کی آخری غذا دودھ کا پیالہ ہوگی۔ اس حدیث کے راوی عثمان ابن عفان، عمرو عاص، معاویہ، حذیفہ، ابن عمر خزیمہ، کعب ابن مالک، جابر، ابن عباس، انس، ابوہریرہ، عبداللہ ابن مسعود، ابوسعد، ابوعمامہ، ابورافع، ابوقتادہ، ابن ابی اوفی، عمار یاسر، عبداللہ ابن ابی ہذیل، ابوالیسر، زیاد ابن فرد، جابر ابن سمرہ، عبداللہ

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۳۵۔

۲۔ طبقات ابن سعد، ج۳، ص۱۸۵۔ وج۳، ص۲۵۹۔

۳۔ طبقات ابن سعد، ج۳، ص۱۷۸۔ والبدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۳۴۵، حوادث، ۳۷ھ۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۴۴۳ نمبر ۶۱۸۲۔ وتاریخ اسلام، ذہبی، ص۵۷۲، عہد خلفاء الراشدین۔ المصنف ابن ابی شیبہ، ج۷، ص۵۲۴۔

۴۔ المعجم الکبیر، ج۲۴، ص۳۰۳، حدیث ۷۶۹۔ ومجمع الزوائد، ج۹، ص۲۹۳۔ تاریخ بغداد، ج۱۱، ص۴۴۳۔ نمبر ۶۱۸۲، مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۱۸، کنز العمال، ج۶، ص۱۸۵۔ وج۱۱، ص۷۲۸۔ حدیث ۳۳۵۶۸۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۴۳۲۔

۵۔ مسند احمد، ج۱، ص۶۲، ج۱، ص۱۰۰، حدیث ۴۴۱۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۲۹۳۔ وصفۃ الصفوۃ، ج۱، ص۴۴۳۔ ومختصر تاریخ ابن عساکر، ج۱۸، ص۲۰۸۔ کنز العمال، ج۷، ص۷۲۔ وج۱۳، ص۵۲۸، حدیث ۳۷۳۶۵۔ تاریخ اسلام ذہبی، ص۵۷۲۔ عہد خلفاء راشدین۔

ابن عمرو عاص، ام سلمہ اور عائشہ ہیں۔(۱)

عمار قرآن مجید کی روشنی میں

عمار کی شان میں کئی آیتیں نازل ہوئیں ہیں ان میں:

پہلی آیت:

﴿امن ھو قانت ء انا ء اللیل ساجدا و قائما یحذر الآخرۃ﴾ ''کیا جو شخص رات کے اوقات میں سجدہ کر کے اور کھڑے کھڑے خدا کی عبادت کرتا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہو، ناشکرے کافر کے برابر ہو سکتا ہے؟''۔(۲)

ابن عباس وغیرہ کی روایت ہے کہ یہ آیت عمار یاسر، ابو حذیفہ، ابن مسعود اور سلمان فارسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۳)

دوسری آیت:

﴿ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ما علیک من

۱۔طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۸۰، وج ۳، ص ۲۵۱۔سیرۂ ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۱۳۔وج ۲، ص ۱۴۲۔المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۸۶۔وج ۳، ص ۴۳۵، حدیث ۵۶۵۷۔حدیث ۵۶۵۷۔وص ۴۴۲، حدیث ۵۶۷۶۔استیعاب، ج ۲، ص ۴۳۶، (القسم الثالث)، ص ۱۱۴۰، نمبر ۱۸۶۳، طرح التثریب، ج ۱، ص ۸۸، تیسیر الوصول، ج ۳، ص ۲۷۸، وج ۳، ص ۳۲۳، حدیث ۲۔وشرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۷۴، وج ۸، ص ۲۴، خطابہ ۱۲۴، البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۲۶۷۔۲۷۰۔وج ۷، ص ۲۹۶، ۲۹۸۔حوادث، ۳۷ھ۔مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۶۔وتھذیب التھذیب، ج ۷، ص ۴۰۹، وج ۷، ص ۳۵۸۔وکنز العمال، ج ۶، ص ۱۸۴، وج ۷، ص ۷۳، و۷۴۔وج ۱۱، ص ۷۲۶، حدیث ۳۳۵۵۵۔وج ۱۳، ص ۵۲۹، حدیث ۳۷۳۷۰، وص ۵۳۶، حدیث ۳۷۴۰۰۔الاصابۃ، ج ۲ ص ۵۱۲۔الخصائص الکبریٰ سیوطی، ج ۲، ص ۲۳۹۔

۲۔زمر/۹

۳۔طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۷۸۔وج ۳، ص ۲۵۰۔ومختصر تاریخ، ابن عساکر، ج ۱۸، ص ۲۱۰۔وتفسیر قرطبی، ج ۱۵، ص ۲۳۹۔وج ۱۵، ص ۱۵۶۔وتفسیر کشاف، ج ۳، ص ۲۲۔وج ۴، ص ۱۱۷۔وتفسیر خازن، ج ۳، ص ۵۳۔وج ۴، ص ۵۰۔تفسیر درالمنثور، ج ۵، ص ۲۲۳۔وج ۷، ص ۲۱۴۔فتح القدیر، ج ۴، ص ۴۳۲۔وج ۴، ص ۴۵۴۔

حسابهم من شئی ﴾ ''جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے اس کی خوشنودی کی تمنا میں دعائیں مانگا کرتے ہیں ان کو اپنے پاس سے نہ دھتکارو''۔(۱)

ابن ماجہ کے مطابق یہ آیت عمار یاسر، صہیب، بلال اور خباب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۲)

تیسری آیت:

﴿الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ﴾ ''اس شخص کے سوا جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو''۔(۳)

اکثر حفاظ اور مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت عمار کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس ذیل میں واقعہ بھی تحریر کیا ہے۔(۴)

چوتھی آیت

﴿افمن وعدناہ وعدا حسنا فهو لاقیه کمن متعناہ متاع الحیاۃ الدنیا ثم هو یوم القیامة من المحضرین﴾ ''کیا وہ شخص جس سے ہم نے بہشت کا بہترین وعدہ کیا ہے اور اسے وہ پاکر رہے گا، اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کے تھوڑے سے فائدے عطا

۱۔انعام/۵۲

۲۔سنن ابن ماجہ، ج۲، ص۱۳۸۳، حدیث ۴۱۲۸۔تفسیر طبری، ج۷، ص۱۲۷، وص۱۲۸۔وج۷، ص۲۰۱۔۲۰۰۔تفسیر قرطبی، ج۱۶، ص۴۳۲۔وج۱۶، ص۲۷۸۔تفسیر بیضاوی، ج۱ص۱۸۰، وج۱، ص۳۰۲۔تفسیر کشاف، ج۱، ص۴۵۳۔وج۲، ص۲۷۔تفسیر کبیر، ج۴، ص۵۰، وج۱۲، ص۲۳۳۔ودرالمنثور، ج۳، ص۱۴۔وج۳، ص۲۷۳۔تفسیر خازن، ج۲، ص۱۸۔فتح القدیر، ج۲، ص۱۱۵۔وج۲، ص۱۲۰۔

۳۔نحل/۱۰۶

۴۔طبقات ابن سعد، ج۳، ص۱۷۸، ج۳، ص۲۴۹۔تفسیر طبری، ج۱۴، ص۱۲۲۔ومجلد ۸، ج۱۴، ص۸۱۸۱۔اسباب النزول واحدی، ص۲۱۲۔ص۱۹۰۔مصنف ابن ابی شیبہ، ج۷، ص۵۲۴۔المستدرک علی الصحیحین، ج۲، ص۳۵۷۔وج۲، ص۳۸۹، حدیث۳۳۶۲۔استیعاب، ج۲، ص۴۳۵، القسم الثالث، ص۱۱۳۶، نمبر۱۸۶۳۔تفسیر قرطبی، ج۱۰، ص۱۸۰۔وج۱۰، ص۱۱۸۔تفسیر کشاف، ج۲، ص۱۷۶، وج۲، ص۶۳۶۔تفسیر بیضاوی ج۱، ص۶۸۳۔ج۱، ص۵۵۸۔تفسیر کبیر، ج۵، ص۳۶۵، وج۲۰، ص۱۲۱۔تفسیر ابن جزی، ج۲، ص۱۶۲۔تفسیر نیشاپوری، مطبوع برحاشیہ تفسیر طبری، ج۱۴، ص۱۲۲۔وج۴، ص۳۰۹۔بہجۃ المحافل، ج۱، ص۹۴۔تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۵۸۷۔ودرالمنثور، ج۴، ص۱۳۲، وج۵، ص۱۷۰۔۱۶۹۔تفسیر خازن، ج۳، ص۱۴۳۔وج۳، ص۱۳۶۔الاصابۃ، ج۲، ص۵۱۲۔فتح القدیر، ج۳، ص۱۹۱۔وج۳، ص۱۹۸۔تفسیر روح المعانی، ج۱۴، ص۲۲۷۔

کیئے ہیں''۔(۱)

واحدی نے سدی سے روایت کی ہے کہ یہ آیت عمار یاسر اور ولید ابن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۲)

پانچویں آیت:

﴿او من كان ميتا فاحييناه و جعلنا له نورا يمشى به فى الناس﴾ ''کیا جو شخص پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور بنایا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہو''۔(۳)

ابو عمر، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت عمار یاسر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۴)

ان آیات کے علاوہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمار یاسر کی ستائش میں بہت سی احادیث فرمائیں ہیں:

۱۔عبد اللہ ابن عباس کی روایت ہے کہ عمار یاسر، سر سے پیر تک ایمان سے بھر پور ہیں اور ایمان ان کے گوشت وخون میں گھل مل گیا ہے۔(۵)

اس مفہوم کی روایت حضرت علی علیہ السلام، حضرت عائشہ، ہانی ابن ہانی وغیرہ سے بھی مذکور ہے۔(٦)

۱۔قصص/۶۱

۲۔اسباب النزول واحدی، ص ۲۵۵، وص ۲۲۹۔تفسیر قرطبی، ج ۱۳، ص ۳۰۳۔وج ۱۳، ص ۲۰۰۔تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۲۸٦۔و ج ۳، ص ۲۲۵۔تفسیر خازن، ج ۳، ص ۴۳۔وج ۳، ص ۴۰۹۔تفسیر سراج منیر شربینی، ج ۳، ص ۱۰۵، وج ۳، ص ۱۱۲۔

۳۔انعام/۱۲۲

۴۔استیعاب، ج ۲، ص ۲۸٦۔القسم الثالث، ص ۱۱۳۷۔نمبر ۱۸٦۳۔تفسیر ابن جزی، ج ۲، ص ۲۰۔تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۷۲۔تفسیر بیضاوی، ج ۲، ص ۴۰۰۔وج ۱، ص ۳۱۹۔ودر المنثور، ج ۳، ص ۴۳۔وج ۳، ص ۳۵۲۔تفسیر خازن، ج ۲، ص ۳۲۔وج ۲، ص ۵۰۔تفسیر سراج منیر شربینی، ج ۱، ص ۴۲۹۔تفسیر فتح القدیر، ج ۲، ص ۱۵۲۔وج ۲، ص ۱٦۰۔

۵۔حلیۃ اولیاء، ج ۱، ص ۱۳۹، تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۱۷٦۔وج ۲، ص ۲۳٦۔تفسیر خازن، ج ۳، ص ۱۴۳۔وج ۱، ص ۵۵۸۔بہجۃ المحافل، ج ۱ ص ۹۴۔وتفسیر کبیر رازی، ج ۵، ص ۳٦۵، وج ۲۰، ص ۱۲۱۔تفسیر خازن، ج ۳، ص ۱۴۳، وج ۳، ص ۱۳٦۔و کنز العمال، ج ۲، ص ۱۸۴، وج ۷، ص ۷۵۔تفسیر روح المعانی، ج ۱۴، ص ۲۳۷۔

٦۔مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۸، ص ۲۱۳، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۵، سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ٦۵۔وج ۱، ص ۹۵، حدیث ۱۴۷۔الاصابۃ، ج ۲، ص ۵۱۲۔

۲۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ عمار حق کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ، جدھر جدھر عمار پھرتے ہیں ادھر ادھر حق پھرتا ہے اور قاتل عمار جہنمی ہے۔(۱)

نیز ملاحظہ ہو: طبرانی، بیہقی، حاکم نیشاپوری، ابن کثیر اور سیوطی۔(۲)

ابراہیم دیزیل لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسعود سے پوچھا: اگر داخلی فتنہ برپا ہو جائے تو آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ انھوں نے کہا کہ قرآن سے وابستہ رہو۔ پوچھا: اگر دونوں گروہ قرآن کا واسطہ دے رہے ہوں اس وقت میں کیا کروں؟ جواب دیا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب لوگ باہم اختلاف کر رہے ہوں تو فرزند سمیہ حق کے ساتھ ہوگا۔ یعنی اس گروہ میں رہو جس میں عمار یاسر ہیں۔

۳۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ بہشت چار آدمیوں کی مشتاق ہے: علی علیہ السلام، عمار، سلمان، اور مقداد، ایک روایت میں تین کا نام ہے علیؑ، عمار اور سلمان، اور دوسری میں علیؑ، عمار اور بلال کا نام ہے۔(۳)

۴۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمار کا گوشت اور خون جہنم پر حرام ہے۔(۴)

۱۔ طبقات ابن سعد، ج۳، ص۱۸۷۔ وج۳، ص۲۶۲۔

۲۔ المعجم الکبیر، ج۱۰، ص۹۵۔ حدیث۱۰۰۷۱۔ دلائل النبوۃ بیہقی، ج۶، ص۴۲۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۴۴۲۔ حدیث۵۶۷۶۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۲۷۰۔ وج۷ ص۳۰۰، حوادث ۳۷ھ۔ کنز العمال، ج۶، ص۱۸۴۔ وج۱۱، ص۷۲۱ وحدیث ۳۳۵۲۵۔

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۱۴۲، المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۲۳۷۔ وج۳، ص۱۴۸۔ سنن ترمذی، ج۵، ص۶۲۶، حدیث ۳۷۹۷۔ المعجم الکبیر طبرانی، ج۶، ص۲۱۵۔ تفسیر قرطبی، ج۱۰، ص۱۸۱ وج۱۰، ص۱۱۹، البدایۃ والنھایۃ، ج۷ ص۳۱۱، وج۷، ص ۳۵۴، حوادث ۳۷ھ۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۳۰۷، تاریخ ابن عساکر، ج۳، ص۳۰۶، ص۱۹۸۔۱۹۹۔ وج۱۰، ص۲۵۱، نمبر ۹۷۴۔ ج۲۱، ص۴۱۱۔۴۱۰۔ نمبر۲۵۹۹۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۵، ص۲۵۹۔ ج۱۰، ص۴۰۔ وج۱۸، ص۲۱۲۔ استیعاب، ج۲ ،ص۴۳۵۔ القسم الثالث ص۱۱۳۸، نمبر۱۸۶۳۔

۴۔ مختصر ابن عساکر، ج۱، ص۲۱۵۔ مجمع الزوائد، ج۹، ص۲۹۵۔ کنز العمال، ج۶، ص۱۸۴۔ وج۷، ص۷۵۔ وج۱۱، ص۷۲۱۔ حدیث۳۳۵۲۱۔ وج۱۳، ص۵۳۹۔ حدیث ۳۷۴۱۲۔

۵۔ احمد ابن حنبل، خالد ابن ولید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو شخص عمار سے دشمنی کرے خدا اس کا دشمن ہوگا۔ جو عمار سے کینہ رکھے خدا اس سے کینہ رکھے گا۔ (۱)

اس کی روایت بے شمار طریقوں سے کی گئی ہے۔

۶۔ حذیفہ سے پوچھا گیا کہ عثمان قتل ہو چکے اب کیا کیا جائے؟ جواب دیا عمار کے ساتھ رہو۔ لوگوں نے کہا: عمار تو علیؑ کے ساتھ ہیں۔ فرمایا: حسد انسان کو تباہ کر دیتا ہے تم لوگ صرف اس لیے عمار سے دور ہو کہ وہ علیؑ سے نزدیک ہیں، حالانکہ علیؑ کو عمار پر اسی طرح برتری حاصل ہے جیسے آسمان کو زمین پر۔ (۲)

۷۔ مستطرف میں ہے کہ جنگ احد میں جبرئیل نازل ہوئے اور رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ آپ کے اصحاب کہاں گئے؟ پھر پوچھا: یہ کون ہے جو آپ کا دفاع اور پاسداری کر رہا ہے؟ فرمایا: عمار یاسر ہیں۔ جبرئیل نے کہا: انھیں بشارت دیدیجئے کہ عمار پر آتش دوزخ حرام ہے۔ (۳)

آیات و احادیث کے مطالعے سے یہ تسلیم شدہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان پر جو بھی سختیاں ہوئیں، قطعی ناروا اور شرمناک تھیں اور ان کی کوئی بھی توجیہ پیش نہیں کی جاسکتی۔ اگر کہا جائے کہ خلیفہ نے تادیب کے خیال سے سختیاں کیں تو یہ تادیب اسے کی جاتی ہے جو باطل بات یا بہتان زبان پر لائے یا اسلامی احکام کی مخالفت کرے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ عمار کی شخصیت اس سے بہت بلند ہے۔ انھوں نے صرف دعوت حق اور اسلامی تعلیمات کے لیے یہ ستم سہے، وصیت پر عمل کیا، یا صالح مومنین اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مشتمل جو میمورنڈم تیار کیا تھا اسے خلیفہ تک پہنچایا۔ آخر اس میں کون سی بات تھی جو شریعت اسلام کے خلاف تھی، خلیفہ مسلمانوں کے جان و مال

۱۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۵۰۔۵۲۔ حدیث ۱۶۳۷۳۔ و ۱۶۳۸۰۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱۔ حدیث ۵۶۶۷۔ ۵۶۷۳۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۳، مختصر تاریخ، ابن عساکر، ج ۱۸، ص ۲۱۴۔ المعجم الکبیر، ج ۴، ص ۱۱۲، حدیث ۳۸۳۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۱۵۲۔ اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۴۵۔

۲۔ کنز العمال، ج ۷، ص ۷۳، وج ۱۳، ص ۵۳۲، حدیث ۳۷۳۸۵۔

۳۔ المستطرف، ج ۱، ص ۱۶۶۔ وج ۱، ص ۱۳۷۔

کا محافظ ہوتا ہے اسے من مانی کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ سوائے اس کے کہ حکومت اسلامی، استبداد کا رویہ اپنا کر مطلق العنان ہو جائے۔

اگر خلفیہ کو تاکید کرنی ہی تھی تو عبداللہ ابن عمر، حکم ابن عاص، مروان، ولید، سعید جیسے پاپیوں کو سزا دینی چاہیئے تھی۔ کیونکہ انھوں نے احکام اسلامی کا مذاق اڑایا تھا اور ان کی تادیب لازم تھی، عثمان کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی نیک اور خیر خواہ ملت اسلامی کے احترام کے قائل نہیں تھے۔ کبھی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ گستاخی کی۔ کیا انھوں نے زبان رسالت سے فضائل علیؑ نہیں سنے تھے۔ یا حساس ترین موقع پر ان کی شجاعت و فدا کاری کا مشاہدہ نہیں کیا تھا؟ سب میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے اور وہ اکیلے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کی پاسداری کرتے تھے، کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ خلیفہ نماز شب میں پورا قرآن ایک رکعت میں ختم کر دیتے تھے، اگر یہ دعویٰ صحیح ہے تو کیا وہ اس میں آیۂ تطہیر یا آیۂ مباہلہ کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔ جس کی ایک اہم فرد حضرت علیؑ بھی تھے۔ یا ان کی عقل پر تالے پڑ گئے تھے۔

میں نہیں جانتا کہ ابن حجر اور ابن کثیر جیسے لوگ ابوذر، ابن مسعود اور مالک اشتر پر عثمانی مظالم کی کیا توجیہ کریں گے۔ حضرت علیؑ کے خلاف گستاخیوں پر کیا کہیں گے۔ یہ بھی لوگ خیر خواہانہ طور پر شوکت اسلامی باقی رکھنے کے لیے نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائیوں سے روکتے تھے۔ آخر ابوذر، عمار، ابن مسعود اور حضرت علیؑ پر ظلم اور جلا وطنی میں کون سی اسلامی مصلحت تھی۔ کیا حضرت علیؑ، عین صلاح و مصلحت نہیں تھے؟

بات یہ ہے کہ عثمان اپنی ذاتی مصلحت کو عمومی مصلحت سمجھتے تھے، یہ اندھے متعصب عظیم شخصیتوں کو کبھی داغدار نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عثمان نصیحتوں پر کان دھرتے تو نہ خلافت کی توہین ہوتی نہ ظلم و ستم کا بازار گرم ہوتا۔

۴۳۔ عثمان نے شائستہ کردار مومنین کوفہ کو شام جلا وطن کیا

بلاذری نے ابومخنف کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب عثمان نے ولید ابن عقبہ کو کوفے کی گورنری

سے معزول کیا تو سعید ابن عاص کو معمور کرتے ہوئے لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کی تاکید کی۔
اسی لیے اس نے کوفے کے دانشوروں اور قاریوں کے ساتھ صحبت شروع کردی۔ ان میں مالک اشتر، زید، صعصعہ ابن صوحان، حرقوص، جندب، شریح، کعب ابن عبدہ، عدی ابن حاتم، کدام، مالک ابن حبیب، قیس، زیاد، یزید وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ ایک دن یہ سب بعد نماز عصر آپس میں گفتگو کرنے لگے اور بات نکل گئی چراگاہوں اور کوہستانی زمینوں کی، حسان ابن محدوج آگے آگے بات کر رہا تھا۔ اتنے میں کوتوال شہر عبدالرحمٰن ابن خنیس نے کہا: میرا دل چاہتا ہے کہ کاش یہ زمینیں سعید ابن عاص کی ملکیت ہوتی اور تم لوگ اس سے بہتر زمین کے مالک ہوتے۔ مالک اشتر نے اس سے کہا کہ گورنر کے لیے دوسری زمینوں کی خواہش کرو ہماری زمینوں پر آنکھ نہ گڑاؤ۔ عبدالرحمٰن نے کہا: میری خواہش میں تمہارا کون سا نقصان ہوگیا کہ تم ہمیں آنکھ دکھا رہے ہو، بخدا!! اگر گورنر چاہے تو اس پر قبضہ کرسکتا ہے۔ مالک اشتر نے کہا: اگر وہ چاہے بھی تو نہیں لے سکتا ہے۔ سعید ابن عاص نے غصے میں کہا کہ کوفہ و بصرہ کی ان زمینوں پر قریش کا حق ہے، مالک اشتر نے کہا: کہ جن زمینوں کو ہم نے جنگ کر کے حاصل کیا ہے ان پر تم قبضہ جمانا چاہتے ہو۔ اگر کسی نے ایسی ہمت کی تو اسے مار مار کے سیدھے کردیا جائے گا۔ یہ کہہ کے جھپٹ کر عبد الرحمٰن کا گریبان تھام لیا۔ لوگوں نے بیچ بچاؤ کردیا۔

سعید ابن عاص نے سارا واقعہ عثمان کو لکھ مارا کہ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو دانشور کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ احمق ہیں، ان کے ہوتے میرا کوفے پر کوئی زور نہیں چل سکتا۔ عثمان نے جواب خط میں حکم دیا کہ ان لوگوں کو شام جلاوطن کردو۔ اور مالک اشتر کو لکھا کہ میں جانتا ہوں کہ تم ایسی نیت رکھتے ہو کہ جسے ظاہر کردیا جائے تو تمہارا خون بہانا جائز ہوجائے۔ میرا خط پاتے ہی شام کی طرف روانہ ہوجاؤ کیونکہ تم نے کوفے کے باشندوں کو خراب کر ڈالا ہے۔ سعید ابن عاص نے مالک اشتر، زید، صعصعہ، عائذ، کمیل، جندب، حارث، یزید، ثابت، اصعر وغیرہ کو جلاوطن کردیا۔ یہ قاریان قرآن دمشق میں عمرو ابن زرارہ کے یہاں ٹھہرے۔ معاویہ نے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا اور احترام سے پیش آیا، لیکن مالک اشتر سے تکرار ہوگئی جس کی وجہ سے معاویہ نے انھیں جیل میں ڈال دیا۔ عمرو نے کہا کہ ہم انھیں جیل سے آزاد

کرالیں گے۔ تو معاویہ نے عمرو کو بھی جیل میں ڈال دیا۔ دوسرے لوگوں نے مداخلت کی کہ تمہارے ساتھ بیٹھنے سے کیا فائدہ۔ خاص طور سے زید نے کہا کہ اگر ہم نے ظلم کیا ہے تو خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔ اس طرح زید رہا ہو کر کوفے واپس کر دیے گئے۔ پھر معاویہ کو خبر ملی کہ دمشق والے مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں سے بحث و گفتگو کر رہے ہیں۔ معاویہ نے عثمان کو خط لکھا کہ یہ لوگ یہاں کے لوگوں میں شورش پیدا کر رہے ہیں۔ عثمان نے جواب دیا کہ ان لوگوں کو حمص جلاوطن کر دو۔ جہاں کا گورنر عبدالرحمٰن ابن خالد ہے۔ (۱) وہ بہت زیادہ سختی سے پیش آتا تھا ان لوگوں کو گالیاں دیتا تھا اور بہت زیادہ ڈراتا دھمکاتا تھا یہ نیک لوگ سخت اذیت میں مبتلا ہو گئے۔ حالانکہ معاویہ کی نرمی بھی سیاسی تھی اور عبدالرحمٰن کی سختی بھی سیاسی ہی تھی۔

یہ سارا واقعہ اس لیے پیش آیا کہ عثمان کی بدعتیں لوگوں میں کافی مشہور ہو گئی تھیں، سبھی ان کی مذمت کر رہے تھے۔ بنی امیہ کی بے ایمانی اور ظالمانہ حکومت کے خلاف عام طور سے نفرت پھیل رہی تھی۔

عظیم صحابہ عمار یاسر، ابوذر اور ابن مسعود جیسوں پر ڈھائے گئے مظالم نے اور بھی آگ لگائی، ولید کی شراب خواری نے اس واقعہ کو کچھ اور بھی ہوا دی۔ یہ تمام اصحاب عوام میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ مالک اشتر صحابی رسول ﷺ اور سب کی نظر میں لائق تعریف تھے۔ (۲) حضرت علیؑ نے مصر کی گورنری دیتے ہوئے انھیں خدائی تلوار کا لقب (۳) دیا تھا ان کے انتقال پر حضرت علیؑ پھوٹ پھوٹ کر رو دیے تھے۔ (۴)

۱۔ الانساب، بلاذری، ج ۵، ص ۴۳۔ ۳۹۔ و ج ۶، ص ۱۵۶۔ ۱۵۱۔

۲۔ تاریخ الثقات، ص ۴۱۷، نمبر ۱۵۲۰۔ الثقات ابن حبان، ج ۵، ص ۳۸۹۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۱۲۔ و ج ۱۰، ص ۱۱۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۵۵، و ج ۵ ص ۹۶، حوادث ۳۸ھ۔ و نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۶۱۔ و ص ۴۱۰، خطبہ ۳۸۔ و شرح ابی الحدید، ج ۲، ص ۳۰۔ و ج ۶، ص ۷۷، مجلی، خطبہ ۶۷۔

۴۔ نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۲۳۰۔ و ج ۵، ص ۳۸۹۔ ۵۵۴، خطبہ ۴۴۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۳۰۔ و ج ۶، ص ۷۷، خطبہ ۶۷۔ لسان العرب، ج ۴، ص ۳۳۶، و ج ۱۰، ص ۳۳۳۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۵۳، و ج ۲، ص ۴۱۰۔ تاج العروس، ج ۲، ص ۴۵۴۔

زید ابن صوحان کو زید الخیر بھی کہا جاتا تھا۔ صحابی رسولؐ تھے نیک، پارسا اور قوم کے سردار تھے۔ حضرت علیؑ سے مروی حدیث رسولؐ ہے کہ جو شخص ایسے کو دیکھنا چاہتا ہے کہ جس کے بدن کا بعض حصہ پہلے جنت میں پہنچا ہو وہ زید ابن صوحان کو دیکھے۔ ان کا ایک ہاتھ جنگ قادسیہ میں شہید ہو گیا تھا۔ (۱) ان کے بھائی صعصعہ بھی بہت بہادر اور عظیم خطیب (۲) تھے، جندب بھی صحابی تھے اور جنگ جمل وصفین میں شاندار کارنامے کئے تھے۔ (۳) کعب کو بلاذری (۴) نے زاہد و پارسا کے نام سے یاد کیا ہے، عدی بھی صحابی رسولؐ تھے اور ان کے ساتھ مالک، یزید، عمرو، عروہ، اصعر بھی عظیم صحابہ میں تھے۔ کمیل اور حارث نیک و پارسہ اور ثقہ راویوں میں شمار کئے جاتے ہیں، یہ سبھی عشق علیؑ میں سرشار تھے۔

۴۴۔ عثمان نے کعب بن عبدہ کو مارا پیٹا اور جلاوطن کیا

اکثر کوفے کے قاریان قرآن نے عثمان کو اس مضمون کا خط لکھا کہ سعید نے یہاں کے اکثر نیک اور پارسا لوگوں پر بہت مظالم ڈھائے ہیں ہم امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام میں فتنہ پھیل جائے۔ کیونکہ سعید جیسے لوگ تمہارے ظالم مددگار ہیں۔

خط لکھنے والوں میں معقل، عبداللہ ابن طفیل، مالک، یزید، حجر ابن عدی، عمرو ابن حمق، سلیمان ابن صرد خزائی، مسیب، زید، کعب، زیاد اور مسلمہ وغیرہ تھے۔ خط میں کسی نے اپنا نام نہیں لکھا اور ابوربیعہ کے ہاتھ عثمان کے پاس بھیج دیا۔ عثمان نے ابوربیعہ سے خط بھیجنے والوں کا نام پوچھا، لیکن انھوں نے نام نہیں بتایا، جب سزا دینے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ شخص پیغام رسا ہے۔ اسے قید کرنا مناسب

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۱۳۔۱۱ (ج ۱۹، ص ۴۳۴۔۴۳۶۔۴۳۸۔ نمبر ۲۳۳۹)۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۴۴۰، استیعاب، ج ۱، ص ۱۹۷۔ القسم الثالث، ص ۵۵۶۔۵۵۵۔ نمبر ۸۵۲۔ اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۲۳۴۔ وج ۲، ص ۲۹۱، نمبر ۱۸۴۸۔ بہجۃ المحافل ، ج ۲، ص ۲۳۷۔ الاصابۃ، ج ۱، ص ۵۸۲۔

۲۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۸۳۔۷۶۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۴۲۷۔۴۲۴۔ الثقات، ج ۴، ص ۳۸۲۔

۳۔ استیعاب، القسم الاول، ص ۲۵۸۔ نمبر ۳۴۳۔ اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۳۵۹۔ نمبر ۸۰۲۔ الاصابۃ، ج ۱، ص ۲۴۸، نمبر ۱۲۱۷۔

۴۔ انساب الاشراف، ج ۶، ص ۱۵۴۔

نہیں۔ عثمان نے سعید کو خط لکھا کہ کعب ابن عبدہ کو بیس تازیانے مار کر میرے پاس بھیج دو، سعید نے حکم پر عمل کیا۔ بعد میں عثمان اپنے کیے پر شرمندہ ہوئے اور کعب سے کہا کہ تم اپنا قصاص مجھ سے لے لو۔ (۱) لوگوں میں اس واقعے سے کافی نفرت پھیل گئی۔

۴۵۔ زاہد و پارسا عامر کی جلاوطنی

طبری (۲) کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے ایک جلسہ کر کے عثمان کی کارستانیوں پر بحث کی اور طے پایا کہ ایک نمائندہ کو بھیج کر ان کی بدعتوں سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا جائے، چنانچہ عامر کو پیغام رسا بنایا گیا۔ انھوں نے عثمان سے جا کر کہا: اکثر مسلمانوں نے اجتماع کر کے تمہاری غلط کاریوں پر ناپسندیدگی ظاہر کی، اس لیے خدا سے ڈرو اور اپنی کارستانیوں سے توبہ کر کے دستبردار ہو جاؤ۔ عثمان نے کہا: ذرا اس شخص کو دیکھو تو لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ معلم قرآن ہے، یہ مجھ کو پڑھانے چلا ہے، بخدا! یہ بھی نہیں جانتا ہے کہ خدا کہاں ہے؟ عامر نے جواب دیا: میں جانتا ہوں کہ خدا تمہاری گھات میں ہے۔

ان حالات کے نتیجہ میں عثمان نے مختلف گورنروں معاویہ، عبداللہ بن سعد، سعید بن عاص، عمرو بن عاص اور عبداللہ ابن عامر کو مشورے کے لیے بلوایا، جب یہ سب جمع ہو گئے تو ان سے کہا: تم لوگ میرے وزیر اور معتمد ہو، لوگ مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں تم لوگوں کو معزول کر دوں اور اپنی ان کاروائیوں سے دستبردار ہو جاؤں۔ اب تم لوگ اپنی رائے دو۔ عبداللہ ابن عامر نے کہا: ان سب کو کسی جہاد میں الجھا دیجئے تا کہ ان سیاسی باتوں کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ سعید ابن عاص نے کہا: ان قبیلوں کے سرداروں کو اپنے قبضے میں کر لیجئے۔ معاویہ نے کہا: ہر گورنر اپنی اپنی جگہ کے لوگوں سے نپٹ لے۔ عبداللہ ابن سعید نے کہا: لوگ لالچی ہیں انھیں خزانے سے کچھ دولت دے دیجئے۔ آخر میں عمرو عاص نے کہا: میرے خیال میں، آپ اپنے میں تبدیلی پیدا کیجئے اگر تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے تو خلافت سے الگ ہو جایئے۔

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۴۳۔ ۴۱، ج ۶، ص ۱۵۵۔ ۱۵۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۷۔ و ج ۴، ص ۴۰۱، حوادث ۳۵ھ۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ و ج ۳، ص ۷۶۔ الصواعق المحرقہ، ص ۶۸۔ ص ۱۱۴۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۳۳۳ حوادث ۳۴ھ۔

عثمان نے اس سے کہا: کیا تم میری مخالفت کرنا چاہتے ہو؟ عمرو عاص نے کہا: آپ مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں، میں نے یہ باتیں اس لیے کہی ہیں کہ لوگوں کو میری مخالفت کا پتہ چل جائے، تاکہ جب شورش ہو تو میں آپ کا تحفظ کرسکوں۔ عثمان نے تمام گورنروں کو اپنے صوبوں میں واپس کرکے حکم دیا کہ مخالفین کے ساتھ سختی کا برتاؤ کریں اور انھیں اتنا محتاج کردیں کہ مجبوراً وہ فرمانبرداری پر آمادہ ہوں۔ (۱)

۴۶۔ عبدالرحمٰن جمحی کی جلاوطنی

عبدالرحمٰن صحابیٔ رسول ﷺ تھے جنھیں عثمان نے خیبر کے علاقے ''حموص'' میں جلاوطن کردیا۔ یعقوبی اور ابوعمرو نے لکھا ہے کہ جب عثمان نے افریقہ کا پانچ لاکھ خمس مروان کو بخش دیا تو عبدالرحمٰن نے مذمت میں کچھ اشعار کہے۔ عثمان نے حکم دیا کہ انھیں خیبر میں قید کردیا جائے۔ (۲) یہ عبدالرحمٰن جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ (۳)

۴۷۔ حضرت علی علیہ السلام کی جلاوطنی

حضرت علی علیہ السلام اور عثمان کے درمیان پیش آمدہ حالات کی تفصیل بہت طویل ہے۔ شاید کچھ لوگوں کے دل پر چوٹ بھی لگے اس لیے ان ناپسندیدہ واقعات کو نظرانداز کرتے ہیں۔ کیا جو شخص ایمان اور تسلیم سے بہرہ رکھتا ہے وہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل ومحاسن، فداکاری اور اسلام سے شدید وابستگی کو نظرانداز کرسکتا ہے؟ کیا ایسے شخص کو کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے مروان کو گالی کیوں دی؟ بخدا! میرے نزدیک آپ ان سے معزز نہیں ہیں۔

۱۔ انساب، بلاذری، ج ۵، ص ۴۳۔ و ج ۶، ص ۱۵۶۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۲، و ج ۲، ص ۲۷۵۔ حوادث ۳۴ھ۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۰۔ و ج ۲، ص ۵۹۲۔

۲۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۷۳۔ استیعاب، القسم الثانی، ص ۸۲۸۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۳۹۵، نمبر ۵۱۰۷۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۵۔ و ج ۵، ص ۴۶، حوادث ۳۷ھ۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۵۰، ج ۲، ص ۱۷۳۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۱۰۔ القسم الثانی، ص ۸۲۸، نمبر ۱۴۰۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۶، و ج ۱، ص ۱۹۸، خطبہ ۳۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۳۹۵۔

جب کہ مروان طرید رسول ﷺ ہے پھر کہتے ہیں: اے ابوالحسنؑ! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری زندگی کی تمنا کروں یا موت کی۔ تم میرے نزدیک عاق شدہ فرزند کی طرح ہو، کبھی کہا: تم عمار سے زیادہ جلاوطنی کے مستحق ہو۔ بعض تو ایسی فحش باتیں کی ہیں کہ انھیں مورخین نے لکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ لوگوں کی نظر سے حضرت علی علیہ السلام کو گرانا چاہتے تھے اور توہین کرکے ان کی قدر و منزلت کم کرنا چاہتے تھے۔

۴۸۔ عثمان کے لیے نزول آیت

واحدی و ثعلبی نے ابن عباس، سدی، کلبی اور میتب بن شریک سے روایت کی ہے کہ سورۂ نجم کی آیت: ﴿**افرء یت الذی تولی و اعطی قلیلا و اکدی ، اعنده علم الغیب فهو یری**﴾ ''بھلا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے روگردانی کی اور تھوڑا سا خدا کی راہ میں عطا کیا اور پھر بند کر دیا۔ کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ کہ وہ دیکھ رہا ہے''۔(۱) عثمان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت عثمان اکثر کچھ خیرات دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے ان سے کہا: تم اتنا خرچ کرتے ہو کہ مجھے تمہاری مفلسی کا خوف دامنگیر ہے۔ عثمان نے جواب دیا: میں نے بڑے بڑے گناہ کیے ہیں، اس لیے خیرات کرتا ہوں کہ شاید خدا معاف کر دے۔ عبداللہ بولا: یہ بار سے لدا اونٹ مجھے دے دو۔ تو میں تمہارے تمام گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر لے لوں۔ حضرت عثمان نے فوراً دے دیا اور دو گواہ بھی کر لئے۔ اس کے بعد خیرات وغیرہ بند کر دی تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، تو عثمان اپنی خیرات بند کرنے سے باز آئے۔

بعض نے کہا ہے کہ روگردانی کرنے سے جنگ احد میں بھاگنا مراد ہے۔(۲)

۱۔ نجم ر ۳۳۔۳۵

۲۔ اسباب النزول، ص ۲۹۸۔ وص ۲۶۷۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۷، ص ۱۱۱۔ وج ۱۷، ص ۷۳۔ تفسیر کشاف، ج ۳، ص ۱۴۶۔ وج ۴، ص ۴۲۷۔ تفسیر نیشاپوری مطبوع بر حاشیہ طبری، ج ۲۷۔ ص ۵۰۔ السراج المنیر شربینی، ج ۴، ص ۱۲۸۔ وج ۴، ص ۱۳۴۔

جو شخص عبداللہ کے چال چلن اور زمانۂ کفر و اسلام و ارتداد میں اس کی حرکات سے واقف ہے وہ اس کی اس ذلیل و لچر بات پر حیرت نہ کرے گا۔ حیرت تو اس بات پر ہوگی کہ عثمان نے اس کی مہمل اور پوچ بات کو مان لیا اور بار لدا ہوا اونٹ دے بھی دیا کہ گناہوں کا بوجھ ہلکا ہو۔ کیا یہ بعید از عقل و انصاف بات حیرتناک نہیں کہ ایک فاسق کی بات پر یقین کر کے اپنا مال بھی دیا اور خیرات وغیرہ سے ہاتھ بھی کھینچ لیا؟

اپنی عاقبت اور محشر کا حساب کتاب ابن ابی سرح کے سپرد کر دیا۔ کیا عثمان کو علم غیب تھا کہ ایسا کرنے سے واقعی گناہوں کا بوجھ دوسرے کی گردن پر چلا جائے گا۔ شاید انھوں نے آیات فراموش کر دی تھیں جن میں:

﴿وقال الذین کفروا للذین آمنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایاکم و ما هم بحاملین من خطایاهم من شئی انهم لکاذبون ، ولیحملن اثقالهم و اثقالا مع اثقالهم و لیسئلن یوم القیامة عما کانوا یفترون﴾ ''اور کفار ایمان والوں سے کہنے لگے کہ ہمارے طریقے پر چلو اور قیامت میں تمہارے گناہوں کے بوجھ کو ہم اپنے سر لے لینگے، حالانکہ یہ لوگ ذرا بھی ان کے گناہ اٹھانے والے نہیں ہیں۔ یہ لوگ یقینی جھوٹے ہیں اور یہ لوگ اپنے گناہ کے بوجھ تو اٹھائیں گے ہی اپنے ہاتھ ان کے بھی بوجھ اٹھائیں گے''۔(۱)

﴿من یعمل سوء اً یجز به و لا یجد له من دون الله ولیا و لا نصیرا﴾ ''اور جو برا کام کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا اور پھر خدا کے سوا کسی کو نہ تو اپنا سرپرست پائے گا اور نہ مددگار''۔(۲)

﴿فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره و من یعمل مثقال ذرة شرا یره﴾ ''جو شخص ذرا بھی نیکی یا بدی کرے گا اسے دیکھ لے گا''۔(۳)

اسی طرح مدثر/۳۸، غافر/۱۷ اور جاثیہ/۲۲، کی آیات بھی اسی مفہوم کو واضح کرتی ہیں۔

۱۔عنکبوت آیت ۱۲۔۱۳ ۲۔نساء/۱۲۳

۳۔زلزلہ/۷۔۸

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ابن ابی سرح نے اس قسم کی مضحکہ خیز اور ذلیل بات کے لیے خود گناہ کے بوجھ کو بڑھایا اور گستاخانہ بات کے ذریعہ عذاب کو حقیر قرار دیا اور نیکی کرنے والے کو روکا، وہ اس کا بدلہ پائے گا۔ نہ کہ عثمان کے گناہوں کو اپنے سر لے لے گا۔

عثمان کی نادانی دیکھئے کہ ایک مضحکہ خیز اور طنزیہ بات کو مان لیا پھر اس کے مطابق عمل بھی کر گذرے یہاں تک کہ آیات قرآنی نے سرزنش کی۔ میں نے مان لیا کہ عثمان پھر انفاق کی طرف مائل ہو گئے لیکن ایک کافرمنش کے طنزیہ بات کو مان بھی تو گئے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ کاش! وہ آیت نازل ہونے کے بعد پھر انفاق کی طرف مائل نہ ہوتے۔ کیونکہ پھر تو ان کی حالت یہ ہوگئی کہ مولائے متقیانؑ کے بقول مال خدا کو یوں چرنے لگے جیسے اونٹ فصل بہار کی گھاس چرتا ہے۔

۴۹۔ عثمان راہ نجات نہیں جانتے تھے

تاریخ بن عساکر(۱) میں ہے کہ حضرت عمر، عثمان کی طرف سے گذرے اور سلام کیا تو عثمان نے جواب سلام نہیں دیا تو وہ ابوبکر صدیق کے پاس آکر بولے: اے رسول خداؐ کے جانشین! میں آپ کو ایک مصیبت سنانے آیا ہوں جو بعد رسولؐ مجھ پر پڑی ہے، میں نے عثمان کو سلام کیا تو انھوں نے جواب نہیں دیا۔ ابوبکر نے حیرت سے پوچھا: کیا واقعی ایسا ہوا؟ عمر نے کہا: ہاں۔ ابوبکر نے عمر کا ہاتھ پکڑا اور عثمان کے پاس آئے پوچھا: کیا درست ہے کہ تم نے سلام عمر کا جواب نہیں دیا۔ عثمان نے کہا: بخدا! اے خلیفہ! میں نے انھیں نہیں دیکھا۔ پوچھا: کس سوچ میں تھے؟ جواب دیا: میں سوچ رہا تھا کہ رسول گذر گئے اور ہم ان سے یہ نہ پوچھ سکے کہ جہنم سے نجات کیسے ہوسکتی ہے؟ ابوبکر نے کہا: واللہ! میں نے رسول خداﷺ سے یہ بات پوچھی تھی۔ یہ سن کر عثمان کی باچھیں کھل گئیں۔ ابوبکر نے کہا: رسول خداﷺ نے فرمایا: کہ عروۃ الوثقیٰ سے مضبوطی کے ساتھ وابستہ رہو یعنی'' لا الہ الا اللہ '' کہو۔

تبصرۂ امینیؒ:

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص ۵۸۔ وج ۵، ص ۳۸۷، نمبر ۱۶۴۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۳، ص ۲۶۸۔

کیا اس شخص کے کان بہرے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے لے کر آخری دم تک رات دن کلمۂ توحید سے وابستہ ہونے کو راہ نجات میں منحصر ہونے کا اعلان کرتے رہے۔ قرآن نے بھی: ﴿و من یسلم وجہہ الی اللہ فھو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقی﴾، ﴿فمن یکفر بالطاغوت و یؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی﴾، ﴿والذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک اصحاب الجنۃ﴾ کے اعلان کئے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''قولوا لاالہ الا اللہ تفلحوا ''(۱) اس کے علاوہ احادیث میں'' لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ '' کہنے والے پر جہنم حرام ہونے کا اعلان ہے۔

اس شخص نے یہ اعلانات سنے تھے لیکن فراموش کر دیا تھا۔ پھر سوال یہ ہے کہ جب یہ معمولی اور عام بات فراموش کر دی تھی تو آخر کون سے بات یاد رکھی ہوگی؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق تبلیغ تو ادا کیا تھا لیکن جن کے کان اور دل و دماغ قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں ان کا علاج ہی کیا ہے۔

۵۰۔ خلیفہ نے نماز کی تکبیریں ترک کیں

مسند احمد میں مطرف سے عمران بن حصین کا قول نقل ہے: میں نے علی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور دونوں خلیفہ کی نماز یاد آ گئی۔ حضرت علی علیہ السلام جب بھی سجدے میں جاتے یا رکوع سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے تھے۔ میں نے پوچھا: سب سے پہلے کس نے تکبیریں ترک کیں؟ جواب دیا: عثمان نے، جب وہ بوڑھے ہو گئے تو آواز کمزور ہو گئی اور تکبیر چھوڑ دی۔ (۲)

نماز میں تکبیرات، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور صحابہ اس پر عمل کرتے رہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سنت کو سب سے پہلے عثمان نے ترک کیا، ان کی پیروی میں معاویہ اور بنی امیہ کے افراد نے بھی چھوڑ دیا اور آج بھی لوگ اسی اموی سنت کو اپنائے ہوئے ہیں۔

۱۔ تاریخ البخاری، ج ۴، القسم الثانی، ص ۱۴۔ مجلد، ۸، ص ۱۴، نمبر ۱۹۷۷۔

۲۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۴۰، ۴۴۴۔ وج ۵، ص ۵۹۰، حدیث ۱۹۳۳۹۔ وص ۵۹۳، حدیث ۱۹۳۵۹۔ وص ۵۹۷، حدیث ۱۹۳۸۰، ص ۶۰۹، حدیث ۱۹۴۵۰، وص ۶۱۶، حدیث ۱۹۴۹۳۔

زرقانی شرح موطا(۱) میں احمد کے توسط سے عمران کا قول نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے عثمان نے ضعیفی کی وجہ سے تکبیر چھوڑی۔ طبری نے قول ابو ہریرہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے معاویہ نے تکبیر چھوڑی۔ ابو عبید کی روایت میں زیاد کا نام ہے۔ لیکن ان روایات میں تضاد نہیں ہے کیونکہ عثمان کی پیروی میں معاویہ اور زیاد نے تکبیر چھوڑ دی تھی۔ اکثر علماء نے صفائی میں کہا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان آہستہ سے تکبیر کہتے تھے۔ لیکن کیا روایات میں جو ترک کرنے کا لفظ ہے اس سے یہ توجیہ میل کھاتی ہے؟ حضرت علی علیہ السلام کے تکبیر کہنے میں بھی تو یہ تصریح نہیں ہے کہ آہستہ کہتے تھے یا زور سے کہتے تھے پھر یہ کہ روایت میں ہے کہ اولین بار جس نے ترک کیا۔ یہ فقرہ نہیں ہے کہ اولین بار جس نے آہستہ کہا۔ اس کے علاوہ ابن حجر،(۲) شوکانی (۳) اور دوسروں نے روایت کی ہے کہ عثمان کے ترک کرنے کی وجہ سے معاویہ نے ترک کیا۔ اس ترک کا مطلب ناقص کرنا یا کم کرنا ہے۔ کہیں بھی آہستہ یا اخفاء کے مفہوم کی گنجائش نہیں ہے۔ واضح بات ہے کہ عثمان نے یہ بدعت کی تھی جس کی پیروی معاویہ نے کی۔

نتیجہ بحث...جو کچھ بھی بیان کیا گیا وہ غرض آلود تاریخ کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے، اس سے زیادہ اہم واقعیات اور مسائل و حقائق کو تاریخوں نے تعصب کی وجہ سے نقل نہیں کیا ہے۔ حالانکہ تاریخ کا فرض ہے کہ وہ حقائق کو غیر جانبدارانہ انداز میں پیش کرے۔ اس کے برخلاف مورخین نے حقائق و مفاہیم میں شرمناک تحریف کر کے تاریخی روایات کو اپنے مطلب کے مطابق ہی نقل کیا ہے۔ مثلاً تاریخ طبری (۴) میں ہے کہ واقدی نے مصریوں کی عثمان کی طرف پیش رفت اور ذوخشب میں چھاؤنی ڈالنے کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔ ان میں کچھ کو بیان کیا گیا اور کچھ کو اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ قابل اعتراض باتیں تھیں۔ اور اکثر (۵) قاتلان عثمان کے دلائل کو جو قتل کے سلسلے میں پیش کئے گئے ہیں میں نے ذکر

۱۔ شرح موطا، ج۱، ص۱۴۵، وج۱، ص۱۵۹، حدیث ۱۶۳۔ مسند احمد، ج۵، ص۵۹۷، حدیث ۱۹۳۸۰۔

۲۔ فتح الباری، ج۲، ص۲۷۰۔

۳۔ نیل الاوطار، ج۲، ص۲۶۸۔

۴۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۰۹، وج۴، ص۳۵۶، حوادث ۳۵ھ۔

۵۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۳۔ وج۴، ص۳۶۵، حوادث ۳۵ھ۔

کیا اور اکثر کو نامناسب ہونے کی وجہ سے میں نے چھوڑ دیا ہے۔

محمد ابن ابی بکر (۱) جب علیؑ کی طرف سے مصر کے گورنر ہوئے تو معاویہ کو خطوط لکھے۔ جن کا تاریخوں میں تذکرہ ہے لیکن میں نے انھیں درج کرنا اس لیے مناسب نہ سمجھا کہ ان کے مطالب کو سننے کی عام لوگوں میں طاقت نہیں۔

واقدی (۲) نے حضرت علی علیہ السلام اور عثمان کے درمیان تلخ باتوں کو لکھتے ہوئے کہا ہے کہ عثمان نے علی علیہ السلام سے سخت اور قابل اعتراض باتیں کیں۔ جن کا نقل کرنا مناسب نہیں اور علی علیہ السلام نے بھی اسی طرح کی بات کی۔

ابن اثیر (۳) لکھتے ہیں کہ قاتلان عثمان کے اکثر دلائل کو میں نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔

ابن کثیر (۴) نے بھی حوادث و واقعات کو لکھتے ہوئے اسی قسم کی بات کی ہے، ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ ایک خاص مقصد کے تحت لکھا گیا تا کہ جعلی روایات کا پردہ باقی رہ سکے۔

ڈاکٹر احمد فرید رفاعی اپنی کتاب ''عصر مامون'' (۵) میں لکھتے ہیں:

لیکن ہم ایک دوسری صورت حال سے دوچار ہیں، ہمیں عثمان کے بارے میں اپنی رائے کو ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ عظیم صحابی تھے، جمع قرآن کے سلسلے میں ابدآثار کام کئے اور سہل اور آسان دین اس بات پر بہرحال پابند نہیں کرتا کہ تمام لوگ زندگی میں زہد ہی کو برتیں، اسی طرح ہم سے بھی یہ مطالبہ نہیں کیا جاسکتا کہ حکومت عثمان کی کمزوریوں کو ثابت کریں، ہمیں صرف حوادث کو اختصار کے ساتھ بیان کر دینا چاہیئے، اس کے علاوہ بھی قدیم وجدید تذکروں میں حقائق چھپانے کے بہانے بیان کئے گئے

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۲۳۲، وج۳، ص۵۵۷، حوادث ۳۶ھ۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۸، ص۲۵۹، خطبہ ۱۳۰۔

۳۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۷۰، وج۲، ص۲۸۶، حوادث ۳۵ھ۔

۴۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۱۶۶، وج۷، ص۱۸۶، حوادث ۳۳ھ۔

۵۔ عصر مامون، ج۱، ص۵۔

ہیں۔ ان سے دین پر تو رحم نہیں ہوتا بلکہ اندھی عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

اب ذرا حضرت عثمان کے عقائد و اخلاق کو انہی کے ہم عصروں سے معلوم کیا جائے جو انھوں نے اپنی رائے ظاہر کرنے کے سلسلے میں بیان کئے ہیں اور وہ کردار عثمان کے عینی گواہ بھی ہیں:

عثمان کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کے ارشادات

قتل عثمان کے سلسلے میں آپ نے فرمایا: اگر میں نے قتل کا حکم دیا ہوتا تو میں ان کا قاتل کہا جاتا یا اگر قتل سے روکا ہوتا تو ان کا مددگار کہا جاتا۔ جس نے ان کی مدد کی وہ بھی اور جس نے انھیں قتل کیا وہ بھی دونوں میں کوئی بھی مجھ سے افضل نہیں۔ میں عثمان کے بارے میں جامع ترین بات کہتا ہوں کہ وہ تبعیض کے قائل ہوئے اور بدتر تبعیض کے، غلط کار لوگوں کو ترجیح دی۔ تم لوگوں نے ان کے خلاف غم و غصہ کو غلط ڈھنگ سے برتا۔ (۱)

ابن ابی الحدید (۲) نے اس کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے عثمان کی مدد کی ان سے وہ لوگ بہتر تھے جنھوں نے انھیں چھوڑ دیا۔ کیونکہ ان کے مددگار، مروان جیسے بدکار تھے اور مہاجرین و انصار نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔

جب ابن عباس کے ذریعے عثمان نے علی علیہ السلام سے ینبع چلے جانے کو کہا تو فرمایا: ابن عباس! عثمان مجھے شتر آبکش بنائے ہوئے ہیں ایک بار پیغام دیتے ہیں کہ جاؤ، پھر کہتے ہیں چلے آؤ۔ اب کہا ہے کہ باہر چلے جاؤ۔ بخدا! ان کا دفاع اس قدر کیا ہے کہ اب ڈرتا ہوں کہیں گنہگار نہ ہو جاؤں۔ (۳)

ابو حاذہ اور عمار یاسر کی روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: نہ میں نے انھیں قتل کیا نہ قتل میں مدد کی، نہ اس قتل سے ناخوش ہوا۔ (۴) اس بات کی گواہی اموی شاعر کعب بن جعیل نے بھی دی ہے۔ (۵)

۱۔ نہج البلاغہ، ج۱، ص ۷۶، ص ۷۳، خطبہ ۳۰۔ ۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص ۱۵۸، و ج۲، ص ۱۲۸، خطبہ ۳۰۔

۳۔ نہج البلاغہ، ج۱، ص ۴۶۸۔ و ص ۳۵۸، خطبہ ۲۴۰۔

۴۔ طبقات ابن سعد، ج۳، ص ۸۲۔ انساب، بلاذری، ج۵، ص ۹۸۔ ۱۰۱۔ و ج۶، ص ۲۲۱۔ ۲۲۴۔

۵۔ کتاب صفین، ص ۶۳، ص ۵۷۔ العقد الفرید، ج۲، ص ۲۶۷، و ج۴، ص ۱۱۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص ۱۵۸۔ و ج۲، ص ۱۲۸، خطبہ ۳۰۔

معاویہ کے وفد نے جب حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور جن لوگوں نے انھیں ناحق قتل کیا ہم ان سے بیزار ہیں تو امام علیہ السلام نے چند آیات پڑھیں کہ مردوں اور اندھوں بہروں کو تبلیغ کرنا بیکار ہے۔(۱)

حضرت علی علیہ السلام نے عثمان سے فرمایا: حق بوجھل مگر شفا بخش ہے اور باطل ہلکا مگر رنجیدہ کرنے والا ہے، تم سے اگر سچ کہا جاتا ہے تو غصہ ہوتے ہو اور جھوٹ کہا جاتا ہے تو خوشنود ہو جاتے ہو۔(۲)

عثمان نے حضرت علی علیہ السلام کی عیادت کے بہانے آکر بڑی تلخ شکایات کیں، مروان بھی بیچ بیچ میں لقمہ دے رہا تھا تو عثمان نے اسے ڈانٹا، حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں یعقوب والی صبر جمیل کی آیت پڑھی۔(۳) معاویہ کو خط لکھتے ہوئے حضرات نے اپنے علیحدہ ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔(۴)

طبری(۵) لکھتا ہے کہ ایک دن بروز جمعہ عثمان تقریر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا: قرآن کا نفاذ کرو۔ عثمان نے اسے بٹھا دیا۔ اس طرح تین بار اس نے مطالبہ کیا۔ پھر تو اس کے بعد زبردست چہ مینگوئیوں کے ساتھ ھنگامہ ہوگیا۔ وہ گھر میں آکر بیہوش ہوگئے۔ حضرت علی علیہ السلام ان کی عیادت کے لیے گئے تو امویوں نے ہنگامہ کیا کہ یہ مصیبت آپ کی لائی ہوئی ہے۔ بخدا! جس کی آپ تمنا کئے ہوئے ہیں وہ پوری ہوگئی تو دنیا آپ پر تاریک ہو جائیگی۔ حضرت علی علیہ السلام غصے میں بھرے وہاں سے چلے آئے۔

ابن قتیبہ(۶) لکھتا ہے کہ عمرو عاص نے ایک سوار سے بعد قتل عثمان بیعت علی علیہ السلام ہونے کی تفصیل پوچھی۔ عمرو عاص نے پوچھا: علی علیہ السلام نے قاتلان عثمان کے ساتھ کیا کیا؟ جواب دیا: انھیں پناہ دی ہے،

۱۔ کتاب صفین، ص ۲۲۷۔ و ص ۲۰۲۔ ۲۰۰۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۴، و ج ۵، ص ۸، حوادث ۳۷ھ۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۵۔ و ۲، ص ۳۶۹، حوادث ۳۷ھ۔

۲۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۴۳، و ج ۶، ص ۱۵۶۔

۳۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۴۔ و ج ۴، ص ۱۲۰۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۳۰، و ج ۱، ص ۳۶۔

۴۔ کتاب صفین، ص ۱۰۲، ص ۹۰۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۰۶۸۔ و ج ۴، ص ۱۳۸۔ و نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۱۰۔ ص ۳۶۸۔ خطبہ ۹۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۴۰۹۔ و ج ۱۵، ص ۸۷، کتاب ۹۔

۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۳۔ و ج ۴، ص ۳۶۴۔ و حوادث ۳۵ھ۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۷۔ و ج ۲، ص ۲۸۲۔ حوادث ۳۵ھ۔

۶۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۴۲، و ج ۱، ص ۴۸۔

مروان نے کہا کہ اگر آپ نے قتل نہیں کیا تو قاتل آپ کی پناہ میں ہیں۔ عمرو عاص نے کہا: بخدا! علی نے آشفتہ بات کہی ہے۔

۹۔ ابن ابی الحدید نے قیس بن حازم کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے منبر کوفہ پر فرمایا: کفر کے سرداروں اور باقی ماندۂ مشرکین سے جنگ کے لیے نکلو۔ یہ لوگ ایسے شخص کے انتقام کا مطالبہ کر رہے ہیں جو اپنے گناہوں کا بوجھ بھی لے گیا اور قیامت تک کے تمام انسانوں کے گناہوں کا بوجھ بھی لے گیا۔ (۱)

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے کیونکہ قیس دشمن علی علیہ السلام اور بدکار تھا۔ اور دشمن علی کی روایت معتبر نہیں ہوتی۔ علاوہ اس کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے والے سے مراد عثمان نہیں بلکہ معاویہ ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہی معیار بنالیا جائے کہ دشمن علی علیہ السلام کی روایت غیر معتبر ہے تو تمام صحاح و مسانید مہمل ہو جائیں گی۔ قیس کی روایات بخاری و مسلم جیسوں (۲) نے نقل کی ہے۔ دوسرے یہ کہ گناہوں کے بوجھ سے عثمان کے بجائے معاویہ کو مراد لینا ایسی ہی تاویل ہے جیسی جنگ صفین میں قتل عمار یاسر کے وقت کی گئی تھی۔

۱۰۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں کو معاویہ کے خلاف جنگ میں سستی دکھانے پر سرزنش کی۔ اشعث بن قیس نے کہا: کہ آپ بھی وہی کام کیوں نہیں کرتے جو عثمان نے کیا۔ فرمایا: عثمان نے ایسے کام کئے جو شرمناک تھے۔ اور جس کے پاس دین اور قانون نہیں وہ شرمسار ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو شخص دشمنوں کو کھال کھینچنے اور کوٹنے کی مہلت دے وہ سست رائے، ذلیل اور گندے دماغ کا ہوتا ہے، تم اگر چاہتے ہو تو ایسے ہی ہو جاؤ مگر میں اپنے کو دشمن کے حوالے نہ کروں گا۔ بہر حال اس سے جنگ کروں گا۔ (۳)

۱۱۔ حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو پروانہ مصر دیتے ہوئے لکھا ہے: بندۂ خدا، علی علیہ السلام امیر المومنین

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۷۹، وج۲، ص۱۹۴۔ وخطبہ ۳۴۔

۲۔ صحیح بخاری، ج۴، ص۱۶۷۱، حدیث ۴۳۰۵۔ وصحیح مسلم، ج۱، ص۲۱۳۔ حدیث ۲۹۹، کتاب الایمان۔ ومسند احمد، ج۵، ص۴۸۲، حدیث ۱۸۷۰۸۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۷۸۔ وج۲، ص۱۹۱، خطبہ ۳۴۔

کی طرف سے اس قوم کو پیغام جو روئے زمین پر احکام خدا کی پامالی پر غضبناک ہوئے اور غیر اسلامی نظام حاکیت کے خلاف شورش پر آمادہ ہو گئے ۔(۱)

ابن ابی الحدید اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس پروانے کی تاویل میرے لیے سخت دشوار ہے کیونکہ سبھی جانتے ہیں کہ مصر والے عثمان کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہوئے تھے اور انھوں نے عثمان کو قتل کیا تھا۔ پھر اس کی لچر تاویل کی ہے۔ ابن ابی الحدید کی اس تکلف آمیز تاویل کو گولی ماریئے۔ حضرت علی نے تو ایسے واضح ارشادات ہزاروں مرتبہ فرمائے ہیں۔(۲)

۱۲۔ جب امیر المومنین علیہ السلام کے پاس لوگ جمع ہو کر آئے اور عثمان کی غلط باتوں کا شکوہ کیا اور چاہا کہ حضرت ان کی طرف سے ان سے بات چیت کریں اور ان سے لوگوں کی رضامندی کا مطالبہ کریں۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور فرمایا:

لوگ میرے پیچھے (منتظر) ہیں اور مجھے اس مقصد سے بھیجا ہے کہ میں تمہارے اور ان کے قضیوں کو نپٹاؤں۔ خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا کہوں، جب کہ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا جس سے تم بے خبر ہو، نہ کوئی ایسی چیز بتانے والا ہوں جس سے تم لاعلم ہو۔ جو تم جانتے ہو وہ ہم جانتے ہیں، نہ تم سے پہلے ہمیں کسی چیز کی خبر تھی کہ تمہیں بتائیں اور نہ علحدگی میں کچھ سنا ہے کہ تم تک پہونچائیں، جیسے ہم نے دیکھا ہے ویسا ہی تم نے بھی دیکھا ہے۔

جس طرح ہم صحبت رسول علیہ السلام میں رہے تم بھی رہے اور حق پر باقی رہنے کی ذمہ داری ابوبکر و عمر سے زیادہ تم پر ہونی چاہیئے۔ کیونکہ تم رسول علیہ السلام کے رشتہ دار اور داماد ہو۔ وہ ایسے نہ تھے، کچھ اپنے دل میں خوف خدا کرو۔ بخدا! تمہیں اس لیے نہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ تمہیں کچھ نظر نہ آ سکتا ہو۔ نہ لاعلمی کی وجہ سے تمہیں یہ چیزیں بتائی جا رہی ہیں۔ جب کہ راہ شریعت واضح اور دین کے نشانات قائم ہیں۔ یاد رکھو! خدا کے نزدیک بہتر اور انصاف پسند حاکم وہی ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور

۱۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۵۵۔ و ج ۵، ص ۹۶، حوادث، ۳۸ھ۔ و نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۶۳۔ ص ۴۱۰، خطبہ ۳۸۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۹۔ و ج ۶، ص ۷۷، خطبہ ۳۸۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۵۸، و ج ۱۶۔ و ص ۱۵۶۔ کتاب ۳۸۔

سنت معلومہ کو قائم کرے، انجانی بدعتوں کو ختم کرے، سنتوں کے نشانات جگمگا رہے ہیں، اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح ہیں۔ سب سے بدتر وہ حکمراں ہے جو گمراہی میں خود بھی پڑا رہے اور دوسروں کو بھی مبتلا رکھے۔ سنتوں کو تباہ اور بدعتوں کو زندہ کرے۔ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ بروز قیامت اس کو اس طرح لایا جائے گا کہ کوئی نہ تو اس کا مددگار ہوگا، نہ عذرخواہ اور سیدھا جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ اس میں گھمایا جاتا رہے گا۔ تمہیں خدا کی قسم! ایسے حکمران نہ بنو کہ جسے قتل ہی ہونا ہے، کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس امت میں ایک حکمراں قتل ہوگا، جس کی وجہ سے قیامت تک خونریزی ہوتی رہے گی۔ اور تمام امور مشتبہ رہیں گے اور فتنے پھیلیں گے۔ وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کرکے نہ دیکھ سکیں گے۔ اور مواج فتنوں میں تھپیڑے کھاتے رہیں گے۔ تم مروان کی سواری نہ بن جاؤ کہ وہ تمہیں جہاں چاہے کھینچتا پھرے۔ جب کہ تم رسیدہ ہو چکے ہو اور عمر بھی بیت چکی ہے۔ عثمان نے کہا: آپ ان لوگوں سے مہلت مانگیے تاکہ ان کی حق تلفیوں سے عہدہ برآ ہوسکوں۔ تو آپ نے فرمایا: مدینے کے معاملات میں تو مہلت کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو جگہیں اوجھل ہیں ان میں مہلت دی جاسکتی ہے کہ وہاں تک تمہارا حاکم پہونچ جائے۔ (طبری، انساب الاشراف، نہج البلاغہ، کامل ابن اثیر) (۱)

۱۳۔ ابن سمان نے عطا سے روایت کی ہے کہ عثمان نے استغاثہ کے لیے علی علیہ السلام کو بلوایا۔ حضرت نے ان سے کہا کہ اگر تم اپنے دونوں بھائی، ابوبکر و عمر کی پیروی کرو تو میں ذمہ لیتا ہوں کہ کوئی تمہاری مخالفت نہ کرے گا۔ (ریاض نضرہ) (۲)

۱۴۔ حضرت نے خطبہ شقشقیہ میں عثمان کے لیے فرمایا ہے: یہاں تک کہ قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے اپنے چارے اور لید کے درمیان اپنے بھائی بندوں کے ساتھ اٹھا۔ وہ لوگ مال خدا کو یوں کھا رہے تھے جیسے اونٹ فصل بہار کی گھاس کھاتا ہے۔ آخر اس کے کس بل نکل گئے اور اپنے کیئے کی سزا

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۹۶، وج۴، ص۳۳۷، حوادث ۳۴ھ۔ انساب، بلاذری، ج۵، ص۶۰ (ج۶، ص۱۷۵) نہج البلاغہ، ج۱، ص۳۰۳، وص۲۳۴۔ خطبہ ۱۶۴۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۶۳ (ج۲، ص۲۷۵۔ حوادث ۳۴ھ) البدایہ والنھایہ (ج۷، ص۱۸۸۔ حوادث ۳۴ھ)

۲۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۲۹ (ج۳، ص۶۲)

پا گیا۔(نہج البلاغہ)(۱)

۱۵۔حسان بن ثابت نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: آپ ہی فرماتے ہیں کہ میں نے انھیں قتل نہیں کیا ہے لیکن اسے چھوڑ ضرور دیا تھا۔ میں نے قتل کا حکم نہیں دیا لیکن منع بھی نہیں کیا۔ بنابریں انھیں چھوڑنے والا اور قتل سے منع نہ کرنے والا بھی شریک قتل ہوتا ہے۔(عقد الفرید)(۲)

۱۶۔ابن عباس کا بیان ہے کہ عثمان نے عباس سے علی علیہ السلام کی شکایت کی: ماموں جان! علیؑ نے میرے ساتھ قطع رحم کیا۔ آپ کے فرزند نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا۔ خدا کی قسم! اے عبدالمطلب کے فرزندو! بنی عدی وتمیم سے زیادہ ہم لوگ اس بات کے حقدار تھے کہ ہم سے تم حسد نہ کرتے جبکہ تم نے انھیں برداشت کیا۔ عباس نے سر جھکا کر کچھ دیر سوچا اور فرمایا: بھانجے! تم نے علی علیہ السلام کے ساتھ کیا بھلائی کی ہے کہ ان سے بھلائی کی توقع رکھتے ہو، تمہارے حق قرابت وریاست سے ہم انکار کہاں کرتے ہیں۔ اگر تم لوگ باہم ایک دوسرے کا حفظ مراتب کرو تو قریب آسکتے ہو، یہ صلہ رحمی کے مناسب بات بھی ہوگی عثمان نے قبول کرتے ہوئے کہا: یہ کام آپ ہی انجام دیجئے۔ لیکن جیسے ہی عباس باہر نکلے، مروان نے عثمان کا خیال بدل دیا۔ تھوڑی دیر بعد عثمان کا فرستادہ آکر عباس کو بلا کر لے گیا۔ عثمان نے کہا: ماموں جان! اس معاملے کو ابھی ٹال دیجئے تا کہ میں حالات کو سمجھ سکوں۔ والد ماجد نے باہر آکر مجھ سے فرمایا: یہ شخص حکومت کے معاملے میں اپنا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ پھر خدا سے دعا کی کہ خدایا! فتنہ سے قبل ہی مجھے اٹھا لے۔ اس دعا کے بعد جمعہ نہ گذرا تھا کہ بابا جان گذر گئے۔(۳)

۱۷۔انساب بلاذری(۴) ہی میں ہے کہ عباس نے عثمان سے کہا: میں تمھیں علی علیہ السلام، عباس، داماد اور ساتھی کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ تم ان کے خلاف کاروائی کرنا

۱۔علل الشرائع، ج۱، ص۱۸۴، حدیث ۱۳۔ معانی الاخبار، ص۳۶۰، امالی طوسیؒ، ص۳۷۴۔۳۷۲، حدیث ۸۰۳۔ شرح ابن میثم، ج۱، ص۲۵۳۔۲۵۲۔ خطبہ۳، شرح ابن الحدید، ج۱، ص۲۰۵، خطبہ۳، منہاج البراعۃ، ج۳، ص۱۳۲۔

۲۔العقد الفرید، ج۲، ص۲۶۷، وج۴، ص۱۱۱۔

۳۔انساب الاشراف، بلاذری، ج۵، ص۱۳۔ وج۶، ص۱۱۶۔

۴۔انساب الاشراف، ج۵، ص۱۴۔ وج۶، ص۱۱۷۔

چاہتے ہو۔ جواب دیا: میں آپ کی شفارش قبول کرتا ہوں، اس لئے کہ اگر علی چاہیں تو ان کا مرتبہ میرے نزدیک سب سے بلند ہوتا لیکن وہ ایسا نہیں چاہتے کیونکہ ہمیشہ اپنی مرضی سے عمل کرتے ہیں عباس نے جب علیؑ سے عثمان کی باتیں بیان کیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر عثمان مجھے گھر سے نکلنے کو کہیں تو میں نکل جاؤں گا۔

۱۸۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کو لکھا: عثمان کو تمہارے سوا کسی نے قتل نہیں کیا ہے، اب میں امید کرتا ہوں کہ تمہیں بھی انھیں کے پاس پہونچادوں گا۔ ان کے گناہ کے بوجھ کے ساتھ یا اس سے بڑے گناہ کے ساتھ۔ (۱)

آخر کلام میں حسان کے تین اشعار بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے: آزاد مردوں کو صبر کا شیوہ اختیار کرنا چاہیئے، کیونکہ کبھی صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، کاش مجھے پرندے سے معلوم ہوسکتا کہ عثمان کے بارے میں علیؑ کا رویہ کیا تھا؟ بہت جلد تم یہ فریاد سنو گے کہ اللہ اکبر! انتقام خون عثمان کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ (۲)

پوری بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؑ عثمان کو امام عادل نہیں سمجھتے تھے کہ ان کی موت کو ناپسند سمجھتے یا ان کے خلاف بغاوت کو برا سمجھتے۔ عثمان کی حکومت سے آپ قطعی علیحدہ رہے بلکہ آپ کا خیال تھا کہ ان کی مدد کرنے میں گنہکار ہو جائیں گے۔ باغیوں کو آپ گنہگار نہیں سمجھتے تھے ورنہ بغاوت کی مذمت کرتے، جب کہ آپ زمانۂ بغاوت میں قطعی خاموش رہے بلکہ مصری خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے باغیوں کی تعریف کی ہے، باغیوں کو مددگاروں سے افضل سمجھتے تھے۔ یہی دلیل ہے کہ آپ عثمان کو امام عادل نہیں سمجھتے تھے۔ عباس کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ سے ان کا اختلاف بڑا طویل اور سنگین تھا۔ گھر سے نکلنے کی بات سے حضرت یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ ہمارا عثمان سے اختلاف شخصی نہیں ہے بلکہ اجرائے قانون الٰہی کے لیے ہے۔ پھر یہ کہ آپ نے فرمایا کہ جو مال یا روپیہ عثمان نے کسی کو دیا ہے اسے بیت المال میں واپس ہونا چاہیئے۔ اگر آپ عثمان کو امام عادل سمجھتے تو بیت المال میں واپس کرنے کی بات نہ فرماتے۔

۱۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۲۳۔ وج ۴، ص ۱۳۷۔

۲۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۱۰۴، وج ۶، ص ۲۲۸۔

عائشہ کا تذکرہ

ا۔ابن سعد(۱) لکھتے ہیں کہ ایام محاصرہ میں عائشہ نے حج کا ارادہ کیا۔مروان اور زید وعبدالرحمٰن نے ان سے کہا: آپ اگر یہیں قیام فرماتیں تو بہتر تھا۔کیونکہ عثمان محاصرے میں ہیں اور آپ ان کا دفاع کرسکتی ہیں۔عائشہ نے کہا: میں تیاری کرچکی ہوں اب رک نہیں سکتی۔مروان نے بطور تمثل یہ شعر پڑھا ''قیس نے ملک میں آگ لگائی۔جب شعلے بھڑکنے لگے تو اپنی راہ لی''۔عائشہ نے جواب دیا: میرا بس چلے تو عثمان کو سمندر میں پھینک دوں۔(۲)

۲۔ابن عباس نے مکہ میں عائشہ سے ملاقات کی۔وہ عثمان کی طرف سے امیر الحاج بنائے گئے تھے، عائشہ نے کہا: ابن عباس! خدا نے تمہیں عقل وفہم اور قوت بیان عطا کی ہے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس طاغی (عثمان) کی طرف لوگوں کو مائل کرنے لگو۔(۳)

۳۔قتل عثمان کے موقع پر عائشہ وام سلمہ حج کے لیے گئیں تھیں۔خبر قتل سنی تو مکہ میں شامیانہ لگوا کر تقریر کی: میرے خیال میں عثمان اپنی قوم کو وہی مزہ چکھائیں گے جو ابوسفیان نے جنگ بدر میں اپنی قوم کو چکھایا تھا۔(۴)

۴۔عمر بن شیبہ کی روایت ہے کہ مکہ میں عائشہ نے اخضر نامی شخص سے پوچھا: لوگوں نے کیا کیا؟ اخضر نے کہا: عثمان نے مصریوں کو قتل کردیا۔عائشہ نے کلمۂ استرجاع پڑھ کر کہا: کیا ایسے لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے جو حق کا مطالبہ کررہے ہیں اور ظلم کو ناپسند کررہے ہیں؟ واللہ! میں کبھی اسے پسند نہیں کرسکتی۔اتنے میں دوسرا آیا اس سے پوچھا: لوگوں نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: عثمان کو مصریوں نے قتل کردیا۔عائشہ نے کہا: تعجب ہے اخضر پر اس نے مقتول کو قاتل بنادیا تھا۔پھر تو مثل ہی بن گئی ''اکذب من اخضر''

ا۔طبقات ابن سعد، ج۵، ص۳۶۔

۲۔انساب الاشراف، ج۶، ص۱۹۲۔

۳۔انساب الاشراف، ج۶، ص۱۹۳۔وتاریخ طبری، ج۴، ص۴۰۷۔حوادث، ۳۵ھ۔شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج۱۰، ص۴، خطبہ ۱۷۵۔

۴۔انساب الاشراف، ج۶، ص۲۱۲۔

اخضر سے بھی زیادہ جھوٹا۔(۱)

۵۔ ولید کی شرابخواری کے گواہوں نے عائشہ کے یہاں پناہ لی تھی۔ صبح کو عثمان نے کہا: عراقی مرتدوں کو عائشہ کے گھر ہی میں پناہ ملی۔ عائشہ نے رسول ﷺ کی جوتی نکال کر فریاد کی: تم نے ان کی سنت کو ترک کر دیا۔(۲)

۶۔ عمار کے ظلم وستم کے موقع پر بھی عائشہ نے رسول ﷺ کے بال، کپڑے اور جوتے نکال کر فریاد کی: ابھی رسول ﷺ کا یہ سامان بھی میلا نہ ہوا اور تم نے سنت رسول ﷺ ترک کر دی۔ یہ سن کر عثمان کو بڑا غصہ آیا۔(۳)

۷۔ حضرت علیؑ نے عائشہ کو خط لکھا جب وہ طلحہ وزبیر کے ساتھ بصرہ پہنچ چکی تھیں تم نے حکم خدا کی مخالفت کر کے گھر سے باہر قدم نکالا۔ کہتی ہو کہ اصلاح مسلمین کے لیے نکلی ہوں۔ عورتوں کو فوجی قیادت سے کیا سروکار؟ تم نے قتل عثمان کے بدلے کا بھی گہار کیا ہے جب کہ تم خود چلاتی تھیں، نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے۔ آج قصاص طلب کر رہی ہو۔ ارے خدا سے ڈرو اپنے گھر واپس جاؤ۔(۴)

۸۔ طبری و ابن قتیبہ لکھتے ہیں، قبیلہ جہنیہ کے جوان نے ایک عابد سے جنگ جمل میں پوچھا: قاتلین عثمان کون ہیں؟ جواب دیا: تین طرح کے لوگ تھے: کچھ لوگ وہ ہیں جو عائشہ کے ہودج کے پاس جمع ہیں، کچھ وہ ہیں جو طلحہ کے پاس ہیں اور کچھ لوگ علی ابن ابی طالبؑ کی طرف ہیں۔ نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا اور علیؑ کی فوج میں چلا گیا کہ پھر تو ہم گمراہی میں گرفتار ہیں۔(۵)

۹۔ طبری (۶) نے دو طریقوں سے نقل کیا ہے: جب عائشہ مقام سرف پہونچیں تو عبد بن ام

۱۔ تاریخ طبری، (ج ۴، ص ۴۴۹، حوادث ۳۶ھ)

۲۔ الآغانی، ج ۴، ص ۱۸۰۔۱۷۴ (ج ۵، ص ۱۳۹۔۴۱۔۱۴۳) تاریخ ابو الفدا، ج ۱، ص ۱۷۶۔ الاصابۃ، ج ۳، ص ۶۳۸، تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۴۔۱۴۴۔

۳۔ انساب بلاذری، ص ۸۸، وج ۶، ص ۲۰۹۔ ۴۔ تذکرۃ الخواص، ص ۶۹۔

۵۔ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۴۶۵۔ حوادث، ۳۶ھ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۶۱۔

۶۔ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۴۵۸۔ حوادث، ۳۶ھ، تذکرۃ الخواص، ص ۶۴۔

کلاب سے ملاقات ہوئی اور اسی سے مدینہ کے حالات پوچھے۔ جواب دیا: لوگوں نے عثمان کو قتل کردیا اور آٹھ دن تک حالات جوں کے توں رہے۔ پوچھا: پھر کیا ہوا؟ جواب دیا: لوگوں نے بہترین صلاحیت والے کو حکومت سونپ دی۔ لوگ علی علیہ السلام پر متفق الرائے ہو گئے۔ عائشہ نے کہا: بخدا! گر لوگوں نے تمہارے صاحب کو حکومت دے دی تو مجھے، واپس کرو مجھے واپس کرو۔ خدا کی قسم! عثمان ناحق قتل ہوئے۔ بخدا! میں ضرور ان کا انتقام لوں گی۔ عبد نے کہا: ایسا کیوں؟ آپ ہی نے تو انھیں کہا تھا کہ نعثل کو قتل کردو بخدا وہ کافر ہو گیا ہے۔ عائشہ نے کہا: لوگوں نے ان سے توبہ کرائی پھر قتل کردیا۔ میں نے انھیں کافر ضرور کہا تھا لیکن اب میرا یہ قول پہلے قول سے بہتر ہے عبد نے چھ شعر لکھتے ہوئے پڑھے:

آپ ہی نے ابتدا کی، آپ ہی نے پھر تبدیلی بھی کی۔ آپ ہی ہوا چلاتی ہیں اور آپ ہی پانی برساتی ہیں، آپ ہی نے قتل امام کا حکم دیا اور انھیں کافر کہا۔ ہمارے نزدیک قاتل تو وہی ہے جو حکم قتل دے۔ آسمان کیوں پھٹ پڑے۔ چاند، سورج کیوں تیرہ ہوں؟ کیا اس لیے کہ لوگوں نے ایسے کو حکمران بنایا ہے، جو اندھیروں میں اجالا پھیلائے گا۔

۱۰۔ استیعاب (۱) میں ہے کہ احنف بن قیس دیندار، عقلمند، صائب الرائے اور ذہین تھے، سخنور اور سیاست مدار تھے۔ عائشہ بصرہ پہونچیں تو آدمی بھیج کر احنف کو بلوایا۔ وہ نہیں آئے، دوبارہ بھیجا تو آئے۔ عائشہ نے پوچھا: وائے ہو تم پر! آخر تم امیر المومنین عثمان کے قاتلوں کے خلاف لڑنے کے لیے کیا عذر رکھتے ہو؟ کیا لوگ کم ہیں؟ احنف نے کہا: یہ سب کچھ نہیں بلکہ ایک سال قبل تک آپ ہی عثمان کی مذمت کر کے قتل کا حکم دیتی تھیں۔ ہم آپ کی پہلی بات کو مانتے ہیں یہ دوسری بات میرے لیے قابل قبول نہیں۔

۱۱۔ ابو مسلم نے شامیوں سے حضرت عائشہ کی مثال سر میں آنکھ سے دی جو آنکھ والے کو اذیت دیتی ہے۔ (ابن عساکر) (۲)

۱۲۔ ابن ابی الحدید (۳) لکھتے ہیں کہ تمام تذکرہ نگاروں نے متفقہ طور سے یہ بات لکھی ہے کہ

۱۔ استیعاب (القسم الثانی، ص ۷۱۶، نمبر ۱۲۰۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۷، ۳، ص ۲۲۱، نمبر ۳۲۱۳)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۶، ص ۲۱۵، خطبہ ۷۹)

عثمان کی مخالفت میں سب سے زیادہ تلخ وتند حضرت عائشہ تھیں۔ جامۂ رسول ﷺ کو گھر میں لٹکا رکھا تھا، جو بھی آتا اس سے کہتی تھیں: دیکھو ابھی جامۂ رسول ﷺ بھی میلا نہیں ہوا کہ عثمان نے ان کی سنت ترک کردی۔

۱۳۔ مدائنی لکھتا ہے کہ عائشہ کو قتل عثمان کی خبر شراف میں معلوم ہوئی۔ انھیں یقین تھا کہ اب حکومت طلحہ کو ملے گی۔ فرماتی تھیں کہ عثمان ہلاک ہو، طلحہ خوش آمدید۔ خوش آمدید میرا چچرا بھائی۔ طلحہ نے قتل عثمان کے وقت خزانے کی چابیاں، اصیل گھوڑے اور عثمان کے گھر کا کچھ اثاثہ اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ بعد میں جب معاملہ دگرگوں ہوا تو یہ سب سامان علی علیہ السلام کے حوالے کر دیا۔ (۱)

۱۴۔ عائشہ کو جب قتل عثمان کی خبر معلوم ہوئی تو بہت خوش ہوئیں اور کہا: خوشا بحال طلحہ! اس کے سوا کوئی حقدار خلافت نہیں۔ لیکن شراف میں عبید نے کہا: بہترین امت علی علیہ السلام کو خلافت سونپ دی گئی تو کہنے لگیں: کاش! آسمان پھٹ پڑتا۔ پھر کہا: سوچ کے بتاؤ سچ کہہ رہے ہو؟ عبید نے کہا: ام المومنین کی یہ کیا حالت ہے۔ بخدا! سب سے زیادہ حقدار خلافت علی علیہ السلام ہی تھے۔ لیکن عائشہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسری روایات میں بھی عائشہ کی عثمان کے خلاف باتیں مندرج ہیں۔ (ابو مخنف لوط بن یحییٰ) (۲)

۱۵۔ قیس بن حازم کا بیان ہے (ابو مخنف بھی اس روایت سے ملتی جلتی روایت نقل کرتے ہیں) کہ پھر عائشہ نے سواری موڑنے کا حکم دیا اور فوراً ہی کہنے لگیں: بخدا! عثمان ناحق قتل ہوئے۔ قیس نے پوچھا: آپ تو سب سے بڑی مخالف تھیں۔ جواب دیا: ہاں لیکن اب غور کیا ہے تو سمجھی کہ توبہ کے بعد قتل کیا گیا ہے۔ (۳)

۱۶۔ دوسرے طرق سے بھی روایت کی گئی ہے کہ خبر قتل عثمان سن کر عائشہ نے کہا: خدا اس کا ناس کرے! وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے قتل ہوا، خدا نے اس کی بدکرداری کا انتقام لیا۔ اے قریش کے لوگو! کہیں تم پر قوم ثمود کا عذاب نہ آجائے۔ اب تم لوگ طلحہ کو حکمراں بنالو۔ لیکن جب متواتر خبر ملی کہ علی علیہ السلام کی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۶، ص ۲۱۵، خطبہ ۷۹)

۲۔ تاریخ طبری (ج ۴، ص ۴۵۸، حوادث، ۳۶ھ) تذکرۃ الخواص، ص ۶۴، شرح ابن ابی الحدید (ج ۶، ص ۲۱۵، خطبہ ۷۹)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۶، ص ۲۱۶، خطبہ ۷۹)

بیعت ہوگئی ہے تو کہا: ان لوگوں پر خاک پڑے، یہ لوگ نہیں چاہتے کہ قبیلہ تیم میں پھر حکومت واپس آئے ادھر طلحہ وزبیر نے خط لکھ کر عائشہ کو مشورہ دیا کہ انتقام خون عثمان کا نعرہ لگایئے۔ یہ خط ابن زبیر کے ذریعہ بھیجا گیا تھا عائشہ نے خط پڑھ کر نعرہ بلند کر دیا۔ ام سلمہ نے بھی اس سال حج کیا تھا، عائشہ کا انداز دیکھ کر انھوں نے حمایت علیؑ کا اعلان کیا اور علیؑ کی مدد کرنے پر تیار ہوگئیں۔(۱)

۱۷۔ ابو مخنف لکھتا ہے کہ عائشہ نے ام سلمہ کو خرچ دے کر اپنی طرف کرنا چاہا، ان سے کہا کہ آپ تمام ازواج میں مسن اور اولین مہاجر ہیں، آپ ہی کے گھر پر ہمارے سہام تقسیم ہوتے تھے فرشتہ وحی آپ کے یہاں سب سے زیادہ آتا تھا۔ ابن زبیر نے مجھ سے کہا ہے کہ لوگوں نے عثمان سے توبہ کرائی، پھر روزے کی حالت میں ماہ حرام میں انھیں قتل کر دیا۔ میں طلحہ وزبیر کے ساتھ بصرہ جا رہی ہوں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلئے شاید خدا حکومت کی اصلاح کر دے۔ جواب دیا: میں ام سلمہ ہوں، کل تم نے سب سے زیادہ عثمان کے خلاف بھڑکایا، اسے نعثل کہا، تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ رسول ﷺ کی نظر میں علیؑ کی کیا قدر ومنزلت تھی۔(۲)

۱۸۔ ابن عبد ربہ (۳) نے لکھا ہے کہ بنی لیث کے آدمی نے زبیر سے پوچھا: کیا حال ہے؟ کہا: میں اپنے فرزند کے ہاتھوں مجبور ہو کر رہ گیا ہوں۔ پھر وہ آدمی مدینہ آیا اور سعد سے پوچھا: عثمان کو کس نے قتل کیا؟ سعد نے کہا: عائشہ نے تلوار نکالی، طلحہ نے تیز کی، علیؑ نے زہر میں بجھائی۔ پوچھا: زبیر نے کیا کیا؟ جواب دیا: انھوں نے کچھ کیا نہیں لیکن ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ابن قتیبہ (۴) نے بھی سعد کا یہ فقرہ نقل کیا ہے۔

۱۹۔ مغیرہ نے عائشہ سے ملاقات کی تو عائشہ نے کہا: تم نے جنگ جمل میں مجھے دیکھا ہوتا کہ ہودج کے ادھر ادھر تیر برابر آ رہے تھے۔ مغیرہ نے کہا: کاش ایک تیر آپ کو لگ جاتا۔ عائشہ نے کہا: خیریت تو ہے ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ مغیرہ نے کہا: آپ نے عثمان کے خلاف شورش برپا کی۔ عائشہ نے کہا: میں

۱۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۶، ص ۲۱۶، خطبہ ۷۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۶، ص ۲۱۷، خطبہ ۷۹۔

۳۔ العقد الفرید، ج ۴، ص ۱۱۱۔

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۴۸۔

نے کہا تو تھا لیکن یہ مقصد نہ تھا کہ انھیں قتل کر دیا جائے، خدا جانتا ہے کہ میں چاہتی تھی لوگ عثمان سے لڑیں۔ خدا نے ایسے حالات پیدا کئے کہ لوگ مجھ ہی سے لڑے۔ میں چاہتی تھی عثمان کو تیر مارے جائیں لیکن مجھ ہی کو تیر مارے گئے، میں چاہتی تھی کہ لوگ ان کی اطاعت نہ کریں، میری خود ہی نافرمانی کی گئی، اگر خدا کو معلوم ہوتا کہ میرا مقصد عثمان کو قتل کرنا ہے تو میں قتل بھی ہو جاتی۔(۱)

۲۰۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ مکے میں کچھ لوگ عائشہ کے خیمے میں تھے، اتنے میں عثمان ادھر سے گذرے، انھیں دیکھ کر میرے سوا سب نے ان پر لعنت کی۔ ان میں ایک کوفی بھی تھا اور عثمان کوفیوں سے سخت نالاں تھے۔ کوفی سے کہا: اب تو مجھے ملامت کرتا ہے۔ پھر مدینہ جا کر اس کی سرزنش کی۔ اس کو فی سے کہا گیا تم طلحہ سے سفارش کر لو۔ طلحہ گئے تو عثمان نے کہا: میں تجھے سو تازیانے ماروں گا۔ طلحہ نے کہا: بخدا! تم نہیں مار سکتے اس نے زنا نہیں کیا ہے۔ عثمان نے کہا: میں اس کا وظیفہ بند کر دوں گا۔ طلحہ نے کہا: خدا روزی دیتا ہے۔(۲)

۲۱۔ ابن اثیر، فیروز آبادی اور ابن منظور و زبیدی نعثل کا مطلب لکھتے ہیں: احمق بڈھا اور نعثل ایک مدینہ کا یہودی باشندہ تھا چنانچہ جمہیر میں ہے، عثمان کو نعثل سے تشبیہ دیتے تھے۔ جو لمبی داڑھی والا مصری باشندہ تھا۔ ابوعبید کہتے ہیں کہ عثمان کو شناخت اور مذمت کی غرض سے لوگوں نے ان کا نام نعثل رکھ دیا تھا۔ عثمان ایک دن تقریر کر رہے تھے تو ایک شخص نے عثمان کی مذمت کی۔ عبداللہ بن سلام نے اس کو ٹوکا تو وہ خاموش ہو گیا۔ اس سے لوگوں نے کہا: اگر عبداللہ بن سلام کی قدر و منزلت کی وجہ سے ان کو کچھ نہیں کہہ سکتے تو نعثل کو گالی دو کیونکہ ابن سلام شیعہ عثمان ہے۔ دشمنان عثمان نے اسے نعثل کہنا شروع کر دیا۔ عائشہ کہتی تھیں: نعثل کو قتل کر دو۔ خدا اسے قتل کرے اور ان کی مراد نعثل سے عثمان تھے۔ یہ انھوں نے اس وقت کہا جب انھوں نے عثمان سے خفا ہو کر مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ حیاۃ الحیوان میں ہے کہ نعثل ''نر درندہ'' کو کہتے ہیں اور دشمنان عثمان انھیں نعثل کہتے تھے۔(۳)

۱۔ العقد الفرید، ج۴، ص۱۱۱۔ ۲۔ العقد الفرید، ج۴، ص۱۱۸۔

۳۔ النهایة، ج۵، ص۸۰۔ القاموس المحیط، ص۱۳۷۴۔ لسان العرب، ج۱۴، ص۱۹۸۔ تاج العروس، ص۱۴۱۔ حیاۃ الحیوان، ج۲، ص۳۶۵۔

۲۲۔ بلاذری الانساب میں لکھتے ہیں کہ عائشہ روتی ہوئی گھر سے باہر نکلیں اور کہتی جاتی تھیں: عثمان قتل کر دیے گئے خدا انھیں بخشے۔ عمار یاسر نے ان سے کہا: کل تم نے ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور آج ان کا ماتم کر رہی ہو؟ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں یہ روایات واضح طور سے ہمیں بتاتی ہیں کہ عائشہ کبھی عثمان کو سزاوار خلافت نہیں سمجھتی تھیں۔ ہمیشہ انھیں پاپی سمجھتی رہیں۔ ان کا بس چلتا تو پتھر میں باندھ کے دریا میں ڈال دیتیں۔ تیروں کی زد پر لے آتیں۔ اسی لیے لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتی رہیں۔ جامۂ رسولؐ دکھاتی رہیں۔ عثمان کے قتل ہونے کے بعد بھی اپنے اسی نظریہ پر باقی تھیں۔ لیکن جب طلحہ کو حکومت نہ مل سکی جس کے لیے یہ سب پاپڑ بیلے تھے تو اب رخ بدل گیا اور آسمان پھٹ پڑنے کی بات کرنے لگیں۔ لوگوں کو انتقام خون عثمان کے لیے ابھارنے لگیں کہ اس طرح طلحہ کو حکومت مل جائے۔ ورنہ قصاص کا حق عائشہ کو ہرگز نہ تھا وہ دوسرے خاندان کی تھیں۔ پھر یہ کہ عورتوں کو فوجی ترتیب اور جنگ سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ خود رسول خداؐ نے انھیں جنگ جمل میں شرکت سے منع کیا تھا۔ چنانچہ مقام حوأب پر کتوں کے بھونکنے کے بعد رسولؐ کی پیش گوئی یاد آئی تو واپسی کا ارادہ کیا لیکن طلحہ وزبیر کی سیاسی کرتب بازیوں سے اپنی باغیانہ حرکت پر باقی رہ گئیں۔ آخر جب طلحہ موت کے گھاٹ اتر گئے تو ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور خلافت علیؑ بھی مستحکم ہو گئی۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۵۔ وج ۵، ص ۳۶۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۷۰۔ ۷۵۔ ۹۱۔ (ج ۴، ص ۱۸۷۔ ۱۳۹۔) ۲۱۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۴۳، ص ۴۶، ص ۵۷۔ (ج ۱، ص ۴۷، ۵۱، ۶۱۔) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۰۔ ۱۶۶، ۱۷۲، ۱۷۶، (ج ۴، ص ۴۰۷) (ص ۴۴۹، ۴۵۸، ۴۶۵،) حوادث، ۳۶ھ۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۶۷، ۲۷۲۔ (ج ۴، ص ۱۱۱، ۱۱۸۔) تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۳۱۹۔ (ج ۲۷، ص ۲۲۱، نمبر ۳۲۱۳) استیعاب القسم الثانی، ۱۶، ۷ب، (نمبر ۱۲۰۹۔) شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۷۷، ۵۰۶۔ (ج ۶، ص ۲۱۵) خطبہ ۷۹، ج ۱۰، ص ۹۔ ۵۔ خطبہ ۱۷۵۔ تذکرۃ الخواص، ص ۳۸، ۴۰۔ (ص ۶۱، ۶۴، ۶۹۔) نھایۃ ابن اثیر، ج ۴، ص ۱۶۶، (ج ۵، ص ۸۰) اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۱۵۔ ج ۳، ص ۱۴۔ نمبر ۲۴۹۱۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۸۷۔ (ج ۲، ص ۳۱۳) حوادث، ۳۶ھ۔ القاموس المحیط، ج ۴، ص ۵۹۔ حیاۃ الحیوان، ج ۲، ص ۳۵۹، (ج ۲، ص ۳۶۵) سیرۂ حلبیہ ج ۳، ص ۳۱۴۔ (ج ۳، ص ۲۸۶۔ لسان العرب، ج ۱۴، ص ۱۹۳۔ (ج ۱۴، ص ۱۹۸۔)

عبدالرحمٰن بن عوف: بدری مجاہد، ممبر شوری، عشرہ مبشرہ کی فرد

۱۔ بلاذری لکھتا ہے کہ ابوذر کے ربذہ جلاوطن ہونے کے بعد علیؑ اور ابن عوف نے عثمان کی اس غلط حرکت پر گفتگو کی۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ سب تمہارا کیا ہوا ہے۔ ابن عوف نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم اور آپ ان سے جنگ کریں کیونکہ عثمان نے تمام عہد و پیمان کو پیروں تلے روند ڈالا ہے۔

۲۔ تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ جب عثمان نے اموی چھوکروں کو گورنر بنا دیا تو لوگوں نے ابن عوف سے کہا: یہ سب آپ کا کیا ہوا ہے۔ جواب دیا: میں نہیں سمجھتا تھا وہ ایسے ہو جائیں گے اب میں عہد کرتا ہوں کہ کبھی اس سے بات نہ کروں گا۔ مرتے دم تک بات نہ کی۔ عیادت کے موقع پر منہ پھیر لیا۔

۳۔ بلاذری لکھتا ہے مرض الموت میں ابن عوف سے عثمان کا تذکرہ کیا گیا تو کہا: حکومت استوار ہونے سے قبل ہی اس کا کام تمام کر دو۔ جب عثمان کو معلوم ہوا تو ابن عوف کے ریوڑ اور کنویں کو قبضے میں کر لیا۔ ابن عوف نے بددعا کی تو کنواں خشک ہو گیا۔

۴۔ انھوں نے قسم کھائی تھی کہ کبھی عثمان سے بات نہ کریں گے۔

۵۔ سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ ابن عوف نے وصیت کی تھی کہ عثمان ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔

۶۔ ابن عبد ربہ لکھتے ہیں کہ جب عثمان نے اموی چھوکروں کو حکمراں بنایا تو لوگوں نے ابن عوف کو طعنہ دیا۔ وہ غصہ میں عثمان کے پاس گئے اور کہا: میں نے تمہیں دوسروں پر ترجیح دی کہ تم سیرت ابوبکر و عمر اختیار کرو گے، لیکن تم اسے نظر انداز کر کے اپنے خاندان والوں کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کرنے لگے۔ عثمان نے کہا: عمر نے خدا کے لیے خاندان والوں کو نظر انداز کیا اور میں خدا ہی کے لیے خاندان والوں کا خیال رکھتا ہوں۔ ابن عوف نے عہد کر لیا کہ عمر بھر عثمان سے کلام نہ کریں گے۔ مرض الموت میں عیادت کے لیے عثمان گئے تو منہ دیوار کی طرف کر لیا۔(۱)

۱۔ انساب، بلاذری، ج ۵، ص ۵۷، (ج ۶، ص ۱۷۱۔۱۷۲۔) العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۵۸، ۲۶۱، ۲۷۲۔ (ج ۴، ص ۱۰۱، ۱۱۸۔) تاریخ ابوالفداء، ج ۱، ص ۱۶۶۔

۷۔ مسور کا بیان ہے کہ عثمان کے پاس کچھ صدقات کی مالیات آئی وہ سب حکم کو بخش دیا۔ جب یہ خبر ابن عوف کو ہوئی تو مسور کو مامور کیا کہ تم جا کر اس کو حکم سے لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔ (۱)

۸۔ ابو حلال عکری کتاب اوائل میں لکھتے ہیں کہ عثمان اور ابن عوف کے حق میں دعائے علیؑ مستجاب ہوگئی، یہ دونوں مرتے دم تک ایک دوسرے کے دشمن رہے عثمان نے قصر بنوا کر دعوت کی، ابن عوف نے دیکھ کر کہا: لوگ تمہارے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں میں اسے مانتا نہیں تھا آج سمجھا ہوں کہ درست کہتے تھے۔ میں اپنی بیعت پر خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ یہ سن کر عثمان نے انھیں نوکر کے ذریعے گھر سے نکال باہر کیا اور لوگوں کو ملنے سے منع کر دیا۔ نتیجے میں کوئی ان سے نہ ملتا تھا صرف ابن عباس علم قرآن سیکھنے جاتے تھے۔ (۲)

ابو ہلال (۳) نے شوریٰ کے موقع پر دعائے علی علیہ السلام کا جو اشارہ کیا ہے اس میں علی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ خدا تم دونوں میں عناد پیدا کر دے۔ اور ابن عوف کے قول ''لوگ تمہارے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں میں اسے مانتا نہیں تھا'' سے اشارہ ہے شوریٰ کے وقت عثمان کی بدعتوں کے اندیشے سے نیز یہ کہ بنی امیہ حکومت کو گیند بنالیں گے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اب یہاں غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ ہنگام بیعت روش عمر و ابوبکر کی جو شرط کی گئی تھی وہ سنت رسولؐ کے مخالف تھی یا موافق۔ اگر موافق تھی تو شرط کرنا مہمل تھا۔ اگر مخالف تھی تو کسی مسلمان کو اسے قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لیے حضرت علیؑ نے سیرت شیخین کے شرط پر بیعت سے انکار کیا تھا۔ (۴)

کاش! ابن عوف جب سیرت شیخین پر عمل کی شرط پیش کر رہے تھے تو اس نکتے کی طرف بھی متوجہ

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۳۔ (ج ۴، ص ۳۶۵، حوادث ۳۵ھ۔) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۰۔ (ج ۲، ص ۲۸۶، حوادث ۳۵ھ) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ (ج ۲، ص ۱۴۹۔ خطبہ ۳۰۔)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۵۶، ۶۶، (ج ۱، ص ۱۹۶، خطبہ ۳۔)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۳۔ (ج ۱، ص ۱۸۸، خطبہ ۳۔)

۴۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۷۵۔ (ج ۱، ص ۱۲۰، حدیث ۵۵۸۔) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴۰۔ ص ۲۳۸۔ تمہید باقلانی، ص ۲۰۹۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۱۴۶۔ (ج ۷، ۱۶۵۔ حوادث ۲۴ھ۔)

ہوتے، پتہ نہیں وہ سمجھ بھی رہے تھے یا نہیں کہ سیرت شیخین کی شرط کرنا سنت رسول ﷺ کے مخالف ہونے کا ثبوت ہے۔ بالفرض اگر ابن عوف اس نکتے کو نہیں سمجھ رہے تھے تو بے سمجھے بوجھے کوئی بات پیش کرنا صریحی جہالت ہے چہ جائیکہ اسلامی معاشرے کی تنظیم و تربیت کے انحصار کے حساس موقع پر مجہول بات پیش کرنا سخت نقصان رساں ہے۔

باقلانی نے اس شرط کی توجیہ کی ہے کہ ہر متعلم کو پڑھنے سے قبل سمجھ لینا ضروری ہے، عثمان سے تو ایسی توقع کی ہی نہیں جا سکتی کہ وہ سمجھتے نہ ہوں گے۔(۱)

اب ذرا عثمان کی طرف آیئے۔ کیا جب سیرت شیخین کی شرط قبول کر رہے تھے تو سمجھ بھی رہے تھے کہ اس کا مطلب ہے سنت رسول ﷺ سے مخالف ایک شق پر عمل کرنا؟ پھر یہ کہ کیا وہ اس سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت اپنے اندر پا رہے تھے یا نہیں؟ اگر صلاحیت نہیں پا رہے تھے تو ایسی شرط قبول کیوں کی؟ دوسری صورت میں امت اسلامی کے بقاء و انحصار کا اہم معاملہ ان کے پیش نظر تھا ایسے موقع پر غیر سنجیدہ حرکت کیوں کی؟ اگر بالفرض وہ ان تمام باتوں سے باخبر تھے تو آخر شرط بیعت کے خلاف کیوں عمل کیا؟ پھر جب بن عوف نے انھیں سرزنش کی تو یہ صفائی کیوں دی کہ عمر اپنے طور پر عمل کر رہے تھے میں اپنے انداز پر عمل کر رہا ہوں۔ اس مضحک بہانے کو مسند احمد بن حنبل (۲) میں پیش کیا گیا ہے کہ ابن عوف کے جواب میں عثمان نے کہا کہ میں سیرت شیخین پر عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔(۳) میں پوچھتا ہوں کہ جب عمل کی طاقت نہ تھی تو اسے قبول کیوں کیا تھا؟ اور اگر جانتے تھے کہ سیرت عمر مطابق سنت رسولؐ ہے تو آپ نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ ہم میں سیرت رسول ﷺ پر عمل کی بھی صلاحیت نہیں۔ ان تمام سوالات و جوابات کا عبرت ناک پہلو یہ ہے کہ بن عوف نے کہا: میں نے تمہاری بیعت کر کے غلطی کی اب خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ امیر المومنینؑ کو تلوار اٹھانے اور جنگ کی رائے دے رہے ہیں۔ اس سے تو واضح ہے کہ وہ عثمان سے جنگ کرنا اور انھیں قتل کرنا جائز سمجھتے ہیں بلکہ دوسروں کو ابھار بھی رہے ہیں۔ عثمان کو

۱۔ التمہید باقلانی۔ ۲۱۰۔ ۲۔ مسند احمد، ج۱، ص ۶۸۔ (ج۱، ص ۱۰۹۔ حدیث ۴۹۲۔)

۳۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۷، ص ۲۰۶۔ (ج۷، ص ۲۳۱، حوادث ۳۵ھ۔)

ایسا پاپی سمجھ لیا کہ نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ عثمان سے مرتے دم تک بات نہ کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ سیرت عثمان کو مطابق قرآن نہیں سمجھتے۔ یہی وہ انداز تھا کہ عثمان نے ابن عوف کو منافق کہا۔ ابن حجر (۱) نے اس کی مضحک توجیہ یہ کی ہے کہ بن عوف کے آنے سے عثمان بہت زیادہ ہراساں ہوتے تھے اس لیے ایسی بات کہی۔ اس توجیہ کی طرف حلبی (۲) نے سیرت النبیؐ میں اشارہ کیا ہے لیکن مضحک ہونے کی وجہ سے اسے نقل نہیں کیا ہے۔

اس کے علاوہ اس قوم سے پوچھا جائے کہ جو شرط عثمان سے کی گئی تھی اسے انھوں نے پورا کیا یا نہیں۔ کیا عثمان کو اختیار تھا کہ وہ چاہیں تو اس پر عمل کریں چاہیں تو نہ کریں؟ اگر بشرط لازم تھی تو انھوں نے اس پر عمل کیوں نہ کیا۔ آخر وارث علم رسول ﷺ حضرت علی علیہ السلام نے اس شرط کو کیوں ٹھکرا دیا تھا؟ کیا یہ شرط اس اہمیت کی حامل تھی کہ اگر خلیفہ عمل نہ کرے تو اسے معزول کر دیا جائے؟ پھر جب صحابہ نے اس شرط پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے معزول کرنا چاہا تو انھوں نے مقاومت کیوں کی؟ پھر ایسا کیوں ہوا کہ جب خلع خلافت پر آمادہ نہ ہوئے تو انھیں قتل کر دیا گیا؟ جب کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ تمام وہ افراد جو بغاوت میں شامل تھے سب کے سب عادل تھے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر حضرت علی علیہ السلام نے سیرت شیخین کے عمل کو ٹھکرایا تو انھیں خلافت کیوں نہیں سپرد کی گئی؟

نظریہ طلحہ: ممبر شوریٰ۔ عشرۂ مبشرہ کی فرد

۱۔ حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ کی حالت کے متعلق فرمایا ہے: خدا کی قسم! اس نے خون عثمان کا بدلہ لینے کے لیے اس لیے تیزی دکھائی ہے کہ اسے یہ ڈر ہے کہ کہیں اس سے خون عثمان کا مطالبہ نہ ہونے لگے۔ کیونکہ لوگوں کا گمان غالب اس کے متعلق یہی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ باغیوں میں اس سے بڑھ کر عثمان کے خون کا پیاسہ کوئی نہ تھا۔ چنانچہ اس نے خون کا عوض لینے میں جو فوجیں فراہم کی ہیں اس سے یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو مغالطہ دے تاکہ حقیقت مشتبہ ہو جائے۔ خدا کی قسم! اس نے عثمان کے معاملے میں

۱۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۶۸، (ص ۱۱۴۔)

۲۔ السیرۃ الحلبیہ، ج ۲، ص ۸۷۔ (ج ۲، ص ۷۸۔)

ان تین باتوں میں ایک پر بھی تو عمل نہ کیا۔ اگر بن عفان جیسا کہ ان کا خیال تھا ظالم تھے تو اسے چاہیئے تھا کہ ان کے قاتلوں کی مدد کرتا یا ان کے مددگاروں سے علیحدگی اختیار کر لیتا۔ اگر مظلوم تھے تو مناسب تھا کہ قتل سے روکنے والوں کی طرح عذر معذرت کرتا اور اگر ان دونوں باتوں میں شبہ تھا تو اس صورت میں چاہیئے تھا کہ ان سے کنارہ کش ہو کر ایک گوشے میں بیٹھ جاتا۔ اور انھیں لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا۔ لیکن اس نے ان باتوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہ کیا اور ایک بات کو سامنے لے کر آ گیا ہے کہ جس کی صحت کی کوئی صورت ہی نہیں اور نہ اس کا کوئی عذر درست ہے۔ (۱)

ابن ابی الحدید (۲) اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کہا جائے کہ طلحہ پہلے قتل عثمان کو جائز سمجھتے تھے۔ پھر بعد میں بدل گئے اور قاتلوں سے انتقام لینے لگے تو ہم کہیں گے کہ ایسی صورت ہوتی تو حضرت علی علیہ السلام متذکرہ تین قسمیں بیان نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ کا عقیدہ بدلا نہیں تھا اور تاریخ بھی اس کی گواہ ہے۔ کبھی طلحہ نے اپنے کیے پر شرمندگی کا مظاہرہ بھی نہیں کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ پھر حضرت علی علیہ السلام نے ان تینوں قسموں میں سے کسی پر عمل کیوں نہ کیا تو ہم جواب دیں گے کہ علیؑ تو عثمان کو ظالم سمجھ ہی رہے تھے اس لیے وہ اس تقسیم میں داخل نہیں ہیں۔

۲۔ طبری کی روایت ہے کہ ایام محاصرہ میں حضرت علیؑ نے طلحہ سے فرمایا کہ تمہیں خدا کی قسم ہے! لوگوں کو عثمان سے دور کرو۔ طلحہ نے کہا: ہرگز نہیں کروں گا تا کہ بنی امیہ اپنے کیفر کردار کو پہونچیں۔ اس لیے حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ خدا طلحہ سے سمجھے، عثمان نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس نے کیا کیا۔ (۳)

۳۔ طبری نے عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ کا بیان نقل کیا ہے کہ میں عثمان کے گھر پر آیا تھوڑی دیر بات کی تھی کہ سرگوشیوں کی آواز آنے لگی۔ ایک بولا: کس بات کا انتظار ہے؟ دوسرے نے کہا: ٹھہرو شاید اپنے رویے سے باز آ جائے۔ اتنے میں طلحہ آ گئے اور عدیس کو پوچھا۔ جب عدیس آیا تو طلحہ نے کچھ اس

۱۔ نہج البلاغہ، ج۱، ص۳۲۳۔ (ص۲۴۹، خطبہ۱۷۴۔)

۲۔ شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۵۰۶۔ (ج۱۰، ص۹، خطبہ۱۷۵۔)

۳۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۳۹۔ (ج۴، ص۴۰۵) حوادث، ۳۵ھ۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۸، (ج۲، ص۱۶۱ خطبہ، ۳۰۔)(ج۱۰، ص۵، خطبہ۱۷۵۔)

کے کان میں کہا پھر عدلیس نے آکر کہا: اب کوئی اس گھر میں نہ آئے نہ جاسکے۔ عثمان نے مجھ سے کہا: دیکھو یہ طلحہ نے حکم دیا ہے۔ پھر طلحہ کو بدعا کی: خدایا! اس نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا ہے، میرے حقوق پامال کئے ہیں۔ اسے خلافت تک نہ پہونچنے دینا، اسے قتل کر دینا۔ چونکہ اس نے میرا خون مباح کیا ہے جب کہ تین حالتوں ہی میں انسان کا خون مباح ہوتا ہے۔ قتل، زنائے محصنہ یا ارتداد۔ مجھے پتہ نہیں یہ لوگ کس جرم میں مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ پھر عثمان اپنے کمرے میں چلے گئے۔ میں محمد بن ابی بکر سے اجازت لے کر باہر آگیا۔(۱)

۴۔ طبری حسن بصری نے نقل کرتے ہیں کہ طلحہ نے عثمان سے اپنی زمین سات لاکھ درہم میں بیچ دی۔ جب روپے لئے تو طلحہ نے کہا: آدمی اتنے روپے گھر میں رکھ کر مغرور ہو جاتا ہے۔ جب کہ وہ جانتا ہو کہ خدا کا کیا امر پیش آنے والا ہے۔ پھر وہ مدینے کی گلیوں میں درہم تقسیم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ حسن کہتے ہیں: پھر وہ خود ہی عثمان کے اقتدار ہتھیانے کی سعی کرنے لگے۔(۲)

۵۔ عثمان طلحہ سے پچاس ہزار درہم کے طلبگار تھے۔ ایک دن طلحہ نے ان سے مسجد کے راستے میں کہا: تمہارا روپیہ فراہم کرلیا ہے لے لو۔ عثمان نے کہا: وہ تمہارا ہی ہے اب اسے اپنے حوصلے کے مطابق بخشش کردو۔ ایام محاصرہ میں سزائے معکوس کے طور پر اکثر اس کا تذکرہ کرتے تھے۔(۳)

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ طلحہ سب سے زیادہ بغاوت میں آگے آگے تھے۔ زبیر ان سے کم تھے۔ عثمان کہتے تھے: طلحہ کا ناس ہو۔ میں نے اسے اس قدر زر وسیم دیا لیکن اب وہ میرے خون کا پیاسہ ہے خدایا! اسے خلافت تک نہ پہونچنے دینا کو نے انجام کا مزہ چکھانا۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ایام محاصرہ میں طلحہ کپڑے سے اپنا منہ چھپائے رہتے تھے تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اور تیراندازی کرتے تھے۔

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۲۲۔ (ج۴، ص۳۷۸) حوادث ۳۵ھ۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۷۲ (ج۲، ص۲۹۱) حوادث ۳۵ھ۔
۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۳۹ (ج۴، ص۴۰۵) حوادث ۳۵ھ تاریخ ابن عساکر، ج۷، ص۸۱۔ (ج۲۵، ص۱۰۱) مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۱۱، ص۲۰۱۔
۳۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۳۹۔ (ج۴، ص۴۰۵) (حوادث ۳۵ھ۔)

محاصرہ کے وقت دروازے سے جانا ممکن نہ تھا تو طلحہ ہی نے پڑوس کے انصاری کا دروازہ کھلوا کر لوگوں کو اندر گھسنے کا راستہ دیا۔(۱)

۶۔ مدائنی مقتل عثمان میں لکھتے ہیں کہ طلحہ نے تین دن تک عثمان کو دفن ہونے سے روکا اور حضرت علی علیہ السلام نے پانچ روز تک لوگوں سے بیعت نہیں لی۔ حکیم بن حزام اور جبر بن مطعم نے حضرت علی علیہ السلام سے دفن عثمان میں کمک مانگی۔ طلحہ نے کچھ لوگوں کو مامور کر دیا تھا کہ جنازے پر سنگباری کریں۔ عثمان کے چند خاندان والوں کے سوا کسی نے جنازے میں شرکت نہ کی۔ انھیں یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا جب جنازہ وہاں پہونچا تو تابوت پر سنگباری کرنے لگے تو حضرت علی علیہ السلام نے پیغام بھیجا کہ اس کام سے باز آؤ تو وہ لوگ رکے۔ مروان اور تین نوکر اور بیٹی کے سوا کوئی نہ تھا۔ بیٹی رو رہی تھی اور لوگ ڈھیلے پھینک کر نعثل، نعثل کا شور مچا رہے تھے۔ پھر آواز دی گئی: دیوار کی طرف، دیوار کی طرف! نتیجہ میں وہیں دیوار کے کنارے دیر سلع میں جو یہودیوں کا قبرستان تھا دفن کر دیا گیا۔(۲)

۷۔ طلحہ ہی نے عثمان کو دیر سلع میں دفن کرنے کو کہا جو یہودیوں کا قبرستان ہے وہاں صرف طلحہ تھے۔(۳)

۸۔ عثمان کا محاصرہ کیا گیا تو حضرت علی اپنی زمینداری خیبر میں تھے۔ جب وہ آئے تو عثمان نے آپ کو بلوایا عثمان نے ان سے کہا: تم پر میرا حق مسلمانی و برادری ہے، تم جانتے ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواخاۃ میں تم کو اور مجھے بھائی بنایا تھا۔ پھر حق قرابت و دامادی بیان کیا اور عہد و پیمان کا حق بیان کیا۔ ہم لوگ زمانۂ جاہلیت میں ایک ساتھ تھے۔ پھر قبیلہ تیم نے ہم لوگوں کے ہاتھ سے حکومت اچک لی ہے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا: تم نے تیمی کے حکومت اچکنے کی بات صحیح کہی۔ پھر آپ گھر سے باہر آئے آپ نے اسامہ کو بلوایا پھر طلحہ کے پاس تشریف لے گئے۔ علی نے ان سے کہا: اے طلحہ! یہ تم نے کیا تماشے پھیلا رکھے ہیں۔ طلحہ نے کہا: یہ میں نے اس وقت کیا جب چاقو ہڈیوں تک پہونچ چکا تھا۔

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۴۰۴، (ج۹، ص۳۶۔۳۵) (خطبہ ۱۳۶۔)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۷۔۶۔ خطبہ ۷۵۔

۳۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۴۳۔ (ج۴، ص۴۱۳) (حوادث ۳۵ھ۔)

آپ وہاں سے خزانے کے پاس آئے دروازہ کھلوانا چاہا تو چابی نہ ملی۔ آپ نے دروازے توڑنے کو کہا اور مالیات کو نکلوا کر تقسیم کرانا شروع کیا۔ جب طلحہ کے پاس بیٹھے لوگوں کو معلوم ہوا تو آہستہ آہستہ وہاں سے الگ ہو کر علیؑ کے پاس آنے لگے۔ طلحہ اکیلے رہ گئے۔ عثمان کو اس کی خبر ہوئی تو خوش ہوئے۔ اس وقت طلحہ عثمان سے ملاقات کے لیے گئے۔ اندر جا کر کہا: اے امیرالمومنینؑ میں خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، میں نے ایک معاملہ سوچا تھا خدا درمیان میں حائل ہو گیا۔ عثمان نے کہا: بخدا! تم ہرگز نہ آتے۔ جب شکست کھائی ہے تو آئے ہو۔ خدا تم سے سمجھے گا اے طلحہ! (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: تاریخ کو خائن ہاتھوں نے کھلواڑ بنا کر حدیث مواخاۃ کو اس روایت میں ٹھوس دیا ہے۔ حالانکہ عثمان کی باتوں میں حق مسلمانی، قرابت اور عہد و میثاق کا ہی تذکرہ ہے۔ میں نے الغدیر کی جلدوں میں تفصیل سے بحث کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؑ کو اپنا بھائی بنایا تھا۔

۹۔ بلاذری لکھتا ہے کہ طلحہ نے عثمان سے کہا: کہ تم نے ایسی بدعتیں پھیلا رکھی ہیں کہ عوام جنھیں جانتی بھی نہیں۔ عثمان نے کہا: میں نے بدعتیں نہیں پھیلائی ہیں بلکہ تم عوام کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہو۔ (۲)

۱۰۔ بلاذری وابو مخنف لکھتے ہیں کہ بلوائیوں نے عثمان کا محاصرہ اس طرح سخت کیا کہ کسی کو آنے جانے نہیں دیتے تھے تو سعید بن عاص نے کہا: میں جامہ احرام پہن کر مکہ جاؤں گا۔ بلوائیوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے قسم کھائی کہ اگر وہ نکلا تو اس سے جم کے لڑائی ہوگی۔ طلحہ نے محاصرہ سخت کر کے پانی بھی بند کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ کو غصہ آگیا اور آپ نے عثمان کے یہاں پانی سے بھرے مشکیزے بھجوائے۔ (۳)

۱۱۔ بلاذری لکھتا ہے طلحہ وزبیر تمام معاملات پر چھائے ہوئے تھے۔ طلحہ نے عثمان پر پانی بند کر دیا

۱۔ تاریخ طبری، ج۶، ص۱۵۴، (ج۴، ص۴۳۰) (حوادث ۳۵ھ۔) تاریخ کامل، ج۳، ص۷۰۔ (ج۲، ص۲۸۶۔) (حوادث ۳۵ھ) شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۵۔ (ج۲، ص۱۴۸) (خطبہ ۳۰۔) تاریخ ابن خلدون، ج۲، ص۳۹۷، (ج۲، ص۹۵۸۔)

۲۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۴۴۔ (ج۵، ص۱۵۶۔)

۳۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۷۱، (ج۶، ص۱۸۸۔)

تھا۔اس وقت حضرت علی مدینے سے باہر تھے آپ نے کہلایا کہ عثمان پر پانی بند نہ کرو۔اسے پیاسہ قتل نہ کرو،طلحہ نے بات نہ مانی۔(۱)

الامامۃ والسیاسۃ میں ہے کہ کوفی اور مصری بلوائیوں نے محاصرہ سخت کردیا،طلحہ نے کہا: جب تک عثمان پر کھانا پانی بند نہ کرو گے وہ خوف نہیں کھائیں گے اس پر پانی بند کردو۔(۲)

۱۲۔طلحہ سے مجمع بن جاریہ نے کہا: میرا خیال ہے تم لوگ عثمان کو قتل ہی کردو گے۔طلحہ نے جواب دیا:اگر وہ قتل ہوجائے تو نہ وہ فرشتہ مقرب ہے نہ رسول اور نبی ہے۔(۳)

۱۳۔بلاذری لکھتا ہے کہ عثمان نے ایک مجمع میں جس میں طلحہ تھے سلام کیا۔انھوں نے جواب سلام نہیں دیا۔عثمان نے طلحہ سے کہا: میں نہیں سوچتا تھا کہ کبھی زندگی کا ایسا موقع بھی آئے گا جب تم جواب سلام نہ دو گے۔(۴)

۱۴۔ایام محاصرہ میں کمان طلحہ کے ہاتھ تھی۔عثمان نے بن حارث کے ذریعے ایک شعر لکھ کر مدد طلب کی۔حضرت علی اس دن نماز پڑھا رہے تھے۔حضرتؑ نے لوگوں کو پراگندہ کردیا،طلحہ نے یہ دیکھ کر عثمان سے معافی مانگی۔عثمان نے کہا: اے حضرمی بچے! تو لوگوں کو میرے خلاف بھڑکا رہا تھا،اب ناکامی ہوئی ہے تو معافی مانگنے آیا ہے،خدا تجھے کبھی معاف نہ کرے۔(۵)

۱۵۔ابن سیرین کہتے ہیں کہ سب سے بڑے مخالف عثمان،محاصرہ میں طلحہ تھے۔(۶)

۱۶۔جنگ جمل میں طلحہ نے کہا: خون عثمان سے میرا دامن آلودہ ہے اس لیے اب یہ دھبہ اسی طرح دھویا جاسکتا ہے کہ ان کے خون کا بدلہ لیا جائے۔خدایا! آج خون عثمان کا بدلہ مجھ سے لے تاکہ تو راضی

۱۔انساب بلاذری،ص۹۰(ج۶،ص۲۱۱۔)

۲۔الامامۃ والسیاسۃ ج۱،ص۴۳۔(ج۱،ص۴۰۔)

۳۔انساب بلاذری،ج۵،ص۷۴۔(ج۶،ص۱۹۲۔)

۴۔انساب بلاذری،ج۵،ص۷۶،ج۶،ص۱۹۵،تاریخ الخمیس،ج۲،ص۲۶۰۔

۵۔انساب بلاذری،ج۵،ص۷۷،ج۶،ص۱۹۶۔

۶۔انساب بلاذری،ج۵،ص۸۱۔(ج۶،ص۲۰۱)العقد الفرید،ج۲،ص۲۶۹،(ج۴،ص۱۱۳۔)

ہو جائے۔(۱)

۱۷۔ابن عساکر میں ہے کہ جنگ جمل میں مروان نے تیر مار کر طلحہ کو ہلاک کیا۔ پھر ابان بن عثمان سے کہا: میں نے تمہارے باپ کا بدلہ لے لیا۔ مروان کا تیر طلحہ کے زانو میں لگا تھا۔ کسی طرح نکل نہیں رہا تھا سخت اذیت تھی۔ خود سے کہنے لگے: اسے مت نکالو کہ اسے خدا نے بھیجا ہے۔(۲)

استیعاب (۳) میں ہے کہ تمام تذکروں میں ہے کہ بلاشبہ مروان ہی نے طلحہ کو تیر مارا تھا جب کہ وہ انھیں کے لشکر میں تھا۔

(ابن حجر اصابہ، مستدرک حاکم، طبری اور دوسری معتبر تاریخیں اس کی شہادت دیتی ہیں (۴)

۱۸۔عبدالملک بن مروان کہتا تھا: اگر امیر المومنین مروان نے خود نہ کہا ہوتا کہ میں نے طلحہ کو قتل کیا ہے تو میں طلحہ کی ذریت میں کسی کو بھی خون عثمان کے بدلے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا۔(طبقات بن سعد)(۵)

۱۹۔نوادر حمیدی میں ہے کہ موسی بن طلحہ سے ولید نے کہا: تم جب میرے سامنے آتے ہو تو قتل کا ارادہ کرتا ہوں لیکن چونکہ مروان نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے طلحہ کو قتل کیا ہے یہی سوچ کر باز آجاتا ہوں۔(۶)

۲۰۔طبری لکھتا ہے کہ طلحہ وزبیر نے لوگوں کے سامنے تقریر کی: بصرے والو! میں نے عثمان سے

۱۔طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۲۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۸۴۔(ج ۲۵، ص ۱۰۹)(نمبر ۲۹۸۳۔) مختصر تاریخ، ابن عساکر ج ۱۱، ص ۲۰۴۔ وتذکرۃ الخواص، ص ۴۴، ص ۷۷۔

۲۔تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۸۴، (ج ۲۵، ص ۱۱۳۔۱۱۲)(نمبر ۲۹۸۳۔) مختصر، ابن عساکر، ج ۱۱، ص ۲۰۷۔

۳۔استیعاب، القسم الثالث، ص ۷۶۶، نمبر ۱۲۸۰۔

۴۔الاصابۃ، ج ۲، ص ۲۳۰۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۷۰۔(ج ۳، ص ۴۱۸)(حدیث ۵۵۹۱۔) ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۵۹۔(ج ۴، ص ۲۳۰۔) انساب، بلاذری، ج ۶، ص ۲۶۷۔ مروج الذہب، ج ۲، ص ۳۸۲۔ العقد الفرید، ج ۴، ص ۱۲۸۔ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۳۳۸، حوادث، ۳۶ھ۔

۵۔طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۲۳۔

۶۔تھذیب التھذیب، ج ۵، ص ۲۲۔(ج ۵، ص ۲۰۔)

صرف باز پرس کا ارادہ کیا تھا انھیں قتل کرنا مقصود نہ تھا۔ لیکن چند احمقوں نے انھیں قتل کردیا۔ اب تم اس سے توبہ کرو۔ لوگوں نے کہا: اے طلحہ! لیکن تم نے ہمیں جو خط لکھا تھا اس میں دوسری ہی بات تھی۔ (۱)

۲۱۔ مسعودی لکھتا ہے کہ حضرت علی نے طلحہ کو آواز دے کر پوچھا: تم کیوں جنگ پر آمادہ ہو؟ کہا کہ عثمان کا بدلہ۔ علی نے کہا: ہم دونوں میں سے جو بھی ذمہ دار ہو خدا اسے قتل کرے۔ (۲) (دعائے علی اسی وقت مستجاب ہوئی اور طلحہ قتل ہو گئے۔)

۲۲۔ طلحہ و زبیر جب بصرے کے مقام سبخہ پہونچے تو عبداللہ بن حکیم تمیمی ان خطوط کے ساتھ ملنے آیا جو پہلے لکھے گئے تھے۔ پوچھا کیا یہ خط آپ لوگوں کے نہیں ہیں؟ جواب دیا: ہاں!

عبداللہ نے کہا: آپ نے ہمیں پہلے تو کا عثمان کو معزول کرنے اور قتل کرنے کا حکم دیا اب ان کے انتقام کا نعرہ بلند کررہے ہیں۔ بخدا! یہ آپ کا نظریہ صرف اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے دنیا حاصل کیجئے ذرا ہوش میں آیئے۔ اگر آپ کا یہی عقیدہ ہے تو حضرت علی علیہ السلام نے جس وقت بیعت لینی چاہی تھی کیوں خوشی خوشی بیعت کی۔ اب آپ نقض بیعت کرکے ہم لوگوں کو بغاوت و کفر میں گھسیٹنے آئے ہیں۔ (۳)

۲۳۔ ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ جب عائشہ و طلحہ و زبیر بصرہ وارد ہوئے تو لوگوں نے صف باندھ کر ان سے پوچھا: اے ام المومنین! آپ کس لیے گھر سے باہر نکلی ہیں؟ جب لوگ بار بار اس سوال کو دہرانے لگے تو ایک طراز سخنور نے کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا: لوگو! عثمان ایسے بھی نہ تھے کہ ان کا قتل واجب ہوتا، وہ مظلوم قتل ہوئے۔ ہم اس پر غصہ ہو جاتے ہیں کہ تمھیں کوئی ناحق تازیانہ مارے۔ پھر عثمان کے قتل پر کیوں نہ قیام کریں گے۔ اب قاتلوں سے انتقام لے کر معاملے کو شوریٰ پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ ایک شخص نے ٹوکا کہ غلط کہتا ہے۔ دوسرا بولا: صحیح کہتا ہے۔ اس پر تو تو میں میں ہونے لگی۔ اسی درمیان ایک شخص نے طلحہ کا خط نکال کر دکھایا جس میں قتل عثمان پر ابھارا گیا تھا۔ پوچھا: کیا یہ خط آپ کا ہے؟ انھوں

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۷۰۔ (ج ۴، ص ۴۶۹۔ حوادث ۳۶ھ۔)

۲۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۱۱۔ (ج ۲، ص ۳۸۳۔)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۵۰۰ (ج ۹، ص ۳۱۸) (خطبہ ۱۷۳۔)

نے کہا: ہاں۔ اس نے پوچھا: کل تم نے قتل پر ابھارا اور قتل ہوئے ہر اعتبار سے سزاوار شخص کی بیعت کر لی گئی۔

تم نے بھی ان کی خوشی خوشی بیعت کر لی۔ طلحہ نے کہا: جب ہم سے کہا گیا تو ہم نے قتل کے خوف سے بیعت کر لی تھی کیونکہ علی علیہ السلام نے غاصبانہ خلافت پر قبضہ کر لیا تھا اور لوگوں نے بھی بیعت کر لی تھی۔ پوچھا: اب آپ کی کیا رائے ہے؟ جواب دیا: اب ہمیں انتقام خون عثمان کے لیے کھڑا ہونا چاہیئے۔ پوچھا: تو کیا کیا جائے؟ جواب دیا: تم لوگ ہمارے ہاتھوں پر انتقام خون عثمان کی بیعت کرو۔ اور علی علیہ السلام کی بیعت توڑ دو۔ پوچھا: تمہارے بعد دوسرا کوئی آ کر یہی کہے تو ہم کیا کریں؟ جواب دیا: اس کی بیعت نہ کرنا۔ لوگوں نے کہا: تم نے انصاف کی بات نہیں کہی۔ ہمیں علی علیہ السلام سے جنگ کا حکم دے رہے ہو جن کی بیعت خود تم نے کی ہے۔ سن لو کہ ہم نے علی علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے۔ اب ہم تمہارے بائیں ہاتھ پر بیعت کر سکتے ہیں لوگ یہ باتیں سن کر منتشر ہو گئے۔ کچھ لوگ عثمان بن حنیف گورنر کی طرف اور کچھ طلحہ کی طرف ہو گئے۔

پھر جاریہ بن قدامہ نے عائشہ سے پوچھا: خدا نے آپ کی حرمت معین کی ہے اور گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ اس حرمت کو توڑ کر اس ملعون اونٹ پر آئی ہیں۔ جو آپ سے جنگ کرے وہ گویا آپ کے قتل پر راضی ہے۔ اگر آپ اپنی رائے سے آئی ہیں تو اپنے گھر واپس جایئے اور اگر دوسروں کی رائے سے آئی ہیں تو اس سے باز پرس کیجئے۔ (الامامۃ والسیاسۃ)(۱)

۲۴۔ ابو مخنف لکھتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے دعا فرمائی خدایا! طلحہ نے میری بیعت توڑ دی اور لوگوں کو ابھار کر عثمان کو قتل کرایا پھر مجھ پر اتہام رکھا۔ خدایا! اسے مہلت نہ دے۔ خدا! یا زبیر نے قطع رحم کیا، میری بیعت توڑی، علانیہ میری مخالف کی۔ آج اس کے شر سے مجھ کو بچا۔ (۲)

۲۵۔ علقمہ بن وقاص لیثی کہتا ہے کہ جب طلحہ و زبیر و عائشہ نے قیام کیا تو میں نے اکیلے میں طلحہ سے ملاقات کر کے سینہ سے لپٹایا۔ طلحہ نے کہا: کل ہم تم پہاڑ کی طرح ایک تھے آج دو حصوں میں بٹ گئے ہیں

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۶۰۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید۔ ج۱، ص۱۰۱۔ (ج۱، ص۳۰۶) خطبہ ۲۲۔

اور خون کے پیاسے ہیں۔ میں نے عثمان کے خلاف شورش کی اب اس کی توبہ یہی ہے کہ انتقام کا نعرہ بلند کروں اور اس طرح میرا خون بہہ جائے۔ (تاریخ طبری) (۱)

طلحہ کے لیے توبہ کا بہترین راستہ یہ تھا کہ اولیاء مقتول یا امام وقت کے حوالے اپنے کو کر دیتے نہ یہ کہ امام کی بیعت توڑ کے شورش پیدا کریں۔ اس طرح سے ہزاروں بے گناہ افراد کا خون بہہ گیا اور قتل و خون کا ایک لامتناہی سلسلہ چل نکلا۔

نظریۂ زبیر بن عوام: عشرہ مبشرہ کی فرد، ممبر شوریٰ

۱۔ طبری (۲) حالات جنگ جمل میں لکھتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے زبیر کو بلوایا۔ وہ آکر برابر کھڑے ہو گئے۔ علی علیہ السلام نے پوچھا: تم کیوں آئے ہو؟ زبیر نے کہا: تمہیں حقدار خلافت نہیں سمجھتا، نہ تم مجھ سے اس معاملہ میں افضل ہو۔ علی علیہ السلام نے پوچھا: کیا میں بعد عثمان حقدار خلافت نہیں ہوں؟ میں تمہیں عبد المطلب کی اولاد سمجھتا تھا جب تک تمہارا بد معاش بیٹا پیدا نہ ہوا تھا۔ اس نے تم کو مجھ سے جدا کر دیا۔ اس کے علاوہ زبیر کی بدسلوکیاں گنائیں۔

پھر فرمایا رسولؐ نے ایک بار تم سے کہا تھا کہ تم علی علیہ السلام کے خلاف ظالمانہ بغاوت کرو گے۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۸۳۔ (ج۴، ص۴۷۶) حوادث، ۳۶ھ۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۲۰۴۔ (ج۴، ص۵۰۸) حوادث، ۳۶ھ۔ مروج الذھب، ج۲، ص۱۰، (ج۲، ص۳۸۰۔) تاریخ کامل، ج۳، ص۱۰۲۔ (ج۲، ص۳۳۵۔) حوادث ۳۶ھ۔

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۳۶۶۔ (ج۳، ص۴۱۳) حدیث ۵۵۷۴۔ ۵۵۷۵۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۲۰۰۔ ۲۰۴۔ (ج۴، ص۵۰۲۔ ۵۰۹) حوادث ۳۶ھ۔ الاغانی، ج۱۶، ص۱۳۱۔ ۱۳۲۔ (ج۱۸، ص۶۰۔ ۶۲۔) العقد الفرید، ج۲، ص۲۷۹۔ (ج۴، ص۱۲۹۔) مروج الذھب، ج۲، ص۱۰۔ (ج۲، ص۳۸۰۔) تاریخ کامل، ج۳، ص۱۰۲۔ (ج۲، ص۳۳۵۔) حوادث، ۳۶ھ۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۷۳، (ج۴، ص۲۴۸۔) مجمع الزوائد، ج۷، ص۲۳۵، فتح الباری، ج۱۳، ص۴۶۔ (ج۱۳، ص۵۵۔) المواھب اللدنیہ، ج۲، ص۱۹۵۔ (ج۳، ص۵۶۷۔) الخصائص الکبریٰ، ج۲، ص۱۳۷، ج۲، ص۱۳۷۔ (ج۲، ص۲۳۳۔) شرح المواھب زرقانی، ج۳، ص۳۱۸۔ (ج۷، ص۲۱۷۔) سیرۂ حلبیہ، ج۳، ص۳۱۵، ج۳، ص۲۸۷۔

زبیر یہ سن کر واپس جانے لگے تو بیٹے نے طعنہ دیا کہ تم موت کے ڈر سے بھاگ رہے ہو۔ زبیر نے کہا: وائے ہو! میں نے قسم کھائی ہے کہ علیؑ سے جنگ نہ کروں گا۔ بیٹے نے کہا: غلام آزاد کر کے کفارہ دے دو۔ اور حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ تم مجھ سے خون عثمان کا بدلہ لینا چاہتے ہو جب کہ تم نے ہی انھیں قتل کیا، خدا اس کو قتل کرے جس نے انھیں قتل کیا ہے۔ اس روایت کو حافظ عاصمی نے زین الفتی میں اور مسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

۲۔ مسعودی لکھتا ہے کہ مروان نے جنگ جمل میں کمان اٹھائی۔ ایک سمت طلحہ تھے اور دوسری سمت زبیر تھے۔ کہنے لگا مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ ادھر تیر ماروں یا ادھر۔ پھر طلحہ کو تیر مار کر ہلاک کر دیا۔(۱)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ طلحہ و زبیر سب سے زیادہ قتل عثمان میں کوشاں تھے۔ زبیر کہتے تھے کہ اسے قتل کر دو کیونکہ اس نے تمہارا دین بدل دیا ہے۔ لوگوں نے کہا: آپ کا فرزند ان کے دروازے پر محافظ ہے۔ کہنے لگے: قتل بھی کر دو چاہے میرا بیٹا ہی پہلے قتل ہو جائے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ عثمان کل پل صراط پر مردار کی طرح ہوگا۔(۲)

۴۔ انساب بلاذری میں ہے کہ زبیر نے عثمان سے جا کر کہا: مسجد میں کچھ لوگ، تمہارے ظلم پر احتجاج کر رہے ہیں اور اجرائے قانون الٰہی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ازواج رسول ﷺ بھی ہیں آپ ان کا سامنا کیجیے۔ عثمان نے قبول کیا اور گھر سے نکلے۔ لوگوں نے اسلحہ اٹھا لیا۔ عثمان نے زبیر سے کہا: میں تو کسی کو ظلم کے خلاف احتجاج کرتے نہیں دیکھتا نہ کوئی حق کا مطالبہ کر رہا ہے۔ پھر عثمان اپنے گھر چلے گئے اور زبیر نے اپنے گھر کی راہ لی۔(۳)

۵۔ بلاذری نے بحوالہ صالح عجلی لکھا ہے کہ عثمان نے زبیر سے نزاع کیا۔ زبیر نے کہا: میں تم سے تلوار سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوں۔(۴)

۱۔ مروج الذھب، ج۲، ص۱۱۔ (ج۲، ص۳۸۲۔)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۴۰۴۔ (ج۹، ص۳۶۔۳۵۔) خطبہ ۱۳۷۔

۳۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۷۶۔ (ج۶، ص۱۹۵۔)

۴۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۱۴۔ (ج۶، ص۱۱۷۔)

عثمان کے خلاف طلحہ وزبیر کی سانٹھ گانٹھ

۱۔ طلحہ وزبیر کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! انھوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انھوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا۔ وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انھوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا بدلہ چاہتے ہیں جسے انھوں نے خود بہایا ہے۔ اب اگر اس میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے۔ اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں میں نہیں تو پھر اس کا مطالبہ صرف انھیں سے ہونا چاہیئے۔ اور ان کے عدل وانصاف کا پہلا قدم یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے خلاف حکم لگائیں۔ اور میرے ساتھ میری بصیرت کی جلوہ گری ہے۔ نہ میں نے خود ان کو کبھی دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کسی سے دھوکا ہوا اور بلاشبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر) اور ایک بچھو کا ڈنک (حمیرا) ہے۔(۱)

استعیاب (۲) میں حالات طلحہ کے تحت حضرت کا اسی سے ملتا جلتا کلام درج ہے۔ آخر میں امام نے فرمایا: بخدا! طلحہ، زبیر اور عائشہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں حق پر ہوں اور وہ باطل پر ہیں۔

۲۔ امیر المومنین نے کوفے والوں کو خط لکھا: مسئلہ عثمان کے بارے میں تم کو ایسی اطلاع دیتا ہوں جو مثل چشم دید گواہ کے بنادے گی۔ لوگوں نے ان پر تنقید کی، میں مہاجروں کی ایک فرد تھا جو ان کے کاموں پر سرزنش کرتا تھا، زبیر نے آسان ترین سعی میں بھی تندروی دکھائی، اس پر عائشہ نے آگ برسائی، ایک جماعت نے آکر انھیں قتل کردیا اور لوگوں نے بغیر کسی جبر واکراہ کے میری بیعت کرلی۔(۳)

۳۔ بلاذری لکھتا ہے کہ حضرت علیؑ ایک اموی کے گھر سے گذرے۔ اندر سے کسی لڑکی کے نغمے کی تان سنائی دی: قتل عثمان کی ذمہ داری زبیر پر ہے، اس سے بھی زیادہ ظالم طلحہ تھا، ان دونوں نے آگ

۱۔ نہج البلاغہ، ج۱، ص۲۵۴، (ص۱۹۴) خطبہ، ۱۳۷۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۹، ص۳۳، خطبہ، ۷، ص۱۳۷۔

۲۔ استیعاب، القسم الثانی، ص۷۶۷۔ نمبر ۱۲۸۰۔

۳۔ نہج البلاغہ، ج۲، ص۲، ص۳۶۳۔ کتاب ۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۲۹۰، (ج۱۴، ص۷) کتاب ۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۵۸۔ (ج۱، ص۵۸) (ج۱، ص۶۳)

بھڑکائی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا اس لڑکی کو قتل کرے۔ خوب سمجھتی ہے کہ انتقام کس سے لیا جائے۔(۱)

۴۔ طبری نے ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے: قتل عثمان کے پانچ روز بعد مکہ سے مدینہ آیا اور علیؑ کے گھر گیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ مغیرہ حضرت کی خدمت میں ہے تھوڑی دیر بعد مغیرہ نے نکل کر سلام کر کے پوچھا: کب آئے؟ میں نے کہا: ابھی آیا ہوں۔ پھر میں نے حضرت کی خدمت میں جا کر سلام کیا۔ مجھ سے پوچھا: تم نے طلحہ و زبیر کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! نواصف میں تھے۔ پوچھا: ان کے ساتھ کون کون تھا؟ میں نے کہا: ابوسعید بن حارث اور ہشام، ان کے ساتھ کچھ اور لوگ۔ فرمایا: یہ لوگ پلٹیں گے نہیں اور خون عثمان کی گہار مچا کے قیام کریں گے۔ حالانکہ بخدا! وہ جانتے ہیں کہ وہ خود ہی قاتل عثمان ہیں۔(۲)

۵۔ طبری لکھتا ہے سعید نے مروان کے جرگے کے ساتھ اس سے ذات عرق پر ملاقات کی، ان سے کہا: کہاں جاتے ہو قصاص والے تو اسی شتر پر سوار ہیں۔ انھیں قتل کر کے گھر واپس جاؤ۔ اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ انھوں نے کہا: نہیں، ہم اس لیے جا رہے ہیں کہ شاید سبھی قاتلوں کو قتل کر سکیں۔ پھر سعید نے طلحہ و زبیر سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا: کامیابی کے بعد حکومت کس کو سونپو گے۔ سچ سچ بتانا؟ انھوں نے کہا: ہم دونوں میں سے جس کی بھی بیعت کر لی جائے۔ بولا: ان کو فرزندان عثمان کے سپرد کر دو۔ کیا تم خون عثمان کا مطالبہ نہیں کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا: کامیابی کے بعد بوڑھے مہاجرین کے بیٹوں میں سے کسی کو حکومت سونپ دی جائیگی۔ سعید نے کہا: نہیں بلکہ خلافت قبیلہ عبد مناف سے باہر آنی چاہیئے۔ مغیرہ نے کہا: سعید کی بات صحیح ہے بنابریں ہر ثقفی کو کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیئے۔(۳)

۶۔ ابن عباس نے معاویہ کو لکھا: طلحہ و زبیر نے عثمان کے خلاف شورش پھیلائی۔ خود ہی علیؑ کی بیعت کر کے توڑی اور حکومت ہتھیانے میں لگ گئے۔ ہم نے اسی لیے ان سے جنگ کی۔ جس طرح تجھ

۱۔ انساب الاشراف، ج۶، ص۲۲۹۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۶۰۔ (ج۴، ص۴۴۰) حوادث، ۳۵ھ۔

۳۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۶۸۔ (ج۴، ص۴۵۲) حوادث، ۳۶ھ۔

سے اس لیے جنگ کر رہا ہوں کہ تو باغی گروہ ہے۔(۱)

۷۔ قبیلہ طے کے سردار حابس نے معاویہ کے سامنے اپنے چچیرے بھائی کو پیش کیا کہ یہ قتل عثمان اور بعد کے تمام حالات کا چشم دید گواہ ہے اس سے تفصیل معلوم کر لیجئے کیونکہ معتبر اور سچا آدمی ہے۔ معاویہ نے تفصیل پوچھی تو کہا: محمد بن ابی بکر اور عمار یاسر قتل عثمان کے عہدار تھے۔ عدی بن حاتم، مالک اشتر اور عمرو بن حمق اس میں بہت زیادہ پھرتی دکھار ہے تھے لیکن سب سے زیادہ کوشش طلحہ وزبیر نے کی۔ حضرت علی علیہ السلام ان تمام معاملات سے قطعی علیحدہ تھے۔ پھر لوگ حضرت علیؑ کی بیعت کرنے اس طرح ٹوٹ پڑے کہ جوتیاں گم ہوگئیں، عبائیں دوش سے گر گئیں اور بوڑھے کچل گئے۔ کسی نے اس درمیان عثمان کا نام تک نہ لیا۔(۲)

۸۔ مستدرک حاکم میں حسن بصری کا بیان نقل ہے کہ طلحہ وزبیر بصرہ آئے۔ لوگوں نے ان سے آنے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ خون عثمان کا بدلہ لینے آئے ہیں۔ حسن بصری کہتے ہیں: اے سبحان اللہ! لوگ اتنی بھی عقل نہیں رکھتے تھے کہ ان سے پوچھتے: بخدا قسم! تمہارے علاوہ کس نے انھیں قتل کیا ہے؟(۳)

۹۔ جب عائشہ بصرہ کے قریب پہونچیں تو عثمان بن حنیف نے ابوالاسود دوئلی کو بھیجا کہ آنے کی وجہ پوچھیں۔ عائشہ نے کہا: خون عثمان کا بدلہ لینے۔ جواب دیا: یہاں بصرہ میں کوئی قاتل عثمان نہیں۔ عائشہ نے کہا: صحیح ہے لیکن مدینے میں علیؑ کے پاس ہیں۔ میں آئی ہوں کہ بصرہ والوں کو لے کر علیؑ سے جنگ کروں۔ تم لوگ عثمان کے ہاتھ سے تازیانہ کھاتے تھے تو میں غصہ ہوتی تھی۔ عثمان کے قتل پر تلوار کیوں نہ اٹھاؤں۔ کہا گیا: آپ کو تازیانہ اور شمشیر سے کیا کام۔ آپ کو خدا نے گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ عورتوں سے جہاد ساقط ہے۔ پھر یہ کہ خود علیؑ آپ کے مقابلے میں عثمان کے رشتہ دار ہیں، انھیں عبد مناف کے خاندان میں ہونے کا شرف حاصل ہے، انھیں آپ سے زیادہ قصاص کا حق حاصل ہے۔ عائشہ نے کہا:

۱۔ وقعہ (کتاب) صفین، ص۴۷۲۔ ص۴۱۵۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۸۹۔ (ج۸، ص۶۶) خطبہ ۱۳۴۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۴۷۔ (ج۱، ص۷۸۔) کتاب صفین، ص۷۲۔ (ص۶۵۔) شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۲۵۹۔ (ج۳، ص۱۱۱۔)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۱۸۔ ج۳، ص۱۲۸۔ حدیث ۴۶۰۶۔

میں نے جو ارادہ کرلیا ہے اسے بجالائے بغیر واپس نہ جاؤں گی ۔ اے ابوالاسود! کیا تم سوچ سکتے ہو کہ کوئی مجھ سے بھی جنگ کرنے کی جرأت کرے گا۔ جواب دیا: جی ہاں! آپ سے سخت ترین جنگ ہوگی۔
پھر ابوالاسود دوئلی نے زبیر سے ملاقات کی اور کہا: لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کے وقت تمہیں دیکھا تھا کہ قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھے ہوئے چلارہے تھے کہ کوئی بھی علیؑ سے زیادہ حقدار خلافت نہیں ہے ۔ یہ آج تمہاری حالت کیا ہے؟ زبیر نے خون عثمان کی بات کہی تو ابوالاسود نے کہا: مجھے تو معلوم ہوا ہے کہ تم نے اور طلحہ ہی نے انھیں قتل کرایا۔ پھر طلحہ سے ملنے گئے تو دیکھا کہ وہ جنگ اور فتنہ ہی کی بات کررہا ہے۔(۱)

۱۰۔ عثمان بن حنیف اپنے ساتھیوں کے ساتھ طلحہ وزبیر سے ملنے گئے تاکہ خدا کو درمیان میں لاکر بیعت علی علیہ السلام کی یاد دلائیں ۔ انھوں نے کہا: ہم انتقام خون عثمان لینا چاہتے ہیں ۔ کہا گیا: تم سے کیا ربط؟ ان کے بیٹوں کو انتقام لینا چاہئے ۔ نہیں، خدا کی قسم! ایسا نہیں ہے جب تم لوگوں نے دیکھا کہ لوگ علیؑ کی بیعت و خلافت پر متفق ہوگئے ہیں تو ان پر حسد کرنے لگے۔ خود خلافت ہتھیانے کی فکر میں لگ گئے جو ہاتھ سے نکل گئی ۔ یہ سن کر طلحہ وزبیر عثمان بن حنیف کو ماں بہن کی گندی گندی گالیاں دینے لگے۔(۲)

۱۱۔ جب طلحہ وزبیر و عائشہ خیبر کے مقام اوطاس پر پہونچے تو سعید بن عاص نے مغیرہ کے ساتھ ان سے ملاقات کی ۔ عائشہ سے پوچھا: کہاں جارہی ہیں ام المومنین! جواب دیا: برائے انتقام خون عثمان بصرہ جارہی ہوں ۔ کہا: قاتلان عثمان تو آپ ہی کے ساتھ یہ لوگ ہیں ۔ پھر مروان کی طرف رخ کرکے یہی کہا کہ قاتلان عثمان تو تمہارے ہی ساتھ یہ دونوں طلحہ زبیر ہیں ۔ انھوں نے عثمان کو قتل کیا کہ حکومت حاصل کرلیں ۔ جب حکومت نہ حاصل کرسکے تو اب خون سے اپنا گناہ دھونا چاہتے ہیں ۔ پھر مغیرہ نے لوگوں کی طرف رخ کرکے کہا:

لوگو! تم نے ام المومنین کے ساتھ قیام کیا ہے ۔ اگر انھیں گھر میں واپس کردو تو تمہارے حق میں بہتر ہے ۔ قاتلان عثمان تو تمہارے ہی ساتھ ہیں ۔ ورنہ پھر بتاؤ کہ علیؑ کے کون سے اقدام سے تم لوگ

۱۔ الامامہ والسیاسۃ، ج۱، ص۵۷۔ (ج۱، ص۶۱۔) العقد الفرید، ج۲، ص۲۷۸۔ (ج۴، ص۱۲۴۔) شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۸۱، (ج۶، ص۲۲۵۔) خطبہ ۷۹۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۵۰۰۔ (ج۹، ص۳۱۹) خطبہ ۱۳۷۔

ناراض ہو۔ خدا کو یاد کرو، کیا ایک سال میں دو فتنے برپا ہوں گے؟ لیکن لوگوں نے مغیرہ کی بات نہ مانی۔(۱)

۱۲۔ جب طلحہ و زبیر نے بصرہ میں چھاؤنی ڈالی تو ابن حنیف نے عمران بن حصین اور ابوالاسود کو سمجھانے بجھانے کے لیے بھیجا۔ ان دونوں نے بلند آواز سے طلحہ کو آواز دی۔ جب وہ سامنے آئے تو ابوالاسود نے کہا: تم نے بغیر ہمارے مشورے کے عثمان کو قتل کیا اور اسی طرح علیؑ کی بیعت کر لی۔ ہمیں نہ تو قتل عثمان پر غصہ آیا نہ بیعت علیؑ پر۔ اب تم رائے بدل کے بیعت علیؑ توڑنے پر آمادہ ہو جب کہ ہم بیعت پر قائم ہیں۔ اب تم ہی کو اس کے تصفیہ کی صورت نکالنی چاہیے۔

اس کے بعد عمران صحابی رسول ﷺ نے تقریر شروع کی:

اے طلحہ! تم نے عثمان کو قتل کیا تو ہم اس پر غصہ نہ ہوئے پھر تم نے علیؑ کی بیعت کر لی تمہاری بیعت کے بعد ہم نے بیعت کی، اب اگر قتل عثمان صحیح تھا تو تم نے یہ راستہ کیوں اپنایا؟ اور اگر صحیح نہیں تھا تو اس خرابی میں تمہارا حصہ زیادہ ہے۔ تمہیں سب سے زیادہ اس کی سزا ملنی چاہیے۔ طلحہ نے کہا: تمہارے صاحب علیؑ کا نظریہ یہ ہے کہ کسی کو خلافت میں شریک نہ کیا جائے۔ اب ہمارے بیعت توڑنے کا معاملہ دوسرا ہے، بخدا قسم! ہم ضرور علیؑ کو قتل کریں گے۔ ابوالاسود نے عمران سے کہا: اب آپ نے سمجھ لیا کہ یہ صرف حکومت کے چکر میں سارا ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں۔

پھر یہ دونوں زبیر کے پاس گئے اور کہا: ابھی ہم نے طلحہ سے گفتگو کی ہے۔ یہ سن کر زبیر نے کہا: میں اور طلحہ ایک جان دو قالب ہیں۔ آپ لوگ سمجھ لیجئے کہ عثمان کے معاملے میں ہم سے کچھ غلطیاں ہوئی ہیں اب ہم انتقام کے ذریعے ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر حالات زمانہ ہمارے موافق ہوئے تو۔(۲)

۱۳۔ عمار یاسر نے تقریر میں فرمایا: کوفے والو! اگرچہ تم موجود نہیں تھے لیکن تمہیں تمام حالات معلوم ہو گئے ہیں، قاتلان عثمان کو ان کے قتل سے انکار نہیں ہے، نہ عذر و توبہ کر رہے ہیں۔ وہ قرآن کو فیصلے کی بنیاد بنانا چاہتے ہیں تا کہ مخالفوں کے سامنے بات چیت ہو سکے۔ خدا اسے زندہ رکھے جو تعلیمات

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۵۵۔ (ج۱، ص۶۰۔)

۲۔ الامامۃ السیاسۃ، ج۱، ص۵۶۔ (ج۱، ص۶۱۔)

قرآن کو زندہ رکھے اور اسے قتل کرے جو اسے مردہ کرے۔ طلحہ وزبیر نے سب سے پہلے زبان طعن کھولی اور سب سے آخر تک قتل عثمان کا حکم دیتے رہے انھیں دونوں نے سب سے پہلے علیؑ کی بیعت کی اور جب ان کی امیدوں کے برخلاف گذرا تو بیعت توڑ دی۔ حالانکہ علیؑ سے کوئی بدعت سرزد نہیں ہوئی تھی۔(۱)

۱۴۔ بلاذری نے بحوالہ مدائنی نقل کیا ہے کہ عبدالملک نے علقمہ بن صفوان کو مکہ کا گورنر بنایا۔ اس نے منبر پر جا کر طلحہ وزبیر کو گالیاں دیں۔ اور نیچے آکر ابان بن عثمان سے پوچھا: میں نے تمہارے باپ کے قاتلوں کو گالیاں دیں تو تم خوش ہوئے؟ ابان نے کہا: نہیں ہرگز نہیں مجھے بہت برا لگا۔ کیونکہ میں تم کو بھی قتل عثمان میں شریک سمجھتا ہوں ۔(۲)

۱۵۔ حضرت علیؑ نے تقریر میں فرمایا:

طلحہ وزبیر کی سنو کہ ان دونوں نے میری بیعت کی تم جانتے ہو۔ پھر خیانت کرتے ہوئے بیعت توڑ کر عائشہ کو لیے ہوئے بصرہ چلے گئے تا کہ اتحاد اسلامی کو پارہ پارہ کردیں۔ خدایا! ان کے کرتوت پر ان سے سخت انتقام لے اور انھیں مہلت زندگی نہ دے کیونکہ یہ ایسا مطالبہ کررہے ہیں جس کے خود مرتکب ہیں۔(۳)

۱۶۔ بحوالہ کلبی شرح ابن ابی الحدید میں حضرت کا ایک اور خطبہ ہے:

طلحہ وزبیر کیا کہتے ہیں؟ انھیں میری حکومت پر نہ کوئی حق اعتراض ہے نہ شرکت۔ انھوں نے ایک سال یا چند مہینے بھی صبر نہ کیا اور نافرمانی کر کے بغاوت پر کمربستہ ہو گئے۔ حالانکہ آزادانہ بیعت کے بعد بیعت توڑنے کا انھیں کوئی حق نہیں۔ یہ مردہ بدعت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ خون عثمان کا مطالبہ کررہے ہیں۔ یہ تو خود اس کے مرتکب ہوئے ہیں انھیں خود اپنے سے انتقام لینا چاہیئے۔ میں تو اس پر راضی ہوں کہ خدا انھیں مجرم قرار دیتا ہے۔(۴)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۵۹۔ (ج۱، ص۶۴۔)

۲۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۱۲۰۔ (ج۶، ص۲۴۹۔)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۰۲۔ (ج۱، ص۳۰۷، ۳۰۸۔) خطبہ ۲۲۔

۴۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۰۲، ج۱، ص۳۰۷۔ ۳۰۸۔ خطبہ ۲۲۔

۱۷۔ مالک اشتر نے امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا:

ہم پر طلحہ، زبیر اور عائشہ کا معاملہ بخوبی روشن ہے۔ یہ ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتے، انھوں نے راضی خوشی آپ کی بیعت کی اور بغیر کسی وجہ کے آپ سے باغی ہو گئے۔ اب وہ انتقام کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو خود اپنے سے انتقام لیں۔ کیونکہ پہلے انھوں نے ہی عثمان کے خلاف شورش پیدا کی پھر خون بہایا۔ خدا گواہ ہے اگر انھوں نے آپ کی بیعت نہ کر لی ہوتی تو میں عثمان کے پاس انھیں بھی پہونچا دیتا۔ کیونکہ تلواریں ہمارے کاندھوں پر تھیں اور آج بھی وہی دل ہمارے سینوں میں ہے۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس قسم کی روایات پچاس سے اوپر ہیں۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں دونوں نے عثمان کے خلاف شورش پیدا کی اور خون عثمان بہانا جائز سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے ایسا رویہ اپنایا جسے کوئی مسلمان جائز نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً طلحہ نے عثمان پر پانی بند کر دیا، جواب سلام نہ دیا، دفن میں رکاوٹ پیدا کی، جنازے پر سنگباری کی۔ وہ چاہتے تھے کہ عثمان کو حش کوکب میں دفن کیا جائے، جو یہودیوں کا قبرستان ہے۔ کیا یہ وہی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنھیں عادل کہا جاتا ہے، عشرہ مبشرہ کی فرد ہیں جنھیں جنت کی بشارت دی گئی؟ ان غلط حرکتوں کی بھلا کیا توجیہ کی جا سکتی ہے؟ لیکن ہمیں تو صرف اس نقطہ نظر سے غور کرنا چاہیئے کہ عثمان کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا۔

جہاں تک بیعت توڑنے اور توبہ کرنے کی بات ہے وہ واضح ہے کہ صرف حکومت ہتھیانے کے لیے یہ ڈھونگ رچایا گیا تھا۔ یہی بات زبیر پر بھی صادق آتی ہے، اس گناہ سے یہ توبہ زیادہ بڑا پاپ ہے، اس توبہ کی وجہ سے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کی جان گئی، زوجۂ رسول کو گھر سے باہر نکالا اور امام عادل کے خلاف مسلحانہ جنگ کی۔ ظاہر ہے کہ یہ توبہ بالکل جھوٹی تھی۔

عبداللہ بن مسعود بدری صحابی

گذشتہ صفحات (۲) میں عبداللہ ابن مسعود کے ساتھ عثمان کا رویہ بیان کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۰۳۔ ج۱، ص۳۱۱، خطبہ ۲۲۔

۲۔ اس جلد کے ابتدائی دو صفحے۔

ہے کہ ابن مسعود عثمان کے سخت مخالف اور بدعتوں پر تنقید کر کے عراقیوں کو بھڑکایا کرتے تھے، اسی لیے انھیں جیل اور جلاوطنی کے علاوہ اپنے وظیفے سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ عثمان نے غصے میں مسجد رسولؐ سے نکال باہر کیا۔ نوکروں نے کچل کر پسلیاں توڑ دیں اور خود عثمان نے چالیس تازیانے مارے۔ ابن مسعود نے عثمان کو اتنا برا آدمی سمجھا کہ عمر بھر غصہ رہے اور وصیت کر دی کہ عثمان میری نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ کیونکہ وہ امام عادل نہیں ہیں۔ طٰہٰ حسین (۱) لکھتے ہیں کہ کوفے کے زمانہ قیام میں ابن مسعود عثمان کا قتل جائز سمجھتے تھے اور ان کی بدعتوں پر تنقید کیا کرتے تھے۔ (۲) یہ ہے ایک عظیم بدری صحابی کی رائے جسے رسول اکرمؐ کا شبیہ کہا جاتا تھا، بہت اہم ہے کہ اس کے بعد عثمان کی صفائی دینے کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

عمار یاسر: بدری صحابی، خدا اور رسولؐ کے محبوب

۱۔ عمار نے جنگ صفین میں تقریر کی: خدا کے بندو! ہمارے ساتھ ان لوگوں سے جنگ کے لیے کھڑے ہو جاؤ جو ایک ظالم، پاپی مقتول کے انتقام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے نیک لوگوں نے قتل کیا۔ ہم نے اس کی بدعتوں کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتارا۔ وہ دولت دنیا پر ٹوٹا ہوا تھا۔ اب یہ بھی اپنی دنیا کے لیے جنگ کر رہے ہیں انھیں خوف ہے کہ علیؑ کی حکومت ہو گئی تو انھیں دنیا نہیں مل سکتی۔ انھیں سبقت اسلامی حاصل نہیں اور نہ حکومت کے لائق ہیں۔ یہ سیاسی بہانہ مطلق العنان بادشاہی کے لیے ہے۔ (۳)

۲۔ حضرت علیؑ نے ایک وفد معاویہ کے پاس بھیجا جس میں شبث بن ربعی بھی تھا۔ معاویہ سے شبث نے پوچھا: کیا آپ عمار یاسر پر قابو پا جائیں گے تو قتل کر دیں گے؟ معاویہ نے کہا: ہم کیوں نہ عمار کو

۱۔ الفتنۃ الکبریٰ۔ ص ۱۷۱۔ (المجموعۃ الکاملۃ لمؤلفات طٰہٰ حسین مجلد ۴، ص ۳۶۶۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۳۸۔ نمبر ۲۱۔

۳۔ کتاب صفین، ص ۳۶۱۔ ۳۶۹۔ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۲۱۔ (ج ۵، ص ۳۹) حوادث، ۳۷ھ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۳۔ (ج ۲، ص ۳۸۰) حوادث، ۳۷۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۵۰۴۔ ج ۵، ص ۲۵۲۔ خطبہ ۶۵۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۲۶۶ (ج ۷، ص ۲۹۶) حوادث، ۳۷ھ۔ جمہرۃ الخطب، ج ۱، ص ۸۱۔ (ج ۱، ص ۳۵۷) خطبہ ۲۴۵۔

قتل کریں گے؟ بخدا! اگر فرزند سمیہ (عمار یاسر) میرے قابو میں آجائے تو غلام عثمان کے بدلے میں ان کو قتل کردیں گے۔ شبث نے کہا: خدائے آسمان کی قسم! تم عمار یاسر کو اس وقت تک قتل نہیں کرسکتے جب تک کشتوں کے پشتے نہ لگ جائیں۔(۱)

۳۔ حضرت علی علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام کو عمار کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ سب سے پہلے مسروق بن اجدع نے عمار یاسر سے پوچھا: آپ نے عثمان کو کیوں قتل کیا؟ جواب دیا: چونکہ وہ ہماری عزت سے کھیلتا تھا اور ہمارے لیے دردسر تھا۔ مسروق نے کہا: بخدا! تم اپنی سزا کو نہیں پہونچے۔ پھر ابوموسیٰ آئے اور امام حسن علیہ السلام کو سینے سے لگا کر عمار کی طرف مخاطب ہوئے: تم نے قاتلان عثمان کا ساتھ دے کر اپنے کو ظالموں میں کرلیا۔ عمار نے کہا: ہم نے یہ کام نہیں کیا لیکن قتل کو برا بھی نہ سمجھا۔(۲)

۴۔ باقلانی کہتے ہیں کہ روایت ہے کہ عمار کہتے تھے عثمان کافر ہوگئے ہیں پھر وہ قتل عثمان کے بعد کہتے تھے کہ جب انھیں قتل کیا تو وہ کافر تھے۔(۳)

اس کے بعد باقلانی نے عثمان کی صفائی میں ادب آموزی کا خلیفہ کی طرف سے غور کیا ہے لیکن عمار کی شان میں صحاح و مسانید میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں یا قرآن میں جو مدح سرائی وارد ہوئی ہے اس کے بعد یہ صفائی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

۵۔ ابومخنف ایک شخص کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ مقام قادسیہ میں امام حسن علیہ السلام و عمار یاسر کو میں نے دیکھا کہ آپ فرمارہے تھے: مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ لوگوں نے عثمان کی لاش نکال کر آگ میں کیوں نہ جلادی۔(۴)

۱۔ کتاب صفین، ص ۲۲۳، ص ۱۹۸۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۳۔ (ج ۵، ص ۶) حوادث، ۳۷ھ۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۴، (ج ۲، ص ۳۶۸) حوادث، ۳۷ھ۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۴۴، (ج ۴، ص ۲۱) خطبہ ۵۴۔ البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۲۵۷، حوادث، ۳۷ھ جمہرۃ الخطب، ج ۱، ص ۳۳۳ خطبہ ۲۲۴۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۸۷، ج ۴، ص ۴۸۲، حوادث، ۳۶ھ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۸۵، (۱۴، ص ۱۹) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۷، (ج ۲، ص ۳۲۷) حوادث، ۳۶ھ۔

۳۔ التمہید باقلانی، ص ۲۲۰۔

۴۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۹۲، (ج ۲، ص ۱۱) خطبہ ۱۔

۶۔ نصر بن مزاحم نے عمار اور عمرو عاص کے درمیان گفتگو کو نقل کیا ہے۔ عمرو نے عمار سے پوچھا: عثمان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ عمار نے کہا: انھوں نے ہر برائی کا دروازہ کھولا۔ عمرو نے کہا: اسی لیے علیؑ نے انھیں قتل کیا؟

عمار نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! خدا نے انھیں قتل کیا اور علیؑ خدا کے ساتھ تھے۔

عمرو نے پوچھا: آپ بھی ان قاتلوں میں ہیں؟

عمار نے کہا: میں قاتلوں کے ہمراہ تھا اور آج بھی انھیں کے ساتھ ہو کر جنگ کر رہا ہوں۔

عمرو نے پوچھا: انھیں قتل کیوں کیا؟ عمار نے کہا: چونکہ اس نے ہمارا دین بدل دیا تھا۔

عمرو نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا: سنتے نہیں ہو، یہ خود قتل عثمان کا اعتراف کر رہے ہیں۔ عمار نے کہا: اسی طرح فرعون نے رخ کر کے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا: سنتے نہیں ہو....۔ (۱)

۷۔ عمار نے جنگ صفین میں للکارا:

کہاں ہیں وہ لوگ جو رضائے خدا کے لیے دولت و مال سے دل ہٹا چکے ہیں۔ یہ سن کر ایک جماعت نکلی۔ ان سے فرمایا: ان لوگوں سے جنگ کرو جو دعوی کرتے ہیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ بخدا! عثمان نے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور حکم خدا کے خلاف حکومت کی۔ (۲)

طہٰ حسین لکھتے ہیں عمار یاسر عثمان کو کافر کہتے تھے۔ ان کا خون مباح سمجھتے تھے اور نعثل کے نام سے خطاب کرتے تھے۔ (۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ ہے ایک عظیم صحابی کا، جس کی مدح میں قرآن و حدیث میں ہے کہ وہ سرتاپا ایمان سے لبریز ہے، حق اس کے ساتھ ہے اور وہ حق کے ساتھ۔ ان تمام تعریفوں کے ساتھ عمار یاسر کا عقیدہ تھا کہ عثمان ظالم تھے اور انھوں نے دین بدل دیا تھا لہٰذا ان کا قتل جائز ہے۔ جو لوگ ان کے انتقام میں کھڑے ہوئے تھے ان کو باغی گروہ سمجھتے ہیں اور سخت متعصف ہیں کہ ان کی لاش نکال کر

۱۔ کتاب صفین، ص۳۸۴، ص۳۳۸۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۷۳، (ج۸، ص۲۲) خطبہ ۱۲۴۔

۲۔ کتاب صفین، ص۳۶۰، ص۳۲۶۔

۳۔ الفتنۃ الکبری، ص۱۷۱۔ المجموعۃ الکاملۃ لمؤلفات طہٰ حسین مجلد ۴، ص۳۶۶۔

آگ میں کیوں نہ جلا دی گئی اور پھر وہ جنگ صفین میں باغی گروہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

مقداد: جنگ بدر کے شہسوار

یعقوبی (۱) نے خلافت عثمان کے ذیل میں لکھا ہے کہ مقداد حضرت علیؑ کے طرفدار تھے اور عثمان کی سخت مذمت کرتے تھے۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے مسجد میں ایک شخص کو دوزانو بیٹھے ہوئے دیکھا جو ایسے سرد آہ کھینچ رہا تھا جیسے اس کی ساری پونجی لٹ گئی ہو اور کہہ رہا تھا: مجھے قریش پر حیرت ہے کہ انھوں نے حکومت کو خاندان پیغمبرؐ سے نکال لیا۔ حالانکہ علیؑ سابق الایمان، ابن عم رسولؐ، عالم، افقہ اور سب سے زیادہ دین کے معاملے میں تکلیف اٹھانے والے تھے۔ وہ ہادی بھی تھے اور مہدی بھی تھے۔ اب امت صلاح سے دور ہو گئی ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ مقداد ابن اسود ہیں۔ ان کی تائید ابوذر اور ابن مسعود نے کی۔

ابن عبدربہ لکھتے ہیں کہ بیعت عثمان کے موقع پر عمار نے ابن عوف سے کہا: مسلمانوں میں اختلاف نہ ہونے کی ایک صورت ہے کہ علیؑ کی بیعت کی جائے۔ مقداد نے کہا: عمار صحیح کہتے ہیں۔ اگر علیؑ کی بیعت کی گئی تو ہم سب اطاعت شعار ہو جائیں گے۔ عبداللہ بن ابی سرح نے کہا: اگر چاہتے ہو کہ قریش میں اختلاف نہ ہو تو عثمان کی بیعت کرو اگر عثمان کی بیعت ہوئی تو ہم فرمان بردار ہونگے۔ عمار نے ابن ابی سرح کو گالی دیکر کہا: تو کب سے مسلمانوں کا ہمدرد بن گیا۔ پھر تقریر کی: لوگو! خلافت کو اہلبیت رسولؐ سے الگ نہ کرو....

مسعودی لکھتا ہے کہ عمار کی تقریر کے بعد مقداد نے کہا: میں نے کسی رسول کو نہیں دیکھا کہ اس کی وفات کے بعد اس کے خاندان کو اذیت دی گئی ہو۔

ابن عوف نے کہا: خلافت کا معاملہ تم سے متعلق نہیں ہے۔ مقداد نے کہا: بخدا! میں عشق رسولؐ میں ڈوب کر کہتا ہوں کہ میرا بھی خلافت سے تعلق ہے۔ تم نے قریش کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا ہے۔ بخدا! اگر

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۴۰۔ (ج ۲، ص ۱۶۳، ۔)

مجھے مددگار مل جائیں تو قریش کے خلاف بے دھڑک جنگ کروں، جس طرح رسولؐ کے ساتھ ان سے جنگ کی تھی۔(۱)

اس سے قبل لکھا جا چکا ہے کہ مقداد نے عثمان کو خط لکھ کر ان کی بدعتیں گنائی تھیں اور خدا سے ڈراتے ہوئے کہا تھا: اگر تم اس سے باز نہ آئے تو تم پر چڑھائی کی جائیگی۔(۲)

مقداد بزرگ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ دیندار، صالح اور دونوں ہجرتوں سے سرفراز تھے۔ اولین اسلامی جنگ، بدر میں رسولؐ کے ساتھ تھے۔ اہلسنت انھیں سات ان افراد میں گنتے ہیں جو اسلام لائے۔ رسولؐ نے انھیں شب زندہ دار کا لقب دیا تھا۔(۳) ایسا بزرگ صحابی جس سے محبت کرنے کا خدا نے رسول کو حکم دیا تھا۔ عثمان کے سخت مخالف تھے۔ گویا ان کی پوری پونجی ہی لٹ گئی ہو۔ لوگوں کو عثمان کے خلاف بغاوت پر ابھارتے تھے۔ ان کی حکومت کو نافرجام اور مایۂ بدبختی سمجھتے تھے۔ چلاتے ہیں کہ اگر مددگار مل جائیں تو چڑھ دوڑوں۔(۴)

حجر بن عدی، زاہد کوفہ

معاویہ نے مغیرہ کو والی کوفہ بنایا تو وصیت کی کہ علی علیہ السلام پر لعن اور عثمان پر رحمت و استغفار بہت زیادہ کرنا۔ مغیرہ نے اس پر سختی سے عمل کیا۔ وہ سات سال کچھ مہینے کوفہ کا گورنر رہا۔ اس درمیان جب بھی علی

۱۔ العقد الفرید، ج۲، ص۲۶۰، (ج۳، ص۱۰۰)۔ مروج الذھب، ج۱، ص۴۴۰، (ج۲، ص۳۶۰)۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۳۷، (ج۴، ص۲۳۲) حوادث ۳۲ھ۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۲۹، ۳۰۔ (ج۲، ص۲۲۳) حوادث، ۲۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۶۵۔ خطبہ، ۳۔

۲۔ انساب الاشراف، بلاذری، ج۶، ص۱۶۲۔

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۳۸۴، ۔۳۴۹۔ (ج۳، ص۳۹۱) حدیث، ۵۴۸۴۔ ص۳۹۲، حدیث ۵۴۸۷۔ استیعاب، ج۱، ص۲۸۹، القسم الثالث، ص۱۴۸۱۔ نمبر ۲۵۶۱۔ اسد الغابہ، ج۴، ص۴۱۰۔ (ج۵، ص۲۵۱) نمبر ۵۰۶۹۔ الاصابہ ج۳، ص۴۵۵، نمبر ۸۱۸۳۔

۴۔ سنن ترمذی، ج۵، ص۵۹۴۔ حدیث ۳۷۱۸۔ استیعاب، ج۱، ص۲۹۰۔ القسم الرابع، ۱۴۸۲۔ نمبر ۲۵۶۱۔ اسد الغابہ، ج۴، ص۴۱۰۔ (ج۵، ص۲۵۲)۔ الاصابۃ، ج۳، ص۴۵۵۔ نمبر ۸۱۸۳۔

پر لعنت، عثمان پر رحمت اور قاتلوں پر نفرین کرتا تھا تو حجر بن عدی عثمان اور ان کے حمایتی افراد پر لعنت کیا کرتے تھے۔ ۵۱ھ میں زیادہ گورنر ہوا تو اس نے بھی یہی رویہ اختیار کیا۔ حجر نے اس کے ساتھ بھی یہی طریقہ اپنایا۔ ایک دن خطبۂ جمعہ کو طول دیا تو حجر نے کنکریاں مار کر نماز یاد دلائی۔ زیاد نے یہ ماجرا معاویہ کو لکھ بھیجا اور معاویہ کے حکم سے ان صلحاء کوفہ کو جن میں ارقم بن عبداللہ، شریک بن شداد، صیفی بن فسیل، قبیصہ، کریم بن عفیف، عاصم بن عوف، ورقاء بن سمی، کدام بن حیان، عبدالرحمٰن بن حسان، محرز بن شہاب اور عبداللہ بن حویہ کو مرج عذرا میں قید کر دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ اگر تم نے محبت علی علیہ السلام سے براۃ نہیں کی تو تمہیں زندہ دفن کر دیا جائے گا۔ جب انھوں نے انکار کیا تو حجر، شریک، صیفی، قبیصہ، محرز اور کدام کو قتل کر دیا گیا۔(۱)

یہ نظریہ تھا عثمان کے بارے میں صحابی عظیم حجر کا، جو پھانسی کے پھندے پر بھی کہہ رہے تھے کہ عثمان نے سب سے پہلے ظالمانہ حکم اور باطل کو تقویت دی۔ وہ قتل ہو گئے لیکن اپنے عقیدے سے باز نہ آئے۔

عبدالرحمٰن بن حسان عنزی

حجر اور ان کے دوستوں کے قتل کے بعد عبدالرحمٰن بن حسان اور کریم بن عفیف نے معاویہ کے کارندوں سے کہا: مجھے معاویہ کے پاس لے چلو تاکہ علیؑ کے متعلق اس کے نظریہ کا اظہار کیا جائے۔ معاویہ سے پوچھا گیا تو اس نے دمشق بھیجنے کو کہا۔ ان دونوں نے حجر کی لاش دیکھ کر کہا: ہم تم سے دور نہیں ہیں۔ تم کیا ہی اچھے مسلمان تھے۔ پھر انھیں معاویہ کے پاس لے جایا گیا۔ کریم نے معاویہ سے کہا: تم فانی دنیا سے آخرت کی طرف بہر حال جاؤ گے خدا کو کیا جواب دو گے؟ پوچھا: علی علیہ السلام کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ کہا: میں وہی کہتا ہوں جو تو کہتا ہے۔ لیکن کیا تو دین علیؑ سے بیزاری اختیار کر سکتا ہے؟ شمر بن

۱۔ الآغانی ج۱۶، ص۱۱۔۲۔ (ج۱۷، ص۱۵۹۔۱۳۷)۔ تاریخ طبری، ج۶، ص۱۶۰۔۱۴۱۔ (ج۵، ص۲۸۵۔۲۵۳۔ حوادث، ۵۱ھ)۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۳۸۱۔۳۷۰۔ (ج۸، ص۲۷۔۲۱، نمبر ۵۸۸)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۴، ص۲۳۸۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۲۱۰۔۲۰۲۔ (ج۲، ص۴۸۸، حوادث، ۵۱ھ)۔ البدیہ والنھایہ، ج۸، ص۵۵۔۴۹، (ج۸، ص۵۹۔۵۴۔ حوادث ۵۱ھ)۔

عبداللہ جوان کا ہم قبیلہ تھا اس نے معاویہ سے شفارش کی۔ معاویہ نے ایک ماہ کی قید کے بعد اس شرط سے رہا کیا کہ کبھی کوفہ نہ جائیں۔

عبدالرحمٰن بن حسان سے معاویہ نے علیؑ کے متعلق رائے پوچھی تو فرمایا: وہ یادِ خدا میں مستغرق اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے تھے۔ عثمان کے متعلق پوچھا تو فرمایا: اس نے ظلم کا دروازہ کھولا اور حق کی راہیں بند کیں۔ معاویہ نے زیاد کو تاکید کی کہ بدترین موت مارو۔ اس نے مقام قیس ناطف میں انھیں زندہ دفن کر دیا۔(۱)

ہاشم مرقال

جنگ صفین میں معاویہ کے لشکر سے ایک جوان رجز پڑھتا ہوا نکلا کہ میں شاہان غسان کا فرزند اور دین عثمان پر ہوں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے... پھر وہ حملہ کر کے حضرت علیؑ کو برا بھلا کہنے لگا۔

ہاشم مرقال نے اس سے فرمایا: تو جو کچھ کہہ رہا ہے خدا کے یہاں اس کا جواب دینا ہوگا۔ جوان نے کہا: میں تم سے اس لیے جنگ کر رہا ہوں جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے تمہارا صاحب (علیؑ) نماز نہیں پڑھتا ہے، تم بھی نماز نہیں پڑھتے۔ تمہارے صاحب نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا اور تم نے قتل میں مدد کی۔ ہاشم نے فرمایا: تمہیں عثمان سے کیا مطلب؟ انھیں تو دیندار اصحاب رسولؐ نے قتل کیا جو امور مسلمین کے زیادہ حقدار تھے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم نے چند لمحے بھی امت یا دین کے متعلق اعتنا کی ہوگی۔ جوان نے کہا: ہاں، ہاں! میں جھوٹ نہیں بولوں گا کیونکہ جھوٹ سے بدبختی ملتی ہے۔ ہاشم نے کہا: چونکہ تمہیں اس کے متعلق زیادہ واقفیت نہیں اس لیے اس چکر میں نہ پڑو۔ جوان نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے مجھے اچھی نصیحت کی۔ ہاشم بولے: تم نے کہا کہ حضرت علیؑ نماز نہیں پڑھتے۔ تو سن لو کہ علیؑ نے سب سے پہلے

۱۔ الآغانی، ج۱۶، ص۱۰، (ج۱۷، ص۱۵۶۔) تاریخ طبری، ج۶، ص۱۵۵، (ج۵، ص۲۷۶۔ حوادث ۵۱ھ)۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۳۷۹۔ (ج۸، ص۲۷۔۲۶۔ نمبر ۵۸۸)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۲۰۹۔ (ج۲، ص۴۹۸، حوادث ۵۱ھ)۔

رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ دین کے سب سے بڑے فقیہ اور منصب ولایت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اور یہ جو فوج کی قطار دیکھ رہے ہو یہ سب قاری قرآن اور عابد شب زندہ دار ہیں۔ لہٰذا تم دین کے معاملے میں دھوکا نہ کھاؤ۔ جوان نے کہا: آپ مجھے مرد صالح دکھائی پڑتے ہیں اور میں گنہگار و خطا کار ہوں کیا میرے توبہ کی سبیل ہے؟ فرمایا: ہاں! توبہ کرو کیونکہ خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔(۱)

یہ ہاشم مرقال بزرگ صحابی رسول ﷺ اور دیندار بہادر ہیں۔ ان کی رائے عثمان کے بارے میں ہے کہ انھیں ان کی مخالفت قرآن اور بدعتوں کی وجہ سے اصحاب رسول ﷺ اور صاحبان قرآن دینداروں نے قتل کیا ہے۔(۲)

جہجاہ بن سعید: بیعت رضوان سے آراستہ صحابی

عثمان ایک بار خطبہ دے رہے تھے کہ جہجاہ نے ان کی طرف لپکتے ہوئے فرمایا: اے عثمان! نیچے اترو کہ تمہیں اسی عبا میں لپیٹ کر جبل دخان سے پھینک دوں، جہاں تم نے دیندار اصحاب رسول کو جلاوطن کیا ہے۔

پھر عثمان سے عصا چھین کر گھٹنے سے توڑ دیا۔ عصا کا ایک ٹکڑا ان کے زانو پر لگا اور اسے زخم آلود کر دیا جس کی وجہ سے انھیں خورہ ہو گیا۔ یہ ایام محاصرہ کے کچھ دن پہلے کی بات ہے۔(۳)

یہ بیعت رضوان والے صحابی جہجاہ ہیں جو عثمان کو دخان پہاڑ سے نیچے پھینکنے پر آمادہ ہیں تا کہ

۱۔ کتاب صفین، ۴۰۲، (۳۵۴)۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۳، (ج ۵، ص ۴۳۔ حوادث، ۳۷ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۷۸ (ج ۸، ص ۳۵۔ خطبہ، ۱۲۴)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۳۵ (ج ۲، ص ۳۸۴، حوادث، ۳۷ھ)۔

۲۔ استیعاب، القسم الاول، ص ۲۶۸، نمبر ۳۵۲۔ اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۳۶۵، نمبر ۸۱۸۔ الاصابۃ، ج ۱، ص ۲۵۳۔ نمبر ۱۲۴۵۔

۳۔ انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۴۷، (ج ۶، ص ۱۶۰)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۴۔ (ج ۴، ص ۶۶، حوادث، ۳۵ھ)۔ استیعاب القسم الاول، ص ۲۶۹، نمبر ۳۵۲۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۰، (ج ۲، ص ۲۸۷، حوادث، ۳۵ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۵۶، (ج ۲، ص ۱۴۹، خطبہ ۳)۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۲۳۔ (ج ۳، ص ۵۵)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۱۷۵ (ج ۷، ص ۱۹۷، حوادث، ۳۵ھ)۔ الاصابۃ، ج ۱، ص ۲۵۳، تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۶۰۔

بدعتوں کا خاتمہ ہو جائے۔ ان کے خورہ کو عثمان کی کرامت نہیں کہا جاسکتا۔ جس طرح عبداللہ مخزومی گورنر عثمان کے گھوڑے سے گر کر ہلاک ہونے کو عثمان سے متعلق نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ عام حالات اور اتفاقی حادثہ ہے، پھر یہ کہ ڈاکٹری اعتبار سے اس کی کوئی حقیقت بھی نہیں۔

سہل بن حنیف انصاری بدری

رفاعہ بن رافع انصاری بدری

حجاج بن غزیہ انصاری

بلاذری (۱) لکھتا ہے کہ زید بن ثابت انصاری نے جماعت انصار سے کہا: تم نے رسولؐ کی مدد کر کے انصار لقب پایا اس لیے خلیفہ رسولؐ کی مدد کرو۔ اکثر انصاریوں نے ان کی حمایت کا اعلان کیا لیکن سہل بن حنیف نے کہا: اے زید! عثمان نے مدینہ کے باغوں کے پھل سے تمہارا پیٹ بھر دیا ہے۔ زید نے کہا: یہ بڈھا عثمان اپنی موت آپ مرجائے گا اسے کیوں مارتے ہو۔ حجاج نے کہا: بخدا! اگر آدھے دن بھی اس کی عمر باقی ہے تو اسے قتل کر کے ہم تقرب خداوندی حاصل کریں گے۔ رفاعہ بن مالک اپنے ساتھ آگ لئے ہوئے آئے تھے۔ عثمان کے مکان میں پھونک دیا اور لوگ دوسرے دروازے سے گھس گئے۔

یہ تینوں اصحاب رسولؐ باعظمت تھے اور حجاج کی توجہ کے بارے میں حدیث رسول ﷺ بھی مروی ہے۔(۲)

ابوایوب انصاریؓ، مجاہد بدر، سابقین صحابہ کی فرد

اپنی تقریر میں فرمایا: امیر المومنین علیؑ کی بات وہی سنے گا جس کے پاس نصیحت پذیر سماعت اور

۱۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۷۸، وج۶، ص۱۹۷۔ (ج۵، ص۹۰) (ج۶، ص۲۱۱)۔

۲۔ الاصابۃ، ج۱، ص۳۱۳۔

حق پسند دل ہوگا۔ خدا نے تمہیں کرامت سے نوازا لیکن تم نے انھیں قبول نہ کیا، تمہارے درمیان ابن عم رسول ﷺ، خیر مسلمین اور بعد رسولؐ افضل وسید موجود ہے۔ اسے بھرپور دینی بصیرت ہے اور وہ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کے لیے للکار رہا ہے جن کا خون مباح ہے۔ لیکن تم لوگ کان میں تیل ڈالے بیٹھے ہو۔ بندگان خدا! کیا تم اس سے قبل کے گواہ نہیں ہو جب ظلم وعدوان کا دور دورہ تھا، جو تمام لوگوں پر محیط تھا، اس وقت حقدار محروم تھا، اس کی عزت لوٹی جا رہی تھی، مقدسات کی توہین ہو رہی تھی۔ طمانچے، پیٹ کچلنا، خاک چٹانا، عام تھا۔ لیکن جب امیر المومنینؑ کی حکومت ہوئی تو حق کا بول بالا ہوا، انصاف رواج پایا، قرآن پر عمل ہونے لگا۔ لھذا تمہیں شکر خدا ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے نعمتوں سے نوازا... تم تلوار اٹھالو اور جہاد کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ (۱)

یہ بزرگ صحابی رسول ﷺ ہیں جن کے گھر ہجرت میں رسول ﷺ نے قیام فرما کر اعزاز بخشا۔ اگر عثمان کی ظالمانہ حکومت کے سلسلے میں یہی ایک گواہی ہو تو بھی فیصلے کے لیے کافی ہے۔

قیس بن سعد: سردار خزرج، بدری صحابی

۱۔ مصر کے باشندوں کو بیعت علیؑ کی دعوت دیتے ہوئے تقریر کی: لوگو! ہمارے نزدیک بعد رسولؐ افضل ترین کی بیعت کی گئی ہے لہٰذا تم بھی قرآن وسنت پر عمل کی شرط کے مطابق ان کی بیعت کرو۔ (۲)

۲۔ معاویہ نے ایک خط میں عثمان کی کارستانیوں کے اعتراف کے ساتھ اس بات کا اقرار کیا کہ سب سے زیادہ تمہارا قبیلہ انصار ہی قتل عثمان میں آگے آگے تھا۔ پھر قیس کو گورنری کی لالچ دے کر اپنی بیعت کا مطالبہ کیا۔

قیس نے جواب لکھا: تم نے لکھا ہے کہ علیؑ نے قتل عثمان کے سلسلے میں کمک کی، مجھے اس کی اطلاح

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۱۲، ج۱، ص۱۱۳۔ جمہرۃ الخطب، ج۱، ص۲۳۶۔ (ج۱، ص۴۲۳)۔ (ج۱، ص۴۲۳، خطبہ، ۳۲۱)۔
۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۲۲۸۔ (ج۴، ص۵۴۹، حوادث، ۳۶ھ)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۱۱۵۔ (ج۲، ص۳۵۴، حوادث، ۳۶ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۳۔ (ج۶، ص۵۹، خطبہ، ۶۷)۔

نہیں لیکن یہ جو تم نے لکھا کہ میرے قبیلہ انصار نے سب سے زیادہ قتل عثمان میں پیش رفتی دکھائی تو یہ صحیح ہے اور قبیلہ انصار پر اس کی زیادہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔(۱)

۳۔ قیس بن سعد سے نعمان بن بشیر انصاری کی گفتگو جنگ صفین کے موقع پر ہوئی۔ نعمان نے کہا: کہ قبیلہ انصار نے ایام محاصرۂ عثمان میں عثمان کی کوئی مدد نہ کر کے سخت غلطی کی۔ جنگ جمل میں عائشہ کی مخالفت کی اور اب شام پر حملہ آور ہیں۔ اب اگر تم علیؑ کو چھوڑ کر ہم لوگوں کے ساتھ آ جاؤ تو اس کی تلافی ہو جائیگی۔

قیس یہ سن کر ہنسے اور فرمایا: تم کس قدر گستاخ ہو گئے ہو، اپنے بھائی کے ساتھ دوغلہ پن کر رہے ہو سن لو کہ عثمان کو ان لوگوں نے قتل کیا جو تم سے بہتر و افضل تھے۔ جمل والوں سے بیعت توڑنے کی وجہ سے ہم نے جنگ کی۔ اور شامیوں سے تو چاہے تمام عرب بھی بیعت کر لیں ہم بہر حال جنگ کریں گے۔ سن لو کہ ہماری آج وہی حالت ہے جو عہد رسول ﷺ میں تھی۔ ہم اس وقت تک لڑتے رہے جب تک حق استوار نہ ہو گیا۔ ادھر دیکھو کہ تمہاری طرف طلقاء اور دیہاتی ہیں۔ ادھر دیکھو کہ قاریان قرآن، مہاجرین اور انصار اور مردان صالح ہیں... اور تمہیں بھی کیا افتخار حاصل ہے؟(۲)

۴۔ قیس مدینہ آئے تو حسان جو طرفدار عثمان تھے بولے: علیؑ نے تمہیں دھوکہ دیا کہ تم نے عثمان کو قتل کیا (تم سے گورنری چھین کر) تمہارا اچھا شکریہ ادا نہیں کیا علیؑ نے۔ گناہ تمہاری گردن پر باقی رہ گیا۔

قیس نے کہا: اے دل کے اندھے! اگر ہمارے اور تمہارے قبیلوں میں جنگ ہوتی تو تیری گردن مار دیتا۔ نکل جا یہاں سے، دفعان ہو جا۔(۳)

یہ جوان مرد سردار خزرج ہے جو فضائل مکارم سے آراستہ ہوتے ہوئے عثمان کے قاتلوں میں انصار

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۲۲۷۔ (ج۴، ص۵۵۰، حوادث، ۳۶ھ)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۱۱۶۔ (ج۲، ص۳۵۵ حوادث، ۳۶ھ) شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۳۔ (ج۶، ص۶۰، خطبہ ۶۷)۔ النجوم الزاہرۃ، ج۱، ص۹۹۔ جمہرۃ الرسائل، ج۱، ص۵۲۴۔

۲۔ کتاب صفین، ص۵۱۱، ص۴۴۸۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۹۴۔ ج۱، ص۹۷۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۹۸۔ (ج۸، ص۸۷۔ خطبہ ۱۲۴)۔ جمہرۃ الخطب، ج۱، ص۱۹۰، (ج۱، ص۳۶۷۔۳۶۶، خطبہ ۲۵۶۔۲۵۵)۔

۳۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۲۳۱۔ (ج۴، ص۵۵۵، حوادث، ۳۶ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۲۵۔ (ج۶، ص۶۴۔ خطبہ ۶۷)

کے ہونے کا اقرار کرتا ہے اور امیر المومنین علیہ السلام کے اجراء قانون الٰہی کا اعتراف کرتا ہے۔

فروہ بن عمرو انصاری

امام مالک نے موطا میں باب (العمل فی القرأۃ) میں ان سے مروی ایک حدیث لکھی ہے لیکن ان کا نام نہیں لیا ہے۔ بلکہ صرف لقب (بیاضی) لکھا ہے۔ ابن وضاح اور ابن مزین نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ چونکہ فروہ قتل عثمان میں شریک تھے اس لیے ان کا نام نہیں لیا۔ ابوعمر نے استیعاب میں اس توجیہ کو لچر قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ مہمل بات ہے یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو یوم الدار انصار کے اقدامات سے ناواقف ہے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر صرف اس لیے کہ قتل عثمان میں شریک ہونا ایسا جرم ہے کہ عدالت سے خارج ہو جائے اور اس کی حدیث نقل نہ کی جائے، سخت مہمل بات ہے۔ فروہ فضائل ومحاسن سے آراستہ اصحاب کی صف میں ہیں۔ اوران کی حدیثیں عامہ کے یہاں حجت ہیں۔ پھر یہ کہ اگر یہ جرم ہے تو پھر تمام انصار شامل ہیں۔ اسی بات کی طرف ابوعمر نے اشارہ کیا ہے۔ بہر حال فروہ بھی عثمان کی غلط حرکتوں کے مخالف تھے۔ (۲)

محمد بن عمرو انصاری

ان کا نام خود رسول خداؐ نے محمد رکھا تھا جو ان کے افتخار کے لیے کافی ہے۔ ابوعمر لکھتے ہیں کہ عثمان کے سخت مخالفین میں چند افراد ایسے تھے جن کا نام محمد تھا: محمد بن ابی بکر، محمد بن ابو حذیفہ، محمد بن عمرو بن حزم۔

جابر بن عبداللہ انصاری

حجاج نے ابن زبیر سے فراغت پائی تو ایک یا دو ماہ مدینہ میں قیام کیا۔ وہاں شہریوں کے ساتھ

۱۔ استیعاب القسم الثالث، ص ۱۲۶۰۔ نمبر ۲۰۷۴۔ اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۷۹۔ ج ۴، ص ۳۵۷، نمبر ۴۲۱۳۔ الاصابۃ، ج ۳، ص ۲۰۴، شرح الموطا زرقانی، ج ۱، ص ۱۵۲۔ ج ۱، ص ۱۶۷، حدیث ۱۷۴۔

۲۔ استیعاب القسم الثالث، ص ۱۲۷۵۔ نمبر ۲۳۳۹۔

انتہائی برا برتاؤ کیا۔ کہتا تھا کہ یہ لوگ قاتلان عثمان ہیں۔ چنانچہ جابر بن عبداللہ انصاری کے ہاتھ پر مہر کی جیسا کی ذمیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ انس بن مالک کی گردن پر مہر کی۔ سھل بن سعد کو بلا کر کہا: تم نے عثمان کی مدد کیوں نہ کی تھی؟ انھوں نے کہا: میں نے مدد کی تھی۔ کہا: جھوٹ بکتے ہو اور ان کی گردن پر مہر کردی۔ (۱)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاج نے چند اصحاب رسول ﷺ کو سخت اذیت دی محض اس جرم میں کہ انھوں نے قتل عثمان میں شرکت کی تھی۔ جابر جیسے صحابی کو بھی نہ چھوڑا جو مسجد رسول ﷺ میں درس قرآن دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درمیان عوام یہ بات مشہور تھی کہ اکثر اصحاب رسولؐ قتل عثمان میں شریک تھے۔ اس شہرت کی بناء پر حجاج نے انھیں اذیتیں دیں۔ تحفظ ناموس صحابہ والے کیا کہتے ہیں اس بارے میں؟

جبلہ بن عمرو: بدری صحابی

طبری لکھتا ہے کہ جبلہ اپنے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔ عثمان ادھر سے گذرے تو جبلہ نے کہا: اے نعثل! میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ اور کوہ آتش فشاں (دماوند) سے پھینک دوں گا۔ ایک بار اور جب عثمان منبر پر تھے تو انھیں اتار لیا۔ سب سے پہلے جبلہ ہی نے زبان تنقید کھولی۔ ایک بزم میں لوگ بیٹھے تھے عثمان ادھر سے گذرے تو سلام کیا سب نے جواب سلام دیا۔ جبلہ نے سب کو ڈانٹا کہ ایسے بدبخت کے سلام کا جواب تم لوگوں نے کیوں دیا؟ پھر عثمان کی طرف رخ کر کے کہا: اگر تم نے اپنا رویہ نہ بدلا تو یہ پھندا تیری گردن میں ڈال کر کھینچوں گا۔ (۲)

عثمان نے پوچھا۔ کیسا رویہ؟ جواب دیا: تم نے مروان کو اپنا مشیر بنالیا ہے، معاویہ کو اپنا لیا ہے۔

۱۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۳۷۳۔ (ج ۷، ص ۱۳۴)۔ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۲۰۶۔ (ج ۶، ص ۱۹۵، حوادث ۷۴ھ) تاریخ کامل، ج ۴، ص ۱۴۹۔ (ج ۳، ص ۴۷، حوادث ۳۷ھ)۔

۲۔ انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۴۷۔ (ج ۶، ص ۱۶۰)۔

ان لوگوں کی قرآن نے مذمت کی ہے: مروان، معاویہ، ابن عامر، عبداللہ بن سعد۔ جبلہ کے زبان کھولتے ہی سب کی زبانیں دراز ہوگئیں۔(۱)

عثمان نے حارث بن حکیم کو بازار سونپ دیا تھا جو ارزاں خرید کر گراں بیچتا تھا۔ اس نے سخت افراتفری مچا رکھی تھی۔ لوگوں نے عثمان سے کہا کہ اس سے بازار لے لو لیکن نہ مانے۔(۲) جبلہ سے کہا کہ عثمان کی تنقید سے باز آؤ، تو انھوں نے جواب دیا: ہرگز نہیں، ہم کل قیامت میں خدا سے یہ نہیں کہہ سکتے'' **انا اطعنا سادتنا و کبرائینا فاضلونا السبیل** ''''ہم بڑے لوگ کی دھونس میں آگئے تھے انھوں نے ہمیں گمراہ کردیا''۔ اصابہ میں ہے کہ جبلہ ہی نے بقیع میں عثمان کو دفن ہونے سے روکا تو لوگ حش کوکب میں لے گئے۔(۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: جبلہ بدری صحابی اور بافضل فقہاء صحابہ میں تھے۔(۴) وہ عثمان کو دھمکی دیتے ہیں کہ اپنی بدعتوں سے باز آجاؤ، جواب سلام نہیں دیتے جو واجب شرعی ہے، انھیں مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن ہونے سے روکتے ہیں۔ اور یہ سب کام عدول صحابہ کے سامنے بجالائے۔ اگر صحابہ عثمان کے ساتھ ہوتے تو انھیں ضرور روکتے۔ اور پھر ان کی مخالفانہ سرگرمی سرد پڑ جاتی۔

محمد بن مسلمہ: بدری صحابی

طبری نے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ ہم نے اپنے چند قبیلے کے لوگوں کے ساتھ مصریوں کو سمجھانا چاہا جن کے سردار عبدالرحمٰن بن عدیس، سودان بن حمران، عمرو بن حمق اور ابن انباع تھے۔ میں نے ان سے کہا: عثمان کے قتل سے بہت بڑا داخلی فتنہ کھڑا ہوجائے گا۔ اس لیے اس کام سے باز آؤ۔ ہم اس کا

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۴۔ (ج۴، ص۳۶۵۔ حوادث ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۷۰، (ج۲، ص۱۴۹۔ خطبہ ۳۰)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۱۷۶، (ج۷، ص۱۹۷، حوادث، ۳۵ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۵۔ (ج۲، ص۱۴۹، خطبہ ۳۰)۔

۲۔ انساب الاشراف، بلاذری، ج۵، ص۴۷، (ج۶، ص۱۶۰)۔

۳۔ الاصابۃ، ج۱، ص۲۲۳۔ نمبر ۱۰۸۰۔ تاریخ المدینۃ، ج۱، ص۱۱۲، ج۴، ص۱۱۴۰۔

۴۔ استیعاب القسم الاول، ص۲۳۶، نمبر ۳۱۷۔

ذمہ لیتے ہیں کہ وہ اپنے بدعتی کاموں سے باز آجائیں گے۔ انھوں نے کہا: اگر وہ باز نہ آئے تو کیا ہوگا؟ میں نے کہا: پھر تمہیں اختیار ہوگا۔ وہ راضی ہوگئے۔ ہم عثمان کے پاس آئے اور تنہائی میں ان سے کہا: خدا کے لیے اپنے اوپر رحم کرو۔ یہ لوگ تمہارے قتل کی نیت سے آئے ہیں۔ سبھی تمہارے خلاف ہیں۔ عثمان راضی ہوگئے اور مجھے بہت دعا دی۔ لیکن کچھ دن بعد عثمان نے تقریر میں کہا: یہ مصری لوگ غلط فہمی میں آئے تھے جب حقیقت حال کی اطلاع ہوئی تو واپس چلے گئے۔ میں نے چاہا کہ عثمان کی اس تقریر پر انھیں سرزنش کروں۔

پھر معلوم ہوا کہ مصری واپس آگئے ہیں اور مقام سویداء پر مقیم ہیں۔ گھبرا کر عثمان نے مجھے خبر بھیجی کہ مصری واپس آرہے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کیوں آرہے ہیں لیکن اچھے خیالات لے کر نہیں آتے ہوں گے مجھ سے عثمان نے کہا: انھیں سمجھا بجھا کر واپس کرو۔ میں نے کہا: بخدا! میں یہ نہ کروں گا کیونکہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ غلط حرکتوں سے باز آجاؤ گے لیکن ذرا بھی ٹس سے مس نہ ہوئے۔ بولے: خدا مددگار ہے۔ میں عثمان کے گھر سے چلا آیا اور مصریوں نے آکر خانۂ عثمان کا محاصرہ کرلیا۔ ابن عباس نے مجھ سے آکر کہا: تم نے عثمان سے بات کر کے ہمیں واپس کردیا تھا کہ اب غلط حرکت نہ کریں گے۔ پھر ایک خط دکھایا جو ایک شتر سوار سے حاصل ہوا تھا وہ عثمان کا نوکر تھا۔ (۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ملاحظہ فرمایئے کہ محمد بن مسلمہ عثمان کی غلط حرکتوں سے باز آنے کی فہمائش کرتے ہیں لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ جس کے بعد ان کی ایک غلط حرکت سے داخلی فتنہ عروج پر پہونچ جاتا ہے۔ پھر عثمان کمک چاہتے ہیں تو صاف انکار کردیتے ہیں۔

ابن عم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبر امت: عبداللہ بن عباس

۱۔ ابوعمر نے استیعاب (۲) میں حضرت علیؑ کے حالات زندگی کے ذیل میں لکھا ہے کہ کچھ لوگ

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۸ (ج۴، ص۳۷۲، ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۷۰ (ج۲، ص۲۸۷، حوادث ۳۵ھ)۔
۲۔ استیعاب (القسم الثالث، ص۱۱۲۹، نمبر ۱۸۵۵)۔

ابن عباس کے پاس مسائل پوچھنے آئے، فرمایا: جو دل چاہے پوچھو۔ پوچھا: ابوبکر کیسے آدمی تھے؟ جواب دیا: سراپا خوب تھے یا کہا کہ ان کا وجود سراسر خیر تھا مگر غصہ بھی جلد آجاتا تھا۔ پوچھا: عمر کیسے تھے؟ کہا: وہ ایسا پرندہ تھے جو سمجھتا ہو کہ ہر راستے میں جال بچھا ہوا ہے۔ پوچھا: عثمان کیسے تھے؟ کہا: وہ نیند میں ایسے پڑے تھے کہ بیداری سے غافل ہو گئے۔ پوچھا: علیؑ کیسے تھے؟ کہا: ان کا وجود دانشمندانہ رائے سے سرشار، دانش سے بھرپور اور انتہائی بہادر تھے۔ دوسروں کو کو سہارا دیتے۔ اس کے علاوہ رسولؐ کے چچیرے بھائی تھے۔ بروقت اقدام کرتے اور فضول کام سے باز رہتے تھے۔

۲۔ معاویہ نے ابن عباس کو لکھا اپنی جان کی قسم! تمہیں عثمان کے بدلے ضرور قتل کروں گا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ رضائے خدا اور رائے صحابہ حاصل ہوگی۔ کیونکہ تم نے ان کے قتل میں سخت کوشش کی تھی۔ انھیں چھوڑ دیا تھا، ان کا خون بہایا اب تم سے مصالحت ممکن نہیں، نہ تمہیں امان ہے۔(۱)

ابن عباس نے اس کا مفصل جواب لکھا: تم نے جو لکھا ہے تو خدا کی قسم! تم ہی ان کے قتل کے انتظار میں تھے اور چاہتے تھے کہ عثمان قتل ہو جائیں۔ جان بوجھ کر تم نے لوگوں کو مدد سے روکا حالانکہ عثمان نے مدد کی تم سے درخواست بھی کی تھی مگر تم نے توجہ نہ دی۔ ٹال مٹول کرتے رہے۔ تم سمجھ رہے تھے کہ محاصرین قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے پھر وہ تمہارے خیال کے مطابق قتل بھی ہو گئے۔ تو تم چلانے لگے کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ اگر وہ مظلوم قتل ہوئے تو تم سب سے بڑے ظالم ہو۔ اب تم جاہلوں کو ان کے انتقام پر ابھار کے حکومت پا گئے، سمجھ لو کہ چند دن کی بہار ہے۔

اگرچہ حبر امت ابن عباس نے واقعہ قتل عثمان میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ بلکہ وہ تو اس سال امیر الحاج بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لیکن وہ عثمان کے سلسلے میں کسی احترام کے قائل نہیں نظر آتے۔ وہ انھیں سویا ہوا خلیفہ بتاتے ہیں، عوامی مصلحتوں سے قطعی بے پرواہ، دینی امور سے غافل۔ یہی وجہ تھی حج کے موقع پر جب نافع بن طریف کا خط استمداد خلیفہ کے لیے پہونچا تو ابن عباس نے کوئی توجہ نہ دی، حالانکہ حاجیوں کو مدد پر ابھار سکتے تھے۔ چاہے خلیفہ سے اختلاف ہو یا انقلابیوں سے ہمدردی ہو۔ عائشہ نے بھی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۵۸ (ج ۱۶، ص ۱۵۴، کتاب، ۳۷)۔

براہ مکہ میں ابن عباس سے کہا تھا کہ دیکھو حاجیوں کو عثمان کی حمایت میں نہ ابھارنا۔

ابن عباس بھی اسی لیے معاویہ سے خائف تھے چنانچہ جب حضرت علیؑ نے انھیں شام کا گورنر بنانا چاہا تو کہا کہ مجھے معاویہ سے ڈر ہے کہ وہ عثمان کے انتقام یا آپ کی رشتہ داری کی وجہ سے قتل کردے گا۔(۱) اسی وجہ سے وہ قاتلین عثمان پر لعنت سے احتراز فرماتے تھے۔ جب معاویہ نے ان سے کہا: عثمان کے قاتلوں پر لعنت کرو تو انھوں نے کہا: اس کے لیے عثمان کے فرزند اور رشتہ دار موجود ہیں (۲)

عمرو بن عاص

طبری لکھتا ہے کہ عمرو عاص عثمان کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، عثمان نے ان سے مالیات چھین کر امامت نماز میں محدود کردیا اور عبداللہ ابن سعد کو مالیات کا انچارج بنا دیا۔ کچھ دن بعد امامت نماز بھی چھین لی۔ عمرو مدینے آکر عثمان پر تنقید کرنے لگے۔ ایک دن عثمان نے خاص جلسے میں انھیں ڈانٹا بھی اور تلخ کلامی میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ عمرو عاص نے کہا: میرا باپ تمہارے باپ عفان سے افضل تھا۔ (اگر عاص جیسا مجھول النسب عفان سے افضل ہے تو عفان کو کیا کہا جائے۔) عثمان نے کہا: جاہلیت کی باتیں چھوڑو۔ پھر مروان نے اشتعال دلاتے ہوئے کہا: اے امیرالمومنین! اب یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ عمرو بھی آپ کے باپ کی تحقیق کرنے لگا ہے۔ عثمان نے کہا: چھوڑو بھی جو کسی کے باپ کو کہے گا اپنے باپ کی سنے گا۔

عمرو عاص عثمان کے خلاف کبھی علیؑ کو بھڑکاتا اور کبھی طلحہ و زبیر کو۔ کبھی حاجیوں کے قافلے میں عثمان کی بدعتوں کے خلاف تقریر کرتا۔ پھر وہ محاصرہ کے زمانے فلسطین چلا گیا۔ ایک دن مدینے کے سوار سے عثمان کا حال پوچھا۔ تو جواب ملا کہ سخت محاصرے میں چھوڑ آیا ہوں۔ اچانک دوسرا سوار نظر آیا اور قتل کی خبر دی تو عمرو نے کہا: مجھے عمرو عاص کہتے ہیں، جب زخم کریدتا ہوں تو چھیل کر دکھ دیتا ہوں۔ سلامہ ابن

۱۔ البدایہ والنھایہ، ج۷، ص۲۲۸۔ (ج۷، ص۲۵۵، حوادث ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۸۳۔ (ج۲، ص۳۰۷، حوادث ۳۵ھ)۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۴۸ (ج۱، ص۱۵۵)۔

روح نے اس سے کہا:

اے گروہ قریش! تمہارے اور عرب کے درمیان ایک مضبوط دروازہ تھا، جسے تم نے توڑ دیا۔ عمرو عاص نے کہا: ہم نے چاہا کہ حق کو باطل کے شکم سے نکال لیں تاکہ تمام لوگوں کو مساویانہ حقوق حاصل ہو جائیں۔ عمرو عاص کی زوجیت میں عثمان کی مادری بہن ام کلثوم تھی۔ جب عثمان نے اسے معذول کیا تو اسے طلاق دے دی۔(۱)

پہلی بار جب مصریوں نے مہاجرین وانصار سے عثمان کی شکایت کی اور علیؑ کے کہنے پر مصری واپس چلے گئے تو مروان کے کہنے سے عثمان نے تقریر کی:

مصر والوں نے امام کے بارے میں بے بنیاد باتیں سنی تھیں اور جب انھیں یقین ہو گیا کہ غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔ یہ سن کر عمرو عاص نے گوشۂ مسجد سے آواز دی: اے عثمان! خدا سے ڈرو کیونکہ تم نے ہم لوگوں کو مصیبتوں میں پھنسا دیا ہے۔ عثمان نے کہا: اے نابغہ کے جنے! جب سے میں نے تمہیں معذول کیا ہے تم میرے مخالف ہو گئے ہو۔ پھر تو چاروں طرف سے آواز آنے لگی: عثمان توبہ کرو۔ عثمان نے ہاتھ اٹھا کر توبہ کی اور اپنے گھر چلے گئے۔ عمرو عاص وہاں سے نکل کر یہ عہد کرتے ہوئے فلسطین چلے گئے کہ میں چرواہے تک کو عثمان کے خلاف بھڑکاؤں گا۔(۲)

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۰۸۔۲۰۳۔ (ج۴، ص۳۵۶، حوادث، ۳۵ھ)۔ (ص۵۵۸، حوادث، ۳۶ھ)۔ انساب، بلاذری، ج۵، ص۷۴ (ج۶، ص۱۹۲)۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۴۲، (ج۱، ص۴۷)۔ استیعاب (القسم الثالث، ص۹۱۹، نمبر۱۵۵۳)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۶۳ (ج۲، ص۱۴۴، خطبہ، ۳۰)۔ البدایہ والنھایۃ، ج۷، ص۱۷۰ (ج۷، ص۱۹۱، حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۰، ۱۱۴۔ (ج۴، ص۳۵۹۔۳۶۶۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۷۴۔ (ج۶، ص۱۹۲)۔ استیعاب (القسم الثالث، ص۱۰۴۱۔ نمبر۱۷۷۸)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۱۱۳۔ (ج۲، ص۱۴۳ خطبہ، ۳۰)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۶۸۔ (ج۲، ص۲۸۳۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ الفائق، زمخشری، ج۲، ص۲۹۶۔ (ج۴، ص۳۵)۔ نہایۃ ابن اثیر، ج۴، ص۲۹۶۔ (ج۵، ص۱۳۴)۔ والبدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۱۷۵، (ج۷، ص۱۹۶۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ تاریخ ابن خلدون، ج۲، ص۳۹۶ (ج۲، ص۵۹۷)۔ لسان العرب، ج۷، ص۹۸۔ (ج۱۴، ص۲۹۹)۔ تاج العروس، ج۳، ص۵۹۲۔

ابن قتیبہ (۱) لکھتا ہے کہ ہمدان کے برد نامی شخص نے عمرو عاص سے پوچھا: کیا حدیث غدیر صحیح ہے؟ عمرو عاص نے کہا: صحیح ہے بلکہ میں اضافہ کرتا ہوں کہ علیؑ کے برابر فضائل کسی صحابی کے نہیں ہیں۔ اس جوان کو بہت تعجب ہوا۔ عمرو عاص نے کہا: لیکن عثمان کے خلاف ان کی حرکتوں سے سارے فضائل ختم ہوگئے۔ برد نے پوچھا: کیا علیؑ نے قتل کیا یا حکم دیا؟ جواب دیا: نہیں، بلکہ قاتلوں کو پناہ دی۔ برد نے پوچھا: کیا لوگوں نے یہ جانتے ہوئے ان کی بیعت کی؟ جواب دیا ہاں۔ پوچھا: پھر کس دلیل سے بیعت توڑ دی؟ جواب دیا: چونکہ ان پر قتل عثمان کا الزام تھا۔ برد نے کہا: تم پر بھی تو الزام ہے۔ کہا: ہاں! لیکن میں فلسطین چلا گیا تھا۔ برد نے واپس جا کر اپنے قبیلے والوں سے کہا: میں ایسی قوم کے پاس سے آ رہا ہوں جو اپنی ہی باتوں سے باطل ہونا ثابت کرتے ہیں۔ لہذا تم لوگ علیؑ کی پیروی کرو۔

طبری (۲) و واقدی کے مطابق قتل عثمان کی خبر سن کر عمرو عاص نے کہا: میں نے یہاں وادی سباع میں بیٹھے بیٹھے عثمان کو قتل کر دیا اب اگر طلحہ خلیفہ ہوا، تو لا ابالی جوان ہے اور اگر علیؑ خلیفہ ہوئے تو حتماً قانون اسلام نافذ کریں گے۔ یہ بات مجھے سخت ناپسند ہے۔

امام حسنؑ نے عمرو عاص کو عثمان کے خلاف بھڑکانے کی یاد دہانی کرائی۔

ابوعمر (۳) لکھتا ہے کہ عمرو عاص عثمان پر تنقید کیا کرتے تھے اور لوگوں کو بھڑکا کر بساط حکومت اکھاڑنا چاہتے تھے۔ فلسطین میں جب قتل عثمان کی خبر پہنچی تو کہا: زخم کھرچ کر خون نکال دیتا ہوں۔ ابن حجر (۴) بھی لکھتے ہیں کہ چونکہ عثمان نے عمرو عاص کو مصر سے معذول کر دیا تھا۔ اس لیے ان کی مذمت کیا کرتے تھے، ایک دن عثمان نے ان کی سرزنش کی تو وہ فلسطین چلے گئے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ عثمان کے بارے میں عمرو عاص کا نظریہ آپ کو معلوم ہوگیا۔ لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانا، حکومت گرانے کی کوشش، قتل پر خوشی کا اظہار۔ یہ سب غم وغصہ حکومت مصر چھین لینے کی

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۹۳۔ (ج۱، ص۹۷)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۲۳۴۔ (ج۴، ص۵۶۰)۔

۳۔ استیعاب (القسم الثالث، ص۹۱۹۔ نمبر ۱۵۵۳)۔

۴۔ الاصابۃ، ج۳، ص۳۸۱۔

وجہ سے تھا۔

جو بھی ہو، اگر عمرو عاص صحابی تھے اور عادل تھے تو عمرو عاص کے اس نظریئے کہ متعلق کیا کہا جائے گا؟

بزرگ صحابی عامر ابن واثلہ

ابوطفیل (عامر بن واثلہ) اپنے بھائی سے ملنے شام گئے۔ تو معاویہ نے انھیں بلوا کر پوچھا: کیا تم نے بھی امیر المومنین عثمان کو قتل کیا؟ جواب دیا: نہیں، لیکن موجود ہوتے ہوئے بھی ان کی مدد نہیں کی کیونکہ مہاجر و انصار نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ معاویہ نے کہا: ان کی مدد تمہاری اور سب کی دینی ذمہ داری تھی۔ ابو طفیل نے پوچھا: آپ نے مدد کیوں نہیں کی؟ جواب دیا: میں ان کے انتقام کے ذریعہ سے مدد کر رہا ہوں۔ ابوطفیل نے ہنستے ہوئے شعر پڑھا: مرنے کے بعد نوحہ خوانی اور زندگی میں مدد سے روگردانی۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ صحابی خود اقرار کرتا ہے کہ میں نے اور مہاجرین وانصار نے بھی موجود ہوتے ہوئے بھی مدد نہیں کی۔ اور انھیں شرمندگی بھی نہیں تھی۔ گویا غلطی نہیں تھی۔ وہ دینی لحاظ سے لازمی فرض نہیں سمجھتے تھے۔ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عمر کے آخری حصے تک اپنے اس نظریئے پر باقی رہے۔

سعد بن ابی وقاص: ممبر شوری، عشرہ مبشرہ کی فرد

عمرو عاص نے سعد سے قتل عثمان اور قاتلوں کے متعلق خط لکھ دریافت کیا۔ سعد نے جواب لکھا: تم نے خط میں قتل عثمان کے متعلق پوچھا ہے تو تمھیں اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ اس تلوار سے قتل ہوئے جسے عائشہ نے نیام سے باہر نکالا، طلحہ نے تیز کیا، علی بن ابی طالبؑ نے زہر آلود کیا اور زبیر نے خاموش رہ کر

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص ۱۵۸۔ (ج۱، ص ۱۶۵)۔ مروج الذھب، ج۲، ص ۶۲۔ (ج۳، ص ۲۵)۔ تاریخ ابن عساکر، ج۷، ص ۲۰۱۔ (ج۲۶، ص ۱۱۷۔ ۱۱۶۔ نمبر ۳۰۶۴)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۱۱، ص ۲۹۳۔ استیعاب (القسم الرابع، ص ۱۶۹۷۔ نمبر ۳۰۵۴)۔ تاریخ الخلفاء (ص ۱۳۳)۔

ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہم نے ان کی مدد نہیں کی۔ لیکن اگر چاہتے تو جان بچا سکتے تھے۔ چونکہ عثمان نے قوانین اسلامی میں تبدیلیاں کردی تھیں اور بدعتیں ایجاد کی تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ غلط صحیح کام کئے تھے... اگر ہم نے مدد نہ کر کے صحیح کیا تھا تو ٹھیک ہے، اگر غلط کیا تھا تو خدا سے مغفرت کی طلبگار ہیں۔ (۱)

ابو حبیبہ کہتا ہے کہ قتل عثمان کے دن میں نے دیکھا کہ سعد عثمان کے گھر گئے پھر واپس آئے ان کی عجیب حالت تھی۔ مروان نے ان سے کہا: اب تمھیں شرمندگی ہوئی ہے۔ سعد نے کہا: میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لوگ اس قدر جرأت کر بیٹھیں گے اور قتل پر آمادہ ہو جائیں گے۔ میں تھوڑی دیر قبل عثمان سے مل چکا ہوں انھوں نے تمام قابل اعتراض باتوں سے توبہ کرلی تھی۔ اور کہا تھا کہ اب اس سے زیادہ گمراہی کا موقع نہ دوں گا کیونکہ جو شخص انحراف اسلامی کو طول دیتا ہے وہ ہدایت سے دور تر ہوتا جاتا ہے بنابریں میں توبہ کر کے اپنی حرکتیں چھوڑتا ہوں۔

مروان نے کہا: اگر تم مدد کرنا چاہتے ہو تو علیؑ کو تلاش کرو کیونکہ اب وہ اس سے دامن کشاں ہیں اور عثمان کے بلانے پر آتے ہی نہیں۔ سعد نے حضرت علیؑ سے قبر رسولؐ اور منبر کے درمیان ملاقات کر کے کہا: ابوالحسنؑ! تشریف لے چلئے۔ بخدا! میں ایک نیک کام کے لیے آیا ہوں۔ اس قوم سے اپنے رشتہ دار کی مدد کیجئے تاکہ ان کی گردن پر بزرگانہ احسان رکھئے۔ قتل سے بچایئے تاکہ جس طرح ہم لوگ چاہتے ہیں حکومت کا کاروبار چل سکے۔ اب خلیفہ جی بات ماننے پر آمادہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا: خدا قبول کرے۔ بخدا! میں نے ان کا اس قدر دفاع کیا ہے کہ اب دفاع کرتے شرم آتی ہے لیکن مروان، معاویہ، ابن عامر اور سعید بن عاص نے یہ حالات پیدا کئے ہیں۔ جب بھی ہم نے مشفقانہ طریقے سے انھیں باز آنے کی نصیحت کی انھوں نے مجھ سے دغابازی کی یہاں تک کہ یہ نوبت پہونچ گئی۔ اتنے میں محمد بن ابی بکر نے آکر حضرت کے کان میں کچھ کہا۔ حضرت نے ہاتھ اٹھا کر کہا: اس توبہ سے کیا فائدہ؟ بخدا! ابھی اپنے گھر بھی نہ پہونچا تھا کہ آواز سنی کہ عثمان قتل کر دئے گئے۔ بخدا! اس دن سے آج تک شرم میں ڈوبا ہوا ہوں۔ (۲)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۴۳، (ج۱، ص۴۸)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۲۱ (ج۴، ص۳۷۷، حوادث ۳۵ھ)۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سعد نے محاصرہ سخت ہوتے دیکھا اور مدد نہ کی۔ جب کہ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے کہ مسلمان کو قتل ہونے سے بچائے سوائے اس کے کہ جس شخص کا خون مباح ہو۔ آخر سعد نے کس دلیل سے ان کی جان نہیں بچائی؟ وہ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ چونکہ عثمان نے قوانین اسلام بدل دیئے تھے اور بدعتیں ایجاد کی تھی۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر ہم نے مدد نہ کر کے اچھا کام کیا تو ٹھیک ورنہ خدا سے مغفرت طلب کریں گے۔ گویا عثمان کی مدد نہ کرنا گناہ تھا تو بہت معمولی گناہ تھا جو توبہ سے دھویا جا سکتا ہے پھر وہ قتل عثمان کی ذمہ داری بزرگ اصحاب رسولؐ، مہاجرین وانصار اور زوجہٴ رسولؐ پر ڈالتے ہیں۔ کچھ بھی ہو سعد کی نظر میں عثمان کی جان بچانے کی صلاحیت ہوتے ہوئے بھی جان نہ بچانا صحیح و درست کام تھا۔

مالک اشتر

بلاذری (۱) لکھتا ہے کہ عثمان نے مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو خط لکھ کر عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور مسور بن مخرمہ کے ہاتھوں بھیجا۔ جس میں اپنی فرمان برداری کی دعوت دی تھی۔ عثمان نے لکھا کہ سب سے پہلے تم ہی لوگوں نے تفرقہ کی راہ اپنائی۔ اب خدا سے ڈرو اور حق کی طرف پلٹ آؤ۔ جو چاہتے ہو مجھے لکھو۔

مالک اشتر نے جواب لکھا:

مالک اشتر کی طرف سے اس خلیفہ کی طرف جو پاپ میں غلطاں، خطا کار اور سنت نبویؐ سے منحرف ہے اور قانون اسلام وقرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

تمہارا خط پڑھا۔ تم نے اور تمہارے وزراء و حکام نے مظالم کے دروازے کھول دیئے ہیں اور صالح افراد کو جلاوطن کیا ہے۔ اگر ان باتوں کو ترک کرو تو ہم تمہاری اطاعت کے لیے حاضر ہیں۔ تم نے اپنے زعم میں سمجھ لیا ہے کہ ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اسی پندار نے تمہیں گمراہی میں ڈال رکھا ہے۔ اور

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۴۶، ج ۶، ص ۱۵۹۔

باطل کو حق اور ظلم کو عدالت سمجھنے لگے ہو۔ ہم اسی وقت تم سے محبت کر سکتے ہیں جب تم پاپ سے باز آکر استغفار کرو، نیک مردوں کی جلاوطنی ختم کرو اور چھوکروں کو گورنری دینا بند کرو۔ مصر میں عبداللہ بن قیس یا ابوموسیٰ کو اشعری گورنر بناؤ یا حذیفہ کو کیونکہ ہم ان سے راضی ہیں۔ اور ولید وسعید اور دوسرے امویوں کو گورنری سے برطرف کرو جو تمہیں خودسری وہوس کی طرف گھسیٹ رہے ہیں۔ والسلام

اس خط کو یزید بن قیس، مسروق بن اجدع، عبداللہ بن ابی سرح، علقمہ بن قیس اور خارجہ بن صلت لے کر گئے۔ خط پڑھ کر عثمان نے کہا: خدایا! میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر ابوموسیٰ کو خط لکھا کہ تم کوفے کا چارج جا کر لے لو کیونکہ وہاں کے لوگ تم سے راضی ہیں اور تم پر مجھے اعتبار بھی ہے۔ اس طرح ابوموسیٰ اور حذیفہ نے کوفہ کا چارج لے لیا۔ ابوموسیٰ نے کوفے والوں کو اپنے انتظام سے مطمئن کیا۔ اس پر عتبہ بن وعل نے شعر کہا کہ عثمان نے ابوموسیٰ کو چنددن گورنر بنا کر ہم پر احسان کیا۔ عثمان نے کہا: بلکہ چند ماہ تک۔

یہ مالک اشتر کا نظریہ تھا۔ تفصیل گذشتہ صفحات میں پیش کی جا چکی ہے۔ مالک اشتر اس شرط پر عثمان سے راضی ہوں گے جب قرآن واسلامی احکام پر عمل کیا جائے اور خلیفہ نے جو پچھلے گناہ کئے ہیں ان سے توبہ کرے۔ خلیفہ نے جو بلی کی توبہ کی اس کی حقیقت اگلے صفحات میں بیان کی جائے گی۔

عبداللہ بن حکیم کے خیالات

بلاذری لکھتا ہے کہ عبداللہ جہنی صحابی رسولؐ نے کہا: عثمان کے بعد کسی خلیفہ کے قتل میں شریک نہ ہوں گا۔ پوچھا گیا: کیا تم قتل عثمان میں شریک تھے؟ جواب دیا: میں اس کے گندے کردار کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے کو قتل میں شریک ہونا سمجھتا ہوں۔ (۱)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عثمان کو بدکردار اور مخالف اسلام سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے واجب شرعی سمجھا کہ ہر بزم میں عثمان کی مذمت کر کے لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکائیں۔ اور یہ بھی قتل میں کمک کے مترادف ہے۔ پھر یہ کہ انھوں نے خود اعتراف بھی کیا۔

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۵۶۔ (ج ۶، ص ۱۱۵) انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱۰۱۔ (ج ۶، ص ۲۲۶)۔

محمد بن ابی حذیفہ

محمد بن ابی حذیفہ عثمان کے شدید ترین مخالف تھے۔ وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ عثمان نے ایسے شخص کو گورنر بنا دیا ہے جس کا خون رسول خداؐ نے بروز فتح مکہ مباح کر دیا تھا، اس کے خلاف آیات نازل ہوئیں۔ اسی (عبداللہ بن سعد بن ابی سرح) نے کہا تھا ''**سانزل مثل ما انزل الله**'' (میں بھی خدا کی طرح آیات دنازل کروں گا۔)

۳۴ھ میں حملۂ ذات الصواری کیا۔ عبداللہ بن سعد نماز پڑھا رہا تھا کہ محمد نے فلک شگاف تکبیر کا نعرہ مارا جس سے ابن سعد کا کلیجہ دہل گیا۔ وہ محمد کی تہدید کرنے لگا۔ وہ اکثر کہتے تھے کہ اے مصر والو! میں اس حملے کو ملتوی کر رہا ہوں، اب عثمان پر حملہ کروں گا۔

محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر نے مصر کا رخ کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عثمان کی مذمت دھڑلے سے ہو رہی تھی اور مصر کا گورنر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا۔ رات کے وقت مصر میں پہونچے اور صبح کو مسجد میں بلند آواز سے نماز پڑھنے لگے۔ ابی سرح نے پوچھا: کون ہے؟ جواب ملا: ایک سفید فام شخص ہے، انھیں حاضر کیا گیا تو پوچھا: یہاں کیوں آئے ہو؟ جواب دیا: جہاد خارجی کے لیے آیا ہوں۔ پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد بن ابی بکر۔ ابن ابی سرح نے کہا: بخدا! تم صرف اس لیے آئے ہو کہ لوگوں کو بھڑکاؤ اور ہماری اطاعت سے خارج کرو۔ پھر انھیں قید کر دیا۔ کچھ دن بعد آزاد کر کے افریقہ کی مہم پر بھیجنا چاہا۔ اس درمیان محمد بن ابی بکر بیمار پڑ گئے تو ان کی وجہ سے محمد بن ابی حذیفہ بھی رک گئے۔ پھر کچھ دن بعد افریقہ کی مہم پر گئے۔ وہاں سے واپس آئے تو ان کے ساتھ جتنے بھی لوگ تھے ان کے دل عثمان کی نفرت سے بھر گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ عثمان نے ہزاروں درہم اور سواریاں خلعت کے ساتھ محمد بن ابی حذیفہ کے پاس بھیجیں۔ محمد نے لوگوں کے سامنے وہ سامان لا کر رکھا اور کہا: دیکھو عثمان مجھے رشوت دے کر دین میں دھوکہ دینا چاہتا ہے۔

مصر والوں نے ان تنقیدوں کا اثر لیا اور محمد بن ابی حذیفہ کی حمایت کر کے انھیں مصر کا گورنر بنا دیا۔ جب یہ خبر عثمان کو معلوم ہوئی تو عمار یاسر کو بلا کر ان سے جو بدسلوکی کی تھی اس کے لئے معذرت کی اور

استغفار کے بعد کہا: اب اپنا کینہ نکال دو مجھے تم پر اعتماد ہے اور مصر جا کر محمد بن ابی حذیفہ کے معاملے کی تحقیقات کرو اور جو لوگ مجھ پر تنقید کر رہے ہیں ان سے دفاع کرو۔ جب عمار یاسر مصر پہونچے تو لوگوں سے عثمان کے خلاف شکایتیں کیں اور عثمان کو معزول کرنے کا مشورہ دیا۔ محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر کی تائید کی، انھیں سمجھایا کہ مدینے کی طرف حرکت کرو۔ عبداللہ بن ابی سرح نے سارا واقعہ عثمان کو لکھ بھیجا اور اجازت طلب کی کہ عمار کو سزا دوں۔ عثمان نے عبداللہ کی سرزنش کی اور لکھا کہ عمار کو احترام کے ساتھ میرے پاس بھیج دو۔ لوگوں نے جوش وحیرت سے کہنا شروع کیا کہ عمار کو جلاوطن کیا جارہا ہے۔ اس درمیان محمد بن ابی حذیفہ نے لوگوں کو مدینے کی طرف پیش قدمی کی دعوت دی اور لوگوں نے قبول کر کے حرکت کی۔ (۱)

ابوعمر کندی لکھتا ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح مصر کا گورنر تھا۔ جب مصر والے عثمان کے خلاف مشتعل ہوئے تو ۳۵ھ میں عقبہ بن عامر کو اپنا جانشین بنا کر مدینہ چلا گیا۔ محمد بن ابی حذیفہ مصر ہی میں تھے۔ انھوں نے بغاوت کر کے ابن عامر کو مصر سے نکال دیا اور خود فرمان روا ہو گئے۔ یہ شوال کے مہینے کا واقعہ ہے اور لوگوں کو دعوت دی کہ عثمان کی بیعت توڑ دیں اور بغاوت پر آمادہ ہو جائیں۔ (۲)

ابن حجر نے بطریق لیث وعبدالکریم حضرمی روایت نقل کی ہے کہ محمد بن ابی حذیفہ نے ازواج کے مذمت عثمان پر مشتمل جعلی خطوط کچھ لوگوں کو دئے کہ باہر سے آکر لوگوں سے کہنا کہ ہمارے پاس کچھ خبر نہیں ہے خبر اس خط میں ہے پھر مسجد میں ان خطوط کو پڑھکر سنانا۔ لوگوں نے جب امہات المومنین کی عثمان کے خلاف شکایتیں سنیں تو مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ محمد بن ابی حذیفہ نے انھیں مقام عجرود تک پہونچایا پھر پلٹ آئے۔

علامہؒ فرماتے ہیں: کیا آپ اس عظیم صحابی کو ملاحظہ فرمارہے ہیں، کہ کسقدر جدوجہد فرمارہے ہیں انھیں کسی ملامت کی پرواہ نہیں۔ خط کو دھوپ میں گرم کیا تاکہ پرانا معلوم ہو پھر لوگوں سے کہا کہ اسے اس

۱۔ انساب بلاذری، ج۵، ص ۵۱، ۔۴۹ (ج۴، ص ۱۶۵۔۱۶۳)۔ البدایۃ والنھایۃ (ج۷، ص ۱۵۷ (ج۷، ص ۱۷۷) حوادث، ۳۱ھ۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص ۱۰۹ (ج۴، ص ۳۵۷، حوادث، ۳۵ھ)۔ استیعاب، ج۱، ص ۲۳۳ (القسم الثالث، ص ۱۳۶۹، نمبر ۲۳۲۶)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص ۶۷۔ (ج۲، ص ۲۸۰، حوادث، ۳۵ھ) الاصابۃ، ج۳، ص ۳۷۳۔ (نمبر ۷۷۶۷)۔

طرح سناؤ کہ لوگوں پر اثر ہو۔ کسی طرح تو عثمان کا فتنہ فرو ہو۔ لیکن کیا امہات المومنین کے خطوط جعلی ہو سکتے ہیں جو خود کہتی ہوں کہ اس نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہوگیا ہے۔ مروان سے کہتی ہیں کہ تمہیں اور عثمان کو چکی میں باندھ کر سمندر میں ڈبو دیا جائے، ابن عباس سے کہیں کہ دیکھو اس طاغیہ کے خلاف لوگ مشتعل ہیں تم انھیں ٹھنڈا نہ کرنا۔

عمرو بن زرارہ

بلاذری لکھتا ہے کہ سب سے پہلے عثمان کی بیعت توڑنے کا اعلان عمرو بن زرارہ اور کمیل بن زیاد نخعی نے کیا۔ عمرو نے کہا: لوگو! عثمان حق سے جان بوجھ کر منحرف ہوگئے ہیں، انھوں نے اموی چھوکروں کو گورنر بنا دیا ہے۔ ولید کو معلوم ہوا تو اس نے عثمان کو لکھ بھیجا۔ عثمان نے لکھا کہ عمرو تو اجڈ اور خوسرد یہاتی ہے اسے شام جلاوطن کر دو کہ مالک اشتر اور قیس کے پاس پہونچ جائے۔ قیس بن قہدان نے اس واقعہ پر یہ شعر پڑھے: خدائے کعبہ کی قسم! میں کوشش میں ہوں کہ ولید و عثمان کو حکومت سے معزول کر دوں۔

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ اس شعر کا کہنے والا بھی کوفے سے شام جلاوطن ہوا تھا۔(۱)

اس عظیم صحابی کا نظریہ بھی واضح و روشن ہے کسی تبصرے کی حاجت نہیں۔

رئیس قبیلہ عبدالقیس: صعصعہ بن صوحان کندی

ابن عساکر (۲) لکھتا ہے کہ عثمان تقریر کر رہے تھے اتنے میں صعصعہ نے اٹھ کر کہا: اے امیر المومنین! آپ اسلام سے منحرف ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے ملت بھی اسلام سے منحرف ہے، آپ راہ راست پر آیئے تا کہ ملت راہ راست پر آئے۔

۱۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۳۰۔ (ج۶، ص۱۳۹)۔ اسد الغابہ، ج۴، ص۱۰۴ (ج۴، ص۲۲۳۔ نمبر ۳۹۲۰)۔ الاصابہ، ج۱، ص۵۴۸۔ (ج۲، ص۵۳۶)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج۶، ص۴۲۴ (ج۲۴، ص۸۴۔۸۸۔ نمبر ۲۸۸۱)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج۱۱، ص۸۵۔

ایک دن اوراس طرح صعصعہ نے ٹوکا تو عثمان نے کہا: اس بے ہودہ لفاظ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خدا کہاں ہے۔ صعصعہ نے جواب دیا: وہ تمہارے جیسے ظالموں کی تاک میں ہے پھر یہ آیت پڑھی. ﴿اذن للذین بانهم ظلموا ﴾(۱) عثمان نے کہا: یہ آیت بھی ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے جب ہم مکے سے ناحق نکالے گئے تھے۔

صعصعہ کے فضائل ومحامد گذشتہ صفحات میں لکھے گئے ہیں۔ وہ عثمان کو حق سے منحرف اور امت کو گمراہ کرنے کا ذمہ دار بتاتے ہیں۔ (۲)

حکیم بن جبلہ

اس عظیم صحابی کی مدح سرائی ابوعمر اور مسعودی نے کی ہے۔ آپ قتل عثمان میں شریک تھے۔ خود ابو عمر لکھتے ہیں کہ عثمان کی سخت مذمت کرتے تھے اور ان کے گورنروں کی چھاڑ مچاتے تھے۔ آپ جنگ جمل میں رگ کحل کٹ جانے کی وجہ سے شھید ہوئے۔ (۳)

ایسا بزرگ وعظیم صحابی رسولؐ عثمان کا شدید مخالف تھا اور ان کا خون بہانا جائز سمجھتا تھا۔ اس کے باوجود ان کی زہد وطاعت کی داستانیں کتب رجال میں موجود ہیں۔

ہشام بن ولید مخزومی، برادر خالد بن ولید

گذشتہ صفحات میں لکھا گیا کہ جب عثمان نے عمار یاسر کو اس قدر مارا کہ بیہوش ہوگئے۔ تو اسی ہشام نے کہا: اے عثمان! چونکہ تم علی علیہ السلام کے خاندان سے ڈرتے ہو اس لیے ان سے کچھ نہیں بولتے

۱۔ (سورہ حج آیت ۳۹)

۲۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۸۳۔ ۷۶۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۴۲۷۔ ۴۲۴۔

۳۔ کتاب صفین، ص ۸۲۔ ص ۶۵۔ مروج الذھب، ج ۲، ص ۷۔ (ج ۲، ص ۳۶۱۔ ۳۷۵)۔ استیعاب، ج ۱، ص ۱۲۱ (القسم الاول، ص ۳۶۶۔ نمبر ۵۴۰)۔ دول الاسلام، ذہبی، ج ۱، ص ۱۸۔ (ص ۲۳۔ حوادث، ۳۶ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۔ ص: ۲۵۹۔ (ج ۳، ص ۱۱۱، خطبہ ۴۳)

لیکن میرے قبیلے کی فرد کو اس قدر مارا ہے کہ بیہوش ہو گیا ہے۔ بخدا! اگر یہ مر گئے تو بنی امیہ کی ایک ایک فرد کو قتل کر ڈالوں گا۔ (۱)

عثمان نے کہا: اے پسر قسریہ! اب تمہاری یہ ہمت؟ ھشام نے کہا: ہاں، میں قبیلہ بجیلہ کے قسری خاندان سے ہوں اور میری ماں بھی۔ عثمان نے حکم دیا اسے نکال باہر کرو۔ (۲)

ہشام کے یہ اشعار بھی عثمان کے بارے میں ہیں:

میری زبان بڑی لمبی ہے۔ اس سے ڈرو۔ اور میری تلوار زبان سے بھی زیادہ لمبی ہے۔

اس ''عادل'' صحابی کے رائے بھی واضح ہے، وہ عثمان کی زجر و توبیخ میں قتل کی دھمکی دیتا ہے، پھر اشعار میں ہجو بھی کر رہا ہے۔ ذرا بھی احترام خلیفہ نہیں۔ کیا اس کے بعد بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہشام عثمان کو خلیفہ عادل سمجھتا تھا؟

معاویہ بن ابی سفیان اموی

۱۔ امیر المومنین علیہ السلام نے معاویہ کو خط لکھا:

ارے واہ! بدعتی خواہشوں سے تمہاری وابستگی کتنی گہری ہے اور بے راہ روی میں تمہارے قدم کیسے تیز ہیں؟ ساتھ ہی حقائق کو ضائع کرنا اور ان وثیقوں کو پس پشت ڈال دینا بھی جو رضائے الہی کے لیے مطلوب اور بندوں پر حجت ہیں۔ عثمان اور ان کے قاتلوں کے بارے میں تمہارے اس مسلسل جدل کی حقیقت یہ ہے کہ عثمان کی مدد خود تمہارے اپنے لیے تھی۔ مگر عثمان کو تم نے اس وقت چھوڑے رکھا جب تمہاری مدد ان کے کام آ سکتی تھی۔ (۳)

۲۔ ایک دوسرے خط میں تحریر فرمایا: واللہ! تمہارے ابن عم کو تمہارے سوا کسی نے قتل نہیں کیا ہے۔

۳۔ ایک اور خط میں تحریر فرمایا: عثمان کے بارے میں تم نے بہت گہار مچائی۔ اپنی جان کی قسم! انھیں

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ص ۴۸، (ج ۶، ص ۱۶۱)۔

۲۔ الاصابۃ ج ۳، ص ۶۰۶۔ ۳۔ نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۶۲۔ (ص ۴۱۰۔ کتاب ۳۷)۔

صرف تمہیں نے قتل کیا ہے۔ تم نے انھیں بے بس چھوڑ دیا، پھر ان کے برے دن کا انتظار کرنے لگے پھر ان کی موت ہوگئی۔ تمہارے انداز سے تو یہی پتہ چلتا ہے۔

۴۔ ابن عباس نے معاویہ کو خط لکھا: تم نے ہماری اموی حکمرانوں سے نفرت وتنقید کا تذکرہ کیا ہے تم نے مدد کے وقت عثمان کی مدد نہ کی۔ اس طرح تم نے اپنا مقصد پالیا۔ اس کی گواہی ولید دے گا۔(۱)

۵۔ ایک دوسرے خط میں ابن عباس نے اپنے قتل عثمان کے الزام کے سلسلے میں لکھا: تم خود عثمان کے قتل کا انتظار کررہے تھے حالانکہ وہ مدد کے لیے مسلسل خطوط لکھ رہے تھے لیکن تم نے کوئی توجہ نہ دی اور وہ قتل ہوگئے۔

پھر جب تم نے دیکھا کہ لوگ تمہیں ہمارے برابری کا نہیں سمجھتے تو عثمان کی نوحہ خوانی میں لگ گئے اور الزام قتل ہم پر لگا دیا۔ اگر واقعی وہ مظلوم قتل ہوئے ہیں تو اس کی ذمہ داری تم پر ہے۔

۶۔ بلاذری (۲) لکھتا ہے کہ جب عثمان نے معاویہ سے کمک چاہی تو اس نے یزید بن اسد، والی عراق کو لکھا کہ مدینے کے پاس ذوخشب میں چھاؤنی ڈال دینا اور دیکھو یہ نہ کہنا کہ موجودہ چیزیں دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھتا۔ کیونکہ میں حاضر ہوں اور تو غائب ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب عثمان قتل ہوگئے تو معاویہ نے اسے واپسی کا حکم دیا۔ یہ اس لیے کیا تاکہ عثمان قتل ہوجائیں تو لوگوں کو اپنی حکمرانی کی دعوت دے۔(۳)

۷۔ شبث بن ربعی نے معاویہ سے کہا: بخدا! ہم پر تیری مراد چھپی نہیں ہے، تم اپنا مطلب حاصل کرنے کے لیے قصاص عثمان کا نعرہ بلند کررہے ہو۔ اس طرح نادان افراد تمہارے حلقہ میں آگئے ہیں۔ ہم پر اچھی طرح واضح ہے کہ تم نے مدد سے ہاتھ کھینچا، تمہارا دل چاہتا تھا کہ عثمان قتل ہوجائیں تو انتقام کا نعرہ بلند کرسکو۔(۴)

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۴۱۱۔ (ج ۱۵، ص ۸۴، کتاب: ۱۰)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۶، ص ۱۸۸۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۵۷۔ (ج ۱۶، ص ۱۵۴۔ کتاب ۳۷)۔

۴۔ کتاب صفین، ص ۲۱۰۔ ص ۱۸۷۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۴۳۔ (ج ۴، ص ۵۷۳۔ حوادث، ۳۶ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۲۳۔ (ج ۲، ص ۳۶۵ حوادث ۳۶ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۴۲۔ (ج ۴، ص ۱۵، خطبہ ۵۴)۔

۸۔ابوایوب انصاری نے معاویہ کو لکھا: ہمیں قتل عثمان سے کیا سروکار؟ تم نے خود قتل عثمان کا انتظار کیا پھر شامیوں کو ان کی مدد سے روکا۔ جنھوں نے عثمان کو قتل کیا وہ انصار کے علاوہ لوگ تھے۔(۱)

۹۔محمد بن مسلمہ نے معاویہ کو لکھا:

اب عثمان کے انتقام کے ذریعے ان کی مدد کر رہے ہو،تم نے تو زندگی میں انھیں چھوڑ دیا تھا۔ہم اور انصار و مہاجرین یہاں مناسب سیرت پر استوار ہیں۔(۲)

۱۰۔معاویہ اور ابوطفیل کندی میں بات چیت ہوئی...معاویہ نے پوچھا: آپ نے عثمان کو قتل کیا؟ ابوطفیل نے کہا: نہیں، لیکن وہاں موجود رہ کے بھی مدد نہ کی۔ پوچھا: کیوں جب کہ ان کی مدد آپ پر فرض تھی؟ جواب دیا: جس طرح تم شام میں ان کی موت کا انتظار کر رہے تھے۔معاویہ نے کہا: مگر اب تو انتقام کا مطالبہ کر رہا ہوں، یہ بھی تو مدد ہے۔ جواب دیا: لیکن بقول شاعر تمہاری حالت یہ ہے کہ زندگی میں تو مدد نہ کی اب بعد موت نوحہ خوانی ہو رہی ہے۔(۳)

۱۱۔جب قتل عثمان کے بعد علیؑ نے بیعت کا مطالبہ کیا تو سخت پشیمانی کے عالم میں معاویہ نے سات اشعار میں تاسف کا اظہار کیا ہے کہ کیوں عثمان کی مدد نہ کی۔(۴)

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مہاجرین وانصار کی طرح معاویہ بھی قتل عثمان کے متمنی تھے،لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ مہاجرین وانصار ہجوم کر کے ایک فاسق خلیفہ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔لیکن معاویہ کا مقصد یہ تھا کہ یہ قتل ہو جائیں تو ان کی آڑ میں اپنا الوسیدھا کر سکیں۔اسی لیے حضرت علیؑ وابن عباس وغیرہ نے فرمایا کہ عثمان کو صرف تمہیں نے قتل کیا ہے۔

۱۔الامامۃ والسیاسۃ ج۱،ص۹۳۔(ج۱،ص۹۷)۔شرح ابن ابی الحدید،ج۲،ص۲۸۱،(ج۸،ص۴۴،خطبہ۱۲۴)۔

۲۔الامامۃ والسیاسۃ،ج۱،ص۸۷۔(ج۱،ص۹۱)۔شرح ابن ابی الحدید،ج۱،ص۲۶۰(ج۳،ص۱۱۵۔خطبہ،۴۳)۔

۳۔الامامۃ والسیاسۃ ج۱،ص۱۵۸۔(ج۱،ص۱۶۵)۔ومروج الذھب،ج۲،ص۶۲،(ج۳،ص۲۵)۔تاریخ ابن عساکر،ج۷، ص۲۰۱۔(ج۲۶،ص۱۱۷۔۱۱۶۔نمبر۳۰۶۴)۔مختصر تاریخ ابن عساکر،ج۱۱،ص۲۹۳۔استیعاب (القسم الرابع،ص۱۶۹۷،نمبر ۳۰۵۴)۔تاریخ الخلفاء ص۱۳۳،ص۱۸۶۔

۴۔کتاب صفین ص۸۸،ص۷۹۔

عثمان کی رائے خود اپنے بارے میں

محاصرے کے زمانے میں مغیرہ نے عثمان سے کہا: امیر المومنین! یہ لوگ آپ کے قتل کے درپے ہیں۔ لہٰذا آپ مکہ چلے جایئے یا پھر شام چلے جایئے وہاں معاویہ اور شامی لوگ آپ کے حمایتی ہیں یا پھر فرمایئے تو ہم لوگ نکل کر ان لوگوں سے مقابلہ کریں۔ عثمان نے جواب دیا: تم نے مکہ جانے کو کہا تو میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ ایک ملحد مکہ میں دفن ہوگا اس پر نصف امت کا عذاب کیا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ شخص میں ہوں۔ ''انشاء اللہ''۔ (۱)

خود شناسی

مریدوں نے عثمان کی فضیلت میں جو روایات مثلاً عشرہ مبشرہ والی گڑھی ہیں، ان کے برخلاف عثمان کا یہ فقرہ بتاتا ہے کہ وہ خود مطمئن نہیں تھے ورنہ ایک مجہول ملحد کے دفن کے سلسلے میں انھیں اندیشے نہ ہوتے۔ وہ قتل ہوگئے لیکن ایام محاصرہ میں مکہ نہیں گئے۔

عثمان کس قدر اندیشے میں مبتلا ہیں کہ کہیں وہی ملحد نہ ہوجائیں جس پر نصف قوم کا عذاب ہونے والا ہے۔ جب کہ مریدوں کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان چاہ رومہ خرید کے جنت خرید چکے ہیں۔ (۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں جنت کی بشارت دے چکے ہیں۔ وہ رسول خداؐ کے رفیق ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے فضائل کی تمام احادیث وضعی ہیں۔ ثبوت میں ابو منقذ (۳)، ہمام بن اغفل (۴)

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص ۶۷، (ج۱، ص ۱۰۷، حدیث ۴۸۳)۔ الامامۃ والسیاسۃ، ص ۳۵۔ (ج۱، ص ۴۱)۔ تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۲۷۲۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۲۹۔ ج ۳، ص ۶۲۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۲۱۰۔ (ج ۸، ص ۲۷۴۔ حوادث ۳۹ھ)۔ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۳۰۔ الصواعق المحرقۃ، ص ۶۶۔ ص ۱۱۱۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۹، (ص ۱۵۱)۔ سیرۂ حلبیہ، ج ۱، ص ۱۸۸ (ج ۱، ص ۱۷۵)۔ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۶۳۔ ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۳۴۳۔

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۷۔ (ج ۳، ص ۱۱۵۔ حدیث ۴۵۷۰)۔

۳۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱۰۵ (ج ۶، ص ۲۲۹)۔ معجم الشعراء مرزبانی، ص ۳۹۔

۴۔ کتاب صفین، ص ۴۳۵۔ ص ۳۸۳۔

فضل بن عباس (۱) اور مالک اشتر (۲) کے اشعار پیش کئے جاسکتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ ہم نے عثمان یا نعثل کو ان کی دین بیزاری، شقاوت اور بدعتوں کی وجہ سے قتل کیا ہے۔

نظریہ مہاجرین وانصار

۱۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کو خط لکھا: تم اس بھروسے میں ہو کہ میری بیعت فاسد ہوگئی ہے عثمان کو پناہ نہ دینے کی وجہ سے۔ اپنی جان کی قسم! میں بھی مہاجرین وانصار کی ایک فرد ہوں، جو ان سے ہوا وہی مجھ سے ہوا، جس بات سے انھوں نے ہاتھ کھینچا اس سے میں نے بھی ہاتھ کھینچا۔ خدا انھیں گمراہی پر ایکا نہیں کرسکتا نہ ان سے اجتماعی طور سے بے بصیرتی ہوسکتی ہے۔ نہ میں نے حکم دیا کہ اس کی خطا کا الزام مجھ پر آئے گا۔ نہ میں نے قتل کیا ہے کہ قصاص کا خوف ہو۔ (۳)

۲۔ بلاذری لکھتا ہے کہ ثابت بن عبداللہ بن زبیر کی نظر شام والوں پر پڑی تو کہا: میں ان سے شدید نفرت رکھتا ہوں۔ سعید بن خالد نے کہا: تم اس لیے ان سے نفرت کرتے ہو کہ انھوں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے؟ جواب دیا: تم نے سچ کہا، میرے باپ کو شام کے اوباشوں نے قتل کیا اور تمہارے دادا (عثمان) کو مہاجرین وانصار نے قتل کیا۔ (۴)

۳۔ ابن قتیبہ نے الامامۃ والسیاسۃ (۵) میں لکھا ہے کہ ابوہریرہ اور ابودرداء نے معاویہ سے حمص میں ملاقات کی اور نصیحت کرتے ہوئے کہا: آخر تم کس دلیل سے علیؑ سے برسرِ پیکار ہو؟ وہ تم سے فضیلت اور سبقت اسلامی میں بڑھے ہونے کی وجہ سے خلافت کے تم سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۵۱۔ (ج ۴، ص ۴۲۶۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔ کتاب صفین، ص ۱۹۹۔ (ص ۱۷۸)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۳۰۔ (ج ۳، ص ۳۲۹۔ خطبہ، ۵۱)۔

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۸۷۔ (ج ۱، ص ۹۱)۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۸۴۔ (ج ۴، ص ۱۳۷)۔ کامل مبرد، ج ۱، ص ۱۵۷۔ (ج ۱، ص ۲۷۱)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۲۵۲، (ج ۳، ص ۸۹۔ خطبہ، ۴۳)۔

۴۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱۹۵، ۳۷۲۔ (ج ۶، ص ۳۵۰۔ ۱۳۴)۔

۵۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۹۲۔ (ج ۱، ص ۹۶)۔

مہاجرین اولین میں سے ہیں، ان پہلے لوگوں میں ہیں جو نیکیوں سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ اور تمہاری یہ حالت ہے کہ تم آزاد کردہ ہو اور تمہارا باپ مشرکین کا سرغنہ تھا۔ بخدا! یہ اس لئے نہیں کہا جا رہا ہے کہ عراق شام سے زیادہ پسند ہے بلکہ اس لیے کہا جا رہا ہے کہ فنا سے بقا بہتر ہے اور فساد سے صلاح زیادہ محبوب ہے۔ معاویہ نے جواب دیا: میں بھی اپنے کو علیؑ سے زیادہ مستحق خلافت نہیں سمجھتا ہوں لیکن میں صرف قاتلان عثمان سے بدلہ لینے کے لیے ان سے جنگ کر رہا ہوں۔ ان دونوں نے پوچھا: اگر قاتلوں کو تمہارے حوالے کر دیا جائے تو کیا کرو گے؟ جواب دیا: میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ہوں گا اور خلافت کو بذریعۂ شوریٰ طے کیا جائے گا۔

یہ سن کر وہ لوگ علیؑ کے لشکر میں آئے۔ مالک اشتر نے ان سے کہا تم لوگ حُبِّ معاویہ میں وہاں نہیں گئے تھے۔ تمہارا خیال ہے کہ معاویہ قاتلان عثمان کو طلب کر رہا ہے۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ خدا سے ڈرو۔ عثمان کو مہاجرین و انصار نے اس لیے قتل کیا ہے کہ عثمان نے دین خدا بدل دیا تھا۔ میں خود اس معاملے کا عینی گواہ ہوں۔ تم لوگ وہاں موجود نہیں تھے۔ وہ لوگ چلے گئے۔ دوسرے دن خدمت علیؑ میں آئے اور کہا: آپ کی فضیلت و برتری سے انکار نہیں۔ آپ کا صفین کے لیے نکلنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی جوان مرد کسی احمق کی سرکوبی کے لیے نکلے۔ معاویہ آپ سے قاتلان عثمان کا مطالبہ کر رہا ہے تو آپ اسے حوالے کر دیجئے اور اگر پھر بھی معاویہ آپ سے برسرِ پیکار ہو تو ہم دونوں آپ کے ساتھ ہو کر معاویہ سے جنگ کریں گے۔ حضرت نے محمد بن ابی بکر، عمار یاسر اور مالک اشتر کو کہا انھیں پہچانتے ہو۔ ابو ہریرہ و ابو درداء نے کہا: جی ہاں! آپ نے کہا: یہی قاتلین عثمان ہیں، انھیں لے لو وہ دونوں انھیں گرفتار کرنے آئے تو دس ہزار سے زیادہ افرادِ لشکر سے نکل کر کہنے لگے: ہم نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا: اب تو معاملہ بڑا سنگین ہو گیا۔ ابو ہریرہ اور ابو درداء اپنے گھر حمص واپس چلے گئے۔ وہاں پہونچے تو عبدالرحمٰن بن عثمان نے ان کے سفر کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے تمام واقعہ سنا دیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: مجھے تم دونوں اصحاب رسولؐ پر سخت حیرت ہے۔ بخدا! اگر تم نے عثمان کی مدد سے ہاتھ روک لیا تھا تو زبان بھی روکتے۔ کیا تم علیؑ سے قاتلان عثمان کو طلب کر رہے تھے۔ حالانکہ اگر

مہاجرین وانصار نے قتل عثمان کو غلط سمجھا ہوتا تو علیؑ سے قصاص عثمان ہی کی شرط پر بیعت کرتے ۔ کیا انھوں نے ایسا کیا؟ تمہاری حرکت پر تعجب ہے۔ تم مہاجرین وانصار کو تو کچھ کہتے نہیں اور علیؑ سے قاتلوں کا مطالبہ کر رہے ہو اور خلافت سے ہٹانا چاہتے ہو اور شوریٰ کے ذریعے خلیفہ طئے کرنا چاہتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ جو لوگ علیؑ کی خلافت سے راضی ہیں وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جنھوں نے علیؑ کی بیعت نہیں کی ہے پھر یہ کہ تم سفیر بنے تھے طلیق کے، جسے حق خلافت کہیں سے حاصل نہیں ۔ یہ بات پھیل گئی تو معاویہ نے عبدالرحمٰن کے قتل کا ارادہ کیا لیکن خاندان اور قبیلے والوں کو دیکھتے ہوئے اپنا ارادہ بدل دیا۔

نصر بن مزاحم لکھتا ہے کہ ابو امامۃ باہلی اور ابو درداء نے معاویہ سے کہا: علیؑ کی سبقت اسلامی اور اولویت خلافت کے باوجود ان سے کیوں جنگ کر رہے ہو؟ معاویہ نے کہا: وہ قاتلوں کو ہمارے حوالے کر کے معاملہ خلافت شوریٰ کے ذریعے طئے کریں۔ یہ لوگ علیؑ کے لشکر میں گئے تو بیس ہزار افراد نے نکل کر کہا ہم قاتل عثمان ہیں ۔ (۱)

۴۔ ابو طفیل نے معاویہ کو جواب دیا: میں نے عثمان کی مدد اس لیے نہیں کی کہ مہاجرین وانصار نے عثمان کی مدد نہ کی ۔ (۲)

۵۔ شعبہ کہتے ہیں کہ قاضی ابو اسحاق کسی مدینہ والے کی گواہی قبول نہ کرتا تھا۔ میں نے وجہ پوچھی تو جواب دیا: چونکہ انھوں نے عثمان کو قتل کیا تھا۔ (۳)

۶۔ ابن عساکر (۴) نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک اندھے نے دعا کی: خدایا! عثمان پر اور اس کی ذریت پر لعنت فرما۔ ابو مسلم خولانی نے غصہ میں کہا: مدینہ والو! خدا تمہارا برا کرے۔ تم قوم ثمود سے بدتر ہو۔ قوم ثمود نے ناقۃ اللہ قتل کیا تھا اور تم نے خلیفۃ اللہ کو قتل کیا اور خلیفہ خدا ناقے سے زیادہ بزرگ ہوتا ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس واقعے سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ مدینے والوں نے اجتماعی

۱۔ کتاب وقعہ صفین، ص ۲۱۳۔ ص ۱۹۰۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۱۵۸، (ج ۱، ص ۱۶۵)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۳۔

۳۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۸۳۔ (ج ۲۰، ص ۲۲۳۔ نمبر ۲۴۱۱)۔ تھذیب ابن عساکر، ج ۶، ص ۸۵۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۳۱۹۔ (ج ۲۷، ص ۲۲۰۔ نمبر ۳۲۱۳)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۲، ص ۶۳۔

طور سے عثمان کو مسترد کر دیا اور انھیں قتل کیا۔ اب رہ گئی ابو مسلم خولانی کی بات تو اس کا جواب مالک اشتر وغیرہ کے اقوال سے دیا جا سکتا ہے کہ عثمان نے دین بدل دیا تھا، بدعتیں ایجاد کی تھیں اس لیے انھیں قتل کیا گیا۔

۷۔ واقدی اپنی مسند میں لکھتا ہے کہ ۳۴ھ میں بعض اصحاب نے خط لکھ کر سرحدی علاقوں میں مصروف جہاد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باخبر کیا کہ عثمان نے بدعتیں ایجاد کی ہیں اور دینی تبدیلیاں دھڑے سے کر رہے ہیں ان پر اعتراض کیا جاتا ہے تو مانتے نہیں، لہٰذا تم اگر حفاظت دین کے لیے جہاد کرنا چاہتے ہو تو مدینے آ کر عثمان سے جنگ کرو۔ اس خط کا زید بن ثابت، ابو اسید ساعدی، کعب بن مالک اور حسان بن ثابت کے علاوہ سب نے اثر لیا۔ انھوں نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آپ عثمان کو جا کر سمجھائیے آپ گئے اور عثمان کو سمجھایا: کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں اور میری پشت پر لوگ ہیں کہ تم سے حکومت کے غلط رویے پر گفتگو کروں۔ ایسا نہیں کہ تم ناواقف ہو، تم نے بھی اسی طرح احادیث رسولؐ سنی ہیں جس طرح میں نے سنی ہیں۔ ابوبکر و عمر تم سے زیادہ اجراء قانون الٰہی کے ذمہ دار نہ تھے۔ تم تو قرابت رسولؐ بھی رکھتے ہو، ان کے داماد بھی ہو، خدا کا خوف کرو۔ عثمان نے کہا: اگر آپ میری جگہ ہوتے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم کرتے، آوارہ لوگوں کو پناہ دیتے تو میں آپ کی مخالفت نہ کرتا۔ (ذرا دیکھئے تو کس طرح بے مہمل طریقے سے اپنی بدعتوں اور انحراف قرآنی کی صفائی دے رہے ہیں۔) میں نے انھیں کو گورنری دی ہے، جنہیں عمر نے گورنری دی تھی۔ علیؑ نے کہا: عمر اپنے گورنروں کی باز پرس کرتے تھے، تم نہیں کرتے۔

تم اپنے رشتہ داروں سے نرمی برتتے ہو۔ عثمان نے کہا: وہ آپ کے بھی تو رشتہ دار ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

اپنی جان کی قسم! وہ میرے رشتہ دار ہیں لیکن دوسروں میں ان سے زیادہ فضائل ہیں۔ عثمان نے کہا: کیا معاویہ کو عمر نے خلیفہ نہیں بنایا؟ حضرت نے فرمایا: معاویہ تو عمر کے غلام یرفاء سے بھی ڈرتا تھا اور اب تو وہی تمہاری جگہ حکمرانی کر رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ عثمان کی جگہ وہی حکومت کر رہا ہے۔ تمہیں خبر ملتی

ہے تو معاویہ سے کوئی باز پرس نہیں کرتے۔(۱)

۸۔طبقات بن سعد میں ہے کہ(۲) عثمان نے محاصرے کے درمیان کہا: لوگو! مجھے قتل نہ کرو۔ میں تمہارا حکمراں اور مسلمان کا بھائی ہوں... پھر دعا کی: خدایا! ان سے بھرپور بدلہ لینا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ اسی لیے خدا نے ان فتنہ پردازوں کو قتل کیا۔ یزید نے بیس ہزار فوج بھیجی جنھوں نے مدینہ والوں کا جی بھر کے خون بہایا اور خوب کھیل کھیلا۔ حسان بن ثابت(۳) اور حمید بن ثور(۴) نے مدینہ والوں کے خلاف اشعار بھی کہے ہیں۔

مدینہ والوں کا خط سرحدی صحابہ کو

طبری لکھتا ہے:

جب لوگوں نے عثمان کی غلط حرکات دیکھیں تو ان اصحاب کو خط لکھا جو مختلف سرحدوں پر مصروف جنگ تھے:

تم دین محمدی ﷺ کی حفاظت کے لیے سرحدوں پر جنگ کر رہے ہو۔ یہاں عثمان نے دین فاسد کر دیا ہے لہذا دین محمدی ﷺ کی جلد خبر لو۔ (دین محمد ﷺ کو خلیفہ نے فاسد کر دیا ہے لہذا اسے معزول کرو)

اس خط پر مختلف علاقوں سے صحابہ مدینہ آ گئے اور انھیں قتل کر دیا۔(۵)

۱۔انساب الاشراف، ج۵، ص۶۰، (ج۶، ص۱۷۴)۔تاریخ طبری، ج۵، ص۹۷، (ج۴، ص۳۳۶۔حوادث ۳۴ھ)۔تاریخ کامل، ج۳، ص۶۳۔(ج۲، ص۲۷۵۔حوادث ۳۴ھ)۔تاریخ ابن خلدون، ج۲، ص۳۹۱۔(ج۲، ص۵۹۳)۔

۲۔طبقات ابن سعد، ج۳، ص۴۷۔(ج۳، ص۶۷)۔

۳۔مروج الذھب، ج۱، ص۴۴۲۔(ج۲، ص۳۶۴)۔العقد الفرید، ج۲، ص۲۶۷۔(ج۴، ص۱۱۲)۔

۴۔تاریخ ابن عساکر، ج۴، ص۴۵۸۔(ج۱۵، ص۲۷۳۔نمبر۱۷۹۰)۔تھذیب ابن عساکر، ج۴، ص۴۶۱۔

۵۔تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۵۔(ج۴، ص۳۶۷، حوادث، ۳۵ھ)۔تاریخ کامل، ج۵، ص۷۰۔(ج۲، ص۲۸۷۔حوادث، ۳۵ھ)۔شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۵۔(ج۲، ص۱۴۹۔خطبہ، ۳۰)۔

مہاجرین کا خط مصریوں کے نام

مہاجرین اولین اور باقیماندہ افراد شوریٰ کی طرف سے مصر میں مقیم صحابہ وتابعین کی طرف:

امابعد قبل اس کے کہ خلافت رسول کو مستحقوں سے اچک لیا جائے جلد یہاں پہونچیے۔ کیونکہ قرآن بدل دیا گیا ہے۔ سنت رسول متغیر کردی گئی اور ابوبکر وعمر کے احکامات بدل دیئے گئے ہیں۔ لہذا تمام اصحاب وتابعین کو خدا کی قسم دی جاتی ہے کہ تم جلد آؤ اگر تم خدا اور رسولؐ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور حق کو روشن مناروں پر قائم کرو۔ جس طرح رسول خداؐ اور شیخین نے استوار کیا تھا۔ کل تک یہ خلافت، محمدیؐ و باعث رحمت تھی اور آج خود سر شہنشاہیت بن گئی۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا رواج ہو گیا ہے۔ (۱)

مدینہ والوں کا خط عثمان کے نام

تاریخ طبری (۲) میں ہے کہ زبیر کہتے ہیں کہ مدینے والوں نے عثمان کو خط لکھا: تم توبہ کرو اور حجت کے ساتھ قسم کھاؤ کہ اگر عہد خداوندی کو تم نے انجام نہ دیا تو تمہیں قتل کئے بغیر چھوڑا نہ جائے گا۔ عثمان نے قتل کے خوف سے اپنے ہمدردوں اور رشتہ داروں سے مشورہ کیا۔

عثمان اور اجماع

ان دو سو سے اوپر تاریخی روایات کے انبوہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ و تابعین اور مہاجرین و انصار نے عثمان کی بھر پور مذمت کی۔ صرف چار افراد نے ان کی تائید کی: زید بن ثابت، حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور اسید ساعدی۔

ان چار کے سوا سب نے قتل عثمان میں شرکت کی۔ کسی نے قتل کیا، کسی نے قتل پر ابھارا، کسی نے قاتلوں کی تعریف کی، کسی نے عثمان کی بدعتوں پر انھیں لتاڑا، کسی نے حکومت کو ختم کرنے میں سعی کی

۱۔ دالامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۳۲۔ (ج۱، ص۳۷)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۶۔ (ج۴، ص۳۶۹، حوادث، ۳۵ھ)۔

کسی نے عثمان کو دشنام دیا۔ اس طرح یہ لوگ عثمان کی باطل خلافت کو ختم کرنے میں ہر توانائی صرف کر رہے تھے۔ یہ اجماع اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عثمان کا طریقہ کار قطعی غیر اسلامی تھا، جس کی وجہ سے اصحاب رسول کو صبر کا یارانہ تھا۔ انھوں نے اجماع کر کے قتل کر دیا۔ اور اصحاب کے اجماع کو غلط نہیں کہا جا سکتا، جب کہ ان میں حضرت عائشہ، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ، زبیر، عمار یاسر، مقداد، حجر بن عدی، ہاشم مرقال، جہجاہ، سہل بن حنیف، عمرو عاص، مالک اشتر، صعصعہ، معاویہ، عمرو بن حمق، جابر بن عبداللہ، زید بن صوحان، قیس بن سعد جیسے معروف ترین اصحاب، مہاجرین، انصار اور بدری و بیعت شجرہ کے فضائل سے آراستہ اصحاب تھے۔ ان سب کے اوپر خود حضرت علیؑ نے عثمان کی مذمت کی اور انھیں بدعتی و خائن کہا۔

قصہ پہلے محاصرے کا

بلاذری وغیرہ نے لکھا ہے کہ کوفہ، بصرہ اور مصر کی عوام مسجد الحرام میں قتل عثمان کے سال میں جمع ہوئی۔ کوفے والوں کا سردار کعب بن عبدہ، بصرہ کا مثنی بن مخربہ عبدی اور مصر والوں کا سردار کنانہ بن بشر تھا۔ ان لوگوں نے باہم مذاکرہ کر کے عثمان کی بدعتوں اور بدعہدیوں پر تنقید کی۔ اور کہا کہ ہمیں اس پر چپ نہیں رہنا چاہیئے۔ اس کے بعد طئے پایا کہ سب لوگ اپنے شہر واپس جائیں اور مکہ میں اپنا نمائندہ بھیج کر لوگوں کو ہم خیال بنایا جائے۔ پھر ایک سال بعد عثمان کے پاس جا کر اپنا مطالبہ رکھیں، اگر وہ نہ مانیں تو نئے مشورہ کے بعد اسے نافذ کیا جائے۔

متعینہ وقت پر مالک اشتر دو سو کوفیوں کے ساتھ مدینہ آئے (یا ایک ہزار کوفیوں کے ساتھ۔ ابن قتیبہ) یہ لوگ چار حصوں میں تقسیم تھے، ان حصوں کے سردار زید بن صوحان عبدی، زیاد بن نضر حارثی، عبداللہ بن اصم اور عمرو بن اہتم۔ بصرہ والوں کو لے کر حکیم بن جبلہ ایک سو آدمیوں کے ساتھ آئے۔ پچاس مزید آ گئے تو ڈیڑھ سو ہو گئے۔ ان کے ہمراہ ذریح بن عباد، بشر بن شریح اور ابن محرش تھے۔ مصر سے چار سو، پانچ سو، چھ سو یا ہزار آئے (یا دو ہزار۔ ابن ابی الحدید) ان کے رؤسا محمد بن ابی بکر، سودان بن حمران، میسرہ سکونی اور عمرو بن حمق تھے۔ مصریوں کے سردار چار افراد تھے:

عمرو بن یدیل بن ورقا خزاعی، عبدالرحمن بن عدیس، عروہ بن شیم، کنانہ بن بشیر۔ ان سب کے سردار غافقی بن حرب تھے اور ایام محاصرہ میں وہی امام جماعت بھی تھے۔

طبری کے مطابق یہ سبھی دو افراد کے تابع تھے: عمرو بن بدیل خزاعی (صحابی پیغمبرؐ) اور عبدالرحمن بن عدیس۔

جب یہ لوگ مدینہ پہونچے تو کچھ مہاجرین وانصار بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ جیسے عمار یاسر بدری، رفاعہ بن رافع بدری، حجاج بن غزیہ صحابی اور عامر بن بکیر۔

زوجہ عثمان، نائلہ نے معاویہ کو خط لکھا تھا کہ مصر والے سارے معاملات میں حضرت علیؑ، محمد بن ابی بکر، عمار یاسر اور طلحہ وزبیر کے مطیع تھے۔ انھیں لوگوں نے قتل عثمان کا حکم دیا تھا، جو قبیلے مصریوں کے ساتھ تھے ان کے نام ہیں: خزاعہ، سعد بن بکر، ہذیل اور کچھ جہنیہ ومزنیہ کے لوگ اور کچھ یثرب کے نبطی۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ عثمان نے ابن مسعود، عمار یاسر اور ابوذر کے ساتھ بدسلوکی کی تھی، اس لیے قبیلہ ہذیل، بنی زہرہ، بنی غفار اور ان کے حلیفوں کے دل میں کینہ بھڑک رہا تھا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ محاصرہ کرنے والوں میں بنی زہرہ، عبداللہ بن مسعود کی وجہ سے تھے۔ کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے۔ قبیلہ ہذیل ان کے حمایتی تھے۔ عمار یاسر کی وجہ سے بنی مخزوم اور ان کے حلیف تھے اور قبیلہ غفار اور ان کے حلیف ابوذر کی وجہ سے تھے۔ اور قبیلہ تیم محمد بن ابی بکر کی وجہ سے تھے اور دوسرے قبائل بھی تھے۔ جن کے ذکر کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ یہ اولین محاصرہ تھا۔ (۱)

۱۔ طبقات، ابن سعد، ج ۳، ص ۴۹۔ (ج ۳، ص ٦٦)۔ انساب الاشراف، بلاذری، ج ۵، ص ۲٦، ۵۹۔ (ص ۱۳۴۔ ۱۷۳)۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۳۴۔ (ج ۱، ص ۳۵)۔ المعارف ابن قتیبہ، ص ۸۴۔ ص ۱۹٦۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱٦۔ (ج ۴، ص ۳٦۹۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ مروج الذہب، ج ۱، ص ۴۴۱۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲٦۲۔ ۲٦۳۔ ۲٦۹۔ (ج ۴، ص ۱۰٦، ۱۰۸۔ ۱۱۴)۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ (ج ۳، ص ٦۸۔ ۵٦)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ٦٦، (ج ۲، ص ۲۸۰۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۰۲۔ (ج ۲، ص ۱۴۰، خطبہ ۱۷۴)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ۱۷۰، ۱۷۳۔ (ج ۷، ص ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ص ۱۹۷۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ حیاۃ الحیوان، دمیری، ج ۱، ص ۵۳۔ (ج ۱، ص ۷۷)۔ الاصابۃ (ج ۲، ص ۴۱۱۔ نمبر ۵۱٦۳)۔ الصواعق المحرقۃ، ص ٦۹، (ص ۱۱٦)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۰٦۔ ص ۱۴۸۔ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۵۹۔ (ج ۲، ص ۲٦۱)۔

مصریوں کا خط عثمان کے نام

ابن زبیر کا بیان ہے کہ مصریوں نے مقام سقیا یا ذوخشب سے عثمان کو خط لکھا۔ عثمان نے خط پڑھکر قاصد کو گھر سے نکال دیا۔ خط کا متن یہ تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

امابعد۔۔۔سمجھ لو کہ خدا نے کبھی کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلی جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ خدا کو پہچانو، دنیا فانی ہے اور آخرت اسی سے وابستہ ہے، اپنی آخرت کا حصہ فراموش نہ کرو۔ دنیا ہی پر نہ ریجھے رہو۔ سمجھ لو کہ ہم صرف خدا کے لیے غضبناک وخوشنود ہوتے ہیں۔ جب تک تم واضح توبہ نہ کرلو گے ہم کاندھے سے تلوار نہ اتاریں گے۔ یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔(۱)

خلیفہ نے قرآن وسنت پر عمل کا عہد کیا۔ ۳۵ھ

بلاذری (۲) نے بحوالہ ابومخنف لکھا ہے کہ مصریوں نے عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا تو مغیرہ بن شعبہ انھیں سمجھانے بجھانے آئے، تو مصریوں نے کہا: ابے بھینگے! واپس جا۔ او بدکار! واپس جا۔ اے کمینے! واپس جا۔ وہ واپس گئے تو عثمان نے عمرو عاص کو بھیجا کہ قرآن درمیان میں لاؤ۔ وہ پہونچے تو مصریوں نے للکارا: دشمن خدا! بھاگ جا۔ نابغہ کے جنے! واپس جا۔ یہ دیکھ کر ابن عمر نے عثمان کو رائے دی کہ علیؑ کے سوا کوئی انھیں سمجھا نہیں سکتا۔ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے تو عثمان نے کہا: آپ انھیں کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی دعوت دیجیے۔ حضرت نے فرمایا: جس بات کی ضمانت لوں گا اسے وفا کروگے؟ عثمان نے کہا: ہاں! آپ مجمع میں گئے تو لوگوں نے کہا: واپس جائیے۔ آپ نے فرمایا: واپس نہیں جاؤں گا، تم سے بات کروں گا۔ میں قرآن کی روشنی میں دیکھوں گا کہ عثمان سے کیا کیا غلط باتیں سرزد ہوئی ہیں۔ سب نے کہا: کیا آپ ضامن ہیں؟ فرمایا: ہاں... یہ سن کر کچھ اشراف عثمان کے گھر آئے اور یہ توبہ نامہ

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۶۔ (ج۴، ص۳۶۹۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۶۲۔ (ج۶، ص۱۷۹)۔

لکھا گیا: تحریر بندۂ خدا عثمان امیر المومنین کی طرف سے ان مومنوں کو لکھی جا رہی ہے جو عثمان پر تنقید کرتے ہیں کہ اب عثمان تمہارے درمیان کتاب خدا اور سنت رسولؐ پر عمل کریں گے۔ حقدار کا حق دیا جائے گا، خائف مطمئن رہے گا، جلاوطن اپنے گھر آئیں گے، عوامی نمائندوں کے اختیارات سلب نہیں کئے جائیں گے، مال غنیمت کو فراخی سے تقسیم کیا جائے گا، حضرت علی ابن ابی طالبؑ اس بات کے ضامن ہیں کہ عثمان اس تحریر پر عمل کریں گے۔

گواہ: زبیر، طلحہ، سعد بن مالک، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت، سہل بن حنیف، ابوایوب، خالد بن زید۔ مرقومہ ذی القعدہ ۳۵ھ۔ تمام لوگوں نے اس تحریر کی ایک ایک کاپی لی اور واپس چلے گئے۔

حضرت علیؑ نے عثمان سے کہا: لوگوں کے سامنے تقریر کر دیجیئے تاکہ لوگ منتشر ہو جائیں اور جو کچھ دل میں ہے خدا کو گواہ بنا دیجیئے۔ کیونکہ لوگ بغاوت پر آمادہ ہیں، ممکن ہے بصرہ اور کوفہ سے بھی لوگ آ جائیں تب آپ کہیں کہ یا علی علیہ السلام! انھیں سمجھایئے۔ اور میں قبول نہ کروں تو کہیں کہ آپ نے حق قرابت ادا نہیں کیا۔ یہ سن کر عثمان نے منبر پر جا کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا اور استغفار کیا۔ پھر کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ جو پھسل جائے اسے راہ راست پر آ جانا چاہیئے۔ میں پہلا شخص ہوں اس حدیث کو ماننے والا۔ اگر اب مجھ سے غلطی ہو جائے تو اشراف آ کر مجھے رائے صائب کے ذریعے رہنمائی کر دیں۔ کیونکہ بخدا! اگر کوئی غلام بھی مجھے راہ راست دکھائے تو میں مان جاؤں گا۔ اب مجھے راہ خدا اپنانے کے سوا چارہ نہیں۔

یہ تقریر سن کر تمام لوگ خوش خوش عثمان کے گھر پر آئے۔ اتنے میں مروان نے نکل کر ان لوگوں کو ڈپٹا: تم پر پھٹکار، یہاں کیوں جمع ہوئے ہو؟ امیر المومنین سے تمھیں کیا لینا دینا۔ جسے کوئی کام ہوتا ہے صدا لگانے لگتا ہے۔ واپس جاؤ۔ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ہوئی تو آپ غصے میں بھرے ہوئے عثمان کے پاس آئے اور فرمایا: مروان اور تمہارا معاملہ صرف یہ ہے کہ وہ تمہارے دین اور عقل کو غارت کرے۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ یہ تمھیں کنویں میں جھونک دے گا۔ اب کبھی تمہارے پاس نصیحت کے لیے نہ آؤں گا۔ زوجہ عثمان نائلہ نے عثمان سے کہا: سنتے ہو علیؑ نے مروان کے بارے میں کیا کہا۔ اب وہ کبھی تمہاری

مدد نہ کریں گے۔ تم مروان کی بات مانتے ہو جس کا کوئی لوگوں میں احترام نہیں نہ اثر ہے۔ عثمان نے دوبارہ علیؑ کے پاس آدمی بھیج کر بلوایا لیکن وہ نہ آئے۔

ابن سعد نے ابوعون کا بیان نقل کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن اسود نے مروان کو بددعا دے کر کہا کہ عثمان نے رو دھو کر لوگوں کو راضی کیا لیکن مروان نے سب چوپٹ کر دیا۔ (۱)

توبہ عثمان کو ایک دوسری طرح بھی علامہ امینیؒ نے ذرا تفصیل کے ساتھ طبری کے حوالے سے لکھا ہے۔ واقعات یہی ہیں۔ اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ عثمان کو اصل میں مروان نے گمراہ کیا تھا۔ اور نائلہ و مروان سے اس سلسلے میں نوک جھونک بھی ہوئی۔ (۲)

طبری ہی کے حوالے سے ایک تیسری روایت توبہ بھی نقل کی گئی ہے۔ اس میں حضرت علی علیہ السلام کے انکار کے بعد خود عثمان کا شب کے پردے میں علیؑ کے پاس جانا منقول ہے۔ (۳)

دوسرا عہد و توبہ

پہلا عہد جس میں کتاب خدا و سنت رسولؐ پر عمل کرنے اور بدعتوں سے باز آنے کا اقرار تھا ٹوٹ گیا بلکہ کسی ایک عہد پر بھی عثمان نے عمل نہ کیا۔ ان کی بدعتوں میں اضافہ ہی ہوا۔ اس لیے عوام نے دوبارہ انھیں پابند کرنا چاہا۔

۱۔ تاریخ طبری، ج۴، ص۳۶۳، حوادث، ۳۵ھ۔ تاریخ کامل ج۲، ص۲۸۵۔ حوادث، ۳۵ھ۔ حیاۃ الحیوان، ج۱، ص۵۳۔ ج۱، ص۷۷۔

۲۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۶۴، ۶۵۔ (ج۶، ص۱۷۷۔۱۷۹)۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۱، (ج۴، ص۳۶۰ حوادث، ۳۵ھ۔) تاریخ کامل، ج۳، ص۶۸۔ (ج۲، ص۲۸۵۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ البدایۃ والنھایۃ۔ ج۷، ص۱۷۲۔ (ج۷، ص۱۹۳، حوادث، ۳۵ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۳۔۱۶۴۔ (ج۲، ص۱۴۷۔۱۴۶۔ خطبہ، ۳۰)۔ تاریخ ابن خلدون، ج۲، ص۳۹۶۔۳۹۷۔ ج۲، ص۵۹۸۔۵۹۷۔)

۳۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۲ (ج۴، ص۳۶۳۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۹۶ (ج۲، ص۲۸۶۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

طبری، ابن زبیر کا بیان نقل کرتا ہے کہ مدینے والوں (مہاجرین وانصار) نے عثمان کو خط لکھ کر توبہ کرنے کو کہا۔ انھوں نے قسم کھائی کہ اگر عثمان نے عہد توڑ دیا تو قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ عثمان نے قتل کے خوف سے امویوں سے مشورہ کیا۔ امویوں نے انھیں مشورہ دیا کہ حضرت علیؑ سے کہہ کر ان بلوائیوں کو دور کیا جائے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ ٹال مٹول مناسب نہیں۔ میں نے پہلی بار بیچ بچاؤ کیا تھا۔ اس کا انجام تم نے دیکھ لیا۔ مروان نے عثمان سے کہا: آپ بزرگ ہیں، اگر بلوائیوں کی بات مانتے رہے تو جو آپ کے دوست ہیں وہی آپ کے دشمن ہو جائیں گے۔ اس لیے اب بلوائیوں سے کچھ مہلت لے کر باہر سے فوجی کمک منگوائیے۔ کیونکہ یہ سب بغاوت پر آمادہ ہیں۔ ان سے عہد کر کے اس پر باقی رہنا مناسب نہیں۔ عثمان نے آدمی بھیج کر علیؑ کو بلوایا اور کہا: مجھے اطمینان نہیں ہے، یہ مجھے قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ آپ انھیں مجھ سے دور کیجیے۔ اب میں قانون اسلام کے اجراء کا پوری طرح عہد کرتا ہوں چاہے اس میں میرا خون ہی بہہ جائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: لوگ آپ کے قتل کا نہیں بلکہ انصاف کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ لوگ عہد پر عمل کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوں گے۔ ان کے پہلے دستے سے آپ نے وعدہ کیا تھا اسے وفا نہ کیا۔ میں نے آپ کے خدا گواہ پر اعتبار کر کے انھیں دور کر دیا۔ لیکن آپ نے ایک بھی وعدے کو وفا نہ کیا، نہ کوئی عہد پورا کیا۔ اب آپ اس بھرّے میں نہ رہیں کہ دوبارہ مجھے دھوکہ دے سکیں گے۔ کیونکہ میں صرف امورِ حق ہی میں آپ کی حمایت کر سکتا ہوں۔

عثمان نے کہا: ٹھیک ہے۔ آپ صرف امورِ حق ہی میں میری مدد کیجیے۔ خدا کی قسم! جو عہد میں نے کیے ہیں اسے پورا کروں گا۔ حضرت علی علیہ السلام لوگوں کے درمیان گئے اور فرمایا: لوگو! تمہارا مطالبہ صحیح ودرست ہے اس لیے اس کی موافقت کی جائے گی۔ عثمان دعویٰ کرتے ہیں کہ تمہارے ساتھ انصاف برتیں گے اور تمہاری مرضی کے خلاف نہ کریں گے۔ ان کی بات مان لو۔ لوگوں نے کہا: ہم نے مان لیا، لیکن اب صرف زبان جمع خرچ سے کام نہ چلے گا عمل بھی ہونا چاہیے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ تمہارا حق ہے میں اسے انجام دوں گا۔ پھر عثمان کے پاس آ کر ساری روداد سنائی۔ عثمان نے کہا: ان سے مہلت لے لیجیے، کیونکہ میں ایک روز میں تو ان کے تمام مطالبات کو پورا نہ کر سکوں گا اور نہ اعتراضات کو

دفع کرسکوں گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو مدینے سے متعلق معاملہ ہے اس میں مہلت کی گنجائش نہیں مدینہ سے باہر کے معاملات کو اس وقت تک کا موقع دیا جاسکتا ہے جب تک آپ کا حکم وہاں پہونچ جائے۔ عثمان نے کہا: ٹھیک ہے، لیکن مدینہ کے لیے تین روز کا موقع دیجیے۔ حضرت علی علیہ السلام مان گئے۔ اور عوام کے درمیان جاکر تحریری معاہدہ عثمان اور عوام کے درمیان ہوگیا۔ انھوں نے تین روز کا موقع دیا کہ تمام گذشتہ مظالم کی تلافی اور حق کا استحکام ہو۔ اور تمام نامناسب گورنروں کی برطرف کیا جائے۔ پھر سخت اور موکدترین عہد جو خدا و بندوں کے درمیان ہوسکتا ہے عثمان سے کرایا گیا۔ اور اس پر مہاجرین و انصار گواہ ہوئے۔ نتیجہ میں مسلمانوں نے ان سے دست برداری اختیار کی تاکہ وہ اپنے عہد پر عمل کرسکیں لیکن عثمان نے خود کو جنگ کے لیے آمادہ کرلیا۔ اپنی پوزیشن مضبوط کرنے لگے، اسلحہ جمع کرنے لگے۔ اور غنائم خمس کے غلاموں (گورنمنٹ فوج) کو فراہم کرنے لگے۔ جب مہلت کے تین دن ختم ہوگئے تو حالات جوں کے توں تھے۔ عثمان نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی نہ تو ناپسندیدہ گورنروں کو برطرف کیا تھا۔ یہ دیکھ کر تمام عوام بھڑک اٹھی۔ عمرو بن حزم انصاری مصریوں کے پاس گئے جو مقام ذوخشب میں ڈیرا ڈالے ہوئے تھے۔ اور انھیں تمام معاملات کی اطلاع دی۔ پھر ان کے ہمراہ مدینہ آکر عثمان کو پیغام بھیجا کہ تم نے کسی عہد پر عمل نہ کیا، نہ توبہ کی، نہ حکومت میں کوئی تبدیلی کی، نہ عہد خداوندی کو پورا کیا۔ عثمان نے کہا: ہاں! میں اپنے عہد پر باقی ہوں۔ لوگوں نے کہا: تو پھر یہ خط کیسا ہے۔.....(۱)

جب مصر والے مدینہ آئے تو حضرت علی علیہ السلام نے انھیں سمجھا بجھا کر اپنے شہروں کو واپس جانے پر آمادہ کرلیا تھا۔ پھر مقام ذوخشت تک پہونچا کر مدینہ میں عثمان کو اطلاع دی کہ مصری واپس گئے۔ عثمان نے وہ دن گذار دیا۔ دوسرے دن مروان آیا اور عثمان سے کہا: لوگوں کو تقریر کرکے مطلع کردیجیے کہ مصر والوں کو جس وقت معلوم ہوا کہ امام و حکمراں کے خلاف ساری باتیں جو معلوم ہوئی تھیں، غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔ آپ کا یہ حکم اس قدر نافذ ہونا چاہیے کہ عوام اپنے اپنے شہروں اور صوبوں کو واپس

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۱۶۔ (ج۴، ص۳۶۹، حوادث، ۳۵ھ) تاریخ کامل، ج۳، ص۷۱۔۷۲۔ (ج۲، ص۲۸۹۔۲۸۸۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۶۔ (ج۲، ص۱۴۹، خطبہ، ۳۰)۔

جائیں۔ کیونکہ اس طرح وہ حکومت پر مسلط ہو جائیں گے۔ عثمان اس بات پر آمادہ نہیں ہو رہے تھے۔ مگر مروان نے اس قدر زور دیا کہ مجبور ہو کر عثمان نے منبر پر جا کر کہا کہ یہ مصر کے عوام اس لیے آئے تھے کہ انھیں حکمرانوں کے خلاف بے بنیاد اور غلط باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ جب انھیں یقین ہو گیا کہ وہ سب غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔

یہ سنتے ہی چاروں طرف سے فریاد و غوغا بلند ہو گیا: عثمان! خدا سے ڈرو، خدا کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ سب سے پہلے عمرو عاص نے کہا: عثمان خدا سے ڈرو، تم نے پاپ کر کے ہمیں بھی اس دلدل میں گھسیٹ دیا ہے۔ اب خدا سے توبہ کرو تا کہ ہم بھی توبہ کریں۔..........(۱)

دوسرا محاصرہ (۲)

بلاذری بحوالہ ابو مخنف لکھتا ہے کہ مصریوں نے عثمان سے قرارداد لکھوا کر اپنے شہروں کا رخ کیا۔ راستے میں مقام ''ایلہ'' یا اس کے آس پاس پہونچے تھے۔ دیکھا کہ ایک سوار آرہا ہے اس کا رخ مصر کی

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۰۔۱۱۴۔ (ج ۴، ص ۳۵۹۔ ۳۶۶۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۴ (ج ۶، ص ۱۹۲)۔ استیعاب (القسم الثالث، ص ۱۰۴۱۔ نمبر ۱۷۷۸)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۱۱۳ (ج ۲، ص ۱۴۳۔ خطبہ، ۳۰)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۸۔ ج ۲، ص ۲۸۳۔ حوادث، ۳۵ھ۔ الفائق زمخشری، ج ۲، ص ۲۹۶۔ (ج ۴، ص ۳۵) نہایۂ ابن اثیر، ج ۴، ص ۱۹۶، ج ۵، ص ۱۳۴۔ البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۱۷۵ (ج ۷، ص ۱۹۶، حوادث ۳۵ھ)۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۶۔ (ج ۲، ص ۵۹۷)۔ لسان العرب، ج ۷، ص ۹۸۔ (ج ۱۴، ص ۲۹۹)۔ تاج العروس، ج ۳، ص ۵۹۲۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۶۹۔ ۲۶۔ ۹۵۔ ج ۶، ص ۱۸۵۔ ۱۳۳۔ ۲۱۹۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۳۷۔ ۳۳۔ ج ۱، ص ۳۹۔ المعارف ابن قتیبہ، ص ۸۴۔ ص ۱۹۴۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۶۳۔ (ج ۴، ص ۱۰۶)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ج ۴، ص ۳۷۲۔ حوادث ۳۵ھ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۲۳۔ ۱۲۵۔ ج ۳، ص ۵۶۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۰۔ ۷۱۔ (ج ۲، ص ۲۸۷۔ حوادث ۳۵ھ)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ج ۲، ص ۱۵۱ خطبہ، ۳۰۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۷۔ (ج ۲، ص ۵۹۸)۔ البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۸۶۔ ۱۸۹۔ ج ۷۔ ص ۲۱۱۔ ۱۹۴۔ حوادث ۳۵ھ۔ حیاۃ الحیوان، ج ۱، ص ۵۳۔ ج ۱، ص ۷۷۔ الصواعق المحرقہ، ص ۶۹۔ ص ۱۱۷۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ص ۱۴۸۔ ۱۵۱۔ سیرۂ حلبیہ، ج ۲، ص ۸۴۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ج ۲، ص ۷۵۔ ۷۷۔ ۷۸۔ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۵۹۔

طرف ہے۔ اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ جواب دیا: امیر المومنین (عثمان) کا قاصد ہوں، گورنر مصر عبداللہ بن ابی سرح کے پاس جا رہا ہوں۔ میں امیر المومنین کا نوکر ہوں۔ وہ سیاہ فام تھا۔ آپس میں سب نے اس کی تفتیش کرنے کی بات طے کی۔ ممکن ہے گورنر کو ہم لوگوں کے متعلق کوئی حکم لکھا ہو۔ تفتیش کے بعد کچھ نہ ملا۔ آخر کنانہ بن بشر کی تاکید پر اس کی مشک دیکھی گئی تو ایک بند شیشی میں عثمان کا خط تھا۔ جس میں لکھا تھا: جب مصر میں عمرو بن بدیل پہونچے تو گردن مار دو، ابن عدیس و کنانہ کے ہاتھ پاؤں قطع کر دو تاکہ تڑپ کر مر جائیں، پھر ان کی لاش شاخ خرما پر لٹکا دینا۔

کہتے ہیں کہ یہ خط مروان نے بغیر عثمان کی اطلاع کے لکھ دیا تھا۔ جب مصریوں کو خط کے مضمون سے آگاہی ہوئی تو کہا عثمان اپنے عہد سے پھر گئے ہیں۔ وہ لوگ پھر مدینہ واپس ہوئے اور خط کو حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ عثمان کے پاس گئے۔ عثمان نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں لکھا ہے، نہ اس کی خبر ہے۔ لیکن یہ تسلیم کیا کہ خط ان کے کاتب ہی کا لکھا ہوا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام غصے میں یہ کہتے ہوئے چلے آئے کہ بلکہ تمہارا خود کا لکھا ہوا ہے۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ عثمان کی مہر حمران بن ابان کے پاس تھی۔ اسے مروان نے لے لیا تھا، جب وہ بصرہ جانے لگا تھا۔

جہیم فہری کا بیان ہے کہ عثمان نے حضرت علی علیہ السلام کو جواب دیا کہ میرا نہیں میرے منشی کا لکھا ہوا ہے بلکہ آپ کا لکھا ہوا ہے کیونکہ بلوائی آپ کے تابع ہیں اور آپ مجھ سے دور نہیں کرتے۔ میں تو آپ ہی کو الزام دوں گا۔

پھر تو مصریوں نے عثمان کے گھر پر دھاوا بول دیا۔ کہنے لگے: کس قدر شرم کی بات ہے کہ تمہاری مہر سے ایسا حکم صادر ہو جس کی تمہیں خبر نہ ہو۔ تم جامہ خلافت اتار دو۔ عثمان نے کہا: جو جامہ خدا نے مجھے پہنایا ہے میں ہرگز نہ اتاروں گا۔ بنی امیہ چلانے لگے: یا علی! یہ سارا معاملہ آپ ہی نے خراب کیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے احمقو! تم جانتے ہو کہ نہ وہ ناقہ میرا تھا نہ قاصد۔ میں نے تو مصریوں کو واپس کر کے حالات درست کرنے کی کئی بار ہر ممکن کوشش کی۔ اب کیا تدبیر کروں؟ پھر یہ کہتے ہوئے

واپس ہو گئے: خدایا! میں ان کی باتوں سے بیزار ہوں اور اس خون سے بیزار ہوں جو ایک کے بعد ایک بہے۔

جب عثمان کا محاصرہ کیا گیا تو عثمان نے عوام کے لئے ایک خط جس کو ابن زبیر نے لوگوں کے درمیان پڑھ کر سنایا: بخدا نہ وہ خط میں نے لکھا نہ مجھے اس کی کوئی اطلاع ہے اور میں تم لوگوں کو زبان دیتا ہوں کہ تمہاری کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔ بنابریں ہر شخص اپنی پسند کا آدمی خود منتخب کر لے یہ خزانے کی چابی بھی حاضر ہے جسے چاہو حوالے کر دو۔

لوگوں نے کہا: ہم نے خط لکھنے کا الزام تم پر دیا ہے لہٰذا تم خلافت چھوڑ دو۔

ابن سعد نے جابر بن عبداللہ انصاریؒ کا بیان نقل کیا ہے جس میں واپس ہوتے ہوئے مصریوں کا عثمان کے نوکر سے خط پانا اور مصریوں کا مدینہ واپس آنا، محمد بن مسلمہ کو ان کے پاس عثمان کا بھیجنا اور مصریوں کے محاصرے کا حال مرقوم ہے۔

اس سلسلے میں دوسرے تاریخی روایات کو بھی علامہ امینیؒ نے درج کیا ہے۔ سعید بن مسیب نے انھیں متذکرہ واقعات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ آخر میں ابن مسیب کا بیان ہے کہ لوگوں نے عثمان کا محاصرہ کر کے پانی بند کر دیا۔ عثمان نے بام خانہ سے پوچھا: یہاں علیؑ ہیں؟ جواب ملا: نہیں۔ پوچھا: سعد ہیں؟ جواب ملا: نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا: تم میں کوئی ایسا ہے جو علیؑ کو خبر کر دے کہ مجھے پانی پہونچا دیں۔ جب علیؑ کو خبر ہوئی تو آپ نے پانی کی تین مشکیں پہونچوائیں۔ چنانچہ اس جھڑپ میں بنی امیہ اور بنی ہاشم کے چند غلام بھی زخمی ہوئے۔ مشہور مورخ واقدی نے بھی انھیں تفصیلات کو لکھا ہے۔

طبری کا بیان ہے کہ عثمان کا خط مصر لے جانے والے کا نام ابو اعود اسلمی تھا۔ (۱) حضرت علی علیہ السلام اسی کے لیے اکثر نمازوں میں لعنت فرماتے تھے۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص: ۱۱۵۔ ج ۴، ص ۳۶۷۔ حوادث، ۳۵ھ۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ ج ۲، ص ۱۵۰، خطبہ ۳۰۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۴۰، ج ۵، ص ۷۱، حوادث، ۳۷ھ۔ تاریخ ابو الفداء، ج ۱، ص ۱۷۹۔ استیعاب، القسم الرابع، ص ۱۶۰۰۔ نمبر ۲۸۴۹۔

طبری یہ بھی لکھتا ہے کہ عثمان بن محمد اخنسی کا بیان ہے کہ عثمان کا محاصرہ مصریوں کے آنے سے قبل ہی شروع ہو چکا تھا۔ مصر والے جمعہ کے دن مدینہ پہونچے اور عثمان کو بعد جمعہ قتل کر دیا گیا۔(۱)

عثمان توبہ کار، توبہ شکن

طبری نے سفیان بن ابی العوجاء کا بیان نقل کیا ہے کہ پہلی دفعہ مصری آئے تو عثمان نے محمد بن مسلمہ سے بات کر کے انھیں واپس کر دیا۔ جب وہ لوگ مقام بویب پہونچے تو عثمان کے نوکر کا خط پکڑا اور واپس مدینہ آ کر مالک اشتر اور حکیم بن جبلہ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ لوگ خط کو عثمان کے سامنے لے گئے۔ انھوں نے پوچھا تو عثمان نے انکار کیا اور کہا کہ یہ خط جعلی ہے۔ پوچھا: کیا یہ خط آپ کا لکھا نہیں؟ کہا: میرا لکھا ہے لیکن میری مہر نہیں نہ میرے حکم سے لکھا گیا ہے۔ پوچھا: کیا یہ نوکر آپ کا نہیں؟ جواب دیا: ہے، لیکن میری اجازت کے بغیر گیا تھا۔ پوچھا: یہ اونٹ جس پر سوار ہو کر گیا آپ کا نہیں ہے؟ جواب دیا: ہے، لیکن میری اجازت کے بغیر حاصل کیا گیا۔ کہا گیا: دو حال سے خالی نہیں یا آپ سچے ہیں یا جھوٹے۔ اگر جھوٹے ہیں تو حکومت چھوڑیئے۔ کیونکہ ناحق ہمارے قتل کا حکم دیا۔ اگر سچے ہیں تو بھی حکومت چھوڑ دیئے کیونکہ آپ کمزور اور غافل ہیں۔ اور اپنے اردگرد گندے لوگوں کو جمع کر رکھا ہے۔ کیا کسی حکمراں کے لیے ایسا غافل اور سست ہونا روا ہے، جس کی طرف سے حکم صادر ہو اور اسے پتہ نہ ہو؟ مزید کہا: آپ کو اصحاب رسولؐ نے نصیحت کی کہ غلط بدعتوں کو چھوڑ دیئے، قانون اسلام کا نفاذ کیجئے۔ آپ نے انھیں سخت سزائیں دیں۔

عثمان نے کہا: ہر حکمراں کبھی غلطی کرتا ہے، کبھی صحیح کام کرتا ہے۔ آپ لوگوں کو غلطیوں پر انتقام لینے کا حق نہیں۔ کہا گیا: آپ نے سنگین غلطیاں کی ہیں۔ آپ حکومت سے دستکش ہو جایئے۔ جب آپ سے بات ہوتی ہے آپ توبہ کرتے ہیں اور پھر اپنی سی کرنے لگتے ہیں۔ یہ دو بار ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ محمد بن مسلمہ آپ کی حرکتوں سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ اب انھوں نے عہد کیا ہے کہ عثمان کے معاملے میں

۱۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۳۲۔ ج۴، ص۳۹۴۔ حوادث، ۳۵ھ۔

کبھی دخل نہ دیں گے۔ ہم پہلی بار واپس گئے تا کہ آپ کو بہانہ نہ مل سکے، اب ہمیں اس واپسی پر شرمندگی ہے۔ دوسری بار آپ نے ہمارے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔ اب آپ اپنے خط کا بھی انکار کرنے لگے۔ اب آپ حکومت چھوڑ دیئے تا کہ آپ کی زحمتوں سے ہمیں چھٹکارا ملے اور آپ بھی ہمارے ہاتھوں محفوظ رہیں۔ جب سب کہہ چکے تو عثمان نے تقریر کی: تم نے انصاف کی بات نہیں کی ۔ کیونکہ تم حکومت چھوڑنے کو کہتے ہو، جس جامے کو خدا نے پہنایا ہے ہم اسے نہ اتاریں گے۔ البتہ ہم توبہ کر سکتے ہیں کہ اب ان غلطیوں کو نہیں دہرائیں گے لوگوں نے کہا: ہم اس سے قبل آپ کو موقع دے چکے ہیں۔ آپ نے وہی غلطیاں دہرائی تھیں ۔ پھر ہماری گردن زدی کا بھی حکم دے دیا۔ ہمیں امید ہے کہ پھر آپ وہی حرکتیں کریں گے۔ اب ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ کی جگہ دوسرے کو بٹھا کر ہی دم لیں گے۔ اگر آپ کے قبیلے نے جنگ کی تو گھمسان کی جنگ ہوگی یا ہم قتل ہوں گے یا آپ۔ عثمان نے کہا: اگر تم ہمیں قتل بھی کر دو تو ہم حکومت نہ چھوڑیں گے۔ اور اگر تم مجھ سے جنگ کرو گے تو ہم اپنے کسی آدمی کو جنگ کا حکم نہ دیں گے کہ تم سے جنگ کرے۔ (حالانکہ ان کے قبیلے کا کوئی بھی وہاں ایسا نہ تھا جو ان کی حمایت میں جنگ کرتا۔ سبھی خائف وگریزاں تھے۔ ام حبیبہ کی پناہ میں تھے۔)

بخدا!! اگر ہم چاہتے تو تم سے جنگ کے لیے لشکر بلا لیتے، تم سے جنگی بہادروں کا مقابلہ کراتے اب تم لوگ اپنی جان پر رحم کرو۔ اگر میری زندگی کی فکر نہیں تو اپنی زندگی کی فکر کرو۔ کیونکہ میرے قتل کے بعد انتقام کا چکر چل نکلے گا۔ آخر وہ لوگ عثمان کے پاس سے چلے آئے اور اعلان جنگ کر دیا۔ عثمان نے مجھے (محمد بن مسلمہ) آدمی بھیج کر بلوایا تا کہ معاملے کو رفع دفع کروں لیکن میں نے انکار کر دیا۔(۱)

متذکرہ تاریخی واقعات کا تجزیہ

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کو قتل کرنے والے مہاجرین وانصار تھے، اصحاب رسولؐ تھے، عثمان کی طرف صرف چار افراد تھے۔

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ج ۴، ص ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ حوادث، ۳۵ھ۔

مہاجرین و انصار کے افراد جو مصر، کوفہ، بصرہ وغیرہ سے آئے تھے انھوں نے عثمان کی اصلاح میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ ان کا مقصد محض عثمان کو بدعتوں سے روکنا تھا۔ باہر سے آئے ہوئے، عظیم الشان اصحاب رسول ﷺ تھے۔ جن کی دینداری، تقویٰ اور فضیلت کا سبھی اقرار کرتے تھے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: زید، مالک اشتر، کعب بن عبدہ، زیاد بن نضر حارثی، عمرو بن اہتم، (۱) عمرو بن حمق خزاعی، عمرو بن بدیل خزاعی، عبداللہ بن بدیل خزاعی، (۲) عبدالرحمٰن بن عدیس، محمد بن ابی بکر (۳) اور حکیم بن جبلہ عبدی۔ (۴)

یہ سبھی مردان صالح اور زبان رسالت سے اپنی دینداری کی سند حاصل کر چکے تھے۔

ایام محاصرۂ عثمان

جو کچھ کشمکش سامنے آئیں اور گفتگو و مباحثات، سوال جواب کی باتیں ہوئیں۔ ان سے لوگوں کے صلاح و تقویٰ کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ نیز یہ کہ مخالفین عثمان فقط خدا کے لیے اور اس کے قانون و شریعت کے اجراء کے لیے بغاوت پر آمادہ ہوئے تھے۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ حکم الٰہی پر عمل ہو۔ ان کے قیام کا مقصد صرف یہ تھا کہ معاشرے میں الٰہی حکومت قائم ہو۔ باغیوں کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ حکومت پر قبضہ کرلیں یا مال و دولت حاصل کرلیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی عثمان نے بدعتوں سے توبہ کی تو ان سے راضی ہوگئے اور جب انھوں نے انحراف کا مشاہدہ کیا یا عثمان کو عہد و پیمان سے پھرتے دیکھا تو شورش پر آمادہ ہوگئے۔ باغیوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بلندترین مظاہرہ کیا۔ جب حکومت

۱۔ استیعاب (القسم الثالث، ص ۱۱۶۳، نمبر ۱۸۹۲)۔ اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۹۶، نمبر ۳۸۶۲۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۵۲۴، نمبر ۵۷۷۰۔

۲۔ استیعاب القسم الثالث، ص ۸۷۲۔ نمبر ۱۴۸۱، اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۱۸۴، نمبر ۲۸۳۲۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۲۸۰، نمبر ۴۵۵۹۔

۳۔ استیعاب القسم الثالث، ص ۱۳۶۷۔ نمبر ۲۳۲۰۔ الاصابۃ، ج ۳، ص ۴۷۲، نمبر ۸۲۹۴۔

۴۔ استیعاب القسم الاول، ص ۳۶۶، نمبر ۵۴۰۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۷، ج ۲، ص ۳۷۵۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۶، ج ۲، ص ۳۶۶، حوادث، ۳۶ھ۔

میں سیاسی تباہی کے آثار دیکھے تو حق کے نفاذ کے لیے کوشاں ہونے لگے۔ اگر اس جماعت کا مقصد اس کے علاوہ کچھ ہوتا تو حضرت علیؑ ان کی ستائش نہ کرتے۔ چنانچہ مصر والوں کے متعلق اپنے ایک خط میں اشارہ کیا کہ لوگوں نے جب مملکت میں نافرمانی کے آثار دیکھے، حق کو پائمال ہوتے دیکھا تو شورش پر آمادہ ہو گئے۔ اسی طرح دوسرے اصحاب نے بھی ان لوگوں کی تعریف کی ہے۔ ایسی شورش کے موقعوں پر عزت داروں کا احترام باقی نہیں رہتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ عثمان کے خلاف بغاوت کر رہے تھے انھوں نے تمام اصحاب اور ارباب حق کی عزت کا تحفظ کیا۔

دوسرے یہ کہ ان تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان جرائم کے مرتکب ہوئے تھے اور مسلمانوں نے ان کی مذمت کی۔ خود عثمان نے بھی ان جرائم کا اعتراف کیا اور یہ کہ جرم اور اسلامی قانون کے خلاف عمل کرنا گناہ ہے۔ اسی لئے انھوں نے توبہ بھی کی اور عہد کیا کہ ان گناہوں سے باز آجائیںگے۔ کچھ ہی دن بعد پھر توبہ توڑ دی اور اسلامی احکام کی مخالفت کرنے لگے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں حالتوں میں کس پر عمل کیا آیا بدعتوں کے اقرار اور اظہار توبہ پر یا اس صورتحال پر کہ جب مروان نے ان کو کھلونے کی طرح منبر پر پہنچوا کر کہلوایا کہ یہ مصر والے غلط فہمی میں حاکم کے خلاف شورش پر آمادہ تھے لیکن جب انھوں نے سمجھ لیا کہ یہ تمام باتیں غلط اور بے بنیاد ہیں تو اپنے اپنے ملکوں میں واپس گئے۔

تیسرے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انھوں نے اسلام کی مخالفت کے رویے سے باز آنے کا تاکیدی عہد کیا تھا۔ یہ عہد ان حکم ناموں سے معلوم ہوتا ہے جو انھوں نے مختلف گورنروں کے نام لکھ کر باغیوں کے حوالے کیا تھا۔ پھر انھوں نے اس عہد و پیان کو توڑ ڈالا اور جن کی ضمانت حضرت علی علیہ السلام اور محمد ابن مسلمہ جیسے عظیم الشان صحابیوں نے لی تھی اسے پیروں تلے روند ڈالا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کو اپنے عہد و پیان کا پاس ولحاظ نہیں تھا۔ نہ وہ ضمانت داروں کا احترام کرتے تھے۔ وہ عہد توڑنے کو جرم وگناہ نہیں سمجھتے تھے۔ لہذا اس میں کوئی شک نہیں کہ عادل اور راست رو اصحاب کے متعلق مسلمانوں کی تاویلات کا کوئی وزن نہیں رہ جاتا۔

چوتھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محاصرہ اول کے زمانے میں جو عہد نامہ لکھا گیا اور جس میں یہ شرط

رکھی گئی تھی کہ عثمان قرآن وسنت پر عمل کریں اور ابتک جن بدعتوں کے مرتکب ہوئے ہیں، ان سے باز آئیں۔ اس عہدنامے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کی حکومت قرآن وسنت سے منحرف تھی اور کسی حاکم کا قرآن وسنت سے منحرف ہونا اس کی ذلت کی دلیل ہے۔

پانچویں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زبان رسالت سے طرید ولعین لقب پایا ہوا مروان ابن حکم اس قدر عثمان کے معاملات میں دخیل تھا کہ بقول مولا علیؑ عثمان کے دین وعقل کو غارت کر چکا ہے اور وہ انھیں اونٹ کے مہار کی طرح جہاں چاہتا ہے گھسیٹتا رہتا ہے۔ اسی کی وجہ سے کئی بار عہد وپیان ہوئے اور ٹوٹے۔ عثمان پر حیرت ہے کہ وہ اپنے کو ایسے ملعون کے قبضے میں کیسے دیئے ہوئے تھے کہ جس کے پاس نہ دین تھا نہ ایمان وامانت؟ اچھی طرح جانتے تھے کہ ساری بدبختی اس کی لائی ہوئی ہے، یہ حادثے اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ مر گئے اور مروان جیسے بے دین کے چنگل سے نہ نکل سکے۔

اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ کہ عثمان نے حضرت علی علیہ السلام اور دیگر اصحاب کی نصیحتوں پر قطعی توجہ نہیں دی، (۱) نہ ان کے محکم استدلال وہدایت پر کان دھرے۔ حالانکہ جانتے تھے کہ یہ لوگ ان کے ہمدرد ہیں۔ اور نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے روک کر اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو رہے ہیں۔ ان کی دعوت سراسر ان کی اور امت اسلامی کی نجات کی ضامن ہے۔

محاصرے کی مدت (۲)

تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ مدت محاصرہ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف تاریخی

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۴، ص۴۷۹، ج۴، ص۵۲۶، حدیث ۸۴۷۷۔ حیاۃ الحیوان، ج۲، ص۳۹۹، ج۲، ص۴۲۲۔ الصواعق المحرقۃ، ص۱۰۸۔ ص۱۸۱۔ سیرۂ حلبیہ، ج۱، ص۳۳۷، ج۱، ص۳۱۷۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص۵۶۔ ج۶، ص۱۵۵، خطبہ ۷۲۔

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۲، ص۳۳۔ ۳۲۔ ج۱، ص۳۸۔ ۳۷۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۷۱۔ ۷۲۔ ج۶، ص۱۸۸۔ ۱۸۹۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۰۵، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۹۔ ج۴، ص۳۵۱، ۳۶۷۔ ۳۶۹۔ ۳۷۳۔ حوادث ۳۵ھ۔ تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۱۵۲۔ ج۲، ص۱۷۵۔ تاریخ کامل، ج۵، ص۶۷، ۷۱۔ ج۲، ص۲۸۷۔ ۲۸۸۔ حوادث ۳۵ھ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۵۔ ج۲، ص۱۵۰۔ خطبہ ۳۰۔ تاریخ ابن خلدون، ج۲، ص۳۹۴۔ ج۲، ص۵۹۵۔ الفتنۃ الکبری ص ۶۲۶۔ المجموعۃ الکاملۃ لمؤلفات طہ حسین مجلد ۴، ص۴۲۱۔

روایات کے ظاہری معنی میں ہے۔ اگر غور کیا جائے تو محاصرے کا واقعی زمانہ لگ بھگ دریافت کیا جا سکتا ہے۔ واقدی لکھتا ہے کہ عثمان کا انچاس روز تک محاصرہ کیا گیا تھا۔ زبیر دو مہینہ بیس دن یا چالیس دن اور ابن کثیر ایک مہینے سے زیادہ یا چالیس سے اوپر کچھ دن محاصرے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ شعبی نے دو سو بیس دن کہا ہے، طبری کی روایت میں ہے کہ انقلابیوں کے مدینہ آنے اور قتل ہونے کی مدت ستر دن تھی، بعض روایتوں میں ہے کہ جہجاہ کے واقعے کے بعد بیس روز تک محاصرہ چلتا رہا۔ ممکن ہے ان روایات میں دو محاصروں کی مدت بیان کی گئی ہو۔ یا محاصرے کی ابتداء اس وقت سے سمجھی گئی ہو جب شورش پسند مدینہ پہنچے اور عثمان کے گھر کو فوجی گھیرے میں لے لیا۔ یا پھر محاصرے کا آغاز اس وقت سے سمجھا گیا ہو جب ان پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا تھا یا جب سے ان پر پانی بند کیا گیا اور لوگوں کو آنے جانے سے روکا گیا۔ یا اس وقت سے سمجھا گیا ہو کہ صوبوں کے مخالفین مدینے میں آئے یا اس زمانے میں کہ جب مدینے والوں نے شورش پسندوں کے ساتھ شامل ہو کر عثمان کا گھر گھیر لیا۔ مدت محاصرہ کے اختلاف کو انھیں صورتوں سے دفع کیا سکتا ہے۔

زمانۂ محاصرہ میں عثمان نے خطوط لکھے

طبری لکھتا ہے کہ مصر والے اپنے شہروں کو واپس جاتے ہوئے اس لیے پلٹ آئے کہ عثمان کا نوکر ایک اونٹ پر سوار گورنر مصر کے لیے خط لے کر جا رہا تھا جس میں تحریر تھا کہ ان میں سے بعض کو قتل کر دو یا دار پر چڑھا دو۔ جب مصر والوں نے واپس آ کر پوچھا: یہ آپ کا نوکر ہے تو جواب دیا: ہاں میرا نوکر ہے، لیکن میری اجازت کے بغیر گیا تھا۔ پوچھا: یہ اونٹ آپ کا ہے؟ اسے بے اجازت لے گیا تھا۔ پوچھا: خط پر آپ کی مہر ہے؟ جواب دیا: کسی نے مہر لگا دی ہوگی۔ اس پر عبدالرحمٰن ابن عدیس نے کچھ اشعار بھی کہے۔ جب عثمان نے اپنے سر پر مصیبت دیکھ لی اور بغاوت میں سب کا اتفاق ملاحظہ کر لیا تو معاویہ کو شام میں ایک خط لکھا کہ مدینے والے کافر ہو گئے ہیں اور اطاعت کا انکار کر کے بیعت توڑ دی ہے، اس لیے کسی طرح بھی میرے پاس شامیوں کی فوج بھیجو۔ عثمان نے ایک خط شام والوں کے لیے

بھی لکھا تھا کہ شورش پسند میرے قتل میں جلدی کرنا چاہتے ہیں، انھوں نے مجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو مجھے جلاوطن کردیں یا اس لباس خلافت کو جسے خدا نے میرے جسم پر آراستہ کیا ہے، مجھ سے اتار لیں۔ حالانکہ حاکم کبھی اپنے کاموں میں غلطی بھی کرجاتا ہے۔ اس لیے تم لوگ میری مدد کرو، میرے سوا تمہارا کوئی حاکم نہیں۔ جلدی کرو۔ اے معاویہ! خود آ کر میری مدد کرو۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو میری مدد نہ کرے گا۔

ایک خط عبداللہ ابن عامر کو لکھا کہ بصرے والوں کو میرے پاس بھیجو۔ عبداللہ نے لوگوں کو جمع کرکے عثمان کا خط سنایا اور مدد پر ابھارا۔ مجاشع ابن مسعود اور قیس ابن ہیثم نے اپنی تقریروں میں مدد کرنے کو کہا اور لوگ مدینہ جانے کے لیے تیار بھی ہوئے۔ گورنر عبداللہ نے مجاشع کو سردار بنا کر مدینہ روانہ کیا لیکن وہ ابھی صرار کے پاس پہنچے تھے کہ عثمان کے قتل ہونے کی اطلاع ملی۔ طبری کے مطابق عثمان نے دوسرے صوبوں کے باشندوں سے مدد طلب کی اور سلسلۂ خلافت کے پیش نظر شوریٰ کے ذریعے اپنے خلیفہ معین ہونے اور اچھی طرح انتظام حکومت کرنے کی باتیں لکھی۔ جب یہ خط لوگوں کو ملا تو ہر چہار جانب سے لوگ ان کی مدد کو پہنچنے لگے۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ عثمان نے ایک خط نافع کے ذریعے مکے والوں کو بھیجا کہ حاجیوں کے درمیان پڑھ کے سنا دیا جائے اور ان سے مدد طلب کی۔ نافع بروز عرفہ مکہ پہنچا۔ اس سال عثمان نے عبداللہ ابن عباس کو حاجیوں کی سرپرستی پر مامور کیا تھا۔ نافع جب عثمان کا خط پڑھنے لگا تو ابن عباس نے اسے روک کر خود تقریر شروع کردی اور مدد کرنے کی کوئی بات نہیں کی۔ عثمان کا خط بہت اچھے مطالب پر مشتمل تھا جسے طٰہٰ حسین نے نقل کیا ہے لیکن اس کی تاریخی سند مشکوک ہے کیونکہ اس خط کی نشاندہی ابن ابی سبرہ نے کی ہے وہ نہایت جھوٹا انسان تھا۔ محدثین اس کی روایات پر اعتبار نہیں کرتے۔(۱)

۱۔ التاریخ، ج۳، ص۱۵۷، نمبر۶۵۹۔ التاریخ الکبیر، مجلد۸، ص۹، نمبر۶۵، کتاب الکنیٰ۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، ص۲۶۲، نمبر ۶۹۷۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۷، ص۲۹۷، نمبر۲۲۰۰۔ کتاب المجروحین، ج۳، ص۱۴۷۔ تاریخ بغداد، ج۱۴، ص۳۷۲۔ ۳۶۷۔ نمبر۷۶۹۷۔ تھذیب التھذیب، ج۱۲، ص۲۷، ج۱۲، ص۳۱۔

خطوط عثمان پر ایک نظر

ان خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان نے مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا وہ خود شورش کا سبب تھا۔ وہ مدینے کے مہاجر و انصار کے متعلق لکھتے ہیں: مدینے والے کافر ہو گئے ہیں، انھوں نے میری بیعت و اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے یا یہ فقرہ کہ مشرک اور جنگجو قبیلے اسی طرح میرے اوپر ٹوٹ پڑے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ پر احزاب والے ٹوٹ پڑے تھے یا جنگ احد کی طرح لوگ مجھ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ان قبائل یا مدینے والوں سے مراد وہی اصحاب رسولؐ ہیں جو مہاجر و انصار کی فرد تھے اور جن کے متعلق تمام اہل سنت کا فیصلہ ہے کہ وہ عادل اور ہدایت یافتہ ہیں، وہ انھیں اصحاب کے قول و عمل کو حجت سمجھتے ہیں کیونکہ ان کی عدالت پر بھی مطمئن ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ مہاجر و انصار کا ہر اقدام ہدایت سے بھرپور ہوتا تھا۔ کیا جو لوگ ایسا ایمان و عقیدہ اصحاب رسولؐ کے لیے رکھتے ہیں ان کے متعلق اس طرح کا دشنام اور تہمت برداشت کر سکتے ہیں کہ وہ مشرک قبیلے ہیں اور پیغمبر ﷺ پر حملہ کر بیٹھے ہیں، اور وہ کافر ہو گئے ہیں۔ کیا اس سے بڑی کوئی توہین ہو سکتی ہے؟ کیا ان کے پاس دین کا ذرا بھی احساس نہیں رہ گیا تھا؟ کیا وہ دفاع حق کی صلاحیت سے بالکل محروم ہو چکے تھے؟ یہی سبب تھا کہ عثمان کا خط دیکھ کر عام طور سے لوگ ان کے خلاف شورش پر آمادہ ہو گئے۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ مدینے والے یعنی مہاجر و انصار نے میری اطاعت سے سرتابی کی ہے حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ مسلمان فقط خدا اور رسول ﷺ کا مطیع ہے۔ اسی امام کا حکم مانے گا جو قرآن و سنت پر عمل کرے۔ اور جن لوگوں نے عثمان کے خلاف بغاوت کی تھی ان کا متفقہ فیصلہ تھا کہ عثمان قرآن و سنت پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں آخر وہ کس کی فرمانبرداری کرتے اور یہ شکایت آخر کیا معنی رکھتی ہے؟

بیعت اسی وقت لازم ہوتی ہے جب صاحب بیعت شرائط پر باقی رہے اور لوگوں نے قرآن، سنت اور سیرت شیخین کی پیروی پر بیعت کی تھی۔ وہ اپنی شرط سے منحرف ہو چکے تھے۔ اس لیے مسلمان اپنے پیمان بیعت پر کیسے باقی رہتا۔ تمام مسلمانوں اور اصحاب رسول ﷺ کا عقیدہ تھا کہ وہ قرآن و سنت سے پھر گئے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں نے بیعت بھی توڑ دی۔ اب عثمان کی یہ گہار کہ مسلمان نے

بیعت توڑ دی ہے بیکار رہے۔

چونکہ چاروں طرف سے لشکر آ رہے تھے اس لیے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں نے عظیم الشان قتل وخون سے بچنے کے لیے ان کا کام تمام کر دیا۔ آخر یہ وہی اصحاب تھے جنھوں نے اسلام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی تھی۔ بے سہارا مہاجروں کو پناہ دی تھی اور جانبازی وفدا کاری دکھا کر پرچم اسلام کو بلند کیا تھا۔ عثمان کے خطوں میں انھیں جنگجو اور مشرک قبیلہ کہنا اور خندق اور احد سے تشبیہ دینا حیرت ناک بات تھی۔

اس کے علاوہ قابل غور بات یہ ہے کہ عثمان کی توبہ میں تذبذب اور دوغلہ پن تھا۔ اصحاب رسولؐ کے سامنے مسجد میں منبر پر عہد کیا اور حضرت علی علیہ السلام سمیت دوسرے لوگ اس کے گواہ ہوئے۔ اس توبہ میں اعتراف کیا گیا تھا کہ انھوں نے قرآن وسنت سے انحراف کر کے غلطی کی ہے۔ یہ اقرار کیا تھا کہ اب اسلامی رویہ اپنا کر قرآن وسنت پر عمل کرینگے۔ تھوڑے دن بعد اپنی توبہ توڑ دی اور پچھلی باتوں کی کوئی اصلاح نہیں کی۔ آخر ایسا کیوں کیا؟ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اسی گمان پر تھا کہ اگر حمایتیوں اور گورنروں نے فوجی کمک بھیج دی تو ان کے ذریعے سے مخالفوں کی سرکوبی کر دیں گے۔ اسی مقصد کے تحت گورنروں کو خط بھی لکھا تھا۔ وہ خطوط میں اپنے انحراف سے انکار بھی کرتے ہیں۔ مثلاً مکے والوں کو لکھتے ہیں کہ نہ مجھے توبہ کی مہلت دی جا رہی ہے اور نہ میرے استدلال پر کان دھرے جا رہے ہیں۔ مدینے والوں نے ان سے کہا: اے خلیفہ! کیا تم نے بار بار توبہ نہیں کی لیکن اپنی توبہ توڑتے رہے اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہے۔ معاملے کو ٹال کر صوبوں سے فوجیں بلانے کا ارادہ ہے تاکہ لوگوں کا خون بہا کر اسلامی شہروں کو ویران کیا جائے۔ چنانچہ یزید ابن کرز نے کہا بھی تھا کہ اگر میں مدینہ پہنچ جاؤنگا تو وہاں کے ایک بھی بالغ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ان لوگوں نے عثمان کی بدنیتی تاڑلی تھی۔ اور وہ سمجھ گئے تھے کہ مروان انھیں جدھر چاہتا ہے مہار تھام کر گھسیٹتا پھر رہا ہے۔ اس لیے دین اسلام اور معاشرے کی بقاء کے لیے عثمان کا کام تمام کر دیا گیا۔

یہاں ایک دوسری بات بھی لائق توجہ ہے۔ میں عثمان سے پوچھتا ہوں: آخر تمہارا اس سے

کیا مقصد تھا کہ خدا نے جس جامۂ خلافت کہ میرے بدن پر آراستہ کیا ہے اسے ہرگز نہیں اتاروں گا؟ یہ بات گفتگوؤں، تقریروں اور خطوں میں مکرر کی ہے۔ کیا تمہارے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ لوگ اس جملے کا تجزیہ بھی کرینگے؟ اس وقت تمہارے طرفداروں کے پاس کیا جواب ہوگا؟ آخر یہ قبائے خلافت خدا نے تمہیں کب پہنائی؟ حالانکہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ جس عبدالرحمٰن ابن عوف نے یہ قبا تمہیں پہنائی تھی، اس نے تم سے مرتے دم تک بات نہیں کی تھی۔ تم اسے منافق اور نا معلوم کیا کیا کہتے رہے۔ اسی لیے ابن عوف نے وصیت کی تھی کہ تم اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔ اور حضرت علی علیہ السلام سے کہا تھا آپ بھی تلوار اٹھایئے اور میں بھی تلوار اٹھاؤں کیونکہ عثمان اپنے معاہدوں سے پھر گئے ہیں۔ وہ تمہارے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے رہے۔ قسم کھائی تھی کہ مرتے دم تک تم سے بات نہ کروں گا۔ تم ان کی عیادت کے لیے گئے تو انھوں نے اپنا منھ دیوار کی طرف کر لیا۔ اس کے علاوہ شوریٰ کے تمام ارکان تمہارے مخالف تھے۔

اور اگر ہم ابوبکر اور عمر کی سیرت کو میزان قرار دیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خلیفہ معین کرنا خدا پر لازم نہیں ہے بلکہ خدا نے یہ کام امت کے حوالے کر دیا ہے کہ جس کو چاہے منتخب کر لے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور انتخاب کا حق بندوں کو نہیں۔ کسی بھی مومن مرد و عورت کو جب کہ خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمان صادر کر دیں تو انھیں اپنے معاملات میں اختیار نہیں رہ جاتا۔ اس مفہوم کی حدیثیں بھی موجود ہیں۔ اس صورت میں شاید تمہارا خیال ہے کہ جن لوگوں نے تمہارا انتخاب کیا ان کی تائید خدا نے بھی کر دی؟ کیا خدا نے مسلمانوں کو ذمہ داریوں کو واضح نہیں کر دیا اور امام یا جانشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معین نہیں کر دیا ہے؟ کیا یہ ہوس انگیز رائے تنقید کے قابل نہیں؟ آخر اس جمہوری انتخاب کو خلعت الٰہی سے تشبیہ دینا کیا معنی رکھتا ہے یہ قطعی جاہلانہ خیال ہے کہ جس جامہ کو خدا نے میرے بدن پر آراستہ کیا ہے ہرگز نہیں اتاروں گا۔

بہرحال ہم اس پہلی قبائے خلافت کو دیکھتے ہیں کہ غیر قانونی انتخاب کے ذریعے دھونس و دھمکی کے ساتھ پہن لی گئی اور جس میں بے شمار بدبختیاں پیدا ہوئیں۔ حالانکہ بقول حضرت علی علیہ السلام: وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ امت کے درمیان ایسا شخص موجود ہے جس کی حیثیت چکی میں قطب کی ہے اور اس کی

بلندیوں تک طائر خیال کی رسائی نہیں۔ وہ ہر خیر و برکت کا سرچشمہ ہے۔ اس کے باوجود اس نے مرنے وقت اس خلعت کو پسر خطاب کے حوالے کر دیا۔ یہ اس سے زیادہ حیرتناک بات تھی حالانکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام مجھ سے بہرحال افضل ہیں۔ پھر یہ قبائے خلافت عثمان کے حوالے عبدالرحمٰن نے کی اور پھر علی علیہ السلام سے کہنے لگے کہ بیعت کرو ورنہ گردن ماری جائے گی۔ حضرت علی علیہ السلام غصے میں وہاں سے چلے آئے۔ آخر یہ خلافت قبائے الٰہی کیسے ہوگئی؟ یہ بحث طولانی ہے جس میں بہت سے مسائل پر بات ہوسکتی ہے۔ اس لیے اس کی تشریح کچھ زیادہ مناسب نہیں۔

لیکن ہاں جس خلافت کو خلعت الٰہی کہا جائے وہ خدا کی معین کی ہوئی اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کے ذریعے امت تک پہنچتی ہے۔ یہ وہی ہے جس کی تبلیغ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے پہلے ہی دن کر دی تھی۔ اس خلافت کا وارث خلعت کو خود کبھی اتار نہیں سکتا اور نہ اپنی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر سکتا ہے۔ یہ خلافت، ولایت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہے اور اسی کے ذریعہ دین کامل ہوا۔ یہ خلافت الٰہی کہاں اور لوگوں کے ذریعہ منتخب شدہ خلافت کہاں؟

سیاسی انتخاب میں غلبہ و تسلط اور غاصبانہ قبضے کی بات آجاتی ہے۔ وہ عوام کے ذریعہ تشکیل پاتی ہے اور ختم ہوجاتی ہے۔ اس خلافت کو رہبرانہ ذمہ داریوں کے اعتقادی و اخلاقی پہلو، تہذیب نفس یا تبلیغ احکام اور امت کو معراج انسانیت تک پہنچانے کا احساس نہیں ہوتا۔ ایسی حکومت کے افراد اعتقاد و اخلاق سے محروم ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ان تمام حکام کے یہاں دیکھی جاسکتی ہے جو بغیر حکم الٰہی حاکم ہوگئے۔

خانۂ عثمان پر جنگ

ابن سعد (۱) نے مروان کے آزاد شدہ غلام ابوحفصہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب عثمان کے گھر پر جنگ چھڑ گئی تو مروان رجز پڑھتا ہوا سامنے آیا کہ میرے مقابل کون آئے گا؟ عروہ اس سے جنگ کو نکلے اور اس کی گدی پر تلوار ماری اور وہ خون میں لوٹنے لگا۔ یہ دیکھ کر عبید چھری لے کر اس کا سر قلم کرنے کے

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۲۵۔ ج ۵، ص ۳۷۔

لیے بڑھے۔ یہ دیکھ کر مروان کی ماں نے اس سے کہا اگر تمہیں مارنا تھا تو اسے مار چکے، اب اسے ٹکڑے ٹکڑے کیوں کرتے ہو۔ عبید نے خجالت کے ساتھ اسے چھوڑ دیا۔

عیاش لکھتا ہے کہ اس موقع پر موجود ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ابن بیاع کو دیکھا کہ مروان سے جنگ کے لیے نکلا اور مروان کی گدی پر تلوار ماری کہ گردن کٹ گئی۔ اس کا سر قلم کرنا چاہا تو کہا گیا کہ اس کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے کیوں کر رہے ہو۔ یہ سن کر اسے چھوڑ دیا گیا۔

بلاذری (۱) نے خالد ابن حرب کا بیان نقل کیا ہے کہ قتل عثمان کے دن بنی امیہ نے زوجہ رسولؐ ام حبیبہ کے گھر پناہ لی تھی۔ ام حبیبہ نے عاص، ابوالعاص اور اسید کے گھرانے والوں کو اپنے گھر میں رکھا اور دوسروں کو دوسری جگہ پر چھپا دیا۔ ایک دن معاویہ نے عمرو ابن سعید کو اکڑ کے چلتے ہوئے دیکھ کر کہا: میرے ماں باپ ام حبیبہ پر قربان ہو جائیں! اس گھرانے کو بہت اچھی پہنچانتی تھیں کہ اسے گھر کے اناج کی کوٹھی میں چھپا دیا تھا۔

بہر حال لوگ بنی حزم انصاری کے گھر کی طرف سے عثمان کے گھر میں گھس گئے ۔ ان لوگوں کے مقابلے میں قریش کے تین آدمی اٹھے۔ عبداللہ بن وہب، عبداللہ ابن عوف اور عبداللہ ابن عبدالرحمٰن، یہ دیکھ کر عبداللہ ابن عبدالرحمٰن نے کہا: اللہ کے بندو! ہمارے اور تمہارے درمیان یہ قرآن فیصلہ کرے گا۔ لیکن لوگوں نے بغیر کچھ پرواہ کئے ان تینوں کو عثمان کے گھر میں قتل کر ڈالا۔

اتنے میں مالک اشتر عثمان کی تلاش میں آئے تو دیکھا ان کے پاس کوئی نہیں ہے تو واپس جانے لگے۔ مسلم ابن کریب ہمدانی نے مالک اشتر سے کہا: آپ ہی نے مجھے اس شخص کو قتل کرنے کی دعوت دی اب اسے دیکھ کر واپس کیوں جا رہے ہیں؟ اشتر نے کہا: چھوڑو بھی، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ اس وقت یہ بے سہارا ہے۔ اشتر کو واپس جاتا دیکھ کر عثمان کے آزاد کردہ غلام ناتل نے کہا: اس کی شامت آئی ہے۔ بخدا! اسی اشتر نے تمام مملکت کو امیر المومنین عثمان کے خلاف بھڑکایا۔ اب اگر اسے میں قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے۔ یہ کہہ کر مالک اشتر پہ حملہ کر دیا۔ عمرو ابن عبید ہمدانی نے اشتر کو آواز دی: دیکھو

۱۔ انساب الاشراف، ج ۶، ص ۱۹۹۔

پیچھے سے حملہ ہورہا ہے۔ مالک اشتر نے مڑکر دیکھا اور قاتل کے بائیں ہاتھ کو کاٹ دیا۔ پھر زخمی قاتل کا پیچھا کر کے ان دونوں قتل کو کردیا۔ اس سلسلے میں مروان کے بھی کچھ اشعار ہیں۔(۱) ابومخنف نے بھی قتل عثمان کے انہی واقعات کو نقل کیا ہے۔ تاریخ طبری میں ابوحفصہ کا بیان یوں نقل ہے کہ بخدا! جب عثمان کے گھر کا محاصرہ ہوا تو میں وہاں موجود تھا۔(۲) بنی امیہ مقابلے پر آمادہ ہوئے، جنگ میں نے ہی بھڑکائی تھی۔ قبیلہ اسلم کے نیار نامی شخص کو کوٹھے سے ایک تیر مار کر قتل کردیا۔ جس کی وجہ سے جنگ شروع ہوگئی۔ پھر میں کوٹھے سے نیچے اترا، لوگ گھر پر ہنگامہ کئے ہوئے تھے کہ قاتل نیار کو میرے حوالے کرو۔ عثمان نے کہا: میں ان کے قاتل کو نہیں پہنچانتا۔ وہ شب جمعہ تھی۔ لوگ مشعل روشن کئے ہوئے تھے۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے مشعلوں سے دروازے میں آگ لگادی۔ ہم لوگ جنگ کرتے رہے اور گھر کے لکڑی کے حصے جلتے رہے۔ یہ دیکھ کر عثمان نے اپنے ساتھیوں سے کہا: گھر میں آگ لگ چکی ہے تم لوگوں کے مدد کی ذمہ داری میں اٹھائے لیتا ہوں۔ تم لوگ گھر واپس جاؤ۔ پھر مروان سے کہا: بیٹھو گھر کے باہر مت جاؤ۔ مروان نے نافرمانی کرتے ہوئے کہا: کہ بخدا میں تمہیں اکیلے قتل ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ پھر مروان نے لوگوں کی طرف رخ کیا۔ میں نے مروان سے کہا کہ تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ اور اس کی مدد پر کمر بستہ ہوگیا۔ ہم تھوڑے لوگ تھے اور مروان رجز پڑھ رہا تھا۔

ابوبکر ابن حارث کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن ابن عدلیس مسجد رسول ﷺ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اتنے میں مروان میدان میں آیا۔ عبدالرحمٰن نے عروہ کے بیٹے سے کہا: اس سے مقابلہ کرو۔ یہاں تک عبید ابن رفاعہ نے اس کا سر قلم کردیا۔ (ابن سعد کا بھی یہی بیان ہے۔)

حسین بن عیسیٰ اپنے باپ کا بیان نقل کرتا ہے کہ عید قربان کے تین دن بعد عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا گیا۔ وہ کسی کی ایک بات بھی ماننے پر تیار نہ تھے۔ اڑے رہے کہ حکومت سے دستبردار نہ ہوں گے نہ اپنا طریقہ بدلیں گے۔

۱۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۸۱۔۷۸۔ و ج۶، ص۱۹۹۔۱۹۷۔

۲۔ تاریخ طبری، ج۴، ص۳۷۹، حوادث، ۳۵ھ۔

اپنے فوجیوں اور مصاحبوں کو پیام دیا کہ میرے پاس آجائیں۔ اتنے میں بزرگ صحابی رسولؐ نیار بن عیاض (جو کافی مسن تھے) نے اٹھ کر عثمان کو آواز دی۔ عثمان بام خانہ پر نمودار ہوئے اور دونوں میں گفتگو ہونے لگی۔ اسی درمیان عثمان کے ایک حمایتی نے نیار کو تاک کر تیر مارا اور وہ قتل ہو گئے۔ بعض کا خیال ہے کہ تیر مارنے والا کثیر بن صلت کندی تھا۔ یہ دیکھ کر بلوائیوں نے قاتل نیار کو حوالے کرنے کا مطالبہ کیا تا کہ ان کے بدلے میں اسے قتل کیا جائے۔ عثمان نے جواب دیا:

جو شخص اس وقت میری مدد کر رہا ہے اسے تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر بلوائیوں نے پھاٹک پر ہجوم کر کے آگ لگادی۔ مروان بن حکم نے چند ساتھیوں کے ساتھ بلوائیوں پر حملہ کر دیا، ساتھ میں مغیرہ بن اخنس ثقفی بھی تھا۔(۱)

اس طرح جنگ نے شدت پکڑ لی۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بلوائیوں کو معلوم ہوا کہ بصرہ اور شام سے کمک آگئی ہے اور وہ مدینے سے ایک شب کے فاصلے پر مقام صرار میں پہونچ گئے ہیں۔ ادھر سے اخنس حملہ کر رہا تھا اور ادھر بلوائیوں کی طرف سے عبداللہ بن بدیل بن ورقا خزاعی حملہ آور تھے۔ رفاعہ نے مروان پر حملہ کیا اور وہ خاک پر لوٹنے لگا۔ اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ ابن زبیر نے بھی کچھ زخم کھائے اور عثمان کے حمایتی بھاگ کر دارالامارہ میں گھس گئے۔ دروازے پر جنگ میں زیاد ابن نعیم فہری بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مارا گیا۔ جنگ شدید تھی اتنے میں عثمان کے پڑوسی عمرو ابن حزم اپنے گھر کا دروازہ کھول کر آواز دی: لوگو! میرے گھر کے اندر سے عثمان کے گھر میں داخل ہو جاؤ۔ بلوائیوں کے گھستے ہی عثمان کے حمایتی شہر میں ادھر ادھر بھاگ گئے۔ عثمان اپنے چند ساتھیوں اور گھر کے افراد کے ساتھ تنہا رہ گئے اور قتل کیے گئے۔ خالد بن عقبی ابن ابی معیط اس جنگ سے فراری ہوا۔ ابن اخنس قتل ہوا، اسی نے دروازہ جلتے وقت کہا تھا کہ ہرگز آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ ونگا۔ یہ کہہ کر بلوائیوں پر حملہ آور ہوا، لوگوں نے اس کے پاؤں کاٹ کر قتل کر دیا۔ بنی زہرہ کے ایک شخص نے طلحہ سے کہا: ابن اخنس قتل ہو گیا۔ اس نے

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۲۵۔۱۲۲۔ (ج ۴، ص ۳۷۹۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۳۔ ۷۴۔ (ج ۲، ص ۲۹۳، حوادث ۳۵ھ)۔

کہا: حلیف قریش کا سردار قتل ہو گیا۔(۱)

ابن کثیر (۲) کا بیان ہے کہ عثمان کے حمایتیوں میں ابن نعیم، ابن اخنس اور نیار وغیرہ مشاہیر قتل ہوئے۔

ان تاریخی روایات کو میں نے اس لیے لکھا کہ تاریخی روایات کا بیان ہے کہ عثمان کے ہمراہ صرف چند اموی اور ان کے چند نوکر چاکر تھے۔ ان کے خلاف مہاجر وانصار اور عظیم اصحاب رسول ﷺ کی ایک جمعیت تھی۔ دوسری بات یہ کہ نیار ابن عبداللہ کو عثمان کے حمایتیوں میں شمار کیا گیا۔ اس بات کو ابن کثیر وغیرہ نے اس لیے لکھا مارا ہے کہ خلیفہ کے حمایتیوں کو تعداد زیادہ پیش کی جائے حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ وہ بوڑھے صحابی رسول ﷺ عثمان کی نصیحت کے لیے آگے بڑھے تھے لیکن مروان کے نوکر نے انھیں تیر سے مار ڈالا اور اسی کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔

عثمان کا قتل

طبری وغیرہ نے یوسف ابن عبداللہ ابن سلام کا قول نقل کیا ہے کہ جب عثمان محاصرہ میں تھے اور لوگ چاروں طرف سے ان کا گھیراؤ کیے ہوئے تھے تو لوگوں کے سامنے آ کر کہنے لگے: میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت عمر کے قتل کے وقت تم لوگوں نے خدا سے دعا نہیں کی تھی کہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور بہترین شخص کا انتخاب ہو جائے، کیا خدا نے تمہاری دعا قبول نہیں کی اور اپنی ان باتوں سے تم خدا کی اہانت نہیں کر رہے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ اس وقت مسلمانوں کے لیے سیاسی اتحاد کی ضرورت ہے... دیکھو مجھے قتل نہ کرو کیونکہ صرف تین آدمیوں ہی کو قتل کیا جا سکتا ہے

۱۔ جو شخص بیوی کے ہوتے ہوئے زنا کرے۔

۲۔ مرتد ہو جائے۔

۱۔ استیعاب (القسم الرابع، ص۱۴۴۴۔ نمبر ۲۷۹۰)۔

۲۔ البدایۃ والنھایۃ (ج۷، ص۲۱۰۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

۳۔کسی شخص کو قتل کردے۔

اس طرح تم لوگ مجھے قتل کر کے اپنی گردن پر بوجھ مت ڈالو۔ مجھے قتل نہ کرو۔ میرے بعد نہ تم لوگ با جماعت نماز پڑھ سکو گے نہ تم لوگوں میں مال غنیمت تقسیم ہو سکے گا۔ تم لوگ ہمیشہ اختلاف کا شکار رہو گے۔ لوگوں نے جواب دیا: جہاں تک عمر کے بعد بھلائی کی آرزو کی بات ہے تو اللہ نے تمہارے ذریعہ ہمیں آزمائش میں ڈالا کیونکہ تو سبقت اسلامی اور خوش کرداری کے بعد بدل گیا اور بدعتیں ایجاد کی۔ کیا ہم اگلے سال کی آفت کے خوف سے آج قانون اسلام کے نفاذ سے باز آجائیں؟ جہاں تک تین آدمیوں کے قتل کی بات ہے قرآن میں فسادیوں کا قتل بھی جائز کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ تم نے مصلحانہ فساد کا ماحول بنایا۔ اگر تو نے حکومت سے استعفیٰ نہیں دیا تو ہم تجھے قتل کر ڈالیں گے۔

بلاذری وغیرہ لکھتے ہیں کہ جب مصریوں کو معلوم ہوا کہ عثمان نے معاویہ اور عبداللہ ابن عامر کو خط لکھ کر مدد مانگی ہے تو محاصرہ سخت کر لیا اور وہ بہت جلد قتل کر دینا چاہتے تھے۔ اس موقع پر طلحہ بہت زیادہ متحرک تھے۔ انھوں نے حکم دیا: نہ کسی کو عثمان کے پاس جانے دو نہ کوئی انھیں پانی دے سکے۔ ام حبیبہ بنت ابوسفیان نے چھوٹی سی مشک شدت محاصرہ میں بھیجی تو لوگوں نے روک دیا۔ جب کہا گیا کہ وہ ہمارے خاندان کی سرپرست ہیں اور ہم ان سے بات کرنا چاہتے ہیں تو وہ چھوٹی مشک اندر لے جانے کی اجازت دی گئی۔ جبیر بن مطعم کہتا ہے: عثمان پر محاصرہ اتنا سخت تھا کہ پانی کی قلت ہو گئی اس لیے میں علیؑ کے پاس گیا اور کہا: آپ کے خاندان کا آدمی اگر ایسے محاصرے میں ہو کہ ایک چھوٹے حوض کا پانی پی کر گذارا کرے کیا آپ اس سے راضی ہیں؟ حضرت علیہ السلام نے جواب دیا: خدا کی پناہ! کیا وہ اسی حال میں ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ یہ سن کر آپ نے پانی کی چند مشکیں بھجوا دیں اس طرح لوگ سیراب ہو گئے۔

جب جنگ شروع ہو گئی اور عمرو نے گھر کا دروازہ کھول دیا تو عثمان قتل ہو گئے۔

ابن سعد و طبری لکھتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر دیوار پھاند کر عثمان کے گھر میں گھسے، ان کے ساتھ کنانہ ابن بشر ابن عتاب اور سودان ابن حمران اور عمرو ابن حمق تھے۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ عثمان اپنی بیوی

نائلہ کے ساتھ قرآن پڑھ رہے ہیں۔ محمد نے آگے بڑھکر عثمان کی ڈاڑھی پکڑی اور کہا: اے نعثل! خدا نے تجھ کو ذلیل اور رسوا کیا۔ عثمان نے کہا: میں نعثل نہیں بندۂ خدا اور امیر المومنین ہوں۔

محمد نے کہا: معاویہ وغیرہ نے تمھیں کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔ عثمان نے کہا: بھائی میری ڈاڑھی تو چھوڑو۔ تمہارے باپ ایسا برتاؤ کبھی نہ کرتے۔ محمد نے کہا: میں ڈاڑھی سے زیادہ تمھیں غصے میں لانا نہیں چاہتا۔ عثمان نے کہا: مجھے اللہ ہی سے مدد و نجات کی امید ہے۔ اس وقت محمد نے عثمان کے ماتھے پر چھرا مارا۔

بلاذری یوں لکھتا ہے کہ عثمان نے قرآن آغوش میں بھینچ کر کہا: اے لوگو! اس قرآن میں جتنے تمہارے حقوق ہیں سب تمھیں دے دوں گا۔ اب تمہاری مرضی کے خلاف نہ کروں گا۔ اے خدا! تو گواہ رہنا۔ محمد نے کہا: آج قبول کرر ہے ہو۔ حالانکہ اس سے قبل تم نے نافرمانی و بدکاری کی۔ یہ کہکر پیٹھ میں چھرا بھونک دیا۔ عثمان نے کہا: لوگو! مجھے قتل نہ کرو ورنہ پچھتاؤ گے اور اختلاف کا شکار ہو جاؤ گے۔

ابن کثیر نے بھی محمد ابن ابی بکر کے ساتھ تیرہ افراد کے آنے اور عثمان کی ڈاڑھی پکڑ کر ہلانے کی روایت کی ہے اور محمد نے یہ کہا: معاویہ نے تمھیں فائدہ نہ پہنچایا، ابن عامر نے فائدہ نہ پہنچایا، تمہارے خطوں نے فائدہ نہ پہنچایا۔

ابن عساکر نے بھی محمد ابن ابی بکر کے ان حالات کو لکھا ہے لیکن ابن سعد و طبری لکھتے ہیں کہ کنانہ ابن بشر نے عثمان کو چھرے سے قتل کیا اور وہ جب لوٹنے لگے تو سودان ابن حمران نے تلوار ماری۔ اسی حالت میں عمرو ابن حمق چھلانگ لگا کر عثمان کے سینے پر بیٹھ گئے اور کہا: اگر چہ اب تلوار مارنے کی ضرورت نہیں لیکن صرف تقرب خدا کے لیے تین ضربیں مارتا ہوں اور چھ ضربیں اس لیے کہ اس کے لیے میرے دل میں عرصے سے کینہ تھا۔ عمیر بن ضابی نے دانت توڑ دیئے۔ طبری وغیرہ کا بیان ہے کہ عثمان کو تین سر پر، تین سینے پر اور کھوپڑی پر تلواریں ماری گئیں کہ ہڈی چور ہوگئی۔ ابھی جان باقی تھی اور لوگ چاہتے تھے کہ سر قلم کریں کہ ان کی دو بیبیاں ان سے لپٹ گئیں۔ ابن عدیس نے دونوں عورتوں کو علیحدہ کیا ۔ انھیں لاتوں اور گھوسوں سے الگ کیا گیا۔ ابن کثیر لکھتا ہے کہ محمد ابن ابی بکر کے بعد غافقی ابن حرب نے ایک لوہے کے ٹکڑے سے عثمان کا منھ کوچ ڈالا۔

بلاذری لکھتا ہے کہ وثاب کا بیان ہے کہ عثمان نے مجھے مالک اشتر کے پاس بھیج کر پوچھا: کیا چاہتے ہو۔ مالک اشتر نے کہا: استعفیٰ دو اور قصاص کے لیے آمادہ ہو جاؤ ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ عثمان نے کہا: استعفیٰ تو دے نہیں سکتا جس خلعت کو خدا نے پہنایا ہے کیوں اتار دوں۔ جہاں تک قصاص کی بات ہے تو تم خود جانتے ہو کہ ابو بکر و عمر بھی لوگوں کو صحیح غلط سزائیں دیتے تھے پھر یہ کہ میرا جسم قصاص کی تاب نہیں لاسکتا۔ بخدا! مجھے قتل کرنے کے بعد ہمیشہ آپس میں لڑتے رہو گے۔

وثاب کہتا ہے کہ میں عثمان کی حمایت میں لڑتے ہوئے زخمی ہوا تھا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: وضو کے لیے پانی ہے؟ میں نے وضو کے لئے پانی دیا۔ وضو کر کے قرآن گود میں لے کر بیٹھ گئے اور بلوائیوں کے مقابل قرآن کو سپر بنالیا۔ ایک شخص بھیڑیئے کی طرح آیا اور ہم لوگوں کو دیکھتا ہوا چلا گیا۔ اس کے بعد محمد ابن ابی بکر نے آکر عثمان کی ڈاڑھی کو پکڑ کر اس طرح ہلایا کہ دانت بجنے لگے اور ان سے کہا: معاویہ و ابن عامر نے مدد نہیں کی۔ عثمان نے کہا: بھائی کے بیٹے! میری ڈاڑھی چھوڑ دو۔ پھر کچھ لوگوں کی مدد سے انھیں قتل کر دیا۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ ابن بدیل عثمان کے پاس آئے۔ ہاتھ میں تلوار اور دل میں کینہ تھا۔ وہ کہتے جا رہے تھے کہ میں واقعی اسے قتل کر دوں گا۔ عثمان کی کنیز نے کہا کہ تیری یہ مجال۔ پھر وہ عثمان پر پے در پے وار کرنے لگے۔(۱)

۱۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن، ج ۳، ص ۵۱۔ (ج ۳، ص ۷۳)۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۲۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۹۲۔ ۹۷۔ ۹۸۔ (ص ۱۸۹، ۲۰۲، ص ۲۱۳، ۲۲۰)۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱، ص ۳۰۔ (ج ۱، ص ۴۴)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۲۵۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ (ج ۴، ص ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۹۵۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۰۔ (ج ۴، ص ۱۱۳)۔ مروج الذہب، ج ۱، ص ۴۴۲۔ (ج ۲، ص ۳۶۲۔ ج ۲، ص ۳۶۲)۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ (القسم الثالث، ص ۱۰۴۳۔ نمبر ۱۷۷۸)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۷۲۔ (ج ۳۹، ص ۴۰۳۔ نمبر ۴۶۱۹)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۲۔ ۷۵۔ (ج ۲، ص ۲۹۳۔ حوادث ۳۵ھ) شرح ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۱۶۶، ۱۶۸۔ (ج ۲، ص ۱۵۵۔ خطبہ، ۳۰)۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۰۰۔ تاریخ ابو الفداء، ج ۱، ص ۱۷۰۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ (ج ۷، ص ۲۰۶۔ ۲۰۷، ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ حیاۃ الحیوان، ج ۱، ص ۵۴۔ (ج ۱، ص ۷۸)۔ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۳۲۔ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۶۳۔ سیرۂ حلبیہ، ج ۲، ص ۸۵۔ (ج ۲، ص ۷۶)۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۲۱۵۔ ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۲۴۳۔ ۲۳۹۔

خلیفہ کا دفن وکفن

طبری کا بیان ہے کہ عثمان کی لاش تین دن تک پڑی رہی۔ کسی نے انھیں دفن نہیں کیا۔ پھر حکیم ابن حزام اور بنی اسد کا ایک شخص اور جبیر ابن مطعم نے حضرت علی علیہ السلام سے عثمان کو دفن کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب لوگوں کو خبر معلوم ہوئی تو راستے میں پتھر لے کر بیٹھ گئے۔ عثمان کے گھر کے لوگ یہودیوں کے قبرستان ''حش کوکب'' کی طرف دفن کے لیے لے کے چلے۔ لاش کو جاتا دیکھ کر لوگوں نے تابوت پر پتھر برسائے۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو معلوم ہوا تو آپ نے لوگوں کو روکا اور انھیں ''حش کوکب'' میں دفن کر دیا گیا۔ جب معاویہ مطلق العنان حکمراں ہوگیا تو حش کوکب کو بقیع سے ملا دیا اور مسلمانوں کو آمادہ کیا کہ درمیان میں قبریں بنا کر اس سے ملحق کر دیں۔

طبری نے عثمان کے خزانچی ابو کرب کا بیان نقل کیا ہے کہ انھیں اوائل شب میں دفن کیا گیا۔ جنازے میں صرف مروان ابن حکم، پانچ بیٹیاں اور کچھ نوکر تھے۔ ان کی بیٹی نوحہ وفریاد کرتی ہوئی ساتھ چل رہی تھی۔ لوگوں نے نعثل نعثل چلا کر ڈھیلے مارے اور پھر مسلمانوں کے قبرستان سے باہر انھیں دفن کر دیا گیا۔ عبداللہ ابن ساعدہ کہتا ہے کہ جنازے کو حکیم، جبیر، نیار اور ابوجہم نے اٹھایا۔ جب نماز پڑھنے لگے تو چند اصحاب رسولؐ نے نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا اور بقیع میں دفن کرنے سے بھی روکا۔ ان میں اسلم بن اوس اور ابوحیہؑ مازنی پیش پیش تھے۔ اتنے میں ابوجہم نے کہا کہ انھیں دفن کر دو خدا اور فرشتوں نے ان پر نماز پڑھی ہے۔ پھر حش کوکب میں دفن کیا گیا جسے بعد میں بنی امیہ نے مسلمانوں کے قبرستان میں شامل کر لیا۔

طبری نے نائلہ اور ام البنین کے فریاد کرنے اور کپڑے پھاڑنے کی نشاندہی بھی کی ہے۔ ابن سعد نے مالک ابن ابی عامر کو بھی جنازہ اٹھانے والوں میں شمار کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ انتہائی خوف کے عالم میں دفن کیا گیا۔

بلاذری لکھتا ہے کہ عثمان جمعہ کے دن قتل ہوئے۔ جبیر، عبدالرحمٰن، مسور، ابوجہم نے چاہا کہ نماز پڑھکر انھیں دفن کر دیا جائے۔ اتنے میں کچھ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر نماز پڑھنے سے منع کیا۔ ابوجہم

نے کہا: ان پر فرشتوں نے نماز پڑھی ہے۔ حجاج ابن غزیہ نے کہا: اگر جھوٹ بولو گے تو اس کے ساتھ تمہارا بھی حشر ہوگا۔ ابوجہم نے کہا: خدا اسی کے ساتھ مجھے بھی اٹھائے۔ حجاج نے کہا: حقیقت میں خدا تجھ کو، عثمان کو اور شیطان کو ایک ساتھ اٹھائے گا۔ میں تجھے بھی قتل کردوں گا۔ ابوجہم چپ ہوگیا۔ پھر یہ لوگ جنازہ عثمان سے غافل ہوکر دوسرے کاموں میں لگ گئے۔

اوران چند لوگوں نے جبیر ابن معطم کی اقتداء میں نماز پڑھی، عثمان کی زوجہ ام المومنین کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ جنازہ ایک چھوٹے تختے پر رکھا ہوا تھا اور پیر باہر نکلے ہوئے تھے۔

تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میت سے منع کیا استیعاب میں ہے کہ انھوں نے جنگ کرکے جنازے کو زمین پر ڈال دیا۔ عمیر ابن ضابی نے پیٹ پر لاتیں بھی لگائیں۔ (۱) بلاذری لکھتا ہے کہ عثمان کے حش کوکب مین دفن ہونے کے بعد لوگ حضرت علیؑ کی بیعت کرنے کے لیے آئے۔ ابن کعب کہتا ہے کہ مسور نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مدائنی کا بیان ہے کہ نماز جنازہ کے روکنے پر زوجہ رسول اکرم ﷺ ام حبیبہ مسجد میں آکر فریاد کرنے لگیں کہ مجھے اس مرد کو دفن کرنے دو ورنہ میں ناموس رسول ﷺ عریاں کردونگی۔ یہ سنکر لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا۔ ابوزناد کہتا ہے کہ عثمان کی بیوی نائلہ کے ہاتھ میں چراغ تھا اور وہ گریباں پھاڑ کر فریاد کررہی تھی: ہائے عثمان! ہائے امیر المومنین، جبیر نے کہا چراغ بجھادو، لوگ تاک میں ہیں۔ اس نے چراغ بجھادیا اور بقیع پہنچے۔ جبیر نے نماز پڑھی اور حکیم، ابوجہم، نیار، نائلہ، ام البنین نے پیچھے نماز پڑھی، نیاز و ابوجہم قبر میں اترے اور دفن کرکے منتشر ہوگئے۔ ابوعمر لکھتا ہے کہ دفن کرنے کے بعد قبر کو چھپادیا گیا۔ (۲)

ابن جوزی، محب طبری اور ہیثمی نے ابن فروخ کا بیان نقل کیا ہے کہ میں دفن عثمان میں شریک تھا انھیں بغیر غسل وکفن کے دفن کیا گیا۔ بخاری، بغوی وابن اثیر یہی لکھتے ہیں۔ ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ عثمان کو غسل نہیں دیا گیا اوران ہی کے کپڑے میں دفن کیا گیا۔ (۳)

۱۔ الشعر والشعراء ص ۱۲۸۔ (ص ۲۱۹)۔

۲۔ وفاء الوفا ۲، ص ۹۹۔ تاریخ المدینہ، (ج ۴، ص ۱۲۴۰)۔

۳۔ مجمع الزوائد، ج ۷، (ص ۲۳۳)۔

استیعاب میں مالک کا قول نقل ہے کہ جب عثمان کو قتل کیا گیا تو تین دن تک لاش مزبلہ پر پڑی رہی، تیسری رات بارہ آدمیوں نے جنازہ اٹھا کر قبرستان لے جانا چاہا تو بنی مازن کے افراد نے روکا۔ ناچار جنازے کو وہاں سے لے چلے۔ لاش ایک تختے پر تھی جب سر تختے سے ٹکراتا تھا تو ٹک ٹک کی آواز آتی تھی۔ انھیں حش کوکب میں لے جا کر دفن کر دیا گیا۔ عثمان کی بیٹی، عائشہ واویلا مچانے لگی تو ابن زبیر نے کہا بخدا!! اگر چپ نہ رہے گی تو تیری آنکھ پھوڑ دونگا۔ یہ سن کر چپ ہوگئی۔

صفدی (۱) نے بھی لکھا ہے کہ لاش تین روز تک مزبلہ پر پڑی رہی۔ یعقوبی بھی انھیں باتوں کو نقل کرتے ہیں۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن ابن اظہر کہتا ہے کہ میں عثمان کے کسی معاملے میں شریک نہیں تھا۔ قتل کے تین دن بعد ایک رات دروازے پر بیٹھا ہوا تھا، میرے پاس منذر ابن زبیر آیا کہ میرے بھائی عبداللہ نے آپ کو بلایا ہے۔ میں پہنچا تو کہا کہ ہم لوگ عثمان کو دفن کرنا چاہتے ہیں کیا تم ساتھ دو گے؟ میں نے جواب دیا کہ میں کسی معاملے میں نہیں پڑونگا اور چلا آیا۔ پھر ان کے ساتھ گیا اور پوری تفصیل نقل کی ہے۔

یاقوت حموی بھی عثمان کے حش کوکب میں دفن کی بات کرتے ہیں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صبیح اور نجیح نامی عثمان کے دو غلام جو عثمان کے گھر پر قتل ہوئے تھے ان کو بھی عثمان کے بغل میں دفن کیا گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خوارج نے ان کو دفن نہ ہونے دیا اور ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے شہر کے باہر لے گئے یہاں تک کے کتوں نے ٹانگ کھالی۔ معاویہ نے اپنے دور حکومت میں گورستان عثمان کی طرف بہت زیادہ توجہ کا مظاہرہ کیا۔ بقیع اور حش کوکب کے درمیان دیوار ختم کر دی اور مسلمانوں کو اپنے مردے دفن کرنے کا حکم دیا۔ سیرہ حلبی میں بھی لاش عثمان کے تین روز گھورے پر پڑے رہنے کی نشاندھی کی ہے اور یہ کہ تین روز تک گھر کا دروازہ دروازہ بند رہا کسی کو دفن کرنے کی مجال نہ تھی۔ دفن کے بعد لاش نکالنے کے خوف سے قبر کو مٹا دیا گیا۔ عثمان کے ساتھ جو دونوں غلام قتل ہوئے تھے ان کی لاش بھی گھسیٹ کر ٹیلے پر پھنک دی

۱۔ تمام المتون، ص ۹۷۔ (ص ۱۹۱)۔

گئی تھی جسے کتے کھا گئے۔ ابن ابی الحدید، ابن اثیر اور دمیری بھی جسد عثمان کے تین روز بے غسل وکفن پڑے رہنے کی نشاندھی کرتے ہیں۔

سمہودی وفاء الوفا میں ام حکمیہ سے نقل کرتے ہیں کہ چار آدمیوں نے جنازہ تختے پر اٹھایا، تختے سے سر ٹکراتا تھا تو ٹک ٹک کی آواز آتی تھی۔ پھر اسے حش کوکب میں نماز پڑھ کے دفن کیا گیا۔ (۱)

احمد شوقی (۲) بھی جو اس عہد کا بالغ نظر، مشہور شاعر ہے اپنے شعروں میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہاں تاریخ کا مطالعہ ہمیں دو سنگین نتائج میں سے کسی ایک بات کو قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے یا تو تمام صحابہ فاسق و بدکردار ہو گئے تھے انھوں نے محاصرہ، قتل، لاش، بے حرمتی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن سے روکنا، جنازہ پر سنگباری، دانت توڑنا وغیرہ کا اقدام کیا یا پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت عثمان بے دین ہو گئے تھے۔ کیونکہ صحابہ میں سے بعض تو عملا شریک رہے اور بعض قطعی بے تعلق رہے۔ جو بے تعلق رہے وہ اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے کیونکہ کسی مومن کی جان کی حرمت کے متعلق قرآنی آیات موجود ہیں، لاش کے احترام، دفن وکفن کے متعلق آیات واحادیث وراد ہیں۔ اس صورتحال میں تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمداً ان آیات واحادیث سے روگردانی کی اور اولوالامر کی اطاعت سے انحراف کر کے دین سے خارج ہو گئے۔ اگر اس بات کو تسلیم نہیں کیا جائے تو پھر ماننا پڑے گا کہ خود حضرت

۱۔ طبقات ابن سعد، ج۳، ص۵۵، (ج۳، ص۷۸)۔ انساب الاشراف (ج۶، ص۲۰۳_۲۰۵_۲۲۲)۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۴۰ (ج۱، ص۴۶)۔ تاریخ طبری، ج۵، ص۱۴۳_۱۴۴۔ (ج۴، ص۴۱۲_۴۱۳_۴۱۴_ حوادث، ۳۵ھ)۔ تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۱۵۳۔ (ج۲، ص۱۷۶)۔ استیعاب، ج۲، ص۴۷۸_۴۷۹۔ (القسم الثالث، ص۱۰۴۹_۱۰۴۷_ نمبر۱۷۷۸)۔ صفۃ الصفوۃ، ج۱، ص۱۱۷۔ (ج۱، ص۳۰۵_ نمبر۴)۔ تاریخ کامل، ج۳، ص۷۶۔ (ج۲، ص۲۹۵_ حوادث ۳۵ھ)۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۳۱_۱۳۲۔ (ج۳، ص۶۶_۶۵)۔ معجم البلدان، ج۳، ص۲۸۱۔ (ج۲، ص۲۶۲)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۱۶۸۔ (ج۲، ص۱۵۸ خطبہ، ۳۰)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۱۹۰_۱۹۱۔ (ج۷، ص۲۱۳_ حوادث، ۳۵ھ)۔ حیاۃ الحیوان، ج۱، ص۵۴۔ (ج۱، ص۷۸)۔ وفاء الوفاء، ج۲، ص۹۹۔ (ج۳، ص۹۱۳)۔ سیرۃ حلبیہ، ج۲، ص۸۵۔ (ج۲، ص۷۶)۔ تاریخ الخمیس، ج۲، ص۲۶۵۔

۲۔ دول العرب، ص۴۹۔

عثمان دین سے خارج ہو گئے تھے اور تمام اصحاب متفقہ طور سے ان کے ارتداد کا فیصلہ کر چکے تھے۔

لیکن ان دونوں نظریوں کو آسانی سے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ عادل ہیں، وہ ان کے گفتار و کردار سے حجت لاتے ہیں، ان پر مکمل ایمان ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ رسولؐ کی صحبت نے ان کے نفوس اور نظریات کو پاک و پاکیزہ بنا دیا تھا۔ پھر ان عمومی صحابہ میں طلحہؓ و زبیر جیسے عشرۂ مبشرہ بھی تھے۔ اور طلحہ تو خاص اس میں سرگرم تھے۔ دوسرے معزز اصحاب میں عمار یاسر، مالک اشتر، عبداللہ ابن بدیل تھے ان سب کے اوپر حضرت علی علیہ السلام تھے۔ جنکی اطاعت کا تمام امت نے اقرار کیا، کیا وہ ایسے حالات میں خاموش رہ سکتے تھے جب کہ شریعت کے سب زیادہ واقف کار اور ہدایت کرنے والے تھے؟ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ تمام اہم صحابہ اس واقعے سے ناواقف تھے یا انھیں گمان نہیں تھا کہ حالات یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ناگہانی طور پر واقع نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ پورا واقعہ سیاسی طور سے دو ماہ کے عرصے میں پھیلا ہوا ہے۔ اس مدت میں بلوائیوں کا صرف ایک مطالبہ تھا کہ اپنی بدعتوں سے باز آجائیں ورنہ خلافت سے استعفیٰ دیں۔ انھیں یہ بھی دھمکی دی گئی تھی کہ اگر ان دو میں ایک بات نہ مانی گئی تو واقعی قتل کر دیا جائے گا۔ یہ مطالبہ چاروں کھونٹ سنسنا رہے تھے۔ سب نے دیکھا اور سنا کہ عثمان ایک بار توبہ کرتے ہیں پھر وہ دوبارہ اس سے اتر جاتے ہیں۔ کبھی بلوائیوں کو دھمکی دیتے ہیں کہ اگر انھیں قتل کیا گیا تو برے نتائج ہونگے اصحاب انھیں پند و نصیحت سے منتشر کرنے اور قتل سے باز رکھنے سے معذور تھے۔ اس سلسلے میں کوئی بھی روایت پیش نہیں کی جاسکتی بلکہ اصحاب ان کی غلطی کو تسلیم کرتے ہیں۔ خود قاتل نے چلا چلا کر مدینے کی گلیوں میں اعلان کیا کہ میں یہودی عثمان کا قاتل ہوں اور کسی نے بھی اعتراض نہ کیا۔ (۱)

دوسرا احتمال بھی آسانی سے قبول نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ عثمان سے بدظنی اس حد تک ممکن نہیں حالانکہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی رائے کا اظہار کیا۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو عثمان کے کرتوت اپنی آنکھوں دیکھ رہے تھے انھوں نے اپنا اظہار کچھ اسی طرح کیا۔ زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ نے کہا کہ نعثل کو قتل کر ڈالو۔ خدا اسے قتل کرے یہ کافر ہو گیا ہے۔۔۔ ابن عباس سے کہا: دیکھو لوگ اگر اس

۱۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۸۔ (القسم الثالث، ص ۱۰۴۶۔ نمبر ۱۷۷۸)۔

ڈکٹیٹر کو قتل کریں تو تم روکنا نہیں۔

عبدالرحمٰن ابن عوف نے حضرت علیؑ سے کہا: عثمان کے خلاف میں بھی تلوار اٹھاتا ہوں آپ بھی اٹھایئے کیونکہ خلافت حاصل کرتے وقت جو عہد و پیمان کئے تھے سب کو پیروں سے روند ڈالا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے قسم کھالی ہے کہ مرتے دم تک تم سے بات نہیں کرونگا۔

جب مجمع ابن جاریہ نے طلحہ سے کہا تم اسے قتل ہی کر ڈالو گے تو انھوں نے کہا: اگر قتل کیا جائے تو نہ وہ فرشتہ ہے نہ رسول ﷺ اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ وہ قتل عثمان کے وقت گھر کا محاصرہ بھی کئے تھے، ان پر پانی بھی بند کیا۔ پھر خون عثمان کے قصاص میں قتل بھی ہوئے۔

زبیر نے کہا: عثمان کو قتل کردو، اس نے دین بدل دیا ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا عثمان کل قیامت میں پل صراط پر مردار کی طرح پڑا ہوگا۔

عمار یاسر نے کہا عثمان نے مسلمانوں پر ظلم کیا اور دین بدل دیا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے عثمان کو قبر سے نکال کر اس کی لاش آگ میں کیوں نہ جلادی۔ یہ بھی کہا: کہ عثمان کو ان نیک لوگوں نے قتل کیا جو نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائیوں سے روکتے تھے۔

حجر ابن عدی اور ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ انھوں نے قانون اسلام سے انحراف کیا، ظالم تھے۔

عبدالرحمٰن عنزی نے کہا کہ وہ پہلے ظلم کی راہ کھولنے والے اور راہ اسلام بند کرنے والے تھے۔

ہاشم مرقال نے کہا: عثمان کو اصحاب رسول ﷺ اور قاریان قرآن نے اس وقت قتل کیا جب انھوں نے بدعتیں کیں، قرآن کی مخالفت کی۔ اصحاب رسول ﷺ مسلمانوں کے معاملات سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔

عمرو عاص نے کہا کہ مجھے عمرو عاص کہتے ہیں، میں فتنہ اٹھاتا ہوں تو انجام تک پہنچا کے دم لیتا ہوں۔ اور عثمان سے کہا کہ تم نے امت میں ناپسندیدہ باتیں رائج کیں۔ یا راہ راست پر آؤ یا خلافت سے الگ ہو جاؤ۔ سعد ابن ابی وقاص نے کہا کہ عثمان اس تلوار سے قتل ہوئے جسے عائشہ نے نکالا، طلحہ نے صیقل کیا، علی ابن ابی طالبؑ نے زہر آلود کیا، زبیر نے ہاتھ سے اشارہ کیا لیکن میں اس سے الگ رہا

حالانکہ ان کا دفاع کر سکتا تھا۔ جہجاء غفاری کہتے ہیں اے نعثل! اٹھ، منبر سے نیچے اتر۔ تاکہ تجھے بوریئے میں بھر کے کوہ دماوند پر پھینک آؤں۔

مالک اشتر نے کہا کہ خلیفہ اپنی خطاکاریوں اور سنت رسول ﷺ اور قرآن سے انحراف کی وجہ سے مصائب میں مبتلا ہوئے۔

عمرو ابن زرارہ نے کہا: عثمان نے حق کو جان بوجھ کر ترک کیا۔

حجاج ابن غزیہ انصاری نے کہا: بخدا! اگر عثمان کی آدھے دن بھی عمر باقی ہو تو بھی اسے قتل کر کے تقرب خدا حاصل کروں گا۔

قیس ابن سعد انصاری نے کہا میرا قبیلہ سب سے آگے اور لیڈری کر رہا تھا۔

جبلہ ابن عمر نے کہا: او نعثل! بخدا تجھے ضرور قتل کروں گا اور تیری لاش بوریئے میں بھر کر کوہ دماوند پر پھینک آؤں گا۔

محمد بن ابی بکر نے عثمان سے پوچھا: او نعثل! تیرا دین کیا ہے؟ تو نے قرآن بدل دیا ہے۔ اس سے بھی بڑی بات کہ تم نے اس سے قبل احکام الٰہی سے انحراف کیا اور بدکاریاں کیں۔

اصحاب رسول ﷺ نے عثمان کے جواب میں کہا: کہ ہم تمہیں ضرور قتل کریں گے۔ کیونکہ تم نے حق کو پائمال کیا اور دین کے خلاف مصلحانہ جدوجہد کی۔

ان اصحاب رسولؐ کے مقابلے میں عثمان ہیں۔ دو باتوں میں ایک بات ماننی ہو گی کہ یا ایک شخص کی خطا اور غلطیوں کو ہم مان لیں۔ یا دوسری طرف یہ کہ ہزاروں افراد کو گمراہ سمجھا جائے حالانکہ ان میں سے علم و دانش کے سربرآوردہ، نیک، پاک نفس نیز فضائل و مکارم سے آراستہ افراد ہیں۔ عقیدہ اہل سنت کے مطابق سبھی عدول ہیں، ان کا کردار حجت ہے۔ جب بھی اجتہاد کی بات آئے گی تو دونوں ہی کو مجتہد ماننا پڑے گا۔ صرف عثمان ہی کو مجتہد نہیں مان سکتے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عثمان سے خطائے اجتہادی ہوئی یا یہ پوری جمعیت خطائے اجتہادی کی مرتکب ہوئی۔ اگر عثمان کو صحیح کہا جائے تو ساری جماعت کی غلطی ماننی پڑے گی۔ اگر ان سب کو صحیح کہا جائے تو عثمان کو غلط کہنا پڑے گا...... ہمیں انصاف کی بات کہنی چاہیئے۔

جعلی روایات

۱۔ طبری اپنی تاریخ میں بحوالۂ سری، اس نے شعیب سے اور اس نے سیف سے اور اس نے عطیہ سے اور اس نے یزید فقعسی کے طریقے سے لکھا کہ عبداللہ بن سبا یہودی صنعاء (یمن) کا باشندہ تھا، اس کی ماں سیاہ فام تھی، وہ عثمان کے زمانے میں مسلمان ہوا، پھر وہ گھوم گھوم کر اسلامی مملکت میں مسلمانوں کو گمراہ کرنے لگا، حجاز سے شروع کیا پھر بصرہ، کوفہ اور بعد میں شام گیا لیکن شام کے لوگوں کو گمراہ نہ کر سکا۔ وہاں سے نکال دیا گیا، پھر وہ مصر میں مقیم ہو گیا۔ وہ لوگوں سے کہتا تھا: ان لوگوں سے تعجب کرتا ہوں جو عیسیٰ کی واپسی کے قائل ہیں، محمدؐ کی رجعت کے قائل نہیں ہیں۔ حالانکہ قرآن نے واضح لفظوں میں کہا ہے جس نے تم پر قرآن نازل کیا ہے وہ تمہیں واپس بھی لائے گا۔ عیسیٰ سے زیادہ محمدؐ کی رجعت یقینی ہے۔ مصر والوں کو اس نے رجعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سبق پڑھا دیا، پھر ان سے کہا: محمد، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور علی علیہ السلام خاتم الاوصیاء اور جن لوگوں نے وصیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل نہیں کیا اور جانشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ کو نہ مانا وہ ظالم ہیں۔ یہاں تک کہ اس نے کہا: وصی خدا کے موجود ہوتے عثمان نے ناحق خلافت کو ہتھیا لیا ہے، اس لیے تم حکومت کا تختہ الٹ دو اور افسروں کے خلاف بغاوت شروع کر دو۔ تم پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔ اس نے چاروں طرف اپنے مبلغ بھیجے اور خطوط لکھے۔ کچھ گورنروں کو جعلی خطوط بھی لکھے گئے۔ جن میں ان کے کرتوتوں کی مذمت تھی۔ یہاں تک بات مدینے تک پہنچ گئی کہ تمام مملکت بغاوت کی زد میں ہے۔ وہ ظاہر میں کچھ کہتے تھے اور باطن میں کچھ، عوام امن پسند تھے۔ ان باتوں کی خبر عثمان کو ہوئی اور لوگوں نے ان سے پوچھا: لوگوں کی شورش اور خطوط کی اطلاع ہے؟ جواب دیا: نہیں، ہمیں تو صرف اچھی ہی خبر ملتی ہے۔ پھر لوگوں نے انھیں تمام واقعات کی اطلاع دی۔ عثمان نے جواب دیا: تم لوگ میری حکومت میں شریک ہو لہٰذا مجھے رائے دو۔

لوگوں نے رائے دی کہ کچھ معتمد لوگوں کو صوبوں کی خبر لینے کے لیے بھیجئے۔ اس لیے محمد ابن مسلمہ کو کوفہ اوسامہ کو بصرہ، عمار یاسر مصر اور عبداللہ ابن عمر کو شام بھیجا۔ سب نے واپس آ کر حالات کے ٹھیک

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۹۸۔ (ج ۴، ص ۳۴۰۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

ٹھاک ہونے کی رپورٹ دی۔ صرف عمار یاسر واپس نہیں آئے۔ لوگوں نے عمار کے واپس نہ ہونے پر سمجھا کہ وہاں شورش پیدا کر رہے ہیں۔ پھر عبداللہ ابن سعد کے خط سے معلوم ہوا کہ لوگ ان سے گھل مل گئے ہیں۔ اور عبداللہ ابن سبا، خالد ابن ملجم، سودان ابن عمران اور کنانہ ابن بشر سے ربط ضبط بڑھ گیا ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اگر واقعی عبداللہ ابن سبا نے مسلمانوں کے درمیان اتنی زبردست فتنہ انگیزی پھیلائی کہ حکمرانوں اور گورنروں کو لرزا دیا اور خلیفۂ وقت کے خلاف تک ایسی شورش پیدا کر دی تو اس کا تعاقب کر کے اسے قید کیوں نہ کیا گیا؟ اور ایسے خطرناک پاپ کی سزا میں پھانسی کیوں نہ دی گئی تا کہ قوم اس کی فتنہ انگیزی سے محفوظ ہو جاتی؟ آخر عثمان نے نیک مرد اور پاک دامن، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کو کیوں نہ سمجھایا کہ وہ شخص یہ سارے فتنے کر رہا ہے اور حکم قرآن ہے کہ جو خدا و رسولؐ یا حکومت اسلامی سے برسرِ پیکار ہوں تو انھیں قتل کیا جائے، سولی پر چڑھایا جائے، ہاتھ پیر کاٹے جائیں یا ذلیل کر کے جلاوطن کیا جائے۔ پھر خلیفہ جی نے اس فتنے کو دبایا کیوں نہیں؟ کیا ان کی ساری سختیاں اور سزائیں صرف پاکدامن اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے تھیں؟

ہم نے فرض کیا کہ عبداللہ ابن سبا نے مختلف صوبوں میں عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ کیا اس نے گورنروں یا حضرت عثمان کے خلاف جو واقعات بیان کئے وہ جھوٹے تھے؟ کہ اس کے اثر سے قوم کے اہم افراد، مہاجر و انصار ان کے خلاف ہو گئے۔ اس نے تو جو کچھ بھی حکومت کے جرائم اور پاپ بیان کئے وہ سب صحیح تھے۔ جس کی وجہ سے پوری قوم خالص دین کی حفاظت کے لیے اپنا اسلامی فریضہ سمجھتے ہوئے بغاوت پر آمادہ ہو گئی۔ اگر چہ وہ یہودی زادہ بھی خواص کا منظورِ نظر ہو گیا۔ ایسے انقلاب کے اکثر شواہد موجود ہیں جس میں اچھے عناصر کے ساتھ گندے عناصر بھی شامل ہو جاتے ہیں۔

پھر یہ کہ جو کچھ عبداللہ ابن سبا نے لوگوں کو سمجھایا وہ جھوٹ تھا۔ کیوں؟ جب صوبوں کے لوگ مدینے میں آ کر مہاجرین و انصار سے گورنروں کے پاپ بیان کرنے لگے تو چونکہ یہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود عثمان کی غلط کاریوں کو دیکھ رہے تھے، وہ کہہ دیتے کہ عثمان ان الزامات سے پاک ہیں۔ جو کچھ پروپگنڈا کیا گیا ہے جھوٹ ہے۔ آخر مہاجرین و انصار بھی ان لوگوں کے ساتھ کیوں ہو گئے بلکہ ان لوگوں

کے آنے سے پہلے ہی عثمان کی مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ پھر اگر چہ عبداللہ بن سبا نے جو کچھ انھیں سمجھایا وہ غلط تھا، تو آخر کیوں دوسرے شہروں کے وفود مدینہ آکر مہاجرین وانصار سے جو عثمان کے رویئے کو بچشم خود دیکھ رہے تھے، انھیں جھٹلایا کیوں نہیں؟ انھیں کہنا چاہیئے تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ آخر بلوائیوں کے ساتھ مہاجرین وانصار بھی کیوں ہو گئے؟

ہم یہاں ڈاکٹر طٰہ حسین کی تائید کرتے ہیں جن کا قوی گمان ہے کہ اگر عبداللہ ابن سبا کی روایات کو صحیح مان لیا جائے تو جو کچھ اس نے تقریریں کیں اس کی وجہ سے شدید داخلی انتشار پیدا ہو گیا یا پہلے سے انتشار تھا۔ اس بناء پر اس نے فتنہ پیدا نہیں کیا بلکہ فتنے سے فائدہ اٹھایا۔ اسی طرح قوی گمان یہ ہے کہ اموی اور عباسی حکومت میں شیعوں کے دشمنوں نے عبداللہ ابن سبا کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا تاکہ عثمان کی بدعتوں پر پردہ ڈالا جاسکے۔ اور دوسری طرف شیعان علیؑ کا جرم ثابت کیا جاسکے۔ اسی سبب سے شیعوں کے بعض کاموں کو اسی یہودی کی طرف منسوب کر کے مسلمانوں کے منھ پر طمانچہ لگاتے ہیں اور شیعوں پر تو ایسے مظالم ہوتے ہی رہے ہیں۔

لہذا ابن سبا کے متعلق تمام جھوٹی روایات کا احتیاط سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدر اول کے مسلمان سیاست وعقل سے اتنے عاری تھے کہ صنعاء کے ایک یہودی بچے نے آکر مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور اپنے ظاہری اسلام کی آڑ میں خلیفہ کے خلاف شورش پیدا کر دی اور انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس عقل ودانش پر تف ہے۔

یہی وہ باتیں ہیں جو عقل میں نہیں آتیں، نہ کوئی سمجھدار انسان ماننے پر آمادہ ہوتا ہے۔ اصل میں اس وقت لوگ دیکھ رہے تھے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات مٹائی جا رہی ہیں۔ انھوں نے ابوبکر وعمر کی روش کو دیکھا تھا۔ لہذا چاہتے تھے کہ عقائد واعمال اسلامی سے انحراف نہ ہو۔ اور انھوں نے معاشرے کی بقا کے لیے کوشش بھی کی۔ اسلام کو خواہشات اور ذاتی اغراض کے سبب جاہلی عہد کی طرف پلٹتا ہوا دیکھ کر تازہ اور جوان خون میں جوش آیا اور وہ حکومت ہی سے نہیں بلکہ معاشرے کے تمام انحرافات سے ٹکرا گئے آخر مسلمانوں کی عمومی زمین اور دوسرے غنائم ایک ہی خاندان کی ملکیت کیوں ہو جائیں؟ اگر اس کی

مخالفت ہو تو تعجب کی کیا بات ہے، پھر یہ کہ امویوں کا غلط احساس برتری اور دولت کے تماشے، انصار اور دوسرے قبائل کو رقابت پر آمادہ کر رہے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ خلیفہ خود بھی ارباب ثروت کے ساتھ ہے۔ خود اس کا بھی ہاتھ استحصال میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس لیے ان کا کینہ جوش مارنے لگا، یہ بات تو مسلم ہے کہ کوفے سے سعد کو معزول کر کے ولید کو گورنر بنایا گیا، بصرے سے ابوموسیٰ کو معزول کر کے ابن عامر کو بنایا گیا، شام معاویہ کے ہاتھ میں تھا ہی، پھر اس کے تمام حصے امویوں کو دے دیے گئے، مصر، عمرو عاص کو معزول کر کے ابن ابی سرح کو دے دیا گیا۔ یہ سبھی عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ان باتوں کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور ایسی کوئی اطلاع بھی نہیں ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے عثمان کو دھوکہ دیا ہو کہ اپنے انہی قریبی رشتہ داروں کو گورنری دے دو۔ یہ بھی مسلم ہے کہ ہر عہد کے بادشاہ اور امراء اس بات کو عیب سمجھتے ہیں کہ حکومت کے اہم عہدوں پر اپنے قریبی رشتہ داروں کو معمور کیا جائے۔ مسلمان پہلی قوم نہیں تھے جنھوں نے عثمان کی اس حرکت کا برا مانا۔ وہ اس سلسلے میں تاریخ کے دھارے کے ساتھ ہیں۔(۱)

اس کے علاوہ جھوٹی روایات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عمار یاسر عثمان کی طرف سے مصر بھیجے گئے تھے اور دوسرے صوبے میں دوسرے لوگ۔ یہ ایسی بات ہے کہ کسی طرح قبول نہیں کی جا سکتی۔ اس جعلی روایت کے راوی یا زندیق ہیں یا جھوٹے اور جاہل۔ واقعۂ عثمان کا پورا جائزہ لے لیجیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حکومت عثمان کے زمانے میں عمار یاسر کبھی مدینے سے باہر نہیں گئے۔ وہ شروع ہی سے حکومت کے مخالف اور صف اول کے انقلابی تھے۔ عثمان کو ان سے اتنی نفرت تھی کہ ابوذر کی وفات کے بعد ربذہ جلاوطن کرنا چاہا۔ لیکن مہاجر و انصار آڑے آگئے۔ تاریخوں میں ہے کہ عثمان نے کئی بار ان کی توہین کی اور اذیت ناک سزائیں دیں۔ وہ ابتدا ہی سے عمار کو اپنا مخالف سمجھتے تھے۔ اس صورتحال میں کیسے ممکن ہے کہ عمار سے مشورہ لیتے ہوں اور شورش کو دبانے کے لیے ان سے مدد لی ہو۔ جھوٹی روایت میں تو یہاں تک ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے مخالفت عثمان کے لیے عمار یاسر کو اپنا ہم خیال بنا لیا تھا۔ یہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے چنانچہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے بھی لکھا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ عمار ہرگز مصر نہیں بھیجے گئے اور ان

۱۔ الفتنۃ الکبریٰ ص ۱۳۴۔ (مجلد ۴، ص ۳۲۹)۔

دونوں بہادروں (محمد ابن ابی بکر اور ابن ابی حذیفہ) کے شورش میں شرکت نہیں کی۔ یہ داستان عثمان کے حمایتیوں نے گڑھ لی ہے تا کہ عمار کے خلاف عثمان کی زیادتیوں پر دہ ڈالا جا سکے۔

۲۔ طبری (۱) نے ایک روایت لکھی ہے کہ سری نے شعب کا بیان نقل کیا، اس نے سیف سے اور اس نے محمد و طلحہ سے اور عطیہ سے کہ عثمان نے مختلف صوبوں کے لوگوں کو یہ خط لکھا کہ میں نے گورنر کو تاکید کی ہے کہ ہر سال موسم حج میں میرے پاس آئیں اور لوگوں کی شکایتوں کو سن کر اس کے ساتھ انصاف کیا جائے، جو کچھ بھی حق میرے یا میرے خاندان کے ذمے ہے وہ لوگ چار و ناچار ادا کریں۔ مدینے والوں نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ کچھ لوگوں کو گالیاں اور سزائیں دی گئیں ہیں۔ ان لوگوں کو میں نے اعلان کرادیا ہے کہ موسم حج میں میرے یا گورنروں کے خلاف شکایت کریں تا کہ وہ ہم سے قصاص لیں یا معاف کردیں۔

جب صوبوں کے لوگوں نے اس کو پڑھا تو روتے ہوئے عثمان کے حق میں دعائیں دیں اور کہا: قوم سخت شورش میں مبتلا ہے۔ عثمان نے اپنے گورنروں کو بلا کر سرزنش کی کہ یہ میں لوگوں کی کیا شکایتیں سن رہا ہوں، کہیں تم لوگوں کی وجہ سے میرے خلاف شورش نہ پیدا ہو جائے اور میں پریشانی میں پڑ جاؤں۔ ابن عامر، معاویہ، عبداللہ ابن ابی سرح، سعید و عمرو عاص نے کہا کیا آپ نے صوبوں میں لوگوں کی شکایت سننے کے لیے لوگوں کو نہیں بھیجا؟ کیا ان لوگوں کی وجہ سے یہ نہیں کہا ہے کہ لوگوں کو کوئی شکایت نہیں ہے؟ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔ عثمان نے ان سے کہا: ایسی صورتحال میں کیا کیا جائے؟ سعید ابن عاص نے کہا: یہ سب آپ کے خلاف شورش پیدا کرنے کے لیے مخفی سازش کی جارہی ہے، اس لیے ان لوگوں کا پتہ لگا کر پھانسی دے دی جائے۔ ابن ابی سرح نے کہا: آپ نے اپنی ذمہ داریاں پوری کی ہیں اب ان کے فرائض کو سختی کے ساتھ بتائیے۔ معاویہ نے کہا: سب کے ساتھ حسن سلوک کیجئے۔ عمرو عاص نے کہا: آپ ابو بکر و عمر کا رویہ اپنائیے یعنی سختی کی جگہ پہ سختی اور نرمی کی جگہ پہ نرمی۔ اس وقت عثمان نے کہا: میں نے تمہارے مشورے سن لیے، میں بہر حال حسن سلوک کا برتاؤ کروں گا تا کہ کسی کو میرے خلاف شکایت نہ

۱۔ تاریخ طبری، ص ۹۹، (ج ۴، ص ۳۴۲، حوادث، ۳۵ھ)۔

ہو سکے، خدا بہتر جانتا ہے کہ سب کے ساتھ خیر خواہی کی ہے۔ اگر ایسی شورش میں میں مارا جاؤں تو یہ میرے لیے فخر کی بات ہے۔ تم لوگ اپنی ذمہ داریوں کو اور حقوق الٰہی کو پورا کرتے رہو۔ جب گورنروں کی ٹولی واپس چلی گئی تو ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے: سبھی جانتے ہیں کہ عثمان کے بعد علیؑ امیر المومنینؑ ہونگے اور طلحہ اور زبیر ان کے حمایتی ہوں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد کعب نے معاویہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ خچر سوار شخص عثمان کے بعد حکمراں ہوگا۔

۳۔ طبری (۱) نے اسی سند کے ساتھ یعنی سری نے شعیب سے سیف کی زبانی نقل کیا ہے کہ معاویہ نے رخصت ہوتے ہوئے عثمان سے کہا: اے امیر المومنین! آپ ان بلوائیوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے، آپ میرے ساتھ شام چلیئے۔ وہاں کے لوگ ابھی آپ کے فرمانبردار ہیں۔ عثمان نے کہا: میں جوار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی نہ چھوڑوں گا۔ چاہے قتل ہی کر دیا جاؤں۔ معاویہ نے کہا: تو پھر شام سے فوج بھیجنے کی اجازت دیجئے۔ عثمان نے کہا: کہ فوج کے آجانے سے مدینے والوں کی معیشت تنگ ہو جائیگی۔ یہ ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر ہے۔ معاویہ نے کہا: کہ پھر تو آپ لازمی طور سے عوامی حملے کا شکار ہوں گے۔ عثمان نے کہا: خدا میرے لیے کافی ہے۔ معاویہ نے چیخ کر کہا: تو کہاں ہے اے جلاد! اے قصاب!

۴۔ طبری (۲) نے اسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ شوال ۳۵ھ میں مصر والوں نے چار ستونوں کی رہبری میں مدینے کا رخ کیا۔ ہر ستون میں ایک ہزار افراد تھے۔ ان کی سرداری عبدالرحمٰن ابن عدیس، کنانہ ابن بشیر، سودان ابن حمران اور قتیرہ کے ہاتھ میں تھی۔ ان سب کا سردار غافقی ابن حرب تھا۔ ان کی ہمت نہ ہو سکی کہ مدینے والوں سے کہہ سکیں کہ ہم جنگ کے لیے آئے ہیں، لہٰذا حج کا بہانا کیا۔ ان کے ہمراہ ابن سودا تھا۔ کوفے والے بھی چار ٹکڑیوں میں نکلے، جس کے سردار زید ابن صوحان، مالک اشتر، زیادہ ابن نضرہ اور عبداللہ ابن اصم تھے۔ ان سب کے سردار عمرو ابن اصم تھے۔ اسی طرح بصرے والے حکیم ابن جبلہ، ذریح ابن عباد، بشر ابن شریح، ابن المحرش اور ان سب کے سردار حرقوص تھے۔ اس کے

۱۔ تاریخ طبری، ص ۱۰۱، (ج ۴، ص ۳۴۵، حوادث ۳۵ھ)۔
۲۔ تاریخ طبری، ص ۱۰۳۔ (ج ۴، ص ۳۴۸، ۳۵ھ)۔

علاوہ راستے میں بہت سے لوگ شامل ہوتے گئے۔ مصر والے دوستدار علیؑ تھے۔ بصرے والے طلحہ کے ہوا خواہ اور کوفے والے زبیر کے طرفدار تھے، ہر فوجی ٹکڑی اس گھمنڈ میں تھی کہ کامیابی اسی کے حصے میں آئیگی اور اپنے سردار کو حکومت سونپ دینگے۔ یہ لوگ مدینے سے تین منزل دور، بصرے والے ذوخشت، کوفے والے اعوص میں اور مصر والے ذومروۃ میں رک گئے۔ زیاد اور ابن اصم نے مصر اور بصرہ والوں سے کہا کہ جلدی نہ کرو، ہم تم ہی لوگوں کے ساتھ مدینہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں کیونکہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ہمارے مقابلے کے لیے مدینے والوں کی عوامی فوج تیار ہوئی ہے۔ اگر وہ ہم لوگوں کے اداروں سے واقفہ ہوتے تو ڈر جاتے لیکن اب ہماری علیحدگی سے ناکامی کا سامنا ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد ان دونوں افراد نے مدینہ آکر ازواج رسول ﷺ اور علیؑ وطلحہ وزبیر سے ملاقات کر کے کہا کہ ہماری آمد کا مقصد فقط حج ہے اور یہ کہ اپنے صوبوں کے گورنروں کو برطرف کرادیں۔ ان حضرات نے شہر مدینہ میں ان فوجی ٹکڑیوں کی آمد کی اجازت مانگی لیکن سب نے انکار کیا اور کہا کہ تمہارا یہ اقدام بے فائدہ ہے۔ اس کے بعد کچھ مصر والے علیؑ کے پاس آئے اور بصرے والے اور کوفے والے طلحہ وزبیر کے پاس آئے۔ آپس میں سب نے ایک دوسرے سے کہا: کہ ہمیں کسی ایک کی بیعت کر لینی چاہیئے ورنہ ان لوگوں کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مصر والوں نے حضرت علیؑ سے احجار الزیت میں ملاقات کی۔ اس وقت امام حسنؑ عثمان کے پاس تھے، حضرت علیؑ کو سلام کر کے ان کے سامنے اپنی باتیں رکھیں اور فریاد کی۔ لیکن حضرت علیؑ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: صالح حضرات جانتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے "ذو مروۃ اور ذوخشب" میں قیام کرنے والی فوج پر لعنت کی ہے۔ تم سب لوٹ جاؤ۔ اللہ کی نصرت سے محروم رہوگے۔ وہ لوگ حضرت کا حکم مان کر واپس گئے۔ بصرے والے طلحہ کے پاس گئے، طلحہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو عثمان کے پاس بھیجا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے سلام کر کے اپنی بات کہی تو طلحہ نے دھتکارتے ہوئے کہا: ہر مومن جانتا ہے کہ ذومروۃ، ذوخشب اور اعوص کی فوج پر رسول ﷺ نے لعنت کی ہے۔ یہی ماجرہ کوفیوں اور زبیر کے ساتھ پیش آیا۔ سبیل سکینہ

یہ لوگ مدینے سے باہر چلے گئے اور یہ ظاہر کیا کہ اپنے اپنے گھروں کو واپس جارہے ہیں تا کہ

مدینے والے متفرق ہو جائیں تو شہر پر شب خون مارا جائے۔ مدینے والوں نے انھیں منتشر ہوتے ہوئے دیکھا تو متفرق ہو گئے، لیکن صوبوں کے یہ لوگ پھر واپس آ کر مدینے پر چڑھائی کر کے خانہ عثمان کا محاصرہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ جو بھی ہمارے مقابلے سے ہاتھ کھینچ لے گا وہ امان میں رہے گا۔ حضرت علیؑ نے ان لوگوں کو آ کر سمجھایا کہ تم لوگوں نے واپس جا کر اپنا خیال کیوں بدل دیا۔ انھوں نے کہا: ہم نے راستے میں ایک قاصد کو پکڑا جس کے خط میں ہمارے قتل کا حکم دیا گیا تھا۔ طلحہ و زبیر نے بھی کوفے اور بصرے والوں کو سمجھایا۔ انھیں بھی وہی جواب دیا گیا۔ حضرت علیؑ نے بصرے اور کوفے والوں سے کہا: مصر والوں کے خط کی تمھیں کیسے اطلاع ہو گئی؟ ان لوگوں نے جواب دیا: ہم ہر حال میں عثمان کو حکومت سے ہٹا کر دم لینگے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: تاریخی روایتیں کہتی ہیں کہ ان سپاہیوں کو ان تینوں حضرات نے دھتکار کر کے بھگانا چاہا۔ جب کہ ان سپاہیوں میں صحابائے کبار اور مجاہدین بدر بھی تھے۔ ان لوگوں کے لیے تینوں حضرات نے کہا کہ تم احجار الزیت میں قیام کر کے لعنت رسول کے مستحق ہو گئے ہو۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ بلوائیوں نے پہلی بار مدینے میں آ کر چالیس روز تک عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا۔ اسی محاصرے کے زمانے میں عثمان نے مجبور ہو کر حضرت علیؑ کو بلوا کر بیچ میں ڈالا اور عثمان نے بر سر منبر توبہ کی۔ وہ توبہ نامہ صوبوں کو بھیجا گیا۔ اسی کے بعد حضرت علیؑ اور محمد ابن مسلمہ نے بذات خود ضامن ہو کر لوگوں کو اپنے اپنے صوبوں میں واپس جانے کے لیے کہا۔ بعد میں یہ نظر آتا ہے کہ عثمان نے اپنے تمام عہد و پیمان کو پاؤں تلے روند ڈالا، اس کے علاوہ مصر والوں کو قتل کرنے کا خط بھی برآمد ہو گیا۔ یہی وجہ تھی کہ دوسری بار محاصرہ ہوا اور عثمان کو قتل کر ڈالا گیا۔ ان روایات کی روشنی میں، نیز ایام محاصرہ میں طلحہ و زبیر کی روش دیکھنے کے بعد کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ ان لوگوں نے صوبے والوں کو دھتکار کے واپس کیا ہوگا۔ یا عثمان کی صفائی میں کچھ ہوگا۔ پھر یہ کہ تاریخی روایات کی بنا پر طلحہ تو عثمان کے سخت ترین مخالف تھے، انھوں نے عثمان پر پانی بھی بند کیا تھا۔ بقیع میں دفن ہونے سے بھی روکا تھا۔ قتل عثمان کے بعد اکثر انھوں نے اپنے کارناموں کا اقرار بھی کیا تھا۔ لیکن یہ جھوٹے راوی ہمیں یہ بتانا

چاہتے ہیں کہ طلحہ و زبیر وغیرہ اصحاب نامدار، عثمان کے قطعی مخالف نہیں تھے، بلکہ ان کا دفاع کر رہے تھے۔

۵۔طبری (۱) نے اسی سند کے ساتھ ایک روایت لکھی ہے کہ عثمان نے اپنی آخری تقریر میں کہا: خدا نے دنیا کوتمہارے حوالے صرف اس لیے کیا ہے کہ آخرت کے لیے ذخیرہ فراہم کرو۔ نہ اس لیے کہ اسی پر بھروسہ کرلو۔ دنیا ختم ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی۔ بنابریں دنیا کے غرور میں نہ رہو۔ آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی چیز پر دنیا کو ترجیح مت دو۔ خدا سے ڈرو، تقویٰ اختیار کرو کہ یہی غضب خدا سے تمہیں محفوظ رکھ سکتا ہے، دین میں تغیر نہ پیدا کرو۔ اسلامی وحدت کی حفاظت کرو اور مختلف ٹکڑیوں میں نہ بٹ جاؤ۔ اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تمہاری نفرت کو باہم الفت میں بدل دیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ جب عثمان نے اپنی تقریر ختم کی تو لوگ عثمان کی مخالفت میں آئے۔ عثمان لوگوں سے مقاومت پر آمادہ ہوگئے۔ عثمان نے ان لوگوں سے کہا: میرے گھر کی حفاظت کرو۔ عثمان نے طلحہ، زبیر اور علیؑ کے پاس آدمی بھیج کر بلوایا۔ جب یہ لوگ جمع ہوئے تو اپنے بام خانہ سے لوگوں کو خطاب کیا: اے مدینے والو! میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔ خدا سے دعا ہے کہ میرے بعد تمہیں اچھی حکومت نصیب ہو۔ بخدا! آج کے بعد میں کسی سے ملاقات نہ کروں گا۔ جو لوگ میرے گھر کی حفاظت کر رہے ہیں ان میں کسی ایک کو بھی اجازت نہیں دوں گا کہ وہ دینی و دنیاوی امور میں تمہارے خلاف مداخلت کریں۔ اور قسم دے کر مدینے والوں کو واپس کر دیا۔ نتیجے میں امام حسنؑ اور محمد و عبداللہ ابن زبیر کے علاوہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ یہ تینوں حضرات اپنے باپ کے حکم سے خانۂ عثمان کی حفاظت پر مأمور تھے۔ بلوائیوں نے ان پر ہجوم کیا اور عثمان خانہ نشین ہوگئے۔

۶۔اسی سند کے ساتھ طبری (۲) کا بیان ہے:

کہتے ہیں کہ محاصرہ چالیس راتوں تک چلتا رہا اور جب سے مختلف صوبوں سے لوگ آئے اور عثمان

۱۔تاریخ طبری، ص ۱۲۶۔ (ج ۴، ص ۳۸۴۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔تاریخ طبری، ۱۲۶۔ (ج ۴، ص ۳۸۵، حوادث، ۳۵ھ)۔

کی موت ہوئی۔ اس درمیان کا فاصلہ ستر ۷۰ راتیں ہیں چونکہ ابتدائی محاصرہ اٹھارہ روز رہا۔ اس وقت چند اہم افراد نے خبر پھیلا دی کہ ملک کے اکثر حصوں سے عثمان کے دفاع میں فوجیں آرہی ہیں۔ حبیب شام سے، معاویہ مصر سے، قعقاع کوفے اور مجاشع بصرے سے فوجیں لے کر آرہے ہیں۔ بلوائیوں نے عثمان کا عوام سے رابطہ توڑ دیا۔ یہاں تک کے پانی بھی بند کر دیا۔ حضرت علیؑ مختلف بہانوں سے ضرورت کا سامان بھیجتے رہتے تھے۔ ایک رات بلوائیوں نے سنگ باری کر دی تو عثمان نے فریاد بلند کی کہ خدا سے ڈرو۔ یہاں ہمارے علاوہ دوسرے لوگ بھی ہیں۔ لوگوں نے کہا: پتھر ہم نے نہیں پھینکے بلکہ خدا نے پھینکے ہیں۔ عثمان نے کہا: تم جھوٹے ہو۔ اگر خدا پھینکتا تو پتھر خطا نہ کرتے۔ پھر عثمان نے اپنے ہمسائے قبیلہ حزم کے عمرو کے ذریعہ علیؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ سے ہو سکے تو تھوڑا سا پانی بھیجوا دیجیے۔ لوگوں نے ہم پر پانی بند کر دیا ہے۔ یہ پیغام طلحہ، زبیر، عائشہ اور دوسری ازواج رسول کو بھی دیا۔ لیکن صرف علیؑ اور ام حبیبہ نے جواب دیا۔ رات کے وقت حضرت علیؑ نے آکر بلوائیوں سے کہا: تم لوگ غیر ایمانی کام کر رہے ہو۔ کافروں کے ساتھ بھی یہ سلوک روا نہیں۔ اس شخص پر دانا پانی نہ بند کرو۔ اگرچہ رومی اور ایرانی قیدیوں کو بھی دانا پانی دیا جاتا ہے پھر یہ کہ اس شخص نے تم پر حملہ بھی نہیں کیا۔ پھر کیوں اس کے محاصرہ وقتل پر آمادہ ہو۔ لیکن بلوائیوں نے دانا پانی بھیجنے سے قطعی انکار کیا۔ علیؑ نے اپنا عمامہ عثمان کے گھر میں بھجوایا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ آپ جو حکم دیں میں اسے بجالاؤں۔ پھر اپنے گھر واپس چلے گئے۔ ام حبیبہ ایک خچر پر سوار ہو کر آئیں۔ ان کے ہمراہ ایک چھوٹی مشک تھی۔ بلوائیوں نے خچر کے منھ پر چابک مار کر واپس کر دیا۔ ام حبیبہ نے کہا: عثمان بنی امیہ کے یتیموں اور بیواؤں کے سرپرست ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ ان سے مل کر بیواؤں اور یتیموں کے اموال کی حفاظت کروں۔ لیکن بلوائیوں نے منظور نہیں کیا۔ عائشہ حج کے لیے آمادہ تھیں۔ انھوں نے اپنے بھائی محمد کو ساتھ لے جانا چاہا۔ لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے۔ حضرت عائشہ کو اس پر غصہ بھی آیا۔ عائشہ مصریوں پر بہت خفا بھی تھیں۔ مروان نے عائشہ سے کہا: اگر آپ مدینے میں موجود رہیں تو عثمان کی حفاظت ہو سکے گی۔ عائشہ نے کہا: تم چاہتے ہو جو سلوک ام حبیبہ کے ساتھ ہوا وہی میرے ساتھ بھی ہو۔ جب حضرت علیؑ اور ام حبیبہ کی بات طلحہ وزبیر کو

معلوم ہوئی تو یہ دونوں بھی خانہ نشین ہو گئے اور بنی حزم کے لوگ بدستور پانی پہنچاتے رہے۔ عثمان نے بام خانہ سے عبداللہ ابن عباس کو آواز دے کر کہا: امسال تم قافلۂ حج کی سرپرستی کرو۔ ابن عباس نے جواب دیا: بخدا! اے امیر المومنین! مجھے حج سے زیادہ یہ بات پسند ہے کہ ان بلوائیوں کے خلاف آپ کی حمایت میں جنگ کروں۔ عثمان نے قسم دے کر انھیں امیر الحاج بنا ہی دیا۔ ایک سفارش نامہ عثمان نے زبیر کو بھیجا اور وہ لے کر گئے۔ زبیر کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ قتل عثمان کے وقت مدینے میں تھے یا نہیں۔ عثمان نے تقریر کی: مدینے والو! میری نفرت میں تم کہیں قوم نوح کی طرح تباہ نہ ہو جاؤ۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس تاریخی روایت کو جھوٹے راویوں نے صرف اس لیے وضع کیا ہے کہ صحیح اور متواتر تاریخی حقائق پر پردہ ڈالا جاسکے یا اس میں شک اور تردید پیدا کیا جاسکے۔ متعدد تاریخی روایات میں عائشہ، طلحہ وزبیر کی شدید نفرت اور قتل عثمان کے لیے بے انتہا کوشش کا تذکرہ موجود ہے۔ عائشہ نے کہا: اس نعثل کو قتل کردو۔ خدا اسے قتل کرے، یہ کافر ہو گیا ہے۔ طلحہ قتل کے لیے سخت کوشاں تھے۔ اور اپنا چہرہ چھپا کر تیراندازی کر رہے تھے۔ انھوں نے ہی پانی بند کیا تھا، پھر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں ہونے دیا۔ جنازے پر سنگ باری کی۔ اسی لیے مروان نے انھیں قتل کر کے ابان ابن عثمان سے کہا: کہ تمہارے باپ کے ایک قاتل سے بدلہ لے لیا۔ حضرت علیؑ نے طلحہ وزبیر کے متعلق کہا تھا: کہ انھوں نے عثمان کے خلاف سخت اقدامات کیے اور ان کی ملائم ترین بات گالیاں تھیں۔ خود عثمان نے طلحہ کا شکوہ کیا اور زبیر نے تو واضح لفظوں میں کہا: اسے قتل کردو کیونکہ اس نے تمہارا دین بدل دیا ہے۔ یہ بھی کہا تھا: عثمان قیامت میں پل صراط کا مردار ہے۔ اس پر سعد کی گواہی بھی موجود ہے، خود ابن عباس نے جیسا کہ جھوٹے مورخین نے لکھا ہے اگر ایسے ہی ہوتے تو حج کے موقع پر عثمان کے خط کی مخالفت نہ کرتے۔

۷۔ طبری نے (۱) اسی سند سے لکھا ہے:

کہتے ہیں کہ حج کے بعد افواہ اڑی کہ حاجیوں کا گروہ مصر والوں کی سرکوبی کے لیے چل پڑا۔ جب یہ خبر بلوائیوں کو معلوم ہوئی تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ وہ آپس میں کہنے لگے: اس

۱۔ تاریخ طبری، ۱۲۸۔ (ج ۴، ص ۳۸۷، حوادث، ۳۵ھ)۔

آفت سے نجات صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ عثمان کو جلد از جلد قتل کر دیا جائے۔ انھوں نے عثمان کے گھر پر حملہ کر دیا۔ لیکن امام حسن علیہ السلام، عبداللہ ابن زبیر اور محمد ابن طلحہ، مروان اور سعید ابن عاص اور دوسرے صحابی زادوں نے اس حملے کو روکا۔ عثمان نے فریاد بلند کی: خدا کے لیے میری نصرت سے دستبردار ہو جاؤ، میں اپنی مدد کی ذمہ داری تم پر سے اٹھاتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ نہ مانے، پس عثمان نے ہاتھ میں شمشیر و سپر لے کر دروازہ کھول دیا تاکہ باہر آ کر ان لوگوں کو ہٹا دیں۔

جب ان لوگوں پر عثمان کی نظر پڑی تو بصرے والوں نے منہ پھیر لیا اور ان کی جماعت نے بلوائیوں کو پیچھے ڈھکیل دیا۔ گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ عثمان نے اپنے ساتھیوں کو قسم دے دی کہ گھر میں آ جائیں لیکن وہ لوگ نہ مانے، پھر کچھ دیر بعد گھر میں آ گئے اور مصریوں کے لیے دروازہ بند ہو گیا۔ اس سال مغیرہ ابن اخنس حج کے لیے گیا ہوا تھا۔ بہت جلد آ کر اس دن عثمان کے گھر میں داخل ہو گیا اور عہد کیا کہ میں آپ کے قدموں پر اپنی جان نچھاور کر دوں گا۔ اگر دفاع نہ کروں تو خدا کو کیا جواب دوں گا ۔ ان ایام میں عثمان صرف قرآن و نماز سے واسطہ رکھتے تھے۔ جب تھک جاتے تھے تو قرآن پڑھنے لگتے تھے۔ اسی موقع پر مصریوں نے دروازے میں آگ بھی لگا دی، تو مغیرہ بن اخنس اور امام حسنؑ، محمد ابن طلحہ اور سعید ابن عاص رجز پڑھتے ہوئے مقابلے کے لیے نکل آئے۔ سب سے آخر میں ابن زبیر نکلے۔ اور وہی آخری دم تک کے قتل عثمان کے گواہ ہیں۔

۸۔ طبری (۱) اسی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جب دروازے میں آگ لگی تو عثمان نے نماز اور سورہ طٰہٰ تیز تیز پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ ہنگامے سے ہراساں نہیں تھے، نہ قرأت میں لکنت ہو رہی تھی، بلوائیوں کے پہنچنے تک وہ نماز پڑھ چکے تھے۔ آخری آیت پڑھ رہے تھے کہ ﴿ **الذین قال لهم الناس قدجمعو الکم فاخشوهم فزادهم ایمانا وقالوا حسبنا الله و نعم الو کیل** ﴾

مغیرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رجز پڑھ رہا تھا۔ ابو ہریرہ نے آ کر ان لوگوں کو جوش دلایا کہ آج جنگ اور مقابلے کا دن ہے اور بلوائیوں سے چلا کر کہا: میں تمھیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم ہمیں

۱۔ تاریخ طبری، ص ۱۲۹۔ (ج ۴، ص ۳۸۹، حوادث ۳۵ھ)۔

دوزخ کی دعوت دے رہے ہو۔ مروان سب سے زیادہ جنگ میں مصروف تھا۔ مغیرہ نے اپنا مقابل طلب کیا۔ اتنے میں مغیرہ کے قتل کی خبر اڑ گئی۔ اس کے قاتل نے کلمہ استرجاع پڑھا۔ عبدالرحمٰن نے وجہ پوچھی تو مغیرہ کے قاتل نے کہا: میں نے گذشتہ شب خواب دیکھا تھا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے کہ مغیرہ کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دے دو۔ اب تو میں نے ہی انھیں قتل کیا ہے۔ تھوڑی کشمکش کے بعد بلوائیوں نے عثمان کے قتل کا ارادہ کرلیا۔ ایک شخص نے عثمان کے کمرے میں آکر کہا: خلافت سے دست بردار ہو جاؤ تو امان پا جاؤ گے۔ عثمان نے کہا: کہ وائے ہو، خدا کی قسم! میں نے جاہلیت کے زمانے میں بھی نہ عورتوں کا لباس پہنا اور نہ اسلام لانے کے بعد گانا گایا۔ نہ داہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو مس کیا۔ یہ جامہ مجھے خدا نے پہنایا ہے میں اسے کسی حال میں نہیں اتاروں گا۔ یہاں تک کہ خدا نیکوں کو عزت دے اور اہل شقاوت کو ذلت۔ جب وہ شخص باہر آیا تو لوگوں نے پوچھا: تو نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: بخدا! سخت کشمکش میں ہوں۔ لوگوں کی وجہ سے قتل کیے بغیر چارہ نہ تھا اور دوسری طرف عثمان کا قتل جائز نہیں۔ اسی وقت بنی لیث کا ایک شخص عثمان کے کمرے میں گھسا، عثمان نے نے پوچھا: تو کس قبیلے سے ہے؟ جواب دیا: لیثی ہوں۔ عثمان نے کہا: تو میرا قاتل نہیں ہے۔ وجہ پوچھنے پر اس موقع کے لیے حدیث رسولؐ یاد دلائی اور وہ شخص بلوائیوں سے کنارہ کش ہو کر چلا گیا۔ اس کے بعد قبیلۂ قریش کے ایک آدمی نے قتل کا ارادہ ظاہر کیا اور عثمان نے حدیث یاد دلائی اور وہ استغفار پڑھتا ہوا واپس گیا۔ اتنے میں عبداللہ ابن سلام نے آکر بلوائیوں کو قتل عثمان سے روکنا شروع کیا۔ کہتے ہیں کہ سب کے آخر میں محمد ابن ابی بکر آئے۔ عثمان نے ان سے کہا: تم پر افسوس ہے کیا تم اللہ پر غضبناک ہو؟ کیا میں نے تمہارا کوئی جرم کیا ہے یا حق چھین لیا ہے؟ یہ سن کر وہ شرمندہ واپس گئے۔ جب محمد واپس گئے تو قتیرہ اور سودان اور غافقی نے لوہے کے ٹکڑوں سے عثمان پر ضربات لگائیں اور قرآن کو ٹھوکر ماری۔ عثمان کا خون اس قرآن پر بہہ گیا۔ نائلہ نے یہ دیکھ کر اپنے کو عثمان پر ڈال دیا اور ہاتھوں کو سپر بنایا، جس کی وجہ سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ سودان نے نائلہ کی پیٹھ پر ایک لات مار کر کہا: او بڈھی! اور ایک وار سے عثمان کو قتل کر دیا۔ جب عثمان کے نوکروں نے یہ دیکھا تو سودان پر حملہ کر کے اسے تلوار سے موت گھاٹ اتار دیا۔ قاتل

سودان پر قتیرہ نے حملہ کر کے مار ڈالا اور گھر کو لوٹنے لگا۔ سامان جس میں تین لاشیں بھی تھیں باہر پھنک کر گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ جب قتیرہ دوسرے محلے میں پہنچا تو عثمان کے ایک غلام نے حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ بلوائیوں نے گھر کا سارا سامان لوٹ لیا۔ یہاں تک کے عورتوں کے زیور بھی۔ کلثوم نامی شخص نے نائلہ کا پاجامہ بھی اتار لیا۔ ان کی فریاد سن کر عثمان کے ایک نوکر نے کلثوم کو قتل کیا۔ پھر ایک محلے سے صدا اٹھی کہ تمام خزانے اور زیورات کے ڈھیر لوٹ لو۔ خزانے کے ملازموں نے یہ سن کر کہا: سب دنیا پرست ہیں اور وہاں سے بھاگ گئے۔ بلوائیوں نے خزانہ لوٹ لیا۔ اس موقع پر تمام مدینے والے رو رہے تھے اور بلوائی خوشی منا رہے تھے۔ پھر بلوائیوں کو شرمندگی ہوئی۔ زبیر پہلے ہی مدینے سے جا چکے تھے تاکہ قتل عثمان کے وقت موجود نہ رہیں۔ قتل کی خبر سن کر کلمۂ استرجاع پڑھا اور کہا: خدا عثمان کو بخشے اور ان کا بدلہ لے۔ ان سے کہا گیا کہ اب بلوائیوں کو پشیمانی ہے، تو جواب دیا کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ جب طلحہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہا: خدا عثمان پر رحم کرے اور ان کی مدد کرے۔ جب کہا گیا کہ بلوائیوں کو شرمندگی ہے تو کہا کہ ان کا ستیاناس ہو۔ اور آیت پڑھی: ﴿فلا تستطعون توجیة ولا انسی اهلهم یرجعون﴾ جب حضرت علیؑ سے بیان کیا گیا تو آپ نے دعائے رحمت کے ساتھ آیت پڑھی: ﴿ کمثل الشیطان اذا قال للانسان اکفر ﴾ اور سعد نے یہ آیت پڑھی: ﴿ الذین ضل سعیهم فی الحیاة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعاً ﴾

۹۔ طبری (۱) کی اسی سند میں ہے کہ مغیرہ ابن شعبہ نے علیؑ سے کہا: یہ شخص (عثمان) قتل کیا جائے گا اگر آپ مدینہ میں رہے تو آپ ہی پر الزام آئے گا۔ لہذا آپ فلاں جگہ چلے جائیے۔ کیونکہ آپ نہیں گئے اور یہ قتل ہو گئے تو اگرچہ آپ یمن کے غاروں میں بھی چھپ جائینگے تو لوگ ڈھونڈ لینگے۔ لیکن حضرت علیؑ نے بات نہیں مانی اور عثمان بائیس روز محاصرے میں رہے۔ پھر دروازنے میں آگ لگی تو ابن زبیر اور مروان نے جنگ کی اجازت مانگی، عثمان نے کہا: میں بہر حال رسول ﷺ کی وصیت پر عمل کروں گا۔ یہ آگ خطرناک منصوبے کے تحت لگائی گئی ہے لہذا میں جنگ سے تم لوگوں کو سختی سے منع کرتا ہوں اور عثمان

۱۔ تاریخ طبری، ص ۱۳۱، (ج ۴، ص ۳۹۲، حوادث، ۳۵ھ)۔

قرآن پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ امام حسنؑ انھیں کے پاس تھے، ان سے کہا کہ تمہارے والد ایک عظیم کام میں مشغول ہیں اس لیے تمہیں قسم دیتا ہوں کہ باہر چلے جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد ابن زبیر اور مروان نے آگ بجھادی۔ محمد ابن ابی بکر نے ابن زبیر و مروان کو دھمکایا۔ اس لیے جب محمد، عثمان کے کمرے میں گھسے تو یہ دونوں بھاگ گئے۔ محمد نے عثمان کی ڈاڑھی پکڑی، عثمان نے کہا: میری ڈاڑھی چھوڑ دو، تمہارے باپ میری ڈاڑھی کبھی نہ پکڑتے۔ محمد نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔ اتنے میں دوسرے لوگ آگئے۔ ایک نے تلوار کی نوک چبھوئی اور دوسرا لاتیں جمانے لگا۔ آخر ایک شخص نے عثمان کے کان میں تلوار بھونک دی اور خون قرآن پر بہنے لگے۔ عثمان بوڑھے تھے، بیہوش ہوگئے۔ اتنے میں دوسرے لوگ بھی آگئے۔ بیہوش دیکھ کر پاؤں گھسیٹنے لگے۔ نائلہ اور بیٹیوں نے فریاد کرنا شروع کیا۔ پھر عثمان کے پیٹ میں تلوار بھونک دی گئی۔ نائلہ نے روکنا چاہا لیکن تلوار سینے میں اتاری جاچکی تھی۔ اس طرح عثمان غروب آفتاب سے پہلے قتل ہوگئے۔ ایک شخص نے چلا کر کہا: جس کا خون مباح ہو اس کا مال لینا بھی جائز ہے۔ پھر تو گھر کی تمام چیزیں لوٹ لی گئیں۔ اور لوگ خزانے کا سراغ لگانے لگے۔ دونوں خزانچی فرار ہوچکے تھے اور لوگ انھیں ڈھونڈ رہے تھے۔

۱۰۔ اسی سند سے تاریخ طبری (۱) میں ہے کہ جس وقت مدینے میں بدعتیں ظاہر ہونے لگیں تو کچھ لوگ جہاد کی غرض سے سرحدی علاقوں میں چلے گئے اور کچھ لوگ بصرہ، کوفہ اور شام کی طرف۔ پھر مہاجروں کے کچھ فرزند جو مختلف صوبوں میں چلے گئے تھے، وہ مدینے کی حفاظت کے لیے واپس آگئے۔ جب ان کے حالات عثمان سے بیان کیے گئے تو تقریر کی: مدینے والو! تم لوگ اسلام کی اساس ہو، اگر تم بگڑے تو سماج بگڑے گا، تم صالح رہے تو سماج بھی بہتر رہے گا، خدا کے لیے، اگر کسی کی بدعت کی مجھے اطلاع ملی تو میں اسے جلاوطن کردوں گا۔ خبردار اپنی زبانوں کو بند رکھو۔ تم سے پہلے لوگوں کو شکنجہ دیا گیا۔ لیکن انھوں نے زبان بند رکھی۔ عثمان نے یہ سیاست اپنائی تھی کہ جو بھی شرارت کا مرتکب ہوتا اسے فوراً جلاوطن کردیتے۔ نتیجے میں مہاجرین بھڑک اٹھے۔ عثمان تک بات پہنچائی کہ جلاوطنی بدعت ہے، رسول

۱۔ تاریخ طبری، ص ۱۳۵ (ج ۴، ص ۳۹۸، حوادث، ۳۵ھ)۔

خدا ﷺ نے فقط حکم کو جلاوطن کیا تھا۔ اسے مکے سے طائف جلاوطن کیا گیا تھا۔ پھر مکہ واپس آنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اس بناء پر رسول خدا ﷺ نے جرم کی وجہ سے جلاوطن کیا اور پھر معاف کر کے شہر میں واپس آنے کی اجازت دے دی۔ اسی طرح پیغمبر ﷺ کے خلفاء نے بھی انھیں جلاوطن کیا ،لیکن خدا کی قسم! میں نے تم لوگوں کے ساتھ عفو کا رویہ اپنایا ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں اس میں جھوٹ کا ایک سلسلہ ہے جسے طبری نے جھوٹی سند کے ساتھ اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ سند شعیبی کی تفصیل کا کچا چٹھا آٹھویں جلد میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اب محب طبری کی ایک روایت سعید ابن مسیب کی زبانی سن لیجئے۔ اس کے راوی بھی جھوٹے اور دجال ہیں:

جب علی علیہ السلام کو اطلاع ملی کہ لوگ عثمان کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: کہ ہم عثمان کو قتل کرنا نہیں چاہتے بلکہ مروان کو چاہتے ہیں۔ پھر حسنؑ و حسینؑ کو حکم دیا کہ تلوار کے ساتھ در عثمان کو حفاظت میں بیٹھو، کوئی شخص ان پر زیادتی نہ کر سکے۔ زبیر، طلحہ اور دوسرے اصحاب نے بھی اپنے بیٹوں کو حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ اور صرف مروان کا مطالبہ کیا۔ بلوائیوں نے یہ حالت دیکھی تو تیر بارانی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ امام حسنؑ زخمی ہو گئے۔ مروان کو بھی ایک تیر لگا۔ ابن طلحہ اور قنبر کا سر پھٹ گیا۔ پھر تو محاصرہ کرنے والوں کو خوف ہوا کہ حسنؑ و حسینؑ کی وجہ سے بنی ہاشم کو غصہ نہ آ جائے اور جنگ طول پکڑ جائے، اس لیے آپس میں کہنے لگے کہ اگر بنی ہاشم نے یہ حالت دیکھ لی تو تم لوگ اپنے مقصد میں ناکام ہو جاؤ گے۔ مناسب ہے کہ عثمان کے گھر میں نقب لگا کر قتل کر دیں۔ پھر ایک انصاری کے گھر کے راستے گھس گئے، عثمان کے کمرے میں صرف ان کی زوجہ تھیں۔ اس طرح انھیں قتل کر کے اسی راستے سے بھاگ گئے۔ زوجہ نے فریاد کی لیکن ہنگامے میں گھر سے آواز باہر نہ جا سکی۔ تب کوٹھے پر جا کر لوگوں کو قتل عثمان کی خبر دی۔ حسنؑ و حسینؑ اور دوسرے لوگ عثمان کے کمرے میں آ کر رونے لگے۔ جب یہ خبر علیؑ، طلحہ، زبیر، سعد اور دوسرے مدینے والوں کو ہوئی تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ آ کر عثمان کو مقتول حالت میں دیکھا اور واپس گئے۔ علیؑ نے دونوں بیٹوں کو ڈانٹا کہ تم دروازے پر موجود تھے امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے۔ امام حسنؑ کے رخسار اور امام حسینؑ کے سینے پر گھوسا مارا۔ ابن طلحہ کو گالی دی اور ابن زبیر پر لعنت کی۔ آپ غصے میں واپس آ رہے تھے کہ

راستے میں طلحہ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے پوچھا: آپ نے حسنؑ وحسینؑ کو کیوں مارا؟ حضرت علیؑ چونکہ طلحہ کو قتل عثمان کا ذمہ دار سمجھتے تھے اس لیے فرمایا: کہ یہاں بدری صحابہ موجود تھے، تمہارے پاس قتل عثمان کا کوئی شرعی جواز ان لوگوں کے سامنے نہیں ہوسکتا۔ طلحہ نے کہا: کہ اگر مروان ہمارے حوالے کر دیا جاتا تو عثمان قتل نہ ہوتے، علیؑ نے فرمایا: اگر مروان کو تمہارے حوالے کیا جاتا تو کیا عدالتی کارروائی کے بغیر اسے قتل کر دیتے۔ حضرت علیؑ اپنے گھر چلے گئے اور لوگ بیعت کے لیے آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ حضرت نے ان سے فرمایا: یہ چیز تمہارے اختیار میں نہیں، بلکہ یہ کام بدری صحابیوں کا ہے، جس کو وہ پسند کریں گے وہی خلیفہ ہوگا۔ پھر تو تمام بدریوں نے بیک زبان کہا کہ ہم سب سے زیادہ مناسب آپ ہی کو سمجھتے ہیں۔ جب حضرت علیؑ نے یہ صورتحال دیکھی تو مسجد میں منبر پر تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے طلحہ، زبیر، سعد اور دوسرے اصحاب محمدؐ نے بیعت کی۔ آپ نے مروان کو حاضر ہونے کا حکم دیا لیکن وہ بھاگ گیا۔ کچھ مروان کے بیٹے اور ابومعیط کے گھرانے کے لوگ حاضر ہوئے۔ لیکن باقی سب بھاگ گئے۔ (۱)

مسعودی (۲) نے اسی روایت کو تھوڑے سے فرق کے ساتھ لکھا ہے، اس میں عثمان کے رشتہ داروں اور غلاموں کی سرگرم جنگ کا تذکرہ ہے۔ محمد ابن ابی بکر نے عثمان کی ڈاڑھی پکڑی لیکن جب عثمان نے کہا کہ تمہارے باپ دیکھتے تو سخت ناراض ہوتے۔ تو محمد یہ سن کر گھر سے باہر چلے گئے۔ پھر دو آدمیوں نے آکر عثمان کو قتل کیا اور پھر تمام متذکرہ باتیں۔ ابن جوزی نے بھی اسی کی حکایت کی ہے۔ (۳) شداد ابن اوس (۴) اور کنانہ (۵) کی حکایت بھی اسی سے ملتی جلتی ہے۔ اس سند میں ایک کنانہ نام کا شخص محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ ترمذی اس کو ناقابل اعتبار اور مجہول سمجھتے ہیں۔ (۶)

۱۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۲۵، (ج ۳، ص ۵۷،) تاریخ الخلفاء ص ۱۰۸، (ص ۱۴۹)۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۹، ص ۴۱۹۔ ۴۱۸۔ نمبر ۴۶۱۹)۔ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۶۱۔ ۲۶۲۔

۲۔ مروج الذھب، ج ۱، ص ۴۴۱ (ج ۲، ص ۳۶۲)۔ ۳۔ قرۃ العیون المبصرۃ تلخیص التبصرۃ، ج ۱، ص ۱۸۰۔

۴۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۲۷۔ (ج ۳، ص ۶۰)۔ تاریخ الخمیس ج ۲، ص ۲۶۲۔

۵۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۸۔ (القسم الثالث، ص ۱۰۴۶۔ نمبر ۱۷۷۸)۔ تھذیب التھذیب، ج ۷، ص ۱۴۱ (ج ۷، ص ۱۲۹)۔ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۶۴۔

۶۔ تھذیب التھذیب، ج ۸، ص ۴۵۰۔ (ج ۸، ص ۴۰۳)۔

بخاری (۱) نے کنانہ اور سعید مقبری (۲) سے ابو ہریرہ کی روایت نقل کی ہے جو محدثین کے نزدیک غیر معتبر اور مجہول ہے۔ واقدی اور ابن جنا (۳) کے مطابق اپنی موت کے چار سال پہلے وہ پاگل ہو گیا تھا۔ اس روایت کا مفہوم بھی اختلال حواس کا ثبوت فراہم کرتا ہے کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ سب سے پہلے عثمان والوں ہی کی طرف سے تیراندازی ہوئی تھی، جس سے نیار بن عیاض اسلمی قتل ہوئے تھے۔ اسے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ پھر یہ کہ ابو ہریرہ کیسے راوی ہیں، ہر شخص جانتا ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے، اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ کیونکہ اشعب کا صحابی ہونا ثابت نہیں۔ (۴)

تفصیلی صورت

ابو امامہ باہلی کا بیان نقل کیا جاتا ہے کہ محاصرہ کے وقت میں عثمان کے ساتھ تھا۔ عثمان نے کہا: آخر کس دلیل سے میرے قتل کے درپے ہیں؟ رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ صرف تین ہی وجہ سے قتل کیا جا سکتا ہے یا مسلمان کے بعد کافر ہو جائے یا زنائے محصنہ کرے یا کسی کو ناحق قتل کرے۔ خدا کی قسم! میں نے ان میں سے کوئی جرم نہیں کیا ہے، پھر مجھے یہ لوگ کیوں قتل کر رہے ہیں؟ جب پیاس بہت زیادہ بھڑکنے لگی تو بام خانہ سے آواز دی: کیا تمہارے درمیان علی علیہ السلام یا سعد ہیں؟ کہا گیا: نہیں پھر تھوڑی دیر بعد کہا: کیا تم لوگ علیؑ کو اطلاع دے سکتے ہو کہ میرے پاس پانی پہونچا دیں۔ جب علیؑ کو معلوم ہوا تو تین بھری مشکیں پہونچا دیں۔ اس سلسلے میں چند بنی ہاشم و بنی امیہ زخمی بھی ہو گئے۔ جب علیؑ کو معلوم ہوا کہ عثمان کا محاصرہ کیا گیا ہے اور انھیں قتل کرنے کی پلاننگ ہے تو عمامہ رسول ﷺ سر پر رکھے، کمر میں تلوار حمائل کئے گھر سے نکلے۔ اپنے ساتھ امام حسنؑ اور عبداللہ بن عمر کو بھی لے چلے۔ ساتھ میں متعدد اصحاب و

۱۔ تاریخ الکبیر، ج ۴، قسم ۱، ص ۲۳۷۔

۲۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۸ (القسم الثالث، ص ۱۰۴۶۔ نمبر ۱۷۷۸)۔ تھذیب التھذیب، ج ۷، ص ۱۴۲ (ج ۷، ص ۱۲۹)۔ تاریخ الخمیس، ج ۲، ص ۲۶۳۔

۳۔ الثقات (ج ۴، ص ۲۸۴) تھذیب التھذیب، ج ۴، ص ۳۸ (ج ۴، ص ۳۴)۔

۴۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۱۲۶۔ (ج ۴، ص ۱۴۶، نمبر ۵۴۸۷)۔

مہاجرین وانصار عثمان کے گھر کی طرف چلے۔ حضرت علیؑ نے عثمان سے کہا: اے امیر المومنین !تم پر سلام، آپ مسلمانوں کے امیر ہیں اور آپ پر یہ افتاد پڑی ہے، میری تین رائے ہے کسی ایک کو قبول کریں: میرے ساتھ گھر سے باہر نکلیے میں ان سے جنگ کروں اس صورت میں آپ حق پر ہوں گے اور وہ باطل پر۔ دوسرے یہ کہ گھر میں کسی راستے سے مکہ نکل جایئے وہاں آپ کا خون نہ بہایا جائے گا۔ تیسرے یہ کہ آپ شام چلے جایئے وہاں معاویہ آپ کے مددگار موجود ہیں۔ جواب دیا: مکہ کے متعلق تو میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ مکہ میں ایک کافر قتل ہوگا جس پر دنیا والوں کا نصف عذاب انڈیلا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ میں بنوں۔ شام اس لیے نہیں جاؤں گا کہ جوار رسول ﷺ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ علیؑ نے فرمایا: تو پھر نکلو میں تمہارے ساتھ جہاد کروں۔ کہا: میں پہلا شخص نہیں بننا چاہتا جو امت محمد ﷺ سے جنگ کرے۔

اس درمیان حضرت علیؑ گھر واپس آگئے اور امام حسنؑ و حسینؑ کو تلوار لے کر خانہ عثمان کی حفاظت کا حکم دیا۔ زبیر، طلحہ اور دوسرے صحابہ نے بھی اپنے فرزندوں کو بلوائیوں سے حفاظت کا حکم دے دیا۔ محمد بن ابی بکر نے جب دیکھا کہ بلوائیوں کی تیراندازی سے امام حسنؑ زخمی ہو گئے ہیں اور بنی ہاشم کے بپھرنے کا اندیشہ ہے تو دو مصریوں کو لے کر عثمان کے پڑوسی کے گھر کے راستے، عثمان کے گھر میں گھس گئے کیونکہ سبھی لوگ باہر تھے۔ عثمان کے کمرے میں ان کی زوجہ کے سوا کوئی نہ تھا۔ محمد گھسے تو عثمان کو قرآن پڑھتے دیکھا، ان کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ عثمان نے کہا: چھوڑ دو ڈاڑھی، اگر تمہارے باپ دیکھتے تو ناخوش ہو جاتے محمد نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔ دونوں مصریوں نے عثمان کو قتل کیا اور پچھواڑے ہی سے نکل بھاگے۔ بعض کہتے ہیں کہ عمرو بن حمق اور عمیر ضابی نے سینے پر مارا اور لاتوں گھونسوں سے پسلیاں توڑ دیں۔ زوجہ نے فریاد بلند کی لیکن ہنگامے میں کسی کو آواز سنائی نہیں دی تو بام خانہ پر آکر خبر دی کہ امیر المومنین قتل ہو گئے۔ جب لوگ آئے تو انھیں مقتول حالت میں پایا۔ ان کا خون قرآن پر بکھرا ہوا تھا۔ جس آیت پر خون بکھرا تھا وہ تھی ﴿فسیکفیھم اللہ و ھو السمیع العلیم﴾ یہ خبر حضرت علیؑ، سعد، طلحہ، زبیر اور دوسرے مدینے والوں کو ہوئی تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ عثمان کے کمرے میں آئے اور باہر نکل کر حضرت علیؑ نے اپنے

دونوں فرزندوں کو سینہ وصورت پر طمانچہ مارتے ہوئے فرمایا: تمہاری موجودگی میں عثمان کیسے قتل ہو گئے؟ محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو گالیاں دیں اور غصے میں بھرے ہوئے گھر چلے گئے۔ لوگ تیزی سے آپ کے دروازے پر بیعت کرنے کے لیے دوڑے کہ ہاتھ بڑھایئے کہ ہمارا اب آپ کے سوا کوئی امیر نہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: مجھے شرم آتی ہے کہ جس قوم نے عثمان کو قتل کیا ان سے بیعت لوں یا دفن عثمان سے پہلے میری بیعت کی جائے۔ نتیجہ میں ان سے کنارہ کش ہو گئے۔ پھر ان لوگوں نے واپس آکر تقاضہ کیا تو فرمایا: خدا کے لیے مجھے اس کام سے سخت تاسف ہے، مزید فرمایا: یہ کام فقط بدری صحابیوں کا ہے۔ اس وقت تمام بدری صحابی خدمت علیؑ میں آکر عرض پرداز ہوئے کہ خلافت کے سزاوار صرف آپ ہی ہیں، ہاتھ بڑھایئے تاکہ آپ کی بیعت کریں۔ پھر سب نے آپ کی بیعت کی۔ یہ دیکھ کر مروان اور اس کے لڑکے بھاگ گئے۔ حضرت علیؑ نے زوجہ عثمان سے پوچھا: کس نے عثمان کو قتل کیا ہے؟ جواب دیا: میں نہیں جانتی، محمد بن ابی بکر، دو آدمیوں کے ساتھ کمرے میں گھسے تھے۔ پھر حضرت نے محمد کو بلا کر تفتیش کی۔ محمد نے کہا: بخدا! زوجہ عثمان نے غلط نہیں کہا۔ میں قتل کی غرض سے گیا تھا لیکن باپ کا نام درمیان میں آیا تو واپس چلا آیا اور بارگاہ خدا میں توبہ کی۔ بخدا! میں نے انھیں نہ قتل کیا نہ انھیں پکڑا۔ زوجہ عثمان نے کہا: یہ صحیح کہتے ہیں لیکن انھوں نے ہی دو آدمیوں کو کمرے میں گھسایا تھا۔(۱)

اس وضعی روایت کا تجزیہ

اس جھوٹ کے پلندے اور بے پر کی روایت کو ان تسلیم شدہ صحیح روایات کی ضد میں گڑھا گیا ہے جن کے متن میں کوئی جھول نہیں اور جو متواتر اور تناقض سے عاری ہیں۔ بزرگ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقاریر اور نظریات سے بھی یہ روایت قطعی متصادم ہے۔ عشرہ مبشرہ یا اصحاب شوری جن کی تعداد ایک سو پچاس تک پہونچتی ہے، میں نے اس کتاب کے پچھلے صفحات میں نقل کیا ہے، ان سے یہ روایت کہیں سے میل نہیں کھاتی۔ یہ جھوٹی روایت متعدد صحیح روایات کی تکذیب بھی کرتی ہے۔ جو لوگ قاتل عثمان ہیں اور

۱۔ اخبار الدول قرمانی، مطبوع بر حاشیہ تاریخ کامل، ج ۱، ص ۲۱۳۔۲۱۰۔ (ج ۱، ص ۳۰۱۔۲۹۸)۔

جنھوں نے ببانگ دہل اعلان کیا کہ عثمان نے دین محمد کو تباہ کر دیا ہے۔ بعض اصحاب نے عثمان کو بلوا کر ان سے توبہ کرائی۔ انھیں کو اس روایت میں ہمدرد بتایا گیا ہے۔ مہاجرین صحابہ کا خط مصر والوں کو، جس میں کہا کہ آ کر خلافت اور قرآن کی حفاظت کرو۔ مصریوں کا خط عثمان کو کہ جب تک توبہ نہ کرو گے ہم دوش سے تلوار نہ اتاریں گے۔ عثمان کا عہد کہ اب وہ قرآن وسنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کریں گے۔

عثمان کے پے در پے توبہ کے تماشے، عثمان کا خط معاویہ کو کہ تمام مدینہ والے کافر ہو گئے ہیں، عثمان کا خط شام والوں کو کہ تمام مدینے والے میرے قتل کے درپے ہیں، بصرہ والوں کو خط کہ مدینہ والوں کے خلاف آ کر جہاد کرو، مکہ والوں کو خط کہ دیکھتے ہی مدد کے لیے چلے آنا یا وہ روایات جن میں ان کو یہودیوں کے قبرستان حش کوکب میں دفن کیا گیا یا جنازے پر ڈھیلے برسائے گئے ـ ... یہ وہ مسلمہ روایات ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیا یہ مہاجرین وانصار اپنے فرزندوں کو عثمان کی حفاظت کے لیے ان کے گھر پر متعین کریں گے؟ یہ دراصل اموی مفادات کے لیے روایت گڑھی گئی ہے۔ تمام مسلمہ روایات سے ثابت ہے کہ مہاجرین وانصار نے نہ تو عثمان کی مدد کی نہ اپنے فرزندوں کو بھیجا بلکہ بلوائیوں کے ساتھ قتل عثمان میں برابر کے شریک رہے۔ اس جھوٹی روایت میں یہ بھی بتایا گیا کہ حضرت علیؑ نے آ کر عثمان کو ابھارا کہ ہم آپ کے ساتھ جنگ کریں گے۔ حالانکہ صحیح روایات بتاتی ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام قتل عثمان کے دن مدینہ میں موجود ہی نہیں تھے۔

عثمان سے ملاقات یا دفاع کی بات یا رونا اور امام حسنؑ وحسینؑ کو طمانچہ مارنے کا سوال ہی کہاں اٹھتا ہے؟ اسی لیے ہیثمی نے اس روایت پر تبصرہ کیا ہے کہ ظاہراً یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ قتل عثمان کے موقع پر حضرت علیؑ مدینہ میں موجود ہی نہ تھے۔(۱)

یہ بھی مسلم ہے کہ عثمان نے حضرت علیؑ سے کہا تھا کہ آپ ینبع چلے جایئے، تا کہ ان کی غیبت میں شورش مدھم پڑ جائے۔ یہ جلاوطنی کئی بار ہوئی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ عثمان نے کہا کہ علیؑ سے کہہ دو ینبع چلے جائیں تا کہ مجھے ان کی تشویش نہ رہے نہ وہ میری فکر میں رہیں۔ ابن عباس نے حضرت تک یہ پیغام

۱۔ مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۲۳۰۔

پہونچایا تو آپ نے جواب دیا: ابن عباس! عثمان مجھے پانی ڈھونے والا اونٹ سمجھتے ہیں، مجھ سے کہا چلے جاؤ، پھر کہا چلے آؤ، پھر کہا چلے جاؤ۔

حضرت علی علیہ السلام کا نظریہ عثمان کے بارے میں تمام صحیح روایات نے بیان کیا ہے۔

ان سے قطعی واضح ہو جاتا ہے کہ قتل عثمان کے بعد حضرت علی علیہ السلام ہرگز غمگین یا سراسیمہ نہ ہوئے ہوں گے۔ یہ تہمت وہی لگا سکتا ہے جو عقل سے عاری اور غرور گناہ میں مبتلا ہے یا پھر اموی خیر خواہی میں اپنا دین وضمیر بیچ چکا ہے۔

جھوٹی روایت میں جو کچھ طلحہ کی مدد کو واضح کیا گیا ہے تو روایت صحیح کی روشنی میں سب سے زیادہ عثمان کی مخالفت میں آگے آگے تھے۔ محاصرہ، قتل اور دفن کے واقعات میں ان کی مخاصمانہ روش انتہائی بھیانک تھی۔ حضرت علیؑ نے ان کے متعلق فرمایا تھا: بخدا! وہ اس لیے عثمان کے قصاص میں علم بغاوت بلند کیے ہوئے ہیں کہ کہیں انھیں پر قصاص نہ نافذ کر دیا جائے۔ دوسروں کو شک وتردد میں مبتلا کرنے کے لیے آتش زیر پا ہیں۔ خود عثمان سے پوچھئے۔ اور پھر مروان سے پوچھئے کہ کیوں انھیں قتل کیا؟ پھر ابان سے کہا: میں نے تمہارے باپ کے قتل کا بدلہ ایک سے لے لیا۔ زبیر کے متعلق بھی حضرت علیؑ نے بڑی لگتی بات کہی کہ تم نے خود عثمان کو قتل کیا اور مجھ سے بدلہ لینا چاہتے ہو۔ خدا، ہم میں تم میں جو بھی عثمان کے قتل میں زیادہ فعال رہا ہو اس پر اندوہ نازل کرے۔ سعد بھی خود کہتے ہیں: ہم نے عثمان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا، اگر چاہتے تو انھیں نجات دے سکتے تھے لیکن عثمان سے بدعتیں اور اچھی بری باتیں صادر ہوئیں بنا بر یں اگر صحیح کیا تو ٹھیک اور غلط کیا تو خدا سے استغفار کے طالب ہیں۔ ان کے علاوہ تمام صحابہ جن کا جھوٹی حدیث میں تذکرہ کیا گیا ہے کہ اپنے فرزندوں کو مدد کے لیے بھیجا، کیا سمجھ میں آسکتا ہے کہ خود عثمان سے جنگ کریں اور فرزندوں کو عثمان کی مدد کے لیے بھیج دیں؟ پھر یہ کہ کیا ممکن تھا کہ تمام صحابہ عثمان کی مدد میں ہوں اور محض دو تین افراد عثمان کو قتل کر دیں اور بی بی نائلہ لوگوں کو مطلع کریں؟ روایت گڑھنے والے بے سمجھے بوجھے جھوٹ اور تناقض کا شکار ہو گئے۔ کیا انھوں نے سوچا کہ اگر تمام صحابہ مددگار ہوتے تو لاش مزبلہ پر نہ پڑی رہتی، محض چار آدمی دفن نہ کرتے، لاش پر ڈھیلے نہ پھینکے جاتے۔ سفید جھوٹ یہ بھی ہے کہ

بیعت کرنے والے اولین شخص سعد تھے، جب کہ وہ آخر تک علی کی بیعت سے کنارہ کش رہے۔(۱) کچھ مضحک روایات بھی ہیں جو ابن سیرین (۲) اور حسن بصری (۳) کے اقوال پر مشتمل ہیں۔ خدا ان جھوٹوں سے سمجھے۔

چند تالیفات پر ایک نظر

بے پر کی روایات جو نقل کی گئیں، ان پر عثمان کے فضل وکمال کی بنیاد تعمیر کی گئی ہے۔ اور جو کچھ انھوں نے گناہ اور بدعتیں کیں ہیں ان کی پردہ پوشی اور تاویل کے راستے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہم نے صحیح روایات پیش کر کے انھیں کے ساتھ جھوٹی روایات بھی نقل کر دی ہیں۔ اکثر مورخین نے ان جھوٹی روایات کو نشر کر کے اپنے اوپر گناہوں کا بوجھ لا دلیا ہے۔ ہر عثمانی اور اموی مسلک نے لچر تاریخ لکھ کر اپنی بد باطنی کا ثبوت دیا اور اپنا ماخذ تاریخ طبری، تمہید باقلانی، کامل ابن اثیر، ریاض النضرۃ، ابوالفداء، ابن خلدون، البدایہ والنہایہ، صواعق محرقہ، تاریخ الخلفاء، روضۃ المناظر، اخبار الدول، تاریخ الخمیس، نزہت المجالس اور نورالابصار کو بنایا۔ ان کتابوں میں جعلی اور گڑھی ہوئی روایات کی بھرمار ہے، جن کے ذریعے حقائق کا چہرہ مسخ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مورخوں اور محدثوں کی ٹولی آئی اور اس نے بغیر تحقیق ان روایات کو صحیح سمجھ کر نقل کر دیا۔ ان کی غرض اور جانبداری اسی کی متقاضی تھی۔ وہ شاید یہ نہیں سمجھتے تھے کہ محققین کی کاوش ان مہمل یا واسرائیوں کے تار و پود بکھیر دے گی۔

انھیں میں ایک کتاب فتوحات اسلامیہ ہے، جسے مفتی مکہ احمد زینی دحلان نے چاروں خلفاء کے حالات پر لکھی ہے۔ وہ عثمان کے حالات زندگی میں لکھتے ہیں (۴) کہ زاہد و پارسا اور شیفتۂ آخرت تھے، خزانے کی تقسیم میں انصاف پیشہ تھے، وہ خود مالدار ہونے کی وجہ سے اس میں سے کچھ نہیں لیتے تھے

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۱٦ (ج ۳، ص ۱۲٦، حدیث ۴٦۰۱)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۹۳ (ج ٦، ص ۲۱۵)۔

۳۔ ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۲۴۲۔

۴۔ الفتوحات الاسلامیۃ، ص ۴۹۲ (ج ۲، ص ۳۲۵۔۳۲۳)۔

بہت سخی اور کشادہ رو تھے، اپنے پرائے اور رشتہ دار میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے، خدا نے ان کے حق میں اکثر آیات نازل کیں، معمولی کپڑا پہنتے تھے، دوسروں کو اچھا کھانا کھلاتے اور خود معمولی کھانا کھاتے۔ اسی طرح ان کی سادگی کے بہت سے جھوٹے واقعات لکھے گئے ہیں۔ جن کا صحیح روایات میں کہیں اتہ پتہ نہیں ہے۔ یہ فضائل گڑھنے والے ملت کی گمراہی اور حقائق علمی کی پردہ پوشی کا تہیہ کیے ہوئے تھے۔ مفتی مکہ نے ان صحیح روایات کو چھوڑ کر جعلی اور بے سند روایات سے اپنی تالیف کو بھر کر اپنے مبلغ علمی کا ثبوت دیا ہے۔

دوسری کتاب الفتنہ الکبریٰ ہے، جس کے مولف ڈاکٹر طہٰ حسین ہیں۔ موصوف نے اس کتاب میں (۱) دعویٰ کیا ہے کہ میں نے اپنے امکان بھر حقائق پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور کسی بھی فرقے کی جانبداری سے پرہیز کیا ہے۔ میں نہ تو عثمانی ہوں نہ تو شیعہ۔ اور پھر اس کے بعد واقعۂ قتل عثمان پر تبصرہ کرتے ہوئے ہر جگہ جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ بار بار اپنی فکری آزادی کا اعلان کیا ہے لیکن انھیں روایات پر اعتماد کیا ہے جو جھوٹی اور بے سند ہیں، اس کتاب اور دوسری عثمانی کتابوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لحاظ سے اسے عظیم فتنہ ہی کہا جا سکتا ہے۔

تیسری کتاب صادق عرجون کی ہے۔ یہ صاحب، مصر کے ایک کالج کے استاد ہیں۔ اپنی کتاب ''عثمان ابن عفان'' میں لکھتے ہیں کہ میں نے خلیفہ سوم عثمان کے حالات زندگی جمع کرنے میں تحقیق کے ذریعے حقائق آشکار کرنے کی سعی کی۔ فضائل عثمان جو بیہودہ افسانوں میں گم ہو گئے ہیں اور محاسن و مکارم جو غلط روایات میں اوجھل ہو گئے ہیں، انھیں واشگاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جب اس کتاب کے موضوعات پر نظر جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ سے کوئی بات میل نہیں کھاتی۔ گڑھے ہوئے فضائل جنھیں از راہ غلو گذشتہ افراد نے جمع کر دیا ہے، مصنوعی روایات اور غلط واقعات کو سجا بنا کر درج کتاب کیا گیا ہے۔ انھوں نے اسناد اور متن روایت کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کی ہے۔ دینی بصیرت پر بحث کرتے ہوئے بدعات عثمان کو نظر انداز کیا ہے یا اس کی لچر توجیہ کی ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب کا سرچشمہ احمد امین کی فجر الاسلام کو بنایا ہے، جس نے اموی مسلک کتاب خضری کے یاوہ گوئی کا چربہ اڑایا ہے۔ حیرت

۱۔ المجموعۃ الکاملۃ لمولفات طہٰ حسین، الفتنۃ الکبریٰ۔ (مجلد ۴، ص ۱۹۹)۔

ناک بات یہ ہے کہ اس شخص نے صدر اول کی حدیث سازی پر بحث کر کے لکھا ہے کہ یہ دراصل خلفاء راشدین کے خلاف ایک محاذ آرائی کے طور پر کام کیا گیا تھا۔

چہ دلاورست دزدی کہ بکف چراغ دارد

استاذ محمد جاد المولیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے ''عثمان کے حق میں انصاف'' یہ کتاب سراسر فریب، سفسطہ اور وضعی روایات کا پلندہ ہے۔ انھوں نے عثمان کے خلاف شورش کا تجزیہ کیا ہے لیکن تعصب کی عینک لگا کر۔ ان کی لفاظی اور عبارت آرائی نے حقائق کی اچھی طرح ریڑھ ماری ہے۔ تمام شورش کا سرغنہ عبداللہ بن سبا کو بتایا ہے۔ عمار یاسر کے مصر جانے اور سبائیوں کی بات پر مغلوب ہو جانے کا تذکرہ ہے۔ ابوذر کے نظریہ انفاق پر بھی بچکانہ بحث کی ہے۔ پھر مہاجرین وانصار کے رویہ پر صریحی جھوٹ کے طومار کھڑے کیے ہیں۔ اندھی عقیدت نے عثمان کے عیوب پر ایسے پردے ڈالے ہیں کہ بعض جھوٹ دوپہر کے سورج کی طرح محسوس ہو جاتے ہیں اور سیف (۱) ابن عمر جیسے ضعیف راویوں (۲) کا سہارا لیا ہے۔ تمام باتوں کی نظر انداز کر کے اگر صرف مندرجہ ذیل دس باتوں پر بھی سنجیدگی سے غور کر لیا جائے تو نام نہاد محققین اچھی طرح عریاں ہو جائیں گے:

۱۔ حکومت پا کر عبیداللہ ابن عمر کو ہرمزان وجفینہ کے قتل کے بدلے قتل نہیں کیا۔ قرآن وسنت کے برخلاف ایک عہد معطل کی۔

۲۔ خلیفہ ہوتے ہی منبر پر رسول ﷺ کی جگہ جا کے بیٹھ گئے۔ حالانکہ ابوبکر وعمر ایک زینہ نیچے بیٹھتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آج سے شر ظاہر ہو گیا۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۴۷ (ج ۴، ص ۲۵۱، حوادث، ۲۶ھ)۔ تاریخ کامل (ج ۲، ص ۲۳۰، حوادث، ۲۶ھ)۔

۲۔ کتاب المجروحین (ج ۱، ص ۳۴۵)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳، ص ۴۳۵۔ نمبر ۸۵۱)۔ الضعفاء والمتروکون (ص ۲۴۳۔ نمبر ۲۸۳)۔ التاریخ (ج ۳، ص ۴۶۰، نمبر ۲۲۶۲)۔ الجرح والتعدیل (ج ۴، ص ۲۷۸، نمبر ۱۱۹۸)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۱۲۳۔ نمبر ۲۷۱)۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۴۳۸ (ج ۲، ص ۲۵۵، نمبر ۳۶۳۷)۔ تھذیب التھذیب، ج ۴، ص ۲۹۵ (ج ۴، ص ۲۵۹) اللآلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۱۵۷، ۱۹۰، ۴۲۹۔

۳۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۴۰۔ (ج ۲، ص ۱۶۲)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۱۴۸ (ج ۷، ص ۱۶۷، حوادث، ۳۵ھ)۔

۳۔ حکم ابن عاص جسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلاوطن کیا تھا، اسے مدینہ واپس (۱) بلاکر داماد بھی بنالیا۔

۴۔ عشرۂ مبشرۃ کی فرد سعد کو گورنری سے ہٹا کر ولید جیسے فاسق کو گورنر بنادیا۔ (۲)

۵۔ ولید نے عبداللہ ابن مسعود کو خزانے سے برطرف کردیا، ولید کی شراب خواری پر حد بھی جاری نہیں کی۔

۶۔ اپنی حکومت میں نماز جمعہ میں تیسری اذان کی بدعت جاری کی۔ (۳)

۷۔ مسجد الحرام کی توسیع میں غاصبانہ طریقے سے گھروں کو لے لیا اور احتجاج پر ظلم وستم ڈھائے۔ (۴)

۸۔ افریقہ کا خمس غنائم اپنے داماد مروان ابن حکم کو بخش دیا۔ (۵)

۱۔ المعارف ابن قتیبہ، ص ۸۴۔ (ص ۱۹۴)۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۶۱ (ج ۴، ص ۱۰۳)۔ محاضرات راغب، ج ۲، ص ۲۱۲ (مجلد ۲، ج ۴، ص ۴۷۶)۔ مرآۃ الجنان، ج ۱، ص ۸۵۔ تاریخ اسلام ذہبی (ص ۳۶۶۔ ۳۶۵۔ حوادث ۳۱ھ)۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۲۷۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۴۳۔ (ج ۳، ص ۸۰)۔ اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۳۵ (ج ۲، ص ۳۸، نمبر ۱۲۱۷)۔ سیرۂ حلبیہ، ج ۱، ص ۳۳۷، ج ۲، ص ۸۵۔ (ج ۱، ص ۳۱۷، ج ۲، ص ۷۷۔ ۷۶)۔ الاصابۃ، ج ۱، ص ۳۴۵۔

۲۔ دول الاسلام، ج ۱، ص ۹ (ص ۱۳)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۲، ص ۱۵۱۔ (ج ۷، ص ۱۶۹ حوادث ۲۵ھ)۔ آغانی، ج ۴، ص ۱۷۸۔ (ج ۵، ص ۱۳۹) استیعاب (القسم الرابع، ص ۱۵۵۵، نمبر ۲۷۲۱)۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۴۴ (ج ۱، ص ۲۳۳، حدیث، ۱۲۳۴)۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۳۱۸۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۴۲ (ج ۲، ص ۱۶۵)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۴۲۔ (ج ۲، ص ۲۴۶۔ حوادث ۳۰ھ۔ اسد الغابۃ، ج ۵، ص ۹۱۔ ۹۲۔ (ج ۵، ص ۴۵۲۔ نمبر ۵۴۶۸)۔

۳۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۵۔ ۹۶۔ (ج ۱، ص ۳۰۹، حدیث ۸۷۰۔ ۸۷۴)۔ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۶۸۔ (ج ۲، ص ۳۹۲۔ حدیث ۵۱۶)۔ سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۱۷۱۔ (ج ۱، ص ۲۸۵۔ حدیث ۱۰۸۷)۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۳۴۸ (ج ۱، ص ۳۵۹، حدیث، ۱۱۳۵)۔ سنن نسائی، ج ۳، ص ۱۰۰ (ج ۱، ص ۵۲۷۔ حدیث، ۱۷۰۰)۔ سنن بیہقی، ج ۱، ص ۴۲۹، ج ۳، ص ۱۹۲۔ ۲۰۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۶۸۔ (ج ۴ ص ۲۸۷، حوادث ۳۰ھ)۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۴۷، حوادث ۲۶ھ (ج ۴، ص ۲۵۱) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۳۹، (ج ۲، ص ۲۳۴، حوادث ۲۶ھ) تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۴۲، ج ۲، ص ۱۶۴۔

۵۔ المعارف ابن قتیبہ، ص ۸۴۔ (ص ۱۹۵)۔ تاریخ ابو الفدا، ج ۱، ص ۱۶۸۔ العقد الفرید ج ۲، ص ۲۶۱۔ (ج ۴، ص ۱۰۳)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۵۰۔ (ج ۴، ص ۲۵۶۔ حوادث ۲۷ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۳۸۔ (ج ۲، ص ۲۳۷، حوادث ۲۷ھ)

۹۔حج میں جہاں نماز قصر پڑھنی چاہیئے، وہاں پوری پڑھی۔(۱)

۱۰۔افریقہ کے خمس غنائم کو عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کو بخش دیا۔(۲)

اس قسم کی بے شمار خطاؤں اور بدعتوں کی پردہ پوشی اس کتاب میں کی گئی ہے۔ان کے علاوہ بھی کچھ اسی قماش کی کتابیں ہیں، جن میں جھوٹ اور اندھی عقیدت کے طومار باندھے گئے ہیں۔جعلی اور غلط روایات کے ذریعہ بغیر تجزیہ کئے عثمان کی تعریف کے پل باندھے گئے ہیں، ان کتابوں میں عبدالوہاب نجار کی ''تاریخ خلفاء'' عمر ابونصر کی کتاب ''عثمان''، سید علی فکری کی ''خلفائے راشدین''۔یہ سب کتابیں متانت اور حسن نیت سے بہت دور ہیں۔

مصر کے ارباب تحقیق عقیدت میں اتنے پست ہو سکتے ہیں یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا۔بے سروپا کتابوں کے علاوہ کانفرنسوں کے ذریعہ بھی خلفاء کی ستائش کے ذریعے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، ان میں مصر یونیورسٹی کے وائس چانسلر شیخ محمد خضری بہت آگے آگے ہیں۔

وصیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عثمان سے

مسند احمد ابن حنبل (۳) میں ابومغیرہ، ولید ابن سلیمان، ربیعہ ابن یزید، عبداللہ ابن عامر، نعمان بن بشیر (یہ سبھی راوی دمشقی ہیں) عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدمی بھیج کر عثمان کو بلوایا۔پھر ان کی طرف رخ کر کے کچھ فرمانے لگے۔میں بھی پہنچ گئی کہ دیکھوں کیا فرماتے ہیں۔آپ نے شانے پر ہاتھ مار کر کے آخری بات کہی: اے عثمان! ممکن ہے خدا تمہارے جسم پر پیراہن آراستہ کرے، اگر منافق شورش کریں تو اسے اتارنا نہیں چاہے قتل ہی ہو جانا۔آپ نے اسے تین بار فرمایا۔

۱۔البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۱۵۴۔(ج ۷، ص ۱۷۳، حوادث ۲۹ھ)۔صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۵۴۔(ج ۲، ص ۵۹۶۔حدیث، ۱۵۷۴)۔صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۶۰ (ج ۲، ص ۱۴۲، حدیث، ۱۷، کتاب صلاۃ المسافر۔

۲۔تاریخ طبری، ج ۵، ص ۵۰۔(ج ۴، ص ۲۵۶۔حوادث، ۲۷ھ)۔اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۱۷۳۔(ج ۳، ص ۲۶۰۔نمبر ۲۹۷۴)۔البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۱۵۲۔(ج ۷، ص ۱۷۰۔حوادث ۲۷ھ)۔

۳۔مسند احمد، ج ۶، ص ۸۶۔۱۴۹۔(ج ۷، ص ۱۲۶۔حدیث، ۲۴۰۴۵۔ص ۲۱۴۔حدیث ۲۴۶۳۶)۔

نعمان نے عائشہ سے پوچھا: اب تک آپ نے یہ حدیث کیوں نہ فرمائی؟ جواب دیا: میں بھول گئی تھی۔ جب یہ حدیث معاویہ نے سنی تو خط لکھ کر اس حدیث کی تصدیق کی۔

اس روایت کے تمام راوی عثمان کے عقیدت مند اور شامی ہیں۔ نعمان تو باغی گروہ میں بھی شامل تھا، جسے قیس ابن سعد انصاری نے گمراہ اور گمراہ کرنے والا کہا ہے۔

۲۔ مسند حنبل (۱) میں محمد ابن کنانۃ اسحاق ابن سعید، عائشہ سے روایت کی ہے کہ میں نے صرف ایک بار رسول خدا ﷺ کی بات کو کان لگا کر سنا۔ جب ظہر کے وقت عثمان ان سے ملنے آئے۔ میں سمجھی کہ ہم عورتوں کے بارے میں بات کرنے آئے ہیں۔ لیکن رسول ﷺ نے وہی پیراہن نہ اتارنے کی بات کہی۔ جب بغاوت کے بعد بھی عثمان نے خلافت نہیں چھوڑی تو میں سمجھی کہ وصیت رسولؐ پر عمل کیا ہے۔

اس روایت کے سبھی راوی اموی اور عثمان خاندان کے ہیں۔ پھر یہ کہ روایت مرسل ہے۔

۳۔ طبرانی (۲) نے مطلب، عبداللہ، لیث، خالد، سعید، ربیعہ نے عبداللہ ابن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا ﷺ نے عثمان سے کہا: پیراہن خلافت نہ اتارنا۔

ان راویوں میں عبداللہ ضعیف ہے اور اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ (۳) سعید غیر معتبر ہے، (۴) ربیعہ (۵) کی روایتیں لچر ہوتی ہیں، ضعیف وست ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت بھی ان راویوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۱۴ (ج ۷، ص ۱۶۵۔ حدیث، ۲۴۳۱۶)۔

۲۔ المعجم الاوسط (ج ۳، ص ۳۹۸، حدیث، ۲۸۵۴)۔

۳۔ العلل و معرفۃ الرجال (ج ۳، ص ۲۱۳۔ نمبر، ۴۹۱۹)۔ کتاب الضعفا والمتروکین (ص ۱۴۹ نمبر ۳۵۱)۔ الجرح والتعدیل (ج ۵، ص ۸۷، نمبر ۳۹۸)۔ کتاب المجروحین (ج ۲، ص ۴۰)۔ تھذیب التھذیب، ج ۵، ص ۲۶۰۔ ۲۵۶۔ (ج ۵، ص ۲۲۵)۔

۴۔ تھذیب التھذیب، ج ۴، ص ۹۵ (ج ۴، ص ۸۳)۔

۵۔ الثقات (ج ۶، ص ۳۰۱)۔ التاریخ الکبیر (ج ۳، ص ۲۹۰۔ نمبر ۹۸۷)۔ تھذیب التھذیب، ج ۳، ص ۲۵۶۔ (ج ۳، ص ۲۲۱)۔

۴۔احمد حنبل (۱) نے سنان ابن ہارون ،کلیب ابن وائل ،ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے کہا: یہ شخص مظلوم قتل ہوگا۔ میں نے دیکھا کہ وہ عثمان تھے۔اس روایت کے بھی راوی ضعیف وسست ہیں۔جیسے سنان بن ہارون (۲) کلیب بن وائل۔(۳)

۵۔مسند حنبل (۴) میں موسیٰ ابن عقبیٰ کی روایت نقل کی گئی ہے کہ محاصرہ کے وقت میں عثمان کے گھر میں تھا۔اتنے میں ابو ہریرہ ملاقات کے لیے آئے۔واپس جاتے ہوئے حدیث سنائی کہ تم لوگ میرے بعد فتنہ دیکھو گے۔ایک شخص سے پوچھا: اسے کون نجات دے گا؟ فرمایا: عثمان۔

اس روایت میں موسیٰ گمنام ہے اوراس کی باتیں بے سروپا ہوتی تھیں۔پھر یہ کہ وہ اموی بھی تھا۔

۶۔ترمذی (۵) نے سعید جریری ،عبداللہ بن شقیق سے روایت کی ہے عبداللہ بن حوالہ نے کہا: پیغمبرؐ نے مجھ سے پوچھا: جب فتنہ تمام عالم گھیر لے گا تو کیا کرو ے گا؟ میں نے عرض کی: جو خدا ورسولؐ کا حکم ہو۔رسول ﷺ نے فرمایا: عثمان کی پیروی کرنا۔

یہ سعید جریری اختلال حواس کا شکار تھا،اس لیے اس کی روایات معتبر نہیں ہیں۔عبداللہ بن سقیق کو ابن سعد نے ہوا خواہ عثمان بتایا ہے(۶) اور علیؑ سے سخت کینہ رکھتا تھا، (۷) احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں دشمن علیؑ منافق وجہنمی ہے (۸) اس کی عبادت بیکار ہے اوروہ دشمن خدا ورسول ﷺ ہے۔ ایسے کو تو معتبر کہا جاتا ہے اور جن اصحاب علیؑ نے ارشاد رسول ﷺ پر عمل کیا انھیں غیر معتبر سمجھا جاتا ہے۔

۱۔البدایۃ والنھایۃ ،ج ۷،ص ۲۰۸ (ج ۷،ص ۲۳۴۔حوادث،۳۵ھ)۔مسند احمد (ج ۲،ص ۲۶۱،حدیث،۵۹۱۷)۔
۲۔کتاب المجروحین (ج ۱،ص ۳۵۴)۔تھذیب التھذیب،ج ۴،ص ۲۴۳۔(ج ۴،ص ۲۱۳)
۳۔تھذیب والتھذیب (ج ۸،ص ۴۰۱)۔
۴۔مسند احمد،ج ۲،ص ۳۴۵ (ج ۳،ص ۱۸۔حدیث،۸۳۳۶)۔
۵۔سنن ترمذی (ج ۵،ص ۵۸۶۔حدیث ۳۷۰۴)۔
۶۔طبقات ابن سعد (ج ۷،ص ۱۲۶)۔
۷۔تھذیب التھذیب،ج ۵،ص ۲۵۴۔(ج ۵،ص ۲۲۳)۔تھذیب الکمال (ج ۵،ص ۸۹۔نمبر ۳۳۳۳)۔
۸۔المستدرک الصحیحین،ج ۳،ص ۱۴۹ (ج ۳،ص ۱۶۱،حدیث،۱۲۔۴۷)۔

۷۔ مسند احمد (۱) میں ہرم بن حارث اور اسامہ بن خزیم سے بھی فتنہ کے زمانے میں عثمان سے وابستہ ہونے کا تذکرہ ہے۔ اس روایت میں عبداللہ بن شقیق ہے جس کی باتیں لچر اور نا قابل ہوتی ہیں۔

۸۔ احمد بن حنبل کی مسند میں فرج بن فضالہ سے روایت عائشہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: کاش! اس وقت کوئی ہوتا تو میں اس سے گفتگو کرتا۔ میں نے عرض کی: ابوبکر کو یا عمر کو بلا دوں؟ آپ خاموش رہے، پھر ایک غلام سے کان میں کہا تو وہ عثمان کو بلا لایا۔ رسولؐ نے کافی دیر تک سرگوشی کی، آخر میں پیراہن خلافت نہ اتارنے کی تین بار تاکید کی۔

مستدرک (۲) حاکم میں اس سند کو عالی کہا گیا ہے لیکن بخاری و مسلم نے نقل نہیں کیا ہے۔ ذہبی نے فرج بن فضالہ کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ تمام محدثین نے فرج کو ضعیف قرار دیا۔ (۳) یہی روایت مسند احمد (۴) میں قیس بن ابی حازم کی سند سے ہے جسے مستدرک، (۵) حلیہ، (۶) استیعاب (۷) و تاریخ بن کثیر (۸) میں نقل کیا گیا ہے۔ قیس نے حضرت علی علیہ السلام پر حملہ کیا تھا۔ لمبی عمر پانے کی وجہ سے پاگل ہو گیا تھا۔ کوفی اس کی روایت سے پرہیز کرتے تھے۔ (۹) اس لیے ہمیں کوفیوں کا اتباع کرنا چاہیے۔ کسی منافق و پاگل کی بات کا اعتبار ہی کیا؟

۱۔ مسند احمد، ج۵، ص۳۳، ۳۵۔ (ج۶، ص۱۰۔ حدیث ۱۹۸۴۰۔ ص۱۳، حدیث ۱۹۸۵۹)۔

۲۔ مسند احمد، ج۶، ص۷۵۔ (ج۷، ص۱۱۱، حدیث ۲۳۹۴۵)۔

۳۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۰۰، (ج۳، ص۱۰۶، حدیث ۴۵۴۴)۔

۴۔ تاریخ بغداد (ج۱۲، ص۳۹۵، التاریخ) الکبیر (مجلد۷، ص۱۳۴، نمبر ۶۰۸) کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۱۹۸، نمبر ۵۱۵)۔ الجرح والتعدیل، (ج۷، ص۸۵۔ نمبر ۴۸۳)۔ کتاب المجروحین، (ج۲، ص ۲۰۶)۔ تھذیب التھذیب، ج۸، ص ۲۶۰۔۲۶۲۔

۵۔ مسند احمد، ج۶، ص۵۲۔ (ج۷، ص۷۸، حدیث ۲۳۷۳۲)۔

۶۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۹۹، (ج۳، ص۱۰۶، حدیث ۴۵۴۳)۔

۷۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۵۸۔

۸۔ استیعاب، ج۲، ص۴۷۷۔ (القسم الثالث، ص۱۰۴۳۔ نمبر ۱۷۷۸)۔

۹۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۶، ص۲۰۵۔ (ج۷، ص۲۰۲ حوادث، ۳۵ھ)۔

۹۔ ابن عدی (۱) نے عثمان کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آہستہ سے مجھ سے کہا: کہ تم ناحق اور مظلوم قتل ہوگے۔

۱۰۔ ذہبی نے میزان (۲) میں انس کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان! تم میرے بعد خلیفہ ہوگے، منافق تمہیں معزول کرنا چاہیں گے۔ خلافت نہ چھوڑنا، اس دن روزہ رکھ لینا، میرے ساتھ افطار کرنا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس سند میں خالد ہے جس کی روایات عجیب ہوتی ہیں۔ ابن حبان (۳) کہتے ہیں کہ ناقابل استناد ہیں۔ ابو حاتم اسے قوی نہیں سمجھتے۔ (۴)

ان روایات پر ایک نظر

یہ روایات جھوٹ اور فریب کا ایک تسلسل ہیں۔ اگرچہ سبھی ضعیف ہیں کیونکہ ان کے راوی کذاب، متروک، بے اعتبار اور مطرود ہیں۔ پھر یہ کہ متن بھی معیوب ہے کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مہاجرین وانصار اور صحابۂ کرام منافق ہیں جو عثمان کو معزول کرنا چاہتے تھے۔ صرف چار پانچ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عثمان کے ساتھ تھے مثلاً زید بن ثابت، حسان، اسید الساعدی، کعب بن مالک اور ان کے علاوہ کچھ اموی اوباش۔ حالانکہ ہم سب کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ نیک اور پاکدل ہیں، قرآن وحدیث میں ان کی ستائش وارد ہوئی ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ نہ کرنے کی عثمان کو وصیت کی تھی لیکن عثمان نے مختلف صوبوں میں خطوط لکھ کر عوام اور فوج کی کمک طلب کی۔ مدینہ والوں کو مشرک اور کافر کہا۔ اس بیکسی کے ساتھ قتل ہوئے کہ تمام امویوں نے ام حبیبہ کے گھر پناہ لی پھر وہاں سے بھاگ نکلے۔ عائشہ

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص۷۵۔ (ج۷، ص۱۱۱، حدیث ۲۳۹۴۵)۔

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۰۰، (ج۳، ص۱۰۶، حدیث ۴۵۴۴)۔

۳۔ تاریخ بغداد (ج۱۲، ص۳۹۵، التاریخ) الکبیر (مجلد۷، ص۱۳۴، نمبر ۶۰۸) کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۱۹۸، نمبر ۵۱۵)۔ الجرح والتعدیل، (ج۷، ص۷۵۔ نمبر ۴۸۳)۔ کتاب المجروحین، (ج۲، ص۲۰۶)۔ تھذیب التھذیب، ج۸، ص۲۶۲۔۲۶۰۔

۴۔ مسند احمد، ج۶، ص۵۲۔ (ج۷، ص۷۸، حدیث ۲۳۷۳۲)۔

کو چاہیئے تھا کہ رسول خدا ﷺ کا یہ فرمان کہ عثمان امین ہیں ان کی پیروی کرو، تمام صحابہ کے گوش گذار کرتیں تاکہ فتنہ کے وقت صحابہ صحیح فیصلہ کرسکیں۔ لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ کسی صحابی کو اطلاع نہیں دی گئی۔ اس لیے عثمان بے بسی سے قتل ہوگئے اور کوئی پوچھنے تک نہ آیا۔

مناقب عثمان پر ایک نظر

یہاں تک عثمان کے حالات زندگی بیان کئے گئے۔ پتہ نہیں ان کی زندگی کے یہ سیاہ اوراق ہیں یا سفید، بہرحال ہر صاحب نظر انھیں دقت نظر سے مطالعہ کر کے نتیجہ نکال ہی لے گا۔ اب ذرا ان کی ستائش وتعریف پر مشتمل مروایات کو انصاف کی میزان پر جانچ لیں تاکہ اندازہ ہوسکے کہ روایات گڑھنے والوں نے کس قدر غلو سے کام لیا ہے۔ اب تک جو کچھ پیش کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زشت خو، بدسرشت اور خواہشات کے چکر میں پھنس کے احکام خدا کی خلاف ورزی کرنے والے تھے بلکہ ہوا و ہوس میں اس قدر بے قابو ہوگئے تھے کہ بدزبانی کر کے آخرت کے بھوگ میں پھنسے۔ کسی محقق کی مجال نہیں کہ ان واقعات کی روشنی میں ان کی شان فضیلت میں کوئی روایت نقل کرے۔ چاہے وہ ضعیف ہو یا محکم۔ کیونکہ ان کے خلاف اصحاب رسول ﷺ کی آراء کو گذشتہ صفحات میں پیش کیا جاچکا ہے۔ چہ جائیکہ ان کی شان میں ایسی روایات کی بھرمار کردی جائے کہ ان میں سبھی سست، ضعیف، لچر اور مرسل ہوں۔ ان کے مطالعہ سے گڑھنے والے کی اندھی عقیدت، خودغرضی اور بے بصیرتی صاف محسوس ہوجاتی ہے۔ ان میں زیادہ تر شامی اور اموی خاندان کی فرد یا چمچے یا ان کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کے حکم سے ان کی خوشامد میں یہ کارستانیاں کی گئی ہیں۔ معاویہ نے سنہرے سکوں کی تھیلیاں کھول دی تھیں کہ شجرۂ ملعونہ اور خانوادہ عاص کی فضیلت میں حدیثوں کے انبار لگادو۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر روایات لچر اور پوچ بھی ہیں۔ خود ان کے متن سے جھوٹ کا پول کھل جاتا ہے۔ کچھ نمونے ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ مسلم اور احمد نے بطریق عقیل (اموی) اور اس نے لیث (عثمانی) سے اور اس نے یحیی بن سعید

(اموی) اور اس نے عثمان کے چچیرے بھائی سعید بن عاص سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عائشہ اور عثمان نے بیان کیا کہ ابوبکر نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ حالانکہ آپ عائشہ کے ساتھ ران کھولے ہوئے عائشہ کی ران پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت دے دی۔ ابوبکر نے مطلب بیان کیا اور واپس گئے۔ اتنے میں عمر آئے اور اجازت مانگی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حالت میں اجازت دی اور عمر نے ضرورت بیان کی اور واپس گئے۔ عثمان کا بیان ہے کہ پھر میں نے اجازت طلب کی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور عائشہ سے فرمایا اپنے کپڑے سمیٹ تو لو، تو میں نے ان سے اپنی ضرورت بیان کی اور پلٹ آیا۔ عائشہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: خدا کے رسولؐ! عجیب حال ہے، آپ نے ابوبکر وعمر کے وقت یہ اہتمام نہیں کیا جو عثمان کے موقع پر کیا؟ آپ نے فرمایا: بلاشبہ عثمان بڑے شرمیلے ہیں، بڑے حیادار ہیں۔ میں ڈرا کہ اس حال میں دیکھ کر عثمان بغیر اپنی ضرورت بیان کئے واپس چلے جائیں گے۔(۱)

صحیح مسلم میں بطریق عائشہ یہی روایت منقول ہے، جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عائشہ کو جواب دیا: کہ کیا میں ایسے شرمیلے انسان سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں (۲) صحیح بخاری (۳) میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے اور عثمان کے آنے پر ڈھانک توپ کیا۔ ان روایات کے متعلق ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن تین کا بیان ہے کہ وہ داؤدی نے اس روایت کو نامعلوم و نادرست جانا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت دوسری حدیث سے مربوط ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: حیا نام ہے اپنے نفس کو ان باتوں سے روکنا جو دینی اور انسانی نقطۂ نظر سے نامناسب ہیں۔ یہ چیز انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے۔ اس میں زیادتی پیدا کر کے انسان

۱۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۱۷۔ (ج ۵، ص ۱۸۔ حدیث، ۲۷، کتاب فضائل الصحابۃ)۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۷۱۔ ج ۶، ص ۱۵۵۔ (۱۶۷۔ ج ۱، ص ۱۱۴۔ حدیث، ۵۱۶۔ ج ۷، ص ۲۲۲۔ حدیث ۲۴۶۹۰۔ ص ۲۳۹، حدیث ۲۴۸۱۱)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۶۲۔ (ج ۷، ص ۹۲۔ حدیث، ۲۳۸۰۹)۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۱۶۔ (ج ۵، ص ۱۸، حدیث، ۲۶۔ کتاب فضائل الصحابۃ)، مصابیح السنۃ۔

۳۔ صحیح بخاری، (ج ۳، ص ۱۳۵۱۔ حدیث ۳۴۹۲)۔

اپنا ایمان بڑھاتا ہے۔ پھر بتدریج ترقی کر کے معرفت کے انتہائی مدارج پر فائز ہو جاتا ہے، پھر یہ ملکہ و صلاحیت حیادار میں راسخ ہو جاتی ہے تو خود کو شعوری یا غیر شعوری طور پر غلطیوں اور برائیوں سے محفوظ کرنے لگتا ہے۔ پھر انسان کے اعضاء و جوارح اور نفس و عقل کے تمام مظاہرات، افعال و ترک، میلانات و خواہشات اسی حیا کے زیر اثر آجاتے ہیں اور شرم و حیا کے حدود میں واقع ہوتے ہیں۔ پھر وہ شعوری طور پر غلطیوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: خدا سے واقعی حیا کرنا یہ ہے کہ دماغ، بطن و شرمگاہ وغیرہ کی حفاظت کرے، بلاء و موت کو یاد کرے۔ اس بنیاد پر ہر وہ کام جو دین وانسانیت کے حدود سے باہر ہو وہ حیا کے منافی ہے۔ پھر تو وہ بے حیائی اور بدکاری کی طرف کھنچ جائے گا اور عفت وانسانیت کو دور پھینک دے گا۔ جسے شرم وحیا نہیں وہ پھر جو جی چاہے کرے۔ اسی مفہوم کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیان کیا گیا ہے۔(۱)

لہذا ہر وہ کام جو بدکاری، دریدہ دہنی، خیانت، دھوکہ، وعدہ خلافی، ہرزہ سرائی، شہوت رانی وغیرہ پر مشتمل ہو، وہ حیا و شرم کی ضد ہیں۔ اسی تضاد کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیان کیا گیا ہے کہ "**الحیاء والعمی من الایمان وهمایقربان من الجنة و یباعدان من النار والفحش والبذاء من الشیطان و هما یقربان من النار و یباعدان من الجنة**"(۲)

"**الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة والبذاء من الجفاء و الجفاء فی النار**"(۳)

حضرتؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر حیا کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو خواہ کتنا ہی بدکار ہو، بہترین اور نیک شخص ہو جائے گا۔(۴)

۔بدکاری و بدزبانی جس میں بھی ہو خرابی کا باعث ہے، حیاوشرم جس میں بھی ہو آراستگی کا وسیلہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب (ج ۵، ص ۲۲۶۸، حدیث ۵۷۶۹)۔
۲۔ المعجم الکبیر، (ج ۱۸، ص ۱۷۸، حدیث ۴۰۹)۔ الترغیب والترھیب، ج ۳، ص ۱۶۵۔ (ج ۳، ص ۳۹۸، حدیث ۶،)
۳۔ الترغیب والترھیب، ج ۳، ص ۱۶۵۔ (ج ۳، ص ۳۹۸، حدیث ۵،) مسند احمد، (ج ۳، ص ۲۹۴، حدیث ۱۰۱۳۴)۔ سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۱۲، حدیث ۲۶۱۵)۔ صحیح ابن حیان، (ج ۲، ص ۳۷۳، حدیث ۶۰۸)۔
۴۔ المعجم الصغیر، (ج ۱، ص ۲۴۰)۔ الترغیب والترھیب، ج ۳، ص ۱۶۶، (ج ۳، ص ۳۹۹، حدیث ۸)۔

ہے۔(۱)

۔خدا جب کسی بندے کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس سے حیاوشرم اٹھالیتا ہے، حیا ختم ہونے سے آدمی کینہ توز ہوجاتا ہے، پھر تو امانت بھی ختم ہوجاتی ہے اور خائن ہوجاتا ہے، اس طرح اس میں سے احساس ترحم رخصت ہوجاتا ہے اور وہ ملعون ہوکر دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔(۲)

۔شرم وحیا کا ثمرہ صرف خیرونیکی ہے۔(۳)

اب ذرا عثمان کے حالات زندگی میں دیکھئے شاید کچھ شرم وحیا کی رمق نظر آجائے، ان کے نظریات وخیالات، ان کی باتیں، ذمہ داریوں سے عہدہ برآمد ہونا وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں شرم وحیا نام کو بھی نہ تھی۔اگر ذرہ برابر بھی شرم ہوتی تو ایسی گندی باتیں نہ کرتے، نہ ذمہ داریوں میں کوتاہی کرتے۔ان میں حیا ہی نہ تھی چہ جائیکہ سب سے زیادہ حیادار ہوں۔ملاحظہ فرمائیے:

مولا علی علیہ السلام سے فرماتے ہیں: تم میرے نزدیک مروان سے افضل نہیں ہو۔کیا جب وہ یہ فقرہ کہہ رہے تھے تو یاد نہیں تھا کہ قرآن نے انھیں نفس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا ہے، طہارت کا اعلان کیا ہے۔مروان کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی بچہ کہہ کے جلاوطن کیا تھا۔

قتل محمد بن ابی بکر کا خط پکڑا گیا تو بے حیائی کے ساتھ اس کا الزام علیؑ پر عائد کردیا۔

عمار یاسر کو جلاوطن کر کے کہتے ہیں: تم اس سے زیادہ کے مستحق ہو۔ابوذر کے لیے کہا: اس جھوٹے، مکار بڈھے کے متعلق رائے دو؟ پھانسی دوں یا قید کروں۔

عبدالرحمٰن بن عوف، جنھیں عشرہ مشرہ کی فرد کہا جاتا ہے، ان کو منافق کہا۔(۴)

ممتاز خطیب صعصعہ کو ھیکل مغرور ومتکبر کہا۔مغیرہ نے عمار یاسر کی سزا پر اعتراض کیا تو گالی دیئے

۱۔سنن ابن ماجہ، ج۲،ص۱۴۰۰،(ج۲،ص۵۴۶، حدیث۴۱۸۵)۔سنن ترمذی،(ج۴،ص۳۰۷، حدیث۱۹۷۴)۔

۲۔سنن ابن ماجہ،(ج۲،ص۱۳۴۷۔حدیث،۴۰۵۴)۔الترغیب والترھیب،(ج۲،ص۱۶۷، ج۲،ص۴۰۰، حدیث۱۴)۔

۳۔صحیح بخاری،(ج۵،ص۲۲۶۷، حدیث،۵۷۶۶)۔صحیح مسلم،(ج۱،ص۹۳، حدیث۶۰، کتاب الایمان،) الترغیب والترھیب،(ج۳،ص۳۹۷، حدیث۲)۔

۴۔السیرۃ الحلبیہ، ج۲،ص۸۷،(ج۳،ص۷۸)۔الصواعق المحرقہ،ص۶۸۔(ص۱۱۴)۔

لگے۔ معاویہ کو خط میں لکھا کہ مدینہ والے کافر ہو گئے ہیں۔ تمام انصار و مہاجرین و دیگر اصحاب کو مشرک کہا۔ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو لکھتے ہیں کہ تم لوگ مسلمان نہیں ہو۔

منبر سے جھوٹ کی حد کر دی۔ فرمایا: اس جماعت اہل مصر کو کچھ باتیں معلوم ہوئی تھیں، جب انھیں یقین ہو گیا کہ سب غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔ اس سفید جھوٹ پر بعد میں اظہار ندامت کیا۔ اپنا عہد توڑنے کی معافی مانگی۔ ان کی زوجہ بستر مرگ پر رات بھر تڑپتی رہی اور یہ دوسری زوجہ کے ساتھ دادِ عیش دیتے رہے۔ ان کی قرآن وسنت سے انحراف کی سیکڑوں مثالیں ہیں۔ صحابہ کو سزائیں دینا، جلاوطن کرنا وغیرہ ایسی باتیں ہیں جن سے ایک عام آدمی کو بھی ان کے شرم و حیا کا اندازہ ہو جائے گا۔

توجہ طلب نکتہ یہ ہے کہ اس روایت میں عثمان کو ابوبکر سے زیادہ حیادار بتایا گیا ہے۔ ایک روایت ہے کہ خدا نے ابوبکر سے حیا کی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا کہا۔ اور اس روایت میں بتایا گیا کہ فرشتے عثمان سے شرم کرتے ہیں۔ بھلا ابوبکر کے داخل ہوتے ہوئے رسولؐ نے کپڑے کیوں نہ ٹھیک کیے، جن سے خدا بھی حیا کرتا ہے؟

اس روایت میں صرف عثمان کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ چاہے اس سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہی ہوتی ہو۔ ران کا کھولنا خود احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مذموم کہا گیا ہے۔ پھر یہ کہ ایسا کام مردانگی سے قطعی بعید ہے۔ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے (ابوسعید خدری) انھوں نے ایسی بے حیائی کیوں کی؟ دوسرے یہ کہ شریعت میں ران کو بھی شرمگاہ میں شامل کیا گیا ہے اور خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے چھپانے کا حکم دیا ہے۔ (۱)

چاروں مذاہب کے آئمہ ومحدثین ران کھولنے کو مذموم اور شرمگاہ کا جزء سمجھتے ہیں۔ (۲)

۱۔ صحیح بخاری، باب مایذکر فی الفخذ، (ج۱، ص۱۳۸، ج۱، ص۱۴۵، باب ۱۱)۔ فتح الباری، ج۱، ص۳۸۰، (ج۱، ص۴۷۹،)۔ سنن دارقطنی، ص۸۵، (ج۱، ص۲۳۰۔ حدیث، ۵)۔ سنن ترمذی، (ج۵، ص۱۰۳۔ حدیث ۲۷۹۸،)۔ مسند احمد، ج۲، ص۱۸۷۔ (ج۲، ص۳۸۷، حدیث ۶۷۱۷)۔ سنن بیہقی، ج۲، ص۲۲۸۔ ۲۲۹۔ تصب الرایۃ، ج۱، ص۲۹۶۔ ۲۹۷۔ نیل الاوطار، ج۲، ص۴۸، (ج۲، ص۶۹)۔

۲۔ فتح الباری، ج۱، ص۳۸۲، (ج۱، ص۴۸۱)۔ نیل الاوطار، ج۲، ص۴۹، (ج۲، ص۷۰)۔ شرح مسلم نووی، (ج۹، ص۲۱۹) ارشاد الساری، ج۱، ص۳۸۹۔ (ج۲، ص۳۳)۔ بدایۃ المجتہد، ج۱، ص۱۱۱۔ (ج۱، ص۱۱۷)۔

بہرحال کوئی بھی صورت ہو رسول خدا ﷺ جو دوشیزہ سے بھی زیادہ شرمیلے تھے ان سے ناممکن ہے کہ چند افراد کے سامنے اپنی ران کھولیں۔ آپ تعجب نہ کریں کہ اس قسم کی روایات صحیحین میں آئی ہیں یہ دونوں کتابیں تو لچر اور مہمل روایات کا صندوق ہیں۔ اسمیں ضعیف اور شرمناک باتوں کے ڈھیر ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ تعمیر کعبہ کے وقت بھی رسول خدا ﷺ کو برہنہ دکھایا گیا ہے۔ جب کعبہ بن رہا تھا تو عباس نے رسول خدا ﷺ سے کہا کہ اپنا جامہ اتار کر دوش پر رکھ لیں تاکہ پتھر اٹھانے کی اذیت نہ ہو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اچانک آپ زمین پر لوٹنے لگے اور آسمان تاریک ہو گیا۔ پھر اٹھ کر فرمانے لگے: میرا کپڑا میرا کپڑا۔ آپ کا کپڑا، آپ کو پنھا دیا گیا۔ (۱)

روایت میں ہے کہ جیسے ہی کپڑا اتارا ایک لات آپ پر پڑی اور کہا گیا اپنا کپڑا پہنو۔ (۲)

ذرا کوئی بخاری و مسلم سے پوچھے کہ رسول خدا ﷺ نے ہدایت کی جو زحمتیں اٹھائیں کیا یہی اس کا اجر ہے کہ انھیں اخلاقی واصلاحی اتہام لگا کر شکریہ ادا کیا جائے؟

ابن اسحاق (۳) نے بھی رسول خداؐ کے لیے ننگے ہو کر مزدوری کرنے کی روایت لکھی ہے۔ مسلم و صحیح بخاری میں تو حسن بصری کی روایت ہے کہ عثمان اگر بند کمرے میں بھی ہوتے تھے تو ننگے نہیں ہوتے تھے۔ (۴) کہاں وہ شجر طہارت کی عریانی اور کہاں یہ شجرہ ملعونہ کی حیاداری۔۔۔!! جب معاویہ بن حیدہ نے بدن کے ستر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: تمام بدن کو چھپانا چاہیئے بیوی اور کنیز کے سوا تمام لوگوں سے... پوچھا: اگر انسان تنہا ہو تو؟

۱۔ صحیح بخاری باب بنیان الکعبۃ، ج۶، ص۱۳۔ (ج۲، ص۳ ۵۷۔ حدیث ۱۵۰۵)۔ صحیح مسلم ج۱، ص۱۸۴۔ (ج۱، ص۳۴۰، حدیث ۷۶، کتاب الحیض)۔

۲۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۱، ص۱۹۷، (ج۱، ص۱۹۴)۔

۳۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۱، ص۲۰۹۔ (ج۱، ص۲۰۴)۔ الروض الانف، ج۱، ص۱۲۷۔ (ج۲، ص۲۲۸)۔ عیون الاثر، ج۱، ص۵۱۔ (ج۱، ص۵۷)۔ فتح الباری، ج۷، ص۵، (ج۷، ص۱۴۵)۔

۴۔ مسند احمد، ج۱، ص۷۴۔ (ج۱، ص۱۱۸، حدیث ۵۴۴)۔ صفۃ الصفوۃ، ج۱، ص۱۱۷۔ (ج۱، ص۳۰۴، نمبر۴)، ریاض النضرۃ، ج۲، ص۸۸۔ (ج۳، ص۱۲)۔

جواب دیا: خدائے تعالیٰ سے حیا کرنا شائستہ تر ہے۔(۱) فقہاء نے اسی روایت سے استنباط کیا ہے کہ کسی حال میں عریاں ہونا جائز نہیں کیونکہ اگر لوگ نہیں دیکھ رہے ہیں تو خدا دیکھ رہا ہے۔(۲) آخر رسول خداؐ خود اس حکم پر عمل کرتے تھے یا نہیں؟ وہ دوشیزہ والی حیا کہاں گئی؟ کیا بخاری و مسلم سمجھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اچانک شرم و حیا، متذکرہ واقعات برہنگی کے بعد آگئی تھی۔ یہ ان کا خیال خام ہے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس وقت بھی نبی تھے جب آدمؑ آب و گل کے درمیان تھے۔(۳) خود صحیح مسلم میں مسعود بن سحرمہ کی روایت ہے کہ میں اینٹ ڈھوتے ہوئے عریاں ہوا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جا کر کپڑے پہن لو، ننگے مت ہو۔(۴)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بچوں کو بھی عریاں حالت میں دیکھنا جائز نہیں سمجھتے۔(۵) اگر ابن ہشام(۶) کی روایت صحیح مان لی جائے تو قاضی عیاض(۷) کی شفاء والی کیسے مطابق ہوگی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو در و دیوار نے بھی برہنہ نہیں دیکھا۔ خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں: کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی کبھی عریاں نہیں دیکھا۔ اب ان جھوٹے راویوں کے درمیان خود عائشہ ہی فیصلہ کریں۔ ان دروغ بافوں نے

۱۔ صحیح بخاری، (ج۱، ص۱۰۷، باب۲۰)۔ سنن ابن ماجہ، (ج۱، ص۶۱۸۔ حدیث۱۹۲۰)۔ سنن ترمذی، (ج۵، ص۹۰۔ حدیث ۲۷۶۹)۔ سنن ابی داؤد، (ج۴، ص۴۱۔ حدیث، ۴۰۱۷)۔ نیل الاوطار، ج۲، ص۴۷۔ (ج۲، ص۶۸)۔

۲۔ نیل الاوطار، ج۲، ص۴۷۔ (ج۲، ص۶۹)۔

۳۔ طبقات ابن سعد، (ج۱، ص۱۴۸،)۔ مسند احمد، (ج۵، ص۱۱۰۔ حدیث ۱۶۷۰۰)۔ تاریخ الکبیر بخاری، (مجلد۶، ص ۶۸، نمبر۱۷۳۶)۔ تفسیر بغوی، (ج۳، ص۵۰۸)۔ المعجم الکبیر طبرانی، (ج۱۲، ص۷۳، حدیث، ۱۲۵۷۱)۔ حلیۃ الاولیاء، (ج۷، ص۱۲۲، نمبر۳۹۵)۔ المستدرک علی الصحیحین، (ج۲، ص۴۵۳، حدیث۳۵۶۶)۔ سنن ترمذی، (ج۵، ص۵۴۵، حدیث، ۳۶۰۹)۔ صحیح ابن حبان، (ج۱۴، ص۳۱۲، حدیث، ۶۴۰۴)۔ کشف الخفاء عجلونی، (ج۲، ص۱۲۹)۔ کنز العمال، (ج۱۱، ص ۴۵۰، ۴۴۹، حدیث ۳۲۱۱۸۔۳۲۱۱۴)۔

۴۔ صحیح مسلم، ج۱، ص۱۰۵۔ (ج۱، ص۳۴۱، حدیث۷۸، کتاب الحیض،)۔

۵۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۲۵۷۔ (ج۳، ص۲۸۸۔ حدیث، ۵۱۱۹)۔

۶۔ سیرۂ ابن ہشام، ص۲۸۶۔

۷۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج۱، ص۹۱۔ (ج۱، ص۱۵۹)۔ المعجم الکبیر، (ج۱۲، ص۲۵۲، حدیث، ۱۳۲۵۳)۔

ایروں غیروں کی فضیلت تراشی میں رسول اسلام ﷺ اور دین اسلام کی آبروریزی کا جو شرمناک جرم کیا ہے ان سے خدا ہی سمجھے۔ اگر حضرت عائشہ سمجھتی ہوتیں کہ عثمان حیادار ہیں تو ان کے خلاف تقریریں کر کے طوفان نہ کھڑا کرتیں۔ یہودی سے تشبیہ دیتے ہوئے نعثل نہ کہتیں۔ کیا عثمان نے آخر عمر میں شرم وحیا بالائے طاق رکھ دی تھی؟؟؟

۳۔ طبرانی (۱) نے ابن معشر، براء بصری، ابراہیم بن عمر بن ابان بن عثمان، عمر بن ابان، ابان بن عثمان سے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن عمر کہتے تھے کہ عائشہ نے کہا کہ میں رسول خدا ﷺ کے پاس بیٹھی تھی اتنے میں ابو بکر، عمر اور سعد بن مالک نے اجازت مانگی اور پھر بات کر کے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد عثمان آئے تو رسول خدا گفتگو میں محو تھے اور آپ کا زانو کھلا ہوا تھا۔ اس کو ڈھانک مجھ سے کہا کہ ذرا ادھر چلی جاؤ۔ عثمان آئے اور بات کر کے چلے گئے تو میں نے پوچھا: میرے والد اور آپ کے صحابی آئے لیکن آپ نے لباس درست نہیں کیا نہ مجھے اندر بھیجا؟ فرمایا: میں اس سے شرم کیوں نہ کروں جس سے فرشتے شرم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب سے تم کمرے میں گئی ہو عثمان نے سر اٹھا کر بات نہیں کی۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ذہبی نے سند کو ضعیف کہا ہے کیونکہ مسلم و احمد حنبل نے لچر اور بے بنیاد کہا ہے۔ ابو معشر، براء وغیرہ بھی ضعیف اور نا قابل اعتبار ہیں۔ ابن معین، ابو داؤد، ابو حاتم، ابو زرعہ جیسے محدثین نے ضعیف و مہمل اور نادرست کہا ہے۔ (۲)

۴۔ طبرانی نے ابو مروان، محمد بن عثمان اموی، عثمان بن خالد... ابو ہریرہ سے حدیث رسول ﷺ نقل کی ہے: عثمان حیاء کا پتلہ ہیں، جن سے ملائکہ بھی شرم کرتے ہیں۔ (۳)

۱۔ البدایۃ والنھایۃ، (ج ۷، ص ۲۲۸۔ حوادث، ۳۵ھ)۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۱۸۱، نمبر ۶۰۴۷)۔ التاریخ الکبیر بخاری، (ج ۶، ص ۱۴۲۔ نمبر ۱۹۶۲)۔

۲۔ تھذیب التھذیب، (ج ۱۱، ص ۴۳۰۔ ج ۱۱، ص ۳۷۸)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۲، ص ۱۱۴، نمبر ۳۴۲)۔ کتاب المجروحین، (ج ۱، ص ۱۱۰)۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۴۔ (ج ۱، ص ۵۰، نمبر ۱۶۰)۔ لسان المیزان، ج ۱، ص ۸۶۔ (ج ۱، ص ۸۲۔ نمبر ۲۴۵)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۵۷، نمبر ۱۲۳۲)۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۲۸۲، ج ۴ (ص ۲۳۵۔ نمبر ۱۶۶۲)۔

۳۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۲۰۳۔ (ج ۷، ص ۲۲۸، ۳۵ھ)۔

اس روایت میں ابومروان، محمد (۱) اور عثمان ابن خالد (۲) متفقہ طور سے ضعیف اور مہمل ہیں۔

۵۔ ابونعیم (۳) نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھی ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ حیادار عثمان ہیں۔

ذرا امت کے میزان حیا کا اندازہ کیجئے اور عثمان کو دیکھئے۔ یہ روایت ضعیف و بے اعتبار ہے کیونکہ سلسلۂ سند میں کوثر بن حکیم ہے جس کی بزرگ محدثین نے تضعیف کی ہے۔ (۴)

۶۔ ابونعیم ہی نے زکریا بن یحییٰ مقری، ابن عمر سے یہی روایت نقل کی ہے۔ (۵)

جو شخص ہدایت یافتہ صحابہ کے ہاتھوں اپنی بے حیائی کی وجہ سے قتل کیا جائے اس کو حیادار لکھنے والا نہ کان رکھتا ہے نہ آنکھ نہ عقل و دماغ۔

۷۔ ابن عساکر (۶) نے عثمان کے حالات میں ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حیاء ایمان کا جز ہے اور میری امت میں سب سے زیادہ حیادار عثمان ہیں۔ سیوطی نے جامع صغیر میں اور مناوی نے فیض القدیر میں اس کی تضعیف کی ہے۔ (۷)

۱۔ الثقات، (ج۹، ص۹۴)۔ تھذیب التھذیب، ج۹ ص۳۳۶، (ج۹، ص۲۹۹)۔

۲۔ التاریخ الکبیر، (مجلد۶، ص۲۲۰۔ نمبر ۲۲۲۱)۔ الضعفاء الکبیر، (ج۳، ص ۱۹۸، نمبر ۱۱۹۸)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۵، ص ۱۷۵، نمبر ۱۳۳۵)۔ کتاب المجروحین، (ج۲، ص۱۰۲)۔ تھذیب التھذیب، ج۷، ص۱۱۴، (ج۷، ص ۱۰۵)۔ تھذیب الکمال، (ج۱۹، ص۳۶۴)۔ شرح سنن ابن ماجہ سندی، ج۱ ص۵۳۔

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۵۶۔

۴۔ العلل و معرفۃ الرجال احمد، (ج۱، ص۴۳۶۔ نمبر ۲۷۹۷۔ ج۲، ص۴۶، نمبر ۱۵۰۵،)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص۳۳۲۰۔ نمبر ۴۴۷)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۶، ص۷۸، نمبر ۱۶۱۰)۔ الجرح والتعدیل، (ج۷، ص۱۷۶، نمبر ۱۰۰۵)۔ الضعفاء الکبیر، (ج۴، ص۱۱، نمبر ۱۵۶۶)۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص ۳۵۹۔ (ج۳، ص۴۱۶، نمبر ۶۹۸۳)۔ لسان المیزان، ج۴، ص۴۹۱، (ج۴، ص۵۷۹، نمبر ۶۷۶۸)۔

۵۔ حلیۃ الاولیاء ج۱، ص۵۶۔

۶۔ تاریخ ابن عساکر، (ج۳۹۔ ص۹۲۔ نمبر ۴۶۱۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۶، ص۱۳۱)۔

۷۔ (الف) الجامع الصغیر، (ج۱، ص ۵۹۶)۔ فیض القدیر، ج۳، ص۴۲۹۔

فضائل کی حدیث گڑھنے میں ایک بات کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے کہ ممدوح کو اس صفت سے آراستہ کیا جائے کہ جس صفت کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو، تاکہ اس کی پست صفات کو ڈھانپا جاسکے۔اس کی شرمناک حرکات پر دوسروں کی تنقید کو روکا جاسکے۔مثلاً ابوبکر کی شجاعت کا مبالغہ کہ وہ تمام صحابہ میں سب سے بہادر تھے۔حالانکہ وہ تمام جنگوں میں نہ کسی سے مقابلہ کرسکے نہ تلوار ہی کھینچی، بلکہ مہالک میں ان کی بزدلی ہی کے تماشے دیکھنے کو ملتے ہیں۔اسی طرح ان کی عبادت وخداترسی کا قصیدہ پڑھا جاتا ہے۔ جب کہ کوئی ایک روایت بھی نماز وروزہ کی پیش رفتی کی نشاندھی نہیں کرتی۔(۱) علم عمر کے قصیدے بھی پڑھے جاتے ہیں۔انھیں فقہاء کا سردار کہا جاتا ہے۔اعلم صحابہ اور تمام انسانوں اور عربوں سے بڑھا ہوا علم وغیرہ کہا جاتا ہے، حالانکہ وہ ہمیشہ بازاری کاموں میں پھنسے رہے اور تفقہ کے مواقع ضائع کردئے۔ان کی نہی از منکر کی ستائش بھی کی جاتی ہے۔گھر میں گھس کے گانا روکتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑے ہوس باز تھے۔(۲) یہی طریقہ عثمان کے لیے بھی اختیار کر کے انھیں شرم وحیاء کا پتلہ بنایا گیا۔معاویہ کی امانت داری بھی اس قماش کی ہے۔

۸۔مستدرک حاکم (۳) میں بطریق دارمی، سعید جرجسی، محمد بن حرب، زبیدی، زہری، عمر بن ابان، جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج رات ایک مرد صالح نے خواب دیکھا کہ ابوبکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وابستہ ہیں اور عمر وعثمان بھی۔ جب ہم خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چلے آئے تو ہم نے کہا کہ مرد صالح سے مراد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور وابستگی کا مطلب خلافت وجانشینی ہے۔

اس روایت کو حاکم، دارمی اور دیگر محدثین نے زھری کی وجہ سے مرسل کہا ہے۔تعجب ہے کہ یہ روایت صرف جابر نے سنی اور دوسرے صحابہ کے کانوں سے نہیں ٹکرائی۔

۹۔ابن ماجہ میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا بہشت میں

۱۔الغدیر کی ساتویں جلد میں خلیفہ اوران کی شجاعت، نیز خلیفہ اوران کی عبادت کے عنوان میں ان کی شجاعت وعبادت کے کرشے کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

۲۔الغدیر کی چھٹی جلد میں اس پر بڑے شرح وبسط کے ساتھ بحث ہوئی ہے۔

۳۔المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۰۲۔(ج۳، ص۱۰۹، حدیث ۴۵۵۱)۔

رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق عثمان ہیں۔(۱)

اس روایت میں ابو مروان ،(۲) عثمان بن خالد (۳) ابن ابی زناد (۴) وغیرہ سبھی جھوٹے اور فریب کار ہیں۔اس لیے روایت ،روایت ضیعف ہے، پھر یہ کہ آخر اس دعائے رسول ﷺ کا کیا ہوگا، جس میں آپ نے فرمایا: (۵) بار الہا! تو نے ابوبکر کو غار میں میرا رفیق بنایا، جنت میں بھی میرا رفیق انھیں کو بنا۔(۶) ابن ماجہ کی روایت کی طرح یہ روایت بھی پوچ ہے کیونکہ اس کے سلسلہ سند میں محمد بن ولید قلانسی (۷) مصعب بن سعید (۸) اور عیسیٰ بن یونس (۹) ہیں جن کی تضعیف ہوئی ہے۔

۱۰۔ مستدرک حاکم (۱۰) میں بطریق عبید اللہ بن عمر و قواریری، قاسم بن حکم، ابو عبادہ زرقی، زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایام حصار میں عثمان کے ساتھ تھا۔عثمان نے طلحہ کو قسم دی کہ کیا تمھیں وہ موقع یاد ہے جب رسول الخدا ﷺ نے میرے لیے فرمایا: ہر نبی کا رفیق جنت میں ہوگا اور میرا رفیق عثمان ہے تو طلحہ نے کہا: خدا گواہ ہے! تم نے صحیح کہا۔پھر وہ واپس چلے گئے۔

مسند احمد (۱۱) میں یہ روایت ہے کہ عثمان نے روشندان سے سر نکال کر لوگوں سے پوچھا: تم میں طلحہ

۱۔سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۳۔(ج ۱، ص ۴۰، حدیث ۱۰۹)۔

۲۔الثقات، (ج ۹، ص ۹۴)۔تھذیب التھذیب، ج ۹، ص ۳۳۶، (ج ۹، ص ۲۹۹)۔

۳۔التاریخ الکبیر، (مجلد ۶، ص ۲۲۰، نمبر ۲۲۲۱)۔الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۱۹۸، نمبر ۱۱۹۸)۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۱۷۵، نمبر ۱۳۳۵)۔کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۱۰۲)۔

۴۔التاریخ، (ج ۳، ص ۲۵۸، نمبر ۱۲۱۱)۔کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۱۶۰، نمبر ۳۸۷)۔

۵۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۶، ص ۲۸۶۔نمبر ۱۷۷۱)۔

۶۔لسان المیزان، ج ۵، ص ۴۱۸۔(ج ۵، ص ۴۷۳، نمبر ۸۱۶۰)۔

۷۔میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۳۵، (ج ۴، ص ۵۹، نمبر ۸۲۹۳)۔

۸۔لسان المیزان، (ج ۶، ص ۵۱۔نمبر ۸۴۰۴)۔

۹۔لسان المیزان، (ج ۴، ص ۴۷۴۔نمبر ۶۴۰۶)۔

۱۰۔المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۹۷۔(ج ۳، ص ۱۰۴، حدیث ۴۵۳۷)۔

۱۱۔مسند احمد، ج ۱، ص ۴۷۔(ج ۱، ص ۱۱۹۔حدیث ۵۵۳)۔

ہیں اور پھر یہ بات کہی۔ حاکم (۱) وذھبی نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن بخاری (۲) کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ ابو حاتم (۳) اسے مجہول کہتے ہیں۔ اس میں ابو عبادہ زرقی منکر الحدیث ہے۔ (۴) عقیلی (۵) مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس حدیث کو سننے کے بعد بھی طلحہ کی شدت مخالفت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ دفن کرنے میں بھی مزاحم ہوئے، (۶) جنازے پر ڈھیلے پھینکے اور نعثل نعثل کہہ کے ہنگامہ کیا۔ (۷) اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بھرے مجمع میں یہ حدیث رسولؐ سنائی، جس کی تائید خود طلحہ نے کی اور کسی نے بھی مخالفت میں کوئی کمی نہیں کی۔ پھر صحابہ کی عدالت کا کیا بنے گا؟ یہ حدیث اصل میں اس حدیث کے مقابل گڑھی گئی ہے، جس میں علیؑ سے فرمایا گیا ہے کہ ''یـــا علی انت اخی و صاحبی ورفیقی فی الجنة'' (۸)

۱۱۔ ابو یعلی، ابو نعیم، ابن عساکر، مستدرک حاکم (۹) میں بطریق شیبان، طلحہ بن زید دمشقی، عبیدہ، جابر سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ابن حنفیہ کے گھر میں چند مہاجرین ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، ابن عوف، سعد بن ابی وقاص کے ساتھ بیٹھے تھے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ہر شخص اپنے کفو کے پہلو میں بیٹھ جائے اور خود اٹھ کر عثمان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا: ''انت ولی فی الدنیا و الآخرہ''۔ حاکم کہتے ہیں کہ یہ صحیح روایت ہے لیکن ذہبی کہتے ہیں کہ اس میں طلحہ بن زید ہے جو ضعیف اور واہیات ہے۔

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، (ج ۳، ص ۱۰۴، حدیث ۴۵۳۷)۔ تلخیص ذہبی کا بھی یہی حوالہ ہے۔

۲۔ تھذیب التھذیب، ج ۸، ص ۳۱۲۔ (ج ۸، ص ۲۸۰)۔

۳۔ الجرح والتعدیل، (ج ۷، ص ۱۰۹، نمبر ۶۲۸)۔

۴۔ الجرح والتعدیل، (ج ۶، ص ۲۸۱، نمبر ۱۵۵۹)۔ التاریخ الکبیر، (ج ۶، ص ۳۹۱، نمبر ۲۷۴۱)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۱۷۶، نمبر ۴۴۳)۔

۵۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۳۸۱۔ نمبر ۱۴۱۸)۔

۶۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۴۳۔ (ج ۴، ص ۴۱۳، حوادث ۳۵ھ)۔

۷۔ شرح ابن ابی الحدید، (ج ۱۰، ص ۷، ۶۔ خطبہ ۱۷۵)۔

۸۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۲۶۸۔ (نمبر ۶۷۱۲)۔

۹۔ مسند ابی یعلی، (ج ۴، ص ۴۴، حدیث ۲۰۵۱)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۶۵۔ (ج ۲۵، ص ۲۵۔ نمبر ۲۹۷۸)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۱، ص ۱۸۴)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۹۷۔ (ج ۳، ص ۱۰۴، حدیث ۴۵۳۶)۔

سیوطی (۱) نے موضوع کہا ہے۔ دوسرے محدثین نے بھی راویوں کو منکر الحدیث، نا قابل اعتبار وضعیف بتایا ہے: طلحہ بن زید (۲) عبیدہ بن حسان (۳)۔

عثمان کو رسول خداؐ کا کفو بتانے والے کم سے کم دونوں کے خاندان کا جائزہ لیتے، پھر اخلاق و سیرت پر نظر ڈالتے۔ یہ روایت اصل میں رسولؐ کے فرمان: ''یاعلی انت ولی فی الدنیا و الآخرہ'' کے مقابل میں گڑھی گئی ہے، جسے عظیم محدثین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ علامہ امینیؒ نے بیس محدثین کے اسماء اور کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ (۴)

۱۲۔ بزار (۵) نے خارجہ بن مصعب سے عبید حمیری کی روایت لکھی ہے کہ میں محاصرے میں عثمان کے ساتھ تھا۔ عثمان نے لوگوں سے پوچھا: کیا یہاں طلحہ ہیں؟ طلحہ نے جواب دیا تو عثمان نے کہا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں ہم لوگ رسولؐ کے ساتھ تھے تو آپؐ نے فرمایا: ہر شخص اپنے رفیق کا ہاتھ تھام لے، سب نے اپنے رفیق کا ہاتھ تھاما اور پیغمبرؐ نے میرا ہاتھ تھام کر فرمایا: ''ھذا جلیسی فی الدنیا وولی فی الآخرہ'' یہ دنیا میں میرا رفیق اور آخرت میں میرا ولی ہے۔ طلحہ نے کہا: خدا گواہ ہے! ہاں۔

۱۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۳۱۷۔

۲۔ التاریخ الکبیر، (ج۴، ص۳۵۱، نمبر۳۱۰۵)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۱۳۳۔ نمبر۳۳۲)۔ کتاب المجروحین، (ج۱، ص ۳۸۳)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص۲۲۵۔ نمبر۳۰۴)۔ تھذیب التھذیب، ج۴، ص۱۶، (ج۵، ص۱۵)۔

۳۔ الجرح و التعدیل، (ج۶، ص۹۲، نمبر ۴۷۵)۔ کتاب المجروحین، (ج۲، ص ۱۸۹)۔ لسان المیزان، ج۴، ص ۱۲۵۔ (ج۴، ص۱۴۵۔ نمبر۵۴۸۵)۔

۴۔ مسند احمد، ج۱، ص ۳۳۱۔ (ج۱، ص۵۴۴۔ حدیث ۳۰۵۲)۔ خصائص نسائی، ص۷، (ص۴۵۔ حدیث ۲۳)۔ المعجم الکبیر، (ج۱۲، ص۷۷، حدیث۱۲۵۹۳)۔ المستدرک علی الصحیحین، (ج۳، ص۱۳۲۔ ج۳، ص۱۴۵۔ حدیث ۴۶۵۵)۔ مناقب خوارزمی ص ۷۵۔ (ص۱۲۵۔ حدیث ۱۴۰)۔ حالات حضرت علیؑ از تاریخ ابن عساکر، (نمبر۲۵۱۔ ۲۴۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۷۔ ص ۳۲۹)۔ کفایۃ الطالب، ص۱۱۵۔ (ص۲۴۲۔ باب۶۲)۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۰۳۔ (ج۳، ص۱۵۳)۔ ذخائر العقبی ص ۸۷۔ فرائد السمطین، (ج۱، ص۳۲۷۔ حدیث ۲۵۵۔ باب۵۹)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص ۳۳۷۔ (ج۷، ص۳۷۴۔ حوادث ۴۰ھ)۔

۵۔ البحر الزخار، (ج۳، ص۱۷۱، حدیث۹۵۹)۔

ابن حجر (۱) نے اس روایت کو بغیر کسی تبصرے کے نقل کیا ہے لیکن تہذیب میں خارجہ کے متعلق محدثین کا قول نقل کیا ہے کہ کذاب، ضعیف، مہمل ومتروک الحدیث ہے۔ (۲)

اگر طلحہ نے اس مہمل حدیث کو سنا ہوتا تو قتل و دفن عثمان میں اس قدر شدید مخالفت نہ کرتے۔ وہ تو عادل صحابی اور عشرہ مبشرہ کی فرد تھے۔

۱۳۔ ابن ماجہ (۳) نے محمد بن عثمان اموی اور ابن ابی لزناد کی سند سے ابو ہریرہ کی روایت لکھی ہے کہ رسول خداؐ نے عثمان سے باب مسجد کے پاس ملاقات کر کے فرمایا: میرے پاس جبریل نے آکر خبر دی ہے کہ خدا نے تمہارا عقد کلثوم سے رقیہ کے برابر مہر پر کر دیا۔ (۴)

اس روایت میں محمد (۵) بن عثمان اور عبدالرحمٰن ابن الزناد (۶) خطا کار، منکر الحدیث، غیر موثق، ضعیف اور مضطرب الحدیث ہیں۔

۱۴۔ ابن عدی (۷) نے انس سے حدیث مرفوع نقل کی ہے: خدائی تلوار ابھی نیام میں ہے، جب عثمان قتل ہو جائیں گے تو پھر قیامت تک نیام میں نہ جائے گی۔

۱۔ فتح الباری، ج۵، ص۳۱۵۔ (ج۵، ص۴۰۸)۔

۲۔ تہذیب التہذیب، ج۳، ص۷۸ (ج۳/ص۶۷) معرفۃ الرجال (ج۱/ص۶۸، نمبر۱۴۳) التاریخ، (ج۳/ص۲۵۳، نمبر۱۱۸۸) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص۹۷، نمبر۱۸۲)۔ طبقات بن سعد (ج۷/ص۳۷۱)۔ الضعفاء والمتروکون (ص۲۰۱، نمبر۲۰۴) کتاب المجروحین (ج۱/ص۲۸۸)۔ الضعفاء الکبیر (ج۲/ص۲۵، نمبر۴۴۶) اللآلی المصنوعہ، ج۱/ص۳۱۷)۔

۳۔ سنن ابن ماجہ ج۱، ص۵۳۔ (ج۱/ص۴۰ حدیث۱۱۰)۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، (ج۳۹، ص۴۰، نمبر۴۶۱۹)۔ ۳۹۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۶، ص۱۲۰)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۲۱۱۔ (ج۷، ص۲۳۸۔ حوادث ۳۵ھ)۔

۵۔ الثقات، (ج۹، ص۹۴)۔ تھذیب التھذیب، ج۹، ص۳۳۶۔ (ج۹، ص۲۹۹)۔

۶۔ التاریخ، (ج۳، ص۲۵۸۔ نمبر۱۲۱۱)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۱۶۰۔ نمبر۳۸۷)۔ طبقات ابن سعد، (ج۵، ص۴۱۶)۔ تھذیب التھذیب، ج۶، ص۱۷۱۔ (ج۶، ص۱۵۵)۔

۷۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۵، ص۱۴۸۔ نمبر۱۳۱۲)۔

سیوطی اس حدیث کو موضوع کہہ کے لکھتے ہیں کہ یہ آفت عمرو بن فائد کی لائی ہوئی ہے۔(۱) نیز سلسلۂ سند میں موسیٰ بن سیار (۲) اور محمد بن داؤد (۳) ہیں، جن کی تضعیف ہوئی ہے۔

لیکن تعجب کی بات ہے کہ اس راوی کی مہمل احادیث تاریخ الخلفاء میں نقل کرتے ذرا شرم نہ آئی سیوطی، قرمانی (۴) اور زینی، دحلان (۵) جیسے فضائل کے غلو میں بڑے بڑے تماشے دکھاتے ہیں۔

۱۵۔مستدرک حاکم (۶) میں ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے عثمان سے فرمایا: ''تم قتل کئے جاؤ گے اور سورۂ بقرہ کی آیت 'فسیکفیکہم اللہ'' پڑھ رہے ہوگے، تمہارا خون اس آیت پر بہے گا۔ تم قیامت میں اس طرح مبعوث ہوگے کہ مشرق و مغرب والے تم پر رشک کریں گے۔ تم بے شمار لوگوں کی شفاعت کروگے۔

حاکم تو خاموش رہے لیکن ذہبی نے تلخیص میں اس حدیث کو جھوٹی کہا ہے۔ اس میں احمد بن محمد جعفی متہم ہے۔(۷)

تعجب ہے کہ کسی صحابی نے یہ حدیث نہیں سنی، صرف ابن عباس کے کان میں پڑی جو کمسن تھے۔(۸)

۱۔اللآلی المصنوعۃ، ج۱،ص ۳۱۶۔ نیز ملاحظہ کیجئے۔لسان المیزان، ج۴،ص ۳۷۲۔(ج۴،ص ۴۲۹، نمبر ۶۳۰۷)۔الضعفاء والمتروکون، (ص ۳۰۷، نمبر ۳۹۹)۔الضعفاء الکبیر، (ج۳،ص ۲۹۰۔نمبر ۱۲۹۲)۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۵،ص ۱۸۴۔ نمبر ۱۳۱۲)۔میزان الاعتدال، (ج۳،ص ۲۸۳۔نمبر ۶۴۲۱)۔

۲۔میزان الاعتدال، ج۳،ص ۲۱۱۔ (ج۴،ص ۲۰۶۔نمبر ۸۸۷۴)۔لسان المیزان، ج۶،ص ۱۲۰۔(ج۶،ص ۱۴۰، نمبر ۸۶۵۴)۔الجرح والتعدیل، (ج۸،ص ۱۳۶، نمبر ۶۵۹)۔الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۶،ص ۳۴۵، نمبر ۱۸۲۵)۔

۳۔میزان الاعتدال، ج۳،ص ۵۴۔(ج۳،ص ۵۴۰۔نمبر ۷۴۹۹)۔لسان المیزان، ج۵،ص ۱۶۱۔(ج۵،ص ۱۸۲۔نمبر ۷۳۳۰)۔

۴۔اخبار الدول، مطبوع بر حاشیہ تاریخ کامل، ج۱،ص ۲۱۴۔(ج۱،ص ۳۰۱)۔

۵۔الفتوحات الاسلامیہ، ج۲،ص ۴۹۸، (ج۲،ص ۳۲۸)۔

۶۔المستدرک علی الصحیحین، ج۳،ص ۱۰۳، (ج۳،ص ۱۱۰۔حدیث ۴۵۵۵)۔

۷۔الضعفاء الکبیر، (ج۳،ص ۴۴۴۔نمبر ۱۴۹۲)۔میزان الاعتدال، (ج۳،ص ۳۵۰۔نمبر ۳۷۱۶)۔لسان المیزان، ج۴،ص ۴۳۸۔، (ج۴،ص ۵۱۲۔نمبر ۶۵۴۶)۔

۸۔مسند احمد، ج۱،ص ۲۵۳، (ج۱،ص ۴۱۹، حدیث ۲۲۸۳)۔استیعاب، ج۱،ص ۳۷۲۔(القسم الثالث، ص ۹۳۳۔نمبر ۱۵۸۸)۔

مزید یہ کہ ابن عباس امیر الحاج بن کے گئے اور عائشہ نے کہا: دیکھو یہاں عثمان کی حمایت میں تقریر نہ کرنا۔ اس وقت بھی ابن عباس نے یہ حدیث یاد نہیں دلائی، بالفرض اگر عثمان کو حق شفاعت مل گیا تو پھر شجرۂ ملعونہ کی ایک بھی فرد جہنم میں نہ جائے گی۔ خود عثمان کا قول ہے۔

۱۶۔ مستدرک حاکم (۱) میں ہے عبداللہ عدل، یحییٰ ابن ابی طالب، بشار، حاطبی عبدالرحمٰن بن محمد اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں: جنگ جمل کے موقع پر ہم لوگ مقتولین کو دیکھنے نکلے، حضرت علیؑ امام حسنؑ، عمار یاسر اور محمد بن ابی بکر و زید بن صوحان بھی ساتھ تھے۔

امام حسنؑ کی نظر محمد بن طلحہ کی لاش پر پڑی اور ﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾ پڑھا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: بیٹا کون ہے؟ کہا: قریش کا جوان۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: ہاں واقعی نیک لڑکا تھا اور پھر غمگین انداز میں سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ امام حسنؑ نے فرمایا: بابا جان! میں آپ کو اس جنگی سفر سے منع کر رہا تھا لیکن ان دونوں نے آپ کا ارادہ بدل دیا۔ علیؑ نے کہا: بیٹا! تم نے ٹھیک، کہا کاش، آج سے بیس سال پہلے میری موت ہوگئی ہوتی۔ محمد بن حاطب نے عرض کی: میں مدینہ جا رہا ہوں، وہاں لوگ مجھ سے عثمان کے بارے میں سوال کریں گے تو میں کیا جواب دوں گا؟ عمار یاسر و محمد بن ابی بکر بیچ میں بولنا چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: اے عمار و محمد! تم چپ رہو۔ پھر فرمایا: کہنا کہ عثمان نے کچھ قومی سرمایہ اپنی ملکیت بنالیا تھا لیکن کچھ اچھے کام بھی کیے۔ انھیں بڑا برا بدلہ ملا۔ بہت جلد ہم لوگ خدا کی عدالت میں پیش ہوں گے۔ پھر فرمایا: اے ابن حاطب! وہاں لوگ تم سے عثمان کے متعلق پوچھیں تو کہنا کہ وہ اس آیت کا مصداق تھے ﴿**والذین آمنوا و عملو الصالحات ثم اتقوا و آمنو ثم اتقوا واحسنوا واللہ یجب المحسنین و علی اللہ فلیتوکل المومنین**﴾

حاکم نے اس جھوٹی روایت پر خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن ذھبی نے کہا کہ اس میں بشار ابن موسی واہیات ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

۱۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۴۔ (ج ۳، ص ۱۱۱، حدیث ۴۵۵۷)۔

اس میں عبداللہ (۱)، یحییٰ (۲)، بشار (۳) اور عبدالرحمٰن (۴) سبھی جھوٹے اور منکر الحدیث ہیں۔ ان دجالوں نے حضرت علیؑ کو کس قدر مضطرب خیال کا شخص بنا کر پیش کیا ہے۔ (۵) آخر وہ کس جنگ میں اضطراب کا شکار ہوئے کہ جنگ جمل میں مضطرب ہوتے۔ رسولؐ نے علیؑ کی حمایت کے لیے تاکید بھی فرمائی، خود عائشہ کو گھر سے نکلنے اور جاہلی تبرج سے منع کیا تھا۔ (۶) پھر محمد بن طلحہ تو حضرت علیؑ کے خلاف تلوار سے جنگ کر رہا تھا، اس کے قتل پر افسوس کیوں؟ جس آیت کو حضرت علیؑ نے عثمان کے لیے پیش کیا، عثمان کی پوری زندگی دیکھی جائے اور عثمان کے متعلق حضرت علیؑ کی آراء کا تجزیہ کیجئے تو جھوٹ واضح ہو جائے گا۔

۱۷۔ ابن ابی الدینا نے عبداللہ بن سلام کی روایت نقل کی ہے کہ ایام محاصرہ میں عثمان کو سلام کرنے گیا، انھوں نے فرمایا: خوش آمدید میرے بھائی، میں نے آج رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا، فرمایا: عثمان! تمہارا محاصرہ کیا گیا ہے اور تم پر پانی بند کر دیا گیا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: اگر چاہو تو تمہاری مدد کی جائے اور چاہو تو میرے ساتھ آکر افطار کرو۔ میں نے افطار کو ترجیح دی۔ اسی دن انھیں قتل کر دیا گیا۔ (۷)

۱۔ تاریخ بغداد، ج۹، ص۴۱۴۔

۲۔ لسان المیزان، ج۶، ص۲۶۲۔ (ج۶، ص۳۲۲۔ نمبر ۹۱۵۹)۔

۳۔ معرفۃ الرجال، (ج۱، ص۶۵، نمبر ۱۲۳)۔ التاریخ الکبیر، (ج۲، ص۱۳۰۔ نمبر ۱۹۳۵)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۶۳، نمبر ۸۲)۔ تاریخ بغداد، (ج۷، ص۱۱۹۔ نمبر ۳۵۶۰)۔ تہذیب التہذیب، ج۱، ص۱۴۴۔ (ج۱، ص۳۸۶)۔

۴۔ الجرح والتعدیل، (ج۵، ص۲۶۴۔ نمبر ۱۲۴۹)۔ میزان الاعتدال، (ج۲، ص۵۷۸۔ نمبر ۴۹۱۷)۔

۵۔ تاریخ بغداد، (ج۱۳، ص۱۸۷، نمبر ۷۱۶۵)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۳۰۶، (حوادث ۳۷ھ)۔ مجمع الزوائد، ج۷، ص ۲۳۸۔ (ج۹، ص۱۳۴)۔ تاریخ ابن عساکر، (ج۱۲، ص۳۷۰) کنز العمال، (ج۱۱، ص۶۱۳۔ حدیث ۳۲۹۷۰)۔ شرح المواھب، ج۳، ص۳۱۷، (المعجم الکبیر، ج۱، ص۳۲۱، حدیث ۹۵۵)۔

۶۔ العقد الفرید، ج۲، ص۲۸۳۔ (ج۴، ص۱۳۵)۔

۷۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۸۲۔ (ج۶، ص۲۰۱)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۱۸۲، (ج۷، ص۲۰۴، حوادث ۳۵ھ)۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۲۷۔ (ج۳، ص۶۰)۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ آفت وسفسطہ فرج بن فضالہ کی لائی ہوئی ہے، جس کو احمد، ابن معین، ابن مدینی، بخاری، مسلم، نسائی، ابوحاتم، ابواحمد اور دارقطنی جیسے محدثین نے ضعیف، منکر اور معتبر لوگوں کے نام سے حدیثیں گڑھنے والا بتایا ہے۔ کسی نے کذاب اور کسی نے دجال کہہ کے اس کی نشاندھی کی ہے۔(۱)

اکثر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ عثمان روزے سے تھے(۲) جب کہ ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ کے نزدیک ایام تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے۔(۳) اس سلسلے میں لچر تاویلیں بھی کی گئی ہیں۔(۴)

۱۸۔ حاکم وابن عساکر نے قیس بن عباد بصری کا بیان نقل کیا ہے کہ میں جنگ جمل میں حاضر تھا، حضرت علیؑ نے فرمایا: خدایا! میں خون عثمان سے بری ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ قتل عثمان کے موقع پر میری عقل خبط ہوگئی تھی۔ لوگوں نے میری بیعت کرنی چاہی تو میں نے کہا: واللہ! مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اس قوم سے بیعت لوں جس نے عثمان جیسے شرمیلے انسان کو قتل کیا ہے۔ عثمان کی لاش ابھی پڑی ہے۔ جب وہ دفن ہو گیے تو لوگ آئے اور بیعت کی۔ لوگوں نے پوچھا: امیرالمومنین! اب اطمینان ہوا؟ میں نے کہا: خدایا! مجھ سے عثمان کے لیے ایسا کام لے کہ تو راضی ہو جائے۔(۵)

۱۔ تاریخ بغداد، (ج ۱۲، ص ۳۹۵)۔ التاریخ الکبیر، (مجلد، ۷، ص ۱۳۴۔ نمبر ۶۰۹)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۱۹۸، نمبر ۵۱۵)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۷، ص ۸۵، نمبر ۴۸۳)۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۲۰۶)۔ تھذیب التھذیب ج ۸، ص ۲۶۲۔ ۲۶۰۔ (ج ۸، ص ۲۳۶۔ ۲۳۴)۔ تھذیب الکمال، (ج ۲۳۔ ص ۱۵۶۔ نمبر ۴۷۱۴)۔

۲۔ انساب بلاذری، (ج ۵، ص ۸۶)۔ کامل مبرد ج ۲، ص ۲۴۱۔ (ج ۲، ص ۴۶)۔ استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۷۔ (القسم الثالث، ص ۱۰۴۴۔ نمبر ۱۷۷۸)۔ صفۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۱۷۔ (ج ۱، ص ۳۰۴۔ نمبر ۴)۔ الصواعق المحرقۃ، (ص ۶۶۔ ص ۱۱۱)۔ تھذیب التھذیب، ج ۷، ص ۱۴۱۔ (ج ۷، ص ۱۲۸)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۰۹۔ (ص ۱۵۱)۔ تاریخ الخمیس، (ج ۲، ص ۲۵۸۔ ۲۶۴)۔

۳۔ المحلی ابن حزم، (ج ۷، ص ۲۸)۔ نیل الاوطار، ج ۳، ص ۳۵۳۔ (ج ۴، ص ۲۹۴)۔ شذرات الذھب، ج ۱، ص ۴۱۔ (ج ۱، ص ۲۰۳۔ حوادث ۳۵ھ)۔

۴۔ احسن القصص، (ج ۳، ص ۱۶۴)۔ البدایۃ والنھایۃ، (ج ۷، ص ۱۸۲)۔

۵۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۰۳۔ (ج ۳، ص ۱۱۱۔ حدیث ۴۵۵۶)۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۳۹، ص ۴۵۰۔ نمبر ۴۶۱۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۶، ص ۲۵۲)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۱۹۳۔ (ج ۷، ص ۲۱۶۔ حوادث ۳۵ھ)۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ روایت محمد بن یونس کدیمی جیسے کذاب اور وضاع کی آفت ہے۔(۱)

۱۹۔ طبقات بن سعد (۲) میں محمد بن عمر، عمرو بن عبداللہ، محمد بن عبداللہ وابن لبیبہ کی روایت ہے کہ محاصرہ کے درمیان عثمان نے حجرے کے جنگلے سے سر نکال کر پوچھا: تم میں طلحہ ہیں؟ وہ سامنے آئے تو کہا: تمہیں خدا کی قسم ہے، بتاؤ کیا جانتے ہو کہ جب رسول خداﷺ نے مواخاۃ قائم کی درمیان مہاجرین و انصار تو مجھے خود اپنا بھائی بنایا۔ طلحہ نے کہا: خدا گواہ ہے ہاں۔ طلحہ سے لوگوں نے اس بارے میں پوچھا تو کہا: کہ مجھے قسم دے کر پوچھا تو میں نے گواہی دے دی۔

اس روایت کے رجال سند عمرو تدلیس کرتا تھا۔ محمد بن عبداللہ اموی (۳) کے متعلق بخاری کہتے ہیں عجیب حدیثیں بیان کرتا ہے۔ ابنلبیبہ کو محدثین ضعیف اور بے وقعت کہتے ہیں۔(۴)

اس مضحکہ خیز حدیث کو گڑھنے والا شاید جانتا ہی نہیں تھا کہ تمام محدثین متفق ہیں کہ مواخاہ میں رسول خداﷺ نے علیؑ کو اپنا بھائی بنایا تھا اور یہ بات قرآن کی آیۂ تطہیر (۵) اور آیۂ ولایت (۶) سے میل کھاتی ہے۔ وہ صنونیؑ (۷) تھے، ایک شجرہ تھا، رسولؐ نے فرمایا تھا: کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے

۱۔ الضعفاء والمتروکون، (ص۳۵۱۔ نمبر۴۸۶)۔ کتاب المجروحین، (ج۲، ص۳۱۲)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۶، ص۲۹۲، نمبر۱۷۸۰)۔ تھذیب التھذیب، ج۹، ص۵۳۹، (ج۹، ص۴۷۵)۔ اللآلی المصنوعۃ، (ج۳، ص۲۶۴۔۳۰۲)۔ تاریخ الخلفاء، ص۱۱۰۔ (ص۱۵۲)۔

۲۔ طبقات ابن سعد، ج۳، ص۴۷، (ج۳، ص۶۸)۔

۳۔ التاریخ الکبیر، (مجلد۱، ص۱۳۹، نمبر۴۱۷)۔ تھذیب التھذیب، ج۹، ص۲۶۸۔ (ج۹، ص۲۳۹)۔

۴۔ التاریخ، (ج۳، ص۱۸۹، نمبر۸۴۵)۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۸۹۔ (ج۳، ص۶۱۸، نمبر۷۸۲۹)۔ تھذیب التھذیب، ج۹، ص۳۰۱، (ج۹، ص۲۶۸)۔

۵۔ سنن ترمذی، ج۲، ص۲۱۳۔ (ج۵، ص۵۹۵۔ حدیث۳۷۲۰)۔ مصابیح السنۃ، (ج۴، ص۱۷۳، حدیث۴۷۶۹)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۴، (ج۳، ص۱۶، حدیث۴۲۸۹)۔ استیعاب، ج۲، ص۴۶۰، (القسم الثالث، ص۱۰۹۸۔ نمبر۱۸۵۵)۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۶۷، (ج۳، ص۱۱۱)۔ کفایۃ الطالب، ص۸۲۔۸۳۔ (ص۱۹۴، باب۴۷)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۳، ص۲۲۶، (ج۳، ص۲۷۷، حوادث ۱ھ)۔

۶۔ ذخائر العقبیٰ، ص۱۰۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۷۱۔ درالمنثور، (ج۳، ص۱۰۵)، تفسیر طبری، (ج۶، ص۱۸۶، مجلد۴، ج۶، ص۲۸۸)، احکام القرآن جصاص، ج۲، ص۵۴۲۔ (ج۲، ص۴۴۶)۔ تفسیر قرطبی، (ج۶، ص۱۴۳)، معالم التنزیل، مطبوع برحاشیہ خازن، ج۲، ص۵۵۔ (ج۶، ص۱۴۳)۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۲۲۷۔ (ج۳، ص۱۸۲)۔

۷۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۶۴، (ج۳، ص۱۰۷)۔

ہوں۔(۱)اس کے مقابل دجالوں نے گڑھ لیا ہے کہ ابوبکر رسولؐ کے (۲) بھائی اور عثمان رسولؐ کے بھائی تھے۔(۳) کسی نے کہا کہ رسولؐ نے علیؑ وعثمان کے درمیان برادری قائم کی تھی۔(۴) حالانکہ سیرت نگار جانتے ہیں کہ ابوبکر وعمر اور عثمان کو عبدالرحمٰن بن عوف کا مکہ میں بھائی بنایا تھا۔(۵) اور مدینے کے مواخاۃ میں عثمان اور اوس بن ثابت کے درمیان برادری قائم کی تھی۔(۶) اگر عثمان وطلحہ عشرہ مبشرہ کی فرد اور عادل صحابی ہوتے تو یہ جھوٹا ڈرامہ ہرگز نہ ہوتا۔ سب سے پہلے رسول ﷺ کا بھائی ہونے کا انکار عمر بن خطاب نے کیا تھا۔ جب علیؑ کو بیعت کے لیے کشاں کشاں لایا گیا، علیؑ نے فرمایا: اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے؟ کہا: قتل کر دوں گا۔ علیؑ نے فرمایا: میں بندۂ خدا اور برادر رسولؐ ہوں۔ عمر نے کہا: تمہیں بندہ خدا تو مانتا ہوں لیکن برادر رسول ﷺ نہیں مانتا۔(۷)

۲۰۔ ابن عدی نے بطریق مصعب، عیسی، وائل، بہی اور وہ زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: کسی قریش کو آج کے بعد شکنجہ دے کر قتل نہ کیا جائے سوائے قاتل عثمان کے۔(۸)

۱۔ صحیح بخاری کتاب المناقب، ج۵، ص۲۱۹۔(ج۳، ص۱۳۵۷، باب۹)۔ مسند احمد، ج۵، ص۲۰۴، ۳۵۶۔(ج۶، ص۲۶۵، حدیث۲۱۲۷۰، ص۴۸۹، حدیث۲۲۵۰۳)۔ سنن ترمذی باب المناقب، ج۲، ص۲۱۳،(ج۵، ص۵۹۳، حدیث۳۷۱۶)۔ تاریخ بغداد،(ج۴، ص۱۴۰، نمبر۱۸۲۲)۔

۲۔ الفصل،(ج۴، ص۱۴۷)۔

۳۔ ریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۷،(ج۱، ص۴۳)۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج۶، ص۹۰،(ج۳۰، ص۹۴، نمبر۳۳۹۸)، مختصر تاریخ ابن عساکر،(ج۱۳، ص۵۷)۔ اسد الغابۃ، ج۲، ص۲۲۱۔(ج۲، ص۲۷۷، نمبر۱۸۲۲)۔ عیون الاثر، ج۱، ص۱۹۹۔(ج۱، ص۲۶۴)۔ ریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۵۔۱۷۔(ج۱، ص۲۳۔۲۴)۔ فتح الباری، ج۷، ص۲۱۷۔(ج۷، ص۲۷۱)۔

۵۔ تاریخ ابن عساکر، ج۶، ص۹۰،(ج۳۵، ص۲۵۴، نمبر۳۹۱۱)۔ ریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۵۔۱۷۔(ج۱، ص۲۳۔۲۴۔)۔ فتح الباری، ج۷، ص۱۲۸۔(ج۷، ص۲۷۱)۔

۶۔ سیرۂ ابن ہشام، ج۵، ص۱۲۵۔(ج۲، ص۱۵۱)۔ البدایۃ والنہایۃ، ج۳، ص۲۲۷۔(ج۳، ص۲۷۸، حوادث ۱ھ)۔ عیون الاثر، ج۱، ص۲۰۱۔(ج۱، ص۲۶۶)۔ ریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۶۔(ج۱، ص۲۳)۔

۷۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۳،(ج۱، ص۲۰)۔ کیف کانت بیعۃ علی ابن ابی طالب۔

۸۔ الکامل فی ضعفاء الرجال،(ج۶، ص۳۶۵، نمبر۱۸۴۶)۔

اگر کسی کو قتل کرنا ہی ہے تو یوں ذبح کرو جیسے بکری ذبح کرتے ہو۔ اس روایت میں مصعب (۱) منکر الحدیث ہے، دوسرے محدثین نے اسے مدلس اور واہی کہا ہے اور عیسیٰ اور بہی مجہول اور مضطرب الحدیث ہیں۔

۲۱۔ حلیہ ابونعیم (۲) میں ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے بیان کیا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مرزعہ میں تھا، اتنے میں ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو، اس پر جو مصیبت آنے والی ہے اس سلسلہ میں جنت کی بشارت دے دو۔ ناگاہ میں نے دیکھا تو وہ عثمان تھے۔ میں نے بشارت رسولؐ کی خبر دی تو کہا: خدا مددگار ہے۔

ابونعیم نے اس جعلی روایت کو لکھ تو دیا لیکن حامد بن آدم پر نظر نہ کی۔ جو ہر جھوٹ اور جعل کو مہارت سے پیش کرتا ہے۔ (۳) ابن معین کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے کہا: میرے پاس حامد بن آدم کی حدیث ہے تو انھوں نے فرمایا: وہ پکا جھوٹا ہے خدا اس پر لعنت کرے۔ (۴) پھر یہ کہ اگر عثمان مژدہ بہشت سے سرفراز تھے تو کے میں دفن ہونے سے ملحد ہونے کا خطرہ ظاہر نہ کرتے۔

۲۲۔ ایک مضحکہ خیز روایت خطیب (۵) بغدادی نے جابر سے نقل کی ہے کہ جب بھی رسول خداؐ منبر پر جاتے تو فرماتے تھے: عثمان کا ٹھکانا جنت ہے۔

ذھبی (۶) کہتے کہ یہ روایت نادرست ہے، حیرت ہے کہ خطیب بغدادی ایسی لچر روایت نقل کر کے کوئی تبصرہ نہیں کرتے۔ یہ لوگ جیسے دین و دل دے بیٹھے ہیں، اس کی طرف سے پاگل ہو گئے

۱۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۷۲، (ج۴، ص۱۱۹، نمبر۸۵۶۱)۔ کتاب الثقات، (ج۹، ص۱۷۵)۔ لسان المیزان، ج۶، ص۴۳۔ (ج۶، ص۵۱، نمبر۸۴۰۴)۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء، (ج۱، ص۵۷)۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۲، ص۴۶۱، نمبر۱۶۹)۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۰۸، (ج۱، ص۴۴۷، نمبر۱۶۷۱)۔ لسان المیزان، ج۲، ص۱۶۳۔ (ج۲، ص۲۰۶۔ نمبر۲۲۴۴)۔

۵۔ خطیب بغدادی، (ج۸، ص۱۵۷)۔

۶۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۸۱، (ج۱، ص۵۹۹، نمبر۲۲۶۸)۔ لسان المیزان، ج۲، ص۳۵۳۔ (ج۲، ص۴۲۹، نمبر۲۹۵۰)۔

ہیں۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ماننا پڑے گا کہ عثمان کا بہشتی ہونا اہم ترین شرعی مطلب ہے۔ کیونکہ رسول خداؐ نے اصول وعقیدہ نیز اہم ترین احکام شرعی کے لیے بھی اس قدر تکرار کا التزام نہیں فرمایا۔ حتی کہ نماز کے متعلق بھی جو ستون دین ہے۔ کاش! ہمیں معلوم ہوسکتا کہ عثمان کا جنتی ہونا اصول دین میں ہے یا بنیاد شرعی میں کہ رسولؐ اس قدر تکرار میں مبالغہ فرما رہے ہیں۔ پھر یہ کہ اگر رسولخدا ﷺ نے تکرار فرمایا تو لازم تھا کہ تمام صحابہ نے اس بات کو سنا اور یاد رکھا ہوگا، اس طرح یہ روایت متواتر ہوتی۔ پھر جابر یا کسی صحابی کی طرف نسبت دینے کی بھی احتجاج نہ ہوتی، صحابائے کرام ہجوم کر کے انھیں نقل نہ کرتے۔

۲۳۔ تاریخ ابن کثیر (۱) میں اسماعیل بن عبدالملک، عبداللہ بن ابی ملیکہ، عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو کبھی ہاتھ اٹھاتے اسطرح نہیں دیکھا کہ زیر بغل نمایاں ہو جائے سوائے ان موقعوں کے جب عثمان کے لیے دعا کرتے تھے۔

ابن کثیر نے دوسرے مہمل راویوں کو حذف کر دیا ہے، صرف اسماعیل بن عبدالملک کا نام لیا ہے، جس کے متعلق ابن عمار وابوداؤد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا۔ دوسرے محدثین کہتے ہیں کہ وہ قوی نہیں تھا، روایتیں خلط ملط کر دیتا تھا۔ (۲)

سمجھ میں نہیں آتا کہ عائشہ نے یہ روایت تکفیر عثمان سے پہلے کی تھی یا بعد میں۔ ممکن ہے پہلے روایت کی ہو پھر بھول گئی ہوں، جس طرح دوسرے اقوال رسول ﷺ بھول گئیں تھیں۔ مثلاً حوأب کے کتوں کی بات۔ کچھ بھی ہو عدول صحابہ پر اس روایت کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ البتہ عائشہ نے رسولؐ کی وصیتیں خاص طور سے جو علیؑ کے متعلق تھیں قطعی فراموش کر دی تھیں۔ علیؑ سے اس قدر نفرت تھی کہ حدیث معمر میں ہے کہ علیؑ کا ذکر خیر عائشہ کو بھلا نہیں معلوم ہوتا تھا بلکہ وہ ذکر خیر کر ہی نہیں سکتی تھیں (۳) مسند احمد (۴)

۱۔ البدایۃ والنھایۃ، (ج ۷، ص ۲۲۸۔ حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔ التاریخ، (ج ۳، ص ۳۰۳۔ نمبر ۱۴۲۷)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۴۹، نمبر ۳۵)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۲، ص ۱۸۶۔ نمبر ۶۲۹)۔ کتاب المجروحین، (ج ۱، ص ۱۲۱)، تھذیب التھذیب، ج ۱، ص ۳۱۶۔ (ج ۱، ص ۲۷۶)۔

۳۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۱۲۳۔ (ج ۲، ص ۱۵۶)۔

۴۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۲۲۸۔ (ج ۷، ص ۳۲۶۔ حدیث ۲۵۳۸۶)۔

میں حدیث صحیح ہے کہ عائشہ نے وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت بیت میمونہ سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکلنے کی کیفیت بیان کی کہ ایک ہاتھ فضل بن عباس کے کاندھے پر تھا اور دوسرا ایک شخص کے اوپر فضل نے ابن عباس سے یہ روایت بیان کی تو ابن عباس نے کہا کہ جانتے ہو وہ علیؑ تھے، جن کا عائشہ کو نام لینا بھی گوارہ نہیں۔ صحیح بخاری (۱) میں بھی یہ روایت ہے لیکن ابن عباس کی بات انھوں نے اڑا دی ہے۔

عائشہ کو یہ بھی بڑا اچھا معلوم ہوتا تھا کہ علیؑ کی مذمت کی جائے۔ مسند احمد میں صحیح وثقہ روایت ہے کہ ایک شخص نے عائشہ کے پاس علیؑ وعمار کے مذمت کرنی شروع کردی۔ عائشہ نے کہا: میں علیؑ کے لیے تو تمہیں کچھ نہ کہوں گی لیکن عمار کے متعلق حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ عمار دو چیزوں میں سے اسی کو اختیار کرتے ہیں جو زیادہ دین سے نزدیک تر ہو۔ ام المومنین کو علیؑ کے متعلق ایک بھی حدیث رسولؐ یاد نہیں آئی نہ آیات قرآنی۔ جب کہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ علیؑ کو عمار پر برتری حاصل ہے۔ حذیفہ کہتے تھے کہ بخدا! علیؑ کو عمار پر وہی برتری حاصل ہے جو آسمان کو زمین پر۔ (۲) وہ تو حسان کی بدگوئی پر بھی چراغ پا ہو جاتی تھیں کہ حسان نے اشعار سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کی ہے۔ (۳) لیکن کیا علیؑ نے تلوار سے حمایت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کی ہے؟
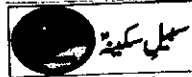
یہ عائشہ وہی ہیں کہ جیسے ہی سنا کہ بیعت علیؑ ہوگئی تو بولیں ''کاش آسمان پھٹ پڑتا''۔

عائشہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ قتل عثمان آسان تر ہے بہ نسبت ان کے گھر سے نکلنے کے۔ جاریہ بن قدامہ صحابی نے ان سے کہا تھا: ام المومنین! قتل عثمان اس سے کہیں آسان تر ہے کہ آپ گھر سے نکل پڑی ہیں، آپ نے پردہ عصمت دریدہ کیا، آپ گھر میں واپس جائیے۔ (۴)

اگر عثمان کے لیے ثبات حق اور اتباع کتاب وسنت کی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی تھی تو آخر رسولؐ

۱۔ صحیح بخاری، (ج ۱، ص ۲۳۷، حدیث ۶۳۴)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۱۳۔ (ج ۷، ص ۱۶۳۔ حدیث ۲۴۲۹۹)۔

۳۔ کنز العمال، ج ۷، ص ۷۳، (ج ۱۳، ص ۵۳۲، حدیث ۳۷۳۸۵)۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۷۶، (ج ۴، ص ۴۵۶۔ حوادث، ۳۶ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۰۔ (ج ۲، ص ۳۱۸۔ حوادث، ۳۶ھ)۔

کی دعا مستجاب کیوں نہ ہوئی انھوں نے اس قدر شریعت کی چھتاڑ مچائی کہ صحابائے کرام متفقہ طور سے مخالفت پر آمادہ ہوگئے اور قتل کر ڈالا۔ کیا توبہ کی دعا کی تھی۔ پھر توبہ کی توفیق کیوں نہ ہوئی؟ ان احتمالات سے قطع نظر اب ذرا دعا کے مفروض پر غور کیجیے۔ یہاں دو سوال اٹھتے ہیں۔ ایک موجب دعا، دوسرے شرائط، جو اس میں انجام پذیر ہوئے۔ اول کے لیے سوچئے کہ آخر کس وجہ سے رسولؐ نے عثمان کے حق میں دعا کی؟ کیا گذشتہ عمل کے لیے یا آئندہ عمل کے لیے؟ آئندہ میں تو دیکھا کہ ان کی وجہ سے اسلام ایک عظیم مصیبت سے دو چار ہوا، گذشتہ کے لیے، اس میں بھی اچھا منظر دیکھنے کو نہیں ملتا، جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ ابن عوف نے انھیں طعنہ دیا کہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، جس کی صفائی میں ولید شرابخوار نے کہا کہ اپنی زوجہ رقیہ کی تیمارداری کی وجہ سے شرکت نہیں کی۔ (۱) جنگ احد سے فراری نظر آرہے ہیں کہ قرآن نے فراریوں کی مذمت کی۔ (۲) ام کلثوم کی شب وفات وہ پاپ کیا کہ رسول ﷺ نے دفن کے وقت ان کی تحقیر وتوہین کی۔ (۳) عبداللہ بن ابی سرح طرید رسول ﷺ کو پناہ دی۔ (۴) طرید رسولؐ حکم ومروان کو بلا کر داماد بنالیا۔ انھوں نے کہیں سے کوئی پسندیدہ عمل نہیں دکھایا۔ نہ محبت رسول ﷺ

۱۔ مسند احمد، ج۱، ص ۶۸۔ ۷۵۔ (ج۱، ص۱۰۹۔ حدیث ۴۹۲۔ ص۱۲۰۔ حدیث ۵۵۷)۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۹۷۔ (ج۳، ص۲۲) البدایۃ والنھایۃ، ج۷، ص۲۰۶، (ج۷، ص۲۳۱، حوادث، ۳۵ھ)۔

۲۔ مسند احمد، ج۱، ص ۵۸، (ج۱، ص۱۰۹، حدیث ۴۹۲)۔ تفسیر قرطبی، ج۴، ص ۲۴۵، (ج۴، ص۱۵۷)۔ تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص ۴۱۹۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۹۷۔ (ج۳، ص۲۳)۔ تفسیر خازن، (ج۱، ص۳۰۷۔ ج۱، ص۲۹۵)۔ المعجم الکبیر، (ج۱، ص۸۸، حدیث ۱۳۵)۔

۳۔ صحیح بخاری باب یعذب المیت ببکاء اھلہ، ج۲، ص۴۲۵۔ ۴۴۳۔ (ج۱، ص۴۳۲۔ حدیث ۱۲۲۵۔ ص۴۵۰، حدیث، ۱۲۷۷)۔ طبقات ابن سعد، ج۸، ص۳۱۔ (ج۸، ص۳۸)۔ مسند احمد، ج۳، ص۱۲۶، ۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۷۰۔ (ج۳، ص۵۷۹، حدیث ۱۱۸۶۶۔ ج۴، ص۱۰۴، حدیث ۱۲۹۷۰۔ ص۱۰۶۔ حدیث ۱۲۹۸۵۔ ص۱۷۵۔ حدیث ۱۳۴۳۱)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۴، ص۴۷، (ج۴، ص۵۲، حدیث، ۶۸۵۳)۔ الروض الانف، ج۲، ص۱۰۷۔ (ج۵، ص۳۶۲)، تاریخ طبری، (ج۱۱، ص۴۹۸، حوادث، ۹ھ)۔

۴۔ سنن ابی داؤد، ج۲، ص۲۲۰۔ (ج۴، ص۱۲۸، حدیث ۴۳۵۹)۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۴۹، المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۰۰، (ج۳، ص۱۰۷)، استیعاب، ج۱، ص۳۸۱۔ (القسم الثالث، ص۹۱۸، نمبر ۱۵۵۳)۔ تفسیر قرطبی، ج۷، ص۴۰، (ج۷، ص۲۸)۔ اسد الغابۃ، ج۳، ص۱۷۳، (ج۳، ص۲۵۹، نمبر ۲۹۲۷)۔ الاصابۃ، (ج۲، ص۳۱۷۔ نمبر ۴۷۱۱)۔ تفسیر القدیر، ج۲، ص۱۳۴، (ج۲، ص۱۴۱)۔

میں عمل کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعائے خیر کرتے۔ کچھ لوگ جیش العسرہ میں عثمان کے انفاق کا ڈھول پیٹتے ہیں لیکن وہ بھی لچر اور ضعیف روایات کا پلندہ ہے۔ اور کتب سیر کی تفصیل میں اختلاف بھی ہے۔ دوسروں نے بھی دل کھول کر خرچ کیا تھا پھر عثمان ہی کے لیے دعائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں؟

۲۴۔ حلیہ ابونعیم (۱) میں ہے کہ:

حبیب کاتب مالک، نافع، ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش العسرہ کی تیاری کا حکم دیا تو عثمان نے ایک ہزار دینار آغوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اونڈیل دیے۔ آپ نے دعا کی: خدایا! عثمان کو فراموش نہ کرنا، اب آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں کوئی گناہ نہیں۔

کیا ابونعیم جیسے حافظ سے یہ بات پوشیدہ تھی کہ حبیب کاتب مالک کو محدثین وائمہ نے پکا جھوٹا، ضعیف اور حدیثیں گڑھنے والا کہا ہے۔ (۲) احمد (۳) نے ضمرہ بن ربیعہ کے توسط سے اس کی روایت کی ہے مگر ضمرہ بن ربیعہ کی تضعیف ہوئی ہے۔ (۴)

۲۵۔ مسند احمد (۵) میں ہے کہ محمد بن ابی بکر مقدمی، محمد بن عبداللہ انصاری، ہلال بن حق، سعید جریری، (سبھی بصری) کہ ثمامہ قشیری نے کہا کہ حصار کے دن میں عثمان گھر میں تھا۔ وہ کوٹھے سے چلائے! طلحہ وزبیر کو بلاؤ جو بغاوت پر کمربستہ ہیں۔ وہ آئے تو قسم دے کر پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج۱، ص۵۹۔

۲۔ العلل ومعرفۃ الرجال، (ج۲، س۵۲، نمبر۱۵۲۸)۔ الجرح والتعدیل، (ج۳، ص۱۰۰، نمبر۴۶۶)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۹۰، نمبر۱۶۳)۔ کتاب المجروحین، (ج۱، ص۲۶۵)۔ میزان الاعتدال، (ج۱، ص۲۱۰، ج۱، ص۴۵۲، نمبر۱۶۹۴)۔ تذکرۃ الموضوعات مقدسی، ص۹۰۔ (ص۶۴)، مجمع الزوائد، ج۹، ص۴۷، تھذیب التھذیب، ج۲، ص۱۸۱، (ج۲، ص۱۵۸)، اللآلی المصنوعۃ، ج۱، ص۸، ص۲۳۰۔ (ج۱، ص۴۴۳، ج۲، ص۳۹۰)، خلاصۃ الکمال، ص۶۰، (ج۱، ص۱۹۲، نمبر۱۲۰۰)۔ اسنی المطالب، ص۲۱۶۔

۳۔ مسند احمد، (ج۶، ص۵۵، حدیث ۲۰۱۰۷)۔

۴۔ سنن ترمذی، (ج۵، ص۵۸۵، حدیث ۳۷۰۱)، تھذیب التھذیب، (ج۴، س۴۶۱، ج۴، ص۴۰۴۔۴۰۳)۔

۵۔ مسند احمد، ج۱، ص۴۷، (ج۱، ص۱۲۰، حدیث ۵۵۶)۔

مدینے آئے تو مسجد کے لیے فرمایا کہ کون اپنے مال خاص سے خرید کر دے گا اور جنت میں گھر بنائے گا۔ میں نے خرید کر اسے مسلمانوں کو وقف کیا۔ کیا اب تم وہاں مجھے دو رکعت نماز بھی ادا کرنے کی اجازت نہ دو گے؟ رسول ﷺ مدینہ آئے تو صرف چاہ ''رومہ'' ہی تھا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو اپنے مال خاص سے یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کو وقف کرے اور صلے میں جنت پائے؟۔ میں نے اسے خریدا، کیا وہاں سے بھی پانی پینے نہ دو گے؟ پھر کہا: میں نے جیش العسرہ کا انتظام کیا تھا۔ دونوں نے کہا: خدا گواہ ہے ہاں۔

اس روایت کو انساب بلاذری (۱) اور سنن بیہقی (۲) میں بھی اختلاف الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

سند روایت میں محمد بن عبداللہ انصاری کو عقیلی وغیرہ منکر الحدیث اور ابن طاہر کذاب کہتے ہیں۔ (۳) سعید اگرچہ ثقہ ہیں لیکن اختلاط حواس کا شکار ہو گئے تھے۔ (۴) یحیٰ کو نسائی و ابن معین وغیرہ مہمل سمجھتے ہیں۔ (۵)

اگر غور کیجئے تو اس سے عثمانیوں کو شرمندگی ہی ہوگی۔ دونوں عشرہ مبشرہ کی فرد کو قسم دی گئی۔ لیکن مخالفت سے باز نہ آئے۔ کیا اس کے بعد یہ دونوں عادل رہ جاتے ہیں؟ لیکن یہ دونوں سمجھتے تھے کہ انھوں نے احکام خدا کو بدل دیا ہے، اس لیے بہر حال واجب القتل ہیں۔

۲۶۔ سیف بن عمر سے مروی ہے کہ عثمان نے علیؑ، طلحہ و زبیر کو بلا کر قسم دی اور چاہ رومہ کی تصدیق

۱۔ انساب بلاذری، ج۵، ص۵، ۶۔ (ج۶، ص۱۰۶)۔

۲۔ سنن بیہقی، ج۶، ص۱۶۸۔

۳۔ الضعفاء الکبیر، (ج۴، ص۱۰۳، نمبر۱۶۶۰)۔ کتاب المجروحین، (ج۲، ص۲۶۶)، تھذیب التھذیب، (ج۹، ص۲۵۶، ج۹، ص۲۲۸)۔

۴۔ الجرح والتعدیل، (ج۴، ص۱، نمبر۱)۔ التاریخ، (ج۴، ص۱۴۶، نمبر۲۶۲۳)، الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۳، ص۳۹۲۔ نمبر۸۲۱)، الثقات، ج۶، ص۳۵۱، طبقات ابن سعد، (ج۷، ص۲۶۱)، تھذیب التھذیب، ج۴، ص۶۔

۵۔ الجرح والتعدیل، (ج۹، ص۱۳۹، نمبر۵۸۸)۔

چاہی تو تینوں نے تصدیق کی۔(۱) لیکن محدثین نے کہا ہے کہ سیف بن عمر ضعیف، متروک، ساقط، وضاع اور منکر الحدیث ہے۔(۲)

۲۷۔ اسد بن موسی نے قتادہ بصری سے روایت کی ہے کہ عثمان نے جیش العسرہ میں ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دئے تھے۔(۳) اول تو یہ روایت مرسل ہے، پھر اس میں اسد بن موسیٰ کو ابن حزم وغیرہ ضعیف کہتے ہیں۔(۴)

۲۸۔ ابو لیلی نے لکھا ہے کہ عثمان نے جیشالعسرہ میں سات سو طلائی اوقیہ دیا تھا۔ ابن حجر اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔(۵)

۲۹۔ ابن عدی (۶) نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان کے پاس کسی جنگ میں مدد کے لیے آدمی بھیجا تو عثمان نے دس ہزار دینار دئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ہاتھ میں لے کر اچھالنے لگے اور دعا کی: اے عثمان! خدا تمہارے گناہوں کو بخشے خواہ علانیہ کرو یا چھپا کر قیامت تک، عثمان کو اب اس کے بعد کسی عمل کی پرواہ نہ کرنا چاہیئے۔

ابن حجر (۷) اس کی سند کو ضعیف ترین قرار دیتے ہیں۔ ابن کثیر (۸) کی روایت میں محمد بن قاسم

۱۔ فتح الباری، ج۵،ص۳۱۴، (ج۵،ص۴۰۸،)۔

۲۔ کتاب المجروحین، (ج۱،ص ۳۴۵)، الکامل فی ضعفاء، الرجال، (ج۳،ص ۴۳۵،نمبر۸۵۱)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص ۲۴۳،نمبر۲۸۳)۔ التاریخ، (ج۳،ص ۴۶۰،نمبر۲۲۶۲)۔ الجرح والتعدیل، (ج۴،ص ۲۷۸،نمبر ۱۱۹۸)۔ کتاب الضعفاء والمتروکون، (ص ۱۲۳، نمبر ۲۷۱)، میزان الاعتدال، ج۱،ص ۴۳۸، (ج۲،ص ۲۵۵،نمبر ۳۶۳۷)۔ تھذیب التھذیب، ج۴،ص۲۹۵، (ج۴،ص۲۵۹)، اللآلی المصنوعۃ، (ج۱،ص۱۵۷،۱۹۹۰،۴۲۹)۔

۳۔ فتح الباری، ج۵،ص۳۱۵، (ج۵،ص۴۰۸)۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج۱،ص۹۷، (ج۱،ص۲۰۷۔نمبر۸۱۵)۔ تھذیب التھذیب، ج۱،ص۲۶۰، (ج۱،ص۲۲۸)۔

۵۔ فتح الباری، ج۵،ص۳۱۵، (ج۵،ص۴۰۸)۔

۶۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۱،ص۳۴۰،نمبر۱۶۹)۔

۷۔ فتح الباری، ج۵،ص۳۱۵، (ج۷،ص۴۳۔ ج۵،ص۴۰۸، ج۷،ص۵۴)۔ شرح المواھب زرقانی، (ج۳،ص۶۵)۔

۸۔ البدایۃ والنھایۃ، ج۷،ص۲۱۲۔

عثانی ہے۔نسائی واحمد نے اس کی تکذیب کی ہے۔ ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ دوسرے جلیل القدر محدثین بھی مذمت کرتے ہیں۔(۱)

اس روایت سے گناہوں پر جسارت کا ذوق بڑھتا ہے۔ اگرچہ صحیح ہے کہ نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں لیکن حقوق الناس وگناہان کبیرہ کو ختم نہیں کرتیں۔ بعض عمل تو انسان کو کافر بنادیتے ہیں، بھلا قیامت تک کی چھوٹ کیسے مل سکتی ہے۔ بعض صحابہ کی مغفرت کا اعلان ہوا پھر وہ مرتد ہوگئے۔

صحابہ نے عثمان کی مغفرت کا اعلان سنا لیکن انھیں قتل کرنے سے باز نہ آئے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت قتل عثمان کے دن تک وجود پذیر نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں پیدا ہوئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ عثمان کے کردار کو دیکھتے ہوئے یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ انھوں نے اپنی زندگی میں کبھی نتائج کی پرواہ نہیں کی اور چھوٹ کے گناہ کیے۔

۳۰۔ مسند احمد (۲) میں قیس بصری کا بیان ہے کہ حج کے ارادے سے راہ میں معلوم ہوا کہ مدینے والے مسجد میں جمع ہیں۔ میں اپنے ساتھی کے ساتھ گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کو تمام عوام گھیرے ہوئے ہیں وہاں علیؑ، طلحہ، زبیر اور سعد تھے۔ اتنے میں عثمان نے آکر ان لوگوں کو قسم دے کر چاہ رومہ، تعمیر مسجد اور جیش عسرۃ کی تیاری کے فضائل کا اقرار کرایا، جب یہ لوگ اقرار کرچکے تو عثمان نے تین بار کہا: خدایا! گواہ رہنا۔(۳)

یہ بصرہ والے، عورت کے فوجی سمجھتے ہیں کہ بصرہ کے صلحاء جو عثمان کے خلاف صف آرا تھے ان گڑھے ہوئے افسانوں کے ذریعے انھیں ہم خیال بنا کے عثمان کے داغدار دامن کو دھودیں گے۔ لیکن

۱۔ کتاب الضعفاء، والمتروکین، (ص ۲۲۱، نمبر ۵۷۲)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۸، ص ۶۵، نمبر ۲۹۵)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۶، ص ۲۵۰، نمبر ۱۷۲۷)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص ۳۴۸، نمبر ۴۷۸)۔ التاریخ الکبیر، (مجلد ۱، ص ۲۱۴، نمبر ۶۷۲)۔ العلل ومعرفۃ الرجال، (ج ۲، ص ۱۷۰، نمبر ۱۸۹۹)۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۲۸۷)۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۲۲، (ج ۴، ص ۱۱، نمبر ۸۰۶۶)۔ تحذیب التحذیب، ج ۹، ص ۳۰۷، (ج ۹، ص ۳۶۱)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۷۰۔ (ج ۱، ص ۱۱۳، حدیث ۵۱۳)۔

۳۔ سنن بیہقی، ج ۶، ص ۱۶۷۔

عجیب بات ہے کہ ان فضائل کو سن کر بھی وہ حضرات مخالفت پر آخر دم تک ڈٹے رہے، ان کی تحقیر و تذلیل کر کے قتل کیا پھر لاش کے ساتھ توہین کے بعد یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرا دیا۔ متذکرہ فضائل اگر صحیح ہیں تو عثمان کے لیے اس وقت مفید ہوتے جب وہ قرآن و سنت کی خلاف ورزی نہ کرتے، حکومت اسلامی میں بدعتوں کا رواج نہ دیتے۔ فضائل کسی کے حقوق ذاتی نہیں ہوتے، جب تک کردار اچھا ہے فضائل اس کے ساتھ ہیں۔ اسی لیے صحابہ نے عثمان کی باتوں پر کوئی دھیان نہ دیا۔

۳۱۔ سنن بیہقی (۱) میں ابو اسحاق سبیعی سے مروی ہے کہ محاصرہ کے دنوں میں عثمان نے لوگوں سے قسم دے کر پوچھا: کیا رسول خدا ﷺ نے کوہ حرا سے نہیں کہا تھا کہ ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، صدیق اور شہید ہے، پھر غزوۂ عسرۃ کی تیاری، چاہ رومہ کی خرید اور دوسرے فضائل کا مناشرہ کیا۔

اس میں ابو اسحاق بیہقی جیسا کذاب اور مدلس روایت (۲) کو ضعیف بتانے کے لیے کافی ہے۔

۳۲۔ بلاذری (۳) نے مدائنی سے عباد بن راشد بصری، حسن بصری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے پوچھا: کون جیش العسرۃ کی شفاعت کے بدلے تیاری کرائے گا؟ عثمان آمادہ ہوئے اور ستر ہزار دینار سے فوج کی تیاری کرا دی۔

اس فوج کی تیاری حسن بصری نے وفات رسولؐ کے کئی سال بعد کرائی تھی۔ کیونکہ وہ عمر کی خلافت کے آخری دو سالوں میں پیدا ہوئے تھے۔ رسولؐ و عثمان کا مکالمہ انھوں نے ماں کے پیٹ میں سنا تھا۔ اس لیے راویوں کا نام درمیان میں نہیں لائے ہیں۔ عباد بن راشد کو ابن معین ضعیف کہتے ہیں۔ (۴)

۳۳۔ حلیہ ابو نعیم (۵) میں ہے ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ عثمان نے دو بار جنت خریدی چاہ رومہ

۱۔ سنن بیہقی، ج۶، ص۱۶۷۔

۲۔ الثقات، (ج۵، ص۱۷۷)۔ تہذیب التہذیب، ج۸، ص۶۶۔ (ج۸ص۵۹)۔ میزان الاعتدال، (ج۲، ص۷۰، نمبر۶۳۹۳)۔

۳۔ انساب بلاذری، (ج۵، ص۱۰۔ ج۶، ص۱۱۲)۔

۴۔ التاریخ، (ج۴، ص۳۳۶۹)، التاریخ الکبیر، (مجلد۶، ص۳۶۔ نمبر۱۶۰۸)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۱۷۲۔ نمبر۴۳) کتاب المجروحین، (ج۲، ص۱۶۳)، تہذیب التہذیب، ج۵، ص۹۲۔ (ج۵، ص۸۰)۔

۵۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۵۸۔

کے وقت اور جیش عسرۃ کی تیاری کے وقت۔ اس روایت کے دونوں راوی بکر (۱) اور عیسی (۲) ضعیف اور مہمل ہیں، بالفرض اگر انھوں نے جنت خریدی ہوتی تو مہاجرین و انصار ان کا خون نہ بہاتے۔ خود انھیں ملحد مکہ ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا۔

۳۴۔ مسند احمد (۳) اور حلیہ ابونعیم (۴) میں فاروق ابن خطابی نے عبدالرحمٰن بن خباب سلمی بصری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش العسرہ میں مدد کی اپیل کی تو عثمان نے ایک سو اونٹ دئے دوبارہ اپیل کی تو ایک سو اونٹ پالان کے ساتھ دئے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان آج کے بعد جو کریں نامہ اعمال میں لکھا نہ جائے گا۔

یہ بصری صحابی گمنام ہیں، راویوں نے ان کی کوئی روایت نقل نہیں کی ہے صرف یہی ایک حدیث ہے۔ (۵) پھر فرقد بن ابی طلحہ گمنام ہے۔ (۶) حجاج بن نصیر کو ابن معین و نسائی ضعیف کہتے ہیں۔ دوسرے محدثین نے بھی مذمت کی ہے۔ (۷)

۱۔ الجرح والتعدیل، (ج ۳، ص ۰ ۷، نمبر ۳۱۸)۔ التاریخ، (ج ۴، ص ۲۰۹، نمبر ۳۹۹)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۶۵، نمبر ۸۹)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۲، ص ۳۸۳، نمبر ۱۴۹۲)۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۱، ص ۱۵۲، نمبر ۱۹۰)۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۶۰، (ج ۱، ص ۳۴۳، نمبر ۱۲۷۴)۔ تہذیب التھذیب، ج ۱، ص ۴۸، (ج ۱، ص ۴۲۰)۔

۲۔ التاریخ، (ج ۳، ص ۳۴۲، نمبر ۱۶۵۷)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۱۷۶، نمبر ۴۴۵)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص ۳۱۷، نمبر ۴۱۷)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۶، ص ۲۸۸، نمبر ۱۶۰۰)۔ التاریخ، (ج ۳، ص ۳۵۵، نمبر ۱۷۲۰)۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۱۱۹)۔ لسان المیزان، ج ۴، ص ۴۰۵۔ (ج ۴، ص ۴۶۸، نمبر ۶۴۴۵)۔

۳۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۷۵۔ (ج ۵، ص ۲۸، حدیث ۱۶۲۵۵)۔

۴۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۸۔

۵۔ استیعاب، (القسم الثانی، ص ۸۳۰۔ نمبر ۱۴۰۳)۔ الاصابۃ، (ج ۲، ص ۳۹۶، نمبر ۵۱۱۰)۔

۶۔ تہذیب التھذیب، ج ۷، ص ۲۶۴، (ج ۸، ص ۲۳۷)۔

۷۔ التاریخ، (ج ۴، ص ۲۰۶، نمبر ۳۹۷۵)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۹۲۔ نمبر ۱۷۰)۔ الثقات، (ج ۸، ص ۲۰۲)، تاریخ الثقات، (ص ۱۰۹، نمبر ۲۵۷)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۷، ص ۳۰۵)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص ۱۸۶، نمبر ۱۷۴)۔ تہذیب التھذیب، ج ۲، ص ۲۰۹۔ (ج ۲، ص ۱۸۳)۔

میرے خیال میں یہ آفت سکن بن مغیرہ کی ہوگی، جو خانوادۂ عثمان کا آزاد کردہ تھا، اسی نے حق نمک ادا کیا ہوگا۔ اگرچہ وہ امام جمعہ تھا اور صالح کے نام سے مشہور تھا۔

۳۵۔ حلیہ ابونعیم (۱) میں ہے کہ سمرہ کہتے ہیں: میں جیش العسرہ میں رسولؐ کے ہمراہ تھا، عثمان نے ہزار دینار دیئے تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متذکرہ دعا کی۔ (۲)

اس کی سند ناقص ہے۔ پھر عمر بن ہارون دروغساز اور سست راوی ہے۔ محدثین نے اس کی بڑی مذمت کی ہے۔ (۳) سلسلۂ سند میں کثیر بن ابی کثیر بھی ہے جس کی تضعیف ہوئی ہے۔ (۴)

۳۶۔ مسعر نے عطیہ، ابوسعید سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول شب سے صبح تک ہاتھ اٹھا کر عثمان کے لیے دعا کرتے رہے: خدایا! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

اس روایت کو ابن جوزی نے تبصرہ میں بطور مرسل نقل کیا ہے۔ (۵) واقدی نے اسباب النزول (۶) میں بطور مرسل لکھا ہے جس کے بعد آیت اتری ﴿الذین ینفقون اموالھم﴾ (۷)

اس میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف عجیب نسبت دی گئی ہے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات بھر عثمان کے لیے دعائے خیر کرتے رہے اور اپنے فرائض سے قطعی غافل رہے حالانکہ نماز شب اور نماز وتر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب تھی (۸) جسے فراموش کر دیا۔ کیا تازہ وحی آئی تھی کہ عثمان کی وجہ سے میرے احکام معطل کر دو؟

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۵۹۔

۲۔ مسند احمد، ج۵، ص۶۳۔ (ج۶، ص۵۵، حدیث ۲۰۱۰۷)۔ قرۃ العیون المبصرۃ تلخیص التبصرۃ، ج۱، ص۱۷۹۔

۳۔ التاریخ الکبیر، (ج۶، ص۲۰۴، نمبر ۲۱۷۷)۔ التاریخ، (ج۴، ص۳۵۶۔ نمبر ۴۷۵۷)۔ الجرح والتعدیل، (ج۶، ص۱۴۱۔ نمبر ۷۶۵)۔ الضعفاء الکبیر، (ج۳، ص۱۹۴، نمبر ۱۱۲۹)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص۱۹۱، نمبر ۴۹۹)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص۲۹۳۔ نمبر ۳۶۸)۔ تاریخ الثقات، (ص ۳۶۱، نمبر ۱۲۴۷)۔ کتاب المجروحین، (ج۲، ص۹۰)۔ تھذیب التھذیب، ج۷، ص۵۰۵۔۵۰۲۔ (ج۷، ص۴۴۱)۔

۴۔ الضعفاء الکبیر، (ج۴، ص ص۳، نمبر ۱۵۵۴)۔

۵۔ قرۃ العیون المبصرۃ تلخیص التبصرۃ، (ج۱، ص۱۷۹)۔

۶۔ اسباب النزول، (ص۶۱۔ ص۵۵)۔

۷۔ بقرہ آیت ۲۶۲۔

۸۔ الخصائص الکبریٰ سیوطی، ج۲، ص۲۲۹۔ (ج۲، ص۳۹۷)۔

خصائص کبریٰ میں سیوطی نے ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جن کے حق میں رسول ﷺ نے دعائے خیر کی، اس میں عثمان کا کہیں نام نہیں، لہٰذا رسولؐ نے عثمان کے حق میں کبھی دعا نہ کی۔ (۱)

۳۷۔ تاریخ ابن کثیر (۲) میں ہے کہ لیث بن ابی سلیم نے بیان کیا: پہلا شخص جس نے خرما اور روغن سے غذا تیار کی عثمان تھے، وہ شہد میں گھول کر ام سلمہ کے گھر رسول خدا ﷺ کے لیے لے گئے۔ رسول خدا ﷺ گھر پر نہ تھے۔ واپس آ کر پوچھا تو دعا کی: خدایا! عثمان سے راضی ہو جا۔ (سیوطی نے بنقل بیہقی مسامرۃ الذوائل میں اور ابن عساکر نے لیث کے طریق سے لکھا ہے)۔ (۳)

لیث بن ابی سلیم نے یہ داستان وفات رسول ﷺ کے بعد گڑھی ہوگی کیونکہ وہ ۱۴۰ھ میں بغیر رسولؐ کی زیارت کیے دنیا سے گذر گیا۔ معلوم نہیں یہ داستان اس نے کس سے سنی۔ دوسری روایتوں کی طرح یہ بھی مرسل ہے۔ لیث کے لیے محدثین کہتے ہیں کہ سست روایت، ناقابل استدلال، مختل الحواس اور محدثین کے یہاں گمنام ہے۔ (۴)

ابن کثیر کو اس لچر روایت پر شرم کرنی چاہیئے۔ وہ آیہ ولایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ چونکہ یہ روایت سست ہے اس لیے کسی طرح بھی درست نہیں۔ علیؑ کے بارے میں ایک آیت بھی نازل نہیں ہوئی۔ (۵) (اندھی عقیدت وتعصب پر لعنت)۔

۳۸۔ ابوہریرہ کی روایت ہے: ہر نبی کا اس کی امت میں خلیل ہوتا ہے اور میرے خلیل عثمان ہیں۔ (۶)

۱۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۷۰۔۱۶۴۔ (ج ۲، ص ۲۹۶۔۲۷۹)۔

۲۔ البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۲۱۲، (ج ۷، ص ۲۳۸، حوادث، ۳۵ھ)۔

۳۔ مسامرۃ الاوائل، ص ۸۷، شعب الایمان بیہقی، (ج ۵، ص ۹۸، حدیث ۵۹۳۲)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۶، ص ۱۲۴)۔

۴۔ الجرح والتعدیل، (ج ۷، ص ۱۷۷، نمبر ۱۰۱۴)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۶، ص ۳۴۹)۔ العلل ومعرفۃ الرجال، (ج ۲، ص ۳۷۹، نمبر ۲۶۹۱)۔ کتاب المجروحین، (ج ۲، ص ۲۳۱)۔ تھذیب التھذیب، ج ۸، ص ۴۶۸، (ج ۸، ص ۴۱۷)۔

۵۔ البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۳۵۷، (ج ۷، ص ۳۹۵، حوادث ۴۰ھ)۔ الغدیر کی تیسری جلد میں حضرت علیؑ سے متعلق نازل ہونے والی آیتوں کو اہلسنت کے متکلمین ومحدثین کی معتبر کتابوں سے بڑی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۳۲۱۔

اس روایت میں خلال ایک نمبر کا دجال ہے۔ (۱) ملطی سب سے بڑا جھوٹا، دشمن خدا اور خبیث ہے۔ (۲) تعجب ہے کہ خطیب نے یہ روایت لکھ کر سکوت اختیار کیا ہے۔ جھوٹی روایتیں نقل کرنے میں ان کا یہی انداز ہے۔ پھر یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیل کون کون ہوگا؟ ایک حدیث میں سعد بن معاذ (۳) کو خلیل کہا گیا ہے اور صحیح بخاری (۴) کی ایک حدیث میں ابوبکر کو۔

۳۹۔ ابن ابی الدینا نے فاطمہ بنت عبد الملک سے روایت نقل کی ہے کہ ایک رات عمر بن عبد العزیز نے عجیب خواب دیکھا۔ جیسے ایک وسیع و سرسبز زمین پر پہونچ گئے۔ جس کا فرش زمردی اور عمارت طلائی تھی۔ اس میں سے ایک منادی نے آواز دی: محمدؐ بن عبد اللہ کہاں ہیں؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟ ناگہاں رسولؐ نکل کر اس عمارت میں داخل ہوگئے۔ پھر ندا آئی کہ ابوبکر صدیق کہاں ہیں؟ وہ بھی قصر میں داخل ہوگئے۔ اس طرح عمر بن خطاب، عثمان اور حضرت علیؑ کے لیے آواز دی گئی۔ اور وہ لوگ قصر میں داخل ہوگئے۔ اتنے میں عمر بن عبد العزیز کو بلایا گیا اور وہ اپنے نانا (عمر بن خطاب) کے پہلو میں بیٹھ گئے، جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھے تھے۔ دائیں طرف ابوبکر تھے۔ میں نے نانا سے پوچھا: یہ کون ہے؟ جواب دیا: یہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔ پھر ہاتف نے آواز دی: اے عمر بن عبد العزیز! اپنے عقیدے پر مضبوطی سے جے رہو۔ جب ہم لوگ قصر سے نکلنے لگے تو عثمان نے کہا: ''**الحمد لله الذی نصرنی ربی**'' اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''**الحمد لله الذی غفرلی ربی**'' (اس روایت کو ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے)۔ (۵)

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۳۱۸۔ (ج ۴، ص ۴۳۹، نمبر ۹۷۵۰)۔ لسان المیزان، ج ۶، ص ۲۹۳۔ (ج ۶، ص ۳۵۹، نمبر ۹۲۸۶)۔
۲۔ العلل و معرفۃ الرجال، (ج ۲، ص ۳۰، نمبر ۱۴۵۴)۔ معرفۃ الرجال، (ج ۱، ص ۵۱، نمبر ۷)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۱، ص ۳۲۹۔ نمبر ۱۶۶)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۵۳ نمبر ۵۰)۔ کتاب المجروحین، (ج ۱، ص ۱۳۴)۔ تاریخ بغداد، (ج ۶، ص ۳۲۴۔ ۳۲۱۔ نمبر ۳۳۶۶)۔ تھذیب التھذیب، ج ۱، ص ۲۵۲۔ (ج ۱، ص ۲۲۱)۔
۳۔ کنز العمال، (ج ۶، ص ۱۸۳، ج ۱۱، ص ۷۰۲، حدیث ۳۳۵۱۶۔ منتخب کنز العمال مطبوع بر حاشیہ مسند احمد، (ج ۵، ص ۲۳۱۔ ج ۵، ص ۲۱۱)۔
۴۔ صحیح بخاری، ج ۹، ص ۲۴۳۔ (ج ۳، ص ۱۳۳۸۔ حدیث ۳۴۵۷)۔
۵۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۹، ص ۲۰۶، (ج ۹، ص ۲۳۲، حوادث ۱۰۱ھ)۔

ہمارے حریفوں کی حالت یہ ہے کہ وہ حق کو خوابوں اور خیالی پلاؤ کے ذریعہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔اس خواب سے عثمان کو ایسا صاف ستھرا بنا دیا ہے کہ جیسے انھوں نے کوئی پاپ کیا ہی نہیں اور عدول صحابہ نے ان پر کوئی تنقید ہی نہیں کی۔ بھولے بھالے عوام انھیں خوابوں میں الجھ کے عثمان کو بے گناہ اور حضرت علیؑ کو جو بعد رسول ﷺ افضل امت تھے، بے وقعت سمجھنے لگے ہیں۔اس روایت میں تو انھیں حضرت علیؑ کو طلبگار مغفرت بتایا گیا ہے۔کوئی بتائے تو حضرت علیؑ سے کیا گناہ سرزد ہوا اور کب؟ کیا جب قرآن نے انھیں نفس رسول ﷺ کہا اور رسول خدا ﷺ نے انھیں امت کا ولی بنایا؟ یا جب آیہ ولایت اتری یا جب رسول ﷺ نے ان کے لیے حدیث ثقلین فرمائی۔حضرت علیؑ نے تو محاصرہ عثمان کے وقت خانہ نشینی اختیار کرلی تھی۔موقع بہ موقع عثمان کو نصیحت کرتے رہے۔شاید حضرت کی یہی غلطی تھی ،حالانکہ اگر حضرت علیؑ کی بات عثمان مان لیتے تو اس بھیانک انجام سے دوچار نہ ہوتے۔

اس جعلی روایت کو فارسی داں یا کردیا عربی سے ناواقف شخص نے گڑھا ہے، ورنہ وہ ''الحمد لله الذی نصرنی ربی یا غفولی ربی ''نہ گڑھتا۔ابن ابی الدینا نے عمر بن عبدالعزیز ہی کا اس سے بدتر خواب معاویہ کے لیے گڑھا ہے میں خدمت رسول ﷺ میں تھا۔عمر وابوبکر بھی تھے۔اتنے میں علیؑ و معاویہ کو لایا گیا اور ایک کمرے میں بند کردیا گیا۔تھوڑی دیر بعد علیؑ نکلے اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! میرے متعلق مفیدترین فیصلہ کیا گیا ہے۔تھوڑی دیر بعد معاویہ نکلے اور کہا: رب کعبہ کی قسم! میں بخش دیا گیا۔(۱)

ان دونوں خوابوں کو جمع کرنے سے ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ گناہ کی کوئی باز پرس نہیں اور امام وقت کے خلاف خروج بھی کوئی ایسا اہم پاپ نہیں۔عثمان، معاویہ اور علیؑ سبھی ایک صف میں ہیں۔...اس کو کہتے ہیں ہوائی اور بے پر کی۔

۴۰۔بلاذری(۲) نے سعید بن خالد، صالح بن کیسان (اموی مسلک اور معلم پسر عمر بن عبدالعزیز تھا) سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے عثمان کو دیکھ کر کہا: یہ مومن، متقی اور شهید شبیہ ابراہیمؑ ہے۔

۱۔البدایۃ والنھایۃ، ج۸،ص۱۳۰۔(ج۸،ص۱۳۹، حوادث ۶۰ھ)۔

۲۔انساب الاشراف، ج۵،ص۳،(ج۶،ص۱۰۱)۔

متذکرہ تینوں جھوٹے راویوں نے مرسل روایت نقل کی ہے۔ کسی نے بھی صحابی رسول ﷺ کو نہیں دیکھا اسی لیے اس کی سند منقطع ہے۔ سعید بن مسیب عمر کی خلافت کے دو سال بعد پیدا ہوئے تھے۔

عثمان کی تمام زندگی میں تقویٰ اور ایمان کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ علاوہ اس کے اگر شبیہ ابراہیم تھے تو کوئی وجہ شبہ بھی ہونا چاہئے۔ وہ معصوم، نبی، خلیل الرحمٰن تھے اور یہ حضرت ہمیشہ غرق عصیان رہے۔ پتہ نہیں جس آواز کو سعید نے بعد رسول ﷺ سنا اسے عائشہ نے اپنی زندگی میں سنا تھا کہ نہیں۔ ورنہ وہ عثمان کو نعثل نہ کہتیں، کافر کا خطاب نہ دیتیں۔ ابن عباس کو طاغی عثمان کی حمایت سے منع نہ کرتیں۔ رسولؐ کی تیر بادی کا ماتم نہ کرتیں۔ انھیں عائشہ کی طرف ایک روایت منسوب کی گئی ہے کہ اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی عثمان سے کر کے انھیں شبیہ ابراہیم بنایا ہے۔ (۱) اس روایت کے راوی مسیب بن واضح (۲) کو تمام محدثین کذاب کہتے ہیں۔ خالد بن عمرو (۳) اور عمرو بن ازھر عتکی (۴) کی بھی تضعیف ہوئی ہے۔

۴۱۔ انساب بلاذری (۵) میں عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں حجر اسود کے پاس یہ تہیہ کر کے کھڑا ہوا کہ اس رات کسی کو جگہ نہیں دوں گا۔ اتنے میں کسی نے پیچھے سے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ تین بار توجہ نہ دی آخر مڑ کر دیکھا تو عثمان تھے تو میں حجر اسود کے پاس سے ہٹ گیا۔ انھوں نے ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پڑھا اور واپس چلے گئے۔ (حافظ ابونعیم (۶) نے بھی باختلاف الفاظ یہ روایت لکھی ہے۔)

اس میں راوی حسین سے متعلق ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ حدیث کا چور تھا۔ ازدی اسے انتہائی

۱۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۸۱۔ (ج۳، ص۲۴۵۔ نمبر ۶۳۲۸)۔ لسان المیزان، ج۴، ص۳۵۳۔ (ج۴، ص۴۰۷، نمبر ۶۲۴۵)۔

۲۔ الجرح والتعدیل، (ج۸، ص۲۹۴ نمبر ۱۳۵۵)۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۷۱۔ (ج۴، ص۱۱۶، نمبر ۸۵۴۸)۔ لسان المیزان، ج۶/ص۴۱۔ (ج۶، ص۴۷، نمبر ۸۳۹۴)۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۳، ص۳۳، نمبر ۵۹۴)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص۱۹۹، نمبر ۲۰۱)۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۲۹۹، (ج۱، ص۶۳۶، نمبر ۲۴۴۸)۔ تھذیب التھذیب، ج۳، ص۱۱۰۔ (ج۳، ص۹۵)۔

۴۔ التاریخ، (ج۴، ص۳۸۰، نمبر ۶۴۸۷)۔ التاریخ الکبیر، (ج۶، ص۳۱۶۔ نمبر ۲۵۰۷)۔ کتاب الضعفاء، والمتروکین، (ص۱۸۶، نمبر ۴۷۸)۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۲۸۱، (ج۳، ص۲۴۵، نمبر ۶۳۲۸)۔ لسان المیزان، ج۴، ص۳۵۳، (ج۴، ص۴۰۶، نمبر ۶۲۴۵)۔

۵۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۷، (ج۶، ص۱۰۷)۔

۶۔ حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۵۶۔ ۵۷۔

ضعیف کہتے ہیں۔امام احمد گمنام کہتے ہیں۔(۱)

اب ذرا عبدالرحمٰن سے پوچھئے کہ تم نے طلحہ کو کیوں نہ سمجھایا کہ جس عثمان کی یہ فضیلت ہے کہ اپنی جگہ چھوڑ دی، اس کے خلاف شمشیر برہنہ کیوں ہو؟ اس کا خون بہاتے ذرا شرم نہ کی اس کے علاوہ عثمان کے لیے جائز کہاں تھا کہ ایک شخص جو نماز کے لیے کھڑا ہے اسے ہٹائیں وہ جگہ اس سے مخصوص ہوگئی۔ ہٹا کر خود نماز پڑھنا حرام ہے۔(۲)

عثمان ایک رات میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔کاش! اس پر عمل بھی کرتے تو بدعتیں نہ پھیلاتے، اصحاب رسول کو اذیتیں نہ دیتے۔جس قرآن میں علیؑ کو نفس رسولؐ اور مصداق طہارت کہا گیا ہے اس کے مقابل مروان کو ترجیح نہ دیتے۔ایک سانس میں قرآن ختم کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ ٹھہر ٹھہر کے اور عمل کی نیت سے قرآن پڑھا جائے۔

۴۲۔ بلاذری (۳) نے مطرف بصری سے روایت کی ہے کہ جنگ جمل میں علیؑ مجھ کو دیکھ کر میرے پاس آئے۔ میں نے کہا: مجھے آپ کی خدمت میں آنا چاہئے تھا۔فرمایا: نہیں، میں سمجھا کہ تم عثمان کی وجہ سے مجھ سے کترا رہے ہو۔ میں نے معذرت کی تو فرمایا: تم ان سے محبت کرتے ہو تو سچی بات یہ ہے کہ عثمان نے ہم لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور سب سے زیادہ صلۂ رحم برتا۔

اس کے تمام راوی جیسے خلف بزار، (۴) عبدالوہاب بن عطا (۵) اور سعید بن ابی عروہ (۶) کی

۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۲، ص ۳۶۸، نمبر ۴۹۹)۔تھذیب التھذیب، ج ۲، ص ۲۴۳، (ج ۲، ص ۲۹۷)۔

۲۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۰، (ج ۴، ص ۳۸۱۔ حدیث ۳۰، کتاب السلام)۔ مسند احمد ج ۲، ص ۲۲، (ج ۲، ص ۹۶۔ حدیث ۴۷۲۱)۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۴۔ (ج ۵، ص ۲۳۱۳۔ حدیث ۵۹۱۵)۔ شرح مسلم، نووی مطبوع برحاشیہ ارشاد الساری، ج ۸، ص ۴۷۹، (ج ۱۴، ص ۱۶۰)۔ نیل الاوطار، ج ۳، ص ۳۰۶، (ج ۳، ص ۲۸۳)۔

۳۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷، (ج ۶، ص ۱۰۸)۔

۴۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۳۲۶۔

۵۔ العلل ومعرفۃ الرجال، (ج ۲، ص ۳۵۲، نمبر ۲۵۵۸)۔ کتاب الضعفاء والمتروکین، (ص ۱۶۳، نمبر ۳۹۵)۔ الجرح والتعدیل، (ج ۶، ص ۷۲۔ نمبر ۳۷۲)۔ تھذیب التھذیب، ج ۶، ص ۴۵۱، (ج ۶، ص ۳۹۸)۔

۶۔ الجرح والتعدیل، (ج ۴، ص ۶۵، نمبر ۲۷۶)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۷، ص ۲۷۳)۔ کتاب الثقات، (ج ۶، ص ۳۶۰)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۳، ص ۳۹۳، نمبر ۸۲۲)۔ تھذیب التھذیب، ج ۴، ص ۶۶۔ ۶۳۔ (ج ۴، ص ۵۶)۔

تضعیف ہوئی ہے۔

اب ذرا متن روایت کو دیکھئے: کیا آپ حضرت علیؑ سے پوچھیں گے کہ اگر یہ صلہ رحم اور نیکی کرتے تھے تو آپ نے ان کی خلافت کو پیٹ پھلانے اور فصل بہار کی گھاس چرنے سے کیوں تشبیہ دی ہے؟

۴۳۔ ابن عساکر (۱)، سیوطی (۲) اور قرمانی (۳) نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کی ہے کہ جتنے بلوائی عثمان کے خلاف برسر پیکار ہوئے یا جنھوں نے قتل عثمان کا حکم دیا وہ سب دیوانے ہو گئے۔

یہ روایت بجائے خود دیوانگی ہے۔ اس میں یزید بن ابی حبیب، احمق اور سادہ لوح تھے۔ ذرا سوچئے تو تمام صوبوں سے آئے ہوئے صحابائے کرام اور پاکباز اہل ایمان سے متعلق کسی سیرت میں ہے کہ وہ بعد میں پاگل ہو گئے تھے۔ سبھی صحابائے کرام ستاروں کے مانند تھے، اگر پاگل ہو گئے تھے تو صحاح و مسانید میں ان کی روایات کیوں نقل ہیں۔ عمار یاسر، مالک اشتر، کعب، زید، صعصعہ... قتل عثمان کا حکم دینے والوں میں تو عائشہ، طلحہ، زبیر، عمرو عاص بھی تھے۔ کیا یہ سب پاگل ہو کر مرے؟

۴۴۔ واحدی (۴) نے اسباب النزول میں عکرمہ وابن عباس سے نقل کیا ہے کہ آیت ﴿ضرب الله مثلاً عبداً مملوکاً﴾ (۵) ہشام بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی جو چھپا کر اور علانیہ انفاق کرتا تھا اور اس کا آزاد کردہ غلام ابوالخوراء کے متعلق ﴿ضرب الله مثلاً رجلین﴾ (۶) نازل ہوئی۔ اس میں ''ابکم'' اسد بن ابی العیص کو کہا گیا ہے، اور اس آیت میں عدل کا حکم دینے والا اور صراط مستقیم پر قائم رہنے والا شخص عثمان بن عفان ہے (۷) اور طبقات بن سعد (۸) میں آیت ﴿و من یامر بالعدل﴾ کے متعلق لکھا ہے کہ عثمان کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہی بات ریاض طبری (۹) میں بھی ہے۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر، (ج۳۹، ص۴۴۶، نمبر۴۶۱۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۶، ص۲۵۰)۔

۲۔ تاریخ الخلفاء، ص۱۱۰، (ص۱۵۳)۔

۳۔ اخبار الدول، مطبوع بر حاشیہ تاریخ کامل، ج۱، ص۲۱۳۔ (ج۱ص۳۰۱)۔

۴۔ اسباب النزول، ص۲۱۰، (ص۱۸۸)۔

۵۔ نحل/۷۵

۶۔ نحل/۷۶

۷۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۴۱، (ج۶، ص۱۰۲)

۸۔ طبقات ابن سعد، ج۳، ص۴۱۔ (ج۳، ص۶۰)

۹۔ ریاض النضرۃ، ج۲، ص۱۰۳، (ج۳، ص۳۰)

اس بے پر کی روایت کا تجزیہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ سعید نے اپنے غلام برد سے کہا تھا کہ جس طرح عکرمہ نے ابن عباس کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں، تم میری طرف منسوب نہ کرنا۔(۱)

اب ذرا عثمان کی زندگی پر نظر ڈالئے، کب انھوں نے عدالت کا حکم دیا۔ ان کی پوری زندگی تو ظلم و بدعت سے بھری ہوئی ہے۔ طرید رسول کو بلا کر داماد بنالیا، نالائقوں کو گورنری دے دی، مال خدا کو امویوں کی چراگاہ بنادیا، بزرگ صحابہ کو اذیت دی، انھیں گالیاں دیں، صرف اس لیے کہ وہ امر بالمعروف کے ذریعے بیت المال کا تحفظ کرنا چاہتے تھے، حدود خدا کے تعطل پر احتجاج کرتے تھے۔ دین خدا کی تبدیلی کے متعلق صحابائے کرام کی گواہیاں موجود ہیں۔ کیا ایسا شخص اس آیت کا مصداق ہوسکتا ہے؟

۴۵۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر لوگوں نے خون عثمان کا بدلہ نہ لیا ہوتا تو آسمان سے پتھر برستے۔(۲)

حبر امت ابن عباس کی طرف یہ بات منسوب کرکے سمجھایا جارہا ہے کہ قصاص عثمان گویا شرعی چیز تھی۔ اگر ایسا تھا تو پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو کیوں وصیت فرمائی تھی کہ قاسطین و مارقین و ناکثین سے جنگ کرنا۔(۳) اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد سیکڑوں تک پہونچتی ہے جنھوں نے قصاص عثمان کے سلسلے میں شرکت نہیں کی، بلکہ ان کے خلاف جنگ کی۔ کیونکہ خود وہی عثمان کی بدعتوں کی وجہ سے مخالف ہوئے اور انھیں قتل کیا۔ (علامہ امینیؒ نے (۱۴۵) اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اس جلد میں

۱۔ المعارف، ص۱۹۴، (ص ۴۳۸)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۳۹، ص ۴۴۷۔ نمبر ۴۶۱۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۶، ص ۲۵۰)۔ تاریخ الخلفا، ص ۱۱۰۔ (ص ۱۵۲)۔ اخبار الدول مطبوع برحاشیہ، تاریخ کامل، ج ۱، ص ۲۱۴۔ (ج ۱، ص ۲۱۴)۔

۳۔ تاریخ بغداد، (ج ۱۳، ص ۱۸۷، نمبر ۷۱۶۵)۔ کفایۃ الطالب، ص ۷۰، (ص / ۱۶۹، باب ۳۷)۔ البدایۃ والنھایۃ، (ج ۷، ص ۳۰۶)۔ استیعاب، ج ۳، ص ۵۳، (القسم الثالث، ص ۱۱۱۷، نمبر ۱۸۵۵)۔ مجمع الزوائد، (ج ۷، ص ۲۳۸)۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۲، ص ۳۷۰)۔ کنز العمال، (ج ۱۱، ص ۶۱۳، حدیث ۳۲۹۷۰)۔ شرح المواھب زرقانی، (ج ۳، ص ۳۱۷)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۹، (ج ۳، ص ۱۵۰، حدیث ۴۶۷۴)۔ الخصائص الکبری، ج ۲، ص ۳۸۔ (ج ۲، ص ۲۳۵)۔

لکھے ہیں جنھوں نے علیؑ کے ساتھ مخالفوں سے جنگ کی)۔ حضرت علیؑ نے جنگ جمل کے قبل طلحہ (۱) و زبیر (۲) کے سامنے اتمام حجت کی تاکہ ان لوگوں کو امام وقت کے خلاف خروج کا بہانہ نہ رہ جائے۔ ان دونوں اور عائشہ پر ہی چھ ہزار مومنوں کے قتل کا وبال ہے (۳) پھر حکیم بن جبلہ کے ساتھ ستر بے گناہوں کو بھی قتل کیا۔ (۴) معاویہ نے بھی خون عثمان کا مطالبہ کیا، اسے شرعی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ معاویہ کے خلاف بھی علیؑ کی فوج میں اصحاب رسولؐ تھے۔ معاویہ کی وجہ سے دونوں طرف کے ۴۵ ہزار افراد قتل ہوئے۔ (۵) پھر بھی معاویہ نے خون عثمان کا مطالبہ ترک نہیں کیا۔ اس کے بعد بھی اتنے خون بہائے کہ ان کی حکومت مستحکم ہوگئی۔ جب حکومت مستحکم ہوگئی تو نہ خون عثمان کا بہانہ تھا نہ قاتلان عثمان کو حوالے کرنے کی بات۔

۴۶۔ خطیب بغدادی (۶) نے احمد بن محمد حمانی، ابو سھل فضل بن ابی طالب، عبد الکریم بن روح، ام عیاش جو رقیہ بنت رسولؐ کی کنیز تھی... سے روایت کی ہے کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: میں نے ام کلثوم کا نکاح وحی آسمانی کی بناء پر کیا۔

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ج ۳، ص ۳۷۱، (ج ۳، ص ۴۱۹، حدیث ۵۵۹۴)، مروج الذھب، ج ۲، ص ۱۱۔ (ج ۲، ص ۳۸۲)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۸۳، (ج ۸، ص ۵۶۸)۔ مختصر ابن عساکر، (ج ۱۱، ص ۲۰۴)۔ تذکرۃ الخواص، ص ۴۲۔ (ص ۷۲)۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۸۳۔ (ج ۱۱، ص ۳۳۲۔ حدیث ۳۱۶۶۲)۔

۲۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۳۶۶، (ج ۳، ص ۴۱۳، حدیث ۵۵۷۴۔ ۵۵۷۵)۔ الآغانی، ج ۱۶، ص ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ (ج ۱۸، ص ۶۰۔ ۶۲)۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۹۔ (ج ۴، ص ۱۲۹)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۰۰، ۲۰۴، (ج ۴، ص ۵۰۲، ۵۰۹)۔ المواھب الدنیۃ، ج ۲، ص ۱۹۵۔ (ج ۳، ص ۵۶۷)۔

۳۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۳۹۳۔ (ج ۷، ص ۵۳۹۔ حدیث، ۲۶۶۵۷)۔ مجمع الزوائد، (ج ۷، ص ۲۳۴)۔ المعجم الکبیر، (ج ۱، ص ۳۳۲۔ حدیث ۹۹۵)۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۷۔ (ج ۱۱، ص ۱۹۶۔ حدیث ۳۱۲۰۵)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۷۶، (ج ۵، ص ۴۶۵)۔ الخصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۳۷، (ج ۲، ص ۲۳۳)۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۸۰۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ (ج ۴، ص ۴۷۰۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ حوادث، ۳۶ھ)۔

۵۔ کتاب صفین ص ۵۴۳۔ (ص ۴۷۵)۔ البدایۃ والنھایۃ، ج ۷، ص ۲۷۴، ۳۱۲۔ (ج ۷، ص ۳۰۴۔ حوادث ۳۶ھ ص ۳۴۶/، حوادث ۳۷ھ)۔ فتح الباری، ج ۱۳۔ ص ۷۳۔ (ج ۱۳، ۸۴)۔

۶۔ تاریخ بغداد ج ۱۲، ص ۳۶۴۔

خطیب نے اس لچر روایت کے ضعف کو محض بنی امیہ کی محبت میں بیان نہیں کیا ہے، احمد بن محمد کے سلسلے میں محدثین کہتے ہیں کذاب راویوں میں یہ شخص سب سے بڑا بے حیا تھا۔ نا قابل اعتماد تھا کیونکہ جعلی حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (۱) عبد الکریم گمنام اور متروک الحدیث ہے۔ (۲) ابن عدی نے اسی روایت کو عمیر بن عمران حنفی کے طریق سے نقل کر کے اس کی تضعیف کی ہے۔ دوسرے بھی اس کے ہم خیال ہیں۔ (۳)

اس میں شک نہیں کہ رسول کا ہر کام وحی آسمانی کی بناء پر ہوتا تھا لیکن ہر احسان و بخشش طرف مقابل کے لیے وجہ فضیلت نہیں بن سکتی۔ اختلاف موارد کی وجہ سے مصلحت بدلتی رہتی تھی۔ کبھی آپ اتمام حجت کے لیے اور کبھی دینداروں کی آگاہی کے لیے اقدام فرماتے تھے۔ بنی امیہ کے دل میں جو ہاشمیوں کے لیے کینہ جوش مارتا تھا اس کی وجہ سے کسی احسان کو امویوں نے سراہا نہیں، چنانچہ عثمان نے رقیہ کے انتقال کی شب میں دوسری عورت سے شب باشی کی، رقیہ کو پوچھا تک نہیں۔ (۴) چنانچہ رسول اکرمؐ

۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۱، ص۱۹۹، نمبر۴۴)۔ کتاب المجروحین، (ج۱، ص۱۵۳)۔ الضعفاء والمتروکون، (ص۱۲۳۔ نمبر ۵۹)۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۲۰۷۔ ج۵، ص۳۴۔ المنتظمہ، ج۶، ص۱۵۷۔ (ج۱۳۔ ص۱۹۵۔ نمبر۲۱۶۷)۔ میزان الاعتدال، ج۱، ص۶۶۔ (ج۱، ص۱۴۰، نمبر۵۵۵)۔ البدایہ والنہایہ، ج۱۱، ص۱۳۱، (ج۱۱، ص۱۵۱، حوادث، ۳۰۸ھ) تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۵۶، (ج۵، ص۳۷۳، نمبر ۱۵۸)۔ لسان المیزان، ج۱، ص ۲۶۹۔ (ج۱، ص۲۹۴۔ نمبر۸۳۰)۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۴۲۔۱۴۲۔ (ج۲، ص۸۰، ۳۰۱)۔

۲۔ الجرح والتعدیل، (ج۶، ص۶۱، نمبر ۳۲۵)۔ الثقات (ج۸، ص۴۲۳)۔ تھذیب التھذیب، ج۶، ص۳۷۲، (ج۶، ص۳۳۲)۔ میزان الاعتدال، (ج۲، ص۶۴۴۔ نمبر۵۱۶۱)۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج۵، ص۷۰، نمبر۱۴۴۹)۔ میزان الاعتدال، (ج۳، ص۲۹۶۔ نمبر۶۴۸۹)۔ الضعفاء الکبیر، (ج۳، ص۳۱۸۔ نمبر۱۳۳۶)۔ لسان المیزان، ج۴، ص۳۸۰، ج۴، (ص۴۳۹، نمبر۶۳۴۵)۔

۴۔ طبقات ابن سعد، ج۸، ص۳۱۔ (ج۸، ص۳۸)۔ المستدرک علی الصحیحین، ج۴، ص۴۷، (ج۴، ص۵۲۔ حدیث۶۸۵۳) سنن بیہقی (ج۴، ص۵۳)۔ الروض الانف، ج۲، ص۱۰۷، (ج۵، ص۳۶۲)۔ تاریخ طبری، (ج۱۱، ص۴۹۸، حوادث، ۹ھ)۔ نہایہ ابن اثیر، ج۳، ص۲۷۶، (ج۴، ص۴۶) لسان العرب، ج۱۱، ص۱۸۹، (ج۱۱، ص۱۲۷)۔ الاصابہ، (ج۴، ص۴۸۹)۔ تاج العروس، (ج۶، ص۲۲۰)۔

نے رقیہ کے دفن کے وقت عثمان کی توہین کی اور قبر میں اترنے نہیں دیا۔ ممکن ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اسی وجہ سے رشتہ دامادی کیا ہو کہ کینہ تھے لیکن مساعی جمیلہ کامیاب نہیں ہوئیں۔ اب ذرا حضرت علیؑ و عثمان کے برتاؤ کا تقابل کیجئے۔ فاطمہ علیہا السلام علیؑ سے راضی ہو کر گئیں اور رقیہ عثمان سے ناراض گئیں اور عثمان نے انتقال رقیہ پر غم کا مظاہرہ نہ کیا، دوسری عورت سے کھیلتے رہے۔

۴۷۔ ازدی نے عبدالواحد... ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان سے فرمایا: تم میرے داماد و مددگار ہو اور خداوند نے مجھ سے عہد فرمایا ہے کہ میرے ساتھ جنت میں رہو گے۔

ذھبی (۱) کہتے ہیں کہ عبدالواحد کی روایتیں مہمل اور باطل ہوتی ہیں۔

۴۸۔ طبرانی نے سالم اور ان کے باپ سے روایت کی ہے کہ عمر زخمی ہوئے اور شوریٰ تشکیل دی تو ان کی بیٹی حفصہ نے کہا: بابا جان! لوگ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو آپ نے نامزد کیا ہے وہ پسندیدہ نہیں ہیں۔ عمر نے کہا: مجھے سہارا دو۔ جب بیٹھ گئے تو فرمایا: ممکن ہے تم لوگ عثمان کے لیے کہو لیکن میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ جب عثمان مریں گے تو ان پر فرشتے نماز پڑھیں گے۔ میں نے پوچھا: صرف عثمان یا تمام مومنین پر فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ فرمایا: صرف عثمان پر۔ (۲) (پوری حدیث میں تمام ارکان شوریٰ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔)

اس روایت کے متعلق ذھبی (۳) کہتے ہیں کہ جعل ہے۔ ابن حجر لسان المیزان میں کہتے ہیں کہ خود اس کے متن سے روایت کا جعلی ہونا واضح ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: راویوں میں بکر بن سھل دمیاطی ضعیف اور جعلیات میں ماہر ہے۔ (۴)

۱۔ میزان الاعتدال، ج۲، ص۱۵۸۔ (ج۲، ص۶۷۵، نمبر۵۲۹۶)۔

۲۔ لسان المیزان، ج۵، ص۲۲۶۔ (ج۵، ص۲۵۶۔ نمبر۷۵۸۳)۔

۳۔ میزان الاعتدال، (ج۳، ص۶۰۵۔ نمبر۷۷۹۲)۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۸۴، (ج۱، ص۳۴۵۔ نمبر۱۲۸۴)۔ لسان المیزان، ج۲، ص۵۲، ج۵، ص۲۲۶۔ (ج۲، ص۶۳، نمبر۱۸۷۱، ج۵، ص۲۵۶۔ نمبر۷۵۸۳)۔

۴۹۔خطیب (۱) نے عیسیٰ بن محمد اسکافی، شعیب بن حرب، ھمدانی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے مسجد کوفہ کے شیخ نے بیان کیا کہ نعمان بن بشیر نے کہا: میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے فرمایا: "ان الذین سبقت لهم منا الحسنی" کی آیت عثمان اوران کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میں بھی اصحاب عثمان میں ہوں۔

کوئی ذرا خطیب سے پوچھے کہ عیسیٰ بن محمد کون ہے، کیا بیچتا ہے؟ پھر ذرا ھمدانی سے پوچھے کہ اس شیخ کا نام کیوں نہ لیا؟ شاید وہ خیالی شخص ہو یا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ نعمان بن بشیر تو امام وقت کے باغی تھے جن کے متعلق قیس بن سعد نے فرمایا تھا کہ بخدا! تم مکار، گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہو۔ پھر یہ کہ کیا یہ وہی علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں، جنھیں عثمان نے ینبع جلاوطن کیا تھا، علیؑ نے تو نہ قتل عثمان کو روکا نہ جنازہ کی سنگ باری روکی۔ آخر وہ کیسے صحابی عثمان تھے؟

۵۰۔ روایت ہے کہ جس رات علیؑ کا فاطمہ سلام اللہ علیہا سے عقد ہوا، عثمان نے دیکھا کہ علیؑ اپنی زرہ چارسو درھم میں بیچنا چاہتے ہیں۔ تو عثمان نے کہا کہ یہ علیؑ کی زرہ ہے جو فارس اسلام ہے، بخدا! کبھی اسے بکنے نہ دوں گا۔ پھر غلام کو چارسو درہم دے کر بھیجا کہ میرا نام نہ بتانا۔ صبح کو عثمان نے اپنے گھر میں چارسو درہموں کی تھیلی پائی جس میں لکھا تھا کہ خدائے رحمان کی طرف سے برائے عثمان۔ جبرئیل نے اس کی خبر رسول کو دی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان سے فرمایا: بہت خوب اے عثمان!

حلبی (۲) نے بحوالہ سیوطی لکھ کر کہا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ ابن ادریس حوت (۳) بھی اس جعلی روایت کو پاپ کا ڈھیر کہتے ہیں۔

جردانی نے مصباح الظلام (۴) میں لکھا ہے کہ جو شخص عثمان بن عفان، معاذ بن جبل، عبدالرحمٰن بن عوف، زید بن ثابت، ابی بن کعب، طلحہ بن عبدالرحمٰن اور تمیم الداری کا نام لکھ کر دھوئے اور اس پانی

۱۔تاریخ بغداد، ج۱۱، ص۱۶۹۔

۲۔سیرۂ حلبیہ، ج۲، ص۲۲۸، (ج۲، ص۲۰۶)۔الحاوی للفتاوئی، (ج۲، ص۱۸۴)۔

۳۔اسنی المطالب، ص۲۸۷، (ص۶۰۱)۔

۴۔مصباح الظلام، ج۲، ص۲۹۔(ج۲، ص۱۷۔حدیث،۳۶۲)۔

سے منہ دھوئے تو کبھی اندھا نہ ہوگا۔ صبح کے وقت وہ پانی پیے تو نسیان کا عارضہ نہ ہوگا۔ جو لکھ کر پیے تو عورتوں سے عاجز نہ ہوگا، شہوت تیز ہوگی۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اندھوں، بھلکڑوں اور ہجڑوں کو یہ نسخہ ضرور آزمانا چاہیے۔

یہ مہمل اور شرمناک روایات کا کچھ نمونہ تھا، جسے امویوں اور بصریوں نے دولت کی طمع میں گڑھ لیا، بعد کے محدثین نے عقیدت میں بغیر سند کو پرکھے درج کرلیا۔ ان جعلی روایات کی اشاعت میں تعصب نے بھی بڑی مدد کی۔ شیطان نے اس عمل کو خوشنما کر کے ان کے سامنے پیش کیا اور وہ اس جھوٹ کے پلندے کو اچھی چیز سمجھ بیٹھے ہیں۔

خلفاء ثلاثہ کی فضیلت میں غلو

فضائل خلفاء ثلاثہ کے غلو کا تھوڑا سا نمونہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جس میں ہوس پرستوں کی دنیا طلبی اور اندھی عقیدت کے شرمناک مظاہرے، جعلی روایات کی شکل میں نظر آئے۔ یہ روایات نہ تو تاریخ سے میل کھاتی ہیں نہ خلفاء کے اخلاقی خصوصیات یا اعتقادات و اعمال مطابقت دکھاتے ہیں۔ اب آپ کے سامنے کچھ ایسی روایات پیش کی جاتی ہیں جو ان تینوں پر حاوی ہیں، کیونکہ خواہشوں کی زبان بڑی لمبی چوڑی ہوتی ہے، ان باتوں کا احاطہ مشکل ہے۔

تفتازانی شرح مقاصد (۱) میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت پر ہمارے اصحاب کا استدلال ہے کہ وہ معصوم نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ بھی اجماعی بات ہے کہ ان کا معصوم ہونا لازمی نہیں، اگرچہ معصوم بھی امام ہوسکتا ہے، ان معنوں میں کہ جب سے ایمان لائے انھوں نے گناہوں سے اجتناب کیا۔

مشہور مناظر محمود اصبہانی مطالع الانظار (۲) میں لکھتے ہیں کہ خلافت کے لیے عصمت شرط نہیں۔ برخلاف اسماعیلیوں اور اثناءعشریوں کے۔ اور امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ خلیفہ غیر معصوم ہوتا ہے، البتہ ہم یہ

۱۔ شرح المقاصد، ج۲، ص۲۷۹، (ج۵، ص۲۴۹)۔ ۲۔ مطالع الانظار، ص۴۷۰۔

نہیں کہتے کہ وہ معصوم نہیں تھے۔ اسی گہار میں حافظ نور محمد افغانی ہانک لگاتے ہیں کہ عثمان معصوم تھے۔(۱)

اور ہم نے ان معصوموں کے کردار کا کچا چٹھا پیش کیا ہے، جس میں ان کی جاہلی عادتیں نمایاں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد بھی وہ عادل نہیں رہ گئے تھے، معصوم ہونے کی بات تو دور کی ہے۔ تفتازانی نے جو دو اجماع بیان کئے ہیں وہ ان کی فاحش ترین غلطی ہے۔ مثلاً ابو بکر کے اجماع کو دیکھئے جو اجماع کے مفہوم پر سیاہ دھبہ اور شرمناک امر ہے۔ ابو بکر کی بیعت کو اجماعی کہا جارہا ہے، جبکہ صرف ایک یا دو یا پانچ آدمیوں نے بیعت کی تھی۔(۲) اسی لیے پانچ آدمیوں کے اتفاق پر اجماع کا نام دے دیا جاتا ہے۔ ابو بکر کی بیعت سے اکثر صحابہ نے روگردانی اختیار کی، پھر کچھ لوگوں کی مدد سے دھونس دھمکی کے ذریعے سب سے منوایا گیا۔ یہاں تک کہ رئیس خزرج سعد بن عبادہ کو جناتوں نے قتل کر ڈالا۔ عمر کی خلافت میں بھی اجماع نام کو نہیں بلکہ ابو بکر کی نص کے ذریعے خلیفہ ہوئے۔ صحابہ نے ابو بکر پر اعتراض بھی کیا کہ ایک فظ غلیظ کو ہم پر مسلط کر کے خدا کو کیا جواب دوگے؟(۳)

عثمان کو شوریٰ کے چھ آدمیوں نے متعین کیا اور پھر عبد الرحمن نے اکیلے انھیں خلافت دے کر علیؑ سے زبردستی منوایا۔(۴)

دوسرے یہ کہ بالفرض بقول تفتازانی اگر ان تینوں پر اجماع کو مان بھی لیں تو دوسروں کے متعلق جو دعویٰ کیا جاتا ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ جو لوگ بعد رسول ﷺ سے لے کر شوریٰ کے حالات تک کا مطالعہ کرتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ کہیں بھی عصمت کی بات آتی ہی نہیں۔ وہاں تو صرف حوزہ اسلامی کی

۱۔ تاریخ مزار شریف، ص۴۔

۲۔ المواقف، (ص ۳۹۹)۔ شرح المواقف جرجانی، ج ۳، ص ۲۶۷۔۲۶۵۔ (ج ۸، ص ۳۵۲)۔ الاحکام السلطانیہ ماوردی۔ ص۴۔ ج ۲، (ص ۶۔۷۔) الارشاد جوینی، ص ۴۲۴۔ (ص ۳۵۷)۔ شرح سنن ترمذی ابن عربی مالکی، (ج ۱۳، ص ۲۲۹)۔، تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۲۳۰۔ (ج ۱، ص ۱۸۶)۔

۳۔ روضۃ الناظرین وتری بغدادی، ص ۲، ریاض النضرۃ، ج ۱، ص ۱۸۱۔ (ج ۱، ص ۲۲۴)۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۲۴۔ (ج ۵، ص ۶۷۸۔ حدیث ۱۴۱۷۸۔۱۴۱۷۹)۔

۴۔ المواقف، (ص ۳۹۹)۔ انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۲۲۔ (ج ۶، ص ۱۲۸)۔

داخلی وخارجی حفاظت اور اجراء حدود تک بات محدود ہے۔ چنانچہ متکلمین اہلسنت خلافت کو صرف انھیں خیالات تک محدود سمجھتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ اجماع کو ابوبکر کے وقت دلیل وحجت اس وقت سمجھا جائے جب قتل عثمان کے وقت بھی حجت سمجھا جائے۔ اگر عثمان کے وقت کہا جائے کہ چند اموی اوباش اور ان کے ہوا خواہ اس اجماع میں شامل نہیں تھے تو ہم کہیں گے کہ ابوبکر کے وقت بھی تو بہت سے لوگ ان میں شامل نہیں تھے۔ اہلبیت کے ساتھ بہت سے ہاشمی اور مہاجرین وانصار قطعی مخالف تھے، بعد میں ہم خیال بھی ہوئے تو دھونس دھمکی سے ہم خیال ہوئے۔ تاکہ امت تفرقہ کا شکار نہ ہو۔ حضرت علیؑ کا خطبہ شقشقیہ اور معاویہ کو خطوط اس کے شاہد عادل ہیں۔ ان سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی پوری طرح قلعی کھل جاتی ہے۔ اس صورتحال میں تینوں کے معصوم ہونے کا دعویٰ کہاں گیا؟ اگر ہم اس بات کو طول دیں تو اپنے مطلب سے بہت دور ہٹ جائیں گے۔ اب یہاں تجلیل وفضیلت خلفاء ثلاثہ پر مشتمل چند روایات پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ امام، فقیہ محدث ثقہ، ابوالحسین محمد بن احمد ملطی شافعی اپنی کتاب البتہ التنبیہ والرد علی اھل الاھواء والبدع (۱) میں محمد بن عکاشہ، معاویہ بن حماد، زھری سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص شب جمعہ غسل کرے اور دو رکعت نماز پڑھے جس میں ایک ہزار مرتبہ قل ھو اللہ پڑھے تو وہ خواب میں رسول خدا ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ ابن عکاشہ کہتے ہیں کہ چنانچہ میں نے ہر شب جمعہ مداومت شروع کردی، اس لالچ میں کہ خواب میں رسول خدا ﷺ کی زیارت کرسکوں۔ ایسے ہی ایک جاڑے کی رات آئی، میں نے غسل کرکے نماز پڑھی، پھر نیند آگئی تو احتلام ہوگیا۔ میں نے غسل کرکے دوبارہ دو رکعت نماز پڑھی۔ قریب فجر قبلہ رو تھا کہ رسول خدا ﷺ چودھویں رات کے چاند کی طرح نمودار ہوئے، آپ بردیمانی اوڑھے ہوئے تھے، سلام کیا تو آپ نے جواب سلام فرمایا۔ دل میں نیت کرلی کہ حضور کے آگے کے چاروں ٹوٹے دانت دیکھ لوں۔ آپ نے تبسم فرمایا تو میں نے چاروں دانت دیکھ لیے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہؐ! علماء وفقہاء مجھ سے اصول وعقائد اہلسنت کے متعلق اختلاف کرتے ہیں، اب میں

۱۔ التنبیہ والرد علی اھل الاھواء البدع، ص۲۳۔ (ص ۱۷۔۱۵)۔

اصلاح کے لیے آپ کو سنا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔

میں نے عرض کی: قضائے الٰہی پر راضی ہونا، حکم خدا کو مان لینا، حکم خدا پر صبر، ایمان قضاء وقدر پر اور یہ کہ خیر وشر خدا کی طرف سے ہیں.... بادشاہ چاہے ظالم ہو یا عادل اس کی حکمرانی پر صبر، کسی مسلمان کو کافر نہ کہا جائے چاہے وہ گناہ کبیرہ ہی کرے اور اصحاب محمدؐ سے باز رہنا۔ جب یہ کہا تو رسول خدا ﷺ بلند آواز سے روئے۔ بعد رسولؐ تمام لوگوں میں افضل ابوبکر پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی۔ عکاشہ کا بیان ہے کہ علیؑ کا نام لے کر دل میں خیال کیا کہ وہی جو رسول ﷺ کے ابن اعم اور داماد تھے۔ رسولؐ نے تبسم فرمایا، گویا وہ میرے دل کی حالت جانتے تھے۔ میں نے تین رات متواتر یہ خواب دیکھا اور عقائد کی تصحیح کی۔ جب بھی عثمان وعلیؑ پر پہونچتا تو آپ فرماتے: عثمان پھر علیؑ، عثمان پھر علیؑ تین بار۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ میرے دل میں ایسی حلاوت بھر گئی کہ آٹھ دن تک کچھ کھایا پیا نہیں۔ یہاں تک کہ نماز واجب بھی پڑھنے کی طاقت نہ رہی۔ جب کھانے لگا تو وہ حلاوت ختم ہوگئی۔ خدا گواہ ہے اور وہی گواہی کے لیے کافی ہے۔

امیر المومنین متوکل نے احمد بن حنبل سے کہا کہ مجھے عقائد اہلسنت تعلیم کیجئے تو آپ نے اسی حدیث کو بیان کر دیا۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں:

اس حدیث پر تو ماتمدار بڑھیا بھی ہنس دے۔ پھر سند کو دیکھیے تو ابوزرعہ کہتے ہیں کہ ابن عکاشہ کذاب ہے۔(۱) حاکم اسے ضعیف کہتے ہیں۔ دس ہزار سے زیادہ جھوٹی حدیثیں آل رسولؐ کے خلاف گڑھی ہیں۔ ایسی روایت کو محدث ثقہ نے آنکھ بند کر کے لکھ مارا۔ خدا ایسی اندھی بہری عقیدت کا ناس مارے۔

۲۔ بلاذری (۲) انساب میں خلف بزار، ابوشھاب حناط، خالد حذاء بصری، ابوقلابہ بصری، انس

۱۔ لسان المیزان، ج۵، ص ۲۸۷۔ (ج۵، ص۳۲۳۔ نمبر ۷۷۶۸)۔ میزان الاعتدال، ج۳، ص۱۰۴۔ (ج۳، ص۶۵۰۔ نمبر ۷۹۵۶)۔ اللآلی المصنوعۃ، ج۲، ص۳۴۔۱۳۴۔۲۰۹۔ (ج۲، ص۶۵۔۲۴۸۔۳۹۱)۔ التذکار قرطبی۔ (ص۱۵۵)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۵، (ج۶، ص۱۰۵)۔

سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں مہربان ترین ابوبکر ہیں۔ دین کے بارے میں سخت ترین عمر ہیں، بہترین قاری ابی ہیں، صادق ترین شرمیلے عثمان ہیں، حلال وحرام کے واقفکار ترین معاذ اور فرائض کے ماہر زید بن ثابت ہیں اور ہر امت کا امین ہوتا ہے۔ اس امت کے ابوعبیدہ ہیں۔ ابن عساکر (۱) بھی اس روایت کو لکھتے ہیں، جلد ششم میں (۲) بسند ابوسعید خدری لکھا ہے اور کہا ہے کہ عقیلی کہتے ہیں کہ اس کے اسناد غیر محفوظ ہیں لیکن متن معروف ہے۔

اس بے پر کی روایت میں بزار جیسا ثقہ وامین پکا شرابی تھا۔ امام احمد بن حنبل نے بھی کہا کہ چاہے وہ شراب ہی کیوں نہ پیتا ہو لیکن میرے نزدیک معتبر ہے۔ روایت کا متن شراب کی مدہوشی کی طرف پوری طرح اشارہ کرتا ہے۔ (۳)

اب ذرا ابوبکر کی امت پر مہربانی دیکھئے: فجاءۃ (۴) کو جلا کر مار ڈالا، بنوحنیفہ پر خالد بن ولید کے ظلم وستم کو سراہا، (۵) صدیقہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا دعوی فدک لچر دلیل سے ٹھکرا دیا۔ اگر مہربان تھے تو صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا باپ کی قبر سے فریاد کیوں کر رہی ہیں: خطاب کے بیٹے اور قحافہ کے بیٹے نے آپ کے بعد مجھ پر بڑے ظلم ڈھائے۔ (۶) آپ ہر نماز کے بعد ابوبکر کو بدعا کرتی تھیں۔ جب کہ رسول کا ارشاد ہے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا میرا پارۂ جگر ہے، خدا فاطمہ سلام اللہ علیہا کے غضب سے غضبناک اور خوشنودی سے راضی ہوتا ہے۔ ان کی مہربانی علی علیہ السلام سے پوچھئے، جب کہ آپ کو بیعت کے لیے کھینچ کر لایا جا رہا ہے اور آپ قبر رسولؐ سے

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص۳۲۵، (ج/۷، ص/۳۲۷۔ نمبر ۵۵۸) مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۴، ص۱۹۹)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج۶، ص۱۹۹، (ج۲۱، ص۴۱۳۔ نمبر ۲۵۹۹) مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج۱۰، ص۴۱)۔

۳۔ الضعفاء الکبیر، (ج۲، ص۱۵۹، نمبر ۶۶۴)۔

۴۔ تاریخ طبری، ج۳، ص۲۴۳۔ (ج۳، ص۲۶۴۔ حوادث ۱۱ھ)۔ البدایہ والنھایہ، ج۶، ص۳۱۹۔ (ج۶، ص۳۵۱، حوادث ۱۱ھ)۔ تاریخ کامل، ج۲، ص۱۴۶، (ج۲، ص۲۷، حوادث ۱۱ھ)۔ الاصابہ، (ج۲، ص۲۲۳۔ نمبر ۴۲۲۴)۔

۵۔ ریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۰۰۔ (ج۱، ص۱۲۹)۔

۶۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۳۔ (ج۱، ص۲۰)۔ الاعلام النساء، ج۳، ص۱۲۰۶۔ (ج۴، ص۱۱۵)۔ الامام علی عبد المقصود، ج۱، ص۲۲۵۔ (مجلد، ج۱، ص۱۹۱)۔

فریاد کر رہے ہیں: ماںجائے! اس قوم نے مجھ کو کمزور کر دیا ہے اب قتل پر آمادہ ہیں۔(۱)

اب رہے عمر، دین کے بارے میں سخت ترین...تو دین کے بارے میں سختی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وسنت کے نفاذ میں سختی دکھائی جائے نہ کہ ہر کس وناکس پر فظ غلیظ بن جایا جائے۔ اس شخص نے قرآن وحدیث کے کتنے احکام اپنی جہالت اور خواہش نفس سے پامال کئے، اسے چھٹی جلد میں لکھا جا چکا ہے۔ عثمان کی حیا پر گذشتہ صفحات میں لکھا ہی ہے مزید کچھ آٹھویں جلدیں بھی اشارہ کیا ہے، یہاں دہرانے کا موقع نہیں۔ دوسروں کا کچا چٹھا کیا بیان کیا جائے۔ ان تین کی اوقات معلوم ہو جانے کے بعد دوسروں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت بھی نہیں!

۳۔ صحیح بخاری (۲) میں محمد بن حنیفہ سے روایت ہے کہ میں نے پدر بزرگوار سے پوچھا: بعد رسولؐ سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: عمر۔ میں ڈرا کہ کہیں تیسرے نمبر پر عثمان کا نام نہ لیں اس لیے عرض کی: پھر آپ؟ فرمایا: میں تو صرف مسلمانوں کی ایک فرد ہوں۔

تاریخ خطیب (۳) میں اضافہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے سوال پر پوچھا: کیا تم جانتے نہیں؟ پھر دونوں نام لیے۔ بعد میں فرمایا: تیرا باپ بھی عام مسلمانوں کی طرح ہے جو ان دونوں کی ذمہ داریاں تھیں وہی اس کے لیے بھی ہیں۔

صحیح بخاری میں اس قسم کے بہتان عظیم بہت ہیں۔ محمد حنفیہ ایسے نادان نہیں تھے کہ عمر وابوبکر کو نہ پہچانتے ہوں اور اپنے باپ کے مرتبے کی واقفیت نہ رکھتے ہوں۔ کیا وہ عثمان کی بدعتوں سے بھی ناواقف تھے؟

اگر حضرت علیؑ کا یہی خیال تھا تو عثمان کے قتل کے دن اسے چھپایا کیوں؟ (۴) اگر ابوبکر خیر امت تھے تو حضرت علیؑ نے بیعت سے کنارہ کشی کیوں کی؟ صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کو مہاجرین وانصار کے گھروں پر

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۱۴۔ (ج۱، ص۲۰)۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، ج۵/۲۴۹ (ج۳/ص۱۳۴۲، حدیث/۳۴۶۸)۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج۱۳، ص۴۳۲۔

۴۔ انساب الاشراف، ج۵، ص۹۴۔ (ج۶، ص۲۱۶)۔

احتجاج کے لیے کیوں بھیجا؟(۱)

حضرت علیؑ اس قسم کی بات کیسے کہتے جبکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ **علی خیر من اترکہ بعدی**،(۲)**خیر رجالکم علی بن ابی طالب**۔(۳)**علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر**،(۴)**من لم یقل علی خیر الناس فقد کفر** (۵)اپنی پارۂ جگر سے فرمایا:اے فاطمہؑ!خدانے اہل ارض پر اول نظر کی تو تیرے باپ کا انتخاب کیا،پھر دوبارہ نظر ڈالی تو تیرے شوہر کا انتخاب کیا۔(۶) کیا حضرت علیؑ اپنے متعلق ان آیات سے بھی ناواقف تھے جس میں انھیں نفس رسول ﷺ کہا گیا ہے، طہارت کا اعلان کیا گیا ہے،رسول خدا ﷺ نے حدیث منزلت فرمائی،یوم مواخاۃ اپنا بھائی بنایا۔ان کے محاسن واخلاق کا ہم پلہ کوئی کیا ہوسکتا ہے،وہ سب سے اولی تھے اور سب کے مولا تھے۔حدیث طیر کی روشنی میں محبوب خدا اور رسول ﷺ تھے۔پھر رسول ﷺ خدا نے فرمایا:لوگوں میں مجھے محبوب ترین علیؑ ہیں۔خود عائشہ بھی محبوبیت خدا اور رسول ﷺ کا اقرار کرتی ہیں۔(۷)

۱۔الامامۃ والسیاسۃ،ج۱،ص۱۲،(ج۱،ص۱۹)۔

۲۔مواقف ایجی،ج۳،ص۲۷۶،(ص۴۰۹)۔مجمع الزوائد،(ج۹،ص۱۱۳)۔

۳۔تاریخ بغداد،(ج۴،ص۳۹۲۔نمبر۲۲۸۰)۔

۴۔تاریخ بغداد،(ج۷،ص۴۲۱۔نمبر۳۹۸۴)۔کنوز الحقائق مطبوع برحاشیہ،جامع الصغیر،(ج۲،ص۱۶)۔کنز العمال،ج۶،ص ۱۵۹۔(ج۱۱،ص۶۲۵۔حدیث،۳۳۰۴۵)۔

۵۔تاریخ بغداد،(ج۳،۱۹۲۔نمبر۱۲۳۴)۔کنز العمال،ج۶،ص۱۵۹،(ج۱۱،ص۶۲۵،حدیث۳۳۰۴۶)۔

۶۔المواقف،ایجی،(ص۸،ص۴۱۰)۔تاریخ بغداد،(ج۴،ص۱۹۵)۔المستدرک علی الصحیحین،ج۳،ص۱۲۹۔(ج۳،ص۱۴۰، حدیث۴۶۴۵)۔مجمع الزوائد،(ج۹،ص۱۱۲)۔کنز العمال،ج۶،ص۳۹۱۔(ج۱۳،ص۱۰۸،حدیث۳۶۵۵)۔نزھۃ المجالس ،(ج۲،ص۲۲۶)۔

۷۔المستدرک علی الصحیحین،ج۳،ص۱۵۴۔،(ج۳،ص۱۶۷۔حدیث۴۷۳۱)۔العقد الفرید،ج۲،ص۲۷۵۔(ج۴،ص ۱۲۳)خصائص نسائی،ص۲۹،(ص۱۲۷،حدیث۱۱۱)۔سنن نسائی،(ج۵،ص۱۳۹،حدیث۸۴۹۶)۔ریاض النضرۃ،ج۲،ص ۱۶۱۔(ج۳،ص۱۰۴)۔

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی (طاب ثراہ)

ولادت: ۲۵/صفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۸/ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰ھ

"الغدیر" گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۴۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق وتتبع کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضی مطہریؒ: یہ کتاب تمام زہر آگیں پروپیگنڈے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن وسنت کی منطق پر استوار ہے، تشیع پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام آئمہ طاہر (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن کیالی حلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدردانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کی علامہ امینیؒ نے اس کی تالیف وتحقیق میں برسوں زحمتیں برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پرخلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت سے "کتاب الغدیر" افق تشیع پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۴۷ء

وفات: ۲۶/ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۰/فروری ۲۰۰۲ء

کتاب "الغدیر" زمانۂ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدوجزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

۱۹۹۰ء میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت ومشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم لہ نے برصغیر کے حساس موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے تھوڑی تلخیص کے ساتھ "الغدیر" کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے "نہیں" کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً مثبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل وآسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ھ میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نا مساعد ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی نیز دو جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم ظریفی کی نذر ہو گئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند "مولانا سید شاہد جمال رضوی" نے بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)

گلستان زہرا پبلی کیشنز لاہور

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

۱۰/۱۱

علی ولی اللہ

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؔ گوپال پوری

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين الرحمن الرحيم مالك يوم الدين اياك نعبد واياك نستعين اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين

''ولایة علی بن ابی طالب حصنی
فمن دخل حصنی امن من عذابی''

علی بن ابی طالب کی ولایت میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں
داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا۔

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

دسویں جلد (۱۰)

تالیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورؔ گوپال پوری

امینی، عبدالحسین، ۱۲۸۱ـ۱۳۴۹

[الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ تلخیص]

غدیر؛ قرآن، حدیث اور ادب میں/ مولف عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ وتلخیص: سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری۔ ۱۴۳۱ق = ۲۰۱۰م = ۱۳۸۹

ج۱۰/ـ۱۱

ISBN: 978-600-92030-7-9 (جلد۱۰ـ۱۱)

فہرست نویسی براساس اطلاعات فیپا

کتاب نامہ: بصورت زیرنویس

۱۔ غدیر خم۔ ۲۔ علی بن ابی طالب (ع) امام اول، ۲۳ قبل از ہجرت، ۴۰ق، اثبات خلافت۔ ۳۔ غدیر خم۔ شعر۔ مجموع ھا۔ ۴۔ شعر مذھبی عربی۔

مجموع ھا۔ الف۔ رضوی شعور، علی اختر مترجم۔ ب۔ عنوان ج۔ عنوان: الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب۔ اردو۔ تلخیص

BP۲۲۳/۵۴/ ۴۰۴۲غ۱۸الف ۲۹۷/۴۵۲

شناسنامہ کتاب

کتاب کا نام: **غدیر**؛ قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد۱۰ـ۱۱)

تالیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفیؒ

ترجمہ وتلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

ناشر: گلستان زہرؑا پبلی کیشنز، لاہور

ناشر ہمکار: قرآن وعترت فاؤنڈیشن (علمی مرکز، مدرسہ مجتبیٰ، قم المقدسہ)

پیشکش: مکتبہ مینار شعور گوپال پور (سیوان بہار)

اشاعت: ۱۳ رجب ۱۴۳۳ھ، ۴ جون ۲۰۱۲ء طبع اوّل

تعداد: ۵۰۰ جلد

قیمت: ۵۰۰/= روپے

ملنے کا پتہ:

پاکستان: گلستان زہراؑ پبلی کیشنز، لاہور۔ ۵۴۰۰۰

ایران: ﴿قم﴾ دفتر قرآن وعترت فاؤنڈیشن، مدرسہ مجتبیٰ خیابان جحت پارک ۷ داخلی ۳۱۷، چہارراہ شہدا قم المقدسہ۔

ہندوستان: ۱۔ ﴿بھیک پور﴾ چمن پور، سیوان، بہار، پن کوڈ، 8841286

۲۔ ﴿ممبئی﴾ (فاطمہ بریغ کلیکشن، ۵۸ نشان پاڑہ روڈ، مسافرخانہ مجتبیٰ (مقابل اجوا مشائی) ڈونگری ممبئی ۴۰۰۰۰۹۔

فہرست مطالب

مناقب خلفاء ثلاثہ

عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں جب ہم صحابہ کرام کے درمیان کسی کوترجیح دیتے تھے تو سب پر ابوبکر کو ترجیح دیا کرتے تھے، پھر عمر بن خطاب، پھر عثمان بن عفان کو۔(۱)

یہی حدیث فضل عثمان کے باب (۲) میں یوں ہے کہ ہم رسولؐ خدا کے عہد میں کسی کو ابوبکر کے برابر نہیں سمجھتے تھے پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان۔ پھر ہم رسولؐ کے اصحاب کو ایک دوسرے پر فضیلت دیئے بغیر چھوڑ دیا کرتے تھے۔

یہی روایت تاریخ بخاری، (۳) مسند احمد (۴) میں بھی ہے۔ داؤد (۵) اور طبرانی (۶) نے ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ: ہم لوگ رسولؐ کے سامنے کہتے تھے افضل امت ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان۔ رسولؐ خدا یہ سن کر انکار نہیں فرماتے تھے۔(۷)
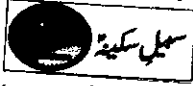
علامہ امینی فرماتے ہیں: اس روایت کو اہل سنت کے علماء نے عقیدہ کی اساس کی حیثیت سے تسلیم

۱۔صحیح بخاری؛ ج۵، ص۲۴۳۔(ج۳، ص۱۳۳۷ حدیث ۳۴۵۵)

۲۔صحیح بخاری؛ ج۵، ص۲۶۲۔(ج۳، ص۱۳۵۲ حدیث ۳۴۹۴)

۳۔تاریخ بخاری؛ ج۱، قسم۲ ص۱۳

۴۔مسند احمد؛ ج۲، ص۱۴، (جلد۲، ص۸۲، حدیث، ۴۶۱۲)

۵۔مسند ابوداؤد؛ (ج۴، ص۲۰۶ حدیث ۴۶۲۸)

۶۔المعجم الکبیر؛ (ج۱۲، ص۲۲۰ حدیث ۱۳۱۳۲)

۷۔فتح الباری ج۷ ص۱۳ (ج۷، ص۱۶) تاریخ ابن کثیر؛ ج۷، ص۲۰۵ (ج۷، ص۲۳۰ حوادث ۳۵ھ) سنن ترمذی؛ ج۱۳، ۱۶۱، (ج۵، ص۵۸۸ حدیث ۳۷۰۷) طرح التثریب؛ ج۱، ص۸۲

کیا ہے اور متکلمین نے اسی روایات سے استدلال کیا ہے۔ علماء حدیث اس کے نقل میں بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ جھوم جھوم کر اس کی شرحوں کے انبار لگائے ہیں۔ خلافت راشدہ کی عمارت اسی روایت پر تعمیر ہوئی ہے، اسلام کی عظیم ترین بیعت سقیفہ کو اسی روایت سے توانائی ملتی ہے۔ اس لیے وضاحت کے لئے اس کا تفصیلی تجزیہ ضروری ہے۔

عبداللہ بن عمر زمانہ رسالت میں کسی خوبی و برتری کے حامل نہیں تھے، وہ اس وقت بالغ بھی نہ تھے۔ اسی لئے رسول خداؐ نے انھیں بدر واحد میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی۔ صحیح بخاری (۱) کے مطابق وہ جنگ خندق میں پندرہ سال کے ہوئے تو اجازت جنگ ملی، ارباب سیرت کے مطابق وفات رسولؐ کے وقت ان کی عمر بیس سال سے زیادہ نہ تھی، فطری طور سے اس سن وسال کا آدمی محاسن وفضائل معین کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے۔ اس کے لئے تو طویل معاشرتی تجزیہ، رائے صائب اور باریک بینی ودقت نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ فضیلت کا معیار وہ معین کرسکتا ہے جو شخصیتوں کے نفسیات وعقائد پہچانتے ہوئے معیار فضیلت کی کسوٹی پر پرکھ سکے اور اس سلسلے میں وہ خواہش نفسانی کا شکار نہ ہو۔

ابن عمر کی اس روایت کے متعلق ابن حجر (۲) کا خیال یہ ہے کہ اس سکوت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فضیلت کا دروازہ بعد کے لئے قطعی بند ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث غلط اس صورت حال میں غلط ہوجائے گی۔

ان حاشیوں نے جو زمانی قید لگائی ہے وہ حضرت علیؑ کے زمانہ یا رسولؐ بعد کے زمانوں میں فضائل نفسانی واخلاقی کے مقابل قطعی لچر یعنی لغو، بے ربط پوچ حضرت علیؑ کی مدح قرآن وحدیث میں ہے جس کی وجہ سے انہیں تمام صحابہ پر ترجیح حاصل ہے، عمر کی بزرگی و بڑھاپا کبھی فضیلت میں اضافہ نہیں کرتے۔

۱۔ صحیح بخاری؛ ج۶، ص۴۲۷۔ (ج۲، ص۴۸ حدیث ۲۵۲۱)۔ تاریخ طبری؛ ج۲، ص۲۹۶۔ (ج۲، ص۴۷۷)۔ عیون الاثر؛ ج۲ ص۶۰۷۔ (ج۱، ص۴۱۰) فتح الباری ج۷، ص۲۳۲۔ (ج۷، ص۳۹۳)

۲۔ فتح الباری؛ (ج۷، ص۱۷)

یہ بیعت ابوبکر کے سلسلے میں ارباب سقیفہ کی ان نادانیوں کے برخلاف قرآن وحدیث میں موجود مدح علی کو دیکھنا چاہیے اس کے علاوہ اگر صرف حدیث انس پر توجہ دی جائے تو فیصلہ آسانی سے ہوجائے گا کہ ابن عمر یوں کہتے ہیں:

قال رسول اللّه :ان اللّه افترض علیکم حب ابی بکر وعمر وعثمان و علی کما افترض الصلاہ والزکاہ والصوم والحج .فمن انکر فضلھم فلاتقبل منه الصلوۃ ولاالزکوۃ ولاالصوم ولاالحج .(۱)

اس کے علاوہ ابن عمر کا یہ خیال ہے اوران کے باپ عمر حضرت علیؑ کے متعلق کہتے ہیں کہ

''ھذامولای ومولا کل مومن .من لم یکن مولاہ فلیس بمومن۔'' (۲)

ابن عمر کا اصحاب ثلاثہ کے بعد سکوت اس قدر لچر تھا کہ اسے صاحب استیعاب نے حدیث جعدبہ کے ذریعہ چھپایا۔حالانکہ وہ منکر الحدیث اور متروک ہے۔(۳)اس کی روایت میں ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ ہم لوگ عہد رسولؐ میں فضیلت کے سلسلے میں کہتے تھے کہ سب سے پہلے ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر علیؑ۔

ایک دوسری روایت محمد ابی البلاط کے طریق سے ہے کہ ہم لوگ زمانہ رسولؐ میں کہتے تھے کہ یہ خلافت، رسولؐ کے بعد ابوبکر کا حق ہے پھر عمر کا پھر عثمان کا اور پھر علیؑ کا حق ہے ۔اوراس کے بعد ہم سکوت کرتے تھے۔(محمد ابی البلاط کا ارباب جرح وتعدیل کے یہاں کہیں اتہ پتہ تک نہیں ملتا۔(۴)

ارباب فہم نے اگر الغدیر جلد ششم کا مطالعہ کیا ہوگا تو ان پر اچھی طرح واضح ہوگیا ہوگا کہ ابن عمر کی رائے قطعی مہمل اور باطل ہے۔اگر یہ روایت صحیح ہے تو سقیفہ کے دن کیوں کر نہ پیش کیا گیا،وہاں تو صرف

۱۔ریاض النضرۃ؛ج۱،ص۲۹(ج۱،ص۴۳)

۲۔فتوحات الاسلامیہ؛ج۳،ص۳۰۷۔شرح المواہب زرقانی؛ج۷،ص۱۳

۳۔لسان المیزان؛ج۲،ص۱۰۵۔ج۴،ص۱۸۳۔(ج۲،ص۱۳۴نمبر۱۹۴۹۔ج۴،ص۲۱۲نمبر۵۶۸۶)

۴۔لسان المیزان؛ج۵،ص۹۶۔(ج۵،ص۱۰۹نمبر۷۱۰۷)

دلیل دی گئی کہ ابوبکر یار غار ہیں اس لئے مستحق خلافت ہیں۔ پھر تو دھواں دھار دھاندلی اور قتل وغارت گری کے ذریعے چار پانچ کی بیعت کو ساری امت پر تھوپ دیا گیا۔ خود یار غار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ جب ایک یہودی نے ابوبکر سے کہا کہ مجھ سے رسولؐ خدا کے اوصاف بیان فرمایئے تو انھوں نے کہا کہ میں رسولؐ کے ساتھ دو انگلیوں کی طرح تھا لیکن اوصاف رسولؐ بیان کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ اس سلسلے میں علیؑ سے رابطہ قائم کرو۔ اور پھر حضرت علیؑ نے اوصاف رسولؐ بیان کئے۔

سوال یہ ہے کہ محض غار کی صحبت مستحق خلافت کیسے بنا دے گی؟ جب کہ حضرت علیؑ نے مہد سے لیکر لحد تک حق رفاقت نبھایا، رسولؐ کے ساتھ سائے کی طرح رہے، قرآن کی روشنی میں وہ نفس رسولؐ تھے، ان کی ولایت رسولؐ اور خدا کی ولایت سے متصل تھی، ان کی مودت اجر رسالت قرار پائی۔ حدیث: ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے بعد بھی کسی دوسرے کو مستحق خلافت سمجھنا کس قدر حیرت ناک امر ہے۔

اگر متذکرہ حدیث مفاضلہ صحیح تھی تو صحابہ کے سامنے پیش کی جاتی۔ لیکن وہاں تو جوتم پیزار، الزام وجوابِ الزام کے بعد حضرت علیؑ کو قتل کرنے تک کا منصوبہ بن گیا تھا۔ کسی کو یہ حدیث یاد نہ آئی۔ رسولؐ کا جنازہ اسی صورت میں تین روز تک پڑا رہا۔ ابوبکر وعمر نے جنازے میں شرکت بھی نہ کی۔ چنانچہ علامہ نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر وعمر کی دفن رسولؐ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس سے اہم امر خلافت میں منہمک تھے۔ کیونکہ اگر بیعت کا معاملہ تاخیر میں پڑتا تو اختلاف شدید اور خطرناک مفاسد رونما ہوتے۔

اگر عبداللہ بن عمر کی حدیث صحیح ہے تو ابوبکر نے بروز سقیفہ عمر اور ابوعبیدہ کو خود پر ترجیح کیوں دی؟ یہ کیوں کہا کہ ان دونوں میں سے کسی کی بیعت کرلو؟ ابوبکر نے ابوعبیدہ گورکن سے کیوں کہا کہ آؤ تمہاری بیعت کرلوں، تم بقول رسولؐ اکرم اس امت کے امین ہو۔

ابوبکر نے تقریر میں کیوں کہا کہ: بخدا! میں تم سے افضل نہیں ہوں اور نہ اس منصب کا سزاوار ہوں۔ انھوں نے اپنا جانشین عمر کو کیوں بنایا؟ دوسروں پر انہیں ترجیح دی تو صحابہ نے غم وغصہ کا مظاہرہ کیا

ہرایک اپنے کو مستحق خلافت سمجھتا تھا۔ کیوں عشرہ مبشرہ کی فرد طلحہ نے ابوبکر سے کہا کہ سنگدل عمر کو خلیفہ بنا کر خدا کو کیا جواب دوگے؟ ابوبکر اپنی عمر کے آخری ایام میں پشیمانی کا مظاہرہ کیوں کرتے تھے کہ کاش میں نے یہ خلافت کا بار عمر یا ابوعبیدہ کی گردن پر ڈال دیا ہوتا؟ وفات پیغمبرؐ کے دن عمر نے ابوعبیدہ کے ہاتھ پر کیوں بیعت کرنی چاہی؟ عمر نے ابن عباس سے کیوں کہا کہ بخدا مجھ سے اور ابوبکر سے زیادہ مستحق علیؑ ہیں؟

عمر زخمی ہوئے تو ابن عمر نے باپ سے کہا: آپ علیؑ کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے؟ جواب دیا: میں پسند نہیں کرتا کہ میری زندگی میں یا میرے بعد علی خلیفہ ہوں۔ (۱)

ارکان شوریٰ سے کیوں کہا کہ بخدا اگر علیؑ کو حکمران بنا دیا جائے تو تمہیں حق پر چلائیں گے۔ پوچھا گیا: یہ جانتے، ہوئے، بھی، آپ، انھیں، خلیفہ، کیوں، نہیں، بناتے، جواب، دیا: اگر جانشین، بناؤں تو جو مجھ، سے بہتر تھا (ابوبکر) اس نے جانشین بنایا اور اگر نہ بناؤں تو بھی جو مجھ سے بہتر تھا (رسول خداؐ) اس نے معاشرے کو بے جانشین چھوڑا۔ (۲) آخر کیوں عمر نے زخمی ہونے کے بعد سالم کو خلیفہ بنانے کی آرزو کی کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو انھیں خلیفہ بنانے میں مجھے کوئی تردد نہ ہوتا۔ (۳) کبھی سالم کے ساتھ ابوعبیدہ جرّاح کے زندگی کی تمنا کرتے تھے۔ (۴) کبھی کہتے کہ ابوعبیدہ کی جانشین بنانے میں کسی سے مشورہ نہ کرتا۔ (۵)

عائشہ نے ابن عمر کو ذریعہ عمر کے سلام پہونچا کر جانشین نامزد کرنے کی خواہش ظاہر کی تو عمر نے کہا کہ اگر ابوعبیدہ، معاذ یا خالد زندہ ہوتے تو بڑے فخر سے انھیں کو خلیفہ بناتا۔ (۶)

۱۔ انساب الاشراف؛ ج ۵، ص ۱۶ (ج ۶، ص ۱۲۰)۔ استیعاب؛ ج ۴، ص ۴۱۹ (القسم الثالث؛ ص ۱۱۵۴۔ نمبر ۱۸۷۸)؛ فتح الباری؛ ج ۷، ص ۵۵ (ج ۷، ۶۸)۔ شرح ابن ابی الحدید؛ ج ۳، ص ۱۷۰ (ج ۱۲، ص ۲۶۰ خطبہ ۲۲۳)

۲۔ ریاض النضرۃ؛ ج ۲، ص ۲۴۱۔ (ج ۲، ص ۲۵۱)

۳۔ التمہید باقلانی؛ ص ۲۰۴۔ طرح التثریب؛ ج ۱، ص ۴۹۔ تاریخ طبری؛ ج ۵ ص، ۳۴۔ (ج ۴، ص ۲۲۷ حوادث ۲۳ھ)

۴۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن؛ ج ۳، ص ۲۴۸۔ (ج ۳، ص ۳۴۳)

۵۔ تاریخ ابن عساکر؛ ج ۷، ص ۱۶۰۔ (ج ۲۵، ص ۴۶۱ نمبر ۳۰۵۱)

۶۔ الامامۃ والسیاسۃ؛ ص ۲۲۔ ج ۱، ص ۲۸۔ اعلام النساء؛ ج ۲، ص ۸۷۶۔ ج ۳، ص ۱۲۷

اس کے علاوہ ابو وائل نے ابن عوف سے اعتراض کیا کہ علیؑ کو چھوڑ کر تم نے عثمان کی بیعت کیوں کی۔(۱) معاویہ نے کہا کہ یہ خلافت بنی عبد مناف کی چیز تھی لیکن لوگوں نے ابوبکر و عمر کی بیعت کر لی۔ عباس نے علیؑ سے کہا: ہاتھ بڑھاؤ میں تمھاری بیعت کر لوں۔(۲) عباس نے ابوبکر کو لتھاڑا کہ قرابت وصلاحیت دونوں لحاظ سے ہم ہی حقدار ہیں۔(۳) بیعت عثمان کے وقت عمار و مقداد کا اختلاف پھر بیعت کے بعد علیؑ کا عبد الرحمٰن بن عوف سے احتجاج کہ آج دیا ہے کل لینے کے لئے حالانکہ خدا ایسا نہ کرے گا۔

زبیر نے کہا تھا کہ اگر عمر مر گئے تو میں طلحہ کی بیعت کروں گا کیونکہ بخدا بیعت ابوبکر ایک ہنگامی حادثہ تھا جو ختم ہو گیا۔ زبیر نے طمع خلافت کے الزام میں سبقت وقرابت کی دہائی دی۔ حضرت علیؑ نے خطبہ شقشقیہ میں ابوبکر کے زبردستی پیراہن خلافت پہننے کا تذکرہ کیا۔ شیخین کے بعد خدا اور رسولؐ کے محبوب ابوعبیدہ تھے۔ عائشہ ان تین کا نام لے کر چپ ہو جاتی تھیں۔ ابن ابی ملیکہ کے جواب میں عائشہ نے انہیں تین کے نام کے بعد خاموشی اختیار کی ہے، آخر کیوں؟

ابن عمر کی حدیث مفاضلہ سے خود انہیں کی مروی حدیث میل نہیں کھاتی کہ لوگ بلال کو ابوبکر پر ترجیح دیتے تھے یہاں تک کہ خود بلال نے کہا:

میں تو خود ان کا عمل صالح ہوں۔

کہاں ابن عمر کی بکواس اور کہاں کعب بن زہیر، ربیعہ بن حارث، فضل بن ابی لہب، عبد اللہ بن ابی سفیان،، نجاشی، جریر بن عبد اللہ بجلی، زجر بن قیس کے شاندار اشعار، جن میں حضرت علیؑ کی ولایت، وصیات اور طہارت کا اعلان کیا گیا ہے۔

آپ اچھی طرح سمجھتے ہوں گے کہ ابن عمر نے جو خلفاء ثلاثہ کو حضرت علیؑ پر ترجیح دی ہے اس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ انحطاط پذیر اور حکومت اسلامی اپنے اصلی مرکز سے قطعی دور جا پڑی ہے۔ نص

۱۔ مسند احمد: ج ۱، ص ۵۷۔ (ج ۱، ص ۱۲۰ حدیث ۵۵۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۷، ص ۲۴۵۔ (ج ۲۶، ص ۳۵۳ نمبر ۳۱۰۶)۔ مختصر تاریخ دمشق: ج ۱۱، ص ۳۴۷

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ: ج ۱، ص ۱۵۔ (ج ۱، ص ۲۱)

اور الٰہی تعیین کی جگہ پر چند افراد کے انتخابی تماشے نے حکمرانی کو مطلق العنان اور ڈیموکراسی کی طرف پہنچا دیا۔ خواہ لوگ راضی ہوں یا نہیں۔ پھر شوریٰ کا تماشہ ہوا جس میں عبدالرحمٰن، بن عوف کی شمشیر علیؑ کی گردن پر چمکی اور حکومت سراسر استبدادی ہو کر رہ گئی۔ طلیق ابن طلیق اور شجرۂ ملعونہ کے چھوکرے حکومت سے گیند کی طرح کھیلنے لگے۔ یزید جیسا بد کردار حکمراں بن گیا۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ معزز، مشاہیر افراد جو خیر و صلاح سے آراستہ تھے، ان کا ذرا بھی حکومت میں اثر نہیں رہ گیا بلکہ وہ اقتصادی و سیاسی فشار میں مبتلا کر دیئے گئے۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ قانون الٰہی کا تیا پانچا کیا جا رہا ہے، قرآن پس پشت ڈال دیا گیا ہے، سنت متروک ہو گئی ہے۔ کسی کو دم مارنے کی ہمت نہیں ہے۔

خدا کی پناہ! لوگ کیسے گستاخ ہو گئے تھے کہ نہ اصحاب کا احترام تھا نہ حرمت رسول کا لحاظ۔ حکم رسولؐ کے خلاف علیؑ کو خلفاء ثلاثہ سے پست دکھایا جا رہا تھا۔ عام آدمیوں کی صف میں علیؑ کو لا کر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ احادیث رسولؐ جس میں علیؑ کو منتخب روزگار، اور احد الخیرتین، خیر البریہ، محبوب خدا و رسولؐ، بمنزلہ سر، بمنزلہ ہارون من موسیٰ اور اپنا گوشت و پوست اور خون کہا ہے، ان کی صلح و جنگ کو اپنی صلح و جنگ کہا ہے، ان کے مقابل اپنی من مانی بیان کر کے ثلاثہ کو برتری دی جا رہی تھی۔ اگر ثلاثہ کے بعد سبھی لوگ برابر تھے تو کیا علیؑ کے لئے آیہ تطہیر، آیہ مباہلہ اور آیہ ولایت نہیں نازل ہوئی۔ یہ آیات ابن عمر کے قول سے متضاد نہیں ؟ کیا اندھے اور آنکھوں والے برابر ہیں ؟ کیا نور و ظلمت ، عالم و جاہل ، فاسق و مومن، اندھا بہرا اور آنکھ والا اور سننے والا برابر ہے ؟ یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے ؟ کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟۔

ذرا دیکھئے تو کہ علیؑ کو ثلاثہ کے بعد عام آدمیوں کے صف میں لایا گیا ہے جبکہ سابق الاسلام، اولین نماز گذار اور ساقی کوثر، محبوب خدا و رسولؐ اور لافتی کے مصادق تھے۔ ابن عمر نے اپنی ذلیل ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو سبقت اسلامی، پاسداری اسلام اور زہد و پاکدامنی، بخشش و صدقہ اور جملہ محاسن و فضائل کے لئے علیؑ کے مقابل دوسرا کوئی نام پیش کرے۔ (۱)

۱۔ ثمار القلوب ثعالبی: ص ٦٧۔ (ص ۷۸ حدیث نمبر ۱۲۴)

ابن عمر کیسے ثلاثہ کے بعد سب کو ایک لکڑی سے ہانکتا ہے جبکہ اہل بیتؑ میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ خود احادیث کی روشنی میں ابوذر جیسے شبیہ عیسٰیؑ ہیں، (۱) عمار جیسے سراپا ایمان، (۲) ابن مسعود جیسے شبیہ محمدؐ، (۳) حذیفہ جیسے مقرب رسولؐ (۴) اور سلمان فارسی جیسے لقمان عصر تھے، (۵) عباس عم رسولؐ تھے جن کے واسطے سے عمر دعا کرتے تھے۔ (۶) معاذ و اسامہ اور دوسرے معزز اصحاب رسولؐ تھے۔ ابن عمر کو ان حضرات کی عظمت کا پتہ نہیں تھا۔ ابن عمر جیسا ذلیل اس بات پر بھی راضی نہ ہوا کہ عثمان سے افضل کہے جنھیں عادل صحابہ نے قتل کر ڈالا۔ معاویہ، مغیرہ، مروان، ابوبکر بن شعوب، ابوطلحہ جیسوں سے افضل ہوں جن کے لئے سیاہ کردار سے صفحات تاریخ بھرے پڑے ہیں۔

ابن عمر کی بیعت اور بیعت سے انکار

یہ ابن عمر کی حقائق فہمی کا معیار تھا اور اسی حماقت کی وجہ سے وہ امیر المومنینؑ کی بیعت سے روگردان رہے اور عثمان کی بیعت کر لی بلکہ عثمان کے ساتھ آخری ایام تک جب کہ تمام مہاجرین و انصار خلع بیعت

۱۔ طبقات ابن سعد: ج ۴، ص ۱۶۷ و ۱۶۸، طبع لیدن۔ (ج ۴، ص ۲۲۸ ترمذی: ج ۲، ص ۲۲۱۔ ج ۵، ص ۶۲۸ حدیث ۳۸۰۱ و ۳۸۰۲۔ سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۶۸۔ ج ۱، ص ۵۵ حدیث ۱۵۶۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۱۶۳ و ۱۷۵ و ۲۲۳۔ ج ۵، ص ۱۹۷۔ ج ۶، ص ۴۴۲۔ ج ۲، ص ۳۴۷ حدیث ۶۴۸۳۔ ص ۳۶۶ حدیث ۶۵۹۳۔ ص ۴۴۶ حدیث ۷۰۳۸۔ ج ۶، ص ۲۵۵۔ حدیث ۲۱۲۱۷۔ ج ۷، ۵۹۵ حدیث ۲۶۹۴۷۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۳۴۲۔ ج ۳، ص ۳۸۵ حدیث ۵۴۶۰

۲۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۳۸۸۔ ج ۳، ص ۴۲۷ حدیث ۵۶۶۲۔ ص ۳۹۲۔ ص ۴۴۲ حدیث ۵۶۷۶ و ۵۶۸۰

۳۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۳۲۰۔ ص ۳۶۱ حدیث ۵۳۹۶

۴۔ صحیح مسلم کتاب الفتن: ج ۵، ص ۴۱۰ حدیث ۲۲۔ مسند احمد: ج ۵، ص ۳۸۶۔ ج ۶، ص ۵۳۳ حدیث ۲۲۷۷۰۔ ج ۵، ص ۳۸۸۔ ج ۶، ص ۵۳۶ حدیث ۲۲۷۸۰۔ دلائل النبوۃ بیہقی: ج ۶، ص ۴۰۶۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۹۴۔ ج ۱۲، ص ۲۶۶ نمبر ۱۲۳۱۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: ج ۶، ص ۲۴۹۔ الاصابۃ: ج ۱، ص ۳۱۸ نمبر ۱۶۴۷

۵۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۶، ص ۲۰۳ و ۱۹۸۔ ج ۲۱، ص ۴۲۲ و ۴۰۸ نمبر ۲۵۹۹۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: ج ۱، ص ۴۵ و ۴۰

۶۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۹، ۳۳۴۔ ج ۳، ص ۳۷۷ حدیث ۵۴۳۸

کے طلبگار تھے یہ عثمان کے وفادار رہے۔عثمان کے ساتھ اسی فریب کاری نے انہیں قتل کرایا۔

بلاذری نے عمر نافع کا بیان نقل کیا ہے کہ ابن عمر نے مجھ سے کہا کہ عثمان نے ایام محاصرہ کے درمیان مجھ سے پوچھا:

مغیرہ بن اخنس کے مشورے کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے، جو کہتا ہے کہ خلع بیعت نہ کرو گے تو قتل ہو گے،اس لئے حکومت چھوڑ دو؟

میں نے کہا: اگر حکومت نہ چھوڑو گے تو کیا قتل سے زیادہ کچھ ہوگا؟ کہا: نہیں۔ میں نہ کہا: تو پھر ایسی روایت قائم نہ کرو کہ عوام جب چاہیں خلع بیعت کرلیں۔جس جامے کو خدا نے تمہیں پنہایا ہے اسے بدن سے علیحدہ نہ کرو۔(۱)

اسی کے ساتھ دوسری روایات میں دیکھئے کہ بام خانہ پر عثمان کو دیکھ کر ایک بلوائی نے کہا کہ اسے قتل نہیں کریں گے بلکہ معزول کریں گے۔عثمان نے کہا: میرے لئے قتل ہونا آسان ہے لیکن معزول ہونا مشکل ہے۔

کس قدر احمقانہ رائے ابن عمر نے دی تھی۔معزول ہونے کی روایت قائم ہونے سے کہیں زیادہ قتل ہونے کی سنگین روایت ہوگئی۔جہاں تک حکومت کے وقار کی بات ہے وہ تو خلع اور قتل دونوں صورت میں ممکن تھا لیکن قتل ہونا زیادہ بدتر ثابت ہوا۔اگر عثمان علیحدہ ہو جاتے تو ان کے زندہ رہنے سے بے شمار فتنے جو بعد میں پیدا ہوئے وہ نہ ہوتے۔ایک یہی فتنہ کہ زندہ تھے تو آواز تھی کہ نعثل کو قتل کردو جب قتل ہو گئے تو نعثل کے انتقام کی صدا بلند ہوئی۔اور پھر جھوٹ،فریب اور نیرنگی کا شرمناک تماشہ ہوا۔ایک خاتون نے ڈرامہ دوسرے شام کے عفریت نے ناٹک کیا۔ایک صاحب فلسطین سے چلائے مجھے عمرو عاص کہتے ہیں ہمیں نے وادی السباع میں بیٹھ کر عثمان کو قتل کرادیا۔

یہ کہکے تیزی سے اپنے کو معاویہ کے پاس پہونچادیا اور پھر انتقام خون عثمان کی گہار مچانے لگا۔صفین جیسی لڑائی ہوئی اور بے شمار صحابہ و تابعین کے ساتھ نیکوکار حضرات قتل ہوئے۔کیا یہ ابن عمر کی

۱۔انساب بلاذری ج ۵ ص ۷۶،جلد ۶،ص ۱۹۴

احمقانہ رائے کا نتیجہ نہیں تھا؟ اگر عثمان نے اخنس کا ہمدردانہ مشورہ مان لیا ہوتا تو معاشرہ میں شورش نہ ہوتی اور ملک آباد رہتا۔

ابن حجر لکھتے ہیں کہ قتل عثمان کی وجہ سے صوبوں میں شورش ہوئی اور جمل وصفین اور نہروان جیسی لڑائیاں ہوئیں، یہ تینوں جنگیں یا تو قتل عثمان کی وجہ سے ہوئیں یا اس کا نتیجہ تھیں۔(۱) ارشاد رسول کہ اس پر مصیبت نازل ہوگی ان کا حادثہ قتل ہی مراد ہے۔(۲)

مجھے تو ابن عمر کے اقدام بیعت عثمان اور بیعت علیؑ سے انحراف میں کوئی دانشمندی نظر نہیں آتی نہ کوئی معقول دلیل ہی نظر آتی ہے۔ صرف ایک بہانہ جسے ابن حجر نے تراشا ہے کہ ابن عمر خلافت علیؑ کے قائل نہ تھے کیونکہ ان کی بیعت نہیں کی تھی چونکہ ان کی بیعت میں شدید اختلاف رونما ہو گیا تھا اور ابن عمر کا عقیدہ تھا کہ جس کی متفقہ بیعت ہوگی اسی کی بیعت کریں گے۔ اسی دلیل سے ابن زبیر اور عبدالملک کی بیعت نہ کی (کیوں کی یہ دونوں آپس میں برسرپیکار تھے)۔ یزید کی بیعت کر لی پھر ابن زبیر کے بعد عبدالملک کی بیعت کی (۳) وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر نے اس مدت میں ابن زبیر اور عبدالملک کی بیعت سے اپنے کو روکے رکھا جس طرح اس سے قبل علی یا معاویہ کی بیعت سے اپنے کو روکے رکھا تھا لیکن جب امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی تو ابن عمر نے معاویہ کی بیعت کر لی۔ معاویہ کے بعد یزید کی بیعت کی۔ اسی طرح بعد میں اختلاف ہوا تو ابن زبیر اور عبدالملک کے ساتھ برتاؤ کیا جب ابن زبیر قتل ہوئے تو عبدالملک کی بیعت کر لی۔(۴)

ابن حجر کا لچر یعنی بے ربط۔ لغو اور بے بنیاد بہانہ محض عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ہے۔ تاریخی روایات کے مطابق حضرت علیؑ نے اس سے بیعت کرنے کو کہا تو اس نے انکار کیا۔ فرمایا: تو پھر ضامن

۱۔ فتح الباری: ج ۱۳، ص ۱۰۔ (ج ۱۳، ص ۱۳ و ۱۵)

۲۔ فتح الباری: ج ۱۳، ص ۴۲

۳۔ فتح الباری: ج ۵، ص ۱۹

۴۔ فتح الباری: ج ۱۳، ص ۱۶۵۔ (ج ۱۳، ص ۱۹۵)

دو کہ شہر سے باہر نہ جاؤ گے۔اس نے ضامن بھی نہیں دیا تو مالک اشتر نے امیر المومنینؑ سے عرض کی یہ تازیانہ اور تلوار سے آسودہ خاطر ہے، فرمائیں تو اس کی گردن ماردوں؟ فرمایا: میں زور زبردستی بیعت لینا نہیں چاہتا، یہ شخص بچپن سے بداخلاق تھا اور بڑا ہوا تو اور بھی بداخلاق ہوگیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ دوسرے دن آ کر امیر المومنینؑ سے کہنے لگا: چونکہ تمام لوگ آپ کے موافق نہیں ہیں اس لئے معاملہ کو شوریٰ پر چھوڑ دیجئے۔ حضرت نے فرمایا: وائے ہو! یہ جو کچھ بھی ہوا ہے یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے؟ کیا تجھے انبوہ بیعت کی خبر نہیں، نکل جا یہاں سے دفعان ہوجا۔ تجھے ان باتوں سے کیا مطلب؟ دوسرے دن معلوم ہوا کہ وہ مکہ جا کر حضرت علیؑ کے خلاف شورش برپا کر رہا ہے۔آپ نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا تو آپ کی صاحب زادی ام کلثوم نے عرض کی: امیر المومنین! وہ مکہ چلا گیا ہے اور آپ کی حکومت کے خلاف بغاوت نہیں کر رہا ہے فقط وہاں پر سکونت پذیر ہونا چاہتا ہے۔آپ نے اس لئے سفارش کی کہ آپ کے شوہر کا لڑکا تھا اس لئے حضرت نے بیٹی کی بات مان کر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔(۱)

اب ذرا ابن عمر سے پوچھئے کیا تم نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی جبکہ اکثر لوگ اس کے مخالف تھے۔ صرف پانچ نفر سے بیعت متحقق ہوئی تھی۔اسی بیعت نے امت میں افتراق و انتشار پیدا کیا۔ابن عمر نے تو یہ طوفان اور بدتمیزی بہت نزدیک سے دیکھی تھی۔ کسی کو ڈرایا گیا، کسی کو قتل کیا گیا، کسی کو لالچ دی گئی، اکثر پاک دامن حضرات اس سے کنارہ کش تھے اور خود ابوبکر اس بات کا اقرار کر رہے تھے کہ مجھ سے زیادہ حق دار علیؑ تم میں موجود ہیں۔

اپنے باپ عمر کی بیعت بھی اس حال میں کی کہ اجماع کا دور دور تک پتہ نہ تھا، حیرتناک نامزدگی ہوگئی اور حکومت کو ایک تندخو کے حوالے کردیا گیا۔(نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں) قدم قدم پر لغزشوں کی معافی، تمام لوگ اس نامزدگی سے سخت ناراض ہیں۔ابوبکر پر پل میں پڑے ہیں کہ خدا کو کیا جواب دو گے؟ عوام پر ایک سنگ دل اکھڑ کو مسلط کر کے۔

۱۔جواہر الاخبار مطبوع در ذیل کتاب البحر الذخار جلد ۶ ص ۱۷

شوریٰ کے مطابق عبدالرحمٰن کی دہاڑ تھی: یاعلی! بیعت کرو ورنہ گردن ماردوں گا۔(۱) لیکن ابن عمر کوان تمام اختلافات کا ذرا بھی پتہ نہیں ۔مزہ یہ کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ معاویہ کی خلافت بھی جو لالچ اور دھونس وقتل کے بل پر ہوئی وہ بھی عمومی اتفاق کے ساتھ وجود پذیر ہوئی۔ابن عمر کو یہ بھی پتہ نہیں کہ عشرہ مبشرہ کی فرد سعد بن ابی وقاص نے معاویہ کی بیعت نہیں کی۔سعد نے ایک دن معاویہ سے کہا: اے بادشاہ سلامت آپ پر سلام۔معاویہ نے کہا: مجھے امیرالمومنین کیوں نہ کہا؟ سعد نے کہا: ہم لوگ مومنین ہیں ،ہم نے تمھیں امیر نہیں بنایا۔تمھیں امیرالمومنین کیوں کہیں؟(۲) ابن عمر کو تو یہ بھی پتہ نہیں کی ابن عباس بھی معاویہ کے مخالف تھے۔حج کے موقع پر معاویہ مدینہ گئے۔وہاں سعد،ابن عمر اور ابن عباس سے ملاقات ہوئی۔معاویہ نے کہا: ابن عباس تم نے ہمارا حق نہیں پہچانا اس لئے ہمارے مخالف ہو موافق نہیں ہو حالانکہ میں عثمان کا چچیرا بھائی ہوں جو ناحق قتل ہوئے۔میں دوسروں سے زیادہ حق دار خلافت ہوں۔ابن عباس نے جواب دیا: اس لحاظ سے تو ابن عمر تم سے زیادہ حق دار خلافت ہوئے کیونکہ ان کے باپ قتل ہوئے تھے۔معاویہ نے کہا: ان دونوں میں فرق ہے۔عمر کو مشرکوں نے قتل کیا اور عثمان کو مسلمانوں نے۔ابن عباس نے کہا: بخدا! اس لحاظ سے کہ عثمان کو مسلمانوں نے قتل کیا تم حق خلافت سے اور بھی دور ہو جاتے ہو۔تمہارے تمام استدلال قطع ہو جاتے ہیں۔اس گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن عباس سے معاویہ نے ہاتھ اٹھالیا۔(۳)

خود عائشہ نے معاویہ کی خلافت کو مسترد کر دیا،معاویہ نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ عائشہ مجھے خلافت کے لائق نہیں سمجھتیں۔بھلا انھیں اس سے کیا سروکار!

امام حسنؑ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ تم صدر مجلس میں ہو اور میں پائین مجلس

۱۔صحیح بخاری باب کیف یبایع الامام ج۱۰ص۲۰۸(ج۶ص۲۶۳۵ح/۶۷۸۱)؛ تاریخ طبری ج۵ص۳۷،۴۰(ج۴ص۲۳۳،۲۳۸ حوادث ۲۳ھ)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۲۵(ج۱ص۳۱)؛ تاریخ کامل ج۳ص۳۰(ج۲ص۲۲۳ حوادث ۲۳ھ)؛ الصواعق محرقہ ص۳۶(ص۱۰۶)؛ فتح الباری ج۱۳ص۱۶۸(ج۱۳ص۱۹۷)؛ تاریخ الخلفاء ص۱۰۲(ص۱۴۳)

۲۔تاریخ ابن عساکر ج۵ص۲۵۱؛ ج۶ص۱۰۶(ج۲۰ص۳۵۹ نمبر۲۴۲۶؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج۹ص۲۶۹)

۳۔تاریخ ابن عساکر ج۶ص۱۰۷(ج۲۰ص۳۶۰ نمبر۲۴۲۶ مختصر تاریخ ابن عساکر ج۹ص۲۷۰۔۲۶۹)

ہوں۔(۱)

اسی طرح اکثر بزرگ اصحاب مدینہ اس کے مخالف تھے اور اس پر اعتراض و مذمت کرتے تھے کیونکہ اس کی بدعتوں کے گواہ تھے۔ اپنی آنکھوں سے اس کے مظالم و جرائم، دشنام طرازیاں قید و جلاوطنی کو دیکھ رہے تھے۔ گویا ابن عمر خواب دیکھتا ہے کہ معاویہ کے تمام گناہ بخش دیئے گئے۔ اسی طرح عمر بن عبدالعزیز نے خواب دیکھا۔ حالانکہ اصحاب رسولؐ نے اس کی بدعتوں اور مجرمانہ حرکتوں کی وجہ سے مخالفت کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسولؐ نے اس پر لعنت کی اور اس کے خلاف لڑنے کا حکم دیا ہے۔

جب بھی معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کردو۔(۲) پتہ نہیں ابن عمر اس حدیث کی کیا تاویل کرے گا کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ پوچھا گیا: ہمیں کیا حکم ہے؟ فرمایا: پہلے کی بیعت پر باقی رہو۔(۳) یہ بھی فرمایا:

جب بھی دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کردو۔(۴) یا یہ کہ جب بھی اتحاد قوی ہو اور دوسرا آکر خلافت میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے تو اسے قتل کردو۔(۵) اور یہ روایت تو ابن عمر عاص کی ہے کہ جو شخص کسی امام کی بیعت دل سے کرلے تو اسے تا حد امکان پیروی کرنی چاہیے، اگر دوسرا آکر برسرپیکار ہو تو اس کی گردن ماردو۔

۱۔شرح ابن ابی الحدید ج۴ص۵(ج۱۶ص۱۲)

۲۔کنوز الدقائق مناوی؛ص۱۰،"(ج۱،ص۱۹") الکامل فی ضعفاء الرجال؛(ج۲،ص۱۴۶ انمبر۳۴۳)

۳۔صحیح مسلم؛ج۶،ص۱۷۔(ج۴،ص۱۱۹حدیث۴۴ کتاب الامارہ۔)سنن ابن ماجہ؛ج۲،ص۲۰۴(جلد۲ص۹۵۸ حدیث۲۸۷۱) سنن بیہقی جلد۸ص۱۴۴ تفسیر الوصول جلد۲ص۳۵ جلد۲ص۴۲۔مسند احمد؛ج۲،ص۲۹۷۔(ج۲،ص۵۷۶ حدیث ۷۹۰۰۔) المحلی؛ج۹،۳۶۰"(مسئلہ۱۷۷۱)

۴۔صحیح مسلم؛ج۶،ص۲۳۔(ج۴،ص۱۴۴حدیث۶۱ کتاب الامارہ)۔المستدرک علی الصحیحین؛ج۲،ص۱۵۶۔(ج۲،ص۱۶۹ حدیث ۲۶۶۵۔)سنن بیہقی؛ج۸،ص۱۴۴۔الفضل ابن حزم؛ج۴،ص۸۸۔المحلی؛ج۹،ص۳۶۰ تیسیر الوصول؛ج۲،ص۳۵ (ج۲،ص۴۲)

۵۔صحیح مسلم؛ج۶،ص۲۳۔(ج۴،ص۱۲۷حدیث۶۰ کتاب الامارہ۔)سنن بیہقی؛ج۸،ص۱۶۹۔تیسیر الوصول؛ج۲،ص۳۵۔(ج۲،ص۴۲۔)المحلی؛ج۹،ص۳۶۰

عبدالرحمٰن بن عبدرب کا بیان ہے کہ یہ حدیث سن کر میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ تمہیں خدا کی قسم! سچ بتاؤ کیا تم نے خود رسول اکرمؐ سے سنا ہے؟ دونوں کان پر ہاتھ رکھ کر دہاڑا کہ ان کانوں سے سنا ہے اور اس دل نے یاد رکھا۔ میں نے اس سے کہا کہ معاویہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ دوسروں کا مال ناحق کھاؤ جب کہ حکم خدا اس کے خلاف ہے۔ یہ سن کر عبداللہ کچھ دیر خاموش رہا، پھر کہا کہ جب وہ حکم خدا کی موافقت کرے تو اس کی اطاعت کرو جب مخالفت کرے تو اس کا حکم نہ مانو۔ (۱)

نووی نے شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ دوسرے خلیفہ کو قتل کر دو کیونکہ اس نے خلیفہ برحق اور امام کے خلاف بغاوت کی ہے پھر وہ معاویہ کی ناحق بغاوت اور اموال کی ضبطی وغیرہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ (۲)

نووی ایک اور حدیث (آئندہ بہت زیادہ خلفاء ہوں گے) کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب بھی کسی خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے خلیفہ کی بیعت کی جائے تو بیعت اول صحیح اور دوسری باطل ہے۔ دوسری بیعت سے وفاداری حرام ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ بیعت دوم کرنے والے دانستہ بیعت کریں یا نادانستہ۔ ایک منطقہ میں ہو یا دوسرے منطقے میں۔ بہرحال اول کی بیعت صحیح ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ قرعہ اندازی کی جائے گی۔ (۳)

علماء کا اتفاق ہے کہ ایک وقت میں دو خلیفہ کی بیعت جائز نہیں (۴) خواہ ملک وسیع ہو یا نہیں، ہمارا بھی یہی نظریہ ہے۔ لیکن اگر ملک وسیع ہو تو دو کی بیعت کے لئے احتمال جواز ہے البتہ قطعی نہیں۔ مازری نے بعض متاخرین کے اسی نظریہ کی نشاندہی کی ہے۔ لیکن اس میں معاشرے کی تباہی اور حکم رسولؐ کی مخالفت ہے۔

ان تمام احادیث اور فتاویٰ کی روشنی میں ابن عمر پر لازم تھا کہ جب مہاجرین وانصار اور اصحاب

۱۔ صحیح مسلم؛ ج۶، ص۱۸۔ (ج۴، ص۱۲۰ حدیث ۴۶۔) سنن بیہقی؛ ج۸، ص۱۶۹۔ سنن ابن ماجہ؛ ج۲، ص۴۶۷۔ (ج۲، ص۱۳۰۶ حدیث ۳۹۵۶۔ ۱) المحلی؛ ج۹، ص۳۶۰

۲۔ شرح مسلم نووی مطبوع بر حاشیہ ارشاد الساری؛ ج۸، ص۴۳۔ (ج۱۲، ص۲۳۱ و ۲۳۴)

۳۔ شرح مسلم نووی؛ ج۸، ص۴۳ ۔ ۴۔ الارشاد؛ ص۵۲۵۔ ص۳۵۷

بدر نے اجتماعی طور سے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی تو آپ بھی بیعت کر لیتے۔

ابن حجر فتح الباری(۱) میں لکھتے ہیں کہ ۳۵ھ میں قتل عثمان کے بعد تمام مہاجرین و انصار نیز اصحاب کبائر نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی، صرف معاویہ اور شام والوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ اس لئے بہت سے حادثے رونما ہوئے۔ ابن عمر پر لازم تھا کہ باغی معاویہ کے خلاف حضرت علیؑ کے ساتھ ہو کر جنگ کرتے اگر وہ حکم خدا اور رسولؐ کے پابند ہوتے۔ بلکہ بقول عبداللہ بن ہاشم مرقال اگر وہ دین دار نہ بھی ہوتے عام انسان بھی ہوتے تو جگر خوارہ کے فرزند کے خلاف علیؑ کی طرف سے جنگ کرنی چاہئے تھی۔(۲)

حضرت علیؑ کی بیعت کی تو دو نیک مردوں نے بھی مخالفت نہیں کی۔ صرف چند ہوا خواہان عثمان میں چھ سات نفر نے مخالفت کی، ان میں آٹھویں ابن عمر تھے۔ آخر صرف دس افراد کی بیعت سے خلافت ابو بکر کیسے منعقد ہو گئی؟ اس وقت تو اختلاف و تشتت کا بہانہ بنا کر ابن عمر جیسے لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی تھی۔ کاش ابن عمر نے اپنے باپ ہی کا مقولہ یاد رکھا ہوتا کہ جب تک ایک بھی بدری زندہ ہے تو خلافت اسی کا حق ہے پھر احد میں شریک صحابی کا پھر فلاں اور فلاں۔ طلیق بن طلیق لوگوں کا جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے ان کا خلافت میں کوئی حق نہیں ہے۔(۳)

حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ تمام متقدمین کا اجتماعی اور مسلم ہے۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کو خط میں یہی لکھا کہ تم فتح مکہ کے موقع پر آزاد کئے گئے ہو تم لائق خلافت نہیں ہو بلکہ تم شوری کی ممبری کے لائق بھی نہیں ہو۔(۴)

۱۔ فتح الباری: ج۷، ص۵۔ (ج۷، ص۷۲)

۲۔ کتاب الصفین: ص۴۰۵ (۔ص۳۵۷)

۳۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن: ج۳، ص۲۴۸۔ (ج۳، ص۳۴۲۔) فتح الباری: ج۱۳، ص۱۷۶۔ (ج۱۳، ص۲۰۷) اسد الغابۃ: ج۴، ص۳۸۷۔ (ج۵، ص۲۱۲ نمبر ۴۹۷۷)

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ: ص۷۱، دوسرے ایڈیشن کا حوالہ ص:۸۱، (ج۱، ص۸۵۔) العقد الفرید: ج۲، ص۲۳۳۔ دوسرے ایڈیشن کا حوالہ: ص۲۸۴۔ (ج۴، ص۱۳۶۔) نہج البلاغۃ: ج۲، ص۵۔ شرح ابن ابی الحدید: ج۱، ص۲۴۸۔ ج۳، ص۳۰۰۔ (ج۳، ص۷۶ خطبہ ۴۳۔ ج۱۴، ص۳۶ کتاب ۶)

ابن عباس نے بھی فرمایا کہ تم طلیق بن طلیق ہو تمہیں خلافت سے کیا سروکار؟(۱) سغتہ بن عریض صحابی نے معاویہ سے مناظرہ میں فرمایا کہ تم طلیق ہو تمہیں خلافت سے کیا سروکار؟

عبدالرحمٰن بن غنم اشعری نے ابو ہریرہ، ابوداؤد کو حمص میں لتھاڑا تھا

مجھے تم لوگوں پر حیرت ہے آخر تم لوگ علیؑ کو شوریٰ پر مخالفت ڈالنے کا مشورہ کیسے دے رہے ہو۔ حالانکہ جانتے ہو کہ تمام مہاجرین وانصار اور اہل حجاز نے علیؑ کی بیعت کر لی تھی۔ جنھوں نے بیعت کی وہ بیعت نہ کرنے والوں سے افضل تھے اور شوریٰ میں معاویہ کی جگہ کہاں؟ وہ تو طلیق ابن طلیق ہونے کی وجہ سے لائق خلافت نہیں ہے۔(۲)

صعصعہ نے بھی یہی بات کہی ہے کہ اے معاویہ! تمہاری حیثیت تو طلیق کی ہے، سزاوار خلافت کیسے ہو سکتے ہو؟(۳) بنابرایں معاویہ جیسے طلیق بن طلیق کی بیعت کرنا کہاں تک ابن عمر کے لئے جائز تھا دشمنی اہل بیتؑ کی بات دوسری ہے۔

بیعت یزید پر اجماع اور عمومی اتفاق

عبداللہ ابن عمر نے اتفاق عمومی اور اجماع کا بہانہ کر کے یزید کی بیعت بھی کی تھی۔ لیکن یہ اجماع کہاں ہوا؟ کب صلحائے امت اور دینداروں نے اس کی بیعت کی؟ اصحاب وتابعین تو اس کی شہوات وہوس بازی کے دباؤ میں تھے۔ وہ شراب خوار اور فسق وفجور میں مشہور تھا چنانچہ بولس سلامہ شاعر نے اس کے متعلق کہا ہے کہ" اے موذن! ذرا آہستہ اللہ اکبر کہنا۔ ابھی بادشاہ سلامت حسین کنیزوں سے اپنا بستر گرم کر رہے ہیں"۔ دوسری طرف علماء نے امامت کے لئے عادل ہونے کی شرط قرار دی ہے۔

۱۔ الامامہ والسیاسۃ؛ ج۱، ص۸۵ دوسرے ایڈیشن کا حوالہ؛ ص۹۷۔ (ج۱، ص۱۰۰۔) شرح ابن ابی الحدید؛ ج۲، ص۲۸۹۔ (ج۸، ص۶۶ خطبہ۱۲۴)

۲۔ الاستیعاب؛ ج۲، ص۴۰۲۔ (ج۲، ص۸۵۰ نمبر۱۴۴۹۔) اسد الغابۃ؛ ج۳، ص۳۱۸۔ (ج۳، ص۴۸۷ نمبر۳۳۷۰)

۳۔ مروج الذہب؛ ج۱، ص۷۸۔ (ج۳، ص۵۲)

قرطبی(۱) لکھتے ہیں کہ:

شرط امامت وحکمرانی عادل ہونا ہے، فاسق کی امامت منعقد نہیں ہوتی نہ بیعت صحیح ہے کیونکہ اجرائے احکام کے لئے نیز قیامت میں اپنا شفیع بنانے کے لئے، حقوق کی نگہداشت کے لئے بہرحال امام کا عادل ہونا ضرور ہے۔ معاویہ نے تو یزید کی بیعت کے لئے ہزاروں پاپ کئے (۲) خیانت کی، دھونس ودھمکی دی اور ابن عمر اسے اجماع کا نام دیتے ہیں۔ وہ قتل امام حسنؑ اور دوسرے حوادث کو ذرا بھی اہمیت نہیں دیتے۔

واقعہ کربلا جیسا لرزہ خیز واقعہ اسی ابن عمر جیسوں کی تائید سے پیش آیا، واقعہ حرہ جس میں ساڑھے سات سو سے زیادہ اصحاب قتل ہوئے اس کے ذمہ دار بھی یہی ابن الوقت ہیں۔

اصحاب نے اعلان کیا تھا کہ ہم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہیں جو دیندار نہیں، شراب پیتا ہے، ساز وشباب میں ڈوبا رہتا ہے، کتوں سے کھیلتا ہے، اوباش اسے گھیرے رہتے ہیں، میں تمہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ہم نے اس کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن سے اتار دیا ہے (۳) مسور کو اسی گواہی پر تازیانے بھی کھانے پڑے (۴) ابن عمر نے ان اصحاب کے متفقہ فیصلے کے برخلاف امویوں کو جمع کر کے کہا کہ دیکھو تم اپنی بیعت نہ توڑنا ورنہ قیامت میں تمہیں بیعت شکنوں کے پرچم تلے جمع کیا جائے گا۔ ابن عمر کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ فاسق کی بیعت صحیح نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ فسق وفجور کے مظاہرے کے بعد خلع بیعت واجب ہو جاتی ہے، یزید جیسے فاسق کی بیعت تو بنیادی طور سے متحقق ہی نہیں ہوتی، کیونکہ بیعت اصل میں خلیفہ کے ہاتھ پر ہوتی ہے لیکن وہ عہد وپیمان خدا اور رسولؐ سے باندھا جاتا ہے۔ اس بیعت کو آزادانہ ہونا چاہیے نہ کہ زور ودباؤ سے۔ دھونس ودھمکی اور تلوار کا بیعت سے رشتہ نہیں ہے۔ خود ابن عمر بھی ابتدا

۱۔ تفسیر قرطبی ج۱ص۱۸۷،

۲۔ انساب الاشراف بلاذری ج۴ص۳۱)

۳۔ تاریخ طبری۔ جلد۷ص۴ (ج۵ص۴۸۰ حوادث سن ۶۲ ہجری) انساب بلاذری ج۴ص۳۱ (ج۵ص۳۳۸ فتح الباری ج۱۳ ص۵۹ ج۱۳ص۷۰)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج۷ص۲۸۰ (ج۲۷ص۱۸ نمبر۳۱۴۵ مختصر تاریخ ابن عساکر ج۱۲ص۱۶۔

میں بیعت یزید کے منکر تھے ۔(۱) لیکن ایک لاکھ کی تھیلی نے انکار نگ بدل دیا۔کہاں تو معاویہ سے کہا کہ یہ قیصریت اور ہرقلیت ہے اور کہاں یہ کہ اب اجماع کا گھار مچار ہے ہیں۔(۲)

اسی یزید نے چند جاہ طلبوں کی مدد سے عالم اسلام میں ظلم وتشدد کی ہوڑ یعنی رقابت، شرط.... مچادی ۔حرمت مدینہ برباد ہوئی ،کعبہ خراب ہوااوراس کی حرمت ضائع ہوئی ، ہزاروں صحابہ کہتے رہے اور دھونس ولالچ کی بنیاد پر حکومت استوار ہوگئی ۔کیا یہی اجماع ہے؟اس اجماع کی بیچ رکھنے کے لئے ابن عمر نے کچھ احادیث گڑھی ہیں فرماتے ہیں :ابوبکر کوصدیق کہتے ہو،صحیح ہے ،عمر کوشدت پسند کہتے ہوصحیح ہے ،عثمان مظلوم قتل ہوئے ،معاویہ ویزید مقدس سرزمین کے دوبادشاہ ہیں ۔سفاح ،سلام ،منصور ،جابر ،مہدی ، امین اورامیر العصب یہ سبھی قبیلہ کعب بن لوی کے بادشاہ ہیں اور یہ سبھی نیک اور بے مثل ہیں۔(۳)

ابن عمر نے اس قسم کے عقائد کا پرچار کر کے اسلام میں مجرمانہ کاروائیوں کا راستہ کھولا۔ چنانچہ صحابی وصحابی زادہ محمد بن ابی جہم نے جب یزید کی شرابخوری کی گواہی دی تو انہیں قتل کر دیا گیا۔

۱۔الامامہ ج۱ص۱۴۳(ج۱ص۱۵۰) تاریخ طبری ج۶ص۱۷۰ج۵ص۳۰۳) البدایہ والنہایہ۔

۲۔الامامہ والسیاسہ ج۱ص۱۴۳(ج۱ص۱۵۰)

۳۔تاریخ ابن عساکر(ج۳۹ص۳۷۶،۳۷۷نمبر۴۶۱۹) مختصر تاریخ ابن عساکر(ج۱۶ص۲۵۹) سیر اعلام النبلاء(۴ص۳۸) تاریخ الخلفاء ص۱۴۰(۱۹۵)۶۔الاصابہ ج۳ص۴۷۳

گفتار و کردار کے تماشے

ابن عمر کا خلافت و بیعت کے متعلق یہ طرز تفکر تھا۔ ظاہر ہے کہ تمام امور میں ان کی وقعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تاریخی واقعات میں ان کی حماقت و نادانی کے بڑے منحوس نمونے نظر آتے ہیں۔ وہ امیر المومنینؑ سے شدید نفرت رکھتے تھے اور باغی امویوں سے انکا گہرا یارانہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انکی اہمیت نہ تو علویوں کے نزدیک ہی رہ گئی نہ امویوں کے نزدیک۔ چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ مجھ سے زیادہ کسی شخص کو بھی رسولؐ کے بعد جماع کی نعمت سے سرفراز نہیں کیا گیا۔(۱)

اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ انتہائی شہوت پرست تھے۔ یہ ابن عمر کی حماقت ہی تو ہے کہ انھوں نے رسول خداؐ کو بھی اپنی طرح شہوت پرست بنادیا۔ انھیں پتہ ہی نہ تھا کہ رسول خداؐ کی صلاحیتیں اور توانائیاں انتہائی متوازن اور متناسب تھیں، اسی وجہ سے رسول خداؐ نے اپنی انھیں تمام متمرکز اور متناسب توانائیوں اور صلاحیتوں پر فخر و مباحات فرمایا ہے۔ ابن عمر نے خود باپ سے اپنی حماقت کی سند لی ہے کہ جب شرکت جہاد کی اجازت مانگی تو مسترد کرتے ہوئے فرمایا۔ بیٹا! مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں تم زنا کاری اور شہوت رانی میں پھنس جاؤ گے۔(۲)

جس شخص کے متعلق محاذ جنگ پر شہوت رانی کا اندیشہ ہو اس کی وقعت دینی معاملوں میں کیا رہ جاتی ہے۔ ابن عمر کی جسارت دیکھئے کہ وہ خود کو رسول خداؐ سے تشبیہ دے رہا ہے حالانکہ اگر وہ اپنے باپ کی

۱۔ نوادر الاصول حکیم ترمذی: ص ۲۱۲۔ (ج ۲، ص ۴ اصل ۱۶۵)

۲۔ سیرہ عمر ابن خطاب: ص ۱۱۵، دوسرے ایڈیشن میں: ص ۱۳۸ اہے: (ص ۱۴۴)

شہوت رانی سے تشبیہ دیتا تو مناسب ہوتا۔محمد بن سیرین نے حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے کہ میرے اندر زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز باقی نہیں سوائے اس کے کہ میں یہ نہیں سوچتا کہ کس سے ازدواج کر رہا ہوں اور کون میری بیوی بنتی ہے۔(۱)

حضرت عمر کی اسی شہوت رانی نے انھیں گناہ میں مبتلا کیا۔چنانچہ وہ اپنی کنیز سے ہم بستر ہونا چاہتے تھے۔کنیز نے کہا مجھے ماہواری آرہی ہے۔حضرت عمر نے بغیر توجہ کئے ہوئے اس کو باہوں میں سمیٹ لیا تو سمجھ میں آیا کہ سچ کہہ رہی تھی۔خدمت رسولؐ میں آکر ماجرا بیان کیا تو رسولخداؐ نے فرمایا اے عمر! خدا تمہارے گناہ کو بخشے،نصف دینار صدقہ دے دو۔(۲)

شب رمضان میں بیوی سے ہمبستر ہوگئے اور خدمت رسولؐ میں آکر عرض کی: میں اپنی شہوت سے مجبور ہوگیا تھا اب چھٹکارا کیسے ہو؟ فرمایا: تمھیں ایسا نہ کرنا چاہیے،اس وقت آیت اتری: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾۔(۳)

طبقات بن سعد میں ہے کہ عاتکہ بنت زید کی شادی عبداللہ بن ابی بکر سے ہوئی تھی۔مرتے وقت عبداللہ نے شرط منوالی تھی کہ میرے بعد کسی دوسرے سے شادی مت کرنا،وہ اپنے عہد پر باقی تھی۔اکثر خواستگاری ٹھکرادی تھی۔عمر کی خواستگاری بھی ٹھکرادی۔عمر نے زبردستی عقد کرکے اس سے جماع کیا۔وہ عورت نفرین کرتی ہوئی گھر سے چلی گئی اور پھر کچھ دن بعد غلام کو بھیج کر کہلوایا کہ آیئے میں آپ کے لئے آمادہ ہوں۔(۴)

۱۔طبقات ابن سعد؛ ج۳،ص۲۰۸۔(ج۳،ص۲۸۹۔)المصنف عبدالرزاق؛(ج۶،ص۱۵۲حدیث ۱۰۳۲۱۔) کنزل العمال ؛ج۸،ص۲۹۷۔(ج۱۶،ص۵۳۴حدیث ۴۵۷۸۷)

۲۔المحلی ابن حزم ؛ج۲،ص۱۸۸(مسئلہ ۲۶۳)۔سنن بیہقی؛ ج۱،ص۳۱۶۔کنزل العمال ؛ج۸،ص۳۰۵۔(ج۱۶،ص۵۶۶ حدیث۴۵۸۸۹)۔سنن ابن ماجہ؛(ج۱،ص۲۱۳حدیث ۶۵۰)

۳۔سورہ بقرہ/۱۸۳

۴۔طبقات ابن سعد؛(ج۸،ص۲۶۵۔) کنزل العمال ؛(ج۷،ص۱۰۰۔ج۱۳،ص۶۳۳ حدیث ۳۷۶۰۴۔)مسند احمد؛ ج۵، ص۲۷۹۔(ج۵،ص۲۷۰)

ربیع الابرار(۱) میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا: میں نے زبردستی اس لئے جماع کیا کہ خداوند عالم ایسا فرزند عنایت فرمائے گا جو اس کی حمد و ثناء کرے۔

ابن عمر کی ایک اور حماقت۔ ایک شخص نے نذر کی میں صبح سے شام تک کوہ حراپر برہنہ بیٹھوں گا۔ ابن عمر سے مسئلہ پوچھا۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ اس شخص نے ابن عباس سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ کیا تم نماز بھی برہنہ پڑھنے کی نذر کر سکتے ہو؟ تم پر شیطان مسلط ہو گیا ہے۔ جاؤ ایک دن معتکف ہو جاؤ اور کفارہ دو۔ اس نے واپس آ کر ابن عمر سے ابن عباس کی بات بتائی تو کہا کہ ابن عباس کا استنباط کہاں پیدا کیا جا سکتا ہے؟(۲) ابن عمر کو یہ فقہی مسئلہ بھی معلوم نہ تھا کہ بیہودہ نذر وفا نہیں کی جاتی۔ یہ تو اپنی عورت کو طلاق دینے کا مسئلہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایام ماہواری میں طلاق نہیں دی جاتی۔ اپنی عورت کو ماہواری کے ایام میں تین طلاق دے بیٹھے۔(۳) اس بات کا طعنہ باپ نے مسن ہو جانے کے بعد دیا۔ کسی نے عمر سے پوچھا: آپ اپنے فرزند کو خلیفہ بنا دیجئے۔ فرمایا: کیا میں اسے خلیفہ بنا دوں جو اپنی عورت کو طلاق دینا بھی نہیں جانتا۔(۴)

بات بیٹے کی کیا ہے خود باپ کو بھی طلاق زن کا مسئلہ معلوم نہ تھا۔ حضرت عمر نے رسول خداؐ سے پوچھا۔ رسولؐ نے فرمایا: جا کر عورت سے رجوع کرو۔ جب وہ پاک ہو جائے پھر جب ماہواری آئے اور پاک ہو تو چاہے طلاق دیدینا۔(۵) جب نادان باپ اپنے بیٹے کی نادانی پر ہنسے تو اس کی نادانی کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ربیع الابرار؛ (ج ۳، ص ۵۴۰)　　۲۔ کتاب الاثار؛ ص ۱۶۸

۳۔ صحیح بخاری؛ ج ۸، ص ۷۶۔ (ج ۵، ص ۲۰۱۱ حدیث ۴۹۵۳۔) صحیح مسلم؛ ج ۴، ص ۱۸۳ و ۱۷۹ (ج ۳ ص ۱۲۷۶، ۱۲۷۱ حدیث ۱۴ ا کتاب الطلاق)۔ مسند احمد؛ ج ۲، ص ۵۱ و ۶۱ و ۶۴ و ۷۴ و ۸۰ و ۱۲۸ و ۱۴۵۔ (ج ۲، ص ۱۴۸ حدیث ۵۱۰۰۔ ص ۱۶۷۔ حدیث ۵۲۴۶۔ ص ۱۷۳ حدیث ۵۲۹۹۔ ص ۱۹۰ حدیث ۵۴۱۰ و ۵۴۱۱۔ ص ۲۰۱ حدیث ۵۴۹۹ و ۵۵۰۰۔ ص ۲۸۸ حدیث ۶۰۸۴۔ ص ۳۱۵ حدیث ۶۲۳۹)

۴۔ تاریخ طبری؛ ج ۵، ص ۳۴۔ (ج ۴، ص ۲۲۸۔) تاریخ کامل؛ ج ۳، ص ۲۷۔ (ج ۲، ص ۲۱۹ حوادث ۲۳ھ۔) الصواعق المحرقہ؛ ص ۶۲۔ (ص ۱۰۴)۔ فتح الباری؛ ج ۷، ص ۵۴۔ (ج ۷، ص ۶۷)

۵۔ صحیح مسلم؛ ج ۴، ص ۱۷۹۔ (ج ۳، ۱۲۷۱ حدیث ۱ کتاب الطلاق)

ابن عمر کی دینداری بھی خواہشوں کی پابند تھی۔ سفر میں نماز جماعت تمام اور اقامت گاہ پر قصر پڑھا کرتے تھے۔ اسی بدعت کی تائید عثمان نے کی تھی پھر امویوں نے اس کی پیروی کی اس بات کو موطا (۱) امام مالک اور مسند احمد (۲) میں دیکھا جاسکتا ہے۔

ایک حماقت یہ بھی تھی کہ ابن عمر محرم عورتوں کی جوتیاں اتروا لیتے تھے۔ جب صفیہ نے عائشہ کی حدیث بیان کی کہ رسول خداؐ عورتوں کو جوتیاں پہننے کو اجازت دیتے تھے تو باز آئے۔ (۳)

زرکشی لکھتے ہیں کہ اجماع ہے کہ یہاں خطاب مردوں سے ہے عورتیں مستثنیٰ ہیں۔ (۴)

یہ بھی حماقت تھی کہ وہ اپنے کھیت کرائے پر دیدیتے تھے زمانہ رسولؐ، عہد شیخین اور عثمان و معاویہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں۔ جب رافع بن خدیج نے حدیث رسولؐ بیان تو باز آئے۔ لوگوں سے کہتے پھرتے تھے کہ رافع نے گمان ظاہر کیا کہ رسول خداؐ نے منع فرمایا ہے۔ (۵)

اس کے ذیل میں حاشیہ صحیح مسلم (۶) پر یوں لکھا ہوا ہے کہ "معاویہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں؛ حیرت ہے کہ معاویہ کی خلافت کا اقرار کیا جارہا ہے اور شیخین و عثمان کو حکومت سے تعبیر کیا جارہا ہے پھر چوتھے کو صاف اڑا دیا گیا جب کہ خلفاء راشدین علیؑ کے بعد ہی مکمل ہوتے ہیں۔ مزہ یہ کہ خود معاویہ نے اپنے بادشاہ ہونے کا اقرار کیا ہے: (انا اوّل الملوک)۔

۱۔ الموطا: ج۱، ص۱۲۶۔ (ج۱، ص۱۴۹ حدیث۲۰)

۲۔ مسند احمد: ج۲، ص۱۶۔ (ج۲، ص۸۶ حدیث ۴۶۳۸)

۳۔ سنن ابوداؤد (ج۱، ص۲۸۹)۔ (ج۲، ص۱۶۶ حدیث۱۸۳۱) کتاب الام (ج۲، ص۱۴۷) مسند احمد: ج۲، ص۲۹ (ج۲، ص۱۰۹ حدیث۴۸۲۱) سنن بیہقی: ج۵، ص۵۲

۴۔ الاجابہ: ص۱۱۸۔ (ص۱۰۶ حدیث۵)

۵۔ صحیح بخاری: ج۳، ص۴۷۔ (ج۲، ص۸۲۵ حدیث ۲۲۱۸)۔ صحیح مسلم: ج۵، ص۲۱۔ (ج۳، ص۳۶۴ حدیث ۱۰۹ کتاب البیوع)۔ سنن نسائی: ج۷، ص۴۶ و ۴۷۔ (ج۳، ص۱۰۲ حدیث ۴۶۴۰ و ۴۶۴۱)۔ مسند احمد: ج۲، ص۶۔ (ج۲، ص۶۷ حدیث ۴۴۹۰) سنن ابن ماجہ: ج۲، ص۸۷۔ (ج۲، ص۸۲۰ حدیث ۲۴۵۳)۔ سنن ابوداؤد: ج۲، ص۹۱۔ (ج۳، ص۲۵۹ حدیث۳۳۹۴)۔ سنن بیہقی: ج۶، ص۱۳۰

۶۔ صحیح مسلم: ج۵، ص۲۲۔ (ج۳، ص۳۶۴ حدیث۱۰۹ کتاب البیوع) چاپ شدہ از طرف محمد علی صبیح اور ان کی اولاد

ابن عمر پر تعجب ہے کہ انھوں نے اسلامی راجدھانی اور مرکز دینی میں نشو ونما پائی اور بوڑھے ہوئے لیکن اس قدر جاہل اور بے اطلاع تھے کہ معاویہ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں مسئلہ سے واقف ہوئے، اس درمیان وہ حرام کی کمائی کھاتے رہے۔ اس حرام خوری سے رافع بن خدیج نے روکا۔ حالانکہ بٹائی پر کھیتی دینے کی حرمت درمیان صحابہ مشہور تھی۔ حدیث جابر ہے کہ جو شخص بٹائی پر کھیتی دینا نہ چھوڑے وہ خدا ورسول سے جنگ کرتا ہے۔ اس کی روایت سعد، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری اور زید بن ثابت نے کی ہے۔ (۱)

ابن عمر کو ایسی مشہور بات کا پتہ نہ تھا، پھر بھی انہیں فقیہ کہا جاتا ہے۔ وہ اعلم وافقہ خلیفہ کے دلارے تھے، جن کے علمی آثار گذشتہ جلدوں میں پیش کئے گئے۔ یہ بھی اسی قسم فقیہ نکلے۔ کیا یہ فاحش غلو نہیں ہے اور معاشرے کو اندھیرے میں رکھنے کی سعی نہیں ہے؟

ایک یہ بھی حماقت تھی جسے دار قطنی نے لکھا ہے کہ عائشہ کو معلوم ہوا کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ حالت وضو میں بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ فرمایا کہ رسول خداؐ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے پھر وضو نہیں فرماتے تھے۔ (۲)

اس کے علاوہ حماقتوں میں متعہ، میت پر گریہ، حائضہ کا طواف وداع.....اور حالت احرام میں خوشبو سونگھنے کے افادات لائق ذکر ہیں۔

چنانچہ فتح الباری (۳) میں ہے کہ جب مروان خلافت کا طلب گار ہوا تو اس سے کہا گیا کہ یہاں ابن عمر موجود ہیں، اس نے کہا: ابن عمر مجھ سے زیادہ فقیہ نہیں ھیں، بلکہ وہ مجھ سے سن میں زیادہ ہیں اور صحابی رسولؐ ہیں۔ جو شخص مروان سے بھی کم علم ہو اس کے علمی مفادات کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ شاید اسی لئے ابراہیم نخعی اور شعبی ان کی باتوں پر توجہ نہیں دیتے تھے۔ (۴)

۱۔ سنن نسائی: ج ۳، ص ۵۲۔ (ج ۳، ص ۱۰۴ احدیث ۳۶۵۰۔) سنن بیہقی: ج ۶، ص ۱۳۲ و ۱۲۸

۲۔ سنن دار قطنی: (ج ۱، ص ۱۳۶ احدیث ۱۰)۔ الاجابۃ: ص ۱۱۸۔ (ص ۱۰۷ احدیث ۶)

۳۔ فتح الباری ج ۸ ص ۲۰۹۔

۴۔ صحیح بخاری ج ۳ ص ۵۸ (ج ۲ ص ۵۵۸ حدیث ۱۴۶۴) تیسر الوصول ج ۱ ص ۲۶۷ (ج ۱ ص ۳۱۵)

ابن عمر نہ تو محدث تھے نہ فقیہ۔ ان کی فقہ، حدیث دانی سے بدتر تھی اور حدیث دانی بھی سبحان اللہ تھی۔

چند نمونے دیکھئے:

ا۔ طبرانی (۱) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کو معلوم ہوا کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ مرگ ناگہانی مومنین پر عذاب ہے۔ فرمایا: خدا انھیں بخشے، رسولخداؐ کا تو ارشاد ہے کہ مرگ ناگہانی مومنین پر تخفیف اور کافروں پر عذاب ہے۔ (۲)

۲۔ بخاری (۳) میں روایت بن عمر ہے کہ رسولؐ خدا نے قلیب بدر پر مقتولوں سے خطاب فرمایا: کیا تم نے وعدہ خدا کو سچ پایا؟ پھر کہا کہ یہ اس وقت میری بات سن رہے ہیں۔ عائشہ سے یہ بات دہرائی گئی تو کہا کہ رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ یہ لوگ میری بات اس وقت سمجھ رہے ہیں کہ میں حق کہہ رہا ہوں۔

مسند احمد (۴) میں اس آیت کا اضافہ ہے: ''**انک لاتسمع الموتیٰ وماانت بمسمع من فی القبور**۔

۳۔ حکیم ترمذی (۵) نے نوادر میں ابن عمر کی روایت لکھی ہے کہ عرش مرگ سعد سے لرز اٹھا۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ لوگ اس سے سمجھے کہ عرش ایک تخت ہے جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت حدیث عمر میں احمقانہ طریقے سے پیش کیا گیا ہے جس کی روایت دس سے زیادہ اصحاب رسولؐ نے کی ہے۔ (۶)

ا۔ المعجم الاوسط (ج ۴ ص ۱۰۴ حدیث ۳۱۵۳) ۷۔ فتح الباری: ج ۸، ص ۲۰۹ (ج ۸، ص ۲۶۰)

۲۔ الاجابۃ ص ۱۱۹ (۱۰۸ حدیث ۸)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۴ ص ۱۴۶۲ حدیث ۳۷۶۰) ۴۔ مسند احمد ج ۲ ص ۳۱ (ج ۲ ص ۱۱۳ حدیث ۴۸۴۹)

۵۔ نوادر الاصول (۳ ص ۱۵۳ اصل ۹) ۶۔ فتح الباری ج ۷ ص ۹۸ (۷ ص ۱۲۴)

۴۔شاہ صاحب کی کتاب انصاف میں ابن عمر کی روایت ہے کہ میت پر اس کے اہل کے گریہ سے عذاب ہوتا ہے۔عائشہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ حدیث یوں ہے کہ رسول خداؐ ایک یہودیہ کی میت سے گذرے جس پر لوگ رو رہے تھے۔فرمایا کہ یہ لوگ رو رہے ہیں اور وہ عذاب قبر میں مبتلا ہے۔ابن عمر نے اس عذاب کو گریہ کی وجہ سے سمجھ لیا جب کہ حکم عام ہے تمام میت کے لئے۔مسند احمد (۱) میں بھی یہ حدیث تردید عائشہ کے ساتھ موجود ہے۔

۵۔بخاری (۲) نے کتاب الاذان میں لکھا ہے کہ ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ بلال رات میں دیتے ہیں لہذا تم کھاؤ پیو، جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ دیدیں۔۔جب یہ حدیث عائشہ سے بیان ہوئی تو کہا غلط ہے۔صحیح یہ ہے کہ ابن ام مکتوم اندھے ہیں لہذا وہ رات میں بھی اذان دے دیتے ہیں لہذا تم کھاتے پیتے رہو جب بلال کی اذان سنو تو کھانا پینا ترک کرو۔(۳)

۶۔مسند احمد (۴) میں ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: مہینہ ۲۹ دن ہے اور اپنے ہاتھ دوبارہ ملائے تیسری بار انگلی ٹیڑھی کی۔عائشہ نے تردید میں کہا کہ ابن عمر کو اشتباہ ہوا ہے۔درحقیقت رسولؐ خدا نے ایک مہینے تک عورتوں سے دوری اختیار کی پھر ۲۹ دن میں رجوع کیا، تو لوگوں نے پوچھا: آپ ۲۹ دن میں واپس آئے، فرمایا: مہینہ ۲۹ دن ہوتا ہے۔

ابومنصور بغدادی نے کہا ہے کہ عائشہ نے تردید میں کہا کہ آپ نے فرمایا: مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ابن عمر غلطی سے تمام مہینوں کو ۲۹ دن کا سمجھتے تھے۔(۵)

۷۔صحیحین (۶) میں ہے کہ ابن عمر سے کہا گیا کہ ابوہریرہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جو شخص تشیع

۱۔مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۱ (۷ ص ۳۹۸ حدیث ۲۵۸۷۱)

۲۔صحیح بخاری کتاب الاذان ج ۲ ص ۶ (ج ۱ ص ۲۲۳ حدیث ۵۹۲)

۳۔سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸۲ فتح الباری ج ۲ ص ۸۱ (ج ۲ ص ۱۰۲)

۴۔مسند احمد ج ۲ ص ۳۱ (ج ۲ ص ۱۱۳ حدیث ۴۸۵۱ ص ۱۵۷ حدیث ۵۱۴۰)

۵۔الاجابۃ زرکشی ص ۱۲۰ (ص ۱۰۹ حدیث ۹) مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ (ج ۲ ص ۸۰ حدیث ۴۵۹۷)

۶۔صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۳۹ (ج ۱ ص ۴۴۵ حدیث ۱۲۶۰) صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۲، ۵۳ (ج ۲ ص ۳۴۵ حدیث ۵۶ کتاب الجنائز)

جنازہ کرے اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔ کہا کہ ابو ہریرہ بکواس کرتے ہیں جب عائشہ نے تصدیق کی تو حسرت سے کہا کہ تب تو ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیئے۔

نظریہ ابن عمر قتال وصلوۃ کے بارے میں

طبقات (۱) ابن سعد میں قول ابن عمر نقل ہے کہ میں فتنے کے زمانے میں ہر زبردست کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں لیکن جنگ میں حصہ نہیں لیتا۔ ابن حجر (۲) کہتے ہیں کہ ابن عمر فتنے کے زمانے میں جنگ نہیں کرتے تھے چاہے ایک گروہ کا حق اور دوسرے کا باطل ہونا بھی ثابت ہو جائے، فتنے کے زمانے میں جو بھی امیر بن جاتا اس کے پیچھے نماز پڑھ لیتے اور زکوۃ مال بھی اسے دیدیتے۔ (۳)

یہاں ابن عمر کی احمقانہ و شرمناک حرکت کا عذر لنگ تو ملاحظہ فرمایئے: وہ جمل و صفین کے قتال کو فتنہ کا زمانہ کہتے ہیں اور خلیفہ برحق امیر المومنینؑ ساتھ نہ دینے کا بہانہ تراشتے ہیں حالانکہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ وہ فتنہ کہکے سادہ لوحوں کو تو سمجھا سکتے ہیں اور اپنا دامن جھاڑ سکتے ہین لیکن سمجھدار کو نہیں۔ بزرگ صحابی حذیفہ یمانی فرماتے ہیں کہ فتنہ میں اگر تم دین کو پہچان لو تو تمہارے لئے ضرر رساں نہیں۔ فتنہ اسی وقت فتنہ ہے جب تم پر حق و باطل مشتبہ ہو جائے۔ (۴) ابن عمر تو دین فہمی سے قطعی دور تھے یا نعمت خدا کے منکر؟ کیا ابن عمر نے باغی گروہ سے قتال کی آیت کہ تجاوز کار کے خلاف جنگ کرو؛ نہیں پڑھی تھی۔ جب ایک عراقی نے انہیں مطلب سمجھایا تو بھڑک اٹھے۔ نکل جا یہاں سے!!! کیا ابن عمر کو فئہ باغیہ کی پہچان نہیں تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو پہلے ہی اس کی خبر دے کر لوگوں کو چوکنا کر دیا تھا۔ (۵)

۱۔ طبقات ابن سعد: ج ۴، ص ۱۱۰۔ (ج ۴، ص ۱۴۹) ۲۔ فتح الباری: ج ۱۳ ص ۳۹۔ (ج ۱۳، ۴۷)

۳۔ البدایہ والنہایہ: ج ۹، ص ۵۔ (ج ۹، ص ۸ حوادث ۷۴ھ) ۴۔ فتح الباری: ج ۱۳، ص ۴۰۔ (ج ۱۳، ص ۴۹)

۵۔ صحیح ترمذی: ج ۹، ص ۴۹۔ (ج ۳، ص ۴۲۳ حدیث ۲۱۹۷)۔ المستدرک علی الصحیحین: (ج ۴، ص ۴۳۸ و ۴۴۰۔ ج ۴، ص ۴۸۵ حدیث ۸۳۵۴ ص ۴۸۷ حدیث ۸۳۱۰)۔ کنزل العمال: ج ۶، ص ۳۱ و ۳۷۔ (ج ۱، ص ۱۵۲ حدیث ۳۰۹۹۷۔ ص ۱۵۷ حدیث ۳۱۰۱۹)

کسی کے لئے بھی بہانہ کا موقع نہیں چھوڑا تھا۔ خود حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میرے پاس جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔(۱)

کیا ابن عمر نے رسول خداؐ کا انتباہ عائشہ سے نہیں سنا تھا کہ تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ حواب کے کتے تجھ پر بھونک رہے ہیں، تو علیؑ سے جنگ کے لئے ظالمانہ نکلی ہے۔ ایک زوجہ سے کہا: دیکھنا خبردار! تو نہ ہونا۔ زبیر سے کہا: تم علیؑ سے جنگ کروگے حالانکہ تم ظالم ہوگے۔ حضرت علیؑ سے کئی بار فرمایا: یا علیؑ! تم جلد ہی باغی گروہ سے جنگ کروگے اور تم حق پر ہوگے، جو اس وقت تمہاری مدد نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ تم میرے بعد ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کروگے۔

تم عرب کے بہادر ہو اور ناکثین، قاسطین اور مارقین کے قاتل۔ یہی بات ام سلمہ سے فرمائی۔(۲) حضرت علیؑ سے اس کا عہد لیا، صحابہ سے فرمایا کہ تم میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو تاویل قرآن پر اس طرح جنگ کرے گا جس طرح میں تنزیل کے لئے جنگ کر رہا ہوں۔ ابوبکر و عمر نے کہا: وہ میں ہوں یا رسولؐ اللہ؟ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ہے جو میری جوتیاں ٹانک رہا ہے۔ اور آپ نے علیؑ کو اپنی جوتیاں ٹانکنے کے لئے دی تھیں۔(۳)

عمار سے فرمایا: تم کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور معاویہ کی فوج نے آپ کو قتل کیا۔(۴)

ابوایوب انصاری، ابوسعید خدری اور عمار کا قول ہے: رسولؐ خدا نے ہمیں ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ کس کے ساتھ ہو کر جنگ کریں؟ فرمایا:

۱۔ کتاب الصفین: ص۵۴۲ (۔ص۴۷۴)

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ج۵، ص۴۱۔ (ج۱، ۳۶۹)۔ البدایۃ والنہایۃ: (ج۷، ص، ۳۰۶۔ ج۷، ص۳۳۹ حوادث ۳۷ھ)۔ کنزل العمال: ج۶، ص۸۸۔ (ج۱۱، ص۳۵۲ حدیث ۳۱۷۲۰)۔ تاریخ بغداد: ج۱۳، ص۱۸۷ (نمبر ۷۱۶۵)۔ کفایۃ الطالب: (ص، ۷۰۔ ص۱۶۹ باب ۳۷)۔ استیعاب: ج۳، ص۵۳" (القسم الثالث: ص۱۱۱۷ نمبر ۱۸۵۵)

۳۔ المستدرک علی الصحیحین: (ج۳، ص۱۳۲ حدیث ۴۶۲۱)۔ مجمع الزوائد: ج۹، ص۱۳۳۔ (۹) المستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۳۸۷ (۳ص ۴۳۶ حدیث ۵۶۵۹)

۴۔ مستدرک حاکم ج۳ ص۳۸۷ (ج۳ ص۴۳۶ ح/۵۶۵۹)

علیؑ کے ساتھ۔(۱) کیا یہ واضح احادیث اور گواہیاں ابن عمر سے پوشیدہ تھیں؟ اس کے علاوہ کیا ابن عمر سے رسول اکرم کا یہ بلند آہنگ بھی پوشیدہ تھا کہ ''علی مع الحق والحق مع علی ولن یفترقا حتی یرداعلی الحوض''۔

یا یہ ارشاد: ''علی مع الحق والحق معہ علی لسانہ والحق یدور حیثما دار علی''۔

یا حضرت علیؑ سے فرمایا: ''ان الحق معک والحق علی لسانک وفی قلبک وبین عینیک والایمان مخالط لحمک ودمک کماخالط لحمی ودمی''۔

علیؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا: ''الحق مع ذا، الحق مع ذا، یزول معہ حیثما زال''۔

یا فرمایا: ''علی مع القرآن والقرآن مع علی لایفترقان حتی یرداعلی الحوض''۔

حضرت علیؑ سے فرمایا: تمہارا گوشت میرا گوشت، تمہارا خون میرا خون اور حق تمہارے ساتھ ہے۔

یا لوگوں سے فرمایا: میرے بعد جلد ہی فتنہ اٹھے گا، اس وقت تم لوگ علیؑ سے وابستہ رہنا کیونکہ وہ سب سے پہلے مجھ سے حشر میں مصافحہ کریں گے۔ وہی صدیق اکبر اور اس امت کے فاروق ہیں۔ حق و باطل میں فرق کرنے والے۔ وہ مومنین کے یعسوب ہیں اور مال منافقوں کا یعسوب ہے۔(۲)

حضرت علیؑ کے اہل وعیال کے لئے فرمایا: جو تم سے جنگ کرے میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں۔ جو تم سے صلح کرے میں اس سے صلح کرنے والا ہوں۔ ایک خیمہ میں اہل بیتؑ کی طرف اشارہ کر کے یہی بات فرمائی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۵، ص ۴۱۔ (ج ۱، ص ۳۶۹)۔ البدایۃ والنہایۃ: ج ۷، ص ۳۰۵ و ۳۰۶۔ ج ۷، ص ۳۳۹۔ کتاب الطالب: ص ۴۷۔ (ص ۱۷۳ باب ۳۸)۔ مسند ابی یعلی: (ج ۳، ص ۱۹۴ احدیث ۱۶۲۳)۔ مجمع الزوائد: ج ۷، ص ۲۳۸

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ: ج ۱، ص ۶۸۔ (ج ۱، ص ۷۳۔) ربیع الابرار: (ج ۱، ص ۸۲۸)۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۱۲۴۔ (ج ۳، ص ۱۳۴ احدیث ۴۶۲۸)۔ الصواعق المحرقۃ: ص ۷۴ و ۷۵۔ (ص ۱۲۴ و ۱۲۶)۔ استیعاب: ج ۲، ص ۶۵۷۔ (القسم الرابع: ص ۱۷۴۴ نمبر ۳۱۵۷۔) الاصابۃ: ج ۴، ص ۱۷۱ (نمبر ۹۹۴)

علیؑ کے ہاتھوں میں انگلیاں جما کے فرمایا: **ھذا امیر البررہ، قاتل الفجرہ، منصور من نصرہ، مخذول من خذلہ۔(۱)**

اور حجۃ الوداع میں لاکھوں کے مجمع میں فرمایا: **"من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللھم وال من والاہ وعادمن عاداہ، وانصرمن نصرہ واخذل من خذلہ، واحب من احبہ وابغض من البغضہ وادرالحق معہ حیث دار"۔**

ان کے علاوہ بے شمار اعلانات رسولؐ ہیں جو ابن عمر نے فراموش کر دیئے اور ہیکڑی میں حق پوشی کی۔(۲) یا پھر نص کے مقابلہ میں لچر اجتہاد کیا۔ یہ شخص اس دن سخت نادم ہوگا جب ندامت کوئی فائدہ نہ پہونچائے گی۔ وہ فرمائیں گے: کاش میں نے فِئہ باغیہ سے علیؑ کی معیت میں جنگ کی ہوتی۔(۳)

میری زندگی کی سب سے بڑی محرومی یہی رہی۔ زندگی کی آخری گھڑیوں میں یہی بات کہی۔ یہی بات ایک عراق سے کہی جسے سنن بیہقی (۴) میں بطریق حمزہ بن عبد اللہ نقل کیا گیا ہے۔

ابن عمر کی نماز

ہر زبردست کے پیچھے نماز پڑھنے کی بات بھی سخت جہالت و نادانی ہے اور شیطان کا غلبہ۔ کیونکہ وہ خیر البریہ حضرت علیؑ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا، جسے قرآن نے طہارت وولایت کا تمغہ عطا فرمایا۔ اور حجاج جیسے سفاک وبدکردار کے پیچھے نماز پڑھتا تھا۔ سفیان ثوری کا بیان ہے کہ سلمہ بن کھیل اور ذرمرھبی کے

۱۔ تاریخ بغداد؛ ج۲، ص۳۷۷ (نمبر ۸۸۷)۔ ج۴، ص۲۱۹ (نمبر ۱۹۱۵)۔ المستدرک علی الصحیحین ؛ج۳، ص۱۲۹۔ (ج۳، ص۱۴۰ حدیث ۴۶۴۴)۔ احکام القرآن جصاص؛ ج۴، ص۵۶۰

۲۔ مسند احمد؛ ج۲، ص۷۰ و۹۴۔ (ج۲، ص۱۸۲ حدیث ۵۳۵۸۔ ص۲۲۵ حدیث ۵۶۵۷)۔ سنن بیہقی؛ ج۸، ص۱۹۲

۳۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن ؛ ج۴، ص۱۳۶ و۱۳۷۔ (ج۳، ص۱۸۷)۔ استیعاب ؛ ج۱، ص۳۶۹ و۳۷۰۔ (القسم الثالث ؛ ص۹۵۳ نمبر ۱۶۱۲)۔ اسد الغابۃ ؛ (ج۳، ص۲۲۹۔ ج۳، ص۳۴۲ نمبر ۳۰۸۰)۔ ریاض النضرۃ؛ ج۲، ص۲۴۲۔ (ج۳، ۲۰۱)

۴۔ سنن بیہقی؛ ج۸، ص۱۷۲

درمیان مناظرہ ہوا۔ سلمہ کہتے تھے کہ حجاج کافر ہے اور ذر کہتا تھا کہ مومن ہے۔ سلمہ کی دلیل تھی کہ اعمش کہتے ہیں کہ واللہ میں نے حجاج کو کہتے سنا ہے کہ حیرت ہے مجھے عبد ھذیل (ابن مسعود) پر کہ جو کہتا ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ قرآن تو بس عربی آہنگ ہے اور خدا کی قسم اگر ابن مسعو کو پا جاتا تو اس کی گردن مار دیتا یا اس کے حلق سے قرآن کھرچ لیتا۔ (۱)

ابن عساکر (۲) نے حجاج کا خطبہ نقل کیا ہے: جہاں تک ہو سکے تقویٰ اختیار کرو لیکن اس میں ثواب نہیں۔ البتہ امیر المومنین عبد الملک کی اطاعت کرو کہ اس میں ثواب ہے۔ خود ابن عمرؓ سے حدیث نقل ہے کہ وہ کذاب اور رجا ہکار ہے بنی ثقیف کا۔ (۳) حجاج نے زائرین مدینہ کے لئے کہا کہ ان پر افسوس ہے کہ یہ بوسیدہ ہڈی کا طواف کرنے جاتے ہیں، امیر المومنین کے قصر کا طواف نہیں کرتے۔ کیا یہ جانتے نہیں کہ خلیفہ خدا رسولؐ سے افضل ہے۔ (۴)

دو آدمیوں میں جھگڑا ہوا کہ حجاج مومن ہے اور حجاج کافر ہے۔ معاملہ شعبی کے پاس گیا تو کہا کہ وہ بت و طاغوت کا مومن تھا اور خدائے عظیم کا کافر تھا۔ (۵) واصل اسے شیخ کافر، قاسم اس کو اسلام کا بھگوڑا، عاصم حرمت کا زیاں کرنیوالا بتاتے تھے۔ طاؤس کو حیرت تھی کہ اہل عراق حجاج کو مومن سمجھتے ہیں اکثر نے اسے کافر کہا ہے۔ (۶) پھر یہ کہ ترمذی کے مطابق حجاج کے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ (۷)

۱۔ المستدرک علی الصحیحین: ج ۳، ص ۵۵۶۔ (ج ۳، ص ۶۴۱ حدیث ۶۳۵۲)۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۶۹۔ (ج ۱۲، ص ۱۶۰ و ۱۵۹ نمبر ۱۲۱۷)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۶، ص ۲۱۵)

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۶۹۔ (ج ۱۲، ص ۱۵۹ نمبر ۱۲۱۷)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۶، ص ۲۱۴)

۳۔ سنن ترمذی: ج ۹، ص ۶۴۔ ج ۱۳، ۲۹۴۔ (ج ۴، ص ۴۳۲ حدیث ۲۲۲۰ حدیث ۳۹۴۴)۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۹۱ و ۹۲۔ (ج ۲، ص ۲۱۸ حدیث ۵۶۱۲۔ ص ۲۲۱ حدیث ۵۶۳۲)۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۵۰۔ (ج ۱۲، ص ۱۲۲ و ۱۲۱ نمبر ۱۲۱۷)

۴۔ نصائح کافیہ ابن عقیل: ص ۱۸۔ (ص ۱۰۶)

۵۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۸۱۔ (ج ۱۲، ص ۱۸۸ و ۱۸۷ نمبر ۱۲۱۷)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۶، ص ۲۲۸)

۶۔ الاتحاف بحب الاشراف: ص ۲۲۔ (ص ۶۷)

۷۔ سنن ترمذی: ج ۹، ص ۶۴۔ (ج ۴، ص ۴۳۳ حدیث ۲۲۲۰)۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۴، ص ۸۰۔ (ج ۱۲، ص ۱۸۴ نمبر ۱۲۱۷)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۶، ۲۲۶)۔ تیسیر الوصول: ج ۴، ص ۳۶۔ (ج ۴، ص ۴۱)

اسی ہزار قیدی جس میں تیس ہزار عورتیں تھیں۔(۱)

کیا ایسا سفاک وخونخوار نماز کی امامت کے قابل تھا؟ کاش! ہمیں معلوم ہوسکتا کہ کسی شریعت میں زور وزبردستی کو حق کی علامت بتایا گیا ہے؟ آخر ابن عمر نے اس کی بیعت کیسے کی؟ ابن عمر حجاج کے پیچھے نماز پڑھتا تھا اور خوارج کے سرغنہ نجدہ کے پیچھے۔ ابن حزم کے مطابق ایک بدکارترین اور دوسرا خارجی تھا۔(۲)

کیا قرآن وحدیث میں اس بات کی نشاندھی نہیں ہے کہ جماعت کی نماز ایسے کے پیچھے پڑھو جو قرآن وسنت کا واقف کار اور نیک ہو(۹) اگر غلبہ ہی ابن عمر کے یہاں معیار تھا تو جمل ونہراون کے بعد حضرت علیؑ کو غلبہ حاصل ہوگیا تھا ان کے پیچھے نماز کیوں نہ پڑھی؟

بھلا خارجی کا ماموم بنکے کیا ثواب کمایا؟ جبکہ رسولؐ نے فرمایا تھا کہ خوارج دین سے نکل بھاگیں گے۔(۴)

اس سلسلے میں بے شمار احادیث ہیں کہ خوارج جہنم کے کتے ہیں۔(۵)

امیر المومنینؑ کا ہاتھ رسول کا ہاتھ تھا۔ ابن عمر نے آپ کی بیعت نہ کر کے برکت گنوائی، حجاج جیسے تباہکار، کذاب کے پیچھے نماز پڑھی اور نفس رسولؐ کی اقتدا چھوڑ دی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر؛ ج۴، ص۸۰، (ج۱۲، ص۱۸۵ نمبر ۱۲۱۷)۔ المستطرف: ج۱، ص۶۶۔ (ج۱، ص۵۴)

۲۔ طبقات ابن سعد؛ ج۴، ص۱۱۰۔ (ج۴، ص۱۴۹۔) المحلی: ج۴، ص۲۱۳

۳۔ صحیح مسلم؛ ج۲، ص۱۳۳۔ ج۲، ص۱۱۹ حدیث ۲۹۰ کتاب المساجد۔ سنن ترمذی؛ ج۶، ص۳۴۔ (ج۱، ص۴۵۹ حدیث ۲۳۵)۔ سنن ابوداؤد: ج۱، ص۹۶۔ (ج۱، ص۱۵۹ حدیث ۵۸۲ و ۵۸۴)

۴۔ صحیح بخاری: ص۱۳۲۱، حدیث ۳۴۱۵۔ (ج۶، ص۲۷۴۸ حدیث ۷۱۲۳)۔ صحیح مسلم: (ج۲، ص۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۳ حدیث ۱۴۹ و ۱۵۴ و ۱۵۶ کتاب الزکاۃ)۔ سنن ترمذی؛ ج۹، ص۳۷۔ (ج۴، ص۴۱۷ حدیث ۲۱۸۸)۔ سنن ابن ماجہ؛ (ج۱، ص۵۹ حدیث ۱۶۸) سنن بیہقی؛ ج۸، ص۱۷۰۔ المستدرک علی الصحیحین: ج۲، ص۱۴۶۔ (ج۲، ص۱۶۰ حدیث ۲۶۴۷)

۵۔ الجامع الصغیر؛ (ج۱، ص۶۳۸ حدیث ۴۱۴۸)

ابن عمر کا ایک دوسرا عذر

حلیہ(۱) ابونعیم میں ہے کہ ایک شخص نے بن عمر سے پوچھا: آپ صحابی رسولؐ ہیں، اس جنگ میں حصہ کیوں نہیں لیتے ؟جواب دیا: اس لئے کہ خدا نے مسلمانوں کا خون بہانے سے منع کیا ہے۔اس کا ارشاد ہے:﴿قاتلوهم حتى لاتكون فتنه ويكون الدين لله ﴾''ہم نے جہاد کرکے دین خدا کو رائج کردیا اب تم چاہتے ہو کہ غیر خدا کے لئے جنگ کریں۔یہی روایت اس دوسرے طریق سے بھی ہے''۔(۲)

ماریئے گوئی ابن عمر کو جو بزعم خود افقہ صحابہ بنا ہوا ہے مہاجرین وانصار کے مقابلے میں، کیوں انھوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ ہوکر معاویہ وعائشہ سے جنگ نہیں کی؟ جس کا رسول خداؐ نے انھیں حکم دیا تھا۔یہ ابن عمر کا عذر باپ کے عذر کی طرح ہے کہ رسول خداؐ نے عمر کو ذوالثدیہ کے قتل کا حکم دیا لیکن انھوں ل ے لچر بہانہ پیش کرکے قتل نہیں کیا(۳) پھر یہ کہ کیا امیرالمومنینؑ کی طرف سے جنگ کرنا غیر اللہ کا کام تھا؟ وہ تو باغی گروہ سے جنگ کررہے تھے۔

اس سے زیادہ حیرت ناک عذر ابن عمر کا یہ ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں ہماری جنگ ایسی ہی ہے جیسے کوئی اجالے میں راستہ چل رہا ہو اور اچانک گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائے اور آدمی بھٹک جائے۔مجھے قطعی سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کے ساتھ ہوکر جنگ کروں۔(۴) کیا علیؑ کے ساتھ ہوکر جنگ کرنے میں گھٹا ٹوپ اندھیر چھارہا تھا؟ کیا سبھی مہاجرین وانصار اندھیروں میں بھٹک رہے تھے؟ کیا ابن عمر کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ شام کا اندھیرا یا عثمان کا اندھیرا گھٹن سے بھرپور تھا؟ معاویہ نے تو دھونس، دھمکی سے بیعت کی دوکان چمکائی، یزید کی بیعت لی۔علیؑ کا عہد خلافت تو اجالوں سے بھرپور تھا۔خود رسول خداؐ نے

۱۔حلیۃ الاولیاء؛ج۱،ص۲۹۲

۲۔حلیۃ الاولیاء؛ج۱،ص۲۹۴

۳۔مسند؛ج۳،ص۱۵۔(ج۳،ص۳۹۰حدیث ۱۰۷۴۳)۔البدایۃ والنہایۃ؛ج۷،ص۲۹۸۔(ج۷،ص۳۳۰حوادث ۳۷ھ)

۴۔حلیۃ الاولیاء؛ج۱،ص۳۰۹

فرمایا تھا کہ اگر تم علیؑ کو امیر بناؤ گے تو انہیں ہادی و مہدی پاؤ گے۔ معاویہ کی گمراہی کے متعلق تو ہاشم مرقال، یزید بن قیس ارجبی، عمار یاسر، عبداللہ بن بدیل، شبث بن ربعی، وردان، محمد مسلمہ، نصر اور خود امیر المومنینؑ کے واضح ارشادات ہیں کہ وہ راہ خدا سے بھٹکا ہوا ہے تھا۔ خود معاویہ اپنے کو دنیا کا فرزند کہتا تھا۔

ابن عمر اپنے باپ کی بدعتیں زندہ کرتے ہیں

اس سلسلے میں دو چار نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ مجمع ہیثمی (۱) میں ہے کہ جب ابن عمر سے متعہ کے متلق پوچھا گیا تو کہا کہ حرام ہے۔ کہا گیا کہ ابن عباس اجازت دیتے ہیں تو جواب دیا کہ خدا کی قسم! ابن عباس جانتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے خیبر کے موقع پر منع کر دیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں جواب دیا کہ اگر عمر ابن خطاب کسی کو متعہ کرتے دیکھتے تو سنگسار کرتے۔ (۲)

ایک شخص نے حکم خدا کے خلاف فتویٰ دیا۔ سائل تو حکم خدا پوچھ رہا ہے اور یہ اپنے باپ کی بدعت ٹھونک رہا ہے۔ خود اس کے باپ نے گواہی دی ہے کہ دو متعہ عہد رسولؐ میں رائج تھے۔ اور میں اسے حرام کرتا ہوں۔ (۳) اس شخص نے جھوٹی قسم کھائی اور ابن عباس جیسے عظیم صحابہ اور حضرت علیؑ کو جھٹلایا۔ خیبر میں نہی متعہ کی تردید حفاظ و محدثین نے کر دی ہے۔ (۴)

۱۔ مجمع الزوائد: ج۴، ص۲۶۵ ۲۔ سنن بیہقی: ج۷، ص۲۰۶

۳۔ البیان والتبیین جاحظ: ج۲، ص۲۲۳ (ج۲، ص۱۹۳) احکام القرآن جصاص: ج۱، ص۳۴۲و۳۴۵ ج۲، ص۱۸۴ (ج۱، ص۲۹۰و۲۹۳ ج۲، ص۱۵۲)؛ تفسیر قرطبی: ج۲، ص۳۷۰ (ج۲، ص۲۶۱) کتاب المبسوط سرخسی: (ج۴، ۲۷) زاد المعاد ابن قیم: ج۱، ص۴۴۴ (ج۲، ص۱۸۴) تفسیر کبیر رازی: ج۲، ص۱۶۷؛ ج۳، ص۲۰۱و۲۰۲ (ج۵، ص۱۵۳۔ ج۱۰، ص۵۲و۵۳)؛ کنز العمال: ج۸، ص۲۹۳ (ج۱۶، ۵۱۹ حدیث ۴۵۷۱۵؛ ص۵۲۱ حدیث ۴۵۷۲۲)؛ در منثور: ج۲، ص۱۴۰ (ج۲، ص۴۸۷)

۴۔ الروض الانف: ج۲، ص۲۳۸ (ج۶، ص۵۵۷)؛ شرح المواہب زرقانی: ج۲، ص۲۳۹۔ شرح الموطا: ج۳، ص۲۴ (ج۳، ص۱۵۲ حدیث ۱۱۷۸)؛ سنن بیہقی ج۷، ص۲۰۱؛ زاد المعاد: ج۱، ص۴۴۳ (ج۲، ص۱۸۳)

۲۔میت پر گریہ کرنے سے اس شخص کے باپ نے روکا جب کہ رسولؐ خدا نے اس کی اجازت دی ہے۔اس شخص نے ایک روایت پیش کی جس کی تردید عائشہ نے کردی۔(۱)

۳۔اس شخص نے باپ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے حدیث رسولؐ بیان کرنے سے روکا۔(۲)

۴۔حائض کے طواف وداع میں اپنے باپ کی تقلید کی اور لوگوں نے اس کی تردید کی۔(۳)

۵۔لوگوں کو غیر واقع امور کے متعلق سوال کرنے سے روکا یہ بھی باپ کی تقلید تھی۔(۴)

۶۔باپ کی طرح حالت احرام میں خوشبو کے استعمال سے روکا۔عائشہ نے تردید کی۔(۵)

۷۔بخاری و مسلم (۶) میں ہے کہ مجاہد کہتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں آئے دیکھا کہ ابن عمر حجرہ عائشہ میں بیٹھے ہیں اور لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ان سے لوگوں کے نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو کہا کہ بدعت ہے۔عروہ نے پوچھا: رسول خداؐ نے کتنی بار عمرہ ادا کیا؟ جواب دیا: چار بار، ایک اس میں ماہ رجب میں کیا۔میں اس کی تردید کرنا نہیں چاہتا تھا کہ عائشہ کو حجرہ سے آواز دی: ام المومنین: آپ ابن عمر کی بات سن رہی ہیں؟ فرمایا: خدا ابن عمر کو بخشے، رسولؐ خدا جب بھی عمرہ کے لئے

۱۔صحیح بخاری ابواب الجنائز: (ج۱،ص۴۳۲و۴۳۳وحدیث۱۲۲۶و۱۲۲۷)۔صحیح مسلم ج۱،ص۳۴۲و۳۴۳و۳۴۴(ج۲،ص۳۳۲و ۳۳۳و۳۴۴حدیث۲۲و۲۵و۲۷)؛سنن نسائی ج۴،ص۱۷و۱۸(ج۱،ص۶۰۹حدیث۱۹۸۳و۱۹۸۵)؛سنن ابوداؤد: ج۲،ص۵۹ (ج۳،ص۱۹۴حدیث۳۱۲۹)مسند احمد: ج۱،ص۴۱و۴۲(ج۱،ص۶۸حدیث۲۹۰)؛سنن بیہقی: ج۴،ص۷۳

۲۔سنن داری ج۱ص۸۴؛سنن ابن ماجہ ج۱،ص۱۵(ج۱،ص۱۱حدیث۲۶)مسند احمد ج۲،ص۱۵۷(ج۱،ص۳۳۵حدیث۶۴۲۹)

۳۔صحیح بخاری کتاب الحج باب اذا حاضت المرأة: (ج۲،ص۶۲۵حدیث۱۶۷۲)؛سنن بیہقی: ج۵،ص۱۶۳

۴۔سنن داری: ج۱،ص۵۰؛ جامع البیان العلم ابن عبدالبر: ج۲،ص۱۴۳(ص۳۶۹حدیث۱۷۹۴)مختصر جامع بیان العلم: ص۱۹۰ (ص۲۲۶حدیث۲۳۲)؛فتح الباری: ج۱۳،ص۲۲۵(ج۱۳،ص۲۶۶)کنز العمال ج۲،ص۱۷۴(ج۳،ص۸۳۹حدیث۸۹۰۶)

۵۔صحیح بخاری: ج۱،ص۱۰۲و۱۰۳(ج۱،ص۱۰۴حدیث۲۶۴)؛صحیح مسلم: ج۴،ص۱۲و۱۳(ج۳،ص۲۲حدیث۴۹کتاب الحج)؛سنن نسائی۔ج۵،ص۱۴۱(ج۲،ص۳۴۰حدیث۳۶۸۴)

۶۔صحیح بخاری؛ ج۳،ص۱۴۴(ج۲،ص۶۳۰حدیث۱۶۸۵)؛صحیح مسلم ج۴،ص۶۱(ج۳،ص۸۹حدیث۲۲۰کتاب الحج)؛مسند احمد: ج۲،ص۷۳و۱۲۹و۱۵۵(ج۲،ص۱۸۷و۲۸۵و۳۳۱حدیث۵۹۳۹و۶۰۹۱و۶۳۹۴)سنن ابن ماجہ: (ج۲،ص۹۹۷ حدیث۲۹۹۸)۔تیسیر الوصول: ج۱،ص۳۳۶(ج۱ص۳۹۴)

گئے ابن عمران کے ساتھ تھے۔ رسولؐ نے تو ایک بھی عمرہ ماہ رجب میں ادا نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رجب کا عمرہ ابن عمر نے جھوٹ بول کر پیدا کیا۔ وہ اس طرح اپنے باپ (۱) کی متعہ کے خلاف بدعت کو تقویت دینا چاہتا تھا یا تاویل کرنا چاہتا تھا۔

انس نے بھی ماہ رجب میں عمرہ رسول کا انکار کیا ہے۔ قارئین کرام کو ابن عساکر اور احمد بن حنبل کی روایت سے ابن عمر کی ماہیت سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ (۲)

عبداللہ بن زبیر نے محاصرے کے درمیان عثمان سے کہا کہ میں اصیل گھوڑے لے آؤں تا کہ آپ مکہ چلے جائیے۔ عثمان نے کہا: نہیں، میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ مکہ میں ایک کافر دفن ہوگا جس کا نام عبداللہ ہوگا۔ اس پر آدھی مخلوقات کا عذاب بار ہوگا۔ میرے خیال میں وہ تم ہو یا عبداللہ ابن عمر۔ (۳)

مسند احمد میں ہے کہ عبداللہ بن عمر نے ابن زبیر سے یہی بات کہی تھی۔ (۴)

ابن عمر کی دوسری قسم کی روایات میں صرف امیر المومنینؑ سے عناد کی جھلکیاں ملتی ہیں اس کا دل اجازت نہیں دیتا کہ نام علیؑ زبان پر لائے۔ اس نے بارہ خلفاء کے نام گنائے اور نام علیؑ چھوڑ دیا۔ (۵) جبکہ یزید و سفاح جیسوں کا نام لیا۔ (۶) اس شخص میں کیا منحوس روح بھری تھی کہ تعصب جلا ہلا نہ میں

۱۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۹۵ (ج ۲، ص ۲۲۶ حدیث ۵۶۶۷)

۲۔ صحیح بخاری: ج ۳، ۱۴۵ (ج ۲، ص ۶۳۱ حدیث ۱۶۸۸)؛ صحیح مسلم: ج ۴، ص ۶۰ (ج ۳، ص ۸۸ حدیث ۲۱۷ کتاب الحج)؛ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۱۲ (ج ۲، ص ۲۰۶ حدیث ۱۹۹۴) الاجابۃ زرکشی ص ۱۱۵ (ص ۱۰۴ حدیث ۳)؛ سنن ابن ماجہ: ج ۲، ص ۲۳۳ (ج ۲، ص ۹۹۷ حدیث ۲۹۹۶)

۳۔ مسند احمد: (ج ۱، ص ۱۰۴ حدیث ۴۶۳)۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۷، ص ۴۱۴۔ (ج ۲۸، ص ۲۱۹۔ نمبر ۳۲۹۷)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۱۲، ص ۱۹۵)

۴۔ مسند ج ۲، ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۲۹۸ حدیث ۶۵۶۱)

۵۔ فتح الباری: ج ۵، ص ۱۹ (ج ۱۳، ص ۹۵)

۶۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۹، ص ۴۷۶ و ۴۷۷ نمبر ۱۹۴۶)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۱۶، ص ۲۵۹)۔ سیرہ اعلام النبلاء: (ج ۴، ص ۳۸)۔ تاریخ الخلفاء: ص ۱۴۰۔ (ص ۱۹۵)

حضرت علیؑ کو یزید سے بھی بدتر سمجھتا تھا۔ اس شخص نے کبھی فضائل علیؑ کا زبان سے اقرار نہ کیا۔ جو فضائل بیان کیئے وہ بھی مسخ کر کے بیان کیئے یا تحریف کر کے۔ لیکن ثلاثہ کے فضائل بیان کرنے میں اس کی قینچی کی طرح زبان چلتی نظر آتی ہے۔

۵۔ انس سے روایت ہے: رسولؐ خدا کے ساتھ ابو بکر و عمر و عثمان کوہ حرا پر بیٹھے تھے، اتنے میں پہاڑ لرزنے لگا۔ رسول خدا نے فرمایا: اے حرا! ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبیؐ ایک صدیق اور دو شہید بیٹھے ہیں۔

خطیب، نے اس روایت کو کدیمی سے نقل کیا ہے (۱) جو کذاب اور حدیثیں گڑھنے والا تھا۔ اس نے زبان رسولؐ خدا سے ہزاروں جھوٹی حدیثیں بیان کر ڈالی ہیں۔ (۲) اسے اختلال حواس بھی ہو گیا تھا۔ (۳)

اس روایتی عیب کے باوجود خطیب نے مدح صحابہ کے زعم میں بغیر خلل سند بیان کیئے لکھ مارا ہے۔

۶۔ دار قطنی (۴) نے اسماعیل بن عباس وراق، عباد بن ولید، ولید بن فضل، عبد الجبار بن حجاج، مکرم بن حکیم، سیف بن منیر انھوں نے ابو دردا کا بیان نقل کیا ہے کہ چار چیزیں رسولؐ خدا سے میں نے سنی ہیں: کسی اہل قبلہ کو خواہ گناہ کبیرہ ہی کرے کافر نہ کہہ دو، ہر پیش نماز کے پیچھے نماز پڑھ لو جہاد کرو، ابو بکر و عمر و عثمان و علیؑ کو صرف اچھائی سے یاد کرو اور کہو کہ وہ لوگ ایسے گروہ تھے جنھیں ان کے اچھے برے عمل کا بدلہ دیا جائے۔ (۵)

۱۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۶۵

۲۔ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۴۴۱؛ کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۳۱۲؛ تذکرۃ الموضوعات ص ۱۴، ۱۸ (ص ۱۰، ۱۳، ۱۵)؛ شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۹۴ (ج ۳ ص ۳۶۲ حوادث ۲۸۶ھ)؛ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۵۲ (ج ۴ ص ۷۴ نمبر ۸۳۵۳)؛ اللئالی المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۴۲، ۲۱۵ (ج ۲ ص ۶۴، ۲۰۲)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۷۵ (ج ۲ ص ۶۱۸ نمبر ۶۴۵)

۳۔ کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۲۲۰)؛ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۷۵ (ج ۸ ص ۳۳۵)؛ طبقات ابن سعد (ج ۷ ص ۲۷۳)؛ الثقات ابن حبان (ج ۶ ص ۳۶۰)؛ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۶۶۔۶۳ (ج ۴ ص ۵۶)

۴۔ سنن دار قطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۷۳؛ ج ۶ ص ۲۲۶ (ج ۲ ص ۲۵۸ نمبر ۳۶۴۱؛ ج ۴ ص ۳۴۳ نمبر ۹۳۹۴)

رجال سند:

ولید بن فضل: ابن حبان کہتے ہیں: جعلی روایات میں ماہر تھا۔(۱) ذہبی اور دار قطنی کہتے ہیں: وہ غیر معتبر وضعیف تھا۔(۲)

عبد الجبار بن حجاج خراسانی: حافظہ خراب تھا، ست راوی تھا، ضعیف تھا۔(۳)

مکرم بن حکیم خثعمی: باطل و بے بنیاد روایات نقل کرتا تھا۔ گمنام تھا ست راوی تھا۔(۴)

سیف بن منیر: گمنام تھا، ضعیف اور پیغمبرؐ سے بے بنیاد روایات نقل کرتا تھا۔(۵)

۷۔ انس سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کی نظیر میری امت میں نہ ہو چنانچہ ابوبکر نظیر ابراہیم ہیں، عمر نظیر موسیٰ ہیں، عثمان نظیر ہارون، اور علیؑ میری نظیر ہیں۔ اس روایت کو ابن اعرابی نے محمد بن زکریہ سے نقل کیا ہے۔ اس نے احمد بن غسان ہجیمی سے، اس نے احمد بن عطا ہجیمی نے عبد الحکم اور اس نے انس سے روایت کی ہے۔

ذھبی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اس جھوٹ کے پلندے کو غلابی نے گڑھا ہے۔ اور وہ ست راوی ہے۔(۶)

دار قطنی کہتے ہیں کہ وہ حدیثیں گڑھتا تھا۔(۷)

۱۔ کتاب المجروحین (ج ۳ ص ۸۲)

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۳۴۳ نمبر ۹۳۹۴)؛ سنن دار قطنی (ج ۲ ص ۵۵ حدیث ۲)

۳۔ لسان المیزان ج ۳ ص ۳۸۷ سنن دار قطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۹۸ (ج ۴ ص ۱۷۷ نمبر ۸۷۴۸)؛ لسان المیزان ج ۶ ص ۸۵ (ج ۶ ص ۱: نمبر ۸۵۴۴)؛ سنن دار قطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۳۹ (ج ۲ ص ۲۵۸ ح ۳۶۴۱/ ح)؛ لسان المیزان ج ۳ ص ۱۳۳ (ج ۳ ص ۱۵۹ نمبر ۴۰۴۹)؛ سنن دار قطنی (ج ۲ ص ۵۵ ح ۲)

۶۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۶ (ج ۳ ص ۵۸)

۷۔ الضعفاء والمتروکین (ص ۳۵۰ نمبر ۴۸۳

دوسرا نام احمد بن عطا کا ہے: جو دار قطنی کے نزدیک متروک ومطرود ہیں۔(۱)

ابن مدینی کہتے ہیں کہ ایک دن اس کے پاس نقل حدیث کے لئے گیا، جب اس کے شاگرد چلے گئے تو اس کے کاغذوں کے بنڈل کی طرف اشارہ کرکے پوچھا: انھیں تم نے خود سنا ہے! جواب دیا نہیں، بلکہ خریدا ہے۔ اسمین اچھی بھی حدیثیں ہیں۔ انھیں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ لوگ اس پر عمل کریں۔ میں نے اس سے کہا: خدا سے نہیں ڈرتے کہ رسولؐ خدا پر بہتان اور جھوٹ باندھ کر لوگوں کو خدا سے نزدیک کر رہے ہو۔(۲)

۸۔ ریاض محب (۳) میں قول شافعی نقل ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اور ابوبکر، عمر، عثمان وعلیؑ ہزار سال خلقت آدمؑ سے قبل نوری شکل میں یمین عرش پر تھے۔ جب آدمؑ خلق ہوئے تو انکی پشت میں آئے۔ اسی طرح پاکیزہ نسل میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھے صلب عبداللہ میں، ابوبکر کو صلب ابوقحافہ میں، عثمان کو صلب عفان، اور علیؑ کو صلب ابوطالبؑ میں ٹھہرادیا۔ پھر انھیں میری صحبت سے سرفراز کیا اور ابوبکر کو صدیق، عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علیؑ کو وصی بنایا۔ اس لئے اب جو بھی میرے اصحاب کو برا بھلا کہے گا گویا اس نے مجھے برا بھلا کہا اور جس نے مجھے دشنام دیا اس نے خدا کو دشنام دیا اور خدا کو دشنام دینے والا اوندھے منھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔(۴)

اس متروک سند کی تردید کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن ایک چیز غور طلب ہے کہ اس میں ایک شجرہ ملعونہ (۵) کی بھی فرد ہے۔ جو جاہلیت واسلام دونوں حالت میں رذالتوں کی آخری حد پر رہے۔

۱۔ الضعفاء والمتروکین (ص ۱۱۲ نمبر ۳۳)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۶ ج ۳ ص ۵۸ (ج ۱ ص ۱۱۹ نمبر ۴۶۸، ج ۳ ص ۵۵۰ نمبر ۷۵۳۷)؛ لسان المیزان ج ۱ ص ۲۲۱، ج ۵ ص ۱۶۸ (ج ۱ ص ۲۳۸ نمبر ۶۸۹، ج ۵ ص ۱۹۰ نمبر ۷۳۵۶)

۳۔ ریاض النضرہ ج ۱ ص ۳۰ (ج ۱ ص ۳۵)

۴۔ وسیلۃ المتعبدین (ج ۵ ص ۱۸۷ قلمی)

۵۔ درمنثور ج ۴ ص ۱۹۱ (ج ۵ ص ۳۰۹، ۳۱۰)؛ سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۳۳۷ (ج ۱ ص ۳۱۷)؛ فتح القدیر شوکانی ج ۳ ص ۲۳۱ (ج ۳ ص ۲۴۰)؛ تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۱۵ ص ۱۰۷؛ تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۲۸۶ (ج ۱۰ ص ۱۸۵)

اس کے علاوہ ابوقحافہ اور خطاب کے جاہلی حالات قطعی اندھیرے میں ہیں، کہیں کوئی افتخار نظر نہیں آتا۔
دشنام کی بات بھی چنداں لائق تردید نہیں کیوں کہ اس سے تو خود صحابہ کی گردن پکڑی جاتی ہے جو باہم گالی ہی نہیں جوتم بازی کرتے رہتے تھے۔

۹۔ ریاض محب (۱) میں ہے کہ یخامر سکسکی کا بیان ہے: رسول خداؐ نے فرمایا: خدایا! ابوبکر پر صلوات بھیج کیوں کہ وہ تجھے دوست رکھتا ہے۔ عمر، عثمان، ابوعبیدہ و عمرو عاص پر درود بھیج کیوں کہ یہ تجھے دوست رکھتے ہیں اور تیرا رسولؐ ان کو دوست رکھتا ہے۔ اس کی روایت خلعی نے کی ہے
کاش طبری نے اس بے سند روایت کے راوی بھی بیان کر دیئے ہوتے تاکہ معلوم ہوتا کہ کس نے یہ روایت گڑھی ہے۔ پتہ نہیں یہ یخامر کون ہے، صحابی ہے یا تابعی، خود اس نے رسولؐ سے سنا یا فریب کارانہ جھوٹ بولا ہے۔ حیرت ناک تو یہ ہے کہ اس میں وہ نام آیا ہی نہیں جو خدا کو دوست رکھتا ہے اور خدا اسے دوست رکھتا ہے۔ حضرت علیؑ کے لئے تو بے شمار احادیث محبت موجود ہیں۔ (۲)
خدا اور رسولؐ کے محبوب اصحاب میں سلمان، عمار، مقداد، ابوذر، عباس عم رسول کا نام آتا ہے لیکن حدیث گڑھنے والے پر یہ نام پوشیدہ رہ گئے۔

۱۰۔ ابن عدی نے احمد بن محمد ضبعی، حسین بن یوسف، ابوہاشم اصرم بن حوشب، قرہ بن خالد بصری اور ضحاک نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اول ہوں، ابوبکر دوم، عثمان سوم اور پھر تمام لوگ سبقت اسلامی کی بناء پر نمبر پاتے جائیں گے۔ (۳)
سیوطی نے لئالی میں کہا ہے کہ یہ آفت اصرم کی لائی ہوئی ہے۔ (۴) یحیی کہتے ہیں کہ وہ منحوس جھوٹا تھا۔

۱۔ ریاض النضرہ ج۱ ص۲۴ (ج۱ ص۳۷)
۲۔ ریاض النضرۃ ج۲ ص۱۶۱ (ج۳ ص۱۰۴)؛ ذخائر العقبی ص۶۲؛ مواقف ایجی ج۳ ص۲۷۶ (ص۴۰۹)؛ مجمع الزوائد ج۹ ص۱۱۳؛ تاریخ بغداد ج۱ ص۱۶۰ (نمبر۱۰)
۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۱ ص۴۰۴ نمبر۲۱۹)
۴۔ اللآلی المصنوعۃ ج۱ ص۳۱۱

بخاری، مسلم، نسائی، دار قطنی اسے پکا جھوٹا اور غیر معتبر کہتے ہیں۔ (۱) پھر یہ کہ ضحاک نے ابن عباس سے حدیث حاصل نہیں کی نہ سنی ہے۔ (۲) ابن سعید کہتے ہیں کہ ضحاک میرے نزدیک ضعیف وست ہے۔ (۳)

۱۷۔ تاریخ بن عساکر میں ابن عباس کا بیان نقل ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: بلاشبہ میرے داماد میرے نزدیک محبوب ترین اور بلند مرتبہ ہیں۔ خدا تک قریب ترین وسیلہ ہیں۔ اور کامیاب ترین اہل جنت میں ابو بکر، پھر عمر ہیں، جنھیں خدا نے۔ ہزار ہزار فرسخ پر موتیوں کا قصر عطا کیا ہے، جس کے کمرے، ایوان، دیوار اور تخت اور جام سبھی موتیوں کے ہیں۔ اس کے پرندے بھی موتیوں کے ہیں۔ ان کے لئے خوشنودی اور پھر خوشنودی ہے۔ تیسرے عثمان ہیں جنھیں جنت میں وہ مرتبہ دیا جائے گا جسکا وصف نا قابل بیان ہے۔ فرشتوں کی عبادت کا ثواب اول سے آخر تک انھیں عطا کیا جائے گا چوتھے نمبر پر علیؑ ہیں۔ (۴)

مبارک ہو مبارک، کون مثل علیؑ ہوسکتا ہے۔ وہ میرے وزیر ہیں، مصیبتوں میں میرے رفیق ہیں، میری امت پر میرے خلیفہ ہیں، میری دعا سے وہ مجھ سے ہیں۔ اور ابوسفیان کے مانند کون ہوسکتا ہے؟ ہمیشہ ان کی وجہ سے دین کو تقویت ہوئی، قبل اسلام اور بعد اسلام۔ ابوسفیان کے مانند کون ہوسکتا ہے؟ جب ہنگام حساب عرش پر میرا ان کا سامنا ہوگا تو یاقوت سرخ کا ایک جام انہیں پیش کیا جائے گا اور کہا جائے گا: میرے دوست نوش جان کرو۔ اور ان کے لئے لگا تار خوشنودی ہے۔ خدا اس پر رحمت نازل کرے۔

۱۔ تاریخ کبیر بخاری (ج ۲ ص ۵۶ نمبر ۱۶۷۱)؛ کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی (ص ۵۹ نمبر ۶۸)؛ الضعفاء والمتروکین دارقطنی (ص ۱۵۵ نمبر ۱۱۶)؛ کتاب المجروحین ابن حبان (ج ۱ ص ۱۸۱)؛ الضعفاء الکبیر عقیلی (ج ۱ ص ۱۱۸ نمبر ۱۴۲)؛ الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم (ج ۲ ص ۳۳۶ نمبر ۱۲۷۳)؛ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۲۶ (ج ۱ ص ۲۷۲ نمبر ۱۰۱۷)؛ لسان المیزان ج ۱ ص ۴۶۱ (ج ۱ ص ۵۱۵ نمبر ۱۴۲۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۴۲

۳۔ تہذیب تاریخ دمشق (ج ۵ ص ۱۴۵، ۱۶۳)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۶۰

اس حدیث کو ابن عساکر نے خود ہی یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ''ھذا حدیث منکر''۔ یہ حدیث مہمل اور لچر کیسے نہ ہوگی کیوں کہ ابوسفیان کو قبل اسلام اور بعد اسلام مویید اسلام بتایا گیا ہے، جیسے یہ وہ شخص نہیں جو جنگ احد میں سردار مشرکین تھا۔ وہ قبائل مشرکین کی فوج بنا کر رسولؐ خدا کے خلاف کھڑا کرنے والا تھا۔ وہ چلا رہا تھا: ''**اعلی هبل** '' (ہبل کا بول بالا) رسولؐ خدا نے فرمایا: تم لوگ جواب دو'' **الله اعلی و اجل** ''ابوسفیان نے کہا: ''**ان لنا العزی و لا عزی لکم** '' (ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمھارے پاس عزیٰ نہیں) رسولؐ خدا نے فرمایا: تم جواب دیدو''**لله مولانا و لا مولی لکم** '' (خدا ہمارا مولا ہے اور تمھارا کوئی مولا نہیں) یہی تو وہ قائد کفر تھا جس کے لئے ارشاد خدا ہے: ﴿**وقاتلوا ائمة الکفر انهم لا ایمان لهم**﴾ (۱) اسی کے لئے آیت اتری: ﴿**ان الذین کفروا ینفقون اموالهم لیصدوا عن سبیل الله**﴾ (۲)۔ ابن مردویہ نے اخراج کیا ہے کہ ابن عباس، عبد بن حمید، ابن جریر، مجاہد، سعید بن جبر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوشیخ بطریق عتبہ بن حکم کہ اسی کے بارے میں یہ آیت اتری۔ (۳)

اسی کے لئے اور اس کے اصحاب کے لئے آیت نازل ہوئی: ﴿**قل للذین کفروا ان ینتهوا یغفر لهم ما قد سلف و ان یعودوا فقد مضت سنة الاولینن یعود فقد مضت سنة الاولیـــــن**﴾ (۴) طبری، کشاف، رازی، تفسیر خازن، آلوسی، سیرۃ بن ہشام، نصب الرایہ،

۱۔ (توبہ/۱۲) سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴۵ (ج ۳ ص ۹۹)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۶ (ج ۲۳ ص ۴۴۴ نمبر ۲۸۴۹)؛ مختصر تاریخ دمشق (ج ۱۱ ص ۵۴۔۵۳)؛ عیون الاثر ج ۲ ص ۱۸ (ج ۱ ص ۴۲۴)؛ تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۳۴ (ج ۴ ص ۱۵۱)

۲۔ (انفال ۳۶) تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۲۶۲ (مجلد ۶ ج ۱۰ ص ۸۷)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۳ (ج ۲۳ ص ۴۳۸ نمبر ۲۸۴۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۵۱)؛ تفسیر ابن جزی ج ۲ ص ۷۱؛ تفسیر در منثور (ج ۴ ص ۱۳۶)؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۸ (ج ۲ ص ۲۰۸)؛ تفسیر روح المعانی آلوسی ج ۱۰ ص ۵۹)

۳۔ تفسیر طبری ج ۹ ص ۱۵۹ (مجلد ۶ ج ۹ ص ۲۴۴)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۳ (ج ۲۳ ص ۴۳۸ نمبر ۸۴۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۵۱)؛ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۳ (ج ۲ ص ۲۱۹)؛ تفسیر کبیر رازی ج ۴ ص ۳۷۹ (ج ۱۵ ص ۱۶۰)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۰۸؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۲ ص ۱۸۴)؛ تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۲۹۳ (ج ۲ ص ۳۰۷)؛ تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۲۰۴

۴۔ (انفال ۳۸) تفسیر نسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۳ (ج ۲ ص ۱۰۳)؛ تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۲۰۶

بخاری مغازی میں لفظ فلاں فلاں ہے۔ابوسفیان کی پردہ داری کے بطور نام نہیں لکھا ہے۔(۱)

یہی وہ شخص ہے جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوطالب کے پاس جا کر کہا تھا کہ تمھارے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو گالیاں دی ہیں، ہمارے دین میں عیب لگایا ہے، بزرگوں کو احمق کہا ہے، آباء و اجداد کو گمراہ کہا ہے۔اب یا تو تم اسے روکو یا ہمارے حوالے کردو۔(۲)

اسی نے دار الندوۃ میں ابوجہل کے ساتھ مشورہ کیا تھا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی محمدؐ پر حملہ آور ہو۔(۳) جنگ احد میں چالیس اوقیہ خرچ کیا تھا۔اس نے دو ہزار حبشیوں کی خصوصی فوج رسول خداؐ کے خلاف تیار کی تھی، عربوں کی فوج کے علاوہ یہ فوج تھی۔(۴)

یہی وہ ہے جس کے لئے رسولؐ خدا نے جنگ احد میں دوسری رکعت نماز میں یوں لعنت فرمائی:

خدایا! ابوسفیان پر لعنت فرما۔صفوان بن امیہ اور حارث بن ہشام پر لعنت فرما۔(۵)

یہی وہ ہے جس پر بقول امام حسنؑ رسول خداؐ نے سات موقعوں پر لعنت فرمائی ہے۔(۶)

۱۔مکہ سے طائف جاتے ہوئے۔

۲۔شام سے آئے ہوئے کفار قریش سے مدبھیڑ کے وقت۔

۳۔جنگ احد میں۔

۴۔جنگ احزاب میں۔

۱۔صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۸۲ (ج ۴ ص ۱۴۹۳ ح/ ۳۸۴۲، ج ۴ ص ۱۶۶۱ ح/ ۴۲۸۳)

۲۔سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۷۷، ج ۲ ص ۲۶ (ج ۱ ص ۲۸۳، ج ۲ ص ۵۸)

۳۔سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۹۴ (ج ۲ ص ۱۲۶)

۴۔تفسیر طبری ج ۹ ص ۱۵۹، ۱۶۰ (مجلد ۶ ج ۹ ص ۲۴۴)؛ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۳ (ج ۲ ص ۲۱۹)؛ تفسیر کبیر رازی ج ۴ ص ۳۹۷ (ج ۱۵ ص ۱۶۰)؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۲ ص ۱۸۴)؛ تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۲۰۴

۵۔تفسیر طبری ج ۴ ص ۵۸ (مجلد ۳ ج ۴ ص ۸۸)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۱۲ ح/ ۳۰۰۴)؛ نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۸۹؛ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۲۹؛ صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۸۲ (ج ۴ ص ۱۴۹۳ ح/ ۳۸۴۲)؛

۶۔شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۰۲، ۱۰۳ (ج ۶ ص ۲۹۱۔۲۹۰ خطبہ ۸۳)

۵۔حدیبیہ کے موقع پر۔

۶۔جمل احمر کے موقع پر۔

۷۔جس وقت رسول خدا عقبہ سے گزر رہے تھے تو ابوسفیان بھی بارہ آدمیوں میں تھا۔

یہ وہی ہے کہ جب قبیلۂ بنی جحش کے مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کر رہے تھے تو ان کے گھروں کو قبضے میں کرلیا اور پھر بیچ ڈالا، اس بارے میں ہجو یہ اشعار بھی کہے گئے۔(۱)

اسی نے احد میں اشعار بائیہ کہے تھے:

اقاتلهم و ادعی یالغالب

اسی نے جناب حمزہ کی لاش کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا تھا ''اے عاق مزا چکھو۔(۲)

اسی نے قبر حمزہ پر ٹھوکر مار کر کہا تھا اب خلافت ہمارے ہاتھ میں آگئی ہے۔ ہمارے چھوکرے اس سے کھیل رہے ہیں۔(۳)

اسی نے پے در پے اسلامی فوج کو آتے دیکھ کر حسد میں بھرے الفاظ دہرائے تو رسول خداؐ نے اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: خدا تجھے خوار و ذلیل کر دے گا۔(۴) اسی نے خلافت عثمان کے وقت گیند کی طرح کھیلنے کی بات کہی تھی۔(۵) اسی نے اندھے ہونے کے بعد کہا تھا: کوئی ہے تو نہیں، جب کہا گیا: کوئی نہیں ہے تو کہا کہ خدایا! معاملے کو جاہلیت کی طرف پلٹا دے اور اس سلطنت کو سلطنت غاصبانہ قرار دے اور سب کچھ بنی امیہ کے حوالے کر دے۔(۶)

۱۔سیرۃ ابن ہشام ج۲ص۱۱۷ (ج۲ص۱۴۵)

۲۔سیرۃ ابن ہشام ج۳ص۴۴ (ج۳ص۹۹)

۳۔شرح ابن ابی الحدید ج۴ص۵۱ (ج۱۶ص۱۳۶ کتاب/۳۲)

۴۔الاصابہ ج۲ص۱۷۹

۵۔استیعاب ج۲ص۶۹۰ (القسم الرابع ص۱۶۷۹۔۱۶۷۸ نمبر۳۰۰۵)؛ تاریخ طبری ج۱۱ص۳۵۷ (ج۱۰ص۵۸ حوادث ۲۸۴ھ)؛ مروج الذہب ج۱ص۴۴۰ (ج۲ص۳۶۰)

۶۔تاریخ ابن عساکر ج۶ص۴۰۷ (ج۲۳ص۴۷۱ نمبر۲۸۴۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۱۱ص۶۷)

اس کے لئے حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ منا النبی و منکم المکذب ''ہم میں رسول ہیں اور تم میں جھٹلانے والا ہے یعنی ابوسفیان، دشمن خدا اور رسولؐ''۔(۱)

دوسرے خط میں معاویہ کو فاجر بن فاجر کہا۔(بدکار کا بیٹا بدکار) ایک خط میں لکھا ہے: اے صخر کے بیٹے، اے ملعون کے بیٹے۔ اور حضرت علیؑ کی لعنت اصل میں لعنت رسولؐ سے مماثل تھی۔ اسی کے لئے حضرت عمر نے دشمن خدا کہا۔ رسولؐ سے اجازت مانگی کہ اس کی گردن ماردوں۔(۲) کبھی کہا: یہ اسلام کا پرانہ دشمن ہے۔(۳)

یہ ابوسفیان کا اجمالی حال تھا۔ کیا ایسے ہی شخص سے اسلام کو تقویت ملی ہے؟ کیا اسی کو رسولؐ خدا جام بلوریں سے سیراب فرمائیں گے؟ پھر تو محشر اور حشر اور حساب کتاب سب کو دور سے سلام۔

پھر ذرا دیکھئے کہ عثمان کو تمام ملائکہ کی عبادت کا ثواب مل جائے گا۔ پھر آخر صحابہ و مہاجرین و انصار نے ان پر چڑھائی کر کے انھیں قتل کیا تھا؟ اگر انھیں فرشتوں کا ثواب مل جائے گا تو شجرۂ ملعونہ کے وارے نیارے ہو جائیں گے۔

۱۲۔ سہیل اپنے باپ یوسف اور وہ اپنے باپ سہیل بن مالک سے روایت کرتے ہیں: جب رسول خدا حجۃ الوداع سے مدینہ واپس ہوئے تو منبر پر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: لوگو! ابوبکر نے مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں دی، اس لئے ان کا حق پہچانو۔

اے لوگو! میں ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ، طلحہ، زبیر، سعد و عبدالرحمٰن بن عوف نیز مہاجرین اولین سے راضی ہوں، اس لئے ان کا حق پہچانو۔ اے لوگو! حدیبیہ اور بدر والوں کو خدا نے بخش دیا ہے، اے لوگو! میرے اصحاب، خویشان اور دامادوں کا احترام میرے بارے میں کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری باہمی ستم رانی کی وجہ سے خدا تم سے باز پرس کرے، پھر تمھارا عذر مسموع نہ ہوگا۔ لوگو! اپنی زبان کو مسلمانوں کی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۲۵ (ج ۵ ص ۱۹۶ کتاب ۲۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۹ (ج ۲۳ ص ۴۴۹ نمبر ۲۸۴۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۴۳)

۳۔ الاصابۃ ج ۲ ص ۱۸۰

بدگوئی سے بچاؤ، جب کوئی مسلمان گذر جائے تو نیکی سے یاد کرو۔(۱)

ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ سھل کی روایت خالد بن عمر کے گرد گھومتی ہے جو اموی اور مہمل روایت کرنے والا ہے۔(۲) ابن مندہ بھی عجیب و گمنام کہتے ہیں۔ عقیل قابل پیروی نہیں سمجھتے۔(۳) ان کے علاوہ بھی محدثین نے ان راویوں کے ساتھ روایت پر طعنہ زنی کی ہے۔(۴)

۱۳۔ عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ میں نے تنہائی میں رسولؐ خدا سے پوچھا کہ کون صحابی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے تاکہ میں اس سے محبت کروں؟ فرمایا: میری بات کو میری زندگی تک پوشیدہ رکھنا، میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: ابوبکر، عمر و علیؑ اور اس کے بعد خاموش ہو گئے۔ پوچھا: پھر کون لوگ؟ فرمایا: کون لوگ ہوں گے سوائے زبیر، طلحہ، سعد، ابوعبیدہ، معاذ، ابوطلحہ، ابوایوب اور تم، ابی بن کعب، ابو درداء، ابومسعود، ابن عوف، ابن عفان، پھر یہ موالی کی جماعت سلمان، صھیب، بلال، سالم مولی ابی حذیفہ۔ یہی میرے خاص اصحاب ہیں اور مجھے انتہائی محبوب ہیں۔ ابو عبداللہ صنا بھی کہتا ہے: میں نے عبادہ سے پوچھا: حمزہ و جعفر کا رسولؐ نے نام نہیں لیا؟ عبادہ نے کہا: وہ درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تھے اور یہ بات آخر عمر کی ہے۔(۵)

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۰ ص ۱۳۱ نمبر ۳۳۹۸) ج ۶ ص ۱۲۷ (نمبر ۲۴۷۷): المعجم الکبیر (ج ۶ ص ۱۰۴ ح ۵۶۴۰): الضعفاء الکبیر (ج ۴ ص ۱۴۸ نمبر ۱۷۱۵): استیعاب ج ۲ ص ۵۷۲ (القسم الثانی ص ۶۶۶ نمبر ۱۰۹۸)

۲۔ استیعاب ج ۲ ص ۵۷۳ (القسم الثانی ص ۶۶۷-۶۶۶ نمبر ۱۰۹۸)

۳۔ الضعفاء الکبیر (ج ۴ ص ۱۴۷ نمبر ۱۷۱۵)

۴۔ الاصابہ ج ۲ ص ۹۰ (نمبر ۳۵۵۲): تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۰۹ (ج ۳ ص ۹۴): کتاب المجروحین ابن حبان (ج ۱ ص ۳۴۵): الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳ ص ۴۳۵ نمبر ۸۵۱): الضعفاء والمتروکون (ص ۲۴۳ نمبر ۲۸۳): میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۲۷ نمبر ۸۳۴۳): لسان المیزان ج ۳ ص ۱۲۳، ج ۴ ص ۲۶۱، ج ۵ ص ۴۳۵ (ج ۳ ص ۱۴۶ نمبر ۴۰۱۰، ج ۴ ص ۳۰۱ نمبر ۵۹۲۷، ج ۵ ص ۴۹۲ نمبر ۸۲۱۳)

۵۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۳۸، ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۱۶ ص ۴۴ نمبر ۱۸۷۶، ج ۲۶ ص ۱۹۳ نمبر ۳۰۷۱): مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۷ ص ۳۳۸)

حیرتناک بات یہ ہے کہ پوچھنے والے کو رسول خداؐ نے چھپانے کی تاکید فرمائی جبکہ آخر عمر کی بات ہے۔ کیا جُندی نے عائشہ کی روایت نہیں کی ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب علیؑ ہیں اور وہی گرامی ترین بھی۔ تمام صحابہ اس بات کو جانتے تھے کہ مردوں میں رسولؐ خدا کو سب سے زیادہ محبوب علیؑ تھے اور عورتوں میں فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا تھیں۔(۱) اس کی روایت بریدہ اور ابی ابن کعب نے کی ہے۔

تعجب ہے کہ تذکرۂ محبوبیت میں رسول خداؐ عظیم صحابہ کو فراموش کر گئے جن کی ستائش میں قرآن نازل ہوا۔ جیسے عباس عم رسولؐ، ابوذر، عمار، ابن مسعود وغیرہ۔ کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ ابوعبیدہ گورکن ابوذر جیسے صدیق صحابی (۲) سے محبوب ہو جائے یا عمار سے محبوب ہو جائے جو سر سے پیر تک حق میں ڈوبے ہوئے تھے۔(۳)

''خدا کی پناہ اس بے پر کی بکواس سے''۔

۱۴۔ ابن عساکر ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ خدا مسجد میں ابوبکر و عمر کا ہاتھ پکڑے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔(۴)

اس کا راوی سعید بن مسلمہ منکر الحدث ہے۔(۵) مرہ کے بقول: ضعیف ہے۔ ابن صبان کہتے ہیں کہ فاحش غلطی کرتا ہے۔(۶)

۱۔ خصائص نسائی ص۲۹ (ص۱۲۸ ح/۱۱۳)؛ سنن نسائی (ج۵ ص۱۴۰ ح/۸۴۹۸)؛ مستدرک صحیحین ج۳ ص۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۷؛ سنن ترمذی ج۲ ص۲۲۷ (ج۵ ص۶۵۸ ح/۳۸۷۴)؛ ریاض النضرہ ج۲ ص۱۶۱ (ج۳ ص۱۰۴)

۲۔ طبقات ابن سعد ج۴ ص۱۶۷، ۱۶۸ (ج۴ ص۱۲۸)؛ سنن ترمذی ج۲ ص۲۲۱ (ج۵ ص۲۲۸ ح/۳۸۰۱، ۳۸۰۲)

۳۔ مستدرک حاکم ج۳ ص۳۹۱ (ج۳ ص۴۴۲، ۴۴۳ ح/۵۶۷۶)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج۶ ص۱۷۳ (ج۲۱ ص۲۹۶ نمبر ۲۵۵۵)، مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۱۰ ص۱۱)؛ سنن ترمذی (ج۵ ص۵۷۲ ح/۳۶۶۹)

۵۔ التاریخ الکبیر (ج۳ ص۵۱۶ نمبر ۱۷۲۴)

۶۔ تاریخ ابن عساکر ج۶ ص۱۷۴ (ج۲۱ ص۲۹۹۔۲۹۷ نمبر ۲۵۵۵)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۱۰ ص۱۱)؛ میزان الاعتدال ج۱ ص۳۹۱ (ج۲ ص۱۵۸ نمبر ۳۲۷۳)؛ تہذیب التہذیب ج۴ ص۸۳ (ج۴ ص۷۴)

۱۵۔ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ ابوبکر و عمر کا ہاتھ تھامے تشریف لائے اور فرمایا: ہم اسی طرح ہیں، اسی طرح مریں گے، اسی طرح اٹھائے جائیں گے اور اسی طرح جنت میں داخل ہوں گے۔

یہ حدیث بھی سلیمان و بلال کی وجہ سے متروک اور بقیہ رجال کے عدم ذکر کی وجہ سے منقطع ہے۔

۱۶۔ابن عساکر نے بطریق مرفوع روایت کی ہے کہ رسولخداؐ نے فرمایا کہ ابوبکر امت میں سب سے زیادہ مہربان و دلسوز ہیں۔ عمر بہترین امت اور عادل ترین ہیں۔ عثمان حیا کا پتلہ ہیں، کرم و بخشش میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ابو درداء امت کے سب سے بڑے عابد و تقوی شعار ہیں اور معاویہ بہترین حاکم امت اور سب سے زیادہ سخی ہیں۔(۱)

اختلاف الفاظ کے ساتھ عقیلی اور سیوطی نے اس کو نقل کیا ہے۔(۲) لیکن خود ابن عساکر نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔(۳) مجھے بھی رجال کو دیکھ کر ضعیف ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

شبیر بن زاذان کو دارقطنی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔(۴) عمر بن صبح کو ابن راہویہ نے بدعت و جھوٹ کا نمائندہ کہا ہے۔ عام طور سے محدثین، منکر الحدیث، کذاب اور حدیث و خطبہ گڑھنے والا بتاتے ہیں۔(۵)

رکن الشامی کو یحییٰ نے مہمل، نسائی و دارقطنی نے متروک اور حاکم نے حدیث گڑھنے والا بتایا ہے۔(۶)

۱۔تاریخ ابن عساکر ج۶ ص۲۴۶ (ج۲۲ ص۲۰۵ نمبر۲۶۵۵)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۱۰ ص۱۱۱)

۲۔الضعفا الکبیر (ج۱ ص۱۴۴ نمبر۱۷۷)۔

۳۔تاریخ ابن عساکر (ج۴ ص۵۸۶)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۴ ص۲۴۷)

۴۔کتاب الضعفاء والمتروکین (ج۱ ص۱۴۴ نمبر۱۵۴۱)؛ التاریخ (ج۴ ص۸۸ نمبر۳۲۸۲)؛ الضعفاء الکبیر (ج۱ ص۱۴۴ نمبر۱۷۷)

۵۔الجرح والتعدیل (ج۶ ص۱۱۶ نمبر۶۲۹)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۵ ص۴۴ نمبر۱۱۹۷)؛ میزان الاعتدال ج۲ ص۲۶۲ (ج۳ ص۲۰۶ نمبر۶۱۴۷)

۶۔کتاب الضعفاء والمتروکین (ص۱۰۷ نمبر۲۱۳)؛ الضعفاء والمتروکین (ص۲۱۳ نمبر۲۲۸)؛ تاریخ ابن عساکر ج۵ ص۳۲۷ (ج۸ ص۱۹۸۔۱۹۶ نمبر۲۱۹۱)؛ تاریخ بغداد ج۸ ص۴۳۶؛ میزان الاعتدال ج۱ ص۳۴۰ (ج۲ ص۵۴ نمبر۲۷۹۱)

یہ تو سند حدیث تھی اب اس کا مفہوم شخصیتوں سے سمجھ لیجئے کہ کہاں تک سچ ہوگا۔

۱۷۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے سفینہ کو معاذ کے پاس یمن بھیجا، راستے میں ایک درندہ ملا، سفینہ نے کہا: میں فرستادہ رسولؐ ہوں۔ وہ چنگھاڑ مارتا ایک طرف چلا گیا۔ جب معاذ کا جواب لے کر واپس ہوئے تو پھر وہ درندہ ملا، سفینہ نے پھر اپنے کو فرستادہ رسولؐ بتایا، وہ چنگھاڑ مار کر ایک طرف چلا گیا۔ سفینہ نے جب رسولؐ خدا سے یہ ماجرہ کہا تو فرمایا کہ جانتے ہو کیا کہا تھا؟ اس نے پہلی مرتبہ کہا کہ رسول خدا، ابوبکر، عمر، عثمان و علیؑ کیسے ہیں؟ دوسرے بار کہا کہ ان حضرات کو میرا اسلام پہونچا دینا ساتھ ہی سلمان، صہیب اور بلال کو بھی میرا اسلام پہنچا دینا۔ (۱)

اس کرامت کو تو عام طور سے صحابہ کی زباں زد ہونا چاہئے تھا۔ حفاظ و محدثین نے اسے عام طور سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہوتا لیکن کہیں اس کا اتہ پتہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ درندے نے ان خلفاء کو ترتیب کے ساتھ کیسے پہچانا؟ کیا درندوں کو بھی علم غیب ہوتا ہے؟

۱۸۔ ابن عساکر نے ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک منادی بطن عرش سے ندا دے گا: جس کا بھی خدا کے یہاں حق ہو وہ آئے۔ پوچھا گیا: کیا حق؟ فرمایا کہ جس نے ابوبکر و عمر و عثمان کو دوست رکھا ہوگا اور انھیں تمام لوگوں پر برتری دی ہوگی۔ (۲)

ابن عساکر کہتے ہیں کہ واقعی یہ حدیث عجیب و بیگانہ ہے۔ اصل میں یہ احمد بن محمد جیلی کی آفت ہے۔ (۳)

۱۹۔ ابن عساکر انس بن مالک کی روایت نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ابراہیمؑ کو انکی خلت کے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے اسے ابوبکر کی بزرگی کو دیکھنا چاہئے۔ جو شخص نوحؑ کی شدت کو دیکھنا چاہے، اسے عمر کی

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۳۱۴ (ج ۱۰ ص ۴۷۴۔۴۷۳)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۲۶۶)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۴۰۵ (ج ۲۳ ص ۴۶۴ نمبر ۲۸۴۹)؛ تہذیب تاریخ دمشق (ج ۶ ص ۴۰۷)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۸۵ (ج ۵ ص ۳۸۳)؛ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۷۳ (ج ۱ ص ۱۵۵ نمبر ۶۱۴)؛ کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۱۴۱)؛ لسان المیزان ج ۱ ص ۳۰۲ (ج ۱ ص ۳۳۱ نمبر ۹۰۲)

شجاعت دیکھنی چاہئے۔ جسے ادریسؑ کی رفعت دیکھنا ہو اسے عثمان کی مہربانی دیکھنی چاہئے۔ جسے یحییٰ کا جہاد دیکھنا ہو اسے علیؑ کی طہارت دیکھنا چاہئے۔(۱)

ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ حدیث شاذ ہے اور پھر اس کے راوی ضعیف ہیں۔(۲)

۲۰۔حضرت علیؑ نے فرمایا کہ عرش کو ابو بکر، عمر، عثمان و علیؑ کی محبت میں بلند کیا گیا۔

سمعانی کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔(۳) اور ذھبی نے اسکے راوی ابو الدنیا کو کذاب کہا ہے۔(۴)

۲۱۔ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسولؐ کے بعد افضل امت ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان ہیں۔(۵)

اس کے راوی عمر بن عبید کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے۔(۶) اور سہیل ہے جس کی بھی تضعیف ہوئی ہے کہ وہ شراب فروش تھا۔(۷)

۲۲۔قاضی ابو یوسف نے الآثار میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علیؑ کے پاس آ کر بولا: میں نے کسی کو آپ سے بہتر نہیں دیکھا۔ حضرت نے فرمایا: تو نے رسول خداؐ کو دیکھا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: تو نے ابو بکر کو دیکھا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: اگر تو نے کہا ہوتا کہ رسولؐ خدا کو دیکھا ہے تو تیری گردن مار دیتا اور اگر کہا ہوتا کہ ابو بکر و عمر کو دیکھا ہے تو تجھے سزا دیتا۔(۸)

۱۔تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۲۵۱ (ج ۷ ص ۱۱۲ نمبر ۴۸۰)

۲۔میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۶۶ (ج ۳ ص ۲۱۴ نمبر ۶۱۷۱)

۳۔لسان المیزان ج ۳ ص ۱۵۵ (ج ۳ ص ۱۸۸ نمبر ۴۱۳۵)

۴۔میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۳۳ نمبر ۵۵۰۰)؛ لسان المیزان ج ۴ ص ۱۴۰، ۱۳۴ (ج ۴ ص ۱۵۶ نمبر ۵۵۱۶)

۵۔الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۱۸۰ نمبر ۱۱۷۶)

۶۔الجرح والتعدیل (ج ۶ ص ۱۲۳ نمبر ۶۶۹)

۷۔میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۶۵ (ج ۳ ص ۲۱۲ نمبر ۶۱۳۶)؛ لسان المیزان ج ۴ ص ۳۱۶ (ج ۴ ص ۳۶۳ نمبر ۶۱۰۷)؛ التاریخ (ج ۳ ص ۲۶۲ نمبر ۱۲۳۰)؛ الجرح والتعدیل (ج ۴ ص ۲۴۶ نمبر ۱۰۶۳)؛ الضعفاء الکبیر (ج ۲ ص ۱۵۵ نمبر ۶۵۹)

۸۔الآثار ص ۲۰۷

حضرت علیؑ کے لئے خیر البریہ کی آیت نازل ہو(۱) اور آپ اپنے سے بہتر ابوبکر وعمر کو فرمائیں اور پھر ابوقحافہ کے فرزند کو زبردستی پیرا ہن خلافت پہننے پر طعن بھی کریں، (۲) تعجب ہے!!!

۲۳۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ابوبکر سے زیادہ کسی کے مال نے مجھے نفع نہیں پہنچایا۔ (۳)

اس کا راوی عمار حدیث چراتا تھا۔ ابن ہارون کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے راویوں کو محدثین نے ضعیف اور متروک الحدیث کہا ہے۔ (۴)

۲۴۔ عاصمی زین الفتی میں ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا: میری امت کے مہربان ترین ابوبکر ہیں، حکم خدا کو گرامی قرار دینے والے عمر ہیں، سب سے زیادہ شرمیلے عثمان ہیں، سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں، سب سے بہترین قاری ابی ہیں، فرائض کے واقف کار زید بن ثابت ہیں، سب سے سچے ابوذر ہیں، حرام وحلال کے عارف معاذ ہیں، صبر امت ابن عباس ہیں اور ہر امت میں امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ ہیں۔

اس روایت کی سند میں اکثر گمنام، ضعیف اور بے وقعت ہیں جیسے کوثر۔ (۵)

۱۔ تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۱۴۶ (مجلد ۱۵ ج ۳۰ ص ۲۶۴)؛ مناقب خوارزمی ص ۶۶ (ص ۱۱۱ ح ۱۲۰، ص ۲۶۵ ح ۲۴۷)؛ الصواعق المحرقہ ص ۹۶ (ص ۱۶۱ باب ۱۱)؛ فرائد السمطین (ج ۱ ص ۱۵۶ ح ۱۱۸ باب ۳۱) ل درمنثور ج ۶ ص ۳۷۹ (ج ۸ ص ۵۸۹)

۲۔ اسباب النزول واقدی ص ۱۸۲ (ص ۱۶۴)؛ تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۹۱ (ج ۸ ص ۵۹)؛ تفسیر کبیر رازی ج ۴ ص ۴۲۲ (ج ۱۶ ص ۱۱)؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۲۱ (ج ۲ ص ۲۱۱)؛ نزہۃ المجالس صفوری ج ۲ ص ۲۴۲ (ص ۲۰۹) ان کے علاوہ دوسری معتبر کتابیں ہیں جن میں حضرت کے مناشدے مذکور ہیں اور آپ نے اپنے پر فخر کیا ہے۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۷۵ نمبر ۱۲۵۴)

۴۔ الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۳۱۹ نمبر ۱۳۳۸)؛ تاریخ بغداد (ج ۱۲ ص ۲۵۶۔۲۵۵ نمبر ۶۷۰۳)؛ الجرح والتعدیل (ج ۶ ص ۳۹۴ نمبر ۲۱۹۶)؛ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۳۵ (ج ۳ ص ۱۷۱ نمبر ۶۰۰۹)؛ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۴۰۷ (ج ۷ ص ۳۵۷)

۵۔ العلل ومعرفۃ الرجال احمد (ج ۲ ص ۱۵۶ نمبر ۱۸۵۷)؛ الضعفاء والمتروکون (ص ۳۳۲ نمبر ۴۴۷)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶ ص ۷۸ نمبر ۱۶۱۰)؛ الجرح والتعدیل (ج ۷ ص ۱۷۶ نمبر ۱۰۰۵)؛ الضعفاء الکبیر (ج ۴ ص ۱۱ نمبر ۱۵۶۶)؛ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۹ (ج ۳ ص ۴۱۶ نمبر ۶۹۸۳)؛ لسان المیزان ج ۴ ص ۴۹۱ (ج ۴ ص ۵۷۹ نمبر ۶۷۶۸)

۲۵۔حافظ عاصمی نے اسی ۲۴ نمبر کی روایت کو ایک گمنام راویوں کے سلسلے سے نقل کیا ہے جن میں علی بن یزید (۱) اور ابو سعید بقال (۲) شامل ہیں۔

۲۶۔حافظ عاصمی نے شعبی کی روایت لکھی ہے کہ قبیلۂ مصطلق کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ مجھے قبیلے کے لوگوں نے خدمت رسولؐ میں یہ پوچھنے کے لئے بھیجا ہے کہ آپ کے بعد اپنی زکوٰۃ و مالیات کس کو دی جائے؟ حضرت علیؑ نے مجھے دیکھ کر آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے وجہ بتا دی۔حضرت علیؑ نے فرمایا: پوچھنے کے بعد مجھے بھی بتا دینا۔رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر کو دینا۔ میں نے حضرت علیؑ کو یہ جواب بتا دیا تو فرمایا کہ یہ پوچھ لو کہ ابوبکر کے بعد کس کے حوالے کیا جائے؟ رسولؐ خدا نے آتے ہوئے شخص سے پہلے عمر کا نام لیا پھر عثمان کا۔چوتھی بار وہ شخص شرم کے مارے پوچھنے کی ہمت نہ کر سکا۔

اسکے تمام راوی کذاب اور دجال ہیں اور کچھ راوی فاسق و بدکار ہیں (قرآن کا ارشاد ہے کہ جب تمھارے پاس کوئی بدکار شخص خبر لے کر آئے تو اس سے ثبوت مانگو) جیسے ابو علی ہروی (۳) مامون ابن احمد سلمی (۴) عبدالاعلی بن مسافر (۵)

۱۔الجرح والتعدیل (ج۶ ص۲۰۹ نمبر۱۱۴۳)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۵ ص۲۱۲ نمبر۱۳۶۵)؛ تہذیب التہذیب ج۷ ص۳۹۵ (ج۷ ص۳۴۶)

۲۔التاریخ (ج۴ ص۴۱ نمبر۳۰۳۸)؛ الجرح والتعدیل (ج۴ ص۶۲ نمبر۲۶۴)؛ کتاب الضعفاء المتروکین (ص۱۲۷ نمبر۲۸۵)؛ کتاب المجروحین (ج۱ ص۳۱۷)؛ تہذیب التہذیب ج۴ ص۷۹ (ج۴ ص۷۱)

۳۔الکامل فی ضعفاء الرجال (ج۱ ص۱۷۷ نمبر۱۷)؛ کتاب المجروحین (ج۱ ص۱۴۲)؛ الضعفاء والمتروکین (ص۵۹ نمبر۶۹)؛ میزان الاعتدال ج۱ ص۵۰ (ج۱ ص۱۰۶ نمبر۴۲۱)

۴۔کتاب المجروحین (ج۳ ص۴۵)؛ میزان الاعتدال ج۳ ص۴ (ج۳ ص۴۴۹ نمبر۷۰۳۶)؛ لسان المیزان ج۵ ص۷ (ج۵ ص۱۱ نمبر۶۸۱۲)

۵۔التاریخ (ج۴ ص۹۷ ۳ نمبر۴۸۵۹)؛ الجرح والتعدیل (ج۶ ص۲۶ نمبر۱۳۵)؛ التاریخ الکبیر (ج۶ ص۴۷ نمبر۱۷۵۳)؛ الضعفاء والمتروکون (ص ۲۸۰ نمبر۳۴۷)

۲۷۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ ابوذر نے بیان کیا ہے ہم ایک باغ میں رسولؐ خدا کو تلاش کرتے ہوئے پہنچے۔ آپ وہاں درخت خرما کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ پوچھا: کیوں آئے ہو؟ عرض کی: آپ سے ملاقات کے لئے۔ فرمایا: بیٹھو تھوڑی دیر میں ایک مرد صالح آئے گا۔ اتنے میں ابوبکر آئے اور سلام کیا۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا: ایک مرد صالح آئے گا اور عمر آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا ایک مرد صالح آئے گا اور عثمان بن عفان آئے۔ اور رسولؐ کو سلام کر کے بیٹھ گئے حضرت علیؑ آئے رسولؐ خدا کے ہاتھ میں سنگریزے تھے جو تسبیح پڑھ رہے تھے، آپ نے باری باری ابوبکر و عمر و عثمان کو دئے اور سنگریزے ان کے ہاتھوں میں بھی تسبیح پڑھنے لگے۔(۱)

اس کے رجال سند میں اسحاق حمصی غیر معتبر اور جھوٹا ہے۔(۲) عمرو بن حارث حمصی غیر عادل ہے (۳) عبداللہ بن سالم (۴) شامی، ناصبی اور اس کی بات لائق سماعت نہیں، یہ آفت اسی کی لائی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ حمید بن عبداللہ گمنام ہے ابن عبدربہ (۵) ضعیف، عاصم بن حمید غیر معتبر ہے۔(۶)

اب رہ گئے ابوذر تو کیا یہ وہی سچے صحابی ہیں جنھیں عثمان نے جھوٹا اور بڈھا کہا، جلاوطن کیا۔ بقول حموی حمص کی آب و ہوا میں عقل و سمجھ کا فقدان ہے اسی لئے جنگ صفین میں یہ سب معاویہ کی طرف تھے۔(۷)

۲۸۔ زید بن ابی اوفی سے منقول ہے کہ ہم مسجد میں تھے اتنے میں رسولؐ خدا وارد ہوئے اور پوچھا: فلاں شخص کہاں ہے؟ فلاں کہاں ہے؟ آدمی بھیج کر نھیں بلوایا اور حال پوچھا، پھر فرمایا: میری بات اچھی

۱۔ التاریخ الکبیر ج ۴ص ۴۴۲

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱ص ۲۱۶ (ج ۱ص ۱۸۹)

۳۔ میزان الاعتدال (ج ۳ص ۲۵۱ نمبر ۶۳۴۷)؛ تہذیب التہذیب ج ۸ص ۱۴ (ج ۸ص ۱۳)

۴۔ تہذیب التہذیب ج ۵ص ۲۲۸ (ج ۵ص ۲۰۰)

۵۔ لسان المیزان ج ۵ص ۲۴۴ (ج ۵ص ۲۷۵ نمبر ۷۶۳۱)

۶۔ تہذیب التہذیب ج ۵ص ۴۰ (ج ۵ص ۳۶)

۷۔ معجم البلدان ج ۳ص ۳۴۱ (ج ۲ص ۳۰۴)

طرح سن کر سمجھ، لو خدا نے مجھے تمام مخلوقات میں منتخب فرمایا اور میں جن کو دوست رکھتا ہوں انہیں منتخب کر کے بھائی بنا رہا ہوں۔ پھر فرمایا: اے ابوبکر اٹھو، ابوبکر اٹھ کر آئے تو فرمایا: اگر میں خدا سے چاہتا کہ میرے لئے کسی کو خلیل بنا دے تو تم ہوتے۔ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو جامے کو بدن سے ہوتی ہے پھر فرمایا: عمر اٹھو، پھر فرمایا: تم نے میری سخت مخالفت کی تھی اس لئے خدا سے میں نے دعا کی تھی کہ تمہارے یا ابوجہل کے ذریعہ دین کو تقویت دے۔ خدا نے تمہارے وسیلے سے قدرت دی۔ تم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ پھر ابوبکر و عمر کے درمیان پیمان برادری باندھا۔ اس کے بعد عثمان کو بلا کر ان کی ستائش کی اور عبدالرحمٰن بن عوف کو طلب کیا اور ستائش کر کے رشتہ اخوت باندھا۔ پھر طلحہ و زبیر کو بلا کر پیمان برادری باندھا۔ پھر عمار یاسر اور سعد کے درمیان اخوت قائم کی۔ پھر ابو درداء اور سلمان کے درمیان اخوت قائم کی۔ پھر اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا: تمھیں بشارت ہو کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر پہنچو گے۔ اس کے بعد ابن عمر کو دیکھ کر فرمایا کہ شکر خدا کہ جس کو چاہتا ہے گمراہی سے نجات دیتا ہے۔

حضرت علیؑ نے پوچھا: مجھے آپ نے کیوں چھوڑ دیا؟ کیا مجھ پر غضبناک ہیں تو معافی چاہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: خدا کی قسم! تمھیں اپنے سے مخصوص کرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی تم میرے بھائی اور وارث ہو۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: میں آپ کی کیا میراث پاؤں گا؟ فرمایا: انبیاء جس کے وارث ہوتے ہیں، کتاب خدا و سنت رسول، تم میری دختر کے ساتھ قصر بہشت میں رہو گے اور یہ آیت پڑھی۔

ابو عمر نے استعاب (۱) میں کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ابن سکین نے اس روایت کے تمام طرق کو غلط بتایا ہے۔ اس کا دوسرا طریقہ بھی مجہول اور ضعیف ہے۔ کیوں کہ عبدالرحمان بن واقد (۲)، شعیب اعرابی، موسیٰ بن صہیب (۳)، یحیی بن زکریا (۴) ہیں جن کی تضعیف ہوئی ہے۔

۱۔ استیعاب ج ۱ ص ۱۹۱ (القسم الثانی ص ۵۳۷ نمبر ۸۳۹)
۲۔ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۸۵
۳۔ لسان المیزان (ج ۶ ص ۱۴۱ نمبر ۸۶۵۷)
۴۔ لسان المیزان ج ۶ ص ۲۵۳ (ج ۶ ص ۳۱۲ نمبر ۹۱۳۶)

۲۹۔ بخاری و مسلم (۱) میں ابوموسی اشعری کی روایت ہے کہ اپنے گھر میں وضو کر کے باہر نکلا، سوچا کہ آج رسولؐ خدا کے ساتھ رہوں، مسجد میں آکر انہیں تلاش کیا لوگوں نے پتہ بتایا اور میں چاہ اد ریس تک پہنچا، خیال کیا کہ آنحضرت قضائے حاجت فرمارہے ہیں۔ تشریف لائے تو سلام کیا۔ آپ کنویں کی جگت پر بیٹھ گئے، آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ میں باغ کے پھاٹک پر جا کر آپ کا دربان بن گیا۔ تھوڑی دیر بعد ابوبکر نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے رسولؐ خدا سے اجازت حاصل کی، فرمایا کہ انھیں بشارت جنت کے ساتھ اندر آنے کی اجازت دے دو۔ ابوبکر آکر اسی طرح پنڈلیاں کھول کر کنویں کی جگت پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں عمر آئے تو انھیں بھی بشارت جنت کے ساتھ اندر آنے کی اجازت دی۔ میں نے پھر یہی خیال کیا کہ میرا بھائی آجاتا۔ تھوڑی دیر میں عثمان آئے اور وہ بھی اسی طرح پنڈلی برہنا کر کے بیٹھ گئے، جس طرح ابوبکر و عمر بیٹھے تھے۔ سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ میں نے اس کی تاویل یہ کی کہ ان دونوں کی قبر ایک جگہ اور عثمان کی قبر علیحدہ ہوگی۔

اس روایت کی سند مبہم اور گمنام ہے۔ اس میں ایک بار ابوموسی اشعری کی روایت ملتی ہے اور دوسری بار زید بن ارقم کی روایت ملتی ہے۔ (۲) پھر بلال کی بھی ایسی ہی روایت ہے۔ اس کے علاوہ نافع سے بھی مروی ہے۔ (۳) پھر یہ کہ عام طور سے بصریوں میں جعلی روایات شائع ہیں اسی لئے محدثین انھیں ضعیف وسست قرار دیتے ہیں۔ سند روایت سلیمان بن بلال تک پہنچتی ہے جسے ابن شیبہ غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔ (۴) ابن ابی نمیر کو بھی نسائی و ابن جارود کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہے۔ (۵)

۱۔ صحیح بخاری ج۵ ص۲۵۰، ۲۵۱ کتاب المناقب (ج۳ ص۱۳۴۳ ح۳۴۷۱)؛ صحیح مسلم ج۷ ص۱۱۸، ۱۱۹ (ج۵ ص۲۲۔ ۲۰ ح۲۹ کتاب فضائل الصحابۃ)

۲۔ دلائل النبوۃ (ج۶ ص۳۸۸)

۳۔ مسند احمد ج۳ ص۴۰۸ (ج۴ ص۴۱۳ ح۱۳۹۴۹)

۴۔ تہذیب التہذیب ج۴ ص۱۷۹ (ج۴ ص۱۵۵)

۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص۱۳۳ نمبر۳۰۴)

سعید بن مسیب بھی کس قدر غیر معتبر ہیں اس کا احوال جلد ہشتم میں بیان کیا جا چکا ہے۔(۱) ابو موسی اشعری بھی مہمل و احمق ہے۔ جسے حضرت علیؑ نے حکم قرآن کو پس پشت ڈالنے والا قرار دیا۔(۲) اگر واقعی آنحضرتؐ نے عمر کو مژدہ بہشت دیا ہوتا تو حذیفہ سے منافقین کے نام نہیں پوچھتے کہ کیا رسولؐ نے میرا بھی نام تو نہیں لیا۔(۳) اور اگر عثمان کو مژدۂ بہشت ملتا تو مغیرہ کے مشورے پر مکہ جانے سے اس لئے انکار نہ کیا ہوتا کہ رسولؐ سے سنا ہے کہ وہاں ایک قریش پر عذاب ہوگا تمام جن و انس کا نصف عذاب۔(۴) اگر یہ بشارت صحیح تھی تو نفس مطمئن ہوتا کہ میں وہ نہیں ہوں۔

۳۰۔ بیہقی نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسولخداؐ نے مجھے حکم دیا کہ ابو بکر کو جا کر میرا اسلام پہنچا دو اور جنت کی خوشخبری سنا دو، وہ گھر پر ہوں گے۔ پھر وہاں سے عمر کے پاس جانا وہ ثنیہ میں ہوں گے، میرا اسلام کہہ کے جنت کی بشارت دیدینا۔ پھر وہاں سے عثمان کے پاس جانا وہ بازار میں خرید و فروخت کر رہے ہوں گے، انھیں سلام پہنچا کر کہنا کہ سخت مصائب کے بعد تمھیں جنت کی بشارت ہو۔ میں نے تینوں حضرات کو اسی حال میں پایا جیسا کہ رسول خداؐ نے فرمایا تھا۔ سب نے پوچھا کہ رسولؐ خدا کہاں ہیں؟ اور اپنے کو خدمت رسول تک پہچایا۔ عثمان نے آ کر پوچھا کہ میں نے نہ تو کسی کی غیبت کی نہ

۱۔ وہ حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کا دشمن تھا، شرح ابن ابی الحدید ج۱ص ۳۷۰ (ج۴ص۱۰۱، اصل ۵۶)؛ المحلی ج۴ص ۲۱۴

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص ۱۱۹ (ج۱ص ۱۲۳)؛ تاریخ طبری ج۶ص ۴۵ (ج۵ص ۷۷ حوادث ۳۷ھ)؛ مروج الذہب ج۲ص ۴۵ (ج۲ص ۴۲۱)؛ نہج البلاغہ ج۱ص ۴۴ (ص ۷۹ خطبہ/۳۵)؛ تاریخ کامل ج۳ص ۱۴۶ (ج۲ص ۴۰۰ حوادث ۳۷ھ)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷ص ۲۸۶ (ج۷ص ۳۱۷ حوادث ۳۷ھ)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج۴ص ۹۷ (ج۱۲ص ۲۷۶ نمبر ۱۲۳۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۶ص ۲۵۳)؛ التمہید باقلانی ص ۱۹۶؛ بہجۃ النفوس ابن ابی حمزہ ج۴ص ۴۸ (ح/۱۸۸)؛ احیاء العلوم ج۱ص ۱۲۹ (ج۱ص ۱۱۴)؛ کنز العمال ج۷ص ۲۴ (ج۱۳ص ۳۴۴ ح/۳۶۹۶۲)

۴۔ مسند احمد ج۱ص ۶۷ (ج۱ص ۱۰۷ ح/۴۸۳)؛ الامامۃ والسیاسۃ ص ۳۵ (ج۱ص ۴۱)؛ تاریخ بغداد ج۱۴ص ۲۷۲؛ ریاض النضرۃ ج۲ص ۱۲۹ (ج۳ص ۶۲)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷ص ۲۱۰ (ج۸ص ۳۷۴ حوادث ۳۹ھ)؛ مجمع الزوائد ج۷ص ۲۳۰؛ الصواعق المحرقۃ ص ۶۶ (ص ۱۱۱)؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۹ (ص ۱۵۱)؛ سیرۃ حلبیہ ج۱ص ۱۸۸ (ج۱ص ۱۷۵)؛ تاریخ الخمیس ج۲ص ۲۶۳؛ ازالۃ الخفاء ج۲ص ۳۴۳

عفت کے خلاف کوئی کام کیا۔ آخر میں کس بلا میں گرفتار ہوں گا؟ رسول خدا نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا۔ (۱)

قارئین کرام کے سامنے اس کے راوی عبد الاعلی کا حال بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ مکار، منحوس اور کذاب ہے۔ (۲) اس نے ہزاروں جعلی حدیثیں گڑھ کے عوام میں پھیلا دی تھیں۔

۳۱۔ ابن عساکر نے علی بن محمد صائغ کی روایت نقل کی ہے: امام حسینؑ معاویہ سے ملنے شام آئے، جمعہ کا دن تھا اور معاویہ تقریر کر رہے تھے۔ ایک شخص نے فرمائش کی کہ امام حسینؑ کو بھی تقریر کا موقع دیا جائے۔ معاویہ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا: اے ابوعبداللہ! میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں فرزند بطحا نہیں ہوں؟ امام حسینؑ نے جواب دیا: ہاں! اس خدا کی قسم جس نے میرے جد کو مبعوث بہ رسالت کیا۔ پوچھا: کیا میں مومنین کا ماموں جان نہیں ہوں؟ کاتب وحی نہیں ہوں؟ امام حسینؑ نے اپنے جد کی قسم کھا کر اقرار کیا۔ پھر معاویہ اتر آئے تو امام حسینؑ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور ایسی مدح وثناء کی کہ گزشتہ و آئندہ نے ایسی مدح نہ کی ہوگی۔ پھر فرمایا: میرے باپ نے نانا سے فرشتہ وحی کی زبانی نقل کیا ہے کہ ساق عرش کے نیچے لکھا ہوا ہے: لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ، اے شیعہ آل محمدؑ جو بھی قیامت کے دن کلمہ پڑھتا ہوا آئے گا اسے بہشت میں جگہ دی جائے گی۔ معاویہ نے ان سے پوچھا: اے ابوعبداللہ! آپ کو خدا کی قسم ہے، شیعہ آل محمد کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو شیخین کو گالی نہ دیں اور عثمان کو گالی نہ دیں اور نہ میرے باپ کو گالی دیں اور نہ اے معاویہ آپ کو گالی دیں۔ (۳)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: ابن عساکر کہتے ہیں چونکہ اس روایت کا سلسلہ امام حسینؑ تک منتہی نہیں ہوتا اس لیے صحیح نہیں ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ اس روایت کا جھوٹ واضح و آشکار ہے۔ ابوعمرو اور زاہد کذاب

۱۔ دلائل النبوۃ بیہقی (ج ۶ ص ۳۹۰۔۳۸۹)

۲۔ التاریخ (ج ۴ ص ۷۹ ۳ نمبر ۴۸۵۹)؛ الجرح والتعدیل (ج ۶ ص ۲۶ نمبر ۱۳۵)؛ التاریخ الکبیر (ج ۶ ص ۷۴ نمبر ۱۷۵۳)؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۱۶۵ نمبر ۴۰۱)؛ الضعفاء والمتروکون (ص ۲۸۰ نمبر ۳۴۷)؛ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۸ (ج ۶ ص ۸۹)؛ فتح الباری (ج ۷ ص ۳۷)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۳۱۲ (ج ۱۴ ص ۱۱۳ نمبر ۱۵۶۶)؛ تہذیب تاریخ ابن عساکر (ج ۴ ص ۳۱۵)

ہیں اسی نے مناقب معاویہ میں کتاب لکھی (۱) اور ۳۴۵ھ میں جہنم واصل ہوا۔ اسکا استاد علی صائغ بھی انتہائی ضعیف ہے۔ خطیب و دارقطنی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ (۲) اس کا باپ بھی گمنام ہے۔ پھر یہ کہ امام حسینؑ ۶۱ھ میں شہید ہوئے اور معاویہ ۶۰ھ میں مرا، دونوں میں کیسے ملاقات ہوئی؟ کیا خواب میں دیکھا تھا۔ معاویہ نے تو علیؑ پر دشنام طرازی کی رسم جاری کی، وہ شیعہ آل محمدؐ کیسے ہو جائے گا؟ پھر جن لوگوں نے عثمان پر اعتراض کیا وہ بھی شیعہ آل محمدؐ سے خارج ہو جائیں گے۔

۳۲۔ خطیب نے زبیر سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: خدایا! تو نے میرے اصحاب کو برکت عطا کی اسے واپس نہ لے اور میرے اصحاب میں ابوبکر کو برکت عطا فرما اور اسے واپس نہ لے۔ اور امت کو ان کے معاملہ میں موافق قرار دے۔ ابوبکر کے امور کو پراگندہ نہ کر۔ خدایا! عمر کو عزت و قدرت سے بہرامند فرما۔ عثمان کو صبر عطا کر، علیؑ کو موفق فرما، طلحہ سے درگزر فرما، زبیر کو استوار فرما۔ سعد کو سلامتی عطا کر، عبدالرحمٰن کو محترم فرما، گذشتہ میں مہاجرین و انصار کو مجھ سے ملحق قرار دے۔ (۳)

خطیب نے خود ہی اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ جعلی ہے۔ اس میں سیف بن عمر جیسا دجال و کذاب ہے۔ (۴) صرف اسی کا وجود اس روایت کو غیر معتبر ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

۳۳۔ خطیب نے ابراہیم بن ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا کے پاس ہم لوگ تھے۔ اتنے میں فرشتہ وحی آیا اور کہا: خدا نے آپ کو یہ ہدیہ فرمایا ہے۔ ناگہاں وہ دست آنحضرتؐ پر گونا گون تسبیح پڑھنے لگا۔ میں نے حیرت سے پوچھا تو فرمایا اس خدا کی قسم! جس نے مجھے مبعوث فرمایا کہ خدا نے بہشت میں ایک قصر بنوایا ہے جس میں دس لاکھ تخت، ہر تخت پر چار جاری نہریں، ہر نہر کے

۱۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۵۷؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۶۸ (ج ۵ ص ۴۸۵ نمبر ۸۱۸۶)

۲۔ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۲۲؛ لسان المیزان ج ۲ ص ۴۸۹ (ج ۲ ص ۶۰۳ نمبر ۳۴۷۸)

۳۔ تاریخ بغداد (ج ۵ ص ۴۷۰ نمبر ۳۰۱۴)

۴۔ اللآلی المصنوعۃ (ج ۱ ص ۴۲۹)؛ کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۳۴۵)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳ ص ۴۳۵ نمبر ۸۵۱)؛ الضعفاء والمتروکون (ص ۲۴۳ نمبر ۲۸۳)؛ الجرح والتعدیل (ج ۴ ص ۲۷۸ نمبر ۱۱۹۸)

کنارے دس لاکھ درخت، ہر درخت میں دس لاکھ شاخیں، ہر شاخ میں دس لاکھ ٹہنی، ہر ٹہنی میں دس لاکھ پتے، ہر پتے میں دس لاکھ فرشتے، ہر فرشتے میں دس لاکھ بال، ہر بال میں دس لاکھ سر، ہر سر میں دس لاکھ صورت، اور ہر صورت میں دس لاکھ دہن، ہر دہن میں دس لاکھ زبان اور ہر زبان سے ایسی ستائش جاری ہوتی ہے جو ایک دوسرے کے مثل نہیں۔ ان تمام تسبیحوں کا ثواب دوستداران ابوبکر و عمر و عثمان و علیؑ کو ملتا ہے۔

سیوطی کہتے ہیں کہ یہ روایت جعلی ہے۔(۱) صدقہ گمنام راوی ہے۔ اور احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ محمد بن جعفر متروک الحدیث ہے۔ موسیٰ بھی متروک ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ موتمن ساجی کو خطیب کے استاد جھوٹا کہتے ہیں۔ (۲) اس کے علاوہ الگ الگ روایتوں میں ابوطالب عشاری جعلی حدیث گڑھتا ہے۔ بغداد کے محدثین نے مذمت کی ہے۔ (۳) ابو الحسن بردعی کی روایت نا قابل اعتبار ہوتی ہے۔ (۴) ابوالجیش فقیہ گمنام اور صدقہ بھی گمنام ہے۔ (۵) محمد بن جعفر ضعیف ہے۔ عمر بن لیث بھی گمنام ہے۔ موسیٰ بن خلف (۶) بھی قوی نہیں ہے۔ ابراہیم نام کا کوئی فرزند ابوسعید خدری نہ تھا۔ ممکن ہے ابراہیم نخعی ہو۔

۳۴۔ ابن عساکر، (۷) رسول خداؐ نے فرمایا: اے ابوبکر و عمر! جو تم سے محبت کرتا ہے میں اسی سے محبت کرتا ہوں۔ اور چونکہ خدا تمھیں دوست رکھتا ہے اس لئے فرشتے تمھیں دوست رکھتے ہیں اور جو تمھیں دوست رکھتا ہے خدا اسے دوست رکھتا ہے۔ جو تم سے کینہ رکھتا ہے خدا دنیا و آخرت میں اس سے

۱۔ اللآلی المصنوعۃ ج۱ ص۳۲۸ (ج۱ ص۳۸۸)
۲۔ لسان المیزان ج۵ ص۱۰ (ج۵ ص۱۴ نمبر ۶۸۱۸)
۳۔ میزان الاعتدال ج۲ ص۱۰۷ (ج۳ ص۱۵۶ نمبر ۷۹۸۹)
۴۔ تاریخ بغداد ج۲ ص۳۵۳
۵۔ الضعفاء الکبیر عقیلی (ج۴ ص۴۴ نمبر ۱۵۹۳)؛ الجرح والتعدیل (ج۷ ص۲۲۲ نمبر ۱۲۲۴)؛ تہذیب التہذیب ج۹ ص۹۹ (ج۹ ص۸۶)
۶۔ کتاب المجروحین (ج۲ ص۲۴۰) (تہذیب التہذیب ج۱۰ ص۳۴۲ (ج۱۰ ص۳۰۴)
۷۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۲۲ ص۳۳۹)

کینہ رکھتا ہے۔(۱)

محدثین کے نزدیک اس کے تمام راوی جعلی، گمنام، ضعیف اور متروک الحدیث ہیں۔ جیسے عبد الوہاب میلانی (۲)، محمد بن عبداللہ (۳)، محمد بن بکار (۴)، داؤد بن سلیمان (۵)۔

۳۵۔ نحاس نے معانی القرآن میں براء بن عاذب سے نقل کیا ہے کہ ایک بدو حجۃ الوداع میں خدمت رسولؐ میں آیا جب کہ رسولؐ خدا عرفات میں ناقے پر سوار تھے۔ عرض کی کہ مجھے اس آیت کی تفسیر بتائیے: ﴿ان الذین آمنوا و اعملوا الصالحات تا و حسنت مرتفقا﴾ (۶) ''اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک عمل بجالائے تو ہم ہرگز اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے''۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے صدا بہار جنت ہے، جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان باغات میں دمکتے ہوئے کنگن سے آراستہ کئے جائیں گے اور انھیں باریک و دبیز ریشم کے دھانی جوڑے پہنائے جائیں گے۔ اور تختوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اور کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور بہشت کیسی اچھی جگہ ہے۔

رسولؐ نے فرمایا: تو اس سے الگ نہیں نہ وہ تجھ سے دور ہیں۔ وہ چار نفر ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ ۔ اب جا کر اس آیت کی تفسیر اپنے قبیلے والوں کو سنا دو۔ اس روایت کو قرطبی (۷) نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور میں نے اس کو الحمدللہ باجازہ روایت کیا ہے۔ سخت تعجب ہے کہ ایسا بزرگ مفسر جھوٹ کا پلندہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے جب کہ اس کے سلسلۂ سند میں تمام راوی دجال، کذاب اور جعلی ہیں۔ جیسے احمد بن

۱۔ لسان المیزان ج ۲ ص ۴۱۸ (ج ۵ ص ۲۲۹ نمبر ۳۲۴۹ بہ اختلاف راوی)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۶۰ (ج ۲ ص ۶۷۹ نمبر ۵۳۱۴)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۸۵ (ج ۳ ص ۶۰۶ نمبر ۷۷۹۸)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۱ (ج ۳ ص ۴۹۲ نمبر ۷۲۷۶)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۱۸ (ج ۲ ص ۸ نمبر ۲۶۰۹)

۶۔ کہف ۳۰/ ۔ ۳۱

۷۔ تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۳۹۸ (ج ۱۰ ص ۲۵۹)

علی بن سہل مروزی، (۱) محمد بن حمید عبداللہ رازی تیمی۔ (۲)

۳۶۔ ازدی نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ سے شیخین کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: انھوں نے رسولؐ خدا کے ساتھ آہنگ دین خدا کیا اور موسیٰؑ نے اپنے رب سے ان دو کو طلب کیا تھا مگر خدا نے رسولؐ خدا کو عطا فرمایا۔ (۳)

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ روایت سخت ناپسند ہے۔ (۴) ازدی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے کیونکہ اس کے سلسلہ سند میں کثیر النواہے جس کی تضعیف ہوئی ہے۔ (۵) اور طلحہ کا غلام زکریہ اور زکریہ کا استاد مجہول ہیں۔

عشرۂ مبشرۃ

۳۷۔ احمد بن حنبل مسند (۶) میں عبدالرحمٰن بن حمید اپنے باپ سے اور وہ عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن وقاص جنتی ہیں، سعید بن قیس جنتی ہیں اور عبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔ (۷)

۱۔ تاریخ بغداد ج ۴ ص ۳۰۳؛ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۱۲۰ نمبر ۴۷۰)؛ لسان المیزان ج ۱ ص ۲۲۲ (ج ۱ ص ۲۳۹ نمبر ۶۹۳)

۲۔ التاریخ الکبیر بخاری (ج ۱ ص ۶۹ نمبر ۱۶۷)؛ کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۳۰۳)؛ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۳۱۔ ۱۲۷ (ج ۹ ص ۱۱۵۔ ۱۱)؛ الجرح والتعدیل (ج ۷ ص ۲۳۲ نمبر ۱۲۷۵)

۳۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۳۲۱ (ج ۵ ص ۳۶۳ نمبر ۷۸۴۴)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۱۳ (ج ۳ ص ۶۷۰ نمبر ۸۰۰۵)

۵۔ الجرح والتعدیل (ج ۷ ص ۱۵۹ نمبر ۸۹۵)؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۲۰۶ نمبر ۵۳۲)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۳۵۲ (ج ۳ ص ۴۰۲ نمبر ۶۹۳۰)؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۳۲۱ (ج ۵ ص ۳۶۳ نمبر ۷۸۴۴)؛ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۱۱ (ج ۸ ص ۳۶۷)

۶۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۳۱۶ ح ۱۶۷۸)

۷۔ مصابیح السنۃ ج ۲ ص ۲۷۷ (ج ۴ ص ۱۷۹ ح ۴۷۸۶)؛ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۴ (ج ۴ ص ۲۱۱ ح ۴۶۴۸، ۴۶۴۹)

صحیح ترمذی میں عبدالرحمٰن بن حمید ہی سے مروی ہے کہ وہ مسجد میں تھا، اتنے میں علیؑ کی مذمت کی گئی تو سعید بن زید نے کھڑے ہوکر گواہی دی کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ دس افراد جنتی ہیں پھر رسول خداؐ، ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ، طلحہ، زبیر، سعد بن مالک اور عبدالرحمٰن بن عوف کا نام لیا پھر کہا: اگر چاہوں تو دسویں کا بھی نام لوں؟ پوچھا گیا: کون ہے؟ تو خاموش رہے دوسری بار پوچھا گیا تو کہا کہ سعید بن زید۔(۱)

ہمارے عقیدے کے لحاظ سے اس روایت کی کوئی اہمیت نہیں، اور نہ ہی جن لوگوں کو جنت کی بشارت دینے کی بات کہی گئی ہے انھیں کوئی امتیاز حاصل ہوتا ہے کیوں کہ قرآن میں بے شمار جگہوں پر ان لوگوں کو بشارت دی گئی ہے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے کہ انھیں جنت حاصل ہوگی۔ بنا بریں چند لوگوں کو بہشتی بنا دینا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات فبشرهم جنت تجری من تحتها الانهار ۔جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے انھیں جنت کی بشارت دے دیجئے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ بقرہ ۲۵، توبہ ۱۱۱، ہود ۲۳، حج ۱۴، سجدہ ۱۹، نساء ۱۲۴، غافر ۴۰، فتح ۷، طلاق ۱۱، توبہ ۲۷ میں اس مفہوم کی آیات موجود ہیں۔

اس کے علاوہ اکثر اصحاب رسولؐ کو جنت کی بشارت خود زبان رسالت سے دی گئی ہے۔ حدیث صحیح ہے: **علی و شیعتهم فی الجنة** (۲) (علیؑ اور ان کے شیعہ جنت میں ہیں) ایک حدیث صحیح ہے کہ فرشتہ وحی نے آکر کہا: اپنی امت کو بشارت دے دیجئے کہ جو شخص ایسی حالت میں مرجائے کہ خدا کا شریک نہ قرار دیا ہو وہ جنتی ہے۔ رسولؐ نے پوچھا: خواہ وہ زنا کرے، چوری کرے اور شراب بھی پئے؟

۱۔ سنن ترمذی ج ۱۳ ص ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۶ (ج ۵ ص ۶۰۵، ۶۰۹ ح ر ۳۷۴۷، ۳۷۴۸، ۳۷۵۷)؛ تیسیر الوصول ج ۳ ص ۲۶۰ (ج ۳ ص ۳۰۳)؛ ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۲۰ (ج ۱ ص ۳۰)

۲۔ تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۱۴۶ (مجلد ۱۵ ج ۳۰ ص ۲۶۴)؛ مروج الذہب ج ۲ ص ۵۱ (ج ۳ ص ۷)؛ نہایۃ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۷۶ (ج ۴ ص ۱۰۶)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۱، ۱۷۳؛ کفایۃ الطالب ص ۱۳۵ (ص ۲۶۵ باب ر ۶۲)؛ صواعق محرقہ ص ۹۶، ۱۳۹، ۱۴۰ (ص ۱۶۱، ۱۹۱، ۲۳۲، ۲۳۵)

فرشتے نے کہا: ہاں۔(۱)

اس بنا پر عشرہ مبشرہ کے افراد اگر واقعی مومن تھے اور قرآن وسنت کے پابند تھے تو جنتی ہوں گے۔ ضمنی طور سے ان دس کے علاوہ افراد بھی جنت کی بشارت پائے ہوئے ہیں مثلاً عمار یاسر (۲) اور زید بن صوحان (۳) جنت چار کی مشتاق ہے: علیؑ، عمار، سلمان اور مقداد۔ ایک روایت میں تین کا نام ہے علیؑ، عمار، بلال (۴) اس کے علاوہ حدیث صحیح ہے کہ حسن وحسین علیہما السلام جوانان جنت کے سردار ہیں (۵) اسکے علاوہ حسن وحسین علیہما السلام ان کے جد، ان کے والدین، ان کے چچا، ان کے ماموں سب کے سب جنتی ہیں۔(۶)

نیز ارشاد رسولؐ ہے کہ جعفر بن ابی طالب جنتی ہیں، انہیں دو پر عطا ہوئے ہیں جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔(۷)

۱۔ مسند احمد (ج ۶ ص ۲۰۹ ح ۲۰۹۵۵/، ص ۲۰۳ ح ۲۰۹۲۳/) سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۷ حدیث ۲۶۴۴) سنن نسائی (باب عمل الیوم واللیلہ ص ۳۱۹ حدیث ۱۱۲۸) الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج ۱ ص ۴۳۶ حدیث ۲۱۳)

۲۔ المستطرف ابشیہی (ج ۱ ص ۱۳۷)؛ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۱۲ ص ۶۲۶)؛ مختصر تاریخ دمشق (ج ۱۸ ص ۲۱۵)؛ کنز العمال (ج ۱۱ ص ۲۱ ۷ ح ۳۳۵۲۱/؛ ج ۱۲ ص ۵۳۹ ح ۳۷۴۱۲/)

۳۔ مسند ابویعلی (ج ۱ ص ۳۹۳ ح ۵۱۱/)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۱۳۔۱۱ (ج ۱۹ ص ۴۳۴، ۴۳۶، ۴۳۸ نمبر ۲۳۳۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۹ ص ۱۴۴۔۱۴۳)؛ تاریخ خطیب ج ۸ ص ۴۴۰؛ استیعاب ج ۱ ص ۱۹۷ (القسم الثانی ص ۵۵۶۔۵۵ نمبر ۸۵۲)؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۴ (ج ۲ ص ۲۹۱ نمبر ۱۸۴۸)؛ بہجۃ المحافل ج ۲ ص ۲۳۷؛ الاصابۃ ج ۱ ص ۵۸۲

۴۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۴۲ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۳۷ (ج ۳ ص ۱۴۸ ح ۴۶۶۶/)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۶۲۶ ح ۳۷۹۷/)؛ معجم الکبیر (ج ۶ ص ۲۱۵ ح ۶۰۴۵/)؛ تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۱۸۱ (ج ۱۰ ص ۱۱۹)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۳۱۱ (ج ۷ ص ۳۵۴ حوادث ۳۷ھ)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۰۷؛ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۳۰۶، ج ۶ ص ۱۹۸، ۱۹۹ (ج ۱۰ ص ۴۵۱ نمبر ۹۷۴، ج ۲۱ ص ۴۱۱۔۴۱۰ نمبر ۲۵۹۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۲۵۹، ج ۱۰ ص ۴۰، ج ۱۸ ص ۲۱۲)؛ استیعاب ج ۲ ص ۴۳۵ (القسم الثالث ص ۱۱۳۸ نمبر ۱۸۶۳)

۵۔ صواعق محرقہ (ص ۱۹۱)

۶۔ المعجم الکبیر (ج ۳ ص ۴۰، ۳۵ ح ۲۶۱۸/۔۲۵۹۸، ص ۶۶ ح ۲۶۸۱/)؛ معجم الاوسط (ج ۱ ص ۲۳۸ ح ۳۶۸/)

۷۔ معجم الاوسط (ج ۷ ص ۴۳ ۷ ح ۶۹۳۲/)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۷۲

ایک حدیث میں عمرو بن اصیرم (۱) اور ابن مسعود (۲) اور عمرو بن جموح کو بشارت جنت دی گئی ہے۔

ان تمام روایات کے باوجود یہ کیسا شور و غوغا ہے کہ عشرہ مبشرہ ہی کے لئے مایۂ ناز افتخار مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ گویا بس انہیں کو جنت ملے گی دوسروں کو نہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ جو بھی ایمان لائے اور عمل صالح کرے، تقوی اختیار کرے انہیں جنت کی بشارت دے دو اور فرمان خدا میں کوئی ردوبدل نہیں اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

اس لئے عشرہ مبشرہ ہی کو کیوں جنتی بنا کر عقیدے کا جزو قرار دیا جاتا ہے؟ چنانچہ امام احمد بن حنبل نے ایک خط میں مسدد بن مسرھد کو لکھا ہے کہ............اور یہ کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ دس افراد جنتی ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، ..... بنابریں جنھیں رسولؐ خدا نے جنت کی بشارت دی ان کے جنتی ہونے کی ہم گواہی دیتے ہیں اور یہ کہنا جائز نہیں کہ فلاں بہشت میں اور فلاں جنت میں۔ صرف انہیں دس افراد کے لئے کہا جا سکتا ہے جنہیں رسول خدا نے جنت کی بشارت دی۔ آخر اس لاف و گزاف کی وجہ کیا ہے، شاید آپ بھی اس کی وجہ جانتے ہیں؟

اب ذرا سند و متن کا تحلیل و تجزیہ کر لیجئے:

دونوں روایتیں عبدالرحمٰن بن عوف اور سعید بن زید سے ہیں، ان دو کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی ہے۔ عبدالرحمٰن کی روایت عبدالرحمان بن حمید بن عبدالرحمٰن زہری اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ سند باطل اور ناتمام ہے کیوں کہ حمید بن عبدالرحمٰن صحابی نہیں تابعی ہیں، انھوں نے ۱۰۵ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس طرح ان کی پیدائش ۳۲ھ قرار پاتی ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے انتقال کے ایک سال کے بعد، اسی وجہ سے ابن حجر نے عبدالرحمٰن کی روایت عمر و عثمان کو منقطع کہا ہے (۳) اور عثمان کا قتل عبدالرحمٰن بن عوف کے بعد ہوا۔ فطری لحاظ سے عبدالرحمٰن بن عوف کی روایت

۱۔ مجمع الزوائد ج۹ ص۳۶۳

۲۔ معجم الکبیر (ج۱۰ ص۱۲۶ ح/۱۰۳۴۱)

۳۔ تہذیب التہذیب ج۳ ص۴۶ (ج۳ ص۴۰)

بدرجہ اولی منقطع ہوگی، بنا بریں یہ سند صحیح نہیں ہے۔اس طرح اب روایت صرف سعید بن زید میں منحصر ہوکر رہ جاتی ہے،جنھوں نے خود اپنے کوعشرہ مبشرہ کی فرد کہا ہے اور انھوں نے یہ حدیث کوفے میں بیان کی جب معاویہ کا زمانہ تھا۔اس سے قبل یہ روایت کہیں نہیں سنی گئی تھی اسی زمانہ میں بیان کی گئی جب جعلی روایات کے انبار لگائے جارہے تھے، مجرمانہ طریقے پر مذموم تبلیغ کا بازار گرم تھا۔کسی نے بھی اس صحابی سے نہ پوچھا کہ آخر آج سے قبل یہ حدیث کیوں نہ بیان کی تھی؟ آخر چھپائے رہنے کی وجہ کیا تھی؟ کسی نے بھی خلفاء راشدین کے دور میں اسے نقل نہ کیا۔اس وقت تو صحابہ اس حدیث کے سخت ضرورت مند تھے تاکہ اپنی پوزیشن مستحکم کرکے دلیل کے طور پر پیش کرسکیں اور خوں ریزی سے باز رہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب معاویہ نے اپنی حکومت مستحکم کرکے مسلمانوں کو تباہی کے گھاٹ لگانا شروع کیا تو سعید کو اس حدیث کا الہام ہوا نہ یہ کہ رسولؐ خدا نے فرمایا۔گمان قوی یہ ہے کہ سعید نے جب حضرت علیؑ پر دشنام طرازیوں کا ہنگامہ دیکھا اور لوگوں کو معاویہ کے خلاف عام طور سے بیزار پایا یزید کی جانشینی وغیرہ سے خود بھی بیزار ہوئے۔

اس موقع پر مروان بن حکم کو سخت دست بھی کہا(۱) تو انہیں معاویہ کے مصائب و آلام کا کوف دامنگیر ہوا۔اور اپنے کو ان مصائب سے بچانے کے لئے یہ روایت گڑھ لی تاکہ ان پر جو عشق علیؑ کا الزام لگ گیا ہے وہ دھل جائے۔اس زمانہ میں تو جس پر بھی عشق علیؑ کا جرم ثابت ہوجاتا تھا اسے قتل یا جلا وطنی کے مرحلے سے گذرنا پڑتا تھا۔اس طرح مخالفین علیؑ کو جنت کا جعلی سارٹیفکٹ دے کر حاکم وقت کو راضی کرلیا۔

اس حدیث میں تمام مخالفین علیؑ کو ایک صف میں لے آئے ہیں۔ایک بھی دوستدار علیؑ مثلاً سلمان، ابوذر، مقداد و عمار کا نام نہیں لیا گویا جنت انھیں دس میں منحصر ہوکر رہ گئی ہے؟ اس حدیث سے انھوں نے نہ صرف اپنے کو قتل و جلاوطنی سے محفوظ کیا بلکہ سنہرے سکوں کے حقدار بھی ہوگئے۔اگر درمیان میں سیم و زر نہ ہوتے تو کوئی بھی انصاف پسند اسے باور نہ کرتا، بھی جانتے ہیں کہ متذکرہ افراد کا انداز حیات حضرت

۱۔تاریخ ابن عساکر ج۶ ص۱۲۸ (ج۲۱ ص۸۸ نمبر ۲۴۷۷)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۹ ص۲۹۸)

علیؑ سے قطعی تضاد رکھتا ہے۔ علیؑ ہی نے شوریٰ میں سیرت شیخین کی پیروی کو ٹھکرایا، پھر عثمان سے کشمکش پیدا ہوئی اور ان کے قتل کو برا بھی نہ سمجھا ان کے ناحق قتل ہونے کی گواہی بھی نہ دی، خطبہ شقشقیہ میں انھیں اس چوپائے سے تشبیہ دی جو فصل بہار کی گھانس کھاتا ہے، پھر طلحہ و زبیر عثمان سے برسر پیکار ہوئے اور پھر خون عثمان کا انتقام علیؑ سے لینے بھی کھڑے ہوگئے۔ ایسے افراد علیؑ کے ساتھ جنت میں کیسے رہ سکتے ہیں؟ مجھے نہیں معلوم!

متن روایت کا تجزیہ بھی بڑا دلچسپ ہے:

کیا عبدالرحمٰن ابن عوف جو اس حدیث کے راوی ہیں خود بھی اس کے معتقد تھے؟ اگر اسے صحیح سمجھتے تھے تو بروز شوریٰ حضرت علیؑ کو تلوار کی دھمکی کیوں دی؟ پھر بعد میں عہد کر لیا کہ مرتے دم تک عثمان سے بات نہ کروں گا۔ بیعت عثمان شرمندہ تھے، وصیت کردی کہ عثمان ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ عثمان انھیں منافق کہتے تھے (۱) کیا یہ حقائق اس حدیث کو صحیح قرار دینے میں معاون ہیں؟

کیا ابوبکر و عمر سے جناب فاطمہ زہراؑ ناراض نہیں تھیں؟ ان سے کہا کہ خدا و فرشتوں کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ بابا رسول خداؐ سے شکایت کروں گی۔ مادر حسنین علیہما السلام ان دونوں سے نالہ و گریاں گئیں، کبھی قبر رسولؐ سے فریاد کی: بابا آپ کے بعد ابو قحافہ اور خطاب کے فرزندوں سے کیا کیا نہ مصائب جھیلے۔ انھیں کے لئے حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ ان کے غصب حقوق کی وجہ سے گویا میری آنکھ میں خاشاک تھے یا گلے میں ہڈی پھنسی ہوئی تھی، میں اپنی میراث لٹتے دیکھ رہا تھا۔ ان دونوں کے لئے جناب صدیقہ ہر نماز کے بعد بددعا کرتی تھیں انھوں نے دختر رسول کو اذیت دی تھی اور جو لوگ رسول کو اذیت دیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (۲)

کیا عمر بھی اس حدیث کو سچ سمجھتے تھے؟ تو پھر منافقوں کے نام حذیفہ سے کیوں پوچھتے تھے؟ (۳)

مغیرہ کے ابو عیسیٰ کنیت کو بدلتے ہوئے کیوں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ میرا کیا معاملہ پیش آئے گا۔

کیا یہی عمر نہیں تھے جنہوں نے حضرت علیؑ کو ابوبکر کی بیعت کے لئے شتر مہار شدہ کی طرح کھینچا اور

۱۔ صواعق محرقہ ص ۶۷ (ص ۱۱۴)

۲۔ ساتویں جلد میں ان تمام مطالب پر بحث گذر چکی ہے۔

۳۔ التمہید باقلانی ص ۱۹۶؛ بہجۃ النفوس ج ۴ ص ۴۸

علیؑ کو قتل کی دھمکی، اخوت رسول کا انکار، شوریٰ میں مخالف کو قتل کا حکم۔ جب کہ جانتے تھے کہ اس میں علیؑ ہی مخالف ہوں گے۔ حالانکہ مومن کو عمداً قتل کرنے کی سزا جہنم ہے۔

کیا عثمان بھی اس روایت کو درست کہتے تھے؟ تو پھر مغیرہ نے مکہ جانے کی رائے دی تو حدیث رسول کیوں سنائی، جس میں نصف عذاب کی خبر تھی۔ اگر عثمان اس حدیث کو صحیح سمجھتے تھے تو علیؑ کو مروان سے افضل کیوں نہیں سمجھتے تھے؟

طلحہ و زبیر ہی نے عثمان کے خلاف شورش برپا کر کے قتل کرا دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ اپنی حکومت کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں، انھیں خدا سے کیا واسطہ؟ ان دونوں نے امام اور خلیفہ وقت کی بیعت توڑی جبکہ بمطابق حدیث رسولؐ امام زمانہ کی معرفت کے بغیر مرنے والا جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ ان دونوں نے زوجہ رسول کو گھر سے باہر نکالا۔ جس علیؑ کے خلاف جنگ کو رسولؐ نے طغیان، نفاق اور کفر کہا تھا ان سے برسر پیکار ہوں؟ یہ طلحہ ہیں جنھوں نے عثمان پر بندش آب کی، جنگ جمل میں جب حدیث غدیر یاد دلائی گئی تو بھول جانے کا بہانہ کیا۔ انھوں نے ہی کہا تھا کہ رسول خداؐ ہماری ناموس سے نکاح کر رہے ہیں اگر یہ مر گئے تو ان کی ازواج سے ہم نکاح کریں گے، اسوقت ﴿ازواجہ امھاتھم﴾ نازل ہوئی۔ کیا سعد بھی اس حدیث کو باور کرتے تھے، جب ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ عثمان اس تلوار سے قتل ہوئے جسے عائشہ نے نیام سے باہر نکالا، طلحہ نے تیز کیا، علیؑ نے زہر آلود کیا اور زبیر نے سکوت کیا مگر ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہم نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچا اگر چاہتے تو انھیں بچا سکتے تھے۔ کیا اس بات سے حدیث کی صحت کا میل ہو سکتی ہے۔ پاک ہے خدا کہ ظالم و مظلوم، قاتل و مقتول، خلیفہ و باغی کو ایک ہی جنت میں رکھے، یہ خدا پر زبردست بہتان ہے۔

کیا یہ روایت سعد جیسے شخص کے موزوں ہوگی جس نے خلیفہ برحق اور امام کی بیعت نہیں کی اور نہ ہی ان کی مدد کی، جس امام پر تمام امت اسلام متفق تھی۔ تمام مجاہدین بدر و مہاجرین و انصار نے بیعت کی تھی۔ لیکن سعد بیعت علیؑ سے دور رہے، شاید ان پر کوئی نئی کتاب خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ جس سے سعد کو مستثنیٰ کر کے مژدہ بہشت سنایا گیا تھا۔

ابو عبیدہ جراح گورکن کے لئے بھی مژدۂ بہشت ایک دلچسپ معاملہ ہے چونکہ انھوں نے سقیفہ کے دن سیاسی جرائم کے شاندار مظاہرے کئے تھے۔ جسکی وجہ سے امت اسلام قیامت تک کے لئے دو چار انتشار ہوگئی۔ امت میں انتشار ہوا، اہلبیت رسولؐ کی ہتک حرمت کی گئی، گویا انھیں جرائم کی وجہ سے انھیں مژدۂ بہشت سنایا گیا تھا۔

اس بشارت بہشت میں عائشہ کا نام نہ ہونے سے عجیب خلاء محسوس ہو رہا تھا، اس لئے ابوذر کے نام سے منسوب کر کے ایک حدیث گڑھی گئی:

رسول خداؐ عائشہ کے گھر آئے اور فرمایا: عائشہ! کیا میں تمھیں بہشت کی بشارت نہ دوں؟ عائشہ نے کہا: کیوں نہیں، اے خدا کے رسولؐ! فرمایا: تمھارے باپ جنت میں ابراہیمؑ کے رفیق ہوں گے اور عمر جنت میں نوحؑ کے ساتھی، عثمان بہشت میں میرے رفیق ہوں گے، علیؑ بہشت میں یحییٰ بن زکریہ کے رفیق ہوں گے، طلحہ رفیق داؤدؑ، زبیر رفیق اسماعیلؑ، سعد بن ابی وقاص رفیق سلیمانؑ، سعید موسیٰ عمران کے رفیق، عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں عیسیٰؑ کے رفیق اور ابو عبیدہ جراح رفیق ادریسؑ ہوں گے۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! میں سردار انبیاء ہوں اور تمھارے باپ افضل صدیقین اور تم مومنین کی ماں ہو۔ (۱)

کاش! اس روایت کی سند بھی معلوم ہوتی تاکہ گڑھنے والے کا پتہ چل سکتا اور کاش گڑھنے والے کو معلوم ہوتا کہ رفاقت کے لئے اخلاقی و نفسیاتی مشابہت بھی ہونا ضروری ہے۔ ان معصوم پیغمبروں کے ساتھ مدینہ کے ان گرگوں کو ٹھونس دیا گیا، چونکہ سقیفہ میں لیاقت و استحقاق کا قطعی خیال نہیں رکھا گیا۔ آخر عبداللہ بن مسعود کو رفیق عیسیٰؑ کیوں نہ بنایا گیا جن کے متعلق صحیح حدیثوں میں ستائش آئی ہے۔ (۲)

۱۔ ریاض النضرۃ ج۱ ص۴۰ (ج۱ ص۳۱)؛ سیرۃ ملا (ج۵ ص۱۹۶ قلمی)

۲۔ صحیح بخاری کتاب المناقب (ج۳ ص۱۳۷۳ ح/۳۵۵۱)؛ مسند احمد ج۵ ص۳۸۹ (ج۶ ص۵۳۸ ح/۲۲۷۹۷)؛ سنن ترمذی (ج۵ ص۶۳۱ ح/۳۸۰۷)؛ مستدرک حاکم ج۳ ص۳۱۵، ۳۲۰ (ج۳ ص۳۵۶، ۳۶۱ ح/۵۳۷۶، ۵۳۹۶)؛ حلیۃ الاولیاء ج۱ ص۱۲۶، ۱۲۷؛ استیعاب ج۱ ص۳۷۲ (نمبر ۱۶۵۹)؛ مصابیح السنۃ ج۲ ص۲۸۳ (ج۴ ص۲۰۴ ح/۴۸۵۵)؛ صفۃ الصفوہ ج۱ ص۱۵۶، ۱۵۸ (ج۱ ص۳۹۸، ۴۰۲ نمبر ۱۹)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷ ص۱۶۲ (ج۷ ص۱۸۳ حوادث ۳۲ھ)؛ تیسیر الوصول ج۳ ص۲۹۷ (ج۳ ص۳۴۴ ح/۱)؛ الاصابۃ ج۲ ص۳۶۹؛ کنز العمال ج۷ ص۵۵ (ج۱۳ ص۴۶۵ نمبر ۳۷۲۱۰)

عثمان میں آخر کون سا سرخاب کا پر لگا ہوا تھا۔ ابوذر کیوں نہ رفیق عیسٰی ہوتے کہ وہ تو ان سے بہت مشابہ تھے۔(۱)

عثمان ہی کیوں جن میں کوئی آثار اخلاق عیسوی نہیں پائے جاتے تھے۔ جعفر کو کیوں نہ کہا گیا جن کے متعلق صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رسول خداؐ نے اپنے سے مشابہ قرار دیا تھا۔(۲) رسول خداؐ نے اپنی رفاقت کے لئے عثمان کا انتخاب کیوں کیا ابوبکر کا کیوں نہ کیا، جب کہ یہ لوگ ایک صحیح حدیث پیش کرتے ہیں کہ میں اگر کسی کو دوست قرار دیتا تو وہ ابوبکر ہوتے۔ ایک جعلی دعائے رسول بھی ہے کہ خدایا! تو نے ابوبکر کو یار غار بنایا جنت میں بھی میرا یار بنا دے۔(۳)

عثمان کو رفیق ابراہیمؑ کیوں نہ بنایا گیا کیوں کہ جعلی حدیث میں انھیں شبیہ ابراہیمؑ کہا گیا ہے۔(۴) عمر کو موسیٰ کا رفیق کیوں نہ بنایا گیا، عثمان کو رفیق ہارون اور علیؑ کو رفیق رسولؐ کیوں نہ بنایا گیا کیوں کہ انس سے ایک جعلی حدیث روایت کی گئی ہے کہ ہر نبی اپنی امت میں ایک نظیر رکھتا ہے ابوبکر نظیر ابراہیمؑ، عمر نظیر موسیٰ، عثمان نظیر ہارونؑ اور علیؑ میری نظیر ہیں۔(۵)

اس حدیث کو گڑھنے والے نے غفلت برتی۔ اسے شاید حدیث رسولؐ یاد نہ تھی کہ یا علیؑ تم میرے بھائی اور جنت میں میرے رفیق ہو اور یہ رفاقت دونوں کے اخلاقی و نفسیاتی تشابہ کی وجہ سے تھی جو موزوں ہے اسی لئے آیۂ تطہیر نے دونوں کی طہارت کا اعلان کیا دونوں کی ولایت کا اعلان ہوا۔

اب ذرا ابوذر اور عائشہ سے پوچھئے جو اس روایت کے راوی اور مخاطب ہیں۔ کیا واقعی ابوذر نے

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۶۷، ۱۶۸ (ج ۴ ص ۲۲۸)؛ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۲۱ (ج ۵ ص ۶۲۸ ح ۳۸۰۲/ ۳۸۰۱)؛ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۵۵ ح ۱۵۶)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۴۲ (ج ۳ ص ۳۸۵ ح ۵۴۶۰، ج ۴ ص ۵۲۷۔ ۵۲۶ ح ۸۴۷۸)

۲۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۷۲، ۲۷۵

۳۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۴۱۸ (ج ۵ ص ۴۷۳ نمبر ۸۱۲۰)

۴۔ انساب الاشراف ج ۵ ص ۳ (ص ۱۰۱)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۶، ج ۳ ص ۵۸: الضعفاء والمتروکون (ص ۳۵۰ نمبر ۴۸۳)

یہ وحی ترجمان سے حدیث سنی؟ کیوں کہ ابوذر سے سچے پر تو آسمان نے سایہ نہیں کیا۔ اگر آپ ابوذر و عثمان کے باہمی چپقلش کو دیکھئے تو حدیث غلط معلوم ہوگی۔ ابوذر کے اعتراضات نے تو عثمان کا منھ کالا کردیا تھا کیا وہ عثمان کے متعلق جنت کی بشارت نقل کریں گے۔ ابوذر تو عثمان کو شجرۂ ملعونہ کی فرد سمجھتے تھے، فرماتے ہیں کہ حدیث رسولؐ ہے کہ جب بنی امیہ کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو خدا کی زمین ہڑپ لیں گے، بندگان خدا کو غلام اور دین خدا کو غارت کردیں گے۔ عثمان نے ابوذر کو جھٹلایا اور ظاہر ہے جس نے ابوذر کو جھٹلایا اس نے رسولؐ خدا کو جھٹلایا۔ (۱)

صرف ابوذر ہی عثمان کے مخالف نہیں تھے اکثر بدری صحابی و مہاجرین و انصار ان کے ہم آواز تھے۔ تمام اصحاب کی شورش اس حدیث کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ عائشہ نے بھی تو عثمان کو نعثل و کافر کہہ کے خطاب کیا ہے۔ (۲) ان کی تنقیدیں تو سب سے زیادہ تلخ وتند ہیں۔ قتل عثمان کی خبر سن کر کہا کہ خس کم جہاں پاک۔ (۳) کیا کسی آزاد ضمیر انسان کو سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کی زبان سے عثمان کے جنتی ہونے اور رفیق رسولؐ ہونے کی بات ادا ہوگی؟ کیا رسول خدا نعثل یہودی کے رفیق ہوسکتے ہیں؟

طلسم ہوش ربا

۳۸۔ محمد بن آدم کہتا ہے: میں نے مکہ میں ایک اسقف کو دیکھا گرد کعبہ طواف کررہا تھا۔ اس سے

۱۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۸۰ (ج ۳ ص ۵۲۷ ح ۸۴۷۸/)؛ مسند احمد (ج ۳ ص ۳۹۸ ح ۱۱۳۳۹/، ج ۲ ص ۳۴۷ ح ۶۴۸۳/) مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۲۴ ص ۱۸۳ ج ۲۸ ص ۲۹۰)؛ مسند ابی یعلی (ج ۲ ص ۲۸۳ حدیث ۱۱۵۲) المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۱۸۲ حدیث ۱۲۹۸۲) کنز العمال (ج ۱۱ ص ۱۶۵ ح ۳۱۰۵۵/، ص ۳۵۹ ح ۳۱۷۳۸/)

۲۔ تذکرۃ الخواص (ص ۶۹)؛ تاریخ طبری (ج ۴ ص ۴۵۸ حوادث ۳۶ھ)؛ الامامۃ والسیاسۃ (ج ۱ ص ۵۱)؛ النہایۃ ابن اثیر (ج ۵ ص ۸۰)؛ القاموس المحیط (ص ۱۳۷۴)؛ لسان العرب (ج ۱۴ ص ۱۹۸)؛ تاج العروس (ج ۸ ص ۱۴۱)؛ حیاۃ الحیوان (ج ۲ ص ۳۶۵)

۳۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید (ج ۶ ص ۲۱۵ خطبہ ۷۹/)

پوچھا: تم نے اپنے اجداد کا دین کیوں ترک کر دیا؟ جواب دیا: اس سے بہتر دین میں آ گیا ہوں۔ پوچھا: وہ کیسے؟ کہنے لگا، میں نے سمندر کا سفر کیا، منجدھار میں پہنچ کر کشتی ٹوٹ گئی اور موجوں نے مجھے ایک جزیرے میں پہنچا دیا، وہاں درختوں کے جھنڈ میووں سے لدے پھندے تھے، آب شیریں کی نہر جاری تھی، میں نے اس نعمت پر شکر خدا ادا کیا میوے کھائے نہر کا پانی پیا اور آئندہ حالات کا انتظار کرنے لگا۔ جب شام ہوئی تو درندوں کے اندیشے ہوئے اور ایک درخت پر چڑھ گیا، آدھی رات میں ایک درندے کو دیکھا کہ تسبیح خدا کر رہا ہے: خدائے جبار کے سوا کوئی خدا نہیں، محمدؐ اس کے رسولؐ ہیں، ابوبکر ان کے یار غار، عمر فاتح شہر و دیار، عثمان کشتہ درخانہ حصار، علیؑ کفار کے سر پر آئی ہوئی تلوار، ان سے نفرت رکھنے والوں پر لعنت خدائے جبار، ان ٹھکانہ جہنم ہو۔ اس درندے نے صبح تک تکرار کی۔ فجر ہوئی تو کہا کہ خدا کے سوا کوئی خدا نہیں، محمدؐ اس کے رسول اور ہادی، ابوبکر ان کے مشیر، عمر آہنی سورما، عثمان صاحب فضیلت شہید، علی صاحب ہیبت شدید، ان کے دشمن پر پروردگار کی لعنت۔

پھر وہ درندہ خشکی میں آیا، اس کا سر شتر مرغ کی طرح اور صورت انسان کی تھی، ہاتھ پاؤں جانوروں کی طرح تھے۔ میں اس کے ڈر سے بھاگا تو چلا کر بولا: ٹھہرو، ورنہ قتل کئے جاؤ گے۔ میں ٹھہر گیا۔ پوچھا: کس دین پر ہو؟ میں نے کہا: عیسائی ہوں۔ بولا: وائے ہو، تجھے دین اسلام قبول کرنا چاہئے۔ کیونکہ تم پریوں کے دیس میں ہو یہاں سب کا مذہب اسلام ہے۔ میں نے پوچھا: اسلام کیسے قبول کروں؟ اس نے کلمہ پڑھوایا اور خلفاء راشدین کا اقرار کروایا۔ میں نے پوچھا: تم نے یہ دین کیسے حاصل کیا؟ جواب دیا: ہم میں سے کچھ لوگ خدمت رسولؐ میں گئے تھے، انھوں نے سنا کہ قیامت آئے گی، پھر ابوبکر، عمر، عثمان کے استقرار اور وجود امام حسنؑ و حسینؑ سے آراستہ ہونے کی بات کہی۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا: یہیں رہنا چاہتے ہو یا واپس جانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: واپس جاؤں گا۔ کہا کہ صبر کرو تا کہ کوئی کشتی آئے اتنے میں کشتی آ گئی، میں اس پر سوار ہوا تو دیکھا کہ اس میں بارہ عیسائی سوار تھے انھوں نے مجھ سے آنے کی تفصیل پوچھی تو میں نے سارا واقعہ سنا دیا، سبھی حیرت سے مسلمان ہو گئے۔ (۱)

۱۔ مصباح الظلام ج ۲ ص ۳۰ (ج ۲ ص ۲۷، ح ۳۶۲)

اس ابن آدم جیسے جانور کو علماء رجال میں کوئی نہیں جانتا۔ اسی لئے اسے گمنام کہنا چاہئے۔ شاید ابوالبشر آدمؑ بھی اسے نہ پہچانتے ہوں گے۔ اسی طرح اشقف بھی مجہول اور گمنام ہی ہے۔ پھر اگر پریوں کی لعنت تسلیم کر لی جائے تو ذرا دیکھئے کہ تمام عادل صحابہ انکی زد میں آجائیں گے جنھوں نے عثمان سے نفرت کا مظاہرہ کیا۔ پھر ان عیسائیوں پر بھی تعجب ہے جو اس خرافی تفصیل کو سن کر جھٹ سے مسلمان ہو گئے۔

۳۹۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ ابی بن کعب نے سورہ والعصر کی رسولؐ کے سامنے تلاوت کر کے اس کی تفسیر پوچھی۔ فرمایا: خدا نے دن کے آخری حصے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ بے شک (الانسان) یعنی ابوجہل گھاٹے میں ہے، ﴿الا الذین آمنوا﴾ سے مراد ابوبکر ہیں۔ ﴿وعملوا الصالحات﴾ سے مراد عمر، ﴿وتواصوا بالحق﴾ سے مراد عثمان اور ﴿وتواصوا بالصبر﴾ سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ ''رضی اللہ عنھم اجمعین''۔(۱)

ابن عباس نے منبر سے یہی تفسیر بیان کی تھی۔ (۲)

کیا جائز ہے کہ اس طرح کی مضحکہ خیز تفسیر کر کے خدا و رسول پر بہتان باندھا جائے اور تحریف معنوی کی جائے؟ اول تو یہ روایت مرسل ہے، پھر یہ کہ ان شخصیتوں کے حالات زندگی سے الفاظ قرآن ذرا بھی میل نہیں کھاتے اور یہ کہ تفسیر ابن مردویہ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ﴿الا الذین امنوا وعملوا الصالحات﴾ سے مراد علیؑ سلمان ہیں۔ (۳) اس کی تائید اس تفسیر سے ہوتی ہے کہ ﴿ام حسب الذین اجترحوا السیئات﴾ سے مراد عتبہ و شیبہ اور ﴿الذین آمنوا و عملوا الصالحات﴾ سے مراد حضرت علیؑ ہیں (۴) اور ﴿اولئک ھم خیر البریہ﴾ سے مراد علیؑ اور

۱۔ تفسیر قرطبی ج۲۰ ص۱۸۰ (ج۲۰ ص۱۲۳)

۲۔ ریاض النضرۃ ج۱ ص۳۴ (ج۱ ص۴۹)؛ تفسیر شربینی ج۴ ص۵۶۱ (ج۴ ص۵۸۵)

۳۔ درمنثور ج۶ ص۳۹۲ (ج۸ ص۶۲۲)

۴۔ تذکرۃ الخواص ص۱۱ (ص۱۷)؛ کفایۃ الطالب گنجی ص۱۲۰ (ص۲۴۷ باب/۶۲)

ان کے شیعہ ہیں۔(۱) اس لئے ابی ابن کعب کی روایت عقل و منطق سے بعید ہے۔ اسی وجہ سے ابن حجر نے (۲) اس روایت کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ رسولؐ کی زبان سے یہ تفسیر ہرگز نہیں سنی گئی۔ اسی طرح سیاق صورت سے سمجھ میں آتا ہے کہ (آمنوا) کے بعد جو جملے آئے ہیں وہ انھیں ایمان داروں کے اوصاف بیان ہوئے ہیں نہ کہ دوسرے افراد کے جنھیں اول جملے میں مراد لیا گیا ہے۔

۴۰۔ واحدی اسباب النزول (۳) میں عبدالرحمٰن ابن ہمدان، احمد ابن جعفر، عبداللہ ابن احمد ابن حنبل، محمد ابن سلیمان، علی ابن ہاشم، کثیر النواء سے روایت کرتے ہیں کہ کثیر النواء کا بیان ہے کہ میں نے ابوجعفر سے کہا کہ فلاں شخص نے حضرت علیؑ ابن حسین کا بیان نقل کیا ہے کہ ﴿ونزعنا مافی صدورهم من غل اخوانا علی سرر متقابلین﴾ (اور ہم نے جوان کے دل میں کھوٹ تھی اسے دور کر دیا اور یہ آپس میں بھائی ہیں جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہیں) یہ ابوبکر، عمر، علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، علیؑ ابن الحسین نے فرمایا خدا کی قسم یہ آیت انھیں لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ہاں! انھیں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کثیر نے پوچھا: وہ کھوٹ کیا تھا؟ فرمایا: جاہلیت کا کھوٹ تھا، بنی تمیم، بنی عدی اور بنی ہاشم سے زمانہ جاہلیت میں دشمنی تھی لیکن جب یہ جماعت مسلمان ہوئی تو ابوبکر کے مددگار علیؑ ہوگئے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اس روایت میں عبدالرحمٰن ابن حمدان آخر عمر میں اختلال حواس ہوگیا تھا اور اول فول بکنے لگا تھا، چنانچہ ابن فرات (۴) کہتے ہیں کہ اس کی بات پر توجہ نہ دینا چاہئے۔ قصری اس سے درس فقہ لینا چاہتے تھے تو ابن لبان نے کہا کہ وہ پاگل ہوگیا ہے اور درس لینے سے منع کیا۔ (۵) اسی وجہ سے ابن صبان و

۱۔ تاریخ طبری ج ۳۰ ص ۱۳۶ (مجلد ۱۵ ص ۳۰ ص ۲۶۴)؛ مناقب خوارزمی (ص ۱۱۱ ح / ۱۲۰، ص ۲۶۵ ح / ۲۴۷)

۲۔ فتح الباری ج ۸ ص ۵۹۲ (ج ۸ ص ۷۲۹)

۳۔ اسباب النزول ص ۲۰۷ (ص ۱۸۶)؛ درمنثور (ج ۵ ص ۸۵)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۱ (ج ۱ ص ۸۷ نمبر ۳۲۰)

۵۔ لسان المیزان ج ۱ ص ۱۴۵ (ج ۱ ص ۱۵۱ نمبر ۴۶۴)، ج ۲ ص ۲۲۷ (ج ۲ ص ۳۹۳ نمبر ۲۵۲)

جوزجانی اور دارقطنی اسے ضعیف قرار دیتے ہیں (۱) کثیر النواء بھی سست روایت تھا، جعلی روایت گڑھنے کی بنا پر اسے بھی ضعیف کہا گیا ہے (۲)

اس آیت کی ایک اور مضحکہ خیز روایت صفوری نے کی ہے۔ نزھہ (۳) میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ (غل) سے مراد کینہ و عداوت ہے، جب قیامت برپا ہوگی تو یاقوت سرخ کا ایک تخت نصب کیا جائے گا اس پر ابوبکر، عمر، عثمان اور علیؑ بیٹھیں گے اور چار جام حاضر کئے جائیں گے ابوبکر جام سے عمر کو سیراب کریں گے، عمر عثمان کو اور عثمان علیؑ کو پھر خدا جہنم کو حکم دیگا کہ ایک موج خروش آمیز سے رافضیوں کو ساحل پر پہنچا دے۔ خدا ان رافضیوں کو دکھائے گا کہ اصحاب رسولؐ کس منزلت پر فائض ہیں تو وہ لوگ کہیں گے کہ ان لوگوں کو خدا نے سعید قرار دیا ہے۔ اور ایک روایت میں کلبی نے ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ اس سے مراد ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ، طلحہ، زبیر، سعید، ابن عوف اور عبداللہ ابن مسعود ہیں۔

دیکھئے تو ذرا آیت کی کیسی ریڑھ ماری گئی ہے، ان لوگوں کے کینہ و عداوت سے بھرے ہوئے سینے کہاں اور قیامت کا تخت کہاں؟ حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ قبل اسلام جو کینہ بھرے ہوئے تھے وہ بعد رسولؐ جوش مارنے لگے اور پھر باہمی جدل و کش مکش نے گھناونی شکل اختیار کر لی۔ محاصرہ عثمان کے بعد جنگ جمل اسی کینہ و عداوت کا نتیجہ تھا۔

ایک اور لچر تاویل دیکھئے: ﴿وحملناہ علی ذات الواح ودسر﴾، دوسرے کے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب نوحؑ نے کشتی بنائی تو جبرئیل چار کیلیں لائے جس میں (عین) لکھا ہوا تھا، اول (عین) سے عبد اللہ یعنی ابوبکر، دوسرے عین سے عمر، تیسرے سے عثمان اور چوتھے سے علیؑ۔ اس طرح برکت (عین) سے

۱۔ کتاب المجروحین (ج ۲ ص ۱۱۰)

۲۔ الجرح والتعدیل (ج ۷ ص ۱۵۹ نمبر ۸۹۵)؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۲۰۶ نمبر ۵۳۲)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶ ص ۶۶ نمبر ۱۶۰۲)؛ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۲ (ج ۳ ص ۴۰۲ نمبر ۶۹۳۰)؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۳۲۱ (ج ۵ ص ۶۳ نمبر ۷۸۴۴)؛ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۱۱ (ج ۸ ص ۳۶۷)

۳۔ نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۲۱۷

کشتی جاری ہوگئی (۱) اس قسم کے تحریفی نمونے بے شمار ہیں کہاں تک بیان کیا جائے۔

قیاس کن ز گلستان من بہا ر مرا

یہ بہتان اور دروغ بافی کے نمونے تھے جنھیں کذاب اور فریب کار ارباب علم و دانش نے محض فضیلت میں غلو کرتے ہوئے بیان کیا اور ان سے تفسیر وحدیث و تاریخ کی کتابیں بھر گئیں۔ سادہ لوح عوام نے انھیں حقائق ودقائق سمجھ کے مان لیا۔ نتیجہ میں امت تفرقہ وانتشار کا شکار ہوگئی۔ ہم نے ہزاروں میں سے یہ چند نمونے ہی پیش کئے ہیں کہ آپ کو عصبیت اور ہوائے نفس کا اندازہ ہو سکے۔ زیادہ بیان کر کے آپ کا دماغ گندہ کرنے سے فائدہ ہی کیا؟ جنھیں دیکھنا ہو وہ ریاض النضرہ، سیرۃ الحلبیہ، نزھۃ المجالس وغیرہ دیکھیں جو محض خرافات کا پلندہ ہیں۔ عصر حاضر کے مؤلفین نے تو طوفان بدتمیزی کی حد ہی کر دی ہے۔

۱۔ نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۲۱۴

فضائل معاویہ کے لاف وگزاف

میرا خیال تھا کہ معاویہ کے بارے میں زیادہ تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ تمام مسلمان اس کے گندے عقائد ونظریات اور بھیانک مجرمانہ کارستانیوں اور خاندانی رزائل وناپاک نسب سے مطلع ہیں۔ایسی صورت حال میں جو بھی اس کی ستائش کرے گا شرم سے پانی پانی ہو جائے گا۔لیکن میرا خیال غلط نکلا ،ایسے عیار وگستاخ افراد بھی نظر آئے جنھوں نے حدیثیں وضع کر لی ہیں۔اس لئے ان کی حقیقت واضح کرنے کے لئے تاریخ کھنگالنا ضروری ہو گیا۔مجھے اس سلسلہ میں ابن کثیر کی یاوہ گوئی پر توجہ نہیں دینی چاہئے جو لکھتا ہے کہ شام کے کوہستانی علاقوں کے اگلے لوگوں نے اک آواز سنی (شاید وہ شیطان کی آواز تھی): جو شخص بھی معاویہ سے کینہ وعناد رکھے گا جہنم کی آگ اسے کھینچ لے گی'' نہ ابن کثیر کے خواب وخیال اور بکواس پر اعتنا کرنا چاہئے جو کہتا ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں رسول خداؐ کو دیکھا' آپکی خدمت میں ابوبکر،عمر،عثمان،علیؑ ومعاویہ حاضر تھے،اتنے میں ایک شخص آیا،عمر نے کہا: یارسول اللہؐ! یہ شخص مجھے حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔رسول خداؐ اسے غصے میں گھورنے لگے، اس شخص نے کہا: یارسول اللہؐ! میں ان لوگوں میں سے کسی کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھ رہا ہوں، میں تو اس شخص (معاویہ) کو دیکھ رہا ہوں۔رسول خداؐ نے فرمایا: تف ہے تجھ پر کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے؟ اس جملے کی تین بار تکرار کی، پھر رسولؐ خدا نے ایک خنجر معاویہ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: اس کے پیٹ میں بھونک دو،معاویہ نے وہ خنجر اس کے پیٹ میں اتار دیا۔میں خواب سے بیدار ہوا اور فوراً اس کے گھر گیا۔میں نے دیکھا کہ وہ گھر میں مردہ پڑا ہے۔اس شخص کا نام راشد الکندی تھا۔

سعید بن مسیب کے بھی عقیدے کی پرواہ نہ کرنی چاہئے جو کہتے ہیں کہ جو شخص ابو بکر، عمر، عثمان اور علیؑ کی محبت اور عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے نیز معاویہ کے لئے دعائے رحمت کرے، خدا پر لازم ہے کہ اسے محشر میں حساب سے بری قرار دے۔ (۱)

نہ ہی اس خواب وخیال کی طرف توجہ کرنی چاہئے جو عمر بن عبدالعزیز کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ جسمیں معاویہ نے قسم کھا کر کہا کہ خدا نے مجھے بخش دیا۔ (۲)

احمد بن حنبل کے قول کو بھی ردی کی ٹوکری میں ڈال دینا چاہئے: ان لوگوں کو معاویہ سے کیا سروکار، میں تو معاویہ کی سلامتی کی دعا کرتا ہوں۔

ان تمام یاوہ گوئیوں، بلا دلیل عقیدے اور مجہول ہاتف کی آواز کو ذرا بھی وقعت نہیں دینی چاہئے کیوں کہ ان کے مقابل رسولؐ خدا اور سلف الصالحین کی مذمت بھری احادیث وارشادات کا انبار ہے۔ جو لوگ معاویہ کے قریب رہے اور اس شخص کو اچھی طرح پہچانتے تھے ان کے سامنے ان کنوارے مشوروں کی وقعت کیا رہ جاتی ہے۔ ہم چند نمونے قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں:

۱۔ علی بن اقمر کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر نے روایت بیان کی کہ ایک مرتبہ رسول خداؐ کسی ڈھلان سے گذر رہے تھے، آپ کی نظر ابوسفیان پر پڑی وہ سوار تھا۔ معاویہ اور اس کا بھائی یزید آگے پیچھے سواری کو ہنکا رہے تھے، آپ نے فرمایا: خدایا! سوار پر، ہانکنے والے پر اور کھینچنے والے پر لعنت فرما! ہم نے پوچھا: کیا آپ نے خود رسولؐ خدا سے سنا تھا؟ ابن عمر نے کہا: ہاں، میں نے خود اپنے کانوں سے سنا، اگر جھوٹ بولوں تو جس طرح میری آنکھیں اندھی ہیں کان بھی بہرے ہو جائیں۔ (۳)

تاریخ طبری (۴) میں ہے کہ ابوسفیان گدھے پر سوار چلا آرہا تھا، آگے آگے معاویہ تھا اور پیچھے

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۹، ۱۴۰ (ج ۸ ص ۱۴۸ حوادث ۶۰ھ)
۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۰ (ج ۸ ص ۱۳۹ حوادث ۶۰ھ)
۳۔ کتاب صفین مطبوعہ مصر ص ۲۴۷ (ص ۲۲۰)
۴۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸ حوادث ۲۸۴ھ)

سے یزید ہنکار رہا تھا۔ رسولِ خدا نے فرمایا: **لعن الله القائد و الراکب و السائق** (خدا لعنت کرے سوار قائد اور سائق پر) اس حدیث کی طرف امام حسنؑ نے معاویہ کو مخاطب کر کے اشارہ کیا تھا: معاویہ میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تیرا باپ سرخ اونٹ پر سوار تھا تو آگے آگے تھا اور تیرا بھائی یزید ہنکار رہا تھا، رسولؐ خدا نے دیکھ کر فرمایا تھا: **اللهم العن الراکب و القائد و السائق۔**

محمد بن ابی بکر نے بھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: تو ملعون ہے اور ملعون کا بیٹا ہے۔

۲۔ براء بن عاذب کا بیان ہے کہ ابوسفیان اور معاویہ کو دیکھ کر رسولؐ خدا نے فرمایا: خدایا! تابع اور متبوع دونوں پر لعنت فرما، خدایا! اس بدمعاش کو اچک لے۔ براء بن عاذب نے اپنے باپ سے پوچھا: یہ رسولِ خدا نے ''اقیعس'' (بدمعاش) سے کس کو مراد لیا تھا؟ جواب دیا: معاویہ کو۔ (۱)

اسکے علاوہ رسولؐ خدا نے ہر سود خور، شراب خوار و شراب فروش پر لعنت فرمائی ہے۔ اور ان شرمناک حرام کاریوں میں معاویہ پوری طرح ڈوبا ہوا تھا۔

۳۔ مسند احمد، ابو یعلی و کتاب صفین میں ابو برزہ اسلمی سے اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول خدا کے ساتھ سفر کر رہے تھے، اتنے میں دو آدمیوں کے گانے کی آواز سنائی دی، ایک کی تان پر دوسرا جواب دے رہا تھا:

ایزال حواری تلوح عظامه   زوی الحرب عنه ان یجن فیقبرا

رسول خدا نے فرمایا: ذرا دیکھو تو یہ دونوں کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: معاویہ اور عمر عاص ہے۔ یہ سنکر حضرت نے بدعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور کہا: خدایا! ان دونوں کو خاک چٹا دے اور جہنم میں بری طرح جھونک دے۔ (۲)

۱۔ کتاب صفین مطبوعہ مصر ص۲۴۴ (ص۲۱۷)

۲۔ مسند احمد ج۴ ص۴۲۱ (ج۵ ص۵۸۰ ح/۱۹۲۸۱)؛ مسند ابی یعلی (ج۱۳ ص۴۲۹ ح/۷۴۳۶)؛ وقعۃ صفین ص۲۴۶ (ص۲۱۹)؛ معجم الکبیر (ج۱۱ ص۳۲ ح/۱۰۹۷۰)؛ لسان العرب ج۷ ص۴۰۴، ج۹ ص۳۳۹ (ج۴ ص۳۵۴، ج۵ ص۳۰۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: جب علمائے اہل سنت نے اس روایت میں کوئی پوچ اور ابہام نہیں دیکھا تو معاویہ کی اس قدر سخت مذمت کو دیکھ کر سینے پر سانپ لوٹنے لگا چنانچہ اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی سعی میں لگ گئے۔ احمد بن حنبل نے دونوں کا نام اڑا کر (فلاں وفلاں) لکھ دیا۔

کچھ لوگوں نے دوسری طرح بات بنائی۔ چنانچہ صالح شقران سے روایت گڑھ لی کہ ہم لوگ ایک رات رسولؐ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ آپ نے آواز سنی اور پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے دیکھا تو وہ معاویہ بن رافع اور عمرو بن رفاعہ بن تابوت تھے۔ رسول خداؐ نے متذکرہ بدعا فرمائی اور اس کے نتیجے میں عمرو بن رفاعہ کی رسولؐ کے سفر ختم ہونے سے قبل ہی موت ہوگئی۔

سیوطی اللئالی مصنوعہ (۱) میں لکھتے ہیں کہ اس روایت سے ابہام پوری طرح ختم ہو جاتا ہے، پہلی حدیث میں جو عمرو بن عاص اور معاویہ ابن ابی سفیان ہے وہ دراصل عمرو بن رفاعہ اور معاویہ بن رافع تھے۔ یہ دونوں ہی منافق تھے۔ ''واللہ اعلم''۔

ذرا کوئی ان محدث صاحب سے پوچھے بھلا حدیث اول میں ابہام کہاں ہے؟ کہاں سے وہم پیدا ہوگیا۔

کیا متن ومفہوم میں کوئی بات خلاف شریعت یا قرآن وسنت کے مخالف ہے یا کسی ایسے شخص کے متعلق بات کہی گئی ہے جس کا دامن گناہوں سے پاک ہے؟ کیا کسی دیندار انسان کی تحقیر کی جارہی ہے یا کسی سچے مسلمان کی بے احترامی ہورہی ہے؟

ان میں ایک جگر خوارہ کا بیٹا ہے اور دوسرا آوارہ عورت نابغہ کا پوت ہے۔ ان دونوں کو تم بھی اچھی طرح جانتے ہو اور ہم بھی۔

شاید انھوں نے یہ بات فراموش کردی ہے کہ اس روایت کے اسناد لچر اور سست ہیں۔ یہ بھلا پہلی روایت کا ابہام کیا ختم کرسکتی ہے؟ اس روایت میں سیف ابن عمر ہے جسے خود سیوطی (۲) نے حدیثیں

۱۔ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ص ۴۲۷

۲۔ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ص ۹۹، ۴۲۹

گڑھنے والا کہا ہے۔ دوسری احادیث کے تجزیہ میں سیف کو ضعیف ترین شخص کہا ہے۔ کہیں اسے متروک، ساقط اور کذاب نیز متہم بالزندقہ کہا ہے۔ کیا جعلی حدیث بھی کسی دوسری حدیث کا ابہام ختم کر سکتی ہے؟ خدا انھیں معاف کرے۔

۴۔ رسولؐ نے فرمایا: اس ڈھلان سے میری امت کا ایسا شخص نمودار ہوگا جس کا حشر میری امت کے علاوہ قوم میں ہوگا۔ اتنے میں معاویہ نمودار ہوا۔ (۱)

علامہ سید محمد مکی مغربی کے نزدیک اس حدیث کے تمام رجال ثقہ، معتبر و صحیح ہیں۔ (۲)

۵۔ حدیث مرفوع و مشہور، رسولؐ نے فرمایا: معاویہ جہنم میں آگ کے تابوت میں ہوگا جس میں وہ چلاتا رہے گا: ''یا حنان، یا منان'' اب میں توبہ کرتا ہوں حالانکہ اس سے قبل میں فسادی تھا۔ (۳)

۶۔ ابوذر غفاری نے معاویہ سے کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ معاویہ جہنم میں رہے گا۔ یہ سن کر معاویہ ہنسا اور انھیں قید کرنے کا حکم دے دیا۔ (۴)

۷۔ ابوذر نے معاویہ سے کہا: میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ خدایا! معاویہ پر لعنت کر اور اس کا پیٹ صرف مٹی ہی سے بھرنا۔ (۵)

۸۔ حدیث مرفوع: جب امت پر ایسا شخص حکمراں ہو جائے جو بڑے پیٹ والا ہو اور کھاتے کھاتے بھی پیٹ نہ بھرے تو امت کو چاہئے کی اس سے کنارہ کش رہے۔ ابوذر کا بیان ہے کہ اس سے مراد معاویہ ہے۔ اس حدیث میں معاویہ کی صفت کہیں ''الواسع البلعوم کہیں واسع الروم اور کہیں ضخم البلعوم'' ہے۔ (۶)

۱۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸ حوادث ۲۸۴ھ)؛ انساب الاشراف (ج ۵ ص ۱۳۴)؛ کتاب صفین ص ۲۴۷ (ص ۲۱۹)

۲۔ التاریخ (ج ۲ ص ۵۰۱ نمبر ۲۰۵۷)؛ العتب الجمیل ص ۸۶ (ص ۱۴۶)

۳۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸)؛ کتاب صفین ص ۲۴۳ (ص ۲۱۷)؛ لسان المیزان ج ۱ ص ۲۰۲ نمبر ۶۰۲

۴۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۲۵۵ خطبہ/۱۳۰)

۵۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۲۵۵ خطبہ/۱۳۰)

۶۔ النہایہ ابن اثیر ج ۱ ص ۱۱۲ (ج ۲ ص ۳۶۲)؛ لسان العرب ج ۱۴ ص ۳۲۲ (ج ۶ ص ۲۴۸)؛ تاج العروس ج ۸ ص ۲۰۶

۹۔ نصر بن مزاحم، ابن عدی، عقیلی، خطیب اور مناوی نے ابو سعید خدری سے اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو۔ ابو سعید خدری اور حسنؑ کا بیان ہے کہ لوگوں ایسا نہیں کیا اس لئے فلاح نہیں پائی۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ سیوطی نے، اللئالی مصنوعہ میں (۲) متعدد طریقوں سے ابن عدی و عقیلی سے نقل کر کے اس پر طعن کیا ہے حالانکہ بلاذری نے (۳) دوسرے طریقوں سے اسی حدیث کو نقل کر کے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس حدیث کے تمام رجال صحاح ستہ سند کے راوی ہیں۔ اس لئے اس حدیث بلاذری میں کہیں سے کوئی کھوٹ نہیں۔ پھر یہ کہ اس میں اگرچہ مرسل روایت ہے لیکن چونکہ صحابی کی طرف منسوب حدیث ہے اور صحابی تمام کے تمام ''عدول'' ہیں اس لئے ماننے بغیر چارہ نہیں۔ (علامہ امینی نے متعدد طرق سے اس حدیث کو ابن حجر وغیرہ محدثین کے حوالوں سے نقل کر کے ان کے اسناد رجال کا تجزیہ کیا ہے اور حدیث کی صحت کی نشاندہی کی ہے)

اس حدیث کی تائید ایک دوسری حدیث رسولؐ سے ہوتی ہے کہ جب دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔ (۴) نیز یہ بھی حدیث ہے کہ جب کسی امام کی دل سے بیعت کر لو تو اس کی اطاعت کرو، پھر اگر دوسرا شخص اس سے نزاع کرے تو اس دوسرے کی گردن مار دو۔ (۵)

۱۔ کتاب صفین ص ۲۴۳، ۲۴۸ مطبوعہ مصر (ص ۲۱۶، ۲۲۱)؛ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸)؛ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۸۱ (نمبر ۶۶۵۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۴۸ (ج ۳ ص ۳۲ خطبہ ۵۴)؛ کنوز الدقائق مناوی ص ۱۰ (ج ۱ ص ۱۹)؛ اللالی المصنوعۃ ج ۱ ص ۴۲۴، ۴۲۵؛ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۲۸ (ج ۵ ص ۹۶)

۲۔ اللالی المصنوعۃ ج ۱ ص ۴۲۴، ۴۲۵

۳۔ انساب الاشراف (ج ۵ ص ۱۳۶)

۴۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۳ (ج ۴ ص ۱۲۸ ح ۶۱/ کتاب الامارہ)؛ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۱۶۹ ح ۲۶۶۵/)؛ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۴۴؛ الفصل ابن حزم ج ۴ ص ۸۸؛ المحلی ج ۹ ص ۳۶۰؛ تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۵ (ج ۲ ص ۴۲)

۵۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲ (ج ۴ ص ۱۲۷ ح ۵۹/)؛ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۱۶۹ ح ۲۶۶۵/)؛ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۶۸، ۱۶۹

ان دونوں احادیث کی تائید سے متذکرہ حدیث رسولؐ "جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کردو" کی صحت میں کسی قسم کا شائبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ لیکن اہل سنت نے اس کو مشکوک بنانے میں بڑا ہاتھ پیر مارا ہے۔ کچھ لوگوں نے "فاقتلوہ" (اس کو قتل کردو) کو بدل کر "فاقبلوہ" (اسکو قبول کرلو) کردیا۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے حسن ابن محمد خلال، یوسف ابن ابی حفص زاہد، محمد ابن اسحاق فقیہ، ابو نصر غازی، حسن ابن کثیر، بکر ابن ایمن قیسی، عامر ابن یحیٰی صریمی، ابوزبیر، جابر کی سند سے حدیث لکھی ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر تقریر کرتے ہوئے دیکھو تو اسے قبول کرو کیوں کہ وہ امین اور مأمون ہے۔

خطیب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے صرف اسی سند سے روایت پائی ہے لیکن اس میں محمد ابن اسحاق اور ابوزبیر گمنام ہیں۔ (۱)

ذہبی (۲) اور ابن حجر (۳) نے حسن ابن کثیر اور بکر بن ایمن اور عامر ابن یحیٰی کو مجہول کہا ہے۔ پھر یہ کہ معاویہ کس قدر امین اور مأمون ہیں اس کا کچھ تذکرہ ہم نے جلد پنجم ونہم الغدیر میں کیا ہے۔ اس طرح درایتی حیثیت سے بھی یہ حدیث گڑھی ہوئی ہے۔ کچھ لوگوں نے بات بنتی نہ دیکھی تو کہا کہ یہ معاویہ بن ابی سفیان کے متعلق نہیں ہے بلکہ معاویہ بن تابوت کے متعلق ہے چنانچہ حافظ ابن عساکر (۴) نے اس روایت کو لکھ کر کہا ہے کہ اس سے مراد معاویہ بن تابوت ہے جو منافقوں کا سرغنہ تھا۔

سیوطی نے لئالی میں (۵) لکھا ہے کہ اگرچہ اس کو ابن عساکر نے نقل کیا ہے لیکن یہ تاویل بعید اور مبہم ہے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: معاویہ بن تابوت کا کہیں اتا پتہ نہیں۔ کب پیدا ہوا، کب مر گیا۔ نہ اس

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۲ ص ۳۰۶ نمبر ۲۵۶۰)
۲۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۵۱۹ نمبر ۱۹۳۵)
۳۔ لسان المیزان (ج ۲ ص ۳۰۶ نمبر ۲۵۶۰؛ ج ۲ ص ۵۸ نمبر ۱۶۹۶؛ ج ۳ ص ۲۸۴ نمبر ۴۳۸۳)
۴۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲۵ ص ۴۶)
۵۔ اللآلی المصنوعۃ ج ۱ ص ۴۲۵

سے کوئی روایت سنی گئی۔ آخر اس کی روایت ابوبکر ابن داؤد کو کس نے سنائی؟ کیا اصحاب رسولؐ نے اسے منبر پر دیکھ کر قتل کیا؟ یا یہ کہ آج تک اسے کسی نے نہیں دیکھا نہ آئندہ دیکھے گا۔

اسی قسم کی ایک مہمل تاویل اور بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ روایت ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے رسولؐ خدا سے عرض کی کہ معاویہ اور ابوجہم مجھ سے عقد کرنا چاہتے ہیں۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ معاویہ پھکو ہے۔ رافعی کہتے ہیں کہ یہ معاویہ ابن ابی سفیان کے علاوہ ایک بزرگ ہیں۔(۱) رافعی نے تو جگر خوارہ کے لئے یہ تاویل کر ڈالی لیکن امام نووی کہتے ہیں کہ یہ فاحش غلطی ہے۔(۲) اور صحیح مسلم میں ہے کہ اس سے مراد معاویہ بن ابی سفیان ہے۔

ابوداؤد، نسائی، طیالیسی و بیہقی نے بھی اس سے مراد معاویہ ہی کو لیا ہے۔(۳)

ابن کثیر(۴) و ابن حجر نے ''فاقتلوہ'' کی ایک دوسری ہی تاویل کی ہے، تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ یہ حدیث بلاشک وشبہ جھوٹی ہے کیوں کہ اگر حدیث صحیح ہوتی تو صحابہ معاویہ کو قتل کر ڈالتے کیوں کہ انھیں کسی ملامت کی پرواہ نہیں تھی۔

ابن حجر تطہیر الجنان(۵) میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو تمام صحابہ پر اعتراض وارد ہوتا ہے کیوں کہ یا تو انھوں نے حدیث کو سن کر چھپایا تو ان پر عیب وارد ہوتا ہے کیوں کہ اس حدیث کو تمام امت کے سامنے تبلیغ کرنے چاہئے تھی تا کہ اس پر عمل کیا جاتا یا پھر یہ کہ اس کی تبلیغ ہوئی اور عمل نہیں ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس کا شرعاً تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ اگر یہ مان لیا جائے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن کا بعض حصہ بھی ان لوگوں نے چھپایا، یا عمل نہیں کیا یہ تمام باتیں شرعی حیثیت سے محال ہیں کیوں کہ ارشاد

۱۔ الاصابۃ ج ۳ ص ۴۹۸

۲۔ شرح صحیح مسلم نووی (ج ۱۰ ص ۹۸)

۳۔ صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۹۵ (ج ۳ ص ۲۹۱ ح ۳۶/ کتاب الطلاق)؛ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۵۹ (ج ۲ ص ۲۸۵ ح ۲۲۸۴)؛ سنن نسائی ج ۶ ص ۲۰۸ (ج ۳ ص ۲۷۴ ح ۵۳۵۲)؛ مسند طیالسی ص ۲۲۸؛ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۷۱

۴۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۳ (ج ۸ ص ۱۴۱ حوادث ۶۰ھ)

۵۔ تطہیر الجنان مطبوع برحاشیہ صواعق محرقہ ص ۶۰ (ص ۲۹)

رسولؐ ہے کہ میں نے تمھیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ تم راہ روشن پر گامزن ہو۔

صحابہ کے پجاریوں کی یہ عقیدت کس قدر خوب صورت ہے اگر منطق بھی ان کا ساتھ دیتی، تاریخ صحیح کے مخالف نہ ہوتی یا سیرت صحابہ سے اس کا ثبوت ملتا یا ائمہ حدیث جو کچھ صحاح ومسانید میں اس کے متعلق روایات نقل کی ہیں ان سے حسن ظن کی تائید ہوتی ہے؟(۱)

کیا'' ذو الشدیہ '' کو قتل کرنے کے معاملے میں صحابہ نے حکم رسولؐ پر عمل کیا؟ خود رسولؐ کے سامنے ان کا حکم ضائع کیا۔(۲) کیا انھوں نے حدیث رسولؐ پر عمل کیا جس میں حکم ہے کہ جب دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو اس میں سے دوسرے کو قتل کر دو، یا حدیث ہے کہ جو شخص امت میں تفرقہ پیدا کرے اس کی گردن مار دو چاہے جو شخص بھی ہو، یا حکم ہے جو شخص کسی امام سے نزاع کرے اس کی گردن مار دو۔

۱۰۔ زید ابن ارقم سے مروی حدیث رسول ہے: جب تم معاویہ اور عمرو عاص کو ایک ساتھ دیکھو تو ان میں تفرقہ ڈال دو کیونکہ یہ دونوں کبھی خیر پر ایکا نہ کریں گے۔(۳)

۱۱۔ ایک حدیث مرفوع ہے:

اس ڈھلان سے ابھی ایک شخص برآمد ہوگا جس کی موت میری سنت کی مخالفت پر ہوگی۔ اتنے میں معاویہ برآمد ہوا۔(۴)

۱۲۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کے خط کا جواب دیا کہ تمھارا بصیرت سے عاری، ہدایت وعقل سے کورا ورخواہش نفس کا پلندہ خط ملا... میری جان کی قسم! اگر تم میرا اسلامی شرف اور قرابت رسول کا انکار کر سکتے

۱۔ صحیح بخاری ج۵ ص۱۱۳، ج۹ ص۲۴۷۔۲۴۲ (ج۳ ص۱۲۲۲ ح/۳۱۷۱؛ ج۵ ص۲۳۰۷۔۲۳۰۴ ح/۶۲۰۵۔۶۲۱۵۔۶۲۱۱)

۲۔ مسند احمد ج۳ ص۱۵ (ج۳ ص۳۹۰ ح/۱۰۷۳۴)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷ ص۲۹۸ (ج۷ ص۳۳۰ حوادث ۳۷ھ)؛ حلیۃ الاولیاء ج۳ ص۲۲۷ (نمبر ۲۴۵)

۳۔ کتاب صفین ص۱۱۲ (ص۲۱۸)؛ العقد الفرید ج۲ ص۲۹۰ (ج۴ ص۱۳۵)

۴۔ وقعہ صفین (ص۲۲۰)

تو ضرور کرتے۔(۱)

۱۳۔حضرت نے معاویہ کو خط لکھا:

تو نے گمراہی و بیراہ روی کو بڑھاپے میں سپر بنالیا ہے،اس کو نوچ کر پھینک دے، تیرا حال بوسیدہ کپڑے کا ہے جسے ایک طرف سے درست کیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتا ہے،اپنی گمراہی میں ڈھیر سارے لوگوں کو تو نے پھنسالیا ہے۔اندھیروں کے سمندر میں موجوں کے تھپیڑے کھا رہا ہے...(۲)

۱۴۔حضرت نے یہ بھی لکھا: تو نے جس گمراہی کی فضا بنائی ہے اس میں باطل کی تمنا، کفر کا غلبہ اور حسد محمدؐ کا سلسلہ تیرے پرکھوں سے چلا آرہا ہے، اسی میں تیرے بزرگ خاک و خون میں لوٹتے رہے۔(۳)

۱۵۔یہ خط بھی ہے: تو اور تیرے دوستداران شیطان، حق کو اساطیر الاولین بنانا چاہتے ہیں۔(۴)

۱۶۔یہ خط بھی حضرت علیؑ کا معاویہ کے نام ہے: تیری بدکاریاں تجھے تباہی کے گھاٹ لگا دیں گی، اے پسر صخر! اے پسر ملعون! تجھے اپنے حلم و علم پر ناز ہے حالانکہ تو ذلیل منافق، کم عقل اور نیچ بزدل ہے۔(۵)

۱۷۔آپ نے اسے خط لکھا: ''سبحان اللہ'' تو کس قدر اپنے نفس کا غلام ہوگیا ہے۔(۶)

۱۸۔آپ نے تحکیم کے بعد خط لکھا: تو نے قرآن کو حکم بنایا ہے حالانکہ خود تجھے اندازہ ہے کہ تو اہل

۱۔العقد الفرید ج ۲ ص ۲۳۳ (ج ۴ ص ۱۳۶)؛ الکامل مبرد ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۱ ص ۲۷۱)؛ وقعۃ صفین ص ۶۴ (ص ۵۷)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۷۷ (ج ۱ ص ۹۱)؛ نہج البلاغہ ج ۲ ص ۵ (ص ۶۷ کتاب ۷)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۵۲؛ ج ۳ ص ۳۰۲ (ج ۳ ص ۸۹ خطبہ ۴۳، ج ۱۴ ص ۴۱ کتاب ۷)

۲۔نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۱ (ص ۴۰۶ کتاب ۳۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۵۰ (ج ۱۶ ص ۱۳۲، ۱۳۳ کتاب ۳۲)

۳۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۵۰ (ج ۱۶ ص ۱۳۴ کتاب ۳۲)

۴۔شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۵۱، ج ۳ ص ۴۱۱ (ج ۱۵ ص ۸۳ کتاب ۱۰، ج ۱۶ ص ۱۳۵)

۵۔شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۱۱، ج ۴ ص ۵۱ (ج ۵ ص ۸۲ کتاب ۱۰، ج ۱۶ ص ۱۳۵ کتاب ۳۲)

۶۔نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۴ (ص ۴۱۰ کتاب ۳۷)؛ شرح نہج البلاغہ ج ۴ ص ۵۷ (ج ۱۶ ص ۱۵۳ کتاب ۳۷)

قرآن میں سے نہیں۔(۱)

۱۹۔امام کا یہ بھی خط ہے: اب تجھے واضح باتوں سے سبق لینے کا وقت آگیا ہے، تو اپنے باطل دعوے کے ساتھ اپنے اسلاف کی ڈگر پر چل نکلا ہے۔(۲)

۲۰۔امام نے لکھا:

اے معاویہ! تجھے حکمرانی سے کب کا تعلق ہوگیا؟ نہ تمھارے اندر نیکی نہ فضیلت، اب تو آئندہ کے حالات کے لئے آمادہ ہوجا..... شقاوت، غفلت نفس کی وجہ سے شیطان نے تجھے اپنے چنگل میں پھنسالیا ہے۔(۳)

۲۱۔امام نے لکھا: اپنے متعلق خدا سے ڈرو، اپنے حق کے متعلق غور کرو، ان باتوں سے اپنی جہالت کا بہانہ کرکے نجات نہیں پاسکتے۔(۴)

۲۲۔امامؑ نے یہ خط بھی لکھا:

تم نے الفت ویگانگت کی بات لکھی ہے لیکن ماضی نے ہم میں تم میں تفرقہ ڈال دیا۔ہم ایمان لائے اور تم کافر ہوگئے، آج ہم استقامت دکھارہے ہیں اور تم فتنہ میں مبتلا ہو، تمہارے خاندان کا کوئی بھی دل سے مسلمان نہیں ہوا، سب نے رسول خداؐ سے جنگ کی۔(۵)

۲۳۔معاویہ کے جواب میں حضرت نے لکھا:

تم نے لکھا ہے کہ ہم لوگ قبیلہ عبد مناف سے ہیں اور ایک دوسرے پر برتری نہیں رکھتے۔اپنی

۱۔کتاب صفین ص۵۵٦ (ص۴۹۴)؛ نہج البلاغہ ج۲ص٥٦ (ص۴۲۳ کتاب/۴۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۱۱۸ (ج۲ص ۲۲٦ خطبہ/۳۵)

۲۔نہج البلاغہ ج۲ص۱۲۵ (ج۴۵۵ کتاب/٦۵)

۳۔کتاب صفین ص۴۲۲ (ص۱۰۹)؛ نہج البلاغہ ج۲ص۱۱ (ص۳۷۰ کتاب/۱۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۳ص۴۱۲ (ج۱۵ص ۸۷ کتاب/۱۰)

۴۔نہج البلاغہ ج۲ص۳٦، ۳۷ (ص۳۹۰ کتاب/۳۰)

۵۔نہج البلاغہ ج۲ص۱۲۴ (ص۴۵۴ کتاب/٦۴)

جان کی قسم! حقیقت میں ہم سبھی ایک جد سے ہیں اور مشترک سلسلہ نسب ہے لیکن امیہ، ہاشم کے برابر نہیں اور نہ حرب، عبدالمطلب کی طرح ہے اور نہ ابوسفیان، ابوطالبؑ کی طرح ہے، نہ مہاجر، طلیق کے مانند اور نہ صحیح نسب والے کے برابر وہ شخص ہوسکتا ہے جو نسب میں ملحق ہوا ہو، نہ باطل حق کے برابر، نہ منافق مومن کے برابر ہوسکتا ہے۔ وہ فرزند کس قدر پست ہے جو جہنمی آباء واجداد کی پیروی کرے۔ (۱)

حضرت علیؑ کے اس ارشاد کی شرح کرتے ہوئے ابن ابی الحدید (۲) لکھتے ہیں کہ کیا مسلمان کے لئے جائز ہے کہ کافر ہونے کی وجہ سے اس کے بیٹے کی مذمت کی جائے؟ پھر جواب دیتے ہیں کہ ہاں، اگر فرزند اپنے آباء واجداد کی پیروی کرتا ہو اور انھیں کے قدم بہ قدم چلتا ہو۔ حضرت نے معاویہ کی اس لئے مذمت کی ہے کہ وہ اپنے جہنمی باپ دادا کی تقلید کرتا تھا۔

۲۴۔ ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

تجھ سے کیا مطلب کہ کون افضل ہے اور کون مفضول، کون حاکم ہے، اور کون محکوم؟ فتح مکہ کے آزاد شدگان کو سابقین ومہاجرین کا مرتبہ معین کرنے کا حق نہیں، تو اس صلاحیت سے دور ہے۔ تو محکوم ہے حاکم کے متعلق اظہار رائے کا تجھے کوئی حق نہیں، تو اپنی حد میں رہنے کی کوشش کر، تو بے راہ روی میں کوسوں نکل گیا ہے۔ (۳)

۲۵۔ مخنف ابن سلیم کو خط لکھتے ہیں:

میں نے ان لوگوں پر دھاوا بولنے کا قصد کرلیا ہے جو خدا کے بندوں پر ارشادات خداوندی کے بجائے دوسری چیزوں سے حکومت کرتے ہیں، عوامی مال اور غنیمتوں کو ذاتی ملکیت سمجھ لیا ہے، قانون و حدود خداوندی کو پیروں تلے روند ڈالا ہے، تعلیمات اسلامی اور حکومت الٰہیہ کا تیاپانچا کردیا ہے، مومنوں کے بجائے فاسقوں کو مشیر بنالیا ہے، دوستان خدا کی تنقید پر دل میں کینہ رکھ کر جلاوطن کردیتے ہیں، فاسق

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۵۴

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۲۳ (ج ۱۵ ص ۱۱۹ کتاب ۱۷)

۳۔ نہج البلاغۃ ج ۲ ص ۳۰ (ص ۳۸۶ کتاب ۲۸)؛ صبح الاعشیٰ ج ۱ ص ۲۲۹ (ج ۱ ص ۲۷۵)؛ نہایۃ الارب ج ۷ ص ۲۳۴

اگر مدد کرتا ہے تو اسے دوست رکھتے ہیں، ظلم اور مخالفت اسلام پسند کرتے ہیں، گناہ میں باہمی تعاون کا برتاؤ کرتے ہیں۔(۱)

۲۶۔عمرو عاص کے خط کے جواب میں

''معاویہ کی ناجائز حرکتوں کا ساتھ مت دو کیوں کہ وہ لوگوں کو حقیر اور جاہل سمجھتا ہے''۔(۲)

۲۷۔ایک دوسرے خط میں عمرو عاص ہی کو لکھا:

''تو ایک بیکار اور بے آبرو انسان کی خاطر انسانیت کی حدوں سے اتر گیا ہے۔اسکی بزم میں معزز انسان، خوار اور حلیم انسان، احمق بن جاتا ہے...اگر خدا نے جگر خوارہ کے فرزند پر مجھے قابو دیدیا تو تمھیں ان لوگوں سے ملحق کردوں گا جنھوں نے رسولؐ اسلام پر ظلم کیا تھا۔اگر خدا نے مجھے قابو نہیں دیا اور میرے بعد تم زندہ رہے تو خدا تم سے بدلہ لیگا اور تم سے انتقام لینے کے لئے وہی کافی ہے''۔(۳)

۲۸۔محمد ابن ابی بکر کے خط میں لکھا کہ جھوٹے پسر ہند کے پروپیگنڈے میں نہ آنا۔اچھی طرح سمجھ لو کہ گمراہی کا امام اور ہدایت کا امام برابر نہیں ہوسکتے، نہ دشمن رسولؐ برابر ہوسکتا ہے وصی رسولؐ کے۔خدا ہم سے اور تم سے راضی رہے۔(۴)

۲۹۔محمد ابن ابی بکر کو معاویہ وعمرو عاص نے خط لکھا، محمد نے وہ خط حضرت علیؑ کی خدمت میں بھیج دیا۔جس کے جواب میں امامؑ نے تحریر فرمایا:

''بدکار معاویہ وعمرو عاص کا خط میں نے پڑھا، ان دونوں نے خدا کی نافرمانی اور حکومت کے گناہ اور رشوت خوری میں باہم ایکا کرلیا ہے۔وہ اگلوں کی طرح اپنے کرتوت کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، تم ان کی غراہٹ سے دھونس نہ کھانا''۔(۵)

۱۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱ص۲۸۲(ج۳ص۱۸۲خطبہ/۴۶)

۲۔کتاب صفین ص۱۲۴(ص۱۱۰)؛شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۱۸۹، ج۴ص۱۱۴(ج۲ص۲۲۷خطبہ/۳۵، ج۱۷ص۱۱۵اصل/۴۹)

۳۔نہج البلاغہ(ص۴۱۱کتاب/۳۹)

۴۔شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۲۶(ج۶ص۷۱خطبہ/۶۷)؛جمہرۃ الرسائل ج۱ص۵۴۰

۵۔تاریخ طبری ج۶ص۵۸(ج۵ص۱۰۲حوادث ۳۸ھ)؛شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۳۲(ج۶ص۸۴)

۳۰۔عراقیوں کو خط تحریر فرمایا:

''خدا تم پر رحم کرے، نیند سے چونکو اور حق پر ایکا کرلو، اپنے دشمنوں سے جنگ کرو پردہ اٹھ چکا ہے آنکھ والوں پر صبح واضح ہو چکی ہے۔ تم طلقاء بن طلقاء اور ستم گاروں سے جنگ کر رہے ہو، انھوں نے جھک مار کے اسلام قبول کیا تھا اور ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچاتے رہے۔ یہ سب قرآن اور سنت کے دشمن ہیں، یہ احزاب والے، بدعت والے، اور نیا دین ایجاد کرنے والے ہیں یہ رشوت خور اور دنیا کے بندے ہیں.....۔(۱)

۳۱۔زیاد ابن ابیہ کو خط لکھا: معاویہ شیطان رجیم کی طرح ہے جو لوگوں کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے بہکاتا ہے، دیکھو اس سے بچے رہنا، اس سے بچتے رہو۔ والسلام (۲)

۳۲۔اپنے اصحاب کے سامنے صفین کے لئے جاتے ہوئے تقریر فرمائی: دشمنان خدا و قرآن وسنت کے خلاف نکل چلو، یہ وہی لوگ ہیں جو جنگ احزاب میں مہاجرین و انصار کے خلاف آئے تھے۔(۳)

۳۳۔لوگوں کو دعوت جہاد دیتے ہوئے فرمایا: ''انشاء اللہ'' ہم لوگ ایسے شخص پر دھاوا بولنے والے ہیں جو احمق ہے، جو پاتا ہے ہڑپ لیتا ہے ۔معاویہ اور اس کی فوج باغی گروہ ہے، ان کی قیادت ابلیس کر رہا ہے، وہی انھیں دھوکا دے کر جنگ پر ابھارتا رہتا ہے۔(۴)

۳۴۔حضرت علیؑ نے جنگ صفین میں ایک خطبہ میں فرمایا: حالانکہ میں خلافت کے معاملات سے الگ تھلگ تھا لیکن لوگ میرے پاس آئے اور کہا کہ بیعت قبول کیجئے تو میں نے انکار کیا، انھوں نے مجھ سے کہا کہ بیعت قبول کرلیجئے ورنہ امت آپ کے بغیر راضی نہیں ہوگی تو میں نے اس ڈر سے کہ اگر بیعت قبول نہ کروں گا تو امت میں افتراق پیدا ہوجائے گا میں نے ان لوگوں کی بیعت قبول کرلی۔ اس کے بعد مجھے

۱۔الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۱۳ (ج۱ص۱۳۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۳۷ (ج۲ص۹۹ خطبہ/۶۷)

۲۔شرح ابن ابی الحدید ج۴ص۶۸ (ج۱۶ص۱۸۲ کتاب/۴۴)

۳۔کتاب صفین ص۱۰۵ (ص۹۴)؛ جمہرۃ الخطب ج۱ص۱۴۲ (ج۱ص۳۱۴ خطبہ/۱۹۹)

۴۔کتاب صفین ص۱۲۶ (ص۱۱۳)

دوآدمیوں کا اندیشہ تھا جنھوں نے میری بیعت کی تھی اور معاویہ کے اختلاف کا اندیشہ تھا، جس کو خدا نے نہ تو سبقت دینی عطا کی ہے نہ اس کے پرکھوں میں سچا اسلام، وہ طلیق بن طلیق، جنگ خندق کا بقیہ ہے ، ہمیشہ وہ اوراس کا باپ اسلام کے دشمن رہے یہاں تک کہ جھک مار کے شکست خوردہ انداز میں داخل اسلام ہوئے۔(۱)

۳۵۔صفین میں یہ بھی فرمایا: ان پر پورے سکون ووقار کے ساتھ ٹوٹ پڑو تا کہ اسلام اور نیک بندوں کا اسلام سلامت رہے۔خدا کی قسم! یہ قوم جہالت میں ڈوبی ہوئی ہے اوراس کا لیڈر اور بھو نپو معاویہ، نابغہ کا جنا، ابوالاعور سلمی، ابن ابی معیط شراب خوار ہے ...میں انھیں اسلام کی طرف بلا رہا ہوں اور یہ مورتی پوجا کی طرف....(۲)

۳۶۔ایک خطبہ میں فرمایا: رسول خداؐ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا جس سے میں پھرنے والانہیں ہوں۔تمھارا دشمن تمھارے سامنے ہے اورتم اچھی طرح جانتے ہو کہ ان کا سردار منافق ابن منافق ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلا رہا ہے۔تمھارے ساتھ رسولؐ خدا کا چچیرا بھائی ہے جو تمھیں جنت کی طرف اور طاعت خدا اور سنت رسولؐ کی طرف بلا رہا ہے، یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے، میں نے سب سے پہلے رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور بدری ہوں۔معاویہ طلیق بن طلیق ہے، خدا کی قسم! میں حق پر ہوں اور معاویہ باطل پر....(۳)

۳۷۔ایک خطبہ: دیکھو اس معاویہ اوراس کے ظالم جرگے کے خلاف جلد نکل چلو، جنھوں نے کتاب خدا کو پس پشت دال دیا ہے اور چند کھوٹے سکوں میں بیچ ڈالا ہے۔اگر وہ سمجھیں تو انھوں نے بڑی

۱۔کتاب صفین ص ۲۲۷ (ص ۲۰۱)؛ تاریخ طبری ج۶ ص ۴ (ج۵ ص ۸ حوادث ۳۷ھ)؛ جمہرۃ الخطب ج۱ ص ۱۶۱ (ج۱ ص ۳۳۶ نمبر ۲۲۶)؛ شرح نہج البلاغہ (ج۴ ص ۲۴ خطبہ ۵۴)

۲۔تاریخ طبری ج۶ ص ۲۴ (ج۵ ص ۴۵ حوادث ۳۷ھ)؛ کتاب صفین ص ۴۴۵ (ص ۳۹۱)

۳۔کتاب صفین ص ۳۵۵ (ص ۳۱۴)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱ ص ۵۰۳ (ج۵ ص ۲۴۸ خطبہ ۶۵)؛ جمہرۃ الخطب ج۱ ص ۱۷۸ (ج۱ ص ۳۵۳ نمبر ۲۴۱)

بری تجارت کی ہے۔(۱)

۳۸۔ جب لوگوں نے معاویہ سے جنگ کے لئے جانے میں ٹال مٹول کیا تو فرمایا: لوگو! اپنے ان دشمنوں سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ کہ قربت خدا حاصل ہوگی۔ اس قوم نے بے دیکھے حق سے روگردانی کی ہے، ظلم و جور میں لت پت ہیں، قرآن پر ظلم کرنے والے، دین سے روگردانی اور طغیانی میں سرگرداں ہیں، گمراہی میں پڑے ہیں۔ ان پر اپنے تمام وسائل کے ساتھ خدا پر بھروسہ کر کے تیاری کرو۔ (۲)

۳۹۔ جب شام والوں نے قرآن نیزوں پر بلند کیا تو فرمایا: خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ کتاب خدا کی آواز پر لبیک کہنے والا ہوں لیکن معاویہ، عمرو عاص، ابن ابی معیط، حبیب بن مسلمہ، ابن ابی سرح کے پاس نہ دین ہے نہ قرآن، میں تم سے زیادہ انھیں جانتا ہوں، ان کا بچپن اور جوانی شرارتوں سے بھرپور ہے۔ یہ حق بات کہہ کے باطل مراد لے رہے ہیں۔ یہ قرآن بلند کر رہے ہیں لیکن خدا کی قسم خود ہی اچھی طرح جانتے ہیں، سراسر دھوکا دے رہے ہیں۔ ذرا تھم لو بس اب حق کا فیصلہ ہونے ہی والا ہے، ظالموں کی جڑ کٹنے ہی والی ہے۔ (۳)

۴۰۔ حضرت علیؑ سے حکمین و مصلحت کے وقت پوچھا گیا کیا: آپ انھیں مومن اور مسلمان مانتے ہیں؟ فرمایا: میں تو معاویہ اور اسکے جرگے کو نہ مومن مانتا ہوں نہ مسلمان، معاویہ جو چاہتا ہے اپنے لئے لکھتا رہتا ہے۔ (۴)

۴۱۔ حضرت علیؑ جب صبح کی نماز پڑھتے تو دعائے قنوت میں فرماتے: خدایا! معاویہ، عمرو، ابوالاعور

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ ص۱۱۰ (ج۱ ص۱۲۸)؛ تاریخ طبری ج۶ ص ۵۱ (ج ص۸۹ حوادث ۳۷ھ)؛ مروج الذہب ج۲ ص ۳۸ (ج۲ ص۴۲۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۱۷۹ (ج۲ ص۱۹۲ خطبہ/۳۴)؛ جمہرہ خطب العرب ج۱ ص ۳۱ (ج۱ ص ۳۱۸ نمبر ۳۱۶)

۲۔ وقعۃ صفین (ص ۴۸۹)؛ تاریخ طبری ج۶ ص ۵۱ (ج۵ ص ۹۰)؛ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ ص ۱۱۰ (ج۱ ص ۱۲۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۱۷۹ (ج۲ ص ۱۹۴ خطبہ/۳۴)

۳۔ کتاب صفین ص ۱۷۹ (ص ۴۸۹)؛ تاریخ طبری ج۶ ص ۲۷ (ج۵ ص ۴۸)؛ تاریخ کامل ج۳ ص ۱۳۶ (ج۲ ص ۳۸۶ حوادث ۳۷ھ)

۴۔ کتاب وقعۃ صفین ص ۵۸۴ (ص ۵۰۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۱۹۱ (ج۲ ص ۲۳۳ خطبہ/۳۵)

سلمی، حبیب، عبدالرحمٰن بن خالد، ضحاک بن قیس اور ولید پر لعنت فرما۔(۱)

اسی طرح عائشہ بھی ان سب پر بعد نماز لعنت پڑھتی تھیں۔(۲)

۴۲۔معاویہ نے صحابی رسولؐ ابوایوب انصاری کو خط لکھا۔انھوں نے حضرت علیؑ کو اس سے باخبر کرتے ہوئے عرض کی: امیرالمومنین! مجھے منافقین کی پناہ گاہ معاویہ نے خط لکھا ہے۔(۳)

۴۳۔قیس بن سعد نے معاویہ کو خط لکھا تھا کہ تو بت اور بت کا بچہ ہے، مجبوراً اسلام لایا اور خوشی سے نکل گیا۔نہ تیرا ایمان قدیم نہ تیرا انفاق پرانہ.....(۴)

۴۴۔جب معاویہ کی بیعت کر لی گئی تو قیس نے فرمایا: لوگو! نیکی کے مقابلے برائی مضبوط ہوگئی، تم نے عزت سے ذلت بدل لی، ایمان کے بدلے کفر لے لیا، ولایت امیرالمومنینؑ کے بجائے طلیق بن طلیق کو اپنا مولا بنالیا۔تمھارے دلوں پر مہر ہے، تم ناسمجھ ہو۔(۵)

۴۵۔قیس کا یہ ارشاد ہے: تو مجھے حکم دے رہا ہے میں ایسے کی اطاعت قبول کرلوں جو سب سے زیادہ خلافت کا نااہل ہے، اس کی باتوں میں مکاری اور گمراہیوں میں دور جا پڑا ہے۔وسیلۂ رسولؐ کے سلسلہ میں سب سے بعید ہے۔تو ابلیس کا طاغوت، ہے تیرے پاس گمراہ لوگ ہیں۔(۶)

۱۔تاریخ طبری ج۶ ص۴۰(ج۵ ص۷۱ حوادث ۳۷ھ)؛ استیعاب (القسم الرابع ص۱۶۰۰ نمبر ۲۸۴۹)؛ تاریخ کامل ج۳ ص۱۴۴(ج۲ ص۳۹۷ حوادث ۳۷ھ)

۲۔تاریخ طبری ج۶ ص۶۰(ج۵ ص۱۰۵ حوادث ۳۸ھ)؛ تاریخ کامل ج۳ ص۱۵۵(ج۲ ص۴۱۳ حوادث ۳۸ھ)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۷ ص۳۱۴(ج۷ ص۳۴۹)؛ شرح نہج البلاغہ ج۲ ص۳۲(ج۶ ص۸۸ خطبہ/۷۷)

۳۔شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص۲۸۰(ج۸ ص۴۳ خطبہ/۱۲۴)

۴۔کامل مبرد ج۱ ص۳۰۹(ج۱ ص۴۱۹)؛ البیان والتبیین ج۲ ص۶۸؛ تاریخ یعقوبی ج۲ ص۱۶۳(ج۲ ص۱۸۷۔۱۸۶)؛ عیون اخبار ابن قتیبہ ج۲ ص۲۱۳؛ مروج الذہب ج۲ ص۶۲(ج۳ ص۲۶)؛ مناقب خوارزمی ص۱۷۳(ص۲۵۸ ح/۲۴۰)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۴ ص۱۵(ج۱۶ ص۴۳ خطبہ/۳۱)

۵۔تاریخ یعقوبی ج۲ ص۱۹۲(ج۲ ص۲۱۶)

۶۔تاریخ طبری ج۵ ص۲۲۸(ج۴ ص۵۵۰ حوادث ۳۶ھ)؛ تاریخ کامل ج۳ ص۱۰۷(ج۲ ص۳۵۵)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص۲۳(ج۶ ص۶۰ خطبہ/۶۷)

۴۶۔ محمد بن ابی بکر نے ایک طویل خط میں غاوی معاویہ بن صخر کو خط لکھتے ہوئے خدا کی حمد و ثناء، تخلیق اور ہدایت و گمراہی اختیار کرنے میں آزادی پیدا کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر رسولؐ خدا کی رسالت اور بعثت سے آخر دم تک حضرت علیؑ کی نصرت و حمایت نیز دیگر فضائل کا تذکرہ کر کے علیؑ کے منحرف کو باغی و گمراہ کہا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اپنی مکاریوں کے ساتھ خوب کھیل، کھیل لے اور عمرو عاص کے ساتھ اپنی گمراہی کو بڑھاوا دے لے، خداوند عالم تری گھات میں ہے۔ (۱)

۴۷۔ ایک دوسرے خط میں محمد بن ابی بکر نے لکھا کہ تم پر گھراؤ سخت ہو رہا ہے جس میں تمھاری ہلاکت یقینی ہے اور ذلت کی خاک چاٹو گے اور پھڑ پھڑا کر بھاگو گے۔ تم نے کتنے ہی ظالموں کی مدد کی، مومنوں کا مثلہ کیا، اب تمھاری بازگشت خدا ہی کی طرف ہے جو بڑا ارحم کرنے والا ہے۔ (۲)

۴۸۔ بدری صحابی معن بن یزید نے معاویہ کو لکھا کہ کسی قریشی عورت نے تم سے زیادہ بدمعاش بچہ نہیں جنا۔ (۳)

۴۹۔ امام حسنؑ مجتبیٰ نے معاویہ کو لکھا: تعجب ہے اے معاویہ! تو ایسے امر کی طرف لپک رہا ہے جس کی صلاحیت سے محروم اور فضیلت سے عاری ہے، تو ایک مشرک خاندان کا بچہ ہے جسے آسمانی کتاب پر ایمان نہیں۔ خدا کے سامنے جلد ہی تری حاضری ہونے والی ہے۔ (۴)

۵۰۔ جب معاویہ مدینہ آیا تو منبر رسولؐ پر چڑھ گیا اور کہنے لگا: فرزند علیؑ کون ہے؟ یہ علی کون ہے؟ یہ سنکر امام حسنؑ کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: خدا نے کسی نبی کو مبعوث فرمایا تو اس کا دشمن اور مجرم بھی قرار دیا، میں فرزند علیؑ ہوں اور تو صخر کا پوت، تیری ماں ہندہ اور میری ماں فاطمہؑ، تیری دادی

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۵۹ (ج ۳ ص ۲۰)؛ کتاب صفین ص ۱۳۲ (ص ۱۱۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۸۳ (ج ۳ ص ۱۸۸ کتاب/۴۶)؛ جمہرۃ الرسائل ج ۱ ص ۵۴۲

۲۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۵۸ (ج ۵ ص ۱۰۲ حوادث ۳۸ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۲ (ج ۶ ص ۸۵ خطبہ/۶۷

۳۔ الاصابۃ ج ۳ ص ۴۵۰

۴۔ مقاتل الطالبین ص ۲۲ (ص ۶۵)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۲ (ج ۱۶ ص ۳۴ وصیت ۳۱)؛ جمہرۃ الرسائل ج ۲ ص ۹

قتالہ اور میری دادی خدیجہ۔ اب خدا لعنت کرے اس پر جس کا خاندان پست، ذکر محدود اور نفاق شدید ہے۔ مسجد میں تمام لوگوں نے آمین کی صدا بلند کی۔ یہ سنکر معاویہ منبر سے اتر کر گھر میں گھس گیا۔(۱)

ایک روایت میں ہے کہ معاویہ کا جواب امام حسینؑ دینا چاہتے تھے کہ امام حسنؑ نے روک کر متذکرہ تقریر کی۔(۲)

۵۱۔ معاویہ نے امام حسنؑ کو لکھا کہ آپ خوارج سے جنگ کیجئے، فرمایا: ''سبحان اللہ'' میں نے تجھ سے جنگ کرنا مصلحت امت میں چھوڑ دیا ہے جو میرے لئے جائز ہے، کیا تو گمان کرتا ہے کہ تیرے شانہ بشانہ جنگ کروں گا۔(۳)

۵۲۔ امام حسینؑ نے معاویہ کو ایک طویل خط میں معاویہ کے مظالم اور دین پر برگشتگی کے تذکرے کئے ہیں۔ ''سبحان اللہ'' اے معاویہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو امت محمدؐ کی فرد نہیں ہے؟ کیا تو نے حجر اور حضرمی جیسے لوگوں کو صرف محبت علیؑ کے جرم میں قتل نہیں کیا؟ معاویہ خدا سے ڈرو، اس کے یہاں تمام کچا چٹھا نوٹ ہو رہا ہے۔ محض گمان پر لوگوں کو قتل کر رہے ہو اور اپنے انتہائی بدکار لڑکے کو والی بنانا چاہتے ہو۔(۴)

۵۳۔ معاویہ حج کے بعد مدینہ گیا اور طاغی یزید کی بیعت لینے اور یزید کے کتاب وسنت پر عمل کرنے کے قصیدے پڑھنے لگا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے معاویہ تو حقیقت سے بہت دور ہو گیا ہے۔ صبح کی روشنی نے سیاہی شب کے پردے چاک کر دئے ہیں بولنے میں اس قدر افراط کیا کہ دوسروں کا حق ضائع کر دیا۔ یزید کی خلافت کی بات کر کے تو ضلالت رذالت کی انتہائی حدوں کو پہنچ گیا ہے۔(۵)

۱۔ المستطرف ج۱ص۱۵۷ (ج۱ص۱۳۰)؛ الاتحاف ص۱۰ (ص۳۶)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج۴ص۱۶ (ج۱۶ص۳۶ وصیت ر۳۱)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج۴ص۶ (ج۱۶ص۱۴ وصیت ۳۱)

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۳۱ جمہرۃ الرسائل ج۲ص۶۷

۵۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۳۱ (ج۱ص۱۵۵)؛ جمہرۃ الرسائل ج۲ص۶۷

۵۴۔ابن عباس نے بصرے کے لوگوں کو معاویہ کے خلاف کو ابھارتے ہوئے فرمایا: لوگو! اپنے امام کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نکل کھڑے ہو، ہلکے پھلکے، بھاری بھرکم خدا کی راہ میں امیر المومنین کے ساتھ نکل چلو اور اپنے مال اور جان سے جہاد کرو کیوں کہ تم ایسے ظالم سے جنگ کر رہے ہو جو نہ قرآن پڑھتا، ہے نہ دین حق کا پابند ہے۔(۱)

۵۵۔عمار یاسر نے جنگ صفین میں تقریر کی:

مسلمانو! اگر تم دیکھنا چاہتے ہو ایسے شخص کو جس نے خدا اور رسولؐ سے عناد رکھا، ان سے جنگ کی، مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی، مشرکین کی پشت پناہی کی......آگاہ ہو جاؤ وہ معاویہ ہے۔تم لوگ اس پر لعنت بھیجو، اس سے جنگ کرو کیوں کہ وہ نور خدا بجھانا چاہتا ہے۔(۲)

۵۶۔عبداللہ بن بدیل نے اثنائے جنگ صفین میں تقریر کی: معاویہ غلط دعوی کر رہا ہے اور جس کا سزاوار نہیں اسے باطل طریقے سے حاصل کرنے کی جد و جہد کر رہا ہے تا کہ حق پوشیدہ ہو جائے۔اس طرح وہ عرب جاہلیت کو واپس لانا چاہتا ہے......(۳)

۵۷۔سعید بن قیس کی تقریر: خدا کی قسم! اگر میرا قائد کوئی حبشی ہو تب بھی جب کہ ہمارے ساتھ ستر صحابی اور ہمارا رئیس ابن عم رسولؐ، واقعی بدری ہے اور بچپن میں رسولؐ کے ساتھ نماز پڑھی اور بڑا ہوا تھا، معیت رسولؐ میں جہاد کیا اور معاویہ آزاد شدہ اور آزاد شدہ کا فرزند ہے، اس نے چند سفلے لوگوں کو بہکا کر جہنم میں جھونک دیا ہے۔(۴)

۱۔کتاب صفین ص ۱۳۰، ۱۳۱ (ص ۱۱۶، ۱۱۷)

۲۔تاریخ طبری ج ۶ ص ۷ (ج ۵ ص ۱۲)؛ کتاب صفین ص ۲۴۰ (ص ۲۱۴)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۳۷۱)

۳۔تاریخ طبری ج ۶ ص ۹ (ج ۵ ص ۱۶ حوادث ۳۷ھ)؛ کتاب صفین ص ۲۶۳ (ص ۲۳۴)؛ استیعاب ج ۱ ص ۳۴۰ (القسم الثالث ص ۸۷۳ نمبر ۱۴۸۱)؛ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۴۸۳ (ج ۵ ص ۱۸۶ خطبہ/۶۵)؛ جمہرۃ خطب العرب ج ۱ ص ۱۷۶ (ج ۱ ص ۳۵۲ خطبہ/۲۳۹)

۴۔کتاب صفین ص ۲۶۶ (ص ۲۳۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۴۸۳ (ج ۵ ص ۱۸۹)؛ جمہرۃ الخطب ج ۱ ص ۱۷۹ (ج ۱ ص ۳۵۵ نمبر ۲۴۲)

۵۸۔ مالک اشتر کی تقریر ہوئی: سمجھ لو کہ تم حق پر ہو اور معاویہ کی قوم باطل پر ہے، تم اس کے ساتھ اس حال میں جنگ کر رہے ہو کہ تمہارے ساتھ سو بدری جنگ کر رہے ہیں، اس کے علاوہ بھی اصحاب رسولؐ ہیں، تمہارے پاس رسولؐ کا علم ہے اور معاویہ کے پاس مشرکین کا جھنڈا ہے۔ اب ان سے جنگ میں وہی شک کر سکتا ہے جو مردہ دل ہے۔ تم دو میں سے ایک نیکی پالو گے یا فتح یا شہادت۔ (۱)

۵۹۔ ہاشم مرقال نے تقریر کی: اے امیر المومنینؑ! اس سخت دل قوم سے جنگ کے لئے ہمیں لے چلئے، جنہوں نے قرآن پس پشت ڈال دیا ہے اور بندگان خدا کے ساتھ بغیر مرضی خدا کے برتاؤ کر رہے ہیں، انہوں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا ہے، شیطان کے چنگل میں ہیں جو انہیں جھوٹے وعدوں میں لبھا رہا ہے۔ (۲)

۶۰۔ ابن عباس نے جنگ صفین میں تقریر کی: یہ کلیجہ چبانے والی کا بیٹا، شام کے پست و کمینے افراد کو بہکا کر داماد رسول علیؑ کے خلاف لے آیا ہے۔ علیؑ نے تو سب سے پہلے نماز پڑھی، بدر اور تمام معرکوں میں رسولؐ کے ہمراہ رہے اور کار نمایاں انجام دیتے رہے۔ اور معاویہ اور ابوسفیان بتوں کے پجاری، مشرک تھے۔ علیؑ کہتے ہیں کہ اللہ و رسولؐ نے سچ کہا اور معاویہ کہتا ہے کہ اللہ و رسولؐ نے جھوٹ کہا... (۳)

۶۱۔ علقمہ بن عمرو نے اپنے اشعار میں معاویہ کو بے وقعت، ظالم اور حقوق کا ضائع کرنے والا کہا ہے۔ (۴)

۶۲۔ عظیم صحابی رسول معجزاۃ بن ثور سدوسی نے جنگ صفین میں کہا ہے کہ اس بڑے پیٹ والے سے جنگ کروں گا جس نے شام کے سفلے لوگوں کو بھڑکا دیا ہے۔

۱۔ وقعۃ صفین ص ۲۶۸ (ص ۲۳۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص ۴۸۴ (ج۵ ص ۱۹۱)؛ جمہرۃ الخطب ج۱ ص ۱۸۳ (ج۱ ص ۳۵۹ نمبر ۲۴۷)

۲۔ جمہرۃ الخطب ج۱ ص ۱۵۱ (ج۱ ص ۳۲۳ نمبر ۲۱۲)

۳۔ وقعۃ صفین ص ۳۶۰ (ص ۳۱۸)؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱ ص ۵۰۴ (ج۵ ص ۲۵۱ خطبہ ۶۵)

۴۔ وقعۃ صفین (ص ۱۹۵)

بعض نے کہا کہ یہ رجز خود حضرت علیؑ کا ہے (۱) بعض نے بدیل اور بعض نے مالک اشتر (۲) سے منسوب کیا ہے۔

۶۳۔ استعاب میں ہے کہ قتل عثمان کے بعد جب لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تو مغیرہ آپ کی خدمت میں آکر بولا میری ایک نصیحت مان لیجئے۔ پوچھا کیا؟ تو عرض کی کہ طلحہ کو کوفے پر، زبیر کو بصرے پر اور معاویہ کو شام کی گورنری پر باقی رہنے دیجئے، جب آپ کی خلافت مستحکم ہو جائے تو جو چاہئے کیجئے گا۔ حضرت نے فرمایا: طلحہ و زبیر کے متعلق تو سوچوں گا لیکن معاویہ کو خدا کی قسم کسی حال پر گورنری پر باقی نہ رکھوں گا۔ مغیرہ یہ سن کر غصے میں چلا آیا، دوسرے دن آیا اور کہنے لگا: یا امیر المومنینؑ! آپ کے ارشاد پر میں نے غور کیا، آپ کا فیصلہ بالکل مناسب اور حق بجانب ہے۔ (۳)

جب واپس چلا گیا تو امام حسنؑ آئے اور پوچھا: بابا جان! یہ بھنگا کیا کہہ رہا تھا؟ حضرت علیؑ نے دونوں دن کا مشورہ نقل کیا۔ امام حسنؑ نے فرمایا کہ کل اس نے دل سے نصیحت کی تھی لیکن آج وہ آپ کو دھوکا دے رہا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر معاویہ کو اس کے حال پر چھوڑ دوں تو باطل کی تائید کرنے والا کہلاؤں گا۔

۶۴۔ اسی استیعاب میں حبیب بن مسلمہ کے حالات میں ہے کہ امام حسنؑ نے حبیب سے کہا کہ تمھاری اکثر لشکر کشی غیر خدا کے لئے ہوتی ہے۔ حبیب نے عرض کی: لیکن آپ کے باپ کے خلاف نہیں ہوتی۔ امامؑ نے فرمایا: لیکن تو معاویہ کی اطاعت میں دنیا داری اور خواہش نفس کے لئے سرگرداں رہتا ہے۔ اگر وہ تیری دنیا آباد کرے تو دین برباد کر دیگا۔ چنانچہ خدا کا ارشاد ہے کہ پچھلے لوگوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا تو اپنے نیک و بد عمل کو مخلوط کر لیا۔ اس کے برخلاف تیری یہ حالت ہے کہ خدا کا

۱۔ مروج الذہب ج۲ ص ۲۵ (ج۲ ص ۴۰۵)؛ تاریخ طبری ج۶ ص ۲۳ (ج۵ ص ۴۲ حوادث ۳۷)؛ کتاب صفین ص ۴۶۰ (ص ۴۰۴، ۳۹۹، ۲۰۵)

۲۔ کتاب صفین ص ۴۵۴۔

۳۔ استیعاب ج۱ ص ۲۵۱ (القسم الرابع ص ۱۴۴۷ نمبر ۲۴۸۳)

ارشاد ہے ہرگزنہیں بلکہ ان کے دل اوران کی کمائی تباہی کے گھاٹ لگ چکی ہے۔(۱)

۶۵۔ حج کے بعد معاویہ نے وہاں دارمیہ حجونیہ کو تلاش کرایا جو سیاہ فام اور موٹی تازی تھیں۔ان سے پوچھا: حام کی بیٹی جانتی ہو تمھیں کیوں بلایا ہے؟ دارمیہ نے جواب دیا: مجھے عیب نہ لگاؤ، حام کہ نہیں بلکہ بنی کنانہ کی بیٹی ہوں اور یہ کہ غیب کی خبر تو خدا کو ہے۔معاویہ نے کہا: بلایا ہے تاکہ پوچھوں بھلا تم علیؑ کو دوست اور مجھ سے شدید نفرت کیوں رکھتی ہو؟ جواب دیا کہ مجھے معاف کرو تو بہتر ہے۔معاویہ نے کہا: تمھیں بتانا پڑے گا۔

دارمیہ نے فرمایا کہ علیؑ سے اس لئے محبت کرتی ہوں کہ وہ رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرتے ہیں۔تجھ سے اس لئے نفرت کرتی ہوں کہ تو ان سے ناحق جنگ پر آمادہ ہے۔جبکہ حکومت کے حقدار وہی ہیں۔رسولؐ نے ان کی ولایت کا عہد لیا۔مسکینوں کے دوست، دین کے وقار ہیں۔تو نے لوگوں کا ناحق خون بہایا، اپنی خواہش سے ظالمانہ فیصلے کئے۔معاویہ نے کہا: اسی لئے تیرا پیٹ پھولا ہے اور پستان بڑے ہیں۔دارمیہ نے کہا: اس صفت سے تو ہندہ مشہور تھی۔معاویہ نے کہا: اے عورت! میری بات سمجھنے کی کوشش کر، میں تیری برائی نہیں کررہا ہوں، عورت کے پیٹ میں بچہ پورا ہو جاتا ہے تو اس کا پیٹ پھول جاتا ہے۔یہ سنکر دارمیہ خاموش ہوگئیں معاویہ نے پوچھا: تم نے علیؑ کو دیکھا ہے، وہ کیسے تھے؟ فرمایا: وہ حکومت کے ایسے حریص نہیں تھے جیسا تو ہے۔پوچھا: ان کی باتیں بھی سنی ہیں؟ فرمایا: ہاں، ان کی باتوں سے دلوں کے زنگ چھوٹ جاتے ہیں۔پوچھا: مجھ سے کچھ چاہتی ہو؟ فرمایا: ایک سو حاملہ اونٹنیاں۔پوچھا: کیوں؟ جواب دیا: اس کے دودھ سے اپنے بچوں کی پرورش اور بڑوں کی سیوا کروں گی تاکہ معاشرے میں بلند اخلاق اور صلح وآشتی کا ماحول پیدا ہو۔معاویہ نے پوچھا: اگر دیدوں تو کیا تیری نظروں میں میرا مرتبہ بھی علیؑ کی طرح ہو جائے گا؟ دارمیہ نے کہا: ہرگز نہیں۔کہاں علیؑ اور کہاں تو؟!!! معاویہ نے کہا: اچھا لے لے علیؑ کبھی نہ دیتے۔دارمیہ نے کہا: علیؑ مسلمانوں کے مال سے واقعی ذرہ برابر بھی نہ دیتے۔(۲)

۱۔استیعاب ج۱ص۱۲۳ (القسم الاول ص۳۲۱ نمبر ۴۷۰)

۲۔العقد الفرید ج۱ص۱۶۲ (ج۱ص۲۲۳)؛ بلاغات النساء ص۷۲ (ص۱۰۵)

۶۶۔قریش کی سب سے مسن معظمہ، عبدالمطلب کی پوتی، حضرت اروی بنت حرث نے معاویہ سے ملاقات کی اور معاویہ نے ان کی مزاج پرسی کی تو فرمایا کہ تو احسان فراموش، غاصب، کافر اور اپنے ابن عم کے ساتھ برا برتاؤ کرنے والا نظر آیا، تیرے باپ دادا کلمہ خدا کو پست کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے اور ناکام رہے، خدا اپنا کلمہ بلند کرکے رہا علیؑ کی منزلت رسولؐ کے نزدیک وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰ کے نزدیک تھی۔(۱)

۶۷۔معاویہ نے اپنی تقریر میں علیؑ اور اولاد علیؑ کو گالیاں دیں تو جواب میں امام حسنؑ نے معاویہ اور اس کے جرگے کو خطاب کرکے فرمایا: تم لوگ صرف عداوت رسولؐ میں علیؑ کو گالیاں دے رہے ہو ۔پھر سب کو قسم دے کر پوچھا کہ جسے گالیاں دے رہے ہو کیا اس نے دو قبلوں کی طرف نماز نہیں پڑھی، دو بیعت نہیں کی، علمدار رسول نہیں تھا جبکہ تم اسوقت کافر اور برسر پیکار تھے۔آخر میں فقرہ فرمایا کہ **و قد علمت الفراش الذی ولدت علیه** ''اے معاویہ تو جانتا ہے کہ تو کس بستر پر پیدا ہوا ہے''۔

اسکی شرح میں تذکرہ (۲) میں سبط جوزی لکھتے ہیں کہ اصمعی وکلبی کتاب مثالب میں لکھتے ہیں کہ معاویہ کو قریش کے چار افراد عمار بن ولید، مسافر بن آل عمرو، ابوسفیان اور عباس بن عبدالمطلب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔عمارہ قریش کا خوبصورت جوان تھا اسلئے ہند خود اس کی طرف مائل تھی، مسافر خود ہند کی طرف بری طرح وارفتہ تھا۔زمخشری ربیع الابرار (۳) میں اور ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ (۴) میں ان واقعات کی نشان دہی کرتے ہیں۔

۶۸۔جاریہ بن قدامہ معاویہ سے ملنے گئے، معاویہ نے ان سے کہا کہ تم ہی ہو کہ علیؑ کی حمایت میں بہت زیادہ سرگرم تھے۔جاریہ نے کہا: جانے بھی دو اسے، میں نے جب سے علیؑ سے محبت کی کبھی

۱۔العقد الفرید ج ۱ ص ۱۶۴ (ج ۱ ص ۲۲۵)؛ بلاغات النساء ص ۲۷ (ص ۴۳)

۲۔تذکرۃ الخواص ص ۱۱۶ (ص ۲۰۲)

۳۔ربیع الابرار (ج ۳ ص ۵۵۱)

۴۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۳۳۶ خطبہ ۲۶)

اظہار نفرت نہیں کیا۔ معاویہ نے کہا: تم کتنے ذلیل ہو کہ تمہاری ماں نے تمھارا نام جاریہ (لونڈی) رکھا ہے۔ جاریہ نے کہا: تم کتنے ذلیل ہو کہ تمھارا نام معاویہ (بھونکنے والی کتیا) رکھا ہے۔ معاویہ نے کہا: تمھاری ماں نہ رہے۔ جاریہ نے کہا: میری ماں ہی نے تو تلوار ہمارے حوالے کی ہے۔ ابھی ہمارے دلوں میں تمھاری نفرت بھڑک رہی ہے اگر چھیڑو گے تو ویسا ہی جواب پاؤ گے۔ (۱)

۶۹۔ شریک بن اعور معاویہ سے ملنے گئے، وہ سیاہ فام تھے۔ معاویہ نے کہا: تم کالے ہو حسین تم سے اچھا ہوتا، ہے تم شریک ہو اور خدا کا کوئی شریک نہیں ہے تمہارا باپ اعور (بھینگا) ہے اور اچھی آنکھ والا بھینگے سے اچھا ہوتا ہے۔ پھر تمھیں سرداری کیسے مل گئی؟ شریک نے جواب دیا: تمھارا نام معاویہ ہے (بھونکنے والی کتیا) تمھارے باپ کا نام صخر ہے اور پتھریلی زمین سے ہموار زمین بہتر ہوتی ہے، تم حرب کے بیٹے ہو اور جنگ سے صلح بہتر ہے، تم امیہ (کنیز) کے بیٹے ہو پھر تم امیر المومنین کیسے ہو گئے؟ (۲)

نام کی یہی خلش تھی جس کی وجہ سے معاویہ نے ایک لاکھ درہم عبد اللہ بن جعفر کو بھیجے تھے کہ اپنے بچوں کا نام معاویہ رکھ دیں۔ (۳)

۷۰۔ حضرت علیؑ کا ایک خطبہ:

خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک وعیار نہیں ہے لیکن وہ دھوکا اور بدکاری میں مجھ سے آگے نکل جاتا ہے کیوں کہ ہر بدکاری کفر ہے۔ حشر کے دن دھوکے باز ایک مخصوص جھنڈے تلے ہوگا۔ (۴)

۷۱۔ جب عباس بن ربیعہ نے جنگ صفین میں عرار بن ادھم کو قتل کیا تو معاویہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا: کون اس کا بدلہ لیگا؟ اسے ڈھیر سارا انعام دونگا۔ یہ سن کر بنی لخم کا ایک شخص مقابلہ کے لئے آ نکلا، عباس نے کہا کہ میں جا کر اپنے سردار سے اجازت لے لوں۔ امام نے فرمایا کہ واللہ! معاویہ کی

۱۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۵ ص ۳۶۵)؛ تاریخ الخلفا ص ۱۳۳ (ص ۱۸۶)؛ العقد الفرید ج۲ ص ۱۴۳ (ج۳ ص ۲۱۴)؛ المستطرف ج۱ ص ۷۳ (ج۱ ص ۵۸)

۲۔ المستطرف ج۱ ص ۷۲ (ج۱ ص ۵۷)

۳۔ تاریخ العروس ج۱۰ ص ۲۶۰

۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص ۵۸۹-۵۷۲ (ج۱۰ ص ۲۶۰-۲۱۱ کتاب ۱۹۳)

کوشش ہے کہ روئے زمین پر ایک بھی ھاشمی باقی نہ رہے اور وہ نور خدا کو بجھانا چاہتا ہے جب کہ خدا اپنا نور تمام کر کے رہے گا۔(۱)

۷۲۔امام حسنؑ نے صلح کر لی تو خوارج نے کہا کہ اب کوئی شک وشبہ نہیں رہ گیا اب معاویہ سے پوری طرح جہاد کرو، امام حسنؑ واپس مدینہ جانے کا قصد کر چکے تھے، معاویہ نے امام حسنؑ کو خط لکھا کہ آپ خوارج سے جنگ کیجئے۔امامؑ نے فرمایا کہ اگر مجھے جنگ کرنا ہوتی تو سب سے پہلے تم ہو لیکن میں نے اصلاح امت کے لئے صلح کر لی ہے۔(۲)

۷۳۔اسود بن یزید نے عائشہ سے کہا کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایک آزاد کردہ اصحاب رسولؐ سے جنگ کر رہا ہے۔عائشہ نے کہا: تعجب کی کیا بات ہے، یہ اللہ کی سلطنت ہے، ہر بدکار و خوش کردار کو عطا کرتا ہے، فرعون نے اپنی قوم پر چار سو سال حکومت کی اسی طرح دوسرے فراعنہ نے۔(۳)

عائشہ نے معاویہ کو فرعون سے تشبیہ دی ہے، ظاھر ہے کہ وہ ظالم بادشاہ تھا جسے ہر صبح وشام جہنم میں پیش کیا جاتا ہے، اسی طرح معاویہ بھی جہنم کے آخری طبقہ میں ہے۔

۷۴۔ایک دن معاویہ نے تقریر میں کہا کہ اگر تمام انسانوں کے باپ ابوسفیان ہوتے تو سبھی انسان سمجھدار اور چالاک ہوتے۔صعصعہ نے کہا: انسانوں کے باپ آدمؑ ہیں جو ابوسفیان سے افضل ہیں لیکن ان کی اولاد میں عقلمند بھی ہیں اور احمق بھی۔معاویہ نے کہا: ارض شام مقدس ہے۔صعصعہ نے کہا: زمین مقدس نہیں ہوتی بسنے والے مقدس ہوتے ہیں انکے اعمال زمین میں تقدیس پیدا کرتے ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ خدا کے بندو! خدا کو ولی بناؤ اور اسکے خلفاء کا سہارا پکڑو تا کہ وہ تمھارا تحفظ کریں۔ صعصعہ نے کہا: وہ کیسے؟ تم نے تو سنت معطل کر دی ہے، معاہدے توڑ دئے ہیں، لوگوں کو حیرانی و پریشانی میں ڈال دیا ہے کہ وہ جہالت و تاریکی میں جھول رہے ہیں، بدعتیں ہر طرف وندنا رہی ہیں۔معاویہ نے

۱۔عیون الاخبار، ابن قتیبہ ج ۱ ص ۱۸۰

۲۔تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۷۷ (ج ۲ ص ۴۴۹ حوادث ۴۱ھ)

۳۔البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۱۳۱ (ج ۸ ص ۱۴۰ احوادث ۶۰ھ)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲۵ ص ۴۲)

جھلا کر کہا کہ اب تم اپنی زبان بند رکھو۔ پھر امام حسنؑ کو بلانے کا اردہ کیا۔ صعصعہ نے کہا: وہ مجھ سے زیادہ زبان کی تلوار چلائیں گے۔(۱)

۷۵۔ معاویہ بن یزید بن معاویہ کو حکومت ملی تو منبر پر جا کر کہا: یہ خلافت خدا کی رسی ہے، میرے دادا معاویہ نے ایسے شخص سے خلافت کے لئے نزاع کی جو اس سے زیادہ حقدار تھا۔ اس نے علی ابن ابی طالبؑ کا حق مار لیا، اب معاویہ قبر میں اپنے کئے کو بھگت رہا ہے۔ پھر معاویہ نے میرے باپ کی گردن میں قلادہ ڈال دیا، وہ کسی طرح بھی خلافت کا حقدار نہ تھا، اس فرزند رسولؐ سے نزاع کی اس لئے اس کی عمر کم ہوگئی۔ اب وہ قبر میں اپنے کئے کو بھگت رہا ہے۔ اس کے بعد معاویہ رونے لگا۔(۲)

۷۶۔ معاویہ نے صعصعہ اور عبداللہ بن کوا اور دوسرے اصحاب علیؑ کو قید کر دیا۔ پھر ان سے ملنے گیا اور کہا: خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ صحیح کہنا میں تمھارا کیسا خلیفہ ہوں؟ ابن کوا نے کہا: اگر تم قسم نہ دیتے تو ہم نہ کہتے، تم طاغی ہو، تم میں خوف خدا نہیں ہے، تم نے بندگان خدا کا خون بہایا، تم دنیا میں آسودہ ہو لیکن آخرت میں سخت مصیبت میں رہو گے، تم اندھیرے کو نور اور دن کو رات کہتے ہو......

صعصعہ نے کہا کہ اے معاویہ! جو شخص زور زبردستی سے حکومت ہتھیا لے، خود بخود بزرگ بنے، غلط وسائل کے استعمال میں عار نہ سمجھے، مکر و حیلہ کو جائز سمجھے، وہ خلیفہ کیسے ہوسکتا ہے؟ فتح مکہ کے موقع پہ جنھیں ذلیل طریقے سے آزاد کیا گیا ہو وہ خلافت کے حقدار ہوں گے؟(۳)

۷۷۔ اسی طرح ایک بار معاویہ کی نشست میں صعصعہ نے کہا: اے معاویہ! تو اور تیرے ماننے والے بدکار اور علیؑ و اصحاب علیؑ خوش کردار ہیں۔(۴)

۷۸۔ ایک بار اور صعصعہ نے علیؑ کا خط لے جا کر معاویہ کو دیا تو معاویہ سے کہا کہ تیرا پیٹ اسقدر

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۴۲۵ (ج ۲۴ ص ۹۳۔۹۲ نمبر ۲۸۸۱)

۲۔ صواعق محرقہ ص ۱۳۴ (ص ۲۲۴)

۳۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۷۷ (ج ۳ ص ۵۱)

۴۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۷۸، ۷۹ (ج ۳ ص ۵۳۔۵۲)

پھولا ہوا ہے کہ کبھی سیر نہیں ہو سکتا، رسولؐ خدا نے اسی لئے تجھ پر لعنت فرمائی تھی۔ (۱)

۷۹۔ ایک بار اور معاویہ کے لئے کہا: اس نے اپنی دنیا بنائی اور آخرت کو تباہ و برباد کر لیا۔ (۲)

۸۰۔ کتاب آغانی میں ہے کہ معاویہ حج کے لئے گیا اور مسجد رسولؐ میں ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا، وہ سفید کپڑے پہنے ہوا تھا۔ پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: یہ شعبہ بن غریض ہے، یہودی تھا اب مسلمان ہو گیا ہے۔ کسی کو بھیج کر بلوایا، قاصد نے کہا: آپ کو امیر المومنین بلا رہے ہیں۔ شعبہ نے کہا: کیا امیر المومنین قتل نہیں ہو گئے؟ کہا گیا کہ معاویہ نے آپ کو بلایا ہے۔ شعبہ نے جا کر اسے خلیفہ کہکر خطاب نہیں کیا۔ معاویہ نے اس سے پوچھا کہ تیما کی تمھاری زمین کیا ہوئی؟ کہا کہ اسکی آمدنی سے فقیروں اور مسکینوں کے کھانے کپڑے کا انتظام کرتا ہوں۔ پوچھا: اسے بیچو گے؟ کہا: ہاں، ساٹھ ہزار دینار میں، اگر میرے قبیلے کے لوگ مفلوک الحال نہ ہوتے تو میں اسے بیچتا نہیں۔ فخر و مباحات کرنے پر شعبہ نے معاویہ سے کہا کہ تو جاہلیت میں حقوق کو پامال کرتا تھا، اب مسلمان ہو کر بھی حق کو پامال کر رہا ہے، زمانہ جاہلیت میں وحی آسمانی سے جنگ کی، خدا نے تیری تدبیروں کو خنثی کر دیا۔ اب مسلمان ہو کر وصی رسولؐ کا حق مار لیا ہے۔ طلیق کو خلافت سے کیا سروکار۔ معاویہ نے کہا: اس بوڑھے کی عقل ماری گئی ہے۔ شعبہ نے کہا: میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا یہ بات سچ نہیں ہے کہ ہم ایک دن خدمت رسولؐ میں بیٹھے تھے کہ علیؑ آ گئے، رسولؐ نے فرمایا کہ خدا اسے قتل کرے جو تم سے جنگ کرے اور جو تم سے دشمنی کرے خدا اس سے دشمنی کرے۔ یہ سن کر معاویہ نے بات بدل دی۔ (۳)

۱۔ مروج الذہب ج۲ص۷۹ (ج۳ص۵۳)؛ جمہرۃ الخطب ج۱ص۲۵۷ (ج۱ص۴۴۵نمبر۳۴۲)

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج۶ص۴۲۴) ج۲۴ص۹۰نمبر۲۸۸۱)؛ تہذیب تاریخ ابن عساکر (ج۶ص۴۲۶)

۳۔ الآغانی ج۳ص۱۸ (ج۳ص۱۲۳)؛ الاصابہ (ج۲ص۴۳نمبر۳۲۲۵)

معاویہ انصاف کی ترازو پر

قسم ہے حق کی! ان مقتدر گواہیوں میں سے کوئی ایک ہی گواہی معاویہ کی اوقات پہچنوانے کے لئے کافی ہے جب کہ گواہوں کی فہرست میں مقتدر صحابائے کرام اور صدر اول اسلام کی اہم ترین شخصیات ہیں۔ صحابائے کرام کو تمام اہلسنت عادل و ہدایت یافتہ مانتے ہیں۔ اہم تریں شخصیتوں کے تقدس اور پرہیز گاری کا سبھی اقرار کرتے ہیں۔ انھیں گواہوں میں، زبان رسولؐ سے خلیفہ برحق اور لسان قرآنی سے مطہر و معصوم کا لقب پائے ہوئے مولائے کائنات بھی ہیں۔

ان گواہیوں میں معاویہ کی اوقات کا جو رسوا گر نقشہ پیش کیا گیا ہے اس کی روشنی میں وہ شخص ہدایت کا اندھا اور خواہشات کا بندہ تھا، ضلالت و گمراہی کی طرف کشاں کشاں کھنچتا گیا اور اس نے جو کچھ بھی اپنے مشرک آباء واجداد کی سراسر پیروی کی، چنانچہ اب اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لعین بن لعین، فاجر بن فاجر، منافق بن منافق، طلیق بن طلیق، خود بت اور بتوں کا پجاری، کم ظرف منافق، دل کا، عقل کا کمزور، ذلیل بودہ اپنے اندھے پن میں مگن، ضلالتوں کی تاریکی میں سرگرداں، بدعتی خواہشات کا رسیا، ضلالت میں غوطہ زن، نہ تو اسے قرآن سے واسطہ تھا نہ اس کے احکام سے نتیجہ میں وادی ضلالت میں باطل پرست شخص ٹا یک ٹوئیاں مارتا رہا، حق کا احمق اور اجالوں کا منحوس بدکار، اس کی بزم میں شرفاء ذلیل ہوتے تھے اور بردبار لوگ اسکے اختلاط سے پچھتاتے تھے، کلیجہ چبانے والی کا چھوکرا، بدزبان جھوٹا، گمراہی کا لیڈر، دشمن رسولؐ، ہمیشہ خدا و سنت رسولؐ اور قرآن نیز مسلمانوں سے دشمنی نکالتا رہا، بدعت اور نئی ڈگر ایجاد کرنے والا شخص، اسلام اس سے خوف زدہ تھا، دھوکے باز بدکار اسکی مثال شیطان کی ہے جو آگے پیچھے، دائیں بائیں سے لوگوں کو بہکاتا ہے، نہ اسے سبقت اسلامی حاصل ہوئی اور نہ اسلامی صداقت، کتاب

خدا کو ظلم سے پس پشت ڈال دیا، بچپن میں بدترین تھا، جوانی اور بڑھاپے میں اسکی بدمعاشیاں بڑھتی ہوئی انتہا کو پہنچ گئیں، اسلام میں کراہت سے داخل ہوا اور خوشی خوشی نکل گیا، نہ ایمان میں پیش قدمی کی نہ نفاق کو چھپایا، خدا اور رسولؐ سے برسر پیکار رہا، مشرکوں کا پٹھو تھا، جب دیکھ لیا کہ خدا نے اسلام کو برتری دیدی تو خوف زدہ انداز میں بارگاہ رسولؐ میں اسلام قبول کر لیا، بعد رسولؐ بھی اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتا رہا، سنگدل احمقوں کو بہکا کر دوزخ میں جھونک رہا اور ابدی ذلت سے دوچار کیا، اسلام لانے کے بعد بھی اسکی کارستانیاں شرک کے زمانہ میں کم نہیں تھیں۔

ان گواہیوں نے معاویہ کی تاریک زندگی کو واضح کر دیا ہے۔ اب اس کے نظائر پیش کئے جاتے ہیں:

ا۔ معاویہ اور شراب

ا۔ مسند امام احمد بن حنبل میں بطریق عبداللہ بن بریدہ نقل ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ معاویہ کے یہاں گیا، ہم لوگوں کے لئے دستر خوان بچھا اور کھانا لایا گیا، جب کھا چکے تو شراب آئی اور معاویہ نے پی کر میرے والد کی طرف بڑھائی۔ میرے والد نے کہا کہ جب رسولؐ خدا نے شراب حرام کی میں نے اس منحوس چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ معاویہ نے کہا کہ میں جوانی میں قریش کا رنگین چھوکرا تھا، خوش خوراک بھی تھا، جوانی سے آج تک مجھے سب سے زیادہ شراب و کباب اور اچھی صحبت ہی سے رغبت رہی۔ (۱)

۲۔ تاریخ بن عساکر میں بطریق عمیر بن رفاعہ مروی ہے کہ عظیم بدری صحابی جو کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنے پر رسولؐ خدا کے ہاتھوں بیعت کر چکے تھے حضرت عبادہ بن صامت، شام میں راستہ چل رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ شراب سے بھری اونٹوں کی قطار جا رہی ہے۔ پوچھا: یہ کیا ہے، کیا زیتون ہے؟ کہا گیا: نہیں بلکہ اونٹوں پر مشکوں میں بھری ہوئی شراب ہے۔ یہ سن کر بازار میں ایک شخص سے تلوار لیکر تمام

ا۔ مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۷ (ج ۶ ص ۴۷۶ ح ۲۲۴۳۲)

مشکیں پھاڑ ڈالیں تو فلاں شخص نے ابو ہریرہ کے ذریعہ جو وہیں شام میں تھے، پیغام کہلوایا کہ اپنے بھائی کو روکئے وہ بازار کے ذمی تاجروں کے اجناس برباد کر رہے ہیں، مجلس میں بیٹھ کر صرف ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور تنقید کرتے ہیں۔ ابو ہریرہ عبادہ کے پاس گئے اور سمجھایا کہ تمھیں معاویہ سے کیا مطلب؟ وہ جو جی چاہے کرے کیوں کہ خدا فرماتا ہے کہ ہر شخص اپنے کئے کا جواب دہ ہے۔ عبادہ نے فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ رسولؐ کے ہاتھ پر یہ کہہ کر بیعت نہیں کی تھی کہ ہر دکھ سکھ میں خدا اور رسولؐ کی اطاعت کریں گے اور کسی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ میں نے بیعت پر عمل کیا ہے، اب جو بیعت توڑے گا اس کا وبال اسی کی گردن پر ہوگا۔ یہ سن کر ابو ہریرہ کی بولتی بند ہوگئی۔ (۱)

۳۔ اسی تاریخ میں ہے کہ عبادہ نے معاویہ کے انطرطوس کے محل کے قریب لوگوں کو خطاب کیا کہ ہم نے رسولؐ کے ہاتھوں پر کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی بیعت کی تھی۔ ہاں کل مقداد بن اسود ایک خچر ہنکاتے ہوئے لائے، جس پر شراب بار تھی اور اس کے ساتھ قافلہ تھا۔ لوگوں سے خطاب کیا کہ لوگو! اس میں شراب بار ہے، اب تمھیں اس محل والے سے لین دین حرام ہے۔ اتنے میں ایک شخص نے مقداد سے لیکر وہ خچر معاویہ کے محل میں پہونچا دیا کہ آپ کی چیز حاضر ہے۔ (۲)

۴۔ عبداللہ بن حارث بن امیہ معاویہ سے ملنے ایک وفد کے ساتھ گئے۔ معاویہ نے انکی بڑی آؤ بھگت کی، لپٹا کے سر کا بوسہ لیا اور پوچھا: کیا کچھ باقی رہ گیا ہے؟ عبداللہ نے کہا: خدا کی قسم! میرا تمام خیر و شر رخصت ہو چکا ہے۔ معاویہ نے کہا: بلکہ خیر کم گیا ہے اور بہت زیادہ شر باقی رہ گیا ہے۔ اب ہمارے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟ کہا کہ اگر تم اچھا کام کروگے تو تمھاری ستائش نہیں کرونگا اور برا کام کروگے تو مذمت کرونگا۔ معاویہ نے کہا: بخدا! یہ تم نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ جواب دیا کہ تمہارے ساتھ ہم نے کب انصاف کیا ہے۔ خدا کی قسم میں نے ہی تمھارے بھائی حنظلہ کا سر پھاڑا تھا۔ نہ اس کا

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۱ (ج ۲۶ ص ۱۹۸۔ ۱۹۷ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۶)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۳ (ج ۲۶ ص ۲۰۰ نمبر ۳۰۷۱)

جرمانہ ادا کیا نہ اسکا کوئی بدلہ مجھ سے لے سکا۔ پھر دونوں میں لپاڈگی ہونے لگی اور معاویہ ہنستے رہے۔(۱)

۵۰۔ ابن عساکر اور مسند ابو سفیان میں ہے(۲) کہ عثمان کے زمانے میں معاویہ شام کے گورنر تھے۔ عبدالرحمٰن بن سھل کسی جہاد میں غیر ملک جاتے ہوئے شام پہونچے۔ ایک دن شراب سے بھری مشکوں کی قطار دیکھی جو معاویہ کے محل میں جارہی تھی، اٹھ کر نیزے سے تمام مشک پھوڑ دی۔ معاویہ کے ملازموں نے ان سے مذاحمت کی اور معاویہ سے شکایت کی۔ معاویہ نے کہا: اس بوڑھے کی عقل ماری گئی ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا: ہر گز نہیں بلکہ ہمیں رسولؐ نے تاکید کی ہے کہ اپنے پیٹ میں شراب نہ جانے دینا۔ بخدا! اگر زندہ رہا اور معاویہ کو دیکھ لیا تو اس پیٹ پھاڑ دونگا یا جان دیدونگا۔(۳)

شاید لوگ سمجھتے ہوں کہ تخت خلافت پر شراب خواری کا پاپ یزید نے ایجاد کیا ہے لیکن انصاف کی بات تو یہ ہے کہ بدکار و شراب خوار ماں باپ کے پوت یزید سے ایسی ہی گستاخیاں سرزد ہونی چاہئیں۔ اسے یہ پاپ اس کے اباء و اجداد سے ملا تھا، اس کے باپ نے شراب کا عوام میں رواج پھیلایا اور پھر اسکی تمام تر کوشش تھی کہ کوئی زبان تنقید دراز نہ کرے۔ تنقید کرنے والے کو ذلیل کرتا تھا۔ ایک بار تقریر میں رسولؐ کا تذکرہ کئے بغیر ابوبکر و عمر و عثمان کا ذکر کیا اور کہا کہ عثمان مجھ سے بہتر تھے اور میں اپنے بعد کے خلفاء سے بہتر ہوں، لوگو! میں تمھارا محافظ ہوں۔ عبادہ بن صامت نے کھڑے ہو کر کہا کہ تم نے تو اپنی جنت جلا ڈالی۔ معاویہ نے کہا: پھر میں تمھیں جہنم سے نجات دیدوں؟ عبادہ نے کہا: اسی لئے اس سے بھاگتا ہوں۔ معاویہ نے کہا: اس کو پکڑو۔ عبادہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ہم لوگوں نے رسولؐ کے ہاتھ پر زنا و چوری نہ کرنے اور خدا کے معاملہ میں ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی بیعت کی تھی، تم نے رسولؐ سے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۳۴ (ج ۲۷ ص ۳۱۲)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر) ج ۱۲ ص ۹۴)؛ الاصابہ ج ۲ ص ۲۹۱

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۲۴ ص ۴۱۹ نمبر ۳۸۲۸)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۴ ص ۲۶۳)

۳۔ الاصابہ ج ۲ ص ۴۰۱؛ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۹۲ (ج ۶ ص ۱۷۳)؛ استیعاب ج ۲ ص ۴۰۱ (القسم الثالث ص ۸۳۶ نمبر ۱۴۲۴)؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۹۹ (ج ۳ ص ۴۵۸ نمبر ۳۳۲۲)

کہا: مجھے اس سے معاف رکھئے۔ تو پھر گیا ہے، میں اسی پر باقی ہوں۔ اب مجھے صرف خدا کا ڈر ہے تجھ سے کیا ڈروں گا۔ (۱)

ایک بار فرار طاعون پر تقریر کی تو عبادہ نے کہا: تیری ماں تجھ سے بہتر جانتی ہے۔ (۲) پھر تلخ کلامی کے بعد کہا: جہاں معاویہ رہے گا میں وہاں ہرگز نہ رہوں گا۔ اس نے عثمان کو شکایت لکھ بھیجی کہ شام میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ عثمان نے کہا: مدینہ بھیج دو وہاں عثمان نے کہا: تمھیں اس سے کیا مطلب؟ عبادہ نے کہا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو برائی کا حکم دیں گے اچھائی سے روکیں گے، تم انکی اطاعت نہ کرنا۔ اپنی جان کی قسم! معاویہ بھی انھیں میں ہے۔ عثمان کی بولتی بند ہوگئی۔ (۳)

معاویہ کے باپ ابوسفیان بھی شراب کے رسیا تھے۔ ابومریم سلولی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شراب پی کر سمیہ کے ساتھ زنا کیا تھا۔ اسطرح معاویہ کا تمام گھرانہ بدکار و شراب خوار تھا۔ جب کہ رسولؐ خدا نے شراب اور شرابی دونوں پر لعنت کی ہے۔ (۴)

اس موضوع پر بے شمار احادیث ہیں مثلاً شرابی گویا بت کا پجاری ہے۔ (۵) تین افراد پر جنت حرام ہے۔ دائم الخمر، عاق والدین اور وہ دیوث جو اپنی زوجہ کے زنا کا اقراری ہو۔ (۶) جس نے شراب پی اس سے نور ایمان نکل گیا۔ شرابی کو صمیم جہنم پلائی جائے گی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۳ (ج ۲۶ ص ۲۰۰۔ ۱۹۹ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۲۶ ص ۱۹۵ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۶)

۳۔ مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۵ (ج ۶ ص ۴۴۳ ح ۲۲۶۳/ ۲۲۲۶۳)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۲ (ج ۲۶ ص ۱۹۸ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۷)۔

۴۔ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۱ (ج ۳ ص ۳۲۶ ح ۳۶۷۴/)؛ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۷۴ (ج ۲ ص ۱۱۲۲ ح ۳۳۸۰/، ۳۳۸۱)؛ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۶۷ (ج ۳ ص ۵۸۹ ح ۱۲۹۵/)؛ مستدرک حاکم ج ۴ ص ۱۴۴، ۱۴۵ (ج ۴ ص ۱۶۱ ح ۷۲۲۸/، ۷۲۲۹)؛ مسند احمد ج ۲ ص ۷۱ (ج ۲ ص ۱۸۴ ح ۵۳۶۷/، ۵۳۶۸)

۵۔ سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۱۱۲۰ ح ۳۳۷۵/)؛ صحیح ابن حبان (ج ۱۲ ص ۱۶۷ ح ۵۳۴۷/)؛ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۰۴ (ج ۳ ص ۲۵۵)؛ نصب الرایۃ ج ۴ ص ۲۹۸

۶۔ المعجم الاوسط (ج ۳ ص ۲۲۰ ح ۲۴۶۴/)؛ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۰۴ (ج ۳ ص ۲۵۷)

۲۔ معاویہ کی سود خوری

۱۔ امام مالک ونسائی نے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے سونے کا پیالہ زیادہ قیمت پر بیچا۔ ابودرداء نے ان سے کہا کہ چیزوں کو انکی اصلی قیمت پر فروخت کرو۔ معاویہ نے کہا: میری نظر میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ ابودرداء نے کہا کہ اب کوئی مجھ سے معاویہ کی کیا صفائی دیگا کہ میں تو رسول کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور یہ اپنی شخصی رائے ٹھونک رہا ہے۔ اب جہاں تو رہے گا میں ہرگز نہ رہوں۔ گا پھر آ کر حضرت عمر سے شکایت کی تو انھوں ۔ نے اس سے منع کیا۔ صحیح مسلم، مسند احمد، سنن نسائی، موطا مالک اور ابن عساکر میں اسکو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ (۱) جبکہ سود کا حرام ہونا ضروریات دین میں ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ رسولؐ خدا نے سود خور پر لعنت کی ہے۔ (۲) اور سود کھانے والے کو ماں کے ساتھ زنا کرنے کے مترادف کہا ہے۔ (۳)

علامہ امینی نے چھبیس سے زیادہ احادیث نقل کی ہیں لیکن معاویہ نے تو حرام رسول کو حلال کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اسی لئے جاحظ نے فقط اس لئے کافر کہا ہے کہ اس نے سنت رسولؐ کی مخالفت کی اور زیاد کو بھائی بنایا۔

۳۔ معاویہ نے سفر میں پوری نماز پڑھی

طبرانی واحمد نے سند صحیح کے ساتھ عبادہ بن عبداللہ بن زبیر کی روایت نقل کی ہے کہ معاویہ حج کے

۱۔ صحیح مسلم ج ۵ ص ۴۳ (ج ۳ ص ۳۹۸ کتاب المساقات)؛ موطا ج ۲ ص ۵۹ (ج ۲ ص ۶۳۴ ح ۳۳/۳۳) مسند احمد ج ۵ ص ۵۱۹ (ج ۶ ص ۴۳۶ ح ۲۲۲۱۷/۱۷) سنن نسائی ج ۷ ص ۲۷۷، ۲۷۹ (ج ۴ ص ۲۹، ۳۰ حدیث ۶۱۵۹، ۶۱۶۴) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۷، ۲۸۰ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۳۹ (ج ۳ ص ۲۲۶) تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۰۶، ۲۱۲ (ج ۲۶ ص ۱۷۶ نمبر ۳۰۷۱) مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۱ ص ۳۰۲، ۳۰۷

۲۔ صحیح مسلم ج ۵ ص ۵۰ (ج ۳ ص ۳۰۷ حدیث ۱۰۵۔۱۰۶) سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۸۳ (ج ۳ ص ۲۴۴ حدیث ۳۳۳۳) سنن ترمذی (ج ۳ ص ۵۱۲ حدیث ۱۲۰۶) المحلی ج ۸ ص ۴۶۸ (مسئلہ ۱۴۷۹) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۴۰ (ج ۲ ص ۷۶۴ حدیث ۲۲۷۷) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۵، ۲۸۵ تیسر الوصول ج ۱ ص ۶۸ (ج ۱ ص ۸۳ حدیث ۱)

۳۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۱۷ شعب الایمان بیہقی (ج ۵ ص ۲۹۹ حدیث ۶۷۱۵)

لئے گئے، ہم نے مکہ میں ان کے ساتھ ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی پھر وہ دار الندوہ میں قیام کے لئے چلے گئے۔ لیکن عثمان پوری نماز پڑھتے تھے، جب بھی مکہ آتے ظہر وعصر وعشاء پوری پڑھتے۔ جب معاویہ نے دو رکعت پڑھی تو مروان اور عمرو بن عثمان نے معاویہ سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ نے اپنے چچیرے بھائی کا عیب بری طرح واضح کر دیا ہے۔ کیوں کہ وہ مکے میں ظہر وعصر وعشاء پوری پڑھتے ہیں اور آپ نے قصر پڑھی۔ معاویہ نے کہا: ہم نے تو رسولؐ خدا اور عمر وابو بکر کے ساتھ قصر ہی نماز پڑھی تھی۔ یہ لوگ بولے کہ لیکن عثمان تو پوری پڑھتے ہیں اگر ان کی مخالفت کرو گے تو انکا عیب واضح ہوگا نتیجہ یہ ہوا کہ جب معاویہ نے عصر کی نماز پڑھی تو چار رکعت ہی پڑھائی۔ (۱)

ذرا بنی امیہ کے ان چھوکروں کو دیکھئے کہ اس بات کا اقرار بھی ہے کہ رسولخداؐ اور ابو بکر وعمر قصر ہی پڑھتے تھے لیکن چونکہ عثمان نے یہ بدعت ایجاد کر دی ہے لہذا خدا اور رسولؐ کا حکم پس پشت ڈال دیا گیا۔ دین وایمان کے ساتھ یہ گستاخی کہ حکام اسلامی میں بھی اپنی خواہش نفس سے کھلواڑ کر رہے ہیں۔ جگر خوارہ کے فرزند کو دیکھئے کہ وہ شرابی وسود خور عمل رسولؐ کا اقرار کر کے اس میں تبدیلی کر رہا ہے کہ چچیرے بھائی نے تبدیلی کر دی ہے۔ مروان جو ملعون، ملعون زادہ، چھپکلی، چھپکلی بچہ سنت میں تبدیلی کا حکم دے رہا ہے اور عثمان کے پوت بھی۔ جب کہ ابن عمر سے مروی حدیث ہے کہ: **الصلوۃ فی السفر رکعتان من خالف السنہ فقد کفر** ''سفر میں نماز دو رکعت ہے جو اس کی مخالفت کرے وہ کافر ہو گیا''۔

(آفریں ہے ایسے خلیفہ اور مسلمانوں کو!)

۴۔ عیدین میں اذان کی بدعت

زہری کا بیان ہے کہ زمانہ رسولؐ، زمانہ عمر وبکر وعثمان میں کبھی عید کی اذان نہیں ہوئی لیکن معاویہ نے شام میں اور حجاج نے مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں یہ بدعت رائج کی۔ (۲)

۱۔ مسند احمد (ج ۵ ص ۵۸ ح ۱۶۴۱۵)؛ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۶

۲۔ کتاب الام ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۳۵

ابن حزم نے المحلی (۱) میں لکھا ہے کہ امویوں نے عیدین میں تاخیر کے خیال سے خطبہ عید پہلے اور اذان واقامت کی بدعت ایجاد کی۔ بحرالزخار (۲) میں ہے کہ عیدین میں اذان واقامت نہیں ہے لیکن بروایت سعید ابن مسیب اسے معاویہ نے ایجاد کیا۔ ''فتح الباری (۳)'' میں ہے کہ اذان واقامت ایجاد کرنے والے کے بارے میں اختلاف ہے سعید وزھری کہتے ہیں کہ معاویہ نے ایجاد کیا، حصین بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ زیاد نے بصرے میں ایجاد کیا، داؤدی کہتے ہیں کہ مروان نے۔ لیکن چونکہ یہ سب معاویہ کے گورنر تھے اور اسی نے یہ بدعت کی لہذا سب نے اس کی پیروی کی۔ (۴)

شوکانی نیل الوطار (۵) میں لکھتے ہیں کہ کتاب مغنی ابن قدامہ (۶) میں ہے کہ ابن زبیر نے عیدین میں اذان واقامت کہی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ زیاد نے، اور ابن مسیب کا بیان ہے کہ معاویہ نے یہ بدعت کی۔

ائمہ مذاھب کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ اذان واقامت صرف نماز پنجگانہ میں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بھی یہی ہے وہ کہتے ہیں کہ پیش نماز مؤذن کو حکم دے کہ الصلوۃ جامعہ پکارے یا وقت نماز ہو گیا یا آؤ نماز کے لئے اگر حی علی الصلوۃ بھی کہے تو کوئی حرج نہیں لیکن چونکہ یہ جزو اذان ہے اس لئے نہ کہنا بہتر ہے۔ اس سلسلہ میں احادیث بے شمار ہیں۔ جابر ابن عباس، عبدالرحمٰن بن عابس، عبداللہ بن عمر، براء بن عاذب، ابورافع وغیرہ سے مروی روایات ہیں کہ حدیث رسولؐ ہے کہ عیدین کی نماز بغیر اذان و اقامت پڑھنی چاہئے۔ (۷)

۱۔ المحلی ابن حزم ج۵ ص۸۲ ۔۔۔ ۲۔ البحر الزخار ج۳ ص۵۸

۳۔ فتح الباری ج۲ ص۳۶۲ (ج۲ ص۴۵۲، ۴۵۳)

۴۔ ارشاد الساری ج۲ ص۲۰۲ (ج۲ ص۶۷۴ ح/۹۶۰)؛ اوائل سیوطی ص۹؛ المصنف ابن ابی شیبہ (ج۲ ص۱۶۹)

۵۔ نیل الاوطار ج۳ ص۳۶۴ (ج۳ ص۳۳۶) ۔۔۔ ۶۔ المغنی (ج۲ ص۲۳۵)

۷۔ صحیح بخاری ج۲ ص۱۱۱ (ج۱ ص۳۳۲ ح/۹۳۵)؛ صحیح مسلم ج۳ ص۱۸، ۱۹ (ج۲ ص۲۸۴، ۲۸۵ ح/۴، ۷)؛ سنن نسائی ج۳ ص۱۸۲ (ج۱ ص۵۴۴ ح/۱۷۶۲)؛ سنن دارمی ج۱ ص۳۷۵، ۳۷۷؛ زاد المعاد ابن قیم ج۱ ص۱۷۳ (ج۱ ص۱۲۲)؛ سنن ابو داؤد ج۱ ص۱۷۹ (ج۱ ص۲۹۸ ح/۱۱۴۸)؛ سنن ترمذی ج۳ ص۴ (ج۲ ص۴۱۳ ح/۵۳۲)؛ مسند احمد ج۵ ص۹۲، ۹۴، ۹۵، ۹۸، ۱۰۷ (ج۶ ص۹۶ ح/۲۰۳۶، ص۱۰۱ ح/۲۰۳۷۴، ص۱۰۲ ح/۲۰۳۸۴، ص۱۰۸ ح/۲۰۴۲۵، ص۱۲۱ ح/۲۰۵۲۴)؛ فتح الباری ج۲ ص۳۶۲ (ج۲ ص۴۵۲)؛ سنن بیہقی ج۳ ص۲۸۴؛ المحلی ج۵ ص۸۵؛ شرح موطا زرقانی ج۱ ص۳۲۲

یہ مسلّم اور واضح شریعت تھی اور اس پر رسولؐ خدا، عمر، ابوبکر و عثمان نے عمل کیا لیکن اس منافق نے شریعت کو اپنے من مانے ڈھنگ سے برتنے میں ذلیل گستاخی کر ڈالی۔

۵۔ معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھائی

جنگ صفین کے بعد ایک کوفہ کا باشندہ اپنے اونٹ پر سوار دمشق پہونچا۔ ایک شامی نے اس سے جھگڑا کر لیا اور کہا کہ یہ اونٹنی میری ہے، اس نے جنگ صفین میں مجھ سے ہتھیا لیا تھا۔ یہ معاملہ معاویہ کے پاس پہونچا۔ اس شامی نے پچاس گواہیاں گزار دیں کہ یہ اونٹنی اس شامی کی ہے۔ معاویہ نے فیصلہ کر دیا کہ یہ اونٹنی اسی شامی کی ہے۔ اس وقت کوفی نے احتجاج کیا کہ اے معاویہ! خدا تمھاری اصلاح کرے یہ اونٹنی نہیں اونٹ ہے۔ معاویہ نے کہا کہ اب تو میں نے فیصلہ کر دیا۔ جب مجمع چھنٹ گیا تو کسی کو بھیج کر کوفی کو بلوایا اور پوچھا: اونٹ کی کیا قیمت تھی؟ اس کی قیمت دیکر اور بھی حسن سلوک کیا۔ اور کہا: جا کر علیؑ سے کہہ دینا کہ میں ان سے جنگ کیلئے ایک لاکھ ایسے ہی افراد کی فوج لیکر آ رہا ہوں جنھیں اونٹ اور اونٹنی کی تمیز نہیں۔

تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ جنگ صفین کی طرف جاتے ہوئے معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھا دی۔ شامیوں نے عمرو عاص کی یہ بات بھی تسلیم کر لی کہ عمار یاسر کے قاتل حضرت علیؑ ہیں کیوں کہ وہی اپنی مدد کے لئے میدان میں لائے تھے۔ پھر انھوں نے علیؑ پر سب وشتم کی طویل زمانے تک بدعت ایجاد کی جس میں بچے جوان ہوئے اور بوڑھے مر گئے۔ (۱)

مسعودی کی اس تاریخ سے ہمیں معاویہ کی کئی شرمناک بدعتوں کا پتہ ملتا ہے مثلاً حضرت علیؑ پر سب وشتم کی رسم جاری کرنا، علیؑ کو قاتل عمار کہنا جب کہ حدیث رسولؐ ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کریگا۔ شامیوں نے انھیں قتل کیا اور عمرو عاص نے تاویل کر دی کہ قاتل عمار تو علیؑ ہیں وہی میدان میں لائے۔ اسی تاریخ سے شامیوں کی عقل اور دینداری کا بھی پتہ چلتا ہے جس کا مظاہرہ معاویہ نے کیا کہ یہاں کے لوگوں میں

۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۷۲ (ج ۳ ص ۴۲)

اونٹ واونٹنی کا امتیاز نہیں وہ حق کو کیا پہچانیں گے۔ حضرت علیؑ جو امام برحق تھے ان جنگ کی اور الزام لگایا کہ وہی عثمان کے قاتل ہیں۔ اس قسم کی بے شمار عیاریاں ہیں۔

مجھے اس پر حیرت نہیں کہ معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھادی حالانکہ جمعہ کی نماز کا وقت جمعہ کے دن زوال کے وقت ہے اور اس پر بے شمار احادیث رسولؐ ہیں۔ (۱) بلکہ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ شامیوں نے بھی بدھ کے دن جمعہ کی نماز بخوشی پڑھ لی۔ حالانکہ حدیثوں میں ہے کہ بدھ کا دن نحس ترین دن ہے۔ (۲) کیا اس نحوست کو نماز جمعہ پڑھ کے ختم کیا جاسکتا ہے؟

۶۔ جمع بین الاختین کی بدعت

ابن منذر نے قاسم بن محمد کا بیان نقل کیا ہے کہ ایک قبیلے کے کچھ لوگوں نے معاویہ سے پوچھا کہ کیا ایک ہی شخص دو حقیقی بہنوں کو کنیزی میں رکھ کے مباشرت کرسکتا ہے؟ معاویہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ جب نعمان نے یہ بات سنی تو معاویہ سے پوچھا: کیا تم نے ایسا ایسا فتویٰ دیا ہے۔ معاویہ نے کہا: ہاں۔ پوچھا: تو پھر اگر وہ ایک کو آزاد کرکے اس سے شادی کرلے تو جائز ہوگا؟ یہ سن کر معاویہ نے کہا: اوہ! اب میں سمجھا، ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ ایسا نہ کریں کیوں کہ جائز نہیں اور کہا کہ اپنائیت کا حکم آزاد و کنیز سب کے لئے ہے۔ (۳)

اصل میں یہ جہالت عثمان سے ہوئی تھی (۴) جسے میں نے آٹھویں جلد میں بیان کیا ہے۔ پھر یہ

۱۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۹ (ج ۲ ص ۲۶۶ ح ۳۱/۳۲،۳۱)؛ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۰، ۱۹۱؛ مسند احمد (ج ۴ ص ۲۸۱ ح ۱۴۳۰/)؛ سنن نسائی (ج ۱ ص ۵۲۷ ح ۱۶۹۹/)؛ المحلی ج ۵ ص ۴۴؛ کنز العمال (ج ۸ ص ۳۷۱ حدیث ۲۳۳۱۴)

۲۔ ثمار القلوب ص ۵۲۱، ۵۲۲ (ص ۶۴۹، ۶۵۰ نمبر ۱۰۹۴)

۳۔ در منثور ج ۲ ص ۱۳۷ (ج ۲ ص ۴۷۷)

۴۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۶۳، ۱۶۴؛ احکام القرآن جصاص ج ۲ ص ۱۵۸ (ج ۲ ص ۱۳۱)؛ المحلی ابن حزم ج ۹ ص ۵۲۲؛ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۳۵۹ (ج ۱ ص ۴۹۶)؛ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۱۷ (ج ۵ ص ۷۷)؛ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۴؛ تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۵۶ (ج ۱ ص ۳۴۲)؛ در منثور ج ۲ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۴۷۶)؛ موطا (ج ۲ ص ۵۳۸ ح ۳۴/)؛ کتاب الام شافعی (ج ۵ ص ۳)؛ المصنف عبد الرزاق (ج ۷ ص ۱۸۹ ح ۱۲۷۲۸/)؛ مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۴ ص ۱۶۹)؛ فتح القدیر شوکانی ج ۱ ص ۴۱۸ (ج ۱ ص ۴۵۳)

بدعت عام طور سے جہالت میں رائج ہوگئی۔ اور معاویہ نے چچیرے بھائی کی پیروی میں یہ فیصلہ دیا۔

۷۔ قصاص کے معاملہ میں بدعت

ضحاک نے کتاب الدیات میں محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا ذمیوں کی دیت عہد رسولؐ میں کتنی تھی؟ جواب دیا: تم نے ایسی بات پوچھی ہے جس کا جاننے والا مجھ سے بہتر اب کوئی نہیں۔ عہد رسولؐ اور خلفاء ثلاثہ کے زمانے میں ایک ہزار دیت تھی۔ معاویہ نے اسے پانچ سو دینار کر دیا اور پانچ سو بیت المال میں جمع کرانے لگے۔(۱)

بیہقی بھی اسی کی نشان دہی کرتے ہیں۔ پھر عمر بن عبدالعزیز نے معاویہ والی بیت المال کی رقم کو ختم کیا۔(۲)

جوہر النقی میں بھی ہے کہ عہد رسولؐ و خلفاء میں مسلمان کے برابر ہی ذمیوں کی دیت تھی۔ معاویہ نے کہا کہ جس طرح مقتول پر مصیبت آئی ہے اسی طرح حکومت بھی پریشان ہوئی ہے اس لئے اسے نصف کر کے بیت المال میں شامل کر لیا۔(۳) تاریخ بن کثیر میں بھی یہی ہے۔(۴)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ آٹھویں جلد میں ہم نے تشریح کر دی ہے کہ زہری کا یہ دعویٰ کہ دیت کی رقم ایک ہزار تھی یہ قطعی غلط ہے۔ ابوحنیفہ کے علاوہ اس کا کوئی قائل بھی نہیں ہے۔ سب سے پہلے ایک ہزار کی رقم عثمان نے معین کی۔(۵) کچھ بھی ہو اس سلسلہ میں معاویہ نے تین بدعتیں کیں: "۱۔ دیت کی رقم ایک ہزار معین کی ۲۔ آدھا حصہ بیت المال میں رکھ لیا اور آدھا مقتول کو دیا۔ دوسرا حصہ بیت المال میں ناجائز طریقہ سے رکھ لیا"۔ معاویہ نے یا تو جہالت میں یا ذاتی رائے اور اپنے خواہش نفس سے ایسا

۱۔ الدیات ص ۵۰ ۲۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۰۲

۳۔ جوہر النقی مطبوع در ذیل سنن بیہقی (ج ۸ ص ۱۰۲)

۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۸۴ حوادث ۶۰ھ)

۵۔ الدیات ص ۶۷

کیا۔ یا ان کے نزدیک احکام الٰہی کی کوئی وقعت نہیں تھی حالانکہ کہ ایسے افراد کے لئے قرآن نے ناک رگڑنے اور سخت سزا دینے کا اعلان کیا ہے۔

۸۔ نماز میں مسنون تکبیروں کو ترک کیا

طبرانی و ابن ابی شعبہ نے ابوہریرہ و سعید بن میتب سے نقل کیا ہے کہ تکبیر مسنون کو سب سے پہلے معاویہ نے ترک کیا۔ (۱)

ابوعبید کہتے ہیں کہ زیاد نے ترک کیا۔ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں کہ اس میں کوئی تضاد نہیں کیوں کہ پہلے عثمان نے ترک کیا اور ان کے عامل معاویہ و زیاد نے یہی کیا۔ (۲)

وسائل الی مسامرۃ الاوائل میں ہے کہ معاویہ نے سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد بغیر تکبیر کہے سجدہ کیا۔ (۳) پھر زیاد نے اس کی پیروی کی۔ (۴)

شافعی کتاب الام میں لکھتے ہیں کہ انس کا بیان ہے کہ معاویہ نے مدینہ میں نماز پڑھائی اور حمد سے پہلے بسم اللہ کہی پھر دوسرا سورہ نہیں پڑھا، مسنون تکبیریں بھی ترک کر دیں۔ نماز کہ بعد مہاجرین و انصار نے ہنگامہ کیا کہ معاویہ تم نے نماز میں چوری کی یا بھول گئے؟ دوبارہ معاویہ نے پڑھائی تو سورہ بھی پڑھا اور مسنون تکبیریں بھی کہیں۔ (۵) ''یہی روایت بحر الزخار کے مطابق انتصار میں بھی ہے'' (۶)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ شروع سے جز و سورہ رہا اور اس پر امت کی مداومت رہی چنانچہ معاویہ کے ترک کرنے پر مہاجرین و انصار برس پڑے۔ نظر انداز کرنے

۱۔ فتح الباری ج۲ ص۲۱۵ (ج۲ ص۲۷۰)؛ تاریخ الخلفا ص۱۳۷ (ص۱۸۷)؛ نیل الاوطار ج۲ ص۲۶۶ (ج۲ ص۲۶۸)؛ شرح موطا زرقانی ج۱ ص۱۴۵ (ج۱ ص۱۵۹ ح۱۶۳)

۲۔ فتح الباری ج۲ ص۲۱۵

۳۔ الوسائل الی مسامرۃ الاوائل ص۱۵

۴۔ نیل الاوطار شوکانی ج۲ ص۲۶۶

۵۔ کتاب الام ج۱ ص۹۳ (ج۱ ص۱۰۸)

۶۔ البحر الزخار ج۱ ص۲۴۹

کی ابتداء معاویہ نے کی۔اب رہ گئیں مسنونہ تکبیریں تو یہ بھی سنت رسولؐ سے ثابت ہیں جو صحابہ میں عام طور سے معروف تھا اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔اس سلسلہ میں چند روایات دیکھئے:

ا۔مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے علیؑ کے پیچھے نماز پڑھی اور عمران نے بھی۔آپ سجدہ کے قبل تکبیر کہتے اور سجدہ کے بعد تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے۔ختم نماز کے بعد عمران کے ہاتھ تھام کر کہا: میں نے آج رسولؐ کی طرح نماز پڑھی یا آپ نے مجھے رسولؐ کی نماز یاد دلا دی۔(۱)

۲۔ابو ہریرہ بھی اسی طرح ہمیشہ نماز پڑھتے تھے۔(۲)

۳۔عکرمہ سے مروی ہے میں نے ایک شخص کو رکن و مقام کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا جب وہ جھکتا، اٹھتا تو تکبیر کہتا۔ میں نے ابن عباس سے بیان کیا تو انھوں نے ڈانٹا: تیری ماں نہ رہے۔ارے یہی تو رسولؐ کی واقعی نماز ہے۔ایک دوسری روایت میں عکرمہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک مکہ کے بوڑھے کے پیچھے نماز پڑھی، اس نے پوری نماز میں بائیس (۲۲) تکبیریں کہیں۔میں نے ابن عباس سے کہا کہ وہ احمق تھا۔یہ سن کر ابن عباس نے عکرمہ کو ڈانٹا: تیری ماں تیرے ماتم میں روئے، اب یہی تو رسولؐ کی واقعی نماز ہے۔(۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امویوں نے سنت شریفہ کو اس قدر بدل دیا تھا کہ جو بھی واقعی سنت پر

ا۔صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷، ۷۰ (ج ا ص ۲۷۲ ح ۷۵۳/، ص ۲۸۴ ح ۷۹۲/)؛ صحیح مسلم ج ۲ ص ۸ (ج ا ص ۲۷۴ ح ۳۳/ کتاب الصلاۃ)؛ سنن ابو داؤد ج ا ص ۱۳۳ (ج ا ص ۲۲۱ ح ۸۳۵/)؛ سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۴ (ج ا ص ۲۲۷ ح ۶۶۹/)؛ البحر الزخار ج ۲ ص ۲۵۴؛ مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۱، ۴۴۰، ۴۴۴ (ج ۵ ص ۵۹۰ ح ۱۹۳۳۹/، ص ۵۹۳ ح ۱۹۳۵۹/، ص ۵۹۷ ح ۱۹۳۸۰/، ص ۶۰۹ ح ۱۹۴۵۰/، ص ۶۱۶ ح ۱۹۴۹۳/)

۲۔صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷، ۵۸ (ج ا ص ۲۷۲ ح ۷۵۲/، ص ۲۷۶ ح ۷۷۰/)؛ صحیح مسلم ج ۲ ص ۷ (ج ا ص ۲۷۳ ح ۲۷/)؛ سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۱، ۲۳۵ (ج ا ص ۲۴۷ ح ۷۴۱/)؛ سنن ابو داؤد ج ا ص ۱۳۳ (ج ا ص ۲۲۱ ح ۸۳۶/)؛ سنن داری ج ا ص ۲۸۵؛ المدونہ الکبری ج ا ص ۷۳ (ج ا ص ۷۱)؛ نصب الرایہ ج ا ص ۳۷۲؛ البحر الزخار ج ۲ ص ۲۵۵

۳۔صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷، ۵۸ (ج ا ص ۲۷۲ ح ۷۵۴/، ۷۵۵)؛ مسند احمد ج ا ص ۲۱۸ (ج ا ص ۳۶۱ ح ۱۸۸۹/)؛ البحر الزخار ج ۲ ص ۲۵۵

عمل کرتا تھا اسے احمق کہا جاتا تھا۔ معاویہ اور اس کے جرگوں نے کس قدر دین خدا کے ساتھ کھلواڑ کیا تھا کہ میلانات وخواہشات ہی دین بن گئے تھے۔

اس کے علاوہ ابن مسعود، ابوموسیٰ اشعری، ابوسعید خدری، ابو مالک اشعری، حضرت علیؑ سے بھی روایات ہیں کہ رسولؐ خدا تکبیرات مسنونہ ترک نہ فرماتے تھے۔(۱) چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ نماز میں اٹھتے بیٹھتے اور رکوع وسجود کے قبل وبعد تکبیر کہا کرو۔(۲)

۹۔علیؑ کی ضد میں اللھم لبیک کہنا چھوڑ دیا

سنن نسائی (۳) وبیہقی (۴) سعید بن جبیر ابن عباس کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ عرفہ میں تھے۔ پوچھا: سعید میں لوگوں سے تلبیہ نہیں سن رہا ہوں کیا بات ہے؟ میں نے کہا: لوگ معاویہ سے ڈرتے ہیں۔ تو پھر ابن عباس اپنے خیمے سے نکلے اور چلا رہے تھے ''لبیک اللھم لبیک ''۔ چاہے معاویہ کی ناک رگڑی جائے۔ خدایا! ان پر لعنت کر کہ انھوں نے بغض علیؑ میں سنت کو ترک کر دیا ہے۔(۵)

اس سنت مسلمہ کو صحیح بخاری، المحلی، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، دارمی، بیہقی، کتاب الام فتح الباری (۶) وغیرہ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی بنیاد پر ائمہ فقہ نے تلبیہ نہ چھوڑنے کا فتویٰ دیا

۱۔صحیح بخاری ج ۳ ص ۷۰ (ج ۱ ص ۲۷۱ ح ۷۵۱)؛ سنن دارمی ج ۱ ص ۲۸۵؛ سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۵، ۲۳۰، ۲۳۳ (ج ۱ ص ۲۲۸ ح ۶۷۰، ص ۲۴۴ ح ۷۲۸/ ص ۲۴۵ حدیث ۷۳۵)؛ المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۷۱؛ نصب الرایۃ ج ۱ ص ۳۷۲؛ بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۰۷؛ البحر الزخار ج ۲ ص ۲۵۴

۲۔المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۷۲ (ج ۱ ص ۷۰)

۳۔سنن نسائی ج ۵ ص ۲۵۳ (ج ۲ ص ۴۱۹ ح ۳۹۹۳/)

۴۔سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۳

۵۔کنز العمال (ج ۵ ص ۱۵۴ ح ۱۲۴۲۸/، ۱۲۴۳۰)

۶۔صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۰۹ (ج ۲ ص ۶۰۵ ح ۱۶۰۱/)؛ صحیح مسلم ج ۴ ص ۷۱ (ج ۳ ص ۱۰۴ ح ۲۶۷/ ـ ۲۶۶ کتاب الحج)؛ سنن ترمذی ج ۴ ص ۱۵۰ (ج ۳ ص ۲۶۰ ح ۹۱۸/)؛ سنن نسائی ج ۵ ص ۲۶۸، ۲۷۵، ۲۷۶ (ج ۲ ص ۴۳۵ ح ۴۰۶۱/، ص ۴۴۰ ح ۴۰۸۵/، ص ۴۴۱ ح ۴۰۸۷/، ۴۰۸۸)؛ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۴۴ (ج ۲ ص ۱۰۱۱ ح ۳۰۴۰/)؛ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۷ (ج ۲ ص ۱۶۳ ح ۱۸۱۵/)؛ کتاب الام ج ۲ ص ۱۷۴ (ج ۲ ص ۲۰۵)؛ سنن دارمی ج ۲ ص ۶۲؛ سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۱۲، ۱۱۹؛ مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۶ (ج ۱ ص ۳۷۴ ح ۱۹۸۷/)؛ فتح الباری ج ۳ ص ۴۲۰ (ج ۳ ص ۵۳۲) بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۵۴

ہے۔(۱)

یہ مسلمہ سنت سلف وخلف میں رائج رہی۔ لیکن معاویہ نے بغض علیؑ میں اس سنت کو ترک کر دیا۔ اب یہ فیصلہ ناظرین پر ہیکہ حج کے موقع پر ابن عباس کی لعنت دشمن علیؑ کے لئے کیا مطلب رکھتی ہے۔

توجہ طلب:

امویوں کی یہ بدعت بعد میں مزید اسقدر ترقی کر گئی کہ شیعوں کی ضد میں رفع ید بھی چھوڑ دیا گیا۔ شیخ محمد بن عبدالرحمان دمشقی اپنی کتاب رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ (۲) میں لکھتے ہیں کہ سنت ہیکہ قبر کو مسطح بنایا جائے اور یہی شافعی کا مذہب ہے لیکن ابوحنیفہ اور امام مالک اور احمد کہتے ہیں کہ کوبڑ اٹھانا مسطح بنانے سے بہتر ہے کیونکہ مسطح میں شیعوں کی شباہت ہوتی ہے۔ غزالی اور ماوردی بھی یہی کہتے ہیں۔

مصنف ہدایہ کہتے ہیں کہ شرعی حکم ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنی جائے لیکن چونکہ شیعہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں اسلئے بائیں ہاتھ میں پہننا اولی ہے۔ ربیع الابرار (۳) میں ہیکہ سب سے پہلے معاویہ نے بائیں ہاتھ مین انگوٹھی پہنی۔ حافظ عراقی (۴) کہتے ہیں کہ عمامہ کا شاخہ شریعت میں ہیکہ داہنی سمت رکھنا چاہئے، نہیں بلکہ بائیں جانب رکھنا چاہئے کہ اسمیں برکت وفضیلت ہے۔ میں نے صرف طبرانی کی ایک ضعیف روایت میں دیکھا ہے کہ دائیں طرف رکھنا چاہئے... بہرحال چونکہ شیعہ بائیں طرف رکھتے ہیں اس لئے ان کی شباہت اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

تفسیر زمخشری میں ہے کہ آیہ "ھو الذی یصلی علیکم" اور فرمان رسول آل ابی اوفی پر صلوات سے ثابت ہے کہ مؤمنوں پر صلوات پڑھنا جائز ہے۔ لیکن علماء میں اختلاف یہ ہے کہ اگر مثلاً

۱۔ المحلی ج ۷ ص ۱۳۵، ۱۳۶

۲۔ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ مطبوع بر حاشیہ المیز ان شعرانی ج ۱ ص ۸۸

۳۔ ربیع الابرار (ج ۴ ص ۲۴)

۔ شرح المواہب زرقانی ج ۵ ص ۱۳

کہا جائے کہ صلی اللہ علی النبی وآلہ تو جائز ہے لیکن اگر صرف اہل بیت پر صلوات پڑھی جائے تو مکروہ ہے کیوں کہ اس سے رافضی ہونے کا اتہام لگ سکتا ہے۔ اور حدیث رسولؐ ہے کہ جو شخص خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے تہمت کی جگہوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔(۱)

منہاج ابن تیمیہ میں ہے کہ شیعوں کی شباہت پر فقہاء کا فیصلہ ہے کہ مستحبات کو ترک کر دینا چاہئے کیوں کہ اس سے سنی اور رافضی کا فرق ختم ہو جائے گا اور اپنی شناخت باقی رکھنے کی مصلحت استحباب کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ پھر انھوں کفار کی شباہت پر بحث کی ہے۔(۲)

شیخ اسمٰعیل بروسی لکھتے ہیں کہ عاشور کے دن صدقہ وصوم اور نیک کام کرنا مستحب ہے اور کسی مؤمن کو یزید ملعون اور رافضیوں کی شباہت یا خوارج کی شباہت اختیار نہ کرنا چاہئے۔ یعنی نہ اس دن عید منائے نہ ماتم کرے۔ چنانچہ جس نے عاشور کو سرمہ لگایا اس نے یزید کی شباہت اختیار کی حالانکہ اساسی لحاظ سے اس دن سرمہ لگانا اچھا کام ہے کیوں کہ بدعتیوں کا عمل چھوڑنا سنت ہے مثلاً دائیں ہاتھ میں انگوٹھی سنت ہے لیکن اب بدعتیوں کا شعار ہے اس لئے بائیں ہاتھ میں پہننا چاہئے۔(۳)

اور جو شخص عاشور کے دن مقتل حسینؑ پڑھے اس نے رافضیوں کی شباہت اختیار کی خاص طور سے رونے رلانے والی روایات پڑھنا۔

کتاب ''کراھیت قھستانی'' میں ہے کہ اگر مقتل حسینؑ پڑھنا چاہے تو پہلے مقتل صحابہ کو پڑھ لے تاکہ رافضیوں سے شباہت نہ ہو جائے۔ حجۃ الاسلام غزالی کہتے ہیں کہ واعظ غیر واعظ پر حرام ہے مقتل حسینؑ پڑھنا یا ان واقعات کا بیان کرنا جو صحابہ کے درمیان عناد اور اختلاف واضح کرتے ہیں کیوں کہ اس سے لوگوں میں صحابہ کا عناد پنپتا ہے اور صحابہ پر تنقید کی جاتی ہے۔ صحابہ میں جو اختلاف ہوا اس کی توجیہ کرنا چاہئے کہ انھوں نے اقتدار کی ہوس یا دنیا پرستی میں نہیں کیا بلکہ ان سے خطائے اجتہادی ہوئی۔

۱۔ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۴۳۹ (ج ۳ ص ۵۵۸)

۲۔ منہاج السنۃ ج ۲ ص ۱۴۳ (ج ۲ ص ۱۴۷)

۳۔ تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۱۴۲

ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں کہ ”درود و سلام غیر انبیاء کے متعلق“ اختلاف کے بارے میں ہے۔ ہر انسان خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ پڑھ سکتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ بطور تبعی رسولؐ کے بعد کسی پر صلوات پڑھی جاسکتی ہے۔ لیکن کسی ایک تنہا شخص پر صلوات جائز نہیں کیوں کہ یہ شیعوں کا شعار ہے۔ اس بات کو نووی نے شیخ ابو محمد جوینی سے نقل کیا ہے۔(۱)

۱۰۔ نماز سے قبل خطبہ کی بدعت

زرقانی شرح موطا میں (۲) باب خطبہ عیدین قبل صلوٰۃ قائم کر کے لکھتے ہیں کہ صحیحین (۳) میں ابن عباس کا بیان ہے کہ ہم نے زمانہ رسولؐ و ابوبکر و عمر میں عید کی نماز پڑھی، سبھی نماز کے بعد خطبہ پڑھتے تھے۔ لیکن سب سے پہلے مروان نے قبل نماز خطبہ شروع کیا۔ (طارق) اور حسن بصری کہتے ہیں کہ عثمان نے یہ بدعت جاری کی، انھوں نے دیکھا کہ لوگ نماز میں پہنچ نہیں پاتے ہیں اس لئے پہلے خطبہ پڑھا پھر نماز پڑھی۔ لیکن مروان وغیرہ کی مصلحت دوسری تھی وہ غیر مستحق لوگوں کو گالیاں دیا کرتا تھا اور بعض کی ضرورت سے زیادہ ستائش کرتا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے یہ بدعت ایجاد کی۔ قاضی عیاض نے اسے لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے قابل تأمل ہے۔ کیوں کہ ابن عباس اور ابن عمر کی روایت کے مقابل صحیحین کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

شافعی نے ابن عباس کی کی روایت نقل کی ہے کہ یہ بدعت جاری رہی یہاں تک کہ معاویہ کا زمانہ آ گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان نے معاویہ کی پیروی میں یہ بدعت جاری کی کیوں کہ وہ گورنر مدینہ تھا۔ (۴)

۱۔ فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۴۲ (ج ۱۱ ص ۱۷۰)
۲۔ شرح الموطا ج ۱ ص ۳۲۴ (ج ۱ ص ۳۶۳ ح ۴۲۹)
۳۔ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۳۳۷ ح ۹۱۹)؛ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۳ ح ۱ کتاب صلاۃ العیدین
۴۔ کتاب الام (ج ۱ ص ۲۳۵)

عبدالرزاق (۱) نے معاویہ اور ابن سرین نے زیاد کا نام لیا ہے۔ پھر قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ان دونوں روایات میں منافات نہیں کیوں کہ یہ دونوں معاویہ کے گورنر تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے یہ بدعت ایجاد کی اور اس کے گورنروں نے اس کی تقلید کی۔ (۲)

۱۱۔ حد خداوندی کا ترک

ماوردی لکھتے ہیں کہ معاویہ کے سامنے چند چور پیش کئے گئے انھوں نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ آخری چور نے ہاتھ کٹنے کے بعد اشعار پڑھنا شروع کر دیا: میرے داہنے ہاتھ کو مت کٹوایئے کیوں کہ یہ پاک صاف ہے۔ میری زندگی تباہ و برباد ہو جائے گی۔ معاویہ نے اس سے پوچھا: تیرے ساتھیوں کے ہاتھ کاٹ چکا ہوں تیرے ساتھ کیا کروں؟ چور کی ماں نے کہا: امیر المومنین! یہ گناہ بھی توبہ سے دھل جاتا ہے۔ معاویہ نے یہ سن کر چھوڑ دیا۔ یہ تاریخ اسلام کا اولین حادثہ تھا کہ اجرائے قانون اسلام سے صرف نظر کیا گیا۔ (۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس چور میں کیا خصوصیت تھی کہ حکم قرآنی کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ حکم ہے کہ چور مرد ہو یا عورت اس کے ہاتھ کاٹ دو پھر یہ کہ جو خداوندی حدود سے تجاوز کرے وہ ظالم ہے۔ معاویہ قیامت میں کس کی پناہ پکڑیں گے حدود خداوندی ضائع کر کے۔ واہ! اگر ہر گناہ کو توبہ سے وابستہ سمجھ کے کر لیا جائے تو اسلام اور معاشرے کی تباہی۔ کچھ نہیں یہ سب شریعت کے ساتھ کھلواڑ ہے اور بس۔

۱۔ المصنف (ج۳ ص۲۸۴ ح/۵۶۳۶)

۲۔ محاضرة الاوائل ص۱۴۴ (الاوائل ابن ہلال عسکری ص۱۲۵)

۳۔ احکام سلطانیہ ماوردی ص ۲۱۹ (ج۲ ص ۲۲۸)؛ البدایة والنہایة ج۸ ص ۱۳۶ (ج۸ ص ۱۴۵ حوادث ۶۰ھ)؛ محاضرة سکتواری ص۱۶۴

۱۲۔ معاویہ ناجائز لباس پہنتا تھا

ابوداؤد لکھتے ہیں کہ مقدام بن معدی اور عمر بن اسود نمائندے بن کر معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے کہا: حسنؑ تو انتقال کر گئے۔ پھر کہا: تم تو اسے مصیبت کہتے ہوگے؟ مقدام نے کہا: میں کیوں نہ مصیبت سمجھوں جب کہ حدیث رسولؐ ہے حسنؑ مجھ سے ہے اور حسینؑ علیؑ سے ہے۔ پھر فرمایا کہ میں آج تمھارا دماغ جھنجھنا کے رہوں گا۔ میرے سوال کا جواب دو کہ کیا تم نے حدیث رسول سنی ہے کہ ریشم کا استعمال ناجائز ہے؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: یہ حدیث بھی سنی ہے کہ درندوں کی کھال استعمال کرنا حرام ہے؟ کہا: ہاں۔ مقدام نے کہا: اے معاویہ! میں تمھارے گھر ان دونوں چیزوں کا استعمال دھڑلے سے دیکھ رہا ہوں۔ معاویہ نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ تم سے بچوں گا نہیں۔ (۱)

جو شخص خلاف شرع کاموں کا اقراری ہو اسے طاغوت ہی تو کہا جائے گا؟

۴۴ھ کا سنگین ترین جرم ''زیاد'' کو اپنا بھائی بنایا

ضروریات اسلام میں سے ہے کہ لڑکا اس کا کہا جائے گا جس کے فرش پر وہ پیدا ہو۔ اور زانی کی سزا سنگ سار ہے۔ (۲) لیکن ۴۴ھ میں جگر خوارہ کے فرزند نے اس سنت رسولؐ کے خلاف بدعت کا ارتکاب کیا۔ امت اسلامی اس حکم رسولؐ پر متفق ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے سے منسوب کرے اس پر جنت حرام ہے۔ (۳) اور رسولؐ خدا نے اس پر لعنت کی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسے کافر بھی کہا گیا ہے۔ اور اس سے اسلام کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس پر قیامت تک لعنت ہوتی رہے گی۔

۱۔ سنن ابوداؤد ج۲ ص۱۸۶ (ج۴ ص۶۸ ح/۴۱۳۱)؛ مسند احمد ج۴ ص۱۳۰ (ج۵ ص۱۱۸ ح/۱۶۷۳۸)

۲۔ صحیح بخاری ج۴ ص۱۹۹ (ج۶ ص۲۴۹۹ ح/۶۴۳۲ کتاب الفرایض)؛ صحیح مسلم ج۱ ص۴۷۱ (ج۳ ص۲۵۶ ح/۳۷ کتاب الرضاع) سنن ترمذی ج۱ ص۱۵۰؛ ج۲ ص۳۴ (ج۳ ص۴۶۳ ح/۱۱۵۷)؛ سنن نسائی ج۲ ص۱۱۰ (ج۳ ص ۳۷۸ ح/۵۶۷۶، ۵۶۷۷)؛ سنن ابی داؤد ج۱ ص۳۱۰ (ج۲ ص۲۸۲ ح/۲۲۷۳)؛ سنن بیہقی ج۷ ص۴۰۲، ۴۱۲

۳۔ مسند احمد ج۵ ص۳۸، ۴۶ (ج۶ ص۱۷ ح/۱۹۸۸۳؛ ص۲۹ ح/۱۹۹۵۳)؛ سنن بیہقی ج۷ ص۴۰۳

لیکن معاویہ کی خود پرستانہ سیاست میں اپنی آنکھ کان بند کر کے زیاد کو ابوسفیان زنا کار کا فرزند قرار دے دیا چوں کہ زیاد اچھا سیاست داں اور دوستداران امیر المومنینؑ کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔(۱)

زیاد ایک قبیلہ ثقیف کے آزاد شدہ شخص عبید نام کے بستر پر پیدا ہوا اور ناپاک طریقے پر اس کی تربیت ہوئی۔ معاویہ کے بھائی بنانے سے پہلے وہ زیاد ابن عبید ثقفی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس بدعت کے بعد زیاد ابن ابوسفیان کہا جانے لگا۔ خود معاویہ نے امام حسنؑ کے زمانہ میں زیاد کو جو خط لکھا تو اسے زیاد ابن عبید ہی لکھا تھا۔(۲) اور اموی حکومت کے ختم ہونے کے بعد اسے زیاد ابن ابیہ کہا جاتا تھا یا زیاد ابن امیہ یا زیاد ابن سمیہ کہا جاتا تھا۔ سمیہ ایران کی ایک دیہاتی عورت تھی۔ وہ دہقان بیمار ہوا تو حارث ابن کلدہ نامی ڈاکٹر کو علاج کے لئے لایا گیا۔ علاج کے بعد اس دیہاتی نے سمیہ کو اسے بخش دیا۔ حارث نے سمیہ کی شادی اپنے رومی غلام عبید سے کر دی جس سے زیاد پیدا ہوا۔ جب بڑا ہوا تو اپنی کمائی سے اپنے باپ عبید کو ہزار درھم میں آزاد کرالیا۔ اسکی ماں سمیہ طائف کی مشہور جھنڈے والی عورت تھی۔

ابوعمر اور ابن عساکر نے روایت لکھی ہے کہ حضرت عمر نے یمن کی شورش دبانے کے لئے زیاد کو مامور کیا۔ جب وہ وہاں سے واپس آیا تو اس نے ایسی ہوشمندانہ باتیں کیں جو عربوں کے لئے اجنبی تھیں عمرو عاص نے کہا: بخدا! اگر یہ غلام قریشی ہوتا تو عربوں کی سرداری کرتا۔ ابوسفیان نے کہا: بخدا! میں جانتا ہوں اس کے ماں کے رحم میں کس نے نطفہ ڈالا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا: میں نے، عمرو عاص نے کہا: ابوسفیان چپ رہو اگر عمر نے سن لیا تو تمھیں سنگ سار کریں گے۔

۱۔ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۴۴۷ ح/۱۹۴۸)؛ صحیح مسلم (ج ۳ ص ۲۵۶ ح/۳۶ کتاب الرضاع)؛ سنن ابو داؤد (ج ۴ ص ۳۳۰ ح/۵۱۱۵)؛ سنن ترمذی (ج ۳ ص ۴۶۳ ح/۱۱۵۷)؛ سنن نسائی (ج ۳ ص ۳۷۸ ح/۵۶۷۶)؛ مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۶، ۱۸۷ (ج ۵ ص ۴۰۴ ح/۱۷۴۱۳۔۱۷۴۱۱)؛ مسند طیالسی ص ۱۶۹ (ح/۱۲۱۷)؛ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۱، ۲۲ (ج ۳ ص ۴۳، ۴۷ ح/۱)؛ سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۰۳؛ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۳ (ج ۲ ص ۸۷۰ ح/۲۶۱۱)؛ تاریخ بغداد (ج ۲ ص ۳۴۷ (نمبر ۸۴۹)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۶۸ (ج ۱۶ ص ۱۸۲ کتاب/۴۴)

ابوسفیان نے کہا: مجھے دشمن کا خوف تو ہے۔ یہی سبب تھا کہ معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔(۱)

عقد فرید(۲) میں ہے کہ عمر کے حکم سے زیاد نے بہترین تقریر کی تو ابوسفیان نے حضرت علیؑ سے کہا کہ یہ آپ کے چچیرے بھائی کا نطفہ ہے۔ ''بنی امیہ اور بنی ہاشم کو بھائی کہا گیا'' حضرت نے پوچھا: وہ کیسے؟ جواب دیا: میں نے اس کے ماں کے رحم میں نطفہ ڈالا تھا۔ آپ نے پوچھا: پھر اسکے باپ ہونے کا دعویٰ کیوں نہیں کرتے؟ جواب دیا کہ عمر کی بے عزتی سے ڈرتا ہوں۔ معاویہ نے اسی بنیاد پر حکم رسولؐ کے خلاف زیاد کو اپنا بھائی بنالیا: سمجھ میں نہیں آتا کہ زیاد کی طرح عمر و عاص کو بھی اپنا بھائی کیوں نہ بنالیا؟ کیوں کہ جس دن عمرو پیدا ہوا تھا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میں نابغہ کے رحم میں نطفہ ڈالا تھا۔ اس کی کنجوسی کی وجہ سے نابغہ نے ابوسفیان کے بجائے عمرو کو عاص کے حوالے کر دیا۔ حسان ابن ثابت نے دو شعر میں عمرو عاص سے کہا ہے کہ بے شک تیرا باپ ابوسفیان ہے۔

ہر آبرو باختہ زنا کار جو سمیہ، نابغہ، ہند، حمامہ، زرقہ اور دیگر فاحشہ عورتوں سے وابستہ ہونے کا دعویٰ کر کے زیاد، عمرو، معاویہ، ابوسفیان اور مروان کے باپ ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

جس زمانے میں حضرت علیؑ کی طرف زیاد گورنر تھا تو معاویہ نے اسے خط لکھا تھا: تم جس جڑ سے ہو مجھے معلوم ہے۔ اس کے جواب میں زیاد نے لوگوں کے سامنے تقریر کی کہ جگر خوارہ کے فرزند پر مجھے انتہائی تعجب ہے۔ جو منافقین کا سردار بھی ہے اور میرے حضرت علیؑ سے وابستہ ہونے پر مجھے دھمکیاں دے رہا ہے۔

جب زیاد کے بھائی ابوبکر کو معلوم ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنالیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اس شخص نے اپنی ماں کے زانی ہونے کا اقرار کیا ہے اور اپنے باپ سے الگ ہو گیا........ جب معاویہ کے زمانہ میں زیاد نے حج کیا اور مدینہ آیا تو زوجہ رسولؐ ام حبیبہ سے ملاقات کرنی چاہی لیکن ام حبیبہ نے

۱۔ الاستیعاب ج۱ص ۱۹۵ (القسم الثانی ص ۵۲۵ نمبر ۸۲۵)؛ تاریخ ابن عساکر ج۵ ص ۴۱۰ (ج۱۹ص ۱۷۵ نمبر ۲۳۰۹)؛ مختصر ابن عساکر (ج۹ص ۷۶)

۲۔ العقد الفرید ج۳ص ۳ (ج۵ص ۶)

اس سے پردہ کرلیا۔

استیعاب میں عبدالرحمٰن ابن حکم کی معاویہ سے نوک جھونک بھی نقل ہے اور اس کے چار شعر نقل کئے ہیں کہ کوئی معاویہ سے کہہ دے تو کیسے راضی ہوگیا کہ اپنے باپ کو زانی کہے، کوئی تیرے باپ کو شریف کہتا ہے تو تجھے غصہ آجاتا ہے۔ ان شعروں کو دوسروں سے بھی منسوب کیا گیا ہے۔ (۱) زیاد کے استلحاق پر دوسروں نے بھی طبع آزمائی کی ہے۔

ابن عساکر اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابوسفیان طائف پہنچا تو ایک شراب خانے میں پہنچ کر اسکے مالک ابومریم سلولی سے شراب مانگ کر پی۔ پھر کوئی عورت رات گزارنے کے لئے طلب کی، اس نے کہا: ایک بدبودار عورت سمیہ ہی ہے جو عبید کی بیوی ہے۔ ابوسفیان نے کہا: اگرچہ اس کے پستان بڑے ہیں اور بغل سے بدبو آرہی ہے لیکن اسی کو لے آؤ۔ پھر اس سے زیاد پیدا ہوا اور معاویہ نے اپنا بھائی ہونے کا دعویٰ کیا۔

ابن عساکر ہی نے ابن سیرین سے اور انھوں نے ابوبکرہ سے روایت کی ہے کہ زیاد نے ابوبکرہ سے کہا: تم دیکھ رہے ہو کہ امیرالمومنین معاویہ کے میرے متعلق کیا ارادے ہیں۔ حالانکہ میں عبید کا فرزند اور اس سے مشابہ ہوں اور رسولؐ خدا کی حدیث بھی ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے سوا دوسرے سے اپنے کو منسوب کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لیکن اسی زیاد نے ایک سال کے بعد اپنے کو ابوسفیان کا فرزند ہونے کا دعویٰ کیا۔ محمد بن اسحاق کہتا ہے کہ میں ابوسفیان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں زیاد نمودار ہوا ابوسفیان نے کہا: اس کی ماں پر افسوس ہے، کیا ہوجائے گا اگر کسی کو بعنوان پدر دعویٰ کردے۔ (۲)

جناب معاویہ کی بیعت کرلی گئی تو زیاد اس کے پاس گیا اور مصالحت کرلی کہ دو لاکھ درہم معاویہ اس کو دیا کریں گے۔ وہاں سے نکلا تو مصقلہ بن ھبیرہ شیبانی سے ملاقات ہوئی۔ زیاد نے اس سے کہا کہ میں

۱۔ الآغانی ج ۱۷ ص ۷۳۔۵۱ (ج ۱۸ ص ۳۰۷۔۲۶۲)

۲۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۲ (ج ۵ ص ۶۔۵)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۴۰۹ (ج ۱۹ ص ۱۷۴)؛ تہذیب تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۴۱۲)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۹ ص ۷۵)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۹۱ (ج ۲ ص ۴۷۰ حوادث ۴۴ھ)

تمھیں بیس ہزار درھم دوں گا اگر تم معاویہ سے جا کر میری طرف سے وکالت کرو کہ اگر چہ زیاد نے ایران کے بری و بحری اقتدار کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اس کے باوجود آپ سے صرف دو لاکھ پر مصالحت کر لی ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ وہ صلہ رحم برتنا چاہتا ہے اگر وہ پوچھے کہ وہ کیسے تو کہنا: چونکہ زیاد ابوسفیان کا فرزند ہے۔ مصقلہ نے یہ کارنامہ کر دکھایا۔ جب معاویہ نے دیکھا کہ زیاد خود بھائی بننے پر آمادہ ہے تو ایک بزم منعقد کر کے ابومریم سلولی کو بلوایا اور اس سے پوچھا: تم کس بات کی گواہی دیتے ہو؟ ابومریم نے گواہی دی کہ ایک دن میرے پاس ابوسفیان تشریف لائے اور شراب کے بعد عورت کے طلبگار ہوئے۔ میں نے کہا: اس وقت میرے پاس صرف سمیہ ہے۔ ابوسفیان نے کہا: اگر چہ وہ بدبودار ہے مگر لے آؤ۔ جب سمیہ اس کے کمرے سے نکلی تو اس کی شرمگاہ سے منی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ یہ سنکر زیاد نے ابومریم کو ڈانٹا: ٹھرو جی! تم گواہ بن کر آئے ہو۔ گالیاں کیوں دیتے ہو۔ اس کے بعد معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنالیا۔(۱)

عقد الفرید(۲) میں ہے کہ ابوسفیان نے جھنڈے والی سمیہ سے ہم بستری کی اور عبید کے بستر پر زیاد پیدا ہوا چونکہ زیاد پست اور پلید نسب کا حامل تھا اسلئے پچاس سال تک اپنے باپ کے نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔ اسے زیاد بن ابیہ ''یعنی زیاد اپنے باپ کا فرزند'' کہکے پکارا جاتا تھا۔ اچانک وہ بادشاہ وقت کا بھائی بن گیا۔ ایسے شخص کا فرزند کہا جانے لگا جو شریف سمجھا جاتا تھا۔ یہ بات اس لئے بھی مناسب حال معلوم ہوتی ہے کہ خود معاویہ کے متعلق قطعی طور سے ثابت نہ تھا کہ کس کا فرزند ہے۔ پانچ، چھ جاہلیت کے زناکار آدمیوں نے دعویٰ کیا اور معاویہ کی ماں ھندہ نے اسے ابوسفیان سے منسوب کر دیا۔ چونکہ معاویہ نے اسکو بے پدری کی شرمناک دلدل سے نکال لیا تھا۔ اس لئے اس نے ہر ممکن طریقے سے معاویہ کی محبت اپنی طرف مبذول کرنے کی سعی کی۔ غیرت دار مسلمانوں کو پھانسی دیکر، خاندان اہل بیتؑ کو تباہی

۱۔ تاریخ یعقوبی ج۲ ص۱۹۴ (ج۲ ص ۲۱۹)؛ مروج الذھب ج۲ ص۵۶ (ج۳ ص ۱۶)؛ تاریخ ابن عساکر ج۵ ص ۴۰۹ (ج۱۹ ص۱۷۲ نمبر ۲۳۰۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۹ ص۷۶)؛ تاریخ کامل ج۳ ص۱۹۲ (ج۴ ص۴۰ ۷حوادث ۴۴ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۴ ص۷۰ (ج۱۶ ص۱۸۷)؛ الاتحاف ص۲۲ (ص۲۶)

۲۔ العقد الفرید ج۳ ص۳ (ج۵ ص۵)

کے گھاٹ لگا کر یہ افتخار حاصل کیا۔اس کی کہنیوں تک پاکیزہ خون بھرا ہوا ہے۔چونکہ معاویہ کو اپنا سیاسی الو سیدھا کرنا تھا اس لئے اس نے اس بات کی بھی پرواہ نہ کی کہ اس کے باپ پر زنا کا شرمناک الزام لگ رہا ہے اور خلاف شریعت وسنت حرکت سرزد ہو رہی ہے۔

یونس ابن ابی عبید نے معاویہ سے کہا کہ تم نے سنت رسولؐ کے برخلاف زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ معاویہ نے کہا: پھر کہو۔اس نے دوبارہ کہا، معاویہ نے کہا: اگر تم نے آئندہ یہ بات کہی تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔(۱)

اس شخص کا ایمان تو دیکھو کہ حدیث رسولؐ کی تکرار ہو رہی ہے لیکن اپنے سیاسی فائدہ کے لئے کوئی پرواہ نہیں کرتا بلکہ قتل کی دھمکی دیتا ہے۔ارباب انصاف ہی فیصلہ کریں۔

سعید بن میتب وابن یحی کہتے ہیں کہ علانیہ حکم رسولؐ کی مخالفت سب سے پہلے اس وقت ہوئی جب زیاد کو بھائی بنایا گیا۔

ابن بجہ کہتے ہیں کہ عرب سب سے پہلی بیماری میں اس وقت مبتلاء ہوئے جب امام حسنؑ کو زہر سے شہید کیا گیا اور زیاد کو بھائی بنایا گیا۔(۲)

حسن بصری کہتے ہیں کہ معاویہ کی چار حرکتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو ان کی تباہ کاری کے لئے کافی تھیں:

۱۔اس امت پر احمقوں کو مسلط کر دینا اور مہاجرین وانصار کے مشوروں کو نظر انداز کر دینا۔

۲۔اپنے شراب اور زرق برق بیٹے کو اپنا جانشین بنانا۔

۳۔زیاد کو اپنا بھائی بنانا جب کہ حدیث رسولؐ ہے کہ لڑکا اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے سنگسار ہے۔

۱۔الاتحاف شبراوی ص۲۲ (ص ۶۷)

۲۔تاریخ ابن عساکر ج۵ ص ۴۱۲ (ج۱۹ ص ۱۷۹ نمبر ۲۳۰۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج۹ ص ۸۷)؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۱ (ص ۱۸۲)؛ اوائل سیوطی ص ۵۱

۴۔ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کا قتل کیا۔(۱)

امام حسن نے فرمایا جبکہ وہاں معاویہ، عمرو عاص، مروان موجود تھے: اے زیاد! تجھے قریش سے کیا نسبت تیری شریفانہ اصل کو تو میں جانتا ہی نہیں تیری ماں فاحشہ تھی جس سے بدکار لوگ لپٹے جب تو پیدا ہوا تو کوئی تیرے باپ کو نہ جانتا تھا۔(۲)

زیاد ایک بار معاویہ سے ملنے گیا۔ ایسے قیمتی تحفے پیش کئے کہ جسے دیکھ کر معاویہ خوش ہوگیا۔ عین اسی خوشحالی کے درمیان زیاد نے منبر پر جا کر کہا:

اے امیر المومنین! میں نے آپ کے لئے عراق کو رام کیا۔ ان سے ٹکس وصول کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ میں نے بھی اے زیاد تمھارے ساتھ کم احسان نہیں کیا۔ تمھیں ثقیف جیسے پست خاندان سے اٹھا کر قریش سے وابستگی کا اعزاز بخشا اور یہ منبر دیا۔ اب تم زیاد بن عبید سے زیاد بن حرب کہے جاتے ہو۔ معاویہ نے کہا: بیٹھ جاؤ تمھارے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں۔(۳)

محاضرۂ سکتواری میں ہے کہ سب سے پہلا حکم الٰہی جو علانیہ پامال کیا گیا وہ زیاد کو بھائی بنایا جانا تھا حالانکہ خود ابوسفیان نے نادانستگی میں یہ دعویٰ کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسکا نسب منقطع ہے لیکن جب معاویہ کو حکومت ملی تو اسے اپنا بھائی بنایا اور گورنری عطا کی، اپنے سے فریب اور قریب کیا۔ زیاد بن ابیہ جو ایک فاحشہ کا لڑکا تھا اس نے آل رسولؐ کے خلاف ہر قسم کے مظالم روا رکھے۔(۴)

حضرت عمر معاویہ کو دیکھ کر کہتے کہ یہ فرزند ابوسفیان عرب کا کسری ہے۔(۵) کیوں کہ وہ پہلا

۱۔ تہذیب تاریخ ابن عساکر ج۲ ص ۳۸۱؛ تاریخ طبری ج۶ ص ۱۵۷ (ج۵ ص ۲۷۹)؛ تاریخ کامل ج۳ ص ۲۰۹ (ج۲ ص ۴۹۹ حوادث ۵۹ھ)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۸ ص ۱۳۰ (ج۸ ص ۱۳۹ حوادث ۶۰ھ)؛ محاضرات راغب ج۲ ص ۲۱۴ (ج۲ ص ۴۸۰)

۲۔ المحاسن والمساوی بیہقی ج۱ ص ۵۸ (ص ۷۹)

۳۔ المجتنی ابن درید ص ۳۷ (ص ۴۴)

۴۔ محاضرات الاوائل سکتواری ص ۱۳۶ (اوائل ابی ہلال ص ۱۶۷)

۵۔ استیعاب ج۱ ص ۲۵۳ (القسم الثالث ص ۱۴۱۷ نمبر ۲۴۳۵)؛ اسد الغابہ ج۴ ص ۳۸۶ (ج۵ ص ۲۱۰ نمبر ۴۹۷۷)؛ الاصابۃ ج۳ ص ۴۳۴ (نمبر ۸۰۶۸)

انسان تھا کہ جس نے ایک فیصلہ رسول کو پیروں تلے روندا اور زیاد پہلا شخص تھا جس نے اہل بیت رسولؐ پر شرمناک ترین تشدد کیا۔(۱) ابوسفیان نے مجمع اصحاب میں زیاد سے اپنی لاتعلقی ظاہر کی اور اسے اسلامی میراث سے روکا۔ یہ حالت باقی رہی یہاں تک کہ معاویہ نے اسے اپنے سے قریب کر کے حکم الٰہی مسترد کیا۔(۲)

جس کی وجہ سے امت اسلامی بدترین مصیبت میں مبتلاء ہوئی۔

کسی کو جاحظ کے ان خیالات سے مجال انکار نہیں انھوں نے بنی امیہ کے متعلق اپنے رسالے میں لکھا ہے:

معاویہ نے ارباب شوریٰ اور مہاجرین و انصار پر استبدادی حکومت قائم کر دی اور جس سال کا نام اس نے عام الجماعۃ رکھا تھا اسے عام الجماعۃ کے بجائے اختلاف وقہر وغلبہ کا سال کہنا چاہئے۔ اسی سال سے امامت ایرانی ملوکیت میں بدل گئی۔ خلافت نے قیصریت کی شکل اختیار کر لی۔ اسی سال سے گمراہی اور بدکاری کا اجتماع ہوا اور بے شمار جرائم پھوٹ بہے۔ یہاں تک حکم رسولؐ ہے کہ لڑکا اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے سنگسار ہے حالانکہ امت متفق تھی کہ سمیہ نہ تو ابوسفیان کی بیوی تھی نہ اس کے بستر پر سوئی بلکہ صرف ابوسفیان نے اس سے زنا کیا تھا۔ معاویہ نے اس عمل کی تائید کر کے زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ اس طرح بدکاری کے بعد وہ کفار کے جرگے میں شامل ہوگیا۔(۳)

اگر معاویہ کے جرائم کا تجزیہ کیا جائے تو یہ جرم بہت معمولی نظر آئے گا کیوں کہ اس نے اپنے زمانہ اقتدار میں بے شمار احکام خدا و رسول کو پیروں تلے روندا، جس طرح حکم رسولؐ "الولد للفراش" کا تیا پانچا کیا۔

۱۴۔ یزید کی ولیعہدی، سنگین ترین پاپ

معاویہ کا ارباب حل وعقد، مہاجرین و انصار اور وقیع صحابہ کو نظر انداز کر کے یزید کی ولیعہدی کے

۱۔ محاضرات الاوائل سکتواری ص۱۶۴

۲۔ محاضرات الاوائل سکتواری ص۲۴۶

۳۔ رسالہ ابی جاحظ ص۲۹۳ (رسائل الجاحظ الرسائل الکلامیہ ص۲۴۱)

لئے سعی و کوشش کرنا بھیانک ترین پاپ بلکہ مجسم گناہ تھا۔ حکومت پا کے اول روز ہی سے قہر و استبداد اور شرمناک مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ مزید وہ اس فکر میں تھے کہ اپنے بعد یزید کو ولیعہد بنا دیں اور لوگوں سے اس سلسلہ میں جس طرح بھی ہو بیعت لے لیں تا کہ اموی حکومت موروثی بن کے دوامی شکل اختیار کر لے۔ سات سال تک اسکے لئے فضا ہموار کی اور اپنوں کو انعام و اکرام سے نوازتے رہے۔ (۱) کبھی دل کی بات ظاہر کی کبھی چھپائی چونکہ زیاد سخت ترین مخالف تھا۔ وہ ۵۳ھ میں چل بسا تو جعلی خط لوگوں کو دکھایا جس میں اس بات کا عہد تھا کہ معاویہ کی حکومت یزید کو ملنی چاہئے۔ مدائنی کے مطابق اس طرح وہ فضا ہموار کر رہے تھے۔ (۲)

امام حسنؑ کی زندگی تک بھی ہمت نہ ہوئی۔ ان کی شہادت کے بعد فضا ہموار کرنے لگے۔ (۳)

ابن کثیر لکھتے ہیں (۴) کہ معاویہ نے ۵۶ھ میں لوگوں کو بیعت یزید کی دعوت دی۔ اس بات کا ارادہ اصل میں مغیرہ بن شعبہ نے دل میں ڈالا تھا۔ معاویہ نے مغیرہ کو کوفے کی گورنری سے معزول کر دیا۔ مغیرہ سخت شرمندہ ہو کر یزید کے پاس پہنچا اور کہا کہ اپنی ولیعہدی کے لئے باپ پر دباؤ ڈالو۔ یزید نے باپ سے ولیعہدی کا تقاضہ کیا۔ معاویہ کو مغیرہ کی بات پسند آئی اور کوفے کی گورنری پر بحال کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اس سلسلہ میں فضا ہموار کرے۔ مغیرہ نے زیاد سے خط و کتابت کی چونکہ زیاد کو یزید کے فسق و فجور اور بدکاریوں کی اطلاع تھی۔ اس لئے مخالفت کی اور اپنے دوست عبید بن کعب کو معاویہ کے پاس بھیجا تا کہ معاویہ کو اس کام سے باز رکھے۔ یزید نے اس کے بعد عملاً اس کام سے علیحدگی اختیار کر لی۔ زیاد کی موت کے بعد معاویہ نے اس سلسلہ میں سعی شروع کر دی۔ (۵)

۱۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۳۰۲ (ج ۴ ص ۱۶۱)

۲۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۳۰۲ (ج ۴ ص ۱۶۱)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۷۰ (ج ۵ ص ۳۰۳ حوادث ۵۶ھ)

۳۔ استیعاب ج ۱ ص ۱۴۲ (القسم الاول ص ۳۹۱ نمبر ۵۵۵)

۴۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۷۹ (ج ۸ ص ۸۶ حوادث ۵۶ھ)

۵۔ تاریخ طبری (ج ۵ ص ۳۰۱ حوادث ۵۶ھ)

دوسرا رخ

اصل میں یزید کی ولیعہدی کا ڈھونگ مغیرہ نے رچایا تھا۔ معاویہ نے چاہا کہ مغیرہ کو کوفے کی گورنری سے معزول کر کے سعید بن عاص کو مقرر کر دے۔ بظاہر تو مغیرہ نے بے تعلقی ظاہر کی لیکن یزید سے چپکے سے کہا کہ تمام مہاجرین وانصار اٹھتے جارہے ہیں۔ صرف ان کے صاحب زادگان ہی باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں آپ سب سے بہتر ہیں۔ اسکی ولیعہدی کے لئے کوشش کیجئے۔ معاویہ نے پوچھا: کیا یہ ممکن ہے؟ مغیرہ نے کہا: ضرور ممکن ہے۔ پھر یزید نے اس بات کو باپ سے کہا۔ معاویہ نے اسے بلا کر پوچھا، مغیرہ نے کہا: آپ سعی کیجئے کوئی مخالفت نہ کرے گا۔ واپس آ کر مغیرہ نے لوگوں سے کہا: میں معاویہ کے پاؤں دلدل میں ڈال دئے ہیں جس سے کبھی نکل نہیں سکتے۔ امت محمدؐ کے اس زخم کا کبھی درماں نہ ہو سکے گا۔

مغیرہ نے کوفے پہنچ کر ہوا خواہان بنی امیہ کے سامنے ولیعہدی کا معاملہ رکھا، حاضرین نے اس کی بیعت کی۔ دس یا اس سے زیادہ افراد کا وفد معاویہ کے پاس بھیجا ہر ایک کو تیس ہزار دیکر موسیٰ ابن مغیرہ کو سربراہ وفد بنایا۔ وہاں معاویہ نے موسیٰ سے پوچھا: تمھارے باپ نے ان لوگوں کا مذہب کتنے میں خریدا؟ جواب دیا: تیس ہزار میں۔ معاویہ نے کہا: بہت سستا رہا۔ بعض نے وفد میں چالیس افراد بھی لکھے ہیں اور سربراہ وفد اپنے بیٹے عروہ کو بنایا تھا۔ معاویہ نے ارادہ پکا کر لیا تو زیاد کو خط لکھا۔ زیاد نے عبید کو معاویہ کے پاس بھیجا کہ اس خیال سے بعض رکھے کیوں کہ مسلمانوں کی امامت سنگین اور نازک ترین مسئلہ ہے۔ اس کام میں سستی برتنا چاہئے۔ عبید نے کہا: تم معاویہ کو اس خیال سے بعض نہیں رکھ سکتے۔ زیاد نے معاویہ کو لکھا کہ لوگ یزید کی بیعت کے مخالف ہیں، پہلے یزید کی بدکاریوں پر پابندی لگنی چاہئے۔ عبید معاویہ کے پاس آیا۔ نتیجہ میں یزید نے بہت سے سنگین پاپ کو بظاہر ترک کر دیا۔ زیاد کے مرنے کے بعد ایک لاکھ درھم عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا لیکن ابن عمر نے یہ کہہ کے انکار کر دیا کہ میرا دین اس قدر سستا نہیں ہے۔ (۱)

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۶۹، ۱۷۰ (ج ۵ ص ۳۰۳، ۳۰۱ حوادث ۵۶ھ)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۱۴، ۲۱۵ (ج ۲ ص ۵۰۹ حوادث ۵۶ھ)

شام میں بیعت یزید اور امام حسنؑ کا قتل

معاویہ کے حکم سے گورنروں کا وفد شام پہنچا۔ احنف بن قیس بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ معاویہ نے ضحاک بن قیس کو بلا کر کہا کہ جب میں منبر پر خطبہ ختم کر چکوں تب تم مجھ سے تقریر کی اجازت مانگنا۔ پھر تقریر کے درمیان یزید کی تعریف وستائش کر کے مجھ سے اس کی ولیعہدی کا مطالبہ کرنا۔ کیوں کہ میں یہ تہیہ کر چکا ہوں کہ یزید کو اپنا جانشین بنا دوں۔ اس سلسلہ میں خدا سے دعا ہے کہ بخیر معاملہ طئے پا جائے۔ پھر عبدالرحمان بن عثمان ثقفی، عبداللہ بن سعدہ فزاری، ثور بن معن سلمی اور عبداللہ بن عصام کو طلب کر کے حکم دیا کہ تم لوگ ضحاک کی تائید کرنا اور یزید کی جانشینی کا مجھ سے مطالبہ کرنا۔ (۱)

معاویہ نے تقریر کی اور جیسا کہ اس کے دل میں تھا لوگوں نے جانشینی یزید کا مطابہ کیا۔ معاویہ نے کہا کہ احنف کہاں ہے، کیا تم تقریر نہیں کرو گے؟ اس نے تقریر میں کہا کہ لوگ سخت ازمائش میں مبطلہ ہیں... اے امیرالمومنین! آپ کا چل چلاؤ ہے اس لئے غور کیجئے کہ اپنے بعد کسے اپنا جانشین بناتے ہیں؟ آپ معاشرے کے مفادات کو پیش نظر رکھئے اور دیکھئے کہ کس قدر لوگوں کی اطاعت حاصل کر سکیں گے۔ جب تک امام حسنؑ زندہ ہیں لوگ یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ (۲) یہ سن کر ضحاک نے غصہ میں کھڑے ہو کر کہا: عراق والے منافق ہیں، وہ اتحاد کے بجائے افتراق کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کا دین ان کی خواہش ہے۔

غرور و نادانی ان کا شعار ہے۔ خدا کا ذرا بھی لحاظ نہیں، ابلیس کو اپنا معبود کہتے ہیں۔ دوستوں کے لئے مفید نہیں، دشمن کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاتے، ان کی باتوں پر توجہ نہ دیجئے۔ امام حسنؑ کو بھلا ایسی خلافت سے کیا مطلب؟ معاویہ جسے چاہے اپنا جانشین بنائے۔ (۳)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۵ ما حاول معاویۃ فی بیعۃ یزید)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۷ ما قال الاحنف بن قیس)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۸ ما رد الضحاک بن قیس علیہ)

پھر احنف نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المومنین! آپ سمجھدار ہیں، آپ نے امام حسنؑ سے صلح میں کچھ عہد و پیمان کیا ہے۔ آپ عراقیوں کو زور زبردستی سے قبضہ میں نہ کر سکیں گے۔ اگر آپ نے امام حسنؑ سے بدعہدی کی تو امام حسنؑ کی پشت پر شہسواروں کی فوج ہے۔ آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ عراقی آپ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ وہ کبھی آپ کے دوست نہ ہوں گے۔ پھر یہ کہ امام حسنؑ اور ان کے والد بزرگوار حضرت علیؑ کی مدح میں آیات نازل ہوئی ہیں۔ جن کی وجہ سے لوگ ان کے دوستدار ہیں۔ جنگ صفین کے کینے آپ کے خلاف آج بھی برقرار ہیں۔ خدا کی قسم! عراق والے حضرت علیؑ سے زیادہ امام حسنؑ سے محبت کرتے ہیں۔ (۱)

پھر عبد الرحمٰن نے اٹھ کر یزید کی ستائش کی اور معاویہ کو جانشینی پر ابھارا۔ (۲) معاویہ نے کھڑے ہو کر کہا: لوگو! شیطان کے دوست اور بھائی ہیں جنھوں نے محاذ قائم کر رکھا ہے۔ انھیں کی زبان سے بولتا ہے، فتنہ و نفاق پیدا کرتا رہتا ہے۔ یہ اس وقت تک راہ راست پر نہ آئیں گے جب تک ذلت و مصیبت سے دوچار نہ ہوں۔ پھر اس نے ضحاک کو کوفہ کا اور عبد الرحمٰن کو عراق کا گورنر بنا دیا۔ اسوقت احنف بن قیس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یزید دن رات کیسی حرکتیں کرتا ہے، کہاں آتا جاتا ہے۔ لہذا خوشنودی خدا کا تقاضہ ہے کہ اس بارے میں امت سے مشورہ کر لیجئے۔ جبکہ آپ خود آخرت کا رخ کر چکے ہیں۔ یزید کے لئے دنیا مت سنواریئے۔ کیوں کہ آخرت صرف عمل صالح ہی سے سنورتی ہے۔ سمجھ لیجئے کہ اگر آپ نے یزید کو حسنؑ اور حسینؑ پر مقدم کیا، فضیلت دی حالانکہ آپ خود جانتے ہیں کہ وہ کس مرتبہ پر فائز ہیں تو پیش خدا کوئی عذر نہ تراش سکیں گے۔ ہمارا کام تو فقط یہ ہے کہ خدا کے احکام پر بے چوں و چرا عمل کریں۔ (۳)

پھر یہ کہ خود آپ نے امام حسنؑ سے عہد کیا تھا کہ خلافت میرے بعد امام حسنؑ کے سپرد ہوگی۔ اس

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۸ اما اجاب بہ الاحنف بن قیس)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۳۶ اما قال عبد الرحمٰن بن عثمان)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۴۲-۱۳۸ (ج ۱ ص ۱۴۸-۱۴۳)

لئے چاروناچار امام حسنؑ کے قتل پر آمادہ ہوگیا۔ ابوالفرج اصفہانی لکھتا ہے کہ معاویہ نے یزید کی بیعت لینی چاہی، سب سے بڑی رکاوٹ امام حسنؑ اور سعد بن وقاص تھے۔ اس لئے اس نے امام حسنؑ کو زہر دینے کی ٹھان لی۔ (۱) معاویہ کا، قاتل امام حسنؑ ہونا آگے تفصیل سے بیان ہوگا۔

عبدالرحمٰن ابن خالد اور بیعت یزید

معاویہ نے ایک دن شامیوں کے سامنے تقریر کی: لوگو! میں بوڑھا ہوگیا ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ کسی کو اپنا جانشین بنا دوں۔ تم لوگ اپنی رائے دو۔ لوگوں نے صحابی رسولؐ اور دشمن علی عبدالرحمٰن بن خالد کا نام پیش کیا۔ معاویہ کو سخت ناگوار گذرا لیکن اپنا غصہ چھپایا۔ کچھ دن بعد عبدالرحمٰن بیمار ہوئے۔ معاویہ نے اپنے یہودی طبیب ابن آثال کو بھیج کر تاکید کردی کہ شربت میں زہر گھول کر پلا دو۔ شربت پیتے ہی اس کے کلیجے کے ٹکڑے گرنے لگے اسی کے اثر سے عبدالرحمٰن مر گئے۔ کچھ دن بعد مہاجرین خالد نے گھات لگا کر رات میں اس طبیب کو قتل کر ڈالا۔

آغانی میں ہے کہ لوگوں نے مہاجر کو قید کر کے معاویہ کے سامنے پیش کیا۔ معاویہ نے پوچھا: تم نے میرا طبیب کیوں مار ڈالا؟ مہاجر نے جواب دیا: مامور کو قتل کیا ہے ابھی آمر و حاکم باقی ہے۔ ''میں نے ہتھیار کو قتل کیا ہے ابھی ہاتھ باقی ہے'' (۲)

ابوعمر لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ تفصیلی ہے میں نے مختصر لکھا ہے۔ اس واقعہ کو عمر بن شبہ نے اخبار مدینہ میں اور دیگر مؤرخین نے بھی لکھا ہے۔ یہ واقعہ ۴۶ھ میں پیش آیا یعنی یزید کے قضیہ چھڑنے کے دو سال بعد۔

۱۔ مقاتل الطالبین ص۲۹ (ص۸۰)

۲۔ استیعاب (القسم الثانی ص۸۲۹ نمبر۱۴۰۲)؛ الآغانی ج۱۵ ص۱۳ (ج۱۶ ص۲۰۹)؛ تاریخ طبری ج۶ ص۱۲۸ (ج۵ ص۲۲۷)

سعید بن عثمان

عثمان کے بیٹے سعید نے خراسان کی گورنری مانگی۔ معاویہ نے کہا: وہاں کا گورنر ابن زیاد ہے۔ سعید نے کہا: میرے باپ ہی کی وجہ سے آپ اس عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے آپ کو ان نعمتوں کا شکرادا کرنا چاہئے۔ آپ تو یزید کو میرے اوپر برتری دیتے ہیں۔ حالانکہ میرے ماں باپ اس کے ماں باپ سے افضل ہیں۔ معاویہ نے کہا: میں نے عثمان کا حق ان کی خونخواہی کا مطالبہ کر کے ادا کر دیا۔ جہاں تک ماں باپ کے افضل ہونے کا سوال تھا بخدا عثمان اور نائلہ مجھ سے اور میری بیوی سے افضل تھے۔ اب تیری برتری کی بات مہمل ہے۔ میں یزید پر تجھے برتری ہرگز نہیں دے سکتا۔ یزید نے کہا: اے امیر المومنین! یہ آپ کے چچیرے بھائی ہیں۔ آپ کو ان کے معاملہ میں غور وفکر کرنی چاہئے۔ (۱)

ابن قتیبہ کے مطابق جب معاویہ شام پہنچا۔ تو سعید جو بدمعاش اور طرار تھا۔ اس نے معاویہ سے کہا: آپ میرے یا یزید کے لئے بیعت کیوں نہیں لیتے؟ اور پھر وہ ساری باتیں جو بیان ہوئیں ان کا آپس میں مکالمہ ہوا۔ (۲) ابن عساکر کا خیال ہے کہ مدینہ والے سعید کو چاہتے تھے اور یزید سے نفرت کرتے تھے اور پھر اس سلسلہ میں ساری باتیں ہوئیں۔

بیعت یزید کے متعلق معاویہ کے خطوط

معاویہ نے مروان کو خط لکھا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اس لئے اپنے بعد اختلاف امت سے بچنے کے لئے کسی کو جانشین بنانا چاہتا ہوں۔ لیکن مدینے والوں کی رائے کے بغیر یہ بات طے نہیں پا سکتی۔ اس لئے ان لوگوں کے سامنے اس معاملے کو پیش کر کے ان کے جواب سے مطلع کرو۔ مروان نے لوگوں کو اطلاع دی۔ لوگوں نے کہا: اچھی بات ہے۔ لیکن معاویہ کو نام بھی پیش کرنا چاہئے۔ مروان نے معاویہ کو

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۷۱ (ج ۵ ص ۳۰۵ حوادث ۵۶ھ)؛ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۷۹، ۸۰ (ج ۸ ص ۸۵، ۸۶ حوادث ۵۶ھ)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۱ ص ۱۶۴)

خط لکھا تو اس نے یزید کا نام پیش کیا۔ جب یہ بات مدینے والوں کو معلوم ہوئی کہ معاویہ اپنے بیٹے یزید کو جانشین بنانا چاہتا ہے تو عبد الرحمٰن ابن ابی بکر نے تقریر کی کہ بخدا! اے مروان! تو نے غلط کہا۔ معاویہ بھی غلطی پر ہے اور تم لوگ بہترین شخص کو چھوڑ کر حکومت کو شہنشاہیت میں بدلنا چاہتے ہو۔ مروان نے عبد الرحمٰن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسی شخص کے لئے قرآن میں مذمت وارد ہوئی ہے کہ (ہر وہ شخص کہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ وائے ہو تم پر) یہ سنکر عائشہ نے پس پردہ چلا کر کہا کہ تو نے عبد الرحمان کے لئے ایسی بات کہی بخدا تو جھوٹا ہے، یہ آیت فلاں شخص کے لئے نازل ہوئی۔ البتہ تیرے اوپر رسولؐ نے بارہا لعنت کی ہے۔(۱)

امام حسینؑ نے کھڑے ہو کر معاویہ کی تجویز کی مذمت کی۔ عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن زبیر نے بھی مذمت کی۔ مروان نے یہ سارا ماجرہ معاویہ کو لکھ دیا۔ اس سے پہلے معاویہ نے اپنے گونروں کو خط لکھ کر یزید کی تعریف کے پل باندھے تھے۔

اور انہیں تاکید کی تھی کہ اس سلسلہ میں اپنے یہاں سے وفود بھیجیں۔ اس حکم کے مطابق محمد ابن عمرو مدینے سے اور احنف ابن قیس بصرے سے آیا۔ محمد نے معاویہ سے کہا کہ ہر حاکم پر ذمہ داری ہے کہ امت محمدؐ کے لئے کیسے شخص کو حاکم بناتا ہے۔ اس کی باتوں سے معاویہ سخت برہم ہوا اور واپس کر دیا۔ احنف کو حکم دیا کہ یزید کی ملاقات کے لئے جائے۔ جب وہ واپس آیا تو پوچھا: اپنے بھائی کو کیسا پایا؟

۱۔ مستدرک حاکم ج۴ ص ۴۸۱ (ج۴ ص ۵۲۸ ح/۸۴۸۳)؛ تفسیر قرطبی ج۱۶ ص ۱۹۷ (ج۱۶ ص ۱۳۱)؛ تفسیر کشاف ج۳ ص ۹۹ (ج۴ ص ۳۰۴)؛ الفائق فی غریب الحدیث ج۲ ص ۳۲۵ (ج۴ ص ۱۰۲)؛ تفسیر ابن کثیر ج۴ ص ۱۵۹؛ تفسیر کبیر رازی ج۷ ص ۴۹۱ (ج۲۸ ص ۲۳)؛ اسد الغابہ ج۲ ص ۳۴ (ج۲ ص ۲۸ نمبر ۱۲۱۷)؛ نہایہ ابن اثیر ج۲ ص ۳۴ (ج۳ ص ۳۵۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص ۵۵ (ج۶ ص ۱۵۰ خطبہ/۷۲)؛ تفسیر نیشاپوری مطبوع بر حاشیہ طبری ج۲۶ ص ۱۳ (ج۶ ص ۱۲۱)؛ الاجابۃ زرکشی ص ۱۴۱ (ص ۱۳۰، ۱۲۹ باب ۲ فصل ۸) تفسیر نسفی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن ج۴ ص ۱۳۲ (ج۴ ص ۱۴۴، ۱۴۳) الصواعق المحرقہ ص ۱۰۸ (۱۸۱) ارشاد الساری ج۷ ص ۳۲۵ (ج۱۱ ص ۶۹) لسان العرب ج۹ ص ۷۳ (ج۱۰ ص ۲۷۹) درمنثور ج۶ ص ۴۱ (ج۷ ص ۴۴۴) حیاۃ الحیوان دمیری ج۲ ص ۳۹۹ (ج۲ ص ۴۲۲) السیرۃ الحلبیہ ج۱ ص ۳۳۷ (ج۱/۳۱۷) تاج العروس ج۵ ص ۶۹ تفسیر فتح القدیر ج۵ ص ۲۰ (ج۵ ص ۲۱) تفسیر روح البیان آلوسی ج۲۶ ص ۲۰ سیرہ نبویہ زینی دحلان ج۱ ص ۲۴۵ (ج۱ ص ۱۱۷)

احنف نے جواب دیا:

میں نے اس کو عیش ونشاط میں ڈوبا ہوا الہڑ جوان ہی پایا ہے۔ کچھ دن بعد جب تمام گورنر جمع تھے معاویہ نے ضحاک ابن قیس سے کہا کہ میں کچھ تقریر کرنا چاہتا ہوں۔ جب ختم کروں تو تم مجھ سے بیعت یزید کا تقاضہ کرنا۔ معاویہ نے اپنی تقریر میں اسلامی انتظام اور احترام کی اہمیت نیز حق اور خلافت کے متعلق تقریر کی، درمیان میں یزید کا نام بھی لایا اور اس کے متعلق لوگوں کو ابھارا۔

ضحاک نے اٹھ کر حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ لوگ آپ کے بعد ایک حاکم کے محتاج ہیں اور تجربوں نے ہم کو بتایا کہ اتحاد ملت خونریزی کو روکتا ہے اور اسی میں امن وصلاح ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یزید خوش اخلاق اور نیک چلن ہے، علم، حلم اور تدبر سے بھی آراستہ ہے۔ آپ اسی کو اپنا ولی عہد بنائیں تاکہ آپ کے بعد ہمارا پشت پناہ رہے۔ عمرو ابن سعید اشدق نے بھی ایسی ہی تقریر کی۔ پھر یزید ابن مقنع نے کہا اے امیر المومنین! اگر لوگ یزید کو نہ پسند کریں گے تو تلوار کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کے لئے یہ ہے۔ معاویہ نے کہا: بیٹھ جاؤ تم شہنشاہ خطابت ہو۔

اس کے بعد تمام گورنروں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بعد معاویہ نے احنف سے رائے مانگی تو اس نے کہا کہ اگر صحیح رائے دوں تو آپ سے ڈر لگتا ہے اور غلط رائے دوں تو خدا کا ڈر ہے۔ آپ یزید کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ اس کی آمد ورفت کہاں ہے، اس کی چال ڈھال کیسی ہے؟ اگر خدا کی خوشنودی چاہتے ہیں تو اس سے باز آیئے ہم تو بہر حال آپ کی اطاعت کریں گے۔ ایک شامی نے کھڑے ہو کر کہا: پتہ نہیں یہ عراقی دیہاتی کیا بکواس کرتا ہے۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ تلوار کے زور پر آپ کی بات منوائیں۔ اس کے بعد لوگ متفرق ہو گئے۔ معاویہ نے دوستوں کو انعام و اکرام سے نوازا اور مخالفوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا۔ اس طرح زیادہ تر لوگ بیعت یزید کے لئے آمادہ ہو گئے۔ (۱)

۱۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۳۰۴۔۳۰۲ (ج ۴ ص ۱۶۳۔۱۶۱)؛ تاریخ ابن کامل ج ۳ ص ۲۱۶۔۲۱۴ (ج ۲ ص ۵۰۹ حوادث ۵۶ھ)

دوسری صورت

مؤرخین نے لکھا ہے کہ معاویہ نے شہادت امام حسنؑ کے کچھ دن کے بعد شام والوں سے یزید کی بیعت لی۔اس کی بیعت کی تمام گورنروں کو اطلاع دیدی۔مدینہ کا گورنر مروان تھا۔اسے حکم دیا کہ قریش اور تمام معززین کو بیعت یزید کے لئے آمادہ کرو۔مروان چونکہ نتیجہ جانتا تھا اس لئے پس وپیش کرنے لگا پھر معاویہ کو لکھا کہ آپ کے قوم وقبیلے کے افراد بیعت یزید سے کترا رہے ہیں۔اب اپنی رائے لکھئے تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔معاویہ نے سمجھ لیا کہ مروان ٹال مٹول کر رہا ہے۔اس لئے لکھا کہ تمھیں گورنری سے معزول اور سعید بن عاص کو متعین کیا جاتا ہے۔مروان خط پڑھتے ہی آگ بگولہ ہو گیا۔اپنے خاندان اور بنی کنانہ کو جو اس کے ننہالی رشتہ دار تھے جمع کر کے ان سے شکوہ ریز ہوا کہ بغیر کسی سے مشورہ لئے بیعت یزید کی سعی کر رہا ہے۔بنی کنانہ نے اس سے کہا کہ ہم تمھارے تیر وتلوار ہیں،تم جس سے کہو گے اس سے جنگ کریں گے۔مروان ان لوگوں کو ساتھ لے کر دمشق پہنچا۔دربان نے مروان کے ساتھ انبوہ کثیر دیکھ کر داخلے کی اجازت نہیں دی۔مروان نے دربان کی اچھی طرح پٹائی کر دی اور دربار میں داخل ہو گیا۔ اور بعنوان خلیفہ سلام کر کے معاویہ سے کہا۔پھر تقریر میں خدا کی قدرت کا تذکرہ کر کے کہا کہ کوئی بھی قدرت خداوندی سے باہر نہیں جاسکتا۔ہم نے تمہاری ہر طرح مدد کی اب تم راہ راست سے بھٹک رہے ہو۔دیکھو چھوکروں کو عنان حکومت تھما کے اسلام کی تباہی کا سامان مت کرو۔

معاویہ کو مروان کی باتوں پر غصہ تو بہت آیا لیکن غصہ کو پی کر نرمی سے مروان کا ہاتھ تھام کر بھینچا پھر کہا: خدا نے ہر حقدار کا حق معین کیا ہے۔اور تجھے معزز محترم قرار دیا ہے۔تمھارے آنے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔سر آنکھوں پر رہو۔تم میرے بعد دوسرے نمبر کے آدمی ہو۔پھر اسے اور تمام وفد کے ارکان کو انعام وجائزہ سے نوازہ اور مروان کا ہزار دینار مشاہرہ معین کر دیا۔سب کو ایک ایک لاکھ فوراً عطا فرمایا۔

سعید بن عاص کے نام معاویہ کا خط

معاویہ نے گورنر مدینہ سعید کو خط لکھا کہ لوگوں کو بیعت یزید کی دعوت دے اور جو لوگ آمادہ ہوں یا

انکار کریں انکے نام لکھ بھیجو۔ خط ملتے ہی سعید نے سختی سے عمل کیا۔ لیکن چند کے علاوہ کسی نے بیعت نہ کی۔ خاص طور سے بنی ہاشم کی ایک فرد نے بھی بیعت نہ کی۔ سعید نے تمام واقعہ معاویہ کو لکھ بھیجا کہ لوگ اس سے کترا رہے ہیں۔ بنی ہاشم کی تو ایک فرد نے بھی بیعت نہ کی۔ سب سے زیادہ مخالفت میں آگے آگے عبداللہ بن زبیر ہے۔ اگر میرے پاس معتدبہ جنگی سوار ہوتے تو اسے دھر پکڑتا۔ اب آپ آکر حالات سے نپٹئے۔

معاویہ نے ابن عباس، ابن زبیر، عبداللہ بن جعفر اور امام حسینؑ کو خطوط لکھے اور سعید کو تاکید کی کہ ان کے جوابات میرے پاس جلد ارسال کرو۔ سعید نے جواب دیا: تمھارے خط سے معلوم ہوا کہ مدینے والے قطعی بے اعتنائی برت رہے ہیں۔ خاص طور سے بنی ہاشم۔ ابن زبیر کی رائے بھی معلوم ہو چکی ہے۔ دوسرے رؤساء کو خط لکھ کر ان کے جواب میرے پاس بھیجو۔ سب سے نرمی و عطوفت سے پیش آؤ۔ اپنا ارادہ مستحکم رکھنا، خاص طور سے امام حسینؑ کا احترام ملحوظ رکھنا کیوں کہ وہ تمھارے رشتہ دار ہیں اور ان کا عظیم حق ہماری گردنوں پر ہے۔ کسی مسلمان کو ان کے حق سے انکار کی مجال نہیں۔ وہ شیر دل و بہادر بھی ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر تم ان سے بحث و مباحثہ پر آمادہ ہوئے تو شکست کھاؤ گے۔ لیکن ابن زبیر درندہ ہے وہی روڑا اٹکائے گا۔ اس سے احتیاط برتو۔ میں خود بھی جلد ہی آرہا ہوں۔ والسلام(۱)

امام حسینؑ کی رشتہ داری اور حق عظیم کا اعتراف بڑی بات ہے۔ لیکن جن لوگوں کے سامنے صرف دنیا ہو وہ آخرت کے اندھے ہو جاتے ہیں۔ اخلاقی دلوالیہ پن، صلہ رحم اور حق شناسی کے تمام وسائل مسدود کر دیتا ہے۔

معاویہ کا خط حسینؑ کے نام

مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے ایسے کام کئے ہیں جنکا مجھے گمان بھی نہ تھا۔ ایسے شخص کی بیعت کو باقی

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص ۱۴۶۔۱۴۴ (ج۱ص ۱۵۴۔۱۵۳)

رکھنا جو سب سے زیادہ حقدار ہے آپ اس سے رخ نہ موڑیئے۔ ورنہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خدا سے ڈریئے اور امت کو فتنہ میں مبتلا نہ کیجئے۔ اپنی اور دین محمدیؐ کی مصلحتوں کا خیال رکھئے۔ کہیں بے ایمان لوگ آپ کو راہ راست سے دور نہ کر دیں۔

امام حسینؑ نے جواب دیا: تمھارا خط ملا، تمھارے لکھنے کے مطابق میں نے کچھ ایسے کام کئے ہیں جنکا تمھیں گمان بھی نہ تھا۔ انسان کو راہ راست کی توفیق صرف خدا ہی دیتا ہے۔ تم سے جن چغلخوروں نے میرے خلاف باتیں کیں ہیں وہ گمراہ ہیں۔ میں جنگ یا اختلاف کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تم نے جن مقدسات کو پائمال کیا ہے اور تمہاری ظالم ٹولی نے جو خون بہائے ہیں میں ان سب کو دیکھ رہا ہوں۔ (۱)

معاویہ نے عبد اللہ ابن جعفر کو خط لکھا کہ تم جانتے ہو کہ میں تمہیں دوسروں پر ترجیح دیتا ہوں، تمہارے خاندان پر میری عنایت کی نظر ہے لیکن مجھے تمہارے متعلق ناخوشگوار اطلاع ملی ہے۔ اگر تم نے یزید کی بیعت کی تو شکریہ ادا کرونگا اور اگر بیعت سے کتراؤ گے تو مجبور کرونگا۔

عبد اللہ ابن جعفر نے جواب دیا کہ تم نے لکھا ہے کہ تم مجھے دوسروں پر ترجیح دیتے ہو اگر ایسا کرتے ہو تو اپنی خوش بختی کا سامان کرتے ہو اور اگر ہاتھ روکتے ہو تو تقصیر کرتے ہو۔ تم نے لکھا ہے کہ مجھے بیعت کے لئے مجبور کیا جائیگا تو سن لو اپنی جان کی قسم! کل میں نے تمھیں اور تمہارے باپ کو اسلام لانے کے لئے مجبور کیا تھا۔ اور تم بے رغبت اور اضطرار کی حالت میں مسلمان ہوئے تھے۔ (۲)

معاویہ نے عبد اللہ ابن زبیر کے خط میں کچھ اشعار لکھ کر بھیجے کہ جن کا مفہوم یہ تھا کہ میرے حلم سے تم بہت زیادہ گستاخ ہو گئے ہو، تم دوغلا پن کر رہے ہو۔ تم سے پہلے ابلیس نے بھی دوغلا پن کیا تھا اور اس نے خود اپنا ہی نقصان کیا۔ چنانچہ وہ معزز و محترم تھا پھر ملعون ہو گیا۔

ابن زبیر نے جواب میں یہ اشعار لکھے کہ ہم اس خدا کی پرستش کرتے ہیں جس نے ظالموں کو رسوا کیا۔ جو شخص خدا کے حلم کے مقابلے میں گناہ کی جسارت کر رہا ہے کیا وہ مغرور ہو گیا ہے۔ اگر تم نے

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۳۱ (ج ۱ ص ۱۵۵) جمہرۃ الرسائل ج ۲ ص ۶۷

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۴۷۔۱۴۸ (ج ۱ ص ۱۵۵۔۱۵۴)

اپنے منصوبے پر عمل کیا تو میں تلوار سے جواب دونگا۔(۱)

مدینے میں بیعت یزید

معاویہ نے سن ۵۵ھ میں حج کا سفر کیا اور سن ۵۶ھ میں عمرہ کا سفر کیا۔ دونوں سفر میں اس کا خاص مقصد یزید کی بیعت کے لئے فضا ہموار کرنا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں بات چیت کی اور اصحاب نیز معزز شخصیتوں سے تبادلہ خیال کیا۔ مورخین نے ان دونوں سفر کو باہم گڈ بڑ کر دیا ہے۔

پہلا سفر

ابن قتیبہ (۲) کے مطابق بیعت یزید کا تذکرہ نہیں کیا، جب مدینے آیا لوگ اس کے استقبال کے لئے آئے۔ عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن جعفر، عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر کے پاس آدمی بھیج کر بلوایا۔ پھر اپنے دربان کو حکم دیا کہ جب تک یہ لوگ میرے پاس موجود ہیں کسی کو بھی اندر نہ آنے دینا۔ جب یہ لوگ بیٹھے تو معاویہ نے شکر خدا ادا کرنے کے بعد رسول خداؐ پر صلوات پڑھی پھر کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ یزید کو اپنا جانشین بنا دوں۔ مجھے امید ہے کہ تم لوگ بھی اسے پسند کروگے۔ میں حسنؑ وحسینؑ کی موجودگی میں اس لئے یہ بات نہیں رکھنا چاہتا کہ یہ لوگ فرزند رسولؐ ہیں۔ اب تم لوگ امیر المومنین کے سامنے صحیح رائے پیش کرو۔

عبداللہ ابن عباس نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ ہم نے تمہاری بات سن لی۔ خدا نے اپنے رسول کو وحی کے ذریعہ امت کی تبلیغ پر معین کیا۔ اس لئے انھیں کے خاندان کے لوگ حکومت کے زیادہ سزاوار ہیں۔ امت کو حکم رسولؐ کی اطاعت کرنی چاہیے۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص ۱۴۷۔۱۴۸ (ج۱ص ۱۵۵۔۱۵۴)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص ۱۴۸

پھر عبداللہ ابن جعفر نے تقریر کی کہ قرآن کی روشنی میں یہ خلافت رسولؐ کے قرابتداروں کا حق ہے اور اگر عمر وابوبکر کے طریقے پر عمل کیا جائے تو خاندان رسولؐ کے افضل شخص کو حکومت اسلامی سپرد کرنی چاہیے۔ خدا کی قسم! اگر لوگوں نے ایسا کیا ہوتا تو اسلام ہمیشہ ترقی پذیر رہتا، اور حکم خدا پر عمل ہوتا رہتا آپس میں اختلاف وکشت وخون بھی نہ ہوتا۔ آپ کو اس سلسلے میں لوگوں کی مصلحتوں کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ قیامت میں آپ سے باز پرس ہوگی۔ آپ نے حسنؑ وحسینؑ کو دعوت نہ دیکر اچھا کام نہیں کیا۔ ان دونوں کی مرضی کے بغیر یہ کام مکمل بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ معدن علم وفضیلت ہیں آپ مانئے یا نہ مانئے۔

پھر عبداللہ ابن زبیر نے کہنا شروع کیا کہ خدا نے اپنے نبیؐ کے ذریعہ ہمیں اسلام سے بہرہ مند کیا۔ یہ خلافت صرف قریش کا حق ہے جو پسندیدہ کردار سے آراستہ ہوں۔ اس لئے اے معاویہ! آپ کو خدا سے ڈرنا چاہیے اور اپنے اوپر رحم کرنا چاہیے کیونکہ یہ ابن عباس ہیں، عم رسولؐ کے بیٹے اور یہ عبداللہ ابن جعفر ہیں، ذوالجناحین کے فرزند اور میں ابن زبیر ہوں رسولؐ کی پھوپھی کا بیٹا۔ خود علیؑ نے حسنؑ و حسینؑ جیسے دو فرزند چھوڑے ہیں جنکی عظمت سے تم اچھی طرح واقف ہو۔ لہٰذا خدا سے ڈرو۔ اپنے اور ہمارے درمیان تم خود ہی انصاف کرو۔

اس کے بعد عبداللہ ابن عمر نے تقریر کی کہ خدا نے اپنے رسولؐ کے ذریعے ہمیں عزت وافتخار سے سرفراز کیا۔ یہ خلافت ایرانی اور رومی شہنشاہیت کی طرح نہیں ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو جانشین بنادے۔ اگر ایسا ہوتا تو اپنے باپ کے بعد میں خلیفہ ہوتا، انھوں نے چھ افراد پر مشتمل شوریٰ کے ذریعے خلیفہ منتخب کرایا۔ یہ خلافت تمام قریش کا حق ہے اور ان میں جو نیک اور صالح ہو۔ یزید تو قریش کا چھوکرا ہے تمھیں خدا کے سامنے جواب دہی کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

اس وقت معاویہ نے کہا کہ میں نے اپنی بات کہی۔ اور تم نے اپنی بات کہی حقیقت تو یہ ہے کہ باپ تو سدھار گئے اور بیٹے رہ گئے ہیں۔ مجھے ان اصحاب کے بیٹوں کے مقابل خود اپنا بیٹا زیادہ عزیز ہے، پھر یہ کہ اگر تم لوگ میرے بیٹے سے ملاقات کرو تو بات کرنے میں تیز طرار پاؤ گے۔ حکومت بنی عبد مناف ہی

کا حق ہے کیوں کہ وہ رسولؐ خدا کے رشتہ دار ہیں۔لیکن رسولؐ خدا کی وفات کے بعد لوگوں نے ابوبکر وعمر کو بغیر اسکے کہ ان کے خاندان میں بادشاہی رہی ہو منصب حکومت سے سرفراز کردیا۔پھر یہ کہ انھوں نے پسندیدہ رویہ اپنایا۔اس کے بعد حکومت خاندان عبدمناف میں پلٹ آئی اور قیامت تک اسی خاندان میں رہے گی۔اے ابن زبیر اور ابن عمر! سن لو، خدا تمھیں اس حکومت سے محروم کرچکا ہے۔لیکن میرے یہ دونو ں چچیرے بھائی (ابن عباس اور عبداللہ بن جعفر) حکومت سے بہرحال وابستہ رہیں گے۔انشاءاللہ

پھر کوچ کا حکم دیا اور کوئی بیعت یزید کی بات نہیں کی۔مخالف اور موافق لوگوں کے وظائف بھی بند نہیں کئے۔شام واپس چلے گئے ۵۱ھ تک بالکل خاموش رہے۔(۱)

اس تاریخی تذکرہ میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا کہیں ذکر نہیں ہے۔لیکن ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ حسینؑ بن علیؑ وابن زبیر کے ساتھ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے بھی تقریر کی اور کہا کہ یہ خلافت رومی اور ایرانی شہنشاہیت نہیں ہے۔بخدا! میں ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔

اس واقعے کو دوسری طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔کہ جب معاویہ حج کے قصد سے وارد مدینہ ہوئے تو مدینہ کے جوان، بوڑھے، عورت و مرد بھی پیادہ وسوار استقبال کے لئے نکل پڑے۔معاویہ نے جمیعت سے ملاقات کی اور نرم کلامی اور رضا جوئی کی ہر ممکن سعی کی۔

خوشآمدید مدینہ والوں سے کہا کہ فقط آپ حضرات کی محبت اور شوق ملاقات میں یہ طویل اور تھکا دینے والا سفر کیا ہے تاکہ مجاوران رسولؐ اکرم کی زیارت کرسکوں۔ جواب میں بہت سے لوگوں نے خوشآمدانہ باتیں کیں۔جرف تک پہنچے تو امام حسینؑ اور ابن عباس بھی استقبال کے لئے آگئے۔دونوں کی طرف اشارہ کرکے معاویہ نے کہا: یہ دونوں سرواربنی عبدمناف ہیں۔پھر ان دونوں سے خصوصی توجہ کے ساتھ باتیں کرنے لگے۔اعزاز واکرام کے تمام لوازمات برتنے لگے۔کبھی ان دونوں سے خصوصی توجہ کے ساتھ باتیں کرنے لگے اعزاواکرام کے تمام لوازمات برتنے لگے کبھی ان سے گفتگو کرتے، کبھی ان سے۔مدینہ آئے تو امام حسینؑ وابن عباس اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔اور معاویہ حضرت عائشہ سے

۱۔الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۴۴۔۱۴۲ (ج۱ص۱۵۰۔۱۴۸)؛ جمہرۃ الخطب ج۲ص۲۳۶۔۲۳۳ (ج۲ص۲۴۸۔۲۴۶)

ملنے چلے گئے۔ عائشہ نے اندر آنے کی اجازت دی تو وہاں صرف عائشہ کا خادم ذکوان تھا۔ عائشہ نے کہا: تمھیں ڈر نہیں لگا کہ میں اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کا بدلہ لینے کے لئے کسی کو تمھاری گھات میں بٹھا دیتی جو تمھیں موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ معاویہ نے کہا: آپ ایسا ہرگز نہ کرتیں، پوچھا: وہ کیسے؟ جواب دیا: چونکہ میں بیت رسول خدا میں آیا ہوں جو امن کا گھر ہے۔ پھر عائشہ نے حمد الٰہی کے بعد کہا کہ تمھیں ابوبکر و عمر کی پیروی کرنا چاہئے۔ معاویہ نے اپنا منھ بند ہی رکھا اس ڈر سے کہ عائشہ کی طراری کے آگے ان کی چل نہیں سکتی۔ خوشامدانہ لہجہ میں کہا کہ اے ام المومنین! آپ نے ہمیں خدا و رسول کو پہچنوایا، دین کی معرفت کرائی، آپ اس لائق ہیں کہ آپکی ہر حال میں اطاعت کی جائے لیکن بیعت یزید کا واقعہ تقدیر خداوندی سے وقوع پزیر ہوگیا۔ لوگوں کو اب اس میں کوئی اختیار نہیں رہ گیا ہے۔ کیوں کہ سب لوگ اس کی بیعت کر چکے ہیں۔ اطاعت کا قلادہ گردن میں باندھ چکے ہیں۔ عائشہ نے دیکھا کہ یہ بیعت یزید کا مصمم ارادہ کر چکا ہے کہنے لگیں کہ دیکھو خدا سے ڈرو اور مسلمانوں کے حق میں نامناسب رویہ اختیار نہ کرو عجلت پسندی کا نتیجہ خراب ہوگا۔ معاویہ اٹھنے لگے تو عائشہ نے کہا کہ تم نے حجر اور ان کے نیک و پارسا ساتھیوں کو قتل کرادیا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ اس معاملہ کو ہم پر اور حجر پر چھوڑ دیجئے، ہم قیامت میں سمجھ لیں گے۔ ذکوان کے بازوں کا سہارا لئے گھر سے باہر آئے۔ اور کہا کہ بعد رسولؐ ایسا سخنور میں نے نہیں دیکھا۔ اور اپنی قیام گاہ میں پہنچ گئے۔ پھر کسی کو بھیج کر امام حسینؑ کو بلوایا اور تنہائی میں ملاقات کر کے کہا: بھتیجے! تمام لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے سوائے پانچ قریشیوں کے جنکی رہبری تم کر رہے ہو۔ پیارے بھتیجے! آخر کیوں مخالفت پر کمربستہ ہو۔ امام حسینؑ نے فرمایا: انھیں بھیج کر بلواؤ، اگر انھوں نے بیعت کر لی تو میں بھی کرلوں گا، ورنہ عجلت پسندی مت دکھایئے۔ معاویہ نے یہ بات کسی سے بھی نہ کہی۔ راستے میں ابن زبیر نے آدمی بٹھا رکھا تھا کہ جب حسینؑ ملاقات کر کے واپس آئیں تو مجھے مطلع کرنا۔ اس شخص نے امام حسینؑ سے پوچھا: آپ کے بھائی زبیر نے پوچھا ہے کہ وہاں کیا واقعہ پیش آیا اور تفصیل پوچھنے میں بہت زیادہ اصرار کیا ہے۔

پھر معاویہ نے ابن زبیر کو بلوایا اور خلوت میں وہی بات کہی۔ زبیر نے بھی وہی کہا کہ آپ انھیں

بلوایئے اگر انھوں نے بیعت کی تو میں بھی کرلوں گا۔ پوچھا: کیا ایسا ہی کروگے؟ جواب دیا: ہاں۔ معاویہ نے اس کی خبر کسی کو نہ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ابن عمر کو بلوایا اور خلوت میں ان دونوں سے بھی زیادہ نرم کلامی سے گفتگو کی اور کہا کہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں امت محمدؐ کو اس طرح چھوڑ جاؤں جیسے بغیر چرواہے کے بکریوں کا جھنڈ ہوتا ہے۔ (ہائے! کیا اس بات کا احساس رسولؐ خدا کو نہ تھا؟ وصیت رسولؐ کو ٹھکرا کر اپنے مطلب کے وقت اسی حقیقت کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ رسولؐ بغیر وصی و جانشین بنائے چلے گئے ہوں گے یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا۔)

تم جنگی سرداری کرتے ہو ان پانچ کے سوا سبھی نے یزید کی بیعت کرلی ہے۔ آخر تم مخالفت پر کیوں کمربستہ ہو؟ ابن عمر نے کہا: کیا آپ ایسا کام کریں گے جس سے آپ کا مقصد بھی حاصل ہو جائے اور خون بھی نہ بہے؟ معاویہ نے کہا: میں تو یہی چاہوں گا۔ ابن عمر نے کہا آپ عمومی جلسہ کیجئے اگر سب نے بیعت کرلی تو میں بھی کرلوں گا۔ خدا کی قسم! اگر امت کسی حبشی پر بھی ایکا کرلے تو میں اس کی بیعت کرلوں گا۔ معاویہ نے کہا: کیا ایسا کروگے؟ ابن عمر کہا: ہاں ایسا ہی کروں گا۔(۱) پھر عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلا کر کہا: آخر تم گناہ میں اپنے ہاتھ کیوں رنگین کر رہے ہو؟ عبدالرحمٰن نے کہا: میں اس میں اپنی بھلائی سمجھتا ہوں۔ معاویہ نے کہا: خدا کی قسم! میں نے تمھارے قتل کا ارادہ کرلیا ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا اگر تم نے ایسا کیا تو دنیا میں ذلت پاؤ گے اور آخرت میں جہنم۔ یہ کہکے وہاں سے چلے آئے۔

اس دن معاویہ نے لوگوں کو انعام وبخشش سے نوازنے میں گذارا، لوگوں کی عزت افزائی میں صرف کیا۔۔ دوسرے دن صبح حکم دیا کہ تخت آراستہ کیا جائے، اس کے اطراف میں کرسیاں لگا دی جائیں تاکہ دربان و مقربان بیٹھیں۔ اس کے برابر اپنے خاندان کے لوگوں کی کرسیاں لگوائیں۔ خود یمنی جامہ زیب تن کئے ہوئے، سیاہ عمامہ لگائے، معطر ہوکر اپنے تخت پر بیٹھے۔ کلرکوں کو نزدیک ہی بیٹھنے کا اشارہ کیا تاکہ ضروری باتیں نوٹ کرتے جائیں۔ دربان کو حکم دیا کہ کسی کو بھی خواہ کوئی بھی ہو بغیر میری اجازت کے اندر آنے نہ دیا جائے۔ پھر امام حسینؑ اور ابن عباس کے پاس آدمی بھیج کر بلوایا۔ پہلے ابن

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ (ص ۱۴۹ قدوم معاویۃ المدینۃ علی ہولاء القوم)

عباس آئے اور سلام کیا۔معاویہ نے انھیں بائیں طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔بات چیت شروع کی۔معاویہ نے کہا: خدا نے مزار رسولؐ کی مجاورت سے تم لوگوں کو پوری طرح بہرامند کیا ہے۔ابن عباس نے کہا: بلکہ اس کے علاوہ بھی ہم لوگوں کو حصے نصیب ہوئے ہیں۔معاویہ نے یہ باتیں اس لئے کیں تھیں کہ بات چیت دوستانہ ماحول میں شروع ہو اور بحث ومجادلہ کی نوبت نہ آئے۔ابھی بات انسان کی سرشت اور عمر کے متعلق ہو رہی تھی کہ امام حسینؑ آگئے۔معاویہ کی نظر پڑی تو داہنی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔پھر ان کی اور اولاد امام حسنؑ کی احوال پرسی کرنے لگے۔امام جواب دے کر خاموش ہو گئے۔پھر معاویہ نے تقریر شروع کی اور حمد وثنائے الٰہی اور درود رسولؐ کے بعد رسولؐ کی دنیا سے بے اعتنائی، شیخین کی خلافت اور تیسرے صاحب کے حادثۂ قتل کا تذکرہ کیا۔پھر کہا کہ تمھیں پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ یزید کی بیعت کے لئے کوشش کی جا رہی ہے تا کہ معاشرتی وحدت برقرار رہے۔تم دونوں بھی قرابت رسولؐ رکھتے ہو، علم و شجاعت سے آراستہ ہو، لیکن میں نے یہ باتیں یزید میں زیادہ دیکھی ہیں۔پھر یہ کہ وہ واقف سنت رسول اور واقف قرآن ہے، اس کا حلم پتھر کو بھی موم کر دیتا ہے۔تم جانتے ہو کہ معصوم رسولؐ نے جنگ ذات السلاسل میں عمرو ابو بکر کو اکابر صحابہ کے مقابل سربراہ لشکر بنایا۔ان کی سیرت ہمارے لئے اسوہ ہے۔اے بنی عبدالمطلب ہمارے اور تمھارے مفادات مشترک ہیں۔اس نشست میں ہم تم سے انصاف کی توقع کرتے ہیں۔اب تم لوگ اپنی اپنی رائے ظاہر کرو۔

جواب میں ابن عباس کھڑے ہونا چاہتے تھے کہ امام حسینؑ نے انھیں بٹھا دیا اور فرمایا: چوں کہ معاویہ کا زیادہ تر روئے سخن میری طرف تھا اس لئے مجھ کو جواب دینے دو کہ زیادہ تہمت مجھ کو لگائی گئی ہے

امام نے فرمایا:

امابعد: اے معاویہ تم رسولؐ خدا کی جس قدر بھی مدح کرو ان کے بے شمار محاسن کے مقابل کم ہی ہوگا۔تم حقیقت کو چھپا نہیں سکتے۔صبح کی سپیدی نے شام کی سیاہی کو رسوا کر دیا۔نور خورشید نے چراغ کے نور کو مدھم کر دیا۔جو لوگ بعد رسولؐ خلیفہ بنے ان کی ضرورت سے زیادہ تم نے ستائش کی اور دوسروں پر جفا کی۔تم انصاف سے قطعی دور ہو گئے۔اگر واقعی صاحب فضیلت کی بات بیان کی تو شیطان نے تمھیں

دوسرے فضائل کے بیان سے روکا۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے یزید کی سیاست، تدبر اور دوسرے کمالات کا ڈھونگ رچایا ہے۔ تم اس بارے میں لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ یزید کوئی اجنبی آدمی ہے یا کوئی غائب شخص ہے۔ یا کسی ایسی چیز کی تعریف کر رہے ہو جسے صرف تمھیں جانتے ہو۔ حالانکہ یزید کے چال چلن اور عقیدے کا اظہار خود اسکا وجود ہے۔ اس کی حرکات پر غور کرو کتوں سے کھیلنا، کبوتر بازی، ہجڑوں کے ساتھ لہو ولعب، ہوس بازی نے اس کے کردار میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ تم کیسے اس قسم کے آوارہ انسان کو ایسے بلند مقام پر فائز کرنا چاہتے ہو۔ خود بھی گمراہ ہوگے اور لوگوں کو بھی بے راہ کروگے۔ آخرت کو یاد کرو۔

معاویہ نے ابن عباس کی طرف رخ کر کے کہا کہ تمہاری بات تو اس سے بھی تلخ تر ہوگی۔ ابن عباس نے کہا: بخدا! وہ ذریت رسولؐ اور اصحاب کساء کی فرد ہیں، پاک و معصوم خانوادے کے چشم و چراغ ہیں، لہذا تمھیں اپنے ارادے سے باز آنا چاہئے۔

معاویہ نے کہا: میں ہمیشہ بردبار رہا ہوں اور بہترین بردباری یہ ہے کہ خاندان کے لوگوں سے بردباری کی جائے، جاؤ خدا کی پناہ میں۔ پھر عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر کو آدمی بھیج کر بلوایا۔ جب آگئے تو ابن عمر سے کہا کہ تم تو ہمیشہ کہتے ہو کہ ایک رات بھی بے امام کی بیعت کے نہ گذارنا چاہئے۔ اب میں تمھیں اسلامی وحدت کو برہم نہ کرنے کی تاکید کرتا ہوں تاکہ بعد میں خونریزی نہ برپا ہو۔ یزید کی بیعت ایک تقدیر الٰہی تھی جو انجام پاگئی، اب کسی انسان کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں، لوگوں نے پیمان محکم باندھ لیا ہے۔ یہ کہکے خاموش ہوگئے۔

ابن عمر نے جواب دیا:

اے معاویہ! تم سے پہلے کے خلفاء کے بھی لڑکے جو تمہارے لڑکے سے بہتر ہیں، جو خیال آج تم اپنے لڑکے کے متعلق رکھتے ہو وہ نہیں رکھتے تھے، انہیں حکومت کے کاموں میں دخیل نہ کیا بلکہ امت کی بہتری کے لئے بہترین انسانوں کا انتخاب کیا۔ تمھیں جو اندیشہ ہے میں کبھی وحدت اسلامی پارہ پارہ نہ کروں گا، میں ایسا کام انشاء اللہ ہرگز نہ کروں گا بلکہ لوگ اگر ہم خیال ہوگئے تو مین بھی وہی کروں گا نہ

خون بہنے کا سامان کروں گا، معاویہ نے انہیں دعا دے کر رخصت کر دیا اور کہا کہ تم مخالفت و سرکشی نہ کرو گے۔ پھر اس کے بعد ابن زبیر سے بھی اسی طرح بات کی۔، ابن زبیر نے کہا: تم نے جو اس گستاخانہ ارادے کو محکم کر لیا ہے بخدا! اب تجھے خدا ہی کے حوالے کرتا ہوں۔ اسی خدا کی قسم! تمہیں اس کام کو شوریٰ کے حوالے کرنا چاہئے ورنہ اس بیعت کو زیر و زبر کر دوں گا۔ یہ کہکے جانے لگے تو معاویہ نے دامن تھام کر کہا: ذرا ٹھہرو، اے خدا! اس کی شرارتوں سے جس طرح بھی ہو مجھے محفوظ رکھ، خبردار اگر تم نے شامیوں کے سامنے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو وہ تمہارا تیاپانچا کر دیں گے۔ پھر کہا کہ تم مکار لومڑی ہو جو ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ میں گھستی پھرتی ہے، تم نے ہی ان دونوں کو بھڑکایا ہے اور مخالفت پر ابھارا ہے۔ ابن زبیر نے کہا: تم یزید کی بیعت لینا چاہتے ہو بتاؤ تو میں اسکی بات مانوں گا یا تمہاری؟ اگر خلافت سے تھک گئے ہو تو استعفادے دو اور یزید کی بیعت کرلو ہم بھی اس کی بیعت کرلیں گے۔

آپس میں بہت زیادہ تبادلہ خیال ہوا۔ آخر میں معاویہ نے کہا:

میں جانتا ہوں کہ تم اپنے کو موت کے منہ میں ڈھکیل رہے ہو۔ پھر ان دونوں کو رخصت کر دیا اور تین دن تک لوگوں سے ملاقات نہیں کی۔ چوتھے روز نکل کر حکم دیا کہ لوگوں کو ایک اہم مسئلے کے لئے جمع ہونے کی خبر دے دو۔ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ ان متذکرہ چند افراد کو مسجد کے آس پاس بٹھایا۔ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد یزید کے محاسن و فضائل، اس کی قرآنی بصیرت اور حدیث فہمی کا تذکرہ کیا۔ پھر کہا کہ مدینہ والو! میں یزید کی بیعت کے لئے یہاں آیا ہوں۔ ہر شہر و دیہات میں جہاں بھی اس مسئلہ کو پیش کیا گیا، سب نے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا، فقط مدینہ باقی رہ گیا۔ جو تاخیر اور بے توجہی کا مظاہرہ کر رہا ہے مدینہ کے چند سر برآوردہ بیعت سے کترا رہے ہیں۔ بخدا! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یزید سے بہتر بھی مسلمانوں میں کوئی ہے تو میں اسی کی بیعت لیتا۔

یہ سنتے ہی امام حسینؑ کھڑے ہو گئے اور:

خدا کی قسم! جو شخص یزید اور اس کے ماں باپ سے بھی افضل و بہتر ہے اس کو تم نے نظر انداز کر دیا ہے۔ معاویہ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ شاید تم اپنے ہی کو مراد لے رہے ہو؟ فرمایا: ہاں۔ معاویہ نے کہا:

ہاں! میں مانتا ہوں کہ تمہاری والدہ یزید کی والدہ سے قطعاً افضل ہیں۔ وہ اگر عام عورت بھی ہوتیں تو اس کی ماں سے افضل ہوتیں لیکن وہ تو دختر رسولؐ بھی ہیں۔ سبقت ایمان اور دینی بصیرت سے سرفراز ہیں لیکن تمہارے باپ نے یزید کے باپ کے مقابل خدا کے یہاں انصاف طلب کیا اور ان کے خلاف فیصلہ صادر ہوا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: تمہاری نادانی کے لئے یہی کافی ہے کہ تم نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دے رکھی ہے۔

معاویہ نے کہا: تم نے اپنے کو یزید سے بہتر کہا ہے۔ بخدا! وہ امت کے حق میں تم سے زیادہ مفید ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا: یہ سراسر بہتان ہے، یزید شراب خوار، ہوس باز اور ذلیل حرکتیں کرنے والا ہے۔ کیا وہ مجھ سے بہتر ہوگا؟

معاویہ نے کہا: ذرا ٹھہرو، اپنے چچیرے بھائی کو گالی نہ دو کیونکہ اگر تمہاری باتیں اس سے کہی گئیں تو وہ تمہیں گالی نہیں دے گا۔ پھر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

لوگو! تم جانتے ہو کہ رسولؐ خدا بغیر کسی کو اپنا جانشین معین کئے دنیا سے گذر گئے۔ مسلمانوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ ابو بکر کو خلیفہ بنالیں، ان کی بیعت ہدایت کی بیعت تھی، انہوں نے قرآن وسنت پر عمل کیا، اپنے بعد عمر کو نامزد کیا اور عمر نے چھ آدمیوں کی کمیٹی تشکیل دی، بنابریں ابو بکر نے وہ کیا جو رسولؐ نے نہیں کیا تھا، عمر نے وہ عمل کیا جو ابو بکر نے نہیں کیا تھا۔ سب کے پیش نظر مسلمانوں کی مصلحت تھی۔ اسی لئے میں بھی مصالح مسلمین کے پیش نظر یزید کی بیعت لینا چاہتا ہوں کہ میرے بعد گذشتہ اختلافات کا سد باب ہو جائے۔ (۱)

بیعت یزید کی سعی میں دوسرا سفر

ابن اثیر کے مطابق جب عراق اور شام والوں نے یزید کی بیعت کر لی تو معاویہ نے ایک ہزار جنگجو

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۵۵۔۱۴۹ (ص ۱۶۳۔۱۵۷)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۷۰ (ج ۵ ص ۳۰۳ حوادث ۵۶ھ)

سواروں کے ساتھ حجاز کا رخ کیا۔ مدینے کے قریب امام حسینؑ کے ہمراہ لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔
معاویہ نے امام کو دیکھا تو کہا: نہ سلام نہ علیک

تم اپنے کو موت کے منھ میں ڈھکیل رہے ہو۔ امامؑ نے فرمایا: ذرا سنبھل کے بولو، نامناسب بات زبان سے نہیں نکالنی چاہئے۔ معاویہ نے کہا: بلکہ تم اس سے بدتر کے حقدار ہو۔

ابن زبیر استقبال کے لئے آئے تو اس سے بھی کہا: نہ سلام نہ علیک، میں ایک حیوان کو دیکھ رہا ہوں جو سوراخ میں منھ چھپائے اپنی دم سے جنگ کر رہا ہے، ذرا دیر میں اس کی دم پکڑ کر کمر توڑ دی جائے گی، اسے نکال باہر کرو۔ معاویہ کے آدمیوں نے اس کی سواری پر چابک مارا اور وہ واپس چلے گئے۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے بھی کہا: نہ سلام نہ علیک، بڈھے کی عقل ماری گئی ہے۔ اس کو بھی حکم دیا کہ نکال باہر کردو۔ عبداللہ بن عمر کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا۔ جو لوگ ساتھ آئے تھے ان کی طرف بھی اعتنا نہ کی اور مدینہ داخل ہو گئے۔ لوگ اذن باریابی سے محروم ہوتے رہے، نہ بات چیت کی۔ نتیجہ میں مکہ جا کر قیام پذیر ہوئے۔

معاویہ نے مدینہ میں تقریر کر کے یزید کی ستائش و تعریف کے پل باندھے، کہنے لگے: اس کے ہوتے کون حقدار خلافت ہو سکتا ہے؟ میرے خیال میں کچھ لوگ مخالفت کر کے اپنے سر مصیبت اونڈیل رہے ہیں۔ اگر میری نصیحت انہیں فائدہ پہونچا سکے تو میں نے ان کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ پھر عائشہ سے ملنے گئے۔ وہ سن چکی تھیں کہ معاویہ نے امام حسینؑ اور ان کے رفقاء کو دھمکی دی ہے کہ اگر بیعت نہ کی تو قتل کر دوں گا۔

معاویہ نے عائشہ سے ان کی شکایت کی۔ عائشہ نے کہا: میں نے سنا ہے کہ تم نے انہیں قتل کی دھمکی دی ہے۔ معاویہ نے کہا: ام المومنین! وہ لوگ میری نظر میں محترم ہیں لیکن میں نے یزید کی بیعت کر لی ہے، میرے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی کر لی ہے، آپ کا کیا خیال ہے، کیا میں اپنی بیعت توڑ دوں؟
عائشہ نے کہا: ان کے ساتھ نرمی و مہربانی کا برتاؤ کرو شاید اچھے حالات پیدا ہو جائیں۔
معاویہ نے کہا: اب میں ایسا ہی کروں گا۔ اس کے بعد کہا کہ تمہیں کیسے اطمینان ہو گیا کہ میں تمہیں

ابن قتیبہ نے بھی معاویہ کا محافظوں اور گارڈوں کے نرغے میں دھوکہ دے کر بیعت یزید لینے کا حال لکھا ہے۔ شرکاء بزم میں امام حسینؑ، ابن عمر، ابن زبیر، ابن عباس اور عبدالرحمان بن ابی بکر تھے۔ معاویہ نے ان لوگوں کو پہلے ہی اپنے اس کاروائی کی اطلاع دے دی تھی۔ گھر سے نکلے تو ان سب کے ہمراہ ہنستے اور بات کرتے ہوئے مسجد تک گئے۔ امام حسینؑ کو جامۂ زرد، ابن عباس کو جامہ سبز، ابن عمر کو جامہ ابریشمی، ابن زبیر کو بھی جامہ ابریشمی سرخ حلقوں سے نوازا، درمیان میں ایسی حرکتیں کرتے جاتے تھے کہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ یہ سبھی خوش اور راضی ہیں اور پھر متذکرہ ڈرامہ کیا۔

مکہ جاتے ہوئے جب مقام روحاء پہونچے تو ابن عباس نے ان سے ملاقات کرنی چاہی۔ معاویہ نے اجازت نہ دی، خواب سے چونکے تو پوچھا: کون شخص منتظر ملاقات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عبداللہ بن عباس۔ حکم دیا: ان کو سواری سمیت یہاں تک لاؤ۔ ابن عباس نے پوچھا: اب کہاں جارہے ہیں؟ جواب دیا: مکہ۔ ابن عباس نے کہا: آپ نے تمام قبائل کو جائزہ وانعام دیا ہمیں کیوں نہ دیا؟ معاویہ نے کہا: جب تک تمہارے سردار بیعت نہ کریں گے تمہارے وظائف بند رہیں گے۔ ابن عباس نے کہا کہ ابن زبیر نے بھی بیعت نہ کی لیکن تم نے بنی اسد کا وظیفہ بند نہیں کیا، ابن عمر نے بھی بیعت نہ کی لیکن بنی عدی کا وظیفہ نہیں روکا

اگر میرے سردار نے بیعت نہ کی تو دوسروں نے بھی نہیں کی، اس سے ہمارا کیا ربط ہے؟ معاویہ نے کہا: دوسروں میں اور تم میں فرق ہے۔ بخدا! جب تک تمہارے سردار بیعت نہ کریں ہم وظائف نہ دیں گے۔ اس وقت ابن عباس نے سواحل شام کے لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کی دھمکی دی اور معاویہ نے ڈر کے مارے وظائف جاری کرنے کا حکم دے دیا۔ مقام روحاء سے سب کا وظیفہ ارسال کیا۔(۱)

اس شرمناک واقعہ ''بیعت یزید'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ڈرامہ دھونس، دھمکی، دھوکہ، تہمت وافترا، جھوٹ اور قتل وغارت گری کے سہارے رچایا گیا۔ معاویہ نے بیعت یزید کے لئے کسی کو

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۵۶ (ج ۱ ص ۱۶۳)

دھمکی دی، کسی کو گورنر بنایا، کسی کو قتل کیا، کہیں درہم و دینار لٹائے لیکن اکثر اس میں ایسے بھی نظر آئے جن کے پائے استقامت میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ لیکن اس سے فائدہ ہی کیا جب کہ اہل سنت حضرات ان کی پیروی نہیں کرتے۔ امام حسینؑ فرزند رسولؐ اور عصمت و طہارت کی آغوش کے پروردہ تھے، آپ نے اس شرمناک بیعت کی ہر ممکن مخالفت کی، لوگوں کو چوکنا کیا کہ اس سے مسلمانوں کے مصالح عمومی خاک میں مل جائیں گے، لوگوں کو برسر پیکار ہونا چاہئے۔ آپ نے کوئی پرواہ نہ کی کہ لوگ ہماری باتوں پر کان دھرتے ہیں یا نہیں۔ آپ کی اطاعت کر رہے ہیں یا نہیں۔ آپ نے اپنی ذمہ داری نبھا دی، لوگوں کو باخبر کر دیا۔

آپ نے معاویہ کی تہمت اور دوسروں کی سرزنش کی ذرا بھی پرواہ نہ کی، آپ مسلسل احتجاج کرتے رہے یہاں تک کہ معاویہ اپنے شرمناک گناہ لئے جہنم واصل ہو گیا۔ امام حسینؑ اس حال میں خدا سے ملاقی ہوئے کہ آپ نے اپنی ذمہ داری باحسن وجوہ نبھائی اور رضائے الٰہی کی ابدی سعادتوں سے سرفراز ہوئے۔ امام حسنؑ کی طرح امام حسینؑ بھی قتیل بیعت ہوئے۔ اسی بیعت کی وجہ سے اسلام پر بے شمار نحوستیں برس پڑیں، کعبہ پر چڑھائی، واقعہ حرہ، ناموس مدینہ کی بے حرمتی اور واقعہ کربلا کا اندوہناک حادثہ جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس واقعہ شہادت کے بعد ہر وابستہ رسولؐ کی آنکھیں قیامت تک آنسو بہاتی رہیں گی۔ ولی عہد ایسا شخص ہوا تھا جو نہ صرف یہ کہ اس مقام خلافت کا اہل نہ تھا بلکہ پست ترین رذائل کا مجموعہ، بے حیائی کا مجسمہ، شراب و شباب کا رسیا اور تمام قسم کی رسوائیوں کا پتلہ تھا۔

اکثر پاک نفس افراد نے یہی گواہی دی چنانچہ مدینہ کا وفد جس میں عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ، عبداللہ بن ابی عمرو، منذر بن زبیر اور دیگر اعیان مدینہ تھے۔ یزید نے ان کا بڑا احترام کیا، بڑی خاطر تواضع کی۔ ان میں منذر کے علاوہ سبھی نے مدینہ واپس آ کر یزید کے پاپ بیان کرنا شروع کر دیئے۔ انہوں نے کہا: ہم ایسے شخص کے پاس سے آ رہے ہیں جو بے دین، کنیزوں کا رسیا، گویوں کا شیدا، کتوں کا شوقین اور نہایت اوباش ہے۔ نتیجہ میں مدینہ والوں نے بیعت کا قلادہ گردن سے اتار پھینکا۔ (۱)

۱۔ تاریخ طبری ج ۷ ص ۴ (ج ۵ ص ۴۸۰ حوادث ۶۲ھ)؛ تاریخ کامل ج ۴ ص ۴۵ (ج ۲ ص ۵۸۸ حوادث ۶۱ھ)؛ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۶ (ج ۸ ص ۲۳۵ حوادث ۶۲ھ)؛ فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۹ (ج ۱۳ ص ۷۰)

بزرگ صحابی رسولؐ عبداللہ بن حنظلہ واقعہ حرہ ہی میں شہید ہوئے، آپ نے اپنی تقریر میں یزید کے ترک نماز، شراب خواری اور ماں، بہن، بیوی میں تمیز نہ کرنے کے صفات کا تذکرہ کر کے کہا کہ اگر لوگ میرا ساتھ دیں تو اس کے خلاف جہاد کروں۔(۱)

منذر نے کہا کہ یزید نے مجھے ایک لاکھ رشوت دی ہے اس لئے اس کی بدکرداریاں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ بخدا! وہ شراب پیتا ہے، مستی میں نماز بھی چھوڑ دیتا ہے۔(۲)

عتبہ بن مسعود نے ابن عباس سے کہا: انتہائی شرابی و ہوس باز یزید کی آپ بیعت کریں گے؟ ابن عباس نے فرمایا: چھوڑو بھی، ابھی اس سے بھی بدتر کمینے آئیں گے جن کی تم لوگ بیعت کرو گے، میں نے تمہیں منع کیا لیکن تم اس کے مرتکب ہوئے، دیکھو گے کہ ایک قریشی دار پر چڑھایا جائے گا (مطلب تھا عبداللہ بن زبیر)(۳)

یزید کے سیاہ کارنامے عالم لوگوں سے پوشیدہ نہ تھے تو کیا اس کے باپ معاویہ سے پوشیدہ ہوں گے؟ وہ صالح صحابہ کے درمیان اس کی مدح سرائی کرتا ہے، جب کہ خود معاویہ نے ایک خط میں یزید کو بہت سرزنش کی۔

اے یزید سمجھ لو کہ شراب کی مستی سے شکر خدا کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ وہ خدا کی مسلسل عنایات نظر انداز کرنے لگتا ہے۔ یاد رکھو یہ سب سے بڑی مصیبت ہے کہ انسان نماز کو اس کے وقت پر نہ پڑھے۔ شراب خواری ہی کی وجہ سے انسان نماز کو ترک کرتا ہے، دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان برے کام کو اچھا سمجھنے لگتا ہے اور گناہوں کا ارتکاب کرنے لگتا ہے، جو کام تنہائیوں میں کرنا چاہئے اسے اعلانیہ کرنے لگتا ہے۔ بنا بریں اپنے کو تنہائیوں میں پاپ کرنے سے بے خوف نہ ہو جاؤ، اپنے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۷۲ (ج ۲۷ ص ۴۲۹ نمبر ۳۲۷۰) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۱۲۷) تاریخ کامل ج ۴ ص ۴۵ (ج ۲ ص ۵۸۸ س ۶۲ھ) الاصابۃ ج ۲ ص ۲۹۹ (نمبر ۴۶۲۷)

۲۔ تاریخ کامل ج ۴ ص ۴۵ (ج ۲ ص ۵۸۸) البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۲۱۶ (ج ۸ ص ۲۳۶ حوادث ۶۲ھ)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۶۷ (ج ۱ ص ۱۷۴)

برے کاموں کو چھوڑ دو۔

انھیں مشہور رذائل اور خباثت کی وجہ سے حسن بصری نے کہا ہے کہ معاویہ کا یزید کو جانشین نامزد کرنا چار عظیم ترین پاپ میں سے ایک ہے۔

۱۵۔ صفحات تاریخ پہ معاویہ کے سیاہ کارنامے

معاویہ کی تمام منحوس زندگی پاپ سے بھری ہے۔ ہم یہاں صرف چند نمونے پیش کرتے ہیں:

ایک طویل عرصہ تک امیر المومنین حضرت علیؑ پر سب وشتم، گالی گلوج کی رسم جاری کی نماز جمعہ و عیدین نیز قنوت میں لعنت کو ضروری قرار دیا(۱) اپنے گورنروں اور کارندوں کو حکم دیا کہ اسی بات پر بیعت لیں، جس نے سرتابی کی اسے سزا دی۔

ا۔ مسلم و ترمذی نے عامر بن سعد بن وقاص کی روایت نقل کی ہے کہ معاویہ نے سعد سے کہا: تم علیؑ پر سب وشتم کیوں نہیں کرتے؟ جواب دیا: میں نے ان کے متعلق ایسی قیمتی احادیث سنی ہیں کہ مجھے عظیم نعمتوں سے بھی عزیز تر ہیں۔ پھر حدیث منزلت، حدیث رایت اور واقعہ مباہلہ نقل کیا۔ معاویہ کو مدینہ میں جب تک سعد زندہ رہے کلمہ فحش ادا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ (۲)

طبری نے اس روایت کو ابن نجیح سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے سعد کو اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر سب وشتم شروع کر دیا۔ سعد اعتراض کر کے جانے لگے اور متذکرہ تینوں روایات بیان کیں۔

مسعودی نے اس واقعہ کو طبری سے نقل کر کے لکھا ہے کہ سعد جانے لگے تو معاویہ نے زوردار ریاح خارج کی اور کہا: بیٹھو اور جواب بھی سن لو کہ جب تمھیں یہ احادیث یاد تھیں تو ان کی جمل وصفین میں مدد

۱۔ المحلی ابن حزم ج ۵ ص ۸۶، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۷۶ شرح سنن ابن ماجہ سندی ج ۱ ص ۳۸۶، المصنف عبد الرزاق (ج ۳ ص ۱۸۴ حدیث ۵۶۳۶) نیل الاوطار شوکانی ج ۳ ص ۳۶۳ (ج ۳ ص ۳۳۵) شرح موطا زرقانی ج ۱ ص ۳۲۳ (ج ۱ ص ۳۶۳)

۲۔ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۲۰ (ج ۵ ص ۲۳ حدیث ۳۲ کتاب فضائل الصحابہ) سنن ترمذی ج ۱۳ ص ۱۷۱ (ج ۵ ص ۵۹۶ حدیث ۳۷۲۴) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۰۹ (ج ۳ ص ۱۱۷ حدیث ۴۵۷۵)

کیوں نہ کی؟ عثمان کے بعد ان کی بیعت کیوں نہ کی؟ اگر میں نے یہ حدیث رسول سنی ہوتی تو ہمیشہ علیؑ کی جوتیاں سیدھی کرتا رہتا۔ سعد نے جھلا کر کہا کہ جس جگہ تم بیٹھے ہو اس کا میں زیادہ حقدار ہوں۔ معاویہ نے کہا: بنی عذرہ اسے قبول نہ کریں گے۔ لائق توجہ بات یہ ہے کہ سعد قبیلہ بنی عذرہ سے تھے۔

ابن کثیر کے مطابق سعد کی روایت کو معاویہ نے ام سلمہ سے پوچھا اور انھوں نے تصدیق کی۔ تب معاویہ نے کہا: اس سے پہلے میں نے حدیث سنی ہوتی تو مرتے دم تک علیؑ کی چاکری کرتا۔ (۱)

معاویہ نے سفید جھوٹ بولا ہے کہ اسنے ان مشہور احادیث کو نہیں سنا تھا کیونکہ یہ حدیث خواص کے علاوہ عوام کے بھی زبان زد تھی۔ میں نے مان لیا کہ جنگ خیبر میں معاویہ مشرکوں کی فوج میں تھا۔ حدیث منزلت کو تو متعدد مواقع پر بلکہ آخری زمانوں میں بھی فرمایا ہے۔ (۲)

جنگ تبوک میں اور روز غدیر خم تو معاویہ خود بھی حاضر تھا۔ اس نے ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کے ساتھ اپنے کانوں سے خود ہی سنا تھا۔ چونکہ وہ ارشاد رسولؐ پر ایمان ہی نہیں لایا تھا اس لئے حکم کے خلاف علیؑ سے جنگ کی اور اس نے حضرت علیؑ پر سب وشتم کی قبیح رسم جاری کی حالانکہ دعائے رسول کو اپنے کانوں سے سنا تھا کہ خدایا جو علیؑ کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھنا جو علی سے دشمنی رکھے تو بھی اسے دشمن رکھنا۔ احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق اس حدیث کو مواخات کے موقع پر بھی فرمایا تھا۔ (۳)

فرض کر لیا کہ واقعہ مباہلہ کے وقت وہ کافر تھا تو کیا اس بعد اس نے قرآن میں آیہ مباہلہ نہیں پڑھی تھی؟ تھوڑی دیر کے لئے مان لیا کہ معاویہ سچ بول رہا ہے تو کیا اس نے قرآن میں یہ حکم نہیں پڑھا تھا کہ جب مومنین کے دو گروہ جنگ کریں تو ان درمیان صلح کرادو۔ خود معاویہ نے عمار کے متعلق سنا تھا کہ

۱۔ مروج الذھب ج۱ ص۱۶۱ (ج ۳ ص ۲۴) تذکرۃ الخواص ص۱۲، (ص ۱۸)

۲۔ البدایۃ والنھایۃ ج۸ ص۷۷ (ج۸ ص۸۳ حوادث ۵۵ھ)

۳۔ سنن ترمذی ج۲ ص۳۱۲ (ج۵ ص۵۹۶ حدیث ۳۷۲۴) خصائص نسائی ص۳۲ (ص ۳۳ حدیث ۱۱) سنن نسائی ج۵ ص ۱۰۷ حدیث ۸۳۹۹ مروج الذھب ج۲ ص۶۱ (ج ۳ ص ۲۴) صحیح مسلم (ج۵ ص۲۳ حدیث ۳۲) المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص۱۰۸ (ج ۳ ص۱۱۷ حدیث ۴۵۷۵) ۲ص۵۰۹ (نمبر ۵۶۸۸) ۶۔ مناقب علی احمد بن حنبل (ص ۱۹۷ حدیث ۲۵۷ ریاض النضرۃ

تمھیں باغی گروہ قتل کریگا۔ پھر آخر کیوں جب سعد سے حدیث سن لی اور ام سلمہ سے تصدیق بھی کرالی تو حضرت علیؑ پر لعنت کی رسم قبیح بند نہ کرائی۔

جی ہاں! اس نے عشرہ مبشرہ کی فرد سعد سے حدیث سن کر ام سلمہ سے تصدیق بھی کرالی پھر بھی لعنت کی رسم جاری رکھی، گورنروں کو رسم جاری رکھنے کا حکم دیا اور لوگوں کو سننے پر مجبور کیا۔ اس ذلیل حرکت پر مرگیا اور اپنے گناہوں کا پشارہ لئے خدا کے سامنے حاضر ہے۔

۲۔ وفات امام حسنؑ کے بعد معاویہ حج کی غرض سے مدینہ آیا اور منبر سے حضرت علیؑ پر لعنت کی۔ اس سے کہا گیا کہ سعد موجود ہیں وہ اسے پسند نہ کریں گے۔ آدمی بھیج کر ان کی رائے معلوم کرو۔ سعد نے آکر کہا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو پھر کبھی مسجد میں نہیں آؤں گا۔ معاویہ اپنی حرکت سے باز آگیا۔ ام سلمہ نے معاویہ کو خط لکھا کہ تم لوگ منبر سے علیؑ اور ان کے دوستوں پر لعنت کرتے ہو، میں گواہی دیتی ہوں کہ رسولؐ خدا انھیں دوست رکھتے تھے۔ لیکن معاویہ نے ان بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ (۱)

۳۔ معاویہ نے عقیل سے کہا کہ علیؑ نے حق برادری نہیں نبھایا اور میں نے رشتہ داری کا حق ادا کیا، اب میں تم سے اسی وقت راضی ہوں گا جب تم منبر پر علیؑ پر سب شتم کرو۔ عقیل منبر پر گئے اور کہا: لوگو! معاویہ نے مجھے علیؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے تم لوگ اس پر لعنت بھیجو۔ سب نے لعنت کی۔ منبر سے نیچے آئے تو معاویہ نے کہا: تم نے تشخیص نہیں کی کہ کس پر لعنت بھیجو۔ فرمایا: بخدا! اس سے ایک کلمہ کم یا زیادہ نہ کہوں گا۔ (۲)

۴۔ معاویہ نے عبیداللہ بن عمر کی خوش آمد کی اور علیؑ پر لعنت کرنے کو کہا اور نیز یہ کہ انھوں نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ عبیداللہ نے کہا کہ یاد رکھو وہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں، ان کی ماں فاطمہ بنت اسد ہیں، وہ شیر نر بھی ہیں، حکومت عدل کے ساتھ کی۔ اب بتاؤ تو ان کی کس بات کی مذمت کروں۔ صرف انھیں قتل عثمان کا الزام دے سکتا ہوں۔ عمرو عاص نے کہا: اس طرح تو ان کے منہ پر طمانچہ لگا دو گے۔ (۳)

۱۔ العقد الفرید ج۲ص ۳۰۱ (ج۴، ۱۵۹)

۲۔ العقد الفرید ج۲ص ۱۴۴ (ج۳ص ۲۱۵) المستطرف ج۱ص ۵۴ (ج۱ص ۴۳)

۳۔ کتاب صفین ابن مزاحم ج۱ص ۹۲ (۸۲) شرح ابن ابی الحدید ج۱ص ۲۵۶ (ج۳ص ۱۰۰ خطبہ ۴۳)

۵۔ شہر بن حوشب کا بیان ہے کہ معاویہ نے مختلف علاقوں میں علیؑ پر لعنت بھیجنے والے ملازم متعین کیے، آخری مرد انصاری تھا جس کا نام انیس تھا، اس نے لعنت ملامت کے بعد لوگوں سے کہا کہ آج تم لوگوں نے بہت زیادہ سب و شتم کیا۔ میں نے حدیث رسول سنی ہے کہ قیامت میں درخت کے پتوں کیطرح غیروں کی شفاعت کروں گا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ رسول خداؐ غیروں کی تو شفاعت کریں گے مگر اپنے رشتہ داروں کی نہ کریں گے۔(۱)

۶۔ ایک بار معاویہ اپنے اعیان و امراء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ احنف بھی تھے۔ حضرت علیؑ پر لعنت ہونے لگی، بعد میں احنف نے معاویہ سے کہا: بخدا! اگر یہ لوگ سمجھتے کہ تمھاری خوشی بھی لعنت کرنے میں ہے تو یہ اس سے باز نہ آتے۔ رسولؐ پر بھی لعنت کرتے۔ خدا سے ڈرو، وہ اپنے کردار کے ساتھ دنیا سے تشریف لے گئے، ان کے فداکاری کے احسانات سے اسلام کی گردن جھکی ہوئی ہے۔ معایہ نے کہا: احنف! تمھاری بکواس کو ہم نے نظر انداز کیا، اب تمھیں بہر حال منبر پر جا کر لعنت کرنی ہوگی۔ احنف نے کہا: اگر مجھے معاف رکھو تو بہتر ہے ورنہ انصاف ہی کی بات کہوں گا۔ پوچھا: کیا کہو گے؟ احنف نے کہا: میں کہوں گا کہ لوگو! معاویہ نے مجھے علیؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے، علیؑ و معاویہ نے باہم جنگ کی، ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ دوسرا باغی ہے، لھذا آؤ اب دعا کریں کہ ان میں جو بھی باغی ہو اس پر خدا و ملائکہ اور تمام مومنین کی لعنت ہو۔ معاویہ نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر رہنے ہی دو۔(۲)

۷۔ علامہ اسماعیل بن علی بن محمود نے (المختصر فی اخبار البشر) میں لکھا ہے کہ امام حسنؑ نے صلح میں چند شرائط لکھیں تھیں کہ معاویہ اگر انھیں مان لے تو وہ مطیع ہو جائیں گے، معاویہ نے انھیں مان لیا۔ ان میں ایک شرط یہ تھی کہ موجودہ کوفے کا خزانہ امام حسنؑ کو دے دیا جائے گا، دیگر ایرانی آرضیات کی مالگذاری بھی اور یہ کہ علیؑ پر سب و شتم نہ کیا جائے۔ لیکن معاویہ نے علیؑ کو دشنام دینے کی شرط قبول نہ کی۔ آخر امام حسنؑ نے شرط نرم کر کے لکھا کہ ان کے سامنے امام علیؑ کو دشنام نہ دیا جائے تو معاویہ نے مان لیا

۱۔ اسد الغابۃ ج ۱ص ۱۳۴ (ج ۱ص ۱۵۸ نمبر ۲۷۱) الاصابۃ ج ۱ص ۷۷

۲۔ العقد الفرید ج ۲ص ۱۴۴ (ج ۴ص ۲۱۵) المستطرف ج ۱ص ۵۴ (ج ۱ص ۴۲)

لیکن اس شرط کو بھی پورا نہ کیا۔(۱)

۸۔ قیس بن عباد شیبانی نے زیاد کو خبر دی کہ صیفی بن فسیل حجر بن عدی کا طرفدار ہے اور تمہارا سخت دشمن ہے۔ زیاد نے اسے بلوا کر پوچھا: ابوتراب کے متعلق کیا کہتے ہو؟ جواب دیا: ابوتراب کو میں نہیں جانتا۔ پوچھا: علی کو پہچانتے ہو؟ جواب دیا: ہوں۔ کہا: وہی تو ابوتراب ہیں۔ جواب دیا: وہ تو حسن و حسین کے باپ ہیں۔ زیاد نے کہا: ان پر لعنت کرو ورنہ گردن مار دوں گا۔ جواب دیا: اگر اسی وجہ سے مجھے قتل کریگا تو مجھے خوشنودی خدا حاصل ہوگی اور تو روسیاہ ہوگا۔ حکم دیا: گردن ماردی جائے۔ پھر حکم دیا کہ پابہ زنجیر کر کے زندان میں ڈال دیا جائے اور اس کے بعد انھیں قتل کر دیا گیا۔ ان کے ساتھ حجر کے دوسرے ساتھیوں کو بھی ۵۱ھ میں قتل کیا گیا۔(۲)

۹۔ بسر بن ارطاۃ نے بصرہ میں منبر پر علی کو گالیاں دے کر کہا: تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر سچ کہوں تو تائید کرنا ورنہ تکذیب کرنا۔ ابوبکر نے کہا: خدا گواہ ہے میں تجھے پکا جھوٹا سمجھتا ہوں اور تیری باتیں قطعی غلط ہیں۔ حکم دیا ان کا گلا دبا دیا جائے۔(۳)

۱۰۔ کثیر بن شھاب کو معاویہ نے گالیوں ہی کے انعام میں ری کی حکومت پھر کوفہ کی گورنری دی۔

۱۱۔ مغیرہ بن شعبہ کوفہ کا گورنر ہوا تو اس نے علی اور ان شیعوں کو گالیاں دیں۔ متواتر روایات میں ہے کہ مغیرہ نے بارہا یہ حرکت کی، وہ کہتا تھا کہ رسول خدا نے علی کو قربت کی وجہ سے بیٹی نہیں دی تھی بلکہ ابوطالب کے احسانات کا بدلہ چکایا تھا۔ مغیرہ کی بدگوئی پر زید بن ارقم نے اعتراض کیا کہ رسول خدا نے مردوں کی بدگوئی سے منع کیا ہے کوفے کے چند خطیبوں نے تقریر کی۔ صعصعہ نے تقریر کی تو مغیرہ نے

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۹۲ (ج ۵ ص ۱۶۰ حوادث ۴۰ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۷۵ (ج ۲ ص ۴۳۶ حوادث ۴۱ھ) البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۱۴ (ج ۸ ص ۱۶ حوادث ۴۰ھ) تذکرۃ الخواص، ص ۱۱۳ (۱۹۸) الاتحاف بحب الاشراف، ص ۱۰ (ص ۳۵)

۲۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۴۹ (ج ۵ ص ۲۶۶ حوادث ۵۱ھ) الاغانی ج ۱۶ ص ۷ (ج ۱۷ ص ۱۴۸) تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۰۲ (ج ۲ ص ۴۹۲ حوادث ۵۱ھ) تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۴۵۹ (ج ۲۳ ص ۲۵۸ نمبر ۲۹۰۸) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۱۲۵) تاریخ طبری ج ۶ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۱۶۸۔۱۶۷ حوادث ۴۱ھ)

۳۔ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۷۹ (ج ۲ ص ۴۵۲ حوادث ۴۱ھ)

انھیں نکال دیا اور لعنت کرنے کا حکم دیا۔ صعصعہ نے کہا کہ خدا لعنت کرے اس پر جو علیؑ پر لعنت کا حکم دے۔ مغیرہ نے انھیں قید کرنے کی قسم کھائی پھر منہ کی کھائی کیوں کہ لعنت اسی کے گلے پڑ گئی تھی۔ (۱)

۱۲۔ نمیر بن اسحاق کہتا ہے کہ مروان حاکم مدینہ تھا اور حسن بن علیؑ کے سامنے علیؑ پر برابر لعنت کرتا تھا۔ امام حسنؑ چپ رہتے تھے۔ ایک دن کہلوایا کہ تمھاری مثال خچر کی ہے جس سے کہا جاتا ہے کہ تمھاری ماں کون ہے تو کہتا ہے میری ماں گھوڑی ہے۔ امام حسنؑ نے جواب دیا کہدو: اگر وہ سچ کہتا ہے تو خدا ہمیں معاف کرے اور جھوٹ بکتا ہے تو خدا اس سے بدلہ لے، مروان جسے رسولؐ خدا نے چھپکلی اور چھپکلی کا بچہ کہا تھا جب اس سے پوچھا گیا کہ حضرت علیؑ کو اسطرح کیوں گالیاں دیتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ ہم بنی امیہ کی حکومت صرف اسی وسیلہ سے باقی رہ سکتی ہے۔ (۲)

۱۳۔ معاویہ نے عمرو بن سعید اشدق کو مدینہ کا گورنر بنایا۔ اس کی مذمت میں حدیث رسولؐ بھی مروی ہے (۳) یہ شخص منبر رسولؐ پر بہت زیادہ حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا تھا۔ ارشاد الساری (۴) اور تحفۃ الباری میں ہے کہ اس کا لقب اسی لئے اشدق ہوا کہ بہت زیادہ منبر پر گالیاں بکنے کی وجہ سے اس کے منہ پر لقوہ کا اثر ہو گیا تھا۔ یہ شخص قتل حسینؑ کے وقت بھی مدینہ کا گورنر تھا، جب خبر قتل مدینہ میں شائع ہوئی اور زنان بنی ھاشم نے نوحہ وزاری کی تو اس نے خوشی میں اشعار پڑھے اور کہا کہ یہ قتل عثمان کے شیون کا بدلہ ہے۔ پھر منبر پر جا کر خبر قتل حسینؑ دی (۵) اور مزار رسولؐ کی طرف اشارہ کر کے کہا: اے محمدؐ! یہ جنگ بدر کا بدلہ ہے۔ تمام مہاجرین وانصار جو موجود تھے انھوں نے سخت احتجاج کیا۔ اسی سعید نے ابورافع کے فرزند کو محض یہ کہنے پر کہ میں آزاد شدہ پیغمبر ہوں پانچ سو تازیانے مارے اس نے اقرار کیا کہ میں تمھارا آزاد

۱۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۸ (ج ۱ ص ۳۰۷ حدیث ۱۶۳۴) الاغانی جلد ۱۶ ص ۲ (ج ۱۷ ص ۱۳۷) المستدرک علی الصحیحین ج ۱ ص ۳۸۵ (ج ۱ ص ۵۴۱ حدیث ۱۴۱۹) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۶۰ (ج ۴ ص ۶۹ خطبہ ۵۶)

۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۲۷ (ص ۱۷۷) الصواعق المحرقہ ص ۳۳ (ص ۵۵)

۳۔ مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۲ (ج ۳ ص ۳۳۰ حدیث ۱۰۳۸۵) البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۳۱۱ (ج ۸ ص ۳۴۲ حوادث ۶۹ھ)

۴۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۶۸ (ج ۴ ص ۴۱۹ حدیث ۱۸۳۲)

۵۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۲۸ (ج ۵ ص ۴۶۵ حوادث ۶۱ھ) تاریخ کامل ج ۴ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۵۷۹ حوادث ۶۱ھ)

کردہ ہوں تو اسے چھوڑا۔(۱)

۱۴۔حاکم نیشاپوری نے بطریق طاؤس یہ روایت نقل کی ہے کہ حجر بن قیس مددی مولا علیؑ کے غلام خاص تھے۔ایک دن حضرت نے اس سے کہا کہ تمھیں حکم دیا جائے گا کہ مجھ پر لعنت کرو،تم لعنت کر دینا لیکن مجھ سے بے تعلق نہ ہونا،تبرا نہ کرنا۔طاؤس خود گواہ ہیں کہ حجر کو خلیفہ احمد بن ابراہیم اموی نے لعنت علی کا حکم دیا پھر قتل کی دھمکی دی۔حجر نے منبر پر کہا کہ امیر احمد نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علیؑ پر لعنت کروں اس لئے تم لوگ بھی اس پر لعنت کرو،خدا اس پر لعنت کرے۔خدا نے سب کی عقل پر پتھر ڈال دیئے تھے کوئی نہ سمجھا کہ حجر کس پر لعنت کر رہے ہیں۔(۲)

معاویہ اور اس کے گورنروں نے اس رسم لعنت کو اس قدر طول دیا کہ بچے بوڑھے ہو گئے۔ابتداء میں تو کچھ لوگ لعنت سے کتراتے تھے،بعض نے اس سلسلے میں سخت اذیتیں بھی جھیلیں،بعض قتل بھی ہو گئے لیکن امویوں نے اس میں اس قدر تندی دکھائی کہ آہستہ آہستہ تمام معاشرے میں رائج ہو گیا۔ معاویہ سخت ترین دشمنان علیؑ ہی کو گورنری پر مامور کرتا تھا تا کہ رسم لعنت کو کینہ توزی میں جاری رکھ سکے۔ یہ شرم ناک رسم عمر بن عبدالعزیز کے عہد تک جاری رہی یعنی پورے چالیس سال تک تمام اہم شہر کوفہ،مکہ،مدینہ،بصرہ میں یہ بدعت جاری رہی۔یاقوت نے معجم (۳) میں لکھا ہے کہ تمام اسلامی مملکت میں یہ شرم ناک رسم جاری تھی صرف سیستان اس سے محفوظ رہا،وہاں صرف ایک بار لعنت کی گئی۔لوگ بپھر گئے پھر وہاں والوں نے حکومت سے معاہدہ کر لیا کہ یہاں یہ شرم ناک حرکت نہ کی جائے۔بنی امیہ کے زمانہ میں ستر ہزار منبروں سے حضرت علیؑ پر سب وشتم ہوتا تھا (۴) اور اس کام کو عقیدہ ثابت اور مسلمہ فرض سمجھا جاتا تھا یہاں تک کہ جب عمر بن عبدالعزیز نے اس شرمناک رسم کو بند کیا تو لوگ سمجھتے تھے

۱۔کامل مبرد ج۲ص۷۵(ج۱ص۴۰۱)الاصابۃ ج۴ص۶۸

۲۔المستدرک علی الصحیحین ج۲ص۳۵۸(ج۲ص۲۹۰حدیث۳۳۶۶)

۳۔معجم البلدان ج۵ص۳۸(ج۳ص۱۹۱)

۴۔ربیع الابرار(ج۲ص۱۸۶)العقد الفرید ج۲ص۳۰۰(ج۴ص۱۵۹)

کہ انھوں نے انتہائی غلط اور فحش حرکت کی ہے۔ یہ لعنت کسی حال میں بند نہیں ہونی چاہئے تھی۔

مسعودی کی مروج، تاریخ یعقوبی، کامل بن اثیر اور سیوطی کی تاریخ الخلفاء (۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے صرف نماز جمعہ میں منبروں سے علیؑ پر لعنت کو بند کیا تھا اور اس کی جگہ پر آیت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن اس نے علیؑ پر لعنت کرنے والوں کو سزا بھی دی ہو اس کا کوئی ثبوت صفحات تاریخ میں نہیں ہے حالانکہ کہ اسی عمر نے عثمان یا معاویہ کو گالی دینے والے پر تازیانے کی سزا دی تھی (۲) حضرت علیؑ کو گالی دینے کے جرم میں سزا دینے کا کوئی ثبوت نہیں۔ حضرت علیؑ کے فضائل، محاسن، آیات و احادیث میں انکی مدح اور اسلام کیلئے انکی فدا کاریاں اگر نظر انداز بھی کردی جائیں تو کیا فقہاء کا یہ فتویٰ نہیں ہے کہ گالی اور لعنت حرام ہے۔ حدیث رسولؐ ہے کہ کسی مسلمان کو گالی دینا یا لعنت کرنا حرام ہے۔ (۳)

حضرت علیؑ کی پاک نسل اور قدسی صفات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو کیا وہ مسلمان بھی نہیں تھے ؟ کیا عشرہ مبشرہ کی فرد بھی نہیں تھے؟ کیا وہ صحابی بھی نہیں تھے؟ جنکے لئے علماء کا فتوی ہے کہ ان پر لعنت کرنا کفر ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ جو شخص عثمان یا طلحہ یا کسی صحابی رسولؐ کو گالی دے وہ دجال ہے، اسکی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس پر خدا، رسولؐ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے (۴) امام احمد بن حنبل (۵) کہتے ہیں: رسول خداؐ کے بعد سب سے بہتر ابو بکر، پھر عمر پھر عثمان اور پھر علیؑ ہیں۔ اس بات پر سب متفق

۱۔ مروج الذھب ج ۲ ص ۱۶۷ (ج ۳ ص ۲۰۵) تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۴۸ (ج ۲ ص ۳۰۵) تاریخ کامل ج ۳ ص ۴۸ (ج ۳ ص ۲۵۶ حوادث ۹۹ھ) تاریخ الخلفاء ص ۱۶۱ (ص ۲۲۶)

۲۔ الصارم المسلول ابن تیمیہ ص ۲۷۲ (ص ۵۷۴)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۷ حدیث ۴۸) صحیح مسلم (ج ۱ ص ۱۱۴ حدیث ۱۱۶ کتاب الایمان) سنن ترمذی (ج ۴ ص ۳۱۱ حدیث ۱۹۸۳) سنن نسائی (ج ۲ ص ۳۱۳ حدیث ۳۵۷۱۔۳۵۶۸) سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۱۲۹۹ حدیث ۳۹۴۱۔۳۹۳۹) مسند احمد (ج ۱ ص ۶۳۶ حدیث ۳۶۳۹) سنن بیہقی (ج ۸ ص ۲۰) تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۱۸۵ نمبر ۷۱۶۳) الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۱۹۴ (ج ۳ ص ۴۶۶) فیض القدیر (ج ۴ ص ۸۴، ۵۰۵، ۵۰۶، مشکاۃ المصابیح (ج ۳ ص ۴۳ حدیث ۴۸۴۸)

۴۔ تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۵۰۹ (ج ۱ ص ۴۴۷)

۵۔ مسند احمد (ج ۱ ص ۱۸۶ حدیث ۹۳۶)

ہیں اور یہی خلفائے راشدین ہیں۔ انکے بعد جائز نہیں کہ کوئی شخص ان کی برائی کرے۔ جو شخص برائی کرے اسے سزا دی جائیگی، اگر اسرار کرے تو عمر قید کی سزا بھی دی جائیگی تا کہ وہ باز آئے۔ قاضی ابو یعلی کہتے ہیں کہ صحابہ کو گالی دینا کفر ہے۔ یہ تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کوفے کے علماء صحابی کو گالی دینے والے کو قتل کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ابو بکر و عمر کے لئے تو اس سے بھی زیادہ سخت فیصلے ہیں۔ ابو یعلی سے پوچھا گیا کہ جو شخص ابو بکر کو گالی دے؟ جواب دیا: وہ کافر ہے۔ سوال ہوا کیا اس کی نماز میت پڑھی جائے گی؟ جواب دیا: نہیں۔ پوچھا گیا: لا الہ الا اللہ کہنے والے کے ساتھ ایسا سلوک کیوں؟ جواب دیا: اسکی لاش چھونا نہیں چاہئے بلکہ لکڑی سے اٹھا کر قبر میں پھینک آنا چاہئے۔(۱)

یہ فتوے تمام علماء کے نزدیک مسلم ہیں۔ تو کیا کوئی بھی انصاف پسند یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علیؑ کو گالیاں دیں ان پر یہ احکامات کیوں نہیں نافذ ہوتے؟ جن لوگوں نے یہ شرمناک جرم کیا انھیں کافر اور دجال کیوں نہیں کہا جاتا؟

۱۶۔ معاویہ کی حضرت علیؑ سے جنگ

اس سلسلے میں اگر تمام باتوں سے چشم پوشی کر لی جائے تو اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت امیر المومنینؑ خدا پرست مسلمان تھے اور مسلمان کو آزار پہنچانا اور اس سے جنگ کرنا حرام ہے، آیت ہے کہ جو لوگ مومنین و مومنات کو اذیت دیتے ہیں وہ بہت بڑے بہتان اور گناہ عظیم کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلمان کو گالی دینا بد کرداری ہے اور جنگ کرنا کفر ہے۔

اس سلسلے میں معاویہ نے دونوں گناہوں کا بوجھ اٹھایا، علیؑ کو گالی بھی دی اور خلیفہ وقت سے جنگ بھی کی۔ اولین مسلمان کو اذیت بھی دی، جس کی اذیت رسولؐ کی اذیت کے مترادف تھی۔ جو لوگ

۱۔ الصارم المسلول ص ۵۷۵

رسولؐ خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور جس نے رسول کو اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔ خدا اور رسول کو اذیت دینے والے پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔ پھر یہ کہ حضرت علیؑ نص، اجماع اور بیعت مہاجرین و انصار کی بنا پر خلیفہ وقت تھے۔ چند کے سوا تمام صحابہ نے آپ کی بیعت کی تھی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اسلامی حد بندی سے الگ ہو جائے اسکی گردن مار دینے کا حکم ہے، احادیث رسولؐ میں واضح طور سے حکم دیا گیا ہے: جسے دیکھو کہ امت محمدؐ میں افتراق پیدا کر رہا ہے اسے قتل کردو۔ جو شخص جماعت میں افتراق پیدا کرے اس کی جاہلیت پر موت ہوگی، جہنم میں جائے گا، خدا کے نزدیک اسکی کوئی حجت قابل قبول نہ ہوگی۔ (۱)

ان احکامات کی روشنی میں سوچنا چاہئے کہ معاویہ نے حضرت علیؑ کے خلاف مسلحانہ بغاوت کر کے اسلامی حکومت کو متزلزل کیا اور خلیفہ وقت کی اطاعت سے سرپیچی کر کے وحدت ملی کو پارہ پارہ کیا۔ ان ارشادات رسولؐ سے معاویہ کی ذمہ داریاں پوری طرح روشن ہو جاتی ہیں اور وہ اسلامی باغی قرار پاتے ہیں۔ جس طرح کہ حالت کفر و شرک میں باطل کے سرغنہ تھے۔ رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو اپنے بعد جنگ پر مامور فرمایا تھا۔ اسی طرح فرمایا کہ عمار کو باغی گروہ قتل کریگا۔ معاویہ نے عمار کو قتل کیا۔ عمار ہی پر کیا منحصر ہے، کتنے ہی پاک دامن صحابہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔
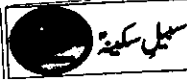
آخر معاویہ کو کس منطق کی بنیاد پر خلیفہ کہا جاتا ہے؟ رسولؐ کی تو حدیث ہے کہ جب دوسرا شخص خلافت کا دعویدار ہو تو اس کی گردن مار دو۔ نیز یہ کہ جب دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔ (۲) فرمایا کہ میرے بعد بہت سے خلفاء ہوں گے۔ پوچھا گیا: پھر آپکا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ پہلے کو

۱۔ صحیح بخاری باب السمع والطاعۃ للامام (ج ۲ ص ۲۶۱۲ حدیث ۶۷۲۴) صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۱، ۲۲، ۲۳ (ج ۴ ص ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷، حدیث ۵۳، ۵۷، ۶۰ کتاب الامارہ) سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۵۶، ۱۵۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۶ (ج ۲ ص ۵۷۳ حدیث ۷۸۸۴) المستدرک علی الصحیحین ج ۱ ص ۱۱۷ (ج ۱ ص ۲۰۴ حدیث ۴۰۴۔۴۱۰) سنن ترمذی ج ۹ ص ۶۹ (ج ۴ ص ۴۳۵ حدیث ۲۲۲۴) تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۴۷)

۲۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۳ (ج ۴ ص ۱۲۸ حدیث ۶۱ کتاب الامارہ) المستدرک علی الصحیحین ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۱۶۹ حدیث ۲۶۶۵)

مان لو اور اس کے حقوق ادا کرو۔ ان احادیث کے علاوہ خود معاویہ کے لئے حدیث ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو۔ (۱) اسکے علاوہ حدیث ہے کہ جو علیؑ سے برسر پیکار ہو اسے قتل کر دو خواہ کوئی بھی ہو۔ (۲)

جس وقت علیؑ اور معاویہ میں اختلاف ہوا تو قرآن کی روشنی میں ہی فیصلہ ہونا چاہئے تھا کہ باہم صلح وصفائی کرانی چاہئے تھی۔ اب اگر ان میں کوئی بغاوت کرے تو س کے خلاف جنگ کرنی چاہئے تھی تا کہ حکم خدا کی طرف واپس آئے (۳)

امام شافعی نے اسی آیت سے باغیوں کے ساتھ جنگ جائز ہونے کا استدلال کیا ہے (۴) اور معاویہ صریحی باغی تھے (۵) محمد بن حسن شیبانی کہتے ہیں کہ اگر معاویہ نے ظالمانہ طریقے سے حضرت علیؑ سے مسلحانہ بغاوت نہ کی ہوتی تو ہم باغیوں سے جنگ کے طریقے معلوم نہ کر پاتے (۶) تفسیر قرطبی میں ہے کہ یہ آیت باغیوں سے جنگ کی دلیل ہے، پھر آگے لکھتے ہیں کہ قاضی ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں کہ مسلمان باغیوں کے لئے یہ بنیادی آیت ہے کہ ان سے جنگ کی جائے، اسی آیت سے محدثین نے استدلال کیا ہے اور اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسولؐ نے فرمایا کہ عمار کو باغی گروہ قتل کریگا۔ نیز خوارج کے خلاف بھی اسی سے حکم فراہم ہوتا ہے جنھوں نے اصحاب علیؑ کو قتل کیا۔ بنا بریں یہ متفقہ بات ہے کہ حضرت علیؑ امام اور خلیفہ وقت تھے، جس نے آپ سے جنگ کی وہ باغی قرار پائے، ان سے جنگ کرنا واجب تھی۔ (۷)

۱۔ کنوز الدقائق مناوی ص۱۰ (ج۱ ص۱۹) کتاب صفین ۲۴۳۔۲۴۸ (۲۱۶۔۲۲۱) تاریخ طبری ج۱۱ ص۳۵۷ (ج۱۰ ص۵۸) تاریخ بغداد ج۱۲ ص۱۸۱ (نمبر ۶۶۵۲) شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۳۴۸ (ج۴ ص۳۲ خطبہ ۵۴) تھذیب التھذیب ج۲ ص۴۲۸ (ج۵ ص۹۶)

۲۔ کنوز الدقائق ص۱۴۵ (ج۲ ص۱۱۴) ۳۔ سورۂ حجرات۔۹ ۴۔ سنن بیہقی ج۸ ص۱۷۱

۵۔ کفایۃ الطالب ص۱۷۲ (ص۱۷۳ باب ۳۸)؛ البدایۃ والنھایۃ ج۷ ص۳۰۵ (ج۷ ص۳۳۹ حوادث ۳۷ھ)؛ تاریخ ابن عساکر (ج۱۲ ص۳۷۰)؛ کنز العمال (ج۱۱ ص۶۱۳ حدیث ۳۲۹۷۰)؛ مستدرک حاکم ج۳ ص۱۳۹ (ج۳ ص۱۵۰ حدیث ۴۶۷۴)

۶۔ الجواہر المضیۃ ج۲ ص۲۶ ۷۔ تفسیر قرطبی ج۱۶ ص۳۱۷ (ج۱۶ ص۲۰۸)؛ العواصم والقواصم ص۱۷۰،۱۶۸

زیلعی نے نصب الرایۃ میں لکھا ہے کہ حق علیؑ کی طرف تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ علیؑ کی طرف تھے، معاویہ والوں نے انھیں قتل کیا۔ ام الحرمین ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ اپنے دور حکومت میں حق پر تھے، جن لوگوں نے ان سے جنگ کی وہ باغی تھے۔ البتہ ان سے حسن ظن کی بنا پر یہ کہنا چاہئے کہ انہوں نے خطائے اجتہادی کی۔ اور امت کا اجماع ہے کہ جنگ جمل اور صفین میں علیؑ حق پر تھے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ بعد جنگ حضرت عائشہ نے ندامت کا اظہار کیا (نصب الرایۃ: اولین طباعت میں یہی عبارت تھی لیکن موجودہ طباعت میں تحریف کر دی گئی ہے) (۱)

عائشہ نے صحیح کہا تھا کہ آیت ''وان طائفتان من المومنین اقتتلوا'' سے مسلمانوں کی رعیت میں نے سب سے زیادہ دکھی۔ (۲) خود ام المومنین نے سب سے پہلے اس حکم کی مخالفت کی اور اس کا حکم ضائع کیا اور جاہلی بناؤ سنگھار کر کے گھر سے نکلیں، امام وقت سے جنگ کی پھر شرمندگی میں اس قدر روتی تھیں کہ آنچل آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔

اسی دلیل سے امیر المومنینؑ شام والوں سے جنگ کرنا واجب سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ دو راستے ہیں یا تو شامیوں سے جنگ کروں یا جو کچھ محمدؐ پر نازل ہوا ہے اس کا انکار کروں۔ (۳) رسولؐ اکرم نے بھی حضرت علیؑ، عمار، ابوایوب جیسے اصحاب کبار کو مارقین، قاسطین اور ناکثین سے جنگ کا حکم دیا تھا۔ (۴) اور یہ متفق علیہ بات ہے کہ معاویہ والے قاسطین میں تھے۔ بنابریں معاویہ سے جنگ واجب تھی۔ وہی حکم دیتا ہے کہ علیؑ سے جنگ کرو۔ حالانکہ قرآن کا حکم ہے کہ جب باہم

۱۔ نصب الرایۃ ج ۴ ص ۶۹؛ الارشاد ص ۴۳۳ (ص ۳۶۵)

۲۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۷۲؛ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۱۶۸ حدیث ۲۶۶۴)

۳۔ نہج البلاغہ ج ۱ ص ۹۴ (ص ۸۴ خطبہ ۴۳)؛ کتاب صفین ص ۵۴۲ (ص ۴۷۴)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۵ (ج ۳ ص ۱۲۴ حدیث ۴۵۹۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۸۳ (ج ۲ ص ۲۰۸ خطبہ ۳۵)؛ بحر الذخار ج ۵ ص ۴۱۵ (ج ۶ ص ۴۱۵)

۴۔ مسند شمس الاخبار ص ۳۸ (ج ۱ ص ۱۰۳ باب ۷)؛ مسند ابی یعلی (ج ۳ ص ۱۹۴ حدیث ۱۶۲۳)؛ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۳۸؛ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۸۷ (نمبر ۷۱۶۵) کفایۃ الطالب ص ۷۰ (ص ۱۶۹ باب ۳۷)

اختلاف کرو تو قرآن کو حکم بناؤ۔ اس شخص نے حکم خدا اور رسولؐ کے برخلاف اعلان جنگ کر دیا۔ حضرت علیؑ نے اتمام حجت کے بطور اسی لئے پہلے اس سے خط و کتابت فرمائی اور کتاب اللہ و سنت رسولؐ کی طرف برابر دعوت دیتے رہے۔(۱) لیکن معاویہ نے قرآن اور سنت کی قطعی پرواہ نہ کی۔ ان واجبی احکام کا ذرہ برابر خیال نہ کیا اور جہنم کا ایندھن بن گیا۔ کیا معاویہ کی فہمائش کے لئے یہ احادیث رسول کافی نہیں تھیں کہ علیؑ کی منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ کے نزدیک تھی صرف یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ خدایا! جو اس کو دوست رکھے تو بھی دوست رکھ۔

جس نے میری اطاعت کی، اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی۔

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: ایک کتاب خدا، دوسرے اپنی عترت۔

جسے پسند ہو کہ میری جیسی زندگی و موت سے ہمکنار ہو اسے علیؑ سے محبت کرنی چاہئے۔

خدا نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ علیؑ ہدایت کا پرچم، منارۂ ایمان، میرے اولیاء کے امام اور میرے تمام اطاعت شعاروں کا نور ہیں۔

صحیفۂ مومن کا عنوان علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کی طرف دیکھ کر فرماتے تھے: ان سے جنگ، مجھ سے جنگ اور ان سے صلح، مجھ سے صلح ہے۔

علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔

اے علیؑ! تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو۔

اے علیؑ! تم سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی نفرت کرے گا حسنین کا ہاتھ تھام کر فرمایا: جو ان سے اور ان کے والدین سے محبت کرے، وہ قیامت میں میرے درجے میں ہوگا۔

۱۔ تاریخ طبری ج۶ ص۴ (ج۵ ص۸ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح نہج البلاغہ ج۱ ص۱۹ (ج۳ ص۲۱۰ خطبہ ۴۸)

علیؑ کی منزلت وہی ہے جو میرے بدن کو میرے سر سے ہے۔

اپنی جان کی قسم! جو اہل بیتؑ سے بغض رکھے گا، اسے خدا جہنم میں جھونک دے گا۔

اے علیؑ! خوشا حال اس کا جو تم سے محبت کرے اور تمہارے بارے میں سچ بولے، اس کا ستیاناس ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہارے بارے میں جھوٹ بولے۔

جو مجھ سے محبت کرے اس کو علیؑ سے محبت کرنی چاہئے۔

اور جس نے علیؑ سے نفرت کی اس نے مجھ سے نفرت کی اور جو مجھ سے نفرت کرے وہ خدا سے نفرت کرتا ہے اور جہنمی ہے۔

علیؑ کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ وارفتہ ذات خداوندی ہیں۔

یہ نیکوں کا امیر اور بدکاروں کا قاتل ہے، اس کا مددگار منصور اور اسے چھوڑنے والا ناکام ہے۔

جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں۔ چالیس احادیث (۱)

یہ امیر المومنینؑ کے متعلق محبت و نفرت کے احکام و ارشادات رسولؐ تھے۔ اسی لئے عظیم صحابہ نے معاویہ کی معاندانہ روش کو سخت ناپسند کیا۔ (۲) ابوذر نے حدیث رسولؐ پیش کی: معاویہ جہنم کا کندہ ہے۔ (۳) اور معاویہ نے انہیں قید کرنے کا حکم دیا۔ عبد الرحمٰن بن سہل نے معاویہ کی شرابخواری پر نصیحت کی، عمرو عاص نے عمار کی شہادت کے بعد فئہ باغیہ کی حدیث سنائی، ان کے علاوہ بھی صحابہ نے احتجاج اور غم و غصہ کا مظاہرہ کیا۔ معاویہ کی خباثت نفس کا اندازہ موفقیات بن بکار کی روایت سے ہوتا ہے۔ مطرف بن مغیرہ نے کہا کہ میرے باپ اکثر معاویہ کے یہاں سے آتے تو اس کی ذہانت و ہوشمندی کی تعریف کرتے۔ لیکن ایک دن آئے تو مغموم تھے۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہا: آج کی رات

۱۔ مذکورہ حدیثیں اسی کتاب کی جلد ۱، ۲، ۳، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ میں موجود ہیں۔

۲۔ مروج الذہب ج ۱ ص ۶۱ (ج ۳ ص ۲۴)؛ تذکرۃ الخواص ص ۱۲ (ص ۱۸)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۲۵۵ خطبہ ۳۰)

میری بھیانک ترین رات ہے، میں دنیا کے خبیث ترین انسان کے پاس سے آرہا ہوں، میں نے آج معاویہ سے کہا کہ اگر آپ بنی ہاشم کے ساتھ صلہ رحم کرتے تو بہتر ہوتا۔ اس کمینے نے جواب دیا کہ افسوس! ابوبکر نے منصفانہ حکومت کی، انہیں کیا ملا؟ عمر نے انصاف کیا، کیا ملا؟ میرے بھائی عثمان نے تو خوش کرداری کی حد کر دی لیکن ان کے ساتھ برا برتاؤ ہوا لیکن یہ بنی ہاشم تو ہر پانچ وقت اپنی برتری کا اعلان کراتے ہیں "**اشهد ان محمد رسول الله**"۔(۱)

معاویہ کے گستاخانہ خطوط جو اس نے امیر المومنینؑ کے لکھے، انہیں پڑھ کے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عصبیت میں کفر کی حدوں سے بہت آگے نکل گیا تھا۔(۲) معاویہ شجرہ ملعونہ کی فرد اور علیؑ صدیق اکبر و فاروق اعظم اور یعسوب الدین تھے۔(۳) علیؑ قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ تھا(۴) علیؑ حق کے ساتھ اور حق علیؑ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں۔(۵)

ایسی ہزاروں احادیث رسولؐ ہیں، اس طاغی کو نام علیؑ سے چڑھ تھی۔ عبداللہ بن عباس کے یہاں لڑکا ہوا، علیؑ اسے دیکھنے گئے، گود میں لے کر پوچھا: کیا نام رکھا؟ ابن عباسؓ نے کہا: میں آپ پر سبقت کیسے کر سکتا ہوں۔ فرمایا: میں نے علی نام رکھا اور کنیت ابوالحسن۔ کچھ دن بعد معاویہ نے ابن عباس سے کہا کہ میں نے اس کی ابومحمد کنیت رکھی۔ علی کے نام سے مت پکارنا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے علی نام کے اپنے بچوں کا نام بدل دیا تھا۔(۶) کیونکہ بنی امیہ علی نام کے بچوں کو قتل کر دیتے تھے۔(۷)

۱۔ مروج الذہب ج۲ص۳۴۱ (ج۴ص۴۹)

۲۔ وسارے خطوط شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۳ص۴۱، ۴۱۲، ۴۴۸؛ ج۴ص۵۰، ۵۱، ۲۰۱ (ج۱۵ص۸۲، ۸۷، ۱۸۶؛ ج۱۶ص۱۳۵، ۱۳۴؛ ج۱۷ص۲۵۳، ۲۵۲)

۳۔ الحاوی للفتاوی سیوطی (ج۲ص۱۹۶)

۴۔ مستدرک حاکم ج۳ص۱۲۴ (ج۳ص۱۳۴ حدیث ۴۶۲۸)؛ المعجم الاوسط طبرانی (ج۵ص۴۵۵ حدیث ۴۸۷۷)؛ صواعق محرقہ ص۴۷، ۷۵ (۱۲۴، ۱۲۶)؛ الجامع الصغیر ج۲ص۱۴۰ (ج۲ص۱۷۷ حدیث ۵۵۹۴)؛ تاریخ الخلفاء ص۱۱۶ (ص۱۶۲)؛ فیض القدیر ج۴ص۳۵۶

۵۔ مناقب خوارزمی (ص۷۶ حدیث ۲۱۴) فرائد السمطین (ج۱ص۱۷۷ حدیث ۱۴۰)

۶۔ کامل مبرد ج۲ص۱۵۷ (ج۱ص۴۹۷)

۷۔ تہذیب التہذیب ج۷ص۳۱۹ (ج۷ص۲۸۱)

۱۷۔ فرزند جگر خوارہ کی تباہ کاریاں

۱۔ جب علیؑ کی فوج کے سپاہی نعیم بن صہیب جنگ صفین میں قتل ہوئے تو ان کا چچیرا بھائی نعیم بن حارث معاویہ سے بولا کہ اسے مجھے بخش دیجئے تا کہ دفن کروں۔ معاویہ نے کہا: اسے دفن ہونے کا حق نہیں کیونکہ عثمان کو بھی دفن نہیں ہونے دیا گیا تھا۔ نعیم نے کہا: اگر اجازت نہیں دو گے تو تمہیں چھوڑ کر علیؑ کے ساتھ ہو جاؤں گا۔ مجبور ہو کر معاویہ نے اجازت دی اور اس نے دفن کیا۔ (۱)

۲۔ عبداللہ بن بدیل قتل ہوئے تو معاویہ کے ساتھ ابن بدیل کے دوست عبداللہ بن عامر بھی سرہانے پہونچے۔ ابن عامر نے ابن بدیل کی لاش کو ڈھانپ کر مغفرت کی دعا کی۔ معاویہ نے کہا: چہرہ کھولو۔ ابن عامر نے کہا: بخدا! جب تک جان میں جان ہے ایسا نہیں ہونے دوں گا کہ اس کا مثلہ کیا جائے۔ معاویہ نے کہا: چہرہ کھولو، مثلہ نہیں کروں گا، میں نے تمہیں بخش دیا۔ (۲)

ابوجعفر بغدادی المحبر میں لکھتا ہے کہ معاویہ نے زیاد کو لکھا کہ جسے بھی دین علیؑ پر پاؤ اسے قتل کر دو اور اس کی لاش کا مثلہ کر کے پارہ پارہ کر دو۔ (۳)

۳۔ معاویہ نے نذر مانی تھی کہ قبیلہ ربیعہ کی عورتوں کو کنیز بنائے گا اور جن عورتوں نے جنگ صفین میں اس کے خلاف جنگ کی تھی انھیں قتل کرے گا۔ اس سلسلے میں خالد بن معمر کے اشعار بھی ہیں۔ (۴)

۴۔ بارودی لکھتا ہے کہ عمیر بن قرہ صحابی رسولؐ جنگ صفین میں معاویہ کے خلاف سخت جنگ کر رہے تھے، معاویہ نے قسم کھائی تھی کہ اگر قبضے میں آ گئے تو ان کے کان میں تانبہ پگھلا کر ٹپکاؤں گا۔ (۵)

۱۔ کتاب صفین ص ۲۹۳ (ص ۲۵۹)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۴ (ج ۵ ص ۲۶ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۴۸۹ (ج ۵ ص ۲۰۷ خطبہ ۶۵)

۲۔ کتاب صفین ص ۲۷۷ (ص ۲۴۶)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۴۸۶ (ج ۵ ص ۱۹۷ خطبہ ۶۵)

۳۔ المحبر ص ۴۷۹

۴۔ کتاب صفین ص ۳۳۱ (ص ۲۹۴) ۵۔ الاصابہ ج ۳ ص ۳۵ (نمبر ۶۰۵۲)

یہ جگر خوارہ کے وہ بعض کرتوت ہیں جو جنگ صفین میں سرزد ہوئے۔ کیا یہی دین اسلام کا تقاضہ ہے کہ اگر خلیفہ وقت کی حمایت میں قتل ہو جائے تو اس کو دفن ہونے کا حق نہ رہے؟ کیا مخالف کا مثلہ اور اس کی لاش کو پارہ پارہ کرنا سابقین اولین صحابہ کا بھی شعار رہا ہے؟ رسولؐ خدا نے تو جانور کی لاش کو بھی پارہ پارہ کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (۱)

آخر کس دلیل سے جگر خوارہ کا فرزند، علیؑ والوں کی لاش کا مثلہ جائز سمجھتا تھا؟ معصیت کی نذر مانتا تھا؟ عورتوں کو کنیزی میں لینے کا عہد کرتا تھا؟ جب کہ حرام نذر کا پورا کرنا روا نہیں۔ (۲)

۱۸۔ ناروا تہمتیں

معاویہ کے شرمناک پاپ ہمارے آپ کے اندازوں سے باہر ہیں۔ اس نے حضرت علیؑ سے جنگ اور ان پر سب و شتم کو کس دل سے جائز سمجھا ہوگا؟ لیکن اس نے تو اتہام طرازیوں کے ڈھیر لگا دئے ہیں، ایک تو حضرت علیؑ کو ملحد کہا اور دوسرے یہ کہ علیؑ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

حالانکہ علیؑ کی تلوار ہی سے اسلام قوی ہوا اور نماز برپا ہوئی، ان کی نماز کی خدا نے مدح کی۔ وہ سادہ لوح عوام کو سمجھاتا تھا کہ علیؑ کا اسلام پر ایمان نہ تھا اور وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ معاویہ ہر تقریر کے بعد کہتے:

خدایا! ابوترابؑ ملحد ہو گیا ہے، تیری راہ لوگوں پر بند کر دی ہے اس لئے اس پر لعنت کر بدترین لعنت، اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھا۔ اور یہ حکمنامہ تمام گورنروں کو لکھ بھیجا یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز نے

۱۔ المعجم الکبیر طبرانی (ج ۱ ص ۱۰۰ حدیث ۱۶۸)؛ نصب الرایۃ ج ۳ ص ۱۲۰؛ شرح السیر الکبیر سرخسی ج ۱ ص ۷۸؛ صحیح بخاری باب ما یکرہ من المثلۃ (ج ۵ ص ۲۱۰۰ حدیث ۵۱۹۶)

۲۔ صحیح بخاری ج ۹ ص ۲۲۵، ۲۲۶ (ج ۶ ص ۲۴۶۳ حدیث ۶۳۱۸ ص ۲۴۶۴ حدیث ۶۳۲۲)؛ سنن ترمذی ج ۱ ص ۲۸۸ (ج ۴ ص ۸۸ حدیث ۱۵۲۶)؛ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۵۳ (ج ۱ ص ۶۸۷ حدیث ۲۱۲۶)؛ سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۷۸ (ج ۳ ص ۲۳۲ حدیث ۳۲۸۹)؛ سنن نسائی ج ۷ ص ۱۷ (ج ۳ ص ۱۳۴ حدیث ۴۷۴۹، ۴۷۵۰)؛ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷۵

اسے بند کیا۔(۱)

ابن مزاحم لکھتا ہے کہ جنگ صفین میں ایک کالا جوان معاویہ کی فوج سے نکلا اور دین عثمان پر ہونے کا اعلان کر کے مبارز طلب ہوا، پھر حضرت علیؑ کو گالیاں دینے لگا۔ ہاشم مرقال نے اس سے کہا کہ خدا سے ڈرو، اسے کیا جواب دو گے؟ وہ بولا: میں تم لوگوں سے اس لئے جنگ کر رہا ہوں کہ میرے امیر معاویہ نے کہا ہے کہ تمہارا امیر نماز نہیں پڑھتا، اس نے میرے خلیفہ کو قتل کیا ہے۔ ہاشم نے کہا: تمہیں عثمان سے کیا مطلب، انہیں تو اصحاب رسولؐ اور اساتذۂ قرآن نے قتل کیا ہے کیونکہ وہ بدعتیں کرتے تھے اور دین محمدؐ بدل رہے تھے پھر سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ میرا امیر سابق الاسلام اور سب سے پہلا نمازی ہے۔ سب سے زیادہ دین خدا کا واقف کار اور پیغمبرؐ کا قریب ترین رشتہ دار تھا۔ وہ جوان بولا: میرے بھائی! تم مرد صالح معلوم ہوتے ہو اور میں گناہ میں مبتلا تھا، اب میں خدا سے توبہ کرتا ہوں اور میدان سے چلا گیا۔ ایک شامی نے کہا کہ اس عراقی نے تمہیں دھوکا دیا۔ جواب دیا: نہیں، اس عراقی نے میری خیر خواہانہ نصیحت کی۔(۲)

معاویہ نے پوری عمر علیؑ پر تہمت لگائی اور جب ابن عباس سے بعد شہادت امیرالمومنینؑ ملاقات کی تو کہا کہ اس خدا کا شکر جس نے علیؑ کو قتل کیا۔

آخر یہ کمینہ کس خدا کا شکر ادا کر رہا ہے، کیا اس کا جس نے علیؑ کو ولایت عطا کی ہے اور جس کی طہارت کا قرآن میں اعلان کیا ہے، جس نے رسولؐ کو حکم دیا کہ علیؑ کو اپنا وصی بنا دو؟ کیا کوئی مسلمان جو خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہے، قتل علیؑ پر خوش ہوگا اور خدا کا شکر ادا کرے گا؟ جی ہاں! یہ وہی کرے گا جو خدا کے بجائے ہبل کو مانتا ہو۔

فرزند جگر خوارہ کی باغیانہ روش کا دوسرا بہانہ یہ تراشا جاتا ہے کہ انہوں نے خون عثمان کا بدلہ لیا اور عثمان کا خون علیؑ کی گردن پر تھا۔ اس سلسلے میں کچھ باتیں پیش نظر رہنی چاہئے:

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۳۵۶ (ج۴ ص۵۶، ۵۷ خطبہ ۵۶)

۲۔ کتاب صفین ص۴۰۲ (ص۳۵۴)؛ تاریخ طبری ج۶ ص۲۴ (ج۵ ص۴۳ حوادث ۳۷ھ) تاریخ کامل ج۳ ص۱۳۵ (ج۲ ص۳۸۴ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۲ ص۲۷۸ (ج۸ ص۳۶، ۳۵ خطبہ ۱۲۴)

۱۔ اول یہ کہ معاویہ خود واقعہ قتل کے شاہد نہیں ہیں بلکہ ان کی مدد کرنے میں کوتاہی کی تا کہ خون بہے تو یہ بہانہ بنا کر اپنا اقتدار مضبوط و وسیع کریں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ حضرت امیر المومنینؑ قتل عثمان کے موقع پر مدینہ سے باہر تھے، اس لئے قتل میں ان کے شریک ہونے کا امکان ہی ختم ہو جاتا ہے، نہ ان کی حمایت میں نہ ان کی مخالفت میں، کسی قسم کی جد وجہد نہیں کی۔

۳۔ تیسرے یہ کہ عثمان کے قاتل نے تو خود اقرار کیا ہے کہ مجھے عمرو عاص کہتے ہیں، یہاں وادی السباع میں رہ کے عثمان کو قتل کر دیا۔ (۱)

جرجانی کہتے ہیں کہ جب عمرو عاص نے مصر کے بدلے معاویہ کی حمایت کی اور عہد نامہ بھی تحریر ہو گیا تو معاویہ نے اس کے سامنے سیاسی حالات پیش کر کے مشورہ طلب کیا۔ عمرو عاص نے کہا: محمد بن حذیفہ کو قتل کرا دو، شہنشاہ روم سے تحفہ بھیج کر صلح کر لو، اب رہ گئے علیؑ تو ان کی عراق کے معززین نے بیعت کر لی ہے، شام کے لوگوں کو تم نے علیؑ کے خلاف کر کے اچھا نہیں کیا ہے، اب تمہیں شامیوں کے رئیس شرجیل بن سمط کندی کو فریب دے کر علیؑ کا مخالف بنانا ہوگا۔ معاویہ نے اسے حمص میں خط لکھ کر ہم خیال بنانا چاہا، تھوڑی سی عیاری کے بعد یہ معاملہ بھی پٹ گیا۔ جب شرجیل شام آیا تو شامیوں نے زبردست استقبال کیا۔ معاویہ نے اس سے کہا کہ علیؑ نے جریر کو بھیج کر مجھ سے بیعت لینی چاہی ہے، علیؑ بہترین امت تھے اگر انہوں نے عثمان کو قتل نہ کیا ہوتا۔ اب میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ شرجیل نے غور کرنے کی مہلت مانگی تو معاویہ نے اپنے آدمی لگا دیئے تا کہ معاویہ کا ہم خیال بنائیں۔ شرجیل نے جریر سے ملاقات کر کے قتل عثمان کے متعلق مناظرہ کیا، آخر شرجیل علیؑ کا مخالف ہو گیا اور جھوٹی گواہیوں اور اتہام طرازیوں کے بل پر معاویہ نے شام والوں کو حضرت علیؑ کے خلاف جنگ پر آمادہ کر لیا۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری ج۵ص۲۳۴ (ج۴ص۵۶۰)
۲۔ کتاب صفین ص ۵۷، ۴۹ (ص ۵۱، ۴۴): استیعاب ج۱ص۵۸۹) (القسم الثانی ص ۷۰۰ نمبر ۱۱۶۸): اسد الغابہ ج۲ص ۳۹۲ (ج۲ص۵۱۴ نمبر ۲۴۱۰): تاریخ کامل ج۳ص۱۱۹ (ج۲ص۳۶۰ حوادث ۳۶ھ): شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱ص ۱۳۹، ۲۴۹، ۲۵۰ (ج۲ص۷۳، ۷۱ خطبہ ۲۶: ج۳ص۸۳، ۷۹ خطبہ ۴۳)

۴۔ عثمان کو مہاجرین وانصار نیز معزز ترین اصحاب رسولؐ نے اس لئے قتل کیا کہ وہ امت اسلامی کو قرآن وسنت سے منحرف کر رہے تھے، اس لئے ان کا خون مباح سمجھا گیا۔ اس بنا پر کسی کو بھی ان کا قصاص لینے کا حق نہیں تھا۔ اس حقیقت کو حضرت علیؑ، (۱) ہاشم مرقال (۲) اور عمار یاسر (۳) جیسے عظیم صحابہ نے واضح کر دیا ہے۔

۵۔ امیر المومنینؑ کی سپاہ میں ایسے بھی عظیم اصحاب تھے جن کا قتل عثمان سے کوئی تعلق نہ تھا پھر آخر کس دلیل سے معاویہ نے حضرت علی سے جنگ کی؟

۶۔ پھر یہ کہ خود معاویہ کسی طرح بھی خون عثمان کے ولی نہ تھے۔

شرعی لحاظ سے ان کا قصاص فرزندان عثمان کو طلب کرنا چاہئے تھا، وہ خلیفہ وقت سے دادخواہ ہوتے تو فیصلہ ہوتا۔ البتہ معاویہ قصاص طلب کرتے اپنے بھائی حنظلہ کا، عتبہ کا ولید بن عتبہ کا، عاص بن سعید کا جن کے قاتل حضرت علیؑ تھے لیکن معاویہ ایسا نہ کرتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس میں مسلمان ان کا ساتھ نہ دیں گے۔ البتہ خون عثمان قصاص طلب کیا کیونکہ جاہلی عہد میں قصاص فرزندوں کے علاوہ دور کا رشتہ بھی طلب کر سکتا تھا معاویہ عثمان کے دور ہی کے رشتہ دار تھے۔

۷۔ معاویہ کو چاہئے تھا کہ پہلے علیؑ کی بیعت کر کے وحدت معاشرہ میں شامل ہوتے پھر قصاص کا دعویٰ رکھتے، خود حضرت علیؑ نے بھی ایک خط میں اس کا تذکرہ کیا تھا۔ (۴)

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۸۷ (ج ۱ ص ۹۱)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۸۴ (ج ۴ ص ۱۳۷)؛ کامل مبرد ج ۱ ص ۱۵۷ (ج ۱ ص ۲۷۱)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۵۲ (ج ۳ ص ۸۹ خطبہ ۴۳)

۲۔ کتاب صفین ص ۴۰۲ (ص ۳۵۴)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۳ (ج ۵ ص ۴۳ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۷۸ (ج ۸ ص ۳۵ خطبہ ۱۲۴)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۳۸۴ حوادث ۳۷ھ)

۳۔ کتاب صفین ص ۳۶۱، ۳۶۹ (ص ۳۱۹، ۳۲۶)؛ تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۱ (ج ۵ ص ۳۹ حوادث ۳۷ھ)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۲۳ (ج ۲ ص ۳۸۰ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۵۰۴ (ج ۵ ص ۲۵۲ خطبہ ۶۵)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۲۶۶ (ج ۷ ص ۲۹۶ حوادث ۳۷ھ)؛ جمہرۃ الخطب ج ۱ ص ۸۱ (ج ۱ ص ۳۵۷ خطبہ ۲۲۵)

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۸۸ (ج ۱ ص ۹۲)؛ کامل مبرد ج ۱ ص ۲۲۵ (ج ۱ ص ۲۷۱)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۸۴، ۲۸۵ (ج ۴ ص ۱۳۷)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۵۲ (ج ۳ ص ۸۹ خطبہ ۴۳)

۸۔ معاویہ سے قبل طلحہ وزبیر نے بھی زوجہ رسول کو ساتھ لے کر یہی ڈرامہ کیا تھا۔ حضرت علی نے انہیں یہی سمجھایا کہ عثمان کے فرزند ہیں، یہ حق انہیں پہونچتا ہے۔ حضرت تو خود ہی فرماتے تھے کہ دو ہی راستے ہیں یا ان سے جنگ کروں یا کافر ہو جاؤں۔

۹۔ قصاص کے سلسلے میں خلیفہ وقت کی اطاعت بہر حال امت کی ہر فرد پر واجب تھی لیکن معاویہ کو خواہش نفس نے اندھا بہرا بنا دیا تھا اور اس بارے میں اس نے اپنی ذمہ داری نہیں نبھائی۔

۱۰۔ قاتلین عثمان کے بارے میں اختلاف ہے، جن پر الزام ہے ان میں جبلہ بن ایہم، کبیرہ سکونی، کنانہ بن بشر، سودان بن حمران، رومانی یمانی، یسار بن غلباض۔ ان میں سے کوئی بھی علی کی فوج میں نہ تھا۔ اگر اسباب کو دیکھا جائے تو تمام مہاجرین وانصار ان کے قتل میں شریک تھے، خود حضرت علی نے اپنے کو قتل عثمان سے بری قرار دیا ہے۔ لیکن معاویہ نے جھوٹ اور بہتان کی حد کرتے ہوئے حضرت علی اور ان کے طرفداروں کو قاتلین عثمان میں ہونے کا بھرپور پروپگنڈہ کیا۔

۱۹۔ معاویہ کی صفائی میں ابن حجر کا ''عذر لنگ''

معاویہ کے عفونت خیز اور بھیانک ترین اقدامات اور حضرت علی کے خلاف ان کی مسلحانہ بغاوت کے متعلق جو عذر تراشے گئے وہ آپ نے گذشتہ صفحات میں پڑھ لئے۔ اب آیئے ذرا آخری گپھار کا بھی تجزیہ کر لیجئے جسے ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے، یہ ان کی اپنی اختراع نہیں ہے بلکہ یہ ابن حزم، ابن تیمیہ، اور ابن کثیر کے چبائے ہوئے لقمے ہیں جسے انھوں نے بنا سجا کر اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں: اھل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی ومعاویہ کے درمیان جو جنگ ہوئی وہ اس لئے نہیں تھی کہ معاویہ نے علی سے حق خلافت چھیننا چاہا تھا، کیونکہ یہ بات تو ثابت ہیکہ خلافت حضرت علی ہی کا حق تھا۔ یہ فتنہ خلافت کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ اس لئے پیدا ہوا کہ معاویہ اور ان کے ساتھی علی سے قاتلین عثمان کو طلب کر رہے تھے، کیونکہ معاویہ عثمان کے چچیرے بھائی تھے۔ حضرت علی نے اس سے انکار کیا،

وجہ یہ تھی کہ انھیں گمان ہوا کہ فوراً حوالے کر دیا جائے گا تو چونکہ ان کے قبیلے بہت زیادہ ہیں اور حضرت علیؑ کی فوج میں گھل مل گئے ہیں اس لئے سخت بدامنی پھیلے گی اور خلافت کا انتظام متزلزل ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ابتداً میں خلافت کو استحکام و استواری نہیں حاصل تھی، اس لئے حضرت علیؑ نے سوچا کہ جب تک خلافت مستحکم نہ ہو جائے اس معاملے کو ٹالنا زیادہ قرین صواب ہے، جب قومی وحدت استوار ہو جا ئے تو یکایک قاتلین عثمان کو پکڑ کر حوالے کر دیا جائے گا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جب جنگ جمل میں آواز دی گئی کہ قاتلان عثمان فوج سے الگ ہو جائیں تو بعض نے حضرت علیؑ کے خلاف مسلحانہ بغاوت کا ارادہ کر لیا، اکثر لوگ قتل عثمان کے ہم خیال تھے، چنا نچہ ایام محاصرہ میں صرف مصری افراد کی تعداد سات سو، ہزار یا پانچ سو تھی، کوفہ و بصرہ کے لوگوں کو ملا کر تعدا دس ہزار تک پہونچ جاتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؑ نے انھیں حوالے کرنے سے پہلو تہی برتی کیو نکہ معاملہ سخت دشوار تھا۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ بلوائیوں نے عثمان کو تاویل فاسد کی بناء پر قتل کیا ہو کیونکہ عثمان نے ان کی بات ماننے سے انکار کیا تھا۔ جیسے مروان کا معاملہ جوان کا پت تھا اور پیغمبرؐ نے اسے مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا مگر عثمان نے بلا کر اسے اپنا داماد بنا لیا تھا۔ اپنے رشتہ داروں کو گورنر بنا دیا تھا، محمد بن ابی بکر، محض نا واقفیت میں انھوں نے فیصلہ کیا کہ عثمان کا خون بہانا جائز ہے۔ یہ قول امام شافعی ہے لیکن میری بات زیا دہ قابل اعتماد ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ہم نے مانا کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے، ان کے ساتھ زیادتی ہوئی۔ ان سے کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی جس کی وجہ سے ان کا خون مباح ہوتا۔ (۱)

انھیں حجت تمام کرنے کے بعد قتل نہیں کیا گیا، انھیں ہزاروں مصری، کوفی و بصری لوگوں نے قتل نہیں کیا، تمام ملک ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ نہ تھا، پاک نفس اور نیک لوگوں نے ان پر تنقید نہیں کی تھی، اول دن ہی سے قاتلین مجہول نہیں بلکہ معروف تھے، مہاجرین وانصار قتل میں شریک نہیں تھے۔

(۱) الصواعق المحرقہ ص ۱۲۹، ۲۱۶)

مدینہ والوں نے دوسرے شہروں میں خط لکھکر دین محمدیؐ کی تباہی کا تذکرہ بھی نہیں کیا تھا، طلحہ، زبیر، عائشہ اور عمرو عاص تمام لوگوں سے زیادہ قتل عثمان میں کوشاں نہیں تھے، دنیا نے عثمان کا طلحہ کے خلاف احتجاج بھی نہیں سنا تھا، سعد نے مددنہ کرنے کا اقرار بھی نہ کیا تھا، تین روز تک عثمان کی لاش مزبلہ پر بھی پڑی نہیں رہی، طلحہ وزبیر نے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے روکا بھی نہیں تھا، امام وقت حضرت علیؑ کو درگذر کرنے کا حق بھی نہیں تھا، جس طرح عثمان نے ہرمزان وجفینہ کے قتل میں عبیداللہ کو معاف کردیا تھا، چند معززترین صحابہ نے گواہی بھی نہیں دی تھی کہ عثمان کا خون معاویہ کی گردن پر ہے، عثمان کا ولی معاویہ کے سوا کوئی تھا بھی نہیں، اور معاویہ خود واقعہ قتل کے عین گواہ بھی تھے؟

ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ معاویہ کی مسلحانہ بغاوت حکومت ہتھیانے کے لئے نہیں تھی بلکہ صرف اور صرف قاتلین عثمان سے قصاص لینا چاہتے تھے، وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آزاد کا قصاص طلیق کو لینے کا حق ہے۔ ٹھیک ہے تمام حادثات یونہی پیش آئے تھے جیسا کہ ابن حجر نے لکھا ہے لیکن کوئی ابن حجر سے پوچھے کہ کیا معاویہ کی مخالفت ودشمنی امام وقت کے خلاف نہیں تھی؟ کیا ایسے خلیفۂ وقت کے خلاف نہیں تھی جسے نص اور اجماع کے ساتھ ساتھ عظیم اصحاب رسولؐ نے خلیفہ منتخب کیا تھا؟ کیا ان کی مسلحانہ بغاوت اسلامی حکومت کو متزلزل نہیں کررہی تھی؟ کیا الٰہی سیاست کی تحقیر وتذلیل نہیں ہوئی؟

معاویہ خلیفہ نہیں تھے، نہ ان کی بیعت ہی ہوئی تھی، بلکہ وہ صرف ایک پچھلے خلیفہ کے معین کئے ہوئے ایک گورنر تھے۔ اس بنا پر جو بیعت مدینہ میں منعقد ہوئی اس کی اطاعت شام کے گورنر پر لازم تھی۔ خود امیرالمومنینؑ نے خط میں لکھا تھا کہ اگر تم شام کی گورنری چاہتے ہو تو آکر جدید تقرری کا پروانہ لے جاؤ۔ یہ سب کچھ بھی نہ ہوا؟

وفود کی کہانی

پہلا وفد:

اول ذی الحجہ ۳۶ھ میں حضرت علیؑ نے بشیر ابن عمرو، سعد ابن قیس اور شبث ابن ربعی پر مشتمل

ایک وفد معاویہ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اس شخص کو دین خدا، فرمانبرداری اور جماعت سے وابستگی کی دعوت دینا۔ معاویہ کے پاس پہنچ کر بشیر ابن عمرو نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ اے معاویہ! دنیا زائل ہونے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے، اللہ تمھارے عمل کا محاسبہ کریگا اور اسی کے مطابق برتاؤ کرے گا، میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور خون بہانے سے باز آؤ۔

معاویہ نے بشیر بن عمرو کی بات کاٹ کر کہا کہ کیا یہی بات تم نے اپنے امام سے کہی؟ ہے بشیر نے جواب دیا: میرا امام تمھاری طرح نہیں ہے، وہ خلافت کا سب سے زیادہ حقدار اور فضیلت، سبقت اسلامی اور قرابت رسول کا حامل ہے۔ معاویہ نے کہا کہ علی کیا کہتے ہیں؟ بشیر نے کہا کہ وہ تمھیں تقوائے الٰہی کی دعوت دیتے ہیں، تمھیں اپنے ابن عم کی بات ماننا لازم ہے۔ معاویہ نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم خون عثمان رائیگاں نہیں جانے دینگے۔

اس کے بعد شبث ابن ربعی نے تقریر کی، حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا: اے معاویہ! تم نے بشیر کا جو جواب دیا اسے ہم نے خوب سمجھا، تمھارا مقصد ہم سے پوشیدہ نہیں، تم ہر وسیلے سے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہو، خون عثمان کے بہانے کچھ پست لوگ تمھارے ہم خیال ہوگئے ہیں حالانکہ عثمان کی مدد کرنے میں ٹال مٹول دکھائی تاکہ تم اس خون کا بہانہ بنا کر اقتدار حاصل کرسکو، لیکن اسے سمجھ لو کہ بہت سی آرزوؤں میں خدا خارج ہوجاتا ہے، تم نے اپنی امید کے حصول میں غلطی کی ہے، تم بدترین عرب! اگر تم تمناؤں میں کامیاب ہوگئے، تو جہنم واصل ہوگے اے معاویہ! خدا سے ڈرو، اور اپنا مطالبہ چھوڑو، حقدار سے جھگڑا نہ کرو۔

معاویہ نے کہا کہ اے عربی! تو نے جھوٹ بولا اور میری ملامت کی، تو بد دماغ ہے، میرے سامنے سے دور ہوجا، اب میرے اور تمھارے درمیان صرف تلوار ہی فیصلہ کریگی۔ وفد نے واپس آکر حضرت علی سے ساری روداد سنادی۔ (۱)

۱۔ تاریخ طبری ج۵ ص۲۴۲ (ج۴ ص۵۷۳ حوادث سنہ۳۶) تاریخ کامل ج۳ ص۱۲۴ (ج۲ ص۳۶۵ حوادث سنہ۳۶ھ) البدایہ والنھایہ ج۷ ص۲۵۶ (ج۷ ص۲۸۵ حوادث سنہ۳۶ھ) تاریخ طبری ج۶ ص۳ (ج۵ ص۵ حوادث سنہ۳۸ھ) کامل ابن اثیر ج۳ ص۱۲۴ (ج۲ ص۳۶۷ حوادث سنہ۳۷ھ) البدایہ والنھایہ (ج۷ ص۲۸۶ حوادث سنہ۳۷ھ)

دوسرا وفد:

محرم ۳۷ھ میں بھیجا، جب فریقین نے جنگ روک کر صلح وصفائی کی بات شروع کی، حالانکہ اس کا فائدہ نہیں ہوا۔ حضرت علیؑ نے عدی ابن حاتم، یزید ابن قیس، شبث ابن ربعی اور زیاد ابن حنظلہ کو معاویہ کے پاس بھیجا:

عدی ابن حاتم نے کہا کہ ہم تمھارے پاس وحدت کلمہ اور اتحاد ملت کی دعوت دینے آئے ہیں تا کہ خون نہ بہے اور امن پیدا ہو، کہیں تم ۔ جنگ جمل کا منظر نہ بھگتنا پڑے۔ معاویہ نے کہا کہ تم میرے پاس صلح کے بجائے دھمکانے آئے ہو، میں حرب کا بیٹا ہوں جسے ڈرایا نہیں جا سکتا تم ہی لوگوں نے عثمان کو قتل کیا، اب میری تمنا ہے کہ ان کے بدلے میں تم لوگوں کو قتل کروں۔

شبث ابن ربعی اور زیاد نے معاویہ سے کہا کہ ہم تمھارے پاس صلح کی بات لیکر آئے ہیں اور تم مہمل باتیں کرنے لگے، کچھ مفید باتیں کرو۔ اس وقت یزید ابن قیس نے کہا کہ ہم تمھارے پاس دوٹوک جواب لینے کیلئے بھیجے گئے ہیں، تم پر اچھی طرح واضح ہے کہ فضائل ومحاسن میں کوئی بھی علیؑ کا ہم پلہ نہیں، تم سے علیؑ کا کوئی مقابلہ نہیں، اے معاویہ علیؑ کی مخالفت نہ کرو۔

معاویہ نے کہا کہ تم وحدت قومی کی جو بات کر رہے ہو یہ میرے پاس ہے، میں تمھارے امام کی پیروی نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے عثمان کو قتل کیا اور قاتلوں کو پناہ دی ہے، تم قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو تا کہ عثمان کے بدلے میں انھیں قتل کر دوں پھر تمھاری قومی وحدت کی پیش کش قبول کرلوں گا، شبث نے کہا۔ کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ عمار کو تمھارے حوالے کیا جائے کہ انھیں قتل کر دوں معاویہ نے کہا: کیا ہرج ہے، میں تو عمار کو غلام عثمان کے بدلے میں قتل کر دوں۔

شبث نے کہا: خدائے زمین وآسمان کی قسم! تم نے انصاف نہیں کیا، جب تک تمھارے بہت سے لوگ خاک وخون میں نہیں لوٹے تم عمار پر قابو نہیں پا سکو گے، معاویہ نے کہا کہ اگر جنگ ہوئی تو دنیا تم لوگوں پر اندھیر ہو جائیگی۔

جب یہ وفد معاویہ کے پاس سے چلا آیا تو معاویہ نے زیاد کو آدمی بھیج کر بلوایا اور کہا کہ علی علیہ

السلام نے قطع رحم کیا اور قاتلان عثمان کو پناہ دی، اس لئے میں تم سے اور تمھارے قبیلے سے مدد کی بھیک مانگتا ہوں، میں خدا کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ اگر کامیابی ملی تو تمھیں کوفے یا بصرے کا گورنر بنادونگا۔
زیاد کا بیان ہے کہ معاویہ کہہ چکے تو میں نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ میں خدا کے روشن راستے پر ہوں اور اس نے مجھ پر انعام کیا ہے، میں کبھی مجرموں کا پشت پناہ نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ کہکر میں چلا آیا۔(۱)

ابن دیزیل کی روایت ہے کہ عراقی اور شامی قاریان قرآن کا آمنا سامنا ہو جو لگ بھگ تیس ہزار تھے۔ عراقیوں میں عبیدۂ سلمان، علقمہ ابن قیس، عامر ابن قید اور عبداللہ ابن عتبہ تھے، یہ لوگ معاویہ کے پاس گئے اور پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ معاویہ نے کہا: عثمان کا بدلہ اور علی علیہ السلام سے لونگا۔ پوچھا گیا: کیا انھوں نے قتل کیا ہے؟ جواب دیا: ہاں، انھوں نے قتل کیا ہے اور قاتلوں کو پناہ دی ہے۔ ان لوگوں نے واپس آکر حضرت علی علیہ السلام سے بیان کیا تو مولا نے فرمایا وہ جھوٹا، ہے تم بھی جانتے ہو کہ میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا ہے۔ یہ لوگ معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے کہا کہ انھوں نے قتل تو نہیں کیا ہے لیکن قتل کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بخدا! میں نے نہ قتل کیا نہ حکم دیا ہے جب معاویہ سے کہا گیا تو اس نے کہا کہ اگر علی علیہ السلام سچے ہیں تو ان کی فوج میں جو قاتلان عثمان ہیں ان سے بدلہ لے لیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: انھوں نے قرآن وحدیث سے استباط کر کے عثمان کو قتل کیا ہے، ان پر میرا قابو نہیں۔ معاویہ نے کہا کہ پھر ہمارے مشورے کے بغیر وہ خلیفہ کیسے ہو گئے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مہاجرین وانصار اور بدریوں نے میری بیعت کی، اس وقت بدری اصحاب صرف میرے ساتھ ہیں، دیکھو تم اپنے نفسوں کو دھوکہ مت دو۔(۲)

یہاں قابل ملاحظہ بات یہ ہے کہ وہ جبار وسرکش حق کے سامنے سر جھکانے پر آمادہ نہیں، نہ وحدت قومی، نہ اطاعت خلیفہ وقت، نہ مہاجرین وانصار، اصحاب بدر کی عظمت۔ کس ڈھٹائی سے کہتا ہے کہ جس وحدت قومی کی تم گہار مچا رہے ہو وہ میرے پاس ہے، میں تمھارے رہبر کی اطاعت نہیں کروں گا حالانکہ

۱۔ البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۲۵۸ (ج ۷ ص ۲۸۷ حوادث سنہ ۳۷ھ)

۲۔ امروج الذھب ج ۲ ص ۱۷ (ج ۳ ص ۴۲)

جس وحدت قومی کو اپنے پاس بتا رہا ہے وہ مدینہ میں دست حضرت علیؑ پر واقع ہوئی تھی۔ معاویہ کو شام والوں پر ناز تھا جنھیں اونٹ اور اونٹنی کی تمیز نہیں تھی۔(۱)

فرزند جگر خوارہ کو آخر خلافت سے کیا سروکار؟ کیا ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں خلافت منعقد ہوگی؟ پھر وہ چاہتا ہے کہ علیؑ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ابن حجر کے دعوی کے مطابق اگر وہ خلافت کے لئے جنگ نہیں کر رہا تھا تو آخر یہ تماشے کیا ہیں؟

وہ شبث بن ربعی سے کہتا ہے کہ اگر عمار ہاتھ آجائیں تو انھیں عثمان ہی نہیں ان کے غلام کے بدلے قتل کروں۔ کیا اس نے عمار کی فضیلت میں احادیث رسولؐ نہیں سنی تھیں کہ عمار سرتا پا ایمان سے مملو نہیں ہیں، حق عمار کے ساتھ ہے اور عمار حق کے ساتھ، عمار کا خون اور گوشت جہنم پر حرام ہے۔انھیں عمار سے کیا سروکار؟ وہ جنت کی طرف بلا رہا ہے اور یہ لوگ جہنم کی طرف بلا رہے ہیں۔ جسے رسولؐ کی پروانہ ہو اسے ارشاد رسولؐ کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے؟

معاویہ نے ایک وفد حبیب بن مسلمہ، شرجیل بن سمط اور معن بن یزید پر مشتمل حضرت علیؑ کی خدمت میں بھیجا۔حبیب نے کہا کہ عثمان کتاب خدا پر عمل کرنے والے خلیفہ تھے اس لئے آپ لوگ ان پر برہم تھے اور قتل کر دیا، اگر آپ قاتل عثمان نہیں ہیں تو قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیجئے، پھر حکومت سے علحدہ ہو جایئے تاکہ شوریٰ کے مطابق متفقہ خلیفہ منتخب کیا جائے۔

حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ او بے مادر! تجھے خلافت سے کیا سروکار؟ دور ہو جا یہاں سے۔شرجیل نے کہا کہ جو میرے ساتھی نے کہا وہی میرا بھی خیال ہے۔تو حضرت نے فرمایا کہ بعد رسولؐ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی، ابوبکر نے عمر کو جانشین بنایا پھر عثمان خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے تنقید کی اور قتل کر دیا، میں اس سے قطعی علیحدہ تھا۔پھر لوگوں نے زبردستی میری بیعت کی، اس کے بعد طلحہ وزبیر نے بیعت توڑ دی، معاویہ تو کسی شمار قطار میں نہیں یہ ایسی نسل کا ہے جو ضلالت کا پرچم ہے۔ہاں میں تو قرآن وسنت رسولؐ کی

ا۔تاریخ طبری ج ۶ ص ۴ (ج ۵ ص ۷ حوادث سنہ ۳۷ھ) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۲ ص ۳۶۸ حوادث سنہ ۳۷ھ) البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۲۵۸ (ج ۷ ص ۲۸۷ حوادث سنہ ۳۷ھ)

دعوت دے رہا ہوں۔ وہ دونوں عثمان کے ناحق قتل ہونے اعلان کر کے بزم مولا علیؑ سے واپس آ گئے۔(۱)

پردہ اٹھتا ہے

اب ذرا معاویہ کے خطوں کو دیکھئے جسمیں مولا علی علیہ السلام سے جنگ میں اپنا مقصد ظاہر کیا گیا ہے۔ اس میں ابن حجر کے دعوی کی پوری طرح قلعی کھل جاتی ہے کہ معاویہ نے خلافت کے لئے جنگ نہیں لڑی۔

نعمان بن بشیر نے زوجہ عثمان کا خط لا کر معاویہ کو دیا، جس میں بلوائیوں کی شورش اور محمد بن ابی بکر کا عثمان کی داڑھی پکڑنا اس طرح بیان کیا گیا تھا کہ پڑھنے والا بے اختیار رونے لگتا۔ معاویہ منبر پر گئے اور خون آلود پیراہن کھول کر لوگوں کو دکھایا، لوگ داڑھیں مار مار کر رونے لگے۔ اس وقت معاویہ نے لوگوں سے خون عثمان کا بدلہ لینے کو کہا۔ شام والوں نے معاویہ کی بات مان کر کہا: تم ان کے چچیرے بھائی اور خون کے ولی ہو۔ اسی بات پر لوگوں نے معاویہ کی بیعت کی۔ معاویہ نے حمص میں شرجیل ابن سمط کندن کو اسی بات پر بیعت کرنیکے لئے لکھا، شرجیل نے اشراف حمص کو بلوا کر کہا کہ قتل عثمان سے بڑا جرم تو یہ ہے کہ ہم معاویہ کی محض جنگی حکمراں کی حیثیت سے بیعت کریں، یہ غلطی ہوگی، ہمیں معاویہ کی خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کرنی چاہیئے

چنانچہ حمص والوں نے بحیثیت خلیفہ معاویہ کی بیعت کر لی، پھر شرجیل نے معاویہ کو لکھا کہ آپ بغیر خلیفہ کے خلیفہ کا قصاص لیتے اس لئے میں نے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت لے لی ہے۔ معاویہ بہت خوش ہوا اور منبر پر جا کر شرجیل کے اقدام کی لوگوں کو اطلاع دی۔ لوگوں سے کہا کہ تم بھی خلیفہ کی حیثیت سے میری بیعت کرو۔ جب اس کی بیعت مکمل اور حکومت مستحکم ہوگئی تو حضرت علیؑ کو خط لکھا۔

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۶۹، ۷۰ (ج ۱ ص ۷۴)

عثمان بن عبداللہ جرجانی بیان کرتے ہیں کہ معاویہ کی بیعت ہوگئی، لوگوں نے کتاب خدا اور سنت رسولؐ پر عمل کی شرط سے بیعت کی۔ اس وقت مالک بن ہبیرہ کندی شام کا معزز شخص تھا، بیعت کے وقت موجود نہ تھا۔ بولا: اے امیر المومنین! اس حکومت وعوام کو آپ نے فاسد کر دیا اور احمقوں کو موقع دے دیا، عرب جانتے ہیں کہ ہمارا قبیلہ کردار کا غازی ہے گفتار کا نہیں، بہت جلد آپ اس کو دیکھ بھی لیں گے، ہاتھ بڑھایئے تاکہ ہر سرد وگرم حالات پر آپ کی بیعت کروں زقان نے بھی اتنی آزینہ پر اچھے اشعار کہے۔(۱)

معاویہ وعلیؑ کی باہم خط وکتابت سے بھی معاویہ کے عزائم ومقاصد کا اچھی طرح پتہ چلتا ہے۔ بیعت کے پہلے ہی دن حضرت علیؑ نے معاویہ کو لکھا کہ باتیں بہت زیادہ ہیں، اب تم فوراً اپنے اصحاب کے ساتھ آکر میری بیعت کرو۔ معاویہ نے اس کا جواب ایک شعر میں دیا جس میں تلوار کی دھمکی تھی۔ حضرت نے اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمھارے پاس قتل عثمان کی خبر پہنچ چکی ہے اور یہ کی تمام لوگوں نے میری بیعت کرلی ہے، اس لئے جس میں سب لوگ داخل ہوگئے ہیں تم بھی داخل ہو جاؤ۔ آپ نے جریر بجلی کے ہاتھ جو خط بھیجا اس میں تحریر فرمایا تھا کہ مدینے والوں نے میری بیعت کی ہے اور تم شام والوں پر بھی میری بیعت لازم ہو جاتی ہے کیونکہ میری بیعت بھی انہی لوگوں نے کی ہے جن لوگوں نے عمر، ابوبکر اور عثمان کی بیعت کی تھی۔ اس لئے عافیت اسی میں ہیکہ جس بات پر تمام مسلمان متفق ہو گئے ہیں تم بھی اس سے اتفاق کرلو، اچھی طرح یاد رکھو کہ آزاد کردہ لوگوں کا حق خلافت میں نہیں ہے اور نہ وہ شوریٰ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ میں نے جریر کو بھیجا ہے، وہ مومن اور مہاجر ہیں، ان کے ہاتھ پر میری بیعت کرلو۔

جب جریر خط لیکر پہنچے تو معاویہ بہت پریشان ہوا۔ اس کے بھائی عتبہ نے رائے دی کہ اس معاملے میں عمرو عاص سے مدد مانگو، جو فلسطین میں ہے، معاویہ نے اسے خط لکھ کر شام بلایا اور جریر کے معاملے میں ٹال مٹول کرتا رہا کچھ دن بعد جریر سے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ حضرت علیؑ شام اور مصر کے مالیات

۱۔ کتاب صفین ص ۹۰ (ص ۸۱)

مجھے عطا کر دیں اگر میں مر جاؤں تو کسی کو میرا جانشین نہ بنایا جائے میں انھیں حکومت حوالے کر دوں گا جریر نے کہا کہ اسی کو خط میں لکھ دو جب حضرت علیؑ کو معاویہ کی مکاریاں معلوم ہوئی تو آپ نے جریر کو خط لکھ کر بلوالیا۔ شام میں جریر کا قیام تین یا چار مہینے رہا۔ حضرت نے جریر کو لکھا کہ میرا خط پاتے ہی معاویہ سے فیصلہ کن بات کرو۔ یا جنگ یا صلح، اگر وہ صلح چاہتا ہو تو میری بیعت لے لو۔

سبیل سکینہ

معاویہ نے جریر کے ہاتھوں حضرت علی کا جواب لکھا

اگر آپ کی بیعت بھی گذشتہ خلفاء کی طرح کی گئی ہوتی اور آپ کا دامن خون عثمان سے پاک ہوتا تو آپ بھی میرے نزدیک ابوبکر و عمر کی طرح ہوتے لیکن آپ نے مہاجرین کو عثمان کے خلاف بھڑکایا اور انصار کو مدد سے روکا، اس طرح نادان نے آپ کی اطاعت کی اور کمزور آپ کی مدد سے توانا ہو گئے، شام کے عوام آپ سے جنگ کے سوا کسی بات پر راضی نہیں تاکہ آپ قاتلان عثمان کو حوالے کر دیجئے، اس کے بعد خلافت کا معاملہ شوریٰ کے حوالے ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ حجاز والے ہی حاکم اسلام تھے لیکن اسلام سے دور ہو گئے تو آب شام والے حاکم اسلام بن گئے، طلحہ و زبیر پر مجھے قیاس نہ کیجئے کیونکہ انھوں نے آپ کی بیعت کی تھی اور میں نے آپ کی بیعت نہیں کی ہے۔ یہی معاملہ بصرہ اور شام والوں کا ہے۔

مولا علیؑ نے جواب دیا:

تم نے دعوی کیا ہیکہ عثمان کی وجہ سے میری بیعت کا اعتبار نہیں، مہاجرین میرے ساتھ ہیں جو گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتے اور نہ میں نا سمجھ ہوں، نہ میں نے قتل عثمان کا حکم دیا کہ پریشان ہو جاؤں اور نہ قتل کیا ہے کہ قصاص سے ڈروں۔ تم نے شامیوں کی حکمرانی کا نوحہ پڑھا ہے ذرا ایک ہی فرد وہاں سے دکھاؤ جو شوریٰ کی اہلیت رکھتا ہو۔ تم کوئی نام لو گے مہاجرین و انصار تمھاری تکذیب کریں گے۔ میرے پاس تو حجازیوں کی ایسی بہت سی فرد ہیں۔ اس بنا پر میری بیعت کرو پھر اپنا دعوی میری خدمت میں پیش کرو۔

آواخر جنگ صفین میں معاویہ نے حضرت علیؑ کو خط لکھا کہ اے ابوالحسنؑ! اگر آپ نے مجھ سے جنگ کی تو تباہی سے دو چار ہوں گے، شام والوں نے آپکی بیعت نہیں کی ہے لہذا آپ خدا کے قہر سے ڈریئے، تلوار میان میں کیجئے، خون بہانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

حضرت علیؑ نے جواب میں لکھا:

تم نے مجھے تباہی کی دھمکی دی ہے اور میری سابقہ اسلامی خدمات کے ختم ہونے کا مژدہ سنایا ہے تو اپنی جان کی قسم! اگر میں نے تمھارے خلاف مسلحانہ زیادتی کی ہوتی تو تمھیں اس طرح ڈرانے کا حق پہو نچا تا لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ قرآن کا حکم ہے کہ اگر دو گروہ باھم قتال کریں تو زیادتی کرنیوالے کے خلا ف جنگ کرو تو اسی زیادتی کرنیوالے گروہ میں ہے کیونکہ سب نے میری بیعت کر لی ہے، اب تو ہی اس سے گریزاں ہے۔ ابوبکر نے تیرے بھائی یزید کو گورنر بنایا، عمر نے اور عثمان نے تجھے باقی رکھا، اب تو مجھے ڈرا رہا ہے۔ سن لے کہ رسولؐ خدا نے مجھے ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا ہے، جس طرح رسولؐ نے تنزیل کے لئے جنگ کی اب میں تاویل کیلئے جنگ کروں گا۔ تم کیسے کہتے ہو کہ شامیوں نے میری بیعت نہیں کی لہذا مجھے خلافت کا حق نہیں۔ مدینے والے جسکی بیعت کرلیں اسکی اطاعت سب پر لازم ہو جاتی ہے چاہے وہ حاضر ہو یا غائب، اب اس میں نظر ثانی اور تغیر کی گنجائش نہیں، اس کی مخالفت کرنے والا منافق ہوگا، باس بنا پر سرکشی سے باز آؤ اور میری بیعت کرو۔

معاویہ نے جواب دیا: لجاجت اور بیہودگی چھوڑ و اور قاتلان عثمان کو میرے حوالے کرو، حکومت کو شوریٰ کے حوالے کرو تا کہ مرضیٔ خدا کے مطابق سب کا اتفاق ہو سکے، تمھاری اطاعت میری گردن پر نہیں، نہ تمھاری سرزنش و مواخذہ مجھ سے ہوسکتا ہے۔

حضرت علیؑ نے جواب دیا:

تم نے دعوی کیا ہے کہ فلاں فلاں شخص فضائل کے حامل تھے، اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو تمھارا اس سے کوئی تعلق نہیں، اگر درست ہو تو تم پر اشکال وارد نہیں ہوتا، تم جیسے طلیق بن طلیق کو حاکم ومحکوم اور افضل و مفضول کی بحث میں پڑنے سے کیا سروکار؟ یہ کام مہاجرین کا ہے۔ اب تم اپنی حد سے آگے بڑھنے کی کو

شش نہ کرو۔ تم نے مجھے تلوار کی دھمکی دی ہے، یہ لکھ کر تو تم نے رونے والوں کو بھی ہنسا دیا، کب فرزند عبد المطلب تلوار سے ڈرا ہے۔ میں مہاجرین و انصار کی چمکتی تلواروں کے ساتھ آ رہا ہوں، جس کا ذائقہ تمہارے بھائیوں اور خاندان کے بزرگوں نے چکھ لیا ہے۔

جب حضرت علیؑ رقہ پہونچے تو لوگوں کے اصرار پر اتمام حجت کے لئے معاویہ کو خط لکھا جس میں اسے اور اس کے ہمنواؤں کی سابقہ اسلام دشمنی یاد دلا کر انھیں حد سے بڑھنے پر سرزنش کی ہے، خلافت کا مستحق رسولؐ کے قرابتداروں اور دین کے واقف کاروں کو بتایا ہے، پھر کتاب خدا و سنت رسولؐ پر عمل کی دعوت دی ہے تا کہ مسلمانوں کا خون نہ بہے اور امت تفرقہ کا شکار نہ ہو۔ (۱) ☆

صاف صاف

ہم نے دیکھا کہ معاویہ نے جریر سے کہا کہ حضرت علیؑ شام و مصر کی مالیات ہمارے حوالے کر دیں اور مجھے شام کی گورنری پر بحال کر دیں۔ امام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ دنیا لبھانے والی

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید (ج ۳ ص ۲۱۰ خطبہ ۴۸) الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۷، ۷۸ (ج ۱ ص ۷۴، ۹۲۔۹۱ کتاب الصفین ص ۳۳، ۳۸، ۵۸، ۵۹، ۶۵، ۶۶) ص ۲۹، ۳۲، ۳۳، ۵۸۔۵۲ کامل مبرد ج ۱ ص ۱۵۵، ۱۵۷ (ج ۱ ۔ ۲۶۷، ۲۷۱) العقد الفرید ج ۲ ص ۲۳۳ (ج ۴ ص ۱۳۷۔۱۳۶) نہج البلاغہ ج ۲ ص ۷، ۸، ۳۰، ۳۵، ۹۸ (ص ۳۶۸ کتاب ۹، ص ۳۸۵ کتاب ۲۸ ص ۳۸۹۔۳۸۸ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۷۷، ۱۳۶، ۲۴۸، ۲۵۲ (ج ۱ ص ۲۳۰ کتاب ۸، ج ۲ ص ۶۱، ج ۳ ص ۷۵، ۸۸ ج ۱۴ ص ۳۵ کتاب ۶، ص ۴۳۔۴۲ کتاب ۷) صبح الاعشیٰ ج ۱ ص ۲۲۹ (ج ۱ ص ۲۷۵ نہایۃ الادب ج ۷ ص ۲۳۳۔

☆ قارئین نے تمام خطوط کو پڑھ کر اندازہ لگا لیا ہوگا کی معاویہ فقط قتل عثمان کی تہمت اور قاتلوں کو پناہ دینے کا الزام لگاتا ہے۔ وہ اس طرح اسلامی سطوت کو کمزور کر کے اپنا الو سیدہ کرنا چاہتا ہے وہ اس سلسلے میں تہدید، قتل و غارت، تہمت و بہتان اور مہاجرین و انصار کی ذلت و خواری پر بھی اتر آیا ہے کبھی خطا کار اور اسلام سے دور ہو گئے ہیں وہ مہاجرین و اصحاب بدر تو بے دین ہو گئے اور یہ آزاد کردہ انسان خلافت کا مستحق ہو گیا؟ یہ بھی توجہ طلب ہے کہ معاویہ نے حضرت علیؑ سے اس وقت جنگ چھیڑی ہے جب حضرت نے اس پر پوری طرح حجت تمام کر دی تفہیم و یاد دہانی و نصیحت کو ذرا بھی فروگذاشت نہیں فرمایا تمام عذر و بہانوں کو قطع کر دیا۔ لیکن ایسے کیا کیا جائے کہ معاویہ کے پاس حق کو قبول کرنے کا نہ دل تھا نہ دماغ۔

ہے، وہ سج سجا کر آدمی کے سامنے آتی ہے حالانکہ ہمیں آخرت کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہذا افا نی سے دست بردار ہو جاؤ اور باقی کی طرف توجہ کرو، آخرت کے محاسبے سے ڈرو، تم نے لکھا ہے کہ عمر نے تمھیں شام کا گورنر بنایا ہے۔ عمر نے اپنے پیش رو کے معین کیے ہوئے (خالد) کو معزول کر دیا تھا۔ عثمان نے عمر کے گورنروں کو معزول کر دیا تھا۔ اصل میں خلیفہ کو امت کی مصلحت دیکھنی چاہئے۔

معاویہ نے لیلۃ الحریر کے دو تین روز قبل امیر المومنینؑ کو خط لکھا تھا کہ مجھے شام کی گورنری پر باقی رکھا جائے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے بھی یہی کہا تھا کہ اب حضرت علیؑ سے بات چیت شروع کر نا چاہتا ہوں، ایک خط لکھ چکا ہوں جس کا جواب نہیں آیا، اب دوبارہ لکھوں گا پھر یوں لکھا: اور حمد وثنائے الٰہی، آپ اور ہم جانتے ہیں کہ جس جنگ سے ہم دوچار ہیں اگر اسی وقت ہمیں عقل آجاتی تو یہ صورت حا ل نہ ہوتی، اب عافیت اسی میں ہے کہ گذری باتوں پر شرمندہ ہوں اور آئندہ کی اصلاح کریں۔ پہلے میں نے آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ شام مجھے حوالے کر دیجئے اور اپنی بیعت واطاعت میرے اوپر لازم نہ فرمایئے لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا اور خدا نے جس سے آپ دریغ فرما رہے تھے مجھے دے دیا۔ میں گذشتہ مطالبے کو پھر دہراتا ہوں۔ جس زندگی کے آپ امیدوار ہیں، میں نہیں ہوں اور جس فنا سے آپ ڈر رہے ہیں، مجھے اس کا خوف نہیں، بخدا! اب تو فوجیں کم ہوگئیں، لوگ مر رہے ہیں، ہم بنی عبد مناف میں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔

حضرت علیؑ نے جواب دیا:

تمہارا خط ملا، تم نے مجھے یاد دلایا ہے کہ اگر ہم لوگ جانتے تو ان حالات سے دوچار نہ ہوتے تو سن اگر میں خدا کی راہ میں قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، اس طرح ستر بار بھی ہو تو راہ خدا میں اپنی جدوجہد کمزور نہ ہوگی۔ اب تمھیں عقل آئی اور شرمندہ ہوئے ہو لیکن مجھے ندامت نہیں ہے۔ تم نے شام طلب کیا ہے، اسے نہ کل دیا تھا نہ آج دوں گا، جنگ نے بہت سے لوگوں کو کھایا تو ہے لیکن جو حق پر مرا ہے وہ جنت میں گیا اور جو باطل پر مرا وہ جہنم میں گیا۔

معاویہ نے ابن عباس کو بھی خط لکھ کر جنگ کے بھیانک نتائج کا تذکرہ کیا۔ جس کا جواب ابن عبا

س نے دیا کہ تم نے قتل عثمان کا بہانہ بنا کر حکومت حاصل کرنی چاہی ہے، تم طلیق بن طلیق ہو، تم سے خلافت سے کیا سروکار، یہ کام مہاجرین اور معزز صحابہ کا کام کیا ہے۔

صلح امام حسنؑ کے بعد معاویہ نے کوفے میں داخل ہوتے ہی تقریر کی کہ تم سمجھتے ہو کہ میں نے تم سے نماز، روزہ اور حج کے لئے جنگ کی ہے، میں تو جانتا ہوں کہ تم لوگ یہ سب کرتے ہو، میں نے صرف تم پر حکومت کے لئے جنگ کی ہے، جسے تم ناپسند کرتے تھے، خدا نے مجھے وہ دے دیا۔ سمجھ لو کہ تمام خون رائیگاں اور تمھاری تمام شرطیں میرے پیروں تلے ہیں۔

معروف بن خربوذ مکی کا بیان ہے ہم لوگ مسجد میں بیٹھے تھے، اتنے میں معاویہ داخل ہوئے تو ابن عباس نے منھ پھیر لیا، معاویہ نے کہا: کیا اس لئے منھ پھرایا ہے کہ میں تمھارے ابن عم سے زیادہ حقدار خلافت ہوں؟ ابن عباس نے کہا: کہ کیا اس لئے وہ مسلمان ہیں اور تم کافر ہو؟ معاویہ نے کہا: نہیں بلکہ اس لئے کہ میں عثمان کا ابن عم ہوں۔ ابن عباس نے کہا: تو میرے ابن عم تمھارے ابن عم سے بہتر وافضل تھے معاویہ نے کہا: عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ تو ابن عباس نے عبداللہ بن عمر کی طرف اشاری کر کے کہا کہ یہ تو تم سے بھی زیادہ حقدار ہوئے۔ معاویہ نے کہا: لیکن عمر کو کافر نے قتل کیا اور عثمان کو مسلمانوں نے۔ ابن عباس نے کہا کہ پھر تو بخدا یہ میرے لئے اور بھی مضبوط دلیل بن جاتی ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں:

ان باتوں سے صاف واضح ہوتا ہے کہ معاویہ اول روز ہی سے خلافت کے لالچی تھے، آخر کڑی پڑی تو صرف شام و مصر پر قناعت کرنے کا اقرار کیا۔ بہر حال جو شخص خلیفہ وقت سے نزاع کرے اس کا قتل واجب تھا، اسی لئے حضرت علیؑ نے اس سے جنگ کی۔

معاویہ کے گندے ارادے

معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام سے اسی وقت سے اختلاف تھا جب اسلام نے دونوں میں جدائی ڈالی تھی۔ ان دونوں میں کفر و اسلام کا فرق تھا، علیؑ سے کینہ اسی وقت سے ہوا جب آپ نے اس کے

بھائی، دادا اور ماموں کو قتل کیا تھا اور پھر اسلام کو ترقی ہوئی۔ صرف اس لئے کہ عثمان قتل ہوئے اور مہا جرین وانصار مدینہ نے علیؑ کی بیعت کر لی، یہ امیر المومنینؑ کی اساس حکومت کی چولیں ہلانے میں لگ گیا معاویہ نے زبیر کو ایک خط لکھا کہ میں نے شام والوں سے تمھاری بیعت لے لی ہے، کوفہ وبصرہ تمھارے نزدیک ہے، دیکھو فرزند ابوطالبؑ قابو نہ پا جائیں، اگر یہ دو شہر تمھاری اطاعت میں آگئے تو پھر کچھ باقی نہ رہ جائے گا، میں نے تمھارے جانشین کی حیثیت سے طلحہ کی بیعت کر لی ہے۔ لہذا تم لوگوں کو انتقام خون عثمان پر ابھارنے میں کوشش کرو، خدا تم دونوں کو کامران اور دشمنوں کو ذلیل کرے۔ زبیر اس خط کو پڑھ کے بہت خوش ہوئے اور طلحہ کو بھی دکھایا، یہ لوگ معاویہ کو اپنا خیر خواہ سمجھ کے مخالفت علیؑ پر آمادہ ہو گئے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں:

ذرا اس شخص کی دینداری تو دیکھو کہ صرف اس لئے کہ اہل شام نے زبیر کی بیعت کر لی ہے وہ زبیر کو امیر المومنین لکھ رہا ہے، دونوں کو فریب دے رہا ہے، نقض بیعت اور بغاوت پر آمادہ کر رہا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ خون عثمان کو حصول حکومت کا وسیلہ بنا لیا گیا ہے۔ معاویہ نے پہلے اس نردبان کی طلحہ وزبیر کو نشاندھی کی۔ پھر یہ بھی قابل توجہ ہے کہ دشمنان علیؑ کی کامیابی اور علیؑ کی ذلت وخواری کی دعا کی جارہی ہے۔ حالانکہ رسول خداؐ نے دعا فرمائی ہے کہ جو اسے دوست رکھے خدایا! تو اسے دوست رکھ، جو اسے دشمن رکھے تو اسے دشمن رکھ، جو اسے ذلیل کرے تو اسے ذلیل کر دے۔

ایک دوسرے خط میں زبیر کو لکھتا ہے:

تم زبیر بن عوام بن ابوخدیجہ ہو، حواری رسولؐ اور داماد ابوبکر ہو، مجاہد اسلام ہو، تم نے اپنی صداقت ایمانی کا اکثر ثبوت دیا ہے، رسولؐ نے تمھیں مژدہ بہشت سنایا اور عمر نے تمھیں شوری کا رکن بنایا۔ امت حکمراں نہ ہونے وجہ سے پراگندہ ہے، لہذا وحدت ملی کیلئے جلد اقدام کرو، امت تباہی کے گھاٹ لگ چکی ہے، میں یہاں تم دونوں کے لئے راہ ہموار کر رہا ہوں، تم دونوں میں سے ایک دوسرے کا جانشین ہوگا۔ والسلام۔

کوئی اس فرزند جگر خوارہ سے پوچھے کہ امت کہاں بغیر چرواہے کے ہے؟ حالانکہ اس امت

کا رہبر علیؑ بن ابی طالبؑ جیسا مدبر اور ہوشمند ہے، ہر نازک اور پیچیدہ حالات میں امت کا بیڑا پار لگانے والا ہے، برادر رسولؐ ہے، اس کی امامت کی نص خود رسول اکرمؐ فرما چکے ہیں، حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ معاویہ وہ شیطان ہے جو ہر چہار جانب سے انسان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے، خدا نے اس کے نصیب میں کوئی سبقت اسلامی نہیں رکھی۔

معاویہ نے طلحہ کو خط لکھا: تم قریشی ہو، خوبصورت اور بہادر ہو، عشرہ مبشرہ کی پانچویں فرد ہو، تمھیں جنگ احد میں شرکت کا فخر حاصل ہے، لہذا اقتدار حاصل کرنے میں جلدی کرو تا کہ خدا تم سے راضی ہو، میں نے یہاں تمھارے لئے حالات سازگار کردئے ہیں، تم اور زبیر یکساں فضیلت کے حامل ہو، خدا تمھیں ہدایت وعقل سے سرفراز فرمائے۔

کوئی معاویہ سے پوچھے کہ جو فضائل وافتخارات تم نے طلحہ وزبیر کے لئے لکھ کر مستحق خلافت بتایا ہے کیا حضرت علیؑ اس سے بے نصیب ہیں؟ عشرہ مبشرہ کی پانچویں فرد طلحہ ہیں، کیا حضرت علیؑ دسویں فرد بھی نہیں؟ پھر کیوں علیؑ کے فضائل وافتخارات کے قائل نہیں ہو؟ ملحد وقاتل کہتے ہو؟ طلحہ وزبیر کا تو اغوا کر رہے ہو تا کہ حضرت علیؑ کا اقتدار مضبوط نہ ہو جائے یہی مژدہ بہشت سعد کیلئے بھی ہے لیکن اسے مستحق خلافت نہیں سمجھا؟ شاید وجہ یہ ہو کہ ان دونوں کے ذریعہ معاویہ اپنا الو اچھی طرح سیدھا کر سکتے ہیں۔ طلحہ کی سبقت اسلامی یاد دلا رہا ہے، کیا حضرت علیؑ سابق الاسلام نہیں ہیں؟ ان کے لئے تو حدیث رسولؐ ہے کہ سابق الاسلام تین ہیں: یوشع، حبیب نجار اور علی ابن ابی طالبؑ۔

اگر طلحہ نے احد میں شرکت کی تو علیؑ نے احد ہی میں کیا، تمام معرکوں میں کارہائے نمایاں انجام دئے، کیا طلحہ کے لئے بھی آسمان سے ندا آئی تھی: **لافتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار**؟

چونکہ علیؑ ہی نے معاویہ کے خاندان کو ہمیشہ خاک چٹائی اور گھر میں صف ماتم بچھوائی، اس لئے وہ حضرت علیؑ کے فضائل ومکارم سے اندھا بہرا بنا ہوا ہے۔

جب معاویہ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کرلی ہے اور تمام مہاجرین وارباب شوری متفق ہو چکے ہیں تو مروان کو خط لکھا: میرا خط پڑھتے ہی چیتے کی طرح ہو جاؤ جو غفلت میں حملہ کرتا

ہے، لومڑیوں کی طرح حیلے کر کے دشمنوں کے چنگل سے نکلو، اپنے کو بے وقعت بنالو جس طرح سیاہی پر دسترس کے وقت بے جان بن جاتی ہے۔ یوں اپنے کو خوار و ذلیل بنالو کہ لوگ تمھاری کامرانی سے مایوس ہو جائیں، تمام حالات کے تجسس میں اس طرح رہو جیسے پرندہ اپنے بچے کے دانے کی تلاش میں رہتا ہے، تم حجاز کو تباہ کرو میں شام تباہ کر رہا ہوں۔

اسے یقین تھا کہ اب شام کی گورنری ہاتھ سے جانے والی ہے لہذا اقتدار کے حریصوں کو ابھار کر ایسے حالات پیدا کرنا چاہتا ہے کہ حضرت علیؑ چین سے نہ رہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ معاویہ نے طلحہ وزبیر کو خلافت کے لئے ابھارا ہے جو خود حضرت علیؑ کی بیعت کر چکے ہیں۔ آخر معاویہ کو کیا حق ہے خلافت میں ٹانگ اڑانے کا، پھر یہ کہ اگر طلحہ وزبیر کی بیعت ہو بھی جائے تو حدیث رسولؐ کی بناء پر ان دونوں کی گردن ماردینی چاہئے۔

کلمات وارشادات

۱۔ ابوعمر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ صحابی رسولؐ عبدالرحمٰن بن غنم شام کے فقیہ و معلم تھے، ان کا مرتبہ شامیوں میں وقیع تھا، یہ وہی ہیں جن سے ابوہریرہ اور ابودرداء معاویہ کے نمائندے بن کے علیؑ کے پاس جارہے تھے تو حمص میں انہوں نے ان لوگوں کو بہت لتھاڑا تھا، انہوں نے فرمایا تھا کہ تعجب ہے تم لوگ کیسے علیؑ سے مطالبہ کر رہے ہو کہ حضرت علیؑ خلافت کا معاملہ شوریٰ کے حوالے کر دیں؟ حالانکہ جانتے ہو کہ مہاجرین و انصار نیز عراق و حجاز کے باشندوں نے ان کی بیعت کی ہے، وہاں کے لوگ شامیوں سے بدرجہا بہتر ہیں، معاویہ طلیق بن طلیق ہے، اسے خلافت کا حق کہاں سے ہو گیا؟ اسے شوریٰ وخلافت سے کیا سروکار؟ اس کے باپ دادا تو مشرکوں کے سرغنہ تھے۔(۱)

یہ دونوں پشیمان ہو کر توبہ کرنے پر مجبور ہوئے۔

۱۔ استیعاب (القسم الثانی ص ۸۵۰ نمبر ۱۴۴۹)؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۸ (ج ۳ ص ۴۷۸ نمبر ۳۳۷۰)

۲۔ایک شامی اثنائے جنگ صفین صف سے باہر آیا اوراپنے مقابلے کے لئے حضرت علی کو بلانے لگا،حضرت تشریف لائے اوراس قدر قریب ہوئے کہ گھوڑے کے منھ آپس میں مل گئے،شامی نے کہا کہ آپ عراق پر قناعت کیجئے اور ہمیں شام میں رہنے دیجئے۔حضرت نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم دلسوزی اور ہمدردی میں کہہ رہے ہو کہ مسلمانوں کا خون نہ بہے،لیکن مجھے اس معاملے میں سخت پریشانی ہے،اگر میں معاویہ سے جنگ نہ کروں تو کافر ہوجاؤں،اب جنگ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔(۱)

۳۔عتبہ بن ابوسفیان نے ہبیرہ سے کہا: بخدا! ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ معاویہ حضرت علی سے زیادہ خلافت کا حقدار ہے،لیکن انہوں نے قتل عثمان مین شرکت کی،اب علی کو چاہیئے کہ خود عراق پر قناعت کریں اور ہمارے لئے شام چھوڑ دیں۔علی کے لئے قطعی نامناسب ہے کہ خلافت کے لئے مستحق ترین فرد ہوتے ہوئے مسلمانوں کی ہلاکت کا سامان کررہے ہیں۔

جعدہ نے کہا: علی کی اولویت کا تو کوئی شخص بھی منکر نہیں،لیکن معاویہ وعلی کا جنگ کے لئے اصرار ایسی بات ہے کہ معاویہ کو جنگ میں شک وتردید ہے اور علی یقین سے بھرپور ہیں۔(۲)

۴۔عبداللہ بن بدیل نے جنگ صفین میں فرمایا کہ معاویہ ایسی چیز کا دعویدار ہے جس کا وہ مستحق نہیں،باطل طریقے پر مجادلہ کرکے حق کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے،تعرب وتعصب کے ذریعے شرک وگمراہی کا ماحول واپس لانا چاہتا ہے۔(۳)

۵۔حضرت علیؑ کی خدمت میں عبداللہ نے کہا: اے امیرالمومنین! اگر یہ خداوالے ہوتے تو کبھی آپ کی مخالفت نہ کرتے،یہ لوگ فقط ہمارے مقتدا سے انحراف کی وجہ سے برسرپیکار ہیں،اس طرح وہ اپنی سیاسی بساط مضبوط کرنا چاہتے ہیں،چندروزہ دنیا چھوڑنا نہیں چاہتے۔آپ نے چونکہ ان کے قبیلے

۱۔کتاب صفین ص۵۴۲(ص۴۷۳)؛شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۱۸۳(ج۲ص۲۰۷خطبہ۴)

۲۔کتاب صفین ص۵۲۹(ص۴۶۴)؛شرح ابن ابی الحدید ج۲ص۳۰۱(ج۸ص۹۸،اصل۱۲۴)

۳۔تاریخ طبری ج۶ص۹(ج۵ص۱۶،حوادث ۳۷ھ)؛کتاب صفین ص۲۶۳(ص۲۳۴)؛تاریخ کامل ج۳ص۱۲۸(ج۲ص۳۷۳،حوادث ۳۷ھ)؛شرح ابن ابی الحدیث ج۱ص۴۸۳(ج۵ص۱۸۶،اصل۶۵)

کے سر برآوردہ افراد کی کھوپڑیاں توڑی ہیں اس لئے آپ سے کینہ وعداوت رکھتے ہیں۔ پھر لوگوں سے خطاب کیا: علیؑ نے اسکے بھائی حنظلہ اور ماموں ولید اور دادا عتبہ کو قتل کیا ہے، یہ بیعت کیسے کرسکتا ہے؟۔(۱)

۶۔ یزید بن قیس ارحبی نے جنگ صفین میں تقریر کے درمیان فرمایا:

یہ لوگ دین کے استحکام کے لئے جنگ نہیں کررہے ہیں، نہ اس لئے کہ ہم پر انحراف دین کا الزام ہے، فقط معاویہ کو بادشاہ بنانے کے لئے یہ لوگ جنگ کررہے ہیں۔(۲)

۷۔ سعد بن ابی وقاص نے معاویہ کو لکھا: ارباب شوری میں سب سے زیادہ اولی حضرت علیؑ ہی ہیں، وہ تمام فضائل ومحاسن سے آراستہ ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق، لیکن تقدیرات نے ان کے بجائے دوسروں کو خلافت دے دی، اے معاویہ! تمہارے تو شروع ہی سے مخالف ہیں، طلحہ وزبیر اگر بیعت پر باقی رہتے تو یہ زیادہ بہتر تھا اور خدائے تعالی عائشہ کی مغفرت فرمائے۔(۳)

۸۔ محمد بن مسلمہ نے معاویہ کو لکھا: تم صرف دنیا کے دلدادہ ہو، اپنی خواہشوں کے پابند ہوچکے ہو، بعد مرگ عثمان کی مدد کررہے ہو جب کہ زندگی میں ان پر لات ماردی تھی، ہم مہاجرین وانصار صواب اور حسن رائے سے زیادہ قریب ہیں۔(۴)

ان کے علاوہ بھی اصحاب رسولؐ اور صلحاء کی آراء کو آپ نے الغدیر کے صفحات میں ملاحظہ فرمایا ہے۔ یہ ان لوگوں کی نظریات ہیں جنہوں نے معاویہ کی زندگی کا ہر جہت سے مشاہدہ کیا، جب وہ مشرک تھا اور جب جبراً مسلمان ہوا اور پھر جب اس میں خلافت کی طمع کلبلائی، حالانکہ اس میں فضائل نام کو بھی نہیں، تمام تر رذائل سے بھرا ہوا ہے، اس کے اقدامات سے حکومت اسلامی کمزور ہوئی اور اپنے اقتدار

۱۔ وقعۃ کتاب صفین (ص۱۰۲)

۲۔ کتاب صفین ص۲۷۹ (ص۲۴۷)؛ تاریخ طبری ج۶ ص۱۰ (ج۵ ص۱۷ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۴۸۵ (ج۵ ص۱۹۴ خطبہ ۶۵)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ ص۸۶ (ج۱ ص۹۰)

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ ج۱ ص۸۷ (ج۱ ص۹۱)

کیلئے لالچ، تہدید، قتل وغیرہ طریقے اپنائے، یہ شخص اپنے کو عمر سے بھی زیادہ خلافت کا مستحق سمجھتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری (۱) میں ابن عمر کا بیان ہے کہ معاویہ نے ایک تقریر میں میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ لوگ حکومت کے متعلق باتیں کررہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ میں خلافت کا اس (ابن عمر) سے اور اس کے باپ سے زیادہ مستحق ہوں۔ لیکن ابن عمر نے خونریزی کے ڈر سے کچھ جواب نہیں دیا۔ (۲)

پتہ نہیں یہ احتیاط حضرت علیؑ سے بیعت کے وقت کہاں غائب ہوگئی تھی؟

معاویہ کا مقصد تو اس سے بھی بلند تھا کہ وہ اپنے کو رسول کہلوانا چاہتا تھا چنانچہ عمرو عاص نے مصری وفد کو معاویہ سے ملانا چاہا تو اراکین کو تحقیر معاویہ کی تلقین کی۔ معاویہ بھانپ گیا، چنانچہ اس نے اراکین دولت کو تاکید کردی کہ وفد کو اتنا ہراساں کرو کہ رام ہوجائے۔ اور پھر تمام وفد نے خدمت میں حاضر ہوکر السلام علیک یارسول اللہ کہہ کے خطاب کیا۔ (۳)

ممکن ہے یہی وجہ ہو کہ معاویہ کے اکثر ہواخواہ اسے رسول سمجھتے ہیں۔ شمس الدین نیائے مقدسی نے کتاب احسن التقاسیم (۴) میں لکھا ہے کہ اصفہان کے احمق معاویہ کے متعلق بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ ایک عابد سے پوچھا کہ صاحب بن عباد کے متعلق کیا رائے ہے؟ یہ سن کر وہ صاحب پر لعنت کرنے لگا۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ وہ کہتا ہے کہ کیا معاویہ رسول نہیں تھا اور معاویہ کی مذمت کرتا ہے۔

میں نے پوچھا کہ اور تمہارا کیا خیال ہے؟ جواب دیا کہ میرا عقیدہ تو اس کے متعلق قرآن کی اس آیت پر ہے: ﴿لا نفرق بین احد من رسلہ﴾ (ہم رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے) ابوبکر بھی رسول تھے، عمر بھی رسول تھے.....

جب میں نے اس سے کہا کہ معاویہ صرف ایک بادشاہ تھا تو وہ میری جان کا بھی دشمن ہوگیا۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق ج ۶ ص ۱۴۱ (ج ۴ ص ۱۵۰۸ حدیث ۳۸۸۲)

۲۔ فتح الباری ج ۷ ص ۳۲۳ (ج ۷ ص ۴۰۳)

۳۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۸۴ (ج ۵ ص ۳۳۰ حوادث ۶۰ھ)؛ البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۴۰ (ج ۸ ص ۱۴۹ حوادث ۶۰ھ)

۴۔ احسن التقاسیم ص ۳۹۹ (ص ۳۰۶)

مان لیا کہ وفد نے وحشت میں معاویہ کو رسول کہہ کے خطاب کیا لیکن معاویہ کی خوشی کس بات کی غماز ہے؟ اس غصب خلافت اور کامیابی نے اس کا دماغ اتنا خراب کر دیا تھا کہ اپنے کو رسول کہلواتا تھا۔ امد بن ابد حضرمی سے بات چیت میں اس نے رسولؐ خدا کا صرف نام لیا تو اس نے برہمی سے کہا کہ تم نے صرف محمد کہا، رسولؐ خدا کیوں نہ کہا۔(۱)

فرزند جگر خوارہ کی باطل پرستی کے یہ چند نمونے پیش کئے گئے۔

تحکیم کا مقصد

آخری دھماچوکڑی جس نے معاویہ کی گدی جمانے میں اہم کردار ادا کیا وہ عمرو عاص کی عیاری سے مسئلہ تحکیم ہے۔ حضرت علیؑ شروع ہی سے فرما رہے تھے کہ اس اختلاف کا حل قرآن سے ہونا چاہئے لیکن معاویہ و عمرو عاص نہیں مان رہے تھے، لیکن جب تلوار کی باڑھ نے آخری مرحلے میں قدم رکھا تو عوام کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن نیزوں پر بلند کر کے دہائی دی جانے لگی، اس میں عمرو عاص کی حیلہ پردازی اور ابوموسیٰ اشعری کی حماقت سے معاملہ اور بھی انتشار و افتراق کی نذر ہو گیا۔ عمرو عاص سے ابو موسیٰ نے جھلا کر کہا: خدا تجھ پر لعنت کرے، تو کتے کی طرح ہے یا کتا ہے۔ عمرو عاص نے زیر لب تبسم کے ساتھ کہا: تمہاری مثال اس گدھے کی ہے جس پر کتابیں لاد دی گئی ہوں۔(۲)

اس طرح دونوں کی عیارانہ پنچایت کی وجہ سے حقیقت اور حکم خدا پامال ہو گیا۔ تحکیم سے قبل ابن عباس نے ابوموسیٰ کو خبردار کیا تھا کہ تمہارا سابقہ عرب کے عیارترین انسان سے ہے، اگر تم میں لالچ یا خود پسندی آ گئی تو معاملہ الٹ سکتا ہے، یاد رکھو، معاویہ طلیق بن طلیق ہے، اس کا باپ مشرکوں کا سرغنہ تھا، وہ

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۱۰۳ (ج ۳ ص ۹۰)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۳۱)؛ اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۱۵ (ج ۱ ص ۱۳۶ نمبر ۲۲۳)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۱۵ (ج ۱ ص ۱۱۸)؛ کتاب صفین ۶۲۸ (ص ۵۴۶)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۹۱ (ج ۴ ص ۱۳۶)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۴۰ (ج ۵ ص ۷۱ حوادث ۳۷ھ)؛ مروج الذہب ج ۲ ص ۲۲ (ج ۲ ص ۴۱۷، ۴۱۸)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۴۴ (ج ۲ ص ۳۹۷ حوادث ۳۷ھ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۹۸ (ج ۲ ص ۲۵۶-۲۵۵ خطبہ ۳۵)

بغیر شوری اور انتخاب کے دعوی خلافت کرتا ہے.....۔(۱)

احنف بن قیس اور شریح بن ہانی نے بھی ابوموسی اشعری کو خبردار کیا تھا۔(۲)

دوسری طرف معاویہ نے عمرو عاص کو مذاکرات کے لئے اس طرح آمادہ کیا کہ اگر تمہیں عراقیوں سے ڈرایا جائے تو تم انہیں شامیوں سے ڈراؤ، اگر مصریوں سے ڈرایا جائے تو تم یمن والوں سے ڈراؤ، اگر علیؑ سے ڈرایا جائے تو تم معاویہ سے ڈراؤ۔ عمرو عاص نے پوچھا: اگر نام علیؑ کے ساتھ ان کی سبقت ایمانی اور متفقہ خلافت کا تذکرہ آجائے تو کیا کہوں؟ معاویہ نے زچ ہو کر کہا: جیسی مصلحت دیکھنا کرنا۔(۳)

ان واقعات سے عراقیوں اور شامیوں کے تمام عزائم و مقاصد کا پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک اپنے سردار کی حکومت کا طلبگار تھا اور اسی مقصد سے تحکیم کا واقعہ۔ خواہ حق یا ناحق۔ پیش آیا، جس میں دو جانوروں نے الٹا سیدھا طئے کر دیا۔ تحکیم میں کہیں بھی خون عثمان کا تذکرہ نہ آیا، البتہ صلحنامہ لکھتے وقت مولا علیؑ کے نام سے امیر المومنین ہٹانے کی بات ضرور آئی۔ ان واقعات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ معاویہ فقط خلافت کا طلبگار تھا، نہ اسے خون عثمان سے غرض تھی نہ کچھ اور۔ اب ابن حجر کی لچر بات کا کیا وزن رہ جاتا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ علیؑ و معاویہ کی جنگ خلافت یا حکومت کے لئے نہیں تھی بلکہ صرف قتل عثمان کا بدلہ منظور تھا۔ وہ اس توجیہ سے فرزند جگر خوارہ کے خطرناک جرائم کی صفائی دینا چاہتا ہے۔

لچر دلائل

ابن حجر نے اگلوں کی تقلید کرتے ہوئے معاویہ کے جرائم کی بہانہ تراشی اور تصحیح خلافت کے لئے

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۹۵ (ج ۲ ص ۲۴۶ خطبہ ۳۵)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۹۹ (ج ۱ ص ۱۱۶)؛ نھایۃ الارب ج ۷ ص ۲۳۹؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۹۶ (ج ۲ ص ۲۴۹ خطبہ ۳۵)

۳۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۹۹ (ج ۱ ص ۱۱۶)

ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، اپنی تمام کرتب بازیاں صواعق محرقہ (۱) میں دکھاتے ہوئے دو باتوں پر خاص طور سے زور دیا ہے:

۱۔ معاویہ کے تمام پاپ اور جرائم، باغیانہ لشکرکشی، خونریزی، خلیفہ وقت کے خلاف چڑھائی، ہزاروں مسلمانوں کا قتل (جنگ صفین میں شام کے مقتول پینتالیس ہزار اور عراق کے مقتول پچیس ہزار تھے) (۲)، ان میں تین سو تیرہ بیعت رضوان سے سرفراز تھے۔ (۳)، کچھ مجاہدین بدر (۴) اور اکثر مہاجرین وانصار اور عادل صحابہ تھے۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ سب جرائم معاویہ کے اجتہاد کی وجہ سے ہوئے، ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ان مسخرہ انگیز توجیہات سے معاملہ چل بن جائے گا، معاویہ کے گناہوں پر پردہ پڑ جائے گا۔ جن گناہوں کی تشخیص قرآن وسنت نے کردی ہے، اجتہاد کے بہانے اس عیب کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ جو اجتہاد قرآن وسنت کے مخالف ہو وہ قطعی بے اعتبار ہے۔ ابن حجر نے یہ تو سن لیا تھا کہ مجتہدوں کے استنباط کے برخلاف اجتہاد کیا جاسکتا ہے لیکن انہیں یہ سمجھ میں نہ آیا کہ حکم خدا اور رسولؐ کے خلاف اجتہاد اور اظہار رائے صحیح نہیں ہے۔ ابن حجر جیسے لوگ سمجھتے ہیں کہ اجتہاد ایک بے قاعدہ قانون چیز ہے، نہ اس کا کوئی اصول ہے نہ ضابطہ ہے، اسے اپنے پسند کی چیز سمجھ لیا گیا ہے، جس کے ذریعے ہر پاپی کی گردن چھڑائی جاسکتی ہے، اس اجتہاد نے خالد بن ولید کی مجرمانہ حرکت، قبیلہ بنی حنیفہ اور مالک بن نویرہ پر مظالم پر پردہ ڈالا۔ (۵) اسی کے ذریعے ابن ملجم مرادی جیسے پاپی کو جسے رسولؐ اعظم نے کمینہ ترین انسان کہا (۶) اور

۱۔ صواعق محرقہ ص ۱۳۱، ۱۲۹ (ص ۲۱۸، ۲۱۶) ۲۔ کتاب صفین ص ۶۴۳ (ص ۵۵۸)

۳۔ مستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۰۴ (ج ۳ ص ۱۱۲ حدیث ۴۵۵۹)

۴۔ مستدرک علی الصحیحین (ج ۳ ص ۱۱۲ حدیث ۴۵۵۹)؛ البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۲۵۴ (ج ۷ ص ۲۸۴ حوادث ۳۶ھ)؛ کتاب صفین ص ۲۶۶، ۲۶۸ (ص ۲۳۶، ۲۳۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۴۸۳، ۴۸۴ (ج ۵ ص ۱۸۹، ۱۹۱، اصل ۶۵)

۵۔ اس سلسلے میں الغدیر کی ساتویں جلد میں تفصیل سے بحث ہوئی ہے۔

۶۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۹۸ (ج ۴ ص ۱۵۵)؛ کنز العمال ج ۶ ص ۴۱۲ (ج ۱۳ ص ۱۹۵ حدیث ۳۶۵۸۲)؛ البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۳۲۳ (ج ۷ ص ۳۵۸ حوادث ۴۰ھ)

جس نے نفس رسول کو محراب عبادت میں شہید کیا، مجرم کے بجائے ایک ثواب کا تمغہ عنایت کر دیا گیا، اسی اجتہاد سے قاتل عمار، ابو غادیہ کی گردن چھڑائی گئی، عمرو عاص کی تحکیم کی چال کو مستحسن بنا دیا گیا، (۱) یزید جیسے فاسق و بدکردار پاپی کی برائت کا دستاویز فراہم کیا۔ (۲) ظاہر ہے کہ یہ اجتہادات قطعی مہمل اور بے اعتبار ہیں، اس اجتہاد کو قاتلین عثمان کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا، حالانکہ ان کو قتل کرنے والے مہاجرین اور انصار نیز ہدایت یافتہ اصحاب رسولؐ تھے، انہیں تو ابن حزم، (۳) ابن تیمیہ، (۴) ابن کثیر (۵) اور ابن حجر (۶) جیسے لوگ ملعون، فتنہ پرداز، خونریز، حکومت اسلامی کے باغی، خطا کار اور عقل و شعور سے عاری سمجھتے ہیں انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اگر خالد اور ابن ملجم اور معاویہ کو مجتہد کہا جاتا ہے تو قاتلین عثمان کو بھی مجتہد کہا جائے، یہ لوگ تو امیر المومنین حضرت علیؑ کی اس رائے کو بھی اجتہاد ماننے پر آمادہ نہیں ،جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ قاتلین عثمان کے معاملے کو ابھی ٹالا جائے تاکہ داخلی فتنہ فرو ہو پھر بعد میں حکم خدا کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ اس میں تو جمل وصفین ونہروان کے معرکے ہو گئے، حالانکہ قاتل ہرمزان کے معاملے میں عثمان کی معافی کو صحیح سمجھتے ہیں۔

اگلوں کا مضحک اجتہاد یہ بھی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ پر دشنام طرازی کو جائز سمجھا جاتا ہے، منبر پر لعن طعن، خطبہ جمعہ وعیدین میں بدعا، یہ سب جائز ہے کیونکہ مجتہد خطا کار ایک ثواب کا مستحق ہوتا ہے ،لیکن شیعیان علیؑ کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے ظلم کے خلاف ظالموں کی صفات بیان کر سکیں، اگرچہ وہ مجتہد بالغ نظر ہی کیوں نہ ہو اسے اجتہاد کا حق نہیں۔ اگر کسی سے یہ غلطی ہو گئی تو وہ پھانسی اور جلاوطنی کا مستحق ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ بعض بدعتی افراد معاویہ کو دشنام دیتے ہیں، لعنت کرتے ہیں، معاویہ کے بارے میں بھی ابوبکر و عمر و عثمان کا طریقہ کار اپنانا چاہئے بنابریں ان کی بات لائق اعتنا نہیں، نہ اسے بنیاد عمل بنانا

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۲۸۳ (ج ۷ ص ۳۱۴ حوادث ۳۶ھ)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۲۳، ج ۱۳ ص ۱۰ (ج ۸ ص ۲۴۵ حوادث ۶۳ھ، ج ۱۳ ص ۱۲ حوادث ۵۹۰ھ)

۳۔ الفصل ج ۴ ص ۱۶۱ ۔۔۔۔ ۴۔ منہاج السنۃ ج ۳ ص ۱۸۹، ۲۰۶

۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۷۶، ۱۸۶، ۱۸۷ (ج ۷ ص ۱۹۸، ۲۰۸ حوادث ۳۵ھ)

۶۔ صواعق محرقہ ص ۶۷، ۶۸، ۱۲۹ (ص ۱۱۳، ۲۱۷)

چاہیئے ۔ یہ لعنت ودشنام ان لوگوں سے سرزد ہوتا ہے جو احمق اور نافرمان ہیں، خدا کو پرواہ نہیں کہ یہ کس وادی میں سرگرداں ہیں، خدا ان پر لعنت اور خوار کرے، ان پر اہل سنت کی تلوار سے زیادہ استدلالی حجت وبرہان مسلط ہے۔(۱)

آپ جانتے ہیں کہ ابن حجر کن لوگوں پر لعنت کر رہے ہیں اور دشنام دے رہے ہیں ۔اب ذرا معاویہ کے متعلق رسول خداؐ کی لعنت کو ملاحظہ فرمائیے ،امیر المومنینؑ نے جو لعنت فرمائی ہے اور دعائے قنوت میں التزام فرمایا ہے، ابن عباس اور عمار یاسر کی لعنت، محمد بن ابی بکر کی لعنت کے ساتھ ساتھ ہر نماز کے بعد عائشہ کی بددعا اور لعنت ،اس کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام صحابہ ومہاجرین وانصار نے معاویہ پر لعنت کی بارش کی ہے، انہیں ملاحظہ فرمائیے اور پھر آپ ہی فیصلہ کیجئے!!!۔

اجتہاد کیا ہے....؟

اب یہاں ضروری ہے کہ مفہوم اجتہاد کو بھی سمجھ لیا جائے ،جس اجتہاد نے ہزاروں خون بہائے ،ناموس برباد کی، حرمت پامال کی، احکام وقوانین الٰہی کا تیاپانچا کیا۔اس میں اس قدر وسعت کہاں سے آگئی کہ شریعت کو اتھل پتھل کر دیا جائے ؟ کیا اجتہاد میں اتنی گنجائش ہے کہ ناقابل تغیر سنت الٰہی کو دگرگوں کر دیا جائے اور مسلمہ احکام کو لغو قرار دیا جائے ؟

کیا مجتہدوں کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جو دل میں آئے کر ڈالے یا اس کا اصول وحساب کتاب بھی ہے بلکہ مجتہد وہ ہے جو قرآن ،سنت اور تفکر واستنباط کے دانشمندانہ عمل کو برتے یا جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ اجتہاد بمقابل نص میں چاروں چیزوں کے تاویلات صحیح کا التزام کرے ۔اگر اجتہاد کے قواعد معین نہیں کیے جائیں گے تو ہر دیہاتی اور جنگلی اپنی خواہش کے مطابق اٹکل پچھوں مارتا رہے گا، دانشمند اسے اچھا سمجھے گا؟

۱۔صواعق محرقہ ص ۱۳۲ (ص ۲۱۹)

آمدی نے ''الاحکام فی اصول الاحکام''(۱) میں اجتہاد کا مطلب اور انجام کار کے متعلق انتہائی کوششکیا اور لکھا ہے اور علماء اصول نے اجتہاد کا مخصوص معیار متعین کیا ہے، مجتہد اسے کہتے ہیں جو صفت اجتہاد سے متصف ہو، اس کی دو شرطیں ہیں: شرط اول یہ ہے کہ وجود پروردگار سے آگاہ اور اس کے صفات واجبہ کو جانتا ہو نیز یہ کہ اس بنیاد پر عقیدہ رکھے کہ وہ حکم دیتا ہے، قانون بناتا ہے، اس نے رسول اور شریعت نازل کی۔

شرط دوم یہ کہ مدارک شرعی اور اس کے اقسام کا علم رکھتا ہو، اس کے اختلاف و مراتب کو پہنچانتا ہو، روش جرح و تعدیل، صحیح و سقم کی پہچان، ناسخ و منسوخ کی معرفت اور اس بارے میں آیات کے نزول کی معرفت رکھتا ہو، اسکے ساتھ لغت و نحو پر عبور رکھتا ہو البتہ لازم نہیں کہ وہ لغت میں اصمعی کے پائے کا ہو اور نحو میں خلیل و سیبویہ کا درجہ رکھے، عادات و رسم عرب سے واقف ہو تا کہ الفاظ کے استعمال پر قدرت حاصل کر سکے، مفرد و مرکب، کلی و جزئی، حقیقت و مجاز، تواطی و اشتراک، ترادف و تباین، نص و ظاہر، عام و خاص، مطلق و مقید اور منطوق و مفہوم، اقتضاء، اشارہ، تنبیہ، ایماء وغیرہ کو پہچانتا ہو اور تمیز کر سکے یہ تمام چیزیں مجتہد مطلق کیلئے ضروری ھیں خواہ اسمیں مکمل بصیرت رکھتا ہو یا جزوی طور سے۔

شاطبی(۲) نے اجتہاد کی دو قسمیں کی ہیں: ایک اجتہاد وابستۂ تحقق مناط، اس کو تمام امت بلا اختلاف مانتی ہے، اس کا مطلب ہے مدرک شرعی سے حکم ثابت کیا جائے۔

دوسرے اجتہاد منقطع، اس کی تین قسمیں ہیں، اول: تنقیح مناط، دوسرے: تخریج مناط اور تیسرے: متذکرہ صدر کے اقسام کے تحقیق مناط۔

یہ تو اصولیین کے نزدیک اجتہاد کی تعریف تھی۔ اب رہ گئے فقہاء تو ان کے نزدیک اجتہاد دین شناسی کا بلندترین مرتبہ ہے، جس کے سہارے وہ فقیہ کہا جاتا ہے اور وہ فقیہ فرع کو اصل و اساس کی طرف پھیرتا ہے، پھر اس سے استنباط احکام کرتا ہے، نقد و اشکال کو رفع کرتا ہے، تشکیک کا دفاع کرتا ہے۔

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۴ ص ۲۱۸ (ج ۴ ص ۱۶۹)

۲۔ الموافقات ج ۴ ص ۸۹

آمدی ،(۱) ابن نجیم ،(۲) حاوی ،ابن عابدین (۳) و ابن قاسم غزی (۴) وغیرھم کے افادات کا ماحصل یہ ہے کہ فقہ کا مطلب فہم و دانش ہے اور اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ کا علم استدلال یا ادلہ تفصیلہ کے ذریعے حاصل کیا جائے۔ابن رشد نے مقدمہ (۵) مدونہ کبریٰ میں احکام شرعیہ کے مدارک چار لکھے ہیں: اول قرآن، دوسرے سنت رسولؐ، تیسرے اجماع، چوتھے استنباط جسے قیاس کہتے ہیں اور وہ انہیں تینوں کے اصول سے ماخوذ ہو۔

اب ذرا اجتہاد معاویہ پر نظر ڈال جایئے، کیا ان کے اعمال و تصورات میں نوامیس اربعہ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کی کہیں چھاپ ہے، کیا معاویہ کو قرآن کا علم تھا؟

کس سے درس حاصل کیا؟ کیا انہیں محکم و متشابہ، عموم و خصوص، مطلق و مقید، ناسخ و منسوخ کی خبر تھی؟ معاویہ کا ظرف کبھی اس کا متحمل نہ ہوسکا وہ تو بتوں کے پجاری تھے، اسلام تو ان کے دماغ میں کسی طرف سے نہیں گھسا، معاویہ کے تو دو سال آخر (۶) کے رسولؐ اسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بارہ سال میں سورۂ بقرہ یاد کر سکے، جب یاد کر چکے تو شکرانہ میں قربانی کی، خدا جانے کتنی پریشانی جھیلی تھی، انہیں یہ بھی پتہ نہ تھا کہ رسولؐ مر سکتے ہیں، جب قرآن کی آیت سنائی گئی تو سیدھے ہوئے، زمانۂ رسولؐ اور بعد کے فقہا میں صرف عبداللہ بن مسعود، ابن عباس، ابی بن کعب اور زید بن ثابت کا نام آتا ہے، رہ گئے حضرت علیؑ تو وہ عدل قرآن تھے، اس کے اسرار و غوامض سے پوری طرح آشنا تھے، ان کے سامنے تمام سوالات کے جوابات مستحضر رہتے تھے، خود فرماتے کہ کتاب خدا کے متعلق پوچھ لو، پوچھ لو۔

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۱ص ۷ (ج ۱ص ۲۲)
۲۔ البحر الرائق ج ۱ص ۳
۳۔ حاشیہ البحر ج ۱ص ۳
۴۔ الشرح ج ۱ص ۱۸
۵۔ مقدمۃ المدونۃ الکبریٰ ص ۸
۶۔ استیعاب (ج ۳ص ۱۴۱۶ نمبر ۲۴۳۵)

معاویہ کی سنت شناسی یہ تھی کہ مسند احمد کے مطابق لوگوں کو حدیث رسولؐ سنانے سے روکتے تھے۔(۱) صرف انہیں حدیثوں کو سنانے کی اجازت دیتے جو عہد عمر میں رائج ہوگئی تھیں۔آخر کیوں؟ کیا عمر کے بعد حدیثیں گڑھی جانے لگی تھیں؟ یا عدولی صحابہ کا اعتبار بعد عمر ختم ہوگیا تھا؟ اس طرح اکثر مدارک احکام پر مشتمل احادیث بے وقعت ہو جائیں گی کیونکہ یہ تو معلوم نہیں کہ وہ عہد عمر سے پہلے بیان کی گئیں یا بعد میں۔پھر بھلا عہد عمر کی خصوصیت ہی کیا...؟

معاویہ کی سنت دانی کے لئے کافی ہے کہ وہ سنت کی تحقیر کرتا ہے، کبھی کبھی حدیث سنانے والے کا مذاق اڑاتا ہے۔(۲) گالی بھی دے دیتا ہے، جس کا یہ رویہ ہو اس نے کیا حاصل کیا ہوگا، اندازہ کر لیجئے؟ انہوں نے تو حالات اسلام میں چند سال بسر کئے، انہیں حدیث سننے کا موقع کہاں ملا؟ پھر گورنری وحکومت میں لگ گئے، پھر یہ کہ وہ مدینہ سے بہت دور شام میں تھے، مدینہ والوں سے کینہ رکھتے تھے۔

مستدرک حاکم (۳) میں ہے کہ نوف نے عبداللہ بن عمرو عاص سے کہا کہ آپ صحابی رسولؐ ہیں آپ کو حدیث سنانے کا مجھ سے زیادہ حق ہے۔عبداللہ نے کہا: مجھے حکمرانوں نے نقل احادیث سے منع کیا ہے۔نیز یہ کہ معاویہ نے ابن عمر کو پیغام بھجوایا کہ اگر مجھے معلوم ہوگیا کہ تم لوگوں کو حدیثیں سنا رہے ہو تو گردن ماردوں گا۔(۴)

اسی سبب سے معاویہ نے عادل صحابہ کا خون بہایا، مدینہ رسول کو تاراج کیا۔اس کے بعد یزید نے تو باپ کی حد ہی کردی۔

۱۔مسند احمد ج ۴ ص ۹۹ (ج ۵ ص ۶۶ حدیث ۱۶۴۶۷)

۲۔شرح ابن ابی الحدید (ج ۸ ص ۲۵۵ خطبہ ۱۳۰)؛ مروج الذهب ج ۱ ص ۶۱ (ج ۳ ص ۴۴)؛ تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۲۷۷؛ فیض القدیر فی شرح الجامع الصغیر (ج ۶ ص ۳۶۵)؛ استیعاب ج ۱ ص ۲۵۵ (القسم الثالث ص ۱۴۲۱ نمبر ۲۴۳۵)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۳ (ج ۲۶ ص ۲۰۱ نمبر ۳۰۷۱)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۹)؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۴ (ص ۱۸۸)؛ مستدرک علی الصحیحین (ج ۳ ص ۵۲۰ حدیث ۵۹۳۵)؛ الخصائص الکبری ج ۲ ص ۱۵۰ (ج ۲ ص ۲۵۵)

۳۔مستدرک علی الصحیحین ج ۴ ص ۴۸۶ (ج ۴ ص ۵۳۳ حدیث ۸۴۹۷)

۴۔کتاب وقعہ صفین ص ۲۴۸ (ص ۲۲۰)

معاویہ کی احادیث مسند احمد میں ایکسو چھ ہیں، جن میں مکررات بھی ہیں، بعض کا تعلق احکام سے نہیں ہے، مثلاً رسولؐ، ابوبکر، عمر تینوں نے ترسٹھ سال عمر پائی۔ یا یہ کہ میں نے دیکھا کہ رسول خداؐ امام حسنؑ کی زبان چوس رہے تھے۔ اب ذرا متن احادیث کا جائزہ لیجئے:

۱۔ معاویہ حضرت عائشہ سے ملنے گئے تو عائشہ نے کہا: تمہیں اس کا ڈر نہیں تھا کہ کسی کو گھات میں بٹھا کر تمہیں قتل کرا دیتی۔ جواب دیا: آپ ایسا نہ کرتیں کیونکہ میں امن کے گھر میں ہوں، میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ فرماتے تھے: ایمان غافلانہ حملے سے مانع ہے۔ پھر پوچھا: میں آپ کی حاجتوں کے بارے میں کیسا ہوں؟ جواب دیا: اچھے ہو۔ معاویہ نے کہا: تو پھر مجھے چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ہم (اور محمد بن ابی بکر) خدا سے ملاقات کریں، وہیں فیصلہ ہوگا۔ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ قتل معاویہ کو جائز سمجھتی تھیں کیونکہ انہوں نے بہت سے خون بہائے تھے اور بڑے پاپ کئے تھے، لیکن چونکہ معاویہ نے عائشہ کے ساتھ داد و دہش کا اچھا رویہ اپنایا تھا، اس لئے نظر انداز کر گئیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ کو ان کے جرائم پر کوئی بھی قائل نہیں کر سکتا تھا، لیکن علیؑ کے خلاف خون عثمان کو عائشہ نظر انداز نہ کر سکیں۔

۲۔ عباد بن عبد اللہ بن زبیر کہتا ہے کہ معاویہ نے حج کے موقع پر نماز ظہر دو رکعت پڑھی اور دار الندوۃ چلے گئے عثمان نے نماز ظہر پوری پڑھی۔ جب مکہ آئے تو چار رکعت پڑھی، منی و عرفات میں قصر پڑھی، حج ختم کر کے منی میں اقامت کی تو نماز تمام پڑھی، جب معاویہ نے دو رکعت نماز پڑھی تو مروان اور عمرو بن عثمان نے شکوہ کیا کہ آپ نے عثمان کے خلاف عمل کیا؟ معاویہ نے کہا کہ میں نے رسولؐ اور عمر و ابوبکر کے ساتھ یہاں قصر پڑھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ آپ کے چچیرے بھائی عثمان نے یہاں پوری نماز پڑھی ہے اس لئے اگر آپ قصر پڑھیں گے تو لوگ عثمان پر تنقید کریں گے۔ یہ سن کر معاویہ نے جب عصر کی نماز پڑھائی تو نماز تمام پڑھائی۔ (۲)

۱۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۲ (ج ۴ ص ۵۴ حدیث ۱۶۳۹۰)

۲۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۴ (ج ۵ ص ۵۸ حدیث ۱۶۴۱۵)

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں معاویہ پر تنقید کی جائے جو حکم رسولؐ جانتے ہوئے محض خاندانی تعصب مین شریعت پامال کر رہا ہے، یا عثمان کی حرکت پر تنقید کیجائے، اگر معاویہ ایسے ہی فقیہ تھے تو ایسی فقہ پر لعنت۔

۳۔ ہنائی کہتے ہیں: میں اصحاب رسولؐ کے ساتھ معاویہ کے یہاں موجود تھا، معاویہ نے کہا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا رسولؐ خدا نے ریشم پہننے پر منع نہیں کیا تھا؟ سب نے کہا: خدا گواہ ہے، ہاں! پھر پوچھا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کیا رسولخداؐ نے حج اور عمرہ کے جمع سے منع نہیں کیا تھا؟ سب نے کہا: ایسا تو نہیں ہے، ہم نے ان کے ساتھ دونوں کو جمع کیا۔(۱)

معاویہ نے کوشش کی کہ ہر سنت ثابت کے خلاف بدعت کا احیاء کیا جائے، متعہ حج کا قرآن میں حکم ہے، رسولؐ، ابوبکر، عمر نے عمل کیا، لیکن عمر نے آخر وقت منع کیا تھا اور معاویہ کا کام ہی تھا حکم خدا کے مقابل حکم عمر کو باقی رکھا جائے، یہ تھی ان کی دین شناسی یا بے اطلاعی۔

۴۔ حمران کہتے ہیں کہ معاویہ نے بعد عصر دو رکعت نماز پڑھنے سے منع کیا۔

زمانۂ نبیؐ میں بعد عصر دو رکعت نماز پڑھنے کا معمول تھا، حضرت عمر نے اس کو سختی سے منع کیا، اصحاب نے احتجاج کیا کہ یہ سنت ثابت ہے لیکن عمر نے توجہ نہ دی، معاویہ نے حکم عمر کو جاری کیا۔(۲)

۵۔ معاویہ سے حدیث رسولؐ مروی ہے: جو شراب پئے اسے تازیانہ مارو، تکرار کرے تو تازیانہ مارو، چوتھی بار تکرار کرے تو قتل کردو۔(۳)

مجھے حیرت ہے کہ معاویہ نے اس حکم پر اپنی گورنری یا حکومت کے زمانے میں ایک روز بھی عمل کیا؟ اگر عمل کرتے تو شراب کے قافلے اونٹوں پر بار نہ ہوتے، خرید و فروخت کی شام میں آزادی نہ دیتے، خود

۱۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۲، ۹۵، ۹۹ (ج ۵ ص ۵۴ حدیث ۱۶۳۹۱، ص ۵۹ حدیث ۱۶۴۲۲، ص ۶۶ حدیث ۱۶۴۶۶)

۲۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۹، ۱۰۰ (ج ۴ ص ۶۶ حدیث ۱۶۴۶۵، ص ۶۷ حدیث ۱۶۴۶۹)

۳۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۳، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۱۰۱ (ج ۵ ص ۵۶ حدیث ۱۶۴۰۵، ص ۵۹ حدیث ۱۶۴۱۷، ص ۶۰ حدیث ۱۶۴۲۷، ص ۶۳ حدیث ۱۶۴۴۵، ص ۶۸ حدیث ۱۶۴۸۱)

نہ پیتے اور مستی میں اشعار کفریہ نہ بکتے۔ اگر چہ اس روایت کی سند محکم ہے، امام احمد، ترمذی وابوداؤد نے ثبت کیا ہے لیکن کوئی فقیہ اس پر عمل نہیں کرتا کیونکہ اسے معاویہ نے اکیلے نقل کیا ہے۔

۶۔ ابوادریس کہتے ہیں کہ معاویہ بہت کم حدیث بیان کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا کہ خدا ہر گناہ کو ممکن ہے بخش دے سوائے اس کے کہ انسان کافر مرے یا کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے۔(۱) ایک خط میں حضرت علیؑ کو معاویہ نے لکھا کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ اگر صنعا اور عدن کے تمام باشندے کسی ایک مسلمان کے قتل پر متفق ہو جائیں تو خدا سب کو جہنم میں جھونک دے گا۔

سوال یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں معاویہ کے خلاف پڑتی ہیں یا موافق؟ آخر صفین میں ہزاروں مومنوں کو کس نے قتل کرایا؟ باغی گروہ کون تھا؟ جو ایسا خونخوار ہوا سے خلافت سے کیا سروکار؟ امام وقت کو قتل کرانے کی سازش اور اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لئے ہزاروں صحابائے کرام، صلحائے عظام کو موت کے گھاٹ اتارنا کہاں تک جائز تھا؟ اس خونخوار نے چونکہ خود حدیث کی روایت کی ہے لہذا اس سے سخت مواخذہ ہوگا۔

۷۔ معاویہ سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ جو شخص بے امام کے مرجائے، اس کی موت جاہلیت پر ہوتی ہے۔(۲)

اب ذرا معاویہ اور اس کے جرگے سے پوچھیے کہ تم پر کس امام کی بیعت کا قلادہ ہے؟ کیا معاویہ کی امامت نص و اجماع سے ثابت ہے؟ خود معاویہ کس حال میں مرا؟ کیا امیر المومنینؑ کے سوا کوئی اور تھا جس کو نص و اجماع کے ذریعے خلافت ملی ہو؟ معاویہ نے تو انہیں سے جنگ کی اور ان کی خلافت کو نہ مانا، ان کی خلافت ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، اس طرح وہ جاہلیت کی موت مرا، کیونکہ حضرت علیؑ کی خبر شہادت سن کر خوشی ظاہر کی، امام حسنؑ کے مسموم ہونے پر اظہار مسرت کیا، ان دونوں سے وہ بر

۱۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۹ (ج ۵ ص ۶۶ حدیث ۱۶۴۶۴)

۲۔ مسند احمد ج ۴ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۶۱ حدیث ۱۶۴۳۴)

سرپیکار رہا، ہر مکاری اور حیلہ برتا، اپنی سیاسی خلافت جمانے کے لئے ہر لالچ، رشوت اور مکاری کا جال رچایا۔ جب کہ مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دورات بھی بغیر امام کے بسر کرے۔ (۱) ورنہ جاہلی موت مرے گا؛ اس حکم رسولؐ میں تو کوئی استثنا نہیں کیا، معاویہ اس حکم سے مستثنیٰ تھا، یا وہ اس حکم سے ناواقف تھا؟ اس طلیق بن طلیق کی موت بہر حال جاہلیت پر ہوئی۔

اس حدیث معاویہ کو ابن عمر کے طریق سے ابوداؤد طیالسی (۲) نے لکھا ہے جس میں اضافہ ہے کہ ومن نزع یدا من طاعة جاء یوم القیامة لا حجة له۔ (۳)

یہ حقیقت ہے جس سے گریز ممکن نہیں کہ صحاح و مسانید اس پر متفق ہیں اس حدیث کو ماننے بغیر چارہ نہیں، لازم آتا ہے کہ جو شخص بغیر امام کے مرجائے اس کی موت جاہلیت پر ہوگی، اس موقع پر یہ نکتہ لائق توجہ ہے کہ فاطمہؑ زہرا قرآن کی روشنی میں پاک اور ان کی خوشنودی رسولؐ کی خوشنودی اور ان کا غم وغصہ رسولؐ اکرم کا غم وغصہ تھا وہ اس حالت میں دنیا سے گئیں کہ ان کا کسی کو امام نہیں بتایا جاسکتا، نہ انہوں نے ابوبکر کی بیعت کی نہ ان کے شوہر نے چھ ماہ تک بیعت کی۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ جب تک فاطمہؑ زندہ تھیں لوگ ان کے احترام میں علیؑ سے تعرض نہ کرتے تھے، لیکن جب فاطمہؑ انتقال کرگئیں تو لوگوں سے علیؑ کا رابطہ تاریک ہوگیا۔ (۴) قرطبی نے بھی المفہم میں لکھا ہے کہ جب تک فاطمہؑ حیات تھیں، لوگوں نے علیؑ کا احترام کیا لیکن جب فاطمہؑ مرگئیں اس وقت تک علیؑ نے ابوبکر کی بیعت نہ کی تھی تو علیؑ کا وہ احترام باقی نہ رہا، لوگوں نے بیعت لے کر وحدت میں شامل کرنے کا ارادہ کرلیا۔

۱۔ المحلی ج۹ ص۳۵۹ (مسئلہ ۱۷۶۸) ۲۔ مسند طیالسی ص۲۵۹

۳۔ صحیح مسلم ج۶ ص۲۲ (ج۴ ص۱۲۶ حدیث ۵۸ کتاب الامارہ)؛ سنن بیہقی ج۸ ص۱۵۶؛ تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۵۱۷؛ مجمع الزوائد ج۵ ص۲۱۸، ۲۲۳؛ ازالۃ الخفاء ج۱ ص۳؛ مسند احمد ج۳ ص۴۴۶ (ج۴ ص۴۷۶ حدیث ۱۵۲۶۹) شرح المقاصد ج۲ ص۲۷۵ (ج۵ ص۲۳۹)؛ خاتمۃ الجواہر المضیئۃ قاری ج۲ ص۵۰۹؛ تیسیر الوصول ج۳ ص۳۹ (ج۲ ص۴۷)

۴۔ صحیح بخاری کتاب المغازی ج۶ ص۱۹۷ (ج۴ ص۱۵۴۰ حدیث ۳۹۹۸)؛ صحیح مسلم کتاب الجہاد ج۵ ص۱۵۴ (ج۴ ص۳۰ حدیث ۵۲)

یہاں تین احتمالات ہیں:

اول یہ کہ فاطمہؑ نے ایک حکم اسلامی پر عمل نہ کیا اور بے امام مر گئیں۔

دوسرے یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں، جب کہ تمام شیعہ سنی علماء نے اس کی روایت کی ہے۔

تیسرے یہ کہ فاطمہؑ نے ابوبکر کی امامت کو صحیح نہیں سمجھا، ابوبکر کو خلافت کا مستحق نہیں جانا بلکہ علیؑ کی امامت کی قائل تھیں۔

کیا کوئی مسلمان سوچ سکتا ہے کہ فاطمہؑ نے خلاف عقل و منطق اور مخالف رضائے خدا عمل کیا ہوگا؟ دوسرا احتمال بھی صحیح نہیں، حدیث قطعی صحیح ہے۔ لہذا اب تیسرا احتمال ہی باقی رہ جاتا ہے کہ فاطمہ زہرا جگر پارۂ رسولؐ نے ابوبکر کی امامت و خلافت کو صحیح نہیں سمجھا، وہ ابوبکر کی خلافت سے بیزار تھیں، اسی لئے حضرت علیؑ نے زمانۂ فاطمہؑ میں ابوبکر کی بیعت نہ کی حالانکہ جانتے تھے کہ جو شخص بغیر امام کے مرجائے اس کی موت جاہلیت پر ہوگی۔

۸۔ ابوہریرہ نے معاویہ کی شکایت رسولؐ خدا سے کی، آپ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دوبار سر اٹھایا اور فرمایا: اگر تم حکمراں ہو جاؤ تو خدا سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ معاویہ کہتے ہیں کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ حکمراں ہونگا لیکن ارشاد رسولؐ کے مطابق آج اسی میں مبتلا ہوں۔ (۱)

لیکن اس شخص نے وصیت رسولؐ پر قطعی عمل نہ کیا، نہ خدا کا خوف کیا، نہ عدالت کو راہ دی، اس کی حکمرانی تمام تر ظلم و عدوان سے بھری ہے، کاش قتل عثمان کے بعد اسے یہ وصیت رسولؐ یاد آتی تو مولا علیؑ سے جنگ نہ کرتا، نہ عدول صحابہ کو جلاوطنی و قتل و قید کی اذیت دیتا، کیا یہ سب کام عدالت و تقوی پر مبنی تھے؟ نہ زیاد کو بھائی بناتا، نہ منبر پر علیؑ و آل علیؑ نیز شیعوں پر لعن طعن و دشنام طرازی کرتا۔ پتہ نہیں اگر وصیت رسولؐ نہ ہوتی تو وہ کیا کرتا؟

۹۔ معاویہ سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا سے سنا کہ اگر خدا کسی کے ساتھ بھلائی کرتا ہے تو اسے دینی بصیرت عطا کر دیتا ہے۔ (۲) یہ حدیث مسند احمد میں سولہ بار نقل کی گئی ہے، اس کا نتیجہ تو یہ ہونا

۱۔ مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۱ (ج ۵ ص ۶۹ حدیث ۱۶۴۸۶) ۲۔ مسند احمد (ج ۵ ص ۶۵ حدیث ۱۶۴۶۰)

چاہئے تھا کہ معاویہ میں دین شناسی آجاتی، احکام الٰہی پر عمل کرتا، برخلاف اس کے نہ اس میں تفقہ تھا نہ احکام خدا پر عمل۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے معاویہ کے ساتھ کوئی بھلائی نہ کی۔

۱۰۔ محمد بن جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ ہم لوگ چند افراد کے ساتھ معاویہ کے پاس تھے اتنے میں معاویہ سے کہا گیا کہ عبد اللہ بن عمرو عاص حدیث بیان کرتے ہیں کہ آئندہ قحطانی بادشاہ ہوں گے۔ معاویہ بھڑک اٹھے، منبر پر جا کر حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ بعض لوگ تم سے ایسی بات نقل کرتے ہیں جو نہ قرآن میں ہے نہ سنت میں ہے، یہ لوگ قطعی جاہل ہیں، جو لوگ تمہارے خیالات پراکندہ کرنا چاہتے ہیں ان سے پرہیز کرو کیونکہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ یہ حکومت قریش ہی میں رہے گی، جب تک دین وشریعت باقی ہے جو اس سے ٹکرائے گا خدا اسے چور چور کردے گا۔

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو معاویہ سمجھے ہی نہیں، عمرو عاص کے بیٹے نے یہ نہیں کہا تھا کہ خلیفہ ہوں گے بلکہ کہا تھا کہ بادشاہ ہوں گے، ہر شخص جانتا ہے کہ بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ ہوئے ہیں جو غیر قریش تھے، پھر یہ کہ رسول کا مقصد خلفاء قریش سے یہ ہے کہ جب تک وہ خلفاء دین وشریعت پر عمل کریں ان سے مت ٹکراؤ، معاویہ وغیرہ تو مسلسل دین وشریعت پامال کرتے رہے، اس طلیق بن طلیق کو خلافت کا ارمان کرنا ہی نہیں چاہیئے۔ حیرت ہے کہ معاویہ تو عبد اللہ کو جاہل کہتے ہیں اور ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ وہ سب سے زیادہ حدیث نقل کرتے ہیں، یا انہیں سب سے زیادہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد ہے۔ وہ مرد فاضل، حافظ اور دانشمند تھے۔ (۱) معاویہ انہیں اس طرح جاہل کہہ رہے ہیں جیسے خود بہت بڑے فقیہ ہیں۔ عبادہ بن صامت نے معاویہ سے کہا تھا کہ تیری ماں ہندہ تجھ سے زیادہ عالم ہے۔ (۲)

یہ معاویہ تھے اور ان کی حدیث شناسی!!!۔

۱۔ استیعاب ج ۱ ص ۳۰۷ (القسم الثالث ص ۹۵۷ نمبر ۱۶۱۸)؛ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۳ (ج ۳ ص ۳۴۹ نمبر ۳۰۹۰)؛ الاصابہ ج ۲ ص ۳۵۲ (نمبر ۴۸۴۷)؛ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۳۷ (ج ۵ ص ۲۹۴)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۲۶ ص ۱۹۵ نمبر ۳۰۷۱) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۶)

اجماع

آمدی (۱) نے اجماع کی بہت اچھی تعریف کی ہے کہ کسی معاملے پر اس زمانے کے تمام حل وعقد کا ایک رائے ہو جانا۔ اب ذرا معاویہ کے اقوال، اعمال اور جرائم کو دیکھئے اور تلاش کیجئے کہ اس وقت کے فقہا نے ان بدعتوں پر کہاں اتفاق کیا۔ اجتہاد کی یہ دم بھی معاویہ کے ہاتھ سے جاتی رہی۔

قیاس

اہل سنت کی نظر میں وہی قیاس معتبر ہے جو قرآن وسنت کی بنیاد پر کیا جائے، یا ان دونوں سے اخراج کیا گیا ہو بحث واستنباط کے ذریعے نوعی یا شخصی حیثیت سے۔ ہم معاویہ کے تمام کرتوتوں پر نظر ڈالتے ہیں تو کوئی بھی کام قرآن وسنت کی بنیاد یا استنباط کے سہارے انجام نہیں دیا گیا اور نہ اس کی کسی طرح بھی تاویل کی جاسکتی ہے۔ البتہ معاویہ نے جاہلی قیاس کو احکام اسلام میں شامل کر دیا ہے۔

رجال فقہ واصول کی نظر میں صحیح اجتہاد سمجھ لینے کے بعد یہ اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ معاویہ اس سے قطعی دور تھے، اس نافرمان مجتہد کے بھیانک جرائم پر نظر دوڑایئے اور پھر دیکھئے کہ ابن حزم، ابن تیمیہ، ابن کثیر اور ابن حجر جیسے لوگ اسے مجتہد کہہ کے تمام جرائم سے بری کر دیتے ہیں، مجتہد خطا کار پر گناہ تو ہوتا ہی نہیں الٹا ایک ثواب حاصل ہوتا ہے۔

ان سے پوچھئے کہ آخر کس اجتہاد سے مولا علیؑ کو لعنت اور دشنام طرازی کی بلکہ تمام مسلمانوں پر شرعی حیثیت سے لازم کر کے تھوپ دیا؟ آخر کس آیت سے استنباط کیا تھا، آیۂ تطہیر یا آیۂ مباہلہ سے یا ہزاروں احادیث رسولؐ سے جس میں فضائل علیؑ کے سمندر موجزن ہیں، اگر انہیں خلیفہ نہ بھی سمجھیں تو کیا وہ ایک شائستہ کردار مسلمان بھی نہیں تھے؟ یہ ہندہ جیسی فاحشہ کا دودھ پینے والا مجتہد خود اجازت دیتا ہے کہ علیؑ کو گالیاں دی جائیں اور برسرپیکار ہے ظاہر ہے کہ اس حکم کا مدرک صرف قیاس جاہلی ہی میں مل

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۱ ص ۲۸۰ (ج ۱ ص ۲۵۴)

سکتا ہے، دونوں قبیلوں ہاشمی و اموی میں پرانی دشمنی تھی، ایک دوسرے کو بہر وسیلہ اذیت دیتے تھے، انتقام لیتے تھے، چاہے وہ مقتول کے وارث نہ بھی ہو۔ معاویہ نے اسی جاہلی روش پر عمل کر کے انتقام عثمان کا نعرہ بلند کیا۔

کس اجتہاد میں گنجائش ہے کہ برسر منبر اور دعائے قنوت میں علی پر لعنت کی جائے جو احتجاج کرے اسے ڈرایا دھمکایا جائے، کس اجتہاد میں دوستداران علیؑ کو قید و جلا وطنی سے دوچار کرنا جائز کہا گیا ہے، کون اجتہاد علی کو کافر و ملحد کہنے کی اجازت دیتا ہے، کس اجتہاد میں قتل علی و امام حسنؑ کی اجازت دی گئی ہے، مکہ و مدینہ کی حرمت کی بربادی، شہداء صفین کا مثلہ اور مولا علی کے لشکر پر پانی بند کرنا کس اجتہاد کی بناء پر ہوا۔ کس اجتہاد میں نا اہلوں پر دولت لٹانا، حجر جیسے نیکوں کا قتل، سیرت علیؑ کے خلاف عمل کیا جائے، زیاد کو بھائی بنایا جائے، یزید جیسے شرابخوار کو جانشین بنایا جائے، عترتؑ کی اذیت سے رسولؐ خدا کو آزار پہنچایا جائے، عہد و پیمان کو پیروں تلے روندا جائے سنت رسولؐ کی تضحیک کی جائے اور امام وقت کے خلاف بغاوت کر کے تلوار اٹھائی جائے۔

یہ تمام اجتہاد لچر، پوچ اور بے وقعت ہیں، نہ عقل تسلیم کرتی ہے نہ دین، یہ سبھی قرآن و سنت کے صریحی خلاف۔ یہ سب کچھ ہوس و خودسری تھی، استنباط حکم شرعی نہ تھا، یہ ایسا ہی ہے کہ قتل رسولؐ کے متعلق اجتہاد کیا جائے۔

یہ مجتہد جگر خوارہ کا فرزند، پرچم والی فاحشہ کا پوت تھا، جس نے مقدسات اسلامی کا تیاپانچا کیا، ابن حزم و ابن تیمیہ اسے مجتہد کہتے ہیں، ابن حجر اسے خلیفہ برحق کہتا ہے، لیکن ہم تو ان کے کانوں میں مقبلی کا نظریہ ڈالنا چاہتے ہیں، وہ اپنی کتاب ''العلم الشامخ فی ایثار الحق علی آباء المشائخ'' میں رقمطراز ہیں:

حضرت علی تو صرف ہدایت کے امام تھے لیکن انہیں آزمائشوں میں جھونک دیا گیا اور وہ اپنی پسندیدہ روش پر برابر چلتے رہے۔ ان کے بارے میں کچھ لوگ ہلاک ہوئے، کچھ غلو مین حد سے بڑھ گئے اور کچھ نفرت میں مرتبے سے گھٹانے لگے، اس گروہ کا گمراہ ترین دستہ خوارج کا ہے، جو برسر منبر لعنت کرتے ہیں اور ابن ملجم ملعون کی ستائش کرتے ہیں، اسی طرح مروانیہ بھی لعنت کرتے ہیں، خدا ان کا

ناس مارے۔کم گمراہ وہ لوگ ہیں جو بیعت شکنوں سے جنگ کرنے کی بنا پرعلیؑ کو خطا کار سمجھتے ہیں حالانکہ خدانے باغی گروہ سے لڑنے کا حکم دیا ہے، یہ لوگ عثمان کا قصاص طلب کر رہے تھے،علیؑ نے انہیں شرعی جواب دیا کہ عثمان کے ورثاء آ کر مقدمہ دائر کریں، ان کی تعداد جنہوں نے عثمان کوقتل کیا،صواعق کے مطابق دس ہزار تک پہونچتی ہے۔(۱)طلحہ وزبیر وعائشہ واصحاب رسولؐ تھے،لیکن اس میں شک نہیں کہ اشتباہ کا شکار ہوئے لیکن معاویہ کا مقصد تو بالکل واضح ہے۔اسی طرح خوارج کا معاملہ بھی روشن تر ہے،اگر علیؑ ان سے جنگ نہ کرتے تو کون جنگ کرتا؟خوارج قطعی گمراہ تھے۔معاویہ حکومت کے خواہشمند تھے جس کے لئے وہ ہر تباہ کاری کے مرتکب ہوئے،آخری جرم بیعت یزید ہے۔بنابریں جو بھی کہے کہ معاویہ نے اجتہاد کیا وہ سخت غلطی پر ہے یا حقیقت سے بے خبر ہے یا منہ پھٹ یا مقلد یا گمراہ اور خواہش نفس کا پابند ہے،خدایا!ہم اس پر گواہ ہیں۔

میں نے کے میں کتاب دیکھی جس میں ابن عساکر(۲) سے منسوب عبارت تھی کہ رسولؐ خدا نے پیشین گوئی کردی تھی کہ معاویہ حکمراں ہوں گے اور کسی کو اس پر غلبہ نہ حاصل ہو سکے گا۔حضرت علیؑ نے جنگ صفین کے درمیان فرمایا تھا کہ اگر یہ حدیث مجھے پہلے معلوم ہوجاتی تو معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔اس قسم کی بات کہنے والے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ وحسینؑ کے خلاف تلوار چلانے والوں سے کم نہیں،تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ معاویہ باغی گروہ تھا اور حق علیؑ کے ساتھ تھا۔اس عقیدے کے بعد ایسی بات کہنا کہاں تک مناسب ہے؟جولوگ معاویہ کو باغی گروہ کہتے ہیں وہی حضرت علیؑ کو برسر منبر لعنت کرنے کی تحسین کرتے ہیں۔یہ بدعت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک رہی۔ام سلمہ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ رسولؐ خدا کو گالیاں دیتے ہو۔کہا گیا:خدا کی پناہ!ام سلمہ نے فرمایا کہ حدیث رسولؐ ہے: جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔(۳)

اس جاہل وگمراہ مجتہد کی حالت آپ نے دیکھ لی کہ کس قدر فہم ودانش سے تہی دست ہے،اس نے

۱۔الصواعق محرقہ(ص۲۱۶،۱۱۸)

۲۔مختصر تاریخ بن عساکر(ج۲۵ص۸)

۳۔العلم الشامخ ص۳۶۵

کبھی کوئی مفید کام کیا ہی نہیں، صرف معاویہ ہی تفقہ سے عاری نہیں بلکہ جو لوگ اس کی برأت میں علم و دانش کی ریڑھ مارتے ہیں وہ بھی عقل سے عاری ہیں، اس مجتہد کا مرتبہ جسے امام ہدایت کہا جاتا ہے ہمیں حدیث رسولؐ سے سمجھنا چاہئے، جنہوں نے اس کے بھائی، باپ اور خود اس پر لعنت فرمائی ہے۔ حضرت علیؑ اس پر دعائے قنوت میں برابر لعنت پڑھتے رہے، عائشہ بھی ہر نماز کے بعد نفرین کرتی تھیں۔ امام حسنؑ اور محمد بن ابی بکر اور ابن عباس نے نشاندہی کی کہ اس پر رسولؐ خدا نے لعنت فرمائی ہے۔ رسولؐ خدا نے اس کی آواز سنتے ہی فرمایا: خدایا! اسے فتنے میں جھونک دے، اس کو عمرو عاص کے ساتھ دیکھ کر فرمایا: جب بھی انہیں ایک جگہ دیکھو، علحدہ کر دو کیونکہ کبھی بھلائی پر ایکا نہ کریں گے۔ کبھی فرمایا: جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔

اس کے علاوہ ارشادات حضرت علیؑ جس میں اس کو منافق، پریشاں عقل، فاسق، کذاب، بدکار زادہ کہا۔ ابو ایوب انصاری نے اس کو بت پرست جو مجبوراً اسلام میں داخل ہوا اور خوشی سے نکل گیا۔ بدری صحابی معن سلمی نے فرمایا: تجھ سے زیادہ بدمعاش قریش میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ ان کے علاوہ امام حسنؑ، امام حسینؑ، عمار یاسرؓ، ابن بدیل، سعید بن قیس، ابن عباس، ہاشم مرقال، جاریہ بن قدامہ، محمد بن ابی بکر اور مالک اشتر جیسے اساطین اسلام کے مذمت بھرے ارشادات ہیں۔

اب آپ کو اختیار ہے کہ معاویہ کے متعلق ان حضرات کی بات مانئے یا ابن حزم، ابن تیمیہ اور ابن حجر جیسوں کی بات مانئے۔

دوسرا بہانہ

معاویہ کی صفائی میں ابن حجر کا دوسرا بہانہ سن لیجئے۔ (۱) حقیقت یہ ہے کہ معاویہ خلیفہ برحق ہو گئے وہ اس طرح کہ ترمذی نے حدیث حسن نقل کی ہے کہ خدایا! معاویہ کو ہادی و مہدی قرار دے۔ (۲) اور

۱۔ صواعق محرقہ ص ۱۳۰ (ص ۲۱۹، ۲۱۸)

۲۔ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۶۴۵ حدیث ۳۸۴۲)

مسند احمد میں دعائے رسولؐ ہے کہ خدایا! معاویہ کو علم قرآن وحساب تعلیم دے اور عذاب سے محفوظ رکھ۔(۱) اس کے علاوہ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں (۲) اور طبرانی نے کبیر میں (۳) معاویہ کا بیان نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: اگر بادشاہ ہونا تو نیک برتاؤ کرنا۔ اس بنا پر دعائے اول پر بھی غور کیجئے جس میں معاویہ کو ہادی ومہدی قرار دیا گیا ہے، ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، اس سے فضیت معاویہ کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں جنگوں کی وجہ سے برا نہیں کہا جاسکتا کیونکہ انہوں نے اجتہاد کی وجہ سے جنگ کی جس کی وجہ سے وہ ایک اجر کے مستحق ہوئے، کیونکہ اگر مجتہد خطا کرتا ہے تو ایک اجر پاتا ہے، اس کی ملامت نہیں کی جاتی۔ فضیلت معاویہ کی دوسری حدیث دعائے رسولؐ ہے کہ جس میں عذاب سے محفوظ رکھنے کی بات ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دعائے رسول مستجاب ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کو جنگوں کی وجہ سے نہ صرف عذاب نہ ہوگا بلکہ ایک اجر بھی پائیں گے جو مجتہد خطا کار کو ملتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گروہ معاویہ کو باغی ہونے کے باوجود گروہ مسلمان میں شامل کیا گیا ہے ،اس طرح دونوں گروہ حقوق اسلامی سے سرفراز ہیں، ان کی تنقید نہیں کی جاسکتی، کیونکہ دونوں گروہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا، جس کی تردید ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ معاویہ کا گروہ اگرچہ باغی گروہ تھا لیکن اس کی بغاوت برائی پر مشتمل نہ تھی کیونکہ وہ اجتہاد شخصی کا نتیجہ تھی۔

اسی طرح رسولؐ کی اس پیش گوئی پر بھی غور کرنا چاہئے کہ معاویہ سلطنت وحکومت پائیں گے تو حکم دیا کہ نیک سلوک اپنائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاویہ کی حکومت شرعی تھی، پھر اس کے بعد امام حسنؑ نے معاویہ کے حق میں دستبرداری اختیار کی تو حق خلافت حاصل ہوگیا۔ نیک روش اپنانے کا حکم دلیل ہے کہ خلافت برحق تھی، یہ حق ہونا حقانیت کی وجہ سے ہے، سیاسی مظالم کی وجہ سے نہیں کیونکہ جو شخص طاقت کے زور پر حکومت پاجائے اور مسلمانوں کا حکمراں ہوجائے تو بدکار اور لائق ملامت ہے، اسے مبارکباد نہیں دینی چاہئے بلکہ اس پر عتاب کرنا چاہئے۔ بنابریں اگر معاویہ نے طاقت کے زور پر حکومت حاصل

۱۔ مسند احمد (ج۵ص۱۱۱حدیث۱۶۷۰۲) ۲۔ المصنف (ج۱۱ص۱۴۸حدیث۱۰۷۶۴)
۳۔ المعجم الکبیر (ج۱۹ص۳۶۱حدیث۸۵۰)

کی ہوتی تو رسولؐ خدا ضرور اشارہ فرماتے چونکہ نہ تصریح کی نہ اشارہ کیا تو اس سے ہم سمجھتے ہیں کہ امام حسنؑ کی دستبرداری کے بعد معاویہ خلیفہ برحق تھے۔

یہ ابن حجر کی عیاری کا سارا زور تھا، اب اس پر چند پہلوؤں سے غور کرنا چاہئے:

۱۔ معاویہ کی شخصیت، ان کی مشرکانہ اور اسلامی زندگی تمام کی تمام سیاہ ہے، اسے دیکھتے ہوئے محال ہے کہ رسولؐ اسلام نے یہ فرمایا ہوگا۔ پاک نفسوں کا خون بہایا، شعائر کی بے حرمتی کی، صالح مومنوں کو جلاوطنی، اسیری اور مہاجرین وانصار کو قتل کیا، شریعت میں تغییر کیا اور بدعتوں کے ڈھیر لگادیئے۔

۲۔ اس حدیث کے مقابل (اسی جلد میں) صحیح وموثق احادیث ہیں جن میں معاویہ کی مذمت ہے پھر حضرت علیؑ کے ارشادات اور تمام صالح صحابہ کی مذمت ہے۔

۳۔ خود رسولؐ اسلام نے فرمایا کہ شام کے طاغی سے جنگ کرو۔ صحیح وموثق احادیث میں ہے وہ باغی گروہ تھا۔ کیا ایسے ذلیل انسان کی تحسین وستائش زبان رسالتؐ سے سمجھ میں آتی ہے؟ قطعی ناممکن ہے۔

۴۔ حافظان حدیث کہتے ہیں کہ معاویہ کے متعلق ایک بھی ستائشی حدیث، صحیح نہیں ہے۔

۵۔ ابن حجر نے جن احادیث کا تذکرہ کیا ہے اسکے متن کا تجزیہ کیجئے:

پہلی روایت ترمذی (۱) نے لکھ کر اس کے حسن ہونے کی نشاندہی کی ہے، اس میں ابن ابی عمیر کا صحابی رسولؐ ہونا مشکوک ہے، ابوعمر نے استیعاب (۲) میں اس حدیث کو لکھ کر کہا ہے کہ اس میں عبدالرحمٰن مضطرب ہے اور شامی بھی ہے، پھر یہ کہ اس حدیث کے تمام رجال شامی اور معاویہ کے زلہ خوار ہیں۔

متن کے بعد اب مفہوم پر آیئے: اس کی پوری زندگی سیاہ ہے لہذا کہیں سے بھی اس کے ہادی و مہدی ہونے کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا، پھر اگر مہدی ہے تو آخر کس نے ہدایت کی؟ ابن حجر کس کا نام لیں گے؟ کیا بسر بن ارطاۃ کا، جس نے حرم مکہ ومدینہ کی حرمت برباد کر کے تاراج کیا؟ یا زیاد کا جسے بھائی بنایا تھا؟ یا عمر عاص جس نے مصر کے بدلے اپنا دین بیچ دیا؟ یا مغیرہ بن شعبہ عیار وزنا کار کا؟، یا کثیر بن شہاب کا؟ جو

۱۔ سنن ترمذی ج ۱۳ ص ۲۲۹ (ج ۵ ص ۶۴۵ حدیث ۳۸۴۲)

۲۔ استیعاب ج ۲ ص ۳۹۵ (القسم الثانی ص ۸۴۳ نمبر ۱۴۴۵)

منبروں پر دھڑلے سے امیر المومنینؑ پر لعنت کرتا تھا، یا سمرہ کا جو سکوں کے بدلے آیات و احادیث میں تحریف کرتا تھا؟ اگر واقعا رسولؐ نے دعا دی ہوتی تو حضرت علیؑ، امام حسنؑ و حسینؑ، عمار یاسر، خزیمہ بن ثابت جیسے آئمہ و صحابہ اس سے جنگ نہ کرتے کیونکہ یہ لوگ محافظ دین رسولؐ تھے۔ ابن عقیل نے اس دعا کے بارے میں بڑی اچھی بات کہی ہے کہ بالفرض یہ روایت صحیح بھی ہو تو دعائے رسول قبول نہیں ہوئی۔ (۱)

دوسری روایت کہ خدایا! اسے علم قرآن و حساب سکھا دے اور عذاب سے بچا دے۔

اس کی سند میں حارث بن زیاد ہے جسے ابن عبد البر ذہبی وغیرہ نے ضعیف و مجہول کہا ہے۔ (۲) پھر شامی بھی ہے۔ مفہوم کو دیکھیئے تو کیا قرآن کا پورا علم مقصود ہے یا جزوی؟۔ جو بھی ہو کہیں بھی قرآن فہمی کا ثبوت نہیں ملتا، البتہ احکام قرآنی کے خلاف رسول کو اذیت دی، واجب الاطاعۃ امام سے بغاوت کی۔

اس میں حساب کا علم بھی مذکور ہے۔ پتہ نہیں کون سا حساب؟ وہ حساب جو ہمپایۂ قرآن ہے، شاید مقصود ہو کہ خدا اس کے سیاہ کارناموں کی حساب رسی فرمایئے یا پھر حقوق خدا و بندگان کا حساب کتاب!!!۔

تیسری روایت

جب تم سلطنت پانا تو نیک روش اختیار کرنا۔

ان تمام احادیث کی سند خود معاویہ تک پہونچتی ہے، اس کے نقل کرنے میں کوئی بھی صحابی شریک نہیں ہے، اس لئے اس روایت سے فضیلت معاویہ کا استدلال ایسا ہے جیسے لومڑی اپنی دم کو گواہی میں پیش کرے۔ تمام عادل صحابہ، مہاجرین و انصار، ازدواج رسولؐ وغیرہ نے اس کے فاسق، بدکار، منافق اور کذاب ہونے کی گواہی دی ہے۔ اس لئے روایت نا قابل قبول ہے۔ یہاں اگر خود ابن حجر ہی کے قول کو بنیاد بنایا جائے تو روایت پر اعتبار کرنے کی وجہ باقی نہیں رہ جاتی۔

۱۔ النصائح الکافیہ ص ۱۶۷ (ص ۲۰۱، ۲۰۰)

۲۔ الجرح والتعدیل (ج ۳ ص ۷۵ نمبر ۳۴۵)؛ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۰۱ (ج ۱ ص ۴۳۳ حدیث ۱۶۱۸)؛ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۴۲ (ج ۲ ص ۱۲۳)؛ لسان المیزان ج ۲ ص ۱۴۹ (ج ۲ ص ۱۹۰ نمبر ۲۱۸۵)

تہذیب التہذیب (۱) میں ابن معین کی زبانی لکھتے ہیں کہ جو شخص عثمان، طلحہ یا کسی اصحاب رسول کو گالی دے وہ دجال ہے، اس کی روایت لکھنے کے قابل نہیں، اس پر خدا کی لعنت اور تمام ملائکہ اور عوام الناس کی لعنت اس طرح معاویہ سب سے بڑا دجال ہے، جس کی روایت لکھنے کے قابل نہیں اور اس پر خدا و ملائکہ اور تمام مسلمانوں وعوام الناس کی لعنت، کیونکہ اس نے امیر المومنینؑ، ابن عباس اور قیس بن سعد جیسے عظیم صحابائے کرام گالیاں دیں، ہر دوستدار علیؑ کی توہین کی، اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ہر نماز میں قنوت میں، منبروں پر لعنت کی، گورنروں کو اس پر عمل کرنے کی تاکید کی۔ یہ شرمناک رسم اموی حکومت کے اختتام تک جاری رہی۔

علاوہ اس کے سند روایت میں عبدالملک بن عمر ہے۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ مضطرب الحدیث ہے۔ (۲) پھر یہ کہ کم روایت بھی ہے، میں نے اس کی پانچسو سے زیادہ احادیث نہیں پائیں، اکثر میں خطا کی ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ وہ حواس باختہ تھا عجلی کہتے ہیں کہ مرنے سے قبل اس کا حافظہ مختل ہو گیا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ تدلیس کرتا تھا۔ (۳)

دوسرا نام اسماعیل بن ابراہیم کا ہے۔ جسے ابن معین، (۴) نسائی (۵) اور ابن جارود نے ضعیف کہا ہے۔، ابوداؤد بہت ضعیف کہتے تھے اور اس کی روایت لکھتے ہی نہیں تھے۔ (۶)

ان تینوں روایتوں کو معاویہ کے جرائم کی روشنی میں دیکھا جانا چاہئے۔ اگر ابن حجر جیسے لوگ یہی دیکھ لیتے کہ اس کی مدح کی لچر روایات کے مقابلے مذمت کی احادیث زیادہ ہیں تو بے حیائی سے ایسی بات نہ کرتے۔

سید علی اختر رضوی گوپال پوری
۵/اکتوبر ۱۹۹۲ء؛ ۷/بجے صبح

۱۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۵۰۹ (ج ۱ ص ۳۴۷)
۲۔ العلل ومعرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۱۵۶ نمبر ۶۹)
۳۔ الثقات (ج ۵ ص ۱۱۶)؛ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۱۲ (ج ۶ ص ۳۶۴)
۴۔ التاریخ (ج ۳ ص ۳۴۵ نمبر ۱۶۶۹)
۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۳۸ نمبر ۳۱)
۶۔ الجرح والتعدیل (ج ۲ ص ۱۵۲ نمبر ۵۱۲)؛ کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۱۲۲)؛ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۷۹ (ج ۱ ص ۲۴۴)

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

گیارہویں جلد

تالیف:

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی

ترجمہ و تلخیص

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

ولایة علی بن ابی طالب حصنی
فمن دخل حصنی امن من عذابی"

علی بن ابی طالب کی ولایت میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا۔
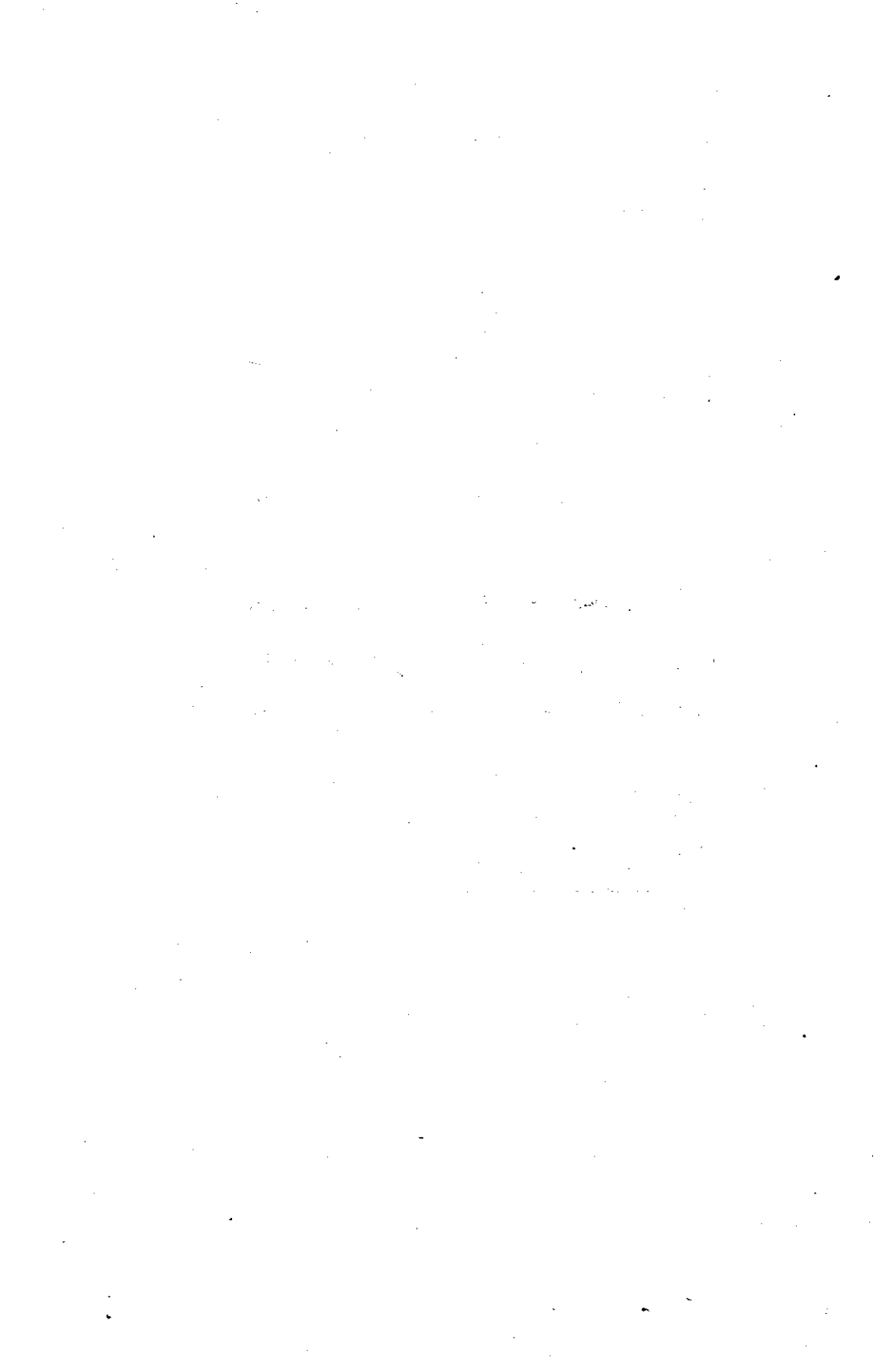
احوال واقعی

لیجئے! علامہ امینی کی گرانقدر کتاب ''الغدیر'' کی گیارہویں جلد کا ترجمہ و تلخیص پیش ہے، شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھنے والی اس عظیم، ادبی اور تاریخی کتاب کی بقیہ دو جلدوں کا ترجمہ کر کے مجھے جتنی خوشی ہوئی ہے اسے لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ یہ سچ ہے کہ میں نے اس کتاب کا ترجمہ والد علام کے کارنامے کی تکمیل کے عنوان سے کیا تھا لیکن جیسے جیسے کتاب کا ترجمہ کرتا گیا اور اس کے مطالب سے آشنائی ہوئی تو پہلا جذبہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا، اب اس جذبہ سے بالاتر یہ جذبہ کارفرما ہے کہ اگر والد علام اس کا سنگ بنیاد نہ بھی رکھتے اور میرے بس میں ہوتا تو پہلی فرصت میں اس کا ترجمہ کر دیتا اس لئے کہ یہ کتاب اس لائق ہے کہ دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبان میں اس کا ترجمہ ہونا چاہئے۔

چھٹی جلد کے برخلاف اس جلد کا ترجمہ تھوڑی تلخیص کے ساتھ پیش ہے، پہلے پہل مکمل ترجمہ کرنے کا ارادہ تھا اور فارسی کی پہلی جلد کا مکمل ترجمہ بھی کر لیا تھا (غدیر کی ہر جلد کا فارسی ترجمہ دو جلدوں میں ہوا ہے) لیکن وقت کی تنگی اور ناگفتہ بہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی تلخیص کرنی پڑی تاکہ جلد از جلد ولایت کی یہ مسحور کن خوشبو، اردو داں طبقہ بھی محسوس کر سکے اور والد مرحوم کا یہ کارنامہ حالات زمانہ کی نذر ہونے سے محفوظ رہ سکے۔

تلخیص میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ کتاب کے اہم مطالب، میری کم مائیگی اور ناقص تلخیص کی نذر نہ ہو جائیں اسی لئے میں نے دو مرتبہ کتاب کا دقت نظر سے مطالعہ کیا ہے پھر اس کی تلخیص کی ہے نیز اپنے بزرگوں کے مشوروں سے بھی استفادہ کیا ہے، بہر حال ترجمہ و تلخیص پیش نظر ہے، اچھے یا برے کا فیصلہ آپ کریں گے، میں نے تو خالص دینی جذبے کے تحت اس کا ترجمہ کیا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

حوزۂ علمیہ قم (ایران)

۵؍ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ روز ولادت ثانی زہرا (س)

فہرست مطالب

بقیہ عندلیبان غدیر (نویں صدی ہجری)

عندلیبان غدیر (دسویں صدی ہجری)

عندلیبان غدیر (گیارہویں صدی ہجری)

عندلیبان غدیر (بارہویں صدی ہجری)

امام حسنؑ کے ساتھ معاویہ کا برتاؤ

فرزند جگر خوارہ نے امام حسنؑ کے ساتھ ایسے سلوک و برتاؤ روا رکھے جن کے مطالعہ سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، ان کو سن کر انسان آشفتہ خاطر اور رنجور ہوجاتا ہے، انسانیت کی پیشانی شرم سے جھک جاتی ہے، دین و دیانت ان کی مذمت اور عدل و انصاف ان سے پناہ مانگتے ہیں۔ پاک طینت اور عظیم خاندان کے افراد ایسے سلوک و برتاؤ کو ظلم و جنایت پر محمول کرتے ہیں، ایسے سلوک جنہیں معاویہ نے آسانی اور لاپرواہی سے انجام دیا، ان کے ذریعہ دین و مروت اور شرافت کو پستی کی گہری کھائی میں گرا کر ان کی توہین کی۔

امام حسنؑ کون ہیں...؟

یہ ذات والا صفات کچھ نہیں تو کم از کم مسلمانون کی ایک شخصیت، حاملان قرآن کی ایک فرد اور ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے خدا کے لئے احسان و مروت کا راستہ اختیار کیا۔

اس عظیم شخصیت نے اسلامی علوم و معارف کا بوجھ اپنے کاندھے پر اٹھا کر کتاب وسنت اور تمام تر اچھائیوں کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے، اسے مکارم اخلاق میں رہبر اور اسلامی ثقافت میں اسوہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام کے مقدس آئین میں ایسی عظیم شخصیت کی توہین، ظلم و خیانت اور اس سے جنگ کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے؛ الٰہی شریعت میں ایسی شخصیتوں کے ساتھ پیش آنے کی روش اور طریقے کو بہتر انداز میں بیان کیا گیا ہے، ایسی شخصیتوں کا فائدہ ونقصان مسلمانوں کے فائدہ ونقصان

سے مربوط ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ، وہ اصحاب رسولؐ کی نمایاں فرد تھے؛ اصحاب میں ان کے والد بزرگوار کے بعد کوئی ایسا نہیں جو ان کی برابری کر سکے؛ ان کی عدالت اور بہترین سیرت کے پیش نظر ان کے مانند اصحاب میں کوئی نہیں تھا۔ اس امام کے عظیم فضائل کا اہم پہلو یہ ہے کہ اس عہد میں لوگوں کے درمیان ان کے علاوہ کوئی دوسرا رہبری اور امامت کا مستحق نہیں تھا، اس لئے کہ فضیلت اور رسول خدا سے نزدیکی میں تمام صحابہ سے برتر تھے اور اسلامی احکام کے مفادات کو وہی سب سے زیادہ نافذ کرتے تھے۔ بنابریں اس عظیم شخصیت سے دوری اختیار کرنا اور اس سے جنگ کرنا جائز نہیں، ان کے اقوال وافکار کی مخالفت قطعی صحیح نہیں۔ چہ جائیکہ ان پر لعنت بھیجی جائے اور ان کی ہتک حرمت کرتے ہوئے ان کی شخصیت کو نیچا دکھانے کی کوشش کی جائے۔

اس امامؑ کے فضائل ومناقب میں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے وہ سبط رسول خداؐ اور چشم رسول کی روشنی ''سیدۂ نساء العالمین'' کے فرزند ہیں، ان کا گوشت وخون رسول خداؐ کا گوشت وخون ہے۔ لہٰذا خاتم النبین کی نبوت پر ایمان رکھنے والوں پر واجب ہے کہ صاحب رسالت کی شان ومنزلت کا پاس ولحاظ رکھیں اور ان کی رضایت وخوشنودی حاصل کریں؛ اس لئے کہ وہ خالص دین اور واضح آئین کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعہ راضی نہیں ہوں گے۔

ان تمام باتوں سے پیشتر، امام عالی مقام ان اصحاب کساء کی فرد ہیں جنہیں آیہ شریفہ کے مطابق خداوندعالم نے ہر رجس وکثافت سے دور کرکے پاک ومنزہ قرار دیا ہے۔

یہ امام ان افراد میں سے ہیں جن کی خداوندعالم نے ''سورہ ہل اتی'' میں تعریف کرتے ہوئے ان کی شان میں آیہ مبارکہ ﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴾ نازل فرمائی ہے۔

یہ امامؑ رسول اسلامؐ کے ''ذوی القربیٰ'' کی نزدیک ترین فرد ہیں جن کی دوستی ومحبت کو خداوندعالم نے واجب قرار دے کر اجر رسالت کا عنوان قرار دیا ہے۔

یہ ان دو عظیم امانتوں میں سے ایک ہے جنہیں رسول خداؐ نے امت کے درمیان امانت کے طور پر چھوڑا ہے تاکہ وہ ان کی پیروی کریں اور فرمایا: جب تک ان کے دامن سے متمسک رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔

یہ اسی خاندان سے ہیں جو امت کے درمیان کشتی نوح کا حکم رکھتا ہے کہ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے منھ موڑا ہلاک ہو گیا۔ یہ ان افراد میں سے ہیں جن پر خداوند عالم نے نمازوں میں درود وسلام کو واجب قرار دیا ہے جس نے ان پر درود نہیں بھیجا اس کی نماز قابل قبول نہیں۔

یہ ان افراد میں سے ہیں جن کو مخاطب کر کے رسول خداؐ نے فرمایا: جو تم سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا اور جو تم سے دوستی کرے گا میں اس کا دوست رہوں گا۔

یہ ان افراد خیمہ کی فرد ہیں جن کے متعلق رسول خداؐ نے فرمایا: ''اے مسلمانو! میں اس خیمہ میں رہنے والوں کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں، میں ان کا شیدائی ہوں جو ان سے محبت کرتے ہیں، اس خیمہ میں مقیم افراد سے وہی محبت کر سکتا ہے جو پاک طینت ہوگا اور ان سے دشمنی وعداوت رکھنے والا ذلیل اور پست ترین نسل سے ہوگا''۔

یہ امامؑ ریحانہ رسولؐ ہیں، آنحضرت ان کی خوشبو محسوس کر کے اپنے سینے کو فشار دیتے تھے۔

وہ حسین ابن علی علیہما السلام کے بھائی ہیں، یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔

یہ رسول خداؐ کے حبیب تھے، آنحضرت لوگوں کو ان سے محبت کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے تھے: '' خدایا! میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ اور اس کے چاہنے والوں کو بھی دوست رکھ''۔

یہ رسول خداؐ کے جگر کے دو ٹکڑوں میں سے ایک ہیں جنہیں آنحضرت نے اپنے دوش مبارک پر اٹھا کر فرمایا: ''جو میرے ان دونوں فرزندوں کو دوست رکھے اس نے مجھ سے دوستی کی ہے اور جو ان سے دشمنی کرے اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے''۔

یہ ان دو عظیم شخصیتوں میں سے ایک ہیں جن کے ہاتھوں کو رسول خداؐ نے پکڑ کر فرمایا: ''جس نے مجھ سے، اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت کی وہ مجھ سے ہے اور وہ قیامت کے دن

میرے ہمراہ ہوگا''۔

یہ رسول خداؐ کے ان دو فرزندوں میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا: حسن وحسین (علیہما السلام) میرے دو فرزند ہیں جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے خدا اُسے پسند فرماتا ہے اور جنت میں داخل کردیتا ہے اور جو ان سے دشمنی کرے اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے اور مجھ سے دشمنی رکھنے والے کو خدا اپنا دشمن قرار دیتے ہوئے آتش جہنم میں جھونک دیتا ہے۔(۱)

یہ ہے امام حسن مجتبیٰؑ کی ذات والا صفات اور عظیم شخصیت۔ اب ذرا جگر خوارہ ہند کے بیٹے پر ایک نظر ڈالئے جس کے سیاہ کارناموں کو اس سے قبل دسویں جلد میں پیش کیا گیا، اس نے امام عالی مقام پر جو مظالم کئے ان کو دنیا کے اطراف واکناف میں پھیلے ہوئے افراد جانتے ہیں اور تاریخ کے سینے میں ان کے نمونے موجود ہیں۔

معاویہ نے امام عالی مقام سے دشمنی کرکے ان سے جنگ کی اور نص کے ذریعہ ثابت شدہ حق امامت کو زبردستی چھین لیا۔ اس نے اس عہد و پیمان کو توڑ دیا جسے اس نے صلح کے وقت امامؑ کے ساتھ کیا تھا۔ امام نے یہ صلح صرف اور صرف شیعوں کے خون، اہل بیت کرام کی کرامت و بزرگی اور دینی شرافت کو بچانے کے لئے کی تھی۔

امام علیہ السلام اپنے علم و دانش کے ذریعہ معاویہ کے ملحوظ خاطر تمام امور سے غافل نہیں تھے، وہ جانتے تھے کہ طاغوت عصر اپنی دسترس میں آئے ہوئے انسان کو صرف موت کے گھاٹ اتارنے پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ اسے منت وسماجت کرنے کی مہلت دیتا ہے تاکہ قبل از وقت اپنی حکومت کے اختیارات کو ثابت کرسکے اور اپنے منہ پر موجود الٰہی لگام کو اس طرح جدا کرسکے کہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کی ان ذلت وخواری اور جنایات کو کم کرسکے جو فتح مکہ کے دن ان کے دامن گیر ہوا تھا، اس دن رسول خداؐ نے قریش کے غلاموں پر احسان کیا، انہیں نعمت عطا کی اور آزاد کیا اور اس طرح یہ گروہ ''طلقاء'' کے نام سے

---

(۱) متذکرہ تمام احادیث کے مصادر اور اسناد انشاء اللہ آئندہ بیان کئے جائیں گے۔

مشہور ہو گیا۔

امویوں کے اسی فریبی نمائندہ نے اس ذلت وخواری کو بنی ہاشم کے سرڈالنے کا ارادہ کیا، اس سلسلے میں اس نے سر جوڑ محنت کی اور اپنا سارا کس بل نکال دیا۔ لیکن بالآخر اس صلح نے اس کے ارادہ کی مٹی پلید کر دی جس کے آثار ونتائج ہاشمی خاندان کی شرافت و بزرگی، اور ذلت سے ان کی پاکیزگی کا ثبوت فراہم کرتے ہیں ۔ اس صلح کے اہم ترین اور عظیم نتائج نے ہی امامؑ عالی مقام کو صلح پر آمادہ کیا تھا، یہ اور بات ہے کہ معاویہ خائن تھا، اس نے عہد و پیان کو توڑ دیا، اس سلسلے میں مکر وفریب اور عذر تراشیاں خود اسی سے مربوط ہیں. اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، اس عہد نامہ کے مطابق معاویہ نے قبول کیا تھا کہ اس کے بعد وہ امام کے والد محترم پر سب وشتم اور لعنت نہیں کرے گا لیکن اس نے سب وشتم کو نا قابل تغییر قانون کے عنوان سے اسلامی مجلسوں میں رائج کیا اور اسے جاری رکھا۔

اس نے عہد کیا کہ اس کے بعد وہ ان کے والد محترم کے شیعوں کو آزاد چھوڑ دے گا لیکن اس نے شیعوں کو بری طرح قتل کیا، شہروں اور ویرانوں میں آوارہ اور بے سروساماں کیا۔ وہ شیعہ اتنے خوف ودہشت اور نا امنی میں زندگی بسر کر رہے تھے کہ جب ان پر یہودی ہونے کا الزام لگایا جاتا تھا تو وہ ابوتراب علی سے منسوب ہونے سے زیادہ آسان تھا۔

معاویہ نے قبول کیا کہ اس صلح نامہ کے بعد کسی سے کوئی عہد نہیں کرے گا، اس نے امام کو لکھا:

''اگر آپ خلافت سے دست بردار ہو کر میری بیعت کرلیں تو میں ان عہد و پیان پر عمل کروں گا اور جن شرائط کو قبول کیا ہے ان پر برقرار ہوں گا اور اعشی بن قیس کے ان اشعار کا مصداق بنوں گا:

وان احد اسدی الیک امانہ　　فأوف بھا تدعی اذامت وافیا

ولا تحسد المولی اذا کان ذا نمتی　　ولا تجفہ ان کان فی المال فانیا

''اگر کسی نے کوئی امانت تمہارے سپرد کی ہے تو اس سے وفا کرو تا کہ وفاداروں کے زمرے میں تمہاری موت ہو، کبھی اپنے بے نیاز آقا سے رشک نہ کرو، اگر وہ بے پناہ مال ومتاع میں غوطہ زن ہو تب بھی اس پر ظلم نہ کرو''۔ میرے بعد خلافت آپ کا حق ہوگا اس لئے کہ آپ ہی اس مقام ومنصب کے

زیادہ حقدار ہیں''۔(۱)

اس عہد و پیان کے باوجود اس نے اپنے بے حیا اور ذلیل بیٹے کو تاکید کی کہ امام کی شہادت کے بعد حالات کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کرے۔

جب دونوں میں صلح ہوگئی تو امام حسن نے معاویہ کو اس طرح خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''یہ اس صلح نامہ کا متن ہے جسے حسن ابن علیؑ نے معاویہ بن ابی سفیان کے ہمراہ منعقد کرتے ہوئے قبول کیا ہے کہ مسلمانوں کی ولایت و رہبری اس شرط پر اس کے حوالے کریں گے کہ وہ خدا کی کتاب، رسول خدا کی سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سیرت پر عمل کرے، معاویہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس کے بعد وہ کسی اور کے ساتھ عہد و پیان کرے بلکہ اس کے بعد یہ امر (خلافت) مسلمانون کی شوریٰ کے ذریعہ انجام پذیر ہوگا، اس عہد کے مطابق شام، عراق حجاز اور یمن یا خدا کی وسیع زمین میں ہر جگہ رہنے والے لوگ امان میں رہیں گے، حضرت علیؑ کے اصحاب اور ان کے شیعوں کی جان و مال، اولاد اور عورتیں چاہے جہاں بھی ہوں حفظ و امان میں ہوں گے، معاویہ بن ابی سفیان پر لازم ہے کہ وہ حسن ابن علیؑ، ان کے بھائی حسین اور خاندان رسول کی کسی فرد پر پوشیدہ و آشکارا چالبازی اور سازش سے پرہیز کرے اور انہیں خوف زدہ نہ کرے، میں اس امر بیعت پر خدا کو گواہ، قرار دیتا ہوں وہ بہترین گواہ ہے''۔(۲)

جب معاویہ مسند حکومت پر براجمان ہوا اور کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا:

''اے کوفہ والو! کیا تم سوچتے ہو کہ میں نے تم سے نماز، روزہ اور حج کے سلسلے میں جنگ کی ہے، نہیں میں نے اس لئے جنگ کی تا کہ تم پر حکومت کر سکوں''۔ اس کے بعد اس نے کہا: میں نے تم سے جو

۱۔شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۳ (ج ۱۶ ص ۷ ۳ وصیت ۳۱)

۲۔صواعق ابن حجر ص ۸۱ (ص ۱۳۶)

بھی عہد و پیان کیا تھا ابھی اسی وقت اپنے پیروں تلے روندتا ہوں۔(۱)

ابواسحاق سبیعی نقل کرتے ہیں کہ معاویہ نے مقام نخیلہ میں ایک خطبہ کے دوران کہا: آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے حسن بن علیؑ کے ساتھ جو عہد و پیان کیا تھا اسے اپنے پیروں تلے روندتا ہوں، اس پر کبھی عمل نہیں کروں گا۔(۲) ابواسحاق کی نظر میں: وہ ظالم و جابر تھا۔(۳)

لہذا یہ شخص امام علیہ السلام کا سخت ترین دشمن تھا، اس نے عہد و پیان توڑا، امام کو نیچا دکھانے کی کوشش کی، اس نے ان کے جد بزرگوار رسول اکرمؐ اور والد محترم، خلیفہ بلا فصل حضرت علیؑ کے عظمت و احترام کی رعایت نہیں کی، آپ کی مادر گرامی صدیقہ طاہرہ اور خود آپ کی شخصیت کے گوناگوں فضائل و مناقب کا بھی پاس و لحاظ نہیں رکھا، اسلامی حقوق کی ذرا بھی رعایت نہیں کی اور اصحاب کرام کے احترام اور قول رسولؐ کی نص کے مطابق آپ کی قربت و نزدیکی کو پامال کیا۔ حق کی قسم! اس عہد و پیان سے قبل جو مظالم ڈھاتا تھا وہ اس کے بعد بھی ڈھاتا رہا، یہاں تک کہ نمازوں میں بھی امام علیہا السلام پر لعنت کرتا تھا۔

ابوالفرج نے یحیی بن معین سے، اس نے ابوالفضل لبان سے، اس نے عبدالرحمٰن بن شریک سے، اس نے ابراہیم بن خالد سے اور اس نے حبیب بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے کوفہ میں آکر خطبہ پڑھا، امام حسن و حسین (علیہما السلام) وہیں تشریف فرما تھے، معاویہ نے علیؑ کا نام لے کر ان پر دشنام طرازی کی پھر حسن علیہ السلام کو برا بھلا کہا، امام حسینؑ کھڑے ہوئے تاکہ منھ توڑ جواب دیں لیکن امام حسنؑ علیہ السلام نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا پھر کھڑے ہو کر اس طرح فرمایا:

''اے وہ شخص جس نے علیؑ کا تذکرہ کیا، (سن) میں حسن ہوں اور میرے والد علیؑ، تو معاویہ ہے اور تیرا باپ صخر، میری ماں فاطمہ ہیں اور تیری ماں ہند، میرے جد رسول خداؐ ہیں اور تیرا جد عقبہ بن ربیعہ،

۱۔ تفصیل کے لئے دسویں جلد کی جانب رجوع کریں۔

۲۔ شرح بن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۶ (ج ۱۶ ص ۴۶ وصیت ۳۱)

۳۔ تفصیل کے لئے دسویں جلد کی جانب رجوع کریں۔

میری جدہ خدیجۃ الکبریٰ ہیں اور تیری جدہ فتیلہ، خدا اس شخص پر لعنت کرے جس نے برائی کے ساتھ ہمارا تذکرہ کیا، ہماری شخصیت کا مذاق اڑایا اور عہد رفتہ میں یا آج کے دن ہمارے خاندان کی برائی کی اور کفر و نفاق کو اختیار کیا۔ مسجد میں موجود تمام لوگوں نے آمین کہا، علی بن حسین اصفہانی نے بھی آمین کہا معاویہ اپنے ترکش کا آخری تیر چلا کر جس ظلم کا مرتکب ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے مکر و فریب کا سہارا لے کر حضرت کو زہر دلوایا جس سے آپ کی دردناک شہادت واقع ہوگئی، زہر نے آپ کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔

ابن سعد طبقات (۱) میں لکھتے ہیں:

معاویہ نے حضرت کو کئی مرتبہ زہر واقدی (۲) کی روایت کے مطابق: حضرت مسموم ہوئے جس سے آپ کی طبیعت و مزاج پر خاصا اثر ہوا پھر دوسری مرتبہ زہر دیا گیا جس سے آپ کی شہادت واقع ہو گئی، شہادت کے قریبی ایام میں طبیب نے آپ کو دیکھ کر کہا: زہر نے اس انسان کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے، یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا: اے ابومحمد علیہ السلام! مجھ سے بتایئے کہ کس نے آپ کو زہر دیا ہے؟ پوچھا: اے بھائی! کیوں پوچھنا چاہتے ہو۔ فرمایا: تاکہ آپ کو سپرد لحد کرنے سے پہلے اسے تہ تیغ کرسکوں، اگر مجھے قدرت حاصل نہ ہوئی پھر بھی میں یہ کام انجام دوں گا، بچنے کی صرف ایک صورت ہے کہ وہ ایسی سرزمین میں چلا جائے جہاں تک رسائی ممکن نہیں۔ یہ سن کر امام حسنؑ نے فرمایا: اے بھائی! یہ دنیا تاریک راتوں کے علاوہ کچھ نہیں، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو تاکہ خدا کی بارگاہ میں اس کا سامنا کرسکوں۔ اور اس طرح انہوں نے اپنے قاتل کی نشان دہی کرنے سے پرہیز کیا میں نے ایک شخص سے سنا ہے کہ معاویہ نے اپنے بعض اہلکاروں کو اس کام پر اکسایا اور انھوں نے زہر دے دیا۔ (۳)

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج۴ ص۱۶ (ج۱۶ ص۴۶ وصیت ۳۱)

۲۔ تتمیم طبقات ابن سعد ج۱ ص۳۵۲ ح ۳۱۵/

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج۸ ص۴۳ (ج۸ ص۴۷ حوادث ۴۹ھ)

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ جب آپ کو زہر دیا گیا تو اٹھ کر چلنے لگے پھر واپس ہوتے ہوئے فرمایا: میں کئی مرتبہ میں مسموم ہوا لیکن جس طرح اس مرتبہ مسموم ہوا ویسا کبھی نہیں ہوا۔ انہوں نے باہر آئے ہوئے اپنے جگر کے بعض ٹکڑوں کو ہاتھوں میں لے کر ایک لکڑی سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ امام حسینؑ نے پوچھا: اے بھائی! آپ کو کس نے زہر دیا؟ فرمایا: اس کے ساتھ کیا کرو گے، جس شخص کے بارے میں میں گمان کر رہا ہوں اگر وہی ہے تو خدا بہتر انداز میں اس سے باز پرس کرے گا اور اگر دوسرے نے زہر دیا ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے تکلیف پہونچے۔ تین دن سے زیادہ آپ زندہ نہ رہے پھر آپ کی شہادت ہوگئی خدا ان سے راضی ہو۔

منقول ہے کہ آپ کی بیوی ''جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی'' نے آپ کو زہر دیا۔ معاویہ نے اسے ورغلایا تھا کہ اگر تو قتل حسن کے سلسلے میں اقدام کرے گی تو سو ہزار دینار دوں گا اور یزید کے ساتھ تیری شادی کر دوں گا۔ یہ لالچ دے کر اس نے جعدہ کو امام حسن علیہ السلام کے قتل پر آمادہ کیا۔ چنانچہ جب امام شہادت کی شہادت واقع ہوگئی تو معاویہ نے دینار بھیج کر اپنا وعدہ پورا کیا لیکن کہا: اگر تو اپنے شوہر کے ساتھ بیوفائی نہ کرتی تو اپنے فرزند سے تیری شادی کر دیتا، یزید کی زندگی مجھے عزیز ہے۔

منقول ہے کہ امام حسنؑ نے وفات کے وقت فرمایا: جام شربت نے اپنا اثر دکھا دیا ہے اور قاتل کا مقصد پورا ہو گیا، وہ (معاویہ) اپنا وعدہ وفا نہیں کرے گا، اسکی باتیں صداقت سے قطعی عاری ہیں۔

شاعر اہل بیت نجاشی نے جعدہ کے اس فعل بد کے متعلق یہ اشعار کہے:

جعدة بكية ولا تسامي — بعد بكاء المعول الثاكل
لم يسبل الستر على مثله — في الارض من خاف ولا ناعل
كان اذا شبت له نارة — يرفعها باسند الغاتل
كيما يراها بائس مرمل — و فرد قوم ليس بالآهل
يغلي بنى املحم حتى اذا — انضج لم يغل على آكل
اعني الذي اسلمنا هلكه — للزمن المستحرج الماحل

''اے جعدہ! امام کی موت پر گریہ وزاری کر ایسا گریہ جس کے بعد ایک بیوہ عورت خود کو بے سہارا اور بے پناہ محسوس کرتی ہے۔ دل تنگی اور پریشانی کا شکار نہ ہو کیوں کہ اس عظیم شخصیت کی طرح بوڑھے اور بچوں میں کوئی بھی اس گھر میں زندگی بسر نہیں کرے گا۔ یہ ایسا گھر تھا کہ جب بھی مہمان نوازی کی آگ بھڑکتی تھی تو ایسے بزرگ بھی اس سے مشرف ہوتے تھے جو عظیم شخصیت کے حامل تھے، بے چاروں اور بے کسوں کا تو تانتا بندھا رہتا تھا۔ اس گھر کے کھانے کے گوشت اتنے پکائے جاتے تھے کہ کھانے والے کو کھانے میں پریشانی نہیں ہوتی تھی''۔(۱)

ابوالفرج اصفہانی لکھتے ہیں: امام حسنؑ نے معاویہ سے عہد لیا تھا کہ وہ خلافت کے بارے میں کسی سے عہد و پیمان نہیں کرے گا اور اس کے بعد خلافت کے حقدار صرف وہ ہونگے، لیکن معاویہ نے اپنے فرزند کو خلیفہ بنانا چاہا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی رکاوٹ حسن ابن علیؑ اور سعد بن ابی وقاص تھے اسی لئے اس نے ان دونوں کو زہر دلوا دیا۔ جعدہ کو پیغام بھجوایا کہ اگر تم نے امام حسنؑ کو زہر دے دیا تو میں تیری شادی اپنے بیٹے یزید کے ساتھ کر دوں گا، امام کی شہادت کے بعد اس نے ایک لاکھ درہم بھیجا اور یہ کہلوا یا دیا کہ میں اپنے بیٹے یزید کی شادی تم سے نہیں کر سکتا۔ (ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں مغیرہ اور ابی بکر بن حفص کے طریق سے یہ واقعہ نقل کیا ہے)۔(۲)

ابوالحسن مدائنی لکھتے ہیں:

حضرت کی وفات ۴۹ھ کو واقع ہوئی، تقریبا چالیس دن بیمار رہے اور ۴۷ سال کی عمر میں شہید ہوئے معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ امام کو زہر دلوایا۔ معاویہ نے کہا: اگر تم نے امام کو زہر دے دیا تو ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تیری شادی کر دوں گا۔ امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس نے درہم تو دے دیا لیکن دوسری شرط پر عمل نہ کرتے ہوئے کہا: مجھے ڈر ہے کہ جو سلوک تو نے فرزند رسول کے

۱۔ مروج الذہب ج۲ ص۵۰ (ج۳ ص۶۔۷)؛ متذکرہ اشعار تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ تاریخ بن کثیر (ج۸ ص۴۷ حوادث ۴۹ھ) میں بھی مذکور ہیں۔

۲۔ مقاتل الطالبین ص۴۹ (ص۸۰ نمبر۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج۴ ص۱۱،۱۷ (ج۱۶ ص۲۹،۴۹ وصیت ۳۱)

ساتھ کیا ہے وہ میرے بیٹے کے ساتھ نہ کردے۔(۱)

حمص بن منذر رقاشی کا بیان ہے: خدا کی قسم! معاویہ نے امام حسنؑ سے کئے گئے کسی بھی عہد کو پورا نہیں کیا، حجر بن عدی اوران کے ساتھیوں کو قتل کروایا، اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی اور امام حسن کو زہر دغا سے شہید کروادیا۔(۲)

ابوعمر نے استیعاب میں قتادہ اورابوبکر حفص کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حسن بن علیؑ مسموم ہوئے تھے، آپ کو آپ کی بیوی "جعدہ بنت اشعث" نے زہر دیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے معاویہ کی سازش کے تحت یہ کام انجام دیا اور ڈھیروں مال ومتاع بھی حاصل کئے، واللہ اعلم۔ اس کے بعد انہوں نے مسعودی کی روایت نقل کی ہے۔(۳)

سبط ابن جوزی تذکرۃ الخواص میں لکھتے ہیں: ارباب سیر (جن میں ابن عبدالبر بھی شامل ہیں) نے نقل کیا ہے کہ حضرت کو ان کی بیوی "جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی" نے مسموم کیا۔ اور سعدی لکھتے ہیں کہ یزید بن معاویہ نے امامؑ کو مسموم کرنے کے سلسلے میں جعدہ کو اکسایا اور کہا کہ میں تجھ سے شادی کرلوں گا۔ چنانچہ اس نے زہر دے دیا، جب امام کی وفات ہوئی تو جعدہ نے یزید کو پیغام بھجوایا کہ اپنا وعدہ پورا کرے۔ یزید نے کہا: میں تجھے امام حسن کے لئے پسند نہیں کرتا تھا، اپنے لئے کیسے پسند کرلوں؟ شعبی کے بقول: معاویہ نے اس عورت کو آمادہ کیا تھا، اس نے کہا: تو امام حسنؑ کو زہر دے دے، میں اپنے بیٹے یزید سے تیری شادی کردوں گا اور ہزار درہم بھی دوں گا. چنانچہ امام کی شہادت کے بعد اس نے معاویہ کے پاس آدمی بھیج کر کہلوایا کہ اپنے وعدہ پر عمل کرے، معاویہ نے درہم بھیج کر صاف کہلوادیا کہ میں یزید سے محبت کرتا ہوں اس کی زندگی مجھے عزیز ہے، اگر دلی طور پر اس سے وابستہ نہ ہوتا تو میں اس سے تیری شادی کردیتا۔(۴)

۱۔ شرح بن ابی الحدید ج ۴ ص ۴ (ج ۱۶ ص ۱۱، ۷، ۱ وصیت ۳۱)

۲۔ شرح بن ابی الحدید ج ۴ ص ۷ (ج ۱۶ ص ۱۱، ۷، ۱ وصیت ۳۱)

۳۔ استیعاب ابوعمر ج ۱ ص ۱۴۱ (القسم الاول ص ۳۸۹ نمبر ۵۵۵)

۴۔ تذکرہ ابن جوزی ص ۱۲۱ (ص ۲۱۱۔۲۱۲)

شعبی نے اسی سے ملتی جلتی بات نقل کی ہے: امام حسن علیہ السلام نے وقت شہادت فرمایا: معاویہ جس مقصد کے تحت مجھے مارنا چاہتا تھا پورا ہوا، زہر نے اپنا کام کر دکھایا، اس کی خواہش و آرزو بر آئی لیکن خدا کی قسم! وہ اپنے وعدہ پر عمل نہیں کرے گا، اس کا قول صداقت سے عاری ہے۔ پھر طبقات ابن سعد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے امام کو کئی مرتبہ زہر دلوایا تھا۔

ابن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: انہیں کئی مرتبہ زہر دیا گیا اور وہ بچ گئے لیکن آخری مرتبہ زہر نے اپنا کام کر دکھایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ معاویہ نے اپنے ایک خادم کو زہر دینے پر مامور کیا تھا، یہ زہر اتنا سریع الاثر تھا کہ سامنے موجود طشت میں آپ نے چالیس مرتبہ الٹی کی۔ محمد بن مرزبان نقل کرتا ہے: ان کی بیوی ''جعدہ بنت اشعث بن قیس'' نے یزید کی سازش کے تحت زہر دیا، یزید نے وعدہ کیا کہ اس سے شادی کر لے گا۔ جب وفات کے بعد یزید کو پیغام بھجوایا کہ اپنے وعدہ پر عمل کرے تو یزید نے کہا: خدا کی قسم؟ ہم تو حسنؑ کے لئے تجھ سے راضی نہیں تھے، اپنے لئے کیسے پسند کر لیں۔ (۱)

کثیر اور ایک روایت کے مطابق نجاشی نے یہ اشعار کہے ہیں:

یا جعدہ ابکیة و لا تسامی	بکاء حق لیس با لباطل
لن تستری البیت علی مثلہ	فی الناس من خاف و لاناعل
اعنی الذی اسلمہ اھلہ	للزمن المستخرج الماحل
کان اذا شبت لہ نارہ	یرفعھا بالنسب المائل
کیمایراھا بائس مرمل	او و قد قوم لیس بالآھل
یغلی بنی اللحم حتی اذا	انضج لم یغل علی آکل

مزی نے ''تہذیب الکمال فی اسماء الرجال'' میں ام بکر بنت مسور سے نقل کیا ہے کہ امام حسنؑ کو کئی مرتبہ مسموم کیا گیا اور بالآخر آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ آپ کی رحلت کے جانسوز موقع پر بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک مہینہ تک صف عزا بچھائی اور نوحہ و ماتم میں مشغول رہیں۔

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۴ ص ۲۲۹ (ج ۱۳ ص ۲۸۲۔۲۸۴ نمبر ۱۳۸۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۷ ص ۳۹)

اسی کتاب میں عبداللہ بن حسن سے منقول ہے کہ میں نے سنا کہ معاویہ نے اپنے ایک خادم کو معمور کیا وہ امام حسنؑ کو زہر دینے کے لئے زمینہ فراہم کرے۔ ابوعوانہ نے مغیرہ سے اور اس نے ام موسیٰ سے نقل کیا ہے کہ جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا، امام عالی مقام چالیس روز تک اس زہر کے اثر سے پریشان ونالاں رہے۔(۱)

''مرآۃ العجائب واحاسن الاخبار الغرائب'' میں بھی منقول ہے کہ حسن بن علیؑ کی شہادت زہر کے ذریعہ سے ہوئی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی بیوی ''جعدہ بنت اشعث'' نے آپ کو زہر دیا۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے (خدا حقیقت حال سے آگاہ ہے) کہ معاویہ نے اسے دھوکا دیا کہ سو ہزار درھم دے گا اور اپنے بیٹے یزید سے اسکی شادی کردے گا لیکن جب امام حسنؑ کی شہادت ہوئی تو معاویہ نے درہم دینے کے بعد کہا: یزید کی زندگی مجھے زیادہ عزیز ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام حسنؑ نے وقت شہادت فرمایا: زہر آلود شربت نے اپنا اثر دکھادیا لیکن وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کرے گا، اسکی باتوں میں صداقت کا شائبہ تک نہیں۔

امام کے واقعہ مسموم کو ایک شیعہ شاعر نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے:

تعرفکم لک من سلوۃ تفرج عنک قلیل الحزن

بموت النبی و قتل الوصی و قتل الحسین و سم الحسن

''تمھیں ایسی تعزیت پیش کرتا ہے جو تمہارے ہر غم کو دور کردے گا، (اور وہ ہے) وفات رسول، ان کے وصی اور حسین کا قتل اور امام حسن کا مسموم ہونا''۔

زمخشری ربیع الابرار کے باب نمبر ۸۱ میں نقل کرتے ہیں: معاویہ نے بنت اشعث زوجہ امام حسن یعنی جعدہ کو ایک لاکھ درہم دیا تا کہ وہ حضرت کو زہر دے دے، اس کے بعد وہ دوشنبہ تک زندہ رہے، ان کے سامنے رکھے ہوئے طشت میں خون کے لوتھڑے بھرے ہوئے تھے، وہ فرماتے تھے: مجھے بارہا مسموم کیا گیا لیکن مجھے ایسا صدمہ کبھی نہیں ہوا، میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے۔(۲)

۱۔ تہذیب الکمال ج۶ ص۲۵۲ نمبر ۱۲۴۸

۲۔ ربیع الابرار (ج۴ ص۲۰۸)

کتاب ''حسن السریر''(۱) میں ہے: ۴۷ھ میں معاویہ کے ورغلانے پر جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے امامؑ کو زہر دیا، ایک لاکھ درہم بھی دیا اور اپنے بیٹے یزید سے اس کی شادی کر دی۔

معاویہ نے امام کو اپنی ناپاک خواہش (بیعت یزید) کی راہ میں عظیم رکاوٹ سمجھ کر خود کو دو اعتبار سے خطرے میں محسوس کیا: صلحنامہ جسے اس نے قبول کیا تھا اور دوسری طرف امام کی شائستہ کرداری، جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں بہت زیادہ مقبول تھے۔ اس خطرناک صورت حال سے بچنے کے لئے اس نے امام عالی مقام کو زہر دلوایا، جب امام کی شہادت کی خبر پہونچی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا اور اس کے ہمرہ تمام درباری سجدہ میں گر پڑے۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: حسن ابن علیؑ بیمار ہوئے تو مدینہ کے عامل نے معاویہ کے خط میں حسن ابن علیؑ کی شکایت اور ان کے تمام حالات لکھ بھیجے۔ معاویہ نے جواب میں لکھا: میں ان کی خبر شہادت سننے کے لئے بے چین ہوں، اگر قادر ہو تو اس کام کو انجام دو۔ وہ ہمیشہ امامؑ کے حالات لکھتا رہا، جب وفات کی خبر دی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا اور اس کے ساتھ تمام درباری سجدہ میں گر پڑے۔ اس وقت شام میں عبد اللہ بن عباس موجود تھے، وفات کی خبر پا کر معاویہ کے پاس پہنچے، بیٹھتے ہی معاویہ نے کہا: اے ابن عباس! کیا حسن ابن علی چل بسے؟ کہا: ہاں! وہ شہید ہو گئے، ''انا للہ و انا الیہ راجعون'' دو مرتبہ اس کی تکرار کی، پھر کہا: تو جس خبر سے بہت زیادہ خوش ہے وہ مجھے معلوم ہوئی، خدا کی قسم: ان کا جسد پاک تیری قبر میں حائل نہ ہوگا۔ ان کی موت تیری عمر میں اضافہ کا سبب نہیں بنے گی، وہ جس حال میں فوت ہوئے تجھ سے بہتر تھے، ہم اس مصیبت میں غمزدہ ہیں، اس سے قبل ان کے جد رسول خدا کی مصیبت میں بھی ماتم کناں تھے، خدا نے اس مصیبت کی اس طرح تلافی کی کہ ان کی جگہ بہترین جانشین کو معین فرمایا۔ پھر ابن عباس چیخ مار کر گریہ کرنے لگے۔ (۲)

۱۔ (اس کتاب کو محب الدین طبری (صاحب ریاض النضرۃ) کے نواسے ''عبد القادر بن محمد بن (مکی حسینی شافعی) طبری'' نے تالیف کیا ہے: ملاحظہ ہو: کشف الظنون ج ۳ ص ۴۰۴)

۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۱۴۴ (ج ۱ ص ۱۵۰)

عقد الفرید میں ہے: جب معاویہ کو حسن ابن علیؑ کی خبر شہادت معلوم ہوئی تو سجدہ میں گر پڑا، پھر شام میں موجود ابن عباس کے پاس پیغام بھیجوایا اور تسلیت عرض کی، اس وقت وہ بہت زیادہ خوش تھا، اس نے ابن عباس سے پوچھا: کتنے سال کی عمر میں ابو محمد کی وفات ہوئی ہے؟ کہا: ان کی عمر زباں زد خاص و عام تھی، تعجب ہے کہ تو اس سے ناواقف ہے۔ معاویہ نے کہا: مجھے بتایا گیا کہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں؟ کہا: وہ چھوٹے سہی لیکن وہ بھی بڑے ہوں گے .اس خاندان کے چھوٹے بھی بڑوں کے کے مانند ہیں۔ پھر کہا: اے معاویہ! میں تجھے اتنا خوش کیوں دیکھ رہا ہوں، کیا یہ خوشی حسن ابن علی کی موت کی وجہ سے ہے .خدا کی قسم! تیری موت بھی فراموش نہیں کی جائے گی، ان کی موت تیری قبر کو پر نہیں کرے گی ان کے بعد تیری زندگی کتنی مختصر ہے۔ (۱)

راغب اصفہانی نے محاضرات میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ (۲)

حیاۃ الحیوان اور تاریخ الخمیس میں ہے: سبیلِ سکینہؑ

''ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جب (امام) حسن مریض ہوئے تو مروان بن حکم نے اس سلسلے میں معاویہ کو خط لکھا۔ معاویہ نے جواب میں لکھا: مجھے حسن کی موت کی خبر سناؤ۔ جب اسے وفات کی خبر ہوئی تو سبز محل سے تکبیر کی آواز بلند ہوئی جسے سن کر شام والوں نے بھی تکبیر کہی۔ یہ دیکھ کر فاختہ بنت قریظہ نے معاویہ سے کہا: خدا تمہاری آنکھ روشن کرے، تکبیر کیوں کہی تھی؟ اس نے کہا: حسن مر گئے۔ فاختہ نے کہا: کیا فرزند فاطمہ کی موت پر تکبیر کہتے ہو؟ معاویہ نے جواب دیا: میں نے ان کی موت سے خوش ہو کر تکبیر نہیں کہی ہے، لیکن یہ خبر سن کر میرے دل کو بہت سکون ملا ہے۔ ابن عباس پہونچے تو معاویہ نے کہا: اے ابن عباس! کیا جانتے ہو کہ تمہارے گھر میں کیا واقعہ پیش آیا؟ کہا: میں نہیں جانتا کہ کیا ہوا ہے، لیکن میں تمہیں خوش دیکھ رہا ہوں، تکبیر کی آواز بھی سنی تھی۔ معاویہ نے کہا: حسن مر گئے۔ ابن عباس نے کہا: خدا ابو محمد پر رحمت نازل کرے (اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار کی۔ پھر کہا:) اے معاویہ! خدا کی قسم، ان کی قبر تیری

۱۔ العقد الفرید (ج ۴ ص ۱۴۶)

۲۔ محاضرات الادباء ج ۲ ص ۲۲۴ (مجلد ج ۲ ج ۴ ص ۵۰۰)

قبر کو پر نہیں کرے گی، ان کی عمر تیری عمر کو زیادہ نہیں کرے گی، اگر ہم پر حسن کی (موت) کا غم نازل ہوا ہے تو امیر المومنین اور خاتم المرسلین کا غم بھی نازل ہوا تھا، خدا یہ خلا ضرور پر کرے گا اور ہمارے آنسوؤں کو قبول فرمائے گا، ان کے بعد ان کا جانشین موجود ہے''۔(۱)

معاویہ کی خوشی کے لئے لوگوں نے امام حسن کی وصیت کے مطابق ان کو رسول خدا کی قبر کے پہلو میں دفن ہونے سے روک دیا حالانکہ آپ ہی اس مقدس جگہ پر مدفون ہونے کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔

ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: مروان نے اس کام کی ممانعت کی چونکہ وہ معزول ہوا تھا، اسی لئے اس نے اس وسیلے سے معاویہ کی رضایت وخوشنودی حاصل کرنا چاہی۔(۲) ابن عساکر لکھتے ہیں: مروان نے کہا تھا: میں فرزند ابوتراب کو رسول خداؐ کے پہلو میں کبھی دفن نہیں ہونے دوں گا حالانکہ عثمان بقیع میں مدفون ہیں، چونکہ مروان انہیں ایام میں معزول ہوا تھا اور اس وسیلے سے معاویہ کو راضی کرنا چاہتا تھا، وہ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک بنی ہاشم سے دشمنی کرتا رہا۔(۳)

یہ تھے جگر گوشۂ رسول امام حسن مجتبیٰؑ پر معاویہ کے مظالم کے چند نمونے۔ ممکن ہے اس کے کئی گنا مظالم سے تاریخ نے فروگذاشت کیا ہو اور انہیں نہ لکھا ہو۔ کیا کوئی ایسا مسئلہ ہے جو امام مجتبیٰؑ کی غلطی کی توجیہ کرے کہ خدا نہ کردہ وہ اس غلطی کے مرتکب ہوئے تھے، جس کی وجہ سے ان پر یہ تمام بلائیں اور مصیبتیں نازل کی گئیں؟ جگر خوارہ ہند کے جنے نے ان مظالم کے لئے کون سا جواب آمادہ کر رکھا ہے؟ کیا امام کی غلطی اس کے علاوہ بھی کچھ ہے کہ وہ فرزند رسول تھے، اس رسول کے فرزند جس نے اس بت پرست معاویہ کے آباء واجداد کے دین کو باطل و منسوخ کر دیا تھا؟ اس کے علاوہ بھی کچھ ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ حضرت علیؑ کے فرزند تھے، اس کے فرزند تھے جس نے ماضی کے بت پرستوں کو تہ تیغ کر کے اموی خاندان کی ماؤں کو ماتم دار بنایا تھا...؟؟

۱۔حیاۃ الحیوان ج۱ص۵۸ (ج۱ص۸۳۔۸۴)؛ تاریخ الخمیس ج۲ص۲۹۴؛ وفیات الاعیان (ج۲ص۶۶۔۶۷)

۲۔البدایۃ والنہایۃ ج۸ص۴۴ (ج۸ص۴۸ حوادث ۵۰ھ)

۳۔تاریخ مدینہ دمشق ج۴ص۲۲۶ (ج۱۳ص۲۸۷،۲۸۸ نمبر۱۳۸۳)؛ مختصر تاریخ دمشق (ج۷ص۴۲)

معاویہ اپنی تشفی خاطر کے لئے چاہتا تھا کہ تمام تر مصائب ومتاعب اور مظالم کو امامؑ کے حق میں بھی روا رکھے اسی لئے اس نے امام کو زہر ہلاہل سے شہید کروایا۔ معاویہ اپنی خواہشات نفسانی کا اس قدر اسیر تھا کہ امام حسنؑ کی وفات پر اپنی خوشی بھی چھپانے سے قاصر رہا اور جیسے ہی وفات کی خبر ملی، سجدے میں گر پڑا میں نہیں جانتا کہ اس نے لات ومنات کے لئے سجدہ کیا تھا یا خدائے وحدہ لاشریک کے لئے...؟! ہاں! اس کی دلی حالت کو اس کے نطفہ حرام ''یزید'' نے اپنے اشعار کے ذریعہ واضح کر دی تھی۔

وہ کہتا ہے:

قد قتلت القوم من ساداتهم   و عدلنا میل بدر فاعتدل

لیت اشیاخی ببدر شهدوا   جزع الخروج من وقع الرسل

لعبت بنی هاشم بالملک فلا   خبر جاء ولا وحی نزل

''میں نے ان کے بزرگوں اور رہبروں کو قتل کر دیا اور جنگ بدر کا انتقام لے لیا، اب ہم مقتولین بدر کے عنوان سے ان کے برابر ہیں۔ اے کاش میرے وہ بزرگ جو جنگ بدر میں قتل کئے گئے، ابھی ہوتے اور نیزوں کی ضربوں سے قبیلہ خزرج کی چیخیں سنتے۔ بنی ہاشم نے حکومت واقتدار کا ڈھونگ رچایا تھا، نہ آسمان سے کوئی خبر آئی تھی اور نہ ہی کوئی کتاب نازل ہوئی تھی''۔

وہ محبوب رسول ''فاطمہ زہرا (س)'' کے پارہ تن تھے، اس پاکیزہ ذات کے پارۂ تن تھے جس کے درخشان سلسلہ نسب نے دنیا کو پر کر رکھا ہے اور اسی سلسلے کی وجہ سے عظمت وبزرگی اور دین حنیف جلوہ افروز ہے۔ اس کے برعکس معاویہ تمام خوبیوں سے برسر پیکار رہا، قرآن مجید کی آیتیں اور دھمکیاں بھی اس پر اثر انداز نہ ہوئیں۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ﴾ ''میں عنقریب اپنی آیتوں کی طرف

سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو روئے زمین میں ناحق اکڑتے پھرتے ہیں اور یہ کسی بھی نشانی کو دیکھ لیں ایمان لانے والے نہیں ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ ہدایت کا راستہ دیکھیں گے تو اسے اپنا راستہ نہ بنائیں گے اور گمراہی کا راستہ دیکھیں گے تو اسے فوراً اختیار کرلیں گے یہ سب اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا ہے اور ان کی طرف سے غافل تھے''۔(۱)

پیروان امیر المومنینؑ پر معاویہ کے مظالم

معاویہ اپنی حکومت کو مستحکم بنانے کے لئے ہر عظیم گناہ کو انجام دے دیا کرتا تھا، گھناؤنے کاموں کو بڑی آسانی سے انجام دیتا تھا اور ہر ستم کو آسان خیال کرتا تھا۔ اس نے اپنی حکومت میں امیر المومنین کے شیعوں اور چاہنے والوں کے خون بہانے کو اپنی عادت سی بنالی تھی، شیعوں کی جان، مال، عزت و آبرو کو حلال سمجھتے ہوئے ان کے افراد خاندان اور بچوں کو تہ تیغ کر دیتا تھا حتی عورتیں بھی اس کے قتل و غارت گری سے محفوظ نہیں تھیں، اس نے ان شیعوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے جن کی خود رسول خدا نے مدح و ستائش کی تھی۔ (اس موضوع کی تفصیلی بحث تیسری جلد میں گزر چکی ہے)۔

فرض کریں کہ رسول اکرمؐ کی جانب سے شیعوں کی مدح و ستائش اور ان کے بارے میں خصوصی تاکید صادر نہیں ہوئی تھی اور اس سے مربوط روایتوں سے جگر خوارہ ہند کا بیٹا ناواقف تھا پھر بھی کیا معاویہ اور اس کے چیچے اس اسلام سے خارج تھے جس کی کتاب وسنت میں لوگوں کی جان و مال کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیا یہ شیعہ ناقبل تلافی گناہ کے مرتکب ہوئے تھے۔ کیا ان کی خطا اس کے علاوہ کچھ اور تھی کہ وہ ایسے امام سے وابستہ تھے جس کی جانشینی اور رسول خداؐ کے توسط سے اس کے انتخاب پر تمام مسلمان متفق تھے اور ان کے رسول نے آسمانی کتاب کے مطابق امام کی دوستی وولایت کی تاکید فرمائی تھی؟ کیا ہند کا بیٹا کوئی ایسی بات جانتا تھا جس سے تمام مسلمان بے خبر رہے؟ اور کیا وہ کتاب وسنت کے احکام وقوانین کے سلسلے میں تمام مسلمانوں سے زیادہ آگاہ تھا؟ یا پھر یہ کہ اس میں قتل و غارت گیری اور

۱۔ اعراف/۱۴۶

خونریزی کی ہوس کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی...؟؟

معاویہ نے حضرت علیؑ بن ابی طالب کی زندگی ہی میں حکمین کے فیصلے کے بعد بسر بن ارطاۃ کو لشکر کا سردار بنا دیا، طاہر کے وسیلہ سے ایک دوسرے لشکر کو تیار کیا اور ضحاک بن قیس فہری کو بھی لشکر آرائی کی تاکید کی، ان تمام لشکریوں کو حکم دیا کہ شہروں میں جا کر علیؑ کے شیعوں کو قتل کریں، ان کے کارکنوں کو قتل کے گھاٹ اتاریں حتی عورتوں اور بچوں پر بھی رحم نہ کریں۔

اس حکم کے ساتھ بسر مدینہ پہنچا اور بعض اصحاب علی کو تہہ تیغ کر کے ان کے گھروں کو تباہ و برباد کر دیا، وہاں سے مکہ گیا اور خاندان ابولہب کے بعض افراد کو قتل کے گھاٹ اتار دیا. پھر ''سراۃ'' میں داخل ہوا اور وہاں بھی قتل و غارت گری کی، وہاں سے نجران میں جا کر عبداللہ بن عبدالمدان حارثی اور ان کے بیٹے کو تہہ تیغ کیا، دونوں بنی عباس کے داماد اور حضرت علیؑ کے کارکنان تھے۔ وہاں سے یمن پہونچا، اتفاق سے وہاں حضرت علیؑ کے گورنر عبیداللہ بن عباس موجود نہیں تھے۔ منقول ہے کہ بسر کی آمد سے باخبر ہوکر چلے گئے تھے، بسر نے انہیں نہ پا کر ان کے دو معصوم بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا. پھر معاویہ کے پاس چلا گیا۔

معاویہ کے دوسرے اہلکاروں نے بھی یہی مظالم ڈھائے، چنانچہ مرد عامری ''انبار'' پہونچا اور ابن حسان بکری اور کئی شیعہ مردوں اور عورتوں کو قتل کیا۔ ابوصادقہ کی روایت (۱) کے مطابق: معاویہ کے لشکر نے انبار پر حملہ کیا اور حضرت علیؑ کے خدمت گذار ''حسان بن حسان'' کو قتل کر دیا، اس کے علاوہ وہاں بہت سے مردوں اور عورتوں کو بھی قتل کیا۔ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو معلوم ہوئی تو گھر سے باہر آئے اور منبر پر جانے کے بعد خدا کی حمد وثنا کی اور رسول خداؐ پر درود وسلام کے بعد فرمایا:

''جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، لہذا جس نے اعراض کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا، اسے اللہ ذلت کا لباس پہنا دے گا، اس پر مصیبت حاوی ہوجائے گی، ان کے بچوں پر تہمت طرازی کی جائے گی اور وہ ذلت وخواری کی گہری کھائی میں چلا جائے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ تم سے

۱۔ ابوالفرج اصفہانی نے اس واقعہ کی سند نقل کی ہے، اختصار کے پیش نظر اسناد کو حذف کر دیا گیا ہے (الآغانی ج ۱۶ ص ۲۸۶۔۲۸۷)

برسرِ پیکار ہوں میں نے تمہیں خبردار کر دیا تھا کہ ان سے جنگ کرو۔ بالآخر جن لوگوں نے ان سے جنگ نہیں کی وہ ذلیل وخوار ہوئے تم لوگوں نے اس اہم مسئلہ کو ایک دوسرے کی گردن پر ڈال کر ذلت و خواری کا راستہ اختیار کیا اور میری باتوں پر ذرا بھی توجہ نہیں دی۔ یہاں تک کہ انہوں نے تم پر مسلسل حملہ کیئے، اب تو صورت حال یہ ہے کہ عامر کے بھائی نے شہر انبار میں پہنچ کر حسان بن حسان اور وہاں کے لوگوں کو قتل کیا ہے، بہت سی عورتوں اور بچوں کو بھی تہہ تیغ کر دیا ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ اس ذلیل انسان نے مسلمان عورتوں کے گھر میں داخل ہو کر گوشوارے اور گلو بند بھی چھینے اور ان کے اموال و ناموس پر دست درازی کی لیکن کسی نے بھی لب اعتراض نہیں کھولا، اس ذلت وپستی کے مقابلہ میں اگر کوئی مسلمان فرط تاسف اور غم واندوہ سے مرجائے تو نہ صرف جائے ملامت نہیں بلکہ یہی مناسب ہے....''۔(۱)

عبداللہ ابن عباس کی زوجہ ''ام حکیم بنت قارط'' اپنے بچوں کی دردناک موت پر اتنی سراسیمہ اور بے خودی کا شکار ہوئیں کہ اپنے بچوں سے قتل سے مربوط خبروں پر کوئی توجہ نہیں دیتی تھیں اور مسلسل ادھر ادھر گھوم کر انہیں تلاش کرتی تھیں۔ انہوں نے اپنے فرزندوں کے متعلق یہ جانسوز اشعار کہے ہیں:

یا من احسن بابنی اللذین هما	کالذین تشظی عنهما الصدف
یا من احسن بابنی اللذین هما	سمعی و قلبی فقلبی الیوم مزدهف
نبئت بسرًا وما صدقت ما زعموا	من قولهم ومن الذک الذی اقترفوا
انحی علی ودجی ابنی مرهفة	مشحوذة و کذالک الافک یقترف

''اے وہ شخص جس نے میرے دو فرزندوں کو دیکھا ہے، ایسے فرزند جو صدف سے نکلے ہوئے دو موتی کے مانند تھے۔ اے وہ جو میرے دو فرزندوں سے واقف ہے ایسے فرزند جو میرے دو گوش ودل تھے اب میرا دل تشنگی کا شکار ہے۔ اے وہ افراد جنہوں نے میری بنیاد اور میرے استخوان کے مانند فرزندوں کو جنہیں زبردستی مجھ سے چھین لیا گیا ہے، دیکھا ہے۔ بسر کی درندگی مجھ سے بیان کی گئی لیکن میں نے اسے جھوٹ سمجھا اور اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے یہ باتیں بیان کیں جن کے وجود سے

۱۔ نہج البلاغہ (ص ۶۹ خطبہ ر ۲۷)

شرافت کی بو آتی ہے۔ اب تو میں بسر کو ہر لعنت و نفرین کا مستحق سمجھتی ہوں، وہ اور اس کے تمام ساتھی تباہ کار ہیں۔ اس پریشان اور تباہ حال ماں تک ان کے دو فرزندوں کو کون پہونچائے گا''۔

منقول ہے کہ جب بسر کے ہاتھوں ان دونوں بچوں کے واقعہ قتل سے حضرت علیؑ کو مطلع کیا گیا تو آپ نے چیخ مار کر خدا سے درخواست کی کہ اس پر لعنتوں کی بوچھار کرے۔ فرمایا: ''خدایا! اس سے دین کی نعمتیں چھین لے، اس کی عقل چھین کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دے''۔ چنانچہ حضرت کی یہ دعا مستجاب ہوئی، اس کی عقل جاتی رہی۔ وہ ہمیشہ اول فول بکتا، لکڑی کی تلوار لے کر اپنے سامنے والی چیز پر اتنا مارتا کہ تھک جاتا تھا۔(۱)

واقعہ کا تفصیلی جائزہ

معاویہ نے ۳۹ھ میں حضرت علیؑ کے شیعوں پر یورش کی، ان کی حکومت کے سپاہیوں اور جانبازوں کو پراگندہ اور متفرق کیا، بے ایمان افراد کو صاحب ایمان اور نیک افراد کے قتل پر آمادہ کیا اور حکم دیا کہ جہاں بھی علی کے شیعہ نظر آئیں، انہیں بے دریغ قتل کر دو۔ نعمان بن بشیر کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ ''عین التمر'' کی طرف روانہ کیا۔

اسی طرح سفیان بن عوف کو چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ ''ہیت'' کی جانب روانہ کر کے حکم دیا کہ وہاں سے انبار و مدائن جائے اور لوگوں کو تباہی گھاٹ لگائے۔ وہ بھی ان علاقوں میں آ کر اصحاب علیؑ کے قتل پر کمر بستہ ہوا، ان سے جنگ کی اور اشرس بن حسان بکری کے ہمراہ تیس افراد کو قتل کیا، پھر انبار میں موجود تمام مالیات کو لے کر معاویہ کی جانب لوٹ آیا۔

عبد اللہ بن مسعدۃ بن حکمہ فزاری بھی حضرت علیؑ کا سخت ترین دشمن تھا جو معاویہ کی طرف سے ایک

۱۔ آغانی ج۱۵ص۴۴۔۴۷ (ج۱۶ص۲۸۵۔۲۹۲)؛ تاریخ ابن عساکر ج۳ص۲۲۲ (ج۱۰ص۱۵۲۔۱۳۵)؛ مختصر تاریخ دمشق ج۵ص۱۸۴)؛ الاستیعاب ج۱ص۶۵ (القسم الاول ص۱۶۰ نمبر۱۷۴)؛ النزاع والتخاصم ص۱۳ (ص۲۸)؛ تہذیب التہذیب ج۱ ص۴۳۵، ۴۳۶ (ج۱ص۳۸۱۔۳۸۲)

ہزار سات سو سپاہیوں کے ساتھ ''تیما'' کی جانب روانہ ہوا، معاویہ نے اسے حکم دیا کہ وہاں کے لوگوں میں جو اس کی تصدیق کرے امان دو اور جو مخالفت کرے اسے قتل کر دو(۱)۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور وہاں سے مکہ و مدینہ میں داخل ہوا اور وہاں بھی ان مظالم کے دہانے کھول دیے۔

معاویہ نے ضحاک بن قیس کو حکم دیا کہ ''واقصہ'' جائے اور حضرت علیؑ کے زیر فرما ہر انسان کو مورد عتاب قرار دے، تین ہزار افراد بھی اس کے ہمراہ کئے، چنانچہ وہ روانہ ہوا اور لوگوں کے اموال کی لوٹ مار کی۔ ثعلبیہ سے عبور کرتے وقت بہت سے افراد کو قتل کیا اور حضرت علیؑ کے اسلحہ خانے پر حملہ بول دیا۔ وہاں سے ''قطقطانہ'' آیا۔ جب حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حجر بن عدی کو چار ہزار افراد کے ہمراہ نبرد آزمائی کے لئے روانہ کیا، ضحاک کے لئے مقابلہ کرنا سخت تھا، اس کے انیس ساتھی مارے گئے اور حضرت علی کے بعض اصحاب بھی شہید ہوئے، جب رات ہوئی تو ضحاک اور اس کے ساتھیوں نے راہ فرار اختیار کی اور حجر اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس آ گئے۔

اسی طرح معاویہ نے عبدالرحمٰن بن قباث بن اشیم کو ''جزیرہ'' کے شہروں میں روانہ کیا۔ وہاں ''میتب بن عامر و کرمانی'' موجود تھے، انہوں نے مقام ہیت میں موجود کمیل ابن زیاد کو خط لکھ کر تمام واقعہ سے آگاہ کیا، کمیل جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور عبدالرحمٰن کے لشکر پر کامیابی حاصل کی۔ جنگ میں شام کے کچھ افراد بھی قتل ہوئے کمیل نے حکم دیا کہ بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے اور ستم دیدہ افراد پر حملہ کرنے سے گریز کیا جائے۔

حرث بن نمر تنوخی کو ''الجزیرہ'' بھیجا تا کہ پیروان علیؑ پر حملہ کرے۔ اس نے بنی ثعلب کے سات افراد کو گرفتار کیا اور لوٹ مار بھی کیا۔ زہیر بن مکحول عامری کو ساوہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کے اموال کو چھین لے۔ حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع ہوئی انہوں نے تین افراد جن میں جعفر بن عبداللہ اشجعی بھی شامل تھے، کو روانہ کیا تا کہ ان کے مطیع و فرمانبردار قبیلہ بکر و کلب کے ہمراہ مل کر دفاع کریں. چنانچہ

۱۔ الغارات (ج ۲ ص ۴۶۴؛ تاریخ الامم والملوک ج ۵ ص ۱۳۴؛ تاریخ کامل ج ۲ ص ۴۲۵ پر اشرس مذکور ہے اور دوسرے منابع میں حسان بن حسان لکھا ہوا ہے۔

زہیر سے مڈبھیڑ ہوئی اور شدید جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں ''جعفر بن عبداللہ'' شہید ہو گئے ۔ ۴۰ھ میں بسر بن ارطاط کو ایک لشکر کے ہمراہ روانہ کیا، وہ مدینہ پہنچا، حضرت علیؑ کے عامل ''ابوایوب انصاری'' وہاں موجود تھے، وہ وہاں سے بھاگ کر کوفہ حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچے، جب بسر مدینہ پہنچا تو کسی کو جنگ کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے منبر پر جا کر کہا: اے دینار، نجار، سے زریق (یہ انصار کے بزرگ تھے) ہم نے اپنے رہبر عثمان سے جو عہد و پیان کیا تھا کہاں ہے؟

پھر کہا: اے مدینہ والو! خدا کی قسم، اگر معاویہ حکم دیتے تو میں نابالغ بچوں کے قتل سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ ایک شخص کو بن سلمہ کے پاس بھیج کر پیغام دیا: تمہارے لئے کوئی امان نہیں مگر یہ کہ جابر بن عبداللہ کو میرے پاس بھیج دو۔ جابر نے زوجہ رسولؐ ام سلمہ کے پاس آ کر کہا: آپ کیا فرماتی ہیں؟ یہ بیعت ضلالت و گمراہی ہے، کیا آپ اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ مارا جاؤں گا؟ انہوں نے کہا: میری نظر میں بہتر یہ ہے کہ تم بیعت کر لو۔ میں نے عبداللہ بن زبیر کے داماد اور عمر ابن ابی سلمہ کے دو فرزندوں کو بھی یہی سفارش کی ہے۔

بسر نے مدینہ میں غارت گری کے بعد مکہ کا رخ کیا، ابو موسیٰ موت کے خوف سے بھاگ نکلے۔ ابو موسیٰ نے یمن ایک خط لکھا کہ معاویہ کی طرف سے ایک لشکر مامور ہے کہ لوگوں کو مارے اور معاویہ کی حکومت کی مخالفت کرنے والوں کو قتل کر دے۔ اس کے بعد وہ یمن پہنچا، عبداللہ بن عباس جو حضرت علیؑ کی جانب سے یمن کے حاکم تھے، وہاں سے حضرت علیؑ کی طرف کوفہ بھاگ گئے اور اپنی جگہ عبداللہ بن عبدالمدان حارثی کو معین کیا۔ بسر نے یمن پہنچ کر انہیں اور ان کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس نے عبداللہ بن عابس کے دو چھوٹے بچوں کا سر قلم کر دیا جن کا نام عبدالرحمٰن اور قثم تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں بچے قبیلہ بنی کنانہ کے پاس دستیاب ہوئے، اس نے انہیں مارنا چاہا تو ایک کنانی نے کہا: ان دو بے گناہ اور معصوم بچوں کو کیوں قتل کرتا ہے، ان سے پہلے تجھے میری زندگی کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ اس نے کہا: ایسا ہی ہوگا۔ اس نے پہلے مرد کنانی اور پھر دونوں بچوں کو قتل کیا۔ بنی کنانہ کی ایک عورت باہر آ کر چیخنے لگی: اے ملعون! تو نے مردوں کو مارا، ان دو بچوں کو کیوں قتل کر رہا ہے خدا کی قسم! عہد جاہلیت اور

اسلام میں ایسا ظلم نہیں دیکھا گیا، اے بسر! خدا کی قسم، جس حکومت میں بچوں اور بزرگوں کے قتل اور حقوق الناس سے دریغ نہ کیا جائے، وہ ایک تباہ کار حکومت ہے۔

بسر نے یمن کے راستے میں بھی حضرت علی کے بعض شیعوں قتل کیا۔(۱)

ابن عبد البر لکھتے ہیں: یحیی بن معین نے کہا کہ بسر بن ارطاط ایک ذلیل انسان تھا۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ اس کی علت یہ ہے کہ وہ اسلام میں عظیم مظالم کا مرتکب ہوا۔ مورخین و محدثین نے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ بن عباس کے دو چھوٹے معصوم بچوں کا قتل ان کا ایک ادنی نمونہ ہے۔(۲)

دار قطنی نقل کرتے ہیں: رحلت پیغمبر کے بعد وہ کبھی راہ راست پر نہیں رہا۔ اس نے عبید اللہ بن عباس کے دو بچوں کو تہہ تیغ کیا۔ ابو عمر شیبانی کہتے ہیں کہ جب معاویہ بن ابی سفیان نے بسر بن ارطاط کو حضرت علیؑ شیعوں کے قتل پر مامور کیا، معن یا عمر بن یزید سلمی اور زیاد بن اشہب جعدی نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المومنین! خدا کی قسم، رحم کیجئے اور بسر کو قیس پر مسلط کرنے سے پرہیز کیجئے اسلئے کہ وہ قیس کو بنی سلیم کا انتقام لینے کے لئے ضرور قتل کر دے گا۔ معاویہ نے کہا: اے بسر! تمہیں قیس پر حکومت و تسلط حاصل نہیں، چنانچہ بسر مدینہ پہنچا اور عبید اللہ کے دو فرزندوں کو قتل کر دیا، اہل مدینہ بھاگ کر حرہ بنی سلیم میں داخل ہوئے۔ (ابو عمر کہتے ہیں:) اسی حملہ میں ابو عمر و شیبانی کی ایک روایت کے مطابق بسر بن ارطاط نے ہمدان پر دھاوا بول دیا اور وہاں کی عورتوں کو اسیر کیا، یہ وہ پہلی عورتیں ہیں جنہیں اسلام میں اسیر کیا گیا۔ اس کے بعد ابو عمر و نے دو واسطوں سے ابو ذر سے نقل کیا ہے کہ ابو ذر نے اپنی نماز میں دعاء کی اور رکوع و سجود کو طول دیا، ان دو مردوں نے پوچھا: آپ نے اعوذ باللہ من الشیطان کیوں کہا، کس کے بارے میں دعا کر رہے تھے؟ کہا: میں خداوند عالم سے اس دن کی مصیبت

۱۔ تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۷۷۔ ۸۱ (ج ۵ ص ۱۳۹۔ ۱۴۰ حوادث ۴۰ھ)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۶۲۔ ۱۶۷ (ج ۲ ص ۴۲۲۔ ۴۲۵ حوادث ۴۰ھ)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۳ ص ۲۲۲، ۴۵۹ (ج ۱۰ ص ۱۵۲۔ ۱۵۴ نمبر ۸۷۲)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۸۵۔ ۱۸۶)؛ الاستیعاب ج ۱ ص ۶۵، ۶۶ (القسم الاول ص ۱۵۷۔ ۱۶۶ نمبر ۱۷۴)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۳۵۶۔ ۳۵۷ حوادث ۴۰ھ)؛ وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۱ (ج ۱ ص ۳۶ باب ۲/)

۲۔ الاستیعاب عبد البر ج ۱ ص ۶۵ (القسم الاول ص ۱۵۸۔ ۱۵۹ نمبر ۱۷۴)

سے پناہ مانگ رہا تھا جو مجھ پر نازل ہونے والی ہے اور جس دن مجھے نقصان پہونچے گا۔ پوچھا: آپ کی مراد کیا ہے؟ فرمایا: مصیبت کا دن وہ ہے جس دن مسلمانون کے دو گروہ آپس مین نبرد آزما ہوں گے اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے، نقصان دہ اور خطرناک دن وہ ہے جس دن مسلمان عورتین اسیر کی جائیں گی اور انہیں بازاروں میں نیلام کیا جائے گا، میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ ایسا دن میرے نصیب حال نہ کرے شاید تم لوگ ایسا دن دیکھ ہی لو۔ جب عثمان قتل ہوئے تو معاویہ نے بسر بن ارطاط کو یمن بھیجا، اس نے مسلمان عورتوں کو اسیر کیا اور بازاروں میں بیچنے کے لئے پیش کیا۔

تاریخ ابن عساکر (۱) میں ہے:

بسر معاویہ کا مطیع تھا، وہ جنگ صفین میں معاویہ کے ہمراہ رہا، معاویہ نے اسے ۴۰ھ کے اواخر میں یمن وحجاز کی جانب روانہ کیا اور حکم دیا کہ علیؑ کے شیعوں کو تلاش کر کے تہہ تیغ کرے، اس نے مکہ ومدینہ اور حجاز میں یہ گھناؤنے افعال انجام دیئے اور معاویہ کی طرف سے ''بحر'' کا والی وحاکم مقرر ہوا۔ یمن میں عبید اللہ بن عباس کے دو بچوں کو تہہ تیغ کیا۔ دارقطنی کا بیان ہے: وہ صحابی رسولؐ تھا لیکن بعد رسولؐ دین پر قائم نہ رہ سکا یعنی مرتد ہو گیا۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے: معاویہ نے ۳۷ھ میں بسر کو حاکم بنایا، اس نے مدینہ میں داخل ہو کر بیعت لی پھر مکہ اور وہاں سے یمن آ کر عبید اللہ کے دو بچوں کو مظلومانہ قتل کیا۔ زہری کی روایت کے مطابق: ۳۹ھ میں معاویہ نے اسے اس کام پر مامور کیا۔ وہ معاویہ کی طرف سے بغرض تبلیغ مدینہ آیا۔ وہاں عمرو بن عوف کے بھائی زرارہ بن خیرون کے گھر کو آگ لگا دی۔ رفاعہ بن رافع اور عبد اللہ بن سعد کے گھر بھی اس آتشیں جنایت سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس کے بعد مکہ ویمن کا رخ کیا اور وہاں عبد الرحمن بن عبید اور عمرو بن ام اروا کہ کو قتل کیا۔ ابن سعد کے بقول: یہ تمام واقعات اس لئے پیش آئے کیونکہ معاویہ نے اس سے کہا تھا کہ جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ علی کا فرمانبردار ہے اسے قتل کر دو۔

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۳ ص ۲۲۰۔۲۲۴ (ج ۱۰ ص ۱۴۴۔۱۵۶ نمبر ۸۷۲)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۸۲۔۱۸۴)

اس نے ایک ہفتہ تک مدینہ میں قیام کیا، جس کے بارے میں کہا جاتا کہ اس نے عثمان کے خلاف نصرت کی ہے، اسے قتل کر دیتا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان بنی کعب کے ایک گروہ کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو کنویں میں ڈال دیا۔ یہ تمام واقعات حضرت علی کی شہادت کے بعد وقوع پزیر ہوئے۔

ابن یونس کہتے ہیں: عبید اللہ بن عباس نے اپنے دو فرزند ''عبد الرحمٰن اور قثم'' کو بنی کنانہ کے ایک شخص کے سپرد کیا تھا، یہ دونوں بہت چھوٹے تھے۔ جب بسر بنی کنانہ پہونچا تو اس نے ان دونوں کو قتل کرنا چاہا۔ ایک کنانی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو گھر میں داخل ہوا اور سر پا برہنہ ہی حملہ کرنے والوں پر اپنی تلوار کھینچ لی۔

وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

اللیث من یمنع حافات الدار　　　ولا یزال مصلتا دون الدار

الا فتی اروع غیر غدار

''شیر تو وہ ہے جو اپنے گھر کے حریم کا دفاع کرے، وہ ہمیشہ شمشیر بکف ہو کر اپنے پڑوسیوں کا دفاع کرتا ہے اور یہ وہی جوان کر سکتا ہے جو خوش شکل، حیرت آنگیز اور دلاور ہو، غدار نہ ہو''۔

یہ دیکھ کر بسر نے کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ بخدا ہم تجھے مارنا نہیں چاہتے تو خود کو ھلاک کر رہا ہے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے پڑوسی کے پہلو میں مارا جاؤں گا تا کہ خدا اور لوگوں کی نظروں میں سرخرو ہو سکوں۔ چنانچہ وہ قتل ہو گیا، بسر نے ان دونوں بچوں کے سر ان کے بدن سے جدا کر دیئے۔ بنی کنانہ کی عورتیں باہر نکل پڑیں۔ ایک نے کہا: اے ملعون! تو نے مردوں کو قتل کیا اب بچوں کو کیوں قتل رہا ہے، خدا کی قسم! عہد جاہلیت اور نہ ہی اسلام میں بچے ایسے قتل نہیں کئے گئے۔ بخدا جس حکومت میں بچوں، بزرگوں کے قتل اور حقوق الناس سے دریغ نہ کیا جائے وہ حکومت تباہ کار ہے۔ بسر نے جواب میں کہا: خدا کی قسم! میری تو یہ خواہش تھی کہ تم عورتوں کو بھی قتل کر دوں۔ اس نے کہا: میں بھی اس عورت کی بہن ہوں جسے تو نے قتل کر دیا ہے لہذا تیری طرف سے امان کی امید بیکار ہے۔

اصابہ میں ہے: بسر بنی ارطاۃ نے عمرو بن عمیس کو بھی اسی حاکیت کے دوران قتل کیا۔(۱)

واقعہ کا تفصیلی جائزہ

بسر بن ارطاط ایک سنگ دل اور خوانخوار انسان تھا، اس کے دل میں مہربانی اور ہمدردی کی ہلکی سی بھی رمق نہیں تھی۔ معاویہ کے حکم کے مطابق حجاز، مکہ ومدینہ سے ہوتا ہوا یمن پہنچا۔ معاویہ نے حکم دیا تھا کہ جہاں کے لوگ بھی علیؑ کے پیروکار ہوں وہاں پہنچ کر ان سے بدکلامی کرو انہیں اتنا برا بھلا کہو کہ فرار کے تمام راستے مسدود ہو جائیں، تم ان کے جان ومال پر مسلط ہو جیسے چاہو استعمال کرو، پھر ان سب کو بیعت کی دعوت دو جو مخالفت کرے اسے قتل کر دو، علیؑ کے شیعہ جہاں نظر آئیں انہیں تہہ تیغ کر دو۔

ابراہیم ثقفی ۲۸۳ھ کے واقعات نقل کرتے ہوئے الغارات میں لکھتے ہیں: معاویہ نے بسر بن ارطاط کو تین ہزار لشکر کے ہمراہ روانہ کرتے ہوئے کہا: جاؤ، مدینہ میں لوگوں کو جمع کر کے جس کی چاہو اہانت کرو، جن لوگوں نے ہماری پیروی سے گریز کیا ہے انہیں تاراج کر دو، مدینہ میں اعلان عام کر دو کہ سب مارے جائیں گے، کسی کو تیرے ہاتھ سے امان نہیں، ان کے عذر کو قبول نہ کرو جب تک انہیں یقین نہ ہو جائے کہ بیعت کی مخالفت کرنے والے تمام لوگ قتل کر دیے جائیں گے۔ وہاں سے مکہ جاؤ لیکن وہاں کے لوگوں پر کسی قسم کی پابندی عائد نہ کرو، وہاں سرراہ افراد کو دھمکاؤ کہ وہ راہ فرار اختیار کریں پھر وہاں سے صفا پہنچو وہاں ہماری دولت اور جاننے والے ہیں، انہوں نے ہمیں خط لکھا ہے۔

بسر سپاہیوں کے ہمراہ روانہ ہوا جہاں بھی جاتا وہاں کے لوگوں کی سواریاں چھین کران پر سوار ہوتا، اس کے سپاہی بھی دوسروں کی سواریاں چھین کران پر سوار ہوتے اور اپنے اونٹوں کو چھوڑ دیتے تھے، ایسی ہی چھچھوری حرکتیں کرتا ہوا مدینہ پہنچا، قبیلہ ''قضاعہ'' ان کے استقبال کو آیا، انہوں نے اس کے استقبال میں اونٹ کی قربانی پیش کی۔ اس طرح وہ مدینہ میں داخل ہوا حاکم مدینہ ''ابوایوب انصاری'' کو جب

۱۔ الاصابہ ج۳ ص۹

معلوم ہوا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ بسر نے لوگوں کو مخاطب کر کے انہیں برا بھلا کہا، ڈرایا، دھمکایا۔ پھر کہا: رخساروں کے رنگ تاریک ہوگئے، خداوند عالم نے اس قریہ کی مثال پیش کی جہاں کے لوگ صاحب ایمان تھے، گوناگوں نعمتوں سے بہرہ مند تھے، خداوند عالم نے یہ مثال تم پر صادق فرمائی ہے، تم لوگ ہجرت رسولؐ کے اس شہر میں رہتے ہو کہ جہاں رسول اسلامؐ کا گھر، ان کا مرقد مطہر اور دوسرے خلفاء کے گھر ہیں لیکن تم نے خدا کی اس عظیم نعمت کا شکریہ ادا نہیں کیا، اپنے رسول کے حقوق کی رعایت نہیں کی، تم ہی ہو جن کے درمیان خلیفہ خدا قتل ہوئے، تم میں سے کچھ لوگ ان کے قتل اور بعض ان پر سب وشتم کرنے میں شریک رہے، جب تمہارے پاس مومنین آئے تو کہنے لگے: کیا ہم تمہارے ہمراہ نہیں تھے، کافروں کے پاس پہنچ کر کہا، ہم نے ہی تم سے نبرد آزمائی کی اور مومنین کو اذیت پہنچانے سے باز رکھا۔

اس کے بعد اس نے انصار کو برا بھلا کہنے لگا: اے یہودیو، اے غلاموں کے فرزندو، اے بنی زریق، اے بنی نجار، بنی سالم اور اے بنی عبد اشہل! خدا کی قسم، تم پر ایسی بلا نازل کروں گا کہ مومنین اور آل عثمان کے دل کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ انہیں اتنا دھمکایا کہ ڈر سے کانپنے لگے کہ کہیں انہیں قتل نہ کر دیا جائے۔ وہ حویطب بن عبد العزی کے یہاں پناہ گزیں ہوئے، یہ شخص بسر کی ماں کا شوہر تھا، منبر پر جا کر قتل عثمان میں شریک نہ ہونے والے انصار رسول کو مخاطب کیا اور لوگوں کو بیعت معاویہ کی دعوت دی ،بعض لوگوں نے بیعت کر لی پھر منبر سے نیچے آ کر بہت سے گھروں میں آگ لگا دی جن میں زرارہ کا گھر سر فہرست ہے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری دستیاب نہ ہوئے تو کہا: اے بنی سلمہ! جابر ابن عبد اللہ کہاں ہیں؟ جب تک جابر کو میرے حوالے نہ کرو گے امان میں نہ رہو گے۔ جابر ام سلمہ کے گھر میں پناہ گزیں تھے۔ ام سلمہ نے ان کی نشان دہی کرتے ہوئے کہا: جب تک بیعت نہ کرے امان نہ دو، پھر جابر سے کہا: جابر بیعت کر لو، دونوں نے جا کر بیعت کی۔

وہب بن کیسان کے طریق سے منقول ہے کہ میں نے جابر کو کہتے ہوئے سنا: میں بسر کے خوف سے فرار ہوا، اس نے میرے قبیلہ سے کہا تھا تم لوگ جب تک جابر کو میرے حوالے نہ کرو گے امان میں نہ

رہو گے۔ وہ سب میرے پاس آ کر کہنے لگے: آپ کو خدا کی قسم ہے بیعت کر لیجئے تا کہ آپ کے ہمراہ ہم بھی محفوظ رہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے قبیلہ کا خون نہ بہایا جائے، اگر یہ کام نہیں کریں گے تو ہم سب مارے جائیں گے اور ہمارے اہل بیت اسیر ہو جائیں گے۔ چنانچہ میں نے ایک رات کی مہلت مانگی، جب دن نمودار ہوا تو ام سلمہ کے گھر میں داخل ہو کر ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے بیٹے! جاؤ بیعت کر لو اور اپنے ساتھ ساتھ اپنے قبیلہ والوں کی حفاظت کرو میں نے تمہارے بھتیجے کو بھی یہی حکم دیا تھا، میں جانتی ہوں کہ یہ بیعت ضلالت و گمراہی ہے۔

ابراہیم کا بیان ہے: بسر کچھ دنوں تک مدینہ میں مقیم رہا، قیام کے دوران لوگوں سے کہا: میں نے تمہیں معاف کیا حالانکہ تم معافی کے لائق نہیں تھے، جن لوگوں کا امام ان کے سامنے قتل کیا جائے، انہیں معاف کر دینا اور ان کے سروں سے عذاب کو اٹھا لینا ممکن نہیں تھا، اگر چہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے، لیکن مجھے امید ہے کہ آخرت میں خداوند عالم کی رحمت نصیب نہ ہوگی۔ میں نے ابو ہریرہ کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے اس کی مخالفت سے پرہیز کرنا، پھر وہاں سے مکہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ولید بن ہشام روایت کرتا ہے: بسر مدینہ پہنچا اور منبر رسول پر جا کر کہنے لگا: اے مدینہ والو! تم نے ایک حاکم کا مقابلہ کیا اور عثمان کو خاک و خون میں آغشتہ کیا، خدا کی قسم! جس کا ہاتھ خون عثمان سے رنگین ہے وہ اسی مسجد میں قتل کیا جائے گا، پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: مسجد کے دروازوں پر نظر رکھو، یہ دیکھ کر عبد اللہ بن زبیر اور ابو قیس نے اٹھ کر خواہش کی کہ لوگوں کو معاف کر دے۔ اس کے بعد بسر مکہ روانہ ہوا اور مکہ کے نزدیک حضرت علیؑ کی طرف سے مکہ کے حاکم ''قثم بن عباس'' سے جنگ کی اور بالآخر مکہ میں داخل ہو گیا، مکہ والوں کو سخت وست کہا، پھر شیبہ بن عثمان کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے چلا گیا۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں: علی ابن مجاہد نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ اہل مکہ بسر کے مظالم سن کر بری طرح خوف زدہ ہوئے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبید اللہ بن عباس کے فرزند بھی اپنی ماں حوریہ بنت خالد بن کنانیہ کے ہمراہ خارج ہوئے، ان کے نام سلمان و داؤد تھے، یہ بھی بنی زہرا کے ہمراہ تھے، لیکن یہ دونوں بچے میمون بن حضرمی کے کنویں کے پاس گم ہو گئے۔ یہ میمون عدر بن حضرمی

کا بھائی تھا، چنانچہ بسر نے ان پر حملہ کر کے انہیں گرفتار کرلیا، ان کی ماں یہ اشعار پڑھ رہی تھی:

ھا من احسن یا بنی اللذ ین ھما   کاالدرتین تشظی عنھا الصدف

''ہاں! صدف میں موجود موتی کے مانند میرے دو فرزندوں کو کس نے دیکھا ہے؟''۔

ایک روایت کے مطابق ان دونوں بچوں کے نام ''عبدالرحمٰن وقثم'' تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں بنی کنانہ کے پاس تھے، وہیں سے گم ہوگئے۔ ایک رویت میں ہے کہ بسر نے ان دونوں کو یمن میں قتل کیا۔ عبدالملک بن نوفل نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ بسر وارد طائف ہوا، وہاں مغیرہ سے گفتگو کی، اس نے کہا: تم نے سچ کہا اور مجھے بہترین نصیحت کی ہے۔ رات وہیں گذاری اور پھر وہاں سے کوچ کر کے بنی کنانہ آیا، وہیں عبیداللہ بن عباس کے دو بچے اپنی ماں کے ہمراہ موجود تھے، اس نے ان دونوں کو طلب کیا لیکن بنی کنانہ کا وہ شخص سامنے آیا جس کے حوالے یہ دونوں بچے کئے گئے تھے، اس کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ تھی۔ بسر نے اس سے کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، ہم تجھے مارنا نہیں چاہتے، خود ہی موت کے منھ میں کیوں جانا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: مجھے میرے پڑوسیوں کے سامنے قتل کردو تا کہ خدا اور لوگوں کے سامنے سرخرو ہوسکوں۔ پھر اپنی تلوار سے بسر اور اس کے ساتھیوں پر یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا:

آلیت لا یمنع حافات الدار   ولا یموت مصلتا دون الجار

الا فتی اروع غیر غدار

''میں نے قسم کھائی ہے کہ اس گھر کی ضرورتوں کو پورا کروں گا جو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ تلوار اٹھاتا ہے اور دفاع کرتا ہے وہ مرتا ہے تو شجاع، خوش شکل اور دلاور ہوتا ہے، غدار نہیں ہوتا''۔

وہ جنگ کرتے ہوئے مارا گیا، پھر ان دونوں بچوں کو لایا گیا اس نے انہیں بیدردی سے قتل کردیا، یہ دلخراش منظر دیکھ کر بنی کنانہ کی عورتیں باہر آگئیں اور چلانے لگیں: تم نے مردوں کو قتل کیا، ان بچوں کا قصور کیا تھا، خدا کی قسم! جاہلیت واسلام میں ایسا ظلم نہیں دیکھا گیا، بخدا جو حاکم شیرخوار بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرے اور قطع ارحام کے لئے حکومت کرے ایسا حاکم مستحق لعنت ہے، وہ ذلیل ہے۔ بسر نے کہا:

خدا کی قسم! میں تو تم عورتوں کو بھی تہہ تیغ کر دینا چاہتا تھا۔ وہ عورت چلائی: خدا کی قسم! میری نظر میں یہ کام اس سے بہتر ہے۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں کہ بسر طائف سے نکل کر نجران آیا اور عبداللہ بن عبد مدان اور ان کے فرزند مالک کو قتل کیا، یہ عبداللہ، عبیداللہ بن عباس کے داماد تھے۔ پھر لوگوں کو جمع کر کے انہیں اس طرح خطاب کیا: اے یہودیو، اے میمونیوں کے بھائیو! خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم نے میری خواہش کے بر خلاف عمل کیا ہے تو ایسا کام کروں گا کہ روئے زمین سے تمہاری نسل منقطع ہو جائے گی، تمہاری کھیتیاں غارت اور تمہارے گھر ویران ہو جائیں گے۔ ایک لمبی دھمکی دی، پھر ارحب میں داخل ہوا اور وہاں ابو کرب کو قتل کیا جو خود کو شیعہ کہتے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ ان تمام لوگوں کے سردار تھے جو ہمدان میں زندگی بسر رہے تھے۔ وہاں سے صنعاء پہنچا، عبیداللہ بن عباس اور سعید بن نمران نے وہ جگہ ترک کر دی، عبیداللہ نے عمر بن اراکہ ثقفی کو اپنا جانشین مقرر کیا، چنانچہ انہوں نے بسر کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہوئے جنگ کی لیکن مارے گئے۔ بسر نے صنعاء میں داخل ہو کر بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں: یہ اشعار عبد بن اراکہ ثقفی کے ہیں، مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عمر کی موت پر کہے تھے:

لعمری لقد اردی ابن ارطاط   بصنعاء کاللیث الھزبز ابی الاجر

تعزفان کان البکارد ھالکا   علی احد فاجھد بکاک علی عمرو

ولاتبک میتا بعد میت احبۃ   علی و عباس و آل ابی بکر

''میری جان کی قسم! ارطاط کے جننے نے ایسے پہلوان اور شجاع کو مارا ہے جو نامور ہوشیار اور نیک بخت تھا، اگر گریہ وزاری کسی مقتول کی واپسی کا سبب ہوتی تو تمہیں چاہئے کہ عمر کے لئے گریہ کرو، لیکن پیروان علیؑ، عباس اور آل ابی بکر کی موت کے بعد کسی اور پر آنسو نہ بہاؤ''۔

ان کا بیان ہے: اس کے بعد بسر صنعا کی جانب روانہ ہوا اور حسان کے شیعوں کے ساتھ جنگ کی انہیں بری طرح شکست دی، پھر وہاں سے صنعا واپس آیا اور وہاں سو بوڑھوں کو مظلومانہ قتل کیا کیونکہ

عبیداللہ بن عباس کے دونوں فرزند، ابناء فارس سے تعلق رکھنے والی بنت بزرج نامی عورت کے گھر میں پناہ گزیں تھے، اسی لئے اس نے تین سو آدمیوں کو قتل کیا اور بہتوں کو آگ میں جھونک دیا۔ یزید بن مفرغ نے اس خونچکاں داستان سے متعلق چند اشعار کہے ہیں، جس کا ایک شعر ہے:

تـلـعـق مـن اسـمـاء مـا قد تعلقا　　　و مثل الذی لاقی من الشوق ارقا

''ایسے ایسے لوگوں کو قتل کیا اور قید کیا کہ جن کے لئے رات سے دن تک شب بیداری کرنی چاہئے''۔

وہ کہتے ہیں: حضرت علیؑ نے بسر کے بارے میں اس طرح بددعا فرمائی:

''خدایا! بسر نے اپنا دین دنیا کے بدلے بیچ دیا، وہ تیرے حریم کی توہین کرتے ہوئے تیری مخلوقات کی تباہی پر کمر بستہ ہو چکا ہے، خدایا! جن نعمتوں کو عطا فرمایا ہے اس سے چھین لے، اس سے اس کی عقل سلب کرنے کے بعد موت دے اور اپنی رحمت سے دور رکھ، خدایا! بسر، عمر اور معاویہ پر لعنت کر، اپنی خشونت ان کے شامل حال کر اور ان پر اپنا عذاب نازل فرما، ایسی سزا دے جو مجرموں سے مخصوص ہے''۔

اس بدعا کے بعد اس کی عقل تھوڑے ہی دنوں بعد جاتی رہی، اپنی تلوار سے بکواس کیا کرتا تھا، وہ کہتا تھا: مجھے تلوار دو تاکہ قتل و غارت گری کروں ہمیشہ یہی حالت رہی، لوگوں نے لکڑی کی تلوار بنا کر ایک تکیہ اس کے سامنے رکھ دیا، وہ اپنی تلوار سے اس تکیہ پر اس قدر ضربیں لگاتا تھا کہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا تھا، پھر اسی حالت میں واصل جہنم ہو گیا۔ (۱)

شرح ابن ابی الحدید (۲) میں ہے: ابوالحسن علی ابن محمد بن ابی سیف، ابوتراب اور ان کے اہل بیت کی فضیلت کے متعلق لکھتے ہیں: اس کے بعد خطباء ہر جگہ منبر پر جا کر حضرت علیؑ پر لعنت کرتے، معاویہ کو ہر تہمت سے منزہ بتاتے اور تمام گناہوں اور مظالم کو علیؑ و اہل بیت سے منسوب کرتے تھے۔ مرکز تشیع

۱۔ شرح بن ابی الحدید ج۱ ص۱۱۶۔۱۲۱ (ج۲ ص۷۔۱۸ خطبہ/۲۵

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج۳ ص۱۵ (ج۱۱ ص۴۴۔۴۵ خطبہ/۳۲

کوفہ والوں نے زیادہ مصائب ومتاعب کا سامنا کیا۔ معاویہ نے بصرہ اور کوفہ میں زیاد بن سمیہ کو مامور کیا، وہ شیعوں کو تلاش کرتا، حضرت علیؑ کی زندگی میں موجود افراد کی شناخت کر کے انہیں گرفتار کر لیتا تھا، شیعوں کو جہاں پاتا بے دریغ قتل کر دیتا تھا، انہیں بری طرح ڈراتا دھمکاتا، ان کے دست و پا کاٹ کر آنکھیں پھوڑ دیتا اور دار پر لٹکا دیتا تھا۔ معاویہ نے اپنے حکام کو لکھا کہ شیعوں اور خاندان علیؑ کو پناہ نہ دو یہ بھی لکھا کہ عثمان کے طرفداروں کو اہمیت دو، ان کی مجلسوں میں شرکت کرو، ان میں سے ہر ایک کا نام اور اس کی پوری تفصیل لکھ بھیجو، انہوں نے اس ذمہ داری کو انجام دیا۔ چنانچہ اکثر افراد عثمان کے مناقب وفضائل کو بیان کرنے کے لئے آگے آئے، معاویہ نے بھی ان پر تحفہ وتحائف کی بارش کر دی۔ غیر معروف اور مردود حکام کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ مناقب عثمان کے سلسلے میں قلم فرسائی اور تبلیغ کریں، جو ایسا کرتا فوراً ہی مقربین کی فہرست میں شامل ہو جاتا، اس کی شفاعت کی جاتی اور اس طرح وہ اپنی جگہ پر مستحکم ہو جاتا۔

پھر معاویہ نے اپنے حکام کو لکھا: عثمان کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں بیان کی گئیں اور مختلف شہروں اور علاقوں میں منتشر ہو چکی ہیں لہٰذا جیسے ہی یہ خط پہنچے لوگوں کو دوسرے خلفاء اور اصحاب کے مناقب سے آشنا کرو، مناقب علی کے سلسلے میں منقول کسی بھی روایت کو ترک نہ کرو بلکہ اسی کی نقیض جعل کرو تا کہ اس کا جھوٹا اور جعلی ہونا ثابت ہو سکے۔ یہ کام مجھے بہت پسند ہے، میری آنکھ روشن ہوگی اگر میں یہ دیکھوں گا کہ علیؑ کے طرفداروں کے دلائل باطل ہو رہے ہیں اور عثمان کے فضائل ومناقب کی تقویت ہو رہی ہے۔

اسی مضمون پر مشتمل ایک دوسرا حکم نامہ اپنے حکام کو صادر کیا: جو بھی علی اور ان کے اہل بیت کی دوستی ومحبت پر دلیل قائم کرے اسے حکومتی کام سے اخراج کر کے اس کے حقوق کو منقطع کر دو۔

اسی کے ساتھ ایک دوسرا حکم نامہ بھی ارسال کیا: جس شخص پر علیؑ کی دوستی کا الزام عائد ہو اسے سخت ترین اذیت سے دوچار کرو اور اس کی گردن مار کر اس کے گھر کو ویران کر دو۔ اس طرح عراق بالخصوص کوفہ کو مصائب ومظالم نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

زیاد نے سمرۃ بن جندب کو بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا، معاویہ نے اسے کوفہ و بصرہ کا حاکم بنایا تھا ۔زیاد چھ مہینے کوفہ میں رہا۔ سمرہ بھی ان افراد میں سے تھا جنہوں نے معاویہ کے حکم کے مطابق لوگوں کے قتل عام اور غارت گری میں افراط سے کام لیا تھا۔ طبری نے محمد بن سلیم سے روایت کی ہے کہ میں نے انس بن سرین سے پوچھا: کیا سمرہ کسی کے قتل کا مرتکب ہوا ہے؟ کہا: کیا سمرہ کے مقتولین کا احصاء کیا جا سکتا ہے؟ جب زیاد نے اسے بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور کوفہ سے واپس آیا تو سمرہ آٹھ ہزار افراد کو قتل کر چکا تھا۔ معاویہ نے اس سے پوچھا: کیا بے گناہوں کو قتل کرنے سے خوف زدہ ہو؟ ایسے افراد کو قتل کرنے میں کسی بات کی پرواہ نہیں۔ ابوالسوادعدوی نقل کرتے ہیں: اس نے ایک صبح میرے قبیلہ کے سینتالیس (۴۷) افراد کو قتل کیا اور یہ سب قرآن کی جمع وترتیب میں شامل تھے۔

اپنی سند سے عوف سے روایت کی ہے کہ سمرہ مدینہ سے آیا، جیسے ہی بنی اسد کے گھروں کے پاس پہنچا، اس قوم کا ایک مرد شجاع اس کے سامنے آیا، کچھ لوگوں نے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا، جب وہ اپنے خون میں غلطاں تھا سمرہ اس کے سر پر پہنچا، پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: اپنے قبیلے کا سردار ہے۔ کہا: اے لوگو! ہم جب اپنے مرکب پر سوار ہوں تو ہمارے نیزوں کی نوک سے ڈرو۔(۱)

معاویہ نے بیت المال سے چار لاکھ درہم سمرہ بن جندب کو اس لئے دیا تا کہ اہل شام کے درمیان تقریر کرے اور کہے کہ آیہ مبارکہ ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ، وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴾ ''انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں اور جب آپ کے پاس سے منہ پھیرتے ہیں تو زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کھیتیوں اور نسلوں کو برباد کرتے ہیں جب کہ خدا فساد کو پسند نہیں کرتا ہے''۔(۲) حضرت علی ابن ابی

۱۔تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۳۲ (ج ۵ ص ۲۳۷ حوادث ۵۰ھ)

۲۔بقرہ/۲۰۴۔۲۰۵

طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔اور آیہ مبارکہ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللهِ وَاللهُ رَئُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾''اورلوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو مرضی پروردگار کے لئے بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے''۔(۱) ابن ملجم مرادی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۲)

طبری نے عمر بن شبہ کے طریق سے نقل کیا ہے: زیاد کے ہلاک ہونے کے بعد سمرہ نے آٹھ مہینے بصرہ پر حکومت کی۔عمر کا بیان ہے کہ جعفر ضبعی نے مجھ سے کہا: معاویہ نے زیاد کے بعد سمرہ کو چھ مہینے بصرہ میں برقرار رکھا اور اسے معزول کر دیا۔سمرہ نے کہا: خدا معاویہ پر لعنت کرے، خدا کی قسم! میں نے معاویہ کی جتنی اطاعت کی ہے اگر خدا کی کرتا تو وہ مجھے عذاب نہ کرتا۔سلیمان بن مسلم عجلی کے طریق سے مروی ہے کہ اس نے کہا: میرے والد نے مجھ سے کہا: میں مسجد میں داخل ہوا، ایک شخص سمرہ کے پاس آیا، پہلے اس نے اپنے مالیات کی زکوٰۃ ادا کی پھر مسجد میں جا کر نماز پڑھی جب باہر آیا تو اتنی بے دردی سے اس کا سر قلم کیا کہ اس سر مسجد کے ایک طرف اور بدن دوسری طرف گرا۔ادھر سے گذرنے والے ابوبکر نے کہا: خداوند عالم فرماتا ہے:﴿قد افلح من تزکی﴾''جس نے زکوۃ دی اور خدا کا نام اپنی زبان سے لے کر نماز پڑھی وہ نجات پا گیا''۔(۳) میرے والد کا بیان ہے: میں اس بات کا گواہ ہوں کہ سمرہ اپنی موت سے قبل شدید سردی میں گرفتار ہوا اور بدترین حالت پر واصل جہنم ہو گیا۔نیز گواہی دیتا ہوں کہ اس نے بہت سے لوگوں کو جمع کیا، وہ اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھتا: تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہتا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، میں قبیلہ حروریہ(۴) سے بیزار ہوں۔اس بعد سمرہ سامنے آ کر اس کی گردن مار دیا کرتا تھا۔پھر وہ بیس پچیس دنوں کے بعد واصل جہنم ہو گیا۔(۵)

۱۔بقرہ/۲۰۷ ۲۔شرح ابن ابی الحدید ج۱ص ۳۶۱ (ج۴ص۷۳ خطبہ/۵۶)

۳۔الاعلیٰ/۱۴

۴۔حروریہ خوارج کا ایک گروہ ہے، جو کوفہ کے نزدیک ''حروراء'' نامی جگہ سے منسوب ہے۔

۵۔تاریخ الامم والملوک ج۶ص۱۶۴ (ج۵ص۲۹۱۔۲۹۲ حوادث ۵۳ھ)

زیاد بن سمیہ ان حکام میں سے ہے جنہوں نے آل اللہ کے پیرو کاروں اور چاہنے والوں پر ظلم وستم کو اپنا شعار بنالیا تھا، زیاد جن مظالم اور ہولناک جنایتوں کا مرتکب ہوا، وہ صفحۂ تاریخ میں محفوظ ہیں، ان کے تکرار کی چنداں ضرورت نہیں، ایسے مظالم اس جیسے انسان سے بعید نہیں ہیں، یہ تباہ کار اور خائن سمیہ کا پروردہ تھا، کوزے سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں موجود ہوتی ہے۔ کانٹوں سے انگور کی امید قطعی احمقانہ ہے۔

بے شک رسول خداؐ نے دو عظیم فرزند اور ان کے والدین کے متعلق کتنی اچھی بات بیان فرمائی ہے کہ سعادتمند اور پاک نسب افراد ہی ان سے محبت کریں گے اور پست نسب افراد ہی ان سے دشمنی کریں گے۔ گذشتہ افراد اپنی اولاد کو حضرت علیؑ کی محبت و دوستی کے ذریعہ آزماتے تھے، اگر کوئی ان سے محبت نہیں کرتا تو معلوم ہوجاتا کہ یہ ترقی نہیں کرسکتا۔ لہذا اس نطفہ حرام، ذلیل انسان پر تعجب نہیں کہ اس نے امام حسنؑ کو توہین آمیز خط لکھ کر ایک شیعہ علیؑ کی شفاعت کو مسترد کردیا۔

ابن عساکر لکھتے ہیں: حبیب ابن عبد شمس کا غلام سعد بن سرح حضرت علیؑ کا چاہنے والا تھا، جب زیاد کوفہ آیا تو اس نے سعد کو دھمکایا اور اپنے پاس بلایا لیکن وہ امام حسن بن علیؑ کے یہاں پناہ گزیں ہوگئے، زیاد نے ان کے بھائی بچوں اور بیوی کو مورد عتاب قرار دیتے ہوئے زندان میں ڈال دیا اور ان کا تمام مال ومتاع ضبط کرلیا، اس صورت حال کے پیش نظر امام حسنؑ نے زیاد کو لکھا:

''حسن ابن علیؑ کی جانب سے زیاد کو، تو ایک ایسے مسلمان کو پریشان اور مبتلائے مصائب کررہا ہے جس کا خیر وشر مسلمانوں کے خیر وشر سے جدا نہیں ہے، تو نے اس کا گھر ویران کیا، مال ومتاع چھین لیا اور افراد خاندان کو زندان مین ڈال دیا ہے، لہذا یہ خط پہنچتے ہی اس کا گھر آباد کر اور تمام مال ومتاع اور افراد خاندان کو واپس بھیج دے اس لئے کہ میں نے اسے پناہ دی ہے اور میں اس کی شفاعت کررہا ہوں''۔

زیاد نے جواب میں لکھا:

زیاد بن سفیان کی طرف سے حسن بن فاطمہ کو۔ امابعد! تمہارا وہ خط جس میں تم نے اپنی برتری

جتائی ہے اور چند تقاضے کئے ہیں، موصول ہوا۔ میں بادشاہ ہوں اور تم ایک عام انسان، تم نے ایک ایسے فاسق کی سفارش کی ہے کہ ذلت وپستی کی وجہ سے قابل ذکر نہیں، ازیں بدتر کہ وہ تمہیں اور تمہارے باپ کو دوست رکھتا ہے، میں جانتا ہوں کہ تم نے اسے برے ارادے سے اپنے یہاں پناہ دی ہے، خدا کی قسم! اسے پناہ نہ دو، اگر وہ تمہارے گوشت پوشت کا حصہ بھی بن جائے پھر بھی وہ تمہارا دوست نہیں، میری نظر میں پسندیدہ اور لذیز گوشت وہ ہے جو تمہارے گوشت سے متصل ومربوط ہو، اس شخص کو اس کے جرم کی وجہ سے ایسے شخص کے حوالے کردو جو تم سے بہتر ہے، اگر اس کے گناہوں سے صرف نظر بھی کرلوں پھر بھی تمہاری شفاعت کو قبول نہیں کیا ہے اور اگر اسے مار ڈالوں تو سمجھ لو کہ تمہارے باپ کی محبت میں قتل کیا ہے والسلام''۔(۱)

زیاد لوگوں کو اپنے محل میں جمع کر کے حضرت علیؑ پر لعنت کی تشویق کرتا تھا۔ بیہقی کی عبارت کے مطابق: لوگوں کو حضرت علیؑ سے کنارہ کشی کے لئے لالچ دیتا تھا، لوگوں سے صحن مسجد بھر جاتا تھا۔ جو لوگ شرکت سے پرہیز کرتے تھے انہیں تہہ تیغ کر دیتا تھا۔

ابن جوزی کی منتظم میں ہے: زیاد نے کوفہ میں آکر منبر سے اہل کوفہ کو اپنے پاس جمع کیا اور اسی وقت اسی (۸۰) افراد کے ہاتھ قلم کردیئے۔ اس نے ان کے گھروں کو ویران اور ان کے خرما کے درختوں کو آگ لگانے کا ارادہ کیا، چنانچہ جب پوری مسجد بھر گئی تو اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ سب حضرت علیؑ سے برأت کریں، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ ایسا ہرگز نہیں کریں گے، اس نے اسی عزم بالجزم کو ان کے قتل وغارت کا وسیلہ قرار دیا۔ عبدالرحمٰن بن سائب نقل کرتے ہیں کہ میں بھی گروہ انصار کے ہمراہ صحن مسجد میں حاضر کیا گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں، اچانک میں نے ایک سفید شی کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا، سوال کیا؛ تو کون ہے؟ کہا: میں صاحب قدرت کا فرستادہ ہوں مجھے مامور کیا گیا ہے کہ میں اس قصر کے مالک کو گرفتار کروں۔ خوف ودہشت سے میری

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج۵ص ۴۱۸ (ج۱۹ص ۱۹۸ نمبر ۲۳۰۹؛ مختصر تاریخ دمشق ج۹ص ۸۶)؛ شرح بن ابی الحدید ج۴ص ۷۲،۷ (ج۱۶ص ۱۸ نامہ ۳۱/۱؛ ص ۱۹۴ نامہ ۴۴/)

آنکھ کھل گئی، تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک شخص نے اعلان کیا کہ سب واپس چلے جائیں امیر کو مرض لاحق ہو گیا ہے۔

- عبداللہ بن سائب کہتا ہے:

ما کان منتهيا عما اراد بنا حتى تاتى له النفاد ذو الرقبه

فاسقط الشق منه ضربة تثبتت لما تناول ظلما صاحب الرحبه

''ابھی ہم پر کئے گئے ظلم و جنایت کا خاتمہ بھی نہیں ہوا تھا کہ سب سے بڑی قدرت اس کے سر پر پہنچ گئی، چنانچہ جس نے صاحب رحبہ (حضرت علیؑ) کی ہتک حرمت کی تھی، وہ اچانک ایک ہی ضرب سے تباہی گھاٹ لگ گیا۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

میرے ساتھ آیئے تا کہ ان سیاہ اوراق کو جو ہر طرح کی ضلالت و گمراہی اور فسادات و مہلکات سے پر ہیں، پڑھیں اور دیکھیں کہ کیا درخشاں شریعت، انسانی ناموس اور عدل و انصاف کے ترازو میں ان مظالم کا جواز پایا جاتا ہے؟ ہند کے اس ذلیل بیٹے نے جن مظالم کا دہانہ کھولا ہے کیا تاریخ کا کوئی بھی ظالم ان کا مرتکب ہوا ہے؟ آپ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر رہیں گے، ایسے مظالم نہ صرف دین حنیف کی کسی فرد سے سننے میں نہیں آئے بلکہ تھوڑی بہت رمق انسانت سے بہرہ مند انسان بھی ایسے مظالم سے پناہ مانگتا ہے اور ان کے ارتکاب کو ننگ و عار محسوب کرتا ہے۔ ان مظالم کے بعد بھی کیا معاویہ اس آیۂ کریمہ کا مصداق ہوسکتا ہے؟

﴿ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ ﴾ ''محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحم دل ہیں، تم انہیں

۱۔ مروج الذہب ج۲ ص۶۹ (ج۳ ص۳۶۔۳۷)؛ المحاسن والمساوی بیہقی ج۱ ص۳۹ (ص۵۴۔۵۵)؛ مسعودی اور بیہقی نے لکھا ہے کہ صاحب رحبہ سے مراد ''علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۲۸۶ (ج۱۶ ص۱۸ نامہ/۳۱؛ ص۱۹۴ نامہ/۴۴)

دیکھو گے کہ بارگاہ احدیت میں سرخم کیئے ہوئے سجدہ ریز ہیں. اوراپنے پروردگار سے فیض وکرم اوراس کی خشنودی کے طلبگار رہیں. کثرت سجود کی بنا پران کے چہروں پرسجدہ کے نشانات پائے جاتے ہیں''۔(۱)

کیا آپ ہند کے جنے کو مومنین کے اس گروہ سے خارج نہیں سمجھتے ؟ بے شک وہ نہ رسول خداؐ کے ہمراہ تھا اور نہ ہی ان کے اہل بیتؑ اور چاہنے والوں سے محبت کا قائل تھا، بلکہ وہ ان افراد میں سے تھا جنہوں نے ان سے دشمنی کی، انہیں قتل کیا اوران پر سب وشتم کرتے ہوئے ان کی ہتک حرمت کی۔ یہ حدوداسلام سے خارج ہے۔معاویہ نے صرف امت پیغمبر کے برآبردہ افراد ہی پرظلم نہیں ڈھایا بلکہ سجدہ گزار، عابدشب زندہ دار اور خوشنودی خدا کے حقیقی عاشق بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے، ایسے مقام پر صرف انصاف ہی فیصلہ کرسکتا ہے۔

یہیں سے عثمان کے قاتل طاق نسیاں کی زینت بن جاتے ہیں اورتمام تر گناہ حضرت علیؑ ولایت سے منسوب کردیا جاتا ہے کہ خداوند عالم نے اپنی ولایت کوان کی اور رسول خداؐ کی دوستی سے متصل رکھا ہے، ان کی محبت کوخدااوررسولؐ کی محبت کے ہم پلہ قرار دیا ہےاوران کی اطاعت ومودت کوان لوگوں کے لئے اجررسالت کاعنوان رکھتی ہے جن کی اطاعت واجب قراردی ہے۔

معاویہ اوراس کے زرخرید چمچے حضرت علیؑ اوران کے شیعوں کے علاوہ کسی اور سے دشمنی کے قائل نہیں تھے، انہوں نے ایسے گھناؤنے اعمال وافعال انجام دیئے جنہیں صرف وہی انجام دے سکتا ہے جو دین سے منحرف ہواور خدا کا دشمن ہو۔ معاویہ نے حکومت کی باگ ڈور، مردود ومطرود''مروان''، قبیلہ ثقیف کا بدترین انسان''مغیرہ بن شعبہ''اورقریش کے دوسرے فاسق وفاجر جوانوں کے حوالے کردی تھی، نیز بسر بن ارطاط، مروان بن حکم، سفیان بن عوف، نعمان بن بشیر، ضحاک بن قیس، سمرہ بن جندب جیسے پست افرادشامل ہیں۔

وہ ان ذلیل انسانوں کوخدا کے بندوں پرمسلط کرتا تھا حالانکہ وہ انہیں اچھی طرح پہچانتا تھا لیکن پھر بھی رسول خداؐ کی حدیث پرکوئی توجہ نہیں دیتا تھا کہ آپ نے فرمایا: اگرکوئی مسلمان کی حاکمیت قبول

---

(۱) فتح/۲۶

کرے اور کسی انسان کو کسی کام پر مامور کرے اور وہ جانتا ہو کہ بندگان خدا میں ایسے افراد بھی ہیں جو کتاب خدا و سنت رسولؐ سے اس سے زیادہ واقف ہیں تو اس نے خدا اور سول اور مومنین سے خیانت کی ہے۔(۱)

یہ سب گھناؤنے افعال انجام دیتے اور معاویہ کے حکم سے مختلف قسم کے گناہوں میں ملوث رہتے تھے لیکن اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی تھی، اس کی نظر میں دین نے ان کاموں کی ممانعت نہیں کی ہے۔ چنانچہ اس نے مکہ مکرمہ جیسے شہر پر حملہ کرنے کا حکم دیا، جسے خداوند عالم نے اس میں مقیم تمام افراد حتی کافروں کے لئے امن کی جگہ قرار دی ہے، اس میں انسان وحیوانات، پرندے اور نباتات سب کو محترم شمار کرتے ہوئے ان پر دست درازی کو حرام قرار دیا ہے۔

یہ وہی شہر ہے کہ جب رسول خداؐ نے اسے فتح کیا تو خداوند عالم نے کفر والحاد کا پرچم دار ''ابوسفیان'' اور دوسرے افراد کو بھی امان دیا اور دوسرے ایام میں بھی اس کی عظمت و بزرگی کی رعایت فرمائی۔

آپ نے فرمایا: یہ وہ شہر ہے کہ خداوند عالم نے خلقت زمین و آسمان کے وقت ہی سے اسے محترم قرار دیا، روز قیامت تک یہ شہر 'حریم الٰہی' میں داخل ہے، مجھ سے قبل کسی پر یہاں قتل و غارت حلال نہیں تھی، میرے لئے بھی صرف چند گھنٹے حلال تھا، خدا کے حکم سے قیامت تک کے لئے یہ حرام ہے، اس کا ایک کانٹا بھی نہیں کاٹنا چاہئے، اس شہر میں شکار حرام ہے، زمین پر پڑی ہوئی ہر چیز کو چند مقامات کے علاوہ اس کے مالک تک پہونچانا ضروری ہے''۔(۲)

رسول خداؐ نے فرمایا: ''شہر مکہ کو خدا نے محترم قرار دیا ہے، لوگوں نے نہیں۔ جو شخص خدا اور سول پر ایمان رکھتا ہے اسے یہاں خونریزی کا حق حاصل نہیں، اگر کوئی خدا سے جنگ کی اجازت مانگے تو کہہ دو کہ رسولؐ سے جنگ نہیں کرسکتا، خدا نے صرف رسول کو اجازت مرحمت فرمائی ہے، مجھے بھی صرف ایک

۱۔ مجمع الزوائد ج۵ ص۲۱۱

۲۔ صحیح بخاری، باب لا یحل القتال بمکۃ ج۳ ص ۱۶۸ (ج۲ ص ۶۵۱ ح ۱۷۳۷)؛ صحیح مسلم ج۴ ص ۱۰۹ (ج۳ ص ۱۶۰ ح ۴۴۵ کتاب الحج)

گھنٹہ اجازت دی گئی ہے، مکہ کا احترام کل کی طرح برقرار ہے جو حاضر ہے وہ اس حکم کو غائبین تک پہنچادے''۔(۱)

ہند کے جننے نے حکم دیا تو لوگوں نے مدینۂ رسولؐ کا محاصرہ کیا گیا، وہاں کے لوگوں کو بری طرح ڈرایا، دھمکایا گیا اور طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں، معاویہ نے حکم دیا تو اس کے چچوں نے گھوم گھوم کر حضرت علیؑ کے شیعوں کو گرفتار کیا، حالانکہ اسلام میں مدینہ منورہ کا احترام پوری طرح آشکار ہے، رسول خداؐ نے مختلف روایتوں میں اس کی وضاحت فرمائی ہے:

''مدینہ ایک حرم ہے جو بھی برا کام کرے یا کسی کناہگار کو اس میں پناہ دے تو خدا اور رسولؐ اور فرشتے و مومنین اس پر لعنت کرتے ہیں، ایسے شخص کی توبہ قابل قبول نہیں، مسلمانوں کے حقوق مساوی ہیں، اگر کوئی مسلمان پیمان شکنی کرے تو خدا، فرشتوں اور تمام مسلمانوں کی اس پر لعنت ہو، ایسے شخص کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی''۔(۲)

''کوئی شخص اہل مدینہ پر مکروفریب اور سازش نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ اس طرح نابود ہوجاتا ہے جیسے نمک پانی میں''۔(۳)

''جو شخص اہل مدینہ پر ضرر رسانی کا ارادہ کرے خداوند عالم اسے پانی میں نمک کی مانند ختم کردیتا ہے''۔(۴)

''خدایا! ابراہیمؑ نے مکہ کو محترم قرار دیا ہے میں نے بھی مدینہ کو حرمت مکہ ومنی کی طرح محترم قرار دیا ہے۔ خبردار! یہاں خونریزی و جنگ کے لئے اسلحہ اندوزی نہ کی جائے، یہاں کے درخت کاٹنے کا حق

۱۔ صحیح بخاری باب لایعضد شجر الحرم ج۳ ص۱۶۷ (ج۲ ص۶۵۱ ح/۱۷۳۵)

۲۔ صحیح بخاری ج۳ ص۱۷۹ (ج۲ ص۶۶۱ ح/۱۷۷۱)؛ صحیح مسلم ج۴ ص۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶ (ج۳ ص۱۶۷۔۱۶۹ ح/۴۷۰ کتاب الحج)؛ مسند احمد ج۱ ص۸۱، ۱۲۶، ۱۵۱؛ ج۲ ص۴۵۰ (ج۱ ص۱۳۱ ح/۶۱۶؛ ص۲۰۳ ح/۱۰۴۰؛ ص۲۴۴ ح/۱۳۰۰؛ ج۳ ص۲۰۲ ح/۹۵۱۵)؛ سنن بیہقی ج۵ ص۱۹۶؛ سنن ابوداؤد ج۱ ص۳۱۸ (ج۲ ص۲۱۶ ح/۲۰۳۴)

۳۔ صحیح بخاری ج۳ ص۱۸۱ (ج۲ ص۶۶۴ ح/۱۷۷۸)

۴۔ صحیح مسلم ج۴ ص۱۱۳ (ج۳ ص۱۶۶ ح/۴۶۰ کتاب الحج)

حاصل نہیں مگر یہ کہ کوئی ضروری کام لاحق ہو"۔(۱)

آنحضرت نے فرمایا: "جو بھی اس شہر (مدینہ) کے بارے میں برا ارادہ کرے تو خداوند عالم اسے پانی میں نمک کی طرح نابود کر دیتا ہے"۔ سعد کے الفاظ ہیں: جو مدینہ والوں کے بارے میں برا خیال رکھے تو خداوند عالم اسے پانی میں نمک کے طرح نابود کر دیتا ہے"۔(۲)

"مدینہ یہاں سے وہاں تک حرم ہے، اس کا ایک درخت بھی نہ کاٹا جائے اور نہ ہی کوئی گھناؤنا فعل (زنا) انجام دیا جائے، جو مدینہ میں ایسے اعمال کا مرتکب ہو، خداوند، فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں"۔(۳)

"مدینہ کے بارے میں برا ارادہ رکھنے والے ہر ظالم، ستمگر کو خداوند عالم نابود کر دیتا ہے اسی طرح جیسے نمک پانی میں ختم ہو جاتا ہے"۔ دوسری عبارت ہے: "جو بھی اہل مدینہ کے لئے برا ارادہ رکھے"۔(۴)

"خدایا! تو اسے ڈرا جو اہل مدینہ کو ڈرائے اور ان پر ظلم و ستم روا رکھے، ایسے شخص پر خدا، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اس کی توبہ قابل قبول نہیں"۔(۵)

"جو اہل مدینہ کو ڈراتا ہے، روز قیامت خدا اسے دھمکائے گا، اس کے اعمال اور توبہ قابل قبول نہیں"۔(٦)

"جو اہل مدینہ کو اپنے ظلم کے ذریعہ خوف زدہ کرے خدا اس پر لعنت بھیجتا ہے"۔(۷) ابن نجار کی

۱۔ صحیح مسلم ج۴ ص۱۱۷ (ج۳ ص۱۷۱ ح۴۷۵/ کتاب الحج)؛ سنن ابو داؤد ج۱ ص۳۱۸ (ج۲ ص۲۱٦ ح۲۰۳۵) روایت کے الفاظ مسلم کے ہیں۔

۲۔ صحیح مسلم ج۴ ص۱۲۱۔۱۲۲ (ج۳ ص۱۷٦۔۱۷۷ ح۴۹۳/ ۴۹۴ کتاب الحج)

۳۔ صحیح بخاری ج۳ ص۱۸۷ (ج۲ ص٦٦۱ ح۱۷٦۸)؛ سنن بیہقی ج۵ ص۱۹۷

۴۔ وفاء الوفاء سمہودی ج۱ ص۳۱ (ج۱ ص۴۴)

۵۔ وفاء الوفاء ج۱ ص۳۱ (ج۱ ص۴۵)

٦۔ وفاء الوفاء ج۱ ص۳۱؛ فیض القدیر ج٦ ص۴۰

۷۔ وفاء الوفا ج۱ ص۳۱ (ج۱ ص۴۵)؛ نقل از سنن کبری نسائی (ج۲ ص۴۸۳ ح۴۲٦٦)

عبارت ہے: ''جو اہل مدینہ کو ظلم کی وجہ سے خوف زدہ کرے تو خداوند عالم اس کی زندگی میں خوف وہراس بھر دیتا ہے اور خدا، فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں''۔

''جو اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے اس نے میرے دل کو خوف زدہ کیا ہے''۔

احمد نے مسند میں جابر بن عبداللہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک ظالم اور فتنہ پرور حاکم مدینہ میں داخل ہوا، اس وقت جابر کی بینائی زائل ہو چکی تھی۔ جابر سے کہا گیا: کیا اس حاکم سے دور ہو سکتے ہیں؟ وہ باہر آئے، اپنے دو فرزندوں کا سہارا لے کر راستہ طے کر رہے تھے۔ ایک پتھر سے ٹھوکر لگی اور ان کا پیر خون آلود ہو گیا۔ کہا: ایسا شخص نابود ہو جس نے رسول خدا کو خوف زدہ کیا ہے۔ ایک فرزند یا دونوں نے سوال کیا: والد گرامی! رسول اکرمؐ کو کیسے خوف زدہ کر سکتے ہیں جب کہ ان کی وفات ہو چکی ہے؟ کہا: میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے......''۔(۱)

میرے خیال سے متذکرہ حدیث میں جس حاکم کی نشاندہی کی گئی ہے وہ ''بسر بن ارطاط'' ہے چنانچہ سمہودی نے بھی یہ حدیث نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے۔(۲)

الکبیر میں طبرانی کی نقل کے مطابق رسول خداؐ نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو اذیت دے اس نے خدا کو اذیت پہنچائی ہے، خدا، فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں، اس کی عبادت اور توبہ قابل قبول نہیں''۔(۳)

جی ہاں! جب بسر معاویہ کے توسط سے امیر ہوا تو وہ ان تمام مظالم کا مرتکب ہوا، محرمات پر دست درازی کی، قتل و غارت گری کی، عورتوں کو اسیر کیا، معصوم بچوں کے سر قلم کئے، گھروں کو تباہ و برباد کیا، لوگوں پر طعن و طنز اور سب و شتم کے نشتر چلائے، رسول خداؐ اور ان کے حرم امن کے مجاورین کے حقوق پامال کئے اور ان کی توہین کی، حرم کے ان مجاورین کی توہین کی جو حرم خدا کی طرح محترم ہیں۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج ۳ص ۳۵۴(ج ۴ص ۳۲۲ح ۱۴۴۴۲/)

۲۔ وفاء الوفاء ج ۱ص ۳۱(ج ۱ص ۳۶ باب ۲/)

۳۔ معجم الکبیر(ج ۷ص ۱۴۳ح ۶۶۳۱/)؛ وفاء الوفاء ج ۱ص ۳۲(ج ۱ص ۳۶ باب ۲/)

حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِینَ یُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِیمٌ﴾ ''اور جو لوگ رسولخدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے واسطے دردناک عذاب ہے''۔(۱)

﴿إِنَّ الَّذِینَ یُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ﴾ ''یقیناً جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے''۔(۲)

وای ہو، دھتکار ہو اس شخص پر جو اتنا جسور ہو جائے کہ خدا اور رسولؐ کی دشمنی پر کمر بستہ ہو جائے اور اس کے دین کے خلاف قیام کرے۔

چنانچہ یزید نے بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر قدم رکھا اور گناہوں اور اہل مدینہ پر مظالم کے سلسلے میں اپنے باپ سے بھی چند قدم آگے نکل گیا۔ اس نے اپنے باپ کی وصیت کے پیش نظر مسلم بن عقبہ کو مامور کیا کہ اس مقدس سرزمین پر مظالم کا دہانہ کھول دے۔(۳)

ابن ابی خثیمہ نے ''جویریہ بنت اسماء'' سے نقل کیا ہے:

بزرگان مدینہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے، میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ جب معاویہ کا وقت نزاع آیا تو اس نے یزید کو بلا کر کہا: اگر اہل مدینہ تم سے مخالفت کریں تو مسلم بن عقبہ کو جس کی طرفداری کی میں تصدیق کرتا ہوں، وہاں مقرر کر دینا۔ جب یزید حاکم ہوا تو عبداللہ بن حنظلہ چند افراد کے ساتھ آئے، اس نے ان لوگوں کا بہت احترام کیا لیکن واپسی پر عبداللہ لوگوں کو یزید کے خلاف ورغلانے لگے اور اس کے عیوب کو بیان کرنے لگے، انہوں نے لوگوں کو یزید سے نبرد آزمائی کی دعوت دی، لوگوں نے بھی قبول کر لیا، اس صورت حال کے پیش نظر یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیج دیا.....الخ''۔(۴)

۱۔توبہ/۶۱

۲۔احزاب/۵۷

۳۔وفاء الوفاء ج۱ص۹۱ (ج۱ص۱۳۰باب۲)

۴۔بلاذری نے انساب الاشراب ۴ص۴۳ (ج۵ص۳۳۷) پر سمہودی کے حوالے یہ بات نقل کی ہے۔

حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں پر معاویہ کے مظالم

معاویہ نے ۴۰ھ میں مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا، جس وقت وہ حاکمیت سپرد کر رہا تھا، یہ باتیں مغیرہ کے گوش گذار کیں: جو شخص اس سے قبل حلم و بردباری کا حامل تھا، آج اس کا وقت آگیا ہے کہ اسے پوری طرح سمجھ لے۔ ملتمس کہتا ہے:

لذی الحلم قبل الیوم ما تقرع العصا　　وما علم الانسان الالیعلما

تمہاری خداداد بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے اور تعلیم کے بغیر غیب سے خدائی لیاقت کے پیش نظر آج چند سفارشیں تم سے کر رہا ہوں ایسی سفارشیں جن پر عمل پیرا ہونے سے میری تثبیت حکومت کے ساتھ ساتھ میرے عمومی امور بھی آسان ہو جائیں گے، میں تمہیں ایسی خصلت کی تاکید کرتا ہوں کہ جس کی وجہ سے تم علیؑ پر سب وشتم اور ان کی توہین کرنے سے چشم پوشی نہیں کرو گے اور عثمان پر شفقت ومہربانی کرتے ہوئے ان کے لئے طلب مغفرت کرو گے، تم اصحاب علیؑ پر لعنت کرنا، ان کی عیب جوئی کرنا اور ان کی باتوں پر ہرگز توجہ نہ دینا، اس کے برعکس عثمان کے طرفداروں کو تشویق کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی قربت حاصل کرنا اور ان کی باتوں کو غور سے سننا۔

مغیرہ نے کہا: میں آزمودہ کار ہوں میں نے اچھی طرح سیکھ لیا، آپ سے قبل بھی دوسروں کی خدمت کی ہے، عظمت و بلندی یا مسند حکومت سے کنارہ کشی مجھ پر اثر انداز نہیں ہوئی، آپ بھی مجھے آزمائیں گے اور بالآخر میری ستائش کریں گے یا مذمت۔

معاویہ نے کہا: انشاءاللہ ستائش کروں گا۔

چنانچہ مغیرہ نے سات سال چند ماہ کوفہ میں حکومت کی، اس کی سیرت اور روش زندگی قابل قدر تھی، عافیت وسلامتی کا شیدائی تھا لیکن اس نے حضرت علیؑ پر سب وشتم اور ان کی عیب جوئی کبھی ترک نہیں کی، عثمان کے قاتلوں پر ہمیشہ لعنت بھیجتا، عثمان کے لئے رحمت ومغفرت کی دعا کرتا اور ان کے اصحاب کی تعریف وتوصیف کیا کرتا تھا۔

حجر بن عدی نے اس طرز زندگی کا مشاہدہ کرنے کے بعد کہا: ''بلکہ تم لوگ خدا کی مذمت کر رہے ہو اور اس پر لعنت کے مرتکب ہو رہے ہو اس لئے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے ﴿کونوا قوامین بالقسط شهداء لله﴾ بنابریں میں گواہی دیتا ہوں کہ جن افراد کی تم مذمت اور عیب جوئی کر رہے ہو، وہ تعریف و توصیف کے مستحق ہیں اور جن کی مدح وستائش کر رہے ہو در حقیقت وہی مذمت کے لائق ہیں''۔

مغیرہ نے جواب میں کہا: اے حجر! تم پروا ہے ہو! امیر اور اس کے غم وغصہ سے ڈرو، اس لئے کہ بادشاہ کے غیظ وغضب نے تم جیسے بہتوں کو ہلاک کر دیا ہے۔

پھر وہ اس سے جدا ہو کر چشم پوشی اختیار کر لیتا تھا، زندگی اس طرح جاری تھی کہ اپنی حکومت کے آخری ایام میں ایک دن مغیرہ نے کھڑے ہو کر حضرت علیؑ اور عثمان کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: خدایا! عثمان بن عفان پر رحم کر اور ان کے گناہوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے انہیں بہترین جزا دے اسلئے کہ انہوں نے تیری کتاب پر عمل کیا، تیرے رسولؐ کی سنت کی پیروی کی اور ہم سب کو ایک مرکز پر متحد کیا، انہوں نے ہمارے خون کی حفاظت کی لیکن خود مظلومانہ قتل ہو گئے، خدایا! ان کے خون کی وجہ سے ان کے اصحاب وانصار اور دوستوں پر رحم کر۔ جب حضرت علیؑ پر پہنچا تو ان پر اور ان کے چاہنے والوں کی مذمت کرنے لگا۔

یہ سن کر حجر اپنی جگہ سے اٹھے اور ایسا نعرہ بلند کیا جسے مسجد کے اندر و باہر موجود تمام لوگوں نے سنا۔ حجر نے کہا: تو پیروی کی وجہ سے نہیں جانتا کہ کس کا شیدائی ہے، اے شخص! حکم دے کہ ہمارے حقوق اور مالیات ہمیں واپس کئے جائیں، یہ تیرا حق نہیں ہے تجھ سے قبل حاکم ان کی طمع نہیں کرتا تھا تو امیر المومنین کی لعنت کا حریص ہو چکا ہے اور مجرموں کی حمایت کرتا ہے۔

اس وقت دو تہائی سے زیادہ افراد نے کھڑے ہو کر بیک زبان کہا: خدا کی قسم! حجر صحیح کہتے ہیں، وہ حق پر ہیں تم حکم صادر کرو کہ ہمارے حقوق و مالیات واپس کئے جائیں ورنہ تمہاری باتیں ہم پر چنداں اثر انداز نہیں ہوں گی۔ لوگوں نے اتنا زیادہ طعن وطنز کئے کہ مغیرہ منبر سے نیچے آ کر محل میں داخل ہو گیا۔

اس کے ہوادار اجازت لے کر حاضر ہوئے۔ کہا: آپ اتنی چھوٹ ہی کیوں دیتے ہیں کہ یہ شخص

اپنے خیالات کا برملا اظہار کرے، جرأتمندانہ آپ کی حکومت کی توہین کرے اور امیر المومنین کو آپ کے خلاف غیظ و غضب سے بھر دے۔ عبداللہ بن ابی عقیل ثقفی نے سب سے پہلے حجر کے بارے میں سخت لہجہ اختیار کیا۔ مغیرہ اسے کافی اہمیت دیتا تھا۔ اس نے جواب میں کہا: میں نے اسے اس لئے مارا کیونکہ میرے اوپر حکومت کرنے والا حاکم میرے ساتھ بھی ایسے ہی پیش آئے گا، پہلی فرصت میں اپنے دشمن کو پکڑ کر مارے گا، لیکن میری موت نزدیک ہے اور میری حکومت ختم ہونے والی ہے، مجھے پسند نہیں کہ میں اس شہر کے برآوردہ شخصیتوں کو مارنا شروع کروں۔ دوسرے امان و آسائش میں رہیں اور میں بد بخت ہو جاؤں۔ معاویہ دنیا میں باعزت رہے اور مغیرہ آخرت میں ذلیل و خوار ہو جائے۔

مغیرہ ۵۱ھ میں ہلاک ہوا، اس کے بعد زیاد کوفہ و بصرہ کا حاکم ہوا۔ زیاد کوفہ آیا اور قصر میں داخل ہوا اور اپنا آدمی بھیج کر حجر کو بلوایا (اس سے قبل دونوں دوست تھے)۔ اس نے حجر سے کہا: میں مغیرہ کے ساتھ تمہاری روش سے آگاہ ہوں، وہ تمہاری حرکتوں کو برداشت کر جاتا تھا، لیکن خدا کی قسم! میں ایسی روش کو قطعی برداشت نہیں کروں گا۔ تم جانتے ہو کہ علیؑ کو کتنا دوست رکھتا تھا، خداوند عالم نے اس دوستی و محبت کو میرے دل سے نکال کر اسے کینہ و دشمنی سے بھر دیا تم یہ بھی جانتے ہو کہ معاویہ سے کتنی دشمنی تھی لیکن خدا نے اس دشمنی کو مہر و محبت میں تبدیل کر دیا ہے، میں تمہارا بھائی ہوں میرے پاس آؤ اگر دیکھو کہ میں لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں تو تم بھی بیٹھ جاؤ اور اگر دیکھو کہ میں موجود نہیں ہوں تو بیٹھ کر میرا انتظار کرو۔ میں ہر روز تم سے دو باتوں کا مطالبہ کرتا ہوں ایک وقت صبح اور دوسرے وقت شام۔ اگر اس پر قائم رہو گے تو تمہارے دین و دنیا دونوں محفوظ رہیں گے لیکن اگر دائیں بائیں منحرف ہوئے تو تم نے خود کو ہلاک کر لیا ہے، تمہارا خون میرے سامنے بہایا جائے گا، میں ظلم و جنایت سے قبل قصاص نہیں کروں گا اور بغیر دلیل کے کسی سے باز پرس بھی نہیں کروں گا، خدایا تو گواہ رہنا۔

حجر نے کہا: امیر مجھے اپنی خواہش کے برخلاف نہیں پائیں گے. وہ مجھے نصیحت کریں گے میں ان کی نصیحت کو قبول کروں گا۔ پھر باہر آ گئے۔

جب زیاد مسند حکومت پر براجمان ہوا تو لوگوں کو بلایا، صحن مسجد اور محل کے اطراف میں لوگوں کا جمع

غفیر تھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علیؑ سے بیزاری اور انحراف کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری کو لوگوں تک پہنچائے، اس نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، عثمان کے لئے دعائے مغفرت کی، ان کے ساتھیوں پر درود و سلام بھیجا اور ان کے قاتلوں پر لعنت کی۔ اس کے بعد حجر کھڑے ہوئے اور جس طرح مغیرہ کے سامنے گفتگو کی تھی اسی انداز میں گفتگو کا آغاز کیا، زیاد چھ مہینے کوفہ اور چھ مہینے بصرہ میں مقیم رہا، پھر بصرہ واپس لوٹ آیا، عمر بن حریث کو کوفہ میں اپنا جانشین بنایا، جب لوگوں نے اسے بتایا کہ حجر علیؑ کے شیعوں کو جمع کر کے آشکارا معاویہ پر لعنت کرتے ہیں، اس سے اظہار بیزاری کرتے ہیں اور عمر بن حریث سے منحرف ہو چکے ہیں تو یہ سن کر معاویہ کوفہ آیا اور قصر میں داخل ہوا، تھوڑی دیر کے بعد منبر پر گیا۔ اس وقت حجر سب سے آگے مسجد میں تشریف فرما تھے، ان کے ساتھیوں نے انہیں اپنے حلقہ میں لے رکھا تھا۔ چنانچہ معاویہ نے ڈرا دھمکا کر خطبہ پڑھنا شروع کیا: اما بعد، بالآخر ظلم و ستم اور گمراہی شدت اختیار کرتی جارہی ہے، لوگوں نے غرور و تکبر کو اپنا شعار بنالیا ہے مجھے امین کے طور پر شناخت کیا لیکن خداوند عالم سے جسارت کے مرتکب ہوئے، جب تک میں تمہارا علاج نہ کروں تم فلاح و بہبودی حاصل نہیں کر سکتے، اگر میں نے حجر کو کوفہ سے نکال باہر نہ کیا اور لوگوں کے لئے درس عبرت قرار نہ دیا تو میں نے کچھ بھی نہ کیا، اے حجر! تم پر تف ہے، ''عشا اپنے پیروں سے چل کر بھیڑئے کا نوالہ بنا گیا''۔

پھر سردار لشکر ''شداد بن ہیثم ہلالی کو حکم دیا کہ حجر کو میرے پاس لاؤ۔ وہ آیا تو حجر کے ساتھیوں نے کہا: وہ نہیں جائیں گے، ہم تم سے بیزار ہیں۔ انہوں نے نمائندہ لشکر کی توہین کی اور لعنت ملامت کی۔ اس کی اطلاع زیاد کو دی گئی، اس نے کہا: کوفہ والو! تم ایک ہاتھ سے اختلاف برپا کرتے ہو اور دوسرے ہاتھ سے امن و آشتی پھیلاتے ہو، تمہارے اجسام میرے اختیار میں ہیں لیکن تم لوگ تو اس پاگل احمق کے شیدائی ہوگئے ہو۔(۱)

تاریخ کامل کی عبارت ہے: اس نے کہا: تمہارے اجسام میرے ساتھ اور تمہارے قلوب احمق حجر کے ساتھ ہیں. خدا کی قسم! تمہیں ثابت کرنا ہوگا کہ تم لوگ اس سے بیزار ہو ورنہ ایسے گروہ کو تم پر مسلط

۱۔ تاریخ طبری (ج ۵ ص ۲۵۷ حوادث ۵۱ھ) کی عبارت ہے: الهجاجة الاحمق المذبوب۔

کروں گا جو تمہارے انحرافات کی اصلاح کرے۔(۱) لوگوں نے کہا: معاذ اللہ! ہم آپ کی اطاعت اور خوشنودی کے علاوہ کسی اور فکر میں نہیں ہیں۔ اس نے کہا: اگر ایسی بات ہے تو اٹھو اور اپنے قبیلہ میں موجود حجر کے ساتھیوں کو میرے پاس حاضر کرو۔ بہت سے لوگ حجر سے منحرف ہوگئے، زیاد نے سردار لشکر سے کہا: جاؤ حجر کو لاؤ، اگر نہ آئے تو اس سے اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کرو، انہیں تلوار کی نوک پر میرے پاس حاضر کرو۔

لشکر کے سردار نے آکر حجر کو آواز دی، ان کے ساتھیوں نے اس کی بات مسترد کردی، یہ دیکھ کر اس نے حملہ کردیا۔ ابوعمرطہ کندی نے حجر سے کہا: میرے علاوہ کوئی صاحب شمشیر نہیں جو آپ کا دفاع کرے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ اٹھئے اور اپنے قبیلہ سے ملحق ہوجایئے تاکہ وہ آپ کی حفاظت کریں۔ وہ اٹھے، اس وقت زیاد فراز منبر سے یہ ماجرا دیکھ رہا تھا، زیاد کے سپاہیوں نے ان کا محاصرہ کرلیا۔ بکر بن عبید نامی شخص نے حجر کے ایک ساتھی ''عمرو بن حمق'' کے سر پر ایک لکڑی سے ضرب لگائی۔ قبیلہ ازد کے دو افراد انہیں عبید بن موعد ازدی کے گھر لائے، ایک سردار نے عائذ بن حملہ تمیمی کا ہاتھ قلم کردیا اور ان کے دانت توڑ دیئے۔ انہوں نے ایک سردار کی تلوار چھین کر جنگ شروع کردی اور اس طرح حجر اور ان کے ساتھیوں کی حمایت کی۔ یہاں تک کہ وہ کندہ کے ایک دروازے سے نکل بھاگے۔

حجر، ابوعمرطہ کی ہمراہی میں ''دار حجر'' سے باہر نکل گئے، بہت سے لوگ ان کے پاس آئے لیکن قبیلہ کندی سے کوئی نہ آیا۔ فراز منبر پر موجود زیاد نے مذحج و ہمدان کو ''جبانہ کندہ'' کی جانب روانہ کیا اور حجر کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ اسی مقصد کے تحت دوسرے لوگوں کو یمن بھیجا، جب وہ آئے تو مذحج و ہمدان بھی کندہ میں داخل ہوئے اور جو بھی ہاتھ لگا اسے گرفتار کرلیا، زیاد نے ان کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کی۔

حجر نے قلتِ اصحاب کے پیش نظر جنگ سے دست بردار ہونے کا حکم دیا، کہا: تم لوگ اس کے مقابل ہو جس نے اپنے دشمنوں کو بھی تمہارے خلاف ورغلا رکھا ہے، میں نہیں چاہتا کہ مارے جاؤ۔ وہ

۱۔ تاریخ کامل (ج ۲ ص ۴۸۹ حوادث ۵۱ھ)

باہر نکلے، مذحج اور ہمدان نے انہیں دیکھ کر ان سے جنگ کی اور قیس بن یزید کو گرفتار کرلیا اور بقیہ لوگوں کو چھوڑ دیا۔

حجر ایک راستہ سے قبیلہ بنی حوت میں داخل ہوئے اور سلیم بن یزید نامی ایک شخص کے گھر میں پناہ گزیں ہو گئے۔ طب نامی شخص کو اس کی اطلاع ہوگئی، وہ انہیں گرفتار کرنے کے لئے آیا، یہ دیکھ کر سلیم نے تلوار کھینچ لی، اس منظر کو دیکھ کر اس کی بیٹیاں گریہ کرنے لگیں۔ حجر نے کہا: انہیں خوف زدہ کیوں کرتے ہو؟ سلیم نے کہا: جب تک جسم میں جان ہے، میں انہیں اسیر یا قتل کرنے کی مہلت نہیں دوں گا۔

حجر اس گھر کے خفیہ راستے سے باہر نکل آئے اور نخع کی جانب روانہ ہو گئے وہاں اشتر نخعی کے بھائی عبداللہ بن حریث کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے، انہوں نے شایان شان استقبال کیا، اسی وقت بتایا گیا کہ ایک سردار نخع میں آپ کو تلاش کر رہا ہے، اس کی علت یہ تھی کہ ایک سیاہ فام لڑکی سے اس کا سامنا ہو گیا، اس نے پوچھا: کس کی تلاش میں ہو؟ کہا گیا: حجر بن عدی۔ لڑکی نے کہا: وہ نخع میں ہیں۔ حجر وہاں سے نکل کر قبیلہ ازد کی جانب روانہ ہو گئے۔

جب زیاد اس بھاگ دوڑ سے زچ ہو گیا تو اس نے محمد بن اشعث کو بلا کر کہا: خدا کی قسم! اسے گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ ورنہ میں تمہارے خرما کے درختوں کو خاکستر کر کے تمہارے گھر کو ویران کر دوں گا، تو مجھ سے بچ نہیں سکتا، میں تیرے چیتھڑے اڑا دوں گا۔ اس نے مہلت مانگی زیاد نے تین دن کی مہلت دی۔

قیس بن یزید کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ زیاد نے کہا: تم سے کوئی خوف نہیں، میں عثمان کے بارے میں تمہارے نظریہ سے آگاہ ہوں اور جنگ صفین میں معاویہ کی ہمراہی میں جو تم نے امتحان دیا ہے، اس سے بھی واقف ہوں، صرف حمایت کے جذبے سے مجبور ہو کر تم نے حجر کا ساتھ دیا ہے لہذا تمہیں معاف کیا لیکن میرا مطالبہ ہے کہ اپنے بھائی عمیر کو میرے حوالے کر دو۔

اس طرح انہیں امان ملا، انہوں نے بھی اپنے زخمی اور آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بھائی کو حاضر کیا۔ زیاد نے حکم دیا کہ لوگ اسے بلند کر کے زمین پر پٹک دیں، کئی مرتبہ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ صورت

حال دیکھ کر قیس بن یزید نے زیاد سے کہا: کیا اسے امان نہیں دیا جا سکتا ؟ زیاد نے کہا: ٹھیک ہے امان دے دیا جاتا ہے اور اس کا خون نہیں بہایا جائے گا۔ پھر قیس اس کے ضامن ہوئے اور وہ آزاد کر دیئے گئے۔

حجر بن عدی ایک شبانہ روز ربیعہ کے گھر میں مقیم رہے، ایک شخص کو محمد بن اشعث کے پاس بھیجا کہ زیاد سے اس کے لئے امان نامہ لے تا کہ معاویہ کے پاس پہنچا دیا جائے۔ بعض افراد جن میں جریر بن عبداللہ، حجر بن یزید اور عبداللہ بن حارث شامل تھے، اکٹھا کیا، یہ سب زیاد کے پاس پہنچے تا کہ اس سے حجر کے لئے امان نامہ لے سکیں۔ زیاد نے انہیں مثبت جواب دیا چنانچہ حجر زیاد کے پاس پہنچے، جب زیاد نے انہیں دیکھا تو کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! تم پر سلام، جنگوں میں ایک جنگ ہے ایسی جنگ جس میں لوگ قطعی پرسکون ہیں، وہ ایسے کام انجام دیتے ہیں جن کا نقصان خود انہیں سے وابستہ ہے۔

حجر نے کہا: میں اطاعت سے منحرف نہیں اور لوگوں سے جدا بھی نہیں ہوں، میں اپنی بیعت پر ثابت قدم ہوں۔ یہ سن کو زیاد نے کہا: افسوس اے حجر! ایک ہاتھ سے اختلاف برپا کرتے ہو اور دوسرے ہاتھ سے امن و آشتی پھیلاتے ہو اور چاہتے ہو کہ خدا اور قدرت کے باوجود میں تم سے راضی ہو جاؤں، خدا کی قسم! نہیں، میں تمہاری رگ گردن کاٹنے کا شیدائی ہوں۔ حجر نے کہا: کیا تم معاویہ کی آمد تک امان نہ دو گے؟ کہا: ہاں۔ اسے زندان میں ڈال دو۔ جب انہیں لے جایا گیا تو کہا: اگر امان نہ دیا ہوتا تو اس کی گردن کاٹ دیتا۔ انہیں ایک سرد تہہ خانہ میں رکھا گیا۔ حجر اور ان کے ساتھیوں کو برباد کرنے کے علاوہ زیاد کا کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔

عمرو بن حمق

عمرو بن حمق اور رفاعہ بن شداد مدائن پہونچے پھر وہاں سے موصل آئے اور ایک پہاڑ میں چھپ گئے۔ اس دیہات کے حاکم ''عبیداللہ بن ابی بلتعہ'' کو اس کی اطلاع ہوگئی، وہ اپنے لشکر کے ہمراہ ان کی

جانب روانہ ہوا، یہ لوگ بھی جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ عمر و استسقائے معدہ کی بیماری میں گرفتار تھے لیکن رفاعہ ایک طاقت ور جوان تھے، وہ اپنے تیز گھوڑے پر بیٹھ کر لشکر پر حملہ آور ہوئے اور عمرو سے کہا: میں تمہارا بھی دفاع کروں گا۔ عمرو نے کہا: تمہاری جنگ میرے لئے مفید نہیں، اپنی جان بچاؤ۔ پھر رفاعہ نے لشکر پر حملہ کر کے انہیں دور بھگایا اور اپنے گھوڑے کو ان کے حصار سے باہر نکال لائے۔ لشکر نے ان کا تعاقب کیا، وہ ان پر تیر اندازی کرتے رہے، جو بھی ان سے نزدیک ہونے کی کوشش کرتا تیر کھا کر زخمی ہو جاتا تھا۔ آخر کار انہوں نے ان کے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن عمرو بن حمق گرفتار کر لئے گئے۔ پوچھا گیا: تم کون ہو؟ عمرو نے کہا: میں وہ ہوں کہ اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو وہ تمہارا مطیع و فرمانبردار ہو جائے گا اور اگر قتل کر دیا تو تمہارے لئے نقصان دہ ہوگا۔ انہوں نے بہت اصرار کیا لیکن عمرو نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔ ابن ابی بلتعہ نے موصل کا حاکم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عثمان ثقفی کے پاس روانہ کر دیا، اس نے عمرو کو دیکھتے ہی پہچان لیا، اس نے معاویہ کو ان کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ معاویہ نے لکھا: اس نے عثمان کے بدن پر اپنے نیزے سے نو ضربیں لگائی تھیں، ہم اس سے زیادہ مارنا نہیں چاہتے، جس طرح اس نے عثمان پر نیزے کی ضربیں لگائی ہیں تم بھی ایسے ہی ضربیں لگاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور نیزے کی نو ضربیں لگائی گئیں، وہ پہلے یا دوسرے ہی نیزے کے درمیان راہی جنت ہو گئے۔ ان کا سر معاویہ کے سامنے پیش کیا گیا، اسلام میں اٹھایا گیا پہلا سر یہی تھا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ عظیم صحابی ''عمرو بن حمق'' وہی ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی عبادت خدا میں گذار دی اور اپنا سب کچھ اسی راہ سے مخصوص کر دیا۔ (۱) اصحاب رسول میں ان کی عدالت مشہور تھی۔ ان کے اقوال و اعمال حجت کی حیثیت رکھتے ہیں، ان اصحاب کی عدالت پاگلوں اور مفلوک الحال افراد کی وجہ سے قابل اشتباہ نہیں ہو سکتی۔ اب ذرا سوچئے کہ مغیرہ بن شعبہ، حکم بن ابی العاص، ولید بن عقبہ، عبد اللہ بن ابی سرح، زیاد بن ابیہ اور قریش کے دوسرے چھوکروں نے کیسے کیسے مظالم ڈھائے ہیں۔

۱۔ امام حسین نے معاویہ کے ایک خط میں یہی لکھا ہے۔

ان نجس عناصر اور عمرو بن حمق، حجر بن عدی، عدی بن حاتم، زید، صعصعہ اور فرزندان صوحان میں کتنا فرق ہے جنہوں نے خداوند عالم کی عبادت کی راہ میں اپنے آپ کو قربان کر دیا تھا اور شریعت مقدسہ کو اپنی عادت سی بنالی تھی۔

میں نہیں جانتا کہ عمرو بن حمق پر دشنام طرازی کیوں کی گئی اور انہیں کیوں قتل کیا گیا، ان کے بدن پر اتنے نیزے کیوں مارے گئے حالانکہ وہ پہلی یا دوسری ضرب میں ہی راہی جنت ہو چکے تھے۔ عثمان کا واقعہ تو ایسا تھا جس میں تمام صحابہ شریک تھے، خود انہوں نے قتل کیا یا قتل کے سبب بنے جیسا کہ الغدیر کی نویں جلد میں اس کی تفصیلی بحث پیش کی گئی۔ انہوں نے عثمان کا قصاص ان تمام لوگوں سے کیوں نہیں لیا۔ یہ قصاص تو صرف ان لوگوں سے مخصوص تھا جو حضرت علی اور خدا اور رسول کے حقیقی پیروکار تھے۔ معاویہ نے اپنے سپاہیوں کو قتل عثمان میں سب سے زیادہ سرگرم ''طلحہ وزبیر'' کی زندگی میں کیوں نہیں بھیجا۔ معاویہ کے علاوہ کس نے عثمان کی نصرت کے سلسلے میں بہانہ تراشی کی اور استمدادی اقدام کرنے میں اتنی تاخیر کی کہ وہ قتل ہو گئے؟

اس شخص نے مدینہ والوں پر یہ الزام لگا کر کیوں ڈرایا کہ انہوں نے عثمان کی کوئی نصرت و مدد نہیں کی حالانکہ اسے اپنی سہل انگاری اور سستی کو محکوم کرنا چاہئے تھا؟!

جی ہاں! ان تمام مظالم کے پہاڑ صرف حضرت علیؑ کے چاہنے والوں پر ہی توڑے گئے، ان کے دشمنوں سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، فرزند جگر خوارہ کی نظر میں وہ ان سے قطعی دور ہیں۔

کیا معاویہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ عثمان عمرو کے نیزے سے قتل ہوئے؟ حالانکہ اس سلسلے میں تمام مورخین واضح طور پر ''کنانہ بن بشر تجیبی'' کی نشاندہی کرتے ہیں۔ چنانچہ ولید بن عقبہ کا شعر ہے:

الا ان خیر الناس بعد ثلاثۃ　　قتیل التجیبی الذی جاء من مصر

''آگاہ ہو جاؤ کہ تین افراد کے بعد سب سے بہترین انسان وہ ہے جو مصر سے آئے ہوئے تجیبی کے ہاتھوں قتل ہوئے''۔

اس نے یا ایک دوسرے شاعر نے کہا:

علاه بالعمود اخو تجيب فاوهى الراس منه والجبينا

''تجیب کے بھائی نے ان کے سر پر ایسا عمود مارا کہ ان کا سر اور پیشانی شگافتہ ہوگئی''۔(۱)

حاکم مستدرک میں کنانہ عدوی سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے عثمان کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا: کیا محمد بن ابی بکر نے قتل کیا؟ کہا: نہیں بلکہ جبلہ بن ایہم مصری نے انہیں قتل کیا۔ اس نے کہا: کہا جاتا ہے کہ کبیرہ سکونی نے انہیں قتل کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کنانہ بن بشر تجیبی نے انہیں قتل کیا ہے۔ شاید یہ سب ان کے قتل میں شریک تھے۔ ولید بن عقبہ کہتا ہے:

الا ان خير الناس بعد ثلاثة قتيل التجيبى الذى جاء من مصر

''آگاہ ہو جاؤ کہ تین افراد کے بعد سب سے بہترین انسان وہ ہے جو مصر سے آئے ہوئے تجیبی کے ہاتھوں قتل ہوئے''۔(۲)

استیعاب میں ہے: عثمان کے گھر میں سب سے پہلے محمد بن ابی بکر داخل ہوئے اور ان کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ عثمان نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! مجھے چھوڑ دو، خدا کی قسم! تمہارے والد اس ڈاڑھی کا احترام کرتے تھے۔ محمد کو خجالت محسوس ہوئی اور وہ باہر آگئے۔ پھر سرحان اور ایک کوتاہ قد آدمی داخل ہوئے، ان کے ہاتھوں میں خنجر تھا، پوچھا: اے نعثل (بڈھا احمق) تمہارا دین کیا ہے؟ کہا: میں نعثل نہیں ہوں، میں عثمان بن عفان ہوں، میں ملت ابراہیم کی ایک فرد اور مسلمان ہوں، مشرک نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا: تم جھوٹے ہو۔ پھر خنجر سے وار کر کے قتل کر دیا۔(۳)

صاحب استیعاب کہتے ہیں: ''عثمان کے قتل میں کس کا ہاتھ ہے، اس سلسلے میں اختلاف ہے، کہا جاتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے نیزے سے ان پر وار کیا۔ نقل کیا گیا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے انہیں پکڑا

۱۔ انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۹۸ (ج ۶ ص ۲۲۱)؛ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۳۲ (ج ۴ ص ۳۹۴ حوادث ۳۵ھ)
۲۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۶ (ج ۳ ص ۱۱۴۔۱۱۵ ح ۴۵۶۸)
۳۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۷۷۔۴۷۸ (القسم الثالث ص ۱۰۴۴، ۱۰۴۶ نمبر ۱۷۷۸)

اور دوسرے شخص نے قتل کیا، جس نے قتل کیا اس کا نام ''سودان بن حمران'' تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رومان بن یمامی نے قتل کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رومان قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ کی فرد تھا۔ منقول ہے کہ محمد بن ابی بکر نے ان کی ڈاڑھی کھینچ کر کہا: معاویہ اور ابن ابی سرح نے تمہیں نجات نہیں دی اور ابن عامر نے تمہاری حفاظت نہیں کی۔ انہوں نے جواب میں کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! میری ڈاڑھی چھوڑ دو، خدا کی قسم! یہ وہی ڈاڑھی ہے جس کا تمہارے والد احترام کرتے تھے، تمہارے والد اس سلوک سے قطعی راضی نہ ہوں گے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سن کر محمد نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔ بعض لوگ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی موجود تھے، ان میں سے ایک نے تیر سے انہیں قتل کر دیا واللہ اعلم''۔

صاحب استیعاب نے مستدرک کی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے:

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ میں نے کنانہ سے کہا: کیا محمد بن ابی بکر کا ہاتھ خون عثمان سے رنگین ہے؟ کہا: معاذ اللہ! وہ جیسے ہی داخل ہوئے عثمان نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! کیا تم میرے ساتھی نہیں تھے۔ ان سے ایسی باتیں کہی کہ وہ باہر نکل گئے، ان کے قتل میں شریک نہیں ہیں۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے کنانہ سے کہا: پھر انہیں کس نے قتل کیا؟ کہا: مصر کا ایک شخص ''جبلہ بن ایہم نے قتل کیا ہے، اس نے تین مرتبہ مدینہ کا طواف کر کے اعلان کیا تھا کہ میں نعثل کا قاتل ہوں۔

محب طبری نے ریاض النضرہ میں استیعاب کے مطابق محمد بن ابی بکر کا قتل عثمان سے خجالت محسوس کرنے، ان کے باہر آنے اور پھر رومان بن سرحان کے آنے اور عثمان کے قتل کرنے کے واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ جبلہ بن ایہم نے انہیں قتل کیا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسود تجیبی نے قتل کیا۔ دوسروں کی نقل کے مطابق یسار بن غلیاض نے انہیں قتل کیا۔(۱)

ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک صحابی نے انہیں پکڑ کر قتل کیا، یہ صحیح نہیں ہے۔(۲) بلکہ تمام صحابہ نے اس فعل کی مذمت کرتے ہوئے اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اور اسے

۱۔ ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۳۰ (ج ۳ ص ۶۴)
۲۔ اس کتاب کی نویں جلد کا مطالعہ کریں تا کہ صحیح و غلط اور حقیقت حال پوری طرح آشکار ہو جائے۔

انجام دینے والوں پر بدعا کی ہے۔ ہاں! بعض صحابہ تھے جنہوں نے اس فعل کو پسند کیا جیسے عمار یاسر، محمد بن ابی بکر اور عمرو بن حمق وغیرہ۔(۱)

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ ہند کے بیٹے کے پاس اس بات کے لئے کون سا بہانہ ہے کہ ایک نیزے سے ہلاک ہونے کے باوجود اس نے حکم دیا کہ عمرو بن حمق پر پورے نو نیزے مارے جائیں؟! کیا شریعت میں کوئی ایسا حکم ہے جس میں اس بات کی اجازت ہو کہ قصاص ہونے والے پر اسی طرح قصاص کیا جائے جس طرح وہ مقتول کے ساتھ پیش آیا تھا یا پھر قصاص کا مطلب یہ ہے کہ اگر پھانسی کے ذریعہ قصاص حاصل ہو رہا ہے تو وہی کافی ہے؟! شاید بنی امیہ کے فقیہوں کے پاس ایسا کوئی حکم ہو جس سے ہم ناواقف ہیں۔ ان مظالم کے ساتھ اس ظلم کا بھی اضافہ کرلیں کہ ان کے سر کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرایا گیا، اسلام میں یہ پہلا سر ہے جسے اس طرح دیار بہ دیار پھرایا گیا۔(۲)

ابوجعفر محمد بن حبیب کتاب المحبر میں لکھتے ہیں: معاویہ نے حکم دیا کہ شیعہ علی ''عمرو بن حمق خزاعی'' کے سر کو نیزوں پر بلند کر کے بازاروں میں پھرایا جائے، عبدالرحمٰن بن ام حکم نے اسے جزیرے میں پھرایا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ شام اور دوسرے شہروں میں بھی اس سر کو پھرایا گیا اور یہ پہلا سر ہے جسے اس طرح پھرایا گیا۔ پھر معاویہ نے اس سر کو ان کی زوجہ ''آمنہ بنت شرید'' کے پاس بھیج دیا (اس وقت وہ معاویہ کے قید خانے میں تھیں)، انہوں نے اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھا اور دہن کا بوسہ لے کر کہا: ان کو مدتوں مجھ سے جدا رکھا، اب ان کا سر مجھے لوٹا رہے ہو، لہذا اس شخص پر سلام ہو جس کا نہ کوئی دشمن تھا اور نہ ہی وہ کسی کے دشمن تھے۔(۳)

جی ہاں! یہ اور ان جیسے بہت سے مظالم وہ نمونے ہیں جو ہند جگر خوارہ کے بیٹے کے فقہ میں جائز

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج۷ ص۱۹۸ (ج۷ ص۲۲۱ حوادث ۳۵ھ)

۲۔ معارف ابن قتیبہ ص۱۲۷ (ص۲۹۲)؛ الاستیعاب ج۲ ص۴۰۴ (القسم الثالث ص۱۱۷۴ نمبر ۱۹۰۹)؛ الاصابۃ ج۲ ص۵۳۳؛ الثقات ابن حبان (ج۳ ص۲۷۵)؛ تاریخ ابن کثیر ج۸ ص۴۸ (ج۸ ص۵۲ حوادث ۵۰ھ)

۳۔ کتاب المحبر ص۴۹۰؛ (البدایۃ والنہایۃ ج۸ ص۵۲ حوادث ۵۰ھ)

شمار کیے جاتے ہیں۔ ہاں! یہ ظلم سب سے پہلے سید الشہداء جناب حمزہ کے اوپر کیا گیا پھر باپ کے اس ظالمانہ عمل کو اس کے بیٹے یزید نے جوانان جنت کے سردار امام حسین پر روا رکھا، ان کو اور ان کے اصحاب کو دردناک طریقے سے قتل کیا اور ان عظیم شخصیتوں کے سروں کو نیزوں پر بلند کرکے شہروں میں پھرایا، اور اس طرح اس نے خود ہی اپنے صفحۂ زندگی پر ایسا دھبہ لگالیا جو رہتی کائنات تک دھویا نہیں جاسکتا، یہ ذلت ورسوائی تو زباں زد رہے گی۔

قصاص کی صورت میں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ خون کے اولیاء یعنی عثمان کے فرزند قصاص کرتے اور اگر صاحب خون اس سے عاجز ہوں تو یہ خلیفہ وقت کی ذمہ داری تھی اس لئے کہ وہ مومنین کے جانوں پر خود ان سے زیادہ ولایت اور حق تصرف رکھتا ہے۔ اس وقت خلیفہ امیر المومنین حضرت علیؑ تھے ، یہ واقعہ ان کی حکومت میں رونما ہوا تھا، عمرو بن حمق ان کے اختیار میں تھے، وہ ان کی حالت سے پوری طرح آگاہ تھے، ان کے خلوص نیت سے بھی واقف تھے۔ اگر قصاص ضروری تھا تو خود حضرت کو نافذ کرنا چاہئے تھا، وہ خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف زدہ نہیں ہوتے تھے، ان کی عدالت کے سامنے دور و نزدیک سب برابر تھے۔ اس وقت حضرت علیؑ پوری طرح مختار تھے اور عمرو سایہ کی طرح ان کے مطیع وفرمانبردار تھے۔ اس وقت معاویہ صرف امت کی ایک فرد تھا اسے کوئی قدرت حاصل نہ تھی، احکام شریعت سے اس کا کیا واسطہ؟ لیکن حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کی دشمنی اور کینہ توزی نے اسے ہلاکت وگمراہی کی کھائی میں گرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ خداوند عالم ان کا انتقام ضرور لے گا۔

صیفی بن فسیل

زیاد نے حجر بن عدی کے ساتھیوں کی گرفتاری میں بہت زیادہ سعی وکوشش کی، وہ فرار کرتے اور وہ انہیں گرفتار کرنے کی پوری کوشش کرتا تھا۔ قیس بن عباد شیبانی نے زیاد کے پاس آکر کہا: صیفی بن فسیل نامی ایک شخص بھی حجر کا ساتھی ہے، وہ اس کی بہت طرف داری کرتا تھا۔ چنانچہ زیاد نے آدمی بھیج کر گرفتار

کروایا۔ زیاد نے ان سے کہا: اے دشمن خدا! ابوتراب کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں ابوتراب کو نہیں جانتا۔ زیاد نے کہا: کیا میں ابوتراب کا تعارف کراؤں، کیا تو علی بن ابی طالب کو نہیں پہچانتا؟ کہا: ہاں! پہچانتا ہوں۔ کہا: وہی ابوتراب ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ وہ حسن و حسین کے والد گرامی ہیں۔ لشکر کے سردار نے کہا: امیر اسے ابوتراب کہتے ہیں اور تو انہیں جھٹلا رہا ہے اور نہ کہتا ہے؟ امیر جس کی تکذیب کریں میں اس کی تکذیب کرتا ہوں اور جسے باطل قرار دیں میں اسے باطل قرار دیتا ہوں۔ زیاد نے اس سے کہا: یہ خود عظیم گناہ ہے، میرا عصا لاؤ۔ عصا لایا گیا تو پوچھا: علی کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ کہا: خدا کے ایک بندے کے لئے جو بہترین بات کہی جاتی ہے میں امیرالمومنین کے بارے میں کہتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر ان کی پشت پر اتنا مارا گیا کہ کھال جسم سے الگ ہوگئی۔ پھر کہا: اسے چھوڑ دو۔ اور انہیں خطاب کرتے ہوئے کہا: اے شخص! اب علیؑ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ کہا: خدا کی قسم! اگر تلوار سے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو گے تب بھی میں وہی کہوں گا جو میں نے اس سے قبل کہا تھا۔ زیاد نے کہا: ان پر لعنت بھیجو ورنہ میں تمہاری گردن مار دوں گا۔ پہلے میری گردن مار دے تاکہ میں سعادتمند ہو جاؤں اور تو شقی و بدبخت۔ یہ سن کر زیاد نے کہا: اسے یہاں سے لے جاؤ اور آہنی زنجیروں میں جکڑ کر زندان میں ڈال دو۔ چنانچہ وہ بھی حجر اور ان کے ساتھیوں کی طرح شہید ہوگئے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ کیسا عظیم گناہ ہے جو ایسے انسان پر کیا جا رہا ہے جو صرف خدا اور دین رسالت پر عقیدہ رکھتا ہے، امام برحق سے محبت کرتا ہے اور کسی ایسے گناہ کا حامل نہیں ہے جو اس طرح کی سزا کا باعث ہو، ایسی سزا جو فرزند جگر خوارہ کے اشارہ پر سمیہ کے نابکار بیٹے کے ہاتھوں انجام دی گئی۔ ان کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ اس ولایت کو مانتے تھے جس کی خدا کی کتاب میں سفارش کی گئی ہے اور مسلسل اور متعدد سندوں کے ذریعہ سنت میں تاکید ہوئی ہے۔ کیا جس انسان کی پیروی کا خدا نے حکم دیا ہے اور اسے پاک و منزہ قرار دیا ہے، ایسے انسان پر لعنت بھیجنے سے پرہیز کرنا، قید و قتل کا موجب ہو سکتا ہے؟! میں نہیں جانتا۔

قبیصہ بن ضبیعہ

زیاد نے اپنے لشکر کے سردار ''شداد بن ہیثم'' کو قبیصہ بن ضبیعہ بن حرملہ عبسی کو گرفتار کرنے پر مامور کیا۔اس نے ان کے قبیلہ سے قبیصہ کا مطالبہ کیا۔قبیصہ بھی اپنی تلوار ہاتھوں میں لے لی۔ربعی بن حراش بن جحش عبسی اور ان کے قبیلے کے چند افراد سامنے آئے تا کہ زیاد کی طرف سے آئے ہوئے لوگوں سے جنگ کریں۔زیاد کے فرستادہ نے کہا: اے قبیصہ جب تمہارے خون و مال کو امان دے دیا گیا ہے تو پھر کیوں جنگ کرنا چاہتے ہو؟ قبیصہ کے ساتھیوں نے کہا: جب تمہیں امان دیا جا چکا ہے تو پھر کیوں جنگ کر رہے ہو اور ہمیں بھی جنگ پر مجبور کر رہے ہو؟ کہا: تم پر تف ہے، یہ زنازادہ کا بیٹا ہے، اگر وہ مجھے پا گیا تو مجھے چھوڑے گا نہیں، قتل کر دے گا۔قبیلہ والوں نے کہا: ایسا نہیں ہے۔پھر انہوں نے ان کا ہاتھ زیاد کے بھیجے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں دے دیا۔اس نے ان کو زیاد کے سامنے پیش کیا۔زیاد نے دیکھتے ہی کہا: جلدی کرو، اس کا کام تمام کرو، میں ایسے شخص کو آزاد کیسے کر سکتا ہوں جو فتنہ برپا کرتا ہے اور اپنے حاکموں پر حملہ کرتا ہے؟ انہوں نے کہا: چونکہ مجھے امان دیا گیا ہے اس لئے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔زیاد نے کہا: اسے قید خانے میں ڈال دو۔چنانچہ وہ بھی حجر کے ساتھیوں کے ہمراہ قتل کر دیئے گئے۔

عبداللہ بن خلیفہ

زیاد نے بکر بن حمران احمری کو ''عبداللہ بن خلیفہ طائی'' کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا کیونکہ انہیں حجر کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔انہیں عدی بن حاتم کی مسجد میں دیکھا گیا، جب انہیں مسجد سے باہر کیا جانے لگا تو اپنی عزت نفس کے پیش نظر باہر جانے سے انکار کر دیا اور جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔دشمنوں نے ان پر اتنی سنگباری کی کہ وہ زمین پر گر پڑے۔یہ صورت حال دیکھ کر ان کی بہن ''میثاء'' نے چیخ کر کہا: اے قبیلہ طی! کیا تم ابن خلیفہ کو ان کے حوالے کر رہے ہو؟ تم لوگ کچھ کہو اور اپنے نیزے استعمال کرو۔

احمری یہ آواز سن کرخوف زدہ ہوا کہ کہیں قبیلہ طے اسے قتل نہ کردیں۔اسی لئے وہ بھاگ نکلا۔طیٔ کی بعض عورتیں باہر نکل کرعبداللہ کو گھر کے اندر لے گئیں۔احمری وہاں سے بھاگ کرزیاد کے پاس پہونچا۔اس نے زیاد سے کہا: طیٔ کے لوگ مجھ پر حملہ آور ہو گئے اور میں ان کا مقابلہ نہ کرسکا، اسی لئے میں آپ کے پاس آ گیا ہوں۔زیاد نے ایک شخص کو عدی کے پاس بھیجا، اس وقت وہ مسجد میں تھے۔زیاد نے انہیں قید خانے میں ڈال دیا اس لئے کہ وہ عبداللہ کے ٹھکانے سے واقف تھے۔عدی نے کہا: میں ایسے شخص کو کیسے حاضر کروں جسے لوگوں نے قتل کردیا ہے۔زیاد نے کہا: کچھ بھی ہو اسے حاضر کرو۔عدی نے بہانہ بنایا کہ میں اس کے ٹھکانے سے واقف نہیں ہوں لیکن زیاد نے انہیں قید خانے میں ڈال دیا۔

یمن، مضر اور ربیعہ کے قبیلوں میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جسے لوگوں نے زیاد کے پاس پیش نہ کیا ہو۔وہ ان سے باز پرس کرتا اور عبداللہ کا ٹھکانہ معلوم کرتا تھا۔

یہ صورت حال دیکھ کر عبداللہ نکل کر قبیلہ بحتر میں پناہ گزیں ہو گئے۔عبداللہ نے عدی کے پاس پیغام بھیجوایا کہ اگر چاہو تو میں تمہارے پاس آ کر عہد و پیمان کروں۔عدی نے جواب میں کہلوایا کہ خدا کی قسم! اگر تم میرے پیر کے نیچے ہوتے تو میں کبھی تم پر پیر رکھ کر آگے نہیں بڑھتا۔زیاد نے عدی کو بلا کر کہا: میں تمہیں اس شرط پر آزاد کر رہا ہوں کہ اسے (عبداللہ) کو کوفہ میں لے کر طی کے پہاڑوں میں مقیم ہو جاؤ۔انہوں نے بات مان لی۔چنانچہ واپس آ کر عبداللہ بن خلیفہ کو پیغام بھیجوایا کہ باہر نکل آؤ، اس کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا ہے، میں تمہارے متعلق اس سے گفتگو کروں گا تاکہ وہ تم سے دست بردار ہو جائے انشاء اللہ۔پھر وہ طی کے دو پہاڑوں سے باہر آئے اور زیاد کے واصل جہنم ہونے سے قبل ہی راہی جنت ہو گئے۔

حجر کے خلاف جھوٹی گواہی

زیاد نے حجر کے بارہ ساتھیوں کو زندان میں قید میں کیا اور قبیلے کے مندرجہ ذیل سرداروں کو (حجر

کے خلاف جھوٹی گواہی دینے) کے لئے جمع کیا: عمرو بن حریث (محلہ اہل مدینہ کا سردار)، خالد بن عرفطہ (قبیلہ تمیم و ہمدان کا سردار)، قیس بن ولید (قبیلہ ربیعہ وکندہ کا سردار)، ابو بردہ بن ابی موسی (قبیلہ مذحج و اسد کا سردار)۔

ان سب نے گواہی دی کہ حجر لوگوں کو اپنے پاس جمع کر کے آشکارا خلیفہ کی مذمت کرتے تھے اور امیر المومنین سے جنگ کرنے کی سوچ رہے تھے۔

زیاد نے گواہوں کی گواہی پر ایک نظر ڈال کر کہا: میری نگاہ میں یہ گواہی قطعی و مسلم نہیں ہے، گواہ چار افراد سے زیادہ ہونے چاہئے۔ اسی لئے اس نے لوگوں کو حجر کے خلاف گواہی دینے کے لئے دعوت دی۔ زیاد نے کہا: یہ ایسا مسئلہ ہے کہ سب کو شہادت دینی چاہئے، خدا کی قسم! میں خائن احمق کی رگ گردن ضرور کاٹوں گا۔ عثمان بن شرحبیل تمیمی نے کھڑے ہو کر پہلے گواہ کے عنوان سے اپنا نام لکھوایا۔ زیاد نے کہا: قریش سے شروع کرو اس کے بعد ان افراد کے نام لکھو جنہیں ہم امیر المومنین (عثمان) کی محبت و دوستی اور علی کی دشمنی کی حیثیت سے پہچانتے ہیں۔

اس طرح ستر افراد نے حجر کے خلاف گواہی دی۔ کچھ اور افراد نے گواہی دی جن میں عمر بن سعد بن ابی وقاص، شمر بن ذی الجوشن، شبث بن ربعی اور زجر بن قیس بھی شامل تھے۔

اس گواہی میں جن لوگوں نے شرکت کی تھی ان میں حصین کا بھائی ''شداد بن منذر'' بھی تھا، جو ابن بزیعہ کے نام سے معروف تھا، اس نے شہادت کے متن میں اس طرح لکھا: ابن بزیعہ کی شہادت۔ زیاد نے کہا: کیا اس شخص کا کوئی باپ نہیں تھا؟ اس کا نام بھی لکھا جانا چاہئے، اسے گواہوں کی فہرست سے نکال دو۔ کہا گیا: وہ حصین بن منذر کا بھائی ہے۔ زیاد نے کہا: بہر حال پدری نسبت شہادت نامے میں ضرور لکھی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی لکھا گیا۔

جب یہ واقعہ شداد کو معلوم ہوا تو اس نے کہا: اس زنا زادہ پر افسوس ہے، کیا اس کی ماں، باپ سے زیادہ مشہور نہیں تھی کہ اسے ماں کے حوالے سے پکارا جاتا ہے، خدا کی قسم! ہر جگہ اسے اس کی ماں ''سمیہ'' سے منسوب کیا جاتا ہے۔

ان گواہوں میں ''شریح بن حرث اور شریح بن ہانی'' کا نام بھی دیکھا گیا۔ شریح بن حرث کا بیان ہے کہ مجھ سے علی کے بارے میں پوچھا گیا؟

میں نے کہا: کیا ایسا نہیں ہے کہ علی روزہ دار اور عابد شب زندہ دار تھے؟ شریح بن ہانی کا بھی کہنا ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ شہادت نامہ میں تمہارا نام لکھ دیا گیا ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کی تکذیب کی اور اس فعل کی مذمت کی۔ انہوں نے وائل بن حجر کے ذریعہ معاویہ کے پاس ایک خط بھیجا، جس میں لکھا تھا: مجھے بتایا گیا ہے کہ زیاد نے میری گواہی لکھی ہے حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حجر ان افراد میں سے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، زکات دیتے ہیں، ہمیشہ حج و عمرہ بجالاتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں، ان کے خون اور مال پر تجاوز کرنا سب پر حرام ہے، اس کے بعد بھی اگر تم چاہو تو انہیں قتل کر دو یا پھر آزاد کر دو۔ معاویہ نے خط پڑھنے کے بعد کہا: میری نظر میں یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنی دی ہوئی گواہی سے کنارہ کش ہو جائے۔

جن کی عدم موجودگی میں حجر کے خلاف شہادت نامہ میں ان کا نام لکھا گیا، ان میں شری بن وقاص حارثی بھی تھے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ جھوٹی گواہیاں ان لوگوں سے مربوط ہیں جن کے ماں یا باپ کا اتہ پتہ نہیں، نیک افراد نے واضح طور پر اس کی تکذیب کی ہے جیسے شریح بن حرث، شریح بن ہانی اور ان کے ہم رتبہ دوسرے افراد۔ جن کی گواہی کے قطعی برخلاف شہادت نامہ مرتب کیا گیا تھا۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو گواہی کے زمان و مکان سے بھی بے خبر تھے لیکن بالآخران کے نام سے جو جھوٹ منسوب کیا تھا وہ واضح و آشکار ہو گیا۔ ابن وقاص حارثی انہیں افراد میں سے تھے۔ ان نیک افراد کے برخلاف کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے جھوٹی گواہی دی تا کہ مجرمین لوگوں کا خون بہائیں، ان میں ایسے لوگ شامل تھے جن کا اسلام میں کوئی نمایاں کردار نہیں تھا اور نہ ہی کوئی قابل قدر کام ہی انجام دیا تھا، جیسے عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، شبث بن ربعی اور زحر بن قیس وغیرہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے جھوٹی گواہی کی آواز بلند کی۔

معاویہ کی طرف حجر اور ان کے ساتھیوں کی روانگی اور ان کا قتل

زیاد نے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو وائل بن حجر حضرمی اور کثیر کے حوالے کرتے ہوئے حکم دیا کہ انہیں شام لے جائیں۔ وہ رات کے وقت باہر نکلے، جب مقام ''جبانہ عرزم'' میں پہونچے تو قبیصہ بن ضبیعہ عبسی کی نگاہ ان کے گھر پر پڑی، انہوں نے اپنی بیٹیوں کو دیکھا، وائل اور کثیر سے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ میں اپنے گھر والوں کو وصیت کرسکوں۔ انہوں نے اجازت دی۔ جب وہ ان کے قریب پہونچے تو سب رونے اور گریہ کرنے لگے۔ خود چپ ہوئے اور انہیں چپ کرانے کے بعد کہا:

''تم لوگ تقوائے الٰہی اختیار کرنا اور صبر کا دامن نہ چھوڑنا، مجھے خداوند عالم سے صرف دو نیکیوں کی امید ہے:

یا شہادت جو عظیم سعادت ہے یا پھر یہ کہ میں صحیح و سالم واپس لوٹ آؤں گا، وہی خدا روزی دے گا اور مجھے تمہارے مخارج زندگی سے بے نیاز کرے گا، وہ ایسا حی ہے جو کبھی نہیں مرتا۔ امید کرتا ہوں کہ خدا تمہیں اکیلا نہیں چھوڑے گا اور مجھے تمہارے درمیان محفوظ رکھے گا''۔

پھر وہ واپس آگئے۔ تمام قبیلے اور گھر والے دست بدعا خدا سے ان کی سلامتی کی آرزو کر رہے تھے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور دمشق کے قریب مقام ''مرج عذراء'' میں پہونچے، سب بارہ افراد تھے:
حجر بن عدی، ارقم بن عبداللہ، شریک بن شداد، صیفی بن فسیل، قبیصہ بن ضبیعہ، عاصم بن عوف، ورقاء بن سمیٰ، کدام بن حیان، عبدالرحمٰن بن حسان، محرز بن شہاب اور عبداللہ بن حویہ۔

زیاد نے دو آدمیوں کو عامر بن اسود کے ہمراہ روانہ کیا، جن کی مجموعی تعداد چودہ ہوگئی تھی۔ ان سب کو مقام مرج عذرا میں قید کر دیا گیا۔ معاویہ نے وائل بن حجر اور کثیر بن شہاب کو بلا کر ان کے ہاتھوں سے خط لیا اور شام کے لوگوں کے سامنے پڑھنے لگا، خط اس مضمون پر مشتمل تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندۂ خدا امیر المومنین معاویہ بن ابوسفیان کی جانب زیاد بن ابوسفیان کی طرف سے۔

امابعد! خداوند عالم نے امیر المومنین کے حضور بہترین آزمائش فراہم کرتے ہوئے ان کے دشمنوں کو ان کے ہاتھوں سے گرفتار کروایا ہے اور جن لوگوں نے خدا کے حقوق سے تجاوز کیا ہے انہیں اسی کے حوالے کر دیا ہے، زمانے کے طاغوت جن میں سرفہرست حجر بن عدی ہے، امیر المومنین کی مخالفت رہے تھے، مسلمانوں میں تفرقہ واختلاف پھیلا رہے تھے اور ان کو جنگ کے سلسلے میں ورغلا رہے تھے۔ اب خدا وند عالم نے ہمیں ان پر کامیابی نصیب فرمائی ہے اور ان پر مسلط کر دیا ہے، میں نے مصر کے اشراف اور منتخب لوگوں کو دعوت دی، ان سب نے ان باغیوں کے خلاف گواہی دی، انہوں نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا اسے بیان کیا۔ اب میں ان مخالفوں اور باغیوں کے امیر المومنین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں ساتھ میں مصر کے لوگوں کا گواہی نامہ بھی پیش خدمت ہے''۔

معاویہ نے خط اور گواہوں کی گواہی پڑھنے کے بعد کہا: ان لوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہئے جن کے خلاف خود انہیں کے قبیلے اور جاننے والوں نے گواہی دی ہے؟

یزید بن اسد بجلی نے کہا: میری نظر میں انہیں شام کے دیہاتوں میں بھیج دیجئے وہاں کے لوگ اپنے طور پر ان کے ساتھ پیش آئیں گے۔ معاویہ نے زیاد کو خط لکھا: میں حجر، ان کے ساتھیوں اور ان کے خلاف فراہم کئے گئے شہادت نامہ سے مطلع ہوا اور ان کے کارناموں کا مطالعہ کیا۔ کبھی ایسا لگتا ہے کہ ان کو قتل کر دینا آزاد کرنے سے بہتر ہے اور کبھی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان کو معاف کر دینا قتل کرنے سے بہتر ہے۔ والسلام''۔

زیاد نے یزید بن حجیہ تمیمی کے ذریعہ اس خط کا یہ جواب بھیجا:

''امابعد! آپ کا خط پڑھا اور حجر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں آپ کا نظریہ معلوم ہوا، اس بات سے میں حیرت زدہ ہوں کہ ان کا کام آپ کے لئے مشتبہ ہے حالانکہ ان افراد کے خلاف ان لوگوں نے گواہی دی ہے کہ جو ان کے حالات سے زیادہ آگاہ تھے، لہذا اگر مصر میں آپ کو کوئی ضرورت ہو (اور آپ چاہتے ہوں کہ اس کی تکمیل ہو) تو پھر حجر اور اس کے ساتھیوں میرے پاس نہ بھیجئے گا''۔

یزید بن حجیہ انہیں لے کر عذرا پہونچا اور کہا: اے لوگو! خدا کی قسم میں قتل کے علاوہ تمہاری گلوخلاصی

کی کوئی صورت نہیں دیکھتا، کیونکہ مجھے حکم ہے کہ میں تم لوگوں کو قتل کردوں، لہذا ایسا کام کرو جس میں تمہارا فائدہ ہو اور تمہاری آزادی کے سلسلے میں کچھ کہہ سکوں۔

حجر بولے: معاویہ سے کہو کہ ہم اپنی بیعت پر ثابت قدم ہیں، انہیں کبھی نہیں توڑیں گے، صرف ان لوگوں نے ہمارے خلاف گواہی دی ہے جو ہمارے دشمن تھے۔

یزید نے زیاد کا خط معاویہ تک پہونچا کر حجر کے خیالات سے مطلع کیا۔ معاویہ نے کہا: میری نظر میں زیاد، حجر سے زیادہ سچا ہے۔ عبدالرحمٰن بن ام حکم ثقفی (ایک روایت کے مطابق عثمان بن عمیر ثقفی) نے کہا: انہیں ٹکڑے ٹکڑے کردو۔ معاویہ نے کہا: اس بات کا برملا اظہار نہ کرو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔

شام کے لوگ سمجھ گئے کہ معاویہ اور عبدالرحمٰن کیا گفتگو کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے نعمان بن بشیر کو بلا کر ابن ام حکم کے خیالات سے آگاہ کیا۔ نعمان نے کہا: سب مارے جائیں گے۔

عامر بن اسود عجلی، عذرا میں تھا، وہ معاویہ سے ان افراد کے حالات بیان کرنا چاہتا تھا جنہیں زیاد نے اس (معاویہ) کے پاس بھیجا تھا تاکہ حجر سے مل جائیں۔ وہ معاویہ کے پاس جانے لگا، جب وہ حجر کے پاس سے عبور کرنا چاہ رہا تھا تو حجر کھڑے ہوئے اور زنجیروں کے ساتھ اس کے پاس آئے اور کہا: اے عامر! میری یہ بات معاویہ تک پہونچادو کہ ہمارا خون اس کے اوپر حرام ہے، اس سے کہہ دو کہ ہمارا اس سے کوئی جھگڑا نہیں ہے، وہ خدا سے ڈرے اور ہمارے متعلق دقت نظر سے کام لے۔ حجر نے ان باتوں کی کئی مرتبہ تکرار کی۔

عامر معاویہ کے پاس پہونچا، پہلے ان مردوں کا واقعہ بیان کیا۔ یزید بن اسد بجلی کھڑا ہوا اور ان مردوں کو معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ معاویہ نے انہیں معاف کردیا۔

وائل بن حجر نے ارقم کو معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی اور انہیں بھی معاف کردیا گیا۔

ابوالاعور کے توسط سے عقبہ بن اخنس معاف کردیئے گئے۔

حمزہ بن مالک ہمدانی نے سعید بن نمران کی سفارش کی اور وہ بھی بخش دیئے گئے۔

حبیب بن مسلمہ نے عبداللہ بن حویہ تمیمی کی آزادی کا مطالبہ کیا اور بھی آزاد ہو گئے۔

مالک بن ہبیرہ نے کھڑے ہو کر حجر کو معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن معاویہ نے قبول نہیں کیا اور ناراض ہو گیا اور گھر میں بیٹھا رہا۔ اس نے ہدبہ بن فیاض قضاعی، تحصین بن عبداللہ کلابی اور ابوشریف بدی (آغانی کی روایت کے مطابق ابوحریف بدری) کو روانہ کیا، وہ عصر کے وقت ان کے پاس آئے۔

خثعمی نے اعور کو آتا ہوا دیکھ کر کہا: ہم میں سے آدھے مارے جائیں گے اور آدھے آزاد کئیجائیں گے۔

سعید بن نمران نے کہا: خدایا! مجھے ان افراد میں قرار دے جنہیں آزاد کیا جائے گا اور مجھ سے راضی رہ۔

عبدالرحمٰن بن حسان عنزی نے کہا: خدایا! مجھے ان افراد میں سے قرار دے جن کو ذلت کی وجہ سے محترم رکھتا ہے اور مجھ سے راضی وخوشنود رہ، میں نے کئی مقامات پر اپنے آپ کو قتل ہونے کے لئے پیش کیا ہے لیکن خدا نے مجھے محفوظ رکھا ہے۔

اس مقام پر معاویہ کے فرستادے نے ان کے سامنے چھ افراد کی آزادی اور چھ افراد کے قتل کا حکم بیان کیا۔ معاویہ کے نمائندوں نے کہا:

''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے سامنے علیؑ سے برأت اور ان پر لعنت کرنے کی بات رکھیں اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے ورنہ قتل کر دیں گے، امیر المومنین اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمہارے قبائل کی گواہیوں کی وجہ سے تمہارا خون حلال ہے، ہاں! اگر تم نے اس شخص سے برأت کا اظہار کیا تو تمہیں آزاد کر دیں گے''۔

ان سب نے ایک ساتھ کہا: ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر حکم دیا گیا کہ انہیں زنجیروں سے باندھ دیا جائے اور ان قبریں کھود کر ان کا کفن حاضر کیا جائے۔ اس رات سب نماز وعبادت میں مشغول رہے۔ صبح ہوئی تو معاویہ کے ساتھیوں نے کہا: اے لوگو! ہم نے کل رات تمہیں نماز وعبادت اور دعاؤں میں مشغول دیکھا ہے، ہمیں بتاؤ کہ عثمان کے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے؟ کہا: وہ ہی پہلا انسان ہے جس

نے ظلم وستم کے ذریعہ حکومت کی اور حق پر عمل نہیں کیا۔

معاویہ کے ساتھیوں نے کہا: امیر المومنین! تمہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ پھر ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: کیا اس شخص (مراد حضرت علیؑ) سے بیزاری کا اظہار کرتے ہو یا نہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ ان سے محبت کرتے ہیں۔

ہر ایک مامور نے ان میں ایک ایک کو پکڑا تا کہ قتل کر سکے۔ قبیصہ بن ضبیعہ، ابوشریف بدی کے ہاتھ لگے۔ قبیصہ نے اس سے کہا: تمہارے اور میرے قبیلہ کا بدترین انسان امان میں ہے اور تو مجھے قتل کر رہا ہے، مجھے چھوڑ دے تا کہ کوئی اور مجھے قتل کرے۔

چنانچہ حضرمی نے اسے لے کر قتل کر دیا، قضاعی نے بھی ان کے دونوں ہاتھوں کو کاٹا تھا۔

حجر نے ان سے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو، خدا کی قسم! میں نے صرف دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے وضو کیا ہے۔ کہا گیا: پڑھ لو۔ انہوں نے نماز پڑھی اور واپس آ کر بولے: بخدا! اتنی مختصر نماز میں نے کبھی نہیں پڑھی تھی، یہ اس لئے تھا کہ کہیں تم یہ نہ سوچو کہ میں نے موت کے خوف سے اپنی نماز کو طول دیا ہے۔ پھر کہا: خدایا! ہم تم سے اپنی امت کے سلسلے میں بھلائی کے طلبگار ہیں، کوفہ کے لوگوں نے ہمارے خلاف گواہی دی اور اب شام کے لوگ ہمیں قتل کر رہے ہیں۔

ہدبہ اعور اپنی تلوار کے ساتھ ان کے سامنے آیا اور ان کے زانو پر وار کر کے بولا: تم سوچ رہے تھے کہ موت سے خوف زدہ نہیں ہو گے، اپنے دوست (حضرت علیؑ) سے بیزار کا اظہار کرو، میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ کہا: میں موت سے کیوں نہ ڈروں حالانکہ میں اپنی قبر کو تیار اور اپنے کفن کو آمادہ دیکھ رہا ہوں، میرے سر پر تلوار لٹک رہی ہے، خدا کی قسم! میں موت سے جتنا بھی خوف زدہ ہو جاؤں لیکن خدا کو ناراض کرنے والی کوئی بات اپنی زبان سے نہیں نکالوں۔

ان سے کہا گیا: اپنی گردن سامنے لاؤ۔ کہا: یہ قتل نفس ہے جس میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انہیں سامنے لایا گیا اور ان کی گردن اڑا دی گئی، اسی طرح انہوں نے سب کو قتل کیا یہاں تک قتل ہونے والوں کی تعداد چھ افراد تک پہونچ گئی۔

حجر کے ساتھیوں میں قتل ہونے والے افراد مندرجہ ذیل ہیں:

شریک بن شداد حضرمی، صیفی بن فسیل شیبانی، قبیصہ بن عبسی، محرز بن شہاب منقری، کدام بن حیان عنزی اور عبدالرحمٰن بن حسان عنزی۔

اور آزاد ہونے والے یہ ہیں: کریم بن عفیف خثعمی، عبداللہ بن حویہ تمیمی، عاصم بن عوف بجلی، ورقاء بن سمی بجلی، ارقم بن عبداللہ کندی، عتبہ بن اخنس سعدی اور سعد بن نمران ہمدانی۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

حجر بن عدی کون تھے؟ ان کے ساتھی کیسے لوگ تھے؟ ایسے دردناک اور خطرناک حالات میں گرفتار ہونے سے ان کا مقصد کیا تھا؟ انہوں نے کون سا گناہ کیا تھا جو اس طرح قتل کئے گئے؟ ان کی ہتک حرمت کیوں کی گئی اور رگ حیات کیوں کاٹی گئی حالانکہ وہ مسلمان تھے؟ حجر بن عدی عادل صحابہ کرام میں سے ایک تھے۔

جیسا کہ حاکم نے لکھا ہے: وہ اصحاب محمدؐ کے راہب تھے۔(۲)

استیعاب کے مطابق: وہ اصحاب میں فاضل جلیل اور کم سنی کے باوجود مستجاب الدعوہ تھے۔(۳)

جیسا کہ ابن سعد نے لکھا ہے: وہ موثق اور مشہور انسان تھے۔(۴)

۱۔ اس فصل (حجر اور ان کے ساتھیوں پر معاویہ کے مظالم) کے مآخذ یہ ہیں: الآغانی ج ۱۶ ص ۲۔۱۱ (ج ۱۷ ص ۱۳۷۔۱۵۸)؛ عیون الاخبار ج ۱ ص ۱۴۷؛ تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۱۴۱۔۱۵۶ (ج ۵ ص ۲۵۳۔۲۷۹ حوادث ۵۱ھ)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۶۸ (ج ۳ ص ۵۳۱۔۵۳۴)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۴ ص ۸۴؛ ج ۶ ص ۴۵۹ (ج ۱۲ ص ۲۰۷ نمبر ۱۲۲۱؛ ج ۲۴ ص ۲۵۸ نمبر ۲۹۰۸؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۲۳۸؛ ج ۱۱ ص ۱۲۵)؛ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۲۔۲۰۸ (ج ۲ ص ۴۸۸۔۴۹۸ حوادث ۵۱ھ)؛ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۴۹۔۵۵ (ج ۸ ص ۵۴۔۶۰ حوادث ۵۱ھ)

۲۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۶۸ (ج ۳ ص ۵۳۱)

۳۔ الاستیعاب ج ۱ ص ۱۳۵ (القسم الاول ص ۳۲۹۔۳۳۱ نمبر ۴۸۷)

۴۔ طبقات ابن سعد (ج ۶ ص ۲۲۰)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۸۵ (ج ۱۲ ص ۲۱۰ نمبر ۱۲۲۱؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۶ ص ۲۳۶)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۰ (ج ۸ ص ۵۴ حوادث ۵۱ھ)

مرزبانی لکھتے ہیں: وہ اپنے علاقے سے محترم مہمان کے بطور رسول خداؐ کی خدمت میں آتے تھے، بندۂ خدا اور زاہد تھے، اپنی ماں کی بہت زیادہ خدمت کرتے تھے، نماز و روزہ کے بہت زیادہ پابند تھے۔(۱)

ابو مشعر لکھتے ہیں: وہ عابد تھے، ان کا وضو کبھی باطل نہیں ہوتا تھا، وہ جب بھی وضو کرتے تھے نماز پڑھتے تھے۔(۲)

الشذرات میں ہے: وہ صحابی رسول تھے، اپنے علاقے سے محترم مہمان کے عنوان سے رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، وہ عابد و مجاہد تھے۔(۳) بہت کرامتوں والے اور مستجاب الدعوۃ تھے، خدا کے حضور ہمیشہ تسلیم رہتے تھے۔ ابن جنید کتاب الاولیاء میں لکھتے ہیں: حجر بن عدی مجنب ہوگئے تو اپنے محافظ سے کہا: مجھے پینے والا پانی دو تا کہ غسل کرسکوں اور کل تک کچھ بھی نہ دو۔ کہا: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں پیاس سے مر نہ جاؤ اور معاویہ مجھے قتل نہ کردے۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے خدا کو یاد کیا اور ان کے اوپر پانی ڈالا گیا، انہوں نے پانی سے اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کیا۔ ان کے ساتھیوں نے کہا: خدا کو یاد کیجئے تاکہ وہ ہمیں نجات دے۔ انہوں نے کہا: خدایا! ہمارے لئے نیکی قرار دے۔(۴)

عائشہ نے کہا: خدا کی قسم! جہاں تک میں جانتی ہوں، وہ ایک مسلمان اور حج و عمرہ بجالانے والے تھے۔(۵) اور انہوں نے معاویہ سے کہا: کیا تم نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کردیا؟ خدا کی قسم! مجھے

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج۸ ص۵۰ (ج۸ ص۵۵ حوادث ۵۱ھ)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج۴ ص۸۵؛ ج۵ ص۴۲۰ (ج۱۲ ص۲۱۲ نمبر ۱۲۲۱؛ ج۱۹ ص۲۰۲ نمبر ۲۳۰۹؛ مختصر تاریخ دمشق ج۶ ص۲۳۶ ج۹ ص۸۸)؛ تاریخ ابن کثیر ج۸ ص۵۰ (ج۸ ص۵۵ حوادث ۵۱ھ)

۳۔ شذرات الذہب ج۱ ص۵۷ (ج۱ ص۲۴۷ حوادث ۵۱ھ)

۴۔ الاصابہ ج۱ ص۳۱۵ (نمبر ۱۶۲۹)

۵۔ الاغانی ج۱۶ ص۱۱ (ج۱۷ ص۱۵۸)؛ تاریخ طبری ج۶ ص۱۵۶ (ج۵ ص۲۷۹ حوادث ۵۱ھ)؛ کامل ابن اثیر ج۳ ص۲۰۹ (ج۲ ص۴۹۹ حوادث ۵۱ھ)

معلوم ہوا ہے کہ مقام عذرا میں سات افراد قتل کیے جائیں گے جن کے لئے خدا اور اہل آسمان ناراض ہوں گے۔(۱)

امیر المومنین حضرت علیؑ نے فرمایا: اے کوفہ والو! مقام عذرا میں تمہارے سات برگزیدہ افراد قتل ہوں گے، جن کی مثال اصحاب اخدود کے مانند ہے۔ ایک دوسری عبارت میں ہے: حجر بن عدی اور ان کے ساتھی اصحاب اخدود کی طرح ہیں۔(۲)

معاویہ کو لکھے گئے امام حسین کے ایک خط میں ہے:

''کیا تم حجر بن عدی اور ان کے عبادت گذار نمازی اصحاب کے قاتل نہیں ہو جو ظلم سے انکاری اور بدعتوں کے مخالف تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے۔ پھر تم نے انہیں سخت قسم کے عہد و پیان کرنے اور ٹھوس وعدے کرنے کے باوجود خدا پر جرأت کر کے اور اس کے عہد کو خفیف سمجھ کر محض از راہ ظلم وجور شہید کر ڈالا؟!

کیا تم عمرو بن حمق کے قاتل نہیں ہو جو رسول خدا کے صحابی اور اللہ کے نیک بندے تھے، جنہیں عبادت نے اتنا لاغر کر دیا تھا کہ ان کا جسم ہیدہ اور ان کا رنگ زرد ہو گیا تھا تم نے انہیں امان دینے کے بعد ایسے سخت وشدید وعدے کئے کہ اگر ایسے وعدے برکوہی سے کئے جائیں تو وہ بھی پہاڑ چھوڑ کر نیچے اتر آئے۔

کیا تم حضرمی کے قاتل نہیں ہو جس کے متعلق زیاد نے تمہیں لکھا تھا کہ وہ علی کے دین پر ہیں ، حالانکہ علی کا دین محمد کا دین ہے، وہ محمدؐ جن کی وجہ سے آج تم یہاں بیٹھے ہو، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہاری اور تمہارے آباء واجداد کی عزت بس پھیریاں لگا رہے ہوتے جاڑے کی پھیری اور گرمی کی پھیری۔ لیکن خدا نے ہمارے واسطے سے تم پر احسان کیا اور اس عیب سے باہر نکالا''۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج۴ ص۸۶ (ج۱۲ ص۲۲۷ نمبر۱۲۲۱؛ مختصر تاریخ دمشق ج۶ ص۲۴۱)؛ تاریخ ابن کثیر ج۸ ص۵۵ (ج۸ ص۶۰ حوادث ۵۱ھ)؛ الاصابۃ ج۱ ص۳۱۵ (نمبر۱۶۲۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج۴ ص۸۶ (ج۱۲ ص۲۲۷ نمبر۱۲۲۱؛ مختصر تاریخ دمشق ج۶ ص۲۴۱)؛ تاریخ ابن کثیر ج۸ ص۵۵ (ج۸ ص۶۰ حوادث ۵۱ھ)؛ شذرات الذہب ج۱ ص۵۷ (ج۱ ص۲۲۷ حوادث ۵۱ھ)

یہ ہیں حجر اور ان کے ساتھی۔ ان شائستہ کردار بندوں اور نیک تابعین کا ہدف یہ تھا کہ تمام جگہوں پر ہلاکت آمیز گناہ یعنی منبروں سے امیر المومنین حضرت علیؑ پر لعنت کرنے کی ممانعت کریں؛ وہ ہمیشہ معاویہ کے ان تمام سخت ساتھیوں اور اہلکاروں کے چہرے پر گردوغبار اڑاتے تھے جو امام برحق اور ان کے اولیاء کے متعلق اس عظیم گناہ کے مرتکب ہوتے تھے (یعنی ان سے بری طرح پیش آتے تھے اور انہیں منع کرتے تھے)۔

ان افراد کی نیکی اور شائستہ کرداری کسی سے پوشیدہ نہ تھی حتی مغیرہ پر بھی نہیں جو معاویہ کے گروہ میں سے تھا اور حضرت علیؑ کے شیعوں کا شدید دشمن تھا؛ چنانچہ جب مغیرہ سے کہا گیا کہ حجر اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرے تو اس نے کہا: مجھے پسند نہیں کہ اس شہر کے نیک افراد کو قتل کروں اور ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کروں جس کی وجہ سے وہ سعاتمند اور میں بد بخت ہو جاؤں، دنیا میں معاویہ عزیز ہو جائے اور آخرت اور روز قیامت میں مغیرہ ذلیل وخوار ہو جائے۔

معاویہ کے ساتھیوں نے مقام عذرا میں ان کے زندگی کی آخری رات میں ان کی بہترین نماز و دعا کا مشاہدہ کیا تھا، ان کی عبادت پر حیرت زدہ تھے اور خداوند عالم کی اطاعت کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ لیکن معاویہ کے حکم سے ان کے سامنے امیر المومنین حضرت علیؑ سے اظہار بیزاری کی بات رکھی تا کہ وہ محفوظ و مامون رہیں اور انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، اس طرح وہ حضرت علیؑ کی محبت کی راہ میں قتل ہو گئے جیسا کہ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے۔

میں نہیں جانتا، کیا یہ شریعت کا جزء ہے کہ امام ہدایت سے بیزاری کا اظہار کرنا اور ان پر لعنت کرنا امان کا باعث ہو جاتا ہے حالانکہ وہ شخص پھانسی کا مستحق ہے؟! یا خود اس بات سے بیزاری کا اظہار کرنا ہی ثابت شدہ واجب اور ضروریات دین میں سے ہے، اور جو شخص اسے ترک کرتا ہے اس کا خون بہا دیا جاتا ہے، معاویہ ہر چیز سے زیادہ ایسے شخص کے قتل کو پسند کرتا تھا؛ چنانچہ ابن کثیر کی روایت ہے: عبدالرحمٰن بن حارث نے معاویہ سے کہا: "تو نے حجر بن ادبر کو قتل کر دیا؟ معاویہ نے کہا: میں اس کے ہمراہ سو آدمیوں کو قتل کرنے سے زیادہ، اسے قتل کرنے کو پسند کرتا ہوں"۔(۱)

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۵۴ (ج ۸ ص ۵۹ حوادث ۵۱ھ)

جی ہاں! ہم نہیں جانتے لیکن معاویہ کی فقاہت اور اس کی شہوتیں اس عمل کو جائز شمار کرتی ہیں۔

حجر اور ان کے شائستہ کردار اور صحیح اسلام کے حامل ساتھیوں نے جب بے وقوفوں اور سفیہوں کی حکومت کی مخالفت کی تو ان کا گناہ کیا تھا؟! جیسے وزغ بن وزغ کی حکومت، قبیلہ ثقیف کا بدکار اور زنا کار کی حکومت، اپنی شرمگاہ کھول دینے والا بسر بن ارطات کی حکومت، زیاد کی حکومت اور ان کا ظالم خلیفہ فرزند ہند۔

حجر اور ان کے ساتھی وہی تھے جنہوں نے عہد الٰہی کو وفا کیا، رسول خداؐ کی لائی گئی اور بیان کی گئی تمام باتوں کے مد مقابل خاضع و فروتن رہے۔ ایک رسول خداؐ کی ایک صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت نے جابر سے فرمایا: خداوند عالم تمہیں بے وقوفوں کی حکومت سے محفوظ رکھے۔ جابر نے عرض کی: بے وقوفوں کی حکومت کون سی ہے؟ فرمایا: وہ حاکم جو میرے بعد آئیں گے اور میری سیرت و روش کی اقتدا نہیں کریں گے اور میری سنت پر عمل نہیں کریں گے، لہذا جو ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے اور ان کے ظلم و ستم میں ان کی مدد کرے وہ مجھ سے نہیں ہے، وہ حوض کوثر پر داخل نہیں ہوگا۔ اور جو لوگ ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کریں گے اور ان کے ظلم و ستم میں ان کی مدد نہ کریں گے وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور وہی حوض کوثر پر مجھ پر وارد ہوں گے۔(۱)

معاویہ کے پاس لچر اور پوچ کلمات سے وابستہ ہونے کے علاوہ ان منتخب افراد کو قتل کے سلسلے میں کوئی بہانہ نہیں تھا، اس کی جواب دہی کے سلسلے میں مختلف بہانے تراشتا تھا۔ جیسے وہ کہتا تھا: میں نے ان کے قتل میں امت کی صلاح اور ان کے باقی رہنے میں امت کی بربادی دیکھی۔ کبھی کہتا: میں نے لوگوں کی صلاح کی وجہ سے ایک شخص کی موت کو اس بات سے بہتر خیال کیا کہ وہ زندہ رہے اور لوگوں کو گمراہ کرے۔(۲)

کیا امیر المومنین حضرت علیؑ پر لعنت کرنے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرنے نیز ان کے شیعوں

۱۔ مسند احمد ج۳ ص۳۲۱ (ج۴ ص۲۶۵ ح۱۴۰۳۲/۱۴۰۳۲)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج۸ ص۵۵ (ج۸ ص۶۰ حوادث ۵۱ھ)

سے دشمنی ہی میں لوگوں کی صلاح وکامیابی تھی؟! اس سلسلے میں غور وفکر کریں شاید اسلام کے علاوہ کسی اور شریعت میں اس کی کوئی دلیل مل ہی جائے۔

یا وہ کہتا تھا: میں نے انہیں قتل نہیں کیا ہے بلکہ جن لوگوں نے ان کے خلاف گواہی دی ہے انہوں نے قتل کیا ہے۔(۱)

یا کہتا تھا: میں کیا کروں؟ زیاد نے مجھے خط لکھا اور ان کا مسئلہ انتہائی شدت پسندی کے ساتھ پیش کیا اور کہا کہ میری حکومت میں ایسا خلا پیدا کر دیں جس کی بھرپائی نہیں ہو پائے گی۔(۲)

وہ کہتا تھا: سمیہ کے بیٹے نے مجھے اس کام پر مجبور کیا اور میں نے وہ کر دیا۔(۳)

خداوند عالم لاف گزائی اور بے حیائی کی مٹی پلید کرے، کیا زیاد اس کا حاکم تھا یا وہ زیاد کا، جس کے اشارہ پر وہ اتنے عظیم گناہوں کا مرتکب ہو گیا؟! کیا شائستہ کردار افراد کا خون ایک فاسق وفاجر اور لاابالی شخص کے کہنے پر بہایا جا سکتا ہے؟! حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَائَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴾ ''ایمان والو اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم تک ناواقفیت میں پہنچ جاؤ اور اس کے بعد اپنے اقدام پر شرمندہ ہونا پڑے''۔(۴)

لیکن زیاد کو ابوسفیان سے ملحق کرنے کے بعد معاویہ اسی بات کو پسند کرتا تھا کہ اس کی رضایت و خوشنودی سے منحرف نہ ہو اور اس کی رضایت کے ذریعہ کینہ ودشمنی پروان چڑھے، خواہ زیاد کی رضایت و خوشنودی اسے ان افراد سے دور کرے جو متذکرہ آیہ مبارکہ کے مخاطب واقع ہوئے ہیں۔

کیا معاویہ خداوند عالم سے ملاقات کے دن مندرجہ ذیل آیات مبارکہ کے مقابل اپنے پوچ اور

۱۔ تاریخ طبری ج۶ص۱۵۶ (ج۵ص۲۷۹ حوادث ۵۱ھ)؛ الاستیعاب ج۱ص۱۳۵ (القسم الاول ص۳۳۱ نمبر ۴۸۷)

۲۔ الاستیعاب ج۱ص۱۳۴ (القسم الاول ص۳۳۰ نمبر ۴۸۷)؛ اسد الغابہ ج۱ص۳۸۶ (ج۱ص۶۲۴ نمبر ۱۰۹۳)

۳۔ الآغانی ج۱۶ص۱۱ (ج۱۷ص۱۵۸)؛ تاریخ طبری ج۶ص۱۵۶ (ج۵ص۲۷۹ حوادث ۵۱ھ)؛ کامل ابن اثیر ج۴ص۲۰۹ (ج۲ص۴۴۹ حوادث ۵۱ھ)

۴۔ حجرات/۶

باطل دلائل کو پیش کر سکتا ہے، یا اس کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

﴿ وَلاتَقتُلُوا النَّفسَ الَّتِی حَرَّمَ اللهُ إلاَّ بِالحَق ﴾ ''جس کے خون کو خداوند عالم نے حرام قرار دیا ہے اسے قتل نہ کرو مگر سوائے حق کے ساتھ''۔(۱)

﴿وَمَا کَانَ لِمُؤمِنٍ أن یَقتُلَ مُؤمِنًا إلاَّ خَطأً ... وَمَن یَقتُل مُؤمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیهَا وَغَضِبَ اللهُ عَلَیهِ وَلَعَنَهُ وَأعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِیمًا ﴾ ''اور کسی مومن کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو قتل کر دے مگر غلطی سے ...اور جو بھی کسی مومن کو قصداً قتل کر دے گا اس کی جزا جہنم ہے، اسی میں ہمیشہ رہنا ہے اور اس پر خدا کا غضب بھی ہے اور خدا لعنت بھی کرتا ہے اور اس نے اس کے لئے عذاب عظیم بھی مہیا کر رکھا ہے''۔(۲)

﴿إنَّ الَّذِینَ یَکفُرُونَ بِآیَاتِ اللهِ وَیَقتُلُونَ النَّبِیِّینَ بِغَیرِ حَقٍّ وَیَقتُلُونَ الَّذِینَ یَأمُرُونَ بِالقِسطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرهُم بِعَذَابٍ ألِیمٍ ﴾ ''جو لوگ آیات الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں اور ناحق انبیاء کو قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو عدل و انصاف کا حکم دینے والے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے''۔(۳)

﴿وَعِبَادُ الرَّحمَانِ الَّذِینَ یَمشُونَ عَلَی الأرضِ هَونًا... وَلایَقتُلُونَ النَّفسَ الَّتِی حَرَّمَ اللهُ إلاَّ بِالحَقِّ وَلایَزنُونَ وَمَن یَفعَل ذَلِکَ یَلقَ أثَامًا ﴾ ''اور اللہ کے بندے وہی ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں ...، اور کسی بھی نفس کو اگر خدا نے محترم قرار دیدیا ہے تو اسے حق کے بغیر قتل نہیں کرتے اور زنا بھی نہیں کرتے ہیں کہ جو ایسا عمل کرے گا وہ اپنے عمل کی سزا بھی برداشت کرے گا''۔(۴)

کیا معاویہ کے لئے یہی کافی نہیں تھا کہ اس نے خود ہی رسول خداؐ سے یہ حدیث روایت کی ہے: ہر گناہ کے بخشش کی امید ہے مگر وہ شخص جو کافر مرجائے یا وہ شخص وہ ایک بندہ مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے۔(۵)

۱۔اسراء/۳۳ ۲۔نساء/۹۲۔۹۳ ۳۔آل عمران/۲۱

۴۔فرقان/۶۳،۶۸ ۵۔مسند احمد ج۴ص۹۶(ج۵ص۶۶ح۱۶۴۶۴)

کیا اس نے خود ہی اپنے گناہگار ہاتھوں سے امیر المومنین حضرت علیؑ کو یہ خط نہیں لکھا: میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر اہل صنعاء و عدن کسی ایک مسلمان کے قتل پر متفق ہو جائیں تو خداوندعالم انہیں ناک کے بل جہنم میں جھونک دے گا۔

کیا ابن عمر نے یہ روایت نہیں کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جب تک ایک مومن کا ہاتھ حرام خون سے آلودہ نہیں ہے اس بات کی امید ہے کہ وہ اپنا دین محفوظ رکھے۔

کیا براء بن عاذب نے رسول خداؐ سے یہ روایت نقل نہیں کی ہے: خدا کے حضور دنیا کی نابودی، بغیر حق ایک بندہ مومن کے قتل سے زیادہ آسان ہے۔ اس روایت کو بیہقی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔(۱) اصفہانی نے اس عبارت کا بھی اضافہ کیا ہے: اگر آسمان و زمین پر رہنے والے ایک بندہ مومن کے قتل میں شریک ہوں تو خداوندعالم سب کو جہنم میں داخل کر دے گا۔

ایک دوسری روایت میں بریدہ نے رسول خداؐ سے نقل کیا ہے کہ خدا کی نظر میں مومن کا قتل، دنیا کی نابودی سے عظیم ہے۔

ایک حدیث میں ابوہریرہ کے طریق سے مروی ہے: اگر آسمان و زمین والے ایک مومن کا خون بہانے میں شریک ہوں تو خداوندعالم سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ابن عباس سے مروی ہے: اگر آسمان و زمین پر رہنے والے ایک شخص کے قتل میں شریک ہوں تو خداوندعالم سب کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے مگر یہ کہ کوئی مصلحت ہو۔

ایک مرفوع حدیث میں ابوبکر سے مروی ہے: اگر آسمان و زمین پر رہنے والے کسی مسلمان کے قتل پر متفق ہو جائیں تو خداوندعالم سب کو منھ کے بل جہنم میں جھونک دے گا۔

ابن عباس کے طریق مرفوع حدیث مروی ہے: خدا کی نظر میں بدترین شخص وہ ہے جو حرم الٰہی میں کافر ہو جائے، اسلام میں جاہلیت سنت کو ترویج دے اور ناحق ایک شخص کا خون بہادے۔(۲)

۱۔ سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۸۷۴ ح ۲۶۱۹)؛ سنن کبری بیہقی ج ۸ ص (۲۲۔۲۳)
۲۔ صحیح بخاری (ج ۶ ص ۲۵۲۳ ح ۶۴۸۸)؛ سنن بیہقی (ج ۸ ص ۲۷)

ابو ہریرہ سے مرفوعا مروی ہے: کوئی شخص مومن کے قتل میں ذرہ برابر بھی مدد کرے تو خداوند عالم اس حالت میں اس سے ملاقات کرے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: یہ رحمت خدا سے ناامید ہے۔

ابو موسی سے مرفوع حدیث منقول ہے: شیطان اپنے لشکر کو اس بات پر مامور کرتا ہے کہ جو بھی آج کسی مسلمانو کو تباہ کرے تو میں اسے ایک تاج عطا کروں گا۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا اور بولا: میرے فریب کی وجہ سے فلاں مسلمان نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دیا۔ ابلیس نے کہا: دوبارہ شادی کا بھی امکان ہے۔ دوسرے نے آگے بڑھ کر کہا: میں نے ایسا کام کیا کہ فلاں شخص عاق والدین میں گرفتار ہوگیا۔ شیطان نے کہا: دوسری مرتبہ بھی نیکی کر سکتا ہے۔ ایک تیسرا شخص آگے بڑھ کر بولا: میری فریب کی وجہ سے فلاں شخص خدا کا مشرک ہوگیا۔ شیطان نے کہا: تم کامیاب ہوگئے۔ ایک آخری شخص آگے بڑھ کر بولا: میں نے ایک شخص کو ایسا دھوکہ دیا کہ وہ قتل کا مرتکب ہوگیا۔ شیطان نے کہا: تم کامیاب ہو۔ پھر اسے تاج بخش دیا۔

ایک مرفوع حدیث میں عبداللہ بن عمرو سے منقول ہے: اگر کوئی شخص ایک معاہد (مشرک یا غیر مسلمان جو مسلمان سے رابطہ رکھتا ہے) کو قتل کردے تو اس کے مشام تک جنت کی خوشبو نہیں پہونچ سکتی، اسی طرح اگر کوئی معاہدہ عورت کو ناحق قتل کردے تو خداوند عالم اس کے اوپر جنت کو حرام کر دیتا ہے، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا۔

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ہیں جنہیں حفاظ وائمہ حدیث نے صحاح ومسانید میں نقل کیا ہے، حافظ منذری نے اپنی کتاب الترغیب والترہیب میں سب کو جمع کیا ہے۔(۱)

ان آیات واحادیث کے ہوتے ہوئے معاویہ کو عائشہ جیسے لوگوں کی نصیحتیں سننے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی، انہوں نے تو خود ہی ہزاروں اسلام کے ماننے کو جنہیں وہ اپنا فرزند کہتی تھیں، موت کے گھاٹ اتارنے میں کوئی خوف محسوس نہیں کیا، چنانچہ شاعر کہتا ہے:

۱۔ الترغیب والترہیب ج۳ص۱۲۰۔۱۲۳ (ج۳ص۲۹۲۔۲۹۹)

جاء ت مع الاشقین فی ھودج تزجی الی البصرة اجنادھا

کانھا فی فعلھا ھرة ترید ان تاکل اولادھا

''وہ اپنے شقی ترین سپاہیوں کے ساتھ ہودج پر سوار ہوکر بصرہ پر حملہ آور ہوئیں اور ایسا ظلم کیا جیسے ایک بلی اپنے فرزندوں کو کھانے کا قصد رکھتی ہے''۔

جی ہاں! حجر بن عدی سفید چہرے اور کشادہ پیشانی کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں پہونچ گئے، وہ نیک نام، نیک طینت اور مظلوم تھے، ان کے حقوق غصب کئے گئے تھے، وہ خاک وخون میں آغشتہ، ظلم و ستم کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئے۔

اپنی زندگی کے آخری لمحے میں بھی نماز پڑھی، اس وقت ان کی زبان پر یہ کلمات تھے: آہنی زنجیروں کو مجھ سے جدا نہ کرنا، میرے خون کے ساتھ غسل دینا اور میرے لباس کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہوا ہوں۔ ایک دوسری عبارت میں ہے: ہم پل صراط پر معاویہ سے ملاقات کریں گے۔(۱)

معاویہ کی ذلت وخواری کے لئے یہی ظلم کافی ہے۔ امام حسنؑ نے معاویہ کی چار عادتوں کو شمار کرتے ہوئے کہا: ان میں سے ایک، حجر کا قتل ہی اس کے مظالم کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ بھی کہا: حجر اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے سلسلے میں معاویہ پر تف ہے۔(۲)

ہمیں یقین ہے کہ ہند جگر خوارہ کے جنے نے بصرہ والوں پر جو ظلم ڈھائے ہیں، اسے اس کی سزا ضرور ملے گی، چنانچہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

''جو خون حلال نہیں ہے اسے بہانا اور ان نفوس کو قتل کرنا جنہیں خداوند عالم نے محترم قرار دیا ہے، واضح نقصان اور خطرناک بربادی ہے، خداوند عالم اس شخص کو معاف نہیں کرے گا جس نے ظلم وتجاوز کے

۱۔ مستدرک حاکم ج۳ص ۴۶۹، ۴۷۰(ج۳ص ۵۳۳ ح/۱۵۷۷، ۱۵۷۰)؛ الاستیعاب ج۱ص ۱۳۵ (القسم الاول ص ۳۳۱ نمبر ۴۸۷)؛ کامل ابن اثیر ج۴ص ۲۱۰ (ج۲ص ۵۰۰ حوادث ۵۱ھ)؛ اسد الغابہ ج۱ص ۳۸۶ (ج۱ص ۶۲ ۴ نمبر ۱۰۹۳)؛ الاصابۃ ج۱ص ۳۱۵ (ص ۱۶۲۹)

۲۔ امام حسن کے کلمات الغدیر کی دسویں جلد میں پیش کئے گئے۔

ذریعہ کسی کا خون بہایا ہے"۔(۱)

شیعیت کی بنیاد پر قبیلہ خضرمی کے دو افراد کا قتل

نسب شناس ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی (متوفی ۲۴۵ھ) نے اپنی کتاب "المحبر" میں نقل کیا ہے کہ زیاد بن ابیہ نے مسلم بن زیمر اور عبداللہ بن نُجی (یہ دونوں قبیلہ خضرمی سے تھے) کو مدینہ میں ان کے گھر کو اوپر پھانسی دے دی، وہ دونوں کئی دنوں تک صولی پر لٹکے رہے، ان کا گناہ یہ تھا کہ وہ شیعہ تھے۔ یہ فعل معاویہ کے حکم سے انجام پایا۔

امام حسین بن علی (علیہما السلام) نے معاویہ کے ایک خط میں اس سلسلے میں لکھا:

"کیا تم نے ہی حجر اور قبیلہ خضرمی کے افراد کو قتل نہیں کیا، جس کے متعلق زیاد نے تمہیں لکھا تھا کہ وہ علی کے دین پر ہیں۔ اور تم نے لکھا کہ جو بھی علی کے دین پر ہو اسے قتل کر دو اور نیست و نابود کر دو۔ اور اس نے بھی انہیں قتل کر کے تمہارے حکم کی بجا آوری کی۔ حالانکہ علی کا دین محمد کا دین ہے، وہ محمدؐ جن کی وجہ سے آج تم یہاں بیٹھے ہو، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہاری اور تمہارے آباء واجداد کی عزت بس پھیریاں لگا رہے ہوتے، جاڑے کی پھیری اور گرمی کی پھیری۔(۲) لیکن خدا نے ہمارے واسطے سے تم پر احسان کیا اور اس عیب سے باہر نکالا"۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: اے دین خدا کے ماننے والو! میرے ہمراہ آیئے اور دیکھئے کہ کیا حضرت علیؑ کے دین و ایمان کو ماننا، ایک مسلمان کے خون کو مباح کرتا ہے اور اس اذیت اور مثلہ کا باعث ہو سکتا ہے جو شریعت مطہرہ میں کتوں کے لئے بھی حرام ہے؟!

کیا حضرت علی کا دین وہی دین نہیں ہے جسے آنحضرت نے خداوند عالم سے حاصل کیا ہے؟ جی

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج۱ص۳۵۰ (ج۴ص۳۹ کتاب/۵۵)

۲۔ جاہلیت کے زمانے میں قریش ہر سال دو مرتبہ کوچ کرتے تھے: سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی جانب۔ مکہ اور شام کے درمیان رفت و آمد کرنے والے قافلے کی ریاست ابوسفیان کو حاصل تھی۔

ہاں !بواقعیت یہی ہے لیکن معاویہ اس ثابت و استوار دین کی مخالفت کرتے ہوئے اس کے لئے کسی اہمیت کا قائل نہیں تھااوراس کی توہین وجسارت میں کبھی پیچھے نہیں رہتا تھا۔

مالک اشتر

جن صلحاء اور اسلام کے شائستہ کردار بندوں کو معاویہ نے بے گناہ قتل کیا، ان میں '' مالک بن حارث اشترنخعی'' بھی ہیں، خداانہیں جزائے خیر دے۔ وہی مالک جن میں پہاڑوں اور پتھروں جیسا استحکام تھا،ایسی عظیم شخصیت کی شہادت پرتمام سوگواروں کواشک بارانی کرنی چاہئے۔

اے مالک ! کیا آپ کے مثل کوئی پیدا ہوسکتا ہے؟ کیا خدا کے بندوں میں عظمت و اہمیت کے اعتبار سے عظیم اور ظالموں کے مقابلے میں آپ سے زیادہ بھڑکتی ہوئی آگ کے مانند کوئی ہوسکتا ہے ؟ آپ لوگوں کے درمیان رجس وکثافت اور ذلت سے سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ تھے،ایسی شمشیر آبدار تھے جو کبھی کند نہیں ہوتی تھی، صلح وآشتی کے وقت صاحب عرفان وحکمت اورمیدان جنگ میں دلیر سپاہی تھے،آپ ثابت واستوارفکر کے مالک اورصبرجمیل کے حامل تھے۔

یہ سچ ہے کہ مالک ان افراد میں سے تھے،جن کی سستی اورسقوط کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا،جس راستے میں عجلت اور تیزی دکھانی چاہئے اس میں سستی کا مظاہرہ نہیں کرتے اور جہاں آہستہ چلنا چاہئے وہاں تیزی نہیں دکھاتے۔ یہ ان افراد میں سے تھے جن میں سختی ونرمی دونوں موجود تھی، جنگ کے وقت، جنگ کرتے اورنرمی کے وقت، ملائمت ونرمی کا مظاہرہ کرتے تھے

وہ طاقتور بہادر،حلیم وبردبار رہبر،نیک انسان،اورخطیب وشاعر تھے۔(۱)

حضرت علیؑ نے مقام نصیبین میں مالک کوایک خط میں لکھا:

''امابعد!اے مالک!تم ان لوگوں میں سے ہوجن پرمیں نے اس لئے اعتماد کیا ہے تا کہ وہ دین کو

۱۔ مالک کے سلسلے میں یہ تمام بیانات نویں جلد میں پیش کئے گئے۔

قائم کریں اور ظالموں اور گناہگاروں کی سرکشی اور ظلم کو ختم کریں۔ میں نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا حاکم قرار دیا تھا لیکن وہاں خوارج نے ایسے نوعمر جوان پر بغاوت کردی ہے جسے جنگ کا تجربہ نہیں، لہذا اس کے بارے میں ضروری غور و فکر کرو اور مجھے مطلع کرو تا کہ میں مناسب فیصلہ کرسکوں، تم امور میں قابل اعتماد اور خیر افراد کو اپنے ساتھی قرار دینا والسلام''۔

مالک نے حضرت علیؑ کی خدمت میں پہونچ کر اہل مصر کے امور کی گذارش پیش کی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

''تمہارے علاوہ کوئی بھی مصر کی حکومت کے لئے مناسب نہیں ہے، لہذا مصر جاؤ خدا تم پر رحمت نازل کرے، میں نے تمہیں سفارش کی اور تمہاری تدبیر اور رائے پر اعتماد کیا۔ اپنے امور میں خدا سے نصرت طلب کرو، اپنی سختیوں کو نرمی سے مخلوط رکھو، جہاں نرمی مناسب ہو وہاں نرمی کا مظاہرہ کرو، جہاں سختی کے بغیر کام نہ چلے وہاں سختی کرو''۔

اس کے بعد مالک حضرت علیؑ سے رخصت ہوئے، وسائل سفر تیار کیا اور مصر کے لئے روانہ ہو گئے۔ معاویہ کے جاسوسوں نے اسے خبر دی کہ علیؑ نے مصر کی حکومت مالک اشتر کے سپرد کی ہے۔ اسے حکومت مصر کی لالچ تھی لہذا یہ سن کر اسے شاق گذرا، اسے یقین ہو گیا کہ اگر مالک اشتر مصر چلے گئے تو وہ محمد بن ابی بکر سے زیادہ اس (معاویہ) کے دشمنوں کے سلسلے میں سختی کریں گے۔ اسی لئے اس نے قبیلہ قلزم کے سردار کو یہ پیغام بھجوایا کہ مالک اشتر مصر کے لئے روانہ ہو چکے ہیں، اگر تم نے ان کا کام تمام کر دیا تو قلزم کے تمام ٹیکس کو جب تک میں اور تم زندہ ہیں بخش دوں گا، جتنا ہو سکے، ان کی روانگی میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرو۔

وہ شخص قلزم میں آکر ٹھیر گیا۔ مالک اشتر بھی عراق سے مصر کی جانب روانہ ہوئے، جب قلزم میں پہونچے تو اس شخص نے ان کا استقبال کیا اور خواہش کی کہ یہاں توقف کریں، اس نے کہا: یہاں بہترین آرامگاہ اور لذیذ کھانا فراہم ہے، میں اسی دیہات کا رہنے والا ہوں۔ مالک بھی رک گئے، اس نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا، کھانے کے بعد ان کے سامنے شہد کا شربت جس میں زہر ملا ہوا تھا، پیش کیا گیا،

جس کو پینے کے بعد ان کی وفات ہوگئی۔

ادھر معاویہ نے اہل شام کو مخاطب کر کے کہا: علی نے مالک اشتر کو مصر کی جانب روانہ کیا ہے، خدا سے دعا کرو کہ تمہارے پاس بھی آسکے۔ چنانچہ وہ ہر روز مالک اشتر کے لئے دعا کرتے تھے۔ جس شخص نے مالک کو زہر دیا تھا اس نے معاویہ کے پاس آکر مالک کی شہادت کی اطلاع دی۔ یہ سنتے ہی معاویہ کھڑا ہوا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد بولا: بے شک علیؑ کے دو طاقت ور بازو تھے ایک (یعنی عمار یاسر) صفین میں اور دوسرے (یعنی مالک اشتر) آج کاٹ دیا گیا۔(۱)

ابن قتیبہ کی عبارت ہے: جب معاویہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا: آج میرا دل ٹھنڈا ہو گیا، خداوند عالم کے کئی لشکر ہیں یہ شہد (جس کے وسیلے سے مالک کو زہر دیا گیا) انہیں میں سے ایک ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ تو اسی کا کام تھا۔(۲)

مسعودی کی عبارت ہے:

''علی نے مالک اشتر کو مصر روانہ کیا، ایک لشکر بھی ان کے ہمراہ کیا؛ جب معاویہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے عریش میں موجود ایک کسان کے ساتھ سازش کی اور اسے لالچ دے کر کہا: میں تم سے بیس سال تک ٹیکس نہیں لوں گا لہٰذا کوئی صورت نکال کر مالک اشتر کی غذا میں زہر ملا دو۔ جب مالک اشتر عریش میں پہونچے تو کسان نے ان سے کہا: آپ کون سی غذا اور شربت پسند فرماتے ہیں؟ کہا گیا: شہد۔ چنانچہ اس نے شہد پیش کرتے ہوئے کہا: یہ فلاں قسم کا شہد ہے، اس نے مالک کے سامنے شہد کی بہت زیادہ تعریف کی۔ مالک اس وقت روزہ تھے، بالآخر انہوں نے شہد کا شربت نوش فرمایا اور تھوڑی دیر بعد دنیا سے کوچ کر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ مقام قلزم میں زہر دیا گیا لیکن پہلا نظریہ زیادہ بہتر اور مسلم ہے۔ حضرت علیؑ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی آپ نے فرمایا: یہ معاویہ ہی کا کام ہے۔ جب معاویہ سے کہا گیا تو اس نے کہا: خداوند عالم کے پاس شہد کا لشکر بھی ہے''۔(۳)

۱۔ تاریخ طبری ج۶ ص۵۴ (ج۵ ص۹۶ حوادث ۳۸ھ)؛ کامل ابن اثیر ج۳ ص۱۵۲ (ج۲ ص۴۱۰ حوادث ۳۸ھ)

۲۔ عیون ابن قتیبہ (ج۱ ص۲۰۱)　　۳۔ مروج الذہب ج۲ ص۳۹ (ج۲ ص۴۲۹)

علامہ امینی فرماتے ہیں: آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ معاویہ کو اتنے عظیم گناہ (ایک صالح بندے کے قتل کا گناہ، جس کی رسول خدا اور ان کے جانشین امیر المومنین نے تعریف و توصیف فرمائی ہے) کے ارتکاب کی کوئی پرواہ نہیں ہے، وہ توبہ اور ندامت کا اظہار بھی نہیں کرتا بلکہ وہ اور اہل شام اس عظیم بہادر کی موت پر مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہیں۔(۱) مالک کا جرم یہ تھا کہ وہ اپنے وقت کے ایسے امام کی نصرت کر رہے تھے جس کی خلافت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق تھا؛ یہ تعجب خیز نہیں ہے اس لئے کہ معاویہ انہیں چیزوں سے خوش ہوتا تھا جنہیں برحق امت، ائمہ ہدایت اور شائستہ کردار اولیاء ناپسند کرتے تھے۔ اگر اسلام میں کسی کا احترام نہ بھی ہوتا اور وہ ائمہ ہدیٰ اور ان کے ناصروں کے لئے کسی منزلت کا قائل نہ بھی ہوتا تب بھی معاویہ اس سے عظیم مظالم کا مرتکب نہ ہوتا۔ معاویہ نے اسلام کی محترم شخصیتوں کو نیچا دکھانے کے لئے اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں۔ اس نے اسلام کے رہبروں اور ان کے ناصروں کو آزار و اذیت پہونچائی، اس کی نظر میں اسلام کے ظواہر اور خدا کے واقعی فرمان و حقائق میں کوئی فرق نہیں تھا، اس کے سرکش اور ظالم اہلکاروں نے اذیت ناک انداز میں حضرت محمدؐ کے منتخب اصحاب اور ان کے مددگاروں کو قتل کیا اور ان کے چاہنے والوں کو صرف اس گناہ میں تہہ تیغ کیا کہ وہ رسول خداؐ کے اہل بیت کا ساتھ دے رہے تھے۔

محمد بن ابی بکر

''محمد بن ابی بکر'' حرم امن الٰہی کے پروردہ اور خاندان عصمت و طہارت کے تربیت یافتہ، ان افراد میں سے ہیں جو معاویہ کی حکومت میں شہید ہوئے اور معاویہ کے اہلکاروں کے ہاتھوں تہہ تیغ کئے گئے۔

معاویہ نے عمرو عاص کو چھ ہزار افراد کے ہمراہ مصر روانہ کیا، حالانکہ حضرت علیؑ کی طرف سے وہاں

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۱۲ (ج ۷ ص ۳۴۷ حوادث ۳۸ھ)

محمد بن ابی بکر حاکم تھے، عمرو عاص نے مصر کے قریب پڑاؤ ڈالا، عثمان کے ماننے والے اس کے اردگرد جمع ہوگئے، اس نے وہاں سے محمد بن ابی بکر کو لکھا:

''اے ابوبکر کے بیٹے! میں تم پر مسلط ہونا نہیں چاہتا، آگاہ ہو جاؤ کہ اس شہر کے لوگ تمہارے خلاف جمع ہوگئے ہیں اور تم پر شورش کرنے کے سلسلے میں متحد ہیں، وہ اس بات سے نادم ہیں کہ انہوں نے تمہاری پیروی کی ہے، اگر ہڈی تک چھری پہونچ گئی تو وہ تمہیں گرفتار کرلیں گے، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ مصر سے نکل جاؤ، والسلام''۔

عمرو عاص نے معاویہ کا لکھا ہوا خط بھی روانہ کیا، اس خط میں ہے:

''امابعد! ظلم وستم کا انجام بڑا سخت ہوتا ہے، قتل وخونریزی حرام ہے، اس کا مرتکب ہونے والا اس دنیا میں انتقام اور آخرت میں دردناک عذاب سے محفوظ نہیں ہے۔ میں کسی ایسے کو نہیں جانتا جس نے تم سے زیادہ عثمان پر ظلم وستم کیا ہو، تم ان افراد میں سے ہو جنہوں نے ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور ان کا خون بہایا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ان تمام باتوں سے چشم پوشی کرلوں گا یا بھول جاؤں گا؟ تم ان شہروں میں حکومت کرنے کے لئے پہونچ گئے جہاں ان (عثمان) کے چاہنے والے موجود ہیں؟ ان شہروں کے لوگ میرا حکم مانتے ہیں، میری بات پر سر تسلیم خم کردیتے ہیں اور مجھ سے ہمیشہ عدالت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اب میں ایک ایسے گروہ کو تمہاری طرف روانہ کررہا ہوں جو تمہارے خون کے تشنہ ہیں اور تمہارے قتل کی راہ میں جہاد کرکے تقرب خدا کے طلبگار ہیں، انہوں نے اپنے خدا سے عہد و پیان کیا ہے کہ تمہیں تمہارے افعال و کردار کی سزا تک پہونچادیں گے، اگر وہ تمہارے قتل سے بھی راضی وخوشنود ہوں تو میرے لئے کوئی نقصان نہیں ہے، میں چاہتا ہوں کہ عثمان کے ساتھ دشمنی اور ان کی رگ حیات کاٹنے کے سلسلے میں تم نے جو ظلم وستم کیا ہے، اس کی وجہ سے تمہیں قتل کردیا جائے، لیکن خاندان قریش کے ایک شخص کو اس طرح قتل کرنا مجھے پسند نہیں۔ ہاں! خدا ہے کہ تم جہاں بھی رہو گے وہ تمہیں اس قصاص سے نجات نہیں دے گا، والسلام''۔

محمد نے دونوں خطوط کو ایک ساتھ رکھ کر حضرت علیؑ کی جانب روانہ کر دیا اور معاویہ کے خط کا اس طرح جواب لکھا:

''امابعد! تمہارا وہ خط موصول ہوا جس میں تم نے عثمان کے معاملے کو اس طرح بیان کیا ہے جس کے سلسلے میں میں کوئی بھی عذر پیش نہیں کروں گا، اس خط میں تم نے مجھے خوف زدہ کر کے اس بات کا دعوی کیا ہے کہ تم میرے خیر خواہ ہو اور مجھے از راہ شفقت قتل ہونے سے ڈرایا ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ زمانہ اس طرح کروٹ لے گا کہ میں میدان کارزار میں تم سے جنگ کروں گا اگر تم کامیاب ہو گئے تو دنیا کی حکومت تمہاری ہو جائے گی، کتنے ہی ظالموں نے دنیا میں حکومت کی ہے اور کتنے ہی مومنوں کو تم نے قتل کیا اور مثلہ کیا ہے، ہاں! تمہاری اور ان سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے، تمام امور اس کی نگاہوں کے سامنے ہیں وہ تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہی اس کا فیصلہ کرے گا، والسلام''۔

اور عمرو عاص کے خط کا جواب اس طرح لکھا:

''اے عمرو عاص! تم نے اپنے خط میں جو کچھ لکھا تھا اس سے مطلع ہوا، تم اس بات سے پریشان ہو کہ کامیابی میرے حصے میں آئی ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم غلطیاں کرتے ہو، تم یہ خیال کرتے ہو میں میرے خیر خواہ ہو، خدا کی قسم! تم میرے بدخواہ ہو، تم سوچتے ہو کہ لوگوں نے میری رائے اور حکومت کو چھوڑ کر میری پیروی سے نادم ہیں اور سب نے تیری اور شیطان کی پیروی کو اختیار کر لیا ہے، اس سلسلے میں عالمین کا پروردگار ہی ہمارے لئے کافی ہے، ہمیں عرش اعلی کے خدا پر بھروسہ ہے، والسلام''۔

عمرو عاص نے مصر کی جانب رخ کیا۔ محمد بن ابی بکر نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دیا:

''امابعد! اے مسلمانو اور مومنو! جن لوگوں نے اسلام کی حرمت کو پامال کیا، ضلالت و گمراہی کو رواج دیا اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر لوگوں پر زبردستی مسلط ہونا چاہتے ہیں، اب وہ دشمنی و عداوت پر کمر بستہ ہو کر تمہاری طرف آرہے ہیں۔ اے خدا کے بندو! جو بھی جنت اور خدا کی بخشش کا طلبگار رہے اسے خدا کی راہ میں اس گروہ سے جہاد کرنا چاہئے، جلدی کرو اور کنانہ بن بشر کے ہمراہ ان کا منھ توڑ

جواب دو، خدا تم پر رحمت نازل کرے‘‘۔

تقریباً دو ہزار لوگوں نے کنانہ کو مثبت جواب دیا، محمد دو ہزار افراد کے ساتھ باہر آئے، کنانہ عمرو عاص کے سامنے گئے، آگے آگے محمد حرکت کر رہے تھے۔ عمرو کنانہ کی طرف آیا، قریب آنے کے بعد کنانہ نے ایک ایک خط کو پیش کرنا شروع کیا، وہ جیسے خط نکالتے وہ بے توجہی کا مظاہرہ کرتا اور زمین پر ڈال دیتا تھا، اس نے کئی مرتبہ اس عمل کی تکرار کی۔ عمرو ’’معاویہ بن حدیج سکونی‘‘ کو بلوا کر بہت سے لوگوں کے ساتھ کنانہ کا محاصرہ کر لیا۔ شام کے لوگوں نے چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کر لیا تھا۔ کنانہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنے گھوڑے سے اتر آئے، ان کی زبان پر یہ کلمات تھے:

’’ہر موجود خدا کی اجازت سے مر جائے گا، یہ ایسا فیصلہ ہے جو سب کے لئے معین کر دیا گیا ہے، جو بھی اس دنیا کی جزا چاہتا ہے ہم اسے دیں گے اور جو آخرت کی جزا کا طالب ہے ہم اسے بھی دیں گے، ہم شکرگزاروں کو بہترین جزا دیں گے‘‘۔ اس کے بعد اپنی تلوار نکال کر ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے، خدا ان پر رحمت نازل کرے۔

پھر عمرو عاص محمد بن ابی بکر کی جانب روانہ ہوا جن کے ساتھی کنانہ کے قتل کی خبر سن بکھر ہو گئے تھے، یہ صورت حال تھی کہ ان کے پاس کوئی بھی نہ تھا، محمد نے یہ حالت دیکھ کر ایک خرابے میں پناہ گزیں ہو گئے ایک طرف عمرو عاص اور دوسری طرف معاویہ بن خدیج ’’محمد‘‘ کی تلاش میں لگے رہے۔ چنانچہ معاویہ نے ایک راہ گیر سے پوچھا: کسی نامعلوم آدمی کو ادھر دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں نے صرف اس خرابے میں ایک آدمی کو دیکھا تھا۔ ابن خدیج نے کہا: خدائے کعبہ کی قسم! وہی محمد بن ابی بکر ہے وہ سب کھلنڈر کی طرف دوڑے اور اس میں داخل ہو کر انہیں باہر نکالا، وہ شدت تشنگی سے جاں بلب تھے وہاں سے مصر کے زندان میں لایا گیا۔ ان کا بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر عمرو عاص پر بھڑک اٹھا: کیا تم میرے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ کسی کو معاویہ بن حدیج کے پاس بھیج کر اس عمل سے روکو۔ عمرو عاص نے ابن حدیج سے سفارش کی کہ محمد بن ابی بکر کو اس کے پاس بھیج دیا جائے۔ معاویہ نے کہا: تم کنانہ بن بشر کو تو قتل کر دو اور میں محمد بن ابی بکر کو چھوڑ دوں؟ یہ محال ہے، کیا تمہارے کافر ان سے بہتر تھے یا تمہاری

کتابوں میں اسے برأت کا اظہار کیا گیا ہے؟

محمد نے ان سے کہا: مجھے پینے کے لئے تھوڑا پانی دو۔

معاویہ بن حدیج نے کہا:

''خدا اس شخص کو سیراب نہ کرے جو تمہیں ایک قطرہ پانی دے، تم نے عثمان کو پانی نہیں دیا، انہیں روزہ کی حالت میں قتل کر دیا، انہوں نے مہر و محبت کی شراب پی کر جنت میں خدا کا دیدار کیا، اے ابن ابی بکر خدا کی قسم! میں تمہیں قتل کروں گا تا کہ تم جہنم میں جلتا ہوا پانی پی سکو''۔

محمد نے جواب میں کہا: اے یہودی عورت کے جنے! تو ایسا نہیں کر سکتا، یہ خداوند عالم ہے جو اپنے بندوں کو سیراب کرتا ہے اور تم اور تمہارے ساتھیوں جیسے دشمنوں کو تشنہ کام رکھتا ہے، خدا کی قسم! اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی ایسی جرأت نہیں کرتا۔

ابن حدیج نے جواب میں کہا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ تمہیں گدھے کے کھال میں ڈال کر آگ لگا دوں گا۔

محمد نے کہا: تجھ جیسے بہتوں نے اولیائے خدا کے اوپر ایسے مظالم ڈھائے ہیں، مجھے امید ہے کہ جو آگ تو مجھے جلانے کے لئے روشن کرے گا خداوند عالم اسے ٹھنڈی کر دے گا، اس نے اپنے خلیل ابراہیم کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا تھا، وہ تو اور تیرے اہلکار کے ساتھ وہی کرے گا جو نمرود اور اس کے چاہنے والوں کے ساتھ کیا تھا، خداوند عالم تجھے اور جس کا تو نے ابھی نام لیا ہے (عثمان) اور تیرے رہبر (معاویہ) کو اسی آگ میں جلائے گا جو تیرے سامنے شعلہ ور ہے۔

ابن حدیج نے کہا: میں تمہیں صرف عثمان کی وجہ سے قتل کروں گا۔

محمد نے کہا: تجھے عثمان سے کیا واسطہ؟ عثمان نے ظلم و ستم کے ساتھ رفتار کیا اور قرآن مجید کے احکام میں تغیر و تبدل کیا، خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُولَـئِكَ هُمُ الفَاسِقُونَ﴾ ''جو بھی تنزیل خدا کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا وہ فاسقوں میں شمار ہوگا''۔(۱) اسی لئے ہم

۱۔ مائدہ/۴۷

نے اس سے انتقام لیا اور اسے قتل کیا، اب تو اور تمہارے ساتھی اس کی تعریف کر رہے ہو، خداوند عالم ہمیں ان گناہوں سے مبرہ و پاک قرار دے جن کا وہ مرتکب ہوا ہے، ہاں! تو ان گناہوں اور جرائم میں اس کا شریک ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر معاویہ سخت غضبناک ہوا اور انہیں قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ انہیں ایک کھال میں ڈال کر اس میں آگ لگا دی گئی۔

عائشہ نے یہ واقعہ سن کر بہت زیادہ گریہ وزاری کی اور نماز کے بعد معاویہ اور عمرو پر لعنت کی۔(۱)

نجوم الزاہرہ میں ہے کہ ان کا سر کاٹ کر شام میں معاویہ بن ابی سفیان کے پاس بھیج دیا گیا، چنانچہ یہ سر پورے شام میں پھرایا گیا، اسلام میں یہ پہلا سر تھا جسے اس طرح پھرایا گیا تھا۔(۲)

محمد بن ابی بکر کی شہادت کا دوسرا رخ

معاویہ نے ۳۸ھ میں عمرو عاص کو چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ مصر کی جانب روانہ کیا، معاویہ بن حدیج اور ابوالاعور سلمی کو بھی اس کے ساتھ کیا، عمرو نے وہاں زندگی گذاری تھی اور حضرت علیؑ کی طرف سے محمد بن ابی بکر وہاں حاکم تھے، ان کی حکومت ''مسناۃ'' نامی جگہ پر قائم تھی۔ ان دونوں کے درمیان ایسی جنگ چھڑی کہ اس میں کنانہ بن بشر شہید ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر کو ان کے ساتھیوں نے تنہا چھوڑ دیا تو انہوں نے بھاگ کر جبلہ بن مسروق نامی شخص کے یہاں چھپ گئے۔ کچھ دنوں بعد ان کا ٹھکانہ معلوم ہو گا اور معاویہ بن حدیج اور اس کے ساتھیوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر محمد بن ابی بکر باہر آئے اور ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ معاویہ بن حدیج اور عمرو عاص نے انہیں ایک کھال میں رکھ کر آگ لگا دی، یہ دردناک واقعہ مصر کے کوم شریک نامی جگہ پر رونما ہوا۔ منقول ہے کہ یہ ظلم

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۵۸۔۶۱ (ج ۵ ص ۱۰۱۔۱۰۵ حوادث ۳۸ھ)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۴ (ج ۲ ص ۴۱۳ حوادث ۳۸ھ)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۱۳، ۳۱۴ (ج ۷ ص ۳۴۸۔۳۴۹ حوادث ۳۸ھ)؛ نجوم الزاہرہ ج ۱ ص ۱۱۰۔۱۱۱

۲۔ نجوم الزاہرہ (ج ۱ ص ۱۱۰)

اس وقت کیا گیا جب محمد بن ابی بکر کے جسم میں رمق حیات باقی تھی۔

معاویہ اور اس کے ساتھیوں کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو بہت خوش ہوا۔ محمد بن ابی بکر کی شہادت پر معاویہ کی خوشحالی و مسرت کا واقعہ حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

''جتنا وہ خوش ہے ہم اتنا ہی غمزدہ، آغاز جنگ سے لے کر میں نے ابھی تک کسی پر اتنا زیادہ گریہ نہیں کیا، وہ میرا تربیت یافتہ تھا، میں اسے اپنا بیٹا کہتا تھا، اتنا غم واندوہ بے وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ نیک شخص اور میرا بھتیجا تھا(۱) ہم خدا کی راہ میں یہ قربانی پیش کرتے ہیں''۔ (۲)

عبدالرحمٰن فزاری حضرت علیؑ کی طرف شام میں مخبر تھے، وہ حضرت کی خدمت میں آکر بولے:

''میں شام سے باہر آیا عمرو عاص کی طرف سے کچھ نمائندے خوش خبری لائے کہ مصر کو فتح کر لیا گیا ہے اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا گیا ہے، انہوں نے منبروں پر بھی اس کا اعلان کیا۔ اے امیرالمومنین! میں نے ابھی تک ایسی خوشحالی بہت کم دیکھی ہے، محمد کے قتل کی خبر شہادت سن کر شام کے لوگوں کی مسرت بے نظیر تھی''۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: لیکن ہمارا غم واندوہ، ان کی مسرت سے کئی گنا زیادہ ہے۔ آپ اتنے غمگین تھے کہ اس کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔

حضرت نے لوگوں کے درمیان خطبہ دیا، خدا کی حمد وثنا اور رسول خداؐ پر درود وسلام کے بعد فرمایا:

''خبردار مصر کو ظالموں اور فسق و فجور کے طرفداروں نے فتح کر لیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں بندھ ڈال کر اسلام کو گمراہی کے راستے پر لے گئے، آگاہ ہو جاؤ کہ محمد بن ابی خدا کی راہ میں شہید ہوئے ہیں، خدا اس پر رحمت نازل کرے، ہم اسے خدا کی بارگاہ میں دیکھ رہے ہیں.....''۔ (۳)

ابوعمر سے مروی ہے کہ محمد بن ابی بکر کو عمرو عاص کے سامنے لایا گیا، عمرو نے زہر سے انہیں شہید

۱۔ محمد بن ابی بکر ماں کی طرف سے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے بھائی تھے۔

۲۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۴۲۸۔۴۲۹)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۱۴ (ج ۷ ص ۳۴۹ حوادث ۳۸ھ)

۳۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۶۲ (ج ۵ ص ۱۰۸ حوادث ۳۸ھ)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۵ (ج ۲ ص ۴۱۴ حوادث ۳۸ھ)

کر دیا۔ شعبہ اور ابن عیینہ نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ محمد بن ابی بکر کو گرفتار کر کے عمرو عاص کے سامنے لایا گیا۔ اس نے کہا: کیا کوئی عہد و پیمان ہے، کیا کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے؟ انہون نے کہا: نہیں۔ یہ سن کر ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ حضرت علیؑ ہمیشہ محمد بن ابی بکر کی تعریف و توصیف کرتے تھے اور ان کی فضیلت بیان کرتے تھے کیونکہ وہ عابد و مجاہد تھے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس تباہکار کے بیٹے (عمرو عاص) سے ایسے دردناک مظالم اور جنایتیں بعید نہیں ہیں، یہ تمام مظالم صرف اور صرف ہند کے بیٹے کی قربت حاصل کرنے کے لئے انجام دیئے جاتے تھے اور ان افراد کے ہاتھوں انجام پذیر ہوتے تھے جو شائستہ کردار بندوں کا خون بہانے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتے تھے، ایسے افراد تھے جو خواہشات نفس کے بری طرح اسیر تھے۔

فرض کریں کہ ان کے خیال کے مطابق محمد نے عثمان کے خلاف وہ تمام اقدامات کئے، پھر بھی حیرت کی بات ہے کہ ان کی خونخواہی کے لئے وہ معاویہ اٹھ کھڑا ہوا جس نے عثمان کے مطالبہ کے باوجود ان کی نصرت نہیں کی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ یا عمرو عاص جیسا شخص اس کی حمایت کر رہا ہے جس نے عثمان کے قتل پر مسرت و شادمانی کا اظہار کیا۔ اس نے کہا تھا: میں (ابو عبداللہ) نے اسے قتل کیا ہے، اس وقت میں وادی سباع میں تھا۔ اسی نے کہا تھا: میں ابو عبداللہ ہوں، جب کسی زخم کو کریدتا ہوں تو خون نکال دیتا ہوں۔ اس نے ان چوپانوں کو بھی اس کے خلاف بھڑکا دیا تھا جو پہاڑ کی بلندی پر بھیڑ چراتے تھے، وہ فتنہ انگیزی میں مشغول تھا۔

معاویہ نے ان سپاہیوں کو عائشہ کی جانب کیوں نہیں روانہ کیا جو لوگوں کے درمیان یہ آواز بلند کر رہی تھیں: اس احمق بڈھے کو قتل کر دو، خدا اسے قتل کرے یہ کافر ہو گیا ہے۔ اس نے طلحہ و زبیر کے پاس (ان سپاہیوں کو کیوں نہیں بھیجا جو عثمان کے سب سے بڑے دشمن تھے؟ طلحہ ہی نے عثمان کے محاصرے کے دوران ان تک پانی نہیں پہونچنے دیا اور لوگوں کو ان کی مدد سے روکا، وہی مانع ہوئے کہ عثمان کو مدینہ میں سپرد خاک کیا جائے چنانچہ وہ یہودیوں کے قبرستان (حش کوکب) میں دفن کئے گئے۔ ان تمام باتوں کی

۱۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۲۳۵ (القسم الثالث ص ۱۳۶۷ نمبر ۲۳۲۰)؛ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۸۱ (ج ۹ ص ۷۰)

تفصیل نویں جلد میں پیش کی گئی۔

شہرستانی ''ملل ونحل'' میں لکھتے ہیں:

''عثمان کے سپاہیوں کے سردار یہ افراد تھے: معاویہ شام کا سردار، سعید بن ابی وقاص کوفہ کا گورنر، اس کے بعد ولید بن عقبہ، عبداللہ بن عامر بصرہ کا گورنر، عبداللہ بن ابی سرح مصر کا عامل، ان سب نے عثمان کو تنہا چھوڑ دیا چنانچہ وہ اپنے کیفر کو پہونچ گئے''۔(۱)

جی ہاں! عثمان کو قتل کرنے والے یہ لوگ تھے، معاویہ تو چاہتا تھا کہ صرف حضرت علیؑ کے چاہنے والوں سے عثمان کا قصاص لے، انہیں جہاں دیکھے وہیں پر دردناک طریقے سے قتل کر دیتا تھا۔

فرض کریں محمد بن ابی بکر ہی عثمان کے قاتل تھے، دوسروں کی شرکت کے سلسلے میں کوئی دلیل بھی ہے، ان کے لئے قصاص کا حکم صادر کر دیا گیا ہے کیونکہ قصاص میں معاشرے کی زندگی ہے۔ کیا شریعت اسلام میں ایسا کوئی قصاص ہے کہ مجرم کو کھال میں ڈالنے کے بعد نذر آتش کر دیا جائے، اور اس سر کو پورے شہر میں پھرایا جائے؟ محمد بن ابی بکر کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ خدا کے دین میں صحیح ہے؟ یا معاویہ اور اس کے آباؤ اجداد کے بت ہبل کے دین میں رائج ہے۔

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''ہم آپ کو ان کے واقعات بالکل سچے سچے بتا رہے ہیں''۔(۲)

﴿فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ ''عنقریب ان کے پاس جن چیزوں کا مذاق اڑاتے تھے ان کی خبریں آنے والی ہیں''۔(۳)

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلَّهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ﴾ ''حکم صرف اللہ کے اختیار میں ہے وہی حق کو بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے''۔(۴)

۱۔ ملل ونحل ص ۲۵ (ج ۱ ص ۳۲)

۲۔ کہف/۱۳

۳۔ انعام/۵ ۴۔ انعام/۵۷

معاویہ کے جھوٹے مناقب پر ایک نظر

شاید اب تک آپ نے معاویہ کی شناخت حاصل کر لی ہوگی اور پوری طرح آشکار ہو چکا ہوگا کہ یہ شخص کون ہے، اس کے عادات وخصائل کیا ہیں؟ ایسا شخص تھا جس کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ کہیں نہیں، یہ شخص تباہی وبربادی میں اپنی مثال آپ تھا۔ بدکردار راوی اور مورخین اس سے کون سی فضیلت منسوب کر سکتے ہیں اور بکے ہوئے قلم ہوی وہوس کے اس پجاری کے اعمال میں جھوٹی باتیں کیسے داخل کر سکتے ہیں حالانکہ بازار عبرت میں اس کے چھچھورے رفتار کی کوئی اہمیت نہیں، گزرگاہ حق وحقیقت میں اس کے اعمال وافعال کے متعلق عذر تراشیاں قطعی ممکن نہیں، لہٰذا آنکھ بند کر کے حسن ظن رکھیں اور اس کے احوال وحالات کے بارے میں کوئی سوال نہ کریں۔

کیا معاویہ خداوند عالم کی بارگاہ میں ان تمام تر مظالم وجنایات کا مرتکب نہیں ہوا، اس نے اس کتاب وسنت کو پامال نہیں کیا جس میں تبدیلی ممکن ہی نہیں۔

کیا اس نے الٰہی حرمت کی توہین اور اولیائے الٰہی کے مقام ومرتبہ کو نیچا دکھانے کی کوشش نہیں کی۔

کیا اس نے اولیائے خدا کے پاک وپاکیزہ خون بہا کر گناہوں سے منزہ ان کے نفوس پر ظلم وستم نہیں کیا، حالانکہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴾ ''جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے اس کی جزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہنا ہے اور اس پر خدا کا غضب بھی ہے اور خدا لعنت کرتا ہے اور اس نے اس کے لئے عذاب عظیم بھی مہیا کر رکھا ہے''۔(۱)

۱۔ نساء/۹۳

کیا اسی معاویہ نے ان صلحائے امت ، عادل اصحاب کرام اور تابعین پر مظالم کے پہاڑ نہیں ڈھائے جن کے خون وناموس محترم تھے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ،وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ﴾ ''جولوگ صاحبان ایمان مرد یا عورتوں کو بغیر کئے دھرے اذیت دیتے ہیں ،انہوں نے بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھ رکھا ہے، یقیناً جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں خدا کی لعنت ہے اور خدا نے ان کے لئے رسوا کن عذاب معین کر رکھا ہے''۔(۱)

کیا یہ وہی نہیں جس نے رسول خداؐ کے حقیقی و واقعی جانشین کے خلاف آتش جنگ بھڑکا کر آنحضرت کو آزردہ خاطر کیا، حالانکہ ان کے سامنے سر تسلیم خم رکھنا اور ان کو راضی وخوشنود رکھنا واجب ہے:﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ ''جولوگ خدا اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ستاتے ہیں وہ شدید عذاب سے دوچار ہوں گے''۔(۲)

کیا یہی معاویہ نہیں جس نے ذوی القربی کے متعلق رسول اکرمؐ کی حرمت کا پاس ولحاظ نہیں رکھا، ان کے فرزندوں کے والد کا احترام واکرام ،ان پر لعنت اور سب وشتم کر کے پامال کیا، اس عظیم اور گھناؤنے گناہ کے نفاذ پر اس نے دینی معاشروں کو مجبور کیا، اسے سنت کی شکل دے دی اور جس عظیم اسلامی شخصیت کو خداوند عالم نے پاک ومنزہ قرار دیا ہے اس سے دروغ و افتراع اور بیہودہ بکواس منسوب کیا۔
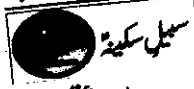
کیا یہی معاویہ نہیں جس نے وحشیانہ مظالم اور عظیم گناہوں کی انجام دہی میں سبقت کا مظاہرہ کیا۔

یہی وہ پہلا خلیفہ تھا جس نے شراب خریدی ، اسے بے تحاشا پیتا تھا حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ جو شراب بیچے، خریدے اور اسے استعمال کرے وہ ملعون ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے فحشا اور منکرات کو اسلامی معاشروں میں رائج کیا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ

۱۔احزاب/۵۸،۵۹ ۲۔توبہ/۶۱

أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لاتَعْلَمُونَ ﴾ ''جولوگ چاہتے ہیں کہ صاحبان ایمان میں بدکاری کا چرچا پھیل جائے ان کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ سب کچھ جانتا ہے صرف تم نہیں جانتے ہو''۔(۱)

وہ پہلا شخص ہے جس نے سود کو حلال کیا اور سود کھایا حالانکہ خداوند عالم نے خرید وفروش کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے: ﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لايَقُومُونَ إِلاَّ كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَس ﴾ ''جولوگ سود کھاتے ہیں وہ روز قیامت اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہے''۔ اور رسول خداؐ کا ارشاد ہے: سود کھانے والا اور سود دینے والا دونوں ملعون ہیں۔

معاویہ وہ پہلا شخص ہے جس نے سفر میں اس لئے پوری نماز پڑھی تا کہ اپنے چچازاد بھائی کو اہمیت دے اور اس کا احترام کر سکے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے عثمان کی رائے کے مطابق دو بہنوں سے نکاح کی بدعت ایجاد کی۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے باب دیات میں سنت کے قوانین میں تبدیلی ایجاد کی اور جو چیزیں نہیں تھیں اسے بھی داخل کر دیا۔

وہ پہلا شخص ہے کہ جس کا جب دل چاہا نمازوں میں تکبیریں ترک کر دیں جب کہ نماز میں تکبیریں کہنا مسلمہ سنت ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے تلبیہ کو ترک کر دیا اور حکم دیا کہ اس سلسلے میں امیر المومنین حضرت علی کی مخالفت کی جائے جو سنت خدا اور رسول کے حقیقی پیروکار تھے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے نماز عید کے خطبہ کو اس لئے مقدم کیا تا کہ حضرت علیؑ پر سب وشتم سے لوگوں کے کان بھر سکے حالانکہ رسول خداؐ سے مروی ہے کہ جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی

۱۔ نور/۱۹

اور جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے ترک حدود اور خداوند عالم کی سنت کو قائم نہ کر کے اس کی مخالفت کی، حالانکہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ ''جو خدا اور رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے حدود سے تجاوز کرے گا خدا اسے جہنم میں داخل کر دے گا اور وہ وہیں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے''۔(۱)

وہ پہلا شخص ہے جس نے زنا کار کے حکم کی تنقیص کرتے ہوئے جاہلی آئین و رسوم کو زندہ کیا اور دین محمدؐ کی مخالفت کی، حالانکہ رسول خدا کی حدیث ہے: **الولد للفراش و للعاهر الحجر۔**

وہ پہلا شخص ہے جس نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی اور اسے جاری رکھا پھر ایک زمانہ میں ''سفاح'' نے اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی لگائی، رشید کے عہد تک یہی حال رہا پھر اس نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا شروع کر دیا۔

وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت علیؑ پر سب و شتم کو رائج کیا اور اسے سنت کے عنوان سے جاری و ساری رکھا۔

وہ پہلا شخص تھا جس نے اپنے زمانے کے امامؑ پر شورش کی، ظلم و ستم کیا اور ان کے خلاف محاذ آرائی کی اور اس طرح اس نے امام وقت اور امت کی کثیر تعداد کو تباہی کے گھاٹ لگا دیا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے حدیث سازی کے لئے اموال خرچ کئے اور کتاب خدا اور کلمہ طیبہ میں تحریف کے سلسلے میں بے پناہ پیسے لٹائے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علیؑ کی محبت کو ترک کرنے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرنے کو اپنی خلافت کی بیعت کی شرط قرار دی۔

وہ پہلا شخص ہے جس کے سامنے جب عادل صحابی ''عمر بن حمق'' کے سر کو لایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ پورے شہر میں پھرایا جائے۔

۱۔ نساء/۱۴

وہ پہلا شخص ہے، جس نے عدل و انصاف کے خوگر صحابہ و تابعین کو عترت رسولؐ کی دوستی و محبت میں قتل کیا۔ حالانکہ اہل بیت رسولؐ کی محبت کو خداوند عالم نے اجر رسالت قرار دیا ہے۔

وہ پہلا شخص ہے، جس نے اہل بیت کرام سے محبت کرنے والی عورتوں کو تہہ تیغ کیا، بچوں کا سر قلم کیا اور ان کے اموال غارت کئے حتی مقتولین کو مثلہ کیا، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور ان کے خاندان کو تباہ و برباد کیا۔

وہ پہلا شخص ہے، جس کو خود اسی کے ماتحتین نے دھوکہ دیا، جھوٹی اور بے بنیاد گواہیاں اسی کے سامنے رائج ہوئیں، اس کے زمانے میں ظالموں نے رسول خدا کی امت کے شائستہ کردار افراد پر تسلط حاصل کیا۔

وہ پہلا شخص ہے، جس نے منبر رسول کو مدینہ سے شام منتقل کرنا چاہنا، جیسی منبر کو منتقل کرنا چاہا تو سورج کو گہن لگا اور وہ اپنے ارادہ سے باز آیا۔ (۱)

وہ پہلا شخص ہے، جس نے خلافت اسلامی کو بدترین حکومت میں تبدیل کر دیا۔

وہ پہلا شخص ہے، جس نے بادشاہوں کو ریشم کے کپڑے پہننے پر مجبور کیا، سونے چاندے کے ظروف میں خورد و نوش کیا اور سونے چاندی سے آراستہ سواریوں پر سوار ہوا۔

وہ پہلا شخص ہے، جس نے امیر المومنین ہونے کا دعویٰ کیا، حالانکہ وہ گانا سنتا تھا، بزم طرب برپا کرتا تھا اور ناچنے والیوں کو صلہ و انعامات دیتا تھا۔

وہ پہلا شخص ہے، جس نے حرم امن الٰہی ''مدینہ رسول'' پر یورش کی، وہاں کے لوگوں کو ڈرایا، دھمکایا اور اس زمین مقدس کی حرمت کو پامال کیا۔

ان جیسے اور بھی بہت سے مظالم اور جنایتیں ہیں جن کو انجام دینے میں معاویہ نے سبقت کا مظاہرہ کیا۔ (۲)

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۴۵ (ج ۸ ص ۴۹ حوادث ۵۰ھ)

۲۔ ملاحظہ ہو: اوائل سیوطی؛ تاریخ خلفاء (ص ۱۸۷)؛ محاضرۃ الاوائل بکتوری

ان باتوں کے پیش نظر کیا یہ صحیح ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ ایسے نابکار اور ذلیل طاغوت کے متعلق مخزن نبوت سے کوئی تعریفی جملہ صادر ہوا ہوگا یا عادل وصادق رسول خداؐ کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکلا ہوگا جو اس کی ستائش پر مشتمل ہو؟؟ نہیں! ایسا ممکن ہی نہیں، بلکہ رسول اکرمؐ وہ عظیم انسان ہیں جنہوں نے اس شخص کی اس کے مظالم کی وجہ سے مذمت کی ہے، اس لئے کہ یہ شخص عہد جاہلیت اور خود اسلام میں آنحضرت کا سخت ترین دشمن تھا اگر آنحضرتؐ معاویہ کی تعریف میں ایک لفظ بھی بیان فرماتے تو باطل کی ترویج اور حق کی اہانت وتوہین محسوب ہوتی۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے علیؑ اور معاویہ کے بارے میں سوال کیا۔ کہا: جان لو کہ حضرت علیؑ کے بہت زیادہ دشمن ہیں، ان کے دشمنوں نے لاکھ کوشش کی کہ ان کی شخصیت میں کوئی عیب نکالیں لیکن کامیاب نہ ہوسکے اسی لئے وہ ایسے شخص پر متحد ہوئے جس نے ان سے جنگ کی، لوگوں نے حیلہ وفریب کے ذریعہ اسے علیؑ کے خلاف ورغلایا۔(۱)

حاکم لکھتے ہیں: میں نے ابوالعباس محمد بن یعقوب بن یوسف سے سنا، وہ کہہ رہا تھا: میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا: مجھ سے اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے کہا: معاویہ کی فضیلت میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔(۲)

بخاری نے اپنی صحیح میں مناقب معاویہ پر مشتمل کوئی حدیث ملاحظہ نہیں کی تو مجبوراً مناقب صحابہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک باب ''ذکر معاویہ'' کے نام سے قائم کیا۔

ابن حجر لکھتے ہیں: یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ جو فضائل معاویہ سے مخصوص ہیں اور اختلافی ہیں، ان کی کوئی اصل واساس نہیں، وہ صحیح نہیں ہیں، معاویہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں جن میں سے کسی کی سند صحیح نہیں، اسحاق بن راہویہ، نسائی اور دوسروں کا بھی یہی نظریہ ہے۔(۳)

۱۔ تاریخ خلفاء سیوطی ص۱۳۳ (ص۱۸۶)؛ فتح الباری ج۷ ص۸۳ (ج۷ ص۱۰۴)؛ صواعق محرقہ ص۷۶ (ص۱۲۷)

۲۔ اللآلی المصنوعۃ ج۱ ص۲۲۰ (ج۱ ص۴۲۴)؛ فتح الباری ج۷ ص۸۳ (ج۷ ص۱۰۴)

۳۔ فتح الباری ج۷ ص۸۳ (ج۷ ص۱۰۴)

مسلم اور ابن ماجہ نے بھی فضائل معاویہ پر مشتمل صحیح حدیث ملاحظہ نہیں کی، انہوں نے اپنی صحیح و سنن میں مناقب صحابہ کے عنوان سے بعض صفحات نقل کئے ہیں۔

ترمذی نے بھی ایک حدیث کے علاوہ دوسری کوئی حدیث نقل نہیں کی ہے اور لکھا ہے: یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔ ہم نے الغدیر کی دسویں جلد میں اس کے بطلان کو ثابت کیا ہے۔ اس حدیث میں ہے: ''خدایا! اس کی ہدایت فرما''۔ (۱)

عمرو بن واقد نے اس حدیث کو اپنے سے منسوب کیا ہے، یہ عمرو ایک نمبر کا جھوٹا اور زنا کار ہے، پانچویں جلد میں اس کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ صحاح و مسانید بھی اس جھوٹے راوی کی روایتوں سے خالی ہیں۔

حافظ نسائی شام میں داخل ہوا، وہاں کے لوگوں سے یہ خواہش کی کہ وہ معاویہ کے فضائل بیان کریں، کہا: کیا کوئی سامنے آکر ان کے فضائل بیان کر سکتا ہے؟ سب نے اٹھ کر بہت مارا اور مسجد سے نکال باہر کر دیا۔ وہ خود نقل کرتے ہیں: مجھے مکہ لے جایا گیا تو وہاں کے لوگوں نے بھی باہر کر دیا۔ وہ وہیں مریض ہوئے اور مر گئے۔ (۲)

ابن تیمیہ کا بیان ہے: بعض لوگوں نے معاویہ کے فضائل نقل کئے اور اس سلسلے میں رسول خدا کی احادیث بھی روایت کی ہے لیکن وہ سب جھوٹی ہیں۔ (۳)

فیروز آبادی اور عجلونی فضائل معاویہ کے باب میں لکھتے ہیں: اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ (۴)

عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں:

۱۔ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۶۴۵ ح/ ۳۸۴۲، ۳۸۴۳)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۱۱ ص ۱۲۴ (ج ۱۱ ص ۱۴۰ حوادث سن ۳۰۳ ھ)؛ نسائی کی حدیث کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

۳۔ منہاج ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۰۷

۴۔ کشف الخفاء ص ۴۲۰ (ج ۲ ص ۴۲۰)

اگر تم کہو گے کہ فضائل معاویہ میں بہت سی احادیث منقول ہیں تو میں کہوں گا کہ یہ سچ ہے لیکن اس ان میں سے کوئی بھی حدیث سند کے اعتبار سے صحیح نہیں''۔(۱) اسحاق بن راہویہ، نسائی اور دوسروں نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور بے مقصد نہیں کہ بخاری نے ''باب ذکر معاویہ'' لکھا ہے، ''فضیلت یا منقبت معاویہ'' تحریر نہیں کی ہے۔

شوکانی فوائد مجموعہ میں لکھتے ہیں: تمام حفاظ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضیلت معاویہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔(۲)

جی ہاں! اس ذلیل شخص کی غلو آمیز دوستی ہی اس کے جھوٹے فضائل و مناقب گڑھنے کا موجب قرار پائی ہے۔ رسول خداؐ اس بات سے کہیں پاک و منزہ ہیں کہ اس کے بارے میں کچھ فرمائیں گے بلکہ ان احادیث کو جعل سازوں نے گڑھا ہے کہ انسانیت اسے کبھی قبول ہی نہیں کر سکتی۔

محمد بن عبد الواحد ابو عمر نے اس شخص کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا دامن مختلف ضلالتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر نے لسان المیزان میں اسحاق بن محمد سوسی کے نام کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''اس شخص نے معاویہ کے فضائل سے متعلق کچھ لچر موضوعات بیان کئے ہیں، جنہیں عبید اللہ سقطی نے بھی اس سے نقل کیا ہے، اس نے یا اس کے استاد نے یہ لچر کلمات ایجاد کئے ہیں''۔(۳)

یہاں مختصر طور پر اس جھوٹ کے پلندے کو پیش کیا جا رہا ہے جسے جھوٹے اور گناہگار راویوں نے اس شخص کے مناقب میں جعل کیا ہے، یہ ان جھوٹ کا بقیہ حصہ ہے جنہیں ہم نے اس سے قبل پیش کیا ہے، جن کے بارے میں ایک منصف مزاج قاری خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے، خدا بہترین یاور و مددگار ہے۔

۱۔ عمدۃ القاری (ج۱۶ص۲۴۹نمبر۲۵۴)

۲۔ فوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ (ص۴۲۳ح۱۶۲/)

۳۔ لسان المیزان ج۱ص۳۷۴(ج۱ص۴۱۶نمبر۱۱۶۵)

معاویہ پر رسولؐ کا درود وسلام

۱۔انس سے مرفوعاً منقول ہے: اپنے اصحاب میں معاویہ کے علاوہ کسی اور کے جانے پر افسوس نہیں ہوا، چنانچہ اسی سال کے بعد میں اس کا دیدار کر رہا ہوں، اسی سال بعد ایک اونٹ جو رحمت خدا سے مشک وعنبر سے معطر تھا اور اس کا پیر زبرجد کے مانند دمک رہا تھا، میرے پاس آیا، میں نے پوچھا: کیا معاویہ آیا ہے؟ اس نے کہا: لبیک یا محمدؐ۔ میں نے سوال کیا: یہ اسی سال کہاں تھے؟ کہا: یہ اسی سال عرش خدا کے نیچے ایک باغ میں گزرے، وہ مجھ سے اور میں اس سے نجویٰ کرتا تھا، خدا مجھ پر اور میں خدا پر درود بھیجتا۔ اس کا بیان ہے کہ یہ ان لعنتوں اور دشنام طرازیوں کی جزا ہے جو دنیا میں مجھ سے منسوب کی جاتی تھیں۔(۱)

معاویہ پر خدا کا سلام

۲۔انس سے مرفوع روایت میں منقول ہے: جبرئیل امینؑ ایک سونے کا قلم لئے ہوئے میرے پاس آئے، کہا: خدائے عزوجل آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے: اے میرے حبیب! میں عرش سے یہ قلم معاویہ کو ہدیہ کر رہا ہوں، اسے اس تک پہنچادیں اور کہیں کہ اس قلم سے آیت الکرسی لکھے، اسے مرتب کرے، نکات وحرکات لگائے اور آپ کی خدمت میں پیش کرے، میں آیت الکرسی لکھنے کے وقت سے لیکر روز قیامت تک اس آیت کی تلاوت کرنے والے کی تعداد کے برابر اس کے کھاتے میں ثواب لکھوں گا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: عبدالرحمٰن (معاویہ) کو میرے پاس بلواؤ۔ ابوبکر گئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر رسول خداؐ کی خدمت میں لائے۔ دونوں نے سلام کیا، آنحضرت نے ان کے سلام کا جواب دیا پھر معاویہ سے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! میرے پاس آؤ۔ وہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے قلم دے کر فرمایا: اے معاویہ! یہ وہ قلم ہے جسے پروردگار نے عرش سے تمہارے لئے بھیجا ہے تاکہ تم اس سے آیت الکرسی لکھو، اسے

۱۔ملاحظہ ہو جلد ۵ ص ۲۵۴ طبع اول؛ ص ۲۹۸ طبع دوم

آراستہ و مرتب کرو، اس پر نقاط و حرکات لگاؤ اور پھر میرے حوالے کر دو، میں خدا کی حمد ثنا بجالاتا ہوں کہ اس نے تمہیں یہ فضیلت عطا فرمائی ہے، خداوند عالم اس کی تحریر کے وقت سے لیکر روز قیامت تک اس کے پڑھنے والوں کی تعداد کے مطابق تمہارے کھاتے میں ثواب لکھے گا۔ معاویہ نے رسول خدا سے قلم لے کر اپنے کان کے اوپری حصہ پر لگالیا۔ رسول خدا نے فرمایا: خدایا! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ قلم اس کے حوالے کر دیا ہے، اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار فرمائی۔ معاویہ دوزانوں رسول اسلامؐ کے سامنے بیٹھ گئے، وہ مسلسل اس کرامت پر خدا کی حمد کر رہے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے قلم و دوات پیش کیا اور اس نے بہترین تحریر میں لکھنا شروع کر دیا اور تکمیل کے بعد رسول اسلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت نے فرمایا: اے معاویہ! خداوند عالم نے ان تمام افراد کی تعداد کے مطابق جو روز قیامت تک اس آیت الکرسی کی تلاوت کریں گے تمہارے کھاتے میں ثواب لکھ دیا ہے۔ (۱)

معاویہ امین ہے

۳۔ جابر سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے جبریل سے مشورہ کیا کہ کیا کتابت کے امور معاویہ کے حوالے کئے جائیں؟ جبرئیل بولے: ان کے حوالے کر دیجئے اس لئے کہ وہ ایک امین انسان ہے۔ (۲)

۴۔ عبادہ بن صامت مروی ہے: خداوند عالم نے رسول پر وحی نازل کی کہ معاویہ کو امور کتابت پر مامور کریں کیوں کہ وہ امین و مامون ہے۔ (۳)

۵۔ انس سے مرفوع روایت منقول ہے کہ امین سات افراد ہیں: لوح، قلم، اسرافیل، میکائیل، جبرئیل اور محمدؐ و معاویہ۔ (۴)

۱۔ ملاحظہ ہو: ج۵ ص۲۵۹ طبع اول: ص۳۰۴ طبع دوم

۲۔ ج/۵ ص۲۶۰ طبع اول ص۳۰۵ طبع دوم

۳۔ ج۵ ص۲۶۱ ط/۱: ص۳۰۵ ط/۲

۴۔ ج/۵ ص۲۶۲ ط/۱: ص۳۰۸ ط/۲

۶۔ابو ہریرہ سے مرفوعا منقول ہے کہ خدا کی نظر تین افراد امین ہیں: میں، جبرئیل اور معاویہ۔(۱)

۷۔ایک شخص نے دوسرے شخص سے نقل کرتے ہوئے کہا: بنی ہاشم کے دس افراد رسول خداؐ کی خدمت میں پہنچے، اتمام نماز کے بعد عرض کی: یا رسول اللہؐ! ہم بعض امور کے سلسلے میں آپ سے گفتگو کرنے کے لئے آئے ہیں؛ خداوند عالم نے اس رسالت کے ذریعہ آپ کو فضیلت دی ہے، اس سے آپ کو مشرف فرمایا ہے اور اس وسیلے سے ہمیں بھی شرف عطا فرمایا ہے، ہم کاتب وحی کے عنوان سے معاویہ بن ابی سفیان کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں، اس لئے کہ آپ کے خاندان میں کوئی بھی اس کی طرح فضیلت و برتری کا حامل نہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: نہیں کسی اور کو تلاش کرو۔ اس واقعہ کے بعد چالیس دن تک جبرئیل امین نازل نہیں ہوئے چالیسویں دن ایک صحیفہ کے ہمراہ نازل ہوئے جس میں لکھا تھا: اے محمدؐ! جسے خداوند عالم نے منتخب فرمایا ہے اسے بدلنے کا آپ کو کوئی حق نہیں، آپ کسی اور کو وحی کی کتابت پر مامور نہیں کر سکتے، معاویہ ہی کو منتخب فرمائیں اس لیے کہ وہ امین ہیں۔(۲)

۸۔واثلہ کے طریق سے ایک مرفوع روایت مروی ہے: خداوند عالم نے اپنے وحی کی کتابت کے لئے مجھے، جرئیل اور معاویہ کو امین قرار دیا، نزدیک تھا کہ خداوندعالم معاویہ کو علم دانش اور اپنے کلام پر امانت کی وجہ سے رسول بنا دے۔ خدا معاویہ کے گناہوں کو بخش دے گا اور اپنے حساب سے محفوظ رکھے گا۔ اس نے اپنی کتاب کی تعلیم دی اور اسے ہادی و مہدی قرار دیا۔(۳)

معاویہ کے توسط سے کتابت وحی پر رسولؐ کا افتخار

۹۔سعد سے مروی ہے کہ رسولؐ نے معاویہ سے فرمایا: بے شک معاویہ قیامت کے دن ریشمی لباس میں محشور کیا جاؤں گا جس کا ظاہر رحمت اور باطن رضایت خدا پر مشتمل ہوگا، اس وقت وہ سب کے سامنے

۱۔ج ۵ص ۲۶۱ط ۱/ ۱؛ ص ۳۰۶ط ۲/

۲۔ج ۵ص ۲۶۲ط ۱/ ۱؛ ص ۳۰۷ط ۲/ ۳۔ج ۵ص ۲۶۲ط ۱/ ۱؛ ص ۳۰۸ط ۲/

مباہات کرے گا اس لئے کہ اس لباس میں وحی لکھی ہوئی ہوگی۔(۱)

رسولؐ سے معاویہ کی ملاقات جنت میں

۱۰۔ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے: جعفر بن ابی طالب نے بہ (پھل) رسول خداؐ کی خدمت میں پیش کیا، اس کے بعد معاویہ تین عدد بہ لائے تو رسولؐ نے فرمایا: جنت میں ان کے ساتھ مجھ سے ملاقات کروگے۔(۲)

ابن حیان کہتے ہیں: یہ حدیث جعلی ہے۔(۳) خطیب کہتے ہیں کہ متذکرہ حدیث ثابت نہیں ہے ابن عساکر کا بیان ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل واساس نہیں ہے۔(۴)

معاویہ بہشتی ہے

۱۱۔ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے: ابھی اسی وقت اہل بہشت میں سے ایک شخص داخل ہوگا، چنانچہ اسی وقت معایہ داخل ہوئے۔ فرمایا: معاویہ! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے، جنت میں ان دو انگلیوں کے کی طرح میرے ہمراہ رہوگے۔

ذہبی نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ حدیث باطل ہے۔(۵)

علم وحلم سے معاویہ کی شکم پری

۱۲۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں اسحاق بن یزید سے، اس نے محمد مبارک صوری سے، اس نے

۱۔ ج ۵ ص ۲۷۶ ط ۱/ ۲۰۱ ۔ ۲۔ ج ۵ ص ۲۸۱ ط ۱/ ص ۳۲۹ ۔ ۳۔ کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۱۱۶)

۴۔ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۱۶ ص ۶۹۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۲۵ ص ۱۲)؛ اللئالی المصنوعہ ج ۱ ص ۴۲۳، ۴۲۲

۵۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳۳ (ج ۲ ص ۶۲۳ نمبر ۵۰۸۵)

صدقہ بن خالد سے، اس نے وحشی بن حرب بن وحشی سے، اس نے اپنے والد اور اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ معاویہ رسولؐ کے عقب میں سوار تھے۔ رسولؐ نے فرمایا: تمہارے بدن کا کون سا حصہ مجھ سے نزدیک ہے؟ کہا: میرا پیٹ۔ فرمایا: خدایا! اسے حلم و دانش سے بھر دے۔

ذہبی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔(۱)

تبصرۂ امینی

اگر یہ روایت بخاری کی نظر میں ذرا بھی معتبر ہوتی تو وہ اپنی صحیح میں ضرور نقل کرتے اور ''باب ذکر معاویہ'' کو کسی فضیلت ومنقبت سے خالی نہ رکھتے لیکن وہ جانتے ہیں کہ معاویہ علم ودانش سے قطعی عاری تھا .وہ ایسے شخص کی تصدیق کیسے کر دیتے جس کی جہالت وخشونت شہرہ آفاق تھی۔

(اسی کے برعکس) اگر رسول خداؐ کسی کے بارے یہ بدعا کرتے کہ اس کا شکم حلم و دانش سے خالی رہے تو وہ حتمی طور پر معاویہ ہی ہوتا۔ اس شخص کا کون سا عمل ان دو خصلتوں کا ترجمان ہے.؟ جاہلیت کے پست دور اور اس شخص کے تاریک اسلام کے درمیان کون سا فرق پایا جاتا ہے؟ حق تو یہ ہے کہ ان میں ذرا بھی فرق نہیں۔

عبادہ بن صامت سے اس کے علم کے بارے میں سوال کیا گیا: کیا تمہیں اس کی اطلاع ہے؟ کہا: اس کی ماں ہند اس سے زیادہ جانتی تھی۔(۲) اور جب شریک سے سوال ہوا کہ کیا اس کے حلم کے بارے میں کچھ جانتے ہو.؟ کہا: جس نے حق کے ساتھ کھلواڑ کیا اور حضرت علیؑ کو قتل کیا، وہ حلیم ہو ہی نہیں سکتا۔(۳)

ام المومنین عائشہ کہتی ہیں: معاویہ کا حلم اس وقت کہاں تھا جب اس نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو

۱۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۶۸ (ج ۴ ص ۳۳۱ نمبر ۹۳۳۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۱۶ ص ۱۹۵ نمبر ۱۷۰۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۱ ص ۳۰۶)

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۰ (ج ۸ ص ۱۳۹ حوادث ۶۰)

قتل کیا اس پر تف ہے کہ اس نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔

شریک کے سامنے حلم معاویہ کی بات نکلی تو اس نے کہا:

کیا معاویہ سفاہت و جہالت کی کان کے علاوہ بھی کچھ تھا، خدا کی قسم! جب اس نے شہادت امیر المومنین کی خبر سنی، پہلے نیم دراز تھا سنتے ہی ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا، پھر اپنی کنیز سے بولا: سریلی آواز میں کچھ گاؤ، آج میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔

اس نے بھی یہ اشعار پڑھے:

الا ابلغ معاویة بن حرب فلا قرت عیون الشامتینا

افی شهر الصیام فجعتمونا بخیر الناس طرا اجمعینا

قتلتم خیر من رکب المطایا و افضلهم و من رکب السفینا

''کیا معاویہ بن حرب کو ایسی بات سناؤں جس نے کینہ توزوں کی آنکھ کبھی روشن نہ ہو؟ کیا تم لوگ ماہ صیام میں ایسے انسان کو قتل کر کے ہمیں اندوہناک کرتے ہو جو لوگوں میں سب سے بہتر تھا؟ تم نے اس بہترین انسان کو قتل کیا ہے جو اب تک اونٹ یا کشتی پر سوار ہوا ہے''۔

معاویہ نے اپنے پاس رکھے ہوئے گرز آہنی سے اس کنیز کے سر پر شدید ضرب لگائی۔ کیا اس کے بعد بھی اسے حلیم و بردبار کہا جا سکتا ہے؟ اس وقت اس کا حلم کہاں غایب تھا۔(۱)

معاویہ کے چچوں نے اس کے شکم کے سلسلے میں رسولؐ کی بدعا بھی نقل کی ہے آپ نے اس طرح بدعا فرمائی:

''خدا تیرے شکم کو کبھی سیر نہ کرے'' اس کے علاوہ کوئی بھی حدیث نقل کی جائے وہ جھوٹ ہے، اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

۱۔ اس واقعہ کو راغب نے محاضرات کے خطی نسخے میں نقل کیا ہے؛ تشیید المطاعن ج ۲ ص ۴۰۹ پر اسی کتاب سے منقول ہے، البتہ طباعت کے وقت اس روایت سے مربوط دوسری روایت کے ساتھ اس روایت کی بھی تحریف کر دی گئی ہے۔ آپ محاضرات ج ۲ ص ۲۱۴ کی جانب رجوع کریں اس کے بعد اس کے خطی نسخے سے مقایسہ کریں۔

جنت میں معاویہ کی رسول خداؐ سے ملاقات

۱۳۔ جابر سے منقول ہے: رسولؐ خدا نے معاویہ کو ایک تیر دیتے ہوئے فرمایا: اسے اپنے پاس رکھو تاکہ جنت میں میری زیارت کرسکو۔ ابوہریرہ کی روایت میں ہے: تاکہ جنت میں اسے واپس کرسکو۔

قاسم بن مہران نے یہ روایت نقل کی ہے (۱) اور ابن حبان کا عقیدہ ہے کہ اس روایت سے استدلال کرنا کسی صورت جائز نہیں۔ (۲) ابن عدی کہتے ہیں: اس کا راوی پکا جھوٹا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں: یہ حدیث جعلی ہے۔ (۳)

معاویہ جنتی لباس میں

۱۴۔ خارجہ بن یزید اور اس نے اپنے والد سے مرفوع حدیث روایت کی ہے: اے ام حبیبہ! خداوند عالم معاویہ کو تم سے زیادہ دوست رکھتا ہے، میں معاویہ کو گویا جنتی لباس میں دیکھ رہا ہوں۔ (۴)

ذہبی لکھتے ہیں: یہ حدیث باطل ہے، محمد بن رجاء پر اس کے جعل کرنے کا الزام ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: سند روایت میں ''عبدالرحمٰن بن عبدالزناد'' بھی ہے جس کے بارے میں یحییٰ بن معین کہتے ہیں: یہ ان افراد میں سے نہیں جن پر ائمہ حدیث نے اعتماد کیا ہو، یہ صحت سے عاری ہے، قطعی ضعیف ہے۔ (۵) صالح بن احمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث مضطرب ہے۔ ابن مدینی سے منقول ہے: ہمارے اصحاب کے نزدیک ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں: اس کی حدیث سے

۱۔ کتاب المجروحین، میزان الاعتدال، لسان المیزان

۲۔ کتاب المجروحین ج ۲ ص ۲۱۴

۳۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۸ (ج ۳ ص ۳۳۲ نمبر ۶۶۴۵؛ ج ۳ ص ۳۶۹ نمبر ۶۷۹۶)؛ لسان المیزان ج ۴ ص ۲۱۴، ۴۵۹؛ ج ۶ ص ۴۸۱ نمبر ۶۴۷۴، ص ۵۳۸ نمبر ۶۶۲۵، ج ۶ ص ۲۶۶ نمبر ۹۰۰۴)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۶ (ج ۳ ص ۵۴۵ نمبر ۷۵۱۷)

۵۔ معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۴۷ نمبر ۱۸۳)

استدلال و احتجاج نہیں کیا جا سکتا، اس نے اپنے والد سے روایت کر کے اسے ضعیف کر دیا ہے۔(۱)

شیعہ معاویہ کو گالی نہیں دیتے

۱۵۔ابوعمرو زاہد نے علی بن محمد بن صائغ سے اور اس نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔اس نے کہا کہ میں نے حسین کو دیکھا کہ وہ معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جمعہ کا دن تھا، معاویہ خطبہ دے رہے تھے، ایک صحابی نے کہا: اے امیر المومنین! حسین کو منبر پر جانے کی اجازت دیجئے۔معاویہ نے کہا: تم پر تف ہے، چھوڑو کہ میں فخر و مباہات کروں، پھر اس نے خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا: اے ابوعبداللہ! آپ کو خدا کا واسطہ، بتائیں کیا میں بطحائے مکہ کا زائر نہیں ہوں؟ جواب دیا: ہاں اس خدا کی قسم! جس نے میرے جد کو حق کی بشارت دینے والا بنا کر ارسال فرمایا۔پھر کہا: اے ابوعبداللہ! آپ کو خدا کا واسطہ بتائیں کیا میں خال المومنین (مومنین کا ماموں) نہیں۔فرمایا: ہاں، اس خدا کی قسم! جس نے میرے جد کو مبعوث بہ رسالت فرمایا ہے۔پھر پوچھا: کیا میں کاتب وحی نہیں ہوں؟ جواب دیا: ہاں اس خدا کی قسم! جس نے میرے جد کو اس لئے بھیجا تا کہ لوگوں کو انذار کریں۔معاویہ منبر سے نیچے آیا۔حسین ابن علی منبر پر گئے اور خدا کی ایسی ثنا کی کہ گزشتہ و آئندہ افراد اس سے قاصر ہیں۔پھر کہا: میرے والد نے میرے جد سے، میرے جد نے جبرئیل امین سے اور جبرئیل نے خدا سے روایت کی ہے کہ عرش کے ستون کے نیچے ایک پتہ ہے جس پر یہ تحریر ہے: خدائے واحد کے علاوہ کوئی خدا نہیں، محمد خدا کے رسولؐ ہیں، اے آل محمدؐ کے شیعہ! لا الـه الا الـلـه کہنے والا قیامت کے دن جو بھی آئے گا خداوند عالم اسے جنت میں داخل کرے گا۔معاویہ نے پوچھا: اے ابوعبداللہ! آپ کو خدا کی قسم ہے آل محمدؐ کے شیعہ کون ہیں؟ کہا: وہ افراد جو شیخین (ابوبکر وعمر)، عثمان اور میرے والد پر لعنت نہیں بھیجتے اور اے معاویہ! تم پر بھی لعنت نہیں بھیجتے۔

۱۔تہذیب التہذیب ج۶ ص ۱۷۰ (ج۶ ص۱۵۶)؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۱۶۰ نمبر ۳۸۷)

ابن عساکر نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، حسین سے اس کی سند سمجھ میں نہیں آتی۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں کہ حدیث کے منکر اور غیر مستند ہونے کے باوجود حفاظ حدیث نے اس کی روایت کی ہے؟ کیا ابو عمر زاہد محمد بن عبدالواحد وہی جھوٹا اور کذاب نہیں جس نے فضائل معاویہ کے لئے ایک باب قائم کیا ہے اور وہ خود بھی اس جھوٹی حدیث کے راویوں میں سے ایک ہے.؟ کیا اس حدیث کے راویوں میں ''علی بن محمد صائغ'' وہی شخص نہیں جسے خطیب خصوصیت سے ضعیف کہا ہے.؟(۲) حافظ کہتے ہیں: علی بن محمد صائغ سے ابو محمد جرجانی (متوفی ۳۷۴) نے روایت کی ہے اور یہ بھی مالک (متوفی ۱۷۹) سے ایک واسطہ سے نقل کرتا ہے۔ بنا بریں اس کا باپ امام حسین سے جن کی شہادت سن ۶۰ھ میں واقع ہوئی، کیسے ممکن ہے کہ اس نے معاویہ کو درک کیا ہو اور اس کے خطبہ میں شریک ہوا ہو۔

اس روایت کے الفاظ و متون بھی اس کی صحت کی تردید کر رہے ہیں، کیا اس روایت کو ان روایات سے مقایسہ کیا جا سکتا ہے جو معاویہ کی سیرت و روش کے سلسلے میں رسولؐ اسلام، امیر المومنین علیؑ اور حسن و حسین علیہما السلام سے بطور صحیح و ثابت مروی ہیں.؟

معاویہ نوری ردا میں

۱۶۔ حدیث مرفوع ہے: معاویہ اس حالت میں مبعوث ہوگا کہ اس کے جسم پر نوری ردا پڑی ہوگی۔ ابن حبان نے جعفر بن محمد القطا کی کے طریق سے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔(۳) ذہبی اور ابن حجر نے اس حدیث کے بطلان کا اعتراف کرتے ہوئے القطا کی کا موثق ہونا ذکر کیا ہے۔

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۴ ص ۳۱۲، ۳۱۳ (ج ۱۴ ص ۱۱۳ نمبر ۱۵۶۶) ۲۔ تاریخ خطیب ج ۳ ص ۲۲۲

۳۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۴۱۶)؛ لسان المیزان ج ۲ ص ۱۲۴ (ج ۲ ص ۱۵۶ نمبر ۲۰۴۹)

معاویہ اہل بہشت سے ہے

ابونعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن محمد بن جعفر سے، اس نے احمد بن محمد بزاز مدنی سے، اس نے ابراہیم بن عیسیٰ زاہد سے، اس نے احمد دینوری سے، اس نے عبدالعزیز بن یحیٰ سے، اس نے اسماعیل بن عیاش سے، اس نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار سے، اس نے اپنے والد سے اور اس نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: اہل بہشت میں ایک شخص تم پر ظاہر ہوگی چنانچہ معاویہ ظاہر ہوئے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: دار قطنی کی تصریح کے مطابق احمد بن مروان دینوری (صاحب مجالسہ) حدیث گڑھنے والا شخص تھا۔ دار قطنی ''سبقت رحمتی غضبی'' کی حدیث نقل کر کے کہتے ہیں: یہ سند صحیح نہیں ہے، اس کا مقصد احمد بن مروان پر الزام لگانا تھا، میری نظر میں یہ شخص حدیث گڑھنے والوں میں سے ایک ہے۔ (۲)

سند حدیث پر ایک نظر:

عبدالعزیز بن یحیٰ: ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد نے اس سے ایک حدیث سنی، پھر اسے ترک کر کے کہا کہ میں اس سے حدیث نقل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ضعیف ہے۔ (۳) ابوزرعہ کا بیان ہے: وہ ثقہ نہیں اس لئے کہ میں نے اس کی حدیث ابراہیم بن منذر کے سامنے بیان کی تو اس نے اس کی تکذیب کردی۔ پھر ابی مصعب کے سامنے بیان کی اور کہا کہ اس نے سفیان بن بلال سے نقل کی ہے۔ سنتے ہی کہا: جھوٹ بکتا ہے، میں اس سے بڑا ہونے کے باوجود اسے درک نہ کرسکا۔

عقیلی کہتے ہیں: وہ موثق افراد سے باطل مضامین نقل کرتا تھا اور ایسی حدیث نقل کرتا ہے جسے قدماء میں مالک کے علاوہ کسی اور نے نقل نہیں کیا۔ (۴) ابن عدی کہتے ہیں: یہ حدیث قطعی ضعیف ہے، وہ لوگوں

۱۔ لسان المیزان ج ۲ ص ۳۱۳ (ج ۲ ص ۲۶۶ نمبر ۲۴۶۶)

۲۔ لسان المیزان ج ۱ ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۳۲۹ نمبر ۹۳۷)

۳۔ الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۴۰۰ نمبر ۱۸۵۳)

۴۔ الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۱۹ نمبر ۹۷۵)

کی حدیثیں چراتا تھا۔(۱)

اسماعیل بن عیاش: یحیی بن معین کہتے ہیں: اہل شام اس پر ذرا بھی توجہ نہیں کرتے تھے، عراقیوں کو بھی اس کی باتیں پسند نہیں تھیں۔(۲) اسدی کہتے ہیں: حجازیوں اور عراقیوں سے کوئی بات نقل کرتے وقت جھوٹ کی آمیزش کر دیا کرتا تھا۔ جوزجانی کے بقول: اس نے جھوٹوں کی حدیثوں سے لوگوں کو سیراب کیا ہے۔

ابن خزیمہ لکھتے ہیں: اس کی باتوں سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ابن مبارک کے بقول: مجھے اس کی حدیث ذرا بھی پسند نہیں۔ شامیوں کے علاوہ نسائی (۳)، ابواحمد بن حاکم، برقی اور ساجی سب نے اس کی روایت کو ضعیف کہا ہے۔ حاکم کہتے ہیں: اگر کسی حدیث کو صرف وہ نقل کرے تو قابل قبول نہیں اس لئے کہ اس کا حافظہ اچھا نہیں تھا۔ ابوحبان (۴) کہتے ہیں: زندگی کے ابتدائی دور میں اس کا حافظہ اچھا تھا، جب بڑا ہوا تو اس کی ذہانت جاتی رہی، ابتدائی دور میں جو حدیث نقل کی ہے وہ دوسروں سے بھی منقول ہے لیکن بڑھاپے کی احادیث قطعی غریب ہیں۔ سب میں جھوٹ کی آمیزش ہے، وہ سند ذکر کر کے متن حدیث کو دوسرے متنوں سے مخلوط کر دیتا تھا اور خود بھی متوجہ نہیں ہوتا تھا لہذا جس کی یہ کیفیت ہو اس کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا۔(۵)

سلسلہ اسناد میں ''عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار'' بھی ہے۔ ابن معین اسے ضعیف سمجھتے ہیں۔(۶) ابوحاتم کہتے ہیں: اس کی حدیث سست و ضعیف ہے، اس کی حدیث نقل کی جاتی ہے لیکن اس سے استناد نہیں کیا جاتا۔(۷) ابن عدی کہتے ہیں: اس کی بعض حدیثیں منکر ہیں، اسے قبول نہیں کیا جا سکتا، وہ ان

۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۳۷۹ نمبر ۱۵۴۳)؛ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۴۰ (ج ۲ ص ۴۳۶ نمبر ۵۱۳۶)؛ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۶۳ (ج ۶ ص ۳۲۳)

۲۔ التاریخ (ج ۴ ص ۳۲۴ نمبر ۵۱۳۶)

۳۔ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۴۹ نمبر ۳۶)

۴۔ کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۱۲۵)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۱۲ (ج ۱ ص ۲۴۰ نمبر ۹۲۳)؛ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۲۴۔۳۲۶ (ج ۱ ص ۲۸۲۔۲۸۴)

۶۔ التاریخ (ج ۴ ص ۲۰۳ نمبر ۱۲۰۴)

۷۔ الجرح والتعدیل (ج ۵ ص ۲۵۴ نمبر ۱۲۰۴)

افراد میں سے ہے جو ضعیف حدیثیں نقل کرتے ہیں۔(۱)

خدا معاویہ کو علم کتاب کی تعلیم دیتا ہے

۱۸۔ذہبی نے میزان اور ابن کثیر نے تاریخ میں نصیر سے اور اس نے ابی ہلال محمد بن سلیم سے روایت کی ہے کہ اس نے ایک شخص سے اور اس نے مسلمہ بن مخلد سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: خدایا! معاویہ کو اپنی کتاب کی تعلیم دے اور اسے شہروں میں مقرر فرما۔(۲)

ذہبی لکھتے ہیں: جبلہ معروف نہیں ہے، اس کی حدیث منکر ہے۔ابن حجر لکھتے ہیں: اس حدیث کی سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ اس میں ''محمد بن سلیم'' مجہول شخص ہے۔(۳)

ذہبی نے میزان میں اور ابن حجر نے لسان میں ''یحیی بن معین کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ یہ جھوٹی حدیث بیان کرتا ہے۔(۴)

خدا اور رسولؐ معاویہ کو دوست رکھتے ہیں

۱۹۔عقیلی نے بشر بن بشار سمسا سے، اس نے عبداللہ بن بکار مقری، اس نے ابوموسی اشعری کی اولاد سے، انہوں نے اپنے والد سے، اس نے اپنے جد سے اور اس نے ابوموسی سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ ام حبیبہ کے گھر میں داخل ہوئے، اس وقت معاویہ کا سر ان کے زانو پر تھا، آنحضرتؐ نے پوچھا: اسے

۱۔کامل فی ضعفاء الرجال (ج۴ص ۲۹۸نمبر ۱۱۲۶) ؛ میزان الاعتدال ج۲ص ۱۰۹ (ج۲ص ۵۷۲نمبر ۲۹۰۱)؛ تہذیب التہذیب ج۶ص ۲۰۶ (ج۶ص ۱۸۷)

۲۔میزان الاعتدال (ج۱ص ۳۸۸نمبر ۱۴۴۰)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۸ص ۱۲۱ (ج۸ص ۱۲۹حوادث ۶۰ھ)

۳۔لسان المیزان ج۲ص ۹۶ (ج۲ص ۱۲۳نمبر ۱۹۰۸)

۴۔تاریخ یحیی بن معین (ج۴ص ۲۳۵نمبر ۴۱۲۰)؛ میزان الاعتدال ج۳ص ۶۹ (ج۳ص ۵۷۴نمبر ۷۶۴۵)؛ لسان المیزان ج۵ص ۱۹۲ (ج۵ص ۲۱۸نمبر ۷۴۵۳)

دوست رکھتی ہو؟ کہا: کیوں نہ دوست نہ رکھوں کیونکہ خدا اور رسول اسے دوست کرتے ہیں۔(۱)

عقیلی کہتے ہیں: ابن عبداللہ بن بکار مجہول النسب ہے اس کی روایت محفوظ نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس کی روایت صحیح نہیں ہے۔(۲) بشر سمسار کہتے ہیں کہ ابن بکار غیر معروف اور مجہول تھا۔

معاویہ امین وحی

۲۰۔ انس سے مرفوعاً منقول ہے: خداوند عالم نے تین افراد کو وحی کا امین قرار دیا ہے: جبرئیل، محمدؐ اور معاویہ۔

ذہبی ''ابن احمد بلخی'' کے متعلق لکھتے ہیں: یہ ضعیف اور سارق الحدیث تھا، اسے اہل حدیث میں شمار کرنا بے وقوفی ہے۔(۳)

مقام انبیاء میں معاویہ کا حشر

۲۱۔ حدیث مرفوع: معاویہ اس علم و بیان کی وجہ سے جو میرے پروردگار کے کلام پر رکھتا ہے، پیغمبر کی طرح مبعوث ہوگا۔

ذہبی نے محمد بن حسن اور اس نے اسحاق بن حسن کے طریق سے معاویہ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں، شاید یہ وہی نقاشی صاحب تفسیر ہے جو ایک نمبر کا جھوٹا تھا۔(۴)

لسان المیزان میں ہے: اسحاق بن محمد سوسی وہی جاہل شخص ہے جس نے فضائل معاویہ میں قبیح

۱۔ الضعفاء الکبیر (ج ۲ ص ۲۳۷ نمبر ۷۸۹)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۶ (ج ۲ ص ۳۹۸ نمبر ۴۲۲۹)؛ لسان المیزان ج ۳ ص ۲۶۳ (ج ۳ ص ۲۱۸ نمبر ۴۵۳۷)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۵ (ج ۳ ص ۴۵۵ نمبر ۷۱۳۴) لسان المیزان ج ۵ ص ۳۴ (ج ۵ ص ۴۱ نمبر ۶۹۰۳)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۳ (ج ۳ ص ۵۱۶ نمبر ۷۳۹۰)؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۱۲۵ (ج ۵ ص ۱۴۲ نمبر ۷۲۰۷)

موضوعات بیان کئے ہیں۔ عبداللہ بن محمد بن احمد نے اس سے روایت کی ہے، یہ خود بھی مجہول تھا اور اس کے مشائخ و رواۃ بھی مجہول و غیر معروف تھے۔(۱)

معاویہ کی ہدایت کے لئے رسول خدا کی دعا

۲۲۔ بخاری نے عمر بن واقد دمشقی سے، اس نے ابی ادریس دمشقی سے اور اس نے عمیر بن سعد دمشقی سے نقل کیا ہے کہ معاویہ کا صرف ذکر خیر کیا کرو، اس لئے کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: خدایا! اس کی ہدایت فرما۔(۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: حفاظ و ائمہ حدیث میں سے کسی کو بھی ''عمر بن واقد دمشقی'' کی دروغ گوئی پر شک نہیں۔ سب کا یہی نظریہ ہے کہ وہ لائق اعتبار نہیں، ضعیف اور منکر الحدیث تھا، اسناد کو باہم مخلوط کر کے غیر معروف حدیث نقل کرتا تھا۔ بہتر یہ ہے کہ اس کی حدیث کو ترک کر دیا جائے۔(۳)

کیا اسلامی قطار میں راویان حدیث میں سے کوئی نہیں جو ان جھوٹی باتوں اور بکواس کے ذخیروں پر غور وفکر کرے؟ یہ حدیث شامیوں سے مخصوص کیوں ہے، اس کی اسناد شامیوں پر ہی کیوں ختم ہوتی ہے؟ آپ اس ''کیوں'' کی علت سے اچھی طرح واقف ہیں۔

معاویہ امین وحی

۲۳۔ ابن کثیر نے مسیب بن واضح سے اور اس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا: جبرئیل امین نے رسول خداؐ کی خدمت میں پہنچ کر کہا: اے محمدؐ معاویہ کو سلام پہنچایئے اور اسے خوش خبری

۱۔ لسان المیزان ج۱ ص۳۷۴ (ج۱ ص۴۱۶ نمبر ۱۱۶۵)

۲۔ تاریخ الامم والملوک ج۴ قسم ۱/ ص۳۲۸

۳۔ میزان الاعتدال ج۲ ص۳۰۲ (ج۳ ص۲۹۱ نمبر ۶۴۶۵)؛ تہذیب التہذیب ج۸ ص۱۱۵ (ج۸ ص۱۰۲)

سنا دیجئے کہ وہ خدا کی کتاب وحی کا امین ہے۔ اور بہترین امین ہے۔ (۱)

تبصرۂ امینی

دار قطنی کہتے ہیں کہ میتب بن واضح ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں: میں نے عبدانؒ سے کہا کہ تمہاری نظر میں عبدالوہاب بن ضحاک اور میتب بن واضح میں کون بہتر ہے؟

کہا: دونوں مساوی ہیں، عبدالوہاب جھوٹوں اور حدیث سازوں میں معروف ہے، وہ ضعیف و متروک شخصیت کا حامل ہے، بہت زیادہ خطا کرتا ہے، خیال پرداز ہے۔ (۲)

طبرانی نے اوسط میں اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے: علی بن سعید رازی نے محمد بن قطر الداملی سے، اس نے مروان بن معاویہ فزاری سے، اس نے عبدالملک بن ابی سفیان سے، اس نے عطار بن ابی ریاح سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ نیز مجمع میں بھی اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت میں محمد بن فطر کو نہیں پہچانتا اور علی بن رازی سعید بھی ضعیف ہے۔ (۳) سیوطی لکھتے ہیں: ابن مروان اور اس سے روایت کرنے والے کو میں نے موثق وضعیف کسی راوی میں نہیں دیکھا۔ (۴)

علامہ امینی فرماتے ہیں: علی بن سعید رازی وہی شخص ہے کہ جس کے بارے میں دار قطنی سے سوال کیا گیا تو کہا: حدیث کے سلسلے میں اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے سنا ہے کہ وہ مصر کے ایک دیہات میں حاکم تھا لوگوں سے ٹیکس مانگتا تھا، وہ نہیں دیتے تو سوروں کو مسجد میں داخل کر دیتا تھا۔ حدیث میں اس کی منزلت کے بارے میں سوال کیا گیا تو بولے: ایسی حدیث نقل کرتا ہے جس کی پیروی نہیں کی جا سکتی۔ پھر کہا: میری نظر میں اس کی یہی حقیقت ہے (یعنی موثق نہیں ہے) اور مصر کے بعض لوگ بھی یہی

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۲۰ (ج ۸ ص ۱۲۸ حوادث ۶۰ھ)

۲۔ کامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۲۹۵ نمبر ۱۴۳۵)؛ لسان المیزان ج ۶ ص ۴۱ (ج ۶ ص ۴۸ نمبر ۸۳۹۴)؛ مزید معلومات کے لئے الغدیر کی پانچویں جلد ملاحظہ کریں۔

۳۔ مجمع الزوائد ہیثمی ج ۹ ص ۳۵۷ ۴۔ اللئالی المصنوعۃ ج ۱ ص ۱۹

کہتے ہیں۔(۱)

ہم نے پانچویں جلد میں اس شخص (معاویہ) کی امانت کا کچھا چٹھا پیش کیا ہے۔ یہاں امانت کیا ہے؟ جیسے اہم سوال کا جواب دینے اور خدا کی کتاب اور وحی کے امین ہونے کے حقیقی مفہوم سے آگاہی کے لئے دوبارہ کہتے ہیں کہ کیا امانت سے مراد قرآن کو تحریف سے محفوظ رکھنا نہیں ہے.؟ کیا کتاب و وحی کے امین ہونے کا مطلب ان کے حدود وقوانین کی دیکھ بھال کرتے ہوئے ان کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے افراد کا ہاتھ قلم کرنا نہیں ہے؟ کیا یہ معاویہ نہیں جس نے تمام حدود وقوانین کی تنقیص کی؟ کیا اسی نے اپنے تمام تر کاموں کے سلسلے میں کتاب و وحی کتاب میں تغیر وتبدل نہیں کیا اور اپنے فائدے کے مطابق ان سے استفادہ کیا؟ کیا وہی کتاب و وحی کا شدید دشمن نہیں تھا...؟؟

جی ہاں! تاریخ کے صفحات اس کے سیاہ کارناموں سے بھرے پڑے ہیں، اس کتاب کے مندرجات اور مطالب وہ چند نمونے ہیں جو اسی حقیقت کو ثابت کررہے ہیں اور اس کے گھناؤنے کام اور جھوٹے کردار کو صفحۂ تاریخ پر ابدی بنا رہے رہے ہیں۔

معاویہ کے لئے رسولؐ کی دعا

۲۴۔طبرانی نے احمد بن محمد صیدلانی سے، اس نے سری (بن عاصم) سے، اس نے عاصم سے، اس نے عبداللہ بن یحییٰ بن کثیر سے، اس نے اپنے والد حشام بن عمرو سے اور اس نے عائشہ سے نقل کیا ہے کہ عائشہ نے کہا: جب ام حبیبہ کی باری آئی (کہ رسول اسلامؐ ان کے گھر تشریف لے جائیں) تو ایک شخص نے دق الباب کیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟. کہا گیا: معاویہ ہے۔ فرمایا: آنے دو۔ معاویہ داخل ہوا، اس کے کان کے بالائی حصہ پر ایک قلم تھا جس سے وہ لکھتا تھا، رسول خداؐ نے سوال کیا: اے معاویہ! تمہارے کان کے اوپر رکھا ہوا قلم کیسا ہے؟ معاویہ نے کہا: میں نے خدا اور رسول کی خدمت کے لئے یہ قلم تیار کیا ہے۔ فرمایا: خداوند عالم تمہارے رسولؐ کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے، بخدا! میں

۱۔لسان المیزان ج ۴ ص ۲۳۱ (ج ۴ ص ۲۶۵ نمبر ۵۸۲۳)

نے وحی کی کتابت کے لئے تمہارا انتخاب کیا ہے، میرے تمام چھوٹے بڑے کام وحی کے سانچے میں ہوتے ہیں، کتنا اچھا ہو کہ خداوند عالم تمہیں لباس پہنائے (لباس خلافت)۔ ام حبیبہ نے عرض کی: اے خدا کے رسول! اس کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا کیجئے۔ فرمایا: خدایا! اس کی ہدایت کر، اس سے ذلت و پستی کو دور رکھ اور دنیا و آخرت میں اس کی مغفرت فرما۔

طبرانی لکھتے ہیں کہ صرف ''سری بن عاصم'' نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: جس شخص نے رسولؐ خدا سے اس افترا پردازی اور دروغ گوئی کی نسبت دی ہے وہ جھوٹوں اور حدیث سازوں میں معروف ہے، اس کی واقعی شناخت کے لئے الغدیر پانچویں کا مطالعہ کریں۔(۲)

کاش معلوم ہوتا کہ معاویہ نے جس قلم کو کتابت وحی کے لئے آمادہ کیا تھا کیا اسی سے حضرت امیر المومنین سے تہمتوں اور جھوٹی باتوں کو منسوب کیا۔ اسی نے اپنے حکام اور عمال کو حکم دیا کہ امیر المومنین حضرت علیؑ اور ان کے دو فرزندوں پر سب و شتم کریں۔ اس نے اپنے ظالم و جابر حکام کو تحریر کیا کہ وہ امت کے صالح افراد اور خاندان وحی کے شیعوں کا خون حلال سمجھیں، اس طرح وہ اپنی زبان و قلم کا استعمال کر کے ظلم و جنایت کا ننگا ناچ رچ رہا تھا۔

رسول خداؐ سے جو دعا منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے خدا سے پسر ہند کی ہدایت کا مطالبہ کیا اور خواہش کی کہ اس سے بدبختی دور رہے اور دنیا و آخرت میں اس کی مغفرت فرما، کیا یہ دعا مستجاب ہوئی؟ بے شک یہ مظالم اور معاویہ کا ان مظالم کی مسلسل تکرار اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ رسول اسلامؐ نے ایسی کوئی دعا کی ہی نہیں اور ایسا کوئی دعوی متحقق نہیں ہوا۔ یہ دعا اور دعوی دونوں ہی خیالی اور فرضی ہیں جنہیں خواہشات کے اسیر نے گڑھ رکھا ہے، ہاں! رسول خداؐ نے اس کے برخلاف دعا فرمائی ہے اور وہ مستجاب بھی ہوئی ہے۔

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج۸ ص۱۲۰ (ج۸ ص۱۲۸ حوادث ۶۰ھ)

۲۔ الغدیر ج۵ ص۲۳۱ (ج۸ ص۱۴۰)

۳۔محمد بن شعیب: بنی امیہ کی ایک فرد اور شامی تھا۔

۴۔مروان بن جناح: شامی اور بنی امیہ کی فرد تھا۔ابو حاتم کے بقول: اس پر اور اس کے بھائی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔(۱)

۵۔یونس بن میسرہ: شامی اور اندھا تھا۔

۶۔عبداللہ بن بسر: شامیوں میں شمار ہوتا تھا، آخری صحابی ہے جو شام میں فوت ہوا۔

اب ذرا ملاحظہ کریں کہ جاہل، کوردل اور سادہ لوح امت حقایق کی بلندی سے ہلاکت و گمراہی کی گہری کھائی میں کیسے گر رہی ہے۔

ابن کثیر اپنی نے اپنی تاریخ میں متذکرہ حدیث اور دوسری احادیث کو نقل کر کے لکھا ہے: ان کے علاوہ ابن عساکر نے بہت سی حدیثوں کو جو بے شک فضائل معاویہ میں گڑھی گئی ہیں ذکر کیا ہے ہم نے ان سب سے چشم پوشی کرتے ہوئے صرف موثق اور حسن احادیث کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، اس کے بعد ''سری'' کے حوالے سے چھبیسویں حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں: ابن عساکر نے اس حدیث کے بعد بہت سی جعلی حدیثیں نقل کی ہے، تعجب ہے کہ اس نے تمام تر فہم و ذکات کے باوجود ان احادیث کے رجال کے ضعف اور عدم معرفت پر توجہ دی نہیں، خدا ہی انسان کو سچ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔(۲)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ابن کثیر اپنی باتوں کو ابن عساکر کے سر ڈال رہے ہیں تاکہ اس کی یادہ گوئی اور بکواس کی تائید کرتے ہوئے اپنی بات کو بھی ثابت کر سکیں لیکن وہ بھول گئے کہ بالآخر غیر جانبدار محقق کی کاوشیں اس جھوٹ اور فریب کا پردہ فاش کر ہی دے گی۔

معاویہ اہل بہشت ہے

۲۶۔ابن عساکر نے نعیم بن حماد کے طریق سے، اس نے محمد بن حرب سے، اس نے ابوبکر بن ابی

۱۔الجرح والتعدیل (ج ۸ ص ۲۷۴ نمبر ۱۲۵۰)

۲۔البدایۃ والنہایۃ (ج ۸ ص ۱۳۰۔۱۳۱ حوادث ۶۰ھ)

مریم سے، اس نے محمد بن زیاد سے، اور اس نے عوف بن مالک اشجعی سے نقل کیا ہے:

میں یوحنا کے کلیسا (جہاں اس وقت ایک مسجد تھی لوگ وہاں نماز پڑھتے تھے) میں سویا ہوا تھا کہ اچانک ایک شیر نظر آیا جو میرے سامنے پیر مار رہا تھا، میں نے اسے اپنے پاس رکھے ہوئے اسلحہ سے حملہ کرنا چاہا۔ شیر نے کہا: ٹھہرو، میں تم تک ایک پیغام پہنچانے کے لئے مامور ہوں۔ میں نے کہا: تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ کہا: خداوند عالم نے مجھے بھیجا ہے تا کہ تم سے کہوں کہ معاویہ کو سلام پہنچاؤ اور اس کو خوشخبری سنادو کہ وہ جنتی ہے۔ میں نے سوال کیا: معاویہ کون ہے؟ کہا: معاویہ بن ابی سفیان۔ (۱)

اسناد روایت پر ایک نظر:

۱۔ نعیم بن حماد: اس سے قبل بتایا گیا کہ پکا جھوٹا اور جعل ساز تھا۔

۲۔ محمد بن زیاد: حمصی، شامی اور ناصبی، امیرالمومنینؑ کا سخت ترین دشمن تھا۔ ابن معین نے اس کی توثیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ موثق و امین ہے۔ (۲) ابن حبان کہتے ہیں: اس کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا مگر یہ کہ کسی دوسرے سے منقول ہو۔ (۳) حاکم نے کہا: حریز بن عثمان (۴) کی طرح اس کا ناصبی ہونا معروف ہے۔ (۵)

۳۔ ابو بکر بن ابن مریم: شامی اور عثمانی تھا۔ احمد، نسائی، دار قطنی اور ابوزرعہ کے بقول ضعیف ہے۔ (۶). ابن معین نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (۷) ابوزرعہ کہتے ہیں: وہ ضعیف اور اس کی حدیث منکر و غیر معروف ہے۔ ابو حاتم اس کے بارے میں کہتے ہیں: اس کی حدیث جعلی اور ضعیف ہے، چوروں کے

۱۔ مختصر تاریخ دمشق (ج ۲۵ ص ۱۶)

۲۔ التاریخ (ج ۴ ص ۴۲۹ نمبر ۵۱۲۲)

۳۔ الثقات (ج ۵ ص ۳۷۲)

۴۔ یہ شخص ہر روز ستر مرتبہ حضرت علیؑ پر لعنت بھیجتا تھا، یہ صحیح بخاری کے رجال میں سے ایک ہے۔

۵۔ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۷۰ (خ ۹ ص ۱۵۰)

۶۔ العلل و معرفۃ الرجال (ج ۲ ص ۳۹ نمبر ۱۴۸۴)؛ کتاب الضعفاء والمتروکین (ص ۲۶۲ نمبر ۶۹۹)؛ طبقات کبریٰ (ج ۷ ص ۴۶۷)

۷۔ التاریخ (ج ۴ ص ۳۴۷ نمبر ۵۱۷۳)

توسط سے مروی ہیں۔(۱) جوز جانی کہتے ہیں: وہ قوی نہیں ہے۔ دار قطنی کی نظر میں متروک ہے۔(۲)

ابن کثیر حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ حدیث قطعی ضعیف وغریب ہے۔ یہ سب خواب کی باتیں تھیں اور ''جب خواب سے بیدار ہوا'' کی عبارت ابن مریم سے منقول نہیں ہے۔(۳) واللہ اعلم

علامہ امینی فرماتے ہیں: مجھے تعجب ہے کہ یہ شیر درندہ جنت کی بشارت سے کیا مناسبت رکھتا ہے؟ اس پیغام اور اس پیغمبر معصوم کے کلام میں کون سی نسبت ہے جو اپنی خواہشات سے کچھ نہیں کہتا؟ جب کہ معاویہ کو رسول خداؐ نے جہنم کی بشارت دی ہے اور اس پر لعنت کی ہے، اس طرح اس شیر کے پیغام اور ان احادیث صحیحہ کے پیغام میں جو امیر المومنین اور عادل صحابہ کرام سے منقول ہوئی ہیں، دونوں میں کیا مناسبت پائی جاتی ہے؟ معاویہ سے متعلق صحابہ کرام کے ارشادات وکلمات دسویں جلد میں نقل کئے گئے۔

یہ بات بھی فکر انگیز ہے کہ قرآن کریم کی آیت اور اس پیغام میں کون سی نسبت پائی جاتی ہے، جس میں خداوند عالم نے گناہ کی بنیاد رکھنے والے اور اسلامی حدود کو تجاوز کرنے والے پر ہر گناہ کو وعدہ عذاب دے کر فرمایا ہے: حدود خدا سے تجاوز کرنے والا ستمگر ہے۔(۴) یہ بھی فرمایا: نیکی اور بدی، اچھائی اور تباہ کاری مساوی نہیں ہیں۔

خدا شکم معاویہ کو سیر نہ کرے

۲۷۔ احمد، مسلم اور حاکم وغیرہ نے ابن عباس کے طریق سے نقل کیا ہے: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اسی وقت رسول خداؐ تشریف لائے۔ میں نے سوچا: شاید آنحضرت میرے لئے آئے ہیں، لہٰذا میں ایک دروازے میں داخل ہوا تو رسول خداؐ نے بھی چند قدم میری طرف بڑھائے۔ فرمایا: جاؤ معاویہ

۱۔ الجرح والتعدیل (ج ۲ص ۴۰۵ نمبر ۱۵۹۰)

۲۔ تہذیب التہذیب (ج ۱۲ص ۳۳)

۳۔ البدایۃ النہایۃ (ج ۸ص ۱۳۲ احوادث ۶۰ھ)

۴۔ بقرہ/۲۲۹

سے کہو کہ میرے پاس آئے ، میں نے جا کر پیغام رسول سنایا،لوگوں نے کہا: وہ ابھی غذا تناول کر رہا ہے۔ میں نے سارا ماجرا بیان کر دیا،تیسری مرتبہ آنحضرت نے فرمایا: خدا اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔ابن عباس کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ کبھی سیر نہ ہوا۔(۱)

ابن کثیر اس حدیث کو فضائل معاویہ کے ضمن میں نقل کر کے لکھتے ہیں: ''معاویہ رسول اسلامؐ کی اس دعا سے دنیا و آخرت دونوں میں بہرہ مند تھے .دنیا میں اس جہت سے کہ جب وہ شام کے حاکم ہوئے تو ہر روز سات مرتبہ ان کے سامنے گوشت سے بھرا ہوا قاب لایا جاتا اور وہ چٹ کر جاتے تھے،وہ ہر روز سات مرتبہ کھانا کھاتے تھے اور اس کے بعد کثیر مقدار میں میٹھا اور پھل وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں۔اس کے بعد ابن کثیر لکھتے ہیں: خدا کی قسم !اب بھی سیر نہیں ہوا یہ ایسی نعمت ہے جس کے تمام حکام اور بادشاہ آرزومند تھے کہ ایسی عظیم نعمت اور نایاب معدہ کے حامل ہوں۔آخرت میں اس اعتبار سے کہ مسلم نے اس حدیث کو بخاری (۲) کی حدیث کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: خدایا؟ میں بھی بشر ہوں میں نے اگر کسی کے لئے بدعا کی ہے اور وہ اس بدعا کے لائق نہیں تھا تو روز قیامت اس بدعا کو کفارہ اور خدا کے تقرب کا باعث قرار دے گا۔چنانچہ مسلم نے پہلی حدیث اور اس حدیث کے پیش نظر معاویہ کے لئے ایک طرح کی فضیلت بیان کی ہے اور اس فضیلت کے علاوہ کوئی دوسری فضیلت نقل نہیں کی ہے۔(۳)

تبصرہ امینی

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پسر ہند کے ہوا خواہوں اور ان افراد سے جو اس کے لئے

۱۔صحیح مسلم ج۸ص ۱۲۷(ج ۵ص ۲۱۷ح/۰۶۔۹۷ کتاب البر والصلہ والآداب)؛ تاریخ ابن کثیر ج۸ص۱۱۹(ج۸ص ۱۲۷۔ ۱۲۸حوادث۶۰ھ)

۲۔صحیح بخاری (ج ۵ص ۲۳۳۹ح/۶۰۰۰)

۳۔البدایۃ والنہایۃ (ج۸ص ۱۲۷۔۱۲۸حوادث ۶۰)

فضیلت گڑھتے ہیں اور رذالت کو فضیلت بتا کر صاحب رسالت سے نقل کرتے ہیں، سوال کیا جائے کہ کیا وہ سود و زیان کے مفہوم سے واقف ہیں جو انہوں نے یہ لاف گزائی کر دی کہ رسول خداؐ کی بدعا سے معاویہ دنیا و آخرت میں بہرہ مند تھا؟ کیا انہوں نے کمال نفس اور انسانیت کے واقعی حدود کی معرفت حاصل کر لی تھی.؟ میرے خیال میں ایسا ہرگز نہیں ہے، ورنہ جو شخص اسے نعمت شمار کرے اور حکام و بادشاہوں کے متعلق یہ خیال کرے کہ وہ حیوانوں کے مساوی تھے وہ یقیناً احمق ہے۔ ہاں! دنیا کی یہ منفرد نعمت جگر خوارہ ہند کے ذلیل بیٹے ہی کا نصیب بن سکتی ہے، جو لوگ ایسا خیال کرتے ہین ان کی نظر میں زندگی کی سعادت صرف شکم پری اور بھوک بھگانے میں ہی مضمر ہے۔

لیکن روایت کے الفاظ اور حالات سے جو بات مستفاد ہے وہ یہ کہ یہ حدیث ذلت و پستی کے لئے بیان ہوئی ہے رحمت کے لئے نہیں اور رسول اکرم کی یہ دعا معاویہ کے خلاف تھی اس کے فائدے پر مشتمل نہیں تھی۔ ابن کثیر لوگوں کو فریب کیسے دے سکتا ہے جب کہ ابوذر غفاری اس شخص کی مذمت میں فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے تجھ پر لعنت کی ہے اور بدعا دی ہے کہ تو کبھی شکم سیر نہیں ہوگا۔ معاویہ کی یہ مذمت اور قسمت اتنی مشہور ہوئی کہ محاورہ اور ضرب المثل کی صورت اختیار کر گئی، اس پر یہ شعر کہا گیا:

و صاحب لی بطنه کالمعاویه کان فی احشاء معاویه

''میں اس بات کا اظہار کر رہا ہوں کہ اس کا شکم جہنم کی مانند ہے اور تو کہتا ہے معاویہ کے معدہ کا حامل ہے''۔

مسلم کی حدیث جس کا دروغ و بہتان بالکل آشکار ہے صرف اس مقصد کے تحت گڑھی گئی ہے تا کہ کلام رسولؐ کی اپنے طور پر تاویل و تفسیر کی جا سکے، شیطان کے طرفداروں خاص طور سے معاویہ بن ابی سفیان کا دفاع کیا جا سکے اور لوگوں کو معاویہ کی فحاشی اور گناہوں سے دور رکھا جا سکے۔ اسی خام خیالی کے پیش نظر رسول خدا کی پیروی میں مکر و فریب کے حیرت انگیز جال بچھائے گئے چنانچہ آنحضرت سے مروی الفاظ کی دلالت و نصوص کے سلسلے میں کہا گیا کہ آنحضرت نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کہا ہے بلکہ عادتاً منھ سے نکل گیا ہے۔ جعل سازوں کا یہ گروہ اس بات سے غافل رہا کہ رسول خداؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں

کہتے، ان کا کلام وحی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ تو خلق عظیم پر فائز ہیں۔ ان پر نازل کی گئی کتاب میں خدا کا ارشاد ہے: ﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ﴾ ''اور جو لوگ صاحبان ایمان مرد و عورتوں کو بغیر کچھ کئے اذیت دیتے ہیں انہوں نے بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا رکھا ہے''۔(۱)

ایک صحیح روایت میں رسول خداؐ کا ارشاد ہے: حقیقی مسلمان تو وہ ہے جس کے دست و زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔(۲)

آنحضرت نے فرمایا: مومن کبھی دوسرے پر لعنت و نفرین نہیں کرتا۔(۳)

آنحضرت نے فرمایا: میں نفرین و لعنت کے لئے نہیں مبعوث ہوا ہوں بلکہ رحمت کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔(۴)

فرمایا: مومن پر لعنت کرنا فسق و فجور ہے۔(۵)

فرمایا: دو افراد آپس میں دشنام طرازی کرنے والے دو شیطان ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں۔(۶)

۱۔ احزاب/۵۸

۲۔ صحیح بخاری (ج۱ص۱۳ح/۱۰)؛ صحیح مسلم (ج۱ص۹۶ح/۴۱ کتاب الایمان)؛ مسند احمد (ج۲ص۳۹۶ح/۶۷۶۷)؛ سنن ترمذی (ج۴ ص ۵۷۰ح/۲۵۰۴)؛ سنن نسائی (ج۶ ص ۵۳۰ح/۱۱۷۲۶،۱۱۷۲۷)؛ معجم الکبیر طبرانی (ج۱ ص ۳۶۹ح/۱۱۳۷)؛ الاحسان ابن حبان (ج۲ص۱۲۵ح/۳۹۹)؛ مسند طیالسی (ص۲۴۶ح/۱۷۷۷)

۳۔ مستدرک حاکم ج۱ص۱۲، ۴۷ (ج۱ص۵۷ح/۲۹؛ ص۱۱۰ح/۱۳۵)

۴۔ صحیح مسلم ج۸ص۲۴ (ج۵ص۱۲۸ح/۸۷)

۵۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے؛ صحیح بخاری (ج۱ص۲۷ح/۴۸)؛ صحیح مسلم (ج۱ص۱۱۴ح/۱۱۶ کتاب الایمان)؛ سنن ترمذی (ج۴ ص۳۱۱ح/۱۹۸۳)؛ سنن نسائی (ج۲ص۳۱۳ح/۳۵۶۷۔۳۵۷۸)؛ سنن ابن ماجہ (ج۲ص۱۲۹۹ح/۳۹۳۹۔۳۹۴۱)؛ معجم الکبیر طبرانی (ج۱ص۱۴۵ح/۳۲۵) حاکم اور دار قطنی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

۶۔ مسند احمد (ج۵ص۱۶۷ح/۱۷۰۳۳؛ ص۳۳۱ح/۱۷۸۷۸)؛ مسند طیالسی (ص۱۴۶ح/۱۰۸۰)

فرمایا: اگر کوئی شخص کسی سے ایسی بات منسوب کرے جو اس میں نہیں ہو اور اس سے اس کا مقصد عیب جوئی ہو تو خداوند عالم اس کی بات ختم ہونے تک اسے جہنم کی آگ میں محفوظ رکھے گا۔(۱)

کیا یہ لوگ اس رسول کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں جن کے متعلق مروی ہے کہ ایک مرتبہ عائشہ کسی بات سے ناراض ہوگئیں، رسول نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے، اس وقت شیطان تمہارے ساتھ ہے.؟ عائشہ نے کہا: کیا آپ کے پاس شیطان نہیں آتا؟ فرمایا: ہاں! لیکن میں نے خدا سے دعا کی تو اس نے مجھے اس پر کامیابی عطا فرمائی، وہ اسلام لایا اور میرے سامنے تسلیم ہوگیا، اب وہ خیر کے علاوہ کسی بات کا حکم نہیں دیتا۔(۲)

کیا یہ اس پیغمبر کے بارے میں بات کررہے ہیں جس نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے فرمایا: غم وغصہ، خشونت ورضایت بلکہ میری ہر حالت کو لکھو، اس خدا کی قسم جس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس سے حق کے علاوہ کوئی بات نہیں نکلتی (اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا)۔(۳)

عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے: میں رسول خدا کی ہر بات سنتا، لکھتا اور پڑھتا تھا تاکہ اسے محفوظ کرسکوں قریش مجھے اس کام سے روکتے تھے، وہ کہتے: تم پیغمبر کی جو بات سنتے ہو اسے لکھ لیتے ہو حالانکہ پیغمبر بھی ہمارے جیسے بشر ہیں جو خشم ورضا کی حالت میں گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے لکھنے سے پرہیز کیا اور رسول خدا سے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے اپنی انگلی سے زبان کی جانب اشارہ کرکے فرمایا: لکھو، اس خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اس زبان سے حق کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔(۴)

امیرالمومنین کے ارشاد کے مطابق رسول خداؐ دنیا کے لئے کبھی ناراض نہیں ہوئے اور جب حق کے لئے غضبناک ہوتے تو کوئی تشخیص نہیں دے پاتا تھا، وہ غصہ ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس پر قابو پالیتے

۱۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۹۷ (ج ۳ ص ۵۱۵ ح ۳۲/)

۲۔ احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۶۷ (ج ۳ ص ۱۶۴)

۳۔ احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۶۷ (ج ۳ ص ۱۶۴)؛ مسند ابوداؤد (ج ۳ ص ۳۱۸ ح ۳۶۴۶/)

۴۔ سنن دارمی (ج ۱ ص ۱۲۵)

تھے۔(۱)

کیا یہ لوگ پسر ہند کے دامن کو پاک صاف بنانے کے لئے جھوٹی نسبتوں سے پیغمبر اکرم کی مقدس شخصیت کو آلودہ کرنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ خود آنحضرت فرماتے ہیں: اگر کوئی بندہ کسی پر لعنت کرتا ہے تو یہ لعنت آسمان تک جاتی ہے اور آسمان کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں. پھر وہ لعنت زمین پر واپس پلٹ آتی ہے اور زمین کے دروازے بھی اس پر بند ہو جاتے ہیں پھر وہ داہنے جانب جاتی ہے اور جب تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں تو وہ اس انسان کی طرف واپس پلٹ آتی ہے جس کے لئے لعنت کی گئی تھی اور اگر وہ مستحق نہیں ہوتا تو لعنت کرنے والے کی جانب پلٹ جاتی ہے۔(۲)

کیا یہ لوگ ان جھوٹی نسبتوں کا سہارا لے کر رسول خدا کی شخصیت کو داغدار کرنا چاہتے ہیں؟ وہ رسول جس نے آداب الٰہی کے ذریعہ امت کی تربیت کی اور اپنے اصحاب کو ہر چیز حتی حیوانوں کو اذیت کرنے سے روکا ہے، آپ کا ارشاد ہے: اگر کوئی شخص اس پر لعنت کرے جو اس لعنت کا مستحق نہیں ہے تو وہ اسی کی جانب پلٹ جاتی ہے۔(۳)

ایک شخص آپ کے ہمراہ راستہ طے کر رہا تھا اور اس نے اپنے اونٹ کو برا بھلا کہا تو آپ نے فرمایا: اے بندۂ خدا! جس اونٹ پر نفرین کی ہے اس کے ہمراہ حرکت نہ کرو۔(۴)

پیغمبر کی حدیث ہے: جس قافلے کے شامل حال خدا کی لعنت ہو وہ ہمارے ہمراہ سفر نہ کرے۔(۵)

رسول خدا اس سلسلے میں بہت زیادہ تاکید فرماتے اور لوگوں کو لعنت کرنے سے روکتے تھے چنانچہ سلمہ بن اکوع کا بیان ہے: جب کوئی شخص اپنے بھائی پر لعنت کرتا تھا تو ہمارے سامنے عظیم گناہوں کا

۱۔شمائل ترمذی (ص ۱۱۳ح ۲۲۵)

۲۔الترغیب والترہیب ج ۳ص ۱۹۶ (ج ۳ص ۴۷۲ح ۱۶)

۳۔الترغیب والترہیب ج ۳ص ۱۹۷ (ج ۳ص ۴۷۴۔۴۷۵ح ۲۱۔۲۶)

۴۔الترغیب والترہیب ج ۳ص ۱۹۶ (ج ۳ص ۴۷۴ح ۱۹)

۵۔صحیح مسلم ج ۸ص ۲۳ (ج ۵ص ۱۶۶۔۱۶۷ح ۸۳ کتاب البر والصلہ والآداب)

دروازہ مجسم ہو جاتا تھا۔(۱)

لہٰذا ان باطل تاویلوں اور بیہودہ بکواس پر توجہ نہیں دینی چاہئے، رسول خداؐ جس پر لعنت کریں، وہ درحقیقت ملعون ہے، جسے مورد لعن قرار دیں وہ اس کا مستحق ہے اور جسے کوڑا ماریں اسے شرعی حیثیت حاصل ہے، جس کے بارے میں رسول خداؐ بدعا کریں وہ اس کے شامل حال ضرور ہوتی ہے، کیا کوئی منصف مزاج جانکار اس ذلت آمیز خیال کو قبول کرے گا کہ رسول خداؐ امت کی ایسی فرد پر لعنت کریں جو اس کا قطعی مستحق نہیں ہے؟ نہیں کبھی نہیں، جو رسول مکارم اخلاق کی بنیاد پر مبعوث ہوا ہو وہ اس افترا پردازی سے قطعی منزہ ہے۔

اس خیال پردازی کے صحیح ہونے کی صورت میں رسول خداؐ کے گفتار و کردار، قضاوت اور نفاذ حدود مشکوک قرار پاتے ہیں، اور انسان کے لئے مخفی رہ جاتا ہے کہ یہ امور الٰہی تحریک کی بنیاد پر نافذ ہوئے تھے یا شہوت رانی اور اپنی آتش غضب خاموش کرنے کی بنیاد پر؟! یہ کیسا معصوم رسول ہے؟! ایسی صورت میں اس کی سنت پر عمل پیرا کیسے ہوا جا سکتا ہے؟!

متذکرہ دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت امت کے لئے لائق اقتدا ہے؟! اور ان کے اور امت کے درمیان کون سا فرق رہ جاتا ہے کیونکہ غیظ و غضب اور خواہشات نفسانی سبھی پر غلبہ پا لیتے ہیں؟! ایسی صورت میں کون مسلمان رسول خداؐ کی پیروی کرے گا؟!

ابن حجر کی تند مزاجی اور لاف گزائی یہاں تک پہونچ گئی کہ اس نے مسلم کی متذکرہ حدیث (جو ایسی بات کو ثابت کرتی ہے جسے عقل و منطق قبول نہیں کرتی اور جو مسلم اصول دین کے قطعی برخلاف ہے) سے استناد کرتے ہوئے حکم جیسے مردود بارگاہ رسولؐ پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے۔(۲)

اہل سنت نے اس مقام پر بہت زیادہ داؤ پیچ دکھایا ہے بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بے شرمی کی انتہاء کر دی ہے؛ چنانچہ بعض لوگوں نے یہ قول نقل کیا ہے: **ان ظاهر هذا الحديث يعطينا اباحة**

۱۔ الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۹۵ (ج ۳ ص ۴۷۲ ح ۱۵/)

۲۔ الصواعق محرقہ ص ۱۰۸ (ص ۱۸۱)

تلکم المحظورات للنبی فحسب ''اس حدیث کے ظواہر ہمیں سمجھا رہے ہیں کہ صرف رسول خداً ان ممنوعہ امور کو انجام دے سکتے ہیں''۔(۱)

سیوطی نے رسول خداً کی خصوصیات میں اسے بھی شمار کیا ہے: باب اختصاصه بجواز لعن من شاء بغیر سبب ''آنحضرت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ سبب اور علت کے بغیر جسے چاہے لعنت کر سکتے ہیں''۔(۲)

قسطلانی لکھتے ہیں:

کان له ان یقتل بعد الامان و ان یلعن من شاء بغیر سبب و جعل الله شتمه و لعنه قربة للمشوم و الملعون لدعاء ه ''آنحضرت کو حق حاصل تھا کہ وہ امان دینے کے بعد قتل کر دیں اور سبب وعلت کے بغیر کسی بھی پر لعنت کریں، خداوند عالم نے اس دشنام طرازی اور لعنت کو اپنی دعا کی وجہ سے ملعون ومشوم (جس کو گالی دی گئی ہے) کے لئے باعث تقرب قرار دیا ہے''۔(۳)

کیا کوئی اس احمق کی فکر پر نہیں ہنستا؟! یہ بات کیسے ممکن ہے حالانکہ اس نے خود ہی فرض کیا ہے کہ لائق مذمت قرار پانے والا، اس سے ملحق دعا کی وجہ سے مستحق رحمت ومہربانی ہوتا ہے؟! لہذا رسول رحمت کے پاس ان افراد کی ہتک حرمت کرنے اور مستحق نہ ہوتے ہوئے بھی انہیں رسوا اور بدنام کرنے کا کیا جواز ہے؟! کیا دوسری دعا اس ننگ وعار کی نشانی کو پاک وصاف کر دیتی ہے جو پہلی دعا کی وجہ سے ان سے ملحق ہوئی تھی؟! کیا جو افعال ذاتاً ناپسند تھے، ان کا رسول خدا کے سلسلے میں مباح ہونے کے لئے کوئی معقول دلیل ہے؟! مومنین کے یہاں ایمان کی صفت ہوتے ہوئے ان کی ہتک حرمت کرنا، کسی کے لئے مباح ہے، چاہے وہ رسول ہوں یا کوئی اور؟!

میں نہیں جانتا اور مجھے یقین ہے کہ جس کا یہ نظریہ ہے، وہ بھی اس سے ناواقف ہوگا۔

۱۔الخصائص الکبری، سیوطی ج ۲ ص ۲۴۴ (ج ۲ ص ۴۲۵)؛ مواهب اللدنیه ج ۱ ص ۳۹۵ (ج ۲ ص ۶۲۵)

۲۔ملاحظہ ہو: خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۴۴ (ج ۲ ص ۴۲۵)

۳۔مواللدنیہ ج ۲ ص ۶۲۵

دوسرا اہم نکتہ: قرآن مجید میں جو طعن و تشنیع اور لعنتیں کی گئیں ہیں، وہ انہیں افراد کے لئے ہیں جن کا قرآن مجید نے قصد کیا ہے اور رسول خداؐ نے اسے بیان کیا ہے۔ کیا خداوند عالم کی طرف سے بھی اسی طرح ہے جیسا رسول خدا کے لئے خیال کیا گیا ہے، کیا ان کی بھی مدح و رحمت اور تقرب کے ذریعہ تاویل و تفسیر ہو سکتی ہے؟! ایسی صورت میں یہ آیتیں ان افراد کے مردود و ملعون ہونے کے بجائے ان کے جلیل القدر اور پاک و پاکیزہ ہونے پر دلالت کریں گی۔

کیا اس سلسلے میں خداوند عالم کا کوئی عہد و پیمان ہے اور اس نے قسم کے ذریعہ یاد کیا ہے کہ یہ لعنتیں باعث رحمت اور موجب تقرب ہیں؟! یا یہ کہ یہ الفاظ اپنے واقعی اور حقیقی مفاہیم و معانی پر دلالت کرتے ہیں؟!

میں نہیں جانتا کہ اہل سنت کیا کہتے ہیں! کیا وہ قرآنی الفاظ سے حقیقت کو اسی طرح سلب کرتے ہیں جیسے رسولخداؐ کے الفاظ سے سلب کیا ہے؟! ایسی صورت میں افہام و تفہیم اور طریقہ گفتگو کے تمام راستے مسدود ہو جائیں گے۔

رسولؐ نے حکم خدا سے معاویہ کو کتابت وحی پر مامور فرمایا

۲۸۔ مسرۃ بن عبداللہ خادم سے منقول ہے کہ کردوس بن محمد باقلانی نے یزید بن محمد مروزی سے، اس نے اپنے والد سے اور اس کے جد نے امیر المومنین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں رسول اسلامؐ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ معاویہ پہنچے، رسول نے مجھ سے قلم لے کر معاویہ کو دے دیا، میں نے صرف یہی محسوس کیا کہ خداوند عالم نے انہیں اس کام پر مامور فرمایا ہے۔

ابن حجر نے اس روایت کو نقل کر کے اسے مسرۃ بن خادم کی جعل سازیوں کا عنوان قرار دیا ہے، کہا: اس کے الفاظ باطل اور سند جھوٹی ہے۔ (۱)

خطیب نے اپنی تاریخ میں اس مسرۃ کے طریق سے عمر و ابوبکر کے متعلق ایک منقبت نقل کر کے لکھا

۱۔ لسان المیزان ج ۶ ص ۲۰ (ج ۶ ص ۲۴ نمبر ۸۳۱۴)

ہے کہ یہ حدیث جھوٹی اور جعل ہے، مسرۃ کے علاوہ اس حدیث کے تمام رجال موثق ہیں۔(۱)

معاویہ شہر علم رسولؐ کے دروازے کی زنجیر

۲۹۔انس سے مرفوع روایت مروی ہے: میں شہر علم ہوں، علیؑ اس کے دروازہ اور معاویہ اس کی زنجیر ہے۔(۲)

مجھے پورا یقین ہے کہ ان خرافات کو اس لئے جعل کیا گیا ہے تا کہ اس کتاب کی تضحیک کی جائے جسے رسول خدا نے وحی خدا کی اساس پر موثق افراد کے فضائل پر مشتمل پیش کیا ہے۔ کوئی اس حدیث کو قبول کر ہی نہیں سکتا چاہے ہزار مکر و فریب کا سہارا لے کر اور ہزاروں احادیث جعل کر کے معاویہ کی گھناؤنی شخصیت کو پاک و منزہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جائے۔

خدایا! معاویہ کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھ

۳۰۔طبرانی نے عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ مزنی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول خداؐ نے معاویہ سے فرمایا: خدایا! اسے حساب و کتاب کی تعلیم دے اور اپنے عذاب سے محفوظ رکھ۔(۳)

ترمذی کی عبارت ہے: خدایا! اسے ہادی و مہدی (ہدایت شدہ) قرار دے، اس کی ہدایت فرما۔ ابن عساکر نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔(۴)

ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔(۵)

۱۔تاریخ بغداد (ج ۱۳ص ۲۷۲ نمبر ۷۲۲۸)

۲۔مقاصد حسنہ (ص ۱۲۴ ح ۱۸۹)؛ الفتاوی الحدیثیۃ (ص ۲۶۹)

۳۔معجم الکبیر (ج ۱۸ص ۲۵۱ ح ۶۲۸)

۴۔سنن ترمذی (ج ۵ص ۶۴۵ ح ۳۸۴۲)؛ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۶ص ۶۲ نمبر ۲۹۶؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۳ص ۳۱۶)

۵۔الاستیعاب (القسم الثانی ص ۸۴۳ نمبر ۱۴۳۵)

بیت مقدس میں معاویہ کی بیعت کے بارے میں رسول کی پیشین گوئی

۳۱۔عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ سے مرفوع روایت منقول ہے: بیت المقدس میں ہدایتی بیعت واقع ہوگی۔

ابن سعد(۱) نے ولید بن مسلم سے، اس نے شام کے ایک بزرگ سے، اس نے یونس بن میسرہ بن جلیس سے اور اس نے عبدالرحمٰن سے اس کی روایت کی ہے۔(۲)

روایت کی سند میں شامیوں کا سلسلہ ملاحظہ فرمایئے:

ولید مولی بنی امیہ سے: شام کا عالم تھا ہمیشہ خطائیں کرتا تھا، اس نے چند جھوٹوں سے نقل کیا ہے، پھر مکر وفریب شروع کر دیا ہے۔ اوزاعی نے ضعیف اور غیر معروف حدیثوں کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے، اس کے بعد ولید نے ان سب کو سند سے حذف کر کے صرف اوزاعی کو ذکر کیا ہے۔

یونس سے: نابینا شامی تھا، اس نے معاویہ کا زمانہ دیکھا ہے اور اس سے روایت کی ہے نیز اس کے انعامات واکرام کا بھرپوری مزہ بھی لیا ہے۔

عبدالرحمٰن سے: جس کی روایتیں ثابت نہیں۔ عبدالبر کہتے ہیں: اس کی بات قابل اعتبار نہیں ہے۔

بحکم خدا رسول نے معاویہ سے مشورہ کیا

۳۲۔ابن عساکر نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر محمد بن محمد سے، اس نے ابوبکر محمد بن علی سے، اس نے ابوالحسن احمد بن عبداللہ سے، اس نے احمد بن ابی طالب سے، اس نے ابوعمرو سعیدی سے، اس نے علی بن روح سے، اس نے علی بن عبید عامری سے، اس نے جعفر بن محمد انطاکی سے، اس نے اسماعیل بن عیاش سے، اس نے تمام بن نجیح اسدی سے، اس نے عطا سے اور عطا نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ابن عمر نے کہا:

۱۔طبقات کبریٰ (ج۷ص۴۱۷)
۲۔الاصابۃ ج۲ص۴۱۴ (نمبر ۵۱۷۷)

''میں رسول خداؐ کے ہمراہ بیٹھا تھا، وہاں میرے علاوہ دو اصحاب اور بھی موجود تھے۔ فرمایا: جب معاویہ ہمارے پاس تھے تو ہم بعض امور سے متعلق ان سے مشورہ کرتے تھے مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ ان امور سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ پھر فرمایا: مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ میں بعض امور سے متعلق ابو سفیان کے بیٹے سے مشورہ کروں، واللہ اعلم''۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس سند میں کئی مجہولات اور غیر معروف باتیں موجود ہیں۔ اس میں جعفر بن محمد الطا کی کی ثقہ نہیں ہے۔ (۲) اسماعیل بن عیاش حمصی کی اگر چہ بعض لوگوں نے توثیق کی ہے، لیکن جوز جانی کہتے ہیں: اسماعیل کی باتیں نیشا پور کے لباس سے کتنی مشابہ ہیں جس میں کئی رنگ ظاہر ہوتے ہیں، لگ بھگ دس افراد نے اس کی برائی کی ہے، علاوہ ازیں اس نے یہ روایت جھوٹوں سے نقل کی ہے۔

ابو اسحاق فرازی کہتے ہیں: مشہور راویوں کی روایتیں اسماعیل سے مروی نہیں ہیں وہ ایسا شخص ہے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے مغز سے کون سے بات نکل رہی ہے، جو منہ میں آتا ہے بک دیتا ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں: مجھے اس کی روایت پسند نہیں۔ ابن خزیمہ کا بیان ہے: اس کی بات سے استناد نہیں کیا جاسکتا۔ حاکم کہتے ہیں: جلالت قدر کے باوجود اگر وہ کسی حدیث کو تنہا نقل کرے تو چونکہ اس کا حافظہ صحیح نہیں تھا اس لئے قابل قبول نہیں۔ علی بن حجر کہتے ہیں: اگر ابن عیاش بہت زیادہ خیال پردازی نہ کرتا تو حجت تھا۔ (۳)

راویوں میں ''تمام بن نجیح دمشقی'' بھی ہے، جس کے بارے میں احمد کہتے ہیں: میں اسے نہیں پہچانتا۔ (۴) حرب اس نظریہ کے متعلق کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ ابوذرعہ کہتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔ ابو حاتم کی نظر میں اس کی حدیث منکر ہے۔ (۵) بخاری کہتے ہیں:

۱۔ اللآلی المصنوعۃ، سیوطی ج ا ص ۴۲۱

۲۔ لسان المیزان ج ۲ ص ۱۲۴ (ج ۲ ص ۱۵۶ نمبر ۲۰۴۹)

۳۔ اسی جلد کے گذشتہ صفحات ملاحظہ فرمائیں

۴۔ الجرح والتعدیل ملاحظہ کریں

۵۔ الجرح والتعدیل (ج ۲ ص ۴۴۵ نمبر ۱۷۸۸)

لائق تامل ہے۔(۱) ابن عدی کا بیان ہے: جو روایتیں اس نے نقل کی ہیں انہیں موثق افراد نہیں مانتے، وہ موثق نہیں۔(۲) ابن حبان کہتے ہیں: موثق افراد سے جعلی روایتیں نقل کرتا ہے جن پر صحت کا گمان ہوتا ہے۔(۳) بزار کہتے ہیں: قوی نہیں ہے۔ عقیلی کا بیان ہے: غیر مانوس روایتیں نقل کرتا ہے۔(۴) ابوداؤد کے مطابق آجری کہتے ہیں: غیر مانوس روایتیں نقل کرتا ہے۔(۵)

جنت میں رسولؐ سے معاویہ کی ملاقات

۳۳۔ابن عساکر نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ابوالحسن قرضی نے ابوالقاسم بن علا سے، اس نے ابوبکر بن عبداللہ بن احمد بن عثمان بن خلف سے، اس نے ابوذرعہ محمد بن احمد بن ابی عصمہ سے، اس نے احمد بن علی سے، اس نے علی بن محمد بن فقیہ سے، اس نے محرز بن عون سے، اس نے شبانہ سے، اس نے محمد بن راشد سے اور اس مکحول سے روایت کی ہے:

پیغمبرؐ نے لکڑی کے دو تیر معاویہ کو دیتے ہوئے فرمایا: اسلام کے ان دو تیروں کو لو جنت میں ان دونوں کے ہمراہ میرا دیدار کرو گے۔ جب معاویہ کی وفات ہوئی تو ان دو تیروں کو بھی اس کے ساتھ سپرد خاک کر دیا گیا، جب رسول اسلامؐ نے مکہ میں اپنا سر ترشوایا تو سر کا ایک بال معاویہ کو دیا معاویہ نے اسے محفوظ رکھا وقت وفات ان بالوں کو اس کی دونوں آنکھوں میں رکھ دیا گیا۔ واللہ اعلم۔(۶)

تبصرۂ امینی

متذکرہ تمام سندیں باطل اور غیر معتبر ہیں اور آخری راوی نے سند کی مٹی پلید کر دی ہے اس لئے کہ

۱۔التاریخ الکبیر (ج ۲ص ۱۵۷ نمبر ۲۰۴۶)
۲۔الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲ص ۸۴ نمبر ۳۰۴)
۳۔کتاب المجروحین (ج ۱ص ۲۰۴)
۴۔الضعفاء الکبیر (ج ۱ص ۱۶۹ نمبر ۲۱۰)
۵۔تہذیب التہذیب ج ۱ص ۵۱۰ (ج ۱ص ۴۴۸)
۶۔مختصر تاریخ دمشق (ج ۲۵ص ۱۱): اللآلی المصنوعۃ ج ۱ص ۴۲۲

مکحول دمشقی کی روایت مرسل ہے، وہ صحابی نہیں ہے۔ ابن سعد نے اسے اہل شام کے تابعین کے طبقہ سوم میں ذکر کیا ہے، وہ ضعیف اور ایک نمبر کا جھوٹا تھا۔ (۱) سند روایت میں ''محمد بن راشد دمشقی'' بھی موجود ہے، وہ اگر چہ عابد و زاہد تھا لیکن حدیث گوئی اس کا مشغلہ نہیں تھا، اس سے منکر روایتیں بہت زیادہ مروی ہیں جنہیں الگ ہی رکھنا چاہئے۔ دار قطنی کہتے ہیں: اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ ابن خراش کا بیان ہے: اس کی حدیث ضعیف ہے۔ (۲)

شبانہ فزاری بھی اس حدیث کا راوی ہے جو فرقہ مرجئہ کی تبلیغ کرتا تھا۔ احمد نے اسے بالکل الگ رکھا ہے اور اس کی حدیث نقل نہیں کی ہے، چاہے جتنی نسبت دی جائے وہ اس کی روایت پسند نہیں کرتے تھے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں: لوگ اس کی حدیث لکھتے ہیں لیکن اس سے احتجاج نہیں کرتے۔ (۳) ابوبکر اثرم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ وہ مرجئہ کا مبلغ تھا، اس سے اس سے بھی بدترین مطالب مروی ہیں، اس کے عمل سے بھی مرجئہ کی تبلیغ جھلکتی تھی۔ ان سے پوچھا گیا: پھر ایسے شخص کی روایت کیوں نقل کی؟ جواب دیا: میں نے اس کے عقائد سے واقف ہونے سے قبل نقل کی ہے۔ ان باتوں سے قبل یہ شخص اہل بیت رسول کا دشمن تھا، تبلیغ کی حالت میں فالج کا اٹیک ہوا اور واصل جہنم ہو گیا۔ (۴)

حلقہ اسناد میں تمام غیر معروف افراد موجود ہیں، کسی نے ان کی تائید نہیں کی ہے۔

نبوت کی حالت میں معاویہ کا محشور ہونا

۳۴۔ اسحاق بن محمد بن موسی نے محمد بن حسن کے طریق سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ معاویہ اپنے حلم اور کلام خدا پر اعتماد کی وجہ سے قیامت کے دن پیغمبر کی حالت میں مبعوث ہوگا''۔

۱۔ طبقات الکبری ج ۷ ص ۴۵۳

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۵۹ (ج ۹ ص ۱۴۰)

۳۔ الجرح والتعدیل (ج ۴ ص ۳۹۲ نمبر ۱۷۱۵)

۴۔ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۰۱ (ج ۴ ص ۲۶۴)

ابن حجر نے لسان المیزان میں یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ محمد بن حسن شاید وہی نقاش صاحب تفسیر ہو جو جھوٹا اور فریبی تھا۔(۱)

معاویہ کے چاہنے والوں سے حساب وکتاب نہیں ہوگا

۳۵۔سعید بن مسیب سے منقول ہے: جو شخص ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کو دوست رکھے گا اور جنت میں ان کے ایک ساتھ رہنے کی گواہی دینے کے ساتھ ساتھ معاویہ کے لئے دعائے مغفرت کرے گا تو خداوند عالم اس سے قیامت میں حساب وکتاب نہیں کرے گا۔(۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: خداوند عالم جس سے سب سے پہلے حساب وکتاب کرے گا وہ معاویہ ہی ہوگا جس کیلئے رسول خداؐ اور حضرت علیؑ دونوں نے بددعا کی ہے(حدیث گذر چکی ہے) اس حساب وکتاب میں صحابہ کرام اور بارگاہ خداوندی کے عادل افراد تماشائی ہوں گے اور اس ذلیل شخص پر لعنت کریں گے۔

اس اعتبار سے کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ خداوند عالم ابوسفیان کے اس بیٹے سے حساب وکتاب نہیں کرے گا جس نے شریعت کے برخلاف احکامات صادر کئے ہیں؟ اور کیا معاویہ اس کے باوجود بھی کہ اس نے حضرت علیؑ کو گالی دیں، انہیں خوار کیا، لوگوں کو ان کی دشمنی پر مجبور کیا، ان کے خلاف شمشیر بکف ہوا اور ان سے جنگ کی، ان کے شیعوں پر دل ہلا دینے والے وحشیانہ مظالم روا رکھے، کیا ان کے باوجود بھی اس پر ترحم کیا جا سکتا ہے؟

عثمان کی نصرت سے معاویہ کا احتراز کرنا، ان کے دفاع سے دست بردار ہونا اور اپنے سپاہیوں کو ان کے بارے میں خصوصی ہدایتیں دینا و...کیا یہ امور عثمان سے اس کی محبت والفت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ محشور ہو اور مستوجب ترحم ہو۔

۱۔لسان المیزان ج۵ص۱۲۵(ج۵ص۱۴۲نمبر۷۰۲۷)

۲۔البدایۃ والنہایۃ ج۸ص۱۳۹(ج۸ص۱۴۸حوادث ۶۰ھ)

ایسی بکواس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

معاویہ کی ناک کا گردو غبار، عمر بن عبدالعزیز سے بہتر

۳۶۔سعید بن یعقوب طالقانی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے سنا: معاویہ کی ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔ دوسری عبارت ہے: معاویہ کی ناک کے دو سوراخ کے گردو غبار عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہیں۔(۱)

احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا: معاویہ بہتر ہے یا عمر بن عبدالعزیز؟ جواب دیا: معاویہ کے کھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔(۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: معاویہ اور اس کی فضیلت کی وہی افراد شناخت رکھتے ہیں جو اس کے عہد میں تھے اور قریب سے اس کے گواہ تھے، وہی اسے پہچانتے ہیں جنہوں نے اپنی دونوں آنکھوں سے اس کے مظالم کا مشاہدہ کیا ہے اور اس کی عادتوں اور نفس پرستی کی ہوس کو دیکھ چکے ہیں۔ لیکن راویوں میں کوئی بھی سچا انسان نظر نہیں آتا۔ لہذا دونوں بیٹے (ابن حنبل اور مبارک) نے معاویہ کے لئے یہ روایتیں گڑھی ہیں اور اندھی محبت سے مجبور ہو کر نقل کیا ہے۔ ہمارے لئے یہ روایتیں مستند نہیں ہوسکتیں۔ اگر آپ معاویہ کے حالات اور اس کی عادتوں کا دقت نظر سے مطالعہ کریں تو ان روایتوں کا لچر پن بالکل واضح و آشکار ہو جائے گا۔

معاویہ کا دشمن جہنم میں

۳۷۔اسلاف کی ایک فرد سے منقول ہے: میں شام میں ایک پہاڑ کی بلندی پر بیٹھا تھا، اچانک

۱۔البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۴۸ حوادث ۶۰ھ)

۲۔شذرات الذہب ج ۱ ص ۶۵ (ج ۱ ص ۲۷۰ حوادث ۶۰ھ)

ہاتف کی آواز سماعت سے ٹکرائی، وہ کہہ رہا تھا: جو ابو بکر صدیق سے دشمنی کرے وہ زندیق ہے، جو عمر سے عداوت رکھے وہ جہنمی ہے، عثمان کا دشمن، دراصل رحمٰن کا دشمن ہے، حضرت علیؑ کا دشمن، رسول خداؐ کا دشمن ہے اور معاویہ کا دشمن جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

تعجب ہے کہ دمشق کی خاک صرف قابل نفرت امویوں کے ہواداروں کی روح کی پرورش کر سکتی ہے، کینہ توز انسان جب حق وصلاح کی دشمنی پر کمر بستہ ہو جائے تو وہاں خریدار پیدا ہو ہی جاتے ہیں۔ جو لوگ دینی امور میں غیر معروف فریاد وفغاں کو سنتے ہیں، بیہودہ خیالات کی پیروی کرتے ہیں اور مثبت حقائق سے روگردانی کرتے ہیں وہ حق وحقیقت سے کس قدر دور ہیں، وہ تو سچے استدلال کے بھی دشمن ہیں۔

معاویہ صحابیٔ رسولؐ

۳۸۔ ایک راوی نقل کرتا ہے: میں نے رسول خداؐ کو ابو بکر، عمر، عثمان اور علیؑ ومعاویہ کے ہمراہ بیٹھا ہوا دیکھا، اسی وقت ایک شخص آپ کی خدمت میں پہونچا۔ عمر نے کہا: یا رسول اللہؐ! یہ شخص ہماری عیب جوئی کرتا ہے، رسول خداؐ اسے اپنی بزم سے بھگانے والے ہی تھے کہ اس نے کہا: یا رسول اللہؐ! یہ سب عیب سے مبرہ ہیں سوائے اس کے (معاویہ کی طرف اشارہ کیا)۔ پیغمبر نے فرمایا: اس کے سینے پر مارو۔ اس شدید ضرب سے اس کے ہوش ٹھکانے ہو گئے اور بھاگتا ہوا میرے گھر آیا۔ اسی رات وہ شدید بخار میں مبتلا ہوا اور مر گیا۔ یہ شخص ''راشد کندی'' تھا۔(۱)

تبصرۂ امینی

مجھے ملت کے محافظین اور مذہبی رہبروں پر تعجب وحیرت ہے کہ وہ پراگندہ خوابوں اور بے بنیاد

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج۸ص۱۴۰ (ج۸ص۱۴۹ احوادث ۶۰ھ)

باتوں سے لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں، جھوٹی نسبتوں سے تاریخ کے اوراق سیاہ کر رہے ہیں، ایسی جھوٹی باتوں سے اصحاب کے کان بھر رہے ہیں، اس بادہ خوار ہند کے بیٹے کو بزرگان دین کے زمرے میں رکھ کر قوم وملت کے صالح افراد کی پاک وپاکیزہ شخصیتوں کو آلودہ کر رہے ہیں اور اس کو ان کے ساتھ ایک ہی رسی میں باندھنے کی سعی لاحاصل کر رہے ہیں۔''خدا جہالت کو ختم کرے''۔

کاش! میں جان پاتا کہ اس شخص نے جس شخصیت کو اپنے خیال مین مجسم کیا ہے، کیا وہ یہ وہی رسول خداؐ تھے جنہوں نے معاویہ کو مارا اور اس پر لعنت بھیجی؟ یا ان کے علاوہ کوئی اور تھا؟ یہیں انتظار کیجئے تا کہ اس خواب کا جواب خود صاحب خواب سے سنیں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ آکر اس کا جواب ہرگز نہیں دے گا۔ کاش! میں جان سکتا کہ معاویہ کی عیب جوئی کرنے، اپنی تیز وتند زبان کے ذریعہ اسے نقائص سے منسوب کرنے اور نمازون میں اعلانیہ اس پر بدعا کرنے میں صحابہ کے یہاں کون سا جذبہ کارفرما تھا؟ اور کیا اصولی اعتبار سے رسول خداؐ نے انہیں بھگایا اور معاویہ کو چھڑی دی تا کہ وہ انہیں مارے...؟؟

فضائل معاویہ پر مشتمل اوراق کھانے سے چوہے کی موت

۳۹۔ ابوالفتح یوسف قواس کی کتابوں کے درمیان فضائل معاویہ پر مشتمل ایک فصل تھی جسے اس نے چوہے کو کھاتے ہوئے دیکھ لیا، چنانچہ اس نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی کہ وہ اس چوہے کو نیست ونابود کر دے، تھوڑی دیر بعد ایک چوہا چھت سے گرا اور تڑپ کر مر گیا۔(۱)

اب آیئے اور اس جاہل گنوار انسان کے طرز فکر پر ہنسئے جو اس بات کو معاویہ کی کرامت خیال کرتا ہے کہ خداوند عالم نے اس کی وجہ سے ایک ایسے چوہے کو ہلاک کر دیا جس کی خطا یہ تھی کہ اس نے فضائل معاویہ پر مشتمل حصے کو کھا لیا تھا۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا کہ ائمہ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں، اس کے باوجود بھی کیا واقعی اس چوہے پر پسر ہند کی محبت واجب تھی؟ اور کیا

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۲۷

وہ چوہا معاویہ کو پہچانتے ہوئے اس کے مناقب کو چٹ کر گیا اور کیا یہ کام بصیرت کے ساتھ انجام دیا گیا؟ کیا ابوالفتح قواس اس چوہے کو پہچانتا تھا جس نے فوری طور پر یہ حکم صادر کر دیا کہ جو چوہا چھت سے ٹپکا اور مر گیا، وہ وہی چوہا تھا جس نے معاویہ کے فضائل کھائے تھے...؟

۴۰۔ فضائل معاویہ میں کلواذی کا قصیدہ

ولا بـن هـنـد فـي الـفـؤاد محبة　　　مغـروسة فـليـرغـمـن مـفـنـدی

''پسر ہند کی محبت کا بیج میرے دل میں بویا جا چکا ہے، میری مذمت کرنے والے اور جھٹلانے والے ہلاک ہوں''۔

علامہ شہاب الدین احمد حفظی شافعی نے مندرجہ ذیل ان اشعار میں اس کی تردید کی ہے:

قـل لابـن كـلـواذی وخيم المورد　　　اوقعت نفسک في الحضيض الاوهد

ا فانت تطمع يا سخيف العقل فی　　　ارغـام طـه والـوصـی الـمـهـتـدی

والـمسـلـمـيـن الـصـادقی ايمانهم　　　بـالـلـه جـل وبـالـنبـی مـحـمـد

او لسـت انـت الـقـائل البيت الذی　　　تـصـلـی بهو هج السـعيـر الموصد

ولا بـن هـنـد فـي الـفـؤاد محبة　　　مـغـروسةفـلـيـرغـمـن مـفـنـدی

اريـت ويـلـک ذا يـقـيـن لا　　　يفـنـد مـا يفـوه بـه لسـان الابـعد

اوهـل تـری الا بـقـلـب مـنافق　　　غـرسـت مـحبة عـجـلـک الـمتمرد

اومـا عـلـمـت بـان مـن احبـتـه　　　راس الـبـغـلة و خـصـم كـل مـوحـد

لـعـن الـوصـی و بدل الاحكام وار　　　تـكـب الـكـبـائـر بـاللسـان وبـاليد

ان الـمـحـب مـع الـحـبيـب مقره　　　و لسـوف تـعـلـم مستـقـرک فی غد

فـعـلـيـكـمـا سـخـط الالـه و مقتـه　　　و عـلی الذی بک فی العقيدة يقتدی

''ابن کلواذی تک میرا پیغام پہنچا دو کہ اس نے خطرناک قسمت و نصیب سے استفادہ کر کے اپنے کو

گندے نالے میں گرادیا ہے۔ او بے عقل! کیا تو آنکھ رکھتا ہے (تیرے پاس اتنی عقل ہے) کہ رسول اوران کے ہدایت شعار جانشین کو خوار کرے، کیا تیرا ارادی یہ ہے کہ خدا اور رسول پر ایمان واقعی رکھنے والے مسلمانوں کو موردلعن قرار دے؟ کیا تو وہ شعر نہیں کہا ہے جس کی وجہ سے آتش جہنم میں اوندھے منھ جھونک دیا جائے گا.؟ کیا تو جانتا ہے کہ اس گوسالہ پرست (معاویہ) کی محبت صرف منافق کے دل پر نقش کرسکتی ہے.؟ یہ وہ ہے جس نے وصی رسولؐ پر سب وشتم کیا، الٰہی احکام وقوانین میں تبدیلی کی اور اپنے دست وزبان سے بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا ہے، ہر دوست اپنے دوست کے ہمراہ محشور ہوگا اور کل ہی تیری قرارگاہ معین ہوگی، تجھ پر اور ہر اس شخص پر جو تیرے خیال اور عقیدہ کی اقتدا کرتا ہے خداوند عالم کا عذاب نازل ہو"۔ (۱)

معاویہ کے بارے میں ایسے بہت سے باطل خیالات اور نامناسب اقوال، ابن کثیر کی تاریخ (۲) اور ابن حجر کی تطہیر الجنان (۳) میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، حقیقت حال سے آگاہی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

﴿فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ﴾

"ان کے لئے اس تحریر پر بھی عذاب ہے اور اس کی کمائی پر بھی"۔ (۴)

۱۔ تقویۃ الایمان ص ۱۰۷ (ص ۱۱۰۔۱۱۱)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۴۳۔۱۵۰ حوادث ۶۰ھ)

۳۔ تطہیر الجنان واللسان عن الخطور مطبوع برحاشیہ صواعق محرقہ (ص ۹۔۲۸)

۴۔ بقرہ/۷۹

خرافاتی حکایتیں

یہاں خلفاء کے مناقب وفضائل سے چشم پوشی کرتے ہوئے قارئین کی خدمت میں خرافات کے بعض نمونے پیش کئے جارہے ہیں جنہیں غالیوں نے جعل کیا ہے اور خواہشات نفس کے اسیروں نے بیان کیا ہے، یہ واقعات عہد صحابہ سے لے کر آج تک کے بعض افراد کے فضائل پر مشتمل ہیں، آیئے قریب سے ان کا مزہ لیجئے:

۱۔ پس مرگ زید بن خارجہ کا تکلم

بیہقی نے سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے: عثمان کے زمانے میں زید بن خارجہ انصاری فوت ہوئے ،انہیں ایک کپڑے میں لپیٹا گیا، اچانک ان کے سینے سے ایک تیز آواز خارج ہوئی: احمد، احمد کتاب اول میں (لوح محفوظ میں) لوگوں میں سب سے زیادہ ممدوح ہیں، انہوں نے سچ کہا ہے، سچ کہا ہے کہ ابو بکر صدیق اپنے نفس کے سلسلے میں قوی ومحکم تھے، سچ کہا ہے، سچ کہا ہے کہ عمر بن خطاب کو کتاب اول (لوح محفوظ) میں قوی وامین کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے، عثمان بن عفان نے بھی انہیں کی روش اختیار کی ہے اور سچ کہا ہے۔ اس طرح احمد اور ان کے تین خلفاء گزر چکے ہیں اب صرف دو خلفاء ''معاویہ وعلیؑ'' باقی ہیں، ان کے بعد دولتمند لوگ ضعیفوں پر مسلط ہو جائیں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی، تمہارے سپاہیوں سے چاہ ادریس کی خبر پہنچے گی اور تم کیا جانو کہ چاہ ادریس کیا ہے۔ (۱)

۱۔ دلائل النبوۃ ج۶ ص۵۵؛ البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص۱۷۳

نعمان بن بشیر کے طریق سے دوسری عبارت مروی ہے:

خلفاء میں تیسرے خلیفہ سب سے قوی تھے جو راہ خدا میں ملامت گروں کی ملامت و سرزنش سے خوف زدہ نہیں ہوئے انہوں نے تاکید کی کہ مستحکم افراد ضعفاء کا بوجھ برداشت کریں۔ بندہ خدا امیر المومنین نے سچ کہا ہے، سچ کہا ہے کہ یہ کتاب اول میں ضبط ہے۔ اس کے بعد کہا: امیر المومنین عثمان ایسے انسان تھے جو لوگوں کی خطاؤں سے چشم پوشی کرتے تھے، ان کی زندگی میں دو خلیفہ فوت ہو چکے تھے اور چار باقی تھے پھر لوگوں میں اختلاف رونما ہوا ایک نے دوسرے کو زیر کیا جس کی وجہ سے کوئی نظام برقرار نہ ہو سکا۔ شجاع افراد رخصت ہو گئے اور مومنین محفوظ رہ گئے، انہوں نے کہا: اے لوگو! خدا کی کتاب و تقدیر کو پیش نظر رکھو، اپنے امیر کے سامنے سر تسلیم خم کرو، ان کی باتیں سنو اور اطاعت کرو جو اس کی مخالفت کرے گا اس کے خون کی ضمانت نہیں لی جا سکتی، خدا کا حتمی فیصلہ یہی ہے۔ اللہ اکبر! یہ جنت اور یہ جہنم ہے، انبیاء و صدیقین کہتے ہیں: اے عبداللہ بن رواحہ! تم پر درود و سلام، کیا تم یہ سوچتے ہو کہ خارجہ اور سعد احد کے دن قتل ہو چکے ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے، یہ آگ سرکش اور جلانے والی ہے کہ جو بھی اس سے منہ پھیرتا ہے اور اس کی جانب پشت کرتا ہے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

بالآخر اس کی آواز خاموش ہو گئی، وہاں موجود افراد سے ان باتوں کے بارے میں سنا، ان کی تحقیق کی، لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا: خاموش رہو، یہ احمد، خدا کے رسولؐ ہیں، آپ پر درود و سلام اے رسول خداؐ، اور آپ پر خدا کی رحمت و برکت ہو، ابوبکر صدیق، امین اور رسول کے جانشین ہیں، ان کا جسم کمزور تھا لیکن وہ خود امر خدا کی راہ میں مستحکم و قوی تھے، سچ ہے، سچ ہے کتاب اول میں اسی طرح مذکور ہے..... الخ۔ (۱)

قاضی نے کتاب شفا میں یہ عبارت لکھی ہے: اس نے کہا: خاموش رہو، چپ رہو، محمدؐ خدا کے رسول

۱۔ دلائل النبوۃ ج۶ ص۵۶؛ البدایۃ والنھایۃ ج۶ ص۱۷۴

ہیں، پیغمبر امی اور خاتم الانبیاء ہیں اور کتاب اول میں ضبط ہو چکا ہے... الخ۔(۱)

خفاجی پورا واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس روایت کو طبرانی، ابونعیم اور ابن منذہ نے نقل کیا ہے اور ابن ابی الدنیا نے انس سے اس کی روایت کی ہے۔ صفحہ ۱۰۵ پر ابن عبدالبر سے، اس نے ابن سید الناس، ابن اثیر، ذہبی، ابن جوزی اور ابن ابی الدنیا سے یہ روایت منقول ہے۔

تبصرۂ امینیؒ

ان لوگوں نے اصول کے مطابق کتنی اچھی بنیاد ڈالی ہے کہ صرف بدعت بانی پر قناعت نہیں کی بلکہ ان لچر کلمات کی اساس پر ان کے مانند دوسری بہت سی روایتیں بھی پیش کی ہیں، محقق کے لئے ضروری ہے دقت نظر سے ان کا مطالعہ اور تجزیہ و تحلیل کرے۔ ہم ان تمام باتوں کو پڑھنے والے کی ذکاوت اور دینی فراست پر چھوڑتے ہیں۔ ہم تو ان مضحکہ خیز مطالب گڑھنے والے سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جس دن ''ابن خارجہ'' کی موت ہوئی کیا اس دن قیامت برپا ہوگئی تھی کہ خداوند عالم نے مردوں کو بولنے پر مجبور کیا؟ یا لوگوں نے اس سے برزخ کے سوال کا جواب سنا۔ یا پھر مسئلہ رجعت کے سلسلے میں اماموں کا عقیدہ ثابت ہو گیا اور ابن خارجہ کی بازگشت ہوئی ہے؟؟

حقائق کا تجزیہ و تحلیل کرنے والے محققین کی نظر میں یہ بازگشت اور رجعت قطعی بے بنیاد اور لچر ہے کیا ابن خارجہ چونکہ خلفاء کی خلافت کے ایام میں ہلاک نہیں ہوا تھا اس لئے بہت زیادہ متاثر تھا اور کیا موت کے بعد بھی اس کے دل میں یہ حسرت کلبلا رہی تھی کہ موت کے بعد بھی ان کا زمانہ درک کرے؟ گویا خداوند عالم نے اسے کرامت عطا فرمائی کہ موت کے بعد بھی وہ اس کا حال رہے؟ یا خداوند عالم

۱۔ملاحظہ ہو: الاستیعاب ج۱ص۱۹۲(القسم الثانی ص۵۴۸نمبر۸۴۴)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۶ص۱۵۶(ج۶ص۱۷۳)الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (ج۱ص۶۱۶)؛ الروض الانف ج۲ص۳۷۰(ج۷ص۵۷۵)؛ الاصابۃ ج۱ص۵۶۵؛ ج۲ص۲۴؛ تہذیب التہذیب ج۳ص۴۱۰(ج۳ص۳۵۳)؛ الخصائص الکبریٰ ج۲ص۸۵(ج۲ص۱۴۲)؛ نسیم الریاض فی شرح الشفا ج۳ص۱۰۸ (ج۳ص۱۰۱)؛ معجم الکبیر (ج۵ص۲۱۹ح/۵۱۳۵)؛ اسد الغابہ (ج۲ص۲۸۴نمبر۱۸۳۱)؛ المنتظم (ج۳ص۱۸۵نمبر۳۹)

نے لوگوں پر اپنی حجت قائم کرنے کے لئے موت کے بعد بھی تکلم کی صلاحیت عطا فرمائی اور کتاب اول میں اسے ایسی فضیلت سے بہرہ مند کیا جس فضیلت سے اپنے امین رسول کو بھی محروم رکھا..؟

تعجب کی بات ہے کہ اس نے خلفاء کے اسماء گناتے وقت چوتھے خلیفہ کا نام کیوں حذف کر دیا، انہیں برحق خلفاء کے ضمن میں کیوں نہیں ذکر کیا اور ان کے بارے میں یہ عبارت ''کتاب اول میں مذکور ہے اور بے شک سچ کہا ہے....'' کیوں نہیں بیان کی۔ حالانکہ وہ نفس رسولؐ تھے جن کا تذکرہ خداوند عالم دوسری کتاب (قرآن مجید) میں کیا ہے، آیہ تطہیر ان سے مخصوص کی ہے اور ان کی ولایت کو اپنی اور اپنے رسول کی ولایت کے ہمراہ قرار دیا ہے۔

ممکن ہے آپ کو اس آشکار استم پر تعجب کی ضرورت ہی نہ پڑے اس لئے کہ جب آپ تحقیق کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ روایت سعید بن مسیب اور نعمان بن بشر پر منتہی ہوئی ہے، جن کے بارے میں ہم نے اس سے قبل تفصیلی بحث پیش کی کہ یہ امیر المومنین کے دشمن تھے۔

یہاں ایک دوسری مشکل بھی ہے جو اسی بات سے حل ہوسکتی ہے کہ ہم جانیں کہ ابن خارجہ عثمان کے زمانے میں فوت ہوا۔ لہذا کیا صحابہ کرام نے لوگوں سے اس کرامت کو سننے کے بعد اس کی تصدیق کی اور ابن خارجہ کی حدیث پر اعتماد کیا؟ پھر یہ کہ وہ اس تاریخ کے سب سے قریب زندگی بسر کر رہے تھے، کیا غدیر کے دن رسول خداؐ کے پیغام کو جسے ہزاروں لوگوں کے سامنے بیان کیا، فراموش کئے، پھر اس کے بعد قتل عثمان پر متفق ہو گئے اور ابن خارجہ کے شیدائی ہو کر رسول خداؐ کی تمام تر سفارشات کو قطعی فراموش کر گئے؟؟

اب آپ خود ہی ان حفاظ حدیث کے عقل و منطق کی چھان بین کر سکتے ہیں کہ ان کا علم و اعتماد کس مرتبے پر فائز ہے کہ وہ ایسے جھوٹے اور بے بنیاد مطالب کو نقل کرتے ہیں اور ان روایتوں کو صحیح اور مستند روایتوں کے زمرے میں شمار کرتے ہیں۔

خدا ایسی محبت کی مٹی پلید کرے جو انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

۴۔ انصاری قتل کے بعد گفتگو کرتا ہے

بیہقی موت کے بعد گفتگو کرنے والوں کے اسماء گناتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس نے کہا: میں ابو سعید ابی عمر ہوں، ابو العباس محمد بن یعقوب اور یحیی بن ابی طالب نے روایت کی ہے کہ میں علی بن عاصم ہوں، میں حصین بن عبد الرحمن ہوں، عبد اللہ بن عبید اللہ سے منقول ہے کہ اس نے کہا:

جنگ صفین یا جنگ جمل کے مقتولین کو سپرد خاک کرتے وقت اچانک مقتولین کے درمیان ایک انصاری مرد گویا ہوا:: محمد خدا کے رسولؐ ہیں، ابو بکر صدیق، عمر شہید اور عثمان رحیم ہیں۔ پھر وہ خاموش ہو گیا۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یحیی ابن ابی طالب کی سند کے متعلق موسی بن ہارون کہتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اپنی باتوں میں میری طرف سے جھوٹ بکتا ہے۔(۲)

علی بن عاصم کہتے ہیں:

''خالد حذاء'' جھوٹا انسان ہے اس سے دور رہو۔ شعبہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا: اس سے کچھ بھی نقل نہ کرو۔ یحیٰ بن معین سے منقول ہے: وہ پکا جھوٹا ہے، اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ انہیں سے منقول ہے: اس کی بات لائق توجہ نہیں، اس سے استناد نہیں کیا جاسکتا ہے، وہ ان افراد میں سے نہیں ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں: ہم ہمیشہ اسے اس کے جھوٹ کی وجہ سے پہچانتے تھے۔ بخاری کہتے ہیں: میری نظر میں قوی نہیں ہے۔(۳)

غور وفکر کے بعد اس روایت میں بھی گذشتہ روایت کی باتیں صادق آتی ہیں، جنہیں ہم نے پیش کیا ابن خارجہ کی طرح ''قتیل انصاری'' کی روایت بھی عقل و خرد سے بہت دور ہے۔

۱۔ دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۸

۲۔ لسان المیزان ج ۶ ص ۲۶۲ (ج ۶ ص ۳۲۲ نمبر ۹۱۵۹)

۳۔ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۴۵۔ ۳۴۸ (ج ۷ ص ۳۰۲۔ ۳۰۵)؛ التاریخ الکبیر (ج ۶ ص ۲۹۰ نمبر ۲۴۳۵)

۳۔ شیبان اپنے مردہ گدھے کو زندہ کرتا ہے

شعبی سے مروی ہے: عمر کے زمانے میں شیبان نامی ایک شخص اپنے گدھے پر سوار ہو کر قبیلہ نخع سے باہر آیا، اچانک اس کا گدھا گر کر مر گیا، اس کے ساتھیوں نے اس کا وسائل حمل کرنا چاہا اور اپنی خدمت پیش کی لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ چنانچہ اس نے اٹھ کر وضو کیا اور مردہ گدھے کے سر پر پہونچ کر بولا: خدایا! میں تیرا مطیع ہوں، تیری جانب رخ کیا ہے اور تیری رضایت حاصل کرنے کے لئے تیری راہ میں ہجرت کی ہے، یہ گدھا میرا معاون و مددگار تھا، وہ لوگوں کے سامنے منت سماجت کرنے سے مجھے محفوظ رکھتا تھا، اسے زندہ کر کے میری تقویت فرما۔ اچانک گدھا اپنے سر کو ہلا کر کھڑا ہو گیا اور شیبان اس پر بیٹھ کر اپنے ساتھیوں سے ملحق ہو گیا۔ (۱)

ابن ابی الدنیا نے مسلم بن عبداللہ نخعی کے حوالے سے اسی داستان کی طرح ایک اور داستان نقل کی ہے اور اس نے گدھے کے مالک کا نام "نباتہ بن زید" بتایا ہے۔ حسن بن عمرہ سے اس گدھے کے واقعہ کو ابی سبرہ نخعی کے طریق سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یمن سے ایک شخص آیا....الخ۔ (۲)

تبصرۂ امینیؒ

خدا کے لئے مشکل نہیں کہ وہ حضرت محمدؐ کی امت کے بعض گمنام افراد کو روح اللہ عیسیٰ بن مریم جیسی صلاحیت عطا فرمائے تاکہ وہ اذن خدا سے مردے کو زندہ کر سکیں چاہے وہ مردہ گدھا ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ تمام تر حکایتیں ابو بکر و عمر اور عثمان کے زمانے کے افراد اور ان کے بعد ان کے بہی خواہوں اور چمچوں سے مخصوص ہیں، اگر یہ واقعات ان کے علاوہ کسی اور کے لئے بیان کئے جاتے ہیں تو بہت مشکل سے قبول کیا جاتا ہے اور عقل و منطق ان کی تردید کر کے فوراً ہی ہائے واویلا کی صدائیں

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص ۱۵۳، ۲۹۲ (ج۶ ص ۱۷۰، ۳۲۴)؛ الاصابۃ ج۲ ص ۱۶۹)

۲۔ البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص ۱۵۰ (ج۶ ص ۱۶۶)

بلند کرنے لگتی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں نہیں جانتا۔

ابی منظور سے منقول ہے کہ اس نے کہا: فتح خیبر کے بعد مال غنیمت سے رسول خداؐ کے حصے میں چار جوڑے شتر، سونے چاندی، ایک سیاہ گھوڑا اور ایک عدد گدھا آیا۔ آنحضرت نے گدھے سے گفتگو کی اور گدھے نے بھی آپ سے بات کی۔ آنحضرت نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ کہا: یزید بن شہاب ہوں، خداوند عالم نے میرے جد کی نسل سے سات گھوڑے عطا فرمائے کہ پیغمبروں کے علاوہ کوئی ان پر سوار نہیں ہوا میرے جد کی نسل سے کوئی اور باقی نہیں ہے اور رسولوں میں بھی آپ کے علاوہ کوئی اور باقی نہیں ہے، میری خواہش ہے کہ آپ مجھ پر سوار ہوں آپ سے قبل میں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا، وہ سوار ہونا چاہتا تھا تو میں گرا دیتا تھا، وہ میری پیٹھ اور پیٹ پر کوڑے مارتا تھا۔ رسول نے فرمایا: میں نے تیرا نام ''یعفور'' رکھا، اے یعفور۔ اس نے کہا: لبیک یا رسول اللہؐ۔ فرمایا: عورت (مادہ) چاہیے؟ کہا: نہیں۔ رسول خداؐ حسب ضرورت اس پر سوار ہوتے تھے چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ایک کنویں کے پاس مر گیا جو ابوالہیثم بن تیہان کی ملکیت تھی، اسکی قبر بھی وہیں پر ہے۔

۴۔ اسید و عباد کا عصا

انس سے مروی ہے: اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر ایک تاریک رات میں رسولؐ کے پاس موجود تھے، جب ان کی خدمت سے رخصت ہوئے تو ان میں سے ایک کے عصا سے نور ساطع ہوا جس کی روشنی میں وہ راستہ طے کرنے لگے، جب انہوں نے ایک دوراہے پر جدا ہونا چاہا تو دوسرے کا عصا بھی نور افشانی کرنے لگا۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

کیا آپ یقین کریں گے کہ صحابہ کرام کی ایک فرد سے صدر اول اسلام میں وہ بھی عہد رسول میں

۱۔ صحیح بخاری ج۶ ص۳ (ج۳ ص۱۳۸۴ ح/۳۵۹۴)؛ ارشاد الساری ج۶ ص۱۵۴ (ج۸ ص۳۱۶ ح/۳۸۰۵)؛ طرح التعریب ج۱ ص۳۵؛ اسد الغابہ ج۳ ص۱۰۱ (ج۳ ص۱۵۱ نمبر ۲۷۵۹)؛ البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص۱۵۲ (ج۶ ص۱۶۸)

ایسی عظیم کرامت رونما ہوئی اور تمام لوگوں سے پوشیدہ رہ گئی صرف انس ہی اسے درک کر سکے اور دوسرے افراد اسے نقل کرنے سے قاصر رہے؟ کیا آپ یقین کریں گے کہ بعد میں اسلام لانے والے مسلمان ایسی عظیم فضیلت کے حامل ہوں اور رسول خدا اسے اپنی زبان سے بیان نہ کریں؟ اور ان کے بعد امت بھی اس کا تذکرہ نہ کرے اور کیا یہ ہوسکتا ہے کہ بزرگان دین نے اپنی زندگی میں ایسی کرامت کی معرفت حاصل نہ کی ہوگی؟

اسید ایسی فضیلت کا حامل کیوں ہوا شاید اس کی علت آپ سے مخفی نہ ہو، یہ فضیلت اس انسان کے بارے میں گڑھی گئی ہے جس نے سقیفہ میں سب سے پہلے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، یہ انصار کا سب سے پہلا شخص تھا جس نے سب سے پہلے ابوبکر کی بیعت کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔ ابن اثیر کے بقول: ابوبکر کے ہاتھ پر اس کی یہ بیعت عظیم اثرات کی حامل تھی۔(۱)

وہ کہتے ہیں: ابوبکر صدیق اس کے لئے خصوصی احترام کے قائل تھے اور کسی کو بھی اس پر مقدم نہیں رکھتے تھے، ہاں! یہ شخص سب سے زیادہ مناسب تھا کہ ابوبکر کے طرفداروں کی جانب سے اس عظیم افتخار کا حامل ہو، ایسا افتخار جس کا وہ قطعی حقدار نہیں تھا۔ نیز یہ افتخار و فضیلت ابوعبیدہ جراح جیسے افراد کے حصہ میں بھی آئی چنانچہ عمر بن خطاب اس کا پیر چومتے تھے۔(۲) عائشہ کا اسید کی تعریف و تمجید کرنا بھی علت سے خالی نہیں ہے، وہ کہتی ہیں: وہ فضلائے عصر میں سے تھے۔ یہ بھی کہا: انصار کے تین افراد ایسے ہیں کہ بعد رسول کوئی بھی ان کے مانند فضیلت کا حامل نہیں: سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور عباد بن بشر۔(۳) ام المومنین نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ بعد رسول ایسی شخصیت موجود تھیں جنہوں نے بدر میں شرکت کی تھی، مائیں ایسے سورماؤں کو جنم دینے سے قاصر تھیں، ان میں ابوایوب انصاری، خزیمہ ذو الشہادتین، جابر بن عبداللہ انصاری، قیس بن سعد اور بہت سے دوسرے افراد۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ان افراد

۱۔ اسد الغابہ ج۱ ص۹۲ (ج۱ ص۱۱۲ نمبر ۱۷۰)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج۷ ص۵۵ (ج۷ ص۶۵ حوادث ۱۵ھ)

۳۔ اسد الغابہ ج۳ ص۱۰۰ (ج۳ ص۱۵۱ نمبر ۲۷۵۹)؛ مجمع الزوائد ج۹ ص۳۱۰

کی نشاندہی ام المومنین کے لئے خوشگوار نہیں تھی اس لئے کہ وہ سب حضرت علیؑ کے جانثار ساتھی تھے۔

ان کی نظر میں صرف اسید ہی اس فضیلت کے لئے مناسب تھا اس لئے کہ اس نے امت کے پرچم ہدایت حضرت علیؑ کے متعلق رسول خداؐ کے عہد و پیان کو توڑا تھا، اس نے سب سے پہلے ابوبکر کی بیعت کی تھی اور ان کی خلافت کو مستحکم بنانے میں اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں تھیں۔ عباد بن بشر نے بھی ابو بکر کی خلافت کو مستحکم بنانے میں اسید سے کم سرگرمی نہیں دکھائی تھی۔ یہ وہی ہے جو واقعۂ یمامہ میں ابوبکر کے پرچم تلے مارا گیا، عائشہ نے اس کی بہت زیادہ تعریف و تمجید کی ہے۔

۵۔خالد کی دعا سے شراب شہد میں تبدیل

خثیمہ کے طریق سے اعمش سے منقول ہے:

ایک شخص شراب سے بھرا ہوا مشکیزہ لے کر خالد کے پاس آیا، خالد نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: شہد ہے۔ خالد بولے: خدایا! اسے سرکہ میں تبدیل کر دے۔ وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس پہونچ کر بولا: آج میں ایسی شراب لایا ہوں کہ تم میں سے کسی نے ایسی شراب نہ پی ہوگی، مشکیزہ کھولنے پر معلوم ہوا کہ اس میں سرکہ ہے۔ کہا: خدا کی قسم! خالد کی دعا نے اپنا اثر دکھا دیا۔

دوسری عبارت ہے کہ خالد نے کہا: خدایا! اسے شہد میں تبدیل کر دے اور وہ شہد میں تبدیل ہو گئی۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

خالد کی زندگی کے سیاہ اوراق ساتویں جلد میں ملاحظہ فرمائیں اور اس کے حالات زندگی بنی خذیمہ، مالک بن نویرہ، ان کی زوجہ اور عمر خلیفہ سے دریافت کریں تاکہ اس کی روش زندگی کی صحیح معرفت حاصل ہو سکے، پھر فیصلہ کریں کہ وہ کس چیز کا سزاوار ہے۔

۱۔البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۱۴ (ج ۷ ص ۱۳۰ حوادث ۲۱ھ)؛ الاصابۃ ج ۱ ص ۴۱۴

۶۔ آگ ابو مسلم کو نہیں جلاتی

مدعی نبوت اسود عنسی نے ابو مسلم خولانی اور عبداللہ بن ثوب یمنی تابعی (متوفی ۶۰/ ۶۲) کو بلایا، اس نے آگ روشن کر رکھی تھی، جب ابو مسلم آیا تو اس نے اسے آگ میں ڈال دیا لیکن اسے کوئی نقصان نہیں پہونچا، خداوند عالم نے اسے آگ کے شعلوں سے نجات عطا فرمائی۔ یہ حضرت ابراہیم سے مشابہ ہے چنانچہ ایک دن وہ ابوبکر کے پاس آیا، سلام کے بعد ابوبکر نے کہا: خدا کا شکر کہ اس نے مجھے اتنی عمر عطا کی کہ میں امت محمدؐ میں ایسے شخص کی زیارت کرسکوں جس نے حضرت ابراہیم کے معجزے کا نمونہ پیش کیا۔

ابن کثیر کی روایت میں اس طرح منقول ہے: وہ ابوبکر کے پاس آیا، ابوبکر نے اسے اپنے اور عمر کے درمیان بٹھایا تو عمر نے اس سے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری جان اس وقت تک نہ لی جب تک میں نے امت میں معجزہ ابراہیم پیش کرنے والے کی زیارت نہ کرلی۔ (۱)

۷۔ ابو مسلم اپنی دعا کی وجہ سے دریائے دجلہ سے عبور کر گیا

ابو مسلم ایک دن دریائے دجلہ کے کنارے پہونچا، ان ایام میں دجلہ کا پانی تلاطم انگیز تھا اور اس کی موجیں ساحل سے ٹکرا کر شور پیدا کر رہی تھیں، ابو مسلم نے کھڑے ہو کر خدا کی حمد وثنا کی اور دریا سے بنی اسرائیل کی روانگی کا تذکرہ کر کے اپنے مرکب کو دجلہ میں ڈال دیا، لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی، اس طرح وہ سب دریا سے عبور کر گئے۔

اس واقعہ کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۱۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۶۶۶ (القسم الرابع ص ۱۷۵۸ نمبر ۳۱۷۵)؛ صفۃ الصفوۃ ج ۴ ص ۱۸۱ (ج ۴ ص ۲۰۸ نمبر ۷۴۵)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۷ ص ۳۱۸ (ج ۲۷ ص ۲۰۰۔۲۰۱ نمبر ۳۲۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۵۶)؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۶ (ج ۱ ص ۴۹)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۴۶ (ج ۸ ص ۱۵۶ حوادث ۶۰ھ)؛ شذرات الذہب (ج ۱ ص ۲۸۱ حوادث ۶۲ھ)؛ تہذیب التہذیب (ج ۱۲ ص ۲۵۷)؛ العقود الدریۃ (ج ۲ ص ۳۲۰)

۲۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۷ ص ۳۱۷ (ج ۲۷ ص ۲۱۰ نمبر ۳۲۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۵۹)

۸۔ابو مسلم کی تسبیح

ابو مسلم خولانی کے ہاتھ میں ایک تسبیح رہتی تھی جس سے وہ خدا کی تسبیح کرتا تھا، ایک مرتبہ نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا، تسبیح اس کے ہاتھ میں لپٹی ہوئی تھی، اس نے تسبیح خدا شروع کر دی، وہ کہہ رہی تھی: اے نباتات کو اگانے والے، اے ہمیشہ رہنے والے! تو پاک و منزہ ہے۔ اس کی بیوی نے کہا: اے مسلم! آؤ اور اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھو۔ اس نے آکر دیکھا کہ ابو مسلم کی تسبیح اس کے ہاتھ میں خدا کی تسبیح کر رہی ہے اور جب وہ اٹھ کر بیٹھا تو تسبیح خاموش ہوگئی۔(۱)

۹۔وسائل سفر کے بغیر سفر کا حیرت انگیز واقعہ

بعض لوگوں نے ابو مسلم خولانی کے پاس آکر کہا: کیا ہمارے ہمراہ حج پر چلیں گے؟ کہا: ہاں! اگر کچھ ساتھی مل جائیں۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے ساتھ ہیں، آپ کا ساتھ دیں گے۔ ابو مسلم نے کہا: تم لوگ میرے ساتھی نہیں ہو، میرے ساتھی تو وہ لوگ ہیں جو وسائل سفر کا بوجھ نہیں اٹھاتے، کیا نہیں دیکھتے کہ پرندے بغیر وسائل کے صبح و شام حرکت کرتے ہیں یہ خدا ہے جو انہیں آزوقہ فراہم کرتا ہے، وہ نہ خرید و فروخت کرتے ہیں اور نہ ہی کھیتی کی زحمت اٹھاتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے ہمراہ چلیں گے۔ ابو مسلم نے کہا: تو پھر خدا کی برکت سے تیاری کرو۔ چنانچہ قافلہ دمشق سے روانہ ہوا۔ انہوں نے کوئی وسائل بھی نہیں لیا، جب ایک منزل پر پہونچے تو لوگوں نے کہا: اے ابو مسلم! ہم خوراک کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور سواریوں کو بھی خوراک کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا: اچھی بات ہے، پھر ان سے دور ہو کر پتھروں پر کھڑا ہوا، دو رکعت نماز ادا کی اور دو زانوں بیٹھ کر کہا: خدایا! تو جانتا ہے کہ کس جذبہ سے مجھے اپنی منزل سے باہر کیا ہے، میں صرف تیری زیارت کے لئے آیا ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ دوسروں کو اپنا مہمان بناتے ہیں، ہم سب تیرے مہمان ہیں۔ لہذا ہمارے لئے غذا اور حیوانوں کے لئے

۱۔تاریخ مدینہ دمشق ج ۷ ص ۳۱۸ (ج ۲۷ ص ۲۱۶ نمبر ۳۲۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۶۱)

خوراک مہیا فرما۔ تھوڑی دیر بعد ایک دستر خوان ان کے سامنے بچھ گیا، اس پر گرم شوربے کا پیالہ اور پانی کے دو کوزے موجود تھے، حیوانوں کی خوراک بھی معجزاتی طریقے سے حاضر ہوگئی۔ وہ نہ سمجھ سکے کہ کون اسے لایا ہے، تمام سفر میں یہی صورت حال رہی، انہوں نے کسی مشکل کا سامنا نہیں کیا۔

ابن عساکر نے تاریخ شام میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: مین اس بکواس کے سلسلے میں کچھ بھی کہنا تضیع اوقات سمجھتا ہوں، صرف محقق کا ذہن ''طاش کبری زادہ'' کی اس بات کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جسے انہوں نے مفتاح السعادۃ میں نقل کیا ہے:

''جو شخص وسائل سفر کے بغیر اس امید پر صحراؤں کا سفر کرے کہ توکل اس کی تکمیل کرے گا، اس نے بدعت ایجاد کی ہے اس لئے کہ گذشتہ افراد پہلے توشہ فراہم کرتے تھے پھر توکل کرتے تھے''۔(۲)

۱۰۔ ایک عورت کے سود و زیاں پر مشتمل ابو مسلم کی دعا

ابو مسلم کا معمول تھا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت وسط میں تکبیر کہتا تھا، پھر گھر میں داخل ہوتا اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے اپنی بیوی کے پاس آتا اور اس کے ساتھ غذا تناول کرتا تھا، ایک رات اس نے تکبیر بلند کی، لیکن کوئی جواب نہ ملا، اس نے درخانہ پر دوبارہ تکبیر بلند کی لیکن جواب ندارد۔ اس وقت اس کے گھر میں چراغ روشن نہیں تھا، اس کی زوجہ وہیں بیٹھی تھی، پاس آکر کہا: جواب کیوں نہیں دیتی۔ اس کی زوجہ نے کہا: تمام لوگ آسائش حیات سے مالا مال ہیں لیکن ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، تم معاویہ کے پاس جاتے ہو وہ حکم دیتا ہے اور تم بجا لاتے ہو اور بس۔ ابو مسلم نے کہا: خدایا! جس نے میری بیوی کے ذہن کو مشوش کیا ہے اسے اندھا کر دے۔ کچھ دیر قبل ایک عورت آئی تھی اور اس نے ابو مسلم کی بیوی سے کہا تھا: اگر تم اپنے شوہر سے معاویہ کی خدمت گزاری کی بات کہو گی تو وہ قبول کرے گا۔ وہ عورت

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۷ ص ۳۱۸ (ج ۲۷ ص ۲۱۶ نمبر ۳۲۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۶۱)

۲۔ مفتاح السعادۃ ج ۳ ص ۳۳۵ (ج ۳ ص ۴۲۹ الدوحۃ السابعۃ)

اپنے گھر میں بیٹھی تھی اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، اس نے کہا: چراغ لاؤ یہ چراغ بجھ گیا ہے۔ کہا گیا: چراغ تو جل رہا ہے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میری آنکھ کی بینائی رخصت ہو گئی ہے۔ یہ عورت بھاگتی ہوئی ابو مسلم کے پاس آئی، بہت زیادہ روئی، گڑگڑائی اور خدا کا واسطہ دیا کہ وہ دعا کرے کہ اس کی بینائی واپس آجائے۔ چنانچہ جب ابو مسلم نے دعا کی تو اس کی بینائی واپس آئی۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: صاحب معجزہ کتنا سنگ دل تھا کہ اس نے ایک مسلمان عورت کو مستوجب سزا گناہ کے بغیر اندھا کر دیا، معاویہ کی جانب رجوع کون سے سود و زیان کا حامل ہو سکتا تھا کہ بیچاری عورت کو سزا کا مستحق بنا دیا جائے؟ ابو مسلم نے یہ دعا کیوں نہیں کی کہ خدا دونوں عورتوں کو صبر و شکیبائی عطا فرمائے۔ اگر وہ ایسا ہی مستجاب الدعوۃ تھا تو اس نے سنگ دلی کے علاوہ دوسری دعا کیوں نہ کی۔ یہ خیال، اس شخص کی کرامت کو آشکار کرنے کے بجائے اس کی سنگ دلی کو نمایاں کر رہا ہے۔ ہم خدا کو اس سے کہیں زیادہ پاک و منزہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کو کرامتیں عطا کرے گا اور جہالت و نادانی سے بھرپور دعاؤں کو مستجاب کرے گا۔

۱۱۔ابو مسلم کی دعا سے ہرن پھنس گیا

ابن عساکر بلال بن کعب سے روایت کرتے ہیں: بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ بچوں نے ابو مسلم خولانی سے یہ دعا کرنے کی خواہش کی کہ خداوند عالم ہرن کو ان کے دام میں پھنسا دے۔ چنانچہ وہ دعا کرتے اور ہرن پھنس جاتا تھا اور بچے جا کر اسے لے لیتے تھے۔

تبصرۂ امینیؒ

ان راویوں نے انبیاء سے مخصوص معجزے اور نشانیوں کو ان افراد کے بارے میں نقل کرنے کی

۱۔تاریخ مدینہ دمشق ج ۷ص ۳۱۷ (ج ۲۷ص ۲۱۴نمبر ۳۲۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ص ۶۰)

کوشش کی ہے جن سے وہ محبت کرتے ہیں، بلکہ ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ عقل جن باتوں کو مباح یا محال قرار دیتی ہے، انہیں اپنے اولیاء سے وابستہ کر دیں۔ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنے اس عمل سے انبیاء کی عظمت کو گھٹانے کی کوشش کی ہے یا ان افراد کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنے کی؟ مقصد جو بھی ہو لیکن ان زرخرید راویوں نے نامعقول روایتوں کو پیش کر کے بلندیوں کو پست کرنے کی کوشش کی ہے۔

کیا آپ صاحب خرافات ''ابومسلم'' کو پہچانتے ہیں، کیا آپ جانتے ہیں کہ اس شخص نے ان کرامتوں کے سلسلے میں خود ہی خیال بافی کی ہیں؟ کیا یہ بات قبول کی جاسکتی ہے کہ ایک بندۂ خدا معاویہ کے پرچم کے تلے آئے، اس کے اور اس کے عقائد پر ایمان لائے اس کی قربت کو خدا کی قربت پر ترجیح دے اور پھر ایسی کرامت پیش کرے؟ کیا یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ عہد معاویہ میں شام کا معاشرہ ایسے شخص کی تربیت کرے گا جو خدا شناس ہو اور اس کے افعال بصیرت آمیز ہوں؟ اور اس نابکار حکومت کی بخششیں اسے راہ حق سے منحرف نہ کریں؟

ہاں! فریبی ہاتھوں نے ان جھوٹی باتوں کو اس لئے جعل کیا ہے تا کہ معاویہ کی طرف اس کی دوستی کے عوض ابومسلم کا شکریہ ادا کیا جاسکے۔

یہ شخص عثمان کا طرفدار اور امویوں کا بے دام غلام تھا؛ اس نے فاسطین کے پرچم تلے اپنے وقت کے امام پر خروج کیا۔ اس نے کہا: اے مدینہ والو! تم لوگ قاتل وخاذل کے درمیان پڑے ہوئے ہو، خدا دونوں کو دردناک عذاب میں مبتلا کرے۔ اے مدینہ والو! تم قوم ثمود سے بھی بدتر ہو اس لئے کہ قوم ثمود نے خدا کے ناقے کو مارا اور تم نے خدا کے خلیفہ کو قتل کیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ خدا کا خلیفہ ناقہ سے بہتر ہے۔

یہ شخص جنگ صفین میں معاویہ کا سفیر بن کر امام کے پاس آیا اور معاویہ کے بعض خطوط امام کے پاس پہنچائے، امام نے حجت قائم کی اور اپنے دلائل سے اسے مغلوب کر دیا، لیکن اس نے باہر آ کر کہا: اب ہمارے لئے جنگ حلال و جائز ہوگئی۔

یہ صفین کے دن یہ رجز پڑھتا ہوا آیا:

''کوئی غم نہیں، کوئی غم نہیں، میں نے زرہ زیب تن کرلیا ہے میں اپنی اطاعت کی وجہ سے مارا جاؤں گا''۔(۱)

جو شخص پسر ہند کی اطاعت میں مرنے مارنے پر آمادہ ہو، جس نے اپنے وقت کے اس امام کو نہیں پہچانا جس کی خدا نے معرفی کی ہے اور اس سے جنگ کرے اور حضرت علیؑ کی دشمنی اور جنگ کے سلسلے میں رسول خدا کی تمام تر ممانعت پس پشت ڈال دے، کیا ایسا شخص خدا کی طرف سے صاحب کرامت ہوتے ہوئے انبیاء کے مانند مرتبہ کا حامل ہوسکتا ہے؟! ایسا مرتبہ جس تک ایک سچا ولی بھی پہونچے سے قاصر ہے؟!

خدا کی قسم! ایسا کچھ نہیں ہے، یہ صرف بکواس ہے، جس کی کوئی دلیل تائید نہیں کرتی اور اسلام اور عقل و منطق اس سے میل نہیں کھاتی۔

لعنت ہے ایسی اندھی تقلید پر جو انسانیت کو بدبختی اور نابودی کی گہری کھائی میں گرادے! جو اس ابو مسلم شامی باغی اور ظالم کو پرہیزگار، عابد اور صاحب کرامت بتاتی ہے جس نے اپنے وقت کے امام سے جنگ کی۔ حالانکہ ابوذر غفاری نیکی اور پاکیزگی کی وجہ سے سب سے زیادہ عیسیٰ بن مریم کے مشابہ تھے اور رسول خداؐ نے ان کی تعریف و توصیف بھی کی ہے، ایسا نیک انسان کو کمیونسٹ قرار دیتی ہے۔

﴿غفرانک ربنا والیک المصیر﴾ ''خدایا! تیری ہی بخشش کی امید ہے اور (ہماری) بازگشت تیری ہی طرف ہے''۔(۲)

۱۲۔ موت کے بعد ربیع بول اٹھا

ربیع بن خراش عبسی سے منقول ہے: میرا بھائی ربیع بن خراش بیمار ہوا اور اسی بیماری میں فوت ہوگیا،

۱۔ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۹۵۔۹۸ (ص ۸۵۔۸۶)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۱۹ (ج ۲۷ ص ۲۲۱ نمبر ۳۲۱۳؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۶۳۔۶۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۰۸ (ج ۱۵ ص ۷۵)

۲۔ بقرہ/۲۸۵

جب ہم نے کپڑے میں اس کا چہرہ چھپانا چاہا تو اس نے کہا: تم پر سلام۔ میں نے کہا: تم پر بھی سلام، کیا واپس آگئے؟ کہا: ہاں! لیکن تمہارے بعد میں نے خدا کا دیدار کیا ہے، اس نے بھی اپنی روح وخوشبو کے ساتھ میرا دیدار کیا، پھر سبز ریشمی لباس مجھے پہنایا، میں نے اس سے اجازت مانگی کہ اس بشارت کا حال تم سے بیان کروں، اس نے اجازت مرحمت فرمائی اور اب جو میری حالت ہے اسے دیکھ رہے ہو، لہذا نیک اعمال بجالاؤ اور خدا کا تقرب حاصل کرو۔(۱)

ابونعیم کی عبارت ہے:

میرا بھائی ربیع بن خراش فوت ہوا، ہم اس کا حلقہ کئے ہوئے تھے، ایک شخص کو بھیجا کہ اس کے لئے کفن خرید کر لائے۔ اچانک اس کا منھ کھلا اور کہنے لگا: تم لوگوں پر سلام۔ ہم نے کہا، تم پر بھی سلام اے بھائی! کیا موت کے بعد زندہ ہو گئے؟ کہا: ہاں! میں نے تمہاری جدائی کے بعد خدا سے ملاقات کی، اس نے اپنی روح اور خوشبو کے ساتھ میرا استقبال کیا، اب ابوالقاسم مجھ پر نماز پڑھنے کے لئے منتظر کھڑے ہیں، جلدی کرو تاخیر نہ کرو۔(۲)

دوسری روایت کے الفاظ: میرا بھائی فوت ہوا، میں نے اسے چھپانا چاہا لیکن وہ ہنسنے لگا۔ میں نے سوال کیا: کیا موت کے بعد زندہ ہو گئے؟ اس نے کہا: نہیں، میں نے اپنے خدا سے ملاقات کی ہے، اس نے بھی اپنی روح اور خوشبو اور غیظ وغضب سے عاری چہرہ کے ساتھ میرا دیدار کیا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا صورت حال ہے؟ کہا: تمہارے حال سے کہیں زیادہ پرسکون۔ یہ واقعہ عائشہ سے بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا: ربیع نے سچ کہا ہے، میں نے رسول اسلام سے سنا ہے کہ میری امت کے بعض افراد موت بعد بھی گفتگو کریں گے۔(۳)

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج۶ ص۱۵۸ (ج۶ ص۱۷۵)؛ الروض الانف ج۲ ص۳۷۰ (ج۷ ص۵۷۵)؛ صفۃ الصفوۃ ج۳ ص۱۹ (ج۳ ص۳۷ نمبر۳۹۲)

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج۳ ص۲۱۲ (ج۴ ص۳۶۷ نمبر۲۸۸)

۳۔ خصائص کبری ج۲ ص۱۳۹ (ج۲ ص۲۵۳)

تبصرۂ امینیؒ

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان واقعات کے بعد بھی لوگ عقیدۂ رجعت کو محال کیوں سمجھتے ہیں، حالانکہ مردے کے جسم میں روح کی بازگشت ہی کو رجعت کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ ''زید بن حارثہ'' کی داستان کے نمونوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی عقیدہ رجعت کی تحقیر کرتے ہیں، حالانکہ یہ روایت بھی رجعت کا ایک نمونہ ہے؟؟

ہاں! یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ متذکرہ روایت میں موت کے تھوڑی دیر بعد بدن میں روح کی بازگشت ہوئی تھی لیکن جس رجعت کے ہم قائل ہیں اس میں موت اور رجعت روح کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا ہے۔ یا یہ اعتراض کریں کہ اس روایت میں زندہ رہنے کی مدت بہت کم تھی لیکن جس رجعت کے تم قائل ہو اس میں زندہ رہنے کی مدت بہت طویل ہوجاتی ہے۔ یا یہ اعتراض کریں کہ رجعت کا جواز ان امور پر منحصر ہے جن کی مذمت ہے، یا مذمت اہل بیت کے علاوہ کسی اور مذمت میں اس کا جواز ممکن ہے۔ لیکن بہر حال ان تمام تر اعتراضات کے باوجود رجعت کے اصل امکان پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا، عقل و شرع کی نظر میں یہ ایک ممکن اور معقول مسئلہ ہے۔

ابن خراش کے اس واقعہ اور طبقات بن سعد میں موجود داستان میں کتنا فرق ہے، اس نے سالم بن عمر سے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک مرد انصاری کو کہتے ہوئے سنا: میں نے خدا سے خواہش کی کہ عمر کو میرے خواب میں حاضر کرے، چنانچہ بارہ سال بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا، وہ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہے تھے، میں نے پوچھا: اے امیر المومنین! کیا خبر ہے؟ جواب دیا: بس ابھی ابھی فارغ ہوا ہوں، اگر رحمت خدا شامل حال نہ ہوتی تو میں ہلاک ہوجاتا۔ (۱)

سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ (۲)

ابن جوزی ''سیرۃ عمر'' میں عبداللہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں: اس نے بابا جان کو خواب میں دیکھ کر

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۷۳ (ج ۳ ص ۳۷۶)

۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۹۹ (ص ۱۳۷)

سوال کیا: آپ کیا کر رہے ہیں؟ کہا: میری حالت بہتر ہے اگر خدائے مہربان نہ ہوتا تو اپنی جگہ سے گر کر ہلاک ہو جاتا۔ پھر پوچھا: آپ کتنے دن بعد حساب کتاب سے فارغ ہوئے؟ کہا: بارہ سال بعد.....اس عبارت کا بھی اضافہ ہے: بس ابھی ابھی فارغ ہوا ہوں۔ (۱)

اس روایت کو حافظ محب طبری نے بھی نقل کیا ہے۔ (۲)

آپ کے مطابق عمر نے خلیفہ ہوتے ہوئے حساب و کتاب کی اتنی سختی برداشت کی، خداوند عالم اپنی روح اور خوشبو کے ساتھ ان کے استقبال کو نہیں گیا، ریشمی سبز لباس بھی نہیں پہنایا اور رسول خداؐ بھی نماز کیلئے انتظار میں کھڑے نہیں رہے۔ پھر بارہ سال بعد حساب سے فارغ ہوئے، وہ بھی اگر خداوند عالم کی رحمت شامل نہ ہوتی تو وہ ہلاک ہو جاتے۔ لہذا آپ اس واقعہ کا ابن خراش کے واقعہ سے مقابلہ کریں جس نے اتنی جلدی ترقی کر لی، ان دونوں کے مستقبل کو ملاحظہ کریں اور پھر فیصلہ کریں۔

۱۳۔ چار ہزار سپاہی پانی سے گذر گئے

ابو ہریرہ اور انس سے مروی ہے:

عمر بن خطاب نے ایک لشکر تیار کیا اور علاء بن حضرمی کی سرداری میں روانہ کیا، میں بھی جنگوں میں اس کے ساتھ تھا ہم نے دیکھا کہ لوگوں نے ہم پر سبقت کی اور حصول آب سے بھی محروم رہے، ہوائیں گرم تھیں اور ہمارے ساتھ ساتھ چوپائے بھی پریشان و بے جان تھے جمعہ کا دن تھا، جب آفتاب مغرب کی طرف مائل ہوا تو اس (ابن حضرمی) نے دو رکعت نماز ادا کی پھر اپنے ہاتھ آسمان کی جانب بلند کئے، اس وقت آسمان بالکل صاف تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی اس نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں گرائے تھے کہ تیز و تند ہوا چلنے لگی، بادل آئے اور مسلا دھار بارش شروع ہو گئی، ہم سب سیراب ہوئے اور حیوانوں کو بھی

۱۔ تاریخ عمر بن الخطاب ص ۲۰۵ (ص ۲۱۱ باب ۷۵)

۲۔ ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۸۰ (ج ۲ ص ۱۶۱ ۸)

سیراب کیا پھر ہم دشمنوں سے جنگ کے لئے آئے لیکن دشمن پہلے سے ہی دریا عبور کر کے جزیرہ میں پہنچ چکے تھے، وہ (حضرمی) دریا کے کنارے کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا علی، یا عظیم یا حلیم یا کریم۔ پھر کہا: اللہ کا نام لے کر پانی میں داخل ہو جاؤ۔ ہم دریا میں داخل ہوئے لیکن پانی سے حتی ہمارے حیوانوں کے پیر بھی تر نہ ہوئے (صفوری کی روایت میں لشکر کی تعداد چار ہزار مذکور ہے) تھوڑی ہی دیر توقف کیا تھا کہ اس کے جنازے پر تیر بارانی ہوئی ہم نے قبر کھودی اور غسل دے کر اسے دفن کر دیا۔ جب ہم دفن سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے کہا: تم لوگوں نے جسے سپرد خاک کیا ہے وہ کون ہے؟ ہم نے کہا: بہترین انسان ''ابن حضرمی'' ہے۔ اس نے کہا: اس زمین کی مٹی مردوں کو محفوظ نہیں رکھتی، باہر پھینک دیتی ہے، اسے ایک دو فرسخ دور لے جا کر دفن کرو۔ ہم نے قبر کھودی تو معلوم ہوا کہ ہمارے ساتھی ''ابن حضرمی'' موجود نہیں ہیں اور قبر سے ایک نور ساطع ہے جو ہماری آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم قبر پر مٹی ڈال کر واپس چلے آئے۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

یہاں ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے، اس کے باطل سند کے متعلق بھی کچھ کہنا بیکار ہے، حتی راویوں نے ابن حضرمی کو ''خیر البشر'' کا لقب دے دیا، انہیں بھی ملامت نہیں کریں گے۔ ہاں! خداوند عالم پر دشوار نہیں کہ عمر کے مرتب کردہ تمام سپاہیوں کو صاحب کرامت بنا دے، لیکن ہم اس عبارت ''اس زمین کی مٹی مردوں کا باہر پھینک دیتی ہے'' کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہیں، کیا آج تک ایسی خاصیت کا مشاہدہ کیا گیا یا نہیں؟ دنیا کی زمینوں میں اسی علاقے کی سرزمین کو یہ خصوصیت کیوں حاصل ہوئی؟ کیا قبر کھودنے کے بعد ایسی نور افشانی ممکن ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر دے؟ حالانکہ ان کے خیال کے مطابق وہ قبر میں بھی نہیں تھا، وہ کہیں اور چلا گیا تھا اور اپنا نور وہاں چھوڑ گیا تھا؟ میرے پاس تو ان سوالوں کا جواب نہیں ہے، ہاں! یہ واقعہ گڑھنے والے اور سننے والے ان کا جواب دے سکتے ہیں یا نہیں؟ میں نہیں جانتا۔

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۵۵ (ج ۶ ص ۱۷۱۔۱۷۲)؛ نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۱۹۱؛ اسد الغابۃ ج ۳ ص ۷ (ج ۳ ص ۳۷ نمبر ۳۷۳۹)؛ الاصابۃ ج ۲ ص ۴۹۸ (نمبر ۵۶۴۲)

۱۴۔ سعد کی دعا سے بھی ایک لشکر پانی سے گذر گیا

عمر بن خطاب نے مدائن کی جانب ایک لشکر روانہ کیا، جب لشکر دجلہ کے کنارے پہنچا تو وہاں کشتی نہیں تھی، لشکر کے سردار سعد بن ابی وقاص اور خالد بن ولید نے کہا: اے حکم خدا سے جاری وساری دریا! تجھے حضرت محمد کی حرمت اور عمر کی عدالت کا واسطہ ہمیں راستہ دے تا کہ ہم عبور کر سکیں۔ اس کے بعد تمام لوگ پانی سے عبور کر گئے، حتی ان کے گھوڑے اور اونٹوں کے پیر بھی تر نہ ہوئے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: کیسے ممکن ہے کہ جس شخص نے امام معصوم کی مخالفت کی اور خطا سے عاری امت کے اجماع کو پامال کیا اس کی دعا سے گھوڑوں اور اونٹوں کے پیر بھی تر نہ ہوں؟ خاص طور سے اس وقت جب اس کا زنا کار، خونخوار اور گھناؤنے اعمال کا مالک دوست ''خالد بن ولید'' کی دعا بھی اس کی دعا میں منضم ہو؟ ہمارے لئے یہ بات روشن نہ ہوئی کہ آخر خداوند عالم نے اس کی قسم کو عملی جامہ کیوں پہنایا؟ کیا ان افراد کی حرمت کی وجہ سے کہ جن کا دعا میں واسطہ دیا گیا تھا (محمدؐ و عمر بن خطاب) اور یہ دعا دونوں افراد کی شمولیت پر متحقق ہوئی یا صرف رسول خداؐ کے نام و احترام کی وجہ سے مقبول خدا قرار پائی؟ عمر کے اعمال و کردار کا مطالعہ کرنے والا یہ بات اچھی طرح معلوم کر لے گا کہ رسول خداؐ کی نظر میں ان کی کیا اہمیت تھی، ہم نے ان کے بعض کارناموں کو چھٹی جلد میں پیش کیا ہے۔

۱۵۔ سعد کی دعا نے اس کی موت ملتوی کر دی

ابن جوزی لیبہ کے طریق سے نقل کرتے ہیں:

سعد نے دعا کی: خدایا! میرے بچے چھوٹے اور نابالغ ہیں، میری موت کو اتنی دیر ملتوی کر دے کہ وہ سن بلوغ تک پہنچ جائیں۔ خداوند عالم نے بھی ان کی موت کو بیس سال تک ملتوی کر دیا۔ (۲)

۱۔ نزھۃ المجالس للصفوری ج ۲ ص ۱۹۱

۲۔ صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۴۰ (ج ۱ ص ۳۶۰ نمبر ۹)

تبصرۂ امینیؒ

سعد کی اولاد میں امام حسین شہید کا قاتل ''عمر بن سعد بھی تھا، خدا کی نظر میں کتنی اہمیت کا حامل ہوسکتا ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کہ خداوند عالم سعد کی دعا کو مستجاب کرے تا کہ وہ ایسے شخص کو تربیت کر سکے جو سبط رسولؐ امام حسینؑ کے قتل اور ان کے خاندان پاک کی ہلاکت کے سلسلے میں اقدام کرے...؟ کاش! میں جان پاتا کہ کس شخص نے سعد، لبیہ اور اس واقعہ کے ناقل کو اس کی اطلاع دی؟ وہ اپنی موت کی تاریخ سے کیسے واقف ہوگیا؟ حالانکہ ﴿إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَايَسْتَأخِرُونَ سَاعَةً وَلَايَسْتَقْدِمُونَ﴾ جب موت آتی ہے تو نہ ایک لمحے کی تاخیر کرتی ہے اور نہ ہی تقدیم''۔(۱) اسی طرح خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا﴾ ''کوئی نفس بھی اذن پروردگار کے بغیر نہیں مر سکتا ہے سب کی ایک اجل اور مدت معین ہے''۔(۲)

لہٰذا خداوند عالم نے اس دعا کی برکت سے اس کی موت کو بیس سال ملتوی کیسے کردیا؟ کیا سعد و لبیہ جیسے عام انسان موت کے وقت کا علم رکھ سکتے ہیں جو علم غیب کی ایک قسم ہے؟!

ہاں! ایک جاہل انسان خواہ نیک بخت ہو یا بد بخت جب غیبی امور سے آگاہ ہو جاتا ہے تو خداوند عالم اس سے ضرور واقف ہو جاتا ہے، قرآن کا ارشاد ہے:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَايُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا، إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا﴾ ''وہ عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا ہے مگر جس رسول کو پسند کرلے تو اس کے آگے پیچھے نگہبان فرشتے مقرر کر دیتا ہے''۔(۳)

۱۶۔ بادل آبیاری کر کے سبزے اگا رہا ہے

حسن بصری سے مروی ہے: خلافت عثمان کے زمانے میں ''حرم بن حیان'' ایک شدید گرم دن میں

۱۔ یونس/۴۹ ۲۔ آل عمران/۱۴۵ ۳۔ جن/۲۶۔۲۷

فوت ہوا، جب دفن کے بعد لوگ اس کی قبر سے کھڑے ہوئے تو ایک بادل اس کی قبر پر سایہ فگن ہو گیا جو اس کی قبر سے نہ چھوٹا تھا اور نہ ہی بڑا۔ اس نے قبر پر آبیاری کی اور واپس چلا گیا۔

قتادہ کے الفاظ ہیں: وفات کے دن اس کی قبر پر بارش ہوئی اور اسی دن اس پر سبزے اگے۔(۱)

علامہ امینی لکھتے ہیں: حرم بن حیان کی قبر پر اس کرامت کو ہم عظیم نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تو اپنی ماں کے شکم میں چار سال تک موجود رہا تھا۔(۲) یہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے، سبحان الخالق القادر۔

۱۷۔ ابراہیم تیمی کی حیرت انگیز زندگی

اعمش سے منقول ہے: میں نے ابراہیم تیمی (متوفی ۹۲ھ) سے پوچھا: مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم نے ایک مہینے سے کچھ نہیں کھایا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! دو مہینوں میں چالیس راتوں سے کچھ نہیں کھایا۔ میرے گھر والوں نے صرف انگور کا ایک دانہ کھلایا تھا اسے بھی فوراً منہ سے نکال کر پھینک دیا۔(۳)

احیاء العلوم غزالی میں ہے: وہ چار مہینوں تک نہ کچھ کھاتا تھا اور نہ ہی پیتا تھا۔(۴)

ڈاکٹر ایسی ضعیف و ناقص عقل پر ضرور ہنسیں گے، انہوں نے جس داستان کو گڑھ رکھا ہے اس میں ایسی ناقابل حل مشکل موجود ہے کہ عقل حیرت زدہ ہے، بنی نوع انسان کی طبیعت میں ایسی بات سننے میں نہیں آئی اور خداوند عالم نے انسانوں کو جس فطرت پر خلق فرمایا ہے وہ ان بیہودہ بکواس سے قطعی غیر مربوط ہے، فضائل میں غلو کرنے والے ہی ایسا بیہودہ دعوی کر سکتے ہیں۔ اس بے سر و پا دعوے میں کچھ دوسرے افراد بھی شامل ہیں بلکہ وہ تو ابراہیم تیمی سے بھی دو چار ہاتھ آگے ہیں، آئندہ ان کا تذکرہ آئے گا۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج۲ ص۱۲۲ (نمبر ۱۶۸)؛ صفۃ الصفوۃ ج۳ ص۱۳۹ (ج۳ ص۲۱۵ نمبر ۴۸۸)؛ الاصابۃ ج۳ ص۶۰۱ (نمبر ۸۹۳۶)

۲۔ ملاحظہ ہو: تفسیر روح البیان ج۴ ص۳۴۷

۳۔ طبقات شعرانی ج۱ ص۳۶ (ج۱ ص۴۱ نمبر ۶۸)

۴۔ احیاء العلوم ج۱ ص۳۰۹ (ج۱ ص۲۹۸)

۱۸۔حافظ کی بد دعا سے ایک شخص کی موت

غیلان بن جریر بصری سے مروی ہے: ایک شخص نے مطرف بن عبداللہ حافظ بصری (متوفی ۹۵ھ) سے جھوٹی بات منسوب کی۔ مطرف نے کہا: خدایا! اس کے جھوٹ کی وجہ سے اسے موت سے ہمکنار کر، چنانچہ وہ فوراً ہی گر کر مر گیا۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس مستجاب الدعوۃ کی دعا کی سنگ دلی متذکرہ ابو مسلم کی روایت کی سنگ دلی سے کم نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے ایک بے گناہ عورت کے سلسلے میں بد دعا کی تھی۔ اگر چہ جھوٹ حرام ہے لیکن اس کی سزا جھوٹ بونے والے کو پھانسی کا پھندا نہیں اور یہ بات بعید ہے کہ ہر غیر معصوم کی بد عا اس کے دشمن کے حق میں مستجاب ہو جائے اس لئے کہ لوگوں میں ابو مسلم خولانی اور مطرب بن عبداللہ جیسے تند مزاج افراد کم نہیں ہیں، ورنہ اتنے مستجاب الدعوۃ افراد امت پر لازم ہے کہ وہ ان جھوٹوں کے لئے بھی بد عا کریں اور خداوند عالم پر بھی واجب ہے کہ وہ ان کی بد عا کو قبول فرمائے اور اس بیہودہ داستان کے راویوں کو موت کے گھاٹ اتار دے۔

۱۹۔ایک بادل ''کرز بن وبرہ'' کے سر پر سایہ فگن ہوا

ابو سلیمان مکتب سے منقول ہے کہ اس نے کہا: میں مکہ کے ایک سفر میں کرز بن دیرہ کے ہمراہ تھا۔ پورے سفر میں اس کا معمول تھا کہ جب کہیں قافلہ رکتا تو وہ اپنے مرکب سے اتر کر اپنا لباس اتارتا، پالان شتر پر رکھتا اور پھر ہم سے دور جا کر نماز پڑھتا تھا اور جب اونٹ کی آواز بلند ہوتی تو کھڑا ہو کر ہمارے پاس آجاتا تھا۔ ایک دن اسے آنے میں تاخیر ہوئی، لوگ اس کی تلاش میں نکلے، میں بھی ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ تیز دھوپ میں نماز پڑھ رہا ہے، اچانک میری نگاہ اس بادل پر پڑی جو اس کے سر

۱۔طبقات الحفاظ ذہبی ج۱ص۶۰ (ج۱ص۶۴ نمبر۵۴)؛ دول الاسلام ج۱ص۴۷ (ص۵۵ ۹۵ھ)؛ الاصابۃ ج۳ص۴۷۹ (نمبر ۸۳۴۴)؛ تہذیب التہذیب ج۱ص۱۷۳ (ج۱۰ص۱۵۷)

پر سایہ فگن تھا۔ مجھے دیکھ کر میرے پاس آیا اور کہا: اے ابوسلیمان! تم سے ایک حاجت ہے؟ میں نے کہا: اے ابوعبداللہ! اپنی حاجت بیان فرمائیں، اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے پوشیدہ رکھو۔ میں نے کہا: آپ کی یہ حاجت ضرور پوری ہوگی۔ اس نے کہا: مجھے مطمئن کرو۔ میں نے قسم کھائی کہ جب تک وہ زندہ رہے گا میں کسی سے اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کروں گا۔(۱)

۲۰۔ایک فقیر نے زمین کو سونا کیا

حسن بصری سے مروی ہے: ایک سیاہ فام فقیر آبادان کے کھنڈروں میں زندگی بسر کرتا تھا، مجھے معلوم ہوا تو میں نے اسے طلب کیا، جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو مسکرا کر زمین کی طرف اشارہ کیا تمام زمین سونا ہو کر چمکنے لگی میں سخت خوفزدہ ہوا، فوراہی بھاگ کھڑا ہوا۔(۲)

پڑھیے اور تعجب کیجئے، ہنسئے یا گریہ کیجئے

۲۱۔غطفانی موت کے بعد مسکراتا ہے

حارث غنوی سے مروی ہے:

ربعی بن خراش غطفانی (متوفی ۱۰۱/۴) نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک نہیں ہنسے گا جب تک اسے معلوم نہ ہو جائے گا کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی۔ غسال نے مجھ سے کہا: وہ غسل کے وقت ہنستا رہا اور ہم اسی طرح اسے غسل دے کر فارغ ہوئے۔(۳)

۱۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم ج ۵ ص ۸۰: الاصابۃ ج ۳ ص ۳۲۱

۲۔الروض الفائق ص ۱۲۶

۳۔صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص ۱۹ (ج ۳ ص ۳۶ نمبر ۳۹۱): طبقات کبری شعرانی ج ۱ ص ۳۷ (ج ۱ ص ۴۳ نمبر ۷۴): تاریخ مدینہ دمشق ج ۵ ص ۲۹۸ (ج ۱۸ ص ۴۵ نمبر ۲۱۳۵: مختصر تاریخ دمشق ج ۸ ص ۲۶۹)

۲۲۔عمر بن عبدالعزیز، توریت میں

خالد ربعی کہتا ہے: توریت میں تحریر ہے کہ چالیس روز تک آسمان و زمین عمر بن عبدالعزیز پر گریہ کرتے رہے۔(۱)

شاید عمر بن عبدالعزیز کی یہ خاصیت، ربعی کی توریت سے مخصوص ہو، نہ حضرت موسی کے توریت کی اس لئے کہ اصلی توریت اس زمانہ میں موجود نہیں تھی اور نہ ہی ربعی اور دوسرے افراد ہی موجود تھے۔حتی جھوٹ اور افسانوں سے پر توریت کے مختلف جعلی نسخوں میں بھی ربعی کی بکواس موجود نہیں ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کی شناخت کیلئے احمد بن حنبل کا یہ جملہ ہی کافی ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ معاویہ افضل ہے یا عمر بن عبدالعزیز؟ تو انہوں نے جواب میں کہا:

معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں موجود گرد وغبار رسول اسلامؐ کی نظر میں عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔(۲)

عبداللہ بن مبارک کہتا ہے: معاویہ کی ناک کی خاک عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔ایک دوسرے روایت میں ہے: معاویہ کے ناک کے دونوں سوراخ کی گرد وغبار جو رسول خداؐ کی معیت میں ہو، وہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔(۳)

لہذا ایسے شخص کی کیا اہمیت ہوسکتی ہے جس سے معاویہ کی ناک یا اس کے گھوڑے کی ناک کی مٹی بہتر ہو؟ جس کی وجہ سے اسے توریت میں لکھا جائے؟ یا آسمان وزمین چالیس دنوں تک اس پر گریہ کریں ؛﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ﴾ ''آسمان وزمین نے ان پر گریہ نہیں کیا اور انھیں مہلت بھی نہیں دی گئی''۔(۴)

۱۔الروض الفائق ص ۲۵۵

۲۔شذرات الذہب ج ۱ ص ۶۵ (ج ۱ ص ۲۷۰ حوادث ۶۰ ھ)

۳۔تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۴۸ حوادث ۶۰ ھ)؛ صواعق محرقہ ص ۱۲۷ (ص ۲۱۳)

۴۔دخان/۲۹

۲۳۔عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں گوسفندوں کی حالت

یافعی نقل کرتے ہیں:

جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا تو گوسفندوں کے چرواہوں نے پہاڑ کی بلندی پر کہا: لوگوں پر حکومت کرنے والا یہ خلیفۂ صالح کون ہے؟ دوسروں نے پوچھا: تم لوگ اس کا نام کیوں جاننا چاہتے ہو؟ کہا: جب بھی کوئی صالح خلیفہ حکومت کرتا ہے تو بھیڑیئے اور شیر ہمارے گوسفندوں سے دست بردار ہوجاتے ہیں۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: خونخوار بھیڑیئے کیا جانیں کہ خلیفۂ صالح و طالح کیا ہے تا کہ وہ اپنی درندگی سے دست بردار ہوجائیں؟ اور یہ جفا کار اور جاہل انسان کتنا نادان ہے کہ ان جانوروں سے دشمنی و کینہ کا جذبہ رکھتا ہے، اگر تاریخ کے ہر دور میں درندوں کی یہی روش تھی اور عمر بن عبد العزیز کی خلافت سے مخصوص نہیں تھا تو پھر معاویہ و یزید اور ان کے مانند دوسرے لوگ ہلاک ہوجاتے اور ان کے آثار بھی باقی نہیں رہتے۔

۲۴۔عمر بن عبد العزیز کا برأت نامہ

عمر بن عبد العزیز کا معمول تھا کہ وہ رات کے وقت دور دراز مسجدوں میں جا کر خدا داد صلاحیت کے مطابق نماز پڑھتا تھا اور ہنگام صبح اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر سفیدیٔ صبح تک گریہ و زاری کرتا تھا، چنانچہ اس طرح ایک رات جب وہ معمول کے مطابق عبادت انجام دے رہا تھا. اس نے ایک سبز رنگ کا نامہ دیکھا جس کی روشنی آسمان تک ساطع تھی، اس میں لکھا تھا: یہ آتش جہنم سے برأت کا خط ہے جسے خداوند عالم نے اپنے بندے عمر بن عبد العزیز کو عطا فرمایا ہے۔

ابن ابی شیبہ نے عبد العزیز بن ابی سلمہ سے روایت کی ہے: جب عمر بن عبد العزیز کو قبر میں رکھا گیا

۱۔روض الریاحین ص ۱۶۵ (ص ۳۴۷ نمبر ۳۶۳)

تو ایک تیز وتند ہوا چلی اور بہترین تحریر میں ایک خط آسمان سے گرا۔لوگوں نے اسے پڑھا،اس میں لکھا تھا: خدا کی جانب سے عمر بن عبدالعزیز کے لئے، یہ آتش جہنم کا برأت نامہ ہے، چنانچہ لوگوں نے اسے کفن میں رکھ کر دفن کر دیا۔(۱)

ابن عساکر نے بھی اسی مضمون پر مشتمل ایک روایت نقل کی ہے۔(۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: گمراہی وضلالت سے ہدایت کی بات تو قیامت کے دن ہی واضح وآشکار ہوگی۔

۲۵۔مالک بن دینار کی دعا اور چار سالہ بچہ کی پیدائش

بیہقی ہاشم بن مجاشعی کے طریق سے روایت کرتے ہیں: ایک دن مالک بن دینار (متوفی ۱۲۳ھ) بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا:

اے ابو یحییٰ! ایک عورت چار سال سے حاملہ ہے اور غم واندوہ اور پریشانی میں اپنے دن گزار رہی ہے،اس کے لئے دعا کریں۔مالک سنتے ہی غضبناک ہوگئے،قرآن کو بند کر کے کہا: یہ لوگ سوچتے ہیں کہ ہم انبیاء ہیں۔پھر دعا کی: خدایا! اگر اس عورت کے شکم میں ریح (گیس) ہو تو اسے اسی وقت خارج کر دے اور اگر دختر ہے تو فرزند کی صورت میں باہر کر دے تو جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے وجود عطا کرتا ہے،ام الکتاب تیرے دست اختیار میں ہے۔پھر مالک نے اپنا ہاتھ بلند کیا، لوگوں نے بھی خدا کی بارگاہ میں اپنے ہاتھ بلند کئے،اسی وقت کسی نے اس شخص کو خبر دی کہ اپنی زوجہ کی خبر لے۔وہ شخص بھاگتا ہوا گھر پہونچا،ابھی مالک نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں گرائے تھے کہ وہ شخص مسجد میں داخل ہوا،ایک بڑے بال والا چھوٹا بچہ اس کے کاندھے پر سوار تھا،ابھی اس کی ناف بھی نہیں کاٹی

۱۔البدایۃ والنہایۃ ج۹ص۲۱۰(ج۹ص۲۳۶حوادث ۹۳ھ)؛الروض الفائق ص۲۵۶

۲۔مختصر تاریخ دمشق (ج۲۸ص۹۲)

گئی تھی۔

تبصرۂ امینیؒ

بے سرو پا اور محال باتیں کہنا محال نہیں ہے لیکن تقویٰ اور انسان کی حیا اس بات کی ممانعت کرتی ہے کہ بعید از عقل باتوں کو اپنی زبان پر لائے، کیا اس خبر کے راوی کے لئے حیرت انگیز بات نہیں کہ ایک عورت کا شکم اتنا وسیع ہو کہ چار سالہ بچہ اس میں سما جائے، اس کے بال اُگ آئیں اور دانت وغیرہ نکل آئے؟ فرض کریں کہ اس کا شکم اتنی گنجائش کا حامل تھا، تو کیا انسان کا جسم اسے تحمل کر سکتا ہے، اس کا تو لازمہ ہے کہ اس کا شکم عام عورتوں سے بھی بڑا ہو، کیا اس بچہ کی ماں کی یہی حالت وکیفیت تھی یا یہ کہ وہ دوسری حاملہ عورتوں کی طرح تھی۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ ایک دوسری کرامت شمار کی جائے گی؟ پاک و پاکیزہ ہے وہ پروردگار جس نے اس مسکین عورت کو اتنی مہلت دی کہ اس کی ہڈیاں نہ ٹوٹیں، اس کی رگ اور کھال پھٹنے سے محفوظ رہیں۔ خداوند عالم نے گذشتہ زمانے میں جو چاہا انجام دیا ہے۔

خدا مالک بن دینار پر رحمت نازل کرے کہ اگر وہ اس بیمار عورت کے لئے دعا نہ کرتا تو وہ بچہ نا معلوم اس کے شکم میں کب تک پڑا رہتا۔

اس کے بعد یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ نوزاد ماں کے پیٹ میں لڑکی تھی پھر ابن دینار کی دعا کی وجہ سے لڑکا ہو گیا؟ یا یہ کہ لڑکا ہی تھا اور یہ دعا موثر ثابت نہیں ہوئی؟ حالانکہ خداوند عالم ہی جس کو چاہتا ہے لڑکی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکا عطا فرماتا ہے۔

جو بات مسلم ہے وہ یہ کہ پیدائش سے قبل اور شکم مادر میں بچے کی اصلی خلقت مکمل ہو جاتی ہے، اس کے بعد جنسیت کی تبدیلی کا امکان نہیں ہوتا، ہاں ممکن ہے ابن دینار کی دعا اس تبدیلی کا باعث ہوئی ہو۔ اگر اس کی دعا میں اتنی صلاحیت ہے کہ وہ شکم مادر میں بچہ کی جنسیت کو بدل سکے تو کیا پیدائش

کے بعد ''انک تمحو و ما تشاء و تثبت '' کہہ کر ایسا کام کر سکتا ہے؟! شاید اسکے پاس یہ صلاحیت موجود ہو۔

۲۶۔ایک مستجاب الدعا ناصبی

سعید بن ایاس جریری (متوفی ۱۴۴ھ) سے مروی ہے کہ عبداللہ بن شقیق عقیلی مستجاب الدعا تھا، چنانچہ جب کوئی بادل اس کے سر کے اوپر سے گزرتا تو کہتا تھا: خدایا! اسے اس وقت تک آگے نہ بڑھا جب تک ہم پر بارش نہ نازل کردے۔ وہ بادل بھی بارش شروع کر دیتا تھا۔ ابن ابی خیثمہ نے اس روایت کو اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

کسی ولی خدا کی دعا کا مستجاب ہونا بعید نہیں، خدائے سبحان کے لئے مشکل نہیں کہ وہ اپنے صالح بندوں کو کرامت عطا فرمائے۔ لیکن عقیلی سے یہ کرامت منسوب کرنا بعید ہے، ان دونوں میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے، اس لئے کہ وہ ان افراد میں سے تھا جو حضرت علیؑ کا دشمن تھا۔ ابن خراش کے مطابق: وہ عثمان کے طرف داروں اور علیؑ کے دشمنوں میں سے تھا۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں: یہ شخص حضرت علیؑ پر حملے کرتا تھا۔ لہٰذا جس ماں کے بیٹے میں امیر المومنین کی محبت و دوستی نہ ہو اس کے لئے کون سی کرامت باقی رہ جاتی ہے۔ وہ بھی ایسی عداوت جو رسول خداؐ کی دعا مستجاب ہونے کے بعد کی جائے۔ آنحضرت کی دعا مندرجہ ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

آپ نے فرمایا: اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ ۔(۲)

۱۔تہذیب التہذیب ج۵ ص۲۵۴ (ج۵ ص۲۲۴)

۲۔جلد اول ملاحظہ فرمائیں

فرمایا: انه لا یحبه الا المومن ولا یبغض المنافق۔(۱)

فرمایا: یا علی لا یبغضک مومن ولا یحبک منافق۔(۲)

فرمایا: لا یحب علیا المنافق ولا یبغض مومن ۔(۳)

فرمایا: لو لاک یا علی ما عرف المومنون بعدی۔(۴)

آپ کا ارشاد ہے: واللہ لا یبغض احد من اهل بیتی ولا من غیرهم من الناس الا وهو خارج من الایمان ''خدا کی قسم! جو شخص علیؑ سے دشمنی کرے خواہ وہ میرے خاندان سے ہو یا لوگوں میں سے کوئی ہو، وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے''۔(۵)

یہ بھی فرمایا: یاعلی انت سید فی الدنیا سید فی الاخرہ' حبیبک حبیبی و حبیبی حبیب اللہ ، و عدوک عدوی و عدوی عدو اللہ والویل عن البغض بعدی ''اے علی! تم دنیا و آخرت میں رہبر اور امام ہو، تمہارا دوست میرا دوست اور میرا دوست خدا کا دوست ہے، تمہارا دشمن میرا دشمن، میرا دشمن خدا کا دشمن ہے، تف ہے اس شخص پر جو میرے بعد تم سے دشمنی کرے''۔(۶)

فرمایا: یا علی! طوبی لمن احبک وصدق فیک وویل عن ابغضک و کذب نبیک ''اے علی! خوشا بہ حال اس شخص کے جو تمہیں دوست رکھے، تمہارے ساتھ خلوص سے پیش آئے اور تف ہے اس شخص پر جو تم سے دشمنی کرے اور تمہیں جھٹلائے''۔(۷)

آپ کا ارشاد ہے: من احبک احبنی و من ابغضک ابغضنی ''جو تمہیں دوست رکھے میرا دوست ہے اور جو تم سے دشمنی کرے وہ میرا دشمن ہے''۔(۸)

۱۔تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں ۲۔تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں

۳۔تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں ۴۔تیسری جلد ملاحظہ فرمائیں

۵۔مسند مناقب میں اس کے مآخذ کے ساتھ آیا ہے۔

۶۔مستدرک حاکم ج۳ ص۱۲۸ (ج۳ ص۱۳۸ ح ۴۶۴۰/): ذہبی نے اس کی توثیق کی ہے۔

۷۔مستدرک حاکم ج۳ ص۱۳۵ (ج۳ ص۱۴۵ ح ۴۶۵۷/)

۸۔مستدرک حاکم ج۳ ص۱۴۲ (ج۳ ص۱۵۳ ح ۴۶۸۶/): حاکم و ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

اس سلسلے میں بیشمار حدیثیں مروی ہیں۔

لہذا ایک مسلمان رسول خداؐ کے ارشادات کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت علیؑ کے دشمن اوران پر سب وشتم کرنے والے ایک شخص کی کرامت کو کیسے مان سکتا ہے، اسے مستجاب الدعا کیسے شمار کرسکتا ہے اور بادل کے سلسلے میں اس کی دعا کی تصدیق کیسے کرسکتا ہے؟ جی ہاں! اگر ناآگانہ طور پر غلو آمیز فضائل بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ایسی ہی بیہودہ نسبتیں منظر عام پر آتی ہیں۔

اس مضحکہ خیز روایت کو نقل کرنے والے ''جریری'' کی شناخت آپ نے اسی کتاب میں حاصل کر لی ہے۔ یہ وہی ہے جس کی عقل موت سے تین سال پہلے ختم ہوچکی تھی، یہ روایت اسی جنون اور پاگل پن کا ایک نمونہ ہے۔

۲۷۔سختیانی پانی جاری کرتا ہے

ابونعیم نے عبدالواحد سے روایت نقل کی ہے، اس نے کہا: میں ابوایوب سختیانی کے ہمراہ کوہ حرا میں تھا، میں نے پیاس محسوس کی، پیاس کی شدت میرے چہرے سے نمایاں تھی۔ اس نے پوچھا: کون سی مشکل آن پڑی ہے؟ میں نے کہا: بہت پیاسا ہوں، اگر پانی نہ ملا تو ہلاک ہوجاؤں گا۔ اس نے کہا: کیا میرے عمل کو مخفی رکھو گے؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہا: قسم کھاؤ۔ میں نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ ہے اس کے عمل کو کسی سے بیان نہیں کروں گا۔ یہ سن کر اس نے اپنا پیر زمین پر مارا اور پانی جاری ہوگیا۔ میں پی کر سیراب ہوا کافی مقدار میں اپنے لئے بھی رکھا۔ اس کے بعد اس کی موت تک اس واقعہ کو کسی سے بیان نہیں کیا۔(۱)

روض الفائق کے الفاظ ہیں: کچھ لوگ ابوایوب کے ہمراہ سفر کررہے تھے، ایک مقام پر انہیں پانی نہ ملا اور وہ اس کے حصول سے عاجز رہے تو ابوایوب نے کہا: جب تک میں زندہ ہوں کیا تم لوگ اسے

۱۔حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۵ (ج ۳ ص ۳۔۱۴ نمبر ۲۰۵)

پوشیدہ رکھو گے؟ سب نے کہا: ہاں۔ چنانچہ اس نے ایک دائرہ کھینچا جس سے پانی جاری ہوگیا ہم سب اس سے سیراب ہوئے۔ بصرہ آنے کے بعد حماد بن زید نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ عبدالواحد بن زید کا بیان ہے کہ میں اس دن اس کے ہمراہ تھا۔(۱)

۲۸۔ جنت میں محل فروخت کرنے والا ایک بزرگ

ایک خراسانی ''حبیب بن محمد عجمی بصری'' کے پاس آیا۔ وہ مکہ جانا چاہتا تھا، اس نے کہا: اے بزرگ! میرے لئے ایک گھر خرید دیجئے، وہ روپیہ دے کر مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ مکہ سے واپس آکر اس شخص نے کہا: جس گھر کو آپ نے میرے لئے خریدا ہے اس کی نشاندہی فرمائیے۔ حبیب نے کہا: آج اس گھر کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ وفات کے وقت اس گھر کا مشاہدہ کر سکتے ہو۔ خراسانی نے کہا: اس کا عہد نامہ تحریر کردو تاکہ اپنے ہمراہ لیجا سکوں۔ حبیب نے لکھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ نامہ اس گھر کا ہے جسے جنت میں حبیب نے خریدا ہے یہ گھر ایسا ویسا ہے اور اس گھر کی بلندی ایسی ویسی ہے''۔ پھر نامہ پر مہر لگا کر اس کے حوالے کردیا۔ وہ شخص نامہ لے کر گھر والوں کے پاس آیا۔ گھر والے اسے لتاڑنے لگے: تم پاگل ہو، اگر روپیہ برباد نہ کرتے تو آج اچھے خاصے گھر کے مالک ہوتے۔ چنانچہ وہ مرضی خدا کے مطابق زندہ رہا، جب موت قریب آئی تو اس نے گھر والوں سے کہا: اس نامہ کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ اس کی خواہش کے مطابق خط کو اس کے کفن میں رکھ دیا گیا۔ بصرہ میں موجود حبیب نے اس خط کو اپنے پہلو میں پڑا ہوا دیکھا، جس کے نیچے تحریر تھا: اے ابو محمد! جس گھر کو تم نے خریدا تھا خداوند عالم نے اسے اس شخص کے حوالے کردیا ہے۔ وہ بھاگتا ہوا اس شخص کے گھر والوں کے پاس آیا، اس نے کہا: خداوند عالم نے تمہارے باپ کو ایک محل عطا فرمایا ہے، یہ ہے اس کا خط۔ چنانچہ سب نے دیکھا کہ یہ وہی خط ہے جسے انہوں نے سپرد خاک کیا تھا۔

۱۔ روض الفائق ص ۱۲۶

ابن عساکر نے یہ روایت اپنی تاریخ میں نقل کی ہے۔ کتاب کا مصحح اس سلسلے میں لکھتا ہے: مؤلف نے اس واقعہ کو مختصر و مفصل دونوں طریقے سے نقل کیا ہے، لیکن دونوں کا مضمون ایک ہے، یہ واقعہ حبیب سے تعلق رکھتا ہے امید ہے کہ لوگ اس پر الزام تراشی نہیں کریں گے اور اس واقعہ کو لوگوں کے اموال ہڑپ کرنے کا ذریعہ قرار نہ دیں گے، حبیب جیسے افراد کے احوال وحالات قیاس پذیر نہیں ہیں، کوئی عملی قاعدہ بھی نہیں ہے۔(۱)

۲۹۔معروف کی دعا سے غایب شخص حاضر

امام ابومحمد ضیاء الدین شیخ احمد وتری شافعی (متوفی ۶۸۰ھ) نے اپنی کتاب روضۃ الناظرین میں خلیل بن محمد صیادانہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میرے والد غائب ہوگئے، میں بہت پریشان ہوا، میں نے معروف کرخی (متوفی ۲۰۰ھ) سے کہا کہ میرے والد غائب ہوگئے ہیں۔ پوچھا کیا چاہتے ہو؟ کہا: اپنے والد کی واپسی۔ اس نے کہا: خدایا! یہ آسمان وزمین تیری ہے، آسمان وزمین کے درمیان جو کچھ ہے سب تیرا ہے، محمد کو حاضر کردے۔ ابھی میں دروازے کے پاس پہونچا تھا کہ دیکھا وہ وہاں کھڑے ہیں۔ پوچھا: کہاں تھے۔ کہا: شہر انبار میں تھا، نہیں معلوم اچانک کیا ہوا۔

ان عقل کے ماروں پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ہر معروف ومنکر کے لئے ایسی کرامتوں کو مان لیتے ہیں لیکن امیر المومنینؑ کیلئے یہ بات نہیں مانتے کہ آپ جناب سلیمان کو غسل دینے کے لئے مدینہ سے مدائن تشریف لائے۔

۳۰۔ہوا کے دوش پر چارزانو بیٹھا ایک شخص

ابن جوزی "حذیفہ بن قتادہ مرعشی" سے نقل کرتے ہیں:

۱۔تاریخ مدینہ دمشق ج ۴ص ۳۲ (ج ۱۲ص ۵۴۔۵۵نمبر ۱۱۹۳؛ تہذیب تاریخ دمشق ج ۴ص ۳۵)

اس کا بیان ہے: میں ایک کشتی پر سوار تھا کہ اچانک کشتی ٹوٹ گئی، میں اور میری بیوی کشتی سے جدا ہونے والے ایک تختے کا سہارا لے کر ڈوبنے سے محفوظ رہے، سات دنوں تک اس تختے پر پڑے رہے۔ میری بیوی نے کہا: میں پیاسی ہوں۔ میں نے خدا سے دعا کی کہ ہمیں سیراب کرے۔ اچانک آسمان سے ایک زنجیر آئی جس کے اوپر پانی سے بھرا ہوا ایک کوزہ موجود تھا۔ پانی پینے کے بعد میں نے اپنا سر بلند کیا تا کہ اس زنجیر کو دیکھ سکوں، دیکھا کہ ایک شخص دوشِ ہوا پر چار زانو بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں انسان ہوں. پوچھا: تم اس مقام و مرتبہ تک کیسے پہونچے؟ کہا: میں نے خدا کی خواہش کو اپنے نفس پر ترجیح دی ہے اس لئے تم ایسا دیکھ رہے ہو۔(۱)

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ لوگ ان کرامتوں کو قبول کر لیتے ہیں لیکن مولانا امیر المومنین کی حدیث بساط ان پر بار محسوس ہوتی ہے۔

۱۳۱۔ ایک جن نے خزاعی سے گفتگو کی

ابن جوزی نے احمد بن نصر خزاعی (۲) سے نقل کیا ہے: میں نے ایک پاگل کو دیکھا کہ بے سدھ پڑا ہوا ہے، میں نے اس کے کان میں کچھ کہا، اس کے کان کے ذریعہ ایک جن نے مجھ سے گفتگو کی، کہا: اے ابو عبد اللہ! تمہیں خدا کا واسطہ مجھے نجات دو تا کہ اس کا کام تمام کروں، اس لئے کہ اس کا عقیدہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔(۳)

کتنی لطافت و باریکی سے باطل کی ترویج کی جارہی ہے، خدا اس جن کو برکت دے جس کا علم اس

۱۔ صفۃ الصفوۃ ج۴ص۲۴۵(ج۴ص۲۷۰نمبر۷۹۶)

۲۔ اس نے واثق باللہ کی خلافت کے زمانے میں قرآن کے مخلوق اور نفی تشبیہ کی مخالفت کی تھی، جس کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا، اس کے کان پر ایک خط لٹکایا گیا جو اس مضمون پر مشتمل تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ احمد بن نصر بن مالک کا سر ہے جسے ہارون واثق باللہ نے قرآن کے مخلوق اور نفی تشبیہ کے سلسلے میں دعوت دی لیکن اسے قبول نہیں کیا اور خدا نے اسے جہنم میں بھیج دیا۔

۳۔ صفۃ الصفوۃ ج۲ص۲۶۷(ج۲ص۳۶۴نمبر۲۶۷)

مرتبہ پر فائز تھا کہ اس نے قرآن کے غیر مخلوق ہونے کو قبول کرلیا، ہم اس بیہودہ عقیدہ کے بطلان پر خدا کے شکر گزار ہیں، آج تک کوئی ایسا نہیں ملا جو اس عقیدہ کو قبول کرے۔

۳۲۔ احمد خزاعی کا سر بولتا ہوا

خطیب و ابن جوزی ''ابراہیم بن اسماعیل بن خلف'' سے روایت کرتے ہیں:

اس کا بیان ہے کہ احمد بن نصر حلنی جب قتل کیا گیا اور اسے دار پر لٹکایا گیا تو لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کا سر قرآن کی تلاوت کر رہا تھا، میں اس کے نزدیک گیا، مامورین اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، جب کچھ غور کیا تو معلوم ہوا کہ احمد کا سر اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا: ﴿الم ، أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَايُفْتَنُونَ ﴾ ''الم، کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کا امتحان نہیں ہوگا''۔(۱)

احمد بن کامل قاضی سے مروی ہے: احمد کو پھانسی دینے کے بعد اس کے سر کو پل پر لٹکا دیا گیا، جو افراد اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کر رہے تھے، ان میں سے ایک نے روایت کی ہے کہ راتوں میں اس کا سر قبلہ رخ ہو کر روانی کے ساتھ سورۂ یاسین کی تلاوت کرتا تھا، اس واقعہ کے راوی کو طلب کیا گیا لیکن وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلا۔

خلف بن صالح سے مروی ہے: جب احمد بن نصر مارا گیا تو لوگوں نے خلف سے کہا: تم نے کچھ سنا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے پوچھا: کیا کہہ رہے ہیں؟ کہا: کہتے ہیں کہ احمد بن نصر کا سر قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ اس نے کہا: یحیی بن ذکریا کا سر بھی تلاوت قرآن کر رہا تھا۔(۲)

۱۔ عنکبوت/۱۔۲

۲۔ تاریخ بغداد ج۵ص۱۷۹(نمبر ۲۶۲۳)؛ صفۃ الصفوۃ ج۲ص۲۰۵(ج۲ص۳۶۴نمبر۲۶۷)

خطیب وابن جوزی کواس مضحکہ خیز روایت کے نقل پر ملامت وسرزنش نہیں کرنی چاہئے اس لئے کہ میری نظر میں وہ اسے قبول نہیں کریں گے۔ راویوں نے یہ روایت اس لئے گڑھی ہے تاکہ حضرت امام حسین کے سر کے واقعہ تلاوت کولوگوں کے ذہن سے ختم کریں جوشہرۂ آفاق ہےاور تواتر کے ذریعہ ثابت ہے۔اوراس طرح امام حسین کی عظمت ومنزلت کوگھٹاسکیں۔

۳۴۔ابوحنیفہ کے وجود پر پیغمبر اکرمؐ کا افتخار

رسول خداؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: دوسرے انبیاء مجھ پر فخر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہ پر افتخار کرتا ہوں، وہ خدا کے نزدیک متقی،علم ودانش کا ہمالیہ یاانبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی ہے، جو اس کا احترام کرے اس نے میرا احترام کیا اور جو اس سے دشمنی کرے وہ میرا دشمن ہے۔

آنحضرت سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: آدم میرے وجود پر افتخار کرتے ہیں اور میں اپنی امت میں نعمان نامی انسان کے وجود پر فخر ومباہات کرتا ہوں، میں نے اسے ابوحنیفہ کی کنیت سے سرفراز فرمایا ہے، وہ میری امت کا چراغ ہے۔

ان دونوں روایتوں کوان کے غلوسمیت پانچویں جلد میں ابوحنیفہ کے فضائل میں ذکر کیا ہے، وہیں پر بیان کیا گیا کہ حنفیوں نے غلو کی انتہا کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ ابوحنیفہ قضاوت کے سلسلے میں رسول اسلام سے بھی بہتر وبرتر ہے۔

حرمفیش ''روض الفائق'' میں لکھتے ہیں: ابوحنیفہ کے ورع کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کے زمانے میں ایک گوسفند کی چوری ہوگئی، اس کے بعد جب تک گوسفند زندہ رہے انہوں نے گوشت نہیں کھایا کہ کہیں یہ وہی گوسفند نہ ہو جسے چوری کیا گیا تھا۔(۱)

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان میں سے کس خرافات پر ہنسوں، کیا رسول خداؐ کے افتخار کی وجہ سے اس

۱۔روض الفائق ص۲۱۵

شخص پر ہنسوں جس نے دو مرتبہ کفر سے توبہ کیا۔(۱) حالانکہ خود رسول خداؐ تمام عالمین کے لئے باعث افتخار تھے اور ان کی امت میں امیر المومنین جیسے انسان موجود تھے جو ہجرت کی رات اپنی جان قربان کر کے رسول کے بستر پر سوئے تو خداوند عالم نے ان پر مباہات کیا۔

یا آیئے اور اس بات پر ہنسیں کہ ابو حنیفہ قضاوت کے سلسلے میں رسولؐ سے زیادہ عالم ہے؟ میں نہیں جانتا ابو حنیفہ نے یہ تمام علم اور فقہ کہاں سے حاصل کیا؟ کیا ان کا علم وفقہ وہ اسلامی فقہ تھا جو رسول خداؐ کے ذریعہ ان تک پہونچا؟

یا انہوں نے اپنے فقہ کو غیر مسلمان اور کابل، بابل، اور ترمذ(۲) کے لوگوں سے حاصل کیا؟ اگر ایسا ہے تو پھر ایسے علم کو دیوار پر دے مارنا چاہئے؛ کیونکہ امت مسلمہ کو ان اسلامی فقہ وقضایا کے باوجود دوسرے فقہ کی ضرورت نہیں جو بہترین اور کامل ہیں اور فصل الخطاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یا گوسفند کے واقعہ میں نایاب فقاہت کے سلسلے میں ابو حنیفہ کی پرہیز گاری پر ہنسوں کہ کوئی بھی متقی فقیہ ان کے نظریہ کو نہیں مانے گا؛ کیوں کہ ہمیشہ سے اسلامی معاشروں میں گوسفند چوری ہوتے تھے لیکن اس کے باوجود گوسفند کا گوشت کھانے کی ہر زمانے میں اجازت دی گئی ہے لیکن یہ فقیہ نہیں جانتا کہ اگر شک زیادہ افراد پر حاوی ہو(شبہ غیر محصورہ) اور اکثر افراد اس میں شامل ہونے سے خارج ہو رہے ہوں تو وہاں حرمت اور اس سے پرہیز کرنے کا حکم نافذ نہیں ہوتا۔(مثلاً اگر ہزار گوسفند ہوں اور یہ معلوم ہو کہ ان میں سے ایک غصبی ہے تو لازم نہیں ہے کہ ان سب سے اجتناب کیا جائے)۔

شاید خود ابو حنیفہ بھی اس مسئلہ کا حکم جانتے تھے لیکن شاید یہ بھی عوام کو دھوکہ دینے کا ایک ذریعہ ہو جس کا انہوں نے خود بھی اقرار کیا ہے؛ ابو عاصم نبیل کہتے ہیں: میں نے ابو حنیفہ کو مسجد میں فتوی دیتے ہوئے دیکھا، لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے اور انہیں اذیت دے رہے تھے۔ ابو حنیفہ نے کہا: کیا کوئی

۱۔اخبار الظراف ابن جوزی ص ۱۰۳

۲۔ یہ ابو حنیفہ کی اصالت کی طرف اشارہ ہے: حافظ ابو نعیم، فضل بن دکین اور دوسرے کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ دراصل کابل کے تھے۔ ابو عبد الرحمٰن مقری کہتے ہیں: وہ بابل کے رہنے والے تھے۔ حارث بن ادریس کہتے ہیں: وہ ترمذ کے رہنے والے تھے۔

پولیس کو بلانے والا نہیں ہے؟ میں نے کہا: اے ابوحنیفہ! کیا کسی مامور کی حاجت ہے؟ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: مجھ سے ان احادیث کو لے کر پڑھو، انہوں نے یہی کیا میں صرف ان کے سامنے کھڑا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: تم نے پولیس کو کیوں نہیں بلایا؟ میں نے کہا: آپ نے پولیس چاہا تھا لیکن میں نے لانے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ یہ سن کر ابوحنیفہ نے کہا: انظروا انا احتال للناس منذ کذا وکذا وقد احتال علی ھذا الصبی ''اے لوگو! دیکھو میں نے بارہا لوگوں کو دھوکہ دیا ہے لیکن اب یہ بچہ مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے''۔(۱)

گوسفند کے سلسلے میں ابوحنیفہ کے غلط نظریہ اور نمونے کو دیکھ کر آپ متوجہ ہوسکتے ہیں کہ ان کے نظریات مدینہ کے لوگوں کے لئے قابل قبول کیوں نہیں تھے؛ محمد بن مسلمہ مدینی سے سوال کیا گیا: ابوحنیفہ کے نظریات تمام شہروں میں موجود ہیں لیکن مدینہ میں رائج کیوں نہیں؟ کہا: کیونکہ رسول خداؐ کا ارشاد ہے: **علی کل ثقب من انقابها ملک یمنع الدجال من دخولها** ''مدینہ کے ہر سوراخ میں ایک فرشتہ کھڑا ہے اور دجال (فریبی اور جھگڑالو انسان) کے داخل ہونے میں مانع ہوتا ہے''۔ اور اس شخص کی باتیں دجال صفت اور فریبی ہوتی ہیں، اسی لئے مدینہ میں رائج نہیں ہیں۔(۲)

ابوحنیفہ کے فقہ میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جو رسول خداؐ کی سنت کے مخالف ہیں، گوسفند کے گوشت کے سلسلے میں ان کا نظریہ ایک ادنی نمونہ ہے؛ چنانچہ وکیع بن جراح کا بیان ہے: **وجدت ابا حنیفه خالف مائتی حدیث عن رسول الله** ''مجھے رسول خداؐ کی دوسو حدیثیں معلوم ہیں جن کی ابوحنیفہ نے مخالفت کی ہے''۔(۳)

اس کے باوجود بھی عبداللہ بن داؤد اپنے امام ''ابوحنیفہ'' کے بارے میں غلو کرتے ہوئے کہتا ہے: **ینبغی للناس ان یدعوا فی صلاتهم لابی حنیفة لحفظه الفقه و السنن علیهم** ''لوگوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابوحنیفہ کے لئے دعا کریں کیوں کہ انہوں نے لوگوں کے لئے

۱۔اخبار الظراف، ابن جوزی ص ۱۰۳ (ص ۱۵۷)

۲۔اخبار الظراف، ابن جوزی ص ۳۵ (ص ۴۵۔۴۶)

۳۔الانتقاء، ابن عبد البر مولف کتاب استیعاب ص ۱۵۰

فقہ وسنت کی حفاظت کی ہے''۔(۱)

مولف مفتاح السعادۃ لکھتے ہیں:

مجھے جس پر اطمینان ہے، اس نے اپنی بعض کتابوں میں نقل کیا ہے کہ ثابت (ابوحنیفہ کے والد) دنیا سے رخصت ہوئے، ابوحنیفہ کی ماں نے امام صادق سے شادی کر لی، اس وقت ابوحنیفہ کافی چھوٹے تھے، انہوں نے امام جعفر صادق کی آغوش میں تربیت پائی اور انہیں سے علم حاصل کیا، اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر ابوحنیفہ کے لئے فضیلت کا عظیم گوشہ نکلتا ہے''۔(۲)

حسن بن نعمانی ''تعلیق المفتاح'' میں لکھتے ہیں:

''یہ بات قابل قبول نہیں کہ امام ابوحنیفہ چھوٹے تھے اور امام صادق کے پاس بڑے ہوئے؛ اس لئے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ۶۸ رسال کی عمر میں ۱۴۸ھ وفات پائی، حالانکہ امام ابوحنیفہ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی ہے، اکثر مورخین (۳) کا کہنا ہے کہ ان کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی تھی؛ بنابریں ان دونوں کی ولادت کی تاریخ ایک ہی تھی اور ان کی وفات کی تاریخ میں دو سال کا فاصلہ تھا؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ہم سن وسال تھے، امام ابوحنیفہ چھوٹے یا امام جعفر صادق بڑے نہیں تھے''۔

موفق بن احمد اور حافظ کردری کی تحریروں میں اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے دائرۃ المعارف میں ابوحنیفہ کی زندگی ومناقب کے سلسلے میں قلم فرسائی کی ہے، ان میں بہت سے خرافات اور جعلی واقعات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں جو لاف گزائی اور غلو بافی کے علاوہ خود عقل ومنطق سے بھی میل نہیں کھاتے اور اسلام کو بدنام کرنے کا موجب بنتے ہیں؛ ابوحنیفہ کی مدح وستائش میں سب سے زیادہ عجیب اور حیرت انگیز بات امام ابوحسین ہمدانی نے ''خزانۃ المفتین'' کے آخر میں پیش کی ہے:

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۰۷ (ج ۱۰ ص ۱۱۴ حوادث ۱۵۰ھ)

۲۔ مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۷۰ (ج ۲ ص ۱۸۱)

۳۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ وہ (ابوحنیفہ) ۶۱ھ میں پیدا ہوئے (وفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۱۳، انہوں نے پہلے نظریہ کو قبول کیا ہے)

''امام ابوحنیفہ نے اپنے آخری حج میں کعبہ کے خادموں کو بہت زیادہ روپیہ دیا تا کہ وہ اسے ان کے لئے خالی کردیں، ابوحنیفہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے، اپنی نماز شروع کی اور اپنی عادت کے مطابق پہلی رکعت میں داہنے پیر پر کھڑے ہوکر آدھا قرآن پڑھا پھر رکوع میں گئے، اس کے بعد دوسری رکعت میں بائیں پیر پر کھڑے ہوکر قرآن کے دوسرے حصے کی تلاوت کی، پھر کہا: **الھی عرفتک حق المعرفة لکن ما قمت بکمال الطاعة فھب نقصان الخدمة بکمال المعرفة** ''خدایا! میں نے تیری معرفت کا حق ادا کردیا لیکن جس اطاعت کا تو حقدار ہے وہ اطاعت نہیں کی، لہذا میری ناقص خدمت واطاعت کو معرفت کے کامل ہونے کی وجہ سے قبول کرلے''۔ اچانک کعبہ کے ایک گوشہ سے آواز آئی: **عرفت فاحسنت المعرفة و خدمت فاخلصت الخدمة غفرنا لک و لمن اتبعک و لمن کان علی مذھبک الی قیام الساعة** ''تم نے پہچانا اور بہت اچھے سے پہچانا، اپنی خدمت کو خالص طریقے سے انجام دیا، میں نے تمہیں اور تمہارے چاہنے والے اور قیامت تک کے ہر شخص کو بخش دیا جو تیرے مذہب کا ماننے والا ہے''۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اے کاش! میں جان پاتا کہ نماز کی دو رکعتوں میں ابوحنیفہ کا ختم قرآن کتنا طویل ہوا اور وہ بھی حج کے ان دنوں میں جب لوگوں کا خانہ کعبہ کے اردگرد اژدہام تھا؟!

خانۂ خدا کے خادموں نے اتنے بڑے مجمع کو کیسے روکا اور اتنی دیر تک ان کی خواہشوں میں رکاوٹ بنے رہے؟!

میں نہیں جانتا کہ دو پیر پر کھڑے ہوکر ایک ایک حصہ قرآن ختم کرنے میں کون سی حکمت اور کون سا فلسفہ تھا؟! کیا انہوں نے یہ حکم، قرآن سے حاصل کیا؟! یا یہ رسول خداؐ کی سنت تھی؟! یا ایسی بدعت ہے جسے صرف ابوحنیفہ نے انجام دیا؟! یا یہ ایک طرح کی ورزش تھی جسے وہ اپنے بدن اور نشاط وسلامتی کے لئے انجام دے رہے تھے؟! میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔

دوسری بات یہ کہ: ابوحنیفہ خدا کے سلسلے میں اپنے کمال معرفت کا دعوی کیسے کرسکتے ہیں، وہ بھی اس

۱۔ مفتاح السعادۃ ج۲ص۸۲(ج۲ص۱۹۲)

خدا کے بارے میں جو انسانوں کے باطن سے بھی آگاہ ہے؟! ان کے اندر ایسے دعوے کی جرأت کیسے ہوگئی کہ کسی نبی حتی رسول خداؐ نے بھی اپنے تمام تر وسعت علمی کے باوجود ایسا دعوی نہیں کیا؟! اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول خداؐ کی معرفت کامل ترین اور اعلی مرتبہ پر فائز تھی، اس کے باوجود بھی ان کی کسی دعا یا مناجات میں ایسا دعوی موجود نہیں ہے، ایسا دعوی صرف وہی کرسکتا ہے جو کبر و غرور اور خود پسندی میں گرفتار ہو، اس نے خدا کی واقعی معرفت حاصل نہیں کی ہے۔

روایت کرنے والا کتنا سادہ لوح اور جاہل ہے جس نے ابو حنیفہ کے دعوی کو عالم شہود سے مربوط کرتے ہوئے ایک غیبی آواز کی بھی تصدیق کردی ہے؛ حالانکہ یہ آواز ان کثیف اور خائن ہاتھوں نے جعل کیا ہے جو لوگوں کو ابو حنیفہ اور اس کے ضعیف ترین مذہب کی طرف لے جانا چاہتے ہیں؛ اگر ابو حنیفہ کے مذہب کے ماننے والوں کے لئے اس خدائی بشارت پر مسلمان یقین رکھتے اور اسے ایک جعلی افسانہ نہ سمجھ کر اسے خدا کی طرف سے سمجھتے تو سب حنفی مذہب ہوجاتے لیکن حق تو یہ ہے کہ مسلمان اس دعوی پر یقین رکھتے، چاہے ابو حنیفہ راضی ہوں یا نہ ہوں۔

اس واقعہ سے بھی زیادہ حیرت انگیز علامہ برزنجی کا قول ہے:

''ابو حنیفہ کے بعض ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی اور حضرت مہدی (عج) امام ابو حنیفہ کے مذہب کی پیروی کریں گے.... شیخ علی قاری ابو حنیفہ کے بعض ماننے والنے والوں سے اس طرح نقل کرتے ہیں: جان لو کہ خداوند عالم نے ابو حنیفہ کو کرامت و شریعت کا مالک بنایا ہے، ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ حضرت خضر پانچ سال تک ہر روز صبح کے وقت ان کے پاس آئے اور شریعت کے احکام کی تعلیم حاصل کی، جب ابو حنیفہ کی وفات ہوئی تو حضرت خضر نے خدا سے عرض کی: خدایا! اگر میں تیرے نزدیک منزلت کا حامل ہوں تو اجازت دے کہ ابو حنیفہ پہلے کی طرح مجھے قبر میں احکام کی تعلیم دیں تاکہ میں پوری طرح دین محمد سے آگاہ ہوسکوں اور حق و حقیقت مجھ پر روشن ہوجائے، چنانچہ ندا آئی: اے خضر! ان کی قبر کے پاس جاؤ اور جو چاہتے ہو اس سے حاصل کرو۔ چنانچہ خضر نے پچیس سال تک مکمل طور سے تعلیم حاصل کی...''۔(۱)

۱۔ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ، سید محمد برزنجی مدنی ص ۲۲۱۔۲۲۵ (ص ۲۳۶۔۲۳۹)

ان خرافاتی واقعات کو پڑھنے کے بعد حضرت محمدؐ کی امت پر گریہ کرنا چاہئے کہ وہ ایسے انسانوں کی مصیبت میں گرفتار ہے؟! جاہل اور فریب خوردہ انسانوں کو ان باطل اور بیہودہ واقعات وکلمات سے کون سی چیز بچاسکتی ہے؟!

۳۴۔ابوزرعہ ریگزاروں کو سونے میں بدلتا ہے

ذہبی خالد بن فزر سے نقل کرتے ہیں: حیاۃ بن شریح (ابوزرعہ) مصری (متوفی ۱۵۸ھ) بہت زیادہ گریہ کرنے والوں (بکائین) میں سے تھااور بہت زیادہ تنگ دست بھی تھا، ایک مرتبہ وہ خلوت میں دعا کررہا تھا کہ میں اس کے پاس پہونچا، میں نے کہا: دعا کرو کہ خداوند عالم تمہیں وسعت رزق عطا فرمائے، اس نے اپنے داہنے بائیں نگاہ کی، کوئی نظر نہ آیا تو ایک سنگریزہ لے کر میری جانب اچھال دیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہ سونے میں تبدیل ہو چکا ہے، اتنا خوبصورت سونا میں نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا: اس دنیا میں صرف آخرت کے لئے بھلائی اور خیر ہے۔ پھر کہا: خداوند عالم بندوں کی صلاح وبہتری سے اچھی طرح واقف ہے۔ میں نے کہا: اس سونے کا کیا کروں؟ کہا: انفاق کرو۔ میں نے اسے راہ خدا میں انفاق کردیا۔

۳۵۔ابراہیم خراسانی کا وضو

یافعی نے ریاض الریاحین میں ابراہیم خراسانی (متوفی ۱۶۳ھ) سے نقل کیا ہے:

ایک دن مجھے وضو کی ضرورت محسوس ہوئی، اچانک میں نے جواہرات سے بھرا ہوا کوزہ اور چاندی کا ایک مسواک دیکھا جو گھاس سے بھی زیادہ نرم ونازک تھا، میں نے اسے اٹھا کر مسواک کیا پھر وضو کیا اور واپس چلا گیا۔ اس کا بیان ہے کہ سیر وتفریح کے ایام میں مجھے کوئی انسان نہیں نظر آیا، پرندے اور حیوانات بھی نہیں دکھائی دیئے۔ اسی وقت ایک شخص سے ملاقات ہوئی، نہیں معلوم وہ اچانک کہاں سے

نمودار ہو گیا تھا، اس نے مجھ سے کہا: اس درخت سے کہو کہ دینار پیش کرے۔ میں نے کہا: دینار پیش کرو۔ اس نے قبول نہ کیا۔ پھر اس نے کہا: اے درخت! دینار کی تھیلی پیش کر۔ میں نے دیکھا کہ شاخوں پر دینار آویزاں ہے، ابھی میں اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھنے میں محو تھا کہ اچانک محسوس ہوا وہ شخص نہیں ہے اور دینار درخت کو چھوڑ کر زمین پر موجود ہیں۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: پڑھئے اور اسلام کے گذشتہ واقعات پر آنسو بہائیے، ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے تاریخ کے صفحات کو کس طرح آلودہ کر رکھا ہے۔

۳۶۔ ماجشون موت کے بعد زندہ ہوا

حافظ یعقوب ابن ابی شیبہ نے ''ابو یوسف یعقوب بن ابی سلمہ قریشی'' معروف بہ ماجشون کے حالات زندگی میں اس کے فرزند کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ماجشون کی موت کے بعد غسل وکفن کے لئے تخت پر لٹایا گیا، غسال نے جیسے ہی غسل دینا چاہا دیکھا کہ اس کے پیر کے سب سے نیچے والی رگ جنبش کر رہی ہے، اس نے واپس آ کر کہا: اس کے پیر کی رگ جنبش کر رہی ہے، میری نظر میں اس کے غسل میں عجلت کا مظاہرہ کرنا مصلحت آمیز نہیں۔ چنانچہ ہم نے تمام ماجرا لوگوں سے بیان کر دیا وہ پھر دوسرے دن آ گئے ہم غسال کے پاس گئے لیکن روز قبل کی کیفیت ملاحظہ کی ہم نے پھر لوگوں سے معذرت کی، تین روز تک یہی کیفیت برقرار رہی۔ لوگ بار بار اس کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے آتے۔ تیسرے دن اچانک وہ اٹھ بیٹھا، کہا: پینے کے لئے پانی لاؤ۔ پانی لایا گیا اس نے اسے پی لیا۔ اس سے کہا گیا: جو کچھ دیکھا ہے ہمیں بھی آگاہ کرو۔ اس نے کہا: ٹھیک ہے۔ میری روح کو میرے جسم سے جدا کر کے فرشتے آسمان کی جانب لے گئے، میں نے چاہا کہ آسمان کے دروازے کھل جائیں اور وہ کھل گئے، میں اس طرح آسمان کی بلندیوں پر جاتا رہا یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچا۔ لوگوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون تھا؟ لیکن ماجشون کہتا رہا: مجھ سے کہا گیا کہ ابھی تیری موت کا وقت نہیں آیا ہے اور تمہارے عمر کے

اتنے سال، اتنے مہینے اور اتنے دن اور لمحے باقی ہیں۔

اس وقت میں نے رسول خداؐ کو دیکھا کہ ابوبکر ان کے داہنے اور عمر ان کے بائیں جانب موجود ہیں اور عمر بن عبدالعزیز ان کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، جو فرشتہ میرے ساتھ تھا اس سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کہا: عمر بن عبدالعزیز ہے۔ میں نے پوچھا: کیا وہ رسول خداؐ سے بہت زیادہ قریب ہیں؟ کہا: انہوں نے ظلم و جور کے عہد میں حق کا بول بالا کیا ہے، یہ دو افراد بھی عہد حق میں حق پر عمل پیرا رہے۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ امت مسلمہ میں کوئی ایسا ہوگا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قبض روح پر مامور فرشتہ، موت کی معین تاریخ سے ناواقف تھا، حالانکہ خداوند علیم و حکیم نے اسے اسی کام پر مامور فرمایا ہے، اس کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیجئے کہ تم کو وہ ملک الموت زندگی کی آخری منزل تک پہنچائے گا جو تم پر تعینات کیا گیا ہے''۔(۲)

کیا ملک الموت کو خود پسندی کا الزام لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ارادۂ خداوندی سے قبل کسی کی روح قبض کر لی، حالانکہ آسمانی کتاب قرآن مجید میں ہے: ﴿اللهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا﴾ ''خداوند عالم ہنگام موت نفوس کو قبض کرتا ہے۔(۳) ﴿هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ ''زندگی اور موت اس کے دست اختیار میں ہے''۔(۴)

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا﴾ ''کوئی موجود ارادہ خداوندی

۱۔ تاریخ ابن عساکر (مختصر تاریخ دمشق ج۲۸ ص۴۳-۴۴)؛ تاریخ ابن خلکان ج۲ ص۴۶۱؛ مرآۃ الجنان، یافعی ج۱ ص۳۵۱؛ تہذیب التہذیب، ابن حجر ج۱۱ ص۳۸۹ (ج۱۱ ص۳۴۱)؛ شذرات الذہب ج۱ ص۲۵۹ (ج۲ ص۲۹۰ حوادث ۱۶۴ھ)؛ وفیات الاعیان (ج۶ ص۲۷۶ نمبر ۸۲۳)

۲۔ سجدہ/۱۱ ۳۔ زمر/۴۲

۴۔ مومنون/۸۰

سے قبل نہیں مر سکتا اس نظام کا وقت پوری طرح سے معین ہو چکا ہے''۔(۱)﴿ لاإِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴾''خدائے واحد کے علاوہ کوئی خدا نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے وہ تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا پروردگار ہے''۔(۲)﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَى أَجَلًا وَأَجَلٌ مُسَمًّى ﴾''ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا تو ایک گھڑی کے لئے نہ پیچھے ٹل سکتا ہے اور نہ آگے بڑھ سکتا ہے''۔(۳)﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴾''ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آ جائے گا تو ایک گھڑی کے لئے نہ پیچھے ٹل سکتا ہے اور نہ آگے بڑھ سکتا ہے''۔(۴)﴿مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ﴾''زمین پر ایک رینگنے والے کو بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ سب کو ایک معین مدت تک کے لئے ڈھیل دیتا ہے''۔(۵)﴿مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ﴾''زمین پر ایک رینگنے والے کو بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مخصوص اور معین مدت تک ڈھیل دیتا ہے''۔(۶)﴿فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ﴾''پھر جس کی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے اس کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ مدت کے لئے آزاد کر دیتا ہے''۔(۷)

جس طرح سے روح کی جدائی کے بعد بدن کے کسی حصے کی حرکت کو سمجھنے سے قاصر ہوں اسی طرح یہ سمجھنا غیر ممکن ہے کہ ماجشوں کے پیر کی رگ موت کے بعد تین دن تک حساس مرکز سے اپنے رابطہ کو منقطع کرنے کے بعد بھی کیسے حرکت کرتی رہی.؟

اسی طرح سے اس عبارت ''بلند آسمان میں بند دروازے ہیں، ملک الموت اس کے پہلو میں کھڑے ہیں، آسمان پر جانے والی روح ان سے اجازت لیتی ہے اور وہ اسے کھول دیتے ہیں'' کا

۱۔سورہ آل عمران/۱۴۵

۲۔سورہ دخان/۸ ۳۔سورہ انعام/۲

۴۔سورہ اعراف/۳۴ ۵۔سورہ نحل/۶۱

۶۔سورہ فاطر/۴۵ ۷۔سورہ زمر/۴۲

مطلب بھی سمجھنے سے قطعی قاصر ہوں۔

جی ہاں! یہ تمام خرافات بنی امیہ کی ظالم حکومت کی دین ہیں جو اس زمانے میں امت مسلمہ پر پوری طرح مسلط تھے۔

۳۷۔امام احمد بن حنبل کے لئے خدا کا خط

بشر بن حارث بیمار ہوا، آمنہ آملیہ اس کی عیادت کے لئے آئی، اسی وقت احمد بن حنبل بھی عیادت کی غرض سے داخل ہوئے۔ جب ان کی نظر آمنہ پر پڑی تو بشر سے کہا: اس سے کہو کہ ہمارے لئے دعا کرے۔ بشر نے کہا: خدا سے ہمارے لئے دعا کرو۔ اس نے اس طرح دعا کی: خدایا! بشر بن حارث اور احمد بن حنبل آتش جہنم سے امان کے خواہش مند ہیں، انہیں عذاب سے نجات عطا کر، اے بہترین مغفرت کرنے والے۔

احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ رات کے وقت آسمان سے ایک خط میرے پاس پہونچا جس میں تحریر تھا:
''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، اس سے پہلے ہی ہم نے آمادہ کر رکھا تھا''۔
ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں یہ روایت نقل کی ہے۔(۱)

۳۸۔الیاس نبی کا فرستادہ اور ایک فرشتہ احمد بن حنبل کی طرف

ابی حفص قاضی سے منقول ہے:
ہندوستان سے ایک شخص احمد بن حنبل کے پاس آیا ہے اور کہا: میں ہندوستان سے آیا ہوں۔ میں چین جانا چاہتا تھا کہ ایک کشتی میرے پاس آئی، اس میں دو افراد سوار تھے، ایک نے مجھ سے کہا: کیا تمہیں

۱۔تاریخ مدینہ دمشق ج۲ص۴۸ (تہذیب تاریخ دمشق ج۵ص۳۴۰ نمبر ۱۳۶)؛ صفۃ الصفوۃ ج۲ص۴۷۸ (ج۲ص۳۰۵ نمبر ۸۲۸)

پسند ہے کہ تم خدا کی اجازت سے احمد کے پاس جا کر ہمارا سلام پہنچاؤ؟ میں نے پوچھا: یہ احمد کون ہے؟ اور تم لوگ کون ہو؟ اس نے کہا: میں الیاس ہوں اور یہ جزیروں کا نگہبان فرشتہ ہے، احمد بن حنبل عراق میں ہے۔ میں نے کہا: ہاں مجھے پسند ہے۔ چنانچہ دریا نے مجھے ساحل ابلہ(۱) تک پہنچایا اور اب میں تمہارا دیدار کر رہا ہوں اور ان دونوں کا سلام پہنچاتا ہوں۔ (۲)

۳۹۔ احمد کا قلم درخت خرما کو حاملہ کرتا ہے

ابو طالب علی ابن احمد سے منقول ہے: ایک دن میں ابوعبداللہ کی خدمت میں پہنچا، وہ بولتے اور میں لکھتا تھا اسی اثنا میں میرا قلم ٹوٹ گیا، انہوں نے ایک قلم اٹھا کر میرے حوالے کیا، میں اسے ابوعلی جعفر کے پاس لایا۔ میں نے کہا: یہ وہ قلم ہے جسے ابوعبداللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس قلم کو درخت پر رکھ دو شاید وہ حاملہ (پھلدار) ہو جائے چنانچہ قلم اس پر رکھا گیا اور درخت حاملہ (پھلدار) ہو گیا۔ (۳)

۴۰۔ احمد کی شلوار کا ازار بند

احمد بن حنبل کو زدوکوب کرنے کے لئے باندھا گیا، اچانک اس کے شلوار کا ازار بند ٹوٹ گیا، وہ خوف زدہ ہوئے کہ کہیں شلوار نیچے نہ گر جائے اور ان کی شرمگاہ نمایاں نہ ہو جائے، انہوں نے اپنے لبوں کو حرکت دے کر خدا سے دعا کی تو ان کی شلوار سابقہ حالت میں واپس آ گئی۔ مروی ہے کہ اس نے اپنی دعا میں کہا تھا: اے پناہ دینے والوں کی پناہ اور اے دونوں جہان کے خالق بے شک تو جانتا ہے کہ میں

۱۔ ابلہ: بصرہ کی ایک جگہ ہے جو دنیا کی جنتوں میں سے ایک ہے، شیبان ابلی بھی وہیں سے منسوب ہے۔

۲۔ مناقب احمد بن حنبل ص ۱۴۳ (ص ۱۹۰۔ ۱۹۱ باب ۱۵/)

۳۔ مختصر طبقات الحنابلہ ص ۱۱ (ص ۱۵)

نے تیرے لئے قیام کیا ہے لہذا میری عزت و آبرو کو محفوظ رکھ۔(۱)

۴۱۔ واقعہ آتش سوزی و غرق اور کرامت احمد

ابن جوزی نے فاطمہ بنت احمد سے نقل کیا ہے:

اس کا بیان ہے کہ میرا بھائی صالح جس نے جلد ہی قبیلہ عباسیہ میں شادی کی تھی اور اس نے تقریبا چار ہزار دینار بھیجا تھا، اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور سارا مال و متاع آگ کی لپیٹ میں آکر جل گیا۔ صالح کہتا ہے: میں مال و متاع کی بربادی پر غمگین نہیں ہوں صرف اس لباس کے جلنے کا افسوس ہے جو میرے والد کی ملکیت تھی، وہ اس میں نماز پڑھتے تھے، میں اس میں نماز پڑھ کر برکت حاصل کرتا تھا۔ فاطمہ کا بیان ہے کہ فوراً ہی آگ خاموش ہوگئی، جب لوگ گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ لباس محفوظ ہے اور اس کے اطراف کی تمام چیزیں جلی پڑی ہیں۔

ابن جوزی لکھتے ہیں: قاضی القضاۃ علی ابن حسین زینبی نے اس آتش سوزی کے واقعہ کو اسی طرح نقل کیا ہے لیکن وہ لکھتے ہیں کہ گھر کی تمام چیزیں جل کر خاکستر ہوگئیں صرف احمد کی تحریر کا ایک خط محفوظ رہ گیا۔ ان کا بیان ہے کہ ۵۵۴ھ میں جب بغداد میں سیلاب آیا تو میری تمام کتابیں پانی کی زد میں آگئیں اور بہہ گئیں صرف ایک کتاب محفوظ رہ گئی جس میں احمد کی تحریر کے دو صفحات موجود تھے۔(۲)

ذہبی اور یافعی لکھتے ہیں: ان کی کرامتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ احمد بن حنبل کا تمام مقبرہ غرق ہوگیا صرف وہ حجرہ محفوظ رہا جس میں ان کی ضریح تھی، اس حجرے میں صرف ایک بالشت تک پانی پہونچا، پھر خدا کے اذن سے ٹھہر گیا، قبر کے اطراف میں موجود بوریئے بھی محفوظ رہے۔ یہ واقعہ ہمارے یہاں صحیح

۱۔ البدایہ والنہایہ ج۱۰ص۳۳۵ (ج۱۰ص۳۶۸۔۳۶۹ حوادث ۲۴۱ھ)

۲۔ مناقب احمد بن حنبل ص۴۵۴ (ص۶۰۷ باب ۹۴)

ہے، سیلاب بڑی بڑی لکڑیوں کو بہالے گیا تھا۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: اس واقعہ کی صداقت کے سلسلے میں یہی جاننا کافی ہے کہ آج اس مرقد مطہر کا نام ونشان بھی باقی نہیں ہے، سیلاب نے اسے پوری طرح نابود کر کے اس کا نام ونشان تک مٹادیا ہے، ایسا لگتا ہے جیسے وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔

۴۲۔ خدا ہر سال احمد کا دیدار کرتا ہے

ابوبکر بن مکارم ابی یعلی حربی کا بیان ہے:

ایک سال رمضان المبارک سے قبل شدید بارش ہوئی اور کئی دنوں تک جاری رہی۔ میں رمضان کی ایک رات کو سویا ہوا تھا خواب میں دیکھا کہ معمول کے مطابق احمد بن حنبل کی قبر کی زیارت کے لئے آیا ہوں، اچانک نظر پڑی کہ احمد کی قبر اپنی سطح سے بلند ہو چکی ہے، دل میں سوچا کہ شاید بارش کی کثرت کی وجہ سے یہ حالت ہوئی ہے، اسی وقت قبر سے آواز آئی: نہیں! بلکہ حق جل شانہ کی ہیبت کی وجہ سے یہ حالت ہوئی ہے، خداوند عالم میری قبر کی زیارت کیلئے آیا ہے، میں نے اس سے ہر سال اپنی قبر کی زیارت کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا: اے احمد! اس شرف کی علت یہ ہے کہ تم نے میرے کلام کی نصرت کی ہے، تمہاری وجہ سے آج میرا کلام محرابوں میں پڑھا جاتا ہے۔ میں نے نزدیک جا کر قبر کا بوسہ لیا، پھر کہا: اے میرے آقا! صرف آپ ہی کی قبر کا بوسہ کیوں لیا جاتا ہے؟ کہا: اے فرزند! یہ میری کرامت نہیں ہے، بلکہ رسول خداؐ کی کرامت ہے کیوں کہ آنحضرت کے چند بال میرے پاس موجود ہیں، آگاہ ہو جاؤ کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ ماہ مبارک میں میری زیارت کے لئے آئے، اس بات کی دو مرتبہ تکرار کی۔

پانچویں جلد میں امام احمد بن حنبل کی زیارت کے غلو آمیز نمونے پیش کئے گئے ہیں، آپ ان کا

۱۔ مراۃ الجنان ج ۴ص ۲۷۳؛ شذرات الذہب ج ۶ص ۶۶ (ج ۸ص ۱۱۹ حوادث ۶۲۷ھ)؛ صلح اخوان، خالدی ص ۹۸

مطالعہ کر سکتے ہیں، اگر یہ خواب حقیقت پر مبنی ہوتے تو کتنے اچھے ہوتے۔

۴۳۔ احمد اور منکر ونکیر

عبداللہ بن احمد سے منقول ہے: میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھ کر سوال کیا: خدا نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا: اس نے مجھے بخش دیا۔ میں نے پوچھا: آپ کے پاس منکر ونکیر آئے؟ کہا: ہاں! انہوں نے سوال کیا کہ تمہارا پروردگار کون ہے؟ میں نے کہا: سبحان اللہ! شرم نہیں آتی ایسا سوال کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: اے ابوعبداللہ! ہم معذور ہیں، ہمیں اس کام پر مامور کیا گیا ہے۔(۱)

تبصرۂ امینیؒ

احمد بن حنبل قبر کے حدود میں دو معصوم فرشتوں پر کتنی جسارت و جرأت کے مرتکب ہوئے ہیں، وہ دنیا کے عمومی احترام و ناموس سے کتنے بے خبر تھے کہ قبر میں بھی سوالی بن بیٹھے، حالانکہ سب کچھ خداوند عالم کے حکم سے انجام دیا جاتا ہے، یہ روایت کس فضیلت کو ثابت کرنا چاہتی ہے؟ روایت میں ہے: جب منکر ونکیر آئے تو عمر بن خطاب بہت خوف زدہ ہو گئے تھے(۲) حالانکہ بقول عکرمہ: یہی وہ عمر ہیں

۱۔ مناقب احمد بن حنبل ص۴۵۴ (ص۶۰۶ باب/۹۲)

۲ مصباح الظلام ج۲ ص۵۶ (ج۲ ص۱۳۲) پر سید جردانی لکھتے ہیں: خداوند عالم نے عالم برزخ کا علم حضرت علیؑ کو عطا فرمایا تھا، چنانچہ عمر بن خطاب کی موت کے بعد حضرت ان کے قبر کے اوپر بیٹھے تا کہ منکر ونکیر سے ان کی گفتگو سن سکیں، دونوں فرشتے عمر کے پاس آئے، دیکھتے ہی عمر پر کپکپی طاری ہوگئی۔ پھر ان کے سوالوں کا جواب دیا۔ منکر ونکیر نے کہا: سو جاؤ۔ عمر نے کہا: تمہارے خوف سے جو لرزہ طاری ہے، اس کی وجہ سے کیسے سوؤں؟ حالانکہ میں رسول خداؐ کا صحابی ہوں، خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جب بھی کسی مومن کے سامنے آؤ تو بہترین صورت کے ساتھ۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ علی بن ابی طالب نے عمر سے کہا: اے خطاب کے بیٹے! سو جاؤ، خداوند عالم مسلمانوں کی طرف سے تمہیں جزائے خیر دے، تم نے لوگوں کو حیات و موت دونوں میں فائدہ پہونچایا۔ پڑھئے اور ہنسئے!!

جنہوں نے جب حجام کواپنے پاس بلایااوراس کے پاس کھانسے تواس کی ہیبت سے اس کی شلوار گیلی ہوگئی ،چنانچہ عمر نے اس کے عوض چالیس درہم عطا کیا۔(۱)

ان دوفرشتوں کوخدا کی بارگاہ میں جا کرشکریہ ادا کرنا چاہئے کہ امام احمد بن حنبل نے انہیں طمانچہ نہیں مارااوران کی آنکھوں کو بے نور نہیں کیا۔احمد بن حنبل نے وہ کام نہیں کیا جوابو ہریرہ کے خیال میں موسی نے ملک الموت کے ساتھ کیا تھا۔(۲)چنانچہ ملک الموت نے خدا کی بارگاہ میں جا کر کہا: مجھے ایسے انسان کی روح قبض کرنے کے لئے بھیجا ہے جو مرنا نہیں چاہتا،پھر خدا نے ان کی آنکھوں کی بینائی واپس کی۔(۳)

طبری کے الفاظ ہیں: ملک الموت لوگوں کے سامنے آشکارا آتے تھے چنانچہ جناب موسیٰ کے پاس بھی آئے ،انہوں نے ان کے منھ پرایک طمانچہ رسید کر کے اندھا کردیا۔راوی کا بیان ہے کہ اس نے خدا کی بارگاہ میں آکر کہا: خدایا! تیرے بندے موسی نے مجھے اندھا کردیا ہے،اگر وہ تیری بارگاہ میں خصوصی احترام واکرام کا حامل نہ ہوتے تو میں ان کے ساتھ سختی سے پیش آتا اور چھکڑے اڑا دیتا۔خدا نے کہا: میرے بندے موسیٰ کے پاس جا کر کہو کہ اپنی ہتھیلی کوگائے کے بدن پر رکھے،اس میں آئے ہوئے بال کے برابر اس پر عذاب کیا جائے گا،ورنہ وہ موت کے لئے تیار ہوجائے ،اسے ان دونوں میں سے کسی کا اختیار دو۔راوی کا بیان ہے: ملک الموت نے آکر پیغام پہنچایا،انہوں نے موت کو اختیار کیا۔جناب موسی نے پوچھا: اس کے بعد کیا ہوگا؟ کہا: موت۔موسی نے کہا: تو پھر اسی وقت میری روح قبض کرلو۔چنانچہ انہوں نے ایک سانس کھینچی اوران کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔اس کے بعد ملک الموت

۱۔طبقات ابن سعد ج۳ص ۲۰۶(ج۳ص ۲۸۷) ؛ تاریخ بغداد ج۱۴ص ۲۱۵؛ تاریخ عمر ، ابن جوزی ص ۹۹(ص ۱۲۵ باب/۴۵)؛ کنز العمال ج۶ص۳۳۱(ج۱۲ص۵۶۴ح/۳۵۶۹۰)

۲۔ملاحظہ ہو: صحیح بخاری ج۱ص۱۵۸(ج۱ص۴۴۹ح/۱۲۷۴)؛فی ابواب الجنائز ج۲ص۱۶۳(ج۳ص۱۲۵۰ح/۳۲۲۶) باب وفاۃ موسی؛ صحیح مسلم ج۲ص۳۰۹(ج۴ص۵۲۱ح/۲۳۷۲)؛مسند احمد ج۲ص۳۱۵(ج۲ص۶۰۶ح/۸۰۵۳)العرائس للثعلبی ص۱۳۹(ص۲۴۷)

۳۔سنن نسائی ج۴ص۱۱۸

پوشیدہ طور پر لوگوں کے سامنے آتے تھے۔(۱)

حکیم ترمذی مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں: ملک الموت لوگوں کے سامنے آتے تھے۔ چنانچہ جب موسیٰ کے سامنے بھی آئے تو انہوں نے ایک طمانچہ رسید کر کے اندھا کر دیا۔ اس کے بعد وہ پوشیدہ طور پر لوگوں کے سامنے آتے تھے۔ شعرانی نے یہ روایت ''مختصر تذکرۃ القرطبی'' میں نقل کی ہے۔(۲)

جس ملک الموت کو خداوند عالم نے خصوصی قدرت سے بہرہ مند فرمایا ہے، کس میں ہمت ہے جو اسے اظہار قدرت سے روک دے۔ اور نوبت یہاں تک پہونچ جائے کہ وہ ایک انسان سے طمانچہ کھا کے اندھے ہو جائیں اور پھر خوف و وحشت اتنا بے حال و بے چارہ کر دے کہ ان کے ماتحت موجود دوسری مخلوقات سے وہ مخفی و پوشیدہ ہو جائیں اور خدا کے حکم کے بعد بھی ان پر تصرف کرنے سے قاصر رہیں؟ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ ملک الموت کو بھیجنے والے خدائے سبحان نے ملک الموت کو ایسی قدرت و طاقت سے بہرہ مند کیوں نہیں کیا کہ وہ تمام مخلوقات پر مسلط رہیں تاکہ پھر کسی میں ان سے بدتمیزی کرنے کی جرأت نہ ہو، کوئی ان کی آنکھوں کو بے نور نہ کرے، ان کے چہرے پر طمانچہ نہ مارے اور خدا کا یہ فرستادہ کسی کے خوف سے خود کو نہ چھپائے۔ کیا یہ کسی قسم کی غفلت کی بنیاد پر تھا یا خداوند عالم کی قدرت کا خزانہ ختم ہو چکا تھا۔ یا پھر یہ کہ نعوذ باللہ عالم الغیب خدا اس واقعہ سے بے خبر تھا اور یہ واقعہ اچانک ظہور پذیر ہو گیا؟ ظالم و ستمگر جو کہتے ہیں خداوند عالم اس سے کہیں بلند و برتر ہے۔

اب آپ میرے ہمراہ آیئے تاکہ معصوم نبی حضرت موسیٰ کے عمل پر ایک نظر ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ وہ ملک الموت پر کتنی عظیم جرأت و جسارت کے مرتکب ہوئے ہیں، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ملک الموت خدائے بزرگ و برتر کا نمائندہ ہے؟ اور یہ بھی جانتے تھے کہ جب موت آتی ہے تو اس میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی اور طمانچہ مارنے اور اندھا کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ فرض کریں کہ ملک الموت ان سے خوف زدہ ہوئے اور بھاگ کھڑے ہوئے تو ایسی صورت میں خداوند عالم

۱۔ تاریخ طبری ج۱ ص۲۲۴ (ج۱ ص۴۳۴)

۲۔ مختصر تذکرۃ القرطبی ص۲۹ (ص۴۳)

ایک دوسرے طاقت ور فرشتے کو بھیج سکتا تھا اس لئے کہ خدا بہر حال صاحب قدرت ہے اور قضاء وقدر الہی سے کسی کو راہ فرار نہیں۔ فرض کریں موسی ملک الموت سے بچ گئے تو کیا وہ بھیجنے والے کی قدرت سے خوف زدہ نہیں ہوئے؟ خداوند عالم اس بات سے پاک ومنزہ ہے کہ اس سے ایسی جھوٹی باتیں اور افترا پردازیاں منسوب کی جائیں، وہ ان جھوٹوں اور افترا پردازوں سے سخت انتقام لے گا۔

ان بیانات پر شرف الدین عامل کی دلیل کا بھی اضافہ کریں، وہ کتاب ابو ہریرہ میں لکھتے ہیں:

''ہم اصحاب رس، فرعون اور ابوجہل وغیرہ سے بیزاری کا اظہار کیوں کرتے ہیں اور ان پر لعنت کیوں بھیجتے ہیں؟ کیا اس لئے نہیں کہ انہوں نے حکم خدا کی تبلیغ کرنے والے انبیائے کرام کو آزار واذیت پہونچائی۔ لہذا ہم انہیں اعمال وافعال کو انبیائے کرام سے کیسے منسوب کر سکتے ہیں؟ کبھی نہیں، یہ تو خدا وند عالم پر کھلا بہتان ہے۔ پھر یہ کہ ہمیں معلوم ہے کہ روز قیامت تک کی تمام مخلوقات کی قدرت ملک الموت کی قدرت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اگر ایسا ہے تو جناب موسی انہیں طمانچہ کیسے مار سکتے ہیں؟ خود ملک الموت نے اپنا دفاع کیوں نہیں کیا؟ جب وہ خدا کی جانب سے قبض روح پر مامور تھے تو انہوں نے جناب موسی کی روح کیوں نہیں قبض کی؟ اصولی طور پر ملک الموت صاحب چشم ہی کہاں تھے کہ وہ اندھے ہوتے۔ یہ نہ بھولئے کہ کہ ملک الموت کے تضیع حق اور موسیٰ کے توسط سے طمانچہ کھانے کے واقعہ کو توریت کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے، خداوند عالم فرماتا ہے: ''اور ہم نے توریت میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں کا بھی بدلہ لیا جائے گا''۔(۱)

یہ تمام باتیں امام احمد بن حنبل کی کرامتوں میں دیکھی جا سکتی ہیں، اس کے اور بھی نمونے مذکور ہیں۔ ایک عاقل انسان کے سامنے ان باتوں کو بیان کیا جائے تو کس حد تک انہیں قبول کرے گا؟ ہاں! جاہل، گنوار کی بات ہی کچھ اور ہے۔ یہ صرف احمد کے چمچے اور بہی خواہ ہیں جو ان بیہودہ باتوں کو پیش کرتے ہیں اور انہیں قبول بھی کر لیتے ہیں۔ افسوس تو اس وقت ہوتا ہے جب ہم عقل ومنطق میں آنے والی ان سے

۱۔ کتاب ابو ہریرہ ص ۸۶ (ص ۷۱ نمبر ۷)؛ روایت کا آخری فقرہ سورۂ مائدہ ۴۵/۵ کی طرف اشارہ ہے۔

بھی کمتر کراموں کو اپنے معصوم اماموں اور اہل بیت رسول سے منسوب کرتے ہیں تو لوگ چیخنے چلانے لگتے ہیں، بے تابی ساتویں آسمان پر نظر آتی ہے اور ہر طرف تنقید کا بازار گرم ہو جاتا ہے کہ حیرت انگیز، یہ معقول نہیں، حدیث جھوٹی ہے، یہ شیعوں کی افترا پردازی ہے اور رافضیوں کا دعوی۔ وہ کہتے ہیں: اگر اس کی سند صحیح بھی ہو تب بھی اسے قبول نہیں کیا جا سکتا، دل میں چبھن سی محسوس ہوتی ہے، یہ درست نہیں...

۴۴۔ امام مالک ہر رات رسولؐ کی زیارت کرتے ہیں:

حریفیش ''الروض الفائق'' میں مثنی بن سعید قصیر کا قول نقل کرتے ہیں:

میں نے امام مالک سے سنا: میں نے ہر رات خواب میں رسول خدا کی زیادت کی ہے۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: کیا جس دعوی کی صرف امام مالک نے خود ہی خبر دی ہے، اسے جھوٹا خیال کریں گے یا اس سعید کو جھوٹا کہیں گے جس کا نام قصیر اور حقیر ہے؟! یا اس بکواس کو نقل کرنے کے سلسلے میں حریفیش سے باز پرس کی جائے گی؟!

منکر و نکیر کے ساتھ امام احمد بن حنبل کی طرح منکر و نکیر کے ساتھ امام مالک کا بھی ایک واقعہ ہے جو واقعہ احمد سے قطعی کم نہیں ہے؛ شعرانی ''المیزان'' میں لکھتے ہیں: جب شیخ ناصر الدین لقانی کی وفات ہوئی تو ایک نیک انسان نے انہیں عالم خواب میں دیکھ کر کہا: خدا نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا: جب دو فرشتوں نے سوال کرنے کے لئے مجھے میں بیٹھایا تو امام مالک ان کے پاس آ کر بولے: تم لوگ ایسی عظیم شخصیت کے حامل انسان سے اس کے ایمان کے بارے میں سوال کیسے کر سکتے ہو؟ اس سے دور ہو جاؤ۔ اسی وقت وہ دونوں فرشتے وہاں سے چلے گئے۔

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: کون سا معبران خوابوں کی تعبیر بیان کر سکتا ہے؟! ہر معبر جانتا ہے کہ یہ سب باطل خواب ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں؛ ہاں! جو لوگ جھوٹے فضائل کی جمع و ترتیب میں مصروف ہیں

۱۔ الروض الفائق ص ۲۷۰

انہوں نے ان خوابوں کو صحیح سمجھتے ہوئے غلو آمیز فضائل میں ان سے مدد لی ہے۔ گویا ان کے خیال میں ان دونوں فرشتوں کو معلوم نہیں تھا کہ کس سے اس کے ایمان کے بارے میں سوال کرنا چاہئے، خدا کی اجازت کے بغیر اپنی طرف سے سوال کیا۔ اس کم عقلی پر خدا ہی کی پناہ چاہتا ہوں۔

۴۵۔ خدا کے لئے ریش تراشی

حافظ ابونعیم ''حلیۃ الاولیاء'' میں ابونصر سے نقل کرتے ہیں:

میں نے احمد بن محمد نہاوندی سے یہ سنا: شبلی (۱) کا غالب نامی بیٹا فوت ہوا، اس کی ماں نے غم کی وجہ سے اپنے بال چھلوا دیئے، شبلی کی ڈاڑھی طویل تھی، انہوں نے بھی حکم دیا کہ ان کی ڈاڑھی چھیل دی جائے۔ جب ان سے سوال کیا گیا: استاد! آپ نے اپنی ڈاڑھی کیوں چھلوادی؟ جواب میں کہا: **جزت هذه شعرها علی مفقود فکیف لا احلق لحیتی انا علی موجود** ''اس عورت نے اپنے بیٹے کی وجہ سے اپنے بال چھلوا دیئے ہیں، میں اپنی ڈاڑھی اس خدا کے لئے کیوں نہ چھلواؤں جو ہمیشہ موجود ہے''۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: شاباش ہے ایسے فقیہ پر جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے، مرحبا ایسے اولیاء پر جو اپنے آپ کو پاگل پن کی حد تک پہونچا کر دین اسلام کے احکام سے بھی واقف نہیں ہیں، ابونعیم جیسے افراد کو سلام جنہوں نے اپنے بزرگوں کے لئے ایسی کرامتوں اور روایات کو جمع کر کے اسے لکھ مارا ہے۔

مالکی مذہب کا یہ برجستہ فقیہ اپنے مذہب کے امام ''مالک'' کے فتوی سے کیسے بے خبر ہے جنہوں نے ڈاڑھی چھیلنے کو حرام قرار دیا ہے، حالانکہ مالک کی طرح اس حکم کو تمام مذاہب نے قبول کیا ہے؟! کیا جس نے بیس سال تک حدیث کی تعلیم دی ہے، اس نے رسول خداؐ کی ان احادیث کو نہیں دیکھا جو آنحضرت سے ڈاڑھی چھیلنے کی حرمت کے سلسلے میں مروی ہیں؟! جیسے یہ احادیث:

۱۔ ابوبکر دلف بن جحدر، فقیہ، عالم اور محدث تھے ۳۳۴ھ یا ۳۳۵ھ میں فوت ہوئے۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۳۷۰

۱۔ابن عمر سے مرفوع حدیث مروی ہے: اعفوا اللحی واحفوا الشوارب خالفوا المشرکین ''مشرکوں کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی ڈاڑھیوں کو طویل اور مونچھوں کو چھوٹی رکھو''۔(۱)

۲۔ابن عمر کہتے ہیں: ان رسول الله امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللحی ''رسول خداؐ اپنی مونچھوں کو چھوٹی اور ڈاڑھیوں کو بڑی رکھنے کا حکم فرماتے تھے''۔(۲)

۳۔مجوس کے متعلق عمر کی حدیث ہے: انهم یوفرون سبالهم و یحلقون لحام فخالفوهم ''وہ اپنی مونچھیں بڑی رکھتے ہیں اور اپنی ڈاڑھی چھیل دیتے ہیں، لہٰذا تم لوگ ان کی مخالفت کرو''۔(۳)

۴۔عمر بن شعیب نے اپنے والد اور اپنے دادا سے نقل کیا ہے: ان النبی کان یاخذ من لحیته من عرضها و طولها ''رسول خداؐ اپنی ڈاڑھی چھوڑ دیا کرتے تھے اور صرف اس کے طول وعرض کو چھوٹا کیا کرتے تھے''۔(۴)

شبلی کے ہم کیشوں پر یہ کیسے مخفی رہ گیا: ڈاڑھی چھیلنا ایک طرح سے خداوند عالم کی خلقت میں دسترسی پیدا کرنا ہے، جس کی آیہ مُبارکہ ﴿ لَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللهِ ﴾ ''(شیطان نے کہا:) میں ان کو حکم دوں گا کہ خداوند عالم کی خلقت میں تبدیلی کریں''۔ میں ممانعت کی گئی ہے۔

اسی آیہ مُبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے اہل سنت کے بعض علماء نے مبالغہ آرائی کرتے ہوئے ڈاڑھی اور مونچھ چھیلنے کو عورتوں کے لئے بھی حرام قرار دیا ہے۔(۵)

قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''ڈاڑھی، مونچھ اور زیر لب بال اگر عورتوں کے چہرے پر اگ آئیں تو ان کا چھیلنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ فعل خلقت خداوندی میں تبدیلی لانے کے مترادف ہے''۔(۶)

۱۔صحیح مسلم ج۱ص۱۵۳(ج۱ص۲۸۲ ح/۲۵۹)؛ السنن الکبری ج۱ص۱۶(ج۱ص۲۶ ح/۱۳)

۲۔صحیح مسلم ج۱ص۱۵۳(ج۱ص۲۸۲ ح/۲۵۹)؛ سنن ترمذی ج۱۰ص۲۲۱(ج۵ص۸۸ ح/۲۷۶۴)

۳۔الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج۱۲ص۲۸۹ ح/۵۴۷۶)؛ کتاب المغنی عن حمل الاسفار (ج۱ص۱۲۹)

۴۔صحیح ترمذی ج۱۰ص۲۲۰(ج۵ص۸۷ ح/۲۷۶۲)

۵۔فتح الباری، طبری (ج۱۰ص۳۱۰)

۶۔الجامع لاحکام القرآن ص۳۹۳(ج۵ص۲۵۲)

شبلی پر ابن حزم ظاہری کی بات کیسے پوشیدہ رہ گئی جس نے ''مراتب اجماع'' (۱) میں لکھا ہے کہ سب کا اتفاق ہے کہ ڈاڑھی چھیلنا، مثلہ کرنے کے مترادف ہے، خاص طور سے خلیفہ اور فاضل و دانشور کے لئے جائز نہیں ہے اور جو لوگ اپنی ڈاڑھی چھیلتے ہیں ان کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ (۲)

اس مسئلہ میں استاد محفوظ نے اپنی کتاب ''الابداع فی مضار الابتداع'' (۳) میں مذاہب اربعہ کے نظریات کو جمع کیا ہے، جو سب سے زیادہ کامل ہے، وہ لکھتے ہیں:

''عہد حاضر میں لوگوں کی قبیح ترین عادت ''ڈاڑھی چھیلنا اور مونچھیں بڑھانا'' ہے، یہ بدعت غیروں کی ہم نشینی اور ان کے یہاں رفت و آمد کرنے سے ہوئی ہے، جس کی وجہ سے لوگوں نے دین کی زیبائش کو قبیح بنالیا ہے اور اپنے رسول کی سنت کو بدل دیا ہے...

حالانکہ مذہب اربعہ ڈاڑھی بڑھانے کو واجب اور اسے چھیلنے کو حرام قرار دیتے ہیں:

۱۔ مذہب حنفیہ: المختار کے مولف لکھتے ہیں:

ڈاڑھی چھیلنا لوگوں پر حرام ہے، کتاب نہایہ میں واضح طور سے موجود ہے کہ ڈاڑھی اتنی بڑی ہونی چاہئے کہ انسان کی مٹھی میں آجائے، عورت نما مردوں اور مغربیوں کی طرح ایک مٹھی سے کم ڈاڑھی چھوٹی کرنا حرام ہے اور تمام ڈاڑھی کو چھیلنا ایسا فعل ہے جسے یہودی اور مجوسی انجام دیتے ہیں۔

۲۔ مذہب مالکی: پوری ڈاڑھی چھیلنا یا اتنی کم کرنا کہ مثلہ کا گمان ہونے لگے، حرام ہے، لیکن اتنا کم کیا جائے کہ اسے مثلہ نہ کہا جاسکے تو وہ پہلے کے مخالف یا پھر مکروہ ہے، یہ فتویٰ شرح رسالہ ابوحسن اور حاشیہ علامہ عدوی سے اخذ کیا گیا ہے۔

۳۔ مذہب شافعی: مولف شرح العباب لکھتے ہیں: فائدہ: دو شیخ کہتے ہیں: ڈاڑھی چھیلنا مکروہ ہے، ابن رفعہ نے اس پر اعتراض کیا ہے، کیونکہ شافعی نے کتاب الام میں اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے۔ اذرعی کہتے ہیں: صحیح ترین نظریہ یہ ہے کہ سبب کے بغیر پوری ڈاڑھی چھیلنا حرام ہے۔

۱۔ مراتب اجماع ص ۱۵۷ ۲۔ مراتب اجماع ص ۵۲

۳۔ یہ کتاب جامعہ ازہر کے استاد شیخ علی محفوظ نے تالیف کی ہے، ص ۴۰۵ طبع چہارم

۴۔ مذہب حنبلی: حنبلیوں نے اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے، بعض تو واضح طور پر کہتے ہیں کہ قابل اعتماد نظریہ یہ ہے کہ ڈاڑھی چھیلنا حرام ہے۔ ان میں سے بعض ''مولف انصاف'' نے حرمت کی تصریح کے ساتھ ساتھ اس کے برخلاف کسی نظریہ کی نشاندہی نہیں کی ہے، شرح المنتہی، شرح منظومہ آداب اور دوسری تمام کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے یہی نظریہ سمجھ میں آتا ہے۔

گذشتہ باتوں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ دین خدا اور شریعت مقدس نے ڈاڑھی چھیلنے کو حرام قرار دیا ہے جو اسے انجام دے وہ گمراہ، جاہل، گناہگار اور رسول خداؐ کی سیرت سے بے خبر ہے''۔

جی ہاں! شبلی جس نے اپنی ڈاڑھی چھیلی، وہ حافظ جس نے اس فعل کی تمجید کرتے ہوئے اسے خدا کی محبت میں سمجھا اور وہ دوسرے افراد جنہوں نے ابوبکر صدیق کی ڈاڑھی کے بارے میں اقوال جمع کئے ہیں، انہیں ڈاڑھی کی نہیں بلکہ عقل وخرد کی ضرورت ہے، جیسا کہ سمعانی نے انساب میں مطین (۱) بن احمد کے طریق سے نقل کیا ہے کہ **رایت النبی فی المنام فقلت له: یا نبی الله اشتهی لحیة کبیرة فقال لحیتک جیدة وانت محتاج الی عقل تام** ''میں نے رسول خداؐ کو خواب میں دیکھ کر ان سے عرض کی: یا رسول اللہ! میں بڑی ڈاڑھی رکھنا چاہتا ہوں؛ رسول خداؐ نے اس سے فرمایا: تیری ڈاڑھی ٹھیک ہے، تجھے عقل کامل کی ضرورت ہے''۔ (۲)

۴۶۔ خداوند عالم نے ابوحامد غزالی سے گفتگو کی

مفتاح السعادۃ کے مؤلف لکھتے ہیں:

''ابوحامد غزالی اپنی بعض تحریروں میں لکھتے ہیں: ابتدائے زندگی میں مجھے عرفانی حالتوں اور نیک اور عارف انسانوں کی کرامتوں پر یقین نہیں تھا؛ یہاں تک میرے اوپر ایک حالت طاری ہوئی، میں نے خداوند عالم کو خواب میں دیکھا، مجھ سے فرمایا: اے ابوحامد! میں نے کہا: کیا شیطان مجھ سے محو گفتگو ہے؟

۱۔ انساب میں ''مطیار'' مذکور ہے۔ ۲۔ انساب (ج ۳ ص ۶۳)

کہا: نہیں، میں خدا ہوں تمام جہتوں (چھ سمتوں) سے آگاہ ہوں، پھر فرمایا: اے ابو حامد! اپنے باطل خیالات سے دست بردار ہو کر ان افراد کے پاس جاؤ جو زمین پر میری توجہات کے مرکز ہیں، یہ وہ افراد ہیں جنھوں نے میری محبت کی راہ میں دونوں دنیا سے منہ موڑ لیا ہے۔ میں نے کہا: تجھے تیری عزت کی قسم! ان کے خلاف میری بدگمانی کو برطرف کر۔ خدا نے فرمایا: تمہاری حاجت پوری ہوئی، ان سے دوری کا سبب، تمہاری دنیا دوستی ہے، لہٰذا اپنے اختیار سے دنیا کو چھوڑ دو قبل اس کے کہ اپنی ناتوانی سے مجبور ہو کر اسے چھوڑو، میں قدسی نوروں میں سے ایک نور تمہارے وجود میں ڈال رہا ہوں، لہٰذا اٹھو اور کہو۔ ابو حامد کا بیان ہے: میں خواب سے بیدار ہوا، اس وقت میرے پورے وجود پر خوشحالی و مسرت مسلط تھی، اپنے استاد شیخ یوسف نساج کے پاس آ کر پورا خواب بیان کیا؛ وہ مسکرا کر بولے: اے ابو حامد! ابتداء میں ہم سب کی یہی فکر تھی بعد میں ہم نے اسے ختم کیا۔ ہاں! اگر تم میرے پاس آؤ گے تو علم و آگاہی اور چشم بصیرت سے تمہیں اتنی روشنی عطا کروں گا کہ عرش اور اس میں موجود لوگوں کو دیکھ سکتے ہو، پھر تم اس مرتبہ پر فائز ہو جاؤ گے کہ ان باتوں کا مشاہدہ کرو گے جن کا آنکھیں مشاہدہ نہیں کرتیں، تمہارا باطن پاک ہو کر اتنا بلند ہو جائے گا کہ موسی کے مانند خدا کی آواز سنو گے: ﴿انا اللہ رب العالمین﴾ ''میں عالمین کا پروردگار، خدا ہوں''۔(۱)

علامہ امینیؒ فرماتے ہیں: یہ مغرور انسان آپ کو سلام کہہ رہا ہے! اے کاش! میں جان پاتا کہ کیا شیطان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تمہارا خدا ہوں اور ہر جہت سے آگاہ ہوں؟! چنانچہ عہد قدیم میں بھی جن لوگوں نے خدائی کا دعوی کیا تھا وہ بھی ایسا کہتے تھے؟! الہذا غزالی کیسے صرف دعوے کی وجہ سے اس کی آواز لگانے والے کو خدا سمجھ بیٹھا؟! وہ مطمئن کیسے ہو گیا کہ وہ شیطان کی آواز نہیں ہوگی؟!

اگر اسے اپنے خواب کی صداقت کا یقین تھا اور یہ گمان تھا کہ خداوند عالم نے اس سے گفتگو کی ہے تو پھر خداوند عالم کے قول ''اپنے باطل خیالات سے دست بردار ہو جاؤ'' کے بعد بھی ان خیالات پر ثابت قدم کیوں رہا اور اسے چھوڑا کیوں نہیں؟! اے کاش! اس کے جعل ساز استاد ''نساج'' کے دوا

۱۔ مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۱۹۴ (ج ۳ ص ۳۰۳)

خانے میں ایک دوسری دوا ہوتی جو غزالی کی آنکھ اور اس کے دل کو بھی روشن کرتی ہوئی علم وآگاہی سے بہرہ مند کرتی تاکہ وہ عظیم گناہوں کی تجویز نہ کرکے اس کا اعتراف نہ کرتا ؟! جس طرح اس نے اپنی کتاب ''احیاء'' میں دین اسلام کے برخلاف حمام کے چور(۱) اور اس جیسے دوسرے واقعات کو صحیح سمجھا ہے۔ نیز لعین بن لعین (۲) اور ایسے ہی دوسرے نمونوں کے سلسلے میں اپنی بکواس پیش کرنے سے پرہیز کرتا جو سب کے سب باطل ہیں۔

نساج کی دوا میں کتنی صلاحیت تھی کہ جب غزالی کی آنکھوں میں پہونچی تو اس نے عرش اور اس پر رہنے والوں کو دیکھنے کے بعد ان چیزوں کو دیکھا جنھیں دیکھنے سے دوسرے افراد قاصر ہیں اور موسیٰ کی طرح خداوند عالم کا یہ کلام ﴿انا الله رب العالمین﴾ سنا۔ (۳)

آخر میں میں یہ نہیں سمجھ پایا کہ کلام خدا کو سننے والے موسیٰ کے پاس غزالی کی طرح عرش اور اس پر رہنے والے لوگوں کو دیکھنے کی صلاحیت تھی یا نہیں ؟! شاید یہ بکواس کرنے والا خود کو اس موسیٰ سے افضل سمجھتا ہے جو اولوالعزم نبی تھے اور خداوند عالم نے ان کو خطاب کرکے فرمایا تھا: ﴿لن ترانی یا موسی﴾ ''اے موسیٰ! تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتے''۔ (۴) یہ راستے سے بھٹکا ہوا اور جعل ساز مجاہد بھی ایسا ہی (موسیٰ کی طرح) ہونا چاہئے (نہ یہ کہ وہ خدا کو دیکھ سکے اور اس کی آواز سن سکے)۔

۴۷۔ غزالی کی کتاب ''احیاء العلوم''

سبکی نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں لکھا ہے:

''ہمارے عہد میں، مصر میں ایک شخص تھا جو غزالی کی مذمت اور ان کی عیب جوئی کرتا تھا، پھر اس

۱۔ اسی کتاب کا صفحہ ۱۱۵۰ ملاحظہ کریں

۲۔ اسی کتاب کا صفحہ ۱۱۵۲ ملاحظہ کریں

۳۔ قصص/۳۰

۴۔ ﴿قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی﴾ اعراف/۱۴۳

نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا، اس وقت عمر اور ابوبکر آنحضرت کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے اور غزالی بھی ان کے سامنے تشریف فرما تھے، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ شخص میری مذمت کرتا ہے۔ رسول خدا نے فرمایا: کوڑا لایا جائے، پھر حکم دیا کہ اس شخص کو غزالی کی مذمت کی وجہ سے کوڑے لگائے جائیں۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اس کی پشت پر کوڑے کے نشانات موجود تھے، وہ ہمیشہ گریہ کرتے ہوئے لوگوں سے پورا واقعہ بیان کرتا تھا''۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ خواب کتنا اچھا ہے، اگر خواب سچے ہوتے! میں اس کتاب کے مؤلف کو اس سے بلند سمجھتا ہوں کہ وہ احیاء العلوم جیسی ایک کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اسے صحیح سمجھے جس کی مختلف جگہیں شریعت مقدس اسلام کی مخالف ہیں۔

ابن جوزی ''منتظم'' میں لکھتے ہیں:

اس نے قدس میں کتاب احیاء کو لکھنا شروع کیا اور شام میں انجام تک پہونچایا، اس نے یہ کتاب صوفی مذہب کی اساس پر قلمبند کرتے ہوئے فقہ کے قوانین کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے؛ جیسے خود پسندی کو ختم کرنے اور جہاد بالنفس کے متعلق کہتا ہے: ایک شخص اپنے اندر سے خود پسندی کو ختم کرنا چاہتا تھا، اسی لئے وہ حمام میں داخل ہوا اور دوسرے شخص کے لباس کو اپنے لباس کے اندر پہن کر آہستہ سے اس طرح حمام سے نکلا کہ دوسرے اس کی چوری کی طرف متوجہ ہوگئے اور اسے گرفتار کر کے اس کا نام ''حمام کا چور'' رکھ دیا۔ اخلاق کی تعلیم کے لئے شاگردوں سے یہ داستان بیان کرنا قبیح عمل اور انتہائی مذموم ہے اس لئے کہ فقہ اسلام ایسے کاموں کی مذمت کرتا ہے، چنانچہ اگر حمام میں محافظ ہوں اور کوئی شخص چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہئے۔ اس کے علاوہ ایسی باتیں بیان کرنا مناسب نہیں جو لوگوں کو گناہوں پر ورغلائیں۔ اس نے اپنی کتاب میں ایک دوسری جگہ لکھا ہے: ایک شخص نے گوشت خریدا، لیکن گھر تک لے جانے میں خجالت محسوس ہوئی، اسی لئے اس نے گوشت کو اپنی گردن پر لٹکا کر لوگوں کے درمیان راستہ طے کرنے لگا کہ یہ کام تو انتہائی قبیح اور مذموم ہے۔ ایسے واقعات بہت زیادہ ہیں جن کو بیان کرنے

۱۔ طبقات الشافعیہ ج ۴ ص ۱۱۳ (ج ۶ ص ۲۱۸۔۲۱۹)

کی چنداں ضرورت نہیں ، میں نے اس کتاب کی غلطیوں کو جمع کر کے اس کا نام ''اعلام الاحیاء باغلاط الاحیاء'' رکھا ہے، میں نے اس کتاب کی بعض غلطیوں کو اپنی دوسری کتاب ''تلبیس ابلیس'' (۱) میں بھی پیش کیا ہے''۔ (۲)

ابن جوزی ''تلبیس ابلیس'' میں لکھتے ہیں:

''ابو حامد غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ میرے بعض استاد جو ابتداء میں شب بیداری اور عبادت کے لئے کھڑے ہونے میں سستی اور تھکن کا احساس کرتے تھے، وہ پوری رات سر کے بل کھڑے رہتے تھے تا کہ یہ عادت بن جائے اور کھڑے ہونے اور شب بیداری میں آسانی ہو۔

وہ لکھتا ہے: ان میں سے بعض نے روپیہ اور مال دنیا سے اپنے ارتباط کو ختم کرنے کے لئے اپنا پورا مال ومتاع بیچ دیا اور اس خوف سے کہ لوگوں پر بخشش کا مظاہرہ کرنے سے عجب اور خود پسندی میں گرفتار نہ ہو جائیں، انہوں نے پورا روپیہ دریا میں بہا دیا۔

وہ لکھتا ہے: ان میں سے بعض بردباری اور حلم کی عادت پیدا کرنے کے لئے ایک شخص کو کرایہ پر لیتے تھے تا کہ لوگوں کے سامنے انہیں برا بھلا کہے۔

وہ کہتا ہے: کچھ دوسرے لوگ شدید ٹھنڈک اور طوفانی ہوا میں دریا میں داخل ہوتے تھے تا کہ موجوں کے درمیان شجاعت و بہادری سیکھ سکیں۔ (۳)

پھر ابن جوزی لکھتے ہیں:

مولف کہتا ہے: ان تمام باتوں سے زیادہ عجیب وغریب یہ ہے کہ ابو حامد ان باتوں کو نقل کر کے ان کا منکر نہیں ہے؟! ہاں! وہ منکر کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اس نے دوسروں کی تعلیم کے لئے یہ واقعات نقل کئے ہیں؟! ابو حامد نے ان واقعات کو نقل کرنے سے قبل لکھا ہے کہ مناسب ہے کہ استاد نئے آنے والے

۱۔ تلبیس ابلیس (ص۳۵۲۔۳۶۳)

۲۔ المنتظم ج۹ ص۱۶۹ (ج۱۷ ص۱۲۵ نمبر ۳۷۹۹)

۳۔ تلبیس ابلیس ص۳۵۲

شاگرد کی حالت ملاحظہ کرے، اگر اس کے پاس ضرورت سے زیادہ پیسہ ہوتو اس سے لے کر راہ خیر میں استعمال کرے تا کہ اس کا نفس پرسکون ہو جائے اور مال دنیا شاگرد کی توجہات کو جلب نہ کرے، اگر اس پر خود پسندی مسلط ہوتو اس کو حکم دے کہ بازار میں جا کر گدائی اور فقیری کرے اور لوگوں سے کمک کا مطالبہ کرے، اگر اس پر سستی اور کاہلی مسلط ہوتو بیت الخلاء کی نظافت، گندی جگہوں پر جھاڑو دینے اور باورچی خانے کا کام سپرد کردے۔ اگر وہ زیادہ کھانا کھاتا ہوتو اسے روزہ رکھنے کا حکم دے، اگر وہ مجرد ہے اور روزہ رکھنے سے بھی اس کی شہوت کم نہیں ہورہی ہے تو اسے حکم دے کہ رات میں صرف پانی سے افطار کرے اور دوسری کوئی چیز نہ کھائے، اور دوسری رات صرف روٹی سے افطار کرے اور پانی نہ پیئے، اسے گوشت کھانے سے روکا جائے۔

اس کے بعد ابن جوزی لکھتے ہیں:

مجھے ابو حامد پر تعجب ہے کہ وہ ایسے افعال کا حکم کیسے دے رہا ہے جو اسلام سے میل نہیں کھاتے ؟! پوری رات سر کے بل کیسے کھڑا رہا جا سکتا ہے حالانکہ یہ عمل سر وصورت میں خون سرایت کرنے کا موجب بنتا ہے اور اس سے بیماری ہو جاتی ہے؟! دریا میں اموال بہانا کیسے جائز ہو سکتا ہے حالانکہ رسول خدا مال کو برباد کرنے کی ممانعت فرماتے تھے؟! کیا دشنام طرازی اور مسلمان کی آبروریزی جائز ہے؟! کیا طوفانی ہوا میں دریا میں جانا جائز ہے؟! حالانکہ دریا کی طوفانی ہوا میں مسافر کی گردن سے حج کا وجوب بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ جس شخص کے اندر کام کرنے کی صلاحیت ہے، اس کے لئے فقیری اور دوسروں سے درخواست کیسے مناسب ہو سکتی ہے؟! ابو حامد نے اپنے فقہ و دین کو کتنے سستے میں صوفی گری کے حوالے کر دیا ہے۔

اسی طرح ابن جوزی لکھتے ہیں:

ابو حامد نقل کرتا ہے: ابو تراب نے ایک ٹھنڈی رات میں اپنے مریدوں سے سے کہا کہ ابو یزید کو ایک مرتبہ دیکھنا، ستر مرتبہ خدا کو دیکھنے سے بہتر ہے۔

ابن جوزی اس کے آگے لکھتے ہیں:

میں اس سے کہتا ہوں: و ھذا فوق الجنون بدرجات "یہ بات پاگل پن اور دیوانگی سے بھی بالاتر ہے"۔

یہ تھے احیاء العلوم کے بارے میں ابن جوزی کے کلمات کے چند نمونے۔ جو اس کتاب کا دقت نظر سے مطالعہ کرے گا وہ اس کتاب کو ابن جوزی کی باتوں سے بھی زیادہ قبیح اور مذموم محسوس کرے گا۔ یہی جاننا کافی ہے کہ وہ گیت، گانے، لہو ولعب اور گیت گانے والی نامحرم عورتوں کی آواز، جنگ کے وسائل سے رقص وسرور کرنے وغیرہ کو حلال سمجھتا ہے، وہ اپنے ذلیل نظریہ کی تقویت اور اثبات کے لئے رسول خداؐ کی طرف ان تمام قبیح افعال کی نسبت دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"یہ تمام چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ جس طرح مضراب (پیانو) کی آواز حرام ہے اس طرح عورت کی آواز حرام نہیں ہے بلکہ صرف اس وقت حرام ہے جب گناہوں میں ملوث ہونے کا خوف ہو۔ لہذا ان قیاسوں اور صریح کلمات کی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ گانا، رقص وسرور، تالی بجانا، جنگی وسائل سے کھیلنا اور خوشحالی کے وقت زنگی اور وحشی عورتوں کا ناچ دیکھنا حلال ہے جیسے عید کے دن، شادی بیاہ کے وقت، ولیمہ، عقیقہ، ختنہ اور دوسرے خوشی کے اوقات میں یہ کام انجام دیا جاسکتا ہے اسی طرح دوستوں سے ملاقات کرتے، کسی محفل میں اکٹھا ہوتے، کھانا کھاتے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرتے وقت یہ افعال جائز ہیں، ایسی جگہوں پر گانا سننے کے جواز کا گمان بھی پیدا ہوتا ہے"۔(۱)

احیاء العلوم کی ضلالتوں اور پارسائی کا دعوی کرنے والے اس کے مولف کی جہالت و نادانی پر دلالت کرنے والے امور میں سے لعنت کے متعلق اس کا لچر اور ذلیل نظریہ بھی ہے؛ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"خلاصہ: لوگوں پر لعنت کرنا خطرے سے خالی نہیں، اس سے پرہیز کرنا چاہئے، مثال کے طور پر شیطان پر لعنت کرنے سے پرہیز کرنے اور خاموش رہنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے، غیر شیطان کی تو بات ہی کچھ اور ہے کہ یقینی طور پر ان پر لعنت بھیجنے سے پرہیز کرنا، خطرے سے خالی ہے۔ اگر پوچھا جائے: کیا اس یزید پر لعنت کرنا جس نے حسین کو قتل کیا یا قتل کا حکم صادر کیا، جائز ہے یا نہیں؟! تو میں کہوں گا:

۱۔احیاء العلوم ج۲ص۲۷۶ (ج۲ص۲۵۷)

یزید پر لعنت کا جواز ثابت نہیں ہے؛ اس لئے کہ جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ حسین کو یزید نے قتل کیا ہے یا اس نے قتل کا حکم دیا ہے، اس وقت تک یزید کے بارے میں یہ نہیں جا سکتا کہ وہ حسین کا قاتل ہے، اس پر لعنت کرنے کی بات تو دور کی ہے کیونکہ تحقیق و جستجو کے بغیر کسی مسلمان سے گناہ کبیرہ منسوب نہیں کیا جا سکتا''۔(۱)

پھر وہ مردوں پر لعنت کی ممانعت کے سلسلے میں چند احادیث نقل کر کے لکھتا ہے:

اگر پوچھا جائے: کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ خدا حسین کے قاتل پر لعنت کرے یا اس شخص پر خدا کی لعنت ہو جس نے حسین کے قاتل کو قتل کا حکم دیا؟! تو میں کہوں گا: بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے: اگر حسین کا قاتل توبہ کرنے سے پہلے مر گیا ہے تو اس پر خدا کی لعنت ہو؛ اس لئے اس بات کا احتمال ہے کہ حسین کا قاتل توبہ کے بعد مرا ہو، کیونکہ رسول خداؐ کے چچا حمزہ کے قاتل ''وحشی'' نے کفر کی حالت میں حمزہ کو قتل کیا پھر اس نے اپنے کفر اور حمزہ کے قتل سے توبہ کر لیا؛ اور چونکہ قتل گناہ کبیرہ ہے لیکن کفر کے مرحلے تک نہیں پہونچا ہے اس لئے اس پر لعنت نہیں کرنی چاہئے۔ بنابریں اگر ہم لوگوں پر ان کی توبہ کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر کلی طور سے لعنت کریں تو دو احتمال کا خطرہ پایا جاتا ہے (اس لئے کہ شاید وہ شخص لعنت کا مستحق نہیں تھا) لیکن اگر خاموش رہیں اور کسی پر لعنت نہ کریں تو کسی بھی خطرے کا احتمال نہیں ہوگا''۔

قارئین کرام! آپ نے احیاء العلوم میں بکھرے ہوئے ان باطل اور احمقانہ خیالات کا مشاہدہ کیا، اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا رسول خداؐ انہیں بہتر شمار کر کے ان کی صحت کی قسم کھا سکتے ہیں؟!(۲) کیا اس شخص نے شیطان لعین اور شیطان صفت ظالم یزید کے حوالے سے جو دفاع پیش کیا ہے وہ رسول خداؐ کی خوشحالی کا موجب بن سکتا ہے حالانکہ اس نے ریحانۂ رسول خداؐ کو شہید کر کے آل اللہ اور امت محمد کے بہترین افراد کی آنکھوں کو ابد تک اشک بار کیا ہے؟!

۱۔ احیاء العلوم الدین ج ۳ ص ۱۲۱ (ج ۳ ص ۱۲۰)

۲۔ خواب میں ایک دوسری بکواس بھی نقل کی گئی ہے کہ رسول خداؐ نے کتاب احیاء العلوم کے تمام صفحات کا مطالعہ کرنے کے بعد کہا: واللہ ان ھذا شئی حسن ملاحظہ ہو: طبقات الشافعیہ ج ۴ ص ۱۳۲ ج ۶ ص ۲۵۹۔۲۶۰)؛ الغدیر ج ۱۱ ص ۲۱۰

جو مسلمان فقہ اور اس کی ترتیب سے باخبر ہے، تاریخ اسلام اور پست و ظالم خاندان بنی امیہ کو پہچانتا ہے، گناہگار یزید کے مظالم اور اس کے قبیح افعال واقوال اور جرائم کو جانتا ہے، کیا مناسب ہے کہ ایسا مسلمان اس خاندان کو پاک ومنزہ سمجھے؟! کیا اس صوفی، یاوہ گو اور دینی معارف سے بے خبر شخص کی طرح یزید پلید کا دفاع کیا جاسکتا ہے؟!

۴۸۔ عبدالقادر ایک رات میں چالیس مرتبہ محتلم ہوتا ہے

شعرانی ''الطبقات الکبری'' میں لکھتے ہیں:

''شیخ عبدالقادر کا بیان ہے: میں نے پچیس سالوں تک عراق کے صحراؤں میں یک وتنہا عبادت کی، نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ کوئی مجھے پہچانتا تھا، کچھ غیب کے افراد اور جن حضرات میرے پاس آتے اور مجھ سے خداشناسی کے طریقے سیکھتے تھے، عراق میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے حضرت خضر میرے رفیق ہوئے حالانکہ میں ان کو نہیں پہچانتا تھا، انہوں نے مجھ سے مخالفت نہ کرنے کی شرط لگائی، مجھ سے کہا: یہیں بیٹھو۔ چنانچہ ان کی کہی ہوئی جگہ پر تین سال تک بیٹھا رہا، وہ سال میں ایک مرتبہ میرے پاس آکر کہتے تھے: جب تک تمہارے پاس نہ آؤں یہاں سے حرکت نہ کرنا۔ ایک سال مدائن کے کھنڈرات میں رہا، اس عرصے میں بہت سی سختیاں برداشت کی اور جہاد بالنفس کیا، پانی نہیں پیتا تھا اور تھوڑا سا کچھ کھا لیتا تھا، ایک سال کچھ کھائے بغیر صرف پانی پیتا تھا اور ایک سال نہ کچھ کھایا، نہ کچھ پیا اور نہ ہی ایک لحہ سویا۔ ایک مرتبہ سرد رات میں ایوان کسری میں سویا ہوا تھا کہ محتلم ہوگیا، میں نے حوض میں غسل کیا پھر سویا اور محتلم ہوگیا، میں نے دوبارہ غسل کیا، اسی طرح چالیس مرتبہ اتفاق ہوا، میں ہر مرتبہ غسل کرتا تھا پھر دوبارہ سونے کے خوف سے محل کی چھت پر چلا گیا''۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: غور وفکر اور دقت نظر سے اس عارف شخص کے متعلق مطالعہ کریں جو غیب

۱۔ طبقات کبری ج ۱ ص ۱۱۰ (ج ۱ ص ۱۲۹ نمبر ۲۴۸)

کے افراد اور جنوں کا معلم ہے، وہ اس سے خدا تک پہونچنے کے طریقے سیکھتے ہیں اور حضرت خضر اس کے شریک سفر ہیں! ایسے انسان پر حیرت ہے جو ایک سال تک کچھ نہیں کھاتا، دوسرے سال پانی نہیں پیتا اور پھر تیسرے سال نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ ہی کچھ پیتا ہے، اس کے باوجود بھی اس کے بدن کی طاقت کم نہیں ہوتی چنانچہ وہ چالیس مرتبہ محتلم ہو جاتا ہے اور خدا میں فانی ایسے شخص کی تلاش میں شیطان آتا ہے! جس زمانے میں وہ بھنے ہوئے مرغے کھاتا تھا(۱) اگر اس زمانے میں ایسا ہوتا تب بھی ناقابل قبول تھا اس لئے کہ یہ بات انسانی طبیعت وفطرت سے بعید ہے کہ وہ ایک رات میں چالیس مرتبہ محتلم ہو۔

وہ رات کتنی طویل تھی جس میں وہ چالیس مرتبہ سویا، محتلم ہوا، اور ہر بار غسل کرنے کے لئے حوض پر گیا اور پھر واپس آ کر سویا۔

ان تمام کاموں کے بعد بھی رات کا اتنا حصہ باقی تھا کہ وہ سونے کے خوف سے محل کی چھت پر چلا گیا۔ ممکن ہے اگر چالیس مرتبہ محتلم ہونے کے بعد بھی سوتا تھا تو چار سو مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ اس حادثے کی تکرار ہوتی اور شیطان رات کے آخری حصے تک اس قدسی صفت انسان کو نہیں چھوڑتا! مرغ کی ہڈیوں کو زندہ کرنا بھی اس سے بڑی کرامت نہیں ہے۔ یہ سب وہ باطل خواب وخیال ہیں جنہیں خائن ہاتھوں نے فضائل میں غلو اور لاف گزائی کے لئے گڑھ کر رکھا ہے۔

۴۹۔ رسول خداؐ عبدالقادر کے دوش پر سوار ہوئے

شیخ سید عبدالقادر گیلانی کا بیان ہے:

۱۔ ایک جوان شیخ عبدالقادر کے پاس ریاضت اور جہاد بالنفس کا درس لیتا تھا، وہ جو کی روٹی کھاتا تھا جس کی وجہ سے لاغر اور نحیف ہو گیا تھا۔ ایک دن اس جوان کی ماں شیخ عبدالقادر کے پاس آئی، دیکھا کہ بھونے ہوئے مرغے کھا رہا ہے۔ کہا: تم مرغ کا گوشت کھا رہے ہو اور میرا بیٹا جو کی روٹی؟ شیخ نے اپنا ہاتھ اس مرغ کی ہڈیوں پر رکھ کر کہا: اٹھ جا۔ (وہ خداوند عالم کے اذن سے پوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرتا ہے) اچانک مرغ نے اٹھ کر بولنا شروع کر دیا۔ شیخ نے کہا: جب تمہارا بیٹا اس مقام تک پہونچ جائے تو پھر وہ جو چاہے کھائے۔ ملاحظہ ہو: الغدیر ج۱۱ص۲۲۰

''جب شب مرصاد، میرے جد رسول خداؐ معراج پر گئے اور سدرۃ المنتہی پر پہونچے تو جبرئیل امین وہیں ٹھہر کر بولے: اے محمدؐ! اگر مٹھی کے برابر بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں گا۔ پس خداوند متعال نے میری روح کو اشرف مخلوقات سے استفادہ کرنے کے لئے وہاں بھیجا، میں بھی وہاں پہونچ کر خلافت کبری، وراثت اور عظیم نعمت سے بہرہ مند ہوا، وہاں میں براق کی طرح ہو گیا تھا، میرے جد رسول خداؐ میری پشت پر سوار ہوئے اور میری لگام پکڑ کر مقام قاب قوسین تک پہونچے اور مجھ سے فرمایا: اے میرے لال ، میرے نور نظر! میرا پیر تمہاری گردن پر ہے اور تمہارا پیر تمام اولیائے الٰہی کی گردن پر ہے''۔(۱)

۵۰۔ شیخ عبدالقادر کی وفات

''بیان کیا جاتا ہے کہ جب شیخ عبدالقادر گیلانی کا آخری وقت نزدیک آیا تو عزرائیل غروب کے وقت، خدا کی طرف سے مہر لگا ہوا ایک خط لائے اور ان کے بیٹے شیخ عبدالوہاب کو دیا، اس خط کی پشت پر یہ لکھا ہوا تھا: یہ ایک محب کی طرف سے ایک محبوب کے لئے خط ہے''۔ حالانکہ شیخ نے مرنے سے سات دن پہلے ہی اپنی موت کی اطلاع دے دی تھی، وہ اسی لئے خوش تھے اور اپنے چاہنے والوں اور مریدوں کے لئے طلب مغفرت کرتے ہوئے یہ عہد کیا تھا کہ قیامت کے دن ان سب کی شفاعت کریں گے، انہوں نے جیسے ہی سجدہ کیا، یہ آواز آئی: ﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ، ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً﴾ ''اے نفس مطمئن! اپنے رب کی طرف پلٹ آ اس عالم میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے''۔(۲) ان کی موت پر عالم ناسوت (دنیا) سے گریہ وزاری کی آواز بلند ہوئی اور عالم ملکوت ان کی ملاقات سے خوشحال ہو گیا''۔(۳)

یہ خیال بافی کے وہ نمونے ہیں جنہیں غلو پردازوں نے شیخ عبدالقادر گیلانی کی تعریف وتوصیف میں پیش کئے ہیں، اگر ہم ایسی کراموں بلکہ یہ کہا جائے کہ ایسے خرافات جنہیں شیخ کی مدح میں نقل

۱۔ تفریح الخاطر فی ترجمۃ عبدالقادر ص ۵، ۱۲، طبع مصر، مطبع عیسی البابی الحلبی وشرکاہ ۱۳۳۹ھ

۲۔ فجر/ ۲۷۔ ۲۸ ۳۔ تفریح الخاطر ص ۳۸

کیا گیا ہے، ایسے مطالب جو عقل وخرد اور منطق سے بہت دور اور اسلام کی مقدس شریعت کے قطعی برخلاف ہیں، جن کی نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی براہین ہی ان کی تصدیق کر رہے ہیں، تو بے شک ایک ضخیم دائرۃ المعارف تیار ہو جائے گا جو ایک اعتبار سے مضحکہ خیز اور دوسرے اعتبار باعث گریہ ہوگا۔

۵۱۔ اسماعیل حضرمی کے لئے سورج کا فریب

اس سے قبل (۱) اسماعیل حضرمی کے لئے سورج کے توقف کا واقعہ پیش کیا گیا کہ ایک دن سفر کے دوران اس نے اپنے نوکر سے کہا: سورج سے کہو کہ جب تک ہم گھر نہ پہونچیں وہ حرکت نہ کرے؛ اور سورج بھی ان کے گھر پہونچے تک ٹھہرا رہا۔ پھر اس نے اپنے نوکر سے کہا: کیا اس قیدی (سورج) کو آزاد نہیں کروگے؟ اور نوکر نے سورج کو حکم دیا کہ وہ ڈوب جائے، چنانچہ وہ ڈوب گیا اور آسمان تاریک ہوگیا۔ (۲)

شاید جو دین خواہشات نفس کی اساس پر عالم وجود میں آیا ہو وہ ایسے بیہودہ اور بے تکے کلمات کو زبان پر لانے کی اجازت دے دے؛ میں ذکر فضائل میں غلو اور لاف گزائی سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

۵۲۔ دلاوی ایک بچے کو دودھ پلاتا ہے

یافعی ''مرأۃ الجنان'' میں لکھتے ہیں:

''سید ابو محمد عبد اللہ دلاوی (متوفی ۶۷۱ھ) کے پاس ایک بچہ تھا جس کی ماں نے اسے گم کر دیا تھا اور وہ بچہ رو رہا تھا، چنانچہ اس کا سینہ دودھ سے بھر گیا، اس نے بچے کو دودھ پلایا تو وہ چپ ہوا''۔ (۳)

میں نہیں جانتا، جو تاریخی کتابیں ایسے مضحکہ خیز واقعات سے بھری ہوں ان کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے

۱۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا صفحہ ۴۲۰

۲۔ سبکی نے یہ روایت طبقات ج ۵ ص ۵۱ پر نقل کی ہے نیز یافعی نے بھی مرأت ج ۴ ص ۱۷۸؛ اور ابن عماد نے شذرات ج ۵ ص ۳۶۲ (ج ۷ ص ۶۳۱ حوادث ۶۷۸)؛ ابن حجر نے الفتاوی الحدیثۃ (ص ۳۱۶) پر نقل کی ہے۔

۳۔ مرأۃ الجنان ج ۴ ص ۲۶۵

کہ علمی اعتبار سے ان سے استناد کرتے ہوئے قابل اعتماد قرار دیا جائے ؟!

۵۳۔ شیخ ایک گائے کھالیتا ہے

مناوی اپنی کتاب ''طبقات'' میں ابراہیم بن عبد ربہ (متوفی ۸۷۸ھ) کی زندگی کے ذیل میں لکھتے ہیں: ''انہوں نے شیخ محمد غمری اور شیخ مدین سے درس لیا ہے... ایک جشن سالگرہ کے موقع پر شیخ مدین کے گھر آئے اور جشن کا پورا کھانا اکیلے کھا گئے، دوسری مرتبہ بھی ایک گائے کا پورا گوشت چٹ کر گئے اس کے بعد ایک سال تک کچھ بھی نہ کھایا۔ ان کی ایک کرامت کو شیخ امین الدین امام جماعت جامع مسجد غمری نے نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے پوچھا: آپ کی موت کے بعد اپنے اہم سوالات اور ضرورتیں کس سے پوری کریں؟ کہا: اسی سے پوچھنا جس کے بھائیوں اور اس کے درمیان چند بالشت زمین کا فاصلہ ہو جائے، میں وہیں سے تمام سوالات کا جواب دوں گا۔ ایک دن شیخ کی بیٹی مریض ہوگئی، اس کے شفا کے لئے خربوزے کی ضرورت پیش آئی لیکن نہیں مل پایا، شیخ اپنے استاد کی قبر کے پاس آئے اور کہا: آج اپنا وعدہ وفا کریں! چنانچہ رات کے وقت جب وہ اپنے گھر آئے تو وہاں ایک خربوزہ پڑا ہوا پایا، انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آیا ہے''۔(۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں:

وصاحب لی بطنه كالهاوية   كان فی احشاءه معاوية

''میرا ایک دوست ہے جس کا پیٹ جہنم کے کنویں کی طرح ہے، ایسا لگتا ہے جیسے اس کے وجود میں معاویہ موجود ہے''۔

مجھے تین ناممکن اور محال چیزوں پر حیرت ہے: شیخ ایک مسلم گائے چٹ کر گیا، ایک سال بھوکا رہا اور کچھ نہیں کھایا نیز موت کے بعد مٹی کے نیچے سے اس نے خربوزہ عطا کیا۔ شاید اس کے اور معاویہ بن ابوسفیان کے درمیان کوئی قریبی رشتہ داری ہوگی اور اس نے پوری گائے کھاتے وقت پرخوری کے مرض کو معاویہ سے وراثت میں حاصل کیا ہوگا۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ ایک سال تک بھوک برداشت کرنے کا ملکہ کس سے

۱۔ شذرات الذہب ج ۷ ص ۳۲۳ (ج ۹ ص ۴۸۳ حوادث ۸۷۸ھ)

وراثت میں حاصل کیا، اس لئے کہ نہ معاویہ اور نہ ہی کسی اور انسان میں اس کی طاقت ہے، اگر وہ دس گائے بھی کھالے پھر بھی ایک مخصوص مدت کے بعد بھوک اس کا تیاپانچہ کردے گی۔ شاید آپ یہ کہیں: اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے بارے میں دو دعائیں مستجاب ہوگئی ہوں گی: ایک مسلم گائے کھانے کی جو اس کے فائدے میں ہے، دوسرے ایک سال تک بھوکا رہنے کی جو اس کے نقصان میں ہے۔ پہلی کرامت میں ایک مسلم گائے کھالیا اور دوسری کرامت میں صبر کا مظاہرہ کیا اور ایک سال تک بھوک برداشت کی۔ لیکن خربوزہ کے واقعہ کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی بالکل اسی طرح جیسے یہ تمام واقعات قطعی من گھڑت اور بے اساس ہیں۔

۵۴۔ سیوطی نے عالم بیداری میں رسولؐ کو دیکھا

ابن عماد ''شذرات الذہب'' میں لکھتے ہیں:

شیخ عبدالقادر شاذلی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جلال الدین سوطی کا بیان ہے: میں نے رسول خداؐ کو عالم بیداری میں دیکھا: انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے شیخ! کچھ کہو۔ میں نے ان سے کہا: یارسول اللہ! کیا میں جنت میں رہنے والوں میں سے ہوں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کی: کیا عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔ (۱)

شیخ عبدالقادر کا بیان ہے: میں نے سیوطی سے پوچھا: آپ نے عالم بیداری میں کتنی مرتبہ رسول خداؐ سے ملاقات کی؟ کہا: ستر سے زائد مرتبہ۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ مشکل اس وقت تک حل نہیں ہوسکتی جب تک سیوطی کی طرح ایک دوسرے شخص سے اس دعوی کے بارے میں سوال کیا جائے جس نے رسول خدا کو عالم بیداری میں دیکھا ہو تا کہ وہ بتا سکے کہ سیوطی نے ستر سے زائد مرتبہ رسول خداؐ سے جھوٹی بات منسوب کی ہے یا اس شخص سے سیوطی کی منزلت کے بارے میں پوچھا جائے جو جنت میں ناز و نعم میں زندگی بسر کر رہا ہو تا کہ وہ بھی کہہ سکے کہ میں نے اسے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

۱۔ شذرات الذہب ج ۸ ص ۵۴ (ج ۱۰ ص ۷۷ حوادث ۹۱۱ھ)

اگر ان دونوں طریقوں سے سیوطی کا دعوی ثابت نہ ہو سکے تو ہم اس واقعہ کو عقل سلیم کے حوالے کرتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی عقل سلیم اس واقعہ کو نہیں مانے گی۔

یہ بیداری میں رسول خدا کو دیکھنے کا دعوی ہے، عالم خواب میں تو انہوں نے ہزاروں بار رسول خدا کو دیکھنے کا دعوی کیا ہے۔(۱)

۵۵۔ سیوطی اور طیّ الارض

شیخ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کا نوکر "محمد بن علی حباک" کہتا ہے:

میں ایک دن نماز ظہر کے بعد مصر کے قبرستان میں شیخ عبداللہ جیوشی کی قبر کے پاس تھا کہ شیخ نے مجھ سے کہا: کیا اپنی نماز عصر مکہ میں پڑھنا چاہتے ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ اس راز کو میری موت تک فاش نہ کرو گے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: اپنی آنکھیں بند کرو۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کیں، انہوں نے ستائیس قدم راستہ چلانے کے بعد کہا: اپنی آنکھیں کھولو۔ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ ہم مکہ میں باب المعلاۃ میں ہیں.....

ہم نے یہ واقعہ اور اس کے اور بھی نمونے اس سے قبل پیش کئے ہیں (۲) اور وہیں پر تفصیل سے ان کے بارے میں گفتگو کی ہے۔

کرامات وعجائب

النور السافر کے مولف لکھتے ہیں:

"شیخ علوی بن شیخ محمد بن علی، اپنے والد کی طرح خداوند عالم کی عظیم نشانیوں میں سے ایک تھا (من آیات اللہ الکبری)؛ اس کے فضائل ومناقب یہ ہیں: اچھے اور برے انسانوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا کرتا تھا، خدا کے اذن سے مردے کو زندہ کرتا تھا، زندہ افراد کو موت دے دیتا تھا، خدا کے اذن سے اشیاء

۱۔ ملاحظہ ہو: حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۳۴۳؛ نیل الابتہاج ص ۳۲۲

۲۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا صفحہ ۴۱۹

پر تصرف کرتا تھا، ان کے علاوہ وہ دوسری عظیم کراماتوں کا بھی حامل تھا جو دوسروں کے پاس نہیں تھیں"۔(۱)

یہ تھے خرافاتی حکایتوں، جھوٹے افسانوں اور بے تکی کراماتوں کے چند نمونے۔(۲) جنہیں ہم نے مندرجہ ذیل کتابوں میں موجود ہزاروں واقعات میں سے انتخاب کیا ہے: ابونعیم کی حلیۃ الاولیاء؛ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد؛ ابن جوزی کی صفۃ الصفوہ، المنتظم اور مناقب احمد بن حنبل؛ ابن عساکر کی تاریخ شام،؛ تاریخ ابن خلکان؛ ابن کثیر کی البدایۃ والنہایۃ؛ سبکی کی طبقات الشافعیۃ؛ خوارزمی کی مناقب ابوحنیفہ؛ کردری کی مناقب ابوحنیفہ؛ شعرانی کی مرأۃ الجنان، روض الریاحین، الکواکب الدریۃ، الروض الفائق اور طبقات کبریٰ؛ حموی کی تنبیہ المغترین؛ سیوطی کی الفتح الربانی؛ الفیض الرحمانی اور انیس الجلیس؛ حموی کی شرح الصدور؛ شیخ نورالدین شافعی کی لطائف المنن والاخلاق اور بہجۃ الاسرار؛ شیخ محمد حنبلی کی قلائد الجواھر؛ مشارق الانوار؛ النور السافر؛ تفریح الخاطر اور عمدۃ التحقیق؛ اور بھی دوسری تاریخی اور رجالی کتابیں جو ایسے جھوٹے اور حیرت انگیز واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔

آخری بات

صفحہ/۵۱۲ سے لے کر یہاں تک خلفائے ثلاثہ، معاویہ بن ابی سفیان، اصحاب میں سے اس کے چاہنے والے اور دوسرے وہ افراد جنہیں ولی خدا اور امام و عالم کا نام دیا گیا ہے، کی حیات و کارناموں پر مشتمل اس تفصیلی گفتگو سے ہمارا مقصد دینی معاشرے میں غلو پردازوں اور بے تکی بکواس کرنے والوں کو پہچنوانا تھا اور یہ بتانا مقصود تھا کہ کون اس بات کے لائق ہے کہ اسے غلو پرداز اور بکواسی کہا جائے؟!

کیا غلو پرداز وہ ہے جو اہل بیت وحی سے وابستہ اور متمسک ہے، وہ اہل بیت جو تمام مسلمانوں کی نظر میں پاکیزگی اور کمالات سے آراستہ ہیں اور جو وحی الٰہی اور رسول خداؐ کی زبان مبارک سے مدح و ستائش کئے گئے ہیں؛ وہ اہل بیت جن کے آگے سب نے سر تعظیم خم کر کے اپنی گردنیں جھکا دی ہیں، وہ

۱۔ النور السافر ص۳۱۳ (ص ۲۱۸)

۲۔ علامہ امینی نے الغدیر ج ۱۱ ص ۱۳۳۔ ۲۵۰ پر ایسے سو نمونے درج فرمائے ہیں، ہم نے اسی پر اکتفا کیا ہے۔

کائنات کی ہر فضیلت سے آراستہ و پیراستہ ہیں؟!

یا پھر غلو پردازی ان بعض لوگوں کے آثار و کارناموں کو بیان کرنے والوں کے لئے مناسب ہے جن کی فضیلت میں جھوٹی حدیثوں اور جعلی افسانوں کے علاوہ کچھ بھی وارد نہیں ہیں، جن کی تاریخ ضلالتوں اور ذلتوں سے پر ہے، جنہیں خواہشات نفس کی ہواؤں نے اپنے اعتبار سے ادھر ادھر پھرایا ہے؟!

نیرنگیٔ زمانہ کا عالم یہ ہے کہ جن لوگوں نے عقل و منطق کے حدود سے نکل کر اپنے بزرگوں کی مدح میں فضیلتیں گڑھی ہیں اور خود بھی تسلیم کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں، کو غالی اور غلو پرداز نہیں کہا جاتا، لیکن ان لوگوں کو غالی اور غلو پرداز کہا جاتا ہے جنہوں نے اپنے قلوب رسول خداؐ کے نورانی خاندان اور صاحبان وحی سے وابستہ کر دیئے ہیں، خود کو ان اہل بیت سے متمسک کر دیا ہے جن کی کرامتوں کو کوئی بھی زہر آلود تیر اپنا ہدف قرار نہیں دے سکتا، ان کے مقام و مرتبہ اور علم تک کسی کا طائر فکر پہونچ ہی نہیں سکتا۔ جن کرامتوں سے خداوند عالم نے انہیں بہرہ مند فرمایا ہے، وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں جنہیں رواۃ و حفاظ اور اہل حدیث نے ان کی فضیلتوں کے سلسلے میں نقل کیا ہے۔

ان غالیوں کے لچر کلمات اور بے تکی بکواس کو ہم نے اس لئے پیش کیا تا کہ قارئین متوجہ ہو کر غلو پرداز اور غالی کو حقیقت گو سے نیز بیہودہ اور بے تکی بکواس کو دلیل و برہان سے آراستہ کلمات سے جدا کر سکیں۔

﴿ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَا مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ﴾

''تا کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ اور جو زندہ رہے وہ بھی دلیل کے ساتھ'' (۱)

﴿ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴾

''کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے خود طے کر لئے ہیں اور خدا نے ان کے بارے میں کوئی برہان نازل نہیں کیا ہے تو اب تم عذاب کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں''۔ (۲)

۱۔ انفال/۴۲ ۲۔ اعراف/۷۱

بقیہ

عندلیبان غدیر

(نویں صدی ہجری)

۱۔ ضیاء الدین ہادی

۲۔ حسن آل ابی عبدالکریم

۷۵

ضیاءالدین ہادی

ولادت ۷۵۸ھ
وفات ۸۲۲ھ

هــذا و مــذ هبنـا أنّ الإمام عقيـب — الـمـصـطـفىٰ حيدر الأبطـال و البهم

أعنـي عـليـاً أميـر الـمـؤمنين و من — بالعطف خص من الرحمن ذی القسم

الـلــه انــزل آيـات مبـاركة — فـی فـضـلـه عـد هـا لی غير منتظم

و قـال فيــه رسـول الـلـه سيدنـا — يـوم الـغـديـر بـخـم يـوم حـجهـم

مـن كـنـت مـولا ه ای أولىٰ بـه فعلی — أولـی بـه و هـوا مـولاهـم بـكـلهـم

قـام الـنبـیُّ خـطيبـا فـی معكسـر ه — بهـذ ا الـخـطبة الـغرا لـجـمعهـم

و شـال ضبعـا كـريـما من أبی حسن — فی يـوم حـر شـديـد الـلفح مضطرم

كــی لا يــقــال بـأن الـنـص مـكتـم — مـا كـان الا صـريـحـا غيـر مكتتم

فهـو الـخـليـفة بـعـد المصطفی و لـه — فـضـل الـتـقـدم لـم يـسـجـد الی صنم

و كـان سـابـقهـم فـی كل مكـرمة — وكـان فـی كـل الـحرب ثابت القدم

و كــان اول مـن صــلـی لـقبلتهـم — و أعـلـم الـنـاس بـالـقرآن والحكم

و كـان اقــربهـم قـربـی و أفـضـلهـم — رغبـی و اضـربهـم بالسيف فی القمم

’’جان لو، ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول خداؐ کے بعد برحق امام ورہبر دشمنوں کا تیاپانچہ کرنے والے اور

پہلوانوں کے شیر ببر ہیں، یعنی امیر المومنین حضرت علیؑ جو صاحب قسم اور خدائے رحمان کی طرف سے مستحق عطوفت قرار پائے، خداوند عالم نے ان کی شان میں اتنی آیات نازل فرمائی ہیں کہ منظم طور پر انہیں کو شمار نہیں کیا جاسکتا، ہمارے آقا رسول خداؐ نے حجۃ الوداع اور غدیر خم کے دن ان کے متعلق فرمایا: جس کا میں مولا ہوں (یعنی اس سے زیادہ اس کے نفس پر قادر ہوں اور ولایت مطلقہ حاصل ہے) پس یہ علی بھی اس کا مولا ہے یعنی اس کے نفس پر اس سے زیادہ بااختیار ہے اور اسے مطلقہ ولایت حاصل ہے، وہ سب کا رہبر ہے۔ رسول خداؐ نے حاضرین بزم کے درمیان کھڑے ہو کر یہ بہترین خطبہ ارشاد فرمایا پھر جھلستے ہوئے دن میں جب گرمی کی شدت سے چہرے جل رہے تھے۔ آپ نے امیر المومنین حضرت علی کے بازو کو پکڑ کر بلند کیا تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ رسول نے حضرت علیؑ کی امامت کی تصریح نہیں فرمائی، بلکہ واضح طور پر سب کی آنکھوں کے سامنے ان کی جانشینی کا اعلان فرمایا۔ لہذا رسول کے بعد وہ ان کے تنہا جانشین تھے جنہیں دوسروں پر تقدم حاصل ہے اس لئے کہ انہوں نے کسی بت کے سامنے سجدہ نہیں کیا ہے۔ وہ ہر فضیلت اور کرامت میں دوسروں پر سبقت رکھتے ہیں، ہر جنگ میں ڈٹے رہے اور دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی وہی پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے قبلہ کی طرف نماز پڑھی، وہ قرآن اور علوم و احکام کے سب سے زیادہ جانکار ہیں۔ وہ رسول خداؐ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ رسول خداؐ سے رغبت و محبت کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے برتر تھے، بہترین بہادروں کے درمیان شمشیر آبدار کی حیثیت رکھتے تھے"۔

شاعر کا تعارف

سید جمال الدین ضیاء الدین ہادی بن ابراہیم بن حسن بن علی بن ابی طالب، یمنی صنعائی زیدی۔

یہ یمن کے ان علماء اور دانشوروں میں سے تھے جنہیں مختلف علوم و ادبیات پر تسلط حاصل تھا۔ "مطلع البدور" (۱) کے مؤلف (۲) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ مطلع البدور (ص ۳۵۹)

۲۔ احمد بن صالح محمد بن ابی رجال یمنی: یہ صنعاء میں ۱۰۲۹ھ کو پیدا ہوئے

''علامہ ابن وزیران کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں: امام ہادیؑ کی اولاد میں دنیا میں ان کے مانند کسی کو نہیں دیکھا، وہ مختلف علوم و دانش سے آگاہ تھے، نثر و نظم کے قالب میں مختلف علوم کو پھیلانے والے اور تقسیم کرنے والے ہیں، صاحب اسلوب بھی تھے، شظب میں پیدا ولادت ہوئی .....ان کی بہترین کتابیں یہ ہیں: کاشفۃ الغمۃ عن حسن سیرۃ امام الامۃ؛ کریمۃ العناصر فی الذب عن سیرۃ الامام الناصر؛ والسیوف المرھفات علی من الحد فی الصفات۔ ان کا نام تمام علماء کے یہاں، تمام شہروں میں زباں زد تھا، حتیٰ اپنی تعصبات کے باوجود مصر کے علماء کی نظر میں بھی قابل احترام تھے، وہ ان کا تذکرہ کرتے تھے؛ چنانچہ حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی مصری نے اپنی تاریخ میں ان کا اور ان کے بھائی کا تذکرہ کرتے ہوئے تعریف و توصیف کی ہے۔

یہ ۱۹؍ذی الحجہ ۸۲۲ھ کو ذمار میں دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے، ان کی ولادت ۲۷؍محرم ۷۵۸ھ میں ہوئی، ان کی وفات اہل خانہ کے لئے بڑی سنگین اور سخت تھی اس لئے کہ ان کے بعد متولیوں نے شہروں میں رہنے سے منع کر دیا تھا''۔

۷۶

حسن آل ابی عبدالکریم

و بـایـعــه فـی یوم أُحـد و خیبـر	لهـا فـی حـدود الحادثات فلول
و بیـعة خـم و الـنبیؐ خـطیبهـا	لها فی قلوب المسرکین نصول
و أحـمـد من فـوق الـحدائج رافع	یـمیـن عـلـی الـمرتضی و یقول
ألا فـاسمعوا ثم ارشدوا کل غائب	و یـصـغـی عـزیـز مـنکم و ذلیل
فـمـن کـنـت مـولاه فـمولاه حیدر	عـلـی و عـن رب الـسـمـاء أقول
عـلـی أمیـر الـمؤمـنین و من دعـا	ســواء بهــذا مبــطـل و جهـول
فـقـالـوا جـمـیـعـا یـا علی بخ بخ	ولـلـقـوم داء فی القلوب دخیل
فـمـن مثل مـولانـا عـلی الذی لـه	مـحـمـد خیـر الـمرسلین خلیل
فیـا رافـع الاسـلام مـن بعد خفضه	و نـاصـب دیـن الله حیث یمیل

''احد اور خیبر کے دن حضرت علیؑ نے رسول خداؐ کی بیعت کی، اسی بیعت کی وجہ سے زمانے کے گرم حوادث میں کمی آئی۔ نیز غدیر خم کی بیعت، رسول خداؐ نے اپنے خطبہ کے ذریعہ اس بیعت کا اعلان کیا، ایسا خطبہ دیا کہ (اس کی وجہ سے) مشرکوں کے دلوں پر تیر پیوست ہو گئے۔ احمدؐ علی مرتضیٰ کا داہنا ہاتھ پکڑے ہوئے ہودج کی بلندی سے فرمارہے تھے: آگاہ ہو جاؤ، غور سے سنو اور تمہارے درمیان جو نہیں ہیں ان تک پہونچادو، تم میں سے ہر عزیز و ذلیل کو یہ سننا چاہئے: جس کا میں مولا اور رہبر ہوں حیدر کرار علی بھی

اس کے مولا اور رہبر ہیں، میں آسمانوں کے پروردگار کی طرف سے یہ پیغام پہونچا رہا ہوں۔ صرف علی مومنوں کے امیر ہیں، ان کے علاوہ جو بھی خود کو امیر المومنین کہلوائے اس نے حکم الہی کو پامال کیا ہے، وہ انتہائی جاہل اور گنوار انسان ہے۔ چنانچہ سب نے رسول خداؑ کی جانشینی پر حضرت علیؑ کی خدمت میں تبریک وتہنیت پیش کی حالانکہ اس واقعہ سے دشمنوں کے دل چھلنی ہو گئے تھے۔ ہمارے مولا ''علیؑ'' کے مانند کون ہوسکتا ہے، جس کے خیر الانبیاء ''محمدؐ'' دوست اور محرم راز ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے پستی کے بعد اسلام کو بلندی عطا کی، دین خدا کو کجی کے بعد استوار کیا''۔

شاعر کا تعارف

شیخ حسن آل ابو عبد الکریم مخزومی؛ آٹھویں صدی ہجری کے شیعہ شاعر ہیں۔

ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو پائی اسی لئے احتمال دیا جاتا ہے کہ یہ وہی ابن راشدی ہوں گے جنہوں ۸۳۰ھ کے بعد نویں صدی ہجری میں وفات پائی، ہم نے اسی لئے اس شاعر کے حالات زندگی کو نویں صدی تک ملتوی رکھا۔ واللہ العالم
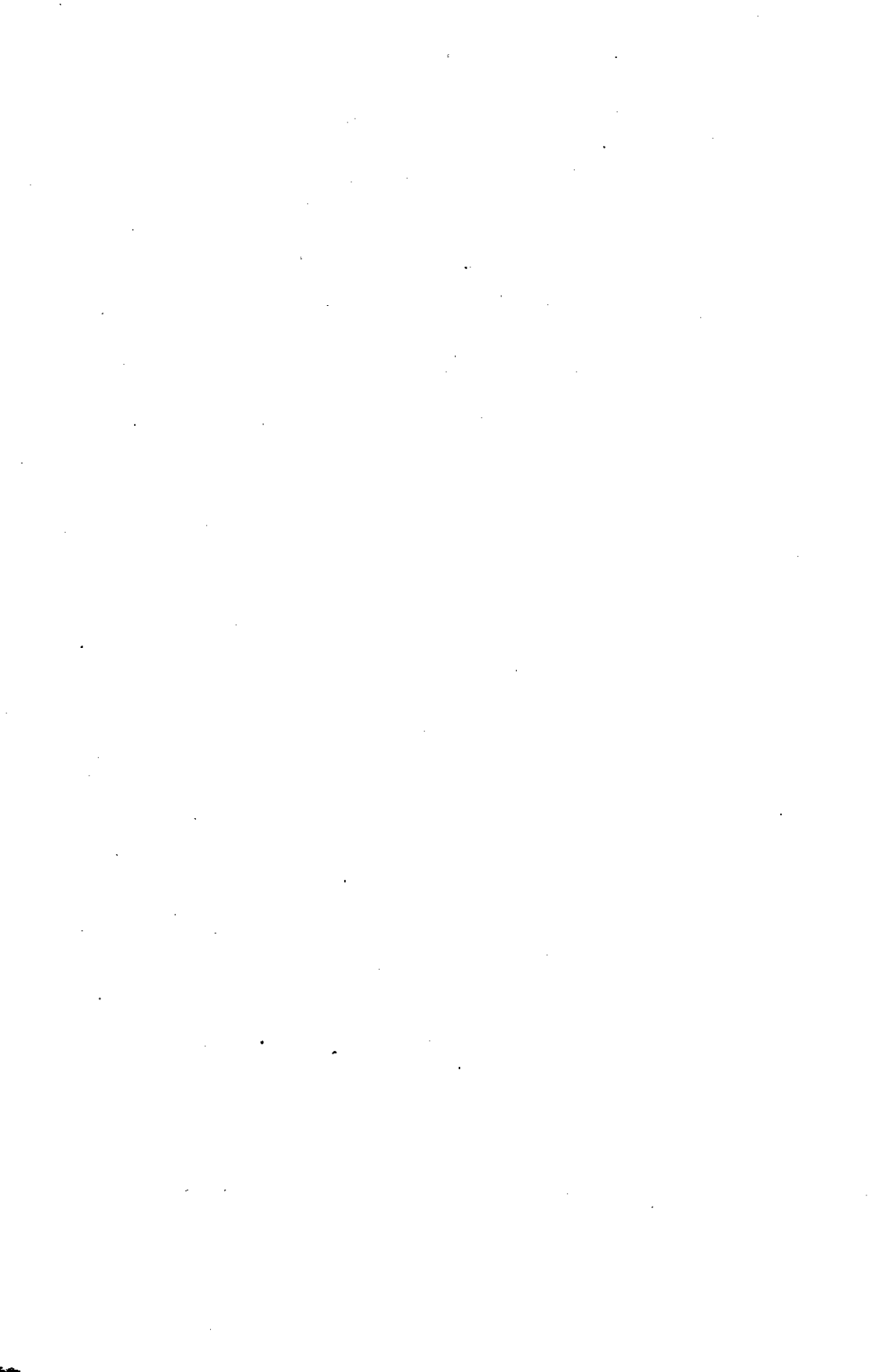
عندلیبان غدیر

(دسویں صدی ہجری)

۱۔ شیخ کفعمی

۲۔ عزالدین عاملی

۷۷

شیخ کفعمی

وفات ۹۰۵ھ

هـنيـا هـنيـأ ليـوم الـغـديـر — و يـوم الـحبـور و يـوم الـسـرور

و يـوم الـكـمـال لـديـن الالـه — و اتـمـام نـعـمـة رب غـفـور

و يـوم الـفـلاح و يوم الـنجـاح — و يـوم الـصـلاح لـكـل امـور

و يـوم الـعـمـارة لـلـمـرتـضـى — أبـى الـحسـنيـن الامـام الأمير

و يـوم الـخـطـابة مـن جبـرئيـل — بتـقـديـر رب عـليـم الـقـديـر

و يوم الـسـلام عـلـى الـمـصطفى — و عتـرتـه الأ طهـرين البدور

و يـوم الاشتـراط ولاء الـوصـى — عـلـى الـمـؤمـنيـن بيوم الغدير

و يـوم الـولاية فـى عـرضهـا — عـلى كل خلق السميع البصير

عـلـى الـوصـى وصـى الـنبـى — و غـوث الولى و حتف الكفور

و غيـث الـمـحول و زوج البتول — وصـنو الرسول السراج المنير

أمـان البـلاد و سـاقـى الـمعـاد — بيـوم الـمـعـاد بـعـذب نـمـير

هـمام الصفوف و مقرى الضيوف — و عـنـد الزحوف كليث هصور

و مـن قـد هـوى الـنجـم فـى داره — و مـن قـاتـل الـجن فى قعر بير

و سل عنه بدرا و أحدا تری لهطوات شجاع جسور
و سل عنه عمرا و سل مرحبا و فی یوم صفین لیل الهریر
و کم نصر الدین فی معرک بسیف صقیل و عزم مریر
و ستا و عشرین حربا رأی مع الهاشمی البشیر النزیر
امیر السرایا بأمر النبی و لیس علیه بها من أمیر

''غدیر کا دن مبارک ہو، مبارک ہو، خوشحالی، مسرت اور خوبصورتی کا دن۔ دین خدا کے کامل ہونے اور خدائے رحمان کے اتمام نعمت کا دن۔ فلاح و بہبود اور کامیابی کا دن، ایسا دن جس کے وسیلے سے تمام افعال صحیح ہوتے ہیں۔ علی مرتضی، حسنین کے والد گرامی اور امیر المومنین کی حکومت و بادشاہی کا دن۔ جبرئیل امین کے خطاب کرنے کا دن، جنہوں نے خدائے علیم وقدیر کا فرمان پہونچایا۔ محمد مصطفیؐ اور ان کے درخشاں خاندان کی سلامتی اور سلام کا دن۔ اپنے وصی کی ولایت کے سلسلے میں رسول خدا کا مومنوں سے شرط کرنے کا دن جو غدیر کا دن ہے۔ ایسا دن جب حضرت علیؑ کی ولایت ہر بینا و دانا مخلوق کے سامنے پیش کی گئی۔ حضرت علیؑ رسول خداؐ کے وصی، دوستوں اور چاہنے والوں کے فریاد رس اور کافروں کو ختم کرنے والے ہیں۔ وہ خشکیوں کی حیات بخش بارش اور زہرائے بتول کے شوہر ہیں، وہ رسول خداؐ کے مہربان چچازاد بھائی اور درخشاں چراغ ہیں۔ سرزمینوں کو امان دینے والے اور قیامت کے دن بندوں کو خوشگوار شربت سے سیراب کرنے والے ہیں۔ وہ شجاع یگانہ اور مہمانوں کی پذیرائی کرنے والے تھے، جنگی حملوں میں شیر ببر کے مانند تھے۔ انہیں کے گھر میں ستارہ اترا اور انہوں نے کنویں میں جن سے مقابلہ کیا۔ بدر و احد میں ان کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے کتنی شجاعت و بہادری کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ ان کی شجاعت عمرا اور مرحب سے پوچھیں، ان کی بہادری صفین کے دن اور لیلۃ الہریر میں ملاحظہ کریں۔(۱) انہوں نے کتنی ہی مرتبہ اپنے حملوں، شمشیر آبدار اور اپنے آہنی

۱۔ لیلۃ الہریر: اس رات کو کہتے ہیں جس رات امیر المومنین اور معاویہ کے لشکر کے درمیان شدید جنگ ہوئی، امام کے لشکر انتہائی کاری ضربیں شام کے لشکر پر لگائیں۔

ارادوں سے دین خدا کی نصرت کی ہے۔ انہوں نے چھبیس جنگوں میں بشیر ونذیر رسول خداؐ کے ساتھ رہ کر جنگ کی ہے۔ وہی رسول خداؐ کے حکم کے مطابق سریوں (۱) کے سردار تھے، جنگوں میں ان کے علاوہ کوئی سردار نہیں تھا''۔

شاعر کا تعارف

شیخ تقی الدین ابراہیم بن شیخ زین الدین علی بن.... بن شیخ اسماعیل حارثی ہمدانی خارفی عاملی کفعمی لویزی جبعی۔

یہ نویں صدی میں علم و ادب کو جمع کرنے والے علماء میں سے ہیں، ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے حدیث کے پرچم کو ہر جگہ لہرایا اور بہت سے نایاب اور مفید خزانوں کو حاصل کیا۔ لوگ ان کی تالیفات، ان سے منقول احادیث اور ان کے بے پناہ فضل سے مستفیض ہوتے تھے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ وہ ایک پرہیز گار، متقی اور بہترین صفات و جذبات کے حامل انسان تھے، یہ خصوصیات، طلائی گلوبند کی طرح ان کی زندگی میں درخشان تھے، انہوں نے اپنی محنتوں سے معاشرے کو درخشان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا وقیع سلسلۂ نسب نور ولایت سے روشن ہوتے ہوئے عظیم تابعی ''حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی'' تک پہونچتا ہے، یہ علوی شخصیت جو عظیم مقام و مرتبہ اور واضح برہان کی حامل تھی، شیعی فقہاء میں شمار ہوتی ہے، اس شاعر کے بھائی کی نسل میں شیخ بہائی کے والد گرامی ''شیخ حسن'' (۲) بھی ہیں، خدا ان کی مغفرت کرے، دائرۃ المعارف کی کتابوں میں ان کا تذکرہ کر کے مدح وستائش کی گئی ہے۔ (۳)

۱۔ سریہ: ان جنگوں کو کہتے ہیں جن میں رسول خداؐ شریک نہیں تھے۔

۲۔ ان کا تذکرہ اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۶۷۔۱۱۶۹ پر ہوگا

۳۔ ان کے حالات زندگی ان کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں: امل الآمل (ج ۱ ص ۲۸ نمبر ۵)؛ ریاض العلماء (ج ۱ ص ۲۱)؛ روض الجنات ص ۶ (ج ۱ ص ۲۰ نمبر ۲)

بعض گرانقدر تالیفات

۱۔ المصباح؛ ۸۹۵ھ میں تالیف کی گئی۔

۲۔ البلد الامین

۳۔ شرح الصحیفۃ

اس شاعر کے والد گرامی ''شیخ زین الدین علی'' ہیں جو شیخ بہائی کے دادا کے دادا تھے، وہ شیعی عالم اور برجستہ فقیہ تھے، ان کے فرزند (متذکرہ شاعر) نے ان سے نقل روایت کی ہے اور عظیم اور متقی فقیہ کے عنوان سے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

کشف الظنون (۱) کے مطابق: عظیم شاعر شیخ کفعمی نے ۹۰۵ھ میں کربلائے معلیٰ میں وفات پائی، انہوں نے اپنے خانوادے سے وصیت کی کہ انہیں عقیر (۲) نامی جگہ پر حائر مقدس میں دفن کریں۔

۱۔ ملاحظہ ہو: ج ۲ ص ۶۱۷؛ طبع دوم ص ۱۹۸۲

۲۔ شاید ''عقر'' کربلا کے اطراف کی کوئی جگہ ہو جیسے غاضریہ اور شط فرات۔ چنانچہ جب امام حسین نے اس جگہ کا نام پوچھا تھا تو ایک جواب یہ بھی دیا گیا تھا کہ اس کا جگہ کا نام عقر ہے اور حضرت نے فرمایا تھا: اعوذ باللہ من العقر ''میں عقر سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں''۔ یا عقر نام رکھنے کی علت یہ ہو کہ لغت میں عقیر کا مطلب مقتول شریف ہے۔

۷۸

عزالدین عاملی

الــــی م الام و امــــری شهیـــر	و اشفـق مـن کـل نـذل حقیـر
و حبــی الـنبـی و آل الـنبـی	و قـول بـالـعـدل نـعـم الخفیر
ولـــی رحـم تـقـتـضـی حـرمة	ولـی نسبة بـولائی الـخـطیـر
فـلـی فـی الـمـعـاد عماد بهم	ولـی فـی الـقیـام مقـام نضیـر
لانـــی انــادی لـدی الـنـائبـا	ت و الـخـوف من أن ذنبی کبیر
أخـا الـمـصـطـفـی و أبا السیدین	و زوج البتـول و نـجـل الظهیر
و مـحـبـوب رب حـمـیـد مـجـیـد	و خیـــر نبـــی بشیـــر نـذیـر
و نـور الـظـلام و کـافـی العظام	و مـولـی الانــام بـنص الغدیـر
مـجـلـی الـکـروب علیم الغیوب	نـقـی الـجیـوب بـقـول الخبیر
و اقـضـی الانـام و اقـصـی المرام	و سیف السلام السمیع البصیر

''مجھے ملامت کیسے کی جاسکتی ہے حالانکہ سب ہی میرے شغل وعقیدہ سے باخبر ہیں، میں ہر پستی و ضلالت سے دورر ہتاہوں۔ رسول خداؐ اوران کے اہل بیت سے محبت ودوستی اور عادلانہ باتیں، میرے بہترین حامی ونگہبان ہیں۔ میری نسل لائق احترام ہے، ولایت عظمیٰ سے میرا ارتباط ہےاور قیامت کے دن میرا تکیہ گاہ وہی ہے۔ میں قیامت میں نیک مرتبے پر فائز رہوں گا۔ کیونکہ میں سختیوں اور پریشانیوں

میں ایسے کی نصرت چاہتا ہوں جو رسول کے بھائی، حسنین کے والد گرامی، فاطمہ کے شوہر اور رسول خداؐ کے یاور و ناصر ہیں۔ایسی شخصیت کے حامل تھے جس کی خدا نے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے ستائش کی ہے ،وہ بہترین رسول بشیر ونذیر کے محبوب تھے۔وہ تاریکیوں کو روشن کرنے والے اور تمام عظمتوں کے حامل ہیں۔حدیث غدیر میں رسول خدا کی تصریح کے مطابق تمام لوگوں کے رہبر ہیں۔یہ وہی ہیں جنہوں نے مصیبتوں کو ختم کیا،غیب سے باخبر تھے اور پاک ومطہر تھے،وہی قضاوت کے عنوان سے بہترین انسان اور لوگوں کی انتہائی آرزو اور خداوند سلام (۱)، سمیع وبصیر کی شمشیر ہیں''۔

شاعر کا تعارف

عز الدین شیخ حسین بن عبد الصمد بن شمس الدین محمد بن زین الدین علی بن بدر الدین حسن بن صالح بن اسماعیل حارثی ہمدانی عاملی جبعی۔

یہ اس خاندان کی فرد ہیں جو حضرت علیؑ کے عہد میں اہل بیت عصمت وطہارت کی دوستی ومحبت کی وجہ سے عظمت وشرافت سے بہرہ مند ہوا۔یہ بات لائق توجہ ہے کہ امیر المومنین نے وفات کے وقت ان کے جد اعلیٰ یعنی حارث بن عبد اللہ اعور ہمدانی خارفی (۲) کو صحیح عقیدہ ومحبت اور خالص ایمان کی بشارت دی تھی۔

امیر المومنینؑ نے جنگ صفین میں قبیلہ ہمدان (جس میں اس شاعر کے دادا عظیم بہادر حارث بھی

۱۔خداوند عالم کا ایک نام سلام ہے؛سورۂ حشر کے آخر میں ہے:﴿هُوَ اللهُ الَّذِی لاَإِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْمَلِکُ الْقُدُّوسُ السَّلاَمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحَانَ اللهِ عَمَّا يُشْرِکُونَ﴾''وہ اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہ بادشاہ، پاکیزہ صفات، بے عیب، امان دینے والا، نگرانی کرنے والا، صاحب عزت، زبردست اور کبریائی کا مالک ہے، وہ ان تمام باتوں سے پاک وپاکیزہ ہے جو مشرکین کیا کرتے ہیں''۔(حشر/۲۳)

۲۔خارفی: خارف سے منسوب ہے جو ہمدان کی ایک نسل تھی انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی۔کہا جاتا ہے کہ حوت سے منسوب حوتی بھی ہمدان کی ایک نسل ہے

موجود تھے) کی اس طرح ستائش کی ہے: **یا معشر همدان انتم درعی و رمحی ما نصرتم الا الله و ما اجبتم غیره** ''اے ہمدان کے لوگو! تم لوگ میرے لئے جنگ کے نیزہ و شمشیر ہو، تم نے خدا کے علاوہ کسی اور کی مدد نہیں کی خدا کے علاوہ کسی اور کا حکم نہیں مانا''۔

اس عظیم خاندان میں عظمت و شرافت کے بانی (حارث ہمدانی) امیر المومنین کے نزدیکی ناصر اور حضرت کی ولایت میں فانی تھے، وہ عظیم شیعہ فقیہ اور یگانۂ روزگار تھے، بعض اہل سنت نے بھی ان کی مدح وستائش کی ہے۔(۱)

ذہبی ''میزان الاعتدال'' میں ان کے متعلق لکھتے ہیں: وہ عظیم تابعی عالم تھے۔(۲) ذہبی ایک دوسری جگہ اور ابن حجر ''تہذیب التہذیب'' میں ابو بکر بن ابی داؤد سے نقل کرتے ہیں: کان الحارث افقه الناس و احسب الناس وافرض الناس وتعلم الفرائض من علی ''حارث بہترین فقیہ، عظیم خاندانی فضیلت کے حامل اور علم فرائض (ارث) کے سب سے زیادہ واقف کار تھے، انہوں نے فرائض کا علم حضرت علی سے سیکھا تھا''۔(۳)

خلاصۃ تہذیب الکمال میں ہے: وہ شیعہ عالم تھے۔(۴)

ذہبی کی میزان الاعتدال کے مطابق: حارث ہمدانی کی وفات ۶۵ ھ ہوئی ہے۔(۵)

متذکرہ شاعر (شیخ حسین) شیعی عالم، فقہ واصول، کلام وریاضی وادب میں برجستہ دانشور اور اس صدی کی بہترین شخصیت کے حامل تھے؛ ایسی چمک تھے جس نے اس عہد کی پیشانی پر نورافشانی کی، ایسی خوشبو تھے جس کے عطر نے اس زمانے کی پوری فضا کو معطر کر دیا، ان کے ہم عصر اور بعد کے علماء نے مختلف علوم میں ان کی سبقت و پیش قدمی کا اعتراف کیا ہے۔(۶)

۱۔صرف بعض لوگ، جن کے دل میں اہل بیت کی دشمنی تھی، وہ ایسی چیزوں کی تلاش میں تھے تاکہ شیعوں پر عیب لگا سکیں؛ اسی لئے انہوں نے ان کے بارے میں جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں اور اس عظیم شخصیت کے حامل انسان پر تہمت طرازی کی ہے جو ایک محقق انسان کے نزدیک قطعی اہمیت نہیں رکھتیں۔

۲۔میزان الاعتدال ج۱ص۲۰۲ (ج۱ص۴۳۵نمبر۱۶۲۷)

۳۔تہذیب التہذیب ص۱۴۵ (ج۲ص۱۲۶)

۴۔خلاصۃ الخزرجی ص۸۵ (ج۱ص۱۸۴نمبر۱۱۴۲)

۵۔میزان الاعتدال (ج۱ص۴۳۷نمبر۱۶۲۷)

۶۔کشکول شیخ بحرانی مؤلف کتاب حدائق (ج۲ص۲۰۲)؛ بحار الانوار (ج۱۰۹ص۱۶۵نمبر۷۹)

ریاض العلماء میں ہے: وہ مرد فاضل، عظیم عالم، اصولی، مناظر، فقیہ، محدث اور برجستہ شاعر تھے، فن معما گوئی میں مہارت حاصل تھی، اپنے بیٹے شیخ بہائی کے ساتھ ان کے مشہور معما ہیں، انہوں نے بھی اپنے والد کے معموں کا بہترین جواب دیا ہے۔ ان کے بعض مشہور معمے مجالس ادب میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔(۱)

امل الآمل میں مرقوم ہے: وہ برجستہ دانشور، باریک بیں محقق اور تمام علوم میں تبحر تھے اسی طرح ایک سخن پرداز ادیب، عظیم شاعر بلند ہمت انسان اور شہید ثانی کے لائق اعتماد اور فاضل شاگرد تھے۔(۲)

ایران کے بادشاہ ''شاہ طہماسب صفوی'' اس انسان کے فضل و دانش سے باخبر تھا، وہ ان کے مقام و مرتبہ کے پیش نظر ان کا خصوصی احترام کرتا تھا، قزوین میں شیخ الاسلام کے مرتبہ پر فائز کیا بعد میں خراسان میں اور اس کے بعد ہرات میں اسی مرتبہ پر فائز کیا، اسی طرح اس نے تعلیم و تدریس کی کرسی ان کے حوالے کیا، وہ استاد کرکی کے بعد ان کے ہم عصر تمام علماء پر ان کو برتری دیتا تھا۔

ان کے بعض آثار و کارنامے:

۱۔شرح قواعد
۲۔الفیہ شہید پر دو شرحیں
۳۔الرسالۃ الطہماسبیۃ فی الفقۃ
۴۔الرسالۃ الوسواسیۃ

ولادت و وفات

اس عظیم شاعر نے یکم محرم الحرام ۹۱۸ھ کو دنیا میں آنکھیں کھولیں اور ۸ ربیع الاول ۹۸۴ھ کو بحرین کے ایک شہر ہجر کے مضافات میں مصلی نامی ایک دیہات میں وفات پائی مجموعی طور پر چھانچھٹ (۶۶) سال دو مہینے ساتھ دن کی عمر پائی۔

اس عظیم شاعر کے والد کے چچا ''شیخ ابراہیم کفعمی ہیں۔(۳)

۱۔ریاض العلماء (ج ۲ ص ۱۰۹)
۲۔امل الآمل (ج ۱ ص ۴۷ نمبر ۶۷)
۳۔ان کے حالات زندگی صفحہ ۱۱۶۶ پر پیش کیے گئے۔

عندلیبان غدیر

(گیارہویں صدی ہجری)

۱۔ابن ابی شافین بحرانی
۲۔زین الدین حمیدی
۳۔شیخ بہائی
۴۔حرفوشی عاملی
۵۔ابن ابی الحسن عاملی
۶۔شیخ حسین کرکی
۷۔قاضی شرف الدین
۸۔سید ابو علی انسی یمنی
۹۔سید شہاب ابو معتوق موسوی
۱۰۔سید علی خان مشعشعی
۱۱۔سید ضیاء الدین یمنی
۱۲۔مولی محمد طاہر قمی
۱۳۔قاضی جمال الدین مکی
۱۴۔ابو محمد بن شیخ صنعان

۷۹

ابن ابی شافین بحرانی

وفات/۱۰۰۱ھ

وسار النبی الطهر من ارض مکة　　و قد ضاق ذرعاً بالذی فیه اضمروا

ولما اتیٰ نحو الغدیر برحله　　تلقاه جبرئیل الامین یبشر

بنصب علی و الیاً و خلیفة　　فذلک و حی الله لایتأخر

فرد من القوم الذین تقدموا　　و حط اناس رحلهم قد تأخروا

ولم یک تلک الارض منزل راکب　　بحر هجیر ناره تتسعر

رقی منبر الاکوار طهر مطهر　　و یصدع بالامر العظیم و ینذر

فأثنی علی الله الکریم مقدساً　　وثنی بمدح المرتضی و هو مخبر

بأن جاء نی فیه من الله عزمة　　و ان أنا لم اصدع فانی مقصر

و انی علیٰ اسم الله قمت مبلغاً　　رسالته والله للحق ینصر

علی اخی فی امتی و خلیفتی　　و ناصر دین الله و الحق ینصر

و طاعته فرض علی کل مؤمن　　و عصیانه الذنب الذی لیس یغفر

ألا فاسمعوا قولی و کونوا لامره　　مطیعین فی جنب الاله فتوجروا

الیست باولی منکم بنفوسکم　　فمولاه بعدی والخلیفة حیدر

فقال الا من کنت مولاه منکم　　فمولاه بعدی والخلیفة حیدر

''رسول پاک نے حجۃ الوداع کو انجام دیا اور سرزمین مکہ سے باہر آئے حالانکہ ان کے دل میں اہم مسئلہ موجود تھا، اسے آشکار ہونا چاہئے تھا، اس کی وجہ سے ان کا ہاتھ بندھا ہوا اور دل تنگ تھا۔ چنانچہ قافلہ غدیر کے نزدیک پہونچا جبرئیل امین یہ بشارت لے کر نازل ہوئے کہ علی کو جانشینی اور خلافت کے لئے معین کردیں، یہ وحی الٰہی ہے، اس سے سرپیچی نہیں ہونی چاہئے۔ جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے انہیں واپس بلایا اور پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار کیا۔ وہ ایسی سرزمین تھی کہ شدت حرارت کی وجہ سے ہر سوار کا اونٹ سے نیچے آنا مشکل تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے آگ شعلہ ور ہو۔ رسول خداؐ پالان شتر کے منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کے اہم پیغام کو آشکار کرتے ہوئے سب تک پہونچا دیا۔ پہلے خدائے بزرگ و برتر کی مدح وثنا کی پھر مرتضیٰ کی مدح وستائش کرتے ہوئے فرمایا: خداوند عالم نے علی کے سلسلے میں ایک واجب میری گردن پر رکھا ہے کہ اگر میں اسے بیان نہ کروں تو گویا کوتاہی کی ہے، میں نے خدا کے نام سے اپنی رسالت کو قائم رکھتے ہوئے تمام لوگوں تک پہونچا دیا، خدا ہی حق کے ابلاغ میں نصرت کرتا ہے، علیؑ میری امت کے درمیان، میرا بھائی اور میرا جانشین ہے، وہی دین خدا کی نصرت کرتا ہے اور حق وحقیقت ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں، علی کی اطاعت ہر مومن پر واجب ہے، اور اس کی اطاعت سے سرپیچی ناقابل معافی گناہ ہے۔ ہاں! میری یہ بات سماعت کے ذریعہ دل میں اتارلو اور ہمیشہ اس کی اطاعت کرتے رہو، خدا کو ملحوظ خاطر رکھو تاکہ بہرہ مند ہو سکو۔ کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ بااختیار نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ، یہ خدا کا فرمان ہے جو بیان کیا جا رہا ہے۔ پھر فرمایا: آگاہ ہو جاؤ جس کا میں مولا اور رہبر ہوں یہ علی بھی اس کا رہبر ہے، میرا برحق جانشین حیدر ہے''۔

ہم نے یہ چند اشعار پانچسو اسی (۵۸۰) اشعار پر مشتمل ابن ابی شافین کے طویل قصیدے سے اخذ کیا ہے، یہ قصیدہ قدیم کے خطی نسخوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

شاعر کا تعارف

شیخ داؤد بن محمد بن ابی طالب، ابن شافین کے نام سے مشہور تھے، جفصی بحرانی کے جد تھے، دسویں

صدی کے ممتاز افراد میں سے تھے، بہت سی خصوصیات و مفاخرات سے آراستہ تھے۔ ادبی کتابوں اور عربی کی دائرۃ المعارف میں پراگندہ طور پر ان کے اشعار ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، محفلوں میں ان کے اشعار زباں زد خاص و عام تھے، جہاں بھی علم کی گفتگو چھڑتی تھی، ان کی ندرت کا تذکرہ ضرور ہوتا تھا، وہ شعر کی باریکیوں اور اسرار سے پوری طرح آگاہ تھے۔

سید علی خان نے ''السلافۃ'' میں ان کا تذکرہ کر کے اس طرح تعریف کی ہے:

''وہ ایسا موجیں مارتا ہوا دریا ہے جس کا پانی تلخی و آلودگی سے دور انتہائی خوشگوار ہے، وہ درخشاں اور نورانی ماہتاب ہے، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بے باک اور دلیر شیر، طبیعت میں عظیم مرتبہ پر فائز اور عزت نفس میں مشہور و معروف ہیں، ان کی منزلت نصف النہار کے سورج سے بھی بالاتر ہے، ان کے عہد میں کوئی بھی ان کے پایہ کا نہیں تھا، علم و دانش میں ایسے فاضل ہیں کہ کوئی بھی ان سے برتر نہیں، شعر و ادب کی دنیا میں فصل الخطاب کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے کلام کی دھار کو زمانہ کند نہیں کرسکتا، اگر گفتگو کی شمشیر کو کھینچ لیں تو مقصود و مطلوب تک پہونچ جاتے ہیں، اگر ان کے سخن کی خوشبو پھیل جائے تو تمام فضا کو معطر کر دیتی ہے، ان کے اشعار نسیم صبح کی لطافت سے بھی زیادہ لطیف اور ٹھنڈی ہواؤں سے بھی زیادہ خوشگوار ہیں، ان کے موزوں اور متناسب کلمات جواہر نشان کپڑوں کی طرح مرتب رہتے ہیں، ان کے کلام کی خوبصورتی شہرۂ آفاق ہے''۔(۱)

۱۔ سلافۃ العصر ص ۵۲۹ (ص ۵۲۱۔۵۲۲)

۸۰

زین الدین حمیدی

وفات/۱۰۰۵ھ

لم یملہ عن التقی زخرف اللھو	ولا مال قط للأھواء
بت زھداً طلاق دنیاہ	ما غر بأم الغرور بالاغراء
الحسیب النسیب اول لاق	من ثنیات نسبة الاقرباء
الوزیر المشیر بالصواب فی الحو	بالذی قد علا علی الجوزاء
و کفاہ حدیث من کنت مولا	ہ فخاراً ناھیک ذا من ثناء

''دنیا کی آلودگیوں اور بیہودگیوں نے انہیں تقوئے الٰہی سے کبھی دور نہیں رکھا، وہ خواہشات نفس کے کبھی اسیر نہیں ہوئے، انہوں نے زہد و پارسائی کی وجہ سے دنیا کو ترک کر کے اسے طلاق دیا، فریبی دنیا انہیں دھوکہ نہیں دے پائی۔ بہترین اور پاک خاندان کے حامل تھے کہ رشتہ داروں میں رسول خداؐ سے سب سے زیادہ نزدیکی رشتہ داری کے حامل تھے۔ جنگوں میں رسول خداؐ کے سچے جانشین اور مشاور تھے، ان کا مقام و مرتبہ جوزاء (ایک آسمانی مخلوق) سے بھی بالاتر تھا۔ ان کی عظمت و منزلت کے لئے ''من کنت مولاہ...'' کی حدیث ہی کافی ہے۔ اس کے بعد کسی دوسری مدح و ثنا کی ضرورت ہی نہیں''۔

یہ چند اشعار اس عظیم قصیدے سے نقل کئے گئے ہیں جو ۱۳۲۷ اشعار پر مشتمل ہے، شاعر نے یہ قصیدہ رسول خدا کی مدح میں کہا ہے اور اس کا نام ''الدر المنظم فی مدح النبی الاعظم'' رکھا ہے،

۱۴۹ صفحات پر مشتمل ان کے دیوان میں یہ قصیدہ دیکھا جاسکتا ہے جو ۱۳۱۱ھ کو بولاق میں شائع ہوا، صفحہ ۵۔۲۲ پر یہ قصیدہ موجود ہے۔

شاعر کا تعارف

زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد (۱) بن علی حمیدی۔ مصر کے عظیم کتاب نویس (خطاط) تھے، شہاب خفاجی نے اپنی کتاب ''ریحانۃ الالباء'' میں ان کی توصیف کی ہے۔ (۲)

۱۔ ریحانۃ الادب وخلاصۃ الاثر میں احمد کی جگہ محمد مذکور ہے۔

۲۔ ریحانۃ الالباء ص ۲۷۰ (ج ۲ ص ۱۱۴ نمبر ۱۱۲)

۸۱

بہاءالملۃ والدین (شیخ بہائی)

ولادت/۹۵۲ھ

وفات/۱۰۳۱ھ

علـــی امیـــری و نـعـم الامیـــر مـجیری غداً من لهیب السعیر

و کـــان لأحـــمـد نـعـم الـنـصیـر وواخـــاه أمـــراً غـدلـة الـغدیـر

مـــن الـلـــه نـصـا بــه و اختیـاراً

عـــلـــی امـــامـــی و الا فـــلا و من خـصـه الـلـه رب العلا

تـــولیتـــه و هـــو عـــقـد الـولا أعـــز الـوری و أجـل الـمـلا

مـحلاً و أزکـی قـریـش نجاراً

''علیؑ میرے رہبر ہیں اور کتنے اچھے رہبر ہیں، کل قیامت کے دن مجھے آتش جہنم سے نجات دلائیں گے، وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین ناصر تھے، غدیر خم کے دن خدا کے حکم وانتخاب سے اپنی جانشینی کے لئے منتخب فرمایا۔ صرف علیؑ میرے رہبر اور امام ہیں کوئی دوسرا نہیں، ان کو خداوند عظیم نے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ میرے دل میں ان کی ولایت ومحبت موجود ہے۔ وہ ولایت کے موتی اور بہترین مخلوق ہیں، مخلوقات میں بلندترین مرتبہ کے حامل ہیں، خاندان قریش میں ان کا خاندان پاک و پاکیزہ ہے''۔

شاعر کا تعارف

شیخ محمد بن حسین بن عبد الصمد حارثی عاملی جبعی ۔ شیخ الاسلام، بہاء الملۃ والدین اور استاد الاساتذہ ومجتہدین تھے ۔ مختلف علوم وفنون میں ان کی مہارت اور فضل ودانش اور دینداری میں ان کی مسلم حیثیت شہرۂ آفاق تھی؛ اسی لئے ان کے مقام ومرتبہ کے سلسلے میں مدح وستائش اور گفتگو کی چنداں ضرورت نہیں، جن لوگوں کو انہیں پہچاننا چاہئے وہ پہچانتے ہیں، وہ ایک فقیہ محقق، خداشناس حکیم، کامل واکمل عارف، ندرت پسند مؤلف، نکتہ سنج اور برجستہ مناظر، ادیب شاعر اور تمام علوم وفنون کے مالک تھے، امت مسلمہ میں نابغہ روزگار اور دانشوروں اور علم ودین کے پہلوانوں کے درمیان انگوٹھی میں نگینہ کی حیثیت رکھتے تھے ۔ چنانچہ محبی نے اپنی کتاب ''خلاصہ'' ان کی مدح وستائش کرتے ہوئے لکھا ہے:

شیخ بہائی کی بہت سی کتابیں اور تحقیقات ہیں، ان کی شخصیت اس قابل ہے کہ ان کے حالات زندگی قلمبند کیئے جائیں اور ان کی فضیلتوں کو منتشر کر کے دنیا کو ان کی فضیلتوں اور عظمتوں سے آشنا کیا جائے، وہ تنہا ایک امت تھے، اس لئے کہ انہوں نے تمام علوم کو حاصل کیا تھا اور تمام علوم وفنون کے باریک نکات پر بھی مسلط تھے، میری نظر میں زمانہ ان کی نظیر لانے سے قاصر ہے ۔ مختصر یہ کہ ان کے حالات کی حیرت انگیز باتیں ابھی سماعت تک نہیں پہونچی ہیں'' ۔ (۱)

ان کا سلسلۂ نسب بزرگ علوی مذہب تابعی ''حارث ہمدانی تک پہونچتا ہے، شیخ بہائی کے والد محترم (شیخ حسین) کے حالات کے ذیل میں حارث ہمدانی کے متعلق قدرے گفتگو کی گئی ۔ (۲)

ان کے حسب حال حالات زندگی اور مدح وستائش بہت سی ان کتابوں (۳) میں دیکھی جاسکتی ہیں جو علماء کے حالات زندگی کے سلسلے میں لکھی گئیں ہیں ۔

---

۱ ۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ج ۳ ص ۴۴۰

۲ ۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۶۷ ۔ ۱۱۶۹ پر

۳ ۔ امل الآمل ص ۲۸۹ (ج ۱ ص ۱۵۵ نمبر ۱۵۸)؛ ریحانۃ الالباء، شہاب الدین خفاجی ص ۱۰۳ ۔ ۱۰۷ (ص ۲۰۷ ۔ ۲۱۴)؛ جامع الرواۃ، مقدسی اردبیلی (ج ۲ ص ۱۰۰)؛ اجازات البحار ص ۱۲۳ (بحار الانوار ج ۱۰۹ ص ۱۰۸ نمبر ۲۶)

اساتذہ اور مشائخ

شیخ بہائی نے اپنی عمر کا اکثر حصہ کسب علوم کے لئے سفر کرتے ہوئے گذارے ہیں، اپنے گمشدہ کی تلاش میں دور دراز علاقوں کو روندتے ہوئے اپنی آرزو کی تکمیل کے سلسلے میں بہت سے شہروں اور ملکوں کا سفر کیا ہے اور دین و مذہب کے علماء و روٗساء، مختلف علوم وفنون کے استادوں اور دانشوروں نیز نابغہ روزگار شخصیتوں سے ملاقات کی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ علوم وفنون اور قرأت کی تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں ان کے اساتذہ نیز ان کے مشائخ روایت بہت زیادہ ہیں؛ ان میں بعض یہ ہیں:

۱۔ ان کے والد گرامی؛ شیخ حسین بن عبدالصمد

۲۔ شیخ محمد بن محمد بن ابی لطیف مقدسی شافعی

۳۔ شیخ ملا عبداللہ یزدی، صاحب حاشیہ (متوفی ۹۸۱ھ)

شیخ بہائی کے تلامذہ اور رواۃ

بہت سے بزرگ علماء نے ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے ہوئے ان سے علوم دین اور فلسفہ و ادب حاصل کیا ہے؛ اسی طرح بہت سے مشہور دانشوروں نے ان سے روایت کی ہے۔ علامہ امینیؒ نے الغدیر میں ان کے شیعہ و سنی شاگردوں میں سے ۹۷ر افراد کا نام حروف الف باء کی ترتیب سے درج کیا ہے۔(۱)

شیخ بہائی کی گرانقدر تالیفات

موت سب کا مقدر ہے چنانچہ موت نے شیخ بہائی کو بھی نگاہوں سے اوجھل کر دیا لیکن ان کے بے پناہ علمی کارنامے اور قیمتی تحریریں، انہیں عرصہ گیتی پر زندہ رکھیں گے؛ یہاں آپ کی خدمت میں مختلف علوم

۱۔ الغدیر ج۱۱ص۲۳۱۔۲۴۳

میں ان کی بعض گرانقدر کتابوں کا نام پیش کیا جارہا ہے:

۱۔العروۃ الوثقی (علم تفسیر میں، مطبوعہ)
۲۔جامع عباسی (علم فقہ میں، مطبوعہ)
۳۔تشریح الافلاک (مطبوعہ)
۴۔حبل المتین (مطبوعہ)
۵۔زبدۃ الاصول (مطبوعہ)
۶۔خلاصۃ الحساب (مطبوعہ)
۷۔الفوائد الصمدیۃ (مطبوعہ)

ولادت

شیخ بہائی کی تاریخ ولادت کے سلسلے میں سب سے معتبر نظریہ ریاض العلماء کے مولف کا ہے، وہ ان کے حالات زندگی میں، ان کے والد گرامی شیخ حسین کے خطی نسخے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''یہ مبارک مولود ۳رصفر ۹۵۰ھ کو دوشنبہ (سوموار) کی رات کو پیدا ہوا، اس کا بھائی ابوالفضائل محمد بہاء الدین (خدا اسے ہمیشہ صالح اور ہدایت یافتہ قرار دے) ۷رذی الحجہ ۹۵۰ھ کو چہارشنبہ (بدھ) کے دن غروب کے وقت پیدا ہوا''۔(۱)

وفات

علماء کی نظر میں شیخ بہائی کی معتبر تاریخ وفات ۱۰۳۰ھ ہے، انہوں نے اصفہان میں وفات پائی ،وصیت کے مطابق مشہد مقدس میں، ان کو ان کے گھر میں ان کی آرامگاہ کے جوار میں دفن کیا گیا۔

۱۔ریاض العلماء (ج۲ص۱۱۰)

۸۲

حرفوشی عاملی

وفات/۱۰۵۹ھ

مــن یــلتــوی قــرضــابـــه	فیـــه التــواء الافــوانـــه
حتـــی یـــرویــــه ویـــر	وی من دم الـجـانـی سنانـه
و یـــنــکـــص الـــرایـــات تـــع	ثـر بـالـجـمـاجم من جبانـه
و اســـأل بـــخـــم کـــم لـــــه	الـمـختـار من فـضـل أبـانـه
و اهلاً لـــــه اطـــلـــقـــت	اعــداؤه شــوطــاً عــنــانــه

’’جس نے پیچ وتاب کھاتے ہوئے نرسانپ کو اپنے شمشیر آبدار سے نچایا۔

تا کہ اسے سیراب کرسکیں، وہ گذشتہ افراد کے مظالم کے خون سے اس کی نوک کو سیراب کرتے تھے۔

دشمنوں کے پرچم کو واپسی اور فرار پر مجبور کردیتے تھے، حالانکہ یہ پرچم ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ صحرا میں نبرد آزما ہیں۔

ان کے مقام و مرتبہ کے متعلق خم کی سرزمین سے سوال کریں کہ رسول خداؐ نے ان کے بہت سے فضائل و مناقب کو واضح و آشکار کیا۔

اگر ان کے دشمن ان سے جنگ و جدال کو ایک لحہ بھی ترک کردیتے تھے تو کیا ہوتا‘‘۔

شاعر کا تعارف

شیخ محمد بن علی بن احمد حرفوشی (۱) حریری شامی عاملی۔

ایسی برجستہ شخصیت کے حامل تھے جسے بہت سے علمائے علم و ادب پر تقدم حاصل تھا، وہ نایاب دانشوروں میں سے ایک تھے، وہ ہر فضیلت کی طرف مشتاقانہ طریقے سے آگے بڑھے اور ہر کرامت کو اعلیٰ مرتبہ پر حاصل کیا، ایسا لگتا ہے جیسے تمام فضائل و مناقب دائرے کی طرح ان کا حصار کئے ہوتے تھے۔

شیخ حر عاملی ان کی زندگی کے متعلق امل الآمل میں لکھتے ہیں:

''وہ فاضل دانشور، باریک بین، برجستہ، ماہر، محقق، مدقق، شاعر، ادیب مولف، حافظ اور اپنے عہد میں عربی علوم سے سب سے زیادہ آشنا تھے''۔ (۲)

علامہ مجلسی نے بھی بحار الانوار میں مولف ''السلافۃ'' کے حوالے سے ان کی مدح و ستائش کی ہے۔ (۳)

مستدرک کے مطابق شہید ثانی کے پوتے ''شیخ علی زین الدین'' نے ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا ہے اور سید ہاشم احسائی نے ان سے روایت کی ہے۔ (۴)

ان کے بعض گرانقدر کارنامے یہ ہیں:

۱۔ شرح قواعد شہید
۲۔ شرح الزبدہ (اصول میں)
۳۔ شرح صمدیہ (نحو میں)
۴۔ مختلف النحاۃ (نحو میں)

۱۔ حرفوش کے خاندان سے منسوب ہے، وہ اپنے پردادا یعنی امیر حرفوش خزعی سے منسوب ہیں، جب ابو عبیدہ ابن جراح نے بعلبک پر حملہ کیا تھا تو وہ (امیر حرفوش) فرقہ کے لشکر میں پرچم دار تھے، ان کی اصالت عراق کے خزاعہ سے ہے؛ ملاحظہ ہو: اعیان الشیعۃ ج ۵ ص ۳۴۸ (ج ۲ ص ۲۱۶)

۲۔ منہج المقال ص ۳۵۲ (ج ۱ ص ۱۶۲ ۱ نمبر ۱۶۷)

۳۔ بحار الانوار ج ۲۵ ص ۱۲۴ (ج ۱۰۹ ص ۱۱۵)

۴۔ مستدرک ج ۳ ص ۴۰۶

۸۳

ابن ابی الحسن عاملی

وفات/۱۰۶۸ھ

و نص علیہ فی الغدیر بانہ	امام الوری بالمنطق الصادع الفصل
فأودعتموھا غیر اھل بظلمکم	و ابعدتموھا ای بعد عن الاھل
فاذوا رسول اللہ فی منع بنتہ	تراثاً لھا یا ساء ذلک من فعل
وکم رکبوا غیاً و جاؤوا بمنکر	و کم عدلوا عن جانب الرشد والعدل

''رسول خدا نے غدیر کے دن واضح انداز میں صریحی طور پر حضرت علیؑ کو تمام لوگوں کے رہبر کی حیثیت سے نشاندہی فرمائی۔ تم لوگوں نے اس مقام کو نالائقوں کے حوالے کر کے جو شخصیت اس کے لائق تھی اس سے دوری اختیار کی۔ انہوں نے رسول خداؐ کی بیٹی کو ان کے میراث سے محروم کر کے آنحضرت کا دل دکھایا، انہوں نے کتنا برا اور قبیح عمل انجام دیا۔ وہ ضلالت و گمراہی کے مرکب پر سوار اور قبیح افعال انجام دینے میں کتنے ثابت قدم تھے۔ وہ عدل و ہدایت سے کتنے دور تھے''۔

اس قصیدہ کو سید احمد عطار نے الرائق کی دوسری جلد میں نقل کیا ہے۔

شاعر کا تعارف

سید نورالدین علی (دوم) بن سید نورالدین علی بن حسین بن ابی الحسن، موسوی عاملی جبعی۔

یہ مذہب تشیع کی ان برجستہ شخصیتوں اور علماء میں سے تھے جنہوں نے علم و ادب کو باہم جمع کیا اور

زہد و پارسائی کے زیور سے آراستہ تھے۔

چنانچہ ان کے والد بھی خاندان وحی کے بزرگوں، علم و فضیلت کی نایاب شخصیتوں اور شہید ثانی کے مشہور شاگردوں میں سے ایک تھے۔

متذکرہ شاعر نے اپنے والد سید شریف اور اسی طرح دو عظیم شخصیتوں سے درس لیا جن میں سے ایک ان کے پدری بھائی صاحب مدارک تھے اور دوسرے ان کے مادری بھائی، شہید ثانی کے فرزند شیخ حسن تھے، انہوں نے ان سے اجازۂ روایت لی ہے۔

جن کتابوں میں علماء کے حالات زندگی مرقوم ہیں، ان میں وقیع شاعر (نورالدین) کا تذکرہ انتہائی عزت و احترام، تعریف و توصیف اور مدح و ثنا سے بھرپور انداز میں کیا گیا ہے۔(۱)

۱۔ ملاحظہ ہو: بحارالانوار ج ۲۵ ص ۱۲۴ (ج ۱۰۹ ص ۱۱۲)؛ روضات الجنات ص ۵۳۰ (ج ۷ ص ۱۵ نمبر ۵۹۸)

۸۴

شیخ حسین کرکی

وفات/۱۰۷۶ھ

فخاض امیر المؤمنین بسیفه	لظاها و املاک السماء له جند
و صاح علیهم صیحة هاشمیة	تکاد لها الشم الشوامخ تنهد
غمام من الاعناق تهطل بالدما	و من سیفه برق و من صوته رعد
وصی رسول الله وارث علمه	و من کان فی خم له الحل و العقد
لقد ضل من قاس الوصی بضده	و ذوالعرش یأبی أن یکون له ند

''امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی تلوار کو آگ (جنگ) کے دہانے میں ڈال دیا۔ انہوں نے دشمنوں پر ایسا تیز ہاشمی نعرہ بلند کیا کہ قریب تھا پہاڑ اس کی ہیبت سے اپنی جگہ چھوڑ دیں۔ کافروں کی گردن سے خون کی بارش ہونے لگی، ایسی بارش جس کی چمک حضرت علی علیہ السلام کی تلوار اور جس کی گھن گرج ان کا بلند بانگ نعرہ تھا۔ حضرت علی علیہ السلام رسول خدا کے وصی و جانشین اور ان کے علم کے وارث ہیں، غدیر خم کے واقعہ میں انہیں کے حوالے حل وعقد کے امور کئے گئے۔ جو حضرت علیؑ کا ان کے دشمن سے مقایسہ کرے وہ واقعاً گمراہ ہے۔ وہ بے نظیر ہیں بالکل اسی طرح جیسے عرش کا پروردگار کوئی مثل ونظیر اور شریک نہیں ہے''۔(۱)

۱۔ اس قصیدہ کو امل الآمل (ج ۱ ص ۷۲ نمبر ۶۶) سے انتخاب کیا گیا ہے

شاعر کا تعارف

شیخ حسین بن شہاب الدین بن حسین بن خاندار (۱) شامی کرکی عاملی ۔جبل عامل کے بہترین انسان اوران دانشوروں میں سے تھے جنہوں نے مختلف علوم حاصل کر کے ان پر مہارت حاصل کر لی تھی، وہ ادبیات میں استاد کی حیثیت رکھتے تھے؛ جب وہ شعر کہتے تو انسان سمجھ نہیں پاتا تھا کہ وہ موتی پرورہے ہیں یا سونے کا زیور آمادہ کررہے ہیں۔

ان کے ہم عصر عالم ''الامل الآمل'' میں ان کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں:

''وہ ہمارے عہد میں قدرتمند عالم ودانشور، ادیب وشاعر اور مؤلف تھے، انہوں نے چند کتابیں لکھی ہیں کہ جن میں بعض یہ ہیں: شرح نہج البلاغہ، عقود الدرر فی حل ابیات المطول والمختصر، حاشیہ مطول و.... انہوں نے ۱۰۷۶ھ کو ۶۸ رسال کی عمر میں وفات پائی''۔(۲)

۱۔خلاصۃ الاثر (ج۲ص۹۰) پر جاندار مذکور ہے

۲۔امل الآمل (ج۱ص۷۰نمبر۶۶)؛ ان کے حالات زندگی اجازات بحار ص ۱۲۵ (بحار الانوار ج۱۰۹ص ۱۱۹) پر ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں

۸۵

قاضی شرف الدین

وفات/۱۰۷۹ھ

ولاہ احمد فی الغدیر ولایۃ اضحت مطوقۃ بہا الاعناق

حتی اذا اجری الیہا طرفہ حادوہ عن سنن الطریق وعاقوا

ماکان أسرع ما تناسوا عہدہ ظلماً و حلت تلکم الاطواق

سہدوا بہا یوم الغدیر لحیدر اذعم من انوارہا الاشراق

''احمد نے غدیر خم کے دن، ان کو اپنی جانشینی اور ولایت کے مسند پر براجمان کیا، ایسی ولایت جو طوق کی طرح ان کی گردن پر پڑی ہوئی تھی۔ لیکن جب حضرت علیؑ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ان سے دشمنی کر کے سنت رسول اور واقعی اسلام کو نافذ کرنے میں ان کے رکاوٹ بنے، انہوں نے کتنی جلدی اپنا وعدہ بھول کر اپنا عہد و پیمان توڑ دیا۔ یہ لوگ غدیر کے دن گواہ تھے کہ کس طرح حضرت علیؑ کی ولایت کے نور سے پورا عالم روشن و منور تھا''۔(۱)

شاعر کا تعارف

قاضی شرف الدین حسن بن قاضی جمال الدین بن ....بن عمر بن حنظل بن مطہر بن علی ہبلی (۲)

۱۔ یہ قصیدہ نسمۃ السحر فیمن تشیع وشعر ج۱ (مجلد ۷ ج ۱ص ۱۷۲) پر دیکھا جا سکتا ہے

۲۔ ھا پر زبر اور اس کے بعد ب ہے خولان کا بڑا خاندان ہے

خولانی یمنی صنعانی۔ یمن کے مشہور ادیب و عالم، دانشور مولف اور شاعر تھے، ان کا ''قلائد الجواھر'' کے نام کا ایک دیوان بھی تھا۔

نسمۃ السحر میں ہے:

یمن نے آغاز تاریخ سے لے کر ان کے زمانے میں ان سے زیادہ برجستہ شاعر نہیں دیکھا تھا۔

اس شاعر نے عالم جوانی میں صفر ۱۰۷۹ھ کو وفات پائی، ان کے والد اور دوسروں نے ان کا مرثیہ کہا ہے۔

خلاصۃ الاثر کے مولف نے ان کا تذکرہ کر کے ان کی مدح و ستائش کی ہے اور ان کے بہت سے اشعار نقل کئے ہیں۔(۱)

۱۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، محبی، ج ۲ ص ۳۰

۸۶

سید ابو علی انسی

وفات/۹ ۱۰ھ

و حدیث الغدیر یکفیه مما　　قال فیه محمد و استقالا

غیر أن الضغائن القرشیا　　ت بها کانت اللیالی حبالا

''حدیث غدیر میں حضرت محمدؐ نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، وہی کافی ہے اور سب کا جواب ہے لیکن افسوس! راتیں قریش کی نفرتوں کا مرکز بن گئیں''۔(۱)

شاعر کا تعارف

سید ابو علی احمد بن محمد حسنی یمنی انسی (۲) یمن کے مولف و عالم تھے، جارودیہ کے رہنے والے تھے۔ نسمۃ السحر نے ان کی مدح وستائش کی ہے۔(۳) عقائد کے سلسلے میں ان کے بہت سے اشعار ہیں، متوکل ان کی زبان سے ہراساں تھا۔ چنانچہ ایک دن جب وہ سودہ میں متوکل کے پاس آئے اور ان کی ضرورتیں پوری نہ ہوئیں تو متوکل کی مذمت کرنے لگے۔ متوکل نے حکم دیا کہ ان کی تمام ضرورتیں پوری

۱۔ نسمۃ السحر ج۱ ص (مجلد ۶ ج ۱ ص ۹۰) پر یہ اشعار نقل کیے ہیں

۲۔ الف پر زبر اور نون پر زیر ہے، یہ یمن کے مشہور شہر مخلاق انس سے منسوب ہے، (شاید مخلاف ہو)

۳۔ نسمۃ السحر (مجلد ۶ ج ۱ ص ۹۰)

کردی جائیں، اور کہا: میں چاہتا ہوں کہ تمہاری ہر حاجت پوری ہو۔ سید نے کہا: جس ہندوستانی تکیہ پر بیٹھے ہو، مجھے اس کی ضرورت ہے۔ متوکل فوراً اٹھا اور سید نے اسے اٹھالیا پھر اپنے چند اشعار میں اس کی مدح کی۔ وہ ۱۰۷۹ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے فرزند سید احمد نے شعر و ادب کا ذوق اپنے والد سے میراث میں پایا تھا، چنانچہ بارہویں صدی ہجری کے شعراء میں ان کا تذکرہ آئے گا۔(۱)

۱۔ اسی کتاب کا صفحات ۱۱۹۱۔۱۱۹۲ ملاحظہ کریں

۸۷

سید شہاب موسوی

ولادت ۱۰۲۵ھ

وفات ۱۰۸۷ھ

"نورٌ مبینٌ" قد أنار دجی الهدی ۔۔۔ ظلم الضلالة فی ضیاء سراجه

و غدیر خم بعد ما لعبت به ۔۔۔ ریح الشکوک و آض من لجلاجه

امطرته بسحابة سمیتها ۔۔۔ (خیر المقال) وضاق فی امواجه

و أبنت فی (کنت البیان) عن الهدی ۔۔۔ فأریتنا المطموس من منهاجه

و کذاک (منتخب من التفسیر) لم ۔۔۔ تنسج یدا أحد علی منساجه

''ان کے چراغ ''نور مبین'' (۱) کی روشنی میں ہدایت کی تاریکی اور ضلالت کے اندھیرے روشن ومنور ہو گئے۔ غدیر (حوض) پر، مخالفین اور دشمنوں کے تمام تر شک وتردید کے بعد وہ حوض متلاطم ہوا۔ تم ''خیر المقال'' نامی کتاب کے بادل کے ذریعہ برسے، اس وقت وہ حوض (پانی سے سرشار ہوا اور) پانی کی موجوں میں تنگی آ گئی۔ تم نے ''نکت البیان'' نامی کتاب میں ہدایت سے پردہ اٹھایا اور جس راہ ہدایت کے نام ونشان مٹ رہے تھے، اس کی نشاندہی کی۔ اسی طرح کتاب ''منتخب التفسیر'' بھی ہے کہ کوئی اور ایسے اچھوتے انداز میں تحریریں پیش نہیں کر سکتا''

۱۔ النور المبین، خیر المقال، نکت البیان اور منتخب التفاسیر سید علی خان کی چار کتابوں نام ہیں؛ ملاحظہ ہو: الغدیر ج ۱۱ ص ۳۱۵

متذکرہ اشعار چالیس اشعار پر مشتمل شاعر کے قصیدہ سے منتخب کئے گئے ہیں جنہیں ان کے دیوان (۱) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ انہوں نے یہ قصیدہ ۱۰۸۷ھ میں سید علی خان مشعشی (بعد والے شاعر) کی مدح میں کہا ہے، شاعر نے ان اشعار میں سید علی خان کی کتاب ''خیر المقال'' کا تذکرہ کیا ہے جو امامت کے موضوع پر مشتمل ہے جس میں حدیث غدیر کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ شاعر نے اپنے اشعار میں حدیث غدیر کو ثابت کیا اور اس کی دلالت کے سلسلے میں تمام تر شکوک وشبہات کو برطرف کیا ہے؛ اسی لئے ہم نے انہیں شعرائے غدیر کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

شاعر کا تعارف

سید شہاب بن احمد بن ناصر بن حوزی بن ... بن امام موسی کاظمؑ ۔ یہ اہل بیت رسولؐ کے برجستہ شاعر تھے۔ ان کے اشعار سلیس، فصیح بہترین معانی پر مشتمل الفاظ کے حامل ہوتے تھے، کافی قوی اور سلیس اشعار کہتے تھے۔

سید ضامن بن شدقم نے اپنی کتاب ''تحفۃ الازہار'' میں ان کے متعلق لکھا ہے:

وہ بزرگ سید، بہترین اخلاق کے مالک، عظیم خاندان کے حامل اور فصیح وادیب وشاعر تھے۔ (۲)

وبستانی ''دائرۃ المعارف'' میں لکھتے ہیں:

وہ گیارہویں صدی کے علماء میں سے تھے جو ۱۰۸۲ھ میں فوت ہوئے، ان کے اشعار سلیس اور مقفع ہوتے تھے۔ (۳)

۱۔ دیوان سید شہاب موسوی ص ۱۴۰

۲۔ تحفۃ الازہار ج ۳

۳۔ دائرۃ المعارف ج ۱۰ ص ۵۸۹ (ج ۱۰ ص ۵۹۳)

۸۸

سید علی خان مشعشی

وفات ۱۰۸۸ھ

و فـی یـوم خـم أبـان الـنبـی　　مـوالاتـه بـرفـیـع الـنـدا

فـأولهـم کـان سـالـمـاً لـه　　وفـادیـه بـالـنفس لیل الفدا

و نـاصـره یـوم فـر الـصـحـاب　　عـنـه فـراراً کسـرب الـقـطـا

''رسول خداؐ نے غدیر خم میں حضرت علیؑ کی دوستی وولایت کو بلند بانگ بیان فرمایا، علیؑ ہی سب سے پہلے اسلام لائے اور فدا کاری کی رات میں رسول خداؐ کے لئے اپنی جان قربان کردی۔ وہ ان ایام میں رسول کے ناصر ومددگار تھے جن ایام میں اصحاب، رسول خداؐ سے اسی طرح فرار کررہے تھے جس طرح پرندے پراگندہ ہوتے ہیں''۔

یہ بہترین قصیدہ ایک سوبیس اشعار پر مشتمل ہے۔

شاعر کا تعارف

سید علی خان بن سید خلف بن سید عبد المطلب بن .... بن امام موسی بن جعفر (علیہما السلام) مشعشی حویزی۔(۱)

۱۔ ریاض العلماء کے مولف نے نے ان کا نسب اسی طرح قلمبند فرمایا ہے ج ۴ ص ۷۷

وہ حویزہ کے ایسے حاکم تھے جو علم کے نورانی لباس سے آراستہ وپیراستہ تھے۔
شیخ حر عاملی نے امل الآمل میں ان کا اس طرح تذکرہ کیا ہے:
وہ فاضل دانشور اور بلند مرتبہ ادیب و شاعر تھے، اصول اور امامت وغیرہ کے سلسلے میں ان کی کتابیں بھی ہیں۔(۱)
مستدرک کے مولف کے بقول: شیخ حسین بن محی الدین بن عبد اللطیف بن ابی جامع نے ان سے روایت نقل کی ہے، خود انہوں نے بھی شہید ثانی کے نواسے شیخ علی زین الدین سے روایت نقل کی ہے۔(۲)

۱۔امل الآمل (ج۲ص ۱۸۷ نمبر ۵۵۴)
۲۔مستدرک ج۳ص ۴۰۶، ۴۰۸

۸۹

سید ضیاء الدین یمنی

وفات ۱۰۸۸ھ

امـام اجـراه الـلـه مـن طينـه العلا	هـمـام لـه نهج من المجد لازب
لـه الشـرف الأعـلـى لـه نقطة السما	هـو البـدر والال الـكرام الكواكب
بهم قام دين الله فى الارض واعتلت	لامة خير الـمـرسـلين الـمذاهب
ليهنک ذالـعيـد الـذى انت عيده	و عيـدى و من تحنو عليه الاقارب
و يـومـاً اقـام الـلـه لـلال حـقهـم	بـه و رسـول الله فى القوم خاطب
بـــه قـلـد الـلـه الـخـلافة اهـلـهـا	و زحزح عنها الابعدون الا جانب
فـكـان أميـر الـمـؤمنين على الوصى	بـنـص الـلـه فـالأمـر واجـب
و حسبک نـفـس المصطفى و وليه	و هـارونه الندب الهمام المحارب

''وہ ایسے امامؑ ہیں جن کو خداوند عالم نے بہترین فطرت پر خلق فرمایا ہے، وہ ایسے آقا ہیں کہ ثابت و استوار طریقۂ زندگی انہیں سے مخصوص ہے، برترین شرافت و بزرگی کے حامل تھے، آسمان کی روشنی و چمک انہیں کی وجہ سے ہے، وہ ماہتاب ہیں اور ان کا عظیم خاندان ستارے۔ انہیں کے وجود کی برکت سے خدا کا دین زمین پر قائم ہوا اور خیر الانبیاء کی امت کے عقائد مقدس ہوئے، یہ عید(۱) آپ کو مبارک

۱۔ یعنی عید غدیر

ہو، آپ ہی اس عید کی علت ہیں میری اوران افراد کی عید کے سبب ہیں جنہوں نے اپنا دل آپ سے وابستہ کردیا ہے۔ جس دن خداوند عالم نے علیؑ کی برکت سے آل رسولؐ کے حق کوان کے لئے قائم کیا پھر رسول خداؐ نے لوگوں کے درمیان خطبہ دیا۔ خدانے اس دن خلافت کو بہترین انسان کے سپرد کیا اور غیر اس سے دور ہو گئے۔ لہذا علیؑ خدا کی تصریح کے مطابق مومنوں کے امیر اور رسول خداؐ کے جانشین ہیں، ان کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ تمہارے لئے نفس رسول، ان کے ولی وہارون، پاک وپاکیزہ آقا اور ثابت قدم شجاع کی دوستی ومحبت ہی کافی ووافی ہے''۔

شاعر کا تعارف

سید ضیاء الدین جعفر بن مطہر (۱) بن محمد حسین، جرموزی حسنی یمنی۔ یمن کے بزرگ، ادیب وشاعر اور مؤلف تھے، منصور کے بیٹے متوکل نے ابوالحسن اسماعیل بن محمد کی وفات کے بعد سرزمین عدین (۲) کا حاکم بنادیا، وہ وہیں پر حکومت کرتے رہے، پھر امیر سید فخر الدین عبداللہ یحیی بن محمد، موید بن متوکل کے آغاز میں وہاں کا حاکم ہوگیا۔ انہوں نے شہر عدین میں ۱۰۹۶ھ کو وفات پائی۔

۱۔ یہ اپنے عہد کے برجستہ علمی وادبی شخصیت تھے، ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی، ان کے حالات زندگی خلاصۃ الاثر ج ۴ ص ۴۰۶ پر ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

۲۔ یمن کے ایک شہر کا نام ہے: معجم البلدان (ج ۴ ص ۹۰) ملاحظہ ہو: نسمۃ السحر (مجلد ۶ ج ۱ ص ۱۵۵)

۹۰

ملامحمد طاہرقمی

وفات ۱۰۹۸ھ

ولاية المرتضى في خم قد ثبتت   بنص أفضل خلق الله والرسل

نص النبي عليه فوق منبره   عليه أشهد أهل الدين و الدول

''علی مرتضی کی ولایت، بہترین مخلوق خدا اور برترین رسول کی تصریح کے ذریعہ خم کی سرزمین پر سب پر ثابت ہوگئی ہے، رسول خدا نے منبر کی بلندی پر واضح طور سے اس ولایت کا اعلان فرمایا اور تمام اہل دین ودولت نے اس کی گواہی دی''۔

شاعر کا تعارف

ملامحمد طاہر بن محمد حسین، شیرازی پھر نجفی اور پھر قمی۔ ان معدودے چند شخصیتوں میں سے تھے جنہوں نے مختلف علوم حاصل کئے، یہ روایت کرنے والے مشائخ اور ان افراد میں سے ہیں جن کی سندوں کا سلسلہ امام سے متصل ہوتا ہے، وہ فقہ کے ساتھ ساتھ صحیح اور عالی علم فلسفہ کے بھی حامل تھے، ان کی بات لائق اعتماد اور علم ادبیات میں کامل تھے، انہوں نے اپنے بے پناہ علوم کو مفید نصیحتوں اور بلیغ موعظوں سے مخلوط کر کے اپنے کلام میں بہت سی حکمتیں پیش کی ہیں، بہت سے اشعار کہے ہیں جن کے آگے موتیوں کے دانے ہیچ نظر آتے ہیں۔

امل الآمل کے مولف لکھتے ہیں:

وہ ہمارے عہد کے دانشور اور بہترین شخصیت ہیں، ایک صاحب تحقیق اور قابل اعتماد عالم، فقیہ اور مناظر و متکلم ہیں اس کے علاوہ جلیل القدر محدث بھی تھے۔ (۱)

محدث نوری نے مستدرک میں ان کی اس طرح ستائش کی ہے:

وہ جلیل القدر اور پاک و پاکیزہ عالم دین اور شیعیت کی معتبر شخصیت، بہت سی مفید کتابوں کے مالک ہیں۔

مولانا محمد طاہر نے سید نور الدین علی (۲) جن کا تذکرہ اس سے قبل کیا گیا، سے روایت کی ہے۔ علامہ مجلسی نے ۱۰۸۶ھ کے اجازہ (۳) کے مطابق، شیخ حر عاملی امل الآمل (۴) کے مطابق، شیخ نور الدین اخباری اور ملا محمد محسن فیض کاشانی (۵) نے ان سے روایت نقل کی ہے۔ مختلف علوم میں ان کی گرانقدر کتابیں بھی ہیں۔

۱۔ امل الآمل (ج ۲ص ۲۷۷ نمبر ۸۱۹)

۲۔ بحار الانوار ج ۲۵ ص ۲۶۴ (ج ۱۱۰ ص ۱۳۰ نمبر ۱۰۳)؛ مستدرک الوسائل ج ۳ ص ۴۰۹

۳۔ اجازات بحار ص ۱۶۴ (ج ۱۱۰ ص ۱۲۹ نمبر ۱۰۳)

۴۔ امل الآمل (ج ۲ص ۲۷۸ نمبر ۸۱۹)

۵۔ مستدرک ج ۳ ص ۴۲۱

۹۱

قاضی جمال الدین مکی

وفات بعد از ۱۰۱۲ھ

أنت نعم النصير فی کل زاد	أنت نعم المولی لکل العباد
ذو الايادي و الايد أنت لعمری	سید الناس اوحد العباد
و لک الارث فی الولاء بحق	فی رقاب الوری لیوم التناد
لمقال النبی فی ماء خم	أنت مالی للمؤمنین و المنقاد
فتهادی بالطوع قوم ففازوا	و تمادی الغبی فی الانتقاد
ثم قال النبی وال علیاً	یا الهی و من یعادیه عاد
و تفضل برحمة للموالی	و یلعن و نقمة للمعادی

''آپ سختیوں میں بہترین نصرت کرنے والے اور زادراہ ہیں، آپ تمام بندوں کے بہترین مولا ہیں۔ میری جان کی قسم! آپ بہترین نعمتوں اور قدرتوں کے مالک ہیں، لوگوں میں سب سے اچھے اور بندگان خدا میں یگانہ روز تھے۔ آپ ولایت کے برحق وارث تھے، قیامت تک سب کی گردن پر آپ کا حق ہے کیونکہ رسول خداؐ نے آپ کو ہر مومن و مطیع کا مولا و آقا قرار دیا ہے۔ بعض لوگ آپ کی اطاعت کے ذریعہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہوئے، جاہل اور بے خبر انسان آپ کی مخالفت کو آخر تک جاری رکھا۔ پھر رسول خداؐ نے فرمایا: خدایا! علیؑ کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ، ان کے دوستوں کو اپنی

رحمت و مہربانی کا محور قرار دے اور ان کے دشمنوں پر عذاب نازل فرما''۔

سلافۃ العصر اور سلوۃ الغریب کی جانب رجوع کریں، یہ دونوں سید علی خان مدنی کی کتابیں ہیں۔

شاعر کا تعارف

قاضی جمال الدین (۱) محمد بن حسن بن درازمکی۔ وہ خوش سخن ادیب، صاحب فضیلت، شعر کے نقاد، نابغہ قضات اور خلاق تھے۔

سید نے ''سلافۃ العصر'' میں ان کا بہترین انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے ان کی اس طرح ستائش کی ہے:

''وہ علوم و معارف میں درخشاں صورت اور ان کے وسیع سایہ سے بہرہ مند تھے، ان کے فضائل کے آفتاب و ماہتاب نے ہر جگہ کو روشن و منور کر رکھا تھا، انہوں نے علم کے سمندر اور اس کی موجوں کو متلاطم کیا اور علم و دانش کی آواز کو ہر جگہ پہونچایا، ان کا نام اور یاد ہر سرزمین پر پھیلا ہوا تھا''۔(۲)

متذکرہ شاعر جمال الدین کے حالات زندگی محبی کی کتاب ''خلاصۃ الاثر''(۳) میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں، وہ السلافۃ کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''میں اس شخصیت کی تاریخ وفات کے متعلق جستجو کی لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا، بس اتنا علم ہے کہ وہ ۱۰۲۱ھ میں زندہ تھے، اس کے بعد زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہے، خدا ان کی مغفرت کرے''۔

۱۔ خلاصہ ج ۳ ص ۴۲۰ پر اسی طرح مذکور ہے لیکن کتاب سلافۃ العصر ص ۱۰۷ پر یہ مرقوم ہے: جمال الدین بن محمد

۲۔ سلافۃ العصر ص ۱۰۷

۳۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر ج ۳ ص ۴۲۰۔۴۲۷

۹۲

ابومحمد بن شیخ صنعان

قدر الذی بصفاته و سماته — ممسوس ذات الله فی الآثار
مصباح نور الله مشكاة الهدی — فتاح باب خزائن الأسرار
صنو الرسول و كان اول مؤمن — عبد الاله كصنوه المختار
و به أقام الله دين نبيه — و أتم نعمته على الأخيار

''وہ اپنے اسماء اور صفات کی وجہ سے بلند مرتبہ ہیں، روایات میں ان کا نام ''ممسوس ذات الٰہی'' (۱) ہے۔ وہ نور خدا کے چراغ، ہدایت کے چراغ دان اور اسرار کے خزانوں کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔ علیؑ رسول خدا کے بھائی، وہ پہلے ایمان لانے والے تھے جنہوں نے اپنے منتخب بھائی (رسول) کی طرح خدا کی عبادت کی۔ خداوند عالم نے اپنے رسول کے دین کو ان کے وسیلے سے استوار کیا اور اپنی نعمتوں کو نیک بندوں پر کامل کیا''۔ (۲)

۱۔ یہ اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس ابونعیم نے بطور مرفوع حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۸ پر نقل کیا ہے: لا تسبوا علیا فانہ ممسوس فی ذات الله ''علی کو گالی نہ دو کیونکہ وہ خدا کی ذات میں منضم ہو چکے ہیں'' ملاحظہ ہو: اسی کتاب کے صفحہ ۹۱۴

۲۔ آیہ مبارکہ ﴿ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ﴾ کی طرف اشارہ ہے جو غدیر خم کے دن امیر المومنین کی شان میں نازل ہوئی ہے ہم نے اسی کتاب کے صفحہ ۶۸۔۷۰ پر تفصیل سے اس سلسلے میں گفتگو کی ہے۔

شاعر کا تعارف

ابومحمد بن شیخ صنعان۔ان کے حالات زندگی معلوم نہیں ہو پائے ،لیکن متذکرہ اشعار ہی فن شاعری میں ان کی قدرت ،نظم میں ان کی مہارت اور میدان ادب میں ان سبقت کی دلیل ہیں چنانچہ امام پاک امیرالمومنین کے متعلق ان کی خالص محبت وولایت کی دلیل ہیں۔

عندلیبان غدیر

(بارہویں صدی ہجری)

۱۔ شیخ محمد حر عاملی

۲۔ شیخ احمد بلادی

۳۔ شمس الادب یمنی

۴۔ سید علی خان مدنی

۵۔ شیخ عبدالرضا مقری کاظمی

۶۔ علم الہدی محمد

۷۔ شیخ علی عاملی

۸۔ ملا مسیحا فسوی

۹۔ ابن بشارۃ غروی

۱۰۔ شیخ ابراہیم بلادی

۱۱۔ شیخ ابومحمد شویکی

۱۲۔ سید حسین رضوی

۱۳۔ سید بدرالدین یمنی

۹۳

شیخ حر عاملی

ولادت ۱۰۳۳

وفات ۱۱۰۴ھ

و انت منه فی علی نصوص	لم یحم حول ربعها الاحصاء
قال فیه هذا ولیی وصیی	وارثی هکذا روی العلماء
وزعمتم بان کل نبی	لم یرث منه ماله الاقرباء
هو مولی من کان مولاه نصاً	منه فلیترک الهوی والمراء
ودعا بعدها دعاء مجابا	وبه قد تواتر الانباء

یہ قصیدہ ۴۵۴ر اشعار پر مشتمل ہے۔

''حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں رسول خداؐ کی طرف سے صریح اور واضح ارشادات ہم تک پہونچے کہ جس کو کوئی بھی شمار نہیں کرسکتا۔ علماء کی روایت کے مطابق حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وہ میرا ولی، وصی اور وارث ہے۔ حالانکہ تم سوچتے ہو کہ انبیاء اپنے رشتہ داروں کے لئے اموال کی میراث نہیں چھوڑتے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے واضح ارشاد کے مطابق: حضرت ہر اس شخص کے رہبر ہیں جس کے رسول خداؐ رہبر ہیں۔ لہذا اس مسئلے میں خواہش نفس اور جنگ و جدال کو چھوڑ دینا چاہئے اس کے بعد آنحضرت نے ایسی دعا فرمائی جو یقیناً مستجاب ہے، یہ مطلب متواتر روایات میں منقول ہے''۔

شاعر کا تعارف

محمد بن حسن بن علی بن ...بن حر ریاحی جو سبط رسول امام حسین شہید کے ہمراہ عاشور کے دن شہید ہوئے۔

یہ حر جو عاشور کے دن اور رسول خداؐ کے ہمراہ شہید ہوئے، یہ اپنے خاندان کے لئے عظیم شرافت و بزرگی کے بانی قرار پائے، ایسا خاندان جس میں علمائے دین، مذہبی شخصیتیں، نقادان سخن، فکر وفن کے رہبر، نابغۂ خطابت وتالیف، ماہر فقہاء، نقل حدیث کے ائمہ، فضل وادب کے مالک اور برجستہ شعراء ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشہور متذکرہ شاعر شیخ حر عاملی ہیں جن کے محفوظ کارنامے ، صفحۂ تاریخ پر ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ ان کی وقیع اور گرانقدر کتاب ''وسائل الشیعہ'' ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے، یہ کتاب اسلامی شریعت کی چکی میں قطب کی حیثیت رکھتی ہے، علمائے شیعہ نے اپنے بہت سے فتوؤں میں اس سے استفادہ کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ اگر محدث نوری کی گرانقدر کتاب ''مستدرک الوسائل'' کو اس کے ساتھ رکھ دیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ دو دریا آپس میں مل گئے ہیں۔ بہت سے محققین ان دونوں کتابوں کی طرف رجوع کئے بغیر کوئی فتوی صادر نہیں کرتے۔ جی ہاں! اہل استنباط کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان دونوں کتابوں میں موجود احادیث کی سندوں میں غور وفکر کریں۔ جس کتاب رجال میں بھی شیخ حر عاملی کی سوانح حیات مرقوم ہے اس میں مدح وستائش کے جملوں کے ذریعہ ''وسائل الشیعہ'' کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے۔

ان کی گرانقدر کتابوں کے نام ہمیشہ باقی رہیں گے، ان میں بعض یہ ہیں:

۱۔ امل الآمل فی علماء جبل عامل: یہ کتاب جبل عامل اور دوسرے علماء کی سوانح حیات پر مشتمل ہے۔

۲۔ اثبات الہداۃ بالنصوص والمعجزات: دو جلدوں میں یہ کتاب بیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔

شیخ حر عاملی نے اپنے والد شیخ حسن بن علی (متوفی ۱۰۶۲ھ)، اپنے چچا شیخ محمد بن علی (متوفی ۱۰۸۱ھ)، اپنے نانا شیخ عبدالسلام بن محمد حر، اپنے والد کے ماموں شیخ علی بن محمود عاملی، شیخ زین الدین بن

محمد بن حسن (صاحب معالم)، شیخ حسین ظہیری اور دوسروں علماء سے درس لے کر ان کے سامنے قرأت کی ہے۔

انہوں نے ابوعبداللہ حسین بن حسن بن یونس عاملی اور علامہ مجلسی سے نقل روایت کے اجازے لئے ہیں۔(۱) اور جیسا کہ ان کے اجازہ میں موجود ہے، علامہ مجلسی وہ آخری انسان ہیں جنہوں نے ان کو روایت کی اجازت دی ہے۔

جن لوگوں نے ان سے اجازۂ روایت (۲) لئے ہیں ان کے اسماء یہ ہیں: خود حر عاملی، شیخ محمد فاضل (۳) بن محمد مہدی مشہدی، سید نورالدین بن سید نعمت اللہ جزائری (۱۰۹۸ھ کو)، شیخ محمود بن عبد السلام بحرانی؛ جیسا کہ مستدرک میں مذکور ہے۔(۴)

شیخ حر عاملی شب جمعہ ۸ر رجب المرجب ۱۰۳۳ھ شہر مشغر (۵) میں پیدا ہوئے، چالیس سال تک اپنے بہترین خانوادے کے سائے میں تربیت پائی، وہاں سے دو مرتبہ حج سے مشرف ہوئے، پھر ائمہ کی زیارت کے لئے عراق کا سفر کیا پھر ابوالحسن الرضا کی زیارت کی توفیق ہوئی اور مشہد ہی میں مقیم ہو گئے، مشہد میں اقامت کے دوران دو مرتبہ حج سے مشرف ہوئے اور دو مرتبہ ائمہ عراق کی زیارت بھی کی۔ مشہد میں انہیں شیخ الاسلام اور منصب قضاوت عطا کیا، یہاں تک کہ ۲۱ر رمضان المبارک ۱۱۰۴ھ کو وفات پائی، امام رضاؑ کے روضہ کے صحن عتیق میں مدرسہ میرزا جعفر کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے، ان کی قبر مشہور و معروف اور لوگوں کے لئے زیارت گاہ کی حیثیت رکھتی ہے، خدا ان کی روح کو شاد اور ان کے مزار مقدس کو نورانی فرمائے۔(۶)

۱۔ انہوں نے ۱۰۹۱ھ کو اجازت مرحمت فرمائی جیسا کہ اجازات بحار ص ۱۶۰ (ج ۱۱۰ ص ۱۰۹ نمبر ۱۰۰) پر موجود ہے، یہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے اس عظیم شخصیت کو اجازت دی ہے۔

۲۔ شیخ حر عاملی کے ذریعہ ان کا جازہ بحار ج ۲ ص ۱۵۹ (ج ۱۱۰ ص ۱۰۳ نمبر ۹۹) پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، یہ ۱۰۸۵ھ کی بات ہے

۳۔ ۱۰۸۵ھ میں چنانچہ اجازات بحار ص ۱۵۸ (ج ۱۱۰ ص ۱۰۷ نمبر ۱۰۰) پر دیکھا جا سکتا ہے۔

۴۔ مستدرک ج ۳ ص ۳۹۰ ۔ ۵۔ جبل عامل کا ایک شہر ہے معجم البلدان (ج ۵ ص ۱۳۴)

۶۔ ملاحظہ ہو: امل الآمل ص ۴۴۸ (ج ۱ ص ۱۴۱ نمبر ۱۵۴)؛ روضات الجنات ص ۵۴۴ (ج ۷ ص ۹۶ نمبر ۶۰۵)

۹۴

شیخ احمد بلادی

ونست عهوداً بالحمی سلفت ولن	تعباً بنصبیها ق نزیرها
یا للرجال لامة ملعونة	لم یکفها ماکان یوم غدیرها
بئس العصابة من بغت و تنکبت	عن دینها و تسارعت لفجورها

یہ قصیدہ ۱۶۸ اشعار پر مشتمل ہے۔

''جو عہد و پیان اس سے قبل کئے گئے تھے، انہیں فراموش کر دیا گیا، رسول خدا کے گفتار اور سفارشات کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی، یہ امت کے کتنے لائق مذمت ونفرین افراد ہیں جن کے لئے غدیر کے دن کا پیغام کافی نہیں تھا، یہ کتنے قبیح اور نابکار افراد تھے، جنہوں نے ظلم کئے اور دین حق سے منحرف ہو کر فسق و فجور کی طرف چلے گئے''۔

شاعر کا تعارف

شیخ احمد بن حاجی بلادری۔ فاضل وادیب دانشور اور اہل بیت کے ممدوح وشاعر ہیں، انھوں نے بہت سے مراثی کہے ہیں، کہا جاتا ہے کہ شہید کربلا امام حسین کی شان میں ہزار مراثی کہے ہیں، ان کو دو جلدوں میں ترتیب دیا گیا ہے۔ انوار البدرین سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں وفات پائی۔(۱)

۱۔ انوار البدرین (ص ۱۶۶۔۱۶۷ نمبر ۷۴)

۹۵

شمس الادب یمنی

وفات ۱۱۱۹ھ

اذا ما البرق سل علیه سیفا	رأیت له الغدیر السابریا
علی ذلک الغدیر غدیر دمعی	جری من اجلهم بحراً أذیا
غدیر طاب لی ذکراه شوقاً	الی من ذکره یروی الصدیاً
غدیر قد قضی المختار فیه	ولایته والبساها علیاً
و قام علی الأنام بذا خطیباً	و ذاک الیوم سماه الوصیاً
و انی تارک فیکم حدیث	لقد ترکوه ظهریاً نسیاً
فمن أهل السقیفة لیس یلقیٰ	فتیً عن قتل أبناه بریاً
فهم سبب لسفک دماء زید	و یحیی والذین حل الغریا
فلولا سل سیف البغی منهم	ونکث العهد لا تلقی عصیا
أبا الحسنینا رجو منک نهلا	من الحوض الذی یروی الظمیاً
اذا ماجئت یوم الحشر فی من	غدا بالبعث بعد الموت حیاً

''جب (گمراہی) کے برق نے اپنی تلوار اس پر کھینچی، تو غدیر نے محکم زرہ کی طرح اسے اپنے اوپر لے لیا۔ اس غدیر کی (مظلومیت) کی وجہ سے میری آنکھوں کے آنسو بحر مواج کی طرح جاری ہو جاتے ہیں۔ وہ غدیر جس کا تذکرہ میرے لئے شیریں اور حیات بخش ہے کیونکہ یہ اس انسان کے عشق ومحبت اور

اشتیاق کو دل میں زندہ کرتا ہے جس کا تذکرہ پیاسوں کو سیراب کرنے والا ہے۔ وہ غدیر کہ خدا کے منتخب رسول اسلامؐ نے اپنے جانشین کی نشاندہی کرتے ہوئے لباس ولایت علی کو پہنایا۔ آنحضرت لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور ایک خطبہ کے ضمن میں علی کو اپنا وصی قرار دیا۔ فرمایا: تمہارے درمیان اس حدیث کو یادگار کے طور پر چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے اسے بھول گئے۔ اہل سقیفہ میں کوئی ایسا جوان نہیں دکھائی دیتا جس کا ہاتھ رسول پاک کے فرزندوں کے قتل میں رنگین نہ ہوں۔ وہ زید (بن علی) اور یحیی (بن زید) کے خون بہانے کا سبب ہیں۔ یہ لوگ سرزمین نجف میں مدفون ہیں۔ اگر وہ ظلم کی تلوار ان کی جانب نہیں کھینچتے اور عہد شکنی نہیں کرتے تو پھر گناہ باقی نہیں ہوتا۔ اے حسنین کے والد گرامی! حوض کوثر کا ایک جام مجھے پلایئے، اس پانی سے پلایئے جس سے پیاسے مشتاقوں کو آپ سیراب کرتے ہیں۔ اسکے بعد میں محشر کے دن موت کے بعد زندہ ہونے والوں کے درمیان وارد ہوں گا"۔(۱)

شاعر کا تعارف

سید شمس الادب احمد بن احمد بن محمد حسنی انسی۔(۲) یمن کے دانشور، ادیب اور عالم تھے، کافی دنوں تک یہی کیفیت رہی پھر امام المہدی لدین اللہ ان سے ناراض ہوگیا اور حکم دیا کہ حبشہ کے ابتداء میں واقع ایک جزیرہ "زیلع" میں جلاوطن کر دیا جائے، وہ وہاں پر قید رہے پھر ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی۔

۱۔ یہ اشعار نسمۃ السحر (مجلد ۶ ج ۱ ص ۶۷) سے نقل کیا ہے جسے موید اللہ محمد بن متوکل یمنی کی مدح وستائش میں کہا ہے

۲۔ اس شاعر کے والد "سید احمد" کے حالات زندگی کے متعلق اس سے قبل گفتگو کی گئی ملاحظہ ہو: اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۷ پر

۹۶

سیدعلی خان مدنی

ولادت ۱۰۵۲ھ

وفات ۱۱۲۰ھ

و غـدیـر خـم و هـو أعـظـمـهـا	مـن نـال فیـه ولایة الامـر
واذکـر مـبـاهـلة الـنـبـی بـه	و بـزوجـه وابـنـیـه لـلـنـفـر
و قـرآ وانـفـسـنـا و انـفـسـکـم	فـکـفـی بـهـا فـخـرا مدی الدهر
هـذی الـمـفـاخـر الـمـکـارم لا	قـعـبـان مـن لـبـن ولا خـمـر

''امیر المومنین کے لئے سب سے عظیم افتخار غدیر خم میں نصیب ہوا جب امر ولایت (جانشینی رسولؐ) کا مرتبہ ان کے سپرد کیا گیا۔

یاد کریں اس دن کو جب رسول خدا چند لوگوں یعنی علی، ان کی زوجہ اور ان کے دونوں فرزندوں کے ہمراہ مبارزہ آرائی (مباہلہ کی شکل میں) تشریف لے گئے۔ اور آیۂ مباہلہ ﴿انـفـسـنـا و انـفـسـکـم﴾ (۱) کی تلاوت کی اور اس میں علی علیہ السلام کو اپنا نفس قرار دیا، یہی افتخار آخر زندگی تک کے لئے کافی ہے۔ یہ سب حضرت علی علیہ السلام کے افتخارات اور ان کی کرامتیں ہیں، دودھ و شراب کے جام نہیں''۔(۲)

۱۔آل عمران/۶۱

۲۔۶۱ اشعار پر مشتمل اس قصیدہ کو ان کے خطی دیوان سے حاصل کیا۔

شاعر کا تعارف

صدرالدین سید علی خان مدنی شیرازی، ابن نظام الدین احمد بن ....بن زید شہید بن امام سجاد زین العابدینؑ۔

یہ اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس میں سبھی علم و شرافت اور سیادت سے منسوب تھے، اس پاک درخت سے ہیں جس کی شاخ آسمان کی بلندی پر ہے اور جو ہمیشہ اپنے ثمرات پیش کرتا ہے، اس درخت کی شاخیں دنیا کی تمام جگہوں میں حجاز سے عراق وایران تک پھیلی ہوئی ہیں، آج تک اس کے ثمرات سے استفادہ کیا جارہا ہے، دیکھنے والے اسے دیکھ کر خوش اور بہرہ مند ہوتے ہیں۔

متذکرہ شاعر ''صدرالدین'' زمانے کے خزانے، عالم اور برجستہ افراد میں سے تھے جو ہر فن میں استاد اور ہر فضیلت کے علمبردار تھے، ان کے رشحات قلم میں غور وفکر کرنے کے بعد اس دعوی کی دلیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے، پھر اس کے اثبات کے لئے دوسرے دلائل پیش کرنے کی قطعی ضرورت نہیں؛ ان کے بعض کارنامے یہ ہیں:

۱۔ ریاض السالکین شرح صحیفہ کامل سجادیہ

۲۔ الکلم الطیب والغیث الصیب (وہ دعائیں جو اہل بیت سے مروی ہیں)

۳۔ الحدائق الندیۃ فی شرح الصمدیۃ مولف شیخ بہائیؒ

۴۔ صمدیہ کی دو دوسری شرحین (ایک متوسط اور دوسرے چھوٹی)

۵۔ رسالۃ فی اغالیط الفیروزآبادی فی القاموس

۶۔ سلافۃ العصر (اپنے ہم عصر علماء کے حالات زندگی)

اس دانشور نے علم و دانش کو علمائے دین اور فضلاء سے حاصل کیا اور مختلف علوم میں ان کی مہارت سے استفادہ ہوتا ہے کہ تحصیل علم اور نقل روایت کے سلسلے میں ان کے بہت سے اساتذہ اور مشائخ تھے۔ بحارالانوار کے مولف علامہ مجلسیؒ سے انہوں نے روایت کی ہے خود علامہ مجلسی نے بھی ان سے روایت کی ہے، اسی طرح صاحب معالم اور شہید ثانی کے فرزند ''شیخ علی بن فخرالدین محمد بن شیخ حسن'' (متوفی

۱۱۰۴ھ) نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

ولادت اوران کی زندگی

سیدعلی خان مدنی ۱۵رجمادی الاول ۱۰۵۲ھ جمعہ کی رات کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پر علم ودانش کے حصول میں مشغول ہوگئے پھر ۱۰۶۸ھ کو حیدرآباد ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور ۱۰۸۱ھ کوسلافۃ العصر کی تالیف کا کام شروع کیا،نسمۃ السحر میں ان کے ہم عصر دانشور کے بقول: وہ اڑتالیس سال تک ہندوستان میں مقیم رہے(۱) ۱۰۸۶ھ تک اپنے والد گرامی کے زیر سرپرستی میں رہے پھر اپنے والد کی وفات کے بعد برہان پوراورنگ زیب بادشاہ کے پاس منتقل ہوگئے۔اورنگ زیب نے انہیں ایک ہزارتین سواروں کا سرپرست مقرر کیااور خان کالقب عطا کیا۔جب بادشاہ احمد نگر جاتا تھا تو انہیں اورنگ آباد کا حاکم بنادیتا تھا،اس اعتبار سے وہ کچھ دنوں تک وہاں مقیم رہے،اس کے بعدان کولاہوراور اس کے اطراف کا حاکم بنادیا۔پھر برہان پور کے دیوان کی سرپرستی حاصل کر کے دوسال تک وہاں حکومت کی،۱۱۱۴ھ میں ہندوستان کے لشکر میں تھے پھرانہوں نے اپنے عہدے سے استعفی دے دیااور حج اورزیارت امام رضا سے مشرف ہوئے۔سلطان حسین کے زمانے میں ۱۱۱۷ھ کو اصفہان پہونچے اور کئی سالوں تک وہاں مقیم رہے،پھر شیراز واپس آکر وہیں پر زعامت وتدریس کے کاموں میں مشغول ہوگئے۔ذی القعدہ ۱۱۲۰ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے اور مدرسۂ منصوریہ (۲) کے بانی غیاث الدین منصور کے پہلو میں اور چراغ احمد بن امام موسی بن جعفر کے حرم میں مدفون ہوئے۔

۱۔نسمۃ السحر (مجلد ۸ ج ۲ص ۳۹۷)

۲۔ان کے حالات زندگی امل الآمل (ج ۲ص ۱۷۶ نمبر ۵۲۹) اور ریاض العلماء (ج ۳ص ۳۶۳) پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

۹۷

شیخ عبدالرضا مقریٔ کاظمی

وفات تقریباً ۱۱۲۰ھ

فاضاعوا وصية يوم خم	بعلي وصي وهم شهداء
عن لسان الروح الأمين عن	الله تعالى ألا له الالاء
بعلي بلغ والافما	بلغتو الله من عداك وقاء
بعد ما بخبخوا و قالوا أصبحت	لكم دينكم و حق الهناء
ثم قالوا بأن احمد لم يو	ص و هذا منهم عليه افتراء

''غدیرِ خم میں حضرت علیؑ کی جانشینی کے متعلق رسول خداؐ کی تاکید کو لوگ بھول گئے حالانکہ وہ خود اس کے گواہ تھے۔ خداوند عالم کی طرف سے جبرئیل امین کی زبانی تمام نعمتیں اور قدرتیں انہیں سے مخصوص ہیں، یہ خطاب ہوا کہ اے رسولؐ! علیؑ کو اپنے جانشین کی حیثیت سے نشاندہی کردیں، اگر آپ نے یہ اہم کام انجام نہ دیا تو اپنی رسالت کو انجام نہیں دیا، خداوند عالم آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ اس کے بعد لوگوں نے تبریک و تہنیت پیش کی اور کہا کہ اے علیؑ! آپ ہمارے رہبر ہیں اور حقیقی ولایت آپ سے مخصوص ہے۔ حضرت علیؑ کے متعلق واضح آیت نازل ہوئی: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی﴾ اور خوشحالی و مسرت محقق ہوئی۔ پھر لوگوں نے کہا: رسول خداؐ نے ان کی جانشینی کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی ہے لیکن یہ افتراپردازی ہے جسے دشمنوں نے رسول سے منسوب کردیا ہے''۔

شاعر کا تعارف

شیخ عبد الرضا بن احمد بن خلیفہ ابوالحسن مقری کاظمی ۔ بارہویں صدی کے بے مثال اور ان دانشوروں میں سے ہیں جنہوں نے علم وادب کوایک ساتھ جمع کیا ہے۔ سید ابومحمد حسن نے تکملۃ الامل میں ان کے حالات زندگی لکھ کر ان کے علم و دانش اور فضیلت کی مدح وستائش کی ہے، وہ لکھتے ہیں :انہوں نے ۱۱۲۰ھ وفات پائی، ائمہ کی مدح میں ایک دیوان بھی ان سے منسوب ہے جو حروف الفبا کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔

۹۸

علم الہدیٰ محمد

ضیــاء الــرشــاد بهــاء الهـدی　　　امــام الـعبــاد رواه الــنـدی

ولـــی الانـــام بـنـص الـغـديـر　　　أمـيــر الـكــرام و نـعـم الأمـيــر

''وہ راہ راست کی روشنی، ہدایت کے نور، تمام بندوں کے امام اور دعا کی طراوت ہیں، حدیث غدیر کی دلیل اور رسول خداؐ کے واضح ارشاد کے مطابق وہ سب کے رہبر ہیں، وہ مہربانوں کے رہبر ہیں اور کتنے اچھے رہبر ہیں''۔

شاعر کا تعارف

علم الہدیٰ محمد بن ملا محمد محسن مرتضیٰ کاشانی۔ برجستہ علمی اور ادبی شخصیتوں میں سے ہیں، شریفانہ خاندان تھا، انہوں نے کمالات وفضائل کو اپنے اجداد سے میراث میں اور اپنی سعی وکوشش سے بھی حاصل کیا، یہ محقق فیض کاشانی کے فرزند ہیں جو فقہ وحدیث کے علمبردار، فلسفہ کی چوٹی، عرفان کے خزینہ، اخلاق کے مستحکم پہاڑ اور علوم ومعارف کے سمندر تھے۔ یہ اس نابغۂ روزگار انسان کے فرزند ہیں جو اپنے زمانے میں بے مثل ونظیر تھا، مائیں ایسا فرزند پیدا کرنے سے قاصر وعاجز ہیں۔

متذکرہ شاعر نے بھی اپنے والد کے نقش قدم پر قدم رکھا، ان کے محفوظ کارنامے، مختلف علوم وفنون پر ان کی مہارت کی دلیل ہیں؛ ان کے کارناموں میں یہ کتابیں شامل ہیں: کتاب مواعظ (بیس ہزار

اشعار پر مشتمل ہے)؛ فہرس الوافی (وافی ان کے والد گرامی نے تحریر کی ہے)؛ وافی پر حاشیہ؛ اپنے والد کی کتاب مفاتیح الشرائع پر تعلیقہ۔

ہمیں ان کی تاریخ ولادت و وفات معلوم نہ ہو سکی۔(۱)

---

(۱) آقای طہرانی نے طبقات اعلام الشیعہ فی القرن الثانی عشر ص ۴۸۸ پر ان کے حالات زندگی، کتابیں اور ان کے بعض فرزندوں اور ان کے حالات کا تذکرہ کیا ہے اور تاریخ ولادت ۱۰۹۳ اور وفات ۱۱۱۵ھ قرار دی ہے۔

۹۹

شیخ علی عاملی

و قال فی یوم خم حین قال له　　جبرئیل بلغ مقالا غیر مردود

من کنت مولاہ حقاً فالوصی له　　مولی علی شاهد منهم و مشهود

القائد الخیل فی الهیجاء مقرنة　　من النجائب بالمهریة القود

"جب جبرئیل امین نے رسول خدا کو آواز دی کہ اس پیغام کو لوگوں تک پہونچا دیجئے تو آنحضرت نے غدیر خم میں فرمایا: جس کا میں رہبر ہوں وہ جان لے کہ یہ علی میرا وصی اور جانشین ہے اور ہر شاہد و مشہود اور حاضر و غائب کا مولا و آقا ہے، ان بہادروں کا حاکم ہے جنہوں نے اپنے اندر نیک خصلتیں جمع کر لی ہیں اور میدان کارزار میں تیز گھوڑے پر سوار ہو کر اسلام کے دشمنوں پر حملہ آور ہوتے ہیں"۔

شاعر کا تعارف

شیخ علی بن احمد فقیہ عادلی عاملی غروی۔ جبل عامل (۱) کی اہم شخصیت تھے جو عراق میں سکونت پذیر ہوئے، وہاں علم و ادب اور فضیلت میں کافی معروف و مشہور تھے۔

برجستہ استاد "سید نصر اللہ حائری" کے یہاں درس لیا اور انہیں کے حکم سے اپنا شعری دیوان مرتب کیا۔

۱۔ جبل عامل کو عاملہ بھی کہا جاتا ہے، عاملہ بن سبا سے منسوب ہے

اس شاعر کا دیوان ایک مقدمہ، چند ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

انہوں نے بہت زیادہ سفر کیا ہے اور گذارش کے سلسلے میں ایران کے مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے شیراز اور اصفہان گئے اور وہیں پر مقیم ہوگئے، ۱۱۲۰ھ میں ایران کو ترک کیا اور نجف اشرف منتقل ہوگئے۔

شیخ علی عاملی نے امیر المومنین حضرت کی مدح میں طویل قصیدے اور شہید کربلا امام حسین کی شان میں مرثیے کہے ہیں۔

۱۰۰

مولا مسیحا فسوی

ولادت ۱۰۳۷ھ

وفات ۱۱۲۷ھ

من کان نص رسل اللہ عینہ	لامرۃ الشرع تبلیغا بالان
یوم الجماھیر فی بیداء قد ملئت	بکل من کان من أعقاب عدنان
و قال صحب رسول اللہ قاطبۃ	بخ لذاک و کان الاول الثانی
من بعد ما شدد الرحمن امرتہ	علی الرسول اللہ باحکام و اتقان
و قال بلغ والا فادر انک ما	بلغت حق رسالتی و تبیانی
تقدمتہ اناس لیس عینھم	نص الالہ والا منطوق برھان
لا أضحک اللہ سن الدھر ان لہ	قواعداً عدلت عن کل میزان
نصفو حبک قد احییت مھتدیاً	فدتک نفسی یا دینی و ایمانی
و در فیضک ما دار السما وجری	وادام ظلک ماکر الجدیدان

''جس شخص کی دینی رہبری کو رسول خداؐ نے معین کرتے ہوئے اس موضوع کو سب تک پہونچا دیا اس دن تمام گروہ اور قبیلے اور نسل عدنان کا ہر شخص اس وسیع صحرا میں موجود تھا۔ رسول خداؐ کے تمام اصحاب نے اسی لئے حضرت علیؑ کو تہنیت پیش کی اور جس نے سب سے پہلے مبارک باد پیش کیا وہ خلیفہ دوم

تھے(۱) جب خدا وند عالم نے امت کی رہبری اور جانشینی کے سلسلے میں رسول خدا کو تاکید فرمائی تو آنحضرت کو مخاطب کر کے فرمایا: اس معاملہ کو تمام لوگوں تک پہونچا دیں ورنہ جان لیں کہ رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ لیکن جن لوگوں نے (ان کا حق غصب کیا اور) ان پر مقدم ہوئے، ان کے متعلق خدا کی طرف سے کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور ان کے تقدم پر کوئی دلیل بھی موجود نہیں تھی۔ خدا زمانے کو ہنسی سے محروم رکھے اس لئے کہ اس میں ایسے قوانین رائج ہو گئے جس سے عدالت کا مفہوم ہی بدل گیا اور کسی بھی ترازو سے سازگار نہیں ہے۔ آپ نے اپنی خالص محبت کے ذریعہ، ہدایت کے تمام متلاشی کو زندہ کیا ۔اے میرا دین وایمان، میری جان آپ پر قربان ہو۔ جب تک آسمان ہے، آپ کے فیضان کی بارش ہوتی رہے، جب تک گردش لیل ونہار ہے آپ کا سایہ ہمارے سروں پر برقرار رہے''۔

پورا قصیدہ ۹۱ راشعار پر مشتمل ہے علامہ سید احمد عطار کی کتاب ''الرائق'' کی دوسری جلد میں دیکھا جاسکتا ہے۔

شاعر کا تعارف

ملا محمد مسیح، معروف بہ مسیحا، ابن ملا اسماعیل فدشکوئی فسوی، فارسی شعروں میں ان کا تخلص ''معنی'' اور عربی اشعار میں ''مسیح'' ہوتا تھا۔

وہ فلسفی عالم، برجستہ حکیم، متبحر فقیہ، ادیب شاعر اور بہترین خطیب ومولف تھے، ان کے شاگرد شیخ علی حزین نے اپنی کتاب ''سوانح'' میں ان کی تعریف وتوصیف کی ہے، اسی طرح ''نجوم السماء'' (۲)، ''فارسنامہ ناصری'' (۳) اور دوسری تمام کتابوں میں ان کا بہترین انداز میں تذکرہ کیا گیا ہے۔

انہوں نے استاد کل'' آقا حسین خوانساری سے علم ودانش حاصل کیا اور بہت سے علماء نے بھی ان

۱۔ عمر بن خطاب وہ پہلے انسان تھے جنہوں نے غدیر خم میں حضرت علیؑ کو مبارک بادپیش کی اور وہی دوسرے انسان تھے جنہوں نے ناحق لباس خلافت کو کھینچ تان کر پہن لیا

۲۔ نجوم السماء ص ۱۹۵ ۳۔ فارسنامہ ناصری ج ۲ ص ۲۳۰

کے سامنے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔

سلیمان اور سلطان شاہ حسین کی حکومت کے زمانے میں شیراز کے شیخ الاسلام تھے، ان دونوں بادشاہوں کی حکومت کے زمانے میں بہت سے بلیغ خطبے بھی دیئے ہیں۔

نوے (۹۰) سال کی عمر میں ۱۱۲۷ھ کو وفات پائی، ان کے گرانقدر کارنامے یادگار کے طور پر محفوظ ہیں۔

۱۰۱

ابن بشارۃ غروی

وفات بعد از ۱۱۳۸ھ

صهر النبی أبو الائمة خیرهم	و به الخلافة قد سما مقدارها
بغدیر خم للولایة حازها	حقاً و لیس بممکن انکارها
و اذا وقی للوعظ صهوة منبر	یصغی لزاجر وعظه جبارها
و براحتیه تفجرت عین الندی	فالواردون جمیعهم یمتارها
و له العلوم الفائضات علی الوری	فیضی الغمائم اذهما مهمارها
نهج البلاغة من جواهر لفظه	فیه العلوم تبینت أسرارها
لولاه ما عبد الاله بأرضه	یوماً ولا بخعت له کفارها (۱)

''وہ رسول خداؐ کے داماد اور ائمہ کے والد محترم ہیں، انہیں کے وسیلے سے خلافت نے اہمیت حاصل کی۔ غدیر خم میں رسول کی ولایت و جانشینی ان کے حوالے کی گئی، یہ ان کا حق تھا، اس کا انکار قطعی ممکن نہیں پھر حضرت علیؑ نصیحت کے لئے منبر پر تشریف لے گئے، حتیٰ دشمنوں اور کینہ توزوں نے بھی ان کی نصیحت اور موعظہ کو سنا، ان کے دو ہاتھوں سے ایسا پاکیزہ چشمہ جاری ہوا کہ جو بھی اس چشمہ میں داخل ہوا اس سے بہرہ مند اور سیراب ہوا۔ وہ ایسے علوم و معارف کے مالک ہیں کہ ان کے بادل ہمیشہ سب پر اپنے

۱۔ ان اشعار کو نشوۃ السلافۃ میں نقل کیا گیا ہے، قصیدہ پچاس اشعار پر مشتمل ہے

فیضان کی بارش کرتے ہیں۔ نہج البلاغہ ان کے کلمات کا ایسا گوہر ہے جس نے علوم کے راز کو آشکار کیا ہے ۔اگر وہ نہ ہوتے تو ایک دن بھی زمین پر خدا کی عبادت نہ ہوتی اور کافر حق کا اقرار نہ کرتے''۔

شاعر کا تعارف

ابو رضا شیخ محمد علی حیقانی نجفی، موحی خاندان میں بشارۃ کے فرزند ہیں، وہ نابغہ روزگار تھے۔

یہ دنیائے فضیلت کی نادر شخصیت اور شعر وادب میں ماہر استاد تھے، جنہوں نے فضل وادب کو اپنے شاعر والد علامہ شیخ بشارۃ سے میراث میں حاصل کیا تھا، وہ بہت سے نابغہ علم اور اساتذہ بیان کے ہم عصر تھے، انہوں نے ان سے استفادہ کیا اور پھر علم ودانش اور فضیلت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے، چنانچہ سب نے اپنی تحسینی زبان سے ان کی تعریف وتوصیف کی ہے، ان کا شمار علم ودانش کے عظیم افراد میں ہوتا ہے، ان کے شعر وادب ان کا نام زندہ رکھیں گے، ان کے گرانقدر علمی اور ادبی کارنامے تاریخ کے سینہ میں محفوظ ہیں جس کی وجہ سے ان کی ہمیشہ مدح وستائش ہوتی رہے گی؛ ان میں سے بعض کارنامے یہ ہیں:

نشوۃ السلافۃ ومحل الاضافۃ؛ شرح نہج البلاغۃ؛ کتاب ریحانۃ النحو۔

۱۰۲

شیخ ابراہیم بلادی

و أشهد انـــه ولـی عـلیـاً	ولـی الـلـه لـلـدیـن اهتـمـامـاً
و صیـره الـخـلـیفة یـوم خـم	بـأمـر الـلـه عهـداً والتـزامـا
و نـص عـلـی الأئـمة مـن بینـه	هـنـاک عـلـی المنابر حین قاما
فـواخـاه الـنـبـی و فـی البـرایـا	بـحـکـم الـلـه صیـره امـامـاً
و عـظـمـه و لـقبـه بـوحـی	أمیـر الـمـؤمنیـن فـلـن یـرامـا
و زوجـه البتـول لهـا سـلام	مـن الـلـه الـوصـول ولا انصراما
فـکـان لهـا الـفتـی کـفـواً کریمـا	فـأولـدهـا أئـمتـنـا الـکـرامـا

''گواہی دیتا ہوں کہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا ولی قرار دیا، انہوں نے خدا کے ولی بن کر دین کی راہ میں خدمت کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ رسول خدا نے غدیر خم میں خدا کی تاکید اور اس کے حکم سے، ان کو اپنا جانشین منتخب فرمایا، رسول منبر کی بلندی پر کھڑے ہوئے اور علیؑ کے فرزندوں میں سے تمام ائمہ کی تصریح فرمائی، آنحضرت نے انہیں اپنا بھائی کہا اور خدا کے حکم سے انہیں تمام لوگوں کا رہبر بتایا۔ ان کو اہمیت دیتے ہوئے وحی خدا کے مطابق امیر المومنین کا لقب عطا فرمایا، ان کے علاوہ کوئی بھی اس لقب کے لائق نہیں تھا اور نہ ہوگا۔ آنحضرت نے زہرائے بتول کو ان کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا۔ علیؑ زہرا کے مثیل تھے جن کی نسل میں کریم ائمہ پیدا ہوئے ہیں''۔(۱)

۱۔ یہ اشعار ان کے خطی دیوان سے حاصل کئے گئے ہیں، اسی دیوان میں غدیر سے متعلق دوسرا قصیدہ بھی ہے۔

شاعر کا تعارف

ابو ریاض شیخ ابراہیم بلادی بحرانی، ابن شیخ علی بن شیخ حسن بن شیخ یوسف بن شیخ حسن بن شیخ علی بحرین کے دانشور اور عالم تھے، ادبیات اور شعر گوئی میں کافی مشہور و معروف تھے۔

بعض کتابوں کے مطابق وہ انوار البدرین کے مولف کے جد اعلی ہیں، الاقتباس والتضمین من کتاب اللہ المبین '' نام کا ایک منظومہ ہے جو خالص استدلالی ہے اور دین کے عقائد کے اثبات کے لئے لکھا گیا ہے، ان کی دوسری کتاب جامع الریاض ہے جس کے ہر روضہ اور حصے میں کسی معصوم امام کی مدح و ستائش ہے، اسی لئے ان کو ''ابو ریاض'' کی کنیت دی گئی، اسی طرح ان کا شعری دیوان بھی ہے حروف الفبا کی ترتیب سے کئی قصائد پر مشتمل ہے، اس میں اصول پنجگانہ ''توحید، نبوت، امام، ائمہ، عدل اور معاد'' کے سلسلے میں ایک سو بتیس دو بیتی قصیدے اور ایکسو آٹھ اشعار پر مشتمل قصیدہ سیمیہ بھی ہے۔

۱۰۳

شیخ ابو محمد شویکی

فلـه الشـان علـى كـاسـمـه صاحب الاحسان غوثي في مالي

حـجة الـلـه بـنـص ثـابـت يـوم خـم فهـو مـن الاه و الـى

و أميـر امـؤمـنيـن الـمرتـضـى من الـه العرش ربى ذى الجلال

فـى فـراش الـمـصـطفى بات ولم يـخـش مـن أعـدائـه أهل النكال

''حضرت علیؑ کا مقام ومرتبہ ان کے نام کی طرح بلند وبالا ہے، وہ صاحب احسان قیامت کے دن میرے پناہ گاہ اور میرے فریاد رس ہیں۔ غدیر خم میں رسول خدا کے صریح اور ناقابل تغییر ارشاد کے ذریعہ حجت خدا کی حیثیت سے پہچنوائے گئے، جو انہیں دوست رکھتا ہے خدا اسے دوست رکھتا ہے، خدائے بزرگ وبرتر اور خالق عرش کی طرف سے امیر المومنین ہوئے، وہی رسول خداؐ کے بستر پر ان کی جگہ سوئے اور ڈرپوک دشمنوں سے ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوئے''۔

اور اسی طرح کہتے ہیں:

فـولاه الـنـبـى لـلـعبـد درع عن نبـال الـردى و لـلنصـر آلـه

و ولائ مـن بـعـد ه لـعـلـى حيـث أن قبل موتـه أوصى لـه

و ارضـاه الامـام فـى يوم خـم فهـو لـلـخـصـم قـاطع أو صـالـه

''رسول خداؐ کی ولایت ایسی زرہ ہے جو بندوں کو ہلاکت وبدبختی کے تیروں سے محفوظ رکھتا ہے

اور وہ کامیابی کا وسیلہ ہے۔ رسول کے بعد علی میرے ولی ہیں کیونکہ آنحضرت نے اپنی وفات سے قبل ان سے متعلق یہ تاکید فرمائی ہے، رسول نے غدیر خم میں ان کو امام بنایا، انہوں نے دشمنوں کا قلع قمع کیا''۔

شاعر کا تعارف

ابو محمد عبداللہ شو یکی خطی، ابن محمد بن حسین بن محمد۔ ادبیات، ان کے کہے ہوئے اشعار اور اس سلسلے کی فنی مہارت میں انہوں نے قابل قدر پیش قدمی کی، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے اشعار متوسط ہوتے تھے، ائمہ معصومین کی زندگی کے متعلق انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے، رسول خدا اور ان کے اہل بیت کی مدح وستائش میں جواہر النظام نامی ان کا ایک دیوان بھی ہے، اسی طرح اہل بیت کے مراثی پر مشتمل ان کا ایک دوسرا دیوان بھی ہے جو''مسبل العبرات ورثاء السادات'' کے نام سے مشہور ہے۔

۱۰۴

سید حسین رضوی

وفات بعد از ۱۱۵۶ھ

صانو النبی أمیر المؤمنین أبو السبطین — بـاب العـلوم الـمرتـضـی الشیـم

فی السـر والـجهر سـواه و کـان لـه — ردء أ یصـدقـه فی الحکم والحکم

و فیـه جـاء عـن الـمختار منقبة — مـن کنـت مـولاه فهو الحق فاعتصم

''وہ رسول خداؐ کے بھائی، امیر المومنین، حسنین کے والد گرامی، اور تمام علوم کے دروازہ ہیں، ان کے اخلاق و کردار خدا کی نظر میں قابل قبول ہیں، پوشیدہ اور آشکارا رسول کے مانند ہیں، ان کے لئے ایسے ناصر تھے جو احکام اور حکمتوں میں ان کی تصدیق کرتا تھا، خدا کے منتخب رسول نے ان کے بارے میں یہ فضیلت بیان فرمائی کہ جس کا میں مولا ہوں یہ علی بھی اس کا برحق مولا و رہبر ہے، لہذا ایسے برحق رہبر سے متمسک ہو جاؤ''۔

شاعر کا تعارف

سید حسین رضوی ہندی نجفی حائری، ابن امیر رشید بن قاسم۔ ایسے برجستہ انسان تھے جنہوں نے اپنے علم کو ادب ناب کے ساتھ جمع کیا، ایسے نابغہ تھے جو اپنے بلند و پاکیزہ خاندان کے ساتھ اپنے بے پناہ علم اور شعر کے ذریعہ صدف میں موتی کی طرح چمکے، وہ بلند مرتبہ عالم، ادیب و ناقد اور ایسے انسان تھے

جس کی ایک فضیلت اسے دوسرے فضائل ومناقب اور کرامتوں کی جستجو سے باز نہیں رکھتی تھی۔

ان کے والد ہندوستان سے نجف لائے، وہیں پر تحصیل علم میں مشغول ہوگئے، کئی سالوں بعد امام شہید اور کربلائے معلّٰی کی زیارت کی غرض سے نجف کو ترک کیا اور منفرد استاد سید نصر اللہ حائری سے کسب فیض کیا۔
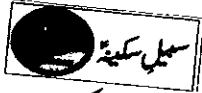
انہوں نے کربلائے معلّٰی میں ۱۱۵۶ھ اور ۱۱۶۰ھ کے درمیان وفات پائی۔

اس شاعر کی زندگی کے بعض گوشے اور ان کے متعلق علمائے دین کے ستائشی جملے اعیان الشیعہ کی ۲۶ ویں جلد میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔(۱)

۱۔ اعیان الشیعہ ج۲۶، ۴۶، ۵۷ (ج۶ ص۱۵۔۱۸)

۱۰۵

سید بدرالدین

ولادت ۱۰۲۱ھ

بالله یا ورق ان شدوت علی　　سفوح سلع فدونا السجف
و ان رأیت السحاب هامیة　　فقل مرام المولع النجف
ففیه رمس مطهر هبطت　　علیه أملاک من له الصحف
فیه الامام الوصی حیدرة　　مولی البرایا و من له الشرف
فیه شقیق الرسول شافعا　　و نفسه ان توسط الطرف
فیه أخوه و من فداه علی　　فراشه ان رووا و ان حرفوا
فیه الذی فی الغدیر عینه　　و بخبخ القوم فیه واعترفوا

''اے کبوتر! اگر چاہتا ہے تو پہاڑوں کے شگاف میں آواز لگا، میں تمہیں ان کے مقابل پردہ کھینچے کے سلسلے میں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ اگر دیکھو کہ بادل اشک بارانی کر رہے ہیں تو کہہ دو کہ انہیں ایسے انسان کی زیارت کی آرزو ہے جو نجف کی سرزمین میں آرام فرما رہے ہیں۔ وہاں ایسی پاکیزہ مٹی ہے جہاں اس خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں جس کے لئے آسمانی کتابیں ہیں۔ وہاں شیر خدا، شریف انسان اور ایسا امام آرام کر رہا ہے جو رسول کا وصی اور تمام مخلوقات کا رہبر ہے، وہاں دوست، بھائی اور

نفس رسول سو رہا ہے، یہی گوشہ چشم سے ہماری شفاعت کریں گے، وہاں بھائی اور وہ انسان مدفون ہے جس نے اپنی جان رسول پر قربان کردی، چاہے اس فضیلت کو بیان کیا جائے یا تحریف کی جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہاں وہ انسان ہے جسے رسول خداؐ نے غدیر کے دن اپنا جانشین مقرر فرمایا، اس دن تمام لوگوں نے تبریک وتہنیت پیش اور ان کے منصب کا اقرار کیا‘‘۔

شاعر کا تعارف

بدرالدین محمد بن حسین بن حسن بن منصور باللہ قاسم بن محمد حسنی صنعانی ۔یمن کے عظیم دانشور اور نیک انسان تھے، انہوں نے مختلف علوم حاصل کئے، علم کلام، طب اور ادب وشعر پر مکمل مہارت حاصل تھی ،ان کی کئی گرانقدر کتابیں ہیں جن میں سے ایک علم کلام میں ایک رسالہ ہے، ان کے اساتذہ میں علامہ شیخ صالح بحرانی مقیم ہندوستان اور فاضل حکیم محمد بن صالح جیلانی مقیم یمن کا نام لیا جاسکتا ہے۔ یہ صفر ۱۰۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ہم نے ان کے حالات زندگی اور اشعار کا خلاصہ نسمۃ السحر سے نقل کیا ہے۔(۱)

۱۔ نسمۃ السحر (مجلد، ج ۲ ص ۴۸۶)

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی النجفی (طاب ثراہ)

ولادت: ۲۵/صفر ۱۳۲۰ھ

وفات: ۲۸/ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۳۹۰ھ

''الغدیر'' گیارہ جلدوں پر مشتمل یہ کتاب لگ بھگ ۴۵۱۳ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق وتتبع کی داد دیتی ہے، بقول شہید مرتضی مطہریؒ: یہ کتاب تمام زہر آگیں پروپیگنڈے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن وسنت کی منطق پر استوار ہے، تشیع پر لگائے گئے تمام اتہامات لچر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام آئمہ طاہر (علیہم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین انداز میں نمایاں کیا ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ہر شخص اعتراف حق پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسی لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی انگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن کیالی حلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلاب مصری کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر دانی کی مستحق کیوں نہ ہو جب کی علامہ امینیؒ نے اس کی تالیف وتحقیق میں برسوں زحمتیں برداشت کی ہیں اور صرف تحقیقی مواد فراہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پر خلوص کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت سے ''کتاب الغدیر'' افق تشیع پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۴۷ھ

وفات: ۲۶/ذیقعدہ ۱۴۲۲ بمطابق ۱۰/فروری ۲۰۰۲

کتاب ''الغدیر'' زمانۂ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدوجزر پیدا کرنے لگا تھا کہ اس علمی اور تحقیقی کتاب کو اردو جیسی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی سنگینی کے پیش نظر خاموش بیٹھ رہے۔

۱۹۹۰ میں جب مولانا مرحوم، مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت ومشقت اور کوششوں کے ذریعے مرجع عالی قدر آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی دامت برکاتہ کی دعوت پر ایران آئے تو معظم لہ نے برصغیر کے حساس موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے تھوڑی تلخیص کے ساتھ ''الغدیر'' کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حساس موضوع کے دیکھتے ہوئے ''نہیں'' کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً مثبت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل، دیہات کی زندگی میں وسائل وآسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جلدوں کا ترجمہ کر ڈالا تھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ھ میں منظر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نا مساعد ہوتے چلے گئے اور دوسری جلدوں کی طباعت کی نوبت نہ آسکی نیز دو جلدیں (چھٹی اور گیارہویں) حالات کی ستم ظریفی کی نذر ہو گئیں، جن کی تکمیل کا فریضہ ان کے فرزند ''مولانا سید شاہد جمال رضوی'' نے بحسن وخوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)

گلستانِ زہرا پبلی کیشنز لاہور